طلسم ہوشربا

جلد ششم

داستان امیر حمزہ صاحبقران

منشی محمد حسین جاہ

سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور

طلسم ہوشربا

محمد حسین جاہ

۱۹۷۸ء

- التماس مولف

محمد حسین جاہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد بے حد و ثنائے لاتعداد اس ساقی ازل کو سزاوار ہے کہ جس نے خراب آباد گیتی کو بصہبائے مستانہ "کن فیکون" آسائش دی اور نعت مع تحفہ درود اس مست پیمانہ الست کی ہر جرعہ نوش جام خرد کو درکار ہے کہ جس نے سرمستان خم خانہ کفر و ضلالت کی بیک ساغر طہور خمار شکنی فرمائی۔ صلی اللہ علیہ وآلہ العظام و اصحابہ الکرام۔

اما بعد خوشہ چین خرمن ارباب علم و ہنر و رمز شناس دقائق معانی پرور علی پایگاہ خاک راہ سید محمد حسین جاہ بگوش ہوش سخندان ذی ہوش خطا پوش عرض رسا ہے کہ داستان امیر حمزہ فسانہ دلکش و مرغوب پسندیدۂ ہر طالب و مطلوب ہے۔ زہے گوہر دریائے خوش بیانی' زہے آفتاب سپہر نادر زبانی کہ زبان توصیف و بیان تعریف نسبت اس کے قاصر ہے منجملہ اس کے ایک طلسم حیرت نا مسمی بہ "طلسم ہوش ربا" نہایت عمدہ ہے۔

لہٰذا اس شاہد دلربائے رعنائی و محبوب خوش ادائے زیبائی کو چاہا کہ زبان اردو میں بطرز فصیح و بہ محاورت صحیح جلوہ گر تحریر میں لائے اور مشتاقان ادائے محبوب قصص کو اس کی کرشمہ سنجی پہ لبھائے بفضلہ و کرمہ و منہ التوفیق و ہو الرفیق الاعلیٰ۔

• وجہ تالیف

واضح ہو کہ داستان امیر حمزہ کے سات دفتر ہیں اور دفاتر مذکور کے ملاحظے کے بغیر دشوار ہے کہ امیر، عمرو، زمرد شاہ، بختیارک اور افراسیاب جادو وغیرہ کے نام سمجھ میں آئیں۔ بایں خیال گزارش ہے کہ امیر حمزہ پسر سید خواجہ عبدالمطلب سردار خانہ کعبہ کے ہیں اور عمرو ان کا عیار ہے اور امیر حمزہ نے اپنے پوتے کو بادشاہ لشکر کیا ہے کہ نام اس کا سعد بن قباد ہے اور آپ سپہ سالاری لشکر کی کرتے ہیں اور جتنے بیٹے امیر حمزہ کے ہیں وہ سب مطیع اسی پوتے کے ہیں جو بادشاہ ہے اور بادشاہ روئے زمین کے بہت سے کہ جن کا ذکر اس قصہ میں آئے گا وہ سب ہمراہ لشکر کے اپنی اپنی فوج لیے رہتے ہیں اور امیر حمزہ ایک بادشاہ جلیل القدر زمرد شاہ باختری سے کہ جس کو لقا بھی کہتے ہیں اور اس نے دعویٰ خدائی کا کیا ہے، لڑ رہے ہیں اس لیے کہ وہ دعویٰ باطل سے باز آئے اور امیر کے ہاتھ سے جس ملک میں لقا بھاگ کر جاتا ہے وہاں کا بادشاہ اور رعایا سب اس کو اپنا خدا سمجھ کر اطاعت کرتے ہیں اور اس کے حکم پر امیر سے لڑتے ہیں اور لقا کے ساتھ بیٹا نوشیروان کا فرامرز بھی ہے کہ اس سے امیر پہلے لڑ چکے ہیں اب اس نے لقا کا ساتھ کیا ہے اور وزیر فرامرز کا بختیارک بن بخنک شیطان درگاہ لقا بنایا گیا ہے۔ کس لیے کہ خدائی میں کوئی شیطان بھی چاہیے۔ غرض لقا نے پہلے جا کر "طلسم ہزار شکل" میں پناہ لی تھی۔ جب وہ امیر نے فتح کر لیا تو لقا کوہستان کی طرف آیا ہے۔

طلسم ہزار شکل کا ذکر پہلے اس طلسم کے ہے بوجہ اس کے کہ طلسم ہوشربا کا حقیر کو بیان کرنا منظور ہے۔ اس لحاظ سے طلسم کو ترک کیا کہ باعث طوالت افسانہ نہ ہو۔

• آغاز داستان

جب زمرد شاہ باختری نے طلسم ہزار شکل سے رہائی پائی اس کے وزیر بدتدبیر نے صلاح بتائی کہ ملاکت کوہ عقیق گلزار سلیمانی کا بادشاہ عالیجاہ فوج بیکراں و پہلوانان دوراں رکھتا ہے اور اسی ملک سے ڈانڈا "طلسم ہوشربا" کا ملا ہے' حاکم طلسم افراسیاب جادو شہنشاہ ساحران نہایت زور آور ہے کہ اس کی شمشیر سے سرکشان دہر کانپتے اور تھراتے ہیں اور سحر آشنائی سے سامری عہد اور جمشید روزگار کان پکڑتے ہیں۔

* * *

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

• شگوفہ

وزیر کی صلاح سے زمرد شاہ سمت کوہ عقیق روانہ ہوا اور بعد قطع منازل و طے مراحل جب قریب اس ملک کے پہنچا۔ ہرکاروں نے کوہ عقیق کے بادشاہ سلیمان عنبریں مو کو زمرد شاہ کی آمد کی خبر دی۔ وہ نذر کے لیے زر و جواہر کی کشتیاں تیار کر کے مع ارکان سلطنت شہر کے باہر آیا اور شہر کو واسطے آراستگی کے حکم دیا۔ تمام شہر آئینہ بند ہوا۔ الحاصل استقبال کر کے لقا کو داخل شہر کیا اور دارالعمارت شاہی میں پہنچایا۔ یہاں امراء و وزراء و اراکین سلطنت اور مشیران حاضر تھے۔ ان کا مجرا اور سلام ہوا۔ مقام صدر میں تخت شاہی بچھا تھا۔ اس میں اعلیٰ اور بیش قیمت جواہر جڑے تھے۔ اس پر لقا آ کر جلوہ فرما ہوا۔ احباب نشاط' ساقیان سیمیں ساق' مطربان خوش آواز و بامذاق حاضر تھے۔ انہوں نے اپنی خوش الحانی سے ہر شخص کو اپنا محو دیدار بنایا۔ دور جام' مے گلفام' بے دغدغہ نیرنگی ایام چلنے لگے۔ یہاں کا بادشاہ دو سپہ سالار رکھتا ہے۔ اس کا نام منظور تاج چشم کوہی اور دوسرے کا نام ناظر تاج چشم کوہی ہے اور یہ دونوں بادشاہ کے بھانجے ہیں۔ کئی لاکھ سپاہ اپنے ماتحت رکھتے ہیں اور سب کا سردار ایک بہادر ہے کہ نام اس کا لالان لال قبا ہے۔ فن سپاہ گری میں یکتا ہے۔

غرض ان سبھوں نے آ کر لقا کو سجدہ کیا اور عرض کی کہ ہم سب جانبازی و جان نثاری کو حاضر ہیں آپ اطمینان عنبریں مو بادشاہ نے دعوت کا سامان مہیا کیا سر اختیار و اطاعت لقا میں جھکایا۔ راوی کہتا ہے کہ جب لقا طلسم ہزار شکل سے بھاگا تھا' زلزلہ قاف ثانی سلیمان حمزہ صاحبقران امیر علی شان نے لشکر ظفر پیکر سے اپنے چار ہرکارے صبا دم' تیز رفتار اس کے ہمراہ روانہ فرمائے تھے۔ نام ان کے خامیان خیبری' تومیان خیبری' سرنگ کی اور ابو طاہر خونریز ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ جس جگہ یہ برگشتہ بخت اطمینان سے مسکن گزیں ہو اور جو اسے پناہ دے' اس بادشاہ کی حقیقت سے اور اس ملک و

سپاہ کی کیفیت سے اطلاع دیں۔ وہ ہرکارے لقا کی ہمراہی میں یہاں تک آئے اور مختلف شکلوں اور بھیس میں سلیمان عنبریں مو کے دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے سلیمان کے سپہ سالاروں کا بیان سنا۔ فوج اور ملک کا سب حال دریافت کر کے امیر کشور گیر کی خدمت میں پہنچنے کا ارادہ کیا۔ قلعہ سے نکل کر مثل برق اور مانند صرصر روانہ ہوئے۔

یہاں امیر حمزہ بعد فتح "طلسم ہزار شکل" بارگاہ سلیمانی میں دنگل نادر عنبر پر متمکن تھے۔

بادشاہ جمجاہ سعد بن قباد تخت سلیمانی پر جلوہ فرما تھے۔ بارگاہ کے سراپچے اٹھا دیئے تھے۔ صحرا کی سیر و کیفیت ملاحظہ فرماتے تھے کہ یکایک ہرکارے دواں دواں سلطان عالی شان کی خدمت میں پہنچے۔ اس قدر عجلت سے آئے تھے کہ پپڑیاں ہونٹوں پر بندھی تھیں۔ کنپٹیاں پچکی تھیں۔ انہوں نے آ کر شہنشاہ عالی جاہ کو مجرا کیا اور زمین ادب کو لب عبودیت سے بوسہ دیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا و ثنائے شہریاری بجا لائے اور یوں عرض کرتے تھے۔ "اے بادشاہ عالی جاہ! وہ لشکر نصرت اثر بادیہ ضلالت طے کر کے' کوہ عقیق گلزار سلیمانی میں پہنچا اور وہاں سکونت ٹھہرائی ہے۔ وہاں کے بادشاہ نے اعانت کرنے کا وعدہ کیا ہے۔" ہرکاروں نے جو دیکھا تھا' وہ سب من و عن خدمت سلطان عالیشان میں گزارش کیا۔ بادشاہ نے اپنے سپہ سالار حمزہ صاحبقران کی جانب دیکھا۔ صاحبقران نے عمرو بن امیہ کو حکم دیا کہ پہلوان دوراں عادی کو بلاؤ اور پیش خیمہ طرف کوہ عقیق کے روانہ کرو۔

امیر توقیر کے حسب ارشاد کوس رحیل لشکر ظفر اثر میں بجا اور ہر بہادر نے سامان روانگی کیا۔ پلٹن اور رسالے بہ کر و فر مرکب ہائے غازی پر سوار بے شمار پیادے بصد رعب و داب کوچ کرنے لگے۔ بازاریں لشکر کے روانہ ہو گئیں۔ دلاور مسلح و مکمل ہو کر چلنے پر تیار ہوئے۔ بادشاہ مع سرداران گرامی کے اور صاحبقران مع عیاران نامی کے سوار ہو کر بہ رہبری ایلغاران کے اسی طرف چل نکلے۔

سوئے دشت شہ کی سواری چلی
کہے تو کہ باد بہاری چلی

قصہ کوتاہ لشکر نے کوہ عقیق کے قریب نزول اجلال فرمایا' بارگاہ فلک پایگاہ نصب ہوئی۔ بازارین لشکر میں کھل گئیں۔ پلٹنیں مسل در مسل بہ آراستگی تمام پاکیزہ اور مقام عمدہ میں اترنے لگیں۔ طبل نقارے بجے۔ مخالفوں کے ہوش مثل طائر پرید اڑے۔ سلیمان نے فوج کی آمد کی خبر سن کر اپنی فوج کو ربط ضبط کا حکم دی اور قلعہ بند کیا۔ توپیں برنجی و آہنی ڈھلی ہوئی لگائیں۔ برج دیوارے و کنگرے و فصیلیں درست ہوئیں۔ الغرض یہاں تو یہ تیاری شروع ہوئی اور صاحبقران منتظر مقابلہ عدو' قلعہ کے سامنے فروکش ہوئے۔ مگر فرزند رشید حمزہ صاحبقران کو ہوائے خوش اور صحرائے سبزہ زار دیکھ کر شکار کھیلنے کی ہوس ہوئی۔ امیر سے اجازت چاہی امیر خاموش ہو رہے۔

بدیع الزماں اپنی والدہ ملکہ گردیہ بانو شہزادی کے پاس گئے اور گزارش کی کہ آپ مجھے والد ماجد سے اجازت شکار کے لیے جانے کی لا دیں۔ ملکہ نے منظور کیا اور جب امیر بارگاہ میں ملکہ کی تشریف لائے ملکہ نے شہزادے کی سفارش کی امیر نے لاچار رخصت دی مگر فرمایا کہ یہ صحرا تمام ساحران جہان کا مسکن ہے اس لیے میں اجازت نہیں دیتا تھا کہ شاہزادہ کسی آفت میں مبتلا ہو لیکن تمہارے کہنے سے ایک روز کی اجازت دیتا ہوں کہ بعد ایک روز کے واپس آئیں۔ زیادہ عرصہ نہ لگائیں۔ بدیع الزماں نے ارشاد صاحبقران قبول کیا اور سامان شکار کھیلنے کا رات بھر درست ہوتا رہا۔ صبح ہوتے ہی بہر شکار عازم میدان ہوا۔ نور کا تڑکا' نسیم سحر کا چلنا' شمعوں کا جھلملانا' غنچوں کا مسکرانا' بلبلان شوریدہ کا شور' جنگل میں رقص مور طائروں کا اپنے اپنے آشیانوں سے تلاش آب و دانہ میں تال مار کر اڑنا۔ ہر ذی روح معروف' ہر قلب ذکر حق سے مالوف' خلاصہ یہ کہ شہزادہ باحشم و خدم صحرا میں صید افگن تھا اور ہر طرف فضائے نزہت' دشت و کوہ دیکھتا جاتا تھا۔ سامنے کچھار سے ایک آہو مثل معشوق طناز' سراپا ناز' اٹھکیلیاں

کرتا، طرار سے بھرتا نمودار ہوا۔ شہزادہ اس کی رعنائی اور زیبائی دیکھ کر شیفتہ اور فریفتہ ہوا۔ اپنے سرداروں کو حکم دیا کہ اس کو زندہ گرفتار کرو۔ خبردار جانے نہ دو۔

ہمراہیوں نے حلقہ بندھ کر اسے گھیرا، مگر ہرن سنبھل کر، کنوتیاں بدل کر، طرارہ بھر، شہزادے کے سر پر سے نکل کر چلا۔ بدیع الملک نے اس کے پیچھے گھوڑا اٹھایا اور کئی کوس نکل آیا۔ سب ساتھی چھٹ گئے۔ اور یہ اکیلے رہ گئے۔ جب ہرن پر دسترس نہ ہوئی اور وہ زندہ گرفتار نہ ہوا۔ فوراً ترکش سے زہریلا تیر، کمان میں پیوستہ کر کے لگایا۔ تیر اس کے دوسار ہوا۔ وہ ہرن زمین پر گرا۔ شہزادے نے گھوڑے سے کود کر اسے ذبح کیا۔ جیسے ہی وہ ہرن ہلاک ہوا، ایک صدائے مہیب پیدا ہوئی کہ جس سے دل ثور فلک کا ہل گیا۔ اور ماہ و ماہی تک زلزلہ پڑ گیا کہ اے فرزند ارجمند تو نے بڑا غضب کیا کہ غزالی جادو کو قتل کیا۔ یہ طلسم ہوشربا کی سرحد ہے۔ یہاں سے بچ کر جانا اب دشوار ہے۔ جو نہ ہو، وہ تھوڑا ہے۔

شہزادے نے دیکھا کہ تمام صحرا گرد و غبار سے تاریک ہے۔ آندھیوں کا طوفان برپا ہے۔ بعد لمحہ کے شاہزادے پر بیہوشی طاری ہوئی پھر جو آنکھ کھلی اپنے کو قید گراں میں قید پایا سر ناتو نے تفکر پر جھکایا اور یہاں امیہ بن عمرو نمدار عیار شہزادے کا نمدار جب آیا دشت کو تیرہ و تار پایا قیامت کا آثار دیکھا یہ بھی جاننا چاہیے کہ عمرو عیار کے بیٹے امیر حمزہ کے بیٹوں کے عیار ہیں کیونکہ امیر کے یہاں لڑکا جب شاہزادی سے ہوتا ہے اس کی وزیر زادی سے عمرو کے یہاں لڑکا ہوتا ہے اور اس شاہزادے کا وہی عیار ہوتا ہے غرض امیہ عیار نے دیکھا کہ جب وہ تاریکی دور ہوئی لاش بدیع الملک کی خاک پر پڑی ہے وہ چاند سی صورت خون میں بھری ہے واضح ہو کہ شاہزادہ جب سرحد طلسم پر پہنچا خبر مالک طلسم افراسیاب کو ہوئی اس نے محافظ طلسم ملکہ شرارہ جادو کو حکم دیا کہ شاہزادے کو گرفتار کرے اور ان کی صورت کا پتلا بزور سحر بنا کر ڈال دے اس لیے کہ دوسروں کو عبرت ہو اور طلسم کے اندر آنے کی جرات نہ کریں الغرض عیار شہزادے کی لاش سے لپٹ کر رونے لگا اور گریبان اپنا چاک کیا خاک سر پر اڑاتا

لاشے کو گھوڑے پر ڈال کر لشکر صاحبقران کی طرف چلا۔ راہ میں ہمراہی اور رفیق شہزادہ کے ملے انہیں جو یہ ماجرا غم انگیز نظر آیا فرط الم سے کلیجہ منہ کو آیا روتے پیٹتے خاک اڑاتے خدمت امیر میں آئے جب اہل لشکر اور امیر نامور نے یہ سانحہ جانگزا ملاحظہ فرمایا بے تامل نالہ و شیون کیا سارے لشکر اور محلات عظمیٰ میں شور گریہ و بکا بلند تھا ملکہ گردیہ بانو ماں شہزادہ کی پچھاڑیں کھاتی تھی اور زبان حال سے سناتی تھی۔

اے راحت جان و دل ہمارے
تنہا ہمیں چھوڑ کر سدھارے

یک فرد رفیق و ہمرا خبر نہ کر دی
بیکسم نظر نہ کر دی

یہاں تو یہ شور و نوحہ و زاری برپا تھا مگر عمرو سے امیر نے فرمایا کہ جلد گھوڑا کو تیار کر کے لا کہ میں تلاش قاتل شہزادے کے لیے جاؤں اور اسے قتل کر کے اس کا بھی سر لاؤں عمرو نے عرض کی کہ اے شہریار گردوں وقار میں نے سنا ہے کہ شاہزادے کو کسی انسان نے نہیں شہید کیا ہے بلکہ صحرا تاریک ہو گیا کچھ معلوم نہ ہوا سوائے اس کے لاشہ بے سر ملا امیر نے فرمایا کہ واللہ اس میں کچھ اسرار ہے اس حال سے آگاہ پروردگار ہے۔ بلاؤ فرزندان خواجہ بزرجمہر وزیر نوشیروان کو کہ یہ امیر سے نہایت محبت رکھتے ہیں اپنے لڑکوں کو لشکر امیر کے ساتھ کر دیا ہے کہ وہ بطور ملازموں کے ہر وقت مستعد رہتے ہیں۔ حال خواجہ بزرجمہر اور امیر اول کے دفتروں میں مذکور ہے یہاں برائے تفہیم ناظرین فسانہ اسی قدر کافی ہے۔ الحاصل حسب ارشاد امیر فرزندان خواجہ بزرجمہر کو بلایا اور بارگاہ میں باعزاز تمام صدر عزت پر بٹھایا شاہزادے کا حال پوچھا خواجہ بزرگ امید اور خواجہ سیاوش اور خواجہ دیا دل فرزندان خواجہ بزرجمہر نے تختہ تفکر پر قرعہ تعقل کو پھینکا اور زائچہ کھینچ کر تغیرات سال کا بروج و اشکال رمل سب ملاحظہ

کر کے بعد خوض و غور بسیار سر اٹھا کر فرمایا کہ اے شہریار ذی وقار شہزادہ صحیح و سالم ہے مگر قید شدید میں ساحروں کی گرفتار بیکس و ناچار ہے اور یہ جو لاش آپ کے سامنے آئی ہے ماش کے آٹے کی تصویر بنائی ہے آپ اسم اعظم پڑھ کر پانی پر پھونکیے اور اس لاش پر چھڑک دیجئے پھر قدرت خالق کا تماشا دیکھ لیجیے امیر نے اسم اعظم پانی پر دم کر کے لاش پر چھڑکا وہ لاش ماش کے آٹے کی تصویر نظر آئی امیر نے گردن بچے سجدہ باری جھکائی کہ شکر ہے تیرا کہ تو نے خبر حیات فرزند سنائی خواجہ نادوں کو خلعت فاخرہ دے کر رخصت فرمایا اور لاش کو پھکوا دیا لشکر میں شور و فریاد جو بلند تھا موقوف ہوا سب نے جان تازہ پائی زندہ رہنے کی شاہزادے کی خوشی منائی امیر نے عمرو کو بلایا اور بہت کچھ زر و جواہر دے کر واسطے خبر گیری شاہزادہ مامور کیا عمرو نے کمال عیاری سے اپنے جسم کو آراستہ کیا۔ زنبیل' جال الیاسی' گلیم عیاری' کمند آصفی' دیو جامہ' قنطوری پتاوے' منڈھی دانیالی وغیرہ کو سنبھالا اور سب تحفے اور تبرک جو کہ سر اندیپ پر تھے' ساتھ لئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب امیر حمزہ کا لشکر ہندوستان کو تسخیر کرنے آیا تھا اسی زمانے میں عمرو نے مزار انبیا علیہم السلام کی زیارت کی اور وہاں عمرو کو ایک غنودگی آئی۔ عالم خواب میں جمال باکمال چند انبیا کا دیکھا اور عمرو سے انہوں نے فرمایا کہ ہمارے مزار کے روضہ میں زنبیل وغیرہ اشیائے عیاری رکھی ہیں۔

زنبیل ایک کیسہ ہے کہ علاوہ اس دنیا کے ایک عالم اس میں بھی آباد ہے جب تم چاہو گے اس میں سے ہر چیز جو مانگو گے نکلے گی اور جو چاہو گے وہ اس میں رکھ لو گے گلیم عیاری ایسی چیز ہے کہ جب تم اسے اوڑھ لو گے تم سب کو دیکھو گے اور تمہیں کوئی نہ دیکھے گا اور جال الیاسی یہ صفت رکھتا ہے کہ اگر کروڑوں من کے وزن کی چیز ہو مگر جب تم جال پھینکو گے وہ سوا سیر کی ہو کر اس میں آ جائے گی اور جہاں کہیں منڈھی کھڑی کرو گے اور اس کے نیچے بیٹھو گے کوئی گرفتار نہ کر سکے گا جو اس کے اندر آئے گا الٹا ہو کر لٹک جائے گا اور کمند آصفی کو پھینک کر جتنا کہو گے

گھٹ جائے گی اور بڑھنے کو کہو گے بڑھ جائے گی اور کسی چیز سے وہ نہ کٹے گی نہ ٹوٹے گی اور وہ جامہ جب پہنو گے سات رنگ بدلے گا۔ کبھی سبز ہو جائے گا اور کبھی سرخ کبھی زرد وغیرہ اس طرح سے جتنی چیزیں ہیں سب کرامت رکھتی ہیں۔

اب ان تمام اشیاء کو درست کر کے عمرو عیار شہزادے کی تلاش پر چلا اور بسرعت تمام صحرا کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس جگہ پہنچا، جہاں شہزادہ کشتہ سحر ہوا تھا، تو صحرا میں سبزہ زار اور ایک مرغزار دیکھا، فروکش ہوا۔

عمرو سیر کرتے ہوئے سراغ مطلب کے لیے ہر طرف روانہ تھا کہ یکایک سامنے سے عورتوں کا ایک غول پیدا ہوا۔ عمرو ایک جھاڑی میں چھپ رہا۔ دیکھا کہ کئی مہ جبین سوارنیاں

برس چودہ یا کہ سولہ کا سن .... جوانی کی راتیں، مرادوں کے دن

چلی آتی ہیں اور ان کے بیچ میں ایک شاہزادی غیرت بخش، مہ جبین، غزال صحرائے رعنائی طاؤس مست گلشن زیبائی پوشاک نفیس زیب جسم کیے جواہر کا زیور پہنے خواصوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھے، جنگل کی کیفیت دیکھتی ہوئی روانہ ہے۔

عمرو جھاڑی میں بیٹھا ہوا یہ کیفیت دیکھ رہا تھا کہ یکایک ان عورتوں میں سے ایک عورت کو رفع احتیاج کی ضرورت ہوئی وہ سب سے علیحدہ ایک جھاڑی میں پیشاب کرنے بیٹھ گئی اور ساتھ کی سب عورتیں شاہزادی کے ہمراہ آگے بڑھ گئیں عمرو نے خیال کیا کہ اگر ان عورتوں کے ساتھ چلو گے یقین ہے کہ کچھ مطلب برآری ہو گی یہ تصور کر کے جھاڑی سے نکل کر اس عورت کو کہ پیشاب کر رہی تھی کمند ماری اس نے غل مچایا۔ عمرو نے گیند عیاری کا

اس کے منہ میں ڈال دیا اور تھوڑی بیہوشی اس کے منہ پر مل دی۔ وہ بیہوش ہو گئی اسے ایک درخت سے باندھا اور آئینہ نکال اپنے سامنے رکھا رنگ و روغن عیاری کا اپنے منہ میں لگایا اور اس کی صورت دیکھ کر ویسی ہی صورت بنائی اور پوشاک اس کی اتار کر آپ پہنی اور اسے چھوڑ کر آپ بہ جلدی تمام ان عورتوں میں جا کر جو آگے جاتی تھیں مل گیا۔ انہوں نے اسے اپنے ساتھ والی سمجھ کر کہا، اے شگوفہ تو بڑی دیر میں آئی وہاں کیا کرتی تھی۔ عمرو سمجھ گیا کہ جسے تو بیہوش کر آیا ہے اس کا نام شگوفہ ہے۔ کہا، کچھ ایسی دیر تو نہیں ہوئی۔ غرض باتیں کرتی ہوئی وہ سب عورتیں ایک باغ کے قریب پہنچیں۔ عمرو نے دیکھا کہ دروازہ باغ کا مثل چشم انتظار عاشق کھلا ہے۔

ہوائے سرد مسیح دم عیسیٰ نفس چل رہی ہے۔ وہ عورتیں باغ کے اندر آئیں۔ عجب تیاری کا باغ ہے۔

عمرو نے دیکھا کہ وہ گلشن نگاریں گویا ریاض فردوس بریں ہے۔

باغ کا درمیاں دیدہ وا اس گلستاں روح افزا کا
محو نظارہ گل رعنا باغباں اہل چمن آما

جتنے گل تھے جہان کے اندر زمین و آسمان بحر و بر گل
سب تھے اس بوستان کے اندر نمانده درجہان کوئی مگر گل

اگر فردوس بر روئے زمیں است
ہمیں ست و ہمیں است و ہمیں است

روش پٹڑی سے درست، ہر روش پر بجائے سرخی کے جواہرات کوٹ کر ڈالا ہے درختوں کو بادلے سے منڈھا ہے۔ مہندی کی ٹٹیاں اور تاک انگور ہر ایک آراستہ و پیراستہ گرد سبزہ نو خاستہ باد صبا مستانہ وار آتی ہے ہر جائے شجر سے ٹکراتی ہے۔ کٹورے پھولوں

کے شراب تراوت و نزہت سے لبریز ہیں گل ہر ایک عنبر بیز ہیں وسط باغ میں چبوترہ سنگ مرمر کا بنا ہے۔ سو گز تک کا مربع اس پر فرش طوکات بچھا ہے۔ مسند مطرق جواہر نگار شاہانہ آراستہ ہے۔ نمگیرہ بادلہ مروارید ایستادہ ہی اور مسند پر ایک عورت ادھیڑ پوشاک نفیس پہنے قریب پچاس برس کے اس کا سن تکیہ پر کہنی دھرے بصد شان و شوکت بیٹھی ہے۔ عطردان پاندان چوگھڑے چنگیر رکھے ہیں۔ جیسے ہی یہ شاہزادی کہ جس کے ساتھ عمرو آیا ہے وہاں پہنچی وہ عورت مسند سے اٹھی اور ہنستی ہوئی اسے لینے چلی۔ اس نے بھی آگے بڑھ کر بادب تمام سلام کیا اور سب خواصیں بھی باعزاز و نیاز دست بستہ مجرا کر کے پیچھے ہٹیں وہ ضعیفہ کہ اس کا نام شرادہ جادو ہے کہ جسے بدیع الزماں کو کشتہ سحر کر کے مقید کیا ہے اور یہ شاہزادی جو اس کے پاس آئی ہے بیٹی ملکہ حیرت جادو زوجہ بادشاہ طلسم افراسیاب جادو کی ہے اور اس کی بھانجی ہوتی ہے۔ فی الجملہ شرادہ نے ملکہ تصویر جادو دختر حیرت جادو کی بلائیں لیں اور پیار کر کے مسند پر بٹھایا پھر رقاصان مہر طلعت کو حکم دیا کہ حاضر ہوں اور سامنے آ کر مجرا کریں غرض ناچ ہونے لگا اور جام شراب چلنے لگے۔ اسی جلسہ نشاط میں تصویر جادو نے شرادہ سے پوچھا۔

اے اخترا یوں پاپیادہ سر شام صحرا میں کس باعث سے نکل کر آگئیں؟"

اس نازنین نے گزارش کیا کہ "اے مادر گرامی قدر' خالہ جان! میں نے سنا ہے کہ آپ نے کسی بیٹے کو صاحبقران کے گرفتار کیا ہے اور مجھے مسلمانوں کے دیکھنے کا کمال اشتیاق ہے کیونکہ یہ لوگ ایسے زبردست ہیں کہ جنھوں نے خداوند لقا کو عاجز کر رکھا ہے اور خداوند ان لوگوں کے ہاتھ سے دیار بدیار بھاگے پھرتے ہیں اور سنا ہے کہ ان لوگوں نے سیکڑوں ملکوں کو تہ تیغ کیا ہے اور صدہا طلسمات کو خاک سیاہ و برباد کر دیا ہے۔ لہٰذا مجھے بھی آرزو ہوئی کہ ان کی صورت دیکھوں کہ کیسی توانائی اور طاقت خداوند لقا نے انھیں دی ہے اور کیسی شوکت عطا فرمائی ہے۔ شرادہ یہ بیان سن کر ہنس دیا اور حسب خواہش ملکہ تصویر حکم دیا کہ قیدی کو سامنے لاؤ اور اس کا حال ملکہ کو

دکھاؤ۔ کچھ جادو گرنیاں بموجب حکم کے چلیں اور باغ کے اندر بارہ دری اور عالیشان عمارتیں کئی کوس تک تعمیر ہیں۔ ایک عمارت کے ایک حجرے میں بدیع الزماں کو قید کیا ہے۔ یہاں بھی ساحرنیوں کا پہرہ ہے۔ ان کنیزوں نے پہرہ والیوں کو حکم شہزادہ جادو پہنچایا اور بدیع الزماں کو بزور سحر غل و زنجیر میں گرفتار ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں، بغلوں میں خار دار لٹو، رانوں میں چوڑے فولاد کے چھوڑے، کمر کی زنجیر کو جادو گرنیاں تھامے سامنے شہزادہ اور ملکہ تصویر کے لائیں اور تصویر نے صورت زیبا اور طلعت جہاں آرا کو شہزادہ والاتبار کی دیکھا کہ ایک نوجوان حسین جمیل آفتاب عالم تاب شپیر زیبائی گوہر آبدار محیط خوش ادائی سامنے ہے۔ یہ دیکھتے ہی ایک خانہ ابرو سے تیر عشق جو چلا ہوا، ملکہ تصویر کے سینے سے پار گیا جینا دشوار ہوا۔

تھی نظر یا کہ جی کی آفت تھی
وہ نظر ہی وداع طاقت تھی
ہوش جاتا رہا نگاہ کے ساتھ
صبر رخصت ہوا اک آہ کے ساتھ

ملکہ مسند پہ سر رکھ کر بیہوش ہو گئی شہزادہ جادو نے گلاب کیوڑہ بید مشک رخسار پہ چھڑکا اور ہنگامہ ہوا۔ شہزادے نے بھی ملکہ کو دیکھا کہ ایک نازنین غش سے فرصت پا کر میری طرف بنظر حسرت نگراں ہے۔ عجب صورت زیبا اور طلعت جہان آرا ہے کہ مصور آفرینش نے تمثال بے مثال اس کی بنائی ہے۔ شہزادے کا دل مضطر اس قید گراں کے باوجود بے قرار ہو کر اس کے کمند طرہ آبدار میں اسیر ہوا۔ اس کے عدیم المثال نظارۂ جمال سے انسان تصویر کی مانند بے حس اور آئینہ کی طرح حیران ہوتا تھا۔ سکتہ ہو جاتا تھا۔ کاتب بدعت طراز قدرت نے اپنے قلم رعنائی سے اس کی لوح زیبائی پہ دل فریبی آپ لکھی تھی اور مرقع دہر میں ایسی صورت نصیب دوسری عالم نہ ہوئی

تھی۔ شہزادہ دیکھتے ہی ایک جان کیا بلکہ ہزار جان سے اسیر و شیدا ہوا۔ صبر کا یارا نہ رہا۔ مگر خود کو سنبھالا اور خیال کیا کہ قید شدید میں تو مبتلا ہوا۔ اگر یہ راز عشق فاش ہو گا' تو ہر ایک اس طلسم میں دشمن جان دکھائی دے گا۔ جینا دشوار ہو جائے گا۔ ضبط کر کے خاموش ہو رہا مگر ملکہ شہزادہ نے جب ملکہ تصویر کا حال ابتر دیکھا۔ خواصوں کو حکم دیا کہ اس قیدی کو یہاں سے لیجاؤ کہ میری لڑکی نے کبھی کسی کو ایسے رنج و مصیبت میں نہ دیکھا تھا آج اس کو دیکھ کر اسے غش آ گیا۔ ابھی کم غذا کھاتا پیتا ہے۔ خون جسم کا بہت ہلکا ہے۔

یہ حکم سن کر جادوگرنیاں شہزادہ کو ایک حجرۂ باغ میں لائیں اور بند کر کے چلی گئیں۔

شاہزادے کو اپنی قید کی مصیبت اس کے عشق میں سب بھولی اور اسی کی یاد دل حزیں کو بیتاب کرنے لگی بزبان حال اس قید میں یہ ورد تھا۔

عالم کا ترے جہاں بیان ہے
بے تابی دل وہاں وہاں ہے
زنجیر جنوں کڑی نہ پڑیو
دیوانے کا پاؤں درمیان ہے

اور یہ خیال آتا تھا کہ اے بدیع الجمال بھلا وہ مغرور حسن و جمال کاہے کو تمہارا خیال رکھتی ہو گی اگر تم اب اس قید سے رہائی پاؤ گے تو یقین ہے کہ تڑپ تڑپ کر مر جاؤ گے قید عشق میں۔

مدت قید اسیران محن کیا کہیے
گل کے سو بار گرے تختہ زندان سر پر

یہاں تو شاہزادے کی یہ کیفیت ہے مگر وہاں تصویر جادو نے جب سامنے اپنے مطلوب کو نہ دیکھا آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس باغ میں گل خوبی کو تلاش کیا جب نظر نہ آیا ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور انجام کے خیال سے کچھ سوچ کر خاموش ہو رہی۔ شرارہ نے پوچھا کہ کیوں بچی مزاج تمہارا کیسا ہے کہا خالہ جان کیا کہوں جی بیٹھا جاتا ہے دل میں ہول سمایا ہے کہ ایسی مصیبت بھی لوگ سہتے ہیں۔ یوں گرفتار رہتے ہیں شرارہ نے کہا کہ اے فرزند تم تو بنام خدا شاہزادی ہو تمہیں ایسی وحشت نہ چاہیے شاہان روزگار کے یہاں گنہگار و امیدوار بھی ہوتے ہیں۔ کوئی سولی دیا جاتا ہے گردن مارا جاتا ہے کوئی نوازش خسروانہ سے خلعت و زر پاتا ہے۔ یہ شخص فرزند حمزہ دشمن ساحران ہے۔ افراسیاب جادو نے اسے قید کیا ہے۔ چھوٹنا اس کا بہت دشوار ہے اگر کوئی اور قیدی ہوتا تو میں تمہاری خاطر سے اسے رہا کر دیتی بلکہ مال و زر دیتی اب تم جاؤ اپنے باغ میں جا کر غنچہ خاطر شگفتہ کرو۔ ایسے خیال دل سے نکال ڈالو۔ تمہارا حال میں اور کچھ دیکھتی ہوں کہ ماتھے پر پسینہ ہے۔ اب تک وہی خوف و وہم کا قرینہ ہے اگر یہاں ٹھہرو گی وہی حال پیش نظر رہے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے مقام پر جا کر ہمرازوں کے ساتھ دل بہلاؤ اور کچھ اس قیدی کی فکر نہ کرنا۔ یہ باتیں شرارہ کی سن کر تصویر جادو وہاں سے اٹھی منہ سے نکل جاتا راز عشق کھل جاتا۔ اب اپنے باغ میں چل کر غم سے دل کو خالی کر لیں گے اور جی کھول کر خوب رو لیں گے۔ غرض شرارہ کو اس مہ کامل نے بہ شکل ہلال خم ہو کر سلام کیا۔ اس نے بلائیں لیں اور دعا دے کر رخصت کیا سب کنیزیں کہ باغ میں سیر کر رہی تھیں۔ ملکہ کے جانے کی خبر سن کر حاضر ہوئیں۔ عمرو بھی کہ بشکل کنیز تھا اپنے دل میں سوچا کہ ملکہ چلی

جائے گی اس کے ساتھ خدا معلوم کہاں جاتا ہو تمہارا شاہزادہ اسی جگہ قید ہے۔ اس حاجزادہ شرارہ جادو کو قتل کرو اور بدیع الزماں کو چھڑا لو یہ خیال کر کے ملکہ شرارہ جادو کے سامنے آیا اور دست بستہ عرض کیا لونڈی کو یہ مقام اور باغ بہت پسند آیا ہے۔ آج میرا جی نہیں چاہتا ہے کہ آپ کے قدموں سے جدا ہوں اور دوسرے میں نے علم موسیقی کو خوب حاصل کیا ہے اور آج آپ ایسا قدردان مجھے ملا ہے۔ چاہتی ہوں کہ شب بھر رہ کر وہ سب کمال آپ کو دکھاؤں اور اس کے عوض انعام پاؤں۔ شرارہ نے کہا اے شگوفہ جیسے تصویر کا مکان ویسے یہ جگہ ہم وہ کہیں الگ ہیں۔ جہاں تیرا جی چاہے رہ آرام تمام ایک دن دو دن جتنے دن جی میں آئے رہ اور اے فرزند ملکہ تصویر اسے یہیں چھوڑتی جاؤ۔ تصویر نے کہا بہت اچھا غرض تصویر جادو تو رخصت ہو کر چلی اور شگوفہ جادو یعنی عمرو بن امیہ یہیں ٹھہر گئے لیکن تصویر جادو کا یہ حال ہے کہ پیر کہیں ڈالتی ہے اور پڑتا کہیں ہے۔ فرط رنج سے جی نڈھال ہے۔ اس سوچ میں چلی جاتی ہے کہ اے ملکہ دل بھی آیا تو کس شخص پر کہ جو دشمن جان و ایمان اور اسیر ساحران ہے۔ اس قید سے اس کا چھوٹنا دشوار ہے۔ افسوس مفت جان گئی یہ باتیں کرتی دل سے رواں تھی کہ یکایک سامنے اسے اس کی کنیز شگوفہ بدن سے ننگی روتی ہوئی آ کر پہنچی تصویر حیران ہوئی کہ شگوفہ ابھی تو شرارہ کے یہاں رہ گئی تھی اور ابھی یہاں آ پہنچی اور کپڑے اس کے کس نے اتار لیے اس عرصہ میں شگوفہ شاہزادی کے پاؤں پر آ کر گری اور عرض کیا کہ اے ملکہ میں آپ کے ساتھ چلی آتی تھی راہ میں رفع احتیاج کو گئی ایک جھاڑی میں سے ایک شخص نکلا اور اس نے نہیں معلوم کیا کیا میں بیہوش ہو گئی وہ مجھے ننگا کر کے ایک درخت سے باندھ کر چلا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو آنے والوں کو منت کر کے بلایا اور اپنے تئیں رہا کرا کر آپ کی خدمت میں چلی تھی۔ شکر خدا کا پھر حضور کی صورت نظر آئی۔ واضح ہو کہ یہ وہ شگوفہ ہے جس کی صورت عمرو بن کر ملکہ کے ساتھ گیا تھا غرض ملکہ کو اس ماجرے کے سننے سے حیرت ہوئی اور دل میں کہا کہ اس ماجرے کو مخفی کرو شاید کوئی دوست شاہزادہ

بدیع الزماں کا اس کی شکل بن کر ان کی رہائی کی فکر میں وہاں ٹھہرا ہے۔ معلوم ہوا کہ وہ شگوفہ نہیں ہے کوئی اور ہے اور اگر اس حال کا چرچا کروں گی شہزادہ آگاہ ہو گی وہ بیچارہ بھی گرفتار ہو گا۔ غرض شاہزادے کی محبت سے کچھ خالہ کا بھی ملکہ نے پاس نہ کیا اور کنیزوں کو بلا کر شگوفہ کو اور کپڑے دلوائے اور کہا دیکھو یہ مستانی میرے ساتھ سے ملکہ شہزادہ کے پاس رہ گئی تھی اس لیے کہ ملکہ کو جانے دو تو میں اکیلی جو جی میں آئے وہ کروں آخر نہیں معلوم کہاں گئی تھی کہ اپنے کپڑے بھی چھوڑ آئی۔

ہر چند شگوفہ نے کہا۔ واری مجھ پر یہ سانحہ گزرا۔

ملکہ نے کہا' چل جھوٹی مجھے کب یقین آتا ہے۔ قسم ہے سامری کی اب جو مجھے ایسی باتیں کرے گی' سزا دلواؤں گی۔ غرض اس کو دھمکا دیا کہ یہ بار بار اپنی کیفیت بیان نہ کرے اور اس امر کا چرچا نہ ہو اور ملکہ آپ نظر بہ کریم کارساز مسبب الاسباب کر کے کہ یقین ہے کہ اب کوئی صورت بدیع الزماں کی رہائی کی نکل آئے گی۔ اپنے باغ کی طرف متوجہ ہوئی اور جب داخل باغ ہوئی بغیر اپنے گلعذار کے وہ گلشن سراسر نظروں میں خار تھا۔

بقول شاعر:

بن ترے سیر چمن خوش آئے کیا اے سرو ناز
جو خمیدہ گل کی ٹہنی ہے وہ ہے شکل کمان

پھول جو ہے میری نظروں میں برنگ خار ہے
شکل ناوک موج بوئے گل جگر کے پار ہے

اب حال خواجہ عمرو نامدار کا سنئے۔

یہ جو باغ میں ملکہ شہزادہ کے پاس ٹھہرے شام تک تو بارہ دری میں شہزادہ کی خواصوں کے ساتھ خوش فعلی اور مذاق کرتے رہے، کسی کے چٹکی لے لی، گال پر گال رکھ دیا۔ آنکھ بچا کر جس کا جو مال پایا زنبیل میں رکھ لیا اب کسی کا پاندان غائب کسی کا مقابہ غائب۔ ایک ہنگامہ برپا ہے۔ نہیں معلوم ہوتا کون لے گیا۔ غرض اسی ہنگام میں شام ہوئی تو شہزادہ نے کھانا شراب کباب سب نعمتیں اپنے خاصے پر منگائیں جب سب ضروریات سے فراغ ہوئی چبوترہ بلورین پر شہزادہ فرش بچھوا کر بیٹھی باغ میں روشنی ہوئی قندیلیں مثل قطرہ ہائے نور ہر درخت میں آویزاں ہوگئیں۔ بارہ دری میں ہانڈیاں جھاڑ کنول جملہ شیشہ آلات فراشوں نے خوب درست کر کے روشن کیے۔

سبحان اللہ ایسی جگہ کا کیا کہنا

آئینہ کا تھا باغ جوہو تھا
بے تکلف دل سکندر تھا

زرد دیوار گیریوں میں بہار
کیسے پستان شاہد گلنار

طرفہ فرشی کنول پہ تھا جوبن
نار و نور ایک جا پہ تھے روشن

فواروں کے خزانے میں بادلہ کتر کر ڈال دیا یا نہروں کا پانی چھلکایا گیا القصہ جب آراستگی ہو چکی اس وقت اسباب نشاط کی طلب ہوئی۔ شہزادہ نے کہا، شگوفہ کو بلاؤ۔

شگوفہ حاضر ہوئی اور پیشواز منگوا کر پہنی۔ چھماسی گھونگرو پاؤں میں باندھے۔ سازندوں اور گائنوں کو حکم دیا کہ ساز اپنے اپنے ملائیں اور عمرو نے جوڑی اپنے پاس سے نکالی۔

چاہیے کہ عمرو کو کوہ ابو قبیس پر امیر کے ساتھ حضرت جبرئیل نے شاگرد کیا ہے اور تین دانے انگور کے کھلائے ہیں کہ ایک دانہ کی خاصیت یہ ہے کہ عمرو خوش الحان ہے اور لحن داؤدی رکھتا ہے اور دوسرے دانے کی تاثیر سے بہتر صورتیں بدل سکتا ہے۔ جس صورت کا خیال لائے بقدرت خدا وہی بنائے اور تیسرے دانے کے سبب عمرو زبان ہر قوم کی سمجھتا ہے اور انہیں کے محاورے میں گفتگو کرتا ہے۔ الحاصل عمرو نے بانسری نکال کر لبوں سے لگائی اور تھوڑے سے موتی پھانک لیے اور تار برنجی انگوٹھی میں پاؤں کے باندھا اور دوسرا سر لبوں سے دبایا اور گلابی شراب کی صراحی بغل میں دبائی اور پیمانہ ہاتھ میں لیا۔ گت ناچنا شروع کیا اس طرح کہ جب چاہا ایک گھنگھرو بجا اور جب چاہا سب بجے اور جب چاہا ایک نہ بجا منہ سے موتی ہر تان اور گت میں نکل کر تار میں پروئے جاتے تھے اور پیمانہ میں شراب ہر بار بھرتا تھا اور اہل انجمن کو پلاتا تھا۔ ناچ میں چھلبل اور ادا دکھاتا تھا کہ ہر طرف سے احسنت و آفریں کی صدا بلند تھی کہ

وہ گھٹنا وہ بڑھنا اداؤں کے ساتھ
دکھانا وہ رکھ رکھ کے چھاتی پہ ہاتھ

کبھی دل کو پاؤں سے مل ڈالنا
نظر سے کبھی دیکھنا' بھالنا

دوپٹے کو کرنا کبھی منہ کی اوٹ
کہ پردے میں ہو جائے دل لوٹ پوٹ

شرارہ کو ایک عالم حیرت ہے کہ یہ انسان ہے' شعلہ ہے یا شرارہ عجب طلسم کا ناچ

ہے۔ بانسری میں گت کا ٹھیکہ بج رہا موتیوں کا تسلسل جاری ہے شراب برابر اہل مجلس کو پہنچتی ہے۔ ملکہ شرارہ نے تعریف کی اور مالا اتار کر دی۔ عمرو نے سلام کیا ناچتے ہوئے جا کر سر سامنے کر دیا شرارہ نے گلے میں پہنا دیا۔ اب گت موقوف کر کے عمرو نے گانا شروع کیا کہ صدائے دل چسپ اور نغمہ دل کش سے ہر ایک کو غش آ گیا اور شرارہ پر عالم وجد طاری ہوا کہ

بندھ گئی اس گھڑی اس اصول
بسیرا گئے جانور اپنا بھول

درختوں سے مل مل کر باد صبا
لگی وجد میں بولنے واہ وا

جب شرارہ حالت ذوق میں آ کر رونے لگی عمرو نے گانا موقوف کیا۔ شرارہ نے کہا اری بلبل کیوں چھوڑتی ہے ذبح کیا ہے تو دم نکل جانے دے۔ شبوز نے عرض کی ملکہ حال اپنا میں غزل میں بیان کرتی ہوں۔

آنکھوں کو جانتی ہوں پیالہ شراب کا
مستوں کو فرض عین ہی پینا شراب کا
میرا خمیر بادۂ انگور سے بنا
گھٹی میں مل گیا مرے قطرہ شراب کا
خم خانہ جہاں میں وہ علامہ دہر ہوں
دیتا ہے مجتہد مجھے فتویٰ شراب کا

جب یہ اشعار شرارہ نے سنے سمجھی کہ یہ طالب شراب ہے۔ لحاظ سے مانگ نہیں سکتی

بڑی تمیز دار ہے۔ کہ اس نے اہل محفل کو شراب پلائی اور آپ نہیں پی۔ بس فوراً حکم دیا کہ میخانے کا اسباب حاضر کرے۔ کنیزیں دوڑیں اور کشتیں شراب کی اور ساغر کنٹر گلابیاں سب لا کر موجود کر دیں۔ شہزادہ نے کہا اے شگوفہ آج تو نے مجھے محظوظ کیا۔ میں نے تجھ کو اپنا مقرب بنایا اور اپنی انیسوں میں داخل کیا آج ساقی گری ہماری صحبت میں آ کر ہمیں بھی شراب پلا عمرو یعنی شگوفہ نے بڑھ کر پانچ اشرفیاں نذر دیں کہ عہدہ ملا شہزادہ نے خلعت فاخرہ دیا۔ خلعت پہن کر میخانہ کو شگوفہ نقلی نے آراستہ کیا۔ کنٹر اور شیشہ کو شراب کے جہاں جہاں جھاڑ روشن تھے وہاں مثل گلدستہ کے آراستہ کیا۔ سبز کنٹر اور شیشہ کو سرخ کے برابر رکھا اور اس طرح جھاڑ کے مقابل کیا کہ اس کی روشنی اس پر پڑے فرش پر گلدستے رکھے ہوئے معلوم ہوں اس طرح کے پھیر بدل کرنے سے غرض یہ تھی کہ جلدی تمام شراب میں بیہوشی ملا دے۔ غرض آنکھ سب کی بچا کر سب کو آغشتہ بدار وے بیہوشی کر دیا اور پھر اسی طرح ناچنا شروع کیا اور گلابی شراب کو بغل میں داب کر شراب پیالہ میں بھر کر ناچتا ہوا ملکہ شہزادہ کے قریب آیا اور جام کو سامنے کر کے عرض کیا۔

شہزادہ جادو نے ہاتھ بڑھایا کہ جام لے کر پیئے۔ شگوفہ نے اس جام کو اچھال دیا اور اسے سر پر روکا لیکن ایک قطرہ شراب کا چھلک کر نہ گرا اور سر کو سامنے لیجا کر جھکایا اور عرض کیا کہ اے ملکہ افسروں اور سرداروں کو سر سے شراب پلاتے ہیں۔ شہزادہ جادو کو اس کے ہنر ہائے شائستہ پر ایک حیرت طاری ہوئی ہے۔ الغرض جام شراب اس نے لے کر چاہا کہ پی جائے وہ شراب جب اس کے منہ کے قریب آئی اور سانس لی ہوا شہزادہ کی اس کو لگی وہ شراب شعلہ ہو کر اڑی اور جام خالی رہ گیا اب شہزادہ کو ہوش آیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص کوئی عیار ہے فوراً کچھ سحر پڑھا اور عمرو پر کہ جو شگوفہ بنا ہوا ساقی گری کر رہا تھا پھونکا عمرو کا رنگ اور وہ روغن جو عیاری کے لیے لگایا تھا کچھ نہ رہا اور صورت اصلی عمرو کی ظاہر ہوئی۔ شہزادہ نے جادو گرنیوں کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کرے۔ انہوں نے عمرو کی مشکیں باندھ لیں۔

شرارہ نے کہا او موئے تو نے مجھے مار ہی ڈالا ہوتا دیکھ تو تجھے کس حال تباہ سے قتل کرتی ہوں۔ عمرو نے کہا او قحبہ اب کیا بچ جائے گی بدولت جہاں تشریف لاتے ہیں بے نیل مقصود پھر کے نہیں جاتے ہیں۔ دیکھ تھوڑے عرصہ میں تجھے واصل جہنم کرتا ہوں۔ شرارہ کو یہ کلمات سن کر غصہ آیا۔ راوی کہتا ہے کہ جب بدیع الزماں کو شرارہ نے مقید کیا ہے۔ سحر کے بعد مقرر کر دیئے کہ اگر کوئی عیار شاہزادہ نامدار کو چھڑانے آئے تو مجھے خبر ہو جائے یہ باعث تھا کہ شراب شعلہ بن کر اڑی اور عمرو کو اس نے گرفتار کر لیا۔ فی الحال کلمات درشت عمرو سے سن کر عمرو کو ایک درخت سے بندھوایا اور سحر کا حصار کر دیا کہ اب کوئی شخص باہر نہ نکل سکے اور ایک عرضی مالک طلسم افراسیاب کو مشتمل بر حالات عمرو تحریر کی کہ میں نے اسے گرفتار کیا ہے۔ اگر حکم ہو سر کاٹ کر بھیج دوں اور اگر ارشاد ہو زندہ روانہ کر دوں اور یہ عرضی اپنے ایک کنیز شعلہ رخسار نامی کو دی کہ خدمت شہنشاہ ساحران میں جا کر پہنچائے شعلہ عرضی لے کر چلی۔

اب حال افراسیاب جادو مالک طلسم کا سنئے کہ اس کی عملداری میں ساٹھ ہزار ملک جادوگر اور جادوگرنیوں سے آباد ہیں اور ان کے بادشاہ سب اس کے مطیع ہیں اور اس طلسم میں تین مقام ہیں۔ ایک پردہ ظلمات ایک طلسم باطن ایک طلسم ظاہر پردہ ظلمات میں بزرگ افراسیاب کے مثل ماہی زمرد رنگ و آفات چار دست وغیرہ رہتے ہیں کہ ذکر ان کا وقت فتح طلسم آئے گا اور طلسم باطن میں وزرا امرا مقربان شاہ یعنی افراسیاب کے رہتے ہیں۔

مثلاً ملکہ حیرت وغیرہ اور طلسم ظاہر میں رعایا اور اکابران شہر ساکن ہیں اور ظاہر و باطن طلسم کے درمیان ایک دریائے سحر بہتا ہے کہ نام اس کا دریائے خون ہے اور اس پر ایک پل دھوئیں کا بنا ہے اور دو شیر دھوئیں کے اندر پل پر کھڑے ہیں اور ایک عمارت پل کے اوپر تین درجہ کی بنی ہے۔ اول درجہ میں اس کے پریزاد شہنائیاں اور قرنائیں

منہ سے لگائے ہیں اور دوسرے درجہ میں پریاں موتی جھولی میں بھرے ہوئے کھڑی اچھالتی ہیں کہ موتی دریا میں گرتے اور دریا کی مچھلیاں ان موتیوں کو منہ میں لیے تیرتی پھرتی ہیں اور تیسرے درجہ میں بڑے بڑے قد آور جوان قوم کے حبشی ہیں کہ وہ دو سیلی باندھے ہوئے باشمشیر برہنہ کھڑے ہیں اور آپس میں لڑ رہے ہیں اور خون ان کے جسم سے بہہ کر دریا میں گرتا ہے کہ پانی اس کا وہی خون ہے اسی سے نام اس کا دریائے خون رواں اور نام پل کا پل پریزاداں ہے۔ افراسیاب ہر جگہ سیر کرتا پھرتا ہے اور ہر مقام میں باغ اور عمارتیں اور سیرگاہیں اور مکانات افراسیاب کے تعمیر ہیں کہ ذکر ان کا بروقت داخلہ عمرو اور طلسم کشا شاہزادہ اسد کے بیان ہو گا۔ غرض یہ ساحرہ فرستادہ شرارہ بزور سحر اڑ کر روانہ ہوئی اور دریائے خون رواں کے کنارے پہ پہنچ کر پکاری کہ اے شہنشاہ ساحران میں فرستادہ شرارہ جادو کی حضور پر نور کی خدمت میں حاضر ہوں۔ افراسیاب اندر طلسم باطن کے ایک باغ ہے کہ نام اس کا باغ سیب ہے وہاں ارکان سلطنت کے ساتھ جلوہ فرما تھا کہ یکایک شعلہ رخسار کے آنے کی خبر اس کے جادو نے پہنچائی۔ راوی کہتا ہے کہ افراسیاب اتنا بڑا ساحر ہے کہ اندر طلسم کے جو اسے پکارتا ہے۔ سحر اسے خبر دیتا ہے اور ایک کتاب اس کے پاس ہے کہ نام اس کا کتاب سامری ہے۔

اس میں سب حال ہر ایک کا معلوم ہوتا ہے اور بہت سے پتلے کہ بعضے فولاد کے اور بعضے مٹی کے ہیں کہ وہ حکم سے افراسیاب کے لڑتے ہیں اور سب کام کرتے ہیں اور جس کو حکم ہوتا ہے پنجہ کی صورت ہو کر اس کو اٹھا لے جاتے ہیں۔ خلاصہ کلام جب شعلہ کے آنے کی خبر بزور سحر معلوم ہوئی افراسیاب نے ایک پنجہ سحر کا بھیجا کہ وہ آ کر شعلہ کو اٹھا لے گیا اور سامنے افراسیاب کے پہنچا کر پنجہ تو غائب ہو گیا مگر شعلہ نے دیکھا کہ باغ کی بارہ دری میں کئی ہزار دنگل اور کرسیاں یاقوت احمر کی بچھی ہیں اور دنگلوں کے نیچے پائے شیر دہاں اور فیل چہرہ لگے ہیں اور منہ سے ان چہروں کے شعلے آگ کے نکلتے ہیں اور کرسیوں اور دنگلوں پہ معززان طلسم اور ساحران نامی

یہ لباس فاخرہ بیٹھے ہیں مثلاً ملکہ بہادر جادو، نافرمان جادو، زعفران جادو، طاؤس جادو، مشکین موے، کاکل کشاد و مخمور طلسم سرخ وغیرہ ملکہ حیرت جادو زوجہ افراسیاب تخت پر پہلوئے افراسیاب میں جلوہ گر ہے۔ وہ تخت مقام صدر میں آراستہ ہے۔ جواہرات بیش بہا جڑا ہے اور سامنے ملکہ حیرت کے پانچ عیار بچیاں کہ نام ان کے صرصر شمشیر زن و صبا رفتار و شمیمہ نقب زن و غزالہ کمند انداز و تیز نگہ خنجر زن ہیں۔ حاضر ہیں صرصر شاہزادی ہے اور چار بچیاں صرصر کی مصاحبیں ہیں اور دو وزیر زادیاں کہ نام ان کے یاقوت جادو اور زمرد جادو ہیں۔

ملکہ حیرت کے سر پر مورچھل سے مگس رانی کر رہی ہیں۔ حضار دربار رعب و داب شاہی سے دست بستہ خاموش بیٹھے ہیں اور چار وزیر افراسیاب جادو کے نام ان کے باغبان قدرت و صنعت سحر ساز و ابریق کوہ شگاف و سرمایہ برف انداز ہیں۔ سر پر شمشلہ جادواں افراسیاب کے مورچھل جنبانی کر رہے ہیں۔ الحاصل شعلہ فرستادہ شرارہ کی جب سامنے آئی مجرا کر کے عرضی پیش کی افراسیاب نے سحر کا پنجہ بلا کر دریائے خون رواں کے پار اسے بھجوا دیا۔ یہ وہاں سے شرارہ کے پاس چلی مگر یہاں سے شرارہ کے باغ کا کافی فاصلہ ہے یہ تو دوسرے روز پہنچے گی۔ مگر اب حال عمرو کا بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بلبل شاخسار گلشن عیاری ایک درخت سے بندھے ہیں کہ اسی ہنگام میں جب زیادہ رات گئی شرارہ جا کر بارہ دری میں سو رہی عمرو نے دل میں فکر کی کہ کسی تدبیر سے رہا ہوں اور شرارہ کو قتل کروں۔ اسی تدبیر میں تھا کہ اتفاق سے ایک کنیز شرارہ کی ادھر آ نکلی کہ جدھر یہ بندھے ہوئے تھے اسے دیکھ کر اشارے سے اپنے پاس بلایا اور کہا اے بندی خدا کی ذرا دو باتیں میری سن لے جب وہ کنیز قریب آئی عمرو نے رونا شروع کیا اور کہا۔

"تم جانتی ہو، میں صبح کو گردن مارا جاؤں گا۔ اور جلاد وغیرہ جو کچھ مال ہے لے لے گا اس لیے چاہتا ہوں کہ تجھے مال اپنا سپرد کروں اگر تو میری وصیت سنے اور کہنا میرا قبول کرے اور یہ بھی تجھے معلوم ہے کہ میں عیار حمزہ صاحبقران ہوں۔ جواہر و در

گوہر بے انتہا اپنے پاس رکھتا ہوں۔ یہ کنیز کہ نام اس کا سمن عذار ہے مال کا نام سن کر لالچ میں آئی اور پاس عمرو کے بیٹھ گئی اور کہا بیان کرو کیا وصیت ہے اور کس قدر مال ہے۔ عمرو نے کہا مال تو بہت ہے مگر پہلے وصیت سن لو اور وہ یہ ہے کہ جب میں قتل ہو جاؤں تو کچھ مال صرف کر کے شہزادہ سے لاش میری مانگ لینا اور اسے کفن دے کر دفن کر دینا اور لشکر صاحبقران میں جا کر نصف مال میرا میری اولاد کو اور بی بی کو دینا اور باقی تم صرف کرنا سمن عذار نے کہا اچھا وہ مال کیا ہے۔ عمرو نے کہا ایک ہاتھ میرا کھول دو تاکہ وہ سب مال نکال کر میں تمہیں دے دوں۔ سمن عذار نے عمرو کا ہاتھ کھول دیا۔ عمرو نے کسیت عیاری نکال کر تخت پر رکھدی اور کہا میرا دوسرا ہاتھ بندھا ہے۔ تم اسے کھول دو اور جو جو میں کہوں اور دوں لے لو اس نے وہ کسیت کھولی اس میں سے اسباب عیاری کرنے کا نکلنے لگا کہیں زنانی پوشاک کوئی مردانی پوشاک کچھ مٹھائی کچھ رنگ و روغن وغیرہ برآمد ہوا عمرو بتلاتا جاتا ہے کہ یہ سب عیاری کرنے کی اشیا ہیں اس طرح ہم عورت کی شکل بنتے ہیں اور یوں فقیر بنتے ہیں' یوں بادشاہ بنتے ہیں اس مٹھائی میں بیہوشی ملی ہے' یہ میوے آغشتہ بداروے بیہوشی ہیں۔

غرض ایک کیسہ زر بھی ان سب چیزوں کے بعد نکلا کہ اس میں جواہرات اور اشرفیاں تھیں۔ عمرو نے کہا یہ تھیلی لے لو سمن عذار بہت خوش ہوئی اور وہ روپیہ لے لیا پھر اس کسیت کو تلاش کرنے لگی۔ اب کی بار ایک ڈبیہ یاقوت احمر کی نہایت سبک ترشی ہوئی کہ جس کی ضو سے وہ جگہ تمام منور اور روشن ہو گئی اس میں سے نکلی عمرو نے وہ ڈبیا جلدی سے اٹھائی' سمن عذار نے کہا۔ اس میں کیا ہے؟ اس میں میری جان ہے جو کچھ میں نے کمایا ہے سب اس میں ہے۔ کنیز نے کہا یہ بھی مجھے دے دو۔ عمرو نے کہا یہ اپنی قبر میں ساتھ لے جاؤں گا سمن عذار نے کہا اچھا بتلا اس ڈبیا میں کیا چیز ہے عمرو نے کہا اس میں ایک گوہر بے بہا ہے کہ جس کی قیمت اگر ہفت اقلیم کی سلطنت بھی ملے جب بھی کم ہے۔ سمن عذار نے کہا اے عمرو آخر تو مارا

ہی جائے گا یہ بھی مجھے دیدے۔ تیرے عیال و اطفال کے ساتھ کمال سلوک کروں گی۔ عمرو نے کہا خیر تو بھی کیا یاد کرے گی اسے لے لے لیکن ایک بار مجھے یہ ڈبیا کھول کر پھر دکھا دے۔ سمن عذار نے عمرو سے ڈبیا لے کر چاہا کہ اسے کھولے وہ کھل نہ سکی عمرو نے کہا چہرے کے برابر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے زور کر کے کھول۔ اس نے قریب چہرے کے لا کر زور کیا وہ ڈبیا کھلی اور اس میں سے غبار بیہوشی اوڑھا اور اس کے منہ پر پڑا کہ ایک چھینک آئی اور بیہوش ہو گئی۔ عمرو کا ایک ہاتھ تو کھلا ہوا تھا دوسرا بھی اس نے کھول لیا اور سمن عذار کو اٹھا کر علیحدہ لا کر ایک گوشہ باغ میں رنگ و روغن عیاری لے کر اس کو اپنی صورت بنایا اور اس کی شکل بنا اور اس کی زبان میں ایک روغن ایسا لگایا کہ زبان اس کی منہ میں پھول گئی اور کلام کرنے سے معذور ہوئی اسے لا کر اسی درخت سے اپنی جگہ باندھ دیا اور سب اسباب اپنا کسوت عیاری میں باندھ کر وہاں آیا کہ جہاں سمن عذار سویا کرتی تھی کس لیے کہ عمرو شگوفہ بنا ہوا تھا تو سب کنیزوں کے رہنے کی جگہ ان کے ساتھ رہ کر دیکھ لی تھی غرض اس کے پلنگ پر آ کر عمرو لیٹ رہا یہاں تک کہ زندانی فلک قید خانہ سے مشرق کے زنجیر شعاع میں مسلسل میدان چرخ میں آیا اور خسرو انجم سپاہ نے دربار سیارگان برخاست کیا۔

دم سحر شہزادہ جادو خواب غفلت سے بیدار ہوئی اور کنیزیں بھی سب اٹھیں بعد فراغ امور ضروری شہزادہ بارہ دری کے چبوترہ پر فرش بچھوا کر بیٹھی اور سب خواصیں مع عمرو کے کہ جو بشکل سمن عذار تھی اس کی خدمت میں حاضر ہوئیں کہ اس عرصہ میں شعلہ رخسار جواب لیے ہوئے عرضی کا افراسیاب کے پاس سے پہنچی اور شہزادہ کو وہ تحریر افراسیاب کی دی۔ اس نے حکم دیا کہ عمرو کو درخت سے کھول کر لاؤ اور قلماقنی سے کہا کہ سر اس کا کاٹ۔ کنیزیں جا کر سمن عذار کو جو بہ شکل عمرو تھی سامنے شہزادہ کے لائیں اور قلماقنی خنجر لے کر سر کاٹنے پر مستعد ہوئی۔ سمن عذار بسبب روغن لگا دینے خواجہ

کے منہ سے بولتی نہیں ہے۔ ہر چند رو رو کر اشارے کیا کی مگر کوئی نہ سمجھا اور ایک ہی ہاتھ میں قلماقنی نے سر اس کا بہ حکم شہزادہ جدا کیا وہ ساحرہ تھی اس کے مرتے ہی شور بلند ہوا اور اس کے پیروں نے غل مچائی کہ افسوس کشتی سمن عذار جادو اور ایک تاریکی چھا گئی عمرو جو اس کی شکل بنا ہوا تھا اسی اندھیرے میں بھاگ کر ایک گوشہ باغ میں جا چھپا اور شہزادہ سیہ بخت یہ تاریکی دیکھ کر اور شور و غوغا سن کر گھبرائی کہ سمن عذار کا نخل ہستی برباد ہوا اور عمرو نے بفن مکاری مار دیا اور آپ چھوٹ گیا کنیزوں سے کہا کہ سمن عذار کی جگہ دیکھو کہ وہ باقی وہاں بیٹھا ہے۔ کنیزیں نسیم آسا برائے تعمیل چلیں اور سمن عذار کی جگہ پر جا کر دیکھا کسی کو نہ پایا۔

شہزادہ کو مطلع کیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ اس نے کہا اچھا صندوقچہ سحر کا جو بارہ دری کے بیچ کے طاق میں رکھا ہے، اٹھا لاؤ میں نے رات کو حصار سحر کر دیا تھا کہ کوئی باغ کے باہر نکل کر نہ جا سکے یقین ہے کہ وہ چور تم کنیزوں میں ملا ہے۔ میں اس صندوقچہ سے دریافت کروں گی۔ یہ حکم کرتے ہی وہ صندوقچہ سحر اس کے سامنے حاضر کیا تو شہزادہ نے اس کا پڑا اٹھایا۔ اس میں سے ایک کڑا مثل حلقے کے بیچ میں لگا تھا اسے نے حکم دیا کہ اس حلقے میں سب ہاتھ ڈالو جو عمرو ہو گا اس کا ہاتھ اس میں سے نکل نہ سکے گا۔ سب نے ہاتھ حلقے میں ڈالا مگر کسی کا ہاتھ نہ پھنسا۔ شہزادہ نے کہا جاؤ صندوقچہ رکھ آؤ تم میں کوئی عمرو نہیں ہے۔ اب میں رات کو اپنا سحر جگا کر دریافت کروں گی کہ عمرو کہاں ہے۔ کنیزیں صندوقچہ رکھ آئیں۔ لیکن یہ حال عمرو نے گوشہ باغ سے دیکھا خاموش ہو رہا۔ چار طرف نگاہ کی ایک طرف کو ایک جھونپڑی باغبانوں کے رہنے کی معلوم دی۔ عمرو درختوں کی آڑ میں چھپا ہوا اس درخت کے قریب آیا، دیکھا کہ ایک بڑھیا اسی جگہ لیٹی ہے۔ عمرو نے اس سے پوچھا تو کون ہے، کہا گلشن باغبانی کی ماں ہوں۔ میرا نام چمپا ہے، عمرو نے ایک بیضہ بیہوشی اس کے منہ پر مار کر اور اسے بیہوش کر کے زنبیل میں ڈالا اور اس کی صورت بن کر لکڑی

ہاتھ میں لے شرادہ کے پاس آیا اور اس کی بلائیں لیں۔ گرد پھرا شرادہ نے کہا کیوں چھپا آج کیا ہے۔ گزارش کی قربان شوم میں نے آج سنا ہے کہ کوئی چور آپ کا بھاگا ہے اور آپ نے جو جو باغ میں رہتے ہیں سب کا امتحان کیا ہے۔ لونڈی بھی حاضر ہوئی ہے کہ میرا بھی امتحان لیجئے۔ شرادہ نے کہا اے چھپا تیرے امتحان کی کیا ضرورت ہے۔ میں آج رات کو سحر تیار کروں گی' جہاں عمرو ہو گا وہاں سے خود چلا آئے گا۔ چھپا نے کہا واری جاؤں کل کی بات کل کے ہاتھ ہے۔ آج جو سب کے ساتھ کیا ہے وہی میرے ساتھ کیجئے۔ شرادہ نے کہا اچھا صندوقچہ سحر کا اٹھا لا چھپا نے کہا حضور میں لاتی ہوں بتلائیے کہاں رکھا ہے۔ کہا بیچ طاق میں بارہ دری کے چھپا لاٹھی پکڑے چلیں اور اندر بارہ دری کے آ کر صندوقچہ کو کھولا سب تو باہر ہیں اکیلے قابو پا کر بیہوشی کا غبار سب اس میں بھر دیا۔ اور پڑا بند کر کے صندوقچہ لے کر آہستہ آہستہ چلی شرادہ نے کنیزوں سے کہا ارے وہ بڑھیا ہے تم جا کر اس سے لے لو۔

غرض ہاتھوں ہاتھ وہ صندوقچہ شرادہ کے پاس آیا اور عمرو بھی چھپا کی شکل بنا ہوا قریب شرادہ کے آ کر کھڑا ہوا۔ شرادہ نے جونہی اس کا پڑا کھولا ایک لپکہ بیہوشی کا دھوئیں کی طرح نکلا کہ گرد کی خواصیں اور شرادہ جادو چھینک مار کر بیہوش ہو گئیں۔ عمرو نے جیسے ہی شرادہ بیہوش ہوئی خنجر مارا کہ سر اس کا کٹ گیا اور قیامت کا سامان بپا ہوا۔ برفباری اور سنگباری بزور سحر ہونے لگی۔ پریوں نے غل مچائی مگر اس ہنگام میں عمرو نے گلیم عیاری اوڑھ لی اور نظر مردم سے نہاں ہو کر سفید مہرہ جس کی صدا سے دیو ناچنے لگتا ہے اور شل اور اشیا کے ایک یہ بھی ہے' نکالا سب نے اس آفت میں سنا کہ کوئی کہتا ہے جلدی یہاں سے بھاگو ورنہ تم سب مارے جاؤ گے۔ ایک صدائے مہیب کے سنتے ہی باقی کنیزیں اور ملازم شرادہ کے باہر باغ کے بھاگے اور عمرو نے جو کنیزیں کہ بیہوش ہو گئی تھیں ان سب کے سر کاٹ لیے۔ بڑی دیر تک شور و غل اور تاریکی رہی۔ آخر وہ ہنگامہ موقوف ہوا' عمرو نے دیکھا کہ لاشیں جادوگرنیوں

کی پڑی ہیں اور باغ میں جو درخت اور مکانات سحر سے بنے ہوئے تھے وہ غائب ہو گئے ہیں۔ اصلی درخت اور مکان رہ گئے اور بدیع الزماں چھوٹے ہوئے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوئے عمرو کا تماشا دیکھ رہے ہیں۔ عمرو نے جب شاہزادہ کی جانب دیکھا۔ اس وقت شاہزادے نے سلام کیا عمرو نے کہا اے فرزند تم کیونکر رہا ہوئے عرض کیا شرارہ ساحرہ کے سحر کی ہتھکڑیاں بیڑیاں تھیں۔ جب وہ واصل جہنم ہوئی وہ سب قید رفع ہو گئی اور حجرہ کھل گیا' میں باہر نکل آیا۔

عمرو یہ باتیں بدیع الزماں سے کر رہا تھا کہ یکایک ہوا تیز و تند چلی اور بونڈے اٹھنے لگے اور کچھ بگولے پیچ و تاب کھاتے ہوئے شرارہ کے لاش کے گردا گرد چکر مارنے لگے اور لاش کو چکر دیتے ہوئے زمین سے اٹھا کر ایک سمت کو لیکر چلے عمرو نے کہا۔ اے بدیع الزماں اب یہاں سے جلدی چلو معلوم ہوتا ہے۔ کہ لاش شرارہ کی مالک طلسم کے پاس جائے گی اور کوئی لمحہ میں آفت آ جائے گی۔ شاہزادے کہا' کوئی گھوڑا ہوتا تو ساتھ جلدی چلا جاتا۔ عمرو نے کہا گھوڑا تو ایک جگہ بکاؤ ہے۔ مگر روپیہ درکار ہے۔ بدیع الزماں نے لاکھ روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ عمرو نے زنبیل سے قلم دوات کاغذ نکالا کہ لکھ دو تم نوجوان ہو شاید نہ دو تو میں چل کر لا دوں گا۔ عمرو نے رقعہ لے کر زنبیل میں رکھا اور باہر باغ کے جا کر زنبیل سے گھوڑا نکالا اور ساز و یراق نکال کر اسے کسا اور سامنے بدیع الزماں کے لایا اور کہا کہ ایک سوداگر سے جا کر ابھی میں نے مول لیا ہے۔ بدیع الزماں نے کہا اچھا تھا کہ دروازے پر گھوڑا لیے منتظر آپ اکی آفت میں کھڑا تھا۔ عمرو نے کہا اے فرزند حمزہ تجھے سوائے تقریر کے اور کچھ بھی آتا ہے۔ جلد یہاں سے چل ایسا نہ ہو کوئی آفت آئی ہو غرض بدیع الزماں سوار ہوئے اور عمرو ہمراہ ہوا دونوں باغ سے نکل کر چلے راہ میں عمرو سے بدیع الزماں نے کہا اے عم نامدار معلوم ہو کہ عمرو دودھ شریک بھائی حمزہ صاحبقراں کا ہے۔ اس وجہ سے بیٹے امیر حمزہ کے اس کو چچا کہتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں۔ الحاصل شاہزادے نے کہا کہ چچا جان میرا جانا یہاں سے لشکر میں میرے لیے ننگ و عار ہے۔ کس لیے کہ میں

ملکہ تصویر جادو پر عاشق ہوں وہ سنے گی تو کہے گی کہ فرزند حمزہ میرا جویا تھا اور جان بچا کر اپنے لشکر کو چلا گیا۔ عمرو نے یہ باتیں جب سنیں بگڑا غضب بدیع الزماں کو گھورا اور کہا ارے او ناشدنی۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا جینا
پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی

ہنوز زخم جگر آئے ہیں طلسم میں خار و گل سب آفت کے پرکالے ہیں۔ ابھی لشکر تک میں پہنچے نہیں کہ آپ نیا راگ لائے جلدی یہاں سے چل ورنہ قسم ہے اسی حمزہ صاحبقران کی مارے کوڑوں کے کھال کرا دوں گا۔ بدیع الزماں نے کہا میں آپ کو یہ بازو بند قیمتی کئی لاکھ روپیہ کا دیتا ہوں اگر کوئی تدبیر کر کے میری معشوق کو مجھے ملا دیجئے۔ میرا یہ حال ہے۔

بیت یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید
دست از طلب ندارم تا کارمن برآید

عمرو نے جب نام بازو بند کا سنا ایک بار ٹھنڈا ہو کر کہا تو نے کوئی مجھ کو قرم ساق مقرر کیا ہے۔ رنڈیاں ٹھٹانا میں کیا جانوں۔ مگر ہاں ملکہ تصویر شاہزادی ہے' اس کی نسبت البتہ کوشش کروں گا لا وہ بازو بند مجھے دے بدیع الزماں نے بازو بند عمرو کو دیا اور عمرو بدیع الزماں کو لے کر اس طرف چلا کہ جدھر سے تصویر کو آتے دیکھا تھا سمجھا کہ اسی طرف اس کے رہنے کا مقام ہو گا۔ جب کہ وہاں پہنچ کر جس جگہ جھاڑی میں شگوفہ کو بیہوش کیا تھا اور اس کی شکل عمرو بنا تھا وہ مقام بدیع الزماں کو دکھلایا اور سارا حال سنایا۔ بدیع الزماں ہنسے اور آگے چلے اب ملکہ تصویر کا ماجرا سنئے کہ عشق شہزادہ علی تبار میں بیتاب و بے قرار شہزادہ کے پاس آئی تھی اس روز سے یہ حال تھا۔

دن کٹا فریاد سے اور رات زاری سے کٹی
عمر کٹنے کو کٹی پر کیا ہی خواری سے کٹی

تصویر خیالی شاہزادے کے لوح سینہ پر کندہ تھی ملکہ کی بدیع الجمال کی لت دل کو لگی تھی۔

ہوں تصور میں تری صورت تصویر گلی
جسم بیجاں ہے مرا پیکر بیجاں کی طرح

جب یہ حال ملکہ کا کنیزوں انیسوں جلیسوں نے دیکھا باصرار ماجرا عشق استفسار کیا کہ واری کہاں دل لگایا کس ظالم جفا کار نے حضور کا یہ حال بنایا آنکھوں میں ابتری روز بروز بدتری ہے۔ ہم سے تو بتلایئے کہ اس کی تدبیر کریں اور اس کو آپ تک پہنچائیں۔
ملکہ نے کہا درد اپنا لا دوا ہے اس کے علاج میں بیکار مسیحا ہے۔

ہم تو کہتے تھے کہ ناداں ہو جو دل کو دیوے
اب اسی شخص کے ہے زیر قدم سر اپنا

دیکھیں تو چھین لے دل ہم سے وہ کون ایسا ہے
سچ کہا ہے کہ بڑے بول کا سر نیچا ہے

انیسوں نے کہا اے ملکہ عالم قربان شوم اب چاہے خوش ہوں یا ناخوش مگر حضور نے سچ تو یہ ہے کہ جیسے اس قیدی کو دیکھا ہے۔ حال اپنا غیر کیا ہے۔ ایک بولی کہ ہوا وہ مردوا بھی ایسا سجدار نکیلا حسین مہ جبین ہے کہ ملکہ پر کیا موقوف میرا بھی اپنے دیدوں کی قسم عجب حال ہے۔ جب سے اسے دیکھا ہے۔ اس کی زلف گرہ گیر میں

دل الجھا ہوا ہے۔ سودا لہو ہو گیا ہے۔ راتوں کو نیند نہیں آتی ہے۔ وہی صورت دیکھنے کو طبیعت چاہتی ہے جب تصویر نے یہ کلمات محبت آمیز کنیزوں سے سنے اس وقت اپنے حال سے انھیں آگاہ کیا اور حکم دیا کہ تم بزور سحر کبوتر اور فاختہ کی شکل بن کر جاؤ۔ شہزادہ کے باغ کے گرد پھرو اور جو کیفیت وہاں گزرے اس سے مطلع کرو۔ غرض ایک روز کنیزوں نے آ کر عمرو کی خبر سنائی کہ بی بی عمرو جو شگوفہ بنا ہوا تھا وہ پکڑ لیا گیا۔ ملکہ نے کمال حال اپنا تباہ کیا۔ اس رنج میں تھی کہ دوسرے دن خبر مرگ شہزادہ کی پہنچی اس وقت وہ لالہ رو گل کی طرح کھکھلا کر ہنسی اور کنیزوں سے کہا کہ اب شاہزادہ چھوٹ کر لشکر میں جائے گا۔ تم جا کر اسے یہاں لے آؤ طالب کو مطلوب سے ملاؤ کنیزیں اس طرف سے چلیں اور عمرو اس طرف سے لیے ہوئے باغ الزماں کو آتا تھا کہ یکایک دیکھا پانچ چار عورتیں کمسن سراپا غرق دریائے جواہر مانگ میں سر کے سیندور بھرا۔

نہیں ہے مانگ میں سیندور کی یہ سیدھی لکیر
سر پہ رکھی ہے قاتل نے خون بھری شمشیر

نازنیناں حور شمائل پری تمثال آپس میں خوش فعلیاں کرتی ناز و انداز سے قدم دھرتی آتی ہیں۔

ایک ایک اس میں شوخ دیدہ تھی
ایسی بے چین و لبی گرما گرم

پردہ ناموس کا دیدہ تھی
برق و سیماب کو بھی آئے شرم

قریب مرکب شاہزادہ عالی وقار آکر دست ادب باندھ کر تسلیم ادب بجا لائیں اور عرض کیا ہماری شہزادی یعنی ملکہ تصویر جادو نے بعد سلام شوق عرض کیا ہے۔ کہ اگر ہرج کار تصور نہ ہو تو وہ گھڑی کے لیے ہمارے باغ میں قدم رنجہ فرمایئے۔ یہاں تشریف لا کر دل بہلایئے لمحے بعد کے چلے جایئے۔ عمرو نے یہ سن کر تجاہل کر کے کہا کہ ہم جادوگرنیوں کو منہ نہیں لگاتے اور ان سے لوٹا بھی نہیں' اٹھواتے۔ ان عورتوں نے عمرو کی طرف بھیانک ہو کر دیکھا کہ ایک شخص دبلا پتلا سوکھا یہ کلام کرتا ہے۔ وہ شوخ مزاج تھیں عمرو پر پھبتیاں کہنا شروع کیں ایک نے کہا کہ ہوا یہ تو مرحبا جن ہے۔ دوسری بولی مٹھیا دیو معلوم ہوتا ہے۔ تیسری نے کہا میں تو جانتی ہوں' بن مانس ہے۔ عمرو نے کہا میں وہ مرحبا جن ہوں کہ سب کو تتیا ناچ نچاؤں گا۔ بدیع الملک نے کہا خواجہ کیا ہرج ہے۔ چلو یہاں بھی ہوتے چلیں اور اس شاہزادی سے ملاقات کر لیں۔ عمرو نے کہا جاں تو نے کسی رنڈی کا پیام سنا بس ریجھ کر لٹو ہوا دیکھ تو چل کے حرزہ سے کیسا ٹھیک بناتا ہوں۔ غرض یہ باتیں کرتے ہوئے ان کنیزوں کے ساتھ چلے اور قریب باغ تصویر پہنچے ایک عورت نے بڑھ کر ملکہ کو شاہزادے کے آنے کی خبر پہنچائی۔ تصویر نے حکم دیا کہ باغ کو آراستہ کرو' سامان اسباب شوکت عیش و راحت کا مہیا کرو۔ ملکہ در باغ پر انتظار میں شاہزادے کے آ کر کھڑی ہوئی کہ سامنے سے سواری اس نونہال حدیقہ صاحبقرانی کی پیدا ہوئی اور تصویر جادو کو دیکھ کر شاہزادہ گھوڑے سے اترا' کنیزان ملکہ نے گھوڑا لیجا کر ایک جگہ بندھوا دیا۔ عمرو بھی ساتھ ہے۔ بدیع الملک جب قریب دروازہ باغ کے آیا تصویر جادو کو نرگس آسا چشم براہ انتظار پایا اس وقت عجب تجمل و شان سے ملکہ تھی۔ آنچل پلو کا دوپٹہ پائجامہ بوٹے دار اطلس کا پہنے زر و زیور سے آراستہ۔

بت میں اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھا
وہ تجلی تھی کہ موسیٰ کے بھی اڑ جائیں ہوش

غرق دریائے جواہر میں قدم سے تا فرق
زیور نور صفا زیب بدن گوہر پوش

وہ جبیں جس کی محبت میں دل بدر میں داغ
خم ابرو وہ کہ جس کا مہ نو حلقہ بگوش

حلقہ چشم سیہ یا در مکتب ناز
مردمک آنکھ میں یا مغبچہ بادہ فروش

کان کی بجلیوں میں تابش برق سر طور
اختر نور صبیحان تھا کہ انجم در گوش

روئے تاباں تھا کہ میری شب امید کی صبح
میرے طالع کی رسائی تھی کہ گیسو سر دوش

حور آئینہ قمر طلعت و آئینہ جمال
نسترن پیکر و شمشاد قد و گلگوں پوش

کبھی غمزہ کبھی عشوہ کبھی شوخی کبھی شرم
سب تجلیات کے جلوہ نما کر روپوش

جنبش لب کا ارادہ تھا کہ کچھ بات کرے
نازکی کا یہ اشارہ تھا کہ بس بس خاموش

بس وہ نازنین خواصوں کے کاندھے پہ ہاتھ رکھے آگے بڑھی اور مسکرا کر بدیع الملک کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا اور بہ منت عرض کیا کہ اے شہزادہ کامگار آپ نے اس کنیز بے تمیز کو سرفراز کیا زہے فخر و افتخار میرا کہ آپ تشریف لائے۔

ای آمدنت اگر خبر داشتمے
در رہگذرت گل و سمن کاشتمے

نگذاشتمی کہ پائے برخاک نہی
خاک قدمش ز دیدہ برداشتمے

شہزادے نے کہا "اے ملکہ! میرا بھی تمہاری محبت میں یہ حال ہے' اس خدا نے تم سے مجھے ملا دیا۔"
یہ باتیں کرتے ہوئے وہ گل و بلبل' باغ میں داخل ہوئے۔ شہزادے نے دیکھا کہ یہ گلشن نادریں ایسا ہے کہ ریاض رضوان کو رشک آئے۔ نہایت سرسبز و شاداب گلستان ہے۔ درختوں کی سبزی و شادابی سنبلہ چرخ اخضر پہ طعنہ زن ہے۔ سبزہ غیرت بخش سبزہ گوش شلبان پہ فن ہے۔ جوش و بہار سے یہ حال ہے کہ۔

عجب نہیں جو اس وقت ہوئے زمزمہ سنج
شبیہ مرغ چمن گر کشند بہ دیوار

چمن کو دیکھ کے دیکھو اگر بدن اپنا

نظر پڑیں پر طاؤس کے سے نقش و نگار

ہوا نے قوت بالیدگی یہ بخشی ہے
کہ نخل یک شبہ پہنچے ہے تا سرِ دیوار

ہر اک شگوفے نے ہے اپنا عطردان کھولا
شمیم گل کا ہے دوشِ نسیم پر انبار

اگرچہ سرو دوتا نہیں ہے گلشن میں
ہے اس کا عکس تو آبِ رواں پہ ہے سیار

ہے نہر میں بھی آئینہ کی خاصیت
سو دیکھتے ہیں جوانانِ باغ اپنا عذار

گل و ثمر سے درختوں کو دیکھ کر سرسبز
کئے ہے پنجۂ دستِ دعا اٹھا کے چنار

میں بے ثمر ہوں مجھے بھی ثمر عطا کیجئے
الٰہی حرمتِ فیضِ ہوا و فصلِ بہار

ہر درخت اصلی کے مقابل درخت جواہر کا نقلی صناعان چابک دست نے بنا کر لگایا ہے اور اسی درخت کا عطر اس کے خوشے میں داخل کیا ہے کہ جب نسیم عنبر شمیم چلتی ہے۔ باغ جان معطر و معنبر کرتی ہے۔ الحاصل یہ کیفیت بہار دیکھتے ہوئے دونوں شیدا باہم بادہ دوستی میں آئے یہاں سب طرح کا سامان عشرت مہیا تھا۔ ایک طرف چوکی

بچھی کشتی شراب کی اس پر لگی ایک سمت مسہری سنہری جواہر نگار ایک طرف چھپرکھٹ مرصع پاؤں کا طرحدار شیشہ آلات فرش مشجر سے مکان پیراستہ کہ

لطیف و دلکش و آب و ہوائے
مبارک منزل و فرخندہ جائے

ملکہ محل کی کیفیت دکھا کر لب نہر جو بنگلہ تھا شاہزادے کو وہاں لائی یہاں بھی سب سامان نشاط و طرب موجود تھا۔ مسند شاہانہ بچھا تھا۔ مثل عروس شب اول کے وہ بنگلہ سجا تھا دونوں عاشق و معشوق لب نہر فرش مکلف پر جلوہ گر ہوئے۔ کشتیاں شراب کی حاضر ہوئیں۔ ارباب نشاط گائنیں ناہید طلعت بلائی گئیں۔ ملکہ پہلو میں اور عمرو روبرو بدیع الزماں کے دونوں بیٹھے عمرو نے مسخرا کرنا شروع کیا کہ اے بدیع الزماں یہ عورت دیکھو تو کیسی بدصورت ہے کہ آنکھ میں ناخنی سر میں بال خودرو رکھتی ہے۔ تصویر یہ باتیں سن کر کھسیانی ہوئی بدیع الزماں نے کہا اے ملکہ یہ عمرو صاحب طمع ہے۔ اگر اس کو کچھ انعام دو تو ابھی یہ تمہاری تعریف کرنے لگے ملکہ نے ایک صندوقچہ پر از زرو گوہر عمرو کو دیا عمرو نے کہا اے بدیع الزماں کیوں نہ ہو آخر پھر یہ شاہزادی ہے۔ کیا تو خوش قسمت ہے کہ ایک مجاور خانہ کعبہ کا لڑکا ہو کر اس کا ہم پہلو ہے۔ بدیع الزماں نے کہا کیوں ملکہ دیکھا اب میری مذمت اس نے شروع کی سب عمرو کی باتوں پر ہنسنے لگے اور ملکہ نے جام شراب سے بھر کر شاہزادے کو دیا اور کہا کہ اے شہریار بادہ محبت ہے اسے نوش فرمائیے۔

شاہزادے نے کہا۔ اے بلبل گلستان خوبی تم ساحرہ ہو اور میں مسلمان۔ میری آپ کی صحبت برآری مشکل ہے۔ اگر سحر سے توبہ کرو تو البتہ شریک بزم ہوں اور تمہاری اطاعت میں تمام عمر بسر کروں۔ ملکہ نے کہا' اے شہریار میں سحر نہیں جانتی ہوں۔ کس لیے کہ ابھی کمسن ہوں' سیکھا نہیں ناز و نعم میں اوقات صرف کی ہے۔ مگر اب آپ

کے دین کو اختیار کرتی ہوں۔"
ملکہ نے اسلام قبول کیا' پھر تو دور جام دما دم اور پے در پے چلنے لگا ہر دم زبان پر یہ جاری تھا۔

ساقیا برخیز ودرده جام را
خاک برسر کن غم ایام را

رقاصوں نے مجرا کرنا شروع کیا اور عمرو نے بہ تمسخر زنبیل سے قینچی نکالی' دو انگلیوں میں اس طرح چھپا لی کہ ثابت نہ ہوا۔ اور رقاصہ کے پیچھے جا کر اس سبکی سے پیشواز کاٹی کہ معلوم نہ ہوا۔ جب رقاصہ نے ہنگام رقص گردش کی پیچھے سے بالکل برہنہ تھی اہل محفل نے ہنسنا شروع کیا اور رقاصہ گھبرائی۔ عمرو نے بچالاکی دوسری بار آگے سے بھی پیشواز کاٹ لی اب آگے پیچھے سب طرف ننگی تھی۔ شاہزادے نے کہا اسے کمبخت ننگی ناچتی ہے۔ اس نے جو آگے دیکھا شرم کے مارے بیٹھ گئی۔ سب نے قہقہہ مارا بدیع الزماں نے کہا یہ کام عمرو کا ہے۔ ملکہ بہت ہنسی اور رقاصہ عمرو کو گالیاں دینے لگی۔ خلاصہ کلام اسی طرح شاہزادہ عالی مقام ہمراہ ملکہ مصروف بعیش و آرام تھا کہ فلک تفرقہ پرداز و گردوں شعبدہ باز کو اس صحبت پر رشک آیا۔

یہ دو دل کو اک جا بٹھاتا نہیں
کسی کا اسے وصل بھاتا نہیں

یکایک سامنے جو نہر موجزن تھی۔ اس کے پانی نے جوش کھایا اور ایک شور و غل پیدا ہوا کہ ہر ایک گھبرایا' بعد لمحہ کے سب نے دیکھا کہ پانی کے اندر سے ایک دیو ہیکل مہیب نکلا۔ ہاتھ میں چقماق چادر لیے تھا۔ اس ناپاک نے بدیع الزماں کو للکارا کہ ہاش

باش اے پسر حمزہ' میرے ہاتھ سے زندہ نہ بچے گا اور سلامت نہ جائے گا۔ شہزادے نے ملکہ کو اپنی پشت پر کر لیا اور آپ سینہ سپر ہو کر اٹھ کر ڈانٹا۔ "او نابکار' ادھر آ" تو خود میرا شکار ہے۔"

اس دیو نے چقماق چادر چرخ دے کر سر پر شہزادے کے لگائی۔ شہزادے نے پینترا بدل کر خالی دی اور ایک ہاتھ تیغے کا مارا کہ وہ دیو دو پرکالے ہوا لیکن جب وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا وہ دونوں ٹکڑے اس کے جسم کے تڑپ کر اسی نہر میں جا گرے اور ایک ساعت کے بعد وہی دیو پھر زندہ ہو کر نکلا اور بدیع الزماں پر حملہ آور ہوا۔ بدیع الزماں نے اس کے حملے کو رد کر کے پھر تلوار سے دو ٹکڑے کیا پھر وہ تڑپ کر دونوں ٹکڑے نہر میں جا گرے اور دیو زندہ ہو کر باہر آیا اور اس نے بدیع الزماں کا مقابلہ' کیا۔

جب یہ ہنگامہ ملکہ کی وزیر زادی نیرنگ جادو نے دیکھا ملکہ تصویر جادو سے کہا واری جاؤں یہ دیو سات بار اسی طرح نکلے گا اور قتل ہو گا اور آٹھویں مرتبہ جو زندہ ہو کر نکلے گا پھر قتل نہ ہو سکے گا اور شہزادہ کے دشمنوں کو پکڑ لے گا۔ ملکہ نے کہا اے نیرنگ تجھے اس کے قتل ہونے کی تدبیر معلوم ہو تو بتلا دے۔ نیرنگ جادو نے کہا میں اتنا جانتی ہوں کہ اس دیو کو شرارہ جادو نے آپ کی حفاظت کے لیے یہاں تعین کیا تھا اور اس کے مرنے کے لیے ایک کمان اور تیر سحر سے بنا کر اسی باغ کی ایک کوٹھری میں رکھ دیے تھے۔ پس اگر اس کمان میں وہی تیر پیوستہ کر کے کوئی اس پر لگائے اگر وہ تیر اس پر پڑے گا' مارا جائے گا اور اگر تیر نہ پڑے دوسرا لگائے دوسرا نہ پڑے تیسرا لگائے کہ یہ ہلاک ہو اور اگر تینوں تیر خالی جائیں گے تو یہ پھر کسی طرح مارا نہ جائے گا۔ یہ باتیں سن کر ملکہ نے کہا وہ کوٹھری کہاں ہے۔ نیرنگ جادو نے کہا شرارہ نے اس کوٹھری کو سحر کر کے نظر مردم سے پوشیدہ کر دیا تھا مگر اب شرارہ جادو مر گئی ہے۔ اس کا سحر بھی دور ہو گیا ہو گا۔ یقین ہے کہ وہ کوٹھری دکھائی دے جائے' حضور اندر بارہ دری کے میرے ساتھ چلیے کہ میں تلاش کروں۔ تصویر جادو

ہمراہ نیرنگ جادو کے باہر دری میں آئی دیکھا تو حقیقت میں وہ کوٹھری جس کو کہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہاں موجود ہے۔ خوش ہو کر اس کو کھولا اور اندر جا کر دیکھا تو ایک کمان اور تین تیر رکھے ہیں۔ اس کمان اور تیروں کو ملکہ لے کر دوڑی یہاں بدیع الزماں پانچویں بار ہے کہ اس دیو سے مقابل ہو کر اسے قتل کر چکا ہے اور ٹکڑے اس کے بدن کے نہر میں گر چکے تھے۔ ابھی پھر زندہ ہو کر نہر سے باہر نہ نکلا تھا کہ تصویر جادو نے وہ کمان اور تیر لا کر دیے اور کہا اب جو وہ دیو نکلے تو ان سے اسے قتل کرنا۔ بدیع الزماں تیر کمان میں پیوست کر کے منتظر نکلنے اس دیو کا ہوا کہ پھر وہ دیو حوض سے باہر آیا اور شاہزادے کی طرف لپکا بدیع الزماں نے تیر سینہ پر اس کے تاک کر مارا بقدرت قادر بیچوں پہلا ہی تیر ہدف مراد پر بیٹھا اور اس کے تو وہ پشت سے پار گزرا کہ چکر کھا کر زمین پر گرا اور جہاں تیر جسم پر لگا تھا وہاں سے ایک شعلہ آتش نکلا کہ اس کے سارے بدن کو جلا کر راکھ کر دیا۔ ایک شور و غوغا بپا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد سکون ہوا۔ بدیع الزماں نے سجدہ شکر ادا کیا اور ملکہ کو تسکین اور دلاسا دیا' مگر عمرو نے جس وقت سے کہ وہ دیو نکلا تھا' گلیم عیاری کو اوڑھ لیا تھا اور خود کو پوشیدہ کیا تھا کہ اے عمرو' شہزادہ جانے اور ملکہ جانے' یہ کم بخت خود ہی یہاں آ کر بلا میں گرفتار ہوا۔ وقت میں پھنسا کر اب تک لشکر میں بھی پہنچا دیتا۔ اب جا کر حمزہ سے کہہ دینا کہ لونڈا تیرا خراب ہو گیا اور سب حال بیان کرنا۔

غرض جب وہ دیو مارا گیا' عمرو نے اپنے تئیں ظاہر کیا اور کہا او ناشدنی خبردار اب یہاں نہ ٹھہرنا جلدی چل وقت کوئی اور آفت آیا چاہتی ہے۔ بدیع الزماں نے کہا اے تصویر اب میں رخصت ہوتا ہوں۔ تصویر جادو نے کہا میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔ یہاں رہ کر کیا کروں گی یہ سب خبریں جب افراسیاب کو آپ کے حالات کی پہنچیں گی تو میں مار ڈالی جاؤں گی۔ اس وقت بدیع الزماں نے خواصوں سے اپنا گھوڑا منگایا اور اس پر ملکہ کو بھی سوار کیا اور خود بھی سوار ہوا اور خواصوں سے کہا کہ تم ملازم ہو تم سے کوئی مزاحم نہ ہو گا بعد ہمارے چلے جانے کے تمہارا جدھر جی چاہے چلے جانا یا ہمارے

لشکر میں کہ متصل گلزار سلیمانی کی طرف آئے۔

یہ کہہ کر مع عمرو باغ سے نکل کر لشکر اسلام کی طرف کا راستہ لیا۔ اب ذرا احوال افراسیاب سنیے کہ باغ سیب میں منتظر بیٹھا تھا کہ سر عمرو کا شہزادہ جادو کے پاس سے آتا ہو گا کہ یکایک بگولے لاش کو شہزادہ کی چکر دیتے ہوئے باغ سیب میں لائے اور بیرون نے اس کے صدا دی کہ اے شہنشاہ ساحران شہزادہ ماری گئی۔ افراسیاب یہ سنتے ہی غضبناک ہوا اور کتاب سامری کو اٹھا کر دیکھا کہ شہزادہ کا قاتل اب کہاں ہے اور بدیع الزماں جو قید میں شہزادہ کے تھا چھوٹ کر کدھر گیا۔ اس کتاب میں معلوم ہوا کہ عمرو نے شہزادہ کو مارا اور بدیع الزماں اور عمرو دونوں باغ میں تصویر کے پہنچے اور بدیع الزماں نے محافظ جادو کو مارا اب مع تصویر کے اپنے لشکر کی طرف جاتا ہے۔

بس یہ معلوم کر کے افراسیاب نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک ساحر زمین کے اندر سے پیدا ہوا کہ اس کے منہ اور ناک کان سے شعلے آگ کے نکلتے تھے۔ کھور چندن کے تمام جسم میں لگے تھے۔ بت کہنی سے شانے تک بندھے تھے۔ اس نے افراسیاب کو سلام کیا۔ افراسیاب نے کہا اے اژدر جلد جا بدیع الزماں اور تصویر جادو مع عمرو کے دونوں لشکر اسلام کی طرف جاتے ہیں۔ انہیں گرفتار کر کے زندان خانہ طلسم میں لیجا کر مقید کر اور عمرو کو نہ گرفتار کرنا کہ وہ جا کر حمزہ کو اس حال کی خبر دے گا اور حمزہ ڈر کے ادھر آنے کا ارادہ نہ کرے گا۔ بموجب حکم افراسیاب اسی وقت اندر چلا یہاں بدیع الزماں کئی کوس باغ سے تصویر جادو کے دور نکل آئے تھے کہ ایک بار جھاڑی کے اندر سے ایک اژدہے نے سر نکالا اور بدیع الزماں کا سدراہ ہوا۔ عمرو نے فوراً گلیم اوڑھ لی اور غائب ہو گیا۔ مگر بدیع الزماں گھوڑا بڑھا کر اس کے سامنے آئے اور تیر کمان میں جوڑ کر اژدہے پر لگایا وہ تیر جب قریب اژدہے کے پہنچا۔ اس نے منہ سے شعلہ چھوڑا کہ تیر جل گیا۔ اسی طرح بہت سے تیر لگائے سب تیر جل گئے اور اژدہے نے اپنا دم اوپر کو کھینچا بدیع الزماں اور تصویر جادو کو نگل گیا۔ عمرو نے اسی وقت پتھر فلاخن میں رکھ کر مارے وہ پتھر سب خالی گئے اور اژدر نے پکار کر صدا دی کہ اے

عمرو جا کر حمزہ سے یہ ماجرا کہہ دیتا کہ یہ صحرائے طلسم ہوش ربا ہے۔ خبردار یہاں کوئی آنے کا قصد نہ کرے۔ اب بدیع الزماں کا رہا ہونا دشوار ہے۔ حمزہ اس فرزند سے اپنے صبر کرے اس لیے کہ جو یہاں اس کے چھڑانے کو آئے گا۔ گرفتار بلا ہو گا اور مارا جائے گا۔ تجھے گرفتار کرنے کا حکم نہ تھا ورنہ اے عمرو تیرا بھی بچ کر جانا نہ ہوتا یہ کہہ کر وہ اژدر نظر سے غائب ہو گیا اور عمرو گریاں و نالاں گریبان چاک سر پہ خاک اڑاتا لشکر امیر کی طرف چلا اور بعد قطع مسافت لشکر میں داخل ہوا بارگاہ میں صاحبقران تشریف فرما تھے کہ عمرو نے سلام کیا اور کرسی ہیرہ پر متمکن ہوا صاحبقران اور بادشاہ لشکر اور سب سرداروں نے پوچھا کہ خواجہ مزاج تو تمہارا اچھا ہے۔ عمرو نے بعد دعا و ثنا کے سب ماجرا بدیع الزماں اور تصویر کا خدمت امیر میں عرض کیا حمزہ صاحبقران نے فرمایا کہ شکر ہے خداوند عالم کا کہ فرزند میرا زندہ ہے۔ اب تدبیر فتح طلسم کرنا چاہیے مگر سلیمان عنبریں سے فی الحال مقابلہ درپیش ہے۔ کچھ انتظام جنگ کر لوں تو فتح طلسم کے لیے کسی کو بھیجوں۔

یہ فرما کر امیر تدبیر جنگ میں مشغول ہوتے ہیں لیکن اب حال سلیمان عنبریں سنئے کہ اس نے لقا کو اپنے یہاں اتارا ہے اور لشکر حمزہ صاحبقران سے مقابلہ کرنے کا وعدہ کیا ہے کہ میں لڑوں گا۔

○○○

• بالائے بام

دو اک جام سے ساقی تند خو
عدو کر دنا بادہ خواروں کی تو

کہاں تک پیئیں خون دل بادہ خوار
مے ارغوانی کی دکھلا بہار

وہ جادو بھری آنکھ دکھلا ذرا
کہ ہے معرکہ ساحروں سے پڑا

کسی کا فسوں مجھ پہ کیا چل سکے
کہ میں تیری آنکھیں ہوں دیکھے ہوئے

پلا مجھ کو وہ جام افسوں گری
مرے دم سے شیشے میں اترے پری

سخن سنج و غواص دریائے ہوش
چنیں ریخت گوہر بدامان گوش

جب صاحبقران کا لشکر زمرد شاہ لقا بے ایمان کے تعاقب میں' کوہ عقیق میں داخل ہوا تو سلیمان نے کثرت فوج اور حشم و خدم امیر کا دیکھ کر اپنے دل میں خیال کیا کہ میں مقابلہ اتنے بڑے لشکر سے نہ کر سکوں گا یہ سوچ کر اس نے اطراف و جوانب

میں اپنے ملک کے بادشاہوں کو نامے تحریر کیے اور یہ مضمون ان میں مندرج کیا کہ خداوند لقا باختر سے حمزہ صاحبقران کے شکست کھا کر میرے ملک میں تشریف لائے ہیں۔

اس بنا پر کہ وہ تم سب کے خدا ہیں کچھ میرا پاس نہ کرو بلکہ اپنے خداوند کی آ کر مدد کرو اور ان کے مخالفوں کو قتل کرو اور خداوند کو ان کے ملک باختر میں لے جا کر پھر تخت خدائی پر بٹھاؤ اور اگر اس مرقومہ کی نسبت غفلت کرو گے۔ خداوند تم سب سے ناراض ہو کر اپنے قدرت غضب سے تمھیں غارت کر دیں گے اور یہ خداوند کی رحم دلی ہے کہ ان کے بندے انھیں عاجز کر رہے ہیں اور خداوند ان کو ہلاک نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ وہ بندے ہیں۔ میں نے عالم خواب میں اس وقت میں کہ جب میں مست نشہ شراب تھا۔ پیدا کیے ہیں۔ اسی وجہ سے کہ ہنگامہ مستی میں غافل تھا۔ قلم تقدیر میرا ان بندوں کو سرکش اور مغرور لکھ گیا اور اب وہ تحریر مٹ نہیں سکتی۔ یہی باعث ہے کہ خداوند ان بندوں کو غارت کرنے سے مجبور ہیں اور ایسے ان سے خفا ہیں کہ وہ بندے توبہ قبول کرانے کے لیے تردد کرتے ہیں۔ مگر خداوند توبہ بھی ان کی قبول نہیں فرماتے بلکہ بھاگتے پھرتے ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ توبہ ہماری قبول نہیں ہوتی۔ اب خداوند سے سرگشتی جہاں تک ہو سکے کریں فی الجملہ مناسب ہے کہ جلد آ کر شریک خداوند ہوں۔ غرض یہ لکھ کر سب کوہستان کی سرحد کے بادشاہو کو بھیجا کہ ہم ان بادشاہوں کے بروقت ان کے آنے کے مدد کرنے کو بیان ہونگے۔ منجملہ ان کے ایک عرضی سلیمان نے افراسیاب مالک طلسم کو بھی لکھی اور اس کے ملک کی سرحد پر ایک پہاڑ ہے کہ وہیں سے طلسم شروع ہے اور اس کوہ پر ایک نقارہ اور چوب رکھی ہے جو کچھ سلیمان کو نامہ و پیام کرنا منظور ہوتا ہے۔ اس کوہ پر لکھ کر رکھ دیتا ہے اور نقارہ بجا دیتا ہے۔ وہ نقارہ سحر کا ہے۔ اس کی آواز افراسیاب کے کان میں پہنچتی ہے۔ وہ پنجہ سحر کا بھیج کر نامہ منگا لیتا ہے۔ الحاصل جب عرضی سلیمان نے لکھی اور نقارہ بجایا افراسیاب نے پنجے کو بھیج کر عرضی منگا کر پڑھی

اور جواب لکھا کہ زہے فخر، میں اور خداوند کی مدد کروں معلوم ہوا کہ خداوند کو اپنے بندوں کی عزت افزائی منظور ہے۔ اسی وجہ سے خود اپنے بندگانِ مخالف کو غارت نہیں کرتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ کوئی بندہ میرا انھیں برباد کرے اور اس بندے کو خداوند بدلے اس کام کے سرفراز کریں۔ پس جو خداوند کی مشیت میں گزرا ہے۔ بہت مناسب ہے۔ کیا حقیقت ہے حمزہ کی اور اس کے لشکر کی میں ایک ساحر زبردست مع چالیس ہزار فوج ساحران کے روانۂ خدمت خداوند کرتا ہوں وہ پہنچ کر کل لشکر حمزہ کو ایک دن میں تباہ و برباد کر دے گا۔ یہ جواب عرضی کا لکھ کر اسی کوہ پر نیچے سے پھکوا دیا۔ سلیمان کا ایک ملازم منتظر جواب ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نامے کو لے کر سلیمان کے پاس آیا۔ یہ اسے پڑھ کر بہت خوش ہوا اور تیاری حرب و ضرب کی شروع کی لیکن افراسیاب نے بعد جواب بھیجے عرضی کے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔ اس وقت ایک لکہ ابر بر روئے ہوا پیدا ہوا اور زمین پر اتر آیا۔ اس پر ایک ساحر کہ نام اس کا اجلال جادو ہے سوار ہے۔ اس نے اتر کر افراسیاب کو تسلیم کی اور کہا سرکار نے مجھے کیوں یاد فرمایا۔ افراسیاب نے کہا خداوند لقا قلعہ کوہ عقیق گلزار سلیمانی میں تشریف لائے ہیں اور ان کو کچھ بندگان مغضوب درگاہ خداوندی نے ستایا ہے۔ ان بندوں کو تو جا کر ہلاک کر کے خداوند کو ان کے شر سے بچا۔ اجلال جادو نے عرض کیا بہت اچھا اور اسی ابر پر سوار ہو کر اپنی جگہ پر آیا۔ چالیس ہزار ساحر کی جمعیت اپنے پاس رکھتا ہے اور طلسم کے متعلق جو سات ملک ہیں۔ انھیں میں سے ایک ملک کا یہ بھی بادشاہ ہے۔ غرض اس چالیس ہزار فوج کو اس نے حکم تیاری کا دیا اور خود بھی سامان سفر اور رزم درست کر کے ایک اژدہے پر سوار ہوا پھر تو سب ساحر سحر کے جانوروں پر کہ جو کاغذ کے اور آرد ماش کے بزور سحر بناتے ہیں۔ مثل ہما اور قرقرے اور قنس اور طاؤس اور اژدر وغیرہ پر سوار ہوتے ترسول اور پنسول ہاتھ میں لیے منقلہائے آتشیں پر موم گراتے گوگل سلگاتے گلوں میں جھولیاں ہماؤلے کی ڈالے کہ ان جھولیوں میں اسباب سحر کرنے کا رہتا ہے لے کر بڑے کروفر سے طرف کوہ عقیق کے چلے جہاں زمرد شاہ اور سلیمان دارالعمارہ شاہی میں بیٹھے تھے

کہ یکایک ابر تیرہ و تار اٹھا اور آندھی بڑے زور و شور سے آئی برفباری اور سنگباری ہونے لگی۔ سلیمان کہ یہاں کا رہنے والا ہے۔ سمجھ گیا کہ کوئی ساحر آیا ہے فوراً مع امرائے نامدار استقبال کے لیے چلا اور در قلعہ پر جب پہنچا۔ اجلال جادو اور چالیس ہزار ساحروں کو آتے دیکھا کہ سب ساحر دھوتیاں پتمبری باندھے اور دونے مردے کے بچے آک اور دھتورے کے پھول کمر میں رکھے سحر آزمائیاں کرتے آتے ہیں۔ سلیمان استقبال کر کے ان سب کو لے کر قلعے میں داخل ہوا۔ لقا تخت پر بیٹھا تھا۔ اجلال اور اس کی فوج نے سجدہ کیا اور نذر دی دنگل تخت کے داہنی طرف بچھا تھا۔ سلیمان نے اس کے لشکر کو ایک عمدہ مقام میں اتارا اور ایوان شاہی کے متصل والا باغ خالی کر کے وہاں اجلال کی دعوت کا سامان کیا۔ وہ باغ نہایت آراستہ و پیراستہ ہوا۔ ساقیان خوش ادا مغنیان زہرہ لقا حاضر ہوئے۔

لقا نے دربار برخواست کر کے' اجلال کے ہمراہ اسی باغ میں آ کر صحبت عیش کو بپا کیا۔

یہ سب خبریں لشکر اسلام کے جاسوسوں نے صاحبقران کی خدمت میں عرض کیں۔ صاحبقران شہزادہ بدیع الزماں کی رہائی کے لئے فتح طلسم تدبیر میں تھے۔ اس خبر کو سن کر فرمایا:

"خداوند وحدہ لاشریک' ہمارا نگہبان ہے۔"

عمرو بارگاہ میں حاضر تھا۔ کہنے لگا۔

"امیرا میں جب سے یہاں آیا ہوں' قلعہ کوہ عقیق کے اندر نہیں گیا فی الحال جی چاہتا ہے کہ جا کر قلعے کی سیر کروں اور اجلال کی دعوت کا تماشا دیکھوں۔"

امیر نے فرمایا۔

"اے عمرو! وہ سب ساحر ہیں' ایسا نہ ہو' تمہیں کوئی پہچان لے اور گرفتار کرے۔"

"ہرچہ باداباد۔ میں قلعے میں جا کر دو چار کوڑیوں کا روزگار کروں گا۔"

امیر نے فرمایا:

"تو بسم اللہ! تمہیں ایسی جگہ تجارت کرنے سے کون روک سکتا ہے۔ خیر جایئے۔"

عمرو سامان عیاری سے آراستہ ہو کر' کوہ عقیق کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب دروازے

کے قریب پہنچا یہاں کچھ افسران فوج سلیمان کی طرف سے حفاظت کو مقرر ہیں۔ ان کو دیکھ کر عمرو ایک ساحر کی قطع بنا' جھولی گلے میں ڈالے دھوتی چھیری باندھے' بہت کسنی سے شانے تک باندھ کر کھڑاؤں پاؤں میں پہن کر دروازے کے قریب آیا۔ جس نے عمرو کو دیکھا' سمجھا کہ کوئی ساحر اجلال جادو کے ہمراہیوں میں سے ہے۔ یہ سمجھ کر مزاحم نہ ہوئے۔ عمرو نے شہر کے اندر آ کر دیکھا کہ کٹورا کھٹک رہا ہے۔ ہر طرف گرم بازاری ہے۔ دونوں طرف دوکانوں کی کرسی برابر ہے۔ بیچ میں پختہ پتھر کی سڑک ہے۔ مولسری کے سایہ دار درخت سڑک کے کنارے لگے ہیں خریدار بیوپاری سیاح' ہر قسم کے لوگ خوشحال و دلشاد' ہر طرف لین دین کرتے پھرتے ہیں۔ سقوں کے کٹوروں کی جھنکار' دلالوں کی بول چال' ہر سمت دھوم دھام خلقت کا اژدحام' عمارتیں سچی اور پختہ تعمیر' کمرے نفیس اور خوش قطع۔ عمرو سیر کرتا ہوا شاہی دارالعمارت کے قریب پہنچا۔ یہاں سے اہل محلہ کو اسی باغ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا' جہاں اجلالی جادو کی دعوت کا سامان ہے' عمرو بھی انہی کے ساتھ ساتھ اس باغ میں آیا۔ یہاں بڑا سامان اور تجمل شاہانہ دیکھا کہ باغ سرسبز و شاداب ہے۔

عمرو یہ تماشا دیکھتا ہوا' اجلال جادو کی پشت پر جا کھڑا ہوا۔ ساحر کی صورت بنا ہوا ہے۔ اجلال جہاں بیٹھا ہے اس کے سامنے ایک مکان معلوم ہوتا ہے۔ اس کے دروازے پر پردہ پڑا ہے۔ پردہ بار بار اٹھا کر ایک خوبصورت عورت اجلال کو دیکھتی ہے اور یہ بھی اسی کی طرف دیکھتا ہے۔ اہل محفل تو ناچ دیکھ رہے ہیں۔ کوئی اجلال کے ادھر دیکھنے کا خیال بھی نہیں رکھتا ہے۔ عمرو نے جو یہ ماجرا دیکھا' معلوم کیا کہ یہ باغ شاید سلیمان کے شاہی محلات سے ملا ہوا ہے اور محلات کی عورتیں بھی در و بام پر سے ناچ دیکھ رہی ہیں اور جس طرف کہ اجلال دیکھ رہا ہے' اور وہ عورت جھانکتی ہے یہ بھی سلیمان کی کوئی زوجہ یا دختر ہے۔ بس عمرو یہ خیال کر کے اسی پردے کی جانب آیا اور ٹھہرا رہا کہ ایک کہاری وہاں سے کسی کام کو باہر نکلی۔

عمرو نے اس سے کہا:

"ہماری بی بی' بادشاہ کی بی بی پاس ملازم ہے ذرا انھیں بلا دو۔"
کماری نے کہا۔
"اس پردے میں بادشاہ کی دختر' نسرین عنبرین ناچ دیکھنے کے لئے آئی ہیں اور بادشاہ کی بی بی علیحدہ دوسرے کمرے میں ہیں۔ میں وہاں نہیں جا سکتی۔ تم وہ جو داہنی طرف کو کمرہ بنا ہوا ہے وہاں جا کر اپنی ننہ کو دریافت کرو۔"
"اچھا"
اور وہاں سے علیحدہ ہوا۔ سمجھ گیا کہ اس پردے میں بادشاہ کی دختر ہے کہ جس کو اجلال دیکھتا ہے۔ غرض کچھ عیاری تجویز کر کے عمرو گوشہ باغ میں گیا اور ایک مرد پیر کی صورت بنا' شملہ نما پگڑی سر پر باندھی' چپکن کمریا کی پہنی ہوئی' تمغہ پگڑی میں لگایا۔ سونے اور چاندی کا گنگا جمنی عصا ہاتھ میں لیا اور سینے تک سفید داڑھی درست کر کے اس پردے کے قریب آیا۔ پردے کا کونا اپنی پشت کے نیچے لے کر دیوار سے تکیہ کر کے کھڑا ہوا۔ نسرین نے جو پردہ اٹھایا' کونا دبا پایا۔ چاہا کہ پردے کو چھوڑ دے' مگر عمرو نے کہا:
"بادشاہ سے کہہ دوں کہ پہلے جو عورتیں ہیں' وہ اجلال جادو سے اشارے کرتی ہیں۔"
ملکہ یہ سن کر دم بخود ہو گئی معلوم ہوتا ہے' اس مرد پیر نے مجھے اشارے کرتے دیکھ لیا' ایسا نہ ہو کہ میرے باپ سے کہہ دے۔ یہ سوچ کر جھانکنا موقوف کیا۔ ادھر اجلال نے جب دیکھا کہ جہاں سے وہ نازنین جھانکتی ہے اب اس جگہ ایک بوڑھا چوبدار کھڑا ہے۔ اس کا دل بیقرار ہوا' چاہا کہ چوبدار کو ہٹا دے' مگر کچھ بس نہ چلا کیونکہ سمجھا' اگر سلیمان سنے گا' تو آزردہ ہو گا کہ زنانی ڈیوڑھی سے کیا کام تھا' جو چوبدار ہٹا دیا۔ یہ خیال کر کے خاموش ہو رہا' مگر بیقرار تھا۔ دم بدم عمرو کو دیکھتا تھا۔ عمرو نے اجلال کے دیکھنے پر ہاتھ سے اشارہ کیا کہ الگ اٹھ کر چلو تو میں تم سے کچھ کہوں اجلال سمجھا کہ چوبدار اس نازنین کا محرم راز ہے۔ اسی کا کچھ پیام دے گا۔ یہ سمجھ کر مسند پر سے اٹھا۔ سلیمان سمجھا کہ رفع احتیاج کو جائے گا۔ لیکن اجلال نے

کسی ملازم تک کو بھی اپنے ساتھ نہ لیا اور الگ آ کر عمرو کو اشارے سے بلایا۔ عمرو پاس آیا۔ اجلال باغ کے گوشے میں لے جا کر عمرو سے کہنے لگا:

"میاں مرد بے، آپ نے مجھے کیوں اشارہ سے بلایا ہے؟"

عمرو نے دعا دینا شروع کی اور کہا:

"اے بادشاہ عالی وقار، یہ غلام ملکہ نسرین عنبرین کا دادا ہے، اور ملکہ کو میں نے گودیوں میں پالا ہے اب ملکہ مجھ سے کوئی امر نہیں چھپاتی ہیں۔ ملکہ آپ پر فریفتہ ہوئی ہے اور کہہ بھیجا ہے کہ اگر آپ میرے عاشق ہیں تو ایک مکان میرے باپ سے کہہ کر الگ خالی کر لیجیے اور وہاں آپ ہوں اور وہ ساحر، جو بڑے معتبر اور آپ کے خیر خواہ ہوں وہ ہوں اور کوئی نہ ہو۔ پس ان ساحروں کو بھیجیے کہ بزور سحر اڑتے ہوئے آئیں اور میں اسی مکان کے کوٹھے پر سوئی ہوں گی میرا پلنگ اٹھا لے جائیں۔ رات بھر میں تمہارے پاس رہوں اور صبح ہوتے پھر میرا پلنگ اسی جگہ پہنچا دیں۔ یہی بات کہنے کو میں نے آپ کو بلایا تھا۔ اب فرمائیے کہ کب ملکہ کو بلوائیے گا میں ملکہ سے بیان کروں کہ اس دن وہ کوٹھے پر سوئیں۔"

اجلال جادو یہ پیام سن کر ایسا خوش ہوا کہ اپنے گلے سے موتیوں کی مالا اتار کر مرد بے کو دی اور کہا:

"میں تجھے مالا مال کر دوں گا۔ ملکہ سے کہہ دینا کہ میرا بھی تمہاری فرقت میں حال غیر ہے۔ میں آج مکان خالی کرا لوں گا۔ کل رات ملکہ کوٹھے پر آرام کریں، میں بلوا لوں گا۔"

یہ وعدہ ہو گیا۔ عمرو نے کہا:

"اچھا جائیے اور مکان خالی کرانے کی تدبیر کیجیے۔"

اجلال نہایت مسرور ہو کر پھرا اور محفل میں آ کر ناچ دیکھنے لگا۔ لیکن عمرو وہاں سے پھر آ کر اسی پردے کے پاس آیا اور گلیم عیاری اوڑھ کر پردے کے اندر گیا۔ وہاں دیکھا ایک نازنین مہ جبیں یعنی ملکہ نسرین عنبرین اپنی چند خواصوں کے ہمراہ، کرسی پر بیٹھی

ناچ دیکھ رہی ہے۔ عمرو نے یہ دیکھ کر گلیم سے اپنے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو نکال دیا اب سارا جسم تو دکھائی نہیں دیتا' فقط سر اور ہاتھ پاؤں ظاہر ہیں' اسی طرح سے ملکہ کے سامنے آیا اور کہا:

"میں بے دھڑ کا شہید ہوں' تم سب کو کھاؤں گا۔"

ملکہ اور خواصوں نے جو یہ بات سنی اور دیکھا کہ ایک سردار' ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے' چلا آتا ہے۔ ڈر کے مارے اوندھے منہ زمین پر گر پڑیں۔ عمرو نے غبار بے ہوشی سب کے منہ پر مل دیا کہ سب بے ہوش ہو گئیں اور جلدی اندر اور باہر سب طرف سے دروازے اس کمرے کے بند کر کے اسی جگہ بیٹھ کر' ملکہ کی صورت دیکھ دیکھ کر ویسی ہی اپنی صورت بنائی اور ملکہ کے کپڑے اتار کر آپ پہنے اور ملکہ کو اٹھا کر زنبیل میں رکھ لیا۔

جب عمرو اس طرح سے درست ہو چکا' اس وقت خواصوں کو دفع بے ہوش کا فتیلہ سنگھا کر ہوشیار کیا' جب وہ ہوش میں آئیں تو دیکھا کہ ملکہ انہیں فتیلہ سنگھا رہی ہے۔ جب خوب حواس درست ہوئے کہنے لگیں:

"اے ملکہ عالم' واسطہ خداوند لقا کا' جلد یہاں سے تشریف لے چلئے' ورنہ وہ بلا کھا جائے گی۔"

عمرو جو ملکہ کی شکل بنا ہوا تھا' کہنے لگا:

"دیوانیوں' تم سب سے تو میں ہی مضبوط ہوں کہ تم سب بے ہوش ہو گئیں اور میں ہوشیار ہی رہی۔"

سب نے کہا:

"واری' چاہے کچھ بھی ہو' مگر ہم آپ کو یہاں ٹھہرنے نہیں دیں گے۔"

غرض وہ سب عمرو کو ملکہ کے شبہ سے اس طرف کا دروازہ کھول کر ایوان شاہی کے اندر لائیں۔ عمرو نے دیکھا کہ مکان نہایت آراستہ ہے۔ جا بجا کمرے اور شہ نشین تعمیر ہیں۔ بارہ دری سراسر خوبی سے بھری۔ رنگ برنگ کے پردے ہر دالان کے سرے

پر آویزاں ہیں۔ اسباب شاہانہ ہر جگہ مہیا۔ خوش قطع چلمنیں اور دیوار گیریاں ہیں۔ خلاصہ کلام' عمرو نے وہاں آ کر حکم دیا کہ میرا پلنگ آراستہ کرو اور مسند بچھاؤ' جہاں نسرین رہتی تھی۔ کنیزیں اس مقام کو آراستہ پیراستہ کرنے لگیں۔ عمرو پہچان گیا کہ جس کی تم صورت بنے ہو' اس کی یہ خواب گاہ ہے۔ بس اس جگہ جا کر آرام سے مقیم ہوا کہ کل رات کو حسب وعدہ اوپر کوٹھے پر آرام کروں گا۔

اب یہ تو یہاں ٹھہرے ہیں' لیکن حال ذرا اجلال جادو کا سنو کہ جب یہ چوبدار سے وعدہ کر کے محفل میں آیا' اس نے سلیمان سے کہا:

"میں حمزہ سے لڑنے کے لئے سحر اپنا جگاؤں گا۔ مجھے ایک مکان شہر کی آبادی سے الگ خالی کرا دیجئے۔"

سلیمان نے کہا۔

"بہت اچھا۔"

اور اسی وقت حکم دیا کہ شاہی باغوں میں سے ایک باغ خالی کر کے آراستہ کیا جائے۔ شاہی ملازم حکم پاتے ہی سرگرم انتظار ہوئے اور ایک چھوٹا باغ شہر کے کنارے سے خالی کرایا اور عیش و آرام کا اسباب یہاں بادشاہ سے وہاں جانے لگا۔

اتفاقاً عمرو کا بیٹا "چالاک بن عمرو" سیر کرنے کے لئے صورت بدل کر آیا تھا۔ اس لئے کہ جب عمرو امیر سے رخصت ہوا تھا تو چالاک بھی عمرو کے پیچھے چلا کہ مبادا' اگر والد کہیں گرفتار ہو جائیں' تو میں عیاری کر کے رہا کراؤں اس خیال سے یہاں آ کر سیر کر رہا تھا کہ سلیمان کے ملازم اس باغ میں اسباب لے جانے کے لئے' جو اجلال کے لئے خالی ہوا تھا' مزدور ڈھونڈتے پھرتے تھے۔ چالاک ایک مزدور کی شکل بن کر حاضر ہوا' دیکھا کہ ریشمیں نمگیرے قناتیں' چھت پردے اور دیگر ضرورت کی چیزیں' مزدوروں کے سر پر اور چھکڑوں پر بار کر کے بھیجی جاتی ہیں۔ چالاک کو بھی ایک شطرنجی دی کہ اسے پہنچا دے۔ یہ شطرنجی لئے ہوئے اسی باغ میں آیا۔ وہی ملازموں کے حوالے کر کے ان سے کہا کوئی اور بھی کام ہو تو مجھے بتاؤ کہ میری پوری مزدوری ہو جائے۔

انہوں نے کہا' ٹھہرا رہ اور آپ جا کر اجلال سے عرض کیا:

"مکان علیحدہ حسب ارشاد حاضر ہے' جہاں ارشاد کیجئے' وہاں حضور کا پلنگ آراستہ کیا جائے۔"

اجلال نے کہا۔

"کوٹھے پر۔"

ملازموں نے آ کر چند مزدوروں کو' جن میں چالاک بھی شامل تھا' حکم دیا کہ فرش' پلنگ' نمگیرہ' وغیرہ کوٹھے پر لے چلو۔ چالاک مزدوروں کے ہمراہ کوٹھے پر اسباب لانے لگ۔ اب کوٹھے پر فرش بچھایا۔ نمگیرہ ایستادہ کیا۔ ایک جانب چھپر کھٹ جواہر نگار لگایا اس کے نیچے مسند فرش پر بچھائی۔

ایک طرف مکانہ سجا۔ ایک جانب آبدار خانہ مقرر کیا' جب یہ سامان سب درست ہو چکا اور ملازم کوٹھے کے نیچے اتر گئے۔ چالاک ' سب کی نگاہ بچا کر پلنگ کے نیچے جا کر چھپ رہا اور فرش کا گوشہ اوڑھ کر خود کو مخفی کیا۔ ملازموں نے مزدوروں کو اجرت دے کر رخصت کیا اور کہا کہ ایک مزدور اور تھا پھر آپ ہی کہا کہ مزدوری لینے خود لے گا' پھر اجلال سے جا کر عرض کیا:

"حضور سب سامان تیار ہے۔"

اس عرصے میں صبح بھی ہو گئی تھی۔ سلیمان نے جو جلسہ' دعوت کیا تھا' وہ برخواست ہوا۔ اجلال رخصت ہو کر اسی باغ کی طرف چلا اور اپنے افسران فوج کو بلا کر حکم دیا کہ میں نیا سحر تیار کرنے جاتا ہوں۔ تم جب تک میں نہ بلاؤں' میرے پاس نہ آنا۔ یہ کہہ کر دو رفیقوں کو اپنے ہمراہ لیا۔ ایک کا نام انتقام جادو اور دوسرے کا منصرم جادو تھا۔ باغ میں آیا۔ دیکھا کہ یہ مختصر باغ نہایت درجہ بہار آگیں' رشک دہ' فردوس بریں ہے۔ ہر شجر فیض باغبان قدرت سے نہال ہے' گل ہر ایک زر سے مالا مال ہے۔

چمن آتشِ گل سے دہکا ہوا
ہوا کے سبب باغ مہکا ہوا

درختوں نے برگوں کے کھولے ورق
کہ لیں طوطیاں بوستاں کا سبق

حاصل کلام، اجلال کوٹھے پر آ کر، رات بھر کا جاگا تھا، پلنگ پر سو رہا۔ وہ اس کے دونوں رفیق باغ میں سیر کرنے لگے۔ اسی طرح وہ دن تمام ہوا۔

ادھر عمرو ملکہ نسرین کی شکل میں ہے۔ اس روز محل میں کنیزوں سے پوشاک اور زیور ملکہ نسرین کے پہننے کا منگا کر، دن بھر آرائش و زیبائش میں معروف رہا۔ چار گھڑی دن رہے حکم دیا کہ پلنگ ہمارا کوٹھے پر بچھاؤ کہ چاندنی کی کیفیت دیکھیں گے اور وہیں آرام کریں گے۔ حکم کے بموجب پلنگ کوٹھے پر آراستہ ہوا۔ پھولوں کے ڈھیر کر دیے گئے۔ گلاب کے، کیوڑے کے اور عطر کے شیشوں کے منہ کھول کر رکھ دیے گئے۔ گلدستے جابجا چن دیے۔ غرض ہر طرح کا سامان عیش و نشاط مہیا کر دیا۔ کنیزوں نے عرض کیا۔

"وادی خواب گاہ حضور کی درست ہے۔"

اس وقت ملکہ یعنی عمرو کنیزوں کے ہمراہ، ملا ٹھیکر بنا کوٹھے پر آیا اور وہیں کنیزوں سے کچھ میوہ منگوایا، کھایا اور مسند پر بیٹھا۔

وہ چاندنی کی سیر، ملکہ کے حسن کی بہار، ہاتھ پاؤں مہندی لگی، مانگ موتیوں سے بھری عجب عالم دکھائی دی۔ جادۂ کہکشاں کو راستہ بتاتی تھی۔ کنیزیں چکور کی طرح اس مہر تاباں پر تصدق تھیں۔ اسی طرح پہر رات تک معروف لہو و لعب رہیں۔ جب زیادہ رات گئی ملکہ اپنے پلنگ پر جا لیٹی اور کنیزیں پلنگ کے گرد بچھے سوئیں، لیکن ملکہ یعنی عمرو نے دوپٹے میں منہ ڈال کر سونے کے بہانے جاگنا شروع کیا اور قدرت نمائی کا منتظر

ہوا کہ دیکھئے پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اب اجلال نے پھر رات گئے اپنے دونوں رفیقوں انتظام اور منصرم سے کہا۔

"میں تم سے ایک بات کہتا ہوں' اگر کسی سے نہ کہو گے اور میرا کام کر دو گے' تو مال دنیا سے غنی کر دوں گا۔ اور اپنے کل لشکر کا سپہ سالار بنا دوں گا۔"

انہوں نے کہا۔

"اگر ارشاد کیجئے تو ہم اپنا سر کاٹ کر حضور کے قدم پر نثار کر دیں۔ آپ کو جو کچھ ارشاد کرنا ہو' فرمایئے کہ غلام اسے بجا لائیں۔ یہ راز ہماری زبان سے ہمارے اپنے کان تک نہ سنیں گے۔"

اجلال نے کہا۔

"مرحبا یہی چاہئے۔ لو سنو' وہ بات یہ ہے کہ میں سلیمان کی دختر ملکہ نسرین پر عاشق ہوں اور وہ بھی مجھ پر فریفتہ ہے۔ اس نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ اس مکان میں ساحروں کو بھیج کر مجھے بلا لو۔ چنانچہ وہ سب اس مکان کے کوٹھے پر جہاں میری دعوت ہوئی تھی اور ناچ ہوا تھا۔ سوئی ہو گی۔ تم جا کر اس کا پلنگ اٹھا لاؤ۔ کوٹھے پر اور جو عورتیں سوتی ہوں تو ان کو سحر کر کے بے ہوش کر دینا' تا کہ ملکہ کو اٹھا لانے کے بعد کسی کی آنکھ نہ کھلے اور ملکہ کا کوئی متلاشی نہ ہو۔"

انتظام اور منصرم نے عرض کیا۔

"حضور یہ کوئی بڑی بات ہے۔ اسی وقت آپ کے غلام' حکم کی بجا آوری کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر دونوں سحر پڑھ کر اڑے' ملکہ نسرین کے کوٹھے کے قریب پہنچے۔ ملکہ خواب میں محو ہے۔ ایک پائنچا رانوں تک چڑھا ہے۔ دوسرا پلنگ کے نیچے لٹک رہا ہے۔ سراپا غرق دریائے جواہر ہے۔ کرتی سوتے میں اوپر چڑھ گئی ہے' پیٹ لوح سیمیں کی طرح چمکتا ہے' بالوں کا جوڑا کھلا ہے' زلف پیچاپا کمر سے لپٹ گئی ہے' ہاتھ کہیں ہے' پاؤں کسی جا ہے۔ جوانی کی نیند میں کچھ خبر نہیں کہ کیا کھلا ہے۔

انتظام اور منصرم نے دور سے سحر پڑھا' جو کنیزیں پلنگ کے پاس سوتی تھیں' ان پر بے

ہوشی طاری ہوئی ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ جو جاگتی تھیں' وہ بھی سو گئیں۔ اس وقت وہ دونوں ساحر کوٹھے پر سے اترے اور ملکہ کے پلنگ کو دو طرف سے دونوں نے اٹھایا۔

عمرو کہ باطن میں بیدار تھا' سمجھ گیا کہ اب اجلال نے بلایا۔ دیکھئے اب کیا گزرتی ہے۔ فضل کردگار کی طرف نقل کر کے خاموش ہو رہا۔ ساحر ایک لمحے میں پلنگ لئے ہوئے' اجلال کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پلنگ فرش پر لا کر رکھ دیا۔ اجلال پہلے ہی چشم براہ تھا۔ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور کہا۔

"اب تم دونوں کوٹھے کے نیچے جا کر آرام کرو اور خبردار یہاں کسی کو نہ آنے دینا اور تم بھی میرے بغیر بلائے یہاں نہ آنا۔"

وہ دونوں یہ حکم سن کر کوٹھے کے نیچے اتر گئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ شاید کسی کام کو اجلال طلب کرے' تو اس لئے ایک شخص آرام کرے اور ایک جاگتا رہے۔

غرض ایسا ہی کیا اور آپس میں اپنی اپنی باری مقرر کی' لیکن اجلال یہاں ملکہ کے قریب آیا اور رخ روشن سے دوپٹہ سرکایا۔ شعلہ برق حسن کی چمک سے اس کی نظر خیرہ ہوئی۔ عجب حسن خدا داد نظر آیا کہ پیر فلک نے بھی اپنی اتنی کہن سالی کے باوجود کسی ایسے نوجوان کو نہ دیکھا ہو گا اور گوش روزگار نے کسی کے حسن زیبا کا ایسا تذکرہ خوبی نہ سنا ہو گا۔

اجلال کی صورت دیکھ کر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ مگر خود کو سنبھال کر ملکہ کے پاؤں دبانے لگا۔ عمرو کروٹ لے کر بیدار ہوا اور کنیزوں کا نام لے کر پکارا۔ اجلال نے اپنا سر قدم پر رکھ دیا اور عرض کیا۔

"کنیزیں تو یہاں نہیں ہیں' مگر یہ کمینہ غلام حاضر ہے۔"

ملکہ نے ایک بار تیوری چڑھا کر اجلال کی طرف دیکھا اور دوپٹہ سنبھال کر اٹھی۔ بکھرے ہوئے بال سمیٹ جوڑا باندھا اور دونوں پاؤں کو پلنگ سے لٹکا دیا۔ اجلال کی جانب سے منہ پھیر لیا۔ اس معشوقانہ ادا کو دیکھ کر اجلال مر گیا اور اس شمع کے گرد پروانہ وار

پکارا۔

ملکہ نے کہا۔

"آخر یہ کیا ماجرا ہے۔ تم کوئی جن ہو، یا آسیب ہو۔ کون ہو مجھے یہاں کون لایا ہے۔ یہ مکان کس کا ہے۔"

اجلال نے یہ باتیں سن کر عرض کیا:

"اے جان جہاں! جیسا کہ آپ کے دادا جان نے مجھ سے فرمایا، ویسا حسب ارشاد یہ غلام عمل میں لایا۔"

پھر سب ماجرا چوبدار کی گفتگو کا بیان کیا۔

ملکہ یہ حال سن کر مسکرائی اور دامن کو جھٹک کر اٹھی اور کہا۔

"اے نابکار، ساحر غدار، میں اسی طرح پیادہ اپنے گھر جاتی ہوں اور اس موئے بڈھے کو، جس نے مجھ پر یہ طوفان جوڑا ہے، اور تیری عاشقی کا الزام مجھ پر لگایا ہے۔ دیکھ تو ایسے کیسی سزا دیتی ہوں کہ وہ بھی یاد کرے اور اس امر کی اطلاع اپنے باپ کو دے کر افراسیاب کو نامہ لکھواتی ہوں کہ موذی کاٹے، تجھے وہ ذلیل کر کے اس طلسم سے نکال دے۔ اسی طرح تو بادشاہوں کے ننگ و ناموس میں دخل اندازی کرتا اور پرائی بہو بیٹیوں کا ستیاناس کرتا ہے۔"

اجلال یہ غضب ناک باتیں سن کر ڈرا اور منتیں کرنے لگا: "اے ملکہ عالم، حضور ایک لمحے کے لئے یہاں تشریف فرما ہوں، تاکہ میں شرط خدمت بجا لاؤں اور پھر حضور کو خواب گاہ کی جانب پہنچا دوں۔"

ملکہ نے کہا۔

"خدمت تو جا کر اپنی والدہ یا ہمشیرہ کی کرنا۔ خبردار مجھ سے ایسے کلام زبان پر لائے گا تو سزا پائے گا۔"

اجلال نے پھر دست بستہ کہا۔

"اے ملکہ، آپ تھوڑی دیر مسند پر جلوہ افگن ہوں۔ میں نظارہ گلشن جہاں کروں اور باغ

حسن کی گل چینی کر کے دامن نظارہ بھروں۔ مجھے سوائے آپ کی صورت دیکھنے کے، اور کچھ کام نہیں، اے مونس جان عاشقاں، اے شہنشاہ خوباں، میں تیرا ایک ادنٰی غلام ہوں۔" یہ کہہ کر قدم پر گرا اور ملکہ اس کی منت دیکھ کر خراماں خراماں۔

چال چلتے ہیں وہ اس انداز سے
مردے جیتے ہیں خرام ناز سے

آ کر مسند پر بیٹھی اور اجلال سامنے مودب بیٹھ گیا۔ اب کیفیت یہ ہے کہ اجلال جب دست ہوس بڑھاتا ہے ملکہ کبھی تیوریاں چڑھاتی ہیں، کبھی روکھی صورت بناتی ہے، کبھی سسکی بھرتی ہے، کبھی مسکرا کر اس کے خرم جاں پر بجلی گراتی ہے۔ ہنگامہ ناز و نیاز گرم ہے ادھر شوق ادھر شرم۔ جب اجلال نے زیادہ منت سماجت کی تو ملکہ نے کہا۔ "تو بھی بڑا بیوقوف، کاٹھ کا الو ہے۔ پھیکے نخرے کرتا ہے اور خوان دعوت کو بے نمک رکھتا ہے نہ شراب نہ کباب اور پھر یہ اضطراب۔ مہمان کو یونہی بلاتے ہیں۔ خالی اپنا مطلب جتاتے ہیں۔ سچ ہے، مرد وہ بھی کتنے خود غرض ہوتے ہیں اور تجھ میں تو محبت کی خوشبو ذرا نہیں، سوائے اپنے مطلب کے، دوسرے کی پروا نہیں۔"

اجلال یہ باتیں سن کر شرمندہ ہوا اور دل میں سوچا کہ ملکہ سچ کہتی ہے۔ شراب حجاب کو دور کرتی ہے وہ ایک جام پی کر یہ مست ہو جائے گی اور تیری آرزو بر آئے گی۔ اب بخت خفتہ بیدار ہے کوئی دم میں یہ دلدار پہلو میں ہو گی۔ بس اسی وقت اٹھ کر ٹھکانے سے شراب کی کشتیاں اور کباب کی قابیں لایا اور گلابی اٹھا کر جام جواہر میں شراب ارغوانی لبریز کی ساغر ہاتھ پر رکھ کر، ملکہ کے سامنے پیش کیا کہ یہ بادہ محبت حاضر ہے۔ اسے نوش کیجئے اور داد عیش دیجئے۔

ملکہ نے وہ جام دست نازک میں لے لیا اور منہ پھیر کر، تیوری چڑھا کر، سسکی بھر کر ہونٹوں سے لگایا اور اپنا منہ بنا کر ساری شراب اجلال پر پھینک دی اور کہا:

"یہ شراب میرے کام کی نہیں۔ افسوس ہے کہ تو بادشاہ کہلاتا ہے، مگر کتے کا موترا پیتا ہے، بلکہ وہ بھی اس سے اچھا ہوتا ہے۔"

اجلال نے عرض کیا۔

"اے ملکہ یہاں میرا ملک و مال نہیں۔ آپ کے باپ نے جو سے خانہ بھجوا دیا ہے۔ وہی تصرف میں ہے۔"

ملکہ نے کہا:

بادشاہوں کو ہر جگہ ساری نعمتیں مہیا ہیں۔ اگر تو میرے آنے کے لئے اہتمام کر کے عمدہ شراب کھنچوا رکھتا، تو کیا مشکل تھا۔ مگر تجھے سوائے اپنے مطلب کے کسی بات کا کب خیال تھا، خیر اب تو آ پھنسی، جو کچھ تقدیر دکھائے گی، دیکھیں گے۔"

یہ کہہ کر شراب کی ایک قلم اپنی محرم سے نکالی اور جام شراب سے بھر کر اس قلم سے چند قطرے ساغر میں ڈالے کہ شراب کا رنگ گلنار ہو گیا اور اس جام کو اپنے خورشید ہاتھ پر رکھ کر، اجلال کے سامنے بڑھایا اور کہا: "بے مروت! ساقی گری کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ جام عنایت ہمارے ہاتھ سے نوش کر۔"

اجلال اپنے ساقی کی یہ نظر کرم دیکھ کر مرہون منت ہوا اور اس گلفام کے ہاتھ سے جام لے کر پی گیا۔ معاذ اللہ وہ قطرے، جو قلم سے ٹپکائے تھے وہ بے ہوشی قاتل تھی، جو عمرو نے ملا دی تھی۔ یکایک اجلال کو چکر آیا اور کہا:

"اے ملکہ! بڑی تیز و تند شراب پیتی ہو، مجھے تو اس نے ایک چلو میں الو بنایا۔"

ملکہ نے کہا:

"ذرا اٹھ کر ٹہلو فرحت حاصل ہو گی۔ اور عجب مزا یہ شراب دکھائے گی۔"

اجلال اٹھا اور دو قدم چلا تھا کہ منہ پر جو ہوا لگی، بے ہوش ہو کر گرا۔ عمرو نے چاہا کہ زنبیل سے ایک خنجر نکال کر اسے ذبح کرے۔ اس وقت چالاک بن عمرو، جو چھت کے نیچے چھپا ہوا تھا اور یہ ماجرا دیکھ رہا تھا کہ یہ کون شہزادی ہے، مگر اب جو دیکھا کہ اس نے اجلال کو بے ہوش کیا اور قتل کیا چاہتی ہے، سمجھ گیا کہ والد ماجد ہیں

یہ سن کر پلنگ کے نیچے سے نکلا۔ عمرو اجلال کو قتل کیا چاہتا تھا کہ چالاک' پہ جا پڑا۔ اس نے خنجر کو خالی کر دیا اور کہا۔

"میں ہوں آپ کا فرزند چالاک۔"

عمرو نے ہاتھ روکا اور کہا۔

"چالاک تو یہاں کیوں آیا ہے۔ اس ساحر' دشمن صاحبقران کو قتل کرنے سے کیوں منع کرتا ہے۔"

چالاک نے کہا۔

"اے والد ماجد! ساحر کا قاعدہ ہے کہ جب مرتا ہے' اس کے ہی غل مچاتے ہیں۔ اگر اس کو آپ ذبح کرتے اور شور و غل ہوتا تو کوٹھے کے نیچے انتظام اور منصرم' جو آپ کا پلنگ لائے' ہیں وہ موجود تھے۔ فوراً آوازیں سن کر دوڑتے آتے اور گرفتار کر لیتے۔"

عمرو نے کہا۔

"تو سچ کہتا ہے' مگر پھر کیا کروں؟"

چالاک نے کہا۔

"میں ملکہ کی شکل بنتا ہوں' یعنی جو آپ بنے ہوئے ہیں اور آپ اب اجلال کی صورت بنیے۔ میں ملکہ کی شکل بن کر پلنگ پر جا کر لیٹتا ہوں۔ آپ انتظام اور منصرم کو بلا کر حکم دیں کہ ملکہ کا پلنگ تم پہنچا آؤ اور اجلال کو زنبیل میں ڈال لیجئے اور اس طرح یہاں سے بچاؤ کر کے چلیے' آئندہ جو کچھ اور عیاری کیجئے گا' دیکھا جائے گا۔"

عمرو کو یہ تدبیر پسند آئی خود تو اجلال کی صورت بنا اور چالاک کو ملکہ بنا کر' پلنگ پر سلا کر اجلال کو زنبیل میں ڈال دیا اور دونوں ساحروں کو بلا کر حکم دیا کہ ملکہ کا پلنگ پہنچا آؤ۔ وہ بزور سحر پلنگ لے کر اڑے اور ملکہ کے کوٹھے پر جہاں پہلے پلنگ بچھا تھا' وہیں لا کر رکھ دیا اور آپ وہاں سے علیحدہ ہو کر سحر پڑھا کہ پہلے خواصوں کو' جو بے ہوش کر گئے تھے' وہ ہوشیار ہو گئیں۔ یہ دونوں تو اجلال کی خدمت میں (جو عمرو

ہے) آئے اور وہاں خواصوں نے دیکھا کہ صبح قریب ہے ملکہ اسی طرح سو رہی ہے۔

غرض سب اپنے اپنے عہدے پر سرگرم کار ہوئیں۔ چالاک، تھوڑی دیر کے بعد انگڑائی لے کر اٹھا۔ عمرو نے خواصوں کے نام اور رہنے کی جگہ ملکہ کو بتا دی۔ اس دستور کے مطابق کنیزوں کے ہمراہ کوٹھے سے نیچے اتر کر آیا اور خواجہ نے جس جگہ کا پتا بتایا تھا، اسی جگہ آرام و عیش میں مصروف ہوا۔ عمرو اجلال کی شکل میں صبح کو اپنے رفیقوں کے ہمراہ سوار ہو کر سلیمان کے دربار میں آیا۔ سب نے تعظیم کی۔ یہ دنگل پر بیٹھا اور کہا۔

"یا خداوندا آپ لشکر لے کر قلعے کے باہر چلئے، تاکہ میں لشکر کو غارت کروں اور شہنشاہ افراسیاب کی خدمت میں جاؤں۔"

لقا نے سلیمان عنبریں کو حکم دیا کہ افسران فوج اور سپہ سالار درست ہو کر قلعے کے باہر چلیں اور حمزہ کے لشکر سے مقابلہ کریں۔ بموجب حکم خیمے خرگاہیں اور بارگاہیں لدنے لگیں اور صاحبقران سے جنگ کی تیاری ہونے لگی۔ یہاں امیر دربار بیٹھے تھے کہ اہلکار جو باہر جاسوسی پر مقرر ہیں، دوڑے آئے اور دعا ثنا کے بعد عرض کیا۔

آج غلامان جانباز، سلیمان کے دربار میں حاضر تھے کہ اجلال نے جنگ کا تہیہ کیا۔ لقا کا لشکر، اس کے ہمراہ ساحروں کا لشکر اور اس کے ساتھ سلیمان کا لشکر قلعے کے باہر آتا ہے۔ امیر اپنے سرداروں کے ہمراہ لشکر کی آمد کا منظر دیکھنے کے لئے دربار گاہ پر آ کر ٹھہرے کہ یکایک کوہ عقیق کا دروازہ کھلا اور فوج کے ہاتھیوں پر نشان ظاہر ہوئے۔ ان کے بعد ساٹھ ہزار سوار دوش بدوش، پرے سے پرا ملائے، گھوڑوں پر سوار گزرے۔ اس لمحے کی چتا چاق سے آسمان میں غلغلہ پڑ گیا۔ پھر ان کے پیچھے ستر ہزار پیادے کمانیں پشت پر، ترکش پہلو کے برابر، تلواریں کمر سے باندھے، برآمد ہوئے۔

ان کے بعد ساحروں کی فوج نمودار ہوئی۔ ساحر اژدہوں اور شیروں پر سوار، مندرے کانوں میں پڑے، کنٹھے اور حلقے ڈالے، سامری و جمشید کی جے بولتے، سحر کی نیرنگیاں دکھاتے نکل گئے، لیکن عمرو کہ جو فی الحال اجلال بنا ہے اس نے انتظام اور منصرم کو حکم دیا

ہے کہ بدولت کے لئے ایک اژدر تم اپنے سحر سے بناؤ کہ اس پر کاٹھرا کھنچا ہو۔ میں اپنا جادو میدان رزم میں دکھاؤں گا یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

دو ساحر حسب الحکم ایک اژدھا بنا کر لائے۔ عمرو اس اژدہے پر سوار ہوا۔ انہوں نے رکاب لی اور سحر کرتے آگ اور پتھر برساتے چلے۔ عمرو اب ساحروں کی فوج کے آگے آگے ہے' سحر کی جھولی گلے میں ڈالے شاہی تاج سر پر' قبائے فرمانروائی پہنے' بازوں پر نورتن باندھے نکلا۔ اس کے بعد دیکھا کہ چالیس ہاتھی زنجیر بند کئے ہیں اور ان پر تخت مرصع بچھا ہے۔ موتیوں کا بنگلہ تخت پر بچھا ہے اور اس تخت پر لقا بیٹھا ہے اس کے پہلو میں اس کا بیٹا یاقوت شلو اور نوشیرواں کا بیٹا فرامرز ہے۔ خواصی میں خواجہ گراز الدین ملک اور بختیارک' لقا کے سر پر رومال جھل رہا ہے۔ بہت سے سالار پری پیکر گھوڑوں پر سوار ارد گرد ہیں۔ سلیمان کا لشکر سب کے بعد آیا۔ الغرض امیر نے یہ لشکر جرار ملاحظہ فرما کر خدا کو یاد کیا کہ الٰہی تو قادر و توانا ہے اور یہ لشکر مور و ملخ کی

مانند

امیر کے لشکر سے کچھ فاصلہ دے کر میدان جنگ میں اتر گئے۔ لشکر کے داخلے کے وقت دل' دمامے' اور رزمیہ طبل بجنے لگے۔ عالی شان خیمے استادہ ہونے لگے۔ گنبدے' سراچے چوبے قرینے سے بجنے لگے۔ خوبصورت قناتیں تننے لگیں۔ بارگاہ میں مسل در مسل پالیں' چھولداریاں' نمگیرے کھڑے ہوئے۔ سرداروں کے لئے بارگاہیں اور سواروں کے لئے خیمہ استادہ تھے۔ لشکر جب اتر چکا اس وقت بازاری' بیوپاری' کنجڑے' قصائی' نانبائی اور کوٹھے ہر جگہ لے جا کر آباد کرنے لگے' بازار کے لئے ہر جگہ پر کوتوال محافظ مقرر ہوا۔ لشکر میں ایک شہر کی کیفیت تھی۔ دکانیں کھلی ہوئی' خرید و فروخت ہوتی تھی کہ شام آئی او دم دور چوک میں گلاس روشن ہوئے' دکانوں میں چراغ جلنے لگے۔ لشکر کے سپاہی پھرنے لگے۔ چار سپہ سالار کئی کئی ہزار سوار لے کر لشکر کے گرد پہرے پر مقرر ہوئے۔ کوتوالی گشت کو اٹھے۔ بگل بجنے لگے۔ بیدار باش' خبردار باش کی صدا بلند ہوئی اور ادھر صاحبقران کے لشکر میں بھی اہتمام تھا۔ گشت پھر رہا تھا۔ غرض دونوں لشکر

اسی طرح ہوشیار اور چوکنے ایک دن اور رات مقابلے میں اترے رہے۔ جب دوسرا دن شروع ہوا تو شام کے قریب افراسیاب جادو نے ساحروں کو طبل جنگ بجانے کا حکم دیا۔ سلیمان اور لقا اور جتنے بادشاہ موجود تھے سب نے اپنی اپنی فوج کو ایسا ہی حکم سنایا۔ نقاروں پر چوب لگی۔ دشت قتال گونج اٹھا۔ طاس فلک میں جھناتا ہوا۔ لشکر اسلام کے ہرکارے یہ خبر صاحبقران کی خدمت میں لائے اور مجرا گاہ پر ٹھہر کر بعد ادائے آداب یوں عرض کیا۔

"آپ کی عمر اور دولت شہنشاہ خضر سے اور خزانہ خسرو سے زیادہ ہو۔ آپ کا دشمن تیرہ روزگار اور ذلیل خوار ہو۔ آج دشمن کے لشکر میں طبل جنگ بجا ہے۔ ہر ایک نامرد آمادہ کارزار ہوا ہے۔ یقین ہے کہ کل میدان جنگ میں آتش عناد و فساد مشتعل ہو گی۔ باقی خیریت ہے۔"

امیر نے یہ خبر سن کر لشکر اسلام کے بادشاہ کی طرف دیکھا۔ بادشاہ نے فرمایا:

"یا امیر' آپ بھی بفضل ایزدی حکم دیجئے کہ ہمارے لشکر میں بھی خدا پاک کی مدد سے طبل جنگ بجے نقارہ سکندری پر چوب پڑے۔ جیسا کچھ نقاش ازل نے اور کاتب تقدیر نے ہماری پیشانی پر تحریر فرمایا ہے وہی پیش آنی ہے۔

امیر نے طبل جنگ کا حکم دیا۔ عیاروں نے عمرو کی جگہ طبل جنگ بجایا۔ واضح ہو کہ طبل جنگ سوائے عمرو کے کوئی نہیں بجاتا۔ یہ منصب فقط عمرو کا ہے اور اگر عمرو نہ ہو تو اس کے بدلے عمرو کے بیٹے یا داروغہ نقار خانہ یہ خدمت بجا لاتے ہیں الحاصل جب طبل جنگ بجا زمین و زماں میں زلزلہ پڑ گیا۔ یہ وہ طبل سکندر ہے جسے صاحبقران نے ہندوستان میں دریا کے اندر میل سکندری پر پایا تھا اور عمرو اپنے جال الیاسی میں باندھ کر باہر لایا تھا۔ اس طبل کی آواز چونسٹھ کوس تک جاتی ہے۔ طبقل کی آواز سن کر پرندے آسمان کی فضاؤں میں پھڑکنے لگے گاؤ زمین کا کلیجہ دہل گیا۔ کوہ و دشت لرز گئے۔

سب لشکر خبردار ہوا۔ چھوٹا بڑا' بہادر جسور ہوشیار ہوا کہ دم سحر ملک الموت کی گرم

بازی ہے۔ نقد جان کی خریداری ہے۔ سر تن سے جدا ہوں گے۔ زخموں کے ہار بنیں گے آج بادشاہ نے سویرے سے دربار برخواست فرمایا۔ ہر سردار اپنی اپنی بارگاہ میں آیا۔ حرب و ضرب کی تیاری شروع ہوئی۔ تلواریں صیقل ہونے لگیں۔ کمانیں سینک کر درست کی جانے لگیں' جو بہادر تھے وہ رزم پیکار کی تدبیریں سوچتے تھے' جو بزدل تھے گھبرائے ہوئے منہ نوچتے تھے' جو منچلے تھے مشتاقانہ مورچوں کو دیکھ کر ہنستے رزم گہ کو دیکھتے پھرتے۔ نامرد لیے ہونے کا طور سوچتے جمار زرہ' جامہ خود' بکتر وغیرہ درست کرتے تھے چہروں پر سرخی چھائی تھی۔ نامردوں کے منہ پر ہوائی تھی۔

مخالف لشکر میں اجلال کے ساحر اپنے جادو تیار کرتے تھے۔ دھزو بجتا تھا۔ سور کے خون سے چوکے دیئے گئے تھے۔ مرچیں جلتی تھیں گوگل سلگتا تھا۔ آدھی رات سے دونوں لشکروں کے نقیب نکل کر شجاعوں کو جنگ کی ترغیب دلاتے تھے۔ غرضیکہ چار پہر رات تک یہی ہنگامہ رہا۔ آخر کار وہ وقت آیا کہ سفیدۂ صبح آشکارا ہوا۔

صبح ہونے پر دونوں لشکروں کی جانب سے خیل خیل' ذیل ذیل' گروہ گروہ' قشوں قشوں' میدان کارزار میں مسلح و مکمل آنے لگے۔ امیر با توقیر پاس کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ فریضہ نماز ادا کر کے درود و وظائف میں مشغول ہوئے اور دست دعا اٹھا کر' فتح و ظفر کی دعا مانگی کہ اے قادر مطلق' تو مجھے دشمن کے لشکر پر فتح یاب کر امیر یہ دعا کر رہے تھے کہ تیر اندازوں کا سپہ سالار' مقبل امیر باوقار کی خدمت میں حاضر ہوا آئین کی۔

امیر نے مقبل کو دیکھ کر ارشاد کیا:

"لشکر کا کیا حال ہے؟"

مقبل نے عرض کیا:

"امیدوار قدوم میمنت لزوم صاحبقران ہے"

امیر نے فرمایا:

"اسلحے کا صندوق لاؤ"

مقبل نے اسلحے کا صندوق حاضر کیا۔ امیر نے وہ تمام تبرکات جو انبیاء علیہ السلام کے مزارات پر سے ملے تھے، ان سب کو اپنی ذات برکات پر آراستہ کیا۔ خود ہود، زرہ داؤد، کمان صالح، نیزہ سام بن نوح سونے داگے چار آئینے وغیرہ۔ علاوہ ازیں تیغہ صمصام اور قمقام، جو باغ ابراہیمی سے ملے تھے۔ شمشیر عقرب سلیمانی اور پنجہ سہراب اور سپر گرشاسپ یہ سب کوہ قاف پر ملے تھے۔ غرض ان تمام اسلحے کو زیب تن فرما کر صاحبقران مسجد سے برآمد ہوئے۔

مسجد کے دروازے پر دیوزاد بن قندس، سائیس ساز و یراق سے درست کر کے کھڑا تھا۔ امیر کو دیکھ کر اس نے تسلیم کی اور گھوڑا حاضر کیا۔ امیر نے گھوڑے کی گردن پر انگشت شہادت سے کچھ لکھا۔ حلقہ رکاب میں پاؤں رکھ کر ایال پر ہاتھ ڈال کر گھوڑے کی پیٹھ پر جلوہ افروز ہوئے۔ جلو دار نے دامن قبا درست کیا۔ بسم اللہ کا شور بلند ہوا۔ امیر کے داہنے ہاتھ میں نیزہ، بائیں میں گھوڑے کی رکاب۔ کچھ بڑھا گھوڑے کو مہمیز کیا۔ سب سردار بھی اپنی فوج میدان کارزار کی طرف بھیج کر امیر کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ سب پانچ سو چھپن سردار ہیں۔ ان سب کو لے کر امیر، ظل اللہ، جہاں پناہ، مالک اورنگ سلیمانی، سلطان باتوقیر شاہ سعد بن قباد کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ یکایک عیش محل ڈیوڑھی کا پردہ چرخی پر کھنچا۔ صدا غراٹے کی بلند ہوئی اور بادشاہ کی آمد کا انتظام ہونے لگا۔ اول بارہ ہزار ماہ پیکر لڑکے عمدہ پر زر لباس پہنے ہوئے نکلے۔ ان کے ہاتھوں میں سونے کے کڑے پڑے تھے۔ ان کے پاس لخلخے کے لوٹے تھے کہ جن پر عود و عنبر جھونکتے تھے۔ پھر ہزاروں لڑکیاں پانچ بتیوں والے طلائی و نقرئی فانوس گل لئے، سرخ سرخ وردیاں زیب جسم کئے نکلیں۔ پھر کنول بردار لڑکوں کے جھرمٹ کے جھرمٹ آئے ان کے ہاتھوں میں منقش بلوریں کنول کھلے تھے۔ پھر ہزاروں، نواب، ناظر، خواجہ سرا انتظام کرتے گزرے۔ خادمان محسل شاہی تخت کو درمیان میں گھیرے نکلے، بادشاہ تخت پر سوار پیاری پیاری کہاریاں بیش قیمت لہنگے پہنے، ہاتھوں میں کڑے کانوں میں بالے ہر ایک کے ناز و انداز نرالے، جسم گدرایا ہوا۔ شباب ہر ایک پر چھایا

ہوا۔ تحفے اور مچھلیاں سروں پر لگائے۔ تخت کو اٹھائے ظاہر ہوئیں۔ مرد پکارے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" امیر اور سب سردار مجرا گاہ پر جا کر کھڑے ہوئے۔

ادھر بادشاہ کی صورت زیبا نظر آئی۔ ادھر سب نے گردن تسلیم خم کی۔ بادشاہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ صاحبقران نے فراشی مجرا کیا۔ شاہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا کہ تمہاری جگہ ہمارے دل میں ہے۔ امیر تسلیم کر کے بیٹھے پھر سب سرداروں کا مجرا اور سلام ہوا۔ بادشاہ نے سوار ہونے کا حکم دیا۔ سب سردار سوار ہو کر تخت شاہی کو دل کی مانند قلب میں لے جا کر حلقہ کئے ہوئے میدان جنگ کی طرف چلے۔ ڈنکے پر چوٹ پڑی۔

ز نقارہ آواز آمد عجیب
کہ نصر من اللہ فتح قریب

شاہ عالی وقار میدان جنگ میں وارد ہوئے۔ یہاں ایک جانب سلیمان کی فوج نے پرا جمایا۔ لقا اور فرامرز کا لشکر آیا کہ چھوٹے چھوٹے تیغ گردوں میں گینڈوں پر پہلوان سردار' ان کے کندھوں پر گرز۔ وہ صاحب قوت زور آور پیشانیوں پر شکن ڈالے۔ نیزوں کو سنبھالے۔ حریف کے لشکر کو دیکھ رہے تھے۔ اس اثنا میں میدان جنگ آتش فشاں ہوا۔ برق شعلہ بار چمکنے لگی۔ آناً فاناً کالی گھٹا چھا گئی۔ اجلال جادو یعنی عمرو ساحروں کا لشکر لے کر اسی طرف جادو کے اژدہے پر سوار آیا۔ انتظام اور خصرام رکاب پکڑے' سحر کی نیرنگی دکھاتے آئے چالیس ہزار ساحر بجلیاں چمکاتے' پتھر برساتے' ترئی پھینکتے' نرسنگا بجاتے' گھنٹے اور ناقوس کی صدا بلند کرتے ایک سمت آ کے ٹھہرے۔ دونوں لشکروں کے آنے سے گرد ہوا گرد خاک بن گیا۔ اس ہلچل سے گاؤ زمین کا سینہ چاک تھا۔

آخر کار ہوشیار سمجھ دار بیلچہ کار نکلے اور میدان کو پست و بلند و ہموار کرنے لگے۔ کنکر پتھر خس و خار چن کر الگ انبار لگایا۔ کہیں نقیب اور کہیں کمین گاہ کو درست کیا۔

جھنڈی جھاڑی درخت کاٹ کر زمین کو آئینے کی طرح صاف بنایا پھر سقوں کی آب پاشی کی باری آئی۔ ہر سقہ خواجہ خضر کا دم بھرتا۔ بادلے اور گھاروے کی لنگیاں باندھے اور وردیاں پہنے کٹورے کمر سے لگائے' تسے گلے میں' ان کے آبشار سنبھالے۔ مشکوں کے دہانے پر ہزاری کے نواڑے چڑھائے' چھڑکاؤ کرنے نکلے کہ ان کے آبشار نے ساون بھادوں کی گھٹا کو شرما دیا۔ سب گرد و غبار کو بٹھا دیا۔ جنگ جویوں کو بھادوں کی صورت نظر آئی۔ سب فوج دریائے آہن میں ڈوبی دکھائی دی سوائے لوہے کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔

صف آرائی شروع ہوئی۔ سد سکندری کے مانند میمنہ' میسرہ' قلب و جناح و ساقہ و کمین گاہ چاروں صفیں آراستہ ہوگئیں۔ سواروں کے آگے پیادے' جنگ کے آمادے دیوار فوج تھے۔ سوار دریائے لشکر میں موج در موج تھے گھوڑے برابر تھوتنی سے تھوتنی' پٹھے سے پٹھا' دم سے دم' سم سے سم ملائے ہوئے تھے۔ نقیب جو آگے بڑھ آتا تھا' اسے پیچھے کو ہٹاتے تھے۔ گھٹے ہوئے کو آگے بڑھاتے تھے۔ دم بدم رزمیہ باجے بجتے تھے گھوڑے الف ہوتے تھے کہ یکا یک ہتھیارے خوش آواز گویے کے لڑکے سرود نواز کہ لٹ پٹی دستار باندھے تھے۔ رنگین لباس زیب تن کیے وارد ہوئے انھوں نے دلکش آواز میں سرود کو بجا کر اس دنیائے دنی کی مذمت گائی اور یہ صدا بہادروں کو سنائی:

"اے بہادرو! یہاں اب نریمان ہے نہ سام ہے نہ صفحہ ہستی پر تاں خون آشام کا نشان ہے۔ نہ بیژن ہے نہ اسفندیار ہے۔ کیسے بہادر' صف شکن' نوجوان رستم اس پرہ نے چشم زدن خاک کئے مگر ہر ایک کا نام ان کی جرأت کی وجہ سے باقی ہے ان کی شجاعت کا ذکر کافی ہے۔ لڑائی تو حسن اخلاق ہے۔ تلوار کی آنچ مشہور ہے۔ کلیجے سوکھے دونوں جلتے ہیں۔ سر اور گردن میں لاگ ہے یہی غضب کی آگ ہے زندگی دونوں کے نام ہے۔ نام کو لو اے نوجوانو! لڑ بھڑ کر سرخرو ہو جاؤ۔ جس کا قدم ڈگمگائے گا وہ پھر کبھی آبرو نہ پائے گا۔

لوہا لوہا سب کہیں اور لوہا بڑی بلائے
چک آئے پت رہے اور چک پاچھے پت جائے

غرض یہ کہہ کر نقیب میدان سے نکلے اور یہ صدا شجاعت کے شیروں کے لئے شراب پرتگالی ثابت ہوئی۔ بہادری کا نشہ آ گیا۔ ہر ایک کی آنکھیں لال ہو گئیں۔ قبضہ ہائے شمشیر چومنے لگے گھوڑوں پر مست ہو کر جھومنے لگے کہ یکایک اجلال جادو نے انتقام اور منصرم کو حکم دیا کہ میرے اژدر کو بزور سحر میدان میں پہنچاؤ۔ انہوں نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ اژدر بیچ میدان میں اڑ کر آیا۔

اجلال نے پکار کر نعرہ مارا:

"یا صاحبقران! خدا وند لقا سامنے موجود ہیں۔ ان کی خدمت میں جلد حاضر ہو کر سجدہ کر۔ میں تیری سرکوبی کو آیا ہوں۔ میدان میں آ۔ دل تمنا بھرا"

امیر نے یہ سن کر دیو ناد کو تخت شاہی کی طرف پھیرا۔ اس نے اپنے علم کو جنبش دیا۔ اس علم میں چھتیں بھرے ہیں۔ جب ان کو جنبش ہوئی' تو ان میں سے صدا "یا صاحبقران یا صاحبقران" کی پیدا ہوئی۔ یہ علم خواجہ بزرجمہر حکیم نے اژدہے کی کھال سے بنایا ہے' اس میں چھتیں بھرے رکھ کر ایسے مخرج بنائے ہیں کہ جب ان میں ہوا بھرتی ہے تو ان سے مشک و عنبر کی بو آتی ہے اور یا صاحبقران' یا صاحبقران کی آواز آتی ہے۔

غرض میدان میں قرق ہوا کہ سوائے امیر کے' اور کوئی سردار لڑنے نہ نکلے۔ سب سردار سپہ سالار پیادہ ہوئے اور لشکر کے علم لہرانے لگے۔ امیر بادشاہ کے تخت کے سامنے آ کر گھوڑے سے اتر کر دست بستہ اجازت طلب کرنے لگے۔ شاہ نے جام کلہ عفریت قند اور مصری کے شربت سے پر' عنایت فرمایا۔ امیر نے اسے پلا کر سالار لشکر کو دیا۔

امیر نے یہ جام' دیو عفریت کو قتل کر کے اس کے کلے کی صورت بنایا کہ جنگ کے روز' بادشاہ جس پر خسروانہ مرحمت فرماتے ہیں تو اس جام میں اسے شربت دیتے

ہیں۔ بادشاہ کے جام عنایت سے سیر ہو کر اور حرب کی اجازت لے کر' خلعت پہن کر امیر دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوئے۔ سب سردار میدان کارزار میں رخصت ہو کر ٹھہرے۔ امیر گھوڑے کو سرپٹ دوڑا کر جنگ گاہ کی طرف چلے۔ گھوڑا بھگدڑی کرتا' طرارے بھرتا۔ شیر کی طرح کلائیں بھرتا دوڑتا تھا۔ غرض گھوڑا تین طراروں میں اجلال جادو کے مقابل جا پہنچا۔

اجلال نے گفت و شنید کے بعد ایک چٹنی دار ناریل اپنے جھولے سے نکال کر اس پر کچھ منتر پڑھا' مگر وہ منتر نہ تھا' بلکہ جناتی زبان تھی۔ اس لئے کہ جب امیر عمرو کو قاف پر گئے تھے' تو جنوں کی زبان یاد کر آئے تھے۔ عمرو نے منتر پڑھنے کے بعد امیر سے کہا میں ساحر نہیں ہوں' آپ کا غلام عمرو ہوں۔ آپ اسم پڑھ کر مجھے گرفتار کر لیجئے مگر اس طرح گرفتار نہ کرنا کہ مجھ دبلے سوکھے آدمی کو آپ ایسے موٹے خنگے سے ضرر پہنچے اور کوئی عضو میرا بیکار ہو جائے۔"

امیر نے جب یہ باتیں سنیں' عمرو کی طرف غور سے دیکھا۔ عمرو نے بائیں آنکھ کا تل دکھلایا۔ واضح ہو کہ خواجہ عمرو کی آنکھ میں تل ہے کہ اس نشان سے عمرو پہچانا جاتا ہے۔ امیر کو خواجہ کی عیاری پر ایک حیرت ہوئی۔ عمرو نے ایک ناریل پڑھ کر امیر پر مارا۔ امیر نے اسم اعظم پڑھا۔ وہ ناریل زمین پر گر پڑا۔ امیر نے گھوڑا بڑھا کر اسم اعظم عمرو پر پھونکا وہ سواری کا اژدر (اژدہا) ماش کے آٹے کا ہو گیا۔ سب نے دیکھا کہ اجلال پیادہ ہوا اور ترسول لے کر امیر پر حملہ کیا۔ امیر نے گھوڑے سے کود' اور ترسول خالی دے کر اجلال کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اٹھا لیا۔ اور نعرہ کیا "اے لشکر ساحران' میں نے تمہارے افسر کو گرفتار کیا۔"

لشکر یہ ماجرا دیکھ کر چاروں طرف سے لیتا لیتا کہہ کر دوڑا۔ امیر نے اجلال یعنی عمرو کو اس عیار کے حوالے کیا' جو اس کے ساتھ تھا۔ اس نے بظاہر قید کیا اور وہاں لے گیا۔ جہاں امیر کا لشکر اترا تھا۔ امیر اسم اعظم پڑھتے ہوئے مخالف لشکر پر آ گرے۔

پھر تو فرامرز اور سلیمان نے فوج کے افسروں کو للکارا' ادھر سے شاہ اسلم نے نعرہ مارا۔

ابر سیاہ چار سمت سے گھر آیا اور برق شمشیر چمکنے لگی۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔

دو لشکر ز لشکر در آمیختہ
قیامت ز گیتی برانگیختہ

اسی گرمی جنگ میں اجلال کے دونوں رفیقوں انتقام اور منصرم نے ساحروں کے افسروں کو بلا کر یہ سمجھایا کہ ہمارا مالک گرفتار ہو گیا ہے معلوم نہیں، وہ امیر کی اطاعت کرے یا نہ کرے۔ لہٰذا ہمیں لڑنا مناسب نہیں ہے۔ چاہیے کہ الگ ٹھہریں اور جب لڑائی یکسو ہو، تو اس وقت اپنے مالک کا ساتھ دیں۔ غرضیکہ سب ساحر ایک طرف ہوئے اور لقا اور سلیمان دونوں کی فوج نے حملے کئے۔ لشکر اسلام میں سرداروں کے نعرے بلند ہوئے بڑے بڑے خود پسند زیر تیغ ہوئے۔ ایک طرف امیر کا نعرہ تھا۔

امیر عرب حمزہ شیر دل
کز و گشتہ، سہراب و رستم خجل

کسی سمت لندھور پکارتا تھا۔

منم صاحب عود و جانشین حمزہ درگراں
شہ ہندوستان، رستم ثانی لندھور بن سعدان

ایسی جم کر تلوار چلی تھی کہ ہر طرف لوہا برستا تھا۔ زخمی، پانی کیا، بلکہ پناہ پانے کو ترستا تھا۔ صاعقہ شمشیر، باران تیر اور ایک ہنگامہ دار و گیر تھا۔ سر اولے کی طرح گرتے تھے۔ دریائے خون رن کے کھیت میں موج مارتے کشتے بے گور و کفن، کہیں سر

اور کہیں بدن تھے۔ شپاشپ تلواروں کے شور شن شن کا لطف تھا۔ تیروں کی بوچھار، زخموں کے ہار، تیروں کے گھاؤ، سوراخ دار سرے جوانوں کے چہرے، مرد و نامرد، دولہا دولہن کا لطف تھا۔

لشکر اسلام نے وہ داد شجاعت دی کہ لقا اور سلیمان کے لشکر کو شکست ہوئی۔ حریف پسپا ہوئے اور جنگ کی تاب نہ لا سکے۔ بختیارک نے دیکھا کہ اس ملک سے بھی بھاگنا پڑے گا۔ پھر کچھ قابو نہ چلے گا۔ یہ سوچ کر طبل بجنے کا حکم دیا اور نقارہ امان بجا کر دونوں لشکر ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ ادھر کے پہلوان اپنی فتح سے مسرور شاداں۔ ادھر کے برگشتہ بخت، بصد خفت و ذلت۔ اپنے اپنے ڈیرے خیمے کی طرف چلے۔ امیر نے کشتوں کو میدان سے اٹھوایا۔ تین ہزار آدمی امیر کے لشکر سے اور تین لاکھ آدمی، فوج شریر سے کام آئے۔ لشکر اسلام کشتے دفن ہوئے۔ مخالف لشکر کے توپے گئے۔ زخمیوں کی زخم اندوزی ہوئی پٹیاں زخموں پر چڑھیں۔

امیر نے اس دن تو دربار موقوف رکھا۔ دوسرے دن اجلال کو سامنے بلایا اور ارشاد فرمایا "خدائے دو جہان کی شناخت میں کیا کہتا ہے؟"

اجلال کہ اصل میں عمرو تھا، بولا "تا زندہ ایم، بندہ ایم" امیر نے یہ سن کر خلعت دی۔ اجلال اس وقت سوار ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور اہل لشکر کو بلوا کر سمجھایا "میں نے حمزہ کی اطاعت اختیار کی ہے، تمہیں بھی لازم ہے کہ میرے ساتھ رہو اور میری مخالفت نہ کرو۔" کچھ ساحر جو بڑے سیاہ قلب تھے، وہ تو طلسم کے پاس افراسیاب کی طرف چلے اور باقی مطیع ہو کر، اجلال کے ہمراہ، امیر کی خدمت میں آئے۔ امیر نے سب کو خلعت سے نوازا۔

اس وقت عمرو نے زنبیل سے اجلال کو نکالا اور ستون بارگاہ حشائی سے باندھا۔ جاننا چاہیے کہ امیر کے بیٹھنے کی تین بارگاہیں ایک بارگاہ دانیالی۔ دوسری بارگاہ حشائی کہ اس بارگاہ کو حشام پہلوان نے بہ زر کثیر بنایا تھا۔ ایک نقارہ بھی درست کیا تھا کہ اس کی آواز بارہ کوس تک جاتی تھی اور تیسری بارگاہ سلیمان ہے کہ ملکہ آسمانی پری نے بھیجی ہے۔

اس بارگاہ سے یہ کرامت ظاہر ہوتی ہے کہ جب اس میں کوئی ساحر آتا ہے، جل جاتا ہے اور کوئی عیار اس میں نقب لگا کر نہیں آ سکتا۔ اس لئے کہ بارگاہ کے خیمے، جس قدر زمین کھودی ہے اسی قدر نیچے ہو جاتے ہیں۔ اس بارگاہ کے خیمے پردے اور کوئی چیز، خنجر تلوار یا کسی اور اسلحے سے چاک نہیں ہوتی۔ کوئی عیار اس بارگاہ کے خیمے قنات کو پھاند کر نہیں آ سکتا، کیونکہ جس قدر انسان جست کر کے بلند ہوتا ہے، اسی قدر خیمہ خود بخود بلند ہو جاتا ہے، چونکہ ساحر اس بارگاہ میں جل جاتا ہے۔ اس لئے امیر بارگاہ حشای میں قیام فرماتے ہیں۔ بہرحال عمرو نے اجلال کو باندھا۔ پھر دافع بے ہوشی کا فتیلہ سنگھاتے وقت زبان اس کے منہ سے کھینچ کر سوزن سے چھید دی تا کہ سحر نہ کرے۔ جب اجلال کی آنکھ کھلی تو خود کو گرفتار پایا۔ سامنے اپنی صورت کا دوسرا اجلال دیکھا۔ حیرت ڈک ہو کر گھبرایا۔

عمرو نے کہا "زہا اے اجلال جادو چشم خود وا کن۔ حال خود را تماشا کن۔ منم سرہنگ، سرہنگاں عالم عیارے ملوک العرب العجم، دونو بے درنگ۔ صاحب قنطورہ ورنگ۔ مردان سرہنگ و نامردان ماہیش من پاشنگ۔ منم جناب نصرت مآب حضرت شیخ الصحاب، مہر سپہر عیاری و قطب فلک خنجر گزاری، شہ عیاران عیار پیکر طراز خواجہ عمرو بن امیہ نامدار۔ تو نے خدا کی قدرت کو دیکھا کہ میں نے تجھے کیونکر گرفتار کیا جسے تو نے کوٹھے پر بلایا تھا، وہ دختر سلیمان نہ تھی۔ وہ یہ ذلیل بندہ خدا تھا، جس نے تجھے پکڑ لیا۔ تیرا لشکر مطیع ہو صاحبقراں کا ملازم ہوا۔ ملکہ یعنی تیری معشوق میرے پاس گرفتار ہے۔ اگر تو اطاعت کرے، جان بچے معشوق ملے۔ اگر اپنے ملک کا خیال ہے کہ افراسیاب ضبط کرے گا تو حمزہ ایک ملک کے بدلے چار ملک دے گا۔"

اجلال نے جب یہ کیفیت دیکھی اور جملہ حال واضح ہوا، تو دل سے یقین کیا کہ لقا جھوٹا ہے اگر وہ خدا ہوتا تو اس حال کو نہ پہنچتا اور اس کا کوئی دوست عمر کے ہاتھ سے ذلت نہ پاتا۔ غرض اجلال نے اشارے سے کہا "میں اطاعت کرتا ہوں" عمرو نے سوزن زبان سے نکالا اور کھول دیا۔ اجلال دوڑ کر امیر کے قدم پر آ گرا۔ صاحبقراں نے خلعت

دے کر اپنے سرداروں میں داخل کیا اور چہل ستون کے باہر دنگل میں بیٹھنے کا حکم ملا۔

واضح ہو کہ اندر چہل ستون بارگاہ تخت شاہی بچھا ہے اور اس کے برابر امیر کا دنگل ہے۔ یہ دنگل امیر کے بعد بیٹے اور پوتے اور جانشین اور عمرو کے بیٹھنے کی جگہ ہے۔ باقی سردار عیار بیرون چہل ستون' صاحبقران کے دائیں بائیں بیٹھتے ہیں اور یہ امیر کے جانشین ہیں۔ دست راست کے سرداروں کا ایک افسر ہے۔ اس کا نام ہے لندھور۔ دست چپ کے سرداروں کا بھی ایک افسر ہے۔ اس کا نام ہے اندو۔ جو سردار دست راست کے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی شان و شوکت جمائیں۔ اس وجہ سے آپس میں چشمک رکھتے ہیں۔ اگرچہ یہ سب عیار عمرو کے بیٹے اور سردار ہیں اور ان کی تعداد ایک لاکھ چوراسی ہزار ہے۔ ان سب عیاروں میں چودہ افسر ہیں۔ ان چودہ افسروں کے چار مخصوص افسر ہیں اور ان چار افسروں کا ایک مخصوص افسر ہے اور اس افسر کا ایک استاد ہے۔

اس استاد کا نام عمرو عیار ہے جو ان سب افسروں کا افسر ہے اور عمرو کے بعد جو افسر ہے اس کا نام مہتر قران ہے۔ یہ حضرت امیر المومنین کا نظر کردہ ہے۔ کبھی بے ضرورت عورت کی صورت نہیں بنتا اور نہ کبھی یہ لشکر مخالف کے سردار عیار سے گرفتار ہوتا ہے۔

مہتر قران کے بعد جو چار افسر ہیں ان کے نام مہتر برق فرنگی' چالاک بن عمرو' مہتر بزرگ ختائی' ابو الفتح اصفہانی۔

ان چار بڑے افسروں کے ماتحت جو چودہ افسر ہیں' ان کے نام یہ ہیں: گلباد عراقی' سمک یلغاقی' عمران ختائی' سیارہ بن عمرو' قاقولہ سمرقندی' خنجر بلخی' کججرو اصفہانی' امیہ بن عمرو' فرخ بن عمرو' ابو شہاب' خرقہ پوش' ابو سعید' قنبری ضرغام' شیر دل۔

ان کی چشمک کا حال بہت دلچسپ ہے۔ آگے چل کر کسی جگہ بیان ہو گا۔ آمدم بر سر مطلب۔ امیر نے اجلال جادو سے فرمایا: "تمہیں جس صف میں بیٹھنا منظور ہو' وہاں بیٹھو۔ یہاں کا یہی دستور ہے کہ جس جگہ سردار بیٹھنا پسند کرتا ہے' وہاں بیٹھتا ہے۔"

اجلال کو دست چپ کے سرداروں سے الفت پیدا ہوئی اور بائیں طرف ڈنگل بچھوایا۔

امیر نے فرمایا "اے اجلال! اب ساحری سے توبہ کرو کہ ہم لوگوں کا شیوہ جادوگری نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر ایک شخص شمشیر کا دھنی ہے۔" اجلال نے امیر کے حسب ارشاد سحر کرنے سے توبہ کی اور لقا پرستی ترک کر کے مسلمان ہوا۔ امیر نے جشن کرنے کا حکم دیا۔ عیش و عشرت کا سامان مہیا ہوا۔ خوش ادا ساقی پیمانہ شراب لے کر حاضر ہوئے۔ ارغوانی شراب کا جام گردش میں آیا۔ ہوشا ہوش اور نوشا نوش کی صدائے مستانہ بلند ہوئی۔ امیر نے سب کے ساتھ شراب نوشی کی۔ ناچ ہونے لگا۔ اس وقت ہر ایک عیش و طرب میں مصروف تھا کہ یکایک بارگاہ کا پردہ اٹھا اور ایک عورت نازنین' مہ جبیں' زہرہ تمکیں عمدہ لباس پہنے بارگاہ میں آئی اور امیر کو آ کر تسلیم کی۔

اجلال نے پہچانا کہ میری معشوقہ ملکہ نسرین عنبریں' سلیمان کی بیٹی ہے۔ یہ گھبرایا کہ ایسی بے غیرت ہو گئی کہ محفل میں یوں بے جھجک چلی آئی مگر ذکر ادھر کا سنئے۔

چالاک محل میں ملکہ کی شکل بنا ہوا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ خواجہ چلے گئے اور امیر کے لشکر میں پہنچ گئے اور سلیمان طبل بجا کر واپس لوٹ آیا۔ اس وقت قلعہ سے اس بہانے سے سوار ہوا کہ میں اپنے باپ کو دیکھ آؤں۔ جب سواری قلعے کے باہر آئی۔ چالاک تیز تیز چلتا ہوا' لشکر امیر کی طرف چلا۔ خواصیں اور اہل محلہ حیران ہو کر ملکہ کو پکڑنے دوڑے' مگر کب پاتے ہیں۔ یہ کود پھاند کر' چھلانگیں لگا کر عیار سے نکل گیا اور امیر کے پاس آیا۔

وہاں ملازموں نے جا کر سلیمان سے عرض کیا "صاحبزادی تمہاری نکل گئیں۔"

سلیمان تلوار پکڑ کر چلا کہ میں حمزہ کے لشکر میں جا کر اسے قتل کروں گا' لیکن بختیارک نے دامن پکڑا "کہاں جاتے ہو تم' تم پر کیا موقوف ہے' ایسے سانحہ ہمارے خدا وند لقا پر' جو بیٹھے ہیں گزرے ہیں۔ ان کی صاحبزادیاں ایک ملکہ جہاں افروز اور دوسری ملکہ گیتی افروز حمزہ کے بیٹوں کے ساتھ نکل گئیں۔"

سلیمان یہ بات سن کر ٹھہر گیا۔ خدا وند لقا بختیار سے کہا: "اے حرامزادے شیطان، میری لڑکیوں کا ذکر کیوں کرتا ہے۔"

اس نے کہا "خدا وندا میں تو دنیا کی مثل کہتا ہوں۔ کچھ برا نہ مانئے "غرض وہ بات تو ہنسی میں پڑ گئی۔ یہاں امیر ملکہ کو دیکھ کر حیران تھے کہ اس نے عرض کیا "یا امیر، میں چالاک بن عمرو ہوں اور سب ماجرا بیان کیا۔ اجلال کو عیاری کا یہ حال سن کر بڑی حیرت ہوئی کہ اللہ کیا کیا عیار ہیں۔ یوں محل میں رہے اور کوئی پہچان نہ سکا، ادھر لشکر کفار کے جو جاسوس بھیس بدلے بارگاہ میں حاضر تھے انہوں نے یہ خبر جا کر سلیمان سے کہی کہ وہ دختر آپ کی نہ تھی بلکہ چالاک عیار تھا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ بختیارک یہ حال سن کر بہت ہنسا اور کہا "واہ اے سلیمان میاں اجلال جادو طلسم سے یہاں آئے، مگر پیر و مرشد یعنی عمرو نے لڑنے بھی نہ دیا اور پکڑے گئے۔ تمہیں اپنے گھر کا بھی کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ بھلا تم انتظام سلطنت اور فوج کا کیا کرو گے اور امیر کے بہادروں اور ہوشیاریوں سے کیونکر لڑو گے۔"

سلیمان نے کہا "ملک جی، میں افرا سیاب کی خدمت میں دوسری عرضی بھجواتا ہوں اور مدد طلب کرتا ہوں اور اب کی بار نہایت ہوشیاری سے مقابلہ کروں گا۔" یہ کہہ کر دوسری عرضی افرا سیاب کو لکھی۔ سارا حال اجلال کا لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ بہت جلد کسی زبردست ساحر کو بھیجئے کہ وہ آ کر خدا وند کی مدد کرے۔ اس عرضی کو حسب دستور اس پہاڑ پر رکھوا کر نقارہ بجوا دیا۔ افرا سیاب کو خبر ہوئی۔ پنجہ روانہ کیا اور عرضی کو منگوایا پڑھا اور غصے میں آ کر اپنے اہل دربار سے کہا "سنا تم نے اجلال نمک حرام ہو گیا اور خداوند کا دین ترک کر کے دشمنوں کا مطیع ہوا، لہٰذا چاہتا ہوں کہ تم میں سے ایک ساحر یا ساحرہ خداوند کی خدمت میں جائے اور حمزہ کے لشکر کو غارت کر کے، اجلال نمک حرام کو باندھ کر میرے پاس لائے۔

جب افرا سیاب نے یہ کلام تمام کیا۔ دربار میں ایک ساحرہ کرسی پر متمکن تھی۔ اس کا نام حسینہ جادو تھا۔ اپنے بادشاہ کا حکم سن کر اٹھی اور عرض کیا "کنیز اس جنگ

کے لئے جائے گی۔" افراسیاب نے خلعت دیا اور کہا "عیاروں سے بہت محتاط رہنا جاؤ خداوند سامری اور جمشید کے سپرد کیا۔" ملکہ حسینہ جادو دربار سے رخصت ہو کر جس ملک کی طلسم میں حاکم ہے وہاں آئی اور بیس ہزار جادو گرنیوں کو حکم دیا کہ جنگ و جدال کے لئے سامان روانگی درست کرو اور کوہ عقیق کی سمت میرے ہمراہ چلو۔

غرض یہ سب پہنچنے کی تیاری کرتے ہیں' لیکن افراسیاب نے جواب عرضی لکھ کر پہاڑ پر پنجے سے پھکوا دیا۔ سلیمان کے ملازم اٹھا کر لے گئے۔ سلیمان کو جا کر دیا۔ اس نے پڑھا۔ لکھا تھا کہ ملکہ حسینہ جادو وہاں آتی ہیں۔ کل لشکر حمزہ کو برباد کر دیں گی۔ تم اطمینان رکھو۔ یہ مضمون پڑھ کر سلیمان بہت خوش ہوا۔ یہ سب خبریں لشکر امیر کے جاسوسوں نے جا کر کہیں کہ سلمان نے طلسم سے مدد طلب کی اور عرضی کا جواب بھی آ گیا۔ پڑھ کر سلیمان خوش ہوا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ساحر مدد کو آیا چاہتا ہے۔

امیر نے یہ خبر سن کر ارشاد کیا "جب تک طلسم فتح نہ ہو گا اس وقت تک ساحروں کی آمد اسی طرح جاری رہے گی اور میرے فرزند بدیع الزماں کی بھی رہائی نہ ہو گی۔ لہذا اے عمرو پہلے ملکہ نسرین عنبریں' دختر سلیمان کو زنبیل سے نکال کر محلات میں داخل کرو اور اجلال کے ساتھ نکاح کرو۔ ہمارے خزانے سے ملکہ کے جملہ مصارف مقرر ہوں۔ بشرطیکہ دین اسلام قبول کرے اور لقا پرستی سے باز آئے۔"

عمرو نے کہا "میں زنبیل سے ملکہ کو اس وقت نکالوں گا' جب کچھ لے لوں گا۔ زنبیل روپیہ داخل کرنے کے لئے ہے۔ نکالنے کے لئے نہیں۔ زنبیل کے اندر جو چیز جاتی ہے اس کا یہ حال ہے کہ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک' شد۔"

امیر خواجہ عمرو کی باتوں پر بہت ہنسے اور کئی لاکھ روپیہ عنایت فرمایا۔ عمرو نے جا کر روپیہ خزانچی سے وصول کیا اور ملکہ نسرین کو زنبیل سے نکال کر اپنے خیمے میں بٹھایا۔

امیر نے پوشاک بھیجی۔ ملکہ نے پہنی اور حیران تھی کہ یہ کیا ماجرا ہے اور میں کہاں آئی ہوں۔ اس اثنا میں امیر خود خیمے میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا "اے ملکہ! اس

طرح میرا عیار تمہیں یہاں لایا ہے" پھر سارا حال عمرو کا بیان کیا اور کہا کہ تمہارا عاشق اجلال یہاں موجود ہے۔ اب تمہیں اختیار ہے چاہو تو یہاں رہ کر اپنے عاشق سے نکاح کر لو اور اگر یہ منظور نہ ہو تو تمہیں تمہارے باپ کے پاس بھیج دوں۔"

ملکہ نے امیر کی مروت دیکھ کر کہا "میں آپ کا دین اختیار کرتی ہوں" غرض امیر نے ملکہ کی رضا مندی سے اجلال کا جادو سے نکاح کر دیا اور مال و زمان ان کو بہت کچھ دیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ خواجہ بزرجمہر کے بیٹوں کو بلاؤ۔ حسب ارشاد خواجہ زادے حاضر ہوئے۔ امیر نے تعظیم کی اور عزت و تکریم سے بٹھایا اور فرمایا "آپ قرعہ پھینک کر ملاحظہ کریں کہ طلسم ہوشربا کون فتح کرے گا اور افراسیاب کس بہادر کے ہاتھ سے مارا جائے گا۔

خواجہ زادوں نے امیر کے سوال کے مطابق قرعہ پھینکا۔ زائچہ کھینچا۔ غور و فکر کیا۔ اشکال رمل کی سعادت و نحوست کا حال دریافت کر کے کہا: یا صاحبقران! علم غیب سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ لیکن ہم رمل کے قواعد کے مطابق عرض کرتے ہیں کہ طلسم ہوشربا فتح کرنے کے لئے آپ کا نواسہ شہزادہ اسد بن کرب غازی تشریف لے جائے اور اس کے ساتھ پانچ عیار بھی ہوں کہ ان میں مہتر قران ہو' جو مولانا علی ابن ابی طالب کا نظر کردہ ہے۔ دوسرا برق فرنگی' تیسرا خود شہزادہ اسد کا عیار کہ خود اپنے آقا کے ساتھ جائے گا اور وہ ضرغام شیر دل ہے۔ چوتھا عیار جسے جانا چاہئے' وہ جان سوز بن قران ہے۔ پانچویں عیار کا نام ہم نہیں عرض کر سکتے' مگر اس کا نام حرف عین سے شروع ہوتا ہے۔"

عمرو سمجھ گیا کہ مجھے کہتے ہیں۔ بول اٹھا کہ "یا امیر! ایک حکیم زادہ بھی طلسم میں جائے۔ خالی عیاروں سے مطلب برآری نہ ہو گی۔" خواجہ زادوں نے کہا "دیکھئے ہم نے اسی وجہ سے نام نہیں بتایا کہ آخر انہوں نے ہم پر اعتراض جمایا۔ آپ جانئے' عیار جانیں۔ ہم نے صرف بتا دیا۔"

امیر نے کہا "خواجہ تمہارا نام نکلا ہے، تم کو جانا پڑے گا"

عمرو نے کہا "میں ہرگز نہ جاؤں گا"

امیر نے خواجہ نادوں کو رخصت کیا۔ مناسب انعام و خلعت دیا۔ اس کے بعد شہزادہ اسد بن کرب غازی سے ارشاد کیا "اے فرزند، سفر کی تیاری کرو اور طلسم ہوشربا فتح کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔"

اسد اپنے ڈنگل پر سے اٹھا اور آداب بجا لا کر بارگاہ میں آیا اور روانگی کے انتظام میں مصروف ہوا۔ پھر امیر نے دس لاکھ روپے منگوا کر، اس میں سے پانچ لاکھ زاد راہ کے لئے چاروں عیاروں کو عنایت کئے اور پانچ لاکھ جو باقی رہے، وہ عمرو سے کہا "تم طلسم کی طرف لے کر جاؤ۔ عمرو نے جب روپیہ کثیر دیکھا کہ ملتا ہے تو کہا "یا صاحبقران کچھ روپے پیسے کی مجھ میں خواہش نہیں۔ ہرگز طلسم میں نہ جاتا، مگر کیا کروں آپ کا فرزند گرفتار ہے۔ اس لئے مجھے چار و ناچار جانا پڑا، لیکن آپ میرے شاگردوں کو روپیہ دے کر خراب کرنا چاہتے ہیں۔" یہ کہہ کر چاروں عیاروں سے کہا۔ "او ناشدنیوں تم یہ پانچ لاکھ روپیہ لے کر سب برباد کرو گے، لاؤ مجھ کو دو، میں رکھ چھوڑوں۔ تمہارے وقت پر کام آئے گا اور تم عیاری کو کیا خاک کرو گے۔ اپنے پاس کا روپیہ صرف کر کے طلسم میں جاؤ گے۔ چاہئے کہ وہاں سے اور پیدا کر کے لاؤ نہ کہ یہاں سے لے جاؤ اور میں نے جو روپیہ لیا، وہ تو میرا خرچ بہت ہے وہ عیار سمجھے کہ استاد یہ روپیہ دیکھ چکے ہیں، چھوڑیں گے نہیں۔ غرض انہوں نے وہ پانچ لاکھ روپیہ بھی عمرو کی نذر کیا انہوں نے سب روپیہ زنبیل میں داخل کیا اور بارگاہ سے اپنے خیمے میں آیا اور سفر کی تیاری کرنے لگا ادھر وہ چاروں عیار بھی سفر کا سامان درست کرنے لگے۔ امیر نے عمرو سے مخفی ان کو بہت سا روپیہ دیا۔

● مہ جبین

اسد دلاور نے اپنی جگہ پر آ کر چالیس ہزار بہادر سواروں کو حکم دیا کہ تیار ہو کر، طلسم ہوشربا فتح کرنے کے لئے چلیں۔ حکم کے مطابق بارگاہیں اور خیمے چھکڑوں پر لادے گئے اور مسلح بہادر افسر مکمل ہو کر چلنے پر تیار ہوئے۔ اسد محلات شاہی میں آیا اور اپنی مادر مہربان، دختر صاحبقراں ملکہ زبیدہ کے پائے ادب کو بوسہ دے کر آنکھوں سے لگایا اور عرض کیا "اے والدہ ماجدہ آپ کا یہ غلام اپنے ماموں جان شہزادہ بدیع الزماں کی رہائی کے لئے طلسم کی طرف جاتا ہے۔ آپ بھی مجھے رخصت فرمایئے اور جو خطائیں مجھ سے عمداً یا سہواً ہوئی ہوں، ان کو معاف فرمایئے۔"

ملکہ زبیدہ شیر گیر، ایک تو بھائی کے غم میں مبتلا تھی اب بیٹے کے جانے سے آنسو آنکھوں میں بھر لائی اور اسد کو گلے لگا لیا۔ پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور یہ خبر تمام محلات میں عام ہو گئی کہ شہزادہ اسد اپنے ماموں بدیع الزماں کو چھڑانے جاتے ہیں۔ صاحبقراں کی سب بیٹیوں نے آ کر اسد کی بلائیں لیں اور نذر امام ضامن مانی اشرفیاں بازو پر باندھیں۔ اسد کی حقیقی نانی ملکہ کردیہ بانو، اسد کی مفارقت سے بے قرار ہو کر خوب روئیں۔ آخر سب نے دعائے حرز جان پڑھ کر شہزادے پر دم کی اور دعا دے کر رخصت کیا۔

اسد نے وہاں سے آ کر اسلحہ خانہ کھلوایا اور طلسم فیروز جمشیدہ کا اسلحہ نکلوایا، جو انہوں نے فتح کیا تھا۔ چالیس ہزار خفتان فیروزی نگار اور تیغ ہائے شرر بار لے کر اپنے لشکر میں تقسیم فرمائیں اور نقرئی اور طلائی نقاروں کی کئی ہزار جوڑیاں اونٹوں اور ہاتھیوں پر لدوائیں، سرخ اور سفید زر کی گاڑیاں ہمراہ لیں اور ایک روز لشکر میں ٹھہر کر سب سرداروں سے رخصت ہوا۔ سب امراء وزراء اسد کے خیمے میں آئے۔ سب نے گلے لگایا اور رخصت کیا ایک رات اور ایک دن یہی ہنگامہ رہا، جب دوسرے روز مشرق سے آفتاب

طلوع ہوا۔ شہزادہ اسد کے لشکر میں کوس سفر بجا اور شہزادہ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سوار ہوا۔ ڈنکے پر چوٹ پڑی نوبت و نقارہ کی صدا بلند ہوئی امیر مسجد میں سرداروں کی معیت میں نماز پڑھتے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد پوچھا "یہ نقارے کیسے بجتے ہیں لوگوں نے عرض کیا" شہزادہ اسد جاتے ہیں۔

امیر نے فرمایا "چلو ہم سواری کا سامان دیکھیں اور ایک بار وقت رخصت پھر اپنے فرزند کے دیدار سے مسرور ہوں' یہ فرما کر مسجد سے برآمد ہوئے اور ایک بلند مقام پر سر راہ جا کر ٹھہرے۔ سب سردار ساتھ تھے۔ یکایک ہاتھی سامنے سے نمودار ہوئے۔ ان کے ماتھے پر آئینے نصب تھے۔ زربفتی جھولیں پڑی تھیں۔ علمبردار اپنے علموں کو جھوٹے دیتے تھے۔ پھریروں پر خدائے لم یزل کی تعریف تحریر' ہر پرچم پر سورہ انا فتحنا کی تفسیر نقرئی و طلائی نقارے ہاتھیوں اور اونٹوں پر' نقارچی گلنار پگڑیاں باندھے' کم خواب کی چپکنیں پہنے' نقاروں پر چوب لگاتے' رعد آسا دمادم گڑگڑاتے۔ تجمل و شان دکھاتے نکلے۔ پھر جواہر کار مرصع پوش طرح دار اونٹوں کے غوری بند منقش گنگا جمنی گلے میں پڑے اپنی سج دھج دکھاتے آگے بڑھے۔ ان کے برابر ہزاروں پیادہ آدمی جنگ پر آمادہ گروہ در گروہ' انبوہ در انبوہ' غول در غول' شفتالوی پگڑیاں سر پر چست انگرکھے ڈاٹے' پاؤں میں چھوٹی نوک کے جوتے پہنے خواصیاں کاندھے پر سنبھالے۔ ایک طرف رواں تھے۔ چار ہزار کوتل گھوڑے' جن کا ساز' مرصع کنٹھے کرتے۔ پیکلیں پہنے' کلغیاں دوہری ایک سر پر اور دوسری کنوتی کے بیچ میں لگائے' پاکھرے ہر ایک کے پڑی' کھنٹیاں پچھوں پر چڑھیں' سائیس کلیاں اٹھاتے۔ نمودار ہوئے۔ پھر کئی ہزار سقے کھاروے کی لنگیں باندھے' زربفت کی وردیاں پہنے' گلاب کیوڑہ بید مشک کا چھڑکاؤ کرتے' گرد و غبار بٹھاتے۔ ان کے ساتھ ساتھ بیلدار کنکر چنتے چلے گئے۔ پھر مہ طلعت لڑکے' سونے اور چاندی کی منقلیں لئے عود اور لوبان کا بگنا ڈالتے جنگ کو رشک تاتار بناتے' اپنی سج دھج دکھاتے رنگین لباس پہنے' جواہر کے کڑے ہاتھوں میں پڑے ان میں سے ہر ایک شعلہ رو' مہ جبیں و طرحدار گزر گئے۔

علم شیر پیکر کا پھریرا کھلا۔ اس کے سائے میں شہزادہ اسد کا گھوڑا نمودار ہوا۔ نقارے کئی ہزار ایک ساتھ بجے۔ پس پشت چالیس ہزار سوار جرار' ہر ایک کو شجاعت کا جوش' گھوڑے سے گھوڑا ملائے' باگیں اٹھائے گھوڑے کی کنوتیوں پر برچھی رکھے' ولاتیاں کمر سے لگائے۔ بھاری گرز لئے ہوئے چشم و خدم سے ظاہر ہوئے۔ اسد نے امیر کو کھڑے دیکھ کر مجرا کیا۔ گھوڑے سے اتر کر خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر نے گلے سے لگایا اور دعائے فتح ظفر دی۔ دل بھر آیا۔ اسد نے عرض کیا "نانا جان آپ کو خدائے پاک کے حفظ و اماں میں دیا" امیر نے قبول فرمایا۔ سب سردار گلے سے لپٹ گئے اور ہر ایک نے نانا تک بغل گیر کیا۔ پھر اسد نے کہا۔

یا امیری و انت مولائی
بہ سفر رفتنم چہ فرمائی

امیر نے کہا۔

بہ سفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و باز آئی

پھر کہا "اے فرزندا پروردگار عالم تمہاری صورت ہمیں پھر جلد تر دکھائے اور طلسم میں دشمن پر فاتح فرمائے لو سدھارو۔ قادر توانا خدائے دو جہان کے سپرد کیا۔"

اسد اپنے نانا کے قدم کو بوسہ دے کر پھرا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ سواری بڑے عظیم و شان سے مثل باد بہاری آگے بڑھی۔ امیر ادھر پھرے۔ سردار رونے لگے۔ محلات میں گریہ وزاری کی صدا بلند تھی۔ امیر بارگاہ تک نہ پہنچے تھے کہ یکایک آواز زنگولوں کی آئی۔ نگاہ اٹھا کر دیکھا۔ سامنے سے شاہ عیاراں خواجہ عمرو آتے تھے۔ چاروں عیار

ہمراہ ہیں۔ لباس عیاری اور کلاہ سرداری پہنے عیاری کے بانے جسم پر لگائے، کمند ہر ایک کے سر سے بندھے گوپھن بازو پر لپیٹی پتھروں کا توبڑا گلے میں ڈالے۔ چست و چالاک بنے ہوئے۔ عیاری کا لباس زیب تن کئے ہوئے امیر کے قدم سے آ کر لپٹ گئے۔

امیر نے ہر ایک کو گلے لگایا۔ امیر کی مفارقت یاد کر کے ہر ایک بے اختیار رو دیا۔

عمرو نے عرض کیا "اے آقائے نامدار اس ساتھ کے کھیلے کو فراموش نہ کیجئے گا اور دیرینہ خدمت گزاری کے عوض دعائے خیر کیجئے گا۔ اس سفر میں دیکھئے کیا ہو۔ مقابلہ شہنشاہ ساحران افراسیاب سے ہے طلسم ہوشربا میں جاتا ہوں۔ دیکھئے کیا پیش آتا ہے،

یا امیر اپنی جگہ پر اپنے بیٹے کو عیاروں کا سردار کئے جاتا ہوں اس کو میری جگہ پر بٹھایئے گا اور جو مجھ سے خدمت لیتے تھے اس سے اس کام کو فرمایئے گا۔ امید ہے کہ وہ منصب ادا کرے گا اور وہ چالاک بن عمرو ہے۔"

امیر نے منظور فرمایا۔ چالاک اور دوسرے سب عیار ساتھ آئے تھے ان کو خواجہ عمرو کی "وصیت" سنائی گئی۔ سب نے یہ قبول کیا اور چالاک کو اپنا امیر بنایا۔ غرض عمرو بھی رخصت ہو کر آگے بڑھے اور تھوڑی دور جا کر ان چاروں عیاروں سے کہا "اے بھائیو! مثل مشہور ہے کہ اپنی اپنی ڈفلی، اپنا اپنا راگ صحرائے طلسم الگ الگ طے کر کے طلسم کے اندر داخل ہوں۔ علیحدہ چلنے میں یہ فائدہ بھی ہے کہ اگر کسی جگہ پر کسی کو ضرر ہو گا اور کوئی گرفتار ہو گا، تو ایک دوسرے کا وقت آپڑے پر دوست اور یار ہو گا اور جو سب ساتھ چلیں گے یکبارگی گرفتار ہو جائیں گے۔ عمرو کے کہنے سے عیار علیحدہ ہوئے۔ ایک سمت مہتر قران، ایک جانب ضرغام، ایک طرف برق فرنگی ایک راہ جاں سوز۔ سب الگ الگ چلے اور عمرو چھلانگیں لگاتا ہوا اس راہ کو چھوڑ کر جدھر شہزادہ اسد کی سواری جاتی تھی، ایک طرف کو چلا۔

مگر اب پہلے حال شہزادہ کامگار اسد شہسوار کا بیان کیا جاتا ہے یہ باحشم و خدم، قلعہ کوہ عقیق کی سرحد سے گزر کر اس مقام پر پہنچا کہ جہاں نقارہ اور چوب پہاڑ پر رکھی

رہتی ہے اور سلیمان اس کے ذریعے سے افراسیاب سے نامہ و پیام کرتا ہے۔ اس کوہ بلند کو دیکھا کہ اس کی بلندی منزلوں تک آسمانوں تک ہے۔ وہاں تک کمند فکر کی رسائی محال، وہاں تک طائر وہم پہنچے، کیا مجال۔

شہزادہ وہاں پہنچ کر ایک لمحہ ٹھہرا اور اس کوہ کو بغور ملاحظہ کیا۔ قلعہ کوہ سے پائین کوہ تک رشک لالہ، جڑی بوٹیاں اور نرگستان کوکب کھلا تھا۔ گلدستوں کی بہاریں جوبن پر تھیں۔ گھاٹیوں سے آبشار ہو رہا تھا، جھرنا جھرتا تھا پہاڑی پرندوں کے قہقہے تھے۔ بلبل شوریدہ کے چہچہے تھے۔ پہاڑ کی چوٹی پر نقارہ رکھا تھا اور ایک سو سالہ بوڑھا بیٹھا تھا جب اسد نے درہ کوہ میں داخل ہونے کا عزم کیا تو وہ بوڑھا پکارا "ہاں ہاں نوجوان کیا غضب کرتا ہے، دانستہ اژدہے کے منہ میں قدم دھرتا ہے اس پہاڑ کے ادھر طلسمات ہے، بلا کی جگہ ہے وہاں گیا ہوا کبھی پھرا نہیں ملک عدم کے سوا راستہ ملا نہیں۔ اپنی جوانی پر رحم کر۔ پھر جا، ورنہ تو کجا اور زندگی کجا۔

اسد یہ کلام سن کر للکارا کہ "او پیر نابالغ جوانمرد کہیں مرنے سے ڈرتے ہیں۔ قدم ہمت بڑھا کر پیچھے کب پھرتے ہیں۔ جانتے ہو میں کون ہوں، طلسمات کو فتح کرنے والا ہوں۔ امیر حمزہ کا نواسہ ہوں۔ شہزادہ اسد بن کرب غازی ہوں تیرے روکے سے کب رکتا ہوں۔ جان بیچ کر طلسم میں چلا ہوں۔"

اس بوڑھے نے جب شہزادے کا نام نامی سنا تو کہا "اگر یہ ارادہ ہے اور طلسم فتح کرنے کا تہیہ کیا ہے تو بسم اللہ کون روک سکتا ہے۔ تشریف لے جائیے، جو مقصد ہو، پورا کیجئے۔"

شہزادے نے گھوڑا آگے بڑھایا اور لشکر کے ہمراہ درہ کوہ میں داخل ہوا۔ پہاڑ پر طلسمی پرندے اڑے اور نقارہ بجنے لگا۔ پرندوں نے جا کر افراسیاب کو خبر دی کہ حمزہ کا نواسہ اسد طلسم فتح کرنے کے ارادے سے، اس قدر فوج کے ساتھ طلسم کی سرحد پر آ چکا ہے افراسیاب نے یہ خبر سن کر فی الفور سرحد داران طلسم کو نامے لکھے، اسد ہی ایک

شخص حمزہ کا نواسہ داخلِ طلسم ہوا ہے، جہاں پاؤ فوراً گرفتار کر لینا۔ ہر ایک جادوگر اس خبر سے آگاہ ہوا اور گرفتاری کی فکر کرنے لگا۔ لیکن شہزادے نے جب دو کوہ طے کر کے سر بدر کیا تو نواح دلکشا میں ایک وسیع سبزہ زار میں گزر ہوا۔ کوسوں تک سبزہ لہلہاتا تھا، خود رو گلاب کی خوشبو سے جنگل مہکا ہوا تھا۔ اگر کہیں خار تھا، وہ بھی گل کے گلے کا ہار تھا۔ جھاڑیاں زلفِ معشوق کو شرماتی تھیں۔ دریا کی لہریں رفتارِ جاناں یاد دلا کر دلِ بیتاب کو لہراتیں غرض یہ کہ جنگل ہرا بھرا تھا۔

سبزہ ایسا تھا دل فریبندہ
مردہ ہو جس کو دیکھ کر زندہ

سوئے اس سبزے پہ اگر بیمار
تندرستی کے ساتھ ہو بیدار

یہ ہوائے خوش اس سے آتی تھی
سطح بالیدگی سی پاتی تھی

بس نظر کرتی تھی جہاں تک کام
مخمل سبز ہی بچھا تھا تمام

کف پا جس نے اس زمیں پہ دھری
چڑھ گئی بس دماغ کو سردی

دل شبنم یہ چاہتا تھا وہاں

ہوں اسی سبزہ زار پہ غلطاں

اک طرف کوہ سبز نوخیز
ایک طرف تھی نسیم عنبر بیز

شہزادہ اپنے رفیقوں کے ہمراہ سیر گلزار کرتا' وحشت کو آباد کرتا۔ ایک طرف روانہ تھا کہ سامنے ایک باغ نظر آیا۔ سب نے عرض کی کہ حضور' اس پر بہار باغ میں تشریف لے چلیں اور نظارہ گل فرمائیں۔ اسد اسی طرف چلا۔ باغ کے قریب پہنچا دیکھا باغ کا دروازہ کاریگروں نے پتھر کا مع چوکھٹ بازو بنایا ہے۔ سنگ موسیٰ اور سماق اور معدنیات کو تراش کر مثل آئینہ صاف کیا ہے باغ کا دروازہ تمنائے عاشق کی طرح کھلا ہے۔ کوئی پاسبان نہ کوئی چوکیدار وہاں کا انتظام گویا بہار کے ہاتھ میں ہے۔ شہزادہ باغ کے اندر آیا' اہل لشکر کو بھی لایا۔ ہر طرح کے پھول کھلے تھے۔ نہریں جاری تھیں۔ فوارے سے چھوٹتے تھے۔ نہر کے متصل انگور کی تاک تھی۔ ہر شجر کی اس پر تاک تھی۔

جواہر نگار ستون کھپاچ کے بدلے سنہری بتیاں' خاتم بندی کا کام' خوشوں پر زربفت کی تھیلیاں' ہر شجر کا مستانہ وار جھومنا' چمن روش بڑی خوش قطع ڈالی ہر درخت کی ہموار کم و بیش چھانٹ ڈالی تھی۔ نئی نئی روش نکلی تھی۔ نہروں کے گرد بلور کی پٹریاں' قریب ہی ہری ہری گھاس زمرد کو شرماتی تھی۔ نہروں میں فوارے چھٹے۔ بلبل کی روح بلبلائے' درود پڑھے' پانی کی شفا پر جان لہراتی باد صبا۔ گویا یہ باغ روضہ رضوان تھا۔

لیکن اس باغ میں سناٹے کا عالم' بالکل سنسان' کوئی انسان نہ حیوان' چمنستان میں ایک چبوتری سو گز سے سو گز تک مربع' سوا گز کا مرتفع بنا تھا۔ اس کے گردا گرد چار چمن۔ ہر ایک میں لالہ پھولا تھا۔ چبوترے پر جو بنگلہ پڑا تھا۔ اس میں شہزادہ آ کر ٹھہرا۔ چبوترے کے گرد لشکر اترا کہ ناگاہ ایک قہقہے کی صدا آئی۔ لالہ کا تختہ جو لگا تھا' اس کے پھول کھل گئے اور پھولوں کے اندر سے اژدہوں کے ہزاروں منہ پیدا ہوئے۔ آتشیں شرارے چھوڑ کر اژدہوں نے جو دم کھینچے' تو شہزادہ کا سارا لشکر مع خیمہ و خرگاہ و بارگاہ ان کے منہ میں چلا گیا اور اب باہر تھا وہ گیا چبوترے سے اتر کر اپنے رفیقوں کی طرف

دوڑتا۔ پھر ایک آواز تڑاقے کی آئی۔ پیچھے مڑ کر جو دیکھا' تو جس گھوڑے پہ سوار تھا اس کے پر نکل آئے ہیں' اڑ کر ایک طرف کو چلا جاتا ہے۔ شہزادہ سخت حیران تھا کہ لمحہ بھر میں پھر اسی طرح وہ باغ نظر آنے لگا اور ویسا ہی لالے کا تختہ ہو گیا۔ شہزادہ اپنے رفیقوں کی یاد میں خوب رویا اور پکارا ہائے گردون ناہنجار اے فلک کج رفتار' تجھے ہماری اتنی صحبت پسند نہ آئی۔ مجھ سے تنہا بیابان کی خاک چھنوائی۔ بے تابی میں شہزادے نے یہ شعر پڑھا۔

تو مہرباں قافلہ سے کہیو اے صبا
ایسے ہی گر تمہارے قدم ہیں تو ہم رہے

کبھی تلوار پکڑ کر اٹھتا تھا' لیکن کسی کو نہ پاتا کہ اس پر وار کرے اور دل کی بھڑاس نکالے۔ وہ باغ نظر میں خار ہوا اور وہ آسیب پہنچی کہ وہ بھی نظر نہ آئی نہ کسی رفیق کی صورت دکھائی دی۔ لاچار ہو کر اس چبوترے پر بیٹھا' خیال آیا کہ اسد یہ مقام طلسم ہے۔ ابھی ایسے معرکے بہت پیش آئیں گے۔ ساحران طلسم کیا کیا نہ دکھائیں گے۔ اس پہلی ہی منزل میں گھبرانا' یوں بلبلانا نہ چاہیے۔ قدم ہمت آگے بڑھاؤ اور تنہا چل کر منزل مقصود کی تلاش کرو۔

یہ سوچ کر اس باغ میں ہر طرف پھرا۔ ایک طرف کو دوسرا دروازہ اور دکھائی دیا۔ اسی دروازے سے نکل کر راستہ لیا۔ پیادہ سفر نصیب ہوا۔ ہر قدم پہ چھالے۔ لب پہ آہ و نالے' طلسم کا صحرا' جہاں کا پھول بھی ان کے حق میں کانٹے ہوتا۔ اسی طرح تین رات دن راہ طے کی اور کوئی جائے سکونت نظر نہ آئی۔ تیسرے روز ایک سواد شہر دکھائی دیا۔ شہزادہ افتاں خیزاں وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ حصار شہر بلور کا ہے' سراسر نور کا ہے۔ دیوار میں نقش و نگار' شاہ و شہریار کی تصویریں بنائی ہیں۔ نگار گاہیں' صحرا کوہ و دریا کی صورتیں اصل کر دکھائیں۔ شہر کا دروازہ کھلا ہے۔ پھاٹک فیل مست کی طرح

جھوم رہا ہے۔ ہزاروں ساحر کھوپڑی پر چندن لگائے۔ مہیب صورت بنائے' ماتھوں پہ تلک دیئے' فولادی گولے ہاتھ میں لئے۔ کسی کا سر انسان کا اور دھڑ حیوان کا کسی کا چہرہ حیوان کا جسم انسان کا' کوئی فیل سر' کوئی اژدر صورت۔ ہر قسم کی شکلیں صورتیں سحر سے بنائے کھڑے ہیں ان کے سامنے آگ کے لکڑ سلگتے ہیں۔ جنتر منتر پڑھتے وقت آگ میں گھی ڈالے جا رہے ہیں۔

دروازے کے قریب قلعہ ہے' اس میں ہزاروں برج بنے ہیں۔ ساحر فیل بدن' بجے کے برج میں بیٹھے ہیں گھنٹے اور ناقوس بجتے ہیں۔ سامری و جمشید کی تعریف میں بھجن گا رہے ہیں۔ شہزادہ یہ ماجرا ملاحظہ کرتا ہے اور داخل شہر ہوتا ہے۔ کسی نے منع نہ کیا' جب شہر کے اندر آیا۔ ملک کو آباد پایا۔ گلی کوچے صاف دل عاشق کی طرح دکانیں ستھری اور شفاف' ہر طرف اکابر شہر اور اشراف سرگرم کاروبار' لین دین اور بیوپار جاری ہر مکان دکان کی تیاری بڑی' ایک طرف صراف' دوسری طرف بزاز۔ چار طرف صراف چادریں بچھائے' کوڑی پیسے اور درم دینار کا ڈھیر لگائے۔ بزاز اطلس و گلبدن کے تھان کھولے بیٹھے ہیں۔ خریدار پھرتے ہیں۔ کسی سمت حلوائی سونے چاندی کے تھال لگائے بیٹھے ہیں' جن میں انواع و اقسام کی لذیذ عمدہ چنی ہوئی مٹھائیاں ہیں۔ کہیں نانبائی ہیں۔ کسی طرف کنجڑے اور قصائی ہیں۔ کہیں بلور خانے کی سجاوٹ ہے کہیں گل فروشوں کی بہار' کسی طرف ساقیوں کی بناوٹ ہے۔ طرحدار رنڈیاں چوک چکلہ میں آباد۔ تماش بین دلشاد' عورتیں زربفت کے لہنگے دھوتی کے انداز پہ کسے' آدھی ساڑھیاں اوڑھے آدھی باندھے۔ بعض کے دوپٹے میں لپکا ٹکا کرن لگی' اس کی گوٹی سورج سے زیادہ جگمگاتی' گوکھرو کی انگیا کسی' جواہر کڑے' ہاتھوں میں پڑے۔ پاؤں میں تن تن سونے کے چھڑے' ناز و ادا دکھاتی۔ عاشقوں کو لبھاتی تھیں۔ سونے چاندی کی ترازو میں میوے تولتیں' عاشق مزاجوں کو نار پستاں اور سیب زنخداں کی بہار دکھاتیں۔

شہزادہ اس شہر کی سیر دیکھتا پھرتا' بہت بھوکا تھا۔ ایک حلوائی کی دکان کے پاس آیا۔

مشت زر جیب سے نکال کر...... اسے حوالے کیا کہ مٹھائی کا تھال میرے واسطے نکال کر بھیجئے اور آپ ارادہ کیا کہ الگ جا کر ٹھہرے۔ حلوائی نے وہ زر پھینک دیا اور کہا "اے شخص اپنا زر لے لے۔ ہمیں یہ روپیہ نہیں چاہئے" اسد نے وہ روپیہ لے لیا اور فرمایا "بھائی اس میں کیا برائی ہے" اس نے کہا "ایسے روپے میرے یہاں انبار لگے ہیں بلکہ لڑکے بجائے سنگ پتھر کے انہیں اشرفیوں روپوں سے کھیلتے ہیں۔" یہ کہہ کر اپنے ایک ملازم کو حکم دیا کہ جا کر تھوڑا سا زر جواہر دامن میں بھر لائے اور اس مرد اجنبی کو دکھائے۔ وہ گیا اور جھولی بھر کر جواہر لایا۔ اسد کو دکھایا۔

شہزادے نے کہا: "پھر یہاں خرید و فروخت کی کیا صورت ہے؟"

حلوائی نے کہا: "سکہ رائج الوقت ہمیں دو، اور جو چیز چاہیے، مول لو۔"

شہزادے نے کہا: "یہاں کس کا سکہ چلتا ہے؟"

حلوائی نے کہا "افراسیاب کا"

اسد نے پوچھا: "اس شہر کا نام کیا ہے؟"

کہا: "اسے شہر ناپرساں کہتے ہیں۔ یہاں کاغذ کے روپے چلتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے غلے سے ایک روپیہ نکال کر دکھایا کہ یہاں تو یہ سکہ چلتا ہے۔"

شہزادے نے دیکھا کہ کاغذ کے ایک پرزے پر ایک بادشاہ کی تصویر ہے۔ دوسری طرف کاغذ کے کچھ نقش نگار ہیں۔ حلوائی نے کہا: "ایسا ہی روپیہ دو تو سودا ملے، ورنہ اپنا راستہ لو" اسد نے جب یہ کلام سنا تو وہاں سے دوسری دکان پر آیا اور چاہا کہ اس سے کچھ سودا لے۔ وہاں بھی یہی جواب پایا۔ اسد بھوکا تھا۔ بے حد غصے میں آیا اور دل میں کہا: "آخر تو اس شہر کو ناپرساں کہتے ہیں، یہاں کوئی پوچھنے والا نہیں، تم بھی بازار لوٹ لو، تمام شہر میں غدر کر دو۔ یہ سوچ کر ایک حلوائی کی دکان سے تھال اٹھایا۔ اس نے چور چور کہہ کر غل مچایا۔ لوگ دوڑے اسد نے جو بھی قریب آیا۔ گردن پکڑ کے ایک کا دوسرے سے سر ٹکرایا اور دو ایک کو جہنم میں بھیجا۔ ایک غلغلہ ہوا، کوتوال شہر دوڑا۔ اسد نے تلوار کھینچی اور دو ایک کو زخمی کیا اور حلوائی کی دکان پر چڑھ گیا۔

اس کے بیٹھنے کی چوکی بیچ سڑک پر بچھائی۔ مٹھائی کا تھال آگے رکھ لیا اور کھانا شروع کیا، جو پاس آیا اسے مارا۔ دکاندار بھاگ کر حاکم کے پاس گئے۔

راوی کہتا ہے یہ شہر افراسیاب نے اپنی زوجہ ملکہ حیرت جادو کے لئے آباد کیا ہے اور یہاں کی حاکم ملکہ حیرت ہے۔ اس جگہ ایک گنبد بنا ہے کہ نام اس کا گنبد بے نور ہے۔ اس میں تین درجے ہیں۔ ایک درجے میں بارہ ہزار ساحر رہتے ہیں اور دوسرے میں کئی ہزار گھنٹے ٹنگے ہیں۔ ناقوس رکھے ہیں اگر یہ بجیں، تمام ساکنان طلسم بے ہوش ہو جائیں اور تیسرے درجے میں حیرت جادو بیٹھ کر سیر طلسم کرتی ہے۔ یہاں سے طلسم کی ساری کیفیت دور تک دکھائی دیتی ہے۔ اس کے ایک طرف طلسم گلشن ہے۔ یہ ملکہ حیرت کا خاص مسکن ہے۔ عجب دلچسپ جگہ ہے۔ یہ مکان طلسم ظاہر میں بنا ہے اور یہ شہر اسی لئے آباد ہوا ہے، تا کہ ملکہ جب گنبد کی سیر کو آئے تو کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔ سب چیزیں یہاں پائے۔

اس وقت ملکہ حیرت اسی گنبد میں جلوہ گر ہے۔ طلسم کی سیر دیکھنا مد نظر ہے۔ ناچ سامنے ہو رہا ہے۔ سترہ سو کنیزیں زیور سے آراستہ، دست بستہ سامنے کھڑی ہیں کہ یکایک فریاد ہے کا غل سنا۔ اپنی وزیر زادی زمرد جادو کو حکم دیا کہ دیکھے یہ کون استغاثہ کرتا ہے کس نے ظلم کیا ہے، کیا ماجرا ہے؟

زمرد جادو نے جا کر حال دریافت کیا اور فریادیوں کو گنبد کے سامنے لائی، ملکہ حیرت نے ماجرا پوچھا۔ رعایا نے اسد کے ظلم کی کیفیت سنائی، ملکہ نے ایک کنیز گلشن جادو نامی کو حکم دیا کہ جا کر اس لٹیرے کو پکڑ لائے تا کہ سزا دی جائے۔ گلشن حکم کے بموجب فریادیوں کے ہمراہ چلی اور شہزادے کے قریب آئی دیکھا کہ ایک جوان رعنا رشک مہ پیر کنعان تخت پر بازار میں بیٹھا ہے۔ تلوار ہاتھوں میں ہے۔ مٹھائی کھا رہا ہے، لیکن اس کے نور حسن کی چمک دمک سے وہ تمام بازار منور اور روشن ہے۔ گلی کوچہ وادی ایمن بنا ہے۔ ایسا حسن کبھی دیکھا نہ سنا۔

گلشن جادو اسد کو دیکھتے ہی فریفتہ ہوئی اور پکاری: "کیوں صاحب تم کون ہو، جو ہماری ملکہ کی رعیت پر اس طرح کا ظلم کرتے ہو اور چیزیں چھین کر کھاتے ہو۔"

اسد نے اس کی آواز سن کر سر اٹھایا، دیکھا کہ ایک ساحرہ، ماتھے پر سیندور کا ٹیکا لگائے، ساڑھی باندھے سحر کی جھولی گلے میں ڈالے چلی آتی ہے۔ دل میں خیال آیا کہ یہ ضرور مجھ پر سحر کرے گی اور پکڑ کر لے جائے گی۔ پھر ساری شیخی کرکری ہو جائے گی۔ کچھ مکر کیجئے اور اس حرامزادی کو سزا دیجئے۔ یہ سوچ کر پکارا کہ ذرا ہمارے پاس آؤ تو اپنا حال سنائیں اور تمہارے ساتھ تمہاری ملکہ کے پاس چلیں۔

گلشن جادو اسد کے قریب آئی۔ اسد نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ گلشن سمجھی کہ مردوا مجھ پر ریجھا۔ فوراً آ کر اسد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا اور کہا "چلو ملکہ کے پاس لے چلوں" دل میں یہ ہے کہ ملکہ سے مانگ کر مزے اڑاؤں، اپنے گھر لے جاؤں۔ اسد نے جب اس کا ہاتھ پایا، ایک جھٹکا دیا کہ یہ گری۔ اس کی گردن پکڑ کے، کپڑا اپنا پھاڑ کر اس کے منہ میں ٹھونسا کہ سحر نہ کرے اور اس کے دوپٹے سے مشکیں باندھ کر ایک دکان کے ستون سے باندھ دیا اور پانچ چار کوڑے مارے کہ بلبلا گئی۔

اسد نے پھر بیٹھ کر مٹھائی کھانا شروع کی۔ دکاندار یہ حال دیکھ کر دور سے غل مچاتے ہیں۔ اسد کو دھمکاتے ہیں، مگر کوئی پاس نہیں آتا ہے۔ اسد مٹھائی کھائے جاتا ہے۔

آخر پھر جا کر ملکہ حیرت سے کہا۔ حیرت یہ سن کر ہنس دی اور اپنی وزیر نادی زمرد جادو کو کہا کہ جا کر اس موئے کو پکڑ لا اور گلشن کو چھڑا۔ وزیر نادی یہ سن کر سحر کر کے اڑی اور آ کر اسد پر سحر کیا کہ ہاتھ پاؤں کی طاقت جاتی رہی۔ گلشن کو کھول دیا اور اسد کی گردن میں پنجہ ڈال کر لے اڑی۔ گلشن بھی ساتھ ہوئی۔ اسد کو ملکہ حیرت کے سامنے لا کر ڈال دیا۔ اسد نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل عورت، پر زر لباس پہنے مسند پر بیٹھی ہے۔ سترہ سو کنیزیں ہاتھ باندھے سامنے کھڑی ہیں۔ اسد نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا، لیکن حیرت اسد کی صورت دیکھ کر حیرت میں آ گئی اور پوچھا:

"اے گرفتار رنج و الم تو گل کس کے گلستان کا ہے اور یہاں کیونکر آیا ہے؟"

شہزادے نے فرمایا: "نواسہ امیر حمزہ کا ہوں' طلسم فتح کرنے آیا ہوں۔"

ملکہ حیرت نے جب امیر حمزہ کا نام سنا' فرط حیرت سے سر دھنا اور گھبرا کر کنیزوں سے کہا "میرا صندوقچہ اٹھا لاؤ" وہ گئیں اور صندوقچہ جا کر لے آئیں۔ ملکہ نے صندوقچہ کھول کر ایک تصویر نکالی اور شہزادہ اسد کو فرمایا: "ہاں اسد ہی خدائے صمد کا بندہ ذلیل ہے۔"

ملکہ حیرت نے کنیزوں سے کہا: "یہ بے شک طلسم کشا ہے۔ تصویر نام کے مطابق ہے۔ نشان اور پتا ملتا ہے۔ اسے صحرائے طلسم میں پھینک دو۔ اگر طلسم کشا ہے تو از خود طلسم سے نکل جائے گا۔ اور اگر کوئی دوسرا ہے تو صحرا میں سرگرداں ہو کر جان دے گا۔"

یہ حکم سن کر جادو گرنیوں نے کچھ سحر پڑھا۔ شہزادہ اسد بے ہوش ہو گیا۔ وہ اٹھا کر صحرا طلسم میں لائیں اور چھوڑ کر چلی گئیں۔ لمحہ کے بعد شہزادے کی آنکھ کھلی۔ خود کو ایک صحرائے سبزہ زار میں پایا۔ اٹھ کر ایک طرف روانہ ہوا۔ دیکھا کہ یہ صحرا بہشت بریں کا نمونہ ہے۔ سرو شمشاد و قمری و فاختہ کی فریاد تھی' بلبل کی زبان پر گل کی شکایت حد سے زیادہ تھی۔ کنوئیں جا بجا پختہ بنے' جن کی چاہ میں باؤلی دیوانی' ہوشیار ڈانواں ڈول پھرے۔ مجت کی پٹڑیاں ایسی تختہ کہ انگور کی تاک جو انہیں جھانک لے تو شرمائے۔ ہر طرف نہریں اور چشمے جاری۔ ان کے کناروں پر گلکاری' درخت' بیلا' موتیا' نسترن جوہی' شبو' چنبیلی' نرگس' یاسمین کسی جگہ لالے کے پیالے۔ یاقوت رنگ' کسی طرف گل فرنگ کہیں نیبو نارنگی' ترشاوے کی میٹھی میٹھی اور بھینی بھینی خوشبو کہیں سنبل با زلف پریشان' کہیں سوسن سو زبان سے باغبان قدرت کا مداح خواں' ہر تختے میں باد بہاری مستانہ وار لڑکھڑاتی' پھولوں کے پھیلنے اترائی جھیلیں' لہراتیں' رفتار معشوق کی ادا دکھاتیں۔ گھاس کوسوں تک ہری ہری اگی ہوئی نازکی اور سرسبزی بھری ہوئی'

ہرن پاڑھے چیتل پھرتے۔ دریائی جانور کلیلیں کرتے۔ کوا ہریل پدا' کوئل درختوں پر جھولا جھولتے۔ نہال نہال ہو کر جھومتے' نہروں کے کنارے قازبط' مرغابی' قرقرے پانی میں چونچیں ڈال کر پروں کو بھگوتے اور صاف کرتے۔ پھریریاں لیتے پروں کو اپنے پھڑپھڑاتے۔

اسد یہ کیفیت بہار دیکھتا ایک مقام پر آیا کہ وہاں چمنستان میں بہت آدمیوں کو گلچینی کرتے پایا۔ پوچھا کہ اے بھائیو' یہ کون سا مقام ہے اور تمہارا کیا نام ہے۔ گل چینی کرنے سے کیا کام ہے۔ انہوں نے کہا' کہ حال ہمارا ایک بڑی داستان ہے۔ مگر مختصر سا یہ بیان ہے کہ ہم سب اپنے اپنے ملک کے شہزادے ہیں۔ بہر شکار نکلے تھے اس صحرا میں آ کر پہنچے۔ اس سے لوٹ کر نہ جا سکے۔ اس لئے کہ جب جاتے ہیں۔ راستہ نہیں پاتے ہیں۔ آخر مجبوراً اسی جگہ بود باش اختیار کی ہے۔ یہاں ایک شہزادی رہتی ہے۔ ہر روز پھولوں کا گہنا پہنتی ہے اس کے لئے ہم پھول چن کر گہنے بناتے ہیں۔ اس کی خواص سر شام آ کر گہنا لے جاتی ہے۔ ہمیں اس کے بدلے میں کھانا دے جاتی ہے فضل خدا پر نظر رکھے ہوئے ہیں اور وہی کھانا کھا کر عمر عزیز بسر کرتے ہیں۔ اب تم بھی اس صحرا سے نکل نہ سکو گے ہمارے ساتھ رہو اور پھول چن کر گہنا بناؤ۔ اسی طرح یہاں زندگی ہو گی اور روٹی ملے گی۔"

اسد نے کہا: "استغفر اللہ' مجھے مالی پن نہیں آتا' یہ تمہی کو مبارک رہے۔"

انہوں نے کہا: ابھی تازہ وارد ہو۔ پیٹ بھرا ہے۔ موٹے تازے بیٹھے ہو' جب کچھ نہ رہو گے' چربی گھٹے گی۔ فاقہ کرو گے' تو آپ ہی بناؤ گے۔"

اسد یہ باتیں سن کر ان سے ہم کلام نہ ہوا اور الگ جا بیٹھا۔ ارادہ کیا کہ درختوں سے کچھ میوہ توڑ کر کھائے اور چشمے سے پانی پی کر پیاس بجھائے۔ یہ سوچ کر درخت کی شاخ پر ہاتھ ڈالا۔ وہ ہاتھ نہ آئی اونچی ہو گئی اور جو میوہ کہ گرا پڑا تھا۔ وہ بھی نظر سے غائب ہو گیا۔ جب درخت پر چڑھنے کا قصد کیا چڑھا نہ گیا چشموں کا پانی بھی ہاتھ نہ آیا جب پانی میں ہاتھ ڈالا۔ دیکھا پانی نہیں' ریت ہے۔ ناچار بیٹھا رہا یہاں تک کہ وہ دن تمام ہوا اور شام کے قریب چند خوبصورت کنیزیں مزدوروں کے سر پر کھانے

کے خوان رکھے آئیں اور پکاریں کہ اے قیدیو! کھانا لو اور گہنا دو' سب آدمی دوڑے گہنا ان کے حوالے کیا اور کھانا لیا۔ کنیزیں چلی گئیں اور وہ سب کھانا کھانے لگے۔ اسد بے چارہ دور سے بیٹھا دیکھا کیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سب کھانا لیا اور انہیں نوالہ بھی نہ دیا۔ اسد اس رات کو بھوکا پیاسا سو رہا۔

جس وقت مرغ زریں آشیانہ مشرق سے چراگاہ فلک میں آیا' وہ سب قیدی پھول چننے میں مصروف ہوئے اور شہزادے نے اٹھ کر فجر کی نماز ادا کی پھر قیدیوں نے آ کر سمجھایا کہ اے گل نورستہ۔ کیوں اپنی بہار زندگی پر خزاں لاتا ہے' یہ پھول سا چہرہ گل کی طرح کملایا جاتا ہے آج ہمارے ساتھ چل کر گہنا بنا۔ شام کو آرام سے کھانا کھا' ورنہ صحرائے طلسم میں بھوکا پیاسا مر جائے گا۔ پانی نہ ملے گا نہ دانہ پائے گا۔ شہزادے نے کہا' تم جا کر اپنے کام میں مشغول ہو۔ میرے سمجھانے سے باز آؤ۔ وہ سب جا کر پھول چننے لگے اور اسد بیٹھا رہا آخر وہ دن بھی تمام ہوا۔

شام کو خواصیں کھانا لے کر آئیں۔ شہزادے نے اپنی جگہ سے اٹھ کر عورتوں کو ڈانٹا کہ سب کھانا رکھ دو اور تم چلی جاؤ۔ عورتوں نے جب اسے برسر پرخاش دیکھا' قیدیوں کو پکارا کہ جلد آؤ' یہ موا سنڈا تمہارا کھانا چھینے لیتا ہے۔ وہ سب دوڑے۔ اس نے دو ایک کے سر قبضہ شمشیر مار کر پھوڑے' خواصوں کو طمانچے لگائے۔ مزدوروں کو لاتیں ماریں سب کھانا چھین لیا اور کپڑے اتروا لئے۔ آپ بیٹھ کر ان قیدیوں کو دکھا دکھا کر کھانا شروع کیا۔ خواصیں روتی پیٹتی برہنہ پا اپنے مالک کے پاس آئیں۔ ملکہ مہ جبین الماس پوش افراسیاب کی بھانجی ہے اور افراسیاب نے اسے اپنی بیٹی بنا رکھا ہے اور اسے طلسم کی سلطنت کا مختار بنایا ہے۔ نو روز کے دن تخت پر ملکہ کو بٹھاتا ہے اور جشن کرتا ہے۔ اس جشن میں اٹھارہ ہزار شہزادیاں اور تمام ممالک طلسم کے بادشاہ سب ملکہ مہ جبیں کو نذر دیتے ہیں اور سلام کرتے ہیں' چنانچہ ملکہ کو طلسم میں یہ صحرا پسند آیا ہے۔ اس جگہ افراسیاب نے ایک مکان اس کے رہنے کو بنایا ہے۔ ملکہ یہاں

رہتی ہے اور افراسیاب کی بہن صندل جادو بھی یہیں رہتی ہے اور اس کی حفاظت کرتی ہے۔ اتفاق سے اس وقت صندل افراسیاب کے دربار میں گئی تھی کہ خواصیں روتی ہوئی آئیں۔

ملکہ نے پوچھا "خیر تو ہے؟"

کہا: حضور' ایک قیدی نیا آیا ہے کہ وہ نہ پھول چنتا ہے نہ گہنا بناتا ہے۔ زبردستی دکھاتا ہے۔ اس وقت اس نے سب قیدیوں کو اور ہمیں مارا اور کھانا چھین لیا۔"

ملکہ نے کہا: اب کی بار تم نہ جاؤ۔ محلدار اور کہاریاں قیدیوں کو کھانا پہنچا آئیں۔"

ملکہ کے ارشاد کے بموجب محلدار گنگا جمنی عصا لئے کہاریوں کے سر پر کھانے کے خوان رکھوا کر چلیں' جب اسد کے قریب پہنچیں کہا "اوئے موئے قیدی' کیوں تیری شامتیں آئی ہیں۔ قضا سر پر کھیلتی ہے کہ تو نے سرکاری آدمیوں کو مار کر کھانا چھین لیا اور دیکھو تو موا کس ڈھٹائی سے بیٹھا زہر مار کر رہا ہے' جیسے اسی نے پکوایا ہے۔"

اسد کو یہ باتیں سن کر غصہ آیا۔ دل میں کہا کہ تم بھی بہت دق ہوئے ہو' ان کو بھی مارو۔ اٹھ کر محلدار کو مارنا شروع کیا اور دوپٹہ اور عصا اور ہاتھوں کے کڑے سب چھین لئے کہاریاں خوان چھوڑ کر بھاگیں اور قیدی سب جا بجا چھپ رہے۔ اسد کہاریوں کے پیچھے دوڑا ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ ملکہ غل سن کر مکان کے باہر نکل آئی دیکھا۔ کہ ایک نوجوان حسین' کم سن' آفتاب رو' خال ہند و چشم یوسف ثانی' الحق جوانی نشہ شراب میں چور' کہاریوں کے پیچھے چلا آتا ہے۔ اپنی رفتار مستانہ سے سوتوں کو جگاتا ہے۔ دیکھنا تھا کہ ملکہ اسد پر شیفتہ اور فریفتہ ہوئی اور پکارا "ہاں ہاں' اے نوجوان یہ کیا کرتا ہے۔" شہزادے نے نگاہ اٹھا کر جو دیکھا' ایک معشوق پری پیکر سامنے نظر آیا" جس نے اپنے تیر نگاہ سے دل کو صید بنایا۔ اسد اس سراپا نور کو دیکھتے ہی نقد حال کھو بیٹھا۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ وہ نازنین بھی مسکرائی اور اسد کے پاس آئی کہا "اے شخص' لٹیرا پن کرنا اچھا نہیں۔ اپنا دلی مطلب ہم سے بیان کر' اس لوٹ مار سے کیا فائدہ ہے۔"

شہزادہ اس کی گفتگو سے مالا مال ہو کر گویا ہوا "اے یار دلنواز! میں اپنی جان سے تنگ تھا' جب کئی فاقے گزرے تھے کہ میں نے کھانا چھینا۔" ملکہ نے کہا: "فاقہ مستی تمہاری ظاہر ہے۔ اسے میں کیا کروں' کہیں اپنا ٹھکانہ کرو۔ کوئی اور گھر دیکھو۔

شہزادے نے کہا "اے ملکہ' ہم تشنہ دیدار تمہارے ہیں۔ زکوۃ حسن تم سے مانگتے ہیں۔"

ملکہ نے کہا "بے غیرتی کا خدا بھلا کرے۔ سوال دیگر' جواب دیگر۔ میں کچھ کہتی ہوں' تم اور سنتے ہو۔ چلو اپنا راستہ لو۔"

اسد نے شعر پڑھا۔

خاک ہی اپنی اٹھے تو اس مکاں سے اٹھ سکے
ہم جہاں چوں نقش پا بیٹھے نہ واں سے اٹھ سکے

اے ملکہ ہم کہاں جائیں گے' تمہارا سنگ آستاں ہمارا سر ہے۔ ہر بشر محبت سے مجبور ہے۔"

یہ باتیں صحرا میں ہو رہی تھیں کہ خواصوں نے عرض کیا "اے شہزادی' یہ راستہ کا مقدمہ ہے۔ یہاں نہ ٹھہریے ان کو بھی گھر لے چلئے۔ ایسا نہ ہو کوئی آ جائے۔ دشمنوں کو رنج پہنچائے۔ الزام دے' بدنام کرے۔"

ملکہ نے یہ سن کر شہزادے سے کہا "اگر آپ ایسے ہی بھوکے ہیں۔ میرے غریب خانے پہ تشریف لے چلیے کھانا نوش فرمائیے۔ دل بہلائیے۔"

شہزادہ ہنس کر ملکہ کے ساتھ ہوا ملکہ انہیں ساتھ لے کر اس مکان کے قریب آئی۔

اسد نے اس مکان کو دیکھا کہ چار دیواری پہ اس کے سفیدی پھری ہوئی ہے جواہر کی پچی کاری ہے۔ مذہب و مطلا ہے۔ در و دیوار مصفا بالکل آئینے کی مانند۔ کمرے گردا گرد خوبصورت اور باوقار۔ شہ نشین سراپا پری کی تصویر ملکہ مہ جبین شہزادے کو دیوانے پہ چھوڑ کر ایک کمرے پہ چڑھ گئی۔ کنیزوں کو اہتمام کرنے کا حکم دیا۔ مسند پہ زر

بچھوائی۔ لیکن یہاں اسد نے بے تابی کر کے چاہا کہ کمرے کے زینے پر چڑھ جاؤں۔ جونہی دو تین سیڑھی پر قدم رکھا۔ کسی نے اٹھا کر نیچے پھینک دیا۔ پھر قصد کیا' لیکن ایسا ہی ہوا۔ دو تین بار اسی طرح اسد نے پٹخنی کھائی' لیکن کمرے پر نہ جا سکا اس عرصے میں ملکہ اتر کر آئی۔ کیفیت شہزادے کی دیکھی تو ہنسی اور کہا "پرائے مکان میں آپ نے چلے آنا کھیل سمجھ لیا۔

یہ کہہ کر اپنی وزیر نادی ملکہ دل آرام جادو سے کہا کہ پھوپھی صاحب یعنی صندلی جادو اس جگہ سحر کا حصار باندھ گئی ہیں کہ کوئی غیر آدمی مکان میں جا نہ سکے۔ اس وقت تو کوئی ایسا سحر کر کہ باطل ہو جائے اور میں اسد کو مکان کے اندر لے جاؤں۔ دل آرام نے افسوں پڑھ کر دستک دی۔ راہ کھل گئی۔ ملکہ مہ جبیں شہزادے کو لے کر کوٹھے پر آئی اور مسند پر لا کر بٹھا دیا۔ خواصوں کو حکم دیا' دستر خوان چنو' خاصہ حاضر کرو۔ ارشاد کے بموجب انہوں نے فی الفور لطیف لذیذ اور گوناگوں کھانے حاضر کئے ملکہ نے اسد سے کہا "بسم اللہ نوش فرمایئے اور فراغت کے بعد تشریف لے جایئے۔"

اسد نے کہا "اے جان جاں! تیرے سیب ذقن کو دیکھ کر میری بھوک پیاس گئی۔ اب کھانے کو ہمیں لخت دل اور پینے کو خون جگر ہے۔ تمہارا دیدار مد نظر ہے۔ اگر ہمیں کھانا کھلانا منظور ہو' گلشن اسلام کی سیر کرو۔ خارستان گمراہی سے نکل کر سحر کرنے سے تائب ہو۔"

ملکہ شہزادے کا یہ سوال سن کر دم بخود ہوئی اور کچھ سوچ کر جواب دیا "سحر کرنا مجھے نہیں آتا۔ مگر دین سامری اور خدا وند لقا کے ترک کرنے میں کلام ہے۔ اس لئے کہ ان خدا وندوں کا بڑا نام ہے۔"

اسد نے کہا "اے ملکہ' اگر لقا سچا ہوتا' تو میرے نانا' امیر حمزہ سے بھاگتا نہ پھرتا۔"

ملکہ نے جب امیر کا نام سنا' سمجھی کہ یہ شخص عالی نسب ہے۔ بہت خوش ہوئی اور اسد کے سمجھانے سے لقا پرستی کو ترک کیا۔ شہزادہ اور ملکہ دونوں کھانا کھانے میں مصروف ہوئے۔ باتیں محبت کی کرتے جاتے تھے کہ یکایک آندھی تیرہ و تار اٹھی اور بجلی

شعلہ بار چمکنے لگی۔ شہزادہ گھبرایا۔ آندھی سے پناہ مانگنے لگا، دیکھا ایک ساحرہ اژدہے پر سوار، ڈراؤنی صورت بنائے، پیر نالہ نیلا قصابہ باندھے، کملی بھریا اوڑھے، بالوں کی جٹائیں لٹکائے مٹی تھوپے، ہڈیوں کھوپڑیوں کے ہار گلے میں ڈالے آ پہنچی۔ ملکہ اور اسد کو بیٹھے دیکھ کر پکاری "او شوخ دیدہ ننگ خاندان۔ یہ کون ہے، جسے تو لئے بیٹھی ہے۔"

ملکہ یہ سن کر کھڑی ہو گئی اور کہا "پھوپھی یہ طلسم کا قیدی بھوکا پیاسا یہاں آ نکلا تھا۔ میں نے رحم کھا کر بلا لیا اور کھانا کھلایا۔ اب یہ چلا جائے گا۔"

وہ ساحرہ کہ نام اس کا صندل جادو ہے، یہ باتیں سن کر اس وقت تو خاموش ہو رہی، مگر دل میں سوچا کہ یہ قیدی گنہگار افراسیاب کا ہے، آپ ہی قتل ہو جائے گا، لیکن ملکہ کو یہاں سے لے چل۔ اب یہاں رکھنا اچھا نہیں۔ ابھی خیر ہے۔ ورنہ خراب ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر وہ بھی اس بات پر آمادہ ہو گئی کہ اس کو لے کر وہاں سے کسی طرح چل دے، پس دیکھتے ہی شیدا ہوئی اور خیال کیا کہ تو بڑھیا ہے۔ طلسم میں تجھے کوئی پوچھتا نہیں۔ یہ قیدی اپنی جان بچانا غنیمت جانے گا۔ اسے تو افراسیاب سے مانگ لینا اور مزے اڑانا۔ فی الحال اس سے سوال وصل کر۔ ایسی فکر کر کے ملکہ سے کہا کہ میں سامنے جو کمرہ ہے، اس میں جا کر ٹھہرتی ہوں۔ تو اس جوان کو میری محبت کے لیے راضی کر کے وہاں بھیج دے۔ میں خطا تیری معاف کروں گی، ورنہ تجھے اس کے پاس بیٹھنے کی سزا دوں گی۔ یہ کہہ کر اسد کے پاس آئی اور کہا "اے شخص تیرا پن کرنا اچھا نہیں۔ صورت پندرہ برس کی حسینہ جمیلہ عورت کی ایسی بنائی کہ اب جو کوئی دیکھے، جمال پر فریفتہ ہو۔"

ملکہ نے اسد سے کہا "لو صاحب مبارک ہو، پھوپھی جان تم پر عاشق ہو گئیں۔ اب ہمیں آپ کیوں پوچھیں گے کیونکہ خدا نے ایسی معشوق طرحدار کہ جس کا سن سات سو برس کا ہو گا۔ عنایت فرمائی جائیے اس کے ساتھ مزے اڑائیے۔ اسد نے ملکہ کو ان باتوں کا جواب نہ دیا اور اٹھ کر صندل جادو کے پاس چلا۔ مہ جبیں نے آبدیدہ ہو کر دامن پکڑ لیا اور کہا "کیوں صاحب اتنی ہی دیر میں آپ نے ہماری محبت دل سے بھلا دی،

جیسے ان گلوں میں تحمل ہی نہ تھا۔"

اسد نے ملکہ کو گلے لگایا' آنسو پونچھے تسکین دی کہ جانی میں تیرا غلام ہوں۔ دیکھنا کہ میں اس قحبہ کے پاس جا کر کیا کام کرتا ہوں۔ غرض ملکہ تو روتی رہی اور اسد دامن چھڑا کر صندلی جادو کے کمرے میں گیا۔ دیکھا کہ وہ ایک عورت خوبصورت بنی ہوئی' بصد انداز مسند ناز پر بیٹھی ہے۔ سامنے کشتی شراب کی لگی ہے۔ پلنگ جواہر کے پایوں کا بچھا ہے۔ اسد جا کر برابر بیٹھ گیا۔ اس نے پہلے تو اغماض جتلایا۔ پھر جام شراب بھر کر دیا۔ اسد نے جام لے کر کہا "اے جان من! اپنی جھوٹی شراب مجھے دے کہ پیوں اور اپنے دل مضطرب کو تسکین دوں اور میں تو تیرا تشنہ آب زلال وصال ہوں" یہ کہہ کر گود میں اٹھا لیا۔ صندلی جادو ناز و غمزہ کی وجہ سے نہیں نہیں کرتی رہی' لیکن اسد نے پلنگ پر لٹایا۔ ایک ہاتھ گردن پر رکھا اور دونوں ٹانگوں کو پاؤں سے گانٹھا' صندلی سمجھی کہ پیار کرتا ہے۔ اب تیرا مطلب حاصل ہوا چاہتا ہے' مگر اسد نے اس طرح گلے کو دبایا کہ سانس گھٹنے لگی۔ چونکہ اسد نے گلا دبا رکھا تھا اس لئے وہ سحر بھی نہ کر سکی۔ لاکھ تڑپی' لیکن شیر کے پنجے میں آ چکی تھی۔ کب چھوٹ سکتی تھی۔ آخر کو طائر روح نے قفس عنصری سے پرواز کی۔ اس وقت وہ صدائے مہیب آئی کہ معلوم ہوا' آسمان پھٹ پڑا۔ اسد کود کر الگ جا کھڑا ہوا۔

مہ جبین دیوانے کے سوراخ سے اسد کا اختلاط دیکھ دیکھ کر جل رہی تھی اور دل سے کہتی تھی کہ ہم سے تو کیا کہہ کر آیا تھا۔ یہاں یہ مردود اس بڑھیا پر ریجھ کر کیا کیا دارومدار کر رہا ہے۔ اس عرصے میں دار و گیر کی صدا بلند ہوئی۔ تاریکی چھا گئی۔ آندھیاں اٹھنے لگیں۔ پتھر پڑنے لگے' آگ برسنے لگی' لمحے بعد آواز آئی "مارا مجھے دغا سے میرا نام صندلی جادو تھا۔ افسوس ہے کہ سات سو برس کی عمر میں کوئی پھل باغ جوانی سے نہ چکھا تھا کہ صرصر اجل نے گل حیات کو پژمردہ کیا۔"

ملکہ یہ سنتے ہی گھبرائی اور دل آرام جادو سے کہا "بڑا غضب ہوا۔ پھوپھی جان کو انہوں

نے مار ڈالا۔"

دلارام نے کہا: "واری آپ کی محبت میں شہزادے نے اپنی جان کا کچھ خیال نہ کیا اور اسے ہلاک کیا ذرا انھیں جا کر دیکھئے تو حال کیا ہے اور کیا گزری ہے۔" ملکہ دلارام کے ہمراہ کمرے کے اندر آئی۔ اس وقت وہ تاریکی بھی دور ہو چکی تھی۔ صندل کی لاش برہنہ پڑی تھی اور اسد ایک جانب کھڑا ہنس رہا تھا کہ ملکہ روتی ہوئی آئی اور کہا "واہ صاحب' تم نے میری پھوپھی کو مار ڈالا۔"

اسد نے کہا: "کیوں کیسا رہا۔ میں نے تو اسے جلد جہنم واصل کیا۔"

مہ جبین نے کہا: "سبحان اللہ' ڈسیئے اپنے دیرے سے۔ ایک چاہنے والی پہ کچھ رحم نہ کیا۔ دوسرے یہ کہ میری ہی پھوپھی کو مارا اور مجھی سے تعریف کرایا چاہتے ہو۔"

اسد نے ملکہ کے گلے میں ہاتھ ڈال دیئے پیار کیا۔ ملکہ نے ہاتھ جھٹک کر کہا "کیا میرا بھی گلا گھونٹ دو گے۔"

اسد نے کہا: "میری جان' تجھ پہ قربان اگر میں تیرا گلا گھونٹ دوں' تو پھر میں بھلا کب زندہ بچوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک صندل کی کھوپڑی پھٹی اور ایک خوش رنگ پرندہ اس میں سے نکلا اور افسوس افسوس کہتا ہوا اڑا۔ دلارام نے کہا "اے ملکہ یہ پرندہ نہیں ہے۔ یہ سحر جو صندل کے ناپاک جسم میں تمام عمر کا سایہ تھا' وہ نکلا ہے۔ افراسیاب کے پاس جا کر اس کے مرنے کا حال کہے گا۔ آپ کے بھی دشمن مثلاً ملکہ تصویر' اور شہزادہ بدیع الزماں کے بھی گرفتار ہو جائیں گے۔"

مہ جبیں نے گھبرا کر کہا: "پھر میں کیا کروں؟"

دلارام نے کہا: "اسد کو لے کر بھاگئے اور طلسم کے باہر نکل جایئے۔"

اسد نے کہا: "میں طلسم فتح کرنے کے لئے آیا ہوں۔ افراسیاب کو قتل کئے بغیر طلسم سے باہر نہ جاؤں گا۔"

مہ جبیں نے منت کر کے کہا: "اے دلارام' مجھے سحر نہیں آتا۔ اگر تجھ سے ہو سکے

ہم دونوں کو بھگا لے چل۔"

ولا مام نے عرض کیا: "اے ملکہ میں ایسی ساحرہ نہیں کہ افراسیاب کے کسی ملازم سے مقابلہ کر سکوں یا طلسم کے باہر آپ کو لے جاؤں' مگر آپ کے کہنے سے میں کمرے کے نیچے اتر کر ایک پہاڑ کی صورت بزور سحر بنتی ہوں آپ شہزادے کو لے کر آئیے اور اس پہاڑ کی کسی گھاٹی میں چھپ رہیے۔ میں آپ کو لے کر اس شکل سے بھاگوں۔"

ملکہ نے کہا: "اچھا۔"

ولا مام کمرے کے نیچے جا کر زمین پر غلطک مار کر ایک پہاڑ بن گئی اور مہ جبین اسد کو لے کر کمرے کے نیچے اتری اور پہاڑ پر جا کر ایک جگہ چھپ گئی۔ اس وقت وہ پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑا کر چلا اور جتنی کنیزیں انیسیں جلیسیں ملکہ تھیں' وہ یہ ماجرا دیکھ کر رونے لگیں' مگر ولا مام نے کچھ خیال نہ کیا اور انہیں روتا ہوا چھوڑ کر ملکہ اور شہزادے کو لے کر روانہ ہوئی ادھر وہ پرندہ جو کہ صندل کے سر سے نکلا تھا۔

افراسیاب کے پاس باغ سیب میں پہنچا۔ افراسیاب تخت سلطنت پر متمکن تھا۔ امرا و ارکان دولت حاضر تھے۔ ناچ ہو رہا تھا کہ یہ پرندہ تخت کے سامنے جا کر گرا اور پکارا "اے شہنشاہ ساحران' صندل کو اسد نے قتل کیا۔ یہ کہہ کر اس جانور کے منہ سے ایک شعلہ آتش نکلا اور پروں میں ساری آگ لگ گئی۔ جل کر خاک ہو گیا۔ افرا سیاب یہ خبر سن کر رونے لگا اور سب اہل دربار کو سیاہ پوش ہونے کا حکم دیا۔ ملکہ حیرت کو شہر پرساں سے بلوایا۔ اس سے سب حال کہا وہ بھی رونے لگی۔ افراسیاب تمام ارکان سلطنت اور اکابران طلسم کے ہمراہ اس مقام پر آیا' جہاں صندل کی لاش پڑی تھی۔ مہ جبین کی کنیزیں حاضر تھیں۔ آ کر قدم پر گریں کہ ہم بے قصور ہیں۔ افراسیاب نے پوچھا مہ جبیں کہاں گئی؟"

کنیزوں نے سارا ماجرا تفصیل سے کہہ سنایا۔ افراسیاب نے کہا: کیا مجال جو کوئی طلسم کے باہر جا سکے۔ پہلے میں صندل کی لاش اٹھا لوں" یہ کہہ کر حکم دیا کہ طلسمی تجمل

و جلوس میں حاضر ہو۔ حکم کے بموجب گھنٹے اور ناقوس بجانے والے، سامری و جمشید کے نام لیوا حاضر ہوئے۔ فولاد کے سوار طلسمی پتلے ہیں اور طلسم کا جلوس لے کر آئے۔ تمام اکابران طلسم جمع ہوئے اور صندل کی لاش دین جمشید مطابق بڑی دھوم سے اٹھائی۔

غرض جب افراسیاب نے اس کام سے فرصت پائی۔ غمگین دل کے ساتھ باغ سیب میں آ کر شاہان ممالک طلسم کے نام اس مضمون کے فرمان لکھ کر روانہ کئے کہ مہ جبین اور ملازمان حمزہ کے نواسے اسد کو لے کر بھاگی ہیں ان کو جہاں پاؤ، حضور میں گرفتار کر کے لاؤ، ایک حکم نامہ ملکہ مہرخ کے نام بھی لکھا۔ مہرخ جادو مہ جبین کی نانی ہے اور بے بدل کاہنہ ہے۔ ساحری اور منجمی میں بھی لاثانی ہے۔ افراسیاب کی رشتہ دار ہے۔ ذی لیاقت اور ہوشیار ہے۔ پہلے طلسم باطن میں رہتی تھی، لیکن جب سے اس کا بیٹا شکیل، حیرت جادو کی بیٹی ملکہ خوبصورت جادو پر عاشق ہوا۔ مہ رخ افراسیاب کے خوف سے طلسم ظاہر میں آئی اور یہاں ایک پشتہ رنگین حصار ہے۔ اس میں بود باش اختیار کی افراسیاب جب ملکہ خوبصورت کے حال عشق سے آگاہ ہوا، اسے گرفتار کر کے، سحر کر کے ہنڈولے پر بٹھا دیا۔ دریائے خون رواں کے اس طرف ایک بیابان سبزہ زار ہے کہ وہاں ملکہ خوبصورت بے ہنڈولے پر جھولا کرتی ہے اس پر سے گزرنا ناممکن ہے۔ افراسیاب نے مہ رخ سحر چشم کی خاطر شکیل کو چھوڑ دیا ہے اس سے کسی طرح کا تعرض نہ کیا۔ اس لئے کہ مہ رخ سحر چشم معززان طلسم میں سے ہے اور راز طلسم جانتی ہے۔ بارہ ہزار ساحر اس کے مطیع ہیں اور پشتہ رنگین حصار میں آباد ہیں۔ یہ ان کی حاکم ہے۔ افراسیاب خوفناک رہتا ہے۔ بظاہر خاطر داری کرتا ہے اور باطن میں عداوت رکھتا ہے۔

فی الحال اس نے یہ خیال کیا اگر میں مہ جبین کو، تصویر جادو کی طرح "گرفتار کروں گا" تو اس کی نانی مہ رخ سحر چشم برا مانے گی۔ ایسا نہ ہو کہ فتور کرے اور طلسم کشا

سے مل جائے اسی وجہ سے اس نے ایک نامہ اس کے نام اس مضمون کا تحریر کیا ہے:

"اے ملکہ مہ رخ' تمہاری نواسی اسد کے ہمراہ بھاگی ہے۔ اس کے باوجود کہ میں نے اسے بادشاہ طلسم بنایا' مرتبہ بڑھایا' لیکن اس نے میرا کچھ خیال نہ کیا۔ ننگ و ناموس سے ہاتھ دھویا چاہئے تمہیں چاہئے کہ مہ جبیں کو تلاش کر کے حاضر کرو تاکہ تمہاری خاطر سے ملکہ چشم نمائی کر کے چھوڑ دوں اور طلسم کشا کو قتل کروں۔ اگر تم کو اس حکم کی تعمیل میں کچھ عذر ہو گا' ملک و مال ضبط کر کے قتل کی جاؤ گی۔ سرکاری کی باغی کہلاؤ گی۔"

اس مضمون کا عتاب نامہ لکھ کر اپنے ملازم زنار جادو کو دیا کہ مہ رخ کے پاس لے جائے اور جواب لائے۔ زنار جادو نامہ لے کر' بعد قطع مسافت رنگین حصار میں پہنچا۔

اس کے آنے کی خبر مہ رخ سحر چشم کو ہوئی۔ اس نے استقبال کرایا۔ دارالعمارت میں لائی۔ سامان دعوت مہیا کیا۔ ناچ راگ و رنگ کا جلسہ ہوا۔ مہمانداری اور تشریف آوری کے امور سے فراغت پانے کے بعد پوچھا: "آپ نے کس سبب سے اس عاجز کے کلبہ احزاں کو سرفراز فرمایا۔"

زنار جادو نے افراسیاب کا نامہ دیا۔ مہ رخ نے پڑھا۔ اطلاع پائی چونکہ عقیلہ و فہیم ہے۔ آہستہ سے زبان پر یہ لائی کہ اے زنار جادو' آپ ذرا ٹھہرے رہیں۔ میں سوچ کر جواب دیتی ہوں اور اپنے مشیروں سے صلاح لیتی ہوں۔ زنار جادو مقیم رہا اور مہ رخ وہاں سے اٹھ کر الگ مکان میں آئی۔ علم نجوم میں کمال رکھتی ہے۔ زائچہ کھینچا اور اسد اور افراسیاب کے طالع کا حال دریافت کیا تو ثابت ہوا کہ اسد شہسوار عالی جناب افراسیاب کا قاتل ہے۔ طلسم کو فتح کرے گا' جو اس کا شریک ہو گا' عزت پائے گا' جان بچے گی۔ آبرو رہے گی۔ جو اس سے مخالفت کرے گا۔ مارا جائے گا' گھر برباد ہو گا' کہیں نہ ٹھکانہ پائے گا۔ غرض جب یہ اسے علم سماوی سے ظاہر ہو گیا اپنے دل میں کہا' مہ جبیں تیری نور نظر ہے۔ اس کی شراکت کر۔ افراسیاب نمک حرام ہے۔ اس سے

کنارہ کشی بہتر ہے۔ اس لئے کہ لاچین جادو جو پہلے اس طلسم کا بادشاہ تھا۔ اسے قید کر رکھا ہے اور تیرے فرزند شکیل جادو سے محض اس لئے عداوت رکھتا ہے کہ وہ خوبصورت جادو سے عشق کرتا ہے اور اس کی معشوقہ کو طرح طرح کی تکلیف دیتا ہے۔ عجب نہیں جو تیرا فرزند اس غم میں مر جائے۔ دنیا سے گزر جائے۔ چاہیئے کہ بیٹا اور نواسی کی جان بچاؤں۔ افراسیاب سے لڑ کر دل کی لگی بجھاؤں۔ اس وقت سے بہتر کوئی زمانہ نہ ملے گا۔ فال بھی نیک ہے۔ طلسم کشا بھی آیا ہے۔

یہ سوچ کر افراسیاب کے نامے کے جواب میں ایک عرضی لکھی' جس کی عبارت یہ تھی:

”اے شاہ جادواں اے شہنشاہ ساحراں' آپ نے بڑی عزت فرمائی کہ اس ضعیفہ کو یاد فرمایا اور احقر خاکسار کو اوج آسمان پر پہنچایا۔ میری نواسی پر جو عتاب ظاہر ہوا ہے اس سے جل شاہوں کو بڑا تعجب ہوتا ہے۔ یوں تو کمترینہ ہمیشہ سے معتوب درگاہ ہے۔ کوئی نہ کوئی الزام ضرور ملا ہے۔ چشم ترحم اور نگاہ کرم میری طرف مدت سے نہیں ہے۔ دور افتادہ بملا عشرت خانہ نشین ہے' مگر اس خاص امر میں سراسر بے قصور ہے۔ بشر سے محبت مجبور ہے کوئی بشر اپنے نور نظر کو زیر تیغ نہ دیکھے گا۔ خود مرے گا' لیکن اس کا مرنا گوارہ نہ کرے گا۔ اس حقیرہ سے ممکن نہیں ہے کہ مہ جبیں کو ڈھونڈ کر گرفتار کرے اور اس کی گردن زیر تیغ بے دریغ دھرے۔ حضور' مالک ہیں' چاہے مجھ کو سرفراز کریں خواہ اس کے عوض سزا دیں' جو کچھ ہو سکے میرے حق میں قصور و کوتاہی نہ کریں' مجھے نہ آپ سے کوئی سروکار ہے نہ مہ جبیں کی ذلت درکار ہے۔ زیادہ حد آداب۔“

عرضی تیار ہوئی۔ بہار جادو کے حوالے کی۔ وہ افراسیاب کی طرف لے کر روانہ ہوا اور ادھر مہ رخ نے اپنے بارہ ہزار ساحری کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ وہ سب مسلح و مکمل ہو کر حاضر ہوئے خیمے ڈیرے' لدے مہ رخ نے اپنی ماں ملکہ ماہ جادو کو بھی ساتھ لیا اور ایک نامہ اپنے بیٹے شکیل جادو کو لکھا۔ اس کا بیٹا کوہستان میں ملکہ خوبصورت کے

عشق کا مارا، تنہا رہتا ہے۔ صحرا پسند ہے، گھر برا معلوم ہوتا ہے۔ مہ رخ نے بارہ ہزار ساحر اس کی حفاظت پر مامور کر رکھے ہیں، وہ بھی صحرا میں رہتے ہیں۔ غرض اس کو اطلاع دی کہ اے فرزند ہماری اور افراسیاب کی بگڑ گئی ہے۔ لازم ہے کہ ہم تک آؤ اور فوج کو بھی اپنے ساتھ لاؤ۔ جب شکیل کے پاس نامہ پہنچا۔ بہت خوش ہوا کہ اب یا تو افراسیاب کے ہاتھ سے مارے جائیں گے، یا اپنی معشوقہ ملکہ خوبصورت کو پائیں گے۔

یا تو سر دیتے ہیں یا لیتے ہیں دلبر اپنا
آج جھگڑا ہی چکا لیتے ہیں چل کر اپنا

اسی وقت بارہ ہزار کا لشکر لے کر اپنی ماں کے پاس آیا۔ مہ رخ چوبیس ہزار کی جمعیت لے کر، مہ جبین کو ڈھونڈنے کے لئے روانہ ہوئی، لیکن نثار جادو نے جا کر مہ رخ کا جواب نامہ افراسیاب کو دیا۔ یہ ناری آتش غضب سے جلا۔ عرضی پڑھی۔ فوراً چند ساحروں کو حکم دیا کہ مہ جبیں کو گرفتار کر لاؤ اور جو اس کی حمایت کرے، اسے بھی سزا دو، اور میں کیا ایک عورت پر لشکر کشی کروں۔ تم چند ساحر مہ رخ کی فوج کے لئے کافی ہو۔

حکم کے بموجب ساحر مہ جبیں اور اسد کی گرفتاری کے لئے روانہ ہوئے۔ ان کے نام وقت پر ظاہر ہوں گے لیکن اب اسد اور مہ جبیں کا حال سنئے۔ دلآرام جادو اسی طرح پہاڑی بنی ہوئی پانچ سو کوس نکل گئی، مگر سرحد طلسم سے باہر نہ جا سکی۔ کہیں کوہ چینی نظر آیا۔ کسی طرف کوہ لاجوردی دکھائی دیا۔ طلسم کے عجائبات و غرائبات نظر آئے۔ کہیں خارستان نظر آیا۔ کہیں گلزار دکھائی دیئے۔ اسی طرح کوہستان اور دریائے زخار سب مقام طے کئے۔ جب اپنی دانست میں بہت دور نکل آئی۔ اس وقت ٹھہری۔ اسد

اور مہ جبیں سے کہا کہ پہاڑ پر سے اتر آؤ۔ وہ اتری' خود اصلی صورت بنی اور خیمے سامنے سے ان دونوں کو لے کر چلی۔ تھوڑی دور پر ایک صحرائے سبزہ زار ملا کہ جہاں ہر سمت پھولوں کا انبار تھا۔ درخت گنجان سایہ دار لگے تھے۔ ان کے نیچے پانی کے چشمے بہتے تھے۔

ملکہ نے کہا: "اے دلارام' اس جنگل میں کچھ دل آرام پاتا ہے۔ بھوکے پیاسے بھی ہیں۔ دل بیٹھا جاتا ہے۔ ذرا ایک لحظہ ٹھہر کر سفر کی مصیبت سے آسودہ ہوں' کچھ ممکن ہو تو کھائیں۔"

دلارام کو شہزادی کے حال پر رونا آیا کہ وہ شہزادی عالی جاہ ہے کہ جس کے ہوا دار کا پایہ پکڑ کر ستر ہزار بادشاہ زادیاں چلتی تھیں۔ جادو اطاعت سے قدم باہر نہ دھرتی تھیں۔ آج وہی بے سروپا۔ صحرا میں دواں دواں ہے نہ ڈنکا تخت نہ چتر شاہی۔ سچ ہے کہ بادشاہ عشق کی بارگاہ میں شاہ و گدا یکساں ہیں اور اس پر بھی دیکھئے جو جان بچے' کس جگہ امان ملے۔ زمین و آسمان دشمن ہے۔ ہزار طرح کا رنج و غم درپیش ہے افراسیاب متلاشی ہو گا ہزارہا ساحر بھیجا ہو گا۔ کوئی دم میں آفت آیا چاہتی ہے۔ آئینہ خیال میں عروس مرگ جلوہ دکھاتی ہے' مگر خیر یہ شہزادی تھک گئی ہے۔ ذرا ٹھہر جاؤ دیکھو کیا ہوتا ہے مقدر کیا دکھاتا ہے۔ یہ سوچ کر دلارام اس سبزہ زار میں ایک پہاڑی کے قریب ٹھہری' لیکن ملکہ اپنے حال پر فرہاد کی طرح سر پیٹ کر رونے لگی۔ اسد نے اس شیریں ادا کی دلداری کی۔ ملکہ نے کہا: "اے بے وفا ہم نے تیرے لئے کیا کیا نہ رنج مول لیا۔

اگرچہ ہجر میں تخم الفت کا اے ستم گر ہم اپنا بوتے
تو تھا یقیں کہ اس کے نیچے کبھی تو روتے کبھی تو سوتے

نہ ایسی گلیوں میں تیری خاطر کئے ہیں نالے' پھرتے ہیں روتے

خراب و خستہ ذلیل و رسوا، نہ تم سے ملتے نہ ایسے ہوتے

خیر اس کا کیا گلہ ہے، یہ بھی قسمت کا گلہ ہے، مگر اس وقت کچھ غذا ممکن ہو، تو کہیں سے بہم پہنچاؤ، تاکہ بھوک کی شدت دور ہو۔

اسد نے کہا: "اے ملکہ تم یہاں ٹھہرو میں کوئی ہرن شکار کر لاؤں اور اس کے کباب لگا کر کھلاؤں۔ یہ کہہ کر تیر کمان لے کر اسد روانہ ہوا اور دلآرام کو ملکہ کے پاس چھوڑا۔ یہاں سے دور جا کر ہرن ملا، چپل تھا، اس کے تعاقب میں دور نکل گیا اور یہاں جب شہزادے کو عرصہ ہوا تو دلآرام نے کہا: "میں جا کر شہزادے کو بلا لاؤں، ایسا نہ ہو، کوئی ساحر مل جائے اور ان کے دشمنوں کو گرفتار کرے۔ یہ کہہ کر روانہ ہوئی تو مہ جبیں اکیلی رہی۔ شہزادے کی تنہائی میں وہ اپنے حال زار پر روتی تھی۔ اے فلک کب تک مجھے دربدر پھرائے گا۔ اس سوچ میں تھی کہ وہ ساحر جو افراسیاب نے روانہ کیے تھے ان میں سے ظلمات جادو نام کا ایک ساحر ادھر آ نکلا۔ مہ جبیں کو بیٹھے دیکھ کر دل میں خیال کیا یہ ایسی حسینہ و جمیلہ، زر و زیور سے آراستہ ہے اور شاہ نے حکم اس کے قتل کرنے کا دیا ہے۔ کیا کروں اسے دھوکے سے اپنے گھر میں لے جا کر سوال وصل کروں۔ اگر منظور کرے ہے تو، عورت بھی شکیلہ ہے اور مال و زر بھی رکھتی ہے، بڑی آسائش سے بسر ہو گی۔ اس ہنگامے میں یہ کوئی گمان نہ کرے گا کہ مہ جبیں تیرے پاس ہے، بلکہ یہ سمجھیں گے کہ اسد بھگا لے گیا۔ یہ سوچ کر ملکہ کے قریب آیا اور سلام کیا۔ ملکہ اس بے حیا کو دیکھ کر دل میں ڈری کہ یہ مجھے گرفتار کر لے جائے گا، لیکن اس نے کہا: "اے ملکہ میں آپ کا دوست ہوں شہزادہ اسد اور دلآرام کہاں آپ سے جدا ہوئے۔" ملکہ نے کہا: "آپ و دانہ کی تلاش میں گئے ہیں۔"

ظلمات جادو نے صرف حال دریافت کرنے کو پوچھا تھا، جب دلآرام اور اسد کی کیفیت معلوم کر چکا تو اسی وقت مکاری سے کہا: "اے ملکہ! شہزادہ اسد میرے باغ میں تشریف

لے گئے اور مجھے اپنا مطیع کیا۔ اب اسی جگہ بیٹھے ہیں اور مجھے آپ کو بلانے بھیجا ہے۔"

ملکہ نے کہا: "دلارام آئے تو میں چلوں۔"

ظلمات نے کہا: "میں آپ کو پہنچا کر اسے بھی ڈھونڈھ لاؤں گا۔"

ملکہ اس کے کہنے سے اٹھ کر ہمراہ ہوئی۔ یہ ملکہ کو لے کر اپنے باغ میں آیا۔ ملکہ نے اس باغ کو نہایت سرسبز پایا۔ درخت گلدار لگے تھے۔ چمن نسیم عطر آگیں سے بسے تھے۔ ملکہ بارہ دری میں آ کر' باغ کی ایک جواہر نگار کرسی پر بیٹھی اور کہا "اسد کس مقام پر ہیں۔ انھیں بلا دو۔"

ظلمات نے کہا: "مہ جبیں! اب اسد کا نام نہ لو۔ میں تم پر فریفتہ ہوں۔ دھوکا دے کر یہاں لایا ہوں۔ تم میرا وصل منظور کرو۔ تمھاری جان بچے گی' یہاں پوری حفاظت سے بیٹھی رہو گی۔ جب اسد قتل ہو جائے گا اور شہنشاہ کا غصہ کم ہو گا۔ اس وقت اپنے گھر چلی جانا۔"

ملکہ جب اصل حقیقت سے آگاہ ہوئی گھبرائی اور کہا "اے ظلمات! اتنا سمجھ لینا کہ اگر میری آبرو میں کچھ فرق آیا۔ میں فوراً خود کو ہلاک کر لوں گی۔ اور الماس کی انگوٹھی چبا لوں گی۔"

ظلمات منت کرنے لگا۔ قدم سر پر دھرنے لگا۔ ملکہ نے نہ مانا۔ اس وقت یہ دھمکانے لگا۔ زبردستی دکھانے لگا۔ ملکہ نے درگاہ خداوندی میں استغاثہ کیا کہ اے خداوند دو جہاں! وارث مظلوماں! مجھ مظلومہ کی آبرو اس ظالم کے ہاتھ سے بچا۔

اس وقت قدرت خدا سے ایک ساحر دخان جادو' ملکہ کی تلاش میں مارا مارا ادھر آ نکلا۔ ملکہ کی آواز سن کر باغ کے اندر آیا۔ ظلمات کو ملکہ کے ساتھ دست درازی کرتے دیکھا۔ اس نے ڈانٹا کہ او بے حیا کیا کرتا ہے۔ ظلمات اسے دیکھ کر سمجھا کہ راز میرا فاش ہو گیا۔ یہ جا کر افراسیاب سے کہے گا۔ وہ مجھے اس ناشائستہ حرکت کی سزا دے گا۔ لازم ہے کہ اسے مار ڈالوں اور ملکہ کے ساتھ زبردستی وصل کروں۔

یہ سوچ کر دخان پر ایک فولادی گولہ سحر کر کے مارا کہ وہ پھٹا اس میں سے دھواں نکلا۔

سارے باغ میں تاریکی ہو گئی۔ دغان نے اس کا یہ سحر دیکھ کر فوراً اپنے جھولے سے ایک مشکیزہ نکالا اور اس میں پانی لے کر اس پر پڑھ کر اس تاریکی کی طرف اچھال دیا۔ وہ تاریکی دھواں ہو کر ایک طرف سمٹ گئی اس نے پھر دوسرا چھینٹا پانی کا مارا کہ وہ ظلمات پر پڑا اور پانی کے قطرے چنگاریاں بن کر اس کے جسم کو جلانے لگیں۔ آخر ظلمات کے پورے جسم سے شعلے نکلنے لگے اور وہ جل کر خاک ہو گیا۔ مہیب صدائیں پیدا ہوئیں۔ عظیم غلغلہ برپا ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ آفت مٹی۔

دغان اسے قتل کر کے ملکہ کے پاس آیا۔ اس شعلہ رو کے حسن و جمال سے وہ جگہ منور پائی۔ اس کے دل میں بھی برائی آئی۔ ملکہ پر ہزار جان سے شیفتہ ہوا اور دست بستہ ملکہ سے عرض کیا: "اے شہ خوباں' اگر تو میرے یہاں رہنا گوارا کرے تو میں تمام عمر سرتابی نہ کروں اور شہنشاہ سے عرض کر کے تیری خطا معاف کرا دوں۔ میں شہنشاہ کے مقربان میں سے ہوں۔ کوئی ایسا ویسا نہیں ہوں۔"

ملکہ نے جب یہ گفتگو اس کافر جام سے سنی اور کہا: "اے دغان جادو! اس خیال خام کو اپنے دل سے دور کر۔ جو میری عصمت میں فرق لگائے گا' تو پھر مجھ کو زندہ نہ پائے گا۔"

دغان سمجھا کہ یہ طلسم کشا کی عاشق ہے۔ مجھ سے راضی نہ ہو گی۔ یہ تصور کر کے سحر پڑھ کر ملکہ پر پھونکا کہ ملکہ خود اس پر فریفتہ ہوئی اور کہا: "مجھے تیرے کہنے سے انکار نہیں ہے۔" دغان نے خیال کیا کہ یہ مکان پر آیا ہے اور مالک مکان کو تو قتل بھی کر چکا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی وارث آ جائے یا کوئی افراسیاب کا بھیجا ہوا ادھر آ نکلے تو پھر قباحت ہو گی۔ جان بھی جائے گی اور ملکہ بھی چھن جائے گی۔ یہ سوچ کر وہاں سے اٹھ کر چلا کہ ملکہ سحر کے زور سے اس پر شیدا ہے یہ بھی اٹھ کر چلی۔ دونوں باغ سے نکل کر صحرا میں روانہ ہوئے اور دغان اپنے گھر ملکہ کو لے چلا۔

اتفاقاً اسد ہرن کو شکار کر کے وہاں گیا' تو ملکہ کو جہاں بٹھا آیا تھا' جب اس جگہ نہ ملی' ڈھونڈتا ہوا ادھر آ نکلا کہ دغان ملکہ کو لئے جاتا تھا۔ اسد نے دور سے دیکھا کہ

ایک ساحر کے پیچھے ملکہ دوڑی چلی جاتی ہے۔ سمجھا معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سحر میں مبتلا ہے بس ایک تیر جو تاک کر مارا، وغان غافل تھا کہ تیر سینے پر پڑا۔ پشت کو توڑ گیا قلا بازی کھا کر گرا اور مر گیا۔ شور اور غل اس کے مرنے کا پیدا ہوا۔

اسد ملکہ کے پاس آیا۔ ملکہ اس کے مرنے سے ہوش میں آ چکی تھی۔ اسد سے لپٹ گئی اور رو رو کر سارا ماجرا کہا۔ اسد ملکہ کو لے کر ایک دو کوہ میں آیا اور کمرے سے دوشالہ کھول کر بچھایا اور جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے اپنی تلوار کو پہاڑ کے پتھر سے رگڑا۔ شرارہ پیدا ہوا۔ آگ لگی۔ ہرن جو شکار کر کے لایا تھا، اس کے کباب لگائے۔ آپ بھی کھائے اور ملکہ کو بھی کھلائے۔ پانی چشمے سے لا کر پلایا۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ ہنوز آسودہ نہ ہوئے تھے یکایک بجلی چمکی اور بادل بڑے زور شور سے گرجا۔ ایک سیاہ رو ساحر، بد باطن، افراسیاب کا بھیجا ہوا، یہاں پہنچا اسد اور مہ جبیں کو دیکھ کر للکارا کہ اب کہاں جاؤ گے، میں ہوں شعلہ جادو۔

اسد یہ نعرہ سن کر تلوار پکڑ کر دوڑا۔ اس ساحر نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ اسد کا نصف دھڑ زمین میں غرق ہو گیا۔ اس وقت اتفاق سے دلارام، جو اسد کو ڈھونڈنے نکلی تھی یہاں پہنچی اور اس ساحر کو دیکھ کر ایک ناریل سحر کا دے مارا۔ شعلہ جادو نے کچھ افسون پڑھا کہ دلارام کا سحر رد ہو گیا اور پھر آپ ایسا سحر کیا کہ شعلہ بن کر اسد اور دلارام اور مہ جبین کے لپٹ گیا اور اڑ کر لے چلا۔ راہ میں اس نے خیال کیا کہ مبادا ان کا کوئی مددگار مل جائے اور مجھ سے چھین لے۔ اس سے بہتر ہے کہ ان کے سر کاٹ کر افراسیاب کے پاس لے چلوں اور انعام میں ملک و مال لوں۔ یہ سوچ کر ایک جگہ ٹھہرا اور ان کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت مہ جبیں نے رو کر کہا: "او ظالم بے حیا پہلے میرا سر تن سے جدا کر، تاکہ اپنے مطلوب کو بے جان نہ دیکھوں۔ خاک و خون میں غلطاں نہ دیکھوں۔"

یہ نابکار ملکہ کا سر کاٹنے چلا۔ اس وقت اسد نے پکار کر کہا: "اے نامرد اتلی، پہلے مجھ کو ہلاک کر یہ کب جائز ہے کہ مرد زندہ ہے اور عورت اس کے سامنے قتل کی

جائے۔" ساحر فلک کی طرف سے شہزادے کی طرف پھرا۔ اس وقت دلآرام نے للکارا:

"اے بانیِ جفا! کہاں زیبا ہے کہ کنیز زندہ رہے اور مالک اس کا ہلاک ہو۔ انھیں قتل کرنے سے پہلے میرا کام تمام کر۔"

شعلہ ان کی گفتگو سے حیرت میں تھا کہ پہلے کسے قتل کرے، لیکن اسد نے اس حال میں رجوع قلب سے درگاہ دادرس غریباں میں بلبلا کر دعا کی اے پروردگار ہم کو اس ظالم کے شر سے بچا۔

حاجت نواز دوسرا تجھ سا کوئی نہیں
رنجور کا انیس ہے، ہمدم علیل کا

باغ و بہار آتش نمرود کو کیا
مشکل کے وقت حامی ہوا تو خلیل کا

موسیٰ کو تیرے حکم سے دریا نے راہ دی
فرعون کو تو نے غرق کیا رود نیل کا

طوفاں میں ناخدا کے کشتی سے نوح کی
تھا جواب ہی نہیں تجھ سے جلیل کا

آواز تیرے عدل کا ہے بسکہ گوش زد
چیونٹے سے زور چل نہیں سکتا ہے فیل کا

خداوند، ایسا سبب ظاہر کر کہ یہ کافر واصل جہنم ہو۔ شہزادے کا دعا کرنا تھا کہ دریائے

رحمت الٰہی جوش میں آیا اور خدا نے ایک دیو اس ظالم پر مسلط فرمایا ملکہ آسمان پری' زوجہ صاحبقراں' والیٔ ملک کوہ قاف بھی کبھی اپنے شوہر کی خیریت منگاتی ہے۔ اس وقت بھی اک دیو کوہ قاف سے' لشکر حمزہ کی طرف خیریت نامہ لئے اڑتا ہوا جاتا تھا۔ زمین کا شور' گریہ و زاری سن کر متوجہ ہوا اسد کو گرفتار دیکھا اور ایک ساحر کو درپئے قتل پایا۔ یہ دیو اسد کو کو پہچانتا تھا۔ فوراً اس نے شعلہ جادو کی گردن پکڑ کر' سب اعضا اس کے توڑ مروڑ لقمہ بنا کر منہ میں ڈال لیا نگل گیا۔ پیٹ میں جاتا تھا کہ معلوم ہوا۔ ابھی دم نہیں نکلا۔ دوڑنے لگا کہ کم بخت یہ لقمہ کیسا تھا' جس نے معدے میں جا کر یہ آفت بپا کی' آخر خدا خدا کر کے' وہ شور موقوف ہوا۔ اسد نے رہائی پائی۔ دیو نے آ کر سلام کیا اور حال پوچھا۔ اسد نے کہا "تو کون ہے؟"

دیو نے کہا: "آپ کی نانی ملکہ آسمان پری کا بھیجا ہوا۔ امیر کے پاس جاتا ہوں۔"

اسد نے کہا: "میری بھی تسلیم نانا جان سے کہہ دینا اور سب سرداروں کو بھی سلام کہنا۔ اور جو حال کہ اب تک گزرا تھا وہ سب بیان کر کے کہا: "امیر سے کہہ دینا اور تو نے بہت برا کیا' جو اس ساحر کو مار ڈالا۔ ہم لوگ اگر چاہیں تو سارے عالم کے ساحروں کو دیوؤں سے ہلاک کرا دیں۔ لیکن ہمت مردان روزگار سے بعید ہے کہ جو انسان کو جنوں سے لڑائیں۔ اس لئے کہ جو فعل انسان کر سکتا ہے اس سے جن مبرا ہیں۔ پھر جنوں سے ہنگام جنگ مدد لینا نامردی ہے۔ اگر خدا کو میری زندگی منظور ہوئی تو کوئی اور صورت ساحر کے مرنے کی نکلتی۔ بس یہ کیا کم ہے کہ ساحر سحر کرتے ہیں اور ہم ان کو عیار سے ہلاک کراتے ہیں سحر کا معاوضہ عیاری کر کے لیتے ہیں دوسرے جنگ اور محبت میں سب جائز ہے۔ اب تو جا' لیکن دوبارہ ایسا نہ کرنا۔ دیو سلام کر کے اڑ کر چلا اور اسد ملکہ کو لے کر ایک صحرا میں آیا۔ تیز درے میں چھپ کر بیٹھے۔ افراسیاب ان کا متلاشی ہے۔ مہ رخ سحر چشم ڈھونڈنے لگی ہے۔ ساحر ہر طرف تینوں کی فکر میں پھرتے ہیں۔

• ساحرہ

وہ بادہ پلا ساقی مے پرست
کہ جو ایک ہی جام میں کر دے مست

بہانہ نہ کر، بادہ خواروں سے تو
حوالے کر اب ساغر مشک و بو

پھریں مست بڑ مارتے ہر طرف
چلیں رند بکارتے ہر طرف

ترے فیض سے ہوں میں جادو کلام
فسوں ساز مشہور ہو میرا نام

وہ قطرے دلا میں زاہد خشک کو
چلے میکدے کی طرف مست ہو

سکھا مجھ کو ساقی وہ عیاریاں
کروں جا کے واعظ سے مکاریاں

نہ ہو حرمت و خست زر کا خیال
بنے رند کا قول سحر حلال

ذرا جلد پھر میکدے کو چلو

کہ ماہ طلسمات دریافت ہو

یہ بزم سخن طوطی خوش نوا
بدیں زمزمہ شد ترنم سرا

عیار بے نظیر خواجہ عمرو اور چاروں مشہور عیار' جن کے نام پہلے بیان ہو چکے ہیں' الگ الگ طلسم کی جانب چلے جاتے تھے' مختلف راستوں سے صحرا کو طے کر کے طلسم کی سرحد میں آئے' لیکن ایک دوسرے کے حال سے بے خبری رہی۔ ساحروں کی صورت بنا کر طلسم میں چاروں طرف پھرنا شروع کیا۔ کہیں صحرائے سرسبز دیکھا۔ کسی طرف دریائے زخار موجزن پایا۔ ہر طرف نئے نئے سوانگ ساحروں کے بنگلے اور جادو گروں کی چوکیاں۔ ساحر سحر کرتے اور آگ اور پتھر برستے۔ الغرض عیار علیحدہ علیحدہ سب کیفیت دیکھتے چلے جاتے ہیں کہ ایک مقام پر جو عمرو پہنچا وہاں صحرائے عجیب دیکھا کہ کوسوں تک گھاس کے بدلے مقیش اگا ہے۔ سارا جنگل چاندی کا ہے۔ عمرو نے اپنے دل میں کہا ممکن ہوتا تو یہ سارا جنگل میں اپنی زنبیل میں رکھ لیتا۔ ہائے کیا کروں' کچھ بس نہیں چلتا' اسے کیونکر اٹھاؤں۔ اسی فکر میں تصور کیا کہ جہاں تک ہو سکے یہاں کی گھاس کاٹ لوں۔ درانتی زنبیل سے نکال کر گھاس کاٹنے لگا۔ مگر ہر طرف پھر پھر کر دیکھتا جاتا کہ ایسا نہ ہو کوئی آ جائے۔ جلدی جلدی کاٹے جاتا تھا۔ کچھ تھوڑی گھاس کاٹی تھی کہ یکایک صدا آئی: "شاباش اے مکار چور۔ میں تیری تلاش میں تھا۔ اب کہاں جائے گا۔"

عمرو نے یہ آواز سن کر گردن اٹھائی اور کہا: "افسوس کیا بری تقدیر ہے۔" ناچار اٹھ کر' جو نگاہ کی تو سامنے سے ایک ساحر کو آتے دیکھا کہ اس کا سارا بدن چاندی کا ہے' سر کے بال مقیش کے ہیں۔ سحر کا اسباب و سامان لئے۔ کالے سانپ سر سے لپٹے للکارتا ہے۔ عمرو اسے دیکھ کر بھاگا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک جو دی عمرو کے پاؤں دھنس

کے وہیں زمین سے چپٹ گئے۔ آگے نہ جا سکا۔ وہ ساحر تلوار کھینچ کر قریب آیا اور کہا: "تیرا ہی نام عمرو ہے۔ افراسیاب کو تیری بڑی فکر ہے۔ میں نے تیری گرفتاری کے لئے یہ جنگل چاندی کا بنایا ہے۔ آخر تجھے پایا۔ اب شہنشاہ کے پاس تیرا سر کاٹ کر لے جاؤں گا۔ انعام پاؤں گا۔"

عمرو نے کہا: "میں عمرو نہیں ہوں، گھسیارا ہوں، مصیبت کا مارا ہوں۔"

اس نے کہا: "مجھ سے کیوں مکاری کرتا ہے افراسیاب پہلے ہی تیری خبر دے چکا ہے۔"

یہ باتیں ہوتی تھیں کہ باقی چار عیار، جو الگ ہیں، ان میں سے مہتر قراں نے بلندی پر سے یہ سب ماجرا دیکھا اور ایک عیاری سوچ کر روانہ ہوا۔ یہاں ساحر کہ اس کا نام مقرنس جادو ہے۔ عمرو کو قتل کیا چاہتا تھا کہ ایک سمت سے صدا آئی: "بھائی ذرا ٹھہرنا۔"

مقرنس نے جو دیکھا، ایک ساحر پکارتا چلا آتا ہے۔ اس کے گلے میں سانپ لپٹے ہیں۔ ترسول لئے ہیں مندرے کان میں پہنے ہوئے ہیں۔ مقرنس ٹھہر گیا۔ وہ ساحر قریب آیا اور کہا: "اس چور سے جب تک میرا مال نہ قبض کرا لیجئے اس وقت تک قتل نہ فرمائیے۔ یہ میرے گھر سے سارا اسباب اٹھا لایا۔ اسباب تو درکنار، یہ دیکھئے اکیلا موتی رہ گیا۔ اس کی جوڑی کا یہ چرا لایا۔" یہ کہہ کر انڈے کے برابر ایک موتی نکال کر مقرنس کو دکھلایا۔ یہ دیکھتے ہی فریفتہ ہوا اور کہا: "بھائی یہ تم نے نایاب چیز پائی ہے۔ ذرا مجھے دو تو اچھی طرح دیکھوں۔ یہ تم کہاں سے لائے۔"

اس ساحر نے کہا: "میں کوہ مروارید پر رہتا ہوں۔ وہاں قدرت سامری سے زمین میں موتی پیدا ہوتے ہیں یہ انہی موتیوں میں سے میں نے دو موتی چھانٹ کر رکھے تھے۔ ایک یہ چرا لایا۔ دوسرا میرے پاس ہے یہ دیکھئے۔" یہ کہہ کر مقرنس کو موتی دیا۔ اس نے لے کر ہر طرف سے دیکھا اور بڑی تعریف کی۔

اس ساحر نے کہا: "بھائی اس کو ذرا منہ کی بھاپ لے لو پھر اس کی چمک اور آب و تاب دیکھو۔"

مقرنس نے اس سوئی کو منہ کے قریب لا کر ہوا دینا شروع کی۔ وہ سوئی شق ہو گیا اور جیسے پھلجھڑی چھوٹتی ہے۔ اس طرح سے اس میں سے دھواں نکلا۔ منہ اور ناک کی راہ سے مقرنس کے دماغ میں جا کر پیچیدہ ہوا اور وہ چکر کھا کر زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ اس ساحر نے نعرہ مار کر ایک چھرا مارا کہ مقرنس جادو کا سر پھٹ گیا۔ ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوا۔ وہ چاندی کا جنگل سب مٹ گیا۔ ہولناک بیابان دکھائی دیا۔ عمرو نے رہائی پائی۔ قران کو گلے سے لگایا اور عیاری کی تعریف کی۔

قران نے کہا: "یہ سب حضور ہی کی تربیت کا اثر ہے۔ اب فرمائیے کیا ارادہ ہے۔ چلنے کا قصد کدھر ہے؟" عمرو نے کہا: "بیٹا الگ الگ چلنا صلاح ہے۔ تم اپنی راہ لو' خدا حافظ جاؤ۔" قران سلام کر کے روانہ ہوا اور عمرو ایک طرف چلا۔

طائران سحر نے مقرنس کے مرنے کی خبر افراسیاب کو پہنچائی۔ اس نے فی الفور دستک دی۔ ایک فولاد کا پتلا پیدا ہوا۔ اس سے کہا: "میرا یہ نامہ بیابان رخشاں میں مہتاب جادو کے پاس لے جا۔" پتلا نامہ لے کر چلا اور بیابان رخشاں میں مہتاب کے پاس آیا۔ نامہ دیا۔ اس نے پڑھا۔ لکھا تھا: "اے مہتاب جادو عمرو اور چار عیار مقرنس کو مار کر تمہارے جنگل کی سرحد میں آئے ہیں۔ ان کو گرفتار کرنا۔ خبردار غافل نہ ہونا۔ پتلا تو نامہ دے کر چلا گیا' لیکن افراسیاب نے مقرنس کے چند عزیز ساحروں کو حکم دیا کہ جا کر اس کی لاش اٹھا لاؤ اور اس کے قاتل کو تلاش کرو۔ وہ لوگ بھی روانہ ہوئے اور لاش اٹھانے کے بعد عیاروں کی گرفتاری کی فکر کرنے لگے۔

مہتاب جادو کو جو پتلا نامہ دے گیا ہے۔ اس نے احتیاط کے طور پر وسط صحرا میں ایک مکان بزور سحر بنایا اور اسے خوب آراستہ کیا۔ مکلف فرش بچھوایا۔ مرصع پلنگ فرش پر لگایا۔ کوئی سامان راحت ایسا نہ تھا' جو وہاں موجود نہ کیا۔ چند ساحر دروازے پر پہرا دینے بیٹھے اور کاغذ کا ایک چاند کاٹ کر اس مکان کے دروازے پر لگا دیا اور کچھ ایسا سحر پڑھا کہ وہ کاغذی چاند ماہ فلک کی طرح روشن ہوا۔ مہتاب کمرے میں بیٹھ کر مے نوشی کرنے لگی۔ پھر اس کے خیال میں آیا کہ عیار شکل بدل کر آتے ہیں۔ بچانے

گھس جاتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ وہ تدبیر کروں کہ جس طرح کی صورت بن کر عیار آئیں، پہچان لئے جائیں۔ یہ سوچ کر کچھ کاغذ کی چڑیاں کتریں اور ایسا سحر پڑھا کہ وہ سب زندہ ہو کر اڑیں اور کمرے کی کارنس پر جا بیٹھیں۔ ان میں خاصیت یہ رکھی کہ جب عمرو آئے، ایک چڑیا کارنس سے اڑ کر زمین پر گرے اور پکار کر کہے عمرو آیا اور چڑیا جل جائے۔ پھر جب اور کوئی آئے، دوسری چڑیا گرے اور اس کا نام بتائے اور جل جائے۔ اسی طرح اب جو غیر شخص آئے گا، چڑیا اس کا نام بتا دے گی۔

یہ سحر بنا کر مہتاب اطمینان سے بیٹھ کر تماشا دیکھنے لگا کہ عمرو اور قران وغیرہ، مقرنس جادو کا جنگل طے کر کے اس کے صحرا میں آئے۔ عمرو نے دور سے دیکھا کہ جنگل کے بیچ میں ایک مکان بنا ہے اور چاند بنا سا نکلا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آسمان کا چاند ہے، بلکہ وہ بھی اس کے سامنے ماند ہے۔ دروازے پر ساحر بیٹھے ہیں۔ کڑھاؤ چڑھے ہیں۔ پکوان پکتا ہے۔ ساحر ڈفلیاں بجاتے ہیں اور سامری کی توصیف میں بھجن گاتے ہیں۔ عمرو نے یہ ماجرا دیکھ کر تصور کیا کہ یہ حرامزادے مزے سے بیٹھے ہیں۔ ان کو چل کر ہلاک کر۔ اس صحرا کو ان کے ناپاک جسم سے پاک کر۔ یہ سوچ کر اپنی صورت ساحر کی بنائی اور روانہ ہوا۔ جب اس مکان کے قریب پہنچا۔ ساحروں کے گانے کی تعریف کی۔ انہوں نے پوچھا: "تم کہاں رہتے ہو۔ کیا نام رکھتے ہو؟"

عمرو نے کہا: "مجھے نواز جادو کہتے ہیں اور کوہ قلماق کا رہنے والا ہوں۔"

ساحروں نے کہا: اچھا بیٹھو اور کچھ گانا سناؤ۔"

عمرو بیٹھ گیا اور ایسی دلکشی سے ایک تان لگائی کہ مہتاب کمرے کے اندر بے قرار ہو گیا اور دروازے سے سر نکال کر ساحروں سے کہا: "اس گانے والے کو یہاں لے آؤ۔"

ساحر عمرو کو مکان کے اندر لے آئے، جب عمرو نے کمرے کے اندر قدم رکھا، ایک چڑیا کارنس سے گری اور پکاری: "عمرو آیا" عمرو نے جو سنا کہ چڑیا نے تیرا بتا دیا، تو فوراً گلیم اوڑھ کر نظر سے غائب ہو گیا۔ مہتاب نے دیکھا کہ اب وہ کیا نہیں ہے۔

ساحروں نے کہا: "وہ کیا نہ تھا' عمرو تھا۔ چڑیا کو بولتے سن کر چھپ گیا۔ تم سب جا کر بہت ہوشیاری سے باہر بیٹھو۔ ساحر یہ کیفیت دیکھ کر حیران ہوئے اور باہر آ کر باہم مشورہ کیا کہ اب کوئی شخص آئے تو اسے گرفتار کر لیں گے۔

یہ سب کمال ہوشیاری سے بیٹھے۔ عمرو یہاں کی سب حقیقت دریافت کر کے اس جگہ سے دور جنگل میں نکل گیا اور زنبیل عیاری بجائی۔ عیار جو جابجا منتشر تھے' ان میں سے برق فرنگی زنبیل کی صدا سن کر عمرو کے پاس پہنچا اور کہا: "استاد' خیریت تو ہے؟"

عمرو نے کہا: "اے فرزند' میں مہتاب جاتا ہوں۔ تم اپنی صورت میری شکل کی طرح بناؤ اور یہ سامنے جو مکان بنا ہے' ساحروں کا مجمع ہے۔ اس طرف جاؤ۔ یہ لوگ تمہیں عمرو سمجھ کر گرفتار کریں گے۔ اس لئے کہ وہاں سحر کی چڑیاں بولتی ہیں۔" پھر اپنے جانے کا سارا حال بتایا اور کہا کہ جب تم پکڑے جاؤ گے' تو ساحروں کو اطمینان ہو جائے گا کہ ہم نے عمرو کو گرفتار کر لیا ہے۔ پھر میں جا کر عیاری کروں گا اور تمہیں چھڑا لوں گا۔"

برق نے کہا: "بہت خوب۔" اور اسی وقت اپنی صورت کو عمرو کی طرح بنایا اور ساحروں کی طرف روانہ ہوا ان کے قریب پہنچا۔ یہ تو مشورہ کر ہی چکے تھے کہ اب جو آئے گا' اسے گرفتار کریں گے۔ برق کو عمرو سمجھ کر قید کر لیا۔ اس کے قید کرنے سے جو شور و غل ہوا' مہتاب نے کمرے میں سے پوچھا: "کسے گرفتار کیا؟" ساحروں نے کہا: "آپ پہچانئے کون ہے۔ ہم تو جانتے ہیں عمرو ہے۔"

مہتاب نے کہا: "یہاں لاؤ' میں پہچانوں۔"

برق کو اس کے سامنے لے گئے۔ جونہی برق نے کمرے کے اندر قدم رکھا۔ چڑیا کر پکاری کہ "برق آیا۔" اور جل گئی۔

مہتاب نے کہا: "نہیں میرا نام عمرو ہے۔"

ساحر نے جواب دیا: "میری چڑیا جھوٹی نہیں ہے۔"

برق نے کہا: "بھلا میرا نام برق ہوتا اور میں خود کو عمرو بتا کر کیوں جلا کرتا۔ کیا

میں نہیں جانتا کہ طلسم میں سب عمرو کے دشمن ہیں۔ اچھا اگر آپ مجھے عمرو نہیں جانتے تو سہی۔"

مہتاب نے دل میں سوچا کہ یہ بھی سچ کہتا ہے کوئی اتنے بڑے مجرم کے نام سے اگر بری ہوتا ہوگا تو وہ اپنے آپ کو بچائے گا نہ کہ اور گنہگار بنائے گا۔ یہ خیال کر کے کہا: "اچھا اے عمرو، تو نے خود کو چھپایا کیوں نہیں۔ کہہ دیا ہوتا کہ میں برق ہوں۔"

اس نے کہا: "میرے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔ آپ سحر سے دریافت کر لیتے۔ آپ کو ہر طرح کے سحر پر قدرت حاصل ہے۔"

مہتاب نے کہا: "تقریر تیری پچی ہے، مگر میرے سحر نے جو تیرا نام خلاف بتایا شاید تیرا نام عمرو کے علاوہ برق بھی ہو۔"

برق نے کہا: "میرا اصلی نام برق ہے اور مشہور عمرو ہے۔"

مہتاب نے کہا: "کیوں، میں نہ کہتا تھا کہ میرا سحر غلط نہیں۔ اب ظاہر ہوا کہ تو بھی سچا ہے اور سحر بھی درست ہے۔ مگر ایک امتحان اور کر لوں۔ شہنشاہ نے عمرو کی تصویر میرے پاس بھیجی ہے۔ اس سے تیری صورت ملا لوں۔" یہ کہہ کر، صندوقچے سے تصویر نکال کر مطابق کی۔ عمرو کی صورت میں اور اس قیدی کی شکل میں سرمو فرق نہ پایا یقین کامل ہوا کہ یہ عمرو ہے۔ بہت خوش ہو کر ایک طرف بندھوا دیا۔

اب حال عمرو کا سنئے جب برق گرفتار ہو چکا اور انہوں نے دور سے یہ سب ماجرا دیکھا۔ پس اپنی صورت ایک حسین و جمیل عورت کی بنائی کہ جس کے جمال جہاں آرا کو دیکھ کر فرط حجاب و ندامت سے بدر کامل بھی گھٹ کر ہلال ہو جائے۔ سراسر شعلہ نور، قدرت خدا کا ظہور حور وو پری کہنا خطا، حسن ایسا کسی نے دیکھا نہ سنا۔ شوخی و کرشمہ و ناز و ادا ہر ایک اپنے اپنے موقع پر خوشنما پیشانی چودھویں رات کا چاند تھی۔ بلکہ چاند کی روشنی بھی اس کے آگے ماند تھی۔ چشم غزالیں، سرمہ آگیں، آہوئے رم خوردہ کشور چمن۔

چشم تو جادو است یا آہو ست یا صیاد خلق
یا دو بادام سیہ نرگس شہلاست ایں

لب لعلیں' دہن یاقوت' رخسار تابناک' آئینہ سکندری' و دندان سلک گوہر۔ کلائی بلوریں' جس کے دیکھنے سے عشاق کو کل آئی۔ جب آستین سے باہر آئی۔ گویا شمع فانوس سے نکل آئی۔

یہ اس کے ہے ساعدوں کا عالم کہ جس نے دیکھا ہوا وہ بے دم
نیام تیغ قضائے مبرم' لقب ہے قاتل کی آستیں کا

اور چھاتیوں کا یہ عالم کہ گنجینۂ نور' شکم تختۂ بلور۔

حسن روز افزوں نے گنجائش نہ پائی سینے میں
بن گیا انگیا کے پردے میں سمٹ کر چھاتیاں

مانن موہن من ہرن گنجن ہرن اڈول
کٹے کٹاسے چکنے اونچے گورے گول

اور شکم میں ناف کا یہ عالم ہے۔

ہے نور کا دریا شکم صاف نہیں ہے
گرداب یم حسن میں ہے' ناف نہیں ہے

پنڈلی کا وہ نورانی عالم کہ بیلیں جس کی یاد میں سربہ زانو رہیں۔ لاکھ فکر کریں، مگر اسے نہ پائیں

لے سر سے تابہ ناف تو تھا نور کا بدن
مانیں بنائیں گوندھ کے میدا شباب میں

پائے نازک کی صفت کیا بیان ہو معلوم ہوتا تھا۔

صانع عالم نے جب تیرا بنایا کالبد
پاؤں صندل کے بنائے اور اگر کی ایڑیاں

الغرض اس حسن و جمال سے اپنی صورت کو آراستہ پیراستہ کیا۔ سرخ لباس اور سونے کا زیور اپنے قد زیبا پر مزین کیا۔ کلائی میں کنگنا باندھا۔ پیراہن کو دامن تک چاک کیا۔ رخ انور پر زلف مشک فام بکھیر کر گھونگھٹ بنایا یہ معلوم ہوتا تھا کہ چودھویں کا چاند ابر سیاہ میں آ گیا ہے۔ اس صورت سے زار زار، ابر نو بہار کے مانند روتا ہوا عمرو روانہ ہوا اور جہاں مہتاب کمرے میں بیٹھا، جنگل کی کیفیت دیکھ رہا تھا۔ اس کے سامنے کی جھاڑیوں میں رونا شروع کیا اور شور فریاد بلند کر کے دنیائے فانی کی مذمت کرنے لگا: "کیوں اے چرخ کج مدار، اے گردون ناہنجار یہ تو بتا کہ میں نے تیری کیا خطا کی تھی کہ جس کے بدلے اور پاداش میں تو نے مجھ کو یہ سزا دی ہے۔ افسوس صد ہزار افسوس۔

جو گل نہ کھلنے پائے تھے، پھل ان کے ہو گئے
مسند سے دولہا اٹھتے ہی، تکیے میں سو گئے

عمرو اس انداز میں تڑپا اور بلبلایا کہ دل سنگ آب ہو گیا اور شور و فریاد کی آواز مہتاب کے کان میں پہنچی اس نے جھاڑی کی طرف غور سے دیکھا۔ پہلی رات کی ایک دولہن کو، رنج و محن میں مبتلا پایا۔ سارے جسم کا لباس تار تار ہے۔ دشنۂ غم سے سینہ فگار ہے۔ سر کے بال پریشان ہیں۔ تنہائی کے عالم میں اپنے حال پر روتی ہے۔ مہتاب اسے دیکھ کر سوچ میں پڑ گیا کہ حقیقت معلوم کرنی چاہیے۔ ساحروں کو حکم دیا کہ پیار دلار سے اس کو بلاؤ ساحر حکم سن کر چلے۔ جب قریب پہنچے۔ وہ نازک اندام ساحروں کو دیکھ کر گرتی پڑتی دوسری طرف چلی۔ ہر چند منت سے کہا: "ہمارے مالک تمہیں بلاتے ہیں" مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ ساحروں نے آ کر مہتاب سے کہا، وہ تو ہماری بات ہی نہیں سنتی۔

یہ اس رشک وہ خورشید خاوری کو دیکھ کر بے قرار ہوا تھا، خود اٹھ کر چلا اور جب وہ جھاڑی کے پاس آیا تو وہ گلعذار پھر گرتی پڑتی بھاگی۔ اس نے بڑھ کر ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے خوبصورت چہرے اور دلکش سراپا کو غور سے دیکھا۔ تو پر حسن کی شعاع سے نظر خیرہ ہوئی۔ اسے دیکھتے ہی ہاتھ پاؤں کی طاقت جاتی رہی۔ جی سنسنا گیا۔ قریب تھا کہ غش آ جائے، لیکن خود کو سنبھالا اور کہا: "اے غیرت وہ بتان آذری: تجھے خداوندی سامری کا واسطہ مجھے اپنے حال پر ملال سے آگاہ کر کہ تو کس قلزم حسن کی گوہر ہے اور کس درج گراں بہار کی جوہر ہے۔ اس طرح کیوں زار و نزار ہے کیا تجھے آزار ہے۔"

اس زہرہ جبیں نے یہ کلام سن کر ایک آہ سرد بھری اور اس طرح پھوٹ کر روئی کہ مہتاب کا دل بھر آیا اور منتیں کرنے لگا۔ اس وقت اس عاقلہ نے کہا کہ میں کیا اپنا حال زار بتاؤں اور کس کس رنج کا اظہار کروں۔

چہ گویم از سر و سامان خود' عمریست چوں کاکل
بہ بختم پریشاں روزگارم' خانہ بردوشم

جن کے ہم طالب دیدار ہیں' ان کی صورت زیبا ملک عدم میں جا کر دیکھیں گے۔ ہائے وہ ہمیں چھوڑ کر پیوند خاک ہوئے۔ میں انھیں اچھی طرح جی بھر کے دیکھنے بھی نہ پائی کہ وہ دنیا سے چل بسے۔ اے عزیز من! میں ایک جلیل القدر ساحر کی بیٹی ہوں کہ اس کا نام عجیب جادو تھا۔ ہمیشہ سے تجارت کرتا تھا۔ میں اپنے چچا کے لڑکے پر عاشق ہوئی۔ اس کا نام مہ سیما تھا۔ ابھی رخسار پر سبزہ بھی ظاہر نہ ہوا تھا۔ عین شباب و جوانی کے دن تھے۔ مرنے والے بہت کم سن تھے۔ جب میرے باپ نے میری محبت کا ماجرا سنا' مجھے اس کے ساتھ منسوب کر کے شادی کی فکر کی۔ جس روز میری بارات تھی۔ اس روز ایک زنگی کہ مجھ پر ایک مدت سے فریفتہ تھا اور میں اس کے قبضے میں نہ آئی تھی' میری شادی کی خبر سن کر' رات کو دس بیس قزاقوں کے ہمراہ آ کر کودا۔ میرے شوہر کو کہ ابھی اس نے شربت نہ پیا تھا' ذائقہ تلخی مرگ چکھایا اور میرے والدین اور چچا سب کو قتل کیا۔ میں اسی ہنگامے میں بھاگ کر صحرا نورد ہوئی۔ یہ کہانی میری ہے۔ اس جہان فانی میں' میں بھی کچھ عرصے کی مہمان ہوں' اس غم سے جان دوں گی۔"

مہتاب یہ قصہ سن کر رونے لگا اور اس کی تسکین کے لئے یوں بولا: "اے معشوق سراپا ناز! جو مر گئے ان کا غم کیا۔ اب تمھیں لازم ہے کہ میرے کلبہ احزاں کو اپنے قدوم مسرت الزوم سے چل کر آباد کرو اور عمر عزیز مجھ ایسے جانباز عاشق کی صحبت میں بسر کرو۔ میں بھی افراسیاب کا مصاحب ہوں۔ ملک طلسم' صاحب طاقت ہوں۔ تمام عمر غلامی کروں گا اور اچھی طرح رکھوں گا۔"

اس نازک اندام نے یہ باتیں سن کر کہا: "میں بدنصیب یہاں رہنے کے قابل نہیں ہوں۔

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔"

مہتاب جادو نے بہت قسمیں دیں۔ پاؤں سر پہ کھلے منتیں کیں۔ اس سراپا ناز نے کہا: "بھلا صاحب تمہارا نام کیا ہے، کیا پیشہ کرتے ہو، کام کیا ہے؟"

اس نے کہا: "مجھے مہتاب کہتے ہیں۔ یہاں سے سرحد کوہ لاجورد تک، تمام ساحر میری اطاعت کرتے ہیں۔" اس قمر پیکر نے جب اس کا نام سنا کانوں پہ ہاتھ رکھے۔ کہا: "میں ساحر کے نام سے ڈرتی ہوں۔ سحر کا کارخانہ دیکھ کر میرے دل پہ تتی ہے۔ ساحر ہزار ہزار برس کا سن رکھتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں، فوراً عورت بن جاتے ہیں، جب جی چاہتا ہے مرد بن جاتے ہیں۔"

مہتاب نے یہ کلام سن کر دل سے کہا: "تو نے ناحق خود کو ساحر ظاہر کیا۔ اب مطلب سارا فوت ہو گیا۔ کہا: "اے دلدار، میں تیرے نثار کبھی تیرے روبرو سحر نہ کروں گا۔ میں ابھی کم سن ہوں۔ تین سو پچیس برس کا سن رکھتا ہوں۔

اس غارت گر ایمان نے کہا: "قسم کھاؤ کہ کبھی ساحری نہ کرو گے۔"

مہتاب نے قسم جمشید کی کھائی کہ کبھی اس قول سے نہ پھروں گا۔ اس وقت یہ محبوبہ مہتاب کے ساتھ ہوئی اور وہ اسے ہمراہ لے کر اسی مکان میں آیا، جیسے ہی اس گلفام نے کمرے کے اندر قدم رکھا، کارنس سے ایک چڑیا اڑی اور زمین پہ گر کر پکاری "عمرو آیا۔" اور جل گئی۔ مہتاب نے اپنے دل میں کہا میں عمرو کو ایک بار قید کر چکا ہوں۔ تصویر ملائی وہ مطابق پائی تھی۔ لو اب جاتی ہوں۔ سحر کے سبب سے میری جان جائے گی۔"

مہتاب تو فریفتہ ہو رہا تھا، کہنے لگا: "اے جان من! یہاں عیار آتے ہیں۔ میں نے اپنی حفاظت کو یہ چڑیاں تیار کی ہیں کہ مجھے خبر دیتی ہیں۔"

اس نے کہا: "تو میں باز آئی۔ یہ چڑیا مجھی کو عیار بتاتی ہے۔ اب تم مجھ سے پرہیز کرو۔ ایسا نہ ہو، میں تمہیں مار ڈالوں۔" یہ کہہ کر اٹھ کر چلی۔ مہتاب اٹھ کر لپٹ گیا اور خوشامد کر کے پھر کمرے کے اندر لے آیا۔ ایک چڑیا گری اور پکاری کہ "عمرو

آیا" اس نازنین نے کہا: "اے مہتاب اب کون شخص آیا' جو اس چیل نے تمہیں آگاہ کیا۔"

مہتاب نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ سحر میں کچھ فرق پڑ گیا اور دوسرے یہ کہ تم ڈرتی بھی ہو۔ میں اس سحر کو مٹائے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر کچھ فسوں پڑھ کر دستک دی کہ سب چیلیں زمین پر گر کر جل گئیں اور کہا: "لو اب بے خوف ہو بیٹھو۔"

عمرو مسند زریں پر بیٹھا۔ سامنے برق فرنگی بندھا ہے کہ آنکھ سے آنکھ ملی۔ برق نے پہچانا کہ یہ عورت نہیں ہے استاد ہیں' لیکن یہاں عمرو کے لئے مہتاب نے کھانا منگوایا اور کہا: "تم بھوکی ہو' کھانا کھا لو۔ اس کے بعد پھر ہم تم داد عیش دیں اور آرام کریں۔"

اس غنچہ دہن نے کہا: "میں نے کئی دن سے شراب نہیں پی حواس میرے درست نہیں ہیں۔ اب نہ مجھے بھوک ہے نہ پیاس ہے شراب کی تلاش ہے۔ اپنا یہ تکلف دعوت موقوف رکھو اور ایک جام دو۔" مہتاب نے اسی وقت شراب کی کشتی سامنے لا کر رکھ دی کہ لو جس قدر دل چاہے' پیو۔ اس گل اندام نے جام سے ارغوانی لبریز کر کے اسے دیا۔ مہتاب نے کہا: "تم نے بڑے عرصے سے نہیں پی' پہلے تم پیو۔"

اس نے کہا: "میں بھی پیتی ہوں۔ تم لو تو سہی۔"

یہ باتیں ہوتی تھیں کہ وہاں افراسیاب کو خیال آیا کہ مہتاب کو میں نے لکھا تھا۔ اس کا کچھ حال نہ معلوم ہوا۔ اس نے اب تک عمرو کو گرفتار نہیں کیا۔ یہ کیا سبب ہے۔ لاؤ کتاب جمشید و سامری دیکھ کر اس کی کیفیت دریافت کروں۔ اس نے کتاب دیکھی تو ظاہر ہوا' عمرو عورت بنا ہوا۔ مہتاب کے پاس بیٹھا ہے۔ اسے قتل کیا چاہتا ہے یہ دیکھ کر اس نے کچھ سحر پڑھا۔ ایک پتلا زمین سے نکلا۔ اس سے کہا مہتاب سے کہہ دے کہ عورت جو تیرے پاس بیٹھی ہے' عمرو ہے اور جو بندھا ہے' وہ برق عیار ہے۔ دونوں کو پکڑ کر کہنا کہ میرے پاس لائے۔"

پتلا یہ حکم سن کر چلا۔ یہاں عمرو نے مہتاب کی آنکھ بچا کر تھوڑا سا سلوف بے ہوشی

منہ میں رکھ لیا تھا۔ جام شراب میں بھی بے ہوشی ملائی اور اسے دیا۔ ابھی مہتاب نے جام نہ پیا تھا کہ زمین تھرائی۔ عمرو سمجھ گیا کہ کوئی آفت آئی۔ معاً ایک چیلا افراسیاب کا بھیجا ہوا زمین سے نکلا۔ عمرو اسے دیکھ کر "اوئی" کہہ کر مہتاب سے لپٹ گیا۔ اس نے کہا ڈرو نہیں' مگر عمرو نے رخسار پر رخسار رکھ کر' منہ سے سفوف بے ہوشی جو پھونکا' اس کی ناک میں گیا۔ چھینک آئی اور مہتاب بے ہوش ہو گیا۔ ادھر چیلے نے کہا: "اے مہتاب' یہ عمرو ہے' حکم شہنشاہ ہے کہ اسے فوراً گرفتار کر لیا جائے۔" ہر چند چیلا پکارا کیا' مگر مہتاب بے ہوش چکا تھا۔ سنتا کون۔ ناچار چیلا بڑھا۔ عمرو نے چیلے کو آتا دیکھ کر جال الیاسی اس پر مارا کہ چیلا جال میں پھنسا۔ عمرو نے جال سے ایک جگہ چیلے کو باندھ دیا۔ اور برق کو کھول دیا۔ مہتاب کو مار ڈالا۔ آواز دارو گیر آنے لگی۔ غل ہنگامہ اور شور بلند ہوا۔ تاریکی ہو گئی۔ مہتاب کے جو چند ملازم ساحر باہر بیٹھے تھے وہ دوڑے۔ اس اندھیرے میں جس نے کمرے میں قدم رکھا۔ عمرو اور برق نے نیمچے مارے کہ گردن کٹ گئی اور زیادہ شعلے اٹھنے لگے۔ بہت ساحر مارے گئے' جو دو ایک بچے' وہ ڈر کے مارے باہر ہی سے بھاگ گئے کہ نہیں معلوم' اندر کیا آفت ہے۔ الغرض کچھ دیر کے بعد وہ آفت دور ہوئی۔

عمرو نے چیلے کو جال سے نکال کر چھوڑ دیا اور کہا: "جا کر اس مسخرے افراسیاب سے کہہ دینا کہ بدولت تجھے عنقریب قتل کیا چاہتے ہیں۔ چیلا یہ حال سن کر' جال سے چھوٹتے ہی بھاگا۔ عمرو نے جو کچھ مہتاب کا مال و اسباب تھا' وہ لوٹ کر زنبیل میں ڈالا۔ برق کو لے کر صحرا میں آیا۔ برق نے کہا: "استاد فرمائیے کیا قصد ہے۔" کہا: "بیٹا اپنی راہ لو' الگ الگ چلو' وقت پر آنا۔" برق سلام کر کے ایک سمت رواں ہوا' اور عمرو ایک طرف کو چلا' لیکن چیلے نے افراسیاب کو مہتاب کے مرنے کی خبر سنا دی تھی اور جال میں گرفتار ہونا' جو کچھ گزرا تھا۔ سب بیان کیا۔ یہ حال سن کر افراسیاب پر غیظ و غضب طاری ہوا اور خود قصد کیا کہ جا کر عمرو کو پکڑ لاؤں۔ اہل دربار نے

دست بستہ عرض کیا کہ اے شہنشاہ ساحران! حمزہ کے ایک ادنیٰ ملازم کو گرفتار کرنے جانا' حضور کو مناسب نہیں' بہت بندگان حضور ایسے ہیں کہ حمزہ تک کی گرفتاری کو کافی ہیں۔ چہ جائیکہ ایک عیار' اس کی کیا حقیقت ہے۔ آپ ایک طلسم ہیں۔ اپنے کسی ملازم کو ایک ایسا سحر تعلیم دے کر' عمرو کی گرفتاری کے لئے روانہ فرمائیے کہ عیار جس رنگ و قطع سے سامنے آئیں' وہ پہچان لے اور گرفتار کر کے حضور کی خدمت میں حاضر کرے۔ افراسیاب سمجھا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ غضب کی نگاہ سے باغ کے ایک چمن کی طرف دیکھا۔ وہ چمن اس کی آتش نگاہ کی گرمی سے جلنے لگا اور خود بھی شعلہ بن کر اس آگ کے اندر غائب ہوا۔ لمحے کے بعد جو برآمد ہوا' سب نے دیکھا کہ ایک تختی جواہر کی ہاتھ میں تھی۔ اس تختی پر ایک خوبصورت عورت کی تصویر تھی۔ افراسیاب نے دستک دی۔ زمین شق ہوئی اور ایک ساحر نکلا۔ نہایت کریہہ منظر اور بدہیئت اس نے وہ تختی اس ساحر کو دے کر حکم دیا: "اے آذر جادو جلد روانہ ہو۔ عمرو عیار مہتاب کو قتل کر کے ابھی اسی جنگل میں ہے اسے تلاش کر کے گرفتار کر لا۔ اس کی شناخت کے لئے یہ تصویر دی جاتی ہے' جو شخص تجھ سے راہ میں ملے۔ پہلے تو اس تصویر کو دیکھ لینا۔ یہ تصویر اگرچہ عورت کی ہے مگر جو شکل عیار تبدیل کر کے آئے گا اور اس کی جو صورت کہ اصل میں ہو گی۔ ویسے ہی تصویر ہو جائے گی اگر وہ عیار نہ ہو گا' تو یہ تصویر جیسی اس وقت عورت کی ہے' ویسی ہی رہے گی۔"

آذر جادو' وہ تختی تصویر کی لے کر روانہ ہوا اور مہتاب کے جنگل میں پہنچ کر چار طرف عمرو کو ڈھونڈنے لگا' لیکن عمرو بھی اسی جنگل میں ایک مقام پر بیٹھا دل سے کہہ رہا تھا کہ اے عمرو' دیکھئے انجام کار یہاں آنے کا کیا ہوتا ہے۔ لاکھوں ساحر موجود ہیں۔ کہاں تک قتل ہو سکیں گے۔ مقدمہ طلسم ہے۔ نہیں معلوم' لوح طلسم کہاں ہے۔ خدا جانے اسد پر کیا گزری۔ کدھر گیا۔ زندہ ہے یا مر گیا۔ عمرو اس سوچ میں بیٹھا تھا کہ ایک ساحر کو ہر طرف تجسس کرتے دیکھا کہ جیسے کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔ عمرو نے

دل میں خیال کیا کہ اس حرامزادے کو بھی' مارنا چاہیے جو ساحر کم ہو' وہی سہی۔ یہ سوچ کر ایک ساحر کی صورت بنا کر چلا۔ آذر جادو نے دیکھا کہ ایک جادوگر مہیب صورت چلا آتا ہے کہ جس کے کان آنکھ ناک سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔ آذر جادو خود اس کے قریب آ گیا اور پوچھا: "تم کون ہو۔"

عمرو نے کہا: "پہلے اپنا نام بتائیے۔"

آذر نے اپنا نام بتا دیا اور کہا کہ عمرو کو ڈھونڈنے آیا ہوں۔ عمرو نے کہا' میں بھی اسی فکر میں ہوں' مہتاب جادو کا عزیز ہوں' جب سے اس کے مرنے کی خبر سنی ہے' عمرو کی تلاش کرتا ہوں۔" آذر جادو کو یہ خیال آیا کہ شہنشاہ نے کہہ دیا تھا کہ جو ملے' پہلے تصویر کو دیکھ لینا۔ یہ سوچ کر اس نے تصویر کو دیکھا۔ تصویر نے عمرو کی اصلی صورت پیدا کی تھی کہ تو مڑی سا سر' زیرہ سی آنکھیں' خوبانی سے کان' کلچے کی طرح گال' ناگاسی گردن' رسی کی طرح ہاتھ پاؤں' نیچے کا جسم چھ گز کا' اوپر کا تین گز کا۔ یہ حلیہ مبارک دیکھ کر آذر جادو گھبرایا اور سمجھا کہ کوئی عیار ہے کہ اس نے مکاری سے جادوگر کی صورت بنائی ہے' ورنہ اصل صورت اس کی ایسی ہے جیسی اس تصویر نے صورت بدلی ہے۔ بس یہ دیکھ کر اس نے کچھ سحر پڑھا کہ عمرو کے دست و پا کی قوت جاتی رہی۔ اپنی جھولی سے ایک زنجیر نکال کر عمرو کے ہاتھ پاؤں باندھے اور لے کر چلا۔

عمرو نے ہر چند کہا کہ اے بھائی' مجھے کیوں بے وجہ آزار دیتے ہو۔ آذر نے کہا' او مکار تو مجھ سے عیاری کرتا ہے تیرا ہی نام عمرو ہے۔ مجھے تیرے حال کی خبر ہے۔

عمرو کو غصہ آیا کہا "بچہ اب تجھے نہیں معلوم ہوتے کوئی دم میں جہنم رسید ہوا چاہتے ہو۔ ایک لاکھ چوراسی ہزار عیار طلسم میں داخل ہوا ہے۔ کوئی نہ کوئی آ کر قتل کرے گا۔"

آذر نے کہا: "میں سب کو قتل کروں گا۔ تیرے دھمکانے سے نہ ڈروں گا۔" غرض عمرو کو لے کر چلا۔ دور سے ضرغام شیر دل نے دیکھا کہ استاد کو ساحر پکڑے لئے جاتا

ہے۔ یہ چھڑ دانے کی فکر میں کوس بھر آگے نکل گیا۔ ایک جگہ امیر گائے بھینس چرا رہا تھا اس کے سامنے صورت بدل کر آیا اور کہا: "دیکھو جھاڑی میں بھیڑیا چھپا تیری گائے کو تاک رہا ہے۔" امیر گھبرا کر جھاڑی کی طرف دوڑا۔ ضرغام نے پشت کی طرف سے کمند ماری کمند کے حلقے گردن میں پھنسے ہوئے۔ منہ سے بھی نہ بولا گیا۔ ضرغام نے زمین پر گرا کر بے ہوشی منہ پر مل دی۔ امیر بے ہوش ہو گیا۔ اس کے کپڑے اتار کر آپ پہنے۔ انگوچھا سر پر باندھا اور دھوتی باندھ کر مرزائی پہن کر اس کی شکل دیکھ کر ویسی ہی اپنی صورت بنائی اور لکڑی لے کر گائے وغیرہ چرانے لگا۔ امیر کو جھاڑی میں چھپا دیا۔ اس عرصے میں آذر جادو عمرو کے ہمراہ یہاں آ کر پہنچا، چونکہ دھوپ بھی تھی اور دور کا چلا ہوا آتا تھا۔ امیر کو دیکھ کر کہا: "اگر تیرے پاس لٹیا اور ڈوری ہو تو پانی لا کر مجھے پلا دے۔"

امیر نے کہا: "گسیاں، تم گھام سے چلے آئے ہو، کہو تو دودھ دوہ کر لاؤں۔ دودھ پیو، پانی نہ پیو۔"

آذر نے کہا: "اچھا لے آ۔"

امیر نے ایک گائے کو چمکار کر پاس بلایا اور دودھ دوہا اور پیتل کی لٹیا میں بھر کر، بے ہوشی ملا کر آذر کو دیا اس نے چاہا کہ پیے، مگر خیال میں آیا کہ مہتاب کو دو عیاروں نے مل کر مارا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بھی عیار ہو۔ تصویر کو دیکھ لوں۔ یہ سوچ کر تصویر کو دیکھا اس کی صورت ضرغام کی اصلی صورت ہو گئی تھی اس نے فوراً ضرغام کو سحر پڑھ کر قید کر لیا۔ ہر چند ضرغام نے کہا کہ میں امیر ہوں، مجھ پر کیوں ظلم کرتا ہے۔ نیکی کا عوض یہی ہے۔"

اس نے کہا: "او نالائق تو بڑا مکار ہے۔ میں خوب پہچانتا ہوں۔ یہ کہہ کر جس زنجیر میں عمرو بندھا تھا، اس میں اسے بھی باندھ کر کر آگے بڑھا۔

عمرو نے کہا: "میں نہ کہتا تھا کہ ہزاروں عیار طلسم میں آئے ہیں۔ اب ہم دو کو گرفتار کیا تو کیا۔ کوئی دم میں تو ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ مناسب ہے کہ ہماری اطاعت کر۔"

آذر جادو دل میں ڈرا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ عیار سب طرف پھیلے ہیں۔ دیکھئے کیونکر طلسم باطن میں شمشلہ کے پاس پہنچتا ہوں۔ لازم ہے کہ اب جو راہ میں ملے تصویر دیکھے بغیر اس سے بات نہ کروں۔ یہ تہیہ کر کے آگے روانہ ہوا۔ لیکن عیار جو سب الگ الگ راہ پر ہیں اور دم بدم مقام بلند پر جا کر ایک دوسرے کے حال کو دریافت کر لیتے ہیں۔ ان میں سے برق نے ایک جگہ دور سے دیکھا کہ ایک ساحر دو عیاروں کو گرفتار کیے لئے جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر پہاڑ کے درے میں بیٹھ کر لنگا پھرایا اور عیاری کا سب سامان جھولی سے نکال کر اپنی صورت حسین و جمیل عورت کی بنائی۔ ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگے۔ پور پور چھلے پہنے پٹیاں پار کے سیندور' مانگ میں بھرا۔ آنکھوں میں کاجل لگایا اور بندیا اور ٹیکا ماتھے پر لگایا۔ جھمکے اور ترکیاں کانوں میں پہنیں' ہاتھوں میں پہونچیاں اور پاؤں میں کڑے ہیرے کی دسوں انگلیوں میں انوٹ بچھوے پہن کر شراب کی بوتل' جس میں بے ہوشی کی دوا بھری تھی' ہاتھ میں لی۔ وہ دلفریب گھونگھٹ نکالے' ہاتھ میں شراب کی بوتل لئے اٹکھیلیاں کرتی آذر جادو کی طرف چلی' جب آذر جادو کے سامنے ہو کر نکلی۔ اس نے دیکھا کہ ایک مہ پارہ' جس میں شوخی و ناز و ادا بھری ہے' رشک ہ حور و پری ہے مستانہ چال چلتی دل عاشق کو پاؤں سے ملتی ہے۔

ہے نام خدا او اچھرے کچھ تور و تماشا
یہ آپ کی رنگت
گات اسکی پھلبن قہر پچھن اور جھمکڑا
اور اس پہ ملاحت
جادو ہے نگہ' چھب ہے غضب نور ہے مکھڑا
اور قد ہے قیامت
غارت کریں وہ بت کافر ہے سراپا
اللہ کی قدرت

دیکھتے ہی آذر جادو مائل ہوا اور کہا: "بی گلفام' ذرا ادھر تو آؤ' تھوڑی سی شراب دیتی

جاؤ۔" اس نازنین نے ذرا سا گھونگھٹ ہٹا کر، مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور کہا: "یہ شراب بکاؤ نہیں ہے۔" آزر جادو نے جب اس کے رخ زیبا کو دیکھا۔ عقل و ہوش کھویا۔ آزر جادو قریب گیا اور کہا: "کہاں جاتی ہو۔" اس غنچہ لب نے متبسم ہو کر کہا: "جہاں میرا جی چاہتا ہے، تم پوچھنے والے کون ہو۔ کوئی کوتوال ہو۔"

آزر جادو نے دیکھا کہ یہ ہنس ہنس کر باتیں کرتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ راضی ہے۔ یہ سمجھ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے ہاں ہاں کر کے کہا: "ذرا چل کر سامنے سایہ دار درخت کے نیچے، ہم تو دونوں بیٹھیں۔ شراب پئیں۔ دو دو باتیں کریں پھر چلی جانا۔ جلدی کیا ہے۔ ہماری تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ ہمیشہ اطاعت کروں گا، جو کچھ کماؤں گا، وہ دوں گا۔"

وہ نازنین کھلکھلا کر ہنسی اور کہا: "ملاقات اپنے گھر والوں سے کرو۔ کیا میرے خاوند نہیں ہیں۔ میں ایسے راہ گیروں سے بات نہیں کرتی۔"

آزر منتیں کرنے لگا۔ پاؤں پر سر دھرنے لگا۔ کہا: "میں اس طلسم میں رہتا ہوں، مسافر نہیں ہوں۔ افراسیاب کا مصاحب ہوں۔"

اس مہ جبیں نے کہا: "تم کوئی ہو، میں ایسی شوخ دیدہ نہیں ہوں، جو یکا یک مردوں کے دم پہ چڑھ جاؤں۔"

آزر سمجھا کہ یہ معشوقانہ ناز کرتی ہے۔ جس زنجیر میں عمرو اور ضرغام بندھے تھے۔ اسے اپنی کمر سے باندھا اور گلرومان کو گود میں اٹھا کر چلا۔ وہ نہیں نہیں کیا کی۔ اس نے درخت کے نیچے لا کر اتارا اور اپنی کمر سے چادر کھول کر بچھائی۔ عمرو ضرغام کو درخت سے باندھا۔ اس معشوقہ کو بٹھلایا اور کہا: "میری جان تجھ پہ جاتی ہے، تو میرے پہلو میں بیٹھ کر دل غمگین کو شاد کر۔"

اس ماہ پیکر نے ٹھنڈی سانس بھر کر یہ شعر پڑھا:

ہم آزما چکے ہیں بہت سرد و گرم عشق
اس کو فریب دو کہ جو نا کردہ کار ہو

آذر جادو نے گلے لگایا اور بوسہ لینے کو منہ بڑھایا۔ اس نے ہاتھ سے منہ ہٹا دیا کہا: "بس بس مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ یہ منہ دیکھے کی محبت ہے۔ مردوں کی ذات بے مروت ہے۔ خیر اگر مجھ سے دار و مدار منظور ہے' سامری کی قسم کھاؤ کہ کسی عورت سے سوائے تیرے بات نہ کروں گا۔"

آذر جادو نے قسم کھائی۔ گلومان نے شراب سے جام بھر کر دیا۔ اس نے جب جام ہاتھ میں لیا' خیال آیا کہ تو نے تصویر کو نہیں دیکھا۔ لازم ہے کہ احتیاط کے طور پہ تصویر دیکھ لے پھر اس محبوبہ سے داد عیش و خرمی دے۔ یہ سوچ کر تصویر دیکھی۔ اس نے برق کی اصلی صورت اختیار کر لی تھی۔ آذر جادو نے کچھ سحر پڑھ کر گلومان پہ پھونکا کہ عیاری کا رنگ و روغن اڑ گیا اور برق کی اصلی صورت ہو گئی۔ اس نے اس کو بھی زنجیر سے باندھ لیا اور کہا: "عیاروں نے تار باندھا ہے کہ قدم قدم پہ آ کر دھوکا دیتے ہیں۔"

عمرو نے کہا: "او حرامزادے' اب کیا بچ بھی جائے گا۔ کوئی آن میں قتل ہوا چاہتا ہے۔"

آذر خوفناک ہوا' مگر ان تینوں عیاروں کو لے کر چلا۔ دور سے جانسوز نے دیکھا۔ پیچھے پیچھے چلا۔ اتفاقاً ایک جگہ جنگل میں کسی ساحر کا نیا باغ بنا تھا۔ نہایت سرسبز آراستہ' پھولوں سے بھرا۔ آذر جادو تھکا ماندہ تھا۔ اس باغ کے اندر آیا اور ایک چمن میں ٹھہرا۔ جانسوز نے اسے باغ میں جاتے دیکھ کر اپنی صورت مالی کی بنائی۔ بیلچہ ہاتھ میں لیا اور درختوں کی سر تراشی کرنے کی قینچی کمر میں اڑسی۔ پھول جھولی میں بھرے اور باغ میں آیا۔ جنگل سے ایک درخت کھودتا لایا اسے چمن میں بویا۔

آذر جادو سمجھا کہ یہ اس باغ کا باغبان ہے۔ درخت لینے گیا تھا۔ اب آیا ہے۔ پاس

جا کر کہا: "اے مالی یہ باغ کس کا ہے؟"

جانسوز نے نام بنا کر کہہ دیا: "ملکہ بنفشہ جادو کا۔"

آذر سمجھا کہ طلسم میں بڑا ایسا ساحر رہتا ہے۔ کوئی بنفشہ بھی ہو گی۔ یہ سوچ کر خاموش ہو رہا، لیکن مالی نے دو ایک گلدستے اور گجرے بنا کر ٹوکری میں لگائے۔ بیچ میں اس کے میوے رکھا اور آذر کے سامنے ڈالی لگائی۔ اس نے کچھ روپیہ انعام دیا۔ ڈالی سے میوہ نکال کر چاہا کھاؤں۔ پھر یاد آیا کہ تصویر دیکھ لوں۔ تصویر جو دیکھی، وہ اصل جانسوز کی شکل بن گئی۔ اس نے کہا: "او نابکار باغبان! تو مجھے فریب دیتا ہے، معلوم ہوا کہ تو عیار ہے۔"

جانسوز نے چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ لیکن اس نے سحر کر کے اسے بھی گرفتار کیا اور اسی زنجیر سے باندھ کر، خوف کے مارے اس باغ میں ٹھہرا۔ پھر ان سب کو لے کر چلا۔ جب کچھ راہ طے کی، خیال کیا کہ میں کہیں چھپ کر بیٹھوں اور عرضی شہنشاہ کو لکھوں کہ مجھے عیاروں نے گھیرا ہے۔ چار کو تو میں نے گرفتار کیا، لیکن ابھی معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہیں۔ حضور میری مدد کے لئے ساحروں کو بھیجیں اور ان قیدیوں کو منگا لیں کہ میں ان کے سبب اڑ کر نہیں چل سکتا۔ اگر اکیلا ہوں تو اڑ کر بزور سحر آپ کی خدمت میں آؤں۔ بس یہ تصور کر کے چلا کہ کوئی جگہ عافیت کی ملے تو ٹھہروں، لیکن اب کی بادشاہ مرداں مختار قران نے دور سے دیکھا کہ ایک ساحر استاد کو، تین عیاروں کے ہمراہ گرفتار کئے لئے جاتا ہے۔ بحر عیاری میں غوطہ زن ہوا اور گوہر مقصد حاصل کیا کہ اے قران، یہ چار عیار پے در پے، اس نابکار کے قتل کئے لئے گئے۔ کیا سبب ہوا کہ چاروں گرفتار ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پاس کچھ سحر ہے کہ جو اس کے سامنے جاتا ہے پہچان لیتا ہے۔ ایسی کوئی فکر کرو کہ نہ منہ سے بولوں نہ اس کے پاس جاؤں اور مار ڈالوں۔

یہ سوچ کر گلشن عیاری کی سیر کرنے لگا۔ آخر گل مراد سے دامن بھر کر اس کے آگے راہ تجویز کر کے کہ ادھر ہی سے آئے گا جا کر ٹھہرا اور جنگل سے لکڑیاں جلدی جلدی

کاٹ کر چار طرف ستون بنائے اور چھت پر چٹیاں بچھا دیں اور ساری چھت پر بیلدار درخت کی بیل بچھا دی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی فقیر کی منڈھی ہے۔ غرض اس منڈھی کے دروازے پر بیلی ناگے جھٹکے بنکے سے درست ہو کر، تہمد باندھ کر، الف آزادی قشقہ کی طرح ماتھے سے ناک تک کھینچ کر، تلک پیشانی پر لگا کر بیٹھا۔ ایک ٹھیک آگے رکھ لی۔ اپنے گرد بڑی بڑی لکڑیاں سلگا دیں اور دافع بیہوشی کی دوا روئی میں بھر کر، نتھنوں میں رکھی کہ دھواں تاثیر نہ کرے۔ بیروں دوا بے ہوشی لکڑیوں پر ڈالی کہ دھواں چار طرف پھیلا۔ بیچ میں لکڑیوں کے آپ بیٹھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آذر جادو چاروں عیاروں کو لئے آ پہنچا۔ دیکھا ایک فقیر بیٹھا اپنی موج میں جھوم رہا ہے۔ ٹھیک رکھی ہے۔ دھونی رمائے ہے۔ منڈھی کے ایک طرف تلسی کا پیڑ لگا ہے۔ آسن جمی ہے۔ سامنے گانجے کی چلم رکھی ہے۔ نریل دھرا ہے۔ تپشی معلوم ہوتا ہے۔

آذر جادو نے یہ دیکھ کر آگے بڑھ کر، ہاتھ باندھ کر پالاگن کی۔ کہا: "بابا جی، کچھ اشیس دیجئے۔ عیار میرے فراق میں پھرتے ہیں۔ میں کسی نہ کسی طرح افراسیاب کے پاس پہنچ جاؤں۔"

اس فقیر نے یہ باتیں سن کر، اس کی طرف قہر کی نگاہ سے گھورا۔ آذر نے دیکھا کہ آنکھیں لال لال ہیں مارے خوف کے بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ بے ہوشی کا دھواں خوب اس کے دماغ میں پہنچا۔ اس وقت فقیر نے کہا: "او نلائق، میں بھی عیار ہوں۔ تجھے قتل کرنے یہاں بیٹھا ہوں۔" آذر یہ سن کر گھبرایا اور چاہا کہ اٹھ کر پکڑ لوں۔ بے ہوشی دماغ میں پہنچ چکی تھی۔ اٹھتے ہی گرا۔ قران نے اٹھ کے بغدا مارا کہ سر کے ہزار ٹکڑے ہوئے۔ برف باری سنگ باری ہونے لگی۔ ہولناک صدائیں آنے لگیں۔ لمحہ بعد آواز آئی کہ میرا نام آذر جادو تھا۔ اس کے سر سے ایک طائر خوش رنگ نکلا۔ افسوس افسوس کہتا، افراسیاب کی طرف چلا اور عمرو اور تینوں عیار رہا ہوئے۔ قران نے تسلیم کی۔ عمرو نے شاباش کی اور سب عیاروں کو رخصت کیا۔ ہر ایک الگ الگ

روانہ ہوا اور صحرا میں جا کر ایک دوسرے کی نظر سے چھپ گیا۔ عمرو بھی خفیہ طور پر چلا۔ اس عرصے میں رات ہو گئی کہ آسمان کا مسافر' سرائے مغرب میں جا کر فروکش ہوا۔ ستارے نکل آئے۔ صحرائی جانور آرام پذیر ہوئے۔ جنگل کے پرندے درختوں پر بسیرا لینے لگے۔

سب عیار درہ ہائے کوہ میں اقامت پذیر ہوئے' عیاری کی جھولی سے روٹی نکال کر کھائی۔ جھرنوں سے پانی پیا۔ مالک عالم کا شکر کیا۔ سو رہے' لیکن عمرو یونہی فاقے سے درہ کوہ میں ٹھہرا۔ دل سے کہا' زنبیل سے روٹی نہ نکالوں گا۔ حمزہ کی نوکری میں ہی نقصان عظیم ہے کہ اپنے پاس سے کھانا پڑتا ہے۔ رات کا وقت ہے' کہیں جا بھی نہیں سکتا۔ دن بھر کم بخت آذر نے قید رکھا۔ خیر اب صبر کروں۔ بھوکا سو رہوں۔ غرض ایک جگہ پتھر کی چٹان پر لیٹا' جب بھوک نے بہت غلبہ کیا اٹھ کر درختوں کے پھل توڑے اور کھائے۔ زنبیل سے بہت افسوس کر کے سوکھے ٹکڑے روٹی کے نکالے۔ بھوک کو دور کیا اور لیٹ رہا۔

مگر وہ پرندہ جو آذر کے سر سے نکلا تھا' باغ سیب میں افراسیاب کے پاس آیا اور باآواز بلند پکار کر کہا: "اے بادشاہ طلسم' آذر جادو مارا گیا۔" افراسیاب یہ خبر سن کر تھرانے لگا۔ غصے کے مارے ہونٹ چبانے لگا اور ایک ساحر ماحق جادو سے کہا کہ تم فلاں صحرا میں جاؤ' وہاں آذر کی لاش پڑی ہے۔ اٹھا کر دفن کر دینا اور جو تصویر میں نے اسے دی تھی' تاکہ عیاروں کو گرفتار کر سکے۔ وہ اس کے پاس ہو گی۔ وہ تصویر لا کر مجھے دینا میں صبح کو ایک ایسے ساحر کو بھیجوں گا کہ وہ سب عیاروں کو گرفتار کر لائے گا۔ اس وقت رات ہو گئی ہے۔ تم بھی جنگل میں نہ ٹھہرنا۔ لاش دفن کر کے تصویر لے کر چلے آنا۔ یہ کہہ کر افراسیاب عیش و آرام میں مشغول ہوا۔ ماحق جادو اس جگہ پہنچا' جہاں آذر مارا گیا تھا۔ اس کی لاش دفن کی اور تصویر لے کر پھر گیا۔ جا کر افراسیاب کو دی۔ اس عرصے میں رات تمام ہوئی۔ ساحر مشرق زرتار شعاع کی جھولی لئے' چرخ

شعبدہ باز پہ آیا۔

صبح کے وقت نامور عیاروں نے خدا کی اطاعت میں گردن جھکائی۔ جب فارغ ہوئے کمر ہمت چشت باندھ کر اپنی اپنی جگہ سے آگے راہ لی۔ افراسیاب بھی خواب نوشیں سے بیدار ہوا اور باغ سیب میں جا کر سریر جہانبانی پہ بیٹھا۔ ارکان سلطنت حاضر ہوئے۔ سامنے ناچ ہونے لگے۔ دور جام چلنے لگے۔ جب افراسیاب کا دماغ سرخ سرخ شراب سے گرم ہوا' چند ساحروں کو حکم دیا کہ عمرو اور چار عیار طلسم میں آئے ہیں اور ساحروں کو قتل کرتے ہوئے' دریائے خون رواں کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ مہ رخ صحرائے نرگس زار تک اسد اور مہ جبیں کو ڈھونڈتی ہوئی جاتی ہے اور اسد وغیرہ بھی وہاں کوہ میں چھپے بیٹھے ہیں' لہٰذا تم لوگ اب عیاروں کے فراق میں نہ جاؤ' بلکہ جہاں اسد بیٹھا ہے' اس طرف جاؤ کہ وہیں مہ رخ بھی آتی ہے اور عیار بھی آتے ہیں۔ اسی جگہ سب کو گرفتار کرنا۔ یہ کہہ کر تھوڑی سی خوناک ان ساحروں کو دی کہ یہ مٹی سامری و جمشید کی قبر کی ہے۔ جس عیار پہ تھوڑی خاک ڈال دو گے' خواہ کیسا ہی زبردست ہو گا' مگر بے ہوش ہو جائے گا۔

وہ ساحر خاک لے کر روانہ ہوئے' لیکن ادھر عیاروں کا حال سنیے کہ طلسم کے کوہ و دشت طے کرتے' چست و چالاک اپنے اپنے سلیقے سے دم کرتے چلے جاتے ہیں اور سب الگ الگ ہیں۔ عمرو رات بھر کا بھوکا پیاسا یہ سوچتا چلا جاتا ہے کہ کوئی گاؤں یا شہر ملے تو عیاری کر کے صبح کا وقت ہے' بھنی کروں اور روٹی کھاؤں اسی سوچ میں کچھ دور چلا تھا کہ سامنے ایک سواد شہر دکھائی دیا یہ جلد راہ طے کر کے حصار شہر کے قریب آیا دیکھا کہ اس کی چار دیواری سنگ مرمر کی بنی ہے۔ منقش و رنگین ہے۔ فولادی دروازہ لگا ہے۔ مثل چشم انتظار عاشق کھلا ہے۔ کوئی دربان نہیں ہے' بلکہ یہاں کوئی انسان نہیں ہے۔ یہاں دوکانیں آراستہ تھیں۔ جابجا اشیائے نفیسہ اور اجناس لطیف کا ڈھیر لگا ہے' لیکن کسی دکاندار کا پتہ نہ تھا کسی سمت جوہری کی دکان' کہیں بزازہ' کسی طرف صراف تھا' مگر کوئی نظر نہ آتا تھا۔ عمارتیں بلند و بالا' جگہ دل پسند' مکانات

شہر کے خالی، نہ کوئی ان کا وارث نہ والی۔ عمرو سیر کرتا ہوا، ہر طرف ہر شہر میں پھرا۔

ایک سمت میدان دیکھا۔ وہاں نہایت استوار اور مستحکم قلعہ بنا تھا۔ اس قلعے کا دروازہ بھی کھلا تھا۔ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ عمرو اندر گیا، دیکھا ایوان شاہی بنا ہے تخت جواہر کا بچھا ہے۔ تخت کے گردا گرد کرسیاں اور دنگل آراستہ ہیں۔ تخت کے قریب چار کرسیاں بچھی ہیں۔ ان پر کاغذ کی پتلیاں بیٹھی ہیں۔ عمرو جب اور آگے بڑھا، پتلیوں نے کہا: "کیوں موئے تو یہاں بھی آیا۔" عمرو نے پتلیوں کو بولتے دیکھ کر حیران ہوا خیال کیا کہ مقام طلسم ہے۔ ایسی باتوں کا کچھ تصور نہ کرو اور یہاں سے نکل چلو۔ یہ سوچ کر قلعے سے باہر نکلا، شہر میں آ کر دکانیں خالی پا کر، کچھ چیزیں اٹھا کر چاہا کہ زنبیل میں رکھ لوں کہ یکایک زمین شق ہوئی۔ انہی چار پتلیوں میں سے جو قلعے میں تھیں، ایک پتلی نے زمین سے نکل کر عمرو کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "موذی کالے چوٹے خیریت اسی میں ہے کہ جو چیز اٹھائی ہے، رکھ دے۔" عمرو نے جو اٹھایا تھا، جلدی سے رکھ دیا۔ پتلی نے ہاتھ چھوڑ دیا اور زمین میں سما گئی۔ عمرو آگے چلا۔ پھر لالچ آیا کہ افسوس، یہ سب چیزیں مفت جاتی ہیں۔ پھر ایک جگہ سے کچھ اسباب اٹھایا، فوراً زمین شق ہوئی۔ عمرو سمجھا کہ پتلی آئی، وہ چیزیں لے کر بھاگا اور بہت دور جا کر ایک گلی میں ٹھہرا جیسے پاؤں لگے تھے کہ پتلی نے زمین سے نکل کر ہاتھ پکڑ لیا اور کھینچتی ہوئی، وہاں لائی۔ جہاں سے عمرو نے وہ چیزیں اٹھائی تھیں۔ عمرو کا کچھ بس نہ چلا۔ ناچار جو کچھ لیا تھا، وہ سب رکھ دیا۔ پتلی غائب ہو گئی۔ عمرو نے مجبوراً وہاں سے آگے کی راہ لی۔ دل میں کہتا تھا کہ کل سے آج تک دو کوڑیاں بھی نصیب نہ ہوئیں۔ کیا بدقسمتی ہے۔ آخر لاچار ہو کر اس شہر سے نکلا اور جنگل کا راستہ لیا۔ یہاں تک کہ دریائے خون رواں پر پہنچا۔

• مہ رخ

دیکھا کہ بحر زخار ہے۔ امواج قہار ہیں۔ خون آشام نہنگ دم بدم پانی سے سر نکالتے ہیں غوطہ مارتے ہیں۔ بیچ دریا پر پل بنا ہے، لیکن وہ دھوئیں کا ہے۔ تین درجے کے پل ہیں۔ اوپر کے درجے میں ہزارہا برج بنے ہیں پریاں اور دیو بوقیں اور شہنا منہ سے لگائے کھڑے ہیں۔ اگر ایک بوق بجے۔ طلسم کے سارے ساکن بیہوش ہو جائیں۔ پری نادیاں برج کے اندر، جھولیوں میں موتی بھرے اچھالتی ہیں۔ ایک درجے میں زنگی لڑ رہے ہیں۔ سرکٹ کر گر رہے ہیں۔ ان کے زخموں کا خون بہہ کر دریا میں جاتا ہے۔ بجائے پانی کے خون بہتا ہے ہرچند عمرو نے کوشش کی کہ دریا کے پار جاؤں، کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ اس لئے کہ یہ دریا طلسم ظاہر اور باطن کے درمیان عین حد پر واقع ہے۔ اس طرف طلسم ظاہر ہے اور اس طرف طلسم باطن ہے اور افراسیاب کے حکم کے بغیر کوئی اس طرف نہیں جا سکتا۔ بڑی گرامی ساحروں کے رہنے کی جگہ ہے۔ ناچار جب عمرو نہ جا سکا۔ عیاری کا رنگ و روغن لے کر، ایک گوشے میں ٹھہر کر، اپنی صورت چودہ سولہ برس کے نوجوان کی بنائی۔ ڈاڑھی مونچھ کپڑے سے باندھ کر اس پر ایسا روغن لگایا کہ چہرہ بھولا بچوں کی طرح معلوم ہونے لگا۔ آنکھوں میں سرمے کا دنبالہ دیا۔ ہاتھوں میں مہندی لگائی، بسنتی رنگا ہوا انگرکھا، پہنا گلبدن کا پاجامہ، زیب تن کر کے کنگنا کلائی میں باندھا بھاری کار چوبی جوتا، پھندنے لگے، موتی جڑے، پاؤں میں پہن کر زنبیل سے لئیا اور ڈور نکال کر دریا میں شست پھینکی اور کنارے پر ڈور پکڑ کر آپ ٹھہرا۔ اتفاقاً خمار جادو بہن مخمور سرخ چشم، یہ دونوں افراسیاب کی معشوقہ ہیں اور بڑی زبردست ساحرہ ہیں، طلسم باطن میں رہتی ہیں۔ اس وقت خمار جادو کسی کام کو گئی تھی واپس ہو کر اپنے گھر جاتی تھی، جب دریا کے قریب پہنچی۔ دیکھا ایک نوجوان کہ ہنوز سبزہ بھی اس

کے رخسار تاباں پہ آغاز نہیں ہوا ہے۔ سرو قامت بالا ہے۔ مگر حسن و جمال کا گوہر یکتا ابرو ہلال فلک ہیں۔

سنتے ہیں کہ تھا حسن کا بانی یوسف
رکھتا تھا کہاں یہ نوجوانی یوسف

سب کہنے کی بات ہے کہ یوں تھا وہ تھا
ہرگز بھی نہ ہو گا' اس کا ثانی یوسف

مچھلی پکڑنے کا کانٹا ہاتھ میں لئے کھڑا ہے۔ خمار جادو کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ شخص ایسا نادان ہے' جو اتنا نہیں جانتا کہ دریائے سحر ہے۔ اس میں مچھلیاں کہاں۔ یہاں بھی شکار کھیلتا ہے۔ لاؤ اسے سمجھاؤں اور بے فائدہ مشقت سے بچاؤں۔ یہ سوچ کر اپنے اژدہے پر سے اتری اور عمرو کے قریب آئی کہا: "میاں صاحبزادے یہ کیا جنون ہے کہ دریائے سحر سے مچھلیاں شکار کرنا چاہتے ہو۔"

عمرو نے اس کے پکارنے سے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ ایک ساحرہ غیرت مہ و مہر' کم سن' لباس اور زیور سے آراستہ' موتیوں کے مالے گلے میں پڑے بال بال موتی پروئے۔

لٹیں منہ پہ چھوٹی ہوئی سر بسر
کہ بجلی ہو جوں مہ کے ادھر ادھر
وہ بن پونچھی ہو نوکی مسی غضب
کہ منہ پر تھی گویا قیامت کی شب
فقط کان میں ایک بالا پڑا
کہے تو کہ تھا مہ کے ہالہ پڑا
وہ پشواز اگری وہ نرگس کے ہار

وہ کم خواب کی بندھی ازار
بندھا سر پہ جوڑا پڑی زرد شال
کمر کی لچک اور مٹک کی وہ چال
وہ شبنم کی انگیا ہی تنگ و چست
کلائیوں پہ چینا ہشت کی درست
وہ الجھی ہوئی چین پشواز کی
وہ مسکی ہوئی چولی انداز کی
وہ مستی کا عالم، وہ توڑے چھڑے
وہ پاؤں میں سونے کے دو دو کڑے

دیکھتے ہی عمرو کے منہ میں پانی بھر آیا کہ فاقے سے تجھے دو روز گزرے، خدا نے شکار خوب فربہ بھیجا۔ اس ساحرہ کو قتل کر کے زیور و لباس اتار لے۔ کچھ قرض ادا ہو جائے گا۔ یہ خیال کر کے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا اور پوچھا: "تم کیا کہتی ہو، میں نے سنا نہیں۔"

خمار جادو نے کہا: "میں یہ سمجھاتی ہوں کہ یہ دریا اصلی نہیں ہے۔ بلکہ سحر سے بنا ہے۔ اس میں مچھلی کا شکار کرنا سراسر حماقت ہے۔ اس مصیبت سے باز آ اور اپنے گھر جا۔"

عمرو نے کہا: "واہ ہم کئی مچھلیاں شکار کر چکے، کباب بھی لگائے۔ اب دو ایک اور شکار کر لیں تو جائیں اور اپنی بی بی کو کباب کھلا کر راضی کریں۔"

خمار جادو نے جب سنا کہ مچھلیاں شکار کر چکا، بحر حیرت میں غرق ہوئی اور کہا: "اے عزیزا تو کہاں رہتا ہے اور بی بی کا ذکر کیا کرتا ہے۔"

عمرو نے کہا: "ہماری شادی کل ہوئی تھی، جب ہم بی بی سے اختلاط کرنے لگے۔ اس نے کہا، ہم دریائے خون رواں کی مچھلیوں کے کباب کھائیں گے، تو تم سے بات کریں

گے' ورنہ منہ سے نہ بولیں گے۔ اسی لئے ہم مچھلیاں پکڑ کر لے جاتے ہیں۔"

خمار جادو اس کی بھولی بھولی باتیں سن کر' مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئی اور کہا: "او مورکھ نادان! جورو تیری فاحشہ ہے' تجھے اس نے خراب کیا ہے کہ دریائے سحر پر جا کر کچھ بے ادبی کرے' تاکہ مارا جائے اور وہ مزے اڑاوے۔ خبردار' اب ایسی حرکت نہ کرنا۔ میرے ساتھ چل' تجھے چاند کی سی صورت کی جورو دلا دوں ایسی فاحشہ عورت سے ہاتھ اٹھا۔"

عمرو نے یہ بات سن کر کہا: "خراب اور فاحشہ تو آپ ہو گی۔ چل اپنا کام کر۔ میری جان اپنی بی بی پر قربان ہے۔"

خمار جادو نے یہ خیال کیا کہ یہ ابھی بالکل بے سمجھ معلوم ہوتا ہے اور بچہ کم سن ہے' کسی سے پھنسا نہیں۔ نوش وصل نیش فصل کا مزا چکھا نہیں۔ اس وجہ سے اپنی بی بی پر فریفتہ ہو گیا ہے۔ اگر ہو سکے تو ایسے کم سن کو اپنے پاس رکھے۔ اور اس کی رعنائی و زیبائی کی بہار لوٹے۔ اب اس سے گفتگو سخت نہ کرے۔ کچھ لگاوٹ کی باتیں کرے۔ یہ منصوبہ کر کے عمرو کے قریب آئی اور کہا: "اے رشک قمر' کس منزل میں تم رہتے ہو؟"

عمرو نے کہا: "تمہارے دل میں رہتے ہیں۔"

خمار جادو نے ہنس کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "لاؤ ہمیں بھی اس مچھلی کے کباب کھلاؤ' جو تم نے شکار کی ہے۔"

عمرو نے کہا: "خوب اگر ہم تمہیں کباب کھلا دیں' تو اپنی بی بی کے لئے کیا لے جائیں۔"

خمار جادو نے اسے گلے لگا لیا اور کہا: ہم تمہاری بی بی بنیں گے۔"

عمرو نے کہا: "سچ کہو' تم ہماری بی بی ہو گی۔"

اس نے کہا: "ہاں سچ"

عمرو نے اس سے لپٹ کر خوب پیار کیا اور کہا: "ہمیں جورو سے مطلب ہے' خواہ تم ہو یا کوئی اور ہو۔ چلو الگ چل کر بیٹھیں اور کباب کھائیں۔"

خمار جادو دریا کے کنارے سے ایک درخت کے نیچے آ کر ٹھہری۔ عمرو نے کمر سے چادر کھول کر بچھائی اور اسے بٹھلایا۔ جیب سے مچھلی کے کباب نکال کر سامنے رکھے۔

خمار جادو نے کہا: "مگر شراب بھی ہوتی تو لطف تھا۔"

عمرو نے کہا: "میرا گھر یہاں سے قریب ہے ابھی لایا اور بہت جلد آؤں گا۔ مگر تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ اس لئے کہ زوجہ میری غل مچائے گی۔" یہ کہہ کر اٹھا اور گلیم عیار اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ خمار جادو سمجھی کہ بڑا ساحر ہے جبھی تو نظر سے پوشیدہ ہو گیا۔

عمرو نے لمحہ کے بعد زنبیل سے شراب کی گلابی نکالی اور اس میں بے ہوشی کی دوا ملائی گلیم اتار کر ظاہر ہوا اور خمار جادو کے سامنے شراب حاضر کی۔ اس نے جام بھر کر عمرو کو دیا۔ عمرو نے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا: "جان جہان' پہلے تم پیو اور لبوں سے جام لگا دیا۔ خمار جادو کو اس کا اٹھلانا بہت پسند آیا اور منہ اپنا کھول دیا۔ عمرو نے سارا جام حلق میں انڈیل دیا۔ حلق کے نیچے شراب کا اترنا تھا کہ ایک چھینک آئی اور چکر کھا کر زمین پر گری اور بے ہوش ہو گئی۔ عمرو نے زیور اور لباس اتار لیا۔ اس کے بالوں میں جو موتی پروئے تھے' عمرو نے استرا نکال کر اس کا سارا سر مونڈ لیا کہ اب کون ایک ایک موتی نکالے اور خنجر لے کر چاہا تھا کہ اسے ذبح کرے کہ یکایک دریا میں تلاطم ہوا اور دریائے خون رواں کے نگہبان دوڑے۔

عمرو نے گلیم اوڑھ لی اور غائب ہو گیا۔ لیکن نگہبان' خمار کو اٹھا کر افراسیاب کے پاس لے گئے۔ اس نے معشوق کا یہ حال دیکھ کر افسوس کیا اور لباس پہنایا۔ ہوشیار کیا۔ حال پوچھا۔ خمار جادو نے کہا: "ایک شخص دریا پر مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ میں نے منع کیا اس نے کہا' میں شکار کر کے کباب بھی لگا چکا ہوں' تو تم بھی کباب کھاؤ۔ میں نے تعجب کر کے ایک کباب کھایا بے ہوش ہو گئی۔"

یہ سب کہا' مگر اپنا فریفتہ ہونا نہ کہا۔ افراسیاب نے کہا: "اے ملکہ وہ عیار ہو گا علم

میں عیار آئے ہیں اب تم کہیں جاؤ تو کسی کے فریب میں نہ آنا' ورنہ عیار قتل کر ڈالیں گے۔ بڑے جعلساز ہیں میں نے ساحروں کو بھیجا ہے وہ آ جائیں تو ملکہ حیرت جادو کو ساحروں کے لشکر کے ہمراہ روانہ کر دیں اور اسد کو قتل کراؤں۔"

یہ کہہ کر دستک دی کہ چند ساحر خوش رنگ باغ کے درختوں سے اڑ کر پاس آئے اس نے حکم دیا کہ جا کر جہاں اسد اور مہ رخ بیٹھے ہوں' وہاں کے درختوں پر بیٹھو اور جو کچھ مشورہ آپس میں کریں وہ سب حال سنو اور مجھے آ کر اطلاع دو۔"

طائر یہ حکم سن کر اڑے اور اسد کی طرف چلے' مگر عمرو دریا کے کنارے پھر روانہ ہوا اور اس پار نہ جا سکا۔ آخر کچھ عرصے کے بعد ایک پہاڑی کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ یہ کوہ پرشکوہ' پہلی رات کی دلہن کی طرح آراستہ ہے۔ دامن کوہ پاکدامنوں کے قلب کی' مانند مصفا ہے۔ کوسوں تک زعفران کے کھیت ہیں زرد پھولوں سے صحرا بسنتی ہے۔ پہاڑ سے آبشار بہہ رہا ہے۔ کوہ کے اوپر ناچ گانا ہوتا تھا۔ اس کی آواز سن کر عمرو گھاٹیوں کو طے کر کے سر کوہ پر آیا۔ یہاں عجب جلسہ نظر آیا۔ دس بیس نازنین ماہ پیکر لباس زعفرانی اور ارغوانی زیب تن کئے بیٹھی ہیں۔ فرش طلا کا نہ بچھا ہے۔ ناچ ہو رہا ہے۔ درخت میں جھولا پڑا ہے' کچھ عورتیں جھولتی ہیں' کچھ کھڑی پینگ دے کر جھلا رہی ہیں جب پینگ بڑھتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کافروں کا ارادہ آسمان چھو لینے کا ہے۔ ہر ایک مست مور کی طرح جھومتی ہے۔ جھولے پر وہ غرور حسن ہے کہ ہوا سے باتیں کرتی ہیں۔ عمرو نے اسے دیکھ کر چاہا کہ کسی درخت کی آڑ میں' بیٹھ کر اپنی شکل تبدیل کروں اور ان مہ جبینوں میں جا کر ملوں' لیکن

انھوں نے جیسے ہی عمرو نے پہاڑ پر اپنا قدم رکھا۔ ویسے ہی غل مچایا' عمرو آیا عمرو آیا۔" عمرو کو کچھ بن نہ آیا اور گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا اور خیال کیا کہ یہ مرحلے طلسم کے ہیں۔ طلسم کشا کے بغیر فتح نہ ہوں گے۔ ان عورتوں کے پاس جانا بیکار ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یہ پتلیاں طلسم کی بانی ہیں۔ علم نیرنج سے بنائی ہیں۔ ان سب کا حال لوح طلسم بتائے گی۔ یہ سوچ کر پہاڑ کے نیچے اترا اور آگے کا راستہ لیا۔ یہاں تک کہ اس طرف آ نکلا کہ جہاں درہ کوہ میں ایک ساحرہ کھڑی ہے اور اسد بیٹھا ہے۔ ایک نازنین حور شمائل پہلو میں جلوہ گر ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہ کو شمس ہے' بلکہ برج حمل میں قران شمس و قمر ہے۔

عمرو نے پکار کر کہا: "کیوں اے چھوکرے' خوب طلسم فتح کرنے آیا تھا کہ رنڈی بازی میں پڑ گیا۔"

اسد نے عمرو کی آواز پہچانی۔ نظر اٹھا کر دیکھا۔ عمرو کو پہچان کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کہا: "نانا جان! آیئے۔"

واضح ہو کہ عمرو نے اسد کے باپ یعنی کرب کو اپنا بیٹا کہا ہے۔ اس وجہ سے اسد انھیں نانا جان کہتا ہے غرضیکہ اسد نے تسلیم کی۔ عمرو نے گلے لگایا۔ عمر درازی کی دعا دی اور آ کر درہ میں بیٹھا اور بھیانک ہو کر ملکہ مہ جبین کو دیکھا اور کہا: "اے اسد' یہ کس بدصورت کو تو نے پہلو میں کیا ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔ تیرا بھی کیا ذوق ہے۔"

ملکہ یہ کلام سن کر کٹی پڑی اور شرمندہ ہوئی۔ اسد نے کان میں کہا: "اے ملکہ' یہ لالچی بہت ہیں۔ اگر انھیں کچھ دو تو ابھی تمھاری تعریف کرنے لگیں گے۔ ان کے برا کہنے کا کچھ خیال نہ کرو۔"

ملکہ نے جواہر کے کڑے ہاتھ سے اتار کر عمرو کو دیئے۔ عمرو نے کہا: "اے ملکہ! حمزہ کا یہ نواسہ تیرے لائق کب ہے۔ تو وہ شہزادی عالی وقار ہے کہ تیرے ہم مرتبہ بڑے بڑے شاہان روئے زمین پر نہیں۔" اسد اور دلارام اور ملکہ مہ جبیں سب عمرو کی باتوں پر ہنسنے لگے۔ عمرو نے کہا: "خدا تمھیں ہنستا ہی رکھے۔"

اسد نے کہا: "اے ملکہ! طلسم فتح ہو جائے گا۔ اب نانا جان آ گئے۔ کیا غم ہے۔ انشاء اللہ پہلوانوں کو ماریں گا اور ساحروں کو فنا فی النار کریں گے۔"

ملکہ یہ باتیں سن کر خوش ہوئی' لیکن حال سنئے مہ رخ کا' جو چوبیس ہزار ساحروں کا لشکر

لے کر اسد کو ڈھونڈنے چلی تھی۔ لشکر سے آگے اکیلی بڑھ آئی۔ شکیل جادو سے کہا: "تم لشکر عقب میں لے کر آؤ۔" غرض مہ رخ بھی آ کر اس دمہ کوہ کے قریب پہنچی' جہاں اسد وغیرہ تھے۔ دلآرام جو پہرے پر کھڑی تھی۔ اس نے مہ جبیں کو خبر دی کہ آپ کی نانی جان آئی ہیں۔ یہ سنتے ہی ملکہ سمجھی کہ ہم سب کو گرفتار کرنے کو آئی ہے۔ کہا: "بڑا غضب ہوا۔" اسد نے کہا: "میں جا کر قتل کرتا ہوں۔" تلوار لے کر اٹھا اور عمرو گلیم اوڑھ کر پوشیدہ ہو گیا۔ کہ مبادا گرفتار نہ ہو جاؤں پھر کچھ نہ ہو سکے گا۔"

لیکن جب اسد تلوار لے کر مہ رخ کے سامنے آیا۔ اس نے کہا: "اے شہزادہ عالی تبار یہ کس لئے آپ شمشیر برہنہ لئے تشریف لائے ہیں۔ میں آپ کی دوست ہوں اور اطاعت کرنے آئی ہوں۔ مہ جبیں کی نانی ہوں۔ میری بچی کہاں ہے؟"

یہ باتیں سن کر مہ جبیں اٹھ کر دوڑی اور مہ رخ کے قدم پر گری۔ اس نے اس کا سر سینے سے لگایا اور کہا: "دیکھئے انجام ہمارا اور تمہارا کیا ہوا۔ افراسیاب بڑا زبردست ہے۔ میں گھبرا کر چلی تو آئی ہوں' لیکن شہنشاہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ چاہے گا تو ایک آن میں ہم سب کو برباد کر دے گا۔"

اسد نے کہا: "وہ کیا گیدی ہے جو برباد کر دے گا۔ خدا ہمارا حافظ و نگہبان ہے۔ تم اطمینان سے یہاں بیٹھو۔ ہم جانبازی و سرفروشی کو حاضر ہیں۔ اگر تم ہماری شریک ہو تو خدا کی رحمت پر تکیہ و بھروسہ کرو۔"

مہ رخ نے کہا: "یہ سب جو تم نے کہا' سچ ہے' مگر ظاہر بھی کچھ دیکھا جاتا ہے۔"

اسد نے کہا: "یہاں بڑے بڑے ڈاڑھی منڈے' مگر جادوگر آئے ہیں۔ ایک دن افراسیاب کو بھی نجس کتے کی طرح مار ڈالیں گے۔"

مہ رخ نے کہا: "سب کو دیکھا ہے۔ افراسیاب ایسا زبردست ہے کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ لیکن میں جو آئی ہوں' تو کیا اب پھر تھوڑی جاؤں گی۔ چاہے جان رہے یا

نہ رہے۔ مقابلہ کروں گی۔"

اس وقت دلارام نے فرش بچھایا۔ سب بیٹھے، لیکن عمرو ظاہر نہ ہوا کہ شاید یہ باتیں اس کی ازراہ عیاری ہوں اور یہ چاہتی ہو کہ جب سب جمع ہو لیں، اس وقت گرفتار کریں۔

غرضیکہ جب سب بیٹھے، پھر مہ رخ نے کہا: "اے شہزادے، میں نے نجوم دیکھا ہے کہ تو بادشاہ طلسم کا قاتل ہے۔ اس وقت افراسیاب کی صفت اور شان و شوکت بیان کر کے تیری شجاعت کا امتحان کرتی تھی۔ الحمدللہ کہ تو قوی دل، مرد مردانہ اور شیر بچہ ہے۔"

یہ سب آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ افراسیاب کے بھیجے ہوؤں میں سے ماہدار جادو آ کر پہنچا اور مہ رخ کو بیٹھے دیکھ کر للکارا: "باش اور نمک حرام، مثل مشہور ہے کہ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر۔ شہنشاہ سے بچ کر کہاں جائے گی۔"

مہ رخ نے اس ساحر کو آتے دیکھ کر اپنے جھولے سے سحر کا فولادی گولا نکالا اور سحر پڑھ کر مارا کہ وہ گولا، ماہدار کے قریب جا کر پھٹا اور اس میں آگ کے پرکالے، مثل تیر شہاب نکلے، اور ماہدار پر چلے۔ اس کے پاس جمشید و سامری کی قبر کی خاک تھی۔ اس نے خاک کی چٹکی اڑائی۔ آگ کے پرکالے دور ہوئے۔ پیش قدمی کر کے دوسری چٹکی مہ رخ اور دلارام پر ڈالی کہ یہ دونوں بیہوش ہو گئیں۔ اس وقت اسد نے اٹھ کر تلوار ماری۔ ماہدار نے سحر پڑھ کر جو پھونکا، اسد بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے مہ جبیں سمیت سب کی مشکیں باندھ لیں اور لے کر چلا۔ عمرو نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ گلیم اتار کر ظاہر ہوا اور غلیل میں ساڑھے پانچ سیر کا پتھر، ہشت پہلو تراشا ہوا رکھ کر پکارا: "اے ماہدار، ذرا ٹھہرنا۔" ماہدار آواز سن کر رکا کہ اتنے عرصے میں عمرو کا نشانہ بندھ گیا اور ایسا تاک کر پتھر مارا کہ کھوپڑی کٹ کر دور جا گری۔ مہیب صدائیں پیدا ہوئیں اور مہ رخ ہوشیار ہوئی۔

دیکھا کہ آندھیاں اٹھ رہی ہیں اور پکڑو پکڑو کا شور بلند ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے سحر کیا کہ وہ آفت تو موقوف ہوئی لیکن لاش ماہدار کی پڑی دیکھی۔ ایک عجیب الخلقت انسان

یعنی عمرو کو کھڑا دیکھا۔ عمرو کو پہچانتی نہ تھی۔ چاہا کہ سحر کر کے گرفتار کر لوں۔ یہ بھی کوئی ساحر ہے۔ عمرو کو اس کا ارادہ معلوم ہوا اور فوراً حباب بیہوشی مارا کہ منہ پر پڑا' پھٹا اور بیہوشی آمیز پانی مہ رخ کی ناک میں گیا۔ وہ بیہوش ہو گئی اور عمرو گلیم اوڑھ کر پھر چھپ گیا' لیکن دلارام اور اسد وغیرہ کہ سب رہا ہو چکے تھے۔ انہوں نے مہ رخ کو پھر ہوشیار کیا۔ اس نے پوچھا کہ "یہ کیا ماجرا ہے۔"

اسد نے کہا: دادا جان نے ساہدار کو مار کر ہم آپ کو چھڑایا۔ آپ نے ان کو گرفتار کرنا چاہا۔ انہوں نے پھر آپ کو بے بیہوش کر دیا اور یہاں سے چلے گئے۔"

مہ رخ نے کہا: "پھر ان کو بلاؤ۔"

اسد نے کہا: "آپ ہی بلایئے۔"

اس نے باآواز بلند کہا: "اے شہنشاہ عیاران' میں آپ کی بہت مشتاق ہوں۔ اپنی مبارک صورت دکھایئے کیا میں ملاقات کے قابل نہیں ہوں' مجھے دیکھ کر آپ چھپ جاتے ہیں۔"

عمرو نے کہا: "رونمائی چاہیے۔ اگر کچھ منہ دکھائی دو' تو صورت دکھائیں۔"

اسد اور سب ہنسنے لگے۔ مہ رخ نے اپنا زیور اتار کر رکھا اور کہا: "لیجئے رونمائی حاضر ہے۔" عمرو روپیہ دیکھ کر حاضر ہوا اور وہ زیور لے کر زنبیل میں رکھا۔ مہ رخ نے عمرو کی جو صورت دیکھی۔ نہایت حقیر پائی۔ سمجھی کہ یہ کیا کسی سے مقابلہ کرے گا۔ خواجہ نے اس کی نگاہ پہچانی کہ مجھے حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے کہا: "تم سوچ رہی ہو کہ یہ دبلا پتلا آدمی کیا کر سکے گا' کسی سے کیونکر لڑے گا۔"

مہ رخ نے کہا: "تو بڑا فہیم ہے' جو میرے دل میں آیا' وہ پہچان گیا۔"

عمرو نے کہا: "میں پیشانی پر جو شکن پڑتی ہے' اس کی سطر بنا کر پڑھتا ہوں' جو کسی آدمی کے دل میں آئے وہ بتا دیتا ہوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا دوسرا ساحر فولاد جادو آ پہنچا۔ عمرو نے اسے دیکھ کر کہا: "اے مہ رخ' تم بڑی ساحرہ ہو۔ دیکھیں اس سے کیونکر لڑتی ہو۔"

کیونکہ فولاد نے آتے ہی پہلے ان سب کو دور ہی سے ڈانٹا تھا کہ خبردار ہافیوا میں آ پہنچا' اب کہاں بچ کر جاؤ گے۔"

مہ رخ نے کہا: "اے نجس کتے کی طرح مارے ڈالتا ہوں۔" یہ کہہ کر اصلی صورت میں' یعنی جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح اٹھ کر فولاد جادو کے سامنے آیا اور للکارا: "او بے حیا' کیا بکتا ہے اور جھک مارتا ہے۔ ادھر تو آ کہ تو میرا شکار ہے۔"

فولاد جادو نے جھولی سے ایک ناریل نکال کر سحر پڑھنا شروع کیا۔ عمرو نے بھی ایک ترنج نکالا اور کچھ بدبدانے لگا۔ فولاد سمجھا کہ یہ بھی ساحر زبردست ہے۔

عمرو نے کہا: "ملاؤن تو پرائے بھروسے سے لڑنے آیا ہے' تیری پیٹھ پیچھے ایک اور جادوگر آتا ہے۔"

فولاد نے یہ سن کر پیچھے مڑ کر دیکھا۔ عمرو اتنی دیر میں جست کر کے اس کے قریب پہنچا اور جب اس نے ادھر دیکھا کہ کوئی بھی نہیں' عمرو جھوٹا ہے۔ دھوکا دیتا ہے۔ فوراً عمرو کی طرف پھرا۔ عمرو نے حباب بیہوشی منہ پر مارا کہ چھینک آئی اور چکر کھا کر گرنے لگا۔ عمرو نے گرتے گرتے اس کے خنجر مارا کہ سر کٹ کر دور گرا۔ ایک قیامت کا شور بلند ہوا۔ اندھیرا ہو گیا۔ مہ رخ نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ وہ سیاہی دور ہوئی۔ عمرو کو دیکھا کہ تسبیح لئے الگ کھڑے۔ "یا حافظ" پڑھ رہے ہیں کہ خداوند مجھے بچائے۔

مہ رخ پاس آئی اور کہا: "اے شہنشاہ عیاراں' سبحان اللہ کیا کہنا۔ آپ نے اس کو جلد جہنم واصل کیا۔ میں آپ کی کنیز ہوں۔ آئیے بیٹھئے۔" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے سے کرناٹی اور نقاروں کے بجنے کی آواز آئی۔ دیکھا تو آگے آگے زری پوش نقارچی ظاہر ہوئے۔ بادلے کی پوشاک پہنے' دمامے' مشتری اور فیل سجائے' جن کی آواز سے کوہ و دشت تھراتے ہیں۔ اس کے بعد ساحروں کی سواریاں ظاہر ہوئیں وہ اژدہوں پر سوار تھے' جن کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ ساحروں کی صورتیں مہیب تھیں۔ سحر کا اسباب ان کے پاس وافر تھا۔ یکایک اس دشت میں آگ اور پتھر برسنے لگے۔

ایک فیل پر مہ رخ کا بیٹا شکیل جادو سوار تھا۔ فیل کا جسم آگ کی مانند روشن اور چمکتا تھا۔ چالیس ہزار ساحر قطار باندھے آتشیں ہاتھیوں، آتشیں موروں اور دوسرے آتشیں جانوروں پر بیٹھے چلے آتے ہیں۔ مہ جادو اور مہ رخ تخت پر سوار، اژدہے اٹھائے لے کر آئے، چوبیس ہزار کا لشکر بڑے کروفر سے آیا۔ شکیل اپنے ہمراہ خیمے، بارگاہیں اور جملہ سامان حرب و ضرب لایا۔ اس کی سواری کا اس وقت یہ جلوس تھا کہ شہزادہ اسد دیکھ کر فرمانے لگا کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے امیر حمزہ کے لشکر کا کوئی سردار آیا ہے۔

ز بس تھا سواری کا ایسا ہجوم
ہوا جب کہ ڈنکا، پڑی ایک دھوم
برابر برابر، کھڑے تھے سوار
ہزاروں ہی تھیں، ہاتھیوں کی قطار
سنہری روپہلی، وہ عماریاں
شب و روز کی سی طرح داریاں
وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں
وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے مکاں
سوار و پیادے صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر و وزیر
بجے اور سجائے سبھی خاص و عام
لباس زری میں ملبس تمام
طرق کے طرق اور پرے کے پرے
بکھر ادھر اودھر اس سرے اس سرے
چلی پایہ تخت کے ہو قریب
بدستور شاہانہ سجی عجیب

مہ رخ نے کہا: "اے شہزادہ اسد، آپ کا غلام شکیل جادو میرا فرزند آتا ہے۔ حضور دست شفقت اس کے سر پر رکھیں اور تسکین دیں۔ اس عرصے میں شکیل کو شہزادہ اسد کے اپنی ماں کو سامنے کھڑا دیکھ کر رخش سے اتر کر حاضر ہوا۔ اسد اور عمرو کو تسلیم کی۔ اسد نے بغل گیر کیا۔ عمرو نے تسکین دی۔ مہ رخ نے حکم کیا کہ لشکر اپنی جگہ اترے۔ اسی وقت بیلدار نکلے اور جنگل کی جھاڑیاں، جھنڈیاں کاٹ کر میدان کو صاف کرنے لگے۔ صحرائی سطح کو آئینے کی مانند صاف و شفاف کر دیا۔ بلند بالا خیمے نصب ہونے لگے۔ دل گرہ بجنے لگے۔ دمدمے تیار ہوئے کہیں نقب لگائی۔ کسی جگہ سرنگ کا ڈھنگ کیا۔ کہیں مورچوں کو کشادہ کیا، کہیں تنگ کیا۔ جنگی سامان درست ہو گیا، چشمہ آب کے قریب، بیچ لشکر میں بارگاہ نصب ہوئی منڈیوں اور تغ کے جھنڈے گڑ گئے۔ چھاؤنی کا بازار سجایا گیا۔ دکانوں کے نشان ڈالے گئے۔ شاہی خیمے کے روبرو اردوئے معلٰی کا طور مقرر ہوا۔ لشکر اترا عیش محل کی ہشتی بارگاہ علیحدہ استادہ ہوئی۔ در دولت مقرر کی۔ سرداروں اور شاہ کے جلوس کے لیے لشکر کے وسط میں بارگاہ ٹھہرائی۔ پھر مقام صدر میں تخت طاؤسی آراستہ ہوا۔ چار طرف دنگل کرسیاں بچھ گئیں۔ جملہ سامان ساخت درست ہوا۔ کسی طرف باورچی خانہ بنایا۔ کہیں آبدار خانہ مقرر کیا۔ ایک سمت مے خانہ سجایا گیا لشکر میں بازار کھل گئے۔ کٹورا کھنکنے لگا۔

مہ رخ بارگاہ میں داخل ہوئی اور اسد سے عرض کیا: "بسم اللہ، تخت سلطنت حاضر ہے۔ جلوس کیجیے۔"

شہزادے نے کہا: "مجھے سلطنت کا دعویٰ نہیں، میں سپہ سالار لشکر اسلام کا نواسہ ہوں۔ دعویٰ سپہ گری کا رکھتا ہوں۔ یہ بادشاہت شہنشاہ لشکر اسلام کی۔ اس کی حکومت ملکہ مہ جبیں کرے گی اور انواع و اقسام کے چند تحفہ جات شاہ اسلام کی خدمت میں ہر سال بطور خراج بھیجا کرے گی۔" یہ کہہ کر عمرو سے کہا: "آپ منجم ہیں ساعت سعید دیکھ کر بتائیے کہ ملکہ کا جلوس اورنگ شاہی پر ہو۔"

عمرو اور مہ رخ نے ملکہ جبیں کا ہاتھ پکڑ کر تخت سلطنت پر جلوہ گر کیا۔ تاج شاہی سر پر رکھا۔ اسد اور مہ رخ وغیرہ اور سب امراء و رؤسا نے نذریں دیں۔ صدائے مبارک باد بلند ہوئیں۔ زہرہ جبیں رقاصان حاضر ہوگئیں۔ طبلے پر تھاپ پڑی۔ ناچ ہونے لگے۔ حور پیکر ساقیان سرخ شراب کے جام و صراحی لے کر آئے۔ اہل انجمن داد عشرت دینے لگے۔ صدائے نوشا نوش بلند ہوئی۔ ہر طرف سے کسی کی زبان پر جاری تھا: "اے ساقی خوش ادا سدا تیرا دور رہے۔ عیش و نشاط کا یہی طور رہے۔

عہدوں اور مرتبوں کے خلعت بٹنے لگے' ملکہ مہ رخ کو وزارت کا خلعت ملا۔ دلارام کو مصاحب خاص بنایا گیا۔ اسد نے لشکر کی سپہ سالاری اختیار کی۔ عمرو کو سلطنت کے مشیروں میں شامل کیا اور یہ رتبہ دیا کہ عمرو جو مشورہ دیں' اسے بادشاہ ضرور منظور کرے اور خواجہ عمرو کے حکم سے منہ نہ موڑے۔ اگر خواجہ بادشاہ سے ناراض ہوں تو اسے سلطنت سے معزول کر دیں۔ غرضیکہ وزارت کی کچہری مقرر ہوئی۔ مہ رخ آ کر بیٹھی انتظام ہونے لگا۔ پہلے جو خزانہ اپنی فوج کے ہمراہ لائی تھی۔ اسے منگوا کر میر بخشی کے حوالے کیا اور حکم دیا کہ ڈھنڈورا پٹے اور اس جنگل کے قریب جو قصبے اور گاؤں واقع ہوئے ہیں۔ وہاں جا کر منادی کرے اور جس کسی کو نوکری کرنا ہو وہ آئے اور ملازمت کرے اور ساحر بھی بھرتی کیے جائیں اور سپاہی اور پہلوان بھی۔ لام بندے۔ یہ ارشاد سن کر ملازم تعمیل حکم کے لیے روانہ ہوئے۔ ڈھول بجنے لگے۔ لوگ آنے لگے۔ وزیراعظم کو نذرے دے کر عہدے پانے لگے۔ کسی کو کمیدانی کا خلعت ملا۔ کوئی رسالہ دار مقرر ہوا۔ اس وقت جو عیار عمرو سے الگ الگ چلے آئے ہیں۔ ان میں سے ضرغام شیر دل اور مہتر قران اور جانسوز' اس صحرا کے قریب پہنچے اور ڈھنڈورے کی آواز سن کر' ساحروں کی صورت بنا کر لشکر میں آئے۔ حال دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ عمرو اور اسد کا لشکر ہے اور ان کی جانب سے فوج بھرتی ہوتی ہے۔ یہ عیار بھی نذر لے کر بارگاہ میں آئے وزیر اعظم مہ رخ کو نذر دی۔ اس نے پوچھا: "تم کون ہو؟" عیاروں نے کہا: "شہر عجائب کے رہنے والے ہیں۔ جادو جانتے ہیں' نوکری کرنے آئے

ہیں۔"

وزیر نے پوچھا: "تنخواہ کیا لو گے؟"

"ہزار ہزار روپے ماہوار۔"

وزیر نے کہا: "اچھا پہلے تمہارا سحر دیکھیں کہ کیسے ساحر ہو۔"

"بہت خوب" قران نے ایک ناریل جھولی سے نکال کر، سب کو دکھانے کے لئے کچھ فسوں پڑھا۔ مہ رخ کے منہ پر مارا۔ ہر چند اس نے دستک دی اور رد سحر کیا، مگر وہ ناریل منہ پر پڑ کر پھٹا اور اس میں سے دھواں نکلا کہ مہ رخ بیہوش ہو گئی۔ دربار میں جتنے ساحر بیٹھے تھے۔ انہوں نے سحر پڑھ کر اسے ہوش میں لانا چاہا وہ تو "بیہوشی" سے بے ہوش تھی۔ کسی طرح سے ہوشیار نہ ہوئی سب نے کہا: "یہ بڑے زبردست ساحر ہیں۔ ان کا سحر کسی سے رد نہیں ہو سکتا۔" عیاروں نے کہا: "بس امتحان ہو چکا، آپ اپنا سحر اتار لیجئے۔"

قران نے تھوڑا سا پانی منگا کر، رد سحر پڑھا۔ مہ رخ کے منہ پر چھینٹا دیا۔ وہ فوراً ہوشیار ہو گئی۔

عیاروں نے کہا: "آپ نے ہمارا سحر دیکھا۔"

کہا: "ہاں بڑا زبردست سحر ہے۔ اچھا ہزار ہزار روپے کی تنخواہ ہم نے مقرر کی۔"

عیاروں نے کہا: "ایک شرط اور بھی ہے۔ ہم ایک مہینے کی پیشگی لیں گے اور عمرو عیار کے برابر بارگاہ میں بیٹھیں گے۔"

مہ رخ نے ایک مہینے کی تنخواہ پیشگی منگوا دی اور کہا: "خواجہ کے برابر بیٹھنے کے لئے، چلو میں ان سے اجازت دلا دوں۔"

انہیں لے کر سلطان بارگاہ کے اندر عمرو کے پاس آئی۔ عیاروں نے دیکھا تخت شاہی آراستہ ہے تخت کے چاروں گوشوں پر زریں بالوں والے طاؤس جواہر کھڑے ہیں۔ ان کی دمیں بلند اور کشادہ ہو کر بادشاہ کے سر پر چھتر ہو گئی ہیں۔ مہ جبیں الماس پوش بڑے کروفر سے جلوہ گر ہے لعل و یاقوت کا تاج سر پر ہے قبائے قلم زد جواہر پہنے ہے۔ پیش

بجا پٹکا کمر سے بندھا ہے۔ نو لکھا ہار گلے میں پڑا ہے۔ دلارام ہاں ہما کا مورچھل لئے سر پر مگس رانی کر رہی ہے۔ سامنے دست ادب باندھے ہزاروں ساحر کھڑے ہیں۔ شہزادہ اسد تخت کے قریب دنگل پر بیٹھے ہیں' خواجہ عمرو کرسی جواہر پر متمکن ہیں۔ عیاروں نے وہ تھیلیاں توڑے' جو تنخواہ میں لے تھے' خواجہ کو نذر کر دیئے۔ عمرو نے آنکھ چار ہوتے ہی پہچانا کہ میرے ساتھ کے عیار ہیں۔ اٹھ کر ہر ایک کو گلے لگایا۔

مہ رخ نے حیران ہو کر پوچھا: "خواجہ' کیا آپ ان کو جانتے ہیں؟"

عمرو نے کہا: "اے ملکہ! یہ عیاران لشکر اسلام ہیں۔ جانسوز' قران اور ضرغام ان کے نام ہیں۔ ان میں قران میرا شاگرد رشید ہے۔ شاہ مردان اسد اللہ الغالب علیہ السلام کی اس پر نظر ہے۔ ہر جگہ آ کر مجھے دشمنوں کی قید سے چھڑاتا ہے۔ اور کبھی گرفتار نہیں ہوتا ہے۔ میرا ایک اور شاگرد ہے۔ اس کا نام برق فرنگی ہے۔ وہ بھی طلسم میں آیا ہے معلوم نہیں کہاں ہے یقین ہے کہ عنقریب مل جائے گا۔"

الغرض مہ رخ عیاروں سے ملی اور بہت خوش ہوئی۔ شاہی بارگاہ کے قریب چار بلند خیمے استادہ کرائے پلنگ' فرش' میز کرسی' دنگل اور جملہ سامان راحت و آرام ان میں موجود کر دیئے۔ عیاروں سے کہا' چل کر خیمے میں آرام فرمایئے۔

قران نے کہا: "میں کبھی خیمے میں نہیں رہتا۔ پہاڑوں کے درے اور غار میرے خیمے ہیں۔ مجھ پر شیر خدا کی نظر ہے۔ ہمیشہ صحرا میں رہتا ہوں۔" یہ کہہ کر بغدا چھرا تھام کر جست کی۔ بارگاہ کی حد پھاند گیا اور جنگل کا راستہ لیا۔ وہ عیار جو باقی رہے۔ ان سے عمرو نے کہا: "تم خیموں میں رہو اور لشکر کی حفاظت کرو۔ خیمے کے اندر اس طرح رہنا کہ اگر کوئی تمہیں ڈھونڈے تو نہ پائے۔" عیاروں نے کہا' بہت خوب' اور خیموں میں آئے۔ ہاتھ منہ دھویا سفر کی تکلیف سے آسودہ ہوا۔ مختلف اقسام و انواع کے کھانے موجود تھے' نوش کر کے دربار میں آ کر ناچ دیکھنے لگے۔

اب حال برق فرنگی کا سنئے۔ یہ بھی طلسم میں صحرا نورد ہوا تھا۔ سیر کرتا ہوا۔ سب عیاروں کی خبر لیتا ہوا چلا آتا تھا کہ ایک بلند مقام پر سے کھڑے ہو کر جو دیکھا' تو صحرا

میں زبردست لشکر اترا نظر آیا۔ برق ساحر بن کر لشکر کے اندر آیا۔ حال پوچھا۔ ایک آدمی نے کہا۔ یہ اسد اور عمرو کا لشکر ہے اور سارا حال بیان کیا۔ برق نے دل سے تجویز کیا کہ اب استاد اور سب ساتھی تو آرام سے ایک جگہ مقیم ہیں، تو چل کر کوئی کارنمایاں کر۔ اس کے بعد لشکر میں چلے آنا۔ یہ تصور کر کے صحرا میں چلا گیا اور ہر طرف صید مطلب کا جویا ہوا۔ یہاں تک کہ جنگل میں ایک جگہ پختہ کنواں دیکھا۔ اس مقام کو گزرگاہ خلائق پایا۔ جی میں کہا، اے برق، یہ کنواں ایسی جگہ واقع ہوا ہے کہ ضرور طلسم کے رہنے والے اور مسافر وغیرہ ادھر سے گزرتے ہوں گے اور پانی پیتے ہوں گے۔ ایسا سوچ کر اپنی صورت برہمن کی بنائی۔ زنار گلے میں ڈالا۔ ماتھے پر قشقہ دیا۔ دھوتی ناف تک باندھی۔ ڈول اور رسی لے کر کنوئیں کے چبوترے پر بیٹھا۔ تھوڑے عرصے کے بعد ایک ملک کے پچاس ساحر، ممالک طلسم سے ۲ لاکھ روپیہ خراج کے وصول کر کے افراسیاب کے پاس جاتے تھے۔ کنوئیں کے پاس ٹھہرے اور برہمن سے کہا:

"ہمیں پانی بھر کر پلا دے۔"

برہمن نے پانی پلایا اور کہا میرے پاس ستو بھی ہیں تمہارا جی چاہے تو" بہت سستے دام کے ہیں۔"

ساحروں نے کہا: "کتنے سیر ہیں۔"

برہمن نے کہا: "چار پیسے۔"

ان سب نے لالچ میں آ کر مول لیا اور تھالیاں اپنی نکال کر، نمک سے گھول کر، کھاتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ برق نے سب کے سر کاٹ ڈالے۔ ایک حشر برپا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ آفت دور ہوئی۔ برق نے دو لاکھ روپیہ ایک درخت کے نیچے خنجر سے گڑھا کھود کر دفن کر دیا اور وہاں سے عمرو کے پاس چلا۔ لشکر میں ساحر کی صورت بن کر داخل ہوا۔ دربار گاہ پر آ کر ملازموں سے کہا: "ہماری خبر شہنشاہ عیاراں کو کر دو۔" ملازم برق کو سامنے لائے۔ برق نے بھی سامان دربار دیکھا۔ بہت خوش ہوا۔ اسد، مہ جبیں اور عمرو کو سلام کیا۔ ایک رقعہ ہاتھ پر رکھ کر عمرو کو نذر دی۔ عمرو نے پڑھا۔

لکھا تھا کہ لاکھ روپیہ میں آپ کی نذر کے لئے' فلاں صحرا میں فلاں درخت کے نیچے دفن کر آیا ہوں۔ چل کر وصول کر لیجئے۔ عمرو نے غور سے برق کو دیکھا۔ پہچان کر گلے لگایا کہا: "اے ملکہ مہ رخ' میں اسی عیار کا ذکر کرتا تھا۔ یہی برق فرنگی ہے۔"

الغرض اس کے لئے بھی نہایت عمدہ خیمہ اور اسباب راحت مقرر کیا۔ یہ خیمے میں آیا' غسل کیا۔ سفر کی صعوبت سے آسودہ ہوا۔ کھانا تناول کیا اور سو رہا' لیکن عمر عیار گلو سے نکل کر' برق کے بتائے ہوئے نشان کے مطابق اس کنوئیں کے قریب پہنچا اور درخت کے نیچے سے لاکھ روپیہ کھود کر' داخل زنبیل کیا اور دل سے کہا' ایک اس بے چارے شاگرد نے تمہاری پریشانی کا خیال کیا' ورنہ اور سب تو بالکل نالائق ہیں۔ یہ باتیں دل سے کرتا ہوا پھر لشکر میں آیا اور آرام و اطمینان سے قیام کیا۔

لیکن اس عرصے میں وہ طائر خوش رنگ جو افراسیاب نے اسد اور مہ رخ کی جاسوسی کے لئے مقرر کئے تھے' وہ اس جنگل کے درختوں پر بیٹھے یہ سب ماجرا دیکھتے رہے تھے' یعنی مہ رخ کا آنا ماہدار اور فولاد کا مارا جانا۔ پھر لشکر کا جمع ہونا۔ آپس کا تپاک۔ فوج بھرتی کرنے کے لئے منادی کرنا' وہ افراسیاب کے پاس آئے اور جملہ کیفیت بیان کی۔ افراسیاب کو غصہ آیا اور اسی وقت ایک نامہ اپنی زوجہ حیرت کو لکھا کہ یہ نامہ دیکھتے ہی تم میرے پاس فوراً آؤ۔ مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ یہ نامہ ایک چیلے کو دیا۔ اس نے حیرت کے پاس پہنچا دیا۔ وہ جادو کے تخت پر سوار ہو کر' کنیزوں انیسوں اور جلیسوں کے ہمراہ افراسیاب کے پاس آئی اس سے کہا: "اے ملکہ حیرت' تم نے اس نمک حرام مہ رخ کو دیکھا کہ مجھ پر لشکر کی جمعیت کی ہے اور فوج نوکر رکھتی ہے۔ طلسم کشا کی شریک ہوئی ہے' خود انصاف کرو۔ اگر دریائے خون رواں کی ایک پری کو حکم دوں اور وہ ایک نفیری بجا دے' تو ساری خلقت بے ہوش ہو جائے۔ مجھے ہنسی آتی ہے' مہ رخ اور مجھ سے مقابلہ۔"

ملکہ حیرت نے عرض کیا: "اے شہنشاہ میں مہ رخ کو بلوا کر سمجھاتی ہوں۔ اس کی کیا مجال ہے جو آپ سے مقابلہ کر سکے۔"

افراسیاب نے کہا: "اچھا بلواؤ اور سمجھاؤ' تمہاری عزیز بھی ہے اور اسی وجہ سے میں بھی تامل کرتا ہوں۔ اور دوسرے اپنی پرورش اور اس کے ملازم ہونے کا خیال کرتا ہوں۔ بانیان طلسم لکھ چکے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ رعایا اور ملازم بادشاہ طلسم سے منحرف ہو کر آمادہ جدال و قتال ہوں گے۔ اس وقت چاہئے کہ شاہ طلسم ان سے لطف و مدارا کرے اور جنگ نہ کرے۔ حالات جنگ بادشاہ طلسم کے لئے باعث نقصان ہے۔ اے ملکہ حیرت! قسم ہے سامری کی اگر یہ امور مانع حرب و ضرب نہ ہوتے تو چشم زدن میں' حرف غلط کے مانند ان باغیوں کا نقش ہستی مٹا دیتا۔"

ملکہ حیرت نے عرض کیا: "اس میں کیا شک ہے۔" پھر اس نے ایک نامہ مہ رخ کو لکھا کہ اے ملکہ تمہیں مناسب ہے کہ جس کا نمک تمام عمر کھایا اور جس کے سایہ عاطفت میں تمام عمر پلی ہو' اس کے ساتھ جنگ کی تیاری کرو۔ لہٰذا ازراہ پرورش ملاطفت و مرحمت خسروانہ تمہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ یہ منشور گرامی دیکھتے ہی کمر خدمت گاری باندھ کر' کنیزوں کی طرح میرے پاس پہنچ جاؤ' تاکہ شاہ طلسم سے اجازت لے کر تمہاری خطا معاف کرا دوں۔ خلاف ورزی کی صورت میں' بادشاہ طلسم کا بڑا مرتبہ ہے' میں ان کی ایک ناچیز کنیز ہی تمہیں اس طرح ہلاک کروں گی' جس طرح ایک کمزور چیونٹی کو مسل دیتے ہیں۔ اگر اپنا بھلا چاہتی ہو تو تھوڑے لکھے کو بہت جان کر فوراً حکم کی تعمیل کرنا۔"

یہ نامہ ایک طائر کو دیا کہ جا کر مہ رخ کو پہنچا دے اور جواب فوراً لائے۔ وہ طائر چونچ میں نامہ لیے مہ رخ کی بارگاہ میں آیا اور اس کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ مہ رخ نے چونچ سے نامہ لے کر پوچھا: "اے طائر تجھے کس نے بھیجا ہے۔"

طائر نے کہا: "ملکہ حیرت جادو نے۔"

مہ رخ نے نامہ پڑھا مضمون سے بروقت آگاہ ہونے سے چہرے کا رنگ فق پڑ گیا اور خوف کے مارے کانپنے لگی' عمرو نے جو یہ حال دیکھا' نامہ اس کے ہاتھ سے لے کر

پڑھا اور نامے کو مارے غصے کے چاک کر ڈالا۔ اس کا جواب ایک کاغذ پر اس طرح لکھا کہ حمد و نعت سے ابتدا کی۔ اس کے بعد لکھا کہ اے ملکہ حیرت و افراسیاب' میں ساحروں اور جادوگروں کا سر کاٹنے والا ہوں۔ میرے ہی خنجر نے سامری کی پوتی دمامہ جادو کی گردن کاٹی تھی۔ میں نے ہی ساحر مشمش کی جان لی تھی' جو دنیا میں رہتا تھا اور ساحران روزگار کا استاد کہلاتا تھا۔ میں وہ ہوں کہ جس نے خداوند خیشہ کو جہنم واصل کیا۔ میں وہ ہوں' کہ جس نے کشمیر و کاشغر اور ام الجبال کے ساحران نامی کو مارا۔ میں وہ ہوں کہ جس نے ظلمی آباد میں' مالک بن زردشت کا سر اتارا۔ غرض کس کس کا نام لوں کہ جسے میں نے مارا ہے' بلکہ شاہان روئے زمین کو تخت سے اتار کر تختہ تابوت پر سلا دیا۔

لائق و لازم یہ ہے کہ ملکہ تصویر جادو اور شہزادہ بدیع الزماں کو اپنے ہمراہ لے کر آستان عالیجاہ ملکہ مہ جبیں الماس پوش پر تم دونوں حاضر ہو کہ فی الحال ملکہ موصوف بادشاہ طلسم ہے۔ تمہاری خطا صاحبقران سے معاف کرا دے گی۔ اس تحریر سے انکار کرنے کی صورت میں' اگر تمہاری ناک کٹوا کر' گدھے پر منہ سیاہ کر کے نہ چڑھایا اور تشہیر نہ کرایا' تو میرا نام عمرو نہیں۔

اس مضمون کا نامہ لکھ کر طائر کے حوالے کیا اور زبانی بھی کہہ دیا کہ اس قیبانی چڑو حیرت سے کہہ دینا کہ ماں زادی' تیرا اب عنقریب سر مونڈوں گا تو ہے کس بھروسے پر' جو کچھ تجھ سے ہو سکے' قصور و کوتاہی نہ کرنا۔ خدا مالک ہے۔ یہ کہہ کر طائر کو رخصت کیا۔ وہ اڑتا ہوا حیرت جادو کے پاس آیا اور نامہ دیا۔ عمرو کا زبانی پیام حرف بہ حرف کہا کہ مہ رخ تو نامہ پڑھ کر کانپنے لگی تھی' مگر ایک دبلا سوکھا آدمی بیٹھا تھا۔ اس نے آپ کے نامہ کو پڑھ کر چاک کر ڈالا اور جواب نامہ لکھا اور آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا۔

حیرت جادو یہ ماجرا سن کر' نامہ لئے افراسیاب کے پاس آئی اور کہا: "اے شہنشاہ' آپ سچ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ سزا دیئے بغیر نہ مانیں گے۔ دیکھئے یہ میرے نامے کا جواب

دیا ہے اور اس عیار نے آپ کو اور مجھے بہت ناروا کہا ہے۔ افراسیاب نے نامہ لے کر پڑھا اور ایسے غصے میں آیا کہ ہونٹ چبانے لگا۔ لال ہو گیا اور کہا' جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں' تب ہی قضا آتی ہے۔ اب مہ رخ حرامزادی کی شامت آئی ہے۔ راوی کہتا ہے کہ ادھر افراسیاب لشکر کشی کی فکر میں ہے اور ادھر مہ رخ نے عمرو سے کہا کہ خواجہ تم نے بڑا غضب کیا کہ حیرت کو گالیاں دیں۔ اب کوئی لمحے میں آفت آیا چاہتی ہے۔ ہم تم سب مارے جائیں گے۔ عمرو نے کہا' اے ملکہ تم بڑی بودی ہو۔ صریحا پہلے نجوم کے علم سے دریافت کر چکی ہو کہ شہزادے کی فتح ہو گی اور پھر گھبرائی جاتی ہو۔ میں نے نامہ دیکھا کہ تم پڑھ کر بدحواس ہو گئی تھیں۔ افسران فوج جو بارگاہ میں حاضر تھے۔ ان کی دل شکنی کا احتمال تھا۔ جب مالک دل ہار دے گا' تو فوج کیا لڑے گی۔ اس لئے میں نے یہ کلمات کہے کہ سب سنیں اور سمجھیں کہ کچھ تو یہ بھی قوت رکھتے ہیں۔ جبھی تو اتنے بڑے اولوالعزم کے مقابل کلام کرتے ہیں۔ اب تمہیں چاہئے کہ دل کو مضبوط کرو اور ذرا سی بات میں گھبرا نہ جایا کرو۔ دیکھو تو وہ کیا کرتا ہے۔ وہی بے کسوں کا مددگار ہے۔ مہ رخ نے عمرو سے کہا دل سے قبول کیا۔ یہ لوگ تو امید و بیم کی حالت میں ہیں۔ مگر ادھر افراسیاب کی کیفیت اور ہے۔

کدھر ہے تو اے ساقی ہوش مند
وہ مے دے کہ جو نشہ کر دے دوچند
غضب میں ہے رندوں کی جان حزیں
سبو ہے کہیں اور خم ہے کہیں
ادھر آمد محتسب کی خبر
ہے پیر مغاں کے بھی غصے کا ڈر
ادھر رند بگڑے ہیں اب بے حساب
ادھر عزم ہے میکدہ ہو خراب

بھرا ایسا صندل سے گردون دوں
بہے گا عبث دختر رز کا خوں
خرابی پہ انجام کے ہے نظر
دل میکشاں کو ہے خوف و خطر
دل بادہ خواراں نہ توڑے کوئی
نہ شیشے کی گردن مروڑے کوئی
پلا مجھ کو وہ شجاعت کا جام
کہ ناہید کی ساقی ہو قلیا تمام
رحیق شجاعت کا یہ نشہ ہو
جو اک وار میں محتسب ہوئے دو
قلم محتسب کا ہے شکل سبو
عوض مے کے بہہ جائے اس کا لہو
مسلح تحمل ذرا جلد ہو
رواں تیغ افسانہ گوئی کرو

جب افراسیاب اور ملکہ حیرت پر یہ ظاہر ہوا کہ مہ رخ کا آئینہ ضمیر داغدار ہے اور سوائے جنگ کے اور کوئی صورت نہ دیکھی' تو خود ملکہ حیرت مقابلے کے لئے تیار ہوئی۔ افراسیاب نے منع کیا کہ ایک ہیچ معمولی کنیز سے بادشاہ طلسم کی زوجہ کا مقابلہ کے لئے جانا مناسب نہیں کیا اور کوئی ملازم اب باقی نہیں رہا۔ یہ کہہ کر کچھ فسوں پڑھ کر دستک دی کہ چاروں طرف سے ابر گھر آیا اور ہزاروں بجلیاں سنہری رو پہلی رنگ کی چمکنے لگیں۔ ابر سے آتش باری ہونے لگی اور دیر تک سنگ باری ہوتی رہی۔ پھر وہ ابر شق ہو گیا اور تین تخت ظاہر ہوئے کہ ان پر ساحر سوار تھے' نہایت کریہہ منظر' بد قطع اور ڈھکاب۔ انہوں نے افراسیاب کو مجرا کیا اور پایہ تخت کو بوسہ دے کر عرض

کیا: "شہنشاہ نے غلاموں کو کس لئے طلب فرمایا ہے۔"

افراسیاب نے پہلے تو یہ بیان کیا کہ مہ رخ نے کس طرح بغاوت کی اور وہ کس طرح اسد سے جا ملی۔ پھر کہا تم تینوں ساحر ساٹھ ہزار فوج ساحر کی لے کر جاؤ اور ان باغیوں کو باندھ کر حضور میں حاضر کرو۔"

ان تین ساحروں کے نام ہیں۔ خاموش جادو' شہباز جادو اور کوہان جادو۔ یہ حکم پا کر وہ تینوں روانگی کے لئے تیار ہوئے اور اپنے مقام پر آ کر ساٹھ ہزار لشکر کے سرداروں کو بلا کر افراسیاب کے حکم سے خبردار کیا۔ طبل سفر بجا خیمے ڈیرے اژدہوں (اژدہوں) پر لد گئے اور ساحر جادوئی جانوروں پر سوار ہو کر سحر کی نیرنگیاں دکھاتے ہوئے اور دریائے خون رواں سے گزر کر مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچے۔ یہاں مہ جبیں اور اسد وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے کہ میدان سے ہولناک آوازیں آنے لگیں۔

مہ رخ نے کہا: "غنیم کی فوج آئی ہے۔"

عمرو عیار یہ کلمہ سنتے ہی بارگاہ سے نکل کر' جست و خیز کرتے جنگل کی طرف چلے گئے۔ ساحروں کی سواریاں نمودار ہوئیں۔ مہ رخ نے سحر پڑھنا شروع کیا اور یہاں جتنے ساحر تھے۔ سب وہ سحر پڑھنے لگے۔ اس لئے کہ وہ فوج جو آئی ہے' آگ پتھر برساتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہمیں کچھ مضرت پہنچے۔ غدار ساحروں کا لشکر بڑے کروفر سے داخل ہوا۔ اور میدان رزم کے لئے جگہ چھوڑ کر' مہ رخ کے لشکر کے مقابلے اترا۔ خیمے نصب ہوئے۔ بارگاہیں استادہ ہوئیں بازار کھل گئے۔ جاموش وغیرہ اپنی اپنی بارگاہ میں آ کر بیٹھے۔ پتلے سحر طائر بنا کر خبر کے واسطے بھیجے۔ ہر طرف ایک قیامت خیز ہنگامہ برپا ہوا۔ ساحر سحر پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالنے لگے۔ جاموش نے حکم دیا کہ طبل جنگ بجے۔ ملازموں نے حکم کی تعمیل کی نفیر سحر کو دم دیا۔ نقارہ بجنے لگا۔ اس کی آواز سے گوش فلک تک گونجنے لگا۔ طائران سحر خبر لے کر مہ رخ کی بارگاہ میں آئے اور عاجزی سے ملکہ مہ جبیں' بادشاہ لشکر کی تعریف و ثنا کرنے لگے۔

دعا کے بعد عرض کیا کہ حریف کے لشکر میں طبل رزم بجا ہے۔ ہر ایک آمادہ حرب

ہوا ہے۔ یہ کہہ کر طائر اڑ گئے، لیکن مہ جبیں نے شہزادہ اسد کی طرف دیکھا۔ اسد نے مہ رخ کو حکم دیا کہ خدائے قہار و جبار کے بھروسے پر ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے اور جادوئی نفیر کو دم دے۔ حسب الحکم ملازم، دوڑے اور جنگی نقارے پر چوب لگ مہ رخ اور شکیل نے نفیر سحر بجائی کہ اس کی آواز گنبد فلک تک گئی۔ تاشن بجنے لگی۔ ہر ایک آگاہ ہوا کہ کل مقابلہ ہو گا۔ قضا کا بازار گرم ہو گا۔

اس ہنگام میں وہ دن تمام ہوا۔ شام کے وقت دونوں لشکر کے طلایہ دار و مخبر نکلے اور اپنے اپنے لشکر کی حفاظت کرنے لگے۔ بہادر آلات حرب و ضرب کی درستی میں مشغول ہوئے اور اس صبح کا انتظار کرنے لگے، جب جدال و قتال ہو گا۔

طرفین کے ساحر تیاری سحر کرتے تھے۔ جاسوش جادو نے خون خوک سے زمین کو لیپا اور دہرو بجانے لگا فولاد کے کچھ گھڑے اور ماش کے آٹے کے کچھ پتلے تیار کئے۔ سینگوں کے تیر بنائے افسوں پڑھ کر دم کیا۔ جتنے بہروپ قابو میں تھے، سب کو بھینٹ دے کر جھنکیا۔ گوگل سلگایا اور اس طرف مہ رخ نے جوت کھڑی کی۔ اگیار کیا۔ شراب کی بوتلوں کو آگ پر لنڈھایا۔ موم کی ایک پتلی بنائی۔ جس کی وضع اور شکل ایک خوبصورت عورت کی تھی۔ اسے نگوں کا زیور پہنایا اور اگیار میں ڈال دیا۔ سحر پڑھ کر دستک دی کہ اس وقت اے تن سحر، جا، وقت پر آنا۔ وہ پتلی آگ میں پگھل گئی اور آپ آرام گاہ میں جا کر استراحت پذیر ہوئی، مگر وہ عیار جو جنگل میں حریف لشکر دیکھ کر چلے گئے تھے۔ ان میں سے برق فرنگی اور ضرغام شیر دل عیاری کے لئے چلے۔ برق نے اپنے آپ کو ایک بڑھیا بنایا۔ سر کے بال، پلکیں، بھویں سب سفید، سر ہلتا ہوا، لکڑی ہاتھ میں لئے۔ بڑے پائنچوں کا پاجامہ پہنے چادر اوڑھے، پٹاری بغل میں دبائے، کوہان کے خیمے کی طرف چلا۔ ضرغام خدمت گار بن کر، یعنی پگڑی باندھ کر، چادر سے کمر کس کر، جنی پاک کمر سے لگا، کہنی پر شالی رومال تہ کیا ہوا۔ ہر طرف لشکر میں پھرنے لگا۔ اتفاق سے کوہان کا ملازم ایک ساقی خیمے سے نکل کر کسی کام سے بازار

میں آیا۔ ضرغام اس کے پاس گیا۔ سلام کیا۔

ساقی نے کہا: "بھائی مزاج اچھا ہے۔"

کہا: "جی خیریت ہے" آپ سے کچھ کہنا ہے۔ اگر نہ سنئے گا' تو آپ ہی کے لئے سخت قباحت ہے۔"

ساقی گھبرایا کہ یہ کسی رئیس کا خدمت گار لشکر میں ہے۔ شاید اس نے تیرے متعلق کوئی بری خبر سنی ہو۔ یہ سوچ کر کہا: "اے برادر' کہو کیا بات ہے۔"

اس نے کہا الگ تنہائی میں چلو' اور ہاتھ پکڑ کر' ایک گوشے میں لایا اور کہا: "دیکھو تمہارے پیچھے کون آتا ہے۔" ساقی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ضرغام نے کمند ماری کہ گلے میں جا کر پڑی ہوئی۔ منہ سے بولا نہ گیا۔ اس نے بیہوشی سنگھا کر بیہوش کر کے کپڑے اس کے اتار کر پہنے۔ اس کی صورت بن کر اس خیمے میں آیا' جہاں کوہان کا محلہ اترا ہوا ہے اب انتظار کرنے لگا کہ جس کام کا مجھے حکم ہو گا' میں سمجھ جاؤں گا کہ جس کی صورت میں بنا ہوں وہ اسی کام پر مامور تھا اسی فکر میں تھا کہ ایک شخص نے کہا: "میاں ساقی' مے خانہ درست کر رکھو' شاید حضور شراب مانگیں۔" ضرغام سمجھ گیا کہ تو ساقی کی شکل بنا ہوا ہے۔ پس فوراً شراب کی گلابیاں درست کرنے لگا۔

لیکن برق بڑھیا بنا ہوا تھا۔ کوہان کے خیمے کے قریب آ کر رونے لگا اور فریاد کا غل مچایا۔ کوہان خیمے سے نکل آیا اور بڑھیا سے پوچھا: "تو کون ہے؟"

اس نے کہا: "بیٹا اپنا حال بیان کروں' یہاں قریب ایک گاؤں ہے' وہاں رہتی ہوں' جب سے مہ رخ کا لشکر آیا ہے' سارا گھر لٹ گیا' میں فریاد لے کر آئی ہوں' آسمان کی ستائی ہوئی ہوں۔"

کوہان نے کہا: "تو چل کر میرے خیمے میں بیٹھ۔ صبح کو میں سب نمک حراموں کو قتل کروں گا۔ جتنا مال تیرا گیا اس کا دوگنا تجھے مل جائے گا۔"

بڑھیا دعا دیتی ہوئی اس کے ساتھ خیمے میں آئی۔ اس نے دیکھا کہ ایک پٹاری بڑھیا کے پاس ہے۔ کہا: "بڑی بی اس پٹاری میں کیا ہے؟" بڑھیا نے کہا: "بیٹا تم سے کچھ پردہ

نہیں' البتہ اور لوگ جو یہاں ہیں' اگر انہیں ہٹا دو' تو اس پٹاری کو دیکھو۔ کوبان نے اپنے سب ملازموں کو خیمے سے باہر کر دیا۔ بڑھیا نے پٹاری دی کہ لیجئے۔ آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا' جو کچھ اس میں ہے۔"

اس نے پٹاری لے کر ڈھکنا اٹھایا۔ غبار بیہوشی کا بقہ ایسا اٹھا کہ کوبان چھینک مار کر بیہوش ہوا۔ برق خنجر کھینچ کر اس کی چھاتی پر چڑھا کہ ذبح کرے' لیکن کوبان نے اپنی حفاظت کے لئے ایک مٹی کی پتلی خیمے کے گوشے میں کھڑی کر دی تھی اور سحر کیا تھا کہ جو کوئی آفت مجھ پر آئے' تو یہ پتلی بچالے۔ پس جیسے ہی برق سینے پر سوار ہوا۔ پتلی دوڑی اور لپٹ گئی۔ زمین پر گرا کر مشکیں۔ باندھ لیں۔ کوبان پر پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اور کہا: "یہ بڑھیا نہیں ہے۔ عیار ہے۔ تمہیں قتل کرتا تھا۔"

کوبان نے کہا: "کیوں او نابکار! تو نے غضب کیا تھا کہ مجھے ہی مار ڈالا تھا' صبح کو تیرے حمایتیوں کو بھی گرفتار کر لوں' تو تجھے قتل کروں۔" یہ کہہ کر اسے ستون سے باندھ دیا۔ خدمت گار کو پکارا اور کہا: "ساقی سے کہو کہ مے خانہ حاضر کرے۔ ایک جام شراب پی کر سو رہوں کہ صبح کو مقابلہ کرنا ہے" "خدمت گار نے ساقی کو پکارا' کہ شراب کی صراحیاں حاضر کرے۔ ضرغام صراحی و جام لے کر حاضر ہوا۔ اور شراب میں دارو بیہوشی ملا کر کوبان کو پلائی۔ یہ پیتے ہی بیہوش ہوا۔ اس نے بھی چاہا کہ اس کو ہلاک کرے۔ وہی پتلی دوڑی اور ضرغام سے لپٹ گئی اسے بھی گرفتار کیا اور کوبان کو پانی چھڑک کر ہوشیار کر دیا اور کہا: "یہ بھی عیار ہے۔ تجھے قتل کرتا تھا۔ اس نے اسے بھی باندھ دیا۔ یہاں تک کہ صبح کے آثار ظاہر ہوئے اور طلوع آفتاب کا منظر شروع ہوا۔

اب کوبان اپنے کوہ پیکر ساحروں کا لشکر لے کر سوار ہوا۔ ایک طرف سے جاموش اور شہباز کا لشکر آمادہ کارزار ہوا۔ یہ تینوں بڑے کروفر سے میدان جنگ میں آئے۔ ادھر مہ رخ اور شکیل خدا کے بھروسے پر فوج لے کر چلے۔ تمیں چالیس ہزار ساحر' اور جو لوگ نئے ملازم ہوئے ہیں۔ سب ساتھ تھے۔ شہزادہ اسد بیدار ہوا۔ وضو کر کے رب العزت کی اطاعت بجا لایا اور مسلح اور مکمل ہو کر در دولت پر آیا' ملکہ مہ جبیں

کا تخت لے کر کہاریاں عیش محل سے نکلیں۔ ہر ایک سردار نے مجرا کیا۔ نوبت اور نقارے بجے' نقیب اور چوبدار دور باش' دور باش پکارتے تھے۔ علموں کے پنجے سلامی کے لئے جھکنے لگے۔ قلب لشکر میں تخت شاہی قائم ہوا۔ دلآرام جادو طاؤس پر سوار ملکہ کی خدمت گاری کرتی ہوئی' ساتھ ساتھ با حشم و خدم تخت کے برابر برابر میدان جنگ میں داخل ہوئی طرفین کے ساحروں نے میدان جنگ درست کیا۔ کسی نے سحر کر کے بجلیاں گرائیں کہ جو درخت اور جھاڑیاں میدان میں تھیں' وہ جل گئیں کسی ساحر کے سحر سے گھٹا چھا گئی اور بارش ہو گئی۔ گرد و غبار رفع ہوا۔ دشت نبرد صاف کیا۔ پرا جمنے لگے نارنج اچھلنے لگے۔ برنجی تھالیاں چمکنے لگیں۔ سامری و جمشید کی جے کے نعرے بلند ہونے لگے۔ میمنہ میسرہ صرف آرا ہوئے۔ دونوں لشکروں کے نقیب نکلے اور پکارے: "کہاں ہیں سامری و جمشید و زردشت سب اپنی نیرنگیاں دکھا کر روپوش ہوئے خمخانہ عدم کے جرعہ نوش ہوئے۔ ساحران نامی گرامی' آج معرکے کا دن ہے۔ نام پیدا کر لو۔ خوب جی کھول کر لڑو بھڑو۔

نقیبوں نے دی یک بیک یہ صدا
کہ دنیا جگہ خوف و عبرت کی ہے
ہوئے زر کی خاطر تو منعم خراب
بڑی فکر انہیں مال و دولت کی ہے
لحد کوئی اپنی بناتا نہیں
جگہ جو کہ عقبیٰ میں راحت کی ہے
سکندر نہ باقی رہا دہر میں
یہ آئینہ ہے' بات حیرت کی ہے
شجاعو' یہ میدان جنگ ہے
جگہ امتحاں اور جرات کی ہے

بڑھا کر قدم پھر نہ پیچھے ہٹے
سمجھ لو کہ یہ بات غیرت کی ہے

جب نقیب نقابت کر کے میدان جنگ سے کنارے ہوئے' بہادر جتنے تھے' وہ فرط شجاعت اور نشہ جرات سے جھومنے لگے۔ شہباز جادو نے اپنے اژدر سحر کو میدان میں پہنچایا۔

سحر کی نیرنگیاں دکھائیں۔ پھر للکارا کہ اے نمک حرام مہ رخ آ میرے سے مقابلے کو آ۔

مہ رخ نے حریف کا نعرہ سن کر اپنے تخت کو آگے بڑھایا' ہر ایک اہل لشکر دعائے فتح و ظفر مانگنے لگے۔ یہ شہباز کے سامنے پہنچی۔ اس نے ایک تیر سحر کا مارا۔ مہ رخ نے افسوں پڑھ کر دستک دی کہ تیر الٹا پھر گیا۔ شہباز نے فولاد کا گولا سحر پڑھ کر مارا۔ مہ رخ نے تخت سے پرواز کی۔ گولا تخت پر پڑا کہ اسے توڑ گیا' لیکن مہ رخ بلندی سے تلوار بن کر جو گری' شہباز مع اژدر کے دو ٹکڑے ہوا۔ پتھر اور آگ برسنے لگی۔ ہولناک آواز آئی۔ شہباز کے مطیع ساحر دوڑے۔ مائی' ہٹولے' مرچوں کے دانے آتشی انگیٹھیوں پر جلنے لگے۔ ساحروں نے اپنے گلوں سے مرچوں کے ہار توڑ کر مارے۔ وہ اژدہے بن کر مہ رخ پر چلے۔ ادھر شکیل نے ساحروں کو حکم دیا۔ انھوں نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ زمین میں زلزلہ آیا اور گھٹا چھا گئی۔ بجلی چمکنے لگی۔ پانی برسنے لگا۔ حریف کے لشکر میں جس کے سر پر اس پانی کی بوند پڑی۔ بیہوش ہو گیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر جاموش میدان جنگ میں نکلا اور کاغذ کا ایک سورج کتر کر' ہاتھ پر رکھ کر سحر پڑھا کہ وہ سورج اڑ کر بلند ہوا۔ ہر طرف دھوپ پھیل گئی۔ ابر سحر جو چھایا تھا کھل گیا۔ مہ رخ کے لشکر میں' جس پر دھوپ پڑی تھی وہ پتھر ہو گیا۔ جاموش اور کوبان ترسول پکڑ کر لشکر پر آ گرے۔ ہزاروں ساحر مارے گئے۔ نارنج اور ترنج اور ناریل سحر کے چھٹنے لگے۔

اس وقت اسد کا جی جنگ دیکھ کر بے چین ہوا۔ ملکہ سے کہا: میں بھی تلوار کھینچتا ہوں۔"

مہ جبیں نے بظاہر کہا "بسم اللہ" اسد نے گھوڑا اٹھایا اور چلا کہ مہ جبیں نے دلآرام سے کہا۔ "شہزادہ سحر نہیں جانتا ہے۔ اس جگہ لڑنا اس کا مناسب نہیں۔ گرفتار ہو جائے گا۔" دلآرام نے یہ بات سن کر دستک دی کہ شہزادے کا گھوڑا ابھی دشمن کی صف تک نہ پہنچا تھا کہ پر پیدا کر کے اڑ گیا۔ ہر چند اس شہسوار نے روکا۔ تازیانے لگائے، مگر گھوڑا ہوا کے درمیان جا کر معلق ہوا۔ اسد ناچار اوپر سے لڑائی کا سامان دیکھتا اور پشت دست کاٹتا تھا۔ مگر دلآرام دم بدم شہزادے کو دیکھ لیتی تھی کہ مبادا وہاں کوئی آفت نہ آ جائے اور کوئی ساحر گرفتار نہ کر لے جائے۔

غرضیکہ لشکر میں ایک تلاطم بپا تھا۔ جاموش لڑتا ہوا مہ رخ کے قریب آیا اور سحر پڑھ کر سوئیوں کا گچھا مارا۔ مہ رخ تخت سے گر کر زمین میں غرق ہوئی اور وہاں سے طبقہ زمین توڑ کر جاموش کے پشت پر آ نکلی اور للکار کر ایک تیر جو مارا، پیٹھ کے پار نکل گیا۔ یہ مر کر گرا۔ ہزاروں ہولناک آوازیں پیدا ہوئیں اور جو سورج اس نے بنایا تھا وہ دوپارہ کاغذ ہو کر گر پڑا۔ دھوپ ڈھل گئی۔ ساحر جو پتھر کے ہو گئے تھے۔ وہ اپنی اصلی ہیئت پر آ گئے اور لڑنے لگے۔ کوبان نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ فوراً اپنی ران کو چاک کیا اور اس کا خون لے کر چند سنگریزوں پر چھڑک کر، سحر دم کر کے چار طرف پھینک دیئے۔ ایک آندھی تاریک آئی اور سب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ لمحے بعد جو آنکھ کھلی، سب نے دیکھا کہ بڑے بڑے پہاڑ عظیم الشان زمین سے اکھڑے ہوئے۔ مہ رخ کے لشکر پر گرا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر شکیل کی فوج بھاگی۔ اس وقت مہ رخ نے کچھ افسوں پڑھ دستک دی کہ اے تن سحر آؤ۔

واضح ہو کہ مہ رخ نے جنگ کی شب کو موم کی ایک پتلی بنا کر آگ میں ڈال دی تھی اور کہا تھا کہ اس وقت اے تن سحر جاؤ۔ وقت پر آنا۔ لہذا اب اس وقت اسی کو طلب کیا۔ دستک کا دینا تھا کہ ایک بجلی چمکی اور چھم چھم کی صدا آئی۔ ایک عورت تخت پر سوار گہنا پہنے۔ نفیس پوشاک زیب تن کئے ظاہر ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

اس نازنین کو سراپا حور کہنا عقل کا قصور ہے۔

وہ مکھڑے کا عالم' وہ کنگھی کا رنگ
شب ماہ ہو دیکھ کر جس کو دنگ
وہ مسی اور اس کے لب و لعل فام
سواد دیار بدخشاں کی شام
ستم اس پہ سرمے کی تحریر ہے
کہ ہاتھ کافر کی شمشیر ہے

پلک آنکھوں کا یہ عالم تھا کہ

بڑے بڑے نینن' لال لال ڈورا اور کارے کارے بھونرا ناگیں بھکو منات ہے
ترس چراتی تاکی' چنچل سی چال دیکھے میں مرگ کھنجن لجات ہے
واسی سی کونگے تاکی سو ہونہار و چات کو ایک بار دیکھو تو پرانن اکلات ہے
یاہی سے کاسے کہوں
یا ہوتے ہوئے چپ رہوں' لاج کے جہاج میں ماتو موتی بھرے جات ہے

جوبن کا وہ عالم' وہ ابھری ہوئی گھات' وہ چھاتیاں!

گٹھی اس کی ترکیب اور وہ بدن
وہ پوشاک و زیور کی اس پر پھبن
وہ چھب تختی اس کی نزاکت نژاد
چمن تار قدرت کی نخل مراد
لگا پا سے وہ نازنین تابہ فرق
سراپا جواہر کے دریا میں غرق

موم کی پتلی' یہ تن سحر میدان جنگ میں آ کر ٹھہری۔ کوبان جب لڑتا ہوا اس کی طرف آیا' اس مہ وش نے پکار کر کہا: "اے کوبان ہم یہاں تمہارے واسطے آئے اور تم ہم سے مخاطب بھی نہیں ہوتے' لو ہم جاتے ہیں۔" کوبان نے جو یہ آواز سنی اس پری کے روئے زیبا کو دیکھا۔ اس کے خنجر ناز کا زخمی ہوا۔ اس کے قریب آیا اس پری ناز نے کہا: "کہو کیا ارادہ ہے؟"

اس نے کہا: "تیرا عاشق و شیدا ہوں۔ جان و دل سے تجھ پر فریفتہ و شیفتہ ہوں۔"

پری وش نے کہا: "میرا ہاتھ آنا بہت دشوار ہے۔" یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ والی پنکھی جھلی۔ کوبان کو جو ہوا لگی تو عاشقانہ شعر پڑھنے لگا۔ مگر وہ حسینہ تخت اڑا کر چلی۔

کوبان نے پکار کر شعر پڑھا۔

مرا کشتی و تکبیرے نگفتی
عجب سنگیں دلی' اللہ ہو اکبر

اور منت کر کے بلایا۔ سر پاؤں پر رکھ دیا۔ ایسا مبہوت ہوا کہ لڑنا بھول گیا۔ اس حور نے کہا: "میں ملکہ مہ رخ کی کنیز ہوں اور تو میری ملکہ سے لڑتا ہے۔ کیسا تو میرا

عاشق ہے۔ فوج کو اپنی منع کر سحر اپنا دفع کر۔"

کوبان نے یہ سن کر سحر پڑھا کہ وہ پہاڑ جو گھیرے سے تھے، تنگر ہو کر گرے اور فوج کو منع کیا کہ لڑنے سے رکے۔ جب لشکر نے جنگ سے فرصت پائی۔ سب اس کبک رفتار کے محو دیدار ہوئے۔ ہر ایک نے عقل و ہوش کھوئے۔ ادھر کوبان نے منت کرنا شروع کیا۔ پری نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو نے عیاروں کو گرفتار کیا ہے۔ ان کو بلا دے۔" اسی نے اسی وقت عیاروں کو حاضر کیا۔ ملکہ نے خلعت و زر دیا۔ ضرغام اور برق چھوٹ کر اپنے لشکر میں گئے۔ ہر ایک سے مل کر پھر جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ عیاروں کو رہا کرا لینے کے بعد اس ترک ستمگر نے کہا: "اے کوبان! اگر تو میرا عاشق صادق ہے تو اپنے ہاتھ سے گردن اپنی قلم کر۔" کوبان یہ حکم پا کر مستعد ہوا اور خنجر کھینچ کر اپنی گردن پر رکھا اور پکارا۔

س

یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے
سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے

چاہتا ہے کہ گردن اپنی جدا کرے۔ اس غارت گر جاں نے ہاتھ اس کا پکڑ لیا اور کہا: "اگر تو مر جائے گا تو ہمارے حسن کی بہار کون دیکھے گا۔"

نہ ہو عاشق تو معشوقوں کو پوچھے کون دنیا میں
جہاں میں قدر ہے گل کی، فقط عشق عنادل سے

خیر ہم بھی تیرا ساتھ دیں گے، مگر ایک شرط ہے کہ اگر تو ملکہ حیرت کا سر لا کر ملکہ مہ رخ کو نذر دے تو ذائقہ میرے شربت وصل کا چکھے۔"

ادھر تو اس نے کوبان سے یہ شرط کی اور ادھر سارا لشکر کوبان کا، جو اس پر عاشق ہو رہا تھا کہ گویا: "خلقے بمنت یک طرف، آں شوخ تنہا یک طرف۔" ان سے سے

پکار کر کہا: "اے عاشقان! ثابت قدم جاؤ اور حیرت حرامزادی کے جوڑے پکڑ کے کھینچتے ہوئے لاؤ یا سر اس کا حاضر کرو۔"

کوبان اور پورا لشکر یہ آواز سن کر، گریبان پھاڑ کر "لینا لینا" کہتے خیمے گاہ، سب سامان چھوڑ کر طلسم باطن کی طرف چلے اور دریائے خون رواں سے گزر کر باغ سیب کے قریب پہنچے۔ یہاں افراسیاب کے ہزاروں ساحر ملازم تھے۔ انہوں نے روکا۔ انہوں نے قتل و غارت شروع کی۔ لاش پر لاش گرا دی۔ شور عظیم بلند ہوا۔ ملکہ حیرت اور افراسیاب غلغلہ سن کر باغ کے باہر آئے۔ دیکھا کہ کوبان لڑتا ہوا آتا ہے۔ افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ مہ رخ نے خاک جمشیدی سے ایک پتلی سحر کی بنائی ہے اور اس پر یہ ساحر فریفتہ ہو کر آئے ہیں۔ اب یہ ہوشیار نہ ہوں گے۔ یہ دیکھ کر اس نے سحر کا گولہ پڑھ کر کوبان کے سینے پر مارا کہ پشت سے گزر گیا اور ہزار در ہزار بجلیاں سحر کر کے گرائیں۔ کوبان کے ہمراہ جو فوج آئی تھی۔ سب جل گئی۔ ادھر وہ سب ساحر مر کر گرے۔ یہاں پتلی سحر کی، یعنی وہی عورت جس پر یہ سب فریفتہ ہوئے تھے، میدان رزم گاہ میں ٹکڑے ٹکڑے جل گئی۔ مہ رخ نے کہا: "معلوم ہوتا ہے، افراسیاب نے کوبان اور اس کے ساتھیوں کو مارا کہ پتلی انہی کے لئے بنی تھی۔ وہ مرے، یہ بھی جل گئی۔"

غرض فتح کے نقارے بجے حریف کے لشکر کے خیمے لوٹ لئے گئے اور جہاں کوبان کی بارگاہ تھی، وہاں اپنا لشکر اتارا۔ پہلی جگہ سے کئی کوس آگے بڑھ کر مہ جبیں کی بارگاہ استادہ ہوئی۔ اسد کو ہوا سے اتارا۔ بارگاہ میں داخل کیا۔ سب سردار کرسی اور دنگل پر تشریف فرما ہوئے۔ ناچ ہونے لگا۔ جام شراب گردش میں آیا۔ اسد نے پوچھا: "اے ملکہ مہ رخ، مجھے گھوڑا کیوں اڑا لے گیا تھا؟"

اس نے کہا: "اے شہزادہ عالی وقار، آپ سحر نہیں جانتے ہیں۔ ممکن تھا کہ دشمنان حضور کو ساحروں سے کچھ گزند پہنچتا۔ دلارام نے سحر کر کے وہاں بھیج دیا۔"

اسد نے کہا: آپ لوگوں نے کیا مجھے بزدل سمجھ لیا ہے۔ اے یاران! اگر آئندہ کوئی ساحر ایسی حرکت کرے گا، تو میں اسے قتل کروں گا۔ اے ملکہ، جہاں کہیں ہم لوگ ہوتے ہیں، پہلے آپ سینہ سپر کرتے ہیں، ہمارے لیے بڑا ننگ ہے کہ جان اپنی عین بروز جنگ بچائیں۔"

مہ رخ نے عرض کیا۔ "بہت خوب ایسا ہی ہو گا۔" یہ باتیں کر کے مصروف عیش ہوئے۔ لیکن عیار جو بوقت جنگ جنگل میں چلے گئے تھے، ان میں سے چار عیار لشکر میں آئے۔ قران نہ آیا۔ سب تو یہاں عیش و آرام سے ٹھہرے ہیں۔

لیکن افراسیاب نے حیرت سے کہا: "کیا برا وقت ہے کہ اپنے نوکروں اور مطیعوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کرنا پڑا۔ ساٹھ ہزار کا لشکر ایک آن میں مع تین سرداروں کے مارا گیا۔ بانیان طلسم یہ لکھ گئے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ معمولی ادنیٰ غلام شاہ طلسم سے مقابلہ کریں گے اور اگر بادشاہ طرح نہ دے گا تو یہ اس کے ادبار کی نشانی ہو گی۔ یہ وہی آثار ہیں اور وہی زمانہ ہے، لیکن اے ملکہ! میرے لئے چاہے کچھ ہو۔ طلسم رہے نہ رہے، جان بچے یا نہ بچے۔ اس فرقہ شریر نمک حرام کی گوشمالی سے میں باز نہ آؤں گا۔ کیا پاؤں کی جوتی سر پہ چڑھاؤں گا۔

الغرض افراسیاب اسی طرح کی باتیں کر رہا تھا کہ یکایک آگ اور پانی ایک ساتھ برسنا شروع ہوا۔ پھر افراسیاب نے کہا: "کوئی معزز ساحر آتا ہے۔" اہل دربار میں سے چند ساحران گرامی کو حکم دیا کہ استقبال کے لئے جائیں۔ ساحر لینے چلے۔ کچھ عرصے بعد ارض و سما کے مابین نوبت و نقارے بجتے ہوئے سنائی دیئے ایک ساحر شیر پہ سوار سامری و جمشید کی تصویریں گلے میں پہنے۔ ڈراؤنی صورت بنائے بارہ ہزار ساحر ہمراہ لئے، باغ سیب کے دروازے پہ آ کر اترا۔ فوج کو باہر ٹھہرایا۔ آپ باغ کے اندر آیا۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت کو تسلیم کی حیرت نے پہچانا کہ میرا بھانجا ہے۔ حیران شیر سوار جادو۔ بس پہچان کر اٹھ کے گلے لگایا۔ بلائیں لیں اپنے برابر بٹھایا۔ پوچھا: "اے فرزند! کس

وجہ سے آئے ہو۔"

اس نے کہا: "میں نے سنا ہے کہ چند ملازم خالو جان سے منحرف ہو گئے ہیں اور آمادہ فساد ہیں۔ لہٰذا ان کی سرکوبی کو حاضر ہوا ہوں۔ مجھے رخصت فرمایئے کہ جا کر معقول سزا دوں۔"

ملکہ حیرت نے کہا: "بیٹا! ان کی سزا دہی کے لئے میں موجود ہوں۔ ان باغیوں کی حقیقت کیا ہے۔ تمہارا جانا مناسب نہیں۔ کچھ عیار حمزہ کے لشکر سے، طلسم میں داخل ہوئے ہیں۔ وہ فریب دے کر ساحر کو قتل کر ڈالتے ہیں۔ اسی وجہ سے وہ مفسد اب تک بچے ہوئے ہیں۔ ورنہ مدت ہوئے ہلاک ہو گئے ہوتے۔"

ہیران نے اصرار کیا: "میں ضرور جاؤں گا اور حریف کے لشکر کے سرداروں اور عیاروں کا کام تمام کر دوں گا۔" خلاصہ یہ کہ بڑی مشکل سے اس نے جنگ کی اجازت پائی۔ افراسیاب نے اپنے یہاں سے بیکراں فوج اس کے ساتھ کی۔ ایک غلغلہ طلسم باطن میں پڑ گیا کہ بھانجا، ملکہ حیرت کا، لڑنے جاتا ہے۔ بڑے بڑے نامی گرامی ساحر، رخصت کے واسطے آئے۔ اور ہیران سے ملے۔ حیرت نے افراسیاب سے کہا: "اے شہنشاہ! حضور بھی چل کر گنبد نور پر بیٹھئے کہ وہاں سے حال طلسم معلوم ہوتا ہے اور جنگ کا تماشا دیکھئے۔" پھر ہیران سے کہا: "اے فرزند! تم دریائے خون رواں کے قریب اترنا کہ وہاں سے منزل بھر پر مہ رخ کا لشکر ہے اور پشتہ رنگین حصار وہاں سے قریب ہے۔" غرض ہیران نے یہ سب منظور کیا اور فوج کو کمر بندی کا حکم دیا۔ لشکر کثیر لئے دریائے خون رواں سے گزر کر پشتہ رنگین حصار آ کر پہنچا۔ فوج کو اترنے کا حکم دیا۔ بارگاہ استادہ ہوئی۔ سارا لشکر مقیم ہوا۔ ملکہ مہ رخ نے طبل اور نقارے کی آواز سن کر طائران سحر روانہ کئے کہ دیکھو۔ یہ دل دمامے کیسے بجتے ہیں۔ طائر اڑے اور آ کر لشکر پر مطلع ہو گئے۔ یہاں مہ جبیں اسد اور عمرو وغیرہ بارگاہ میں مصروف عیش تھے۔ طائران سحر نے عرض کیا: "حریف کا لشکر دریا کے کنارے کے قریب آ کر اترا ہے۔ جو ہستی سے کنارہ چاہتا ہے، باقی خیریت ہے۔" عیار یہ خبر سن کر بارگاہ سے نکل گئے اور صحرا میں

تخلی ہوئے۔ مہ رخ نے کہا: ”لشکر ہمارا بھی کچھ آگے بڑھ کر اترے۔“

حسب الحکم فوج نے کوچ کیا۔ سامان جنگ ساتھ لیا۔ ساحر مہ جبیں کے تخت کو گھیرے' بڑی چمک دمک سے چلے۔

دونوں لشکر جنگ کے لئے مقابلے میں آئے۔ اس روز حیران نے لڑنے سے تامل کیا۔ بارہ سو ساحروں کا گشت لشکر کے گرد مقرر فرمایا۔ اپنی بارگاہ کے گرد ایک سو ساحروں کو بٹھایا' انہیں حکم دے دیا کہ کوئی عورت مرد اپنے یا پرائے' لشکر کا یا باہر کا۔ بارگاہ کے اندر نہ آئے۔ اس لئے کہ عیار صورت بدل کر آتے ہیں اور قتل کر ڈالتے ہیں۔ بارگاہ کے دروازے پر سب نہایت ہوشیار رہیں ——— کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیں۔ سب نے کہا ایسا ہی ہو گا۔

بارگاہ کے دروازے پر آ کر بیٹھے۔ پہرہ دینے لگے۔ اس اثنا میں باقی دن بھی تمام ہوا اور ستاروں کی فوج کا میدان فلک میں اترنے لگی۔ فلک کے گرد گشت کے لئے ترک خنجر دار چاند مقرر ہوا۔

لشکر سر شام ہی مصروف استراحت و آرام ہوئے' جو عیار صحرا میں گئے تھے۔ ان میں سے برق نے عیاری کرنے کا ارادہ کیا۔ پہاڑی کے درے میں ٹھہر کر تارک الدنیا درویش کی صورت بنائی۔ کمر سے زانوں تک تہمد باندھی۔ جسم سارا خاک آلود کیا۔ سر پہ بڑے بڑے بال لگا کر زانوں تک لٹکائے۔ ایک ایک بالشت کے ناخن انگلیوں میں لگائے۔ ایک ہاتھ سیدھا کر کے اس طرح کرخت کیا کہ معلوم ہو' خشک ہو گیا ہے۔ دوسرے ہاتھ سے بیہوشی آمیز شراب کا گھڑا' کمر پر رکھا اور وہاں سے حیران کی بارگاہ کے سامنے آیا۔ وہ سو آدمی تھے جو پہرے پر تھے ان کی طرف سے کترا کر نکلا۔ ان سب نے اس کو تپسوی جان کر' مودب ہو کر سلام کیا۔ مگر برق نے کسی کو جواب نہ دیا اور ان کے روبرو سے چلتا گیا۔ انہوں نے آپس میں کہا۔ یہ فقیر صاحب کمال معلوم ہوتا ہے۔ اس کے پیچھے چلو اور ہو سکے تو اس کو ٹھہرا کر کچھ اپنے حق میں پوچھو۔ یہ خیال کر کے اٹھے اور فقیر کے پیچھے چلے۔ درویش انہیں آتا دیکھ کر' ایک جگہ بیٹھ

گیا اور زمین پر لکیریں کرنے لگا۔ جب یہ قریب پہنچے پھر اٹھ کر چلا اور اب کی بار دور جا کر ٹھہرا۔ مشت خاک اٹھا کر آسمان کی طرف پھینکی منہ سے بڑبڑانے لگا۔ جب یہ لوگ پھر پاس آئے۔ فقیر بھاگ کر دوسری طرف جا کر چکر کرنے لگا۔ خوب کھیل یہ سب کھڑے دیکھا کیے۔ لمحے کے بعد فقیر پھر بھاگا۔ اب کی دفعہ لوگ بھی پیچھے دوڑ پڑے۔ فقیر ان سب کو لشکر سے دور لے آیا۔ شراب کا گھڑا زمین پر رکھ کر آپ بھاگ کر جھاڑی میں چھپ رہا ساحر نے کہا' یہ فقیر خدا رسیدہ تھا۔ دنیا والوں سے خوش نہ ہوا۔ جب ہم سب نے اسے بہت گھیرا تو وہ ہمارے لئے یہ گھڑا چھوڑ گیا۔ دیکھیں اس میں کیا ہے۔ بس آگے بڑھ کر اس گھڑے کو دیکھا۔ ایک آبخورہ اس پر ڈھکا ہوا تھا۔ اس کو جو اٹھایا' گھڑے کو شراب سے بھرا ہوا پایا۔ آپس میں کہا یہ شراب ایسے عارف تپسوی کے پینے کی ہے۔ اس کے پینے سے دین و دنیا کا فائدہ ہو گا۔ کسی نے کہا۔ "یقین ہے کہ کوئی بیماری تمام عمر نہ ہو گی۔" کسی نے کہا: "بیماری کیسی عمر بڑھ جائے گی۔"

غرض اسی جگہ بیٹھ گئے اور ایک ایک آبخورہ شراب کا' سب نے پیا اور اٹھ کر ہیران کی بارگاہ کی طرف چلے۔ فقیر غائب ہو جانے کا تاسف کرتے جاتے تھے۔ تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ صحرا کی سرد ہوا جو لگی۔ بیہوشی نے تاثیر کی۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر' اوندھے منہ زمین پر گرے۔ تن بدن کی خبر نہ رہی بیہوش ہو گئے۔ برق جھاڑی میں چھپا بیٹھا تھا۔ خنجر لئے نکلا اور آ کر قتل کرنا شروع کیا۔ جلد از جلد پچاس ساحروں کے سر کاٹ ڈالے۔ ایک ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ برف باری ہونے لگی شعلہ بار بجلیاں چمکنے لگیں۔ پتھر کی سلیں برسنے لگیں۔ ہیرون نے غل مچایا۔ جن کی گردنیں قلم ہوئی تھیں۔ ان کی لاشیں اڑ کر ہیران کی بارگاہ میں گئیں۔ ہیران بڑے اطمینان سے مے نوشی میں مشغول تھا۔ لاشیں دیکھ کر باہر نکل آیا۔ ساحر دوڑے۔ سب نے دیکھا کہ آندھیاں اٹھ رہی ہیں۔ ایک حشر برپا ہے۔ ساحر بے ہوش پڑے ہیں۔ ایک شخص خنجر لئے گردنیں

کاٹتا پھرتا ہے۔ ہیران نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ برق کے پاؤں زمین نے پکڑ لئے لمحے کے بعد جب وہ شور و غل اور تاریکی دور ہوئی۔ ہیران برق کو گرفتار کر کے بارگاہ کے اندر لایا۔ اور کہا: "او نالائق' سچ بتا کہ تو کون ہے؟"

برق نے کہا: "میں ملک الموت ہوں تجھے قتل کرنے آیا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ ان ساحروں کی گردن کاٹنے سے یہ آفت آئے گی۔ لاشیں بارگاہ کے اندر جائیں گی' ورنہ گڑھا کھود کے توپ دیتا۔ سب کو زندہ درگور کرتا اور ابھی کیا گیا ہے' عنقریب تجھے واصل جہنم کروں گا۔ گھڑی میں کچھ ہے' ابھی ہم آزاد تھے' ابھی قید ہوئے اب پھر رہائی ہو گی۔ تجھے قتل کر کے مہ رخ کے لشکر میں صحیح سلامت جائیں گے۔"

برق کی باتیں سن کر ہیران کا جی چھوٹ گیا۔ سچ کہا تھا ملکہ حیرت نے کہ عیار آفت کے پرکالے ہیں۔ دل قوی کر کے کہا: "اے برق' لاکھ تو مجھے دھمکائے' مگر میں تجھے صبح کو قتل کروں گا۔ ابھی اس لئے ہلاک نہیں کرتا کہ شاید کوئی اور عیار تجھے چھڑانے کے لئے آئے تو اسے بھی گرفتار کر لوں۔"

برق نے کہا: "یہ بھی ٹھیک ہے۔ اب کی بار جو آئے گا' تمہارا فیصلہ کر دے گا۔"

الحاصل ہیران نے برق کو مقید کر کے حصار کر دیا کہ بارگاہ کے اندر جو کوئی آئے۔ پھر نکل نہ جائے۔ یہ سحر کر کے پلنگ پر لیٹ رہا۔ برق کے پاؤں زمین پکڑے ہوئے ہے۔ یہاں تو یہ حال ہے' لیکن جب برق نے ساحروں کو قتل کیا تھا اور غل ہوا تھا' تو دور سے قران نے دیکھا تھا۔ پھر اسے گرفتار ہوتے دیکھا۔ ساحر کی صورت بن کر ہیران کے لشکر میں آیا۔ چاہا بارگاہ کے اندر جاؤں۔ پھر خیال آیا کہ اگر سحر کا حصار ہو گا تو نکلنا دشوار ہو گا۔ اسی خیال سے رات بھر لشکر کے گرد چکر لگائے' مگر کچھ نہ ہو سکا۔ آخر برق کے غم میں گریبان سحر چاک ہوا اور جلاد فلک اپنی تیغ تیز لئے' قتل گاہ میں داخل ہوا۔

صبح کو ہیران نے بیدار ہو کر سے گلفام کے چند جام پیئے۔ بارگاہ کے باہر برآمد ہوا۔ برق کو اسی طرح قید رکھا۔ باہر آ کر ساحروں کو حکم دیا کہ سواری حاضر کرو۔ میں

ہوا کھا کے جب آؤں گا تو اس بے ادب عیار کو قتل کروں گا۔ ساحروں نے شیر لا کر حاضر کیا۔ ہیران سوار ہو کر صحرا کو چلا۔ قران نے اسے جاتے دیکھ کر صحرا کا راستہ لیا اور کچھار میں جا کر شیر کی تلاش کی۔ ایک جگہ شیر بیٹھا تھا۔ ازبسکہ اسد اللہ الغالب کا نظر کردہ ہے شیر کے سامنے جا کر بے دھڑک للکارا، شیر تھپڑ اٹھا کر چلا۔ قران نے تھپڑ خالی دے کر دونوں کلائیاں پکڑ کر گھونسا مارا کہ شیر پست ہو کر زمین پہ گرا۔ قران نے عیار کی جھولی سے ویسا ہی زین اور ساز، جیسا ہیران کے شیر کا دیکھا تھا۔ نکال کر شیر کو آراستہ کیا۔ ہیران کی صورت بن کر اس پہ سوار ہوا۔ اور لشکر کی طرف چلا۔ جب بارگاہ کے قریب پہنچا تو ساحر اپنا، مالک جان کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ قران نے ان سے کہا: بارگاہ کے اندر جا کر اس عیار کو، میرا سحر اتار کر لے آؤ، تاکہ اسے مہ رخ کے لشکر کے سامنے لے جا کر قتل کروں اور فارغ ہو کر ایک ہی بار سواری سے اتروں۔

جب ساحر حسب الحکم سحر دفع کر کے برق کو لائے۔ قران اسے لے کر لشکر کے کنارے آیا اور اپنا نام برق پہ ظاہر کر کے کہا: "جاؤ سمجھ بوجھ کر عیاری کرو۔" برق اسے شیر پہ سوار دیکھ کر حیرت میں آ گیا اور کہا: "اے خلیفہ یہ شرف خدا نے آپ ہی کو عنایت کیا ہے کہ زندہ شیر جنگل سے پکڑ لائے۔" قران نے شیر پر سے زین ساز وغیرہ اتار کر چھوڑ دیا کہ جاؤ اب تمہارا کام نہیں۔ شیر بھاگ گیا اور برق پھر صورت بدل کر، ہیران کو قتل کرنے کے لئے لشکر میں آیا۔ ہر طرف پھرنے لگا۔ ہیران جو ہوا کھا کر آیا۔ ساحروں نے دیکھا، سمجھے کہ عیار کو قتل کر آیا۔ سب حاضر خدمت ہوئے۔ جب یہ اتر کر بارگاہ میں پہنچا۔ دیکھا کہ عیار قیدی نہیں ہے۔ ساحروں سے پوچھا، وہ عیار کہاں گیا۔ سب نے عرض کیا کہ آپ ہی ابھی آ کر اسے اپنے ہمراہ لے گئے تھے۔

ہیران نے کہا: "تم کچھ سودائی ہو۔ میں جب کا گیا ہوں، اب آیا ہوں۔ میں اسے کب لے گیا؟" وہ سب قسمیں کھانے لگے اور سب حال بیان کیا۔ ہیران کی عقل دنگ ہو

گئی کہ کیا زبردست عیار ہیں کہ میری صورت بن کر کتنی جلدی آ کر اپنا کام کر گئے اور سب تو سب، یہ کم بخت شیر کہاں سے لائے دل سے کہا، اب جان بچنا مشکل ہے۔ ساحروں کو بلا کر حکم دیا کہ اگر حیرت اور افراسیاب بھی آئیں تو میری اطلاع کے بغیر بارگاہ میں نہ آنے دینا اور گرفتار کر لینا۔ یہ حکم دے کر مے نوشی میں مشغول ہوا اور قصد کیا کہ آج شام کو طبل جنگ بجا کر کل مہ رخ اور اس کے لشکر سے مقابلہ کروں اور سب کو قتل کر کے بازگشت کر جاؤں۔

یہ تو اس فکر میں ٹھہرا ہے، مگر وہاں ملکہ حیرت اور افراسیاب شہر ناپرسان میں آ کر گنبد نور میں بیٹھے ہیں۔ باہم اختلاط کر رہے ہیں کہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ، میرا بھانجا دو روز سے لڑنے گیا ہے۔ نہیں معلوم، کیا کیفیت گزری۔ آپ کتاب سامری دیکھ کر اس کی خیریت بتائیے۔ افراسیاب نے کتاب دیکھ کر برق اور قران کی عیاری کا حال بیان کیا۔ حیرت بدحواس ہو گئی اور کہا: "ایسا نہ ہو عیار اسے قتل کر ڈالیں۔ موئے حرامزادے ہیں کہ زندہ شیر جنگل سے پکڑ لائے۔" پھر اس نے اپنی وزیر تاؤس زمرد جادو سے کہا: "تم میرا نامہ ہیران کے پاس لے جاؤ اور کہنا تمہیں بلایا ہے۔" اور یہ نامہ لکھا: "اے ہیران، تم میرے پاس آؤ۔ مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے۔ اکیلے آنا۔ لشکر کو ساتھ نہ لانا۔" حیرت نے قصد کیا ہے کہ ہیران کو بلاؤں اور اس کی جگہ کسی اور افسر کو فوج میں بھیج دوں۔ غرضیکہ نامہ لے کر زمرد جادو بزور سحر اڑی اور لشکر کی طرف روانہ ہوئی۔ یہ ساحرہ بہت خوبصورت ہے۔ چہرہ چمکتا چاند ہے۔ زلف عنبر فام شب ہجر کی مانند دراز، سینہ ابھرا ہوا۔ گال خوشنما، سارا بدن نور کے سانچے میں ڈھلا ہوا۔ مسی آلود سرخ ہونٹ شام بدخشاں کی کیفیت دکھاتے تھے۔ دانت سلک گوہر کی آبرو مٹاتے تھے۔ چاہ زنخداں میں ہزاروں دل ڈوب جاتے تھے۔

چھد و چھد کہ کنٹھے میں ہو جس کے ہر لمر
گھر ڈبا دیجے کو عشاق کے دریائے اشک
چہرے میں ایسی ہی گری کہ شب و روز جسے
یاد کرتی ہی رہے، دامن مژگاں کی جھلک
زلفیں بکھری ہوئی یوں چہرہ اوپر ماتھیں تھی تل
جس طرح ایک کھلونے پہ جھپٹیں دو بالک

بے ساختہ حیرت کا نام لیتے، بہ ناز و ادا، ہیران کے لشکر میں پہنچی۔ جب بارگاہ کے اندر جانے لگی ساحروں نے آ کر گھیرا اور محاصرہ کر کے قید کیا۔ ہیران سے جا کر کہا: "زمرد جادو آئی ہیں، لیکن ہم نے آنے نہیں دیا قید کر لیا ہے۔"

ہیران نے کہا: "میں ہوشیار ہوں، تم اندر بھیج دو۔ شاید عیار نہ ہو۔" ساحروں نے آ کر اسے اجازت دے دی۔ زمرد جادو بارگاہ کے اندر آئی۔ ہیران نے اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اتار کر، سحر کر کے پھینک دی اور کہا: "اے زمرد جادو یہ انگوٹھی اٹھا لاؤ اور آ کر بیٹھو۔ اگر تم اصلی میں زمرد جادو ہو گی، تو اسے اٹھا لو گی ورنہ، ہاتھ جلے گا اور انگوٹھی نہ اٹھے گی۔"

زمرد نے کہا "اوں تو جب میں لشکر میں آئی، بے عزتی ہوئی کہ ساحروں نے گرفتار کیا۔ اب تم یہ ڈھکوسلا بتاتے ہو۔ یہ کہہ کر اس نے سحر پڑھ کر انگوٹھی اٹھا لی اور آ کر مسند پر بیٹھی۔ ہیران نے جام شراب دیا، مگر اس نے کہا چلو ہٹو میں ایسے بودے سے بات نہیں کرتی۔ اگر عیاروں کا ایسا ہی ڈر تھا تو لڑنے کو کیوں آئے تھے۔ ہیران نے تنہائی میں جو ایسی حسینہ عورت کو ناز کرتے پایا، فریفتہ ہو کر چاہا کہ سوال وصل کروں۔ گال پر ہاتھ رکھ کر کہا: "اے ملکہ اس قدر خفا نہ ہو۔ اچھا ہم بودے سہی۔ لو شراب پیو۔" زمرد جادو اس کا ارادہ سمجھ گئی اور گردن نیچی کر کے، شرما کر کہا: "تم مجھ سے ایسی باتیں نہ کرو۔ نہیں تو میں تمہاری خالہ سے کہہ دوں گی۔"

حیران خاموش ہو رہا۔ اس نے نامہ دیا۔ پڑھا۔ کہا: ہمیں شام کو آؤں گا۔ سہ پہر کو یہاں سے چلوں گا۔"

زمرد پیام لے کر چلی۔ مگر حیران اس کے عشق میں مبتلا ہوا۔ بستر غم پر تڑپنے لگا اور زمرد جادو بھی پھر پھر کے دیکھتی جاتی تھی۔ غرض نامہ لئے لشکر کے کنارے پہنچی۔ برق لشکر کے گرد عیاری کرنے کی فکر میں تھا۔ اس نے زمرد جادو کو جاتے دیکھا۔ اس کے ساتھ ہوا' مگر زمرد جب لشکر کے کنارے پہنچی۔ بزور سحر اڑ کر رواں ہوئی۔ برق حیران ہو گیا۔ آخر کچھ عیاری سوچ کر پہاڑ کے درے میں بیٹھ کر دھانی جوڑا زیب تن کر کے زمرد جادو کی صورت بنا۔ لباس اور زیور سے جسم کو مزین کر کے گلزار دہر کو رشک سے خار دیا۔ چشم غزالیں' سرمہ آگیں سرمستان خمخانہ عشق کے لئے مے خانہ تھیں۔ دیدار بیخودی کی راہ بتاتی تھیں۔

یہی انداز ہے ان کالی آنکھوں کا
شکار شیر نر کھیلیں تو ہم غزال نہیں

رخسار تابناک' غیرت خورشید' دہن تنگ' انتخاب غنچہ لب نازک مسیحائی پر آمادہ' گلو سے نازک صراحی بادہ ہے۔

وہ گلا یار کا صراحی دار
پتلی پتلی رگوں کا اس سے ابھار
وہ سینہ حسینوں کے وہ نظر
کہ ابھرے ہوئے وہ تھے اس پہ ثمر
ہاتھ آئیں کہیں جو عاشق کے
تو لگائے وہ اپنے سینے سے

وصف موئے کمر ہے حد سے فزوں
ورد سر ہو جو موشگافی کروں
وہم روشن نے کچھ لگا کے پتا
تار خط شعاع صرف کیا
طبع نازک نے بھید یہ پایا
آئینے میں شکم کے ہاں آیا
آگے جگہ حیا کی ہے، لب بند چاہیئے
باہم شگفت کلک میں پیوند چاہیئے
ساق پا میں تو نور کا تھا ظہور
یا تراشی ہوئی تھی شاخ بلور
پائجامے میں یوں تھی عکس فگن
شمع فانوس میں ہو جوں روشن
لال، مہندی سے دونوں تھے کف پا
ہاتھ لگا تھا، جس پہ ورد حنا
قد کی تعریف میں ہے حیرانی
کلک قدرت کہو کہ سرو سہی
سر پہ آنچل پڑا دوپٹے کا
پیاری پیاری وہ بانکی بانکی ادا

برق شراب کی صراحی میں بیہوشی کی دارو ملا کر، جام ہاتھ میں لے کر، مقام سبزہ زار دیکھ کر عاشقانہ شعر پڑھنے لگا۔ دل سے کہتا تھا کہ جو کوئی ساحر اس طرف آئے گا، وہ تیرے حصے کا ہے۔ قتل کر ڈالنا۔ اس عرصے میں دن ڈھلا اور حیران آج کے دن بھی جنگ موقوف کر کے، ساحروں کو لشکر کی حفاظت کی تاکید کر کے حیرت کے پاس

چلا اور اڑتا ہوا اسی پہ بہار گلزار میں پہنچا' جہاں برق خوبصورت زمرد بنا بیٹھا تھا۔ اس نے اسے دیکھ کر پکار کر پڑھا۔

فاتحہ قبر پہ پڑھ بیٹھ کے جانے والے
کبھی ہم بھی تھے تیرے ناز اٹھانے والے

ہیران نے آواز سن کر پستی کی طرف نگاہ کی' زمرد جادو کو دیکھا کہ صحرا میں بیٹھی ہے۔ وہیں سے پکار کر پوچھا: "اے ملکہ زمرد' خیر تو ہے' یہاں کیوں بیٹھی ہو۔ کیا ابھی خالہ کے پاس نہیں گئیں۔"

زمرد نے یہ کہہ کر ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: "تمہیں کیا۔ آوارگان دشت محبت کا پوچھنا کیا۔ جہاں جی لگا' وہیں بیٹھ کر روز بھر کو شام کیا۔"

ہیران سمجھا کہ تو نے اسے بارگاہ میں چھیڑا تھا۔ یہ وہاں اس لئے راضی نہ ہوئی کہ وہاں سارا لشکر موجود تھا۔ مگر تو نے جو وعدہ شام کے قریب جانے کا کیا تھا۔ اس لئے اس نے راہ میں ٹھہر کر تیرا انتظار کیا ہے یہ بھی تجھ پہ فریفتہ ہے۔ یہ سوچ کر اترا اور زمرد کے قریب آیا۔ زمرد نے اس کے آنے سے یہ شعر پڑھا۔

اس قدر تاثیر دی حق نے ہماری آہ کو
آپ سے بے چین دیکھا اس بت گمراہ کو

یہ کہہ کر اس نازنین کے پاس بیٹھا اور چاہا کہ اس کے لب شیریں کے بوسے لے۔ زمرد نے کہا: "بس بس' الگ رہو۔ ایسے بے مروت دنیا میں دیکھے نہ سنے۔ ہم دن بھر فرہاد کی طرح' شیریں کے فراق میں اپنی جان برباد کر رہے ہیں اور کوہ و دشت میں سر ٹکراتے ہیں۔ آپ اب محبت جتانے آئے ہیں۔ اے ہیران! جس روز سے تجھے دربار میں ہم نے دیکھا ہے' اسی دن سے اس کم بخت دل کا برا ہو کہ جلا ہوا تھا۔

رسوا ہوا، خراب ہوا، مبتلا ہوا
کیا جانیے کہ دیکھتے ہی تجھ کو کیا ہوا

ہیران نے کہا: "اے جان جاں، میری بھی تجھ پر جان جاتی ہے۔

ایذائیں اٹھائے ہوئے، دکھ پائے ہوئے ہیں
ہم دل سے تنگ آئے ہیں اکتائے ہوئے ہیں
اب تک تو غضب کرتا ہے اپنا دل بیتاب
روکے ہوئے، ڈانٹے ہوئے، دھمکائے ہوئے ہیں

جان تمنا تمہیں بتاؤ کہ میں کیا کرتا۔ مجبور و ناچار تھا آؤ اب ہم تم داد عیش دیں اور ماضی کے غم فراموش کریں۔ زمرد نے کہا: "اے ہیران ہمارا حال تو یہ ہے۔

تم سے دو بول کہہ کے ہارے ہیں
تم ہمارے ہو، ہم تمہارے ہیں

یہ کہہ کر رخسار پر رخسار رکھ دیا۔ باہیں گلے میں ڈال دیں۔ ہیران کو یہ محبت دیکھ کر یقین تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ جوش تمنا کا وفور حسرت دل ناصبور نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ تاب ضبط نہ رہی۔ گلے سے لگایا۔ خواہاں وصل ہوا۔ زمرد نے کہا: "ٹھہرو شراب پی لیں تو مزا اٹھائیں۔ یہ کہہ کر صراحی سے شراب جام میں انڈیلی اور کہا: "لو یہ بادہ محبت ہے۔ نوش کرو۔"

اس نے چاہا کہ جام پیے، مگر حال سنیے کہ حیرت کے پاس اصلی زمرد پہنچی اور کہا: "ہیران نے شام کے قریب آنے کو کہا ہے۔ جب دن کم رہا حیرت نے افراسیاب سے کہا: "شہنشاہ، کتاب سامری دیکھیے کہ میرا بھانجا اب تک نہیں آیا۔" افراسیاب نے

کتاب دیکھ کر سر پیٹ لیا اور کہا: "مجھے برق عیار ورد کی شکل بن کر قتل کیا چاہتا ہے اور فلاں صحرا میں پہاڑ کے قریب بیٹھا ہے۔"

○○○

• زلف گرہ گیر

ملکہ حیرت نے کہا: "اے زمرد جلد جا اور ہیران کو آگاہ کر دے۔ میں سحر تیرے ساتھ کیے دیتی ہوں اور خاک جمشیدی دیتی ہوں کہ ہیران کو بے ہوش کر کے اٹھا لا۔ زمرد خاک جمشیدی لے کر چلی۔ صحرا کے قریب پہنچ کر پکاری: "اے ہیران، کیا غضب کرتا ہے۔ اپنی قضا اپنے ہاتھ بلاتا ہے یہ جو تیرے پاس بیٹھا ہے، اسے جلد گرفتار کر لے کہ یہ عیار برق ہے۔" برق یہ سن کر گھبرایا اور زمرد کو آتے دیکھ کر کہا: "اے ہیران، فلک کو منظور نہیں کہ ہم تم ایک جگہ بیٹھیں۔ دیکھو کوئی عیار میری شکل بن کر تمہیں دھوکا دینے آیا ہے۔"

ہیران ایسے مزے میں تھا کہ اسے زمرد کا آنا بہت ناگوار ہوا اور یقین ہو گیا کہ بے شک یہ عیار ہے، جو پکارتا آتا ہے۔ زمرد جو وہاں تھی، اس سے کہا: "چھپ جاؤ میں اس آنے والی زمرد کو پکڑے لیتا ہوں۔" برق اٹھ کر ایک جھاڑی میں چھپ گیا اور ہیران کھڑا ہو گیا۔ اس عرصے میں زمرد قریب پہنچی اور کہا: "اے ہیران، وہ عیار جو تمہارے پاس بیٹھا تھا، کہاں گیا۔"

اس نے کہا: "تمہیں دیکھ کر بھاگ گیا۔" یہ کہہ کر زمرد کے قریب آ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "اے نابکار، تو مجھے بہکانے آیا ہے۔" اس عرصے میں برق زمرد بنا ہوا جھاڑی سے نکلا اور پکارا: "اے ہیران نہ چھوڑنا اس نابکار کو۔" ہیران نے ایک تھپڑ اصلی زمرد کے سحر پڑھ کر مارا۔ زمرد ملکہ حیرت کی وزیر زادی ہے۔ بڑی معزز اور زبردست ساحرہ ہے۔ اس نے بزور سحر اپنا رخسار پتھر کی مانند سخت کر لیا، ورنہ اس کا سر تن سے اڑ جاتا۔ غصے میں آ کر خاک جمشیدی ہیران پر چھڑک دی کہ یہ بے ہوش ہو کر گرا۔ برق یہ ماجرا دیکھ کر گھبرایا، مگر زمرد جادو نے سحر پڑھا۔ زمین نے برق کے پاؤں پکڑ لیے۔ زمرد نے کاغذ کے دو پتلے کاٹ کر پھر سحر پڑھا وہ ایک دم انسان کے پتلے کے

مانند ہو گئے ان کو حکم دیا: "اے پنجہ سحر ان دونوں کو اٹھا کر گنبد نور کی طرف چلو۔ پنجے بجلی کی طرح چمک کر گرے اور ہیران اور برق کو اٹھا کر لے چلے۔ زمرد بھی اڑتی ہوئی پنجوں کے پیچھے پیچھے چلی اور گنبد نور پر آئی اور ملکہ حیرت سے کہا: "واہ واہ بی بی! آپ کے بھانجے اپنا پرایا نہیں پہچانتے۔ ایسی مستی میں آ گئے۔ دیدوں میں چربی چھا گئی تھی کہ مجھے تھپڑ سحر کا مارا۔ اگر میری جگہ کوئی اور ساحرہ ہوتی تو یقین تھا کہ مر جاتی لیجیے یہ ہیں وہ آپ کے بھانجے اور یہ ہے وہ عیار جسے بغل میں لیے بیٹھے تھے، مگر میں آپ کی نوکری نہیں کرتی۔ مار پیٹ کی مجھے عادت نہیں۔"

ملکہ حیرت نے زمرد کی دلداری کی اور ہیران کو ہوشیار کیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی، حیرت اور افراسیاب کو بیٹھے دیکھا۔ اٹھ کر سلام کیا۔ حیرت نے کہا: "عیار کو بغل میں لیے بیٹھے تھے اور زمرد کو تم نے تھپڑ مارا۔ کچھ میرا بھی پاس نہ کیا۔ اتنا نہ ہوا کہ دوست دشمن کو پہچانتے۔"

ہیران نے کہا: "مجھ سے قصور ہوا اور بہت نادم ہوں۔"

ملکہ حیرت نے برق کی طرف دیکھ کر کہا: "کیا موئے نے صورت بنائی ہے۔ کیوں بی زمرد دھوکا ہیران کیونکر نہ کھاتا۔ بھلا کچھ بھی فرق تمہاری شکل میں اور اس موذی کالے جواں مرگ کی صورت میں ہے۔ بی بی بگڑنے کی جگہ نہیں، رنڈی مرد میں جب ساتھ ہوتا ہے۔ طبیعت بڑے بڑے کی اپنے آپ میں نہیں رہتی۔" یہ کہہ کر سحر پڑھا کہ برق کی اصلی صورت ظاہر ہوئی اور عیاری کا رنگ و روغن چھوٹ گیا۔ کہا: "اے برق، میں تجھے چھوڑے دیتی ہوں۔ جا کر مہ رخ سے کہہ دینا کہ کیوں تیری موت آئی ہے۔ وہ مہ جبیں کو لے کر چلی آئے۔ میں شہنشاہ سے خطا معاف کرا دوں گی۔"

برق نے کہا: "اپنی جگہ پر بیٹھ کر تو باتیں کیسی بناتی ہے۔ یہ خبر نہیں کہ کچھ دن جو زندگی ہے، غنیمت ہے وقت لاش چیل اور کوے کھائیں گے اور مہ رخ ان کے باپ

کی نوکر ہے جو دوڑی چلی آئے گی۔"

ملکہ حیرت نے یہ باتیں سن کر ایک ساحر کو حکم دیا کہ اس بے ادب کا سر کاٹ ڈالے۔ برق نے جب یہ سامان دیکھا' رجوع قلب سے درگاہ خدا میں استغاثہ کیا۔ دعا قبول ہوئی۔

ہیران نے کہا: "خالہ جان! اس عیار کے ہاتھ سے مجھے ذلت ہوئی ہے۔ اسے میرے حوالے کیجئے کہ مہ رخ کے لشکر کے سامنے لے جا کر قتل کروں تاکہ سب کو عبرت ہو اور اس کا حال خراب دیکھیں۔

ملکہ حیرت نے کہا: "اے فرزند' میں اب تم کو نہ جانے دوں گی۔"

ہیران نے کہا: "مجھے سب کے سامنے ذلت ہوئی ہے۔ اپنا گلا کاٹ ڈالوں گا' جو مجھے جانے نہ دیجئے گا۔" یہ کہہ کر خنجر کھینچ کر اپنے گلے پر رکھا۔ حیرت نے اس کا ہاتھ پکڑا اور بہت فہمائش کی' مگر اس نے نہ مانا۔ حیرت نے مجبوراً اجازت دی اور کہا: "جلدی جا کر اس عیار کو قتل کر کے لشکر حریف کا بھی خاتمہ کرنا۔ میں ساحران نامی تمہاری مدد کو ضرور بھیجوں گی۔"

ہیران نے ایک شیر کاغذ کا کتر کر سحر کیا کہ وہ زندہ ہوا۔ اس پر برق کو بٹھا کر آپ بھی پیچھے سوار ہوا اور وہاں سے اپنے لشکر کی طرف چلا' لیکن پہلے قران نے جب برق کو رہا کیا تھا' اسی وقت سے برق کا حال معلوم کرنا چاہتا تھا اور ہر جگہ اسے ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ وہ تھوڑا سا دن تلاش میں گزرا اور اب وہ وقت آیا کہ مشاطۂ روزگار نے شاہد شب کی آرائش ستاروں کے زیور سے کی اور آسمان کی پیشانی پر چاند کا جھومر لگایا عالم ظلمانی' نورانی ہوا۔ قران پھرتا ہوا اس صحرا میں پہنچا کہ جہاں برق گرفتار ہوا تھا اور زمرد پکڑ کر لے گئی تھی۔ وہاں لمحہ بھر ٹھہرا تھا کہ سامنے سے ہیران کو دیکھا کہ شیر پر سوار برق کو آگے بٹھائے آتا ہے سمجھا کہ گرفتار ہو گیا ہے۔ بس ایک کاغذ خط کی طرح لپیٹ کر اس پر لفافہ کیا اور لفافے کے اندر غبار بیہوشی بھرا۔ کاغذ اس طرح لفافے کے اندر رکھا کہ اگر اس کو کوئی نکالے تو جب تک زور سے نہ کھینچے کاغذ نہ نکلے۔ لفافے پر ملکہ حیرت کی مہر کر کے اپنی صورت ساحر کی بنا کر ہیران کو

پکارتا ہوا چلا۔ ہیران دور نکل گیا تھا۔ قران کی آواز سن کر ٹھہرا قران قریب پہنچا۔

اس نے پوچھا "تو کون ہے؟"

قران نے کہا: "ملکہ حیرت نے بھیجا ہے۔"

اس نے کہا: "ابھی میں ان کے پاس سے آتا ہوں۔ تجھے میں نے وہاں نہیں دیکھا۔"

قران کو یہ حال کچھ معلوم نہ تھا۔ جواب کیا دیتا۔ مگر تیوری چڑھا کر کہا: "یہ میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ خط دیا ہے اسے پڑھو۔ جو لکھا ہے' اس کا جواب دو۔ اور اے ہیران' کیا ذکر ہر وقت ملکہ حیرت کی چھاتی پر چڑھے رہتے ہیں' جو تم کہتے ہو کہ میں نے تجھے وہاں نہیں دیکھا۔ میں اپنی جگہ پر تھا۔ مجھے بلا کر نامہ دیا کہ ہیران کو دے آؤ۔ میں لے کر آیا۔ تم میرے ساتھ ہندی کی چندی کرتے ہو۔"

ہیران نے یہ باتیں سن کر نامہ لیا اور کہا: "رات کا وقت ہے۔ لشکر میں چلو تو پڑھ کر جواب دوں۔"

قران نے کہا: "تو کسی کے ہاتھ جواب بھیج دینا' میں جاتا ہوں' ورنہ تم ساحر ہو تو سحر کی مشعل روشن کر کے خط پڑھ کر جواب دے دو۔ اگر ہماری بات مانو میں روشنی کر دوں۔"

ہیران کو غیرت آئی۔ زمین سے ایک تنکا فوراً اٹھا کر سحر کیا کہ مشعل سی جلنے لگی۔ اسے قران کے ہاتھ میں دیا کہ لئے رہو' میں خط پڑھوں۔ قران نے مشعل ہاتھ میں لی اور وہ خط کھولنے لگا۔ قران نے بیہوشی کا غبار مشعل پر ڈال دیا۔ ہیران کے منہ میں لگا دی۔ اس نے اپنا منہ ہٹایا' مگر ناک کی راہ سے سارا دھواں دماغ میں پیچیدہ ہوا اور منہ بھی جل گیا۔ چکر کھا کر زمین پر گرا۔ قران نے بغدہ مارا کہ سر پھٹ گیا۔ تڑپ کر ہلاک ہوا آفت برپا ہوئی۔ صدائیں مہیب آنے لگیں۔ برق چھوٹ کر بھاگا۔ قران جنگل میں چلا گیا۔ شبخون اس کے لشکر پر گرا۔ شکیل نے نفیر سحر بجائی' مگر برق نے لشکر میں جا کر شکیل اور مہ رخ سے کہا کہ جلد لشکر تیار کرو۔ ہیران مارا گیا۔ فوج میں کمر بندی ہوئی۔ ساحر اژدر اور طاؤس پر سوار ہوئے۔ مہ رخ اور شکیل چالیس ہزار ساحران نامی کے ہمراہ آ کر فوج پر گرے۔ گولے فولادی' ہار فلفل کے اور گچھے

پیکان کے، سوئیاں سحر کی برسنے لگیں۔ حیران کی غافل فوج اتری ہوئی تھی۔ ایک دم میں ہزاروں ساحر مارے گئے۔ آندھیاں بلند ہو گئیں۔ بجلیاں چمک کر گرنے لگیں۔ نارنج اور ترنج اور ناریل چھٹنے لگے۔ خون کا دریا ہر طرف جاری ہوا۔ عمرو جنگل میں تھا۔ پکڑو پکڑو کی آوازیں سن کر دوڑا، دیکھا حیران کا لشکر قتل ہو رہا ہے۔ عمرو نے بھی خنجر کھینچا اور گلیم عیاری کندھے پر رکھی کہ اگر ساحروں کے نرغے میں پھنس جاؤں گا، تو گلیم اوڑھ لوں گا۔

عمرو نے لڑنا شروع کیا کہ جب غلطک ماری، چھ چھ آدمیوں کے پاؤں کاٹے۔ جب جست کی، ساحر کے کندھے پر پاؤں رکھے اس نے چاہا کہ پاؤں پکڑ لوں۔ خواجہ نے خنجر مارا کہ سر قلم کیا۔ پھر وہاں سے دوسرے کے کندھے پر پہنچا۔ جو ساحر مر کر گرتا ہے۔ اس کی ہمیانی (جیب) کاٹ لیتے ہیں، جس خیمے کے قریب پہنچے جال الیاسی مار کر مع فرش وغیرہ زنبیل میں داخل کیا۔ ادھر اسد شور سن کر سوار ہوا۔ مہ جبیں کا تخت دلآرام نے حاضر کیا۔ نقارے بجنے لگے۔ تخت شاہی روانہ ہوا۔ ملکہ نے اسد کی حفاظت کے لئے پچاس ساحر مقرر کئے کہ ساحروں کے حرب شہزادے کے اوپر نہ آنے دیں۔ وہ ساحر اسد کی نگاہ سے مختفی ہو سحر پڑھتے چلے اور اسد تلوار کھینچ کر ساحروں کے لشکر پر گرا۔ کشتوں کے پشتے، لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ ہر بار نعرہ بلند تھا۔

اسد شہسوارم کہ در روز جنگ
بدرم دل شیر و چرم پلنگ
شہنشاہ نام آور و کامران
اسد شیر دل ابن صاحبقران

ایک طرف سے دلآرام، تخت مہ جبیں کے ہمراہ سحر کر کے آگ اور پانی برساتی آتی ہے۔ آخر وہ شمشیر ہوئی کہ لشکر میں بھگدڑ مچ گئی، لیکن جو بہادر تھے وہ سینہ سپر کئے

جنگ پر تلے ہیں۔ ذرا ہراساں نہیں، مر کر گر رہے ہیں۔ اسد نے مارے تلواروں کے، تہلکہ ڈال دیا۔ ہزارہا کو مارا ہے۔

آخر کار غدار ساحر گرتے پڑتے، روتے پیٹتے، دریائے خون رواں سے اتر کر گنبد نور پر بھاگے ہوئے آئے۔ افراسیاب اور ملکہ حیرت کو خبر ہوئی کہ ہیران کی فوج بھاگ آئی۔

حیرت نے گھبرا کر کہا: "اے لوگو، میرے بچے کی تو خیر ہے۔"

لوگوں نے عرض کیا: "وہ تو خدمت سامری میں گئے۔ پہلے حملے میں عیاروں نے مار ڈالا۔"

یہ سن کر حیرت نے سر پیٹ لیا۔ کہا: "اے میرے فرزند۔ ہے ہے میرا نوجوان۔ آخر موذی کالے عیاروں نے نہ چھوڑا۔"

خلاصہ یہ کہ گنبد نور میں ایک ماتم بپا ہوا۔ افراسیاب نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ بگولے اور آندھی پیدا ہوئی اور ہیران کی لاش اڑا کر گنبد نور پر لے گئے۔ تمام ساحران ہی سیہ پوش ہوئے اور لاش اٹھانے کا انتظام کرنے لگے، لیکن مہ رخ وغیرہ نے لشکر حریف کا اسباب اور خیمہ بارگاہ لوٹ لیا۔ فتح کے نوبت و نقارے بجے، جہاں ہیران کا لشکر تھا، وہاں اپنے لشکر کو اتارا۔ یہاں سے دریائے خون رواں سامنے نظر آتا ہے اور قلعہ پشتہ رنگین حصار قریب ہے۔ جب لشکر اتر چکا، عیار بھی لشکر میں آئے۔ بارگاہ میں مہ جبیں کو نذر فتح دی۔ خلعت لے۔ اسباب نشاط حاضر ہوئے ناچ ہونے لگا۔ اس اثنا میں صبح ہوئی۔ ستاروں کا بادشاہ شکست کھا کر فلک سے فرار ہوا اور شاہ خاور کے پرچم کو نسیم سحر نے اڑایا۔

صبح کو افراسیاب نے ہیران کی لاش بڑی دھوم سے اٹھائی۔ جب فراغت پائی، تو حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ، مجھے رخصت فرمائیے کہ جا کر ان نمک حراموں کو قتل کروں۔"

افراسیاب نے کہا: "اس مرتبہ ایسے شخص کو بھیجتا ہوں، جو پہلے عیاروں کو قتل کرے۔ نہ اسے بیہوشی متاثر کرے اور نہ کسی اور حربے سے مرے۔ یہ کہہ کر سحر پڑھا اور پکارا اے فولاد بیہوشی خوار، جلد حاضر ہو۔" پکارنا تھا کہ ایک ساحر آگ کے گینڈے

پر سوار، طویل قامت، زشت رو، ہوا اسے اترا اور افراسیاب کو تسلیم کی۔ اس نے کہا: "تم جلد بارہ ہزار ساحر اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہو۔ عیار طلسم میں آگئے ہیں۔ اندھیرا ہوتا ہے۔ ہیران مارا گیا ہے اب تک میں نے طرح دی کہ اب بھی راہ پر یہ باقی آئیں اور جس طرح مطیع و فرمانبردار تھے۔ ویسے ہی رہیں، مگر ان کی قضا آئی ہے۔ میں بارہ پتلے فولادی تمہارے ساتھ کئے دیتا ہوں۔ وہ نہ بیہوش ہوں گے۔ نہ انہیں کوئی قتل کر سکے گا۔ سب کو باندھ کر وہ تمہارے حوالے کر دیں گے۔ یہ کہہ کر دستک دی۔ بارہ پتلے ہاتھ میں تلوار لئے زمین سے نکلے، ان کو حکم دیا کہ تم فولاد بیہوشی خوار کے ہمراہ جاؤ اور ان کا حکم بجا لاؤ۔ فولاد نے عرض کیا: "اے شہنشاہ، پتلوں کی کیا ضرورت ہے، میں اکیلا کافی ہوں۔ سیروں بیہوشی شراب میں ڈال کر پیتا ہوں۔ جب مجھے نشہ ہوتا ہے کوئی حربہ مجھ پر اثر نہیں کرتا نہ میرا کچھ عیار بگاڑ سکتے ہیں۔ نہ ساحر اور پہلوان مجھ سے لڑ سکتے ہیں۔"

افراسیاب نے کہا: "ہمراہ احتیاط، کیا حرج ہے۔ لیتے جاؤ اور کار سرکار بجا لاؤ۔"

فولاد سلام کر کے بارہ ہزار ساحر لے کر، مع خیمہ و خرگاہ روانہ ہوا۔ بارہ پتلے ہم رکاب چلے۔ دریا سے گزر کر مہ رخ کے لشکر کے قریب آ کر پہنچے۔ نقاروں کی صدا گوش والاوران حق نیوش میں آئی۔ مہ رخ نے مخبری کے لئے طائران سحر روانہ کئے۔ طائر اڑے اور لشکر حریف کی خبر دریافت کر کے حاضر خدمت ہوئے اور زبان وصف بیان سے تعریف بادشاہی کرنے لگے۔

اے بہر کارے فریقت، قل ہو اللہ احد
وے نگہدار تن و جاں تو، اللہ الصمد
لم یلد یا رب و لم یولد ہم جا دستگیر
فاتح غم لم یکن مونس لہ کفواً احد

شہریار کی عمر دراز ہے۔ کم بخت دشمن کا مزاج ناساز ہے۔ فولاد بیہوشی خوار نام کا ایک ساحر ناکام فوج لے کر آتا ہے اور حضور پر نور کے ملازمان سے گردن تابی اور سرکشی کا عزم رکھتا ہے۔ طائر یہ خبر عرض کر کے چلے گئے اور لشکر حریف کی بھر مجری کرنے لگے۔ مہ رخ نے فولاد کا نام سن کر عمرو سے کہا: "خواجہ ------- انا للہ و انا الیہ راجعون۔ یہ حرامزادہ نہ مارے مرتا ہے نہ کاٹے کٹتا ہے۔ بیہوشی پی جاتا ہے۔ اس پر اثر کرتا نہیں۔ اس کے جسم پر کوئی حربہ کار گر نہیں ہوتا۔"

عمرو نے کہا: "اے ملکہ' خداوند عالم کی مدد چاہیے۔ بڑے بڑے سرکش جنوں نے یہ بندوبست کیا تھا۔ کہ ہم اس وقت مریں جب ہم چاہیں۔ اور وہ چاہتے یہ تھے کہ ہماری قضا دن کو آئے نہ رات کو اور جب موت آئے تو اس وقت ہم کھڑے ہوں نہ بیٹھے ہوں نہ لیٹے ہوں۔ یہ سب بندوبست ارحم الراحمین نے اپنی شان قہاری دکھانے کو منظور فرمائے اور ان نافرمانوں کو اطمینان ہو گیا کہ ہم کبھی نہ مریں گے' لیکن آخر کار وہ فنا ہوئے۔ ذکر شداد تو آپ نے سنا ہو گا کہ کس طرح پر حسرت ہلاک ہوا کہ اپنی بہشت میں بھی داخل نہ ہوا تھا' گھوڑے کی رکاب سے پاؤں نکل کے تھا' تک بھی نہ پہنچا تھا کہ اجل آ گئی دن تھا نہ رات تھی۔ صبح صادق کا وقت تھا کہ وہ کاذب اپنی بہشت کے دروازے پر جہنم واصل ہوا۔ یہ فولاد مسخرا کیا لیاقت اور حقیقت رکھتا ہے' اور وہ اس کا مالک افراسیاب کیا ہے' بلکہ حرامزادہ لقا کیا بے ہودہ ہے۔ اے ملکہ جس نے پروردگار حقیقی سے انحراف کر کے خود کو خدا بنایا اور وہ دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوا۔ کہیں ٹھکانہ نہ پایا۔ دیکھ لو حمزہ صاحبقران کے ہاتھ سے کیا در بدر خاک بسر بھاگتا پھرتا ہے۔ اے ملکہ! تم اللہ کریم کے فضل پر نظر رکھو کہ وہی کارساز ہے۔ اگر کسی آفت میں پھنس بھی جاؤ تو اپنے اعتقاد میں فرق نہ لاؤ۔ میں جاتا ہوں اور اس فولاد بے حیا کو قتل کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عمرو بارگاہ سے نکل کر روانہ ہوا۔ لشکر کی خبر سن کر عیار پہلے ہی چلے گئے تھے اور تدبیر میں مشغول تھے۔ قران جنگل میں تھا اور جب سے حریف کی فوج آئی تھی۔

اس وقت سے یہ بھی ہوشیاری کے ساتھ فکر عیاری کر رہا تھا' مگر پہلے حال عمرو' ضرغام اور جانسوز کا بیان ہوتا ہے کہ تینوں عیار ساحروں کی صورت بنا کر لشکر فولاد میں آئے۔

عمرو نے درگاہ پر آ کر چوبداروں سے کہا: "ہماری خبر جا کر عرض کرو کہ موت جادو آپ کی ملاقات کو آئے ہیں۔"

چوبدار نے جا کر عرض کیا۔ فولاد نے اذن باریابی دیا۔ چوبدار نے عمرو سے آ کر کہا: "تشریف لے جائیے' بلاتے ہیں۔"

عمرو بارگاہ میں گیا دیکھا کہ فولاد دنگل پر بیٹھا ہے۔ آگ کے ہزاروں شعلے دنگل سے نکلتے ہیں۔ سر پر تاج رکھا ہے کہ جو آگ کی طرح دہکتا ہے۔ کمر سے آتشیں زنجیر بندھے ہیں۔ سینکڑوں مہیب صورت ساحر گرد و پیش کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ بادہ پیتے فولادی تلواریں لئے ٹہل رہے ہیں' جب کلام کرتے ہیں۔ آگ کی چنگاریاں منہ سے گرتی ہیں۔ نقیب اور چوبدار بارگاہ میں حاضر ہیں۔ عمرو نے بھی آ کر تسلیم کی۔ فولاد نے نگاہ اٹھا کر اشارے سے سلام کا جواب دیا اور دیکھا کہ ساحر زبردست معلوم ہوتا ہے۔ سر سے کالے سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ بار بار زبانیں نکالتے ہیں۔ موتی کے مالے گلے میں ڈالے ہوئے ہیں۔ سونے کی زنجیر کمر میں بندھی ہے۔ اسباب رکھنے کی' سحر کی جھولی بادلے کی ہے۔ فولاد نے معزز جان کر اپنے قریب طلب کیا اور بیٹھنے کو دنگل دیا۔ عمرو بیٹھا فولاد نے حال پوچھا: "آپ کون ہیں۔ تشریف آوری کا باعث کیا ہے؟"

عمرو نے کہا: "میں قلعہ رنگین حصار کا رہنے والا ہوں۔ میرا گھر بار سب مہ رخ نے چھین لیا ہے مدت سے اس کی بربادی کی دعا کرتا تھا۔ اس سے مقابلے کی تاب نہ رکھتا تھا۔ حضور کے تشریف لانے کا حال سن کر کمال خوشی حاصل ہوئی۔ میں بھی حاضر ہوا۔"

فولاد نے کہا: "آپ نے بہت خوب کیا' جو آپ چلے آئے۔ یہ آپ کا گھر ہے۔ میں ان نمک حراموں کو قتل کر کے ان کا اسباب و مال' شہنشاہ سے تمہیں دلا دوں گا۔"

یہ کہہ کر خلعت منگوا کر عمرو کو دیا۔ اس نے نذر دی۔ مقرب خاص بنا۔ ادھر ضرغام

اور جانسوز بھی لشکر میں پھر رہے تھے اور چاہتے تھے کہ فولاد تک پہنچیں۔ انہوں نے دیکھا کہ دو خدمت گار بارگاہ سے نکل کر ایک طرف کو جاتے ہیں۔ عیاروں نے تعاقب کیا اور جہاں تنہائی دیکھی پکارے کہ بھائی ٹھہرنا۔ وہ دونوں ٹھہرے۔ عیار قریب پہنچے اور کہا: "ہم تھوڑا عطر لے کر آئے تھے کہ یہاں فروخت کریں گے' مگر رسائی نہیں ہوتی' تم اپنی معرفت بکوا دو۔

خدمت گاروں نے کہا: "ہم دیکھیں کیسا عطر ہے؟"

عیاروں نے عطر کی دو شیشیاں کمر سے نکال کر دیں۔ خدمت گار عطر سونگھ کر بے ہوش ہوئے انہوں نے کپڑے اتار کر دونوں کو گڑھے میں ڈال دیا۔ اور روغن عیاری نکال کر' انہی دونوں کی صورت بن کر یہ دونوں عیار بھی بارگاہ میں آئے اور فولاد کے پس پشت آ کر کھڑے ہوئے۔ اس عرصے میں عمرو نے جو موت جادو بنا ہوا بیٹھا تھا۔ جام شراب سے بھر کر فولاد کو دیا اور قاتل بیہوشی کے چند ذرے شراب میں ملا دیے فولاد جام لے کر' انجام سے بے اندیشہ پوری چڑھا گیا۔ بیہوشی نے کوئی اثر نہ کیا۔ فولاد شراب کے مزے سے پہچان گیا کہ اس شراب میں بیہوشی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ موت جادو کوئی عیار ہے۔ بس یہ سوچ کر' کچھ افسوں پڑھ کر آہستہ آہستہ موت جادو کی طرف پھونکا کہ عمرو دنگل سے چپٹ گیا۔

فولاد نے کہا: "اے عیار' میں سمجھ گیا' تو میرے قتل کو آیا ہے۔ لاجتنی چاہے بیہوشی مجھے پلا دے۔" یہ بات سن کر ضرغام اور جانسوز نے' جو پیچھے کھڑے تھے' آپس میں مشورہ کیا کہ اگر یہ بے ہوش نہ ہوا تو اسے خنجر سے ہلاک کریں۔ زیادہ سے زیادہ یہی نا کہ پکڑ لئے جائیں گے۔ خدا مالک ہے۔ بس دونوں نے دائیں اور بائیں جانب سے خنجر آبدار مارے کہ فولاد کے جسم پر پڑے۔ جھناکا ہوا۔ خنجر ٹوٹ گئے۔ عیار بھاگے فولاد نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ دونوں منہ کے بل گر پڑے۔ اس نے حکم دیا کہ میری بارگاہ سے ملا کر ایک خیمہ ایستادہ کرو اور ان کو وہاں رکھو۔ چنانچہ خیمہ استادہ

کر کے عیاروں کو لے جا کر قید کیا۔ فولاد نے ایک افسوں پڑھا کہ قیدیوں کے خیمے کے گرد آگ کا حصار ہو گیا اور کہا: "کیا اقبال شہنشاہ ہے کہ سامری کی عنایت سے پہلے عیار ہی گرفتار ہوئے۔ بس اب طبل جنگ بجے تاکہ مہ رخ کا بھی خاتمہ کروں۔"

اس کے کہنے کے مطابق لشکریوں نے نفیر سحر کو دم دیا اور قرنائے جنگی کو بجایا۔ سارا لشکر خبردار ہوا کہ مقابلہ حریف کے لشکر سے ہو گا۔ طائران سحر مہ رخ کے دربار میں آئے اور دعا ثنا کے بعد عیاروں کی گرفتاری کا حال بیان کیا اور بتایا کہ جنگی نقارے بجنے شروع ہو گئے ہیں۔ دوبارہ مخبری کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں مہ رخ کو ہراس ہوا اور کہا: "اے ملکہ مہ جبیں، آپ نے سنا کہ عیار گرفتار ہو گئے۔ ہم میں سے کوئی بھی فولاد سے مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اگر تمہاری رائے ہو تو آج رات کو بھاگ کر کہیں چھپ رہیں ورنہ سب مارے جائیں گے۔ مجھے طلسم سے باہر جانے کی راہ معلوم ہے۔ تم سب کو صاحبقراں کے پاس لے چلوں، وہ خود تشریف لائیں گے تو البتہ شاہ طلسم سے مقابلہ ہو سکے گا۔"

اسد نے یہ کلام سن کر کہا: "اے ملکہ! عمرو عیار ہزار بار قید ہوئے ہیں اور ہزار بار چھوٹے ہیں اس کی کوئی فکر نہ کرو اور تم بھی طبل جنگ بجنے کا حکم دو۔ صاحبقران کے غلاموں کے لئے بھاگنا باعث شرم ہے اگر بھاگ کر ہم لوگ امیر کے لشکر میں جائیں گے تو وہ نکلوا دیں گے اور کہیں گے جان نہ دی گئی۔ بھاگ کیوں آئے میرے پاس تمہارا کچھ کام نہیں۔ اے ملکہ تمہارا جی چاہے جاؤ۔ تمہیں عورت جان کر امیر پناہ دیں گے لیکن میں ہرگز نہ جاؤں گا۔"

مہ رخ نے کہا: "ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اگر یہ مرضی ہے تو بسم اللہ طبل جنگ کا حکم دیجئے۔" اسد نے ساحران لشکر اور سپہ سالاران فوج سے ارشاد کیا کہ ہمارے لشکر میں بھی بفضل ایزدی طبل جنگ بجے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ ڈنکے پر چوٹ پڑی فوج جان دینے پر اڑی۔ اس اثنا میں نور ریز نے چرخ سے خطوط شعاعی کے پرچم کو لپیٹ کر

راہ گریز اختیار کی اور آمد زنگ بار کی ہوئی۔

جادوں نے اسباب جنگ کو درست کرنا شروع کیا۔ ہر ایک آمادہ مرگ ہوا۔ مہ رخ شکیل نے چارسو زبردست ساحر بلا کر ہوم کیا' یعنی پڑھتے ہوئے آگ میں گھی ڈالنے کی رسم ادا کی۔ انگار کے گرد ڈھرو بجنے لگے۔ موم کے اژدہے بنا کر آگ میں ڈالے۔ ان سے وعدہ لیا کہ جب تمہیں بلائیں' حاضر ہونا۔ لشکر کے ساحر اپنا اپنا سحر جگاتے تھے بھینٹ میں بھجنگ اور چیلیں چڑھاتے تھے۔ مرچیں جلتی تھیں۔ گوگل سلگاتے تھے۔ ہر جگہ جھنکے ہوتے تھے۔ ادھر اسد نے اپنی فوج کو حکم آمادگی دیا۔ جو لوگ سحر نہیں جانتے ہیں۔ انہوں نے تلوار اور خنجر کو صیقل کرنا شروع کیا۔ غرضیکہ چار پہر رات دونوں لشکروں میں تیاری رہی۔ گشت چکر لگا کیا۔ جنگی باجے بجتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح ہوئی۔

صبح کو اسد دلاور نماز فجر سے فراغت کے بعد' مسلح و مکمل ہو کر مہ جبیں کے در دولت پر حاضر ہوا۔ مہ رخ اور شکیل نے اپنا لشکر افسران فوج کے ہمراہ جوق جوق اور طبق طبق میدان جنگ کی طرف روانہ کیا اور خود جلوہ خانہ شہنشاہی میں آئے۔ مہ جبیں ایک تجمل و شوکت کے ساتھ برآمد ہوئی۔ ہر ایک کا مجرا سلام ہوا۔ ملکہ کا تخت دلارام نے بزور سحر اٹھایا اور تخت کے ساتھ تمام معززان لشکر دادگاہ کی طرف چلے۔ صدائے طرف بلند تھی۔ نقارے بجتے تھے۔

یہ سب دشت قتال میں داخل ہوئے۔ ادھر فولاد رات بھر سحر کرنے میں مصروف تھا۔ صبح کو اپنے گینڈے پر سوار ہوا۔ بارہ ہزار ساحروں کو ہمراہ لیا۔ بارہ پتلے برہنہ تلواریں لئے' ساتھ لئے۔ تریاں پھونکنے لگے۔ گھنٹے اور ناقوس بجنے لگے۔ اس کا گینڈا طرارے بھرتا چلا۔ بڑے جوش و خروش سے لشکر حریف بھی میدان کارزار میں آیا۔ ساحروں نے ابر برسا کے سحر کی بجلیاں گرا کے میدان جنگی کو صاف کیا۔ صف آراؤں نے صف ہائے کارزار کو ترتیب دیا نقیب نکل کر نقابت کرنے لگے۔

نام رستم کا مٹا دو آج ہے وہ معرکہ
پھول سونگھو ڈھال کا اور کھاؤ پھل تلوار کا

جب نقیب صدا دے کر کنارے ہوئے، فولاد نے گینڈا اٹھایا اور میدان کے سامنے آ کر، دست بستہ جنگ کی اجازت لی اور فولاد کے سامنے آیا۔ اس نے کہا: "لا ضرب کیا حربہ چلاتا ہے۔"

شکیل نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ فولاد کے گرد تاریکی ہو گئی اور اس اندھیرے میں کچھ پنجے پیدا ہوئے۔ نیزہ، تیر و شمشیر فولاد پر لگنے لگے۔ فولاد نے گینڈے کو بڑھا کر مشت خاک اٹھا کر سحر کر کے آسمان کی طرف اڑا دی۔ وہ تاریکی دور ہوئی اور پنجوں کی ہستی مٹا دی۔ ایک گولہ جادو پڑھ کر مارا کہ شکیل کے گرد دھواں ہو گیا۔ اس کی بو سے شکیل بیہوش ہو کر گرا۔ فولاد نے پتلے سے کہا: "جا کر اٹھا لا" پتلا گیا اور مشکیں باندھ کر لے آیا۔ یہ حال دیکھ کر مہ جبیں سے ساحر اجازت لے کر فوراً فوراً مقابلے کو نکلے، مگر جو بھی آیا۔ فولاد نے ناریل مارا کہ اس میں سے دھواں نکلا اور لڑنے والے کو بیہوش کر دیا۔ پتلا آیا اور باندھ کر لے گیا۔ یہاں تک کہ ملکہ مہ رخ مقابلے کو نکلی اور ایسا سحر کیا کہ چار طرف سے آندھی آئی۔ اور جو دھواں فولاد نے بزور سحر پیدا کیا تھا۔ اسے اس آندھی نے پراگندہ کر دیا۔ مہ رخ نے نارنج سحر زمین پر مارا کہ وہ پھٹا اور ایک اژدہا ہوا۔ شعلہ آتشیں منہ سے چھوڑ کر اس نے دم اوپر کو کھینچا، فولاد خود بخود کھنچتا ہوا اس کے منہ کی طرف چلا اور پکارا: "اے پتلو۔ بچاؤ۔ مجھے اس قحبہ مہ رخ نے بڑے غضب کا سحر کیا۔" پتلے اژدہے سے لپٹ گئے اور اسے چیر پھاڑ ڈالا۔ پھر ادھر سے مڑ کر مہ رخ سے لپٹ گئے۔ مہ رخ نے بہت سحر کیے اور پنجے سحر کے مارے، مگر پتلوں پر کچھ تاثیر نہ ہوئی۔

اس وقت مہ جبیں نے فوج کو حکم دیا کہ جا کر مہ رخ کو بچاؤ۔ فوج ہر طرف سے لینا لینا کہہ کر چلی۔ ساحر سحر کرنے لگے۔ بجلیاں چمکنے لگیں۔ صدائیں مہیب پیدا ہو گئیں۔

یہ ماجرا دیکھ کر فولاد نے چار ناریل میدان جنگ کے چاروں کونوں پر مارے کہ وہ ناریل زمین میں غرق ہو گئے اور زمین سے آگ کے شعلے نکل کر ایسے بلند ہوئے کہ مہ جبین لشکر کے چاروں طرف آگ کی دیوار ہو گئی اور اس آگ سے دھواں نکل کر لشکر پر سرپوش کی طرح ڈھک گیا۔ اب ہر طرف دیواریں ہیں اور اوپر دھواں ہے' جو ساحر نکلنے کا قصد کرتا ہے۔ دیوار سے آگ بڑھ کر اسے جلا دیتی ہے جو اڑ کر جاتا ہے' دھواں بیہوش کر دیتا ہے۔ فوج تو اس آفت میں پھنسی۔ مگر مہ رخ کو جو چیلے لپٹ گئے ہیں ہرچند ملکہ نے چاہا کہ ان کے ساتھ سے بچوں' مگر رہائی نہ ہوئی اور چیلے باندھ کر فولاد کے سامنے لائے۔ فولاد نے سحر کی ہتھکڑیاں' بیڑیاں آگ کی قلیل اور مہ رخ کو پہنا کر اسباب پر بٹھلایا اور اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ اسی وقت خیمہ ڈیرہ اکھڑا۔ کوس سفر پر چوب پڑی۔ لشکر نے کوچ کیا۔ عمرو' ضرغام اور جانسوز' جن کو چیلے گرفتار کیا تھا' ان کو بھی قیدی بنا کر ہمراہ لیا اور سحر پڑھا۔ دستک دی کہ وہ آگ کا حصار جو مہ جبیں کے لشکر کے گردا گرد تھا ازخود رواں ہوا۔

اسد اور دلآرام اور ساری فوج نے آگ کا حصار اپنی طرف آتے دیکھا تو لاچار خود بھی روانگی اختیار کی۔ اس لئے کہ اگر ٹھہریں تو آگ کی دیواریں جلا دیں۔ لشکر نالاں و گریاں' فریاد کرتے تھے یا مستغیث پکارتے تھے۔ فولاد ان کے حال پر قہقہے لگاتا اور اپنی فوج کے سرداروں کو اولوالعزمی دکھاتا ہوا روانہ ہوا۔ اس عجیب و غریب حال کو دور سے قران اور برق نے دیکھا' کیونکہ یہی گرفتار ہونے سے باقی ہیں اور فوج کے سب عیار و سردار حتیٰ کہ لشکر کے کتے تک حصار کے اندر مقید ہیں۔ برق یہ کیفیت دیکھ کر رونے لگا۔ قران نے کہا: "خلیفہ میں جاتا ہوں اور اس حرامزادے فولاد کو مارے خنجر کے' ٹکڑے کئے ڈالتا ہوں اور یا اپنی جان دیتا ہوں۔"

قران نے کہا: اے بھائی! بھلا تمہارے جانے سے کیا مطلب نکلے گا۔ اس ساحر پر کوئی حربہ کارگر ہوتا ہے نہ بیہوشی تاثیر کرتی ہے پھر عیاری اس پر کیا ہو سکے۔ خدا کو یاد کرو اس کے ساتھ چلو۔ جہاں کہیں منزل پر یہ ٹھہرے' وہاں کچھ فکر کریں۔"

الغرض قران اور برق اس لشکر کے ساتھ ساتھ الگ الگ خفیہ طور پر چلے' لیکن افراسیاب نے گنبد نور پر کتاب سامری دیکھی کہ فولاد پر دیکھوں' کیا گزری۔ کتاب میں معلوم ہوا کہ فولاد سب کو حصار آتش میں گرفتار کئے لاتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی اس نے اپنے تاج کو نخوت تکبر سے کج کیا اور کہا: "اے حیرت! تم نے دیکھا بغاوت کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ کس حال زار سے سب قید ہوئے۔"

حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ' سب نمک حراموں کو دار پر کھینچئے۔"

افراسیاب نے چند ساحروں کو حکم دیا کہ فولاد کے لئے خلعت گراں بہا لے جاؤ اور ایک نامہ لکھا' مضمون یہ تھا۔

"اے میرے سپہ سالار۔

کیا کہنا۔ مرحبا۔ تم نے کتنی جلدی اس جنگ کا خاتمہ کیا۔ ہم نے یہ خلعت تمہیں روانہ کی ہے۔ اس کے علاوہ بھی خسروانہ انعام و اکرام کے امیدوار ہو۔ عنایت شاہانہ دم بدم تمہارے حال پر افزوں ہو گی۔ ان قیدیوں کو لے باغ عشرت میں پہنچو جو شہر ڈفرابیہ کے قریب ہے اور دریائے خون رواں کے اس پار طلسم ظاہر میں واقع ہے۔ ہم بھی وہیں آتے ہیں۔ سب کو سزا دیں گے۔ کیا ضرور ہے کہ دریا کے اس طرف سب قیدیوں کو لاؤ اور بے فائدہ زحمت اٹھاؤ۔"

ساحروں کو یہ نامہ دے کر مع خلعت فاخرہ روانہ کیا۔ ساحر فولاد کے پاس آئے۔ نامہ دیا۔ خلعت پہنایا فولاد بہت خوش ہوا اور ساحروں کو رخصت کر کے' گنبد نور کی راہ چھوڑ کر باغ عشرت کی طرف چلا۔ ادھر سے افراسیاب ملکہ حیرت اور ساحران نامی گرامی کو لے کر بحشم و خدم باغ عشرت میں داخل ہوا۔ باغ کے سامنے جو میدان اور صحرا واقع ہوا تھا۔ اس میں خیمے استادہ کرائے۔ جلادوں کو طلب کیا۔ کئی ہزار جلاد تیغے باندھے حاضر ہوئے۔ انسان کی ناک و کان کٹے کا ہار پہنے' لنگ باندھے ' صافی کاندھے پر ڈالے' جس سے خون ناحق کی جھلک پیدا تھی۔ آتے ہی پکارے: "کس کا پیمانہ عمر لبریز ہوا ہے۔ شہنشاہ کو کون سے گنہگاروں کو قتل کرانا منظور ہے۔

افراسیاب کا حکم ہوا: "تم سب تیار رہو، گنہگار آتے ہیں۔ کل یا پرسوں میرا سپہ سالار لے کر حاضر ہو گا۔ جلادوں نے پھانسی کے نیچے بستر لگائے اور حکم شاہ سے انعام پانے کے امیدوار ہوئے۔ افراسیاب باغ کے اندر صحبت آرا ہوا۔ ناچ گانا ہونے لگا۔ بین اور چنگ و رباب بجنے لگے۔ درخت بادلے سے منڈھے گئے۔ نہریں چھلکائی گئیں۔ فوارے چھوٹنے لگے۔ یہاں تو یہ سامان عشرت ہے، مگر فولاد قیدیوں کو لے کر دوران سفر کہیں نہ ٹھہرا یہاں تک کہ شہر نافرمانیہ کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ حصار شہر سونے کا ہے۔ شہر پناہ کے دروازے پر قلعہ بنا ہوا ہے۔ ہزار ساحر مختلف صورتیں بنائے اترے ہیں۔ لکڑ سلگتے ہیں۔ ہوم کر رہے ہیں۔ قلعے کے کوسوں تک پھول ہی پھول کھلے ہیں۔ اس قلعہ کی ملکہ نافرمان جادو ہے جو افراسیاب کی طرف سے مقرر ہے وہ ساحر زبردست اور معزز ہے۔ حسن و جمال بھی رکھتی ہے۔ ملک و مال بھی رکھتی ہے۔ اسے طائران سحر نے خبر پہنچائی کہ فولاد بیہوشی خوار جادو سپہ سالار شاہ طلسم، گنہگاران شاہ کو لئے آپ کی سرحد میں داخل ہوا ہے۔ باغ عشرت کی طرف جاتا ہے۔ نافرمان یہ خبر سن کر تخت سے اٹھی اور طاؤس پر سوار ہو کر مع تحفہ و تحائف ملاقات کے لئے چلی جب قلعے سے باہر آئی، کوسوں تک حصار آتش دیکھا اور حصار کے اندر قیدیوں کے رونے کی صدا سنی۔ فولاد کو بادہ پیموں اور فوج سمیت ایک طرف جاتے پایا۔ طاؤس آگے بڑھا کر پکاری: "اے بہادر زبردست کیا کہنا، واہ وا ذرا ٹھہرو۔" فولاد اسے دیکھ کر ٹھہرا۔ فوج بھی رکی۔ سحر کی کہ حصار بھی ٹھہرا۔ نافرمان قریب پہنچی اور کہا: "میرے قلعے میں تشریف لے چلئے۔ آتش کا ایک چچہ تیار کروں۔ نوش فرما لیجئے تو جائیے۔"

فولاد نے بھی سوچا کہ دور سے چلا آتا ہوں، کہیں ٹھہرا نہیں۔ آج یہ جگہ آسائش اور حفاظت کی ہے۔ ٹھہر جاؤ یہ خیال کر کے کہا: "مجھے جانا ضرور ہے۔ گنہگار ساتھ ہیں، مگر آپ کے فرمانے سے مجبور ہوں۔ اچھا تشریف لے چلئے میں حاضر ہوتا ہوں۔"

نافرمان پکا وعدہ لے کر پھری اور شہر میں آ کر آرائش کا حکم دیا۔ تمام شہر آئینہ بند

ہوا دکانیں آراستہ ہو گئیں۔ دکاندار پر زر نفیس پوشاکیں پہن کر بیٹھے۔ نافرمان نے پر بہار باغ مع عمارت دلکشا خالی کرایا فرش شاہانہ بچھوایا۔ سامان دعوت مہیا کیا۔ جب درستی ہو چکی' ارکان دولت و اعیان سلطنت کو ہمراہ لے کر فولاد کے استقبال کے لئے قلعے سے باہر آئی۔ فولاد قلعے سے باہر' قیدیوں کے حصار کے گرد اپنی فوج کو اتار کر بارہ چالوں اور سرداروں کو ہمراہ لے کر شہر کی طرف چلا تھا کہ راہ میں ملکہ نافرمان ملی اس کے ساتھ شہر کے اندر داخل ہوا۔ دیکھا کہ ملک نہایت آباد ہے' رعیت دلشاد ہے۔

سب رعیت تھی بہار دو سالہ
ہر جواں غیرت گل لالہ

کیا عمارات' شہر کا ہو بیاں
چشم بد دور نور کے تھے مکاں

جو مکاں تھا بلند ایسا تھا
صاف آتی تھی قدسیوں کی صدا

تھا جو بازار اس میں چوک کا
چار رکن جہاں سے بڑھ کر تھا

قصر فردوس' چوک کے کمرے
جھمکھڑے ان میں لالہ رویوں کے

قصر لیلی سے ہر مکاں بڑھ کر
چشم مجنوں ہر ایک روزن در

دونوں جانب وہ نور کا بازار
بیچ میں اس کے ایک سڑک ہموار

تھی ریاض جناں ہر ایک دکان
در نہایت تھے ان کے عالی شان

خوبصورت تھا وہ خم محراب

کہئے قوس قزح کا اس کو جواب
تھے دکاندار خوبرو سارے
فلک حسن کے وہ تھے تارے
بیچتے تھے وہ جنس حسن ادا
ماہ ہوتا تھا، مشتری ان کا

فولاد تماشائے شہر دیکھتا، دفرمان کے ہمراہ اس جگہ پہنچا کہ جہاں باغ اس کے لئے خالی کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ، جو شہر ایسا آراستہ ہو، وہاں کے باغ کا کیا کہنا۔ کیا جوڑی دروازے کی، ہاتھی دانت کی، خوبصورت ترشی ہوئی تھی۔ سر دروازہ پر کلس سونے کے چڑھے۔ ان پر یاقوت کی صورت کلس بنا کر لگائی تھی کہ سورج کو شرماتی تھی۔ طاؤس جواہر کے زمردیں بال کلس پر چڑھے تھے۔ چونچ میں موتیوں کے مالے تھے۔ باغ کی چار دیواری برنجی تھی۔ طلائی احمر کا صیقل کیا ہوا تھا۔ جواہر موقع اور مناسب جگہ پر جڑا تھا۔ فولاد باغ کے اندر آیا، اسے نہایت سرسبز پایا۔ چمن بندی معقول طور سے کی تھی۔ روشیں درست اور نہریں لطیف تھیں۔ درختوں پر یاقوت احمر کی سرخی کی تھی۔ جگہ جگہ درختوں پر مہندی کی ٹٹیاں اور انگور کی بیلیں آراستہ۔ نہر کا پانی ہر خیاباں میں رواں، ہر چشمہ مصفا، ہر شجر پر طائروں کا ہجوم، آمد بہار کی دھوم بلبل کا شور قمری نغمہ زن، جوش بہار، ہر سمت رنگا رنگ پھول۔ سچ تو یہ ہے:

سبز سبزے سے ہر روش چڑی
لعل و یاقوت کی کٹی سرخی
روشوں پہ ستارے چھڑکے تھے
ذرات کی طرح وہ چمکتے تھے
جو شجر تھا، پھلا تھا، پھیلا تھا
رشک جنت جو کہئے تو ہے بجا

تھے جواہر کے جس جگہ اشجار
لائق دید تھی وہاں کی بہار
صحن گلشن تھا آسماں کا جواب
پھول سب غیرت گل مہتاب
چہچہے بلبلوں کے تھے ہر سو
قمریوں کی وہ سرو پہ کو کو
کہیں کوئل شجر پہ کوکتی تھی
کہہ رہا تھا پپیہا پی پی پی

ایک بارہ دری سراسر خوبی سے بھری چمنستان کے بیچ میں بنی تھی۔ فرش طلا کا اور مسند شاہانہ سے آراستہ تھی۔ اسباب عیش و راحت مہیا تھا۔ شیشہ آلات سجا تھا۔ فولاد وہاں آ کر مسند پر بیٹھا۔ بادہ چلے اور سردار گرد و پیش با ادب تمام بیٹھے۔ ملکہ نافرمان نے حکم دیا۔ ناچ ہونے لگا۔ ساقی جواہر آگیں پیالوں میں پرتگالی شراب ارغوانی دینے لگے۔ ہر ایک بادہ پرست مست ہو کر ساقی سے کہتا تھا۔

میں کب سے تھا تیرا اشتیاقی ساقی
مدت میں ہوا ہے تو ملاقی ساقی
جاوے نہ یہ دور، جلد بھر دے مجھ کو
شیشے میں جو کچھ رہی ہو باقی ساقی

نافرمان ہر سمت انتظام کرتی پھرتی تھی۔ اہل انجمن کو ضروری اشیاء پہنچاتی تھی۔ چاندنی رات کا عالم، باد نسیم کا فرفر چلنا۔ خوش گلوؤں کی آواز کا سناٹا۔ خلاصہ کلام یہاں تو یہ سب جا۔ ہے دھوم دھام ہے۔ خلعت کا اژدہام ہے۔ اہل محفل مصروف وجد و

سماع ہیں۔ ہر تان پہ مدتیں کھڑے ہوتے ہیں۔

مگر حال قران اور برق کا سنئے کہ فولاد کے لشکر کے ہمراہ تاڑ و تکاں' رہائی کی فکر کرتے چلے جاتے تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ فولاد کا لشکر ٹھہرا۔ ساحروں کی طرح صورتیں بنا کر لشکر میں داخل ہوئے۔ نافرمان کا آنا دعوت کا کرنا' سب حال دریافت کر کے یہ بھی فولاد کے ساتھ ساتھ شہر نافرمانیہ تک آئے۔ فولاد تو جا کر باغ میں مصروف عیش و نشاط ہوا' لیکن دونوں عیار شہر پناہ کے دروازے پر ٹھہرے۔ قران نے برق سے کہا: "تم مزدور کی صورت بناؤ۔" اس نے فوراً دھوتی باندھ' ننگے سر ننگے پاؤں انڈوا سر پر رکھ کر خود کو مزدور بنایا۔ قران نے اپنی شکل باورچی کی بنائی میلے کچیلے کپڑے پہنے' جس میں ہلدی اور گھی کے دھبے تھے۔ کمر میں ترکاریاں چھیلنے کی چھریاں رکھیں اور گھی اور مصالحہ چھاننے کی صافی کندھے پر ڈال کر فولاد کے لشکر میں آیا۔ کئی من ترکاری' آلو اور اروی وغیرہ خرید کر ٹوکرا برق کے سر پر رکھا کر شہر کی طرف چلا اور شہر پناہ کے دروازے پر پہنچا۔ چاہا کہ علاقے میں داخل ہوں۔ حاجب اور دربان مانع ہوئے کہ بغیر حکم کے' ہم نہ جانے دیں گے۔"

قران نے کہا: "ہم سرکاری باورچی ہیں' ملکہ نافرمان کے حسب الحکم لشکر فولاد سے ترکاری لئے جاتے ہیں۔" دربانوں نے کہا: "ذرا ٹھہرو! ہم تمہارے لئے اجازت منگا لیں۔"

قران نے کہا: "اگر دعوت میں کھانا دیر میں تیار ہوا' تو ہم ذمہ دار نہیں' جواب تم دے لینا۔ اچھا ہم واپس چلتے ہیں اور یہ ترکاری سرکار نے منگوائی تھی' تم ہی پہنچا دینا۔" یہ کہہ کر ترکاری کا ٹوکرا انڈیل دیا اور آگے کا راستہ لیا۔ دربانوں نے یہ دیکھ کر آپس میں کہا: "ایسا نہ ہو کہ کھانا پکنے میں دیر ہو۔ خاصے کا وقت ٹل جائے۔ فولاد بھوکا رہے۔ باورچی سے پرسش ہو۔ وہ کہے دربان نے مجھے آنے نہ دیا' تو ایسی آفت آئے گی کہ نوکری جانا کیا' جان بھی جائے گی۔ اس باورچی کو جانے نہ دو۔ یہ سوچ کر پکارے: "میاں صاحب' اجی باورچی صاحب' جائیے آپ کو کوئی نہیں روکتا۔"

قران نے کہا: "اب کچھ ضرور نہیں۔ ہم نہیں جاتے۔ یہ کہہ کر آگے چلا۔ سپاہی دوڑے اور آ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ کہا "خفا نہ ہوئیے' جائیے۔"

قران نے کہا: "میں اب جا کے کیا بتاؤں۔ تمہاری جھنجھٹ میں اتنی دیر ہوئی۔ اب تم خود گفتگو کر لینا۔ میں نہ جاؤں گا۔" سپاہی منتیں کرنے لگے۔ قران نے انکار کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جتنے سپاہی تھے۔ سب نے اپنے پاس کچھ روپے جمع کر کے دیئے کہ باورچی صاحب! اس کی مٹھائی کھائیے گا اور خفا نہ ہو جائیے۔ ہم بھی حکم کے تابعدار ہیں آپ شوق سے جائیے۔ ہم نے پہچانا نہ تھا۔

قران نے وہ روپے لئے اور ٹوکرے میں ترکاری بھر کر برق کے سر پر رکھا اور شہر کے اندر آیا۔ بازار میں دیکھا ہر قسم کی اشیاء آراستہ ہیں۔ شہر کے وضیع و شریف خرید و فروخت میں مصروف ہیں۔ قران نے بازار میں آ کر ایک کنجڑے سے کہا: "یہ ترکاری ہمیں باورچی خانے سے ملی ہے۔ اس لئے کہ جو بچ رہتی ہے وہ ہم لوگوں کا حق ہے۔ غرض ہم اسے بیچتے ہیں۔ تم اپنا نفع رکھ کر لے لو۔"

کنجڑے نے ان سے کہا: چھوکا یونہی دو روپے دیتے ہیں۔"

قران نے قیمت لے لی اور آگے بڑھ کر دونوں خدمت گار کی صورت بنے' اس باغ میں پہنچے کہ جہاں فولاد کی دعوت ہے۔ باغ اور عمارت کو نہایت دلچسپ پایا۔ سامنے مسند پر فولاد کو جلوہ گر دیکھا کہ کسی سمت سے خانہ سجا تھا۔ کہیں آبدار خانہ' اسباب نشاط کے بستر کسی چمن میں حسینوں کے جمگھٹے تھے۔ فولاد رقص و سرود کی کیفیت دیکھنے میں مصروف تھا کہ برق نے قران سے کہا: "کسی طرح اس کو ہلاک کرو۔ یہ رات گزرنے نہ دو۔ اگر صبح ہو گئی تو مہ رخ کا لشکر ہلاک ہو جائے گا کیونکہ فولاد یہاں سے جو چلے گا' افراسیاب کے پاس پہنچے گا۔ پھر وہاں کچھ نہ ہو سکے گا۔"

برق نے کہا: "اے خلیفہ! میری عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ کیا کروں۔ اگر عیاری کر کے اس کے پاس بھی پہنچوں تو کیا کروں گا۔ نہ یہ بیہوش ہو گا نہ یہ مارا جائے گا۔"

قران نے کہا: دیکھو یہ جو فولاد کے پہلو میں ساحر بیٹھا ہے۔ اس کی صورت بخوبی غور کر

لو اور اس کی صورت بن کر ملکہ نافرمان کو پکڑ لو اور اس کی شکل ہو' تو میں ایک تدبیر کروں۔"

برق نے کہا: "بہت خوب!" اور ایک گوشہ باغ میں بیٹھ کر برق مرغ جادو کی صورت بنا۔ یہ فولاد کا مصاحب تھا۔ قران نے ایک فانوس روشن کر لی۔ اب آگے آگے قران روشنی دکھاتا ہوا اور پیچھے برق دونوں باغ سے باہر نکلے۔ دارلعمارت شاہی کے پاس آ کر دریافت کیا۔ "ملکہ نافرمان کہاں ہیں؟" ملازموں نے کہا: "دولت سرا میں دعوت کے انتظام میں مصروف ہیں۔"

انھوں نے کہا: "جا کر عرض کر دو کہ ایک صاحب فولاد کے پاس سے آئے ہیں۔" ملازموں نے جا کر ان کے آنے کی اطلاع کی۔ نافرمان اسی وقت باہر نکل آئی۔ دیکھا مرغ جادو ہے کہا: "آپ کیوں باغ سے تشریف لائے۔ مجھے بلا لیا ہوتا۔"

مرغ نے کہا: "آپ ذرا تکلیف فرما کر تنہا میرے ساتھ چلیے۔ فولاد نے جس کام کو کہا ہے' اسے میں اور آپ انجام دیں۔"

نافرمان نے کہا: "اچھا چلیے۔" غرض سب ملازموں کو چھوڑ کر تنہا مرغ کے ساتھ ہوئی۔ یہاں تک کہ برق اس کو لئے ہوئے ایسی جگہ لایا کہ جہاں راستہ نہ تھا اور کوئی ادھر نہ آتا تھا۔ گوشہ تنہائی تھا۔ برابر تو چلا ہی آتا تھا ایک حباب بیہوشی مارا کہ نافرمان کے منہ پر وہ پڑا۔ بیہوشی اس میں سے اڑی۔ یہ بیہوش ہو گئی۔ اس کو برق نے اور زیادہ بیہوش کر کے' زبان اس کی سوزن سے چھید دی' تاکہ شاید ہوشیار ہو جائے۔ سحر نہ کر سکے اور کپڑے اس کے اتار لئے۔ قران نے اٹھا کر ایک درخت کے اوپر چڑھ کر ایک مقام پر باندھ دیا اور پتوں میں چھپا دیا۔ برق ملکہ نافرمان کی صورت بنا۔ قران نے کہا: اے برق تم جا کر باغ کے دروازے پر ٹھہرو' میں بھی آتا ہوں۔"

غرض برق یہاں سے روانہ ہوا اور ملکہ نافرمان کی صورت بنا ہوا باغ کے دروازے پر آیا' جتنے ملازم اور ارکان سلطنت تھے اپنا مالک سمجھ کر حاضر ہوئے اور دست بستہ سامنے کھڑے تھے کہ اس اثنا میں ایک شخص میلے کپڑے پہنے کچھ پھلجڑیاں اور مہتابیں ہاتھ میں لئے حاضر ہوا اور اور نافرمان کو سلام کیا۔ اس نے پہچانا کہ قران ہے اور وضع

قطع آتش باز کی بنائی ہے۔ برق سمجھا کہ اس سے آتشبازی کی نسبت کچھ پوچھوں، تو معلوم ہو کہ خلیفہ نے کیا عیاری سوچی ہے۔ یہ سوچ کر کہا: "اے آتش باز، کتنے وزن تیرے پاس تیار ہیں اور کتنے اس وقت تیار کر سکتا ہے۔" قران نے کہا: "حضور آتشبازی تیار کر سکتا ہوں۔"

برق نے کہا: "اچھا کیا لے گا؟"

اس نے کہا: "ایک لاکھ روپیہ۔"

برق نے کہا: "اتنا روپیہ بہت ہے۔"

آتش باز نے کہا: "آپ روپیہ نہ دیجئے بارود دلوا دیجئے، جتنی صرف ہو گی، آپ کے سامنے ہو گی۔ میں گھر نہ لے جاؤں گا۔ مزدوری میری دلوا دیجئے گا۔"

برق نے پوچھا: "کتنی بارود چاہیے۔"

آتش باز نے کہا: پچیس کپے۔"

برق نے کپتان کو طلب کر کے حکم دیا کہ پچیس کپے بارود کے حاضر کرے۔ اسی وقت بارود کے چھکڑے لدے ہوئے آئے۔ آتش باز نے کہا: "باغ کی پشت پر یہ بارود رکھوا دیجئے اور ایک قنات گھروا دیجئے کہ میں اکیلا آتش بازی بناؤں گا۔ ایسا نسخہ بھی کسی کو یاد نہ ہو گا کہ اکیلے اتنی بارود دم بھر میں صرف کر کے اور آتش بازی بنائے۔"

آتش باز کا یہ کلام سن کر ملکہ نافرمان یعنی برق سمجھ گیا کہ خلیفہ یقیناً فولاد کو جلا دیں گے۔ پس ان کی درخواست کے مطابق قنات باغ کی پشت پر دور تک لگوا دی اور بارود رکھوا دی۔ سب کو منع کر دیا کہ کوئی ادھر نہ جائے آتش باز یعنی قران نے وہاں آ کر خنجر کی جوڑی لے کر باغ کے نیچے نیچے اس بارود ہی تک سرنگ کھدوا دی جہاں فولاد اپنے بادہ مجلسوں اور سرداروں کے ہمراہ بیٹھا ناچ دیکھ رہا تھا۔ از بسکہ جواں زبردست، قوم کا حبشی ہے اور نقب کردہ ہے۔ ایک پہر کے عرصے میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پورے باغ میں نقب لگا کر، اپنے چادرے کے دو قطعے لپیٹ کر بنائے۔ بارود سب نقب میں بچھائی۔ پچیسوں کپے ڈال دیئے فلیتے واہی نقب میں سے لگا

کے قنات سے باہر نکلا۔ برق باغ کے دروازے پر کرسی بچھائے انتظار میں بیٹھا تھا کہ دیکھوں، خلیفہ کیا کرتے ہیں۔ اس وقت آتش باز نے آ کر کہا: "حضور آتشبازی تیار ہے۔ ذرا میرے ساتھ آیئے تو میں اپنی استادی آپ کو لے چل کر دکھاؤں، مگر کسی کو ساتھ نہ لایئے۔"

برق نے ملازموں اور ارکان سلطنت وغیرہ سے کہا: "ٹھہرو ہم بلا لیں گے۔" اور آپ آتش باز کے ہمراہ باغ کی پشت پر آیا۔ قران نے کہا: "اے برق میں نے نقب لگائی ہے۔ تم جاؤ اور درخت پر سے جو ملکہ نافرمان بندھی ہے، اسے کھول کر ہوشیار کرو۔ میں نقب میں آگ دیتا ہوں۔ یہ طبقہ اڑ کر فلک کی طرف جائے گا۔ ذرا نافرمان بھی چشم خود فولاد کا خانہ خراب دیکھے اور حسرت کے آنسو بہائے کیونکہ زبان اس کی سوزن سے چھیدی ہے کچھ کر نہ سکے گی۔ مجبوری سے سب کچھ دیکھے گی۔"

برق حسب ارشاد گرم رفتار ہوا اور درخت پر جا کر چڑھا۔ نافرمان کو کھولا۔ ہوشیار کیا۔ آنکھ جو کھلی، خود کو ایک عذاب الیم میں بالائے شجر گرفتار پایا۔ اس عرصے میں قران نے نقب کے فتیلوں میں آگ لگائی اور بھاگ کر دور نکل گیا۔ فتیلے سلگتے ہوئے جب سرنگ میں پہنچے، عیاذاً باللہ، وہ صدائے مہیب پیدا ہوئی کہ معلوم ہوا، فلک پھٹ پڑا۔ بارود دبی جس میں فولاد کے پتلے اور سردار سر ہیٹ کے اڑ کر آسمان کی طرف گئے پورے عالم میں تاریکی چھا گئی۔ بارود اور پتھر اور مکان پورے قلعے میں برسنے لگے۔ صدمہ آواز سے شہر کے مکانات کی کنڈیاں کھل گئی۔ رعایا بھاگی۔ حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہوئے۔ ایک ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ ملکہ نافرمان کے جتنے ملازم تھے۔ سب باغ کی طرف دوڑے کہ یہ کیا آفت آئی۔ خلقت بھاگی کہ یکایک صدائیں پیدا ہوئیں۔ بیرون نے ساحروں کے مرنے کا غل مچایا۔ آگ اور پتھر برسنے لگے۔ قران نے ایسے وقت قیامت میں چند حقے قابو میں لا کر، داغ کر شہر کے مکانات پر پھینکے کہ جا بجا شہر میں آگ لگی۔ بہت آدمی جل گئے۔ جب تک اسے بجھائیں، تب تک کئی اور مکانوں میں قران

نے آگ لگا دی۔ تمام شہر میں یا جمشید و یا سامری کا غل ہوا۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے۔ سارا شہر حصار پناہ کے باہر نکل گیا۔

ادھر کا حال سنیے کہ فولاد کے مرنے سے وہ حصار آتش مہ جبیں اور اسد کے لشکر پر سے دور ہوا اور مہ رخ اور شکیل اور عمرو، ضرغام اور جانسوز، یہ جو فولاد کی قید میں زنجیر میں بندھے تھے چھوٹ گئے۔ عمرو نے سرنگ اڑانے کی خوفناک آواز سن کر کہا: "اے ملکہ مہ رخ! وہ مارا۔"

مہ رخ نے کہا: "خواجہ کیا کہتے ہو۔"

عمرو نے کہا: "ہم سچ کہتے ہیں۔ یہ صدا جو آئی تھی، فولاد کے مرنے کی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ قران یا برق نے اسے جہنم رسید کیا۔ زندان خانے سے باہر نکلو۔ دیکھو ہمارا لشکر بھی آ رہا ہو گا۔ فولاد کے بارہ ہزار ساحروں کو قتل کرنا چاہیے۔"

عمرو کے کہنے سے مہ رخ اور شکیل وغیرہ باہر نکلے اور نعرہ بلند کیا۔ سحر کر کے دستک دی۔ آندھی سیاہ اٹھی آسمان کی جانب سے تیر برسنے لگے۔ زندان خانے کے محافظ بھاگے۔

ادھر دلارام نے مہ جبیں سے کہا: "واری جاؤں، آپ کی ننھی جان ملکہ مہ رخ نعرہ کرتی ہیں۔ آپ کا لشکر جس طرح کمر باندھے لڑنے آیا تھا، اسی طرح حصار میں گرفتار ہوا تھا۔ اب وہ حصار نہیں ہے۔ آپ بھی لشکر فولاد پر جا گریئے۔"

مہ جبیں نے تخت آگے بڑھایا۔ پچاس ساٹھ ہزار ساحروں کو لے کر لشکر فولاد پر ٹوٹ پڑی۔ دونوں جانب سے ساحر نارنج، ترنج، سحر کے فولادی گولے، تیروں کے گچھے، سوئیوں اور مرچوں کے ہار سحر پڑھ پڑھ کر ایک دوسرے پر پھینکنے لگے۔ بجلیاں چمک کر گرنے لگیں۔ ترسول اور پنسوں چلنے لگے۔ ایک طرف سے اسد کا نعرہ بلند ہوا وہ گھوڑا اٹھا کر فوج سحر میں گھس گیا۔ دوسری جانب سے عمرو ملکہ کے ہمراہ لڑتا ہوا چلا اور نعرہ بلند کیا۔ خنجر مارتا پکارتا ہر طرف جاتا تھا۔ جب عمرو ٹلطک لگاتا تھا، دس دس کے پاؤں اڑاتا تھا۔ جب دست کرتا تھا، دس دس کے سر کٹتے تھے۔ جو مر کے گرتا تھا، جیب اس کی کاٹ لیتا تھا۔ غرض اسد وغیرہ سب نے جم کر، وہ ساکھے کی تلوار کی کہ فولاد

کے بارہ ہزار ساحروں میں سے ایک بھی زندہ نہ بچا۔ سب کو گھیر کر بہادروں نے تہ تیغ کیا اور یہاں سے اسی طرح لڑتے ہوئے قلعہ نافرمانیہ کی سمت چلے۔ اس عرصے میں وہ رات تمام ہوئی یعنی ستاروں کا خسرو شاہ نیمروز کے خنجر کینہ سوز سے شکست کھا کر بھاگا اور سلطان سیارگان نے قلعہ سپہر کو تسخیر کر کے اپنا عمل دخل ہر طرف بٹھایا۔ رعب و جلال دکھلایا۔

○○○

تختِ رواں

صبح کو حال معلوم ہوا کہ قلعہ نافرمانیہ کی رعایا اور فوج وغیرہ بھاگ کے باہر نکل آئی۔ مہ رخ اس بھاگی ہوئی فوج پر آ گری۔ وہ لشکر رات بھر کا خستہ و شکستہ تھا اور مالک ان کا موجود نہ تھا، وہ کیا لڑتا کوئی لمحہ بھر لڑائی اور شمشیر زنی ہوئی تھی کہ فوج بھاگی اور رعایا نے امان مانگی۔ مہ رخ نے امان کا نقارہ بجایا اور سب رعایا کو لے کر قلعے کے اندر داخل ہوئی۔

دریں اثنا برق کے پاس قران آیا اور کہا: "قلعہ فتح ہو گیا، نافرمان کو لے چلو مہ رخ کے پاس۔" غرض یہ دونوں نافرمان کو بے ہوش کر کے، پشتارہ لگا کر روانہ ہوئے۔

مہ رخ شاہی دارالعمارات میں آ کر ملکہ مہ جبیں کو تخت پر بٹھا چکی تھی۔ شہر میں دہائی پھری کہ جو حاکم وقت کی اطاعت نہ کرے گا، سزا پائے گا۔ دارالامارت میں ناچ ہو رہا تھا۔ اکابرانِ شہر مہ جبیں کو نذریں گزار رہے تھے۔ قران اور برق وہاں پہنچے۔ نافرمان کا پشتارہ سامنے رکھ دیا۔ مہ رخ اٹھ کر دونوں سے لپٹ گئی اور کرسی زریں پر بٹھلایا۔ حال پوچھا۔ قران نے نقب دے کر اٹھا دینے کی کیفیت بیان کی۔ سامعانِ دربار جھومنے لگے۔ مہ جبیں نے بہت بھاری خلعت منگا کر، دونوں عیاروں کو عنایت کیا۔ دونوں نے وہ خلعت عمرو کو نذر دیا۔ عمرو نے خلعت لے کر زنبیل میں رکھا اور ایک رومال گاڑھے کا نکال کر بطور خلعت قران کے کندھے پر ڈالا۔

قران نے عرض کیا: "یہ ہے میرا فخر، کسی نے ایسا خلعت استاد سے کب پایا تھا؟"

برق نے کہا: "استادا میں بھی اس عیاری میں خلیفہ کے شریک تھا، مجھے بھی خلعت دیجیے۔"

عمرو نے کہا: "تو ابھی اس قابل نہیں۔ قران میرا جاں بخش ہے، تو ان کی برابری کیا کرے گا۔ یہ انہی کا مرتبہ ہے کہ ایسا خلعت میں نے دیا۔"

برق نے کہا: "اب دیکھیے، دھوم کی عیاری کروں گا کہ آپ سے خلعت لوں گا۔"

غرضیکہ نافرمان کو دارالامارت کے ستون سے باندھا اور دافع بیہوشی کا فتیلہ دے کر ہوشیار کیا۔ ایک بار پہلے بھی جب نافرمان ہوشیار ہوئی تھی تو اس نے نقب اڑتے اور شہر جلتے دیکھا تھا۔ اب جو آنکھ کھلی عجب سامان نظر آیا کہ تخت پر مہ جبیں جلوہ فرما ہے۔ دربار آراستہ ہے اسد دنگل پر بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر نافرمان نے آنکھیں بند کر لیں کہ شاید میں خواب پریشاں دیکھ رہی ہوں' مگر عمرو نے پکار کر کہا: "اے ملکہ نافرمان! یہ خواب نہیں ہے بیداری ہے' جس کی دعوت تم نے کی تھی' وہ سرنگ دے کر اڑا دیئے گئے۔ تمہارا ملک مہ جبیں کے ملازموں کے قبضے میں آیا۔ اطاعت کی صورت ہی میں تمہاری جاں بخشی ہو گی اور مخالفت کرنے سے قتل کی جاؤ گی۔ نافرمان زبردست ساحرہ اور نہایت عقیلہ ہے۔ سمجھی کہ طلسم پر ادبار آیا ہے۔ اسد بے شک طلسم کشا ہے۔

یہ خیال کر کے اشارے سے کہا: "میں اطاعت کرتی ہوں' مجھے چھوڑ دیجئے۔"

عمرو نے اٹھ کر اس کی زبان سے سوزن نکالی اور ستون سے کھول دیا۔ نافرمان نے آ کر ملکہ مہ جبیں کے شاہی تخت کو بوسہ دیا۔ ملکہ نے خلعت منگا کر دیا۔ سرفراز کیا اور کہا: "جب ہم طلسم فتح کریں گے تو اس ملک کے علاوہ اور ملک بھی تمہیں دیں گے۔"

یہ کہہ کر حکم دیا کہ منادی کرا دی جائے کہ جس افسر کو ملکہ نافرمان کا ساتھ دینا منظور ہو' وہ آ کر حاضر ہو۔"

حسب الحکم منادی ہوئی۔ بھاگی ہوئی فوج کوہ دشت سے لے کر حاضر ہوئی۔ سب نے سلام اطاعت کیا۔ ہر ایک نے قبول کر کے اپنا اپنا عہدہ بدستور لیا۔ پچیس ہزار ساحر جمع ہوئے۔ سب نے انعام و اکرام پایا۔

اس تسلط کے بعد عمرو نے کہا: "اے ملکہ اس قلعے میں نہ ٹھہرنا چاہیے۔ افراسیاب کی فوج آ کر گھیر لے گی۔ کچھ بنائے نہ بنے گی۔ یہاں سے اپنی قدیم جگہ پر چل کر ٹھہرو۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر کوئی زبردست آ کر گرفتار کرے گا' راہ میں کہیں ٹھہرے گا۔ عیار مارے گا' اور اگر یہاں سے آ کر پکڑ لے جائے گا تو بہت جلد افراسیاب

کے پاس پہنچے گا۔ کوئی تدبیر نہ بن پڑے گی۔"

مہ رخ نے عمرو کے مشورے کے مطابق اسی وقت کوچ کا نقارہ بجوایا۔ نافرمان نے کہا: "میں ساتھ چلتی ہوں' ورنہ افراسیاب زندہ نہ چھوڑے گا۔"

غرضیکہ لشکر میں کمر بندی ہوئی۔ عیار' سردار' نافرمان سب سحر کے طائروں اور سواریوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے اور جہاں فولاد سے مقابلہ ہوا تھا' اسی جگہ پشتہ رنگین حصار کے قریب آ کر لشکر اترا۔ بارگاہ نصب ہوئی۔ مہ جبیں آ کر تخت پر بیٹھی۔ ناچ ہونے لگا۔ مے خواری شروع ہوئی۔ قران جنگل میں چلا گیا۔ یہاں سب اطمینان سے ٹھہرے ہیں' مگر افراسیاب باغ عشرت میں مصروف عیش و نشاط تھا اور فولاد کے آنے کا انتظار کرتا تھا۔ پھانسیاں استادہ تھیں۔ جلاد حاضر تھے کہ دوسرے دن کچھ لوگ شہر نافرمانیہ سے بھاگے ہوئے' باغ عشرت کے قریب پہنچے اور داد بیداد کرنے لگے۔

افراسیاب نے حکم دیا کہ ان فریادیوں کو حاضر کریں۔ ساحر روبرو لائے۔ افراسیاب نے کیفیت پوچھی انہوں نے عرض کیا کہ اے شہنشاہ! قلعہ نافرمانیہ برباد ہوا اور فولاد کے ہلاک ہونے کی حقیقت جو کچھ گزری تھی' کماحقہ بیان کی۔ سنتے ہی افراسیاب نے زانوں پر ہاتھ مارا۔ ملکہ حیرت رونے لگی۔ افراسیاب نے دلداری کی اور کہا: "اے حیرت اگر میں چاہوں تو حجرہ ظلمت بلا کی ایک بلا کو حکم دوں' وہ مہ رخ کے سارے لشکر کو کھائے' مگر میں طرح دیتا ہوں کہ یہ لوگ میرے ملازم اور پرورش یافتہ ہیں' کیا انہیں یکایک قتل کروں۔ چاہتا ہوں کہ ایسی گوشمالی کروں کہ سرکشی چھوڑ دیں اور اسد وغیرہ کو گرفتار کر کے لائیں۔

ملکہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ اپنا کام خود ہی کیا جائے تو خوب ہوتا ہے۔ مجھے اجازت دیجئے۔ فوج طلسم میرے ساتھ کیجئے کہ جا کر لشکر حریف سے مقابلہ کروں اور سب کو گرفتار کر کے حضور میں لاؤں۔"

افراسیاب بولا: "حیرت! تم نے دیکھا کہ عیاروں نے فولاد کو کس طرح سرنگ دے کر اڑا دیا۔ پھر تمہیں کیونکر ایسے سرکشوں کے مقابلے میں بھیج دوں۔ اب میں بھی پولاد

ظلمات میں رہا کروں گی۔ طلسم ظاہر میں نہ آؤں گی۔"

ملکہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ! میں حکم احکام کس سے دریافت کروں گی؟"

افراسیاب نے جواب دیا: "تم خود پردہ ظلمات میں آنا اور اگر میں تمہارے پاس آؤں گا تو آئینہ سحر کر کے اندر رہوں گا اور تم دیکھو گی کہ میں بیٹھا باتیں کر رہا ہوں، مگر میں نہ ہوں گا، بلکہ میری صورت کا پتلا ہو گا۔ اور اب جو آتشہ ساحر مہ رخ کے لشکر کے مقابلے کو جائے، تو جہاں اپنا خیمہ نصب کرے، اس زمین کو بزور سحر پتھر کر دے کہ کوئی عیار سرنگ نہ لگا سکے اور بہت ہوشیاری سے لڑے۔"

جب افراسیاب یہ خوفناک باتیں کر رہا تھا، تو اس کا ایک چیلا ارژنگ جادو، جو فن سحر میں مہارت تمام رکھتا ہے۔ اس وقت سر پہ رومال جھل رہا تھا۔ یکایک سامنے آیا اور دست بستہ عرض کیا: "اے شہنشاہ! غلام کو آپ نے کس دن کے لئے پرورش کیا ہے۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ ان نمک حراموں کا جا کر خاتمہ کروں اور سب کو دم بھر میں گرفتار کر لاؤں۔ مجھے نہ کوئی سرنگ سے اٹھا سکے گا نہ کوئی عیار میرے پاس آ سکے گا۔"

افراسیاب نے پوچھا: "تجھے کونسا سحر یاد ہے؟"

اس نے عرض کیا: "جو شخص میرے پاس آئے گا، میں افسوں پڑھ کر پھونکوں گا، اگر وہ عیار ہو گا تو اس کی صورت بدل جائے گی۔ میں گرفتار کر لوں گا اور میرے خیمے کے گرد کوئی نہ زمین سے بھی نہ آ سکے گا۔"

افراسیاب نے کہا: "اچھا جاؤ اور بھی مہ رخ شہر نافرمانیہ کے حوالی میں ہو گی، گرفتار کر لاؤ اور عیاروں سے بہت ہوشیار رہنا۔"

ارژنگ اسی وقت باغ کے باہر آیا۔ نفیر سحر کو بجایا۔ ساحران ہی حاضر ہوئے۔ انہیں حکم دیا کہ دس ہزار ساحر تم میں سے میرے ساتھ چلیں اور لشکر حریف کا کام تمام کریں۔ ساحر یہ حکم سن کر تیار ہوئے اور شیر، اژدر و چیتے پر سوار ہو کر، اسباب ساحری لے کر ہمراہ چلے۔

ارژنگ جادو پوری شان و شوکت سے قطع منزل کرتا ہوا قلعہ نافرمانیہ کے قریب پہنچا۔ سارے شہر کو خراب و برباد دیکھا کہ عمارتیں جلی ہوئیں، فوج فراری، رعایا پریشان۔ ہر شخص بے سامان۔ اس نے اس جگہ قیام کیا اور ایک نامہ لکھا، جس کا مضمون یہ تھا۔

"بعد از تعریف خداوند جمشید و سامری و زمرد شاہ باختری! اے گروہ باغی آگاہ ہو کہ میں ارژنگ جادو ہوں، میرے سحر کی پناہ نہیں۔ کوئی بھی آج تک طلسم میں میرے منہ چڑھا نہیں۔ اور کوئی زبردست لڑ کر سرخرو ہوا نہیں۔ تمہارے نقش ہستی کو دم بھر میں مٹا دوں گا۔ سب کو گور میں سلا دوں گا۔"

نہ اپنے زور شوکت پہ ہو مغرور
سلیماں کے ہے آگے دیو بھی مور
نہیں ہے کام اژدر جائے آرام
کہ شیشے کا ہے خارے سے بد انجام
نہیں کچھ فائدہ اس شور و شر میں
مناسب آشتی ہے ہم دگر میں
وہ سر رکھتا ہے کہسار پہ فاش
سبوتاں عقل ماہر جائے خود باش
عداوت ہے بہت شاہوں سے ممنوع
در توبہ ہے وا اور عذر مسموع
شراب تند لشکر سے کہا نہ جوش
خمار اس کا پشیمانی ہے بے ہوش
اٹھا دے اپنی خاطر سے جو تو غدر
وہاں چاہے صف نعلیں یا صدر

اے مہ رخ! اگر اس خامے کو دیکھتے ہی یہاں آ کر حاضر نہ ہوئی تو روز بد دیکھے گی۔

نامہ تمام و السلام۔

یہ لکھ کر چتر کی کھلی سے ایک تصویر نکلی اور کہا: "اے تصویر سحر' یہ نامہ مہ رخ کے پاس لے جا۔"

اس تصویر نے نامہ اٹھا لیا اور زمین میں سما گئی۔

مہ رخ اپنی بارگاہ میں متمکن تھی۔ ناچ ہو رہا تھا۔ سامان عشرت مہیا تھا کہ تصویر زمین سے نکلی اور مہ رخ کی گود میں گری۔ نامہ دیا۔ جواب طلب کیا۔ مہ رخ نے جب نامہ پڑھا۔ بد حواس ہو گئی۔ عمرو نے اسے متفکر دیکھ کر پوچھا: "اے ملکہ خیر تو ہے؟"

مہ رخ نے کہا: "خواجہ ارژنگ' افراسیاب کا چیلہ' جسے شہنشاہ نے خود تعلیم کیا ہے اور بجائے اپنے فرزند کے پالا ہے' وہ لڑنے آیا ہے۔ اب سوائے مرگ کے چارہ نہیں۔ مقابلہ کرنے کا یارا نہیں۔"

عمرو نے کہا: "اے ملکہ! خدا کو یاد کر کے جواب نامہ تیار کراؤ۔ یہاں اب تک جو آیا' فرعون با سامان آیا' مگر ہر فرعونے را موسیٰ۔ دیکھا تم نے کیا عیاران نامدار نے کس طرح مار ڈالا کہ حسرت و آرزو بھی اس پر روتی تھی۔ چیل کووں نے لاش کھائی تھی۔ گور بھی بنائی تھی۔ غرض عمرو کے کہنے سے جواب نامہ یوں لکھا۔

لکھا نام خدا کا آغاز مکتوب
کہ بسم اللہ ہے ہر کلام میں خوب
پھر اس کے بعد توصیف رسالت
کہ یہ نقطہ ہے سرتاج عبادت
کیا پھر یہ جواب نامہ تحریر
میں تیری عدو ہوں مثل شمشیر
اسد خوش بخت ہے اور مرد جرار
جو اس فوج دلاور کا ہے سردار

نہ دیکھا تو نے کچھ نیرنگ ادبار
تصور کر ذرا تو اے گنہ گار
کہ شاہی ساحروں کو ایک دم میں
عمرو نے دی جگہ ملک عدم میں
کرے گا تجھ کو بھی گردوں پشیمان
کر استغفار تو اور ترک طغیان
ہمیں بھی تیری جاں بخشی ہے منظور
وگرنہ صلح کرنا دل سے رکھ دور

یہ جواب رقم فرما کر تصویر کے حوالے کیا۔ وہ لے کر زمین میں سما گئی۔ اور ارژنگ کے پاس پہنچی۔ اور وہ تحریر دی۔ اس نے پڑھ کر قصد کیا کہ کوچ کرے۔ ادھر مہ رخ نے حکم کیا کہ فوج تیاری کرے اور لڑنے چلے۔ اس وقت ملکہ فرمان نے کہا: "اے ملکہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہاں سے جاؤں اور ارژنگ سے کہوں کہ مہ رخ کے لشکر نے میرے ملک پر تسلط کر لیا تھا۔ عیاروں نے مجھے پکڑ لیا تھا۔ اور اس سبب سے مصلحت وقت سمجھ کر میں نے اطاعت کر لی تھی۔ فی الحال اے ارژنگ' آپ تشریف لائے ہیں میرے یہاں آ کر دعوت نوش فرمائیے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ ہو کر لشکر مہ رخ سے اپنی دیرینہ دشمنی نکالوں اور سب باغیوں کو قتل کر کے اپنا بدلہ لوں۔ بس وہ میرے یہاں دعوت پر آئے گا' کنیز اسے قتل کر ڈالے گی۔ یا گرفتار کرے گی۔"

مہ رخ نے کہا: "ایسا نہ ہو وہ تمہیں گرفتار کرے۔ کیونکر تمہیں تنہا جانے دوں اور مصیبت میں ڈالوں۔" اس اثنا میں برق نے کہا: "اے ملکہ! آپ فرمان کو مع فوج روانہ فرمائیے۔ ان کے نام و پیام میں وہ سب کے گھر میں جا کے قتل کر دوں گا۔ آپ ابھی لشکر کشی نہ کریں اور بے فائدہ زحمت نہ اٹھائیں۔

آخر میں مہ رخ نے نافرمان کو روانہ کیا اور مخفیہ طور پر شکیل کو پندرہ ہزار ساحر کی جمعیت سے بھیجا کہ تم ارژنگ کے لشکر کے قریب کمین گاہ میں جا کر ٹھہرو اور مناسب وقت کے منتظر رہو۔ یہ بھی روانہ ہوا۔ لشکر کے ساتھ برق، ضرغام اور جانسوز بھی چلے۔ لشکر حریف کے قریب پہنچ کر کمین گاہ میں بیٹھے۔

اب حال نافرمان کا سنئے کہ اپنے قلعہ میں آ کر ایک نامہ لجاجت سے ارژنگ جادو کو لکھا کہ: اے فرزند افراسیاب، یہ کنیز عجب مصیبت میں گھری تھی۔ مہ رخ کی اطاعت سے سراسر مجبور تھی۔ اس برے وقت میں کوئی حامی و مددگار نہ تھا۔ اگر اس کی مطیع نہ ہوتی تو کیا کرتی۔ زہے خوش نصیبی کہ حضور یہاں تشریف لائے۔ غریب خانے میں تشریف لایئے۔ مجھے سرفراز فرمایئے، میں اس قوم شریر سے ضرور بدلہ لوں گی اور آپ کے ہمراہ ہو کر لڑوں گی۔"

یہ تحریر ایک معزز ساحر لے کر ارژنگ کے پاس آیا اور نامہ دیا۔ اس نے پڑھا اور برائے امتحان کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک پتلا زمین سے پیدا ہوا۔ اس نے ایک کاغذ اسے دیا۔ وہ بھی پڑھا، لکھا تھا کہ یہ رقعہ نافرمان نے ازراہ فریب لکھا ہے۔ وہ صدق دل سے عمرو کی شریک ہے۔ اور تجھے قلعے میں بلا کر قتل کیا چاہتی ہے۔ خبردار اس کے فریب میں نہ آنا۔

اس نے وہ کاغذ تو پڑھ کر پتلے کو دیا کہ وہ لے کر زمین میں غرق ہوا اور نافرمان کے رقعے کا جواب لکھا کہ: "اے نمک حرام۔ میں تیری چال جانتا ہوں۔ ایسے فریب میں کب آتا ہوں۔ تو نے مجھے بھی کوئی ایسا ویسا ساحر سمجھا ہے۔ میں ارژنگ جادو ہوں۔ کوئی دم میں تجھے اور تیرے مددگار کو گرفتار کر کے عذاب الیم سے قتل کروں گا۔ تو اپنی خیر منا۔ میں پہلے مہ رخ کو جا کر گرفتار کر لاؤں۔ پھر تجھے گرفتار کروں۔ تو طلسم سے کہاں جائے گی۔ کوئی لمحے میں اپنے کردار نا سزا کا تماشا دیکھے گی۔"

یہ جواب لکھ کر نامہ دار کو دیا۔ وہ لے گیا۔ مگر عیار کمین گاہ میں لشکر ٹھہرا کر، شکل بدل کر، اس کے خیمے کے گرد پھر رہے ہیں کہ ضرغام ایک خدمت گار کی صورت

بن کر اس کے خیمے کے اندر اور جانسوز ساحر بن کر خیمے کے دروازے پر کھڑا ہوا۔ اس عرصے میں ارژنگ نے جو نگاہ کی، دیکھا کہ ایک خدمت گار کھڑا ہے، اسے شبہ ہوا۔ اسی وقت سحر کیا کہ ضرغام کا رنگ و روغن چھوٹ گیا اور صورت اصلی ہو گئی۔ اس نے کہا: "خدمت گارا لے یہ رقعہ نافرمان کو دے آ۔" اور ایک کاغذ اٹھا کر دکھایا۔ ضرغام کاغذ ہاتھ سے لینے لگا۔ اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: او ٹھگا! تو میرے ساتھ بھی عیاری کرنے آیا تھا۔"

ضرغام نے چاہا کہ خنجر مارے، لیکن ارژنگ نے ایسا سحر کیا کہ ہاتھ پاؤں کی حرکت جاتی رہی اور پکارا کہ کوئی حاضر ہے۔ جانسوز نے کہا: "آپ اپنا سحر اس پر سے دفع کر دیجئے۔ میں اپنے سحر میں اسے مبتلا کر کے قید کروں۔" اس نے اپنا سحر دفع کر دیا۔ جانسوز بازو پکڑ کر ضرغام کو لے چلا۔ مگر ارژنگ کو کچھ شک ہوا۔ ابھی وہ خیمے کے دروازے تک نہ پہنچے تھے کہ اس نے سحر کیا کہ دونوں کمر تک زمین میں غرق ہو گئے۔ اس عرصے میں وہ دن گزرا۔ نقاش قدرت نے صفحۂ فلک پر ثوابت و سیار کے نقش ثبت کئے۔ مصور آفرینش نے پیکر دلفریب شاہد ماہ کو جلوہ بخش کیا۔

چلا جب بادشاہ ملک خاور
شعاع مہر کا نیزہ اٹھا کر
ہوئی ظاہر یکایک فوج انجم

نشان مہر عالم سے ہوا گم

فلک پر تھا ستاروں کا یہ انبوہ
کہ جیسے فوج مردم بے سر کوہ

سر شام برق خفیہ طور پر نافرمان کے پاس گیا اور کہا: "اے ملکہ! جو عیار ارژنگ کے پاس جاتا ہے، وہ پہچان کر اسے گرفتار کر لیتا ہے۔ میں اس کے پاس نہ جاؤں گا۔ آپ مجھے ایک خیمہ، پلنگڑی، جواہر نگار اور فرش شاہانہ عنایت کیجئے۔

برق نے چھکڑے پر سب اسباب مذکورہ لادا اور قلعے کے باہر آ کر' ارژنگ کے خیمے کے قریب ایک صحرائے سبزہ زار تجویز کیا۔ برق نے چھکڑا تو قلعے میں بھیج دیا اور خیمہ اس مقام فرحت افزا میں استادہ کیا سارا خیمہ پھولوں کے ہار سے چھپا دیا۔ وہ ہار سب عطر بیہوشی میں ملائے تھے۔ گھیرے اس طرح ڈالے تھے کہ خیمہ گلدستہ معلوم ہوتا تھا۔ بیہوشی کا عطر بہت سے خیمے کے اندر اور باہر چھڑکا تھا۔ اپنے دماغ کو بند کر لیا تھا۔ ناک میں روئی رکھ لی تھی۔ غرضیکہ خیمہ کے اندر پلنگڑی آراستہ کی اور گل تکیے لگائے۔ عطر بیہوشی ان میں بھی مل دیا تھا۔ چادر پلنگ پر عطر میں ڈوبی ہوئی بچھائی۔ مسند ہر پلنگ لگائی۔ سراپچے اٹھا دیئے خیمے کے روبرو وہ صحرائے سبزہ زار ہے کہ جس کے دیکھنے سے روح تازہ ہوتی تھی۔ فراش ماہتاب نے فرش چاندنی بچھایا تھا۔ بیابان کی وسعت کا ہر ذرہ ثوابت آسمان سے ہمسری کرتا تھا۔ چشمہ ہر طرف موجزن۔ ان کے کنارے پاڑ ہے۔ چیتل' گور خر' ہرن اور بارہ سنگے چاندنی میں پھرتے تھے۔

برق نے اپنی صورت جوگی کی بنائی۔ کانوں میں کنڈل اور مندرے پہنے۔ بالوں کی جٹائیں بٹ کر خاک آلودہ کیں۔ ہاتھوں میں سلیمانی دانوں کی سمرن باندھ کر گلے سیلیاں پہنیں۔ منہ پر مالے ڈالے۔ موتیوں کو خاک کر کے بھبھوت ملا۔ زری کا حلقہ سر پر رکھا اور مرگ چھالا خیمے کے دروازے پر بچھا کر بیٹھا اور طنبورہ لے کر بجانے لگا اور سامری کی تعریف میں بھجن گانے لگا۔

یہاں ارژنگ دونوں عیاروں کو قید کر کے اپنے خیمے میں بیٹھا۔ سحر کر دیا کہ اب خیمے کے اندر اپنا پرایا کوئی نہ آ سکے۔ خدمت گاروں تک کو باہر نکال دیا اور تکن کو پہلے سے بھی زیادہ سخت کر دیا کوئی عیار نقب نہ لگائے غرض پورے انتظام کے ساتھ بیٹھا تھا کہ یکایک بھجن گانے کی ایک دلکش آواز کان میں آئی۔ اٹھ کر خیمے کے دروازے پر آیا۔ معلوم ہوا کہ خیمے کی پشت پر جو جنگل ہے۔ ادھر سے آواز آئی ہے۔ اسی طرح روانہ ہوا۔ برق کے خیمے کے قریب پہنچا۔ چاندنی چھٹکی تھی۔ برق نے اسے آتے دیکھا۔ آپ اٹھ کر بھاگا اور ایک جھاڑی میں ندی کے کنارے آ کر چھپ رہا۔ لیکن ارژنگ

نے جو آ کر دیکھا کہ مرگ چھالا بچھا ہے۔ خیمہ آراستہ ہے مسند پر زر لگی ہے۔ پلنگ جواہر آگیں بچھا ہے مگر کوئی نہیں ہے۔ ایک سناٹا ہے۔ یہ خیمے کے اندر حیران ہو کر آیا۔ ایسی جگہ معقول تھی۔ اور خوشبو کی لپٹ آئی تھی کہ مشام جاں اس کا معطر و معتبر ہوا۔ پلنگ پر بیٹھا۔ خیال کیا کہ ایسا نہ ہو، کسی عیار نے یہ خیمہ اپنے رہنے کو درست کیا ہو۔ یہ سوچ کر افسوں پڑھا کہ زمین سے ایک پتھر کی تصویر، کاغذ لئے نکلی۔ اس سے کاغذ لے کر پڑھا۔ لکھا تھا کہ یہ خیمہ برق فرنگی عیار کا ہے، اور تجھے وہ قتل کر چکا۔ اب تو مردہ ہے۔ یہ سطر پڑھ ہی رہا تھا کہ عطر کی خوشبو تو کام کر ہی چکی تھی، سارے دماغ میں بس چکی تھی کہ یکایک چھینک آئی اور بیہوش ہو گیا۔

برق اس کو خیمے کے اندر جاتے دیکھ کر، جھاڑی سے آہستہ سے نکلا تھا اور خیمے کے قریب پہنچ کر اس کا حال دیکھ رہا تھا۔ جب ارژنگ بیہوش ہوا۔ برق خیمے میں آیا اور خنجر سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ ایک شور عظیم برپا ہوا۔ سلیں برسنے لگیں۔ قیامت کی طرح ہنگامہ ہوا۔ صدا آئی مجھے مارا کہ نام میرا ارژنگ جادو تھا۔"

برق بھاگ کر لشکر شکیل میں گیا، جو کمیں گاہ میں تھا اور کہا: جلد چلو۔" اور ادھر ساحر چیخ و پکار کی آواز سن کر دوڑے۔ دونوں عیار جو ارژنگ کی قید میں خیمے میں تھے۔ وہ چھوٹ گئے اور بھاگ کر قلعہ نافرمانیہ میں پہنچے۔ نافرمان سے کہا: "ارژنگ مارا گیا۔ جلد لشکر تیار کر کے شب خون کرو۔"

نافرمان فوج کو ترتیب دے کر، جلدی جلدی قلعے سے نکلی اور دوسری طرف سے شکیل پہنچا۔ دو طرف سے ارژنگ کے لشکر کو گھیر کر شب خون مارا۔ سحر کی لڑائی شروع ہوئی۔ شمشیر زنی ہونے لگی۔ الغرض ساری رات سحر کی لڑائی رہی اور تیغ آزمائی، ہاتھوں کی صفائی رہی۔ صبح کو جب شہ خاور کا علم زر نگار، پہاڑوں کے درمیان بلند ہوا اور ترک فلک نے کہکشاں کو نیام انتقام میں کیا، ارژنگ کا لشکر شکست کھا کر باغ عشرت کی طرف بھاگا۔ نافرمان نے افراسیاب کا خیمہ و خرگاہ، نقد و جنس لوٹ لیا۔

برق نے بہت کچھ لوٹا کہ چل کر عمرو کو نذر دوں گا اور نافرمان سے کہا: "یہاں نہ ٹھہرو۔ اسی طرح مہ رخ کے لشکر کی طرف چلو۔" تو فوج سب مسلح و مکمل تھی ہی' نقارے خوشی کے بجاتے' قہقہے لگاتے روانہ ہوئے اور مرحلہ پیمائی کے بعد منزل مقصود پر پہنچے۔ مہ رخ نے سب کو گلے سے لگایا۔ صدائے مبارک باد بلند ہوئی۔

عید کی طرح سب گلے مل مل
غنچے کی طرح ہنستے تھے کھل کھل

مہ جبیں نے برق کو بہت بھاری خلعت دیا اور سب عیاروں کو سرفراز کیا' لیکن ارژنگ کی فوج شکست خوردہ' چاک گریباں' سینہ زناں۔ باغ عشرت کے قریب پہنچی۔ افراسیاب سرگرم عیش و نشاط تھا۔ ستر ہزار معزز ساحر گرد و پیش بیٹھے تھے۔ رقاصہ مجرا کر رہی تھی۔ مے گلگوں کا دور چلتا تھا کہ یکایک صدائے نوحہ و شیون کان میں آئی۔ خبر دریافت کرائی۔ معلوم ہوا کہ ارژنگ مارا گیا۔ فوج جو اس کے ساتھ گئی تھی' وہ بھاگ آئی ہے۔ ان میں سے چند افسروں کو اپنے روبرو بلایا اور ارژنگ کے قتل ہونے کا مفصل حال دریافت فرمایا اور سب کیفیت سنی۔ پشت دست کو دندان حسرت سے کاٹا۔

ملکہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ اب مجھے تاب باقی نہیں ہے۔ میں جاتی ہوں اور ان نمک حراموں کو سزا دیتی ہوں۔"

افراسیاب نے کہا: "تمہارا جانا مناسب نہیں۔ تم باغ سیب میں جا کر مع ارکان سلطنت ٹھہرو۔ میں پردہ ظلمات میں جاتا ہوں۔ جب وہاں سے جاؤں گا' جیسا مناسب ہو گا' کیا جائے گا۔" یہ کہہ کر سوار ہوا۔ چونسٹھ ہزار نقارے بجوئے ہوا بجنے لگے۔ تخت طاؤس جس پر افراسیاب سوار ہے' اس تخت کے سامنے پری نازیں اپنے طلسمی ہاتھوں میں ساز لئے' سحر کے تخت رواں پر سوار آ کر ناچنے لگیں۔ بہت سی پریاں پچکاریاں لئے سونے روپے کے گھڑے کولھے پر رکھے' رنگ کے بدلے گلاب اور کیوڑہ بید مشک ان میں بھرے

آپس میں رنگ کھیلتی ہوئی' قہقہے اچھالتی چلیں۔ چاروں وزیر تخت کے گوشوں پر کھڑے' بال ہما کا مورچھل لئے مگس رانی میں مصروف ہوئے۔ ایک سرخ رنگ کا ابر تخت پر آ کر سایہ فگن ہوا۔ ابر سے موتی برسنے لگے۔ سواری کا تخت ازخود' سن سن ہوا کی طرح' روانہ ہوا۔ جدھر سے سواری نکلی' درخت اور طائر اور انسان سب "افراسیاب' یا افراسیاب" کی صدا دینے لگے۔ اسی طرح پردہ ظلمات کی طرف چلا گیا۔ کسی کو نہ معلوم ہوا کہ کدھر سے پردہ ظلمات میں داخل ہوا۔

ملکہ حیرت افراسیاب کے جانے کے بعد طاؤس سحر پر روانہ ہوئی اور مع ارکان سلطنت کے بڑے حشم و خدم سے آ کر باغ سیب میں پہنچی اور تخت پر بیٹھی۔ تمام سردار ساحر کرسی اور دنگل پر رونق افروز ہوئے۔ ناچ شروع ہوا۔ ساقیان مہ لقا' بادہ' احمر کے جام دینے لگے۔ اس وقت ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چلنے لگی اور گھٹا چار طرف چھا گئی۔ باغ سیب کے سارے پھول کھل گئے۔ درخت نشہ جوش بہار سے جھومنے لگے۔ طائران سحر حیرت کے سامنے آ کر زمزمہ سرا ہوئے کہ: "اے ملکہ عالم' ملکہ بہار جادو تشریف لاتی ہیں۔"

ملکہ حیرت نے کہا: "جبھی تو یہ بہار کا عالم یکایک ہوا تھا۔ اچھا کچھ لوگ استقبال کو جائیں اور پورے اعزاز کے ساتھ لائیں۔"

معزز ساحران روانہ ہوئے اور ملکہ بہار کا استقبال کیا۔ بہار باغ میں داخل ہوئی۔ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ حیرت نے گلے سے لگایا۔ بلائیں لیں' اپنے پاس بٹھلایا' اس لئے کہ بہار جادو' حیرت جادو کی چھوٹی بہن ہے اور گلشن روزگار میں سرو قامت کو اس غنچہ خوبی کے بوٹا سا خلق کیا ہے۔

افراسیاب ہزار جان سے اس پر فریفتہ و شیفتہ ہے اور صدہا مرتبہ سوال وصل کر چکا ہے' مگر ملکہ بہار نے اپنی بہن حیرت کے باعث سے انکار کیا ہے۔ دربار میں کم آتی ہے۔ کوہ آرام طلسم میں ایک مقام ہے' وہاں رہتی ہے۔ طلسم میں غدر سن کر ساحروں کے مارے جانے کی خبر سن کر' اپنی بہن کے پاس آئی ہے۔ ہر ایک معزز اور جلیل القدر

www.pakosociety.com

ساحر اس پر مائل ہے' مگر اس خوف سے کہ افراسیاب اسے پیار کرتا ہے' کوئی عقد کی خواستگاری نہیں کرتا ہے۔ ملکہ بہار ناکتخدا ہے۔ حیرت جانتی ہے کہ افراسیاب اس سے عشق کرتا ہے' اس لئے چاہتی ہے کہ بہار طلسم میں نہ رہے' مگر ظاہر میں خاطر کرتی ہے۔

خلاصہ کلام جب بہار بیٹھی' حیرت نے اشارہ کیا۔ ساقی بہار کے سامنے جام لایا۔ مے کشی شروع ہوئی۔ جب دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا' بہار نے کہا: "باجی یہ طلسم میں کیا غلغلہ ہے؟"

حیرت گویا ہوئی: "اے بہن! اس مہ رخ حرامزادی کی قضا آئی ہے۔ شامت کی ماری نے ملازمان شہنشاہ کے ساتھ بغاوت اختیار کی ہے۔ حضور کے چار ساحروں کو قتل کرتی ہے۔ اب میں جا کر گرفتار کر کے' ایسے برے حال سے جوتیاں لگا کر قتل کروں گی کہ اس طلسم میں کوئی اس طرح بے عزت نہ ہوا ہو گا۔"

بہار نے یہ باتیں سن کر برا مانا' اس لئے کہ مہ رخ اس کی عزیز ہے' اور کہا: "بہن یہ تو ناحق کہتی ہو۔ آخر مہ رخ سے اور مہ جبیں سے ہماری عزیز داری' کیا بلکہ وہ خون شریک ہیں۔ کہیں لاٹھی مارنے سے پانی جدا ہوتا ہے تمہارے منہ سے یہ کس طرح نکلا کہ جوتیاں لگا کر قتل کروں گی۔ بلکہ وہ ہم لوگوں سے کم نہیں۔ ہاں البتہ شہنشاہ یا ساحران مرحلہ طلسم یا ساحران بلائے ہفت تجرہ یا ساکنان دریائے ہفت رنگ یا ساکنان دریائے نیل وغیرہ اس کے اوپر غالب آ سکتے ہیں۔ یا اس سے ہم اور تم مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یا پھر شہنشاہ کے چاروں وزیر مقابلے کے لائق ہیں۔ فولاد بیہوشی خوار کو سحر کر کے اژدہے سے نگلوا لیا ہوتا' اگر پتلے طلسمی نہ ہوتے تو میدان جنگ سے فولاد کا بچ کر آنا دشوار تھا۔ پھر ایسے معزز بزرگ عالی خاندان کو تم کیونکر جوتیاں لگاؤ گی۔"

ملکہ حیرت یہ کلام سن کر غیظ سے آگ ہو گئی اور کہا: "او چھوکری' تو سر دربار مہ رخ کی شان و شوکت بیان کر کے میرے سرداروں کو خوفزدہ کرتی ہے۔ در پردہ نمک

حرامی اسی کو کہتے ہیں۔ جب تو طرفداری کرتی ہے تو کیا تو بھی انہی باغیوں میں مل گئی ہے۔" یہ کہہ کر لوگوں سے کہا: "کیا دنیا میں خون سفید ہو گیا ہے کہ جب ایسے شخص نمک حرامی کریں، تو پھر کسی اور سے کیا امید ہو گی۔ لو صاحب ہمارے سامنے اور مہ رخ کی تعریف۔ وہ حرامزادی اب ہماری عزیز ہے یا دشمن، میں اسے جوتیاں نہ لگاؤں گی، تو کیا سر پر چڑھاؤں گی۔"

بہار نے یہ درشت باتیں سن کر کہا: "بس بس منہ سنبھالو۔ نمک حرام، جو ہو گا وہ ہو گا مجھے کیا کام کسی سے۔

یہ جھگڑے میری بیزار جانے۔ میرے منہ نہ لگنا میں بھی اپنے نام کی ہوں۔ تمہارا سارا شہزادی پن معلوم کرا دوں گی۔ مجھ سے یہ نہ جتاؤ کہ تم شاہ کی نواسی ہو۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک افراسیاب کی سواری ظلمات کی طرف سے آئی۔ افراسیاب دھجیو اچھالتا ہوا، خوش طبعی کرتا۔ تخت سے اترا۔ اہل دربار تعظیم کے لئے اٹھے۔ ہر ایک کا مجرا اور سلام ہوا۔ اور تخت پر بیٹھا۔ دیکھا کہ بہار جادو غمگین ہے اور آنکھوں سے پیہم آنسو رواں ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے مشاطہ حسن نے اس عروس بہار کے چہرہ زیبا پر موتیوں کا سہرا آراستہ کیا ہے۔ یا صدف کا منہ کھلا ہے کہ موتی آبدار اگل رہی ہے۔ چہرے کا رنگ فرط نزاکت سے گل کی طرح سرخ ہے۔ افراسیاب یہ دیکھتے ہی بے قرار ہو گیا اور پوچھا: "اے غیرت دہ گلشن مرمرا تو رنج سے آزاد رہے۔ تجھے کون سا دکھ پہنچا ہے کہ مثل غنچہ دل تنگ ہے۔"

بہار نے عرض کیا: "اے شہنشاہ! اب میں نمک حرام ہوں اور ارادہ رکھتی ہوں کہ لشکر مہ رخ کی بہار پر جا کر وہ خزاں لاؤں کہ اس کے مددگار عندلیب کی طرح نالہ و شیون کریں اور مجھے رحم نہ آئے، اور باغ ہستی میں کسی باغ کا نخل قامت باقی نہ رہے، باغ طلسم سے ہم بھی بوئے گل پریشاں کی مانند جدا ہوں گے۔"

افراسیاب نے اس غنچہ دہن کا یہ کلام سنا اور دیکھا کہ چشم نرگسی میں اشک شبنم بھرے

ہیں۔ لب نازک حرارت غضب سے اور تیزی صہبائے کلام سے پھول کی پتیوں کی مانند تھرا رہے ہیں۔

طبیعت کو پیدا ہوا ہے ملال
ٹھہرنا اسے یاں ہوا ہے محال
لبوں پر ہنسی، چتونوں میں حجاب
محبت بظاہر، بباطن عتاب

افراسیاب نے حیرت کو ڈانٹا "اگر یہی لوگ نمک حرام ہوں گے، تو تم نمک حلال کہاں سے ہو گئیں۔" حیرت نے کہا: "یہ باتیں سب مجھ پر آئینہ ہیں۔ چلو مجھ سے ایسی باتیں بناوٹ کی نہ کرو۔ میں آدمی کی نگاہ پہچانتی ہوں۔ تم ان کی پشتی بھلا کیونکر نہ لو گے۔"

یہ طنز بھی بہار کو برا لگا اور افراسیاب سچے کی بات سن کر چپ ہو رہا۔ بہار نے دل میں سوچا کہ چل کر مہ رخ کا لشکر برباد کرے اور وہاں سے کسی طرف نکل جائے۔ یہ سوچ کر گلشن کلام میں یوں گل ریزی کی۔ "اے شہنشاہ! آخر حضور کسی نہ کسی جاں نثار کو تو بہر مقابلہ بھیجیے گا۔ مجھی کو روانہ فرمائیے۔"

افراسیاب نے سوچا کہ اگر میں روکتا ہوں تو حیرت کہے گی معشوق کو لڑنے جانے نہ دیا۔ اسی لئے بہار کو اجازت دیتے ہوئے کہا: "اچھا جاؤ، لیکن تم الگ رہنا۔ اپنے کسی نوکر کو حکم دینا کہ وہ لشکر مہ رخ کا فیصلہ کر دے۔ میں بھی تمہاری مدد کو پہنچوں گا۔"

بہار نے کہا: "آج تک تو میں نے کسی کی مدد نہیں چاہی۔ اگر آپ بھی بہر امداد تشریف لائے تو میں اپنا گلا کاٹ لوں گی۔ کہیں ایسا غضب نہ کیجئے گا جو کسی کو بھیجئے۔"

افراسیاب نے کہا: "سچ ہے اے ملکہ، تم ایسی ہی ہو۔" اور پھر رخصت کا خلعت منگا کر دیا۔

ملکہ بہار تیوریاں چڑھائے منہ پھلائے سوار ہو کر کوہ آمام میں آئی اور ایک دن اپنے مقام پر رہ کر اپنے سپہ سالار سنگوار کرگدن پیشانی (گینڈے کی سی پیشانی) کو حکم دیا کہ لشکر ترتیب دو بسنتی رنگ کے اژدر پر سوار ہوئی۔ ساٹھ ہزار جادو گرنیاں اور ساحر' جادو کا اسباب لے کر آمادہ سحر ہوئے۔

دوسرے دن صبح...... نفیر سحر بجی اور لشکر نے کوچ کیا۔ ملکہ بہار تخت پر سوار ہوئی۔ تخت کے سامنے گلدستے گلزار رکھے تھے۔ تخت پر گھٹا چھائی تھی۔ مہین مہین بوندیاں پڑتی تھیں۔ جدھر سے سواری نکلی تھی' سالی کے تختے ازخود ظاہر ہوتے تھے اور پھولتے تھے۔ ملکہ کے سر پر خواصیں چتر زریں لگائے تھیں۔ کچھ پری زادیاں خود بخود ظاہر ہو کر پچکاریاں لئے رنگ کھیلتی تھیں۔ ہولیاں گاتی تھیں۔ جادو گرنیاں اور ساحر چاندی سونے کے پھول' ملکہ کے اوپر سے نثار کرتی تھیں۔ سحر کی نیرنگیاں دکھاتی تھیں۔

غرضیکہ ملکہ بہار بڑے جاہ و حشم سے پانچ کوس کا کوچ و مقام کرتی روانہ ہوئی جب لشکر کوہ آمام سے ایک منزل نکل آیا تو ایک جگہ بہار ٹھہری تھی کہ سنگوار کرگدن پیشانی نے عرض کیا: "اے ملکہ اگر اجازت دیجئے تو آپ کا یہ غلام بارہ ہزار ساحروں سے آگے جا کر لشکر مہ رخ کو گرفتار کرے' اس لئے کہ حضور کی تشریف آوری کے وقت زحمت نہ ہو' صرف سر کٹوا کر شہنشاہ کے پاس بھیجنا باقی رہے۔"

بہار نے کہا: "اچھا جا اور میرا سکھلایا ہوا سحر جاتے ہی کرنا۔"

سنگوار سپہ سالار' ساٹھ ہزار ساحروں میں سے بارہ ہزار ساحر منتخب کر کے' جو اس کی خاص اردلی میں تھے۔ ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور جلدی راہ طے کر کے لشکر مہ رخ کے قریب پہنچا۔ خیمہ استادہ کرایا۔ نقارے بجے۔ لشکر اترنے لگا۔ مگر سنگوار نے اپنے خیمے کے برابر ایک اور خیمہ بپا کرایا اور اسباب سحر کا لے کر' اس میں سحر کرنے بیٹھ گیا۔ خون خنزیر سے چوکا دیا۔ صندل کی چوکی پر کھڑے ہو کر سحر پڑھنے لگا۔ سور کے خون سے آپ بھی نہایا۔ آگ کی انگیٹھی پر دھتورے کے پھل' مائی' سرسوں اور بنولے جلاتا تھا۔ لیکن مہ رخ کے طائر سحر بھی تاک میں تھے۔ انہوں نے لشکر کو اترتے دیکھا۔ مہ

جبیں کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور دعا ثنا کے بعد اطلاع دی: "ملکہ بہار کا سپہ سالار سخوار آیا ہے اور فساد کا ارادہ رکھتا ہے۔"

مہ رخ نے عمرو سے کہا: "خواجہ خدا خیر کرے' بہار کا آنا بڑا قہر ہوا۔ اس سے ہم کوئی مقابلہ نہیں کر سکتے حتی کہ ہم اس کے سپہ سالار کی بھی ہمسری نہیں کر سکتے۔"

ملکہ اور خواجہ میں تو باتیں ہونے لگیں اور دوسرے عیار خبر سن کر لشکر سے نکل کے صحرا میں چلے گئے۔ عمرو نے کہا ملکہ! "خدا مالک ہے۔ گھبرانا نہیں چاہیے۔" عمرو ہرچند تسلی دیتا ہے' مگر سارے لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور جو کم اعتقاد بزدل تھے' وہ بھاگنے لگے۔ جو ساحر مطیع اور بہادر ہیں' انھیں موت کا یقین واثق ہو گیا۔ عمرو نے دعا دینے کے بعد چاہا کہ میں بھی لشکر سے نکل جاؤں۔ اس وقت یکایک آسمان پہ ابر آیا اور اس ابر سے ہزاروں ستارے ٹوٹ کر گرنے لگے۔

نافرمان نے کہا: "اے ملکہ! معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ سرخ مو' کاکل کشا' حاکم قلعہ سرمیاں آئی ہے۔"

مہ رخ نے ساحران معزز کو استقبال کے لئے بھیجا: "عمرو یا تو جاتا تھا یا ٹھہر گیا کہ دیکھوں کون آتا ہے۔" لیکن جب شکیل وغیرہ تعظیم کے لئے سرخ مو کے پاس پہنچے' سرخ مو ملکہ نافرماں کے گلے سے لپٹ گئی' اس لئے کہ ان دونوں میں بہناپا ہے اور یہ نافرمان کو سمجھانے آئی ہے کہ کیوں عمرو کی شریک ہوئی ہو۔ اب بھی باز آؤ اور میرے ساتھ چلو۔

غرضیکہ بارگاہ میں آئی۔ ساحرہ جلیل القدر ہے اور صاحب ملک و مال ہے۔ تیس ہزار اس کے مطیع ہیں افراسیاب بھی خاطر کرتا ہے۔ حسینہ جمیلہ بھی ہے۔ مہ رخ نے اٹھ کر تعظیم کی اور دنگل زریں پہ بیٹھی۔ اس نے دیکھا کہ ملکہ مہ جبیں تخت پہ جلوہ گر ہے۔ دربار لگا ہے۔ ایک کرسی پہ عمرو بیٹھا ہے۔ عمرو کا حلیہ چونکہ سارے طلسم میں افراسیاب نے ہی جاری کیا تھا۔ اسی سبب سے سرخ مو نے بھی شناخت کیا اور عمرو کی عجیب صورت دیکھ کر ہنسی اور کہا: "اے نافرمان بہن یہ تم نے کیا غضب کیا کہ شہنشاہ سے

بگاڑی۔ افسوس مفت میں اپنی جان کھوئی۔"

نافرمان نے کہا: "بہن شہنشلہ عمرو کا ستارہ عروج پر ہے اور افراسیاب مارا جائے گا۔ طلسم فتح ہو گا۔ عمرو کا شریک ہو گا' وہ بچے گا' باقی سب مارے جائیں گے۔ بہن تم بھی مل جاؤ۔"

سرخ مو یہ تقریر سن کر بہت ہنسی اور کہا: "بہت خوب۔ کہاں افراسیاب اور کہاں عمرو۔ واہ ری آپ کی عقل۔ کہاں زمین اور کہاں آسمان۔ تم مجھے سمجھاتی ہو۔ اگر عیار ہزاروں' ساحروں کو قتل کریں گے' تو وہ بھی کیا ہو گا افراسیاب کی فوج اس قدر ہے کہ ایک قلعہ ہے۔ اس میں کئی سو کنوئیں ہیں۔ اس کے ہر کنوئیں میں بے شمار مچھر بھرے ہیں' مگر وہ مچھر نہیں ہیں' بلکہ ساحران طلسم اور لشکر افراسیاب ہے۔ اگر اس میں سے ایک کنواں کھول دے تو سارا طلسم ساحروں کی فوج سے بھر جائے۔ بھلا شہنشلہ سے کون مقابلہ کر سکتا ہے اور فرض کیا کہ عمرو ہر طرح غالب آ جائے گا' مگر لوح طلسم کہاں سے پائے گا' کیونکہ بے لوح طلسم فتح نہیں ہوتا اور لوح طلسم کہاں ہے' یہ افراسیاب خود بھی نہیں جانتا پس عمرو کہاں سے لائے گا یہ۔"

نافرمان نے کہا: "اے سرخ مو! وہ مسبب الاسباب کوئی سبب تو پیدا کرے گا کہ لوح ملے گی اور طلسم فتح ہو گا تم نے سنا نہیں کہ دشمن اگر قوی است' نگہبان قوی تر است"

سرخ مو نے کہا: معلوم ہوا کہ اے بہن! اب ہماری تمہاری جدائی ہو۔ ہم کسی طرح عمرو ایسے ذلیل شخص کی اطاعت نہ کریں گے۔"

بارگاہ میں اس طرح کی باتیں باہم ہو رہی تھیں کہ اتنے میں وہاں متوار سحر پڑھ چکا تھا۔ بھینٹ دے چکا اور اسی طرح خون خنزیر میں نہایا ہوا خیمے کے دروازے پر آ کر کھڑا ہوا۔ سرخ مو کے لشکر کی طرف سحر پڑھ کر پھونکا کہ ایک ابر لشکر پر محیط ہوا۔ ہوا کے سرد سرد جھونکے چلنے لگے۔

سرخ مو نے کہا: دیکھو کوئی آفت آئی" یہ کہہ کر پرواز کر کے چلی' لیکن ابر سارے

لشکر پر محیط ہو گیا تھا۔ ہوائے سرد کا جھونکا لگ کے بے ہوش ہو کر گری۔ کچھ عرصے کے بعد پھر ہوش میں آئی اور کہا: "اے نافرمان! تیری محبت میں، میں بھی گرفتار ہوئی۔" نافرمان، مہ رخ اور شکیل وغیرہ سب غافل تھے اور جانتے تھے کہ سختوار جب طبل جنگ بجائے گا، اسی وقت مقابلہ ہو گا۔ اس جلدی میں سب سحر پڑھنے لگے، مگر کچھ تاثیر نہ ہوئی اور ہوائے سرد کے جھونکے جسم میں لگے تو سب بیہوش ہو گئے لمحے کے بعد جو ہوشیار ہوئے۔ سب مبہوت ہو کر جھومتے تھے اور صراحی و جام لے کر مئے خواری کرتے تھے۔ کوئی کسی کے دھول لگاتا تھا۔ کوئی کسی کی مونچھ اکھاڑتا تھا۔ کسی کو عالم مستی میں دریا موجزن معلوم ہوتا تھا۔ ناک پکڑ کر زمین پر گرتا تھا، اپنی دانست میں غوطہ لگاتا تھا۔ کوئی کہتا تھا۔

دنیا میں ذرا دیکھ ہوسناک تماشا
پھر خاک میں تو دیکھے گا کیا خاک تماشا

اب تو یہ عالم ہے کہ تمام لشکر ایک جگہ جمع ہو کر، ڈھولک بین پکھاوج لے کر ہولیاں گانے لگا۔ مستوں کے نعروں اور قلقل مینا کے شور سے ہر طرف ہنگامہ تھا۔ الغرض یہ تو سب ابر سحر کے نیچے مقید ہیں کہ جو مہ رخ کے لشکر سے باہر جانے کا قصد کرتا ہے اسے ہوائے سرد کا جھونکا ابر سے نکل کے بے ہوش کر دیتا ہے اور جو ابر کے نیچے ہے، وہ مست ہو رہا ہے، لیکن سوائے عمرو کے، دوسرے عیار لشکر سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ انہوں نے دور سے اپنی فوج کی یہ کیفیت دیکھی۔ زفیل عیاری بجائی۔ قران زفیل سن کر عیاروں کے پاس آیا۔ انہوں نے یہ حال بیان کیا۔ قران عیاری کی فکر کرتا ہوا ایک طرف چلا اور تینوں عیار ایک سمت روانہ ہوئے۔ ادھر سپہ سالار سختوار سحر خوانی سے فراغت کے بعد خون خنزیر میں نہایا تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ سقے پانی حاضر کریں۔ غسل کروں گا۔ سقے مشک لئے اس دریا پر آئے، جو لشکر کے قریب تھا۔

اتفاق سے قران عیاری کی تدبیر سوچتے دریا پر آ نکلا۔ سقوں کو پانی بھرتے پایا تو ان سے پوچھا: "یہ پانی کہاں جائے گا؟"

انہوں نے کہا: "مستوار نہائے گا۔"

قران نے ایک سقے سے کہا: "بھائی، مجھے تم سے ایک بات کہنا تھی، بلکہ تمہاری امانت میرے پاس ہے۔ تمہارے ایک دوست نے مجھے دی ہے۔"

سقہ یہ کلام سن کر لالچ میں آیا اور سوچا: "ہر چند میں اس شخص کو پہچانتا نہیں، مگر کیا حرج ہے شاید کسی نے کچھ بھیجا ہو تو الگ جا کر لے لوں۔" یہ سوچ کر قران کے ہمراہ علیحدہ آیا۔ قران نے اسے لے جا کر حباب بیہوشی منہ پر مارا کہ وہ بے ہوش ہوا۔ اسے درخت سے باندھ کر قران اس کی صورت بنا۔ مشک کندھے پر ڈالی۔ کھاروے کی لنگی پہنی، تسمہ کمر سے لگایا۔

کاتا چیتے کے برابر نکلا اور وہاں سے جلدی جلدی آ کر دریا سے مشک بھری اور کمر میں اپنا چھرا چھپا کر، مشک اٹھا کر مستوار کے لشکر میں آیا۔ دیکھا خیمے کے اندر سب سقے جاتے ہیں، قران بھی خیمے میں آیا۔ دیکھا مستوار چوکی پر بیٹھا ہے اور سقے مشک لا کر اس کے جسم پر ڈالتے ہیں اور پھر پانی بھرنے جاتے ہیں۔

قران نے پشت پر آ کر ہاتھ سے مشک کا منہ کھولا اور دوسرے ہاتھ سے کمر سے چھرا نکالا۔ مشک کندھے پر سے اتار کر، مستوار کے سر پر الٹا دی۔ وہ حیران ہو کر مڑا تھا کہ قران نے جھک کر چھرا مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ تیورا کر گرا تھا کہ قران نے سر کاٹ ڈالا۔ شور و غل پیدا ہوا۔ تمام عالم میں تاریکی چھا گئی۔ ساحر دوڑے۔ قران جست کر کے خیمے سے نکل کر بھاگا۔ جب ساحر خیمے کے اندر آئے۔ آواز سنی کہ مارا مجھے، نام میرا مستوار کرگدن پیشانی تھا۔ ساحروں نے لاش اٹھائی روتے پیٹنے لگے۔ لیکن مہ رخ کے لشکر پر وہ ابر جو محیط تھا، شق ہو کر برطرف ہو گیا اور سب کو ہوش آ گیا۔ وہ حالت مستانہ رفع ہوئی۔

سرخ مو نے کہا: "بہن! قربان میں جاتی ہوں۔ یہ کیا تھا کیا ہو گیا۔"

نافرمان نے کہا: "مشخوار کے سحر میں ہم سب مسحور تھے۔ اس کو کسی عیار نے قتل کیا۔ ہم لوگ رہا ہو گئے سرخ مو کے ہوش اڑ گئے کہ عیاروں نے مشخوار کو کتنی جلد قتل کیا۔ کہا: "بس میں مل گئی۔ واہ وا کیا کہنا۔"

نافرمان نے کہا: "بس کہاں جاؤ گی۔ ٹھہرو دیکھو۔ اب کیا ہوتا ہے۔"

سرخ مو ٹھہر گئی۔ اس عرصے میں قران بھاگ کر صحرا میں پہنچا اور ذبل عیاری بجائی۔ برق آواز سن کر دوڑتا آیا اور کہا: "اے خلیفہ! مشخوار کے لشکر میں یہ شعلے کیسے بلند تھے۔ شور و غل ہو رہا تھا۔"

قران نے کہا: "میں نے مشخوار کو جہنم واصل کیا۔ جلد جا کر مہ رخ کے لشکر کو لاؤ ور حریف کی فوج کو قتل کرو۔"

برق پوری عجلت سے مہ رخ کے پاس آیا اور کہا: "جلدی چلیے۔ لشکر مشخوار کو قتل کیجیے۔"

مہ رخ نے نفیر سحر بجائی۔ جلد جلد فوج میں کمر بندی ہوئی۔ ساٹھ ہزار ساحر آ کر مشخوار کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ سحر چلنے لگے۔ سلیں برف کی گرنے لگیں۔ کسی ساحر نے دریائے سحر کے زور سے ظاہر کیا۔ کسی نے آگ برسائی۔ کسی نے پتھر برسائے۔ کسی سمت تیر پڑتے تھے۔ ایک ہنگامہ قیامت برپا رہا۔ مہ جبیں نے تخت آگے بڑھایا۔ دلارام نے سحر کی بجلیاں گرائیں۔ عمرو اپنے دستور کے مطابق کبھی لوٹ مار کر کے، کبھی جست کر کے، کبھی خنجر زنی کر کے سر اور پاؤں قلم کرتا تھا۔ مردوں کو لوٹتا تھا۔ اسد کا نعرہ ایک طرف بلند تھا۔

اسد نامور ضیغم روزگار
ظفر کردہ شیر پروردگار
زتیغم بمیدان جنگ آوران
شود چار سو الاماں الاماں

ابر سیاہ چار طرف سے گھر آیا تھا۔ برق شمشیر چمکتی تھی۔ سر بارش کی طرح برستے تھے۔ شکیل شہزادہ اسد کی حفاظت کرتا ہوا، ساتھ ساتھ لڑتا ہوا جاتا تھا اور دشمن کی صفوں کو پراگندہ کرتا تھا۔

دم بھر میں لشکر حریف کے بارہ کے بارہ ہزار ساحر مارے گئے۔ باقانی لوگ بھاگ کر بہادر جادو کی سمت روانہ ہوئے۔ مہ رخ نے خیمہ ڈیرہ، مال و خزانہ ساز و سامان سب لوٹ لیا۔ غضب کا رن پڑا۔ لوٹ مار کر کے سب اپنے پڑاؤ پر آئے۔ سردار بارگاہ میں داخل ہوئے۔ صحبت جشن برپا ہوئی۔ فتح و نصرت کی نذریں مہ جبیں کو گزرنے لگیں۔ سرخ مو نے بھی اٹھ کر نذر دی اور کہا: "اے ملکہ! اب اگر میں اپنے ملک کو جاؤں گی، جبکہ آپ کے یہاں جنگ میں شریک تھی، تو افراسیاب مجھے زندہ نہ چھوڑے گا لہٰذا میں بھی آپ کی کنیز ہوں، خواہ جان جائے یار ہے۔"

مہ رخ نے گلے سے لگایا اور سرخ مو کو خلعت دیا۔ اس نے ایک نامہ اپنے سپہ سالار شمشاد لعل پیکر کو لکھا کہ مع فوج لشکر و مال و خزانے کے، مہ رخ کے لشکر میں پہنچو کہ ہم نے عمرو کی اطاعت اختیار کی۔ یہ نامہ ایک ساحر کو دیا کہ وہ بزور سحر پرواز کر کے ملک سرخ مویاں کی طرف روانہ ہوا۔

لیکن اب حال سنئے کہ ملکہ بہار منزل اس طرف چلی آتی ہے اور منتظر ہے کہ مہتوار کا نامہ یہ خوشخبری لاتا ہے کہ لشکر حریف گرفتار ہوا، تو میں جلدی جا کر سب کے سر کاٹوں اور افراسیاب کو بھیجوں۔ یہاں تک کہ ایک دن صحرائے سبز زار میں اتری تھی کہ ساحر روتے پیٹتے بھاگتے ہوئے آئے۔ بہار نے استغاثے کی صدا سن کر اپنے روبرو طلب کیا اور حال دریافت فرمایا۔ انھوں نے پورا حال بیان کیا کہ مہتوار کا لشکر کیونکر برباد ہوا۔ بہار یہ کیفیت سن کر زرد ہو گئی اور فرط غضب سے پشت دست کاٹنے لگی۔ اسی وقت طاؤس سحر پر روانہ ہوئی۔ طاؤس سحر سیمرغ تھا۔ اسی قدر عظیم الجثہ اور ضخیم و جسیم تھا۔

سواری کا جلو و جلال سب چھوڑا، اکیلی اس طاؤس پر بیٹھ کر روانہ ہوئی۔ فوج کے سرداروں

نے جو بہار کو جاتے دیکھا' اسی وقت کوچ کا نقارہ بجایا اور ساحر جلد جلد سوار ہوئے۔ مگر ملکہ بہار نے افسروں سے کہا: "میں آگے جاتی ہوں۔ جب مہ رخ کا لشکر پانچ کوس باقی رہ جائے تو وہاں آ کر ٹھہرنا۔ میں جا کر ان کا خاتمہ کئے دیتی ہوں لشکر لے جانے میں یہ قباحت ہے کہ عیار کثرت مردم سے شناخت نہیں کئے جاتے ہیں اور وہ لشکریوں میں مل کر آفت بپا کرتے ہیں۔ میں کھڑے کھڑے سب کو گرفتار کر کے چلی آؤں گی۔"

یہ کہہ کر ملکہ بہار دو چار کنیزوں اور انیسوں جلیسوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئی۔

○○○

• ملکہ بہار

یہاں مہ رخ کی بارگاہ میں سامان عشرت مہیا تھا۔ ہر ایک مائل عیش و طرب تھا' مگر مہ رخ خوفزدہ تھی کہ بہار کا سپہ سالار مختوار مارا گیا۔ وہ ضرور آئے گی۔ بکھیڑا مچائے گی۔ عمرو بھی سن چکا تھا کہ مختوار بہار کی طرف سے آیا تھا۔ وہ قتل ہوا ہے۔ اب کوئی دم میں آفت آیا چاہتی ہے۔ یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ غرضیکہ عمرو نے مہ رخ سے کہا: "خدا حافظ' میں جاتا ہوں' تم ہر بلا اور مصیبت میں دست استقلال سے دامن صبر نہ چھوڑنا اور گھبرا نہ جانا۔ آمد بہار کی خبر ہے' میرا ٹھہرنا مناسب نہیں۔" یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل گیا۔

عمرو کے جانے سے دوسرے عیار بھی جنگل کی طرف روانہ ہوئے اور مہ رخ بہار کا سحر توڑنے کی تدبیر میں مصروف ہو گئی۔ اس عرصے میں یکایک سرد ہوا چلنے لگی اور خود بخود مہ رخ کے پورے لشکر میں غل پڑ گیا کہ بہار آئی۔ مہ رخ اور تمام افسر بے تابانہ باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ لشکر کے روبرو طاؤس زمردیں بال ٹھہرا ہوا ہے اور ملکہ اس پر سوار ہے۔ جب سب لشکری بارگاہ سے اور اپنے اپنے خیموں سے باہر نکل آئے اور ایک جگہ جمع ہو کر ملکہ بہار کی صورت زیبا اور طلعت جہاں آرا دیکھنے لگے۔ اس وقت بہار نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ گھٹا گھنگھور اٹھی۔ مہ رخ اور تمام ساحر سحر پڑھ پڑھ کر دستکیں دینے لگے' مگر اسی درمیان میں زرد رنگ کا غبار زمین سے اٹھا۔ پورے لشکر کی آنکھیں بند ہو گئیں اور گھٹا ہر سمت چھا گئی۔ پھر جو مہ رخ وغیرہ کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ہر طرف چمن طلائی لہلہانے لگے ہیں۔ باد صبا جھومتی ہوئی مستانہ وار خراماں ہے' اور ایک گز بھر کا بلند حصار بلوریں کوسوں تک سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ جس وقت اہل لشکر کی آنکھیں بند ہوئی تھیں' تو ملکہ بہار نے اپنی سحر کی جھولی سے ایک کاغذ نکال کر اور قلم دوات لے کر' اس کاغذ پہ ایک طلسم

لکھا کہ یہ کاغذ ایک باغ بن کر تیار ہو رہا ہے۔ یہ طلسم اس لئے بنایا کہ جو اس باغ کے اندر آئے گم مبہوت ہو جائے اور چونکہ تختہ کاغذ پہ باغ بنا ہے اس میں کوئی نقب نہ لگا سکے۔ غرض سب نے دیکھا کہ بہار جادو اپنے طاؤس کو اڑا کر' اس باغ کے اندر چلی گئی۔ یہ دیکھتے ہی تمام لشکر اور مہ رخ اسی باغ کی طرف چلے۔

دفعتاً یہ سامنے سے چار باغ آیا نظر
وصف شادابی میں جس کے ہے مری قاصر زباں

لغزش مستانہ دکھلانے لگا پائے خیال
بسکہ اس کی چار دیواری تھی صاف آئینہ سال

پشتۂ دیوار پر اس کے یہ سبزہ دوب کا
خوار سرسبزی سے جس کے سبز خط گل رخاں

ہر دریچہ پر گماں تھا صاف جسم حور کا
قدرت حق کا نمایاں تھا ہر اک جانب سماں

صورت تصویر سب کو تکتکی سی لگ گئی
فرط حیرت نے بھلا دی' دل سے فکر دو جہاں

جوں قدم آگے رکھا سب نے پے گلگشت باغ
صنعتیں دیکھیں یہ اس گلچین قدرت کی عیاں

لڑکھڑاتی پھرتی ہے باد بہاری ہر قدم

نکہت گل نے ہر اک جانب میں کھولے عطر داں

وجد کی حالت میں سب باندھے کھڑے ہیں جھومتے
ہر طرف سکتے پہ شکل صد پوشان جناں

دار بستیں سے عیاں ہے چرخ اخضر کی بہار
تاک کے خوشے پہ ہے عقد ثریا کا گماں

طرفہ سرسبزی نے کی ہے ہر طرف سے سرکشی
ہے تتق فیروزہ گوں اور لاجوردی آسماں

سجدہ خالق میں ہے ہر شاخ نخل میوہ دار
حمد میں وحدت کی ہر اک غنچہ کھولے ہے دہاں

نشہ عشرت میں سنبل ہے کہیں پاؤں پڑی
کرتی ہے تعریف سوسن باغ کی باصد زباں

آبشاروں سے مخجل ہیں چشمہ ہائے سلسبیل
حوض آب ایسے کہ جن پہ حوض کوثر کا گماں

ہے تماشا گاہ روح مومنین ہر کنج باغ
خوش گلے سے ہر چمن ہے رشک گلزار جناں

نغمہ آرایان گلشن ہیں بہم مرغولہ سنج

دیتے ہیں گلبانگ عشرت، طائران خوش بیاں

چہچہے کرتے ہیں گل پہ عندلیبان چمن
زمزمہ پرداز کوکو، سرو پہ ہیں قمریاں

قہقہہ زن کبک ہیں، شمشاد کے سائے تلے
کرتے پھرتے ہیں قدر دان چمن اٹھکھیلیاں

ہے اکٹھا موج آب جو سے لہرا ساز کا
کس روانی سے پانی بھر رہے ہیں باغباں

گل کے پتوں سے آتی ہے جلاجل کی صدا
ہر روش پر کر رہے ہیں طاؤس میں اٹھکھیلیاں

چل رہا ہے دور ساغر، ہر طرف ہے بزم عیش
ہے کمند آہوئے دیگر زلف مہ وشاں

تھاپ سے طبلے کی ہے یہ فلک گردش میں آج
پہنچی پائل کی کھنک ہے از ثریا تا آسماں

باغ کے اندر، بلور کا چبوترہ سراسر نور کا تعمیر تھا۔ اس پر ریشمی دھاگے سے نمگیرہ استادہ تھا۔ اس کے نیچے قاقم سنجاب کا فرش بچھا تھا۔ قمر پیکر نازنین جام و سبو لے کر حاضر تھیں۔ ملکہ بہار کرسی جواہر نگار پر جلوہ گر تھی۔ جواہر کی چھڑی، جگنو جڑے، ہاتھ میں لئے لباس اور زیور سے آراستہ تھی۔ سامنے گلدستے اور لخلخے رکھے تھے۔ بہار کی ملازمہ

صورت دیکھ کر گل رخان گلشن روزگار ہزار ہزار جان سے تصدق اور نثار تھے۔ زلیخا نے خواب میں بھی یہ صورت نہ دیکھی تھی اور پریوں نے اڑ کر اگر پائی ہو گی، تو اس کی کنیزی ہاتھ آئی ہوں گی۔

زبان حمد میں آگہ اسرار غیب
دہن حرز الحمد بے شک و ریب

بناگوش سے صبح محشر خجل
سیہ خال اس میں سویدا، اسے دل

وہ غبغب میں اک موج آب زلال
دکھاتے تھے اک جا پہ بدر و ہلال

ترقی پہ جوش بہار چمن
ہر دوش گلدستہ یاسمن

کمر سینہ و نازک اندام و نرم
عیاں شرم شوخی میں، شوخی میں شرم

وہ شانے وہ بازو وہ ساعد وہ دست
کریں جس کی بیعت صنوبر پرست

وہ چھاتی کی رنگت وہ بھٹنی سیاہ
کہیں دیکھ کر جس کو اہل نگاہ

ولیس آئینہ ساں ہے تن کی صفا
یہ سینے پہ پڑتا ہے عکس آنکھ کا

پسینے کے قطروں میں بوئے گلاب
صفائے شکم سے خجل ماہتاب

درخشندہ ناف اس در پاک کی
مگر زہرہ تھی پردۂ خاک کی

وجود کمر کی لطافت گواہ
نہاں چشم میں مثل تار نگاہ

وہ رانیں بنائی تھیں سانچے میں ڈھال
پھسل جائے جن پر نگہ خیال

نہ ہو ساق کیوں رشک شمع طور
کہ تھی پشت پا اس کی رخسار حور

اس باغ کی بہار اور شکل بہار دیکھ کر مہ رخ، شکیل، اسد، مہ جبیں، نافرماں، سرخ مو، ملہ جادو اور دلارام سب پکار اٹھے۔

کہاں گل کہاں مرتبہ خار کا
کہاں میں کہاں سامنا یار کا

مرے بخت برگشتہ سے ہے بعید
کہ دیکھوں میں آنکھوں سے یہ روز عید

اے ملکہ بہارا! ہم لوگ آپ کے پروانہ وار' شمع رخسار پر عاشق اور نثار ہیں۔ ہمارے حال زار پر نظر فرمائیے۔

وہ' بدر خاک بسر ہو گئے رسوا ہو کر
کیسے برباد ہوئے آپ کے شیدا ہو کر

آئیے آپ جو ہم خاک نشینوں کی طرف
فرش بن جائیں ابھی' دامن صحرا ہو کر

صبر و ہوش و خرد و تاب و تواں لے گئے آپ
دل تڑپتا ہے پہلو سینہ میں تنہا ہو کر

چودھواں سال خدا خیر سے کاٹے تم پر
گھٹنے لگتا ہے مہ چاردہ' پورا ہو کر

اے ملکہ! ہمیں اپنی غلامی اور کنیزی میں سرفراز فرمائیے۔ ملکہ بہار نے ان کے حال پر کچھ التفات نہ کیا اور ایک گلدستہ اٹھا کر ان کی طرف کھینچ مارا۔ پھر سب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس گلدستے کی ایک پنکھڑی الگ ہو گئی۔ اور پھولوں کا گجرا بن کر

مہ رخ کے لشکریوں میں پڑ گئی۔ جب سب کے ہاتھوں میں بندھ گئے۔ اس وقت سب منتیں کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ "اے ملکہ بہارا توبہ توبہ ہمیں عمرو عیار مکار نے بہکایا تھا۔ اب حضور ہماری خطا معاف کریں اور ہم سب کو شہنشاہ افراسیاب کے پاس لے چلیں۔"

بہار نے کہا: "اچھا تم سب میرے پیچھے چلے آؤ۔ میں تمہیں شہنشاہ کے پاس لے چلوں۔" یہ کہہ کر جست کر کے طاؤس سحر پر سوار ہوئی اور باغ کے باہر نکل کے چلی۔ ساری خلقت اس کے پیچھے پیچھے دیوانہ وار' بیقرار' عاشقانہ شعر پڑھتی ہوئی روانہ ہوئی۔ اس کے چلے جانے کے بعد وہ باغ سحر غائب ہوا' لیکن عیاران لشکر نے دور سے سارے لشکر کو مستانہ چال پر جاتے دیکھا۔ زنبیل عیاری بجائی۔ سب ایک جگہ جمع ہوئے برق نے کہا: "استاد میں عیاری کو جاتا ہوں۔"

برق اور سب عیاروں نے کہا: "یہ ہم سے نہ ہو گا۔"

عمرو نے کہا: "تم سب ٹھہرو۔" اور آپ زنبیل پر ہاتھ رکھ کر معجزہ طلب کیا کہ "یا جناب آدم صفی اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام...... میری صورت دنیا والوں کی نظر میں ایک چودہ سالہ لڑکے کی دکھائی دے۔" یہ دعا مانگ کر جام حضرت اسحٰق نکالا کہ جس میں آب جنت ہمیشہ بھرا رہتا ہے۔ اس آب طاہر و مطہر سے سارے جسم کو تر کیا۔ گویا پانی چھڑکتے ہی کایا پلٹ ہو گئی۔ عمرو کی شکل زیبا ایک خوبصورت لڑکے کی ایسی دکھائی دینے لگی کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اگر کھا گلنار پہنے ہے۔ تین کمر پٹیاں لگی ہیں' ٹوپی' گوٹا' پٹھا' لگے سر پر ہے۔ جواہر اور موتی اس میں ٹنکے ہیں۔

تیرے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

گلے میں منت کے تیرہ طوق پڑے ہیں' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تیرہ برس عمر کے

گزرے ہیں۔ ابھی چودہ سال پورا نہیں ہوا ہے۔ جو طوق منت کا پہنایا جاتا۔ مگر اس کی چتون سے کیا عاشق مزاجی پیدا ہے۔

اسیری عشق کو منظور تھی اپنی لڑکپن میں
پہنائے طوق منت کے بہانے میری گردن میں

اطلس کا پاجامہ' پاؤں میں جوتا بھاری پہنے کہ دم رفتار ہر ایک دیکھ کر یہ کہے۔

شاہراہ ہستی موہوم میں وہ چال چلی
اپنی آنکھوں کو بچھائیں دوست دشمن زیر پا

بھولی بھولی صورت' نازک رخسار پھول سے' حسن خداداد میں یگانہ زمانہ

دیکھے زلیخا گر تجھے ہو جائے بے خود دیکھ کر
یوسف کو کہتے ہیں حسین' لیکن نہ ہو گا اس قدر

انسان تو کیا چیز ہے' پریوں کے یاں جل جائیں پر
ہرگز نیاید در نظر صورت نہ صورت خوب تر

جب وہ اس شکل مرغوب کو دکھانے کے لائق ہوا' اس وقت بہار کی سواری سے دو کوس آگے نکل گیا اور ایک صحرائے پاکیزہ اور دشت بیاض دیکھ کر ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوا۔ آنکھیں بند کر لیں اور انگرکھے کے بند کھول دیے۔ ٹوپی اتار ڈالی۔ ہاتھ کان پر رکھ کر تانیں مارنا شروع کیں اور عاشقانہ اشعار اور ہجرت محبوب پر غزل گانے لگا اور روتا جاتا تھا۔

کشتہ اک عالم ہے چشم بحث خود کام کا
استخوانوں میں مزا پاتے ہیں سگ بادام کا

اے تپ غم گور میں لے چل جوانی میں مجھے
دوپہر ہے موسم گرما میں وقت آرام کا

تحفۂ میت' فراق یار میں معراج ہے
وحی آتا جاتا ہوں موت کے پیغام کا

بادشاہی ہے گدائی کوچۂ محبوب کی
زیر پا ہر ایک قدم ہے پا گل آرام کا

اے صنم عاشق سے ملتی ہی نہیں آنکھیں تری
نشہ اللہ رے' شراب حسن کے دو جام کا

گیسوؤں نے کر دیا دو چند حسن عارضے یار
نور ہوتا ہے زیادہ تر چراغ شام کا

عرصہ ہوئے تنگ ہو جائے دشت کربلا
یار کو مرے ارادہ ہو جو قتل عام کا

داخل کعبہ ہوا' کشتم عدم سے بھٹ
پردہ عاشق نے نہ رکھا جامہ احرام کا

سینکڑوں ہی دل ہیں شکل ماہی بے آب اسیر

یار کا چاہ زنخداں بھی ہے چشمہ دام کا

ہے یہ مستی میں اپنے عالم دیوانگی
حلقہ چشم پری خط ہے ہمارے جام کا

یاد جو آیا طواف کعبہ میں آتش وہ ملا
حال بدتر تھا کتاں سے جامہ احرام کا

ملکہ بہار قیدیوں کو لئے چلی آتی تھی۔ جب کوئی آدھ کوس وہ مقام رہ گیا کہ جہاں یہ کھڑا گا رہا تھا۔ اس نے صدائے دلکش سنی۔ کلیجہ تھام لیا اور بے قرار ہو کر اپنے طاؤس کو اڑایا اور اسی صدا کی طرف چلی' اس لئے کہ جیسا یہ سحر باغ و بہار کرتی ہے۔ ویسے ہی یہ رنگین مزاج اور علم موسیقی میں بھی دخل رکھتی ہے۔ غرضیکہ عمرو کے قریب پہنچی۔ عجب کیفیت دیکھی کہ ایک طفل حسین' اٹھتی جوانی' محبوب لاثانی' شاخ درخت پکڑے' آنکھیں بند کئے گا رہا ہے اور اس طرح ترنم سرا ہے کہ اس جگہ کے سب چرند اور پرند محو ہیں کوئی طائر اس طفل کے بازو پہ بیٹھا ہے کسی نے سر پہ آشیانہ نہ کیا۔ کوئی ہاتھ پہ بیٹھا ہے' مگر اس لڑکے کو اپنی دھن میں کچھ خبر نہیں ہے۔ کانوں میں بالے پڑے ہیں۔ بازو بند جواہر کے بندھے ہیں۔ گلے میں خوشنما ہیکل پڑی ہے۔ ہاتھوں میں مہندی لگی ہے۔ چہرہ چودھیں رات کا چاند ہے' ملکہ وہ بھی اس کے سامنے ماند ہے۔ پر تکلف لباس سے آراستہ ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی کا لاڈلا بیٹا ہے۔ بہار اس گل رخسار کے قریب گئی اور پکار کر پوچھا: "اے سرو قامت! تو کس گلشن شاداب کا نونہال ہے کہ اس طرح اس دشت پر خطر میں کھڑا ہے۔ تیرے والدین کا کیسا پتھر کا کلیجہ ہے۔

اس وقت کہاں اس دشت میں آہوا جلوہ گر اے بت حور لقا
میری جان ہے جاتی' برائے خدا' کچھ کہہ تو ذرا تو حالت دل
نہ فقط تیری زلف ہے دام بلا' نہ فقط تیرے خال ہیں ہوشربا
ہیں یہ عشوہ و غمزہ ناز و ادا سبھی باندھے کمر' پئے غارت دل

عمرو نے یہ صدا سن کر آنکھیں کھولیں اور سہم کر بہار کی طرف دیکھا۔ ہاتھ باندھ کر سلام کیا اور کہا: "میں جاتا ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا' یہ جگہ آپ کی ہے۔"

بہار نے دیکھا کہ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ہے اور بچپنے کے سبب ڈر گیا ہے' یہ سمجھ کر اپنے طاؤس پر سے کود پڑی اور قریب آنے لگی۔ عمرو ہاتھ جوڑتا روتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا اور کہتا تھا کہ مجھ سے قصور ہوا۔ اب کبھی یہاں نہ آؤں گا۔

بہار نے دل سے کہا' بچہ ہے یہ بالکل ناسمجھ ہے۔ نہیں معلوم کیونکر یہاں آیا ہے۔

بس اس نے چمکار کر کہا: "میاں ڈرو نہیں۔ ہم تمہیں پیار کریں گے۔ تم کس کے صاحبزادے ہو؟"

عمرو بہار کے چمکارنے سے ٹھہرا اور اٹھلا کر بولا۔ "تم ہمیں مارو گی تو نہیں۔ ہمیں باجی اماں نے مارا۔ ہم یہاں بھاگ آئے۔"

بہار نے یہ سن کر خیال کیا کہ افسوس والدین اس کے ڈھونڈتے ہوں گے اور یہ یہاں بھاگ آیا ہے' جب ہی میں حیران تھی کہ یہ بچہ جنگل میں کہاں کھڑا ہے۔ معلوم ہوا کہ ڈر کے بھاگا ہے۔ بس اس نے کہا: "نہیں نہیں' تم خوف نہ کھاؤ۔ ہم تم کو نہ ماریں گے۔"

عمرو نے کہا: "سامری قسم' نہیں مارو گی۔"

بہار نے کہا: "سامری قسم' کچھ نہ کہیں گے۔"

عمرو چند قدم آگے بڑھا اور پھر سہم کر پیچھے ہٹا۔ اس وقت بہار نے سوچا کہ کم بخت

اس کے ماں باپ نے ایسا مارا ہے کہ لڑکا سہا جاتا ہے۔ یہ تصور کر کے پری بہار جھولی سے ایک بہت خوش رنگ گلدستہ نکالا اور کہا: "یہ لو گے؟"

عمرو نے دل سے خیال کیا کہ یہ ساحرہ ہے' اگر سحر کر دے گی تو کچھ نہ بنے گا۔ گلدستہ دیکھتے ہی ہنس کر بولا: "ہاں لیں گے۔"

بہار نے گلدستہ چھپا لیا اور کہا: "آؤ ہمارے گلے لگ جاؤ تو دیں۔"

عمرو دوڑ کر گلے سے لپٹ گیا اور کہا: "وہی پھول دو باجی' لاؤ وہی دو۔"

بہار نے دونوں گالوں پر خوب پیار کیا اور کہا: "چل میں تجھے اپنا بیٹا کروں گی۔"

عمرو نے کہا: "باجی اماں کیا تمھیں ہو؟"

بہار بولی "ہاں"

عمرو گویا ہوا: "پھر ہمیں پھول دو۔"

بہار نے پوچھا: "تمہارا گھر کہاں ہے؟"

عمرو نے کہا: "ہمارا گھر بہت دور ہے۔ ادھر دیکھو' وہ سامنے جو درخت ہے' بس ادھر ہی ہمارا مکان ہے۔ وہ دکھائی دے رہا ہے۔"

بہار نے کہا: "چل جھوٹے۔ کیا تیرا گھر ایسا قریب کہ سامنے دکھائی دیتا ہے۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خواصیں اور انیسیں آ پہنچیں۔ عمرو انھیں دیکھ کر' بہار کی گود سے تڑپ کر نکلا اور بولا: "ہم جاتے ہیں۔"

بہار نے اپنی خواصوں سے کہا: "بچہ ڈرتا ہے۔ تم لشکر کی طرف جاؤ۔ میں آتی ہوں۔"

خواصیں آگے بڑھ گئیں۔ بہار نے کہا: "کیوں میاں اپنی باجی کو چھوڑ جاؤ گے۔"

عمرو بولا: "پھر کیا تمہارے گھر چلیں؟"

بہار نے کہا: "ہاں چلو۔"

عمرو نے کہا: "ہمیں ہرن پکڑ دو گی۔"

بہار نے پوچھا: "ہرن کا کیا کرو گے؟"

عمرو گویا ہوا: "اے باجی ایک دن ہماری باجی اماں کہتی تھیں کہ ہم جو اپنے بھیا کی شادی

کریں گے تو ہرن کا گوشت پکائیں گے۔ ہم نے سن رکھا تھا۔ آج ہم جنگل میں بھاگ آئے ہیں تو ہرن لپٹتے جائیں۔ اماں خوش ہو کر ہمارا بیاہ کر دیں گی۔"

بہار خوب ہنسی اور کہا: "تجھے جورو کے ملنے کی بڑی خوشی ہے۔ اگر تو میرا بیٹا بنے گا' تو شہزادی بیاہ لاؤں گی۔ تو اپنے باپ کا نام بتا۔ میں اسے بلوا کر مانگ لوں گی۔"

عمرو نے کہا: "ہمارے ابا کا نام امیہ جادو اور ہمارا نام گلرنگ جادو ہے۔ باجی ہمارے گھر چلو۔"

بہار نے کہا: "تمہیں گھر اچھی طرح یاد نہیں ہے۔ تم ہمارے ساتھ چلو۔ میں تمہارا گھر لوگوں سے ڈھونڈوا کر تمہارے باپ کو بلوا بھیجوں گی۔"

عمرو نے کہا: "اچھا ہمیں گود میں لے چلو۔"

بہار نے اسے گود میں لے کر اپنے طاؤس پر بٹھا لیا اور لے کر روانہ ہوئی۔ بہار کے حکم کے مطابق اس کا لشکر مہ رخ کے لشکر سے پانچ کوس کے فاصلے پر آ کر اترا تھا۔ بہار کئی کوس آ ہی چکی تھی' تھوڑے ہی عرصے میں داخل لشکر ہوئی۔ فوج کے سرداروں کو بلا کر حکم دیا: "لشکر مہ رخ میرے سحر میں گرفتار ہو کر آیا ہے۔ جب تک ان کے ہاتھوں میں گجرے بندھے رہیں گے' ہوش نہ آئے گا۔ تم لوگ احتیاطاً پہرہ کر لو تا کہ کوئی افتاد نہ پڑے۔"

کنیزوں کو حکم دیا: "بارگاہ کے اندر سب سامان عشرت مہیا کر کے' تم سب آج کی رات بارگاہ سے باہر رہو۔ خبردار کوئی بارگاہ کے اندر نہ آئے کہ عیار تم میں مل کر چلے آئیں گے۔ دل تھرا رہا ہے۔ اس وقت لشکر مہ رخ کے سر کٹ نہ سکیں گے' کل صبح کو قتل کروں گی اور آج خستہ و شکستہ بھی ہوں۔ آمد و رفت میں تھک گئی ہوں۔ میری بارگاہ کے گرد بھی کوئی نہ رہے۔ میں اپنی حفاظت آپ کر لوں گی۔"

کنیزیں یہ حکم پا کر مصروف کاروبار ہو گئیں اور فوج نے جا کر لشکر مہ رخ کو گھیر لیا۔ پہرا مقرر ہو گیا۔ ادھر خواصوں نے پر زر مسند بچھائی۔ جواہر کی پلنگڑی آراستہ کی۔ پھلوں

کی ڈالیاں خوش رنگ ترالیاں لگا دیں۔ قابوں میں شراب ناب کی کشتیاں رکھ دیں۔ خاصے کے خوان چن دیئے۔ عطر دان، چنگیر، چوگھڑے، پاندان، جملہ سامان موجود کر کے آپ سب بارگاہ کے باہر چلی آئیں۔ ملکہ بہار مع عمرو کے بارگاہ میں داخل ہوئی۔ بارگاہ کے سراپچے فراشوں سے اٹھوا دیئے اور کہا: "شام قریب ہے، تم بھی روشنی کر کے باہر چلے جاؤ۔"

فراشوں نے دن ہی سے شیشہ آلات روشن کر دیا اور چلے گئے۔ صرف عمرو اور بہار تنہا رہ گئے اسی اثنا میں وہ دن تمام ہوا اور رقاصہ فلک ستارہ وار پیشواز زیب قامت کر کے، خسرو انجم کے روبرو مجرا کرنے کو حاضر ہوئی اور ترک سپہر خنجر لے کر۔ بہ عہدہ پاسبانی خیمہ چرخ کے در پر ٹھہرا۔

دکھایا ماہ نے جب روئے پرنور
دھوئیں کی طرح ظلمت ہو گئی دور

ہوا گردوں کا تخت آبنوسی
فروغ ماہ سے نور تجلی

وہ شب تھی روز روشن سے بھی بہتر
بیان مہر تھا، ہر ایک اختر

عمرو کو بہار نے کچھ میوہ اور مٹھائی کھلائی۔ کھانے کے لئے خاصہ اور لذیذ طعام سامنے رکھا۔ عمرو نے کہا، میں کھانا نہ کھاؤں گا۔ غرضیکہ میوہ کھلایا اور بہار کھانا نوش فرما کر مسند پر بیٹھی اور کہا، میاں صاحبزادے کچھ گاؤ۔ عمرو نے کمر سے نے نکالی اور بجانے لگا۔ کبھی اشعار عشق انگیز اور کبھی ہجرت آمیز گاتا تھا۔

تا عمر بود در ہوس روے تو باشم
در خاک شوم خاک سر کوے تو باشم

فردائے قیامت نہ روم جانب طوبے
در سایہ سرو قد دلجوے تو باشم

خوش آنکہ نہاں از پے دشنام بر آری
من دست بر آوردہ دعا گوے تو باشم

پہلوے تو پیوستہ نشستند رقیباں
تا من توانم کہ بہ پہلوے تو باشم

از غمزہ تو ساحری آموز وازوے
موئے شوم و در خم گیسوے تا باشم

ہر گہ کہ تو از نازکی دست بچو گل
خواہم ہمہ تن سر شوم و گیاے تو باشم

از شاخ گل تانہ محرم بلبل ایں باغ
معذورم اگر شیفتہ روے تو باشم

روزے کہ فلک خواند مرا ہم بلالی
مخواست کہ من مائل ابروے تو باشم

اس وقت بہار کی بارگاہ کے گرد صحرائی جانور محو ہو کر چلے آئے۔ ہوا چلنے سے تھم گئی۔ سنبل بندھ گیا۔ بہار تار تار ابرِ نو بہار کی مانند گریاں ہوئی' اور تال سم پہ بے قرار ہو کر حسرت سے منہ تکتی تھی۔ پہر بھر کے بعد عمرو نے بانسری رکھ دی اور خاموش ہو بیٹھا۔ بہار بے تاب ہو گئی اور کہنے لگی' میاں صاحبزادے' کیوں مجھے گھائل کر کے تڑپتا چھوڑتے ہو۔ ابھی کچھ اور شغل کرو کہ یہ جانِ حزیں تسکین پائے۔"

عمرو نے کہا: "میرے سر میں درد ہوتا ہے۔"

بہار نے خیال کیا کہ اگر ایک جام سے قلقل اس کو پلا دوں اس کے نشے میں یہ خوب کیفیت دکھائے گا۔ بس اس نے شراب میں ساغر بھر کر کہا: "لو میاں یہ شربت پی لو۔"

عمرو نے کہا: خوب کیا ہم جانتے نہیں کہ یہ شراب ہے۔ ہمارے گھر میں سب پیتے ہیں۔ لاؤ ہم بھی چکھیں۔"

بہار نے کشتی مے حاضر کی۔ عمرو نے اپنے قاعدے کے مطابق مے خانہ آراستہ کیا اور گلابیوں کا گلدستہ بنایا۔ سرخ شیشے کے برابر سبز کنٹر لگایا۔ بہار بہت خوش ہوئی اور دل سے کہا' یہ کسی اولوالعزم کا لڑکا معلوم ہوتا ہے' لیکن عمرو نے اس الٹ پھیر کرنے میں' شراب میں دارو بیہوشی ملا دی اور کہا: "اے ملکہ' تم پہلے پیو کہ میر مجلس ہو۔ پھر ہم بھی چکھیں گے۔" بہار اس کی شائستگی پر آفریں کرنے لگی۔ عمرو نے جام سامنے کیا بہار ساغر لے کر پی گئی۔ پھر دوسرا جام عمرو نے پیش کیا کہ تنہا جام نہیں پیتے ہیں اور مے کشی سے انکار تھا نہیں۔

دے پیر مے فروش کہ ذکرش بخیر باد
گفتا شراب نوش و غم دل ببر زیاد

گفتم بباد میدہد ایں بادہ نام و ننگ
گفتا قبول کن سخن و ہرچہ بادا باد

پر کن تو بادہ جام دمادم بگوش ہوش
بشنو ازیں حکایت جمشید و کیقباد

اس کے بعد دو چار ساغر اور پلائے۔ عمرو نے نگاہ بچا کے دو جام اپنے گریباں میں انڈیل لئے کہ بہار کو معلوم ہو کہ خود بھی پیتا ہے اور پھر بانسری لے کر بجانے لگا۔ اس وقت بہار ایسی مست تھی کہ بار بار گلابی کا منہ چومتی تھی اور مستی میں آ کر خود بھی گاتی تھی دین و دنیا فراموش تھا۔ ہر دم نوشا نوش تھا اور عمرو گا رہا تھا۔

شراب و مینا و جام و ساقی بہار باغ ابر و برق باراں
سب ایک جا ہیں، اب آج باہم ہوا ہے تقدیر سے یہ سہل
فلک جدائی کی گھات میں ہے یہی محل دعا ہے یاراں
ہوئی ہے مدت میں وصل کی شب نہ حشر تک ہو سحر نمایاں
کروں میں اپنے جھکا کے سر کو، خدا سے تو اے صنم دعا کر

ہوئے ہیں مدت میں دونوں باہم، خوشی ہو دل کو گلہ نہ کیجے
نہیں ہے کوئی محل صحبت، گلے میں باہوں کو ڈال دیجے
شراب قلقل بھری ہے شیشے میں، دست تسکین جام لیجے
حجاب بے جا ہے وصل کی شب، نقاب الٹیے شراب پیجے
ہماری سنئے کچھ اپنی کہئے، لپٹیے اب منہ سے منہ ملا کر

یہ صحبت ناؤنوش شب بھر رہی۔ بہار کو اپنے تن و جان کی خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ معشوقہ سپہر نے حجلہ مشرق سے اپنا چہرہ پر نور خلوتیان شب کو دکھلایا۔ محفل افروز انجم نے انجمن کواکب کو برخاست فرمایا۔

شب ہوئی آخر نمایاں، ہو چلے آثار صبح
آتش خورشید نے کی گرمی بازار صبح
روئے روشن سے اٹھایا، مہر گردوں نے نقاب
مرد مان دہر تھے، مصروف کاروبار صبح

عمرو نے دیکھا کہ بہار جادو مسند پر بے ہوش پڑی ہے۔ پائجامہ رانوں تک چڑھ گیا ہے۔ دوپٹہ کہیں پڑا ہے۔ سینہ کھلا ہے۔ عمرو نے بہار کی زبان نکال کر سوئی سے چھید دی اور اٹھا کر خیمے کے ستون سے باندھ دیا۔ بیہوشی دفع کرنے کا فتیلہ سلگا کر سنگھایا۔

بہار کو چھینک آئی اور ہوشیار ہوئی۔

عمرو نے سلام کیا اور کہا: "باجی تم نے ہمیں ہرن نہ منگا کر دیا۔"

بہار کو اب تک وہی بات کا خیال تھا چاہا کہ جواب دے، لیکن زبان منہ سے نکلی ہوئی اور چھیدی ہوئی تھی۔ بولا نہ گیا۔ سارا نشہ ہرن ہوا گھبرا کر اشارے سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ عمرو نے اپنی زنبیل سے کوڑا نکالا اور غیظ و غضب سے پکارا۔ میں عیاران عالم کا شہنشاہ، منکروں کی ڈاڑھی منڈوانے والا اور ساحروں کا سر کاٹنے والا۔ اے بہار دیکھا تو نے قدرت کا تماشا کہ کس طرح میں نے تجھے اسیر اور دستگیر کیا۔ اطاعت کی صورت میں جان بچے گی، ورنہ کوئی دم میں راہی ملک عدم ہو گی۔

بہار چونکہ حیرت سے رنجیدہ ہو کر آئی تھی اور طلسم سے باہر نکل جانے کی عازم تھی، اس لئے اشارے سے کہنے لگی، مجھے رہا کر دو، میں مطیع ہوتی ہوں۔ عمرو نے فوراً زبان سے سوئی نکال کر اس کا منہ کھول دیا۔ جب بہار چھوٹی تو سوچنے لگی کہ اس عیار نے جس طرح فریب کیا۔ اسی طرح لازم ہے کہ اس کے ساتھ دغا کروں اور دوسرے اس کی لیاقت کیا ہے، جو تجھ ایسی ساحرہ اس کی اطاعت کرے۔ پھر ہے تو ملکہ حیرت اپنی بہن ہی، اس سے انحراف اچھا نہیں۔ یہ سوچ کر اس نے عمرو کی جانب قہر کی نگاہ سے دیکھا۔

عمرو نے کہا: "اے بہار! میں نے تیرے اشارے کرنے پر اعتبار کیا۔ لیکن یہ خیال نہ کرنا کہ اب میں رہا ہو چکی ہوں، تو عمرو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اے بے ایمان، اس طرح مار ڈالوں گا کہ جیسے کوئی مچھر یا چیونٹی کو مار ڈالتا ہے۔ جو کچھ تجھ سے اس وقت ہو سکے۔ کر لے بے شک اپنے ساحروں اور مددگاروں کو بلا لے۔"

یہ کہہ کر عمرو بارگاہ کے باہر نکل آیا۔ بہار نے نعرہ کیا: "لینا اس چور کو" ساحر دوڑے عمرو نے حضرت دانیال کی منڈھی نکالی اور چھتری کی طرح استادہ کر کے اس کے نیچے بیٹھ رہا۔ بہار اور سب ساحروں نے آ کر گھیرا اور کہا: "اے مکار، اب تو کہاں جائے گا۔" یہ کہہ کر بہار نے ایک گلدستہ عمرو پر مارا کہ چاروں طرف لالہ و گل کے تختے کھل گئے اور عالم بہار پیدا ہوا، مگر عمرو منڈھی میں بیٹھا رہا۔ سحر نے کچھ تاثیر نہ کی، کیونکہ منڈھی کی یہی خاصیت ہے اور عمرو جہاں ایسا ہی شدید مجبور ہوتا ہے، وہاں تبرکات سے کام لیتا ہے۔ صاحبقراں نے قسم لے لی ہے کہ کبھی گلیم اوڑھ کر یا منڈھی کھڑی کر کے قتل نہ کرنا۔ اس لئے کہ بشر سے یہ عمدہ بشری کام لینا چاہیے مردان عالم کو زیبا نہیں کہ کسی کو مجبور کر کے قتل کریں۔

جب سحر نے عمرو پر کوئی اثر نہ کیا تو بہار نے ساحروں سے کہا: "اسے گھیرے رہو۔ میں جا کے پکڑے لاتی ہوں۔" یہ کہہ کر منڈھی کے اندر قدم رکھا۔ اسی وقت سر نیچے اور پاؤں اوپر، الٹی منڈھی کے دروازے پر لٹک گئی۔ عمرو نے دو کوڑے مارے کہ یہ نازک اندام تڑپ گئی۔ عمرو نے زنبیل سے چار پریاں نکالیں اور ایک پلنگڑی جواہر کے پایوں کی نکال کر، منڈھی سے کہا کہ خیمے کی طرح وسیع ہو جا۔ حکم کے مطابق منڈھی نے خیمے کی شکل اختیار کر لی۔ اس پر کلس یاقوت کے چڑھے تھے۔ سراپچے اور پردے جواہر دوز تھے۔ عمرو نے پلنگڑی بچھائی۔ پریوں نے فرش آراستہ کیا۔ عمرو پلنگڑی پر لیٹا۔ پریاں ہاتھ پاؤں دبانے لگیں۔

عمرو نے حکم دیا: "مابدولت رات بھر آرام پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ خبردار بیدار نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر آنکھیں بند کر لیں۔ ادھر ساحروں نے جو بہار کو لٹتے دیکھا، سحر کر کے چھڑانے آئے۔ جو آیا الٹا لٹک گیا اور سحر بھول گیا۔ پری نے عمرو کو بیدار کر کے عرض کیا:

"کوئی آیا ہے۔" عمرو اس پر خفا ہوا: "کہہ دیا تھا، مجھے نہ جگانا اور تو نے جگا دیا۔"

اور اٹھ کر ساحروں کو مارنا شروع کیا۔ انہوں نے فریاد کرنا اور دہائی دینا شروع کر دیا۔ ساحر جو باہر کھڑے تھے، وہ سحر کرنے لگے۔ کسی نے سحر کیا کہ دریائے آتش پیدا ہوا اور منڈھی اس میں غائب ہو گئی۔ آگ نے پانی کی طرح طغیانی کی، لیکن منڈھی کو کچھ ضرر نہ ہوا۔ جب ساحروں نے اس ارادے سے کہ دیکھیں عمرو جل گیا یا نہیں، آگ کو فرو کیا۔ دیکھا کہ عمرو اسی طرح ساحروں کو زدو کوب کر رہا ہے۔

یہ دیکھ کر پھر سحر کرنے لگے۔ کبھی پتھر برسا کر منڈھی کو چھپا دیا۔ کبھی پانی میں سحر کے غرق کیا اور تلواروں سے منڈھی کو کاٹنے کا قصد کیا، لیکن کچھ نہ ہوا اور جو اندر گیا، الٹا ہو کر لٹک گیا۔ اس وقت عمرو نے بہار سے کہا: "اے ملکہ اگر میں چاہتا تو تمہیں پہلے ہی بغیر عیاری کے گرفتار کر لیتا، لیکن میرے آقا کا حکم نہیں ہے کہ اس طرح کسی کو ہلاک کر دوں۔ ہاں تم لوگ ساحری کرتے ہو، اس لحاظ سے ہم لوگ تم سے مکاری و عیاری سے پیش آتے ہیں اور اگر تم لوگ پہلوانوں کی طرح مردانگی سے مقابلہ کرو تو شہزادہ اسد خود ہم نبرد ہو اور پھر ہم عیاری نہ کریں۔ اب لازم ہے کہ اطاعت کرو، ورنہ اے بہار، قسم ہے پروردگار کی قتل کر کے صاف چلا جاؤں گا۔

کوئی میرا پیچھا نہ کر سکے گا۔"

بہار نے کہا: "خواجہ مجھے چھوڑ دیجیے۔ میں تابعدار ہوں۔"

عمرو نے منڈھی سے حکم کیا: "بہار کو چھوڑ دے۔"

حسب ارشاد بہار رہا ہوئی اور منڈھی میں ٹھہر کر سوچنے لگی کہ اپنی جان دینا گوارا کروں یا عمرو کی اطاعت کروں۔ عمرو نے قیافے سے پہچانا کہ بہار کو ابھی مطیع ہونے میں تامل ہے۔ اس وقت کہا: "اے بہارا یہ عجیب بات ہے کہ تجھ جیسی محبوبہ، حسینہ، زیرک اور دانشمند ہو کر زمرد شاہ کو سجدہ کرے۔ اور کچھ اپنے مآل کار پر غور نہ کرے۔

زمرد شاہ اگر کسی طرح کی لیاقت اور قدرت رکھتا ہوتا تو یوں حمزہ صاحبقران کے ہاتھ سے دربدر بھاگتا پھرتا بس آگاہ ہو کہ خداوند عالم خالق دو جہاں ہے پھر ایسے خداوند اور خالق حقیقی کی بندگی چھوڑ کر اس کے بندے یعنی لقا کی پرستش کرنا زیبا نہیں۔ فسق و فجور کے اس خارستان سے نکل کر گلشن ہدایت کی سیر کرو۔ لقا اور افراسیاب چند روز میں مار ڈالے جائیں گے۔ یہ خیال بجا ہے کہ لقا بچا لے گا۔"

الغرض عمرو نے پروردگار کی وحدانیت میں ایسا کچھ بیان کیا' اور ازراہ عیاری اپنی شوکت دکھائی اور اپنی منڈھی استادہ کر کے عظمت جتائی کہ بہار کے آئینہ دل سے زنگ کفر دور ہوا۔ قلب کو سرور ہوا۔ بہار عمرو کے گانے پر بھی فریفتہ تھی' دوڑ کر اس کے قدم پر سر رکھ دیا اور عرض کیا: "میں آپ کی ایک کنیز ناچیز ہوں۔"

عمرو نے اس کا سر سینے سے لگایا اور کہا: "اے ملکہ! ازراہ عیاری جس طرح میں تم کو باجی کہتا تھا۔ اب بھی تم میری بہن ہو۔ انشاء اللہ دیکھنا کہ اس طلسم میں تمہارا کیا رتبہ ہوتا ہے۔"

بہار نے عرض کیا: "میں بھی جانبازی اور سرفروشی میں کوئی قصور نہ کروں گی۔"

الغرض یہ عہد و میثاق باہم کر کے ملکہ بہار منڈھی سے باہر نکلی اور افسران فوج سے کہا: "میں نے عمرو کی اطاعت اختیار کی۔ تم لوگ اگر میری نوکری کرو' بہتر۔ اور اگر تمہیں عمرو کی اطاعت منظور نہ ہو تو جدھر جی چاہے چلے جاؤ۔" پوری فوج نے اطاعت کی۔ بہار نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ لشکر مہ رخ جو دیوانہ ہو رہا تھا اور ہر شخص عاشقانہ شعر پڑھتا تھا' وہ موقوف ہوا اور سب ہوش میں آ گئے۔ گجرے پھولوں کے جو بندھے تھے' وہ مرجھا کر ہاتھوں سے نکل گئے۔ اب ساٹھ ہزار کا لشکر بہار کا تھا۔ اس میں سے جو پہلے قتل ہوا' وہ مارا گیا باقی تقریباً پچاس ہزار ساحر مطیع الاسلام ہوئے۔ بہار جادو نذر لے کر چلی۔ عمرو نے منڈھی اکھاڑی اور روانہ ہوا۔

ملکہ بہار مہ رخ کے پاس آئی اور مہ جبیں کو نذر دی۔ شہزادہ اسد اور مہ رخ نے بہار کو گلے لگایا اور کہا: "تمہارے آنے سے ہمارے لشکر کو تقویت ہوئی۔ مہ جبیں سب کو

لے کر وہاں آئی۔ جہاں بارگاہ تھی اور شاہی خیمے نصب تھے' کیونکہ یہ مقام لشکر بہار سے پانچ کوس پر تھا۔ اب بہار اور نافرمان ایک ہونے سے بہار اور مہ رخ کے لشکر بھی ایک ہو گئے۔ یہ فاصلہ جاتا رہا۔ ساحروں کی لاکھ ڈیڑھ لاکھ کی فوج مہ جبیں کی ملازم ہوئی۔ غرضیکہ جب سب افسر وغیرہ اپنے اپنے مقام پر آئے' عیش و عشرت میں مصروف ہوئے۔

بہار مہ جبیں کے دربار میں آ کر جواہر آگیں کرسی پر بیٹھی۔ احباب نشاط حاضر ہونے لگے۔ مئے ارغوانی کے جام کا دور شروع ہوا۔ عیار بھی لشکر میں آئے اور بزم عیش میں شریک ہوئے۔ اسی وقت طائران سحر نے آ کر مخبری کی کہ ملکہ سرخ مو کا سپہ سالار مع لشکر داخل ہوا۔ مہ رخ نے استقبال کے لئے لوگ بھیجے۔ لشکر کو اترنے کا حکم صادر فرمایا۔ شمشاد فیل پیکر سرخ مو کے پاس حاضر ہوا۔ اسباب و خزانہ کی جو فہرست ہمراہ لایا تھا' پیش کر کے اسباب و مال سپرد کیا۔ الحاصل یہ سب پوری دلجمعی سے عیش و آرام میں مشغول ہوئے۔

ادھر افراسیاب کو ملکہ بہار کا آزردہ ہو کر چلی آنا بہت شاق گزرا تھا۔ جب بہار ملکہ حیرت کی کج بحثی کے باعث اجازت رزم لے کر روانہ ہوئی اور ایک دن کا عرصہ ہوا' تو افراسیاب کہ بہار کا عاشق ہے' منغض ہو کر کوہ چینی کی طرف چلا گیا۔ یہ پہاڑ گلہائے رنگا رنگ سے گلدستے کی مانند ہے اور ہزار در ہزار رنگ کے درخت گلدار اور سایہ دار لگتے ہیں۔ جانور زمزمہ سرائی کرتے ہیں۔ افراسیاب دل بہلانے لگا' لیکن غنچہ و گل کو دیکھ کر اس گل بدن یعنی ملکہ بہار کی یاد اور زیادہ آئی۔ چند شعر پڑھے اور غم دل کو برطرف کرنا چاہا۔ جب دل مضطرب کو تسلی نہ ہوئی تو اس وقت ایک نامہ پراز اشتیاق و عذر و معذرت ملکہ بہار کو اس مضمون کا تحریر کیا۔

”اے سراپا بہار' جان عشاق' ملکہ بہار! تیرا چمن آرزو گلہائے مراد سے دن رات سلامت و رنگین رہے۔ ہر شاخ تمنا تمہارے لب لعلیں کی طرح ہری رہے۔ اے جان جاں! تمہارے ناراض ہو کر جانے سے اپنا حال درد فرقت سے برا ہے۔ حیرت کے کہنے کا

ہمارا نہ مانا۔ مجھے اپنا عاشق صادق جانا۔ اس عظیم مہم سے واپس آؤ۔ عاشق کو شربت دیدار پلاؤ۔ یہاں سے کسی اور ملازم کو بھیجا جائے گا۔ یہ حریفوں کا کام تمام کرے گا۔ تمہیں مسند ناز زیبا ہے' عاشق کے سینے پر سونا اچھا ہے۔ تم شب زفاف کے معرکے کی مبارز ہو نہ کہ میر میدان جنگ۔“

یہ نامہ قلم بند کر کے سحر پڑھا۔ زمین شق ہوئی۔ ایک پتلا پیدا ہوا۔ اس نے نامہ دے کر حکم دیا کہ جہاں بہار بیٹھی ہو' وہیں یہ نامہ پہنچاؤ۔ پتلا نامہ لے کر چلا۔ یہاں بہار مہ رخ کی بارگاہ میں جلوہ فرما ہے کہ پتلا پہنچا اور نامہ دیا۔ بہار نے پڑھ کر جواب لکھا۔

”فلک بارگاہ' انجم سپاہ' مشتری خصائل' زہرہ شمائل' عطارد رقم' ساحران جہاں افسر علی' جناب شہنشاہ افراسیاب۔ سلامت عشق سے فارغ البالی نصیب رہے اور چشم خوباں میں صورت زیبا تمہاری حبیب رہے۔ نامہ محبت پہنچا کہ سراسر گلدستہ گلستان محبت اور دیباچہ بوستان مروت تھا۔ عشق 'کجا' اور عاشق کا نام تو جہاں سے اٹھ گیا۔ اس لئے کہ:

چاہت کو میری آپ نہ دم دے کے پوچھئے
اپنے ہی دل سے آپ قسم دے کے پوچھئے

فی الحال اپنے مافی الضمیر سے آپ کو آگاہ کرتے ہیں۔

بدنامی سہیں گے ہم تمہاری خاطر
رسوائی سہیں گے ہم تمہاری خاطر
تم بھی جو کرو بات ہماری منظور
تو کیوں نہ کریں گے' ہم تمہاری خاطر

آئینہ رخسار حیرت کے حیران رہو۔ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ۔ اگر ہمارے عشق کا دعویٰ ہے تو تحفۂ طلسم لے کر مع قیدی شہزادہ بدیع الزماں اور ملکہ تصویر جادو کے یہاں آؤ اور عمرو کی اطاعت اختیار کرو کہ ہم نے اب دل سے عمرو کی تابعداری اختیار کی اور اپنی جان ان کے قدموں میں نثار کی ہے۔

"نامہ تمام' والسلام۔"

نامے کا جواب چیلے کے حوالے کیا۔ وہ لے کر کوہ عقیق پر آیا۔ افراسیاب نے نامہ پڑھا اور ایک شعلہ آہ کا سینے سے نکلا کہ جس نے عقل و ہوش کو جلا دیا۔ بے قرار بے تاب ہو کر اسی وقت دستک دی کہ گھٹا ہوا کے کندھوں پر سوار ہو کر آئی اور پہاڑ پر اتری۔ اس پر تین ساحر سوار تھے۔ انہوں نے افراسیاب کو مجرا کیا۔ دیکھا کہ افراسیاب کمال غمگین اور آزردہ ہے۔ وہ ساحر دست بستہ سامنے کھڑے رہے۔ افراسیاب نے حکم دیا: "اے شدید جادو' اے قہر جادو' اے عذاب جادو' تمہیں چاہیے کہ بے کراں فوج کے ساتھ یہاں سے روانہ ہو۔ ملکہ بہار مجھ سے خفا ہو کر لشکر حریف سے مل گئی ہے۔ اسے جس طرح ہو سکے' سمجھا کر میرے پاس لے آؤ۔ اگر بہ راہ آشتی نہ آئے تو زبردستی مقابلہ کر کے گرفتار کرنا۔ میں تمہارے لئے قبر جمشید پر جا کر ایک تحفۂ طلسم لاتا ہوں۔ بہار زبردست بہت ہے' یوں گرفتار نہ ہو گی۔ میں چادر جمشیدی بھیجوں گا اور اسی لئے قبر جمشید پر جاتا ہوں لہٰذا تم روانہ ہو۔ چادر پہنچنے کا انتظار کرنا۔"

وہ تینوں ساحر' کوہ عقیق کے متصل جو ملک واقع ہیں' وہیں کے حاکم ہیں۔ افراسیاب کے حکم کے مطابق اپنی جائے حکومت پر آئے اور ستر ستر ہزار کا لشکر تیار کر کے روانہ ہوئے۔ مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچے لشکریوں کے خیمے نصب ہوئے۔ اردوئے معلیٰ کا نقشہ درست ہوا۔ لشکر اترا۔ شدید جادو خیمے میں داخل ہوا۔ طائران سحر نے فوج کے آنے کی خبر' جا کر مہ رخ اور مہ جبیں سے عرض کی۔ مہ رخ نے افسران فوج کو بلا کر حفاظت کی تاکید کی۔ لشکر ہوشیار ہوئے۔ سردار سالار سحر جگانے لگے کہ مبادا' شدید جادو غفلت دے کر ضرر پہنچائے اور فوج پر چڑھ آئے۔ پلٹنوں اور رسالوں میں باجے بجنے

لگے۔ ہتھیار صیقل ہوتے تھے۔ مگر افراسیاب کو تخلی سے باغ سیب میں آیا۔ سب نے تعظیم کی' لیکن افراسیاب کی تیوری پر بل پڑے ہوئے تھے۔ کمال آزردہ ہو کر تخت پر بیٹھا۔

حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ' مزاج ہمایوں کیسا ہے؟"

افراسیاب نے غصے سے جواب دیا: "اے حیرت' تمہاری کج بحثی نے آخر یہ نوبت پہنچائی کہ ملکہ بہار جا کر عمرو کے شریک ہوئی۔"

حیرت نے عرض کیا: "اے شہنشاہ! اس چھوکری کو بڑا غرور ہو گیا تھا۔ اپنا ثانی دوسرے کو نہ جانتی تھی۔ تیور اس کے پہلے ہی بد تھے۔ میرے سامنے مہ رخ کی تعریف کرتی تھی۔ شہنشاہ کو اس کا ملال نہ ہونا چاہیے۔ بہت جاں نثار ایسے ہیں کہ آن واحد میں اسے گرفتار کر کے حاضر حضور کریں گے۔"

افراسیاب نے کہا: "یہ فقط کہنے کی باتیں ہیں۔ لاکھوں روپے صرف کر کے مہ رخ اور نافرمان اور بہار وغیرہ کو پرورش کیا۔ سحر سکھایا۔ اب یکایک کیونکر ان سب کو قتل کر ڈالوں۔ میں اب تک یہی چاہتا ہوں کہ ان سب کو راہ راست پر لاؤں۔ لہذا میں جاتا ہوں قبر جمشید پر۔ وہاں سے چادر لاؤں گا۔ اب تم گنبد نور پر جاؤ مجھے تمہارا ساتھ رہنا منظور نہیں۔ انسان تالیف قلوب کر کے اپنی فوج کے سرداروں کا دل بڑھاتا ہے یا برا بھلا کہہ کر دشمن بناتا ہے۔"

یہ کہہ کر جمشید کی طرف روانہ ہوا اور حیرت رنجیدہ ہو کر گنبد نور کی طرف آئی۔

مگر ادھر شدید اور قہر وغیرہ نے کئی خط پے در پے بہار جادو کے پاس بھیجے۔ ان میں مضمون فہمائش اور پند و نصیحت کے تھے کہ اے ملکہ' اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ مالک سے سرکشی کرنا اچھا نہیں۔ اب بھی چلی آؤ۔ نمک حراموں کا ساتھ نہ دو۔ دین جمشید و سامری برباد نہ کرو۔ بہار نے ہر بار سخت جواب دیا۔ دن بھر سوال و جواب' تقریر جاری رہی۔ یہاں تک کہ وہ دن گزرا اور ساحر شب نے ہوم کرنے کے لئے مائی سرحل بدلے' دانہ ہائے انجم کو ظلمت کی جھولی سے نکالا اور بچھونے زحل فلک

پر آسن مار کر بیٹھا اور اپنا سحر جگانے لگا۔ سلطان فلک چہارم سے مقابلہ ٹھہر گیا۔

شدید جادو اور قہر جادو وغیرہ نے مشورہ کیا کہ اگر شہنشاہ کے چادر جمشید لانے کا انتظار کریں گے' تو سارے طلسم میں نامرد کہلائیں گے۔ اس بہار کی کیا حقیقت ہے۔ طبل جنگ بجا کر اسے گرفتار کر لو۔ جب تک چادر' آئے اپنا کام کر رکھو کہ باعث ناموری ہے۔ یہ مشورہ کر کے طبل رزم بجنے کا حکم دیا۔ ساحروں نے نقارہ رزمی بجایا۔

طائروں نے مہ رخ کو طبل رزم کی خبر دی۔ ادھر بھی دہل تلی ہوئی اور نفیر سحر بجی۔ فوج کے افسر سامان حرب کرنے لگے۔ چار پہر رات تیاری رہی۔ جنگلی باجے بجا کے پوئیں تانی گئیں اور بیروں کو بھینٹ دے کر قابو میں کیا۔ چوکیاں بلائیں سا من بھوگ ہر ایک کو لگایا۔ بھوگ دے کر وعدہ لیا۔ ایک دوسرے نے حریفوں کے نام پر منتر کی جاپ کی۔ پیلی مٹی پر جوت کا نشان اتار دیا۔ ناریل ناری کے ساگ میں لپیٹ کر جلایا۔ کالا بجگا اور کھچڑی اور نیل کنٹھ کے خون سے جوت اتارا گیا۔ چراغ کی لو تیز کی۔ مسان کی مٹی تیلی کے مردے کی راکھ۔ مرگھٹ کے ٹھیکرے۔ مردوں کی ہڈیاں جمع کر کے دستک پڑھنت کی تیاری کی۔ ناریل ترنج اور نارنج کی لاگ مقرر کی۔ سامری و جمشید کی جے بول کر اگیاری بڑھائی۔ رات بھر کی دھونی رما کر سو رہے۔ ادھر بہادروں نے خنجر ہائے آبدار کو تیز کیا۔ سامان دے کر سنگ چڑھایا۔ تلواروں کی باڑھ کو دودنا بنایا۔ کمانوں کے دو دو انگل کے چلے چڑھوا دیے۔ یہ باڑھ ہاتھ سے لپٹنے لگی۔ ہر شمشیر آئینہ عروس مرگ بن گئی۔ لوہا ایسا صاف ہوا کہ ہر ایک میدان جنگ کے لئے تیار ہوا۔ رات بھر شجاعت کی باتیں' جوان مردی کی گھاتیں رہیں۔ یہاں تک کہ شعبدہ باز فلک نے کاسہ مشرق سے حقہ زریں نکال کر تماشا گہ چرخ میں گردش کیا ترک فلک نے خنجر بیضاوی' خورشید کو آسمان کی سان پر لگایا۔

شہزادہ اسد نے صبح دم فریضہ نماز سحر ادا کیا۔ ہر ایک ساحر کہ اسلام کا مطیع ہو چکا ہے۔ دل سے یاد خدا کرنے لگا۔ بظاہر اسی طرح اپنی حالت ساحری پر رہا۔ یکایک پٹن کی ہنگ بجی۔ لشکر میں ترئی بجی۔ کمر بندی ہوئی۔ افسر سوار ہوئے۔ ساحر پیدل مرنے پر

تیار ہوئے۔ ایک طرف مہ جبیں کا تخت' دمادم بزور سحر اڑاتی ہوئی ظاہر ہوئی۔ مہ رخ اور نافرمان شکیل اور بہار بیٹھے کر و فر سے تخت پر اور جادوئی طاؤسوں پر سوار' ملکہ مہ جبیں کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ سب نے فرشی مجرا کیا' قلب لشکر میں تخت شاہی کو رکھ لیا۔ جوق جوق' طبق طبق' بیرق بیرق' سنجق' علم علم اور چشم چشم ساحران بنی بلا اور اژدر کے بانڈوں پر سوار' میدان جنگ میں داخل ہوئے۔ شہزادہ اسد غیر ساحروں کی فوج لئے گھوڑا طرارے بھرتا ظاہر ہوا۔

اسد بہ صد سپہ سالاری لشکر مہ رخ کے آگے آ کر ٹھہرا تھا کہ سامنے سے بجلیاں چمکنے لگیں۔ رعد کی طرح خوفناک آواز پیدا ہوئی۔ کالے کالے بادل جنگل سے اٹھے۔ شدید جادو' قہر جادو اور عذاب جادو اپنی فوج لئے ہوئے' دریائے مواج کی مانند بڑے جوش و خروش سے آ کر پہنچے۔ ساحروں نے بجلیاں گرائیں۔ درخت اور جھاڑیاں جل گئیں۔

سامنے کی آڑ ہٹی پھر ابر سحر برسایا۔ گرد و غبار بیٹھا صف آراؤں نے صف آرائی کی۔ دونوں طرف سے چودہ صفیں سد سکندر کی مانند آراستہ ہو گئیں۔ نقیب ماضی کے بادشاہوں کا حال پڑھ کر بہادروں کو جنگ کی ترغیب دلانے لگے۔

نقیبوں کی صدا نے ہر ایک کو مرنے کی آرزو جتائی۔ لڑنے کی ہوس بڑھائی۔ قہر جادو نے اژدر بڑھایا اور میدان میں آیا۔ آگ پتھر برسا کر' اپنی اولوالعزمی دکھا کر آواز دی:

"اے فرقہ نمک حرامان' آؤ میرے مقابلے کو' کہ تمہیں واجبی گوشمالی دی جائے۔"

نافرمان نے اپنا طاؤس اڑایا اور مہ جبیں کے تخت کے سامنے آئی۔ حرب کی اجازت چاہی۔ مہ جبیں نے خلعت دیا۔ خدا کے سپرد کیا۔ نافرمان اس نافرمان کے سامنے آئی۔ سحر چلنے لگے۔ قہر نے ایک ناریل مارا کہ گولے کی طرح آ کر ران پر نافرمان کے پڑا۔ توڑ کر پار نکل گیا۔ یہ زخمی ہوئی اس وقت سرخ مو نے تخت بڑھایا۔ اجازت لے کر ان کے سامنے گئی۔ اس نے گولہ اس کے بھی مارا۔ سرخ مو نے خالی دے کر اپنی زلف کو پریشان کیا اور ایک ڈبیا یاقوت احمر کی نکلی اور اس کو کھول کر ستارے نکالے اور ہاتھ پر رکھ کر اڑا دیئے کہ فلک کی جانب جا کر چمکنے لگے' وہاں سے تیر شہاب

کی مانند ٹوٹ کر چو گرے' قہر جادو کو توڑ کر زمین میں چلے گئے۔ شور قیامت کی طرح آوازیں آنے لگیں۔

مہ رخ کے ساحروں نے سحر پڑھ کر قہر جادو کے ببر شیر اپنے قابو میں کئے۔ ران چاک کر کے خون کے چھینٹے بھینٹ میں دیئے۔ وہ آفت ٹلی۔ عذاب جادو نے پھر مقابلہ کیا۔ اس طرف سے شکیل نے اپنا اژدر نکالا۔ عذاب جادو نے ترسول کے کئی حملے کئے۔ شکیل نے سب چوٹیں خالی دیں اور سحر پڑھ کر تلوار کا وار کیا کہ وہ تیغہ سحر بن کر جو گرا۔ اس کے خرمن ہستی کو جلا دیا۔ اس وقت شدید جادو غضب میں آ کر میدان میں آیا اور ایک سانپ جھولی سے نکال کر میدان میں پھینکا کہ اس سانپ کو شکیل نے ٹوکا۔ ہر چند اس نے رد سحر کیا' مگر کچھ نہ ہوا بیہوش ہو کر گرا۔ مہ رخ نے اٹھوا منگایا اور ساحر جھاڑنے کے لئے مقرر کئے کہ مر نہ جائے۔

اس وقت سرخ مو پھر مقابلے کو نکلی۔ سانپ نے اسے بھی گھیرا۔ اس نے ایک طاؤس کاغذ کا کتر کر سحر کر کے اڑایا کہ وہ طاؤس اڑتا ہوا آیا اور سانپ کو منقار میں داب کر لے گیا۔ دونوں لشکروں سے واہ واہ ہوئی کہ شدید جادو کو غصہ آیا اور کمان میں تیر رکھ کر سحر پڑھ کر مارا۔ سرخ مو نے دستک دی۔ چالیس سپر آپ سے آپ سامنے سے اڑ گئے' مگر شدید جادو کا تیر سب سپر توڑ کر سرخ مو کے شانے پر لگا کہ یہ بھی زخمی ہوئی اور میدان سے ہٹ گئی۔

اس وقت شدید جادو للکارا: "اے بہارا میں تجھے گرفتار کرنے کو آیا ہوں۔ تو آ کر مقابل ہو۔ کہاں تک چھپے گی۔"

بہار تخت پر زیب و زینت کے ساتھ جلوہ گر تھی اور کئی سو خواص' پھولوں کی ڈالیاں لئے سامنے کھڑی تھیں' گلدستے سامنے چنے تھے کہ شدید کا پکارنا سنا۔ فوراً تخت آگے بڑھایا اور ایک گلدستہ اٹھا کر جنگل کی طرف مارا کہ پہاڑوں کی جانب سے شب دیجور کی مانند ایک ظلمت پیدا ہوئی اور تاریکی تمام عالم میں چھا گئی۔ اس وقت بہار نے مقابلہ کھول کر اپنی پیشانی پر افشاں اور چاند ٹکی لگائی۔ اس وقت اس تاریکی میں چاند اور ستارے

چھٹتے ہوئے دکھائی دینے لگے۔ اب یہ معلوم ہوتا تھا کہ چاندنی رات ہے دن ظاہر نہ ہوتا تھا۔

شدید جادو ہو سحر پڑھ کر دستکیں دینے لگا کہ بہار نے دوسرا گلدستہ مارا اور پکاری: "اے بہار آؤ۔ اسی دم ہوائے سرد کے جھونکے آنے لگے اور لشکرِ شدید کے ساحر تالیاں بجانے لگے کہ بہار نے تیسرا گلدستہ مارا۔ ہزارہا عورتیں' نازنین' مہ جبیں حسین' و جمیل' ہاتھوں میں ساز اور باجے لئے پیدا ہوئیں۔ وہ عورتیں' یعنی ترکن' بعضی فرنگن' اور ہندو اور مارواڑ سب ملک کی اور ہر ایک قوم کی تھیں۔ اور سب مہ پارہ تھیں۔

انھوں نے اپنے اپنے ساز نہایت خوش آہستگی سے بجائے کہ لشکر حریف ان زہرہ وشوں پر عاشق ہوا کہ بہار نے چوتھا گلدستہ مارا کہ اہل لشکر کی آنکھیں بند ہوگئیں اور بہار کا موسم ظاہر ہوا۔ عجیب لطف تھا کہ شب مہ میں پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آتی تھی اور باغ و چمنستان دور تک دکھائی دیتے تھے۔ نسیم مشک بار ہر جانے سحر سے سر ٹکراتی تھی۔ غنچے چٹک کر جمائی لیتے تھے۔

نسیم ہو رہی ہے صدقے ہر خیاباں پر
گلوں سے بھرتی ہے دامن کو اپنے باد صبا

نہ بسکہ محو تماشائے لالہ و گل ہے
نہیں جھپکتی ذرا چشم نرگس شہلا

شگوفے یوں نظر آتے ہیں باغ میں ہر جا
ہر ایک شاخ پہ گویا کہ ہیں یہ بیضا

کسی کے نرگس مخمور سے جھکتے ہیں یہ

جو سر جھکائے ہے ہر گل بدوش باد صبا

صبا پہ اب کی برس اس قدر ہے رنگ کھلا
کہ ہاتھ ہوتے ہیں رنگین، چھوکے برگ حنا

کسی کے روئے عرقناک کے تجسس میں
چمن میں قطروں سے شبنم کے گل ہیں آبلہ پا

ہر ایک گل پہ کرے نثار گوہر اشک
اسی امید پہ کہسار سے اٹھی ہے گھٹا

چمن میں دیکھ کے گل نخل بارور ہر سو
یہ کہہ رہی ہے اٹھا کر چنار دست دعا

میں بے ثمر ہوں، مجھے بھی ثمر عطا کیجیو
الہی حرمت فصل بہار کا صدقہ

بہار تخت سے اتر کر چمنستان کے درمیان چلی گئی، اور وہ پری پیکر عورتیں جو صحرا سے آئی تھیں وہ بھی باغ میں داخل ہو گئیں۔ جب شدید جادو اور سب اہل لشکر گلشن کے اندر جانے لگے تو دیکھا کہ سامنے سے ملکہ بہار ظاہر ہوئی۔ اس وقت اس کے حسن و جمال کی یہ کیفیت تھی کہ اگر حور بھی دیکھتی تو اس کی کنیز ہو جاتی۔

ماہ سے کب جبیں مقابل ہے
نقص داغ اس میں ہے، یہ کامل ہے

رشک خورشید تھی وہ پیشانی
چاند سے تھی ہلال کی تقصیر

کیا ہو تعریف چشم ہوں حیران
صاد کہتے ہے قاری قرآن

روشنی خوب تھیں آنکھیں
چشم بد دور خوب تھیں آنکھیں

غنچہ بینی و گل رخسار
چمنستان عیش کی تھی بہار

بہار کو دیکھتے ہی شدید جادو شیفتہ ہوا۔ بہار نے ایک خواص کو اشارہ کیا کہ وہ نشتر اور طشت لے کر آئی اور پکاری: "اے فریفتگان جمال، عدیم المثال ملکہ بہارا اپنے جسم کا تھوڑا خون اس مہر تمثال کی نذر کرے۔ یہ نشتر اور طشت حاضر ہے۔ اس کی رسید دے۔"

یہ آواز سن کر شدید جادو کے ساحران لشکر دوڑے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کنیز کے پاس جو بھی آیا اس نے ہاتھ کی فصد کھول دی۔ طشت ہاتھ کے نیچے رکھ دیا کہ خون اس میں گرنے لگا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر دوسرا آیا۔ اس نے بھی رگ جان پر نشتر کھلایا اور یہ کہتا ہوا بے ہوش ہوا۔

مرا کشتے و تکبیرے نگفتی
عجب سنگین' دلے اللہ اکبرا

اب طرفہ ہنگامہ بپا گرم تھا اور لاش پر لاش گر رہی تھی۔ ایک دوسرے پر تیغ کھانے میں پیش قدمی کرتا تھا۔ اس اثنا میں بہار نے اپنی دوسری کنیز سے اشارہ کیا کہ شدید کو طلب کرے۔

کنیز نے باآواز بلند کہا: "اے شدید! تمہیں ملکہ عالم طلب فرماتی ہیں۔ جلد آؤ۔"

شدید جادو کنیز کی صدا سن کر بہار کی طرف چلا۔ بہار اسے آتے دیکھ کر وہاں سے ہٹی اور اس گلشن سحر میں دور جا کر ٹھہری۔ شدید پیچھے پیچھے خوشامدانہ آیا۔ قریب آیا۔ دیکھا کہ بہار چھڑی ہاتھ میں لئے گلگشت کر رہی ہے۔ جوڑا ترچھا بندھا ہے۔ دوپٹے کا آنچل سینے سے ڈھکا ہوا ہے۔ پائنچے کلائچے پر چڑھے ہیں تانوں کے برابر برابر سلوٹیں پڑی ہیں۔ پھولوں کا گہنا پہنے' چمنستان کی سیر میں مصروف ہے جیسا حسن پہلے تھا' اس سے اس وقت سوا ہے زیادہ ہے۔ شدید جادو دست بستہ سامنے کھڑا ہوا۔

بہار نے ایک چھڑی ماری اور کہا: "اسی منہ پر عشق کا دعویٰ رکھتا ہے کہ حیرت نے سر دربار مجھے گالیاں دیں۔ برا بھلا کہا اور تو نے اس کا کچھ معاوضہ نہ کیا۔"

شدید جادو نے کہا: "اے راحت جاں! مجھے کب یہ کیفیت معلوم تھی۔"

بہار نے دو تین چھڑیاں اور لگائیں اور کہا: "حرامزادے' تو نے اب جو یہ ماجرا سنا' تو کیا کیا۔ تو نے میرا کچھ بھی پاس کیا۔"

اس نے عرض کیا: "اگر آپ حکم دیں تو حیرت کو جوتیاں لگاتا سامنے لاؤں۔"

بہار نے اسے چھڑی سے خوب پیٹا: "مسخرے ہم حکم دیں' جب ہی تو بلائے۔ تجھے آپ سے کچھ ہماری محبت نہیں۔"

شدید نے سحر کی چھڑیاں جو کھائیں' بے خود ہو گیا اور باقی حواس بھی جاتے رہے کہا: "اے ملکہ' میں ابھی اس غیبانی حیرت کو جھونٹے پکڑ کے لاتا ہوں۔"

بہار نے کہا: "تیری بات کا اعتبار نہیں۔ بلا اپنے افسروں کو۔"

اس نے افسروں کو طلب کیا۔ اس وقت بہار نے اس کنیز کو جو فصد کھولتی تھی، منع کیا اور سب سردار پاس آئے۔ اس نے کہا: "تم سب کو اطلاع دیتی ہوں اور وثیقہ اقرار تمہارے ہاتھ میں باندھتی ہوں، کہ حیرت نے مجھے گالیاں دی ہیں۔ جو اسے جا کر ذلت سے قتل کرے، وہ میرے وصل سے شاد کام ہو۔"

یہ کہہ کر ایک ایک گجرا پھولوں کا کنیزوں سے سب کے ہاتھ میں بندھوا دیا اور شدید کے ہاتھ میں خود گجرا باندھا۔

○○○

• صرصر شمشیر زن

شدید جادو اور پورا لشکر بے تابانہ' عاشقانہ شعر پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ ہزاروں لشکر نشتر کھا کر راہی ملک عدم ہوئے تھے۔ غرض پوری فوج خیمہ خرگاہ' مال اسباب چھوڑ کر گنبد نور کی طرف چلی۔ جب یہ جا پہنچے تو بہار نے پیشانی سے افشاں چھڑائی اور پڑھ کر دستک دی۔ وہ عالم بہار اور شب ماہ کی کیفیت شب برطرف ہوئی۔ آفتاب نکل آیا مہ رخ کے لشکر میں فتح کے نقارے بجے۔ مہ رخ نے لشکر شدید کا مال واسباب اپنے قبضے میں کیا۔ مہ جبیں بہار جادو کے سر پر زر نثار کرتی ہوئی اور تعریف کرتی پھر بارگاہ میں داخل ہوئی اور خلعت گراں بہا عنایت کیا۔ لشکر نے کمر کھولی' سامان جشن کیا' طبلے پر تھاپ پڑی' ناچ ہونے لگا۔

ہوئی گانے والوں کی اک دھوم دھام
تماشائیوں کا ہوا اژدہام

یہاں تو یہ سامان عشرت برپا ہے' لیکن شدید جادو' بہار کا دیوانہ' بصد اضطراب' زبون وتار' دریائے خون رواں کے پار اتر کر گنبد نور کے قریب پہنچا اور وہیں سے گالیاں حیرت کو دینے لگا "پکڑ لاؤ اس قحبہ کو' فاحشہ' حرامزادی' مردار' حیرت نابکار کو۔ اس نے میری معشوقہ کو گالیاں دی ہیں۔" پھر شہر ناپرساں میں آ کر لوٹ مار شروع کر دی' جو ساحر ملا' اسے ہلاک کر دیا۔ واویلا فریاد الغیاث کا شور تمام شہر میں برپا ہوا۔ حیرت گنبد نور پر تھی۔ اس نے جب یہ ہنگامہ سنا' ساحروں سے کہا "دیکھو یہ کیا ماجرا ہے؟"

ساحر گئے اور خبر لائے۔ حیرت نے بارہ ہزار ناقوس نواز' جو گنبد نور کے درجہ پائین میں رہتے ہیں' انھیں حکم دیا کہ ان سب کو روکو۔ وہ ساحر چلے اور شدید کی فوج سے لڑنے

لگے۔ جانبین سے سحر ہونے لگے۔ ناقوس نواز چونکہ زبردست ہیں' انھوں نے ہزاروں کو قتل کیا' لیکن شدید لڑتا ہوا گنبد نور کے قریب پہنچا اور اوپر چڑھنے لگا' مگر وہ گنبد طلسمی سحر بند سے شدید سے چڑھا نہ گیا۔ گر پڑا۔ پھر اٹھ کر چاہا' چڑھ جاؤں۔ پھر گرا۔ اس کی تو یہ کیفیت ہے اور لڑائی زیر گنبد ہو رہی ہے' مگر حال افراسیاب کا سنئے کہ وہ ظلمات میں گیا اور وہاں سے بیابان ہستی میں پہنچا۔ اس جگہ سے دریائے آتشیں طلسم کو طے کیا اور قبر جمشید کے قریب پہنچا۔ اس جگہ مہیب صورت لاکھوں ساحر قیام پذیر تھے اور ایک عمارت معلق بروئے ہوا تعمیر تھی۔ اس قصر میں جھولے پڑے تھے۔ جمشید کی سات کنیزیں ان پر جھول رہی تھیں۔

افراسیاب اڑ کر اس عمارت کے قریب پہنچا۔ دیکھا سارا مکان جواہر کا بنا ہے۔ ہزارہا گھنٹے ٹنگے ہیں۔ گنبد بنے ہیں۔ یہاں جو ساحر رہتے ہیں۔ بلائے بے درماں اور آفت روزگار ہیں۔ افراسیاب کے جانے سے گھنٹے بجنے لگے اور غلغلہ ہوا جمشید کی کنیزیں جھولے سے اتر کر آئیں۔ افراسیاب نے ایک پاؤں سے کھڑے ہو کر جمشید کی پوجا کی اور پاؤں کی بوٹی کاٹ کر اس گنبد پر چڑھائی۔ مکان کے اندر جانے کی اجازت لی۔

جب اندر آیا تو ساتوں کنیزوں نے سلام کیا اور کہا "اے شہنشاہ ساحراں' آج کدھر آئے؟"

افراسیاب نے کہا "قبر خداوند جمشید پر جاتا ہوں۔"

کنیزوں نے کہا "ابھی قبر خداوند بہت دور ہے۔ بیابان سردستاں جب طے کرے اور تخت الشعاع کی روشنی پر چلے' اس وقت حجرہ ہفت بلا تک پہنچے۔ پھر جب اس کے آگے چلے تو قبر خداوند پر پہنچے۔ اسی جگہ سے قبر کی سرحد ہے۔ کچھ تحفہ طلسم یہاں بھی ہیں۔ تو کس لیے قبر خداوند پر چلا ہے۔"

افراسیاب نے کہا "چادر جمشید ہی مجھے دو کہ مخالفوں نے گھیرا ہے۔ جس شخص کی ذمت خداوند سامری و جمشید کتاب "سامری نامہ" میں لکھ گئے ہیں یعنی عمرو کی' وہ طلسم میں آیا ہے۔ ہزاروں ساحروں بندگان جمشید قتل ہو چکے ہیں۔ طلسم میں غدر ہو رہا ہے۔"

کنیزوں نے کہا "چادر جمشید موجود ہے۔ لے جا۔ تو بادشاہ طلسم ہے تجھے اختیار ہے۔ جو جی چاہے' وہ کر وہاں انگشتر جمشیدی اور مالا وغیرہ نہیں ہے۔ خداوند کی کچھ چیزیں طلسم نور افشاں میں ہیں کہ وہاں کا بادشاہ تیرا دشمن کوکب روشن ضمیر ہے کہ دیباچہ ہفت رنگ کے مسئلے پر ہمیشہ تجھ سے اور اس سے جھگڑا رہتا ہے۔ افسوس تو نے سارا ملک اپنا برباد کیا اور اب تحفہ جات طلسم پر نیت لگائی ہے۔ خداوند جمشید فرما گئے ہیں کہ اس طلسم کا آخری بادشاہ بہت نالائق ہو گا کہ اسے طلسم کا کچھ بندوبست نہ ہو گا اور عجائبات غارت ہوں گے اور ہماری بھی قضا اب قریب ہے۔ تو ایک دن ہم کو بھی لے جا کر لڑوائے گا۔ تو وہی آخری بادشاہ ہے کہ جس کی خبر خداوند دے گئے ہیں۔ وہ سامنے جو صندوق رکھا ہے' اس میں چادر جمشیدی ہے۔ جا کر لے لے۔ یہ کہہ کر چابی ایک کنیز نے سامنے پھینک دی۔

مگر افراسیاب کنیزوں کی یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہا "اب آپ فرمائیں تو میں چادر نہ لے جاؤں۔ میں نے ہر چند چاہا کہ مہ رخ وغیرہ سے مقابلہ نہ کروں۔ اب تک یہی انجام سوچ کر طرح دیتا ہوں۔ چاہتا ہوں کہ وہ منحرف لوگ راہ راست پر آئیں' اسی لیے چادر لینے آیا ہوں کہ سب کو گرفتار کر کے' سزا دے کر پھر بدستور انہیں سرفراز کروں۔"

کنیزوں نے کہا "یہ سب کچھ انتظام کرنا ہے لیکن عیاروں کے مقابلے کے لیے صرصر شمشیر زن عیارہ بچی کو کیوں نہ بھیجا کہ جو ساحر تیری طرف سے لڑنے جاتا' اس کی وہ حفاظت کرتی اور یہ مکاری عمرو جیسے عیاروں کی پیش نہ جاتی۔

افراسیاب نے کہا "سچ کہتی ہو۔ اب یہاں سے جا کر عیار بچیوں کو بھیجوں گا۔" یہ کہہ کر چابی لے کر صندوق کے پاس آیا اور اسے کھولا۔ ایک شعلہ آتش اس میں سے نکلا کہ اس کی سوزش افراسیاب کے جسم پر پہنچی۔ افراسیاب نے اپنی فصد کھول کر اپنا خون بھینٹ میں دیا۔ وہ شعلہ آتش اس فرو ہوا۔ اس میں سے ایک ریشمی چادر' جواہر دوز' قبر جمشید کی خاک سے بھری ہوئی نکلی۔ تاثیر اس کی یہ ہے کہ اگر افراسیاب

بھی سحر کرے تو صاحب چادر پر تاثیر نہ ہو۔ اور اگر اس چادر کو لشکر مخالف پر ہلائے تو اس کی ہوا سے لشکر بے ہوش ہو جائے گا' خواہ وہ کتنے ہی زبردست ساحروں کا ہو۔

افراسیاب اس چادر کو لے کر پھرا اور بزور سحر پرواز کرتا ہوا' طلسم باطن میں پہنچ کر باغ سیب میں ٹھہرا اور سحر کی دستک دی کہ ایک ساحر نامی گرامی کہ جس کا سارا جسم آگ کی مانند دہکتا تھا۔ زمین کے اندر سے نکل کر افراسیاب کے سامنے آیا اور سلام کیا۔

افراسیاب نے اسے دیکھ کر حکم دیا "اے روتاس جادو! یہ چادر جمشید لے جا اور ملکہ بہار اور مہ رخ وغیرہ کو گرفتار کر لا۔ تمہارے سوا کون اس چادر کے دینے کا لائق تھا۔ تم بھی معززان 'طلسم' سے ہو۔"

روتاس نے عرض کیا "شہنشاہ کی عنایت ہے' جو مجھے ایسا جانتے ہیں' ورنہ میں بھی ایک بندہ ساحری ہوں اور حضور کی رعیت اور نوکر۔"

غرض روتاس نے تحریہ چادر لے کر اپنے پاس رکھی اور عرض کیا "اکیلا جاؤں یا کچھ فوج بھی ہمراہ لوں؟"

افراسیاب نے کہا "فوج پہلے میں شدید اور قہر جادو وغیرہ کے ساتھ بھیج چکا ہوں تم بھی از راہ احتیاط بارہ ہزار ساحر لے لو اور فی الفور روانہ ہو جاؤ۔ میں گنبد نور پر جاتا ہوں۔ وہیں سب کو گرفتار کر کے لانا کہ وہ مقام دوسرے مقامات سے نزدیک بھی ہے اور ایسا بلند بھی کہ میں بھی تماشا تمہاری جنگ کا وہاں سے دیکھوں گا۔"

اب روتاس تو اسی طرف چلا "لیکن ادھر افراسیاب جو گنبد نور کی طرف آیا' دیکھا کہ تمام شہر پرسان قتل ہو رہا ہے اک غلغلہ داد بیداد بلند ہے۔ شدید جادو گنبد پر جانے کا قصد رکھتا ہے۔ یہ ماجرا دیکھ کر افراسیاب سمجھا کہ بہار کے سحر میں گرفتار ہے۔ پس غضب ناک ہو کر چاہا کہ ایک ایسا سحر کروں کہ جو حال شدید کا ہے' وہی کیفیت بہار کی ہو جائے اور شدید ہوشیار ہو اور سحر الٹا پلٹ جائے' مگر خیال کیا کہ بہار اس

سحر کے پھیرنے سے مر جائے گی اور اگر جیتی بھی رہی تو کمال آزردہ اور خفا ہو جائے گی۔ تیری دلی مراد بر نہ آئے گی۔ معشوقہ کو ناخوش کرنا اور ضرر پہنچانا اچھا نہیں۔

گو کہ ساقی میں نہیں آج مروت باقی
خیر، زندہ ہیں اگر یار، تو صحبت باقی

یہ سن کر ایک ترنج اٹھا کر شدید کے مارا کہ سینے کے پار ہو گیا۔ اس کے مرنے کا غلغلہ پیدا ہوا۔ پھر افراسیاب نے اپنے ہاتھوں کو ہلایا۔ وہاں انگلیوں سے بجلیاں چمک کر گریں اور شدید کے ہمراہیوں کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ بڑی دیر تک شور وغل رہا۔ جب وہ ہنگامہ برطرف ہوا۔ افراسیاب گنبد پر آیا۔ ملکہ حیرت نے تعظیم کی۔

افراسیاب نے کہا "اے حیرت! یہ تمہاری بھانجی بہار کا سحر تھا کہ شدید اپنے آپ میں نہ تھا۔ یہ تمہاری ذات سے میرا اتنا بڑا لشکر ہلاک ہوا۔"

حیرت نے عرض کیا "اے شہنشاہ! مجھے رخصت فرمائیے کہ جا کر اس چھوکری کو سزا دوں۔"

افراسیاب نے جواب دیا "مہ رخ نے مجھ سے مخالفت کی، اس کی گرفتاری کی تدبیر میں خود کروں گا، لیکن تمہاری اپنی بہن کے مقدمے میں اختیار ہے۔ وہ اور تم برابر ہو جاؤ۔ لیکن میں نے سواس کو چادر جمشید دے کر بھیجا ہے۔ وہ گرفتار کر لائے گا۔ اگر اس سے گرفتار نہ ہو سکے گی، تو تم جانو۔"

یہ کہہ کر افراسیاب گنبد کے ایک کمرے کو کھلوا کر، کہ جدھر دریائے خون رواں ہے اور طلسم ظاہر دکھائی دیتا ہے، تخت بچھوا کر بیٹھا۔ چاروں وزیر اور ارکان دولت خدمت میں حاضر تھے۔ ناچ ہونے لگا۔ حیرت جام بھر کر دینے لگی۔ افراسیاب نے ایک ساحر کو حکم دیا کہ ہماری پانچوں عیار بچیوں کو حاضر کرے۔"

وہ ساحر بموجب حکم شہر نگارستان میں پہنچا جو صرصر شمشیر زن کی جاگیر ہے۔ یہ ملک بادشاہ طلسم نے عطا کیا ہے۔ اس کی وزیر نادی صبا رفتار ہے اور باقی عیار بچیاں یعنی شمیمہ نقب زن، صنوبر کمند انداز اور تیز نگاہ خنجر زن، صرصر کی مصاحب خاص ہیں۔ یہ پانچوں کم سن اور ہم سن ہیں اور ساتھ کھیل کر بڑی ہوئی ہیں۔ ان کو سحر ساحری سے سخت نفرت ہے۔ یہ سب سحر نہیں جانتی ہیں۔ لیکن عیاری میں بے بدل ہیں۔

اس ساحر نے آ کر شہنشاہ افراسیاب کے حکم سے مطلع کیا۔ اسی وقت عیاری کے بانے جسم پر آراستہ کر کے سب افراسیاب کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تسلیم کر کے مؤدب کھڑی رہیں۔ شاہ نے حکم دیا "اے صرصر کچھ عیار مع عمرو کے طلسم میں آئے ہیں اور سینکڑوں ساحروں کو قتل کر چکے ہیں۔ میں سمجھا تھا کہ سحر کے آگے عیاری نہ چلے گی۔ مثل مشہور ہے کہ زور کے آگے علم نہیں چلتا، مگر عیاروں نے آفت بپا کر رکھی ہے۔ مکار سے مکار ہی جیت سکتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ جا کر ان سے مقابلہ کرو اور گرفتار کر کے حاضر کرو۔ ہر چند کہ تم سحر نہیں جانتی ہو، مگر سارے طلسم میں جہاں جی چاہے ظاہر و باطن و ظلمات وغیرہ میں آزادانہ پھرو۔ کوئی مانع نہ ہو گا۔"

صرصر یہ حکم پا کر، شاہ کو مجرا کر کے، چاروں عیار بچیوں کے ہمراہ رخصت ہوئی۔ ہر ایک کو خلعت رخصت ملا۔ یہ سب چلیں اور لشکر روتاس کے پہنچنے سے پہلے ہی اس صحرا میں پہنچیں، جو لشکر مہ رخ کے قریب ہے اور عیاری کی فکر کرنے لگیں۔ یہ جنگل تو عیاروں کا رمنا ہے۔ عمرو اور قران وغیرہ پھرا کرتے ہیں۔ اتفاقاً عمرو تین عیاروں کے ہمراہ بارگاہ سے نکل کر، بالادری کے واسطے جنگل میں آیا تھا کہ ایک سمت سے عیاری کے گھنگھروں کی آواز سنائی دی۔ سب عیار اس آواز پر چلے اور آگے بڑھ کر دیکھا کہ پانچ عورتیں کم سن حسینہ و جمیلہ، عیاری کے بانے جسم پر آراستہ کئے، ترچھے جوڑے باندھے۔ دوپٹے کی گاتیاں مارے، پائنچوں میں گرہ لگائے، پاؤں میں قنطورے اور خنجر

ہاتھوں میں لیے۔ تیر و ترکش اور سپر سے درست زر و زیور سے آراستہ' مانگ ہر ایک نکالے اپنے سایے سے بھڑکتی' اچھل کود کرتی چلی آتی ہیں۔

سب سے آگے صرصر شمشیر زن اکڑتی اور بل کھاتی۔ تاج دلبری سر پر رکھے' پٹے پر دو سرکش قلبدار اپنی اکڑ اور مروڑ میں تھے۔ دم رفتار عاشق کے دل کو پاؤں سے ملتی ہے۔ غمزہ و ادا دامن ناز کو سنبھالے تھے۔ اس کے بعد اس کی وزیر نادی بعد حسن و ناز' سبزہ رنگ جڑی بھویں' آفت کا پرکالہ تھی۔ اس کے برابر تینوں عیار بچیاں شوخ وشنگ غارت گرجاں تھیں کہ سرو کو وقت خرام چٹکیوں میں اڑاتی ہیں' گل کو رنگ دلبری سکھاتی ہیں۔

عمرو نے انھیں دیکھ کر زنبیل عیاری بجائی۔ قران زنبیل کی آواز سن کر' جنگل میں جہاں تھا' وہیں سے دوڑ کر عیاروں کے پاس آیا۔ عیاروں نے بھی نعرہ کیا اور اپنا اپنا نام لیا' تاکہ آپس میں ایک کو ایک پہچان لے اور عیاری کرنے کے وقت دھوکا نہ کھائے۔ غرض عمرو نے بڑھ کر صرصر کو روکا اور صبا رفتار نے آ کر قران کو ٹوکا۔ شمیمہ نے برق سے چشمک کی۔ صنوبر نے جاں سوز کو کج ادائی دکھائی۔ تیز نگاہ ضرغام سے نظر بازی کرنے لگی۔ انھیں دیکھتے ہی سب عیاروں نے تیر عشق کھایا اور ایک دوسرے کے تیر مژگاں اور خنجر ابرو کا گھائل ہوا اور شعر عاشقانہ زبان پر لایا۔ عمرو نے صرصر سے کہا' اے جان جاں

اگر زلف سیاہت بر سر تاراج ایماں شد
بہ فکر رہزنی افتد سیاہی گر پریشاں شد

صرصر نے ایک خنجر جھپٹ مارا اور جواب دیا۔

منادی میکند امروز نثار سر زلفم
کہ بے ایماں بمیرد ہر کہ ایماں ناگمشاید

ادھر قران نے صبا رفتار سے کہا کہ اے یار دلنواز

چوں خنجر سے زنی بہ سینہ من
ترسی در دل مبادا بہ تو آید

صبا رفتار نے چمک کر خنجر مارا اور جواب دیا

سر نوشتے کہ بہ افتاد بہ تعجیح سود
کس بناخن نکشاید گرہ پیشانی

ادھر برق نے شمیم سے مقابل ہو کر کہا

ہزار سال پس از مرگ چوں تو باز آئی
زخاک نعرہ بر آرد کہ مرحبا اے دوست

شمیم نے مسکرا کر ایک گھچہ مارا اور کہا

دشمنی ماہچو تیغ خیرہ میخواہم مدام
سر بسنگ وتن بخاک و بسمل در گردش

جاں سوز نے صنوبر سے کہا

عالمے کشتہ شد و چشم تو ناز ہماں
صد قیامت شد و حسن تو در آغاز ہنوز

صنوبر نے تیوری چڑھائی اور بانداز ادا لڑتی ہوئی جب قریب آئی، تو جواب دیا۔

آفت صد دور ماتم آتش صد خرمنم
سادہ لوحی بیں کہ گوئی ماحت جاں منی

ضرغام جب تیز نگاہ سے لڑتا تو یہ شعر زبان پر لاتا۔

ی تواں پرسید احوال اسیران گلہ گلہ
رسم یاری ایں چنیں بودست یاماں واہ وا

تیز نگاہ اس کے حال زار پر بہت ہنسی اور کہنے لگی۔ اے نادان

نغمہ افسانہ غمہائے خود بامن مگوئی
سوختم از استماع ایں حکایت آہ آہ

آپس میں اس رمز و کنایے کے بعد خنجروں کی تھپکیاں اور سپروں کی اوجھڑیں چلنے لگیں۔ عیار بچیوں نے کمند کے چودہ حلقے گانٹھ کے، عیاروں پر مارے کہ گردن اور کمر پر آ کر لپٹے۔ عیاروں نے اتنی جلدی سبک ہو کر جست کی کہ جیسے عینک سے نگاہ نکلتی ہے۔ پاؤں کی طرف سے لچھا ہو کر زمین میں گرے۔ عیاروں نے بلندی سے زمین تک اترتے اترتے نیمچے مارے کہ عیار بچیاں جست کر کے دس دس قدم پر جا گریں۔ پانچ عیار اور پانچ عیار بچیوں نے اپنی کود پھاند میں دو کوس کا میدان باندھا۔ شلنگیں

بھرنے لگے۔ کبھی سمٹ کر گرز بر دشمن کے حلقے میں گھس جاتے تھے۔ کبھی بیضہ بیہوشی چلتے تھے اور کبھی باہم بھلا دے دیتے تھے قینچیوں کی جھکائیاں دی جاتی تھیں۔ خنجروں کی جھنکار بلند تھی۔ عیار بانک کے پیچ باندھ کر عیار بچیوں کی گود میں بیٹھ جاتے تھے اور بوسے لیتے تھے۔ عیار بچیاں اپنے تئیں قریب پہنچ کر کھلٹ کھاتی تھیں۔ دو گھنٹے تک آپس میں بلا رو رعایت حریفانہ جنگ رہی۔

عیار بچیاں جستیں کر کے اور نعرے مار کے، یہ کہتی ہوئی کہ اے خانماں برباد، دیکھو تو ہم کس طرح تمہیں ہلاک کرتے ہیں، ایک طرف چلی گئیں۔ عیار بھی ایک درہ کوہ میں ٹھہرے۔ عمرو نے کہا "بھائیو! میں تمہیں چاروں کو اطلاع دیتا ہوں کہ صرصر میری معشوقہ دلنواز ہے۔ اگر تم میں سے کوئی اسے مار ڈالے گا، تو میں اس سے بری طرح پیش آؤں گا۔"

قران نے کہا "صبا رفتار پر یہ بندہ فریفتہ ہے۔ اس کی بھی حفاظت سب عیاروں کو روا ہے۔"

برق نے شمیمہ کا عشق بیان کیا اور جانسوز نے صنوبر کا حال الفت مذکور کیا۔ ضرغام نے تیز نگاہ کی نسبت سب سے سفارش کی، لہٰذا ہر ایک کو ہر ایک کے معشوق کی شناخت ہو گئی اور سب نے باہم عہد کیا کہ کسی کو کوئی قتل نہ کرے۔

عمرو نے کہا "ہاں اس وقت جب طلسم فتح ہو گا اور عیار بچیاں گرفتار ہوں گی اور مطیع الاسلام نہ ہوں گی تو صاحبقران کو ان کے قتل کرنے کا اختیار ہے۔ فی الحال مناسب نہیں کہ ہم تم انہیں ہلاک کریں۔" یہ باہم مشورہ اور پیمان کر کے لشکر کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔ اسی طرح عیار بچیاں بھی جنگل میں ایک جگہ ٹھہریں۔ صرصر نے صبا رفتار سے کہا "تیرا رنگ آج مجھے اور ہی کچھ نظر آتا ہے۔ ہونٹ چاٹتی ہے۔ چہرے کا رنگ زرد ہے۔ پاؤں کہیں ڈالتی ہے۔ پڑتا کہیں ہے۔ کاکل پریشان ہے، جیسے کوئی دیوانہ ہوتا ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔"

صبا رفتار نے کہا "واہ! آپ مجھ کو کیا کہتی ہیں۔ از راہ ادب حضور کو کہہ نہ سکتی

تھی۔ اب جو حضور نے چھیڑا ہے تو گستاخی معاف' کسوت عیاری سے آئینہ نکال کر ذرا چہرہ زیبا کو دیکھیے کہ صاف آثار عشق پیدا ہیں تری آنکھوں میں' حواس میں ابتری ہے۔ آپ کی تو وہ مثل ہے کہ اپنی ہائی اور پرکتوائی۔"

صرصر نے کہا "توبہ خدا نہ کرے۔ یہ تیری ہی عادت ہے کہ جہاں مردوئے کو دیکھا اور پھسل پڑی۔ تو دیوانی ہے کہ مجھ پر یہ گمان کرتی ہے۔ اور خیر اگر میں ایسا بھی کروں تو میرا عاشق آج عیاران عالم کا شہنشاہ ہے۔ حمزہ صاحبقران کا وزیراعظم' کلیہ عقل اور نفس ناطقہ ہے۔ تو کیا سمجھ کے ریجھی ہے اور میری برابری کرتی ہے۔"

صبا رفتار نے ہنس کر کہا "خفا نہ ہو جائیے تو میں عرض کروں۔ مجھ پر اگر نگاہ ڈالی ہے تو نظر کردہ مولانا و مقتدانا حضرت غالب کل غالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے' جو جان بخش عمرو ہے اور اپنے ملک زنگبار کا بادشاہ ہے۔ ان تینوں چھوکریوں نے کیا سمجھ کے اپنا حال غیر کیا ہے۔"

شمیمہ نے کہا "کیا خوب۔ اب جو شہزادی سے بس نہ چلا تو اپنی خفت ہم پر مٹائی۔ تمہاری نجابت میری آنکھوں پر۔ ماشاءاللہ کیا ذہن کی تیزی ہے۔ مانتی ہوں آپ کو۔ اچھا صاحب ہوتی سہی۔ پھر عاشق میں میرے تم نے کیا برائی دیکھی ہے۔ فرنگ کے ملکوں میں ایک ملک کا بادشاہ ہے۔ عمرو کا شاگرد رشید ہے۔ ہاں جو کچھ کہو تو ان دونوں کو کہو۔"

صنوبر نے خفا ہو کر کہا "بی بی شمیمہ' تم میں کیا بری عادت ہے کہ اپنی بات دوسروں پر ڈالتی ہو۔ یہ تمہی ایسی اودبائی ہو۔ میرا عاشق تو سب سے اچھا ہے۔ مگر میں ذرا بھی حقیقت نہیں جانتی۔ بی صبا رفتار کی کہاوت کہ قران نظر کردہ اور بادشاہ زنگبار ہے۔ اس کے فرزند نے مجھ سے محبت کی' لیکن وہ پڑا جان دیا کرے۔ میں کب ساعت کرتی ہوں۔ ایسے چودہ ہزار مرتے ہیں۔ ہاں بی تیز نگاہ کو جو کچھ کہو' وہ بجا ہے۔"

یہ کلام تیز نگاہ نے سن کر کہا "آئی گئی مجھ پر ہوئی۔ بی ہوش میں آؤ۔ اپنے دہی کو کون کھٹا کہتا ہے۔ گو کہ مجھے تو ضرغام سے کچھ واسطہ نہیں' لیکن اگر وہ مجھ پر جان دے' تو جن کی تم سب نے تعریف کی ہے' ان سب سے افضل ہے۔ نظر کردہ ہے۔

طلسم کشا کا وزیر ہے۔ سچ پوچھو تو جو شخص ساکن طلسم ہے' وہ گویا اس کی رعیت ہے۔"

صرصر نے یہ باتیں سن کر ایک قہقہہ لگایا اور کہا "مبارک ہو۔ آج سے ہم آپ کو تسلیم کریں گے۔ تمہاری رعیت ہم بنتے ہیں۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔ کیوں نہ ہو' وہی مثل ہے کہ سیاں بھئے کوتوال' اب ڈر کاہے کا۔"

تیز نگاہ کو سب نے آڑے ہاتھوں لیا' اور یہ شرمائی پسینے پسینے ہو گئی اور کہنے لگی "واہ واہ' تم سب نے مجھے دیوانی مقرر کیا ہے۔ اے لوگو' آپ اپنے لونڈوں کی تعریف کرو تو کچھ نہ ہو۔ میں تھوڑی سی بے وقوف جو بول اٹھی' تو سب نے ہنسی دل لگی میں اڑانا شروع کیا۔ اے بی بی۔ ایک تو مجھ کم بخت کو سات پانچ نہیں آتا۔ یہ تمہی لوگ چالاک ہو کہ آپ اپنے مطلب کی کہہ جاؤ اور دوسرے کو بیٹھ کر ہنسو۔"

صبا رفتار نے کہا "جوا تو جھاڑ کا کانٹا کیوں ہو گئی۔ اس میں جھینپنے کا اور خجلت کا کیا موقع تھا۔ ہماری شہزادی نے یہی کہا تھا کہ اب ہم تمہاری رعیت ہوئے۔ پھر میری جان' اس میں جھینپنا کیا۔ تم نے آپ ایسی بات کی۔ نہ آسمان پر تھوکو نہ گریبان میں آئے۔"

القصہ اسی طرح کی باتیں پانچوں باہم دیر تک کرتی رہیں۔ اور مقصود اس کلیات سے ان کا یہ تھا کہ ایک دوسری کے عاشق کو شناخت کرے اور گویا درپردہ سب نے اپنے عاشقوں کی نسبت باہم رعایت کرنے کی سفارش کی کہ عیاروں کو باطن دوست رکھنا چاہیے اور بظاہر دشمنی کرنا لازم ہے۔ غرض سب ایک سمت چلیں۔

اس عرصے میں مدناس جادو بعد قطع منازل مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچا اور قیام پذیر ہوا۔ خبر مہ رخ کو پہنچی۔ یہ بھی ہوشیاری اور بیداری میں مصروف ہوئی۔ ادھر عیاروں نے صحرا سے آمد لشکر دیکھی اور عیار بچیاں بھی اکٹھا ہوئیں اور دونوں فکر عیاری کرنے لگے۔ مگر مدناس ایک روز راہ کی صعوبتوں سے آسودہ ہوا اور دوسرے روز جب کہ دہقان فلک' کہکشاں کا سلیچہ لے کر کشت انجم کی آبیاری کے واسطے' مزرعہ فلک میں

آیا اور شہ خاور گشت کر کے مقام مغرب میں قیام پذیر ہوا تو مشعل ماہ خیمہ زرنگاری روشن ہوئی۔

لشکر روتاس میں طبل جنگ بجا۔ شور و غلغلہ بلند ہوا۔ طائران سحر اڑتے ہوئے دربار میں حاضر ہوئے اور مہ جبیں کے سامنے باادب ٹھہر کر عرض کیا "حریف نے رزم کے ارادے پر طبل بجوایا ہے اور ارادہ بے جا رکھتا ہے۔"

مہ رخ نے حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے۔ خدا ہمارا نگہبان ہے اسی وقت افسروں نے نقارۂ ترکی اور نقارہ لڑائی بجایا۔ ہر بہادر خبردار ہوا اور تیاری جنگ میں سرگرم ہوا۔ چار پہر رات ساحروں کے سحر کا شور اور بہادروں کی اسلحہ و رزم کا زور تھا۔

صبحدم مہ رخ، بہار اور نافرمان فوج گروہ در گروہ لے کر دشت مصاف کے لیے روانہ ہوئیں۔ مہ جبین اسد دلاور کے ہمراہ تزک و احتشام سے رزم گاہ میں آئی۔ اس وقت دشمن کی فوج بھی بڑے دبدبے سے داخل رزم گاہ ہوئی۔ ساحروں نے پرے جمائے۔ دلاوروں نے صف کشی کی۔ میدان رزم تیار ہوا۔ نقیبوں نے صدائے دلکش دی۔ اے بہادران سرائے فانی، مقام عبرت ہے۔ یہ میدان قتال جائے غیرت ہے۔ نام کر لو، لو بھر لو۔ پھر کون رہا ہے اور کس کی رہے گی۔

رستم ہے نہ اب ہے سام باقی
مردوں کا فقط ہے نام باقی

یہ کہہ کر جب نقیب خاموش ہوئے، روتاس خود میدان میں نکلا اور سحر کی نیرنگیاں دکھانے لگا۔ آپ پتھر برسانے لگا۔ یہ اولوالعزمی دکھانے کے بعد للکارا۔ "اے نمک حراموں! تم میں کوئی ایسا نہیں ہے کہ مجھ سے مقابل ہو اور میرے سحر کا جواب دے۔"

مہ رخ کے ملازم ساحروں نے نکل کر مقابلے کا آغاز کیا۔ روتاس نے سحر پڑھ کر دستک

دی کہ صحرا کی طرف سے ہزار در ہزار طائر پیدا ہوئے اور مہ رخ کے لشکریوں کے سر پر بیٹھے۔ جس کے سر پر جانور بیٹھا، فوراً وہ درخت ہو گیا اور نہال جسم میں پتے ہرے ہرے نکل آئے۔ کونپلیں پھوٹیں اور ٹہنیاں جھومنے لگیں۔ طائروں نے ان پر گھونسلے بنائے۔ مہ رخ اور شکیل وغیرہ، ساحران ہائی سحر کی دستک دیتے تھے۔ خود کو بچاتے تھے۔ اس وقت ملکہ بہار جو تخت طاؤس پر بہ زیب و زینت سوار تھی، سمجھی کہ یہ سحر نہیں کرتا ہے۔ گویا روتاس تم پر طعن کرتا ہے کہ سب کو درخت بناتا ہے۔ یہ سوچ کر تخت سے کود کر، دوپٹے کو سر سے سنبھالتی ہوئی۔ روتاس کے سامنے آئی۔ اس آفت روزگار نے اپنے جوڑے کو کھول کر ایک ڈبیا نکالی اور کھولا۔ اس میں ایک بہت خوبصورت پتلی ہاتھی دانت کی رکھی تھی۔ اپنی انگلی کاٹ کر اس پتلی پر خون ٹپکایا۔ اور کہا "اے سامری کی پتلی، میں نے اسی دن کے لیے تجھے سر پر چڑھا کر رکھا تھا کہ طائران سحر آ کر میرے لشکر پر آشیانے کریں اور انسانوں کو شجر بنائیں۔"

پتلی بہار کا یہ کلام سن کر قہقہہ مار کر ہنسی اور ڈبیا سے نکل کر غائب ہو گئی۔ لمحے کے بعد سب نے دیکھا کہ ایک جال بر روئے ہوا پھیلا ہے اور اس قدر دراز ہے کہ منزل با منزل پھیلا دکھائی دیتا ہے۔ جملہ طائران سحر اس دام میں گرفتار ہیں۔ وہی پتلی ہاتھ میں چھری لیے جانوروں کو جال سے نکال نکال کر ذبح کر رہی ہے۔ ان کا خون مہ رخ کے لشکریوں پر چھڑکتی ہے کہ جو انسان درخت ہو گئے ہیں، وہ سب آدمی بنے ہیں۔ روتاس نے جب یہ ماجرا دیکھا کہ پتلی نے سب کو آدمی بنایا اور بہار تیرے مقابلہ ہو گئی، یہ تصور کر کے اس نے چادر جمشید ہری۔ اسی وقت بہار، مہ رخ اور نافرمان وغیرہ سب بے ہوش ہو گئے اور جب تمام سردار، ملکہ مہ جبیں، سرخ مو، شکیل اور دلارام بے ہوش ہوئے تو لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ روتاس کے ساحروں نے ہزاروں کو زندہ گرفتار کیا اور سب کو ہتھکڑیاں، بیڑیاں اپنے سحر کی پہنا کر چادر جمشیدی کو ہلایا اور کہا "اے چادر خداوندا واسطہ خداوند جمشید کا" یہ سب ہوشیار ہو کر اپنی گرفتاری کا حال خراب دیکھیں۔ اسی وقت بہار اور مہ رخ وغیرہ سب سردار ہوشیار ہوئے اور دیکھا کہ ہم سب

گرفتار ہیں۔ ناچار خاموش ہو رہے۔ روتاس نے حکم دیا کہ آج سب قیام پذیر ہوں کہ میں لڑنے سے بہت خستہ ہوں۔ کل سب کو لے کر شہنشاہ کی خدمت میں جاؤں گا۔ حسب الحکم اس کے لشکر نے کمر کھولی۔ سب قیدیوں کو قید کیا اور پہرہ ہو گیا۔ روتاس اپنی بارگاہ میں مسند عزت پر آ کر تمکن ہوا اور خادم خدمت گار سب کو کہا کہ بارگاہ کے باہر جا کر ٹھہرو۔ صرف اپنی رنڈی کو بارگاہ کے اندر رکھ لیا۔ سحر پڑھ کر دستک دی کہ سوائے اس رنڈی کے اور جو کوئی اس بارگاہ میں آئے' تو بے ہوش ہو جائے کیونکہ اسے عیاری کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو عیار یہاں آئیں۔

غرض روتاس تو اطمینان سے بیٹھا' مگر عیاروں نے دور سے گرفتاری دیکھ کر صلاح کی اور سب صورت بدل کر لشکر میں آئے۔ ضرغام نے ایک خدمت گار کو بارگاہ کے دروازے پر سے الگ بلایا اور کہا "مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔" جب وہ علحدہ آیا' ضرغام نے بیضہ بیہوشی مار کر' اسے بیہوش کر کے اس کا لباس اتار لیا اور اس کی صورت بن کر بارگاہ کے قریب آیا اور چاہا' اندر جاؤں۔ ساتھ کے نوکروں نے کہا' اندر قدم رکھا۔ جیسے ہی اندر آیا' بیہوش ہو کر گرا۔ روتاس نے اٹھ کر اسے اٹھایا' اور سحر پڑھ کر جو پھونکا' عیاری کا رنگ و روغن اڑ گیا۔ اصلی صورت رہ گئی۔

روتاس نے اسے بارگاہ کے اندر مقید کیا اور پھر بیٹھ کر رنڈی سے اختلاط کرنے لگا۔ اس وقت جاں سوز سارق مہر طلعت اور صورت زیبا بن کر' بارگاہ کے قریب آیا اور خدمت گاروں سے کہا "میں نوکری کی خواہش رکھتا ہوں۔ اس وقت میاں اکیلے بیٹھے ہیں' اگر کہو تو جا کر عرض کروں۔"

انہوں نے کہا "اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو جاؤ۔ لیکن اگر خفگی ہو تو ہم نہیں جانتے۔"

جانسوز نے کہا "میں اپنی کیفیت عرض کر کے ابھی آتا ہوں۔" یہ کہہ کر بارگاہ کے اندر قدم رکھا اور تھوڑی دور گیا تھا کہ بیہوش ہو کر گرا۔ روتاس نے اس کو بھی گرفتار کر کے بزور سحر اس کا روغن عیاری بھی دفع کیا اور کہا "عیاروں نے صورت بدل کر

آنا شروع کیا۔" پھر اپنی محبوبہ سے ہم کلام ہونے لگے۔ ادھر برق نے دور سے دیکھا کہ دو عیار بارگاہ کے اندر داخل ہوئے، مگر کچھ مطلب برآری نہ ہوئی۔ بس یہ بارگاہ کے اندر پھرنے لگے۔ اتفاقاً روتاس کے پاس جو رنڈی ہے، اس کا خیمہ ایک طرف استادہ تھا، اس رنڈی کا ایک نوکر ایک چھوکرا گڑ گڑی بھر رہا تھا۔

برق اس کے پاس آیا اور کہا "ابے سن تو" ادھر تو آ۔ کل تو نے میرے کتے کو کیوں مارا تھا؟"

وہ چھوکرا حیران ہوا کہ کیسا کتا۔ کہنے لگا "اجی پہچانتے بھی ہو۔"

برق کان پکڑ کر کھینچتا ہوا لے چلا کہ بچے، آج مکرتے ہو۔ چلو تو جس کے سامنے مارا ہے۔ دیکھو تو اس سے پوچھ کر کیسا ٹھیک بناتا ہوں۔" یہ کہتا ہوا اسے تنہائی کے مقام پر لایا اور بیہوش کر کے اس کی صورت آپ بن کر آیا اور گڑ گڑی بھرنے لگا کہ اتنے میں ایک خدمت گار آیا اور کہا "تو اب تک چلم ہی بھر رہا ہے۔ بائی جی حقہ مانگتی ہیں۔"

برق نے کہا، آگ تو سلگاتا ہوں۔ غرض تمباکو میں بے ہوشی ملا کر چلم بھری اور خدمت گار گڑ گڑی تیار کر کے دی کہ لے جاؤ۔

اس نے کہا "تو آپ لے جا، ہمیں اندر جانے کا حکم نہیں ہے۔"

برق گڑ گڑی لے کر بارگاہ کے اندر گیا۔ یہ بھی اوروں کی طرح سے بیہوش ہو گیا۔ روتاس نے اسے بھی گرفتار کیا اور سحر پڑھ کر جو دم کیا۔ اس کی صورت بھی اصل ہو گئی۔ اس نے کہا "سامری و جمشید کی کیا عنایت ہے کہ عیار بغیر زحمت کے گرفتار ہوئے۔ کچھ بھی تردد نہ کرنا پڑا۔"

یہ کہتا ہوا پھر اپنی محبوبہ کے ہم پہلو بیٹھا۔ تینوں عیاروں پر سحر کر دیا کہ ہاتھ پاؤں سن ہو گئے لیکن اب کی بار عمرو، عیار بچی صبا رفتار کی صورت بن کر آیا اور افراسیاب کی مہر بنا کر، فرمان لکھ کر اس طرح لپیٹا کہ کاغذ کی ہر ایک تہ میں بہت باریک غبار بیہوشی بھر دیا۔ لفافے پر مہر کی اور بارگاہ کے دروازے پر آیا۔ نوکروں سے کہا: "میری خبر کر دو کہ صبا رفتار شہنشاہ کے پاس سے آئی ہے۔" ملازموں نے کہا: "ہمیں اندر

جانے کا حکم نہیں ہے آپ خود جائیے۔"

عمرو سمجھا کہ اندر جانے میں کچھ نہ کچھ قباحت ہے' جبھی تو یہ نہیں جاتے۔ یہ سوچ کر دروازے ہی سے پکارا "اے روتاس جادو! میں صبا رفتار ہوں۔ نامہ شہنشاہ لے کر آئی ہوں۔" روتاس نے جو یہ صدا سنی کہا' اندر آؤ۔

عمرو نے کہا: "نامہ شہنشاہ کی یہی تعظیم ہے کہ بارگاہ کے دروازے تک نہیں آیا جاتا۔ ہاں صاحب' جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں' وہ یہی کرتے ہیں۔"

روتاس نے جو یہ کلام سنے' شرمندہ ہو کر باہر آیا۔ صبا رفتار نے سلام کیا اور نامہ نکال کر لیجیے اس کا جواب لکھ دیجیے۔ روتاس نے کہا آپ اندر تشریف لے چلیں اور ایک جام پئیں۔ میں جواب لکھوں۔ عمرو نے کہا: "تم جسے چاہتے ہو' بارگاہ کے اندر بلاتے ہو۔ تمہیں عیاروں کا کچھ ڈر نہیں ہے۔"

روتاس نے کہا: "تمہیں بارگاہ سحر بند ہے' جو کوئی یہاں آئے گا۔ بے ہوش ہو جائے گا۔"

نقلی صبا رفتار نے کہا: "میں سحر نہیں جانتی ہوں اور عیار بھی ہوں۔ اسی لیے تم بلاتے تھے کہ میں بیہوش ہو جاؤں اور میں پہلے ہی سمجھی تھی کہ عیاروں کی گرفتاری کے لیے تم کوئی تدبیر ضرور کی ہو گی۔ پھر یہ عیاری سے بعید تھا کہ جو چلی آتی گر آتی تو گرتی' ہاتھ منہ ٹوٹتا۔"

روتاس نے اس عقل پر آفرین کی اور بارگاہ سے سحر کو اٹھا لیا کہ اب جو آئے' بے ہوش نہ ہو۔ نقلی صبا رفتار کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ کے اندر آیا۔ عمرو نے دیکھا کہ تین عیار بے حس و حرکت پڑے ہیں اور ایک زن حسینہ و جمیلہ زور زور سے آراستہ مسند پر بیٹھی ہے۔ عمرو بھی ایک جانب بیٹھا اور روتاس کو نامہ دیا۔ لفافے سے نامہ نکالنے لگا۔ غبار بیہوشی اڑا اور خوشبو آنے لگی۔ اس نے نامے کو سونگھا کہ یہ خوشبو کیسی ہے۔ بس سونگھتے ہی بے ہوش ہوا۔ اور عمرو نے ایک بیضہ بیہوشی اس طناز کے منہ پر مارا کہ وہ بھی بیہوش ہوئی۔ اس وقت خنجر سے روتاس کا سر کاٹ ڈالا۔ اس کے موکل شور

و غل کرنے لگے۔ آگ پتھر برسنے لگے۔ عمرو نے رمثی کا زیور اتارا' لیکن اس کے مرنے سے تینوں عیار رہا ہوئے اور لوٹنے لگے۔ برق نے اس کے جھولے سے چادر جمشید نکال کر جست کی اور بارگاہ سراپچہ پھاند کر بھاگا اور غل جو ہوا' ساحر دوڑے۔ عمرو اور دونوں عیار بھی کود کر بھاگے۔ ادھر قیدیوں پر سے رونتاس کا سحر دفع ہوا اور سب چھوٹ گئے۔ مہ رخ اور بہار وغیرہ نے بزور سحر پرواز کی اور قلفل کے ہار' تمغوں کے گچھے اور فولاد کے گولے رونتاس کے لشکر پر مارے۔ سحر کے بادل اٹھے۔ کڑک کی آوازیں پیدا ہوئیں۔ کہیں بجلیاں گرنے لگیں۔ کہیں آگ برسنے لگی۔ بہار نے گلدستہ مارا کہ عالم بہار پیدا ہوا اور ہزاروں ساحر دیوانہ وار صحرا کو چلے۔ مہ رخ اور شکیل نے ہزاروں کو قتل کیا۔ نافرمان اور سرخ موئے ستارے گرائے۔ تیر برسائے۔

* * *

• صبا رفتار

روتاس کا لشکر تباہ و برباد ہوا۔ مہ رخ اور مہ جبیں فتح مندانہ مال و اسباب لوٹ کر اپنی بارگاہ الخاص میں داخل ہوئیں۔ منادی نے ندا کی۔ فوج بھاگی ہوئی کوہستان سے آئی۔ لشکر دستور کے مطابق دوبارہ آراستہ ہوا۔ جشن ہونے لگے۔ لیکن عمرو جو بھاگا' اسے خیال آیا کہ چادر جمشیدی جو عیار لے گیا ہے۔ اس سے طلب کر لے۔ یہ سوچ کر جنگل میں آیا اور زنگل عیاری بجائی۔ ضرغام اور جانسوز حاضر خدمت ہوئے لیکن برق نہ آیا۔ کہ استاد چادر جمشید چھین لیں گے۔ یہاں عمرو نے ان دونوں عیاروں سے پوچھا کہ تم میں چادر جمشید کون لایا ہے۔

انہوں نے کہا: "ہمیں قسم نمک صاحبقران کی ہم نہیں لائے۔"

عمرو نے کہا: "زنگل کی صدا پر برق نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہی لے گیا۔" بس کوڑا پکڑ کر برق کے ڈھونڈنے کے واسطے چلا۔ لیکن برق جو چلا تھا' اس کے ذہن میں آیا کہ اگر طلسم ظاہر میں رہوں گا تو استاد چادر چھین لیں گے اور استاد اپنے پاس زنبیل و گلیم وغیرہ میں رکھتے ہیں اور میرے پاس کوئی چیز ایسی نہیں ہے کہ جس سے سحر تاثیر نہ کرے' لہٰذا چادر جمشید اپنے پاس رکھوں۔ استاد کو نہ دوں۔ یہ خیال کر کے طلسم باطن کی طرف چلا۔ مگر اب کیفیت سنئے کہ عیار بچیاں جنگل میں تھیں اور لشکر روتاس کے ساتھ ساتھ آئی تھیں۔ لیکن انہیں افراسیاب نے یہ حکم دیا تھا کہ عیاروں کو پکڑ لاؤ۔ یہ تو عیاروں کی گرفتاری کی فکر کرتی تھیں۔ لشکر روتاس سے انہوں نے کچھ مطلب نہ رکھا تھا۔ ان کا اصل مطلب تو عیاروں کو گرفتار کرنا تھا۔ اسی فکر میں تھیں۔ اب روتاس جو قتل ہوا اور اس کے مرنے سے غلغلہ بلند ہوا۔ صرصر نے کہا: "اے صبا رفتار بڑا غضب ہوا۔ عمرو نے روتاس کو مارا۔ شہنشاہ کہیں گے تم سب لشکر

میں موجود تھیں اور حفاظت نہ کر سکیں۔ جلد چلو اور عمرو کو گرفتار کرو۔"

بس سب بچیاں متفرق ہو کر عیاروں کی گرفتاری کے لیے چلیں۔ صبا رفتار گنبد نور کی طرف آئی اور صرصر مہ رخ کے لشکر کی سمت گئی۔ اس نے دور سے دیکھا کہ عمرو کو کوڑا پکڑے' ایک بلند مقام پر کھڑا' ہر طرف دیکھتا ہے۔ صرصر نے ایک گوشے میں ٹھہر کر اپنی صورت برق کی بنائی اور جست کرتی ہوئی عمرو کی طرف سے ہو کر نکلی۔

عمرو تو جویائے حق کھڑا ہی تھا۔ اسے دیکھ کر جھپٹا اور قریب آ کر کہا: "اے برق سچ بتا کہ تو چادر جمشید لایا ہے یا نہیں۔ اگر لایا ہے تو مجھے دے۔"

صرصر ہاتھ باندھ کر عمرو کے پاؤں پر گری اور کہا: "استاد' وہ چادر آپ مجھ ہی کو عنایت کیجیے۔" عمرو نے کوڑا اٹھایا کہ کچھ شامت آئی ہے۔ لا مجھے دے۔"

صرصر نے عمرو کا پاؤں پکڑ کے کھینچ لیا اور گرتے وقت چالاکی سے ایک غبار بیہوشی مار کر بیہوش کر دیا۔ چادر عیاری بچھا کر کمند کے دو حلقوں سے دونوں ہاتھ' دو حلقوں سے دونوں پاؤں اور دو حلقوں سے گردن اور کمر باندھ کر' ساتواں حلقہ اس طرح باندھا کہ عمرو ایک گٹھڑی ہو گیا۔ صرصر نے چادر عیاری میں لپیٹ کر پشتارہ باندھ کر پشت پر لٹکایا اور ڈیڑھ گرہ سینے کے قریب لا کر گنبد نور کی طرف چلی' لیکن برق جو گنبد نور کی طرف چلا' اس نے دور سے دیکھا کہ صبا رفتار کودتی چلی آتی ہے۔ برق بہت جلد صرصر کی صورت بنا اور صبا رفتار کی طرف سے ہو کر نکلا اس نے پکار کہ "اے شہزادی کہاں چلیں؟"

صرصر نے کہا: "الگ آؤ یہاں نہ ٹھہرو۔" صبا رفتار قریب آئی۔ برق نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "یہ موئے عیار بدبلا ہیں۔ ابھی مجھ سے اور عمرو سے سامنا ہوا تھا۔ وہ سامنے جھاڑی میں چلا گیا ہے۔ اب ایک طرف سے اے صبا رفتار' تم جاؤ اور ایک سمت سے میں۔ یہ کہہ کر اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا دور تک لایا اور کہا: "دیکھو پیچھے کون آتا ہے؟"

صبا رفتار نے مڑ کر دیکھا۔ برق نے بیضہ بیہوشی مار کر بے ہوش کر دیا۔ آپ اس کی

صورت بنا اور اسے عمرو کی صورت بنا کر، پشتارہ باندھ کر گنبد نور کی طرف روانہ ہوا اور چادر جمشید کے سبب دریائے خون رواں سے گزر کر، شہر ناپرسان میں آیا۔ کسی نے منع نہ کیا۔ بلکہ دو ایک نے پوچھا: "بی بی صبا رفتار کسے لائی ہو؟" اس نے کہا، عمرو کو۔ اسی طرح گنبد نور پر چڑھ آیا۔ یہاں ہزارہا ساحر، ملازم، رفیق اور افراسیاب بیٹھے تھے۔ ناچ ہو رہا تھا۔ شہنشاہ تخت پر جلوہ گر تھا کہ نقلی صبا رفتار نے آ کر سلام کیا اور پشتارہ سامنے ڈال دیا۔

افراسیاب نے پوچھا: "کسے باندھا ہے؟"

اس نے کہا: "عمرو کو" اور پشتارہ کھول کر، عمرو کو ستون سے باندھ دیا۔ اس عرصے میں صرصر نے جو عمرو کو گرفتار کیا تھا، آ کر پہنچی۔ ہر طرف ایک غل ہوا کہ صرصر اور ایک عمرو کو لائی ہے۔ برق نے افراسیاب سے عرض کیا: "حضور میں جو عمرو کو لائی ہوں، اس کے عقب میں کوئی عیار صرصر کی شکل میں آیا ہو گا۔ میں پوشیدہ ہو جاتی ہوں۔ آپ صرصر کو گرفتار کر لیجیے۔" یہ کہہ کر نقلی صبا رفتار تخت شاہی کے پیچھے چھپ رہی۔ اس اثنا میں صرصر پشتارہ باندھے حاضر ہوئی اور تخت کے سامنے رکھ دیا۔ افراسیاب نے اس وقت ایک ساحرہ سے اشارہ کیا۔ اس نے صرصر کو گرفتار کر لیا اور پشتارہ جو لائی تھی، اسے بھی کھولا۔ اس وقت برق جو تخت کے نیچے چھپا تھا، ظاہر ہوا اور عمرو کو بندھا دیکھ کر رونے لگا اور کہا: "اے شہنشاہ! صرصر کو یہ عیار عمرو کی شکل بنا کر لایا ہے اور آپ اس کی صورت بن کر آیا ہے۔ افراسیاب نے عمرو کو چھوڑ دیا اور اصلی صرصر کو بندھوا دیا۔ نقلی صبا رفتار یعنی برق نے صرصر کے گرفتار ہونے کے بعد چاہا کہ سب کو شراب پلا کر بے ہوش کریں، لیکن صرصر نے کہا: "اے شہنشاہ، آپ غضب کرتے ہیں۔ میں صرصر ہوں" ہر چند اس نے کہا، مگر کسی نے نہ سنا اور برق نے صرصر کے پاس آ کر چپکے سے کہا: "میں استانی ہوں برق۔ تم استاد کو پکڑ لائیں اور سب کے سامنے ننگی کھلی پھرتی ہو۔ کہو تو اس وقت ناک کی پھنگی کتروا لوں۔"

یہ باتیں سن کر صرصر دہائی دینے لگی۔ برق نے حکم دیا کہ اس پر مار پڑے۔ اس وقت صرصر پر مار پڑنے لگی۔ صرصر نے عرض کیا: ”اے شہنشاہ! آپ کتاب سامری دیکھیے کہ اس میں عمرو کون ہے۔ افراسیاب نے یہ بات پسند کی اور کتاب سامری منگائی۔ اس وقت برق نے کہا: ”حضور، ایک بات لونڈی کی سن لیجیے۔ میں کان میں کہوں گی۔“ یہ کہہ کر افراسیاب کے قریب آیا۔ اس نے بات سننے کو کان لگایا۔ برق نے ایک ہاتھ سے کان لیا اور دوسرے سے ایک دھول ماری اور نعرہ کیا: ”میں برق فرنگی ہوں۔“ اور جست کر کے بھاگا۔ افراسیاب نے حکم دیا کہ جانا جانے نہ پائے۔ ساحر حکم کے بموجب دوڑے اور سحر پڑھنے لگے۔ ہنگامہ جو ہوا، عمرو تو بپا ہو چکا تھا، اس نے جال الیاسی نکال کر مارا کہ حیرت کا پاندان، طلائی مقابہ اور جواہر نگار کرسیاں سب لوٹ کر زنبیل میں داخل کیں۔ افراسیاب گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور سحر پڑھا کہ ہزاروں طلسمی پتلے دوڑے۔ عمرو نے گلیم اوڑھ لیا اور گنبد کے نیچے اتر گیا۔ ادھر برق بھی بھاگ کر نیچے آیا۔ ساحروں نے سحر کیا، لیکن چادر جمشید کے سبب اثر نہ ہوا اور جو ساحر گرفتار کرنے کے لیے قریب گیا، چادر کی تاثیر سے اس کے جسم سے شعلے اٹھنے لگے اور بدن میں آگ لگ گئی۔ سب پھر آئے اور افراسیاب نے صرصر اور صبا رفتار کو جو بندھی تھیں، کھلوایا اور دلاسہ دیا۔ مگر برق اور عمرو نے شہر پناہ میں لوٹ شروع کی۔ عمرو نے جال الیاسی جس دکان پر مارا۔ دکان کا پورا سامان فرش تک کھینچ لیا۔ غلغلہ ہوا۔ دکانیں جلد جلد بند ہونے لگیں۔

کسی راہ گیر نے پوچھا: ”ارے بھائی یہ کیا ہنگامہ ہے؟“

ایک دکاندار نے جواب دیا: ”عمرو شہر میں آیا ہے۔ لوٹتا پھرتا ہے۔“

راہ گیر سمجھا کہ اکیلا کہاں تک لوٹے گا، معلوم ہوتا ہے، فوج لے کر آیا ہو گا۔ یہ سمجھ کر آگے چلا۔ راہ میں جو ملا، کہہ دیا ارے میاں بھاگو۔ فوج آ گئی۔ لوگ قتل ہوتے ہیں۔ یہ سن کر ہر شخص بھاگا۔ اسے بھاگتے دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگے۔ جدھر

گئے بھگدڑ پڑ گئی۔ سب کی زبان پر جاری ہے کہ فوج آ گئی۔ اب کوئی اپنے لڑکے کا ہاتھ پکڑے بھاگا جاتا ہے۔ کوئی اپنی عورتوں کے لیے بدحواس، ایک ایک سے پوچھتا ہے: "اے بھائی کوئی ناکہ بھی کھلا ہے۔ کدھر جائیں۔ کوئی رو رہا ہے کہ افسوس گھر گئے۔ لیکن بہادر ان روزگار ہتھیار لگائے۔ اپنے اپنے دروازوں پر مونڈھے اور کرسیاں بچھائے۔ جان دینے پر آمادہ بیٹھے ہیں۔ لوگ آ آ کر ان کے سامنے خبریں کہہ رہے ہیں کہ حضرت آپ بیٹھے کیا کر رہے ہیں۔ مفت جان دیجئے گا۔ ابھی ابھی میرے سامنے جوہری قتل ہو چکا ہے اور چوک لٹ رہا ہے۔ ہم تو جاتے ہیں۔ آپ بھی بھاگئے۔ بہادروں نے جواب دیا کہ جناب ہم تو جو کوئی آئے گا۔ اول تو عذر کریں گے۔ اگر نہ مانا، دیکھئے گا وہ جم کر ساکھے کی لڑائی ہو گی اور ایسی تلوار چلے گی کہ حریف کے دانت کھٹے کر دیں گے۔ غرض ایک تہلکہ عظیم بپا ہے اور عمرو اور برق لوٹتے پھرتے ہیں۔ صرافوں کی تھیلیاں غائب ہوتی ہیں اور جوہریوں کے ڈبے گم ہوتے ہیں۔ بہلا خانہ برباد ہو رہا ہے۔ بزازوں کی گٹھڑیاں ندارد ہوئی ہیں۔ ٹھٹیروں کے برتن لٹ رہے ہیں۔ اسباب کوئی پھینک کر بھاگا ہے۔ کوئی اگر جان بچا کر کہیں بھاگا ہے تو اہل محلہ کے خالی گھروں میں کود کر اسباب اٹھا رہا ہے۔ کوئی ہتھیاروں اور اسباب کو کنوئیں میں پھینک رہا ہے۔ کوئی تہ خانے میں چھپ کر بیٹھا ہے۔ کوئی کہتا ہے میرا بھائی لشکر عمرو میں نوکر ہے۔ مجھے اس نے سند دلا دی ہے۔ میں سب کو بچالوں گا۔ میرے یہاں چلے آؤ۔

جب افراسیاب نے یہ شوروغوغا سنا کہ شہر کے لوگ بھاگے جاتے ہیں۔ فوج اسد کی آ گئی، اس وقت اس نے حکم دیا کہ ساحر جا کر، جو کوئی ہو، اسے غارت کریں۔ ساحر گنبد پر سے اتر کر چلے اور افراسیاب خود اتر آیا۔ حیرت نے ایک سحر کیا کہ لاکھوں اژدہا پیدا ہوا اور شہر کی طرف چلا۔ عمرو نے استاد کی منڈھی اور برق نے جمشید کی چادر اوڑھ لی اور ایک طرف ٹھہرا رہا۔ اژدہوں نے بہت لوگوں کو نگل لیا۔ سب کو بالکل یقین ہو گیا کہ فوج آ گئی اور زیادہ بھگدڑ مچ گئی اور اژدہے کچھ آدمیوں کو نگل

کر واپس آئے۔ ملکہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ میں نے سب کو اژدہوں سے نگلوا لیا۔" یہ کہہ رہی تھی کہ ایک ساحر سامنے سے، کندھے پر پشتارہ رکھے ظاہر ہوا اور افراسیاب کو سلام کیا۔ اس نے پوچھا: "پشتارے میں کیا ہے؟"

ساحر نے کہا: "عمرو کو لایا ہوں۔" یہ کہہ کر پشتارہ کھولنے لگا سب جھک کر دیکھنے لگے۔ اس ساحر نے یکایک جست کر کے ایک دھپ افراسیاب کے لگائی اور نعرہ کیا: "میں برق ہوں" اور دوسرا تاج لے کر بھاگا۔ صنعت سحر ساز جو افراسیاب کی وزیر تھی۔

اس نے صھر پڑھ کر دستک دی کہ سوائے افراسیاب کے اور ملکہ حیرت کے سب بیہوش ہو گئے۔ مگر برق اور عمرو پر کچھ تاثیر نہ ہوئی اور صنعت نے رد سحر کیا۔ سب ہوشیار ہوئے۔ اس وقت دیکھا کہ شمیمہ آئی اور سلام کر کے الگ ٹھہری۔

شلو نے کہا: "جا کر عمرو کو پکڑ لا۔"

شمیمہ نے کہا: "تجھے چاہتی ہوں۔"

افراسیاب علیحدہ شمیمہ کے پاس آیا۔ شمیمہ نے جست کر کے پھر ایک دھپ لگائی اور نعرہ کیا: "میں ہوں برق۔" اور تیسرا تاج جو افراسیاب پہنتا ہے، لے کر چلتا بنا۔ اب کی بار وزیر دوم سرمایہ برف انداز نے سحر کیا کہ برف کی سلیں گرنے لگیں اور وہ سردی ہوئی کہ ہر ایک کے دانت بجنے لگے اور شہر کے صدہا ساحر مر گئے۔ سرمایہ جادو نے اپنا سحر رد کیا: "برق اور عمرو مر گئے ہوں گے۔" اس وقت ایک ساحر بھاگا ہوا آیا اور کہا: "دہائی شہنشاہ کی لوٹے لیتا ہے۔"

افراسیاب نے دستک دی کہ دیکھو عمرو کی تدبیر ہوئی جاتی ہے۔ اس ساحر نے کہا: "دیکھئے، اے شہنشاہ، آپ کے پیچھے برق کھڑا ہے۔ تاج لیا چاہتا ہے۔" افراسیاب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ادھر ساحر نے جست کی اور دھپ مار کر نعرہ کیا: "برق میں ہوں۔" اور چوتھا تاج لے کر بھاگا۔ اس وقت وزیر سوم باغبان قدرت نے ایک ہار اپنے گلے سے توڑ کر پھینکا کہ ہزاروں تختے گلاب کے ظاہر ہوئے اور پھولوں سے گلاب کے لال خوش رنگ نکل کر اڑے اور چاروں طرف عمرو اور برق کو ڈھونڈنے لگے۔ عمرو منڈھی کے

اندر تھا اور برق کو بہ سبب چادر کے' کوئی دیکھ نہ سکتا تھا۔ آخر کار جب یہ دونوں نہ ملے' تو اس رنگ مردمان شہر کے سروں پر بیٹھے کہ اہل شہر دیوانے ہوئے اور نعرے مستانے کرتے' شعر پڑھتے صحرا کو چلے۔ اس وقت تو عجب عالم شہر کے لوگوں کا تھا۔ کوئی کسی کے گلے میں باہیں ڈالے پیار کر رہا تھا کہ

کونسی جا ہے جہاں جلوے نہیں اے یار مست
دیکھئے جس کوچہ میں بڑ مارتے ہیں چار مست
میکدہ میں نشہ کی جھلک دکھائی ہے مجھے
آسمان مست و زمین مست و در و دیوار مست

یہ حالت دیکھ کر باغبان نے اپنا سحر روکا' مگر عمرو اور برق کا پتا نہ لگا۔ پھر یکایک برق اصلی صورت میں ظاہر ہوا۔ افراسیاب نے اسے دیکھ کر سحر پڑھا۔ سب نے دیکھا کہ ایک آئینہ انسانی قامت کے برابر کھڑا ہے اور افراسیاب تصور کی مانند قلب آئینہ میں جلوہ گر ہے۔ برق نے دور سے پتھر مارا۔ الٹا پھر آیا اور چوتھے وزیر ابریق کوہ شگاف نے کچھ سنگریزے سحر پڑھ کر مارے کہ بڑے بڑے پہاڑ زمین سے متعلق اکھڑ کر برق کی طرف چلے۔ برق کو چادر جمشید کے سبب وہ پہاڑ کنکریاں معلوم ہوئے' لیکن اہل شہر پر جو گرے' معاذ اللہ ہزاروں دب گئے۔ ایک تہلکہ عظیم پڑ گیا۔ اس وقت عمرو دوبارہ منڈھی سے نکلا اور لوٹنے لگا' مگر گلیم اوڑھے ہوئے تھا۔ ساحر تو سحر کرتے پہاڑوں کے نیچے سے نکلے اور ایسے ویسے مر گئے۔ ابریق نے غوغا سن کر سحر کو دفع کیا۔ عمرو نے اب کی بار جہاں افراسیاب کھڑا تھا' اس کے سامنے آ کر منڈھی کھڑی کی۔ سب نے دیکھا کہ عمرو فقیروں کی جیسے منڈھی ہوتی ہے' اس کے اندر پلنگڑی جواہر نگار بچھائے آرام سے لیٹا ہے اور پریاں پاؤں دباتی ہیں۔

افراسیاب نے کہا' عمرو بھی بڑا زبردست ساحر ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو اس

کا مقابلہ کرے اور گرفتار کر لے۔ یہ کلام سن کر ایک ساحر طمطراق جادو آگے بڑھا اور ساحر پڑھتا ہوا منڈھی کے اندر گیا۔ سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو گئے۔ الٹا لٹک گیا۔ عمرو نے اٹھ کر تھوڑے سے کوئلے سلگائے اور ایک بوٹی اس کے جسم کی کاٹی۔ وہ چیخنے لگا۔ عمرو نے کہا: "حرامزادے میں تیرے کباب لگا کر کھاؤں گا' کیونکہ ساحروں کا گوشت مجھے بہت لذیذ معلوم ہوتا ہے۔" یہ کلام سن کر ساحر بہت خائف ہوئے۔ طمطراق جادو کا بھائی وقواق جادو دوڑتا آیا اور کہا: "اے عمرو' میرے بھائی کو نہ کھا۔ چھوڑ دے۔ میں ہزار اشرفی دوں گا۔"

عمرو نے کہا: "پانچ ہزار اشرفی لوں گا۔"

اس نے کہا: "اچھا پانچ ہزار اشرفی لے' مگر چھوڑ تو دے۔" اشرفیاں منگا کر منڈھی کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ عمرو نے طمطراق کو منڈھی سے چھڑایا اور بے ہوش کر کے تھوڑی سی زبان کاٹ لی اور منڈھی سے ہاتھ نکال کر' جال مار کر اشرفیاں کھینچ لیں۔ طمطراق کو باہر ڈال دیا۔ وقواق نے اپنے بھائی کو اٹھایا دیکھا تو اس سے بولا نہیں جاتا ہے' زبان کٹی ہے' بس غضب ناک ہو کر ہزاروں طرح کے سحر منڈھی پر کئے۔ کبھی پتھر سے منڈھی کو چھپا دیا اور کبھی آگ سے پوشیدہ کر دیا۔ مگر کچھ نہ ہو سکا۔ اس وقت عمرو نے منڈھی کے چاروں ستون پکڑے اور اکھیڑ کر چھتری کی طرح ----- سر پر لگائی اور ایک طرف روانہ ہوا۔ اس وقت منڈھی ایک گنبد کی طرح ہو کر روانہ ہوئی۔ عمرو اس کے اندر چلا اور برق بھی ساتھ ہوا۔ افراسیاب نے کتاب سامری میں دیکھا' مگر کچھ معلوم نہ ہوا اور کہا: "ہم بھی جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر ایک طرف روانہ ہوا۔ اس وقت دیکھا کہ آندھی تیرہ و تار آئی اور ہزاروں گھنٹے اور ناقوس بجتے ہوئے سنائی دیتے اور سواری بڑے عزم و شان سے ایک اور افراسیاب کی آئی۔ سب نے تعظیم کی۔

افراسیاب نے اس افراسیاب سے جو آئینے میں جلوہ گر تھا' کہا: "اے ہم شبیہ! جاؤ' تمہیں بڑی تکلیف ہوئی اور عیاروں نے سخت بے ادبی کی۔" یہ کہتا تھا کہ افراسیاب' جو آئینے کے اندر تھا۔ غائب ہو گیا۔ اصلی افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ

برق کے پاس چادر جمشیدی تھی۔ اس وجہ سے سحر اثر نہ کرتا تھا اور تجھے اس کی کیا ضرورت شدید تھی کہ تختِ طلسم اور لباس خداوند کو جا کر لایا۔ یہ اسی کی بدبختی تھی جو تیرے ہم شبیہ نے تیری دھولیں کھائیں اگر تو اپنے ہم شبیہ کو چھوڑ کر چلا نہ جاتا تو یہی حال تیرا ہوتا۔ راوی کہتا ہے کہ عیاروں نے، صرصر وغیرہ کا جو دھوکا آ کر دیا تھا۔ تو افراسیاب نے اپنے بائیں ہاتھ کو دیکھا تھا۔ اس میں معلوم ہوا تھا کہ ------ وقت کے دوپہر تجھ پر سخت ہیں۔ ذلت حاصل ہو گی۔ اگر یہاں ٹھہرے گا، چاہیے کہ اس جگہ سے ٹل جا۔ بس افراسیاب نے معلوم کر کے ایک دستک دی تھی اور آہستہ سے کہا تھا: "اے ہم شبیہ آؤ۔" اسی وقت اس کا ہم شبیہ آیا اور خود غائب ہو گیا۔ ساحر درباری ہنگامہ پردازی میں مصروف تھے، کسی پر ظاہر نہ ہوا کہ شہنشاہ طلسم ہے یا کوئی اور ہے۔ جاننا چاہیے کہ افراسیاب کے داہنے ہاتھ میں فلاح اور بہبودی کا حال معلوم ہوتا ہے اور بائیں ہاتھ میں اس کی ذات کا حال بدی، شر، فساد، ذلت و ادبار ظاہر ہوتا ہے۔

سات شخص نہایت زبردست اور معزز طلسم ہیں کہ ان کے ہمزاد دریائے نیل میں رہتے ہیں اور جب تک وہ ہمزاد نہ مارے جائیں گے، وہ ساتوں شخص بھی قتل نہ ہوں گے، چاہے عیار انھیں ہزار مرتبہ بے ہوش کریں گے۔ باقی حال ہمزادوں کا اپنے اپنے وقت پر، مہر جگر کا روزنامہ ملنے پر بیان ہوگا۔

آمدم بر سر مطلب۔ افراسیاب عیاروں کی شورش دیکھ کر غضبناک ہوا اور عیار بچیوں سے خطاب کیا: "نالائق! تم کو میں نے اسی واسطے بھیجا تھا کہ عیار سارا شہر آ کر برباد کر دیں۔"

صرصر نے عرض کیا: "اے بادشاہ عالیجاہ، کنیز حسب الارشاد عمرو کو پکڑ لائی تھی اور عمرو عیاروں کا بادشاہ ہے۔ آسان نہیں ہے کوئی اسے گرفتار کر لے۔ لیکن حضور نے اس وقت میرا عرض کرنا قبول نہ فرمایا اور اسے چھوڑ دیا۔ اب جیسا ارشاد عالی ہو، بجا لاؤں۔"

افراسیاب نے کہا: "برق دریائے خون رواں کے پار اتر جائے گا اور عمرو نہ جا سکے گا۔

اس لئے کہ اس کے پاس تختۂ طلسم نہیں ہے اور اگر اس دروازے سے عمرو نکل کا جائے گا کہ جدھر سے اسد اس شہر میں داخل ہوا تھا البتہ دریا نہ پڑے گا۔ مگر جہاں اب عمرو کا لشکر ہے۔ اس مقام سے پھر فاصلہ اتنا ہی ہو جائے گا کہ جیسا اسد نے راستہ طے کر کے خود کو یہاں پہنچایا ہے۔ جس طرف سے بھی عمرو جائے' اسے جا کر گرفتار کر لے اور جب گرفتار کرنا تو اپنی ایک عیار بچی سے کہلا بھیجنا اور تو عمرو کو لے کر' دریا کے پار جا کر ظہرنہ میں آ کر مہ رخ وغیرہ کے سامنے قتل کروں گا۔"

صرصر یہ حکم پا کر روانہ ہوئی۔ افراسیاب پھر اہل دربار کی جانب مخاطب ہوا اور کہا: "کیا سخت مشکل ہے کہ جسے بہار کی گرفتاری کے لئے بھیجتا ہوں' وہ مارا جاتا ہے۔ ایسا کوئی نہیں جو بہار کو پکڑ لائے۔ اس وقت ایک ساحر نمرود جادو اپنے مقام سے اٹھا اور عرض کیا بہار کی بھی یہ لیاقت ہوئی کہ وہ غلامان شہنشاہ سے گرفتار نہ ہو سکے۔ میں جاتا ہوں اور اسے ابھی حاضر کرتا ہوں۔

افراسیاب نے کہا: "اچھا جاؤ۔ فوج اور لشکر ہمراہ لو۔"

نمرود نے کہا: "بہادر اس قابل نہیں ہے کہ جس پر میں فوج لے کر جاؤں اور دوسرے لشکر کی کثرت سے عیار شناخت نہیں ہو سکتے اور آ کر فتور کرتے ہیں۔ میں خدمت گار بھی ساتھ نہ لوں گا' اور بارگاہ مہ رخ میں گھس کر بہادر کو گرفتار کروں گا۔ دیکھوں' میرا کوئی کیا کرتا ہے۔"

یہ کہہ کر نمرود بعدہ سحر پرواز کر کے روانہ ہوا' لیکن حال برق کا سنئے۔ یہ جو شہر سے نکل کے چلا۔ بہ سبب چادر جمشید دریا کے پار چلا آیا۔ واضح ہو کہ شہر ناپرسان کے چالیس دروازے ہیں۔ ہر طرف کی راہ ہر ایک دروازے سے ہے۔ بعض دروازے ایسے ہیں کہ بیرون طلسم چاہے تو ادھر سے چلا جائے اور بعض دروازے ایسے ہیں کہ بغیر دریا کے اترے۔ کوئی طلسم ظاہر میں نہیں آ سکتا۔ لہٰذا صرصر جو چلی' خیال میں آیا کہ شاید عمرو اسی طرف سے گیا ہو۔ طلسم ظاہر میں پہنچ گیا ہو' چاہیے کہ میں بھی

اسی طرف سے چلوں اور ڈھونڈتی ہوئی دریا کو اتروں۔ اس راہ میں جہاں کہیں عمرو ملے تو گرفتار کروں اور اس میں فائدہ یہ ہے کہ عمرو جو اس طرف سے آتا ہو گا اور تو طلسم ظاہر کی طرف چلے گی۔ تو عمرو کے عین مقابلے پر پہنچے گی۔

یہ سوچ کر چلے طلسم ظاہر میں آئی' لیکن یہاں کا حال سنئے کہ برق جو پہلے آیا ہے' اس کو شمیم' صنوبر اور تیز نگاہ ملیں۔ سب نے برق کو گھیرا۔ خنجر چلنے لگے۔ برق اگرچہ اکیلا تھا' مگر سب کو جواب دیتا تھا۔ اس وقت جانسوز بھی آ گیا۔ اور دونوں لڑ بھڑ کر نکل کے چلے اور برق ایک طرف کو ہو گیا۔ جانسوز ایک طرف چلا۔ برق کو یہ خیال ہے کہ چادر میرے پاس ہے' کوئی لے نہ لے' اس لیے الگ رہتا ہے۔ لیکن عیار بچیوں نے جانسوز کو پھر اکیلا پا کر ہر طرف گھیرا۔ لڑائی ہونے لگی۔ صنوبر نے کمند پشت پر سے لگائی۔ جانسوز جست کر کے نکلا تھا کہ شمیم نے دوسری سمت سے کمند ماری۔ جانسوز الجھ کر گرا۔ تیز نگاہ نے بیضہ بے ہوشی مار کر بے ہوش کر دیا اور پشتارہ باندھ کر صنوبر سے کہا: "تم اسے دربار شہنشاہ میں لے جاؤ۔ ہم دونوں دوسرے عیاروں کی فکر میں جاتے ہیں۔"

صنوبر پشتارہ لے کر روانہ ہوئی اور وہ دونوں اور طرف چلیں' لیکن صنوبر کو پشتارہ بدوش ضرغام نے جاتے دیکھا۔ کوس بھر آگے جا کر ایک جھاڑی میں چھپ کر بیٹھا اور کمند کو دور تک پھیلا کر خس پوش کر کے' کمند کا سرا اپنے ہاتھ میں رکھا کہ صنوبر جب کمند کے قریب پہنچی۔ اس کا دل دھڑکنے لگا اور حفظ ماتقدم کے راہ سے پکار کر اس نے کہا: "اے عیار میں نے تجھے پہچانا۔"

ضرغام سمجھا کہ یہ تجھے پہچان گئی۔ چاہا کہ جھاڑی سے نکل کر اس کے مقابل ہوں۔ پھر خیال آیا کہ شاید یہ مکاری کرتی ہو۔ ابھی ذرا ٹھہرے۔ اسی فکر میں تھا کہ صنوبر نے پتھر فلاخن میں رکھ کر مارا کہ ضرغام کے برابر آ کر گرا۔ یہ سمجھا کہ بے شک یہ تجھے پہچان گئی ہے۔ چاہتا تھا کہ جھاڑی کے باہر نکلے۔ اس وقت صنوبر نے دوسرا پتھر دوسری سمت لگایا۔ ضرغام کو یقین ہوا کہ حفظ ماتقدم کرتی ہے۔ چپکا بیٹھا رہا۔

صنوبر نے جب خوب امتحان کر لیا۔ سمجھی کہ جنگل سنسان ہے۔ اسی سبب سے تیرا دل خوفناک ہوتا ہے۔ بس جست کر کے کمند کے بیچ میں جا کر اتری اور چاہا کہ دوسری جست کر کے اس راہ خطرناک سے گزر جاؤں۔ ضرغام نے ایک ڈھیروکا شیر کی آواز کا بنا کر مارا کہ صنوبر جھجکی اور ضرغام نے کمند کھینچی اور صنوبر گری۔ ضرغام جھپٹ کر آیا اور حباب بیہوشی مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور جانسوز کو پشتارہ سے کھول کر ہوشیار کیا اور چاہا کہ صنوبر کو باندھے۔ اسی وقت صرصر جو عمرو کو ڈھونڈتی آئی تھی' اس طرف آ نکلی اور صنوبر کو گرفتار ہوتے دیکھ کر خنجر کھینچ کر دوڑی کہ میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔ ضرغام اور جانسوز بھی خنجر پکڑ کر مقابل ہوئے اور کہا استانی صاحب! جس دن استاد تمہیں پکڑ کر لے جائیں گے، دانہ دلوائیں گے' چکی پسوائیں گے۔ ہمارے استاد نیا کپڑا اپنی کسی زوجہ کو نہیں دیتے ہیں اور رات بھر پاؤں دبواتے ہیں۔"

صرصر نے کہا: "تمہارے استاد کو گہری گور میں توپوں۔ جوانا مرگ' استانی تمہاری کون ایسی تیسی ہے۔" یہ بغیظ و غضب یہ کلمات کہہ کر لڑنے لگی اور تیغ بجلی کی طرح چلنے لگی صرصر لڑتی ہوئی صنوبر کے قریب آئی اور ایک بیضہ داغ بیہوشی منہ پر مارا کہ صنوبر کو چھینک آئی اور ہوشیار ہوئی۔ پھر تو برابر سے مقابلہ شروع ہوا۔ لیکن صرصر عمرو کی گرفتاری کے لئے آئی تھی اور اس کو ایک عرصہ ہوتا تھا۔ اسی سبب سے جست کر کے ایک طرف چلی۔ اسے جاتے دیکھ صنوبر بھی ایک سمت روانہ ہوئی۔ مگر صرصر متلاشی عمرو تھی۔ دریائے خون رواں سے تلاش کیا۔ جب پار اتری۔ ایک مقام پر دیکھا کہ عمرو دریا سے چاہتا ہے کہ پار اتروں' لیکن راہ نہیں ملتی۔ بھٹکتا پھرتا ہے صرصر نے سر راہ ایک رومال پھینک دیا۔ جب عمرو اس طرف آیا' دیکھا کہ رومال محمودی کا پڑا ہے اور اس کے گوشوں میں کچھ بندھا ہے۔ عمرو نے اسے اٹھا کر دیکھا۔ اس کے ایک گوشے میں پچاس اشرفیاں تھیں اور ایک کونے میں کچھ روپے اور پیسے' اور ایک کونے میں چکنی ڈلیاں اور الائچیاں بندھی تھیں۔ رومال سارا عطر میں بسا تھا۔

عمرو سمجھا کہ یہ طلسم باطن ہے۔ ساحران معتبر اس جانب سے گزرتے ہیں۔ کسی شوقین کا یہ رومال گر پڑا ہے۔ اس نے اشرفیاں اور روپے وغیرہ کھول کر چاہا کہ زنبیل میں داخل کرے کہ رومال جو عطر میں بسا تھا۔ اس کی خوشبو سے دماغ بس گیا۔ اور عمرو چکر کھا کر گرا۔ صرصر جو پوشیدہ تھی، نعرہ کر کے قریب آئی۔ عمرو کا پشتارہ باندھ کر دریا سے پار اتری اور چاہا کہ کسی عیار بچی کو زنگل بجا کر بلاؤں اور شہنشاہ کو اطلاع دوں۔ اسی فکر میں تھی کہ اس سے برق نے دور سے دیکھا۔ بس فوراً اپنی صورت تیز نگاہ کی بنائی کہ زلفیں دونوں رخسار پر آراستہ کر کے، دھانی دوپٹہ اوڑھ کر لبوں پر مسی لگائی۔ پان کا کھونا جمایا۔ کسوب عیاری سے ایک بوتل میں خون نکال کر، مقتولے کے ہاتھ اور پاؤں ایک مرصع گردن کے بنا کر اپنے سر پر گردن مقتولے کی لگائی اور اس کی رگوں میں تازہ خون بھر دیا اور اپنا سر اور چہرہ اس گردن کے اندر چھپا لیا۔ مقتولے کا سر اس گردن پر لا کر گردن سے جدا کر کے صرف ایک تسمہ لگا رہنے دیا اور وہی دست و پا بھی مقتولے کے پوست تازہ سے منڈھے ہوئے ہاتھ پاؤں پر لگا کر اصلی اعضاء چھپا کر، سب کو جدا کر کے صرصر کی گزرگاہ میں تجویز کر کے پڑ رہا۔ صرصر جو عمرو کو لئے، اپنی ساتھ والی عیارہ کو بلانے کی فکر میں ادھر آئی۔ دیکھا کہ ایک لاش پڑی ہے جس کے ہاتھ اور پاؤں کٹے ہیں اور خون تازہ رگوں سے جاری ہے۔ سر جدا ہے۔ نرخرہ کٹا ہے۔ صرف تسمہ گردن میں لگا ہے۔ یہ دیکھ کر جب قریب آ کر غور سے دیکھا تو تیز نگاہ اپنی عیار بچی کو پایا۔ یہ سب آپس میں ایک دوسری کو بہنیں کہتی ہیں اور محبت ہر ایک کو باہم کمال ہے۔ بس دیکھتے ہی صرصر کا دل امنڈ آیا اور کہا: "افسوس، موئے عیاروں نے میری بہن کو مارا اور بے تابانہ روتی ہوئی، ہائے میری بہن تیز نگاہ تم سے جدا ہو گئیں۔" یہ کہہ کر عمرو کا پشتارہ پٹک کر لاش سے لپٹ گئی اور لگی بین کرنے۔ یہ تو لپٹی ہوئی رو رہی تھی کہ یکایک کٹی ہوئی گردن سے ایک دھار خون کی نکلی اور صرصر کے منہ پر پڑی کہ تڑاق سے چھینک آئی اور بے ہوش ہو گئی۔ برق نعرہ کر کے اٹھا اور چادر عیاری بچھا کر صرصر کو اسی چادر

پر لٹا دیا اور عمرو کو پائینتی بٹھلایا۔ مرصر کے پاؤں عمرو کی آغوش میں رکھ دیے اور فتیلہ بیہوشی مرصر کو اور دوسرے ہاتھ سے عمرو کو سنگھایا کہ دونوں ہوشیار ہوئے۔ برق نے مرصر کے سامنے آ کر کہا: "استانی میں آداب عرض کرتا ہوں۔ واہ دن دہاڑے آپ میرے استاد کو جنگل میں لئے پڑی ہیں۔ کوئی باغ میسر نہیں تھا تو خیمے میں چلی آئی ہوتیں۔ یہ بدتمیزی حضور کو نہ چاہیے۔" ادھر سے اس نے یہ کہا اور عمرو کی جو آنکھ کھلی مرصر کو اپنا ہم بستر دیکھا۔ اسے جان جہاں کہہ کر لپٹا۔

نہال عیشم از وصلش بر آورد
زبخت خویش بر خوردارم امشب

مرصر نے جو یہ حال دیکھا، کہا: "موئے حرامیو، تم بڑے غضب کے ہو اور ایک دولتی عمرو کے سینے پر لگائی کہ دور جا کر گرا۔ عمرو پکارا۔

لاتیں چلیں گی سینے میں اپنے شب وصال
کیا کیا نہ غل مچائے گی خلخال پائے دوست

مرصر شرما کر ایک طرف جست کر کے چلی گئی۔ عمرو نے برق کا ہاتھ پکڑا اور کہا: "بیٹا میں تجھ سے چادر جمشیدی نہ لوں گا۔ بارگاہ میں آؤ۔" بہلا کر بارگاہ میں لایا۔ برق نے افراسیاب کے چاروں تاج مہ جبیں اور اسد کو نذر دیے اسد نے وہ تاج عمرو کو دیے۔ مہ جبیں نے لاکھ اشرفیاں انعام برق کو دیں۔ ملکہ بہار نے پچاس ہزار اشرفی عنایت کیں۔ سرداران نامی نے تعریف کی۔ ہر طرف سے آفریں کی صدا ہائے تحسین بلند تھیں۔ اس وقت عمرو نے برق سے کہا: "اے فرزندا میں اس لئے تجھ سے چادر جمشید مانگتا ہوں کہ صاحبقران کا حکم یہ ہے کہ ایسی اشیائے نادرہ سے اور تبرکات انبیا علیہم السلام سے، شدید ضرورت کے بغیر کوئی کام نہ لینا۔ تم چادر پاتے ہی

شہر پرسال میں چلے گئے اور افراسیاب سے مقابل ہوئے۔ اگر ایسا میں چاہتا تو گلیم اوڑھ کر اب تک سب کے سر کاٹ ڈالتا اور طلسم فتح کر لیتا۔ پس تمھیں چاہئے کہ صرف عیاری کر کے طلسم کشا کے معین اور مددگار رہو اور چادر جمشید مجھے دو۔"

برق نے کہا: "مجھے چادر کیا کرنا ہے۔ انشاءاللہ ہزارہا ساحروں کو بغیر چادر کے قتل کروں گا۔" یہ کہہ کر وہ چادر جمشید عمرو کے حوالے کی۔ یہاں تو یہ صحبت گفت و شنید بپا تھی کہ یکایک خوفناک آواز آئی اور ایک پنجہ چمک کر گرا۔ نعرہ بلند ہوا کہ میں نمرود جادو ہوں۔ اور بہار جادو کو پکڑ کے چلا۔ مہ رخ اور اہل دربار کھڑے ہو گئے۔ ہزارہا ناریل اور ترنج اس پنجے پر مارے، لیکن وہ دست ساحر زبردست تھا۔ کچھ تاثیر نہ ہوئی۔ وہ پنجہ بہار کو لے کر ایک پہاڑ پر آیا۔ عمرو اور سب عیار بھی دوڑے گئے۔ اس وقت نمرود نے پہاڑ پر سے بزور سحر ایک آواز دی کہ "اے فرقۂ نمک حرام، یہ نہ کہنا کہ نمرود چھپا کر بہار کو پکڑ لے گیا۔ میں یہاں ٹھہرا ہوں۔ تم میں سے جسے حوصلہ ہو، وہ آ کر چھین لے۔"

یہ نعرہ کر کے سحر کا ایک پتلا پہاڑ کی چوٹی پر مقرر کر دیا کہ جو کوئی آئے، اے پتلے مجھے خبردار کر دینا اور آپ پہاڑ پر بزور سحر فرش بچھا کر بیٹھا۔ بہار اس کے سحر سے بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس کو ایک طرف لٹا دیا۔ اس عرصے میں عمرو ایک سحر کی صورت بن کر آیا اور جواہر کا کاسہ، جس میں انار کے دانے نہایت خوش رنگ بیضہ مرغ کے برابر تھے۔ ہاتھ میں لے کر پہاڑ میں چڑھ آیا۔ پتلے نے منع کیا کہ یہاں نہ آؤ۔ عمرو نہ مانا۔ پتلا پکارا: "اے نمرود، ہوشیار ہو جاؤ کہ عمرو آیا۔"

نمرود یہ صدا سن کر گویا ہوا کہ آنے دے۔ پتلا خاموش ہو رہا۔ عمرو نمرود کے پاس آیا۔ سلام کیا اور کہنے لگا: "اے نمرود، تمھارا پتلا جھوٹا ہے۔ میں افراسیاب کا ملازم ہوں۔ یہ انار کے دانے باغ سیب سے آئے تھے اتنے تمھیں بھیجے ہیں۔"

یہ کلام سن کر نمرود بہت ہنسا اور کہا: "اے عمرو تو بڑا مکار ہے۔ میں تیرے فقرے میں نہ آؤں گا۔ دیکھوں کس طرح کے دانے ہیں۔ یہ کہہ کر کاسہ ہاتھ میں لیا۔ انار

کے دانے دیکھے کہ ایسے کبھی نہ دیکھے تھے۔ ہاتھ میں اٹھا کر بغور دیکھنے لگا۔ اس میں سے بھاپ نکلنے لگی۔ اور باریک دھواں نکل کے دماغ میں گیا کہ چھینک آئی اور بیہوش ہوا۔ عمرو نے فوراً سر کاٹ ڈالا۔ شور و غل ہوا اور تاریکی پھیل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد صدا آئی کہ مارا تو نے مجھے۔ میں نمرود جادو ہوں۔ اس کے سر سے ایک خوش رنگ پرندہ نکل کے، افراسیاب کی طرف گیا۔ بہار پیدا ہوئی۔ عمرو کو لے کر لشکر میں آئی۔ سب نے خوشی کی۔ جلسہ انبساط شروع ہوا، مگر طائر نے جا کر افراسیاب سے نمرود کا حال بیان کیا اور جل گیا۔ اس وقت ملکہ حیرت نے اصرار کیا کہ میں ضرور مقابلے کے لئے جاؤں گی۔ ساحران بہی کو ساتھ لوں گی۔

افراسیاب نے اجازت دی۔ ملکہ حیرت لشکر کی کار سازی میں مصروف ہوئی۔ مگر حال لقا کا سنئے۔ پہلے ذکر ہوا تھا کہ سلیمان عنبریں مو کوہی نے نامہ بھیجا تھا کہ کسی کو خداوند کی مدد کے لئے بھیجو، تو افراسیاب نے حسینہ جادو کو حکم دیا تھا کہ تم جاؤ، مگر حسینہ اپنے مقام پر آ کر بیمار ہو گئی۔ لقا پاس نہ پہنچی۔ ایک مدت جو گزری۔ سلیمان نے دوسرا نامہ اسی مضمون کا لکھوا کر، پہاڑ پر رکھوا کر نقارہ بجوایا۔ پنجہ افراسیاب کے پاس یہ نامہ عین اس وقت لایا، جب ملکہ حیرت لشکر کی کارسازی میں مشغول تھی۔ افراسیاب نے نامہ پڑھ کر ایک سردار لشکر کو حکم دیا۔ کہ "اے سرمست جادو، تم جاؤ اور خداوند کی مدد کرو۔"

سرمست حکم پا کر اپنی جگہ پر آیا اور تقریباً بارہ ہزار ساحر کی فوج لے کر کوہ عقیق کی سمت بڑے کروفر سے روانہ ہوا۔

○ ملکہ حیرت

کدھر ہے تو اے ساقی لالہ فام
شراب شجاعت کا دے ایک جام
ترے جام نے ساقی مہ لقا
طلسمات کا رنگ دکھلا دیا
میرے ساقیا آج تیرا ہے دور
پلا دے مے سرخ کا جام اور
شجاعت کے ساغر میں دے، میں نثار
دکھا جوہر تیغ کی پھر بہار
چمکنے لگے برق شمشیر آج
رہے سکہ نقد جاں کا رواج
گھٹا کالی کالی سپر کی اٹھی
چلی آتی ہے فوج امڈی ہوئی
گرجتے ہیں پھر رعد آسا نقیب
شجاعوں کو جام شہادت نصیب
برسنے لگے خون کا ڈونگرا
رہے کھیت رن کا ہر اک لہلہا
کھلیں نخل قامت پہ گل زخم کے
بہے خون کی نہر ہر سمت سے
فسوں سازیاں حیلہ پردازیاں
ہر اک سمت پھر ہو گئیں عیاریاں
نہ کر مے کے دینے میں کچھ دیر آج
ترے رند کے دل کا ہے یہ علاج
دکھا دوں میں پھر معرکہ جنگ کا
ملے جام گر خون کے رنگ کا

بیا جنگجو اے ہمدم داستان
کہ باز آمدم بر سر داستان

ملکہ حیرت مہ رخ کے مقابلے کے لئے عازم سفر ہوئی' ساحران طلسم مثلاً گلنار جادو۔ طوان بن جب شباب جادو' شباب اژدر گیر جادو' فتیل جادو' شگوفہ جادو' قیماس اور مجور کادو وغیرہ' ستر لاکھ ساحر ہمراہ رکاب' کمر باندھ کر چلنے پر تیار ہوئے۔ افراسیاب نے اپنے دو وزیروں ابرق کوہ شکاف اور سرمایہ برف انداز کو ساتھ کر دیا۔ زمرد جادو اور یاقوت جادو وزیر نادیاں' بال ہما کا چنور سر پر جھلنے لگیں۔ ملکہ حیرت سوار ہوئی۔ اس کا تخت ایک ابر کے اندر غائب ہو گیا اور ہزاروں طلسمی نقارے بجنے لگے۔ وہ عمارت بنگلے کی مانند معلوم ہوتی تھی اور وہ بنگلہ مینا نگار تھا۔ ہزاروں کرسیاں' یاقوت نگار اس میں بچھی تھیں۔ بیچ میں جواہر آگیں تخت آراستہ تھا۔ حیرت کا جسم شعلہ جوالہ کی مانند اس تخت پر منور اور روشن دکھائی دیتا تھا۔ بنگلے کے آگے ناقوس اور گھنٹے از خود بجتے تھے۔ سامری کی جے بولنے کی آواز از خود بلند تھی' اور جب حیرت اشارہ کرتی' طوان بن شباب ایک ترنج آسمان کی طرف اچھالتا تھا اور وہ ترنج شق ہوتا تھا اور ہزاروں توپیں چھوٹنے کی صدا آتی تھیں۔ لاکھوں ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتے اور حیرت کے سر پر نثار ہوتے تھے۔ جادوان گرامی پرندوں جیسے گھوڑوں پر سوار رواں تھے کہ جن کے اسلحے کی صدا سے زمین سے آسمان تک شور الاماں بلند تھا۔

خلاصہ کلام وہ لشکر قہار بڑے جوش و خروش سے دریائے زخار کی مانند رواں ہوا اور بعد قطع مسافت پشتہ اے رنگین حصار کے قریب پہنچا۔ مہ رخ اور مہ جبیں دربار میں جلوہ فرما تھیں کہ گھنٹوں کے بجنے کی آواز آئی۔ نقاروں کی صدا نے زمین ہلا دی۔ سب سردار باہر نکلے۔ فوج ساحران کی آمد دیکھی۔ ملکہ حیرت کی سواری نظر آئی۔ سب الحفیظ و الاماں پکارے۔ مہ رخ وغیرہ بد حواس ہو گئیں۔ ہلچل پڑ گئی' لیکن حیرت کی بارگاہ میدان رزم کا درمیانی فاصلہ چھوڑ کر استادہ ہو گئی۔ یاقوت نگار کلس چمکنے لگے اور منزلوں

تک ساحروں کے خیمے استادہ ہو گئے۔

بازار کھل گئے۔ جا بجا خرید و فروخت ہونے لگی۔ بارگاہ کے روبرو اردوئے معلی کا ظہور ہوا۔ نقشہ ہی کچھ اور ہوا۔ حیرت اتر کر بارگاہ میں داخل ہوئی اور تخت حکومت پر بیٹھی۔ اور گرد ساحران سامری کرسی و دنگل پر رونق افروز ہوئے۔ تمتوں کے جنگل آباد ہوئے۔ عیار بچیاں بھی صحرا سے آ کر حاضر دربار ہوئیں اور انتظام کرنے لگیں۔ یہ تو اس جگہ جنگ و جدال کی فکر میں مصروف ہیں مگر

ازیں قصہ یک دم فراموش کن
زجائے دگر داستاں گوش کن

پہلے سرمست جادو کا حال بیان کیا جاتا ہے کہ بارہ ہزار ساحر لے کر لقا کی مدد کے لئے کوہ عقیق کی سمت روانہ ہوا تھا۔ بعد قطع منازل طلسم سے باہر نکلا اور کوہ عقیق کے حوالی میں پہنچا۔ اس جگہ صحرائے سبز و خرم پا کر شکار کی خواہش دل میں سمائی۔ دامن کوہ میں خیمہ استادہ کیا۔ فوج کو ٹھہرا کر آپ شکار کھیلنے لگا۔ پہلے صحرائی پرندے، پھر گورو گوزن شکار کئے، لیکن ایک ہرن تیر کھا کر سامنے سے بھاگا۔ اس نے اس کے تعاقب میں گھوڑا اٹھایا۔ اتفاق سے فرزند امیر، داراب کشور کشا پہلے سے اس دشت میں شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے جو ہرن کو آتے دیکھا، تیر جوڑ کر کمان میں لگایا کہ ہرن گرا۔ شہزادے نے اسے ذبح کیا۔ اس اثنا میں وہاں سرمست آ کر پہنچا۔ اپنے شکار کو داراب کے سامنے پڑا دیکھ کر للکارا کہ: "اے تو کون ہے کہ میرے شکار کو تو نے ذبح کیا۔"

داراب نے کہا: "اے بہادر میں نہ جانتا تھا کہ یہ شکار زبوں تیرا ہے، ورنہ دست اندازی نہ کرتا۔ اب یہ ہرن بلکہ اور جو میں نے شکار کئے ہیں تو لے جا اور مجھے معاف کر۔"

سرمست غرور میں مست تھا، شہزادے کا عذر نہ سنا اور ڈانٹا: "اے نامعقول، تو نے مجھے گوشت کا بھوکا تصور کیا ہے جو لالچ دیتا ہے، میں سرمست جادو ہوں۔ اپنے صید کے بدلے

تجھے شکار کروں گا۔"

داراب نے کہا: "تم ساحر لوگ اسے سحر کرنے پر بہت نازاں ہو۔ اگر تلوار کے رخ آؤ تو معلوم ہو۔"

سرمست نے قسم کھائی: "میں تجھ پر سحر نہ کروں گا۔ دیکھوں کہ تو میرا کیا کر لیتا ہے۔ لا ضرب مردان عالم۔"

شہزادہ داراب نے کہا: "تو اول بہ آور تمنائے خویش۔ کہ من قصم ناصیہ ہم جائے پیش۔"

سرمست نے تیغہ کھینچ کر سارے جسم کا زور بازوؤں میں شریک کر کے، رکابوں پر کھڑے ہو کر پوری قوت سے داراب کے سر پر لگایا۔ داراب نے اپنا گھوڑا حریف کے گھوڑے سے قریب کیا اور غنچے کی مانند سمٹ کر اپنا سارا جسم زیر سپر چھپایا کہ قبضہ اور دنبالہ سپر پر پڑا۔ باقی سارا ہاتھ خالی ہو گیا۔ اس گھات سے تلوار نہ پڑی۔ سرمست تلوار لگا کر جب تک سے سنبھلنے نہ پایا تھا کہ داراب شمشیر کھینچ کر پکارا: "خبردار، یہ نہ کوئی کہے کہ غفلت میں مارا۔" سرمست نے طاقتور بازو اور باڑھ دار تیغہ سر پر آتے دیکھ کر، خود کو جست کر کے گھوڑے کی گردن پر پہنچایا اور ڈھال کو سامنے کیا۔

تلوار ڈھال پر سے اس طرح گزری کہ جیسے ابر تاریک سے برق ظاہر ہوتی ہے اور خود، زرہ، ٹوپ و عرق چکن وغیرہ کاٹ کر دونوں ابروؤں تک پہنچی۔ سرمست نے فوراً دستانے دم شمشیر میں مارے کہ وہ جھٹکا کر سر سے نکلی۔ مگر خون کی چادر منہ پر پڑ گئی اور صدمہ زخم سے بے ہوش ہو کر گرا۔ داراب نے چاہا، سر کاٹ لوں۔ پھر خیال کیا کہ بسمل اور بے بس کو قتل کرنا شایان مردی نہیں۔ یہ سوچ کر ٹھہرا کہ ناگاہ سیاہ آندھی آئی اور سامنے سے ایک ساحرہ سیاہ رنگ، کریہ منظر، آہن صورت کہ اس کا نام ناگن جادو ہے اور اس نے سرمست کو دودھ پلا کر پرورش کیا ہے، آ پہنچی اور اپنے فرزند کا یہ حال دیکھ کر پورے غیظ و غضب سے سحر کیا کہ داراب کے گرد ایک برج آتشیں بن گیا۔ کسی طرف سے نکلنے کی راہ نہ رہی۔ پھر اس نے سرمست

کو اٹھایا۔ اس عرصے میں زروم جادو، ملازم سرمست جو پیچھے رہ گیا تھا اپنی فوج سمیت آپہنچا۔ شہزادے کے ملازم بھی حاضر ہوئے۔ باہم دونوں فوجوں میں جنگ کا آغاز ہوا، لیکن ساحروں کی فوج نے بزور سحر ایک لمحے میں شکست دی۔ فوج داماب شکست کھا کر کوہستان کی سمت گئی۔ مگر سرمست اسی جگہ اترا۔ اس وقت قلاح کشوری، جو فوج کے ہمراہ آیا تھا۔ اپنی صورت بدل کے یعنی لکڑ ہارے کا بھیس بدل کر، لکڑیوں کا گٹھا سر پہ رکھ کر، جوتیاں لاٹھی میں لٹکا کر لشکر سرمست میں آیا۔ ادھر کچھ لوگ بھاگ کر لشکر امیر میں آئے اور شہزادے کی گرفتاری کی سب کیفیت صاحبقران سے کی۔ امراء سرمست کے قتل کے لئے روانہ ہوئے اور امیر بھی چلنے کی تیاری کرنے لگے، لیکن وہاں ناگن جادو نے سرمست کے زخم پہ مرہم سحر لگایا کہ وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے جنگ و جدال کے بہت کچھ نشیب و فراز سرمست کو سمجھائے اور کہا اب یہاں نہ ٹھہر۔ کوچ کر کے خداوند کے پاس جا۔ یہ کہہ کر آپ رخصت ہوئی اور سرمست بھی اسی وقت داماب کو مقید کر کے لشکر لقا میں پہنچا۔ اس کے ساتھ قلاح عیار بھی آیا۔ یہاں لقا تخت پہ بیٹھا تھا کہ یکایک آندھی اٹھی اور آگ پتھر برسنے لگے۔ تاریکی ایسی پھیلی کہ اندھیرا ہو گیا۔ لقا فرط خوف سے تخت سے اتر کر نیچے چھپا۔ لمحے کے بعد سرمست آیا اور تخت خالی دیکھ کر پوچھا کہ خداوند کہاں ہیں۔ بختیارک نے تعظیم دی اور کرسی پہ بٹھایا۔ عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں۔ خداوند بھی آتے ہیں اور تخت کے سامنے پردہ ڈال کر، لقا کو اس کے نیچے سے نکالا اور کہا: "یا خداوند، اگر آپ اسی طرح زیر تخت ڈر کر پوشیدہ ہو رہیے گا، تو لوگ سست اعتقاد ہو جائیں گے۔"

غرض لقا درست ہو کر تخت پہ بیٹھا۔ سرمست نے سجدہ کیا اور آنا اپنا بیان کیا کہ شاہ طلسم نے مجھے حضور کی مدد کے لئے بھیجا ہے۔ لقا نے خلعت فاخرہ دیا۔ سلیمان اور بختیارک نے ساحروں کا لشکر مقام پاکیزہ میں جا کر اتروا دیا۔ ہر سمت ڈمرو بجنے لگا اور ناقوس پھونکے گئے۔ ساحر آرام گزیں ہوئے۔ بارگاہ میں شراب و کباب، چنگ و رباب کا جلسہ شروع ہوا۔ ناچ ہونے لگا، لیکن ہامیان اور تومیان یعنی ہر کارے مختلف صورت

بتائے' لقا کے دربار میں موجود تھے۔ انہوں نے بادشاہ لشکر کی بارگاہ میں جا کر بصد عجز و نیاز دست دعا بلند کیا اور یہ قطعہ دعائیہ زبان پر لائے

اے فریدوں ہمت و دارا حشم
دے ز ذاتت رفت از دنیا ستم
یا الٰہی تا ابد باقی رہے
ملک و مال و جاہ و اقبال و علم

لقا کی امداد کے لئے سرمست جادو چشم کا ایک گمراہ ساحر نا کام' دس بارہ ہزار ساحروں کی جمعیت کے ہمراہ' تیرہ' تیرہ روزنگو' حضور کے لشکر کے مقابلے کے لئے آیا ہے۔ داداب کو شکار گاہ سے قید کر کے ہمراہ لایا ہے۔ صاحبقران یہ خبر سن کر' جو داداب کی رہائی کے لئے جاتے تھے' ٹھہر گئے اور فرمایا' وہ اب یہیں آ گیا ہے۔ سمجھا جائے گا۔ ادھر سرمست کی دعوت کا سامان ہوا اور اس کے نائب زدوم کے لئے لقا نے اپنا خاص ایلچی بھیجا۔ چوبدار خوان لے کر بارگاہ کے باہر آیا۔ اور مزدور کی تلاش کی۔ قران عیار جو لنگڑا بابا بن کر لشکر کے ہمراہ آیا تھا اور خوان سر پر رکھ کر چلا۔ جب کچھ دور گیا۔ ایک جگہ پاؤں کو لغزش دے کر خوان کو گرا دیا۔ چوبدار اس کو برا بھلا کہہ کر برتن اور کھانا' جو گر گیا تھا' اٹھا کر درست کر کے رکھنے لگا۔ قران بھی اس کے ساتھ اٹھاتا جاتا تھا اور نظر بچا کے کھانے میں بیہوشی ملاتا جاتا تھا۔ جب سب کھانا درست کر کے چوبدار وہاں زدوم کے پاس آیا اور عرض کیا: "یہ خاصہ خداوند نے بھیجا ہے۔" زدوم بہت خوش ہوا۔ چوبدار تو چلا گیا' مگر قران خیمے کی پشت پر چھپ کر ٹھہر رہا۔ یہاں تک کہ زدوم کھانا کھا کر اپنے رفیقوں کے ہمراہ بیہوش ہوا۔ قران سراچہ چاک کر کے خیمے کے اندر آیا اور زدوم اور اس کے رفیقوں کا سر تن سے جدا کیا۔ غل برپا ہوا۔ لوگ دوڑے۔ لینا لینا کا ہنگامہ ہوا۔ قران سراچہ چاک کر کے نعرہ کر کے بھاگا اور

آپ بھی لیتا لیتا کہتا ہوا نکل گیا۔ اس ہنگامے کی خبر سرمست کو ہوئی۔ اس نے بختیارک سے کہا: "مجھے سفر سے کوئی تھکن نہ ہو گی۔ طبل جنگ بجواؤ کہ میں ان سب کو غارت کروں۔"

بختیارک نے کہا: "بہت مناسب ہے۔"

غرض اتنا دن جو باقی تھا۔ اس میں زدوم اور اس کے رفقا کی لاشیں اٹھوائیں' جب کہ وہ دن تمام ہوا اور وہ وقت آیا کہ خورشید اسیروں کی مانند دستگیر اور مقید ہوا۔

سرمست نے طبل جنگ بجنے کا حکم دیا۔ نقارے پر چوٹ پڑی۔ ہر کاروں نے شاہ اسلام کی خدمت میں جا کر دعا و ثنا کے بعد خبر کی کہ طبل جنگ بج چکا ہے۔

شاہ اسلام نے بھی حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی نقارہ جنگی بجے۔ حسب ارشاد چالاک بن عمرو نے نقار خانہ سلیمانی میں جا کر طبل سکندر اور طبل حشامی کو بجایا۔ زمان و زمین میں زلزلہ پیدا ہوا۔ نفیر افراسیابی کو پھونکا گیا۔ چار پہر رات تک آلات حرب و ضرب کی تیاری رہی اور دونوں لشکروں میں نقیب بہادروں کو ہوشیار اور خبردار کرتے تھے۔ دلاور جان دینے پر تیار تھے۔ آخر شب گزر کر وہ وقت آیا کہ شہنشاہ فلک چہارم کا غلغلہ شبستان مشرق سے چار دانگ عالم میں پھیلا۔

صبح کے وقت لشکر انبوہ انبوہ' طائفہ طائفہ دونوں طرف سے وارد ہوئے۔ امیر قرتیا مسجد میں آ کر اوراد و وظائف میں مصروف تھے کہ چالاک نے آ کر خبر عرض کی کہ فوج دریا موج' میدان جنگ میں جا چکی ہے اور اب صاحبقران کے برآمد ہونے کی امیدوار ہے۔ امیر اسلحہ سے مسلح ہو کر مسجد سے باہر آئے۔ بلند مرتبت سردار حاضر ہوئے۔ امیر اپنے دیو نژاد گھوڑے "اشقر" پر سوار ہو کر' اپنے تمام سرداروں کے ہمراہ' ظل اللہ بادشاہ عالم پناہ کے در دولت پر پہنچے۔ یہاں بادشاہ تخت سلیمانی پر سوار' بیش محل سے برآمد ہوئے۔ نقیبوں نے بسم اللہ کی صدا دی۔ سب سرداروں نے مجرا کیا۔ نوبت و نقارے بجے. لوگ ادب اور تفاخر سے پکارنے لگے۔ حضور عالم کی سواری میدان جنگ کی طرف چلی۔

وہ شہر یار بڑے جاہ و حشم سے اپنے ذی وقار، سرداروں کے جلو میں، دشت قتال میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک طرف سے لقا بھی سرمست کو لے کر وارد ہوا۔ صف آرائی شروع ہوئی۔ پست و بلند زمین ہموار ہوئی۔ سقے گرد و غبار بٹھا چکے۔ نقیب نقابت کرنے لگے۔ میدان جنگ پاک و صاف ہوا۔ سرمست لقا سے اجازت لے کر، رزم و پیکار کے ارادے سے، جادوئی اژدہا اڑا کر میدان میں نکلا اور لشکر امیر کو للکارا: "اے بندگان مغضوب، تم میں کون ایسا ہے جو مجھ سے آ کر نبرد آزما ہو۔

لشکر اسلام سے مندویل اصفہانی شاہ سے اجازت لے کر، میدان میں آ کر مقابل ہوا۔ سرمست نے سحر کیا۔ صحرا کی جانب سے گرد اڑی اور ایک سوار آلات حرب سے مسلح و مکمل پیدا ہوا۔ مندویل نے کہا: "لا حرب"

باہم نیزہ بازی ہوئی۔ سوار قدرت نے نیزہ معطل کر کے، گھما کر ہاتھ سے نکال دیا۔ مندویل نے تلوار کھینچی۔ سوار قدرت نے بند دست پکڑ کے تلوار چھین لی اور کمر بند میں ہاتھ ڈال کر مندویل کو قاش زین سے اٹھا کر، زمین پر دے پٹکا اور مقید کر کے سرمست کے لشکر کے سپرد کیا اور پھر نقیب دی کہ تم میں جس سے مرگ کی تمنا ہو، وہ آ کر مقابل ہو۔ اسلامی فوج کے سردار آتے تھے اور سوار قدرت کے ہاتھ سے گرفتار ہوتے تھے۔ اس طرح کئی سو سوار گرفتار ہوئے۔ آخر وہ دن آخر ہوا۔ سرشام طبل بازگشت بجا کر سرمست پھر گیا۔ دونوں لشکروں کے سپاہیوں نے کمر کھولی اور آسودہ ہوئے۔ لیکن چالاک سوار قدرت کو تلاش کرنے کے لئے چلا کہ دیکھوں، یہ کہاں سے آیا تھا۔

یہاں بختیارک نے سرمست سے کہا کہ حمزہ کو اسم اعظم یاد ہے۔ جب وہ مقابلے میں آئے گا، کوئی سحر اس پر تاثیر نہ کرے گا اور سب جادو باطل ہو جائے گا۔ سرمست نے یہ کلام سن کر سحر پڑھا کہ ناگن جادو آئی۔ اس سے کہا کہ حمزہ کو گرفتار کرنے کی کوئی تدبیر کرنا چاہیے کہ حمزہ مالک باطل السحر ہے۔

ناگن نے کہا: "میں جاتی ہوں اور عیاروں سے پوشیدہ ہو کر، امیر کا اسم اعظم بند کروں

گی کہ پھر اسے یاد نہ آئے۔

بختیارک نے کہا: "سردار جو مقید ہوئے ہیں، ان کو عیار چھڑا لے جائیں گے۔ آپ کا یہاں رہنا مناسب ہے۔"

ناگن نے ایک تعویذ بختیارک کو دیا کہ "جب مجھے بلانا منظور ہوا اور میری ضرورت ہو تو اس تعویذ کو آگ سے سینکنا، میں اسی وقت آؤں گی۔" یہ کہہ کر ناگن پرواز کر کے کسی طرف چلی گئی، مگر چالاک، سوار قدرت کی تلاش میں ہر طرف پھرا۔ کہیں اس کا پتہ نہ لگا۔ آخر ایک خدمت گار کی صورت بن کر بختیارک کے خیمے میں آیا۔ اس نے چالاک کو پہچانا۔ ازبسکہ بختیارک کے باپ بختک کا ہر یہ عمرو نے پکا کر بختیارک کو کھلا رکھا ہے، تو اس روز سے بختیارک عیاروں کے معاملات میں دخل نہیں دیتا ہے۔ جانتا ہے کہ یہ مار ڈالیں گے اور بظاہر نہایت عجز و انکسار سے پیش آتا ہے۔ الحاصل چالاک کی بڑی تعظیم کی اور بلند مقام پر بٹھایا اور عرض کیا: "مرشد زادے، آج آپ کہاں تشریف لائے۔ پہلے یہ فرمایئے کہ میری جان کی خیر ہے یا نہیں۔"

چالاک نے کہا: "اجل تمہاری قریب پہنچی ہے۔ آج ہم اسی ارادے سے آئے ہیں کہ تم سے کچھ حال پوچھیں اور اگر نہ بتاؤ تو تم کو عذاب زندگی سے چھڑا دیں۔"

بختیارک سفید چادر اوڑھ کر چالاک کے سامنے لیٹا۔ اس طرح کہ جیسے مردہ ہوتا ہے۔ چالاک نے کہا: "آج تم بچ گے نہیں۔ لو اٹھو یہ دو چھوارے میرے ہاتھ سے کھا لو۔"

بختیارک نے گڑگڑا کر عرض کیا: "حضور جو کچھ پوچھنا ہو، پوچھیں۔ اور اگر قتل کرنا ہو تو سر حاضر ہے مجھے بیہوش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

چالاک نے خنجر دکھایا: "او مکار، یہ مجھ سے بھی چہ میگوئیاں کرتا ہے۔ جلد یہ چھوارے کھا۔"

بختیارک نے کہا، بہت خوب کھاتا ہوں اور ناچار وہ چھوارے کھائے اور بیہوش ہوا۔ چالاک اس کا پشتارہ باندھ کر، خیمے کو پھاڑ کر جست و خیز کرتا ہوا صحرا میں پہنچ کر پہاڑ پر

چڑھ گیا کہ ایسا نہ ہو، کوئی آ جائے اور وہیں بختیارک کو ہوشیار کر کے پوچھا: "سچ بتلا، یہ سوار کہاں سے آتا ہے؟"

بختیارک نے کہا: "اگر بتلا دوں تو مجھے چھوڑ دیجئے گا۔ پھر تو قتل نہ کیجئے گا۔"

چالاک نے دھمکایا: "جلد بتلا، یہ اقرار کیوں لیتا ہے۔ جی چاہے گا، معاف کریں گے اور مزاج میں آئے گا، قتل کریں گے۔"

بختیارک نے کہا: "میں اور کچھ نہیں جانتا ہوں۔ مگر اتنا معلوم ہے کہ ناگن اسم اعظم بند کرنے گئی ہے اور ایک تعویذ دے گئی ہے کہ جب اس تعویذ کو آگ پر رکھو تو ناگن اسی وقت آئے۔ کہئے تو اسے بلاؤں۔"

بختیارک نے یہ سب کچھ اس خیال سے بتلایا کہ ناگن آئے گی تو میں چھوٹ جاؤں گا اور چالاک کو گرفتار کراؤں گا، لیکن چالاک نے عیاری تجویز کر کے کہا: "اچھا ناگن کو بلا۔" بختیارک نے آگ پر تعویذ رکھا۔ یکایک ایک سناٹا ہوا اور ناگن آئی اور اس نے پوچھا: "ملک جی، تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔"

اس نے منہ سے تو کچھ نہ کہا، مگر اشارے سے چالاک کو بتلایا یعنی یہ دشمن ہے۔ اسے گرفتار کر لے۔ ناگن اشارہ نہ سمجھی۔ چاروں طرف دیکھنے لگی۔ چالاک اس کے آنے سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ جب اس کو چار سمت متحیر ہو کر، نگراں دیکھا۔ چالاکی سے تمام پتھر گوپھن میں رکھ کر مارا کہ ناگن کا کاسہ سر ترش کر دور گرا اور وہ زمین پر گر کر واصل جہنم ہوئی۔ اس کے مرنے کا شور و غوغا ہوا۔ بختیارک آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔ چالاک نے اسے درخت سے باندھ دیا اور آپ ناگن کی صورت بن کر سرمست کے خیمے میں آیا۔ اس نے اپنی دایہ کو دیکھ کر ادب سے سلام کیا اور کہا: "اسم اعظم بند کر آئیں؟"

ناگن نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "تجھ پر تین روز بہت سخت ہیں۔ عیاروں سے جان بچا مشکل ہے۔ میرے ساتھ چل کہ تجھے ایک تدبیر بتاؤں۔" یہ کہہ کر سرمست کو جنگل میں لا کر، ایک سیب اپنے پاس سے نکال کر دیا کہ اسے کھا لے۔ باغ سامری کا

ہے۔ اس کے کھانے سے عمر بڑھ جائے گی۔ کوئی قتل نہ کر سکے گا۔"

سرمست نے سیب لے کر کھایا اور بیہوش ہوا۔ چالاک نے اس کا سر بھی کاٹ لیا۔ ایک عظیم ہنگامہ ہوا آگ پتھر برسنے لگے اور داراب وغیرہ سردار جو مقید تھے' وہ چھوٹ گئے اور سب نے مشورہ کیا کہ اس حرام زادے لقا کو قتل کریں۔ بس تلوار لے کر اس کے لشکر پر آگرے۔ ساحروں کی فوج غافل اتری تھی۔ لڑائی جو شروع ہوئی' سمجھے کہ اہل اسلام بھی زبردست ساحر معلوم ہوتے ہیں کہ جنھوں نے ہمارے افسروں کو مارا۔ بس یہ سوچ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور دلیر بہادروں نے لشکر حریف پر شمشیر زنی کی۔

آخر جس وقت لیلائے شب کی چشم خونبار سے اشک خونیں گرے اور دامن سحر شفق لالہ گوں سے رنگین ہوا' تو سرداران اسلام بہ فتح و فیروزی لشکر اسلام میں داخل ہوئے۔ اور لقا رنجیدہ' شکست خوردہ قلعہ عقیق میں چلا آیا۔ ساحر بھاگ کر طلسم میں آئے اور سلیمان نے پھر عرضی افراسیاب کو لکھی۔ افراسیاب گنبد نور میں تخت پر متمکن ہے اور ملکہ حیرت مہ رخ کے مقابلے میں آ کر اتری ہے کہ ساحر بھاگے ہوئے افراسیاب کی خدمت میں پہنچے اور ساتھ ہی پنجہ سحر سلیمان کی عرضی بھی لایا۔ افراسیاب کو غیظ و غضب طاری ہوا۔ خیال میں گزرا کہ عیار قیامت ڈھاتے ہیں اور ان عیاروں کا سر گروہ مع چند عیاروں کے طلسم میں آیا۔ جب وہ تجھ سے قتل نہیں ہو سکا تو خداوند کے یہاں تو لاکھوں عیار ہیں۔ وہ تو حقیقت میں کمال پریشان ہوں گے۔ یہ مضمون تجویز کر کے دو نامے اسی وقت لکھے۔ ایک نامہ ملکہ حیرت کو لکھا مضمون اس کا یہ تھا۔

"کہ اے ملکہ! ابھی طبل جنگ بجا کر مقابلہ نہ کرنا۔ اگر مقابلہ کر کے تم لشکر حریف کو زیر و زبر کرو گی تو اس میں عیار خلل انداز ہوں گے اور فتور بپا کریں گے۔ چاہیے کہ اول صرصر وغیرہ کو بھیج کر' عیاروں کو گرفتار کر لو۔ اس کے بعد مہ رخ وغیرہ کا گرفتار کرنا تمہارے نزدیک کیا بات ہے۔"

یہ نامہ ایک سحر کے پتلے کو دیا کہ بارگاہ حیرت میں جائے۔ پتلا نامہ لے کر روانہ ہوا۔ دوسرا خط ملکہ حسینہ جادو کو بھیجا۔ اس میں لکھا تھا کہ " اے ملکہ' تم وعدہ کر گئی تھیں کہ میں خداوند کی مدد کو جاؤں گی۔ مگر سنا ہے کہ مزاج تمہارا ناساز ہو گیا۔ واقعی تمہارا مزاج اصلاح پر نہ ہو تو اطلاع دو کہ خداوند کی مدد کے لئے کسی اور کو بھیجا جائے اور اگر صحت سے ہو تو خداوند کے پاس جاؤ۔" یہ نامہ بھی ایک پتلے کو دیا۔ وہ حسینہ کے پاس لایا۔ اس نے نامہ پڑھ کر عرضی لکھی کہ اب عنایت جمشید سے میں اچھی ہوں اور خداوند کے پاس جاتی ہوں آپ اطمینان رکھئے۔

پتلا جب یہ جواب افراسیاب کے پاس لایا تو پڑھ کر خاموش ہو رہا۔ مگر وہاں حیرت کا پاس نامہ پہنچا تو اس نے افراسیاب کے لکھنے کے بموجب صرصر سے کہا: "جا کر عمرو کو پکڑ لا کہ شہنشاہ کا حکم آیا ہے۔"

صرصر نے عرض کیا: "بہت اچھا۔ اور اسباب عیاری سے آراستہ ہو کر روانہ ہوئی۔ مگر حال عیاروں کا سنئے کہ بارگاہ مہ رخ میں عیش و نشاط میں مشغول تھے۔ جس وقت ملکہ حیرت فوج لے کر آئی۔ اس کے آنے سے سب عیار صحرا میں چلے گئے اور فکر عیاری کرنے لگے کہ بارگاہ حیرت چل کر لوٹیں۔ اسی خیال سے عمرو ایک گاؤں میں آیا' جو گنبد نور کے قریب تھا۔ وہاں دیکھا کہ ایک مقام پر شامیانہ استادہ ہے اور بہت سے ساحروں کا مجمع ہے۔ ناچ ہو رہا ہے۔ دولہا پر زر خلعت پہنے' مسند پر بیٹھا ہے۔ شراب کا دور چل رہا ہے۔ عمرو یہ ماجرا دیکھ کر خوش ہوا کہ اچھی جگہ آئے۔ کچھ مل رہے گا۔ اس برات کو لوٹو۔ مفلس بھی ہو' کہیں تو کچھ ملے گا۔"

یہ سوچ کر علیحدہ جا کر صورت ڈوم کی بنائی۔ ڈاڑھی سینے تک بڑھائی اور رنگ سرخ و سفید روغن لگا کر درست کی۔ گالوں پر جھریاں پڑی معلوم دیتی تھیں۔ جنگی کر' مرد بزرگ خود کو بنا کر' کرتہ پہنا اور پگڑی سر پر باندھ کر' بانسری کی جوڑی کمر سے لگائی۔ دائرہ ہاتھ میں لیا اور اہل محفل کے سامنے آ کر اس طرح مبارک باد گائی کہ سب کو وجد طاری ہوا۔ ناشر جادو کی برات تھی۔ اس نے ڈوم کو فن موسیقی میں طاق دیکھا۔

عزت کر کے بلا کر بٹھلایا اور کہا: "کچھ شغل کیجئے۔ یہ آپ کا گھر ہے۔ جو مجھ میں مقدور ہے، وہ آپ کی خدمت بھی کروں گا۔"

عمرو نے دعا دی کہ ترقی اقبال ہو۔ مراتب اعلیٰ رہے۔ سرکار کا بول بالا رہے اور بیٹھ کر بانسری بجا کر گانے لگا۔ اسی شغل میں عمرو مصروف تھا کہ صرصر جو عمرو کی تلاش میں روانہ ہوئی تھی، جب جنگل میں پہنچی۔ صدا گانے کی دور سے سن کر اسی طرف آئی۔ شادی میں ایک بوڑھے ڈوم کو گاتے دیکھا۔ پہلی نگاہ میں پہچانا کہ یہ عمرو ہے۔ پہلے تو گانا کھڑی سنتی رہی اور دل سے کہتی تھی کہ سبحان اللہ تیرا عاشق بھی، ہر فن میں طاق اور شہرہ آفاق ہے، لیکن اپنے مالک کے حکم کے بموجب عمرو کی گرفتاری کے لئے آئی تھی۔ اس نے محفل میں آ کر ناشر جادو سے آہستہ سے کہا: "یہ ڈوم در اصل عمرو ہے۔ اسے گرفتار کر لے۔" ادھر عمرو نے صرصر کے لب ہلتے دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ میری گرفتاری کے لئے کہتی ہے۔ مجھے پہچان گئی ہے۔ یہ سوچ کر اٹھا۔ ناشر جادو کے پاس آیا اور کہا: "حضور دیکھئے وہ کون آتا ہے۔" ناشر پھر اٹھا کہ عمرو نے دھول لگائی اور اس کا موتیوں والا کلاہ لے کر بھاگا۔ ساحر پیچھے دوڑے کہ صرصر نے کہا: "آپ ٹھہریں، میں گرفتار کر کے لاتی ہوں۔" اور نیمچہ کھینچ کر جھپٹی۔ عمرو صحرا میں آ کر ٹھہرا تھا کہ صرصر نے پہنچ کر ڈانٹا کہ خبردار، او بدکار عیار، کہاں جائے گا میرے ہاتھ سے۔"

عمرو نے بھی خنجر کھینچا اور لڑنے لگا۔ اس وقت برق فرنگی بھی ایک سمت سے نمودار ہوا اور کہا: "استانی صاحب کو آداب عرض ہے۔"

صرصر نے کہا: "اے برق! استاد تیرا کیسا شہنشاہ عیاراں ہے کہ اکیلا مجھ سے لڑ نہیں سکتا۔ اس پر منہ پر دعویٰ عیاری کا۔ اگر دعویٰ ہے تو یہاں سے تو چلا جا، میں اور یہ سمجھ لیں گے۔"

برق نے کہا: "میرا کام ہی کیا ہے، جہاں عاشق و معشوق یکجا ہوں، وہاں ٹھہرنا نہ چاہیے۔ آپ در پردہ مجھے ٹال کر تنہائی چاہتی ہیں۔" یہ کہہ کر ایک طرف چلا۔ اتفاقاً ادھر

سے صبا رفتار آتی تھی۔ برق سمجھا کہ اگر یہ صرصر کے پاس جائے گی تو استاد کو لڑنے میں دقت ہو گی۔ پس اس نے للکارا: "کہاں جاتی ہے صبا رفتار۔" شمشیر کھینچ کر آ پڑی۔ برق سے چوٹ چلنے لگی۔ لیکن عمرو اور صرصر جو لڑ رہے تھے' اتفاقاً سیاح جادو نام کا ایک ساحر ناشر جادو کے یہاں شادی پر جاتا تھا' اس طرف سے ہو کر نکلا' اس نے دیکھا کہ ایک عورت اور ایک مرد لڑ رہے ہیں' یہ دیکھ بزور سحر دونوں کو گرفتار کیا۔

صرصر نے کہا: "میں ملازم افراسیاب ہوں۔ تو نے مجھے کیوں گرفتار کیا ہے؟"

عمرو نے کہا: "حضور یہ جھوٹی ہے۔ میں کلاونت ہوں اور یہ میری زوجہ ہے۔ از بسکہ میں بوڑھا ہوں اور یہ یاروں کے پیچھے خراب ہے۔ جب میں اسے کسی سے گرفتار دیکھتا ہوں اور اس کے قتل کا ارادہ کرتا ہوں' یہ مجھ سے لڑتی ہے۔ لیکن آپ چھوڑ دیجئے۔ آج اس حرام زادی کی میں ناک کاٹوں گا۔"

سیاح جادو نے کہا: "میں نے بھی سنا ہے کہ افراسیاب نے صرصر شمشیر زن کو عیاروں کے مقابلے کے لئے بھیجا ہے' لیکن میں پہچانتا نہیں۔ اس لئے کہ دربار شاہ میں ہم ادنیٰ رعایا کیون کر جا سکتے ہیں' جو ہر ایک کو پہچانیں۔ مشتبہ ہے کہ تم میں نہ معلوم کون سچا ہے۔"

عمرو نے کہا: "آپ ہمارا حال اس شادی میں چل کر دریافت کر لیجئے۔"

سیاح نے کہا: "وہیں تو میں بھی جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر دونوں کو پنجہ سحر سے اٹھوا کر شادی میں لایا اور ناشر جادو سے ملاقات کر کے سارا حال بیان کیا۔ ناشر نے کہا: "اتنا میں جانتا ہوں کہ پہلے یہ کلاونت (گویا) آیا تھا۔ اس کے بعد یہ عورت آئی۔ کلاونت میری ٹوپی لے کر بھاگا۔ یہ علامت اس کے عیار ہونے کی ہی اور صرصر کو میں بھی نہیں پہچانتا اور نہ میں نے کسی عیار کو دیکھا ہے۔ لیکن دربار شاہی تک رسائی کا یہ ذریعہ خوب نکلا ہے۔ آپ ان دونوں کو ملکہ حیرت کے پاس لے جائیے کہ طلسم ظاہر میں تشریف لائی ہیں۔"

سیاح نے کہا ہے: "اگر چوکاوغیرہ دے کر سحر سے چاہوں' دریافت کر لوں کہ عمرو ان میں کون ہے اور صرصر کون۔ مگر دربار کی رسائی کا یہ وسیلہ خوب ہے۔ آپ کی شادی میں ٹھہر لوں تو جاؤں۔" یہ کہہ کر عمرو اور صرصر دونوں کا ہاتھ باندھ دیا اور آپ بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگے۔ اس عرصے میں برق جو صبا رفتار سے لڑ رہا تھا' جنگ کے وقت جست کر کے ایک غار میں جا گرا۔ صبا رفتار نیمچہ کھینچے غار میں کودی کہ اب تو کہاں لے جائے گا۔ برق نے وہاں کمند کے حلقے لگائے تھے۔ جب صبا رفتار کودی۔ برق نے جھٹکا مارا کہ الجھ کر برق کی گود میں آ گری۔ برق نے بیہوشی کا غبار منہ پر مل دیا کہ بیہوش ہو گئی۔ اس کو عمرو کی صورت بنایا' اور آپ اس کی شکل بن کر پشتارہ باندھ کر ناشر جادو کی شادی میں آیا۔ سب نے کہا کہ ایک عورت کسی کو لائی ہے۔ اس وقت صبا رفتار (یعنی برق) قریب پہنچا۔ دیکھا کہ صرصر اور عمرو بندھے ہوئے ہیں۔ اس نے سیاح جادو کی بلائیں لیں اور کہا: "حضور نے میری بہن کو کیوں باندھا ہے۔"

سیاح نے کہا: "مجھے شناخت نہ تھی۔ انہیں حیرت کے پاس لے جاؤں گا۔"

برق نے کہا: "کہیں عورت مرد کا فرق بھی چھپتا ہے۔ میں صرصر کی وزیر زادی ہوں اور یہ صرصر شہزادی ہے۔ یہ کافوت عمرو کا ساتھی عیار ہے۔ عمرو کو میں گرفتار کر کے لائی ہوں۔"

سیاح کو برق کے کلام کی تصدیق ہوئی۔ اس وقت ایک اور ساحر شادی میں مہمان آیا تھا۔ اس نے کہا: "میرے پاس عیاروں اور عیار لڑکیوں کی تصاویر ہیں۔ آپ مطابق کر لیجیے۔" یہ کہہ کر اس نے صندوقچہ منگا کر تصویریں نکال کر مطابق کیں۔ اس وقت صرصر کو چھوڑ دیا اور برق جو صبا رفتار کو عمرو بنا کر لایا تھا۔ اسے بندھوا دیا۔ صرصر جو چھوٹی۔ اس نے برق کو پہچانا' مگر خیال کیا کہ یہ مسخرے جتنے اس شادی میں ہیں' سب اندھے ہیں' اپنی سزا کو پہنچیں گے۔ مجھے انہوں نے بے عزت کیا ہے۔ ذرا ٹھیک بننے دے۔ یہ سوچ کر چلی گئی۔ لیکن یہاں برق نے سیاح سے کہا: "حضور میں نے

منت مانی تھی کہ جب عمرو کو گرفتار کروں گی۔ اس وقت ایک جلسہ عیش کر کے ساحران روزگار کو اپنے ہاتھ سے شراب پلاؤں گی۔ دیکھئے کیا قدرت سامری ہے کہ ایسے وقت میں عمرو کو پایا کہ جلسہ ساحران جمع ہے۔ مجمع بھی معقول ہے۔ میں سب کی شراب سے دعوت کروں۔ اے تاثیر جادو' مے خانے کی بابت جو کچھ صرف ہو' وہ مجھ سے لے لو اور خمخانہ میرے سپرد کرو۔"

تاثیر جادو نے کہا: "یہ تو گھر ہے۔ جس قدر جی چاہے' شراب پیجئے اور سب کو پلایئے رقم کی کیا ضرورت ہے۔"

صبا رفتار یہ کلام سن کر مسکرائی اور میخانہ اپنے قبضے میں کر کے جام و ساغر کے الٹ پھیر کرنے لگی۔ شراب میں بیہوشی شامل کی اور اہل محفل کو پلائی۔ جب سب شراب پی کر بیہوش ہوئے' برق نے عمرو کو جو کافوت بنا ہوا تھا۔ اسے کھول دیا اور سب ساحروں کے سر کاٹنے لگا اور عمرو جو رہا ہوا۔ سب کو لوٹنے لگا۔ دو چار ساحر قتل ہوئے تھے کہ ادھر افراسیاب نے کتاب دیکھی' اس لئے کہ جب سے حیرت مقابلے کو گئی تھی' اسے خیال آیا کہ ایسا نہ ہو۔ عیار میری زوجہ کو بھی بے عزت کریں' تو فوراً کتاب دیکھتا ہے۔ الحاصل میں معلوم ہوا کہ گنبد نور کے قریب جو گاؤں ہے' وہاں عمرو اور برق نے آفت برپا کر رکھی ہے۔ افراسیاب نے اپنے دل میں کہا کہ کہاں تک طرح دوں۔ آج عمرو کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالوں۔ بس اس نے ملکہ خمار جادو کو حکم کیا کہ ایک جگہ شادی میں عمرو اور برق قتل و غارت کر رہے ہیں۔ تم جا کر پکڑ لاؤ اور صبا رفتار بندھی ہے' اسے کھول دینا۔

خمار اگرچہ عمرو سے نہایت جلی ہے۔ یہ حکم پا کر بزور سحر اڑی۔ شادی کے مقام پر پہنچ کر پکاری: "ہوشیار اے نا عیاراں۔" برق تو یہ آواز سن کر بہت جلد چل دیا۔ عمرو ایک جگہ بھاگ کر پوشیدہ ہوا۔ اور خمار چونکہ عمرو ہی کی متلاشی تھی۔ بجلی بن کر جو گری۔ عمرو کو پنجے میں داب کر لے اڑی' اور چلتے وقت ایک سحر ایسا کیا کہ صبا رفتار جو

بندھی تھی، کھل گئی اور ایک سمت کو بھاگ کر چلی۔ پھر خمار نے آسمان کی طرف انگلی سے کچھ اشارہ کیا کہ ایک بادل آ کر، شادی کے لوگ جو بے ہوش پڑے تھے۔ ان پر برسنے لگا کہ وہ سب ہوشیار ہوئے۔ محفل کی حالت دگرگوں دیکھ کر اور ساحروں کی لاشیں دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ عیاروں نے آخر کار مکاریاں کر کے یہ نوبت پہنچائی۔ غرضیکہ یہ سب تو اپنے کاروبار میں مصروف ہوئے اور خمار عمرو کو لے کر افراسیاب کے پاس گنبد نور پہ آئی اور سلام کر کے عمرو کو سامنے پیش کیا۔

عمرو نے کہا: "کیوں نہ تھا۔ اب ہم اس دربار کو لوٹ کر جائیں گے۔ تمہاری ڈاڑھی مونڈ کر جائیں گے۔ آج اسی لئے آئے ہیں۔"

افراسیاب کو غصہ آیا۔ اس نے ایک نامہ حیرت کو لکھا کہ اے ملکہ عالم ہم نے عمرو کو گرفتار کیا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ لشکر افسروں کو سپرد کر کے اس جگہ تنہا چلی آؤ کہ تمہارے سامنے عمرو کو قتل کریں، کیونکہ تم اس کے قتل سے بہت خوش ہو گی۔" یہ نامہ پنجہ سحر کو دیا۔ وہ لے کر چلا اور ایک آہنی قفس منگا کر عمرو کو اس میں بند کر دیا کہ حیرت آئے تو قتل کروں، لیکن پنجہ سحر نے نامہ جا کر حیرت کو دیا۔ حیرت پڑھتے ہی کھلکھلا کر ہنسی اور ایسی خوش ہوئی کہ کبھی اس طرح خوش نہ ہوئی تھی۔ افسران فوج کو بلایا اور سارا ماجرا سنایا۔ لشکر کی نسبت حفاظت کرنے کی تاکید کی اور حکم دیا کہ طبل بشارت بجیں کہ عمرو قتل ہوتا ہے۔ نوبت خوشی کی لشکر میں بجنے لگی۔ حیرت سرخ جوڑا پہن کر، سراپا یاقوت کا زیور زیب تن کر کے طاؤس سحر پہ روانہ ہوئی اور گنبد نور کی طرف چلی، لیکن یہ خبر طاہران سحر نے جا کر ملکہ مہ جبیں اور مہ رخ وغیرہ کو پہنچائی کہ عمرو قید ہو گئے ہیں اور ملکہ حیرت کے لشکر میں شادمانی کے نقارے بجتے ہیں۔ حیرت خود عمرو کو قتل کرنے کے لئے گئی ہے۔

بہار، مہ جبیں اور نافرمان وغیرہ سب نے حکم دیا کہ لشکر تیار ہو۔ ہم لوگ بھی جان دیں گے یا خواجہ کو چھڑا لیں گے۔ مہ رخ نے کہا: "گنبد نور پہ پہنچنا بہت محال ہے۔"

اسد نے فرمایا: "عمرو کو کوئی قتل کر سکے' یہ کس کی مجال ہے۔ وہ نظر کردہ ہفت پیغمبران ہیں۔ سحر بندو جادو گراں ہیں۔ جب وہ اپنے منہ سے تین بار موت کے خواستگار ہوں' تب ان کی قضا آئے۔ افراسیاب کی کیا طاقت ہے جو انہیں کسی طرح کا ضرر پہنچائے۔ لازم ہے کہ ان کے لئے ہم سب دست بدعا ہوں اور مالک حقیقی کی بارگاہ میں التجا کریں۔ یہ کہہ کر سب مصروف دعا ہوئے اور پکارے: "اے خالق اکبر' کریم و رحیم' ہم سب نے عمرو کے سبب دین اسلام' ملت بیضا کیا ہے۔ تجھے وحدہ لا شریک جانا ہے۔ تو ہی خواجہ کی جان کا حافظ و نگہبان ہے۔

یہ لوگ تو مصروف دعا ہیں۔ مشغول گریہ بکا ہیں' لیکن حیرت شاداں و فرحاں گنبد نور میں پہنچی۔ حاضرین دربار نے تعظیم دی۔ افراسیاب کے پہلو میں بیٹھی۔ خواصوں نے چنگیر' چوگھڑے عطر دان سامنے رکھ دیے۔ طلائی پاندان کھول کر حیرت نے گلوری بنائی اور اپنے ہاتھ سے افراسیاب کو کھلائی۔ گلے میں باہیں ڈال کر بناز و ادا کہا: "آپ دیر نہ فرمائیے۔ اس موذی کو راہ عدم دکھائیے۔"

افراسیاب نے حکم دیا کہ آج رات کو شہر ناپرسان کے تمام لوگ اس قصر کے سامنے میدان میں جمع ہوں اور اس کے حال زار کو دیکھیں۔ اس وقت دن تھوڑا ہے۔ کل عمرو اپنے کیے پر پچھتائے گا۔ بڑی حسرت سے اس کی جان جائے گی۔ حکم کے بموجب منادی ہوئی اور تمام شہر میں یہ خبر مشتہر ہوئی کہ کل صبح کو عمرو قتل ہو گا اور اپنے کردار ناسزا کی سزا پائے گا۔ اہل شہر آ آ کر جمع ہونے لگے۔ ور باہم یوں حرف زن تھے کہ دیکھئے آخر سرکشی کا یہ نتیجہ ہوتا ہے۔ کہ بالآخر انسان زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے۔ بعض زیرک و دانا عبرت کرتے تھے کہ اے بہادرو' یہ وہی عمرو ہے کہ جو حمزہ صاحبقران کا وزیر اعظم ہے جنہوں نے لقا ایسے کو' جو خدائی کا دعویٰ رکھتا ہے' عاجز کر رکھا ہے۔ اسی طرح یہ فلک کج رفتار صاحبان جاہ و اقبال کا دشمن ہے۔ اس نے بڑے بڑے ناموروں کو ہلاک کیا اور بہ ظلم و خاک کیا۔ اس شور و شین میں

زندانی فلک مغرب کے قید خانے میں جا کر مقید ہوا اور سرائے دہر میں عمرو کے قتل کی تعزیت برپا ہوئی۔ شام غم نے سیہ پوش ہو کر منہ دکھلایا۔

بالوں کو پریشان کیا لیلئے شب نے
اور شبنم غم دیدہ کی اشک بہائے

سیارے ہر اک دیدہ حسرت تھے فلک پر
اور تیرگی سی چھائی تھی انجم کی چمک پر

افراسیاب پنجرے کے دروازے پر قفل دے کر سحر خواں ہوا کہ میرے سوا کوئی پنجرہ نہ کھول سکے یا میں مارا جاؤں تو کھلے۔ اس مضبوطی سے خواجہ کو مقید کر کے عمرو کے جسم پر سے سحر رفع کر دیا۔ جب رات زیادہ گئی سب عیش و عشرت میں سرگرم ہوئے۔ عمرو کی جانب سے یقین تھا کہ پنجرے سے نکل نہ سکے گا۔ اسی وجہ سے کسی کو اس طرف کا دھیان نہ تھا۔ عمرو نے زنبیل سے مقوے کا ایک پتلا نکالا اور اس پر روغن لگا کر اپنی صورت کا بنایا اور اس سے اپنی جگہ بٹھا کر آپ ایک گوشہ قفس میں گلیم اوڑھ کر سب کی نظر سے غائب ہو گیا۔ پہلی رات بھر خلقت جمع ہوا کی اور طبلے پر تھاپ پڑا کی۔ ہر ایک ساحر مستعد رہا کہ اس نے ہم سب کو لوٹا ہے۔ کل ایک ایک ضرب اس پر لگائیں گے۔ کوئی کہتا تھا۔ میں ترسول اور سانگ سے اس کا کلیجہ چھیدوں گا۔ کوئی حرف زن تھا کہ زبان حلق سے کھینچوں گا۔ کوئی ارادہ رکھتا تھا کہ اس کی آنکھیں نکالوں گا۔ اس اثنا میں آثار سحر ظاہر ہوئے اور مرغ منور فلک قفس مشرق سے نکل کر مائل پرواز ہوا۔

صبح کو افراسیاب نے سحر پڑھا تو پنجرے کا قفل از خود کھل گیا۔ ساحروں کو حکم دیا کہ عمرو کو نکالو۔ ساحروں نے ہاتھ ڈال کر پتلے کی گردن پکڑ کر باہر کھینچا۔ عمرو جو گلیم

اوڑھے تھا۔ پتلے کے ساتھ باہر نکل آیا۔ اس طرف تو ساحر پتلے کو زد و کوب کرنے لگے۔ ادھر عمرو نے کنیزوں اور جادو گرنیوں کا سامان اسباب جال مار کر لوٹنا شروع کیا۔ پاندان مقابا، صندوقچہ، گلاس، عطر دان، میوہ دان، چنگیر وغیرہ، جو کچھ سامان ساحت وہاں تھا۔ سب زنبیل میں ڈال لیا۔ اور ایک خواص سے کہا: "ہم جاتے ہیں۔"

اس نے اپنی ساتھ والی دوسری سے کہا: "کوئی کہتا ہے، ہم جاتے ہیں۔"

عمرو نے پھر کہا: "ابے او مسخرے افراسیاب، ہم جاتے ہیں۔" اس آواز کو سن کر سب ساحر گھبرائے۔ اس اثنا میں کرسی، پلنگ، میز، فرش، چلمن اور پردے سب غائب ہوئے۔ اس وقت دیکھا تو وہ پتلا جسے عمرو سمجھ کر پیٹ رہے تھے۔ وہ ٹکڑے ہو گیا اور سب نے دیکھا کہ جس سے ہم زدوکوب کرتے ہیں، وہ کاغذ کا پتلا ہے۔ نہایت پشیمان اور نادم ہوئے۔ افراسیاب نے خمار جادو سے کہا: "کیوں اے مردار! تو اپنی بہتری جتانے کو، عمرو کی صورت کا پتلا بنا لائی تھی۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ جلد صحیح عرض کر۔"

خمار جادو نے کہا: "اے شہنشاہ جب میں پتلا بنا لائی تھی تو آپ نے عمرو سے باتیں کی تھیں، بھلا پتلا کیوں کر گویا ہوتا۔ اگر یہ فرمائیے کہ پتلا میرے سحر کا تھا تو حضور کتاب سامری دیکھیں، شرارت میری ظاہر ہو جائے گی۔" افراسیاب نے کتاب ملاحظہ کی معلوم ہوا کہ خمار سچ کہتی ہے۔ یہ بے شک عمرو کو لائی تھی۔ مگر وہ فریب دے کر نکل گیا۔ یہ معلوم کر کے افراسیاب نے اپنے وزیر باغبان قدرت کو حکم دیا کہ عمرو کو جلد گرفتار کر۔ باغبان نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ دھوئیں کی ایک لاٹ زمین سے آسمان تک بندھ گئی۔ اس دھوئیں کو حکم دیا کہ جہاں عمرو ہو، وہاں سے لا۔ خبردار اس کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

دھواں منتشر ہو کر عمرو کی تلاش میں چلا، لیکن عمرو گنبد نور سے باہر نکلا۔ جس قدر تماشائی اہل شہر جمع تھے۔ ان کی پگڑیاں اور شملے اور ٹوپیاں اور کمر کے پٹکے۔ غرض جو چیز دستیاب ہوئی۔ جال مار کر لوٹی۔ ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ سب بھاگے کہ کوئی نظر نہیں آتا اور ہم لٹ رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح آفت میں مبتلا ہوں۔ ایک

لمحے میں سناٹا ہو گیا۔ گھروں کے دروازے بند ہوئے دکانیں بڑھ گئیں۔ عمرو بھی جہاں تک مل سکا' لوٹتا ہوا' شہر کے ایک دروازے سے اپنے لشکر کی جانب چلا۔ گلیم اتار کے' زنبیل میں ڈالا اور آگے کی راہ لی۔ کہ دفعتہ چار طرف سے دھوئیں نے گھیر لیا اور بگولے کی طرح عمرو کو چکر دیتا ہوا لے چلا۔ یہاں تک کہ باغبان قدرت کے سامنے لا کر حاضر کیا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کے افراسیاب کے رو برو پیش کیا کہ یہ ہنگامہ حاضر ہے۔ افراسیاب نے عمرو کو دیکھ کر خطاب کیا: "تجھے کس طرح سے ہلاک کروں؟"

عمرو نے کہا: "مجھے تو آسمان کے نیچے ایسا کوئی نظر نہیں آتا' جو مجھے بری نظر سے دیکھے۔"

افراسیاب نے کہا: "اس وقت تو میرے قابو میں ہے۔ جو چاہوں' تجھے سزا دوں۔"

عمرو نے جواب دیا: "ہاں یا میں تیرے قابو میں ہوں یا تو میرے قابو میں ہے۔ میں تو یہ جانتا ہوں کہ آپ کے سر مبارک پر اس وقت سیکڑوں جوتے پڑ جائیں گے' اور اس صورت سے دوسری صورت بدل جائے گی۔"

افراسیاب کو بہت غصہ آیا' لیکن عمرو سے کہا یہ: "اس کی کچھ وجہ بیان کر کہ تجھے کیونکر یقین ہے کہ مجھے کوئی قتل نہیں کر سکتا۔"

عمرو نے عرض کی: "اے شہنشاہ' اول ایک بات مجھے یہ بتلائیے کہ آپ لقا کو کیا سمجھتے ہیں۔"

افراسیاب نے کہا: "ہم اپنا خدا جانتے ہیں۔"

عمرو نے جواب دیا: "پھر خدا کے اختیار میں موت اور زندگی ہے یا نہیں۔"

سب ساحروں نے کہا' بے شک خداوند کو سب باتوں کا اختیار ہے۔ چاہیں جلائیں اور چاہیں ہلاک کریں۔"

عمرو نے کہا: "میں جو ساحروں کو قتل کرتا ہوں' تو حکم خداوند سے' ورنہ مجھ ایسے ادنیٰ آدمی کی کیا حقیقت ہے' جو شہنشاہ ساحران کے ملازموں کو قتل و غارت کروں۔ ہندی مثل مشہور ہے کہ "جا کو راکھے سائیاں مار نہ سا کے کوئی" بال نہ بیکا کر سکے جو دو جگ بیری ہوئے۔ مجھے خداوند نے اس طلسم میں اس لئے بھیجا ہے کہ بندے مجھے یاد

نہیں کرتے ہیں' تو جا کر انہیں ہلاک کر' قضا میں ملک الموت ہوں۔ جس جس کو خداوند نے بتلایا ہے۔ ان بندگان سرکش و نافرمان کو غارت کروں گا۔ میں خداوند کا خاص مقرب ہوں۔"

افراسیاب اور سب ساحروں نے یہ کلام سن کر کہا: "آمنا و صدقنا' حکم خداوند کے بغیر پتہ بھی نہیں ہلتا۔ عمرو بے شک سچ کہتا ہے۔ اس وقت سب تو یہ پکارنے لگے کہ حقیقت میں ہم سے خداوند کی بہت نافرمانیاں سرزد ہوتی ہیں۔ بعض کہتے تھے

مانی گئے نہ قل پڑھے بے صاحب کی چاہ
لا تحرک ذرہ الا باذن اللہ

افراسیاب نے اٹھ کر پورے ادب و احترام سے عمرو کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور سحر دفع کر کے مودبانہ عرض کیا: "اے ملک الموت خداوند' تشریف ارزانی فرمائیے اور یہ بتلائیے کہ کس کس کی قضا آئی ہے۔ عمرو جواہر آگیں کرسی پر بیٹھا اور کہا: "یا شہنشاہ' میں یہ راز خداوندی نہیں بتلا سکتا۔ مگر اس کے علاوہ جو جو کمالات خداوند نے مجھے عطا فرمائے ہیں' بہتر سے بہتر صورتیں بدلنے کا اختیار دیا ہے' خوش گلو کیا ہے۔ اگر حکم ہو تو وہ ہنر ہائے شائستہ اور لحن لطیفہ دکھاؤں' ورنہ مشیت خداوندی سے میں خود آگاہ نہیں ہوں' آپ کو کیا بتلاؤں۔"

افراسیاب نے کہا: "اچھا اپنے ہنر اور کمال ظاہر کیجئے۔ سچ ہے کہ خداوند سے کون آگاہ ہو سکتا ہے۔"

* * *

- **حسینہ جادو**

عمرو یہ کلام سن کر بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا۔ سب نے کہا' یہ بے شک ملک الموت ہے۔ لیکن خواجہ نے ایک گوشے میں جا کر گلیم اتاری۔ اپنی صورت پری پیکر نازنین کی بنائی۔ لباس پر تکلف پہنا۔ زرو جواہر سے جسم کو مزین کیا۔ بڑی دلیری اور ناز و ادا کے ساتھ افراسیاب کے سامنے آ کر سلام کیا۔ وہ اس صورت زیبا اور حسن دل آرا کو دیکھ کر حیران تھا۔ آخر اس نے استفسار کیا کہ اے غنچہ حسین' تو کون ہے اور یہاں کیوں کر آئی ہے۔

اس رنگین ادا نے جواب کیا: "اے شہنشاہ' یہ کنیز آپ کے سلسلہ الفت میں گرفتار ہے۔ دل بے قرار ہے۔" افراسیاب نے ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بٹھا لیا۔ حیرت کو بے حد ناگوار ہوا۔ آتش حسد سینے میں مشتعل ہوئی۔ اس وقت وہ حور گویا ہوئی: "اے ملکہ حیرت! میں عورت نہیں ہوں' بلکہ عمرو بن امیہ ضمری ہوں۔" افراسیاب کو سکتہ ہو گیا۔ دل میں کہتا تھا کہ یہ بے شک بندہ مقبول خداوند لقا ہے۔ اس صورت بدلنے پر خلعت گراں بہا عنایت کیا اور عاجزی سے کہا: "اب چاہیے کہ اہل مجلس کو ترنم سرائی کر کے محظوظ فرمائیے۔"

عمرو نے یہ حکم پا کر مجرا کرنا شروع کیا اور ناچ کے گت سے پہلے نے نوازی شروع کی اور اس طرح سے گایا کہ اہل مجلس کو وجد طاری ہوا اور سب جھومنے لگے۔ پھر تو یہ حال تھا کہ ہر ایک مست و سرشار بیٹھا تھا۔ عمرو نے خانے پر قبضہ کر کے شراب میں داروئے بیہوشی ملا کر جام لبریز کر افراسیاب کے سامنے آیا۔ افراسیاب مالا مال محبت تھا' جام لے کر پی گیا۔ پھر تو تمام ساحر' انجمن نشیں' ساقی ستم شعار یعنی عمرو عیار کے ہاتھ سے مست و سرشار ہوئے۔ سب کو دورا باندھ کر بیہوشی آمیز شراب پلائی۔ جس وقت ٹھنڈی ہوا کا جھونکا افراسیاب کے منہ پر لگا' پکارا: "اے عمرو دو سو

ہوئے تیرا گانا سننے آئے ہیں اور سامری و جمشید کی تعریف کر رہے ہیں۔"

عمرو نے عرض کیا: "سب کی تانگ لیجیے۔ ہر ایک کو بلا کر بٹھایئے۔"

افراسیاب عالم مستی میں حیرت کا ہاتھ پکڑ کے ناچتا ہوا اٹھا۔ بیہوش ہو کر منہ کے بل گرا۔ ادھر ساحران دربار آپس میں جوتی پیزار لڑ کر بیہوش ہوئے۔ بے خودوں نے باہم کسی کی مونچھ اکھاڑی۔ ایک نے دوسرے کے دھول ماری۔ کوئی اپنے کنبے بھر کا حال کہتا تھا۔ غرضیکہ جب سب بیہوش ہوئے۔ عمرو نے خنجر لے کر دس بیس ساحروں کے سر جدا کئے اور جال الیاسی مار کر اسباب لوٹنے لگا۔ اس وقت ساحروں کے مرنے سے غلغلہ دارو گیر برپا ہوا۔ ابر ہجوم کر کے ہر طرف سے اٹھے۔ بجلیاں چمکنے لگیں۔ موکل غل مچانے لگے۔ لیکن عمرو افراسیاب اور حیرت کو قتل کرنے چلا۔ جونہی تخت کے قریب آیا، یکایک زمین شق ہوئی اور چند پریاں عجیب و غریب لباس میں ملبوس، لمبے لمبے بالے کانوں میں آویزاں کئے ظاہر ہوئیں۔ ہاتھوں میں مشک و گلاب سے پر پچکاریاں لئے ہوئے تھیں۔ انہوں نے افراسیاب کا سر زانوں پر رکھا اور پچکاری منہ پر لگائی۔ پکاریں کہ اے شہنشاہ، بیدار ہوئیے۔ افراسیاب ہوشیار ہوا۔ اس وقت پریاں زمین میں سما گئیں۔

عمرو جہاں ساحروں کی لاشیں پڑی تھیں، وہاں چھپ کر لیٹ رہا اور لیٹے لیٹے خون آلود گوشت کا ٹکڑا، زنبیل سے نکال کر اپنے گلے پر رکھا اور خون آلود گوشت سے اپنے سارے منہ کو مجروح بنایا۔ اب عمرو بھی مقتول معلوم دینے لگا، مگر افراسیاب جو ہوشیار ہوا، سب محفل کو بیہوش اور لٹا ہوا پایا۔ اور بہت آدمیوں کو قتل کیا ہوا دیکھا۔ اسی وقت آسمان کی طرف کچھ اشارہ کیا۔ بادل گھر آیا اور مینہ برسنے لگا۔ سب ہوشیار ہوئے۔

حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ، عمرو نے کیسی مکاری کی۔"

افراسیاب نے کہا: "مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا۔ ابھی گرفتار کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر حکم دیا کہ جو کچھ اسباب لٹ گیا ہو، وہ سب حاضر کرو۔ بموجب حکم ایک آن میں کرسی، دنگل، جام، ساغر، گلدستے، فرش وغیرہ سب موجود ہو گیا۔ صحبت آراستہ ہوئی۔

ساحر لاشیں اٹھانے کی تدبیر میں مصروف ہوئے۔ افراسیاب تخت پر جلوہ گر ہوا۔ اور کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ عمرو لاشوں کے درمیان مجروح صورت بنائے لیٹا ہے۔ اس سے کسی سے گرفتار کر۔ مگر تجھ پر چند گھڑیاں بہت سخت ہیں۔ خبردار یہاں نہ ٹھہرنا۔ طلسم باطن کی طرف چلا جا۔

یہ معلوم کر کے اس نے ساحروں سے کہا: "ابھی لاش کسی کی نہ اٹھے، ان میں عمرو ہے۔ یہ کہہ رہا تھا کہ صرصر بھی حاضر ہوئی۔ اس نے بھی عمرو کی گرفتاری کی خبر سنی تھی۔ افراسیاب نے اسے دیکھ کر کہا: "اے صرصر، ان لاشوں میں عمرو کو پہچان کر گرفتار کر۔"

صرصر جا کر لاشوں کو ڈھونڈنے لگی اور سب ساحر صرصر کی طرف دیکھنے لگے۔ افراسیاب اس وقت سب کو اور سمت مشغول دیکھ کر، اپنی صورت کا پتلا اپنی جگہ بٹھا کر آپ غائب ہو گیا۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ کب گیا۔ بلکہ سب پر ظاہر ہے کہ شہنشاہ بیٹھا ہے۔ الغرض صرصر ہر طرف لاشوں میں پھر اور عمرو کو پہچان کر سینے پر چڑھی۔ چاہا کہ مشکیں باندھ لوں۔ عمرو نے دونوں پاؤں صرصر کے گلے میں ڈال کر پہلوانوں کی مانند قلّں مارا کہ صرصر نیچے اور آپ اوپر ہو گیا فوراً سفوف بیہوشی صرصر کے منہ پر پھونکا کہ وہ بیہوش ہوئی۔ عمرو اس سے گود میں لے کر بھاگا۔ ساحر حیران تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر حیرت نے نعرہ مارا کہ کیا بیٹھے منہ دیکھتے ہو، جلد اسے گرفتار کرو، ورنہ وہ صرصر کو لے جائے گا۔ ساحر دوڑے مگر عمرو گنبد نور سے نکل کر بجلی کی مانند بھاگا ہوا شہر ناپرساں میں آیا اور خیال کیا کہ شہر میں سب ساحر ہیں۔ مجھ کو گرفتار کر لیں گے۔ یہ سوچ کر اس صحرا کی طرف بھاگا، جو گنبد کی پشت پر اور حیرت کی سیر کے لیے مقرر ہے۔ اتفاقاً اس طرف سے صبا رفتار اور شمیمہ عیار بھی دونوں آئی تھی۔ انہیں دیکھ کر صرصر کو ایک غار میں ڈال دیا اور آپ خنجر لے کر ان دونوں سے لڑنے لگا۔ یہ کہنے کو شہر ناپرساں ہے۔ ایک دنیا کی جائے آمدورفت ہے۔ ایک ساحر

ہوشیار جادو طائر سحر پر سوار مع خادم و خدمت گار، دربار افراسیاب میں جاتا ہے۔ اس طرف سے ہو نکلا۔ عیار بچیوں کو غیر شخص سے لڑتے دیکھا۔ سمجھا کہ یہ عمرو ہے۔ چاہا کہ سحر کر کے گرفتار کروں۔ عیار بچیوں نے کہا: "اے ہوشیار جادو آپ اس مقدمے میں دخل نہ دیجیے۔ عیاری کے فن میں زیبا نہیں کہ حریف کو کسی ساحر سے گرفتار کرائیں۔"

ہوشیار جادو نے کہا: "دیوانیاں ہو، دشمن کو قتل ہی کرنا چاہیے۔" یہ کہہ کر سحر پڑھنے لگا۔ عمرو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ اس وقت وہ ساحر جو عمرو کے پیچھے دوڑے آتے تھے، یہاں پہنچے۔ عیار بچیوں نے کہا: "عمرو نے صرصر کو ہمارے سامنے غار میں ڈال دیا ہے۔ ساحر چلے کہ صرصر کو نکالیں۔ عمرو گلیم اوڑھے موجود تھا غار میں کود گیا اور ایک اژدہا مقوے کا، زنبیل سے نکال کر غار کے باہر اس کا منہ نکالا۔ ساحر جو غار کے قریب آئے۔ اژدر کو بیٹھے دیکھ کر بھاگے اور دور جا کر کھڑے ہوئے۔ دیکھا کہ اژدر کے منہ سے آتشیں گولے نکلتے ہیں۔ اب کوئی آگے نہیں بڑھتا۔ دور سے سانپ پکڑنے کے منتر پڑھتے ہیں۔ اپنے گرد کنڈل کھینچ لیا ہے۔ لیکن اس اژدہے پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آپس میں کہتے ہیں کہ یارو یہ بڑا زبردست اژدہا ہے۔ کسی سے دفع نہ ہوگا۔ افسوس کہ صرصر کی مفت جان گئی۔ اس وقت ہوشیار جادو کے ایک رفیق ہم نشیں جادو کہ نہایت بوڑھا تھا اور ساحر بے بدل تھا۔ اس کو بہت کچھ زر و جواہر دیئے کہ کہا کہ جا کر کسی طرح صرصر کا نکال لائے۔ وہ سحر پڑھتا ہوا چلا۔ عمرو نے اس سے آتے دیکھ کر، اژدر کو غار کے اندر کر لیا۔ وہ سمجھا کہ میرے سحر اژدر کو دفع کیا۔ یہی دلیرانہ غار کے اندر کودا۔ عمرو نے پھر اژدر کو غار کے باہر نکالا۔ سب ساحر جو دور کھڑے تھے۔ چہچہے کہ ہم نشیں کو بھی اژدر نے مار لیا۔ پھر اس کے دفع کرنے کی تدبیر میں مصروف ہوئے۔ عمرو نے اس عرصے میں ہم نشیں کے کپڑے اتار کر، اس کی صورت آپ بن کر وہی لباس پہنا اور اس کو زنبیل میں ڈال لیا۔ جست

کر کے اژدر کو غار کے کنارے بٹھا کر آپ باہر نکلا اور پکارا: "اے میاں، یہاں نہ صرصر ہے نہ کوئی ہے۔"

ساحروں نے جو اس سے آ کے دیکھا اور خیال کیا تو اژدر کو بھی پایا۔ پکارے "ارے بھاگ بھاگ اژدہا، ایسا نہ ہو، ضرر پہنچائے۔" عمرو یہ سن کر بے تحاشا بھاگا اور ہوشیار کے سامنے آ کر گر پڑا۔ بیہوش ہو گیا۔ دانت بیٹھ گئے۔ ساحروں نے آ کر اٹھایا۔ دیکھا اس کا جسم نیلا ہو گیا ہے۔ ہوشیار جادو نے عیار بچیوں سے کہا۔ "صرصر ہم سے نہیں نکل سکتی۔ عیار بچیاں خود نکالنے کی فکر کرنے لگیں۔ ہوشیار اپنے رفیق یعنی عمرو کو اٹھا کر سواری پر ڈال کر افراسیاب کے دربار میں آیا۔ دیکھا کہ شاہ تخت پر بیٹھا ہے۔ اس نے مجرا گاہ سے مجرا کیا۔ تخت شاہی کے قریب آ کر اپنے رفیق اور اژدہے کا سارا حال بیان کیا۔ اصلی افراسیاب تو چلا گیا تھا۔ یہ اس کا ہم شبیہ تھا۔ اس نے حکم دیا کوئی حکیم آئے اور علاج کرے۔ شہر ناپرساں سے حکیم طلب کیا۔ اس نے دفع زہر کی دوا عمرو کو دی۔ اس قصر کے ایک صحن میں پلنگ بچھا کر عمرو کو لٹا دیا۔ علاج معالجہ ہونے لگے۔

اس عرصے میں صرصر کو غار کے اندر ہوش آیا۔ جست کر کے غار کے باہر نکلی اور دیکھا، ایک اژدر بیٹھا ہے۔ پہلے تو رو میں نکل آئی۔ پھر ایسی خائف ہوئی کہ پیچھے مڑ کے بھی نہ دیکھا اور دربار افراسیاب کی طرف چلی۔ راہ میں شمیمہ اور صبا رفتار سے ملاقات ہوئی۔ ان سے پوچھا: "عمرو کا کچھ حال معلوم ہے کہ کہاں ہے۔؟"

انہوں نے کہا: "واہی، عمرو آپ کو غار میں پھینک کر آپ گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ نکل گیا ہو گا۔"

صرصر نے کہا: "پھر دربار میں جانا بیکار ہے۔ مفت میں خفت ہو گی۔ سب کہیں گے کہ عمرو کو گرفتار نہ کر سکی۔ چلو عمرو کو صحرا میں تلاش کریں۔ آپس میں یہ ارادہ کر کے تینوں عیار بچیاں روانہ ہوئیں۔ لیکن یہاں جب عمرو کا علاج ہوا اس کو ہوش آیا۔ اس اثنا میں افراسیاب کی سواری بڑے جاہ و حشم سے آئی اور تخت پر آ کر جلوہ گر

ہوا۔ سب نے تعظیم کی۔ شلو نے کہا: "اے ہم شبیہ آ جاؤ۔" وہ چیلا جو اس کی صورت کا تھا۔ غائب ہو گیا۔ سب ساحر سمجھے کہ پہلے جو ہم سب کو عمرو نے ذلت دی اور بیہوش کیا تھا' تو شہنشلو ہمارے ساتھ نہ تھا' بلکہ اس کا ہم شبیہ تھا۔ بعض کہنے لگے کہ حضرت بھلا شہنشلو ساحران کیوں کر بیہوش ہوتا۔ ایک نے کہا ہم آج تک یہی نہیں جانتے کہ اصلی شہنشلو کون ہے ہم نے آج تک افراسیاب کی اصل صورت نہیں دیکھی۔حالانکہ تمام عمر اس کے دربار میں رہے۔ افراسیاب تک کون پہنچ سکتا ہے۔ نہیں معلوم وہ کہاں رہتا ہے اور اس کا کیا مرتبہ ہے۔ الغرض جب افراسیاب آیا۔ رقاص سامنے حاضر ہوئے۔ مجرا ہوا۔ ہنگامہ عیش و عشرت گرم ہوا۔ اس وقت ہوشیار جادو نے اپنے رفیق کا سب حال شہنشلو سے دوبارہ عرض کیا۔

افراسیاب نے کہا: "خیر ہوئی' ورنہ تمہارا رفیق ہلاک ہو جاتا۔ اب کہو' کیسا ہے۔"

اس نے کہا: "فیض سامری سے اب اچھا ہے۔ اس وقت عمرو بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر افراسیاب کے سامنے حاضر ہوا اور تسلیم کی۔ افراسیاب نے مزاج پوچھا۔ اس نے عرض کیا: "عنایت سامری اور اقبال شاہی سے اب اچھا ہوں۔" اسے بیٹھنے کی اجازت ہوئی۔ کرسی پر متمکن ہوا اور ناچ دیکھنے لگا' لیکن جو رقاصہ گا رہی تھی۔ اس کو الزام دھرنے لگا کہ یہ دیکھئے اس جگہ بے سری ہو گئی۔ یہاں اس کی آواز نے پٹی لی۔ اس جگہ گلا اس کا کھر گیا۔ اس مقام پر آواز لرا گئی۔ دیکھئے ساز سے الگ تال اتری۔ سم جاتا رہا۔ حلق اور تالو بگڑ گیا۔

افراسیاب یہ باتیں سن کر گویا ہوا کہ "اے ہم نشیں' تمہیں گانے میں خوب دخل ہے۔"

اس نے کہا: "آپ کے اقبال سے بڑے بڑے جلسے دیکھے ہیں' اور گانے پر کیا ہے۔ سب علم میں کمال حاصل ہے۔ اس لئے کہ آپ ایسے شہنشلو کا دربار دیکھتا چلا آتا ہوں۔"

افراسیاب نے کہا: "اچھا کچھ گاؤ۔"

عمرو سلام کر کے سامنے بیٹھ کر گانے لگا اور اس طرح ترنم سرا تھا

فراق یار خوشخو میں، یہاں شیون پہ شیون ہے
عجائب جوش گریہ ہے کہ تر دامن پہ دامن ہے
نہ زلف معنبر رخ پہ تیرے خال ہندو ہے
متاع جان و ایماں کے لئے رہزن پہ رہزن ہے
عجب شوق شہادت ہے، تیرے عشاق کو قاتل
کرے گا قتل کس کس کو، جھکی گردن پہ گردن ہے
جماتے ہیں دھڑی گیسو بنا کر مہندی ملتے ہیں
پھبتا پڑتا ہے عالم آج کل، جو بن پہ جوبن ہے
ہما پہ بوسے لینے سے پڑے ہیں نیل عارض پر
چمن میں سن کے اے گل، تیرے سوسن پہ سوسن ہے
فنا کے بعد بھی باز آئے کب نظارہ بازی سے
چھری تحقیق میں رخنہ، قبر میں روزن پہ روزن ہے
مشبک کر دیا سینے کو عشق تیر مژگاں نے
دل صد چاک میں اپنے تیر، روزن پہ روزن ہے
رقیبوں نے بھرے ہیں کان وہ کہتے ہیں محفل میں
نہ آئے جلو اے وہاں، یہی قدغن پہ قدغن ہے

افراسیاب اس کا گانا سن کر بہت خوش ہوا اور خلعت فاخرہ دیا۔ عمرو نے کہا: "حضور، میں ایک شمع ایسی روشن کرتا ہوں کہ اس کی روشنی میں پریاں ناچتی ہوئی نظر آتی ہیں اور راجہ اندر کے اکھاڑے کی سیر دکھائی دیتی ہے۔ میں نے یہ سحر اپنے دادا کی کتاب میں لکھا ہوا دیکھا تھا۔ اس میں سے یاد کیا ہے۔ وہ سنتا ہوں کہ بنگالے سے سیکھ آئے تھے۔"

افراسیاب نے مشتاق ہو کر حکم دیا: "ہم نشیں، وہ شمع جلد روشن کرو۔ ہم دیکھیں کیسا سحر ہے۔"

عمرو نے کہا: "پانچ سیر چربی اور اسی قدر دال اور گھی وغیرہ منگائیے"

حسب الحکم جو اشیا طلب کی گئیں۔ حاضر ہو گئیں۔ عمرو نے پردہ ڈال کر، سب سے الگ بیٹھ کر بہت بڑی مشعل بنائی اور اس میں سیروں بیہوشی ملائی۔ اس کو بیچ محفل میں روشن کیا۔ اس کا دھواں سارے قصر میں پھیلا۔ عمرو نے کہا: "دو گھڑی کے بعد پریوں کا ناچ دکھائی دے گا۔ سب مشعل کی جانب دیکھے جائیں" اور آپ الگ بیٹھ کر بڑبڑانے لگا، اس لئے کہ معلوم ہو، سحر پڑھ رہا ہے۔ سب اہل دربار، افراسیاب اور ملکہ حیرت مشعل کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ تماشائیوں کی کثرت اس قدر ہے کہ ایک پر دوسرا جھکا ہوا ہے کہ دیکھیں اب کیا ہوتا ہے جب دو گھڑی گزریں، بیہوشی کا دھواں اچھی طرح سے سب کے دماغ میں سرایت کر گیا اور اس کے نشے میں کہنے لگے کہ فی الحقیقت پریاں ناچ رہی ہیں۔ بعضے کہتے تھے، دیکھو وہ راجہ اندر سامنے بیٹھے ہیں۔ بعضے خود اٹھ کر ناچنے لگے۔ یہاں تک کہ افراسیاب اور ملکہ حیرت اور اہل دربار سب بیہوش ہو کر گرے۔

عمرو نے پھر دس بیس کے سر کاٹے اور جال الیاسی مار کر سارے قصر کا اسباب، جو دوبارہ آراستہ کیا گیا تھا، لوٹ لیا۔ ویسے ہی ہنگامہ شور و قیامت بلند ہوا۔ ساحروں کا نام لے لے کر موکل شور کرتے تھے۔ آندھیاں اٹھتی تھیں۔ بگولے پیچ و تاب کھاتے تھے۔

عمرو پھر خنجر پکڑ کے افراسیاب کی جانب چلا کہ اس کا سر جدا کرے۔ دفعتہً زمین شق ہوئی اور پریاں نکلیں۔ عمرو گلیم اوڑھ کر بہت جلد گنبد کے باہر نکل گیا۔ پریوں نے گلاب وکیوڑے کی پچکاری لگا کر افراسیاب کو ہوشیار کر دیا۔ اور آپ زمین میں سما گئیں۔ افراسیاب نے محفل کا رنگ دگرگوں دیکھ کر، ابر سحر برسا کر سب کو ہوشیار کیا اور مشعل بیہوشی کو بجھوایا۔ پھر نئے سرے سے اسباب راحت منگا کر قصر کی آرائش فرمائی۔

جب سب کرسی و دنگل پر رونق افروز ہوئے، ہر ایک عمرو کی فطرت پر حیران تھا۔ افراسیاب نے از راہ بناوٹ کہا: "بیشک عمرو بندہ خاص خدا وند لقا ہے اور کسی طرح ہلاک نہ ہو گا۔ وہ سچ کہتا تھا کہ جس جس کو خداوند لقا نے بتلا دیا ہے، میں ان کو قتل کروں

گا۔ مجھے بھی یقین ہے کہ ضرور وہ ایسا ہی کرے گا' لیکن چونکہ مجھے حکم خداوند کی ہے کہ عمرو کو قتل کروں۔ اس لحاظ سے اے حیرت تم جاؤ اور لشکر مہ رخ سے مقابلہ کرو۔ میں کچھ اور تدبیر کرتا ہوں یہاں عمرو کا بلانا اچھا نہیں۔"

ملکہ حیرت یہ سن کر' طاؤس سحر پہ سوار ہو کر لشکر کی طرف روانہ ہوئی۔ کنیزیں ساتھ تھیں۔ مگر عمرو جو گنبد نور سے چلا۔ اس کے خیال میں آیا کہ ایک بار پہلے جو میں یہاں سے چلا تھا' تو دریائے سحر میں بھٹکتا پھرا تھا۔ اس مرتبہ بھی اس طرف سے نہ جا سکوں گا۔ اس سوچ میں دوسرے رستے کی تلاش میں ساحر کی صورت بن کر شہر ناپرسال میں پھرنے لگا۔ ایک جگہ چند ساحروں کو باتیں کرتے سنا کہ آپس میں کہتے ہیں: "عمرو بلائے بے درماں ہے شہنشاہ کو زک دے کر نکل گیا۔"

ایک نے کہا: "یہاں سے نہ جا سکے گا۔ دریا بیچ میں حائل ہے۔"

دوسرے نے کہا: "اگر مشرق کے دروازے کی طرف جائے گا' تو طلسم ظاہر میں پہنچے گا۔ اس ملک کے چالیس دروازے ہیں۔"

تیسرے نے کہا: "جو اتنا بڑا عیار ہو گا' کیا وہ راہ نہ جانتا ہو گا۔"

عمرو ان کی باتیں سن کر مشرق کے دروازے کی طرف چلا۔ جب شہر کے کنارے پہنچا' ایک عالیشان دروازہ دیکھا۔ ہزاروں ساحر نگران کار بیٹھے تھے۔ ساحر کی صورت تو بنائے تھا بے اختیار دوڑتا۔ ساحروں نے کہا: "کہاں جاؤ گے؟"

عمرو نے کہا: "لشکر حیرت میں ملازم ہوں۔ عمرو کے تعاقب میں جاتا ہوں۔ مجھ سے باتیں نہ کرو کہ دیر ہو گی شہنشاہ خفا ہوں گے۔"

یہ کہتا ہوا دروازے کے باہر نکل کر روانہ ہوا۔ تھوڑی دور چلا تھا کہ ایک جانب دریائے خون رواں دیکھا اور دوسری جانب حیرت کا لشکر نظر آیا۔ نہایت خوش ہو کر قدم آگے بڑھایا۔ تھوڑی دور مسافت طے کی تھی۔ کہ لشکر مہ رخ دیکھا۔ عمرو داخل لشکر ہوا۔ جس نے خواجہ کو دیکھا' دوڑ کر لپٹ گیا اور غل ہوا کہ خواجہ آئے جتنے سردار کہ مصروف دعا تھے۔ خوش و خرم بارگاہ کے باہر نکل آئے۔ بہار اور مہ رخ اور مہ جبیں

اور نافرمان سب آ کر گلے ملے۔ زر نثار کر کے بارگاہ میں داخل ہوئے۔ خوشی کی نوبتیں بجنے لگیں۔ عمرو کرسی پر آ کر بیٹھا اور افراسیاب کے دربار کا سارا ماجرا بیان کیا۔ دربار میں قہقہے پڑنے لگے۔ اس اثنا میں حیرت لشکر میں داخل ہوئی۔ داخلے کے طبل بجے۔

افسران فوج نے پیشوائی کی۔ تخت پر آ کر بیٹھی اور فکر جنگ میں مصروف ہوئی۔

اب حسینہ جادو کا حال سنیے کہ لقا کی سمت روانہ ہوئی تھی۔ ساحروں کا لشکر لے کر، تخت سحر پر سوار ہو کر بڑے کروفر سے کوچ مقام کرتی۔ کوہ عقیق میں داخل ہوئی۔

لقا بارگاہ میں بیٹھا تھا۔ دربار جمع تھا۔ ناچ ہو رہا تھا کہ سحر کی علامت ظاہر ہوئی، سرخ رنگ کے بادل آسمان کی جانب ظاہر ہوئے پھر تو بختیارک اور سلیمان سمجھے کہ کوئی سحر آتا ہے۔ تعظیم کے لئے اٹھے۔ ساحروں کا لشکر زمین پر اترا۔ حسینہ بھی اتری۔ سب نے اس کے حسن و جمال کو دیکھا کہ بزور سحر اس نے اپنی صورت بہت خوب صورت بنائی ہے۔ لقا کے سردار اس کی پیشوائی کر کے اس سے لے گئے۔ بختیارک نے ساحروں کا لشکر، امیر کے لشکر کے مقابل اتروایا۔ خیمے بارگاہیں استادہ ہو گئے۔ بازار کھل گئے، لیکن حسینہ نے آ کر لقا کو سجدہ کیا۔ لقا نے پکار کر کہا: "سجدے سے سر اٹھا کر اپنی رحمت تجھ پر نازل کروں۔"

حسینہ اٹھی اور اورنگ پر بیٹھی۔ لقا نے خلعت دیا۔ حسینہ نے عرض کیا: "یا خداوندا یہ کون بندگان مغضوب ہیں جو آپ سے ہمسری کرتے ہیں۔"

لقا نے کہا: "یہ قصہ طویل ہے۔ اس حال کو میرا شیطان یعنی بختیارک خوب جانتا ہے۔"

حسینہ اس کی جانب متوجہ ہوئی۔ بختیارک نے امیر کا پورا احوال، ابتدائے زمانہ نوشیرواں سے خروج کرنا، اور اب تک کا حال، جو کچھ سابقہ سات دفتروں میں مذکور ہے۔ بیان کیا اور کہا: "اے ملکہ! حمزہ کی زبردستی کا ثبوت تمہارے طلسم میں اسد اور عمرو موجود ہیں کہ آج تک شہنشاہ سے گرفتار نہ ہو سکے۔"

حسینہ نے کہا: "میرے نام طبل جنگ بجے۔ میں سب کو دم بھر میں غارت کروں گی۔"

بختیارک نے ہنس کر جواب دیا۔ آپ ابھی تشریف لائی ہیں۔ ذرا دنیا کی ہوا کھائیے۔

پھر تو فنا آخر فنا۔"

حسینہ جادو نے کہا: "ملکہ جی' قارورے میں بھلے نظر آتے ہیں۔"

مختیارک نے جواب دیا: "اے ملکہ! میں اس لئے کہتا ہوں کہ طلسم میں ایک عمرو گیا ہے اور یہاں ایک لاکھ اسی ہزار ثانی عمرو ہیں۔ طلسم میں ایک اسد گیا ہے۔ یہاں اسد کے باپ دادا موجود ہیں۔ خداوند نے یہ وہ سرکش بندے پیدا کئے ہیں کہ مارے مرتے ہیں نہ کاٹے کٹتے ہیں۔"

حسینہ بولی: "خداوند کا فضل شریک حال چاہیئے۔ تم دیکھنا' میں ان کا کیا حال کرتی ہوں۔"

غرضیکہ دو چار دن تو حسینہ سفر کی صعوبت سے آسودہ ہوئی۔ اس کی دعوت سلیمان کے ہاں رہی۔ جشن اور جلسہ نشاط مہیا رہا۔ ایک دن سہ پہر کے دربار میں اس نے لقا سے عرض کیا۔ آج رات میرے نام پر طبل جنگ بجے کہ کل ان خدا پرستوں کا کام تمام کروں۔ اس کے حسب الحکم جب آفتاب غروب ہوا اور چار دانگ عالم میں سیاہی دراز ہوئی۔ طبل جنگ لقا کے لشکر میں بجا۔ یہ خبر لشکر اسلام کے ہرکارے دریافت کر کے خدمت شاہ میں حاضر ہوئے اور حسینہ کی آمد کا کل حال بیان کیا۔ بادشاہ لشکر اسلام نے بھی ارشاد فرمایا کہ ہماری فوج میں بھی نقارہ رزمی بجے۔ حسب ارشاد چالاک بن عمرو نے خانہ سکندری میں جا کر طبل سکندر بجا دیا۔ شر و فساد کی صدا ظاہر ہوئی۔ ہر ایک بہادر ہوشیار ہو کر سامان جنگ کرنے میں مصروف ہوا۔ تمام رات بہادر جنگ وجدال کی تیاری میں مصروف رہے۔

صبح ہونے پر لقا بڑے تزک و احتشام سے سوار ہوا۔ ساحروں کو ہمراہ لیا۔ حسینہ جادو تخت سحر پر سوار' میدان کارزار میں آئی اور لشکر کی صف باندھی۔ اس وقت تمام امیران لشکر نماز سحر سے فارغ خدمت بادشاہ میں حاضر ہوئے۔ لمحے کے بعد ظل اللہ کی سواری عیش محل سے برآمد ہوئی۔ سب سرداروں نے مجرا کیا اور تخت شاہی کو قلب لشکر میں دل کی طرح کر کے میدان جنگ میں داخل ہوئے۔ صف آرا فوج کے پرے جمانے لگے۔ بیلچے دار پست و بلند زمیں ہموار کرتے تھے۔ سقے آبشار کر کے گرد و غبار بٹھاتے

تھے۔ نقیب دنیا کی مذمت کر کے بہادروں کو رغبت سناتے تھے۔

نقیب رجعت کی صدا دے کر ایک طرف ہوئے۔ ایک پہلوان ہیران ہیر جنگ لقا سے لڑائی کی رخصت لے کر میدان میں آیا اور سخ شوری دکھا کر ہل من مبارز کا نعرہ مارا۔ لشکر اسلام کے سرداروں کو للکارا کہ "ہے کوئی ایسا' جو میرے مقابلے میں آئے۔ امیر کی جانب سے خاقان بن الخاقان بہرام گرد بن خاقان چین قوریچی ہاشمی حمزہ صاحبقران' جنگ کی اجازت لے کر' گھوڑا اٹھا کر ہیران کے مقابل آیا۔ باہم نیزہ بازی شروع ہوئی۔ بہرام نے نیزہ ہاتھ سے ہیران پر ہوائی کیا۔ اس وقت حسینہ نے سحر کیا کہ بہرام کے جسم کی طاقت جاتی رہی۔ ہیران نے فولادی کمر بند میں ہاتھ دے کر زین سے اٹھا لیا اور زمین پر دے ٹپکا۔ سینے پر چڑھ کر مشکیں باندھ لیں اور اشارہ کیا۔ طرار تیز رفتار عیار سلیمان عنبریں نے آ کر حباب بیہوشی بہرام کے منہ پر مار کر' بیہوش کر کے لے جا کر اپنے لشکر میں قید کیا۔

ادھر ہیران نے پھر آواز دی کہ اور جس کو خواہش مرگ ہو' وہ آ کر مقابلہ کرے۔ مندویل اصفہانی نے نکل کر مقابلہ کیا۔ حسینہ کے سحر سے اس کا بھی وہی حال ہوا۔ اس کو بھی گرفتار کیا۔ پھر مہلیل جنگ عراقی نکلا۔ یہ بھی مقید ہوا۔ اسی طرح سترہ سردار نامی گرامی لشکر اسلام کے گرفتار ہوئے۔ اس وقت لشکر اسلام میں صف میسرہ کے علم جنبش گری پر آئے اور فیلی اور شتری دمامے بجنے لگے۔ صف شکن شہزادہ ہاشم تیغ زن نے گھوڑا بڑھایا اور بادشاہ اسلام سے جنگ کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے خلعت سے سرفراز کیا اور "تمہیں سپرد خدا کیا۔" اس وقت ہاشم نے امیر سے سابقہ خطاؤں کی معافی چاہی۔ امیر حمزہ نے اپنے فرزند کے سینے سے لگایا اور حرز ہیکل دافع سحر' گلے میں پہنا دی۔ صحیفہ ابراہیمی پڑھ کر دم کی اور رخصت فرمایا۔ ہاشم گھوڑا اڑا کر میدان کی طرف چلا۔

تین لمحے میں میدان کا فاصلہ طے کر کے حریف کے مقابل آیا اور ہیران کو للکارا۔ ہیران نے تیغ آبدار کھینچ شہزادے کے سر پر لگایا۔ شہزادے نے فن سپہ گری سے رد کر کے شمشیر

نیام سے لے کر خبردار کر کے کمر کو تلا کر سر پر مارا۔ ہر چند حسینہ نے سحر کیا، لیکن حرز ہیکل کے سبب تاثیر نہ ہوئی۔ شہزادے کی تلوار سے بیران کے دو پر کالے گئے۔ لشکر اسلام میں طبل و بوق بجے۔ شہزادے نے پھر مبارز طلبی کی۔ حسینہ جادو خود میدان میں نکلی اور اپنی صورت کی ایک پتلی، ہاشم کے سامنے چھوڑ کر آپ غائب ہو گئی۔ سب دیکھ رہے ہیں کہ حسینہ شہزادے کے مقابل ہے۔ اس پتلی نے شہزادے پر تلوار ماری۔ شہزادے نے خالی دے کر جو ہاتھ مارا۔ اس پتلی کے دو ٹکڑے ہوئے اور دونوں ٹکڑے اڑ کر آسمان کی طرف گئے اور وہاں سے لمحے کے بعد پازیب کے بجنے کی چھم چھم آئی۔ شہزادے نے دیکھا کہ حسینہ جادو، زلف دراز، قد رعنا، لب مردہ دلوں کو زندہ کرتے آنکھوں کے تیر لاکھوں کے بے جان کرتے، جھوم کر ہے، ہاشم تیغ زن نے جب وہ عجیب صورت اس غارت گر کی دیکھی، عاشق و شیدا ہوا۔ اس قمر رخسار نے کہا: "اے شہزادہ ذو وقار، اے عاشق جان نثار معشوق سے لڑنے آئے ہو اور دم محبت کا بھرتے ہو۔ لاؤ اپنا اسلحہ مجھے دو۔"

ہاشم نے تیغ، ڈھال اور خنجر کل چیزیں حوالے کیں۔ اس وقت نازنین نے کہا: "ہیکل معشوق کے گلے کے لئے زیبا ہے۔ تم نے اس سے کیوں پہنا ہے۔ میرے گلے میں پہنا دو۔"

ہاشم نے کہا: "اے یار دلنواز، جان بھی حاضر ہے۔" اور ہیکل اتار کر اس کے گلے میں پہنا دی اس وقت وہ مہ جبیں، لشکر لقا کی جانب چلی۔ ہاشم عاشقانہ شعر پڑھتے ہوئے، دیوانہ وار اس کے ساتھ ہو لئے جب ہاشم لشکر لقا میں پہنچے، طرار عیار نے حباب مار کر بیہوش کیا اور انہیں بھی لے جا کر قید میں بٹھلایا۔ ادھر لقا نے طبل آسائش بجوایا اور لشکر شام کے قریب آسودہ ہوا۔

امیر بھی بارگاہ میں داخل ہوئے اور غسل فرما کر دربار میں آئے۔ یہاں سرداروں کی گرفتاری کے سبب سناٹا تھا۔ بادشاہ نے ناچ بھی موقوف کرا دیا تھا۔ امیر نے آ کر مجرا کیا اور دنگل پر متمکن ہوئے، لیکن لقا طبل شاہانہ بجاتا پھرا، اور بارگاہ میں داخل ہوا۔

رقص و سرود کی محفل گرم ہوئی۔ جام گردش میں آیا۔ لشکریوں نے کمر کھولی۔ اسی طرح ایک دن کا فاصلہ دے کر، جب دوسرے روز شام کا دھندلکا ہوا، لقا نے طبل جنگ بجوایا۔ ہرکاروں نے جا کر بادشاہ اسلام کو اطلاع دی۔ یہاں بھی نقارہ سکندری پر چوب لگی۔ طرفین رات بھر تیاری کرتے رہے۔ جب دن آیا، تو دلاوران وقت اپنے اپنے لشکر لے کر میدان میں آئے۔ صف شکنوں نے پرے جمائے۔ امیر بادشاہ اسلام کے ہمراہ اور ادھر لقا حسینہ کے ہمراہ آ کر ایک دوسرے کے روبرو ٹھہرے۔ ساحر باجے بجاتے، بھجن گاتے، ترسول اور پنسولی لئے، اسباب سحر ہمراہ لئے میدان جنگ میں کھڑے ہوئے۔ صف آرائی کے بعد ہنگامہ کار زار گرم ہوا۔ حسینہ طاؤس سحر پر سوار ہو کر پرے سے نکلی اور لشکر اسلام کے سرداروں کو للکارا: "آمادہ حرب رکھتی ہوں۔ اے بندگان سرکش، تمہیں سزا دینے آئی ہوں۔"

زینت بارگاہ سلیمان یعنی علم شاہ نوجوان بادشاہ سے اجازت لے کر میدان میں چلے اور آ کر حسینہ کے مقابل ہوئے۔ حسینہ نے سحر پڑھ کر اپنی صورت ایسی بنائی کہ نہایت حسین اور زہرہ جبیں ہو گئی کہ ہونٹ لعل بدخشاں کو شرماتے تھے اور دانت گوہر غلطاں کی آبرو ریزی کرتے تھے۔ مسکراہٹ نمک پاشی کرتی تھی ادا و ناز و انداز بے چھری ذبح اور حلال کرتے۔

اس کا اس وقت تھا غضب کا نکھار
خار کھائے چمن میں اس پہ بہار
عنبریں زلف و چشم آفت تھا

حسن قامت بلا قیامت تھا
گری چہرے میں تھی نئے ڈھب کی
مشتری تھی وہ بوسہ لب کی
دے رہا تھا فریب سیب ذقن

کھو بیا تھا قلیب سیب ذقن
نار پستاں پہ شیفتہ تھے ہزار
تھا انار ایک اور سو بیمار
پھبتی لب پہ لوگ پیتے تھے
شاخ نیچی پہ ناک گھستے تھے
تھے ان آنکھوں کے عشق میں بدنام
ڈورے ڈالیں نہ کس طرح بادام
دیکھ کر اس کی چھاتیوں کی بہار
شق ہو غیرت سے دل غنچہ انار
چست محرم' چنسی چنسی کرتی
تھی غضب کی بندھی ہوئی گاتی
لال اطلس کا جامہ بوٹے دار
گل لالہ کی دے رہا تھا بہار
دست رنگیں میں دست بند کڑے
پائے نازک میں بھی غضب کے چھڑے
دھجیں لب کی اڑاتی تھی مسی
خون کرتی تھی پان کی سرخی

اسے دیکھتے ہی علم شاہ تو عاشق ہوئے۔ ہر چند کہ امیر کے سردار اور فرزند' ساحرہ پہ توجہ نہیں کرتے' خواہ وہ کیسی ہی حسینہ و جمیلہ ہو' لیکن سحر کے سبب حسینہ پہ فریفتہ ہوئے اور ایسے مبہوت ہو گئے کہ اپنے سراپا کا ہوش نہ رہا۔ چہرہ زیبا کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ نہ امیر کا خیال' نہ بادشاہ کا پاس' سراسر بد حواس' عاشقانہ شعر لب پہ' اشک خونیں سے چشم تر۔ اور جب دونوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں افسانہ

حسن و عشق بڑھا' حسینہ لشکر کی طرف چلی اور شہزادہ ہمراہ ہوا۔ اس وقت بختیارک نے علم شاہ کے استقبال کے لئے سردار بھیجے۔ لقا بارگاہ میں بیٹھا تھا کہ علم شاہ داخل ہوا۔ سب نے اٹھ کر تعظیم کی۔ یہ آ کر حسینہ جادو کے قریب بیٹھے اور عاشقانہ شعر پڑھنے لگے۔ بختیارک نے شہزادے سے عرض کیا: "حضور کی تشریف آوری کا باعث کیا ہے؟" علم شاہ نے کہا: "ملک جی میں تمہارا بندہ بے دام ہو جاؤں گا۔ تم ملکہ کو میرے وصل پر رضامند کر دو۔"

بختیارک نے جواب دیا: "آپ کے کام میں پوری کوشش کروں گا۔ باقی آپ کی تقدیر۔ دیکھئے میں ابھی ملکہ کو سمجھاتا ہوں۔" یہ کہہ کر حسینہ کے پاس بیٹھا اور علم شاہ سے کہا: "آپ اٹھ جایئے۔"

یہ اٹھ کر علیحدہ کرسی پر بیٹھے۔ بختیارک نے حسینہ سے کہا: "اے ملکہ' یہ فرزند امیر ایک بار ملکہ زلفین پر عاشق ہوا تھا۔ یہ نوشیرواں سے مقابلے کا زمانہ تھا۔ زلفین جادو نے یہ شرط کی تھی کہ اپنے باپ حمزہ کا سر' اگر میرے مہر میں دو' تو تمہارے ساتھ نکاح کروں۔" اس زمانے میں شہزادے نے امیر سے مقابلہ کیا تھا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ تم بھی اے حسینہ' چند شرائط اس سے طے کرو۔ ایک تو یہ کہ اپنے باپ کا سر لا دے۔ دوسرے یہ کہ بادشاہ لشکر اسلام سے بارگاہ سلیمانی لائے۔ کیونکہ بارگاہ سلیمانی میں نکاح کروں گی۔ اور تیسری شرط یہ کہ خداوند لقا کو سجدہ کرے۔ اے حسینہ' تم کچی اور رکی رہو۔ یہ نہیں کہ جوان اور خوبصورت دیکھ کر وصل پر راضی ہو جاؤ۔

اس لڑائی میں دو فائدے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امیر اگر شہزادے کے ہاتھ سے قتل ہوئے' چشم ما روشن دل ماشاد۔ اور اگر علم شاہ مارا گیا' تو امیر اس کے غم میں روتے روتے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور لشکر اسلام میں سے کوئی شخص علم شاہ کو قتل نہ کرے گا اور یہ تمہارے اشتیاق میں ہزاروں کو ہلاک کر دے گا۔"

حسینہ نے یہ تقریر سن کر جواب دیا کہ: "ملک جی' تم نے تدبیر بہت عمدہ تجویز کی ہے۔

ان مسلمانوں کو باہم لڑوا کر قتل کراؤ۔ اور مجھ سے جو اس کے بیچنے کی کہتے ہو' تو میں ایسی مستانی نہیں ہوں کہ جو یکایک پھنس جاؤں گی۔ اگرچہ میرا سن چار سو سال کا ہے' اور ہمیشہ ایسے ہی نوجوانوں کی تلاش میں رہتی ہوں' مگر ایسا تھوڑی ہے کہ جو مطلب کی بات ہو' اسے اپنے مزے کے لئے برباد کروں۔ تم جاؤ اور جو بن پڑے' وہ عمل میں لاؤ۔ لیکن اتنا کرنا کہ شب کو اس نوجوان کو میرے پاس بھیج دینا کہ سوائے وصل کے' ظاہری اختلاط کر کے دل بہلایا کروں گی اور اس کے نظارہ جمال سے آنکھوں کو روشنی دوں گی۔"

بختیارک اسے پکا کر کے علم شاہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: "شہزادہ عالی وقار' میں نے آپ کے کام میں بہت کوشش کی' پہلے تو ملکہ راضی نہ ہوتی تھیں۔ مگر بڑی مشکل سے راضی ہوئی ہیں اور کہتی ہیں کہ میرے خداوند کو سجدہ کریں اور اپنے باپ کا سر لا کر میرے مہر میں دیں اور بارگاہ سلیمانی لائیں تو البتہ میرے وصل سے کامیاب ہوں۔"

علم شاہ نے یہ باتیں سن کر جواب دیا: "ملک جی' میں ابھی خداوند کو سجدہ کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر اٹھا اور لقا کو سجدہ کیا۔ لقا نہایت خوش ہوا اور خلعت منگا کر شہزادے کو دیا اور پکارا: "میرا حکم ہے کہ حسینہ جادو اس بندہ قدرت کو ساتھ نکاح کرے۔"

اسی وقت علم شاہ نے کہا: "ملک بختیارک' آپ میرے نام پہ طبل جنگ بجوایئے' تاکہ میں بارگاہ سلیمانی لاؤں اور حمزہ کا سر ملکہ کے لئے لاؤں۔"

بختیارک نے جواب دیا: "میں ملکہ سے جا کر کہتا ہوں' تمہارے عاشق نے سب شرطیں منظور کیں اور خداوند کو سجدہ کیا۔ اے شہزادے جیسا ملکہ کہیں گی' ویسا میں آپ سے عرض کروں گا۔ میں خود طبل بجنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اس لئے کہ اگر ملکہ کہے تم نے کیوں میرے عاشق کو' میرے پوچھے بغیر لڑوایا تو میں کیا جواب دوں گا۔"

یہ کہہ کر حسینہ کے پاس آیا اور کہا: "اے ملکہ' میں نے جو تدبیر کی تھی' وہ راست آئی۔ علم شاہ اپنے باپ سے لڑنے کو تیار ہے' لیکن اب اسے ایک فکر اور لاحق ہوئی

ہے کہ حمزہ مالک باطل السحر ہے۔ اسم اعظم جانتا ہے۔ جس وقت علم شاہ اس کے سامنے جائیں گے، وہ تمہارا سحر رد کر دے گا اور یہ معمولی دفع ہو جائے گی۔ ہوش شہزادے کو آ جائے گا۔ سب میری محنت برباد ہو جائے گی۔"

حیرت نے کہا: "میں بھی اسی سوچ میں ہوں کہ کس طرح حمزہ کے سینے پر سے اسم اعظم بزور سحر مٹا دوں۔ اور ایسا سحر کروں کہ حمزہ اسم اعظم بھول جائے، مگر یہ سحر یکایک نہیں ہو سکتا۔ دو چار روز میں اس کی تدبیر ہو گی۔"

بختیارک نے کہا: "اے ملکہ، اب تم علم شاہ کو لے کر ایک پر بہار باغ میں گوشہ تنہائی میں جاؤ اور بوس و کنار کی لذت اٹھاؤ۔ شراب پیو۔ کباب کھاؤ۔ وصل سے پرہیز کرنا، باقی سب لذت اٹھانا۔ میں کوئی اور تدبیر کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر علم شاہ کے قریب آیا اور کہا: "اے شہزادے، میں نے ملکہ سے آپ کی پوری کیفیت بیان کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں چند روز اپنے شیدا کو لے کر تنہائی میں رہوں گی اور دونوں جانب سے دل کی حسرتیں نکالیں گے۔ پھر اس کے بعد مقابلہ کریں گے۔ ابھی طبل جنگ نہ بجے۔ لہٰذا اے شہزادے، ملکہ کو صرف آپ کی محبت کا امتحان کرنا منظور تھا۔ ورنہ وہ خود لڑنے کو کیا کم ہیں۔ اب آپ چین سے مزے اٹھائیے۔"

* * *

• ہوشیار جادو

بختیارک' نے سلیمان عنبریں سے کہہ کر کوہ عقیق کے حوالی میں ایک پر بہار باغ' سراسر پر از گل و لالہ' حسینہ اور شہزادہ کے لئے خالی کر دیا۔ اسباب عیش و عشرت' جام و سبو' ساغر مشک بو' ساقی مہ جمال' فرش شاہانہ' کنیزان خوش رو' لطیف و گوناگوں کھانے سب مہیا کر دیئے۔ حسینہ علم شاہ کا ہاتھ پکڑ کر باغ میں داخل ہوئی۔ دیکھا کہ باغ میں کیا بہار ہی منتظم ہے۔ نہر کے کنارے سرو جویبار ہے۔ گنجان اور سایہ دار درخت لگے ہیں۔ خوشے لٹکتے ہیں۔ ہر شجر پھولوں سے لدا ہے۔ پھلا پھولا ہے۔ نہ خزاں کا خوف ہے نہ صیاد و گلچیں کا کھٹکا ہے۔ باغ کے بیچ بارہ دری' سراسر نعمتوں سے بھری' مسند لگا' جواہر نگار فرش پلنگ بچھے خوش گلو گائنیں حاضر' قمر پیکر رقاصائیں جلوہ گر۔ غرض یہ دونوں ایک دوسرے کے شیدا' مسند پر بیٹھے اور اختلاط کرنے لگے۔ مئے ارغوانی کے جام پئے۔ بوس و کنار ہونے لگا' لیکن علم شاہ وصل کے خواہاں ہوتے ہیں' حسینہ ٹال جاتی ہے۔ غصے کی آنکھیں دکھا کر تیوری چڑھاتی ہے۔ جب شہزادہ بگڑتا ہے تو مسکراتی ہے گلے میں ہاتھ ڈال کر مناتی ہے اور کہتی ہے: "اے شہزادے' حکم خداوند سے مجبور ہوں' ورنہ یہ کنیز تجھ پر ہزار جان سے شیفتہ و نثار ہے۔ اگر خداوند لقا نے چاہا تو عنقریب تجھے اپنے شربت وصل کا ذائقہ چکھاؤں گی۔"

شہزادہ دو دن ٹال کر کے جب بے تابیاں کرتا ہے تو اس وقت حسینہ مجبور ہو کر علم شاہ کو ہم بستری کے ارادے سے پلنگ پر لاتی ہے اور شہزادے کے آمادہ ہونے کے عین وقت سحر کر دیتی ہے کہ علم شاہ سو جاتے ہیں' اور حسینہ بھی بے تاب ہو کر رہ جاتی ہے' اور دل میں کہتی ہے کہ اگر میں اس سے وصل کروں اور خداوند کا کام نہ ہو تو یہاں سے طلسم تک تیرا نام بدنام ہو گا۔ افراسیاب سن کر طلسم سے نکال دے

گا۔ اس سے مناسب یہ ہے کہ بختیارک کی تجویز کے مطابق ایک دو دن خاموش ہو رہوں اور جب حمزہ قتل ہو جائے' اس یار دلنواز کو طلسم میں لے جا کر مزے کروں اور خداوند کی خوشی سے اس شہزادے کو اگر حمزہ سے لڑاؤں بھی' تو قتل کسی طرح نہ ہونے دوں۔ بختیارک بھڑوا میرے معشوق کو قتل کرایا چاہتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ میرا دونوں طرح سے فائدہ ہے' یعنی امیر کو یہ قتل کرے یا امیر اس کو۔

غرض اس طرح کے وسوسے اور منصوبے دل میں لاتی ہے ------ کبھی خیال کرتی ہے کہ اس سے وصل حاصل کر۔ نہیں معلوم' کل تقدیر کیا رنگ دکھائے۔ ایسا نہ ہو' کوئی آفت آئے۔ لیکن پھر خوف کرتی ہے کہ ایسا نہ ہو' خداوند ناراض ہو کر' فرط غضب سے مجھے اور اسے دونوں کو تباہ کر دیں۔ یہ دونوں اسی طرح باہم داد عیش دیتے ہیں۔ اگر کسی وقت حسینہ دربار میں آتی ہے تو علم شاہ ہمراہ آتے ہیں۔ جاسوسوں نے ان سب باتوں کی خبر امیر سے جا کر عرض کی۔ ایسے مجاہد کے اسلام سے منحرف ہو جانے کا رنج سب سرداروں کو ہوا۔ لیکن بادشاہ اسلام نے فرمایا: "بندہ بشر ہے' شہزادہ علم شاہ مسحور ہے۔ اپنے ہوش میں نہیں۔ مجبور ہے۔ اگر ہم سے لڑنے کو آئے تو کوئی اس کے زخم نہ لگائے۔ نہ ہلاک کرے۔ اب سب کو پریشانی ہوئی کہ یہ مقابلہ سخت مشکل ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ہمیں نہ مارے تو ہم تمام عالم کو مار ڈالیں۔ الحاصل لشکر اسلام میں بڑی پریشانی ہے۔ اور امیر غم فرزند سے نوحہ گر ہیں۔ چالاک بن عمرو یہ حال دیکھ کر چلا کہ میں جا کر حسینہ کو قتل کروں۔ ادھر بختیارک نے طرار تیز رفتار عیار کو حکم دیا کہ جس طرح سے ہو سکے۔ حمزہ کو گرفتار کر لا۔ تاکہ میں سارے لشکر اسلام کو علم شاہ کے ہاتھ سے قتل کراؤں۔ طرار اسباب عیاری سے درست ہو کر روانہ ہوا اور جب لشکر اسلام کے قریب پہنچا' تو اپنی صورت ایک معمولی خدمت گار کی بنائی۔ دوسرے ملازمان کے ہمراہ بارگاہ کے دروازے میں داخل ہوا اور ایک گوشے میں ٹھہرا رہا۔ جب نصف شب کے قریب بادشاہ نے دربار رخصت فرمایا' سب جو یکایک اٹھے' اس ہجوم میں

طرار دنگل کے نیچے چھپ رہا۔ سب سردار اپنے اپنے خیمے اور بارگاہ میں آئے۔ لیکن امیر بارگاہ سلیمانی میں رہے۔ بادشاہ بیش محل میں داخل ہوئے۔ لشکر میں گشت پھرنے لگی۔ نرسنگا پھنکتا تھا۔ مقبل وفادار، بارگاہ کا دربان تھا۔ دروازے پر تیر و کمان لے کر بیٹھا۔ مگر طرار دنگل کے نیچے چھپا بیٹھا رہا۔

جب سب سو گئے اور صاحبقران بھی محو خواب ہوئے۔ اس وقت اس عیار نے بیہوشی کے بنے ہوئے پروانے، دنگل کے نیچے سے پھینکے کہ وہ شمعوں پر آ کر گرے اور بیہوشی کا دھواں سب بارگاہ میں پھیلا، خدمتگار جو امیر کے پاؤں دبا رہے تھے۔ وہ بیہوش ہوئے۔ طرار دنگل کے نیچے سے نکل کر امیر کے پلنگ کے قریب آیا۔ اور امیر کے منہ پر سے شب خوابی کا دوپٹہ ہٹایا۔ کفچے میں بیہوشی رکھ کر، امیر کے نتھنے میں رکھی۔ جب امیر نے اوپر کی سانس لی، بیہوشی ان کے دماغ میں سرایت کر گئی۔ چھینک مار کر بیہوش ہوئے۔

اس وقت طرار بارگاہ کے قریب آیا اور امیر کی طرح آواز بنا کر مقبل کو پکارا۔ مقبل نے کہا: "حاضر" اور جونہی بارگاہ کے اندر قدم رکھا۔ طرار نے پہلو پر سے حباب بیہوشی مارا کہ یہ بھی بیہوش ہو کر گرا۔ طرار نے خدمتگاروں کی ٹانگیں کھینچ کر پلنگ کے نیچے گرا دیا۔ چادر عیاری بچھا کر، کمند سے امیر کو باندھ کر، چادر میں لپیٹ کر پشتارہ اٹھا کر پیٹھ پر لگا اور بارگاہ سے نکل کر قناتوں کی آڑ میں چھپتا ہوا، اٹھتا بیٹھتا، لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا چلا۔ جب دیکھتا ہے کہ سامنے سے گشت آتی ہے۔ زمین میں چھلاوے کی مانند لپٹ جاتا ہے۔ جب گشت نکل جاتی ہے، یہ آگے چلتا ہے۔ اسی طرح کتے اور بلی کی چال چلتا ہوا۔ لشکر کے کنارے پہنچ کر سیدھا ہوا اور وہاں سے جلدی جلدی بھاگا۔ راستے میں خیال آیا کہ اگر امیر کو لشکر میں لے جائے گا تو عیار آ کر چھڑا لے جائیں گے۔ یہ سوچ کر ایک درہ کوہ میں آیا اور چاہا کہ سر کاٹ کر لے جاؤں۔ پھر سوچا کہ ابھی عمرو ایسا عیار زندہ ہے۔ وہ مجھے زندہ نہ چھوڑے گا اور امیر کے سردار و فرزند قیامت برپا کر دیں گے۔ دوسرے علم شاہ خداوند کے لشکر میں

آیا ہے، اس کو اگر محبت پدری آئے اور کہے، میرے باپ کو کیوں ہلاک کیا تو تیری جان مفت جائے گی۔ یہ خیال کر کے اسی جگہ ایک تنگ و تاریک غار تجویز کر کے، امیر کو غار میں ڈال کر، اس کے منہ پہ پتھر رکھ دیا اور وہاں سے آ کر سارا ماجرا بختیارک سے بیان کیا کہ امیر کو ایسی جگہ بند کر آیا ہوں کہ بے آب و دانہ ہلاک ہو جائے گا۔

بختیارک نے کہا: "تو نے خوب کیا، جو یہاں نہ لایا، ورنہ عیار چھڑا لے جاتے۔"

ادھر صبح کو لشکر اسلام میں امیر کے اغوا ہو جانے کا شوروغوغا ہوا۔ شاہ اسلام نے عیاروں کو امیر کو تلاش کرنے اور خبر لانے کے لئے مقرر فرمایا۔ ابو الفتح اور سمک وغیرہ روانہ ہوئے۔ لیکن بختیارک نے باغ میں آ کر حسینہ سے کہا: "اب تمہارا مطلب بر آئے گا۔ حمزہ کے سارے لشکر کو قتل کرو اور علم شاہ کو لاؤ۔ حمزہ کو میں نے اغوا کرا لیا ہے۔"

حسینہ نے کہا: "ملک جی، طبل جنگ بجواؤ۔" اور علم شاہ سے کہا: "اگر میرا وصل منظور ہو تو وعدہ وفا کرو، یعنی اپنے باپ کا سر لاؤ۔" علم شاہ نے کہا: "نقارہ رزمی بجے۔ میں حمزہ کے ٹکڑے ٹکڑے کروں گا۔" بختیارک ان کو راضی کر کے باغ سے بارگاہ میں آیا اور لقا سے کہہ کر حکم دلوایا کہ علم شاہ کے نام پہ طبل رزمی بجے۔ یہاں تو یہ حال ہے اور باپ بیٹے میں جنگ کی تیاری ہو رہی ہے.

مگر اب یہ سنو کہ طلسم میں عمرو پہ کیا گزری۔ ملکہ حیرت مہ رخ سے لڑنے کی تیاری کرتی تھی، مگر افراسیاب نے، ہوشیار جادو سے کہ جس کے رفیق کی صورت بن کر عمرو نے لوٹا تھا۔ اس سے کہا: "تم بھی جاؤ اور لشکر مہ رخ کو گرفتار کر کے حیرت کے حوالے کرو۔ آب سحر کے دو شیشے ہوشیار جادو کے سپرد کئے کہ ان شیشوں کا پانی اور بہت سے پانی ملا کر لشکر کے گرد حصار کر دینا۔ جو عیار آئے گا، بے ہوش ہو جائے گا۔ اور طبل جنگ بجوا کر جب حریف کے مقابلے میں جانا تو جو بھی سامنے آئے، اس پہ اس پانی کا چھینٹا مارنا، وہ بے ہوش ہو جائے گا۔ اسی طرح پورے لشکر کو پکڑ

لیکن اور عیار عیاری کرنے ضرور آئیں گے' انہیں بھی قید کر لینا۔ ہوشیار یہ حکم پا کر اور آب سحر کے شیشے لے کر اپنے گھر آیا اور جو ساحر اس کے ملازم ہیں' ان کو حکم شہنشاہ سنا کر چلنے کا حکم دیا۔ اس وقت اس کی ماں یعنی مخیلہ جادو نے سنا کہ میرا بیٹا لڑنے جاتا ہے۔

مخیلہ ساحرہ زبردست ہے۔ اس نے بھی تیاری کی کہ میں بھی اپنے فرزند کی حفاظت کو جاؤں گی۔ غرضیکہ ہوشیار سب گھر کا انتظام کر کے افراسیاب کے پاس آیا۔ اس نے خلعت عنایت فرمایا اور بارہ ہزار ساحر ہمراہ کئے اور رخصت کیا۔ ہوشیار اژدہے پر سوار ہوا۔ بارہ ہزار ساحر جادو کی سواریوں پر سوار ہو کر گھنٹے اور ناقوس بجاتے سحر کی نیرنگیاں دکھاتے روانہ ہوئے۔ لیکن ہوشیار کی ماں مخیلہ پر پرواز پیدا کر کے۔ اپنے فرزند کی حفاظت کے لئے خفیہ خفیہ اڑ کر چلی۔ یہاں تک کہ ہوشیار لشکر حیرت کے قریب پہنچا۔ حیرت نے رفیق سمجھ کر استقبال کرایا۔ سردار ہوشیار کو لے کر حیرت کی بارگاہ میں داخل ہوئے' اور اس کا لشکر حیرت کے لشکر کے پاس اترا۔ بارگاہ اور خیمے استادہ ہوئے ہوشیار نے اپنے آنے کی پوری کیفیت ملکہ حیرت سے بیان کی اور عرض کیا کہ طبل جنگ بجوائیے۔ میں حریفوں کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دوں۔ حیرت نے حکم دیا کہ طبل جنگ بجے۔ اس وقت اس کے سرداروں نے نقارہ رزمی بجایا۔ طائران سحر ملکہ جبیں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منقار اٹھا کر فصیح و بلیغ زبان میں مدح و ثنا بجا لائے' اور یہ اطلاع دی: "ہوشیار جادو نام کا ایک ساحر' افراسیاب کا بھیجا ہوا آیا ہے۔ حیرت نے طبل جنگ بجوایا ہے۔ ارادہ رزم و پیکار ہے۔ آگے سرکار کو اختیار ہے۔"

یہ کہہ کر طائر سحر اڑ گئے اور مہ جبیں نے مہ رخ سے کہا: "آپ بھی نقارہ حرب کے بجنے کا حکم دیجئے۔ آج شام سے جنگ کی تیاری کیجئے۔"

مہ رخ نے کہا: "بہت اچھا" پھر افسروں کو بلا کر' لڑائی کی اطلاع دی۔ سارے لشکر میں خبر ہو گئی۔ یہاں تک کہ شام کے قریب چرخ نیلی فام پر شاہ نیمروز منہ چھپا کر فرار ہوا۔ بڑے بڑے ساحر اپنے اپنے مرتبہ سحر کو جگانے لگے۔ بہادر اسلحہ جنگ کو درست

کرتے تھے۔ مہ جبیں دربار برخواست کر کے عیش محل میں داخل ہوئی۔ سب عیار مع عمرو' صحرا کی سمت روانہ ہوئے اور وہ درہ کوہ میں پوشیدہ ہو کر بیٹھے۔

مہ رخ' سرخ مو' نافرمان' شکیل اور بہار' ہر ایک نے اس خیال سے کہ کل ملکہ حیرت زوجہ افراسیاب سے مقابلہ ہو گا' نایاب اور منتخب سحر جگائے۔ پتلیاں بنائیں۔ سنہری بالوں والے طاؤس درست کر کے اتارے۔ سامری کے وقت کے منتر جگائے۔ موکلوں سے حریف کی بھینٹ دینے کا اقرار کیا۔ وقت حسب طلب آنے کا وعدہ لیا۔ رات بھر یہ تیاری رہی۔ صبح ہونے پر ساحران نامی اور سرداران گرامی دشت جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ اسد نے ملکہ حیرت کے مقابلے کے لئے' خاص طور پر نایاب لباس جنگجو' اپنے قوی جسم پر چاق اور درست فرمایا۔ اس کروفر سے مہ جبیں کا تخت' قلب لشکر میں کر کے میدان جنگ میں وارد ہوئے۔ بارگاہ سے میدان تک مہ جبیں کا سامان جنگ و جدال آراستہ تھا۔ ہر سمت جنگی ہاتھیوں اور اونٹوں کی قطاریں تھیں۔

سونے چاندی کے کئی ہزار اعرابے ہمراہ تھے۔ زر نثار ہوتا تھا۔ نقار خانہ ہاتھی اور اونٹ پر لدا تھا۔ نقارچی زری بادلے کی پوشاکیں پہنے۔ لت بھیروں بیہاس کی تانیں اڑاتے' ترغیب رزم کے نغمے گاتے وارد ہوئے۔ ایک جانب سے ملکہ حیرت کی سواری پیدا ہوئی۔ سب نے دیکھا کہ ہزارہا بنگلے ہوا کے رخ پر اڑتے چلے آتے ہیں اور چونسٹھ ہزار نقارے طلسمی بجتے ہیں۔ گرد و پیش جادو گرنیاں اور ساحر لباس و زیور سے درست' ہاتھوں میں موتیوں کی سمرنیں باندھے' کانوں میں کنڈل اور بالے جھالے پہنے' بیش قیمت جواہر نگار سایاں باندھے سنہری بالوں والے طاؤسوں پر سوار' میدان جنگ میں وارد ہوئے۔ اس وقت ملکہ حیرت کے عروج و مرتبے کے مقابلے میں مہ جبیں کے سامان احتشام کی کچھ حقیقت نہ تھی' جہاں ملکہ بیٹھی تھی۔ ان بنگلوں میں زر بفتی فرش بچھا تھا۔ ناچ ہو رہا تھا۔ پشت پر لاکھوں ساحروں کا مجمع تھا۔ ڈہرو اور ناقوس بجتا تھا۔

غرضیکہ ہوشیار جادو نے حکم دیا کہ ساحروں نے بجلیاں گرا کر میدان جنگ کے درخت وغیرہ جلا دیئے اور جادو کی بارش برسائی۔ گرد و غبار بٹھلیا۔ نقیبوں نے نکل کر نقابت کی۔

کڑکیتوں نے کڑکا کہا۔ دنیا کی مذمت ہر ایک کو سنائی دی کہ کہاں ہیں دارا و کیقباد و منوچہر’ سب پیوند خاک ہوئے۔ صرف شجاعت کا نام باقی رہ گیا اور وہ ہلاک ہوئے۔

جب نقیب ایک طرف ہوئے۔ میمنہ’ میسرہ’ قلب و جناح وغیرہ صفیں آراستہ ہوئیں۔

اس وقت ہوشیار جادو ملکہ حیرت سے اجازت لے کر میدان میں نکلا اور عجائبات سحر دکھا کر’ جنگ کا طالب ہوا۔ ایک طرف سے ملکہ سرخ مو کاکل کشا نے اجازت لے کر جادوئی اژدہے کو اڑایا اور آ کر ہوشیار کا مقابلہ کیا۔ اس نے ایک تیر مارا۔ سرخ مو سحر کیا کہ ایک پنجہ چھری لئے’ اس جگہ از خود ظاہر ہوا اور تیر کو کاٹ دیا۔ سرخ مو نے اپنی زلفوں کو پریشان کیا کہ حریف کے سر پر بلا نازل کرے۔ اس میں سے ہزاروں ستارے گر کر آسمان کی طرف چلے اور وہاں سے پلٹ کر تیروں کی طرح ہوشیار کی فوج پر گرے۔ ہزاروں ساحر مر گئے۔ ہوشیار نے غصے میں آ کر آب سحر کا شیشہ جھولی سے نکالا اور ایک پکھال پانی طلب کر کے’ اس میں شیشے کا پانی ملا دیا۔ واضح ہو کہ اس کو افراسیاب نے پانی کے دو شیشے دیئے ہیں۔ ایک کا پانی بے ہوش کرتا ہے اور ایک کا پانی ہوشیار کر دیتا ہے۔ الغرض ہوشیار نے وہ پانی ایک روئی کے گٹھے پر ڈالا اور سحر کیا کہ وہ روئی بادل بن کر اڑ کر آسمان پر گئی۔ پھر ابر بن کر مہ جبیں کے لشکر پر آ کر محیط ہوا اور بارش شروع ہوئی’ جس پر پانی کی بوند آ کر پڑی وہ بے ہوش ہو گیا۔ سب پہلے سرخ مو’ جو میدان میں کھڑی تھی’ بے ہوش ہو گئی۔ اور اب پانی بڑے زور شور سے برسنے لگا بہار اور مہ رخ اور ساحران نامی نے سحر کر کے اپنے سروں پر بنگلے طاری کئے۔ لیکن بارش کے قطرے بنگلوں کو توڑ کر پہنچے اور سب بے ہوش ہوئے۔ لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ مہ رخ کی ساری فوج بھاگ گئی۔

اسد نے اکیلی جان گھوڑا اٹھایا کہ میں لڑ کر اپنی جان دوں’ لیکن پانی کی جو بوند پڑی’ بے ہوش ہو کر گرا۔ لشکری کہ دشت و بیاباں میں جا کر متفرق ہوئے۔ جو ساحر کہ سردار اور بہادر تھے’ وہ نہ بھاگے۔ سب بیہوش ہو گئے۔

ہوشیار نے بیہوش ہونے والے سرداروں کی مشکیں بندھا لیں اور طبل بازگشت بجا کر

مزا۔ ملکہ حیرت زر نثار کرتی ہوئی واپس اپنی بارگاہ میں آئی۔ جشن نو روشی کی تیاری ہوئی۔ تمام لشکر نے کمر کھولی۔ اس حال کی عرضی افراسیاب کو لکھی اور قیدیوں کے سامنے طلب کیا۔ وہ بیہوش تھے۔ ہوشیار نے ان پر اپنے سحر کی زنجیر پہنائی۔ ہر ایک کی زبان میں سوزن دیا اور دوسرے شیشے سے پانی لے کر سب پر چھڑکا کہ ہر ایک کو ہوش آیا۔ ہر ایک نے خود کو قید سخت میں مبتلا پایا۔ سر جھکا کر سب خاموش ہو رہے۔ لیکن ملکہ حیرت نے کہا: "کیوں بی مہ رخ یہ دن بھی تمہیں یاد تھا۔"

مہ رخ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ خدا ہمارا مالک ہے۔ اشارے سے گفتگو اس لئے کہ زبان چھدی ہے جو بات حیرت کہتی ہے' یہ لوگ اشارے سے سخت جواب دیتے ہیں۔ حیرت کو غصہ آیا اور حکم دیا کہ پھانسیاں استادہ ہوں کہ کل صبح ملک الموت کی گرم بازاری ہو گی۔ ایک کی بھی جان نہ بچے گی۔ حکم کے بموجب آدم کش' تسمہ کش جلاد حاضر ہوئے۔ پھانسیاں کھڑی ہو گئیں۔ ہر طرف غلغلہ بلند ہوا اور ہوشیار کو حکم دیا کہ ان گنہگاروں کو لے جا کر مقید کرے اور شب بھر تمام لشکر کی حفاظت کرے کہ کوئی عیار نہ آئے' ہوشیار سب قیدیوں کو لے کر اپنی بارگاہ میں آیا اور ہر ایک کو ستون سے باندھ دیا کہ یہاں صرف ایک خدمت گار رہے اور باقی کوئی نہ رہے تم جا کر لشکر کے سقوں کو حکم دو کہ ایک ایک سقہ پانی کی مشک لے کر آئے تاکہ میں آپ سحر مشک کے پانی میں ملا دوں وہ لے جا کر لشکر کے گرد ہر طرف چھڑکیں اور حصار کر دیں۔ حکم کے مطابق سب ملازم بارگاہ کے باہر آئے اور خدمت گار کو بلا کر حکم دیا کہ جا کر اندر ٹھہرو' اور سقوں کو بھی ہوشیار کا حکم سنایا۔ وہ بھی مشکیں لے کر چلے اور پانی بھر کر سب تو باہر ٹھہرے' ایک بارگاہ کے اندر گیا۔ ہوشیار نے پہلے اس شیشے کا پانی جس سے انسان ہوشیار ہوتا ہے' سقے کو دیا کہ اس کو اپنے جسم پر مل لے اور اس کے بعد وہ شیشہ دیا کہ جس کا پانی بیہوش کرتا ہے کچھ اس میں سے چند قطرے اپنی مشک میں ڈالے۔ سقے نے پہلے پانی جسم پر ملا اور پھر مشک کے

اندر' دوسرے شیشے کا پانی ڈال کر باہر آیا اور جا کر حصار کرنے لگا۔ اس طرح فرداً فرداً بہت سے سقے گئے اور پانی لا کر حصار کرنے لگے۔

مگر حال اب عیاروں کا سنیئے۔ لشکر کی بربادی اور سرداروں کی گرفتاری دیکھ کر اپنی جگہ سے چلے۔ سب سے پہلے قران ایک خدمت گار کی صورت بن کر لشکر ہوشیار کے قریب آیا۔ سقوں کو دور سے پانی چھڑکتے دیکھ کر' وہ راہ کترا کے چلا کہ اس پانی سے پناہ مشکل ہے۔ کچھ نہ کچھ فساد ضرور ہے۔ ورنہ لشکر کے گرد شب کو چھڑکاؤ سے کیا مطلب ہے۔ غرضیکہ دوسری راہ سے لشکر کے اندر داخل ہوا۔ ایک سقہ ادھر سے آتا تھا۔ اس سے کہا پانی چھڑک آئے۔ سقے نے جواب دیا کہ ابھی اتنا بڑا لشکر حیرت کا کئی میل تک اترا ہوا ہے۔ یہ ایک دن کا کام ہے۔ کئی روز میں حصار ہو گا۔"

قران یہ سن کر سمجھا کہ میری رائے درست تھی۔ یہ حصار آب سحر کا ہوتا ہے۔ جو آئے گا' مقید ہو گا۔ اسی فکر میں ہوشیار کی بارگاہ کے قریب آ کر ٹھہرا۔ وہ خدمت گار جو بارگاہ کے اندر تھا۔ دو گھنٹے کے بعد باہر نکلا اور پکارا: "اب کوئی اور آ کر بارگاہ کے اندر ٹھہرے۔ میں اپنی نوکری کر چکا۔"

قران نے جواب دیا: "بھائی۔ اسی لئے پہلے ہی سے کمر بندھے کھڑے ہیں کہ نوکری بدلنا ہو گی' لیکن مجبور تھے کہ اندر ایک ہی آدمی کے رہنے کا حکم ہے' ورنہ اندر چلے آتے۔ اچھا تم جاؤ' میں حاضر ہوں۔" وہ خدمتگار یہ سن کر چلا۔ قران بارگاہ کے اندر گیا اور ہوشیار کے سر پر رومال جھلنے لگا۔ لیکن ضرغام اور جانسوز بھی صورت بدل کر لشکر میں آنے لگے۔ انہوں نے سقوں کے پانی چھڑکنے کا کچھ خیال نہ کیا۔ جونہی حصار شدہ زمین کے اندر قدم رکھا۔ دونوں بیہوش ہو کر گرے۔ ہوشیار نے چند ساحر کمین گاہ میں بٹھا دئے ہیں کہ جو شخص بیہوش ہو کر گرے' اس کو میرے پاس لائے۔ وہ ساحر دونوں کو اٹھا کر ہوشیار کے سامنے لائے۔ اس نے سحر کیا کہ عیاری کا رنگ و روغن اڑ گیا۔ صورت جو تبدیل ہوئی' وہ سمجھا کہ یہ عیار ہیں۔ پکارا کہ شکر ہے سامری کا

کہ وہ عیار تو پھنسے۔ انہیں ستون سے باندھ کر مے خواری میں مصروف ہوا اور جو سقہ بھی آتا ہے، اس کی مشک میں پانی ملا دیتا ہے۔

اب کی بار عمرو بھی، عیاری کی فکر میں گھومتا پھرتا۔ لشکر کے قریب آیا اور سقوں کو پانی چھڑکتے دیکھ کر راہ کاٹ کر، دوسری طرف چلا۔ ایک مقام پر چھوٹا سا خیمہ استادہ دیکھا۔ وہاں ایک سقہ بیٹھا ہوا روٹی کھا رہا تھا۔ عمرو نے کنارے ٹھہر کر، اپنی صورت بھی سقوں جیسی بنائی۔ کھدر کی لنگی باندھی۔ تسمہ گلے میں ڈالا۔ سر پر پگڑی باندھی۔ پگڑی کا پیچ اندھیری ڈالنے کے لئے کھلا رکھ کر، گردن میں لپیٹ لیا۔ کٹورے کمرے سے لگائے۔ کانٹے تسمے میں باندھے۔ مشک باندھنے کا تسمہ کاندھے پر الٹ کر ڈالا، اور مشک آڑی کر کے گلے میں ڈال کر پشت پر سنبھالی اور اس سقے کے سامنے جو روٹی کھا رہا تھا، آ کر سلام کیا۔ اس نے کہا: "آؤ"

عمرو قریب گیا۔ اس نے کہا: "کہو کہاں نوکر ہو۔"

عمرو نے کہا: "بھائی، اب تو برادری کا کچھ خیال کرو، ہمیں بھی اپنی سرکار میں نوکر رکھا دو۔ آج کل بیکار ہیں۔"

سقے نے جواب دیا: "آج کل ضرورت ہے۔ حصار کیا جاتا ہے۔ میں نوکر رکھا دوں گا۔"

عمرو نے پوچھا: "روٹی بے وقت کیوں کھاتے ہو؟"

اس نے کہا: "بھائی فرصت نہیں ہے حصار کرنے اور پانی چھڑکنے سے"

عمر بولا: "امیروں کو بھی خفقان رہتا ہے۔ بھلا بتائیے پانی چھڑکانے سے کیا فائدہ"

سقے نے آب سحر کے شیشے کا، انسان کے بیہوش ہو جانے کا سارا حال بیان کیا۔ اور آب سحر کی تاثیر سے آگاہ کیا۔ عمرو نے یہ سارا ماجرا سن کر، ادھر ادھر کی بات کہہ کر کچھ مٹھائی کمر سے نکالی اور کہا: "اس کے ساتھ روٹی کھاؤ۔"

سقے نے مٹھائی کھائی۔ کھاتے ہی بیہوش ہو گیا۔ عمرو نے اسے خیمے میں پوشیدہ کر دیا اور اس کا سب لباس لے کر، اس کی صورت آپ بن کر، ہوشیار کے خیمے میں آیا اور اس سے کہا: "حضور، پانی ہو گیا اور ملا دیجئے۔"

اس نے آبِ سحر شیشہ عمرو کو دیا کہ اس میں سے چند قطرے ملائے۔ عمرو نے کہا: "پہلے مجھے وہ پانی تو دیجیے کہ جس سے میں خود بیہوش نہ ہوں۔"

ہوشیار نے پوچھا: "تو کیا آپ ہی پانی چھڑکنے آیا ہے۔"

عمرو نے کہا: "نہیں، میں اپنے بھائی کی طرف سے آیا ہوں۔ وہ بیمار ہو گیا ہے۔"

ہوشیار جادو نے پہلے اس کے بدن پر وہ پانی، جو بیہوش کو ہوشیار کرتا ہے، ملنے کو دیا اور پھر وہ شیشہ بیہوشی دیا۔ عمرو نے آبِ سحر چلو میں انڈیلا۔ ہوشیار نے کہا: "ارے بے وقوف، خشک میں پانی ڈال۔ یہ کیا کرتا ہے۔

عمرو نے کہا: "بے وقوف تو اور تیرا باپ۔ دیکھ یہ کیا کرتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چلو کا چھینٹا ہوشیار کے منہ پر مارا کہ اس نے پھر صدا بھی نہ دی۔ بیہوش ہو کر گرا۔

عمرو نے فوراً خنجر سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ شور وغل برپا ہوا۔ اس وقت عمرو نے ضرغام اور جانسوز کو کھول دیا۔ جب یہ رہا ہوئے تو بہار اور مہ رخ وغیرہ کی زبان سے سوزن کھینچے گئے۔ اور جو چھوٹا، اس نے دوسرے کو رہا کیا۔ لیکن عمرو جالِ الیاسی مار کر ساری بارگاہ کو لوٹنے لگا۔ ہوشیار جادو کے مرنے کا شور وغل سن کر ساحر اس کی بارگاہ کی طرف دوڑے۔ ہوشیار کی ماں مغیلہ کہ خفیہ طور پر اپنے بیٹے کی حفاظت کو ساتھ آئی تھی، یہ ہنگامہ سن کر بزورِ سحر اڑتی ہوئی بارگاہ میں آئی۔ سحر پڑھ کر اس نے ایک دو تھپڑ تنتن پر مارا۔

عمرو لوٹ مار کرتا پھرتا تھا، ضعف تنتن میں فرق ہوا۔ مغیلہ چلی کہ عمرو کو پکڑ کر لے جاؤں۔ قران جو پہلے سے خدمت گار بنا کھڑا تھا۔ جھپٹ کر قریب آیا اور پکارا کہ ملکہ ذرا سنئے گا۔ مغیلہ ٹھہری کہ قران نے چمک کر بغدہ مارا کہ سر پھٹ کر بھیجہ دور گرا اور سر کے ہزار ٹکڑے ہوئے۔ تڑپ کر مر گئی۔ پھر شور برپا ہوا اور عمرو چھوٹ گیا۔ پھر بولنے لگا۔ اس اثنا میں سب ساحر، جو مقید ہوئے تھے، رہا ہوئے اور ہوشیار کے ملازم دوڑے تھے ان سے لڑنے لگے۔ بہار نے سحر کیا کہ عالم بہار پیدا ہوا۔ پھولوں کے چمنستان کھل گئے۔ ہر ایک ساحر پر عالم وجد طاری ہوا۔

اس وقت بہار نے ہوشیار کے پورے لشکر کو حکم دیا کہ جا کر لشکر حیرت کو قتل کرو۔ وہ سب لشکر حیرت پر آ گرے۔ مہ رخ، بہار، نافرمان، سرخ مو وغیرہ مع اس و مہ جبیں کے، سب ملکہ حیرت کے لشکر پر آ گرے۔ مرچوں کے ہار، سوئیوں کے گچھے۔ جادوئی تیز چلنے لگے۔ فولادی گولے پڑنے لگے۔ حیرت جشن برپا کر کے نہایت خوش و خرم بیٹھی تھی۔ سب ساحر تقدیر سے بے خبر، بیٹھے تھے کہ یکایک سحر کی مار پڑنے لگی۔ پہلے ہی حملے میں ہزاروں ساحر مارے گئے۔ غلغلہ بلند ہوا۔ بجلیاں گرنے لگیں۔ برف کی سلیں پڑتی تھیں گھنگھور بادل اٹھتے تھے۔ تاریکی عالم پر چھائی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا

حیرت گھبرا کر سوار ہوئی اور حکم دیا کہ جلد سحر کی مشعلیں روشن ہوں۔ ساحروں نے سحر کر کے مشعلیں جلائیں اس وقت مہ رخ نے سحر کیا کہ سب مشعلیں بجھ گئیں اور وہ خونریزی ہوئی کہ یقین ہے کہ کبھی اس سر زمین پر سبزہ نہ جمے گا اور اگر اگے گا تو گل لالہ داغدار ہو گا۔ ایک قیامت برپا تھی۔ ہوشیار کی فوج کہ خاص افراسیاب نے منتخب کر کے جنگ کے لئے بھیجی تھی اس نے حیرت کے ہزاروں ساحر ہلاک کئے

اس وقت ملکہ حیرت تخت پر سے کود کر زمین میں غرق ہوئی اور جیسے کسی نے قلب زمین کو جنبش دی ہو، اس طرح کا زلزلہ پڑ گیا۔ بڑے بڑے پہاڑ سر ٹکرانے لگے۔ مہ رخ اور بہار نے آپس میں مشورہ کیا کہ حیرت کے سحر سے خدا کی پناہ۔ ابھی سب گرفتار ہو جائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ یہ فتح خدا داد ہاتھ آئی ہے۔ اب پھر چلو۔ بس یہ مشورہ کر کے نفیر سحر بجائی کہ سب سردار جدا ہوئے اور فتح و نصرت کے ساتھ اپنے لشکر میں آئے۔ عیار بھی قتل و غارت کر کے نکل گئے تھے۔ وہ سب بھی حاضر ہوئے۔ مہ جبیں کے حکم سے منادی ہوئی کہ جو لوگ بھاگ کر صحرا و کوہ میں روپوش ہوئے تھے۔ وہ سب بھی حاضر ہوئے۔ لشکر میں بازار کھلے۔ خیمے آباد ہوئے۔ مہ جبیں تخت پر بیٹھی۔ ناچ ہونے لگا۔

ادھر حیرت دشمن سے لڑی۔ لشکر کے سردار جانبازی کے لئے حاضر تھے۔ فوج فراری اور پراگندہ ہو گئی تھی۔ ہر ایک کو جمع کیا اور بارگاہ شاہی اور خیمے وغیرہ درست ہونے لگے۔ جب سب ترتیب ہو چکی، حیرت بھی پیچھے بارگاہ میں آئی اور سرداروں کو اپنی جگہ مامور کر کے، طاؤس سحر پر سوار ہو کر افراسیاب کے پاس روانہ ہوئی اس روز افراسیاب گنبد نور سے باغ سیب میں آیا تھا کہ حیرت کی سواری پہنچی۔ سب اہل دربار نے تعظیم دی۔ شاہ طلسم کے پاس بیٹھ کر تمام ماجرا بیان کیا کہ تمام ساحر مارے گئے اور ہوشیار قتل ہوا۔

افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ تیرے سحر نے مخیلہ اور ہوشیار کا کام تمام کیا۔ عمرو نے آب سحر کے شیشوں سے ان کو مارا۔ افراسیاب پر غصہ طاری ہوا اور کہا: "اے حیرت، تمام لشکر کے لے جاؤ۔ اب کی بار میں نمک حراموں پر وہ بلا نازل کرتا ہوں کہ سب باقی ہلاک ہوں گے۔"

شہنشاہ کے حکم کے مطابق حیرت سوار ہو کر، راہ طے کر کے لشکر میں پہنچی۔ ملازموں نے تعظیم دی تخت پر جلوہ گر ہوئی۔ لیکن ادھر افراسیاب نے حکم نافذ کر دیا کہ ساتوں برق حاضر ہوں۔ راوی کہتا ہے کہ اس طلسم میں سات بجلیاں ہیں کہ وہ بجلی کی طرح ہوا کرتی ہیں اور جنگ کے دن چمک کر لشکر دشمن پر گرتی ہیں اور سارے لشکر کو جلا دیتی ہیں۔ چنانچہ حکم صادر ہوئے کہ ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ سرخ رنگ کے بادل ہوا کے رخ پر ظاہر ہوئے اور ان میں بجلیاں چمکتی تھیں۔ دربار قریب پہنچ کر یہ بادل دشمن پر اترے۔ بجلیاں دشمن پر لوٹنے لگیں۔ یہاں تک کہ انسان کی شکل میں مجسم ہو گئیں۔ سب نے دیکھا کہ سات جوان جادو گرنیاں ہیں۔ ان کے جسم سنہری ہیں۔ لباس اور زیور سے آراستہ پیراستہ ہیں۔ ان ساتوں کے نام یہ ہیں۔ برق مجمر، برق لامع، برق خاطف، برق شعلہ بار، برق چشمک زن، برق ساطع النور اور برق صاعقہ۔ برقوں نے شہنشاہ کو تسلیم کی اور کہا: "حضور کنیزوں کو کس لئے یاد فرمایا ہے۔"

افراسیاب نے کہا: "تم میں ایک برق، ملکہ حیرت کی مدد کے لئے جائے اور دشمن کی فوج کا کام تمام کرے۔ باقی چھ برقیں میرے حکم کی منتظر اپنے مقام پر رہیں۔ ہمارا حکم پہنچنے پر حکم کی تعمیل کریں۔"

شاہ طلسم کا یہ حکم سن کر برق خاطف نے عرض کیا: "کنیز جا کر سب خطا کاروں کو سزا دے گی۔" افراسیاب نے اس سے خلعت رخصت دیا۔ سب برقیں اپنے اپنے ملک میں آگئیں۔ برق خاطف نے اپنی جگہ پر پہنچ کر ایک لاکھ ساحروں کا لشکر ہمراہ لیا۔ خیمہ اور بارگاہ لدا کر سرخ بادلوں میں چمکتی ہوئی بڑے زور شور اور چمک دمک سے لشکر حیرت کی طرف روانہ ہوئی۔ اس کے ہمراہ جو ساحر تھے، انہوں نے ہیبت ناک صورتیں بنائی تھیں۔ بادلوں پر سوار، آتشیں حربے ساتھ لئے تھے۔ پورا لشکر جرار ہوا کے برج پر جاتا تھا۔

برق خاطف کی روانگی کے بعد، افراسیاب کے پاس صرصر شمشیر زن اور صبا رفتار حاضر ہوئیں۔ انہیں دیکھ کر شہنشاہ ساحران نے منہ پھیر لیا۔ عیار بچیوں نے عرض کیا: "حضور والا ہمارا قصور کیا ہے۔"

شاہ طلسم نے ارشاد کیا۔ "عمرو اور اس کے ساتھی جب سے طلسم میں داخل ہوئے ہیں، کیسے کیسے ہی ساحروں کو قتل کر رہے ہیں اور تم تو سرکار کا نمک مدت سے کھاتی ہو اور گھر بیٹھے تنخواہ پاتی ہو، لیکن آج تک باغیوں کے لشکر کا کوئی سردار گرفتار کر کے نہ لائیں اور نہ کسی کو ان میں سے ہلاک و قتل کیا۔"

شاہ کا یہ عتاب آمیز کلام سن کر صرصر شرمندہ ہوئی اور فرط ندامت سے سر نیچا کر عرض کیا: "اب جس طرح ممکن ہوتا ہے، میں جا کر اسد کو کہ طلسم کشائی کا دعویٰ رکھتا ہے اور مہ جبیں کہ آپ کی دشمن ہے، دونوں کو گرفتار کر کے لاتی ہوں۔ ان کے قید ہونے سے دشمن کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ شہنشاہ اس کنیز کا قصور معاف کر دیں۔ میری جانب سے دل صاف کریں۔"

افراسیاب اس کلام سے بہت خوش ہوا۔ عیار بچوں کو خلعت دے کر سرفراز فرما کر اسد اور مہ جبیں کی گرفتاری کے لئے روانہ کیا اور آپ مصروفِ عیش ہوا۔

○ ○ ○

• افراسیاب

صرصر اور صبا رفتار شہزادہ اسد کی گرفتاری کے لئے روانہ ہو گئیں' دریا سے گزر کر مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچیں اور صرصر نے اپنی صورت مرد کی بنائی۔ طلائی عصا ہاتھ میں لیا۔ سر پر گول پگڑی باندھی اس پر تمغہ لگایا۔ منقش طرہ ڈھلکایا۔ چپکن پہنی۔ سب طرح سے درست ہو کر لشکر میں پھرنے لگی۔ صبا رفتار ایک زمیندار کی صورت بنی۔ دھوتی ناف تک باندھی۔ مرزائی کمر تک پہنی۔ انگوچھا سر سے لپیٹا اور لشکر میں ٹہلنا شروع کیا۔ اس جگہ ہر مقام پر انتظام تھا۔ کوتوالی سرگرم' بازار آراستہ' بیوپاری خوش وضع' خریدار قطع دار۔ ہر سمت گرم بازاری تھی۔ رعایا داد خرمی دے رہے تھے۔ ہر بارگاہ کے سامنے بازار لگا تھا۔ سردار اور ساحر کی آمد و رفت تھی۔ عیار بچیاں دن بھر گھومتی پھرتی رہیں۔ حتیٰ کہ رات ہو گئی۔

اس وقت مہ جبیں نے شب کا دربار تا دیر بیٹھ کر' برخاست فرمایا اور ہر سردار اپنی اپنی بارگاہ میں آیا۔ اسد اور مہ جبیں عیش محل اور شبستان میں' اپنے اپنے مقررہ مقام پر آ کر متمکن ہوئے۔ عیار بچیاں بھی عیش محل کی ڈیوڑھی پر آ کر ٹھہریں۔ یہاں غلامان' کنیزیں' ترکینیں' حبشنیں' قلماقنیاں وغیرہ آمد و رفت رکھتی ہیں۔ کام کاج کے لئے اندر باہر پھرتی ہیں۔ اتفاق سے ایک حبشن کسی کام کو باہر نکلی۔ صبا رفتار اس کے ساتھ ہوئی۔ اس کے قریب آ کر سلام کیا اور کہا: "میں زمیندار ہوں۔ ملکہ نے میرے گاؤں پر لگان زیادہ کر دیا ہے۔ سیر ضبط کر کے ٹھن کار کا حق بھی لے لیا ہے۔ میرا مقدمہ ملکہ رخ کے سامنے کچہری میں پیش ہے۔ آپ تخلیے میں ملکہ سے میری سفارش کر دیجئے۔" اتنا کہہ کر ایک ڈالی جس میں عمدہ عمدہ پھل تھے اور کئی سو اشرفیاں تھیں۔ اس حبشن کو دیں۔ وہ نہایت خوش ہوئی اور زمیندار کو تسکین دے کر' مقدمے کو ختم کرا دینے کا وعدہ کیا۔ اشرفیاں لے کر کمر میں رکھیں اور پھل کھانا شروع کئے۔ وہ

ایک ٹمر کھائے تھے کہ بے ہوش ہوئی۔ صبا رفتار اس کو اٹھا کر گوشے میں لائی اور اس کے کپڑے اتار کر اس جیسی صورت اپنی بنائی۔ اس کو اسی جگہ چھپا کر آپ ملکہ کی شبستان میں داخل ہوئی۔

ادھر صرصر نے دیکھا کہ ایک کنیز محل سے نکل کر جاتی ہے۔ یہ اس کے قریب آئی اور کہا: "کل تو نے سب چوبداروں کو گالیاں کیوں دی تھیں؟"

کنیز نے کہا: "بجڑوے! کچھ پہچانتا بھی ہے۔ مجھ سے ایسی باتیں نہ کرنا۔ تمہیں تو عصا چھین کر ملکہ عالم سے کہہ کر خوب ٹھیک کروں گی۔" صرصر نے اس کنیز کا ہاتھ پکڑ لیا کہ چل میرے افسر کے پاس۔ وہ کنیز اور زیادہ برا بھلا کہنے لگی۔ صرصر نے ایک طمانچہ مارا۔ ہاتھ میں بیہوشی بھری تھی۔ کنیز طمانچہ پڑتے ہی بے ہوش ہو گئی۔

صرصر اس کو اٹھا کر تخلیے میں لائی' جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ تھی۔ اس کا لباس اتار کر پہنا اس کے مانند اپنی صورت بنائی اور کنیز کو پوشیدہ کر کے آپ ملکہ کی شبستان میں داخل ہوئی۔

دیکھا' یہاں اسد اور مہ جبیں مسند پر بیٹھے داد عیش دے رہے ہیں۔ شراب کی کشتی رکھی ہے۔ دور جام چل رہا ہے۔ خوش گلو گائنیں بیٹھی گا رہی ہیں۔ جواہر نگار پلنگڑی آراستہ ہے۔ سامان نشاط رکھا ہے۔ صرصر کنیزوں میں مل کر کام کاج کرنے لگی۔ مے خانے سر شراب کی کشتیاں لا کر سامنے رکھتی تھیں۔ جس کام کا حکم ہوتا تھا' پہلے اسے بجا لاتی تھی۔ اس طرح صبا رفتار بھی بنی ٹھنی ہوئی ہر طرف پھرتی تھی اور سب کھانے پینے کی چیزوں میں بے ہوشی ملائی تھی۔ ادھر صرصر نے شراب و کباب میں بیہوشی ملائی کہ مہ جبیں اور شہزادہ اس نشے سے مدہوش ہوئے اور لڑکھڑاتے ہوئے۔۔۔۔۔۔ اٹھ کر پلنگ پر گئے اور بے ہوش ہو گئے اور سب ملازم' صحبت کے لوگ بھی بے ہوش ہوئے۔

ادھر صبا رفتار نے اہل محلہ کو بھی بیہوشی کھلا کر بے ہوش کیا۔ اسد کو پلنگ پر سے اٹھا کر چادر عیاری میں پشتارہ باندھا۔ صبا رفتار نے مہ جبیں کا پشتارہ باندھا۔ سب کو اسی طرح سے بیہوش و مدہوش چھوڑ کر محل کے خیمے سے باہر نکلیں۔ گشت والوں کی

نظر سے مخفی کرتی ہوئی لشکر کے کنارے پہنچ کر، دریائے خون رواں سے گزر کر باغ سیب میں پہنچیں۔ جو رات کہ باقی تھی، اس کو وہیں بسر کیا۔

صبح کو افراسیاب تخت پر آ کر جلوہ گر ہوا۔ اہل دربار حاضر ہوئے۔ طلسمی نقارے بجے۔

اس وقت عیار بچیوں نے دونوں پشتارے لا کر شہنشاہ کے سامنے رکھ دیئے اور عرض کیا کہ یہ دونوں گنہگار اسد اور مہ جبیں حاضر ہیں۔ افراسیاب بہت خوش ہوا اور حکم دیا کہ ان پر ایسا سحر کر دو کہ زمین سے اٹھ نہ سکیں۔ پھر ان کو ہوشیار کرو۔ ساحروں نے حکم کی تعمیل کی، یعنی سحر پڑھ کر دونوں کو ہوشیار کیا۔ جب اسد کی آنکھ کھلی تو خود کو افراسیاب کے دربار میں پایا۔ شہنشاہ طلسم تخت پر ہے۔ ہر ایک امیر وزیر کرسی و دنگل پر متمکن ہے۔ ساحران نامی کا مجمع ہے اس وقت اسد نے پکار کر نیب دی کہ سلام میرا اس مجلس میں اس شخص پر ہے، جو خدا کو وحدہ لاشریک جانتا ہے اور اس کے پیغمبر کو اس کا بندہ اور رسول سمجھتا ہو۔ جب ساحروں نے یہ صدا سنی۔ اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں کہ یہ گنہگار نہ دکھائی دینے والے خدا کی تعریف کرتا ہے۔ افراسیاب کو غصہ آیا، اس نے جلاد کو بلایا کہ اسے قتل کرے۔ مہ جبیں کو بہت کچھ سمجھایا کہ شہزادے کے عشق سے ہاتھ اٹھائے۔ مہ جبیں نے نہ مانا اور کہا: "لاکھ جان سے میں فدائے نام اسد ہوں۔"

افراسیاب نے اس کو بھی زیر تیغ بٹھایا۔ اس وقت عاشق و معشوق حسرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے۔ آنسو آنکھوں میں بھرے، گیسو پریشان تھے اور ایک دوسرے خطائیں معاف کراتا تھا۔ پھر ملکہ نے خشوع و خضوع سے رب اکبر کے درگاہ میں فریاد کی اور پناہ چاہی کہ خداوندا، ہم کو اس آفت سے بچا۔

کمان آرزو تیر دعا نکل کر ہدف اجابت سے لب معشوق ہوا۔ قتل کے وقت امرا و وزرا دست بستہ افراسیاب کے سامنے آئے۔ اس نے پوچھا: "تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

سب نے عرض کیا: "ہماری جان بخشی ہو تو عرض کریں۔"

افراسیاب نے کہا: "جان تمہاری بخشی۔ جو کلمات کہ خیر سگالی اور ترقی خواہی کے ہوں، انہیں عرض کرو کہ الطاف خسروانہ سے شاہ نوازیں گے۔"

بادشاہ کی یہ عنایت دیکھ کر ارکان سلطنت گویا ہوئے کہ بانیان طلسم نے فاتح طلسم کو فوراً قتل کرنے کے لئے نہیں لکھا ہے۔ حضور کتاب سامری دیکھیں، جیسا حکم ہو، وہ عمل میں لائیں۔

افراسیاب نے ان کی رائے باصواب کو پسند فرما کر آفرین کی اور کتاب سامری دیکھی۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ اسد کا ہلاک کرنا بہتر نہیں ہے اس لئے کہ عمرو گلیم اوڑھ کر سب کے سر، آ کر کاٹ ڈالے گا۔ پھر کسی کے بنائے نہ بنے گی۔ لازم یہ ہے کہ طلسم کشا کو مقید کرو اور عمرو اور دوسرے عیاروں کو بھی گرفتار کرے۔ اس وقت سب کو قتل کرے۔ افراسیاب یہ تحریر دیکھ کر پکارا کہ تم لوگ سچ کہتے تھے۔ کتاب اسد کے قتل کا حکم نہیں دیتی۔ لہذا ان دونوں کو لے جا کر، گنبد نور میں قید کرو۔ شہر ناپرساں کے جو دروازے طلسم ظاہر کی طرف ہیں۔ ان کو میں سحر کر کے لوگوں کی نظر سے پنہاں کئے دیتا ہوں۔ نہ کوئی شخص میرا سحر باطل کر سکے گا، نہ وہ دروازے دکھائی دیں گے۔ پھر کس طرف سے کوئی اور عیار ان کی مدد کو آئے گا، جو انہیں چھڑائے گا۔"

یہ حکم سنتے ہی کئی لاکھ ساحر غدار، بے وفا، بے شرم، شریر، مردم آزار نے قید سحر کی اور اسد اور مہ جبیں کو جسم پر پہنائی۔ سرخ اور سیاہ سانپ ان کے ہاتھ پاؤں میں لپٹے اور لے کر روانہ ہوئے۔ جب شہر ناپرساں میں آئے، تمام مرد و زن، اس شہر کی پوری رعایا قیدیوں کی تماشائی ہوئی اور کہتی تھی، یہ وہی سرکش ہے جس نے طلسم میں آفت برپا کر رکھی ہے۔

الغرض گنبد نور میں باطن کی جانب ایک تنگ و تاریک حجرے میں ان دونوں کو مقید کیا اور کئی لاکھ ساحروں کا پہرہ مقرر ہو گیا۔ افراسیاب نے سحر کر دیا کہ طلسم ظاہر

کی جانب کے سب دروازے تختی ہو گئے اور ہر طرف دریائے خون رواں بہنے لگا۔ یہاں تو یہ کچھ بندوبست ہو گیا' لیکن صبح کو سب سردار ملکہ کو لینے کے لئے عیش محل کی طرف چلے۔ اس عرصے میں وہی حبشن اور کنیز' جن کو عیار بچھاں بیہوش کر گئی تھیں' ہوشیار ہو کر عیش محل کی طرف چلیں کہ اس سمت سے مہ جبیں کے ملازم روتے پیٹتے آئے۔

ملکہ بہار اور نافرمان نے پوچھا: "کیا ہوا؟"

سب نے عرض کیا: "ملکہ عالم اور شہزادہ دلاور کو بستر خواب پر سے کوئی اٹھا لے گیا۔"

یہ ماجرا سن کر تمام سردار رونے لگے اور سارے لشکر میں کہرام پڑ گیا۔ عمرو شوروغل سن کر صحرا سے آیا۔ یہ جانگزا سانحہ سنا۔ آ کر عیش محل میں پتہ اٹھایا۔ صرصر اور صبا رفتار کو پاؤں کا نشان پایا۔ کہا: "اے ملکہ مہ رخ' شہزادے کو صرصر لے گئی ہے۔"

مہ رخ نے پچھاڑ کھائی: "افراسیاب انھیں زندہ نہ چھوڑے گا۔" پھر تو عجب طرح کا ایک تلاطم لشکر میں برپا ہوا۔ مہ رخ نے رو رو کر بین شروع کیا۔ ملکہ نافرمان نے مہ رخ کے چہرے پر سے آنچل ہٹایا اور کہا: "اے ملکہ' اس فلک بے مہر کا یہی ڈھنگ ہے۔ اس کے ہاتھ سے کون خوش رہا۔ ایسے ایسے کرشمے اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہیں۔ فلک کا شکوہ کب تک۔ صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے سلسلہ شکیبائی نہ ٹوٹے۔ بہار نے رو رو کر گریبان کو تار تار کیا۔ ابر نو بہار کے مانند گریاں ہو کر کہتی تھی: "اے چرخ جفا پیشہ' یہ تو نے میرا کیا حال کیا ہے۔ مجھ خانماں آوارہ کو اب کس کا سہارا ہے۔ کہاں جاؤں گی کس کی ہو رہوں گی۔"

عمرو نے ہر ایک کے اشک حسرت پونچھے۔ مہ رخ نے کہا: "تم نے خود نجوم میں دیکھا ہے کہ اسد طلسم کشائی کرے گا۔ افراسیاب کو مارے گا۔ پھر اس قدر شور گریہ مچانا زیبا نہیں۔ ملکہ مہ جبیں کے واپس آنے تک ان کی جگہ تخت سلطنت پر بیٹھو اور لشکر سنبھالو۔ انشاءاللہ عنقریب اسد رہائی پائے گا۔ وہ جامع الاوصاف ہم کو اس سے ملائے گا۔ یہ اولاد

صاحبقران ہیں۔ ایسے مصائب ان پر بہت آتے ہیں۔ اس کا کچھ غم نہ کرو۔ افراسیاب اگر شہزادے کو قتل کرے تو ایمان سے خود گلیم اوڑھ کر سب کے سر کاٹ ڈالوں۔ اب اللہ پر توکل کر کے قدم ہمت بڑھاؤ۔ دل میں وسوسے نہ لاؤ۔"

غرض عمرو نے رنج و غم کے بعد ملکہ مہ رخ کو تخت سلطنت پر بٹھایا کہ جب تک مہ جبیں قید سے رہا ہو' آپ حکومت کریں۔ مہ رخ نے ناچار قبول کیا۔ پھر ویسا ہی سامان بپا ہوا۔ سرداروں نے نذریں دیں۔ تھاپ طبلے پر پڑنے لگی' لیکن عمرو عیاری کی تدبیر کے لئے روانہ ہوا۔ اس طرف برق خاطف ساحروں کی ایک لاکھ فوج لئے' ابر میں چمکتی ہوئی بڑے تزک و احتشام سے لشکر حیرت میں داخل ہوئی اور افراسیاب کا نامہ حیرت کو پہنچایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ اسد و مہ جبیں گرفتار ہوئے۔ مہ رخ کے مقابلے کے لئے برق خاطف کو بھیجا جا رہا ہے۔ حیرت نے برق خاطف کا استقبال کرایا۔ لشکر کو اتروایا۔ بلند و بالا بارگاہ استادہ کرائی۔ سامان راحت مہیا کر دیا۔ برق خاطف بارگاہ میں آ کر' تخت پر بجلی کی مانند چمکنے لگی۔ عیاروں کے خوف سے اصلی صورت ظاہر نہ کی۔ جو بھی بارگاہ میں آتا ہے' مفہوم ہوتا ہے کہ تخت پر بجلی کوند رہی ہے۔ اس حال کی خبر طائران سحر نے ملکہ مہ رخ کو پہنچائی۔ یہ لشکر کی حفاظت میں مصروف ہوئی۔ لیکن برق خاطف نے ایک نامہ مہ رخ کو اس مضمون کا لکھا کہ اگر میرے پاس آئے تو تیری خطا میں شہنشاہ سے معاف کرا دوں گی۔ ملک و مال دلا دوں گی۔ سرکشی سے باز آ۔ اطاعت میں گردن جھکا۔ ایک پتلے کو سحر کر کے نامہ دیا۔

پتلے نے وہ نامہ لا کر مہ رخ کو دیا۔ اس نے نامہ پڑھ کر جواب لکھا: "اے برق خاطف! آگاہ ہو کہ عمرو جادو گروں کا سر کاٹنے والا ہے۔ ہر ایک ساحر عیاروں سے پناہ مانگتا ہے۔ چاہیے کہ شہنشاہ عمرو کی فرمانبرداری اختیار کرو' ورنہ اپنی سزا اپنے پہلو میں دیکھے گی۔"

پتلے نے نامے کا جواب آ کر برق خاطف کو پہنچایا۔ یہ پڑھتے ہی شعلہ جوالہ کی مانند اسی

وقت مہ رخ کے لشکر کی طرف چلی۔ اس کے لشکر نے جو اسے جاتے دیکھا' قرنا اور نفیر سحر بجائی اور جلدی جلدی طائران سحر پر سوار ہو کر ساتھ ہوئے۔ اس کے آنے کی خبر' مہ رخ نے سن کر جلد اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور فوج کے سب سردار سوار ہوئے۔ برق خاطف کے مقابل آ کر ٹھہرے۔ برق خاطف نے چمک کر گرنا شروع کیا۔ ہاں ساحروں نے سحر کر چالیس ڈھالیں سر پر سایہ کیں۔ سب دیکھتے ہیں کہ گھٹا چھائی ہے۔ بجلی کوند رہی ہے۔ مہ رخ کے لشکریوں پر چمک چمک کر گرتی ہے' اور ان کا خرمن ہستی جلا کر خاک کرتی ہے۔ دونوں لشکروں میں عجب غوغا برپا تھا۔ سحر چل رہا تھا۔ لاش پر لاش گرتی تھی۔ رن کے کھیت ہرے بھرے تھے۔ نار نفس جھولے کشاکش میں پڑے تھے۔ شام تک ہزاروں ساحر ملک عدم کے راہی ہوئے۔ شام کے قریب برق خاطف پکاری: "اے مہ رخ! میں نے اپنے غضب کا یہ نمونہ تجھے دکھلایا ہے۔ اس وقت تو بچی جاتی ہے۔ کل تم سب کا نقش ہستی مٹا دوں گی۔ بے گور و کفن خاک میں ملا دوں گی۔" یہ کہہ کر طبل بازگشت بجوا کر پھر گئی۔ مہ رخ بھی رنجیدہ و کبیدہ خاطر بارگاہ میں داخل ہوئی۔ لشکر گھبرا۔ ہر ایک کے دل میں خوف زیادہ پیدا ہوا۔ بزدل بھاگ گئے۔ بہادر دعا کرتے تھے۔

لیکن عمرو جو عیاری کے لئے چلا تھا' برق خاطف کے لشکر کے قریب پہنچا۔ دیکھا کہ لشکر حیرت سے کچھ فاصلے پر' ایک دریا کے قریب فوج اتری ہوئی ہے۔ عمرو ایک نوجوان کی صورت بن کر دریا میں اترا اور غوطے لگانے لگا۔ اتفاقاً برق خاطف کا ایک خدمت گار ادھر آ نکلا۔ اس نے عمرو سے پوچھا: "میاں گبرو' دریا میں سے کیا نکالتے ہو؟"

عمرو نے کہا: "جو تقدیر کا ہوتا ہے۔ کوڑی پیسہ روپیہ مل جاتا ہے۔"

اس نے کہا: "ہم پیسے پھینکیں' تم نکالو گے؟"

عمرو نے کہا: "ہاں۔" خدمت گار نے پیسے پھینکے۔ عمرو غوطے لگا کر نکالنے لگا۔ جب پیسے ہو گئے خدمت گار نے کہا: "اب کل آنا' آج ہم جاتے ہیں۔ ہماری نوکری کا وقت ہے۔ برق خاطف اس وقت پنچواں منگیں گی۔ میری تلاش ہو گی۔" یہ کہہ کر چلا۔

عمرو بھی دریا سے نکل کر اس کے ساتھ ہوا اور کہا: "آج یہ تمباکو حقے میں بھرنے، نایاب نسخہ ہے۔ اگر پسند آ جائے تو میں تمہیں دکان بتا دوں گا۔" اس نے تمباکو لے لیا۔ عمرو نے کہا: "سونگھو، کیا خوشبو ہے۔" اس نے سونگھی۔ چھینک آئی اور بے ہوش ہوا۔ عمرو اس کے کپڑے پہن کر اور اس کی سی صورت بن کر برق خاطف کی بارگاہ میں آیا۔ دیکھا تخت پر ایک بجلی کوند رہی ہے۔ عمرو نے پکار کر کہا: "حقہ حاضر ہے۔"

یہ صدا سن کر وہ بجلی ٹھہری اور اکٹھا ہو کر، ایک عورت سنہرے بدن کی تخت پر آ کر بیٹھی۔ اس کا جسم اس طرح چمکتا تھا، جیسے سورج کی جوت ہوتی ہے۔ عمرو نے پیچواں لا کر سامنے لگایا۔ وہ عمرو کو بغور دیکھنے لگی۔ اس وقت عمرو نے وہ شیشہ کمر سے نکالا، جو ہوشیار کو قتل کر کے پایا تھا اور اس میں سے پانی چلو میں لے کر، ایک چھینٹا برق خاطف کے مارا کہ یہ بے ہوش ہو کر گری، لیکن جس تخت پر یہ بیٹھی تھی، وہ اس کے بیہوش ہوتے ہی اڑ کر فلک کی طرف چلا گیا۔ عمرو حیران ہو کر بھاگا اور مہ رخ سے آ کر کہا: "برق خاطف تخت سمیت اڑ گئی۔"

یہ سنتے ہی مہ رخ نے نفیر سحر نے بجائی۔ سب فوج تیار ہوئی۔ سب کو لے کر برق خاطف کے لشکر پر آ گری۔ وہ لوگ غافل اترے ہوئے تھے۔ پہلے ہی حملے میں ہزاروں مارے گئے۔ باقی ہوشیار ہو کر لڑنے لگے۔ سحر چلنے لگے۔ ہر طرف سے فوج گھر آئی۔ شور و غل بلند ہوا۔ ساحروں کے ایک ایک نارنج اور ناریل سے ہزار ہزار آتش فشاں اژدہے نکل کر فوج کو نگلنے لگے۔ سیکڑوں تیر شہاب ثاقب کی مانند چمکتے ہوئے فلک پر سے گرتے تھے۔ ملکہ حیرت اس قیامت خیز ہنگامے کی خبر سن کر سوار ہوئی اور آ کر مہ رخ کے لشکر کو روکنے لگی۔

برق خاطف کا لشکر بہت کام آ چکا تھا اور غفلت میں جو ان پر سحر کی مار پڑنے لگی، بس تاب نہ لائے اور بھاگے ہر چند کہ حیرت نے لڑائی کو سنبھالا، لیکن جب برق خاطف کی فوج بھاگی۔ لشکر حیرت بھی پسپا ہوا اور اس وقت حیرت نے طبل امان بجوایا۔ مہ

رخ کو بھی ملکہ حیرت کا خوف تھا۔ یہ بھی بھاری۔ لشکروں نے کمر کھولی۔ سب نے عمرو کی بہت تعریف کی۔ ہنگامہ بزم نشاط گرم ہوا۔ لیکن برق خاطف کا تخت اڑتا ہوا باغ سیب میں افراسیاب کے پاس آیا۔ افراسیاب نے سحر رد کر کے اس سے ہوشیار کیا اور کتاب سامری دیکھی۔ حال معلوم ہوا کہ تیرے ہی سحر نے اس سے ذلیل کرایا۔ یعنی عمرو نے آب سحر کے شیشے سے اس سے مار ڈالا ہوتا۔ ساحرہ زبردست تھی۔ اس کے موکل اس سے اٹھا لائے۔ ادھر برق خاطف ہوشیار تو ہوئی' مگر اس نے چشمہ سامری کے پانی کا چھینٹا کھایا تھا۔ اس وجہ سے بیمار ہو گئی اور رخصت ہو کر اپنے گھر کی طرف گئی۔

افراسیاب نے اس وقت سحر کا پتلا بھیج کر' دوسری برق کو طلب کیا۔ نام اس کا برق محشر ہے۔ جب پتلے نے اسے خبر دی۔ وہ بڑے کروفر سے مع اپنے فرزند "رعد جادو" کے' شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ افراسیاب نے کہا: "اے برق محشر' تم جا کر ملکہ حیرت کی شراکت کرو اور فوج مخالف سے لڑو۔ یہ حکم پا کر برق محشر ایک لاکھ ساحر لے کر روانہ ہوئی اور اس کا تخت بادلوں میں غائب ہوا۔ خیمہ ڈیرہ لد گیا۔ بڑی اولوالعزمی سے چمکتی ہوئی شعلہ باری کرتی چلی۔

اس کا لشکر مہ رخ کے لشکر سے دو منزل کے فاصلے پر آ کر ٹھہرا۔ صحرائے سبزہ زار میں ایک باغ نہایت پر تکلف تعمیر تھا' وہاں اترا۔ اس لئے کہ افراسیاب نے طلسم میں ہر ایک مقام پر اپنی سیرگاہ اور باغات بنائے ہیں۔ برق محشر آ کر باغ میں اتری۔ لیکن یہاں سے قریب ایک کوہ پر شکوہ ہے کہ وہاں کی مالکہ ایک ساحرہ ہے نام بارانِ جادو۔ حسن و جمال میں اپنا نظیر نہیں رکھتی ہے۔ بہت سے ساحر اس پر شیفتہ و دلدادہ ہیں۔ برق محشر کا فرزند رعد جادو بھی اس آفت روزگار پر عاشق ہے۔ جب اس جگہ پر برق محشر کا لشکر اترا۔ رعد جادو اپنی پری پیکر معشوقہ کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب اس کے مکان پر پہنچا۔ اس کی ملازمہ ایک ساحرہ کو بلا کر' بہت کچھ زر و جواہر دے کر

اس بات پر اسے آمادہ کیا کہ وہ باران جادو کو بالائے بام لے کر آئے تاکہ دور ہی سے وہ چاند سا مکھڑا نظر آئے۔

وہ ساحرہ گئی اور کسی بہانے سے باران جادو کو کوٹھے پر لے کر آئی۔ رعد اس کی صورت زیبا کے دیکھنے میں محو ہوا۔ اس وقت باران کے چند اور عاشق آ گئے اور رعد کو معشوقہ کے محل کے نیچے دیکھ کر آتش رشک میں جلے اور ایسا سحر کیا کہ رعد غفلت میں تنگ ہو گیا۔ انہوں نے گرفتار کر لیا اور مشکیں باندھ کر لے چلے کہ اس کو کسی جنگل میں چل کر مار ڈالیں' کیونکہ یہاں سے قریب اس کی ماں برق مشتر اتری ہوئی ہے۔ یہاں اس کا قتل کرنا اچھا نہیں۔ یہ سوچ کر رعد کو لے کر چلے۔

یہ ساحر تو رعد کو لئے جاتے ہیں اور ادھر عمرو بارگاہ سے نکل کر صحرا میں آیا۔ دل سے کہتا تھا کہ برق خاطف بھاگ گئی ہے۔ یقین ہے کہ افراسیاب کوئی اور بلا بھیجے گا۔ اسی فکر میں تھا کہ دو تین ساحروں کو دیکھا کہ ایک نوجوان کو گرفتار کئے لئے جاتے ہیں۔ عمرو نے خیال کیا کہ اگر اس مجرم کو رہا کراؤ' شاید احسان مند ہو کر ہمارا شریک ہو۔ آثار عظمت اس کے چہرے سے ظاہر ہیں۔ یقیناً کوئی ہی ساحر ہے۔ یہ سوچ کر پہاڑ کے ایک درے میں ٹھہر کر دیو جامہ نکال کر پہنا جو دم بدم سات رنگ بدلتا ہے۔ مقوے کے دس سر اپنی صورت کو چھپا کر سر کے اوپر لگائے اور کئی ہاتھ بنا کر لٹکائے۔ سروں میں کئی کئی منہ تھے کہ ہر ایک منہ سے مار سیاہ کی مانند زبانیں باہر آئی تھیں۔ وہ روغن اپنے جسم پر ملا کہ معلوم ہوتا تھا کہ ہر بال سے آگ کا شعلہ نکلا ہے۔

جب اس صورت سے تیار ہو چکا' سفید مہرہ لے کر بجایا۔ اس مہرے کی آواز سے دیو تلملانے لگتا ہے۔ ساحر جو رعد جادو کو لئے جاتے تھے' وہ صدائے مہیب سن کر پابہ گل ہوئے اور خوفناک ہو کر دیکھنے لگے کہ سامنے سے عمرو ظاہر ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص' مہیب صورت دس سر والا کہ جس کے جسم سے آگ نکلتی ہے اور جامہ اس کا کبھی سرخ اور کبھی نیلا اور کبھی سیاہ سبز اور زرد وغیرہ ہوتا ہے اور ہماری طرف

آتا ہے۔ یہ سب ساحر خوف کے مارے سجدے میں گر پڑے۔ عمرو پکارا: "میں عزرائیل ہوں' یعنی ملک الموت' خداوند لقا۔" وہ ساحر یہ آواز سن کر تھر تھر کانپنے لگے اور پوچھا:

"آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟"

عمرو نے کہا: "تم اس گنہگار کو قتل کرنے کے لئے جاتے ہو۔ میں اس کی روح کھینچنے آیا ہوں اور تمہاری بھی عمر تمام ہو چکی ہے۔ عنقریب تم سب کی بھی روح قبض کروں گا۔"

ان ساحروں نے کہا: "اے ملک الموت' کوئی تدبیر ایسی فرمایئے کہ ہم ابھی نہ مریں اور کچھ عرصے تک تو زندہ رہیں۔"

عمرو نے کہا کچھ خیرات کرو۔ شاید خداوند کو رحم آئے۔" انہوں نے جو کچھ مال اور جواہر اپنے پاس رکھتے تھے وہ عمرو کے حوالے کیا۔ عمرو نے انہیں ایک سیب نکال کر دیا کہ اس کی ایک ایک قاش کھاؤ۔ عمر بڑھ جائے گی ان سب نے سیب لے کر کھالیا۔ ایک لمحے میں بیہوشی نے تاثیر کی۔ کہا: "اے ملک الموت' ہمارا جی سنسناتا ہے۔"

عمرو نے کہا: "عمر بڑھتی ہے۔ رگیں کھنچتی ہوں گی۔" غرضیکہ دم بھر میں وہ سب بے ہوش ہوئے۔ عمرو نے خنجر لے کر سب کے سر جدا کئے۔ غلغلہ اور شور برپا ہوا۔ رعد جادو جو بزور سحر گونگا بہرہ تھا' ان کے مرنے سے بولنے اور سننے لگا۔ جب آگ کے شعلے اور موکلوں کا شور و غل ختم ہوا۔ رعد نے عمرو کو گھورنا شروع کیا۔ عمرو نے کہا:

"میں نے تری جان بچائی ہے اور تو مجھے گھورتا ہے:

رعد نے کہا: "آپ کا نام کیا ہے؟"

عمرو نے جواب دیا: "کرشمہ قدرت"

رعد نے کہا: "مجھے ان ساحروں نے غفلت میں گرفتار کیا' ورنہ میں برق محشر کا فرزند ہوں۔ بزور سحر زمین میں ہو کر حریف کے برابر نکلتا ہوں اور رعد کی مانند اس طرح چیخ مارتا ہوں کہ ساحر کا سر پھٹ جاتا ہے اور جو بڑا زبردست ساحر ہوتا ہے' اگر اس کا سر نہیں پھٹتا تو بے ہوش ہو جاتا ہے۔ میری ماں اوپر سے بجلی کی طرح گرتی ہے۔

اس کو دو ٹکڑے کرتی ہے۔ اسی لئے افراسیاب نے ہم دونوں کو مہ رخ کے مقابلے کے لئے بھیجا ہے۔ ہم جا کر سب کا خاتمہ کر دیں گے۔ جب عمرو نے یہ ماجرا سنا، دل میں سوچا کہ خوب ہوا، جو تم اس کو مل گئے، ورنہ بڑی مصیبت پڑتی۔ اب اسے بھی ہلاک کرے۔ عمرو کو یہ فکر ہوئی تھی کہ یکایک ابر پیدا ہوا۔ اور ابر برق مخشر اپنے فرزند کو ڈھونڈتی ہوئی بڑے جوش و خروش سے قریب پہنچی۔ جب اس نے رعد کو مقام فرودگاہ میں پایا۔ خیال کیا کہ لشکر حریف قریب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ایسا عیار اس سے مار ڈالے۔

جب عمرو نے برق مخشر کی آمد دیکھی۔ گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ رعد کو یقین ہوا کہ فرشتہ قدرت تھا۔ ادھر برق مخشر اپنے بیٹے کو پہچان کر زمین پر اتری اور عورت بن کر فرزند کو گلے لگایا۔ ساحروں کی لاشیں پڑی ہوئی دیکھ کر حال پوچھا کہ انھیں کس نے ہلاک کیا۔ رعد نے اپنی گرفتاری کا حال بیان کیا۔ فرشتہ قدرت کا آنا بیان کیا اور کہا: "ابھی ابھی وہ یہاں کھڑے تھے۔ آپ کو آتے دیکھ کر چلے گئے۔"

برق مخشر نے کہا: "وہ بڑا کم نصیب تھا، جو چلا گیا۔ اگر میرے سامنے آتا، تو اس کا دامن امید گوہر مراد سے مالا مال کر دیتی۔"

رعد نے کہا: "فرشتہ قدرت ہیں اور یکایک کھڑے کھڑے غائب ہوگئے۔ شاید ابھی یہاں تشریف رکھتے ہوں۔ میں پکارتا ہوں۔" یہ کہہ کر پکارا کہ اگر آپ یہاں ہوں تو ہم پر کرم فرمائیے۔ اماں جان آئی ہیں۔"

عمرو نے یہ آواز سن کر گلیم اتاری اور ظاہر ہوا۔ برق مخشر نے عاجزی سے جھک کر سلام کیا اور عرض کیا: "آپ ہمارے محسن ہیں۔ ہمارے لڑکے کو آپ کی وجہ سے خداوند سامری نے دوبارہ خلعت زندگی عنایت فرمایا۔ حضور غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیں۔ جہاں میں فروکش ہوں، وہاں چلیں۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا۔ آپ کی خدمت کروں گی۔"

عمرو نے کہا: "کیا مضائقہ ہے۔"

برق محشر نے کچھ پڑھا کہ ایک جواہر آگیں تخت اڑتا ہوا آیا۔ اس پہ عمرو اور بعد کو سوار کیا۔ برق محشر اسی طرح بجلی بن کر، چمکتی ہوئی ساتھ چلی۔ یہاں تک کہ اپنے مقام فرودگاہ پر لائی۔ عمرو پر بہار باغ میں اترا۔ دیکھا اس جگہ میوہ دار درخت لگے ہیں۔ شجر پھولے پھلے ہیں۔ قصر عالی شان بنا ہے۔ اس میں ہر ایک چیز نایاب زمانہ ہے۔ برق محشر نے عمرو کو مسند پر بٹھایا۔ زر و جواہر سے پر کشتیاں حاضر کیں اور کہا: "یہ سب کچھ حضور کے لائق نہیں ہیں، لیکن براہ کرم انہیں قبول فرمائیے اور سچ بتائیے کہ آپ کا نام کیا ہے۔"

عمرو نے کہا: "بتا چکا ہوں، میرا نام فرشتہ قدرت ہے۔ پھر پوچھنا بیکار ہے۔"

یہ سن کر برق محشر نے اپنا صندوقچہ منگا کر ورق جمشیدی نکالے اور ان میں دیکھا کہ یہ شخص فرشتہ قدرت ہے یا کوئی اور شخص ہے۔ ان اوراق میں نکلا کہ یہ عمرو عیار ہے۔ مہ رخ کا طرف دار ہے۔ اس نے تیرے بیٹے کی جان بچانے کے لئے یہ صورت بنائی ہے۔ اس سے کچھ دے کر رخصت کر دے۔ ورنہ کچھ فتور کرے گا۔ اور اگر بن پڑے تو مار ڈال کہ یہ بڑا مکار ہے۔"

یہ حال دیکھ کر برق محشر نے غصے سے عمرو کی طرف دیکھا۔ عمرو نے کہا: "اب تیری شامت آئی ہے، جو گھورتی ہے۔ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ نیکی برباد گناہ لازم۔"

برق محشر نے جواب دیا: "جن کو سمجھا تھا مسیحا، وہ بلا کو نکلے۔ تیرا نام عمرو ہے۔ تو نے مجھ پہ اس وقت خوب فریب میں لیا ہے۔ اے دشمن شہنشاہ! اب بتا تیرا کیا حال کر دوں۔"

عمرو نے کہا: "دیوانی ہے۔ یہ کہہ کر بچ گئی۔ اس وقت اب جو تجھ سے ہو سکے کر۔ قصور و کوتاہی نہ کر۔"

برق محشر نے کہا: "تو نے مجھے احسان کیا ہے۔ کیا تیرے ساتھ بدی کروں۔ مجھ سے یہ زر و جواہر جو تیرے سامنے رکھا ہے، لے لے اور چلا جا۔"

عمرو نے کہا: "چلے نہ جائیں گے تو کیا تیرے یہاں رہنے آئے ہیں۔"

یہاں تو عمرو سے باتیں ہو رہی تھیں، لیکن ادھر افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی کہ برق محشر پر کیا کیا گزری۔ کتاب میں نکلا کہ برق محشر نے عمرو کو اپنے مقام پر لا کر مسند پر بٹھایا ہے۔ زر و گوہر پیش کیا ہے۔ باتیں کر رہی ہے۔ یہ معلوم کرتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ مخمور سرخ چشم، اس کی معشوقہ، خمار جادو کی بہن بہ زانو ادا پاس بیٹھی تھی۔ واضح ہو کہ بہار کی مانند خمار اور مخمور افراسیاب کی معشوقہ ہیں، لیکن ان دونوں نے بھی ملکہ حیرت کے خوف سے وصل منظور نہیں کیا ہے۔ افراسیاب نے مخمور کو غصے میں حکم دیا کہ برق محشر مہ رخ کے لشکر کے قریب ایک باغ میں عمرو کو لئے بیٹھی ہے۔ تم جا کر عمرو کو گرفتار کر لاؤ اور اگر برق محشر کچھ بولے تو اسے بھی سزا دینا۔

مخمور یہ حکم پا کر، سحر کر کے اڑی اور فوراً برق محشر کے پاس پہنچی۔ اس نے بڑی تعظیم اور تواضع کر کے بٹھایا لیکن مخمور نے ڈانٹا کہ: "اے برق محشر، تم نے دشمن کو لا کر مقام عزت پر بٹھایا ہے۔ شہنشاہ کو غصہ آیا ہے خیریت اس میں ہے کہ عمرو کو گرفتار کر کے لے جانے دو۔ رفع شر کرو، ورنہ آفت آئے گی۔ جان پر بن جائے گی۔" برق محشر نے کہا: "اے بہن، عمرو نے لڑکے کی جان بچائی ہے۔ یہ میرے دین و ایمان سے بعید ہے کہ اسے اس وقت کسی آفت میں مبتلا کروں۔"

مخمور نے کہا: "بی بیٹھی رہو۔ افراسیاب کو دیکھو۔ اس وقت دھرم دین سب طاق پر رکھو۔ کیوں ناحق خود کو برباد کرو گی۔ اور خواہ تم اس کی خاطر جان بھی گنواؤ۔ میں شہنشاہ کی حکم عدولی نہ کروں گی۔ اس کو گرفتار کر کے لے جاؤں گی۔"

اس وقت کہ برق محشر اور مخمور سے تکرار ہوئی تھی، عمرو نے قابو پا کر اسی شیشے سے جو ہوشیار سے پایا تھا۔ پانی لے کر ایک چھینٹا مخمور کے منہ پر مارا۔ یہ بیہوش ہو کر گری اور عمرو خنجر کھینچ کر دوڑا۔ مگر فی الفور ایک پنجہ پیدا ہوا اور مخمور کو اٹھا لے گیا۔ برق محشر نے کہا: "اے عمرو، اب جلد یہاں سے چلے جاؤ اور میں بھی طلسم میں جا

کر کہیں چھپ گئی۔ افراسیاب اب دشمن ہو گیا۔ جہاں پائے گا، مجھے مار ڈالے گا۔ تم نے غضب کیا جو مخمور پر دست اندازی کی۔"

عمرو نے کہا: "اے برق مخمر دشمن اگر قوی است، نگہبان قوی تر است۔ کہیں اور جا کر کیوں پوشیدہ ہو، میرے ساتھ مہ رخ کے لشکر میں چلو اور آرام سے بسر کرو۔ تم نے دیکھا کہ آج تک جو ہمارے شریک ہوئے خدا فضل سے زندہ و سالم اور آبرو کے ساتھ موجود ہیں اور انشاءاللہ چند روز میں طلسم فتح ہو گا۔ ہمارے جو شریک ہیں، تم ان کے مراتب پیش صاحبقران دیکھنا اور بالفرض تمہارے نزدیک ہم لوگ افراسیاب سے مغلوب بھی ہو جائیں گے، جب بھی یہ تصور کر لو کہ جو تمہارا حال ہو گا وہی ہمارا حال ہو گا۔ مرگ انبوہ جشنے دارد۔ آگے تم جانو۔ میرے نزدیک جو بہتر تھا، وہ بتا دیا۔"

برق مخمر نے کہا: "خواجہ سچ کہتے ہو۔ چلو ہم تمہارے شریک ہوئے۔ بھاگنے اور چھپنے سے یہی بہتر ہے کہ لڑ بھڑ کر اپنی جان دیں اور حوصلہ دل کا نکال لیں۔" خیر بسم اللہ کہہ کر یہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ لشکر کو حکم دیا کہ کوچ کا نقارہ بجے۔ بموجب حکم طبل سفر بجا۔ خیمہ ڈیرہ لدا۔ برق مخمر تخت پر سوار ہوئی۔ عمرو کو برابر بٹھا لیا اور رعد کو ہمراہ لے کر مہ رخ کو لے کر لشکر کی سمت چلیں۔

لیکن یہاں مخمور جب ہوشیار ہوئی۔ اس نے عرض کیا کہ میں برق مخمر سے عتاب و خطا کر رہی تھی کہ عمرو نے پانی کا چھینٹا مارا۔ میں بے ہوش ہو گئی۔ افراسیاب نے یہ ماجرا سن کر کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ آب سحر کے شیشے سے اسے بھی عمرو نے بیہوش کیا تھا اور اب برق مخمر اس کی شریک ہو کر مہ رخ کے لشکر کی طرف گئی ہے۔ معلوم کر کے دستک دی۔ ایک چیلا پیدا ہوا۔ اس کو حکم دیا کہ برق لامع کو بلا لا۔ چیلے نے جا کر اس سے خبر دی۔ جب برق لامع حاضر ہوئی۔ افراسیاب نے حکم دیا کہ تم جاؤ۔ مہ رخ کے لشکر کی طرف برق مخمر جاتی ہے۔ اس سے گرفتار کرو۔ برق لامع بڑے تزک و احتشام سے ایک لاکھ ساحر اپنے ہمراہ لے کر چمکتی ہوئی

روانہ ہوئی۔ سوچا کہ برق مخشر مہ رخ کے لشکر میں تو جاتی ہے، پھر راہ میں روکنا بے کار ہے اس سے وہیں مع اس کے رفیقوں کے گرفتار کرے۔ اس میں دوہری محنت بھی نہ پڑے گی اور ناموری بھی زیادہ ہے۔ یہ سوچ کر اسی سمت چلی اور راستہ طے کر کے ملکہ حیرت کے لشکر کے قریب پہنچی۔ حیرت نے استقبال کیا بارگاہ استادہ ہوئی۔ لشکر اترا برق لامع عیاروں کے خوف سے دن بھر بجلی بنی رہی۔ جب پچھلا پہر دن باقی رہا اور مشعل آفتاب بزم فلک میں گل ہونے لگی تو برق لامع بارگاہ میں ظاہر ہوئی اور حکم دیا کہ طبل جنگ بجے بموجب حکم نقارہ رزمی پر چوب پڑی۔ لشکر میں تہلکہ پڑ گیا۔ طائران سحر نے جا کر مہ رخ سے عرض حال کیا۔ یہاں بھی نفیر سحر بجی۔ دونوں لشکروں میں جنگ و جدال کی تیاری شروع ہوئی۔

برق لامع جادوئی بادلوں میں چمکتی ہوئی۔ ایک لاکھ ساحر ہمراہ لئے اور حیرت زرنگار بنگلے میں سوار، بیشمار جمعیت لئے دشت مصاف میں وارد ہوئی۔ اس طرف مہ رخ اور بہار وغیرہ فوج لے کر آئیں۔ ساحروں کے غول کے غول چلے آتے تھے۔ ایک ہنگامہ شور و شر تھا۔ پہلے ابر سحر برسا کر، بجلیاں گرا کر صحرا کو پاک و صاف کیا۔ پھر نقیبوں نے نکل کر بہادروں کا حوصلہ بڑھایا: "اے نامورو! آج اس میدان سے سرخرو ہو کر پھرنا باپ دادا کے نام کی لاج رکھنا۔" جب نقیب ایک طرف ہوئے۔ برق لامع میدان میں آ کر تڑپنے لگی۔ اور جو ساحر مہ رخ کی طرف سے نکلا۔ برق لامع چمک کر گری کہ اس کے دو ٹکڑے ہوئے اور پھر ہوا کے رخ پر بجلی کی طرح تڑپنے لگی۔ سب کی نظر خیرہ تھی۔ چمک کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ مقابلہ بند ہوا اب کوئی مقابل ہونے کو نہ گیا۔ اس وقت برق لامع لشکر حریف پر آ گری۔ ہزاروں کو جلایا اور ہلاک کیا۔ ساحران ناری مدد سحر پڑھنے لگے اور ساری فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ اس وقت مہ رخ نے تاج اتار کر بہ درگاہ کبریا محتاج ہو کر فریاد کی۔

یا فاطمہ بنت مصطفیٰ مددے
اے مظہر ذات کبریا مددے
بر قصد ہلاکم ست ایں گبر بہ فوج
اے زوجہ ضیغم خدا مددے

دعا قبول ہوئی۔ یکایک بادل نمودار ہوئے۔ بادلوں میں لشکر کا پرچم اڑتا ہوا نظر آیا۔ ہزارہا ساحر اژدہوں پر سوار، تخت پر برق لشکر اور عمرو بھی شوق سے آئے۔

○○○

• وصل محبوب

برق محشر کے لشکر نے ایک طرف پرا جمایا۔ برق محشر نعرہ کر کے' بجلی بن کر برق لامع کے لشکر پر جا گری۔ اس نے ہزاروں کو بے جان کیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر برق لامع حریف پر گرنا ختم کر کے ابھری اور برق محشر سے جا کر لپٹ گئی۔ اب تو دو بجلیاں پیچ و تاب کھاتی نظر آتی تھیں اور سوائے برق کی تڑپ کے میدان میں کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ساحر ہر بار یا سامری اور یا جمشید کی صدا سناتے تھے باجے بجاتے تھے۔ لشکر کے پرچم بلند ہوتے تھے۔ ڈنکے پر چوٹ پڑتی تھی۔ وہ غلغلہ بپا تھا کہ شور محشر بھی ایسا ہی ہو گا۔

رعد جادو تخت پر سے کود کر زمین میں غرق ہوا۔ برق محشر اور برق لامع آپس میں گتھی ہوئی زمین پر گریں۔ اب دونوں بجلیاں زمین پر لوٹنے لگیں۔ اس وقت زمین شق ہوئی اور رعد جادو نے سر نکالا۔ جہاں برق لامع لوٹ رہی تھی' وہیں پر رعد نکلا اور اس طرح کی چیخ ماری کہ ہزاروں بجلیاں ایک ہی بار گریں۔ برق لامع ساحرہ زبردست تھی' نہیں تو سر پھٹ جاتا' لیکن بے ہوش ہو گئی اور برق محشر چمک کر اڑ گئی۔ وہاں سے کڑکڑا کر اور تڑپ کر چاہتی ہے کہ برق لامع پر گرے' لیکن اس کو بھی ایک پنجہ اٹھا کر لے گیا۔ رعد نے اس کے لشکر سے نکل کر پھر چیخ ماری کہ بہت ساحروں کے سر پھٹ گئے اور بہت سے بے ہوش ہوئے۔ اس وقت برق محشر چمک کر گرنے لگی۔ جس پر گری' دو ٹکڑے ہوا۔ برق لامع کی فوج پسپا ہوئی۔ یہ ماجرا دیکھ کر حیرت نے فوج کے سرداروں کو حکم دیا کہ اس کو روکو۔ ادھر مہ رخ آگے بڑھی۔ حیرت اور مہ رخ کے لشکر آپس میں مل گئے۔ سحر چلنے لگا' لیکن رعد دم بدم زمین سے نکل کر چیختا تھا اور برق محشر گر رہی تھی۔ ایک تہلکہ عظیم پڑا ہوا تھا۔ تارنج اور ترنج چلتا تھا۔ کسی

طرف سے ملکہ بہار نے عالم بہار ظاہر کر کے ساحروں کو دیوانہ بنا دیا تھا کسی سمت سرخ مو نے زلفیں کھول کر ہزاروں ستارے گرائے تھے۔ کہیں ذفرمان نے آفت برپا کی تھی کسی جگہ شکیل نے لاش پر لاش گرائی تھی۔

ملکہ حیرت نے یہ آفت دیکھ کر طبل امان بجا دیا اور آپ آسمان کی طرف اڑ گئی۔ وہاں سے سحر کیا کہ دریائے آتش جوش مار کر آیا۔ آسمان کی سمت سے آگ برسنے لگی۔ مہ رخ نے بھی طبل آسائش بجوایا۔ حیرت نے دریا کو ٹھنڈا کیا اور لشکر کو لے کر پھری۔ مہ رخ بھی بارگاہ میں داخل ہوئی۔ برق مشرر اور رعد جادو نے آ کر نذر دی۔ سب سے ملے۔ مہ رخ نے خلعت فاخرہ عنایت کیا اور رعد کو اپنے گلے سے نو لاکھ روپے کی قیمت کا ہار اتار کر پہنایا۔ عہدہ افسری دیا۔ جشن کرنے کی تیاری ہوئی۔ اور دونوں کی دعوت کی۔ ناچ ہونے لگا۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا۔

یہاں تو ہنگامہ عیش و نشاط ہے۔ لقا کے لشکر میں علم شاہ مسحور ہو کر آ گئے ہیں۔ حسینہ جادو کے عاشق ہیں۔ حسینہ نے بختیارک کے مشورے کے مطابق طبل جنگ بجنے کا حکم دیا تھا۔ غرض ایک روز شام کے وقت لقا کے لشکر میں علم شاہ کے نام پر طبل رزم پر چوٹ پڑی۔ ہرکاروں نے یہ خبر لشکر اسلام کے بادشاہ تک پہنچائی۔

شہنشاہ سعد بن قباد نے نقارہ رزمی بجوایا۔ دلاور اور بہادر سامان جنگ کرنے لگے۔ اسلحہ خانے کھل گئے۔ ہتھیار پسند کر کے نکالے۔ ہر ایک نے زیب تن فرمائے۔ گھوڑے کی زین کو درست کیا۔ چار پہر رات تک یہی مشغلہ رہا۔ علی الصباح شاہ اسلام عیش محل سے برآمد ہوئے۔ سرداروں کا مجرا ہوا۔ حضرت جمجاہ سیاہ گھوڑے پر سوار ہو کر تخت پر تاج کو رکھ کر، کوتل ہمراہ لے کر، تمام لشکریوں کے ساتھ میدان جنگ میں داخل ہوئے۔

اس جانب لقا، علم شاہ اور حسینہ کو لے کر، بلا کی مانند نازل ہوا۔ لقا کے تخت کے پہلو میں ایک پری پیکر گھوڑے پر علم شاہ سوار تھے۔ ان کے پس پشت تمام سردار سالار تھے۔ حسینہ بڑی بن ٹھن کر آئی تھی۔ سحر صورت زیبا بنائی تھی۔ غرض میدان کو درست کیا۔

پست کو ہموار بنایا۔ بلند کو کھود ڈالا۔ پھر صف آرائی شروع ہوئی۔

علم شعلہ نے لقا سے اجازت حرب لے کر گھوڑا اٹھایا اور میدان جنگ میں پہنچ کر دلاوران اسلام کو للکارا: "تم میں سے جس سے حوصلہ ہو' آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔" لشکر اسلام اس نہیب سے رونے لگا اور کہا: "ہم اپنے شہزادے کو قتل کرنے نہ جائیں گے۔ اس وقت دانائے دولت آرائے سواد اعظم ملک پرستان' رکن رکین لشکر اسلام' دل و جان صاحبقران' جانشین امیر یعنی لندھور بن سعدان نے اپنا ہاتھی آگے بڑھایا اور بادشاہ اسلام سے اجازت لی کہ میں شہزادے کو جا کر سمجھاتا ہوں اور سامنے آیا۔

علم شعلہ نے کہا: "اے ہندی علم قدرے' تو مجھ سے مقابلہ کرنے آیا ہے۔ اچھا' کیا جنگ کے ہنر آتے ہیں۔"

لندھور نے عرض کیا: "اے شہزادہ عالی وقار' میری کیا مجال' جو آپ سے مقابلہ کروں۔ آپ آقا زادے' میں ملازم۔ لیکن حضور نے ایک عورت شعلہ' قحبہ بازاری' ساحرہ اور فاحشہ کے لئے اپنے باپ کے لشکر سے لڑنا اختیار کیا ہے۔ افسوس کہ آپ نے کچھ پاسداری نہ کی۔ شعلہ سے بھی انحراف کیا۔"

علم شعلہ نے یہ باتیں سن کر' غضبناک ہو کر للکارا: "اے ہندی تو نے اپنی مالکہ افسر یعنی میری ناموس محترمہ کو گالیاں دیں دیکھ تو سہی' میں تیرا کیا حال کرتا ہوں۔" کہہ کر ایک تیغہ لندھور کے سر پر مارا۔ اس نے ہاتھ کی تھپکی دی کہ تیغہ پھٹ پڑا۔ علم شعلہ نے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ کش مکش کے زور جو ہوئے' گھوڑے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئے۔ دونوں کود پڑے اور دامن' گردان' آستینیں چمٹا کر باہم لپٹے۔ کشتی شروع ہوئی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو تنومند ہاتھی یا اہرمن مست سر ٹکرا رہے ہیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر حسینہ جادو نے سحر کیا کہ لندھور کی طاقت جاتی رہی۔ معلوم ہوا کہ جیسے ہاتھ پاؤں کا دم نکل گیا۔ اس وقت علم شعلہ نے چاروں شانے چت کر

دیا اور مشکیں باندھ کر لقا کے لشکریوں کے سپرد کیا۔ یہاں لشکر اسلام کے سردار جس جگہ پر مقید ہیں' وہیں لندھور کو بھی قید کیا اور امیر کو عیار پہلے ہی غار میں بند کر آیا ہے۔ علم شاہ کو روکتا کون۔ یہ تیغہ کھینچ کے لشکر امیر پر آ گرے۔ جو سردار کہ قید سے بچے ہیں' ناچار وہ لڑنے لگے۔ بادشاہ اسلام نے بھی گھوڑا اٹھایا۔ لقا کا لشکر بھی چلا۔ شاہ اسلام نے نعرہ کیا۔ دونوں لشکر آپس میں شمشیر زنی کرنے لگے۔ اسلحے کی چقا چاق اور شور ہائے ہو بلند ہوا۔

سرداران اسلام علم شاہ کی رعایت کرتے ہیں۔ یعنی ان پر زخم نہیں لگاتے ہیں اور انہوں نے ہر ایک کو زخمی کیا ہے اور لشکریوں کو جان سے مارا ہے۔ بادشاہ اسلام بھی ان کے ہاتھ سے زخمی ہوئے۔ آخر لشکر نے شکست کھائی اور لوگ بادشاہ کو ہوا دار پر ڈال کر بھاگے۔ عیاروں نے جانبازی کر کے ناموس صاحبقرانی کو سوار کر لیا اور ایک پہاڑ پر چڑھ گئے۔ سب سردار بادشاہ کو لے کر دامن کوہستان میں وارد ہوئے۔ خیمے' ڈیرے بارگاہ وغیرہ سب چھوٹ گئی۔ علم شاہ نے آ کر بارگاہ سلیمانی پر قبضہ کر لیا اور جب کسی کو اپنے مقابل نہ پایا' بارگاہ اکھڑوا کر' طبل بازگشت بجا کر پھرے اور کہا: "میں کل اس پہاڑ پر حملہ کروں گا جہاں لشکر اسلام پناہ گزیں ہے اور ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

الغرض لقا علم شاہ کے سر پر سے زر نثار کرتا ہوا' بارگاہ میں داخل ہوا۔ لشکر نے کمر کھولی۔ جشن ہونے لگا۔ علم شاہ نے کہا: "میں بارگاہ سلیمانی لے آیا ہوں۔ میرا عقد حسینہ سے ہو جائے۔ عنقریب حمزہ کا سر بھی لاؤں گا۔" ادھر حسینہ بھی شہزادے کے وصل کے لئے بے قرار تھی۔ اس نے بھی بختیارک سے کہا: "اب تامل نہ کرو۔ میرا نکاح کر دو۔"

بختیارک نے کہا: "اے ملکہ' تم نے جلدی کر کے کام بگاڑا۔ خیر آج تیاری کرو تاکہ عقد ہو جائے اور اس کے وصل سے تم مسرور ہو۔" یہ سن کر حسینہ باغ میں آئی۔ اپنے ملازموں کو آرائش و زیبائش کا حکم دیا۔ انہوں نے نہروں کا پانی چھلکایا۔ درختوں

کی سر تراشی کی۔ بادہ دری کو آراستہ کیا۔ سامان نشاط مہیا کر دیا۔ بارگاہ سلیمانی میں علم شاہ کے لئے بزم نشاط کو ترتیب دیا۔ طائفے حاضر ہوئے۔

علم شاہ خلعت فاخرہ پہن کر' سہرا باندھ کر دولہا بنے ہوئے تخت پر جلوہ گر تھے۔ مئے ارغوانی کا دور چلتا تھا۔ ہنگامہ نشاط گرم تھا۔ ان کو تو اس مزے میں چھوڑیئے اور لشکر امیر کا ذکر سنئے کہ بادشاہ زخمی حالت میں پہاڑ پر بے ہوش پڑے ہیں اور اردگرد امرائے سلطنت سب کے سب زخمی ہیں جب بادشاہ کو ہوش آتا ہے' فرماتے ہیں کہ مجھے گھوڑے کی پیٹھ پر باندھ کر' حریف کے لشکر میں جانے دو کہ اس بے عزتی سے لڑنا اور جان دینا بہتر ہے۔ ایک عمرو کے نہ ہونے سے لشکر اسلام پر یہ آفت ہے۔ ہم کے سبھی عیار جمع ہیں' لیکن کسی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔"

یہ طنزیہ کلمہ مشتر بن مشتر چالاک بن عمرو کو برا معلوم ہوا اور دل سے مشورہ کیا کہ چل کر اپنی جان دے دے یا اس قحبہ حسینہ کو مار ڈالے۔ یہ سوچ کر اسباب عیاری سے آراستہ ہو کر روانہ ہوا۔ جب لقا کے لشکر میں پہنچا' علم شاہ کی شادی کی دھوم دیکھی۔ خدمت گار کی صورت بن کر ایک شخص سے پوچھا: "کس کی شادی ہے؟"

اس نے حسینہ کے عقد کا سب ماجرا بیان کیا اور کہا: "حسینہ باغ سے بیاہ کے آئے گی۔"

چالاک باغ کا پتا پوچھ کر چلا۔ باغ کے قریب پہنچ کر' اپنی صورت ایک ساحر کی بنائی۔ پورے جسم پر چندن کے ٹیکے لگائے۔ بال فتیلہ بٹ کر' جٹائیں خاک آلودہ کر کے لٹکائیں۔ سامری و جمشید کی تصویریں کمر تک باندھیں' چتبری دھوتی باندھ کر ہیرے کی ایک تختی ماتھے پر اس طرح سے جڑی کہ معلوم ہوتا تھا' گویا ماتھا ہیرے کا ہے اور اس تختی پر کندہ کیا ہے۔ "مصاحب خاص افراسیاب جادو۔" ہاتھوں میں ترسول اور آتشیں منقل لے کر باغ کے اندر آیا۔ جس نے پوچھا کہ آپ کون ہے' کہا: "افراسیاب کے پاس سے آیا ہوں۔" لوگوں نے بڑھ کر حسینہ کو خبر کی۔ یہ قحبہ عروسی سے باہر نکل آئی اور استقبال کیا۔ بادہ دری کے اندر لائی۔ کہا: "تشریف رکھئے۔"

چالاک نے کہا: "کہیں بیٹھنے کا حکم نہیں۔ یہ نامہ تمہیں شہنشاہ نے دیا ہے اس کا جواب

لکھ دو۔" یہ کہہ کر ایک نامہ نکال کر دیا۔ حسینہ نے پڑھا۔ لکھا تھا کہ "مرحبا" کیا کہنا۔ اے حسینہ، تم نے بڑا کام کیا کہ حمزہ کے لشکر کو برباد کیا۔ ہم باغ سامری میں سیر کو گئے تھے۔ وہاں سے تھوڑا میوہ لائے تھے۔ اپنے سب ملازموں کو تقسیم کیا تھا۔ تھوڑا سا تمھیں مکار جادو کے ہاتھ بھیجا ہے۔ یہ میوہ کھانے سے عمر بڑھتی ہے، کیونکہ باغ سامری میں بڑی بڑی کرامت ہے۔ تمھیں چاہیے کہ اس میوے کو ہمارے سر کی قسم، جس وقت پہنچے، اسی وقت کھانا۔ ان لوگوں کو جو تمہارے مصاحب خاص ہیں، میوہ کھاتے وقت رکھ لینا اور باقی کو ہٹا دینا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی ناپاک ہو اور اس کا پرچھاواں پڑ جائے اور بے ادبی ہو۔ اب تم لڑائی بہت جلد فتح کر کے یہاں آؤ تو ملک و مال اور زیادہ عطا کیا جائے۔ نامہ ختم۔ والسلام۔"

حسینہ یہ مضمون پڑھ کر خوش ہوئی۔ سب کنیزوں سے کہا کہ تم، باغ کے باہر جا کر ٹھہرو اور چند انیسوں کو اپنے پاس رکھ لیا، لیکن ان سے بھی کہہ دیا کہ اگر نجس ہو تو یہاں نہ ٹھہرو۔ اس انتظام کے بعد کہا: "اے مکار جادو لائیے، میوہ دیجیے۔" چالاک نے اپنی کمر سے بہت سا میوہ، نہایت خوش رنگ و آبدار، تر و تازہ نکالا اور چنگیری منگا کر اس میں چنا۔ پہلے آپ ڈنڈوت کی۔ پھر حسینہ کو دیا۔ اس نے بھی سر پر رکھا اور کہا "شہنشاہ کی کیا عنایت ہے۔ ہر حال میں اپنی کنیزوں کا خیال رکھتے ہیں اور چونکہ شہنشاہ نے خط میں اپنے سر کی قسم لکھی ہے کہ ابھی میوہ کھاؤ، لہٰذا اے مکارا میں تمہارے سامنے کھاتی ہوں، تم شہنشاہ سے عرض کر دینا۔" یہ کہہ کر وہ میوہ آپ بھی کھایا اور انیسوں کو بھی کھلایا۔ کھاتے ہی سب بے ہوش ہو گئیں اور چالاک نے سب کے سر کاٹ ڈالے۔ حسینہ کو بھی ذبح کیا۔ ان کے مرتے ہی شور و غل برپا ہوا۔ تاریکی چھا گئی ساحر اور جادوگرنیاں باغ کے باہر دوڑیں، لیکن چالاک نے اسی تاریکی میں حسینہ کے گلے سے امیر کی حرز ہیکل اتار لی اور باغ کی دیوار پھاند کر روانہ ہو گیا۔ ساحر بھی گھبرا کر بھاگے۔ ہنگامہ برپا ہوا۔

ادھر بارگاہ سلیمانی میں علم شاہ جو دولہا بنے بیٹھے تھے، حسینہ کے مرنے سے ان پر سے سحر اتر گیا اور لمحہ بھر کے لئے بے ہوش ہو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی، دیکھا میں لقا کے دربار میں بیٹھا ہوں اور میری وضع زمرد پرستوں کے مانند ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے اہل دربار سے پوچھا: "میں کس حال میں ہوں۔" انہوں نے کہا، آپ کی شادی ہے اور آپ نے خداوند کو سجدہ کیا ہے۔ عشق کا سارا حال اور ان کا لٹنا، شروع سے آخر تک سب بیان کیا۔ علم شاہ غضب ناک ہو کر اٹھا، افسوس کہ اس کافر نے مجھ ایسے مجاہد سے، لشکر اسلام کو قتل کرایا اور خود کی پرستش کرائی۔ پس شمشیر کھینچ کر نعرہ کیا۔

لقا کی بارگاہ میں شمشیر زنی شروع ہوئی۔ غلغلہ جو ہوا، امیر کے سردار ایک خیمے میں مقید تھے۔ ان پر سے بھی سحر، حسینہ کے مرنے کے باعث، اتر گیا تھا۔ علم شاہ کا نعرہ سن کر لندھور اور ہاشم تیغ زن وغیرہ آہنی قید توڑ کر، ہتھکڑی، بیڑی پھینک کے نکلے۔ دربانوں کو مار کر، اسلحہ لے کر بارگاہ کی طرف دوڑے۔ علم شاہ بھی لڑتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔ لشکر لقا جو باہر اترا ہوا تھا، اس پر گرے۔ فوج جلدی جلدی کمر بندی کرنے لگی، لیکن انہوں نے ہزاروں کو دم بھر میں قتل کیا۔ ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اس عرصے میں چالاک نے پہاڑ پر جا کر لشکر اسلام کو اس حال کی اطلاع دی۔ جو سردار کہ بہت زخمی نہ تھے، وہ فوج تیار کر کے آ گرے۔ راوی کہتا ہے کہ امیر حمزہ کو عیار جو غار میں بند کر آیا تھا۔ ایک روز کے بعد وہ ہوشیار ہوئے۔ غار کے منہ پر سے پتھر ہٹا کر باہر نکلے، لیکن راہ بھول کر کوہستان میں پھرا کئے۔ دو روز کے بعد ایک گلہ کش کو اجرت دے کر صحرا سے ہمراہ لیا، اور اس وقت لشکر کے قریب پہنچے، جب سردار اور علم شاہ، لقا کی فوج سے لڑ رہے تھے کہ یہ بھی آ کر حملہ آور ہوئے اور اسم اعظم پڑھا کہ حسینہ کے ساحروں کے سحر کا کچھ اثر نہ ہو سکا۔ بڑھ کر تلوار چلنے لگی۔ سر کاسہ گدائی کی مانند ٹھوکریں کھانے لگے۔

آخر لقا شکست کھا کر کوہ عقیق کے قلعے میں چلا گیا۔ ساحر طلسم کی طرف بھاگے اور بہت سے مارے گئے۔ امیر نے حریف کا تمام اسباب لوٹ لیا' اور بارگاہ سلیمانی جہاں پہلے استادہ تھی' وہیں برپا کرائی۔ لشکر اترا۔ بازار کھل گئے۔ پہاڑ پر سے ناموس اور بادشاہ وغیرہ سب داخل لشکر ہوئے۔ ہر ایک کی زخم دوزی ہوئی۔ چالاک نے حرز ہیکل امیر کو دی۔ امیر نے اسے خلعت دیا۔ اس طرف بختیارک نے سلیمان سے پھر عرضی لکھوائی کہ اے افراسیاب اب اپنے خداوند کی مدد کے لئے کسی اور کو روانہ کرو' اس لیے کہ حسینہ نے خداوند کی یہ خطا کی کہ وہ حمزہ کے بیٹے پر عاشق ہوئی۔ لہٰذا خداوند نے اس کو غارت کر دیا۔ اب خداوند منتظر ہیں۔ حکم کی جلد تعمیل بجا لائیے۔

یہ نامہ لکھ کر پہاڑ پر رکھوا کر نقارہ بجوایا۔ پنجہ پیدا ہوا۔ عرضی اٹھا لے گیا' لیکن طلسم کا حال سنئے کہ پنجہ برق لامع کو اٹھا کر افراسیاب کے پاس باغ سیب میں لایا۔ اس نے رد سحر کر کے اسے ہوشیار کیا اور اس کا حال زبانی سن کر' فرط ندامت سے سر دھنا۔ برق لامع کو اس کے ملک کی سمت رخصت کیا۔ اور چاہا کہ برق چشمک زن کو طلب کر کے مہ رخ کے مقابلے کے لئے روانہ کریں اس وقت ایک زبردست ساحر' آفت جادو' مقرب بارگاہ شاہی' سردار ذی احترام' شاہ کے حال پر ہنس پڑا۔ افراسیاب رنجیدہ بیٹھا تھا۔ اس کو بے جا ہنستا دیکھ کر غصے سے فرمایا: "اے بے ادب' بجائے افسوس کرنے کے' اپنے مالک کے حال پر ہنستا ہے۔"

آفت جادو نے کہا: "اے بادشاہ' عمرو اور مہ رخ کے اقبال کو دیکھ کر ہنستا ہوں کہ ان کے ہاتھ سے سامری و جمشید کے کیسے کیسے جاں نثار ملازم ذلت اٹھاتے ہیں اور بھاگ بھاگ آتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عمرو پر فتح یاب ہونا بہت مشکل ہے۔"

افراسیاب ان فضول باتوں سے آگ بگولا ہو گیا اور کہا: "بدنیت' نالائق دور ہو۔ آج سے دربار میں نہ آنا۔ تو حریف کی شان و شوکت بیان کر کے میرے اہل دربار کی دل شکنی کرتا ہے۔ راہ راست کے خلاف اقدام کرتا ہے۔"

آفت معزز ساحر ہے۔ اسے سخت باتوں کی تاب نہ آئی اور بولا: "اے افراسیاب اسی غرور سے سامری نے تجھ پر یہ بلا نازل کی ہے۔ ان ذلتوں کو بھی اٹھا کر تو باز نہیں آتا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ تو عمرو کو قتل نہ کر سکے گا۔ مجھے تو اس کا دین بھی سچا معلوم ہوتا ہے۔"

افراسیاب نے کہا: "معلوم ہوا کہ تو بھی عمرو کا شریک ہے' جبھی اس کی تعریف و طرفداری کرتا ہے۔ خیر اس بد زبانی کا مزا بھی تجھے چکھاتا ہوں۔ دیکھوں کہ عمرو تجھے کیونکر بچاتا ہے۔" یہ کہہ کر اپنے ملازموں کو' کہ ہزاروں ساحر اس وقت دربار میں حاضر تھے' حکم دیا کہ اس گستاخ کو گرفتار کریں۔ ساحر آفت کو گرفتار کرنے کے لئے اٹھے۔ اس نے بھی چاہا کہ سحر کرے۔ لیکن یہ تنہا تھا۔ وہ بہت تھے۔ کچھ بس نہ چلا۔ ساحروں نے فوراً گرفتار کر لیا۔ افراسیاب نے حکم دیا کہ اسے دریائے خون رواں کے پاس لے جاؤ اور طلسم ظاہر میں گنبد نور کے سامنے جو وسیع میدان ہے' وہاں لکڑیوں کا انبار کر کے اسے مہ رخ کے لشکر کے سامنے جلا دو کہ وہ بھی اس کا حال خراب دیکھے اور وہاں تک عیار وغیرہ سب آ سکتے ہیں۔ دیکھوں کہ اس کو کیونکر چھڑا لے جاتے ہیں آج شب بھر یہ تیرہ روزگار اسی میدان میں قید رہے۔ کل صبح کو ما بدولت بھی گنبد نور پر' جدھر مہ رخ کا لشکر دکھائی دیتا ہے' اس طرف کے کمرے میں آ کر بیٹھیں گے اور اس کے جلنے کا منظر اور اس کے مددگاروں کا حسرت کرنا ملاحظہ کریں گے۔ یہ حکم سن کر کئی ہزار ساحر آفت کو گرفتار کر کے اپنی حفاظت میں لے چلے۔ تمام طلسم باطن میں غلغلہ پڑ گیا۔ آفت کے گھر میں بھی یہ خبر پہنچی۔ اس کی زوجہ ملکہ بلائی سحر افگن جادو کئی سو کنیزوں کے ہمراہ روتی پیٹتی چلی کہ اپنے شوہر کا آخری دیدار کر لوں اور آفت کے جتنے دوست اور ملازم ہیں' وہ سب روتے پیٹتے' پریشان' چاک گریباں رواں ہوئے' لیکن شاہ طلسم کے خوف سے کوئی پاس نہیں جاتا ہے' بلکہ سب دور دور چلے آتے ہیں جس وقت کہ اس کی قید دریا سے پار اتری۔ سارے طلسم ظاہر میں

غلغلہ پڑ گیا اور طائران سحر نے خبر جا کر حیرت کو پہنچائی۔ یہ بھی سوار ہوئی کہ چل کر دیکھوں۔ سب افسران فوج ساتھ ہوئے۔ طلسمی نقارے بجنے لگے۔ منادی نے ندا کی کہ جو شخص شہنشاہ طلسم سے سرکشی کرے گا' اس کا بھی یہی حال ہو گا۔ ہوتے ہوتے یہ خبر مہ رخ کے لشکر میں بھی پہنچی۔ مہ رخ نے سنا کہ آفت جادو ہماری محبت میں جلایا جاتا ہے۔ عمرو نے بھی سنا۔ سب کے سب بے قرار ہو گئے۔ مہ رخ نے نفیر سحر بجائی۔ کل لشکر تیار ہوا چاہا کہ جا کر آفت کو چھین لاؤں۔ مگر عمرو نے کہا: "اے ملکہ! بادشاہ طلسم کی فوج سے اگر تم مقابلہ کر سکتیں تو ہم پھر شاہ طلسم کو قتل نہ کر ڈالتے۔ یہ مصیبت کیوں اٹھاتے۔ بھلا تم کیوں کر آفت کو چھین لاؤ گی۔ اس سے بہتر ہے کہ سرداران لشکر بزور سحر کچھ زمین میں غرق ہو جائیں اور کچھ آسمان کی طرف اڑیں اور چھپ کر موقع پر ٹھہریں۔ جب میرے نعرے کی صدا سنیں اور افراسیاب کو بے ہوش دیکھیں' اس وقت قتل و غارت کا آغاز کریں۔ تھوڑا لشکر یہاں رہے اور تھوڑا سرداروں کے ساتھ جائے اور کمیں گاہ میں بیٹھے اور یہ سب انتظام تم رات کی تاریکی میں کرنا۔ اتنا دن جو باقی ہے۔ اسے گزرنے دو' وقت حال کھل جائے گا' لیکن میں ابھی سے جاتا ہوں اور عیاری کی فکر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عمرو روانہ ہوا اور صحرا میں پہنچ کر بگل عیاری بجائی۔ سب عیار ایک جگہ جمع ہوئے۔ اس نے سارا حال کہا۔ سب نے عمرو سے بیان کیا کہ ہم یہ یہ عیاری کریں گے۔ عیاروں نے جو جو عیاریاں بیان کیں' وہ عمرو نے پسند کیں کہ ان کا حال آئندہ مذکور ہو گا۔ سب عیار چلے۔ عمرو بھی ایک سمت روانہ ہوا اور اس طرف ساحران غدار' آفت جادو کو ہمراہ لئے ہوئے' اسی میدان میں پہنچے۔ حیرت بھی آئی اور ایک طرف ٹھہری' چونکہ افراسیاب کا حکم تھا کہ شب بھر مقید رکھ کر ایندھن کا انبار لگا' اس وجہ سے جب ماتم کدہ دہر میں عروس روزگار نے سیاہ لباس پہنا اور شام غم نے منہ دکھایا' آفت جادو کے لئے چوکی اور پہرا مقرر ہوا۔ ایک طرف حیرت کا خیمہ استادہ ہوا۔

یہ بھی فروکش ہوئی۔

ایک ساحر تدبیر جادو نام، جنگل کٹوا کر، ہر سمت سے لکڑیاں منگوا کر انبار کرنے لگا۔ لشکر کا گشت ہر طرف پھرتا تھا۔ اس طرف مہ رخ نے خواجہ عمرو کی نصیحت کے مطابق نصف فوج کو ہمراہ لیا اور مخفی راستے سے روانہ ہوئی۔ اس بیابان کے قریب پہنچ کر ساحر زمین و آسمان میں چھپے۔ کمین گاہ میں ٹھہری، لیکن جو عیار مشورہ کر کے چلے تھے، ان میں سے برق فرنگی، جب اس میدان کے قریب آیا، اس نے تدبیر جادو کو لکڑیوں کی تدبیر کرتے دیکھا۔ اپنی صورت ایک آوارہ کش کی بنائی اور تبر کاندھے پر رکھ کر، تدبیر کے سامنے آیا اور کہا: میں ایک درخت کاٹ رہا تھا۔ اس میں سے شعلہ نکلا اور وہ شعلہ پری بن کر ناچنے لگا۔ میں بھاگا۔ آپ بھی چل کر دیکھئے تدبیر جادو کو تعجب ہوا اور برق کے ہمراہ چلا۔ برق اس کو تنہائی میں لایا اور حباب بے ہوشی اس کے منہ پر لگا کر اسے بے ہوش کر دیا اور کپڑے اتار کر، غار میں بند کر کے، اس کی صورت آپ بن کر آیا اور ہر سمت لکڑیاں جمع کرنے کا انتظام کرنے لگا۔ اب لکڑیوں کو اس طرح انبار کرایا کہ انبار کے بیچ میں خلا رکھا، ایسا کہ اگر چاہیں تو دو تین آدمی اس خلا میں اتر کر جدھر چاہیں، چلے جائیں۔

یہ تو اس کام میں مصروف ہے کہ قران بھی یہاں آیا اور لکڑیوں کا انبار دیکھ کر ایک جگہ جنگل میں بیٹھ کر نقب کھودنے لگا کہ لکڑیوں کے نیچے جا کر نکلوں۔ اس وقت ضرغام اور جانسوز بھی آئے اور ساحروں کی صورت بنا کر لکڑیوں کے ڈھیر پر بے ہوشی آمیز روغن ڈالنے لگے۔ یہ سب تو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں، لیکن عمرو کا ذکر سنئے کہ یہ جو مشورہ کر کے چلا۔ دریائے خون رواں کے کنارے کنارے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک باغ کے قریب آیا۔ دیکھا کہ گلشن نگاریں ہے۔ رشک دہ فردوس بریں ہے۔ درخت سرکشیدہ و بلند ہیں۔ لیکن ہر طرف اداسی چھائی ہے۔ ہر ایک گل کا گریباں چاک ہے، نہ وہ رعنائی ہے نہ زیبائی ہے۔

عمرو جب باغ کے اندر پہنچا۔ ایک گوشے میں ٹھہر کر نظارہ کرنے لگا۔ عجب معاملہ نظر

آیا' یعنی ملکہ بلاں سحر افگن آفت جادو کی زوجہ' جو شوہر کے غم میں گھر سے چلی تھی۔ طلسم ظاہر میں یہ باغ اس کی سیرگاہ ہے۔ اس لئے یہاں ٹھہری ہے کہ شب بھر رنج و ماتم و نوحہ و شیون کرے' اور صبح کو اپنے شوہر کے پاس جا کر اپنی بھی جان دے دے۔ لہٰذا عمرو نے دیکھا کہ کئی سو عورتیں سیہ پوش ملکہ کو گھیرے' گریہ و بکا میں مشغول ہیں اور بیچ میں وہ غیرت مہ تاباں رنج و الم میں مبتلا' اپنے شوہر حزیں کو یاد کر کے بلبلاتی ہے اور روتی ہے۔

عمرو نے جو اسے بین کرتے سنا' سمجھا کہ یہ آفت جادو کی زوجہ ہے۔ فوراً گوشہ باغ میں چھپ کر اپنی صورت ایک ضعیفہ عورت کی بنائی۔ سر سفید' جھکی کمر' لکڑی ہاتھ میں لئے' روتی ہوئی "ہائے اے فرزند" کہتی ہوئی اس نازنین کے سامنے پہنچی اور سر سے پاؤں تک بلائیں لیں۔ گلے لگ کر خوب روئی اور کہا: "میں آفت کی کھلائی ہوں۔"

غرض رونے پیٹنے کے بعد کہا: "اے ملکہ' باغ کے دروازے تک تم تنہا میرے ساتھ چلو۔ میں تمہارے شوہر کو رہائی دلانے کے لئے' ایک تدبیر کو جاتی ہوں۔ تم بھی وہ کیفیت سن لو۔"

بلاں سب کو چھوڑ کر' بڑھیا کے ساتھ اکیلی چلی عمرو نے اس کو تنہائی میں لا کر حباب بے ہوشی مارا کہ بے ہوش ہو گئی۔ پس اس کا لباس لے کر اس کی صورت اپنی بنائی اور اسے زنبیل میں رکھ لیا۔ وہاں سے جب پھر کر اسی جگہ آیا کہ وہ کنیزیں کھڑی تھیں۔ کنیزیں' انیسیں' جلیسیں قدم پر گر کر سمجھانے لگیں کہ اے نازک بدن یہ تیرا سن سال جلنے کے قابل نہیں۔ سامری جمشید کا واسطہ' اس ہوس کی آگ کو دل سے بجھا۔

بلاں نے جواب دیا۔

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اسے زندگی جگ میں بھاری لگے

ساری عمر آتش فراق میں جلنے سے یہ بہتر ہے کہ اپنے دلدار کے ساتھ جل کر ٹھنڈی ہوں

لازم ہے سوز عشق کا شعلہ عیاں نہ ہو
جل بجھے اس طرح سے کہ مطلق دھواں نہ ہو

یہ کہہ کر زار زار روئی اور پکاری

آہ کروں تو جگ جلے اور جنگل جل جائے
یہ پاپی جیا مانا جلے کہ جی میں آہ سمائے

اور کنیزوں کو حکم دیا کہ لاؤ اسباب ساعری، کہ اس رات کو سامان آخری اور وصال جاودانی کر لیں اور ملاقات روحانی کے لیے آراستہ ہو لیں۔ کنیزیں لباس و زیور کی کشتیاں سامنے لائیں۔ ہلال نے اپنی زلفوں کو سنوار کر اور بالوں کو بکھیر کر پشت پر ڈالا۔ ہر بال میں موتی پرویا۔ مسی کی دھڑی اور پان کا لاکھا جمایا۔ سر سے پاؤں تک سرخ لباس زیب تن فرمایا۔ شعلہ آتش عشق کو دونا بھڑکایا۔ گات کو ابھار کر، جوبن کا عالم دکھا کر دل عاشق کو بیتاب بنایا۔

الغرض جب اس طرح آراستہ و پیراستہ ہو چکی۔ خوش رو اور گل بو کنیزوں نے ستی کی پوجا کی اور پھولوں کے ہار، مٹھائیوں کے دونے اس نازک بدن کے گرد ڈھیر کر دیے۔ ملکہ تخت پر سوار ہوئی۔ کہاروں نے تخت اٹھا لیا۔ ہلال نے قہقہہ لگایا اور پڑھا۔

بسنت کھیلت اب چلی ہے سائیں کے دوار

ایک ناریل لیے، دم بدم اس کو اچھالتی روانہ ہوئی۔ جدھر سے وہ تخت نکلا۔ تمام ساحران طلسم رعایا سب کا مجمع ساتھ ہوا۔ ہر ایک مراد اور منت مانگنے لگے۔ پوجا ہونے لگی۔

ستی کے ہاتھ سے پرساد کے طلب گار تھے کہ انہیں دے۔ اور ستی جب خلق کا مجمع زیادہ دیکھتی تھی۔ تخت ٹھہرا کر دنیائے دوں کی مذمت ہر ایک کو سناتی۔ ہر ایک سے گیان دھیان لگانے کی تاکید کرتی کہ بچہ، جو اپنے ہر سے پریت کرے اور گھٹ میں جس کے وہ بسے، ہردے میں سمائے، تن من اسی کے نام پہ سونپے۔ اس کو پران چھوڑنا آسان ہو۔ جب چولا چھوٹے، تب سکھ پائے۔ سنسار میں پریت کی ہر کی اچھا سنجوگ ہے۔ جس سے ہر دم ہر سے بھینٹ رہے۔ ایک ہو جائے۔

تخت کے سامنے ڈفلی اور بانسری بجتی تھی۔ ستی کسی کو پھول توڑ کر دیتی۔ کسی کی خاک پوجا پر کی اگیار کے حوالے کرتی۔ نصیحت آموز کلام کرتی روانہ تھی۔ صبح ہوتے ہوتے ستی اسی میدان میں، جہاں لکڑیوں کا ڈھیر ہے، پہنچی۔ اور افراسیاب بھی اپنی خواب گاہ سے اٹھ کر گنبد نور پر آ کر جلوہ گر ہوا۔ اس طرف آفت جادو مصیبت میں مبتلا بہ توجہ قلب سے بارگاہ خداوند میں فریاد کر رہا تھا کہ خداوندا، میں بھی مہ رخ کی طرح مطیع اسلام ہوا ہوں۔ مجھ پر سے اس مصیبت کو دور کر دے۔ اور خاصان خدا کا واسطہ دلایا۔ دعا کر رہا تھا کہ یکایک ہنگامہ ہوا اور ستی کا تخت وہاں آیا۔ ساری خلقت اسی طرف چلی اور تخت کو گھیرا۔ پوچھنا شروع کیا کہ ہمارے یہاں اولاد کب ہو گی۔ کسی نے کہا میں محتاج ہوں۔ مجھے دھن دولت کب ملے گی۔ اسی طرح سب سوال کرتے تھے اور ستی سے جواب پاتے تھے۔ کہ اس غلغلہ کو دیکھ کر افراسیاب نے ساحران دربار سے حال پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ایک نے عرض کی کہ آفت جادو کی زوجہ شوہر کے ساتھ جلنے آئی ہے۔ یہ سن کر اس نے بھی ستی کو اپنے روبرو طلب کیا۔ اس کے جمال دلفریب کو دیکھ غش کر گیا۔ بہت سمجھایا کہ: "اے نازنین، ملک و مال لے، مجھے اپنا شیدا جان کر جلنے سے باز آ۔"

اس ماہ وش نے جواب دیا: "اے بادشاہ، جب اس بدن کی آگ ٹھنڈی ہو، تب چولا سکھی

رہے۔ ان دھن دولت بھی سب خاک ہے کہ۔

لکڑی جل کوئلہ بھئی اور کوئلہ جل کر راکھ
میں پاپن ایسی جلی، نہ کوئلہ بھئی نہ راکھ

یہ کہہ کر تخت سے کود کر آفت جادو کے پاس آئی۔ اس کو شہنشاہ کے حکم کے مطابق لکڑیوں کے انبار پر بٹھا چکے ہیں کہ ستی نے وہاں پہنچ کر اس کو گود میں لیا۔ اس وقت ساحروں نے آ کر ستی کے ہاتھوں پر کاجل پار کر امتحان لیا کہ یہ جل جائے گی یا عشق اس کا جھوٹا ہے۔ دیکھیں عشق کی آگ اس کے تن من کو جلا چکی ہے یا نہیں۔ غرضیکہ جب کاجل ہتھیلی پر پارا ستی بیٹھی ہنستی رہی۔ اس وقت اس میدان میں ایک انبوہ خلائق تھا۔ حیرت مع تمام ساحران ستی کے انبار کے گرد کھڑی تھی کہ یکایک ضرغام و جانسوز نے، جو انتظام کرتے تھے۔ تیل اور گھی کے کپوں میں بے ہوشی ملی ہوئی تھی، لکڑیوں پر لا کر انڈیلے اور برق نے پولا جلا کر آگ لگا دی۔ یکایک شعلہ بلند ہوا اور چار سمت سے آگ بھڑکی۔ اس وقت عمرو، جو آفت کو لیے بیٹھا تھا۔ اسے جال میں لپیٹ کر زنبیل میں رکھ کر اس غار میں کودا، جو برق نے بنایا تھا۔ جب وہ نقب پر پہنچا، وہاں قران نقب لگائے بیٹھا تھا۔ اس نے کمند مار کر عمرو کو گھسیٹ لیا اور نقب کے لیے جہاں سے نقب لگائی تھی، اس مہرے پر نکلا۔ اس عرصے میں سارے انبار میں آگ لگی اور بے ہوشی کا روغن اور منوں بے ہوشی جو اس پر پڑی تھی، اس کا دھواں کئی سو کوس تک پھیلا۔ جتنے ساحر جمع تھے۔ اور حیرت مع فوج کے، چھینکیں مار کر بے ہوش ہو کر گرے۔ اس وقت عمرو اور قران خنجر کھینچ کر دوڑے اور نعرہ بلند کر کے، ساحروں پر بے ہوش گرے اور سر کاٹنے لگے۔ ان کے سب کے نتھنوں میں دافع بے ہوشی کے پھول چڑھے ہیں کہ خود بے ہوش نہ ہو جائیں۔ پھر تو برق فرنگی، ضرغام اور جانسوز سب ساحروں کے سر کاٹتے تھے اور ان کے نعرے کی صدا سن کر مہ رخ، بہار، نافرمان

اور سرخ مو وغیرہ، کوئی زمین سے اور کوئی آسمان کی طرف سے پیدا ہو کر آفت بپا کرنے لگے۔ فولادی گولے لگاتے تھے کہ ساحروں کے سینے ٹوٹتے تھے اور ان کے مرنے سے شعلے اور زیادہ بلند ہوتے تھے۔ آندھیاں اٹھتی تھیں اور دھواں بے ہوشی کا ایسا بلند ہوا کہ افراسیاب کے کمرے میں جا کر گھسا۔ افراسیاب کمرے پر نیچے کو جھکا ہوا، یہ ہنگامہ دیکھتا تھا کہ یکایک بے ہوش ہو کر، قلابازیاں کھاتا ہوا زمین کی طرف چلا کہ زمین سے پتلے پیدا ہوئے۔ انہوں نے شہنشاہ کو روکا۔ اس عرصے میں کمرے کے اندر سب اہل دربار بھی بے ہوش ہوئے۔ لیکن مہ رخ کی فوج کمین گاہ سے جو نکلی۔ اس نے اور تمام سرداروں نے تھوڑے عرصے میں ہزاروں کیا، بلکہ لاکھوں آدمی ہلاک کئے۔

دریا سے خون جاری ہوا۔ عمرو لشکر حریف کا اسباب لوٹتا پھرتا ہے۔ جو مرتا تھا، اس کا لباس وغیرہ لیتا تھا کہ اس ہنگامہ میں پتلے آ کر، حیرت کو میدان جنگ میں سے اٹھا لے گئے اور افراسیاب کو بھی ہوشیار کر دیا۔ اس نے آنکھ کھول کر ہنگامہ محشر بپا دیکھا۔ ساری فوج کو خاک و خون میں غلطاں پایا۔ حیرت کو ہوشیار کر کے، مارے ندامت کے، پر پرواز پیدا کر کے ظلمات کی سمت چلا گیا اور حیرت جو ہوشیار ہوئی۔ اس نے سب کو ابر سحر برسا کر ہوشیار کیا اور آمادہ جنگ ہوئی۔

* * *

● خمار جادو

مہ رخ اور بہار وغیرہ سمجھیں کہ ہم گنبد نور پر جا نہ سکیں گے اور حیرت اگر دریائے خون رواں سے اشارہ کرے گی، تو دریا جادو کا ہے، ہم سب کے لیے حائل ہو جائے گا۔ پھر کوئی نہ نکل سکے گا۔ یہ سوچ کر فوراً طبل بازگشت بجا کر پھری۔ عیار بھی بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ سب قتل و غارت کر کے، خیریت سے اپنے فاتح لشکر میں پہنچے۔

بارگاہ میں داخل ہوئے۔ جشن عالی ترتیب دیا۔ اسی وقت عمرو اور سب عیار بھی آئے۔ عمرو نے آفت جادو اور اس کی زوجہ بلائی سحر افگن کو زنبیل سے نکالا۔ انہوں نے خود کو بخیریت بارگاہ میں پایا، حیران ہو کر ہر سمت دیکھنے لگے۔

عمرو نے کہا: "اے آفت، میں حق بین کر تجھ کو ایسے عذاب سے بچا کر لایا۔" پھر سارا ماجرا تفصیل سے کہہ سنایا۔ پھر تو آفت نے اٹھ، خواجہ کے قدم پر سر رکھا۔ عمرو نے اس کا سر سینے سے لگایا۔ مہ رخ کو نذر دلائی۔ خلعت ملے۔ بارگاہیں استادہ ہو گئیں۔ عیش و آرام سے رہنے لگے، لیکن افراسیاب ظلمات سے رنجیدہ ہو کر، باغ سیب میں آیا۔ ادھر حیرت نے ساحروں کی لاشیں اٹھوائیں۔ گرتے پڑتے بچے لشکر کو لے کر، بارگاہ میں داخل ہوئی اور چاہا کہ لشکر مہ رخ سے بدلہ لے۔ لیکن افراسیاب کے حکم کی منتظر ہوئی کہ دیکھوں، اس امر میں شہنشاہ کی کیا رائے ہے۔ ادھر افراسیاب جب باغ میں آیا۔ شدید طیش و غضب سے اپنے وزیر باغبان قدرت کو حکم دیا کہ جا کر مہ رخ کی بارگاہ سے عمرو کو گرفتار کر لا۔ اور جو کوئی بولے، اسے سزا دینا۔

باغبان اسی وقت تنہا زمین میں بزور سحر غرق ہو کر چلا کہ زمین کے اندر تو کوئی عیار نہ ملے گا اور یہاں عمرو بارگاہ میں بیٹھا تھا کہ یکایک ذہن میں آیا کہ اے عمرو، اتنی بڑی ذلت تیری ذات سے شاہ طلسم کو ہوئی۔ یقیناً کوئی نہ کوئی تیری تلاش میں آتا ہو گا۔ تجھے چھپ جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر زنبیل سے...... ملک کشمیر کا ایک پہلوان

نکلا۔ واضح ہو کہ عمرو نے اکثر ساحروں کو زنبیل میں قید کیا ہے۔ بہت سے پہلوان' جو مسلمان نہیں ہوئے۔ وہ زنبیل میں قید ہیں۔ ان کو زنبیل کے محافظ جن کھانے دیتے ہیں۔ زنبیل کے قیدی جانتے ہیں کہ ہم گویا ایک شہر میں ساکن ہیں۔ کیونکہ زنبیل میں سات شہر آباد ہیں اور زنبیل آدم صفی اللہ نے عمرو کو دی ہے۔ زنبیل ایک بٹوے کی مانند ہے۔ اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ غرض اس پہلوان کو بے ہوش کر کے اپنی صورت اس کی بنائی بارگاہ میں ایک صحن کے اندر پلنگ پر اسے لٹا دیا اور آپ گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔

اس عرصے میں باغبان بارگاہ مہ رخ کی زمین میں پہنچا اور زمین کا طبقہ توڑ کر باہر نکلا۔ پکارا کہ میں باغبان قدرت ہوں۔ ساحران نامی نے گولے اور نارنج وغیرہ مارے۔ لیکن اس نے کچھ ایسا سحر پڑھا کہ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اور بارگاہ میں حاضرین بے ہوش ہوئے۔ باغبان نے دیکھا کہ عمرو بارگاہ میں نہیں ہے۔ خیال کیا کہ سب بارگاہ دیکھ لوں تو صحرا کی کسی اور سمت وغیرہ میں ڈھونڈنے چلوں۔ بس ہر صحن اور سراچہ وغیرہ دیکھ لوں۔ ایک پلنگ پر عمرو کو سوتے دیکھا۔ پنجہ کمر میں دے کر اٹھا اور چلتے وقت اپنا سحر اتار لیا کہ مہ رخ وغیرہ کو ہوش آیا۔ باغبان نے بلندی سے پکار کر کہا: "اے نمک حرامو! مجھے شہنشاہ کا حکم صرف عمرو کی گرفتاری کا تھا۔ ورنہ تم سب کے سر کاٹ ڈالتا۔ خیر اب عمرو کے لیے جاتا ہوں۔ ہے کوئی تم میں ایسا کہ چھین لے اس کو اس وقت۔"

پھر ساحروں نے نارنج وغیرہ سنبھال کر مقابلے کا قصد کیا' لیکن عمرو جو گلیم اوڑھے موجود تھا۔ اس نے مہ رخ کے کان میں کہا: "میں گلیم اوڑھے کھڑا ہوں۔ تم سرداروں کو روکو۔ کسی کو لڑنے نہ دو۔"

مہ رخ نے سرداروں کو ممانعت فرمائی کہ باغبان سے مزاحمت نہ کرو۔ خواجہ کا خدا مالک ہے۔ لے جانے دو۔" سب ساحر رکے اور باغبان اڑتا ہوا تھوڑی دیر میں شہنشاہ کی

خدمت میں پہنچا اور عمرو کے ہم شکل کو سامنے ڈال دیا۔

افراسیاب نے حکم دیا کہ جلاد کو بلاؤ۔ جلاد حسب طلب حاضر ہوا۔ کہا: "اس کو ہوشیار کر کے قتل کر۔"

ساحروں نے نقلی عمرو کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا۔ جب اس پہلوان کی آنکھ کھلی۔ ایک جلیل القدر بادشاہ کے دربار میں خود کو پایا۔ گھبرا کر شہنشاہ کو سلام کیا۔

افراسیاب نے کہا: "دیکھا تو نے' میں نے کتنا جلد تجھے گرفتار کیا۔ اب بڑے عذاب سے تجھے ہلاک کروں گا۔"

اس پہلوان نے عرض کیا: "اے بادشاہ' میں عیار نہیں ہوں' بلکہ حضور کا غلام ہوں اور خداوند لقا کا پوجنے والا ہوں۔"

افراسیاب نے کہا: "اے میں تیرے فریب میں اب نہ آؤں گا" اور جلاد سے کہا: "اس سے قتل کر۔"

اس پہلوان نے کہا: "اے بادشاہ' آپ عدل فرمایئے۔ خوب تحقیق کر لیجئے۔ میں کشمیر کا رہنے والا ہوں۔ خدا پرستوں نے مجھے زیر کر کے چاہا کہ مسلمان کریں' لیکن میں نے منظور نہ کیا۔ اس وقت عمرو نے مجھے زنبیل میں قید کیا۔ آج میں حیران ہوں کہ نہیں معلوم' حضور تک کون مجھے لایا اور کیوں کر زنبیل سے چھوٹا۔"

افراسیاب کو اس کے کلام سے شبہ ہوا اور کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ عمرو نے اسے اپنی شکل بنا کر لٹا دیا تھا کہ باغبان پکڑ لیا ہے۔ یہ معلوم کر کے پہلوان کا منہ دھلوایا۔ عیاری کا رنگ و روغن چھوٹا۔ اس کی صورت ظاہر ہوئی۔ اس کو رہا کر کے خلعت دیا اور ملازم کر لیا۔ اس کے بعد باغبان سے کہا: "تو کیسے عمرو کو گرفتار کر لایا تھا۔"

اس نے عرض کیا: "میں نے عمرو کی صورت کا انسان دیکھ کر مقید کیا۔ مجھے فن عیاری میں دخل نہیں۔ میں سمجھا کہ یہی عمرو ہے۔ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ افراسیاب نے اس کا عذر قبول کیا اور ایک پنجے کو حکم دیا کہ لشکر حیرت سے صرصر عیارہ کو

اٹھا لائے۔ پہنچ جا کر صرصر کو لایا۔ صرصر نے شہنشاہ کو تسلیم کی۔ اسے حکم ہوا کہ تو عیارہ ہے عمرو کو پہچان کر گرفتار کر کے حاضر کر اور اگر نہ لائے گی تو خود تجھے قتل کروں گا۔ آخر تو کس دن کے لیے ہے۔ دیکھو عیاران لشکر اسلام کیسی جانبازی کر رہے ہیں۔ صرصر ڈرتی لرزتی عتاب شاہ دیکھ کر اسباب عیاری سے درست ہو کر روانہ ہوئی۔ جب دریا کے کنارے پہنچی تو عیار بچیاں ملیں۔ ان سے سارا ماجرا بیان کیا۔

وہ بھی عیاروں کے لیے روانہ ہوئیں۔ صرصر شکل تبدیل کر کے، مہ رخ کے لشکر کے قریب پہنچ کر ہر طرف پھرنے لگی۔ اتفاقاً ایک کنیز ملکہ مہ رخ کی کسی کام کو جاتی تھی۔ صرصر اس کے پاس آئی اور کہا: "ملکہ کے پاس مجھے بھی ملازم کرا دیجئے۔"

کنیز نے کہا: "کچہری میں جا کر جو کچھ عرض کرنا ہو، کرو۔ مجھ سے یہ کام متعلق نہیں۔"

صرصر کنیز کے ساتھ باتیں کرتی ہوئی، ایسے مقام تک آئی کہ جہاں تنہائی تھی، راستہ نہ چلتا تھا اور اس جگہ فرصت پا کر ایک بیضہ بے ہوشی کنیز کے منہ پر مارا کہ وہ بے ہوش ہوئی، اس کا لباس اتار کر اس کی سی صورت بنائی اور مہ رخ کی بارگاہ میں آ کر داخل ہوئی، جب مہ رخ کے سامنے آئی، ملکہ نے حکم دیا۔ "آفتابہ چوکی پر رکھ آئیں۔ رفع احتیاج کو جاؤں گی۔"

صرصر لوٹا پانی سے بھر کر چوکی پر رکھنے آئی۔ اس عرصے میں مہ رخ بھی آئی۔ صرصر نے اکیلا پا کر ایک حباب بھر کر بے ہوشی کا منہ پر مارا کہ مہ رخ بے ہوش ہو گئی۔

صرصر نے اسی جگہ بیٹھ کر اپنی صورت مہ رخ کی بنائی۔ اس کا لباس پہن کر، اس کے ہاتھ پاؤں سمیٹ کر اس طرح باندھ کر ایک گٹھڑی ہو گئی۔ اس گٹھڑی کو ہاتھ میں لٹکائے وہاں آئی کہ جہاں توشک خانہ تھا اور جو لوگ وہاں تھے۔ ان کو حکم دیا کہ تم یہاں سے ہٹ جاؤ۔ میں ایک چیز مخفی رکھوں گی۔ وہ سب چلے گئے۔ صرصر نے مہ رخ کو ایک صندوق میں بند کر دیا اور جب اس جگہ سے باہر آئی، ملازموں کو بلا کر، وہ صندوق دکھا کر کہا: "خبردار، اسے نہ کھولنا، ورنہ قتل کر ڈالوں گی۔" غرض

اس صندوق پر سرکاری مہر ہو گئی۔ صرصر وہاں سے آ کر مہ رخ کی جگہ تخت پر بیٹھی۔ لمحے کے بعد حکم دیا کہ دسترخوان کے سامنے والی صحنچی میں بچھاؤ۔ میں کچھ کھاؤں گی۔ حکم کے مطابق دسترخوان چنا گیا۔ نقلی مہ رخ وہاں آئی۔

اس اثنا میں عمرو' جو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا تھا۔ ظاہر ہو کر چلے تو بارگاہ کے باہر گیا۔ اس کے بعد پھر آیا۔ دیکھا مہ رخ تخت پر نہیں ہے۔ لوگوں سے پوچھا: "ملکہ کہاں گئیں۔"

ایک نے کہا: "کھانا نوش فرمانے سامنے والی صحنچی میں تشریف لے گئی ہیں۔" عمرو یہ سن کر مہ رخ کے پاس آیا۔ ملکہ نے کہا: "خواجہ کھانا کھائیے۔"

عمرو نے کہا: "بسم اللہ' آپ نوش فرمائیے۔"

ملکہ نے اصرار کیا کہ کچھ تھوڑا سا تناول فرمائیے۔ عمرو ملکہ کے مصر ہونے سے کھانے لگ۔ جب کھا چکے۔ کنیزوں نے ہاتھ دھلایا۔ مہ رخ نے اپنا رومال عمرو کو دیا اور خاصدان آگے بڑھایا' کنیزوں سے کہا' مجھے خواجہ سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ تم یہاں سے بارگاہ میں جا کر ٹھہرو۔ وہ سب وہاں سے چلی آئیں۔ عمرو نے مہ رخ والے رومال سے منہ پونچھا۔ رومال میں روغن بے ہوشی ملا ہوا' منہ پونچھتے ہی چھینک آئی اور عمرو بے ہوش ہوا۔ صرصر نے عمر کا پشتارہ باندھا اور قنات چاک کر کے باہر نکلی۔ لوگوں نے دیکھا کہ مہ رخ ایک گٹھڑی لیے جاتی ہے' لیکن مہ رخ چونکہ بادشاہ لشکر ہے' اس لیے رعب شاہی کے سبب کوئی کچھ نہ کہہ سکا اور صرصر بالکل باد صرصر کی مانند اڑتی ہوئی لشکر کے کنارے پہنچی۔ اتفاقاً صحرا کی طرف برق فرنگی آتا تھا۔ اس نے جو اسے دیکھا۔ سمجھا کہ عیار بچی ہے۔ فوراً نیمچہ کھینچ کر آ پڑا۔ صرصر نے نیمچہ کھینچا اور لڑنا شروع کیا۔ عین جنگ میں صرصر نے قریب پہنچ کر' کمند کے حلقے مارے۔ برق جست کر کے حلقہ کمند سے باہر نکلا اور قریب آ کر ایک بیضہ بے ہوشی منہ پر مارا کہ صرصر چھینک مار کر گری۔ برق نے چاہا کہ پشتارہ لے لوں اسی وقت صبا رفتار صحرا کی طرف

سے للکارتی ہوئی آئی اور خنجر کھینچ کے حملہ آور ہوئی۔ برق نے اس سے لڑنا شروع کیا، لیکن صبا رفتار لڑتے لڑتے صرصر کے قریب پہنچی اور ایک حباب دافع بے ہوشی صرصر کے منہ پر مارا کہ وہ ہوشیار ہو گئی اور ان کو لڑتے دیکھ کر قابو جو پایا، عمرو کا پشتارہ لے کر بھاگی۔ برق پیچھے دوڑا۔ صبا رفتار سد راہ ہوئی۔ برق نے زنٹل بجائی تا کہ صحرا سے کوئی اور عیار آ جائے، لیکن صرصر جو بھاگی۔ زنٹل سن کر سمجھی کہ تو گھر جائے گی۔ عیار آ جائیں گے یہ سوچ کر پل پر چادان، جو دھوئیں کا بنا ہے۔ اس کے بیچ کے وسط سے چلی اور پکاری: "اے پل، بحق افراسیاب مجھے راستہ دے۔" اسی وقت اس کے اس کلام سے دھواں شق ہو گیا اور راہ ہو گئی۔ برق منہ دیکھ کر رہ گیا اور صبا رفتار بھی جست کر کے نکل گئی۔ برق لشکر میں پھر کر آیا۔ دیکھا یہاں غلغلہ ہے کہ مہ رخ اور عمرو کھانا کھاتے کھاتے غائب ہو گئے۔

یہ ماجرا سن کر برق نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ مہ رخ کی صورت بن کر، صرصر خواجہ کو پکڑ کر لے گئی ہے یقین ہے کہ مہ رخ کہیں بے ہوش پڑی ہوں گی۔"

داروغہ توشک خانے نے کہا: "ملکہ کچھ صندوق میں بند کر گئی ہیں، اسے دیکھئے کہ کیا ہے۔"

برق نے صندوق جا کر کھولا۔ اس میں مہ رخ کو بند پایا۔ ہوشیار کر کے لا کر تخت پر بٹھایا۔ مہ رخ کو عمرو کی گرفتاری کا حال سن کر بڑا رنج ہوا۔ پورے لشکر میں اندوہ والم کی باتیں ہونے لگیں۔ اس عرصے میں وہ کنیز، جس کو صرصر نے بے ہوش کیا تھا۔ ہوشیار ہو کر آئی۔ لیکن اب حال صرصر کا سنئے کہ عمرو کو لیے جب دھوئیں سے گزری، ظلمات کی طرف چلی۔ اس لیے کہ ایسی راہ سے چلوں کہ کوئی عمرو کو چھین نہ لے اور اس ہنگام میں عمرو کی بے ہوشی اتر گئی۔ آنکھ جو کھلی، دیکھا کہ میں پشتارے میں بندھا ہوں اور صرصر لیے جاتی ہے، مگر وہ مقام تنگ و تاریک ہے کہ جہاں خوف سے زہرہ آب ہوتا ہے۔ عمرو یہ دیکھ کر چپ ہو رہا اور صرصر اس تاریکی کو طے کر کے آگ کے قریب پہنچی اور پکاری: "اے بیابان آتش، بحق افراسیاب مجھے

باد دے۔" یہ کہہ کر آگ سے بھی گزری اور جب وہ آگے بڑھی۔ یہاں ایسی تاریکی تھی کہ زمین و آسمان کچھ معلوم نہ دیتا تھا اور راستہ مفقود تھا۔ صرصر وہاں ٹھہری۔ ایک ساحر اس جگہ ظاہر ہوا کہ اس کا تمام جسم مشعل کی طرح روشن تھا۔ اس نے صرصر کی کمر میں پنجہ دے کر، چکر دے دے کر ایک طرف پھینکا۔ عمرو نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ لمحے کے بعد جو آنکھ کھلی، دیکھا کہ ایک چیلا آگ کا، صرصر کو لیے جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ چیلا لیے ہوئے، ایک آتشیں دریا کے قریب پہنچا اور اس میں کودا۔ دریا کے اندر سیاہی تھی۔ وہ چیلا غوطہ لگائے ہوئے چلا۔ خوف کے مارے عمرو کی جان نکلی ہوئی ہے۔ صرصر کی پیٹھ پر چپکا پڑا ہے۔ لیکن وہ ساحر اس دریا کے کنارے پہنچا۔ اس وقت ایک سوار سامنے سے آیا اور صرصر کو پنجے میں ہاتھ ڈال کر اٹھا۔ بہت دور جا کر ایک پہاڑ نظر آیا اس پر وہ سوار اترا اور صرصر کو پہاڑ کے نیچے پھینک دیا۔ سر نیچے پاؤں اوپر۔ غلطاں و پیچاں، صرصر چلی۔ عمرو کی آنکھیں دہشت کے مارے بند ہو گئیں۔ کچھ عرصے کے بعد آنکھ جو کھلی۔ دیکھا کہ صرصر مجھے لیے ہوئے ایک باغ میں آئی کہ باغ عجب بنی ہے۔ سارا باغ طلسم کے مانند بنا ہے۔ درخت پھل دار، بہار، ہر طرف کو طراوت اور سرسبزی۔ طائران سحر جب نغمہ سرائی کرتے ہیں: "یا افراسیاب، یا افراسیاب" کی صدا دیتے ہیں۔ عمارات سب طلسمی ہیں۔

بارہ دری کے بیچ میں تخت شاہی آراستہ تھا۔ افراسیاب اس پر جلوہ گر تھا۔ ہزاروں ساحر دست بستہ حاضر تھے کہ صرصر نے پہنچ کر مجرا کیا۔ عمرو کا پشتارہ سامنے رکھ دیا۔ عرض کیا: "یہ گنہگار حاضر ہے۔ کنیز حکم عالی بجا لائی اور جانبازی کر کے عمرو کو لائی۔"

افراسیاب نے صرصر کو خلعت بیش بہا عنایت کیا اور حکم دیا: "عمرو کو کھولو۔" ابھی تک عمرو کو پشتارہ سے نہ نکالا تھا کہ جادوئی پنجہ سلیمان عنبریں مو کی عرضی لے کر آیا۔ جس میں حسینہ جادو کے قتل کا حال بیان کیا گیا تھا۔ افراسیاب نے عرضی پڑھی اور لقا کی خدمت میں جواب لکھا کہ یا خداوندا! کمترین نے فی الحال عمرو ایسے دشمن خداوند

کو گرفتار کیا ہے۔ لہٰذا ملک بختیارک شیطان کو یہاں بھیج دیجیے کہ وہ آ کر عمرو کو قتل کریں۔ انہی کے ہمراہ میں ساحروں کی فوج بھیج دوں گا کہ وہ فوج حمزہ کے لشکر کو غارت کر دے گی۔ یہ عرضی لکھ کر ملکہ خمار جادو کو دی کہ اسی وقت خداوند کے پاس لے جائے اور شیطان خداوند کو لے آئے۔ خمار جادو عرضی لے کر بزور سحر اڑی۔ کوہ عقیق کے قلعے میں پہنچی۔ شاہی دارالامارت کے دروازے پر ٹھہر کر چاہا کہ از راہ ادب اپنے آنے کی اطلاع کرائے۔ اتفاق سے یہاں چالاک بن عمرو جاسوسی کے لیے لقا کی بارگاہ میں آیا تھا۔ دارالامارت کے دروازے پر دربان بنا کھڑا تھا۔ خمار نے اسے کہا: "میاں مردبے' جا کر عرض کر دو کہ طلسم ہوشربا سے افراسیاب کی بھیجی ہوئی' خمار جادو آئی ہے۔ شاہ طلسم کی عرضی لائی ہے۔ چالاک نے کہا: "آپ ٹھہریے میں عرض کرتا ہوں۔ بارگاہ کے اندر گیا اور بغیر کچھ کہے سنے باہر آ کر' خمار سے کہا: "اے ملکہ' تمہاری نسبت جو حکم ہوا ہے' اسے آ کر سن لو۔" خمار اس کے ساتھ ہو لی۔ چالاک اسے تنہائی میں لایا اور کہا: "خداوند نے یہ پھل دیا ہے۔ اسے کھا کر ہماری بارگاہ میں آ۔ سارا جسم نورانی ہو جائے گا۔"

خمار نے سجدہ کیا کہ اور کہا: "خداوند کی سرفرازی ہے۔ اپنے اپنے حقیر ناچیز بندوں کے حال پر نظر ہے۔ مجھے حاضر ہوتے ہی سرفراز فرمایا۔" وہ پھل لے کر کھالیا۔ کھاتے ہی یہ ثمر ملا کہ سر نیچے اور پاؤں اوپر ہو گئے۔' بے ہوش۔ چالاک کی بن پڑی۔ استرا نکال کر اس کا سر مونڈا۔ اس کے پاس سے نامہ افراسیاب لے کر' خود نامہ لکھ کر اس کی جھولی میں رکھ لیا۔ اپنا راستہ لیا۔ چار گھڑی کے بعد خمار کو ہوش آیا۔ سنبھل کر اٹھی۔ دل سے خیال کیا کہ وہ پھل' جو خداوند نے بھیجا تھا' اس کی یہی تاثیر ہو گی کہ انسان کھا کر ہوش میں نہ رہتا ہو گا کیونکہ اول کی کثافت اور آلائش جب دفع ہو گی اور قالب پلٹے گا' ضرور ہے کہ انسان بے ہوش ہو جائے گا۔ اب یقین ہے کہ میں آج ایسی پاکیزہ ہو گئی کہ جیسے بطن مادر سے پیدا ہوئی تھی۔ یہ منصوبہ

کرتی ہوئی اپنے جسم کو نورانی سمجھ کر، بار بار ہاتھ پاؤں کو دیکھتی ہوئی چلی۔ کچھ سر کے منڈنے کا خیال بھی نہ کیا کہ بارگاہ میں داخل ہوئی۔ اپنے خداوند لقا کو تخت پر جلوہ گر دیکھ کر سجدہ کیا۔ اہل دربار نے دیکھا کہ ایک حسین و جمیل ساحرہ آئی ہے۔ لیکن اس کا سر منڈا ہوا ہے۔ سب ہنسنے لگے۔ لقا نے کہا: "اے بندی قدرت کی، سر سجدے سے اٹھا کہ اپنی رحمت ہم نے تجھ پر نازل کی۔ خمار نے سر اٹھایا۔ لقا نے اپنے قریب کرسی عنایت کی۔ یہ آ کر بیٹھی۔ اس وقت بختیارک نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا۔

حسن کی طرف سے آیا نہ مرے عشق میں فرق
زلفیں واں منڈ گئیں، یاں حال پریشاں نہ گیا

لیکن خمار اس رمز کو بھی نہ سمجھی۔ نامہ افراسیاب نکال کر، خداوند کے سامنے پیش کیا۔ لقا نے اپنے منشی کی جانب اشارہ کیا۔ منشی نے نامہ لے کر لفافہ چاک کیا۔ پڑھنا چاہا، لیکن اس میں سینکڑوں گالیاں اور ناشائستہ الفاظ تحریر تھے، کیونکہ چالاک نے نامہ بدل لیا تھا۔ منشی نے ازراہ ادب عرض کیا: "یہ نامہ بخط طلسم لکھا ہے، مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔"

بختیارک نے کہا: "لاؤ میں پڑھ دوں۔"

منشی نے نامہ اس کے حوالے کیا۔ بختیارک نے جو اسے دیکھا، بہت ہنسا اور کہا: "خداوندا سنئے، اس نامے میں لکھا ہے کہ اے بے ادب بے غیرت، حرامزادے، مسخرے، گدھے، نالائق، بدتمیز، خنزیر، خبیث، بد اصل، بیہودہ صورت، سیاہ رو، زمرد شلو، مردود، تجھ پر ہزار لعنت۔ اے ملعون۔ خدا تجھے جہنم واصل کرے کہ تو نے ہزاروں بندگان خدا کو برگشتہ کر رکھا ہے۔ لازم ہے کہ حمزہ صاحبقران کی خدمت عالی میں حاضر ہو کر دین اسلام اختیار کر اور دعوئے نبوت سے باز آ، ورنہ لشکر کشی کر کے، فوج ساحران بھیج کر ایسی مار

تجھے دکھاؤں گا کہ حسرت تیرے حال بد مآل پر روئے گی اور تیرا کوئی نام لینے والا بھی باقی نہ رہے گا۔ تھوڑا لکھا بہت جانئے۔ نامہ تمام۔ تجھ پر ہزار لعنت۔"

یہ مضمون سنتے ہی لقا فرط غضب سے بادل کی طرح گڑگڑایا اور پکارا: "اس افراسیاب حرامزادے کی اب شامت آئی ہے۔ اسے میں غارت کئے دیتا ہوں اور دوزخ میں بھیجتا ہوں۔ خمار یہ غصہ دیکھ کر بید کی طرح تھر تھر کانپنے لگی' اور بولی: "یا خداوندا یہ نامہ شہنشاہ ساحران نے ہرگز نہیں لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رستے میں کسی نے بدل لیا ہے۔ اس لیے کہ میرے روبرو جب شہنشاہ نے عمرو کو گرفتار کرایا' تو منشی سے یہ لکھوایا تھا کہ خداوند اپنے شیطان درگاہ' ملک بختیارک کو یہاں بھیجیں' کہ وہ آ کر عمرو کو اپنے ہاتھ سے قتل کریں اور ساحروں کی فوج طلسم سے ساتھ لے جائیں۔ لہٰذا اس تحریر کے خلاف یہاں یہ گالیاں لکھی نظر آئی ہیں۔ مجھے بڑا تعجب ہے کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ آپ خداوند ہیں' آپ پر سب واضح ہو جائے گا۔"

بختیارک نے یہ سن کر کہا: "جب ہی یہ نامہ بدلا ہوا ہے۔ عمرو کا گرفتار ہونا غیر ممکن ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس نے کسی کو اپنی صورت کا بنا کر قید کرا دیا ہو گا اور خود تمہارے ہمراہ چل کر' کسی مقام پر نامہ بدلا ہو گا اور اسے لکھا۔ کیا تمہارے طلسم میں یہ رسم ہے کہ عورتیں بھی سر منڈاتی ہیں؟"

خمار سمجھی کہ یہ دل لگی کرتے ہیں۔ کہا: اے شیطان خداوند' آپ کا تو یہ کام ہی ہے کہ ہر ایک سے تمسخر کیجئے۔ لیکن مجھ حقیر ناچیز سے کہ خداوند کی پرستار ہوں' مسخرہ پن نہ فرمائیے۔ طلسم میں تو ایسی پری پیکر' زہرہ جبیں' حور شمائل ہیں کہ جن کی زلفوں میں ہزاروں دل گرفتار رہتے ہیں' اور کاکلوں کے سانپ کے ڈسے ہوئے پانی نہیں مانگتے ہیں۔ سر منڈانے کی آپ نے خوب کہی۔"

بختیارک نے جواب دیا: "پھر تم نے کیا منت مانی تھی کہ خداوند کی زیارت کو جاؤں گی اور اسی وقت سر منڈاؤں گی۔ سر پر ہاتھ رکھ کر دیکھو کہ کوئی بال بھی باقی ہے یا

میرا کہنا کچھ غلط ہے۔"

خمار نے گھبرا کر سر پر ہاتھ رکھا۔ بختیارک کے کہنے میں کوئی فرق نہ تھا۔ بال کیسے' کھونٹی بھی کوئی نہ تھی سارا سر چکنا صاف تھا۔ یہ دیکھتے ہی رونے لگی اور کہا: "ملک جی' آپ صحیح فرماتے ہیں کہ عمرو میرے ساتھ ساتھ چلا آیا' بلکہ راہ میں میرے کاندھے بوجھل تھے۔ یقین ہے کہ وہی سوار ہو گا اور ایک مجھے پھل کھلا کر بے ہوش بھی کیا تھا۔ ایک بار طلسم میں عمرو نے میرا سر پہلے بھی مونڈا تھا۔

یہ سن کر بختیارک پکارا: صلواۃ بر محمد و بر آل محمدؐ و لعنت بر لقا۔ کیوں بی خمار' تم نے دیکھا کہ عمرو خداوند کا کیسا مقبول بندہ ہے۔ اب تم ان کا ظہور دیکھو گی۔ واضح ہو کہ بختیارک نے چاہا کہ امتحان کرو کہ عمرو یہاں آیا ہے یا نہیں' اور جانتا ہے کہ جہاں عمرو ہوتا ہے۔ اگر اس کی تعریف کرو تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے گویا ہوا کہ یا مرشد برحق' اگر آپ تشریف لائے ہیں تو اپنا ظہور دکھلائیے۔"

چالاک جو خمار کا سر مونڈ کر چلا تھا' تو خدمت گار کی صورت بن کر بارگاہ میں کھڑا تھا۔ یہ سب حقیقت دیکھ اور سن رہا تھا۔ دل میں خیال کیا کہ عمرو کی صورت بن کر ان کو دکھا دوں' تاکہ خمار جو عمرو کو یہاں دیکھ کر جائے گی۔ تو فراسیاب سے کہے گی کہ عمرو کوہ عقیق میں ہے۔ یہ سن کر افراسیاب کو شبہ ہو گا کہ یہ عمرو جس کو میں نے قید کیا ہے۔ عمرو نہیں ہے۔ پس وہ عمرو کو چھوڑ دے گا اور تیرا نام ہو گا کہ ہزاروں کوس سے عیاری کر کے عمرو کو چھڑایا۔ یہ تجویز کر کے' بارگاہ کے باہر جا کر اپنی صورت عمرو جیسی بنائی۔

یہاں بختیارک عمرو کی تعریف کر رہا تھا کہ چالاک سراچہ پھاند کر بارگاہ کے بیچ اترا اور اس خیال سے کہ بختیارک کو کسی طرح کا شبہ نہ رہے' بائیں آنکھ کا تل (جو عمرو کی آنکھ میں ہے) اسے دکھا دیا اور پکارا: "اے خمار' تو میرے ہاتھ سے بچ گئی' ورنہ میں تجھے مار ڈالتا۔"

خمار نے جب عمرو کو دیکھا' بے اختیار اٹھ کر دوڑی: "او موذی کالے۔ تو نے غضب

کیا کہ میرا سر دوبارہ مونڈا اور مجھے سارے طلسم میں اور دربار خداوند میں ذلیل کرایا۔

یہ کہتی ہوئی جب قریب پہنچی، تو چالاک نے ایک بیضہ بے ہوشی ناک کے ڈک پر مارا۔ یہ بے ہوش ہو کر گری اور چالاک جست کر کے بھاگا۔ لقا کے ملازمین تو عیاروں کی حرکات سے بخوبی واقف تھے، وہ بیٹھے رہے۔ کسی نے تعاقب نہ کیا۔ بختیارک نے خمار کو ہوشیار کرایا۔ بختیارک نے کہا: "اے ملکہ! اب تم نامے کا جواب لے کر جاؤ اور یہ بھی لیتی جاؤ۔ افراسیاب کو دکھانا اور سب کیفیت بیان کرنا۔"

یہ کہہ کر منشی کو حکم دیا کہ نامہ تحریر کرے۔ مضمون یہ ہو کہ: "شہنشاہ ساحران افراسیاب کو معلوم ہو کہ تم ایسے غافل بادشاہ ہو کہ تمہارے ملازم تمہیں دھوکا دیتے ہیں کہ تمہاری عیارہ بھی عمرو کی صورت بنا کر کسی کو لائی ہے اور تمہیں کچھ معلوم نہ ہوا۔ عمرو تمہارے نامہ بر کے ساتھ یہاں چلا آیا۔ کیا عجب ہے جو تمہاری اس غفلت کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ تمہیں کسی دن قتل کر ڈالے، لہٰذا ایسے غفلت شعار، فراموش کار کے پاس میرے شیطان کا آنا زیبا نہیں۔ جب تم اصلی عمرو کو گرفتار کر کے اطلاع دو گے، اس وقت شیطان کا آنا ہو گا۔ اب تمہیں چاہیے کہ خداوند کی مدد کے لیے ساحروں کی فوج روانہ کرو۔ نہیں تو خداوند اپنا غضب تمہارے طلسم پر بھیجیں گے اور ناراض ہو کر کسی طرف چلے جائیں گے۔"

منشی نے یہ عبارت قلم بند کر کے لقا کی مہر اس پر لگا کر خمار کے حوالے کیا۔ اس نے نامہ لے کر خداوند کو سجدہ کر کے عرض کیا کہ میرے سر پر بال پیدا کر دیجیے۔" لقا نے کہا: "اے بندی، تو نوروز کے دن آنا۔ میں تجھے اپنا حسن و جمال عطا کروں گا کہ تیری شکل حوران جناں سے بھی بہتر ہو جائے گی اور پھر کبھی ضعیف نہ ہو گی۔" غرضیکہ تسلی اور تسکین دے کر رخصت کیا۔ یہ نامہ لے کے اڑی۔ یہاں تک کہ تھوڑے عرصے میں افراسیاب کے پاس پہنچی۔ وہ اس کا منتظر بیٹھا تھا کہ اس نے نامے کا جواب لا کر دیا۔ اور وہ نامہ بھی جو چالاک کا لکھا ہوا تھا۔ پیش کیا اور اپنا منڈا

ہوا سر بھی دکھلایا۔

افراسیاب مارے خوف کے، کہ افسوس میری وجہ سے خداوند کو گالیاں ملیں۔ کانپنے لگے۔ خمار کا منڈا ہوا سر دیکھ کر بڑا رنج ہوا۔ یقین ہو گیا کہ بے شک صرصر اپنا اثر و رسوخ جتانے کے لیے کسی عمرو کی صورت بنا لائی ہے۔ اس وقت حکم دیا کہ عمرو بندھا ہوا ہے۔ اسے کھول کر ہمارے سامنے لاؤ۔ ساحر عمرو کو روبرو لائے۔ عمرو تو پہلے ہی سے ہوشیار تھا۔ خمار کا بیان سن رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ وہاں میرے کسی فرزند یا شاگرد نے اس قحبہ کا سر مونڈ کر اور میری شکل بن کر دکھلایا ہوگا۔ دھوکہ دے کر مجھے چھڑانا چاہا ہوگا۔ جب افراسیاب کے سامنے آیا اس نے پوچھا کہ تو کون ہے، کہا: "حضور صرصر نے مجھ سے کہا تھا کہ میں تجھے عمرو کی صورت بنا کر، شہنشاہ کے سامنے لیے چلتی ہوں۔ وہ تجھے قید کریں گے۔ میں رات کو آ کر چھڑا دوں گی اور تجھے پانچ ہزار روپے دوں گی۔ کہہ دینا کہ میں عمرو ہوں۔ ورنہ یاد رکھو، میں طلسم ظاہر کی رہنے والی ایک طوائف ہوں۔"

افراسیاب نے یہ سن کر ساحروں سے کہا: "اس پر سے سحر اتار لو۔" اور عمرو سے کہا: "جا جہاں جی چاہے چلا جا۔" اور اس کے سچ کہہ دینے پر پانچ ہزار روپے عنایت فرمائے۔ عمرو سلام کر کے روپیہ لے کر باغ سے باہر نکلا اور سمجھا شاید کوئی آفت آئے۔ تم پہچانے جاؤ۔ اس سبب سے گلیم اوڑھ کر چلا۔

افراسیاب نے کہا: "بلاؤ تو اس نابکار غیبانی صرصر کو۔" وہ اسی باغ میں ایک جگہ آرام کر رہی تھی کہ ساحروں نے آ کر شہنشاہ کا حکم سنایا۔ یہ ڈرتی لرزتی سامنے آئی۔ افراسیاب نے حکم دیا کہ اس کو باندھو۔ ساحروں نے بارہ دری کے ستون سے صرصر کو باندھا اور مار پڑنے لگی۔ صرصر پکاری کہ میرا کیا قصور ہے۔ افراسیاب نے کہا: "حرامزادی مجھے خداوند لقا کے حضور ذلیل کرایا۔ دیکھو یہ نامہ آیا ہے۔ تو ایک طوائف کو لالچ دے کر، عمرو بنا کر لائی ہے۔"

صرصر نے کہا: "کبھی ایسا نہیں ہے۔ میں عمرو کو پہچان کر پکڑ لائی تھی۔"

اس وقت شمار نے کہا: "دیکھ میرا سر عمرو نے مونڈا۔ بھلا مجھے کیا پڑی تھی، جو اپنا سر آپ مونڈ کر تجھے جھوٹا بناتی۔"

صرصر نے عرض کیا: "آپ کتاب سامری ملاحظہ فرمائیے۔ میرے یا کسی اور کے کہنے پر نہ جائیے۔ اگر میرا کہنا غلط ہو تو مجھے قتل کیجئے، ورنہ کوئی اپنا سر منڈاتا پھرے، مجھ پر تہمت جوڑے۔ پرائے شگون کو اپنی ناک کٹوائے۔ مجھے کیا غرض۔"

شمار نے جھلا کر کہا: "او قحبہ، میرے منہ نہ لگنا۔ ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری۔"

صرصر بولی: "جو مجھے قحبہ کہے گی، وہ آپ ہو گی۔ میں شہنشاہ کے سوا اور کسی کی نہ سنوں گی۔"

افراسیاب دونوں پر خفا ہوا کہ میرے روبرو یہ گستاخی زیبا نہیں۔ پھر کتاب سامری دیکھی۔ سب حال نظر آیا کہ صرصر سچی ہے۔ تو نے عمرو کو ناحق چھوڑ دیا۔ شمار کا سر چالاک نے مونڈا ہے۔ یہ معلوم کر کر صرصر کو بلا کر کے خلعت دیا اور حکم دیا کہ عمرو دریا کے پار نہ جاسکے اور جلد جا کر گرفتار کر لا۔"

صرصر عمرو کے تعاقب میں روانہ ہوئی۔ افراسیاب نے دربار برخواست فرمایا۔ ہر سردار اپنے اپنے گھر آیا۔ لیکن شمار کو صرصر سے اور صرصر کو شمار سے کینہ پیدا ہوا کہ جو آگے چل کر اپنا رنگ دکھائے گا۔

مگر اب حال سنئے کہ عمرو باغ سے نکل کر، گلیم اوڑھ کر جو چلا، جب دور نکل گیا، گلیم اتار لی اور اپنی صورت ایسی خبیث بنائی کہ لنگوٹی باندھے، جھلنگا اوڑھے، شراب کی بوتل ہاتھ میں، مردے کی کھوپڑی بغل میں ڈالے، بے ہودہ بکتا چلا کہ راہ میں اگر کوئی ساحر ملے تو اسے قتل کر کے، اس کی صورت بنا کر دریا سے پار اتر جاؤں۔ اسی فکر میں تھا کہ صرصر ڈھونڈتی ہوئی آ کر پہنچی۔ عمرو کو خبیث بنا دیکھ کر، اسے پہچانا اور للکار کر خنجر کھینچ کر مقابل ہوئی۔ عمرو بھی ناچار لڑنے لگا۔ کچھ دیر تک عیاری کی

جنگ ہوئی تھی کہ سامنے ایک ساحر پیدا ہوا۔ یہ ساحر اسی صحرا کا رہنے والا تھا، جہاں عمرو لڑ رہا تھا۔ غرضیکہ جب عمرو نے اسے آتے دیکھا، کہا: "اے صرصر، دیکھ تیرے پیچھے کون آتا ہے۔" اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ عمرو نے قریب جا کر بیضہ بے ہوشی مارا کہ صرصر کے منہ پر پڑا۔ چکر کھا کر گرنے لگی۔ عمرو نے گود میں اٹھا کر زنبیل میں ڈال لیا اور چاہا بھاگ جاؤں، لیکن وہ ساحر قریب پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایسا سحر کیا کہ عمرو وہیں کھڑا رہ گیا۔ وہ پاس آیا اور کہا: "اے خبیث تو کس لیے لڑ رہا تھا۔ میں نے تجھے اس لیے روکا کہ تو جس عورت سے لڑ رہا تھا۔ اسے تو نے کیا کیا۔ کہاں غائب کر دیا۔"

عمرو نے کہا: "وہ میری زوجہ تھی، جس سے میں لڑتا تھا۔ میں بھوکا تھا، اس سے کھا گیا۔"

یہ سن کر اس ساحر کو حیرت ہوئی اور کہا: "کل تک میں دربار شاہی میں نہ پہنچا تھا۔ آج یہ وسیلہ اچھا ہے کہ تجھے شہ کی خدمت میں لے جاؤں کہ ایسا ساحر ان کے ہاں کوئی نہ ہوگا کہ جیتے آدمی کو کھڑے کھڑے نگل لے۔" یہ کہہ کر سحر کر کے عمرو کو لے کر اڑا۔ اتفاقاً افراسیاب جو دربار برخاست کر چکا تھا۔ اس کا وزیر باغبان قدرت اپنے باغ میں آ کر، اپنی زوجہ ملکہ گلچیں جادو کے ساتھ بیٹھا مے خواری کر رہا تھا کہ یہ ساحر عمرو کو لیے ہوئے اسی طرف سے اڑتا ہوا نکلا۔

گلچیں نے دیکھا کہ ایک ساحر آدمی کو پنجے میں ڈالے اڑا جاتا ہے۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا: "اسے بلاؤ۔ دیکھو، یہ کون ہے۔"

باغبان نے سحر پڑھا۔ یہ ساحر رعایا میں سے ہے۔ بڑی ساحروں کی طرح سحر نہیں جانتا ہے۔ باغبان کے سحر کرنے سے آگے نہ جا سکا۔ ناچار اتر آیا۔ باغبان کو دیکھ کر تسلیم کی۔ اس نے پوچھا کہ یہ کون ہے۔ جس سے تو گرفتار کیے لیے جاتا ہے۔"

ساحر نے کہا: "یہ شخص اپنی زوجہ سے لڑ رہا تھا۔ پھر یکایک اسے کھا گیا۔ مجھے تعجب ہوا۔ میں اسے شہنشاہ کے پاس لیے جاتا تھا۔"

باغبان کو بھی یہ ماجرا سن کر تعجب ہوا۔ سحر کی نگاہ سے عمرو کو گھورا۔ یہ بھی ساحر زبردست ہے۔ اس کے گھورنے اور نظر گرم سے عمرو کے جسم سے روغن عیاری اڑ گیا اور چنگاریاں جسم سے اٹھنے لگیں۔ باغبان نے نگاہ سحر سے دیکھنا بند کیا اور اس ساحر سے کہا: "جناب یہ عمرو ہے۔"

عمرو سے دریافت کیا: "تو کیسے کہا گیا؟"

عمرو نے کہا: "اپنی زوجہ کو کسی کے سامنے نہیں کرتا ہوں' اور نہ اسے تنہا کسی مکان میں رکھتا ہوں' بلکہ اپنے ساتھ زنبیل کے اندر رکھتا ہوں۔ میری زوجہ عیار بے بدل ہے۔ صحرا میں اسے جب زنبیل سے نکالا ہوں' وہ مجھ سے لڑتی ہے لہٰذا اس وقت میں اور وہ' دونوں لڑ رہے تھے کہ یہ ساحر آیا۔ میں نے اس کو نامحرم سمجھ کر اپنی بیوی کو زنبیل میں رکھ کر لیا۔ نگل تو میں کسی کو نہیں گیا۔"

عمرو سے یہ حقیقت سن کر گلچیں نے کہا: "اپنی بیوی کو نکال۔ ہم بھی دیکھیں کہ کیسی ہے۔" عمرو نے کہا: "میں غیر مرد کے سامنے کاہے کو نکالوں۔ سب کو ہٹا دیجیے اور کچھ روپیہ دیجیے تو نکالوں۔"

گلچیں نے وہاں سب کو ہٹا دیا' لیکن باغبان بیٹھا رہا۔ اس نے کہا: "اے عمرو' تو اپنی زوجہ کو میرے رو برو نکال۔ میں تجھے بہت کچھ دوں گا۔"

عمرو نے کہا: "پہلے روپے منگا دو تو کیا مضائقہ۔"

باغبان اور اس کی بیوی نے بہت کچھ روپیہ منگا کر دیا۔ عمرو ایک گوشہ باغ میں گیا۔ صرصر کا منہ زنبیل سے نکال کر اس کی صورت تبدیل کر دی۔ وہاں سے باغبان کے سامنے آیا۔ کمر کے برابر سے صرصر کو کھینچ کر اس کے سامنے ڈال دیا۔ گلچیں نے ایک حسین و جمیل عورت کو دیکھا۔ کہا: "عمرو کی بیوی بہت خوب صورت ہے۔ اچھا اسے ہوشیار کرو۔" عمرو نے کہا: "بھاگ نہ سکے گی' تو فقرے دے گی۔ مثلاً کہے گی' میں صرصر ہوں اور آپ اس وقت میرے دشمن ہو جائیے گا۔" باغبان اور گلچیں دونوں نے قسم کھائی کہ ہم اس کا کہنا نہ مانیں گے۔ اس وقت عمرو نے صرصر کو ایک درخت

سے باندھ کر رفع بے ہوشی کا فتیلہ سونگھایا۔ اسے ہوش آیا۔ باغبان اور گلچیں کو بیٹھے دیکھا۔ فریاد کی: "اے شہنشاہ، مجھے آپ نے کیوں باندھا ہے۔ اس ساربان زادے عمرو کے کہنے پر نہ آیئے گا۔ لائیے میں اس کو شہنشاہ کے پاس لے جاؤں۔ انھیں اس کی تلاش ہے۔"

عمرو نے یہ سن کر کہا: "حرامزادی، شہنشاہ اپنے یار کے پاس مجھے لے جا کر کیا کرے گی آج تیری ناک کاٹوں گا۔" اب جو صرصر برا بھلا کہتی ہے تو سب جانتے ہیں کہ یہ باہم میاں بیوی ہیں۔

ملکہ گلچیں نے کہا: "اے عمرو، بڑی تیری زبان دراز ہے۔"

عمرو صرصر کو طمانچے لگانے لگا: "کیوں اے بال کٹی۔ پھر زبان درازی کرے گی۔" باغبان اور گلچیں ہنسنے لگے۔ اس وقت صرصر نے کہا: "اے لوگو! یہ دل لگی اچھی نہیں۔ میں شہنشاہ سے کہوں گی۔ آپ کا وزیر بھی عمرو سے مل گیا۔"

باغبان نے کہا: "تو شہنشاہ کے پاس کیوں کر پہنچے گی؟"

صرصر نے کہا: "میں عیارہ صرصر ہوں۔ ہر وقت دربار میں حاضر رہتی ہوں۔"

عمرو یہ سن کر بولا: "دیکھیے میں نہ کہتا تھا کہ یہ خود کو صرصر بتائے گی۔ بڑی مکارہ ہے، پھر دو ایک طمانچے لگائے۔ اس وقت صرصر نے بیان کیا کہ دربار میں کیا کیفیت گزری، عمرو کی گرفتاری سے پہلے افراسیاب کا کیا ارادہ تھا۔ اور آپس میں کیا گفتگو ہوئی تھی اور کیا مشورہ ہوا تھا اور کہا: "میں صرصر نہ ہوتی تو اس کیفیت کو کیوں کر جانتی۔"

صرصر کے اس بیان سے باغبان کو شبہ ہوا۔ اس نے باغ سے ایک پھل توڑ کر اس پر سحر پڑھا کہ وہ پھل شق ہوا اور اس میں سے ایک خوش رنگ پرندے نے نکل کر خوش الحانی سے آواز دی: "یہ عورت جو بند ہے صرصر ہے۔" یہ آواز دے کر وہ پرند چلا گیا۔ باغبان نے صرصر کو عذر خواہی کر کے رہا کر دیا۔ اس ہنگام میں سب تو صرصر کی جانب مخاطب تھے۔ عمرو نے گلیم اوڑھ لی اور غائب ہو گیا، مگر جب صرصر چھوٹی،

پکاری: "وہ عیار کہاں گیا۔"

عمرو نے جواب دیا: "موجود ہیں۔"

باغبان خائف ہوا کہ آواز آتی ہے اور عمرو دکھائی نہیں دیتا۔ اتنے میں صرصر نے کہا، میں جاتی ہوں۔ عمرو نے کہا، ہم بھی ساتھ ہیں۔ غرض کہ صرصر باغ سے نکل کر روانہ ہوئی اور عمرو وہیں ٹھہرا رہا کہ بن پڑے تو اس جگہ کا سب مال اسباب لوٹوں اور ساحروں کو قتل کروں۔

صرصر کے چلے جانے کے بعد گلچیں نے کہا: "صرصر کے جھگڑے میں عمرو کو بھی ہاتھ سے کھویا۔ میں نے اس کے اوصاف بہت سنے تھے۔ اگر یہاں ہوتا تو اس کے کمال دیکھتی۔"

عمرو نے جواب دیا: "ہم یہیں ہیں، لیکن اس لیے پوشیدہ ہیں کہ تم لوگ ساحر ہو، ہمیں گرفتار کر کے افراسیاب کے پاس لے جاؤ۔"

گلچیں نے یہ آواز سن کر کہا: "قسم ہے سامری کی۔ یہاں کوئی تجھ سے دغا نہ کرے گا۔"

عمرو پکارا: "اچھا کچھ روپیہ منگا کر رکھو تو ہم آئیں۔"

گلچیں نے روپیہ جمع کرایا۔ عمرو گلیم اتار کر ظاہر ہوا۔ گلچیں نے خاطر کر کے بٹھایا اور کہا: "اے عمرو، ہم آپ کے گانے کے بہت مشتاق ہیں۔ کچھ ہمیں سنائیے۔"

عمرو نے نلکی اور گھنگھرو پاؤں میں باندھے۔ رقص و سرود آغاز کیا۔ اہل انجمن کو بے خود کر دیا۔ باغ کے پرندے اپنی نغمہ سرائی کو بھول کر، عمرو کی آواز سے مسرور ہوئے۔ اس گلشن کے پھول ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔ پتے ہوا سے جنبش نہ کرتے تھے، بلکہ تالیاں فرط عشرت سے بجاتے تھے۔ درخت جھوم جاتے تھے۔ دہن غنچہ خموش تھے۔ بلبل شوریدہ کے سر میں جوش تھے۔

لگا گانے تنہا وہ اس آن سے
نکلنے لگی جان ہر تان سے
عجب تان چڑتی تھی انداز سے
کہ بے کل تھی ہر تان، آواز سے
وہ تھی گٹکری یا لڑی نور کی
مسلسل تھی اک پھلجڑی نور کی
لگی دیکھنے آنکھ، نرگس اٹھا
گلوں نے دیئے کان اپنے لگا
لگے بجنے آ وجد میں سب درخت
کھڑے ہو گئے سرو ہو کر کرخت
درختوں سے گرنے لگے جانور
بنے شکل آئینہ دیوار و در
ہوئے شہر کے سنگ پانی پگھل
پڑے سارے فوارے اس کے اچھل
ہوئیں قمریاں شوق سے نعرہ زن
بھرا اشک سے بلبلوں کے چمن
عجب راگ کو بھی دیا ہے اثر
کہ ہو جائے پتھر کا پانی جگر
بندھا اس طرح کا جو اس جا سماں
ہوا سب کے دل کا عجب حال واں
بندھا اس طرح کا جو اس دم سماں
ہوا بھی لگی رقص کرنے وہاں

عمرو نے کئی لاکھ روپے کا جواہر انعام میں پایا تھا' اپنا خوب رنگ جمایا تھا۔ ادھر افراسیاب پھر دربار میں آ کر بیٹھا۔ کتاب سامری دیکھی۔ معلوم ہوا کہ صرصر جو عمرو کی گرفتاری کو گئی تھی' اس پر کیا گزری۔ کتاب میں نظر آیا کہ باغبان قدرت اپنے باغ میں بیٹھا عمرو کا گانا سن رہا ہے اور صرصر کا بھی پورا حال معلوم ہوا۔ افراسیاب یہ دیکھ کر غضب ناک ہوا کہ ہمارا وزیر ہمارے دشمن سے اس لطف و کرم سے پیش آئے۔ افسوس ہے کہ اتنا بڑا معزز کار پرواز' رکن سلطنت دشمن سے یوں مل جائے۔ اسی غصے میں کتاب کو بند کر کے دستک دی کہ پنجا زمین سے پیدا ہوا اسے حکم دیا کہ باغبان کے یہاں عمرو بیٹھا گا رہا ہے۔ اسے اور باغبان کو جا کر پکڑ لا۔ پنجا یہ حکم سن کر روانہ ہوا۔

یہاں عمرو گاتے گاتے ذرا ٹھہرا تھا کہ سناٹے کی آواز آئی۔ اوپر جو دیکھا تو ایک پنجے کو آتے پایا۔ عمرو نے جلدی سے گلیم اوڑھ لی۔ پنجا جو جھپٹ کر گرا۔ عمرو کو تو نہ پایا۔ باغبان کی کمر میں ہاتھ دے کر لے اڑا۔ گلچیں گھبرائی کہ اب آفت آئی۔ یہاں پنجے نے باغبان کو افراسیاب کے سامنے پہنچایا۔ افراسیاب اسے دیکھ کر' تازیانہ لے کر اٹھا اور چند کوڑے مارے کہ: "کیوں اے نمک حرام! میرے دشمن کو لے کر اس طرح اپنے گھر میں بیٹھا تھا' باغبان نے سارا حال' ساحر کے گرفتار کر لانے کا اور صرصر کی بھی ساری کیفیت بیان کرنے کے بعد معذرت طلب کی: "حضور اب کبھی نمک حرامی نہ کروں گا۔ اب شہنشاہ مجھے رہا کریں' تاکہ اس جعلساز دھوکے باز کو حاضر حضور کروں۔"

افراسیاب نے اس کلام میں صداقت کی خوشبو دیکھی اور رہا کر دیا۔ باغبان پورے غیظ و غضب سے عمرو کو لینے کے لیے روانہ ہوا۔ عمرو کا حال یہ ہے کہ جب پنجا باغبان کو اٹھا لے گیا' تو عمرو نے خالی مقام پا کر گلیم اتاری گلچیں سے کہا: "ملکہ میں نے افراسیاب کا غضب ختم کرنے کے لیے ایک تدبیر سوچی ہے اگر بادہ دری میں علیحدہ چلو تو بیان کروں۔"

گلچیں علیحدہ ساتھ گئی۔ عمرو نے اس کو بیضہ بے ہوشی مار کر بے ہوش کیا اور دری میں لپیٹ کر بارہ دری میں ایک جگہ چھپا دیا اور خود عیاری کا رنگ و روغن مل کر اس کی سی صورت بنا کر گلچیں بن گیا۔ اس کا لباس لے کر زیب جسم کیا۔ وہاں سے آ کر ناز و ادا سے مسند پر بیٹھا۔ کنیزوں نے عرض کیا: "حضور! عمرو کہاں گیا؟"

عمرو نے جواب دیا: "اس کو تو غائب ہونے کی قدرت حاصل ہے، نہیں معلوم کہاں گیا۔"

کنیزیں خاموش ہو رہیں کہ ایسا ہی ہو گا۔ اس عرصے میں باغبان پہنچا اور توجہ سے پوچھا، عمرو کہاں ہے۔ نقلی گلچیں نے کہا کہ "وہ تو جب آیا تھا، جب ہی غائب ہو گیا تھا۔"

باغبان نے کہا: "اس عیار کے سبب شہنشاہ نے مجھے سر دربار ذلیل و رسوا کیا۔ میں اس کے تجسس میں جاتا ہوں۔ دریا سے پار تو نہ جا سکے گا۔ گرفتار کر کے شہنشاہ کے پاس لے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر بزور سحر پرواز کر کے چلا۔ یہاں عمرو جو گلچیں بنا ہوا ہے۔ اس کے جانے کے بعد سوچنے لگا کہ باغبان جب تعاقب و جستجو کے بعد مجھے نہ پائے گا، سحر سے دریافت کرے گا کہ عمرو کہاں ہے۔ سحر بتا دے گا کہ گلچیں بنا بیٹھا ہے وہ آ کر تجھے گرفتار کر لے گا۔

یہ سوچ کر عمرو نے باغبان کی دو بیٹیوں نہال جادو اور ثمر جادو کو طلب کیا۔ جب حاضر ہوگئیں، ان کی بلائیں لیں اور مادرانہ محبت جتائی۔ خوب پیار کیا اور کہا: "تمھارا باپ عمرو کی تلاش میں گیا ہے اور وہ عیار بڑی بلا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمھارے باپ کو کسی طرح کی گزند پہنچائے یا ڈھونڈے اور تجسس سے نہ ملے، تو شہنشاہ کی خفگی آئے۔ چلو ہم بھی چلیں اور عمرو کو تلاش کریں۔"

نہال جادو نے کہا: "بہتر اے والدہ، چلیے۔"

• منزلِ عشق

گلچیں نے بزورِ سحر تخت منگوایا۔ نسال نے ایک نارنج زمین پر مارا کہ وہ شق ہوا۔ دھواں اس میں سے نکل کر آسمان کی طرف گیا۔ لمحے کے بعد ایک تخت اڑتا ہوا آیا اور زمین پر اترا۔ گلچیں اور نسال دونوں سوار ہوئے۔ ثمر جادو کو مکان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر روانہ ہوئیں۔ گلچیں نے نسال سے کہا: "اے لڑکی دیکھوں تو کتنی جلدی تخت کو لے کر چلتی ہے۔ کچھ سحر بھی سیکھا ہے یا دن بھر کھیلا کرتی ہے۔"

نسال نے ایسا سحر کیا کہ تخت اڑتا ہوا' دریائے خون رواں کے قریب پہنچا۔ اس وقت تک گلچیں نے ہونٹوں کو جنبش دے کر کہا: "میرا سحر خبر دیتا ہے کہ عمرو دریا کے پار اتر گیا ہے مگر ہنوز صحرا میں پھرتا ہے۔ جلد سحر کر کے چلو تو گرفتار کریں۔" نسال نے سحر کر کے تخت رواں کیا اور دریا کے پار پہنچی۔ لیکن اس طرف باغبان ہر سمت عمرو کو ڈھونڈتا پھرا جب کہیں پتا نہ چلا۔ اس نے ایک بت اپنی کلائی سے کھول کر' کچھ جادو پڑھ کر کہا: "اے تصویرِ سامری' تجھے واسطہ سامری کا سچ بتا کہ عمرو کہاں ہے۔"

وہ بت بولا: "تیری ندیمہ کی صورت بن کر' تیری بیٹی نسال جادو کے ہمراہ دریا کے پار اترا ہے اور تیری بیٹی کو قتل کیا چاہتا ہے۔"

باغبان یہ سن کر تیزی سے چلا۔ بت کو لے کر کلائی میں باندھ لیا۔ یہاں عمرو دریا کے پار اتر کر نسال کو بے ہوش کیا چاہتا تھا کہ باغبان آپہنچا اور للکارا: "ہاش' اے عیار۔ کہاں جائے گا۔ میں آپہنچا۔" نسال یہ آواز سن کر' حیران ہو کر ہر طرف دیکھنے لگی کہ میرا باپ کسے للکارتا ہے۔ عمرو نے ایک دھول نسال کے لگا کر فوراً گلیم اوڑھ لی اور تخت پر سے کود کر نعرہ کیا: "ہاش او حرامزادے' میں شہنشاہ عیاراں ہوں' بچ گیا تو میرے ہاتھ سے اور تیرا سارا گھر' ورنہ جہنم رسید کر دیتا۔"

یہ کہہ کر عمرو تو چلا گیا۔ باغبان اپنی بیٹی نہال کے پاس آیا اور کہا: "تو نے بڑا غضب کیا، جو عمرو کو دریا کے پار اتار دیا۔" نہال نے کہا: "مجھے تو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہوا۔ باغبان اسے لے کر ناچار اپنے مکان میں آیا اور گلچیں کو ڈھونڈھ کر بارہ دری کے اندر سے نکال کر ہوشیار کیا اور سارا ماجرا بیان کر کے کہا: "میں جانتا ہوں، عمرو اپنی بارگاہ میں جا کر ظاہر ہوگا۔ وہاں سے پکڑ لاؤں گا۔"

گلچیں نے اس کے قدموں میں سر رکھا، کہا: "اے باغبان، واسطہ سامری و جمشید کا، ان عیاروں کے مقدمے میں دخل نہ دے۔ جب شہنشاہ ان سے عاجز ہو رہا ہے، تو ہماری کیا حقیقت ہے۔ ایسا نہ ہو عیار عاجز آ کر قتل کر ڈالیں۔ ابھی دیکھ لیا کہ عمرو کہاں تھا اور کہاں سے کہاں پہنچ گیا۔ اور شہنشاہ کے کچھ بنائے نہ بنا۔ باغبان اس کے سمجھانے سے خائف ہوا اور افراسیاب کے پاس گیا۔ سارا ماجرا بیان کیا کہ عمرو اس طرح سے نکل گیا۔ افراسیاب خاموش ہو رہا۔ اس لیے کہ اگر اس کو زیادہ تنبیہہ کروں گا تو ایسا نہ ہو کہ یہ بھی جا کر مہ رخ کے ساتھ شریک ہو جائے۔ اب یہ سب تو دربار میں بیٹھے اور عمرو بھی آ کر اپنی بارگاہ میں داخل ہوا۔ سب سردار خوش ہوئے۔ آرام و سکون سے بیٹھے، لیکن صرصر کا حال سنئے کہ وہ باغبان کے مقام پر سے چلی تو اس کے خیال میں آیا کہ عمرو تو دریا کے پار نہ اتر سکے گا۔ مہ رخ کا لشکر خالی ہے۔ قران صحرا میں رہتا ہے اور عیار فکر عیاری میں گئے ہوں گے تو چل کر مہ رخ یا بہار یا کسی اور سردار کو گرفتار کر لا۔ اور جیسا کہ عمرو نے تجھے ذلیل کیا ہے، ویسا ہی اسے بھی جلا۔ غرضیکہ دریا سے اتر کر، شکل بدل کر، مہ رخ کے لشکر میں داخل ہوئی اور فکر عیاری کرنے لگی۔ دن بھر اس نے قیام کیا۔

رات کو مہ رخ نے دربار رخصت فرمایا۔ ہر ایک سردار اپنی خواب گاہ میں آیا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے مہ رخ کا بیٹا شکیل حیرت کی بیٹی ملکہ خوبصورت پر عاشق ہے۔ شکیل جب اپنے خیمے میں آتا ہے، اپنی محبوب کی یاد زلف میں، بعد پریشانی وہ رات بسر کرتا ہے۔ عاشقانہ شعر پڑھتا ہے۔ اس رات کو بھی حسب معمول، المناک دل لیے

بصد اضطراب اپنے خیمے میں آیا۔ دامن تک گریباں چاک کیا۔ ہر چند کہ وہ شب چاندنی رات تھی' مگر اس کے لیے اپنے محبوب کے چہرہ تابناک کے بغیر اندھیرا تھا۔ کہتا تھا کہ آسمان میرا دشمن ہے۔ یہ چاند نہیں' نار کا گولا ہے۔ بیٹھے بیٹھے ترنگ آئی۔ دل میں یہ سمائی کہ چل کر بیابان میں غم دل کو خالی کرے۔ مجنوں کی طرح اپنی لیلی کی یاد میں یہ رات بسر ہو۔ صبح کو لشکر میں چلے آئے۔ کوئی اس حال سے مطلع نہ ہو گا۔ دل مضطرب بہل جائے گا۔ آسیب الم ٹل جائے گا۔ یہ تصور کر کے روتا ہوا صحرا نورد ہوا۔ ہر قدم پہ اشک حسرت بہاتا تھا۔

درد بھری غزل پڑھتا ہوا چلا جاتا تھا کہ صرصر جو فکر عیاری میں پھر رہی تھی' اس کو تنہا جاتے دیکھ کر ساتھ ہوئی۔ جب شکیل صحرا میں پہنچا' کوہسار کے قریب ایک پتھر پہ بیٹھ کر غم دل برطرف کرتا تھا اور سیر گلزار سے بہلاتا تھا۔ صرصر تو اسی طلسم کی رہنے والی ہے' اور اس کے ماجرائے عشق سے بخوبی واقف ہے' اسے اس وقت بے قرار دیکھ کر اپنی صورت ایک کنیز کی بنائی۔ یعنی جیسی کنیزیں ملکہ خوبصورت کی ہیں۔ سامنے آ کر تسلیم کی اور کہا: "آپ نے مجھے پہچانا؟"

شکیل نے جواب دیا: "میں کیا جانوں؟ میں خود کو نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔"

صرصر نے کہا: "میں ملکہ خوبصورت کی کنیز ہوں۔ جب سے ملکہ قید ہو گئیں' میں صحرا میں رہتی ہوں۔"

شکیل نے جو سنا کہ محبوبہ کی کنیز ہے تو

قیس جنگل میں اکیلا ہے' مجھے جانے دو
خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

دونوں باہم رونے لگے۔ کنیز نے کہا: "تیرے فراق میں ملکہ کا بھی یہی حال زار ہے۔"

شکیل یہ حسرت افزا ماجرا سن کر' کنیز کے گلے لپٹ کر زار زار رویا۔ یہ بے قراری

دیکھ کر کنیز یعنی مرمر نے ایک خاصدان کمر سے نکالا اور اس پریشان حال کے سامنے رکھ کر عرض کیا: اے سرگشتۂ کوئے محبت' ملکہ نے قید ہونے کے وقت کچھ چکنی ڈالیاں اور الائچیاں اپنے لب نازک سے جھوٹی کر کے اس میں رکھی تھیں اور مجھے حکم دیا تھا کہ جہاں کہیں ہمارا عاشق ملے۔ اسے دینا' اور ہمارا حال غم کہہ دینا۔

شکیل نے خاصدان سے الائچیاں لے کر کھائیں اور بے ہوش ہو گیا۔ مرمر اس کو پشتارے میں باندھ کر روانہ ہوئی۔ مرمر پشتارہ لیے حیرت کی بارگاہ میں داخل ہوئی اور ملکہ کو تسلیم کر کے پشتارہ سامنے رکھ دیا۔ حیرت نے پوچھا: "کس کو لائی ہے؟"

اس نے عرض کیا: "مہ رخ کے بیٹے شکیل کو کہ ملکہ خوبصورت کا شیدا ہے۔"

ملکہ حیرت نے اسے قید سحر پہنا کر ہوشیار کیا۔ جب شکیل کی آنکھ کھلی تو خود کو حیرت کے دربار میں گرفتار پایا۔ بے اختیار زبان پر لایا: "اے ملکہ میں پہلے ہی غم محبت سے زندان الم میں گرفتار ہوں۔ گیسوئے تابدار کا اسیر ہوں۔ مجھے گرفتار کرنا کیا' بقول شخصے' آج نہ مرا کل مر جاؤں گا۔" یہ کہہ کر بہت رویا۔ حیرت نے اس کے حال پر رحم کیا اور کہا: "اے شکیل' تو بھی کوئی غیر نہیں۔ مہ رخ کا بیٹا اور مہ جبیں' دختر شہنشاہ کا ماموں ہے۔ اگر میری اطاعت کرے اور اپنی ماں کا ساتھ نہ دے' تو خوبصورت کی شادی تیرے ساتھ کر دوں گی۔"

شکیل نے کہا: "مجھے ماں کا ساتھ منظور ہے نہ آپ کا۔ میں تو ملکہ خوبصورت کے جادو میں مجبور و مسحور ہوں۔ فرمائیے جو حکم ہو' بجا لاؤں' کہئے تو آپ کے لیے مہ رخ سے جا کر لڑوں۔"

حیرت نے اس کی قید دور کر کے خلعت دیا اور اس کی خاطر سے طاؤس جادو نامی ایک ساحرہ کو حکم دیا کہ ملکہ خوبصورت کو قید سے رہا کر کے' باغ عشرت میں لا کر حمام کرا کے مسند پر جلوہ کرے۔ طاؤس نے حسب الحکم سحر کے ہنڈولے پر سے خوبصورت کو اتارا اور باغ میں پہنچا دیا۔ اس کے آنے سے اس باغ کی بہار دونی ہوئی۔ اس غنچہ

دلہن نے بھی اپنی آرائش و زیبائش کی اور اپنے عاشق کے ملنے کی خبر سن کر خوشی ہوئی۔

جب صبح ہوئی تو ادھر شکیل کی گرفتاری کی خبر ملکہ مہ رخ نے سنی۔ لمحے کے بعد خبر پہنچی کہ شکیل پھر اسی طرح سامری پرست ہو گیا اور حیرت کا ساتھی اور شریک ہوا۔ مہ رخ کو یہ خبر سن کر بڑا رنج ہوا' لیکن عمرو دربار میں موجود تھا کہنے لگا: "اے ملکہ' جب طلسم فتح ہو گا' ہزاروں بیٹے بیٹیاں مل جائیں گے۔ اگر اصلی نہ ہوں گے تو بہت سے آ کر بن جائیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمھارا بیٹا اپنے محبوب کے غم میں مرجاتا۔ وہاں زندہ رہے گا۔ یہ اس کی جان بچنے کا اچھا سہارا ہے۔ تم اصلی مقصد پر نظر رکھو۔ ایسی ویسی باتوں کا دھیان کرنا اچھا نہیں۔ مجھے دیکھو کہ شہزادہ اسد قید ہو گیا۔ کچھ رنج نہ کیا اور تیور پر میل تک نہ آیا۔

غرض مہ رخ بیٹے کے غم کو بھلا کر صابر و شاکر ہوئی۔ مگر وہاں شکیل نے حیرت سے عرض کیا: "اگر مجھے اجازت ہو تو ایک نظر ملکہ خوبصورت کو دیکھ آؤں۔"

حیرت نے اجازت دے دی کہ جاؤ اور ایک شب باغ عشرت میں رہ کر اپنی محبوبہ کا نظارہ جمال کرو۔ اور ساتھ طاؤس کو حکم دیا کہ خفیہ طور پر ان دونوں کی نگران رہے کہ کسی طرح کا اختلاط باطنی نہ کر پائے۔ طاؤس پوشیدہ روانہ ہوئی۔ شکیل نے بھی چلنے کی تیاری کی۔ نہا دھو کر خود کو نفیس پوشاک سے آراستہ کیا۔ ادھر خوبصورت نے یہ خبر سنی تو اس نے بھی لباس زر نگار زیب تن کیا۔ باغ کی زیبائش کی۔ جلسہ عشرت منعقد ہوا۔ باہم ملاقات ہوئی۔ عشق و محبت کی باتیں ہوئی اور دونوں نے باغ سے نکل کر گوشہ خلوت میں جانے کا فیصلہ کیا۔ طاؤس جو ان دونوں کی خفیہ محافظ تھی اور حیرت نے اس سے کہہ دیا تھا کہ جب یہ اختلاط باطنی کریں' تو انھیں منع کرنا۔ لہذا جب اس نے انھیں جاتے دیکھا' گھبرا کر دوڑی اور یہ دونوں باغ سے نکل کر ایک پہاڑی کے قریب پہنچے تھے کہ اس نے آ کر روکا۔ شکیل سے سحر چلنے لگا تخت سے اتر کر مقابلہ کیا۔ نارنج و ترنج کی مار ہونے لگی۔ طاؤس نے سحر کا ایک ناریل پڑھ

کر مارا کہ شکیل نصف زمین میں غرق ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ گرفتار کر کے لے جاوے۔

اس وقت اتفاق سے ضرغام اس طرف آ نکلا۔ یہ ماجرا دور سے دیکھ کر ایک غلہ بے ہوشی غلیل میں رکھ کر اس کی ناک پر مارا کہ طاؤس بے ہوش ہو کر گری۔ ضرغام نے آ کر زبان میں سوئی دے کر اسے ایک درخت سے باندھ کر ہوشیار کیا اور کہا: "اگر ملکہ مہ رخ کی اطاعت اختیار نہ کرے گی' تیغ ظلم سے ہلاک ہو گی۔" پھر خلاق دو جہاں کی حمد و ثنا اس کے سامنے بجا لایا کہ کفر کا زنگ طاؤس کے آئینہ دل پر سے دور ہوا اور اشارے سے کہا: "میں تابعدار ہوں۔" ضرغام نے اسے رہا کیا اس نے شکیل کو زمین سے نکالا اور خوبصورت کو لے کر روانہ ہوئی۔ یہاں تک کہ مہ رخ کے لشکر میں داخل ہوئی۔ ضرغام نے یہ خبر مہ رخ کو دی' وہ بھی سرداروں کے ہمراہ بیٹے اور بہو کو لے کر بارگاہ میں آئی۔ طاؤس کو خلعت سرداری دیا۔ جشن عظیم کا آغاز کیا۔ صحبت عیش و عشرت برپا ہوئی۔

دو ایک روز کے بعد یہ کیفیت حیرت نے سنی۔ شعلہ غضب کانوں اور سینے میں مشتعل ہوا اور چاہا کہ لشکر تیار کر کے اسی وقت چڑھ جاؤں اور سب کو ہلاک کروں' مگر صرصر اور صبا رفتار عیارنیاں حاضر تھیں۔ انہوں نے عرض کیا' آپ تامل فرمائیں۔ ہم جا کر سردار لشکر یعنی مہ رخ کو گرفتار کر کے لاتے ہیں۔ شکیل کے بدلے اسے قتل فرمائیے گا۔" یہ کہہ کر دونوں روانہ ہوئیں۔ صرصر ایک خدمت گار کی صورت بن کر مہ رخ کی بارگاہ میں داخل ہوئی اور صبا رفتار باہر ٹھہری۔ یہاں بارگاہ میں ناچ ہو رہا تھا۔ عمرو بھی بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک خدمت گار گوشے میں کھڑا ہے اور چار طرف دیکھتا ہے۔ عمرو پہچان گیا کہ عیار ہے۔ اپنے مقام پر سے اٹھا اور چاہا کہ بہلاوا دے کر پکڑ لوں' لیکن صرصر بھی عمرو کا عندیہ پہچان گئی۔ سراچہ پھلانگ کر باہر کود کر چلی اور پکاری: "میں صرصر شمشیر زن ہوں۔" اور نکل گئی۔

صبا رفتار جو باہر کھڑی تھی' صحرا سے قران آتا ہے' اس نے پہچانا اور دھوکا دے کر

پشت پر سے آ کر اسے گود میں اٹھا لیا۔ صبا رفتار ہر چند تڑپی۔ مگر نہ چھوٹ سکی۔ اس ماجرے کو مرمر دور سے دیکھ رہی تھی۔ فوراً عمرو کی صورت بن کر آئی اور کہا: "اے قران یہ تیری محبوبہ ہے۔ لا مجھے اس کو دے کہ سزا دوں۔ تجھے اس کے ساتھ عتاب کرنا اچھا نہیں۔ قران نے یہ کلام سن کر' عمرو سمجھ کے صبا رفتار کو دے دیا۔

مرمر اس کو لے کر چلی اور پکاری: "میں مرمر ہوں۔" اس وقت عمرو بھی بارگاہ کے باہر آیا اور دونوں عیار بچیوں کے پیچھے بھاگے۔ مگر وہ بجلیوں کی طرح چمک دمک کر نکل گئیں۔ عیار واپس آئے اور مرمر پھر دوبارہ شکل تبدیل کر کے لشکر میں آئی۔ اتفاق سے ایک طرف ملہ جادو اور مہ رخ کا خیمہ تھا۔ ملہ جادو ضعیفی کے باعث خیمے میں رہتی ہے۔ دربار میں کم آتی ہے۔ مرمر عمرو کی صورت بن کر اسی خیمے میں گئی۔ ملہ جادو نے مسند پر بٹھلایا۔ کشتیاں شراب کی سامنے رکھیں۔ مرمر نے کہا: "اے ملکہ صحبت رنداں میں تکلف کیا ہے۔ لیجیے میں بھی پیتا ہوں۔ یہ جام تو آپ پی لیجیے۔"

ملہ جادو نے ایک ساغر لے کر ایک جرعہ کشید کیا۔ مرمر نے اس کے ملازموں کو کاروبار کے بہانے سے ہٹا دیا۔ الغرض مہ جادو شراب پی کر بے ہوش ہوئی۔

مرمر اس کو ایک جگہ چھپا کر' آپ اس کی صورت بنی۔ اس اثنا میں رات کی تاریکی پھیل گئی۔ مرمر ملہ جادو کی شکل میں ملکہ مہ رخ کے پاس آئی۔ مہ رخ دربار برخاست کر کے آرام گاہ میں استراحت پذیر تھی۔ اپنی ماں کو دیکھ کر اٹھی اور بصد عزت و تکریم بٹھلایا۔ ملہ جادو نے کہا: "اے بیٹی' عیار بچیاں آئی ہوئی ہیں۔ آج میں تیرے پاس پلنگ بچھا کر سوؤں گی اور تجھ پر ہاتھ رکھے رہوں گی۔ اس لیے کہ کوئی تجھے زحمت نہ پہنچائے۔"

مہ رخ نے جواہر نگار پلنگ اپنے پلنگ کے برابر بچھوا دیا۔ سامان راحت مہیا کر دیا۔ نقلی ملہ جادو آرام پذیر ہوئی۔ یہاں تک کہ جب سب سو گئے۔ اس نے مہ رخ کے منہ پر بے ہوشی ملی۔ وہ بے ہوش ہوئی۔ اس کا پشتارہ باندھ کر' سراپردہ چاک کر کے لے

چلی' لیکن لشکر میں گشت پھر رہا تھا۔ پہرے والوں نے اسے جاتے دیکھا اور روکا۔ صرصر نے خنجر کھینچ کر دو ایک کو زخمی کیا اور چاہا لڑ بھڑ کر نکل جاؤں۔ غلغلہ بلند ہوا۔ عمرو شور سن کر خیمے سے نکل کر دوڑا۔ اس عرصے میں صرصر لڑ بھڑ کر پشتارہ لے کر رواں ہوئی' مگر عمرو نے اس کا تعاقب نہ چھوڑا۔ اتفاق سے صرصر جب صحرا میں پہنچی' وہاں قران مل گیا۔ اسے خنجر زنی ہو رہی تھی کہ عمرو بھی آپہنچا۔ صرصر کو گھیرا' مگر صحرا کی ٹھنڈی ہوا جو لگی' مہ رخ کو ہوش آ گیا۔ دیکھا میں چادر میں لپٹی ہوں اس وقت سحر پڑھا کہ چادر عیاری چاک ہو گئی اور کمند کے حلقے جو ہاتھ پاؤں میں بندھے تھے' کھل گئے۔ مہ رخ پشتارہ سے باہر نکلی اور سحر پڑھ کر صرصر کو پکڑ لیا۔

صرصر نے کہا: "سحر سے جب چاہو' عیار کو پکڑ لو۔ مجھے تو دو ہی عیاروں سے مقابلہ کا ہے۔"

قران نے کہا: مہ رخ اس کو چھوڑ دو۔ یہ سچ کہتی ہے۔ ہم اس کو انشاءاللہ عیاری کے فن سے زیر کریں گے۔"

مہ رخ نے صرصر کو چھوڑ دیا۔ صرصر اور قران خنجر زنی کرنے لگے اور جنگ عیاری شروع ہوئی۔ کبھی دونوں جانب سے بے ہوشی کے بیضے چلتے تھے اور کبھی کمند کے حلقے پڑتے تھے۔ عمرو اور مہ رخ کھڑے دیکھ رہے تھے' مگر اس جنگل میں ایک ساحر رہتا ہے۔ ہم اس کا نثار جادو ہے۔ وہ افراسیاب کا ملازم ہے۔ وہ ہنگامہ سن کر اپنی جگہ سے یہاں آیا۔ قران اور عمرو ساحر کو آتے دیکھ کر فرار ہو گئے اور صرصر بھی ایک طرف چلی گئی کہ میں جا کر اور کچھ کروں۔ نثار جادو مہ رخ کے پاس آیا اور اسے پہچان کر بجاہ ادب تسلیم کی۔ حال پوچھا کہ حضور یہاں کیوں کر تشریف لائیں۔ مہ رخ نے گرفتار کر لانے کی بیان کی۔

نثار جادو نے عرض کیا: "میں چاہتا ہوں' حضور کی اطاعت کروں۔ آپ کا شریک ہوں' لہذا اگر ملکہ عالم اس غریب کے جھونپڑے کو رونق بخشیں۔ دعوت نوش فرمائیں' تو میں بھی اپنے اہل و عیال کو ہمراہ لے کر آپ کے ساتھ چلوں۔"

ہ رخ نے یہ درخواست قبول فرمائی اور اس کے ساتھ چلی۔ نثار اپنے مسکن پر لایا۔ مہ رخ نے دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹی پر ایک رفیع الشان محل بنا ہے۔ شیشہ آلات موقع و مناسب جگہ پر لگا ہے۔ مکان نہایت آراستہ ہے۔ نثار نے مسند پر بٹھلایا۔ کشتیاں شراب کی پیش کیں۔ اطاعت کا اظہار کیا۔ مہ رخ نے چند جام شراب پیئے۔ اس میں نثار نے بے ہوشی ملائی تھی۔ یہ پی کر بے ہوش ہو گئی۔ نثار نے صندوق میں اٹھا کر بند کر دیا کہ صبح کو افراسیاب اور حیرت کے پاس لے جاؤں گا' لیکن ادھر عمرو اور قران جو لشکر میں پھر کر آئے۔ دیکھا کہ ابھی مہ رخ یہاں نہیں آئیں۔ خیال کیا کہ صرصر تو یہاں موجود تھی ہی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہمارے چلے جانے کے بعد پھر ملکہ کو پکڑ لے گئی۔

یہ تصور کر کے دوبارہ تلاش میں روانہ ہوئے۔ عمرو ایک ساحر کی صورت بن کر' حیرت کے لشکر میں آیا جہاں صرصر بھی صحرا سے پھر کر آئی تھی۔ حیرت کی بارگاہ کے دروازے پر کھڑی تھی کہ عمرو آ پہنچا اور کہا: "بی بی صرصر' آج تو تم نے بڑا کام کیا کہ مہ رخ کو گرفتار کر لائیں۔"

صرصر نے غور سے عمرو کو دیکھ کر پہچانا اور کہا: "میں کسی کو نہیں لائی۔"

عمرو نے کہا: "مجھ سے اور عیاری۔"

صرصر نے قسم کھائی کہ میں نہیں جانتی۔ عمرو وہاں سے تلاش میں چلا اور راہ میں برق فرنگی سے ملاقات ہوئی۔ اسے بھی ساری کیفیت بیان کی۔ وہ بھی تجسس میں روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ رات بھر ہر جگہ ڈھونڈتے پھرے۔ صبح کے وقت عمرو اور برق تلاش کرتے کرتے اس پہاڑ کے قریب پہنچے' جہاں نثار رہتا ہے۔ پہاڑ پر عمدہ مکان بنا دیکھ کر سمجھے کہ شاید مہ رخ یہاں ہے۔ دونوں علیحدہ ٹھہرے۔ برق ساحر بن کر محل کے دروازے پر آیا۔ یہاں نثار جادو کی ایک ملازمہ کھڑی تھی۔ اس نے ہنس کر کہا: "آج مدت کے بعد تمہیں دیکھا' کہو مزاج تو اچھا ہے۔"

وہ عورت سمجھی، شاید یہ مجھے پہچانتا ہے۔ بولی: "جی ہاں، دعا کرتی ہوں، کہئے آپ تو اچھی طرح ہیں۔"

برق نے کہا: "ساحری کا لشکر ہے۔ یہ آج اکیلی کیوں کھڑی ہو؟"

اس نے کہا: "ہمارے میاں نے مہ رخ کو قید کیا ہے۔ ہم یہاں پہرا دیتے ہیں۔"

برق باتیں کرتے کرتے اس کے اور قریب گیا اور کہا: "نہیں معلوم اس پہاڑ پر کیسی گھاس لگی ہے کہ اس میں بدبو آتی ہے۔ میں نے جو ایک پتی توڑی۔ ہاتھ میں بو آنے لگی ہے۔ دیکھو تو یہ کس چیز کی بو ہے۔" یہ کہہ کر اپنا ہاتھ اسے سونگھایا۔ وہ بے ہوش ہو کر گری۔ برق اس کو اٹھا کر الگ لایا اور کپڑے اتار کر اس کی سی صورت بنائی اور مکان کے اندر گیا۔

یہاں ثار کے اور بھی کئی ملازم تھے۔ انہوں نے کہا: "اے نورین! تم پہرہ چھوڑ کر چلی آئیں۔"

برق نے جواب دیا: "رات بھر میں نے پہرہ دیا۔ کسی نے میری خبر نہ لی۔ اب اور کسی کو بھیجو، کیا میں ہی پہرہ دینے والی ہوں۔"

ملازم خاموش ہو رہے۔ برق نے دیکھا کہ ثار خواب سے بیدار ہو کر، مسند پر بیٹھا ہے۔ مے خواری کر رہا ہے برق جا کر اس کے سر پر مورچھل ہلانے لگا۔ لیکن اب حال سنئے کہ عمرو بھی اس پہاڑ پر سے اتر کر ایک گویا بنا اور بانسری لے کر بجانے لگا۔ بانسری کی دلکش آواز ثار جادو کے کان میں گئی۔ اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ اس نے نواز کو بلا لاؤ۔ ملازم گئے اور عمرو کو بلا کر سامنے لائے۔ ثار نے دیکھا کہ ایک بڈھا گویا مفلوک پریشان روزگار ہے۔ جی میں کہا: "قدرت سامری کی ہے کہ صورت اور وضع قطع اس کی ایسی ہے، لیکن کمال ایسا جانتا ہے۔ غرض حکم دیا: "اپنا ہنر ہمیں بھی دکھاؤ۔"

عمرو سلام کر کے بانسری بجانے لگا۔ ثار جادو بہت خوش ہوا اور بہت سا انعام گویے کو دیا کہا: "آج اے گویے، تیرا گانا سنوں گا۔ کل مہ رخ کو لے کر افراسیاب کے پاس جاؤں گا۔"

عمرو نے کہا: "آپ نے مہ رخ کو کہاں قید کیا ہے؟"

نثار نے پہلے تو رو میں کہہ دیا کہ سامنے والے صندوق میں بند ہے۔ پھر اس خیال میں آیا کہ گویئے کو مہ رخ کا حال پوچھنے سے کیا مطلب۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیار ہے۔ یہ سوچ کر چیخا اور پکارا: "اے عیار میں نے تجھے پہچان لیا۔" سحر پڑھ کر عمرو کو گرفتار کیا۔ اس وقت برق جو سر پہ رومال جھل رہا تھا۔ اس نے پشت پر سے خنجر اس کی گردن پر مارا۔ نثار کا سر کٹ کر دور گرا۔ اس کے مرنے کا غلغلہ بلند ہوا۔ اس کے ملازم دوڑے۔ مگر برق تو سن چکا تھا کہ مہ رخ صندوق میں بند ہے۔ اس نے اس تاریکی میں جھپٹ کر صندوق کھول دیا۔ مہ رخ نثار کے مرنے سے ہوشیار ہو چکی تھی۔ باہر نکلی اور جتنے ملازم نثار کے تھے' ان کو قتل کیا۔ ادھر عمرو نے جال مار کر سارا گھر لوٹ لیا۔

الغرض قتل و غارت کر کے' وہاں سے اپنے لشکر کی طرف چلے۔ راہ میں ایک ساحر حیرت کا ملازم ملا۔ اس نے ان سب کو پہچان کر کہا: "آج تم اور عیش کر لو۔ کل سب ہلاک ہوں گے۔"

مہ رخ نے کہا: "ہمیں خدا کے سوا کون مار سکتا ہے۔"

ساحر نے کہا: "اے عمرو! میں حیرت کے دربار میں تھا کہ افراسیاب کا نامہ اس مضمون کا آیا کہ: "اے ملکہ' ہم شہزادہ جنگجو' تند خو جادو کو کل بھیجیں گے۔ وہ آ کر سب باغیوں کا کام تمام کرے گی۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ اب تم سب قتل ہو گے۔

یہ کہہ کر ساحر تو چلا گیا۔ مہ رخ شہزادہ جنگجو کا نام سن کر گھبرائی۔ خوف کے مارے اس کے چہرے کا رنگ سفید ہو گیا۔ عمرو نے اسے تسلی دلانے کے لیے کہا: "اے ملکہ! گھبراؤ نہیں۔ خدا قادر ہے۔ میں ابھی جاتا ہوں۔ شہزادہ کو لشکر تک نہ آنے دوں گا۔ راستے میں دیکھ بھال لوں گا۔" یہ کہہ کر چلا۔ اس وقت برق بھی ایک سمت روانہ ہو گیا۔ وہاں سے مہ رخ اپنے لشکر میں آئی۔ سب سے ملاقات کر کے تخت شاہی پر متمکن ہوئی۔

ادھر حال سنیے کہ برق جو عیاری کے لیے چلا' طلسم ظاہر طے کر کے دریائے خون رواں کے کنارے جو صحرا ہے' وہاں آ کر ٹھہرا۔ سوچا کہ شہزادہ اسی طرف سے آئے گی۔ میں عیاری کروں گا' لیکن اس جنگل میں ایک مقام پر جھولا پڑا تھا۔ اور تین نہایت حسین و جمیل عورتیں جواہر کا گہنا پہنے جھول رہی تھیں۔ برق نے اپنے دل میں خیال کیا کہ یہ جادوگرنیاں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے...... گرفتار کر لیں۔ یہاں سے کسی اور طرف چل کر ٹھہرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر راہ کاٹ کے اور سمت چلا۔ ان عورتوں نے پکار کر کہا: "اے برق ادھر آ ایک پینگ دیتا جا۔

برق نے کچھ جواب نہ دیا اور بھاگ کر دو کوس کے فاصلے پر نکل گیا۔ وہاں بھی وہی درخت' وہی عورتیں جھولتے دیکھیں۔ برق وہاں سے بھی بھاگ کر تیسری طرف کئی کوس نکل گیا۔ اس جگہ بھی وہی' ماجرا نظر آیا۔ یعنی انہیں عورتوں کو جھولتے پایا۔ اب کی بار چوتھی سمت کو بھاگا۔ جب کئی کوس گیا۔ وہی درخت اور عورتیں جھولتیں دیکھیں۔ انہوں نے کہا: "اے بے وقوف۔ ادھر آ۔ ہمیں پینگ دے۔ کہاں بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔"

برق ناچار ان کے پاس گیا اور کہا: "ہم عیار ہیں۔ ہمیں ستانا بہتر نہیں۔ باقی تم جانو۔" ہر چند برق نے دھمکایا۔ انہوں نے نہ مانا اور گرفتار کر کے افراسیاب کی طرف چلیں۔

اب عمرو کا حال سنیے کہ یہ جو شہزادہ جنگجو کے قتل کے لیے روانہ ہوا۔ ایک ایسے مقام پر پہنچا کہ چاروں طرف کوہستان ہے اور اس کے بیچ میں صحرائے سبزہ زار ہے۔ پھولوں سے لدا ہے۔ ہر سمت تراوٹ ہی تراوٹ ہے درخت کی شاخوں پر پرندے نغمہ سرا ہیں۔ رنگا رنگ پھول شگفتہ ہیں۔ عمرو نے تصور کیا کہ اس جنگل کو آراستہ کرو اور یہیں ٹھہرو۔ صحرا پاک و پاکیزہ ہے۔ عجب ہے کہ شہزادہ یہاں آ کر فروکش ہو۔

یہ سوچ کر زنبیل سے گلاب اور کیوڑے کے قرابے نکال کر' سب میں بے ہوشی کا عرق شامل کیا۔ درختوں پر چھڑکے اور پھول لے کر' ہار گوندھ کر درختوں پر ڈالے۔ سارا جنگل عطر بے ہوشی سے بسا دیا اور خود ایک سو برس کی بڑھیا بن کر جھکی ہوئی

کمر، لاٹھی ٹیکتا ہوا، دمہ کوہ سے نکل کر ایک جگہ مخفی ہو کر بیٹھا تھا کہ دور سے دیکھا تین عورتیں برق کو گرفتار کیے لیے جاتی ہیں۔ یہ دیکھتے ہی ان عورتوں کے پاس گیا اور لگا دہائی دینے اور رونے

انھوں نے پوچھا: "روتی کیوں ہے؟"

اس نے کہا: "بی بیو، اس موئے چھٹنے کو، جو تم نے گرفتار کیا ہے۔ اس سے میرا پاندان دلا دو۔ میں تمباکو کے بغیر ہلاک ہو جاؤں گی۔ یہ موذی کانا تین بار میرا پاندان چرا لے گیا ہے۔ میں ملکہ حیرت کی طرف اس جنگل میں محافظ ہوں ۔ پہرہ دیتی ہوں۔"

ان عورتوں نے برق سے کہا: "موئے بتا، اس بڑھیا کا پاندان تو نے کیا کیا؟"

برق بڑھیا کی باتیں سن کر سمجھ گیا کہ بڑھیا نہیں، استاد ہیں، مجھے چھڑانا چاہتے ہیں۔ یہ سمجھ کر کہنے لگا: "اگر پاندان دے دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گی؟"

یہ بات سن کر وہ عورتیں اس کو مارنے لگیں۔ برق نے کہا: "خفا نہ ہو۔ چلو میں بتا دوں، جہاں بڑی بی رہتی ہیں اسی جگہ ایک غار میں ان کے تینوں پاندان رکھے ہیں۔"

ان عورتوں نے بڑھیا سے پوچھا: "تم کہاں رہتی ہو؟"

اس نے کہا: "یہ سامنے جو دمہ کوہ ہے، اس کے آگے میرا مکان ہے۔" یہ تینوں عورتیں اسی طرف چلیں۔ حتی کہ دمہ کوہ سے نکل کر جب وہ صحرائے سبز میں پہنچیں، جسے عمرو نے درست کیا ہے، پھولوں کی خوشبو سے بے ہوش ہو کر گریں۔ عمرو اور برق نے فوراً ان کے سر کاٹ ڈالے۔ وہ شوروغل ہوا کہ کبھی ایسی آفت نہ آئی تھی۔ آگ پتھر برسنے لگے۔ وہ صحرا تمام برباد ہوا۔ دریائے خون رواں کے محافظ دوڑے۔ عمرو اور برق ان عورتوں کا زیور اور لباس اتار کر بھاگ گئے اور دریا کے محافظ ان کی لاشیں اٹھا کر باغ سیب میں افراسیاب کے پاس لے گئے اور سب ماجرا کہا کہ عیاروں نے صحرائے طلسم کے محافظوں کو مارا۔

افراسیاب نے ان جادوگرنیوں کی لاشیں اٹھوائیں اور بڑے طیش سے اسی وقت حکم دیا:

"اے شہزادہ جنگجو، جلد حاضر ہو۔" یہ کہنا تھا کہ ہوا کے رخ پر آگ کے شعلے پیدا ہوئے اور آتشکدے کی مانند سامنے آئے۔ اس آتشکدے سے ایک پری پیکر، مہر طلعت سرخ لباس پہنے، از سر تا قدم یاقوت احمر کا زیور زیب تن کئے ظاہر ہوئی۔ افراسیاب کو جھک کر تسلیم کی۔

افراسیاب نے حکم دیا: "ابھی ابھی تم ایک لاکھ فوج جو اپنے پاس رکھتی ہو، لے کے حیرت کے پاس جاؤ اور لشکر حریف کا کام تمام کرو۔ خبردار ایک وجود کو بھی زندہ نہ چھوڑنا اور ہر وقت ہماری رحمت خسروانہ کا انتظار کرنا۔ تمہارا بڑا رتبہ کریں گے۔ فتح کے بعد ملک و مال دیں گے۔"

شہزادہ جنگجو افراسیاب کا حکم سن کر اپنی جگہ پر آئی۔ ایک لاکھ فوج کی ترتیب اور درستی کر کے، آتشکدے میں مخفی ہو کر بڑے حشم و شان سے روانہ ہوئی۔ دریائے یلغر سے اتر کر حیرت کے لشکر کے قریب پہنچی۔ کہیں راستے میں نہ ٹھہری۔ حیرت نے یہ خبر سن کر استقبال کرایا۔ شہزادہ بارگاہ میں داخل ہوئی۔ ملکہ کو نذر دی۔ خلعت پایا اس کا لشکر اترا۔ بارگاہ عالی استادہ ہوئی۔ اس کے سامنے ناچ ہونے لگے۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا۔ جب اس کا دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا، ایک نامہ ملکہ مہ رخ کے نام لکھا۔ مضمون یہ تھا:

"میں شہزادہ جنگجو ہوں۔ میرا جادو سب پر روشن اور ظاہر ہے۔ کوئی ایسا نہیں جو میرا مقابلہ کرے۔ تجھے لازم ہے کہ اے مہ رخ میرے پاس چلی آ۔ تیری خطا معاف کر دوں گی۔ اور اگر نہ مانا تو سزا دوں گی۔"

یہ نامہ ایک چیلے کے ہاتھ مہ رخ کے پاس بھیجا۔ نامہ لا کر مہ رخ کی بارگاہ میں پہنچایا۔ مہ رخ نامہ پڑھ کر غضب ناک ہوئی۔ وہ دن جس قدر باقی تھا تامل کرتی رہی، لیکن جب سورج مغرب میں چھپ گیا، تو جنگ کی تیاری کا آغاز کیا۔

طائران سحر کی زبانی یہ خبر سن کر عیار صحرا کی سمت چلے گئے۔ مہ رخ نے بھی نفیر سحر بجائی۔ دلاوروں بہادروں نے جنگ کی تیاری کی۔ اسلحہ خانہ کھل گیا۔ سحر تیار ہونے

لشکر مہ رخ نے حکم دیا۔

ہوں نقیبان و جارچی تیار
کہیں لشکر میں یہ پکار پکار
جلد ہوں جلد پیادہ اسوار
غرق دریائے آہنی تیار
ہاں در قور خانہ وا کر دو
اسلحہ سب کے روبرو دھر دو
رات بھر اہتمام جنگ کریں
صبح کو فکر بم و تفنگ کریں
ہوئے مصروف ساز جنگ و جدل
کوئی کرتا تھا دمہ کو صیقل
ہوا ناگہ بہ گنبد گرداں
علم آفتاب جلوہ کناں
نہ ہوا بہر انتظام جنگ
ذہب بخش زردیں اورنگ
مرکب چرخ پہ سوار ہوا
شہ سیارگان دوچار ہوا
دیکھ کر رزم و جنگ کے اوضاع
لے لیا نیزہ خطوط شعاع
پشت پہ کچھ نہ تھی سپر درکار
خود ہوا صورت سپر یکبار
ماہ انجم سپاہ تنگ ہوا
شہ خاور سے قصد جنگ ہوا

بستر خواب سے شرارہ پلید
ہوئی بیدار با غرور شدید
کہا آمادہ سب سپاہ رہے
سوئے میدان میں نگاہ رہے
اپنا اسباب حرب منگوایا
سارا سامان سحر کا آیا
جب مہیائے کار زار ہوئی
اژدہے پہ لعین سوار ہوئی
پھر تو گھوڑوں پہ سب نے زیں باندھا
کمر کفر کو پہ کیں باندھا
لے کے وہ فوج قاہرہ ملعون
ہوئی اردوئے فوج سے بیرون
ہوئی ایسی غبار کی کثرت
ہو گیا میلا شیشۂ ساعت
ہوئی مہ رخ بھی اس طرف تیار
ہوئے آمادہ رزم سب سردار
سب ہوئے خود آہنی بر سر
چار آئینہ و زرہ در بر
اور کمر میں وہ تیغ برق صفت
آب سیل فنائے قصر حیات
ہو برہنہ دم غضب جس آن
ہو عیاں کل من علیہا فان
زہرہ مار ان تھے وہ تو سن چالاک
سرمہ چشم جن کے سم کی خاک

تھے ہنر بہ ثریاں وہ جرات میں

حکم پروردگار سرعت میں
اس طرح ہو کے الغرض تیار
چلی میدان کو بہ رخ جرار
بولا اقبال یوں بطور نقیب
ہو، دشمن کی پہنچی سمت قریب
جبکہ میدان رزم میں پہنچی
کی نقیبوں نے پھر صف آرائی
ناگہاں وہ شہزادہ باشر
اپنی صف سے نکل پڑی باہر
اژدہے کو کئے ہوئے جولان
آئی میدان میں مثل چل و ملن
اس کی آمد سے چھا گیا یہ ہراس
ایک کے بھی بجا رہے، نہ حواس
تھے جو علم آوران دہر بڑے
مثل تصویر تھے خموش کھڑے
اژدہے پر جو وہ چڑھی تھی
بیم و وحشت، ہر ایک کی بڑھی تھی
عازم جنگ ہو شہزادہ سے
دل میں اس کے خیال یہ آئے
پا کے تنہا کوئی اسیر کرے
یا رند وہ تیرے سر پہ دھرے
دل میں یہ سوچ کر جواں نے وہاں
اک کنیز بہار کو اس آن
پاس اپنے بلا کے اسے کہا

خوبصورت کو یاں سے تو لے جا
نام تھا اس کنیز کا مہران
کر کے طاؤس سحر کو جولاں
خوبصورت کو بس اٹھا اک بار
لے گئی وہاں سے جانب کہسار
پھر شکیل آیا اپنی ماں کے پاس
اور کہا اس طرح سے بے وسواس
حکم ہو مجھ کو مادر والا
کہ کروں بند بند اس کا جدا
کہا مہ رخ نے اے پسر مخروش
جنگ ناہید خوش خروش
گر تو غلطاں ہلاک و خوں ہو گا
حال ماں کا بہت زبوں ہو گا
نہ دی اس کو غرض اجازت جنگ
رعد جادو نے پھر کیا آہنگ
پاؤں دونوں زمیں پہ مارے
سحر سے غرق ارض ہوئے سارے
پاس نکلا شہزادہ کے جا کر
چیخ اٹھا اس طرح سے وہ خود سر
غش میں آ کر گری وہ اژدر سے
سحر پڑھ کر سنبھل کے پھر اس نے
کر لیا قید رعد جادو کو
اور چاہا کرے ہلاک اس کو

جس وقت رعد جادو کو قتل کرنا چاہا۔ اس کی ماں برق محشر پاؤں پر آ کر گر پڑی: ہائے

شرارہ، میں کنیز ہوں۔ میرے بیٹے کو چھوڑ دے۔" اس نے رحم کھا کر چھوڑ دیا اور خود پرواز پیدا کر کے، اڑ کر فضا میں معلق ہوئی۔ مہ رخ کے لشکر پر ناریل مارا کہ وہ صفوں کے قریب جا کر شق ہوا۔ اس میں ہزاروں کالے سانپ ظاہر ہوئے کہ ان کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکلتی تھیں۔ وہ سانپ لشکر بھر میں پھیل گئے اور چنگاریاں اڑانے لگے۔ ایک آن میں وہ چنگاریاں شعلے بن کر لشکریوں کو جلانے لگیں۔ سرداروں کے ہاتھ پاؤں میں شرارے کی طرح لپٹی تھیں۔ مہ رخ کے سردار رد سحر کر کے خود کو بچاتے تھے۔ آگ بجھانے کے لیے باراں سحر برساتے تھے۔ شرارہ نے ایک اور نارنج زور سے مارا اور پکار کر کہا: "اے افسرو، لینا ان حرامیوں کو" اس کی فوج ترشول، پنسول اور تیر تلواریں لے کر مہ رخ کے لشکر آ پڑی۔ دوسری طرف سے حیرت بھی، جو شرارہ کے ہمراہ تماشائے جنگ کے لیے میدان میں آئی تھی۔ اپنی فوج کے ساتھ حریف پر گری۔ مہ رخ بھی آگے بڑھی۔ سحر چلنے لگے۔ نارنج ترنج اچھلنے لگے۔ دو لشکر آپس میں مل گئے۔

خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی، بہار، مہ رخ اور نافرمان وغیرہ نے ہزاروں کو تہ تیغ کیا۔ سینکڑوں کو بزور سحر دیوانہ بنا دیا۔ لیکن شرارہ نے بلندی سے تیسرا نارنج مارا کہ اس کے شق ہونے سے، آگ کی چادریں مہ رخ کے لشکریوں پر پڑنے لگیں۔ دیکھا، تو وہ سب آگ جمع ہو کر بادلوں کی طرح چادر آتشیں ہوئی اور لشکر کے سر پر جھکی اور پوشیدہ کرنے لگی۔ مہ رخ بہار اور شکیل سرداران نامی بھاگے اور لشکر نے شکست فاش کھائی۔ اس سحر کا توڑ نہ ہو سکا۔

شرارہ اور حیرت قتل و غارت کرتی ہوئیں، حریف کے تعاقب میں کئی کوس آئیں۔ مہ رخ کے کچھ سردار اپنی شکست خوردہ سپاہ کے ہمراہ کوہ لاجورد کے قریب پہنچ کر، پہاڑوں میں روپوش ہو گئے۔ بہت سے لشکری خاک و خون میں غلطاں، راہی عدم ہوئے۔ شرارہ ہلاک و غارت کر کے شام کے وقت واپس پھری اور جاسوس بھیجے کہ خبریں لائیں کہ باقی کس طرف گئے۔ اور کہاں پوشیدہ ہیں۔

الغرض جب شرارہ اپنے خیمے میں مسند پر بیٹھی۔ سحر پڑھا کہ اس کے گرد آتشکدہ بن گیا۔ اس میں پوشیدہ ہو گئی اور حکم دیا کہ رقاصہ آ کر مجرا کرے۔ جشن طرب کی بنیاد پڑے۔ حکم کے بموجب بزم نشاط مرتب ہوئی۔ یہ کیفیت دور سے لشکر اسلام کے عیاروں نے بھی دیکھی اور عیاری کے قصد سے چلے۔ یہاں تک کہ قران شکل بدل کر' شرارہ کے خیمے کے قریب پہنچا اور چاہا کہ اندر جاؤں۔ یکایک آواز آئی کہ "ہوشیار ہو جاؤ۔ قران آتا ہے۔" قران یہ آواز سن کر جست کر کے بھاگا اور نکل گیا۔

ادھر سب نے شرارہ سے پوچھا کہ "یہ آواز کون دیتا ہے؟" اس نے کہا: "میں نے سحر کا پتلا بٹھلایا ہے کہ جو آئے گا' پتلا ہوا کے رخ آواز دے گا اور آنے والے کا نام بتائے گا۔"

چنانچہ جو عیار بھی خیمے کے قریب آئے پتلے نے ان کا نام بھی بتلایا۔ سب بھاگے اور مہ رخ جہاں چھپی تھی وہاں پہنچے اور کہا: "اے ملکہ! ہم لوگ عیاری کو جاتے ہیں' تو جا نہیں سکتے۔ اب یقیناً ہماری قضا آئی ہے۔"

سارے لشکر میں شور گریہ بلند ہوا۔ اس وقت عمرو بھی آیا اور دردمندوں کے حال پر اشک حسرت بہانے لگا۔ ہر ایک کو تسکین دلاسہ دیتا تھا' لیکن عیار پھر عیاری کے لیے روانہ ہوئے۔ ادھر شرارہ ناچ دیکھ رہی ہے کہ افراسیاب کا نامہ اس کے پاس آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہم نے کتاب سامری میں مہ رخ کا حال دیکھا ہے معلوم ہوا کہ سب نمک حرام کوہ لاجورد میں جا کر روپوش ہوئے۔ لہٰذا فوج لے کر چڑھ جاؤ اور سب کو گرفتار کر لو۔"

یہ نامہ پڑھ شرارہ نے نفیر سحر بجائی اور اس وقت فوج کی کمر بندی کر کے سوار ہوئی اور کوہ لاجورد کے قریب پہنچ کر' دہانے بہم یلغر کے پاس محاصرہ کیا۔ عین غفلت میں کوئی بھاگ بھی نہ سکا۔ اس وقت عمرو نے مہ رخ سے کہا: "مصلحت یہ ہے کہ تم سب جا کر اس ملعونہ کے قدم پر گر پڑو اور کہو کہ شہنشاہ افراسیاب سے ہماری خطا معاف کرا دیجئے۔ وہ تم سب کو امان دے گی۔ پھر میں سمجھ لوں گا۔"

مہ رخ کو خواجہ کی یہ رائے پسند آئی۔ نذر کے لیے زر و جواہر کی کشتیاں لے کر، تمام سرداروں کے ہمراہ روانہ ہوئی۔ شرارہ کا لاجورد کے قریب خیمہ تنا تھا۔ فوج پہاڑ کے چاروں طرف محاصرہ کیے ہوئے تھی کہ مہ رخ کے آنے کی خبر سنی۔ شرارہ نے دیکھا کہ مہ رخ اور بہار وغیرہ ہاتھیوں کو وہاں سے بڑھائے چلی آتی ہیں۔ یہ معاملہ دیکھ کر اس نے فوج کو مداخلت سے منع کیا اور آگے بڑھی۔

مہ رخ دوڑ کر اس کے قدم پر گری اور جو کچھ عمرو نے سکھلایا تھا، زبان پر لائی۔ شرارہ نے ہر ایک کو گلے لگایا نہایت خوش ہوئی کہ میری بدولت یہ ہنگامہ عظیم مٹا۔ سب کو لے کر خیمے میں داخل ہوئی۔ ہر ایک کو مقام پاکیزہ میں بٹھلایا اس وقت عمرو بھی اس کے خیمے میں آیا اور عرض کیا: "میں بھی شہ طلسم کی ملازمت کروں گا۔"

شرارہ نے عمرو کی بھی تعظیم کی اور کرسی پر بٹھلایا، مگر آپ بزور سحر آتشکدے میں پوشیدہ ہو گئی اور حکم کے مطابق اسباب نشاط حاضر ہوئے۔ ناچ ہونے لگا۔ ساقی بادہ ارغوانی کے جام سب کو دینے لگے۔

عمرو نے کہا: "اے ملکہ! آپ بھی آ کر شریک بزم ہو جائیے۔"

شرارہ نے آتشکدے میں سے جواب دیا: "اے عمرو، میں تیرے خوف سے آگ میں چھپی رہتی ہوں۔"

عمرو نے عرض کیا: "اگر مجھ سے وسوسہ باقی ہے تو پھر میرا ٹھہرنا بیکار ہے۔"

شرارہ نے کہا: "نہیں تم خفا نہ ہو۔ میں ظاہر ہوتی ہوں۔"

یہ آواز دے کر آتشکدے سے شعلہ جوالہ کی مانند باہر آ کر تخت پر بیٹھی۔ اپنی اصلی صورت بنائی۔ سب نے دیکھا کہ خوبصورت عورت تخت پر بیٹھی ہے۔ عمرو نے پھر عرض کیا: "اگر مجھے حکم ہو تو ساقی گری کر کے، اپنا شائستہ ہنر دکھاؤں۔"

شرارہ ہنس کر بولی: "مجھے بے ہوشی دیا چاہتے ہو تو ویسا کہو۔"

عمرو نے کہا: "توبہ توبہ، اب کبھی ساقی گری کا نام نہ لوں گا۔"

یہاں یہ باتیں ہو رہی ہیں' ادھر افراسیاب نے کتاب سامری دوبارہ دیکھی۔ معلوم ہوا کہ عمرو مکاری کی خاطر شرارہ کے پاس آیا ہے اور یقین ہے کہ اس پر قابو پا کر قتل کرے۔ اس کیفیت کو معلوم کر کے نامہ لکھا اور چیلے کو دیا کہ شرارہ کو پہنچائے۔ چیلا نامہ لے کر روانہ ہوا اور شرارہ کے پاس پہنچ کر نامہ دیا۔ اس نے پڑھا' لکھا تھا کہ عمرو عیاری کرنے آیا ہے۔ اس کے فقرے پر نہ جانا۔ اس وقت سب باغی تمہارے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ان کو گرفتار کر کے حیرت کے لشکر کی طرف پھر جاؤ کہ ہم وہاں آ کر ہر ایک کو دار پر کھینچیں گے۔

شرارہ نے نامہ پڑھتے ہی ایک ایسا سحر کیا کہ عمرو اور مہ رخ وغیرہ سب سرداروں کے گرد' آگ کا حصار ہو گیا اور ان کے ہاتھ پاؤں میں شرارے اور شعلے لپٹ گئے۔

سب نے کہا: "اے ملکہ! ہمارا کیا قصور ہے؟"

اس نے جواب دیا: "تم سب جعلساز ہو۔ دیکھو تمہارے فریب پر شہنشاہ نے مجھے مطلع کیا۔ یہ نامہ بھیجا ہے۔"

یہ کہہ کر' سب کو گرفتار کر کے' چھکڑے منگوا کر سوار کیا۔ خود ہی وہاں سے کوچ کر کے' لشکر حیرت کی سمت چلی۔ وہ لوگ جن کو مہ رخ کوہ لاجورد میں بقیہ لشکر کی حفاظت کے لیے چھوڑ آئی تھی' وہ یہ حال دیکھ کر رنجیدہ ہوئے۔ ہر ایک کو اپنی ہلاکت کا یقین واثق ہو گیا۔ اس امر کا ارادہ کیا کہ جا کر شرارہ کے لشکر پر گریں اور اپنی بھی جانیں دیں۔ یہ ارادہ کیا ہی تھا کہ قران ان کے پاس آیا۔ ان سب کو ایسے ارادے سے منع کیا اور کہا: "تم سب پروردگار عالم کی درگاہ میں دعا کرو۔ میں جا کر اس فجہ شرارہ کا کام تمام کرتا ہوں' لیکن تم میں سے ایک ساحر میرے ساتھ چلے۔ غرض ایک ساحر کو ساتھ لے کر قران روانہ ہوا اور یہاں اہل لشکر دعا کرنے لگے۔

○○○

- علامہ جادو

قران ساحر کو لیے ایک درہ کوہ میں آیا اور ساحر سے کہا کہ سحر سے ایک طاؤس بنا دے۔ ساحر نے بزور سحر موم کا ایک طاؤس بنایا قران نے ریشمی ڈوری سے اسے زین پہ باندھا اور موتیوں کی ایک مالا' طاؤس کی چونچ (منہ) میں دی۔ گلے میں بہت سے جواہر لٹکائے اپنی صورت افراسیاب کی مانند بنا کر طاؤس پہ سوار ہوا۔ اس نے ساحر سے کہا: "تو یہاں سے میرے ساتھ ایسا سحر پڑھتا ہوا چل کہ طاؤس اڑتا ہوا شہزادہ کے پاس پہنچے اور راستے میں کچھ آگ برسے' آندھی آئے' پتھر گریں۔ تاکہ یہ ساحر جلیل کی آمد کی علامت معلوم ہو۔"

ساحر نے حسب ارشاد ملازم کی طرح رکاب پکڑ لی اور سحر پڑھا۔ سحر پڑھتے ہی آندھیاں اٹھنے لگیں آگ اور پتھر برسنے لگے اور طاؤس روانہ ہوا۔ شہزادہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی کہ یکایک ساحر کی آمد کے آثار دیکھ کر ٹھہری اور جدھر سے آگ برستی آتی تھی اس طرف دیکھنے لگی سامنے سے افراسیاب مرصع نگار تاج سر پہ رکھے' لباس فاخرہ پہنے' طاؤس سحر پہ ظاہر ہوا۔ شہزادہ شہنشاہ کو آتے دیکھ کر آتشکدے سے باہر نکلی اور تعظیم کے لیے آگے بڑھی اور قریب آ کر آداب بجا لائی۔

افراسیاب نے طاؤس ٹھہرایا اور کہا: "اے ملکہ! کتنی جلد تم نے اس جنگ پہ فتح حاصل کی۔" یہ کہہ کر طاؤس سے نیچے اترا اور ساحر نے اپنے سحر کو ختم کیا۔ آندھی' پتھر اور آگ وغیرہ موقوف ہوئے۔ شہزادہ نے نذر کی۔ کشتیاں پیش کیں اور اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ خیمہ اس جگہ استادہ ہو' اس کے ملازم انتظام میں مصروف ہو گئے۔

افراسیاب نے شہزادہ کو بتایا: "اے شہزادہ! میں گنبد سامری پہ گیا تھا۔ وہاں میں نے ایک سحر یاد کیا ہے کہ جس سے آئندہ بارہ برس کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ اگر تم آنکھیں بند کر کے بیٹھو اور تین بار "یا سامری" "یا سامری" کہو تو اس کی ترکیب تمہیں بھی

جلا دوں۔

شرارہ یہ الطاف خسروانہ دیکھ کر نہایت مسرور ہوئی اور اسی صحرا میں ایک جگہ صاف و پاکیزہ دیکھ کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گئی۔ یا سامری یا سامری کہنے لگی۔ قران سر پر تو کھڑا ہی تھا۔ اس نے اطمینان سے اس کے سر پر ڈنڈا مارا، سر پھٹ کر بھیجہ دور جا گرا۔ قران نے نعرہ لگایا اور جست کر کے بھاگ۔ شرارہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جہنم واصل ہوئی اس کے موکل شور مچانے لگے اور اس کے ملازم، ساحر دوڑے۔

اسی اثنا میں مہ رخ، بہار اور نافرمان وغیرہ کے گرد جو آتش تھی۔ وہ دفع ہوئی اور آواز سنائی دی: "میرا نام شرارہ جنگجو ہے" یہ آواز سن کر عمرو پکارا: "اے ملکہ مہ رخ! وہ مارا اس حرامزادی کو اس کی فوج زندہ بچ کر نہ جانے پائے۔

مہ رخ اور سب سردار، نازیل اور ترنج وغیرہ لشکر شرارہ کے لشکر پر حملہ آور ہوئے جو اس کے مرنے سے پہلے ہی بدحواس تھا۔ ہزاروں کو ایک ہی وار میں ہلاک کیا۔ تہ خاک و خون کیا۔ سرخ مو کاکل کشا نے اپنی زلفوں کو پریشان کیا۔ ہزاروں ستارے ٹوٹ کر گرے اور تیروں کی طرح لشکر پر برسے، ملکہ بہار نے گلدستہ مارا۔ فصل بہار آئی۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی غنچے چٹکنے لگے۔ ساحر دیوانے ہوئے۔ تلوار سحر کی چلنے لگی۔

شرارہ کے ساحر، جو بھاگ کر اپنی جان بچا گئے تھے۔ پریشانی کی حالت میں افراسیاب کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر حیرت بھی، مہ رخ اور عمرو کی گرفتاری کی خبر سن کر، شرارہ کی طرف چلی تھی، لیکن راستے میں وزیر زادی، یاقوت جادو نے اسے خبر دی کہ شرارہ جہنم واصل ہو چکی ہے۔ مہ رخ شاداں اور کامران آئی ہے۔ حیرت یہ خبر سن کر اپنے لشکر میں واپس آئی۔ ادھر مہ رخ شرارہ کے لشکر کے قتل و غارت کے بعد اپنی بھاگی ہوئی فوج کو جمع کرنے لگی۔ وہ لشکر جو پہاڑ پر مصروف دعا تھے۔ وہ بھی فتح کی خبر سن کر حاضر ہوئے۔ فتح و کامرانی کے نقارے بجنے لگے۔ ایک روز وہاں قیام کرنے کے بعد، نئے سرے سے لشکر کی ترتیب دی۔ کوچ کا نقارہ بجایا اور حشم و خدام کے

ہمراہ مراجعت کی۔ یہاں تک کہ حیرت کے پاس پہنچی اور قدیم جائے قیام پر فتح مند لشکر کو اتروایا۔ سرداراں عالی مقام کے لیے خیمے نصب ہوئے۔ لشکر میں گہما گہمی ہونے لگی۔

مہ رخ تخت پر بیٹھی بہار سے کہا: "تمہاری کنیز' ملکہ خوبصورت کو میدان جنگ سے کوہستان لے گئی تھی۔ اب اس کو طلب کرو۔ اس لیے کہ لاکھ دوست دشمن ہیں' کہیں کوئی مصیبت نہ آ جائے۔"

بہار ملکہ خوبصورت کو لینے کے لیے روانہ ہوئی' لیکن وہاں کی کیفیت سنئے۔ مہران کوہستان میں ایک دریا کے کنارے خوبصورت کو سیر کرا رہی تھی۔ وہاں ایک ساحر رہتا ہے' جو شاہ طلسم کی رعیت میں سے ہے۔ اس کا نام ناگ جادو ہے۔

اس نے خوبصورت کو پہچانا اور ان کے قریب آ کر کہنے لگا: "اے مہران تو بہار کی لونڈی ہے' تجھے قتل کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے' کیوں کہ تیری کچھ حقیقت میرے نزدیک نہیں ہے۔ لیکن ملکہ حیرت کی بیٹی ملکہ خوبصورت کو اپنے ساتھ ضرور لے جاؤں گا۔ یہ کہہ کر کچھ پڑھ کر دم کیا کہ ایک سانپ زمین سے نکل کر مہران سے لپٹ گیا۔ یہ سانپ ایسا زہر آلود تھا کہ اس کے لپٹتے ہی' مہران بے ہوش ہو گئی۔

ناگ جادو' ملکہ خوبصورت کو اٹھا کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً ایک سمت سے صرصر آ گئی تھی۔ اس نے جب یہ معاملہ دیکھا کہ ملکہ حیرت کی بیٹی گرفتار ہے۔ اس نے سوچا اگر ناگ جادو ملکہ خوبصورت کو لے گیا' تو ہو سکتا ہے اس کی بے حرمتی کرے۔ اس خیال کی بنا پر ملکہ خوبصورت کو چھیننے کے لیے ناگ جادو کے پاس آئی اور بیضہ بے ہوشی اس کی ناک پر مار کر اسے بے ہوش کیا۔ اس کا سر کاٹ ڈالا۔ شور و غل ہوا اور آواز آئی کہ مجھ کو مارا کہ میرا نام ناگ جادو تھا۔ ناگ جادو کے مرنے سے مہران ہوش میں آ گئی اور ملکہ خوبصورت کی تلاش میں چلی۔ لیکن صرصر ملکہ کو بے ہوش کر کے پشتارہ خیمے میں لائی اور صبا رفتار اور شمیمہ سے کہا کہ تم اس کی حفاظت کرنا' کہیں

کوئی پشتارہ نہ لے جائے اور خود ملکہ حیرت کے پاس پہنچی اور عرض کیا کہ میں ملکہ خوبصورت کو گرفتار کر کے آ کر آپ کے پاس لاؤں، تو ممکن ہے آپ اس کو قتل کر دیں۔ ملکہ حیرت نے جواب دیا: "وہ میری بیٹی ہے، میں اس کو کچھ نہ کہوں گی، تو اسے جلد میرے پاس لا۔"

مرصر ملکہ حیرت سے یہ اقرار لے کر اپنے خیمے میں آئی اور پشتارہ لے کر چلی۔ اس وقت قران مبدل کی شکل میں ملکہ حیرت کے لشکر میں پھر رہا تھا۔ مرصر کی پشتارہ کمر پر رکھے، لے جاتے دیکھا، تو سمجھا کہ ہو سکتا ہے کہ یہ ہمارے لشکر کے کسی سردار کو لاتی ہے۔ اس نے پکارا: "مستانی! اگر ایک قدم آگے بڑھایا تو مار ڈالوں گا۔"

ادھر بہار جو ملکہ خوبصورت کو لینے کے لیے کوہستان پہنچی، تو اس نے وہاں ناگ جادو کی لاش دیکھی اور کسی کو نہ پایا۔ سمجھی کچھ گڑ بڑ ہے۔ ڈھونڈتی ہوئی ملکہ حیرت کے لشکر میں آئی۔ مرصر کو پشتارہ لیے لڑتے دیکھا تو ایک جادو کیا۔ اسے مرصر کے پاؤں زمین نے پکڑ لیے اور اب پشتارہ لے کر اڑ گئی۔ اور سحر کا ایک پنجہ بھیجا، جو مرصر کو بھی لے گیا۔ قران ملکہ حیرت کے لشکر سے نکل گیا کہ اجنبی جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں۔

بہار پشتارہ لیے لشکر سے صحرا میں آئی۔ اتفاقاً افراسیاب کا ایک خاص مصاحب ساحر، شہنشاہ کا پیغام لیے ملکہ حیرت کے پاس جا رہا تھا۔ اس نے بہار کو دیکھ کر للکارا: "بہار، تیرا اس ساحر سے سامنا ہے، جس کا نام علامہ جادو ہے۔" اس نے یہ سوچ کر کہ وہ بہار سے لڑ نہ سکے گا۔ اس نے اپنے پاس موجود قبر جمشید کی خاک بہار پر ڈال کر اسے بے ہوش کیا۔ علامہ جادو سب کو لے کر چلا تو اس کیفیت کو برق فرنگی نے دور سے دیکھا، کیونکہ عیار تو صحرا میں پھرا ہی کرتے ہیں۔ اس نے دوڑ کر مہ رخ کے لشکر میں شکیل کو سارے ماجرے سے آگاہ کیا۔ وہ اپنے مطلوبہ افراد کی گرفتاری کا حال سن کر دیوانہ وار اور بے قرار ہو کر چل پڑا۔ اس کو جاتا دیکھ کر مہ رخ بھی مادری شفقت سے بے تاب ہو کر ساتھ روانہ ہوئی۔ تھوڑی دور گئی تھی کہ ادھر سے کچھ

عیارنیاں صرصر کی تلاش میں چلی تھیں۔ ان میں سے صبا رفتار نے مہ رخ کو جاتا دیکھ کر فوراً اپنی صورت ضرغام عیار کی بنا کر مہ رخ کے پاس آئی۔ حباب بے ہوشی مار کر اسے بے ہوش کر کے پشتارہ بنایا اور چل پڑی۔ صبا رفتار ابھی کچھ دور گئی تھی کہ قران جو حیرت کے لشکر سے آیا تھا۔ اس نے اسے دیکھا اور ڈنڈا لے کر اس کے پیچھے دوڑا۔ صبا رفتار پشتارہ پھینک کر بھاگی۔ قران مہ رخ کو ہوش میں لایا۔ دونوں چل پڑے۔

شکیل نے ادھر علامہ کو جا کر گھیرا اور دونوں میں سحر کی لڑائی ہونے لگی۔ جنتر منتر پڑھے جانے لگے۔ کبھی ایک غرق زمین ہوتا' کبھی دوسرا آسمان پر اڑ جاتا۔ آتش سحر کا دھواں بلند ہوا اور دریائے سحر بھی جوش پر تھا۔ صرصر نے جب یہ کیفیت دیکھی تو بیضہ بے ہوشی مار کر شکیل کو بے ہوش کر دیا اور علامہ کو بھی سحر کے زور پر گرفتار کر کے لے چلا۔ صرصر اسے پہلے ملکہ حیرت کے لشکر میں پہنچی اور ملکہ حیرت کو آگاہ کیا کہ علامہ آپ کی بیٹی کو مع اس کے عاشق کے اور بہار کے گرفتار کر کے لاتا ہے۔ ملکہ حیرت بہت خوش ہوئی۔ ادھر علامہ کے ذہن میں یہ خیال آیا کہ ان سب مجرموں کو سرکات کر لے جایا جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں کچھ اور مشکل پیش آ جائے اور یہ سب رہا ہو جائیں۔ اسی خیال کی بنا پر وہ ایک پہاڑ پر ٹھہرا۔ ادھر سے عمرو شکیل کو جاتے دیکھ کر لشکر سے چلا تھا۔ اسی پہاڑ کے قریب پہنچ کر ساحر کی صورت بنائی اور علامہ کے سامنے آیا اسے ڈانٹا: "او بے حیا! تو کون ہے جو پرائی بہو بیٹی کو پکڑ کر لایا ہے' تو بڑا دغا باز معلوم ہوتا ہے۔" یہ کلمات سن کر علامہ نے پوچھا: "آپ کون ہیں؟" عمرو نے جواب دیا: "یہ زمین شہنشاہ کی طرف سے میرے قبضے میں ہے اور میں یہاں کا مالک ہوں۔" علامہ بولا کہ بھائی خفا نہ ہو' شکیل' خوبصورت اور بہار جو کہ شہنشاہ کے مجرم ہیں' ان کو لایا ہوں۔" عمرو نے ہنس کر کہا: "بھائی میں نے تجھے پہچانا نہیں تھا۔ تمہاری زوجہ تو میری بھاوج ہے۔ آؤ میرے گھر چلو' کھانا کھا کر چلے آنا۔" علامہ نے عذر کرتے ہوئے التجا کی: "اے بھائی! پہلے ان گنہگاروں کو قتل

کرلیں' پھر چلیں گے۔" عمرو بولا: "ذرا میں اس شکیل کو تو دیکھوں کہ کیسا خوبصورت ہے' جو ملکہ حیرت کی لڑکی کے عشق میں مبتلا ہے۔ علامہ نے اپنے سحر میں خوب مسرور کر کے ہوش دلایا اور عمرو کو دکھلایا' کیونکہ اس نے ساحروں کی آمد کے خطرہ کی وجہ سے ہر ایک کو سحر کے ذریعے انسانی آنکھ سے پوشیدہ کر دیا تھا۔

عمرو نے جب شکیل کو دیکھا تو علامہ سے کہا کہ میں اس کا سر کاٹ دیتا ہوں اور شکیل کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک طرف لے گیا۔ کہنے لگا: "ہم چار کے باپ ہیں' چودہ ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمیں کچھ دو تو تمہیں چھوڑ دیں۔" شکیل یہ گفتگو سن کر حیران ہوا کہ ہر کوئی ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے' یہ چودہ سے پیدا ہوا ہے۔ شاید یہ عمرو ہے یہ جان کر خوش ہوا اور کہا کہ پانچ ہزار روپے دوں گا اگر مجھے چھوڑ دو۔

عمرو یہ اقرار لے کر علامہ کے پاس آیا اور کہا: "بھائی وہ تو خود مر رہا ہے۔ مجھے اس پر رحم آتا ہے۔ کیا اس کو قتل کرو گے؟" علامہ نے جواب دیا: "وہ تو شہنشاہ کا مطیع بھی نہیں ہوتا۔

عمرو نے کہا: "میں اس کو سمجھاتا ہوں اور پھر شکیل کے پاس آ کر کہنے لگا: "شاید تم روپیہ رہائی کے بعد نہ دو اس لیے بہتر ہے کہ خوبصورت کا زیور مجھے دے دو۔"

شکیل کو یقین واثق ہو گیا کہ اب رہا ہو جائیں گے' کیونکہ یہ شخص عمرو ہے اور اسی لیے وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے عمرو سے کہا کہ زیور کیسا؟ میں تو غلام ہوں اور میری محبوبہ آپ کی کنیز ہے۔ آپ جا کر اسے سارا زیور لے لیجیے۔"

عمرو یہ سن کر سمجھ گیا کہ وہ اسے پہچان گیا ہے۔ غرض وہاں سے پھر علامہ کے پاس آیا اور کہا: "بھائی! تم سچ کہتے ہو۔ یہ لوگ بڑے سرکش ہیں۔ مطیع نہیں ہوتے۔ اب ان کو یوں قتل کرو کہ پہاڑ کے نیچے سے پتھر اٹھا لاؤ اور ان کو بٹھا کر مارو تاکہ ان کے سر پھٹیں اور تڑپ تڑپ کر جان دیں۔

علامہ نے کہا: "آپ ان کے محافظ رہیے۔ میں پتھر لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر پہاڑ کے

نیچے اترا۔ پتھر لے کر آ رہا تھا کہ عمرو نے زنبیل سے پتھر نکال کر بلندی سے اس کے سر پر مارا اور اس کے سر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس کے ہلاک ہونے کا شور بلند ہوا۔ آگ اور پتھر برسنے لگے۔ سب قیدی رہا ہوئے اور شکیل اپنی محبوبہ کو لے کر چلا۔ اس پہاڑ پر ایک ساحر ظالم جادو کوہی رہتا تھا۔ وہ شور سن کر دوڑا اور اس نے سحر پڑھ کر عمرو کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت بہار نے ایک فولادی گولہ اس کو مارا۔ وہ ظالم کے سینے پر لگا اور اس کی پشت کو توڑ گیا۔ اس کے مرنے سے بہت شور بلند ہوا اور ان دونوں کی لاشیں ہوا کے بگولے میں لپٹ کر افراسیاب کی طرف چلیں۔ بہار سب کو لیے جا رہی تھی کہ ملکہ حیرت چند نامور ساحروں کے ہمراہ پہنچی اور بہار کے راستے میں رکاوٹ ہوئی۔ دونوں میں سحر کے تبادلہ کا آغاز ہوا کہ قران اور مہ رخ بھی آ پہنچے اور باہم لڑائی شروع ہوئی۔

بہار نے اپنے گلے سے ہار توڑ کر مارا۔ ٹھنڈی ہوا چلنے لگی اور سامنے ایک سر سبز و شگفتہ باغ نظر آیا۔ تمام ساحر اور ملکہ حیرت پھولوں کی خوشبو سے مست ہوئے اور بہار کی کیفیت بڑھتی گئی۔

حیرت بھی مست ہو کر جھومنے لگی اور پھولوں کی تعریف کرتی ہوئی باغ کے اندر چلی گئی۔ ایک گلاب کے پھول کو توڑ کر سونگھنا چاہتی ہے کہ اس وقت ایک قمری اڑتی ہوئی آئی۔ اس نے وہ پھول اپنے پنجے کے ذریعے حیرت کے ہاتھ سے لے لیا اور بولی:

"اے ملکہ عالم! آپ بادشاہ طلسم کی زوجہ ہوتے ہوئے بہار کے جادو میں مسحور ہوتی ہیں۔ خبردار! اس چمن کے ہر پھول کو بد تر از خار سمجھیے۔ ورنہ ایسا آسیب آئے گا کہ پھر کبھی نظر نہ آئیں گی۔"

قمری سے یہ کلام سن کر ملکہ حیرت ہوشیار ہو گئی اور سوچا اگر میں یہ پھول سونگھ لیتی تو قیامت برپا ہو جاتی۔

ملکہ حیرت چمن سے بزور سحر نکل کر بہار سے مقابلہ کرنے لگی۔ دو ایک سحر کا تبادلہ

ہوا تھا کہ افراسیاب کو اپنے مقام پر حیرت سے کچھ مشورے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس نے ایک پنجہ سحر بھیجا تاکہ حیرت کو اٹھا لائے‘ پنجہ حیرت کو یکایک اٹھا کر افراسیاب کے پاس پہنچا۔ حیرت نے شہنشاہ کو آداب کیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔

اس طرف مہ رخ وغیرہ نے حیرت کے ہمراہیوں کو ناوک و ترنج مار کر بذریعہ سحر شکست دی۔ کئی ہلاک کئے۔ اس وقت سب کو لے کر‘ مع عیاروں‘ ملکہ خوبصورت اور شکیل وغیرہ اپنے لشکر میں داخل ہوئی اور تخت لشکر شاہی کو مزین کیا۔ رقص و سرود کا حکم دیا۔ ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔ پیالہ شراب گردش میں آیا۔

ادھر افراسیاب نے حیرت سے کہا: ”میں نے تمہیں اس لیے بلایا ہے کہ طلسم میں اس ہنگامہ کی اطلاع بیرہ سامری کی خدمت میں بھجوائی جائے‘ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ آئندہ کوئی زیادہ ہنگامہ ہو جائے۔ تو بیرہ خداوند فرمائیں گے کہ ہمیں کیوں نہ اطلاع دی۔ اس لیے اب انہیں اطلاع کر دی جائے تاکہ وہ وہاں بیٹھے بیٹھے سب باغیوں کو غارت کر دیں۔“

حیرت نے کہا: ”اے شہنشاہ بیرہ خداوند‘ داؤد جادو کی شان ایسی نہیں کہ آپ ان کو سرسری کہلا بھیجیں‘ بہتر ہو کہ ہزاروں روپے نذر‘ بھینٹ وغیرہ کے لے کر آپ خود وہاں جائیں اور کئی روز وہاں رہ کر ان سے ملاقات کریں۔ اس طرح عرض احوال کی نوبت آئے گی۔ کسی کو بھیجنے سے یہ صورت نہ ہو سکے گی۔ کیوں کہ اسے تو زیارت کو موقع ہی نہ ملے گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ داؤد جادو کے بھائی مصور جادو کو خط لکھ کر یہاں بلوائیں اور وہ سب عیاروں کو گرفتار کرا دیں گے اور وہ بیرہ سامری ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ داؤد فرزند سامری کی توجہ سے ہیں اور مصور کنیز کی اولاد ہیں۔

ان پرآشوب حالات اور مہ رخ وغیرہ کے طلسم سے منحرف ہونے اور عیاروں کے فساد کے احوال پر مشتمل ایک خط مصور جادو کو بھیجا گیا۔ اور ان سے مدد کی خواہش ظاہر کی گئی۔ خط کے ہمراہ بہت سے تحائف اور ہدیہ بھیجا۔

جب یہ خط مصور کو ملا، تو بادشاہ طلسم کے احوال پر، اس کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے اپنی فوج کو تیاری کا حکم دیا، تاکہ افراسیاب کی مدد کو پہنچے۔ یہ حکم سن کر اس کے بیٹے شعلہ کش جادو نے اپنے باپ سے عرض کی۔ اس لڑائی پر مجھ کو روانہ کریں، تاکہ جا کر فتح یاب ہوں اور سحر آشنائی کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ حضور کا اس مقام پر جانا ٹھیک نہیں۔ جہاں چند بے حقیقت افراد جمع ہوں۔"

مصور نے بیٹے کے اصرار پر اسے بے شمار فوج کے ہمراہ روانہ کیا اور افراسیاب کو ایک خط تحریر کیا کہ تمہاری مدد کے لیے اپنے لڑکے کو بھیج رہا ہوں۔ وہ پہلے باغیوں کے لشکر کو غارت کرے گا۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو گا۔

مصور نے شعلہ کش سے کہا: "پہلے تم مہ رخ وغیرہ کا مقابلہ کر کے سب کو گرفتار کر لو، تو اس وقت شہنشاہ طلسم سے ملاقات کرنا۔" اسے جنگ کے نشیب و فراز اور سحر سازی کرنے کے لیے پند و نصائح دے کر روانہ کیا۔ یہ لشکر روانہ ہوا۔

جب افراسیاب کو خط ملا تو اس نے حیرت کو لشکر کی سمت یہ کہہ کر روانہ کیا کہ شعلہ کشا کی تعظیم کرے اور اس کے ہمراہ حریف کا مقابلہ کرے۔

حیرت اپنے لشکر میں آ کر انتظار کرنے لگی۔ مصور کا بیٹا، منازل و مراحل طے کر کے اس کے لشکر میں آ پہنچا۔ حیرت نے اس کا استقبال کیا اور اس سے دربار میں لائی۔ اس کے لشکر کے قیام کا انتظام کرایا اور ان کے لیے دعوت کا اہتمام ہوا۔

شعلہ کشا کی آمد کی خبر طائران سحر نے مہ رخ کو پہنچائی۔ مہ رخ نے یہ خبر سن کر کہا: "اگر مصور خود آتا، تو بڑے اندیشے کی بات تھی، لیکن اس چھوکرے سے ڈرنے کی کیا بات ہے۔ ہمارا خدا قادر و توانا ہے۔ اس کے بعد جنگ کی تیاریوں میں مشغول ہو گئی۔

ادھر دن بھر حیرت کے لشکر میں ہنگامہ خاطر و مدارت رہا۔ جب مصور کائنات نے فلک کے ستاروں سے منقش کیا اور مرقع دہر سے، پوشیدہ مہر منیر کا چہرہ روشن نمودار ہوا، تو دونوں لشکروں میں جنگ کا طبل بجا۔ تمام سپاہی جنگ کے سامان ترتیب و درستی میں

مصروف ہو گئے۔ مہ رخ اور بہار نے سحر کے قلم سے اپنی اور سرداران لشکر کی تصویریں بنا کر اپنے موکلوں کے سپرد کیں۔ ان سے اس امر کا وعدہ لیا کہ وہ ایسا انتظام کریں کہ شغل کش کا سحر ان پر اثر نہ کر سکے۔ کیونکہ صبح شغل کش ان کی تصویریں بنا کر سحر کی قینچی سے کاٹے گا۔ پس جو اعضا وہ تصویر کے کاٹے گا' وہی عضو ہمارا بھی کٹ جائے گا۔

ادھر یہ لوگ اس کام میں مشغول ہیں اور پورے لشکر میں سحر کی تیاری ہوتی رہی۔ ہتھیار درست اور صیقل ہوتے رہے۔ ادھر شغل کش نے سحر کی قینچی تیار کی اور حریف کے لشکریوں کی تصویریں بنائیں اور پوجا پاٹ سے فراغت کی۔ اس کے لشکر میں بھی یہی کیفیت رہی۔

جونہی پردہ شب کو چاک کر کے نورانی آفتاب طلوع ہوا تو طبل جنگ اور ساحروں کی نیرنگ سازی کی آوازوں سے شور قیامت برپا ہوا۔

بہ آمد شہنشاہ مشرق دیار
نشان ظفر شد از و آشکار
کشیدند صف از یمین و یسار
ہمہ حلقہ درگوش چوں زلف یار
تاسلامیان پیرو برپا ہمہ
چو شیران غرندہ عزم رمہ
رسید آن زمان شغل کش بد سیاہ
بخون دیدہ لب تشنہ جنگی سپاہ

بر افراخت بانگے خون ریختن
کہ مشکل نہ بد فتنہ انگیختن
چو آگہ شدہ مہ رخ از عزم او
بیاراست لشکر بہ رزم او

جہاں تیرہ شد روز حشر آشکار
بلرزید خورشید سیماب وار

دونوں جانب کی فوجوں کی صف آرائی اور میدان قتال کے صاف ہونے کے نقیب نکلے۔ انھوں نے بہادروں کی تعریف و توصیف سے ان کے حوصلے بڑھائے اور پرانے معرکوں میں بہادروں کی داستانیں بیان کرنے لگے۔ جس سے بہادران لشکر میں جوش و امنگ میں اضافہ ہوا۔ نوبت جنگ و جدال آئی۔ شکل کش اپنا زور سحر پڑھ کر میدان میں آیا۔ شعبدہ بازی اور جادو گری دکھانے کے بعد اس نے للکارا: "اے فرقۂ نمک حراماں' دیکھو تمھیں کس طرح ہلاک کرتا ہوں اور آغوش خاک و خون کرتا ہوں۔"

مہ رخ نے بھی جواب میں اسے پکارا: "او چھوکرے! کیا بکتا ہے' کوئی دم بھر میں حسرت و ارمان سے اس دنیا سے چلا جائے گا۔" شکل کش کو غصہ آیا اور مہ رخ کی صورت کا ایک پتلا اپنی جھولی سے نکال کر پھینکا اور کہا: "اے شامہ! بحکم سامری' مہ رخ کو پکڑ کر لا۔" ادھر سے مہ رخ نے آگے بڑھ کر پتلے کے ہاتھ پر سحر پڑھ کر اسے اٹھا لیا اور کہنے لگی: "افسوس ہے کہ اس پتلے کی ساری صورت' شکل کش کی سی ہے مگر سر نہیں ہے' تو وہ میں بنا کر لگائے دیتی ہوں۔" اس کلام سے وہ پتلا شکل کش کی صورت کا ہو گیا۔ گرفتار کرنے کے واسطے شکل کش ہی کی طرف چلا۔ اس نے پھر وہ سحر پڑھ کر اس سے اٹھا کر جھولی میں ڈال دیا۔

ادھر مہ رخ پھر سحر کرنے لگی اور شکل کش رد کرتا جاتا تھا اور کاغذ نکال کر سحر کے قلم سے مہ رخ کی تصویر کھینچتا جاتا تھا۔ یہ تو اس کام اور مہ رخ کے مقابلہ میں سرگرم تھا' کیوں کہ جانتا تھا کہ جب وہ مہ رخ کو گرفتار کر کے قتل کرے گا' تو کوئی دوسرا شخص مقابلے کے لیے نہیں آئے گا' حالانکہ وہ نا تجربہ کار تھا۔ اس کو غافل دیکھ کر رعد جادو پاؤں مار کر اپنے لشکر میں سے غرق زمین ہوا۔ اس کی ماں برق مخشر بھی بزور سحر اڑ گئی۔

شغل کش غافل کھڑا تھا۔ وہ سحر میں ایسا مگن تھا کہ رعد نے اس کے پہلو پر سے زمین میں سے سر نکال کر اتنے زور سے چیخ ماری کہ یہ بے ہوش ہو کر اژدر سے زمین پر گرا۔ اس کی فوج کے آدمی اسے اٹھانے چلے تھے کہ برق خنجر چمک کر اس پر گری اور اس کے جسم کو ٹکڑے کرتی ہوئی زمین میں اتر گئی۔ شغل کش کا قصہ ختم ہوا۔ مہیب آوازوں سے یہ صدا بلند ہوئی کہ: "مجھ کو مارا کہ میرا نام شغل کش جادو تھا۔"

مہ رخ شاداں و کامران فولادی گولہ پکڑے آگے بڑھی اور دوسری طرف سے شغل کش کی فوج، جو اپنے مالک کے مرنے سے غضب ناک تھی۔ انتقام کے لیے آگے بڑھی۔ دونوں طرف سے سحر کا مقابلہ شروع ہوا۔ کسی نے ایسا سحر پھینکا کہ شخص مقابل خون تھوکنے لگا۔ کسی نے ایسا جادو کیا کہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہوا۔ بعض کے جادو سے سیاہ اژدہے نکلے اور بعض کے جادو سے زہر آلود عقرب ظاہر ہوئے۔

مختلف رنگوں کے بادل ہوا کے دوش پر آئے تھے اور ان میں سے آگ، پانی ساتھ ساتھ برستے تھے ایک معرکہ عظیم برپا تھا۔ جب سحر آزمائی سے معاملہ ختم ہوتا۔ محسوس نہ ہوا، تو باہم دیگر شمشیر زنی کا آغاز ہوا اور ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہو گئے۔ جسم دریائے خون میں تڑپنے لگے۔

شغل کش کی فوج نے اس کی لاش تلاش کر کے راہ ہزیمت اختیار کی۔ ملکہ حیرت جو اپنی فوج کے ہمراہ جنگ کا تماشا دیکھ رہی تھی اس نے چاہا کہ مقابلہ کرے لیکن اس خیال سے کہ اب لڑائی کا فیصلہ ہو گیا ہے تو امان کی طبل بجا کر واپس لوٹی۔

مہ رخ فتح و کامرانی سے اپنے محل میں گئی اور غسل کر کے تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوئی۔ دربار، سرداران علی تبار سے معمور ہوا۔ رقص ہونے لگا۔ ہر ایک مسرور تھا۔

ہزیمت خوردہ فوج افراسیاب کے پاس پہنچی اور شغل کشا کی لاش اس کے سامنے رکھ دی افراسیاب نہایت پریشان ہوا اور اس بات پر افسوس کرنے لگا کہ معمور جادو کا ایک ہی بیٹا تھا، جو مارا گیا۔ آخر لاش کو جلا دیا گیا اور سحر کی مدد سے ایک پتلا شغل کش بنایا

اور اس کے قالب میں ایک موکل کو بٹھا دیا جس سے وہ پتلا زندہ ہو گیا۔ اس کو باقی ماندہ فوج کے ہمراہ جاہ و حشم سے مصور کے پاس روانہ کیا اور اسے ایک خط لکھا: ”اے بیڑہ سامری! تمہارا بیٹا بڑی شجاعت سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ میں نے اس کی صورت کا پتلا تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ چالیس روز زندہ رہے گا۔ تم اس کو اچھی طرح پیار کر لو، اور اس طرح اپنے دل کو تسکین دے لو۔“ فوج یہ خط لے کر اس پتلے کے ہمراہ روانہ ہوئی۔

اب افراسیاب اس فکر میں تھا کہ شکل کش کے قاتل کو بھی گرفتار کر کے مصور کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس کو قتل کر کے اپنا انتقام پورا کر لے۔ اس نے صرصر شمشیر زن کو طلب کر کے حکم دیا کہ رعد جادو کو گرفتار کر لائے۔ صرصر نے عرض کیا کہ ابھی لائی اور یہ کہہ کر روانہ ہوئی۔ اپنی صورت تبدیل کر کے مہ رخ کے لشکر میں داخل ہوئی اور گھات میں لگی تھی کہ ایک کنیز کسی کام سے باہر نکلی۔ صرصر اس کے ساتھ ہوئی اور ایک تنہا مقام پر بیضہ بے ہوشی مار کر اسے بے ہوش کر کے اس جیسی صورت بنائی۔ دربار میں آ کر رعد کے سر پر سے مکھیاں اڑانے میں مصروف ہو گئی۔ اچانک عمرو کی نظر صرصر پر پڑی۔ اس نے فوراً اسے پہچان لیا، تو صرصر بھاگی۔ عمرو نے پکارا: ”لونڈی کہاں جاتی ہے۔ صرصر نے جواب دیا: ”او غلام! کیا تیری شامت آئی ہے، تیرے باپ کو بھی لونڈی میسر تھی۔“ عمرو اس کے پیچھے دوڑا، مگر وہ نکل گئی۔ مہ رخ نے پوچھا: ”یہ کون گستاخ تھا، جو خواجہ اس طرح کہہ گیا ہے۔“ عمرو نے جواب دیا: ”صرصر رعد جادو کی گرفتاری کے لیے آئی تھی۔ اس لیے غفلت نہ کرنا اور ہوشیار رہنا۔“

مہ رخ نے دربار برخواست کیا۔ سب سردار اپنے اپنے خیموں میں آئے، لیکن مہ رخ اپنے خیمہ میں عیاری کے ڈر سے بیدار رہی اور بہار بھی ہوشیار تھی۔

صرصر اب برق مغربی کی شکل بنا کر آئی اور رعد جادو کے قریب پہنچ کر محافظوں سے

کہا: "تم سب غافل ہو، میں خود اپنے بیٹے کی حفاظت کروں گی۔"

یہ کہہ کے خیمے کے اندر چلی گئی اور رعد کو بے ہوش کر کے بڑی احتیاط سے پشتارہ بنا کر کاندھے پر لاد کر باہر نکلی۔ محافظوں نے دیکھ کر شور مچایا۔ سارے لشکر میں شور برپا ہو گیا۔ عمرو بھی شور سن کر دوڑا اور اس خیال سے کہ صحرا میں گئی ہو گی۔ اس کے آگے سے جا کر روک لوں گا۔ صحرا کی سمت روانہ ہوا۔ صرصر یہ ہنگامہ دیکھ کر ایک خیمے کی آڑ میں بیٹھ گئی۔ جب سب آگے نکل گئے۔ تو رعد کا پشتارہ باندھ کر روانہ ہوئی۔ جب صحرا کے قریب پہنچی، تو عمرو کو آتے دیکھا۔ عمرو نے اس کو روکا۔ صرصر نے نفیل عیاری بجائی۔ صبا رفتار آواز سن کر دوڑی آئی۔ عمرو نے بیضہ بے ہوشی سے صبا رفتار کو بے ہوش کر دیا۔ اس عرصہ میں برق فرنگی بھی آ گیا اور اس نے صرصر کو گھیرا، لیکن صرصر نے چالاکی کی، بیضہ مار کر برق کو بے ہوش کر دیا، اور عمرو سے لڑنا شروع کر دیا اور پیچھے ہٹتے ہٹتے دور تک چلی گئی۔ اتفاقاً ادھر سے قران آتا تھا۔ صرصر کو جاتے دیکھ کر بغدہ تان کر دوڑا، تا کہ اس کے سر پہ مارے، لیکن عمرو، جو پیچھے آتا تھا۔ اس نے پکار کر ایسا کرنے سے منع کیا کہ یہ اس کی محبوبہ ہے۔ قران نے ہاتھ روکا۔ صرصر پشتارہ پھینک کر بھاگی۔ کیوں کہ عیاروں نے اسے گھیر لیا تھا۔ اگر رعد کو چھوڑ کر نہ جائے گی، تو خود بھی گرفتار ہو جائے گی۔

قران رعد کو ہوش میں لایا اور برق اور صبا بھی ہوش میں آنے کے بعد اپنی اپنی راہ کو روانہ ہو گئے۔ عمرو اور قران، رعد کو لشکر میں لائے اور محتاط رہنے کی تاکید کی۔

* * *

الماس پری چہرہ

غرضیکہ سب آرام کر رہے تھے کہ صرصر پھر شکل تبدیل کر کے لشکر میں داخل ہوئی اور اپنی صورت ایک مے فروش کی سی بنائی۔ ماتھے پر ٹیکا لگا ہوا۔ سرمہ آنکھوں میں کھلا ہوا۔ مسی اور پان سے ہونٹ سرخ آراستہ، ناک میں نتھ کا حلقہ پڑا ہوا، پاؤں میں بچھوے پہنے، لہنگا زیب تن کئے، دوپٹے کی گاتی باندھے، شراب کا سبوچہ کمر پر اٹھائے، ہاتھ میں بوتل لیے، بصد ناز انداز چلی۔

اس حسن و ادا کے ساتھ رعد کی بارگاہ کے قریب پہنچی۔ پہرے پر جو افسر اور سپاہی تھے۔ انھوں نے اس کو دیکھ کر پکارا: "بی، تھوڑی شراب ہمیں دیتی جاؤ۔"

صرصر نے سبوچہ سامنے لا کر رکھا، اس طرح کہ اپنا پری پیکر جمال بھی دکھلایا۔ ہر ایک اس پر شیفتہ ہوا اور کہا: "ایک ایک جام ہم سب کو پلاؤ کہ ساقی خوش ادا کے ہاتھ سے پینا زیادہ کیفیت دکھاتا ہے۔"

صرصر نے ہر ایک کو جام پلایا۔ وہ شراب بے ہوشی آمیز تھی۔ سب بے ہوش ہو گئے۔ صرصر نے بارگاہ کا پردہ چاک کر کے مٹھی بھر دانے بارگاہ کے اندر پھینکے۔ وہ موی و کافوری شمعوں پر جا گرے۔ دھواں خدمت گاروں کے دماغ میں پہنچا اور بے ہوش ہوئے۔ صرصر نے جھانک کر دیکھا۔ جب سب کو بے ہوش پایا۔ آپ اندر آئی، رعد کے پلنگ کے پاس بیٹھ کر کھینچے میں بے ہوشی رکھ کر اس کے دماغ میں پھونکی اور بے ہوش کر کے پشتارہ باندھ کر لے چلی۔ دربان وغیرہ تو بے ہوش تھے، شور کون کرتا۔ صاف لے کر نکل گئی۔ شہنشاہ افراسیاب کے پاس لائی۔

افراسیاب نے حکم دیا: "اس کو بجنسہ مصور کے پاس پہنچا دے۔"

صرصر رعد کا پشتارہ لے کر شہر اژدہک کی طرف چلی۔ مگر اب ادھر کا حال بھی سنئے کہ جب ہم شبیہ شکل کش یعنی چپا، افراسیاب کا بھیجا ہوا مصور کے پاس پہنچا اور جس

وقت اسے معلوم ہوا کہ میرا بیٹا مارا گیا تو عجیب طرح کا ماتمی شور برپا کیا۔ ارکانِ سلطنت، قلم کش جادو، بہزاد جادو اور نقاش جادو اور مانی جادو وغیرہ سب سیاہ پوش ہوئے۔ شکل کش کی ماں ملکہ صورت نگار موت کی خبر سن کر بے ہوش ہو کر گری اور جب ہوش میں آئی، گریبان چاک کر کے پکاری: "اے فرزند، تم میری نظر سے پنہاں ہو گئے۔

گریہ و بکا کے بعد اس پتلے کو خوب پیار کیا اور اپنی آغوشِ محبت میں بٹھایا۔ گلے سے لگایا۔ پھر افراسیاب کو تحریر کیا کہ ہم نے اس پتلے کو پیار کر لیا۔ خوب ہی بھر کر فرزند کا دیدار دیکھا۔ اب اس کو آپ ہی رکھئے۔ ہم یہاں سے بھیجتے ہیں اور فوج لے کر، حریف کو برباد کرنے آتے ہیں۔ اس مضمون کے ہمراہ پتلے کو بھی روانہ کیا۔ اس کے جانے کے بعد مصور کی زوجہ ملکہ صورت نگار نے اپنی کنیزوں کو سامانِ سفر کی درستی کا حکم دیا۔ وہ ایک روز کے بعد خیمے ڈیرے لدوا کر کئی لاکھ فوج کے ہمراہ حیرت کی لشکر کی طرف چلی۔ اس کی ایک بیٹی ملکہ الماس پری چہرہ نام ہے، جب اسے ماں کے جانے کی اطلاع ہوئی خدمت میں آ کر ضد کرنے لگی کہ میں بھی ساتھ چلوں گی اور اپنے بھائی کے قاتل کو ماروں گی۔ ماں نے ہر چند سمجھایا کہ اے بیٹی تم ساحر نہیں جاتی ہو، ابھی کم سن ہو، گھر میں کھیلو، جنگ و جدل بے نہ جاؤ۔ مگر الماس نے نہ مانا۔ مجبوراً ساتھ لیا اور بڑے کروفر سے روانہ ہوئی۔

مصور نے زوجہ کو جاتے دیکھ کر، خود بھی لشکر کی کارسازی فرمائی۔ صورت نگار کی روانگی کے بعد اپنی سلطنت ایک مشیر کے سپرد کر کے، حیرت کے لشکر کی راہ لی۔ اس کی زوجہ حیرت کے لشکر سے کوئی ایک منزل ادھر ٹھہری۔ اس نے وہاں بارگاہ استادہ کرائی اور کہا: "کل یہاں سے کوچ کروں گی۔" ساری فوج صحرا اور کوہستان میں اتری۔ کڑھاؤ چڑھ گئے۔ پکوان پکنے لگے۔ بارگاہ میں ناچ ہونے لگے۔ ہر شخص عیش و نشاط میں مصروف ہوا۔ اس وقت اتفاقاً صرصر، جو رعد کو لے کر چلی تھی۔ اس صحرا میں پہنچ کر اس نے لشکر کثیر اترا دیکھا اور بارگاہ استادہ پائی۔

ایک لشکری سے پوچھا: "اس لشکر کا مالک کون ہے؟"

اس نے کہا: "مشکل کشا کی ماں ملکہ صورت نگار لڑنے جاتی ہے۔"

صرصر یہ سن کر بہت خوش ہوئی کہ مجھے اتنی دور نہ جانا پڑا۔ اب رعد کو اس کے سپرد کر کے واپس جاؤں۔ یہ سوچ کر بارگاہ کے اندر قدم رکھا۔ ملازموں نے روکا کہ کہاں جاؤ گی۔

اس نے کہا: "جا کر اطلاع کر۔ صرصر شمشیر زن آئی ہے۔"

وہ لوگ گئے اور صورت نگار کو اطلاع دی۔ اس نے صرصر کو روبرو بلوایا۔ صرصر نے جا کر دیکھا کہ تخت شاہی پر صورت نگار بیٹھی ہے۔ ہزاروں ساحر اور جادو گرنیاں گرد و پیش کرسیوں اور دنگل پر رونق افروز ہیں۔ جلسہ طرفہ جمع ہے۔ صرصر آداب بجا لائی۔ پشتارہ سامنے رکھ دیا اور عرض کیا: "گنہگار رعد کو لائی ہوں۔ یہ حاضر ہے۔

صورت نگار بہت خوش ہوئی اور صرصر کو بہت بھاری خلعت دیا۔ مقام عزت پر بٹھلایا۔ تعظیم و تواضع کر کے رخصت کیا اور حکم دیا کہ ملکہ الماس پری چہرہ کو بلاؤ کہ آ کر اپنے بھائی کے قاتل کو قتل کریں...... اس لیے کہ ساتھ آئی ہیں۔ لوگ حکم کے مطابق بلانے گئے۔

الماس پری چہرہ سبزہ زار میں سیر کر رہی تھی۔ سات سو انیس جلیسیں ساتھ ساتھ تھیں۔ اپنی ماں کی خبر سن کر بڑی آرائش و زیبائش کر کے ماں کے پاس آئی۔ صورت نگار نے بیٹی کا حسن و جمال دیکھ کر اپنی ایڑی دیکھی کہ نظر بد نہ لگے۔ اٹھ کر بلائیں لے کر اپنے پاس بٹھلایا۔ پھر قید سحر پہنا کر رعد کو ہوشیار کرایا۔ سامنے بلوایا۔ عتاب و خطاب کرنے لگی۔ مگر الماس پری چہرہ نے دیکھا کہ ایک نوجوان بیس بائیس برس کا سن و سال، نہایت حسین و جمیل قید پہنے سامنے کھڑا ہے۔ اس کا چہرہ ماہ تاباں کی مانند ہے۔ جٹی بھویں، بھرے بھرے ڈنڈ، بھری بھری بانہوں کی مچھلیاں۔ شجاعت و مروت چہرے سے ظاہر ہیں۔ خلق و ہمت سے ماہر ہیں

الماس اس کی صورت زیبا دیکھتے ہی ہزار جان سے فریفتہ ہوئی۔ کمند گیسو میں گرفتار ہو

کر بے قرار ہوئی۔ ہونٹ چبانے لگی۔ حسرت سے منہ تاکنے لگی۔ جی بیتاب ہوا۔ تاب و تحمل کا یارا نہ رہا۔ ولولہ عشق سے جوش جنوں طاری ہوا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

آخر وہ مہ جبیں کچھ انجام سوچ کر کہ دیوانی، تیرا بھی کدھر خیال ہے، تو کہاں اور یہ کہاں۔ اسے ہمکنار ہونا محال ہے۔ اس دھیان میں دل بھر آیا۔ رونے لگی۔ اس کی ماں نے گلے سے لگایا اور سمجھی کہ افسوس، بھائی کے قاتل کو دیکھ کر یہ اپنے بھائی کو یاد کر کے اب تک تڑپتی ہے۔ سمجھانے لگی: "بیٹی، تیرا بھائی رونے سے جی نہ اٹھے گا۔ مفت میں شدت غم سے دل تیرا خون ہو گا۔"

ملکہ کے رونے پر سب اسی طرف متوجہ ہوئے۔ کوئی بلائیں لینے لگی۔ کوئی نثار ہوتا تھا۔ کوئی تسکین دیتا تھا۔ غرضیکہ ایک ہنگامہ ہو گیا۔ اس وقت رعد یا تو اپنی گرفتاری سے خجل، گردن جھکائے سامنے کھڑا تھا۔ یا باتیں سن کر آنکھ اٹھا کر جو دیکھا تو اس غارت گر ایمان یعنی الماس کی نگاہ شہباز کا شکار ہوا۔ عجب صورت دلکش، حسن جمال آرا دیکھا۔ یہ معلوم دیتا تھا کہ اس کی زلف سیاہ پہ شب تار کو بھی ناز ہے۔ اس کے رخسار تاباں پہ آفتاب نصف النہار بھی نثار ہے۔ اس کا لب نازک برگ سمن کو شرماتا ہے۔ ہونٹوں کی سرخی پہ لعل بدخشاں کا دل خون ہوا جاتا ہے۔ اپنے بھائی کے غم میں سیہ پوش ہے۔ اس کی ایک ایک آن اور ادا پہ غمزہ و ناز نثار ہیں۔

صورت نگار نے جلاد کو بلوایا اور حکم دیا کہ اس کو قتل کیا جائے۔ اس وقت اتفاق سے مصور کا نامہ آیا کہ: اے ملکہ، ہم نے سنا ہے کہ رعد گرفتار ہو کر آیا ہے۔ لہٰذا تم اسے یہاں قتل نہ کرنا۔ حیرت کا لشکر قریب ہے۔ وہاں لے جاؤ۔ ہم بھی آتے ہیں۔ سب باغیوں کو دکھا کر اس کو دار پہ کھینچیں گے۔ اور جو اس کی مدد کو آئے گا اسے بھی سزا دیں گے۔"

صورت نگار جب اس مضمون سے آگاہ ہوئی۔ جلاد کو رعد کے قتل سے روکا، اور اپنے ایک، ملازم فولاد جادو کو حکم دیا کہ رعد کو آج کے دن قید رکھے۔ فولاد اس سے لے

کر ایک دود کدہ میں آیا اور رعد کو اپنے سحر کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر وہاں بٹھلایا۔

آپ باہر آ کر سحر پڑھا کہ اس دود کدہ کے گرد آگ کا حصار ہو گیا اور دھواں ایسا بلند ہوا کہ وہ مقام بالکل پوشیدہ ہوا۔ حصار سے ہٹ کر فولاد اپنے رفقا کے ہمراہ نگہبانی کے لیے بیٹھا۔

مگر جب بارگاہ سے رعد کو قید کر کے لے گئے، ملکہ الماس ولدار کی صورت یاد کر کے بیتاب ہوئی اور کچھ لمحے کے بعد ملکہ سے رخصت چاہی کہ میں بھی اپنی بارگاہ میں جا کر آرام کروں۔ اس نے اجازت دی۔ اس نے سواری طلب کی۔ سواری کا جلوس موجود ہو گیا۔ یہ سوار ہو کر چلی۔ میاں عشرت خواجہ سرا گھوڑے پر انتظار کرتا تھا۔ یہاں تو یہ حال ہے۔ لیکن عمرو کے لشکر میں جب رعد کے ملازم ہوشیار ہوئے اور اپنے مالک کو نہ پایا تو جا کر مہ رخ سے بیان کیا کہ کوئی رعد کو پکڑ لے گیا۔ رعد کی ماں برق محشر بے قرار ہو کر رونے لگی۔ اور نہایت بے تابیاں کرنے لگی۔

عمرو نے تسکین دی اور کہا: "صرصر اسی فکر میں پھرتی تھی۔ وہی لے گئی ہو گی۔ میں جا کر چھڑائے لاتا ہوں۔ تم کچھ فکر نہ کرو۔" یہ کہہ کر روانہ ہوا، راہ میں برق فرنگی ملا۔ اسے بھی سارا حال کہا۔ برق بھی چلا اور ڈھونڈتا ہوا۔ صورت نگار کے لشکر کے قریب پہنچا۔ لشکر اترا دیکھ کر، اپنی صورت تبدیل کر کے ہر طرف پھرنے لگا۔ اس نے رعد کو دود کدہ میں قید کرتے لے جاتے دیکھا۔ اس وقت عیاری سوچنے لگا کہ کس طرح اس کو رہا کرنا چاہیے۔ اسی فکر میں تھا کہ سواری کا جلوس نظر آیا۔ یہ بھی اس کے ساتھ ہوا، اور ایک آدمی سے حال دریافت کیا کہ سواری کس کی ہے۔ ظاہر ہوا کہ مصور کی بیٹی ملکہ الماس جاتی ہے۔ برق اسی فکر میں ہو لیا کہ بن پڑے تو اس کو پکڑ لے جاؤں۔ اسی اندیشے میں اس نے دیکھا کہ میاں عشرت خواجہ سرا کا نوکر ایک جگہ بیٹھا حقہ بھر رہا ہے۔

برق اس کے پاس آیا اور پکارا: "ارے میاں، ذرا ادھر دیکھنا۔" اس نے منہ اٹھا کر دیکھا۔ برق نے بیضہ بے ہوشی ناک پر مارا کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ اس کو تو کسی جگہ چھپا

دیا اور آپ اس کی سی صورت بن کر حقہ بھر کر، خواجہ سرا کے پاس آیا۔ حقہ اس کے ہاتھ میں دے کر کہا: "ذرا ٹھہریے۔ سب کو آگے جانے دیجئے۔ میں نے آپ کی نوکری کے بارے میں بہت بری خبر سنی ہے، وہ بتاؤں گا۔"

خواجہ سرا حیران ہو کر ٹھہر رہا۔ جب سب دور نکل گئے۔ برق نے اسے بھی حباب بے ہوشی لگا کر گھوڑے سے گرا دیا اور خوب بے ہوش کر کے اس کی سی شکل بن کر، گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ اس عرصے میں ملکہ اپنی بارگاہ میں پہنچی اور اتر کر سب کنیزوں، انیسوں، جلیسوں کو علیحدہ کر آپ صحرا کی سمت پر پردے اٹھوا کر بیٹھی اور یاد محبوب کرنے لگی۔ کبھی روتی کبھی فلک کج رفتار کی شکایت کرتی۔ دیوانہ وار بکتی، کبھی باد صبا سے مخاطب ہو کر کلام کرتی۔

اسی طرح محبوب کی یاد میں مصروف تھی کہ برق فرنگی خواجہ سرا بنا ہوا آیا اور دیکھا، ملکہ اکیلی بیٹھی ہے بلکہ غمگین معلوم ہوتی ہے۔ برق اس کی پشت پر کھڑا ہو کر خفیہ طور پر اس کے نالہ غم کو سننے لگا۔ ملکہ نے آہ بھر کر کہا: "اے رعد تو نے اپنی صورت دکھا کر میری جان لی۔ اور حسرت تیرے ملنے کی، دل میں لے کر میں دنیا سے چلی۔"

برق یہ بیان سن کر سمجھ گیا کہ رعد پر عاشق ہوئی ہے۔ بس اس کے سامنے آیا۔ ملکہ اسے دیکھ کر چپ ہو رہی اور آنسو پونچھ کر روکھی صورت بنائی۔ برق نے جھک کر کان میں کہا: "اے ملکہ مجھے تمہارا عاشق ہونا معلوم ہے۔ ناحق چھپاتی ہو۔ میں تمہارے گھر کا غلام ہوں۔ اگر کہو تو آسمان کے تارے توڑ لاؤں۔ تم اپنا حال بیان کرو۔ مجھ سے قسم لے لو جو کسی سے کہوں، بلکہ کوشش کر کے تمہیں محبوب سے ملاؤں۔"

ملکہ نے جب اسے اپنے حال پر اتنا مہربان پایا، سارا ماجرا عشق کہہ سنایا۔ برق نے جب سنا کہ رعد پر عاشق ہے۔ خوش ہوا اور کہا: "ملکہ عالم، زنداں خانے میں چلیں، جہاں آپ کا محبوب مقید ہے۔ محافظ زنداں سے اظہار کریں کہ میں اپنے بھائی کے قاتل سے کچھ پوچھوں گی۔ محافظ اس بہانے سے جب زنداں کا دروازہ کھولے گا، میں عیار ہوں،

رعد کو چھڑانے کے لیے آیا ہوں' وہاں پہنچ کر چھڑا لوں گا۔

الماس یہ مژدہ سن کر فرط مسرت سے غنچے کی طرح کھلکھلا کر ہنسی اور پھر سواری کا حکم دیا۔ ہوادار حاضر ہوا۔ ملکہ سوار ہوئی۔ برق کو ہمراہ لیا۔ یہ خواجہ سرا بنا ہوا سواری کے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ فولاد جادو کے مقام پر پہنچی۔ اس نے ملکہ کی تعظیم کی۔ ملکہ نے وہی اظہار کیا' جو برق نے سکھلایا تھا۔ فولاد نے آگ کا حصار دفع کیا۔ ملکہ رعد کے پاس گئی اور دیدار محبوب سے مسرور ہوئی۔

برق فولاد کے پاس بیٹھا رہا۔ اسے شہزادی کا ملازم سمجھ کر شراب و کباب کی دعوت دی۔ برق نے پہلے تو انکار کیا۔ پھر اس کے زیادہ اصرار پر جام بادہ احمر سے لبریز کر کے' اور اس کی نگاہ بچا کر' سفوف بے ہوشی ملا کر اس کے سامنے پیش کیا کہ پہلے آپ نوش کریں' تو میں بھی پیوں۔ فولاد جام لے کر پی گیا۔ برق نے اس کے ملازموں میں سے کسی کو بے ہوشی آمیز شراب پلائی اور کسی کو بے ہوشی ملا میوہ دیا کہ ملکہ کے کھانے کا ہے۔ لیجیے آپ بھی کھائیے۔

غرض وہ سب کھا پی کے بے ہوش ہوئے۔ برق نے فوراً سب کے سر کاٹ ڈالے۔ اس کے مرتے ہی تاریکی ہو گئی۔ شور و غل پیدا ہوا اور رعد رہا ہو گیا۔ الماس پری چہرہ یہ ہنگامہ سن کر ڈری۔ نہیں معلوم کہ کیا آفت آئے۔ مگر رعد نے خود کو رہا دیکھ کر کہا: "اے ملکہ' تم مجھے دیکھتی ہی رہیں اور فولاد کو کسی نے مار ڈالا۔"

ملکہ کو بڑا تعجب ہوا کہ عیار نے کتنا جلد فیصلہ کیا۔ اسی عالم حیرت میں تھی کہ برق آیا اور کہنے لگا: "ایک دوسرے کے عاشقو' اب یہاں سے جلدی چلو۔ ایسا نہ ہو کہ ملکہ صورت نگار کو اس حال سے آگاہی ہو اور یہ تم دونوں کو خرابی میں ڈالے' اس لیے کہ وہ یہاں سے کوس بھر کے فاصلے پر فروکش ہے۔"

ملکہ نے یہ سن کر کہا: "اے برق میری بارگاہ کے کنارے' لشکر کے قریب صحرا ہے۔ وہاں کوئی نہیں آتا ہے۔ ایک لمحہ چل کر ہم اور رعد دونوں بیٹھیں اور اسباب وغیرہ

لے لیں، تو مہ رخ کے لشکر کی طرف روانہ ہوں۔"

برق نے کہا: "اسباب بہت ہو رہے گا۔ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں۔"

ملکہ نے اصرار کیا۔ برق ناچار ہو گیا۔ الماس اپنی بارگاہ میں معہ کو لائی۔ مسند پر بٹھایا۔ اسباب عیش و نشاط مہیا کر دیا۔ شراب کی کشتیاں، گزک اور کباب کی قابیں حاضر کیں۔ دور جام شروع ہوا۔

لیا دونوں نے عیش گہ میں قرار
تھے جہاں فرش و مسند زرنگار
وہ مکاں اور خالی از اغیار
ہوئے آپس میں گرم بوس و کنار
اس طرف منتیں ہزار ہزار
اس طرف بات بات پر انکار
یہاں ہر وقت ناصبوری تھی
واں کنارہ تھا اور دوری تھی
اس سے کہتی تھی وہ پری تمثال
چل کے لشکر میں بے قرار وصال
تب اٹھی وہ پری بصد اعزاز
اور کیا سوئے طاق دست دراز
لے لیا شیشہ مے گلفام
دوسرے ہاتھ سے اٹھایا جام
بادہ عیش سے ہوئے مخمور
لذت عشق سے تھے دونوں چور
ایک کا ہاتھ ایک کی بالین
ایک کے لب سے ایک کو تسکین

تھا وہاں اس کو شغل سے نوشی
غم و شادی سے تھی فراموشی
سر و پا کا نہ ہوش تھا باقی
آپ ہی رند، آپ ہی ساقی
اس پری کو وہ پیار کرتا تھا
گاہ بوس و کنار کرتا تھا
یہ تو اس طرح تھا یہاں سرشار
فتنہ خفتہ پہ ہوا بیدار
وہ ستم پیشہ و دغا کارہ
یعنی صورت نگار مکارہ
ہوئی آگہ کہ رند چھوٹ گیا
اور محافظ جو تھا، وہ قتل ہوا
ہے جو دختر تری پری چہرہ
اس کے باعث ہوا یہ ہنگامہ
جا کے زنداں میں بے خبر اس کو
کیا فی النار والسقر اس کو
سن کے یہ حال دختر اک بار
غیظ سے ہو گئی سراپا نار
چلی واں سے عجب غضب میں بھری
اور درگہ پہ پہنچی

ملکہ کی جتنی کنیزیں اور ملازم تھے۔ وہ خوف کے مارے بھاگ گئے۔ صورت نگار نے اندر جا کر دونوں عاشق و معشوق کو، لپٹے پڑے دیکھا۔ خون آنکھوں میں اتر آیا کچھ سحر پڑھ کر دستک دی، جہاں یہ دونوں طالب و مطلوب لپٹے تھے، زمین کا اتنا ٹکڑا اکھڑا اور

وہ طبق اوپر اٹھ کر ہوا کے رخ پر چلا۔ صورت نگار خود بھی بزور سحر اڑ چلی۔ برق جو بارگلو کے باہر کھڑا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر روتا ہوا اسی طبق کے پیچھے روانہ ہوا۔ ادھر رعد اور الماس کی آنکھ کھلی۔ رعد نے چاہا کہ بزور سحر الماس کو لے کر اڑ جاؤں، مگر سحر یاد نہ آیا۔ اس وقت ملکہ سے کہا: "معلوم ہوتا ہے، ہم تم گرفتار ہوگئے۔"

ملکہ رونے لگی، حسرت سے منہ دھونے لگی کہ اے فلک بے مہر، تجھے اتنی بھی صحبت پسند نہ آئی اور ایک لمحے میں جدائی دکھائی۔ اسی طرح کبھی آسمان کی شکایت کرتی تھی اور کبھی باہم گلے مل کر روتی تھی۔ بے قراری سے بحد انتہا گریہ و زاری کرتی تھی۔

صورت نگار نے دوبارہ سحر کیا۔ وہ طبق تشتن دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک پر رعد، اور دوسرے پر الماس الگ الگ ہو گئے۔ ایک ٹکڑا ایک سمت چلا اور دوسرا دوسری سمت۔ اس وقت دونوں پر عجب رقت طاری تھی کہ جس کے لکھنے سے خامہ دو زباں، اشک سیاہ گراتا ہے اور سینہ قلم کا شق ہے۔ دل پر ہزار طرح کا قلق ہے۔

بہر صورت یہ دونوں جدا ہوئے، لیکن برق فرنگی، جو پیچھے چلا آتا ہے۔ ان کو جدا ہوتے دیکھ کر مجبور ہوا کہ اب کس کے ساتھ جاؤں اور کسے تنہا چھوڑوں۔ آخر اپنے لشکر کی طرف بھاگا اور آ کر سارا ماجرا رعد جادو کی والدہ برق محشر...... سے بیان کیا۔ وہ اپنے فرزند کے غم میں بے قرار تھی۔ یہ کیفیت سن کر بے تابانہ، بزور سحر اڑی اور الماس کے قریب پہنچ کر، کڑک کے گری اور اس کو پنجے میں داب کر اڑ کے چلی۔

صورت نگار بھی بہت جلد اڑ کر اس کے قریب پہنچی۔ اور ایسا سحر کیا کہ ہزاروں پتلے اڑتے ہوئے آ کر برق محشر سے چمٹ گئے۔ اس نے ہر چند سحر کیا، تڑپی، پھڑکی، مگر چھوٹ نہ سکی۔ صورت نگار اسے بھی اپنے سحر میں جکڑ کر کے صحرا میں ایک نہایت بھیانک اور دہشت خیز جگہ پر لائی۔ وہاں کچھ سحر پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکا کہ وہ ٹکڑا جس پر رعد مقید تھا، اڑتا ہوا آ کر پہنچا۔ اسے بھی اتارا اور ایک پتلے کو کچھ حکم کر دیا کہ وہ پتلا غائب ہو گیا۔ لمحے کے بعد تشتن شق ہوئی۔ ایک ساحر نکلا اور

تسلیم کر کے سامنے کھڑا ہوا۔ صورت نگار نے اسے خطاب کیا کہ: "اے ظالم' تیرہ رو تمہیں اس لیے طلب کیا ہے کہ ان قیدیوں کو اپنی قید میں رکھ۔ لشکر میں ان کو قید کرنا باعث بدنامی تھا کہ مقدمہ دختر کا ہے۔ سب کو معلوم ہو جاتا کہ مصور جادو کی دختر جرم عاشقی میں گرفتار ہے۔ اور دوسرے یہ کہ عیار لشکر میں پہنچ کر' ان کو رہا کر کے لے جاتے۔ اس لیے میں یہاں لائی ہوں اور تمہارے سپرد کیے جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر قیدیوں کو دے کر' آپ پرواز کر کے اپنے لشکر میں چلی آئی۔ اس ساحر نے ایک برج سحر کا بنا کر' سب قیدیوں کو مقید کیا۔ ان کا تفصیلی حال اس وقت بیان ہوگا جب یہ رہا ہوں گے۔

جب صورت نگار لشکر میں آئی۔ حکم دیا کہ فوج کوچ کرے۔ اسی وقت خیمہ و خرگاہ میں آ کر شکست خوردہ لشکر کو ہمراہ لے کر' ملکہ حیرت کی فوج کی طرف چلی۔ جب قریب پہنچی' طارزان سحر نے لشکر کے آنے کی خبر حیرت کو دی کہ مصور کی دختر صورت نگار آئی ہیں۔ حیرت سنتے ہی اپنے سرداروں کے ہمراہ استقبال کے لیے چلی۔ راہ میں جواہر کے پا انداز بچھوا دیا اور بڑے تزک و احتشام سے لے کر بارگاہ میں داخل ہوئی۔ اس کے لشکر کو اپنے لشکر کے متصل اتروایا۔ اپنے یہاں سے ہر ایک کے لیے سامان عیش و آرام کو بھجوایا۔ سب آرام سے ٹھہرے۔

صورت نگار نے حیرت سے کہا: "میں رعد اور الماس کو قید کرنے آئی ہوں۔ تمہاری بیٹی خوبصورت مہ رخ کے بیٹے پر عاشق ہے اور میری بیٹی رعد پر فریفتہ ہوئی ہے۔ ہماری تمہاری مثل ہے کہ ایک حمام میں سب ننگے۔ لہٰذا اے حیرت! آج شام کو طبل جنگ بجے کہ میں سب باغیوں کا کام تمام کروں اور اپنے بیٹے کے خون کا انتقام لوں۔ حیرت دن بھر اس کی دعوت و ضیافت میں مصروف رہی۔ جب شام ہوئی۔ صورت نگار کے حسب الحکم طبل جنگ بجا۔

جاسوسوں نے یہ خبر مہ رخ کی خدمت میں پہنچائی۔ یہاں بھی نفیر سحر بجی۔ دونوں لشکروں میں سحر کی اور حرب و ضرب کی تیاری رہی۔ واضح ہو کہ اس دفتر میں ہزاروں مقامات

پر لڑائیاں واقع ہیں۔ اس لحاظ سے ہر ایک جنگ میں اس حقیر نے اختصار سے کام لیا ہے، کیوں کہ طوالت کلام سے سوائے بیہودہ سرائی کے کچھ فائدہ نہیں۔ پس وہ لڑائی جو کسی زبردست ساحر نامی کی لطف کے ساتھ ہو گی، وہ تفصیل سے بیان ہو گی۔ باقی سرسری ذکر کیا جائے گا، تاکہ سامع اور قاری کو یہ فساد بداہت معلوم ہو۔

آمدم بر سر مطلب! شب بھر ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ صبح طلوع آفتاب کے بعد صورت نگار اور ملکہ حیرت لشکر لے کر، بڑے کروفر سے میدان جنگ میں آئیں۔ دوسری جانب سے مہ رخ اور بہار اپنے بہادروں کے ہمراہ وارد ہوئیں۔ میدان کو آراستہ کیا۔ ابر سحر برسا کر گردوغبار کو بٹھایا۔ صفیں درست کیں۔ نقیب نقابت کر چکے۔ صورت نگار اژدر سحر پر سوار ہو کر مقابلے کے لیے نکلی اور حریف کے لشکر پر نعرہ زن ہوئی۔ اس کے سامنے بہار جادو گئی۔ صورت نگار نے ایک ناریل مارا کہ وہ شق ہوا۔ ہزاروں تصویریں پرچھائیوں کی طرح بہار کے لپٹ گئیں۔

بہار نے گلے کا ہار اتار کر آسمان کی طرف پھینکا۔ ایک لڑی موتیوں سے بھری۔ زمین سے آسمان تک لگی ہوئی نظر آئی۔ بہار اس لڑی پر چڑھ گئی۔ وہاں سے کچھ ایسا سحر کیا کہ سورج کے مانند ایک شعلہ چمک کر گرا۔ پرچھائیاں سب جل گئیں۔ صورت نگار نے یہ کیفیت دیکھ کر، اپنے ہاتھ سے ایک تصویر کھینچ اس لڑی کی سمت پھینکی۔ تصویر زمین پر گر کر جب سیدھی ہوئی۔ منہ سے کچھ شعلے چھوڑے کہ وہ موتیوں کی لڑی جل گئی اور بہار زمین پر گری، لیکن بزور سحر گر کر سنبھلی اور اپنے سر کے بال توڑ کر اس تصویر پر مارے کہ وہ بال کمند بن کر تصویر کو لپٹ گئے اور کشاں کشاں بہار کے سامنے لائے۔ اس نے اس کو قینچی لے کر کاٹ ڈالا اور ایک گلدستہ نکال کر صورت نگار پر مارا۔ اس گلدستے سے سنہرے اور روپہلے پھول برسنے لگے۔ صورت نگار اور ہمراہی عالم مدہوشی میں محو ہو کر سب جھومنے لگے اور ملکہ بہار کی تعریف کرنے لگے۔ اس وقت زمین شق ہو گئی اور چند چڑیاں نکلیں۔ فاختاؤں کی طرح پھول چننے لگیں اور پکاریں:

"اے ملکہ صورت نگار! آپ مصور کی زوجہ ہو کر، ایک چھوکری کے سحر پر مفتون ہو گئیں۔ ہوشیار ہو جائیے اور سنبھلئے۔ یہ کلام سن کر، جھجک کر صورت نگار ہوشیار ہوئی اور نیچہ پکڑ کر بہار پر آپڑی اور آپس میں بزور سحر شمشیرزنی شروع کی۔

اس وقت حیرت نے فوج کے سرداروں کو للکارا۔ ساحر ہر طرف سے چلے۔ ادھر مہ رخ فوج لے کر آگے بڑھی۔ دونوں لشکر آپس میں مل گئے۔ جنگ ہوئی۔ ہر طرف سے ابر اٹھ کر برستے تھے اور آندھیاں زور شور سے اٹھتی تھیں۔ آگ اور پتھر برستے تھے صدا "یا سامری یا جمشید" کی بلند تھی۔ لاش پر لاش اور مردے پر مردہ گر رہا تھا۔ فواری کرے چلتے تھے۔ دامن صحرا خون سے گلنار تھا۔ تہلکہ عظیم برپا تھا۔

رات کی تاریکی ہو جانے پر دونوں طرف کی سپاہ، طبل بازگشت بجا کر، اپنی اپنی بارگاہ میں آئی۔ صورت نگار نے حیرت سے کہا: "میں آج حریف کے لشکر کی تصویر بناتی ہوں۔ اس لیے کہ میدان جنگ میں اس چھوکری بہار کے ہاتھ سے ذلیل ہوئی ہوں۔ اب کسی کو ان میں سے زندہ نہ رکھوں گی۔ حیرت نے جواب دیا کہ جو مناسب جانیے، وہ عمل میں لائیے۔ اسی طرح دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ اچانک زمین شق ہوئی اور پنجہ نامہ لیے پیدا ہوا۔ نامہ حیرت کو دیا۔ اس میں افراسیاب کی جانب سے لکھا تھا:

"اے ملکہ حیرت، تم اس وقت گنبد نور پر آؤ۔ مجھے کچھ مشورہ کرنا ہے اور صورت نگار سے کہہ دینا، ابھی رزم کو موقوف رکھیں۔"

یہ مضمون پڑھ کر، پنجے کو جواب دے کر رخصت کر دیا کہ شہنشاہ سے کہنا، جیسا آپ نے فرمایا، وہی عمل میں آئے گا اور خود آراستہ پیراستہ ہو کر، گنبد نور کی جانب عازم ہوئی۔ چلتے وقت جنگ میں توقف کے لیے صورت نگار سے کہا اور صرصر کو حکم دیا کہ تو عیارہ ہے۔ خبردار کوئی عیار یہاں آ کر ملکہ صورت نگار کو زحمت نہ پہنچائے اور فریب میں نہ لائے۔

صرصر نے عرض کیا: "کسی کی کیا مجال جو یہاں آ سکے۔"

غرض، سب انتظام کر کے حیرت چلی گئی اور صرصر ہمہ وقت حاضر نہ رہی، لیکن جس دم لشکر میدان جنگ سے پھرے تھے۔ عیار یہ ارادہ کر کے چلے تھے کہ اگر ہو سکے تو جا کر صورت نگار کو قتل کریں۔ سب اپنی اپنی صورت بدل کر حیرت کے لشکر میں داخل ہوئے۔ عمرو فراش کی صورت بن کر، بارگاہ میں آ کر شمعوں کا گل کترنے لگے۔ شمع پر بے ہوشی ڈالتا تھا کہ دھواں اس کا بلند ہوا اور سب بے ہوش ہوئے، مگر صرصر نے عمرو کو پہچانا اور صورت نگار سے آہستہ سے کہا: "یہ عمرو فراش کی شکل میں شمع کا گل کتر رہا ہے۔"

صورت نگار نے ایسا سحر پڑھا کہ دو پتلے زمین سے نکل کر عمرو کے لپٹ گئے اور اس کے سامنے لائے۔ اس نے پوچھا: "تو کون ہے؟"

عمرو نے جواب دیا: "ملک الموت میرا نام ہے۔"

صورت نگار نے کہا: "تجھے یہاں آتے کچھ اپنی جان کا خوف نہ آیا۔"

عمرو بولا: "ہمیں سوائے خدا کے کوئی نہیں مار سکتا۔"

صورت نگار کو غصہ آیا۔ چاہا کہ قتل کا حکم دے۔ اس وقت صرصر نے عرض کیا۔ مجھے دیجئے میں اس کو حیرت کے پاس لے جاؤں۔"

صورت نگار نے کہا: "بہتر ہے لے جاؤ۔"

لیکن جب عمرو گرفتار ہوا، غلغلہ ہوا کہ عمرو پکڑا گیا۔ یہ ماجرا دوسرے آنے والے عیاروں نے بھی سنا۔ برق فرنگی نے فوراً صبا رفتار کی صورت بنائی اور بارگاہ کی سمت چلا۔ اس طرف سے صرصر عمرو کو لیے ہوئے آئی تھی۔ اس نے پوچھا: "اس نا عیار کو کہاں لے جایئے گا۔"

صرصر نے کہا: "گنبد نور پر۔"

صبا رفتار نے عرض کیا: "آپ یہاں محافظت کیجئے اور اس کو مجھے دیجئے کہ میں پہنچا آؤں۔"

صرصر نے اسے اپنی عیار بچی سمجھ کر حوالے کیا۔ برق قیدی کو لے کر چلا۔ جب دور

نکل گیا۔ انگشتری بڑی کاٹ دی اور کہا: "استاد میں ہوں برق فرنگی۔"

عمرو بہت خوش ہوا اور پھر صبا رفتار کی طرح صورت بدل کر عمرو بارگاہ میں گیا۔ صرصر نے اسے دیکھ کر کہا: "اے صبا رفتار، تو اتنی جلد گنبد نور پر عمرو کو پہنچا آئی۔"

عمرو نے جواب دیا: "میں لیے جاتی تھی کہ ایک پنجہ آیا اور لے گیا: "آواز آئی کہ ہم افراسیاب کے فرستادہ ہیں۔" صرصر یہ ماجرا سن کر خاموش ہو رہی۔ عمرو نے کہا: "اے صرصر میرے سر میں درد ہوتا ہے۔ میں سونے جاتی ہوں۔ یہ کہہ کر لیٹ رہی۔

لیکن برق جو عمرو کو رہا کر کے چلا۔ ایک مقام پر اسے اصلی صبا رفتار ملی۔ برق نے صرصر کی صورت بنا کر اس کے قریب پہنچا۔ باتیں کرتے وقت ایک حباب بے ہوشی اسے لگا کر، بے ہوش کر کے، اس کی صورت بن کر لشکر میں آیا اور ادھر صبا رفتار لمحے کے بعد جو ہوشیار ہوئی، تو اپنی شکل ضرغام عیار کی سی بنا کر برق کی گرفتاری کے لیے چلی۔

برق لشکر کے کنارے کھڑا تھا کہ اس نے آ کر پکارا۔ برق پہچان گیا اور خنجر لے کر جھپٹا۔ صبا رفتار نے ایک تیر مارا۔ برق نے جست کی کہ خالی دوں، مگر تیر پاؤں کے انگوٹھے میں لگا۔ زخمی ہوا اور اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ بھاگ کر بارگاہ میں چلی گئی۔

صورت نگار اور صرصر نے جو اس صبا رفتار کو دیکھا تو حیران ہوئیں کہ ایک صبا رفتار تو یہاں سوتی ہے۔ یہ دوسری اس جگہ کہاں آئی۔ بس اس کو پکڑا۔ صبا رفتار نے کچھ پتے اور نشان ایسے دیئے کہ یقین ہوا، یہ سچی ہے۔ مگر اس وقت عمرو لیٹا ہوا تھا، یہ باتیں سن کر بھاگا۔ پیچھے صرصر اور صبا رفتار چلی اور جا کر گھیرا۔ عمرو نے کئی حقے آتش بازی کے داغ کر، ان دونوں پر لگائے۔ یہ دونوں جست کر کے پیچھے اڑ گئیں، لیکن بے ہوشی آمیز دھواں پھیل چکا تھا۔ دونوں کے دماغ میں گیا۔

تھوڑی دور جا کر ایک تو کسی جھیل کے کنارے اور ایک دامن کوہ میں پہنچ کر بے ہوش ہو گئیں۔ عمرو ان کا تعاقب چھوڑ کر، صرصر کی صورت بن کر بارگاہ میں آیا۔

صورت نگار نے کہا: "اے ملکہ، آپ ذرا میرے ساتھ چلئے میں آپ کو ایک تماشا دکھاؤں۔"

صورت نگار اسے صرصر سمجھ کر ساتھ ہوئی۔ عمرو اسے لشکر کے کنارے لایا اور بیضہ بے ہوشی مار کر بے ہوش کر کے پشتارہ باندھ کر لے چلا۔ صرصر اور صبا رفتار کو ہوش آیا۔ وہاں سے جو صورت نگار کی بارگاہ میں آئی۔ غلغلہ سنا کہ کوئی ملکہ کو چرا کر لے گیا۔ یہ سن کر دونوں تلاش میں دوڑیں۔ یہاں عمرو نے چاہا کہ صورت نگار کو مار ڈالوں۔ اس وقت زمین تھر تھرانے لگی۔ خوفناک آوازیں آنے لگیں۔ عمرو سمجھا کہ یہ ساحرہ زبردست ہے۔ اکیلی ہلاک نہ ہو سکے گی۔ اپنے لشکر میں جا کر ساحروں کی اعانت سے قتل کرنا چاہیے۔

غرض اپنے لشکر کی طرف چلا' مگر صرصر جب نگار کی گرفتاری کی خبر سن کر روانہ ہوئی۔ عمرو کا تعاقب چھوڑ کر مہ رخ کے لشکر میں آئی اور اپنی صورت برق فرنگی کی سی بنا کر مہ رخ سے بولی: "اے ملکہ ذرا میرے ساتھ چلو۔ عمرو لشکر کے کنارے کھڑے آپ کو بلاتے ہیں۔"

مہ رخ کہ عیاروں سے انحراف نہیں کرتی ہے' فوراً اس کے ساتھ ہوئی جب لشکر کے کنارے تنہائی میں پہنچی۔ صرصر نے ایک بیضہ بے ہوشی لگا کر' اس سے بے ہوش کر کے کسی جگہ محراب میں چھپا دیا اور اس کی سی شکل بن کر اس کا لباس پہن کر بارگاہ میں آئی۔ ملازموں سے کہا: "میں سامنے والی صحنچی میں آرام کرنے جاتی ہوں' اگر عمرو آ کر پوچھیں تو بتا دینا۔" یہ کہہ کر جا کے لیٹ رہی۔

اس اثنا میں عمرو صورت نگار کا پشتارہ لیے آیا اور پوچھا: "مہ رخ کہاں ہیں؟"

لوگوں نے کہا: "وہ سامنے صحنچی میں آرام کرتی ہیں۔"

عمرو نے جا کر جھکایا اور کہا: "اے ملکہ' میں صورت نگار کو لایا ہوں۔" یہ کہہ کر پشتارہ سامنے رکھا۔

مہ رخ نے کہا: "خواجہ' یہ بڑی مشکل سے مرے گی۔ جہاں میں سوتی ہوں' تم وہاں جا کر ایک جھولی سحر سامری کے سامان کی رکھی ہے۔ اسے لے آؤ کہ اس میں ایک گولہ فولادی ہے۔ اسی سے قتل کروں گی۔"

عمرو اس کے کہنے کے مطابق جھولی لینے گیا۔ صرصر نے پشتارہ اٹھا کر کندھے پر رکھا۔ خنجر سے بارگاہ کا پردہ چاک کر کے باہر نکلی اور دور جا کر پکاری: "میں صرصر ہوں اے عمرو' یوں آنکھوں میں خاک ڈال کر لے جاتے ہیں اور عیاری اس کو کہتے ہیں۔"

یہ نعرہ سن کر لشکری دوڑے اور غلغلہ بلند ہوا۔ عمرو بھی غل سن کر دوڑا اور حال سنا کہ صرصر دراصل مہ رخ کی شکل میں تھی۔ پشتارہ لے گئی۔ عمرو کا رنگ زرد ہو گیا۔ بے تابانہ صرصر کے تعاقب میں روانہ ہوا' لیکن لشکر کے ساحر صرصر کے پیچھے دوڑے تھے اور چاہتے تھے کہ اسے گرفتار کر لیں۔ صرصر نے یہ معاملہ دیکھ کر صورت نگار کو ہوشیار کر دیا۔ اس نے ہوشیار ہو کر دیکھا کہ بہت سے آدمی لینا لینا کہتے چلے آتے ہیں اور عمرو بھی آتا ہے۔ بس خاک کی مٹھی اٹھا کر سحر پڑھنے لگی۔

عمرو نے اپنے لوگوں سے کہا: "بھاگ جاؤ' یہ زبردست ہے' قتل ہو جاؤ گے۔"

ساحر کچھ زمین میں غرق ہو گئے اور کچھ آسمان کی طرف اڑ گئے۔ عمرو بھی بھاگا' مگر کہتا گیا: "اے صرصر' قسم ہے حمزہ کی' اگر تو نے مہ رخ کو مار ڈالا ہے تو تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

صرصر نے جواب نہ دیا۔ لیکن عمرو جو بھاگا خدمت گار کی شکل بن کر' صورت نگار کی بارگاہ میں جا کھڑا ہوا کہ صورت نگار اور صرصر بھی آئیں۔ صورت نگار نے پوچھا:

"اے صرصر تو نے مہ رخ کو کیا کیا؟"

صرصر نے عرض کیا: "بے ہوش کر کے رکھ آئی ہوں۔"

اس نے کہا: "جا کر لے آ۔"

صرصر روانہ ہوئی۔ عمرو بھی چلا۔ جب صرصر لشکر سے نکل گئی۔ عمرو نے للکارا کہ کہاں جاتی ہے۔ صرصر خوفزدہ ہو کر بھاگی کہ عمرو قسم کھا چکا ہے کہ مار ہی ڈالے گا مگر عمرو نے دوڑ کر کمند ماری۔ حیرت جست کر کے حلقوں سے نکلی۔ اس جست کرنے میں ایک درخت کا ٹہنا سر میں لگ کر گر پڑی۔ عمرو نے باندھا اور خنجر لے کر ذبح کرنا چاہا۔ صرصر نے عاجزی سے عمرو کی جانب دیکھا اور کہا: "خواجہ ہمارا قتل کرنا جائز نہیں۔"

عمرو اس پر فریفتہ ہے، آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور کہا: "اے صرصر بتا مہ رخ کہاں ہے؟"

ابھی صرصر بتانے نہ پائی تھی کہ سامنے جہاں وہ کھڑا تھا۔ وہاں سے ایک ساحر ناقوس جادو نمودار ہوا۔ عمرو کو دیکھ کر، سحر پڑھ کر گرفتار کر لیا۔ صرصر کو پہچان کر چھوڑ دیا۔ یہ بھاگ کر چلی۔ کوس بھر مارے خوف کے نکل گئی۔ جیسے ہی ایک جگہ ٹھہری۔ آواز آئی کہ کہاں بھاگ کر جائے گی۔

صرصر نے گھوم کر جو دیکھا، قران خنجر لیے اس کی طرف آ رہا تھا۔ گھبرا کر بھاگی۔ قران ٹھہر گیا۔ اس اثنا میں ناقوس عمرو کو گرفتار کیے۔ ادھر سے نکلا۔ قران پکارا: "اے تو کون ہے اور یہ جگہ میرے قبضے میں ہے۔ یہاں کیوں آیا ہے؟"

ناقوس نے کہا: "بھائی خفا نہ ہو۔ میں گنہگار، شہنشاہ عمرو کو گرفتار کیے لیے جاتا ہوں۔"

قران اس کے قریب گیا اور بولا: "تم آئے، مگر یہ کون ہے جو تمہارے پیچھے آتا ہے۔"

ناقوس نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ قران نے ڈنڈا اس قدر زور سے مارا کہ سر کے ٹکڑے ہو گئے اور اس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ عمرو چھوٹ کر ایک طرف چلا۔ راہ میں دیکھا کہ برق فرنگی اور صبا رفتار کی آپس میں طمنچہ بازی ہو رہی ہے۔ مہ رخ کا پشتارہ رکھا ہے۔ اس لیے کہ مہ رخ جہاں بے ہوش پڑی تھی، صبا رفتار ادھر آ نکلی، پشتارہ باندھ کر چلی تھی کہ برق آ گیا۔ لڑنے لگے۔

جب عمرو پہنچا، صبا رفتار کی نگاہ بہکی اور خیال عمرو کی طرف گیا۔ برق نے قابو پا کر بیضہ بے ہوشی مارا۔ یہ گری اس کو باندھ کر ڈال دیا اور مہ رخ کو ہوشیار کر کے کہا: "جائیے، مگر اب کسی کے فریب میں نہ آئیے۔"

مہ رخ وہاں سے لشکر میں آئی اور یہاں عمرو نے اپنی صورت، صبا رفتار کے مانند بنائی۔ برق فرنگی کو مہ رخ بنا کر، پشتارہ میں باندھ کر صورت نگار کی بارگاہ میں آیا اور عرض کیا: "یہ مہ رخ حاضر ہے۔

اس نے کہا: "اس سے ہوشیار کرے۔" اور بہت خوش ہو کر انعام دیا۔

عمرو نے برق کو ہوشیار کر دیا۔ صورت نگار رفع احتیاج کے لیے گئی۔ رستے میں بارگاہ کے دائیں ہاتھ ایک زینہ بنا ہے۔ وہاں سات چڑیاں حیرت کے سحر کی ہیں۔ اس وقت زینے پر سے چڑیاں اتریں۔

ایک چڑی نے کہا: "آج صورت نگار کچھ بہت خوش ہے۔"

دوسری چڑی بولی: "صبا رفتار مہ رخ کو گرفتار کر کے لائی ہے۔ اس لیے خوش ہے۔"

تیسری چڑی بولی: "یہ خوشی کا مقام نہیں ہے۔"

چوتھی چڑی بولی: "کہو تو یہ ماجرا میں کہہ دوں۔"

پانچویں چڑی نے کہا: "میں بتائے دیتی ہوں۔"

چھٹی چڑی نے جواب دیا: "کیا بتاؤ گی؟"

ساتویں چڑی نے کہا: "کیا بک بک لگائی ہے۔ اری کم بختو! جو ہونا تھا' وہ ہوا۔ مہ رخ ہے نہ صبا رفتار ہے۔ اور برق فرنگی کو مہ رخ بنا کر لایا ہے۔"

صورت نگار یہ باتیں چڑیوں سے سن کر' جلدی پیشاب کر کے پھری۔ لیکن بارگاہ کے اندر عمرو نے بھی چڑیوں کی گفتگو سن لی تھی۔ اس نے بھی فوراً اپنی صورت صرصر کی بنائی جب صورت نگار بارگاہ کے اندر آئی عمرو نے برق کو اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کر بھاگا۔ عمرو پکارا: "اے ملکہ' میں صرصر ہوں۔ میں جو آئی تو عمرو پہلے بھاگ گیا۔ اور اب برق بھاگا جاتا ہے۔ لینا اس کو۔"

صورت نگار برق کے پیچھے دوڑی۔ جب دور گئی۔ عمرو بھی صرصر کی شکل میں دوڑا آتا تھا۔ اس نے ایک بیضہ بے ہوشی مار کر' بے ہوش کر کے پشتارہ باندھ کر' بہت جلد صورت نگار کو' مہ رخ کی بارگاہ میں پہنچایا۔ مہ رخ نے حکم دیا: "سب سردار جمع ہو کر' اس پر تیروں کی بارش کریں۔"

سردار جمع ہونے لگے' لیکن صرصر جو صورت نگار کی بارگاہ میں گئی۔ سنا کہ کوئی ملکہ کو پکڑ لے گیا۔ یہ سنتے ہی صرصر ایک خدمت گار بن کر فوراً مہ رخ کی بارگاہ میں آئی۔ یہاں قتل کرنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ صرصر نے صورت نگار کے پشتارے

کے قریب پہنچ کر ایک حباب دافع بے ہوشی اس کے منہ پر مارا کہ وہ ہوشیار ہو گئی اور ایک گولہ سحر پڑھ کر مہ رخ کے مارا اور چمک کر تخت شاہی پر بجلی کی مانند گری۔ مہ رخ زمین میں غرق ہو گئی۔ شکیل نے ایک نارنج مارا کہ صورت نگار کا پاؤں زخمی ہوا' مگر صرصر کو پنجے میں داب کر اڑ گئی اور اپنی بارگاہ میں آئی۔ اس وقت حیرت جو گنبد نور پر گئی تھی پھر کر آئی۔

صورت نگار نے کہا: "اے حیرت' کل جب سے تم گئی ہو' آج تک عیاروں نے ناک میں دم کر دیا ہے۔ صرصر نے بڑی جانبازی کی' ورنہ میں ہلاک ہو جاتی۔"

حیرت نے صرصر کو خلعت دیا اور سارا ماجرا عیاروں کا سنا۔ اس وقت ایک چیلا آیا اور اس نے نامہ لا کر حیرت کو دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ شہنشاہ تشریف لاتے ہیں۔ حیرت یہ مضمون پڑھ کر استقبال کے لیے چلی۔ ملنے کے بعد افراسیاب کی سواری بڑی دھوم سے آئی۔ سب نے تعظیم کی۔ شاہ کی بارگاہ میں آ کر تخت پر بیٹھا' عیاروں کی حقیقت اور مقابلے کی داستان سن کر بولا: "اے صورت نگار' تم ناحق بلا میں گرفتار ہوئی ہو۔ اپنے گھر بیٹھو اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک ساحر زمین سے پیدا ہوا اور اس نے تسلیم کی۔ اسے حکم دیا: "اے باران جادو' تم مہ رخ کے لشکر کو جا کر برباد کر دو۔ مگر خوبصورت جادو کو گرفتار کر کے دریائے شور پر لے جانا۔ وہ سحر کا ہنڈولہ کھڑا ہے۔ اس پر اسے بٹھا دینا۔"

یہ حکم دے کر تھوڑی دیر ٹھہر کر' سوار ہو کر چلا۔ باغ سیب میں داخل ہوا۔ ادھر باران جادو نے اپنے لشکر کی کارسازی فرمائی۔ اس کی بارگاہ علیحدہ نصب ہوئی اور یہ خود مہ رخ کی بارگاہ میں آیا۔ ایک کرسی خالی بچھی تھی اس پر متمکن ہوا۔ کہنے لگا: کیوں اے نمک حراموں! تم شہنشاہ سے منحرف ہو گئی ہو۔ میں تم کو سزا دینے آتا ہوں۔"

یہ سن کر عمرو نے اٹھ کر' کمند کے حلقے مارے۔ باران جادو بزور سحر بادل بن کر کمند کے حلقوں سے نکلا اور کڑک کر جو گرا' خوب صورت کو پکڑ کر اڑ گیا۔ یہاں ساحروں نے ناریل' ترنج وغیرہ بہت لگائے' لیکن وہ نہ رکا۔ خوبصورت کو لیے ہوئے' دریائے

شور کے میدان میں پہنچ کر، سحر کے ہنڈولے پر بٹھا دیا۔ ادھر خوبصورت کے پکڑے جانے پر شکیل پر آفت آئی۔ وہی بلبلانا، شور مچانا، عشق میں گریہ زاری کرنا، عاشقانہ شعر پڑھنا، آغاز ہوا۔

عمرو نے تسکین دی اور پوچھا: "اے مہ رخ، یہ ساحر کیا سحر کرتا ہے؟"

اس نے کہا: "خواجہ، یہ باران جادو ہے۔ پانی برساتا ہے، جس پر پانی کے قطرے پڑیں گے، وہ درخت ہو جائے گا۔ مگر یہ رعد اور برق جادو کا مطیع تھا۔ وہ دونوں اس کے افسر تھے۔ اگر وہ لشکر میں ہوتے اور قید نہ ہو جاتے تو یہ بھاگ جاتا۔"

عمرو نے کہا: "میں ان کی رہائی کے لیے جاتا ہوں اور ہو سکا تو خوبصورت کو بھی چھڑا کر لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر روانہ ہوا اور لشکر سے نکل کر زٹیل عیاری بجائی۔ سب عیار آواز سن کر حاضر ہوئے۔ ہر ایک کو تاکید کی کہ رعد اور برق جادو کو تلاش کریں۔ سب نے جستجو شروع کی، مگر باران جادو دریائے شور سے مراجعت کر کے لشکر میں داخل ہوا اور افراسیاب کے حکم کے بموجب جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ جس وقت چشمہ آفتاب دریائے مغرب میں جا کر ملا، باران جادو کے لشکر سے نفیر رزم کا شور بلند ہوا۔ جب یہ آواز مہ رخ کے کان تک پہنچی تو اس نے بھی نقارہ رزم بجنے کا حکم دیا۔ دونوں طرف طبل جنگ گڑگڑانے لگے۔ ساحر سحر جگانے لگے۔ ہتھیار صیقل ہوتے تھے۔ بھینٹ دی جاتی تھی۔ اگیاری ہو رہی تھی۔ چار پہر ہنگامہ گرم ہوا۔

صبح کو فوج میدان جنگ میں آ کر صف آرا ہوئی۔ قلب لشکر میں مہ رخ اور باران، آمنے سامنے جلوہ گر تھے۔ اس طرح مہ رخ کے ملازموں نے چند ساحروں کو مارا۔ اس وقت باران کو غصہ آیا اور خود میدان میں آ کر سحر پڑھ کر آسمان کی طرف پھونکا۔ یکایک پہاڑ کی طرف سے کالی گھٹا اٹھی اور بادل آ کر مہ رخ کے لشکر پر ہر طرف سے چھا گئے۔ بوندا باندی ہونے لگی۔ جس پر بوند پڑی، وہ درخت ہو گیا۔ کونپلیں اور ہرے ہرے پتے نکل آئے۔ ساحران نامی نے ہر چند رد سحر چلایا، مگر کچھ تاثیر نہ ہوئی۔

اس وقت ملکہ بہار گلدستہ لے کر آگے بڑھی۔ باران نے سوچا کہ یہ سحر کرے گی تو دیوانہ بنا دے گی۔ پس اڑ کر بہار کے پاس آیا۔ قبر جمشید کی خاک، اس کے پاس تھی، وہ چھڑک دی۔ بہار بے ہوش ہو گئی۔ پھر اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ پانی زور زور سے برسنے لگا اور سب لشکری بے ہوش ہو کر درخت ہو گئے۔ اور بھگدڑ پڑی۔ سب بھاگ گئے۔ یہ فتح و نصرت کا نقارہ بجاتا ہوا پھرا اور خیال کیا کہ عیار میرے فراق میں ضرور آئیں گے۔ اس لحاظ سے لشکر میں نہ رہا۔

طلسم باطن کے قریب جا کر، بزور سحر ایک تالاب بنا کر اس کے اندر مقیم ہوا، لیکن عیاروں نے دور سے لشکر کا جو یہ حال دیکھا، تصور کیا کہ رعد اور برق جادو کو اب کہاں ڈھونڈیں۔ اسے بہتر ہے کہ باران کو ماریں۔ یہ تہیہ کر کے چلے۔ ادھر سے صبا رفتار آئی تھی۔ سابق میں بیان ہوا تھا کہ اس کو عمرو اور برق بے ہوش کر کے اور خود اسی کی شکل بن کر، صورت نگار کی گرفتاری کے لیے گئے تھے۔

یہ بندھی ہوئی تھی، جب ہوشیار ہوئی۔ آنے والوں سے کہا: "مجھے چور باندھ گئے ہیں۔ کھول دو۔" ایک شخص نے اسے کھولا۔ یہ وہاں سے جو چلی، تو عیاروں کو ملی۔ عیار تردد میں تھے۔ ایک طرف چھپ گئے۔ لیکن برق نے قریب جا کر کمند ماری۔ صبا رفتار الجھ کر گری اور گرتے گرتے اسے بیضہ بے ہوشی مارا کہ برق بھی بے ہوش ہو کر گرا۔ ایک لمحے کے بعد برق ہوشیار ہوا۔ دیکھا صبا رفتار کے گلے میں کمند کا حلقہ پھنس گیا ہے۔ یہ دیکھ کر کمند کھولنے لگا کہ خلیفہ کی محبوبہ ہے۔ ایسا نہ ہو، مر جائے۔ جب کمند کھول دی۔ صبا رفتار نے کہا: "ہائے میرا ہاتھ ٹوٹا۔" برق نے گھبرا کر چھوڑ دیا۔ وہ جست کر کے نکل گئی۔ برق بھی باران کے قتل کرنے کی تدبیر میں چلا گیا۔

مگر پہلے عمرو اور ضرغام، باران کے تالاب پر پہنچے۔ ضرغام بھاگا تھا کہ اس نے سحر کر کے گرفتار کر لیا۔ باران کے سامنے تالاب کے اندر لایا۔ اس نے چاہا کہ قتل کرے۔ اس وقت افراسیاب کا ایک نامہ اس کے پاس آیا۔ لکھا تھا: "اے باران! تم نے جو

لوگ گرفتار کئے ہیں، مہ رخ وغیرہ کے ہمراہ ان کو دریائے خون رواں کے کنارے لے کر آؤ۔ وہاں عمرو ان کو چھڑانے کو آئے گا۔ ہم قید کر لیں گے اور خداوند لقا کے شیطان یعنی بختیارک کو طلسم میں بلوائیں گے۔ کہ وہ آ کر عمرو کو قتل کریں۔ اس لیے کہ ہم پہلے بھی شیطان کو بلوا چکے ہیں۔ اور اس دفعہ ہمیں ان سے خجالت بھی ہوئی تھی۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ اس شرمندگی کو رفع کریں۔"

جب باران نے یہ نامہ پڑھا، تالاب سے نکل کر اپنے لشکر میں آیا اور لشکر کوچ کرنے کا حکم دیا۔ مہ رخ کے لشکریوں کو اسی طرح درخت بنائے ہوئے چھکڑوں پر لاد کر گرد پھرا۔ چوکی مقرر کر کے اپنے لشکر کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب دریائے خون رواں کے کنارے پہنچا، دریا کے کنارے بارگاہ استادہ کرائی اور قیدیوں کو بارگاہ کے سامنے قید کیا۔ یعنی چھکڑوں سے سے اتر کر میدان میں رکھا۔ ضرغام کو بھی انہی میں بے ہوش کر کے ڈال دیا۔ آپ بارگاہ میں عیش و آرام سے بیٹھا۔

لیکن جو عیار اس کی فکر میں چلے تھے۔ جب یہ سحر کر کے تالاب سے نکل آیا تو عیار بھی اس کے لشکر کے ساتھ دور دور ہو کر یہیں آ پہنچے۔ ان میں سے جانسوز ایک جادوگر کی سی صورت بن کر، اس کی بارگاہ میں گیا۔ جونہی بارگاہ کے اندر پہنچا۔ باران نے پہچان کر گرفتار کر لیا اور جہاں سب مقید تھے اسے بھی وہاں قید کرایا۔ ایک عرضی افراسیاب کی خدمت میں لکھوا بھیجی کہ خداوند کے حکم کے بموجب کمترین قیدیوں کو لے کر دریا کے کنارے حاضر ہوا ہے۔

جب یہ عرضی افراسیاب کو پہنچی، اس نے قمار جادو سے کہا: "اے ملکہ، عنایت سامری سے سب باغی قید ہوئے، لیکن عمرو اور دو تین عیار باقی ہیں اور عمرو تمہارا سر مونڈ چکا ہے کہ تم اسے پہچان کر، جہاں ملے اور جس طرح ہو سکے گرفتار کر لاؤ۔ یاد کرو کہ ایک بار جب تم خداوند کے حضور شیطان کو لینے گئی تھیں تو ذلیل بھی ہوئی تھیں۔ اب اگر عمرو کو لاؤ تو میری اور تمہاری شرمندگی دور ہو۔

قمار جادو نے عرض کیا: "بہت اچھا، میں تلاش کر کے لاتی ہوں۔"

افراسیاب نے خمار کی بہن مخمور سرخ چشم کو حکم دیا: "تم بھی اپنی بہن کے ساتھ جا کر تلاش کرو۔"

○○○

برق محشر

غرضیکہ خمار اور اس کی بہن مخمور دونوں روانہ ہوئیں۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں افراسیاب کی معشوقہ ہیں اور حیرت کے خوف سے وصل منظور نہیں کرتی ہیں۔

جب روانہ ہوئیں تو دونوں دو طرف سے عمرو کی تلاش میں چلیں۔ خمار جب دریا کے پار اتر کر' بامان جادو کے لشکر کے قریب پہنچی تو عمرو جادوگر بنا ہوا صحرا میں جاتا تھا۔ اس نے پہچانا اور پکار کر کہا: "میاں جادوگر مزاج تو اچھا ہے۔ ذرا ٹھہرئے۔"

عمرو نے خمار کو آتے دیکھ کر اور یہ فقرہ سن کر خیال کیا کہ یہ مجھے پہچان گئی۔ اسی وقت گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ خمار ہر سمت ڈھونڈتی پھری۔ جب خوب تلاش کر چکی' تھک کر بامان جادو کے خیمے میں آئی۔ اس نے استقبال کیا اور بہت تکریم کے بعد مسند عزت پر بٹھایا۔ حال پوچھا۔ خمار نے اپنے آنے کا سبب اور تلاش عمرو کا باعث بیان کر کے کہا: "میں اب سحر کروں گی۔ عمرو جہاں ہو گا' آپ چلا آئے گا۔ مگر ایک چوکی صندل کی منگا دو کہ اس پر بیٹھ کر سحر کروں۔"

بامان نے اپنے ملازموں کو حکم دیا کہ ایک چوکی صندل کی لاؤ۔ خمار اٹھ کر نہانے دھونے میں مصروف ہوئی۔ عمرو جو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا تھا' آگے جا کر گلیم اتاری۔ دیکھا کہ ایک چوبدار کسی طرف جاتا ہے۔ اس کے پاس آ کر پوچھا: "میاں صاحب کہاں جاتے ہو۔"

اس نے کہا: "میری چوکی بامان کی ڈیوڑھی پر ہے۔ اس وقت پہرا بدل کر اپنے گھر جاتا ہوں۔"

عمرو نے یہ سن کر ایک پھل اپنی کمر سے نکال کر اسے دیا اور کہا: "بھائی اس جنگل میں ایسے ہزاروں پھل لگے ہیں۔ ذرا کھا کر دیکھو۔ ایسے مزے کے ہیں کہ کوئی میوہ ایسا نہ ہو گا۔"

اس نے یہ تعریف سن کر وہ پھل کھلایا اور بے ہوش ہوا۔ عمرو نے اسے غار میں ڈال دیا اور اس کے کپڑے لے کر۔ اسی صورت بن کر' بامان کی بارگاہ پر آ کر ٹھہرا۔

اس وقت ایک ساحر بارگاہ کے اندر سے نکلا اسے پوچھا: "کہئے کچھ فرمایا ہے؟"

اس نے کہا: "میاں ایک صندل کی چوکی حضور مانگتے ہیں۔ خمار جادو اس پر بیٹھ کر سحر پڑھے گی۔ عمرو یہ سن کر خاموش رہا اور وہ ساحر چوکی لے کر آیا۔ جب بارگاہ کے اندر چلا' عمرو گلیم اوڑھ کر اس کے ساتھ اندر آیا۔ اس وقت خمار نہا کر' دھوتی باندھ کر اس چوکی پر بیٹھی۔ سحر سازی کا اسباب سامنے رکھا۔ یعنی آک' دھتورے کے پھل' دونے مروے کے پتے' گوگل دیپ دھوپ چندن مائی' سرسوں کے دانے' بنولے گچھڑیاں' بھجنکے وغیرہ لے کر' اگیاری کر کے شراب اور سور کی بھینٹ دے کر منتر پڑھنا شروع کیا۔ عمرو گلیم اوڑھے اس کے پس پشت چوکی پر آ بیٹھا۔ وہ منتر تو اسی بات کا تھا کہ عمرو جہاں ہو' یہاں چلا آئے۔ جب عمرو یہیں موجود تھا۔ تو وہ کیا تاثیر کرتا۔ عمرو کا کچھ حال معلوم نہ ہوا۔ سحر نے یہی خبر دی کہ عمرو اسی جگہ پر ہے۔

آخر ناچار ہو کر کہا: "اے بامان عمرو کا کہیں پتا نہیں لگتا ہے۔ اس نے کہا' بھلا وہ ایسا ویسا ہے' جو تمہارے سحر سے چلا آئے گا۔ وہ بھی بڑا کامل اور زبردست شخص ہے۔ خداوند سامری نے اس کی تعریف اپنے "سامری نامہ" میں تحریر کی ہے۔"

یہاں تو یہ باتیں ہو رہی ہیں' مگر وہاں جس چوبدار کو عمرو بے ہوش کر آیا تھا۔ وہ ہوشیار ہوا' لیکن سوچا کہ ابھی مجھ پر وہ حالت طاری ہوئی تھی اور ایسی سنسناہٹ جسم میں اٹھی کہ جیسے جان نکلتی ہے اور پھر کچھ خبر نہ رہی تھی۔ اب شاید میں مر گیا ہوں اور وہ جو سنا کرتے تھے کہ مرنے کے بعد آدمی زندہ کیا جاتا ہے۔ وہی کیفیت میری ہے۔ اصل میں' میں مردہ ہوں۔ یہ سوچ کر ہاتھ پاؤں ہلائے۔ گھبرا کر اٹھا اور غار سے باہر نکلا۔ ہر طرف حیرانی سے دیکھتا ہوا چلا اور خیال کیا کہ کہیں مردہ بھی راہ چلتا ہے۔ یہ سمجھ کر لیٹ رہا۔ لمحے کے بعد اٹھا کہ اب تو ہوش و حواس درست ہیں۔ چلو یہاں کب تک لیٹے رہو گے۔

غرض اٹھ کر چلا، مگر اسی طرح برہنہ تھا، کیوں کہ پیرہن عمرو اتار کر لے گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب باران جادو کے لشکر کے قریب پہنچا۔ اس کا ایک دوست ملا۔ اس نے کہا: "ارے بھائی ننگے کیوں پھرتے ہو۔"

اس سے وہم ہوا کہ میں کپڑے پہنے تھا۔ جب سے بے ہوش ہوا ہوں۔ خود بھی اپنے آپ کو برہنہ پاتا ہوں اور یہ بھی مجھے ننگا بتاتا ہے۔ لہٰذا بے شک میں مر گیا ہوں اور یقیناً مجھے کفن نہیں پہنایا گیا۔ گڑھے میں کسی نے یونہی ننگا ڈال دیا۔ پس دوست کی بات کا کچھ جواب نہ دیا کہ مردے بولتے نہیں ہیں۔

اس دوست نے آگے بڑھ کر، ہاتھ پکڑ کر کہا: "میاں جواب نہیں دیتے، ننگے چلے جاتے ہو؟"

اس نے کہا: "تم مجھے دیکھتے ہو؟"

دوست نے کہا: "میں اندھا ہوں، جو دیکھ نہیں سکتا۔ صریحاً تم سامنے ننگے کھڑے ہو۔"

چبدار نے کہا: "بھائی میں مر گیا ہوں۔ تم تو دوست ہو، تمہیں کیا ستاؤں، ورنہ مار ڈالتا۔"

اس کا دوست یہ سنتے ہی خوفزدہ ہو کر بھاگا کہ جابجا طلسم میں ہزاروں آدمی روز قتل ہوتے ہیں۔ کیا عجب ہے جو یہ بھتنا ہو۔ یہ سمجھ کر وہ تو بھاگا اور چبدار کا وہم زیادہ ہو گیا۔ یقین کامل ہو گیا کہ میں مردہ ہوں۔

اسی ہیئت کذائی میں باران جادو کی بارگاہ کے اندر آیا۔ وہ اس کیفیت سے چبدار کو دیکھ کر بگڑا اور جتنی جادو گرنیاں تھیں، وہ مرد کو ننگا دیکھ کر "اوئی، اوئی" کر کے اٹھ گئیں۔

باران نے اسے گھڑکا: "ارے مسخرے، بے ادب یہ کیا ماجرا ہے؟"

چبدار نے کہا: "پہلے تو یہ فرمایئے کہ میں جیتا ہوں کہ مر گیا ہوں۔"

باران یہ کلام سن کر ہنسنے لگا اور حاضرین دربار مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہو گئے اور ہنسی مذاق کر کے اسے بنانے لگے۔ باران نے کہا: "اس کی قوت واہمہ بڑھ گئی ہے اور حکما کا مقولہ ہے کہ واہمہ خلاق ہوتا ہے اور کاوش پیدا کرتا ہے رفتہ رفتہ خلقی

کی حالت آتی ہے۔ وہم سے کبھی غم اور مسرت' کبھی عشق اور کبھی سوداویت کی تولدگی ہوتی ہے۔ قلب میں حرارت بڑھتی ہے۔ اس کی یہ کیفیت غم کی شدت کے باعث ہے۔

یہ کہہ کر دلجوئی و تشفی کے لیے قریب بلا کر حال پوچھا: "تو کس حال میں بسر کرتا ہے اور کوئی تازہ سانحہ تو تجھ پر نہیں گزرا۔"

چوبدار نے عرض کیا: "ابھی راہ میں ایک شخص ملا تھا' اس نے ایک پھل دیا' وہ کھا کر میں مر گیا ہوں۔"

باران نے کہا: "اے خمار دیکھو' عمرو نے اسے بے ہوش کیا تھا اور شکست سے یہ کہتا ہے کہ میں مر گیا ہوں' مگر تعجب ہے کہ عمرو اتنا قریب تھا اور تمہارے بلانے اور سحر کرنے سے نہ آیا۔ یہ تمہارا کیسا طلسم تھا۔"

خمار یہ سن کر شرمندہ ہوئی' مگر باران نے جب یہ جانا کہ چوبدار شبے میں مبتلا ہے' تو اس کا وہم دور کرنے کے لیے حکم دیا کہ اسے لے جاؤ اور اس کی گردن مارو۔

جلاد تیغ برہنہ لے کر جب سامنے آیا' تو اس وقت چوبدار نے سوچا' اگر میں مردہ ہوتا' تو ان کے سامنے سے غائب ہو جاتا۔ یہ مجھے قتل نہ کر سکتے۔ لہٰذا میں زندہ ہوں۔ مفت جان جائے گی۔ چاہیے کہ خوشامد کروں۔ یہ خیال کر کے منت اور عاجزی کرنے لگا۔

باران نے کہا: "کیوں دیکھا' جب اس کو خوف دلایا' تو قوت واہمہ پر غالب آئی۔ اچھا ہو گیا۔"

اس کے مصاحب تعریف کرنے لگے اور چوبدار کو کچھ انعام دے کر سمجھا دیا کہ تجھے عیار بے ہوش کر گیا تھا۔ وہ یہ سن کر اچھا ہو گیا' اور بارگاہ کے باہر آیا۔ عمرو جو گلیم اوڑھے تھا۔ یہ بھی نکل کر صحرا میں جا کر ٹھہرا' مگر خمار جو نادم تھی۔ اس نے سحر کیا کہ دھواں پیدا ہوا۔ اس نے کہا: "اے دود سحر' جہاں عمرو ملے' وہاں سے پکڑ لا۔" دود سحر روانہ ہوا۔ عمرو نے صحرا میں آ کر گلیم اتاری تھی کہ دھواں آ کر لپٹ گیا اور بگولے کی طرح چکر دیتا ہوا لے چلا۔ یہاں تک کہ باران کی بارگاہ میں خمار

جادو کے سامنے لایا۔

اس نے کہا: "کیوں عمرو' تو نے ہزاروں ساحر مارے۔ میرا سر مونڈا۔ اب کہہ تیرا کیا حال کروں۔"

عمرو نے جواب دیا: "میرا یہی کام ہے۔ جو روپیہ دے' مجھے نوکر رکھے۔ اس کے ساتھ جانبازی کروں۔" میرے مالک حمزہ نے مجھے اس لیے بھیجا ہے کہ ساکنان طلسم کو قتل و غارت کروں۔ ابھی تم نوکر رکھ لو۔ ویسے ہی تمہارا حکم بجا لاؤں۔"

خمار نے کہا: "اور مکار' تو مجھے دم دیتا ہے۔ تجھے افراسیاب کے سامنے لیے چلتی ہوں۔ خداوند کے شیطان بختیارک کی دعوت ہے۔ وہ آ کر تجھے قتل کریں گے۔"

یہ بات سن کر عمرو کے ہوش اڑ گئے' لیکن دل کو مضبوط کر کے کہا: "کیا حق ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اب افراسیاب کی قضا مجھے وہاں لے جاتی ہے اور ایک بار تیرا سر مونڈا تھا۔ اب کی دفعہ ناک کاٹوں گا۔"

خمار کو ان باتوں سے غضب طاری ہوا اور ایک پتھر اٹھا کر مارا کہ عمرو بے ہوش ہو گیا۔ اسے چادر میں باندھا۔ پشتارہ کاندھے پر لادا۔ باغبان سے رخصت ہو کر روانہ ہوئی اور عیار جو آئے ہوئے تھے' انہوں نے دیکھا کہ ساحرہ پشتارہ لیے جاتی ہے۔ لشکریوں سے عمرو کی گرفتاری کا حال سن کر اس کا تعاقب کیا۔

چنانچہ ضرغام اور جانسوز تو قید ہو چکے ہیں' صرف برق فرنگی اور قران باقی ہیں۔ یہ دونوں چلے' لیکن الگ الگ سمتوں میں۔ راہ میں برق کو صرصر اور صبا رفتار اور تیز نگاہ تیغ زن عیار بچیاں ملیں اور سب نے گھیرا۔ برق لڑنے لگا۔ مگر وہ تین' یہ اکیلا۔ صرصر نے بیضہ بے ہوشی مار کر' اسے بے ہوش کر کے باندھا۔ اس وقت ایک پنجہ چمک کر بجلی کی طرح گرا اور تینوں عیار بچیوں کو برق سمیت اٹھا لے گیا۔ لمحے کے بعد عیار بچیوں نے جو دیکھا کہ ہم تو صورت نگار کی بارگاہ میں ہیں۔ انہوں نے سلام کر کے کہا: "آپ نے ہمیں کیوں بلایا ہے؟"

صورت نگار نے کہا: "اے صرصر' تو نے میرے ساتھ بہت جانبازی کی تھی اور مجھے عیاروں

سے بچایا تھا۔ اس دن سے میں نے سحر کا ایک پنجہ تیرے ساتھ کر دیا تھا کہ جب تجھے عیار گھیریں، وہ پنجہ اٹھا لائے اور دشمن سے بچا لے۔"

صرصر یہ سن کر بولی۔ ملکہ عالم کی عنایت میں کچھ شک نہیں، مگر ہم لوگ عیار ہیں۔ خدا جانے کس فکر میں پھرتے ہیں۔ کیا کیا تدبیریں کرتے ہیں۔ اگر پنجہ ہمیں یونہی لے آیا کرے گا تو کام کا ہے کو ہوگا۔ آپ پنجے کو منع فرمائیں کہ اب کبھی ہمیں نہ لائے، ورنہ ہم ایسی نوکری سے باز آئے۔"

صورت نگار یہ باتیں سن کر شرمندہ ہوئی اور پنجہ سحر کو ان کے ساتھ رہنے سے منع کیا۔ پھر برق فرنگی پر عتاب و خطاب کر کے کچھ سحر پڑھا کہ یکایک ایک ساحر اڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: "اے ظالم تیرہ رو جادو اس مجرم کو بھی لے جا کر وہیں قید کر، جہاں رعد اور برق مختصر مقید ہیں۔"

ظالم تیرہ رو حکم کے بموجب برق کو لے کر اڑا۔ اتفاق سے اسی صحرا سے ہو کر گزرا جہاں باراں اترا ہوا تھا اس مقام پر قران تھا۔ اس نے ساحر کو دیکھا کہ برق کو پکڑے اڑا جاتا ہے قران پیچھے پیچھے خفیہ طور پر اس کے ساتھ چلا۔ کچھ دور گیا تھا کہ پھر عیار بچیوں کو آتے دیکھا۔ خیال کیا کہ اس وقت ان سے نہ بولوں، کیوں کہ سب قید ہو گئے ہیں۔ ایک تم اکیلے باقی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مقید ہو جاؤ۔ یہ تصور کر کے راہ کترا کے چلا۔

ادھر صرصر نے ساتھ والیوں سے کہا: "قران کبھی ہمیں دیکھ کر نہیں بھاگا، لیکن آج راہ کاٹ کے جاتا ہے لازم ہے کہ ہم بھی بے خبر نہ ہوں۔ یہ کہہ کر ایک طرف کو چلیں۔ مگر قران اس ساحر کے ساتھ آتے آتے ایک خوفناک اور دہشت انگیز صحرا میں پہنچا۔ وہاں ایک گنبد بنا ہوا تھا، لیکن بہت وسیع اور عالیشان۔ اس ساحر نے وہاں اتر کر کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ گنبد میں ایک کھڑکی پیدا ہوئی۔ اس میں وہ برق کو لے کر چلا گیا۔ کھڑکی پھر بند ہو گئی۔ قران باہر رہ گیا، مگر ایک عیاری سوچ کر اپنی صورت پاگل کی سی بنائی۔ لنگوٹی باندھ کر جسم خاک آلودہ کر کے، مٹی کا ڈھیلا

کھاتا ہوا گنبد کے سامنے آ کر چیخنے لگا: "اس گنبد پر کبوتر بیٹھا ہے۔ مگر ہرن نگل رہا ہے۔ ہرن کی دم میں اونٹ بیٹھا ہے۔ گھوڑا ہاتھی کھاتا ہے۔ مچھر پر گدھا سوار ہے۔ اے ادھر دیکھ' واہ رے مردوے خوب ناچتا ہے۔ ایک کان میں سارا مکان ہے۔ سر پر چارپائی ہے۔ ہوا کی رت بھری موت نے بچے جنے۔ قضا گابھن ہوئی۔ رات نے انڈا دیا۔ دن نے چھپکلی جوتا کھایا۔"

یہ آواز سن کر ساحر گھبرایا ہوا' گنبد سے نکل آیا۔ یہ کون ہے جو واہی تباہی بک رہا ہے۔ آ کر جو دیکھا ایک مست آدمی ہے۔ قریب آ کر کہا: "ارے تو کیا بکتا ہے' بے فائدہ شور مچا رہا ہے۔"

قران بولا: "آنکھیں ہوں تو تم دیکھو۔ تم تو اندھے ہو۔ لو یہ ڈھیلا کھا لو۔ آنکھیں کھل جائیں۔" ظالم تیرہ رو سمجھا کہ فقیر مست ہے' اس کی دی ہوئی چیز سے انکار نہ کرنا چاہیے۔ ڈھیلا لے کر کھایا۔ ظاہر میں وہ مٹی تھی' مگر مزا مٹھائی کا تھا۔ کیوں کہ قران نے عیاری کے فن سے بنایا تھا۔ لہٰذا وہ سمجھا کہ یہ صاحب کمال درویش ہے۔ سارا ڈھیلا کھا گیا بے ہوش ہو کر گرا۔ قران نے قتل کر ڈالا۔ شور و غل بلند ہوا۔ وہ گنبد ٹکڑے ٹکڑے ہو کر غائب ہو گیا۔

قران نے دیکھا کہ رعد' برق مشتر' برق فرنگی' الماس پری چہرہ بے ہوش پڑے ہیں۔ ان کے منہ پر پانی چھڑکا۔ سب ہوشیار ہوئے اور قران سے کہا: "آپ کیوں کر تشریف لائے؟"

اس نے کہا: "میں نے ظالم تیرہ رو کو مارا اور لشکر کا حال بھی بیان کیا۔ بامان نے آ کر سب کو گرفتار کیا ہے۔ سارا لشکر تباہ و برباد ہو گیا ہے۔"

یہ ماجرا سن کر برق مشتر نے غصے سے کہا: "جب ہم قید ہوئے' تو افراسیاب نے بامان کو بھیجا۔ کیسا سیانا ہے اور بامان بھی خود کو ساحر سمجھتا ہے۔ سامنے نہ آیا۔ موذی کاٹے کو دن لگے ہیں۔ اس کی موت آئی ہے۔ ہمارے سبب سے اور ہمارے تدور بامان ہے۔ بھلا اب چلتی ہوں' دیکھو حرامزادہ کیا کرتا ہے۔ قسم ہے ایمان کی' اگر اسے جاتے ہی

نہ مارا تو میرا نام برق محشر نہیں۔"

یہ کہہ کر رعد اور برق محشر دونوں چلے۔ الماس پری چہرہ کو بے ہوش کر کے، قران نے پشتارہ باندھ لیا اور برق فرنگی کے ہمراہ، سیر دیکھنے کی غرض سے لشکر باران کی سمت روانہ ہوئے۔

ادھر افراسیاب نے باران کو لکھ بھیجا کہ سب قیدیوں کو دریا کے اس پار لے آؤ۔ انہیں قتل کریں۔ باران نے کشتیں تیار کیں۔ ساحروں کو حکم دیا کہ مجرموں کو سوار کریں۔ اسباب لا دیں۔ حفاظت سے لشکر اترے۔

غرضیکہ دریائے خون رواں کے کنارے کھڑا انتظام کر رہا ہے۔ ابھی تک اتارا کسی کا نہیں ہوا ہے کہ برق محشر پہنچی۔ رعد گرجا۔ باران کے قریب نکلا اور اس طرح چیخا کہ یہ سب بے ہوش ہو کر گرا۔ برق محشر چمک کر گری۔ دو ٹکڑے کرتی ہوئی۔ زمین میں اتر گئی۔ ہنگامہ بلند ہوا۔ تاریکی چھا گئی۔ مہ رخ کے سردار بہار وغیرہ جو درخت ہو گئے تھے۔ اصلی حالت میں آ کر سب ہوشیار ہوئے۔ اسباب سحر تو پاس ہی تھا۔ کیوں کہ میدان جنگ سے گرفتار ہوئے تھے۔ سب باران کے لشکر پر گرے۔ بہار نے گلدستہ مارا کہ عالم بہار پیدا ہوا۔ صحرا کے درخت سرسبز و شاداب ہوئے۔ پھول کھلنے لگے۔ درختوں کی شاخوں پر پرندے چہچہانے لگے۔ باد بہاری کی دھوم، طاؤس کی مستانہ چال، معشوقانہ روش، رنگا رنگ پھولوں کی بہار۔ لشکر باران کے ساحر دیوانے ہوئے اور سحر کرنا بھول گئے۔ ان پر نارنج اور ترنج، ناریل وغیرہ پڑنے لگے۔ مہ رخ نے فولادی گولے مارے۔ نافرمان نے تیر برسائے۔ دم بھر میں دریائے خون رواں کے کنارے خون کا دریا جاری ہوا۔ لاش پر لاش اور مردے پر مردہ گرا۔ جادوئی شمشیر نے ہزاروں کو بے جان کیا۔ خاک و خون میں غلطاں کیا۔ ایک آفت برپا ہوئی۔ موت نے کسی کو نجات نہ دی۔

ان میں سے ایک شخص بھی زندہ نہ چھوٹا، لیکن کنارہ دریائے سحر کا تھا۔ اس طرف ساحران نامی اور محافظ دربار رہتے ہیں۔ ان کے خوف سے قتل و غارت کر کے بہت جلد

اپنی فرودگاہ کی جانب روانہ ہوئے۔ عمرو کے سوا اور سب عیار رہا ہو کر ہمراہ چلے۔ عمرو کو غبار پکڑ کر لے گئی تھی' جس کا حال بعد میں مذکور ہو گا۔ لیکن یہ سب جو چلے' قتل و قتال کرنے میں مات ہو گئی۔ یعنی ماہ منیر ستاروں کا لشکر لے کر میدان فلک میں آ پہنچا اور نیر اعظم خوف سے روپوش ہو گیا۔ اس وقت مہ رخ دس بارہ کوس آ چکی تھی کہ راستہ بھول گئی۔ یہ سب مکان طلسم باطن کے معلوم دیتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ یہیں گرفتار ہو جائیں اور طلسم باطن میں قید ہوئے تو چھوٹنا دشوار ہو گا۔

ملکہ بہار نے کہا: "سچ کہتی ہو' جلدی چلو۔ غرضیکہ بزور سحر وہ راستہ چھوڑ کر دائیں ہاتھ سے چلے اور دس کوس نکل گئے۔ وہاں دیکھا کہ عظیم الشان محل نہایت پر تکلف بنا ہے۔ کاشانی مخمل کے سبز' سرخ' زرد پردے پڑے ہیں۔ صندل کے دروازے لگے ہیں زربفتی تمامی کے سائبان کھنچے ہیں موتیوں کی جھالر لگی ہے نمگیرے کی بڑی تیاری ہے۔ سنہرے رو پہلے آفتاب جواہر نگار ہیں۔ نہایت طرحدار ہیں۔ شیشہ آلات' فانوس' مردنگ' جھاڑ اور رنگ برنگ بلوریں کنول اپنے اپنے مقام پر آراستہ ہیں۔ مکان کے سامنے کوسوں تک بلوریں پیالے آراستہ ہیں۔ ان میں پھولوں کے گلدستے آراستہ ہیں۔ گل لالہ و نرگس و یاسمین کھلے ہیں۔ گرد کوہستان ہیں۔ بیچ میں یہ مکان ہے۔ پہاڑ کے دامن میں مور' کبوتر' تیتر' چکور مستانہ وار خراماں ہیں۔ ہر سمت آب رواں کے چشمے ہیں۔ چادریں چھوٹی ہیں۔ پانی پہاڑ سے آبشار ہے۔

سب اس پر بہار اور دلکش مقام پر ٹھہرے کہ ایک سمت سے صدا آئی: "اے ساحرہ کہاں پھر رہی ہو۔ یہ مقام شہنشاہ طلسم کے رہنے اور سیر کا ہے۔ کسی گوشے میں رہ کر شب بسر کرو۔"

مہ رخ نے بہتی مشکر سے کہا: "خدا جانے یہ کس کا مکان ہے اور کس کی آواز ہے۔ ہم نے تمام عمر یہ جگہ نہیں دیکھی۔ یہ جانتے ہیں کہ آج طلسم میں پھنس گئے' جہاں تک ہو سکے راہ فرار اختیار کریں۔" یہ کہہ کر بزور سحر اڑے اور بائیں طرف بارہ

کوس تک چلے گئے' لیکن جہاں تک گئے۔ ویسے ہی مکانات اور کوہستان لالہ و نار وغیرہ نظر آیا۔ جب تین منزل گئے اور وہی سامان دیکھا۔ ناچار تھک کر ایک مقام پر ٹھہرے۔

ملکہ بہار نے مہ رخ سے کہا: "بس آج کی رات یہیں اترو۔ دن کو راستہ دریافت کر کے چلیں گے۔ اب ایسے ہم بھی طفل نہیں ہیں' جو کوئی ٹھگ جائے گا۔ جو خدا چاہے گا' وہ ہو گا۔"

یہ باتیں کر رہے تھے کہ ایک ساحر سامنے سے ظاہر ہوا اور بولا: "اے ملکہ' میں تم سب کو پہچان گیا ہوں' جو تم افراسیاب سے پھر گئیں۔ یہاں آرام کرو۔ صبح کو چلی جانا' مجھے تم سے کوئی عداوت نہیں ہے۔"

مہ رخ نے پوچھا: "یہاں کچھ کھانے کو بھی مل سکتا ہے؟"

اس نے کہا: "ہاں سب کچھ حاضر ہے۔" یہ کہہ کر چلا گیا۔ لمحے کے بعد کھانے کو خوان اور شراب کی گلابیاں لے کر آیا۔ مہ رخ اور بہار وغیرہ نے فرش بچھوایا اور بیٹھ کر کھانا کھایا۔ شراب پی۔ اس ساحر سے پوچھا: "یہ کونسا مقام ہے اور آپ کون ہیں؟"

اس نے جواب دیا: "یہ سن کر چنتی ہے۔ افراسیاب کی سیرگاہ ہے اور منزلوں تک طلسم ظاہر سے طلسم باطن تک اسی طرح کی آرائش و زیبائش ہے۔ دریائے خون رواں پہاڑ کے درے سے ہو کر بہتا ہے۔ تم جس جگہ بیٹھی ہو۔ یہ بھی طلسم ظاہر ہے۔ میں یہیں قریب ہی رہتا ہوں۔ میرا نام گھر بار جادو ہے۔"

وہ ساحر دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا۔ پھر رخصت ہو کر اپنے گھر گیا اور اپنی ماں صدف جادو سے مہ رخ کے آنے کا سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے کہا: "اے فرزند! تو ان سب کو یہاں نہ ٹھہرنے دے ایسا نہ ہو کہ افراسیاب سنے کہ ہمارے حریف کو اپنے گھر جگہ دی اور طیش و غضب سے ہمیں گرفتار کر لے۔"

بیٹے نے کہا: "یہ سب صبح کو چلے جائیں گے۔ ہمیں ان سے کیا کام ہے' اور افراسیاب کو بھلا کون بتائے گا۔ اس کی ماں خاموش ہو رہی' لیکن اس نے خفیہ طور پر ایک نامہ

لکھ کر، چیلے کے ہاتھ ملکہ حیرت کو بھیجا۔ حیرت اس مضمون سے آگاہ ہوئی۔ وزیرزادی زمرد جادو سے کہا: "باغبان شاید مارا گیا، لیکن شہنشاہ صاحب اقبال ہیں کہ مہ رخ وغیرہ سب جتنے ہیں، کوہ چٹنی پر بیٹھے ہیں۔ بھلا وہاں سے کہاں جائیں گے۔"

ملکہ حیرت طاؤس پر سوار ہوئی اور افراسیاب کے پاس گئی۔ وہاں پہنچ کر شاہ کے پہلو میں بیٹھ کر، صدف جادو کا نامہ پیش کیا۔ افراسیاب نے پڑھ کر کہا: "مجھے بھی پتلوں نے خبر دی ہے کہ باغبان مارا گیا اور قیدی چھوٹ گئے مگر اب معلوم ہوا کہ کوہ چٹنی پر ہیں۔ خیر میں گرفتار کراتا ہوں اور سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک سیاہ فام بدصورت ساحر حاضر ہوا۔ اس نے حکم دیا: "اے کال جادو، سب باقی کوہ چٹنی پر ہیں انھیں گرفتار کر لاؤ۔"

وہ ساحر حسب الحکم روانہ ہوئے۔ پھر دوسرے ساحر صندل جادو کو حکم دیا۔ پانچوں عیار بچیوں سے کہہ دے کہ کوہ چٹنی کی سمت جا کر، کال جادو کی حفاظت کریں۔"

صندل نے جا کر عیار بچیوں کو حکم سنایا یہ بھی روانہ ہوئیں۔ ادھر حیرت سے کہا: "اب ہم چلو زمرد پر حملہ کر کے سب کو غارت کریں گے۔' لہٰذا تم بھی لشکر میں جاؤ اور ہمارے حکم کا انتظار کرو۔"

حیرت بھی رخصت ہو کر لشکر میں آئی۔ کال جادو کوہ چٹنی کے قریب جا پہنچا اور ایک نعرہ مارا: "اے نمک حراموں! اب کہاں بچ کر جاؤ گے اور جادو کا ناریل پڑھ کر مارا کہ وہ چٹخا اس میں سے چالیس پتلے نکل کر پکارے "اے خیرہ سراں تمھاری قضا یہاں لائی ہے۔"

بہار نے جواب دیا: "خیرہ سر، تم کسے کہتے ہو۔ ہم سامری جمشید کے بندے ہیں اور افراسیاب کے تابعدار ہیں۔"

کال نے کہا: "تم نمک حرام ہو۔ اگر تابعدار ہوتے، یہ غضب تم پر نہ آتا۔" پتلوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے گھیر لیا۔ اس نے دوسرا ناریل مارا۔ مہ رخ اور بہار وغیرہ نصف

جسم سے زمین میں غرق ہو گئیں۔ ہر چند رد سحر پڑھا' مگر موثر نہ ہوا۔ چیلوں نے سب کو ایک زنجیر میں باندھ لیا اور لے کر چلے۔ برق محشر اور رعد جادو سب سے الگ ایک چشمے کے کنارے ہوتے تھے۔ یہ قید ہونے سے محفوظ تھے۔ دفعتہ ان کی آنکھ جو کھلی' وہاں سے اٹھ کر آئے دیکھا کہ جہاں سب اترے تھے' اب وہاں کوئی نہیں۔ یہ اڑ کر روانہ ہوئے۔ راہ میں دیکھا کہ سب ایک زنجیر میں بندھے ہیں اور ایک ساحر گرفتار کیے لیے جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر رعد زمین میں غرق ہو کر کال جادو کے قریب نکلا۔

وہ تو غافل تھا اس نے اس زور کی چیخ ماری کہ بے ہوش ہو کر گرا۔ اوپر سے برق محشر جو چمک کر گری' دو پرکالے کرتی ہوئی زمین پر اتر گئی۔ غلغلہ بلند ہوا کہ تو نے مجھے مارا' میرا نام کال جادو تھا۔ اس کے چالیسوں چیلے غارت ہو گئے۔ زنجیر کھل گئی۔ سب چھوٹ گئے اور اپنے لشکر کی سمت چلے۔

اس ہنگام میں گریبان سحر چاک ہوا اور نیر جہاں تاب نے اپنا روئے روشن دکھلایا۔ سب کو راستہ نظر آیا۔ ساحر یکجا جمع ہو کر چلے' مگر عیار متفرق ہو گئے جو کوئی آفت آئے گی' تم ہم اعانت کریں گے۔ غرضیکہ جب یہ روانہ ہوئے' افراسیاب کو چیلوں نے خبر دی کہ کال مارا گیا۔ اس نے اسی وقت برق چشمک تن کو بلایا اور حکم دیا "جا کر ایک بھی نمک حرام کو زندہ نہ رکھنا۔ سب کے سر کاٹ لانا۔ اگر اس کے خلاف کرے گی تو سزا دوں گا۔"

برق چشمک تن اڑی اور طیش و غضب سے روانہ ہوئی' لیکن عیار بچیاں جو چلی تھیں۔ انہوں نے راہ میں مہ رخ وغیرہ کو دیکھا۔ فوراً اپنی صورت عیاروں کی سی بنا کر بہار وغیرہ کے پاس آئیں۔ باتیں کرتی ہوئی چلیں' لیکن بے ہوشی کا سفوف آنکھ بچا کر اڑاتی جاتی تھیں۔ راہ کا بے ہوشی آمیز گرد و غبار ہر ایک کے منہ پر جو پڑا۔ سب چھینک مار کر بے ہوش ہوئے۔ عیار بچیوں نے چادریں بچھا کر دو دو تین تین آدمیوں کو اپنے زور و قوت کے مطابق باندھا اور لاد کر لے چلیں۔ باقیوں کو کھینچ کر صحرا میں

جھاڑیوں میں چھپا دیا کہ پھر آ کر لے جائیں گے۔“

غرضیکہ جب یہ لے گئیں، اس وقت برق چشمک تن وہاں پہنچی، جو بتا کہ افراسیاب نے اسے دیا تھا اس جگہ پر کسی کو نہ پایا۔ بڑے طیش و غضب سے آئی تھی۔ ایک پہاڑ پر جو گری، اسے جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس پہاڑ کے قریب کہیں برق فرنگی عیار موجود تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک جادو گرنی جس کے بالوں کی ایک لٹ سنہری اور ایک سو پہلی ہے، بجلی بن کر اس پہاڑ پر گری ہے۔ اسی وقت اس کے قتل پر آمادہ ہوا۔ ساحر کی صورت بن کر، کفنی سے کاندھے تک بت باندھ کر، جھولا گلے میں ڈال کر، سیاہ سانپ حلقے کے بنا کر جسم میں لپیٹ کر، اس کے سامنے جا کر پکارا: ”اے ملکہ خیر تو ہے یہ کیا قصہ ہے۔“

برق چشمک تن نے اسے ساحر سمجھ کر سارا حال بیان کیا اور کہا: ”میں مجبور ہوں، شہنشاہ سے کہہ دوں گی کہ مہ رخ وغیرہ نکل گئیں۔ اگر فرمایئے تو ان کو لشکر سے جا کر گرفتار لاؤں۔

برق فرنگی نے کہا: ”اے ملکہ، تم ایسی ہی ہو، لیکن دور سے آئی ہو، ذرا ٹھہر کر دم لے لو اور میرے پاس کچھ میوہ ہے۔ حکم ہو تو حاضر کروں، نوش فرمایئے۔“

برق چشمک تن نے کچھ سوچ کر کہا: ”کیا مضائقہ ہے، لاؤ ہم تم ایک ہیں پرہیز کیا ہے۔“

برق فرنگی نے بادام کی گری اور کشمش پستے وغیرہ جھولی سے نکال کر سامنے رکھے۔ برق چشمک تن نے وہ میوہ بغور دیکھا۔ سحر نے خبر دی کہ یہ میوہ بے ہوشی آمیز ہے اور زہر آلود ہے۔ کھانا نہ چاہیے۔ یہ معلوم کر کے برق فرنگی کو ازروئے غصہ پنجے میں داب کر اڑ گئی۔ باغ سیب میں افراسیاب کے سامنے لا کر ڈال دیا اور کہا، اور تو کوئی نہیں ملا، یہ عیار حاضر ہے۔“

افراسیاب سمجھا کہ اس نے نزاکت کی وجہ سے سب باغیوں کو تلاش نہ کیا، ورنہ وہ ضرور ملتے۔ وہ سب تو راہ میں تھے۔ کیا اتنے عرصے میں کہ یہ دوڑی پہنچی نہیں، وہ

سب اپنے لشکر میں پہنچ گئے۔ یہ سن کر غصے سے بولا: "مال زادی تجھ' میں نے تجھے کب حکم دیا تھا کہ تو صرف ایک عیار کو پکڑ لائی اور اپنی خالاؤں کو تلاش نہ کرے گی۔ چل دور ہو میرے سامنے سے اور اس عیار کو حیرت کے پاس پہنچا دے۔"

برق چشمک زن یہ عتاب دیکھ کر ڈری اور برق فرنگی کو لے کر حیرت کے پاس آئی۔

اس نے خاطر کی کرسی بیٹھنے کو دی اور پوچھا: "کیوں کر آئی؟"

یہ جواب دینا چاہتی تھی کہ ایک ساحر نے آ کر عرض کیا: "عیارنیاں پشتارے لادے آئی ہیں۔"

حیرت نے زمرد سے کہا: "جا کر صرصر کے خیمے سے خبر تو لا کہ کس کو لائی ہیں۔"

زمرد گئی اور جا کر خبر لائی کہ مہ رخ کو مع ان کے سرداروں کے گرفتار کر کے لائی ہیں۔ برق چشمک زن نے یہ کیفیت سن کر حیرت سے کہا: "شہنشاہ مجھ سے اس وجہ سے خفا ہیں کہ میں نے باغیوں کو گرفتار نہیں کیا۔ اس وقت صرصر سے اگر ان قیدیوں کو دلا دیجئے' تو میں شہنشاہ کے پاس لے جاؤں اور اپنی خطا معاف کرا کر' سب کو ان کے سامنے قتل کروں۔"

حیرت نے کہا: "لے جاؤ' کیا مضائقہ ہے۔"

برق چشمک زن وہاں سے اٹھ کر صرصر کے خیمے میں آئی اور کہا: "لاؤ مجرموں کو مجھے دو کہ شاہ طلسم کے پاس لے جاؤں۔"

صرصر نے کہا: "کیا خوب' تمہاری تو وہ مثل ہوئی کہ جان دیں بی فاختہ اور کوے میوے کھائیں۔ تم کون گنہگاروں کو لے جانے والی' ہم آپ لے جائیں گے۔"

برق چشمک زن یہ سن کر بہت خفا ہوئی اور گالیاں دینے لگی۔ صرصر نے صبا رفتار کو اشارہ کیا کہ لپٹا اس کو۔ صبا رفتار نے ایک بیضہ بے ہوشی مارا کہ یہ دھم سے آ رہی۔ صرصر پشتارہ باندھ کر حیرت کے سامنے لائی اور حقیقت سے مطلع کیا۔ صرصر پہ حیرت خفا ہوئی کہ اب تیری مجال ہے کہ طلسم کی شہزادیوں کو ذلیل کرتی ہے۔ جلد اسے

ہوشیار کر۔" صرصر نے اسے ہوشیار کیا۔

برق چشمک زن ہوشیار ہو کر پکاری: "اری او صرصر، ابھی چمک کر گرتی ہوں اور تیرے دو ٹکڑے کرتی ہوں۔"

حیرت نے کہا: "ہاں ہاں بی بی حق بجانب ہے۔ عیارنیاں اپنا سر ہتھیلی پہ لیے پھرتی ہیں۔"

برق چشمک زن نے جواب دیا: "تخت پہ جو بیٹھی ہو، تو سیاہ چادر آنکھوں کے آگے پڑ گئی ہے۔ اپنے اپنے دن سب بھول جاتے ہیں۔ یہ دیار ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے۔" یہ کہہ کر اڑی اور چلتے وقت اپنا سحر برق فرنگی پہ سے دفع کرتی گئی اور کہا: "اے صرصر شہنشاہ کو تیرے حال کی خبر کر کے، دیکھ تو کس طرح پیش آتی ہوں۔"

صرصر یہ کلام سن کر خوفزدہ ہوئی اور حیرت کے قدم پہ گری۔ اس نے سر اٹھا کر سینے سے لگایا اور کہا: "تو گھبرا نہیں۔ میرے سر کے ساتھ تیرا سر ہے۔" یہ کہہ کر برق فرنگی سے مخاطب ہوئی: "بتا اب تیرا کیا حال کروں۔"

برق فرنگی نے دیکھا کہ جسم تیرا ہلکا ہے۔ اس وقت تو مقدور معلوم نہیں دیتا ہے۔ یہ سمجھ کر کہنے لگا: "اے ملکہ، ہم یہاں کیا آئے۔ دو چار کی قضا آئی ہے۔"

زمرد نے کہا: "موئے کیا بکتا ہے، شامتیں آئی ہیں۔"

برق فرنگی نے کہا: "ہم سچ کہتے ہیں، جہاں ہمارے قدم آئے۔ دس بیس کا سر کاٹ لیا۔ پانچ چار کو لوٹا، اور چلے گئے۔"

حیرت کو غصہ آیا اور ترنج اٹھا کر مارنا چاہا۔ برق جست کر کے ایک اور دھول صرصر کے لگا کر بھاگا۔ صرصر پیچھے دوڑی۔ غلغلہ ہوا کہ لینا، جانے نہ پائے۔ برق جو بارگاہ سے باہر نکلا۔ یہ بھی کہتا چلا گیا: "ارے یارو، بھاگو، لشکر حریف آ گیا۔" یہ ہنگامہ سن کر لشکر میں بھگدڑ پڑی۔ دکانیں بند ہونے لگیں۔ صراف روپے تھیلیوں پہ اوندھے پڑ گئے، چلے ہمیں کوئی قتل کرے۔ پھر روپیہ لے۔ عورتیں اپنے مردوں سے لپٹ گئیں کہ صاحب، خدا کے لیے خیموں سے نہ نکلنا۔ مرد کہہ رہے ہیں، اجی جو یہاں آئے گا۔

ہم لڑیں گے۔ وہاں جا کر کیا کریں گے۔ غرض ایک تلاطم ہو گیا۔ برق بھاگا ہوا صحرا میں جو آیا، مرمر نے آ گھیر لیا۔ پنجے چلنے لگے۔ برق نے ایک پنجہ چپٹ کر لگایا کہ استانی کا ہاتھ نہ کٹے۔ بتکی کی چوٹ پڑی۔ ہاتھ سے انگوٹھیاں اتر کے گر پڑیں۔ برق نے پھر کمند ماری۔ مرمر انگوٹھیاں جھک کر اٹھاتی تھیں کہ کمند میں پھنسی، مگر اس وقت حیرت پنجہ بن کر یہاں آئی اور مرمر کو گرفتار ہوتے دیکھ کر چمک کر گری۔ گھبراہٹ ایسی تھی کہ برق جو بھاگا، اس کا تعاقب نہ کیا۔ صرف مرمر کو پکڑ کر لے گئی، لیکن لشکر میں نہ لائی دریائے خون رواں کے اس پار لے گئی۔ برق نے آ کر مرمر کی انگوٹھیاں اٹھا لیں اور ساحر بن کر دریا کے اس پار چلا۔ جب پری ناووں کے پل پر پہنچا تو دری نے مرمر کی انگوٹھی کے سبب راہ دی، لیکن ایک نگہبان برق کے پیچھے دوڑا کہ "اے عیار! وہ انگوٹھی دے دے، جو شہنشاہ نے مرمر کو عطا فرمائی ہے، ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔"

برق نے ایک انگوٹھی کہ جس کے نگینے پر افراسیاب کا نام کندہ تھا، اتار کر پھینک دی۔ اب جو چلا۔ دریا سے آگ کے شعلے نکلنے لگے اور غلغلہ بلند ہوا۔ راستہ بند ہو گیا۔ برق وہاں سے پھرا کہ اب چل کر سرداروں کو چھڑاؤں سن تو چکا ہے کہ مرمر گرفتار کر کے لائی۔ بس اپنی صورت مرمر کی سی بنائی اور اس کے خیمے میں گیا۔ وہاں صبا رفتار پشتارے لیے بیٹھی تھی۔ اس نے دیکھا کہ مرمر ہانپتی پسینے میں غرق آئی ہے۔ تیمچے میں دندانے پڑے ہیں۔ پھول سپر کے گر گئے ہیں۔ اس نے یہ ہیئت دیکھ کر پوچھا: "اے شہزادی کیا کیفیت گزری۔"

اس نے کہا: "یہ غلغلہ تم نے نہیں سنا۔ برق فرنگی سے خوب شمشیر زنی ہوئی۔ اب لاؤ ان مجرموں کو حیرت کے پاس لے جاؤں۔" یہ کہہ کر پشتارے کھول کر، دفع بے ہوشی کا فتیلہ سب کو دے دیا۔ مہ رخ اور بہار وغیرہ جو ہوشیار ہوئے صبا رفتار انہیں دیکھ کر بھاگی اور یہ دس پانچ سردار جو ہوشیار ہوئے۔ سب حال سن کر تیغ ترنج

پکڑ کر لشکر حیرت پر کرے۔ اس وقت وہ لوگ جنہیں عیار بچیاں بے ہوش کر کے جھاڑیوں میں ڈال آئی تھیں، ہوشیار ہو کر روانہ ہوئے اور فوراً آ کر یہاں پہنچے۔ مہ رخ کو مصروف جنگ دیکھ کر ترسول پنسول وغیرہ لے کر حملہ آور ہوئے۔ یہ لوگ تو پہلے ہی سے ڈرے ہوئے تھے اور سن رہے تھے کہ لشکر حریف آتا ہے۔ اس لڑائی میں گھبرا کر بھاگے۔ مگر بہادر اور ساحران نامی سینہ سپر کر کے لڑنے لگے۔ شمشیر ہر سمت سے بجلی بن کر گرنے لگی اور خون کا دریا جاری ہوا۔ سر بلبلوں کی طرح اس میں بہتے تھے، دھڑ غوطے کھاتے تھے۔ کہیں آگ برستی تھی۔ کہیں موکل شور مچاتے تھے۔ رعد تیش سے نکل کر چیخیں مارتا تھا۔ برق محشر چمک چمک کر گرتی تھی۔ ایک آفت بپا اور ہنگامہ گرم تھا۔ تلوار کی آنچ میں گیلا سوکھا سب جلتا تھا۔ اپنا پرایا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

آخر ملکہ حیرت کا لشکر شکست کھا کر پیچھے ہٹ گیا اور مہ رخ کا جو خیمہ خرگاہ پہلے جنگ باراں میں غارت ہو گیا تھا اور حیرت کے لشکریوں کے قبضے میں تھا، وہ لوٹ کر اور حاصل کر کے اپنے مقام فرود گاہ پر آئی بلند و بالا بارگاہ نصب ہوئی۔ بازار آراستہ ہوئے دکانیں کھلیں۔ گشت پھرنے لگے۔ انتظام ہونے لگا۔ علی تبار سردار بارگاہ میں داخل ہوئے۔ مہ رخ تخت جہانیاں پر بصد تمکنت جلوہ افروز ہوئی۔ دربار گرم ہوا۔ جشن کی تیاری ہوئی۔ رقاص پری چہرہ آ کر رقص کرنے لگے۔ ساقی بادہ گلنار کے جام لے کر میکشوں کو مسرور اور مخمور کرنے لگے سب عیار بھی عمرو کے سوا بارگاہ میں آئے۔

مہ رخ نے خلعت فاخرہ عنایت فرمائے اور عمرو کے لیے دست بدعا ہوئے کہ اے پروردگار، وہ بھی خمار جادو کے پنجے سے جلد رہائی پائیں۔ اس وقت برق فرنگی نے کہا: "مجھے صرصر کی انگوٹھیاں ملی تھیں۔ اس میں ایک انگوٹھی ایسی تھی کہ دریائے سحر نے راستہ دیا تھا۔ لیکن میں اس پار اس لیے نہ گیا کہ آپ لوگوں کو چھڑانا منظور تھا۔ لہٰذا اب چھڑانے کے لیے جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر روانہ ہوا اور عیار بھی تلاش کی غرض سے روانہ ہوئے، مگر وہاں حیرت جو صرصر کو لے کر دریا کے پار گئی، ایک جگہ ٹھہری اور کہا: "اے صرصر، اس وقت میں ایسی گھبرائی کہ برق کو گرفتار کرنے کی بجائے، تجھے گرفتار کر

لائی۔ اب میں شہنشاہ کے پاس جاتی ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ برق چشمک تن جا کر کچھ اشتعال انگیزی کرے۔ اب تم لشکر کی طرف جاؤ۔

صرصر وہاں سے لشکر کی سمت چلی اور حیرت افراسیاب کے پاس آئی۔ یہاں آ کر دیکھا کہ برق چشمک تن نہیں آئی۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے ملک گئی۔ اس نے صرصر اور برق چشمک تن کی لڑائی کا سارا ماجرا افراسیاب سے بیان کیا۔ افراسیاب نے کہا: "مجھے پہلے ہی سب کیفیت معلوم ہے۔ اے حیرت، جب مصیبت آتی ہے، یہی ہوتا ہے۔ آپس میں نفاق ہوتا ہے۔ سمجھ الٹی ہو جاتی ہے۔ بھلا میں تم سے کہتا ہوں۔ اگر برق چشمک تن سب کو مانگتی تھی، اس میں کیا حرج تھا۔ اب اچھا ہوا کہ تم تو ادھر آ گئیں۔ وہاں برق فرنگی نے سب کو ہوشیار کر دیا۔ ان باغیوں نے تمھارا سارا لشکر لوٹ لیا اور جس طرح پہلے عیش میں تھے۔ اسی عیش سے اپنے لشکر میں بیٹھے ہیں۔ دیکھو قیدی الگ چھوٹ گئے اور برق چشمک تن علیحدہ رنجیدہ ہو کر چلی گئی۔ لشکر تمھارے علیحدہ قتل و غارت ہوئے۔ یہ خرابیاں بھی صرصر کی ذرا سی رعونت جتانے سے ہوئیں۔ اور تم کیسی منتظم تھیں کہ عیار کے کہنے سے آفت برپا ہونے کا خیال نہ کیا۔ اگر ہمارے ملازم نمک حلال ہوتے تو یہ سوچتے کہ جیسے ہم مجرموں کو لے گئے، ویسے اگر کوئی دوسرا لے جائے گا تو کیا حرج ہے۔ مقصد ان حریفوں کو قتل کر ڈالنے سے ہے۔ جس طرح ہو، ہلاک ہو جائیں۔ بس یہ خیال کسی کو نہیں۔ اب تم جاؤ۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع کرو۔ میں انتظار میں ہوں کہ خمار اور مخمور، عمرو کو گرفتار کرنے گئی ہیں، وہ آ لیں اور میں شیطان خداوند کو بلا کر، عمرو کو قتل کر لوں، تو اوروں کی بھی فکر کروں۔ اس لیے کہ سب سے زیادہ سرکش عمرو ہی ہے۔"

ملکہ حیرت یہ باتیں سن کر متعجب ہوئی اور لشکر کی تباہی کا حال سن کر، بہت جلد وہاں سے روانہ ہوئیں۔ اپنے لشکر میں آئی اور بھاگی ہوئی فوج کو منادی کرا کر پھر جمع کیا۔ بارگاہ استادہ کرائی۔ بازار کھلے۔ ندامت دور کرنے کے لیے رقص و سرود کا حکم دیا۔

یہاں بھی ناچ ہونے لگے۔ مگر حال صرصر کا سنئے کہ دریا سے اتر کر سوچتی چلی گئی کہ مہ رخ کے لشکر میں چل کر، کسی عیار کی صورت بن کر، عیاری کروں، کیوں کہ برق فرنگی جو رہا ہو گیا، اس نے ضرور بالضرور اپنے سرداروں کو چھڑایا ہو گا۔ یہ سوچ کر اس نے اپنی صورت عمرو کی سی بنائی۔ تھوڑی دور گئی تھی کہ چند ساحر ایک جگہ بیٹھے تھے۔ انہوں نے اسے دیکھ کر جانا کہ کوئی عیار حریف کے لشکر کا ہے۔ یہ جان کر سحر پڑھ کر صرصر کو گرفتار کر لیا۔ ہر چند اس نے کہا کہ میں عیار بچی ہوں۔ صرصر میرا نام ہے۔ شہنشاہ طلسم کی ملازم ہوں، لیکن ساحروں نے نہ مانا اور چاہا سر کاٹ لیں، مگر برق فرنگی جو عمرو کی تلاش میں چلا تھا۔ ادھر آ نکلا۔ دیکھا کہ ساحر ایک عیار کو قتل کیا چاہتا ہے۔ قریب آ کر دیکھا تو عمرو کی صورت نظر آئی، مگر بغور دیکھ کر پہچانا کہ صرصر ہے۔ دل میں کہا، اس کو بھی چھڑا دینا چاہیے۔ استاد کی منظور نظر ہے۔ غرض اپنی صورت ساحر کی سی بنا کر پکارا: "بھائی، تم نے بڑا کام کیا، جو اس مکار کو گرفتار کیا۔ اس کا سر جلد کاٹ لو۔"

صرصر حیران ہوئی کہ یہ دوسرا دشمن کہاں پیدا ہوا، مگر برق قریب آیا اور کہا: "اس کی بوٹیاں کاٹ کر دکھاؤں گا اس نے ہزاروں ساحر قتل کیے ہیں۔ اس کا مؤکل قبضے میں کرنا چاہیے۔ بڑے کام آئے گا۔ یہ کہتا ہوا صرصر کے نزدیک آ کر چپکے سے کہا: "استانی کہو تو بچا لوں۔ میں برق فرنگی ہوں۔"

صرصر نے کہا: "موئے استانی کسے کہتا ہے اور احسان کیا جتاتا ہے۔ اگر میں کہہ دیتی ہوں کہ یہ بھی میرے ساتھ کا عیار ہے، تو ابھی مارا جاتا ہے۔"

برق اس کی یہ بات سن کر گھبرایا کہ واہ احسان فراموشی دیکھئے اور الٹا دھمکاتی ہے، مگر استاد کی معشوقہ ہونے کے سبب اس کا چھڑانا منظور تھا۔ اس نے ساحر کے پاس جا کر، باتوں میں لگا کر بیضہ بے ہوشی مارا اور بے ہوش کر کے سر کاٹ ڈالا۔ غلغلہ بلند ہوا۔ صرصر چھوٹ کر بھاگی۔ برق نے پکار کر کہا: "اپنے ماتھے پر کوئی نشانی بناؤ یا ناک کی

پھتنگ کٹواؤ کہ لوگ پہچانیں، اور عیار بچوں میں فرق معلوم کیا کریں۔"

صرصر نے کہا: "موذی کاٹے، مجھ سے بھی ٹھٹھے بازی کرتا ہے۔ کچھ کم بختی آئی ہے۔ مثل مشہور ہے کہ مل چھوڑ موسی سے ٹھٹھا۔"

برق بولا: "استانی خفا نہ ہو۔ مجھ سے قصور ہوا، لیکن اتنا بتا دو کہ استاد کو کون پکڑ لے گیا ہے۔"

صرصر نے کہا: "مخمار جادو گرفتار کر کے طلسم باطن میں، افراسیاب کے پاس لے گئی ہے۔ اب ایسی جگہ سے چھوٹنا عمرو کا دشوار ہے۔"

برق نے کہا: "خدا مالک ہے۔"

غرض صرصر ایک جانب اور برق دوسری جانب اپنی اپنی راہ پر روانہ ہوئے۔

○○○

• قلعہ زعفرانیہ

جب خمار جادو اس مخمور بادہ عیاری یعنی عمرو کو باران جادو کے خیمے سے لے کر بزور سحر روانہ ہوئی' دریائے خون رواں سے گزر کر کوہ عقیق' کوہ زمرد اور کوہ لاجورد وغیرہ کی سیر کرتی ہوئی چلی' اس لیے کہ یہ سب کچھ کوہستان اسی طرح آراستہ ہیں۔ جب ان مقامات سے آگے بڑھی' بیابان زعفران زار میں پہنچی۔ یہ جگہ افراسیاب کی بھانجی ملکہ زعفران جادو کی سیرگاہ ہے۔ یہاں سے قلعہ زعفرانیہ تک اس ملکہ کی ملکیت ہے اس جنگل میں پہاڑ اور چشمے ہیں' ان کو اس نے نہایت درجہ آراستہ کیا ہے۔ مقام دلکش اور روح افزا بنایا ہے۔ خمار اس جگہ ٹھہر کر سیر و تماشا میں مصروف ہوئی۔ دیکھا کہ منزلوں تک پر بہار درخت ہیں۔ موتیوں کے جال پڑے ہیں۔ زعفران کے تختے کھلے ہیں۔ عقیق زرد کے تودے رکھے ہیں۔ نرگس شہلا اور نرگس بیمار کے درخت چشم خوباں کو شرماتے ہیں۔ نہر کے کنارے سرو جوئبار کھڑے ہیں۔

پہاڑ کی ایک سمت پر چہل ستون تعمیر تھا۔ اس کے روبرو جواہر نگار بنگلہ تھا۔ زنبوری پردے پڑے تھے۔ مکلف فرش پر مسند بچھے تھے۔ اسباب نشاط و طرب مہیا تھا' شیشہ آلات سجا تھا۔ ملکہ زعفران' لباس زعفرانی پہنے' دست نازک میں عقیق زرد کی چھڑی لیے' پکھراج کے تخت پر نہر کے کنارے بصد انداز جلوہ افروز تھی اور چار سو کنیزیں زعفرانی جوڑے زیب قامت کیے گرد و پیش استادہ تھیں' ناچ ہو رہا تھا۔ ہنگامہ انبساط گرم تھا۔ جلسہ سرور میں ہر ایک بے شرم تھا۔

جب خمار سیر کرتی ہوئی اس جلسہ طرب کے قریب پہنچی۔ اسے ایک کنیز نے دیکھا اور اپنی ملکہ سے کہا: "خمار جادو' ایک پشتارہ لیے کسی طرف جاتی ہیں۔"

زعفران یہ سن کر اٹھی اور پکار کر کہا: "اے ملکہ خمار' یہ ہمارے پہاڑ کے نیچے جاؤ اور ہم سے ملاقات نہ کرو' بڑی بے مروت ہو۔ واہ کیا کہنا' جیسے کبھی کی صاحب سلامت

تی نہ تھی۔"

خمار نے یہ آواز سن کر ہاتھ باندھے: "اے شہزادی' مجھے ایک ضروری کام ہے۔ اس وقت معاف فرمایئے۔ پھر کبھی حاضر ہوں گی۔"

زعفران نے کہا: "میرے سر کی قسم' گلوری کھاتی جاؤ۔ کھڑے کھڑے ایک جام شراب پی لو پھر چلی جانا۔"

خمار نے عرض کیا: "بہت خوب' حاضر ہوتی ہوں۔"

غرض پہاڑ پر آئی۔ زعفران نے خاطر کر کے اسے بٹھلایا اور پوچھا: "ایسا کیا کام جلدی کا ہے اور یہ پشتارہ کیسا ہے۔"

اس نے جواب دیا: "شہنشاہ میرے منتظر ہوں گے۔ مجھے عمرو کے گرفتار کرنے کو بھیجا تھا۔ اسے لے جاتی ہوں۔ اس پشتارے میں وہی بندھا ہے۔

زعفران نے کہا: "میں نے اس کی شہرت سنی ہے۔ ذرا صورت دیکھوں' کیسا ہے۔"

اس کی وزیر نادی مشتدل جادو بھی بضد ہوئی کہ ہاں اے ملکہ' ذرا پشتارہ کھولیے تو میں بھی دیکھوں کہ اس عیار کی کیا قطع وضع ہے۔

خمار منت کرنے لگی: "حضور یہ بڑا مکار ہے۔ ادھر پشتارہ کھلا اور یہ بھاگ گیا اور کوئی اور فساد اس نے برپا کیا۔ میری ساری محنت برباد جائے گی۔ شہنشاہ مجھ پر اور آپ پر خفا ہوں گے۔ اس کو نہ کھولیے۔"

اس کا انکار سن کر ملکہ زعفران آزردہ ہوئی اور کہنے لگی: "کیا ضرور ہے اس کا ہوشیار کرنا بھلا۔ ہم اس لائق کب ہیں کہ ماموں صاحب کا کوئی ملازم ہمارا کہنا مانے۔ اچھا بی بی لے جاؤ' جس میں اپنی بہتری سمجھو' وہ بات کرو۔"

خمار نے دیکھا کہ شہنشاہ کی بھانجی ناراض ہوتی ہے' ناچار پشتارہ کھولا اور عمرو کو ہوشیار کیا' لیکن بزور سحر بے حس و حرکت رکھا کہ بھاگ نہ جائے۔ لہذا عمرو کی جو آنکھ کھلی' خود کو پر بہار مقام اور حسینوں کے جھرمٹ میں پایا۔ حیران ہوا کہ میں کہاں تھا اور کس جگہ آیا۔ نہایت ادب سے ملکہ زعفران کو سلام کیا اور عاجزی سے ملکہ کی

ستائش و تحسین کرنے لگا: "سامری و جمشید کی پناہ رہے۔ بخت یار اور طالع مددگار یاور ہے۔ ستارہ عزت تابندہ ہو۔ آج اس حقیر پر تقصیر کا دامن امید گوہر آرزو سے مالا مال ہو جائے گا۔"

اس تحسین و عاجزی سے ملکہ بہت متاثر ہوئی۔ صندل نے کہا: "حضور، میں نے سنا ہے کہ یہ گانا بہت خوب ہے اسے کچھ گوائیے۔"

ملکہ نے خطاب کیا: "اے عمرو، ہم مشتاق ہیں اپنا گانا سنا۔"

عمرو نے جواب دیا: "خداوند، میں انہی باتوں میں بدنام ہوں۔ لوگوں نے مجھے کافر جادو کُش کا سر بریدہ مشہور کیا ہے حالانکہ میں نے کبھی چیونٹی کو بھی نہیں مارا۔ ملکہ خمار جادو فرماتی ہیں کہ میرا سر مونڈا، بھلا ایسی قسمت کا کیا ٹھکانا۔ آپ مجھے گوائیے لیکن ایسا نہ ہو دو چار سرمنڈ جائیں۔ خمار کی ناک کٹ جائے۔ دس پانچ قتل ہوں۔ اسے بہتر ہے کہ مجھے جانے دیجئے۔ گانے بجانے کا ذکر نہ فرمائیے۔"

خمار سرمنڈانے کا حال بیان کرنے سے بہت شرمندہ ہوئی اور زعفران خوب ہنسی اور مصر ہوئی۔ کہ اے عمرو، کچھ تو سنا دو۔"

عمرو نے کہا: "ملکہ عالم، ایسے وقت میں ہوش و حواس درست نہیں۔ بی خمار قتل کرانے کے لیے، لیے جاتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں دم نہیں بے حس و حرکت پڑا ہوں۔ کیا گاؤں اور کیا بجاؤں۔ یہ کہہ کر رونا شروع کیا اور اس بے کسی سے رویا کہ زعفران بھی رونے لگی۔ صندل نے بہت افسوس کیا اور سب نے خمار سے اصرار کیا کہ اس پر سے سحر اتار لو۔ ہر چند اس نے کہا کہ لوگو، یہ بڑا جعلساز ہے، تم کو فریب دے کر چلا جائے گا، لیکن کسی نے اس کا کہنا نہ مانا۔ ناچار خمار نے سحر دفع کیا۔

عمرو اٹھ کر بیٹھا اور ملکہ کو بہت دعا دی۔ ملکہ نے کہا: "قسم سامری و جمشید کی، میں بھی تجھے بہت کچھ دوں گی اور افراسیاب سے چل کر خطا معاف کرا کر جاگیر و منصب دلاؤں گی۔ اچھا ہمیں گانا سناؤ۔"

عمرو نے عرض کیا: "حضور کی خاطر منظور ہے۔ جو کچھ ہنر مجھے یاد ہے۔ ظاہر کرتا ہوں،

مگر ایک بھاری جوڑا اور پشواز اور زیور الماس منگوا دیجیے کہ سنگھار کر کے گاؤں بھی اور ناچوں بھی اور یہ نہ سمجھیے گا کہ میں چور ہوں کہ جو آپ کا مال لے جاؤں گا اور اسے بدل لوں گا۔ رقص کے بعد جوں کا توں حاضر کر دوں گا۔ ہاں اگر آپ کی لونڈی جھوٹے سے سچا بدل لے، تو میرا قصور نہیں۔"

زعفران ہنسنے لگی اور کہا: "خواجہ، تم بڑے ظریف ہو اور سلاطین کی صحبت کے لائق ہو۔ یہ فرما کر حکم دیا: "لباس پرتکلف سے آراستہ کشتیاں اور زیور جواہر سے پیراستہ کشتیاں حاضر کرو۔ حسب ارشاد سب چیزیں مہیا ہو گئیں۔ عمرو نے علیحدہ جا کر اپنی صورت ایک جوان طرحدار کی سی بنائی اور لباس اور زیور زیب جسم کر کے سامنے آیا۔ ملکہ نے پہلے جو صورت دیکھی تھی، تو بہت حقیر اور عجیب الخلقت تھی۔ اس کی رعنائی و زیبائی دیکھ کر حیران ہوئی کہ سامری نے اس کو کیا قدرت دی ہے۔ کبھی انسان ہے اور کبھی پری ہے۔ دیر تک اس کے جمال جہاں آرا کو دیکھتی رہی۔

عمرو وہاں کے سازندوں سے گت کر کے پہلے گت ناچا۔ احباب محفل کا خوب دل لبھایا۔ پھر بانسری بجانے لگا اور خوش الحانی سے غزل گانے لگا۔ ہر ایک کو دیوانہ بنایا۔ جب میر کی وہ غزل گائی، جس کا مطلع ہے: "الٹی ہو گئیں سب تدبیریں، کچھ نہ دوا نے کام کیا۔" تو تمام حاضرین محفل رونے لگے۔ مست ہو کر جھومتے تھے۔ اس اثنا میں دن گزار اور رات آئی۔

شام ہوتے ہی تمام صحرا میں روشنی ہو گئی۔ درختوں میں قندیلیں آویزاں، مکانات میں جھاڑ اور کنول روشن تھے۔ شمع دانوں پر کنول کے اندر گلاس چڑھ گئے۔ اکے اور دوشاخے موی اور کافوری شمعوں سے روشن ہوئے۔ عمرو نے قابو پا کر پروانے بے ہوشی کے بنے ہوئے نکال کر کمر میں رکھے اور کچھ دونوں مٹھیوں میں لیے۔ بھاؤ بتاتا ہوا جب کسی شمعدان کے قریب پہنچا۔ مٹھی سے پروانے شمعوں پر ڈالنے لگا، یہاں تک کہ تھوڑی دیر بعد بے ہوشی کا دھواں اٹھنے لگا۔ ہر ایک کے دماغ میں سرایت کر گیا۔ سب کا

سر چکرانے لگا۔ خیال میں آیا کہ یہ کثرت مے نوشی کا سبب ہے۔ اٹھ کر ٹہلنا چاہیے' تاکہ ٹھنڈی ہوا سے یہ کیفیت ختم ہو۔

زعفران اٹھی کہ جا کر نہر میں منہ دھو آؤں' مگر ایک قدم آگے بڑھی تھی کہ منہ پر ہوا لگتے ہی بے ہوش ہو کر گری۔ صندل اور خمار اٹھانے کو اٹھیں' یہ بھی بے ہوش ہو گئیں۔ پھر تو جو اٹھا' وہ دنیا سے اٹھا۔ گھڑی بھر میں ساری محفل بے ہوش ہو گئی۔

ایک عمرو باقی رہ گیا کہ اس نے دو پھول' اس دوا کے' جس سے بے ہوشی تاثیر نہ کرے' اپنے نتھنوں میں رکھ لیے ہیں۔ (واضح ہو کہ اب جہاں کہیں عیاروں کے بے ہوشی اڑانے کا ذکر آئے گا' تو ناظرین سمجھ لیں کہ عیار اپنا دماغ اسی طریقے سے بند کر لیتے ہیں۔ اب دوبارہ کسی جگہ کی تصریح نہ کی جائے گی۔)

غرضیکہ جب سب بے ہوش ہوئے۔ عمرو نے جال الیاسی نکال کر چیزوں پر مارا اور مال و اسباب لوٹ کر زنبیل میں رکھا۔ نقش بوریا بھی نہ چھوڑا۔ فرش اور پردے' چلمنیں اور شیشہ آلات وغیرہ سب غائب کر کے کنیزوں کا زیور اور لباس اتارا۔ جب سب غارت اور لوٹ مار ہو چکی تو خنجر لے کر چلا کہ زعفران اور خمار کا سر کاٹ لوں۔

اس وقت افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی کہ خمار اب تک نہیں آئی۔ دیکھوں' اس پر کیا گزری۔ معلوم ہوا کہ عمرو زعفران کے بیابان میں سب کو قتل کیا چاہتا ہے۔

اس نے سحر پڑھا کہ پنجہ پیدا ہوا اس کو بھیجا کہ جا کر سب کو قاتل کے ظلم سے بچا لے۔ یہاں عمرو خمار کا سر کاٹا چاہتا ہے کہ ایک پنجہ زمین سے نکلا اور اس کو لے کر زمین غرق ہو گیا۔ عمرو دوبارہ زعفران کی طرف لپکا کہ اسے ہلاک کروں۔

اس وقت مخمور سرخ چشم بھی کہ عمرو کو ڈھونڈنے نکلی تھی۔ یہاں آئی اور یہ ماجرا دیکھ کر للکاری: "خبردار مکار' یہ کیا کرتا ہے۔"

عمرو اس کی آواز سن کر چاہتا تھا کہ بھاگے۔ یکایک خمار زمین سے نکلی اور سحر کر کے اس نے عمرو کو بے حس و حرکت کر دیا اور زعفران کو ہوشیار کیا۔ مخمور نے ابر سحر

ہو سلیا۔ سب کنیزیں وغیرہ ہوشیار ہوئیں' مگر سب برہنہ تھیں۔ اٹھ کر قصر کے اندر جا کر' لباس تبدیل کر کے آئیں۔ زعفران نے بے ہوش ہونے کا سارا حال سنا اور انجمن کو تباہ و برباد پایا۔

خمار نے عرض کیا: "اے ملکہ آپ نے خط ملاحظہ فرمایا۔ بڑا فضل کیا سامری نے کہ سب کی جان بچ گئی' ورنہ یہ تو اپنا کام کر چکا تھا اور دیکھئے نہ کچھ اس نے کھلایا نہ پلایا۔ باتوں باتوں میں بے ہوش کر دیا۔ اس نے جانا کہ یہ شراب وغیرہ کسی کو نہ پینے دے گی' اس لیے شراب کا نام بھی نہ لیا۔ لیکن نہیں معلوم' کیا طلسمات کیا کہ سب کو بے ہوش کر دیا۔ اس کے "وصف سامری نامہ" میں لکھے ہیں۔ یہ بہت بلائے بد ہے۔ بے حد مکار ہے۔"

زعفران نے کہا: "سامری وجمشید کا واسطہ' اس کو جلدی یہاں سے لے جاؤ۔ اب میں بھی یہاں نہ ٹھہروں گی۔ اپنے قلعے میں جاؤں گی۔ ایسا نہ ہو اس کی نحوست سے سارا جنگل ہو گیا ہو۔"

خمار یہ سن کر رخصت ہوئی اور عمرو کو بے ہوش کر کے پشتارہ باندھ کر لے چلی۔ مخمور نے اس وقت کہا: "اے خمار' افراسیاب کے دربار میں اس کا لے جانا اچھا نہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسا نہ ہو کہ کچھ وہاں بھی فساد کرے۔ دوسرے عیاروں کو اپنا دشمن بنانا بہتر معلوم نہیں ہوتا باقی تم کو اختیار ہے۔ جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ لازم ہے کہ اسے دریائے سحر کے پار لے جا کر چھوڑ اور شہنشاہ سے چل کر کہہ دو کہ عمرو راہ میں چھوٹ گیا۔

خمار یہ سن کر خفا ہوئی اور کہنے لگی: "اے بہن مخمور' تمہارا طور مجھے بے طور نظر آتا ہے۔ سامری خیر کریں' عیاروں سے بہت دھکاتی ہو اور ان کی طرفداری کرتی ہو۔ خیر تمہارا جو جی چاہے کرو' لیکن میں نمک حرامی نہ کروں گی۔"

یہ کہہ کر پشتارہ لے کر روانہ ہوئی۔ مخمور بھی زعفران سے رخصت ہو کر چلی' لیکن سوچتی ہوئی کہ تو نے اس وقت آ کر عمرو کو گرفتار کرایا۔ اس کے دل میں کینہ پیدا

ہوا۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے گزند پہنچائے اور دوسرے تو راز طلسم جانتی ہے۔ طلسم کی عمر آخر ہو چکی ہے۔ عمرو کسی کے ہاتھ سے مارا نہ جائے گا' بلکہ جو ساحر اسے بغاوت کرے گا' وہ مارا جائے گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ اس وقت عمرو کو رہا کرا کے' عذر کر لے کہ میرے ساتھ کبھی بدی نہ کیجئے گا۔ یہ سوچ کر خمار کے پیچھے روانہ ہوئی اور ایک جگہ درہ کوہ میں مخفی ہو کر سحر پڑھا کہ خمار جنگل میں جاتی تھی۔ اس کے سر پر ایک بادل آ کر چھایا اور اس میں سے بوندا باندی ہونے لگی۔ کچھ بوندیاں خمار پر پڑیں۔ وہ یہ تو جانتی نہ تھی کہ مجھ پر کوئی سحر کرے گا۔ بے ہوش ہو گئی۔ مخمور نے آ کر پشتارہ کھولا' رد سحر کر کے عمرو کو ہوشیار کر دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا: "کنیز پر نظر عنایت رکھئے گا۔ پورا حال میں اس وقت عرض نہیں کر سکتی ہوں اور نہ اس وقت خمار کو قتل فرمایئے' کیوں کہ میں بدنام ہوں گی اور نہ میں اس وقت آپ کو دریائے سحر کے پار لے جا سکتی ہوں۔ اس لیے کہ وقت بہت تنگ ہے۔ میں اور آپ پکڑے جائیں گے۔ اس سے بہتر ہے کہ بھاگ جایئے۔"

یہ کہہ کر ایک سمت چلی گئی۔ عمرو بھی بھاگ کر کہیں پوشیدہ ہوا۔ مخمور نے دور جا کر اپنا سحر خمار پر سے دفع کیا۔ اسے ہوش آیا' عمرو کو رہا دیکھ کر بہت خائف ہوئی' اور پر پرواز پیدا کر کے' عمرو کو ڈھونڈتی ہوئی دریا سے پار اتر کر حیرت کی بارگاہ میں آئی۔ اسے سارا حال بیان کیا: "میں اکیلی شہنشاہ کے پاس نہ جاؤں گی۔ راہ میں کچھ قصور ہے جبھی تو میں بے ہوش ہو گئی۔ دوسرے شہنشاہ مجھ پر خفا ہوں گے کہ عمرو کو کیوں نہ لائی۔"

خمار یہ ذکر کر ہی رہی تھی کہ افراسیاب کی سواری بڑی شان سے یہاں آئی۔ اس لیے کہ جب خمار کو آنے میں عرصہ ہوا۔ شاہ لشکر کی جانب آیا کہ دیکھوں' وہاں کیا رنگ ہے۔ لہٰذا ملکہ حیرت نے مع سرداروں کے استقبال کیا۔ افراسیاب نے بارگاہ میں تخت شاہی پر جلوس فرمایا۔ خمار نے ابتدا سے انتہا تک' جملہ کیفیت عرض کی۔ یہاں تک کہ آپ سے آپ بے ہوش ہو جانا اور عمرو کا چھوٹ جانا بھی کہا۔ افراسیاب نے جواب

دیا: "کوئی عیار عمرو کے چھڑانے کو تمہارے ساتھ دریائے سحر کے پار اتر گیا ہو گا' وہی فکر میں ہو گا۔ تمہیں بے ہوش کر کے اسے لے گیا اور یا کوئی دوست عمرو کا طلسم باطن میں ہے کہ اس نے غفلت میں تم سے' عمرو کو لے لیا۔ خیر اگر عمرو دریائے سحر کے پار ہے تو وہاں سے رہائی ممکن نہیں۔ کوئی سوائے میرے اسے اس پار نہیں لا سکتا۔ ہاں جو کوئی راز طلسم سے آگاہ ہے' وہ شاید پہنچا دے۔ اب مختیارک کو بلانا چاہیے۔ عمرو کو جب چاہوں گا' یہاں طلسم باطن سے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ جنگل کی طرف سے ایک شیر اور شیرنی دھاڑتے ہوئے بارگاہ میں آئے۔ ان کو ایک نامہ لکھ کر دیا۔ مضمون یہ تھا: "یا خداوندا شیطان درگاہ یعنی مختیارک کو طلسم میں روانہ فرمایئے کہ سیر طلسم بھی کریں اور عمرو اپنے دشمن کو بھی قتل فرمائیں۔ نامہ شیر کو دے کر' پھر سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک سفید عقاب اڑتا ہوا آ کر پہنچا اور سامنے پر کھول کر بیٹھ گیا۔ اس کی پیٹھ پر ایک چوکی' جواہر جڑی' مضبوط رسی سے باندھ دی۔ چوکی پر اطلس اور کمخواب کا بچھونا کر دیا۔ شیر سے کہا: "سرحد طلسم تک تو اپنی پشت پر شیطان خداوند کو سوار کر کے لانا۔ پھر وہاں سے عقاب پر سوار کرنا کہ یہ اڑ کر طلسم باطن میں میرے پاس لائے گا' اس لیے کہ طلسم ظاہر میں عیار ہیں۔ وہاں سے اڑ کر آنا بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ انہیں کچھ گزند پہنچے۔

غرض شیر اور شیرنی نامہ لے کر چلے اور عقاب اڑ کر کوہ عقیق کی سمت روانہ ہوا۔ پھر افراسیاب بھی سوار ہوا کہ باغ سیب میں جا کر عمرو کو گرفتار کر لائے۔ یہاں تک کہ باغ میں پہنچ کر وہ بقیہ شب عیش و آرام میں بسر کی۔

افراسیاب خواب استراحت سے بیدار ہو کر اورنگ شاہی پر کلاہ شہی سر پر رکھ کر جلوہ گر ہوا۔ ڈیڑھ ہزار ساحران نامی حاضر ہوئے اور مجرا کر کے اپنے اپنے رتبے کے موافق بیٹھے۔ اس نے حکم دیا کہ کچھ جادوگر روانہ ہوں۔ عمرو طلسم باطن میں آیا ہوا ہے'

اسے گرفتار کر لائیں۔ ساحر حکم کے بموجب روانہ ہوئے۔ مگر اب حال عمرو کا سنئے کہ جب مخمور اسے رہا کر کے چلی گئی اور یہ بھی بھاگے۔ اندھیری رات کا وقت تھا۔ ایک درخت پر چڑھ کر وہ شب بسر کی۔ صبح کے وقت وہاں سے اتر کر' ساحر کی صورت بن کر آگے کا راستہ لیا۔ جب کئی کوس کا فاصلہ طے ہوا' ایک دلکشا مرغزار میں گزر ہوا۔ صحرائے سبز' گلزار ارم دیکھا۔ وہاں ایک خوبصورت ایوان بنا ہوا تھا کہ اس کا حصار نہایت مصفا تھا۔

اس عالیشان منزل میں ہزار دروازے لگے تھے کہ ان کے کواڑ جواہر آگیں تھے۔ ہر دروازے پر چلمنیں عاشق کے دل صدچاک کی طرح آویزاں تھیں۔ ان کی تتلیاں طلائی مینے کے کام کی اور ڈوریاں کلابتوں کی تھیں۔ روبرو پر فضا چمنستان لگا تھا۔ گلشن ہرا بھرا تھا۔ ہر سمت آب رواں کے چشمے' بصد لطافت جاری تھے۔ باد بہار گلشن میں مستانہ وار چل رہی تھی۔

مکان کے ایک دروازے پر ساحر تنہا بیٹھا تھا۔ عمرو اس کو دیکھ کر' راہ کاٹ کر اور طرف چلا' مگر جدھر گیا اور جہاں تک گیا' وہی مکان ملا اور اسی ساحر کو بیٹھے دیکھا۔ ناچار پھر ایک طرف چلا۔ اس وقت وہ ساحر پکارا: "ارے تو کون ہے' جو یہاں آیا ہے۔ یہ شہنشاہ ساحران' افراسیاب کی سیرگاہ ہے۔"

عمرو نے یہ سن کر جواب دیا: "بھائی' کیا میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ جگہ شاہ طلسم کی ہے' مگر میں کام کو جاتا ہوں۔"

ساحر نے کہا: "اس جگہ کو ہزار در کہتے ہیں۔ جو شخص ادھر سے گزرتا ہے' وہ نشانی لے کر آتا ہے اور مجھے دکھاتا ہے۔ اس وقت اس کو راستہ ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص طلسم باطن کا رہنے والا' واقف کار ہے اگر تیرے پاس نشانی نہیں ہے' البتہ تو غیر ہے اور تجھے گرفتار کرنا ضروری ہے۔"

عمرو یہ گفتگو سن کر ہنسا اور کہنے لگا: "تو بڑا بے وقوف ہے۔ بھلا کوئی بھی بغیر نشانی یہاں آتا ہے یا میں ہی آتا۔ نشانی میرے پاس موجود ہے۔"

اس ساحر نے کہا: "دکھاؤ۔"

عمرو غبار بے ہوشی کا مٹھی میں لے کر اس کے پاس گیا اور کہا: "لو دیکھو۔" وہ جھک کر دیکھنے لگا۔ عمرو نے غبار بے ہوشی منہ پر اڑا دیا کہ تمام آنکھ اور منہ اور ناک میں بے ہوشی بھر گئی اور وہ بیہوش ہو کر گرا۔ عمرو نے اس کے کپڑے اتار لیے اور اسے چمن میں اور زیادہ بے ہوش کر کے' کسی جگہ چھپا کر' آپ اس کی سی صورت بنا کر مکان کے دروازے پر بیٹھا۔ کچھ دیر اسے گزری تھی کہ سامنے سے ایک آتش فشاں اژدہا پیدا ہوا۔ اس پر کاٹھی رکھی تھی اور ایک ساحر اور ایک ساحرہ سوار تھی۔ کنڈل دونوں کے کانوں میں پڑے تھے۔ ماتھے پر صندل کے قشقے دیئے تھے۔ دونوں اژدہے پر سے اتر کر سیر میں مشغول ہوئے۔

عمرو نے آواز دی: "ارے تم کون ہو۔ لاؤ نشانی مجھے دکھاؤ' پھر قدم آگے بڑھاؤ۔"

ان دونوں نے یہ سنتے ہی اپنی جھولی سے کاغذ کا پرچہ نکال کر عمرو کو دیا۔ اس نے دیکھا کہ اس پر افراسیاب کی تصویر بنی ہے سمجھا کہ یہاں کی یہ نشانی ہے۔ خاموش ہو رہا۔ وہ ساحر سیر کر کے ایک سمت کو چلے گئے۔ ان کے بعد پھر ایک جادو گر اور جادو گرنی آئی۔ عمرو یہاں کے آئین سے بخوبی واقف نہیں تھا۔ دستور یہاں کا ہے کہ شاہ طلسم کا جو قریب و عزیز ساحر یہاں آتا ہے اس کے لیے سند اور نشانی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کوئی ایسا جلیل القدر یہاں آتا ہے' تو مکان کے دروازے پر بیٹھنے والا اٹھ کر' اس کی تعظیم بجا لاتا ہے اور دونوں ہاتھ سے سلام کرتا ہے۔ یہ جادو گرنی آئے' تو یہ معززان طلسم سے تھے۔ عمرو نے اسی طرح نشانی طلب کی اور ان کی تعظیم بجا نہ لایا۔ انہوں نے سحر پڑھ کر اسے فوراً گرفتار کر لیا۔

عمرو نے کہا: "خیر تو ہے' مجھے کیوں قید کیا ہے' میرا کیا قصور ہے۔"

ساحر نے کہا: "تو نے دستور کے مطابق ہماری تعظیم نہیں کی۔"

عمرو نے جواب دیا: "دستور مجھے کیا معلوم نہیں' لیکن میرے دونوں گھٹنے شدت سے دکھتے ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا مشکل سے جاتا ہے۔" اور ساحرہ کی طرف مخاطب ہو کر کہا: "کیوں آپ

نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ میں کھڑا ہوتا تھا' لیکن گر پڑا' اٹھا نہیں گیا۔"

ساحرہ نے عمرو کے آنکھ ملا کر کہنے سے اور اس کے گواہ بنانے سے کہا: "ہاں میں نے دیکھا تھا کہ یہ اٹھتا تھا' مگر اٹھا نہیں گیا۔"

ساحر نے اپنی زوجہ کی بات کو سچ جانا اور عمرو کو چھوڑ دیا' مگر پوچھا دوسرا آئین تو نے کیوں ادا نہ کیا؟"

عمرو نے جواب دیا: "مارے درد کے میرے ہوش و حواس درست نہ تھے۔ مجھے یاد نہ رہا۔"

اس نے کہا: "اب یاد ہے؟"

عمرو بولا: "ہاں یاد ہے' وہی تعظیم و تواضع کرنا۔"

ساحر نے کہا: "اور دوسری بات؟

عمرو نے سوچ کر کہا: "اے توبہ' دیکھئے ابھی یاد تھا۔ مزاج میں کیا سہو ہو گیا ہے کہ ذرا سی بات یاد نہیں رہتی۔"

ساحر نے کہا: "اب یاد رکھنا' ورنہ موقوف ہو جاؤ گے۔ روزگار جاتا رہے گا۔ وہ بات یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے سلام کرنا۔"

عمرو نے عرض کیا: "واہ واہ' یہ تو میں پہلے ہی عرض کر چکا تھا کہ تعظیم و تواضع' پس تعظیم میں سب باتیں آگئیں۔ آپ نے خود اس وقت مجھے چکر میں ڈالا۔"

غرض وہ دونوں بھی سیر کر کے چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد یکایک آندھی آئی اور ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔ لمحے کے بعد ایک ساحر' طویل قامت' مہیب صورت آیا۔ اس کا نام ظلمات سیہ رو فام تھا۔ عمرو نے جانا کہ یہ کوئی بڑا زبردست جادوگر ہے۔ تعظیم کرو' ایسا نہ ہو کہ یہ بھی کچھ پرسش کرے۔ یہ سمجھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر رسم سلام بجا لایا۔

ظلمات بہت خوش ہوا اور دس روپے انعام دیئے۔ عمرو نے روپے لے کر سوچا کہ بن پڑے' تو اس کو قتل کرو۔ یہ سوچ کر کہا: "سرکار آیئے کوئی لحظہ تشریف رکھئے۔"

ظلمات یہ کلمات سن کر گھورنے لگا اور کہا: "آج تو نے خلاف دستور بات کیوں کی۔ مجھے بیٹھنے کو کیوں کہا۔"

عمرو نے جواب دیا: "بے شک خطا ہوئی۔ معاف فرمایئے اور آپ چلے جایئے۔"

ظلمات نے کہا: "یہ کہنا بھی خلاف قانون ہے' جب میرا جی چاہے گا' جب جاؤں گا۔"

عمرو نے دل میں سوچا: "یہاں بات کرنا مشکل ہے' خاموش ہو رہو۔" پس چپ ہو رہا۔ وہ ساحر بھی سیر کر کے واپس روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نازنین عورت' پری پیکر' حسین و جمیل' غیرت دہ ماہتاب' رشک خورشید گھوڑے پر سوار' پشواز پہنے' پشواز کا دامن کاندھے پر ڈالے۔ لباس پر تکلف اور زیور مرصع زیب قامت کئے یہاں آئی اور عمرو سے پوچھنے لگی: "اے ساحر جادو' ادھر سے کوئی ساحر تو نہیں گیا ہے۔"

عمرو نے کہا: "میں نہیں جانتا۔"

اس نازنین نے سحر کر کے' عمرو کو گرفتار کر کے اپنے گھوڑے پر بٹھا لیا اور کہا: "اب تیری بھی یہ مجال ہوئی کہ ہم بات پوچھیں اور تو کہے' میں نہیں جانتا۔ میں تجھے شہنشاہ کے سامنے لے جا کر سزا دوں گی۔"

یہ کہہ کر گھوڑا بڑھا کر چلی۔ عمرو اس کے پیچھے تو بیٹھا ہی تھا۔ کمند کا حلقہ اس کی گردن میں پہنا کر جھٹکا مارا کہ حلقہ پیچ ہوا۔ فوراً خنجر سے سر کاٹ ڈالا۔ وہ قیامت خیز ہنگامہ بلند ہوا کہ زمین تھرائی۔ کوہ و دشت میں زلزلہ واقع ہوا۔ عمرو گھوڑے پر سے کود کر بھاگا اور ایک پہاڑ پر چڑھ کر درخت پر چڑھا۔ اتفاق سے وہاں سب آم کے درخت تھے۔ اس کے پتے توڑ کر' آشیانے کی طرح اپنے بیٹھنے کی جگہ بنا کر چھپ رہا۔ لیکن اس ساحرہ کا سر اڑتا ہوا' جسے ابھی قتل کیا گیا ہے' باغ سیب میں افراسیاب کے پاس گیا اور پکارا: "مجھے عمرو نے مارا۔"

افراسیاب فرط غضب سے سرخ ہو گیا۔ ایک ساحر ذوالفنن کو حکم دیا کہ عمرو مقام ہزار دہ میں ہے۔ اسے جلد گرفتار کر لا۔ ذوالفنن اسی وقت روانہ ہوا اور جائے مذکور پر پہنچ کر متلاشی پھرنے لگا۔ یہاں تک کہ اس پہاڑ پر جہاں عمرو درخت پر مخفی تھا' آ کر ہر

سمت سے ڈھونڈنے لگا۔ عمرو نے درخت پر سے دیکھا کہ ایک ساحر ہر سمت پھرتا ہے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ کسی کو ڈھونڈتا ہے۔ یہ معلوم کر کے جب وہ تلاش کرتا ہوا دور گیا۔ عمرو نے درخت سے اتر کر زنبیل سے اپنی صورت کا پتلا تمدے کا نکال کر ایک درخت کے نیچے چادر اڑھا کر لٹا دیا اور خود پھر درخت پر چڑھ کر پتوں کے آشیانے میں چھپ رہا۔

لمحے کے بعد ذولفنون، جو ادھر آیا۔ دیکھا کہ درخت کے نیچے کوئی چادر اوڑھے سوتا ہے۔ اس نے پہلے سحر کا حصار کر دیا اور بے حس و حرکت بنایا کہ ایسا نہ ہو کہ اٹھ کر فرار ہو جائے۔ پھر قریب آ کر، چادر ہٹا کر صورت دیکھی۔ اچنک عمرو مشہور بہت ہے۔ اسی وجہ سے سب ساحر اس کی تصویر رکھتے ہیں۔ اس نے بھی تصویر لے کر مطابق کی۔ عمرو کی صورت شناخت کر کے خوش ہوا اور پنجے میں داب کر اڑتا ہوا افراسیاب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا: "اس کو بڑی مشکل سے سحر کا جال لگا کر گرفتار کر لایا ہوں۔" حاضرین دربار نے اس کے سحر کی تعریف کی۔

شلو نے حکم دیا: "اس کو ہوشیار کرو۔"

اس وقت اس نے اپنا سحر دفع کیا اور ہر چند پتلے کو جھنجھوڑا، مگر وہ ہوشیار نہ ہوا۔ ایک ساحر نے اٹھ کر غصہ کر کے لات ماری کہ: "حرامزادے دم چرائے پڑا ہے اٹھتا نہیں ہے۔" اس کی لات پتلے کے پیٹ میں گھس گئی۔ پھر تو سب حیران ہوئے۔ افراسیاب نے پانی چھڑکوایا۔ کاغذ وغیرہ پھٹ گیا۔ معلوم ہوا کہ پتلا ہے اور اس پر تمدے کا کاغذ منڈھ دیا ہے۔ افراسیاب نے کہا: "اب اہل دربار مجھ سے مضحکہ کرتے ہیں اور عمرو کی صورت کے پتلے بنا کر لاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ذولفنون کو مار پیٹ کر اور بے عزت کرا کر، دربار سے نکلوا دیا اور دوسرے ساحر دانا جادو کو حکم دیا کہ "تو جا کر عمرو کو لا۔"

یہ ساحر بہت عقلمند ہے۔ سوچا کہ عمرو کا ملنا غیر ممکن ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں جاؤں اور ذولفنون کی طرح ذلت حاصل ہو۔ اسے بہتر ہے کہ شلو سے حیلہ کروں۔ یہ تجویز

کر کے اس نے عرض کیا: "اے شہنشاہ، عمرو مرد عیار کو عیار خوب شناخت کر سکتا ہے۔ آپ صرصر کو بلا کر حکم دیجیے کہ کسی ساحر کو ہمراہ لے جائے اور پہچان کر اسے گرفتار کرا دے۔"

افراسیاب کو یہ رائے پسند آئی اور ایک پنجہ سحر روانہ کیا کہ جہاں کہیں صرصر ہو، اسے اٹھا لائے۔ پنجہ روانہ ہوا مگر اب حال صرصر کا سنیے کہ جب خمار کی زبانی عمرو کی گرفتاری کا حال اس نے سنا، اپنی صورت عمرو کے شکل بنا کر مہ رخ کی بارگاہ میں آئی۔ یہاں سب سرداروں نے جب سے یہ سنا تھا کہ عمرو طلسم باطن میں قید ہو گیا ہے، نہایت درجہ مغموم تھے اور اس کی رہائی کے لیے دست بدعا رہتے تھے۔ اس وقت صرصر کے آنے سے بہت خوش ہوئے اور عمرو سمجھ کر بغل گیر ہوئے اور کہا: "خواجہ! خدا نے آپ کو وہاں سے رہائی دی۔"

صرصر نے مکاری سے کہا: "میں ہی ایسا تھا کہ ساحروں کو فریب دے کر وہاں سے چھوٹا۔ خدا نے دوبارہ مجھے زندگی دی۔ اگر دوسرا ہوتا تو ہلاک ہو جاتا۔" یہ کہہ کر پوچھا: "عیار کہاں گئے۔ انھیں بھی دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔"

مہ رخ نے جواب دیا: "آپ کو ڈھونڈنے کو گئے ہیں، آتے ہوں گے۔" یہ کہہ کر صرصر پر بہت سے تصدقات اتروا کر اسباب نشاط کو بلوایا۔ ساقیان مہ لقا حاضر ہوئے۔ جام گردش میں آیا۔ ناچ ہونے لگے۔ صرصر نے اپنے ہاتھ سے اہل انجمن کو شراب پلانا شروع کیا اور نگاہ بچا کر پیالہ ساغر میں بے ہوشی ملا کر، ہر ایک کو دیا۔ سب بے ہوش ہوئے، اس نے خنجر نکال کر چاہا کہ سب کے سر کاٹ ڈالوں۔ عمرو بھی گرفتار ہو گیا۔ لشکر کا خاتمہ میں کر دوں، جونہی خنجر لے کر آگے چلی تھی کہ افراسیاب کا بھیجا ہوا پنجہ آ گیا اور اسے اٹھا کر لے گیا۔ اس وقت برق فرنگی جو صحرا میں پھر کر لشکر میں آیا، سنا کہ عمرو آئے ہیں۔ خوش ہو کر بارگاہ میں گیا۔ دیکھا کہ ساری محفل بے ہوش پڑی ہے۔ سمجھا کہ غضب ہو گیا۔ اس نے سب کو ہوشیار کیا اور کہا: "یہ کیا ماجرا ہوا؟"

سب نے حال بیان کیا۔ اس نے کہا: "اب جو یہاں آیا کرے، پہلے بزورِ سحر دریافت کر لیا کرے۔ پھر آنے دیا کرے۔ اس وقت خدا نے بچایا، ورنہ سب کا خاتمہ تھا۔"

غرض یہاں تو سب مصروفِ عیش ہوئے، لیکن پنجہ صرصر کوشکِ طلسم کے سامنے لایا۔ اسنے شہنشاہ کو مجرا کیا اور بہت افسوس کے ساتھ عرض کیا: "میں اس وقت سب نمک حراموں کا کام تمام کر چکی تھی۔ غرض پورا حال کہہ کر سنایا۔

افراسیاب نے کہا: "اے صرصر ان باغیوں کو جس وقت میں چاہوں، ایک آنِ واحد میں غارت کر دوں، لیکن شدید ضرورت اس بات کی ہے کہ عیاروں کو قتل کیا جائے اور اس مفتری حیلہ ساز عمرو کا گرفتار کرنا مقدم ہے۔ جا اور اسے پہچان کر گرفتار کر لا۔"

صرصر سلام کر کے روانہ ہوئی، مگر ادھر عمرو کی کیفیت یہ ہے کہ یہ درخت پر سے اتر کر پہاڑ کے نیچے آیا اور آگے چلا۔ راہ کا ملنا دشوار تھا۔ کوہ و دشت میں آوارہ پھرتا تھا۔ کبھی دریائے سحر کے کنارے جا کر، اترنے کی تدبیر کرتا، مگر ممکن نہ ہوتا۔ ناچار گھوم پھر کر اور سمت جاتا۔ بڑا بڑا مکان اور باغات ساحروں کے دیکھتا اور ساحروں کو دیار میں چلتے پھرتے پاتا۔ ان سے خود کو چھپاتا ہوا جاتا تھا۔ جہاں تک جاتا، صحرائے عجیب اور طائر اور درند، گزند، چوپائے انواع و اقسام کے دیکھتا۔ نہ اس نے کبھی ایسے جنگل دیکھے تھے اور نہ اس طرح کے طائر اور جانور نظر سے گزرے تھے۔

غرض اسی طرح سیر کرتا ہوا ایک جگہ پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ پانچ آدمی ساحروں کی سی وضع لیے، یعنی پگڑیاں باندھے، تختے گلے میں، طلائی دانے، جواہر کے کڑے ان کے ہاتھوں میں پڑے، لباس پرتکلف پہنے کہیں جاتے ہیں۔ عمرو نے انھیں دیکھ کر سوچا کہ ان سے مال اور اسباب لینا چاہیے۔ بس فوراً کسی گوشے میں ٹھہر کر ایک ضعیفہ عورت کی صورت بنا اور خود کو ایسی بڑھیا بنایا کہ سر ہلتا ہوا، لاٹھی ہاتھ میں، پائنچوں میں گرہ دی ہوئی، گھوری کی چادر اوڑھے، مٹھائی کا دونا لیے، آہستہ آہستہ چل کر پکارا: "بیٹا ذرا ادھر آؤ۔ مجھ غریب کا کام کرتے جاؤ۔" وہ پانچوں کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ اس کی

صدا سن کر متوجہ ہوئے' تو دیکھا کہ ایک بڑھیا پکار رہی ہے۔ محتاج سمجھ کر اس کے پاس آئے اور کہا: "بڑی بی! کیا کہتی ہو۔" اس نے کہا: "بیٹا" گھر سے یہاں تک اس عالم ضعف و ناتوانی اور بڑھاپے میں آئی ہوں۔ کوئی نذر دینے والا نہیں ملتا۔ تم ذرا اس شیرینی پر سامری و جمشید کی نذر دے دو۔" ساحروں نے مٹھائی لے کر نہایت ادب کے ساتھ کچھ پڑھ کر اور ڈنڈوت کر کے کہا: "لو نذر ہو چکی" عمرو نے دو دو ڈلیاں پانچوں کو دیں کہ تم بھی تبرک لیتے جاؤ۔" انہوں نے وہ لے کر اس خیال سے وہیں کھا لیں کہ اتنے تھوڑے سے کو کہاں باندھ کر لے جائیں۔ اسے کھاتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

عمرو نے ان کے کپڑے' گہنے اور تمغے وغیرہ جو کچھ ان کے پاس تھا۔ سب لے لیا ایک تمغہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ وہ افراسیاب جادو کے ملازم اور خدمت گار ہیں۔

عمرو نے ایک رقعہ لکھ کر ان میں سے ایک کے گلے میں باندھ دیا۔ جس کا مضمون یہ تھا: "میں عمرو بن امیہ ضمری ہوں۔ اور حرامزادے افراسیاب! تیری خیریت اسی میں ہے کہ مجھے دریائے سحر کے پار بھجوا دے' ورنہ سارا طلسم برباد کر دوں گا اور تیرے ہزاروں ساحروں کو ماروں گا۔ مکانات اور باغات کو غارت کر دوں گا۔ او بے وقوف! کوئی اپنے دشمن کو گھر میں بلاتا ہے۔ میرے یہاں رہنے سے سارے طلسم میں بد انتظامی اور بد عملی ہو جائے گی اور سوائے بدتری کے کوئی بہتری کی صورت نظر نہ آئے گی۔ اب تجھے اختیار ہے کہ جو مرضی کرے۔"

رقعہ باندھ کر ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ساحر ہوش میں آئے اور خود کو برہنہ دیکھ کر سمجھے کہ بڑھیا بلا تھی کہ ہمارا مال لے گئی اور ہمیں زندہ چھوڑ گئی۔ سامری کا شکر کرتے ہوئے چلے۔ ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ جس کے گلے میں رقعہ بندھا تھا: "یہ کاغذ تمہارے گلے میں کیسا ہے۔" اس نے یہ سن کر کاغذ کھولا اور اسے افراسیاب کے پاس لے کر آیا۔ سب حال اسے بیان کیا اور رقعہ بھی دیا۔ وہ پڑھ کر غضب ناک ہوا۔ مگر کوئی چارہ نہ تھا اور پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو

گیا۔

عمرو پھرتا ہوا دوبارہ دریائے خون رواں کے کنارے گیا اور سوچا کہ جست لگا کر ادھر جاؤں۔ اس خیال سے ایک پتھر پھینکا' وہ الٹا پھر آیا اور دریا کا ایک پاٹ بڑھ گیا۔ دریا میں ایک شور عظیم پیدا ہوا۔ پہاڑوں کے برابر ایک ایک موج اٹھنے لگی۔ عمرو بھاگ کر ایک درہ کوہ میں چلا گیا۔ اپنی صورت پنڈت کی طرح بنا کر قشقہ دے کر دھوتی تانو تک باندھی' پوتھی لے کر بیٹھ گیا۔

ادھر صرصر' عمرو کی تلاش میں چلی۔ راستے میں مخمور سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا: "بی بی صرصر کہاں جاتی ہو۔" اس نے جواب دیا کہ ایک ضروری کام ہے۔ اس کے نہ بتانے سے مخمور سمجھ گئی کہ سوائے عمرو کی گرفتاری کے اور کیا کام ہو گا۔ مگر ٹال کر دربار کی طرف چلی گئی۔

صرصر گھومتی پھرتی وہاں پہنچی' جہاں عمرو پنڈت بنا ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی پہچانا اور کہا: "پنڈت صاحب! مزاج اچھا ہے۔ کہئے کیا خیال ہے۔ قید ہو جایئے گا یا کھلے بندھن پھریئے گا۔"

عمرو یہ گفتگو سن کر سمجھ گیا کہ مجھے پہچان گئی۔ سنبھل کر گویا ہوا: "اے صرصر مجھ ایسے غریب اور بے چارے پر رحم کھانا چاہیے کہ بے خانماں آوارہ ہوں۔ غریب الدیار اور محتاج ہوں ایسی جگہ پھنسا ہوں کہ۔

ہر پھر کے دائرے ہی میں رکھتا ہوں میں قدم
آئی کہاں سے گردش پرکار پاؤں میں

صرصر نے کہا: "تم ایسے بے چارے محتاجوں پر رحم کیا جائے' تو طلسم کیا' ساحران عالم تباہ و برباد ہو جائیں۔ تم مسافر ہو یا دعویٰ طلسم کشائی رکھتے ہو۔ اور اگر غریب بھی ہو' تو کیا تم نے سنا نہیں۔

کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تم کو بے مہری یارانِ وطن یاد نہیں

اب افراسیاب کے گھر میں آپ تشریف لائے ہیں۔ وہ بھی بلائے بے درماں ہے۔ مثل مشہور ہے یا سر نہیں' یا سر ہی نہیں۔ یا تو اس نے تمھیں ہلاک کیا یا تم نے اسے۔"

عمرو نے کہا: "انشاءاللہ' ہم ہی اس کو قتل کریں گے۔ اسی کی موت ہمیں یہاں لائی ہے۔"

صرصر بولی: "تم اسے بخیریت کہاں پاؤ گے۔ وہ آئینۂ سحر میں رہتا ہے۔ اپنا ہم شبیہ محفل میں بٹھا کر آپ غائب ہو جاتا ہے۔"

عمرو نے کہا: "صدہا ساحر آئے' کوئی آگ میں رہتا تھا' کوئی پانی میں' لیکن قتل کے وقت میں نے انھیں ظاہر کر لیا۔ اسی طرح اس گیدی کو بھی پا کر قتل کروں گا۔ اگر آئینہ میں سحر میں ہو گا' میں پتھر ماروں گا۔"

صرصر نے کہا: "اچھا اب سنبھلئے۔ باتیں ہو چکیں۔ گرفتاری کا وقت آ پہنچا۔"

عمرو نے ہنس کر جواب دیا: "کیوں شامت آئی ہے۔ معشوقہ سمجھ کر طرح دیتا ہوں' ورنہ اب تک آغوش لحد میں سلا دیتا۔"

صرصر نیمچہ پکڑ کر آگے بڑھی اور کہنے لگی: "چل تجھے شہنشاہ کے سامنے لے چلوں اور سفارش کر کے چھڑا دوں' لیکن خواہ مخواہ رہا کر دینے کا اقرار نہیں کر سکتی۔ کہوں گی' قیدی کو لے آئی ہوں' باقی اختیار شہنشاہ کو ہے۔"

عمرو نے کہا: "وہ مسخرا ہے کیا! اور اس کا اختیار کیا! تو مجھے دریائے سحر کے پار پہنچا دے۔ جس وقت حمزہ صاحبقران طلسم میں تشریف لائیں گے' وہ تیرا بڑا رتبہ کریں گے۔"

صرصر ہنسی اور جواب دیا: "حمزہ کا آنا بخیریت ہے۔ بیچ میں طلسم آئینہ اور طلسم ہزار برج اور طلسم حیرت سدراہ ہیں۔ جب اتنے طلسمات فتح ہوں۔ اس وقت ان کا آنا ہو۔"

یہ کہہ کر نیچہ مارا اور عمرو پر کمند لگائی۔ عمرو نے سوچا کہ تم اسے مقابلہ کرو اور کوئی ساحر آجائے تو مفت میں قید ہو۔ چاہیے کہ بھاگ کر کہیں ایسی جگہ چلو کہ کچھ مطلب نکلے۔ اسے لڑنے میں سوائے قباحت کے کچھ فائدہ نہیں۔ یہ سوچ کر اس کا وار رد کرکے، بھلاوا دے کر گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔

صرصر ڈھار ہر طرف ڈھونڈھ کر، افراسیاب کے پاس گئی۔ عرض کیا: "میرے ساتھ ایک ساحر کو دیجیے، تو جلد عمرو کو گرفتار کر لاؤں، ورنہ عرصہ بہت ہو گا۔ وہ نہایت زبردست ہے۔ یوں مشکل سے ہاتھ آئے گا۔"

افراسیاب نے ایک ساحرہ شگوفہ سحر ساز جادو کو حکم دیا کہ تم اس کے ساتھ جاؤ، لیکن کچھ نشانی بتاتی جاؤ کہ اگر تم پر وہاں کچھ آفت آئے، تو مجھے پہلے معلوم ہو جائے۔

شگوفہ یہ حکم پا کر اٹھی اور اپنے گلے میں، جو مالا پہنی ہوئی تھی، اس میں سے ایک دانہ لے کر، شاہ کے سامنے زمین میں بویا۔ فوراً درخت پیدا ہو کر بلند ہو گیا اور شگوفے اور پھل اس میں ظاہر ہوئے۔ ساحرہ نے عرض کیا: "اے شہنشاہ، اگر میں کسی جگہ قتل ہو جاؤں، تو یہ درخت برباد ہو جائے گا۔ یہ میرا نشانِ ہستی ہے۔ جب تک یہ تر و تازہ ہے، جانئے گا کہ کنیز زندہ ہے۔" یہ کہہ کر صرصر کے ہمراہ روانہ ہوئی۔

لیکن عمرو گلیم اوڑھ کر چلا۔ ایک پہاڑ پر چڑھ کر نگاہ دوڑائی کہ اگر کوئی بستی نظر آئے، تو وہاں چل کر دو چار کو ماروں۔ دس پانچ ساحروں کے گھر لوٹوں، تاکہ افراسیاب بھی یاد ہی کرے کہ عمرو کا پالا ایسا ہوتا ہے۔ غرض جب ہر طرف طائر خیال اڑایا۔ دور سے ایک قلعہ دکھائی دیا۔ پہاڑ سے اتر کر، اسی طرف کا راستہ لیا۔ جب قریب پہنچا، ایک مضبوط قلعہ دیکھا کہ اس کا حصار بلور کا تھا۔ سنگ موسیٰ، سنگ سماق اور یشب بجا معدنیات کے ہزار در ہزار برج بنے تھے۔ جواہر آگیں پھاٹک سراسر نور کا تھا۔ قلعے کے مدور خندق تھی۔ اس کی لب گرداں یاقوت احمر سے بنائی تھی کہ دور سے تابندہ تھی۔ خندق پر فولادی تختوں کا پل پڑا تھا۔ دروازے پر ہزاروں ساحر پرتکلف لباس میں بیٹھے تھے۔

قلعے کے گرداگرد پشتہ دیوار پر رنگارنگ پھول کھلے تھے۔ سبزہ لہلہاتا تھا۔

عمرو نے صحرا میں جا کر' گھاس چھیل کر گٹھا اس کا سر پر رکھا۔ جسم سارا خاک آلود کر کے' شکل گھسیارے کی سی بنا کر قلعے کا راستہ لیا' خندق سے گزر کر' جیسے ہی دروازے میں قدم رکھا' قلعے کی دیوار پر پرندہ بیٹھا تھا۔ اس نے پکار کر کہا: "عمرو آیا" ساحر پرندے کی یہ آواز سن کر دوڑے' مگر عمرو نے گٹھا پھینک دیا اور شہر کے اندر بھاگا۔ ساحروں نے شہر کے دروازے کو عمرو کی نظر سے مخفی کر دیا اور تلاش کرتے چلے۔ ان میں سے دو ایک زعفران جادو کے پاس اطلاع دینے کے لیے گئے' اس لیے کہ یہ قلعہ اسی کا ہے' جس وقت سے یہ میرگلہ سے پھر کر آئی ہے اور عمرو کے ہاتھ سے بے ہوش ہو کر' زک اٹھائی ہے۔ قلعے میں آ کر اس نے طائران سحر کو مقرر کیا اور ساحروں کو بٹھلایا کہ اگر عمرو یہاں آئے تو مجھے خبر ہو جائے۔

خلاصہ کلام' طائر سحر اڑ کر اس کے پاس پہنچے اور عمرو کے آنے کی خبر دی۔ اس کی وزیر نادی صندل جادو نے عرض کیا: "اے ملکہ' آپ فوراً زمین و آسمان سارا جہاں سحر بند فرمایئے۔ یہ چور مکار نکل کے جانے نہ پائے۔"

زعفران نے فوراً سحر پڑھ کر دستک دی کہ قلعے کی دیواریں بلند ہو گئیں اور شعلہ فشاں ہو گئیں۔ ہر طرف سے راستہ بند ہو گیا اور دروازہ بھی ناپید ہو گیا۔ مکمل بندوبست کر کے بہت ہوشیاری اور خبرداری سے عمرو کی جستجو میں مصروف ہوئی' لیکن عمرو بھاگا اپنی صورت تبدیل کر کے شہر کے کوچوں اور گلیوں میں گھومنے لگا۔ عجب شہر پاکیزہ اور بہشت نژاد دیکھا۔

عمرو نے دل میں کہا کہ بن پڑے تو سارا شہر لوٹ لیجیے اور غدار ساحروں کی رونق بازار خراب و برباد کر دیجیے۔ یہ سوچ کر ایک جوہری کی دکان پر جا کر الماس و یاقوت کے نگینے طلب کیے۔ اس نے پہلے تو مشکوک الحال عمرو کو دیکھ کر انکار کیا۔ پھر سوچا کہ مجھے اپنے دام سے مطلب ہے۔ دکھانے میں کیا حرج ہے۔ غرض لعل و گوہر' الماس و یاقوت کے چند دانے نکال کر دکھائے۔ عمرو نے ان کو زنبیل میں رکھ لیا اور اپنے پاس سے

بڑے بڑے جھوٹے نگینے نکال کر دے دیے۔ کہا: "یہ جواہر کام کا نہیں' میں نہیں لوں گا۔"

جوہری نے جھوٹے نگینے دیکھے تو شور مچایا۔ گریبان میں ہاتھ ڈالا: "کہا' ارے اس دغا باز نے مجھ کو لوٹا' میری فریاد کو پہنچو۔" لوگ بازار کے چار طرف سے دوڑے اور ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔

عمرو نے کہا: "یہ مجھے لیے مرتا ہے' میں بے چارہ غریب آدمی' جواہر کے نگینے کیا کرتا اور اس نے مجھے جواہر کب دیا کہ میں بھلا لینے کے قابل تھا۔"

سب نے کہا' یہ سچ کہتا ہے۔ اب لوگ جوہری سے پوچھنے لگے: "جی مہاراج' تم نے اسے جواہر دیا کس لیے؟"

ایک نے کہا: "لالہ جی' کسی امیر کو دے مرو تو کچھ وصول بھی ہو۔ اس مفلس نادار سے کیا لے گا۔"

دوسرا شخص بولا: "ارے بھئی اسے کبھی کی عداوت ہو گی۔"

تیسرا بولا: "یہ بڑے بڑے نگ ایسا غریب آدمی کہاں سے پائے گا' جو بدل لے گا۔"

غرضیکہ سب نے جوہری کو قائل کیا۔ اس نے کہا: "ابھی دس دکانداروں کے سامنے میں نے اس کو جواہر دیا ہے۔ تم سب الٹے مجھے سمجھاتے ہو۔"

سب نے کہا: "اچھا یہ شخص کہیں گیا تو نہیں تھا؟"

اس نے کہا: "نہیں۔"

"تو پھر تلاشی لے لو۔"

عمرو نے یہ سن کر سب کو تلاشی دی۔ جواہر تو زنبیل میں تھا' اور زنبیل تلاشی لیتے وقت اور عمرو کے قید ہونے پر غائب ہو جاتی ہے' کیوں کہ وہ معجزے کی ہے۔ پس کہیں جواہر کا پتا نہ لگا۔ پھر تو عمرو نے جوہری کو ہزاروں گالیاں دیں اور مارنے کو دوڑا۔ لوگوں نے کہا: "یہ جوہری بڑا دغاباز ہے۔"

غرض بے چارہ جوہری صبر کر کے بیٹھ رہا اور جو لوگ فہمائش کرتے تھے' وہ بھی اپنی

ماو گئے اور تعجب ہوا۔ عمرو نے پھر اسی جوہری کے پاس آ کر کہا: "تمھارا مال وہ کتنے کا تھا؟"

جوہری نے کہا: "بیس ہزار روپے کا۔"

عمرو نے کہا: "اگر دس ہزار روپے مجھے دے دو' تو تمھارا جوہر دے دوں۔"

جوہری نے اس مثل کے بموجب کہ جاتا دھن دیکھئے' تو آدھا لیجے بانٹ۔ دس ہزار دینار قبول کئے۔ عمرو نے جیسا اس کا جواہر تھا ویسا ہی جواہر مصری کا بنا ہوا زنبیل سے نکالا اور دس ہزار روپے کی اشرفیاں لے کر اس کے حوالے کیا اور آپ وہاں سے روانہ ہو گیا۔ جوہری جب دکان بڑھا کر اپنے گھر گیا۔ سارا ماجرا اپنی زوجہ سے بیان کیا کہ آج اس طرح سے ایک ٹھگ دس ہزار مجھ سے لے گیا۔

زوجہ نے کہا: "وہ جواہر جو اس نے پھیر کر دیا' کہیں اس میں کچھ فتور نہ ہو' لاؤ میں تو دیکھوں۔"

جوہری نے بٹوا جو کھولا' روئی کے اندر لپیٹ کر جواہر رکھا تھا۔ گرمی سے مصری پگھل گئی۔ جواہر کا پتا نہ ملا۔ دونوں پیٹنے لگے اور روتے ہوئے ملکہ زعفران کے پاس گئے اور در دولت پر سر پھوڑنے لگے۔ ملکہ نے انھیں پاس بلوا کر سب حال دریافت فرمایا اور کہا: "تم سچے ہو' یہ کام عمرو عیار کا ہے' جب وہ گرفتار ہو گا' تمھارا مال واپس دلا دیا جائے گا اور حکم دیا کہ شہر کے سب جواہری ہمارے باغ میں آ کر جمع ہوں' تاکہ اس مقدمے کی تحقیقات کی جائے۔

جب جوہریوں کو یہ حکم پہنچا' سب روانہ ہوئے۔ عمرو نے جوہریوں کو جاتے دیکھ کر ایک شخص سے کیفیت پوچھی۔ معلوم ہوا ہے کہ تم نے جس کا مال لیا ہے' اس نے مقدمہ دائر کر دیا ہے۔ یہ سب زعفران کے پاس جاتے ہیں۔ غرض یہ حال پوچھ کر خود بھی جوہری بنا۔ چپکن پہن کر' پیچ دار پگڑی سر پر' دوپٹہ گلے میں ڈال کر' بھاری جوتا پاؤں میں' انگوٹھیاں جواہر کے ہاتھوں میں پہن کر' جوہریوں کے ہمراہ' زعفران کے باغ میں آیا۔ سبحان اللہ' اس کے باغ کا کیا کہنا۔ جس کے ثمر میں ایسا پاکیزہ حسن

خنجر' زد رہے۔ پھر اس کے گلشن کا کیا پوچھنا۔ باغ کے دروازے پر جواہر کے پھول لگائے تھے کہ شداد کی روح کو شرماتے تھے۔ چوکھٹ و بازو ایک ڈال طلائے خالص کے تھے۔ اس کی چار دیواری سنگ یشب کی بنی تھی کہ کمزور دلوں کو قوت اور فرحت بخشتی تھی۔ باغ کے اندر درخت کے تراشے ہوئے تھالے' درختوں کے تنے سونے چاندی سے منڈھے ہوئے۔ روش بجری سے درست۔ ایک طرف ایک کیفیت کے ساتھ طرح طرح کے پھول انواع و اقسام کے پھل۔ نہریں آب گوہر سے زیادہ مصفا' طائر خوش نوا شاخوں پر نغمہ سرا' باغ کے چاروں طرف عالیشان عمارتیں بنی تھیں۔ درخت بلند ہو کر لب بام تک پہنچے تھے۔ کوٹھوں کی منڈیر پر درختوں کے پھل رکھے تھے کہ لیٹے لیٹے جس میوے کو چاہیے' وہ لبوں سے آ کر مل جائے۔ ہر شہ نشین پر قاقم و سنجاب کا فرش بچھا تھا۔ باغ کے بیچ میں پر زرنمگیرہ رکھا تھا۔ اس کے اوپر سرخ یاقوت کا تخت آراستہ تھا۔

غرض جب جوہری جمع ہوئے ملکہ زعفران اپنی کنیزوں کے ہمراہ باغ میں آئی اور زرنگار تخت پر جلوہ گر ہوئی۔ ہر ایک جوہری کو بلا کر مقدمے کی تحقیقات کرنے لگی۔ یہاں تک کہ عمرو کی باری آئی۔ سامنے طلب کر کے پوچھا: "اس جوہری کا جواہر جو شخص لے گیا ہے' کیا وہ کبھی تیری دکان پر بھی آیا تھا' کبھی تو نے اسے دیکھا تھا۔"

عمرو نے عرض کیا۔ پانچ ہزار روپے کا مال ایک روز وہ میرا بھی لے گیا' لیکن میں جبر کر کے خاموش ہو رہا۔ مقدمہ فریاد ہنگامہ کچھ نہیں کیا۔ اب اگر آپ کے یہاں قید ہو کر آئے گا' تو میں بھی اپنا مال اسے لوں گا۔"

زعفران نے کہا: "تم سب کو میں نے اسی لیے طلب کیا ہے' تاکہ ہوشیار اور خبردار کر دوں کہ قلعے میں ایک عیار آیا ہے۔ وہ سب کو لوٹتا پھرتا ہے۔ اپنا اپنا مال نہایت ہوشیاری سے رکھنا اور جو کچھ تمہارا جاتا رہا۔ وہ سرکار سے اس وقت لے لو' آئندہ شنوائی نہ ہو گی۔"

یہ فرما کر صندلی کو حکم دیا کہ پینتیس ہزار روپے لا کر' ان دونوں جوہری کو دو۔ اس نے فوراً روپیہ حاضر کیا۔ تیس ہزار اس جوہری کو' پانچ ہزار عمرو کو عنایت ہوا۔ اس

انصاف کو دیکھ کر سب جوہری دعا دینے لگے۔ اسی وقت حکم ہوا کہ جو کچھ جواہر ہمراہ لائے ہو' وہ حضور میں پیش کرو کہ ہم بھی خریدیں گے۔ جوہریوں نے اپنا اپنا جواہر دکھلایا۔ لیکن عمرو خاموش کھڑا رہا۔ اس سے کہا: "تو بھی دکھلا"

عمرو نے جواب دیا: "میرے پاس جواہر ناقص ہے۔"

حکم ہوا: "دکھلا۔ شاید پسند آئے۔"

عمرو نے مسکرا کر ایک درج کمر سے نکالا اور کھول کر ایک موتی' مرغی کے انڈے کے برابر ہاتھ پر رکھ کر دکھلایا وہ جگہ تمام روشن ہو گئی۔ زعفران بے قرار ہو کر تخت سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ پوچھا: "اے جوہری' یہ موتی اکیلا ہے یا اس کی جوڑی بھی ہے۔"

عمرو نے کہا: "کیا خوب آپ نے قدر کی۔ ایک کسی بادشاہ نے آنکھ سے نہ دیکھا ہو گا۔ جوڑی کی ایک ہی گئی" زعفران نے کہا: "سچ ہے۔ جو اس کی نسبت کہو' بجا ہے۔" یہ کہہ کر اور جوہریوں کو رخصت کر دیا۔ اسے نہایت تعظیم سے بٹھلایا۔ کہا: "اگر اس کی قیمت واجبی لو تو یہ موتی میں ماحل افراسیاب کو لے کر بھیجوں۔"

عمرو نے کہا: "کوئی اس کی کیا قیمت دے گا۔ یہ ہمارا ہی کلیجہ تھا کہ اس کی جوڑی کا موتی کھرل کر کے کھا گئے" زعفران نے پوچھا: "کس لیے کھایا تھا۔ کچھ فائدہ تو بیان کرو۔"

عمرو نے جواب دیا: "میں نے سیاحی بہت کی ہے۔ ایک بار سنگلدیپ بھی جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ ہر چند کہ یہ ذکر طولانی ہے' لیکن خلاصہ یہ ہے کہ وہاں ایک درویش' صاحب کمال کے لیے امر نگر پہنچا۔ راجہ اندر کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے ایک جوڑی موتی کی عنایت فرمائی۔ تاثیر یہ بتائی جو کوئی ایک موتی کھائے سات سو برس کی عمر پائے اور کبھی بوڑھا نہ ہو۔ لہٰذا ایک تو میں کھا گیا اور دوسرا یہ موجود ہے۔

یہ سنتے ہی زعفران مضطرب ہوئی اور کئی کروڑ روپے صندل اور زعفران دونوں نے مل کر منگائے اور بڑی منت سے عمرو کو دے کر راضی کیا۔ عمرو نے کہا: "اس روپے کا جواہر منگا دیجئے۔ اس قدر لے جانے میں مجھے تکلیف ہو گی اور راہ و دری میں چلنے' میں

اس موتی کے کھانے کی تدبیر آپ کو بتا دوں۔" غرض کہ اس روپے کا جواہر لے کر، ان دونوں کو بادہ وری میں لا کر موتی کھرل کر کے کھلایا۔ یہ کھاتے ہی بے ہوش ہو گئیں۔ عمرو نے خنجر نکال کر چاہا کہ ان کے سر کاٹ ڈالوں، مگر زمین شق ہو گئی اور ایک شیر نکلا۔ عمرو نے شیر کو دیکھ کر، فوراً صندل کو اٹھا کر زنبیل میں رکھ لیا۔ اور زعفران پر ہاتھ ڈالنے کا قصد کیا تھا کہ شیر نے چیخ ماری۔ زعفران ہوشیار ہو گئی۔ شیر تو غائب ہو گیا، لیکن اس نے عمرو کو پکڑ لیا اور کہا: "او مکار، غضب کیا تھا کہ مار ہی ڈالا ہوتا اور گرفتار کر کے بادہ وری کے باہر لائی۔

صندل کو ہر طرف تلاش کیا، لیکن کہیں پتا نہ ملا۔ عمرو سے پوچھا: "سچ بتا کہ تو نے صندل کو کیا کیا؟"

عمرو نے کہا: "اے ملکہ میں ساحروں کا گوشت نہایت رغبت سے کھاتا ہوں۔ اس کو میں کھا گیا۔ بہت بھوکا تھا۔"

زعفران نے جواب دیا: "تو غلط کہتا ہے۔ یہ تیرے سامنے جو صندل کا درخت لگا ہے۔ یہ خشک ہو جاتا جو تو صندل کو کھا لیتا۔ قاعدہ ہے کہ جب ساحر مر جاتا ہے۔ اس کے سحر بنائی ہوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔"

عمرو نے کہا: سچ تو یہ ہے کہ اس کو میں نے زنبیل میں رکھا ہے۔

زعفران کو اور زیادہ تعجب ہوا، لیکن کہنے لگی۔ "اے عمرو! تو اگر صندل کو چھوڑ دے، تو میں تجھے اپنے قلعے سے باہر کر دوں۔"

عمرو نے کہا: "اگر دریائے خون رواں کے پار بھیج دو، تو البتہ اس کو دے دوں۔"

ملکہ نے کہا: "یہ میری مجال نہیں کہ دریا کے پار تجھے بھیجوں۔ یہ اختیار شہنشاہ کو ہے۔"

عمرو نے عرض کیا: "دو لاکھ روپیہ دو اور اپنے قلعے کے باہر نکال دو، تو بھی صندل مل سکتی ہے۔"

زعفران نے قبول کیا اور روپیہ منگوا دیا اور قلعے کے باہر بھیجنے کی قسم کھائی۔ عمرو بادہ وری میں گیا اور زنبیل سے ایک ساحرہ کو نکالا، جسے اس نے اکثر مقامات پر گرفتار کر

کے رکھا ہے۔ معتدل کی صورت بنا کر اسے فہمائش کی کہ تجھے زنبیل کی قید سے رہائی ملتی ہے اور زعفران کی وزیر نادی کہلائے گی۔ خبردار سوائے معتدل جادو کے خود کو اور کچھ نہ بتلانا۔ اس ساحرہ کو اپنی رہائی کی خوشی ہوئی اور عمرو کا بدل منظور کیا۔

یہ اسے لے کر زعفران کے سامنے آیا۔ اس نے اٹھ کر وزیر نادی جان کر گلے سے لگایا اور اپنے پاس بٹھلایا۔ شفقت سے ہاتھ پشت پر رکھا۔ چنانچہ زعفران ایسی زبردست ساحرہ ہے کہ اس کے گلے ملنے اور پیٹھ پر ہاتھ رکھنے سے اس عورت کے سارے جسم میں سوزش ہونے لگی اور تاب نہ لائی۔ اٹھ کر بھاگی۔

زعفران نے کہا: ”اے معتدل کیوں تجھے سحر یاد نہ رہا۔“

عمرو نے بات بنائی۔ آدمی زنبیل میں جانے سے سحر بھول جاتا ہے، کیونکہ اگر یاد رہے تو ساحر پھر وہاں رہے کیوں۔“

زعفران نے کہا: ”سچ ہے، افسوس میں نے بڑی مشکل سے سحر سیکھا تھا۔ خیر پھر سیکھا جائے گا۔“

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ یکایک آندھی آئی اور ہر طرف آگ برسنے لگی۔ لمحے کے بعد ایک بجلی کوندتی ہوئی آئی۔ زمین پر گر کر لوٹی اور خوبصورت عورت بن کر سامنے آئی۔ زعفران پہچان کر ملنے کو اٹھی، یعنی یہ اس کی دوست برق شرر ریز ہے۔ اکثر اس کے پاس آتی ہے۔ دونوں باہم بغل گیر ہو کر بڑی گرم جوشی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔ زعفران نے عمرو کا سارا حال بیان کیا اور معتدل کو دکھلایا۔ اس نے بھی اٹھ کر سلام کیا۔

برق شرر ریز نے بغور دیکھ کر کہا: ”اے ملکہ! یہ معتدل نہیں ہے۔ عمرو بڑا دغا باز ہے۔ اس نے دمامہ جادو اور ساحر شمس ایسے جادوگروں کو مارا ہے۔ خداوند سامری اس کی صفت ”سامری نامہ“ میں لکھ گئے ہیں۔ بھلا وہ معتدل کو دے دے گا۔“

یہ سن کر زعفران نے اس عورت کو دھمکانا شروع کیا۔ سچ بتا تو کون ہے؟“

اس نے کہا: ”میں شہر کا مرد کی رہنے والی ہوں، عمرو نے مجھے زنبیل میں قید کیا تھا۔

اس وقت مجھے صندل بنایا ہے حال میرا یہ ہے۔ باقی کا آپ کو اختیار ہے۔"

زعفران نے کہا: "اے برق شرر ریز تم سچ کہتی تھیں۔"

عمرو کھڑا یہ باتیں سنتا تھا۔ بولا: "حرامزادی' تو نے بھی تو میرے ساتھ دغا کی۔ وعدہ کیا تھا کہ چھوڑ دوں گی۔ پھر مجھے رہا کہاں کیا۔ بھلے کو میں نے صندل کو نہیں دیا' ورنہ ہلاک ہو جاتا۔"

برق یہ سن کر بولی: "اے عمرو تو آدمی نہایت لائق ہے۔ میں تجھے اپنے ساتھ لے چلوں گی۔ تو صندل کو دیدے۔"

عمرو نے جواب دیا: "مجھ پر سے سحر دفع کر دو۔ باغ کے باہر جانے کا راستہ ہو تو مجھے یقین آئے کہ تم مجھے چھوڑ دو گی۔ ابھی تو تم اپنی مضبوطی کیے ہوئے ہو اور مجھ سے صندل کو مانگتی ہو۔"

زعفران نے یہ باتیں سن کر اپنا سحر دفع کیا۔ راستہ کھلا اور کہا: "لاؤ صندل کو۔" عمرو کمرے میں ڈھونڈنے لگا اور کہتا جاتا تھا کہ دیتا ہوں۔ سب تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ عمرو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔

○○○

• طلسم باطن

زعفران گھبرائی۔ کہا: "دیکھو بہن' ہوا دغا کر گیا۔"

برق نے کہا: "کہیں گیا نہیں' یہیں ہے۔ تم سحر کرو۔"

اس اثنا میں عمرو نے جال الیاسی مار کر لوٹنا شروع کیا۔ فرش' کرسی' دنگل' تخت' پاندان' چنگیر و مقابہ وغیرہ' جملہ سامان و اسباب غائب ہو گیا۔ ایک ہنگامہ برپا ہوا۔ عمرو نے پکار کر کہا: "ہم جاتے ہیں۔" کنیزیں غل کرنے لگیں کہ کوئی کہتا ہے' ہم جاتے ہیں۔

ایک نے کہا: "بوا' اس آنے جانے میں ہم لٹ گئے۔"

دوسری بولی: "غضب ہوا۔ میری تو کنگھی تک موئے نے نہ چھوڑی۔"

خلاصہ کلام' ایک لمحے میں سارا گھر صاف نظر آنے لگا۔ فرش بوریا تک عمرو نے رکھا اور باغ سے نکل کر چلا۔ دروازے پر چلتے وقت ترکنوں اور حبشنوں سے بھی کہتا گیا کہ ہم جاتے ہیں اور جو کچھ ان کا اسباب پایا' وہ بھی لے کر شہر کے ارد گرد جو اور قصبے ہیں' اس طرف چلا۔ ایک گاؤں میں پہنچ کر اپنی صورت ایک سپاہی کی بنائی۔

ادھر زعفران نے ماش کے آٹے کا ایک پرندہ بزور سحر بنا کر اڑایا کہ جہاں کہیں عمرو ہو' وہاں جا کر دیکھے اور مجھے آ کر خبر دے۔ پرندہ اڑ گیا۔ اس نے سحر کا ایک مرقع منگا کر دیکھا کہ عمرو کس طرح کی صورت بنا ہوا ہے۔ اس ہنگامہ میں وہ پرندہ اڑ کر اسی گاؤں میں پہنچا کہ جہاں عمرو تھا اور پھر کر آیا اور پکارا: "موضع زعفران پور میں عمرو ہے۔"

زعفران یہ سن کر اٹھی کہ جا کر پکڑ لاؤں۔ جب اس مقام پر پہنچی' پرندے سے پوچھا: "کس طرف ہے۔"

اس نے پکار کر کہا: "یہ درخت کے نیچے بیٹھا ہے۔"

یہ سن کر ادھر ہی چلی' مگر پرندے کا بولنا عمرو نے بھی سنا۔ جلدی سے گلیم اوڑھ کر

بھاگا۔ زعفران وہیں ٹھہری اور پرندے کو پھر بھیجا کہ خبر لا۔ عمرو کدھر گیا۔ پرندہ چلا۔ عمرو نے ایک جگہ آ کر گلیم اتاری تھی کہ پرندہ سر پہ آ کر تھرایا اور پھر کر چلا۔ عمرو سمجھ گیا کہ یہی پرندہ معلوم ہوتا ہے کہ تیری خبر دیتا ہے۔ بس گلیم اوڑھ کر بھاگا۔ وہاں پرندے نے جا کر خبر دی۔ زعفران اڑتی ہوئی آئی، لیکن کسی کو نہ پایا۔ پھر پرندے کو روانہ کیا۔ جب پرندہ آیا۔ عمرو کہاں ظاہر ہوا تھا، دیکھ کر پھرا اور خبر جا کر کی۔ ساحرہ ادھر چلی۔ ادھر عمرو نے گلیم اوڑھ کر اپنی راہ لی۔ اب عمرو آگے آگے اور زعفران پیچھے پیچھے۔ دوپہر اسی طرح پھرے۔ آخر عمرو تھک کر ایک غار میں اتر گیا اور جال الیاسی غار کے کنارے پہ لگا کر، گلیم اتار کر بیٹھا کہ پرندہ آیا اور دیکھ کر جا کر خبر دی۔ زعفران اڑ کر غار پہ آئی اور عمرو کو بیٹھا دیکھ کر پکاری: "حرامزادے اب کہاں جائے گا۔"

عمرو نے بھی کہا بھاڑی تجھے، آ تو سہی یہاں۔

زعفران غصے سے پیچ تن کر گری۔ غار میں پہنچ کر جال میں پھنسی۔ عمرو نے کھینچ کر زنبیل میں ڈال لیا۔ غار سے نکل کر روانہ ہوا۔ زعفران ہنوز زندہ ہے۔ سحر اس کا باقی ہے۔ سحر کے چیلوں نے عمرو کو گھیرا۔ ہر ایک کہتا تھا کہ ہماری بی بی کو چھوڑ دے۔ عمرو بھاگتے وقت کہتا جاتا تھا: "کیوں شامت آئی ہے۔ اگر مجھے ستاؤ گے، تو میں تمہاری بی بی کو مار ڈالوں گا۔"

چیلوں نے خائف ہو کر برق شرر ریز کو، جو مہمان آئی ہے، اس حال کی خبر دی۔ برق شرر ریز ساحروں اور چیلوں کو لے کر دوڑی۔ شوروغل پیدا ہوا۔ ساحر عمرو کے پیچھے پیچھے غل مچاتے جاتے ہیں۔ لیکن اس خوف سے کہ عمرو زعفران کو ہلاک نہ کر ڈالے، کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا۔ عمرو بھاگا ہوا ویرانے سے آبادی میں آیا اور ہر گلی کوچے میں پھرنے لگا، لیکن جب ساحروں کا شوروغل کسی طرح کم نہ ہوا، اس وقت عمرو نے ارادہ کیا کہ زعفران جادو کو مار ڈالوں۔ اسی فکر میں ہر سمت پھرتا تھا کہ ایک مقام پہ حلوائی کی دکان

میں روغن گرم کر رہا تھا۔ عمرو نے زنبیل کا منہ کھول کر' جال میں زعفران کو رکھ کر کھینچ کر باہر نکالا۔ چیلوں نے اور ساحروں وغیرہ نے چاہا کہ لپٹ کر چھین لیں۔ عمرو نے جال کو کڑھاؤ میں جھاڑ دیا۔ زعفران چھوٹ کر روغن میں گری اور جل کر تمام ہو گئی۔ ایک ہنگامہ قیامت خیز بلند ہوا۔ تمام عالم تاریک تھا۔ سحر کے پتلے جو عمرو کو گھیرے ہوئے تھے' اس کے مرتے ہی غائب ہو گئے۔ ساحر اس آفت کو دیکھ کر بھاگے۔ برق شرر ریز بھی خائف ہوئی کہ عمرو بلائے بد ہے۔ ایسا نہ ہو' تو بھی گرفتار ہو جائے۔ یہ بھی بھاگ کر اپنے مقام کی طرف گئی۔ عمرو نے اس تاریکی اور شور وغیرہ میں جال مار کر دکانوں کو لوٹنا شروع کیا۔ دکاندار سر پیٹتے ہیں۔ دکانیں بند ہوتی ہیں۔ اہل شہر بھاگے پھرتے ہیں۔ آفت بپا ہے۔

آخر اسی حالت میں یکایک صدا آئی: "میرا نام زعفران جادو تھا۔" قلعہ جو بند تھا' راستہ مسدود تھا' کھل گیا۔ عمرو بھاگ کر قلعے کے باہر نکل گیا اور صحرا نورد ہوا۔ اس خیال سے کہ کسی طرح دریائے خون رواں کے پار اتر جاؤں۔

لیکن اب حال صرصر کا سنئے۔ وہ شگوفہ کو لے کر عمرو کو گرفتار کرنے کے لیے چلی تھی۔ تلاش کرتے کرتے اس صحرا کے قریب پہنچی' جہاں عمرو پھر رہا ہے۔ عمرو نے دور سے دیکھا کہ صرصر ایک ساحرہ کے ہمراہ کسی کو ڈھونڈتی ہوئی جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر اسے کوس بھر آگے نکل گیا اور وہاں خود کو ظاہر کیا۔

صرصر نے اس ساحرہ سے کہا: "اے شگوفہ دیکھو' وہ عمرو کھڑا ہے۔"

عمرو نے یہ سن کر جھاڑی میں خود کو چھپایا' لیکن صرصر نیچہ پکڑ کر دوڑی۔ عمرو جھاڑی کے اندر ہی اندر چل کر ایک غار میں اتر گیا۔ صرصر پاؤں کے نشان دیکھتی ہوئی' جھاڑیوں کو ڈھونڈتی ہوئی چلی۔ اس عرصے میں شگوفہ نے کہا: "اے بہن کسی طرف سانس لینے کی آواز آتی ہے۔"

صرصر اس کے کہنے سے ہر طرف دیکھنے لگی۔ ادھر عمرو نے غار سے سحر کا اژدہا بنا

کر نکلا کہ بجائے آنکھوں کے سرخ یاقوت نصب تھا۔ آنکھیں مشعل کی طرح روشن تھیں۔ منہ سے شعلے نکلتے تھے۔ صرصر اور شگوفہ اسے دیکھ کر بھاگیں۔ ان کے پیچھے عمرو بھی غار سے نکل کر چلا اور چاہتا تھا کہ قابو پا کر انہیں گرفتار کروں۔ اتفاقاً ایک مقام پر شگوفہ کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ صرصر سے علیحدہ ہو کر جھاڑی میں گئی۔ عمرو نے پشت پر سے آ کر' کمند کے حلقے مارے۔ اس نے گھبرا کر پیچھے پھر کر دیکھا۔ عمرو نے بیضہ بے ہوشی مار کر اسے بے ہوش کر دیا اور اس کے پیرہن اتار کر' رنگ و روغن عیاری مل کر اس کی صورت بنا کر صرصر کے پاس آیا اور اس کے ہمراہ آگے روانہ ہوا۔

کچھ دور چل کر گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ صرصر سمجھی کہ شگوفہ ساحرہ زبردست ہے۔ بزور سحر غائب ہو گئی ہے۔ لیکن عمرو نے دور سے ایک ساحر کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔ اس وجہ سے غائب ہو کر دوڑا اور اس کے قریب پہنچ کر گلیم اتار کر ظاہر ہوا۔ وہ ساحر طلسم باطن کا رہنے والا تھا۔ شگوفہ کو پہچانتا تھا۔ اس نے دریافت کیا: "آپ کہاں جاتی ہیں؟"

عمرو نے کہا: "عمرو کی تلاش میں پھرتی ہوں' لیکن تم سے کچھ کہنا ہے۔" کہ کہہ کر اس کے قریب جا کر حباب بے ہوشی ناک پر مارا کہ وہ بے ہوش ہو کر گرا۔ عمرو اسے اٹھا کر جھاڑی میں لے گیا اور زیادہ بے ہوشی کر کے اس سے اپنی اصلی صورت کے مانند بنایا اور پیٹھ پر لاد کر چلا۔ یہاں صرصر حیران تھی کہ شگوفہ غائب ہو کر کدھر گئی اور ڈھونڈتی پھرتی تھی کہ ایک جانب سے دیکھا کہ عمرو کو لادے ہوئے آئی ہے۔

صرصر جھپٹ کر نزدیک آئی اور بولی: "آپ نے شاید اسی کو کہیں دیکھا تھا' جو غائب ہو گئیں تھیں۔ ہائے محنت ٹھکانے لگی۔ حضور نے اچھی تدبیر سے گرفتار کیا' ورنہ اس کا ہاتھ آنا دشوار تھا' لیکن آپ سے یہ امید رکھتی ہوں کہ شہنشاہ کے سامنے یہ نہ فرمائیے گا کہ میں نے عمرو کو گرفتار کیا ہے' بلکہ یہ اظہار کیجئے گا کہ صرصر نے

مقید کیا ہے۔ کیوں کہ عمرو کا گرفتار کرنا ہم عیاروں کا کام ہے۔ دوسرے یہ کہ اس مفتری کو مجھے عنایت فرمائیے' تاکہ پشتارے میں باندھ کر لے چلوں۔"

نقلی شگوفہ یعنی عمرو نے جواب دیا: "اس کو ہوشیار کر کے جی چاہتا ہے کہ حال پوچھوں۔"

صرصر نے کہا: "کہیں ایسا غضب بھی نہ کیجیے گا۔ یہ ہوشیار ہوا اور آفت لایا۔ فوراً چھوٹ جائے گا۔ پھر قید نہ ہو سکے گا۔ مناسب یہ ہے کہ اسے میرے حوالے کیجیے۔ آپ کی وجہ سے میری عزت افزائی ہو گی۔ باقی آپ کو اختیار ہے۔"

شگوفہ نے آ کر اس کی درخواست قبول کر کے اس ساحر کو دیا۔ صرصر نے چادر عیاری بچھا کر' کمند کے حلقوں سے خوب مضبوط باندھ کر' پشتارے کو درست کر کے' کندھے پہ رکھا اور نہایت درجہ مسرور و خوش ہو کر روانہ ہوئی۔ آگے بڑھ کر شگوفہ سے مشورہ کیا کہ خاص طلسم کی راہ سے دربار چلیں' ایسا نہ ہو کہ رو براہ چلنے میں کچھ فتور پڑے۔ غرض دونوں اسی طرف چلیں۔ یہاں تک کہ ایک صحرا میں پہنچیں کہ سارا جنگل سونے کا تھا۔ ہر سمت آگ سی لگی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ گھاس اور درخت کیا' بلکہ زمین تک سونے کی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ قدرت نے طلائی زیور گھاس اور صندلیں رخسار نباتات زمین کو پہنائے ہیں۔ یا فصل بہار نے ابھی لباس اتار کر سنہری پوشاک زیب تن فرمائی ہے۔ پھول اور پھل سورج کو شرماتے تھے۔ رشک سے آتش حسرت میں جلاتے تھے۔ میوہ دار اشجار سراسر پر بہار' سبحان اللہ کیا قدرت۔ پانی کے چشموں کی بھی رنگت سنہری تھی۔ موجوں سے یہ کیفیت عیاں تھی کہ جیسے سونا زرگر کی کٹھالی میں چکر کھاتا ہے۔ سنہری گھاس سہرے کی طرح لہلہاتی تھی۔ اس جنگل کے پہاڑ سونے کے سر بلند تھے۔ جھرنے جھرتے تھے۔ ان پہ زعفرانی پھول لگے تھے۔ ہر ایک کے دل پسند تھے۔ آبشار کا جوش کندنی رنگ کے موج تبسم کو شرماتا تھا۔

عمرو صرصر کے ہمراہ' شگوفہ کی صورت بنا ہوا یہ سیر و کیفیت دیکھتا چلا جاتا تھا اور دل میں سونے کا جنگل دیکھ للچاتا تھا کہ کس طرح پاؤں۔ اور اس جنگل کو زنبیل میں رکھ

ہوں۔ پھر سوچتا تھا کہ یہ طلسمی کارخانہ ہے۔ بظاہر یہ سونے کا دکھائی دیتا ہے۔ نظر بندی کا ایسا طریقہ ہے، اس پر طمع کرنا سراسر بے جا ہے۔ غرض اسی طرح دل سے باتیں کرتا روانہ تھا۔ یہاں تک کہ جب وہاں کے کوہستان سے گزر گیا تو مروارید کا ایک جنگل ملا۔ یہاں گھاس اور درختوں کے پتے زمرد کے تھے اور پھول جواہر کے، پھل موتیوں کے لگے تھے۔ جب اس مقام سے اور آگے بڑھے، چینی کی ایک دیوار زمین سے آسمان تک سرکشیدہ نظر آئی کہ اس کی درازی منزلوں تک تھی۔ اس دیوار کے اوپر بلور کے ہزاروں پتلے ہاتھوں میں تلواریں لیے کھڑے تھے اور دیوار کے بیچ ایک پٹی تصویر کی مانند نصب تھی۔ صرصر نے اس کے نزدیک جا کر کہا: "اے طلسمی تصویر! شہنشاہ طلسم کے نام پر مجھے راستہ دے۔" اس پٹی کا پیٹ شق ہوا اور ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ صرصر اور عمرو دونوں داخل ہوئے۔ ایک تڑاقا پیدا ہوا۔ وہ دروازہ بند ہو گیا۔ صرصر اور عمرو آگے بڑھے۔ اب کے ایک بیابان میں پہنچے کہ وہ دلکشا مرغزار تھا۔ سراسر سمن و گلاب کی خوشبو سے بھرا تھا۔ وہاں کی نسیم سحاب معطر کن تھی۔ طرفہ تر یہ طلسمات تھا کہ ہر سمت بادل گھرا ہوا، جیسے موسم برسات تھا۔ ساون کا مہینہ معلوم دیتا تھا۔ کہیں پانی برستا تھا، کہیں مطلع صاف نظر آتا تھا۔ ساونی پھیلی تھی گھنگھور گھٹا چھائی تھی۔

بوتلیں لاؤ برانڈی کی منائیں ساون
آج کل باغ پہ عالم ہے، گھٹا ہے جوبن
ہائے کیا باغ ہے، کیا ابر ہے، کیا سبزہ ہے
بوندیاں پڑتی ہیں، چلتی ہیں ہوائیں سن سن
پانی پتوں سے ٹپکتا ہے، شرابور ہیں پیڑ
دھوئی دھائی روشیں صاف ہیں جیسے چند دن
باغ میں آکے، یہاں تک تو جچی ہے بلبل

کھڑیاں بھیگیں جو ملی تو جھکا لیں گردن
بادل امڈے چلے آتے ہیں، جدھر کو دیکھو
بجلیاں کوندتی ہیں شور ہے اتر دکھن
یوں گھٹا چھائی ہے، یوں کوند رہی ہے بجلی
جیسے نیلم کے نگینے پہ جڑا ہو کندن
اس قدر زور سے چلتے ہیں ہوا کے جھونکے
پیڑ اس طرح جھکے جاتے ہیں جس طرح دلہن
مینہ برسنے کی ہے آواز، ہوا کاہل ہے
شور سے سر پہ اٹھاتے ہیں چمن، مرغ چمن
اس قدر چار طرف ابر ہے، ماشااللہ
چشم بد دور، نہیں دیکھا ہے ایسا ساون

اس لہلہاتے طراوت انگیز صحرا میں ہر چند کہ بارش ہوئی تھی، مگر جسم پر ایک بوند نہ پڑی تھی۔ صرصر اور نخل شگوفہ سیر کرتے ہوئے ایک ایسے مقام پر پہنچیں کہ وہاں آٹھ ہنڈولے کھڑے تھے۔ یہ دونوں ایک ہنڈولے پر جا کر بیٹھیں کہ یکایک زمین شق ہوئی اور دو پنجے پیدا ہوئے اور دونوں کی کمر میں ہاتھ دے کر اٹھے۔ ایک سبزہ زار صحرا میں لا کر، انھیں اتار کر غائب ہو گئے۔ انھوں نے اس جنگل کو بھی نہایت سرسبز و شاداب پایا۔ یعنی سبزہ وہاں کا سبز رنگوں کو لبھاتا تھا۔ زمانے کے سبزہ بختوں کو سرماتا تھا۔ جو پھول تھا، شگفتہ خاطروں کے دل کا فراغ تھا، بلکہ بدبختوں کے داغوں کے لیے چراغ تھا۔ ہر ایک شجر گویا خضر راہ اشتیاق تھا۔ مجنوں کے دل کو قامت لیلیٰ کا طور دکھا کر، تسکین دینے میں طاق تھا۔

صرصر اور نخل شگوفہ دونوں فرحت افزا صحرا میں رواں تھیں کہ سامنے سے "طرقوا" (ہٹ جاؤ) کی آواز سنائی دی اور ایک جلیل القدر ساحر کی سواری بڑے جلو و جلال سے آئی۔

آگے آگے نقیب اور چوبدار طلائی عصا لیے ہزاروں خادم پر تکلف لباس پہنے' ہٹو بچو کا شور بلند کرتے آئے۔ ایک مرصع کار تخت پر طوفان جادو نامی ساحر پہنچا۔ صرصر نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اس نے سلام لے کر پوچھا: "بی بی صرصر کہاں چلیں؟"

اس نے جواب دیا: "عمرو کو شہنشاہ کے دربار میں لیے جاتی ہوں۔"

طوفان جادو نے کہا: "میں بھی وہیں چلتا ہوں۔ میرے ہمراہ چلو' سواری موجود ہے۔ سوار ہو لو۔"

صرصر نے عرض کیا: حضورا ہم عیار بچیاں ہر جگہ پھرا کرتی ہیں۔ اگر سواری ڈھونڈیں تو کام کیوں کر چلے۔ آپ تشریف لے چلیں' کنیز پیچھے پیچھے آتی ہے۔"

یہ سن کر وہ ساحر آگے بڑھا اور صرصر اور شگوفہ بھی چلیں۔ جب اس صحرا سے گزر کر آگے بڑھیں تو ایک ترپولیا ملا۔ اس کے آگے ایک دیوار بلور کی تھی۔ صرصر نے دیوار سے کہا: "تجھے واسطہ بادشاہ طلسم کا' راستہ دے۔" وہ دیوار شق ہوئی۔ یہ دونوں داخل ہوئیں اور آگے بڑھیں' تو ساحروں کا ایک لشکر اترا ہوا دیکھا کہ خیمے استادہ ہیں' قنات تنی ہے' کڑھاؤ چڑھے ہیں' چہل پہل ہو رہی ہے۔ بستر ساحروں کے لگے ہیں۔ جا بجا چوکے دیئے ہیں۔ آسنی ہر جگہ بچھی ہے۔ بعض پوجا پاٹ میں مصروف ہیں۔ بعض اشنان گیان دھیان میں ہیں' کنوئیں چنے بجتے ہیں۔ دھونی دھو رہے ہیں۔ کوئی سورج سے آنکھ ملائے ہاتھ جوڑے کھڑا ہے۔ کوئی ہوم کر رہا ہے۔ اگیاری کے سامنے جاپ کرتا ہے۔ کوئی رسوائی کرنے میں مشغول ہے۔ کسی نے سب کام سے فراغت پائی۔ آرام میں ہے۔ کوئی عیش و نشاط کے کام میں ہے۔ کہیں دف دائرہ بج رہا ہے۔ کسی جگہ چکارا اور ڈھولک کا سمل ہے۔ کوئی کسرت کرتا ہے۔ پٹاپاٹک ہوتا ہے۔ کہیں ڈنڈا اور مگدر کا چرچا ہے۔ کوئی ناچ میں مصروف ہے۔ کہیں کوئی حسن خوب سے لطف لے رہا ہے۔

صرصر جب اس لشکر میں داخل ہوئی۔ میر گشت نے روکا اور کہا: "کیا وجہ ہے کہ تم سیدھے راستے سے نہیں آئیں۔ خاص طلسم سے آئیں' جہاں سے کوئی بھی سوائے شہنشاہ

کے تمہیں آتا۔" اس میں کوئی پیچ ہے؟"

صرصر نے بیان کیا کہ عمرو کو گرفتار کر کے لائی ہوں اور اس خیال سے ادھر سے آئی ہوں کہ کوئی عمرو کو رہا نہ کرا لے۔"

میر گشت نے کہا: "اچھا' تم لمحہ بھر ٹھہر جاؤ۔ میں شہنشاہ سے تمہارے جانے کی اجازت منگا لوں تو جانے دوں۔"

صرصر ٹھہر گئی۔ اس نے ایک ساحر کو افراسیاب کے پاس بھیجا۔ وہ ساحر گیا اور شاہ کی خدمت میں صرصر اور شگوفہ کی آمد کا حال بیان کیا۔ وہاں سے حکم ہوا کہ آنے دو۔ کوئی مزاحم نہ ہو۔

ساحر نے آ کر میر گشت کو شہنشاہ کے حکم سے مطلع کیا۔ اس نے ان دونوں کو جانے کی اجازت دی۔ یہاں سے جو آگے بڑھیں تو باغ سیب کا پچھلا حصہ نظر آیا۔ اس سمت کو بھی جواہر آگیں' عالیشان دروازہ لگا تھا اور ہزاروں ساحر کھڑے نگہبانی کر رہے تھے۔

صرصر عمرو یعنی شگوفہ کے ہمراہ باغ میں داخل ہوئی۔ ہر چند کہ عمرو پہلے بھی اس باغ میں آ چکا ہے' مگر دوسرے دروازے سے آیا تھا۔ اس مرتبہ طلسمی راہ سے باغ کی پشت کی طرف سے آیا ہے۔ اس طرف کی آرائش و زیبائش کو دو چند پایا اور افراسیاب کا مسکن ہونے کی وجہ سے اس کی آراستگی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر روز ایک کیا' ہزاروں بہاریں بزور سحر تازہ بہ تازہ اس میں پیدا کی جاتی ہیں۔

اب جو عمرو نے اس باغ کو دیکھا تو بے خود ہو گیا اور اپنے دل میں درود پڑھنے لگا۔ بھول گیا اسے ہو بہو جنت کا نقشہ نظر آیا کہ ہر درخت نیلم اور پکھراج اور الماس اور زمرد کا لگا ہے اور سونے کی زمین پر چنا کیا ہوا ہے۔ لعل بدخشاں اور عقیق یمنی کے نگینے جڑے ہیں کہ ستاروں کو شرماتے ہیں۔ زمرد کے چمن ہیں اور ان کے گرد فیروزے کے کٹہرے بصد حسن لگے ہیں۔ پھولوں کی سرخی گل سرخ آفتاب کو شرماتی ہے۔ لعل درختوں میں موتیوں کے گچھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب کے درخت

میں ستارے ٹنکے ہیں۔

صرصر اور شگوفہ یعنی عمرو اس چمنستان کو طے کر کے ایک عظیم الشان ایوان میں پہنچے کہ جہاں افراسیاب تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا۔ کرسیوں اور دنگلوں پر ہزارہا ساحر دست بستہ بیٹھے ہوئے تھے۔ صرصر نے اس ساحر کا پشتارہ' جس کو عمرو نے اپنی صورت کا بنا دیا ہے' آداب و تسلیم بجا لانے کے بعد شہنشاہ کے سامنے رکھ دیا اور عمرو کی تلاش میں سرگرداں رہنے اور اسے گرفتار کرنے کی جدوجہد کا حال مبالغے سے بیان کیا۔ اس کو خلعت عنایت ہوا۔ انعام عطا ہوا۔ پھر شگوفہ سحر نے بھی مجرا کیا۔ اس پر بھی الطاف خسروانہ فرما کر' بیٹھنے کا حکم دیا اور اس کے ملک کا خراج معاف کر دیا۔

○○○

• ملکہ سیارہ

صبح کے وقت حسب دستور امیر باتوقیر مسجد میں نماز پڑھ کر سوار ہوئے اور بارہ گاہ سلطان باکرم پر پہنچے۔ شاہ جمجاہ جب برآمد ہوئے تخت کو گھیرا اور میدان جنگ کی طرف چلے۔ جب لشکر لڑنے پر تل گئے اور ساحروں کی صف بندی ہو گئی، عمودزن میدان جنگ میں نکلا اور اپنی الو الفری دکھا کر مقابلے کے لیے پکارا۔ ابھی لشکر امیر سے کوئی مقابلے لیے نہ گیا تھا کہ یکایک صحرا کی طرف سے گرد اٹھی۔ سب کی نظریں اس طرف اٹھ گئیں۔ دیکھا ہاتھی پر فوجی جھنڈا لہرا رہا ہے اور اس کے پیچھے کئی ہزار جوان زرہ چاندی سونے کی بنی ہوئی زیب تن کیے گھوڑے اڑائے نکلے پھر نقاروں کی سترہ سو جوڑی نقری و طلائی بجتی ہوئی ظاہر ہوئی جس کی صدا سے فلک گونج اٹھا۔ پھر اٹھارہ ہزار عراقہ زر سرخ و سفید لدا ہوا آیا کہ زر و گوہر نثار ہوتا تھا۔ شہزادہ ملک قاسم لعل خفتان خونریز خاور سپاہ زیر سیاہ علم شیر پیکر زرہ یاقوت نگار پہنے ظاہر ہوا۔

قصہ مختصر قاسم رات ہی سے شہنشاہ سے لڑائی کی اجازت لے چکا تھا۔ بادشاہ کو دور سے تسلیم کر کے، گھوڑا بڑھا کر عمودزن کے مقابلے کے لیے گیا۔ شماد بے کے لشکر نے میدان کے جانب صف بندی کی۔ باجے بجے، لشکر کے علم بلند ہوئے۔ امیر اپنے پوتے کے لیے دعائے فتح و ظفر یابی مانگنے لگے۔ ادھر بختیارک نے لقا کو کہا! خداوندا! آپ کے داماد بڑے غصے سے آئے ہیں اس ساحر کو ہلاک کیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ ذرا اپنی تقدیر سنبھالیے۔"

لقا نے کہا! "میں تقدیر کر چکا ہوں، قاسم مارا جائے گا" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ قاسم نے ساحر سے وار کرنے کو کہا اس نے آج نیزہ بھی نہ لگایا، پہلے ہی اپنا گرز سحر اٹھا کر شہزادے پر وار کیا، لیکن تیغہ سحر کش کے سبب جادو اثر پذیر نہ ہوا۔ الٹا گرز سحر کے دو ٹکڑے ہوئے۔ عمود زن نے جھلا کر تلوار پھر بڑھ کر ماری شہزادے نے تلوار

کا وار خالی دے کر تیغہ سحر کش کمر کو گھما کر محمودتن کے سر پر مارا محمودتن نے سپر سحر سے اپنا چہرہ ڈھانپا لیکن تیغہ سپر کو کاٹ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے مع سواری کے کر کے زمین پر اترا۔ اس کے مرنے کا شور۔۔۔۔۔۔۔ برپا ہوا لشکر اسلام میں نعرہ اللہ اکبر بلند ہوا۔

بختیارک پکارا! صلواۃ بر محمد۔ ایسی زبردست ضرب نہ دیکھی ہے ان پر نہ جادو چلا اور نہ خداوند کی تقدیر نے کچھ اثر کیا واہ واہ کیا کہنا یا خداوند اب تقدیر سے گریز فرمایئے۔

غرض یہ کہ ودتن کے مرنے کے بعد اس کا بھائی خونخوار شمشیر زن غضب ناک ہو کر شہزادے کے مقابلے میں آیا اور بزور سحر تلوار اسے واصل جہنم کیا پھر تو وہ شور مچا کہ خدا کی پناہ۔ سیاہ آندھی اٹھی کہ ہر طرف اندھیرا چھا گیا' لقا کی حالت قابل دید تھی

عجب صدمہ ہوا جان حزیں پر
وہ بسمل کی طرح لوٹا زمیں پر

کبھی تھا بیقراری سے وہ بیہوش
کبھی تھا اضطراری سے ہم آغوش

آخر لقا نے فوج کے مرد و زن کو للکارا بجلی کی طرح کڑکا: کھڑے کیا دیکھتے ہو خبردار بندہ حمزہ جان سلامت نہ لے جائے۔ "لشکر اپنے خداوند کا حکم سن کر لیتا لیتا" کہہ کر بڑھا اور ساحروں نے ایک سمت حملہ کیا۔ ناریل ترنج سحر کے مارنا شروع کئے کبھی اژدہے پیدا ہوئے اور کبھی آسمان کی طرف سے انگارے برسے' لیکن تیغہ سحر کش کے سبب جادو نے تاثیر نہ کی۔ قاسم نعرہ مار کر فوج کی صفوں میں گھس گیا ادھر صاحبقران اسم اعظم پڑھتے تلوار کھینچ کر بڑھے اور لشکر اسلام لقا کی فوج پر حملہ آور ہوا۔ بادشاہ

نے تخت آگے بڑھایا طبل' نفیر و دمامے ترکی بجنے لگے۔ دونوں لشکر باہم مل گئے۔ کمانوں کی موج اٹھنے لگی کشتی حیات طوفانی ہوئی

بڑھی ہر سمت سے فوج اسلام
زرہ پوشوں کے آئے سب تہ دام

تیغوں نے دلیروں کو کیا گرم
ہوئے دل تنگ اور جاتی رہی شرم

صدائے کرنا جو ہر کہیں تھی
غبار آسا پہ تنگ تھی

سروں پہ نعل توسن ہوتا تھا
تیغوں کی جگہ رن ہوتا تھا

ہوا دریائے خون ہر جوہر تیغ
جو قطرہ تھا نظر آتا تھا یہ میغ

جو کچھ تھے وہ لاشوں سے پٹے تھے
قدم آگے جو تھے پیچھے ہٹے تھے

اکیلے نے پرے خالی کیے تھے
کئی لشکر بھرے خالی کیے تھے

قاسم پر تو سحر تاثیر نہ کرتا تھا۔ ساحروں کے کشتے کے پشتے لگائے لشکری شہزادے فوج لقا پر گرے تھے اور تلواروں کی ہوا سن سن چلی تھی غبار کی طرح جانیں ہر ایک کی برباد تھیں۔ روحیں رہرو جادہ عدم ناشاد نامراد تھیں۔ وہ عسکر جنگ جو کینہ ور تھے علم تیغ و باندہ سپر تھے

کیے کشتوں کے پشتے حسب دستور
پڑے خالی ہوئے میدان میں معمور

جنازوں کی رکے کس طرح سے راہ
وہ کافر بھاگ نکلے قصہ کوتاہ

شام تک شعلہ آتش قتال بلند رہا اور اس آتش سے خون کا دریا جاری تھا ہوا

ہوا یہ شعلۂ ہنگام کا دور
کہ بجھی آتش سوزاں ہوئی سرد

وہ زندہ تھے جو اس فوج شقی کے
کیا ان کے حوالے چاندنی کے

شام کو مختیارک نے لشکر کا طبل بازگشت بجوایا اور لقا شکست کھا کر، مع لشکر کے بھاگ کر قلعہ کوہ عقیق کے اندر چلا گیا، قلعے کے پل کا تختہ اٹھوا کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ لشکر امیر نے خیمہ و خرگاہ اور مال غنیمت لوٹ لیا۔ امیر یہ فتح و نصرت کے قاسم کے سر پر سے زر نثار کرتے ہوئے پھرے۔ اپنے لشکر کے زخمی میدان سے اٹھوائے۔ راوی کہتا ہے کہ جب قاسم کے ہاتھ سے ساحر مارے گئے تو سرداران قاسم جو گرفتار

ہوئے تھے ان پر سے سحر دفع ہو گیا اور وہ ہتھکڑیاں توڑ کر بھاگے۔ ازبسکہ لقا پر تو غمگین وقت تھا' ان سرداروں کو کون روکتا' وہ سردار رہا ہو کر شہزادہ قاسم کی خدمت میں آئے' ہر ایک سردار نہانے دھونے میں مصروف ہوا۔ نہا کر لباس خون آلود تبدیل کر کے بارہ گاہ سلیمانی میں آ کر کرسی دو نگی پر بیٹھے' شاہ نے ------- دربار میں جشن منانے کا حکم دیا۔ فوراً جشن کا اہتمام ہوا۔ سب ناچ دیکھنے لگے اور مصروف عیش و نشاط ہوئے۔ لیکن قاسم نہا دھو کر لباس پر تکلف جواہر آگیں پہن کر' سپاہ کو ہمراہ لے کر اسی صحرا کی طرف روانہ ہوئے جہاں ملکہ سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں حسب الارشاد ملازموں نے فرش بدل دیا' جو کل سامان تھا اسے تبدیل کر کے نیا سامان کیا۔ سارے جنگل میں گلاب وکیوڑہ و مشک بید کا چھڑکاؤ تھا۔ جواہر کو میدان میں چھڑکا کر زمین کو ہمسر آسمان بنایا تھا۔ خلاصہ یہ کہ وہ مقام انجمن سپہر سے بھی بڑھ کر تھا۔ شہزادہ آ کر مسند پر جلوہ گر ہوا۔ لیکن دل منتظر یاد میں اس ساقی مستانہ ادا حور پیکر کے لیے بیقرار تھا۔ یہی خیال آتا تھا کہ دیکھئے اب وہ سراپا ناز آتی ہے یا نہیں

دل آنکھوں سے خون ہو بہا رہے میرا
احوال میں کیا کہوں کہ کیا ہے میرا

جی تن میں کس طرح ٹھہرتا ہی نہیں
آ جلد کہ دم اکھڑا چلا ہے میرا

اور کبھی اٹھ کر ہر سمت دیکھتا تھا اور اگر پتہ بھی کھڑکتا تو دل وحشی شاد ہو جاتا' جب کسی کو آتے نہ دیکھتا تو با خاطر حزیں یہ لب پر لاتا

آئے کو کہا تھا یار تو نے آ
کب تک کروں انتظار تیرا میں بھلا

تو نے بھی جہاں میں یہ سنی ہو گی مثل
کہتے ہیں کہ الکریم اذا وعد وفا

حاصل الامر شہزادہ تو انتظار میں بیقرار ہے لیکن اب ملکہ نرگس چشم کا حال سنیے۔ وہ تیغہ دے کر اور دلدار کی یادوں میں لے کر روانہ ہوئی کچھ عرصہ میں اپنے باغ میں کہ جو بیرون قلعہ نرگس کوہ ہے، پہنچی کئی روز اپنی ماں کے پاس نہیں گئی تھی اور اسی وجہ سے اس کی ماں خشخش جادو دیکھنے کو باغ میں رات کو آئی ہوئی تھی۔ اس وقت ملکہ کو حواس سے آتے دیکھا۔ ملکہ نے بادب تمام سلام کیا۔ ماں نے غضب ناک ہو کر کہا: اری چھوکری خوب آوارہ ہوئی ہے کہ رات رات بھر غائب رہتی ہے۔ نہ گھر کا خیال نہ کچھ دین و دنیا کی فکر دس دس روز باغ میں اکیلے رہنا، ہر جگہ مارے مارے پھرنا۔ سب بتا کہ تو کہاں گئی تھی۔"

ملکہ نے نصیحت آمیز کلمات سن کر جواب دیا: "ای جان مجھے آپ کے سر کی قسم، میں کوئی کوس بھر پر ایک صحرا میں چاندنی کی بہار دیکھتے سو گئی، صبح تک آنکھ کھلی ہی نہیں ورنہ رات ہی کو چلی آتی۔"

یہ عذر سن کر خشخش خاموش تو ہو رہی۔ لیکن لڑکی کے طور بے ڈھب دیکھے کہ چہرے کا رنگ فق ہے نوچی کھسوٹی معلوم ہوتی ہے۔ پیر کہیں ڈالتی ہے پڑتا کہیں ہے۔ رات بھر میں چھاتیاں ابھر آئی ہیں جیسے کسی مرد کا ہاتھ لگا ہے بے مروت سی ہے، آنکھ کا پانی مر گیا ہے چاروں طرف آنکھیں چرا کر گھورتی ہیں۔ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی کو ڈھونڈتی ہیں۔ یہ کیفیت سمجھ بوجھ کر کنیزوں کو علیحدہ جا کر دھمکا کر دم دلاسا دے کر پوچھا: "سچ بتاؤ ملکہ کہاں گئی تھی؟" کنیزیں سب ملکہ کی سہیلیاں تھیں، وہ قسمیں

کھانے لگیں" ہمیں اپنے دیوتاؤں کی قسم شہزادی سوائے جنگل کی سیر کے اور کہیں نہیں گئی تھی۔

خشکل سمجھی کہ یہ سب چھانک (چالاک)" میں ایسی باتیں نہ بتائیں گی' لیکن کچھ دال میں کالا ہے آج سے اپنی لڑکی کو کہیں جانے نہ دینا چاہیے ایسا کچھ سوچ کر بیٹی کو اپنے گلے سے لگایا اور کہا: "بابا میں تمہارے بھلے کو کہتی ہوں' منگنی تمہاری ہو گئی ہے اب تم پرائے گھر کی ہو' دولہا تمہارا جو سنے گا تو کیا کہے گا۔ گھر سے کہیں جلیا نہ کرو۔ یہیں سیر تماشا کیا کم ہے جو چاہو وہ سب سامری کی عنایت سے موجود ہو جائے۔ بیٹا میں نے تو کبھی تجھ پر پابندی لگائی نہیں' خاموش رہی۔ پر اب دنیا کی باتیں سن سن کر ہول آتا ہے۔ دیکھو نا مہ جبیں نے کیا نام شہنشاہ ساحران کا روشن کیا ہے۔ اس پر عاشق ہو کر اپنے تئیں ستیا ناس کیا سلطنت چھوڑی جنگل بس گیا۔ دین و ایمان برباد کیا۔ مجھے دھڑکا ہے کہ مسلمانوں کا لشکر یہاں سے قریب اترا ہوا ہے اور وہ لوگ گورے خوبصورت بہت ہیں۔ پھر تم جانو جوانی تو دیوانی ہوتی ہے ایسا نہ ہو کہیں پاؤں اونچ نیچ پڑے تو میری رسوائی ہو۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ جب تک یہ موئے مسلمان یہاں سے دفع نہ ہو جائیں۔ تم جلیا نہ کرو بیٹا تم کو کرنا کیا' تم خدا تم خود سمجھ دار ہو' ان باتوں کو گرہ میں باندھو

ملکہ یہ کلام سن کر رونے لگی اور کہا: "خوب گول مول باتوں میں آپ نے مجھے بدکار بنایا' میرے جانے کی جلن تو سب کو تھی۔ یہی ہر ایک کو دکھ تھا کہ بے بے ملکہ اس طرح براجتی پھرتی ہے۔ آخر دشمنوں کی مراد پوری ہوئی۔ اب تو وہ گھی کے چراغ جلائیں کہ مجھ پر پابندی لگی۔ یا سامری' جو میرا برا چاہتے ہوں' ان کا دونوں جہان میں منہ کالا ہو اور جو میری لگائی بجھائی کرے وہ اپنی جوانی سے پائے' اپنی اولاد سے پائے وہ بھی قید ہو۔ موئے کے پاؤں میں ہتھکڑیاں پڑیں' دنیا سے کالا جائے۔ اس کے گھر میں موت ڈیرہ جمائے' جمشیا کرے اس کی بستی بکے' جو مجھے بدنام کرے' بدکار بنائے۔

اس کا نام لیتا اور پانی دیوانہ رہے۔" غرض جب ملکہ نے دوپٹہ اٹھا کر جھولی پھیلا کر کوسنا شروع کیا۔ خشگل نے اس کو جھڑکا: "چل چپ رہ' زر زر کرتی چلی جاتی ہے' خبردار اب کہیں قدم نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں۔" ملکہ اس کے غصے کی آنکھ دیکھ کر چپ ہو گئی اور دیدار معشوق دیکھنے سے ناامید ہوئی۔ دریا آنکھ سے اشکوں کا امنڈا۔ صبرو قرار کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا

سحر شب کا آنکھوں میں چھایا ہوا
مزا دل میں سارا سمایا ہوا

اٹھے جو کوئی وصل کا دیکھ خواب
نہ ہو وصل تو دل کو ہوا اضطراب

نئی بات کا لطف پانا غضب
وہ پہلے پہل دل لگانا غضب

ماں سے کہا: "چاہے میری جان جائے یا رہے۔ مجھے تو سیر کا لپکا ہے۔ گھر میں گھٹ کر تو نہ بیٹھوں گی۔ ضرور سیر کو جاؤں گی۔ ایک جان ہے چاہے خدا لے جائے' چاہے بندہ لے۔ آپ مجھے کاٹ بھی ڈالیے گا تو میں بغیر جائے نہ رہوں گی' جن لوگوں نے آپ کو بھڑکایا ہے انھیں میں خوب جانتی ہوں پھر اچھا ہو گا میں انھیں دن رات پھر کر جلاؤں گی۔ لو صاحب یکایک جو میں بیٹھوں تو لوگ کہیں گے نرگس چشم کہیں کسی کے ساتھ پکڑی گئی۔ ماں نے چپکے چپکے عیب کو چھپایا۔ اب بچی کو نکلنے نہیں دیتی۔" یہ کہہ کر رونے لگی۔ ماں کی محبت' آخر رحم آ گیا۔ اور ایک ادھیڑ بڑی بوڑھی انیس بول اٹھی: "ہاں بی' سچ تو ہے اب لڑکی کا لہو پانی ایک کرنا بیکار ہے۔ پہلے تو اس کو

چکا اکیلے وہ کیسے رہتا کا' ہر جگہ پھرنے کا ڈال دیا آج روکنے سے کیا ہو گا۔ یہ نا کہ کوئی آثار ملکہ کو لگ جائے گا اور کوئی مرض اٹھ کھڑا ہو گا

یہ سن کر خشتی بولی: "اچھا یہ سر کو چلیا کرے تو ملکہ حسامہ جادو اپنی دایہ کو ساتھ لے لیا کرے" اور حسامہ کو بلا کر حکم دیا: "آج سے لڑکی تمہارے سپرد ہے جہاں کہیں جائے' سایہ کی طرح اس کے ساتھ رہنا۔ خبردار اکیلا نہ چھوڑنا نہیں تو میں بری طرح پیش آؤں گی۔" یہ جو ملکہ نے سنا اپنا حال تباہ کیا اور جواب دیا: "مجھ سے یہ قید نہ اٹھی ہے نہ اٹھے گی۔ لو صاحب' دائی مجھ پر نگران ہو گی' میں تو ماں کا دباؤ سہتی نہیں' دائی جو میرے ساتھ رہیں گی اور ہر بات میں پٹ پٹ بولیں گی' پھر مجھے کہاں تاب ہو گی' میں بھی کچھ کہوں گی تو نگوڑی بدنام ہوں گی' اس سے میں رہی "چھٹ پڑے یہ سونا' جس سے ٹوٹیں کان۔" ایسی میں بے اختیار ہوں کہ دائی کو لیے لیے پھروں بھاڑ میں جائے سیر' چولہے میں جائے تماشا۔ میں اپنی جان دوں گی کہیں نہ جاؤں گی اور جاؤں تو اس بڑھیا کو نہ لے جاؤں گی۔" ماں نے جو یہ باتیں سنیں تو کہا: "اگر تو اکیلی جائے گی تو مار مار کے تیرا کچومر نکال لوں گی' لو موئی مجھ سے بھی نخرے بگھارنے لگی' ایسی خودمختار ٹھہری کہ کوئی بڑا بوڑھا واقف کار اس کے ساتھ نہ رہے۔ خواہ تیرے کچھ ہی

کیوں نہ ہو تو جئیے یا مرے دایہ ضرور ساتھ رہے گی۔"

قصہ کوتاہ ملکہ نے لاکھ لاکھ زور مارا کہ اکیلے جانا ملے' مگر ممکن نہ ہوا اور دایہ کے لیے ایک صحنچی میں اس کی ماں نے پلنگ بچھوا دیا وہ حفاظت کے لیے وہاں ٹھہری اور خشتی وہاں سے قلعہ میں چلی گئی۔ اب ملکہ کو بالکل محبوب سے ملنے کی امید ختم ہو گئی اور وہ باغ اس کو زنداں خانے سے بدتر لگا۔ بے قرار ہو کر چمن میں سب سے الگ جا کر ٹہلنے لگی

چاک کر ڈالا گریباں اس کے ہر غمخوار نے
آہ بھر کر کچھ کہا ایسا ترے بیمار نے

دور ہی سے قتل کو فرما جو کھینچا یار نے
آہ کیا تڑپا میں مارا حسرت دیدار نے

میں وہ وحشی ہوں گر جاؤں تو پابوسی کریں
سر اٹھایا ہے بہت گو دشت میں ہر خار نے

دیکھ کر بیمار کو تیرے یہ کہتے ہیں طبیب
سیکڑوں کی جان کھوئی ہے اسی آزار نے

کل سے اک بیمار سا جو تیرے در پہ تھا پڑا
سو اٹھا کر آج اسے سونپا کہیں دو چار نے

کیا کہیں اے ہمدمو! ہے عشق کا ایسا مرض
کھو دیا دنیا سے ہم کو تو جس آزار نے

طرفہ حالت ہے کہ اس کے گھر میں ہو گی عید سی
جب ہلائے دست و پا تک بھی ترے بیمار نے

حسرتیں کیا کیا ہمارے دل میں آئیں جگہ تو
دلبری کی اپنی عاشق کی کسی دلدار نے

وصل کی شب کو یہی کہتی ہو جرأت ہاں نہیں
مار ڈالا ہم کو تو اس آپ کے انکار نے

یہی اندوہ الم سوگند پر سیارہ کی جدائی میں طاری تھا۔ جدائی کا دن کتنا مشکل تھا۔ سیارہ کی چہلیں جب یاد آتی تھیں کلیجہ دہل جاتا تھا دل مجروح پر چھریاں کوئی لگا کر نمک چھڑکتا تھا' بجیا ہاتھ یہ کہتی تھی: "اے ظالم تو نے کیوں بیٹھے بٹھائے یہ رنج مول لیا

سوئے سر ہیں تا بہ پا اور پاؤں میں زنجیر ہے
دیکھ لو صورت میری یہ عشق کی تصویر ہے

غرض یہ کہ اسی بیتابی میں ملکہ کے پاس آئی اور اس کو رنجیدہ دل دیکھ کر گرد پھری تصدیق ہوئی اور عرض کیا: "حضورا دن تھوڑا باقی ہے' نہائیے' پوشاک بدلیے اپنی آرائش و زیبائش کیجیے: ملکہ نے آہ سرد بھر کر فرمایا

صورت اخگر ہمیں بجز سوختن کیا چاہیے
تن پہ غیر از خاک پیرہن کیا چاہیے

رنج ہے بات سے بہتر درد ہجر وصل سے خوب ہم ہیں عاشق ہم کو بجز رنج و محن
کیا چاہیے

ہم اسیر دام حسرت کیا کریں گے گلگشت باغ
بلبل تصویر کو سیر چمن کیا چاہیے

دے نہ تکلف لباس عمدگی ہم کو کوئی

مردہ دل جو ہوا اسے غیراز کفن کیا چاہیے

سوگند نے کہا: "حضورا آپ چلنے کی تیاری تو فرمائیے' خداوند کریم معشوق سے ملنے کی کوئی صورت بھی پیدا کر دے گا۔ میں آپ کو جس طرح بنے گا لے چلوں گی۔" ملکہ اس کلام سے پھول کی طرح شگفتہ خاطر ہوئی' جان تازہ قالب میں آئی اور گویا ہوئی

خرمؔ آن روز کزین غرش ویراں بروم
راحت جاں طلبم و ز پے جاناں بروم

سوگند نے کہا: "اے ملکہ! اس دائی کو قریب شام شراب میں بے ہوشی پلا دیجئے اور غافل ہو کر چلیے۔ صبح نہ ہونے پائے کہ لوٹ آئیے کوئی کانوں کان واقف نہ ہو گا ہمارا اپ کا مقصد بر آئے گا۔" ملکہ یہ تدبیر سنتے ہی پھڑک گئی اور کہا: "واہ واہ صد آفرین کیا خوب تدبیر سوچی۔" پس اسی وقت حمام گرم کرا کے نہا دھو کر باہر آئی اور کشتی پوشاک کی منگا کر اپنی تزئین میں مصروف ہوئی۔ زیور یاقوت احمر کا مرصع سر سے پاؤں تک پہنا اور جوڑا دھانی اس نہال باغ زندگی نے قامت نازک پر آراستہ فرمایا۔ یہ ظاہر تھا کہ اس کا جسم نازنین آسمان حسن ہے' زیور اس میں ستارے ہیں

کروں اس کی پوشاک کا کیا بیاں
فقط ایک پشواز آب رواں

تھی موتیوں کی تھی سنجاف کل
کہے تو وہ بیٹھی تھی موتی میں قل

گریباں میں تکمہ اک الماس کا
ستارہ سا مہتاب کے پاس کا

وہ کرتی وہ انگیا جواہر نگار
نیا باغ اور ابتدا کی بہار

جھلک پائچامے کے دامن سے یوں
کہ روشن ہو فانوس میں شمع جوں

وہ ترکیب اور چاند سا وہ بدن
وہ بانہ پہ ڈھلکے ہوئے نورتن

وہ آنکھوں کی مستی وہ مژگاں کی نوک
کرن پھول کی اور بالے کی جھوک

جواہر سے سج کی ہیکل جڑی
کمر اور گلے کے بیچے پڑی

فقط موتیوں کی چڑی پائے زیب
کہ جس کے قدم سے گھر پائے زیب

کرشمہ اور غمزہ ہر آن میں
غرض دلبری اس کے فرمان میں

جب خوب آراستہ ہو چکی کنیزوں سے فرمایا: "آج ہم کہیں نہ جائیں گے ہمیں جلسہ

جمائیں گے۔ شراب و کباب لاؤ۔ اسباب نشاط کو بلاؤ اور یہ اماں سے کہو یہاں آ کر بیٹھیں میرا پہرہ دیں، ایسا نہ ہو میں کسی یار کو بلا لوں۔" حسب الارشاد و جملہ سامان مہیا کیا گیا اور دایہ بھی پاس آ کر بیٹھی۔ سوگند نے شراب میں خوب بیہوشی ملا دی اور جام بھر کر ملکہ کو دیا۔ ملکہ نے کہا: "دای اماں، پہلے تم پیو" دائی نے اس کے اصرار کرنے سے شراب پی۔ ملکہ نے متواتر کئی ساغر پلا دیئے کہ تکیوں میں سر ڈال کر اسی جگہ پڑی رہی۔ بیہوش ہو گئی۔ اس ہنگام میں رات ہو گئی

تھی دل میں یعنی کٹے روز کب
کٹے مجھ سے شمع شب افروز کب

ہوئی شب لیا مہ نے جام شراب
گیا سجدہ شکر میں آفتاب

عجب شب تھی وہ جو سحر رو سفید
عجب روز تھا حل روز امید

دایہ کے منہ پر بہت زیادہ بیہوشی مل کر اچھی طرح بیہوش کر کے سوگند نے تخت سحر تیار کیا۔ مع چند کنیزوں کے سوار ہو کر محبوب سے ملنے کے لیے چلی

منزل ہے یہاں سے خانہ یار
شوق کہتا ہے دو قدم بھی نہیں

کچھ عرصے کے بعد اپنے مشتاق کے پاس بخت رسا نے پہنچایا وہی صحرا نظر آیا جہاں فرزانی بادہ محبت مسکن گزین تھا۔ تخت سے اتر کر اٹھلاتی پاؤں کی چھاگل سے مژدہ آمد سنائی

آگے بڑھی۔ شہزادہ قاسم تو دیر سے اس کا منتظر ہر سمت ٹہلتا پھرتا ہے ملکہ کو آتے دیکھ کر مضطربانہ دوڑا۔ غرض یہ کہ جب ملکہ کے قریب پہنچا گود میں اٹھا لیا۔ ملکہ نے بھی رخسار پہ رخسار رکھ دیا' آخر مسند پر نہر کے کنارے بٹھلایا۔

ادھر سیاہ مو نے اپنے مطلوب کو گلے لگایا اور شکرانہ معبود حقیقی ادا کیا۔ ملکہ نے رو رو کر سب حال بیان کیا: "آج تم سے ملنے کی کسی طرح امید نہ تھی۔ خدا سوگند کا بھلا کرے جس نے دایہ کے بیہوش کرنے کی تدبیر نکالی اور اللہ نے پھر تمہاری صورت دکھائی۔

قاسم نے کہا: "اے جان جاں! اب تم یہاں سے نہ جانا' میں تمہارے والدین سے نپٹ لوں گا۔"

سوگند نے کہا: "جیسا موقع ہو گا دیکھ لیا جائے گا۔ اب داد عیش و خرمی دو' رات تھوڑی ہے' ہنسی خوشی کی دو باتیں کر لو۔" قاسم نے اسباب نشاط کا حکم دیا۔ گانا ہونے لگا جام شراب گردش میں آیا' ناچوں کی قینچیاں بندھ گئیں' بوس و کنار شروع ہوا۔ دونوں مست اور عقل سے بیگانہ ہو کر جام محبت سے سرشار ہو کر لڑکھڑاتے پلنگ پر آ گرے اور سیاہ مو اپنی معشوقہ کو علیحدہ لے گیا محبت کے متوالے باہم عشرت پذیر ہوئے۔ مرادیں بر آئیں اور ارمانیں پوری ہو گئیں

خوشا وہ زمانہ کہ وہ اک جگہ
کریں یک گر بجے مہرو و مہ

کبھی یوں تو دنیا کے ہیں کاروبار
ولے حاصل عمر ہے وصل یار

ہم مل کر بیٹھے ہیں وہ رشک مہ
قران مہ و مہر ہے اک جگہ

ہر اک برج رشکِ گلستان ہے آج
بہار وصالِ عزیزاں ہے آج

پسینہ پسینہ ہوا سب بدن
کہ جوشِ شبنم آلودہ ہو یاسمن

لبوں سے ملے لب و دہن سے دہن
دلوں سے ملے دل بدن سے بدن

گلی آنکھ سے آنکھ خوش حال ہو
گئیں حسرتیں دل کی پامال ہو

لگی جا کے چھاتی جو چھاتی کے ساتھ
چلے ناز و غمزے کے آپس میں ہاتھ

آخر بوس و کنار کی لذت کے بعد گلے میں باہیں ڈال کر وہ سرشار ہو گئے۔

ادھر ملکہ کی ماں بدگمان ہو کر تو گئی تھی۔ دای کے چھوڑ جانے پر مطمئن نہ ہوئی۔ پھر رات گئے قلعہ نرگس کوہ سے ملکہ کے باغ میں آئی کچھ مسلح پہریدار عورتیں پہرے چوکی کے لیے حاضر تھیں۔ باقی باغ میں سناٹا کیا: "وہ شام سے کہیں تشریف لے گئیں ہیں۔" اس نے کہا: "دائی ساتھ ہے یا نہیں۔" انہوں نے جواب دیا: "وہ بارہ دری میں سوتی ہیں۔"

خشتل نے بارہ دری میں آ کر ہر چند دایہ کو جھنجھوڑا کہ یہ بیدار ہو مگر وہ نہ اٹھی۔ اس وقت اس نے ملازموں سے کہا: "ارے روشنی تو لاؤ کہیں دائی کو زہر دے کر تو نہیں سلا دیا۔ لوگ شمع جلا کر لائے۔ خشتل نے دیکھا کہ یہ دایہ سانس لیتی لیکن

بیہوش ہے۔ کپڑا پانی سے تر کر کے اس کے دماغ پر رکھا چھینک آئی اور ہوشیار ہوئی۔

خشقل نے غصہ سے کہا "خوب تو چھوکری کی حفاظت کرتی ہے۔"

دائی نے کہا: "بی بیٹھو حواس میں آؤ' تمہاری چھوکری ہی ایسی ہو تو کوئی کیا کرے۔ دل لگی بری ہوتی ہے وہ مجھے ٹھکیا دے کر جاتی تو عجب نہ تھا۔ میں ایسی نگہبانی سے باز آئی۔ تم اپنی لڑکی کی خبر لو"

خشقل یہ باتیں سن کر غیظ و غضب کے ساتھ ڈھونڈنے چلی اور بزور سحر اس قدر بلند ہوئی کہ تمام دنیا نگاہ کے سامنے تھی۔ آخر ایک طرف کثرت سے مشعل و چراغ روشن دیکھے' یقین واثق ہوا کہ وہ شوخ دیدہ بھی یہیں ہو گی۔ یہ تجویز کر کے اس جگہ پہنچی۔ عجب معاملہ نظر آیا کہ جنگل کے بیچ پھولوں کے اوٹ کھڑے ہیں اور کسی شخص کے غلام پہرہ دے رہے ہیں۔ اوٹ کے اس طرف چھپر کھٹ مرصع بچھا ہے اس کے اردگرد قرابے کے گلاب کیوڑے کے منہ کھلے رکھے ہیں لخلخے ہوا کے رخ پر دھرے ہیں اور ملکہ ایک خوبصورت نوجوان کے بازو پر سر رکھے' بغل میں منہ ڈالے' اس کا ہاتھ اس کے سینے پر' اس کا ہاتھ اس کی چھاتی پر' پڑے سو رہے ہیں اور ملکہ کے پائنچے چڑھ گئے ہیں رانیں کھلی ہیں' پنڈلیک سے پنڈلی گتھی ہوئی ہے

دیکھا تو وہ دونوں کرتے تھے خواب
گل کھلتے تھے آفتاب و مہتاب

بند اس کی وہ چشم نرگسی تھی
چھاتی کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی

مسی تھی جو محرم اس قمر کی
ہونٹوں پہ سے چاندنی تھی سرکی

لپٹے تھے جو بال کروٹوں میں
بل کھا گئی تھی کمر لٹوں میں

یہ کیفیت دیکھتے ہی شعلہ' غضب اور زیادہ بھڑکا اور ایسا سحر پڑھا کہ ٹھنڈی ہوا چلی' جتنے پہرہ دار تھے بیہوش ہو گئے اور تفرقہ انداز طالب و مطلوب کے پلنگ کے قریب آئی۔ ملکہ کو پھولوں کی خوشبو کی مانند اس گلبدن سے جدا کیا اودھر ایک نعرہ مارا: "اور بے حیا ننگ خاندان! یہ کیا تو نے غضب کیا کہ قفل عصمت کلید فاجری (بدکاری کی چابی) سے وا کیا۔" اس آواز سے شہزادی کی آنکھ کھلی اور قاسم بھی بیدار ہوا۔ سرہانے ایک آفت کھڑی دیکھی' جلدی سے اٹھ کر پہلو سے تیغ سحر کش لیا خشخش یہ دیکھ کر گھبرائی اور ملکہ کی کمر میں پنجہ دے کر اڑی' پکاری: "او قحبہ: " تو نے تیغ سحر بھی اپنے دلگیرے پیا سا کو دے دیا۔ ٹھہر تو سہی تیرا کیا حال کرتی ہوں۔" یہ ہنگامہ اور شور جو ہوا۔ سوگند سیاہ کے پہلو سے اٹھ کر دوڑی خشخش نے جو اس کو آتے دیکھا۔ اپنے سر کے کچھ بال نوچ کر اس کی جانب پھینکے کہ وہ آگ کی زنجیر بن کر سوگند کے ہاتھ اور پاؤں وغیرہ میں لپٹے' خشخش اس کو بھی کھینچ کر اڑتی ہوئی چلی۔ سوگند لٹکی جاتی تھی مگر سیاہ رو سے کہہ رہی تھی کہ اب قیامت کے روز دیدار ہو گا۔ اودھر ملکہ قاسم کو پکار کر سناتی تھی۔ اے شہریارا خداحافظ و ناصر' میرے مرنے کی خبر سن کر' اپنے دل نازک پہ کچھ صدمہ و ملال نہ کرنا' تمہیں پروردگار کی حفظ و حمایت میں دیا۔ اللہ نگہبان۔ ہم آغوش قبر میں سونے جاتے ہیں اور حسرت تمہارے دیدار کی دل میں رکھتے ہیں

دکھا دو ذرا پھر رخ اپنا ہمیں
مری جان اللہ کو سونپا تمہیں

چلے ہم تو دنیا سے ناشاد ہائے
نہ کچھ رنج اس کا ترے دل پہ آئے

قاسم نے تیغہ سحر لے کر بہت کوشش کی ملکہ تک پہنچوں' کسی طرح ممکن نہ ہوا۔ ناچار حسرت بھری نگاہ سے دیر تک دیکھتا رہا اور زار زار چشم خونبار روتا تھا۔ آخر نگاہ سے ملکہ تڑپتی سسکتی ہوئی غائب ہو گئی۔ یہ دیکھ کر قاسم زمین پر اسی جگہ گرا اور گریبان تابہ دامن چاک کیا۔ بیتابانہ اشعار پڑھنے لگا

فسانہ بیکسی کا اپنی جب آ کر سناتا ہے
دل آفت زدہ رو رو کے مجھے بھی رلاتا ہے

کہوں کیا آہ مجھ آزردہ دل پر کیا گزرتی ہے
کہ جب عاشق کوئی معشوق کو اپنے ستاتا ہے

جدائی سے تری دل نہایت غم ہے اے پیارے
خدا کے واسطے آ جا' نہیں تو جی سے جاتا ہے

خدا جانے کہ دل پر آج کیا حالت گزرتی ہے
کبھی بیتاب ہوتا ہے کہ کبھی آنسو بہاتا ہے

یہی صحبت ہم رہتی ہے مثل غنچہ و شبنم

ادھر روتا ہوں اور اس طرف وہ مسکراتا ہے

کون بندہ خدا کا جان دیوے اور تو دیکھے
اے بے رحم کا فرکیش یہ کیا تجھ کو بھاتا ہے

حقیقت کوئی کہتا ہے مرے رونے کی گر اس سے
تو منہ کو پھیر کر وہ اس طرف سے مسکراتا ہے

اسی جنگل میں ترنگ آئی کہ یہاں اشک بہانے سے کیا فائدہ راہ کوچہ دلدار تلاش کیجئے اس کو ڈھونڈ نکالیے یا اپنی جان دیجئے' یہ سوچ کر سیارہ سے فرمایا "ابا جان سے جا کر میری طرف سے عرض کرو کہ چند روز تک میں دربار میں حاضر نہ ہوں گا' بیمار ہوں۔" سیارہ حسب اجازت امیر کے پاس گیا۔ امیر پچھلی رات کو عبادت کرنے اٹھے ہیں' مسجد کے پاس تھے' سیارہ نے جا کر شہزادہ کی علامت بیان کی۔ امیر نے فرمایا:
" سیارہ پھر وہاں سے شہزادہ کے پاس آیا۔

قاسم نے فرمایا :"سواری حاضری کرو' میں اپنی محبوبہ کی تلاش میں جاؤں گا۔"

سیارہ نے عرض کیا: "حضور کا جانا اچھا نہیں ایسا نہ ہو آپ کو حلاشی ملک سمجھ کر اس کو گزند پہنچائیں اور قید و بند------ زیادہ کریں اس سے بہتر یہ ہے کہ غلام کو روانہ کیجئے تاکہ آپ کے محبوب کی خبر لاؤں اور موقع دیکھ کر آپ کو وہاں لے چلوں یا اس کو آپ تک پہنچاؤں۔

شہزاد نے فرمایا: "اچھا جاؤ' مگر جلدی آنا' دیر نہ لگانا اور نہ میں تڑپ کر ہلاک ہو جاؤں گا ہائے وہ اس کی بھولی بھالی باتیں جب مجھے یاد آتی ہیں تو دل مضطر پر جیسے کوئی چھریاں لگاتا ہے کسی صورت آرام نہیں آتا۔ دل کو کوئی ہاتھوں سے مسلتا ہے

جس طرح ہو گا شب فرقت بسر کر لیں گے ہم
وہ تو کب آتے ہیں تو بھی اے اجل آتا نہ آج
کھل گئی ہے سب ماندگی دل کے شگاف زخم سے
قطرہ خون سمجھے تھے سو وہ بھی کچھ نکلا نہ آج
خواب کیسا رات بھر رویا کیا سن سن کے یار
قصہ مرگ عدو سمجھا افسانہ نہ آج
گورکن ہیں منتظر بیکار رکھا ہے کفن
اب نہ کر اے مرگ ہم سے ناز معشوقانہ آج
کل نگاہ منتظر ڈوبی ہوئی تھی جام میں
پھرتی ہے آنکھوں میں اپنی گردش پیمانہ آج
دشت میں کس رشک لیلیٰ نے قدم رنجہ کیا
گھر بھلائے دیتی ہے دلچسپی ویرانہ آج
قیس کا روز رہائی تھا سو ہم نے اے جنوں
جان کر ڈالی زبوں طوق گلو پہنا نہ آج

سیاوہ نے شہزادے کو سمجھایا: "حضور اگر ملکہ آپ سے ارضی ہے تو کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ آج کل میں وہ خود-------- کوئی تدبیر ملنے کی پیدا کر کے آئے گی۔ آپ اس قدر مضطر نہ ہوں میں جاتا ہوں اور چائے لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر سامان عیاری جسم پر پیراستہ کر کے صورت اپنی ساحروں کی سی بنائی اور منزل مقصود کی راہ لی۔ شہزادہ فرش خاک سے اٹھ کر خیمہ میں آیا اور پلنگڑی پر لیٹ کر بے چینی سے کروٹ لینے

اس عہد میں الٰہی محبت کو کیا ہوا
چھوڑا وفا کو اس نے مروت کو کیا ہوا

امیدوار وعدۂ دیدار مر چلے
آتے ہی آتے ہائے قیامت کو کیا ہوا

اس کے گئے پہ ایسی گئی دل سے ہمنشیں
معلوم بھی ہوا نہ کہ طاقت کو کیا ہوا

بخشش نے مجھ کو ابر کرم کی خجل کیا
اے چشم جوش اشک ندامت کو کیا ہوا

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

حاصل کلام شہزادہ تو یاد محبوب میں بیقرار ہے۔ مگر ملکہ کو جب اسیر کر کے خشکل لائی۔ قلعہ میں اس لیے نہ گئی کہ اس آوارگی سے بزرگ آگاہ ہوں گے۔ لڑکی کی منگنی ہوئی ہے بدنام ہو جائے گی۔ غرض باغ میں لائی اور ملکہ کو زور زور سے کئی طمانچے لگائے سوگند کو بھی مارا اور کہا: "حرامزادی تو نے میری لڑکی کو خراب کیا:" سوگند اور ملکہ سمجھانا شروع کیا: "خیر آج تو میں چھوڑ دیتی ہوں' اب اگر تجھے کہیں جاتے سنوں گی' حلال ہی کر ڈالوں گی۔ خبردار کبھی بھولے سے بھی ایسی حرکت نہ کرنا۔" رحم کے کلمات سن کر سوگند کو جواب دینے کی جرأت ہوئی اور رو کر خشکل کے پاؤں پر گری۔ عرض کیا: "پہلے حضور میری دو باتیں سن لیں' پھر جو چاہیں کریں' ہم آپ کے بس

میں ہیں۔"

خشخش بولی: "کہہ کیا کہتی ہے۔"

سوگند نے عرض کیا: "ہونے والی بات بدنامی تقدیر میں لکھی ہو تو کوئی کیا کرے اور میں کم بخت نامراد' ملکہ سے کہتی تھی کہ حضور نہ جائیے میرا کہنا نہ مانا' اپنے ساتھ مجھے بھی رسوا کیا۔ سنیے حضور اصل بات یہ ہے کہ ملکہ جو سیر کو گئیں' قاسم حمزہ کو پوتا صحرا میں صحبت آرا تھا۔ اس نے ملکہ کو اپنا برابر والا جان کر شریک بزم کیا اور کہا اس میں کچھ عیب نہیں' کیا ایسا نہیں ہوتا کہ شعلہ و شرر یار باہم تپاک کریں اور ایک جگہ مل کر بیٹھیں' اس کا یہ کلام ملکہ نے پسند فرمایا اور جا کر مسند پر بیٹھیں۔ اس نے شراب اپنے ہاتھ سے شہزادی جان کو پلائی' ملکہ ناچ دیکھ رہی تھیں کہ اس وقت ملکہ کے سر میں درد ہوا۔ فرمایا کہ اب جا کر آرام کروں گی۔ قاسم نے بھر عجز کے ساتھ کہا' یہیں میرے پلنگ پر لیٹے لیٹے ناچ دیکھیے' پھر چلی جائیے گا' ملکہ نے تیغہ سحر کش پہلو میں رکھ لیا اور لیٹیں' لیٹتے ہی سو گئیں۔ میں نامراد بھی پڑ رہی۔ جگانا مناسب نہ جانا۔ ادھر قاسم بھی ملکہ کے پاس جا لیٹا اور سو گیا۔ اس وقت آپ جا کر پہنچیں اور گرفتار کر لائیں اور تنگ کھلے ہونے کی میں خود حامی ہوں۔ جوانی کی نیند سویا مویا برابر۔ ملکہ کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اس وقت آپ کے پہنچنے سے تلوار جو ملکہ نے پہلو میں رکھی تھی' قاسم نے بیدار ہو کر اٹھائی' ملکہ نے تو اسے نہیں دی۔ اگر دونوں کے رونے پیٹنے کا کہو تو ملکہ کی ابھی عمر' ہی کیا ہے رو کر معافی مانگتی ہیں۔ سمجھیں کہ ماں نے مجھے غیر مرد کے پاس دیکھا ہے اب مار ڈالیں گی۔ مارے ڈر کے اس کی منتیں کرنے لگیں کہ شاید یہ بچا لے اور ادھر شہزادہ سمجھا کہ ملکہ کو معلوم نہیں' کون پکڑے لیے جاتا ہے اور یہ میری مہمان عزیز ہے اپنے میں دل میں کیا کہے گی اس سے کچھ نہ ہو سکا اسی سبب سے وہ بھی گریہ زاری کرنے لگا اور اگر آپ کو میری باتوں کو یقین نہ ہو تو ملاحظہ فرما لیجیے ملکہ کا شیشہ عصمت' قاسم کی شرارت سے نہیں ٹوٹا' مسلمان حرام نہیں کرتے اسی لیے ان کو خدا نے نوازا ہے۔

جب خشخش نے یہ تقریر سنی ملکہ کو ہر طرح سے دیکھا' بخوبی محفوظ پایا' سوگند کے کہنے کا یقین آیا کہ بے شک جو اس نے بیان کیا ہے یہی کیفیت واقعہ میں گزری ہے۔ ورنہ آگ اور گھاس ایک جگہ ہوں تو ممکن نہیں کہ نہ جلے۔ اس وقت بظاہر تو غصہ کی شکل رکھی مگر ملکہ کو سزا دینے سے باز رہی اور چند عورتیں اپنی جانب سے بہر حفاظت تعین کر کے چاہا کہ آپ قلعہ میں جائے پھر سوچا کہ کل جاؤں گی آج کا دن رہ کر اس کا رنگ ڈھنگ دیکھ لوں۔ غرض یہ کہ یہ بھی وہیں فروکش ہوئی۔ ملکہ اپنی جگہ ناراض ہے۔ ماں سے علیحدہ پلنگ پر جا کر لیٹی' لیکن نیند کیسی اور سونا کہاں کا۔ دل پہلو میں دلدار کو ڈھونڈتا تھا۔ تنہائی میں کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ ماہی بے آب کی مانند پریشان قلزم محبت میں تڑپتی سرد آہ بھر کر یہ پڑھتی

دم تری الفت پوشیدہ کے بھرنے والے
دل جلے جیتے جلے اف نہیں کرنے والے

عشق میں جی سے گزرتے ہیں گزرنے والے
موت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے

بزم ماتم کبھی شب ہی کو آ جا چھپ کر
او مرے سوگ کے پردے میں سونے والے

آخر وقت بھی پورا نہ کیا وعدہ وصل
آپ آتے ہی رہے مر کے مرنے والے

نزع ہم ہیں' غم عشق یہ چلاتا ہے
دیکھ غربت میں مجھے چھوڑ نہ مرنے والے

جان دینے کو کہا اس نے تو ہنس کر بولے
تم سلامت رہو ہر روز کے مرنے والے

آب خنجر کو بھی قاتل نے مجھے ترسایا
نہ دیئے حلق سے دو گھونٹ اترنے والے

پھر بہار آئی ہے پھر ہم کو جنوں ہوتا ہے
کیا دن آئے ہیں فراغت سے گزرنے والے

آسمان پہ جو ستارے نکل آئے تو امیر
یاد آئے مجھے داغ اپنے ابھرنے والے

قصہ مختصر ملکہ تو شہزادے کے ہجر میں بیقرار ہیں لیکن سیامو جو روانہ ہوا تھا راہ سے ناواقف تھا رات کا وقت' کسی سے راستہ پوچھ نہ سکتا تھا۔ راستہ بھول کر ایک بیابان وحشت افزا میں جا پڑا کہ وہاں کی گرم ہوا انسان کو ایک پل میں گلاتی تھی اور تاب و تب ہائل کو پیاسا رکھ کر جلاتی' پیدل چلنے سے پاؤں میں چھالے پڑتے تھے۔ گھاس اس جگہ نہیں اگی تھی' نہ کوئی پانی کا چشمہ تھا۔ چٹیل میدان منزلوں تک نظر آتا تھا

برستی تھی وہ آگ افلاک سے
اٹھتا تھا دھواں مرکز خاک سے

تنور فلک تھا بشدت طپاں
ہوئیں ذرہ ریگ چنگاریاں

جہاں تک نظر کرتی تھی کام وہاں
عجب وحشت آگیں تھا ہو کا مکاں

کسی جا پہ تھے ڈنڈ سوکھے کھڑے
تھے انبار کانٹوں کے ہر سو پڑے

کہیں سایہ ڈھونڈو تو پیدا نہ تھا
کسی سمت پانی کا دریا نہ تھا

سیارہ نے دل سے خدا کا شکر ادا کیا کہ اگر دن کو اس آگ کی صحرا سے گزر ہوتا تو جان نہ بچتی۔ وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرنے لگا کہ صبح نہ ہو جائے۔ آخر بڑی وقت سے اس صحرا کو عبور کیا اور مرغزار دلکشا میں پہنچا۔ پانی چشمے سے پیا اور ٹھہر گیا کہ رات کو راہ نہ ملے گی۔

قصہ مختصر سیارہ نے صبح کی نماز پڑھ کر آگے کا راستہ لیا۔ کچھ دور چلا تھا کہ ایک آندھی بڑے جوش خروش کی ظاہر ہوئی اور ایک ساحر تیرہ رو غدار کو سامنے سے آتے دیکھا۔ سیارہ خود بھی صورت ساحر بنا تھا۔ اس سے بڑھ کر صاحب سلامت کی اور پوچھا، بھائی کہاں چلے۔" اس نے کہا: "ملکہ خشخش کے پاس جاتا ہوں اس لیے کہ نہ وہ اپنی لڑکی شادی کرتی ہے اور نہ ہی جواب دیتی ہے سنا ہے کہ لڑکی میری کرتی پھرتی ہے میں نے اپنے لڑکے کو منگنی کر کے پھنسایا ہے۔ آج فیصلہ کر لوں گا۔ سیارہ نے جو یہ کلام سنا چاہا کہ اس کا کام تمام کر کے اس کی صورت بن کر چلوں اسی فکر میں اس کے ساتھ ہوا، لیکن کچھ دور چل کر وہ اڑ کر روانہ ہو گیا یہ عیار پیچھے سے پیچھے اس کو دیکھتا ہوا چلا یہاں تک کہ قلعہ نرگس کو دکھائی دیا۔ اس کے برج بہت مضبوط تھے اور اس قلعہ کو داہنے جانب...... ایک باغ رشک و باغ عدن گل

نسرین و گل یاسمین سے بھرا پڑا تھا۔ وہ ساحر کہ نام اس کا ظالم جادو ہے اڑتا ہوا باغ کی طرف چلا اور سیاہ ہو ٹھہرا۔ جب وہ باغ کے نزدیک پہنچا بزور سحر ایک طائر کو خشخش کے پاس بھیجا کہ میرے آنے سے اس کو مطلع کرے' طائر طائر کو خشخش کے پاس بھیجا کہ میرے آنے سے اس کو مطلع کرے' طائر نے جا کر خبر دی خشخش سمدھی کی آمد سن کر گھبرائی۔ اس لیے کہ اگر وہ یہاں آئے گا میری دختر اس جگہ بے محل خانے کا واسطہ ہے ایسا نہ ہو کہ اس کی بدچلنی کا سن لے۔ اس وجہ سے خود تعظیم کے لیے بیرون باغ آئی اور راستے ہی میں مظالم سے ملی۔ باتیں کرتی ہوئی اس کا قلعہ کے اندر لے گئی۔ بہتر مقام پر بٹھلایا۔ شراب و کباب پیش کیا۔ ناچ ہونے کا حکم دیا۔ ان تمام امور کے بعد آنے کا سبب پوچھا

اس نے کہا: "بیٹی تمہاری نوجوان ہے گلی گلی ماری ماری پھرتی ہے اور تم شادی نہیں کرتیں۔ آج ہاں یا نہیں کو جواب مجھے جواب دو۔"

خشخش یہ کلام سن کر سمجھی کہ شاید اس کو ملکہ کی آوارگی کی خبر ہو گئی ہے۔ پس تڑق کر بولی: "جو کوئی اس کو بد کہتا ہے وہ جھک مارتا ہے۔ میری بچی سیدھی بات تو کرنا جانتی نہیں' وہ گوٹی یاری' آشنائی کیا جانے اور سنو صاحب' جو تمہیں شادی کرنا ہے تو وہ خرابوں کی خراب ہے راضی ہو کر دو دن میں گلے تو لگاتی نہیں یہ کوئی مچھلیاں تو ہیں نہیں جو سڑی جاتی ہیں۔ جب تم لوگوں نے میری دہلیز کی خاک لے ڈالی' تب میں نے منگنی کی اور اب یہ باتیں ہیں۔ مگر اب بھی مجھے کچھ ایسی پروا نہیں۔

یہ نہ سمجھنا کہ میری لڑکی کی کوئی نہ پوچھے گا اور نہ پوچھے بلا سے' اس کو کسی بات کی کمی ہے یہ کہہ کر کوسنا شروع کیا: "یا سامری! جس طرح میری بچی کو لوگوں نے بدنام کیا ہے ان کی کنواریوں کے آگے آئے۔ ان کی بھی بدنامی ہو غرض یہ کہ ایسا کیچڑ اس نے آڑے ہاتھوں لیا کہ کچھ کہتے بن نہ پڑا! اس نے اتنا ہی کہا: "میں کب کہتا ہوں کہ ملکہ خراب ہے' لیکن شادی کب کرو گی"

اس نے کہا: "کروں گی کیوں نہیں' اس کا باپ شعلہ افراسیاب کے پاس سے آئے تو تیاری کروں۔ میری بیٹی دولہا ہو تو ہے نہیں' سب ہی ارمان نکالنا ہیں۔ کنوار چھل آنا ہے۔ گھبراؤ نہیں میں اس کے باپ کو خط لکھتی ہوں اور جلدی تیار کرتی ہوں۔"

یہ گفتگو سن کر ظالم رخصت ہوا لیکن اس نے روکا کہ آج کہاں جاؤ گے' کل چلے جانا اور سامان دعوت مہیا کیا۔ مگر خشخش نے ملکہ کی حفاظت کے لیے ایک ساحرہ کو خفی جانب سے باغ بھیجا کہ رات کو بخوبی تحفظ کرنا کہیں جانے نہ دینا۔ میں مہمان کی خاطر داری میں الجھی ہوں نہیں تو خود چلتی۔ تو یہاں سے جا اور میرا خاصدان لیتی جا' اگر ملکہ پوچھے کہ کیوں آئی ہو تو کہنا آپ کی ماں نے گلوریاں بھیجی ہیں اس کو یہ ثابت نہ ہو کہ میرا پہرہ دینے آئی ہے۔

وہ ساحرہ خاصدان لے کر روانہ ہوئی' جب قلعے سے باہر نکلی اس جگہ سیاہ رو بیٹھا ہوا تھا۔ ساحرہ کو جاتے دیکھ کر اس کے قریب گیا اور پکارا: "ہمارے میاں ظالم جادو کیا کرتے ہیں۔" اس نے جواب دیا: "اپنی سمدھن سے باتیں کر رہے ہیں' تم بھی جاؤ کیا تم ان کے ملازم ہو۔" سیاہ رو نے کہا: "ہاں اور کیا ہم تمہارے ساتھ چلیں گے" ساحرہ بولی: "میں ملکہ کے پاس باغ میں گلوریاں لیے جاتی ہوں اور وہیں آج رہوں گی۔ میرا تمہارا ساتھ نہ ہو گا۔" سیاہ رو کو جب یہ حقیقت معلوم ہو چکی' باتیں کرتے کرتے ساحرہ کے منہ پر حباب بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گری۔ سیاہ رو نے اس کے کپڑے اتار کر خود پہنے اور اس کی سی صورت بن کر' اس کو خوب بیہوش کر کے ایک غار میں ڈال دیا اور آپ خاصدان لے کر سمت باغ چلا' یہاں تک کہ باغ میں پہنچا۔ سیاہ رو ہر سمت ملکہ کو تلاش کرنے لگا۔ یہاں چند کنیزیں ملکہ کی گرفتاری کے وقت بھاگ کر آئیں تھیں جب ملکہ کی حفاظت ہوئی تو انہیں بھی امان ملی۔ کچھ عورتیں خشخش کی ملازم یہاں موجود ہیں' وہ سب سیاہ رو کو دیکھ کر بولیں: "اے نہنت ہم جاوا کہاں سے آگئیں۔" اس نے کہا: "بیبیو' میں پان لے کر آئی ہوں۔" اور ان کے پاس جا کر چپکے سے کہا:

"ملکہ نے تو خوب گل کھلایا ہے۔ اڑی اڑی عاق بیٹھی۔ ان کا سسر یہ خبر سن کر آیا ہے۔ مجھے ان کی ماں نے یہیں ٹھہرنے کو بھیجا ہے صاحبزادی ہے کہاں' ذرا میں تو دیکھوں کہ اپنا کیا حال بنایا ہے اور مجھے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرے پہرے سے نہ نکل جائے۔ اور میری ناک چوٹی کٹے۔ ساری آبرو دھگیں۔" یہ سن کر سب عورتوں نے کہا: "ملکہ وہ سامنے بارہ دری میں پلنگ پر مردہ سی پڑی ہیں' بس خوب ہوا جو تم آگئیں ہم بھی ڈر رہے تھے کہ ایسا نہ ہو کہیں جائے تو ہم پر آفت آئے۔ اب تم جانو تمہارا کام جانے ہم وہاں جائیں گے بھی نہیں۔" یہ کہہ کر سب علیحدہ ہو گئیں اور سیاہ بارہ دری کے اندر آیا۔ دروازے کی آڑ میں ٹھہر کر چاہا کہ سنوں ملکہ کیا کہتی ہے۔ دیکھا کہ سوسن پلنگ کی پٹی کے نیچے لیٹی ہے اور ملکہ اس سے چپکے چپکے کہہ رہی ہے: "کہوں سوسن' اس وقت قاسم کیا کرتے ہوں گے۔" اس نے جواب دیا: "آپ کی محبت کا دم بھرتے ہوں گے" ملکہ نے کہا: "نہیں معلوم میرے پکڑے جانے کے بعد ان کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ ہائے کوئی انہیں تسکین دینے والا بھی نہ ہو گا۔ کہیں ایسا نہ ہو اپنی جان دے دیں۔ افسوس ان تک کس کو بھیجوں اور ان کی خیریت و عافیت منگواؤں یہ کہہ کر زار زار رونے لگی۔

راحت ہمیں نصیب کہاں ہجر یار سے
آہیں نکل رہی ہیں دل بے قرار سے

اللہ رے طفل مردم دیدہ ہوئے ہیں پیر
آنکھیں سفید ہیں کشش انتظار سے

کس وقت زلف یار کا ہم کو نہیں خیال
فرصت کہاں ہے سلسلہ انتشار سے

بخشیں کفن کو خاک لحد نے کدورتیں
کس کس کو ہے غبار ترے خاکسار سے

بر آئی ایک رات بھی اپنی نہ آرزو
اتنا لگ رہا ہمیں آغوش یار سے

اپنے دوست سے اگر ہمکنار ہوں
پھر غم نہیں ہے کش مکش روزگار سے

سیارہ ملکہ کے اس حال کو دیکھ کر کڑھا اور پاؤں کی آہٹ دی ملکہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا اور اس کے آنے جان کر چپ ہو رہی اور سوگند نے بھی ادھر نظر کی۔ اس سے اشارے سے کہا: "میرے پاس آؤ" سوگند گھبرائی کہ دیکھئے یہ کیا کہے گی۔ مگر نا چار اٹھ آئی۔ سیارہ اس کا بارہ دری کے ایک کونے میں ہاتھ پکڑ کر لایا۔ پہلے تو ازراہ مذاق اسکو بوکھلایا کہ کیوں ری تو نے خوب ملکہ کو بدراہ کیا' یاروں کی بغل میں لے جا کر سلایا سوگند یہ بات سن کر ڈر گئی اور کانپنے لگی۔ قسمیں کھائیں کہ میں نہیں جانتی کہ کیسے یار' تم کیا کہتی ہو۔ اس نے کہا: "میں سب جانتی ہوں پہلی رات کو تیغ سحر کش دیگر ساحروں کو قتل کرایا۔ دوسری رات کو ساتھ سوئی" سوگند یہ باتیں سن کر بہت خائف ہوئی۔ سیارہ نے کہا: "اگر تو میرے گلے سے لگ جائے تو میں تجھے قاسم کے پاس لے چلوں۔" سوگند اس کے گلے سے عورت جان کر لپٹی۔ اس نے خوب لپٹایا پیار کیا۔ سوگند نے کہا: "بتاؤ' کیونکر ہمیں لے چلو گی۔" اس وقت اس نے کہا: "میں سیارہ ہوں۔"

سوگند جھجھک کر اور تیوریاں چڑھا کر برا بھلا کہتی آغوش سے تڑپ کر نکلی دور جا کر ملکہ کے پاس چپکی بیٹھ رہی۔ شہزادی نے پوچھا کیا تھا کہاں گئی تھی۔ اس نے کہا:

"میری بلا جانے موئے آسیب کی خاصیت رکھتے ہیں' جہاں دیکھو وہاں موجود۔ شہزادی نے کہا: "اری کٹنی ہے کیا بکتی ہے۔" سوگند بولی: "وہی موا لگا عیار ہے قاسم کا۔ یہ سنتا تھا کہ ملکہ اٹھ کر دوڑ اور ادھر سے سیارہ نے بڑھ کر تسلیم کی اور ایک گلوری میں بیہوشی ملا کر ملکہ کو دی کہ شہزادے نے آپ کو بھیجی ہے۔ شہزادی نے گلوری لے کر بصد شوق کھائی' کھاتے ہی بیہوش ہو گئی۔ سوگند نے کہا: "ارے موئے' یہ تم نے کیا کیا۔" سیارہ نے چپکے سے کہا: "میں ملکہ کا پشتارہ باندھ کر لیے جاتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ ایسا سحر کرو کہ جتنی عورتیں باغ میں ہیں سب بیہوش ہو جائیں اور تم بھی اڑ کر ہمارے ساتھ چلو۔" سوگند نے یہ سنتے ہی سحر پڑھ کر ٹھک دی کہ باغ میں موجود تمام بیہوش ہو گئے کیونکہ وہ لوگ تو یہ جانتے نہ تھے کہ ہم پر کوئی سحر کرے گا۔ عین غفلت میں بیہوش ہوئے۔ سیارہ ملکہ کا پشتارہ باندھ کر پیٹھ پر لاد کر راہی ہوا۔ سوگند بزور سحر اڑ کر چلی۔ دونوں باغ سے باہر نکلے۔ سوگند رہبری کرتی ہوئی آگے آگے چلی اب کے وہ راہ نہ لی جدھر صحرائے ہولناک تھی۔ غرض پہر بھر کے عرصہ میں وہ مقام آ گیا جہاں قاسم انتظار جاناں میں پلنگ پر پڑا تڑپ رہا ہے۔ سیارہ نے ملکہ کا پشتارہ علیحدہ رکھ کر سوگند سے کہا: "تم ملکہ کو ہوشیار کرو۔" اور آپ شہزادے کے پاس آیا۔ قاسم نے جو اس کی صورت دیکھی اٹھ بیٹھا اور بے اختیار پوچھا: "کہو کیا پیغام لائے کہاں گئے تھے۔ کیا کر آئے۔"

سیارہ نے کہا: "جو کچھ ہم نے کیا ہو گا وہ آپ ہی ظہور میں آئے گا۔" اس نے یکایک خوشی کی خبر بیان کرنا مناسب نہ جانا۔ اسی وجہ سے شہزادے کو باتوں میں لگایا۔ ادھر سوگند نے ملکہ کو ہوشیار کر کر کے مژدہ دیا کہ مبارک ہو' سیارہ جو گیا تھا' وہ آپ کو شہزادے کے پاس لایا ہے۔ ملکہ نے خداوند کا شکر ادا کیا' اور خوشی خوشی خیمے میں آئی۔ قاسم نے اپنے جو اپنے مطلوب کو آتے دیکھا بیتابانہ دوڑا اور آغوش محبت میں لے مسند پر لا کر بٹھلایا اور رنج و مفارقت کو یاد کر کے دونوں نے گوہر اشک ایک دوسرے پر نثار کیے۔ ملکہ نے کہا: "اے مایہ راحت و آرام: تمہارے بغیر زندہ رہنا محال ہے۔ جدائی

کے یہ لمحات میں نے تڑپ تڑپ کر گزارے۔" یہ سن کر قاسم نے جواب دیا: "شرح ایام دور فراق کون کر سکتا ہے۔ یہ حال وہی جانتا ہے جو کسی پر مرتا ہے۔ اب ہنسی خوشی کی باتیں کرو۔ اس جان لیوا رنج کو دل سے بھلا دو۔" یہ کہہ کر ہنگامہ عشرت گرم کرنے کا حکم دیا۔ حسب ارشاد شہزادہ عالی مقام، ساقی و بادہ و جام ایک جا ہوئے۔

ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔ ادھر اس خبر کو چند مخبروں نے جا کر صاحبقران سے عرض کیا اور کہا: "شہزادی نرگس کوہ کی ملکہ نرگسی چشم دام محبت میں شہزادہ قاسم کے آ کر مسلمان ہوئی ہے۔" امیر نے سب کیفیت سن کر ارشاد کیا: "اگر پہلے سے یہ حال معلوم ہوتا تو قاسم کا ممانعت کی جاتی کہ پرائے ناموس میں رخنہ پردازی اچھی نہیں، مگر اب شہزادی نے آ کر اسلام میں پناہ لیا ہے اس لیے لازم ہے کہ اسے دوبارہ ساحروں کے حوالے نہ کیا جائے تاکہ وہ اسے دین جدید سے نہ پھیریں۔ پس یہاں سے ایک سو اکیس کشتی زیور الماس کی، ملکہ کے لیے بھیجی جائے اور جملہ اسباب عیش و آرام مہیا کر دیا جائے۔"

چنانچہ بنا ارشاد، مقبل وفادار، زیور کی کشتیں اور چنگیر چوکھڑے سونے چاندی کے اور بہت سا اسباب راحت لے کر شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا اور امیر کی جانب سے اسباب پیش کیا اور دعا کی۔ قاسم نے خلعت دیا۔ یہ تو رخصت ہو کر چلا۔ قاسم و ملکہ اور سیارہ و سوگند مشغول عشرت ہوئے۔ اختلاط ہونے لگے۔ طالبان ایک دوسرے سے باہم بغلگیر ہوئے۔

الحاصل یہ تو اس طرح کا جلسہ جمائے عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ ادھر جس عورت کو سیارہ بیہوش کر کے چھوڑ آیا تھا اس کو ہوش آیا اور اپنے تئیں برہنہ دیکھ کر خرابی کی حالت میں ملکہ کے باغ میں آئی اور کسی کنیز سے کپڑے مانگ کر پہنے اور پوچھا: "ملکہ کہاں ہے۔" لوگوں نے کہا: بارہ دری میں تھی، وہیں جا کر دیکھو۔" اس نے وہاں جا کر دیکھا کسی کو نہ پایا۔ ہر جگہ، کونا کونا باغ کا ڈھونڈا۔ اس نلکا منش کا کہیں سراغ نہ پایا۔ اس نے سوچا مجھ کو جو بیہوش کر گیا وہ کوئی عیار معلوم ہوتا ہے۔ آخر

نالاں و گریاں چند کنیزیں اور وہ ساحرہ خشتل کے پاس گئیں اور بیساختہ کہہ گزریں: "حضور ملکہ بھاگ گئیں۔ اس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔" خشتل سحری کے سامنے اس خبر کو سن کر چپ ہو گئی چہرے کا رنگ زرد ہو گیا۔ کاٹو تو خون نہیں' ہزاروں گھڑے پانی پھر گیا' فکر کرتی گیا' سر جھکا کر رونے لگی۔ ظالم نے کہا: "انھیں دنوں کو میں روتا تھا' کہوں دیکھا۔ خیر اب تمہیں کیا کہوں۔ اس بدکار کو سزا دینے جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر بزور سحر پرواز کر کے غصہ کے ساتھ روانہ ہوا اور قلعہ سے نکل کر وہ دشت کو دیکھتا چلا گیا۔ جب کہیں پتہ نہ چلا۔ دل میں سوچا لشکر حمزہ کے سوا اور کہیں نہ ہو گی۔ یہ سوچ کر اسی جانب آیا۔ یہاں لشکر اسلام میں بھی ملکہ کو نہ پایا اور آگے بڑھا۔ پانچ کوس پر آگے جنگل کے بیچ ایک میدان بانداز باغ ارم دیکھا اور لب نہر مسند پر ایک نوجوان رعنا حور شمائل کو بیٹھے پایا اور ملکہ کو سر اس کے زانوں پر رکھے لیٹے دیکھا۔ آتش غضب میں یہ ناری جل گیا اور بجلی کی طرح تڑپ کر کڑکا۔ اور پکارا: "میرا نام ظالم جادو ہے" یہ سن کر سوگند پکاری: "اے شہریار خبردار ہو جیئے۔" قاسم بزم مسرت میں بیٹھا تھا اس وجہ سے ہتھیار صندلی پر رکھے تھے۔ اس نے اٹھ کر تیغ سحر کش اٹھایا۔ مگر اتنے عرصہ میں بلکہ ملکہ کو پنجے میں داب کر ظالم آسمان کی طرف اڑا۔ ملکہ نے شور واویلا بلند کیا اور قاسم تیغ لیے پیچھے پیچھے دوڑتا چلا مگر کیا ہو سکتا ہے۔ یہ جادو جاؤ' روانہ ہوا اور قاسم بیہوش ہو کر گر پڑا۔ صبا رو نے گلاب کیوڑہ چھڑک کر ہوشیار کیا۔ جب آنکھ کھلی تو وہی بلبلانہ شور مچایا اور نعرہ آہ مانند یار یار اضطرابی دل سے پکارتا

غم اب تو ملا بجائے آرام ہمیں
اک لحظہ نہیں ہے ہائے آرام ہمیں

آتے نہیں خواب میں بھی وہ لوگ نظر
دیکھے سے جنوں کے آئے آرام ہمیں

سیارہ شہزادے کا گو عیار ہے۔ مگر لنگوٹیا یار بھی ہے جس شہزادی سے ان کے باپ پیدا ہوئے، اس کی وزیر زادی سے یہ پیدا ہوا۔ جس طرح عمر و امیر سے ہنستا ہے برا بھلا کہہ لیتا ہے اسی طرح یہ بھی شہزادی سے کیا ملکہ ان کے باپ سے بھی مذاق کر لیتا ہے اس وقت بیکسی پر ملکہ اور شہزادے کے، دل تو اس کا بہت جلا۔ مگر شہزادے کی غفلت پر اس کو غصہ آیا۔ بولا: "بس آپ کی بہادری دیکھی۔ آپ کا یہی دعویٰ شجاعت تھا۔ تیغہ لیتے ہی رہے اٹھایا نہ گیا۔ بہت بھاری تھا۔ اس وقت ماماؤں کی طرح تسوے کھاؤ، اوئی اللہ کہہ کر سر پر ہاتھ رکھ کر رونا آتا ہے۔ اس سے وہ بیچاری عورت اچھی تھی، جو جان بیچ کر تین بار چلی آئی۔ جاؤ میاں تم سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ یہ ظالم جادو اس کا سسر ہے جاتے ہی ملکہ کو اپنے بیٹے کے پاس لے جائے گا۔ عشق بازی کوئی دل لگی نہیں ہے عشق بازی ہم سر بازی کا ہے۔" قاسم کو اس کی باتوں سے غضب طاری ہوا۔ اور فرمایا "انشاء اللہ نرگس کوہ میں گھس کر ایسی تلواریں ماروں گا کہ خون کے دریا بہا دوں گا۔ میرا گھوڑا جلد حاضر کیا جائے۔" سیارہ طعنے دینے کو تیز تھا اب شہزادے کے بہادری کا جو خیال آیا۔ عرض رسا ہوا: "آپ ٹھہریے میں جاتا ہوں۔"

قاسم نے کہا: "اب ٹھہرنا کیسا؟"

عاشق سے بھی ہوتا ہے کہیں صبر و تحمل
وہ کام تو کہتا ہے جو آتا نہیں مجھ کو

ناچار سیارہ نے اتنا تو کیا کہ جلدی سے سرداران قاسم کو اطلاع دی۔ وہ سب خدمت میں شہزادے کے آئے سمجھانے لگے: "حضور تامل فرمائیں، ہم لوگ جاتے ہیں اور شہزادی کو لاتے ہیں۔" قاسم نے کہا کسی کا کہنا نہ مانا اور گھوڑے پر سوار ہوا۔ تمام سرداران بھی جلدی جلدی سوار ہوئے اور لشکر قاسم میں وردی پلٹنوں رسالوں کی بجی، کمر بندی ہوئی۔ سات لاکھ فوج نے کوچ کیا۔ زمین دہلنے لگی۔ غبار دشت سے ایک آسمان عدو

پر ستم کرنے کو پیدا ہو گیا۔ طبل و نقارے بجے۔ بہادروں نے گھوڑے اٹھائے۔ آن واحد میں شہزادے کے قریب آ گئے اور اس کے ہمراہ چلے۔ قاسم نے کہا: "اتنا بڑا لشکر ایک قلعہ پر لے جانا اچھا نہیں۔ تم سب یہیں ٹھہرو' جو کوئی میرے ساتھ آئے گا' وہ میرا دشمن ہے۔ آخر لشکر تو مایوس ہو کر لوٹ گیا۔ لیکن سرداروں نے ساتھ نہ چھوڑا۔

کئی ہزار آدمی ہمراہ رہے۔ اس ہلچل کو صدا امیر کے کانوں تک پہنچی۔ ہلکاروں سے پوچھا: یہ غل کیسا ہے انہوں نے سارا ماجرا تفصیلاً عرض کر دیا۔ امیر نے فرمایا: "خدا خیر کرے' قاسم جاہل مزاج ہے اور ساحروں کا سامنا ہے وہ جا کر جان دے گا۔ مقبل تو چالیس ہزار سوار اپنے ساتھ لے کر قاسم کے پیچھے جا' لیکن اتنی دور رہ کر قاسم یہ نہ جانے کہ میری مدد کو دادا نے بھیجا ہے۔ نہیں تو وہ تم سے لڑنے لگے گا۔"

یہ سنتے ہی مقبل بیرون بارگاہ آیا اور نفیر جنگی بجائی۔ چالیس ہزار کا لشکر فی الفور تیار ہوا اور اس ماہ انجم صاحبقرانی کے پیچھے مثل ستاروں کے چلا۔ قصہ مختصر شہزادہ کے عقب میں یہ لشکر روانہ ہوا۔ شہزادہ کی رکاب سیاہ تھا سوگند بزور سحر اڑتی ہوئی رہبری کرتی چلی۔

ادھر ظالم نے اس اسیر سلاسل الفت ملکہ پر حسرت کو قلعہ میں پہنچایا۔ خجل' شرمندہ' ندامت زدہ برج قلعہ پر کھڑی چشم براہ انتظار تھی۔ جب ظالم آیا اسے اور کچھ بن نہ پڑا اور دوڑ کر سیدھی پاؤں پر گری اور کہا "بھائی' تم نے میری آبرو رکھ لی۔ اب اپنے دامن میں مجھے چھپا لو۔ تمہاری امانت ہے اسی وقت اس نامراد کا گلا گھونٹ دو۔ سامری کی قسم میں اف نہ کروں گی مجھے آہ نہ آئے گی۔" یہ کہہ کر ملکہ کو دو تین تھپڑ مار کر ایک طلائی زنجیر منگا کر پاؤں میں پہنائی اور غصہ سے بولی۔ "اے مردار' تو جو پرائے گھر کی نہ ہوتی اور میرا اختیار ہوتا تو پیسے پرکھ کر پیسے کے برابر بوٹیاں کاٹتی اور چیل کوؤں کو بانٹتی۔" یہ کہہ کر حکم دیا "ایوان شاہی میں جو پائیں باغ ہے' وہاں سے لے جا کر اس کو قید کرو۔" ملازم ملکہ کو لے گئے اور کئی جادوگرنیاں نگرانی کے

لیے مقرر ہوئیں۔ یہ تو قید ہوئی اور ظالم کو باعزاز مسند پر بٹھلایا۔

ملکہ اس شب ہجراں یار غم خوار سے جدا اسیر سلسلہ زلف و باحسرت و یاس رو کر آسمان سے باتیں کر رہی تھی: "اے جفا پیشہ! یہ تو نے کیا کیا اور میرے محبوب دلنواز کو مجھ سے جدا کیا۔ تجھے مجھ پر رحم نہ آیا' اپنا حال زار کس کو سناؤں اور اپنے محبوب کی کس سے خیریت معلوم کروں۔" ملکہ اسی طرح آہ و دہائی کر رہی تھی کہ رات کو خشتال نے آ کر بیٹی کا جو حال دیکھا۔ محبت مادری سے کلیجہ منہ کو آیا سمجھانے لگی۔

اسی دوران صبح ہو گئی اور خشتال قلعہ میں چلی گئی۔ برج قلعہ پر مع ظالم کے بیٹھی تھی کہ یکایک سامنے سے گرد اڑی اور لشکر کے سردار کئی ہزار ظاہر ہوئے۔ سب کے بیچ میں شہزادہ گھوڑے پر سوار زیر قلعہ پہنچے۔ چونکہ ساتوں رات شہزادہ بغیر رکے چلتا رہا اس لیے صبح کے قریب قلعہ جب پہنچا دلاوروں سے نئے ڈیرہ جملیا اور لڑائی کے لیے تیار ہونے کا نعرہ مارا۔ ظالم نے کہا: "دیکھو آخر وہ فسادی یہاں بھی آیا' لیکن میں اسے زندہ کب چھوڑتا ہوں۔" یہ کہہ کر حکم دیا کہ قلعہ کی فوج تیار ہو کر باہر نکلے۔

ساحروں نے جلد جلد تیار کی اسباب سحر اپنے ہمراہ لیا' طائران سحر پر سوار ہوئے۔ تریلیں پھنکیں۔ قلعے کے پل کا تختہ اٹھا لیا۔ قلعے کا بڑا دروازہ کھلا اور ساحروں کا لشکر باہر نکلا۔ ظالم اژدر شعلہ فشاں پر آگے آگے اور پیچھے کئی ہزار ساحران غدار بڑے جوش و خروش سے مقابلے میں شہزادے علی تبار کے آئے۔ ظالم شہزادے کا نعرہ سن کر میدان میں بجلی کی طرح کڑکتا گرجتا ہوا آیا اور سحر کی نیرنگیاں دکھانے لگا۔ کبھی آسمان کی طرف آگ برسی اور کبھی پتھروں کی بارش ہوئی۔ غرض سو طرح کی آفت آئی۔ تیغہ سحر کے سبب شہزادہ پر کوئی تاثیر نہ ہوئی اور شہزادہ نے تیغہ بلند کر کے کمر کو بتلا کر ظالم کے سر پر وار کیا۔ ظالم کے چار ٹکڑے ہوئے اس کے موکلوں نے شور عظیم مچایا آندھیاں اٹھیں' آگ برسی اور فوج ساحران لینا لینا' کہہ کر شہزادے پر حملہ آور ہوئی ادھر سے بھی غازیوں نے گھوڑے دوڑائے کشت و خون کی نوبت آئی تہلکہ مچ

کیا' لشکران شہزادہ سحر کے ہاتھوں مجبور تھے مرتے تھے مگر گھس پڑتے تھے۔ سوگند نے جو یہ حال دیکھا کہ شہزادے کی فوج سحر سے ہلاک ہوتی ہے۔ دمدمہ کوہ میں گئی اور سحر کرنے لگی' ساحروں کے لشکر پر تیر برسنے لگے۔ سب کیفیت قلعہ کی فصیل سے ملکہ خشکش نے دیکھی کہ میرے لشکر پر تیر برس رہے ہیں اپنی ایک سہیلی اسطرلاب جادو سے بولی: "مسلمان زبردست ساحر ہوتے ہیں۔ میرے لشکر پر تیر گر رہے ہیں تو یہاں سے جا اور کسی طرح ایسا سحر کر کہ تیغبر سحر کش ہاتھ آ جائے۔"

یہ سن کر اسطرلاب اڑی اور بہت بلند ہو کر پتھر۔۔۔۔۔۔۔ برسانے لگی۔ سوگند نے پتھر برستے دیکھ کر ہر طرف دیکھا کہ یہ سحر کون کر رہا ہے معلوم ہوا کہ اسطرلاب ہے۔ پس یہ بھی اڑی اور اس کو غافل پا کر پشت پر جا کر ایک ناریل سحر کا مارا کہ اس کے سینے سے نکل گیا وہ مر کر زمین پر گری صدائے شور بلند ہوئی۔ اتفاق سے ملکہ حسامہ' دایہ نے سوگند کو جو قتل کرتے دیکھا تو غضب کے ساتھ اڑ کر اس کی ہمسر ہوئی اور سوگند کو پکڑ کر۔۔۔۔۔۔۔ چاہا کہ سر کاٹ کر خشکش کے پاس لے جاؤ۔ کیونکہ اگر زندہ لے جاؤں گی تو ملکہ نرگس چشم اس کو قتل نہ ہونے دے گی۔ غرض یہ قتل کرنا چاہتی تھی۔ سیاوہ نے دیکھا سوگند کے سحر سے تیر برستے تھے اب نہیں برستے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی آفت میں پھنسی ہے یہ سوچ کر اپنی صورت ملکہ حنظل کی سی بنائی اور جہاں دمدمہ کوہ میں سوگند تھی' وہاں آیا حسامہ کو خنجر پکڑے اس کو قتل کرنے پر آمادہ پایا پکارا' دایہ صاحب' آپ نے بڑا کام کیا جو اس بے شرم کو پکڑ لائیں۔" حسامہ نے جو یہ صدا سنی اور خشکش کو اپنی تعریف کرتے پایا تعظیم بجا لائی۔ سیاں نے اس کے قریب پہنچ کر بیضہ بیہوشی مارا کہ یہ بیہوش ہوئی فی الفور اس نجس کا سر تن سے جدا کیا۔ غل و شور برپا ہوا کہ مارا سوگند نے حسامہ کو' یہ ہنگامہ جو خشکش نے دیکھا فوراً نفیر سحر بجائی کہ لشکر قلعہ کے اندر چلا آئے ساحروں نے جو صدائے نفیر سنی سمجھے کہ حنظل لڑنے سے منع کرتی ہے۔ اس لیے سب اڑ کر قلعے کے اندر گئے اور قلعے کا

دروازہ بند کر لیا۔ شہزادہ قاسم نے جب میدان صاف دیکھا۔ آج تو دن گزر گیا ہے کل قلعہ پر حملہ کریں گے۔ یہ فرما کر اسی جگہ خیمہ استادہ کرا کر قلعہ کو محصور کر کے اترا مگر دل میں خیال کیا۔ سب کچھ کشت و خون وغیرہ ہوا' لیکن دلدار کا پتہ نہ ملا۔ سوچ کر بیقرار ہونے لگے۔ اسی بیتابی میں سیارہ کو بلا کر ارشاد کیا: اب ہمارا کام ختم ہے۔" سیارہ نے کہا: "عشق کا یہی انجام ہے مر جائے گا تو عشق میں ہم کر جایئے گا۔" قاسم نے کہا: "یار بھی ہم سے جدا ہے اور موت بھی ہم سے خفا ہے اب شب فراق ڈرانے کو آئی ہے" سیارہ نے شہزادے کا ابتر حال دیکھ کر رحم کھایا اور جتنا دن باقی تھا بیٹھا شہزادے کو سمجھاتا رہا۔ جس وقت رات ہوئی سیارہ نے عیاری کے پہنے اور قلعہ کی طرف چلا۔ قلعہ کے دروازے پر پہنچ کر رکا اور سوچنے لگا کہ قلعہ کے اندر کیسے جاؤں۔ یہ تو بہت کڑا ہے۔ ادھر خشکی کو حمامہ دائی کے مرنے کا بڑا رنج ہوا اس نے اپنے سر کے بال کھول کر پریشان کر کے جھٹکے۔ بالوں سے ایک سیاہی پیدا ہوئی اور لوٹ کر آدمی کی پرچھائیں بنی۔ خشکی نے کلی بلا سے کہا: "جا کر سیارہ عیار کو لشکر قاسم سے پکڑ لا۔" وہ کلی بلا حسب الحکم روانہ ہوئی اور شہزادے کے لشکر میں آ کر ہر سمت تلاش کر کے لوٹ گئی۔ کیونکہ سیارہ تو وہاں سے آ کر بشکل ساحر قلعہ کے دروازے پر ٹھہرا تھا اسے کیونکر ملتا۔ اس نے خشکی کے پاس آ کر کہا کہ میں نے سب جگہ اس عیار کو ڈھونڈا کہیں پتہ نہ ملا' شاید لشکر حمزہ کی طرف گیا ہو۔ یہ سن کر خشکی مایوس ہوئی اور اشارہ کیا پرچھائیں' بالوں میں گھس کر غائب ہو گئی۔ اس وقت ایک رفیق آفت جادو نے عرض کیا: "اے ملکہ آپ سوچتی کیا ہیں اپنے شوہر زمانہ جادو کے پاس طلسم ہوشربا میں کسی کو بھیجیں اور اس حال کی انہیں اطلاع کیجئے۔ یہ مسلمانوں کی لڑائی بڑی سخت جنگ ہے' یہ لوگ نہ جادو کو مانتے ہیں نہ اپنے نزدیک کسی زبردست کو جانتے ہیں۔ سورج سے مقابلہ کرنے والے ہیں' ہوا سے لڑنے والے ہیں۔"

خشکی بولی: "سچ کہتی ہو۔" اور پھر اپنے بالوں کو پریشان کیا وہی سیاہی دوبارہ پیدا ہوئی۔

اس کالی بلا سے حکم کیا: "باغ سیب میں بتار افگن جادو کے پاس جا کر یہاں کی سب کیفیت بیان کرنا اور کہنا جلد چلو گھر سارا برباد ہوا۔ میں عورت ذات اکیلی ہوں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب حال اس طرح نہ کہنا کہ شاہ جادواں کے دربار والے سنیں اور میرا شوہر ذلیل ہو۔ انہیں الگ بلا کر چپکے سے کہنا۔"

اس حکم کو سن کر وہ پرچھائیں روانہ ہوئی۔ خشکی قلعے کا انتظام کرنے لگی۔

سیاہو قلعے کے دروازے پر کھڑا دعائیں کر رہا تھا کہ الٰہی مجھ کو کسی طرح اندر جانا ملے۔ اتفاق سے ایک محلدار، قلعے کے باہر اس کا گھر تھا۔ اس جنگ کے کئی روز پیشتر رخصت لے کر اپنا مکان میں آئی تھی۔ اس نے جو قلعے پر لڑی ہوتے سنی خیال کیا کہ اگر میں نہ جاؤں گی تو نمک حرام کہلاؤں گی۔ ایسے وقت میں شریک ہونا لازم ہے۔ یہ سوچ کر روانہ ہوئی جب قلعے کے قریب پہنچی پکاری کوئی یہاں ہے۔ سیاہو جو ساحر بنا کر کھڑا تھا۔ یہ کہہ کر سامنے آیا۔ اس نے کہا دروازہ کھلواؤ، سیاہو نے بڑھ چڑھ کر پکارا محلدار صاحب آئی ہیں دروازہ کھولو۔ ساحر جو پہرے پر متعین تھے انہوں نے پھاٹک کی کھڑکی کھول دی۔ ساہو پہلے خود کھڑکی سے اندر آیا۔ پھر محلدار سے کہا: "آئیے" وہ بھی اندر آئی۔ دربان سمجھے کہ یہ ساحر محلدار کے ساتھ ہے اور محلدار سمجھی کہ یہ بھی کوئی ملازم خشکی ہے الحاصل جب قلعہ کے اندر شہر میں آئے گو رات کا وقت تھا لیکن کمال حسین اور زر ریز شہر دیکھا۔ حسینان دہر اکٹھا تھے۔ دکانیں آباد اور روشن تھیں۔ سڑکیں پختہ اور ہموار بنی تھیں کہ کہکشاں فلک کو شرماتی تھیں۔ سیاہو محلدار کے ساتھ سیر کرتا ایک گلی میں آیا۔ وہاں تنہائی جو پائی اپنے پاس سے شیشی عطر کی نکالی اور کہا: "بی محلدار صاحب، اس عطر کو سونگھیے۔ میں نے بنوایا ہے۔ بتلائیے تو کتنے تولے کا ہے۔" اس نے شیشی لے کر نتھنوں سے لگائی، فوراً چھینک آئی بیہوش ہو کر گری۔

سیاہو نے اس کے کپڑے اتار لیے اور گوشے میں بیٹھ کر اس کی سی صورت بنا۔ اس

کو خوب بیہوش کر کے وہیں چھوڑا۔ آپ آگے بڑھا۔ راہ میں سوچا کہ خشتش آج کل برج قلعہ پر رہتی ہے' وہیں ملکہ بھی ہو گی۔ یہ سوچ کر اسی جانب چلا۔ جب برج کے قریب پہنچا۔ ایک کہاری ادھر سے آئی تھی۔ اس نے سلام کر کے کہا: "بی محلدار کہاں تھیں۔ حضور کئی بار یاد کر چکیں۔ سیارہ نے جواب دیا: "بی کیا کہوں' خوب ہوا جو میں نگوڑی یہاں نہ تھی نہیں تو مفت میں پکڑی جاتی۔" بھلا سنوں تو کیا ماجرا گذرا کچھ حال تو کہو۔" کہاری نے کہا: "بس زبان کھلواؤ۔ اے بی کیا تم ننھی ہو' لشکر سے یار تو گھر گھیرے پڑا ہے اور پھر تم مجھ سے پوچھتی ہو کہ کیا ہوا۔"

سیارہ نے کہا: "میرے سر کی قسم' ہم کو بے بے کہے جو نہ بتائے' سچ کہو کیا معاملہ ہے۔"

کہاری نے کہا: "حاشا اللہ' بی بی میں کانوں پہ ہاتھ دھرتی ہوں' جس کا پاپ اس کا باپ نہیں جانتی کہ ملکہ نے کیا کیا ہاں اتنا تو سنا کہ کہیں دھگڑے یار کے پاس پکڑی گئیں۔ لو بی بی یہ شہزادیاں ہیں جن کو قتل کیا' کوئی کتا آڑ بھی نصیب نہ تھا۔" سیارہ نے کہا: "بچی ہے نادان وہ کیا جانے اور وہ مردوا بھی ایسا کچھ دریدہ نہ ہو گا کسی کا ننھا سا لاڈلا ہو گا۔ پھر میدان نہ ہتا تو کیا ہوتا۔" کہاری تڑق کر بولی: "بی جیو' ایسی ننھی بھی نہیں کہ روٹی روٹی پانی کو مم کہتی ہیں۔ منہ سے دودھ کی بو آتی ہے۔ تو جانے دس کھلائے شادی ہو جاتی تو چار بچوں کی ماں ہوتیں۔ اتنا جانتی نہیں کہ آشنائی یوں کرتے ہیں۔ یہ نہ جانتی تھیں کہ بیچ میدان میں جو ہم لے کر بیٹھے ہیں اس کا انجام کیا ہو گا۔ آدمی اپنا نفع نقصان تو سوچ لیتا ہے۔ اکیلے گھر میں تھکاری (بیڑی) پہنے پڑی رہتی ہیں۔ سیارہ نے کہا: "خشتش نے اپنے پاس قید کیا ہو گا۔"

کہاری نے جواب دیا: "نہیں ایوان شاہی میں جو پائیں باغ بنا ہے وہاں قید میں خشتش خود اس کا پہرہ دیتیں یا لڑائی کا بندوبست کرتیں۔ عورت ذات کو شاباش کہو جو سب طرف دھیان رکھتی ہے۔"

سیارہ نے کہا: "خیر جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ میں حضور کے پاس تو ہو آؤں۔" یہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

• زنّار افگن جادو

سیارہ ادھر سے پھر کر ایوان شاہی کو ڈھونڈتا آخر وہیں آ کر پہنچا۔ اس کا رخ رفعت بخش قصر کسریٰ کو بہت رفیع دیکھا۔ ہر کنگرہ اس کا بہ از مشکوے پرویز تھا۔ ہر کنگرہ اس کا بہ از مشکوے پرویز تھا' بلکہ خورنق بہرام جس کو نعمان بن منذر نے بنایا تھا نظر آتا تھا۔ سیارہ تو اٹینک محلدار کی صورت بنا ہوا تھا' کسی نے اس کا منع کیا۔ اندر قصر کے گیا ہر سمت دیوانے لگے تھے' ایوان کے بیچ تخت شاہی بچھا تھا کرسیاں ڈھنگ قرینے سے سجے تھے۔ ایک طرف زنانی ڈیوڑھی پر پردہ زنبوری پڑا تھا۔ ہزار ہا دربان کھڑے تھے' لیکن یہ پردہ اٹھا کر چلا' دربان نے پوچھا: "کہاں جاؤ گی۔"

سیارہ نے کہا: "موذی کاٹے اپنے بیگانے کو نہیں پہچانتے محلدار میں مدت کی آنے والی آج مجھے بھی بھول گیا۔"

سپاہی بولا: "محلدار آج تم ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔"

ایک شخص بولا: "آج جوبن بھی زیادہ ہے۔"

محلدار نے کہا: "شامتیں آئی ہیں' موئے زبان کا مزہ لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر پردے کے اندر جا کر ہاتھ نکال کر انگوٹھا دکھایا "مشٹنڈو' تم ارمان میں رہو گے اور میں ہتھے نہ چڑھوں گی۔ غرض یہ کہ آگے بڑھا۔ محل کے اندر ایک آدمی نے پوچھا: "بی محلدار کیا ہے۔"

محلدار نے کہا: "موئے سپاہی ایسا ہنساتے ہیں کہ پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ اب تک درد ہونے لگا۔"

خلاصہ کلام آگے چل کر قلماقنیوں' ترکنوں' حبشنوں کے محلے کو طے کر کے باورچی خانے سے گزر کر دو دو منہ ہر ایک سے ہنسی باتیں بناتی پائیں باغ میں آئی۔ عجب تختہ گلزار بہار آگیں دیکھا کہ جہاں کی ہوا نسیم بہار کا اعتدال بخش تھی اور شامہ بہار

روح افزا دماغ جان کو معطر فرمائی۔

گلستانے چو گلزار جوانی
گلشن سیراب تاب زندگانی

نوائے عندلیش عشرت انگیز
نسیم عطر بیزش راحت آمیز

سیاہ ہر سمت دیکھتا، صحنچیوں میں کنیزوں، انیسوں، جلیسوں کی باتیں سنتا جاتا تھا کوئی کہتی تھی "دیکھئے اس عشق کا کیا انجام ہوتا ہے دوسری جواب دیتی" دو میں ایک کی جان جائے گی، سر کٹے اور کیا ہو گا۔" کوئی دانتوں میں انگلی دابے ہا ہا کرتی تھی، کوئی ناک بھوں چڑھائے کہتی تھی: اتنے سے بت پر اس چھوکری نے یہ آفت ڈھائی کہ مردوا ساتھ لگا۔ اماں باوا کی ناک کٹوائی، یہ معرکہ ڈال دیا۔ اسی طرح کوئی پاندان کھولے پان کھاتی تھی، کوئی مسی لگاتی تھی، کوئی کہانی کہتی تھی کہ ایک تھا بادشاہ، ہمارا تمہارا خدا بادشاہ کہانی ایسی جھوٹی نہیں۔ بات ایسی میٹھی نہیں۔ سیاہ یہی کیفیت دیکھتا سنتا باہر ڈیوڑھی تک پہنچا۔ یہاں تلنگنوں کا پہرا کھڑا تھا۔

ایک تلنگن پکاری: "کون ہے۔"

سیاہ نے کہا: "محلدار۔"

تلنگن بولی: "اندر نہ جانا۔"

محلدار نے کہا: "نہ جاؤں گی، مجھے کیا پڑی ہے جو جیسا کرے گا، ویسا پائے گا۔ پہرے والیوں کا راج ہے اپنا پرایا پہچانتی نہیں، صاحب، ماں کی مامتا اس نے تو خیر صلاح کو بھیجا۔ گولیاں بھیجیں، ہم ہر وقت کے پاس رہنے والی، لے کر آئے ہیں۔ یہ کہتی ہیں اندر نہ جانا، میں سچ کہوں، جمشید کی قسم مجھے آج تک کسی نے روکا نہیں۔ میں جوگی

کی نوک پر ایسی نوکری مارتی ہوں کیا مجھے ناک کاٹیوں نے کٹنی مشاطہ مقرر کیا ہے' جو جانے کی مناہی کرتی ہیں۔ ملکہ اتنے پہرے میں جو آ گئی ہے جاتی ہیں اب ماں بیٹی میں ملاپ نہ ہو گا۔ وہی مثل ہے: "ماں بیٹیوں میں لڑائی ہوئی' لوگوں نے جانا بیر پڑی۔"

یہ کہہ کر سیاہو لوٹ کر چلا دوسری پہرے والی نے جو پہرے پر تھی۔ اس سے کہا: "اسے جانے دے۔ سچ ہے یہ لوگ ناک کا بال ہیں دو دن میں ایک ہو جائیں گے اور اس وقت معلوم نہیں یہ کیا کیا جا کر لگائے گی ہم تم پہرے کے لیے ہیں' کبھی سامنے جانا نصیب نہیں ہوتا۔ پھر ہماری کون سنے گا۔"

یہ کلام تلنگنی نے سن کر محلدار کو پکارا: "بی محلدار خفا نہ ہو جاؤ' جاؤ ہم بھی تو حکم کے تابع ہیں۔ اگر نہ روکتے تو ابھی تم بھی الزام دیتیں کہ تم کیسے پہرہ پر کھڑی تھیں کہ میں چلی گئیں اور کسی نے نہ روکا۔"

محلدار نے کہا: "بی بی' سچ کہتی ہو' مگر اجنبی کو روکتے ہیں۔"

یہ کہتا ہوا بارہ دری کے اندر گیا۔ یہاں شیشہ آلات روشن تھا قاقم کا فرش بچھا تھا۔ ایک طرف پلنگڑی پر ملکہ زنجیر پہنے پڑی کراہ رہی ہے اور چار معتبر ساحرہ کھٹولی بچھائے ملکہ کے پہرہ کے لیے بیٹھی ہیں لیکن وہ سوختہ جان آتش محبت تپ مفارقت سے جب ہوش میں آتی ہے تو یہ ابیات زبان پر لاتی ہے

لے اڑی لاشہ ہوا لاغر نہیں تن ہو گیا
ذرہ ریگ بیاباں اپنا مدفن ہو گیا

ایک ہی جنبش میں تھی صد راحت خواب عدم
طفل ہائے اشک کو گہوارہ دامن ہو گیا

بے کسی سے نزع میں اپنے کو رویا آپ میں

دم جو کچھ باقی رہا تھا صرف شیون ہو گیا

سیارہ جب آگے بڑھا جادوگرنیاں نے پوچھا: "بی محلدار کہاں آئیں۔" محلدار نے سلام کیا اور کہا: "بی بی حکم حاکم سے ناچاری ہے نہیں تو یہاں آتے ہوئی کانپتی ہے لو یہ گلوریاں حضور نے شہزادی کے لیے بھیجی ہیں اور فرمایا ہے کہ سمجھا کر ان کو کھلانا کہ بچپن سے ملکہ کو پان پر پان کھانے کی عادت ہے ایسا نہ ہو ترک عادت سے بیمار ہو جائے۔"

یہ کہہ کر خاصدان سے چاروں کو گلوریاں نکال کر دیں کہ تم بھی کھاؤ ملکہ سب تھوڑی کھائیں گی۔ رئیس کے یہاں سارا مال نوکر کھاتے ہیں آدھے کا تہیا سرکار کو ملتا ہے۔ سونے کا خاصدان بھی اپنے پاس رکھو جو کوئی پوچھے تو بتانا نہیں' تمہارا مال ہے۔"

وہ جادوگرنیاں ان باتوں سے خوش ہو گئیں اور وہ گلوریاں چاروں نے کھائیں بیہوش ہو گئیں۔ سیارہ ملکہ کے قریب گیا۔ ملکہ نے محلدار کو دیکھ کر فرمایا: "اے محلدار اب ہمارا وقت آخر ہے۔"

محلدار نے کہا: "حضور میں سیارہ ہوں۔"

ملکہ یہ سنتے ہی اٹھ کر لپٹ گئی اور کہا کہو بھیا سوگند کیسی ہیں۔

بظاہر تو سوگند کو پوچھا مگر اس پردے میں گویا شہزادے کا حال دریافت کیا۔ سیارہ نے ایک گلوری ملکہ کو کھلائی یہ بھی بیہوش ہوئی اس نے پشتارہ میں باندھا اور چاہا کہ کسی تدبیر سے نکل جائے مگر خشخش نے علاوہ چار جادوگرنیاں کے ایک ساحرہ اور مخفی مکاندار جادو چشم کو مقرر کیا تھا کہ ملکہ کو چھپ کر دیکھتی رہے اس نے پوشیدہ ملکہ کی باتیں سن کر سیارہ پشتارہ باندھ رہا تھا کہ جا کر خشخش کو اطلاع دی کہ عیار ملکہ کو لیے جاتا ہے۔ وہ سنتے ہی بغضب تمام چلی اور شعلے کی طرح لپک کر سیارہ پر گری اس نے ہر چند چاہا کہ پشتارہ لے کر بھاگ جاؤں خشخش نے سحر کر دیا اور زمین نے پاؤں پکڑ لیے۔ اس نے ملکہ کو چھین کر ہوشیار کر کے کہا: او بے حیا تیرے لچھن ڈھنگ اب بھی نہیں جاتے۔"

ملکہ نے کہا: "اس میں میرا کوئی گناہ نہیں اگر کوئی مجھے آ کر بیہوش کرے تو میں کیا کروں۔" خشخاش نے سوچا، یہ سچ کہتی ہے۔

"بولی: "بیٹا" یہ بد ذات مسلمان ایسے ہی ہیں"

ملکہ نے کہا: "تم مجھے مار ڈالو جھگڑا صاف ہو جائے۔"

خشخاش بولی: "اس موئے عیار کو میں قتل کرتی ہوں کہ تجھے لے کر جاتا ہے۔"

سیاہ رو یہ کلام سن کر ڈرا اور گویا ہوا: "میرے بھائی، تجھے آ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔"

حنظل نے سوچا کہ یہ عیار بڑے چالاک ہوتے ہیں لشکر اسلام میں بہت ہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے قتل کرنے سے تجھے ضرر پہنچائیں۔

اس کو پوشیدہ طور پر ہلاک کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر مکاندار سے کہا "اس کو لے جا کر باہر قلعے کے کسی پہاڑ پر ذبح کر ڈالا تیرا کوئی کیا کرے گا"

وہ یہ حکم پا کر سیاہ رو کو پنجے میں داب کر لے اڑی اور باہر قلعے کے، دامن کوہ میں لائی۔ قضائے کار مقبل جو عقب میں قاسم کے چلا تھا۔ آج شام کو آ کر پہنچا مگر شہزادے کے لشکر سے دو کوس پیچھے اترا۔ اتفاقاً شب ماہ تھی چاندنی کی کیفیت کھڑا دیکھ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ساحرہ کسی کو پنجے میں دابے لے جاتی ہے۔ یہ تو قادر انداز بے بدل ہے کہ شب تار میں بال کو تیر سے پروتا ہے اس نے تاک کر جو تیر مارا۔ مکاندار کے سینے پر پڑ کر پشت کو توڑ گیا۔ وہ مر کر گری شور برپا ہوا اور ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے قلابازی کھاتا چلا۔ مقبل نے دوڑ کر ہاتھوں پر روکا اور زمین پر اتارا۔ دیکھا سیاہ رو ہے ہوشیار کر کے کہا: "تجھے خدا نے بچایا۔ اس نے کہا زندگی تھی بچ گیا اور اپنی عیاری کی ساری کیفیت بیان کی پھر وہاں سے رخصت ہو کر قاسم پاس آیا۔ وہ یاد مطلوب کر رہے تھے سیاہ رو کو دیکھ کر پکارے: "اے یار دلنواز کہو اس معشوقہ یا مروت کی کیا کیفیت ہے۔" سیاہ رو نے ساری کیفیت خدمت والا ہمت شہزادے کی خدمت میں عرض کی۔ اس نے جب سنا کہ مطلوب کو نہیں لایا۔ یہ بے مقصد لوٹ آیا ہے آہ و زاری

کرنے لگے۔ اسی عیاری میں وہ رات ختم ہو چکی تھی۔

قاسم نے اٹھ کر نماز پڑھی اور دعائے فتح و ظفر مانگ کر کمر بندی کا حکم دیا اور آپ بھی مسلح و مکمل ہوا اور حنظل اپنی جگہ پر آ کر سمجھا کہ اب تو میرا آنا سیاہ نے شہزادے کو بتا دیا ہوگا پھر اب مجھے بھی شہزادے کے پاس جانا چاہیے یہ سوچ کر فوج کو تیار کر کے' آپ سب سے پہلے خدمت شہزادہ میں پہنچ کر مراسم نیاز مندی بجا لایا۔ امیر کی طرف سے دعا کی اپنا آنا بیان کیا۔ شہزادے نے اسے خلعت دے کر کار سازی لشکر کا امر فرمایا۔ اس نے باہر آ کر تمام لشکر کو آراستہ کیا۔ اس کروفر سے جب قلعے کے روبرو پہنچا لشکر نے صف کھینچی۔ ادھر حنظل بھی ملکہ کو قید تخت میں جلا کر کے برج قلعہ پر آئی۔ شہزادے کے لشکر کو صاف آتا دیکھا۔ فوج کو تیار رہنے کا حکم دیا اور آج خود مقابلے کا ارادہ کیا ابھی قلعے کے برج سے نہ اٹھی تھی کہ سامنے صحرا کی طرف سے گرد اڑی اور رنگ برنگ کے بادل ظاہر ہوئے اور ساحران غدار بد ہیبت بد شعار ان پر سوار دکھائی دیے۔ ہر ایک اپنی صورت ڈراؤنی بنائے ماتھے پر اور منہ پر ٹیکے لگائے سانپ سر سے لپیٹے اور منہ سے دھواں اڑاتے تھے۔ آگے سب کے اژدہے پر سوار ایک ساحر جوان طرحدار موتیوں کے مالے گلے میں ڈالے جواہر۔ بیش قیمت کے اپنے بازو پر باندھے کمر میں کردھنی سونے کی بندھی' ظاہر ہوا۔ اس فوج کا نشان پر خیمہ و خرگاہ بستر و بنگلہ کا سامان عرابہ اور گردوں پر لدا چلا آتا تھا جب قلعہ کے قریب وہ لشکر پہنچا فوج ساحران ہوا سے اتر کی مقابل لشکر قاسم ٹھہری اور وہ جوان ساحر خوش رو قلعہ کے برج کی طرف چلا۔ حنظل نے جو اسے آتے دیکھا پہچانا کہ میرا داماد ملکہ کا منگیتر طوفان بن ظالم جادو ہے۔ اپنے آپ کے مارے جانے کی خبر سن کر قاسم سے مقابلہ کے لیے آیا ہے۔ بس داماد کو دیکھتے ہی مع ساحران ہی قلعے کے برج سے اتری اور اس کے قریب آ کر اس کے گرد پھیرنے لگی۔ سدھی کو یاد کر کے روئی۔ طوفان نے جھک کر باادب تمام سلام کیا۔ اس نے بلائیں لیں گلے سے لگایا اور کہا: "بیٹا تمہارے باپ مارے گئے اب تمہارے چچا یعنی میرے شوہر جو تمہارے خسر بھی ہوتے

ہیں طلسم آیا چاہتے ہیں، میں قاصد بھیج چکی ہوں وہ آ کر اس موذی کو سزا دیں گے۔ خوب ہوا جو تم آ گئے۔ چلو قلعہ میں چل کر اپنی منگیتر کی نگہبانی کرو۔ میں آج اس لڑائی سے مہلت پا کر عقد کر دوں کہ تم اس کو اپنے قبضے میں رکھو۔

یہ سن کر طوفان نے شرما کر سر جھکا لیا اور کہا: "اماں جان میں اس وقت اس مسلمان کو سزا جا کر دیتا ہوں۔ آپ برج پر بیٹھ کر تماشا دیکھئے اور کچھ تردد نہ فرمائیے۔

سوگند نے کہا: "یہی ملکہ کا منگیتر ہے"

سیارہ نے قاسم سے آ کر کہا: "ذرا سنبھل کر لڑیئے گا یہ شخص پورا حریف یعنی آپ کا رقیب ہے۔"

قاسم نے کہا: "خدا مالک ہے۔"

غرضیکہ لشکر مقابل میں صف آرا ہوا۔ ادھر نفیر سحر بجی ادھر طبل رزمی پر چوٹ پڑی۔ صفوف جدال و قتال آراستہ ہوئیں نقیب للکارنے جوانوں کو پکارے: "ہاں دلاور ہمت نہ ہارو، دشمن کو ٹوک کر مارو۔ بہادری میں دو جہاں کا عیش و آرام ہے۔ نامردی میں یو جب شکل نکتا جیسے، برے احوال۔ زندگی حرام ہے۔"

شہزادہ دلاور جب اس کے مقابل آئے۔ طوفان تیغ سحر کش ان کے رعب کو دیکھ کر خائف ہوا اور اژدہا پر سے اتر کر سحر کی جھولی سے ایک پتی نکال کر زمین پر کھڑی کی۔ آپ بیٹھ کر سحر پڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پتی غائب ہو گئی اور قلعہ کی جانب سے ایک تخت اڑتا ہوا آیا۔ قاسم نے دیکھا کہ ملکہ نرگسی چشم تخت سوار ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ پاؤں میں زنجیر پڑی ہے قید سخت ہے سر کے بال پریشان ہیں آنکھیں یار کی دید کے بغیر حیران ہیں۔ اس گلعذار کے رخسار طمانچے کھانے سے نیلے شکل سوسن ہیں۔ لب گل برگ تر پر مسی کی بجائے اداسی چھائی ہے۔ حسرت عشق نے عجب صورت بنائی ہے۔ حیرت بہ انگشت بدنداں ہے زبان سے ناز عشق اور جمال یار کی مدح خواں ہے

اس انجمن میں کوئی دل شاداں نہ تھا
تھی اجڑے گھر کی بات سواد جہاں نہ تھا

جب تک انھیں پسند تھی آنکھوں کی سادگی
کاجل کی کوٹھڑی میں بھی پنہاں دھواں نہ تھا

تھا ضعف میری غفلت پیری سے ہم بغل
اس نیند کے نصیب میں بخت جواں نہ تھا

بجلی تھی مہرباں کبھی آتش کی تھی
صد شکر بے چراغ مرا آشیاں نہ تھا

مسکا دیا جو زخم محبت نے ہر جگہ
اتنا بھی تنگ جامہ تاب و تواں نہ تھا

قصہ کوتاہ وہ رشک ماہ قریب شہزادے کے آئی۔ قاسم گھوڑے سے اتر پڑا اور ملکہ کی طرف دوڑا۔ سوگند نے جو یہ کیفیت دیکھی پکاری: "اے شہزادہ والا گہر یہ تصویر ساحری ہے، ملکہ نہیں ہے دھوکا نہ کھائیے تیغہ سحر کش سنبھالیے۔ شہزادے نے جو یہ صدا سنی۔ تیغہ پر ہاتھ ڈالا۔ ملکہ نرگسی نے انگلی اپنے دانتوں میں داب لی اور بحسرت شہزادے کو دیکھ کر رونے لگی۔ آہ سرد بھر کر بولی: "کیوں شہزادے یہ تیغہ ہم نے اسی لیے دیا کہ تم ہمیں پر ہاتھ صاف کرو فرض کرو کہ میں نرگسی چشم نہ سہی شبیہ تو ہوں۔ تم کو صورت جاناں پر ہاتھ اٹھاتے شرم نہیں آئی۔ لاؤ یہ تیغہ مجھے" وہ شہزادہ پیکر جاں فریب مطلوب دیکھ کر ایسا دیوانہ عقل و خرد سے بیگانہ ہو رہا تھا کہ کچھ خیال انجام

کار نہ تھا اور فرمایا: "یہ تیغہ حاضر ہے لو اور اس جرم میں کہ میں نے تم پر تلوار کھینچی ہے۔ مجھے گھائل کرو۔"

اس تصویر نے جیسے ہی اس کے ہاتھ سے تیغہ لیا ایک شور برپا ہوا اور اندھیرا ہو گیا۔ اسی اندھیرے میں طوان آ کر شہزادے کی کمر میں پنجہ دے کر لے اڑا۔ سوگند نے سحر پڑھ کر دستک دی وہ تاریکی دور ہوئی۔ سب نے دیکھا کہ شہزادے کے طوان پنجے میں دابے لیا جاتا ہے۔ سیاہ رنگ نے سوگند سے کہا: "لشکر کی خبر گیری کرو میں شہزادہ کے تعاقب میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر شہزادے کو دیکھتا چلا۔ ادھر فوج ساحران لشکر شہزادے پر حملہ زن ہوئی۔ سوگند زمین پر بیٹھ گئی اور سحر پڑھ کر زمین دو تڑا مارا۔ زمین سے سیاہ غبار اٹھا اور دیوار کی مانند طوان اور قاسم کے لشکروں کے درمیان حائل ہو گیا۔ ساحران ہر چند کوشاں ہوئے کہ اس دیوار کو ہٹا دیں اور لشکر حریف کو قتل کریں لیکن ناکام رہے۔ اس اثنا میں خشکی کا حکم پہنچا: "طوماں کے آنے تک جنگ نہ کرنا۔ لشکر کی صفیں آراستہ رہیں تاکہ وہی آ کر اس لشکر کا کام تمام کرے۔" غرض یہ کہ اس حکم سے ساحران کی فوج رکی ادھر سردار شہزادے کے انتظار میں ٹھہرے لیکن خشکی نے آفت جادو اپنی رفیق کو بھیجا: "طوان سے جا کر کہہ یہاں قلعہ میں دغاباز گنہگار کو لا کر قتل کرو کہ اہل قلعہ خوش ہوں۔"

آفت اڑ کر طوان کے پاس ہوا میں پہنچی اور خشکی کا پیغام دیا۔ اس نے جواب دیا: "قلعے کے اندر جانا اس کا اچھا نہیں' وہاں ملکہ اس کی عاشق ہے ایسا نہ ہو کہ اس کو ہلاک ہوتے دیکھ کر اپنے آپ کو بھی ہلاک کرے اور میرا گھر برباد ہو جائے۔ میں اس کا سر کاٹ کر اس جان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ ملکہ جب سے سنے گی کہ میرا عاشق مر گیا۔ رنج تو ہو گا لیکن صبر کر کے چپ ہو رہے گی کیونکہ سنا ہوا حال دیکھنے کے برابر نہیں ہوتا۔

آفت یہ کلام سن کر لوٹ گئی اور سب کیفیت خشخش سے آ کر بیان کی وہ سن کر خاموش ہو رہی اور طوفان، دامن کوہ میں قاسم کو لایا وہاں کھڑا کر کے عتاب و خطاب کرنے لگا۔ اسی اثنا میں وہ سحر کی پتلی جو ملکہ کی صورت بن کر گئی تھی، تیغہ سحر کش لائی۔ طوفان نے تیغہ لے کر پتلی سے کہا: "جا" وہ منہ کھول کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے منہ نے پتلی اٹھا کر اپنی جھولی میں رکھ لی۔ قاسم نے یہ ماجرا دیکھ کر دل سے افسوس کیا کہ ملکہ کی صورت بن کر یہ ساحر حوا بھی گیا ہے میرے سامنے آتا تھا، اور میں نے تیغہ دے دیا۔

طوفان نے غصہ کے ساتھ کہا: "اے نالائق، تو میر منگیتر کو بھگا لے گیا تھا۔ اب کہہ کر تجھے کس طرح قتل کروں۔" شہزادے نے اس کے کلام کا کوئی جواب نہ دیا۔

اس اثنا میں سیاہ جو تعاقب میں چلا تھا، پہنچا اور خشخش کی سی صورت بن کر طوفان کے پاس آیا اور کہا: "خبردار شہزادے کو قتل نہ کرنا، نہیں تو بہت پچھتائے گا۔" طوفان نے یہ کلام سن کر کہا: "دور بھی ہو، تو کوئی اس کی طرف داری معلوم ہوتی ہے۔

سیاہ نے دیکھا کہ شہزادہ پر کوئی ظاہری قید یا سحر نہیں ہے۔ یہ سمجھ کر طوفان کے پاس سے بھاگا مگر کہتا گیا: "اے شہزادے کھڑے کیا کرتے ہو یہ حرامزادہ لاف زنی کرتا مارو اس کو۔ تم پر کوئی سحر نہیں ہے۔"

قاسم ایک سکتے کے عالم میں کھڑا تھا اس کے کہنے سے چونک گیا اور دوڑ کر طوفان سے لپٹا۔ ایک ہاتھ گلے پر رکھ کر اس طرح دبایا کہ وہ منہ سے کچھ بول نہ سکا۔ قاسم نے اس کو گرا کر دوسرا ہاتھ سر کے نیچے رکھ کر گردن کو دھڑ سے مع نرخرے کے علیحدہ کر لیا۔ پھر آگ اور پتھر برسنے لگے اور شور و غل برپا ہوا۔ قاسم نے تیغہ سحر کش لیا اور سیاہ کو اس کے سحر کا جھولا اور جواہر جو وہ پہنے تھے۔ اتار لیا۔ پھر وہاں سے خوشی کے ساتھ لشکر میں آئے۔ سوگند نے نے وہ دیوار نما غبار لشکر سے دور کیا۔ شہزادہ تیغہ سحر کھینچ کر نعرہ اللہ اکبر مار صف عسکر ساحران میں جا پڑا۔ سوگند نے تیغ لگانا شروع کیا اور مقبل نے تیروں کا مینہ برسایا۔ شام کے وقت لشکر ساحران میں طبل

بازگشت بجا۔ ہر ایک ساحر بھاگ کر اندر قلعے میں گیا۔ خشکی نے جب قاسم کو مع تیغ سحر لڑتے دیکھا تو ساحروں کو بھیج کر طوفان کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے آ کر اس کو مردہ پایا۔ لوٹ کر خشکی کو اس کے مرنے کی اطلاع دی۔ خشکی لڑائی کا انتظام اور قلعہ کی حفاظت کر رہی تھی، جاتے تکی رو کر چپ ہو رہی اب جو فوج پھر کر قلعہ میں آئی کا دروازہ بند کر کے اور حفاظتی افسر مقرر کر کے روتی ہوئی: "ہائے میرے مرادوں والے دولہا افسوس تو ناشاد دنیا سے گیا------ لاش پر آئی، خوب روئی اور پیٹی

جو گل نہ کھلنے پائے تھے پھل ان کے آ گئے
مسند سے دولہا اٹھتے ہی تکیہ میں سو گئے

ہائے آئی برات میرے نوشا کدھر گئے۔ اے میرے غیرت والے اب میری بیٹی کا راج اور سہاگ کون کرے گا، اے وہ جنم کی رنڈیا ہو گئی، ہائے اس کی مانگ اجڑ گئی۔ تم کیسی میٹھی نیند، رات بھر کے جاگے پاؤں پھیلائے سو رہے ہو۔ آج عروس مرگ سے ہمکنار ہوئے آغوش لحد میں جا کر لیٹے۔"

خلاصہ کلام رو پیٹ کے لاش کو اپنے آئین اور دین جمشیدی کے موجب اٹھایا تو اس ہنگامہ اندوہ و الم میں مصروف رہی۔ لیکن شہزادہ قتل و قمع کر کے جب پھر لشکر نے کمر کھلی آسودہ ہوا مقبل نے طلایہ قائم کیا اور شہزادہ خیمہ میں پلنگڑی پر آ کر لیٹا۔ پھر وہی دیوانگی اور بیقراری دل پر طاری ہوئی یاد جاناں میں سر دھننے لگا

دل سے خلش ہجر کا صدمہ نہ اٹھے گا
کھٹکے گا کلیجے میں یہ کانٹا ابھی کچھ اور

آئی ہوئی اس کی نہ مرے سر کہیں آ جائے
گردن کو جھکائے نہ بڑھایا ابھی کچھ اور

سکھلائے کہیں رنگ بدلنا نہ مری آہ
بہروپ دکھائے نہ دنیا ابھی کچھ اور

جب شہزادے کی بیقراری حد سے بڑھی سیاہو اور سوگند نے آ کر سمجھایا ہزار صورت سے دل بہلایا۔ یہاں تک صبح ہو گئی۔

جب دوسری صبح لشکر قاسم قلعہ کے روبرو پہنچا خشخل رو پیٹ کر طوفان کی لاش اٹھا کر برج قلعہ پر بیٹھی تھی۔ آمد لشکر قاسم دیکھ کر خود عازم جنگ ہوئی۔ اس وقت آفت جادو' اس کی مصاحب نے عرض کیا: آج میں مقابلہ کو جاتی ہوں اور اس ناسزا کو سزا دیتی ہوں۔ خشخل نے اس خلعت سرفرازی دے کر طوفان کی بچی کھچی فوج کو کمر بندی کا حکم دیا۔ ساحر جلد از جلد تیار ہوئے' قلعہ کا دروازہ کھلا' فوجی علم ظاہر ہوا تخت اور اژدر ساحروں کے نکلے۔ میدان جنگ میں صفیں جم گئیں

مقام اپنے سے جب آئے وہ باہر
وہ چھاں ہو گئی وہ شورش شر

کریں شورش کا وہ دریا امادہ
کوئی طوفان نہیں اس سے زیادہ

معاذ اللہ کیا غوغا تھا ہر سو
کہ بھاگے شیر صحرا مثل آہو

الحاصل لشکر کی صف آرائی کے بعد آفت میدان میں آئی اور نعرہ زن ہوئی: "قاسم تیغ سحر کے بھروسے پر لڑتا ہے یہ بھی صدقہ ملکہ نرگسی کا ہے ورنہ اب تک تو زندہ درگور ہوتا۔ آج کسی پہلوان کو میرے مقابلے میں روانہ کر کہ اس سے راہ عدم دکھاؤں مزا سرکشی کا چکھاؤں۔" یہ صدا سن کر سردار ان قاسم کو تاب نہ رہی اور زہر اے جوشن پوش نے گھوڑے کی باگ تھامی اور تین چھلانگوں میں فاحشہ کے روبرو پہنچا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ گوشہ صحرا کی طرف سے ایک سوار سپ مسلح و مکمل پیدا ہوا اور زہر اے سے مقابلہ کرنے لگا۔ دونوں میں پہلے تو نیزہ چلا جب دونوں برابر رہے تو سوار نے سحر زدہ تلوار لگائی اور ایسا سحر پڑھا کہ زہر اے بیحس و حرکت ہو گیا سوار نے کمر میں ہاتھ دے کر زمین سے اٹھا لیا اور لشکر ساحران کے سپرد کیا کہ انہوں نے لے جا کر خیمے کے اندر قید کیا۔ ادھر سوار نے پھر مقابلے کے لیے للکارا۔ حلیم شیر شکار، شہزادے سے اجازت لے کر رزم کے لیے گیا۔ نیزہ وری کے بعد شمشیر زنی کی نوبت جب آئی سوار سحر نے ان کی بھی وہی حالت کی گرفتار کر کے لشکریوں کو دیا اور پھر مقابلے کے لیے للکارا۔ اسی طرح چالیس سردار جانباز اس نے گرفتار کیے۔ دن تمام ہو گیا۔

ہوا تھا گرد سے آلودہ سپہر
گیا دریائے مغرب میں فرو مہر

اڑا ایسا غبار لشکر زنگ
ہوا رخت جہاں کعبے کا ہم رنگ

پھر اپنی طرف ہر اک لشکر
کہ راحت کے لیے شب ہے مقرر

سب نے کمر کھولی آسودہ ہوئے' آفت خیمہ کے اندر نہ گئی فوج ساحران کو لے کر لشکر شاہدہ دلاور کے مقابل اتری کیونکہ ہر صبح قاسم قلعہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے' اگر کوئی سامنے اترا ہو گا تو قلعہ پر یورش نہ کرے گا اور اسی لیے اس نے شہزادے کے سرداروں سے مقابلہ رک کر لیا کہ وہ ایک روز اسی حیلے میں بسر ہوں تاکہ بہار' شوہر خشکی آ جائے۔ اگر شہزادے سے میں مادہ جنگ کروں گی تیغ کے سبب ایک ہی روز میں فیصلہ ہو جائے گا اور قلعہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ قصہ مختصر جب لشکر ساحران قلعے کے باہر اترا۔ دونوں لشکروں میں پہرہ دار گشت کرنے لگے۔

سیاوہ نے قاسم سے کہا: "آپ کے دادا کا یہ آئین نہیں کہ حریف لشکریوں سے طلب جنگ ہو اور افسر سبقت کر کے آپ لڑنے لگے۔ دیکھے امیر باوجود اسم اعظم جانتے ہیں مگر پیش قدمی نہیں فرماتے جو جس سے جنگ کا خواہش مند ہوتا ہے اس کو لڑنے بھیجتے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب آپ کو بھی تامل کرنا ہو گا اور زمانہ ہجر مطلوب طول کھینچے گا۔ میں دشمن کے لشکر میں جاتا ہوں آپ دل کو مضبوط کر کے آرام کریں اور نظر بہ فضل کریم کارساز رکھیے۔

یہ کہہ کر صورت اپنی ساحرہ کی سی بنائی اور حریف کے لشکر کی راہ لی۔ جب لشکر میں داخل ہوا دیکھا آفت اپنے خیمے میں عشرت میں مشغول ہے۔ ناچ دیکھ رہی ہے جام شراب گردش میں ہے۔ یہ کیفیت دیکھتا ہوا دوسری سمت جو آیا' دیکھا ایک خیمہ مخمل کا استادہ ہے۔ پردہ جواہر دوز پڑا ہے پہرا وغیرہ نہیں ہے تعجب ہے اس نے پردہ۔۔۔۔۔۔ اٹھا کر دیکھا اس ساحر سحر کو سونے کے پلنگ پر خواب راحت میں پایا فوراً ایک لوٹ مار کر اپنے تئیں زیر پلنگ پہنچایا اور کفچے میں سفوف بیہوشی رکھ کر اس کے نتھنوں سے نلکی لگا کر پھونکا' ساحر بیہوش ہو گیا۔ یہ پلنگ کی چادر میں پشتارہ باندھ کر وہاں سے نکلا۔

صحرا میں لا کر گڑھا کھود کر اس کو دفن کر دیا پھر وہاں سے لشکر حریف میں گیا اور ساحر تو بنا تھا ہی بازار میں پھرنے لگا ایک دکان پر کبابی کباب بیچ کر دکان بڑھا رہا تھا اس نے تجویز کیا کہ کبابی کو زک پہنچاؤں۔ یہ سوچ کر مقتولے کے چار سر اپنے سر کے اوپر لگائے اور کئی ہاتھ درست کیے۔ جسم میں روغن ایسا ملا کہ سارا بدن آگ کی طرح دہکنے لگا اس ہیبت ناک شکل سے آہستہ آہستہ کبابی کی دکان کے پاس آ کر پکارا: " کیوں جی، ہماری خبر بھی ہے اس نے جو پیچھے مڑ کر اس کو دیکھا مارے ڈر کے تھرتھر کانپنے لگا اور ہاتھ باندھ کر پوچھا: " آپ کون ہیں۔ اس نے کہا :جہاں تم جمعرات کو چراغ جلایا کرتے ہو، ہم وہی ہیں۔"

کبابی نے کہا: "میری خطا معاف کیجئے میں نے آپ کے یہاں گڑ کا ملیدا چڑھایا تھا۔ اس نے کہا: "ہم اب تم سے بہت راضی ہیں دکان کے اندر چلو کہ تم کو ہم بہت کچھ دیں گے۔"

یہ کہہ کر ہاتھ پکڑ کر کبابی کو اس کی دکان کے اندر لایا اور منہ پر بیہوشی بھرا ہاتھ پھیر دیا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ اس کو اسی جگہ بیٹھا کر سوار سحر کی صورت کے شکل رنگ و روغن لگا کر بنایا اور سب ہتھیار لگا دیئے بخوبی آراستہ کر کے ہوشیار کیا اور کہا: " خداوند سامری کا کہنا ہے کہ کبابی تمہاری سیوا کرتا ہے اس کا جو کر سوار سحر بنا دو، خداوند کے حکم کے مطابق میں نے تجھے سوار بنا دیا اور سوار سحر کو غائب کر دیا اور مسلمانوں کی قضا تیرے ہاتھ ہے۔ خبردار آج سے اپنے تئیں کبابی نہ کہنا۔ جو پوچھے کہنا "سوار سحر ہوں۔" یہ سمجھا کر وہاں سے ہاتھ پکڑ کر سوار کے خیمے میں لایا۔ جس نے دیکھا یہی سمجھا کہ سوار کہیں گیا تھا اب آیا ہے۔ غرض یہ کہ کبابی کو خیمے میں لٹایا اور کہا: " آرام کرو، صبح کو قاسم ہی سے لڑنا وہ افسر ہے، اس کو قتل کرنا اور سب فوج بھاگے گی کل ہی فتح ہو جائے گی۔"

اس طرح سمجھا کر سیاہ تو اپنے لشکر میں چلا آیا اور کبابی نے جو سونے کا پلنگ اور کمخواب کا اوچھا اور بادلہ گلہ کی تیاری دیکھی دل سے کہا کہ خداوند نے مجھے سلطنت دی۔ سب

شک میں سوار سحر ہوں رات بھر اسی خوشی میں جاگتا ہوں۔

صبح کے وقت میدان جنگ میں دونوں لشکر پہنچے میدان میں صف آرائی کے بعد آفت نے کبالی کو سوار سحر جان کر حکم کیا کہ میدان میں جا کر مقابلہ کرو۔"

وہ گھوڑا بڑھا کر رزم گاہ میں آیا اور نعرہ زن ہوا: "اے قاسم آج تو میرے مقابلے میں آیا۔"

شہزادہ گھوڑا دوڑاتا ہوا اس کے سامنے گیا۔ کبالی نے تلوار ماری۔ شہزادے نے رد کر کے ہاتھ جو تلوار کا مارا کبالی کے دو ٹکڑے ہوئے۔ اس کے مرنے کا شور اٹھا۔ قاسم نے پھر مقابلہ کے لیے للکارا۔ آفت بغضب تمام سامنے آئی اور ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا کہ تمام شہزادے کے لشکر میں اندھیرا ہو گیا۔ شہزادے کو تیغہ سحر کے سبب روشنی دکھائی دیتی تھی اور باقی کسی کو سوجھائی نہ دیتا تھا قاسم اگر ملکہ کو لینا منظور ہے تو تیغہ سحر مجھے دیجئے ملکہ کو جا کر لے آؤں۔"

شہزادہ مطلوب کا نام سن کر بیقرار ہو گیا اور تیغہ اس کے حوالے کیا۔ تیغہ دیتے ہی آفت آئی نعرہ ہوا: "میرا نام آفت جادو ہے۔" شہزادے کی کمر میں پنجہ دے کر بزور سحر لے کر اڑی اور لشکر ساحران سے کہتی گئی کہ تم کمر کھولو۔ اور طبل امان بجا کر لوٹ جاؤ۔" لشکر میں طبل امان بجا اور سب لوٹ کر خیموں میں آئے اور اس وقت روشنی ہوئی اور سحر کی تاریکی ختم ہوئی۔ سب نے دیکھا کہ شہزادہ لشکر میں نہیں ہے۔ ہر طرف شور پڑ گیا۔ سیارہ لشکر کو سوگند کے حوالے کر کے ساحر کی صورت بن کر بہر تلاش چلا۔ مگر آفت کا ایک باغ جنگل میں ہے' وہاں قاسم کو لائی اور بارہ دری میں آ کر تشتی پر لٹا کر سحر کر دیا تا کہ یہ بے قابو رہے' اٹھ نہ سکے اور آپ سوڑ کا بچہ لینے گئی کہ اس کو بھینٹ کر کے قاسم کو قتل کروں اور اس کی روح کا موکل بناؤں۔ جب یہ جا چکی سیارہ ڈھونڈتا ہوا قریب باغ پہنچا۔ عقل سے دریافت کیا کہ شہزادہ اسی باغ میں ہو گا۔ فی الفور صورت اپنی مالن کی سی بنائی۔ پاؤں میں کڑے الوٹے بچھوے پہ بجے سرخ چنری اوڑھی لہنگے پہ سوائی لگائی زلف عالیہ بہ عنبر آگیں کو رخسارہ رنگین

پہ چھوٹا اور چشم غزالی کو سرمہ آگیں کیا۔ پھولوں کی ٹوکری ہاتھ پہ رکھ کر چھم چھم کرتی باغ کے دروازے پہ آئی۔ باغ کیا تھا

شگفتہ اس میں تھے گلہائے الوان
کہ ہر تختہ تھا رشک صد گلستان

مصفا ایسا تھا آئینہ آب
کہ اس سے نیلگوں تھا رنگ سیماب

یہ مینائی تھے سبزے در و بام
کہ بھولا خامۂ اژرنگ کا کام

ایاغ بادہ بہجت تھا ہر گل
ترنم سنج ہر گلبن پہ بلبل

جب آگے بڑھی باغبانوں نے پوچھا: "تم کون ہو۔"
اس نے کہا: "سرکار کی مالن ہوں۔ حنظل کے جتنے ملازم ہیں ان کے پاس ہمیشہ سے آتی جاتی ہوں۔ آج یہاں مالک آئے ہیں۔ میرا بھی جی چاہا کہ اس باغ کو دیکھ آؤں۔"

باغبان بولے: "تم اکیلے میں آیا کرو۔ اس وقت تو جاؤ مگر یاروں کو نہ بھولنا۔ ہم تو تمہاری ادا کے دیوانے ہیں۔"
ایک نے کہا: "ذرا منہ پھیر کر ہنس تو دو۔"
دوسرا بولا: "ہنسی اور پھنسی۔"
غرض یہ تو سب آوازے کسنے لگے مگر باغبانوں کے چودھری کا لڑکا تو مالن کے سرو قامت کو دیکھ کر قمری کی طرح طوق محبت درگلا ہوا۔ اٹھ کر ساتھ چلا اور کہتا جاتا تھا

دکھا دیں ہم تمہیں پر داغ دل اے یار دیکھو گے
عجب و سیر سوجھ گی جو یہ گلزار دیکھو گے

لگی ہے آگ سینے میں جگر جل جائے گا غم میں بہیں گے اشک آنکھوں سے مژہ خونبار دیکھو گے

یہ کہہ کر نزدیک جا کر ہاتھ پکڑ لیا کہ میری جان ہی جاتی ہے ذرا میرے ساتھ آؤ۔" مالن نے مسکرا کر کہا: "اپنی بھابھی کو بلاؤ۔ آگ لگاؤں تیری باتوں کو، کیا جلد مزے میں آ گیا۔"

باغبان ایسا بیتاب تھا کہ اس کی باتوں کو غمزہ و جان کر گود میں اٹھا کر جس کوٹھری میں کہ آپ رہتا تھا، لایا۔ یہاں ایک کونے میں امرود رکھے تھے ایک میں شریفوں کی پال پڑی تھی کہیں کہیں بیج رکھے تھے، میٹھے کدو ڈھیر تھے۔ بیچ میں کھتری بچھی تھی۔ اس پر مالن کو بٹھایا۔

حسب اتفاق آ اس وقت بچہ کوک دسوا لے کر آ گئی اور اس کو جھٹکایا۔ بھینٹ تیار ہوئی۔ سحر کے موکل آئے اور کہا: "کیا غافل بیٹھی ہو، سیاہ رو عیار کوٹھری میں مالن بنا بیٹھا ہے یہ سنتے ہی بغضب تمام دوڑی کہتی ہوئی: "مسو عیار یہاں بھی آیا۔" یہ صدا سیاہ رو نے جو سنی سمجھا کر راز تیرا کھل گیا۔ آفت یہاں بھی آئی ہے۔ یہ جان کر باغبان بچہ تو پاس بیٹھا ہی تھا فوراً ہاتھ بیہوشی کا اس کے منہ پر مل دیا کہ وہ بیہوش ہوا۔ خود اٹھ کر کوٹھری میں کے پٹ کی آڑ میں کھڑا ہو گیا کہ آفت نے آتے ہی دروازہ کھولا اور پیچھے ہی اندر جانے کے لیے سر جھکایا۔ سیاہ رو نے اس زور سے نیچہ مارا کہ سر نجس تن سے جدا ہو گیا۔ العیاذ باللہ، شور عظیم بلند ہوا کہ "مارا مجھے نام میرا آفت جادو تھا۔"

باغبان وغیرہ سب ملازم باغ سے بھاگ گئے اور قاسم کے جسم میں طاقت آ گئی اٹھ بیٹھا،

ایک جگہ بارہ دری کے کونے میں تیغہ سحر رکھا تھا اٹھا لیا' جو ساحر نظر آیا اس کو مارا اور ادھر سیاہ رو باغبان کے لڑکے کو مار کر شہزادے کے پاس آیا اور ہمراہ لے کر لشکر کی طرف روانہ ہوا ادھر کچھ باغبان بھاگ کر خشخش کے پاس گئے آفت کی ہلاکت کی خبر بیان کی' خشخش رونے لگی برج قلعہ آ پر کر نفیر سحر بجائی۔ ساری فوج جو باہر اتری ہوئی تھی اندر چلی آئی قلعے کا دروازہ بند کیا۔ اس عرصہ میں قاسم پہنچا' فوج تو جا چکی تھی یہ بھی اپنے لشکر میں داخل ہوا۔ اس وقت سردار جو سوار سحر پکڑ لے گیا تھا آفت کے مرنے سے سحر کی قید ر چھوٹے۔

اچانک لشکر ساحران کی قاسم کے آنے پر خوف طاری تھا کسی نے انھیں نہ روکا۔ سردار شہزادے کے پاس آئے اور آرام کرنے کے لیے لشکر میں ٹھہرے۔

ادھر خشخش کا بھیجا ہوا سیاہی کا آدمی طلسم میں ننہ بلا افگن کے پاس پہنچا' نامہ دیا۔ اس میں سارا حال ملکہ اور قاسم کا لکھا تھا۔ گھر کی بربادی پڑھ کر روتا ہوا افراسیاب کے پاس گیا اور عرض کیا کہ تیغہ سحر کے حربے کا کچھ توڑ بتائیے۔ میرا سارا گھر برباد ہو گیا۔

افراسیاب نے اپنے خزانے سے ایک لعل بیش قیمت منگا کر اس کو عنایت کیا اور کہا:

"اس کا تعویذ بنا کر بازو پر باندھنا اور جب مقابل حریف سامنے آئے' بازو اس کے سامنے کر دینا۔ لعل کا عکس اور چمک جو اس پر پڑے گی' وہ بیہوش ہو جائے گا۔ تم اس سے تیغہ چھین لینا اور اس کو گرفتار کرنا۔ لمحہ کے بعد وہ پھر ہوشیار ہو جائے گا جو چاہو سو کرنا۔"

اس نے وہ لعل لے کر اسی وقت تعویذ بنا کر بازو پر باندھا ور ساحروں کی فوج لے کے روانہ ہوا۔ مسافت طے کرنے کے بعد اپنے قلعے کے قریب پہنچا۔ یہاں برج قلعہ پر اس کی زوجہ بیٹھی تھی اور قلعہ بند تھا۔

شہزادے نے بھی ایک دن کے لیے حملہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہوا تھا کہ یکایک ایک شعلہ آسمان کی طرف سے ظاہر ہوا۔ آگ کے بادل اڑتے نظر آئے۔ بارہ ہزار ساحر

اژدہوں پر سوار اور بارہ ہزار شیروں پر سوار اور بارہ ہزار ہاتھیوں پر بیٹھے ہوئے' ہاتھیوں اور شیر بدوہ سحر اڑتے ہوئے دکھائی دیئے اور بارہ ہزار پیادے کندھے سے کندھے ملائے پہنچے۔ نوبت نقارے بجتے دکھائی دیئے اور چار اژدہوں پر تخت رکھے ننہ بلا افگن جادو سر پر تاج پہنے' شاہی بانہب تن کئے دکھائی دیا خشکی اس کو آتے دیکھ کر ملازموں کے ہمراہ استقبال کے لیے آئی اور زر نثار کرتی تصدق اتارتی ہوئی قلعے میں لائی۔

سوگند نے شہزادے سے کہا: "ملکہ نرگس چشم کا باپ آیا ہے خدا خیر کرے یہ بڑا زبردست جادوگر ہے۔"

شہزادے نے فرمایا: "ہمارا خدا سب سے زبردست ہے۔"

غرضیکہ فوج ساحران شہزادے کے مقابل اتری اور نہار کی بارگاہ لشکر کے بیچ نصب کی گئی۔ نہار اندر قلعے گیا۔ خشکی نے طوفان وغیرہ کا مارا جانا اور سب کا حال بیان کیا۔

نہار نے کہا: "حمزہ نے اپنے پوتے کو منع کیا ہے یا نہیں کیونکہ لڑائی تھی تو لقا سے افراسیاب سے مجھ سے کیا مطلب تھا۔ خیر میں نامہ لکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر نامہ لکھا:

"یا امیر جو کچھ ہوا سو ہوا اب اپنے پوتے کو آپ منع فرمایئے ورنہ وہ میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔" یہ لکھ ایک ساحر طائر جادو کے ہاتھ امیر کی خدمت میں بھیجا۔ وہ جب امیر کے لشکر میں پہنچا اپنے آنے کی امیر کو اطلاع دی۔ انہوں نے الگ خیمے میں آ کر نہایت عزت کے ساتھ اسے بلوایا اور نامہ پڑھ کر جواب لکھا "مجھے قاسم کے معاملے میں کچھ دخل نہیں' تم جانو وہ جانے۔ اگر تم مجھ سے نہ لڑو گے تو میں بھی تم سے لڑنے نہ آؤں گا۔ یہ لکھ کر طائر کے حوالے کیا۔ طائر نے جواب لا کر نہار کے حوالے کیا۔ اس نے پڑھ کر کہا حمزہ کو فساد کرنا منظور ہے۔ خیر طبل جنگ بجے۔" یہ کہہ کر آپ قلعہ کی فوج لے کر باہر آیا اور بارگاہ میں آ کر بیٹھا حتیٰ کہ

شب تیرہ نے پھر بھر تماشا
جہاں میں دیدہ اختر کیے وا

جہاں میں ہر طرف پھیلی سیاہی
سپاہ زنگ نے کی پھر چڑھائی

رات بھر دلاوروں نے جنگ کی تیاری کی۔ نثار نے طبل رزم بجوایا۔ شہزادے کے یہاں بھی جنگی نقارہ گڑ گڑایا دونوں جانب ایک شور عظیم بلند ہوا۔ ساحر سحر جگانے لگے۔ بہادر تلواریں سان پر تیز کرنے لگے خلاصہ کلام اسی تدبیر میں

سپاہ جنگ نے لی سر پہ چادر
سحر پیدا ہوئی شکل سکندر

بڑھا خورشید آ سا لشکر دیں
پے جنگ و پے رزم و پے کیں

صبح ہوتے ہی نماز پڑھ کر قاسم گھوڑے پہ سوار ہوا اور فوج ظفر موج کو لے کر میدان جنگ میں آیا۔ ادھر سے نثار لشکر ساحران ہمراہ لایا صفیں جمیں' میدان رزمی پاک و صاف ہوا نقیبوں نے دلیروں کو گرمایا ہر ایک کا دل بڑھایا۔ سب سے پہلے نثار کی طرف سے صنعت جادو ایک ساحر میدان میں آیا۔ ادھر سے الماس خان مقابلے کے لیے گیا اور وار کرنے کو کہا۔ صنعت نے اپنے کان کا چکر اتار کر سحر پڑھا اور چکر کھینچ کر مارا۔ الماس کی گردن میں وہ چکر طوق کی طرح چڑھ گیا۔ سر زین کے اوپر جھک گیا۔ ساحر

نے چاہا کہ بڑھ کر سر کاٹ لے۔ اس وقت قاسم گھوڑا بڑھا کر للکارتا ہوا اس کے آگے گیا اور تیغہ سحر سے وار کیا۔ منت ہر چند سنبھلا اور سحر پڑھتا گیا لیکن تیغے سے دو پرکالے ہوئے اس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ منت کے مرنے سے زنار کو تاب نہ رہی۔ خود اژدر بڑھا کر مقابلے کے لیے آیا اور سحر کی بجلیاں چمکانے لگا۔ شہزادے نے تیغہ سحر بلند کر کے حملہ کیا۔ زنار نے گھبرا کر بازو سامنے کر دیا۔ روشنی لعل کی جیسے ہی قاسم پر پڑی بیہوشی طاری ہوئی۔ زنار نے تیغہ ہاتھ سے لیا اور کمر میں پنجہ دے کر ان کو بھی لے اڑا۔ فوج میں غل ہوا جاں نثار شہزادہ لینا لینا کہہ کر چلے تھے کہ زنار نے طبل امان بجا دیا۔ اور پکار کر کہا: "پہلے قاسم کر لوں تو تم کو سزا دوں گا۔" غرض یہ کہ شہزادے کا لشکر پریشان حال واپس لوٹا اور ساحر بھی خیموں میں جا کر آسودہ ہوئے۔ زنار نے قاسم کو ایک ساحر خشک جادو کے حوالے کیا کہ اس کو پوری حفاظت کے ساتھ قید کرے کہ قلعے کے اندر پریشان نرگس چشم موجود ہے وہاں لے جانا اچھا نہیں۔ خشک نے شہزادے کو دمہ کوہ کے قریب ایک خیمے میں لا کر قید کیا اور آپ پہرہ دینے بیٹھا کہ اکیلے میں جو آئے گا مجھے معلوم ہو گا۔ لشکر میں زیادہ آدمیوں کی وجہ سے شناخت نہیں ہو سکتی۔ غرض یہ کہ تو پہرہ کے لیے بیٹھا۔

اودھر سیاوہ ساحر کی صورت بن کر لشکر سے چلا اور تلاش کرتا ہوا اس کے خیمے میں آیا۔

اس نے پوچھا تو کون ہے؟"

سیاوہ نے جواب دیا: "زنار کے پاس سے آیا ہوں انہوں نے آپ کی خیریت دریافت کی ہے۔"

یہ سنتے ہی خشک نے ایک گولا موم کا سامنے پھینک دیا اور کہا اس کو اٹھا کر میرے پاس آؤ۔ سیاوہ نے جیسے ہی اس گولے پر ہاتھ ڈالا ہاتھ جل گیا چھوڑ کر بھاگا۔ خشک پیچھے دوڑا مگر پکڑ نہ سکا پھر آ کر خیمے میں بیٹھا مگر سیاوہ جو بھاگا راہ میں ایک ساحر بدمرداس کو ملا۔ سیاوہ تو صورت ساحر میں تھا ہی اس کے قریب گیا اور حباب بیہوشی مار کر اس کو بیہوش کر کے اس کے کپڑے لے کر اور اس کی صورت بن کر اس کو زمین میں دفن کر دیا اور ایک تھال میں کچھ مٹھائی لا کر خشک کے خیمہ میں گیا

اور کہا: "تمرد جمشید کی مٹھائی لایا ہوں" اس نے وہی گولا پھر اس کے سامنے پھینکا کہ اس کو اٹھا لا۔ سیاوہ تو اس کے حال سے واقف ہی تھا اٹھانے نہ جھکا' بلکہ بھاگ گیا' خنک سمجھا کہ یہ بھی کوئی عیار تھا مگر اب اس اثنا میں تتار خود یہاں آیا اس نے کہا: "دو دفعہ عیار یہاں آ چکا ہے اور بھاگ گیا۔"

تتار نے کہا: "بہت ہوشیار رہنا میں تمہیں ہوشیار کرنے آیا تھا۔" یہ کہہ کر لوٹا۔ راہ میں سیاوہ نے اسے جاتے دیکھا سمجھا کہ خنک کے پاس آیا تھا۔ یہ سوچ کر بہت جلد تتار کی صورت بن کر خنک کے پاس گیا۔ اس نے کہا: "آپ پھر کیوں آئے۔" اس نے کہا: "میں چاہتا ہوں تمہارے پاس رہ کر نگہبانی کروں"

یہ کہتا ہوا قریب پہنچ گیا اور کہا: "دیکھو پشت پر تمہاری' وہ عیار آ پہنچا۔ خنک گھبرا کر دیکھنے لگا۔ سیاوہ نے اس زور سے خنجر مارا کہ سر کٹ گیا۔ شور قیامت بلند ہوا۔

قاسم چھوٹ گیا کہ اس نے قید ہوتے وقت دیکھا تھا کہ تیغہ سحر تتار نے دہ کو میں گڑوا دیا تھا۔ اس لیے ایک بار قلعہ میں رکھنے سے تیغہ جاتا رہا تھا اور دہے میں دفن کرنے سے کسی کو گمان میں نہ ہو گا کہ تیغہ کھو میں دفن ہے خلاصہ یہ کہ قاسم اس راز سے واقف تھا۔ اس نے کھود کر تیغہ لیا اور سیاوہ کے ہمراہ داخل لشکر نصرت پذیر ہوا اس ہنگامہ کی صورت حال تتار کو پہنچی کہ ایک عیار خنک کو مار کر قاسم کو چھڑا لے گیا۔ اس خبر کو سنتے ہی پیچ و تاب کھا کر اس نے اسی وقت حکم دیا کہ لشکر میں طبل جنگ بجے اور جتنی رات باقی ہے آلات حرب ضرب کی تیاری میں بسر ہو۔ صبح کو قتل کیے بغیر قاسم کے میدان سے نہ پھروں گا۔

حسب الحکم کوس حربی پر چوب پڑی اور نفیر سحر کو دم ملا۔ یہ خبر شہزادے نے سنی۔ اپنے یہاں بھی طبل جنگ بجوایا اور دونوں لشکر لڑنے پر تل گئے اسلحہ خانے کھل گئے پچھلی رات سے صبح ہونے تک ہنگامہ کار زار کی تیاری میں گرم رہا۔

صبح کے وقت دونوں لشکر پوری تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچے دہل اور دمامے بجنے لگے۔ نقیب للکارنے لگے

پکارا عرصہ کین دار بیداد
ہوئی عریاں ہر اک شمشیر فولاد

حرق دل کی تھی آتش کا بڑھنا
غضب ہے شعلہ سرکش کو بڑھنا

ہوا وار جو قاسم دشت کیں میں
گڑے نیزے نجات سے زمیں میں

قضا نے کیا فقط ہاتھ اس کا چوما
قدر نے بھی لیا بازو کو بوسا

سپہ سالار لشکر اس کے ہمراہ
جواں بہتر سے بہتر اس کے ہمراہ

دم شمشیر کے ڈر سے تہ خاک
کفن تھا مردہ صد سالہ کا چاک

غرض ترتیب لشکر ہو چکی جب
بڑھا زنار اڑا کر اپنا مرکب

غضب سے ڈانٹ کر بولا وہ بدخواہ
کہاں ہے قاسم ذی ہوش و ذکی جاہ

مقابل مجھ سے ہو آ کر اگر آج

ملاؤں خاک و خون میں اس کا سر آج

سنا قاسم نے جب نعرہ عدو کا
ہوا غصے سے رنگ سرخ بھبوکا

اڑا کر رخش وہ آیا دلاور
ہوا دشمن سے اپنے ہمتگاور

جب قاسم مقابل ہوا، ہتار نے ایک ناریل سحر پڑھ کر صحرا کی طرف پھینکا کہ یکایک ایسی آندھی آئی کہ دنیا اندھیرا ہو گئی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ اسی تاریکی میں ایک چھرا ہتار نے جھولی سے نکال کر سر کاٹ کر زمین پہ ڈال دیا۔ اس تاریکی میں قاسم کو تیغہ سحر کے سبب نظر آتا تھا، قاسم کے سامنے بازو کا تعویذ کیا۔ لعل کے عکس سے بیہوش ہوا۔ اس نے تیغہ ہاتھ سے لے کر شہزادے کو قید کر لیا۔ سحر کی دستک دی کہ پنجی آیا اور شہزادے کو اٹھا کر ایک سمت لے گیا پھر اس نے سحر پڑھا کر وہ تاریکی دور ہوئی۔ سب نے دیکھا کہ قاسم کا لاشہ خاک و خون میں غلطاں بے سر الگ بے دھڑ جدا پڑا ہے لشکران قاسم نے گریبان چاک کئے اور مقبل تلوار پکڑ کر ہتار پہ جا پڑا اس نے پھر دستک دی کہ عالم میں تاریکی پھیلی اور پنجہ پیدا ہوا۔ مقبل کو بھی اٹھا لے گیا ہتار نے چھرا نکال کر سر کاٹ کر ڈال دیا اور تاریکی موقوف کر دی سب نے دیکھا کہ لاش مقبل کی پڑی ہے خاک و خون میں بھری چشم حسرت آلود کھلی ہے اور سردار تلواریں پکڑ کر فوج ساحران پہ حملہ آور ہوئے اس وقت ہتار نے طبل بازگشت بجوایا اور پکار کر کہا: ”اے لشکر مسلمان لوٹ جاؤ لاشیں ان دونوں کی ہمراہ لو اور حمزہ کو جا کر دکھاؤ، کہہ دینا کہ جو یہاں آئے گا اسی طرح مارا جائے گا۔“ طبل امان بجنے سے سردار مجبور ہو گئے اور روتے پیٹتے سر پہ خاک اڑاتے قاسم کے لاشہ

کے پاس آئے۔ پکارے: "اے آقا افسوس کہ تیرا ارمان نہ نکلا۔ ملکہ نرگس چشم کو تو نے ہم پہلو نہ کیا۔ ہائے اس عالم شباب میں تو حسرت بھرا دنیا سے اٹھ گیا۔ ادھر سیاوہ لاش کے گرد پھرتا تھا اور کہتا تھا: "اے مالک میرے' اپنے غلام کو اپنے پاس بلا لے۔ میں کس طرح تیری بغیر زندگی بسر کروں گا۔ کہاں جاؤں گا۔ کس کا ہو کر رہوں گا۔ آخر دونوں لاشوں کا جنازہ بنا کر کاندھے پر اٹھا کر نالاں و گریاں سمت لشکر صاحبقراں ہوئے۔ جب لشکر اسلام کے قریب پہنچے ہرکاروں نے صدائے نالہ و شیون سن کر آ پوچھا اور جا کر بارگاہ میں امیر سے بیان کیا: "شہزادہ قاسم نرگس کوہ پر مارے گئے اور حنبل بھی ان پر سے نثار ہوا۔ دونوں کی لاشیں آئی ہیں۔"

یہ خبر سنتے ہی سالار سردار اور امیر نامدار ننگے سر ننگے پاؤں دوڑے۔ آ کر دیکھا تو سیاوہ خون منہ پر ملے جنازہ اٹھائے آتا ہے۔ ہر سردار خاک اڑاتا ہے۔ امیر آ کر جنازے کے ہمراہ ہوئے اور رونے لگے۔ سردار اور جس قدر لشکر کے دوکاندار' اہل حرفہ تھے وہ سب روتے تھے اور قاسم کے باپ علم شاہ کو غش پر غش آتے تھے۔ قاسم کا نوجوان لڑکا ایرج باپ کی لاش سے لپٹتا تھا اور کہتا تھا: "اے والد مجھ پریشان حال کے سر پر کون دست شفقت رکھے گا۔ آخر وہ دونوں لاشیں بارگاہ میں لا کر رکھی گئیں۔ صف ماتم بچھ گئی۔ یہ خبر امیر کے محلات میں پہنچی۔ قاسم کی ماں ملکہ خورشید خاوری یہ کہہ کر ہائے میری کوکھ اجڑ گئی۔ فرش خاک پر گری اور قاسم کی زوجہ ملکہ گیتی افروز' لقا کی بیٹی نے چوڑیاں توڑیں نتھ اتاری۔ بین کرنے لگی: "ہے ہے میرا راج سہاگ لٹ گیا۔" ادھر ملکہ عابدہ زریقت اطلس پوش' علم شاہ کی ماں کے بین کسی سے سنے نہ جاتے تھے جب وہ کہتی: "اے میرے کڑیل جوان بیٹے' تمہاری برات نرگس کوہ سے لوٹ آئی۔ چاند سی بہو بیاہ کر نہ لائے۔ اے میرے گیسوؤں والے' میرے نازوں کے پالے' تجھے کیسی نیند آ گئی۔ کون سی نظر کھا گئی۔ اس وقت بائیس ہزار عورت گرد حلقہ باندھے دوہتڑ سینے پر لگاتی تھیں۔ کہرام بپا تھا۔ غش پڑی تھی۔ در و دیوار تک نالاں روتا تھا۔ ایک ہنگامہ ماتم بپا تھا۔

الحاصل لاش اٹھانے کی تجویز کی اور خیمہ سیاہ غسل کے لیے مقرر فرمایا۔ اسی وقت خواجہ تاوے امیر کی خدمت میں لیے آئے اور عرض کیا: "ایک بار اسی طرح شہزادہ بدیع الزماں کا لاشہ آیا تھا مگر ماش کے آٹے کا پتلا تھا۔ ان لاشوں پر بھی احتیاطاً اسم اعظم پانی پر پڑھ کر چھڑکئے' شاید ویسا معاملہ یہ بھی ہو۔ امیر نے اسم اعظم دم کر کے پانی لاشوں پر چھڑکا' دونوں لاشے آٹے کے پتلے تھے۔ یہ دیکھ کر لشکریوں اور خادمان محل اور امیر اور سرداروں کو تسکین ہوئی۔ معلوم ہوا کہ قاسم اور مقبل قید ہیں۔ امیر نے پتلے پھنکوا دیے اور چپ ہو رہے۔

لیکن ایرج کو باپ کے قید ہونے کا بڑا رنج ہوا اور ایک روز کے بعد امیر سے عرض کیا کہ میرا جی گھبراتا ہے۔ امیدوار ہوں کہ شکار کھیلنے کی مجھے اجازت ملے۔ امیر نے اجازت دے دی۔ ایرج نے شاپور شیر دل اپنے عیار کو حکم دیا سامان شکار درست کیا جائے۔" خیمہ وغیرہ لدے احباب نشاط کو بھی حکم ملا: "ہمراہ چلیں۔" شاپور نے باناروں اور قراولی بہلیوں کو شہزادے کے ارشاد سے خبردار کیا۔ سب نے تیاری کی۔ ایک دن چتر ہاتھیوں پر بارگاہ تیار ہو کر روانہ ہوئی کسی قدر فوج بھی بارگاہ کے ساتھ گئی۔ باز اور بہری جرہ و شاہین و عقاب وغیرہ بازدار لے کر چلے۔ چیتوں کی کھٹولیاں تانگوں پر رکھوا کر روانہ کیں۔ کتوں کے گلے میں ڈورے ڈالے ہوئے باؤلیاں دیتے آگے بڑھے۔

صبح کے وقت ایرج' باز تیز پرواز جو ایک جھپٹ میں سیمرغ کو قلعہ قاف سے پکڑ لاتا اور بیم چنگل سے اس کے نسر طائر آشیانہ سب سبز سپہر میں جا کر چھپتا ہاتھ بٹھا کر سوار ہوا۔ اور جنگل کی طرف چلا۔ وہ صبح کو سبزہ کی لہلہاہٹ دل پژمردہ کو طراوت بخشتی تھی نسیم عنبر شمیم غنچہ خاطر کھلاتی تھی۔ شہزادے نے پہلے پرندوں کو پکڑنا شروع کیا اور اپنے باز سے پہروں چڑھے تک دشت طائروں سے خالی کر دیا۔ پھر گھوڑے مراد کو جنگل چھاپے' بارہ سینگا وغیرہ کے پیچھے دوڑایا اور کمند نشاط کو ہرنوں کی صحرا میں ڈالا۔ جہاں کہیں کچھار میں ہرن چوکڑی کرتے نظر آئے۔ تیر کا نشانہ ہوئے۔

ٹھیک دوپہر کو ایک آندھی سیاہ۔ دن کی رات ہو گئی اور گھوڑے کے منہ پر ہوا جو لگی کنوتی بدل کر وہ ہوا سے باتیں کرتا ہوا ایک طرف کو روانہ ہوا۔ شہزادہ بھی ماہ من اور جانے تحفظ تلاش کرتا گھوڑے کو اڑ لگاتا گیا۔ یہاں تک کہ ایک درہ کوہ کے سامنے پہنچا اور وہاں آندھی کے جھکڑ کم ہوئے۔ اس وقت ایک بجلی چمکی اور شہزادے کی کمر میں لپٹ گئی۔ زین کے تنگوں سے اس کو اٹھا کر ایک سمت لے گئی اس کی آنکھیں تموج ہوا سے بند ہو گئیں۔ لے جانے والے نے صرف اتنا کہا: "طلسم آئینہ کی شہزادی کے پاس یہ نوجوان جاتا ہے۔ جو کوئی اس کے ساتھ ہو وہ سن لے۔" مگر وہاں اس کے ہمراہ کون تھا جو سنتا۔ کچھ عرصے کے بعد اس کے ملازم آئے۔ گھوڑے کو خالی دیکھ کر متفکر ہوئے۔ ہر سمت تلاش کرنے کے بعد لشکر امیر کی جانب لوٹے۔ لیکن شلہ پور عیار تلاش کرتا ہوا آگے بڑھا۔ ادھر جب تمام ملازم لشکر میں آئے امیر سے شہزادے کے غائب ہونے کی ساری کیفیت بیان کی۔ امیر نے فرمایا: "خداوند عالم اس کا نگہبان رہے۔" یہ فرما کر خاموش ہو گئے۔ (واضح ہو کہ شہزادگان قاسم اور ایراج کا حال اور طلسم آئینہ کا فتح ہونا اور قاسم کی رہائی کا ذکر دوسری جلد میں پیش کیا جائے گا۔ قصہ مختصر اب اس جلد کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اس لیے باقی حال ہوشیا کلفی اور محمود کا" اور داستان لشکر امیر اور عمرو کی پہلی بار کوکب روشن ضمیر سے ملاقات ہونا اور چاہ زمرد کے میکے کا بیان

* * *

• ہوشیار کٹنی

ہوشیار کٹنی کو جب ساحر دریائے سحر کے پار لے کر آیا دریا کے محافظوں کو شاہ طلسم کا حکم سنایا۔ یعنی: جس وقت یہ عورت دریا سے پار اترنے کا قصد کرے فوراً راہ دینا اور بحفاظت اتار دینا یہ کہہ کر ساحر تو واپس تو لوٹ گیا اور ہوشیار کٹنی فقیرنی کا بھیس بدل کر لشکر مہ رخ میں آئی------- ہر ڈیرہ و بارگاہ کے در پر مانگنے لگی۔ ایک دن بارگاہ کے پردے اٹھے تھے اور مہ رخ جنگل کی سیر کر رہی تھی۔ دیدار لگا ہوا تھا کہ اس فقیرنی نے روبرو آ کر دعا دی اور سوال کیا۔ مہ رخ نے اس کو بارگاہ میں بلایا اور پوچھا: "بڑھیا تو کون ہے؟"

اس نے کہا: "واری' میں سب عزیزوں کو کھا گئی اب تنہا عاقبت کے بوریئے اٹھانے کو رہ گئی ہوں۔ ایک جگہ نوکری کی تھی' آپ جانیے اپنے مزاج میں وہی خو بو کسی کی بات سہنے کی عادت نہیں۔ انہوں نے بھی چھڑا دیا۔ آخر بھیک مانگنے لگی۔ بی بی اب بہت آرام سے ہوں۔ دن بھر مانگنا اور شام کو پیر پھیلا کر سو رہنا۔"

مہ رخ نے ارشاد فرمایا: "تو میرے یہاں اپنی بقیہ عمر بسر کر' سرکار سے کھانا دونوں وقت ملے گا اور تجھ سے کام کچھ نہ لیا جائے گا۔" کٹنی نے یہ عنایت دیکھ کر زبان کو صفت و ثنا میں کھولا اور مکاری کے ساتھ بولی: "میں بھی یہی امید کر کے آئی ہوں کہ مدت العمر سایہ عاطفت زیر دامن دولت حضور میں رہوں اور زمرہ مناجاتیوں میں شمار کی جاؤں۔"

مہ رخ نے براہ غریب پوشاک منگوا کر' عنایت فرمائی خیمہ رہنے کو دیا' کھانا مقرر کیا۔ بڑھیا جا کر وہاں ٹھہری۔ اتفاق سے جس وقت یہ بارگاہ میں آئی تھی کوئی عیار نہ تھا۔ اس لیے کہ یہ عیار بہت کم بارگاہ میں رہتے ہیں۔ عمرو عموماً خیمہ میں رہتا ہے کیونکہ مخمور ہر وقت نورالدہر کا حال پوچھتی ہے اور اسی کا بار بار حال سن کر عمرو کو

بہت کچھ دیا کرتی ہے۔ وعدہ دینے کا کیا ہے' اس قدر محبت بڑھی ہے کہ تمام ساحروں میں چرچا چاہے کہ مخمور عمرو کی عاشق ہے۔ دونوں ایک مسند پر چڑھے رہتے ہیں۔ افراسیاب کو بھی یہ خبر پہنچی ہے آتش رشک میں جلا۔ دل میں کہتا ہے کہ مخمور ایسے نامعقول عیار پر عاشق ہوئی ہے۔ سچ ہے رنڈی کو کیا اعتبار' ٹک نہ ہو تو کیو کھائے۔ سب تو اس کو عمرو کو شیدائی جانتے ہیں اور عمرو اس کو بیٹیوں کے برابر جانتا ہے مال کے لالچ سے اور راز طلسم دریافت کرنے کے لیے خلوت پذیر رہتا ہے۔ قصہ کوتاہ کٹنی نے میدان خالی پا کر رخ کے دل میں گھر بنایا اور اپنے افسوں آمیز افسانوں سے خوب لبھایا۔ ہر وقت کی مصاحبت گرم کرنے لگی اور جویائے وقت تھی۔ ایک دن اس نے اپنی ہنرمندی دکھانے کو پلاؤ بہت خوش ذائقہ بنایا اور مہ رخ کے سامنے دسترخوان لگایا۔ مہ رخ اس نے اس کو عمدہ جان کو کہلا بھیجا: "ملا اے مخمور تم کیا آئیں' ہم خواجہ کے دیکھنے کو ترس گئے' آج تم بھی آؤ اور عمر بھی آئیں دسترخوان بچھا ہے پلاؤ بہت سے مزے کا پکا ہے نوش فرمائیں۔" جب یہ پیام پہنچا۔ مخمور اور عمرو آ کر دسترخوان پر بیٹھے۔

مہ رخ نے کہا: "خواجہ سلامت ہم نے ایک نیا ملازم رکھا ہے۔ اس کو سب باتوں میں دخل ہے۔ رکابداری بھی جانتا ہے۔ اس نے پلاؤ پکایا ہے۔" عمرو کو یہ کلام سن کر خیال آیا کہ کہیں صرصر رکابدار بن کر آئی ہو۔ وہ پہلے بھی لڑکی بن کر آئی اور مجھ کو پکڑے گئی تھی۔ اب مخمور کی فکر میں آئی ہو گی۔ یہ سوچ کر قاب اٹھا کر پلاؤ کو سونگھا اور چاولوں کو زنبیل سے پتھر نکال کر رگڑا۔ پوچھا: "یہ رکابدار ملازم کہاں سے آیا۔" مہ رخ نے سب حال بیان کیا۔" وہ ایک فقیرنی ہے' میں نے رکھ لیا۔"

خواجہ نے کہا: "سامنے بلاؤ۔"

ہوشیار حسب الطلب سامنے آئی۔ عمرو نے اس کی صورت کو بغور دیکھ کر کہا: "عیار بچی تو نہیں' مگر کٹنی معلوم ہوتی ہے' بڑی چالاک ہے------ پھر اسے کہا: "اے نیک بخت ذرا میری طرف دیکھ تو سہی۔" کٹنی سے آنکھ ملائی۔ عمرو نے بھلا اور

دے کر بعد لمحے کے پھر کہا: "دیکھ تیری آنکھ' اس نے پھر عمرو کی جانب دیکھا

عمرو نے کہا: "دیکھیے جس کی نگاہ سے پہلے اس نے دیکھا تھا۔ اس دفعہ وہ نظر نہ تھی اتنے ہی عرصے میں تیور اور ہو گئے۔ یہ کٹنی اور اس کی ماں کٹنی ہے اگر کہو تو کوڑے مار کر منوا دوں۔"

یہ کہہ کر زنبیل سے کوڑا نکالا۔ ہوشیار نے دیکھا اس وقت مار پڑے گی۔ عجب نہیں جان جاتی رہے گی۔ دوڑ کر قدموں پہ گر پڑی اور عرض رسا ہوئی: "خواجہ سبحان اللہ' آپ کا کیا کہنا۔ آپ کی مثال نہیں' خوب پہچانا۔ میں ہوشیار کٹنی ہوں۔ افراسیاب نے لاکھوں روپے دے کر مخمور کے پکڑنے کو بھیجا ہے لیکن اب عہد کرتی ہوں کہ کسی طرح کا دغا نہ کروں گی۔ میرا جی نہیں چاہتا کہ ملکہ مہ رخ کے قدم چھوڑ کر کہیں جاؤں' اس لیے کہ ملکہ نے میرے حال پہ عنایت ہی ایسی فرمائی ہے۔" مگر عمرو نے اس کا عذر سن کر فرمایا کہ میں کسی طرح تیرے رہنے کی اجازت نہ دوں گا۔"

مہ رخ نے دیکھا کہ عمرو اس کے رہنے پر راضی نہیں' اب تک مانوس اس سے ہو چکی ہے' بولی: "خواجہ یہ اقرار کرتی ہے کہ مجھ سے خطا سرزد نہ ہو گی اس کو رہنے دیجیے۔"

عمرو نے کہا: "آپ بادشاہ لشکر میں' جیسا مناسب جانیے کیجیے۔ میرے نزدیک ایک اس کا پاس رہنا اچھا نہیں۔"

مہ رخ نے کہا: "یہ الگ پڑی رہے گی۔ میں کبھی اس کو منہ نہ لگاؤں گی۔" یہ کہا اور کٹنی کو اشارہ کیا وہ سامنے سے ٹل گئی۔ عمرو کھانا کھانے لگے۔ بات آئی گئی ہو گئی کھانے سے فراغت کے بعد سب اپنی اپنی جگہ پہ گئے۔

ہوشیار دو ایک روز اپنے خیمے سے باہر نہ نکلی اور کسی کو اس نے اپنی صورت نہ دکھائی۔ سب کو اس کا کوئی خیال بھی نہ رہا۔ دو دن کے بعد۔ بہار اور شکیل کے خیمے میں آنے جانے لگی۔ دل سے کہتی تھی کہ مہ رخ کو اگر پکڑ لے جاؤں وعدے کے خلاف شاہ طلسم کے ہو گا اور مخمور کے پاس عمرو رہتا ہے۔ اس پہ قابو نہیں چل سکتا۔ آخر

ایک رات کو چھپ کر حیرت کے پاس گئی اور سارا حال بیان کر کے کہا: "آپ میرے ساتھ کوئی ساحر زبردست کر دیجئے تاکہ جس وقت میں مخمور کو اپنے قبضے میں لاؤں۔ وہ ساحر گرفتار کر کے شہنشاہ کے پاس لے جائے۔"

حیرت نے کہا اس کی تقریر بعینہ شاہ جادواں کو لکھ بھیجی۔ اس نے نامہ پڑھ کر باغبان سے کہا: "تم جاؤ اور گلچیں کے پاس رہو۔" وہ حکم پا کر اٹھا۔

باغبان کی زوجہ نے چپکے سے کہا: "مخمور کو شاہ خراب کرنا چاہتا ہے۔ تو کیوں اپنی شامت لانا چاہتا ہے۔"

باغبان نے کہا: "تابعدار کو مالک کے کام میں کیا عذر ہے افراسیاب نے اس کے آہستہ کلام کو سن کر پوچھا۔" کیا ہے باغبان نے عرض کیا: "گلچیں جانے کو منع کرتی ہے۔"

شاہ نے کہا: "تیری راست گوئی سے میں بہت خوش ہوا اچھا اب جا اور مخمور کو پکڑ لا۔" وہ آداب بجا کر روانہ ہوا۔ گلچیں بھی اٹھ کر چلی اور راہ میں شوہر سے کہا: "کیوں مجھے ناراض کرنا چاہتا ہے۔ عمرو سے عداوت اچھی نہیں۔" اس نے کہا: "تو بیہودہ باتیں کرتی ہے جا کر باغ میں ٹھہر۔ میں شاہ کے کام کو ضرور جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر چلا۔ اس کی زوجہ ناچار اپنے باغ میں گئی اور یہ بارگاہ حیرت میں آیا۔ حیرت نے اسے گلچیں کے ساتھ کر دیا۔ گلچیں اس کی بزور سحر صورت بدلوا کر اپنے خیمے میں لائی اور بٹھا کر مخمور کے خیمے میں گئی اتفاق سے عمرو اس وقت کہیں گیا تھا۔ اس نے قابو پا کر مکر کیا: "اے ملکہ! میں نے محنت کر کے ایک چڑیا بنائی ہے آپ کے دیکھنے کے قابل ہے۔"

مخمور نے کہا: "آخر اس چڑیا میں کیا صفت ہے۔"

اس نے جواب دیا: "تماشائے طلسم کے زور سے چٹکی کی چڑیاں باہم لڑتی ہیں گانا بجاتی ہیں۔ مخمور کو اس کے کہنے سے اشتیاق پیدا ہوا اور خراماں اس کے ساتھ خیمے میں آئی۔ یہاں باغبان بیٹھا تھا اس نے اٹھ کر خاک جمشیدی چھڑک دی مخمور بیہوش ہو گئی وہ کمر میں پینچہ دے کر لے اڑا اور گلچیں اسباب وغیرہ سب چھوڑ کر بھاگی۔ مہ رخ کے

لشکر نے دیکھا کہ ایک رسی مخمور کے گرد لپٹی ہوئی ہے اٹھائے لیے جاتی ہے۔ سب نے شور مچایا۔ عیار اور ساحر دوڑے لیکن باغبان دریائے سحر سے بہت جلد گزر گیا۔ سب حیران ہو کر رہ گئے۔ ادھر کٹنی بھاگتی ہوئی دریا کے قریب پہنچی اتفاق سے عمرو جو مخمور کے لیے دوڑتا آیا تھا۔ اس کی نگاہ کٹنی پر پڑی پکارا "اے قحبہ کھڑی رہ کہاں جاتی ہے۔" کٹنی نے اس کی آواز سن کر بہت جلد اپنے آپ کو پل پر جادوں پر پہنچایا۔ محافظان دریا نے کہا: "ہم تجھ باتھوں ہاتھ پہنچائے دیتے ہیں۔" ابھی وہ لے جا کر جانے نہ پائے تھے عمرو نے دیکھا یہ نکل جائے گی۔ فی الفور کلہ فلاخن میں پتھر رکھ کر سر کے اوپر سے چکر دے کر جو مارا کٹنی کے سر پر جا کر پڑا کہ سر کی کھوپڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی وہ تڑپ کر مر گئی۔ ساحر عمرو کو پکڑنے دوڑے اس نے گلیم اوڑھ لی اور اپنے لشکر میں آیا۔ باغبان کا حال مہ رخ وغیرہ سے کہہ کر کہا: "میں جاتا ہوں جان کی بازی لگا کر مخمور کو لاتا ہوں۔" یہ کلام سن کر سب نے جواب دیا: "مخمور کا خدا نگہبان ہے آپ نہ جائیے۔ دریائے سحر سے گزرنا مشکل ہے۔" عمرو نہ مانا اور روانہ ہوا۔ اس کے بعد عیار بھی روانہ ہوئے۔

ادھر مخمور کے پکڑے جانے کا حال ملکہ حیرت نے بھی سنا خوشی سوار ہو کر باغ سیب میں آئی۔ اس وقت شاہ طلسم پر وہ ظلمات میں گیا تھا۔ باغبان نے مخمور کو لا کر خوب سحر سے مسحور کر کے ہوشیار کیا تھا کہ حیرت پہنچی اور مخمور پر عتاب کرنے لگی: "او چڑو حرامزادی تجھ سے شہنشاہ نے کیا برائی کی تھی تجھ کو خاک سے پاک کیا۔ شہزادی بنایا کل شاہان طلسم تیری خاطر کرتے تھے اور تو عمرو پر عاشق ہوئی۔" کلام حیرت کر رہی تھی ایک سرخ بادل کا ٹکڑا آیا اور بادشاہ طلسم کی سواری آئی۔ سب نے استقبال کیا۔ بادشاہ آ کر تخت پر بیٹھا اور مخمور کو سخت سست کہا' مخمور سمجھی کہ بے شک اب تیری جان گئی افسوس مرتے وقت تو نے اپنے شہزادے نورالدہر کی بھی صورت نہ دیکھی یونہی دنیا سے محروم چلی دل سے رو کر یہ کہنے لگی

دیکھا کبھی نہ وصل جدائی میں مر گئے
یونہی ہماری عمر کے دن سب گزر گئے

صبر قرار ہوش و خرد' یک بیک سبھی
اس کے دو چار ہوتے ہی یا رب کدھر گئے

مخمور تو خیال مطلوب میں تھی کہ شعلہ جاوداں نے پھر کہا: "تجھ پر عمرو ہے؟"

مخمور نے جواب دیا: "عمرو تو میرے باپ کے برابر ہے' مگر اور میرے سیکڑوں یار میں کسی۔ بھروسے کا اجارہ تو نہیں۔ میں یک دن میں اسی ہزار کروں گی۔"

شعلہ طلسم یہ جواب سن کر بہت برہم ہوا اور کہا: "تجھے عمرو کا بھروسہ ہے کہ وہ آ کر چھڑا لے جائے گا۔"

مخمور نے کہا: "بھروسہ تو نے مجھے خدا کی ذات کا ہے لیکن عمرو کا پہلو سے چھڑانا کیا' وہ تو آسمان پر سے لے جا سکتے ہیں۔ ایسے ہیں کہ تیرے نتھنوں میں تیر چلاتے ہیں۔"

افراسیاب نے غصہ سے کہا: "او قحبہ' تو مجھے اس عیار سے دھمکاتی ہے میں اس کے سامنے تجھے آگ میں جلاؤں گا۔"

یہ کہہ کر حکم دیا: "اے حیرت! تم اپنے لشکر میں جا کر مہ رخ کی فوج کے سامنے میدان میں لکڑیاں جمع کراؤ اور اس کو اس کے رفیقوں کے رو برو جلا دو۔"

اور ایک ساحرہ نہایت مغرور رنگین سحر جادو کو حکم دیا: "تم جا کر پہرہ چوکی مقرر کرو اور لکڑیوں کا انتظام وغیرہ کر کے حیرت کی مدد گار ہو۔"

رنگین سحر حسب ارشاد ہزار ساحر اپنے ہمراہ لے کر چلی اور دریا کے پار اتر کر لشکر مہ رخ کے سامنے خیمہ استادہ کیا------ ساحروں کو حکم دیا کہ لکڑیوں کا ڈھیر لگاؤ۔ ساحر صحرا کے درخت کاٹ کر ایک جگہ جمع کرنے لگے۔ اتفاقاً عمرو جو مخمور کی رہائی کی فکر میں چلا تھا۔ اس نے ساحروں کو دیکھا ساحروں کی صورت بن کر قریب گیا لکڑی جمع

کرنے کا سبب پوچھا' انہوں نے سارا ماجرا بیان کیا۔ عمرو نے چاہا کہ یہاں ٹھہر کر عیاری کریں' لیکن شعلہ جادواں نے اپنے مقام پر کتاب سامری دیکھی' اس لیے کہ تمور کے چھڑانے کو عمرو ضرور آئے گا۔ دیکھوں اس وقت کہاں ہے۔ کتاب سے ظاہر ہوا کہ عمرو لکڑیوں کے پاس بہ شکل ساحر کھڑا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے حیرت سے کہا: "لو ان کے آشنا یعنی عمرو لکڑیوں کے پاس آ پہنچے۔ اب تم اس کو لے جاؤ اور میں اسے بھی گرفتار کرائے دیتا ہوں۔ جوڑے کے جوڑے کو جلا دو۔"

اس نے ایک خط چیلے کے ہاتھ لکھ کر بھیجا: "اے رنگین! لکڑیوں کے قریب عمرو کھڑا ہے اس کو گرفتار کر لو۔"

اس مضمون کو پڑھ کر رنگین خیمے سے نکل کر بیک نگہ تلاش عمرو میں دوڑانے لگی عمرو نے بھی اس کو کسی کا جویا (متلاشی) سمجھ کر گلیم اوڑھ لی اور غائب ہو گیا اور وہاں سے دور ہٹ کر گلیم اتاری۔ دیکھا برق فرنگ ساحر کی صورت بنا ہوا آتا ہے۔ اس نے زنبیل عیاری بجا کر اس کو بلایا جب وہ نزدیک آیا کہا: "بیٹا آج تمور جلائی جائے گی اس وقت تم میری صورت بن کر ساحروں کے سامنے جاؤ اور اپنے آپ کو گرفتار کرا اور پھر میں سمجھ لوں گا۔"

برق نے کہا: "بہت خوب' اور فی الفور اپنی عمرو کی سی بنائی اور لشکر کے سامنے گیا۔ یہاں صرصر کو شعلہ جادواں نے بھیجا تھا کہ عمرو آیا ہوا ہے تو بھی رنگین سحر کے پاس جا اور حفاظت کر۔ صرصر آئی اور کئی ساحر اپنے ہمراہ لے کر لکڑیوں کے ڈھیر کے گرد ٹہل رہی تھی کہ برق بصورت عمرو ادھر سے گزرا۔ صرصر تیغ پکڑ کر ڈانٹتی ہوئی بڑھی۔ برق نے بھی خنجر کھینچا مقابل ہوا۔ ابھی دو ایک ہاتھ چلے تھے کہ صرصر کے ساتھ جو ساحر تھے آ گئے اور بزور سحر نقلی عمرو کو پکڑ لیا اور رنگین سحر کے سامنے لائے۔ اس نے برق کو قید کر کے شہنشاہ ساحران کو لکھ بھیجا: "عمرو کو حسب الارشاد والا صرصر پہچان کر گرفتار کرا دیا۔ جب یہ نامہ افراسیاب کو پہنچا پڑھ کر بہت خوش ہوا۔

ازسک کتاب تو پہلے ہی خبر دے چکی تھی کہ عمرو آیا ہوا ہے۔ اس وقت یہ سمجھا کہ بے شک عمرو ہی گرفتار ہوا اور دوسرے عیار بچی نے پہچان کر گرفتار کرایا ہے۔ اب اس کے عمرو ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ غرضیکہ خوش ہو کر حیرت نے کہا: "آتش کدہ تیار کرو اور اس مخمور کو بھی لے چلو' میں بھی چلتا ہوں' تاکہ عمرو کے ساتھ اس کو جلا کر دل ٹھنڈا کروں۔"

حیرت یہ سنتے ہی اٹھی کہ اس کے اٹھنے سے ہزارہا ساحر اٹھ کھڑا ہوا۔ طلسم باطن میں شور پڑ گیا۔ یہاں مخمور کے جتنے بھی دوست تھے۔ ان کو صدمہ عظیم ہوا اور باہم مشورہ کیا کہ چل کر آخر وقت میں مخمور کو دیکھ لیں اور دشمنوں نے کہا: "آج اس کا حال ستم دیکھ کر دل خوش کریں۔" چنانچہ دوست و دشمن سب ہمراہ کھڑے ہوئے۔

ادھر حیرت نے ہتھوں میں ہتھکڑیاں' پاؤں میں بیڑیاں مخمور کے پہنا کر تخت سحر پر جادو سے بے بس کر کے بٹھلایا اور' خود اپنے طاؤس پر سوار ہو کر چلی۔ ہزاروں ساحر محاصرہ کئے روانہ ہوئے طلسم بھی بڑے کرو فر سے سوار ہو کر چلا۔

خمار جادو' مخمور کی بہن نے مخمور کو لاکھ کی طرح سمجھایا: "بہن اگر تو سچے دل سے راسخ الاعتقاد ہو کر افراسیاب کی اطاعت کرے' تو میں اپنی ضمانت کر کے تجھے چھڑا لوں۔"

مخمور نے جواب دیا: "میرا جلنا ہزار زندگی سے بہتر ہے میں ہرگز ایسے رو سیاہ ظالم بادشاہ کی اطاعت نہ کروں گی۔" خمار ناچار چپ ہو رہی اور شاہ طلسم سے بھی سفارش نہ کر سکی مگر بہن کے لیے زار و قطار روئی تھی۔ جو لوگ تماشائی تھے ان میں بعض روتے تھے اور بعض ہنستے تھے اور بعض جو زیرک و دانا تھے وہ عبرت پذیر تھے اور کہتے تھے: "میاں اس شہزادی کا یہ سن اور یہ دن' جس ایسا ہی صورت ویسا ہی۔ فلک کا یہ ظلم اس کو جلنے کے لیے مقرر کیا ہے۔ افسوس ہے"

خلاصہ کلام یہ مجمع قیدی کو لیے مع شاہ طلسم کے آتا ہے لیکن ادھر جب برق گرفتار ہو چکا۔ اس وقت عمرو گلیم اوڑھے رنگین سحر کے خیمہ میں آیا' دیکھا یہ تو مسند پر بیٹھی

ہے اور چند ملازم ساحر اس کے گرد پیش حاضر ہیں۔ عمرو نے آواز دی: "اے رنگین سحر میں فرشتہ سامری ہوں۔ خداوند' سامنے درکوہ میں تشریف لائے ہیں اور عمرو کے گرفتار ہونے سے بہت خوش ہیں' تمھیں بلاتے ہیں یقین ہے کہ عمر جاودانی فرمائیں گے۔"

رنگین سحر یہ صدائے غیبی سن کر بہت خوش ہوئی اور سمجھی کہ صدا دینے والا دکھائی نہیں دیتا۔ بیشک یہ فرشتہ خداوند کی آواز ہے۔ پس اسی وقت اٹھ کر تنہا چلی۔ اگر کسی نے ساتھ چلنے کے لیے قصد کیا تو مانع ہوئی کہ تم لوگ بغیر طلب' خداوند کے پاس جانے کے قابل نہیں۔ غرض یہ کہ اکیلی چل کر نزدیک درہ کوہ کے پہنچی۔ عمرو پہلے اسے اس کا منتظر یہاں بیٹھا تھا اور اپنی صورت نہایت خوفناک بنا چکا تھا۔ کئی سر اور کئی ہاتھ پاؤں بنائے تھے اور کانوں سے شعلے نکلتے تھے۔

رنگین سحر کے آنے سے ایک ہیت میں کچھ میوہ لیے ظاہر ہوا اور قریب آ کر کہا: "آپ کو آنے میں دیر ہو گئی۔ خداوند تشریف لے گئے مگر یہ میوہ دے گئے ہیں کہ اس کو کھائیے عمر بڑھ جائے گی۔" یہ کہہ کر وہ میوہ اس کے ہاتھ میں دیا اور آپ سامنے سے غائب ہو گیا۔ رنگین سحر نے جانا کہ فرشتہ تھا میوہ دے کر خداوند کے پاس گیا' اس نے کچھ میوہ کھایا اور باقی لے کر خیمے کی طرف چلی۔ راہ میں بیہوش ہو کر گری۔ عمرو نے ظاہر ہو کر کپڑے اتارے اور اس کی سی صورت بن کر' اور اس کو زمین کھود کر دفن کر دیا' آپ وہاں سے خیمہ میں آیا اور جو ساحر لکڑیاں جمع کر رہے تھے ان کو حکم دیا "پہلے زمین پر بارود بچھاؤ اس کے اوپر لکڑیوں کا انبار کرو کہ مجرموں کو جلاتے وقت آگ لاتے ہیں فیصلہ ہو جائے دیر نہ لگے کیونکہ عمرو کے مددگار بہت ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی بیچ میں پڑ جائے اور آگ میں سے کوئی اس کو لے جائے۔ یہ کہہ کر الگ جا کر زنبیل سے ایسی بیہوشی نکالی کہ بارود معلوم ہوتی تھی اور ساحروں کے حوالے کی انھوں نے اس کو زمین پر بچھایا۔ اس پر لکڑیاں ڈھیر کیں لکڑیوں پر بھی سیروں بارود ڈال دی۔ خوب انتظام کیا۔

اس اثنا میں افراسیاب کی سواری بڑی دھوم سے آئی اور حیرت اس مجرمہ سرکار عشق

ملکہ مخمور کو طوق و سلاسل میں گرفتار لائی اس کے آنے سے تمام طلسم میں غلغلہ پڑا اور لشکر مہ رخ میں بھی یہ خبر پہنچی کہ مخمور جلائی جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی ہر ایک نے پچھاڑ کھائی اور مہ رخ جان دینے پر آمادہ ہوئی۔ جلد از جلد لشکر تیار کرایا۔ سب سرادر نارنج و ترنج اسباب سحر لے کر تخت اور اژدہائے سحر پر سوار ہوئے پھر تو

چلی فوج جنگی سوئے رزم گاہ
وہ شیروں کا غصہ خدا کی پناہ

ہوا بحر آہن میں پیدا خروش
بڑھے جس گھڑی سارے فولاد پوش

کسی سمت سے بڑھ کے ساحر چلے
سواری کے اژدر شرر بیز تھے

ہوئی منتقل سحر آتش فشاں
برستی تھیں ہر طرف چنگاریاں

لیے سرخ سرخ ہاتھ میں جھنڈیاں
کہ دریائے خون ہووے جیسے رواں

وہ باجوں کا بجنا وہ قرنا کا شور
وہ آندھی کا چلنا وہ جادو کا زور

غرض یہ کہ لشکر جس دم روانہ ہوا۔ صدائے نفیر جنگی سنکر قرآن صحرا سے دوڑ کر آیا

اور مہ رخ سے کہا: "آپ کہاں ہیں۔" مہ رخ نے اپنے ارادے سے مطلع کیا۔

قران نے جواب دیا: "آج تک ہم تدبیر سے نہ لڑتے تو اب تک شاہ طلسم کے ہاتھ سے قتل ہو جاتے۔ جان دینا کیا مشکل ہے جب چاہو لڑ کر مر جاؤ، اس وقت پر کیا منحصر ہے۔ خواجہ صاحب گئے ہیں وہ جب تک نہ آئیں گے نہ بڑھو، میں خبر لینے جاتا ہوں تم یہیں ٹھہرو۔" مہ رخ اس کے روکنے سے تھمی اور قران بہر خبر روانہ ہوا۔

مگر وہاں جب افراسیاب مع مخمور آ کر پہنچا رنگین سحر نے استقبال کیا۔ حیرت نے سحر سے ایک بنگلہ چینا نگار بنایا اور شہنشاہ وہاں مسند آرا ہوا۔ ہر طرف ساحران نہی جوں توں میدان کو گھیر کر کھڑے ہوئے اور کسی قدر فوج بھر تھنڈ لکڑیوں کے ڈھیر کا محاصرہ کر کے ٹھہری۔ افراسیاب نے مخمور کو بلا کر پھر بہت کچھ سمجھایا کہ اب بھی اپنے افعال سے توبہ کر، تو میر رکن سلطنت طلسم ہے شہزادی ہو کر ایک عیار پر عاشق ہوئی، ہم جنسوں میں ذلت اٹھانا مناسب نہیں، تو اپنے آپ خیال کر۔ اپنے حسن و خوبی پر رحم کھا۔ ان حرکتوں سے باز۔" مخمور یہ کلمات نصیحت سن کر رونے لگی اور آہ سرد پر درد دل سے بھر کر پکاری

آہ کس پردہ نشین سے بیدل لڑ گئے
شدت گریہ سے جو آنکھوں پر پردے پڑ گئے

بعد مرگ اعمال سے جو اپنے کھینچا انفعال
آخر اس شرمندگی سے ہم زمین میں گڑ گئے

دل ہی جب چھاتی کا پھوٹا ہو تو کیا جینے کا لطف
کیوں اجل کیا پاؤں میں تیرے پھپھولے پڑ گئے

"اے شہنشاہ! اس عشق نے مجھ کو آپ میں نہ رکھا۔ بہت آرزو رکھتی ہوں کہ جلد مجھے قتل فرمائیے۔ غم عشق سے چھڑائیے۔"

افراسیاب اس کی تقریر سن کر سمجھا کہ یہ باز نہ آئے گی جھلا کر حکم دیا: "لے جا کر مع عمرو کے اس کو جلا دو۔"

رنگین سحر نے حیرت سے عرض کیا کہ آپ سحر کی قید دفع کر دیجئے تا کہ میں اس مجرمہ کو لے جا کر لکڑیوں کے ڈھیر پر بٹھاؤں۔

ملکہ حیرت نے کچھ فسوں پڑھا کہ مخمور پر سے سحر دفع ہوا' لیکن ہزار ساحر جلیل محاصرہ کئے تھے۔ مخمور تنہا کیونکر بھاگ سکتی فلک کو دیکھ کر رہ گئی۔ رنگین سحر نے اس کو لے جا کر لکڑی کے ڈھیر پر بٹھایا اور نقلی عمرو یعنی برق فرنگی کو بھی پہلو میں متمکن کیا۔ برق نے دیکھا کہ لکڑیوں کے نیچے بارود بچھا ہے۔ دل سے کہا: "استاد کے نام کو خدا رکھے مشہور ہو گا۔ برق نے استاد کے نام پر جان دی۔ کیونکہ استاد مجھ کو گرفتار کرا کر اب تک نہ آئے اب یہاں جان جانے کا سامان ہے۔"

اس اثنا میں مخمور نے نقلی عمرو سے کہا: "خواجہ' مجھ سوختہ بخت کی محبت میں تم نے اپنے تیئں ناحق قید کرایا۔ میرے خون کو عوض شہ طلسم سے لیجئے میرا جلنا اس تغافل شعار فراموش کار شہزادہ نورالدہر سے بیان کرتے' طلسم کی فتح کے بعد شاید وہ مغرور ہماری مشت خاک پر آتا

بعد فنا یہ خاک جو برباد ہے میری
دامن ہی ڈھونڈتی ہے کسی شہسوار کا

یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگی اور پڑھتی تھی یہ اشعار

احوال خوش انھوں کا ہم بزم میں ہیں جو تیرے
افسوس ہے کہ ہم نے واں کا نہ بار پایا
ملک دل ایک مدت ایسا بسا غموں سے
آخر اجاڑ دینا اس کا قرار پایا
کیا اعتباریاں کا پھر اس کو خوار دیکھا
جس نے جہاں میں آ کر کچھ اعتبار پایا
آہوں کے شعلے جس جا اٹھتے تھے میر شب سے
واں جا کے صبح دیکھا مشت غبار پایا

برق یعنی نقلی عمرو نے یہ حسرت آگیں باتیں سن کر جواب دیا "اے ملکہ! خدا کو یاد کرو، گھڑی میں کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے۔ ہم نے ہزاروں ساحر مار ڈالے، دیکھو خدا کیا کرتا ہے۔"

اس عرصہ میں رنگین سحر نے آ کر مخمور کو ڈانٹا: "اری نمک حرام اب بھی اپنی بدذاتی سے باز آ۔ اس رونے دھونے سے کیا حاصل اپنی جان بچا۔"

برق نے جو غور سے دیکھا تو رنگین سحر کو پہچانا کہ استاد ہیں، خوش ہوا۔ اب ضرور چھوٹے۔

مخمور نے تڑاق سے رنگین سحر کو جواب دیا: "او قطامہ، کیا مجھے بار بار مرنے سے ڈراتی ہے جادو ہو، میں ہرگز شاہ طلسم کی اطاعت نہ کروں گی۔"

یہ سنتے ہی رنگین سحر نے پکار کر کہا: "اے شہنشاہ! مجرمہ کسی طرح مطیع نہیں ہوتی۔"

افراسیاب نے کہا: "تم ہٹ آؤ۔" اور حکم دیا: "لکڑیوں کے ڈھیر میں آگ لگائی جائے۔"

ایک ساحر پولا لے کر دوڑا۔ اس وقت قران جو خبر لینے آیا تھا بہ شکل ساحر کھڑا ماجرا دیکھ رہا تھا جیسے ہی ساحر پولا جلا کر چلا۔ قران نے دوڑ کر اس کے سر پر بغدہ مارا کہ سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ سیاہ آندھی آئی، آگ پتھر برسنے لگے قران بھاگا اور عمرو نے اسی غلغلے میں لکڑی کے ڈھیر پر جست کر کے

جال مارا اور تمور کو کھینچ کر زنبیل میں ڈالا اور اچانک سحر تو دفع ہو چکا تھا بھتی بھی کود کر بھاگا۔ "لینا لینا" کا شور بلند ہوا اور عمرو بھی بھاگا۔ ساحر جو پیچھے دوڑے عمرو نے حقہ آتشبازی داغ کر لکڑیوں کے ڈھیر پر مارا کہ لکڑیوں میں آگ لگی اور شعلہ بلند ہوا بیہوشی کی بارود اڑی اور ساحروں کے دماغ میں دھواں گیا۔ ہزار ہا ساحر بیہوش ہو کر گرا۔ یہاں تک کہ خیمے میں افراسیاب اور ملکہ حیرت بھی بیہوش ہوئے۔ اس وقت قران نے دوڑ کر مہ رخ کو اس حال کی خبر دی۔ اسی وقت وہ لشکر لے کر مسلح و مکمل آ کر حملہ آور ہوئی ناوک و ترنج مار کر ہزاروں کے بے جان کیا جو بیہوش نہ ہوئے تھے وہ بھاگے یہاں لشکریان نے پتھر برسانا شروع کئے۔ عمرو جال مار کر لوٹنے لگا خلاصہ یہ کہ دم بھر میں آفت بپا کی خون کو دریا بہہ گیا۔

وہ تیغ سحر ایک برق غضب تھی
کسی کو تاب اس آتش کی تب تھی

جہاں اس شعلہ دم کا پڑ گیا عکس
وہ گیا شیشہ آتش کا تھا عکس

لگے گوشے میں جب چھپنے وہ خونریز
ساحروں نے کیا گھوڑے کو مہمیز

ہوئے شیروں کے آگے سے وہ گمراہ
پریشان و گریزاں مثل روباہ

اس ہنگامے میں یکایک زمین تھرتھرائی اور پریاں چنگاریاں لیے نکلیں' عمرو نے مہ رخ سے

کہا: "اب یہاں نہ ٹھہرو یہ پریاں افراسیاب کو ہشیار کر دیں گی اور وہ سب کو گرفتار کرے گا۔" حسب ارشاد مہ رخ نے نفیر سحر بجائی' سب فوج جمع ہو گئی۔ یہ سب کو لے کر روانہ ہوئی پریوں نے پچکاری شہ طلسم کے اور حیرت کے منہ پہ لگائی۔ ان کو ہوش آیا اپنے ملازموں کا حال ابتر دیکھا کہ بہت سے جلے ہوئے ساحر لکڑی کے ڈھیر کے گرد پڑے ہیں اور ہزاروں لاشیں خاک و خون میں غلطاں آگ لگی ہے خیمے جلتے ہیں۔ حسرت و یاس برستی ہے نہ عمرو کا پتہ ہے نہ مخمور جلتی ہے' یہ دیکھتے ہی آتش غضب بھڑکی فرط غیظ سے پکارا کہ مجھ سے غلطی ہوئی جو دریا کے اس پار مخمور کو لایا مگر اب یہ سب باقی میرے ہاتھ سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ اب کی بار میں کسی کو زندہ نہ چھوڑوں گا یہ کہہ کر بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا۔

غرباں جادو ایک ساحر کا نام ہے اور اس کے پاس سحر کا جال ہے کہ اس میں ساحر کی گردن پھنس جاتی ہے اور لٹک جاتا ہے اسی کو یہ لینے گیا ہے اس کا آئندہ حال بیان کیا جائے گا۔

ادھر حیرت آ کر اپنے لشکر کو درست اور جمع کر کے اتری' اس طرف مہ رخ بفتح و فیروزی اپنی بارگاہ میں پہنچی۔ لشکر نے کمر کھولی۔ بزم مسرت آراستہ ہوئی سب سردار اپنی جگہ پہ بیٹھے اس وقت عیار بھی آئے۔ عمرو نے مخمور کو زنبیل سے نکالا' سب اٹھ کر گلے سے ملے اور عمرو کی تعریف کرنے لگے۔ عمرو نے کہا: "اے مہ رخ اس کشتی کے رکھنے کا تم نے تماشا دیکھا۔"

مہ رخ نے عذر کیا کہ اب بغیر تمہاری صلاح کے کوئی امر نہ کروں گی۔"

عمرو بولا: "اب کی بار افراسیاب بڑی آفت لائے گا اور اے مخمور تم بھی زبردست جادوگرنی نہیں ہو۔ کیونکہ نہ کوئی راز طلسم بتاتی ہو نہ افراسیاب پہ سبقت لے جاتی ہو۔"

مخمور نے کہا: "مخواہ طلسم کا ہم لوگ کچھ نہیں کر سکتے میں چار روز چلہ سامری پہ جا کر سامری پہ جا کر رہوں تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دوں۔"

یہ گفتگو سن کر شکیل جو عشق خوبصورت میں بیہوش سا رہتا ہے۔ کچھ ہوش میں آیا اور کہا: "کاش شعلہ طلسم مجھ کو پکڑ کر میری معشوقہ کے پاس قید کر دے تو بہتر ہوا اور اگر میرا استاد میرے حال کی خبر پاتا تو وہ افراسیاب کو مزا چکھاتا وہ البتہ ہمسر شعلہ جاوداں ہے عمرو نے پوچھا: "وہ کون ہے اور کہاں رہتا ہے۔"

شکیل بولا: "جہاں وہ رہتا ہے وہاں کوئی جا نہیں سکتا' راہ سخت دشوار گزار ہے۔"

عمرو نے کہا: "بتاؤ تو سہی اس نے کہا: "دوراہیں اس کے طلسم کی' ایک راہ تو کوہ عقیق کی طرف سے ہے اور دوسری راہ ملک لوح داماں جادو کی جانب سے ہے اور وہ بادشاہ طلسم ہے۔ اس کا طلسم بھی بہت بڑا ہے۔ مثل طلسم ہو شربا کے ہے اگر وہاں کوئی جائے اور کے شاگرد تیرا مرتا ہے اس کا افراسیاب سے مقابلہ ہے۔ یہ سن کر وہ بھی چلا آئے گا۔"

عمرو نے کہا: "اس کے طلسم کا نام کیا ہے اور اس کا نام اور راہ کی کیفیت مفصل بتاؤ کہ کس طرح ہے۔"

شکیل نے جواب دیا: "اس کا اسم گرامی نام نامی کوکب روشن ضمیر ہے اور اس کی بیٹی بے مثل ساحرہ ہے اس کا نام بہاران شمشیر زن ہے اور اس کے طلسم کا نام نور افشاں ہے۔ اگر کوئی جائے تو بیابان ریگستان کے آگے دریائے ہفت رنگ ملے گا دریا کے اس طرف اس کے طلسم کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ افراسیاب نے کئی بار چاہا کہ وہاں جا کر سیر کروں' ممکن ہوا۔ نہ ادھر کا کوئی ادھر آ سکتا ہے نہ اس طرف سے کوئی اس جانب جا سکتا ہے۔ بلکہ کوکب کئی بار چاہا بھی آیا افراسیاب نہ جا سکا اور اس طرف دریا کے بیابان اور صحرا اس طلسم کے پڑتے ہیں۔ وہ مجھے مفصل طور پر یاد نہیں کہ کدھر راہ ہے اور کیا کیا بنا ہے۔"

"عمرو نے پوچھا: "دریائے ہفت رنگ کیسا ہے"

شکیل نے کہا: "اس میں سبز سرخ زرد و سیاہ سفید سات رنگ کا پانی بہتا ہے۔" عمرو

نے افسوس کیا کہ اگر میں ساحر ہوتا تو جا کر لے آتا اور تمہارا پیام اس کو پہنچاتا۔

مخمور نے کہا: "خواجہ اس دریا کی کوئی انتہا نہیں پاسکتا ہے اگر کوئی سیکڑوں برس چلے جب بھی انتہا تک نہ پہنچے اور ساحرہ جاتی ہوں‘ بلکہ ایک آدھ عرصہ میرا اس طلسم میں رہتا ہے۔ میں جا کر جو کہو گے کہہ آؤں گی‘ لیکن بڑی خرابی یہ ہے کہ اس دریا میں نہ کشتی ملتی ہے نہ کوئی ملاح ہے۔"

عمرو بولا: "کچھ کیوں نہ ہو‘ میں جاتا ہوں۔"

مہ رخ نے گھبرا کر کہا: "اے گلیل! تو نے بیقراری کر کے خواجہ کو ہم سے جدا کیا۔ اب لشکر کس کے سہارے سے رہے گا۔"

مخمور بول اٹھی: "خواجہ آپ نہ جائیے میں جاتی ہوں‘ یہ کہہ کر اٹھی اور اپنے خیمے میں آ کر تیاری سفر کرنے لگی۔

اب افراسیاب کی کیفیت سنیے کہ اس نے غصہ میں آ کر کیا تدبیر کی ہے اور کیا آفت بپا کرتا ہے۔

جب مخمور سفر کی مکمل تیاری کر چکی تو بارگاہ میں آ کر سب سرداران سے رخصت ہوئی طاؤس سحر پر بیٹھ کر سمت دریائے ظلمت رنگ چلی۔ عمرو نے دل میں سوچا‘ تو بھی اس کے پیچھے روانہ ہو کچھ نہیں تو طلسم کے حال ہی سے آگاہی ہو گی۔ یہاں بیٹھے رہنے سے کیا حاصل ہے۔" یہ سوچ کر یہ بھی چلا‘ لیکن مخمور جب لشکر کی سرحد سے نکل کر صحرا میں پہنچی وہاں صرصر عیارہ‘ درکوہ‘ میں کھڑی تھی اور گرفتاری عیاران کی فکر میں تھی اس نے اس کو جاتے دیکھ کر صورت اپنی عمرو کی سی بنائی اور مخمور جب کچھ آگے بڑھ گئی یہ دوڑی اور پکاری: "اے ملکہ! ذرا ٹھہرو میں کچھ کہوں گا۔"

مخمور نے جو عمرو کو آتے دیکھا‘ طاؤس اپنا زمین پر اتارا‘ صرصر قریب گئی اور حباب بیہوشی مارا کہ مخمور بیہوش ہو گئی۔ اس نے پشتارے میں باندھ کر پشت پر لادا اور لے کر چلی۔ اس وقت عمرو جو عقب میں آیا تھا‘ یہاں پہنچا‘ دیکھا صرصر پشتارہ لیے جاتی ہے

اور تنور کا طاؤس کھڑا ہے۔ یہ دیکھتے ہی اس نے ڈانٹا کہاں جاتی ہے میں آ پہنچا۔ صرصر نے اس کا نعرہ سن کر پشتارہ اتار کر الگ رکھا کہ عیار زبردست ہے پشتارہ لے کر نہ سکوں گی۔ غرض یہ کہ نیمچہ کھینچ کر مقابل ہوئی۔ عمرو نے اس کے نیمچہ کا وار رد کر کے حلقے کمند کے مارے صرصر جست کر کے حلقوں سے نکلی۔ عمرو نے دوبارہ قابو پا کر جال پشتارے پر مارا اور زنبیل میں ڈال لیا۔ صرصر حلقوں سے نکل کر دور گری۔ پھر جھپٹ کر آئی اور پشتارہ چھینے سے جھلا کر بڑی تڑپ جھڑپ سے لڑنے لگی۔ اتفاق سے ایک ساحر سانگ روئیں تن ہم پہاڑ پر بیٹھا یہ کیفیت دیکھتا تھا اس نے وہیں سے سحر کیا کہ دو پنجے آ کر گرے اور صرصر و عمرو کو اٹھا لے گئے اور اس ساحر کے سامنے لائے۔ اس نے کہا تم کون ہو۔ عمرو نے کہا: "کیا کہوں شرم کی بات ہے' یہ میری جورو ہے لیکن آوارہ ہو گئی۔ جب اس کو بد فعل کرنے سے منع کرتا ہوں' یہ لڑنے پر آمادہ ہوتی ہے۔"

صرصر نے جو یہ کلام سنا کوسنے لگی: "تیری جورو کے منہ کو جھلسوں اور جو مجھے اپنی جورو کہے اس کی صورت کو آگ لگاؤں' منگل اتوار اپنی ایڑی چوٹی پر سے صدقے اتاروں۔ اے سانگ! اس موئے دغاباز جھوٹے کی باتوں پر نہ جانا۔ میں عیار بچی شہنشاہ جادواں کی صرصر ہوں اور یہ عمرو ہے۔"

سانگ نے یہ کلام سن کر جواب دیا: "میں شاہ کا ملازم نہیں ہوں' عام رعایا ہوں۔ اس سبب سے پہچان نہیں سکتا اور بزور سحر اگر شناخت کرنا چاہوں تو عرصہ تک سحر کرنا ہو گا۔ اس لیے میں تم دونوں کو شاہ کے دربار میں لیے چلتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ان دونوں کو اپنے مکان کے ستونوں سے باندھ دیا اور آپ گانے لگا۔ عمرو نے دیکھا کہ اس پہاڑ پر مختصر سامان بنا ہے۔ فرش فروش شیشہ آلات سے سجا ہے۔ ستار کونے میں رکھا ہے سمجھا کہ اس ساحر کو گانے سے بھی شوق ہے۔ یہ جان کر آپ کو بھی دھیرے دھیرے گانے لگا۔

ساحر نے کہا: "تمہیں علم موسیقی میں بڑا دخل ہے۔"

عمرو نے کہا: "اگر کھلے ہوتے تو مزا دکھاتے۔" اس کو اس کے گانے سے ایک محویت کا عالم تھا اٹھ کر کھول دیا اور کہا: "آپ کچھ شغل کیجیے۔"

عمرو نے کی جوڑی نکال منہ سے لگائی اور اس کا ستار اٹھا کر ہاتھ سے بجانے لگا اور عاشقانہ غزلیات اور مدح حسن میں اشعار گانے لگے۔ اس وقت یہ کیفیت ہوئی کہ سانگ کھانا پینا چھوڑ کر زار زار روتا تھا اور ہمہ تن ہو کر بت بن گیا تھا جب ذرا ہوش آتا تھا تو بے اختیار تعریفیں کرتا تھا۔ عمرو خوب جی توڑ کر گایا کہ وہاں کے تمام وحوش وطیور گرد جمع ہو گئے۔ اسی طرح گاتے گاتے تھم گیا اور عرض کیا: "اے سانگ! مجھے شراب خوری کی بہت عادت ہے اور اگر دو اک جام شراب کے عنایت فرمایئے تو آپ کو خوب محظوظ کروں گا۔"

سانگ نے حسب خواہش اس کے لیے کشتی بادہ ارغوانی کی لگائی اور کہا: "تم بھی پیو اور مجھے بھی دو۔"

عمرو نے کشتی سے گلابی اٹھا کر شراب جام میں انڈیلی اور سادہ جام بیہوشی سے خالی اس کے حوالے کیا۔ اس وقت صرصر جو بندی ہوئی تھی پکاری: "اے سانگ! یہ شراب بیہوشی آمیز ہے ہرگز ہرگز نہ پینا' ورنہ عیار تجھے مار ڈالے گا۔"

سانگ اس کلمہ کو سن کر تامل پذیر ہوا مگر عمرو نے ایسا کچھ انجام مصلحت کا سوچ کر اسے سادہ جام دیا تھا۔ اس وقت عرض گزار ہوا: "حضور یہ میری دشمن ہے' ساحری نہ کرے جو عورت بدی پہ آ جائے۔ آپ میری خاطر سے اس ساغر کو کسی اور کو پلا کر میری نسبت اس کی عداوت دریافت فرما لیجیے۔"

سانگ نے اپنے ملازموں کو بلایا' ہر ایک ساحر جو اس کے خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے اک کو یہ شراب پلائی۔ اس کو کچھ بھی نہ ہوا۔

عمرو نے کہا: "کہیں حضور' آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ عورت میری دشمن ہے۔"

سانگ کو عمرو کے کہنے کا اعتبار آیا اور کہا: "تو سچا ہے لا' ساغر شراب دے۔" اس نے پھر سادہ جام بھر کر دیا۔ یہ تو پینے میں مصروف ہوا اور عمرو نے فرصت پا کر ساری

بوتل میں بیہوشی ملائی اور جو دو ایک ساحر وہاں تھے۔ انھیں پیالے بھر کر دیے اور اس دور میں سانگ کو بھی جام دیا۔ وہ بھی پی گیا۔ صرصر ہر چند کہتی رہی۔ اس کے چیخنے کی کسی نے سماعت نہ کی اور دو ایک جام سب نے پیے، بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے صرصر کو پھندے اور بے بس پا کر چند بوسے لیے اور کہا: "کیوں جانی عیاری بھی تمھیں آتی ہے، صرصر بظاہر اس کو کوسنے لگی، لیکن دل میں آفرین کہتی تھی۔

عمرو جال مار کر اس مکان کا کل اسباب لوٹ کر زنبیل میں رکھا اور خنجر سے جو دو ایک ملازم تھے ان کے سر کاٹے۔ ان کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ اس نے سنگ کو بھی خنجر مارا وہ سخت تن تھا، خنجر چٹ گیا۔ فی الفور اس کا اٹھا کر زنبیل میں ڈالا اور صرصر کے پاس آ کر اس کو چھیڑنے لگے۔

صرصر نے کہا: "او موذی کاٹے، اب تو تیری مراد پوری ہوئی مجھے تو کھول دے۔"

عمرو نے کھولنے کے ارادے سے ہاتھ بڑھا کر اس کے سینے پر رکھا۔ صرصر نے سسکی بھر کر کہا: "سامری کی قسم جو تو نے مجھے بے طریق ہاتھ لگایا اپنی اور تیری جان ایک کر دوں گی۔" الغرض یہ تو صرصر سے مصروف دل لگی کرنے میں ہے۔

ادھر افراسیاب جو غائب ہوا تھا طلسم باطن کے ایک پہاڑ پر آ کر پہنچا وہ پہاڑ رنگ برنگے پھولوں کا گلدستہ بنا معلوم ہوتا تھا۔ قلعہ کوہ پر صندلی کا بنگلہ بہت آراستہ تھا مسند اس میں بچھی تھی۔ غرباں جادو مع اپنے رفیقوں کے صحبت آرا تھا۔ جب شاہ طلسم پہاڑ پر قدم زن ہوا جادو کے موکل نے اس کو شاہ کی آمد کی خبر دی اور استقبال کے لیے بنگلہ سے نکلا اور شاہ کے پاس آ کر تسلی کی شہنشاہ نے آں کلاہ کے اشارے سے سلام لیا اور فرمایا: اے غرباں! تم سحر کا جال لے جاؤ اور سب نمک حراموں کو قید کر لو۔"

افراسیاب حسب التماس بنگلے میں آ کر مسند پر جلوہ فرما ہوا اسی وقت طائر خوش رنگ سامنے اور فصیح زبان میں گویا ہوئے: "اے شہنشاہ سانگ روئیں تن فولادی جس کے گھر کو عمرو نے لوٹ اور جو کچھ ماجرا گذرا تھا۔ سب بیان کیا۔

افراسیاب نے یہ کیفیت سن کر غرباں سے کہا: "کسی کو بھیج تاکہ عمرو کو سانگ کے گھر سے پکڑ لائے۔" اس نے حسب ارشاد شور جادو اور ناوک جادو نامی دو رفیق روانہ کئے اور آپ خدمت شاہ میں مشغول ہو رہا۔ کشتی شراب ناب کی حاضر کی احباب نشاط کو بلایا، جلسہ عشرت جمایا۔

مگر جب ناوک جادو وہاں پہنچا۔ عمرو اختلاط صرصر سے کر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ آدمی آئی اور علامت آمد ساحر معلوم ہوتی ہے۔ یہ دریافت کر کے فوراً گلیم اوڑھ کر مخفی ہوا اور اس اثنا میں ناوک آ کر پہنچا اور صرصر کو بندھے دیکھ کر پوچھا: "عمرو کہاں ہے۔" اس نے کہا: "آپ کو آتے دیکھ کر بھاگ گیا۔"

ناوک بولا: "کہاں جائے گا، میں ابھی پکڑے لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر چلا۔

صرصر نے کہا: "مجھے کھولتے تو جاؤ۔"

اس نے جواب دیا: "تجھے کھولنے سے میں دیر لگے گی وہ عیار نکل جائے گا۔ اس کو پکڑ لاؤں تو تجھے آ کر چھڑاؤں۔"

یہ کہتا ہوا باہر نکلا۔ عمرو بھی گلیم اوڑھے اس مکان سے باہر آیا، دیکھا کہ ساحر مجھے ڈھونڈ رہا ہے خیال کیا کہ یہ اکیلا تو ہے مار دو اس کو، یہ سوچ کر گوشے میں بیٹھ کر مخمور کو زنبیل سے نکال کر پشتارے سے کھولا اور ہوشیار کر کے سب حال کہا مخمور ساری حقیقت سے آگاہ ہو کر ڈانٹتی ہوئی چلی اور عمرو ٹھہرا رہا۔ ناوک نے جو اس کا للکارنا سنا، نارنج پکڑ کر سامنے آیا اور حربہ کیا۔ مخمور نے اشارہ کیا کہ نارنج اس کا دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا۔ پھر اس نے کمان سحر کی نکالی اور تیر مارنے شروع کئے۔ مخمور نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک پنجہ زمین سے خنجر لیے نکلا اور تیروں کو اس نے قلم کرنا شروع کیا۔ اس وقت مخمور نے ناریل جادو کا پڑھ کر مارا کہ ناوک کا سینہ توڑ گیا اور وہ مر کر زمین پر گرا۔ شور عظیم بلند ہوا عمرو نے آ کر اس کا جھولا اسباب سحر کا اور کپڑے وغیرہ اتار لیے اس وقت شور جادو آ کر سانگ کے گھر پہنچا اور صرصر سے حال پوچھ کر کھول دیا۔ جب باہر نکلا۔ دیکھا شعلہ آتش بلند ہیں اور صدا آتی ہے"

مارا تاک جادو کو "شور جادو گھبرا کر دوڑا۔ مخمور نے اس کو دیکھ کر للکارا: "ادھر کہاں جاتا ہے۔" نعرہ سن کر یہ مقابل ہوا اور اپنے سر کے بال کو نوچ کر مخمور پر مارے کہ وہ بال سیاہ سانپ بن کر چلے۔ مخمور نے اپنے مکان سے پالا اتار کر مارا کہ اس نے بڑھ کر ان سانپوں کو حلقے میں گھیر لیا اور ایک گولہ فولادی سحر پڑھ کر لگایا کہ شور جادو کے سر پر پڑا۔ سر پھٹ کر بھیجا نکل گیا۔ یہ بھی واصل جہنم ہوا۔ ہیر فریاد کرتے شعلہ طلسم کے پاس گئے۔ ادھر مخمور اور عمرو پھر سمت طلسم کوکب چلے۔ عمرو نے کہا:

"اے ملکہ! پیدل نہ چلو' تخت سحر تیار کر لو۔"

مخمور نے کہا: "خواجہ' تم لشکر میں جاؤ' میں چلی جاؤں گی۔"

عمرو نے کہا: "میں تمہارے پیچھے نہ آتا تو مرمر تم کو شعلہ طلسم کے پاس لے چلی تھی۔ میرا چلنا تمہارے ساتھ ضرور ہے۔" مخمور یہ سن کر سمجھی کہ اس کے ساتھ چلنے میں غم عشق برطرف ہو گا۔ یہ تجویز کر کے سحر سے تخت بنا کر سوار کر کے راہی ہوئی ادھر سحر کے موکل افراسیاب کے پاس پہنچے اور قتل کے بارے میں بیان کیا۔ یہ سنتے ہی شہنشاہ غرباں کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے کچھ کہا نہ سنا فی الفور سحر کا جال لے کر بغضب تمام لے کر چلا۔ ابھی مخمور عمرو گئے ہوں گے کہ تاریکی ہو گئی اور گلے میں دونوں کے پھندا پڑ گیا۔ دونوں اڑتے ہوئے تو جا ہی رہے تھے کہ ہوا میں لٹک گئے۔ پھر جو روشنی ہوئی۔ دیکھا کہ سنہری کڑیوں کا جال زیر آسماں دور تک پھیلا ہوا ہے۔ ادھر غرباں نے سحر کا طائر روانہ کیا: "اے شہنشاہ کمترین نے حضور کے گناہ گاروں کو گرفتار کیا ہے۔" طائروں نے جا کر خبر عرض کی۔ افراسیاب شاداں و فرحاں چلا اور آ کر ایک نعرہ مارا: "اے عمرو بڑی سرکشی تو نے کر رکھی تھی دیکھا تو نے کیا ہو گیا۔" ایسی ہولناک صدا دی کہ مخمور اور عمرو دونوں بیہوش ہو گئے۔

افراسیاب نے دونوں کو جال سے چھڑا کر رسی میں باندھا اور حیرت کے لشکر کی طرف چلا۔ غرباں سے کہا: "تم جاؤ اپنا لشکر لے آؤ۔ سب باغیوں سے مقابلہ کرو۔" وہ لشکر

لینے روانہ ہوا۔

افراسیاب بارگاہ حیرت میں آیا اس نے استقبال کیا شاہ تخت پر بیٹھا۔ عمرو اور مخمور کو ہوشیار کیا انھوں نے دیکھا کہ ہم دونوں رسی میں بندھے ہیں اور حیرت کرسی پر بیٹھی ہے شاہ طلسم سامنے متمکن ہے۔ یہ دیکھ کر خدا کی طرف نظر کر کے خاموش ہو رہے۔

ادھر غربال جو اپنے مقام پر آیا۔ بارہ ہزار سحار کا یہ مالک ہے، انھیں تیار ہونے کا حکم دیا۔ حسب الحکم نفیر سحر بجی ہر ایک مسلح و مکمل ہوا۔ اسباب سحر سازی اپنے ہمراہ لیا۔ طائران سحر سوار ہو کر لشکر چلا۔ آگے آگے غربال کرگدن پر سوار، اس کے برابر برابر خراسان جادو، ہیران جادو، جلاد زبردست جادو، خونخوار موئش تن جادو۔ وہم جادو، غربت جادو، آتشباز جادو اور ناقوش جادو وغیرہ تمام سردار چلے۔ دم بدم جے سامری و جمشید کی بولتے تھے۔ آگ پانی برساتے داخل ہوئے۔

جب لشکر حیرت کے برابر پہنچے۔ تعظیم کے لیے سردار آئے اور بارگاہ میں لے گئے۔ حیرت نے لشکر اتروایا۔ بارگاہ غربال آراستہ ہوئی۔ اس کے سردار فروکش ہوئے۔ وہ دن اس لشکر کے آنے میں تمام ہوا۔

غربال جادو سے شاہ طلسم نے کہا: "آج لشکر میں رہوں گا" تو طبل رزم، بجا، کل کا معرکہ میں دیکھ کر جاؤں گا۔ اس نے حسب الحکم لشکر میں نقارہ، بجوایا، حیرت کے لشکر میں کوس جنگی "تڑ تڑایا۔ عیار لشکر میں بہ شکل مبدل حاضر تھے۔ کل حال دریافت کر کے روبروئے ملکہ مہ رخ کے بارگاہ میں آئے۔ بعد دعا و ثنا شاہی کے عرض پرداز ہوئے:

"عمرو اور مخمور قید ہو کر آئے ہیں اور غربال جادو نے انھیں سحر کے جال میں قید کیا ہے اور طبل جنگ بجایا ہے۔ کل جنگ کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔"

مہ رخ نے خواجہ کی گرفتاری کا حال سن کر اشک حسرت گرائے اور غربال کا نام سن کر رنگ چہرے کا فق ہوا سمجھی کہ اب جان بچنا مشکل ہے لیکن دل کو مضبوط کر کے زبان سے کچھ نہ کہا کہ فوج بیدل ہو جائے گی بلکہ حکم دیا: "ہمارے یہاں بھی طبل

زدم بجے۔" سرداعلی نے حکم پا کر نقار خانہ میں جا کر کوس حربی بجایا۔ لشکر میں خبر جنگ ہر طرف پھیلی۔ جس دم بہادروں کے کان میں نقارہ کی آواز پہنچی۔ اسلحہ صیقل درست کرنے لگے۔ ساحر سحر جگانے لگے۔ اسلحہ خانوں سے وہ وہ تیغ جوہر دار نکل کے جو میدان جنگ میں رگ سنگ کاٹے۔

آج کی رات ہر سمت اک شور برپا تھا۔ کہیں ڈمرو بجتا تھا' کسی جا آسی بجتی تھی' سنکھ بجتا تھا کوئی چپ بیٹھا دھیان کرتا تھا' کوئی مصروف اشنان ہے۔ کسی نے پکار کر مونکل بلائے تھے۔ کوئی مالا جپتا تھا' کوئی چپکا بیٹھا تھا' کہیں بھیروں اور ناوتھ کی اگیار تھی۔ کہیں کلوا مہابیر کی پکار تھی۔ کسی نے موہنی کی پڑھنت پڑھی۔ کسی نے لونا چماری کی بھینٹ دی۔ کسی نے بکرا حلال کیا۔ تو کہیں سور چڑھایا گیا۔ کوئی منتر جگاتا تھا اور کوئی جنتر بناتا تھا۔ کھچڑیاں اور بھبھنگے پہنچے پڑے تھے۔ کہیں انڈے سکے تھے۔ الحفیظ والامان وہ اژدہوں کا پھنکارنا سحر کے موروں کا چنگھاڑنا' شیروں کا ڈکارنا آسمان کا کلیجہ دہلاتا تھا۔ لونگ کا بخور ہو رہا تھا۔ شراب کی بوتلیں ہر کہیں لنڈھی تھی زمین ہر جگہ لپی پتی تھی کسی جا' گوکل سنگھ رہا تھا جو چوکی سیوا کرتے تھے انہوں نے لوبان جلایا تھا' پون تانتے وقت سناٹے آتے تھے ڈنکا بجنے سے ساحر گردن ہلاتے تھے۔ کوئی بیٹھا گردن کا خون اگیاری میں دیتا تھا کوئی بائیں ہاتھ چھنگلیا چھیدتا تھا۔ کوئی جھومتا تھا۔ کوئی چمک جلا ڈنڈوت کر کے زمین چومتا تھا۔ مہ رخ' بہار' سرخ مو' نافرمان' طاؤس' ہلال سحر' آفت اور شکیل وغیرہ سب نے سحر تازہ تیار کیے تھے۔ اسی تیاری میں رات تمام ہوئی۔

○○○

• جانسوز

صبح کے وقت جنگ کا ہنگامہ گرم ہوا۔ دونوں جانب سے لشکر میدان جنگ میں پہنچے۔ تخت حکومت پر ملکہ مہ رخ سوار تھی گرد تمام سردار خوبصورت گھوڑے، سحر سے بنے ہوئے تخت، سحر سے چلنے والے طاؤس و عقاب، ہاتھی و ہنس آتشیں پران و مبدم کرتا اور جلا جل بجتی تھی۔ زمین لرزتی تھی۔ بہادر خوب بزدلوں کے بدن پر لرزاں طاری، ساحر منہ سے شعلے اڑاتے، سحر کی نیرنگی دکھاتے جب میدان جنگ میں پہنچے، ابر سحر بڑھا کر گرد بٹھا کر صف آرا ہوئے۔ یکایک ہزار ہزار رنگ کے باجے بجتے سنائی دیے اور صدائے طرقوا بلند کرتے طائر سحر نظر آئے۔ چو تسمہ بار نقارے ایک بار جو بجے کہ تمام پہاڑ، بجنے لگے اور زمرد سے بنا ہوا بنگلہ بزور سحر اڑتا ہوا۔ اس بنگلے کے اندر تخت جواہر آگین بچھا تھا کئی سو کرسیاں تخت کے گرد نصب تھیں، شاہ طلسم تخت پر جلوہ گر سو کرسیاں تخت کے گرد نصب تھیں، شاہ طلسم تخت پر جلوہ گر تھا۔ برابر میں ملکہ حیرت بیٹھی تھی۔ سامنے ہزاروں نازنین زریں لباس پہنے، دست بستہ عمدے ہاتھوں میں لیے سرگرم خدمت تھی اور بنگلے کو گھیرے لاکھوں ساحر شیر و اژدر آتشیں پر سوار ڈراؤنی صورتیں بنائے شرر بار شعلہ مونگل میدان میں آ کر ٹھہرے پھر ایک طرف سے غرباں جال لیے مع اپنے سرداروں کے بارہ ہزار ساحر لے کر میدان جنگ میں صف آرا ہوا۔ اس مجمع کو دیکھ کر فلک بھی چکر میں تھا۔ ترک فلک کا جی چھوٹ گیا وہ میدان سے آتش سحر کے شرر کرہ نار تک جاتے تھے۔ آندھی نے چشم خورشید کو اندھا بنایا تھا بجلیاں چمکتی تھیں ابر شق ہو کر صدائے مہیب دیتے، بڑے بڑے پہاڑ اکھڑ کر پروے ہوا قائم ہوتے تھے۔ الحاصل ہر طرف ایک ہلچل پڑی تھی قیامت کبریٰ بپا تھی۔

جس وقت صفیں ترتیب ہو چکیں۔ نقیبوں نے نقابت کی کڑکیتوں نے کڑک کر کہا: "

اے نامورو! یہ دن قسمت سے نصیب ہوا۔ یہ معرکہ تقدیر نے دکھایا کسی کو کب میسر ہوتا ہے' آج کون سامائی کا پوت ساملی رن چڑھ کر نام پر جوجھ مرتا ہے' کھیت رہتا ہے اور کون اپنی ماں کا لال سرخرو ہو کر پالا جیت رہتا ہے۔ بڑے باپ کا وہی بیٹا ہے جو کھدیڑ کر دشمن کو مارے اور وہی پوت کپوت ہے جو لڑنے مرنے سے جی ہارے۔ یہ کہہ کر کڑکیت ہٹے۔"

خراسان خرس دندان------- اپنے سردار بکار قرباں نے حکم دیا: "تو جا کر لشکر حریف کو شکست دے دے۔"

وہ حسب الحکم اژدر اتار کر افراسیاب سے اجازت لے کر میدان میں آیا۔ اس وقت بحکم شاہ طلسم عمرو اور مخمور کو جال میں باندھ کر بروجے ہوا لٹکا دیا۔ مہ رخ و بہار وغیرہ نے لٹکے دیکھ کر سر پر خاک ڈالی اور مطیعوں میں ایک ساحر سلسلہ جادو نام کو بہر مقابلہ خرسان بھیجا جب یہ جا کر مقابل ہوا اس نے ناریل سحر کا مارا سلسلہ جادو نے زمین پر دو ہتڑ مارے کہ ایک زنجیر نکل کر اس کے لپٹ گئی اس نے ایسا فسوں پڑھا کر ایک پتلا خنجر لیے زمین سے نکلا اس نے خنجر سے زنجیر کو کاٹ دیا۔ خرسان جو چھوٹا فوراً زمین پر لیٹ کر شعلہ جوالہ کے مانند بنا اور سلسلہ جادو پر آ گرا' اس نے ہر چند رد سحر کر کیا کچھ نہ ہوا۔ آخر کار جلنے لگا سارے جسم میں آبلے پڑ گئے تڑپ کر مر گیا اور شور برپا ہوا۔ یہ سانحہ دیکھ کر سلسلہ جادو کا بھائی مسلسل جادو دوڑ پڑا اور خرسان پر اپنی کمر سے زنجیر کھول کر ماری کہ وہ سانپ بن کر لپٹی وہ پھر زمین پر گرا اور طاؤس بن کر سانپ کو نگل گیا اور اڑ کر مسلسل کے سر پر آ کر منقار ماری کہ وہ بیتاب ہو کر گرا اور مر گیا۔ اس کے مرنے کو شور برپا ہوا۔ اس وقت تو برق محشر کو تاب نہ رہی۔ اپنے بیٹے کو اشارہ کیا رعد زمین میں غرق ہوا اور برق محشر بجلی بن کر خرسان بیہوش ہو کر گرا اوپر سے برق محشر کڑک کر جو گری دو ٹکڑے کر کے زمین میں اتر گئی۔ ہنگامہ محشر آسا بلند ہوا کہ مارا خراسان جادو کو۔ افراسیاب نے یہ معاملہ دیکھ کر نعرہ مارا۔ لپکا اے قرباں: "اس نے دوڑ کر جال مارا رعد کی گردن پھنسی

اور یہ بھی لٹک گیا۔ اس عرصہ میں برق محشر زمین سے نکلی اور بیٹے کو گرفتار دیکھ کر چمک کر غریاں پر گری۔ اس نے جال مار کر اس کو بھی پکڑا اور عمر ناد۔ مخمور کے برابر دونوں کو ٹانگ دیا۔ راوی کہتا ہے کہ جال کا ایک سرا غریاں کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا سرا آسمان پر پھیلا نظر نہیں آتا۔ اندازہ کرنا مشکل ہے کہ غریاں جال مار کر آدمیوں کو کتنی دور تک ٹانگتا جاتا ہے۔

القصہ جب رعد و برق محشر لٹک چکے، غریاں اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا اور اپنے سردار ہیران جادو کو حکم دیا: "جا کر باقی ماندہ حریفوں کو تو غارت کر۔" یہ بموجب ارشاد اپنا شیر اڑا کر میدان میں آیا اور مقابلے کے لیے پکارا۔ اس وقت تخت مہ رخ، طاؤس سحر پر بصد زیبائش بہار سوار تھی۔ سر سے پا تک زیور زمردیں پہنے جھالے کان سے بڑھ کر کمر تک موتی کے پہنے تھے مانگ موتی سے بھری آنچل پلو کا دوپٹہ پر پائجامہ بوٹے دار اطلس کا پائنچے کلائی پر ڈالے طاؤس سے کود کر سامنے حریف کے گئی۔ افراسیاب نے جھک کر دیکھا اور سینے پر ہاتھ مارا سرد آہ کھینچ کر ملکہ حیرت کے لحاظ سے چپ ہو رہا۔

ادھر ہیران نے دوڑ کر تیغہ بہار پر مارا۔ یہ فوراً زمین میں سما گئی، مگر سر اپنا باہر رکھا۔ سر پر گلدستہ مانند کلغی کی لگا تھا۔ ہیران کا تیغہ اسی گلدستہ پر پڑا۔ اس کی پنکھڑیاں بکھر گئیں اور پھولوں کی خوشبو ہر سو پھیلی۔ ہیران نے کہا: "کیا عمدہ خوشبو ہے۔ اس وقت بہار زمین سے نکلی اور سحر پڑھ کر پکار دی: "اے بہار آؤ۔" جھونکے ہوائے سر کے آنے لگے اور چمنستان سر سبز و شاداب نظر آتے تھے۔

اس باغ سحر میں بہار آ کر کھڑی اور پکاری: "اے ہیران! تم نے بھی یہاں کے پھول سونگھے کچھ بہار دیکھی۔"

ہیران یہ صدا سن کر دوڑا، اور باغ میں آ کر عرض پیرا ہوا: "اب یہ پھول سونگھتا ہوں۔" کچھ خوشبو دار پھول توڑ کر سونگھے پھر تو ہیران اپنے گریبان کو پھاڑ کر پکارا: "میری جان ملکہ بہارا! مجھے جو ارشاد فرمائیے بجا لاؤں:

اس سراپا بہار نے ارشاد فرمایا: "جا غرباں کو پکڑ لا۔" ہیران وہاں سے تالیاں بجاتا' شعر عاشقانہ پڑھتا غرباں کی طرف چلا اور آ کر اس کی فوج پر حملہ آور ہوا جس کو ناریل مارا جلا دیا جس پر ترنج مارا دو کر دیا۔ آفت برپا کر دی۔ سینکڑوں ساحر مار ڈالے۔ غلغلہ بلند ہوا اور افراسیاب نے حیرت سے کہا: "دیکھو یہ تمہاری بہن کا کرشمہ ہے۔"

یہ کہہ کر اپنے ہاتھ اٹھائے انگلیوں سے ایک بجلی چمک کر ہیران پر گری کہ اس کے دو ٹکڑے ہوئے۔ حیرت نے کہا: "حضور نے اپنے ملازم کو آپ ہی قتل کیا۔"

شعلہ نے جواب دیا: "اس پر سے سحر بغیر مارے نہ اترتا اور یہ ہزاروں کا فیصلہ کر دیتا۔"

یہ کہہ کر بنگلے سے بیٹھے بیٹھے ایک نارنجیل چمنستان بہار پر مارا کہ اس باغ میں نارنجیل کے گرنے سے شرر پیدا ہوئے اور گلشن میں آگ لگی انار مثل انار آتش بازی کے چھوٹنے لگے اور سرو ہر ایک سرو چراغاں بنے۔ گل ہائے سرخ مثل چراغ کے روشن تھے۔

آخر جب سارا باغ جل گیا۔ سحر ٹوٹنے سے بہار پر بیہوشی چھائی افراسیاب نے نعرہ مارا: "اس کو۔" غرباں نے آ کر جال مارا کہ گردن پھنسی اور یہ بھی لٹک گئی۔ نافرمان اور سرخ مو وغیرہ زار زار روئیں اور نافرمان سحر کا نیچہ کھینچ کر غرباں کی طرف چلی۔ اس نے اپنے سردار اور خونخوار سے کہا: "روکو اس کو" اس نے بڑھ کر ترسول مارا۔ نافرمان نے جادو کی سپر پر روکا اور جوڑے سے ناریل نکال کر مارا۔ کہ شعلہ ہائے آتش نے خونخوار کو گھیرا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ دریا پیدا ہوا اور پانی نے آگ بجھا دیا۔ اس وقت شعلہ طلسم نے نعرہ مارا: "اے غرباں! لے اس کو۔" اس نے دوڑ کر جال مارا کہ نافرمان بھی لٹک گئی۔ یہ کیفیت دیکھ کر مہ رخ غصہ کے ساتھ تخت سے اتری اور خونخوار کے قریب پہنچ کر اس کے لپٹ گئی۔ اس نے ہر چند سحر کئے اور ترسول مارے' لیکن اس نے نہ چھوڑا اور بزور سحر صورت شیر غران کی اپنی بنا کر اس کو چیر کر پھینک دیا۔ ہنگامہ برپا ہوا' مارا خونخوار کو۔ غرباں جال لے کر دوڑا۔ مہ

رخ تنتن میں غرق ہو گئی اور غرباں کی پشت پر لگی چاہا کہ دوڑ کر اسے بھی لپٹ کر چیر ڈالے۔ اس کو غضب ناک دیکھ کر جلاد زبردست بیچ میں آ گیا۔ ملکہ سرخ مو نے جو مہ رخ کو دیکھا، طاؤس کو اڑا کر جلاد کا جا کر سامنا کیا اور کچھ ستارے ہاتھ پر رکھ کر ہوا اڑائے وہ فلک کی طرف جا کر وہاں سے مثل تیر شہاب، جلاد کے سر پر گرے کہ اسفل کی طرف سے نکل گئے غلغلہ ہوا کہ کشتی جلاد زبردست جادو مارا۔ غرباں جال لے کر اس کی جانب پھرا۔ سرخ مو بھی تنتن میں غرق ہو گئی۔ اس عرصہ میں مہ رخ سے الگ جا کھڑی ہوئی اور وہم جادو نے غرباں سے کہا: "آپ بھی ہٹ جائیے میں سب کو گرفتار کر لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر نارنج پکڑ کر آگے بڑھا۔ غرباں بھی علیحدہ جا کھڑا ہوا۔ اس وقت سرخ مو تنتن سے نکلی۔ وہم نے نارنج کھینچ کر مارا۔ سرخ مو نے دستک دی۔ نارنج الٹا پھر گیا۔ وہم نے اپنے بھرے ہوئے سحر کو بمشکل روکا۔ دونوں میں رد و بدل ہو رہی تھی کہ غرباں جال لے کر دوڑا۔ مہ رخ نے اس کو آتے دیکھ کر تمام تر چستی کے ساتھ وہم کی طرف دوڑ کر تلوار ماری، اس کی کمر پر پڑی اس کے دو ٹکڑے ہوئے اس کے مرنے کا شور بپا ہوا۔ مہ رخ اور سرخ مو زمین میں سما گئیں۔ غرباں جال لیے کھڑا رہ گیا۔

اس وقت عزت جادو نے پاس آ کر کہا: "آپ بیٹھیے میں ان دونوں کو پکڑے لیتا ہوں۔"

اس اثنا میں سرخ مو باہر نکلی۔ عزت نے دوڑ کر سحر کی کمند ماری، سرخ مو تڑپ کر کمند توڑ کر نکلی تھی کہ غرباں نے دوڑ کر جال مارا اس کی بھی گردن پھنس گئی اور دونوں کے برابر لٹک گئی۔ اس دم مہ رخ تنتن سے ظاہر ہوئی اور غرباں، تو جال کو دیکھ رہا تھا اس نے سحر کی تلوار ماری۔ عزت نے لاکھ رد سحر کیا، مگر بچ نہ سکا۔ دو ٹکڑے ہوئے صدا پیدا ہوئی کہ مارا عزت جادو کو۔ مہ رخ تلوار لیے غرباں پر آ گری۔ یہ صورت دیکھ کر آتش باز دوڑ پڑا۔ مہ رخ نے اس زور کی تلوار ماری کہ آتش باز کے دو پرکالے ہوئے پھر غرباں جال لے کر چلا مہ رخ تنتن میں سما گئی۔ اس وقت طرف ہنگامہ رزم و پیکار گرم تھا۔ ساحروں کے مرنے سے موکل شور مچاتے تھے اور شعلے

بلند تھے ادھر چلتے تھے۔ ہر سمت آگ لگی تھی۔ مہ رخ جان تیغ دم بدم کمین سے نکلتی تھی اور عدو کا کام شمشیر شرر بیز سے تمام کرتی تھی۔ افراسیاب بھی اس کی جرات دیکھ کر دنگ تھا۔ آخر اس نے للکارا: "فوج ساحران چاروں سمت سے گھیرے اور مہ رخ کو گرفتار کرے۔" اس حکم کو سن کر ناقوس جادو کچھ فوج لے کر بڑھا اور غرباں جال لے کر مستعد ہوا۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر بلاں سحر افگن اور آفت جادو دوڑے بلاں نے طوق اپنے گلے سے کھینچ کر مارا کہ ناقوس کے اژدہا بن کر لپٹا لیکن اس نے ناقوس جو بجایا اور اژدر اور پانی ہو گیا اور صدائے ناقوس سے بلاں و آفت دونوں بیہوش ہو گئے۔ غرباں نے جال مار کر ان کو بھی لٹکا لیا کہ یکایک مہ رخ کمین سے نکلی "فوج ساحران لینا لینا" کہہ کر اس پر چلی۔ اس نے بہت چالاکی کے ساتھ اڑ کر ایک تلوار ناقوس کے ایسی لگائی کہ سر اس کا کٹ کر دور گرا' شور محشر بلند ہوا۔ اس وقت غرباں نے دوڑ کر جال مارا' مہ رخ فوراً شعلہ بن کر مانند شرر کے جال سے نکلی اور ایک ہی تلوار غرباں کے لگائی یہ بھی بدود سحر اڑ گیا۔ ساحروں نے نارنج ترنج مہ رخ پر مارنا شروع کیے اس نے بھی شعلہ جوالہ کی طرح صف لشکر دشمن پر اپنے تئیں گرایا اور تہلکہ ڈال دیا۔ ادھر اس کا لشکر صف باندھے کھڑا تھا۔ بہرو مد لشکران غرباں پر جا پڑا پھر تو مہ رخ کی یہ کیفیت تھی

میداں میں ہوئی جو وہ صف آرا
محشر کیا دم میں آشکارا

تیغ اس کی غضب شرر فشاں تھی
دشمن کو بلائے جانستاں تھی

تن سے ادھر آئی سن سے نکلی

خون چاٹ کے حلق تن سے نکلی

بازو کو بغل کر سر کو کاٹا
سینہ کاٹا جگر کو کاٹا

وہ سر جو پناہ خود میں تھا
جھپکی نہ پلک کہ گود میں تھا

اکھڑے نخل حیات جڑ سے
سر کٹ کے گرے زمیں پہ دھڑ سے

لشکر تو دونوں آپس میں بھڑے ہوئے تھے اور عیاران عمرو بھاگ کر پہاڑ میں جا چھپے تھے۔ الحفیظ والا مان ایسی جنگ ہو رہی تھی کہ دیدہ مریخ حیران تھا۔ ہر سمت ساحر شیر بن کر اور اژدر بن کر گرتے تھے' پھنکارنے اور ڈھروکے مارنے سے جنگل لرزاں تھا آسمان پر جال تنا تھا زمین پر بہادروں کے بازوں کی مچھلیاں تڑپتی تھیں۔ سحر کے جانور ہر سمت دوڑتے تھے لہو کے دریا جاری تھے۔

اس غرفہ سے عظیم میں افراسیاب جو بنگلے سے کودا اور نعرہ مارا: "ہاشید اے نمک حرامں" یہ کہہ کر ایسا سحر پڑھا کہ مہ رخ کا لشکر کمر تک زمین میں غرق ہونے لگے۔ پھر تو فوج میں بھگدڑ پڑ گئی' لیکن مہ رخ نے مرنا گوارا کیا اور قدم معرکے سے نہ ہٹائے اور ایک ناریل زمین پر مارا کہ زمین شق ہوئی اور پانی نکلا بڑھ کر دریائے زخار کی طرح موجزن ہوا اس میں جادو کے زور سے مہ رخ مچھلی بن کر گری اور افراسیاب کی طرف چلی' افراسیاب نے چار جمشیدی کنڈی میں لگا کر دریا میں پھینکا۔ اس وقت مہ رخ کو کچھ چارہ نہ بنا اور وہ چارہ کھا کر کنڈی میں پھنسی۔ شاہ جادواں ڈوری کھینچ کنارے پر لایا اور غربال سے اشارہ کیا۔ اس نے اوپر جال مارا' مچھلی کی بھی گردن پھنسی'

شعلہ طلسم نے سحر کیا کہ وہ دریائے غائب ہوا اور مچھلی جو تھی مہ رخ کی صورت میں تبدیل ہو گئی اور سب کے برابر ہوا میں جال پر یہ بھی لٹک گئی۔ افسر کے گرفتار ہونے سے رہی سہی فوج جو تھی بھاگی اور افراسیاب نے برق چشمک وغیرہ جو برقیں کہ باقی ہیں' ان سے حکم کیا: "لشکر فراری پر چمک چمک کر گرو اور ان کا تعاقب کرو۔" بجلیاں کڑکا کر گریں اور خرمن حیات ہر ایک کا جلانے لگی۔ شکیل فوج کو لے کر بھاگا اور بجلیاں سر پر چمکتی ہوئی چلیں یہاں تک کہ بارگاہ خرگاہ وغیرہ چھوٹا۔ کوئی کسی طرف کوئی کسی طرف بھاگ نکلا۔ کہ و دشت میں جا کر غاروں گڑھوں وغیرہ میں ہر ایک اپنے تئیں چھپایا شعلہ طلسم نے کمرے بارگاہ اور بازار دکانیں لٹوائی اور بارگاہ اور بازار میں آگ لگا دی عیاران اسلام چھپے ہوئے یہ سانحہ دیکھ کر اشک حسرت گراتے تھے اور لاکھ لاکھ تدبیریں کرتے تھے کچھ بن نہ آتا تھا۔ عیار بچیاں بھی لوٹ مار کر رہی تھیں۔ مال و اسباب سے جھولیاں بھری تھیں۔ یہ ہنگامہ دن بھر گرم رہا۔ رات ہو گئی۔

شعلہ طلسم نے حکم دیا: جال کا ایک سرا گنبد نور سے اور دوسرا میری بارگاہ کے کلس سے باندھ دو۔ جو لوگ تنگن میں آ دھنسے سما گئے ہیں انھیں بھی جال میں لٹکا دو۔"

اس حکم کو سن کر قربان نے سب کو تنگن سے نکال کر جال میں ڈھکیلا اور سرے جال کے گنبد نور اور بارگاہ کے کلس سے باندھ دیئے ایک چادر سی تمام طلسم میں تنی تھی اور ہزاروں ساحروں کی گردن پھنسی تھی۔ کچھ تو سسکنے لگے تھے اور کچھ تڑپتے تڑپتے مر گئے تھے۔

الحاصل افراسیاب میدان جنگ سے پھر کر بارگاہ میں آیا اور پوچھا: "لشکر عدو سے کون گرفتار ہونے کو رہ گیا۔" ساحروں نے عرض کیا: "چار عیار اور شکیل قید نہیں ہوئے۔ باقی سب گرفتار ہیں۔" یہ دریافت کر کے ملکہ حیرت سے کہا: "تم تو گھبرائی تھیں دیکھا دم بھر میں سب کو قید کر لیا اب باقی عیار وغیرہ کو بھی کل گرفتار کروں گا ور جلاد

و حاضر رہیں۔ سب کو قتل کروں گا۔ اے غرباں تم سامنے جو پہاڑ ہے وہاں خیمہ استادہ کرا کے آج کی شب رہو اور جال کا پہرا دو۔ عیاری تمہاری فکر میں ضرور آئیں گے ان سے ہوشیار رہنا اور جس کو گرفتار کرنا جال میں لٹکا دینا۔"

غرباں نے ارشاد کے موجب خیمہ پہاڑ پر استادہ کرایا اور مع اپنے باقی ماندہ سرداروں سے وہاں آ کر بیٹھا اور شراب پینے لگا۔ سارے ذبح ہونے لگے۔

ادھر شہنشاہ ساحران نے جشن کے سراپچے بارگاہ کے اٹھوا دیئے۔ فرش قاقم و سنجاب دور تک بچھ گیا۔ ہزار ہا جھاڑ فرشی فانوسوں سے تا بارگاہ روشن ہو گیا۔ طلسم کے نقار خانے میں خوشی کی نوبت بجنے لگی۔ ملکہ حیرت قمر کار جواہر دوز جوڑا پہن کر زیور سے سراپا آراستہ ہو کر پہلو سے شہنشاہ بیٹھی۔ توشک خانہ کھل گیا۔ اہل دربار کو خلعت اور لباس ملنے لگے۔ ساقیان زریں لباس کشتیاں بادہ احمر کی لے کر حاضر ہوئے' دورے گلفام چلنے لگے۔ اکابران طلسم فتح کی خبر سن کر مبارک باد کو آئے' نذریں گزرنے لگیں۔ پر زہرہ تمکین مہ جبیں بصد حسن و ادا ناچتی اور گاتی تھیں۔ یہ تو داد عیش طرب دیتا ہے خوشی کر رہا ہے۔

ادھر عیاران لشکر عمرو بیتاب و بے قرار ہیں۔ آخر برق فرنگی نے قران سے کہا: "خلیفہ میں تو جا کر عیاری کرتا ہوں تو اپنی جان دوں گا یا اس غرباں کو ماروں گا۔" قران نے جواب دیا اچھا تم سب اپنی اپنی تدبیر کرو' میں بھی اس فکر میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر چار عیار ایک طرف روانہ ہوئے اور ضرغام نے ایک جگہ ٹھہر کر صورت اپنی مثل نار بازاں (نٹ) کے بنائی' لنگوٹ کس کر بازو پر مٹی چڑھائی کان میں کنڈل پہنا' بانس کندھے پر رکھا۔ گلا گنڈا گرہ دار گردن میں باندھا اور ٹم ٹموکتا قلابازیاں کھاتا کھیل تماشے کی صدا دیتا روانہ ہوا۔ ایک طرف سے برق فرنگی سامنے اس پہاڑ کے آیا۔ جہاں پر غرباں کا خیمہ ہے دیکھا دامن کوہ میں مجمع ہے۔ اسی جگہ گوشہ میں ٹھہر کر صورت اپنی کلاوناں کی ایسی بنائی۔ بڑی بڑی آنکھیں جٹی بھوئیں' چہرہ حسین و

حسین ناک میں نتھ پہنے۔ نشن قریب دھن جھومر کی لٹک۔ سرخ چنری گلنار کا لہنگا ہر ٹھوکر سے چلنے میں بھڑکا' شراب کی بوتلیں لے کر چلا۔ زیر کوہ بھٹی شراب کی بنائی اونچے پر سرخ شراب کی بوتلیں رکھ کر دکان جمائی' جو کوئی اس طرف آیا کلومان کے حسن کو دیکھ کر فریفتہ ہوا اور کچھ دام دے کر "چوکی" زیادہ دینا کہہ کر بیٹھ گیا۔ گھڑی بھر میں بادہ خواروں کے ٹھٹھ لگ گئے اور ایک کلومان مسکرا مسکرا کر بیٹھ کھل کر اپنی آن و ادا سے ہر ایک کو لبھانے لگی۔ ہر شخص مست ہو کر جھومتا تھا۔

یہ جماؤ ہوا اور ہائے ہوئے مستاں بلند ہوئی۔ ملازمین غرباں بہر خبر گیری پہاڑ سے اتر کر آئے اور ساقن کو دیکھ کر اس کی چشم میگوں کے متوالے ہوئے دو ایک جام پی کر گئے اور غرباں سے تعریف کرنے لگے۔ وہ بھی مشتاق ہوا اور چوبدار سے کہا: ساقن کو جلد کر بلا لا۔" اس نے آ کر ساقن سے کہا: "ہمارے مالک آپ کے خواہش مند ہیں شراب تحفہ کی گلابیاں لے کر چلیے اور بادہ مراد سے اپنے جام آرزو کو لبریز کیجئے۔
کلومان نے پہلے تو کچھ عذر کیا پھر کہا: "حکم حاکم سے کچھ بس نہیں۔ اچھا چلو میں چلتی ہوں۔"

یہ کہہ کر دکان بڑھائی اور گلابیاں شراب کی لے کر ہمراہ چوبدار کے پہاڑ پر آئی۔ جب غرباں کے سامنے گئی۔ شراب سامنے رکھی اور گھونگھٹ ہٹا کر اپنا جلوہ حسن تابناک دکھا کر ساغر چشم کو گردش میں لائی۔ غرباں نے ہاتھ پکڑ کر پہلو میں بٹھا لیا اور ملازموں سے اشارہ کیا: "یہاں سے ہٹ جاؤ" سب ایک ایک کر کے باہر گئے اور یہ دونوں تنہا رہے۔ ساقن بھی نخرے کرنے لگی اور اکیلا دیکھ کر اٹھی کہ میں جاتی ہوں وہ اٹھ کر لپٹ گیا اور منتیں کرنے لگا۔ اس اثنا میں خم ٹھوکنے کی آواز آئی اور تت نے صدا دی: اقبال بالا ہے۔ دولت کی بڑھتی ہو' بڑے بڑے کھیل تماشے۔"

یہ سنتے ہی ساقن نے کہا: "اس کو بلاؤ میں تماشا کراؤں گی۔" غرباں نے اس کی خاطر تت کو طلب کیا کہ کسی طرح ساقن راضی ہو جائے۔ غرض ملازم گئے اور تت کو

پہاڑ پر لائے تماشا ہونے لگے۔

ادھر شلو جاوداں کو سحر کے موکلوں نے خبر دی کیونکہ اس کو کھٹکا عیاروں کا تھا اس لیے موکل مقرر کیا تھا کہ جو کوئی آئے مجھ کو اطلاع ہو جائے۔ اس وقت حیرت سے شلو نے کہا: "عیار بڑے غضب کے ہیں ساقن اور نٹ بن کر غرباں کے پاس گئے چلو میں تم کو تماشہ دکھاؤں۔"

یہ کہہ کر حیرت کا ہاتھ پکڑ کر چلا۔ یہاں ساقن نے تماشہ دیکھتے دیکھتے ملازمین میں غرباں کو شراب پلائی تھی۔ اور اسے بھی جام شراب بیہوشی دیا تھا۔ وہ پیا چاہتا تھا کہ افراسیاب آ کر پہنچا اور نعرہ زن ہوا: "اے بے حیا! کہاں بچ کر جاؤ گے میں آ پہنچا۔" صدا سنتے ہی ساقن اور نٹ جست کر کے بھاگے۔

شہنشاہ نے کہا: "اے غرباں انھیں گرفتار کر۔" اس نے زمین پر دو ہنٹر مارا کہ دو زنگی نکلے اور عیاروں کے لپٹ گئے پکڑ کر انھیں بھی سب قیدیوں کے برابر جال میں لٹکا دیا۔ اس وقت شہنشاہ ساحران نے غرباں کے کان میں کچھ کہا۔ اس نے وہاں تخلیہ کرا کر ایک ساحر کو بلا کر کہا۔ حکم شاہ یہ ہے کہ تم میری صورت بزور سحر بنکر یہاں بیٹھو' جو کوئی پوچھے کہنا' میں غرباں ہوں۔" اس ساحر نے کہا: "ایسا ہی ہو گا اور شکل اپنی بعینہ شکل غرباں بنائی۔ اس وقت غرباں اصلی جہاں افراسیاب نے جائے سکونت بتائی ہے وہاں چلا گیا اور شلو جاوداں بھی حیرت کو لے کر باغ سیب میں آیا کہ چل کر ہمراہ زوجہ کے آرام کروں' صبح کو آ کر سب کو قتل کروں گا۔"

غرباں کے مخفی ہونے کا حال اس کے ملازموں کو بھی معلوم نہ ہوا اسی طرح وہ سرگرم کار و خدمت نقلی غرباں کے رہے لیکن شاہ طلسم کے چلے جانے کے بعد جانسوز و قران پہاڑ کے نیچے آئے اتفاق سے دو ساحر کسی کام کو پہاڑ کے نیچے آئے تھے۔ پھر کر جو اوپر جانے لگے۔ عیاروں نے پکارا: "بھائیو' ایک بات سنتے جاؤ وہ دونوں ٹھہر گئے انھوں نے قریب جا کر بیضہ بیہوشی اُن کے منہ پر مارے کہ دونوں بیہوش ہوئے۔ یہ ان کے پیراہن لے کر اور انھیں کی سی صورت بن کر پہاڑ پر گئے۔ ایک سمت مکانات آراستہ

بے وہاں جب پہنچے۔ ایک ساحر نے کہا: "حضور بڑی دیر سے شراب مانگ رہے ہیں تم کہاں گئے تھے۔" قران بولا: "انہیں کے کام کو گئے تھے اور سمجھے کہ جن کو ہم بیہوش کر کے آئے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساقی تھے۔" یہ کہہ کر گلابیاں شراب کی لے کر خیمہ نقلی غربال تقی میں گئے۔ قران تو جا کر پہلو میں کھڑا ہو گیا وہ جانسوز شراب لے کر سامنے ٹھہرا۔ اس نے چاہا کہ پیے۔ اسی وقت ایک سمت سے صدا آئی: "خبردار نہ پینا" اور زمین سے ایک زنگی نکلا جانسوز کو لپٹ گیا اور اڑ کر جال میں جا کر لٹکایا۔ وہاں سے ہنوز نہ پھرا تھا کہ قران جو پہلو میں کھڑا تھا اس نے غربال کے سر پر بغدہ مارا کہ وہ ہلاک ہوا۔ شور عظیم برپا ہوا کہ مارا فطرت جادو کو۔ آگ برسنے لگی۔ اسی بلا میں قران جست و خیز کر کے نکل گیا اور سمجھا کہ یہ غربال اصلی نہ تھا کیونکہ اس کے مرنے سے جال میں قیدی اسی طرح لٹکے رہے۔ کوئی رہا نہ ہوا' اگر یہ اصلی غربال ہوتا تو سحر اس کا رد ہو جاتا اور اس کے مرنے سے قیدی چھوٹ جاتے۔

قصہ مختصر قران بھاگ گیا اور وہ زنگی کہ شاہ طلسم اس کو مخفی بہرہ حفاظت مقرر کر گیا تھا۔ جانسوز کو جال میں لٹکا کر افراسیاب کے پاس گیا اور فطرت کے قتل سے اسے آگاہ کیا۔

حیرت نے کہا: "قران عیار بہت زبردست ہے اس کا قید ہونا مشکل ہے۔"

افراسیاب بولا: "غربال ایسی جگہ جا کر رہا ہے کہ کوئی اس کو نہ پائے گا اور سحر کا جال کوئی توڑ نہ سکے گا۔ پس پہرے چوکی کی کچھ حاجت نہیں۔ جو ساحروں وہاں اترے ہیں وہی کافی ہیں اور حیرت کا لشکر بھی موجود ہے۔ اب رات تھوڑی ہے۔ میں چل کر سب کو قتل کرتا ہوں۔ ہاں اتنے عرصے میں قران کو گرفتار کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر عیار بچیوں کو بلا کر تاکید اکید حکم دیا۔ "تم پانچ عیارہ ہو اور وہ تنہا ایک عیار ہے گھیر کر اس کو پکڑ لاؤ اور اس زنگی ساحر سے جو خبر لے کر آیا تھا۔ حکم دیا: "تم مخفی طور پر عیار بچیوں کے ساتھ رہو' جہاں یہ اس عیار کو پہچان کر لڑنے لگیں

تم سحر سے اس کو قید کر لینا۔" وہ زنگی اور عیار بچیاں حسب الحکم روانہ ہو گئیں۔

ادھر قران اس فکر میں پھر رہا تھا کہ اصلی قرہال کو ڈھونڈ کر قتل کروں اور ہر سمت تجسس کرتا رہا۔ لیکن اس کو نہ پایا۔ ادھر عیار بچیوں نے بھی قران کو تلاش کیا، مگر پتہ نہ ملا۔

صبح کو افراسیاب شاداں و فرحاں بستر سے اٹھا اور نہا کر خلعت فاخرہ زیب بر فرمایا۔ اکابران طلسم حاضر ہوئے سب کو ہمراہ لے کر سوار ہو کر بحشم و خدم روانہ ہوا اور بارگاہ حیرت میں آیا۔ دیکھا سب قیدی جال میں اسی طرح لٹکے ہیں۔ یہ دیکھ کر اپنے ملازموں سے بکمال بشاشت حکم دیا: "میدان میں سولیاں استادہ کرو اور آمادہ کش تسمہ کش جلا حاضر ہو۔" کار پرداز تعمیل حکم میں مصروف ہوئے۔ داریں کھڑی ہونے لگیں، لشکر کمر باندھ کر گرد میدان کے جا کھڑا ہوا جلا و تیغہ ہائے برہنہ لیے ہر سمت پھرنے لگے۔ خلقت کا اژدہام ہوا۔ یہ تو اس فکر میں مصروف ہے۔

لیکن کار سازی حافظ حقیقی دیکھیے کہ جس بادشاہ کا ذکر چھڑ کیا تھا۔ یعنی کوکب روشن ضمیر صبح کو سریر طلسم نور افشاں پہ جب جلوہ گر ہوا۔ تمام سردار اور شاہان ممالک طلسم گوہر افشاں یعنی بلبن پرواز جادو، ملکہ زیور زرین پوش و سبک دوش جادو، ملکہ زمرد پوش جادو ملکہ یاقوت پوش جادو،ملکہ فیروزہ پوش جادو، ملکہ طلسان سبز پوش جادو، ملکہ الماس پوش جادو، ملکہ ستارہ چشم جادو، ملکہ حور چہرہ جادو، ملکہ گوہر دندان جادو، ملکہ زر نگار جادو، ملک محبوب جادو، ملکہ خورشید تاجدار جادو، ملکہ مہ تاجدار جادو، ملکہ فیروزہ تاجدار جادو، ملکہ گلزر جادو، ملکہ نحرسان جادو، ملک ترسان جادو، لرزاں شاہ جادو، خونخوار جادو، سراب جادو، قہر شاہ جادو، مصفر شاہ جادو، قرطاش شاہ جادو، مبہوت کاکل کشاف فیل دندان جادو وغیرہ ہزاروں ساحر حاضر دربار ہو کر پایہ بپایہ بیٹھے تھے، اور ملکہ بہاران شمشیر تن برابر تخت شاہی کے کرسی پہ جلوہ فرما تھی۔ مرزان وزیر، سریر شاہ کے مروحہ جنبانی کر رہا تھا۔ چتر شاہی پھر رہا تھا۔ اس وقت اہل اور بار سرخ پوشاکیں زیب قامت فرما تھے۔

اس شاہ عالی جاہ کے سامنے زہرہ و شان قمر صورت ناچ رہی تھیں اور دور جام بادہ ارغوانی چلتا تھا۔ ہنگامہ عشرت و نشاط برپا تھا کہ یکایک شاہ نے فرمایا: اس وقت کچھ طبع عالی مکدر ہے۔ باغ کی سیر کو جی چاہتا ہے۔" یہ کہہ کر تخت سے اٹھ کر سمت صحرا چلا۔ اکابرین طلسم کا مجمع ساتھ ہوا۔

اس وقت وہ مہ سپہر خوبی اور گل شاداب گلشن محبوبی کو مہ و آفتاب اس کی غلامی کا داغ اپنی پیشانی میں رکھتے تھے اور گوہر شب چراغ سامنے اس کے حسن مصفا کے بے آبرو تھے۔ وہ کون رونق انجمن یعنی بہار شمشیر تن کو حسینان دہر کی افسر اس کو کہنا زیبا ہے۔

یہ نازنین بھی باپ کے ہمراہ مع کنیز ان ماہرو کے روانہ ہوئی اور عرض پیرا تھی: "اے والد ماجد روبرو گنبد سامری جو صحرائے وسیع و سرسبز واقع ہوا ہے۔ سارے طلسم سے وہ مقام نہایت بلند ہے۔ وہاں چل کر آپ کے سامنے پرواز کریں، تاکہ مزاج ہمایوں شہنشاہ اس کیفیت اور تماشے کے ملاحظہ سے شاد ہو۔"

کوکب نے فرمایا: "تمہارا بھی تقاضائے لڑکپن نہیں مٹا، وہی بات یاد ہے جو اچھل کود کی ہے۔ اچھا چلو، آج ہم بھی پرواز کریں گے اور سنا ہے کہ ملکہ گوہر افشاں بلند پروانا خوب اڑتی ہیں، ان کی بلندی پروازی دیکھیں گے۔"

یہ باتیں کرتے ہوئے اسی سمت کو جہاں کا پتہ بہار شمشیر تن نے بتلایا، روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ اس مرغزار نزہت بار، باغ شداد میں پہنچے۔ یہ باغ سلطان کی سیر کے لیے تعمیر تھا۔ اسی کے ملحق متصل گنبد سامری ہر پرستش بنائی ہے۔ بادشاہ کے سواری باغ کے اندر آئی اور گلشن کے بیچ جو بارہ دری جواہر جڑی ہی منقوش تھی اس کے کوٹھے پر تخت بچھا کر شاہ قرار پذیر ہوا اور سیر حدیقہ رشک دہ ریاض بیداد کرتا تھا۔ اللہ اللہ وہ نور کا تڑکا اور اس وقت گلعذار نسرین بدنوں کا آنا، گلہائے باغ جوبن اپنا دکھاتے تھے۔

اس وقت دوپٹے کی کاتیاں باندھ کر وہ سب خورشید رخسار سمت فلک اڑیں ادھر تو آفتاب

بلند ہو رہا تھا ادھر یہ مہر پیکر زریں لباس محو پرواز کناں ہوئیں گویا ہزاروں آفتاب آج کے دن نکل آئے اور یہ زمین کے چاند فلک پر پہنچے تھے کہ کوئی ماہر پانچ کوس بلند اور کوئی ستانا بھر کر اس سے اونچی نکل گئی کوئی تین کوس پر جا کر تھرانے لگی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایوان چرخ زبرجدی میں قندیلیں لٹکائی ہیں۔ یا حوریں جنت سے نکل کر بہر سیر' بروئے ہوا آئی ہیں۔ جب سب نے پرواز کی ملکہ گوہر افشاں بلند پرواز ہر ایک سے زیادہ بلند ہو گئی کہ جملہ ساحر دور بین سحر کی لگا کر دیکھتے تھے لیکن نظر نہ آتی تھی۔ ہر سمت غلغلہ تحسین و آفرین بلند تھا۔ اس وقت کوکب نے بہران شمشیر زن سے کہا: "اے فرزند! تم بھی اپنی تیزی دکھاؤ اور آج اس قدر بلند ہو کر طلسم ہوشربا کوئی نشانی لاؤ۔" بہران نے حسب ارشاد دوپٹے کی گاتی باندھ کر اپنے جوڑے کو کھولا اور اختر مرواید کہ یہ موتی گنبد سامری کا ہے۔ ہزار ہا ہزار سحر اس سے پیدا ہوتے ہیں اور ساحران عالم پر جس کے پاس یہ موتی ہو وہ غالب رہتا ہے۔ نکال کر ہاتھ پر رکھا۔ اس کی روشنی مثل شعاع آفتاب کے پھیلی۔ اس نے انگلی سے اشارہ کیا کہ وہ شعاع چراغ کی لو کی طرح کٹنے لگی اور زمین پر لچھے ہو کر گرتی تھی۔ عجب نیرنگ اس وقت ظاہر ہوتا تھا گویا اس وقت ستارے سے ٹوٹ کر گر رہے تھے اس لوکاٹنی کہ زمین سے بڑھتے بڑھتے آسمان تک ایک لڑی موتی کی بندھ گئی۔ پھر تو وہ گوہر تابندہ سحر حسن لڑی تمام کر اس اختر مرواید سے لو بن کر گر رہی تھیں اور زمین تک آتے آتے وہ موتی ہو جاتی تھیں۔ کیا سیر ہو رہی تھی کہ بروئے ہوا ہزاروں مشعل اور چراغ روشن تھے یا ستارے ٹوٹتے تھے اور زمین پر موتی برستے تھے اور موتیوں کی لڑیاں زمین سے آسمان تک بندھتی تھیں۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ قدرت میں وہ مہر سپہر خوبی ہاں شوق کھولے بلند ہوتی جاتی تھی اور اپنے رخسار تابناک سے خورشید درخشاں کو شرمندہ فرماتی تھی۔ واہ واہ اور بابا کا شور چار طرف سے برپا تھا۔

اس بلندی پر مانند نسیم یا مانند خورشید' وہ رشک ناہید تھرائی اور یک نگاہ دوڑ کر تمام عالم

کی خبر گیراں ہوئی۔ طلسم آئینہ، طلسم ہزار برج، طلسم سوسن اور طلسم ہوشربا سب پیشِ نگاہ تھے۔ ہر سمت کی سیر کرتے کرتے طلسم ہوشربا میں نیا تماشا نظر آیا۔ یعنی ایک طلائی جال کو بروئے ہوا اتنا دیکھا کہ سرا اس کا گنبد نور میں بندھا ہے اور دوسرا دریائے خون رواں کے قریب ایک بارگاہ کے کلس سے اٹکا ہوا ہے اور ہزارہا آدمی اس میں لٹکا ہے بعض اس میں سسکتے ہیں بعض کا دم گھٹتا ہے بعض تڑپ کے مر گئے ہیں اور ایک میدان میں لشکر اترا ہے پہرا چوکی مقرر ہے، سولیاں کھڑی ہیں جلاد با شمشیر برہنہ کھڑے ہیں۔ ایک شور مچا ہے یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ ماجرا کیا ہے اور آگے بڑھی، اچانک اس کی نگاہ عمرو پر پڑی، ایک شخص عجیب الخلقت کو جال میں لٹکا دیکھی۔ سمجھی کہ یہ کوئی طلسمی جال میں پھنس گیا ہے جبھی تو اس کی شکل عجیب ہے، تو مڑی سا سر، زیرہ کی سی آنکھیں، کلچے کی طرح گال، موتی کی طرح دانت، منہ گریبان پھٹنے سے جو نکلا ہے تو ظاہر میں گردن تاگے کی مانند ہے۔ رسی کی طرح ہاتھ پاؤں ہیں۔ چھ گز کا دھڑ نیچے کا ہے، تین گز کا دھڑ اوپر کا ہے۔ یہ دیکھ کر سوچا اس بیچارے کو اس آفت سے چھڑانا چاہیے اور یہی نشانی اس طلسم کی اپنے باپ کے پاس لے جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر اختر مرادیہ کی لو کھڑے کھڑے بروئے ہوا کاٹی اور آتی لویں جمع ہوئی کہ اکٹھا ہو کر آفتاب بن گئیں۔ اس آفتاب میں غائب ہو کر یہ بھی بیچ جال میں جو لوگ پھنسے تھے وہ دل سے اپنی رہائی کی دعا مانگ رہے تھے زبانِ حال سے کہتے تھے: "اے خالق! ہم کو اس دام بلا سے رہائی دے۔"

اسی ہنگام میں کہ خورشید حیات ان کا لب بام تھا۔ وہ آفتاب بنی ہوئی جال پر آ کر تھرائی۔ آفتاب سحر کی گرمی جو پڑی کڑیاں جال کی ٹوٹنے لگیں۔ آفتاب یکایک شق ہوا ایران ظاہر ہو کر مثل شہباز کے گری۔ عمر جال سے چھوٹ کر گرا چاہتا تھا کہ اس نے جلدی سے پنجے میں دابا اور سنبھل کر جانا چاہتی تھی کہ جال کی کڑی ٹوٹنے سے تمام مقید پستی کی طرف چلے لیکن ہر ایک کی گردن پھنسی رہی کیونکہ سب کڑیاں تو اس

کی دوست تھیں اور قرباں جس کا یہ سحر ہے، وہ بھی زندہ ہے یہ سب کیونکر رہا ہوتے۔ دوسرے یہ کہ اس کو صرف عمرو کو لے جانا منظور تھا۔ اس لیے جال کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کیا۔ الحاصل جال چیتھڑے ہی کرنے لگے۔ ساحروں شور مچایا۔ افراسیاب دوڑا اور اڑ کر جتنا جال کو ٹوٹ گیا تھا اس کو تو چھوڑ دیا۔ جو وہ ایک قیدی اس ٹکڑے میں تھے وہ جو گرنے لگے۔ سحر پڑھا اور سحر کے پنجوں نے انھیں روکا دوسرا سرا جال کا شہ طلسم نے روک کر نعرہ کیا: "اے قرباں چل۔" یہ ایک طرف سے اڑ کر آیا اور جال کو روکا۔ شہ طلسم جال اس کو دے کر آفتاب کی طرف جھپٹا۔ بران کچھ دور گئی تھی کہ اس کو جا کر گھیرا۔ شہ کے آنے سے بہت سے ساحر دوڑ پڑے۔ بران نے مروارید (موتی) کی لڑیں جو کاٹیں وہ شعلہ بن کر ساحروں پر گریں کہ ان کو رخت ہستی جلنے لگا اور ساحروں کے مرنے کا شور برپا ہوا، آگ پتھر برسنے لگے۔ لیکن شہ جاوداں اژدر بن کر بران پر چلا اور قلاب آتشیں ایسے چھوڑے کہ اس موذی کے ہاتھ سے خدا کی مار وہ سراپا ناز زخمی ہوئی، اژدر کے منہ کی آگ کے اثر سے چھالے جسم پر پڑے لیکن جی کڑا کر کے عمرو کو ہاتھ سے نہ چھوڑا اور آخر مروارید شہ طلسم پر کھینچ مارا۔ وہ بھی جست کر کے الگ ہوا اگر پڑ جاتا تو سینہ توڑ جاتا، مگر اس کی روشنی پڑنے نے اور پاس سے نکل جانے سے افراسیاب اژدر سے اصلی صورت میں ہو گیا۔ بران نے اڑ کر اپنا موتی پھر ہاتھ پر روکا اور شہ کمند سحر لے کر اس کی سمت چلا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ دو پنجے اڑتے ہوئے آئے اور شہ کے ہاتھ لپٹ گئے۔ افراسیاب نے انگلیاں چٹکائیں کہ بجلیاں تڑپ کر پنجوں پر گریں دونوں جل گئے۔ صدا آئی: "حق نمک کو کب سے ہم ادا ہوئے۔"

شہ طلسم پھر کمند لے کر دوڑا۔ بیشک یہ بادشاہ شہنشاہ جاوداں اور مالک طلسم ہے بران اس کی ہمسر نہیں۔ اس دفعہ کمند کا وار نہ رد کر سکی۔ اس نے کمند میں اس کو پھانسا مگر ایسی زبردست ساحرہ ہے کہ تڑپ کر نکل گئی۔ اس لیے کمند کے حلقے اور

کمند کے ڈورے تمام اعضا میں پیوست ہو گئے۔ خون سارے جسم سے جاری ہوا اور جابجا بدن فگار ہو گیا۔ ادھر افراسیاب نے کھینچا' اس طرف اس نے زور کیا۔ پھر یہ عورت نازک اندام' وہ مرد قوی بازو آخر کھینچتی ہوئی چلی۔

لیکن اب کوکب کا حال سنیے' جب اڑی ہوئی بیٹی کو عرصہ گزرا اور اتر کر نہ آئی عقل سے دریافت کیا کہ شاید بہت جو بلند ہو گئی ہے فرط نزاکت سے تھک کر کہیں گری ہے۔ بیہوش ہو گئی ہے یا کوئی آفت میں مبتلا ہو گئی ہے' اگر کسی کو حکم دوں خبر لائے تو کوئی اتنا بلند نہ اڑ سکے گا۔ لازم ہے کہ خود پر یہ سوچ کر تخت سے جست کر کے اڑا اور جب ہوا میں بلندی پر پہنچا۔ ہر سمت نظارہ کر رہا تھا۔ طلسم ہوشربا میں ایک ہنگامہ بپا دیکھا کہ بیٹی میری کمند میں پھنسی ہے اور ساحر گھیرے ہیں۔ افراسیاب سے لڑائی ہو رہی ہے۔ دیکھتے ہی مثل شعلہ جوالہ کے تیزی کے ساتھ طلسم میں افراسیاب پر گرا اور ایک برق بن کر سر پر چمک۔ افراسیاب گھبرایا اس نے اپنی شبیہ کا پتلا سامنے چھوڑ دیا۔ کوکب جو بجلی بن کر گرا' پتلے کے دو ٹکڑے کئے اور کمند سحر کو جلا کر بہران کو نجات دلائی۔ یہ سنبھل کر عمرو کو لے کر اپنے گھر گئی۔ اس اثنا میں افراسیاب پھر پیدا ہوا اور سرخ رنگ کی بجلی بن کر کوکب پر آ گرا اس نے بھی اپنی صورت کا پتلا سامنے کیا آپ غائب ہوا۔ سرخ رنگ کی بجلی جو گری نقلی کوکب کے دو ٹکڑے ہوئے۔ افراسیاب سمجھا کہ میں نے مار لیا۔ ایک بار پشت پر نعرہ ہوا "میرا نام کوکب" اس وقت افراسیاب نے اپنے بازو پر سے تعویذ سامری کھولا۔ ادھر کوکب نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک پتلا آئینہ حشیاری لے کر آیا۔ اس اثنا میں افراسیاب نے تعویذ کوکب کے سامنے کر دیا۔ کوکب نے بھی فی الفور افراسیاب کے سامنے آئینہ کیا۔ اس کے عکس سے کوکب کو بیہوشی چھائی اور آئینہ دیکھنے سے افراسیاب پر غفلت اور غشی طاری ہوئی۔ دونوں چکر کھاتے زمین کی طرف چلے کہ پتلے طلسمی زمین سے نکلے اور کچھ پتلے لباس زریں پہنے پرند نما گھوڑوں پر سوار طلسم کوکب کی طرف سے آئے۔

چیلوں نے افراسیاب کو روکا اور سواروں نے کوکب کو سنبھالا۔ اس وقت چتلے دونوں بادشاہوں کو ہوشیار کرنا چاہتے تھے کہ یکایک زمین شق ہوئی اور ایک مچھلی نے کہ مانند زمرد کے سارا جسم اس کا تھا۔ سر نکالا۔ یہ افراسیاب کی نانی ماہی زمرد رنگ ہے۔ اس کا ذکر بار ہا پیشتر کیا گیا ہے اس وقت اس نے منہ پھیلا کر اژدر کی طرح افراسیاب کو نگلا۔ اس اثنا میں طلسمی سوار کوکب کو ہوشیار کر چکے تھے کہ ماہی نے پکارا کو صدا:

"بیٹا کوکب یہ لڑائی بھگڑا کیسا ہے، کوئی اپنے بھائی سے لڑتا ہے۔ آپس میں فساد کرتا ہے اس نے بہت برا کیا جو تمہاری دختر پر کہ یہ اس کی لڑکی کے برابر ہے، ہاتھ اٹھایا، میں لیے جاتی ہوں، افراسیاب کو بھی سمجھاؤں گی اور تم بھی سدھارو۔" یہ کہہ کر غائب ہو گئی۔

کوکب بھی اپنے طلسم کو گیا۔ کچھ عرصے کے بعد اسی باغ میں کہ جہاں سے اٹھا تھا۔ یہاں تمام سردار فلک سے اتر کر منتظر تھے سب نے استقبال کیا۔ کوکب تخت پر متمکن ہوا۔ لیکن بہاران نے عمرو کو لا کر زمین پر ڈال دیا۔ اور اپنے مرہم سحر لگا کر حواس درست کر کے عمرو کی گردن سے جال کے حلقے نکالے اور مرہم لگایا۔ عمرو کی آنکھیں فرط ضعف سے بند تھیں۔ اس وقت کچھ افاقہ ہوا اور دل کو چین ملا تادیر آنکھیں بند کر کے پڑا رہا۔ اس اثنا میں کوکب آ کر سر پر جلوہ گر ہوا۔ بہاران نے پہلے کیفیت جنگ پوچھی۔ مزاج کا حال دریافت کیا۔ پھر عرض گزار ہوئی: "اے پدر عالی گہر۔ یہ مجرم ہیں اس لیے لائی ہوں کہ آپ ملاحظہ فرما کر بتلایئے کہ یہ انسان ہے یا حیوان۔ طائر یا دیو مٹھیا ہے، یا مرد بیابان ہے، آخر کون ہے اور کیا ہے اور افراسیاب نے اس کو کس لیے قید کیا تھا اور پھر اس کے رہا ہونے میں ایسا کیوں ناراض ہو کر لڑا۔"

کوکب نے اس کے التماس کرنے سے عمرو کی جانب بغور دیکھا اور اہل دربار سے کہا: "پہچانو تو یہ کون ہے۔" سب عمرو کی صورت دیکھ کر ہنسنے لگی اور اپنی عقل آزمائی سے کسی نے کہا: "یہ طائر سحر شدہ طلسم ہے، کوئی خطا اس سے ہوئی ہو گی۔ اس وجہ سے

افراسیاب نے اس کو قید کیا تھا۔"

کوئی بولا: "یہ پردہ ظلمات کی بلا ہے، بادشاہ اس کو مطیع کرنا چاہتا ہو گا۔" غرضیکہ اسی طرح سب سخن سنج تھے۔ کوکب نے فہیم فالدوں سے کہا: "تم بتاؤ یہ کون ہے کیونکہ تم کاہن اور ساحر زبردست ہو۔"

یہ کلام سن کر اس نے عرض کیا: "بزرگان طلسم اس طلسم کا زائچہ بنا کر جو کچھ حال ہونے والا ہے لکھ گئے ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو وہ زائچہ لاؤں۔ کیا بعید ہے کہ اس کا بھی حال لکھا ہو۔"

کوکب نے فرمایا: "مجھے اس کا حال بخوبی معلوم ہے اور میں روشن ضمیر اسی واسطے کہلاتا ہوں۔ سنو، یہ شخص اور اس کی توصیف خداوندی سامری اپنی کتاب میں لکھ گئے ہیں اس کا قدم جہاں پہنچا پھر وہاں دین سامری برباد ہوا۔ بران نے بڑا غضب کیا، جو اس کو یہاں لائیں۔ اچھا تم زائچہ لاؤ، دیکھوں بانیان طلسم نے کیا لکھا۔"

فہیم حسب الحکم زائچہ طلسم لایا۔ شاہ نے پڑھا۔ اس میں حکم نکلا: "سال آخر طلسم ہوشربا بانتہ جلوس سامری میں اسد غازی نواسہ حمزہ صاحبقراں کا آئے گا اور طلسم ہوش ربا فتح کرے گا اور شاہ طلسم نور افشاں، قید عمرو کو چھڑائے گا۔ پس لازم ہے کہ وہ عمرو کی شرکت کرے، کیونکہ شاہ جاوداں مارا جائے گا اور شاہ نور افشاں کا بڑا رتبہ ہو گا اور اگر شریک عمرو نہ ہو گا۔ تو مثل افراسیاب کو اس کو بھی ذلت ہو گی اور جان بھجائے گی۔" یہ پڑھ کر زائچہ تو فہیم کو دیا اور آپ عمرو کی متوجہ ہوا۔ عمرو بھی بخوبی ہوشیار ہو چکا تھا۔

○○○

صورت نگار

عمرو کا بیان فصاحت آتما شلو نے سن کر حکم دیا "کرسی جواہر آئیں قریب تخت بچھے اور خواجہ صاحب آپ تشریف فرما ہو جائیے۔"

عمرو اس کے اصرار کرسی پر متمکن ہوا اور سارا حال طلسم میں آنے کا بیان کیا۔ پھر یہ بھی کہا: "میں غریب آدمی ہوں بھائی صاحب قران محمد کو بہت کچھ دیتے تھے۔ اب یاوری طالع سے آپ کی خدمت میں پہنچا ہوں۔ دیکھوں کیا پاتا ہوں۔"

کوکب نے کشتیاں جواہر گوہر سے لبریز منگا کر عنایت فرمائیں اور کہا: "خواجہ اگر میری دختر تمہیں نہ چھڑاتی تو تم ہلاک ہو جاتے اب تک تمہارے ساتھی جال میں قیدی ہیں۔ شاہ طلسم کو اس کی ڈلی لے گئی ہے۔ جب وہ وہاں سے آئے گا تو سب کو راہ عدم دکھائے گا۔ کوئی ایسا شخص ہوتا کہ قریب دریائے سحر کے جاتا' وہاں پہاڑ پر مکان تہ خانے کی طرح بنا ہے سونے کی سیڑھیاں تہ خانے میں بنی ہیں۔ اس میں جا کر غیر ہاں رہا ہے جب اس کو کوئی قتل کرے تو سحر کا جال ٹوٹے اور ہر ایک قیدی چھوٹے"

عمرو یہ حال سن کر چپ ہو رہا اور دل میں سوچا کہ اب نتانہ تمری بہتری کا ہے۔ یہ لوگ بھی سب ساحر ہیں۔ ان کو شریک کیا تو کیا اور نہ شریک کیا تو کیا۔ چل کرغرہاں کو مار کر سب کو چھڑائیے یقین ہے۔ ہمارے دل نکل گئے' اب کوئی ضرورت نہ پہنچائے گا۔ مگر یہاں سے چلیے تو ان سب کو لوٹ کر چلیے۔ یہ سوچ کر کچھ گنگنانے لگا۔ کوکب کو آواز اس کی اچھی معلوم ہوئی اور بہار تو لوٹ ہو گئی اور ساحر بھی مشتاق ہوئے۔ گانے کی فرمائش سب نے کی۔

عمرو نے کہا: "میرا دل ٹھکانے نہیں کیا خاک گاؤں۔ مفلس لاچار مصیبت میں گرفتار ہوں۔"

یہ کلام سن کر سب نے بہت کچھ منگوا کر دیا اور کوکب نے بھی گانے کو کہا۔ عمرو

نے اس وقت نے کی جوڑی نکالی اور بجا کر ایک غزل گائی۔

ایسی دلکش صدا سے عمرو نے یہ غزل گائی کہ حاضرین دربار کی ہچکی بندھ گئی۔ ہزار ہا کیا لاکھوں روپے سب نے دیئے، ہر بحر تک یہ گاتا رہا پھر خاموش ہوا۔ لیکن آتش شوق سب کی شعلہ زن تھی۔ ابھی کچھ اور بھی اور" کی ہر ایک نے صدا دی۔

عمرو نے کہا: "میرا گانے کو کیا جم کر دل چاہے نہ شراب نہ کباب اور شوقین سب جمع ہیں۔"

یہ سنتے ہی کوکب نے ساقی کو اشارہ کیا کہ اس نے جام لا کر عمرو کو دیا۔ اس نے کہا: "ایک جام میں میرا کیا بھلا ہو گا۔ آج میخانہ میرے سپرد کیجئے اور بادہ خواری کی صحبت جمانے کا تکلف دیکھئے میں بادشاہ اسلام کو شراب پلاتا ہوں، وہ تکلفات تو کس کو نصیب ہو سکتے ہیں۔ لیکن پھر بھی آپ ملاحظہ فرمایئے گا کہ کیا سے کیا ہو گا۔"

کوکب نے حسب درخواست عمرو کو کشتیاں بادہ احمر کی منگا کر حوالے کیں۔ عمرو نے شراب گلابی کی جام میں جام کی کنٹری شیشے میں الٹ پھیر کر بیہوشی کا سفوف آنکھ بچا کر ملایا اور سبز سرخ شیشے برابر چن کر گلابیوں کا گلدستہ بنایا غرض یہ کہ جام شراب سے بھر کر، شراب کی تعریف کرتا ہوا، کوکب کے سامنے گیا اور جام پیش کیا۔ اس نے ساغر بخندہ پیشانی ہاتھ سے لے کر چاہا کہ نوش کروں۔ لیکن یہ بادشاہ طلسم ہے اور زبردست ساحر ہمسرا افراسیاب ہے۔ شراب شعلہ بن کر اڑ گئی۔ اس وقت جام اس نے ہاتھ پھینک دیا اور عمرو سے کہا: "تو بد باطن انتہا سے زیادہ ہے۔ تو ہی بتا کیا نیکی کا بدلہ یہی ہے، جو تو نے دیا۔ یہ تو خیر گذری جو میں تیرا شریک نہ ہوا۔"

یہ عتاب دیکھ کر عمرو نے بمنت عرض کیا: "میں نے امتحان لینے کے شراب میں بیہوشی ملائی تھی کہ دیکھوں آپ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے یا نہیں۔"

یہ کہہ کر دست بستہ آگے بڑھا اور قریب تخت پہنچ کر عفو جرائم کا خواستگار ہوا۔

کوکب نے کہا: "خواجہ، تم مکار ہو، تمہارے قول کا اعتبار نہیں۔ اب ہوشربا میں تم جاؤ،"

اسی لائق ہو کہ افراسیاب کی جوتیاں کھاؤ۔" یہ کہہ کر سینے پر ہاتھ رکھ کر اس زور سے دھکیلا عمرو کو معلوم ہوا پستی کی طرف قلابازیاں کھاتا جاتا ہوں۔ آخر فرط خوف سے اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ کچھ عرصے کے بعد جو آنکھ کھلی تو وہ باغ دیکھا نہ قصر شاہی نہ دربار نہ وزیر نہ شہریار کا پتہ پایا بلکہ قریب دریائے خون رواں ایک پہاڑ کے نزدیک، اپنے آپ کو کھڑا دیکھا۔ حیران کار ہوا کہ الٰہی یہ کیا طلسمات ہے۔ کجا طلسم نور افشاں کہاں دریائے سحر میں کہاں تھا اور کس جگہ آ گیا سبحان اللہ ایک ایک بشر کو تو نے ایسی طاقت عنایت فرمائی ہے کہ جس نے یہ طلسم دکھلایا۔ مجھے دم بھر میں کہاں سے کہاں پہنچایا۔" تادیر اسی طرح حیران رہا۔ آ کر بنظر فراست اس آمد رفت کو نیرنگ جادو سمجھ کر اپنے حواس درست کئے اور غور جو کیا اس کوہ کے نزدیک اپنے آپ کو کھڑا پایا۔ جہاں جائے سکونت ثرہاں شلہ کو کب نے بتائی تو سمجھا کہ کب دل سے میرا شریک معلوم ہوتا ہے۔ غصہ میری بے اعتدالی کے باعث ظہور میں آیا۔ مگر اس میں بھی میری فتح کی رہائی اس کو مد نظر رہی۔ اس لیے کہ اگر مجھ کو وہ جلد نہ بھیجتا تو سب قیدی قتل ہو جاتے۔ کیونکہ افراسیاب جب اپنی نانی کے پاس بیٹھا رہتا اگر وہ عورت اور خاطر داری کرتا تو کیا یہی اس نے بہتر کیا جو مجھے جلد یہاں پہنچایا۔ فی الحقیقت کہ وہ مرد بامروت ہے۔

غرضیکہ ایسا کچھ سوچ کر اپنی صورت شکل افراسیاب بنائی کہ تاج شاہی بر سر و چارقب شہنشاہی در بر سلکے موتیوں کے گلے میں ڈال کر کھور چندن کے جسم پر لگا کر نہایت آراستہ ہو کر پہاڑ پر چڑھا۔ دیکھا کہ عجب فرحت کی جگہ ہے کہ اس پہاڑ پر صحن فرہاد نثار ہے۔ ہر سمت گلزار و حدیقہ پر بہار اشجار باردار پر اڑا شمار ہیں۔ طائران خوش الحان نو اسنج ہیں اور سونے کی سیڑھیاں ایک طرف نشیب میں بنی ہیں۔ عمرو نے تہ خانے کے دروازے پر بیٹھ کر پکارا: "اے ثرہاں! ادھر آ۔" اس کے سحر کے موکل نے خبر دی: "تجھے عمرو بلاتا ہے۔" وہ گھبرا کر تہ خانے سے نکلا۔ دیکھا تو افراسیاب کھڑا ہے۔ حیران ہوا کہ اگر اس کو گرفتار کروں اور یہ شلہ طلسم ہو تو اپنی بھی جان جائے۔ دوسرے

یہ کہ عمرو کو بران اپنے طلسم میں لے گئی ہے وہاں کہاں آیا۔ آج ہی گیا ور آج ہی چلا آیا۔ فرض کرو بزور سحر بران اس کو جس طرح لے گئی تھی اسی طرح پہنچا گئی تو اس کو میرا مسکن کیونکر ملا۔ بہرصورت اس میں کچھ فتور ہے۔ یکایک اس میں ہاتھ نہ ڈالو امتحان کر لو۔"

یہ سوچ کر شلو کو سلام کر کے قریب آیا اور بہ نگاہ سحر عمرو نے دیکھا کہ یہ کچھ متوحش ہے۔ کہا: "اے قرباں: طریقہ اختیار یہی چاہیے۔ جیسا کہ تم کرتے ہو۔ یعنی مجھ پر بھی نگاہ سحر کی ڈالتے ہو۔ میں اس لیے آیا ہوں کہ وہ شرانگیز یعنی عمرو چھوٹ گیا ہے تمھیں ایک تحفہ دے آؤں تاکہ اس کی وجہ سے ہر شخص کی نظر سے مخفی رہو اور تم سب کو دیکھو تمہیں کوئی نہ دیکھے۔ اچھا اگر تم مجھ سے بدگمان ہو تو میں جاتا ہوں۔ لو یہ عطر سارے جسم میں اپنے مل کر بیٹھنا تاکہ سب کی نگاہ سے چھپے رہو۔"

یہ کہہ کر ایک شیشی عطر بیہوشی آمیز نکال کر اس کو دیا اور آپ دو قدم آگے بڑھ گیا اور گلیم اوڑھ لی۔ غائب ہو گیا۔ قرباں اس وقت سمجھا کہ اگر یہ افراسیاب نہ ہوتا تو میرے مافی الضمیر سے اور نگاہ سحر ڈالنے سے کیونکر آگاہ ہوتا اور پھر غائب نہ ہو جاتا۔ بلکہ عیار کا تو یہ کام ہے کہ پاس بیٹھے اور مکاری کرے۔ بے شک یہ بادشاہ طلسم تھا۔ خیر اس وقت کی بے اعتنائی کرنے کی عذر کسی وقت میں کر لوں گا۔ یہ سمجھ کر شیشی عطر لے کر چلا۔ عمرو بھی اس کے ہمراہ گلیم اوڑھے روانہ ہوا۔ وہ تہ خانہ میں اتر گیا۔ وہاں وسیع جگہ تھی اور اس کی پلنگڑی بچھی تھی۔ شراب کی کشتیاں اور جملہ سامان راحت و آرام مہیا تھا۔ عمرو ایک کنارے ٹھہر رہا۔ اس نے وہ شیشی کھول کر عطر لے کر پہلے منہ پر ملا اور آئینہ دکھا کر دیکھنے لگا کہ دیکھوں میرا سر غائب ہو گیا یا نہیں۔ لیکن عطر کی خوشبو جب دماغ میں بسی چھینک آئی۔ اور بیہوش ہو گیا۔ عمرو نے گلیم اتاری خنرج سے چھاتی پر چڑھ کر ذبح کر ڈالا۔ ایک غوغائے عظیم بلند ہوا۔ لیجیو گھیرو' پکڑیو۔ ارے اس نے غضب کیا کہ مارا قرباں جادو گر۔" یہاں تو

یہ شور و غوغا برپا تھا، لیکن وہاں جا سحر ٹوٹ گیا اور عمرو نے سامانِ خانہ لوٹ کر اپنا راستہ لیا، جب زمین پہ اترا دیکھا کہ شعلے اٹھ رہے ہیں آگ برس رہی ہے۔ عمر دوڑتا ہوا قریب لشکر پہنچا۔ یہاں حیرت اور جملہ ساحر لشکر افراسیاب ٹھہرے ہوئے تھے کہ یکایک جال ٹوٹا اور مہ رخ، بہار وغیرہ ساحران بھی چھوٹے۔ جو جو کہ زبردست ساحر تھے وہ بیہوش نہ ہوئے اور ایسے ویسے بیہوش تھے۔ وہ قلابازیاں کھاتے چلے تھے کہ ہوشیار ساحروں نے دستک دی پنجے پیدا ہوئے اور گرنے والوں کو روک کر زمین پہ پہنچایا۔ دونوں عیار بھی چھوٹے مہ رخ نے سحر پڑھا کر سب ہوشیار ہوئے۔ غوغا بلند ہوا۔

ملکہ حیرت خیمے سے نکل کر دوڑی۔ سردار سالار سب جھنجھنے لگے۔ دیکھا جال ٹوٹ گیا ہے ہر ایک قیدی چھوٹ گیا نارنج ترنج پکڑ کر آگے بڑھے کہ ان سب کو گرفتار کیجیے۔

اس وقت مہ رخ اور بہادر مخمور کو بھی قید ہونے سے غصہ کمال تھا۔ گو کسلند سارا لشکر تھا جان پر کھیل کر حملہ آور ہوا۔ بہار نے گلدستے سے نکال کر مارا کہ ہوا سرد چلی اور پھول برسنے لگے۔ جس نے وہ پھول سونگھے۔ تالیاں بجاتا دیوانہ وار لشکر حیرت کی طرف چلا ایک سمت سے مخمور نے جام زریں شراب سحر سے کھینچ مارا۔ ہر شخص اس کی تاثیر سے شعر و توصیف ساقی و شراب میں پڑھتا، دیوانہ لایعقل بنا۔ مہ رخ نے گولے فولادی لگائے۔ رعد نے گرجنا شروع کیا۔ برق مشتر چمک کر گرنے لگی۔ پھر تو بڑھ کر تلوار سحر چلنے لگی۔ حیرت ایسی ہی زبردست ساحرہ ہے جو ان سب کے سحر کو روک رہی تھی اور ہر ایک کو جواب دیتی تھی۔ آگ برساتی اور کبھی دریا جاری کرتی۔ کبھی اپنے لشکر کو روکتی اور گاہے حریف پہ حملہ کرتی۔ دم بھر میں لاش پہ لاش گرتی تھی۔ بسمل طپاں تھے سیلاب خون رواں تھے۔ ترسل چلتے تھے۔ غرض کہ اسی طرح شور محشر شام تک برپا رہے۔

حیرت سمجھی کہ یہ مخالف اب قید نہ ہو سکیں گے۔ شہنشاہ کے آنے پہ کوئی تدبیر کی جائے گی۔ رات کو جنگ موقوف کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر طبل بازگشت بجوایا اور رنجیدہ پھر کر بارگاہ میں آئی۔ اس کے لشکر نے کمر کھولی۔ ادھر مہ رخ جو مقام فرود گاہ پہ پہنچی۔

دیکھا بارگاہیں جلی پڑی ہیں اور بازاریں لٹ گئی ہیں معلیا فراری ہے۔ یہ دیکھ کر ساحر کو اپنے ممالک کے اطراف میں جو فتح ہو چکے ہیں اور جن کے سردار حاکم اس لشکر میں موجود ہیں، روانہ کیا کہ وہ جا کر جملہ اسباب شاہانہ بارگاہ و خیمہ و خرگاہ لائے۔ جھنڈے فتح کے استادہ ہوئے۔ لشکر نے کر کھلی منادی پٹی کہ جو لوگ فرار ہوئے ہیں وہ آ کر آباد ہوں منادی کی آواز سن کر قلیل جو فوج لے کر شعاب جبال میں چھپ گیا تھا۔ ہر ایک کو جمع کر کے اپنے ہمراہ لے کر خوشی خوشی آ کر داخل لشکر ہوا۔ رات بھر میں پھر وہی سامان وہی جلسہ عشرت اقران جمع ہوا۔ بارگاہ میں مسند مرصع سریر جہانیاں پر آ کر متمکن ہوئی سردار گرد تشریف فرما ہوئے۔ ارباب نشاط کو بلایا۔ ناچ ہونے لگا مے پرستی آغاز ہوئی۔ سردار بھی حاضر بارگاہ ہوئے قران جو فکر عیاری کرتا اپنے تئیں چھپاتا پھرتا تھا۔ بارگاہ میں آیا۔ عمرو بھی لشکر کے ساتھ آیا تھا۔ سب سے ملا۔ اس وقت عجب طرح کی مستی ہر ایک کو تھی۔ باہم گلے ملتے تھے اور مبارک باد دیتے تھے۔ نذریں بادشاہ لشکر کو گزرتی تھیں۔ خلعت عطا ہو رہے تھے۔ زہرہ جبینیں مہ پیکر ترانہ عشرت و خرمی گاتی تھیں

شب عیش و عشرت جو تھی رقص کی
تو زہرہ نے تیاری کی رقص کی

ہوا حکم رقاصہ کو ایک بار
چلی کج اداؤں کی سیدھی قطار

کمر ناز سے کوئی لچکاتی تھی
کوئی اپنی آنکھیں کا مٹکاتی تھی

کوئی ہاتھ سر پہ رکھے ناز سے
لپیٹیں دل رواں اپنے انداز سے

کوئی بولی بھیا تھم جاؤ ذرا
گلوری جو کھائی تھی سر پھر گیا

غرض جلسہ پہنچی ہر ایک مہ لقا
عجب لطف تھا اور عجب حسن تھا

عجاطیل سارنگیاں چھڑ گئیں
ہوئی ناچ میں صرف ہر نازنیں

دیا حکم مہ رخ نے پھر ایک بار
کہ سروادطن پہ سے کر زر نثار

غنی سب کو اک آن میں کر دیا
جواہر سے دامن کو بھر دیا

یہاں تو یہ جلسہ جما ہے لیکن افراسیاب کو جو ماہی زمردرنگ نگل گئی اپنے مقام پر پہنچ کر اگلا۔ جب شاہ کو ہوش آیا نانی کو سلام کیا اور گویا ہوا: "آپ مجھے لے آئیں۔ وہاں کوکب نے سب اسیروں کو رہا کر کے میری فوج کو درہم برہم کیا ہو گا۔" ماہی یہ کلام سن کر خفا ہوئی اور کہا: "اے بیوقوف! جس دم بہران نے عمرو کو آ کر چھڑایا تھا تو اس کی بعزت تمام بلاتا اور سبب لڑنے کا پوچھتا کہ یکایک تو لڑنے لگا آپس میں اپنے ہم مذہبوں سے بگاڑ کرنا اچھا نہیں۔ اب یہاں سے جا کر کوکب کو نامہ تحریر

کر اور بگاڑ کر باعث دریافت کر کے حتی الامکان صلح کا پیغام دے اور اس کے ساتھ مل جا' ورنہ دشمنوں کو قوت کمال ہو گی۔"

افراسیاب یہ کلام سن کر اپنی جگہ آما پذیر ہوا کیونکہ نہایت کسلمند تھا۔ صبح شاہ جادواں سوار ہو کر روانہ ہوا جب لشکر حیرت میں پہنچا' اس کو نوحہ گر خاک بر سرپایا۔ سارا ماجرا قتل غریباں اور رہائی باغیان سن کر کف افسوس ملے اور بغضب تمام چاہا کہ ابھی جا کر سب کو گرفتار کروں۔

حیرت نے عرض کیا: "اب کوکب ان کا شریک معلوم ہوتا ہے۔ آپ نہ جائیے۔ یہ سب معرکے جو پڑا ہے کوکب ہی کا فساد تھا۔ آپ اس کو نامہ تحریر فرمائیے۔"

شاہ طلسم اس کے منع کرنے سے تھم گیا اور چاہا کہ مکتوب تحریر کرے۔ اس وقت مصور جو پہلے سے آیا ہوا ہے' مگر تصویریں سحر سے سب حریفوں کی کھینچنے میں معروف ہے۔ چند دن سے طلسم باطن میں جا کر چلہ کش ہوا تھا۔ یہ حال لڑائی کا سن کر آیا۔ سب اہل لشکر بمع بادشاہ کے استقبال کیا اور بارگاہ میں لا کر پہنچایا ساتھ والوں کو اس کے اتروایا۔ اس نے سارا ماجرا کوکب کی شراکت کا سنا کہا: "میرا بھی نام خط میں ضرور لکھنا' اگر کوکب نہ مانے تو اس کی تصویر کھینچوں گا۔"

یہ مشورے باہم ہو رہے تھے کہ صرصر حاضر ہوئی۔ شاہ جادواں اس کو دیکھ کر بہت برہم ہوا اور کہا: "باشادی تو قران کو قید کرنے گئی تھی۔ خالی پھر آئی۔"

اس نے عرض کیا: "میں ابھی قران کی تلاش میں تھی کہ سارے مجرم جال سے چھوٹے اور ہنگامہ سارے طلسم میں برپا ہو گیا۔ سیتر مجبور ہو گئی مگر اب جا کر کسی عیار کو گرفتار یا سردار کو پکڑ کر لاتی ہوں۔" یہ عرض کر کے مع عیارنوں کے روانہ ہوئی۔ جب مہ رخ کے لشکر کے کنارے پہنچی سب الگ ہو گئیں لیکن صرصر و صبار رفتار صورت فراشوں کی بن کر بارگاہ میں داخل ہو گئیں اور ایک کونے میں ٹھہر کر فکر عیاری کرنے لگیں

یہاں صبح کی نماز پڑھ کر کرسی پر آ کر بیٹھا ہے۔ دربار جمع ہوتا جاتا ہے کہ یکایک عمرو کی نگاہ دو فراشوں پر پڑی کہ مورچھلیں وغیرہ اٹھا رہے ہیں، کنول سے شمعیں وغیرہ نکالتے ہیں۔ مگر چال ان کی عیاروں کی طرح ہے۔ یہ سمجھ کر بغور ملاحظہ کیا اور پہچانا کہ عیارہ ہیں یقین کرنے کے لیے پکارا: "اے کنیز و لوٹا بیت الخلا میں رکھ آؤ۔ کنول مرودنگ نہ چھوڑو۔"

یہ صدا سنتے ہی عیارہ سمجھ گئیں کہ ہمیں پہچان لیا۔ جست کر کے سراپردہ بارگاہ کا پھاند کر بھاگیں۔ عمرو بھی سراپردہ پھاند کر پیچھے دوڑا اور لشکر کے کنارے وہ پہنچیں تھیں کہ یہ بھی جا پہنچا۔ اس وقت تو دونوں عیارنوں نے نیمچے کھینچے اور لڑنے لگیں۔ عمرو بھی نیمچہ کھینچ کر مقابل ہوا۔ صرصر نے کمند ماری اور صبا رفتار نے نیمچہ مارا۔ عمرو نے اس طرح گردش کی اس کا نیمچہ خالی ہو گیا اور خنجر سے حلقہ ہائے کمند بھی کٹ گئے۔ اس اثنا میں برق فرنگی یہاں آ کر پہنچا اور استاد کو گھرا دیکھ کر تلوار کھینچ کر کود پڑا۔ ایک سے یہ لڑنے لگا اور ایک سے عمرو مقابلہ کرنے لگا۔ لیکن اور عیار بچیاں جو علیحدہ ہو گئی تھیں۔ ان میں سے تیز نگاہ نے دور سے اس لڑائی کو دیکھا۔ دل سے سوچی کہ یہی وقت قابو کا ہے، تو چل کر مہ رخ کو پکڑ لا۔"

یہ سوچ کر فوراً اپنے تئیں بہ شکل عمرو تیار کیا اور دوڑتی ہوئی بارگاہ میں گئی۔ مہ رخ سے کہا: "ذرا ادھر آئیے مجھے کچھ کہنا ہے۔" مہ رخ عمرو کے حکم سے گردن تابی کبھی نہ کرتی تھی۔ فوراً تخت سے اٹھ کر قریب آئی۔ عیارہ نے ہاتھ پکڑ لیا اور لشکر کے کنارے لائی اور بیضہ بیہوشی منہ پر لگا کر بیہوش کر کے پشتارہ باندھا، لے کر چلی۔ اسی طرح سے ہو کر نکلی، جہاں صرصر، عمرو لڑ رہے تھے۔ دور سے آواز دی، اے صرصر، کہاں لڑتی ہو۔ میں مہ رخ کو پکڑ لائی۔"

صرصر اور صبا رفتار یہ صدا سن کر بھاگی۔ عمرو اور برق نے تعاقب کیا۔ مگر تیز نگاہ دور تھی۔ بعجلت تمام چلی اور عمرو وغیرہ جو لپکے تو صرصر نے پھر روکا۔ جب تیز نگاہ

کچھ دور نکل گئی تو دونوں عیارہ پھر بھاگیں۔ اسی طرح رکتی اور بھاگتی دریائے خون رواں کے قریب پہنچیں: "پکاریں جلد ہمیں دریا کے پار پہنچاؤ۔

محافظان دریائے سحر پیچے کمرے میں دے کر تینوں کو پرے لے گئے اس وقت عمرو اور برق مجبور آب دیدہ ہو کر واپس ہوئے۔ عیار بچیوں نے مہ رخ کو باغ سیب میں پہنچایا اور ایک ساحر کو روانہ کیا کہ شہنشاہ جادواں کو لشکر حیرت میں جا کر اس حال کی خبر دے۔ اس نے آ کر بادشاہ سے خبر کی۔

افراسیاب بکمال فرح مع حیرت سوار ہو کر باغ سیب میں آیا اور مہ رخ کو قید سحر چھڑا کر ہوشیار کیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی اپنے تئیں سامنے جادواں کے دیکھا۔ گردن جھکا کر چپ ہو رہی اور حیرت بولی: "کیوں چڑو تو مقابل شہنشاہ بادشاہ بن کر بیٹھی تھی۔ دیکھ تیرا کیا حال ہوتا ہے۔"

مہ رخ نے کہا: "خدا میرے بچانے والا ہے۔"

شاہ طلسم نے حکم دیا: "بیرون باغ جلا کر بلا کر اس کو قتل کرو۔ دریا کے اس پار مت جاؤ۔"

شہنشاہ کے جسم کے مطابق عالیشان باغ اٹھے اور جادو کو لینے گئے۔

طلسم باطن میں غلغلہ ہوا کہ جو شاہ طلسم سے بغاوت کرے گا۔ اس کا انجام یہی ہو گا۔ آج مہ رخ...... قتل ہوتی ہے ساحر جوق در جوق آنا شروع ہوئے۔ یہاں تو قتل مہ رخ کی تیاری ہے۔ لیکن کیفیت عمرو کی سنیے۔

یہ بیتاب و بے قرار ہو کر کنارے سے دریائے سحر کے جو پھرا' ہر طرف اس فکر میں دوڑ رہا تھا کہ کس طرح پار دریائے سحر کے جاؤں اور مہ رخ کو چھڑاؤں۔ ہر طرف دوڑ دھوپ کی کچھ بس نہ چلا۔ ناچار مجبور ہو کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ اور بخشوع قلب سے درگاہ رب العزت میں دعا کرنے لگا۔

دعا کرنے سے خضر قبولی مددگار ہوئے اور قلزم آرزو میں باد مراد سے بیڑا پار ہوا۔ یعنی اک ساحر طلسم باطن میں جس جادو نام رہتا ہے اور اس کی سسرال دریا کے پار طلسم

ظاہر میں ہے فی الحال اس کی زوجہ اپنے میکے میں آئی تھی۔ اس نے اپنے بھائی عقاب جادو کو بھیجا تھا کہ میری بی بی کو لے آؤ۔ بھائی اس کا گیا اور ایک دن رہ کر رخصت کیا اپنی پیٹھ پر بھاوج کو سوار کر کے بہ شکل عقاب اڑتا ہوا چلا۔ اتفاق سے راہ میں اس کو رفع احتیاج کی ضرورت محسوس ہوئی اسی کوہ پر اترا کہ جہاں عمرو بیٹھا دعا کر رہا تھا۔ وہ بھاوج کو اتار کر ایک جگہ آپ بہت دور کسی کونے میں جا کر احتیاج رفع کرنے لگا۔ عمرو نے دعا کرتے کرتے جو نگاہ کی دیکھا ایک عورت حسینہ و جمیلہ کہ زلف دلاویز اس کی کمند گردن طائر جان عاشقاں ہے' کھڑی ہے گہنا پاتا پہنے ہے رخسار تابناک سے خرمن جان صبر و قرار پر آتش فگن ہے۔

ایسی فتنہ زہرہ شمائل کو دیکھ کر حیران ہوا کہ الٰہی یہ کہاں سے یکایک آ گئی۔ اٹھ کر اس کے پاس گیا اور کہا: "اے نازک اندام ذرا میری طرف دیکھو۔"

وہ عورت اس صدا سے پھر کر دیکھنے لگی کہ یہ کون آیا۔ عمرو نے بیضہ بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہوئی۔ اس کے کپڑے اتار کر اس کو زنبیل میں رکھ لیا اور آپ وہی کپڑے اور زیور وغیرہ پہن کر فی الفور ایسی ہی صورت بن گیا۔ اس عرصہ میں عقاب فارغ ضرورت سے ہو کر آیا اور کہا: "بھابھی آؤ سوار ہو۔"

عمرو نے اس کو دیکھ کر بالشت بھر کا گھونگھٹ نکال لیا اور وہ غوطہ مار کر صورت عقاب کی بن کر سامنے آیا۔ عمرو آہستہ سے اس پر سوار ہوا اور اس نے پرواز کر کے اپنے تئیں قریب دریائے سحر پہنچایا۔ چاہا اس پر جاؤں دریا میں' میں تلاطم پیدا ہو اور پاٹ دریا کا بڑھنے لگا۔ اس وقت عقاب نے پکار کر کہا: "زوجہ جنس جادو مصاحب بادشاہ طلس کو میں برسوں لینے گیا تھا اور پار اترنے کی سند جو جنس نے شہنشاہ سے حاصل کی تھی وہ محافظان دریا کو دے گیا تھا۔ آج مجھ کو راستہ ملنا چاہیے۔" یہ صدا دینے سے دریا کا جوش کم ہوا اور اصلی حالت میں بہنے لگا یہ اڑتا ہوا پار دریا کے پہنچا اور دم بھر میں ایک مکان آ کر اترا۔

عمرو نے دیکھا مکان کا صحن شستہ و رفتہ ہے۔ سامنے ایوان میں چوکا تخت کا بچھا ہے۔

اس پر دری چاندنی کا فرش بہت ستھرا اور عمدہ ہے۔ گاؤ تکیہ لگا ہے۔ دیوار میں تصویریں اور آئینہ نصب ہے۔ طاق برابر بنے ہیں۔ ان میں اچاریاں اور گلدستے دھرے ہیں۔ دوسری سمت دالان میں باورچی خانہ ہے اناج کی کوٹھری میں قفل لگا ہے۔ چوکی بچھی ہے۔

اس پر ہر قسم کے ظروف بچھے ہیں۔ ایک صحنچی میں چوکا دیا ہے۔ ہار پھول ہیں اسباب ساحری مہیا ہے۔ چوکے پر گاؤ پشت لگائے ایک ساحر سانولے رنگ کا بیٹھا ہے۔

جس وقت اس نے اپنی بی بی کو دیکھا تخت سے اٹھ کر قریب آیا۔ عمرو نے بھی گھونگھٹ اٹھا کر مسکرا کر آنکھوں کو پھرایا۔ اس نے آ کر گود میں لے کر عقاب کی پشت سے لے کر تخت پر لے کر بٹھلایا اور کہا: "اے بھائی عقاب! تم اپنے گھر جاؤ۔ میں اپنی زوجہ کو گھر بار سپرد کر کے بہ دلجمعی تمام دیوار شعلہ طلسم میں جانے والا ہوں وہاں مہ رخ کے قتل کی تیاری ہو رہی ہے۔ ایک عالم جمع ہے۔ ابھی اپنے گھر سے ہو کر آؤ اور تماشا دیکھو۔"

عقاب یہ کلام سن کر چلا گیا۔ جب تنہائی ہوئی اس نے زوجہ سے اختلاط کرنا شروع کیا۔ عمرو وہاں سے اٹھا اس نے پوچھا: "کہاں جاتی ہو۔"

جواب دیا "کوٹھری میں شراب لینے۔" وہ چپ ہو رہا۔ عمرو نے کوٹھری میں جا کر دیکھا کہ جملہ اسباب خانہ داری برتن اور صندوق اور پٹارے وغیرہ رکھے طاق پر شراب کی بوتلیں رکھی ہوئی ہیں۔ یہ دیکھ کر ایک شراب کی بوتل لے کر وہیں بیہوشی آمیز کر کے باہر آیا اور جام بھر کے پہلے جس کو دیا۔ وہ بے دھڑک پی گیا اور چاہا کہ بی بی سے لپٹوں عمرو پہلو سے تڑپ کر نکلا' وہ اٹھ کر پیچھے چلا تھا کہ بیہوش گرا۔ عمرو نے جال لیا اسی مار کر سارا مکان لوٹا۔ کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔ پھر اس کے کپڑے اتار کر اسی کی سی شکل بن کر اسے بھی زنبیل میں رکھ لیا اور آپ جھولی سحر کی گلے میں ڈال کر وہاں سے جب نکلا دیکھا خلقت گروہ در گروہ چلی جاتی ہے۔ ان میں بعض خوشی سے کہتے ہیں: "آج دشمن مارا جاتا ہے' اسی مکار مہ رخ نے شراکت کر کے عمرو کو تقویت دی۔ آج وہ بے کس و ناچار بندی بیٹھی ہے۔" یہ باتیں سن کر دوسرا بولا: "میاں

توبہ توبہ کرو کسی کی مصیبت پر ہنسا نہ کرو۔ یہ بھی گردش فلک ناہنجار ہے جو عالی ہمتوں کو دام مصیبت میں پھنساتا ہے اور شاہوں کو تخت عزت سے اتار کر بوریا فلاکت (غربت) پر بٹھاتا ہے۔ کسی کا دل شاد نہیں رکھتا۔ کوئی گھر آباد نہیں رکھتا۔"

اسی طرح باتیں کرتے جاتے تھے۔ عمرو بھی انہیں کے ساتھ چلا۔ یہاں تک کہ باغ سیب پر پہنچا۔ اس جگہ بڑا مجمع نظر آیا کہ سامنے افراسیاب و حیرت کرسی پر بیٹھے اور جلاد با تیغہائے برہنہ مہ رخ کے سر پر کھڑے تھے۔ ساحر ہر سمت قہقہے لگاتے تھے۔ مہ رخ بحسرت و یاس سمت فلک دیکھتی اور دل سے دعا کر رہی تھی۔

یہ دیکھ کر عمرو بھی رونے لگا' شہنشاہ ساحران کے قریب جا کر عرض کیا: "میرا جی چاہتا ہے اس مجرمہ کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں۔"

شاہ نے کہا: "جاؤ اور سر کاٹ لاؤ۔"

بس تلوار کھینچ کر بڑھا۔ جلادوں کا ہٹا دیا۔ شاہ سے کہا: "آپ اپنا سحر دفع کیجئے میں نے اس کو خوب مسحور کر لیا۔" شاہ کو تو یہ مطلق گمان نہ تھا کہ کوئی عیار یہاں آئے گا کیونکہ دریا کے پار کوئی نہیں آ سکتا۔

پس بادشاہ نے اپنا سحر دفع کر دیا۔ عمرو قریب جا کر مہ رخ کو دھمکانے لگا: "بادشاہ طلسم کی اطاعت کر تو جان تیری بچ جائے۔"

اس اسیرہ نے جھلا کر جواب دیا: "عمرو کے نام پر میری لاکھوں جانیں فدا ہیں' تو مجھ کو جلد قتل کر۔

عمرو نے کہا: "تیرے دشمنوں کو ماروں۔

یہ کہہ کر جال الیاسی مار کر مہ رخ کو کھینچا کر زنبیل میں ڈال دیا اور نعرہ کیا۔ میرا نام عمرو عیار ہے۔"

ساحر لینا لینا" کہہ کر دوڑے۔ عمرو نے دو تین حلقہ ہائے نفتی داغ کر مارے کہ دھواں پھیلا اور تاریکی ہو گئی اسی اندھیرے میں دو ایک ساحروں کے خنجر مارا۔ سر ان کے جدا ہوئے شور و غوغا ان کے مرنے کا بلند ہوا اور زیادہ تاریکی چھائی۔ عمرو گلیم اوڑھ

کر غائب ہوا۔

افراسیاب اور ملکہ حیرت کو ایک عالم محویت اور حیرت تا دیر رہا۔ پھر ہوش ذرا حواس درست ہوئے۔ دیکھا دو ایک ساحر مرے پڑے ہیں اور مہ رخ کا پتہ نہیں ہے۔ یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔

حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ! عمرو بدبلا ہے مجھ کو یہ حیرت ہے کہ وہ یہاں کس طرح آیا۔"

شاہ طلسم نے کچھ سحر پڑھا کہ ایک پتلا پیدا ہوا۔ اس سے کہا "عمرو کہاں ہے۔"

پتلے نے جواب دیا: "دریا کے اس پار طلسم میں"

پھر اس سے پوچھا: "سچ بتا۔"

پتلے نے کہا۔ "میں جھوٹے پر لعنت کرتا ہوں' وہ طلسم میں ہے۔"

شاہ نے اس وقت کتاب سامری منگا کر دیکھی ظاہر ہوا کہ عمرو زوجہ جنس جادو بن کر پشت عقاب پر سوار ہو کر آیا ہے پھر جنسی کو بھی اس نے قید کیا اور آپ اس کی صورت بن کر مہ رخ کو آ کر چھڑا لے گیا۔

یہ دیکھ کر عقاب کو شاہ نے بلوایا اور کہا: "اے بیوقوف تو عمرو کو اپنی پیٹھ پر لاد کر یہاں لے آیا اور بھائی کو اپنے قتل کرایا۔"

عقاب یہ سن کر رونے لگا اور جنس کے گھر کی طرف چلا اور وہ سارا مجمع برطرف ہوا۔ جلاد محروم ہو کر اپنے گھر چلے اور ساحران طلسم عبرت کرتے' ہم عمرو سے خوف کھاتے اپنی جگہ پر گئے۔ بادشاہ طلسم باغ میں جا کر بیٹھا اور حکم دیا: "طائران طلسم ہر سمت آوازیں لگائیں کہ عمرو طلسم میں آیا ہے سب لوگ یہاں کے ہوشیار رہیں اور بندوبست کیا جائے کہ وہ حرامزادہ اب دریا کے پار نہ اترے۔"

منادی نے آواز لگائی' سب ہوشیار ہو گئے اور محافظان دریا سے کہلا بھیجا: "بغیر میرے حکم نامے کے کسی کو پار اترنے نہ دینا۔" یہ بندوبست کر کے ٹھہرا تھا کہ مصور کا

نامہ آیا لکھا تھا: "سنا گیا ہے عمرو دریا کے پار طلسم باطن میں گیا ہے۔ فی الحال عمرو کی تصویر بن جائے گی۔ اس کو پہچان کر گرفتار کروں گا۔ اس کے بغیر اور کوئی صورت اس کی گرفتاری کی ظاہر میں نظر نہیں آتی۔"

جب یہ نامہ پڑھا جواب لکھا: "ضرور تشریف لائیے۔" اور ہر ایک حاضر دربار سے کہا: "آپ خداوند نادے تشریف لاتے ہیں وہ عمرو کو قید کرا دیں گے۔"

یہ خبر طلسم میں مشہور ہوئی ہر جگہ لوگ ذکر کرنے لگے عمرو نے بھی یہ ماجرا سنا گھبرایا کہ دیکھئے جان کیونکر بچتی ہے۔ آخر گلیم اوڑھے پھر جس جادو کے مکان میں آیا اور فی الفور دوبارہ اس کی جورو کی ایسی صورت بن کر اسباب ظاہرہ تخت وری وغیرہ زنبیل سے نکال کر قاعدے سے درست کر کے بیٹھا۔ راوی کہتا ہے کہ جس نے جب اپنی زوجہ کو اس کے میکے بھیجا تھا تو ملازموں کو رخصت دی تھی کہ اس عرصے میں فرصت ہے تم بھی اپنے اپنے گھر ہو آؤ۔"

اس وقت غلغلہ جو طلسم میں جس جادو کے مارے جانے کر برپا ہوا، اصیلیں بدحواس دوڑی آئیں۔ بی بی اپنی کو بیٹھے دیکھ کر سلام کیا، بلائیں لیں: "واری دشمنوں مدعیوں کے منہ میں خاکا پڑے افواہ اڑاتے ہیں۔"

عمرو نے کہا: "کیا کیا پھر کہو تو"

انہوں نے کہا: "میاں تو کہتے ہیں کہ ان کے دشمن عمرو کے ہاتھ سے مارے گئے۔"

یہ سنتے ہی عمرو سر پیٹنے لگا۔ نتھ اتاری، چوڑیاں توڑیں اور بیچ انگنائی میں ٹانگیں پھیلا کر واویلا مچانے لگا اس وقت عقاب جو آیا اور بھاوج کو غمناک دیکھ کر سوچا کہ شاہ طلسم نے کہا تھا۔ عمرو تیری بھاوج کی شکل بن کر آیا ہے اب نہیں معلوم یہ میری بھاوج ہے یا عمرو ہے اس سوچ میں موٹھ بھی بھولا اور بغور دیکھنے لگا۔ عمرو نے اس کو متوحش (وحشی) دیکھ کر بفراست دریافت کیا کہ معلوم ہوتا ہے میرے حال سے مطلع ہو گیا ہے۔ یہ دریافت کرتے ہی پکارا: "بھیا" ایک پہاڑ پر مجھ کو ٹھہرا کر تم جو گئے تھے۔ وہاں

ایک شخص آیا اور اس نے ایک انڈا میرے منہ پر مارا۔ پھر مجھے ہوش نہ رہا کچھ دیر کے بعد اس اکیلے گھر میں اپنے تئیں پایا۔ اور ایک دبلے پتلے آدمی کو دیکھا کہ اس نے پہلے گھر لوٹا۔ پھر میرا گہنا تو اتار ہی چکا تھا' مجھ کو خنجر سے ہلاک کرنے قریب آیا ان تو پیاری ہوتی ہے میں نے غل مچایا وہ بھاگ گیا۔ اب سمجھی ہوں کہ وہ عیار تھا اور اس نے میرے وارث کو مار ڈالا ہے کیوں یہ بات سچ ہے کہ بھائی تمہارے مارے گئے۔"

عقاب نے جو یہ تقریر سنی سمجھا کہ عمرو جب میرے بھائی کو قتل کر چکا ہو گا تو گھر لوٹ کر...... اس کو بھی زنبیل سے نکال کر مارتا ہو گا۔ کیونکہ عمرو پہلے بھی اس پار آیا اور شہروں کو لوٹا تھا۔ اس وجہ سے ساحر زنبیل سے واقف ہیں۔ غرض یہ کہ عقاب کو جب یقین ہوا کہ یہ میری بھاوج ہے پاس بیٹھ کر ہائے ہائے کرکے پیٹنے لگا۔ پھر تو عمرو نے اٹھ کر دو تین ٹکریں دیوار سے لگائیں کہ سر پھٹ گیا۔ خون بہنے لگا اور بین کرنا شروع کئے: "ہے ہے میرے ناز اٹھانے والے تو کدھر چل بسا ہے۔ میرا بادشاہی تخت لٹ گیا لوگو میرا وارث مجھ سے روٹھ گیا

طمانچوں سے نیلے کئے اس نے گال
کیا اس نے ماتم میں سینے کو لال

کہاں تک اے لوگو میں دکھ بھروں
جیے میرا خاوند اور میں مروں

اے لوگو قسمت میری سو گئی
یہ کہتے ہی سر پیٹا غش ہو گئی

ہوئی بعد لمحے کے جب ہوشیار

بھرے اشک آنکھوں میں دل بیقرار

سخن تھا زباں پر یہ ہر دم کے ہائے
کدھر ماہ یہ ڈھونڈنے تجھ کو جائے

مرا ماہ پیکر کہاں ہے بتاؤ
اسے میری چھاتی سے لا کر لگاؤ

اسی نوحہ و شیون میں سر پیٹتا باہر نکل کر چلا۔ عقاب ہاں ہاں کرتا پیچھے دوڑا کہ بھابی کہاں جاتی ہو۔ اس نے اس کی ایک نہ سنی۔ اس نے ہاتھ جوڑے منتیں کیں مگر نہ مانا اور سر سے لہو بہتا گریباں چاک سینہ زناں سر برہنہ کئے سیدھی باغ سیب کی طرف چلی۔ عقاب میں اس وقت تو آگے بڑھ گیا اور خدمت شاہ جادواں میں آ کر عرض کیا ہوا: "عمرو پہلے تو میری بھاوج بن کر بھائی کے پاس آیا۔ جب ان کو مار چکا تو بھاوج کو زنبیل سے نکال کر قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے غل مچایا اس وجہ سے چھوڑ کر بھاگا اور صورت میرے بھائی کی بن کر آیا۔ مہ رخ کو چھڑا لے گیا۔
قصہ مختصر بھابی نے جب سے رہا ہو کر حال اپنے شوہر کا سنا ہے۔ سر پھوڑتا ہے۔ قریب بہ ہلاکت اپنے تئیں پہنچایا ہے اب آپ آتی ہیں۔"
شاہ طلسم کتاب سے اول دریافت ہی کر چکا تھا کہ عمرو پہلے ندوہ جنس بنا تھا۔ پھر اس کی شکل بن کر یہاں پہنچا تھا اس دھوکے میں دوبارہ کتاب نہ دیکھی۔ عقاب کے قول کو صحیح سمجھا اس اثنا میں باغ کے در پر صدا نالہ و زاری برپا ہوئی اور ندوہ جنس سامنے بادشاہ کے آئی پاؤں پر گر پڑی۔ شاہ نے سر اس کا اٹھایا' دیکھا پھٹ گیا ہے۔ لہو بہہ رہا ہے۔ بال کھلے ہیں اس حال زار کو دیکھا کہ آپ بھی آب دیدہ ہوا اور کہا: "خداوند سے چارہ نہیں ہے۔ اے نیک بخت جنس جادو تو نہیں ہے اور باقی چیز تیرے واسطے موجود'

تیرے خداوند کا تجھ کو ملے گا۔ جا اپنے گھر میں چین سے رہ اور صبر کر۔"

یہ کلمات تشفی سن کر وہ سوگوار عرض کناں ہوئی کہ میرے پاس اب کیا ہے۔ عمرو گھر سارا لوٹ لے گیا۔ اب اکیلے مکان میں اگر رہوں۔ زمانہ کہے گا کہ یہ جوان جہان بے دیور کے پاس رہتی ہو گی۔ اے بادشاہ میں بدنام ہو جاؤں گی۔ مجھے میرے ماں باپ کے پہاڑ پہنچا دیجئے۔ آپ کی مہربانی اگر ہو گی اور وہاں تنخواہ ملے گی' کھاؤں گی اور آپ کو دعا دوں گی۔ اور نہ دیجئے گا تو میں چرخا پونی کر کے اوقات بسر کروں گی۔"

یہ کہہ کر خوب روئی۔ حیرت بھی رونے لگی اور گویا ہوئی: "اے شہنشاہا! یہاں تو یہ رہے گی تو ہر وقت شوہر اس کا یاد آئے گا کہ ہائے یہاں وہ بیٹھتا تھا اس جگہ سوتا تھا اس یاد میں دن رات رو رو کر مر جائے گی۔ لازم ہے کہ اس کو والدین کے یہاں...... بھجوا دیجئے۔ شاہ طلسم نے اس کے کہنے سے دو تین ساحر خدمت گار اس کے ساتھ کیے کہ بحفاظت تمام اس کو میکے میں پہنچا آؤ اور ایک طاؤس سحر بنا کر سوار کر کے کچھ روپے دے کر روانہ کیا۔ جب دریائے سحر کے کنارے پہنچے شاہ طلسم کے خاص اہلی کے خدمت گار تمغے باندھے ساتھ تھے۔ ان کو کون روکتا۔ پاسبانوں نے راستہ دیا اور طاؤس اڑتا ہوا۔ دریا کے پار اسی پہاڑ کے قریب پہنچا کہ جہاں سے عمرو عورت بن کر پشت عقاب پر سوار ہوا تھا۔ وہاں پہنچ کر ان ساحران ہمراہی سے کہ کہ اسی جگہ مجھ کو اس عیار نے بیہوش کیا تھا۔ تم ذرا مجھے اتارو تو میں اپنے خاوند کو رو لوں کہ وہ گھڑی کم بخت کون سی تھی جو میں یہاں پہنچی تھی اور میں بھوکی بھی ہوں کئی دن سے کچھ کھایا نہیں اس جگہ ٹھہر کر کھاؤں گی۔"

یہ التماس سن کر ساحروں نے طاؤس اتارا۔ پہلے تو عمرو ہائے ہائے کر کے خوب رویا۔ پھر کچھ میوہ اپنے پاس سے نکالا اور ان ساحروں کو دیا کہ تم بھی کھاؤ۔ اور آپ بھی ایک آدھ دانہ کھایا لیکن وہ میوہ کھا کر بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے سب کے تمغے اور لباس اور جو کچھ ان کے پاس تھا لے کر ایک رقعہ لکھ کر ان کی داڑھی کے بالوں

میں باندھ دیا۔ مضمون رقعہ یہ تھا: "اے حرامزادے افراسیاب! دیکھا تو نے کہ اسی ایک عیاری سے جس صورت سے کہ وہاں گیا تھا اسی طرح بفضلہ تعالیٰ چلا آیا اسی طرح ایک روز تجھ کو بھی آ کر مار ڈالوں گا ورنہ میری اطاعت میں حاضر ہو اور اسلام اختیار کر۔

یہ رقعہ باندھ کر کوہ سے اتر کر اپنے لشکر کا راستہ لیا لشکر میں جب سے برق عیار نے آ کر کہا ہے کہ عیار بھی مہ رخ کو پار دریائے سحر لے گئی' یہ سنتے ہی بہار و نافرمان پچھاڑیں کھانے لگیں یقین ہو گیا کہ مہ رخ زندہ نہ بچے گی آ کر مایوس ہو کر ہر ایک دعا میں مصروف ہوئیں اور بجا بات درگاہ کریم کارساز میں کہتی تھیں: "خداوند ہمارے سرپرست اور بادشاہ لشکر کو اس موذی کے ہاتھ سے رہائی دے۔" یہ دعا اور ورد زبان پر تھی اور گریہ اہل لشکر کر رہے تھے کہ عمرو آ کر پہنچا اور سب کو تسکین دے کر مہ رخ کو زنبیل سے نکالا اور اس کی جو آنکھ کھلی اپنی بارگاہ میں اپنے تئیں پایا سجدہ شکر معبود حقیقی اور فرمایا اور حمام کر کے خلعت شاہانہ پہن کر تخت پر جلوس کیا۔ شور تہنیت بلند ہوا۔ تمام سردار مسرور ہوئے اور عمرو کی عیاری کا حال سن کر سب کو نہایت تعجب ہوا۔ الحاصل صحبت عیش برپا ہوئی۔ بادہ خواری ہونے لگی نغمہ مسرت کا آغاز ہوا۔ یہ تو سب مصروف عیش و نشاط ہیں۔

لیکن اس عرصے میں پہاڑ پر ساحر ہوشیار ہوئے اور اپنے آپ کو برہنہ دیکھ کر نالاں و گریاں پھر کر پاس افراسیاب کے گئے اس نے رقعہ داڑھی سے کھول کر پڑھا اور تاؤ پیٹ لیا۔

ملک حیرت سے کہا: "اے حیرت! وہ نوجواں جس جادو نہ تھی عمرو تھی کہ دھوکا دے کر دریا کے پار اتر گیا۔"

یہ سنتے ہی خدمت گاروں نے آپس میں کہا: "بھائی ہمارے نصیب اچھے تھے جو اس عیار نے ہمیں ہلاک نہ کیا" اور اپنے اوپر سے سب نے صدقے اتارے لیکن شہنشاہ ساحران نے نامہ بنام منصور لکھا۔ مضمون یہ تھا: اے زیب ساحران والے زبدہ ساحری پرستان! حضور نے یہاں تشریف فرما ہونے کا وعدہ فرمایا تھا کہ عمرو کو گرفتار کروں گا۔ فی الحال مکار

یہاں سے طلسم ظاہر میں چلا گیا آپ اس کو قید کر لیجیے۔"

یہ لکھ کر پنجے کے ہاتھ روانہ کیا۔ جب نامہ مصور کو پہنچا وہ جانے کے لیے تیار تھا ٹھہر گیا اور اپنی زوجہ صورت نگار سے کہا: "میں عمرو کو اب گرفتار کرتا ہوں۔ میں نے تصویر اس کی کھینچی جس حال میں وہ ہو گا میں شناخت کر لوں گا۔"

اس نے تو اپنی زوجہ سے یہ کہا۔ لیکن برق فرنگی عیار بصورت مبدل بہر خبر گیری آیا تھا اس نے بھی سارا ماجرا سنا اور جا کر عمرو سے سب کیفیت بیان کی۔ عمرو نے کہا:

"بیٹا کسی طریقے سے میری تصویر مصور کے پاس سے لانا چاہیے۔"

برق فرنگی نے عرض کیا: "جاتا ہوں۔ اگر بن پڑا تو لاتا ہوں" یہ کہہ کر روانہ ہوا اور عمرو بھی بارگاہ سے اٹھ کر صحرا میں گیا اور صورت ساحر کی بن کر مخفی ہوا۔ لیکن شعلہ طلسم نے بعد تحریر نامہ عیار بچیوں کو بلا کر کہا: "تمھاری جان بازی میں کسی طرح کا شک نہیں، مگر لازم ہے کہ لشکر حیرت میں جا کر مصور کی حفاظت کرو اور جب وہ عمرو کو گرفتار کر لیں تو یہاں لے آؤ۔"

حسب الحکم پاس مصور کے آئیں۔ حکم شعلہ سے اس کو مطلع کیا۔ اس نے اپنی بارگاہ کے چار سمت چار خیمے استادہ کرا کر عیار بچیوں کو ان میں رکھا: "یہاں رہ کر تم میرے حال کی نگران رہو۔" اور بہت سے ساحروں کا پہرہ مقرر کیا کہ اجنبی کو آنے نہ دینا اور چند کنیزیں اپنی خدمت کو پاس رکھ لیں۔ باقی سب ملازموں کو باہر رہنے کا حکم دیا۔ جب سب انتظام کر چکا۔ عمرو کی تصویر صندوق سے نکال کر اپنے گلے میں لٹکائی کہ ہر وقت پیش نگاہ رہے تاکہ میں دھوکا نہ کھاؤں۔ غرض کہ سب طرح اطمینان کر لیا کہ برق جو عیاری کرنے چلا تھا، بصورت مبدل اس کے لشکر میں آیا۔ دیکھا بڑا انتظام ہے کوئی بارگاہ میں جانے نہیں پاتا۔ یہ دیکھ کر کنارے ٹھہر رہا اس اثنا میں ساقی آتش سے چتائے زنگاری سے آفتاب کو ساغر مغرب میں بھرا اور رات ہوئی۔

رات کو طشت صاف کرنے کے لیے مہترانی مع پارہ ٹوکرا کمر پر رکھے ہاتھوں میں ٹوکریاں

اور پاؤں میں پتلی سونے کی پازیب پہنے کان میں بچے بالیاں اور جھمکے آراستہ کیے بصد ناز و انداز آنکھ ہر ایک سے ملاتی اپنی آن بان دکھاتی جاتی تھی۔ برق نے جو اس کو دیکھا سوچا کہ اندر بارگاہ کے جائے گی۔ اس کو لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس کے قریب گیا اور یہ شعر

ٹلی میں تھی زہرہ جبینو   ل سے صفائی منظور

میری   قسمت   کا   ستارہ   جھاڑو   پیدا

جھاڑو کا نام سن کر مہترانی نے پھر کر دیکھا اور مسکرائی برق نے کچھ اشرفیاں دکھائیں اور منت سے کہا: "واسطہ سامری کا ایک بات میری سنتی جاؤ۔ مہترانی لالچ میں آ کر اس کے پاس آئی اور کہا: "میاں تم چلے ہو جو سامنے درخت لگا ہے اور اس جگہ گوشہ تنہائی ہے کوئی آنا جانا نہیں ہے وہاں جا کر ٹھہرو میں آتی ہوں۔ یہاں بات کرنے میں بڑائی ہے برادری میں پنچایت سے اٹھ جاؤں گی حقہ پانی بند ہو جائے گی۔"

برق نے کہا: "ہم تیرے عوض روٹی پکائیں گے مہترانی بولی: "کیا ضرورت ہے جو بات سہل میں ہو جائے اس کو مشکل کیوں کیجیے۔"

یہ سن کر برق چلے تنہائی میں گیا۔ پیچھے مہترانی بھی ٹالا بالا دیکھ کر کترا کر وہیں آئی۔ اس نے اس کو اشرفیاں دیں اور رخسار پر محبت سے ہاتھ پھیرا۔

مہترانی بولی: "میں بات سننے آئی ہوں' یہ ٹھٹھے بازی مجھے اچھی نہیں لگتی۔"

یہ کہہ کر جھاڑو ہٹائی اور جانے لگی۔ برق نے ہاتھ بیہوشی کا بھرا ہوا منہ پر پھیرا ہی تھا دو قدم آگے بڑھی تھی بیہوش ہو کر گری۔ اس نے زیور اور کپڑے اس کے اتار کر آئینہ سامنے رکھ کر فلیتہ عیاری جلد کر' اس کی سی صورت اپنی بنائی۔ بلکہ اور زیادہ اپنے حسن کی بناوٹ کی مانگ سر پر نکالی گلے میں چمپا کلی پہنی دوپٹے کی گاتی اس طرح

سر پر باندھی کہ چھاتی کے ابھار پر سب کی نگاہ پڑے۔ رخسار ٹوکرا اٹھانے کے بوجھ سے ایسے تمتما کر سرخ ہو گئے تھے کہ فی الحقیقت گلاب کو شرماتے تھے۔

اس صورت زیبا سے تیار ہو کر بارگاہ کی طرف چلا۔ جس نے نگاہ کی فریفتہ ہو گیا۔ چاہی سحر عشق انگیز پڑھنے لگے۔ وہاں آواز دے کہتے تھے۔

ایک بولا: "بی مہترانی جو کچھ گرا پڑا ہو یہاں سے بھی اٹھا۔" دوسرے نے کہا: "کہاں تمہاری چوکی کون صاف کرتا ہے۔"

مہترانی نے مسکرا کر کہا: "کچھ شامت آئی ہے مجھ کو دل لگی باز بنایا ہے۔ دیکھو حضور سے آج کہوں گی۔" یہ کہتی ہوئی اندر بارہ گاہ کے گئی اور جہاں ملازم اور کنیز ان ماہرو کا مجمع دیکھا۔ ٹوکرا چوکی خانہ میں رکھ کر آ بیٹھی کہ سامری سلامت رکھے زبا سی تمباکو کو کھلا دیجیے ایک کنیز نے پان لگا کر دیا دوپٹے سے پکڑ لیا جھک کر سلام کیا۔

ایک خواص بولی: "میری بھو کچھ ہو گا۔"

مہترانی نے ایک قرش لگائی۔ اس میں ایک خواص کو احتیاج کی ضرورت ہوئی۔ اس نے کہا: "تو نگوڑی مرادور انھاڑی ہے میرا مارے پیشاب کے برا حال ہے جلد جا کر صفائی کر لے، ٹوکرا ہٹا لے تو میں جاؤں۔"

مہترانی نے کہا: "بی بی خفا نہ ہو، چلو چلتی ہوں۔" یہ کہہ کر اٹھی پیچھے پیچھے خواص آفتابہ لیے آئی۔ مہترانی نے ٹوکرا ہٹا دیا اور کہا: "آؤ۔"

وہ جیسے ہی اندر آئی۔ اس نے حباب بیہوشی مارا کہ اس کی آواز بھی نہ نکلی، بیہوش ہو گئی۔ برق نے فوراً اس کے کپڑے اتارے اور اس کو خوب بیہوش کر کے آپ اس کی صورت بن اور ایک قنات کی آڑ میں اس کو لٹا کر اور اپنے ٹوکرے کو رکھ کر وہاں سے آیا اور جہاں سے وہ کنیز اٹھ کر گئی تھی۔ اسی بستر پر آ کر بیٹھا۔ لوگ سمجھے کہ مہترانی چلی گئی ہو گی۔

اس اثنا میں دوسرے درجے میں پلنگڑی جواہر کار آراستہ تھی اور بیچ میں پردہ پڑا تھا۔ ادھر کنیزیں تھیں۔ اس طرف مصور لیٹا تھا۔ ایک کنیز کو انھیں میں سے بلا لیا تھا۔ اس سے

اختلاط کر رہا تھا۔ برق نے ہزار تدبیر کی کہ میں مصور کے پاس جاؤں موقع نہ ملا۔ لیکن حال سنیے کہ اسی بارہ گاہ کے متصل بارگاہ صورت نگار کی بپا ہے وہ اس وقت شوہر کے پاس آئی اور کنیزوں بردارنیوں اور خواصوں کی ڈیوڑھی پر چھوڑ کر اکیلی پردہ اٹھا کر مصور کے پاس گئی۔ مصور کنیزی کے اس وقت بوسے لے رہا تھا اور کنیز بھی گردن میں ہاتھ ڈالے تھی۔

اس کیفیت کو صورت نگار دیکھ کر پیچھے ہٹی اور مصور گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ کنیز بالوں کو سمیٹتی دوپٹہ اوڑھتی پلنگ سے یہ کہتی ہوئی اٹھی: "میاں تم تو ناحق مجھ بدنام کرتے ہو۔ میں حاضر نہ ہوئی تھی تھوڑ مار زبردستی جو کوئی نوچا اور کھسوٹی کرے تو کیا کروں۔"

لیکن مصور نے اپنی زوجہ سے کہا: "اے ملکہ! آپ رک کیوں گئیں آئیے آئیے۔"

صورت نگار نے کہا کیا کروں آ کے، تم مزے اڑاؤ۔ مجھے بلا کر کیا کرو گے۔ کم بخت جو میں جانتی کہ یہاں یہ کرشمہ ہو رہا ہے تو کاہے کو آتی۔ پرائے مزے میں کھنڈت ڈالتی۔"

کنیز سے بولی: "یہ تو تجھ کیا باتیں بناتی دھگڑے پاس سے اٹھی ہے۔ اب کیا پوچھتا ہے۔ ہم گھر والی ہیں۔ اسے سرمنڈا کر گدھے پہ سوار نہ کیا تو اپنا نام نہ رکھا۔ لو سوت پرانی لیچی تو پڑیں تھیں۔ پھر راضی نہ تھیں۔" یہ کہہ کر جوتی اتار کر دوڑی۔ لونڈی بڑبڑاتی ہوئی بھاگی کہ جیسے ان کے میاں میں لعل لگے تھے جو کسی نے توڑ لیے تھے۔

اس وقت مصور نے آ کر بی بی کا ہاتھ پکڑا کہ صاحب سنو تو سنو غصہ جانے دو۔ اس کی خطا کیا ہے۔ میں نے پاؤں دبانے بلایا تھا۔ لو آؤ بیٹھو۔ یہ کہہ کر بمنت بٹھلایا۔ صورت نگار بیٹھی تو" مگر رنجیدہ کچھ رکی ہوئی۔ ہر چند مصور نے گدگدایا، مگر بات نہ کی۔ اٹھ کر اپنی بارگاہ کو چلی۔

برق سارا ماجرا کنیز بنا دیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہو لیا جب یہ اپنی بارگاہ میں آئی اور وہاں کا سارا غصہ اپنی لونڈیوں پر اتارا۔ کسی کو گالیاں دیں۔ کسی کو جوتیاں لگائیں۔

کسی پر گوٹا پٹکاتا، ناچتی تھا ہوئی۔

کسی نے کہا: "مالزادی، پیچوں کیسا بھرا ہے کہ سنکا نہیں۔"

کسی نے کہا: "میں نے تجھے پکڑا تھا جواب تو نے کیوں نہ دیا۔"

غرض خوب بک جھک کر برق جو کنیز بنا ہوا آیا تھا اس کی طرف متوجہ ہوئی: "بی لیکن تم میاں کو کیوں چھوڑ آئیں۔"

اس نے کہا: "بی بی تم پاس ہی بیٹھے دیکھ آئیں مجھ سے اس لونڈی کا حال سنیے کیا کیا اس کے ناز میاں اٹھاتے ہیں یہ بات مطلب کی جو اس نے سنی۔ سب کنیزوں پہ تھا تو تھی۔ ان کو ہٹا دیا اور اکیلی برق کو لے کر بیٹھی باتیں پوچھنے لگی۔

برق نے کہا: "بی بی، وہ دن رات ٹانگوں میں ٹانگیں ڈالے پڑی رہتی ہے۔ میاں چلہ کھینچنے کے بجائے اس کو تو لیے پڑے رہتے ہیں۔" یہ باتیں کرتے کرتے جمائی لی اور اٹھا کہ حضور میں پھر حاضر ہوں گی۔"

صورت نگار نے کہا: "اری بیٹھ۔"

اس نے کہا: "عرض نہیں کر سکتی مجھے شراب پینے کی عادت ہے۔" صورت نگار نے کشتی شراب کی اس کے حوالے کی اور کہا: "تو بھی پی اور مجھے بھی پلا۔"

برق نے جام شراب بیہوشی ملا کر اس کو دیا کہ وہ پیتے ہی بیہوش ہو گئی۔ تنہائی تو تھی ہی۔ اس نے اس کے کپڑے اتارے اور اس کو خوب بیہوش کر کے صورت اس کی اپنی بنا کر اور اس کو اس جگہ کی ایک دری میں لپیٹ کر بارگاہ کے ایک گوشے میں کھڑا کر دیا اور آپ پلنگ پر لیٹ رہا۔ یہ تو بن سنور کر لیٹا۔

لیکن مصور نے اپنی زوجہ کے چلے جانے کے بعد پہلے تو کچھ کنیزی کی خاطر داری اور دلجوئی کی۔ پھر وہاں سے بڑی رات گئے بی بی کے پاس آیا اور پلنگ پر بیٹھ کر اور شانہ پکڑ کر کھینچا۔ ادھر آؤ منہ سے بولو، میرا قصور معاف کرو۔"

نقلی زوجہ نے کروٹ لے کر اس کی صورت دیکھ کر منہ چھپا لیا اور کہا: "جاؤ جاؤ۔

تم اپنی لونڈی سے خوش رہو اسی سے تصور معاد کراؤ مجھ سے کیا سروکار ہے۔"

مصور نے ہاتھ باندھے منتیں کیں۔ گلے سے لگایا قسم کھائی کہ اب اس کنیز کو اپنی ماں بہن کی بجائے تصور کروں گا۔"

تب کہیں جا کر برق نے سیدھے منہ سے بات کی اور ہنس کر بولا۔ یہ بی بی کے پاس لیٹا اور اختلاط کرنے لگا۔ اس عرصہ میں تصویر جو عمرو کی گلے میں پڑی تھی۔ اس پر نگاہ جا پڑی دیکھا کہ صورت ساحر کی بنا ہوا عمرو ایک درہ کوہ میں بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر زوجہ سے کہا: تمہاری بک جھک میں عمرو کی گرفتاری کا کچھ خیال نہیں رہا دیکھو درہ کوہ میں اس وقت بیٹھا ہے چلو گرفتار کر لیں اور شہنشاہ کے پاس بھجوا کر اطمینان حاصل کریں۔"

نقلی صورت نگار نے کہا: "اچھا چلو۔ مگر ہتھیار ساتھ نہ لو اکیلے چلو تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔"

مصور نے کہا: "اچھا" اور بی بی کا ہاتھ پکڑ کر روانہ ہوا جب قریب کوہ کے پہنچا نقلی زوجہ نے کہا: "تم ٹھہرو میں درہ کوہ میں جا کر گرفتار کر لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر جھپٹ کر درہ کوہ میں گیا وہاں عمرو بیٹھا تھا اس سے کہا: "بھاگ جاؤ' مصور تمہیں پکڑنے آیا ہے۔"

عمرو نے گلیم اوڑھ لی اور صورت نگار نے ایک چیخ ماری "ارے دوڑو' یہاں بلا بیٹھی ہے۔"

مصور دوڑ کر درہ کوہ میں آیا دیکھا نہ عمرو ہے نہ کوئی اور۔ زوجہ میری دہشت سے کانپ رہی ہے۔

مصور نے کہا۔ "رات کا وقت تھا اس لیے میں تم کو منع کرتا تھا کہ اکیلی درے میں نہ جاؤ۔ آخر ڈر گئیں۔"

یہ کہہ کر گلے سے لگایا اور کہا: "اب چلو صبح کو عمرو کو پکڑیں گے۔"

یہ باتیں کر کے اس کو گود میں اٹھا کر اپنی خوابگاہ میں لایا اور لپٹ کر پیار کرنے لگا۔

نقلی زوجہ نے اپنے پاس عطر بیہوشی نکال کر انگیاز پر ملا۔ خوشبو سے اس کی مصور چھینک

مار کر بیہوش ہو گیا۔ برق نے عمرو کی تصویر گلے سے اتار لی اور چاہا کہ اس کا بھی پشتارہ باندھ کر لے اڑے۔ لیکن آگے کیفیت سنیے کہ عیار بچیاں چاروں کونوں پر بارگاہ کے اپنے اپنے خیمے سے جب زیادہ رات گئی تو نکل کر پہرہ دینے لگیں۔ یکایک انہوں نے چھینک کی آواز سنی مرصر نے صبا رفتار سے کہا: "یہ تو ایسی چھینک ہے' جیسے کسی نے کسی کو بیہوشی دی۔"

صبا رفتار نے کہا: "واری سچ کہتی ہو' چلو دیکھیں کہ بارگاہ میں کیا ہو رہا ہے۔

یہ کہہ کر بارگاہ کے اندر آئیں۔ ان کے آنے سے برق سراچہ بارگاہ چاک کر کے نعرہ مار کے میرا نام برق فرنگی ہے۔ بھاگ گیا۔

صرصر بھی سراچہ پھاند کر پیچھے روانہ ہوئی۔ لیکن برق دامن کوہ میں آ کر ٹھہرا اور صرصر جو چلی سمجھی کہ اگر وہ عیار مل جائے گا تو برابر کا مقابلہ ہو گا۔ ہاتھ نہ آئے گا۔ لازم ہے کہ تدبیر کروں جس سے وہ دھوکا کھائے۔ یہ سوچ کر اپنی صورت عمرو کی سی بنائی اور آگے بڑھ کر زنگل عیاری بجائی۔ برق دامن کوہ میں متلاشی عمرو تو کھڑا ہی تھا۔ زنگل کی صدا سن کر مقام بلند پر سے نگران ہوا۔ اٹھک شب مہ تھی اور چاندنی چھٹکی تھی۔ اس نے دور سے دیکھا کہ استاد کھڑے ہیں' دوڑ کر قریب آیا۔ کیونکہ ایک بار مصور کے ساتھ جو آیا تھا تو درہ کوہ میں استاد سے ملاقات ہو چکی۔ سمجھا کہ استاد اسی جگہ ملے تھے۔ یہ وہی کھڑے ہیں۔ غرض یہ کہ پاس آ کر عرض پیرا ہوا:

" استاد مصور تو بچ گیا' لیکن میں آپ کی تصویر اس کے پاس سے لے آیا ہوں۔"

صرصر نے آواز بنا کر کہا: "بیٹا' بڑا کام کیا شاباش مرحبا' لا وہ تصویر مجھے دے۔"

برق نے وہ تصویر نکال کر حوالے کی۔ صرصر تصویر لے کر جست کر کے بھاگی اور نعرہ زن ہوئی: "میرا نام صرصر ہے۔" برق دوڑا' لیکن وہ بھاگ کر بارگاہ مصور میں آئی اور اس کو ہوشیار کر کے سب حال بیان کیا کہ آپ ایسے غافل ہو گئے۔ عیار کو بغل میں لے کر سوئے وہ تصویر اتار' لے گیا۔ میں اس سے چھین لائی۔ ورنہ آپ

کی ساری محنت برباد گئی تھی۔"

یہ کہہ کر تصویر حوالے کی۔ وہ تصویر ملنے سے بہت خوش ہوا مگر اپنی زوجہ کو سب جگہ تلاش کیا۔ کہیں پتہ نہ ملا۔ نہایت پریشان ہوا آخر دل سے تجویز کیا کہ عیار اس کو پکڑ کر لے گیا ہے یہ سوچ کر بزور سحر پرواز کر کے صحرا میں جا کر ہر ایک جھاڑی جھنڈی وغیرہ میں تلاش کیا کہیں سراغ نہ پایا۔ آخر وہ رات اس کو زوجہ کے ڈھونڈنے میں بسر ہوئی۔

صبح کو نالاں و گریاں پرواز کر کے دریائے سحر سے اتر کر باغ سیب میں گیا اور شاہ طلسم آرام میں تھا اس کو بیدار کر کے فریاد کناں ہوا تیرے لڑائی جھگڑے نے آخر یہ نوبت پہنچائی کہ سامری کی بہو کو عیار پکڑ لے گئے۔ شاہ طلسم سو کر اٹھا تھا بد مزاج ہو رہا تھا۔ لیکن اس کی عظمت بہت کرتا ہے۔ اس لیے اس کے خفا ہونے سے خاموش رہا اور خوابگاہ سے اٹھ کر تخت پر آ کر بیٹھا ساحران ہائی حاضر ہوئے اور حسب مراتب متمکن ہوئے۔ اس وقت جب مزاج شگفتہ ہوا۔ مصور کے بے قرار ہونے پر ہنسا اور کہا: "حساب نے عیاروں کے ہاتھ سے ابھی کیا مصیبت اور دکھ اٹھایا ہے میرے کلیجے کو دیکھے کہ ہزارہا بندگان سامری کو عیاروں نے مارا مگر میں نے اف نہ کی زوجہ آپ کی بغیر فتح کئے طلسم کے ہلاک نہیں ہو سکتیں۔ گھبرائیے نہیں چھوٹ آئے گی۔"

یہ کہہ کر چاہا کہ کتاب سامری میں اس کی زوجہ حال دریافت کرے لیکن جو کہ یہ بات ظاہر تھی کچھ راز پوشیدہ اور عقدہ سربستہ نہ تھا۔ مصور کہہ رہا تھا: "برق تصور میری بی بی کی بن کر آیا تھا۔ وہی اس کو پکڑ لے گیا۔"

بس اس کھلی ہوئی بات کا کتاب میں دیکھنا کیا ضرور تھا کیونکہ کتاب تو اس لیے ہے کہ جو امر کسی طرح سمجھ میں نہ آئے وہ اس سے دریافت کرے۔

حاصل یہ کہ حسب بیان مصور، شہنشاہ نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ یکایک ایک برق چمکی اور پنجہ سحر پیدا ہوا، اس کو حکم دیا "جلد برق عیار کو وہاں سے جا کر اٹھا لا۔" پنجہ

چمک کر رواں ہوا۔

ادھر برق نے جب صرصر کو نہ پایا۔ رنجیدہ پھر کر لشکر میں آیا۔ پہلے عمرو سے ملاقات ہوئی ساری کیفیت بیان کی۔ اس اثنا میں گریبان سحر چاک ہوا اور مہ رخ تخت سلطنت پر بیٹھی۔ عمرو اور برق بھی بارگاہ میں آئے۔ اس وقت پنجہ فرستادہ شعلہ طلسم بجلی کی طرح چمک کر گرا۔ عمرو نے تو گھبرا کر گلیم اوڑھ لی لیکن پنجہ برق کو اٹھا کر چلا۔

اس پر ساحروں نے ہزاروں نارنج ترنج وغیرہ کے حربے کیے لیکن کچھ تاثیر نہ ہوئی۔ طائر بن کر ساحر خبر کو رواں ہوئے اور پنجہ اس کو لیے ہوئے شعلہ طلسم کے سامنے لایا۔

برق نے ہوشیار ہو کر دیارشعلہ جاوداں میں اپنے تئیں پایا اور عجب طرح کی بہار کا باغ طلسمی دیکھا۔ عقل دنگ ہو گئی۔

گو کہ اس باغ کی کیفیت اور بہار کی آرائش پیشتر لکھی گئی ہے لیکن یہ دارالامان شعلہ طلسم ہے۔ ہر وقت نئی بہار و صورت سحر کاری سے دمبدم اس میں ظاہر ہوتی ہے فی الجملہ اس وقت برق نے دیکھا کہ ہزاروں ہزار بلبلیں شاخہائے شجر بادوار شور کر رہی ہیں:

"برق عیار آیا ہے۔" زمین و آسمان پہلے کرنے رنگ کا ہے۔

عجب طرح کا باغ پر خوف تھا
کہ خوف دامن میں اس کے چھپا

نظر آئی پر خوف ہر ایک شے
فلک کو جو دیکھا تو چیل کا ہے

نظر بھر کے دیکھے کہاں اتنی تاب
کہ صاف اس میں لوہے کا تھا آفتاب

پر اس کی تمازت کا یہ حال تھا
کہ وہ آگ کی طرح سے لال تھا

فلک پر چمک جاتی تھی گاہ برق
وہ بھر جاتی تھی آگ بالائے فرق

کبھی آنے لگتی تھی آواز رعد
زمیں پر برستی تھی آگ اس کے بعد

زمیں آسماں دونوں حدت میں تیز
زدہ دیدہ گردش میں زمیں شعلہ خیز

عجب طور کے نخل آئے نظر
کہ ہر شاخ و برگ ان کے تھے شعلہ ور

عجب سرخ طائر تھے پرواز میں
جگر شق ہیبت یہ آواز میں

کسی جا اگر نہر آئی نظر
تو دیکھا اسے آگ سے گرم تر

نکلا تھا پانی سے پیہم دھواں
حباب ایسے تھے جیسے چنگاریاں

برق ایسے مقام طلسمی کو دیکھ کر نہایت خائف ہوا مگر شعلہ طلسم کی تسلیم کی۔ اس نے خطاب کیا: "اے برق! تو نے جو صورت نگار کو بیہوش کیا تو یہ بتا دے کہ اس کو کہاں رکھا اور کیا کیا۔ ہر چند کہ میں کتاب سامری دیکھ کر معلوم کر سکتا ہوں' لیکن اس میں بھی یہ معلوم ہو گا کہ برق اس کو اپنے لشکر میں کسی جگہ مخفی کر آیا ہے اس حال کے ظاہر ہونے سے بھی تجھی سے پوچھنا پڑتا ہے۔ اس لحاظ سے پہلے ہی تجھ سے پوچھا جاتا ہے اگر بتا دے گا تو تجھ کو رہائی دی جائے گی۔"

برق یہ کلمات سن کر بولا: "میں نے اس کو مار ڈالا۔"

افراسیاب نے کہا: "یہ غلط ہے' کیونکہ وہ قتل نہیں ہو سکتی۔"

برق نے کہا: "لشکر حمزہ سے میرے علم کا اور عیار آیا تھا' وہ اس کو لے گیا۔"

افراسیاب بولا: "سب کتنے عیار ہیں۔"

برق نے جواب دیا: "ایک لاکھ چوراسی ہزار۔ دو چار دن میں وہ سب یہاں آئیں گے۔"

شعلہ طلسم نے کہا' کوئی یہاں نہیں آ سکتا تو جھوٹا ہے۔"

یہ کہ مصور سے کہا: "یہ عیار تمہارا گنہگار ہے' جو چاہو وہ کرو۔"

مصور بولا: "اے عیار! اگر تو میری زوجہ کو بتلا دے تو دریائے سحر کے پار اتار دوں۔"

برق بولا: "اگر تم سچا اقرار کرو تو بتا دوں۔" مصور نے قسم کھائی۔

برق نے کہا۔ سچ تو یہ ہے کہ تمہاری بی بی کو میں نے عمرو کو دے دیا اور انہوں نے اس کو زنبیل میں رکھ لیا۔ وہ لاکھ روپیہ لیے بغیر چھوڑیں گے نہیں' کیونکہ مرد طماع ہیں۔"

اس کلام کو سن کر شعلہ جاوداں نے کہا: "یہ بات فی الحقیقت سچ کہی۔ اب صورت نگار کو چھوٹنا مشکل ہے اس لیے کہ زنبیل پر نہ سحر اثر کرتا ہے نہ کتاب سامری زنبیل کے اندر کا حال بتاتی ہے' یہ سنتے ہی مصور رونے لگا اور پوچھا: "اے برق! تو کبھی زنبیل میں گیا ہے۔ اس میں کیا کیا ہے۔"

برق نے کہا: "میرا تو گھر ہی ہے جب جی چاہتا ہے جاتا ہوں سیر کرتا ہوں' اس میں

سات شہر ہیں۔ دریا ہیں جنگل وغیرہ ہیں بارگاہ آدم استادہ ہے۔ جناب بیٹھے ہیں۔ شراب کا پیالہ گردش میں ہے ہزار ہا ساحر قید ہیں۔ ان پر صبح و شام سو سو کوڑے پڑتے ہیں۔ دن ٹوکر ڈھلواتے ہیں۔ رات کو سوکھے ٹکڑے کھانے کو ملتے ہیں۔

یہ بیان سنتے ہیں مصور چیخیں مار کر رویا اور کہا: "میری بی بی نے تو گلاب کو پنکھڑی اور پھول کی چھڑی بھی نہیں کھائی۔ وہ تو سو کوڑے کھا کر مری گئی ہو گی۔

برق نے کہا: "پیزار کے صدقے میں مر گئی ہو گی۔ اگر ایسی ہی محبت ہے تو پانچ لاکھ روپیہ اور قلعی فاخرہ پہلے سے استاد کی خدمت میں روانہ کرو۔ میں عرض سفارش لکھ دوں گا۔ اگر ان کے مزاج میں آئے گا چھوڑ دیں گے ورنہ گئی تو ہے ہی۔ یہ سنتے ہی ایک کاغذ پر بعد آداب مصور نے عرضی بنام عمرو تحریر کی۔

جس کا مضمون یہ تھا۔

"میرے حال پر حضور رحم فرمائیں اور میری زوجہ زنجیل سے رہائی پائے۔ پانچ لاکھ روپیہ اور خلعت واسطے نذر ملازماں حضور کے حسب اتفاق شاگرد رشید جناب برق فرنگی ارسال خدمت ہیں۔ اگر شرف قبول فرمائیں تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔"

یہ لکھ کر اور روپیہ مذکور مع خلعت کے منگوا کر ایک ساحر کے حوالے کیا کہ خدمت عمرو میں لے جائے۔ عرض کی پشت پر برق نے بھی لکھ دیا: "آپ صورت نگار کو بھیج دیں۔ تاکہ میں قید سے چھوڑوں۔"

* * *

- برانع

غرض یہ کہ وہ نامہ دار تحفہ جات کے روانہ ہوا اور جواب کے آنے تک برق کو کرسی جواہر آگیں پر بٹھلایا۔ خوب خاطر تواضع کی۔

ادھر نامہ دار دریائے سحر سے اتر کر بارگاہ عمرو میں پہنچا۔ یہاں برق کی گرفتاری کا ذکر ہو رہا تھا۔ ہر ایک رنج میں تھا۔ عمرو ابھی گلیم اتار کر بیٹھا ہی تھا کہ ساحر نے لا کر نامہ دیا۔

عمرو نے پشت نامہ پر برق کا خط پہچانا اور سوچا کہ اس نے عیاری کر کے ساحروں کو پریشان کرنا چاہا ہے یہ سمجھ کر کاغذ اور قلم دوات لے کر نامہ کا جواب لکھا: "اے زیارت گاہ سامری کیشان والے پشت و پناہ جمشیدی پرستاں! تمہاری عرضی نظر اشرف سے گزری' اگر میرا فرزند بھی گرفتار ہو جاتا تو بھی میں صورت نگار کو نہ دیتا' لیکن برق کو اپنے فرزند سے زیادہ سمجھتا ہوں کہ اس کی خاطر سے نذر تمہاری قبول کر کے زوجہ کو تمہاری دریائے سحر کے کنارے لاتا ہوں۔ تم بھی برق کو لے کر اس پار آؤ اور اس کو چھوڑ دو۔ اپنی زوجہ کو لے جاؤ۔ یہ لکھ کر ساحر کے حوالے کیا اور روپیہ و خلعت وغیرہ زنبیل میں رکھا۔ ساحر جواب لے کر دربار شاہ جادواں میں پہنچا۔

مصور نے نامہ پڑھا' نہایت خوش ہوا اور برق کی تخت پر بٹھا کر اور کچھ روپیہ عمرو کو دینے کے لیے ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور دریا کے اس پار آ کر پہاڑ پر ٹھہرا۔ ایک ساحر کو بھیجا کہ جا کر میرے آنے کی اطلاع عمرو کو دے۔

ساحر نے آ کر عمرو سے کہا: "لیجے اور صورت نگار کو دیجیے۔

ساحر چلا گیا اور عمرو نے الگ جا کر زنبیل سے ایک کنیز کو نکال کر بیہوش کر کے بصورت صورت نگار بنایا اور ہوشیار کر کے اس سے کہا: "میں نے ہزار ہا لونڈیاں [illegible] ڈالیں' تجھ پر رحم کیا اور بادشاہ ہزاری بنایا۔ تیرا نام ملکہ صورت نگار رکھا اور اس نام

کی اصلی شہزادی کو دریا میں ڈبو آیا۔ اب تجھے اس شہزادی کے شوہر کے پاس لیے چلتا ہے۔ وہیں رہنا اگر وہ پوچھے تو کہنا میں صورت نگار تمہاری زوجہ ہوں۔ اگر پوچھے سحر یاد ہے تو کہنا کہ زنبیل میں جانے سے سحر بھول گئی۔

یہ قماش لونڈی سن کر خوش ہوئی کہ شکر ہے قید سے تو چھوٹی، جوانی مفت میں جاتی تھی۔ اب عیش میں گزرے گی۔

غرض یہ کہ عمر اسے لے کر با اعزاز تمام روانہ ہوا اور اسی پہاڑ کے قریب جہاں مصور ٹھہرا تھا پہنچا۔ برق نے دیکھا کہ استاد آتے ہیں کہا: "اے مصور تمہاری ایسی ہی خاطر تھی جو تمہاری زوجہ کو لاتے ہیں۔" یہ سنتے ہی مصور دوڑا اور آ کر زوجہ کا ہاتھ پکڑا۔ رخسار و پیشانی پہ بوسہ دیا۔

پھر عمرو کی طرف متوجہ ہوا اور شکریہ میں س طرح گویا ہوا: "خواجہ آپ نے بڑا احسان کیا کہ میری زوجہ کو رہائی دی۔"

یہ کہہ کر براہ امتحان عمرو کی تصویر جو گلے میں پڑی تھی یعنی یہ اصلی عمرو ہے یا نہیں دیکھی تصویر بصورت عمرو ہو گی معلوم ہوا کہ بے شک یہ عمرو ہے۔ اس وقت ایک کشتی جواہر کی مع اشرفیوں کے منگا کر دی۔

عمرو نے کہا: "میری تصویر ذرا مجھ کو بھی دکھا دیجیے۔ اس نے تصویر دکھائی دیکھا کہ جیسے کپڑے میں پہنے ہوں ویسے ہی تصویر کا لباس ہے اور صورت میں ذرا برابر فرق نہیں۔

یہ دیکھ کر کہا: "اے مصورا میں نے ہزاروں ساحر مار ڈالے لیکن ایسا تصویر کا سحر کسی کے پاس نہیں دیکھا۔ غرض یہ کہ تصویر دے کر اس کو دے دی اور رخصت ہو کر عمرو و برق اپنے لشکر میں آئے۔ مہ رخ نے تصدق برق پہ سے اتارا اور عیاری کا حال سن کر سب مسرور ہوئے۔

عمرو نے کہا: "میرے شاگرد نے دو چار کوڑیاں مجھ کو دلا دیں کہ قرضداری سے کچھ ادائی ہو جائے گی اور میں نے بھی دو انگرکھے گاڑھے کے برق کے لیے بنائے ہیں عید کے دن دوں گا۔"

بحق نے عرض کیا: "میرے پاس آپ کی عنایت سے سب کچھ ہے آپ زیر بار نہ ہوں۔"

سب اہل دربار ان باتوں سے ہنسنے لگے اور ساقی نے جام بھر کر دیا۔ ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔ ادھر تو باطمینان تمام سب مصروف انبساط ہیں۔

ادھر مصور اپنی بی بی کو بارگاہ میں لایا۔ مسند عزت پر بٹھلایا۔ وہ کنیز عرصہ دراز سے مرد سے واقف نہ ہوئی تھی۔ ہاتھ لگاتے ہی مزے میں آ گئی۔

مگر مصور کے پاس ایک نامہ آیا لکھا تھا: "آپ نے زوجہ کو اگر پایا ہو تو ہمارے پاس آیئے کہ ہم اور حیرت بھی آپ کی بی بی سے ملیں۔"

یہ پڑھ کر بی بی سمیت سوار ہو کر باغ سیب میں گیا سب نے تعظیم کی اور برابر شاہ طلسم کے یہ متمکن ہوا۔

افراسیاب نے کہا: "خداوند باختر آپ کو سلامت رکھے کہ آپ نے عزت آبرو بچائی۔

حیرت نے کہا: "صورت نگار کا رنگ بدل گیا ہے۔" کنیز نے کہا: "تکلیف میں انسان سرخ و سفید کب ہوتا ہے۔"

ایک ساحر بولا: "ملکہ سے زنبیل کا حال پوچھو

یہ سن کر کنیز بولی: "زنبیل میں کہیں اندھیرا کبھی اجالا کہیں صحرا۔ ہزار ہا ساحر قید میں۔ ایک ایک روٹی اور گز کی ڈلی ملتی ہے۔" یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ عیار بچیاں بھی آئیں اور سب نے نقلی صورت نگار کی بلائیں لیں اور سامنے آ کر غور سے جو دیکھا تو نہیں۔

صرصر نے آپس میں کہا: "صورت نگار اصلی نہیں ہے۔" یہ کلمات مصور نے بھی سنے اور کہا: "تم کیا چپکے چپکے کہتی ہو۔"

انہوں نے کہا: "حضور آپ پانچ لاکھ روپے اور جواہر وغیرہ خرچ کیا' لیکن بی بی کو بھی پہچانا۔ پوچھو تو سحر بھی یاد ہے۔"

یہ سنتے ہی کنیز بولی: "زنبیل میں جانے سے سحر بھول گئی۔"

صرصر نے اس کے بولنے سے آواز پہچانی کہ درحاصل یہ صورت نگار نہیں ہے' کہا ہوئی:

حضور ہم عیار ہو نہ ٹھہرے کوئی گدڑی ٹھہرے۔ یہ کوئی بڑھیا کہیں کی لونڈی ہے۔ دو کوڑے ماریئے ابھی قبول دے گی۔"

یہ سنتے ہی مصور گھبرایا اور شلہ سے کہا: "واسطہ سامری کا آپ کتاب دیکھ دیکھیے یہ اصلی زوجہ میری ہے یا نہیں۔"

اتنا کہ شناخت کرنا صورت کا تھا اور ایک دھوکے کی بات دریافت کرنی تھی۔ اس وجہ سے کتاب دیکھی معلوم ہوا کہ صورت نگار اپنی بارگاہ میں لپٹی کھڑی ہے اور ایک درخت کے نیچے لشکر سے ہٹ کر مہترانی بیہوش پڑی ہے اور بیت الخلا میں لونڈی بیہوش ہے۔

یہ دیکھتے ہی مرمر وغیرہ سے کہا: "کیوں مرادو میں نے تم کو حفاظت کے لیے جو بھیجا تھا تو ایسی ہی نگہبانی کرتے ہیں کہ اتنے آدمی عیار نے بیہوش کیے اور تم کو خبر نہ ہوئی۔"

مرمر یہ عتاب دیکھ کر عذر خواہ ہوئی اور پھر عیاری چاہا کہ جاؤں مگر شلہ طلسم نے مصور سے کہا: "یہ صورت کنیز ملک بدوح ہے اور آپ کی بی بی دری میں لپٹی ہوئی بارگاہ میں ہے۔" یہ سنتے ہی مصور اڑ کر چلا۔

مگر ادھر کا حال سنیے بارگاہ میں عمرو نے جو برق کی ہمت ثنا کی مہتر ضرغام اور جانسوز بھی اس فکر میں پڑے کہ ہم بھی عیاری کر کے ہم آدمی حاصل کریں۔ آخر لشکر کفار میں آئے۔ یہاں وہ عیاری پچیاں تھیں نہ حیرت تھی۔ سناٹا تھا۔ قابو جو پایا دل سے یہ سوچ کر مصور آخر بارہ میں کسی وقت آئے گا ہی۔ ابھی سے اس کے قید کرنے کا سامان کر رکھو۔ یہ سوچ کر لشکر کے کنارے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر نقب لگانا شروع کی اور صورت نگار کی بارگاہ میں مہرہ واں کا توڑا۔ دری کو جو خنجر سے کاٹا صورت نگار جو اس سے لپٹی تھی زمین پر گری۔ عیاروں نے گرنے کی صدا سن کر اس کو کھینچ کر سر نقب پر لا کر رکھا۔ اس طرح کہ آدھا دھڑ نقب میں اور آدھا بارگاہ میں' اور اس کے پاؤں کے نیچے کمند کے حلقے لگا کر آپ بھی چھپ کر بیٹھے کہ جو اس کو

اٹھانے آئے تھے۔ ہم بیضہ بیہوشی مار کر اس کو بیہوش کر کے لے جائیں گے۔

غرض یہ کہ یہ تو گیا جال میں دانہ ڈال کر بیٹھے اور مصور بیتابانہ آ کر بادہ کدہ میں پہنچا۔ دری کو الٹا ایک جگہ اپنی زوجہ کو پڑے دیکھا، شانے پکڑ کر جو اٹھایا، پاؤں کے گڑھے میں دھنسا پایا۔ حیران ہو کر گردن ڈال کر جھانکنے لگا۔ اس وقت ایک عیار نے کمند ماری اور دوسرے نے بیضہ بیہوشی مارا کہ یہ بیہوش ہوا۔ عیاروں نے اس کو کھینچا اور اس کی زوجہ کو بھی ٹانگ پکڑ کر نقب میں کر لیا۔ ایک نے مصور کو پشتارہ میں باندھ کر لادا اور دوسرے نے اس کی جورو کو سنبھالا اور لے کر لشکر کے کنارے نقب سے نکلے اور اپنی بارگاہ کی طرف راہی ہوئے لیکن صحرا کی طرف سے چلے کہ کوئی ہم شناخت نہ کرے۔

جب جنگل میں پہنچے تصویر عمرو کی اتار لی اور باہم مشورہ کیا کہ ان کے سر کاٹ کر لے چلیں۔ یہ سوچ کر دونوں کے خنجر مارا خنجر دونوں کے جسم پر اچٹ گیا پھر مارے وہ بھی الٹے پھر آئے اس وقت تجویز کیا کہ زمین میں نلی بنا کر بارود بچھا کر ان کو اڑا دیں یہ تو سرنگ اڑانے کی فکر میں ہیں۔

وہاں شعلہ طلسم نے پھر کتاب سامری دیکھی کہ مرشد زادے تماشے گئے ہیں دیکھوں کیا معاملہ گزرا۔ کتاب میں معلوم ہوا کہ عیار دونوں کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی کتاب بند کر کے خود پہ وار کر کے چلا اور بہت جلد آ کر وہیں پہنچا کہ عیار نقب کھود کر دیا۔ وہ بچھا رہے تھے۔ شعلہ نے نعرہ کیا کہ دونوں عیار بھاگے لیکن اس نے سحر کیا کہ دونوں کمر کمر تک زمین میں سما گئے۔

اس بارگاہ سے برق اور قران بھی بہر عیاری چلے تھے۔ جب جنگل میں آئے اس سے لشکر ساحران کو دیکھ کر عیاری سوچنے لگے کہ ان کو ایک سناٹا معلوم ہوا اور غور کر کے جو دیکھا تو ضرغام اور جانسوز کو شعلہ طلسم نے گرفتار کیا ہے۔

یہ دیکھتے ہی قران ایک ساحر کی صورت بنا اور برق کا اصلی صورت میں مشکیں باندھ کر لے چلا۔ شعلہ کے سامنے جا کر سلام کیا اور عرض پیرا ہوا: "میرے پہاڑ پر جنگل میں

رہتا ہوں یہ عیار آیا تھا۔ میں نے گرفتار کیا ہے۔"

شعلہ جاوداں خوش ہوا اور قران کو پچیس اشرفیاں ہاتھ پر رکھ کر نذر دینے لگا جب قریب آیا۔ قران نے عرض کیا ان دونوں کو بھی مجھے دیجئے کہ اپنے گھر میں جلا کر کے حضور کے ہمراہ چلوں۔"

شعلہ نے اس کی نذر پر ہاتھ رکھا اور سحر کیا کہ عیار زمین سے نکل آئے سر بہ طرف ہو گیا۔ اس وقت قران پاس تو کھڑا ہی تھا کہ تاک کر حباب بیہوشی جو مارا شعلہ طلسم کے منہ پر پڑا کہ یہ بیہوش ہو کر گرا۔ قران نے بغدہ تان کر چاہا کہ سر پر لگاؤں۔ یکایک زمین تھرا کر شق ہوئی صدا آئی لینا پکڑنا جانے نہ دینا۔" قران اور تینوں عیار گھبرا کر بھاگے اور افراسیاب مصور اور صورت نگار زمین میں سما گئے۔

اس کے بعد تینوں کی آنکھ کھلی، دیکھا یہاں کی زمین زمرد کی ہے آسمان سونے کا ہے۔ بیابان سرسبز شاداب ہے بہار یہاں کی نایاب ہے

کہ ناگاہ اسے ایک صحرا ملا
نہایت خوش آئند و دلچسپ تھا

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی جو آنے لگے
تو روح اس کی کچھ لطف پانے لگی

نمایاں ہوئی اس جگہ ایک جھیل
کہ تھے سنگ پشت اس میں مانند فیل

اسی جھیل میں آ کے تینوں نہائے
تو بیہوشی اتری حواس ان میں آئے

جب خوب ہوشیار ہوئے، تین پریزادیں زریں پوش حسینہ و جمیلہ سامنے آئیں۔ عرض پیرا ہوئیں: "ہم طلسم کی پریاں اور یہ بیابان طلسم اور جنگل سبائی کی ہے۔ آپ شاہ ہو کر اکیلے ہر جگہ چلے جاتے ہیں۔ اس وقت عیار آپ کو مار ڈالتے تھے ہم اٹھا لائے۔"

یہ سنتے ہی افراسیاب کو غیرت آئی اور مصور سے گیا ہوا: "میری عزت تو جا چکی تمام طلسم میں مشہور ہو گیا کہ شاہ طلسم کو عیار مارے ڈالتا تھا۔ آپ اس طلسم کی سیر کیجئے۔ میں جا کر قران کو گرفتار کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر پریوں سے کہا: "مرشد زادے جب سیر کر چکیں تو بحفاظت تمام میرے پاس پہنچا دینا۔"

غرض یہ کہ آپ روانہ ہوا۔ یہ تو ادھر سے آتا ہے اور مصور مع اپنی بی بی کے سیر طلسم میں مصروف ہے۔

مگر برق وغیرہ عیار جو اپنی بارگاہ میں بھاگ کر گئے عمرو سے سب حال کہا۔ عمرو نے جب سنا کہ لشکر ساحران خالی ہے مصور وغیرہ گلشن میں جا گئے ہیں۔ یہ معلوم کر کے سب عیاروں کو لے کر جنگل میں گیا اور آپ مصور کی سی صورت بنا۔ برق کو صورت نگار بنایا اور جانسوز کو خدمت گار بنا کر روانہ ہوا یہاں تک کہ لشکر ساحران میں پہنچا۔ سب ساحر دوڑے نہایت خوش ہوئے نذریں دیں تصدق اتارے۔ عمرو بارگاہ میں جا کر بیٹھا اور اپنے سرداروں میں مانی جادو، بہزاد جادو وغیرہ کو بلا کر حکم دیا: "میرا خزانہ اور اسباب وغیرہ سب ایک جگہ کرو کہ اس کو لے جا کر میں کہیں مخفی کروں، تاکہ ایسا نہ ہو عیار اس کو لے جائیں"

حسب الارشاد صندوق زر و جواہر کے اور دست بقچے اور بدریاں شالوں کی سب ایک جگہ جمع کر کے عرض کیا: "مال سب حاضر ہے۔ یہاں لانے میں دیر لگے گی وہیں چل کر لے لیجئے۔"

ملازم حسب ارشاد جملہ صندوق خس و خاشاک و سنگریزوں سے بھرنے لگے۔ عمرو بہ انتظار

کر رہا تھا۔

وہاں مصور نے تصویر دیکھی کیونکہ جس وقت شعلہ طلسم نے حزم عالم وغیرہ کو گرفتار کیا تھا تو تصویر ان سے چھین لی تھی لیکن جب زمین میں غرق ہو کر صحرائے طلسم میں پہنچا اس وقت تصویر مصور کو دے کر آپ بہر گرفتار قران گیا۔

فی الجملہ اس وقت جو شبیہ عمرو دیکھی معلوم ہوا کہ میری صورت بن کر میری ماں کو تاراج و برباد کرتا ہے۔ یہ دیکھتے ہی پریوں سے مصور نے کہا: "جلد مجھے لشکر میں پہنچا دو۔"

انھوں نے اس کو ایک صحرا میں لا کر: "جائیے وہ لشکر آپ کا سامنے آتا ہے۔"

مصور بعجلت تمام ترسخ اپنی زوجہ کے اڑ کر چلا اور بارگاہ کے قریب آ کر نعرہ زن ہوا: "خبردار مکارا میں آ پہنچا۔

یہ نعرہ سنتے ہی برق اور جانسوز جست کر کے بھاگے مصور کو بسبب تصویر کے حال عمرو کا ظاہر ہوا تھا۔ ان عیاروں سے واقف نہ تھا۔ اس سبب سے یہ تو بھاگ گئے مگر اس نے عمرو پر ایسا سحر کیا کہ وہ فرار نہ ہو سکا۔ پاؤں زمین نے پکڑ لیے اس کو مصور کر کے بارگاہ میں گیا اور سب مال وغیرہ دیکھا۔ ملازموں کو تنگر جھر بھرے صندوق میں پایا۔ بہت خفا ہوا سب کو نکال دیا۔ آخر سارا اسباب الٹا ہوا دیکھ کر عمرو سے کہا: دیکھ تو میں تیرا کیا حال کرتا ہوں اور جلاد کو طلب کر کے حکم دیا: "جلد سر اس مکار کا جدا کر۔" جلاد قتل کی تیاری کرنے لگا۔ عمرو رجوع قلب سے دعا کرنے لگا۔

اس وقت برق جو بھاگ کر گیا۔ صحرا میں پہنچا۔ وہاں قران سے ملاقات ہوئی۔ اس نے کہا: "استاد گرفتار ہو گئے" اور سارا حال بیان کیا۔

قران نیماجا سن کر فوراً صورت اپنی مثل افراسیاب کے بنائی تاج گوہر نثار سر پر رکھا اور چارقب شہنشاہی در بر کر کے مالا ہائے مروارید گلے میں ڈال کر قبائے قلم زرکار جواہر دوز پہنی قشقہ پیشانی کو مزین کیا۔ تصویریں سامری و جمشید و لقا کی کہنی سے شانے تک باندھ کر درست ہو کر برق سے کہا: "شیر صحرائی کی صورت تم بنو۔"

بجق نے شیر کی کھال نکالی اور گھنڈیاں لگی ہوئیں بہت سی کھالیں: شیر آہو اور سگ وغیرہ کی رکھتی ہیں اور یہ بجق چار پایہ تو بے شکل بنتا ہے۔ چنانچہ نوشیرواں نامے کے دفتر میں ملک فرنگ پر جب مقابلہ مرزوق فرنگی سے اور امیر سے واقع ہوا۔ تو یہ عیار مرزوق کا تھا اور کتاب کر سب امیروں کے سرداروں اور عمرو کو پکڑ لے گیا تھا اور کسی نے اس کو شناخت نہ کیا۔ پھر عمرو کے ہاتھ سے زیر ہو کر مسلمان ہوا اور اطاعت میں اب تک ہے

قصہ مختصر شیر کی کھال پہن کر گھنڈیاں پیٹ کے برابر درست کر کے بالوں میں چھپائیں اور وہ ببر غران اور ضیغم دمان بن کر تیار ہوا کہ شیر فلک جس کی ہیبت سے برج اسد میں جا کر چھپتا اور خنجر گذار سپہر کا زہرہ خوف سے آب ہوتا تھا۔

اس شکل سے جب تیار ہوا' قران اس کی پشت پر جب سوار ہو وہ لے کر سمت لشکر مصور چلا۔ جب لشکر میں پہنچا ساحروں نے دیکھا کہ افراسیاب شیر پر سوار نہایت کرو فر سے آتا ہے۔ بہر تعظیم ہر شخص حاضر خدمت ہوا۔ جلاد عمرو کو قتل کرنے سے ٹھہر گیا اور مصور بھی خبر سن کر دوڑا اور استقبال کر کے بارگاہ میں لے گیا۔

مصور نے عرض کیا: "خوب ہوا آپ تشریف لائے ہیں میں نے اس نابکار مکار کو قتل کرنا چاہا ہے۔"

شلو طلسم نے حال سن کر: "اے مرشدزادے! برحق آپ اپنا سحر اس پر نہ کیجیے' میں شیر سے اس عیار کو کھلوائے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر شیر سے اترا اور کہا: "اے شیر! اس عیار کو جا کر کھا لے۔"

شیر نقلی غرا کر جو چلا جس قدر تماشائی اور جلاد وغیرہ تھے بھاگے اور مصور نے سحر کی قید عمرو پر سے دور کر دی شیر نے جا کر عمر کو منہ میں دابا۔ عمرو کی گیا فرط خوف سے جان نکل گئی۔ جیتے جی مر گیا اور گھگی بندھ گئی۔ دل سے دعا کرتا تھا: "الٰہی پنجہ عذاب شیر سے مجھے نجات دے۔" آخر بیہوش ہو گیا لیکن شیر نے نہ چھوڑا' منہ سے ہٹا دیا۔ پیٹھ پر لاد کر سامنے شلو طلسم کے لایا۔

شعلہ طلسم نے کہا: "وہ خیمہ جو خالی ہے، وہاں جا کر اس کو کھا لے اور میری سواری کو حاضر ہو۔"

شیر حکم پا کر خیمے میں گیا اور تنہائی پا کر عمرو سے ہوشیار کر کے کہا: "استاد خوف نہ کھائیے، میں برق ہوں اور سب حال بیان کیا۔ عمرو کی جان میں جان آئی۔ شاگرد کو گلے سے لگایا اور کہا: "بیٹا یہاں جو کچھ شعلہ طلسم کو نذر وغیرہ سے ملے گی اور مصور کے پاس جو کچھ ہے وہ لینا چاہیے۔"

برق نے کہا: "زیادہ طمع نہ کیجئے۔ اس دفعہ قید ہوئے تو رہائی مشکل سے ہو گی۔"

عمرو یہ کلمہ سن کر خفا ہوا: "بیہودہ تو نے مجھے ایسے قانع کو طامع اور لالچی مقرر کیا ہے۔

برق نے کہا: "آپ خفا نہ ہوں میں جاتا ہوں۔ آپ کا نقصان مجھے بھی منظور نہیں۔"

یہ کہہ کر شیر بنا ہوا قران کے پاس آیا۔ لیکن یہاں قران نے بارگاہ میں بیٹھ کر سرداران ہی کو جمع کر کے باتیں کرنا شروع کیں۔ مصور نے ساقی کو اشارہ کیا۔ اس نے جام شراب کو بھر کر دیا قران نے لے کر آنکھ بچا کر بیہوشی اس میں ملائی اور مصور کو دیا کہ پہلے مرشدزادے آپ پئیں۔ مصور نے جام لے کر پیا۔

قران نے ساقی سے گلابی لے کر کہا: "عمرو کے قتل ہونے کی خوشی میں سب کو شراب پلاؤں گا اور گلابی میں بیہوشی چالاکی سے ملا کر ہر ایک کو شراب پلائی۔ لمحہ کے بعد تاثیر ہوئی اور ساحر جوتی پیزار، باہم لڑ کر بیہوش ہوئے۔

اس وقت قران نے بغداد نکال کر دو چار کے سر کاٹے شور ان کے مرنے کا بلند ہوا۔ ساحران لشکر بھاگے اور کچھ سمت بارگاہ دوڑے، غلغلہ جو ہوا، عمرو خیمے سے بہ شکل ساحر "لینا لینا" کہتا ہوا نکلا اور بارگاہ میں جا کر جال مار کر لوٹنے لگا۔

برق نے بھی زمین پر گر کر چھلانگ لگائی کہ شیر کی کھال اتر گئی اور نعرہ کیا میرا نام برق ہے۔" عمرو کشتیں جواہر کی اور اسباب وہاں کا لوٹ کر نعرہ کر کے بھاگا۔ مصور پر اس وجہ سے ہاتھ نہ ڈالا کہ اس کے قضا نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر آفت میں مبتلا ہو جائیں۔ غرضیکہ سب لوٹ مار کر نکل گئے۔

ساحروں نے مصور کو آ کر ہوشیار کیا۔ اس نے اس کیفیت پر اطلاع پا کر سر اپنا پیٹ لیا اور چاہا کہ بہر گرفتاری عیاراں جاؤں۔ لیکن صورت نگار اس کی زوجہ نے منع کیا: "عیار آفت روزگار ہیں۔ ان کا تعاقب اچھا نہیں۔" اس کے منع کرنے سے یہ رکا اور بارگاہ میں نیا سامان وغیرہ درست کر کے فروکش ہوا۔

مگر عیار جو بھاگ کر چلے اپنے لشکر میں آئے۔ بارگاہ میں پہنچ کر مہ رخ وغیرہ سے سب ماجرا بیان کیا۔ ہر ایک نے دشمن کی ذلت سن کر خندہ زنی کی اور قہقہے لگائے۔ آ کر ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔ رقص و سرود کے تماشے میں مصروف ہوئے۔ قران صحرا میں چلا گیا اور عیار اپنے کام میں سرگرم ہوئے۔

ادھر شعلہ طلسم جو بہر گرفتاری قران روانہ ہوا تھا راہ میں سوچا کہ کتاب سامری میں چل کر اس کا حال دریافت کرو۔ یہ تجویز کر کے باغ سیب میں گیا۔ سب نے تعظیم کی۔ تخت پر آ کر بیٹھا۔ وہاں وہ کنیز جس کو عمرو نے مصور کی زوجہ بنا کر بھیجا تھا' بیٹھی تھی۔ اس کو حکم دیا: "یہاں سے نکل جا۔" وہ مایوس باغ سے نکل کر طلسم میں بھیک مانگنے لگی۔ ایک دن ایک ساحر نے دیکھا کہ جوان عورت ہے اپنے گھر میں لے جا کر رکھا۔

ادھر افراسیاب نے کتاب سامری دیکھی معلوم ہوا کہ قران میری صورت بن گیا اور مصور کو لوٹ کر ساحروں کو قتل کر کے چلا گیا۔ اس وقت صحرا میں ہے۔ یہ دیکھتے ہی چاہا کہ جا کر گرفتار کروں لیکن حیرت اس کو عازم روانگی سمجھ کر مستفسر ہوئی: "حضور کہا جانے والے ہیں۔" شعلہ جادواں نے اپنے ارادہ ظاہر کیا۔

حیرت عرض پیرا ہوئی' ملازمان شعلہ کے لائق و شایان کب ہے کہ عیاروں کے پیچھے دوڑتے پھریں۔ لازم ہے کہ حضرت جہاں پناہ تامل فرمائیں اور کوئی تدبیر گرفتاری عیاراں کی جائے گی۔"

افراسیاب اس کے روکنے سے کچھ سمجھ بوجھ کر ٹھہرا اور جام سے ارغوانی پی کر مزاج کو

اعتدال پر لانا چاہا۔ سامنے ذبح ہونے لگے۔

اس وقت پنجے نے لا کر نامہ دیا۔ لفافے پر مہر خداوند لقا ثبت تھی۔ اس کو آنکھوں سے لگایا۔ نامہ کھول کر پڑھا لکھا تھا

"اے بندہ غفلت شعار، شہنشاہ ساحران! اپنے خداوند سے تو نے غفلت کی ہے۔ بندگان خرابی نے خداوند کو عاجز و پریشان کر رکھا ہے اور تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ خداوند نے اسی دن کے لیے تجھ کو یہ سلطنت طلسم عطا فرمائی تھی اور شاہ جادواں بنایا تھا کہ تو خداوند کی خبر نہ لے۔ لازم ہے کہ نامہ پڑھتے ہی یا تو کسی ساحر جلیل القدر کو بہر مقابلہ حمزہ روانہ کر یا جواب بھیج دے کہ میں عذر نہیں کروں گا' تاکہ خداوند اور کوئی تدبیر کریں اور کسی دوسرے اپنے بندے کو بلائیں یا خود وہاں تشریف لے جائیں۔"

اس مضمون کو پڑھ کر اور عتاب خداوندی دریافت کر کے شاہ لرز گیا اور اسی وقت سحر پڑھ کر دستک دی۔ زمانہ تاریک ہو گیا اور لمحے کے بعد تاریکی دور ہوئی اور ابر بروئے ہوا پیدا ہو کر زمین پر اترا۔ اس ابر پر دو ساحر سیاہ فام سوار تھے شعلہ ہائے آتش سارے جسم سے ان کے نکلتے تھے بادشاہ کے سامنے آ کر دست بستہ سلام کر کے ٹھہرے۔

شاہ جادواں نے حکم دیا: "اے اہلیل جادواں اور تخلیل جادو! تم اپنے ملک سے جمعیت کثیر لے کر پاس خداوند کے جاؤ اور لشکر خدا پرستان کو ہلاک کرو"

اور ایک عرضی نامے کے جواب میں خود بھی لکھ کر ان کے حوالے کی مضمون یہ تھا۔

"یا خداوندا اور اصل اس بندہ گنہگار سے غفلت اور خطا سرزد ہوئی۔ قصور میرا معاف فرمائیے اور میں بدل اعانت اور تابعداری کرنے کو حضور کی حاضر ہو۔ دو ساحر گرامی منزلت خدمت سراپا برکت میں یہ جمعیت کثیر حاضر ہوتے ہیں۔ یہ کام خداوند کے بندگان مغضوب کا تمام کر دیں گے۔"

قصہ مختصر عرضی لے کر وہ ساحر اپنے ملک میں آئے اور لشکر کو تیاری کا حکم دیا: فوج سپہ سالار سردار حربہ ہائے آتشیں لے کر سوار ہوئے۔ طائران سحر اور اژدہائے دمان پر کاٹھے اور زین بچھ گئے۔ جنگی باجے بجنے لگے۔ بڑے کروفر سے لاکھ ساحر چلنے پر

مستعد ہوئے۔ دونوں ساحر اژدہوں پر تخت رکھوا کر سوار ہوئے اور سمت کوہ عقیق چلے۔ گاتے اور ڈمرو بجاتے جاتے تھے۔ کالی گھٹا امڈی نظر آتی تھی۔ زمین تھراتی تھی

ہوا پر اڑا تخت سردار کا
وہ سب لشکر اس تخت کے گرد تھا

بندھے چست تھے کھاروے کے لنگوٹ
سبھوں کے دلوں پر لڑائی کی چوٹ

بیان ان کی شکلوں کا کیا کیجیے
تصور جو کیجیے ڈرا کیجیے

دہانی لکھی ہے بہ روے حسد
کہ تھے ساٹھ گز کے فقط ان کے قد

الحاصل منزلیں طے کر کے طلسم کوہ عقیق میں پہنچے۔ یہاں وہ مخزن بادیہ ضلالت مردود و گمراہی یعنی زمرد شاہ جسے سب لقا مانتے درگاہ الہ تخت خداوندی پر اپنی بارگاہ میں بیٹھا تھا کہ یکایک رعد گرجا۔

لقا یہ علامت دیکھ کر پکارا: "کوئی بندہ خاص ہمارا آتا ہے۔"

یہ کلام بختیارک و سلیمان سن کر بہر استقبال چلے اور بارگاہ سے باہر آ کر سمت ابر دیکھا کہ ہزار ہا ساحر کی گردن و شیر آتشیں پر سوار آتا ہے اور اژدہوں پر تخت رکھا ہوا ہے۔ دو ساحر تاج و لباس فاخرہ سے آراستہ بیٹھے ہیں۔

یہ دیکھ کر بختیارک نے آواز دی۔ اس آواز کو سن کر وہ ساحر اترے اور شیطان سے بغلگیر ہوئے۔ لشکر ساحران اترنے لگا۔ طبل و نقارے بجنے لگے۔ دونوں ساحر ہماہ و شیطان

کے بارگاہ میں آئے۔ خداوند کو سجدہ کیا’ نذر دی اور عرضی افراسیاب کی پیش کی۔

لقا عرضی پڑھ کر بولا: "ہم نے تقصیر شاہ طلسم معاف کی اور اپنی رحمت اس پر نازل کریں گے۔"

غرض یہ کہ دونوں ساحر دنگل پر بیٹھے اور ساقی نے جام شراب زعفرانی دیا ناچ ہونے لگا’ انھوں نے لشکر امیر کا سب حال پوچھا: "وہ کیسے بندگان قدرت ہیں’ جن پر اس قدر رحم خداوند کا ہے کہ باوجود اس سرکشی کے خداوند انھیں غارت نہیں فرماتے’"

بختیارک نے کہا: "یہ راز خداوندی ہیں۔ اس امر کا دریافت کرنے والا بہت جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ اتنا میں جانتا ہوں کہ حمزہ دن بھر خداوند سے لڑتا ہے اور نصف شب کے بعد ایک تہ خانے میں اتر کر نظر مردم سے مخفی ہو کر الٹا لٹکتا ہے اور توبہ توبہ کرتا ہے۔ خداوند اس کی خطائیں روز گذشتہ معاف کر دیتے ہیں۔ صبح کو پھر وہ سرکشی پر کمر باندھتا ہے دوسرے یہ کہ خداوند نے ان بندگان مغضوب کو عالم خواب میں پیدا کر کے فراموش فرمایا۔ اب نسبت ان کے تقدیر ہلاکت و غارت فرمانے پر خداوند قادر نہیں ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کسی بندہ زبردست کے ہاتھ سے ان سرکشوں کو برباد تباہ کراؤں۔"

یہ باتیں سن کر ساحروں کو خوف طاری ہوا اور کہا: "جب خداوند حمزہ کی خطائیں ہر روز معاف کر دیتے ہیں تو ہم کیونکر اس سے مقابلہ کر سکیں گے۔"

بختیارک نے کہا: "تم ڈرو نہیں’ خداوند نے فرمایا ہے کہ اب خطا اس کی معاف نہ کروں گا اور تم کو اس پر غلبہ حاصل ہو گا۔"

یہ سنتے ہی لقا نے پکارا: "اے میرے بندو! میں نے تم کو نظر کردہ کیا اور تمھارے ہاتھ سے سب کو قتل کرا کر افتخار جاوید تم کو عطا کروں گا۔"

زبان خداوند سے یہ کلمات سن کر وہ سجدے میں گرے اور بہت خوشنود ہوئے۔ اس اثنا میں وہ دن بھی ختم ہوا۔

شام کے وقت ساحروں نے حکم دیا: "ہمارے نام پر نقارہ جنگی گڑ گڑائے۔"

بموجب حکم لقا فوج ساحران میں نفیر بجی اور طبل رزم پر چوب پڑی۔ آسمان کو چکر آیا اور زمین کو جنبش ہوئی۔

صدائے طبل سن کر لشکر امیر کے ہر کارے جو بصورت مبدل بہر خبر فوج ساحران میں آئے تھے، پھر کر بارگاہ سلیمانی میں سامنے شہنشاہ گردوں بارگاہ سعد بن قباد علی نژاد کے حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے: وہ ساحر و مخیل جادو نامی نے آ کر شور و شر مچایا ہے طبل جنگ بجایا ہے۔"

اس خبر کو عرض کر کے ہر کارے علیحدہ ہوئے اور شاہ نے سمت صاحبقران دیکھا اور شاہ کا اشارہ پا کر ارشاد کناں ہوئے: "ہمارے لشکر میں بھی بفضل خدائے جبار و قہار طبل حرب نواخت میں آئے۔ کیونکہ جیسا کچھ منشی تقدیر ہماری سرنوشت میں ترقیم فرمایا ہے وہی پیش آنی ہے۔

حسب فرمان چالاک نے جا کر نقار خانہ سلیمانی میں طبل سکندری پر ضرب لگائی۔ شور محشر آشکا ہوا۔ ہر ایک بہادر خبردار ہوا کہ دم سحر ہنگامہ کار زار ہو گا۔ اس معرکے میں پروردگار۔ آبرو رکھ لے اور سرخرو کرے۔

غرض یہ کہ شاہ نے دربار برخاست فرما کر حکم آمادگی فوج صادر فرمایا۔ درستی آلات حرب میں ہر ایک دلاور مصروف ہوا۔ جوش شجاعت میں بہادران نبرد کے ورد زبان تھا کہ کل معرکہ ہمارے ہاتھ ہے۔ تیغ و گردن کا ساتھ ہے۔

شب بھر دونوں لشکروں میں تیاری سامان جدال و قتال رہی۔ تلواریں اور تیر کمان درست ہوئے۔ اسی مشغلے میں رات کٹ گئی۔

صبح کے وقت امیر ورد و وظائف سے فارغ ہو کر اسلحہ زیب جسم فرما کر مع تمام سرداران ذی وقار کے در دولت بادشاہ پر حاضر ہوئے اور پلٹنیں رسالے فوج فوج و موج موج میدان جنگ میں گئے۔ شہنشاہ عالم نے بھی نماز پڑھ کر اسلحہ زیب قامت کئے اور سواری طلب کی

غرض صبح جسم دم ہوئی جلوہ گر
تو فوراً جلوس آیا دروازے پہ

رکھا سر پہ تاج جواہر نگار
درخشاں و تاباں وہ تھا بمرودار

لپیٹا کمر بند وہ زرنگار
کہ جس پہ جواہر کا پاکل تھا کار

کمر بند میں کار ہیرے کا تھا
گلے میں بھی اک ہار ہیرے کا تھا

حمائل وہ تلوار کی آبدار
کہ جو دو کرے کوہ کو ایک بار

وہ بائیں طرف ترکش لاجواب
کہ ہر تیر تیر قضا کا جواب

ہر اک فن سے واقف جو تھا وہ جوان
رکھی سیدھی کاندھے پہ اپنی کمان

غرض جب وہ اسلحہ سج چکا
ہوا تخت شوکت پہ جلوہ نما

اٹھا تخت ہر اک کہاری چلی

کے تو کہ باد بہاری چلی

لگیں مچھلیاں تھیں سروں پہ تمام
اور ان پہ بہت شوخ مینے کا کام

سروں میں جو ہیروں کے تعویذ تھے
یہ شب میں تارے تھے چمکے ہوئے

اسی طرح دروازے تک آیا تخت
کہاروں نے بڑھ کر بدلوایا تخت

کہ اک قدرت حق ہویدا ہوئی
سواری شہنشہ کی پیدا ہوئی

کھڑے ہوئے جتنے سردار تھے
اور سب نے بڑھ بڑھ کر مجرے کیے

چلا تخت شہنشہ نامدار
ہوئے گرد امیران عالی وقار

غرض پہنچا لشکر بیابان میں
بہادر ڈٹے آ کے میدان میں

ادھر لے کے لشکر لقا بھی چلا
بیابان میں وارد ہوا بے حیا

تھے ہمراہ ساحر بہت بے شمار
ہر اک سحر میں چیدہ روزگار

مقابل ہوئی فوج سے آ کے فوج
ملے جس طرح موج سے آ کے موج

نشاں ایک باری وہ تھرا گئی
قیامت سی اس دشت میں آ گئی

غرض جلد ترتیب لشکر ہوا
نقیبوں نے دی یک بیک یہ صدا

کہ اے نامداران میدان کیں
کوئی شے شجاعت سے بہتر نہیں

چلو نام کیا ہے میدان میں
عوض جان کے لو اس کو اک آن میں

بجے یہ صدا دے کے جس دم نقیب
تو ابلیل نکلا بہ شکل مہیب

پکارا کہ اے حمزہ نامور
مقابل مرے ہو کوئی جلد گر

اس ندا کو سن کر شاداب کشور کشا فرزند امیر گھوڑا اٹھا کر سامنے گیا اور طالب حرب

ہوا۔ اہلیل جادو زمین پر گرا اژدر مار بن کر شعلہ ہائے آتش چھوڑتا اس پر آیا۔ شہزادے نے بہت سے تیر لگائے۔ جب تیر قریب پہنچے' آتش دہن اژدر سے جل گئے۔ شہزادہ تلوار کھینچ کر جا پڑا۔ لیکن اس نے قلاب آتش چھوڑ کر دم کھینچا۔ داراب نے تیر مارا کہ پاتک زمین میں غرق ہو گیا۔ مگر دم اژدہا کا وہ زور تھا کہ تھم نہ سکا کھینچا ہوا منہ میں اژدر کے گیا۔ اژدر اس کو نگل کر اپنے لشکر میں آیا اور اگل دیا۔ شہزادہ بیہوش تھا۔ اس کو داروغہ زندان مختار سرکش جادو کے حوالے کیا کہ اس نے لیجا کر مقید کیا اور اہلیل جادو پھر میدان میں آ کر مبارز خواہ ہوا۔ اب کی بار پھر بدیع الزماں شہزادہ توسن اس کے سامنے گیا۔ فی الفور ایک ساحر نے ایک گلدستہ لے کر موجود کیا وہ گلدستہ کھل گیا اور اس میں سے پری کا چہرہ نکل کر خندہ زن ہوا۔ صدائے قہقہہ بلند ہوئی۔ اس غنچہ دہن کے ہنسنے سے وہ ہنستے ہنستے بیہوش ہو گیا۔ اس نے اس کو بھی باندھ لیا اور مختار کے حوالے کیا۔ پھر مقابلہ کے لیے پکارا۔

اس وقت خورشید بن ہاشم تیغ زن نبیرہ امیر نے اجازت حرب بادشاہ سے لے کر گھوڑے کی باگ اٹھائی۔ جب سامنے اہلیل کے گیا۔ اس نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔

تند ہوا چلی اور زمین سے ایک سروقد نکلی۔ صورت رعنا اس کی گل گلشن داؤد تھی قامت زیبا میں وہ صنوبر شمشاد تھی۔ اس نونہال صاحبقرانی کے پاس آئی اور پکاری: "کیوں صاحب ہمارا تمہیں ذرا بھی خیال نہیں۔"

خورشید یہ صدا سن کر گھوڑے سے اترا اور اس نازک بدن کے پاس گیا۔ اس نے آغوش محبت میں لیا اور گلے سے لگایا شہزادہ گلے ملتے ہی بیہوش ہو گیا۔ وہ زن سحر پھر زمین میں سما گئی اور اہلیل نے اسے زندہ بان کو دے کر قید کرایا۔ پھر مقابلہ کے لیے پکارا۔

لشکر اسلام سے شہزادگان ذی وقار سرداران عالی تبار جا جا کر اس کے سحر سے مقید ہوئے اور قریب ایک سو بیس سردار کے قید ہو گئے۔

اس وقت مختیارک نے وسواس عیار کو بلا کر کہا: "تو پیچھے سے جا کر کہہ اے بلبل اب

جنگ مغلوبہ کر کے حریف کو قتل کرو' کیونکہ حمزہ مالک اسم اعظم ہے اگر وہ مقابلے میں آئے گا تو کچھ بن نہ پڑے گا۔"

وسواس نے جا کر پیغام دیا۔ ابلیل نے ساحروں کو للکارا "ان سرکشوں کو گھیرو اور قتل کرو۔"

ساحر اور سپہ سالار لشکر یہ حکم سن کر حربے لے لے کر حملہ آور ہوئے۔

اس طرف سے امیر بھی اشقر (گھوڑا) اڑا کر چلے اور بقیہ سرداروں کے نعرے بلند ہوئے۔

بادشاہ نے بھی تخت چھوڑ کر مرکب فلک سیر قیطاس (سیاہ رنگ کا گھوڑا) زیر ران کیا تلوار کھینچی۔ سپاہ ہر دو باہم مل گئی۔ بھڑ کر تلوار چلنے لگی۔ ہر ایک بہادر نے شمشیر زنی تہلکہ ڈال دیا۔ اس وقت سحر کیا کہ عقرب و مار برسنے لگے اور جس کو وہ کاٹتے تھے وہ پانی ہو کر بہتا تھا

وہ جادو میں تھے ہر کسی سے سوا
ہر اک سحر میں سامری سے سوا

لیا گھیر جب لشکر شاہ کو
دبائے گہن جس طرح ماہ کو

جو عقرب کے اندر قمر آ گیا
تو دل شاہ کا واں پہ گھبرا گیا

قمر ہو جو عقرب میں اے ہم نشیں
تو ہرگز لڑائی مبارک نہیں

غرض ہر طرف سے وہ لشکر گھرا

عجب رنج میں ہر دلاور گھرا

نگہ دہنی جانب جو کی ناگہاں
نظر آئے اژدر کشادہ دہاں

گئی بائیں سمت اس کی جس دم نگاہ
تو عقرب نظر آئے لاکھوں سیاہ

پس پشت جس دم لیا منہ کو پھیر
ہزاروں دکھائی دیئے ان کو شیر

اسی طرح جس سمت منہ پھیر گیا
نظر آئی ان کو نئی ایک بلا

کردہائی جو دی تھیں بلائیں عجیب
تو اک مرتبہ ہو گئیں سب قریب

بلاؤں نے گھیرا جو میدان میں
تو ڈوبے بہت مرد طوفان میں

بہت سے ہوئے اژدہوں سے ہلاک
بہت کو کیا عقربوں نے بھی خاک

یہ حمزہ نے دیکھا جو حتی ماجرا

وہیں اسم اعظم پڑھا برملا

پڑھا پانچ بار جب اسم حق
تو جادوگروں کا ہوا رنگ فق

پڑا تھا جو ان ساحروں کا کھڑا
تو لرزا سبھوں کے بدن میں پڑا

پڑھا پڑھ کے بسم اللہ آگے وہ شیر
ہوا اسم اعظم کے باعث دلیر

جدھر اسم پڑھتے تھے صاحبقران
بلا دور اس جا سے تھی بے گمان

مگر رہتی تھی ہر طرف کی بلا
اسے دور کس طرح کرتے بھلا

یہ دھیان آ گیا ان کو اسدم مگر
کہ وہ اسم اعظم پڑھا تیغ پر

وہ جب کر چکے تیغ پر اسم دم
تو چمکائی بجلی وہ کر کے علم

بھری گرد اس مہ کے شدت سے وہ

مشابہ تھی ہالے کی صورت سے وہ

یہ چکر میں تھا دائرہ نور کا
نظر آتا تھا ہالہ نور کا

پڑی روشنی جس پہ تلوار کی
تو وہ جل گیا اس پہ بجلی گری

صدا فوج کے دیتے رہے تھے نقیب
کہ نصر من اللہ فتح قریب

ملی اسم تیغ کو ایسی تاب
کہ طوفان کا کھویا اسے شباب

نہ شیر اس کے ہاتھ سے یکسو رہے
نہ اژدر رہے اور بچھوے رہے

لڑائی رہی صبح سے تابہ شام
چھپا مہر آخر ہوا دن تمام

شام کے وقت لشکر لقا میں طبل امان بجا اور دونوں طرف سے لشکر خیمہ گاہ کی طرف پھرا۔

ابلیل جادو چلتے وقت کہتا گیا کہ اے مسلمانوں آج میں حمزہ کا اسم اعظم بند کر کے تم سب کو قتل کروں گا۔ ورنہ آ کر خداوند کو سجدہ کرو' سرکشی سے باز آؤ۔"

غازیوں نے اس کلام کے جواب میں لقا پر لعن طعن کی لیکن امیر اپنے بیٹوں اور سرداروں کے قید ہو جانے سے رنجیدہ و دل کبیدہ پھرے۔ لشکر نے کر کھلی اور کشتوں کو دفن کرایا۔ زخمیوں کا علاج ہونے لگا۔ بادشاہ نے شب کی خستگی کا خیال کر کے رات کا دربار ختم کیا۔ ہر ایک بہادر اپنی اپنی جگہ پر آرام کرنے لگا۔ گشت پھرنے لگا۔ امیر نے عبادت کا فریضہ سر انجام دیا۔ بادشاہ سمت عیش محل تشریف لے چلے۔ سردار اور عیار جلو خانے تک پہنچانے ہمراہ آئے۔ راستے میں بادشاہ نے ارشاد فرمایا: "ایک عمرو کے نہ ہونے سے ساحروں کا لشکر پر غلبہ ہوتا ہے۔ سردار گرفتار ہو جاتے ہیں۔ کہنے کو تو ایک لاکھ چوراسی ہزار عیار ہم کو ہیں۔ لیکن کسی سے بھی کچھ نہیں ہو سکتا۔"

یہ فرما کر شاہ تو داخل شبستان ہوئے' مگر عیاروں نے غیرت میں آ کر تہیہ کیا کہ چل کر ساحران نابکار ابلیل و تخئیل کو قتل کر کے اپنے سرداروں کو چھڑانا چاہیے۔

ایسا کچھ مشورہ کر کے ابو الفتح اصفہانی چالاک بن عمرو گلبانی عراقی اور گلبار عراقی چار عیار سامان عیاری سے لیس ہو کر روانہ ہوئے۔

ادھر لقا جب اپنی بارگاہ میں پھر کر آیا۔ ان دونوں ساحروں کے واسطے حکم دیا: "حوالی قلعہ کہ مشقتی میں جو باغ کہ باغ جنا کہلاتا ہے' وہاں جشن کا سامان مہیا کیا جائے اور آج سے اس باغ کی ایسی تیاری ہو کہ اسے ہم جنت قرار دیں گے۔"

اس حکم کو سن کر سلیمان نے باغ کی آرائش کرائی اور سامان عشرت مہیا کیا۔ دم بھر میں یہ عالم ہو گیا کہ نونہالان گلشن تاج پوش تھے۔ ہر شجر جوبن میں پری تھا۔

جب جملہ سامان آراستگی باغ ہو چکا۔ لقا مع جادوگروں کے داخل باغ ہو کر تخت پر بیٹھا شراب ارغوانی کا دور چلنے لگا۔ اس وقت ابلیل سے بختیارک نے کہا: "آپ دونوں صاحب یہاں تشریف فرما ہیں' وہاں لشکر میں عیار آ کر سرداران مقید کو رہا کر کے لے جائیں گے۔"

ابلیل نے یہ کلام سن کر جواب دیا: "میں دن بھر کی جنگ سے تھک گیا ہوں۔ لشکر میں جا کر اندرون بارگاہ آرام کروں گا اور مجرموں کی حفاظت بھی کروں گا۔"

یہ کہہ کر خداوند سے رخصت ہو کر بارگاہ میں پہنچ آرام کرنے لگے۔ اور باغ میں اس کے بھائی کے سامنے ناچ ہونے لگے۔

ادھر چالاک عیار جو ان کے قتل کے لیے چلے تھے ان میں سے کلباد عراقی نوجوان کی صورت بن کر غریب آدمی کی ایسی وضع بنا کر یعنی لنگوٹی باندھی انگرکھا پیوند دار پہن کر برہنہ پا باغ چینا کے دروازے پر آیا۔ یہاں جلسہ عشرت کی دھوم تھی۔ ایک کیفیت ہجوم تھی۔ جتنے ساحر اور امرا باغ کے اندر تھے ان کے ملازم تھے اور چوبدار خدمت گار در باغ پر جو صحنچیاں بنی تھیں ان میں جمع تھے۔ کوئی شراب پیتا تھا کوئی اندر باغ کے جاتا تھا۔ کوئی باہر آتا تھا۔ کوئی لوٹا لیے دوڑا جاتا تھا کہ میاں پیشاب کو اٹھے ہیں۔ کوئی لالٹین اور جوتا پاپوش کا لیے اندر گیا تھا کہ حضور اٹھے ہیں۔ کس کے کاندھے پر تہ کیا ہوا شالی رومال ہے۔ کوئی کسی پر رومال یا حیا ودانہ کے ڈالے گز گزی سنبھالے تھے۔ مرکہ اور تحفے ہر ایک کے سر پر لگے تھے۔ سرخ پگڑیاں باندھے تھے۔ بعض چنی ہوئی چپکن پہنے کمر باندھے کمر سے بنی پاک گنڑ سے تھا۔

انھیں میں سے ایک بوڑھا چوبدار اکیلا ایک طرف کی صحنچی میں بیٹھا تھا اور بسبب کبر سنی کے تھک گیا تھا۔ حقہ پینے کو جی چاہتا تھا۔ مگر اٹھتا نہ تھا۔ اتفاق سے کلباد اکیلا دیکھ اسی طرف گیا۔ چوبدار تو گویا خدا سے چاہتا تھا کہ کوئی ادھر آئے' اس کا آنا غنیمت سمجھا جیسے خضر ملے خوش ہو کر یہ بھی نہ پوچھا کہ تم کون ہو' بلکہ بمنت کہا ہوا: "میاں صاحبزادے' تم سلامت رہو۔ ذرا سی آگ لیتے آؤ۔"

کلباد نے کہا: "بہت خوب' کیا میاں مرد ہے صاحب حقہ پینے کو کہیے تو چلم بھر لاؤں اور تازہ کر کے رکھ جاؤں۔

مرد نے کہا: "ارے تم جیتے رہو آؤ تم بھی پینا۔"

کلباد نے حقہ تازہ کر کے رکھا اور چلم لے کر آگ لینے گیا۔ اور چلم میں بیہوشی بھر کر آگ لایا۔ عاریا تیار کر کے مرد پیر کے رو برو رکھا۔ اس نے کہا: "سلگاؤ۔"

جواب دیا: "میں پیتا نہیں ہوں۔ آپ کے فرمانے سے بھر دیا۔" وہ دعائیں دینے لگا اور

ایک دم کھینچ کر جو کش لگایا دھواں منہ ہی میں رہا اور مرد ہا بیہوش ہو گیا۔ اپنک تمائی تھی۔ کلباد نے اس کے کپڑے اتار کر دیں تمہر کر شکل اس کے اپنی صورت بنائی اور اس کو زیادہ بیہوش کر کے پگڑی سر پر اپنے رکھ کر عصا لے کے باغ کی طرف چلا چلتے وقت اس کو اسی کے بچھونے دری چادر وغیرہ میں لپیٹ کر مخفی کر دیا۔

غرضیکہ جب باغ کے اندر گیا' عجب باغ نزہت آگیں دیکھا اور زیر نمگیرہ زرنگار جواہر کار تخت پر لقا کو بیٹھے پایا۔ گرد امیران عظام کا مجمع دیکھا۔ ایک طرف دنگل پر تحئیل جادو بیٹھا تھا اور رقاصہ ناچ رہی تھی۔ ہنگامہ عشرت گرم تھا کہ یہ بھی سامنے اس انجمن رشک دہ بزم انجم سپہر کے جا کر کھڑا۔

اس وقت بختیارک نے تحئیل سے کہا: "آپ کے بھائی صاحب اکیلے لشکر میں گئے ہیں۔ ذرا ان کی خبر رکھیے اور سردار ان امیر کو اچھی طرح قید کیجیے ورنہ عیار آ کر لے جائیں گے۔"

تحئیل نے کہا: "ملک جی تمہیں وہم بہت ہے۔ میرا بھائی ایسا نہیں ہے کہ کوئی اس کی موجودگی میں لشکر کے اندر آ سکے اور قیدیوں کی جانب دیکھ سکے۔"

بختیارک نے کہا: "بڑا بول نہ بولو۔ آج رات خیر سے کٹتی معلوم نہیں ہوتی۔ آگے تو عمرو بھل تھے۔ اب اس کے بیٹے اور شاگرد سب ملک الموت ہیں۔ مجھ کو تو آج سب حاضرین دربار عیار نظر آتے ہیں' بلکہ در و دیوار سب عیار ہی عیار ہیں۔ ابھی وقت فرصت کا ہے۔ تم خداوند کی تقدیر کے بھروسے پر نہ ہو۔ کچھ تدبیر ایسی کرو کہ زندہ بچو۔"

تحئیل ان باتوں سے ہنسنے لگا اور بولا: "ہم ایسے ویسے ساحر نہیں ہیں کہ ہمیں کوئی مار ڈالے۔ تم دیکھنا کہ اسم اعظم حمزہ بند کر کے خدا پرستوں کا خاتمہ کرتا ہوں۔"

بختیارک نے کہا: "تقریر سے کام نہ چلے گا۔ جو میں کہتا ہوں واسطہ سامری کا مانو' غافل نہ رہو۔

خلاصہ یہ کہ اس شیطان نے ایسا ورغلایا کہ اس نے ایک رقعہ لکھا: "بھائی مکان اپنی

سکونت کا اور قیدیوں کی جگہ سحر بند کر دو' کہ عیار سارے لشکر میں پھیلے ہیں۔"

یہ لکھ کر ادھر ادھر دیکھا۔ سامنے کلباد بہ شکل چوبدار کھڑا تھا۔ اس کو پاس بلا کر رقعہ دیا کہ ابلیل کے پاس لشکر میں لے جائے اور کہا: "زبانی بھی کہہ دینا کہ سحر سے غفلت نہ کرے عیار کا بہت خیال رکھے کوئی زندان کی طرف جانے نہ پائے۔"

کلباد پیغام سن کر رقعہ لیے چلا۔ دل سے کہتا تھا کہ موقع تو خوب ہاتھ آیا۔ اب مارا میں نے دونوں کو۔ وہاں سے لشکر میں پہنچ کر ابلیل کے پاس آیا اور رقعہ دے کر کہا: "آپ اس کو پڑھ کو ذرا علیحدہ چلیں کہ آپ کے بھائی نے اور کچھ کہا ہے۔ اس نے رقعہ میں خط اپنے بھائی کا پہچانا اور چوبدار کے ساتھ اٹھ کر کنارے لشکر کے گیا اور چوبدار نے تنہائی میں پہنچ کر حباب بیہوشی منہ پر مارا کہ وہ بیہوش ہو کر گرا۔

کلباد نے لباس اس کا اتارا اور وہیں بیٹھ کر غنچہ عیاری جلا کے اپنی صورت اس کی سی بنائی اور ایک گٹھڑی کی طرح اسے باندھ کر چادر میں چھپائے ہاتھ میں لٹکائے بارگاہ میں آیا۔

ملازمین سے کہا: "تم سب ہٹ جاؤ' مجھے بھائی صاحب نے ایک چیز ایسی بھیجی ہے کہ مخفی کر کے اس کو رکھوں۔"

وہ سب ہٹ گئے۔ اس نے ایک صندوق میں ابلیل کو بند کر کے قفل دے دیا اور آپ بارگاہ کے باہر آ کر پکارا: "کوئی ہے"

ملازم "حاضر" کہہ کر سامنے آئے۔ ان کو حکم دیا: "مجھے آج کھٹکا ہے کہ عیار آ کر قیدیوں کو چھڑا لے جائیں گے۔ لہٰذا داروغہ مجلس سے کہو کہ سب اسیروں کو یہاں لے آئے۔ میں آپ پہرہ دوں گا۔"

یہ حکم سن کر ملازم چلے اور کلباد بھی چلا کہ زندان سے سرداروں کو نجات دلوا کر باہر سے باہر ہی لے جاؤں۔ پھر آپ آ کر سمجھ لوں گا۔

غرضیکہ چلے کچھ نوکروں نے مختار سرکش جادو داروغہ کو جا کر اطلاع دی: "حضور قیدیوں کو مانگتے ہیں۔ جلد لے چلو۔"

داروغہ حکم پاتے ہی اسیران کو سحر زنجیر میں باندھ کر چلے راہ میں اس کو دیوانہ آہن خوار جادو بھی جو تو شک خانہ کا مالک ہے، ملا اور اس نے سنگوار کا گھڑکا: اسیروں کو کہاں لیے جاتا ہے۔"

سنگوار نے کہا: "حضور مانگتے ہیں۔"

یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ نقلی ابلیل بھی آ کر پہنچا۔ آہن خوار اس کو دیکھ کر خاموش ہو رہا، بلکہ بارگاہ کی طرف چلا گیا۔

کلباد نے ٹھہر کر کہا: "میں اپنا سحر ان پر قائم کرتا ہوں تم اے سنگوار، اپنی قید سب سحر سے رفع کرو۔"

اس نے سحر کا رد پڑھنا شروع کیا۔ لیکن دیوانہ آہن خوار جو بارگاہ میں گیا۔ یہ مالک تو شک خانہ ہے۔ لباس وغیرہ رکھنے کے لیے صندوق جو کھولے۔ ایک میں ابلیل کو بند پایا۔ حیران ہوا یہ کیا ماجرا ہے یعنی ایک ابلیل قیدیوں کو چھڑا رہے ہیں اور دوسرے یہاں ہیں۔

آخر سحر پڑھ کر دستک دی کہ زمین سے ایک عورت سیاہ فام رقعہ لیے نکلی، وہ رقعہ لے کر پڑھا لکھا تھا کہ یہ ابلیل اصل ہے اور دوسرا عیار ہے، جو قیدیوں کے پاس ہے۔ یہ پڑھ کر رقعہ زن سحر کو دیا کہ وہ لے کر غائب ہوئی اور یہ اٹھ کر دوڑا کہ ایسا نہ ہو عیار اسیروں کو چھڑا لے جائے اور راستے سے ہی ایسا سحر کیا کہ کلباد زمین پر گرے کر لوٹنے لگے۔

سنگوار یا تو سحر پڑھ رہا تھا اس کو اٹھانے میں مصروف ہوا۔ اس عرصہ میں دیوانہ آہن خوار پہنچا اور پکارا: لینا اس بدذات کو یہ مکار عیار ہے۔ ہمارے ملک کو صندوق میں بند کر آیا ہے۔"

یہ سنتے ہی سنگوار نے سحر کیا کہ کلباد بھی سرداروں کے ہمراہ زنجیر آتشیں میں بندھ گیا۔ یہ لے کر سرداروں کو قید خانہ میں گیا اور آہن خوار نے آ کر ابلیل کو ہوشیار کر کے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے پوچھا: "پھر وہ عیار کہاں ہے"

ابلیل سب حقیقت سن کر خائف ہوا اور دہائی لباس پہن کر باغ کی طرف چلا کہ

بھائی سے سب حال کہہ کر اس کو بھی بلا لوں، اکیلا لشکر میں رہنا اچھا نہیں ہے۔ ایک سے دو بھلے۔ یہ سوچ کر روانہ ہوا۔

اس کو جاتے ابوالفتح عیار نے دور سے دیکھا فوراً اپنی صورت مثل برہمن کے بنائی، چند دے دار ٹوپی پہنی، انگوچھا کندھے پر ڈال کر ایک سرے میں انگوٹھے کے تہرہ باندھا دوسرا سرا چھتے کے قریب لٹکایا۔ مرزائی کے نیچے جیتو چھپایا اور دھوتی تہبیری باندھے قشقہ پیشانی پر دیا۔ لشکر سے نکل کر شگن ساعت پکارتا چلا۔

جب ابلیل لشکر کو طے کر کے صحرا میں پہنچا۔ برہمن نے اس کو دیکھ کر اسیس دی: "بھگوان بھلا کرے پرمیشر بنائے رکھے، نارائن کرے بچہ آنند ہو، بول بالا دشمن بد رہے اب تو آپ کی نوبن پرسپت ہے چند روز بلی ہے چولا سکھی رہے گا۔ بھگوان کی دیا سے موسے مہاراج کی بڑھتی کے دن ہیں۔ منگل پانچواں سورج کو بھتری لیتی شرف ہے۔ سب کام سدھ ہوں گے۔"

ابلیل نے یہ باتیں سن کر گھوڑا روک لیا اور کہا: "مہاراج آج بڑی خیر ہوئی جان بچ گئی، نہیں تو عیار نے مار ڈالا تھا۔ آپ ذرا پتر میں دیکھئے تو" میں اور میرا بھائی حمزہ پر فتح یاب ہو گئے۔

برہمن نے یہ سن کر کہا: "راہ چلتے میں شگن پوچھنا اچھا نہیں۔ ذرا ٹھہر جایئے تو میں بچاروں۔"

ابلیل گھوڑے سے اتر کر برہمن کے پاس آیا اور پانچ روپیہ پوتھی کھلوائی سامنے رکھے۔ برہمن نے پوتھی کھلوی اور میکھ برکھ، متھن کرہ، سنگھ کینیا، تلا، برچھیک، وغیرہ کا انگلیوں پر بچار کر کے کہا: "یہ پوتھی میں جو شنجرف سے سرخ کنڈلی کھینچی ہے۔ اس پر انگلی رکھیے اور روشنی منگایئے کو غور کروں۔"

ابلیل نے ایک تنکا اٹھا کر سحر پڑھا کہ مشعل کی طرح جلنے لگا اور مشعل کو ہاتھ میں لیے بیٹھ کر پوتھی کی کنڈلی پر انگلی رکھی۔ برہمن نے اس کو پوتھی کی طرف مشغول دیکھ کر ایک بکتا بیہوشی کا اس مشعل پر ڈال دیا کہ یکایک بھپکا نکلا اور دھواں ایسا

پھیلا کہ ابلیل اس میں چھپ گیا اور اس کی بو سے بیہوش ہو گیا۔

ابوالفتح نے اسی مشعل کی روشنی میں بیٹھ کر شکل اس کے صورت اپنی بنائی اور اس کا لباس پہن کر جب درست ہو چکا۔ اس کو ایک غار میں ڈال کر پتھر سے دہن غار بند کر دیا' لیکن وہ سحر کی مشعل اسی طرح روشن زمین پر پڑی رہی۔ یہ سمجھا کہ جب تک ابلیل زندہ ہے مشعل نہ بجھے گی۔

غرض یہ کہ اس کو چھوڑ کر آپ گھوڑے پر سوار ہو کے باغ چیتا میں گیا اور خداوند کو سلام کر کے بیٹھا تھا کہ اس کے بھائی نے اس سے کہا: "اے برادر! تم کیوں آئے میں نے تم کو رقعہ بھیجا تھا۔ یہاں ہزار ہا عیار ہم دونوں کی فکر میں پھرتے ہیں۔ تم نے غضب کیا کہ اکیلے چلے آئے۔

ابلیل نے یہ کلام سن کر جواب دیا: "آپ نے خوب رقعہ بھیجا تھا کہ اس چوبدار نے میرا خاتمہ ہی کر دیا تھا۔" یہ کہہ کر سب سرگزشت کلباد کی جو کچھ برہمن بن کر نمائی ابلیل کے سنی تھی بیان کی۔

تحتیل نے اس وقت کے بھائی کو بلا سے نجات پایا ہوا دیکھا گلے سے لگایا اور کہا: "اب تم کو میں اکیلا نہ چھوڑوں گا۔ چلو میں بھی لشکر میں چل کر شب بسر کروں۔ یہ کہہ کر خداوند سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔

* * *

• ابیل و تحلیل جادو

مختیار نے کہا: "راستے میں دوست دشمن کو دیکھتے جانا۔" تحلیل نے کہا: "میں بخوبی ہوشیار ہوں۔" اور باہر آ کر دونوں گھوڑوں پر چڑھ کر چلے۔ راہ میں اس کو خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو' یہ شخص میرے بھائی کی صورت بن کر آیا ہوا اور مجھے دھوکا دے کر لے چلا ہو۔ یہ سوچ کر کچھ سحر پڑھ کر پھونکا۔ رنگ و روغن عیاری اتر گیا اور ابوالفتح کی اصلی صورت ظاہر ہو گئی۔ ابوالفتح گھوڑے سے کود کر بھاگا۔ اس نے اپنے گلے سے ہار توڑ کر پھینکا سانپ بن کر لپٹا اور ابوالفتح کھنچ کر سامنے آیا۔

تحلیل نے کہا: "سچ بتا کہ تو کون ہے اور میرے بھائی کو تو نے کیا کیا۔"

ابوالفتح نے جواب دیا: میں عیار ہوں' تیرے بھائی کو غار میں ڈال آیا ہوں۔"

تحلیل خواستگار ہوا: چل کر مجھ کو بتا دے۔"

ابوالفتح بولا: "مجھے چھوڑ دو تو بتا دوں۔"

اس نے کہا: "او بدذات! تیری مکاری نہ چلے گی۔ میں تمہیں چھوڑوں کہ تو بھاگ جائے اور پھر آ کر مجھے ستائے۔"

ابوالفتح نے کہا: "اگر تمہیں یہ خیال ہے کہ میں بھاگ جاؤں گا تو لشکر میں چلو' معاملہ طے کر لو' اپنے بھائی کو لو اور میرے بھائی کو دو۔

تحلیل بولا: "ارے حرامزادے' میرے ساتھ سودے بازی کرتا ہے' میں کچھ ایسی کمزور ہوں' و تجھ سے دب جاؤں۔"

یہ کہہ کر کچھ ایسا سحر پڑھ کر ابوالفتح خودبخود دوڑتا ہوا چلا اور اسی جگہ آیا جہاں ابلیل غار میں بند تھا۔ تحلیل نے اس کو باہر نکالا مگر وہ بہت بیہوش تھا۔

ابوالفتح سے تحلیل نے کہا: "اس کو ہوشیار کر۔"

ابوالفتح نے کہا: "مجھے سحر اتار لو تو میں ہوشیار کروں۔

تحلیل یہ کلام سن کر سوچنے لگا: "تو حصار سحر کر دے اور اس کو چھوڑ دے پھر گرفتار کر لینا یہ حصار سے باہر تو نہ جا سکے گا، اس سے خوف کرنا کیا ہے۔"

یہ سوچ کر وہ سحر پڑھ کر ابوالفتح کو رہا کر دیا لیکن گرد حصار کر دیا۔ یہ تو جادو کرنے میں مصروف ہوا۔ لیکن ابوالفتح جو پاس ہی کھڑا تھا اس نے بیضہ بیہوشی مارا کہ دھم سے زمین پر گیا۔

ابوالفتح خنجر کھینچ کر سینے پر سوار ہوا کہ ذبح کرے اس وقت ابلیل جو پہلے سے بیہوش پڑا تھا۔ اتفاقاً صحرا کی ہوائے سرد جو اس نے کھائی ہوشیار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ دیکھا کہ ایک شخص کسی کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے ایسا سحر کیا کہ ابوالفتح زمین پر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا اور یہ اٹھ کر اپنے بھائی کے قریب آیا اور اس کو پہچان کر ہائے ہائے کر کے لپٹ گیا اور خیال میں گزرا کہ اور کوئی عیار نہ آ جائے۔ یہ سوچ کر ایک ہاتھ سے اپنے بھائی کو اور دوسرے ہاتھ سے ابوالفتح کو اٹھا کر بزور سحر اڑ کر چلا اور اپنی بارگاہ میں پہنچ کر ہوشیار کیا اور دونوں نے اپنی کیفیت بیان کی۔ پھر داروغہ مختوار کو بلا کر ابوالفتح کو بھی زندان بمیں بھیج کر قید کرایا اور حفاظت کی سخت تاکید کر دی۔ باہم مشورہ کیا کہ عیار بڑے غضب کے ہیں' یقین ہے کہ پھر آئیں گے اب کوئی سحر ایسا کرنا چاہیے کہ جو آئے گرفتار ہو جائے۔

یہ مصلحت کر کے ایک تصویرپاش کے آٹے کی بنائی اور ایک بط الماس کی تراشی ہوئی سحر کے جھولے سے نکال کر تصویر کو سائبان بارگاہ کے نیچے اور بط کو اپنے پلنگ کے برابر کھڑا کر دیا اپنے ملازمین کو بلا کر کہا: "جو کوئی تم میں سے اندر بارگاہ کے آئے تو کہہ دے کہ میں نوکر ہوں اور اس کام کے لیے اندر آتا ہوں۔ اگر یہ کلمے نہ کہے گا تو بارگاہ کے سائبان میں الٹا لٹک جائے گا۔"

ملازمین یہ سن کر خاموش رہے۔ اور انہوں نے نوکروں کو منتخب بھی کیا۔ کچھ لوگوں کو کاروبار کے لیے اندر رکھا باقی کو باہر رہنے کا حکم دیا۔ غرض یہ کہ جب سب وحشی

ہو چکی۔ پلنگ پر لیٹے اس وقت ابلیل نے کہا: "بھائی خداوند نے باغ میں جشن کیا ہے وہ نایاب جلسہ ہے کہ میرا وہیں لگا اگر تم کہو تو میں جاؤں اب تو رات بھی تھوڑی ہے اور مکان بھی سحر بند کر لیا ہے۔"

یہ کلام سن کر اس کا بھائی بولا: بھائی' میں کچھ ڈرتا تھوڑی ہوں۔ تم شوق سے جاؤ اور اپنا دل بہلاؤ' لیکن راہ میں ذرا عیاروں سے بچ کر جانا۔"

اس نے کہا: "میں اڑ کر جاؤں گا۔ زمین پر نہ اتروں گا۔" یہ کہہ کر بارگاہ سے نکلا اور پروانہ کر کے روانہ ہوا۔ اس کے جانے کے بعد ابلیل سو رہا اور خدمت گار چپی کرنے لگا۔ لمحہ کے بعد خدمت گار اٹھ کر باہر بارگاہ کے آیا۔ وہاں چالاک خدمت گار کی صورت بنا ہوا اندر جانے کی فکر میں تھا کہ اس خدمت گار نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: "بھائی تم بھی نوکروں میں ہو'

چالاک نے کہا: "ہم خداوند کے نوکر ہیں۔ اس وقت دم گھبرایا اور ادھر چلے آئے۔ اگر تمہارا کچھ کام ہو تو کر دیں۔ کیا ہوا ہمارا تمہارا ایک واسطہ ہے۔"

اس خدمت گار نے کہا: "میری نوکری اس وقت تھی' مگر میرے پیٹ میں درد ہے اگر تم دم بھر میرے حضور کی چپی کرو تو میں بیت الخلا ہو آؤں۔ مگر بھائی بارگاہ سحر بند ہے۔ تم پردہ اٹھا کر یہ کہنا کہ میں خدمت گار ہوں' پاؤں دابنے آتا ہوں' اگر یہ نہ کہو گے تو الٹے لٹک جاؤ گے۔"

چالاک نے کہا: "بھائی تم نے خوب بتا دیا' نہیں میں مفت میں پکڑا جاتا۔ اچھا تم رفع احتیاج کر جاؤ' میں اندر جاتا ہوں۔" وہ یہ سن کر ایک طرف گیا اور یہ وہی کلمے کہہ کر اندر آیا دیکھا کہ نمگیرے کے نیچے ابلیل سوتا ہے اور اس کے داہنی سمت ایک گلدستہ رکھا ہے اور پلنگ کے برابر ببلا رنگی تصویر زیر سائبان استادہ ہے۔

غرض یہ کہ چالاک نے پلنگ پر بیٹھ کر بیضہ بیہوشی منہ پر مل دیا کہ وہ چھینک مار کر بیہوش ہو گیا۔ چھاتی پر چڑھ کر چاہتا ہے ذبح کرے یکایک گلدستہ پھولوں کا قہقہہ مار کر ہنسا اور شعلہ اس میں سے نکل کر چالاک کے چار سمت حصار ہو گیا اس وقت

چالاک ہو گیا۔ سینے پر بیٹھا ہے مگر ہاتھ نہیں ہلتا ہے جو اسے ذبح کرے۔ نہ آپ اتر سکتا ہے کہ بھاگے۔ ادھر وہ سیہ الماس کی پکاری کہ لینا پکڑنا عیار ابلیل کو مارے ڈالتا ہے۔ ساحر اور ملازم یہ غل سن کر دوڑے لیکن جو اندر آنے کا سائبان میں الٹا لٹک گیا کیونکہ سب کو تو وہ کلمات معلوم نہ تھے۔ جو اس نے ملازموں کو سکھا دیئے تھے۔ وہ تو کچھ آدمی مخصوص کر لیے تھے کہ وہ جانتے تھے۔ ان میں سے ایک رفع احتیاج کو گیا تھا اور وہ ایک باہر تھے۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر بارگاہ کے اندر نہ آئے بلکہ دوڑ کر باغ جنا میں گئے اور تخیل سے کہا: "چلیے آپ کے بھائی کو عیار مارے ڈالتا ہے۔ وہ بدحواس دوڑتا اور دوڑتا ہوا قریب بارگاہ آیا۔

پکارا: جس کو آنا ہو، میرے ساتھ اندر آئے ورنہ سحر کے سبب پھر نہ آسکے گا۔ کیونکہ میں اندر جا کے اور زیادہ راہ بند کر دوں گا کہ اندر سے عیار نہ نکل نہ جائے اور باہر سے کوئی اور عیار اندر نہ چلا آئے۔

یہ کلمات عراقی عیار نے کہ چار عیار جو چلے تھے ان میں سے ایک یہ باقی ہے سنے اس لیے کہ یہ بھی ساحر بنا ہوا عیاری کی فکر میں پھر رہا تھا شور سن کر دوڑ آیا۔ اور کہا: "چلیے ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ تخیل اس خوف سے اندر نہ جاتا تھا اور لوگوں کو بلاتا تھا کہ مبادا میں تنہا جاؤں، مقدمہ عیار کا ہے کہیں مجھ پر آفت نہ آئے۔ بڑیں محافظ اور ساحر بھی خوفناک تھے اور اندر نہ جاتے تھے

گلباد نے جو ساتھ چلنا قبول کیا، اس نے غنیمت جان کر ہمراہ لیا اور اندر آ کر اول سحر کر کے حصار آتش جو گرد چالاک تھا اس نے دور کیا، تاکہ میرے بھائی کی چھاتی پر سے اترے غرض جب سحر اتر گیا، چالاک کے ہاتھ پاؤں کھلے۔ اس نے چاہا کہ بھاگ جاؤں، لیکن اس نے سحر کر دیا کوئی بارگاہ کے باہر نہ جس سکے

اس سبب سے چالاک وہیں رہ گیا۔ اس نے کہا: "کیوں حرامزادے! اب کہہ تیرا کیا حال کروں، یہاں عیاری کچھ نہیں چل سکتی۔ یہ کہہ کر ایک سمت گلاب کا شیشہ رکھا تھا۔ چاہا کہ اٹھا کر بھائی کے منہ پر چھڑکوں اور تازیانے لے کر عیار کو ماروں۔

اس وقت وہ صبا الماسس کی کھڑی تھی پکاری! کہ واہ واہ صاحب! تم خود ایسے غافل ہوئے کہ عیار کو اپنے ساتھ لے آئے اتنا بھی نہ پہچانا کہ یہ شخص غیر پیدا اپنا ہے۔ جس کو ہم بارگاہ کے اندر لیے جاتے ہیں۔"

یہ کلام صبا کے سنکر تحمیل یا تو شیشہ اٹھانے جھکا تھا یا جھک کر چاہتا تھا کہ سنبھلے لیکن عیاروں نے دیکھا کہ اس تیغ حرامزادی نے سب کام بگاڑا۔ اب غفلت نہ کرو۔

یہ سوچ کر چالاکی کے ساتھ گلباد نے اسے سنبھلنے بھی نہ دیا کہ ایک خنجر اس زور سے پشت کی جانب سے مارا کہ تحمیل کا سر کٹ کر دور جا گرا غل و شور بپا ہوا۔ اسی وقت چالاک چھوٹ گیا کیونکہ اسی نے اس کو قید کیا تھا۔ بس رہا ہوتے ہی خنجر کھینچ کر ابلیل جو بیہوش پڑا تھا' اس پر لگایا تیغ چیخنے لگی گلدستہ کھل گیا' اور شعلے نکل کر چالاک کے گرد پھیلے' لیکن گلباد نے دوبارہ زور سے خنجر مار کر سر اس کا بھی جدا ہوا۔

العیاذ باللہ وہ صدائیں مہیب پیدا ہوئیں کہ گویا آسمان پھٹ پڑا۔ وہ تیغ اور بجلی اور گلدستہ جلنے لگے۔ بجلیاں چمک کر گرنے لگیں۔ نوکر چاکر جو باہر بارگاہ کے تھے وہ بدحواس ہو کر بھاگے کہ یکایک یہ کیا آفت آگئی' عیار نعرے کر کے سراچہ ہائے بارگاہ پھاند کر بھاگے۔ لیکن یہ شور و غل سن کر دیوانہ آہن خوار جادو اور سنگخوار سرکش جادو بیتابانہ دوڑے اور عیاروں نے انہیں دیکھا یا تو بھاگے تھے یا پھرے۔ گلباد تو ساحر کی صورت تھا اور چالاک خدمت گار بنا ہوا تھا۔ شکل تبدیل کرنے کی ضرورت تو تھی نہیں دوڑ کر سے خوار وغیرہ کے پاس آئے۔ رونے لگے ہائے ہائے ابلیل و تحمیل دونوں کو خدمت سامری میں عیاروں نے بھیجا' ہم دونوں عیاروں کے پیچھے دوڑے تھے مگر وہ سامنے کی بھاگ گئے اس طرف چند درخت گنجان لگے ہیں۔ ان میں سے آثار ان کے ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر ہم فرط وحشت سے جا نہیں سکتے۔"

دونوں نے کہا: "چلو ہم چلتے ہیں۔ یہ کہہ کر دونوں ہمراہ ہوئے وہاں ساحر اور ملازم وغیرہ سب بارگاہ کی طرف دوڑے جاتے تھے۔ آگ پتھر برس رہے تھے۔ غوغا بلند تھا۔ قابو

عیاروں نے بجولی پایا۔ کچھ دور دونوں کو باتوں میں لگا کر لائے اور کہا: "دیکھیے وہ عیار کھڑے ہیں۔ انہوں نے ذرا ادھر دیکھا کہ انہوں نے بیضہ بیہوشی مارے۔ دونوں بیہوش ہو کر گرے چالاک و گلباد نے سر کاٹ لیے۔ یہاں بھی ہنگامہ محشر آسا بلند ہوا۔ غلغلہ ہوتے ہی فوج ساحران سے کچھ لوگ اس طرح بھی دوڑے۔ عیار نعرے مار کے بھاگے' مگر مختوار کے مرنے سے سردار جو عیار قید تھے ان پر سے سحر دفع ہو گیا۔ باہم مشورہ کیا' یقین ہے کسی ہے کہ کسی مرشد نے ساحروں کا کام تمام کیا۔ بس عیار تو خنجر کھینچ کر اور سردار تلوار پکڑ کر زنداں سے نکلے۔ ساحر تو آفت بپا ہونے سے چار سمت گھبرائے تھے کہ یکایک سردار حملہ آور ہوئے اور زیر تیغ لشکریاں لقا اور ساحروں کو رکھ لیا۔ ساحر اس قدر بدحواس تھے کہ سحر کرنا بھولے اور فوج میں بھگدڑ پڑی۔ سرداروں نے دم بھر میں خون کا دریا بہا دیا۔ لاشوں کا انبار لگا دیا۔

اس ہنگامے کی خبر باغ جینا میں لقا کو پہنچی کہ ساحر واصل جہنم ہوئے اور سرداران امیر ------- قتل و غارت کر کے چلے گئے۔ لشکر میں آفت بپا ہے۔ قیامت کا سامنا ہے لقا وہاں سے اس خبر کو سن کر سوار ہوا اور جب لشکر میں پہنچا دیکھا لاش پر لاش پڑی ہے۔ لشکریوں کی صورت خون بھری ہے خیمے جلتے ہیں' ساحر بھاگے پھرتے ہیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر طبل آسائش اس نے بجوایا۔ سرداروں کو بلا کر دلاسا دیا۔ پھر بارگاہ تخت جلو میں آ کر تخت پر بیٹھا۔

ادھر ساحر باقی ماندہ لاشے اہلیل و تخیل وغیرہ کے سامنے لائے۔ کہا: "ہم طلسم میں جاتے ہیں۔"

لقا نے کہا: "ان کو غرور ہو گیا تھا۔ اسی سبب سے میں نے ان کو غارت کر دیا۔ میں کسی کی مدد کا محتاج نہیں ہوں۔"

بختیارک بولا: "خدا پرست جتنے پیارے بندے خداوند کے ہیں کہ خداوند ان کی طرف سے اپنے ملک اور قبیلوں چھوڑ کر بھاگے پھرتے ہیں اور جس ملک میں جاتے ہیں۔ ان کی خوشی کے واسطے وہاں کے بادشاہ اور زبردستوں کو ان کے ہاتھ سے قتل کراتے ہیں۔

ساحر یہ کلمات سن کر احمق اور بیچ کہتے ہیں"

ادا کر کے سمت طلسم گئے۔ ادھر سرادر جب لشکر کے پاس پہنچے تو دن طلوع ہو چکا تھا۔ امیر مسجد کے پاس بہر نماز تشریف فرما ہوئے۔ ان کے سرداروں نے قدم بوسی کی۔ امیر نے سب کو گلے سے لگایا۔ باعث رہائی کا پوچھا۔ سرداروں نے عیاروں کا حال بیان کیا۔ عیاروں کو خلعت عنایت کیا۔ بعد ادائے فریضہ نماز بارگاہ میں آ کر شب عشرت بپا ہوئے۔

ادھر ساحر جب طلسم میں بھاگ کر گئے۔ راہ میں ایک شہر ان کو ملا۔ وہاں کی حاکم ابلیل و تخیل کی ہمشیرہ ہے۔ اس نے سنا کہ کچھ ساحر بھاگ کر خداوند کے پاس سے آئے ہیں۔ اور خدمت افراسیاب میں جاتے ہیں۔ اس نے ساحروں کو بلا کر پوچھا: "تم کس کے ہمراہ خداوند کے پاس گئے تھے۔ ساحروں نے سارا واقعہ رزم اور قتل ہونا ابلیل و تخیل کا بیان کیا۔

جب اس لڑکی------ نے کہ نام اس کا گلستان جادو ہے' بھائیوں کا مارا جانا سنا۔ آتش غضب کانون سینہ میں مشتعل ہوئی اور ارادہ کیا کہ بھائیوں کے خون کا بدلہ چل کر مسلمانوں سے لے۔ ساحروں کو عرضی لکھ کر دی کہ خدمت شاہ جادواں میں پہنچا دینا۔ عرضی میں لکھ دیا: "کنیز کے دو بھائی مارے گئے۔ مجھے اس قدر تاب ضبط باقی نہ رہا۔ جو حاضر خدمت حضور ہو کر جانے کی اجازت لیتی۔ فی الحال بہر جنگ خداستاں میں جاتی ہوں۔" اطلاعاً عرضی ملازمان شہنشاہ میں بھیج دی۔

غرض یہ کہ عریضہ لے کر ساحر تو اس طرف روانہ ہوا اور اس نے اپنے لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا۔ فوج میں طبل سفر بجایا بارہ ہزار ساحر درست و چست ہوئے۔

گلستان طاؤس آتش پر سوار ہوئی۔ بجلیاں چمکنے لگیں' ابر گھر آئے۔ بڑے تجمل و شان سے اس کی سواری چلی اور مسافت طے کرنے کے بعد لشکر لقا میں پہنچی۔

یہاں لقا ساحروں کے مارے جانے سے رنجیدہ دل کبیدہ بیٹھا تھا کہ آسمان پر بجلی چمکی' سب حیران ہو کر دیکھنے لگے۔

بختیارک نے کہا: "کوئی بندہ مقرب خداوند آتا ہے" پہلے سے میری مشیت کا راز ظاہر کر دیتا ہے۔ فی الحقیقت بندہ خاص میرا آتا ہے' جا استقبال کر کے لے آ۔"

اس وقت اور ملازموں نے پوچھا: "یا خداوندا! کون سا بندہ آتا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "لاکھوں بندے میرے ہیں' کس کو میں بتاؤں' کون آتا ہے' جب سامنے آئے گا تو بتا دوں گا۔"

الحاصل یہ مسخرا تو بیہودہ بکتا رہا۔ وہاں بختیارک نے جا کر استقبال کیا۔ گلستان کو لے کر بارگاہ میں آیا۔ اس نے خداوند کو سجدہ کیا۔

لقا نے کہا: "اے بندہ قدرت مزاج اچھا"

بختیارک نے کہا: "خداوند بڑی دیر سے تمہیں یاد کر رہے تھے' لقا نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا' کرسی پر بٹھلایا اس نے نذر دی۔ خلعت فاخرہ عنایت ہوا لشکر اس کا اترا۔

لقا نے کہا: "اے بندہ قدرت! ہم نے تمہیں جگہ رہنے کی عنایت کی۔ تم باغ مینا میں جا کر اترو۔ سلیمان کو حکم دیا: "تمام سامان عشرت باغ میں بہر آسائش ملکہ مہیا کرو۔"

حسب الحکم چنگیر چوگھڑے وغیرہ سامان مطبخ خانہ اور مکانات ہمہ نعمت اس با باغ میں مہیا کر دی گئی۔

گلستان اپنی کنیزوں کو لے کر وہاں گئی اور راہ کی تھکی ماندی تھی۔ دن بھر آرام گزیں ہوئی۔ دل میں بہت خوشی ہوئی تھی کہ خداوند نے جیتے جی بہشت رہنے کو مجھے عطا فرمائی۔

غرض یہ کہ تمام دن باغ میں رہ کر آسودہ ہوئی۔ رات ہونے پر گلستان دربار خداوند میں آئی۔ دور جام بادہ ارغوانی چلے' حال خدا پرستوں کا پوچھا۔

بختیارک نے کہا: "وہ گروہ بلائے بد ہے کوئی ان سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خداوند کو پیدا کئے کی شرم ہے اب تم یہاں آئی ہو' دو چار دن رہ کر تماشا دیکھو۔"

گلستان نے جواب دیا: "ملک جی' سحر کا مقدمہ بہت زبردست ہے' خداپرست کیا کر لیں گے۔ میں آگ کے سمندر کو برف کا دریا کرتی ہوں اور برف کے دریا کو آتش کا بناتی ہوں دم بھر میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتی ہوں ابھی خدا پرستوں کو کسی اچھے ساحر

سے سامنا نہیں ہوا۔ تم میرے نام پر طبل جنگ بجواؤ پھر کیفیت دیکھو' ایک لمحے میں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ساری ان کی زبردستی نکال دوں گی۔"

بختیارک نے کہا: "ابھی طبل جنگ نہ بجواؤ' زمانے کی ٹھنڈی ہوا کھاؤ۔ حمزہ مالک اسم اعظم ہے۔ پہلے اسم اعظم بند کرنے کی تدبیر کرو۔ عیاروں سے محفوظ رہو تو پھر جو چاہنا سو کرنا میں محبت سے یہ کہتا ہوں۔ تمھاری جوانی پہ ترس آتا ہے۔"

گلستان بولی: "ملک جی تمھاری تعریف جیسی میں نے سنی تھی اس سے زیادہ پایا اور تمھاری ذات بہت غنیمت ہے لیکن اب تو طبل بجتا ہے پھر دیکھا جائے گا۔"

یہ کہہ کر حکم دیا: "نقارہ رزم بجے' ہر ایک لڑنے پر مستعد ہو۔"

حسب الحکم خناس عیار نے نقار خانے میں جا کر کوس جمشیدی پر چوب لگائی۔ ساحروں اور لقا پرستوں میں تیاری جدال و قتال ہونا آغاز ہوئی۔

ادھر ہرکارے خدمت سلطان اسلامیان میں آ کر عرض پیرا ہوئے: "گلستان جادو ایک ساحرہ آ کر آمادہ پرخاش ہوئی ہے' مقابلہ ملازمان و بندگان درگاہ سے کرنا چاہتی ہے۔"

شاہ نے یہ خبر سن کر حکم نواخت طبل جنگ دیا۔ نقارہ رزم بجتے ہی وہی ہنگامہ شور و شر برپا ہوا

طبل جنگی کی تھی صدائے دول
خون ہوا خوف سے دل گردوں

سب بہادر کمال جرات سے
باتیں یہ بانکپن کی کرتے تھے

آخر اک روز ہم کو مرنا ہے

روح کو جسم سے بچھڑنا ہے

آج میداں میں لڑ کے مر جائیں
نام دنیا میں اپنا کر جائیں

کرتے تھے اسلحہ کو اپنے درست
تھے سوار و پیادہ چاق و چست

شہ کار دیار بھی ہوا برخاست
فتنہ ہائے بلا زجا برخاست

آئے سب غازی اپنے خیموں میں
تا کہ تیاری جدال کریں

یہ تو اس فکر میں ہوئے مصروف
وہاں گلستاں تھی سحر سے مالوف

ایک چوکی بچھا کے صندل کی
غسل کر کے وہ اس پہ آ بیٹھی

سامنے تھالی اک بدھنی تھی
لونگ الائچی و پھول سے تھی بھری

آگ سلگا کے گرد سحر پڑھا
اور کچھ لے کے ماش کا آٹا

کر کے تیار اس کے دو پتلے
شیشہ آتشی میں بند کیے

لے شیشہ کی جب وہاں سے چلی
بجلیاں چمکیں اور اٹھی آندھی

فوج اسلام میں وہ جو آئی
ہر طرف دھوم جنگ کی دیکھی

سحر سے حال امیر کا پوچھا
اس نے سحر کے یہ بتلایا

بیٹھے مسجد میں ہیں وہ نیک نہاد
کرتے ہیں طاعت خدائے عباد

سن کے اس نے قریب مسجد آ
منہ کو شیشہ کے جلد کھول دیا

نکلے شیشے سے دونوں وہ پتلے
اور گر کر زمین پہ دیو بنے

کالی صورت مہیب تھے نتھنے
آتشیں گرز ہاتھ میں ان کے

گیا مسجد میں ایک ان میں سے

دیکھا اس کو امیر نے آ کے

اس اعظم کیا جو ورد زبان
سحر کے دیو کا نہ تھا پھر نشان

زور سے اسم پاک کو جو پڑھا
دوسرے دیو نے وہ بند کیا

پھر پکڑی وہ تیغ بے باک
بند کر کے چلی میں اسم پاک

بند ہونے سے اسم اعظم کے
ہوش میں اپنے پھر امیر نہ تھے

لے کے شیشہ کو ساحر جلدی
لشکر ساحراں میں جا پہنچی

ہوئی اس عرصہ میں سحر پیدا
ہوا گردوں پہ مہرہ جلوہ نما

مہر تاباں کا حکم جاری تھا
شہ سیارگان فراری تھا

زینت تخت چرخ تھا خورشید
اس طرح نکلا جس طرح امید

آئے مسجد میں صبح کو سردار
کہ کریں چل کے اطاعت غفار

غش میں پایا امیر والا کو
رہنما اور اپنے آقا کو

بارگاہ میں لٹا دیا لا کر
شاہ نے بھی سنی یہ محل میں خبر

امیر کے بیہوش ہونے سے ایک غلغلہ برپا ہوا' لیکن چونکہ روز جنگ تھا کوئی ٹھہر نہ سکا کہ بہادری میں فرق آئے تک۔ آخر در دولت جہان پناہ پہ سردار آئے۔ لشکر کی پلٹنیں اور رسالے خیل خیل ذیل ذیل میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔

اس طرف شہنشاہ صاحبقراں کے بیہوش ہو جانے کی خبر سن کر بہت جلد برآمد ہوئے کہ لشکر ہراساں ہو کر پراگندہ و منتشر نہ ہو۔

دونوں طرف سے صف آرائی کے بعد گلستان میدان میں نکل کر مقابلہ کے لیے پکاری۔

اس طرف سے شہزادہ ہاشم تیغ زن نے بادشاہ سے اجازت لے کر میدان کی راہ لی۔

جب مقابل اس ساحرہ کے نہال گلشن صاحبقرانی آیا' اس قحبہ نے نیا گل کھلایا یعنی کچھ سحر پڑھ کر سمت فلک دم کیا۔ یکایک ابر پیدا ہوا اس ابر پر سے ایک پہلوان تیرہ روزگار کریہ منظر بد شعار اترا اور شہزادے کا ہم نبرد ہوا اور پکارا: "اگر تو صاحب زور ہے تو کشتی لڑنا میرا دستور ہے۔ مرکب (گھوڑا) سے اتر کر مجھ سے نصیب آزمائی کر۔"

ہاشم یہ سنتے ہی مرکب سے کود کر دامن گرداں آستیں   چڑھا کر کشتی کا ٹھاٹھ بدل

کر سامنے گیا۔ ہاتھ سے ہاتھ ملا۔ داہنا ہاتھ گھسیٹ کر بایاں ہاتھ گردن پہ رکھا۔ پھر دستی زبردستی کے ساتھ کھینچی اور بغلی ڈوبنے لگے۔ پیچ بڑھنے لگے پیچ کا توڑ ہونے لگا۔

توڑ کا جوڑ کا بند ہوتا تھا۔ سلسلہ کشتی کا بلند تھا کبھی وہ آنٹی لگاتا تھا کبھی یہ نیچے پکڑ لاتا تھا۔ اندری کھینچتا تھا پھر وہ تڑپ کر اٹھتا، یہ قابو پا کر کولے بھر کر مارتا مگر وہ پٹ گرتا۔

الحاصل طول تقریر تاکجا قریب تھا کہ شہزادہ ہاشم اسے چت کر کے باندھ لے کہ گلستان نے سحر پڑھا۔ شہزادے کے ہاتھ پاؤں میں طاقت نہ رہی۔ پہلوان نے ایک مقام کھڑا کر جو مارا۔ چاروں شانے چت کر دیا اور مشکیں باندھ کر لشکر پان لقا کو دیا، انہوں نے شہزادے کو قید کیا۔

ادھر پہلوان نے نعرہ مارا: "جس کو آرزو ہو لڑنے مرنے کو وہ آئے۔ اسلامیوں کا دستور ہے کہ جیسی حریف لڑائی چاہتا ہے اسی طرح لڑتے ہیں۔ یعنی اگر حریف شمشیر سے لڑے۔ اہل اسلام بھی سوائے تلوار کے، اور کوئی حربہ اس پر نہ کریں گے۔ یہ کشتی لڑنا چاہے تو بجز کشتی لڑنے کے اور کسی طرح مقابلہ نہ کریں گے۔

پہلوان کے چیلنج کرنے سے سرداران اسلام نے نکلنا شروع کیا۔ لیکن جو آیا اور کشتی لڑا، سحر کی وجہ سے بے طاقت ہو کر زیر ہوا اور ساحروں میں قید ہوا اسی طرح ساتھ سردار رستم توان اور اسفندیار جو وقت رزم گینڈے کی کمر توڑ ڈالیں اور شیر کی کلائیں مروڑ ڈالیں اسیر ہو گئے۔

اس وقت عیار کے وسیلے سے بختیارک نے کہلا بھیجا:"

اے ملکہ! دشمن کو مہلت دینا اچھا نہیں، ایک ایک سے کب تک لڑو گی۔ ایسے میں اسم اعظم حمزہ بند ہے، تمام خدا پرستوں کا خاتمہ کرو۔"

گلستان یہ پیام سن کر مستعد ہوئی اور ساحروں کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ بھی ژالہ باری کا سحر کا سمت لشکر امیر پر مارا گھٹا گھر آئی۔ برق شعلہ بار چمک کر دشمن پر لوٹنے لگی۔ پانی موسلا دھار برسنے لگا۔ پانی کی بوند جس کے سر پر پڑتی تھی وہ پتھر کا ہو جاتا تھا اور وہ مبہوت ہاماں طغیانی پر تھا۔ یہ عالم نظر آتا تھا کہ طوفان نوح دوبارہ آیا

ہے۔

دوسری جانب سے اس آفت آسمانی کے لشکر ساحران ترسول و نیزوں لے کر حملہ آور تھے گولے فولادی لگاتے تھے بجلیاں گراتے تھے۔ آتش فساد شعلہ ور تھا۔ سردار اسلام بہ سپر سر پہ پانی روکنے کو آڑ کئے تھے اور بادشاہ کے ہمراہ سر پر ہزاروں ڈھال سایہ فگن تھیں اور ہزار ہا آدمی چور کا ہو گیا تھا۔

یہ صورت دیکھ کر جو چور نہ ہوئے تھے انہوں نے اپنے دل چور کر لیے۔ تلوار کھینچ کر جانبازی کرتے تھے۔ لاش پہ لاش گرا دی تھی اور ہر دم یہی تلاش تھی کہ حریف بچ کر نہ جانے پائے۔

ایک سمت سے لقا اور فرامرز اور سلیمان عنبریں مو ٹوٹ پڑا تھا۔ بڑھ کر تلوار چلتی تھی۔ بحر شمشیر زور پر تھا۔ ہر ایک موت کے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ اتر رہا تھا۔ سرحباب آسا دریائے خون میں تیرتے نظر آتے تھے۔

شام تک لشکر ساحران کا اس زور سے ہجوم ہوا کہ بادشاہ اسلام نے زخم کاری کھائے اور تمام سردار خستہ ہو گئے اور تمام لشکری چور ہو گئے۔ لشکر لقا کی طغیانی دیکھ کر عیاران اسلام نے بارگاہ سلیمانی اکھڑوا کے بار کروائی اور ناموس صاحبقرانی کو بعجلت تمام سوار کرا کے راہ فرار اختیار کی۔

ادھر مشیران سلطنت اور وزیران ہمت امیر گو کہ بیہوش پڑے تھے۔ ہوا دار پہ ڈال کر صحرا کی طرف بھاگے ادھر بادشاہ کو سرداران زخمی نے میدان سے ہٹایا۔ شاہ نے زخموں کی کثرت سے غش کھایا تھا اور ہر ایک سردار کا یہی حال تھا کہ زخموں سے سیروں لہو بہہ گیا تھا۔ سرزمین کے ہرنے پہ لگا تھا۔ غش پہ غش آتے تھے۔ آخر طبل باز گشت بجا کر واپس ہوئے اور کوہستان کی طرف بادشاہ کو لے کر چلے۔ سر سے پا تک خون میں نہائے تھے۔

یہ شکست نصیب اولیائے دولت قاہرہ شہنشاہ اسلامیات دیکھ کر بختیارک ہاتھی پہ سے کود کر گلستان کے پاس آیا اور کہا: "اے ملکہ! مرحبا صد مرحبا! کیا کہنا۔ ان باغیوں کا تعاقب

نہ چھوڑیئے۔ آج ہی سب کا خاتمہ کیجئے۔ یہ لوگ دشمن جان و ایمان ہیں۔ انھیں مہلت دینا نہ چاہیے۔

گلستان نے کہا: "ملکہ جی، تم سچ کہتے ہو، میں بھی یہی عزم رکھتی ہوں۔"

یہ کہہ کر حکم دیا: "حریف کا خیمہ و خرگاہ مال و متاع لوٹ لو۔" فوج ساحران غارت و لوٹ پر گری۔ یہی مہلت اسلامیوں کو نکل جانے کی ملی۔ جب خوب لوٹ ہو چکی اور لشکر اسلام کی بازاریں تباہ و برباد ہو گئیں۔ کوئی کسی طرف اور کوئی کسی جانب اپنی عورتوں اور بچوں کو لیے نکل گیا اور کوہ و دشت میں جا کر چھپا۔ ہزار در ہزار آدمی مارا گیا۔

اس وقت گلستان ساحروں کو لے کر عقب فوج اسلام چلی اور لقا بھی مع لشکر کے روانہ ہوا۔ ہاتھی پر سے پکار پکار کے کہتا جاتا تھا: "اے بندو میرے، میرے قہر کو دیکھو، کہ ہمیشہ جن بندوں کے ہاتھ سے بھاگتا تھا۔ ان کی نازبرداریاں کیا کرتا تھا۔ آج ایک آن واحد میں ان کو تباہ و برباد کر دیا۔"

اہل اسلام بحال پریشان گریاں ایک پہاڑ کے دامن میں آئے اور عیار سب کو لے کر قلعہ کوہ پر چڑھ گئے اور اس مقام کو ماوا و ملجا مقرر کیا اور سر کوہ پر امیر کو فرش خاک پر اور بادشاہ کو لٹا دیا۔ بال کھول کر بیٹھے اور گریہ زاری کرتے تھے۔

ان کو روتا پیٹتا چھوڑ کر عیاروں نے بہت جلد پہاڑ کی گھاٹیاں روکیں اور ایک چار اسی ہزار عیار حقہ ہائے نفتی اور قارورہ ہائے آتش بازی گھاٹیوں میں داب کر کمانوں میں خدنگہائے جاں ستاں پیوستہ کر کے پتھر کلہ فلاخن میں دے کر فتیلہ ہائے عیاری روشن کر کے مستعد ہو کر ٹھہرے۔ اور جو جو سردار کہ کم زخمی ہیں وہ بھی سینہ سپر کر کے تیغیں کھینچ کر جان دینے پر آمادہ ہوئے۔

پہاڑ پر نالہ شیون کئی ہزار عورتوں کا بلند تھا۔ جان شیریں پر بنی تھی۔ گویا پہاڑ پر فرہاد کا عرس تھا۔ چرخ بے ستون صدائے گریہ سے بجا تھا۔

اس وقت فوج لیے گلستان زیر کوہ آ کر پہنچی اور ساحروں نے چاہا کہ پہاڑ پر چڑھ کر سب کو گرفتار کریں کہ عیاروں نے حقہ نفتی اور قارورہ آتش بازی جو داغ کر مارے ساحروں

کے منہ جھلس گئے اور پیرہن جلنے لگے' وہ بجھانے میں مصروف ہوئے تھے کہ اوپر سے ایک لاکھ چوراسی ہزار پتھر پڑے کے ہزار ہا ساحر واصل جہنم ہوئے۔ آخر ساحر اڑ کر چلے تھے کہ خدنگ دلدوز ایسے پڑے کہ طائران جان ان کے شکار ہوئے۔ پھر تو فوج کا رخ پھرا اور گلستان نے کہا: "کثرت عیاراں ہے اس وجہ سے سحر اگر کروں گی تو بھی اثر نہ ہو گا' کیونکہ اگر ایک دو دس بیس ہوتے' پتے سحر کے بھیج کر گرفتار کر لیتی۔ یہ موئے تو لاتعداد ہیں ان کے لیے آج رات کو بھینٹ دے کر ایسا سحر تیار کروں گی کہ صبح کو سب پہاڑ سے اتر آئیں گے اور اپنی گردنیں اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالیں گے۔ چاہیے کہ فوج پہاڑ کو گھیر کر اترے اور دن بھر سے بھی میں خستہ و شکستہ ہوں۔ کوہ سے ہٹ کر بارگاہ استادہ ہو کہ دم لوں اور آرام کروں۔"

بموجب حکم کوہ کو فوج نے محصور کیا اور بارگاہ جمشیدی برپا ہوئی اور خیمہ زر بفتی گلستان کے لیے استادہ ہوا۔

لقا بھی اپنی بارگاہ میں تخت پر بیٹھا اور حکم دیا: "آج رات عیش و مسرت میں گزار کر بسر ہو' تاکہ صبح عشرت منہ دکھائے اور دشمن مارا جائے۔"

یہ کلام سن کر ساقی و مطرب بصد طرب حاضر ہوئے طبلے' پر تھاپ پڑی۔ بانگ عشرت بلند ہوئی۔ فتح کی نذریں گزرانے لگیں نوبتیں خوشی کی بجنی تھیں۔

گلستان بھی نہا دھو کر بارگاہ میں آئی۔ لقا نے خلعت عنایت کیا اور منظور نظر فرمایا۔

بولا: "اے بندی قدرت! ہم اپنا نور قدرت تیرے پیٹ میں اتاریں گے" گلستان مسکرا کر آنکھیں پھرا کر چپ ہو رہی۔

بختیارک کھڑے ہو کر ناچنے لگا اور پکارا: "ہریالی نی مبارک باشد' اب خدائی تم بیٹی' لاکھوں کی تقدیر تمہارے قبضے میں ہے' لیکن آج رات کٹ جائے تو پھر شب زفاف آئے۔ یہ رات مجھے تم پر بھاری نظر آئی ہے۔ یہ تو بتاؤ کہ اسم حمزہ بند کر کے کیا کیا۔

گلستان نے جواب دیا: "اس شیشہ کو صندوق میں بند کر دیا ہے۔"

بختیارک نے کہا: "میری صلاح اس شیشے کے رکھنے کی یہاں نہیں ہے۔ ایسی جگہ اس کو بھجواؤ کہ تمام عمر نہ نکل سکے، عیار لاکھ ڈھونڈیں، مگر نہ پائیں۔"

گلستان بولی: "میرا جی چاہتا ہے کہ افراسیاب کے پاس یہ شیشہ بھی بھیج دوں کہ پردہ ظلمات طلسم میں لے جا کر رکھے۔ ہر چند کہ عیار وہاں بھی ہیں، مگر عیار دریائے سحر کے پار نہیں جا سکتے اور فرض کیا کہ پار چلے بھی گئے تو پردہ ظلمات کا راستہ کیونکر پائیں گے کہ وہ راہ سوائے جادواں کے اور کوئی نہیں جانتا۔"

بختیارک نے کہا: "بہتر تو ہے۔"

گلستان نے اسی وقت شاہ طلسم کو عرضی اس مضمون کو لکھی، "اے شہنشاہ والا گہر عالی جناب! کنیز نے خدمت خداوند میں پہنچ کر اسم اعظم حمزہ بند کر کے لشکر باغیان کو جہر کا ہلایا اب چند کہ پاشکستہ ایک پہاڑ پر آ کر ٹھہرے ہیں۔ صبح کو انھیں بھی قتل کروں گی۔ فی الحال شیشہ کہ جس میں اسم اعظم بند ہے، خدمت ہمایوں میں بھیجتی ہوں ترصد کہ پردہ ظلمات میں اس کو ایسی جگہ مخفی فرمائیے کہ عمرو کا دسترس نہ ہو سکے۔ زیادہ حد آداب سامری و جمشید کے فضل سے دوست شاد دشمن پامال رہیں۔"

یہ عرضی غنچہ دہن ہلم کی ایک کنیز کو دی اور صندوق سے شیشہ منگوا کر حوالے کیا اور حکم دیا: "خدمت افراسیاب میں لے جائے"

وہ لے کر روانہ ہوئی ادھر بختیارک نے کہا: "اے ملکہ اسم اعظم بند رہنے سے یہ فائدہ ہے کہ شاید دشمن تمہارے زندہ نہ رہیں، تب بھی حمزہ بیہوش رہے گا اور اگر بیہوشی کو عرصہ گزرے گا تو مر جائے گا اور اس کے مرنے سے عمرو اور اسد وغیرہ بھی بے یار و مددگار ہو کر ہلاک ہو جائیں گے۔ طلسم کا عذر بھی مٹ جائے گا اور خداوند کو بھی کوئی نہ ستائے گا۔ اچھا اب تم بھی یہاں نہ ٹھہرو کسی غار میں کہ دشت میں ہے جا کر آج کی شب بسر کرو، تاکہ عیار تمہیں نہ پائیں، اس لیے کہ بہت بڑی حفاظت تمہارے بھائیوں نے کی تھی، مگر بچ نہ سکے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ تم پر بھی یہ بات

کشتی نظر نہیں آئی۔"

گلستان اس کے کہنے کو بہت صحیح اور درست جانتی ہے اور سمجھتی ہے یہ یہ ساز خداوندی کی حیثیت کو بخوبی جانتا ہے کیونکہ ان کی درگاہ کا شیطان ہے۔ اس کا کہنا عین حکم خداوند ہے یہ سمجھ کر پر پرواز پیدا کر کے ایک سمت چلی گئی اور صحرا میں جا کر بہت دور ایک غار اپنا مسکن مقرر کیا۔ یہ بلا تو غار میں بیٹھی ہے۔ اس طرف لقا بادہ کامرانی نوش کر رہا ہے عیش میں بیٹھا ہے۔

اب حال سنیے عیاران لشکر اسلام اور سرداران مجروح مبتلائے آلام کا، کہ جب تو درج و ہاشم، داراب و اقد یار شاہ گیلانی چوگان بن حمزہ وغیرہ فرزندا امیر کو ہوش آیا تھا اور بادشاہ آنکھ کھولتے تھے تو عورتوں کو مصروف گریہ و بکا، بال کھولے پریشان حال دیکھ کر جوش شجاعت سے اٹھنے کا ارادہ کرتے تھے کہ جا کر حریف سے مقابلہ کریں۔ لیکن زخم شق ہو جاتے تھے اور لہو جاری ہوتا تھا پھر گر پڑتے تھے۔ شہزادیاں ہر ایک کی بیبیاں اپنے شوہر سے لپٹ جاتی تھیں اور بلبلا کر روتی تھیں۔

عیار عورتوں کے پاس دوڑ کر اور عرض کی: "اے شہزادیوں گریبان صبر و دست رنج و الم سے چاک نہ کرو۔ انشا اللہ آج رات ہم ساحروں پر سے گزرنے نہ دیں گے۔ تم آہ و پکار کی بجائے درگاہ کریم کار ساز میں دعا کرو تاکہ شب غم گزر کر سحر کامرانی جلوہ دکھائے، لشکر حریف کی صبح ہو جائے۔ غلام جاتے ہیں اور تدبیر کرتے ہیں۔"

ان کے سمجھانے سے شور و گریہ و ماتم کم ہوا اور ہر ایک نے رخ سمت قبلہ کر کے دعا کرنا شروع کی۔ جب یہ مصروف دعا ہوگئیں عیاروں نے فکر کی کہ زہرہ کو فوج محاصرہ کیے ہوئے اتری ہے پہلو سے کیونکر جائیں جو اس قحبہ کو نکالنے لائیں۔ یہ سوچ کر ایک سو عیار بحر فکر میں غوطہ زن ہوا اور آخر گوہر مراد حاصل کر کے سر گریبان سے نکالا۔

فی الفور صورتیں اپنی مثل نازنینان حور مثال زہرہ جمال کے آراستہ کیں اور ایسا حسن طلاوت، غارت گر جان و ایمان، رنگ و روغن لگا کر درست کیا کہ گویا نقاش ازل اور

مصور قدرت نے صفحۂ رخسار کو ان کے نقش ہائے گوناگوں سے منقوش فرمایا۔

جب یہاں شکل و شمائل درست ہو چکے اور عیاروں کو چوکسی کی تاکید کر کے ایک طرف سے نیچے کوہ کے اترے۔ یہاں ساحروں کے بستر لگے تھے۔ پہرے کھڑے تھے۔ سب ہوشیار بیٹھے تھے کہ صدائے خلخال و پازیب سنی۔ سب اوپر دیکھنے لگے ایک سو لعبتاں شوخ و بیباک کو آتے دیکھا۔ جماعت جادوگراں ان کے متصل گئی اور یک نظر ان کے حسن سوز انگیز دیکھ کر متاع ہوش و حواس برباد کی۔ بے اختیار ہو کر پوچھا: اے مہ تاباں فلک و حسن و جمال تم شب تار میں کوہ سے اتر کر کہاں آئی ہو۔ کس کی تلاش میں گھبرائی ہو۔؟

انھوں نے جواب دیا: "ہم کنیزیں ملکہ گیتی افروز دختر خداوند کی ہیں' پیشتر خداوند لقا کی ہم پرستش کرتے تھے۔ جب سے خداوند زادی مسلمانوں کے قبضے میں آئیں ناچار اس کے ساتھ رہے اور کسی کو ایسا نہ پایا کہ جس کے ساتھ نکل جاتے اور وہ ہم کو مسلمانوں کے پنجہ سے چھڑاتا۔ آج ہم لوگوں کی مراد بر آئی کہ مسلمان مغلوب ہوئے۔ تم لوگوں کے پاس آئے ہیں کہ ہمیں اپنی خدمت میں لاؤ' اور یہاں سے خداوند کی خدمت میں پہنچاؤ۔ دوسرے ہم اس لیے بھی آئے ہیں کہ صبح کو مسلمانوں کے ہمراہ قتل و غارت ہونے سے محفوظ رہیں اور پھر دین قدیم خداوند اختیار کر کے تمھیں دعائے خیر دیں۔

ساحر یہ گفتگو سن کر نہایت خوش ہوئے کہ خداوند نے یہ نعمت بالائی ہمیں عنایت فرمائی۔ کنیزوں سے گویا ہوئے: تم گھبراؤ نہیں صبح کو سب مسلمان غارت ہو جائیں گے۔ تم وہاں رہتیں تو لٹ جاتیں' خوب ہوا' جو چلی آئیں۔"

یہ کہہ کر ان کے ہاتھ پکڑ کے اپنے اپنے بستر پر لائے اور تنہائی کا شغل غنیمت جان کر شکر خداوند سامری کرتے تھے۔ آخر سر گرم اختلاط ہوئے۔

کنیزوں نے کہا: "ہم کو بادہ خواری کی عادت بہت ہے اور کئی روز سے بسبب جنگ و جدال شراب ہم کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بھوکے پیاسے بھی ہیں۔ بھاگتے بھاگتے جان پر بنی ہے۔ اگر دو ایک جام شراب ہمیں دو تو حواس ہمارے درست ہوں۔"

ساحروں نے گلابیاں شراب کی سامنے رکھیں اور کھانا پانی موجود کیا۔ نقلی کنیزوں نے ایک ایک جام میں داروئے بیہوشی آنکھ بچا کر ملایا اور اپنے اپنے خواستگاروں کو دیا کہ اول تم پی لو تو پئیں۔ انہوں نے شراب پی اور بیہوش ہوئے۔ عیاروں نے فوراً خنجر نکال کر سو ساحروں کے سر کاٹ ڈالے۔ ان کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ آندھیاں پیدا ہو گئیں اور ساحر دوڑے کہ یہ کیا آفت آئی۔ عیار پہاڑ کے نیچے تو اتر ہی چکے تھے۔ نعرے کر کے جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ ساحر لاشیں ان کی اٹھا کر سامنے لقا کے لے گئے اور عرض پیرا ہوئے کہ سو ساحر مارے گئے۔"

بختیارک پکارا: "عیار عیاری کے واسطے زیر کوہ اترے ہوں گے اور راہ پیدا کر کے گلستان کے لشکر میں قتل کے لیے آئے ہوں گے۔ اس دن کے لیے ہم نے ملکہ مخفی کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر لقا سے کہا: "یا خداوند تقریر فرمائیے کہ ملکہ گلستاں معشوقہ قدرت آج کی رات محفوظ رہے۔"

ساحروں سے کہا: "ان لاشوں کو لے جا کر جلا دو اور حفاظت کے لیے تاکیداً کہا اگر کوئی عورت مرد زیر کوہ اترے' فی الفور گرفتار کرنا ہرگز ان کے فریب میں نہ آنا' ساحر حسب ارشاد آ کر سرگرم حفاظت ہوئے۔

لیکن عیار جو بھاگ کر صحرا میں آئے' صورت اپنی فراش و خدمت گار وغیرہ کی بنا کر بارگاہ لقا میں گئے۔ وہاں گلستان کو نہ پایا مگر بختیارک سرگرم سخن تھا: یا خداوند میں جانتا تھا کہ عیار پہاڑ سے اتر آئیں گے تو ملکہ گلستان سے پتا پوچھ لیتا کہ آپ صحرا میں کس جگہ جا کر مخفی ہو جیسے گی۔ اگر ٹھکانہ نہ معلوم ہوتا تھا میں خود ملکہ کے پاس جا کر نگہبانی کرتا۔ اب قدرت بتائیے کہ ملکہ کہاں ہے؟"

اور تنہائی کا شغل غنیمت جان کر شکر خداوند سامری کرتے تھے۔ آخر سرگرم اختلاط ہوئے۔

کنیزوں نے کہا: "ہم کو بادہ خواری کی عادت بہت ہے اور کئی روز سے بسبب جنگ و جدال شراب ہم کو نصیب نہیں ہوئی۔ اور بھوکے پیاسے بھی ہیں۔ بھاگتے بھاگتے جان پہ بنی ہے۔ اگر دو ایک جام شراب ہمیں دو تو حواس ہمارے درست ہوں۔"

ساحروں نے گلابیاں شراب کی سامنے رکھیں اور کھانا پانی موجود کیا۔ نقلی کنیزوں نے ایک ایک جام میں دوائے بیہوشی آنکھ بچا کر ملایا اور اپنے اپنے خواستگاروں کو دیا کہ اول تم پی لو تو پئیں۔

انہوں نے شراب پی اور بیہوش ہوئے۔ عیاروں نے فوراً خنجر نکال کر سو ساحروں کے سر کاٹ ڈالے۔ ان کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ آندھیاں پیدا ہوئی اور ساحر دوڑے کہ یہ کیا آفت آئی۔ عیار پہاڑ کے نیچے تو اتر ہی چکے تھے۔ نعرے کے جنگل کی طرف بھاگ گئے۔ ساحر لاشیں ان کی اٹھا کر سامنے لقا کے گئے اور عرض پیرا ہوئے کہ سا ساحر مارے گئے۔"

بختیارک پکارا: "عیار عیاری کے واسطے نیچے کو اترے ہوں گے اور راہ پیدا کر کے گلستان کے لشکر میں قتل کے لیے آئے ہوں گے۔ اس دن کے لیے ہم نے ملکہ کو مخفی کر دیا ہے۔ یہ کہہ کر لقا سے کہا: "یا خداوند تقدیر فرمائیے کہ ملکہ گلستان معشوقہ قدرت آج کی رات محفوظ رہے۔"

ساحروں سے کہا گیا: "ان لاشوں کو لے کر جلا دو اور حفاظت کے لیے تاکید کہا: اگر کوئی عورت مرد نیچے کو اترے فی الفور گرفتار کرنا ہرگز ان کے فریب میں نہ آنا۔" ساحر حسب ارشاد آ کر سرگرم حفاظت ہوئے۔

لیکن عیار جو بھاگ کر صحرا میں آئے، صورت اپنی فراش و خدمت گار وغیرہ کی بنا کر بارگاہ لقا میں گئے۔ وہاں گلستان کو نہ پایا مگر بختیارک سرگرم سخن تھا: یا خداوند میں جانتا تھا کہ عیار پہاڑ سے اترا آئیں گے تو ملکہ گلستان سے پتا پوچھ لیتا کہ آپ صحرا میں کس جگہ جا کر مخفی ہو جئیے گا۔ اگر نشانہ نہ معلوم ہوتا تو میں خود ملکہ کے پاس جا کر نگہبانی کرتا۔ اب بندے قدرت بتائیے کہ ملکہ کہاں ہے؟"

اور لقا نے کہا: "قدرت جانتے ہیں، لیکن بتائیں گے نہیں" یہ گفتگو تمام عیاروں نے سنی اور خیال کیا کہ اس شیطان نے اس قحبہ کو جنگل میں کسی جگہ چھپا دیا ہے۔ چلو صحرا میں چل کر تلاش کریں۔ یہ سوچ کر سب وہاں سے پھرے اور باہم مشورہ کیا کہ

ہم میں سے ایک عیار اصل صورت میں کوہ و دشت میں خنجر بکف پھرے اور ہم سب کسی مقام بلند سے پوشیدہ ہو کر دیکھتے رہیں' جب گلستان اس کو گرفتار کرنے آئے' ہم اس کی جائے سکونت دیکھ لیں اور عیاری کریں۔

یہ صلاح کر کے عمران خطائی بھانجے نے عمرو کے نیمچہ کھینچ کر پھرنا شروع کیا اور کہتا جاتا تھا کہ وہ قحبہ ساحرادی گلستان اگر مل جاتی تو مزہ چکھا دیتا۔ اتفاق سے غار میں گلستان چھپی بیٹھی تھی۔ جب اس طرف سے عمران بکتا ہوا نکلا اس نے صدا سنی گھبرا کر غار سے باہر نکلی اور اکیلے ایک عیار کو تیغ بکف دیکھ کر سحر پڑھا کہ بےحس و حرکت ہو کر گر پڑا۔ اس نے آ کر ایک درخت سے اس کو باندھ دیا اور کہا: "سویرے صبح کو تیرے رفیقوں کے روبرو تجھ کو ذبح کروں گی۔ نہیں معلوم تو پہاڑ پر سے کیونکر اتر آیا' شاید تو پہاڑ پر مسکن گزیں نہ تھا صحرا میں بھاگ آیا۔" یہ کہہ کر غار میں پھر اتر گئی۔ اس غار کو اور عیار جو چھپے تھے انہوں نے دیکھا اور سمک یلغاق بن عمرو فوراً صورت ایک مرد مہیب شکل بنا کر اور چار سر مقوے کے اور سات ہاتھ تین پاؤں درست کیے۔ آنکھیں بےشمار سروں میں بنائیں۔ ایک ہاتھ میں ترسول اور دوسرے میں نیسول تیسرے میں تلوار چوتھے میں خنجر پانچویں میں گرز آتش' چھٹے میں مشعل آگ کی ساتویں تھالی برنجی لے کر روغن اپنا جسم پر ملا کہ شعلے کی طرح چمکنے لگا جب اس طرح درست ہو چکا غار کے منہ پر چیخ کر پکارا: "اے بندی قدرت باہر آ۔"

گلستان صدا اس کی سن کر باہر آئی اور شکل ہیبت ناک دیکھ کر خائف ہوئی۔ پوچھا: "آپ کون بزرگوار ہیں۔" اس نے جواب دیا: "میں فرشتہ خداوند ہوں۔ لقا نے حکم دیا ہے کہ میری بندی قدرت کا پہرا دے اور اس غار کا پتا بتلایا۔ میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ غار میں بےچین کیوں بیٹھی ہیں۔ یہاں تشریف رکھیے۔ کیا مجال کسی کی جو یہاں آ سکے۔"

یہ کہہ کر وہیں غار کے قریب اس کو لے کر ٹھہرا تھا۔ ادھر چالاک نے اپنی صورت شکل بختیارک کے بنائی' سربند سر پر رکھا۔ ایک سواکیس کلی کا جامہ پہنا گھیتلا پاؤں میں

چن کر چار عیاروں کو خدمت گار بنایا اور ایک لالٹین لے کر آگے چلا اور تین خدمت گار دست بستہ پشت پر روانہ ہوئے اور جب قریب غار پہنچ اپنا اعتقاد بڑھانے اور ساحرہ کو دھوکا دینے کے لیے پکارا: "اے ملکہ گلستان! میں نہ کہتا تھا کہ یہ بات خیر سے خالی نظر نہیں آتی۔ آپ ایسی غافل ہو گئیں کہ عیار کو پہلو میں لیے بیٹھی ہیں' یہ فرشتہ قدرت خداوند نہیں ہے۔ عیار ہے جلد اس کو گرفتار کیجیے۔

یہ صدا دیتا تھا کہ گلستان فرشتہ کی جانب بحری سمک اٹھ کر بھاگا اس نے ایسا سحر کیا کہ بے حس ہو کر زمین پر گر اس نے اس کو بھی باندھ دیا۔ اس وقت بختیارک قریب آیا اور بولا: مجھے خداوند نے پتہ بتایا کہ میری بندی صحرا میں بیٹھی ہے۔ اے شیطان جا کر فرشتہ قدرت بن کر عیار اس کو قتل کیا چاہتے ہیں۔ یہ فرما کر ایک فرشتہ قدرت کو حکم دیا کہ وہ مجھ کو یہاں پہنچا گیا۔ کہیں ملکہ اگر میں نہ آتا تو عیار تمہارا کام تمام ہی کر چکا تھا۔ دیکھو خداوند کو بھی تمہارا بہت خیال ہے۔"

پھر گلستان نے خداوند کو سجدہ اس شکریے میں ادا کیا اور بختیارک کے پاس آ کر بے دھڑک باتیں کرنے لگیں تو ملک جی ان دونوں عیاروں کو آپ خدمت میں لیے جایئے میں یہاں سے بھی جاتی ہوں اور صحرائے طلسم میں جا کر رہوں گی وہاں سحر بھی تیار کروں گی اور صبح کو آؤں گی۔"

نقلی بختیارک نے کہا: "خداوند تمہاری یہ اتنی سی تکلیف اٹھانے سے بے چین ہیں اور مجھ کو ایک گلوری دی ہے کہ میری بندی کو کھلا دینا' اس گلوری کے کھانے سے خزانے زمین کے اندر جو نہاں ہیں تمہاری نظر سے ظاہر ہوں گے اور عیار جس حال میں تمہارے پاس آئے گا۔ معلوم ہو جائے گا اور کوئی حربہ جسم پر کارگر نہ ہو گا عمر بڑھ جائے گی۔ اس گلوری میں عطیہ خداوند پڑا ہے۔ اے ملکہ! خداوند تم پر بڑی عنایت فرماتے ہیں۔ فرماتے تھے کہ آج ہی نور قدرت اس کے پیٹ میں اتاروں گا۔"

یہ کہہ کر ایک خاصدان طلائی اپنے پاس سے نکال کر کھولا اس میں ایک گلوری کنکا جنی ورق سے لپٹی کیوڑے گلاب سے بسی ہوئی رکھی تھی وہ سامنے کی' گلستان نے ہنس کر

شرم سے گردن جھکا کر وہ گلوری کھائی۔ بختیارک نے کہا: "میرے پان کا بیڑا میں نے آپ کو کھلایا، ہمارا خیال ہمیشہ رکھیے گا۔" یہ کہہ کر ہاتھ پکڑ کر لے چلا: "چلو اب خداوند کے پاس آرام کرو۔"

گلستان کمر لچکاتی سسکی بھرتی مزے میں ساتھ چلی جب پان کی پیک حلق سے اتر چکر کھا کر گری۔ عیاروں نے گرد اس کے نلی کھو کر بارود بچھائی اور چادر کا فتیلہ بنا کر آگ میں لگا کر آپ الگ کھڑے ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد دھماکے کی صدا بلند ہوئی اتنی زمین کا طبقہ مع گلستان کے اڑ گیا۔ پھر تو وہ آندھی زور و شور سے آئی کہ دنیا تاریک ہو گئی۔ صدا ہائے مہیب آنے لگی۔ عرفان و سمک پر سے سحر دفع ہو گیا۔ درخت سے جو بزور سحر بندھے تھے کھل گئے شور و غوغا بلند ہوا: "مارا ملکہ گلستان جادو کو۔" یہ ملکہ تین سو سال کی عمر رکھتی تھی اور ابھی باغ جوانی سے کوئی پھول آرزو کا اس نے نہ چنا تھا۔ اس کے مرنے سے سارا لشکر جو میدان میں پتھر کا ہو گیا تھا وہ اصلی حالت میں آ گیا اور وہ دیکھا کہ رات کا وقت ہے ہم میدان میں مسلح و مکمل اپنے گھوڑوں پر سوار کھڑے ہیں۔ نہ ہمارا بادشاہ ہے نہ بارگاہ کا پتہ ہے یہ دیکھ کر اپنی بارگاہ لے کر پڑاؤ کی طرف بازاریں لٹی، خیمے چھپے ہوئے پائے حیران ہو کر سمت صحرا چلے۔

اس طرف سے عیار تہیہ کر کے پہاڑ پر یہ لوگ خستہ اور زخمی ہیں۔ ان سے تو کچھ ہو سکے گا، لیکن سارا لشکر جو پتھر کو ہو گیا تھا وہ تندرست ہو گا۔ اس کو لانا چاہیے۔ یہ سوچ کر چلے تھے کہ راہ میں پلٹن اور رسالے ہزارو ہزار ملے ان سے جا کر سارا ماجرا بیان کیا اور کہا: "ملکہ تمہارے پہاڑ پر ہیں، ہم ساحرہ کو اگر قتل نہ کرتے تو سب تباہ ہوتے۔ اب لشکر ساحران اور حریفان دامن کوہ میں اترا ہوا مصروف عیش و نشاط ہے اور نہایت غافل ہے اس پر چل کر حملہ کرو اور مار کر بھگا دو۔ وہ سرداری لشکری کئی لاکھ یہ کلمات سن کر وہیں سے چار مشعلیں اور دس مہتابیں سلگا کر تلوار آبدار بنا انتقام سے کھینچ کر چار غول ہوئے اور گھوڑے اڑا کر تین غول دائیں بائیں اور سامنے

سے لشکر ساحران پر حملہ آوار ہوا۔ پشت پر کو تھا۔ ایک غول جو باقی رہا۔ وہ لشکر لقا پر حملہ آوار ہوا۔ پشت پر کو تھا۔ ایک غول جو باقی رہا وہ لشکر پر حملہ آور ہوا۔ وہ سب تو غافل تھے۔ انھوں نے طنابیں خیموں کی کاٹ دیں اور بارگاہ میں آگ لگائی۔ پہرے چوکی والے سواروں کو قتل کیا۔ طلایہ دار کو زیر تیغ رکھا۔ گھبرا کر لوگ خیموں سے باہر نکلے' جو منچلے اور صاحب حواس تھے ان سے تلوار چلنے لگی۔ جو بہادر جنگ دیدہ کار آزمودہ تھے ایسی ایسی ہزاروں افتاد جھیلے ہوئے تھے وہ گھوڑا بھگا کر لشکر حریف کی طرح اپنے لشکر کو دو ایک ہاتھ لگا کر تلوار کے' لیتا لیتا کہتے ایک طرف کو نکل گئے کہ میاں انجام لڑائی کا برا ہوتا ہے۔ جان بچانا چاہیے' ان کا یہ حال ہوا۔ اور جو بودے تھے ناتجربہ کار تھے۔ وہ گھبرا کر مسلح و مکمل ہونے لگے' لیکن زیر جامہ اٹھا کر گلے میں پہنتے تھے لیکن جب سمائی پیشانی میں نہ آتی تھی تو درزی کو الزام دیتے تھے اور کہتے تھے: "گریبان حرامزادے نے بنایا ہی نہیں۔"

بعض جامہ کو پاؤں میں پہنتے تھے اور آستین میں پاؤں نہ آتے تھے تو بکتے تھے: "خیاط نے مہریاں تنگ کر دیں۔ بعض ترکش میں تلوار رکھتے تھے اور نیام میں تیر پروتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ ایک ہنگامہ گیرو دار گرم تھا۔ لشکر ساحران تو کل بارہ ہزار تھا۔ اس میں سے بہت پہلے مارے جا چکے تھے جو باقی تھے وہ پہلے ہی حملہ میں مارے گئے اس لیے کہ غافل تھے اور کچھ بچ بھی گئے وہ بھاگے۔

ادھر لشکر لقا نے جو بھاگے تھے وہ ان کو ملے' یہ ان کو حریف سمجھے اور وہ لوگ انھیں دشمن معلوم کر کے حملہ آور ہوئے باہم تلوار چلنے لگی۔ غرض یہ کہ وہ معرکہ پڑا تھا کہ شور محشر بپا تھا کہیں آپس میں تلوار چلتی تھی کہیں حریف سے مقابلہ تھا۔ یہ ہائے ہوویوں جب بلند ہوئی۔ بارگاہ لقا میں رقاص ساز پھینک کر بھاگے اور لقا باہر نکل آیا۔ اپنے لشکر کا حال ابتر پایا اور ساحروں کو آمادہ سفر سقر دیکھا۔ لشکر اہل اسلام قتل و غارت کر رہے تھے خیال حسد آتش شمشیر سے جل رہے تھے۔ تلوار بڑے زور سے چلتی نعرہ

ہاتھے دلاوران سے دنیا خالی تھی۔

مختیارک نے یہ حال دیکھ کر لقا سے کہا: "یا ماما' لیجئے آپ کی معشوقہ فی النار ہوئی اب تقدیر سے گریز کیجئے' ورنہ حمزہ پہاڑ سے اتر کر قیامت برپا کرے گا۔ بھاگے راستہ نہ ملے گا۔"

لقا اس کے کہنے سے بارگاہ وغیرہ چھوڑ کر رو بفرار لایا۔ لقا اندر قلعہ عقیق کوہ کے داخل ہوا اور قلعہ بند کر کے قفل بند دروازے سے پل تختہ خندق پر آب کا اٹھا لیا۔

ادھر فتح نصیب غازیاں دیندار ہوئے۔ عدو کو شکست فاش ہوئی بیش غفلت میں ہزاروں لقا پرست مارے گئے اور بقیۃ السیف بھاگے۔ صبح تک خوب لوہا برسا' ہر ایک جان بچانے کو ترسا اور صبح ہوتے ہی مطلع صاف تھا۔

عیاروں نے اور فوج کے سرداروں نے بارگاہ سلیمانی اور جاسوس صاحبقرانی کو ہمراہ لے کر مع بادشاہ و امیر کے پہاڑ سے اتر کے' جہاں لشکر اہل اترا تھا۔ اسی جگہ کو آباد کیا' بارگاہیں نصب ہوئیں۔ منادی نے ندادی کو دشمن بھاگا۔ دوست شاد اور لشکر میں آ کر آباد ہوں۔ پھر تو رعایا برایا جو بھاگ گئی تھی' کوہ و دشت سے آ آ کر آباد ہوئی۔ بازاریں آراستہ ہوئیں۔ نوبت جابجا ہونے لگا بازار مسرت و انبساط گرم تھا۔

بادشاہ اسلامیان کے زخم کو اور سرداروں نے جسم مجروح کو ٹانکے دے کر مرہم لگا کر باندھا اور امیر بیہوش کو اسی طرح پلنگڑی پر لٹا دیا ہر ایک بحر حیرت میں غرق تھا کہ ساحرہ ماری گئی پھر کیا سبب ہے جو امیر کی بیہوشی دفع نہ ہوئی۔ سردار عیار گرد پلنگ کے کھڑے روتے تھے۔ بعض عیار ہر سو بہر جستجو تگ و پو کرتے تھے لیکن کسی ساحرہ کو نہ پاتے تھے جو قتل کرتے آخر بے نیل مرام پھر آتے تھے۔

امیر اس وجہ سے بیہوش تھے کہ گلستان نے سحر کا پتلا شیشہ میں بند کر کے ایک ساحر کو دیا تھا کہ طلسم میں لیجائے۔ اس ساحر نے اپنے سحر اس شیشہ پر کر کے کہ جب تک میں مارا نہ جاؤں یہ شیشہ نہ کھلے اور مالک اسم اعظم ہوشیار نہ ہو۔ یہ تدبیر کر کے راستہ طلسم لیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ بعد طے مراحل داخل طلسم ہوا۔ لیکن پہلے ظاہر کا طلسم پڑتا ہے اور وہاں لشکر مہ رخ کا اترا ہوا ہے اور عیار والا دوری کے لیے بشکل مبدل پھرا کرتے ہیں۔ اتفاق سے برق فرنگی ساحر کی صورت بنا ہوا جنگل میں کھڑا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ساحر سمت دریائے سحر بتعجیل تمام اڑا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر سوچا کہ اس کو قتل کرنا چاہیے، اس لیے کہ جو ساحر کم ہو وہی سہی۔ ایسا کچھ سمجھ کر پکارا: "واہ واہ بھائی صاحب! اتنی بے مروتی اور بے اعتنائی آپ کو لازم نہیں" اس ساحر نے اس کی آواز سن کر کہا: "مجھ کو کام بہت ضروری ہے اس وقت معاف فرمائیے۔"

برق نے کہا: "اگر ہماری ایک بات نہ سنو گے تو تمہارے لیے بڑی قباحت ہو گی۔ شہنشاہ کے دربار میں معلوم ہوتا ہے کہ تم جاتے ہو۔ کیونکہ دریائے سحر کی سمت تمہارا رخ ہے اور وہاں اپنا پرایا جو جاتا ہے۔ شہنشاہ اس کو قتل کرتے ہیں۔"

یہ کلام سنتے ہی وہ ساحر گھبرایا اور سمجھا کہ یہ یہاں کا رہنے والا ہے تو اس جگہ کے حال سے واقف نہیں۔ اس سے کیفیت پوچھنا چاہیے۔ ایسا کچھ سمجھ کر زمین پر اترا اور گویا ہوا: "بھائی میں ملکہ گلستان کا نوکر ہوں شیشہ جس میں اسم اعظم حمزہ بند ہے۔ شاہ جادواں کے پاس لیے جاتا ہوں اور سب حال بربادی لشکر اسلام بیان کر کے پوچھا: "اب تم بتاؤ شہنشاہ کیوں ہر شخص کے قتل کرتے ہیں۔"

برق نے کہا: "عمرو عیار صورت بدل کر دربار شاہ میں گیا اور بندگان حضور کو نہایت پریشان کیا۔ اب جو کوئی جاتا ہے شہنشاہ بغیر پرسش اس کو قتل کرتے ہیں۔ خیر یہ تو سب کچھ ہے لیکن یار تم نے ایسی خوشخبری مسلمانوں کے ہلاک ہونے کی سنائی ہے کہ جی چاہتا ہے کہ منہ تمہارا لعل و گہر سے بھر دوں، آؤ ذرا میرے گلے سے تو لپٹ جاؤ۔"

یہ کہہ کر ہاتھ پھیلا دیئے، وہ ساحر گلے سے لگا برق نے سفوف بیہوشی منہ سے جو پھونکا دماغ میں سرایت کر گیا۔ چکر کھا کر وہ گرا۔ اس نے خنجر سے سر کاٹ ڈالا۔ شور و غل برپا ہوا۔ لمحے کے بعد وہ آفت دور ہوئی۔ برق نے اس کے سحر کا جھولا تلاش

کر کے شیشہ نکالا اور پتھر سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ پتلا جو اس میں بند تھا وہ گلستان کے ہلاک ہونے کے سبب اور اس ساحر کے مرنے سے ماش کے آٹے کا کیا ہو گیا تھا۔ اس کو بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے اور جو کچھ مال وغیرہ جھولے سے پایا، وہ عمرو کے لیے لے کر لشکر کا راستہ لیا۔ یہ تو ادھر چلا۔

وہاں امیر کو ہوش آ گیا آنکھیں کھولیں مگر مارے ضعف و نقاہت کے طاقت نہ تھی۔ اشارے سے حال پوچھا۔ بادشاہ نے کل احوال ابتدا سے انتہا تک بیان کر کے عرق فواکہات اور شوربہ ہائے مرغ وغیرہ پلایا کہ جسم میں طاقت آئی اور اٹھ کر بیٹھے۔ کھانا نوش فرمایا۔ آخر غسل صحت فرما کر دنگل شوکت پر بصد حشمت جلوہ آرا ہوئے۔ نذریں فتح کی گزرنے لگیں۔ سردار سب زیب دہ کرسی و دنگل ہوئے۔ بادشاہ تخت پر بیٹھے۔ جشن ہونے کا حکم دیا۔

حاصل مراد یہ تو مصروف انبساط ہیں، مگر برق جو بارگاہ مہ رخ میں پہنچا، وہ مال جو ساحر کا لے لیا تھا۔ عمرو کو نذر دیا۔

عمرو نے خوش ہو کر کہا: "یہ شاگرد میرا بڑا سعادت مند ہے۔"

برق نے کل ماجرا شیشہ توڑنے اور لشکر امیر کا حال جو کچھ زبان ساحر سے سنا تھا۔ عرض کیا۔ عمرو نے ابتری لشکر سن کر مہ رخ سے کہا کہ مجھ کو جلد باہر طلسم کے پہنچا کہ میرا آقا معلوم نہیں جیتا ہے یا سیاہ گلزار جنان ہوا۔ اگر میرے مالک کا بالکان خود ایک جسم کا بال بھی کم ہو گیا تو طلسم اوڑھ کو لٹا اور جملہ اس کے پرستاروں کے سر کاٹ ڈالوں گا۔

مہ رخ نے کہا: "خواجہ آپ گھبرائیے نہیں۔ میں حال آپ کے مالک کا دریافت کیے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا کہ زمین شق ہوئی اور ایک مینار پیدا ہوا۔ اس مینار میں ایک طاق بنا تھا اور طاق پر کتاب زربفت کے جزدان میں کی ہوئی رکھی تھی۔ اس نے وہ کتاب لے کر جزدان سے نکال کر کھولی اور پڑھی۔ سارا حال گلستان کا اور قتل

کرنا عیاروں کا اس کو' اور ہوش میں آنا مریا کا لکھا تھا۔

عمرو کو یہ کیفیت سن کر تسکین ہوئی۔ مہ رخ نے پھر جزودان میں کتاب طاق پر رکھ دی اور سحر پڑھا کہ چہار دستن میں غرق ہو گیا۔ اس کیفیت کے بعد سب مشغول عیش ہوئے لیکن عمرو نے کہا: "اے ملکہ! میں حیران ہوں کہ طلسم کیونکر فتح ہو گا اور اسد و مہ جبیں وغیرہ کیونکر رہا ہوں گے۔ بہت ساحروں کو میں نے قتل کیا مگر کچھ مطلب برآری نہ ہوئی۔"

مہ رخ نے یہ کلمات سن کر تسلی دی: "انشا اللہ ایک دن طلسم فتح ہو گا اور شہزادہ رہا چھوٹے گا تشویش نہ فرمائیے۔"

عمرو کو ان باتوں سے کچھ تسکین نہ ہوئی اور بارگاہ سے نکل کر صحرا میں چلا۔ راہ میں قران سے ملاقات ہوئی اس نے پوچھا: "استاد کہاں جائیے گا۔"

عمرو نے کہا: "میرا دم گھبراتا ہے برائے تفریح یوں ہی پھرتا ہوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ صدا زنگ بجنے کی آئی اور ضرغام ساحر بنا ہوا۔ سامنے ظاہر ہوا۔ قران نے اس کو پکارا: "اس نے آ کر عمر کو سلام کیا اس سے پوچھا: "کہاں سے آتے ہو؟

ضرغام نے عرض کی: "دیبائے سحر کی طرف سے' مگر عجب ماجرا دیکھا ہے کہ دل میرا متردد ہے' یعنی ایک ساحر خورشید زریں سحر نامی کی طلسم باطن کا ایک شہزادہ ہے' اپنے ملک سے اس ارادے سے چلا تھا کہ یکایک گنبد نور پر جا کر حملہ کروں گا اور اسد کو چھڑاؤں گا۔ کیونکہ میری بہن ملکہ ہلال سحر افگن شریک عمرو ہے' ہیں میں بھی جاؤں گا۔ لیکن میرا شریک ہونا افراسیاب کو ظاہر نہیں۔ غفلت میں قتل و غارت کر کے اپنی بہن کے پاس جاؤں گا۔ وہاں میری پھوپھی ملکہ مہرخ سو بھی ہیں۔

قصہ مختصر جب اس ارادے پر چلا۔ اس کے لشکریوں میں سے کسی نے اس جان کی خبر ملکہ حیرت کو پہنچائی۔ اس نے ملکہ ناگن جادو نامی ایک ساحرہ کو بھیجا کہ وہ استقبال کرنے کے بہانے سے آ کر خورشید کے پاس پہنچی اور غافل قہر جمشید ڈال کر اس کو

گرفتار کر کے پاس ملکہ حیرت وغیرہ کے لیے جاتی ہے۔

عمرو نے یہ کیفیت سن کر پوچھا: "فوج کیا اس کے پاس نہ تھی جو اسیر ہو گیا؟"

ضرغام بولا: "بارہ ہزار ساحر اس کے ساتھ تھے جب وہ قید ہوا تو لشکر اس کے کوہستان کی جانب جا کر پوشیدہ ہوئے اور باہم یہ مشورہ کیا کہ ہم آج یہ قدرت نہیں رکھتے ہیں کہ زوجہ شاہ طلسم سے مقابلہ کر سکیں' مگر لشکر مہ رخ میں جا کر خورشید کی پھوپھی اور بجن کو اس حال کی اطلاع دیں اور ان کے ساتھ مل کر ہم مقابلہ کریں۔ غرض یہ کہ ایک ساحر کہ انھوں نے لشکر میں ہمارے بھیجا ہے۔

عمرو سارا ماجرا سن کر قران سے کہنے لگا: "اے فرزند! شہزادہ خورشید کو چھڑانا لازم ہے چلو اس امر میں کد اور کوشش کریں۔"

یہ کہہ کر تینوں جدا جدا عیاری کی فکر میں روانہ ہوئے ادھر وہ ساحر لشکر خورشید کا پاس ملکہ سرخ مو کے پہنچا اور کہا اے ملکہ: آپ کے بھتیجے قید ہو گئے اور کل احوال جو اوپر مذکور ہوا بیان کیا۔"

سرخ مو یہ سنتے ہی جوش خون سے بیتاب ہو گئی اور چاہا کہ لشکر لے کر جاؤں اور حیرت کی فوج پر حملہ کروں پھر خیال کہ ناگن ابھی راہ میں ہی ہے' چل کر اسے ماروں اور اپنے بھتیجے کو چھڑا لوں' یہ سوچ کر بغیر آتشین پر ب کر روانہ ہوئی اور ہر سمت ڈھونڈنے لگی اور بہر تفحص ایک درخت کے نیچے اتر کر یک نگاہ ہر طرف دوڑانے لگی۔ ناگاہ صبا رفتار عیارہ نے کہ صحرا میں تھی اس کو دور سے دیکھا اور فی الفور بہ روغن عیاری صورت اپنی شکل برق فرنگی کے بنائی اور قریب آ کر اس کے گویا ہوئی: "اے ملکہ: کس فکر میں یہاں تنہا کھڑی ہو۔ سرخ مو نے سارا حال اس کو برق سمجھ کر بیان کیا اور کہا: "میرا ارادہ ہے کہ طلسم نشین کا توڑ کر زنداں میں جا کر ٹھہروں جب بھتیجا میرا آ کر وہاں قید ہو میں اس کو چھوڑ کر لے آؤں۔"

صبا رفتار جب سارے حال پر اطلاع پا چکی پاس تو کھڑی ہی تھی' حباب بیہوشی اس نے مارا کہ سرخ مو بیہوش ہو کر گری اس نے پشتارہ میں باندھا اور لے کر روانہ ہوئی۔

ادھر ناگن جا کر بارگاہ حیرت میں پہنچی اور خورشید کو سامنے پیش کیا۔ حیرت نے سرنوان جادو داروغہ مجلس کو بلا کر حکم دیا کہ اس کو لے کر قید کرو، میں شہنشاہ کو عرضی لکھتی ہوں، جیسا وہ فرمائیں گے عمل میں آئے گا۔ داروغہ زنداں اپنے سحر میں محصور کر کے خورشید کو زنداں میں لایا اور حیرت نے اس حال کو عرضی افراسیاب کو لکھ کر چیلے کے ہاتھ بھیجی۔ جب عرضی باغ سیب میں پہنچی۔ شعلہ جاوداں اسی تجمل سے جیسا کہ اکثر ذکر ہوا ہے۔ لشکر حیرت میں آیا اور جب داخل لشکر ہوا۔ حیرت نے مع تمام سرداروں کے استقبال کیا شعلہ جاوداں تخت پر آ کر بیٹھا۔ اس وقت صبا رفتار پشتارہ لیے آئی اور کہا: "سرخ مو اپنے بھتیجے کی چھڑوانے کو آئی تھی۔ میں اس کو گرفتار کر لائی ہوں۔"

شعلہ نے فرمایا: "اس کو بھی لے جا کر مقید کرو۔"

صبا رفتار نے حسب ارشاد اس کو بھی زنداں میں پہنچایا۔ اس وقت حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ یہ نمک حرام جو گرفتار ہیں ان کو قتل کیوں نہیں کرتے؟"

افراسیاب نے جواب دیا: "مار ڈالنا سہل ہے جلانا مشکل ہے کروڑوں روپے کھلا کر انھیں پالا ہے کیونکر یکایک انھیں قتل کیا جائے۔ یہاں تو یہ باتیں ہو رہی ہیں۔

* * *

• ناگن جادو

عیار جو فکر عیاری میں چلے تھے ان میں سے عمرو صورت ساحر کے شکل بن کر لشکر حیرت میں داخل ہوا اور اس نے داروغہ زندان کو قید میں لے کر جاتے ایک خیمہ میں دیکھا سمجھا کہ یہی زندان خانہ ہے اور وہاں پہرہ چوکی بھی زیادہ تھا۔

مرزبان زندان کے دروازے پر کرسی بچھائے بیٹھا تھا اس کو دیکھ کر عمرو نے ایک گوشہ میں ٹھہر کر صورت اپنی شکل ایک خوبصورت عورت کی بنائی۔ گیسوئے مشکفام کو بل دے کر رخساروں پر چھوڑا اور مانگ سے موتیوں کو بھرا' ترچھا جوڑا باندھا چشم غزالیں سرمہ آگیں کر کے رخسار تاب ناک کو گلگونہ کش کیا۔ سر سے پا تک زیور مرصع کار پہنا۔ اس وقت اس کے حسن دلاور پر لعبتان و دہر ہزار جان سے نثار تھے۔

اس خوبی سے درست ہو کر ردائی کا جھرمٹ مار کر جھاؤلیاں دیتا کر اور گولے کا عالم دکھاتا مرزبان کے سامنے سے ہو کر نکلا اور ردائی ہٹا کر آنکھ سے آنکھ ملائی اور رخ روشن کی جھلک دکھائی۔ پھر آگے کو چلی۔ مرزبان شیفتہ و فریفتہ ہو کر بیقرار شعر عاشقانہ پڑھتا اٹھ کر پیچھے چلا اور جب تنہائی میں پہنچا بے اختیار زبان پر لایا۔

کون سے دل میں نہیں وصل کی تیرے حسرت
کون آئینہ ہے جس میں تری تصویر نہیں

وہ نازک اندام یہ شعر سن کر پھر اور منہ سے دوپٹہ ہٹا کر مسکرائی مرزبان نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نازنین نے ہاتھ جھٹک کر چھڑایا اور کہا: "جاؤ جاؤ میں ایسے بے مروت مردوں سے بات نہیں کرتی۔"

مرزبان قدموں پر گر پڑا: "اے جان جہان! میں تابعدار ہوں' تمام عمر گردن اطاعت سے

نہ اٹھاؤں گی۔ اس محبوبہ نے پاؤں پر سے سر ہٹایا اور اپنا ماتھا کوٹ لیا: "ہے ہے میں نگوڑ ماری اس طرح آ کر کس مصیبت میں پڑ گئی۔ اے لوگو یہ مردوا کیسا چم چچڑ ہے۔ کیوں میرے پیچھے پڑ گیا۔ "اچھا کہو کیا کہتے ہو۔

مرزبان نے پھر تو گلے سے لگ لیا اور پیار کرنا چاہا کہ اس گل پیراہن نے کہا: "ہٹو دیکھو کوئی آ جائے گا۔"

یہ کہہ کر اپنے چھوٹے کپڑے سنبھالے اور خاصدان نکال کر ایک گلوری کھائی اور چاہا کہ خاصدان بند کرے۔

مرزبان نے کلائی پکڑ کر کہا: "واہ واہ ہمیں نہیں۔" اس نے انگوٹھا دکھایا۔ مرزبان نہ مانا' ایک گلوری لے کر کھا گیا اور کھاتے ہی بیہوش ہو گیا۔

عمرو نے اور زیادہ اس کو بیہوش کر کے اس کے کپڑے اتار کر اس کی صورت بنائی اور اس کو غار میں ایک مقام پر ڈال کر آپ وہاں سے خیمہ زندان پر آ کر بیٹھا۔

لیکن شاہ طلسم اور ملکہ حیرت کے درمیان جو گفتگو قتل مجرماں ہو رہی تھی۔ آخر بادشاہ نے اپنی زوجہ کو خوشنود رکھنے کے لیے صبا رفتار کو حکم دیا: "جا اور داروغہ زندان سے کہہ کر قیدی لے کر حاضر ہو۔"

صبا رفتار یہ حکم پا کر مجلس میں آئی اور داروغہ کو حکم شاہ سے مطلع کیا۔ عمرو نے قیدیوں کو لے جانے میں ذرا تامل کیا۔

صبا رفتار نے کہا: "میں ساتھ چلوں تو کیا قباحت ہے۔"

عمرو نے جواب دیا: "تم عیارہ ہو کر بیوقوف بن گئیں۔ تمہارے ساتھ چلنے سے کیا فائدہ' لے آؤ ادھر سنو۔" اور ایک کونے لا کر چاہا کہ اس کو بھی بیہوش کرے۔ اس وقت صبا رفتار پہچان گئی کہ یہ عمرو ہے۔ فوراً لوگوں کو سنانے کے لیے پکاری: "خواجہ قیدیوں کو چھڑا لے جانا بہت مشکل ہے۔" یہ کہہ کر خنجر کھینچ کر حملہ آور ہوئی۔

عمرو نے کمند کے حلقے اس طرح مارے کہ یہ الجھ کر گری حباب مار کر اس کو بھی بیہوش کر دیا۔ کچھ لوگ صدا سن کر دوڑ آئے تھے۔

عمرو نے کہا: "یہ عیار عیار صبا رفتار کی صورت بن کر آیا تھا، میں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اب تم قیدیوں سے سحر کو دفع کرو، میں جب تک کپڑے پہنتا ہوں۔ پھر وہ شاہ طلسم کے سامنے لے جاؤں گا"

یہ کلام سن کر ساحر قیدیوں کے رہا کرنے میں مصروف ہوئے ادھر جب صبا رفتار کو دیر ہوئی تو افراسیاب نے سحر پڑھ کر دستک دی اور زمین سے ایک پتلی نکلی، اس سے پوچھا: "داروغہ زندان کیا کرتا ہے۔

پتلی نے کہا: "داروغہ زندان غار میں بیہوش پڑا ہے اور عمرو قیدیوں کو چھڑا لیے جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر پتلی تو غائب ہو گئی۔ افراسیاب بغیظ و غضب تمام بجلی کی مانند زندان میں اور عمرو کو مع قیدیوں اور صبا رفتار کے پنجہ سحر میں داب کر بارگاہ میں لایا۔ صبا رفتار کو ہوشیار کر کے کہا: "مرزبان غار میں بیہوش پڑا ہے اسے جا اسے ہوشیار کر کے یہاں لے آ۔" صبا وہ تو ادھر گئی۔

شاہ طلسم نے قیدیوں کو ہوشیار کر کے کہا: "اے خورشید میں نے جاگیر ملک و مالک تجھ کو اسی دن کے لیے دیا تھا کہ تو مجھ سے نمک حرامی کرے اور عین غفلت میں طلسم کشا کو چھڑانے کا قصد کرے۔ خیر جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ اب بھی اپنے ارادہ فاسد سے باز آ اور ازراہ صدق ارادت میری اطاعت کر تو جان تیری بچ جائے اور خطا تیری معاف کر دوں۔"

خورشید نے ان باتوں کا جواب دیا: "میں تیری اطاعت کسی طرح نہ کروں گا۔ اگر قضا ہے تو مارا جاؤں گا وقت چھوٹ کر اپنی پھوپھی کا ساتھ دوں گا۔ اسد یہاں اکیلا آیا تھا اب کتنے ساحر شریک ہیں۔"

افراسیاب نے کہا: "پھر وہ شریک ہیں وکیا ہیں، مہ رخ کی کیا حقیقت ہے ابھی چاہوں سر و پا مارتا ہوا لاؤں۔"

خورشید نے کہا: "زیادہ گھمنڈ نہ کر کہیں دغا سے کسی کو مارا ہو گا۔ آج تک تو نے کسی کو نہ مارا۔ تیرے رفیق بہت سے مارے گئے۔ ان کا عوض نہ لیا۔"

شہنشاہ ساحران یہ سخت کلمات سن کر نہایت برہم ہوا اور ناگن سے کہا: "یہ آمادہ مرگ ہے جو منہ میں آتا ہے' وہ کہتا ہے تم مہ رخ کے لشکر کے سامنے اس کو لیجاؤ اور مع اس کو پھوپھی اور عمرو کے قتل کرو۔ دیکھوں تو کیوں اسے چھڑاتا ہو سبھوں کو عمرو کی عیاری پر گھمنڈ ہے۔ تم پہلے عمرو ہی کو قتل کرنا۔ یہ حکم دے رہا تھا کہ صبار رفتار داروغہ مرتبان کو ہوشیار کر کے لائی شہنشاہ نے حکم دیا: "اے ساحر مرتبان ساٹھ ہزار ساحر تیار کرا کر ناگن کے پاس جاؤ۔ اور ان باغیوں کو سامنے ان کے رفیقوں کے قتل کرو۔"

بموجب حکم ساٹھ ہزار ساحر تیار ہوئے اور قیدیوں کو ارابے (چھکڑا) پر بٹھلا کر لے چلے۔ ناگن بھی ساتھ ہوئی۔ اس کے مطیع پچاس ہزار ساحر تھے۔ وہ بھی درست و چست ہو کر چلے۔ گھنٹے ناقوس بجنے لگے۔ غلغلہ عظیم برپا ہوا۔ ناگن کی ماں فی الحال بہت علیل ہے۔ غش کی حالت میں پڑی رہتی ہے۔ ناگن نے بسبب اس کے کہ میری ماں کی خبر کون لے گا۔ لازم ہے کہ ساتھ لیتی چلوں اور ہر چند کہ کہیں دور جانا نہیں ہے پھر بھی مریض کی خبر گیری لازم واجب ہے۔ یہ سوچ کر پالکی میں اپنی ماں افعی جادو ناگی کو بھی سوار کر کے ساتھ لے لیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصے کے بعد لشکر مہ رخ کے سامنے جا کر پہنچے۔ کیونکہ پانچ یا سات کوس کا برائے جنگ دونوں لشکروں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے۔

غرض یہ کہ وہاں پہنچے' عیاروں نے جو فکر عیاری میں پھر رہے تھے۔ عمرو کو بھی قید دیکھا اور فکر زیادہ کرنے لگے کہ بہت جلد ان کو چھڑانا چاہیے۔ ادھر طائران سحر سامنے مہ رخ کے گئے اور دعا و ثنائے شاہی بجا لانے کے بعد عرض گزا ہوئے "فوج شاہ طلسم' خواجہ اور سرخ مو اور اس کے بھتیجے کو سامنے لشکر پیکر کے قتل کرنے آئی ہے۔" یہ کہہ کر علیحدہ ہوئے۔

مہ رخ نے جب یہ ماجرا سنا' فرمایا: "بغیر عمرو کے زندگی بیکار ہے۔" ابھی لشکر تیار ہے۔

یہ فرمایا کہ نفیر سحر بجنائی ۔ کل لشکر کمر باندھ کر مرنے پر تیار ہوا۔ نقارہ جنگی گڑ گڑایا۔ دلاور بہت جلد مسلح و مکمل ہو کر مرکب ہائے تازی پر سوار ہوئے۔ ساحر اپنے اپنے حربے لے کر طائران سحر پر بیٹھے۔ ایک ہنگامہ قیامت برپا ہوا۔

اس وقت قران شور سن کر لشکر کی طرف دوڑا اور مہ رخ سے کہا: "آپ تامل فرمایئے اور لشکر لیے وقت کی منتظر رہیئے۔ جب ہم عیار گرفتار ہو جائیں۔ اس وقت آپ کو اختیار ہے۔ یا جب نعرہ ساحروں کے بیروں کا سنیے یعنی یہ صدا کہ "مارا مجھے میرا ناگن تھا۔" اس وقت دشمن کی فوج پر آ کر گر لے گا۔

مہ رخ اس کے کہنے سے کوہ و دشت میں لشکر لے ٹھہری اور وقت کی منتظر رہی۔ ادھر ناگن نے حکم دیا: "اس جگہ خیمہ استادہ کیا جائے اور شب بھر میدان خونی کی تیاری ہو اور منادی ندا کرے' تاکہ لشکر حریف میں ان لوگوں کے قتل کی خبر پہنچے اور وہ لوگ آ کر ان کا حال خراب دیکھیں۔ کیونکہ حکم شاہ یہی ہے اور اسی لیے ان کو قتل کے لیے بھیجا ہے۔"

خلاصہ کلام اسی وقت خیمہ و خرگاہ استادہ ہوئے اور لشکر کے بیچ میں قیدیوں کو رکھا۔ ایک طرف مرزبان اور دوسری سمت ناگن خیمہ زن ہوئی اور اپنی ماں کا پنجہ ایک خیمہ میں بچھوا دیا اور نقل ثنی کا حکم دیا تاکہ پھر کوئی دقیقہ باقی نہ رہے صبح ہوتے ہی مجرموں کو قتل کر ڈالوں گی۔"

منادی نے صدا دی: "جو حاکم طلسم سے منحرف ہو گا۔ وہ نہایت خراب حال سے قتل کیا جائے گا۔ یہ صدا چاروں طرف طلسم میں بلند ہوئی۔ دشمن شاد اور عمرو کے دوست غمگین ہوئے وہ سارا دن اسی انتظام میں گزرا۔

شام ہوتے ہی بخوف عیاراں ناگن اور مرزبان نے سحر کیا کہ ان کے شلکر کے گرد ایک ابر آ کر محیط ہوا اور اس قدر جھکا کہ سراسر زمین سے مل گیا اور یہ عالم ہوا' کہ بجائے آسمان کے یہی ابر تھا اور چاروں سمت لشکر کے دیواریں ابر کی کھنچ گئیں۔

لیکن جس وقت فلک کی جانب ٹکڑے ہائے ابر پیدا ہوئے۔ عیار جو لشکر میں عیاری کرنے بہ شکلِ مبدل موجود تھے۔ سمجھے کہ کوئی آفت آیا چاہتی ہے۔ یہ ابر کا آنا خالی از فساد نہیں ہے۔ یہ سوچ کر جست و خیز کر کے لشکر کی سرحد سے نکل گئے اور دور سے جو دیکھا تو ایک قلعہ ابر کا بنا ہوا نظر آتا ہے نہ کسی کا لشکر دکھائی نہیں دیتا۔ آسمان ابر کا اور دیواریں ابر کی، زمین ابر کی۔ ہاں اتنا ہے کہ ان دیواروں میں طاق بنے ہیں اور ایوان بنے ہیں ان پر ساحر بیٹھے نظر آتے ہیں اور کچھ لشکر کے چراغوں کی روشنی ظاہر ہوتی ہے۔

یہ دیکھ کر عیار بہت گھبرائے کہ افسوس لشکر سے ہم ناحق نکل آئے۔ اب اس جانب کو جانا بہت دشوار ہے۔ کاش اندر رہ جاتے تو عمرو کے ہمراہ چھوٹ آتے یا اپنی جانے دیتے۔ اسی طرح افسوس کر رہے تھے کہ قران نے برق سے کان میں کچھ کہا۔ برق بہت خوب کہہ کر ایک طرف چلا گیا۔ پھر قران نے اور عیاروں سے بھی کچھ کہا کہ وہ بھی ایک طرف گئے۔ جب یہ جا چکے تو قران بھی ایک طرف روانہ ہوا۔ جو اکیلا رہ گیا۔ ایک مقام پر بیٹھ کر ایک عورت بنا کہ بدن دوسرا اور گھڑا ایسا دوا کی دھونی دے کر بنایا کہ ہیئت ہی بدل ڈالی۔ چھوٹے چھوٹے، ہاتھ پتلی پتلی انگلیاں کمر پتلی، کولہے بھاری، موافق کی تیاری۔ انگیا کسی کسائی ٹھیک، سر میں زری کا مباف پڑا، اونچا سر گندھا پیشانی ہموار بلند، جٹی بھویں، ستواں ناک، رنگ گلت ابھری رانیں پر گوشت بھری بھری۔ لباس سر سے پا تک ہلکا پیازی، رنگا ہوا زیب قامت فرمائے زیور الماسی کم مختصر پہنے۔

اس صورت دل فریب سے درست ہو کر ہاتھ میں تھالی لے کر کچھ پکوان اور مٹھائی اس میں رکھے، نہایت ناز و انداز سے اس قلعہ ابر کے سامنے آ کر ایک جانب کو روانہ ہوا کچھ دور گیا ہو گا کہ اصغر غلام سے قران نے کہا تھا کہ تو عاشق بنا وہ ایک مقام پر ژولیدہ مو پریشان حال گریبان چاک کھڑا تھا۔ دوڑ کر اس نازنین کے قریب آیا اور پکارا۔"

وہ تمھیں ہو جو چراتے ہو ہمیں دیکھ کے آنکھ
ہم سے دل بھی تو کسی طرح چرایا نہ گیا

یہ کہہ کر پاس پہنچ کر ہاتھ پکڑ لیا' اس زن مہ پیکر نے کہا: "صاحب تم مجھے کیوں بدنام کرتے ہو۔ ان باتوں میں جان جائے گی۔ اب میری محبت سے ہاتھ اٹھاؤ' ورنہ اچھا نہ ہو گا۔ میں کہاں تک جنگل میں تمھارے لیے آیا کروں جس دن میرا خاوند دیکھ لے گا۔ بڑی آفت آئے گی۔"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ قران بہ شکل مرد قوی ہیکل سونٹا ہاتھ میں لیے ایک طرف سے پہنچا اور للکارا: "کیوں حرامزادی' تو ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ مجھے کسی کے ساتھ پکڑ لو تو میں جانوں۔ آج میں نے تیرے یار کے ساتھ تجھے پکڑا آج تیری ناک کاٹوں گا۔ یہ چھنال پن تیرا سب پر ظاہر ہو گیا۔

اس ڈانٹنے کے ساتھ ہی وہ عورت تو سہم کر بیٹھ گئی اور وہ عاشق بھاگا۔ پھر کچھ مطلوبہ کا بھی خیال نہ کیا کہ اس پر کیا گزرے گی۔

معنوی شوہر نے آ کر بال سر کے پکڑے اور براہ بناوٹ اس عورت کو مارنے لگا۔ عورت نے شور و داد و بیداد فریاد بلند کیا اور شوہر کو بھی دو چار مارتی تھی اور کہتی تھی: "تیرا جاتا ہے' جو میرا جی چاہے گا کروں گی اور تیرے منہ میں پوچھوں کی بھڑوے' آج تجھے تیری غیرت آئی اور کل اس نے دس روپیہ کا کپڑا مجھ کو لا کر دیا تو نے وہ مجھ سے لے لیا۔ یہ نہ جانا کہ آخر یہ کس علاقہ سے دیتا ہے۔ پھر کسی کا مال کھا لینا تجھے بازی ہے۔ آج آیا ہے اپنا فرق جتانے اپنی بہنا پر فرق نہیں کرتا' جو دن دہاڑے یار بلاتی ہے۔"

غرضیکہ عورت تو مرد کو دشنا دیتی ہے کاٹ کھاتی ہے اور مرد سونٹے مار رہا ہے۔ شور و غل بے انتہا مچا ہے۔ رات چاندنی تھی اور ابر کا قلعہ نزدیک تھا۔ طاق ایوان میں وہاں کے ساحر تو بیٹھے ہی تھے۔ انھوں نے یہ بھی ماجرا دیکھا اور مرزبان سے جا کر کہا: "ذرا

چل کر دیکھیے تو جنگل میں عجیب دنگل ہو رہی ہے۔" یہ سن کر اس نے بھی آ کر ان دونوں کو لڑتے ہوئے دیکھا چاندنی میں عورت کا قد قطعدار ثابت ہوا۔

ایک سحر کا پنجہ بھیجا کہ جا کر عورت کو اٹھا لائے۔ اس وقت بڑا ابر ہٹ گیا۔ پنجے عورت لے عورت کو سامنے رکھ دیا۔ مرزبان نے پاس سے جو رخ زیبا کا نظارہ کیا اور از سر تا اس کو دیکھا۔ یک نظر دیوانہ فریفتہ ہوا اور کہا: "اے گل پیراہن یہ کون تھا۔ جو تجھ ایسے معشوق کو کہ جس کو گل کا بوجھ معلوم ہوتا ہو گا زدوکوب کر رہا تھا۔"

یہ کلمات سن کر اس حسین عذرا نے کہا: "آپ آج کی مار کو کیا کہتے ہیں' جب سے میں اس قصائی کے پلّے پڑی ہوں' بڑی بڑی میری چوٹ ہے۔ اس وقت آپ نے بڑا غضب کیا' جو اس کے پاس سے مجھے اٹھوا لیا۔ اب وہ بغیر ناک کاٹے یا مار ڈالے مجھے نہ چھوڑے گا۔ موذی کانا بڑا بدگمان ہے۔ کہے گا' تو کس یار نے تجھے بلوایا تھا۔

مرزبان نے کہا: "کیا مجال اس کی جو تجھے اب ہاتھ لگا سکے" عورت نے جواب دیا۔ "کیوں مجال کو کیا چاہیے وہ میرا شوہر ہی ہے' واسطہ سامری کا اگر مجھ کو آپ نے بلایا ہے تو میرے شوہر کو بھی بلا لیجیے ورنہ میرے لیے قباحت ہو گی اور اب میں یوں تو جا بھی نہیں سکتی۔ وہ یہی کہے گا کہ تو آشنا کے یہاں گئی تھی ہائے لوگو میں کس مصیبت میں پڑ گئی۔ ارے صاحب جلد اسے بلوایئے۔"

مرزبان نے چاہا کہ پنجہ بھیج کر بلائے۔ عورت نے کہا: "پنجہ نہ بھیجیے گا۔ وہ آدمی جلے تن سے ناحق مجھ کو آ کر مارے گا۔ آبرو کے ساتھ بلوایئے گا کہ وہ خوش ہو۔ رنج اس کا اتر جائے پھر انصاف کر کے رضامندی کر کے اس سے طلاق مجھے دلوایئے گا۔"

مرزبان طلاق کا نام سن کر شاد ہو گیا اور ایک ساحر کو حکم دیا: "تخت سحر پر بٹھا کر اس کے شوہر کو لے آ۔"

ساحر حسب الحکم تخت لے کر گیا' وہاں وہ مردک جھک کر رہا تھا کہ ساحر نے کہا: "چلیے جہاں آپ کی زوجہ ہے انہوں نے بلایا ہے اور سوار کر کے اندر قلعہ حجاب کے سامنے

مرزبان کے لایا۔ اس نے بعزت تمام بٹھلایا۔ کچھ دیر کے بعد سمجھانے لگا: "زوجہ تمہاری آوارہ ہے کچھ روپیہ مجھ سے لے لو اور اس کو چھوڑ دو"

اس کے مرد نے کہا: "اس وقت بہت تھکا ہوا ہوں صبح کو اس کا جواب دوں گا۔"

پھر مرزبان نے ایک ساحر کو حکم دیا: "اس کو لے جا کر خیمے میں رکھو۔" ساحر قران کو خیمہ میں لایا۔ پلنگڑی سونے کو چاندی کی دی۔

ادھر عورت سے مرزبان اختلاط کرنے لگا۔ عورت نے کہا: "میں بھی اپنے شوہر کے خیمے میں جاتی ہوں، جب طلاق ہو جائے گی اس وقت دیکھا جائے گا۔"

مرزبان، اس کلمہ سے بیتاب ہو گیا اور کہا: "تم یہیں ٹھہرو" عورت نے کہا: "خوب تم تو پرائی جورو پر لوٹ ہو گئے۔" یہ کہہ کر اٹھ کے جاتی ہوں۔"

مرزبان اٹھ کر لپٹ گیا اور قسمیں دینے لگا۔ عورت نے کہا: "ذرا دم لو، میں ابھی جاتی ہوں اور جب وہ سو جائے گا تو کسی حیلے سے آؤں گی۔ یہ کہہ کر وہاں سے خیمہ میں آئی۔ قران سے سب حال کہا اور کہا: "آپ کے جا کر میں مرزبان کو پکڑ لیتا ہوں۔"

ابھی یہ باتیں کر رہی تھا کہ ایک طرف سے صدا کراہنے کی آئی۔ برق نے خیمہ کے دروازے پر آ کر ایک ساحر سے پوچھا: "یہ کون آہ آہ کرتا ہے۔"

اس ساحر نے کہا: "مرزبان کی ماں بیہوش اور بیمار رہتی ہے وہی کراہتی ہے۔"

یہ سن کر برق اسی آواز کی طرف گیا۔ دیکھا کہ ایک خیمہ استادہ ہے اس کے اندر پلنگ پر ایک مریضہ لیٹی ہے ایک جانب چوکی پاخانہ پھرنے کی لگی ہے۔ دو ایک کنیزیں مہ پارہ جوان خدمت کو حاضر ہیں۔ پلنگ کے قریب کچھ نقلدان سجے ہوئے رکھے ہیں۔ کھیرے کٹے پڑے ہیں کچھ عورتیں پٹی پکڑے بیٹھی ہیں، پنکھا جھل رہی ہیں۔

برق نے خیمہ کے قریب پہنچ کر ایک عورت کو ان میں سے انگلی کے اشارے سے طلب کیا۔ جب وہ اٹھ کر پاس آئی کہا: "کیوں گیان تم نے ہمیں پہچانا۔"

اس کنیز نے کہا: "میں مطلق واقف نہیں۔"

اس نے کہا: "آپ کاہے کو پہچانو گی، میں وہی نوکر مرزبان کی ہوں۔۔۔۔۔۔ یہ کہتے کہتے

حباب بیہوشی مارا کہ تڑاق سے اسے چھینک آئی اور بیہوش ہو گئی۔

برق اس کو اٹھا کر اپنے خیمے میں لایا۔ مگر سامنے سے نہ آیا' پشت پر سے سراچہ چاک کر کے اندر آیا اور درِ خیمہ جا کر پکار کر کہا: "خیمے کے اندر ہم زن و شوہر سوتے ہیں' کوئی یہاں نہ آئے' دوسرے جہاں کہیں میں جاؤں کوئی میرا مزاحم نہ ہو۔"

ساحروں نے جو یہ کلام سنا تو سمجھے کہ زن بدکار ہے شاید کہ شوہر کو سلا کر ہمارے میاں کے پاس جائے اور کچھ کرے اس کے درمیان میں بولنا' اچھا نہیں۔ وہ سب تو یہ سوچ کر چپ ہوئے۔

ادھر اس نے کنیز کے کپڑے اتار کر آپ پہنے اور اپنے کپڑے وہی پرانے اسکو پہنائے اور اس کی سی صورت اپنی بنائی اور جس صورت پر آپ عورت بنا ہوا تھا اسی طرح کی عورت اس کو بنا کر فتیلہ دافع بیہوشی سونگھیلیا کہ وہ ہوشیار ہوئی۔ دیکھا میری صورت کی ایک عورت سامنے موجود ہے۔ یہ دیکھ کر براہ استعجاب اس نے کیفیت پوچھی۔

برق نے کہا: گیان میں تم کھڑی باتیں کر رہی تھی کہ ایک ہوا کا جھونکا لگ دونوں بیہوش ہو گئیں۔ اس وقت سامری کو دیکھا کہ تشریف لائے اور میرے تمہارے منہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا کہ ہم نے تم دونوں کو کایا پلٹ کر دیا۔ اس میں تمہارے لیے بہتری ہے اور ہماری مشیت اسی کی مقتضی ہے اور کہا تاکہ تم کو مرزبان کی زوجہ بنا کر اس کا مرتبہ دو مرتبہ بڑھائیں اور تجھ کو اس کنیز کی صورت بنائیں۔"

لو' گیان مشیت خداوند میں کیا چارہ ہے اب تم میری حقیقت سنو کہ یہ شخص جو چھپر پر لیٹا ہے اس کی میں زوجہ تھی۔ مجھ پر مرزبان عاشق ہے صبح کو میرے شوہر سے طلاق مجھ کو دلا کر مجھے اپنے پاس رکھتا ہے۔ لہٰذا جو کوئی پوچھے اسی مرد کو زوجہ اپنے تئیں بتلانا اور مجھ سے مرزبان نے وعدہ لیا تھا کہ جب تیرا شوہر سو جائے تو میرے پاس آنا۔ اب یہ سوتا ہے' تم اس کے پاس جاؤ اور داد عیش و خرمی دو۔ میں تمہارے عوض تمہاری بی بی مریفہ کی خدمت میں جاتی ہوں۔"

وہ کنیز مدت گزری تھی کہ مرد سے واقف نہ تھی اور تکلیف میں رہا کرتی تھی۔ زود

زیور دیکھ کر اور اتنے بڑے امیر کی زوجہ ہونا سن کر نہایت خوشنود ہوئی اور کہا: "کیان اچھے مجھے مرزبان کے پاس پہنچا دو اور اپنا نام بتلا دو۔"

برق نے کہا: "میرا نام محبوب ہے۔" یہ کہہ کر اپنے ساتھ لیا اور خیمہ مرزبان کا بتلا دیا۔ وہ خیمہ کے اندر گئی۔ مرزبان چشم براہ انتظار تھا۔ اس کو دیکھ کر پکارا۔

آج آتے ہیں وہ کچھ آنکھوں میں فرماتے ہوئے
سحر اور اعجاز اک پردے میں کھلاتے ہوئے

یہ کہہ کر اٹھ کر گود میں لے کر پلنگ پر بٹھا لیا۔ لب سے لب ملایا' شراب کا جام پلایا۔ یہ کنیز نہایت مسرور ہو کر مصروف عیش و طرب ہوئی۔

ادھر برق کنیز بنا ہوا خیمہ نعی جادو میں پہنچا اور کاروبار کرنے لگا۔ لیکن شمعوں پر پروانہ ہائے بیہوشی چھڑکتا جاتا تھا۔ لمحہ کے بعد شمع سے دھواں بیہوشی بلند ہوا۔ جو لوگ وہاں خدمتی تھے' وہ بیہوش ہو گئے۔ اس وقت افعی کے منہ پر بھی غبار بیہوشی دیا ایک تو وہ بیہوش ہی رہتی تھی اور بھی مردے کے طرح ہو گئی۔

برق نے اس کو اٹھا کر ایک گوشہ خیمہ میں لا کر دری اور چاندنی وغیرہ میں چھپا دیا اور آپ اس صورت بن کر اسی کا لباس پہن کر مریضوں کی طرح پلنگ پر آ کر لیٹ رہا۔ کبھی غش ہو جاتا اور کبھی کراہتا تھا اور کبھی آہ آہ کرتا تھا اور پلنگ کے پاس جو عورت بیہوش تھی اس کو چھینٹا دے کر ہوشیار کیا جب اس کی آنکھ کھلی تو کنیز سے کہا: "مجھے اکیلا ڈال کر سب کم بختیں سو رہی ہیں۔ دوران ان پر پانی چھڑک دے کہ ہوشیار ہو جائیں اور میرے ہاتھ پاؤں اینٹھتے ہیں۔ ذرا دبائیں۔" اس عورت نے حسب ارشاد سب کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اور وہ سب اس کی خدمت میں مصروف ہوئیں۔ اس عیاری کرنے میں وہ شب آخر ہوئی۔

صبح کے وقت ناگن خواب راحت سے بیدار ہوئی اور مرزبان بھی اس عورت سے لوٹ

ہو رہا تھا۔ صبح اٹھ کر اس کے لیے کنیزیں بہر خدمت مقرر کیں۔ تکلفات کی ڈالیاں کھانے کو منگا دیں معنوی شوہر کو اس کے بلا کر ہمراہ لیا کہ عمرو کے قتل سے فراغت ہولے تو تمھیں مال و زر دے کر خوشنود کروں۔

غرض یہ کہ کل لشکر کو حکم کمر بندی کا دیا۔ ایک طرف سے ناگن سوار ہو کر آئی۔ سب فوج درست ہو کر پرا باندھ کر کھڑی ہوئی رات ہی سے جلاد میدان میں پھر رہے تھے اور چبوترے ریگ کے بنے تھے۔ بوریے بچھے تھے اس پر لا کر عمرو کو بٹھلایا اور سرخ مو خورشید کی نیامیں چھید کر سوتن دے کر ان کے بھی زیر تیغ بٹھلایا۔ اس وقت سحر پڑھا کہ وہ ابر کا حصار برطرف ہوا۔ اس لیے کہ مہ رخ وغیرہ اپنے ساتھیوں کا حال خراب دیکھیں۔ پھر تو عمرو وغیرہ کو یقین اپنی موت کا ہو گیا اور بلبلا کر بتوجہ قلب سے دعا کرنے لگا: "اے پروردگار مجھ سے تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ جب تک اپنی موت تین بار میں خود نہ طلب کروں' اس وقت تک نہ مروں۔ خداوند تو سچا ہے اور تیرا قول سچا ہے اور تو عالم اور دانا ہے' کہ میں نے موت کا خیال بھی نہیں کیا۔

یا الٰہ اپنے برگزیدہ حبیب کے نور کا واسطہ مجھے ان کافروں کے ہاتھ سے نجات دے۔"

یہ دعا کر رہا ہے وہاں جلادوں نے حکم پوچھا: "مار ڈالنا ہمارا کام ہے جلانا خدا کا کام ہے۔ ذرا سمجھ بوجھ کر حکم دیجیے یہ لوگ بڑے زبردستان روزگار سے ہیں۔ قتل کرنا آسان نہیں ہے۔"

مرزبان نے کہا: "ملکہ حکم کا ایک حکم کہ جلد سر کاٹ کر ان گنہگاروں کے حاضر کرو۔"

جلاد تو حکم پوچھ رہے تھے اور حصار ابر کا دفع ہونے سے ضرغام اور جانسوز' جو بیرون لشکر تھے۔ ساحروں کی صورت بدل کر لشکر میں آ کھڑے ہوئے۔

ادھر جلاد حکم ثانی اور ثالث پوچھ رہے تھے اور تیغہ کھینچ کر قتل کے لیے چلے تھے کہ عیاروں نے پتھر گوپھن میں رکھ کر مارے۔ ان کے سر پر آ کر پڑے کہ سر کی کھوپڑیاں کٹ کر دور جا گریں۔ سب ساحر عمرو کے قتل ہونے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ کسی

نے یہ نہ دیکھا کہ جلادوں کو چھرے کس نے لگائے۔ ان کے مرنے کا ایک غوغا سا بلند ہوا۔ اب کوئی جلادی کا نام نہیں لیتا۔

اس وقت مرزبان نے کہا: "میں خود قتل کرتا ہوں۔"

یہ سنتے ہی قران جو پاس کھڑا تھا۔ اس نے کہا: "آپ ٹھہریے، میں قتل کرنے جاتا ہوں۔ میں سب جلادوں کا باپ ہوں۔ دم بھر میں سینکڑوں کو مار ڈالتا ہوں۔"

یہ سن کر مرزبان نے کہا: "جلد ان تینوں کو قتل کر، میں تجھے بہت خوش کروں گا۔"

قران نے کہا: "پہلے انعام منگا دیجیے تو قتل کروں۔"

اس نے سو روپے منگا کر عنایت کیے۔ یہاں یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ ناگن کو کنیزیں روتی پیٹتی آئیں۔ اس نے پوچھا "کیا ہے؟"

کنیزوں نے کہا: "جلد چلیے ماں آپ کی دم توڑ رہی ہے آخری دیدار دیکھ لیجیے۔"

ناگن بے تحاشا دوڑی۔ وہاں برق ہاتھ پاؤں پٹک رہا تھا۔ موت کا پسینہ ماتھے پر تھا۔ تشنج ہو رہا تھا۔ غش طاری ہوئی تھی کہ ناگن "ہے ہے اس بندی کی ماں" کہتی ہوئی آئی برق اور زیادہ تڑپنے لگی۔ کچھ لمحے کے بعد ذرا ٹھہر کر آنکھ کھولی اور کہا: میری بچی آئی۔"

ناگن نے کہا: "اماں کھڑی تو ہوں:"

برق نے ہاتھ پھیلا کر سر کو چھاتی سے لگایا اور کہا: "بیٹا ذرا کنیزوں کو یہاں سے ہٹا دو تو میں کچھ وصیت کروں۔"

اس نے سب لونڈیوں کو دور ہٹا دیا جب تنہائی ہوئی برق نے کہا: "لونڈیاں کہتی تھی کہ بی بی کے پسینے میں بو آتی ہے۔ ذرا تو سونگھ کر دیکھ تو میرے پسینے میں مردے کی بو آتی ہے۔

ناگن یہ کلام سن کر براہ غضب بولی: "یہ کون سی شیطانی کنیز ہے جس نے بیمار کے منہ پر یہ کلمات کہے۔ مارے کوڑوں کے کھال اتار دوں گی۔"

برق نے کہا: "بیٹا خفا نہ ہو، تمہیں میری جان کی قسم ماتھے پر سے پسینہ لے کر ذرا

سونگھو تو اگر بو آتی ہے تو کنیزوں کو کچھ نہ کہنا۔ وہی ہیں اور جھوٹ نکلے تو سزا دینا۔"

اس کے قسم دلانے سے ناگن نے کچھ پلیدہ پونچھ کر سونگھا۔ برق نے تو بیہوشی منہ پر پہلے ہی مل رکھا تھی۔ یہ سونگھتے ہی بیہوش ہو گئی۔ برق اٹھ کر اور دوڑ کر اس کی ماں کو دری سے نکال کر قریب اس کے لایا اور دونوں کو برابر لٹا دیا۔

ادھر قران جب سو روپے انعام کے لے چکا۔ بغدہ کمر سے نکال کر گیا ہوا: "کہیے آپ قتل کروں۔"

مرزبان نے کہا: "کچھ سودائی ہوا ہے۔"

قران نے کہا: "آپ کے پیچھے ایک صاحب کھڑا اشارے کر رہے ہیں کہ مرزبان کو مار ڈالو۔"

یہ سن کر مرزبان نے مڑ کر دیکھا۔ قران نے اس زور سے بغدہ مارا کہ سر کٹ دس قدم دور جا گرا۔ ایک شور عظیم برپا ہوا۔ ہر طرف تاریکی چھا گئی۔ ساحر لیتا لیتا کہہ کر دوڑے تھے کہ ادھر برق نے ناگن اور افعی دونوں کے سر جدا کر ڈالے آندھیاں اٹھیں' ہر غل مچانے لگی۔ ساحروں کی فوج بد حواس ہو کر اس طرف دوڑی۔ برق خنجر تانے تو کھڑا ہی تھا اس لشکر میں گھس گیا۔ قران اور ضرغام اور جانسوز بغدے پکڑ کر نیچے کھینچ کر حملہ آور ہوئے۔ اس وقت ساحروں نے نارنج و ترنج ان پر مارے لیکن ناگن وغیرہ کے مرنے سے خورشید کے افسروں' سرخ مو اور عمرو پر سے سحر کی قید دفع ہو گئی تھی۔

عمرو نے اٹھ کر سرخ مو کی زبان سے سوزن نکال لیا۔ ادھر خورشید بھی چھوٹا۔ دونوں نے عیاروں کو کھڑے دیکھا' دیکھ کر وہ سحر پڑھا کہ نارنج و ترنج ساحروں کے بیکار گئے اور ان دونوں نے لڑنا شروع کیا۔ آگ برسنے لگی۔ پتھر گرنے لگے' برف پڑنے لگی۔

جب یہ ہنگامہ ہوا مہ رخ جو فوج ساحران لیے منتظر ٹھہری تھی آ کر حملہ آور ہوئی۔ العیاذ' اللہ پھر تو وہ حشر برپا ہوا کہ یقین تھا۔ روز قیامت جان کر مردے قبر سے باہر

نکل آئیں گے۔ گولے فلادی اور گچھے پیکان اور سوئی کے چلنے لگے۔ رعد چیخیں مارنے لگا اور برق خنجر چمک کر گرنے لگے، حریف کے دو ٹکڑے ہونے لگے۔ بہار نے بہار کا عالم پیدا کیا۔ مخمور نے لوگوں کو مست ولا یعقل بنایا، سحر کی تلوار بڑے گھمسان چلنے لگی، لاش پہ لاش گرنے لگی۔

غرض شکست فاش کھا کر بقیۃ السیف سمت لشکر حیرت بھاگے اور مہ رخ اسباب دشمن لوٹ کر بہ فتح و ظفر خورشید اور عمرو وغیرہ کو لے کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ عمرو پر سے تصدق بہت اتارا۔

خورشید اپنی بہن بلال سحر افگن سے ملا اور بارہ ہزار سحار اس کی فوج کے حاضر ہوئے۔ اس کی بارگاہ استادہ ہوئی۔ مہ رخ نے خلعت عنایت کیا اور جشن ہونے کا حکم دیا۔ ساقی و مطرب جام بادہ ارغوانی اور ساز خوش آہنگ لے کر حاضر ہوئے۔ جلسہ عیش کا آغاز ہوا۔

ادھر شکست خوردہ فوج ناگن وغیرہ کی لاشیں لیے لشکر حیرت میں پہنچی اور بارگاہ میں شاہ طلسم کے سامنے لاشیں رکھ دیں۔ حقیقت ظلم عیاراں بیان کی۔ افراسیاب نے سب ماجرا سن کر کف افسوس ملے اور منہ کو پیٹ لیا۔

حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ! آپ شراب کے نشہ میں بدمست رہتے ہیں۔ نہ رعایا کی خبر نہ گھر کی سدھ عیاروں کا ظلم بڑھتا ہے اور آپ طرح دیتے ہیں، یہ تابہ کجا میں جانتی ہوں کہ ایک دن مجھے بھی آ کر وہ مار ڈالیں گے۔ اب میرا جی چاہتا ہے کہ اپنا گلا ہاتھ سے کاٹ ڈالوں۔"

افراسیاب نے اس وقت بی بی کو رنجیدہ دیکھ کر گلے لگا لیا اور کہا گھبراؤ نہیں۔ دیکھو تو میں ان پاجیوں کے ساتھ کیا کرتا ہوں، بوند بوند پانی کو ترسا کر نہ مارا تو ہم اپنا نہ رکھا مجھے سب حال عیاروں کی مکاری کا معلوم ہو گیا ہے۔ مقام طلسم بہت نازک ہے، ذرا چوکے اور بلائیں گرفتار ہوئے۔ دیکھو طلسم کشا بند ہے مگر آئین طلسم اپنا

ہے کہ قتل نہیں کر سکتا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں' یکایک بجلی چمکی اور فلک پہ سیاہ بادل ظاہر ہوئے بجلیاں سنہلی رو پہلی چمکنے لگیں۔ پھر وہ ابر شق ہوا اور ایک ساحر جس پہ سوار ملے پہنے' جواہر نصب بدن کئے بصورت مہیب ماہان سیاہ سرخ سر سے لپیٹے زمین پہ اترا۔

اس کو دیکھ کر حیرت اپنی جگہ سے اٹھی اور گویا ہوئی "آؤ میرے بھائی بیرن۔" یہ کہہ کر گلے سے لگانے چلی۔

اس نے اول شہنشاہ کو مجرا کیا۔ پھر ملکہ حیرت کے سامنے سر بادب تمام لگایا۔ اس نے بلائیں لیں۔ اپنے پاس بٹھایا اس وقت فوج ساحران جو اس کے ساتھ آئی تھی باجے بجاتی بڑے عظم و شان سے آئی۔ ہر ایک کو حکم اترنے کا ملا۔ ایک لاکھ ساحر نے کر کھلی عجیب گہما گہمی ہوئی۔

یہ ساحر ملکہ حیرت کا خالہ زاد بھائی' عنقا ستارہ' پیشانی نام ہے اور اسی طرح ملکہ بہار کا بھی یہ بھائی ہے۔ ملک سیارہ اس طلسم میں ایک شہر ہے کہ وہاں کا بادشاہ ہے۔

جب اس نے سنا کہ ایک بہن میری باغیوں کو شریک ہو گئی ہے۔ اور دوسری بہن مقابل لشکر حریف بہر جنگ خیمہ زن ہے تو اس کی مدد کے لیے لاکھ ساحر سے آیا ہے

خلاصہ کلام جب یہ بآرام تمام بیٹھا۔ ساقی نے شراب لا کر بحکم شاہ جادواں اس کو دیا۔ ناچ کے اس کے سامنے ہونے لگے

اس نے پوچھا: "اے شہنشاہ آپ نے اس قدر نمک حراموں کو مہلت کیوں دی کہ ان کے ساتھ جمعیت کثیر ہو گئی۔ فساد زیادہ بڑھا۔"

یہ سن کر شاہ نے عیاروں کو بدذاتی کا حال در جو کچھ ماجرا طلسم میں گزر چکا تھا بیان کیا اور عیاروں کی جانب سے کمال ہی شکوہ کیا۔

عنقا نے کہا: "غلام کو اجازت دیجئے کہ جان کر ان عیاروں کو باندھ کر اور سر باغیوں کے کاٹ کر حضور میں لائے۔"

شاہ نے کہا: "تم میرے فرزند ہو تمہیں میں نہ بھیجوں گا"

ادھر ملکہ حیرت نے کہا: "بھیا میں تمہیں لڑنے نہ دوں گی۔"

اس نے کہا: "میں ضرور لڑوں گا اور گر تم نے منع کیا تو میں اپنے تئیں ہلاک کر ڈالوں گا۔"

شعلہ نے کہا: "اچھا دو ایک دن کے بعد مقابلہ کرنا ابھی تم آئے ہو۔"

اس نے و مانا اور حکم طبل جنگ دیا۔ شعلہ طلسم اس کو نشیب و فراز عیاراں کی مکاری کا سمجھا کر سمت باغ سیب پار دریائے سحر کے گیا۔

ادھر شام ہوئی اور صدائے قرنا اور طبل جنگ کا شور تھا۔

یہ خبر طائران سحر لے کر دربار مہ رخ نامدار میں پہنچے اور بہ شکل انسان ہو کر بصد ادب عرض پیرا ہوئے: "اے سلطانیہ دولت و اقبال' لشکر مخالفت میں شعلائے ستارہ پیشانی نامی ساحر بد انجام نے آ کر طبل رزم کو بجایا ہے۔ بکھیڑا مچایا ہے۔" یہ خبر عرض کر کے چلے گئے۔ عیار اسی وقت بارگاہ سے نکل گئے اور مہ رخ نے بھی حکم نواخت طبل لشکر حرب کو دیا۔ کوس جلالی پہ چوب پڑی فلک چکرایا زمین تھرائی اور ساحروں کے سحر کرنے اور پڑھنت پڑھنے کی باری آئی۔ بجاریوں نے آلات حرب و حاضر کی درستی شروع کی

کسی نے کی پڑھنت اس جا پہ آغاز
کہیں ناقوس کی بجتی تھی آواز

کسی نے موم کا پتلا بنایا
کسی نے سامنے دھلا بٹھایا

کوئی اگیار کرتا تھا کوئی جاپ
کوئی کرتا تھا پن کا ورد ہو پاپ

سپاہی کر رہے تھے صاف تلوار
کہیں خنجر کہیں گرز گراں بار

نقیبوں کی صدا تھی ہاں خبردار
زرہ سے خود سے جوشن سے ہوشیار

نہیں ہے یہ مقام ننگ وا کراہ
شکست و فتح کا مالک ہے اللہ

رہا شب بھر یہی ہنگامہ بپا
ہوئی صبح ظفر مشرق سے پیدا

نہیب تیغ براں سے کٹی شب
کریچاں سب نظر آتے تھے کوکب

صبح کے وقت مہ رخ عیش گاہ سے نکل کر سوار ہوئی۔ ہر ایک سردار ساحران ذی وقار نے مجرا و سلام کر کے تخت کو قلب لشکر میں رکھ لیا اور سمت میدان جنگ چلے۔ طائران سحر سر پر سایہ فگن تھے۔ شعلہ ہائے آتش بلند کرو گروہ ساحر نیرنگ بازی اور شعبدہ پردازی سحر کی دکھاتے شیر کی سحر کے فیل مست سے لڑاتے آگ کا دریا بہاتے طلس برف کی برساتے روانہ ہوئے دشت قتال میں پہنچے۔

اس طرف سے بھی رایت ہائے رنگا رنگ پیدا ہوئے اور بنگلہ خوشنما بروے ہوا اڑتا ہوا ملکہ حیرت کا آیا اور ساحروں نے غل "یا سامری و جمشید" کا مچایا اس بنگلہ میں مصور اور صورت نگار متعین تھے اور حیرت تخت پر بصد حشمت جلوہ فرما تھی بنگلے کے گرد ساحر کی گردن اور شیر آتشیں پر سوار کوڑے ماران سیاہ کے ہاتھ میں لیے صورتیں مہیب بنائے

وارد ہوئے اور ایک سمت سے عنقا جنی پر سوار برابر اس کے ایک لاکھ ساحروں کی قطار نمودار ہوئی۔ اس کے ساحروں نے الگ پرا جمایا۔

پہلے میدان جنگ سے پتھر چن کر زمین کو آئینہ کی طرح صاف کیا۔ پھر ابر سحر برسا کر گرد و غبار کو بٹھایا۔ دونوں لشکروں میں ترتیب کا آغاز ہوا۔ صفیں درست ہو کر جم گئیں۔ پھر دونوں طرف سے نقیب نکل کر پکارے: "وہاں دلیر و علم کی جگہ ہے جان پر کھیلو نشان جرات میدان شجاعت میں نصب کرو۔

یہ صدا دے کر جب نقیب ہٹے لشکر عنقا سے گزاوہ مار نامی ایک سردار میدان میں آیا اور سحر کی تیز تگیں دکھا کر مقابلہ کے لیے پکارا۔

یہ سن کر لشکر مہ رخ سے ایک سردار خورشید غزالہ کو سیر نامی اژدر اڑا کر اس کے مقابل جا کر ہوا اور ایک مارا کہ ہزاروں سانپ اس میں سے نکلے اور حریف پر آ کر حملہ آور ہوئے۔

غزالہ نے اس وقت ناریل مار کر ہزاروں عقرب ناریل سے نکل کر سانپوں سے لڑنے لگے۔

گزاوہ نے پھر کچھ سحر پھونکا کہ زمین شق ہوئی اور ایک شیر غران پیدا ہوا اور جھپٹا اٹھا کر غزالہ پر آیا اس نے ہزار با سحر پڑھے مگر جانبر نہ ہوئی۔ شیر کا پنجہ پڑ گیا یہ اژدر پر سے گرا شیر نے ہلاک کر ڈالا۔ لشکر حریف میں شور تہنیت بلند ہوا۔

اس وقت مہ رخ نے بغضب تمام تخت اپنا آگے بڑھایا اور جوڑے سے ایک لونگ پھل دار نکال کر سحر پڑھ کر کھینچ ماری وہ لونگ ترسول بن کر چلی، ہر چند گزاوہ نے سحر رد کیا، مگر بچ نہ سکا وہ لونگ کا ترسول سینہ کے پار ہو گیا پھر شور بلند ہوا۔

عنقا خود جنی اڑ کر میدان میں آیا اور سحر پڑھ کر دی چار ہزار سوار نیزہ دار صحرا کی طرف سے آ کر ایک جگہ ٹھہرا اور اپنے نیزے کو ہر ایک نے "گردش دی" سنانوں سے ان کی ایک ایک ستارہ نکلا اور چمکتا ہوا بلند ہوا لشکر مہ رخ پر گرا اور جس کے سر پڑا توڑ کر زمین پر آیا۔ اب دمبدم چار ہزار ستارہ ٹوٹ کر مثل تیر شہاب کے گرتا ہے اور ہزاروں ساحر مرتے ہیں۔ یہ دیکھ دیکھ کر مشکیں موئے کا کل کشا بن ملک

سرخ مو کی آگے بڑھی اور اپنی کاکل کھلی ستارے بالوں سے نکل کر لشکر حریف پر گرنے لگے عملقا نے اپنے سواروں کو للکارا: "کیتا اس کو" ایک نیزہ دار نے نیزہ' اس کی طرف چمکایا کہ سنان برچھی کی ٹوٹ کر گری۔ مشکیں پر پر آئی۔ یہ بزور سحر اڑ گئی۔ مگر ستارہ اژدی پڑی پر وہ توڑ کر پار نکل گئی اور یہ زخمی ہوئی۔ اس وقت ملکہ یاقوت نے ایک ناریل مارا کہ عملقا نے ناریل رو کے پھر سوار کو للکارا۔ اس نے برچھی بلائی ستارہ ٹوٹ کر ران پر یاقوت کی پڑا کہ توڑ کر زمین پر گرا اس عرصہ میں تاریکی ہو گئی اور ستارے ٹوٹ کر گرنے لگے۔ ہزاروں ساحر مہ رخ کے مرنے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر بہار جو تخت پر ہزاراں ناز و انداز سوار تھی اور گلدستے سامنے اس کے رکھے ہوئے تھے۔ مہ رخ سے اجازت لے کر سمت فلک اڑ گئی اور صدا گڑگڑاہٹ کی ہوئی۔ پھر ایک آواز ایسی مہیب آئی کہ دنیا دہل گئی اور کئی ہزار جادوگرنیاں در درکوش مرصع پوش حسن میں لیلیٰ سے بہتر خوباں جہاں کی افسر' ایک ایک ہاتھ میں دو دو گلدستے لیے ظاہر ہوئیں اور بہار فلک پر سے اتری ہاتھ میں ایک گیندا لیے تھی اس گیندے کو سامنے عملقا کے اس نے پھینک دیا۔ عملقا نے دوڑ کر اٹھا لیا اور ان نازنینوں نے گلدستے سامنے نیزہ داروں کے پھینکے کہ انہوں نے اٹھا اٹھا لیے اور سونگھ سونگھ کر مست ہو کر شعر عاشقانہ پڑھنے لگے اور عملقا بھی دیوانہ وار شعر پڑھتا بہار کی جانب چلا۔ اس وقت حیرت کے بنگلے سے کودی اور وہ سحر پڑھتی آگے بڑھی۔ بہار نے ایک گلدستہ جنگل کی طرف پھینک کر صدا دی کہ "اے بہار اسی وقت جھونکے نسیم عنبر شمیم کے چلنے لگے اور میدان میں خوشبو پھیلی۔ یکایک آنکھیں سب کی بند ہو گئیں۔ پھر آنکھ کھلی اس میدان کو بہتر از گلزار فردوس پایا کہ درخت گلزار پر بہار چمن چمن نہال گلشن پر ہزار طرح کا جوبن کہیں بنفشہ اور کہیں یاسمن زلف' و رخ سبز رنگاں دہر کو شرماتے۔

اس چمنستاں پر فضا میں وہ نیرنگ ساز حسن یعنی ملکہ بہار کنیزاں گلعذار کے لاکھوں بناؤ کئے مصروف گلگشت تھی۔ اس وقت اس کے رخسار زیبا پر بہار ہزار گل نثار کرتی اور

نرگس پنجہ مژگان سے اس کے چشم مردم فریب کی بلائیں لیتی۔

اس جمال دلربا کو دیکھ کر حیرت و عنقا اور مصور و صورت نگار مع سرداراں وغیرہ کے دیوانہ وار بیقرار شعر عاشقانہ پڑھتے سمت اس عشوہ ساز غارت گر ایمان کے چلے۔

سردار تو اسی طرح بیتابی کرتے تھے اور لشکری شمیم گلہائے عطر فشاں سے بیہوش ہو گئے تھے۔ اس وقت مہ رخ نے اس فوج پر حملہ کیا۔ ہزاروں کو ذبح کر ڈالا اور ہزاروں کو زندہ اسیر کر لیا' دریائے خون جاری ہوا ایک ہنگامہ بیگیرو و بہ بند بپا ہوا۔ بد سحر کے غل مچاتے تھے۔ ساحروں کے مرنے سے آندھیاں اٹھتی تھیں شور و غوغا بلند تھا۔ یقین تھا کہ حریف کے کل لشکر کا آج ہی خاتمہ ہو جائے گا کہ یکایک فلک پر ایک صاعقہ چمکا اور نعرہ ہوا "میرا نام افراسیاب جادو ہے۔"

بہار کے حسن دلواج کو دیکھ کر شعلہ جاوداں نے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔ دل نے کہا: "چل کر اس وقت اس کے قدموں پر گرا اور عذر کر کے قرش تا تار خوبی کو کہ تجھ سے دم خوردہ بے نام کر" مگر اپنے سارے لشکر کو برباد دیکھ کر سمجھا کہ یہ محبت اس کی باعث اس سحر کے ہے کہ دل تیرا تانا دیوانہ خود رفتہ و بیقرار ہے یہ سوچ کر ایک برق ہاتھ ہلا کر گرائی کہ بہار کا چمنستان جلنے لگا اور بہار اپنا سحر باطل ہونے سے بیہوش ہو گئی۔ شعلہ طلسم نے پنجہ سحر بھیجے کہ حیرت اور مصور صورت نگار و عنقا کو اٹھا کر سمت باغ سیب لے گئے اور سحر کے باطل ہونے سے حیرت کے لشکری ہو کر فوج مہ رخ و بہار پر حملہ آور ہوئے۔

مہ رخ نے شعلہ جاوداں کو دیکھ کر خیال کیا کہ لڑائی بن کر بگڑ گئی۔ اب سب گرفتار ہو جائیں گے۔ یہ سوچ کر طبل امان بجا کر پھری۔

ادھر شعلہ طلسم نے اپنے سے کمترین لوگوں کو تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور پھر گیا۔

ادھر لشکر حیرت کا خستہ و شکستہ جا کر فروکش ہوا۔ اس طرح مہ رخ داخل بارگاہ ہوئی اور لشکر نے کمر کھولی حکم رقص و سرور کا دیا طاپ طبلے پر پڑی۔ ناچ ہونے لگا سب عیش و نشاط میں معروف ہوئے اور بہار کچھ عرصے کے بعد ہوشیار ہوئی۔ اماہ ہو

سحر ہر ایک نے اس پر پڑھ کر دم کیے۔ اس وقت حواس ٹھکانے ہوئے۔ غرض یہ کہ یہ تو سب مصروف ناؤ نوش ہیں ادھر افراسیاب جب باغ میں پہنچا۔ حیرت وغیرہ کو مست ولایعقل دیکھ کر آب چشمہ سامری ان پر چھڑکا کہ وہ سب بھی ہوشیار ہوئے اور شاہ سے پوچھا: "ہم یہاں کیونکر آئے۔"

افراسیاب نے سب حال بیان کیا: "آج بہار نے تم سبھی کو مار ڈالا ہوتا۔ میں جا کر اٹھا لایا۔"

یہ سن کر مصور مارے غصے کے تھرتھر کانپنے لگا اور بولا اس چھوکری بہار نے میرا بھی پاس نہ کیا اور مجھے بر سر میدان ذلت دی۔ اب میں جاتے ہی کام سب کا تمام کروں گا۔ اب تک اس لیے طرح دیتا تھا کہ میرے دادا سامری کے سب بندے ہیں۔ کیا انھیں غارت کروں۔" یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ اٹھے لیکن عتقا نے دست بستہ عرض کیا: "اب تو غلام سے واسطہ پڑا ہے' حضور تامل فرمائیں ایک بار اور مجھے جانے دیں۔"

یہ عرض کر کے اڑتا ہوا لشکر حیرت میں آیا اور باقیماندہ اپنی فوج کو لے کر کوچ کر کے دامن کوہ میں پہنچ کر خیمہ استادہ کرایا سب فوج اتری اور یہ بھی داخل خیمہ ہوا اور مے نوشی میں مشغول رہا۔

سر شام اس نے خون خوک (سور) سے چوکا دیا زمین کو لیپ کر آپ بھی اسی خون سے نہا کر چوکے میں بیٹھ کر موہن بھوگ اپنے ہاتھ سے تیار کیا۔ نذر سامری دے پڑھنت پڑھی۔ سحر کے بعد حاضر ہوئے ان کو موہن بھوگ کھلایا' جو باقی رہا وہ آپ کھلایا پھر ایک سو ایک جانور پرند منگا کر کے خون ان کا بھینٹ دیا شراب گیار میں ڈالی۔ ایک موم کا سانپ بنایا۔ انگلی چیر کو خون سانپ پر ڈالا کہ وہ زندہ ہو کر خون چاٹنے لگا۔ اس سے کہا: "جا کر میرے دشمنوں کو پکڑ لا' وہ سانپ اڑ کر روانہ ہوا۔

یہاں بارگاہ میں جلسہ عشرت جمع ہے۔ مہ رخ تخت پر جلوہ فرما ہے کہ سانپ فلک پر سے اتر کر آیا۔ اسے دیکھ کر ساحروں نے ہزاروں سحر کیے کہ کسی طرح اس کو مار ڈالیں لیکن وہ سانپ مہ رخ کی کمر میں لپٹ کر اڑا۔ صدہا' ترنج و نارنج ساحروں نے اس پر مارے۔ مگر کچھ نہ ہوا وہ مہ رخ کو اڑا کر لے گیا اور عتقا کے سامنے لایا۔

اس نے کہا: "کیوں اے مہ رخ نمک حرامی کا ثمرہ دیکھا۔" یہ کہہ کر خیمہ کے اندر لے گیا اور صندوق میں بند کر دیا اور اپنے سحر میں ایسا جکڑا کر دیا کہ مہ رخ بیہوش ہو گئی۔

بعد ازاں پھر اس سانپ کو بھیجا۔ یہاں تمام دربار میں شاہ لشکر کے جانے سے دہائی تھی۔ شتر سوار دوڑائے گئے تھے کہ جلد خبر لاؤ یہ سانپ کون تھا۔ بہار سرگرم انتظار تھی کہ لشکر برباد نہ ہو۔ بازاریں لٹی نہ جائیں۔ بعض سردار مہ رخ کے غم میں گریبان چاک و گریاں تھے کہ وہ سانپ پھر پیدا ہوا اور سرخ مو کی کمر میں لپٹ کے اڑ گیا۔ سب نے لاکھ لاکھ سحر کیا' کچھ نہ ہوا۔ وہ سامنے مقتا کے لایا۔ اسنے اس کو بھی برا کہہ کر مسحور بسحر کر کے صندوق میں بند کیا اور سانپ کو پھر روانہ کیا۔ یہاں پہلے سے زیادہ شور تھا۔ عیار بھی شور سن کر لشکر میں آئے تھے کہ سانپ طاؤس کی کمر میں آ کر لپٹا اور اڑا کر لے گیا۔ عیار پیچھے پیچھے تعاقب میں چلے۔

اثنیک عمرو دوڑتا بید رنگ ہے یہ سانپ کے برابر پہنچا۔ یہاں تک کہ عمرو دامن کوہ میں جب پہنچا۔ دیکھا کہ ایک لشکر ساحروں کا اترا ہوا ہے اور ایک جانب سے سامنے خیمہ کے مقتا بیٹھا مشغول سحر خوانی ہے اور وہ سانپ اس کے روبرو طاؤس کو لایا۔ اس نے لعنت ملامت کر کے لے جا کر اس کو بھی قید کیا۔ جب یہ ماجرا عمرو نے دیکھا۔ دل سے کہا: "اس حرامزادے کو واصل جہنم کرنا چاہیے۔

یہ سوچ کر پہلے صحرا میں آ کر زنبل عیاری بجائی اور عیاری جو دوڑ چلے آئے۔ زنبل کی صدا پر دوڑ آئے۔ دیکھا تو استاد کھڑے ہیں سامنے باادب آ کر ٹھہرے۔

عمرو نے کہا: "جاؤ اور بہار سے کہو کہ لشکر کچھ تیار کرا کر اسی جنگل میں آ کر ٹھہرے۔ مگر سب سرداروں کو ساتھ لائے بارگاہ میں اسی طرح لوگ بیٹھے رہیں۔ تاکہ سانپ خالی نہ پھرے۔ اس لیے کہ سحر مقتا کا ہے اگر وار خالی جائے گا تو وہ ہوشیار ہو جائے گا میری عیاری میں فرق پڑے گا۔ ملکہ بہار اپنی صورت کی ایک ساحرہ بنا کر وہاں ٹھہرا کر یہاں آئے تو اچھا ہے۔" یہ حکم سن کر برق لشکر میں گیا اور بہار سب کیفیت کی۔

بہار نے ایک کنیز کو اپنی صورت کا بزور سحر بنا کر اس جگہ چھوڑا اور کہا: "میری طرح حکم احکام دینا' جو کوئی پوچھے اپنے تئیں بہار بتانا۔"

یہ کہہ کر اپنے ذاتی لشکر کو تیاری کا مخفی طور پر حکم دیا جب سب کمر باندھ کر مستعد ہوئے یہ بھی طاؤس پر بیٹھ کر بہ جب نشان وہی برق کے اسی صحرا کی طرف چلی۔

کسی کو یہ معلوم نہ ہوا کہ بہار لشکر میں نہیں ہے بلکہ سب جانتے ہیں بہار موجود ہے۔ اور وہ سانپ و سیدم آ کر ساحروں کو لے جاتا ہے ایک ہنگامہ برپا ہے۔ ساحر واسطہ ہے جناب حیدر کرار کا دلا رہے ہیں۔

ان کو مصروف دعا دیکھیے اور حال ہر سپہر عیاری کا سنیے کہ انہوں نے کئی بار باغ سیب کو دیکھا ہے اور وہاں جو کنیزیں خدمتی شاہ طلسم کی ہیں۔ ان کی صورتیں صفحہ خیال اور لوح دل پر اپنے مرتسم برائے ضرورت کر رکھی ہیں۔ چنانچہ سامنے رکھ کر ان کنیزوں میں ایک کنیز کی تصویر خیالی پیش نظر نما کر اپنی شکل ویسی ہی بنائی۔ اس وقت کی دستکاری پر مشاطہ حسن یقین تھا کہ ہاتھ چوم لے اگر ایسی تصویر مانی و بہزاد کھینچنے بیٹھے تو ہر اعضا پر اپنا عجز لکھے کہ ہم سے جیسی اصل شبیہ تھی ویسی نقل نہ ہو سکی۔

پشواز مار جواہر کار سے مزین و مجلی جسم نازنین کو کیا زیور مرصع لعل و گہر کا از سر تا پا پہن کر ایسی صورت آئینہ میں دیکھ کر عش عش کرنے لگا اور تخت زبرجد شاہ' کا جو کہ حکیم نے اس حکمت کے ساتھ بنایا ہے کہ بروئے ہوا اڑتا ہے۔

واضح ہو کہ زبرجد شاہ ایک بادشاہ ملک زبرجد نگار میں تھا کہ بعد سحر و ساحری جادو خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اس کے پاس ایسا تھا کہ اس پر بیٹھ کر اپنے قصر پر کہ وہ بزور سحر مطلب میں سو ساٹھ گز زمین سے بلند تعمیر تھا' جایا کرتا تھا اور وہ تخت وابستہ ایک لوح کا تھا کہ جب لوح کو سر پر رکھو تو نہایت بلند ہوتا تھا اور جب برابر کمرے کے لوح کو رکھو تو نیچے نیچے بروئے ہوا رواں ہوتا تھا اور جب پاؤں کے نیچے لوح کو رکھو تو زمین پر اترا آتا تھا۔ فی الجملہ جب امیر سے اور اس بادشاہ سے مقابلہ تو زمین پڑا اور وہ

مارا گیا تو یہ تخت مع لوح کے عمرو کے ہاتھ لگا۔ اذبسکہ ساختہ حکیم تھا۔ اس سبب سے وہی تاثیر اڑنے کی تخت میں باقی ہے۔ اگر سحر کے زور سے بنا ہوتا تو اس بادشاہ کے مرنے کے بعد اثر کا جاتا رہتا۔

لہذا اس تخت کو زنبیل سے نکال کر کنارے کنارے اس کے گلدستے پتے اور گلدستوں پر عطر بیہوشی خوب چھڑکا اور ایک طرف گلابی شراب کی مع جام زریں رکھ کر عمرو بہ شکل محبوبہ دلنواز سوار ہوا اور تخت اڑا کر اسی جگہ آیا کہ جہاں عنقا چوکے میں بیٹھا تھا اور اس دفعہ ساتھ مشکیں مو کو پکڑ کر لایا تھا وہ اس اسیرہ سے عتاب و خطاب کر رہا تھا کہ عمر نے پازیب اپنی بجائی۔ عنقا نے جو خلخال کا چھما سن کر اوپر کو دیکھا ایک تخت جواہر آگیں نظر آیا کہ جیسے ستارہ ٹوٹ کے زمین پر اتر آتا ہے۔

عنقا یہ دیکھتے ہی سمجھا کہ شاہ طلسم آتا ہے فی الفور کھڑا ہو گیا یکایک وہ تخت زمین پر اترا۔ اس وقت اس نے اس صورت دل فریب خورشید برق کردار کو دیکھا کہ کبھی چشم خیال دیدہ وہم و گمان نے بھی اس کے نہ دیکھا تھا۔ رعب حسن سے ہچک ہو کر رہ گیا۔

لمحہ کے بعد قریب تخت گیا اور گرد اس کے پھرنے لگا۔ وہ راحت جان چھم چھم کرتی تخت سے اتری اور مسکرا کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس نے کہا: "اے مایہ زندگانی و آرام تو کس فکر کی پڑی ہے کہ سایہ وجود دلبری جو پر پڑے وہ ہم طالع ہما ہو جائے اس حور کردار نے لب لعلیں سے یوں گہر ریزی فرمائی: "میں کنیز شہنشاہ ہوں' تمہاری خیریت دریافت کرنے کو بھیجا ہے اور کتاب سامری دیکھ کر حریفوں کا گرفتار کرنا معلوم کر کے بہت تعریف فرمائی ہے اور ارشاد کیا ہے کہ قیدیوں کو اچھی طرح رکھنا میوہ اور گلدستہ اور شراب بھیجی ہے۔ یہ تحفہ لے لو اور اپنی خیریت لکھ دو کہ میں جاؤں۔"

جانے کا نام سن کر اس کے ہوش پران ہوئے۔ ایک سرد آہ بھر کر پکارا۔ اے نازک بدن دل بیتاب کو تڑپا کر اب کہاں جاؤ گی۔ میرے صد سینے پہ لحہ بھر آرام کرو۔"

اس سراپا ناز نے ہنس کر جواب دیا: "میاں حواس میں آؤ۔ میں شعلہ طلسم کی منظور نظر ہوں۔ اگر کسی سے وہ بیٹھے دیکھ لیں تو نہ معلوم کس بلا میں مجھے پھنسائیں۔ ناک چوٹی میری کٹوائیں۔ چلو ہٹو مجھے جانے دو۔"

اس رکھائی کو دیکھ کر عقتا نے سر قدموں پر رکھ دیا اور کہا: "میں حیرت کا بھائی ہوں۔ تجھ کو شعلہ طلسم سے مانگ لوں گا اور مجھ سے بیٹھے بولنے میں شہنشاہ ناراض نہ ہوں گے۔"

غرض کہ اس کے منت کرنے سے کنیز نے کہا: "اچھا کہو مطلب کیا ہے۔"

اس وقت تو اس نے گود میں اٹھا لیا اور خیمے کے اندر لایا مسند ناز پر بٹھایا۔ وہی شراب جو یہ نازنین لائی تھی۔ سامنے رکھی۔ اس ساقی مست ناز نے جام بھر کر اپنے دست نگاریں پر رکھ کر عقتا کو پیش کر دیا۔ عقتا نے بیتاب ہو کر جام ہاتھ سے لیا اور وہ جام بے اندیشہ انجام پی لیا۔ پیتے ہی سرپا کی کچھ خبر نہ رہی بیہوش ہو گیا۔ پھر تو وہ پنجہ نگاریں جلاد بن گے۔ اس بے حیا کو الٹا کر کے۔ ایک ضرب خنجر سر کر جدا کیا۔ شور غوغا بلند ہوا کہ "مارا عقتا کو عمرو نے۔" دوڑ کر سامنے جو صندوق رکھے تھے ان کو کھولا۔ اس میں مہ رخ وغیرہ بند تھیں اور اس کے مرنے سے بھی وہ سانپ بھی باطل ہو گیا اور ان سب قیدیوں کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ صندوق سے نکلے۔

ادھر ہنگامہ سکندر عقتا کے لشکری دوڑے تھے کہ مہ رخ اور سرخ مو نے گولے سحر کے اور بار فلفل مانند شروع کیے کہ آگ پتھر برسنے لگے اور گولے ساحروں کے سینے توڑتے تھے شعلے جلاتے تھے۔

عمرو نے تخت زمرد جد شعلہ تو زنبیل میں رکھا اور زرد زیور اپنا اتار کر باندھا۔ پھر جال الیاسی لے کر لوٹنا شروع کیا۔ لیکن لشکر حریف بہت تھا ساحروں نے گھیرا اور جلد از جلد پلٹنوں رسالوں میں کمر بندی ہونے لگی۔ اس وقت شور و غوغا سن کر بہار جو لشکر لیے کمیں گاہ میں تھی آ کر گری۔ ناوک و ترنج چلنے لگا

لاش پر لاش اور مردہ پر مردہ گرنے لگا

کیا اس فوج کو اس طرح تاراج
کہ اہل فوج تھے راحت کے محتاج

کیا برباد ایسا اس مکاں کو
جلائے برق جیسے خانماں کو

قضا بھی دیکھنے آئی تماشا
کہ اس طرح سے مردہ پہ مردا

یہ شیراز گئے جس پہ تڑپ کر
پراگندہ نظر آیا وہ لشکر

ہوئی تھی ہر گھڑی یہ جنگ و پیکار
صفوں کے بدلے تھے لاشوں کے انبار

رہی تا صبح خونریزی نہایت
ہوئی حاصل عدو کو پھر ہزیمت

صبح ہونے پہ لشکریاں حریف نالاں و گریاں عشقا کی لاش اٹھا کر بھاگے۔

مہ رخ مظفر و منصور مع سرداروں کے داخل بارگاہ ہوئی اور بت ساز و جواہر عمرو کو دیا اور ناچ و راگ وغیرہ ہونے لگا۔ اس وقت بہار اور عمر اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے تخت شاہی کے آئے اور بادب تمام کے بعد عرض پیرا ہوئے۔

"اگر مزاج عدالت امتزاج صاحب و تخت و تاج کے خلاف نہ ہو تو براہ ترقی خواہی و نیک سگالی بندگان درگاہ کلمات بے ادبانہ زبان پہ لا لائیں۔"

یہ کلام سن کر مہ رخ تخت پہ کھڑی ہو گئی اور عمرو سے کہا: "خواجہ برائے خدا مجھے

ذلیل فرمائیے، آپ کو بادشاہ لشکر کے معزول کرنے کا اختیار ہے۔ یہ عجز کس لیے فرماتے ہیں۔ جو ارشاد کیجیے کنیز بجا لائے گی۔"

عمرو نے یہ کلمات سن کر کہا: "وہ بادشاہی کے کب سزاوار ہے جس کو ہر کس و ناکس بادشاہ کا گرفتار کر لے جائے اور سلطان لشکر کے دم سے فوج وابستہ ہوتی ہے۔ جب بادشاہ ہر بار قید و بند ہو جائے تو اس کے لشکر کو شکست ہوتی ہے۔ پس شاہی کے لیے شایستہ اور بایستہ ہے کہ شہنشاہ ایسا زبردست ہو کہ سوائے اپنے ہمسر کے اور کسی سے مغلوب نہ ہو اور ہمت شمشیر عالی جاہ سے ترک فلک سپر پشت عمل کی اوٹ آڑ کرے اور جسم اسد چرخ میں رعشہ پڑے کہ بخلاف اس کے تم ادنیٰ ادنیٰ ساحروں کے ہاتھ سے ذلیل ہوتی ہو اور قید کر لیتے ہیں۔"

مہ رخ یہ نخجل نصیحت سن کر بولی: "ارشاد ہدایت بنیاد حضور نہایت بجا اور درست ہے۔ اے بہار میں نے چند روز کے لیے تم کو اپنا قائم مقام کیا۔ یہ لشکر وغیرہ تمہارے حوالے ہے اور تم کو خدائے کریم کے سپرد کیا۔ میں پیشتر سامری میں جا کر چلہ کشی کر کے سحر کو اپنے جگاؤں گی۔ انشاء اللہ پھر جو وہاں سے مراجعت کروں گی تو سوائے ساحر زبردست مثل بادشاہ طلسم اور اس کی زوجہ اور مصور وغیرہ کے کسی سے زیر نہ ہو گی۔"

عمرو نے پوچھا: "اپنے ساتھ کے لے جاؤ گی۔" اس نے جواب دیا: "وہ مقام ایسے نہیں، جہاں کسی کا گزر ہو سکے۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا کہ یکایک آندھی آئی اور لمحہ کے بعد ایک عورت تخت پر سوار آ کے سونے کا پاندان رکھے اس آندھی کی تاریکی سے پیدا ہوئی اور پاندان اس نے مہ رخ کے سامنے رکھ دیا۔

مہ رخ نے پاندان کھولا۔ اس میں سے طاؤس سبز، برابر بالشت کے نکلا اور دم بھر میں بڑھ کر مثل قیامت مرکب پرندے کے عظیم الجثہ ہو گیا۔ مہ رخ اس پر سوار ہوئی۔ وہ عورت پاندان لے کر تخت پر بیٹھ کر ہمراہ چلی اور دونوں اس آندھی کی سیاہی میں

غائب ہو گئیں۔ اس کے جانے کے بعد بہار نے تخت پر غاشیہ ڈال کر تاج شاہی رکھ کر حکم احکام میں اپنے تئیں مصروف کیا۔ ادھر تو یہ معرکہ کہ گزرا۔

اس طرح ساحر ہزیمت خوردہ لاش عنقا کی لیے سامنے جادواں کے گئے اور سب کیفیت بیان کی۔

حیرت نے بھائی کی نعش دیکھ کر حال اپنا تباہ کیا اور زار زار روئی اور سر پیٹا اور بادشاہ طلسم بھی آزردہ ہوا۔ آخر بطریق جمشید لاش کو اٹھایا۔ جب فراغت ہوئی۔ شہ نے ارادہ کیا کہ کسی زبردست کو بہر جنگ حریف بھیجوں۔ یہ عزم دیکھ کر مصور اٹھا اور کہا: "میں سب کی تصویریں بنا چکا ہوں۔ اب جا کر ہر ایک باغی کو غارت کیے دیتا ہوں۔"

شہ نے کہا: "آپ میری زیارت گہ ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عیار کچھ بے ادبی کریں۔"

اس نے جواب دیا: "کیا مجال جس صورت سے عیار میرے پاس آئے گا اس کی تصویریں میں نے بنائی ہے ویسی ہی صورت تصویریں بن جائیں گی۔"

یہ کہہ کر مع اپنی بی بی کے سوار ہو کر لشکر میں آیا اور بارگاہ میں بیٹھا۔ اس کے آنے سے سردار وغیرہ مثل اژدر خان جادو اور شکوہ زریں قبائے جادو۔ قریب چار سو ساحر بھی بارگاہ میں آ کر متمکن ہوئے۔

مصور نے کہا: "میں کل سب فوج عدو کا خاتمہ بالکل کر دوں گا۔"

سرداران نے عرض کیا: "کل کے دن اور جنگ موقوف رکھیے کیونکہ ایک سوداگر زادہ دور دراز سے منزل طے کر کے آپ کے لیے اقمشہ و جنسہ گرانمایہ لایا ہے اور ساٹھ ہزار ملک اس طلسم میں آباد ہیں۔ وہ سوداگر جو آخر سرحد طلسم پر ملک واقع ہوا ہے وہاں کا رہنے والا ہے۔ اتنی مسافت قطع کر کے یہاں پہنچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہنگامہ جدال میں مال اس کا لٹ جائے کل اس کو رخصت کر دیجیے تو بہتر ہے۔"

مصور نے کہا: "تاجر کی آج کل کیا ضرورت تھی۔ مگر خیر اب جو میرا نام سن کر آیا ہے تو آج ہی بلا لو کہ جنگ میں درنگ نہ ہو۔"

یہ حکم سنتے ہی چوبدار سوداگر کو بلانے گئے۔ تاجر کو جب خبر ہوئی۔ تحفہ ہر دیار امصار

[illegible]

[illegible]

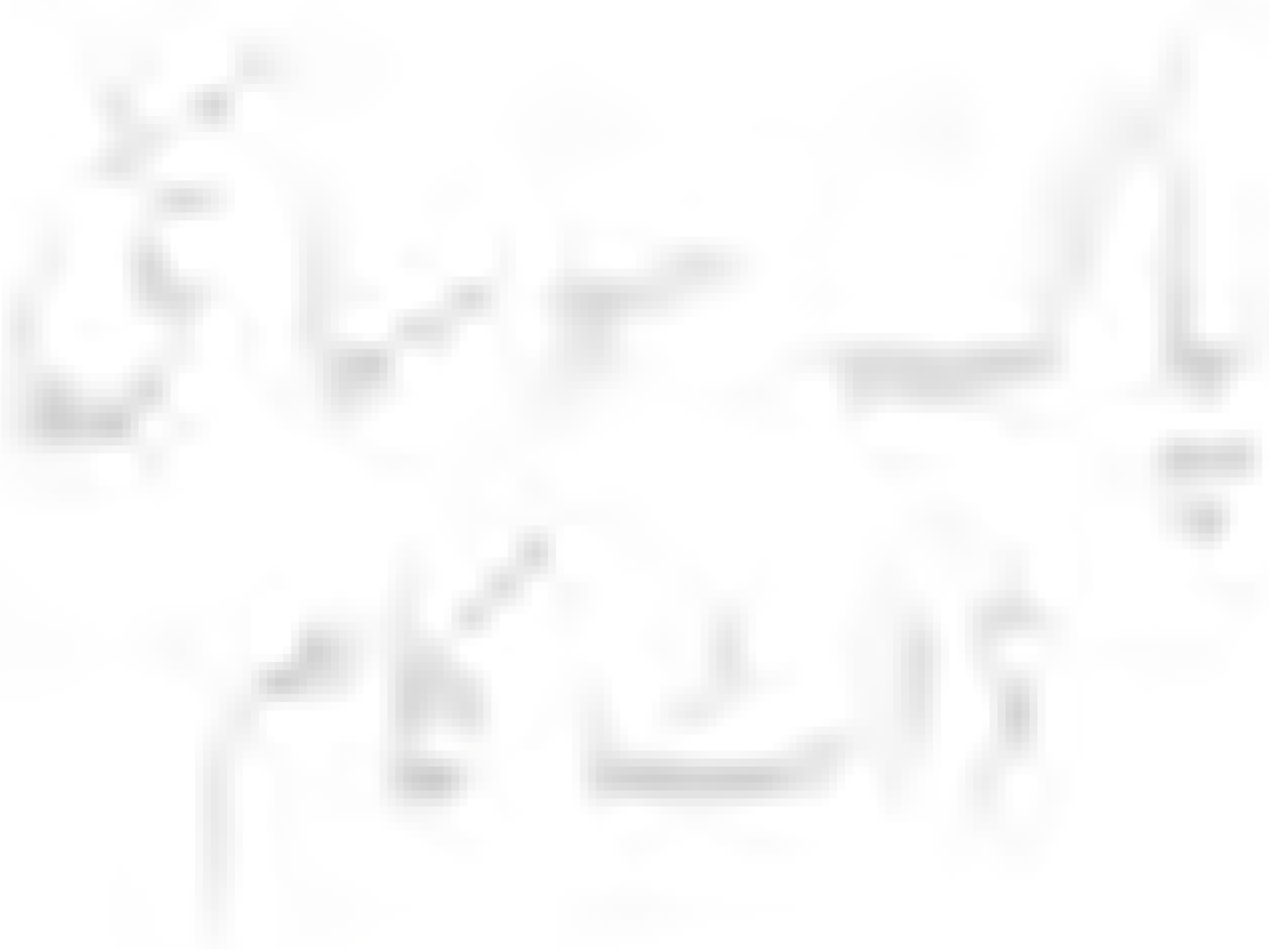

• مظلم جادو

ادھر صورت نگار نے مصور سے کہا: "ایسا نہ ہو کہ عمرو بہ شکل تاجر یہاں آئے اور رنج دے۔ ذرا تصویر کو دیکھ لو۔"

مصور نے تصویر دیکھی۔ اس شبیہ نے یہ صورت پیدا کی تھی کہ بارگاہ میں بہار وغیرہ سردار بیٹھے ہیں اور عمرو بہ شکل اصل کرسی پر بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر گویا ہوا: "کہ تصویروں میں جعل عمرو ہے۔ وہاں کی بارگاہ تک کا نقشہ بن گیا ہے۔ کچھ شبہ نہیں ہے سوداگر کو بلا لو۔"

غرض یہ کہ تاجر نے آ کر تسلیم کی اور نذر دی۔ زمرہ میں تاجر کے کرسی بیٹھنے کو اسے عنایت ہوئی۔ پھر حکم ہوا: "اشیاء نادرہ ملاحظہ کراؤ۔" اور وہ اسباب عمدہ و بہتر دکھانے لگا۔

ادھر ہرکاروں نے جو خبر کر گئے تھے۔ سب کیفیت دریافت کر کے سامنے بہار کے گئے اور جو کچھ یہاں دیکھا و سنا تھا، یہ مفصلاً معرض بیان میں لائے۔

عمرو نے جب سنا کہ تاجر مال بہت لے کر آیا ہے منہ میں پانی بھر آیا۔ دل سے کہا: تصویر سے اگر ڈر گئے تو عیار کیا خاک کرو گے۔ یہ مال مفت جاتا ہے۔ اگر اس کو نہ لیا تو قرضدار ہو گئے۔ چلو خدا مالک ہے۔ یہ سوچ کر اٹھا۔

بہار نے کہا: "خواجہ کہاں کا عزم ہے۔"

جواب دیا: ذرا ہم بھی سیر کر آئیں۔

بہار بولی: "بطمع مال برائے خدا نہ جائیے گا۔ اس کو غافل نہ جانئے گا۔"

عمرو نے کہا: "سمجھ لیں گے۔

یہ کہہ کر روانہ ہوا اور باہر بارگاہ کے آ کر صورت ساحر کی سی بن کر لشکر مصور میں پہنچ کر ٹھہرا۔ دیکھا ملازم سوداگر کے اسباب دوڑ دوڑ کر لاتے ہیں اور بارگاہ کے دروازے

پر کچھ لوگ کھڑے ہیں کہ وہ لے کر دست بدست اندر پہنچاتے ہیں تاکہ ملاحظہ کرنے میں دیر نہ ہو۔

یہ کیفیت دیکھ کر عمرو علیحدہ گیا اور صورت خدمت گار کی سی بنائی کہ سر پر دستار معرکہ دار رکھ کر انگرکھا چین کی پٹی پاک کمر سے لگا کر سامنے اس خیمے کے آیا' جہاں سے مال لے کر ملازم جاتے ہیں۔ دیکھا کہ ایک زنگی صندوقچہ لے کر خیمے سے نکلا اور سمت بارگاہ دوڑا۔ عمرو اس کے قریب گیا اور کہا: "حضور نے فرمایا ہے کہ میرے پلنگ کے پاس جو صندوقچہ رکھا ہے وہ بھی لیتے آنا۔"

زنگی نے جواب دیا: "پلنگ کے پاس قلمدان رکھا ہے صندوقچہ تو نہیں ہے۔

عمرو نے کہا: "ہاں ہاں وہی۔"

زنگی نے کہا: "تم صندوقچہ لیچلو میں وہ بھی لایا۔ یہ کہہ صندوقچہ دیا۔ اس نے لے کر دو قدم چل کر زنبیل میں رکھ لیا۔ ادھر وہ زنگی قلمدان لے کر بارگاہ میں گیا اور تاجر کے سامنے رکھا۔ اس نے کہا: "دیر کیوں لگائی۔"

زنگی بولا: "دو بار آنا جانا پڑا۔ سوداگر نے کہا: "پھر قلمدان کیوں لایا۔"

اس نے عرض کیا: "حضور کا خدمت گار صندوقچہ لے آیا اور قلمدان لانے کو کہہ آیا تھا۔"

یہ سنتے ہی اس سوداگر نے دست بستہ عرض کیا: "حضور دریافت فرمائیں کہ کوئی خدمت گار صندوقچہ لایا ہے۔"

مصور نے کہا: "جلد تحقیق کیا جائے کہ کون خدمت گار لایا ہے۔"

سب خدمت گار بلائے گئے اور تحقیق کیا۔ کسی نے اقرار نہ کیا۔ اب تو سوداگر کی جان نکل گئی کہ کئی لاکھ روپے کا جواہر اس میں تھا۔ رونے لگا۔

صورت نگار نے کہا: "صاحب! تم تصویر تو دیکھو۔"

مصور نے عمرو کی تصویر دیکھی۔ عمرو جب صندوقچہ لے گیا تو جلد دھوتی باندھ مرزائی پہن مٹھائی کا تھا ہاتھ پر رکھ کر خوانچہ والا بن کر پھرنے لگا۔

مصور نے تصویر دیکھ کر کہا: "عمرو میرے لشکر میں حلوائی بنا ہوا پھر رہا ہے۔ خدمت گار کی صورت تو نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر زنگی سے کہا: "سچ بتا صندوقچہ کیا کیا۔

اس نے گواہ پیش کیے لوگوں نے کہا: "ہمارے سامنے اس نے صندوقچہ خدمت گار کو دیا۔"

غرض یہ کہ جب پتہ نہ لگا، چاہا عمرو کو گرفتار کروں۔ سرداروں نے عرض کیا، عمرو کے گرفتار کرنے میں عیار چھڑانے آئیں گے۔ زیادہ بلوا ہو گا۔ سوداگر بھی لٹ جائے گا۔ تامل فرمایئے۔"

یہ سن کر حکم دیا کہ یہ روپیہ جو تلف ہوا ہے ہماری سرکاری سے دیا جائے۔ سوداگر دعائیں دینے لگا اور پھر اسباب دکھانے میں معروف ہوا۔

ادھر عمرو نے پھر صورت اپنی شکل ساحر کے بنائی اور وہی صندوقچہ جواہر سے خالی کر کے سنگ چُور بھر کر بارگاہ پر آیا اور کہا: "صندوقچہ جو کھو گیا تھا یہ تو نہیں ہے۔

لوگ یہ سنتے ہی ہاتھوں ہاتھ اندر لے گئے۔ سوداگر نے دیکھتے ہی کہا: "ہاں یہی ہے۔"

مصور نے کہا: "یہ تیرے ہاتھ کیونکر آیا۔"

عمرو نے کہا: "میں ہمیشہ سے کوہستان میں رہتا ہوں، ایک شخص کو اس وقت دیکھا: "صندوق لیے جاتا ہے۔ اس کو گرفتار کیا اور پوچھا: "یہ کہاں سے آیا ہے" اس نے یہاں کا پتا بتا دیا اور منتیں کرنے لگا۔ اس کو میں نے چھوڑ دیا صندوقچہ لے کر یہاں حاضر ہوا۔ اب نہیں معلوم کہ مال آپ کا اس میں ہے یا نہیں۔"

مصور نے کہا: "تو بڑا ایماندار ہے۔ اچھا بیٹھ جا کر کرسی دی۔ عمرو بیٹھا، لیکن جب عمرو بارگاہ سے گیا تھا تو بہار فکر مند تھی۔ اس وقت اتفاق سے قران بارگاہ میں آیا۔

بہار نے اس سے کہا: "استاد تمہارے لشکر حریف میں گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو مصور کچھ گزند پہنچائے۔

قران سب حقیقت سن کر مدد کرنے کو چلا اور لشکر عدو میں بہ شکل مبدل آیا۔ اس وقت

سوداگر یعنی غیب صندوقچہ گم ہونے سے لوگوں پر تاکید کرتا تھا۔ ادھر ادھر دوا دوش کر رہا تھا۔ قران اس کے قریب گیا اور ہاتھ پکڑ لیا کہ چلو ہم چور کو بتا دیں۔ وہ یہ سن کر چپکا چلا آیا۔ جب لشکر سے نکلا۔ تنہائی میں آتے ہی ایک حباب بیہوشی قران نے مار کر اس کو بیہوش کر کے پیراہن اس کا لے کر اس کی سی صورت بنا اور اس کو ایک گڑھے میں ڈال کر آپ بارگاہ میں اس وقت آیا عمرو صندوقچہ لے کر آیا تھا۔

غرض یہ کہ یہ بھی پاس تاجر کے ٹھہرا اور صندوقچہ تاجر نے جو عمرو سے پایا تھا' خوشی خوشی کھولا۔ دیکھا تو پتھر کنکر بھرے ہیں۔ دیکھتے ہی پیٹنے لگے۔

مصور نے کہا: "بھلا عقل کے خلاف ہے کہ چور مال لے جائے اور پھر دے دے۔ اس ساحر نے اتنی بیوقوفی کی کہ جو اس کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا' اچھا اے تاجر اپنی کسی معتبر شخص کو بلاؤ میں رقعہ اپنے خزانچی کو لکھ دوں کہ روپیہ میرے خزانے سے لے لے۔

تاجر نے جو غیب کہ پاس کھڑا تھا اس کو دیکھ کر عرض کی اس سے بڑھ کر اور کوئی معتبر نہیں ہے۔"

مصور نے یہ سن کر شقہ لکھا: "سعادت آثار ہیرا لال بعافیت باشند تین لاکھ روپیہ کا جواہر اشرفیاں وغیرہ حاصل رقعہ کو بغیر دستوری اور بٹے کے اسی وقت دے کر دستخطی لے لو۔ تاکید مزید اس باب میں تصور کرو

المرقوم

فلا سنہ فلاں سامری

ہی کے حوالے شقہ کیا۔ عمرو کا رنگ زرد ہو گیا کہ یہ روپیہ مفت گیا۔ لیکن عمرو نے غیب کی صورت بغور دیکھی پہچانا کہ قران ہے۔ فرط خوشی سے رنگ رو سرخ ہو گیا اور اشارے سے کہا: "خبردار اس روپیہ میں کوڑی کا فرق نہ پڑے میں آ کر حساب لوں گا۔"

غرض یہ کہ قران شقہ لے کر خزانچی کے پاس گیا دیکھا کہ روپیہ وہاں کا تقسیم ہو

رہا ہے۔ دس پانچ متصدی بھی کھاتہ کھولے بیٹھے ہیں۔ لکھا ڈیوڑھا لگا رہے ہیں۔ اس نے بھی شقہ دے کر جواہر وصول کی رسید لکھ کر راہی ہوا۔ درہ کوہ میں جا کر جواہر دفن کر دیا اور ہر سمت لشکر چلا ادھر خزانچی روپیہ کی رپٹ خرچ کر لکھ کر دستخط کر کے پوچھا: "اے تاجر روپیہ پایا تاجر نے غیب کو تلاش کیا پتا نہ لگا۔ ایک غوغا بلند ہوا۔ قضا کار کچھ لوگ لشکر کے باہر جو گئے ایک غار میں غیب کو پایا۔ اٹھا کر تاجر کے سامنے لائے پانی چھڑک کر ہوشیار کیا پوچھا: "اے تو روپیہ لایا ہے۔

اس نے کہا: خوب نشہ ہے۔"

پھر پوچھا اے تو شقہ لے گیا تھا۔"

اس نے کہا: "کھانا پیٹ بھر کر کھایا ہے۔"

یہ کلام سن کر لوگوں نے کہا:" اس کو خوب ابھی نشہ ہے۔"

ایک نے کہا: "اپنے تئیں بناتا ہے۔

تاجر نے کہا: "لے جاؤ' قید کرو' مار پیٹ کر قبلواؤ"

لوگ اس کو لے کر چلے۔ عمرو سمجھا کہ اب زیادہ تحقیقات ہو گی اور مصور تصویر دیکھے گا تو حال کھل جائے گا انگڑائی لی مصور بولا: "شاید آپ کا جی گھبرایا۔

عمرو نے کہا: "جی نہیں رفع احتیاج کی ضرورت ہے۔"

مصور نے حکم دیا:" ہمارے بیت الخلا میں لے جاؤ۔"

خدمت گار آفتابہ لے کر ساتھ ہو لیے۔ عمرو پائخانہ میں اس طرف کا سراچہ چاک کر کے باہر نکل گیا۔ لشکریوں نے خیال کیا کہ وہی ساحر جو صندوقچہ لے کر آیا تھا۔ اب جاتا ہو گا اور عمر وہاں سے درہ کوہ میں آیا۔ کچھ لکڑیاں جمع کر کے آگ سلگائی اور بھبھوت منہ پر ملی۔ جٹائیں بالوں کی' مگر جوڑا سر پر باندھا لنگوٹ کس کر دست پناہ سامنے رکھا۔ ایک ٹیک سامنے رکھ لی کان میں کنڈلی پہنے' گلے میں کنٹھی ڈالی۔ سنت بن کر بیٹھا۔ یہاں تک کہ خوب پرستش ہوئی۔

صورت نگار بولی: تصویر دیکھئے ایسا نہ ہو کہ عیار خزانے سے روپیہ لے گئے ہوں۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ خدمت گار آئے اور کہا: "وہ صاحب جو پائخانے گئے تھے۔ آفتابہ لے کر سراپچہ چاک کر کے چلے گئے۔ مصور سن کر دنگ ہو گیا اور سمجھا کہ وہ عمرو تھا' جو خالی صندوقچہ لایا تھا۔ افسوس کہ نکل گیا۔ آخر تصویر دکھی معلو ہوا کہ وہ دیو کو میں صورت صنعت کی بنا بیٹھا ہے ادھر سوداگر نے عرض کیا' روپیہ میرا گیا۔ میں برباد ہو گیا۔ مصور برہم ہوا: "میں کیا کروں' ایک بار میں دے چکا رسید تیرے نیب کی موجود ہے۔" تاجر نے پھر نیب کو بلایا۔ اب اس کے ہوش درست ہو چکے تھے۔ اس نے آ کر کہا: "اس طرح چور کو بتلانے کو مجھے ایک شخص تنہائی میں لے گیا اور مجھے ایسا کچھ منہ پر مارا کہ میں بیہوش ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں کہ شقہ کب لکھا گیا اور روپیہ کب ملا۔ یہ رسید میرے ہاتھ کی لکھی نہیں۔

یہ حال سن کر مصور نے کہا: "اسے رہا کر دو' یہ بے خطا ہے" اور یہ سوداگر سے کہا: "اب جا میں تیرے روپے کا ملنے کا بندوبست کچھ نہیں کر سکتا۔"

تاجر یہ سن کر رونے لگا۔ مصور نے حکم دیا: "نکال دو حرامزادے کو یہ ضد کرتا ہے۔"

لوگوں نے تاجر سے کہا: "اس وقت چلے جاؤ' حضور کا مزاج برہم ہے۔ موقع محل دیکھ کر پھر عرض کرنا تو مل جائے گا۔ تاجر ناچار اٹھا۔ ملازموں سے کہا: "یہاں سے اسباب باحتیاط جو پھیلا ہوا ہے اٹھا لو۔"

لیکن عمرو جب صنعت بنا اور اور اس نے دیکھا کہ کوئی ادھر نہ آیا اور کچھ مطلب برآری نہ ہوئی۔ وہ اسباب سب زنبیل میں رکھ کر پھر ساحر بن کر بارگاہ میں آیا۔ جب تاجر نے کہا: "اسباب یہاں کا اٹھا لو۔"

عمرو نے بڑھ کر درج جواہر اٹھا لیا۔ تاجر مال اٹھوا کر آگے چلا۔ یہ بھی ساتھ ہوا کہ راہ میں اور کچھ دست برد کروں۔

لیکن درج اٹھاتے وقت مصور کو کچھ شبہ گزرا تصویر کو دیکھا ظاہر ہوا کہ عمرو سوداگر کے ساتھ ہے۔ ہنوز بارگاہ سے نکل کر تاجر کچھ دور گیا تھا کہ مصور ننگے پاؤں اٹھ کر دوڑا اور دربارگاہ پر پہنچ کر ایک نارنج جھولے سے نکال کر سحر پڑھنے لگا۔

قران جو دفن کر کے لشکر میں آیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ استاد تاجر کے ساتھ میں اور مصور نارنج مارا چاہتا ہے۔ یہ دیکھ کر پتھر فلاخن میں رکھ کر مارا کہ ہاتھ پہ آ کر پڑا۔ نارنج ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرا اور مصور کے ہاتھ پہ بہت ضرب آئی۔

ادھر قران نے کہا: "استاد! خبردار۔"

یہ کہہ کر بھاگا۔ عمرو نے بھی گلیم اوڑھ لی۔ مصور "ہائے ہائے" کہتا ہوا ہاتھ سہلاتا رہ گیا۔ ساحر چاروں طرف دوڑتے پھرتے کسی کو بھی نہ پایا۔

مصور بارگاہ میں گیا۔ بی بی کو اپنا ہاتھ دکھلایا اور کہا: "اب بغیر مارے عمرو کو نہ چھوڑوں گی۔ اس نے مجھے بہت ذلیل کیا ہے۔" یہ کہہ رہا تھا کہ سوداگر بارگاہ پہ آ کر دوہائی دینے لگا کہ اسے درج جواہر بے بہا بھی اور زر بھی لے گیا۔ میں برباد ہو گیا۔ فریاد ہے۔ مجھے کو ہائے جیتے جی مار ڈالا۔

مصور نے درج لے جاتے اپنی آنکھ سے دیکھا تھا۔ سرداروں سے کہا: "سچ تو یہ ہے کہ تاجر لٹ گیا۔ اس سے کہہ دو کہ ابھی روپیہ اگر تجھے دوں گا تو عیار لے جائیں گے تو صبر کر نقصان جو کچھ ہوا ہے وہ عنایت ہو گا۔" سرداروں نے یہ حکم سن کر تاجر کو آ کر تسلی دے کر رخصت کیا اور مصور نے چاہا کہ طبل رزم بجنے کا حکم دوں۔

لیکن عمرو کا حال سنیے کہ گلیم اوڑھ کر صحرا میں جو گیا اور وہاں پہنچ کر ایک فرشتہ نورانی صورت کا اپنے تئیں بنایا یعنی ایسا حسین مہ جبیں اپنے تئیں کیا کہ رخسار تک کسی کی نظر نہ سکتی چار ہاتھ مقوے کے بنائے اور پانچ آنکھیں چہرے پہ درست کیں۔ دیو جامہ نکال کر پہنا کہ وہ دمبدم رنگ بدلتا ہے۔ کبھی سرخ کبھی سبز ہوتا ہے۔ گاہے رنگ تبدیل کرتا ہے سر پہ تاج زنبیل سے نکال کر پہنا کہ ہر کنگرے پہ جس کے لعل رمانی نصب تھے اور بیچ میں ایک گوہر شب چراغ لگا تھا۔ رشک ضیائے شمس سپہر تھا۔ مالا ہیرے اور موتی کے گلے میں ڈالے۔ اس وقت اس کے چہرے نورانی پہ زمرد کے جواہر کار، شانوں میں لگائے صدہا نافہ ہائے مشک پروں میں چھپائے اور تخت

زبرجد شعلہ پر بیٹھ کر پران پران قریب بارگاہ مصور پہنچ کر' ایک حقہ پر از مشک و عنبر بروئے ہوا اچھالا کہ وہ شق ہوا اور شمیم مشک عنبر کوسوں تک پھیلی۔ بارگاہ سامری بس گئی۔ سب ساحر گویا ہوئے کہ کیا خوشبو پھیلی ہے یہ ذکر تھا کہ صدا آئی: "میں فرشتہ قدرت سامری' جملہ ساحر کھڑے ہو گئے اور دیکھنے لگے۔ عجیب صورت نورانی نظر آئی کہ اگر زلیخا یہ صورت دیکھے کو آئی حسن یوسف نہ تلاوت کرتی۔

یہ دیکھتے ہی مصور نے ہاتھ باندھ کر التماس کی: "آئیے تشریف لائیے۔"

اس عرض کرنے سے وہ تخت زمین پر اترا۔ جملہ ساحروں نے سجدہ کیا۔ فرشتے نے کہا: "حکم سامری مجھ کو یہ ہے کہ اس کے پوجنے کی مع اس کے متعلقین کے عمر بڑھا دوں' کیونکہ عمرو عیار بلائے بے درماں ہے۔ جب تم لوگوں کی موت نہ ہو گی تو آ کر قتل کسی کو نہ کر سکے گا۔ اب تمہیں چاہیے کہ دو ایک مٹکے قند کا شربت گلاب و کیوڑہ ڈال کر تیار کرو کہ میں سامری کے لگانے کا بھبوت اس میں ڈال کر تمہیں پلاؤں۔ پھر عمرو کا پنجہ تم پر کسی طرح قابض نہ ہو گا۔" یہ کلام سنتے ہی مصور نے قند منگا کر کوری ٹھلیوں میں نہایت طہارت کے ساتھ گھلوایا اور قرابے گلاب وکیوڑے کے اس میں انڈلوائے۔ لشکریوں نے فرشتے کی زیارت کرنے کے لیے ہجوم کیا۔

غرض یہ ہزار ہو دونا مٹھائی کا اور ہزار ہا تخت کے گرد روپیہ لوگوں نے چڑھایا۔ اس عرصہ میں شربت تیار ہوا۔ فرشتے نے اٹھ کر نذر سامری دے کر بیہوشی سب کے سامنے اس میں ملائی ہر ایک سے کہا: "دیکھو یہ بھبوت سامری کا ہے۔ لہٰذا بیہوشی ملا کر دو جام اپنے ہاتھ سے مصور کو اور صورت نگار کو پلائے اور حکم دیا۔ ایک ایک جام سب نوش کریں۔ پھر تو ایک پر دوسرا ٹوٹ پڑا اور شور' لاؤ اور ہمیں بھی' ہمیں بھی کا بلند ہوا۔

غرض یہ کہ وہ گھڑے لوگوں نے دھو دھو کر پیے۔ جب بیہوشی نے نشہ کیا۔ مصور اپنی بی بی صورت نگار سے بولا: "تو سامنے فرشتہ قدرت کے رقص کر۔"

وہ دوپٹہ پھینک کر ناچنے لگی اور مصور بھی بکر کود کرنے لگے۔ کل حاضرین جلسہ "آہا

ہا ہا ہو مارا لیٹا لیٹا کا شور مچانے لگے" اور کلمات بیہودہ زبان پر لانے لگے۔ رنگ صحبت دگر گوں تھا۔

اس کیفیت کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ سب بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے اٹھ کر بارگاہ کے سراپچے ڈال دیئے اور سب کے پیراہن اتار کر زنبیل میں رکھے۔ ڈاڑھی و مونچھ ابرو بال سر کے زن و مرد سب کے مونڈے؟۔ چہروں کو سیاہ کیا۔ ہار جوتیوں کے گلے میں پہنائے۔ مال اور اسباب بارگاہ کا لوٹ کر داخل زنبیل کیا۔ پھر چاہا کہ مصور کے گلے سے تصویر اپنی اتار لوں۔ جیسے ہی تصویر پر ہاتھ ڈالا۔ ایک پنجہ زمین سے نکلا اور چاہا کہ ہاتھ سے لپٹ جائے۔ عمرو تصویر اتارنے سے باز رہا۔ پنجہ غائب ہو گیا۔ اس نے پھر ارادہ کیا کہ تصویر اتاروں لیکن پھر وہی صورت پیش آئی۔ اس نے چاہا کہ مصور کو مار ڈالوں خنجر لے کر چلا تھا کہ اب کی بار ایک پتلا زمین سے نکلا۔ عمرو اس کو دیکھ کر خائف ہوا اور ٹھہرا۔

پتلے سے ظاہر ہوتے ہی غل مچایا کہ دوڑو مصور کو عمرو مارے ڈالتا ہے۔" وہ غل مچایا کہ عمرو نے جلد جلد دو ایک ساحروں کے سر جدا کیے مگر مصور تک نہ پہنچ سکا۔ شور ساحروں کے مرنے کا بلند ہوا۔ لشکر کے لوگ گھبرا کر دوڑے عمرو رخت زر جو پہلے ہی زنبیل میں رکھ چکا تھا۔ اس وقت نعرا مار کر بھاگا۔

یہ سراپچہ چاک کر کے بھاگا اور ساحر بدحواس اس غم میں شاید مصور وغیرہ مارے گئے اور اندر بارگاہ کے آئے سب کو بیہوش دیکھا۔ یاران سحر پڑھا کہ ہر ایک ہوش میں آیا اور ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر ہنسنے لگے۔ تکلف یہ کہ وہ اس کو ہنستا ہے یہ اس کو۔

صورت نگار اپنے شوہر رو سیاہ کو دیکھ کر خندہ زن ہوئی۔ مصور نے کہا: "تو بڑی بے غیرت ہے کہ مردوں کے سامنے ننگی بیٹھی ہے۔"

صورت نگار نے اپنی طرف دیکھا۔ اوئی کہہ کر ہاتھوں میں بدن چراتی بھاگی۔ آخر ہر ایک نے غسل کیا۔ کالک منہ سے چھڑائی کپڑے عمدہ دربار میں آ کر مقیم ہوئے۔

مصور نے کہا: "عمرو آفت روزگار ہے۔ ذلت پر ذلت دیتا ہے۔ ابھی سوداگر کو لوٹ چکا تھا کہ مجھ پر آ کر ہاتھ صاف کیا' کیا تدبیر کروں جو قابو آئے۔"

یہ کلام سن کر صورت نگار ناز ماہ ملتفت ہوئی: "اگر خیریت چاہتے ہو تو عمرو سے مل جاؤ۔"

اس نے غصے سے جواب دیا: "میں پوتا سامری کا ہوں ابھی اس کو گرفتار کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر تصویر میں دیکھا تو یہ احوال اس پر بخوبی ظاہر ہو گیا کہ عمرو جس صحرا میں ٹھہرا تھا۔ کیفیت تصویر میں نظر آئی۔ اس نے قصد کیا کہ جا کر گرفتار کروں کہ اس وقت ایک ساحر ظالم جادو نامی اس کے ملازم نے عرض کیا: "آپ ٹھہریں' غلام جا کر اس بے حیا مکار کو لاتا ہے۔"

یہ کہہ کر اڑ کر چلا اور اسی جگہ آیا۔ جہاں عمرو بہ شکل ساحر کھڑا تھا۔ ساحر کو اڑتا ہوا آتا دیکھ کر عمرو کسی گوشے میں چلا گیا۔ یہ جا کر ہر طرف ڈھونڈنے لگا۔

عمرو دوسرے ساحر کی شکل بن کر پہلے سے کچھ شکل میں فرق کر کے اس کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا: "کیوں بھائی تم نے عمرو کو تو نہیں دیکھا۔"

عمرو نے کہا: "تمہیں اس سے کیا کام ہے۔"

اس نے سب کیفیت دینے ذلت مصور وغیرہ کی بیان کر کے کہا: "میں اس کو گرفتار کرنے آیا ہوں۔"

عمرو نے کہا: "مصور نادان ہے' جو عمرو ایسے فقیر سے مقابلہ کرتا ہے اور لڑتا ہے انسان کو چاہیے کہ اپنے ہمسر سے مقابلہ کرے نہ کہ جو اپنے سے بہتر ہو۔"

"عمرو وہ شخص ہے جو لقا کی ڈاڑھی مونڈتا ہے اور جب سے یہاں آیا ہے۔ شاہ جادواں کو اس نے پریشان کر رکھا ہے تم دیکھنا کہ ایک روز مصور کتے کی طرح مارا جائے گا۔"

ظالم یہ گفتگو سن کر اول تو خوفناک ہو گیا۔ پھر سوچا کہ یہ مجھ کو ڈراتا ہے۔ شاید یہی عمرو ہے۔

یہ سوچ کر فسوں پڑھ کر پھونکا عمرو کا رنگ و روغن عیاری کا اڑ گیا۔ اس نے گرفتار

کر کے کہا: "اے بے حیا مکار تو مجھ کو دھمکاتا ہے۔ دیکھ تو کس طرح میں تجھ کو ہلاک کرتا ہوں"

یہ کہہ کر کھینچتا ہوا لے چلا اور چاہا کہ پنجہ میں داب کر اڑ جاؤں لیکن موت پاؤں پکڑے تھی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ اور عیار عمرو کے چھڑوانے کو آئیں گے۔ ان کو بھی گرفتار کرنا اڑ کر چلنے میں یہ فائدہ جاتا رہے گا۔ ایسا کچھ سوچ کر زمین پر چلا۔

اس کو جاتے برق فرنگی نے دیکھا۔ آگے جا کر مثل زمین میں مہ پوش کی آپ جھاڑی میں چھپ کر بیٹھا۔ جب غلام کمند کی جگہ پہنچا۔ اس نے بچھا دیا کہ پاؤں کمند میں پھنسا اور گر الجھ کر۔ برق دوڑ کر پاس آیا کہ اس کو ہلاک کرے مگر اس نے سحر پڑھا کہ برق زمین میں ران تک سما گیا اور آپ سحر سے حلقہ ہائے کمند کاٹنے لگا مگر رشتہ حیات قطع ہو چکا تھا۔ ابھی کمند کھول ہی رہا تھا کہ قران ساحر بنا اس جگہ پھرتا تھا۔ اس نے اس کیفیت کو دیکھا اور دوڑتا ہوا آیا اور کہا: "ٹھہرو ٹھہرو میں پہنچ کہیں گا"

یہ کہہ کر نزدیک پہنچ کر اس زور سے بغدہ مارا کہ سر کے ٹکڑے اڑ گئے اس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔ عمرو اور برق چھوٹ گئے۔

قران نے عرض کی: "حضور کا جواہر میرے پاس رکھا ہے چل کر لے لیجئے اور جائے دفن جواہر پر لا کر کھود کر حوالے کیا۔ عمرو نے شاباش و مرحبا کہہ کر نذر زنبیل کیا اور کچھ جھوٹے نگینے نکال کر دینے لگا۔

قران نے عرض کیا: "حضور کا دیا سب کچھ میرے پاس ہے۔ اپ کی مہربانی چاہیے۔

عمرو نے نگینے بھی رکھ لیے اور فکر عیاری میں الگ الگ چلے۔

ادھر افراسیاب نے جب مصور کے آنے میں دیر ہوئی۔ کتاب سامری دیکھ کر حال دریافت کیا اور حیرت سے کہا: "تیرہ ساحری صرف لائق زیارت ہیں' کچھ ہو سکا۔ دیکھو عیاروں نے بہت دق کیا ہے۔ چلو ان کو تسلی دیں۔"

یہ کہہ کر بعجلہ چشم تمام سوار ہو کر مع حیرت کے داخل بارگاہ مصور ہوا۔ ہر ایک نے

تعظیم دی۔ تخت پر جلوہ آرا ہوا اور سارا حال عیاروں کی مکاری کا سن کر گویا ہوا: "مرشد زادے آپ مقابلہ نہ فرمایئے۔ میں انگشتری جمشید' حیرت کو بھیج کر منگاتا ہوں اور چاہ زمرد پر کہ پرستش گاہ ساحران جہاں ہے' میلہ کرتا ہوں۔ سب ساحر اور عیار خودبخود آ کر حاضر ہوں گے۔ ہر ایک کو قتل کروں گا۔

مصور نے کہا: "ایک مرتبہ تو میں باغیوں سے دل کھول کر لڑلوں' پھر جو چاہیے گا کیجئے گا۔" یہ ذکر ہو رہا تھا کہ صدا نالہ زاری کی سنائی دی اور ہر کاروں نے سامنے آ کر بعد دعا و ثنا کے عرض کیا: "ظالم مارا گیا۔ مظالم بن ظالم جادو لاش اٹھا کر لایا ہے۔"

شہنشاہ یہ خبر سن کر گویا ہوا: "لاش بنا بر آئین جمشید اٹھائیں اور بعد فراغت یہاں آئیں۔" کسی جا کر حکم مظلم کو سنایا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور اور بعد فراغت کے حاضر دربار ہوا' نذری مجرا کیا۔ اپنی جگہ پر بیٹھ کر عرض پیرا ہوا: میں انتقام خون پدر نمک حراموں سے لینے آیا ہوں۔"

شاہ جادواں نے فرمایا: "کیا مضائقہ ہے۔" مصور خواہش جنگ تو رکھتا ہی تھا۔ ادھر اس نے درخواست کی۔

شہنشاہ نے فرمایا: "آج شام کو طبل جنگ بجے صبح کو مقابلہ کیا جائے۔ یہ کہہ کر مصروف بادہ خواری ہوئے۔

شام کے وقت بحکم مصور طبل ودہم پر چوب پڑی۔ مخبر خدمت والا ہمت بلند گگن ملک حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے: "لشکر حریف میں بنام مظلم جادو طبل جنگ بجا ہے' باقی سب خیریت ہے۔"

بہار نے یہ خبر سن کر بعنایت کردگار فرما کر حکم دیا: "ہمارے لشکر میں بھی نقارہ رزمی پر چوٹ پڑے۔ ہر شخص کل کے دن تیغ و سر سے بازی کرے۔"

غرض حسب فرمان قضا جریان کوس حربی کی' صدا ادھر بھی بلند ہوئی۔ ساحروں میں ڈمرو بجنے لگے۔ کڑھاؤ چڑھاؤ گئے موہن بھوگ کا بھوگ بیروں کا لگایا۔ منتر جنتر موہنی اور چوٹی

اور سوئی کی جاپ اور پڑھنت شروع ہوئی۔ کوئی پڑھتا تھا کہ کتھا سپاری بنگلہ پان مان میرے دشمن کو مان شہپاں جوگی نے لگائی بڑی ایک پھول بنے ایک میں ہو بسے، جو سونگھے میرا پھول اپنا گلا آپ کاٹ مرے۔ تجھ کو قسم لونا چماری کی، دہائی سامری کی پڑھو منتر دوالی میں جھنگیا ایشر باچا چھو چھو۔

خلاصہ کلام ساحر جانبین کے تو اپنے حربے درست کرتے تھے اور مبارزان معرکہ جلادت و پرچم کشایان لوائے لنصرت انتمائے شجاعت تیغ جواہر دار صیقل فرماتے تھے گھوڑوں کی رکابیں اور تسمے ٹوٹے ہوئے تھے تیاری جدال میں مصروف تھے۔ باتیں بانکپن کی کرتے تھے۔ اسی تیاری میں رات گزری۔

صبح کو ملکہ بہار بیش گلہ سے برآمد ہو کر سوار ہوئی طرم بجا ترکی چکی نقاروں پہ چوب پڑی صدائے نصر اللہ من اللہ و فتح قریب بلند ہوئی۔ سردار مجرا اور سلام کر کے گرد تخت کے سواریاں سحر کی اڑا کر روانہ ہوئے۔

عجیب لطف دکھاتا تھا۔ سحر کے چمن سامنے تخت کے ظاہر ہوتے تھے۔ سردار ذی رتبہ اور کنیزان عالی مرتبہ کے طاؤ عقاب وغیرہ ستارہ ہائے سحری کے ابر کے ٹکلوں (ٹکڑوں) میں چمکتے نظر آتے تھے۔

خلاصہ کلام وہ ملکہ تمام لشکر لیے میدان قتال میں پہنچی۔ اس طرف افراسیاب اپنی زوجہ کو لے کر گنبد نور کے اس کمرے میں جا بیٹھا کہ جہاں سے لشکر مہ رخ کا دکھائی دیتا ہے اور مصور مظالم شیر آتشیں اور اژدہان پر سوار مع فوج بیشمار وارد عرصہ نبرد ہوئے۔

جب میدان کو بیلدار ہموار کر چکے ابر سحرف برسا کر گرد و غبار فرو ہوا۔ دونوں لشکروں میں صف کارزار درست ہوگئیں جلاجل و دف اور قرنا بجے۔ علموں کے پھریرے سے کھل گئے علمدار آگے بڑھے، کڑکا ہوا۔ نقیبوں کی صدا سے، دلیروں کے نعرے سے دشت گونج بجنے لگا، دلیر بشاش ہوئے، نامرد بدحواس ہوئے، مظلم اژدر اڑا کر میدان میں آیا اور للکارا: "او نمک حراموا آؤ میرے مقابلے کو۔"

بہار کا ایک ملازم گلزار جادو تھم جا کر مقابل ہوا۔ مظلم نے ایک ناریل مارا۔ اس نے

ہر چند رد کیا، مگر ناریل سر پہ آ کر توڑ کر پار نکل گیا۔ ان سے گلنار زخمی ہوا۔ بہار نے ایک پنجہ بھیجا کہ وہ اس کو اٹھا کر میدان سے لایا۔ اور گلنار جادو جا کر ہم نبرد ہوا۔ مظلم نے ایک نارنج مارا کہ گلنار کے سینے پہ پڑا توڑ گی اس کے مرنے کا شور بلند ہوا۔

طبل کلام نا گجا چالیس سردار بہار کے یکے بعد دیگرے جا کر لڑے اور کام آئے۔ اس وقت مظلم نے ڈانٹا: "اے بہار تو خود آ کر مجھے لڑائی کا مزا دے۔ کیا لاشی پاشی کو بھیج کر جان اپنی چھپاتی ہے۔ بہار تو اس کا نعرہ سن کر تخت سے کودی اور دوپٹے کی گاتی باندھ کر چلی۔

اس کو جاتے افراسیاب نے گنبد نور سے دیکھا۔ حیرت پاس بیٹھی تھی۔ اس سبب سے بے حجابہ نہ کر سکا۔ کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ اور وہ سفاک عالم سامنے مظلم کے پہنچی۔

اس نے ایک ناریل مارا۔ بہار نے انگلی سے اشارہ کیا کہ ناریل الٹا پھر گیا اور ترنج مظلمک پر کھینچ مارا۔ وہ ترنج قریب اس کے جا کر شق ہوا اس میں سے ایسی خوشبو پیدا ہوئی کہ میدان جنگ رشک تاتار بن گیا اور مشام عدوے تہی مغز خوشبو سے بھر گیا۔ ساحر اس شمیم عطر بیز کو سونگھ کر بیہوش ہو گئے اور مظلم تو دیوانہ وار تالیاں مار ہنستا تھا اور کہتا تھا: "اے نازک بدن اگر مجھے قتل کرنا منظور ہے تو سر نثار قدم ہے۔"

یہ کہتے کہتے بیہوش ہو کر گرا۔ بہار نے چاہا کہ سر کاٹ لوں۔ اس وقت تو صورت کو تاب نہ رہی ڈانٹتا ہوا دوڑا سامنے بہار کے آ کر جھولے سے سحر کے ایک صندوقچہ نکال کر کھولا۔ سب نے دیکھا کہ صندوقچے سے ایک پتلی نکلی اور بڑھ کر شکل صورت بہار شبیہ پیدا کی وہی لباس وہی صورت وہی زیور گلدستے ہاتھ میں لیے سامنے بہار کے آ کر بناز و تبختر بولی: "کیوں بن بہار ہم سے خفا ہو۔"

بہار اس کو دیکھ کر زرد اور خزاں ہو گئی، مگر جی داری کر کے اس پہ ایک گلدستہ مارا، پتلی نے قہقہہ مارا کہ منہ سے شعلہ پیدا ہوا۔ اور گلدستے کو جلایا۔ پھر پتلی آگے

بڑھی اور ہاتھ سے آرسی اتار کر بہار کو دکھائی۔ بہار آرسی دیکھ کر مثل بید برگ کے تھرتھر کانپی، آخر سنبھلا نہ گیا بیہوش ہو گئی۔ چپلی نے کمر نیچے سے تھام کر پرواز کیا۔ اس وقت لشکر میں بہار کے، غریو ہوا اور نافرمان و سرخ مو وغیرہ نے ناریل و ترنج صدہا اس ہم شبیہ بہار پر مارا ہے لیکن جب اس نے قہقہہ مارا ناریج وغیرہ شعلہ دہن سے جل گئے۔ مصور نے جب سارے لشکر کو عدو کے حملہ کرتے دیکھا۔ صندوقچہ سے سب کی تصویر نکال کر زمین پر پھینکیں کہ وہ صورت رعد، برق، شکیل طاؤس، بلائی اور مخمور وغیرہ کی بن کر لڑنے لگیں۔ اب جو سحر کہ مخمور کرتی ہے وہی ہم شبیہ مخمور کرتی ہے۔ لشکری بہار کے قتل ہوتے ہیں پھر تو مصور نے مظلم کو ہوشیار کر دیا اور چپلی سے بہار کو لے کر قید کر کے ترش پڑ کر حملہ کر کیا۔ لشکر بہار پر عجب مصیبت پڑی کہ مرنے لگے۔ دم محبت کا بھرنے لگے۔ شور نشور قیامت بپا ہوا۔ کوئی مر کر گرا، کوئی نیم جان ہو کر تڑپا تھا۔ مصور قتل کرتا ہوا۔ صف لشکر پر آ گرا اور مردے پر مردا گراتا ہوا ساتوں صفوں کو توڑ کر پشت لشکر پر نکلا۔ پھر دوسری صف پر جو گرا، ہلاک کرتا ہوا زد پر لشکر کے نکلا۔ لیکن بہادروں نے بھی مرنا گوارا کیا، لیکن میدان سے کنارا نہ کیا۔ بارگاہ کی حد نہ چھوڑی۔ دونوں لشکر مل گئے گرگے فولادی ہزاروں مصور پر مارے مگر یہ بنیرہ سامری ہے کوئی چوٹ اس نے نہ کھائی اور ہم شبیہوں کو للکارا: "ہاں اپنی اپنی صورت کے سرداروں کو گرفتار کرو۔ پتلیاں یہ نعرہ سن کر سحر کی نیرنگیاں دکھانے لگیں۔ اب تکلف یہ ہوا کہ رعد جس طرح چیخ مارتا ہے اسی طرح ہم شبیہ بھی اس کا چیختا ہے کہ بہار کے لشکر کے ساحر بیہوش ہوتے ہیں گویا پتلیاں ان سرداروں کا عکس ہیں کہ جو فعل یہ کرتی ہیں وہی وہ بھی کرتی ہیں۔ ان کا فعل ان پر اثر کرتا اور ان کا جادواں پر تاثیر نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ انسان میں وہ جادو کی پتلیاں ہیں۔ لشکر کی حالت ابتر ہے۔ مظلم فوج لے کر گرا ہے کشتوں کے ڈھیر لگے ہیں۔ وہ رن پڑا ہے کہ ترک فلک نے بایں ہمہ دیدا نہ سالی کبھی نہ دیکھا تھا

وہ سینے تھے جو آئینے سے بھی صاف
مشبک ہو گئے تیروں سے تاناف
مشبک ہو گئے تیروں سے تاناف

وہاں سر کاٹے بیٹھے تھے بدخواہ
گل تر بار جس چھاتی پہ تھا آہ

بچانا جان کا سمجھے غنیمت
ہزیمت کی پھر آئی ان کو غیرت

کہ ہوئے ننگ کیونکر یہ گوارا
نہیں اپنے لیے جز مرگ چارا

غرض سمجھے ہر اک جینے کو زحمت
بھری دل میں ہوائے جنت

یہ کیفیت عیاران اسلام نے پہاڑوں پر چڑھ کر مشاہدہ کی اور اپنے لشکر کے حال پر نہایت افسوس کیا۔

عمرو نے کہا: "اب ہمارے لشکر کو شکست فاش ہوا چاہتی ہے۔ غنیمت ہے جو سپہ سردار کا لشکر اس قدر قوی ہے۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو اس لڑائی کو روکے اور فوج عدو کو بھگائے۔"

عیاروں نے گردن جھکائی اور عمرو کی بات کا جواب نہ دیا۔

قران عرض کی: "اگر ارشاد ہو تو میں جاؤں۔"

عمرو نے اس کی پشت پر ہاتھ پھیر کر کہا: "تو نظر کردہ شاہ مرداں شیر یزداں ہے اور میری نیابت کو ہے۔ یہ لڑائی ختم کر تو میرا جاں بخش ہے۔ جب میں گرفتار ہو

جاؤں تو مجھے چھڑانے جانا۔"

یہ کہہ کر فی الفور صورت ایک ساحر کی ایسی بنائی اور برق کو حکم دیا: "دوڑ کر جا اور مطیعوں میں سے ایک جادوگر کو بلا لا۔ برق بموجب حکم دوڑ کر گیا۔ اتفاق سے مرغ مو لڑتی ہوئی کنارے لشکر کے آ گئی تھی اس سے کہا: "چلو خواجہ تم کو بلاتے ہیں۔

مرغ مو نے بہرا امتحان کہ اصلی برق یہ ہے یا نہیں انگوٹھی اپنی اتار کر پھینکی اس کا اٹھا لے تو میں آؤں۔ برق نے اٹھا لی۔

مرغ مو طاؤس اڑ کر اس کے پاس پہاڑ پر آئی۔ عمرو نے کہا: "تم تخت سحر اپنا مجھ کو دو اور جب میں سوار ہو کر چلوں تو تخت کو رواں دواں کرو' کہ جہاں میں جاؤں تخت رواں ہو۔"

مرغ مو نے جھولے سے ماش کا آٹا نکال کر چار پتلیاں بنائیں اور تخت خواجہ کو دیا اور کچھ فسوں پڑھا کہ پتلیوں نے انسانی جسم پیدا کر کے پر شانوں پر نکالے اور تخت کو اٹھا لیا۔ عمرو بشکل ساحر تخت پر بیٹھا۔ منقل آتشیں سامنے رکھ لی تصویریں سامری و جمشید کی گلے میں ڈالیں۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ایک بلائے سیاہ ہے جو تخت پر دانت نکالے بیٹھی ہے

بھنگ پی کوئی ہے جیسے مست
ہمت آ ساقی و طاقت پست

آنکھیں پر قہر بھونڈی صورت ہے
ساری انداز پر کدورت ہے

اک قیامت تھی اس کی چتون میں
مار کی طرح زہر گردن میں

سر تا پا اس چرخ مکاری
تھا سیاہ فام اور جثہ بھاری

جسم تھا نارنج ادا قد تھا
بد نما تھا تو طرز بھی بد تھا

مار گردن میں اس کی پوشیدہ
جو کوئی دیکھے ہو وہ رنجیدہ

اصل مطلب یابیں بیت بد تخت کو چیلوں سے روانہ کر کے بیچ لشکر میں جا کر نعرہ زن ہوا: "میں ملک الموت جادو ہوں۔ اے مصور خیرہ سر اپنی سب چیلوں کو اٹھا کر کے بھیج میرے مقابلے کہ میں ذکر عمرو نامدار کا ہوں۔"

مصور تو بہر مست زد و کشت کرتا پھرتا تھا۔ اس کا نعرہ سن کر اپنی چیلوں کو قریب آ کر للکارا: "لینا اس کو" جتنے ہم شبیہ کو لشکر بہار کے لیے اس نے بنائے تھے۔ سب عمرو نے حملہ آور ہوئے۔

عمرو نے جھولے سے شیشہ آب سحر نکالا۔ (ناظرین کو یاد ہو گا) اس کو ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں کہ افراسیاب نے ایک ساحر ہوشیار جادو نامی کو دو شیشے آب سحر کے دے کر لڑنے کو بھیجا تھا۔ اس ساحر کو قتل کر کے عمرو نے شیشہ ہائے آب حاصل کیے تھے اور اسی پانی کا ایک چھینٹا مخمور کے منہ پر مکان برق مخمر جادو میں بھی لگایا تھا۔ قصہ مختصر وہ پانی ساحر زبردست کو بیہوش کر دیتا ہے اور سحر کو باطل کر دیتا ہے۔

بس جیسے ہی تصویریں اس پر حملہ زن ہوئیں اس نے وہی آب سحر لے جو قریب آئی چھینٹا مارا کہ بجق سے ایک شعلہ پیدا ہوا اور تصویر جل گئی۔ لشکریان مظلم و مصور نے پھر تو عمرو پر ہجوم کیا۔ اس وقت سرداران لشکر شریک اسلام نے دیکھا کہ ایک ساحر جو ہمارا طرفدار ہے ساری فوج اس پر گرا چاہتی ہے یہ دیکھتے ہی جانیں اپنی لڑا دیں اور

چاروں طرف سے بیٹھے اپنے سپر کئے کہ کوئی پشت و پہلو پر سے آ کر حملہ نہ کرے اور تصویروں نے ہر سمت سے آ کر آرسیاں اتار کر ہاتھ سے عمرو کو دکھائیں۔ عمرو نے اس وقت منڈھی نکال کر چھتری کی طرح سایہ فگن کر لی اور اپنے سرداروں سے کہا:

"تم سب میری حفاظت نہ کرو' میں ایسا ویسا آدمی نہیں ہوں جو لاکھ دو لاکھ سے اکیلا نہ لڑوں اور کسی کا حربہ مجھ تک پہنچ جائے۔"

سردار حیرت ناک ہوئے اور لڑنے لگے ادھر پتلیاں جب آرسیاں دکھا چکیں' ترشول پکڑ کر حملہ آور ہوئیں جو قریب آئی یہ دیکھا۔ اچانک سب سحر کی شبیہیں ہیں اس وجہ سے یہ برکت اعجاز جناب دانیال علیہ السلام جل کر راکھ ہو گئیں۔

یہ تصویریں تھیں جل گئیں۔ جاندار یعنی انسان ہوتیں تو منڈھی میں الٹی لٹک جاتیں۔ لہذا جب تصویریں جل گئیں تو سردار جو بوجہ ان تصویروں کے بدحواس و پریشان تھے اور ان کا سحر حریف پر کارگر نہ ہوتا تھا۔ اب سب کے حواس درست ہوئے اور رعد چیخیں مارنے لگا اور برق مشتحر چمک چمک کرنے لگی۔ مخمور نے جام زریں پھینکا کہ ساحر مست ولا یعقل ہونے لگے اور اسی طرح سب سردار بڑھ کر آگے حربے کرنے لگے۔ بگڑی لڑائی بن گئی فضل خدا سے

"بگڑی بنجاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہے"

عمرو نے مصور کو ڈانٹا' اے بے حیا تو کیا بیہودہ ساحری ہے کہ میرے مقابلہ سے ڈرتا ہے۔"

مصور شیر آتشیں اڑ کر سامنے آیا اور کہا: "اے تو نے بڑا غضب کیا کہ میری تصویریں جو ایک مدت میں تیار ہوئیں تھیں۔ جلا دیں۔" یہ کہہ کر ناریل کا سحر مارا کہ وہ شق ہوا اور چار پتلے تلواریں لیے نکل کر عمرو پر چلے۔ عمرو نے ایک چھینٹا پانی کا مارا کہ پتلے سب جل کر غائب ہوئے عمرو نے تخت آگے بڑھایا اور کہا: "لے اس کو"

یہ کہہ کر چھینٹا پانی کا منہ پر مارا کہ مصور بیہوش ہو کر شیر پر سے گرا' قلابازیاں کھاتا

ہوا سمت زمین چلا۔ یہ ماجرا دیکھ کر تدرو اس کی صورت نثار مانند برق بسرعت تمام چک کر گری اور پنجے میں۔ داب کر مصور کو لے گئی اور بیہوش دیکھ کر سوچی کہ یہاں سے میں اس کو اگر لے کر ٹھہروں گی تو حریف فرصت نہ دے گا۔ یہ مارا جائے گا۔ یہ سوچ کر سمت صحرا لے گئی اس کے چلے جانے سے پاؤں لشکر کے اٹھ گئے اور شیران بیشہ شجاعت نے شمشیر سحر لے کر قتل و غارت کا آغاز کیا۔ فوج عدو میں بھگدڑ پڑ گئی۔ یہ سب ماجرا برج گنبد نور پر سے شاہ طلسم نے دیکھا اور بیتاب ہو کر اٹھا کہ جا کر اس ساحر کو جس نے مصور کا یہ حال کیا قتل کروں۔ مگر ملکہ حیرت نے کہا: "آپ بزور سحر دیکھئے تو یہ ساحر کون ہے اور کیسا سحر کرتا ہے' جو مصور ایسے ساحر کو اس نے بیہوش کر دیا۔ شاہ نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ کچھ پتلے پیدا ہوئے۔ اس نے حکم کیا: "کتاب سامری لاؤ۔"

پتلے جا کر کتاب لائے۔ اس نے اس میں دیکھا لکھا تھا یہ ساحر نہیں' عمرو عیار ہے اور شیشہ ہائے سحر آپ جو تو نے اول اپنے ملازم ہوشیار جادو کو دیئے تھے۔ وہ اس کے پاس ہیں۔"

یہ دیکھ کر کتاب بند کی اور منہ پیٹ لیا اور حیرت سے سب حال کہا اور کہا: "اس کا توڑ ہر چند کہ میں جانتا ہوں' لیکن کتاب سے لڑنے کو جانے کے لیے ممانعت نکلی ہے اور دوسرے فوج بھی بھاگ کھڑی ہوئی ہے اور شام بھی ہو گئی ہے۔ تم جا کر طبل امان بجوا دو۔"

یہ کہہ کر فرط ندامت سے آپ بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا اور حیرت طاؤس پر سوار ہو کر تخت لشکر چلی' اس عرصہ میں یہاں لاشے ڈھیر ہو گئے تھے۔ ہزاروں ساحر مارے گئے تھے۔ پسپا ہو کر پڑاؤ پر تلوار چل رہی تھی۔ عمرو جال پر جال مار کر لوٹ رہا تھا۔ ہنگامہ برپا تھا۔ یقین تھا کہ بارگاہ وغیرہ حیرت و مصور کی لٹ جائے اور بہار کو سب سردار چھڑا لیں۔ اس وقت حیرت آ کر پہنچی اور حکم دیا: "جلد طبل بازگشت بجے اس کے لشکر

بہادر ساحر پائے ہمت گاڑے لڑ رہے تھے انھوں نے فوراً طبل بجوایا۔ صدا اس کی ہر ایک بہادر کے کان میں پہنچی معلوم ہوا کہ حریف پناہ مانگتا ہے۔ اپنے یہ بھی خستہ و شکستہ تھے دوسرے رات ہو رہی تھی۔

آخر لشکر جانبین کے خیمہ گاہ کی جانب پھرے اور ملک الموت جادو کا سب نے شکریہ کمال درجہ ادا کیا۔ لشکر پڑاؤ پر پہنچ کر آرام گیر ہوا۔ سردار داخل بارگاہ ہوئے۔ اسی وقت شرخ مو بارگاہ میں آئی اور عمرو کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ عمرو ہنس پڑا۔ اس وقت سب کو ظاہر ہوا کہ یہ عمرو ہے۔ سب نے نذر دی اور تعریف کی۔

ادھر حیرت جب بارگاہ میں آئی صورت نگار بھی مصور کو لیے داخل بارگاہ ہوئی۔

لیکن افراسیاب یہاں سے اڑ کر چاہ سامری پر گیا۔ انشاء اللہ بروقت فتح طلسم ان مقاموں کا حال بیان کیا جائے گا غرض اس کنوئیں سے پانی بھر کر باغ سیب میں لایا اور ایک چیلا طلسم کا طلب کر کے ایک کوزہ آب اس کو دیا کہ بارگاہ حیرت میں لے جائے تاکہ مصور پر چھڑک کر ہوشیار کریں۔ چیلا وہ پانی لے کر حیرت کے پاس آیا۔ پیام شاہ عرض کیا۔ مصور بیہوش پڑا تھا۔ یہ پانی لے کر حیرت نے مصور پر چھڑکا وہ ہوش میں آیا اور غسل کیا۔ لباس تبدیل کر کے بارگاہ میں آیا۔ اتفاق سے صرصر عیارہ سامنے حاضر تھی۔ اپنی شکست کی خجالت اس پر غصہ کر کے مٹائی: "عمرو کیسی کیسی عیاریاں کرتا ہے۔ مگر تجھ سے کچھ ہو نہیں سکتا۔"

صرصر نے عرض کیا: "آپ خفا نہ ہوں۔ میں عیاری کرنے جاتی ہوں۔" یہ کہہ کر روانہ ہوئی۔ اس نے ضرغام کو دیکھا کہ اپنے لشکر سے نکل کر کسی طرف جاتا ہے۔

بس فی الفور ضرغام کی سی صورت بن کر بارگاہ اسلام میں آئی۔ دیکھا عمرو کرسی پر متمکن ہے۔ سردار جمع ہیں۔ اس نے دل سے تصور کیا: "عمرو کو یہاں اٹھا کر باہر لے چل اور بن پڑے تو پکڑ لے جا۔"

یہ سوچ کر قریب گئی اور کہا: "خواجہ آپ غافل کیا بیٹھے ہیں۔ بہار کو مصور مارے ڈالتا ہے۔ عمرو یہ سنتے ہی بیتاب ہو کر اٹھا اور بولا: "افسوس"

اور چلا کہ جا کر عیار کروں۔ صرصر ساتھ ہوئی۔ عمرو نے انداز رفتار اور طرز شکل سے پہچانا کہ صرصر ہے۔ پکارا: "اے یار دلنواز میں تیری تنہائی میں بلا کر لے جانے کے نثار وہاں لے جا کر وصل سے اپنے شاد کام فرمانا۔"

صرصر ان باتوں سے جست کر کے سمت صحرا بھاگی لیکن اس نے تعاقب اس کا نہ چھوڑا اور صرصر بھی صحرا میں پہنچ کر خنجر لے کر مستعد جنگ ہوئی۔ آخر دونوں گتھ گئے خنجر چلنے لگا عین گرمی جنگ میں صرصر نے کہا: "کیوں اے عیار بہار کے قید ہونے سے دل کو تو چوٹ لگی ہو گی۔"

عمرو بولا: "اب تجھے پکڑ کر اپنا مطلب نکال لوں' تو بہار کو جا کر چھڑاؤں۔"

صرصر کوسنے لگی: "تجھ مطلب نکالنے والے کو گہری گور میں توپوں۔ موئے آئینہ اگر میسر نہ ہو تو پیالی میں پیشاب کر کے ذرا اپنی صورت دیکھ۔"

عمرو نے کہا: "مجھے وہی پیالی درکار ہے جس میں پیشاب کروں۔"

صرصر بولی: "منہ بنا حواس میں آ بیہودہ گوئی نہ کریں تیرے منہ لگنے کے قابل نہیں ہوں۔"

عمرو نے جواب دیا: "میں تو قابل ہوں۔" صرصر جھینپ گئی اور فرط حیا سے آنکھیں کر کے بولی: "کیا نگوڑا منہ پھٹ بےحیا ہے۔ میں تجھ سے بات نہیں کرتی۔ اب میں جا کر بہار کا پہرہ دیتی ہوں۔ جب جاؤں تو تو آ کر چھڑا لے جائے۔"

اس سے صرصر کی مراد یہ تھی کہ عمرو کو باتوں میں لگا کر وہاں لے جاؤں تاکہ مصور بزور سحر گرفتار کرے۔ غرض یہ کہ عمرو نے جب یہ گفتگو سنی کہا: "اے صرصرا خواہ تو اس امر میں مبالغہ کرے یا نہ کرے میں بہر رہائی بہار ضرور جاؤں گا۔"

اس نے جواب دیا: "شرط یاری ہے اور وفا داری بھی یہی ہے کہ اپنے رفیق اور دوست کو اسیر نہ دیکھ سکے۔"

حاصل مرام بعد عہد و پیمان کے صرصر جست کر کے روانہ ہوئی اور عمرو بھی موافق وعدہ کے روانہ ہوا راہ میں برق و قران کو خطاب عمرو بارگاہ سے یہ بھی چلے تھے ملاقات

ہوئی۔ اس نے سارا ماجرا شرط بہائی بہار کا بیان کیا۔ یہ دنوں بھی لشکر حریف کی طرف چلے۔

لیکن عمر جب قریب لشکر عدو پہنچا۔ پگڑی پیچ دار سر پر رکھی۔ چپکن پہن کر عصا ہاتھ میں لے کر بصورت چبدار دربارگاہ مصور پر آیا۔ وہاں مصور نے بہار کو بلا کر عتاب و خطاب کا آغاز کیا تھا کہہ رہا تھا: "دیکھ تو کس عذاب الیم سے تجھ کو قتل کرتا ہوں اور بہار کہا تھی کہ اپنی خیریت مناؤ۔ عمرو تو یہاں تشریف لایا چاہتے ہیں۔

صورت نگار نے کہا: "ہم تصویر دیکھا کریں گے اور اس نابکار کو بھی گرفتار کریں گے۔"

اس گفت و شنید میں تھے کہ صرصر آئی' لیکن عمرو کو یہ شکل چبدار دیکھتی آئی اور چپکے سے مصور کو آگاہ کیا: "عمرو دروازے پر آیا۔ لیکن عمرو نے بھی صرصر کو اپنے تئیں جاتے دیکھا تھا۔ جو وہ اندر گئی یہ عصا اور چپکن وغیرہ زنبیل میں رکھ کر بت کشتی سے نابشانہ باندھ کر دھوتی باندھے بہ شکل ساحر ٹھہرا رہا۔

مصور نے باہر آ کر ایک آدمی سے پوچھا: "کہ کوئی چبدار یہاں کھڑا تھا کسی نے اقرار نہ کیا۔

صرصر سے کہا: "اری کس کو عمرو بتاتی ہے وہ کہاں گیا۔"

صرصر بھی ہر طرف نگران ہوئی۔ اس وقت عمرو نے آگے بڑھ کر مصور سے کہا: "حضور اس قدر حیران کیوں ہیں۔ تصویر کو دیکھئے آپ ہی معلوم ہو جائے گا کہ عمرو کہاں ہے۔"

مصور نے اس کو کہنے سے تصویر دیکھی اس میں معلوم ہوا کہ یہی عمرو ہے۔ تصویر دیکھ کر سر اونچا کیا اور عمرو نے ایک دھول صرصر کے لگائی اور گلیم اوڑھ لی نعرہ کیا: "میرا نام عمرو ہے" حاضرین ساحرو کے ہوش اڑ گئے۔

مصور خفیف ہو کر بارگاہ میں آیا۔ صرصر نے سب ماجرا بیان کیا' اس طرح جد کر کے میں عمرو کو لائی ہوں۔ تاکہ حضور پکڑ کر قتل کریں۔ لازم ہے کہ آپ ہر وقت تصویر دیکھیں۔"

مصور نے کہا: "کہاں تک وہ تصویر دیکھی جائے آخر میں بھی تو احتیاج بشری رکھتا ہوں۔"

صرصر نے کہا: "وہ دعویٰ کر کے آیا ہے۔ آپ جائیے علیحدہ بیٹھیے کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیجئے۔"

مصور کو یہ رائے پسند آئی اور الگ خیمہ خالی کرا کے جا بیٹھا۔ دو خدمت گار کاروبار کے لیے ساتھ لیے اور صرصر کو پاس بٹھا لیا۔ لیکن اس جلدی میں کوئی سامان راحت ساتھ نہ لایا تھا خدمت گاروں کو بھیجا: "جا کر کشتیاں شراب کی لے آؤ" وہ بموجب حکم باہر خیمے کے نکلے۔ عمرو گھات میں لگا ہوا تھا بہ شکل ساحر قریب آیا اور کہا: "بھائی میں نے عمرو کو بیرون لشکر دیکھا ہے مگر عیار زبردست ہے۔ میں تنہا ڈرتا ہوں ساتھ چلو تو گرفتار کر دوں' خدمت گاروں کو لالچ آیا کہ عمرو کے گرفتار کرنے سے انعام وافر پائیں گے۔ اس طمع میں ساتھ چلے جب لشکر سے نکل کر تنہائی میں آئے۔ عمرو نے کچھ میوہ نکال کر دیا کہ لو کھاتے چلو وہ کھا کر بیہوش ہوئے۔ دونوں کے کپڑے اتار کر ایک کی ان میں سے صورت بن کر ان کو کسی غار میں ڈال دیا۔

اور وہاں سے خیمہ میں مصور کے پاس آیا۔ مگر صرصر موجود تھی۔ اس نے دیکھتے ہی پہچانا۔

مصور سے کہا: "خدمت گار سے ہوشیار"

مصور حیران ہو کر ابھی توجہ نہ ہوا تھا کہ عمرو نے دوڑ کر ایک دھول اس کے بھی لگائی اور نعرہ کر کے بھاگا۔ مصور ٹوپی سنبھالتا رہ گیا۔ عمرو باہر گوشے میں جا کر دوسرے خدمت گار کے کپڑے پہن کر اور اسی کی ایسی صورت بن کر خیمے میں آیا۔ مصور باتیں صرصر سے کر رہا تھا۔ اس کا کچھ خیال نہ کیا۔ سر پہ آ کر رومال جھلنے لگا۔

اتنے میں صرصر نے کہا: "حضور مقرر بہار کو عمرو چھڑا لے جائے گا۔ آپ دیکھتے ہی کیا کیا وہ زیادتیاں کرتا ہے۔"

مصور بولا' کیا مجال اب جو آ سکے۔"

عمرو جو سر پہ کھڑا ہے ایک دھول مار کر بولا: "کیوں بے بھول گیا' جوتیاں کھائے۔"

صرصر نے کہا: "حضور لیجیے گا یہ تو سر پر کھڑا ہے۔" عمرو نے چاہا کہ گلیم اوڑھ لوں۔ لیکن مصور نے اتنا جلد سحر کیا کہ عمرو کے دست و پا بےحس و حرکت ہو گئے۔ اس نے گرفتار کر لیا۔ صرصر نے کہا: "مبارک ہو۔"

مصور نے اپنا مالا موتیوں کا اس کو انعام میں دیا مگر حال سنیے کہ برق اور قران بھی لشکر میں آئے تھے۔ ان میں سے برق خدمت گار بن کر بارگاہ میں مصور کی آیا۔

اینک سب خیال گرفتاری عمرو رکھتے تھے۔ کسی نے اس کی جانب توجہ نہ کی جس وقت کی مصور ساحر کر الگ خیمہ میں گیا۔

صورت نگار کو بھی خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو مجمع میں عیار چلے آئیں اور آ کر یہاں مجھ کو ستائیں۔ یہ سوچ کر حکم دیا کہ دربار برخاست سب چلے جائیں کوئی یہاں نہ ٹھہرے اور بہار کو زندان میں ٹھہرا کر مظلم سے کہا: "تم حفاظت اس کی کرنا۔"

غرض یہ کہ بارگاہ میں کوئی نہ رہا۔ صرف برق ٹھہرا رہا جب صورت نگار نے اس کو دیکھا: "کہا:" تو کیوں ٹھہرا رہا۔"

برق نے کہا: "مجھے کچھ عرض کرنا ہے۔"

اس نے کہا: "جلد کہہ اور باہر جا۔" برق دوڑ کر قریب آیا اور ہاتھ میں بیہوشی خوب بھر رکھی تھی۔ ایک تھپڑ منہ پہ مارا کہ صورت نگار بیہوش ہو کر گری۔ اس نے وہیں بیٹھ کر کپڑے اس کے اتارے اور صورت اس کی اپنی بنا کر اس کو قنات میں لپیٹ کر کھڑا کر دیا اور آپ چلا کہ مصور کو جا کر پکڑ لوں جب بارگاہ کے باہر آیا شور عمرو کے گرفتار ہونے کا سنا دل سے کہا۔" ایک نہ شد دو شد۔ بہار تو قیدی ہی تھا استاد بھی پھنسے خیر چلو تو دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح در خیمہ پہ آیا وہاں صرصر موجود تھی۔ یہ سمجھا کہ اگر آنکھ سے آنکھ مل گئی تو صرصر مجھے پہچان لے گی۔

یہ سوچ کر آنکھ پر ہاتھ رکھ کر اوئی کہہ کر بیٹھ گیا: "ہائے ہائے میری آنکھ میں کچھ پڑ گیا۔ مصور دوڑ کر قریب آیا۔ گود میں اٹھا کر مسند پہ لا کر بٹھلایا کہا: "صاحب دیکھیں تو کیا پڑ گیا۔ کٹورے میں پانی لبریز بھر کر منگاؤ کہ اس میں آنکھ کھولیں' جو کچھ

ہو گا کل جائے گا۔"

صرصر پانی لینے دوڑی مگر سوچی ایسا نہ ہو کہ صورت نگار میں کچھ فتور ہو گیا اب ایسا کچھ آنکھ میں پڑا ہے کہ آنکھ کیسی منہ تک نہیں کھولتی۔ یہ سوچ کر چاہتی ہے کہ بڑھ کر مصور سے کہے کہ آپ سحر سے دریافت کیجئے یہ آپ کی بی بی نہیں ہے۔ ہنوز لب ہلنے نہ پائے تھے کہ پشت پر سے حلقے کمند کے پڑے یہ الجھ کر گری قران چھدار بن کر اس فکر میں ہمراہ صورت نگار کے داخل خیمہ ہوا تھا کہ چل کر مصور کے ایک بغدا لگاؤں۔

اس وقت صورت نگار کو نخرے کرتے دیکھ کر یہ سمجھگیا کہ برق عیار ہے تامل پذیر ہوا کہ اس کی عیاری دیکھ لو۔ اسی تماشا میں تھا کہ صرصر جو آگے بڑھی سمجھا کہ پردہ فاش کرے گی۔ بس کمند مار کر اس کو گرایا۔ صرصر چیخی کہ: "حضور دوڑیے۔" قران گود میں اٹھا کر باہر لے گیا۔ صرصر نے لشکریوں سے کہا: "ارے مجھے کو چھڑاؤ۔" جو قریب آیا قران نے کہا: "جو کوئی اس مقدمہ میں بولے گا مورد عتاب سلطانی ہو گا یہ عیار ہے جو عمرو اور بہار کو بصورت صرصر چھڑانے آیا تھا اس کے فقرے پر نہ جاؤ" حضور نے گرفتار کر مجھے دیا ہے کہ سرا اس کا کاٹوں "لشکری سمجھے کہ بیشک یہ سچا ہے سب کنارے ہوئے۔

ادھر مصور اٹھ کر چاہتا تھا کہ دوڑے برق نے دامن پکڑ لیا کہا: "واہ صاحب واہ تمہیں عیار بنگی بڑی پیاری ہوئی جو مجھ کو اکیلا چھوڑ کر چلے دوسرے یہ کہ مقدمہ عیار کا ہے ہر بار زک اٹھاتے ہو اور پھر وہی باز نہ آ کر کرتے ہو۔ کسی دن تم پہ بچ جائے گا جب ماضی ہو گے۔ عیار عیار کو پہچان کر پکڑ لے گیا۔ آپس میں کی بدی ہو گی کہ ہم تجھ کو پکڑ کر بھاگیں جو چھڑانے پیچھے آئے گا اس کو دوسرا عیار مار ڈالے گا۔ اس وت کوئی تمہاری فکر میں لگا ہو گا۔ لے جا کر دیکھ لو۔ جان پر بن جاتی ہے یا نہیں۔"

مصور یہ تقریر سن کر مارے ڈر کے بیٹھ گیا۔ ادھر قران نے جنگل میں صرصر کو لے

جا کر کہا: "استانی اب تم بہت چل نکلی ہو۔ کیوں اکیلے میں مصور کے پاس کیوں بیٹھی تھی ہے۔ شرط کہ ناک کاٹ ڈالوں۔"

مرمر لگی کہنے کہ تیری استانی غارت ہو۔ موئے دکا کی مار تجھ پر کیا قرق جتاتا ہے۔ تیرے استاد کا مردہ نکلے لاش کھٹیا پر مچھچاتی جائے۔"

قران نے کوشا حسن کو منہ پر بٹھا بیہوشی کال دیا کہ یہ بیہوش ہو گئی۔ ایک غار میں اس کو ڈال کر آپ پھر لشکر مصور میں آ ٹھہرا۔ اس طرف برق نے مصور سے کہا: "یہاں عیاریاں ہوتی ہیں۔ لاؤ عمرو اور بہار کو میرے حوالے کرو کہ پاس شاہ جادواں کے لے جاؤں۔"

مصور اس کے کہنے سے خوفناک ہو کر ٹھہرا تھا اس کلام کو سنکر کیا ہوا کہ میں تمہیں بلا میں پھنساؤں عیاروں کے ہاتھ سے قتل کرواؤں میں تو قیدیوں کو تمہارے سپرد کروں۔"

صورت نگار اس انکار سے بگڑ گئی اور آنکھوں سے آنسو بھر لائی اور مصور نے گلے سے لگا کر کہا: "اے جان جان! خفا کیوں ہوئی اس نے کہا: "چلو ہٹو' ہم کو غیر سمجھ کر قیدیوں کے دینے میں کیا کیا حیلے اور بہانے آپ نے کئے۔ اچھا تم جانو تمہارا کام جانے' میں غیر مجھ سے کیا مطلب۔"

یہ کہہ کر دامن جھٹک کر اٹھی۔ مصور نے اٹھ کر گود میں لے لیا اور کہا: "ناراض نہ ہو۔ تم مختار ہو میری جان کی' قیدی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔" یہ باتیں بنا کر در خیمہ پر آیا ملازمین سے بہار کو منگایا۔ عمرو تو موجود ہی تھا۔ دونوں پر سے سحرا اپنا دفع کر کے کہا: "لو اپنے سحر میں انہیں گرفتار کر لو۔"

صورت نگار اٹھ کر قریب عمرو کے آئی اور ہار گلے سے اتار کر دونوں گردن میں پہنانے میں چپکے سے کہا: "میں ہوں برق' میرے کہنے پر عمل کرو تا کہ کہ معلوم ہو مسحور بسحر یہ لوگ ہیں۔"

غرض یہ کہ ہار پہنا کر حکم کیا: "اے مجرموں! میرے ساتھ ساتھ آؤ۔ بموجب حکم دونوں ساتھ ہوئے۔

مصور نے کہا: "اے ملکہ تخت پر سوار ہو کر جاؤ۔ باغ جب تک تم سے نہ چلا جائے گا۔"

برق نے کہا: "میں باہر جا کر تخت پر سوار ہوں گی، لیکن قیدی میرے سحر سے آپ دوڑتے چلے آئیں گے۔"

یہ کہہ کر خیمے سے جب باہر گیا۔ بہار نے کہا: "اے برق میرا جی چاہتا ہے کہ اپنے تئیں ظاہر کر کے ان بدکرداروں کو سزا دوں۔"

برق بولا: "بسم اللہ۔"

بہار نے ایک ناریل سحر کا بارگاہ مصور پر مارا کہ شعلہ پیدا ہوا۔ اور بارگاہ جلنے لگی۔ بہار نے نعرہ کیا۔ شور ہوا۔ ساحر دوڑے عمرو نے بھی جال مار کر لوٹنا شروع کیا۔ برق بھی نعرہ کر کے خنجر کھینچ کر لڑنے لگا۔ مصور خیمے کے باہر نکل آیا۔ ایک جانب مظلم دوڑا

بہار نے جب یورش زیادہ دیکھی۔ سحر پڑھ کر دستک دی اور پکاری: "اے بہار آؤ۔" دفعۃً سب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جو دیکھا عجب عالم نظر آیا کہ ایک میدان میں چاردیواری طور کی سراسر نور کی کھنچی ہے اس کے اندر چمنستان سرسبز و شاداب گل و بار سے لدے ہیں اپنی تازگی اور نزہت کے روبرو خاک حسرت دیدہ روضۂ ارم میں ڈالتے ہیں۔ درخت تمام گلہائے رنگا رنگ سے جفت طاؤس ہیں اور پھل اپنی زرنگاری سے فروغ بخش تاج کاؤس

بلبل شاخ شجر پہ بیٹھی
آنکھ آتش گل پہ سینکتی تھی

کوئل نہیں اس گھڑی تھی کوکی
آواز تھی قدس سرو کی

اودی اودی گھٹائیں آئیں
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں

مانند سر شک بادل امڈے
جس طرح سے جنگ کو دل امڈے

سبزہ جوبن دکھا رہا تھا
جو کھیت تھا لہلہا رہا تھا

ہوائے سرو کے جھونکے تمام لشکریوں کو لگے دیوانہ وار اسی بوستان سحر کی سمت چلے جب اندر آئے اس رشک گلزار سراپا بہار کو ہمراہان ناز و انداز کھڑے دیکھا

جوبن کا ابھار سینہ پر تھا
پھل نخل مراد میں لگا تھا

روشن تھے گلابی یا کنول تھے
پھولے دریا میں دو کنول تھے

وہ لعل تھے یا دو واژگوں درج
یا قلعہ رنگ و حسن کے برج

اس پر پڑی نگاہ جو اک بار
بیہوش ہوا ہر ایک ہوشیار

رنگ رخ لالہ گوں ہوا زرد

دل بیٹھ گیا مگر ہوا درد

دل زلف کے پیچ و خم میں اٹکا
شانہ پہ شانہ بن کے لٹکا

مصور اور مظلم وغیرہ سب بے تابیاں کرتے منت کنان سمت اس عمارت کر جان کے چلے، مگر ہنگامہ جو ہوا حیرت بھی سوار ہو کر لشکر مصور میں آئی۔ بہار کو باغ و بہار کے سحر کرنے میں مصروف دیکھ کر سیدھی شلہ جادواں کے باغ سیب میں گئی اور پکاری: "فریاد از دست عیاراں فریاد۔"
شلہ ظلم نے پاس بٹھا کر سب ماجرا سنا اور پرواز کر کے چلا۔ اس وقت آ کر پہنچا کہ مصور وغیرہ قریب بہار پہنچ کر منت کر رہے تھے کہ یکایک بجلی چمکی اور نعرہ ہوا، میرا نام افراسیاب ہے نعرہ سن کر بہار سمجھی کہ اب بڑا فساد ہو گا لازم ہے کہ ٹل جاؤں۔ یہ سوچ کر سحر کر کے زمین میں غرق ہو گئی اور عیار و لوٹ رہے تھے بھاگ گئے لیکن مصور وغیرہ بہار کے غائب ہونے سے جو گریباں چاک کر کے شعر عاشقانہ پڑھتے جنگل کی جانب چلے تھے کہ افراسیاب آ کر گرا اور پنجے میں داب کر لے گیا۔ جب بلند ہوا کچھ سحر پڑھا کہ باغ بہار کا لگایا غائب ہو گیا۔ لیکن بہار جو زمین میں شل پیچ زر کے غرق ہوئی تھی۔ قریب اپنے لشکر کے جا کر نکلی اور اینک عمداً اپنا سحر چھوڑ کر گئی جو تھی تو سحر کا رد پڑھتی گئی تھی کہ جو کوئی اس کو دفع کرے تو میں بیہوش نہ ہوں۔ حاصل یہ کہ جب بارگاہ میں سرداروں نے تعظیم دی۔ خوشی کی کرسی پہ یہ جلوہ گر ہوئی۔ جلسہ عشرت کا سامان مہیا ہوا عیار بھی سب آ کر جمع ہوئے۔ مسرت و سرور کے ساتھ بیٹھے۔

- شہزادہ جمہور

ادھر او خلمس سحر دفع کر گیا' ہر ایک کو ہوش آیا۔ لشکر نے قرار پکڑا اور مصور کو شلو طلسم باغ سیب میں لایا۔ کتاب سامری دیکھ کر کہا: "اے مرشد زادے! بی بی آپ کی بارگاہ' میں قنات سے لپٹی کھڑی ہے اور صرصر بیہوش غار میں پڑی ہے۔"

یہ کہہ کر ایک پنجہ سحر کا بھیجا کہ صرصر کو وہ جا کر اٹھا لایا اور ایک ساحر کو بھیجا کہ اس نے جا کر صورت نگار کو قنات سے نکال کر ہوشیار کیا اور کہا: "آپ کے شوہر باغ سیب میں ہیں"

یہ سن کر اس نے بھی لباس تبدیل کر کے راستہ باغ کا لیا۔ جب یہ انتظام ہو چکا' مقلم نے کہا: "اے شہنشاہ! عمرو کو جیسا سنا تھا ویسا ہی پایا۔"

افراسیاب بولا: "اب دو چار دن میں میلا ہو گا' سب بیکری نکل جائے گی۔"

مصور نے کہا: "میرے تن و جان میں آگ لگی ہے شعلے اٹھے ہیں' جی چاہتا ہے کھاپی جان اور نمک حراموں کی جان ایک کر دوں۔"

افراسیاب گویا ہوا: "چند روز تامل کیجئے' کاہے کو تصدیع فرمائیے۔ طرفین کے ساحر مارے جائیں گے۔ کچھ فائدہ نہ ہو گا

مصور نے کہا: "جان جائے یا رہیں' میں تو جا کر ایک بار سحر ادا کرتا ہوں۔ ہر چند کہ تصویریں جو بنائی تھیں وہ گئی گزریں۔ لیکن میرے سحر کی پناہ نہیں ہے۔ بندہ سامری ہوں۔ یہ جنگ بھی یادگار رہے گی۔"

یہ کہہ کر اٹھا شلو جادواں ہر چند مانع ہوا مگر اس نے نہ مانا اور مقلم اور بی بی کو ہمراہ لے کر کہا: "اے حیرت! تم نہ جاؤ اس جنگ سے کچھ نتیجہ بہتر نہ ہو گا۔ مرشد زادے تو بزرگ ہیں' انہیں میں نہیں روک سکتا۔"

حیرت اس کے کہنے سے ٹھہری اور مصور جب داخل لشکر ہوا۔ صرصر بھی اس کے ساتھ

آئی تھی، مگر عیاری میں سمت صحرا چلی گئی۔ لیکن مصور دن بھر ترتیب لشکر میں مصروف رہا جس وقت شام ہوئی، مصور نے نفیر سحر کو دم دیا۔ طبل جنگ لشکر میں بجا۔ طائر سحر کے خبر لے کر خدمت بہار میں آ کر عرض پرداز ہوئے۔

"مصور بے حیا پھر آمادہ مرگ ہوا ہے۔ طبل جنگ بجا کر ملازمان حضور سے لڑنا چاہتا ہے۔"

بہار نے بھی طبل جنگ بجوایا۔ لشکر میں جانبین کے تیاری ہوئی، پھر وہی ہنگامہ شور و شر برپا ہوا۔ رات بھر ساحر سحر جگاتے رہے۔ بہادر ہتھیار سان پر لگاتے رہے۔ کھلا پہروں کھڑا پہر کی پکار رہی۔ اسلحے کی بلند جھنکار رہی جس وقت سحر ہوئی اور دھوپ نے چاروں طرف اپنے پر پھیلائے بہار ملکہ بکرو فر سوار ہو کر مع لشکر نصرت اثر عازم دشت و وغا ہوئی۔ یہ ہوا کا فر فر چلنا اور صحرا میں گلہائے خود رو کی بہار، بہادروں کا تیکھا پن جادو گرنیوں پر ہزار طرح کا جوبن طاؤ سان سحر کا شور، باجوں کا گل لاکھوں طرح کا جنگل گھٹا کا لھنا، بادل کا فوجوں کے انڈنا تیغوں کا کوئل کی طرح کوکنا، رن کے کھیت کا سرسبز ہونا عجب طرح کا سامان تھا۔ جان کے جانے کا سب کو خوف ہر آن تھا۔

غرض یہ جب میدان میں مصارف میں پہنچے۔ اس طرف سے مصور وغیرہ با فوج بیکراں آئے پلٹن اور رسالوں میں پرے جم گئے۔ میدان آئینہ سا صاف اور شفاف ہوا بعد ترتیب صفوف شکر نقیب للکارے، بہادروں کو پکارے کہ "جوانو! سرو گردن تیغ کی لاگ ہے۔ آتش خشم و غضب بھر کی ہے جو نہیں بجھتی۔ یہ وہی آگ ہے۔ آج معرکہ تمہارے ہاتھ ہے۔ شجاعت اور بہادری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر کنارے ہوئے مصور سامنے آ کر پکارا: "اے بہار! تجھے بھی یہ لیاقت ہوئی کہ سامری کا پوتا تجھ سے آ کر مقابلہ کرے۔"

بہار نے پکار کر جواب دیا: "اگر سامری خود ہم سے لڑنے آتا، تو اس مسخرے کو بھی راہ دار البوار کی دکھاتی جب تک دم میں دم رہتا لڑے جاتی اے بے حیا! تجھے شرم نہیں آتی کہ سردار ہمارے لشکر کا نہیں ہے۔ اور تو بے سردار کی فوج پر چڑھ آیا ہے۔"

یہ کلمات سن کر مصور نے پکارا: "اے مظلم حملہ کر' بہار نے بھی اپنے سرداروں کو للکارا: "ہاں قتل و غارت کا آغاز کرو۔"

پھر تو ای ساحر ادھر کا نکلا۔ ادھر سے مظلم آیا۔ دونوں میں نارنج و ترنج چلنے لگے کچھ دیر تک رد و بدل رہی۔ آخر مظلم غالب آیا۔ ساحر بہار کی طرف مارا گیا اور اسی طرح چند ساحر بہار کے زخمی ہوئے۔ بعض جان سے مارے گئے۔

اس وقت نافرمان نے بڑھ کر ایک ناریل مارا کہ مظلم اژدر پر سے اڑ کر علیحدہ ہوا' ناریل اژدر بے پر پڑا کہ وہ جل گیا۔ مظلم ترسول لے کر نافرمان پر پڑا۔ چوٹیں چلنے لگیں۔ اس نے دریا آگ کا پیدا کیا تو اس نے پانی برسا کر بجھایا۔ اس نے سانپ ظاہر کیے تو اس نے طاؤس پیدا کیے کہ وہ سانپوں کو کھا گئے۔ یہ کیفیت مصور نے جو دیکھی فوج کے سرداروں کو للکارا کہ گھیر کر ان چند باغیوں کو قتل کرو اور آپ شیر آتشیں اڑ کر فوج بہار پر حملہ آور ہوا۔ دونوں لشکر باہم مل گئے۔ تلوار سحر کی چلنے لگی جنگ مغلوبہ ہوئی۔

ہوئی یہ کشمکش لشکر میں آخر
قیامت کے ہوئے آثار ظاہر

کہیں بجلی گر رہی تھی کہیں رعد کا شور تھا کسی جا شعلے بلند تھے کہیں مینہ کا زور تھا کہیں دریا ظاہر ہو کر طوفان خیز تھا۔ کہیں ابر سرخ شرر ریز تھا کہیں مار و عقرب باہم گتھے تھے۔ کہیں گینڈے سے وفیل سر جوڑے تھے۔ ساحروں کے مرنے سے جو غل مچاتے تھے بادصر چلتے تھے کبھی خاک برستی تھی کبھی برفباری تھی۔

مصور اپنکر تیرہ ساحری ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ لشکر حریف غالب آنا چاہتا ہے۔ فوراً شیر پر سے اتر کر زمین پر آیا اور زمین پر دو خنجر مار کر پکارا: "اب کوئی نام لیتا

سامری کا شایہ باقی نہیں۔ باجود کہ اس کے پوتے کی آ کر مدد کرتا یہ نعرہ کرتے ہی زمین شگافتہ ہوئی اور بالشت بالشت برابر کے پتلے ہزار ہا نکل کر مجسم بہ قامت انسان ہوئے۔ ہاتھوں میں آئینے لیے تھے۔ دوڑ کر ہر یک لشکر بہار کے سامنے آئے اور و کر وہ آئینے دکھائے۔ آئینوں میں تصویریں جڑیں تھیں وہ پیکر ہائے عجائب قہقہہ مار کر ہنسیں جس نے وہ شبیہیں دیکھیں دیوانہ ہو کر اپنے لشکر کو آپ قتل کرنے لگا شور برپا ہوا۔ بہار نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ گھٹا گھر آئی سن سن بوندیاں پڑنے لگیں جس کے سر پر پتلوں میں سے بوندی پڑی جل گیا۔

عمر پتلے ہزاروں میں اور تصویریں دکھا چکے ہیں۔ لشکر بہار کا مسحور ہو چکا تھا۔ پاؤں سب لشکریوں کے اٹھ گئے اور فوج نے مسحور کی سپریں بزور سحر سر پہ آڑ کیں: "تاکہ پانی سحر کا ہم پر نہ پڑے" اور مسحور تیغہ آتشیں پکڑ کر آ کر لاشوں کے انبار لگانے لگے۔

مگر بہار نے پائے ثبات گاڑ دیئے۔ پتلوں کو جلانا شروع کیا۔ اس وقت مشکل سخت ہی تھی کہ اپنی فوج جو دیوانی ہوئی تھی وہ تو قتل کرتی تھی اور اس کو لشکریان بہار جو مسحور نہ ہوئے تھے ہلاک نہ کرتے تھے اور وہ پتلے جدا آفت برپا کر رہے تھے۔ صرف بہار کے پانی برسانے سے سحار ہی بچے ہوئے تھے۔ باقی لشکر سراسیمہ و بدحواس تھا۔ آفت برس رہی تھی لاش پہ لاش گرتی تھی۔ عنقریب تھا شکست فاش ہو۔ سردار پیچھے ہٹتے آتے تھے زخموں میں چور تھے۔ قریب بارگاہ پڑاؤ تک ہٹ آئے تھے۔ وہ مقام بھی چھوٹا چاہتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر عیار پہاڑ سے اترے اور دوڑ کر بہار کے پاس آئے عرض کیا: "اے ملکہ اب موقع ٹھہرنے کا نہیں ہے آپ بھی نکل چلیے۔"

بہار نے کہا: "سارا لشکر مسحور ہے۔ میرے بھاگنے سے یہ سب قتل ہو جائیں گے پس سرداری کے خلاف ہے جو اپنی جان بچائے اور فوج کو قتل کرائے۔"

عیاروں نے کہا: "بادشاہ کی سلامتی ہر حال میں چاہیے کہ سلامتی ملک و مال کی اسی

کے دم سے وابستہ ہے۔"

بہار نے کہا: "میں بادشاہ نہیں ہوں اور بھاگنا بیکار ہے۔ میں نہ بھاگوں گی۔"

اس وقت تو عیار ناچار ہوئے اور قران نے کہا: "میں مصور کو پکڑے لیتا ہوں۔"

برق نے کہا: "میں جا کر مقبل کو لیتا ہوں۔"

عمرو نے کہا: "میں جو کچھ کروں گا وہ خود تم پر ظاہر ہو جائے گا۔" یہ کہہ کر چاہتے تھے کہ جائیں۔ بہار نے کہا: "خواجہ ایک لمحہ بھر تامل فرمائیے۔ میں مطیع اسلام ہوں۔ جیسا مصور نے سامری کو پکار کر چیلے بلائے ہیں۔ میں بھی دعا کر کے اپنے خدا کو پکارتی ہوں۔ وہ میری مدد غیب سے بھیجے گا۔"

عمرو اس کے کہنے سے ٹھہر گیا اور بہار نے تاج اتار کر محتاج بارگاہ بے نیاز لمن الملک اللہ الواحد القہار ہو کر بخشوع و خضوع تمام بہ ارادت و صداقت رجوع قلب سے نالہ و استغاثہ کیا: "اے جبار و قہار عزت بخش، ذلیل و ذلت دہ جلیل وقار و توان، ہم پر سے اس بلا کو دفع کر اور دشمن کو ہمارے مغلوب فرما۔ خداوند ہمارے جرم و عصیاں سے درگزر کر کے ہم پر رحم کر اور بمصداق و انصرنا علی القوم الکافرین ہم کو فتح دے۔"

اب اس کو مصروف دعا چھوڑیے اور حال ملکہ مہ رخ سحر چشم سنیے کہ جب طاؤس اس کو لیے ہوئے ایک دشت طلسمی میں لایا، جو درخت وہاں تھا۔ قدرت چمن بند عالم ظاہر کرتا تھا۔ باغبان ازل کی صنعت دکھاتا تھا۔ زمین وہاں کی فرط صفا اور نور سے رخسار شاہد ان کو شرماتی تھی اور نسیم مشکبار مشام جان عالمیان کو معنبر اور معطر فرماتی تھی۔ درختوں کے نیچے جانور آ کر بولتے تھے اور بتان حسینہ و جمیلہ بن کر رقص کرتے اور گاتے تھے۔ پانی برس رہا تھا۔ ہر شاخ شجر میں جھولا پڑا تھا۔ قطرہ کسی کے جسم پر نہ پڑتا تھا نہ جھولنے والا کوئی نظر آتا تھا مگر راگ اور ملار گانے کی آواز آتی تھی۔ دل کو مسرور اور بیقرار کرتی تھی

اب اس باغ کا وصف لکھوں میں کیا
ہر اک گل جہاں ہو طلسمات کا

لب چشمہ ایسا ہی سبزہ ہرا
زمرد سے بھی لاکھ درجہ کھرا

عیاں گرد اس کے شجرہ سبزہ تار
ہر اک نخل پر تھی چمن کی بہار

تر و تازہ و سرو تھا اس قدر
رکھے پاؤں اس پر جو کوئی بشر

اثر سے برودت کا تھا آشکار
دماغ اس کا ہو جائے سرد ایک بار

بہت طائر اس جا چرے کے پرے
پرو بال تھے جن کے ہر رنگ کے

ہر اک جنت تھا سرخ و سبز اور زرد
مگر تھا ہر ایک رنگ شوخی میں فرد

ہزاروں طرح کے تھے نقش و نگار
طلسمات کا رنگ تھا آشکار

غرض اتری سہ رخ وہاں شاد شاد

چلی اک طرف کو خجستہ شمار

زمیں طے ہوئی جب طلسم کی
زنان سحر نے ہنس کر یہ بات کی

طلسمات کی حد ہوئی اب تمام
لے اب جا خدا حافظ اے نیک نام

گلے مل کے آپس میں یکدگر
وہ غائب ہوئی یہ گئی راہ پر

ہوئی جب وہ آگے کو وہاں سے رواں
تو اک قصر عالی ملا ناگہاں

بلندی محل اس کی کروں کیا بیاں
زمیں پر وہ تھا دوسرا آسماں

وہاں اک دریچہ دکھائی دیا
دریچہ وہ تھا قصر فردوس کا

دریچہ پہ تھی اک چلمن پڑی
کہ ہر تیلی اس کی زمرد کی تھی

ہزار ہا ساحر بیٹھے اس کاخ عالی شان کے بیچ تھے کوئی اژدر پیکر تھا تو کسی کے دس سر

ایک جا تھے۔ شکلیں کالی کالی صورتیں نرالی سامری سامری چیخ رہے تھے۔ چلن سے شرر نکلتے تھے۔ ستاروں کی طرح ٹوٹ کر گرتے تھے۔ قصر کے اندر سے گھنٹے ہزار ہا ایک بار بجتے۔ ساحر و مہدم ایک پاؤں سے کھڑے ہو کر سجدے میں گرتے تھے۔

مہ رخ نے بھی جا کر ایک طرف آسن بچھائی اور جتنے سحر کہ یاد رکھتی تھی جو ستر کہ حفظ تھے۔ سب کو پڑھ گئی۔ یکایک صدا آئی: "جا تو یہ کل سحر ہم نے تیرے قبضے میں دیئے۔"

اس نے جب یہ صدا سنی' سات بوٹیاں اپنے جسم پر سے کاٹ کر پکاری: "یا سامری سامری تمہارا بھوگ دیتی ہوں۔"

فوراً ایک تڑاقا ہوا' بوٹیاں زمین سے اچھل کر زمین پر گریں اور غائب ہو گئیں اور جو کچھ لہو تن سے نکل کر بہا وہ زمین نے پی لیا۔ پھر آواز آئی: "افسوس اگر تو پیچھے نہ ہوتی اور مسلمانوں کا ساتھ نہ دیتی تو ہم تجھ کو اپنے روبرو بلاتے اور جلوہ قدرت دکھاتے اچھا اب ہمارے نام کا چلہ کھینچ اور اسی صحرائے طلسم میں جا کر مقیم ہو' جو مانگو گی ملے گی۔ ہر چند کہ ہمارا مقام خدائی اور ہے لیکن اس جگہ جو ہمارا نام لے کر پکارتا ہے ہم اس کا مراد دیتے ہیں اسی وجہ سے ہمارے بندوں نے یہاں آنا شروع کیا ہے اس سحر کا نام "سامری بن" رکھا ہے۔ ہمارے نزدیک سب بندے برابر ہیں کیا افراسیاب اور کیا معمولی۔ ہاں اتنا فرق ہے کہ وہ لوگ سات دریا طلسم کے' سات پہاڑ سات جنگل طے کر کے ہماری قبر پر آتے ہیں اور ہمارے خاص بندے ہیں اور تم لوگ وہاں نہیں جا سکتے۔ اس لیے ہم یہاں تم کو بلا کر اپنی عنایت ظاہر کرتے ہیں۔"

مہ رخ اسی غرض سے اب تک مسلمان نہیں ہوئی تھی کہ سحر کرنے میں پرمشق کر ہو گئی۔ اس وقت ان کلمات سے ہر چند دل نہ مانتا تھا اور نہایت درجہ کراہت آئی مگر مطلب فوت ہوتا تھا۔ بنا بر مصلحت سجدہ کیا اور پاؤں سے کھڑے ہو کر پکاری "یا خداوندا مجھے شعلہ جادواں پر غالب کر۔"

صدا آئی۔ "یہ نہ ہو گا: "اور کچھ مانگ لے۔

اس نے کہا: "اگر غالب نہ آؤں تو مغلوب بھی نہ ہوں۔" آواز آئی: "یہ بھی نہ ہو گا لیکن اگر تو چلہ کھینچ کر پوجا کرے تو اتنا ہو گا کہ ہر ایک ساحر علاوہ شاہ طلسم کے اور کوئی تجھ پر غالب نہ ہو گا نیز شاہ طلسم تک سے تجھ کو برابری رہے گی۔"

یہ سن کر مہ رخ صحرائے طلسم میں آ کر چلہ کش ہوئی پوجا کرتی رہی۔ جب چلہ پورا ہوا صدا آئی: "جلد جا تیرے لشکر کو میرے پوتے نے برباد کر رکھا ہے کچھ پھول پھل سے چنتی ہوئی جاؤ اور طلسی پھلوں سے لشکر کو اپنے بچاؤ۔" مہ رخ نے یہ صدا سن کر پھول چن کر سحر کی جھولی میں بھرے اور دستک دی کہ آندھی آئی۔ ابر زرد رنگ پیدا ہو کر زمین پر اترا۔ اس ابر پر بیٹھ کر اپنے لشکر کی جانب روانہ ہوئی اور اس وقت آ کر پہنچی کہ ملکہ بہار دعا میں مصروف تھی اور ہنوز دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ ابر ز سمت فلک نمایاں ہوا اور نعرہ کی صدا آئی: "میرا نام ملکہ مہ رخ سحر چشم ہے۔"

لشکریوں نے اپنی مالکہ کو دیکھ کر خوشی کی۔ مہ رخ نے باغ سامری کے پھول لشکر مصور پر کھینچ مارے دفعۃً ایسی آندھی آئی کہ جہان سیاہ ہو گیا۔ ابر سرخ کے ٹکڑے لشکر حریف پر آ کر چھا گئے۔ ایک طرف کے ابر سے پیکان تیرا اور دوسری سمت سے پتھر گراں برسنے لگے۔ مہ رخ نے ابر اپنا زمین پر اتار کر نعرہ کیا: "اے بے حیاء آئینہ دار جادو! یہ تحفہ باغ سامری کا آ کر لے اور پھول پھینک کر ایسا سحر پڑھا: "زمین شق ہوئی ایک ساحر پیدا ہوا کہ سارا جسم اس کا آئینے کی طرح چمکتا تھا اور وہ پھول اس نے اٹھا کر سونگھے اسی وقت جسم میں آگ لگی اور جل کر خاک ہو گیا۔ صدا آئی' مارا آئینہ دار کو: "بس اس کے جلتے ہی وہ پتلے بھی جو آئینے لشکر بہار کو دکھاتے پھرتے سب جل گئے اور لشکری جو دیوانے ہو کر اپنے لشکر سے لڑ رہے تھے ہوش میں آ کر حملہ آور فوج عدو پر ہوئے ادھر سے تو فوج نے حملہ کیا اور اس طرف سنگ و پیکان برس رہے تھے لشکر مصور بہت کام آیا۔ ہزارہا ساحر مارے گئے۔ خلاصہ یہ کہ ساری فوج بھاگ گئی

برق آسا جدھر گئی مہ رخ
ڈھیر کشتوں کے کر گئی مہ رخ

دامن دشت خون سے لال کیا
سب پہ چھری سے سحر سے حلال کیا

خون دشمن کا لے کے گل گونہ
عارض شعلہ زمین کو رنگا

تاب آئی نہ فوج دشمن کو
بھاگے ناچار چھوڑ کر رن کو

مصور کے لشکر میں تیر اور پتھر برس رہے تھے۔ ہر چند وہ سحر پڑھا، مگر یہ سحر دفع نہ ہو سکا۔ آخر سمجھا کہ کوئی تیر یا پتھر مجھ پر بھی پڑ جائے گا تو خاتمہ ہو جائے گا۔ یہ جان کر زمین میں سما گیا اور بہت دور جا کر نکلا۔ کل فوج کو شکست ہو چکی تھی۔ صورت نگار بھی بھاگ گئی تھی۔ مصور نے طبل امان بجوایا اس وقت مہ رخ نے کچھ ایسا سحر پڑھا کہ وہ بادل کے ٹکڑے غائب ہو گئے پیکان اور پتھر برسنا موقوف ہوئے۔ طبل بازگشت بجا کر جنگ ختم کی۔

لیکن مقلم نے جب مہ رخ کو فتح یاب دیکھا تو ایک ساحر ملازم بہار کو عین جنگ میں گرفتار کر کے صحرا میں لے گیا اور وہاں اس کو قتل کر کے لباس اس کا لے کر بزور سحر اس کی ایسی صورت بنا اور جب مہ رخ لشکر لے کر پھری۔ یہ بھی ساتھ آیا۔ مہ رخ نے تخت شاہی پر جلوس کیا۔ سب نے نذریں دیں محفل انبساط آراستہ ہوئی۔ سردار پایہ بہ پایہ بیٹھے۔ لشکر نے کمر کھولی۔

ادھر مصور نے جو پھر کر داخل بارگاہ ہوا۔ سب سردار آئے مگر مقلم نہ آیا۔ اس نے

تلاش کرایا۔ معلوم ہوا کہ لشکر میں نہیں ہے۔ یہی یقین ہوا کہ مارا گیا۔ رنج و افسوس کر کے خاموش ہو رہے۔ لیکن مصور اس فکر میں یہاں ٹھہرا رہا کہ بن پڑے تو سرمہ مہ رخ یا بہار کا کاٹ کر لے جاؤں یا عمرو کو آزار پہنچاؤں۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب مہ رخ مصروف عیش و نشاط ہوئی۔ عیار بھی ملاقات کو بارگاہ میں آنے لگے۔ مقلم نے سوچا کہ عمرو عیار زبردست ہے۔ شاید ہاتھ نہ آئے تو اسی کو لے چلوں۔ یہ سوچ کر برق کو پنجے میں داب کر اڑا۔ برق نے غل مچایا: "دوڑو مجھے ساحر لیے جاتا ہے۔"

مقلم نے سحر کیا کہ برق کی زبان بند ہو گئی۔ مگر دو ایک نے غل مچاتے سنا تھا۔ انہوں نے جا کر عمرو کو اس حال کی اطلاع کی۔ عمرو نے ضرغام سے کہا: "ذرا خبر تو لاؤ کیا ماجرا ہے" وہ روانہ ہوا۔ لیکن مقلم بارگاہ مصور میں جلد برق کو لایا۔ وہ اس کے زندہ آنے سے بہت خوش ہوا اور صورت نگار نے کہا: "یہی ہوا مجھ کو قنات میں لپیٹ گیا تھا' لاؤ اس کو مجھ کو دو کہ قتل کروں۔"

مصور نے کہا: "تم عیاروں کے مقدمے میں دخل نہ دو میں خود قتل کروں گا۔"

مقلم نے کہا: "آپ توقف فرمائیے۔ میں اس کو لے جا کر قید کرتا ہوں اور عمرو اس کو چھڑانے آئے گا۔ پھر اس کو بھی گرفتار کروں گا۔"

مصور نے کہا: "اچھا لے جاؤ مگر احتیاط سے رکھنا۔" یہ لے کر چلا مگر ضرغام بہ صورت مبدل جو خبر کو آیا تھا۔ یہاں پر یہ موجود تھا۔ اس نے جا کر عمرو سے سارا ماجرا بیان کیا۔ عمرو اسی وقت چلا کہ برق کو جا کر چھڑاؤں اور ساحر بن کر لشکر مصور میں آیا دیکھا کہ مقلم اڑا ہوا مع برق کے جاتا ہے۔ عمرو بھی بطور مخفی پیچھے پیچھے چلا۔ مقلم ایک پہاڑ کے قریب آیا اور بزور سحر ایک خیمہ استادہ کر کے اندر خیمہ کے لے گیا اور برق کو اس نے چار میخ گاڑ کر چھکا گاڑ دیا۔

عمرو نے یہ سارا ماجرا پہاڑ پر سے چڑھ کر دیکھا اور رو کر دعا کرنے لگا: "پروردگار تو برق کو اس ظالم کے ہاتھ سے نجات دے۔" آخر محبت کی وجہ سے تاب نہ آئی۔ پہاڑ سے اتر کر خیمہ کے پاس گیا۔ مقلم نے پوچھا: تو کون ہے؟"

عمرو نے کہا: "میں نے آج ادھر خیمہ کھڑا دیکھا نئی بات تھی۔ حال دریافت کرنے چلا آیا۔" مظلم اس کو گھورنے لگا۔ عمرو سمجھا کہ نگاہ سحر ڈال کر مجھ کو پہچاننا چاہتا ہے۔ یہ سمجھ کر خیمہ سے باہر نکل گیا: "آپ خفا نہ ہوں میں جاتا ہوں اور بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔

وہاں سے دیکھا کہ مظلم کوئلے سلگا رہا ہے اور کہتا جاتا ہے اے عمرو تیری بوٹیاں کاٹ کر بھونوں گا۔"

عمرو اس وقت بہت جلد ایک شکل ہیبت ناک بن کر تیار ہوا کہ مقوے کے دس سر لگائے۔ بہت سے ہاتھ بنائے دیو جامہ پہن کر تاج یاقوت احمر سر پر رکھا اور قریب خیمہ پہنچ کر کودا اور بیچ خیمہ میں آ کر ٹھہرا۔ میرا نام ملک الموت خدا وند لقا۔"

مظلم کھڑا ہو گیا اور کہا: "کیونکر تشریف لائے۔"

اس نے کہا: "عیار کی قضا نہیں ہے ابھی جو اس کو قتل کرتا ہے تو اس کی روح جا کر قبض کر۔"

مظلم پیام اجل سن کر بد حواس ہو گیا۔ کہا: جو آپ فرمائیے وہ کروں۔"

عمرو نے ڈانٹا' جلد اس کی مشکیں کھول دے۔" جب مجرم کے کھولنے کو فرشتے سے کہا۔ اس کے دل میں شک گزرا کہ کہیں یہ عیار نہ ہو یہ سمجھ کر گھورنے لگا۔

چونکہ عمرو دیو جامہ پہنے تھا اور یہ اشیاء عطیہ انبیا علیہم السلام ہیں۔ ان پر سحر موثر نہیں ہوتا ہے۔ نگاہ سحر ڈالنے سے خود اس کی آنکھیں جلنے لگی۔ یقین تھا کہ حدقہ سے باہر نکل پڑیں گے۔ اس وقت دل کو یقین ہوا کہ ملک الموت بیشک یہ ہے۔ جب اس قدر جلا آئیں ہے کہ نگاہ سحر جسم پر اثر نہیں کرتی' بلکہ صدمت جسم سے اس کے آنکھیں پھوٹ جائیں تو عجب نہیں گڑگڑا کر برق کو کھولنے لگا۔

عمرو نے جب یہ جھلا' خیال کیا کہ کون زیادہ فقرے کرے لو ابھی اس کے۔ یہ سوچ کر کمر سے خنجر کھینچ کر بیاض گردن پر اس زور سے لگایا کہ دھڑ سے کٹ کر دور

گرا۔ شور برپا ہوا: "مارا مظلم کو" خیمہ سحر غائب ہو گیا۔ لاش اس کی پیر اٹھا کر مصور کے پاس لے گئے۔

عمرو نے برق کو بلا کر اپنے لشکر کا راستہ لیا مگر لاشہ اس کا بوڑھے اٹھائے ہوئے سامنے مصور کے آئے اور پکارے "عمرو نے اس کو قتل کیا۔" یہ سنتے ہی مصور رونے لگے۔ آخر لاشہ آئین جمشیدی کے بموجب اٹھایا۔ جب فراغت ہوئی اس کے دادا کو نامہ لکھا۔ "اے جلاد جادو، بیٹا اور پوتا تمہارا ظالم و مظلم دونوں خدمت سامری و جمشید میں گئے قضاؤ قدر سے کیا چارہ ہے۔ ہم کو ان کے مرنے سے بڑا رنج ہوا لازم ہے کہ تم بھی صبر کرو۔ اگر سامری نے چاہا تو بہت جلد ان کے قاتلوں کو ہم قتل کریں گے اور تمہارے فرزندوں کا انتقام خون لیں گے۔ یہ لکھ کر ایک ساحر کو دیا کہ وہ جہاں مصور رہتا ہے اس شہر میں لے گیا۔ واضح ہو کہ جلاد جادو ایک ساحر پہلے قتل ہو چکا ہے۔ مگر وہ ملازم تھا شہ طلسم کا اور یہ جلاد و سردار مصور ہے

خلاصہ یہ کہ جب نامہ جلاد و جادو کو پہنچا، مرگ فرزند کا حال پڑھ کر آتش رنج سے سینہ کباب ہو گیا اور شعلہ آہ جگر سے اٹھا۔ اسی ہزار کا یہ افسر ہے۔ انتظام ملک کے لیے مصور اسے چھوڑ آیا تھا۔ اس لشکر کو اس نے پڑھتے ہی نامہ کوچ کرنے کا حکم دیا۔ کوس فر پر چوب پڑی۔ لشکر میں کمر بندی ہوئی۔ ساحر طائران سحر پر سوار ہوئے۔ بہادر مرکبوں پر بیٹھ کر چلنے پر تیار ہوئے جھانجھیں بجنے لگیں۔ قرنا کو دم ملا۔ جھل کی تھالیاں اس قدر بلند ہوئیں کہ برنجی فلک پر چھایا ہوا تھا۔ ناقوس کی صدا سے کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

غرضیکہ بیٹے کے وفر جلد چشم سے یہ جلاد اژدہے پر چڑھ کر روانہ ہوا اور بعد قطع منازل و مراحل لشکر مصور میں پہنچا اور لشکر کو حکم اترنے کا دیا کہ سب خیمہ وغیرہ استادہ کر کے اترے اور یہ بارگاہ میں آ کر مصور کے قدم سے لپٹ کر خوب رویا کہ ہائے میرا سارا گھر تباہ ہو گیا۔ افسوس میرے شیر بادیہ ہلاکت میں جا کر مقیم ہوئے۔ وائے

صدمائے میرے گھر کے چاند حضیض مرگ میں گرفتار ہوئے۔ مصور نے اس کو بہت تسلی دی اور کہا: "صبر کرو تو کیا ہے لیکن اب اجازت دیجئے کہ لشکر مہ رخ جا کر تہ و بالا کریں اور عروج کو اس طرح ماریں کہ دشمن کے حواس جاتے رہے۔

مصور بولا: "مہ رخ سامری کے باغ میں سنا ہے کہ گئی تھی اور سحر جا کر جگا لائی ہے کچھ چیلے وہاں سے لے کر آئی ہے اس کا رد تم سے نہ ہو سکے گا۔ میں پوتا سامری کا ہوں اس کے سحر کا رد اپنے پاس درست کر لوں تو مقابلہ کرنا۔ اچھا اب خیمہ میں جا کر آرام کرو اور بتاؤ کہ کھانا میرے ساتھ کھاؤ گے یا الگ جلاد نوش کرو گے۔

جلاد نے عرض کی کہ فکر قتل سے غذا بالکل ترک ہو گئی ہے جو کچھ نوش کیجئے گا اپنا اولش بھیج دیجئے گا۔ یہ کہہ کر اپنے خیمے میں آیا اور آرام پذیر ہوا۔

ادھر طائران سحر نے جا کر بعد دعاؤ ثنا شہنشاہی کے مہ رخ سے سب کیفیت یہاں کی عرض کی۔ عمرو یہاں آ چکا تھا سارا حال سن کر کہتا ہوا: "چل کر میاں جلاد کو بھی ذرا دیکھ آئیں" یہ کہہ کر چلا اور عیار بھی روانہ ہوا۔

غرض عمرو جب لشکر حریف میں آیا۔ دیکھا کہ ایک بکاؤلی کسی طرف جاتا ہے۔ اس کے پاس آ کر کہتا ہوا: "بھائی ہم بھی تمہاری برادری میں۔ سب طرح کھانا پکانا جانتے ہیں مگر بیکار ہیں۔ کہیں ہم کو بھی آدھ سیر آٹے سے لگاؤ۔"

بکاؤلی نے کہا: "پھر کسی وقت تم میرے پاس آنا تو کچھ تدبیر کروں گا۔"

عمرو نے کہا: "اچھا لیکن ایک بات میری الگ آ کر سنیں۔" وہ اس کے کہنے سے کسی گوشے میں آیا۔ عمرو نے حباب بیہوشی منہ پر مار کر اس کو بیہوش کر کے اس کا پیرہن اتار لیا۔ اور اس کی ایسی صورت بنا۔ تھال ہاتھ پر رکھ کر کپڑوں پر تیل گھی ہلدی مصالحے کے دھبے لگا کر اور تھال میں مٹھائی اور سموسے اور پکوان آغشتہ بدار وے بیہوش چن کر رومال سفید سے ڈھانک کر بارگاہ مصور میں آیا۔ مصور کھانا کھانے کے لیے جلاد سے تو پوچھ ہی چکا تھا جب وہ چلا گیا تو اس نے دربار برخاست کر کے دسترخوان بچھوایا تھا اور مع اپنی زوجہ کے مصروف خورد نوش تھا کہ بکاؤلی نے جا کر سلام کیا

اور تھالی سامنے رکھ دیا۔ مصور نے پوچھا "کیا ہے۔" عرض کیا: "کیا مٹھائی اور پکوان جلاد نے حضور کے لیے بھیجا ہے۔" مصور خوش ہوا اور اپنی بیوی سے کہا: "لو یہ عمدہ پکوان ہے کھاؤ۔

صورت نگار نے کہا: "آپ کھائیے' میں حاضر ہوتی ہوں۔"

یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل کر دوسرے خیمہ میں گئی وہاں تازی مٹھائی اس نے بنا کر رکھ چھوڑی ہے۔ اس وقت چاہا کہ جلاد نے جو مٹھائی بھیجی ہے اس سے اپنی مٹھائی مقابل کریں کہ کون سی عمدہ اور لذیذ ہے۔

غرض یہ یہ تو ادھر تو آئی اور دھر مصور نے مٹھائی کھائی عمرو نے اپنے سے جو دو چار خدمت گار وہاں تھے ان کو بھی کچھ مٹھائی دی کہ تم ہمیشہ اپنی سرکار کے آگے کا اولش کھاتے ہو۔ تمہیں لذت یہاں کے کھانے کی بخوبی معلوم ہے ہمارے ہاتھ کی بھی بنی ہوئی چیز کھاؤ' مگر ایمان ہے سے کہنا کہ یہ لذیذ اور تحفہ ہے یا تمہارے یہاں کی بھی عمدہ ہوتی ہے۔ اس تقریر کو سن کر مصور نے ملازموں سے کہا: "ہاں کھاؤ اور انصاف کرو کہ کس کے یہاں کی عمدہ ہے۔

خدمت گاروں نے حسب اجازت گوشہ میں الگ لے جا کر مٹھائی کھائی۔ جب وہاں سے آنے لگے بیہوش ہو کر گرے مصور اٹھا کہ دیکھیں آدمیوں کو کیا ہوا۔ یہ بھی بیہوش ہو کر گرا عمرو سمجھا کہ صورت نگار آ جائے گی۔ تو سب کام بگڑ جائے گا جلدی کوئی تدبیر کر۔

یہ سوچ کر مصور کو ایک چاندنی میں گٹھڑی کی طرح باندھا اور سر پر رکھ کر باہر بارگاہ کے یہ کہتا ہوا نکلا کہ میں ایسی نوکری سے باز آیا۔ میں نے باولوں (باورچی) میں نوکری کی ہے' مزدوروں میں نہیں کی۔" باہر ایک آدھ ساحر نے پوچھا بھی کہ میاں بکاولی کہتے کیا ہو۔ جواب دیا: "حضور ادھر سے جلاد نے تھالی مٹھائی کا لدوا کر بھیجا ہے۔ یہاں سے انہوں نے یہ گٹھڑی دی کہ لیتا جا' بھلا خداوند میں بکاولی نہ ٹھہرا مزدور ٹھہرا۔

اس گفتگو کو سن کر ساحر سمجھے کہ مصور نے یہ گٹھڑی دی کہ شاید جلاد کو بھیجی ہے۔

یہ سمجھ کر کوئی اس کا مزاحم نہ ہوا اور عمرو اس کے لیے ہوئے لشکر سے نکل کر صحرا کی طرف چلا کہ یوں یہ ہلاک نہیں ہوتا۔ چل کر زمین میں دفن کروں یا کسی پہاڑ پر سے پھینک دوں۔"

غرض یہ تو ادھر گیا اور اس طرف صورت نگار مٹھائی لے کر آئی، خدمت گاروں کو بیہوش پایا اور شوہر کا اپنے نشان نہ دیکھا۔ لوگوں سے باہر آ کر پوچھا: "مالک تمھارے کہاں ہیں۔" انھوں نے کہا اندر ہی تھے، بلکہ ہکاڑی جو آیا تھا وہ ایک گٹھڑی لے گیا ہے۔

پس یہ سنتے ہی اس نے ایک دو ہتڑ زمین پر مارا اور کہا: "افسوس! عمروان کو پکڑے گیا ہے۔" اور وہیں سے بے تابانہ بپرواز سحر اڑ کر چلی۔

ادھر باغ سیب میں افراسیاب سے ملکہ حیرت نے کہا: "اے شہنشاہ! مرشد زادے پر نہیں معلوم کیا گزری۔ ذرا آپ کتاب تو دیکھیے۔" شاہ جادواں نے کتاب دیکھ کر سارا ماجرا لڑائی کا بیان کر کے کہا: "اب عمرو اب ان کو پکڑ لا رہا ہے۔ ہلاک کیا چاہتا ہے۔

یہ کہہ کر کتاب بند کی اور دو ساحر آفتاب جادو اور مہتاب جادو کہ حاضرین بن دربار میں سے ہیں، حکم دیا کہ "جلد لشکر کے قریب کوہستان ہے وہاں جاؤ اور مصور سے عمرو کو بچاؤ۔" حسب الحکم وہ دونوں ساحر بھی روانہ ہوئے۔ ادھر صورت نگار جو روتی ہوئی چلی، سارے لشکر میں غلغلہ ہوا: "عمرو مصور کو گرفتار کر کے لے گیا ہے۔" صبا ساحر چار سمت کو بہر تجسس چلے اور جلاد نے بھی یہ کیفیت سنی۔

اژنگ پیشتر ہی سے آمادہ حرب و پیکار تھا گرفتاری مصور سن کر مثل مار دم بریدہ کے برخود پیچیدہ ہوا اور خیال کیا کہ جب تک مصور کا پتا معلوم نہ ہو، تو چل لشکر مہ رخ پر حملہ کر اور سر باغیوں کے کاٹ لا۔

پس اسی غصہ میں سرداران لشکر کو حکم دیا، کمر بندی کا اور آپ بھی اژدہے پر بیٹھ کر مسلح و مکمل ہو کر چلا۔ ایک لمحہ میں اسی ہزار ساحران غدار بصورت ہائے عجیب و باشکال غریب ڈمرو بجاتے تریاں پھونکتے۔ نار کے شعلے اڑاتے چلے

کسلیا گھوڑوں کو باندھا کمر کو
لگایا جسم پہ تیغ و تبر کو

نشان اور بان کے کھولے پھریرے
سلاح حرب تھا سب ساتھ ان کے

درشتی سے ہوئے آمادہ جنگ
ستمگاراں و بے دین و بد آہنگ

بھرے غصے میں اور ہاتھوں میں شمشیر
کہ جیسے گرسنہ ہوئے کوئی شیر

اس لشکر کو اپنے عسکر نصرت اثر کی جانب عیاروں سے جاتے دیکھا۔ بارگاہ میں سامنے بادشاہ شکر کے آ کر عرض رسا ہوئے: "خواجہ عمرو مصور کو پکڑے گئے۔ اسی غصہ میں جلاد بد نہاد مع اسی ہزار ساحر کے لشکر حضور پر آ کر گرا چاہتا ہے۔ عین غفلت میں بد گمان شہنشاہی کو ضرر پہنچانے آتا ہے۔" مہ رخ نے یہ نصرت اور چالاکی عمرو کی سن کر ہنس دیا اور کہا: "خدا کرے بجزاؤ مصور مارا جائے۔"

یہ کہہ کر نفیر سحر بجائی کہ خبر اس کے لشکر میں پہنچی جلد جلد فوج میں کمر بندی ہوئی۔ افسر مسلح و مکمل ہوئے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہوئے صفیں جم گئیں۔ بجلیاں چمکنے لگیں۔ ابر گھر آئے نقیب للکارنے لگے۔ بہادر ڈھال تلوار کھڑ کھڑانے لگے۔ جلاد میدان میں آ کر نعرہ زن ہوا: "اے نمک حراموا آؤ میرے مقابلے میں" ایک ساحر مہ رخ سے اجازت لیکر سامنے گیا اور نارنج اس پر لگا۔ جلاد نے خالی دے کر جو ترنج مارا' یہ ساحر جان بحق تسلیم ہوا اور اسی طرح چند ساحر ملازم مہ رخ مارے گئے اس وقت سرخو نے نکل کر ایک ناریل مارا۔ جلاد نے اشارہ کیا کہ ناریل لٹا پھر گیا۔ سرخ مو نشین

میں سما گئی۔

جلاد نے سحر پڑھ کر سمت فلک پھونکا کہ ابر گھر آیا اور پتھر برسنے لگے۔ مہ رخ نے سحر پڑھا کہ سپریں فولادی ہر ایک لشکری کے سر پر ظاہر سایہ فگن ہو گئیں۔ پھر مہ رخ نے آگے تخت بڑھا کر ایک گولہ فولادی مارا۔ جلاد اژدر پر سے اڑ گیا۔ گولے نے اژدر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا' لیکن جلاد کے اترنے سے فوج نے اس کی جانا کہ مالک ہمارا کام آیا۔ یہ سمجھ کر لشکر لیتا لیتا کہہ کر چلا ادھر سے مہ رخ نے بھی حملہ کیا۔ دونوں لشکر باہم مل گئے۔ شور قیامت خیز بلند ہوا۔ ساحر سے ساحر لپٹا۔ بہادر سے بہادر بھڑ گیا۔ مار و عقرب برسنے لگے۔ اس وقت مہ رک جو سحر جگا لائی تھی۔ وہی آغاز کئے اور جس کو دوڑ کر گولا مارا اور ناخت راہ سفر کا دکھلایا اور ابر سوز و سرخ وغیرہ لشکر جلاد پر آ کر گرے۔ سلیں سن کی پیکان تیرا اور پتھر وغیرہ برسنے لگے اور عین جنگ میں جلاد نے آ کر مہ رخ پر ایک نارنج مارا۔ اس نے نارنج خالی دے کر شمشیر سحر کا ایک ہاتھ مارا کہ اس بے حیا کے دو ٹکڑے ہوئے شور اس کے مرنے کا بلند ہوا اور افسر کے مرنے سے فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ نصرت شعار نے سبکو زیر تیغ رکھ لیا۔

مدد اس نے طلب اللہ سے کی
یہ جنگ آغاز بسم اللہ سے کی

یہ جانبازوں کا تھا اس وقت عالم
کہ جیسے گوسفندوں میں ہو ضیغم

کیا تیروں نے ان کے ترک ترکش
ملا ترکش انہیں پہلو سے سرکش

جو دشمن تھا بلن کوہ البرز
کیا سرمہ لگا کر اس پہ اک گرز

ہوئی تیروں کی اس جا ایسی بوچھار
کہ آئینے مثلک تھے زرہ دار

حاصل کلام جب فوج میں ہزیمت پڑی۔ مصور حیرت پر چند کہ قریب اتری ہوئی تھی' مگر نہ صورت نگار تھی نہ حیرت موجود تھی۔ اس فوج نے افسروں کے نہ ہونے سے جنگ آغاز نہ کی۔ اور مدد لشکر جلاد کو نہ دی۔ یہ لشکر سرا سیمہ بدحواس بھاگ کر دشت میں پراگندہ ہو گیا اور مہ رخ بفتح و فیروزی قتل و غارت کر کے داخل بارگاہ ہوئی۔ لشکر بھی آرام پذیر ہوا۔ سردار بھی عیش میں معروف ہوئے۔

اب عمرو کا بھی حال سنیے کہ جب مصور کو لے کر چلا اینک وہ نبیرہ سامری ہے۔

یہ راہ بھول کر صحرا میں پھرنے لگا۔ دل میں کہتا تھا: "ہمیشہ تو ادھر سے آیا جایا کرتا تھا۔ آج راستہ نہ ملنے کا کیا سبب ہے۔"

اسی سوچ میں متصل ایک کوہ کے پہنچا۔ دیکھا درے میں ایک پہاڑ کے راستہ ہے یہ اندر درے کے آیا اور زمین پر مصور کو رکھ کر کھولا۔ چاہا کہ تصویر اپنی اتار لوں۔ دیکھا تو تصویر گلے میں نہیں ہے۔ پھر جب الگ ہٹا تو تصویر دیکھی کہ گلے میں ہے سمجھا کہ اس کے سحر کے باعث سے تصویر چھپ جاتی ہے اور فی الحقیقت گمان اس کا صحیح تھا۔ یعنی جب سے عیار دھوکا دینے لگے تو مصور نے سحر کیا ہے کہ جب میں قید ہو جاؤں' تصویر چھپ جائے۔ غرض یہ کہ جب تصویر اتار نہ سکا۔ چاہا اس کو کسی طرح مار ڈالوں۔ اس وقت ایک جانب سے رونے کی آواز سنی۔ معلوم کیا کہ صورت نگار گریاں و نالاں شوہر کو ڈھونڈتی پھرتی ہے۔ یہ معلوم کر کے تصور کیا کہ بمشکل ہلاک ہو گا اور جورو اس کی تلاش میں ادھر بھی آ جائے گی تو آفت ڈھائے گی۔

بس اس فکر کے کرتے ہی بہت جلد صورت اپنی شکل ایک ساحر سے قائم کر یہ منظر کے بنائی۔ منقل آتش ہاتھ میں لے کر دھونی تمبیری باندھ کر مالے گلے میں پہنے۔ سانپ موم کے بنے ہوئے سر سے لپٹے اور مصور کو فلیتہ رفع بیہوشی دے کر ہوشیار کر دیا۔

جب اس کی آنکھ کھلی پوچھا: "یہاں میں کیونکر آیا۔"

عمرو نے کہا: "میں طلسم باطن کا رہنے والا ہوں۔ حسب اتفاق ایک کام کو جاتا تھا ادھر آ نکلا۔ ایک ساحر کو دیکھا کہ وہ آپ کو ہلاک کیا چاہتا ہے۔ میں نے نعرہ کیا۔ ٹھہر اے بے حیا مکار" اور چاہا کہ اس کو گرفتار کروں' وہ عیار کا یکایک غائب ہو گیا۔ میں نے آ کر آپ کو ہوشیار کیا۔"

یہ کلام سن کر مصور نے اس کو گلے سے لگایا اور کہا: "وہ عیار عمرو تھا' جو کہ فوراً غائب ہو گیا۔ گلیم اوڑھ لی ہو گی اور آپ نے آ کر میری جان بچائی۔ میں احسان مند ہوا۔ تمام عمر آپ کا شکریہ ادا کروں گا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھی کہ بی بی بھی اس کی ڈھونڈتی ہوئی آئی اور اپنے شوہر کو زندہ دیکھ کر مسرور ہوئی۔ مصور نے کہا: "میری زندگی کا تو یہ صاحب جو پاس کھڑے ہیں' باعث ہوئے ورنہ عمرو تو کام تمام کر چکا تھا۔"

صورت نگار تمام ماجرا سن کر ممنون ہوئی اور پوچھا: "نام نامی اور اسم گرامی آپ کا کیا ہے۔"

عمرو نے کہا: "دانائے جادو اس خاکسار کو کہتے ہیں اور حیلہ ساز جادو بھی نام کرتے ہیں۔

مصور نے اپنی بیوی سے کہا:

کی عرض کہ آپ ہیں فلک جاہ
احسان کیا بڑا کرم اللہ

حضرت نے بچائی جان میری

عاجز ہو کیا زبان میری

دولت و جاہ آبرو حکومت
سب بچ گئی آپ کی بدولت

احسان ہے آپ کا کرم ہے
بار منت سے پشت خم ہے

چلیے میرے ساتھ تا بخانہ
روشن ہو قدم سے کفش خانہ

دعوت ہیں نوش جاں کریں آپ
اپنا مجھے میہماں کریں آپ

بولا وہ شہنشہ نکو ذات
کافی ہے یہ باہمی ملاقات

احسان یہ کیا بات کیسی
تکلیف تکلفات کیسی

بولا وہ کہ ہاں یہ سب بجا ہے
خاطر شکنی کہاں روا ہے

اصرار بڑھا جو آخر کار
ساتھ اس کے چلا وہ مرد ہوشیار

سب مل کر جو روانہ ہوئے۔ مصور نے کہا: "بروئے فلک اڑ کر چلیں کہ عیاری کی زحمت سے بچیں۔"

عمرو نے کہا: "اس جگہ کا سبزہ قابل دید ہے تفریح کناں تشریف لے چلیے۔ دل خرم کو نثار کیجیے۔"

عمرو کے کہنے سے پیدل روانہ ہوئے کچھ دور آگے بڑھے تھے کہ مہمان بلا کو منش نے خاصدان نکالا اور دو بیڑے میزبان کیا

مصور نے کہا: "آپ نوش فرمائیے۔

عمرو نے کہا: "اب انکار بے جا ہے ہمارا آپ کا ایک معاملہ ہے۔

اس وقت مصور نے ایک گلوری آپ لے کر کھائی اور ایک لے کر اپنی بی بی کو دی۔ حلق سے نیچے اترنا تھی کہ دونوں چکر کھا کر گرے اور بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے چاہا کہ دونوں کو باندھ کر اپنا راستہ لے۔ اس وقت آفتاب اور مہتاب جادو فرستادہ شعلہ جادواں آ کر پہنچے لیکن خدا کو بات کرنا عمرو کی منظور تھی۔ ان دونوں نے طلسم ظاہر کے کوہستان میں پہنچ کر سحر ایسا پڑھا کہ مصور اور جو اس کے ساتھ ہو وہ ہمارے پہنچنے تک بیہوش ہو جائے اور یہ سحر اس خیال سے انہوں نے کیا کہ عمرو ساحری کو تو ہم ہوشیار کر لیں گے لیکن عیار جو ان کے ساتھ ہو وہ بھاگ نہ سکے گا۔

پس ادھر انہوں نے سحر کیا اور ادھر عمرو نے گلوریاں کھلائیں وہ دونوں تو بیہوش تھے کہ تیسرا عمرو بھی بیہوش ہو گیا۔ آفتاب اور مہتاب جادو نے آ کر دیکھا تو مصور اور اس کی زوجہ اور ایک ساحر اور بیہوش پڑا ہے۔ انہوں نے رد سحر اپنا پڑھا کہ عمرو ہوشیار ہو گیا۔ لیکن وہ دونوں کسی طرح نہ چھوٹے۔ اس لیے کہ بیہوشی کی گلوریاں کھا کر بیہوش ہوئے تھے فی الحال جب یہ ہوشیار نہ ہوئے انہوں نے عمرو سے پوچھا: "یہ کیا ماجرا ہے۔"

عمرو نے کہا: "میں بھی ان کو ہوشیار کر رہا تھا کہ تم آئے مجھے بھی معلوم نہیں کہ یہ کیونکر بیہوش ہیں۔ تم ٹھہرو میں پانی لاؤں شاید عیار ان کو بیہوش کر گیا ہو۔

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ یہاں سے ٹل جائے' مگر ان دونوں نے کہا: "ایسا نہ ہو کہ یہ پانی لینے جائے اور عیار آ کر ہمیں ستائیں یا کچھ اسی ساحر کا فتور ہو۔ بہرصورت ان تینوں کو سامنے افراسیاب کے لے جانا چاہیے۔" یہ سوچ کر فوراً سحر پڑھا کہ عمر پھر بیہوش ہو گیا۔ تخت سحر پر لٹا کر تینوں کو پرواز کر کے لے چلے اور دریائے سحر سے جب پار اترے۔ وہ ایک ساحروں کی زبانی سنا کر شہنشاہ گنبد نور پر جو برج کا چنا نثار ہے اور وہاں سے لشکر طلسم ظاہر کے دکھائی دیتے ہیں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ بھی اسی سمت چلے۔ آخر برج چنار پر آئے۔

شہنشاہ کو سلام کر کے عرض پیرا ہوئے: "غلامان جانباز نے یہاں سے جا کر سحر کیا کہ نیرہ ساحری اور ان کی زوجہ اور یہ ساحر جو ان کے پاس پڑا ہے بیہوش ہو گئے۔ مگر اب جو سحر رد کرتے ہیں تو ایک شخص تو ان میں کا ہوشیار ہے اور مصور وغیرہ نہیں ہوشیار ہوتے ہیں۔"

یہ کہہ کر رد سحر کیا کہ عمرو کی آنکھ کھلی۔ اس نے دیکھا کہ ایک گنبد فلک فرسا تعمیر بحد تزئین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قصر بہشت بریں ہے۔ زروان فکر رسا دوہرو اس کی رفعت کے کوتاہ ہے۔ سائبان چرخ اس کے دامن میں پوشیدہ ہے جواہر مرصع کا چنار کیا ہوا۔ سقف و ستون میں لگا ہے شیشہ آلات فرش و میز کرسی و دنگل سے آراستہ ہے۔ ہزاروں گلشنے لگے ہیں۔ ہزاروں ساحر دست بستہ رو بروئے تخت شہنشاہی حاضر ہیں۔ ملکہ حیرت بھی پہلو میں جلوہ گر ہے۔

عمرو ہوشیار ہوتے ہی سامنے تخت شہنشاہی کے آیا اور بہ ادب تمام رسم و سلام بجا کر بولا: "اے شہریار گردوں وقار آپ کے ملازم آپ ہی سحر کرتے اور آپ ہی اس کو رد نہیں کر سکتے۔"

یہ کہہ کر رد سحر کیا کہ عمرو کی آنکھ کھلی۔ اس نے دیکھا کہ ایک گنبد فلک فرسا تعمیر بحد تزئین ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قصر بہشت بریں ہے۔ زبان فکر رسا بہرہ اس کی رفعت کے کوتاہ ہے۔ سائبان چرخ اس کے دامن میں پوشیدہ ہے جواہر مرصع

کار چینا کیا ہوا، سقف و ستون میں لگا ہے شیشہ آلات فرش و میز کرسی و دنگل سے آراستہ ہے۔ ہزاروں گلدستے سجے ہیں۔ ہزاروں ساحر دست بستہ روبروئے تخت شہنشاہی حاضر ہیں۔ ملکہ حیرت بھی پہلو میں جلوہ گر ہے۔

عمرو ہوشیار ہوتے ہی سامنے تخت شہنشاہی کے آیا اور بہ ادب تمام رسم و سلام بجا کر بولا: "اے شہر یار گردوں وقار آپ کے ملازم آپ ہی سحر کرتے اور آپ ہی اس کو رد نہیں کر سکتے۔"

یہ کہہ کر اپنے جھولے سے سحر کے ایک کوزہ آب نکال کر دکھلانے کی راہ سے کچھ سحر پڑھ کر پھونکا اور چھینٹا مصور اور اس کی بی بی کے منہ پر دیا کہ دونوں کی آنکھ کھلی اور اٹھ کر شہنشاہ ساحران کو دیکھ کر حیرت دنگ ہوئے کہ ہم یہاں کیونکر آئے۔

اسی وقت عمرو نے واویلا مچایا: "ابھی آپ دعوت کرنے لے چلے تھے کہ گرفتار ہو کر میں یہاں آیا نیرہ ساحری ہیں شاید بھینٹ میں میری جان لیجیے گا۔"

مصور نے بعد رسم سلام و تعظیم وغیرہ پوچھا: "کہ ہم کو یہاں کون لایا۔"

شاہ نے کتاب دیکھ کر بعینہ آفتاب اور مہتاب جادو کا بیان کر کے کہا: "انھیں دونوں نے سحر سے آپ کو بیہوش کر دیا تھا اور پوشیدہ طور پہ سحر کیا تھا۔ ورنہ آپ ایسے معزز بیہوش نہ ہوتے۔"

یہ بیان سن کر مصور نے ہاتھ پکڑ کر عمرو کا سامنے جادوان کے کر کے کہا: "یہ شخص ہمارا محسن ہے اور بتفصیل عمرو کے ہاتھ سے اپنا گرفتار ہونا اور پھر ہوشیار ہو کر داناۓ جادو کو پانا" بیان کیا۔

شاہ جادواں نے یہ جانبازی سن کر داناۓ جادو کو خلعت دیا اور کرسی زریں پہ ان کو بٹھلایا۔

مصور کو مطلق نہ معلوم ہوا کہ اسی کی گولیاں سے میں بیہوش ہوا تھا بلکہ آفتاب وغیرہ کے سحر سے سمجھا کہ بیہوش ہوا تھا۔

غرض یہ کچھ دیر کے بعد مصور نے کہا: "اے شہنشاہ اب میں جاتا ہوں اور جنگ کا آغاز کرتا ہوں۔

بادشاہ طلسم نے کہا: "اے مرشد زادے، آپ بیکار تکلیف کرتے ہیں۔ مجھے میلہ کرنے دیجئے۔ تامل فرمائیے۔"

اس نے کہا: "آپ کو اختیار ہے میں لشکر میں جا کر ٹھہرتا ہوں۔ آپ میلہ کیجئے۔ جو کچھ مجھ سے تصویریں کھنچ سکیں گی میں کھینچوں گا۔"

یہ کہہ کر تخت سحر پر دانائے جادو کو بٹھا کر مع اپنی بی بی کے روانہ ہوا اور دریائے سحر کے پار آیا مگر عمرو نے دل میں غور کیا: "اگر اس کے ساتھ جاؤ گے، ایسا نہ ہو کہ وہاں عیاری کرنے میں دیر لگے اور شاہ طلسم میلہ شروع کر دے اور تم سے بچاؤ کی تدبیر نہ ہو سکے بہتر یہ ہے کہ تم بھی چل کر کوئی فکر معقول کرو۔ یہ سوچ کر مصور سے کہا: "ذرا تخت اتاریئے، مجھ کو پیشاب کی احتیاج ہے۔"

اس نے تخت اتارا عمرو نے کہا: "سامنے لشکر دکھائی دیتا ہے۔ آپ تشریف لے چلئے میں حاضر ہوتا ہوں۔"

مصور بھی سمجھا کہ قبل سے میں جا کر سامان دعوت مہیا کروں۔ اس خیال سے وہ تخت لے کر آگے روانہ ہوا، اور عمر وہاں سے اصلی صورت اپنی بنا کر اپنے لشکر میں آیا اور بارگاہ میں پہنچ کر کرسی پر متمکن ہوا۔ مہ رخ نے حال فتح یابی جنگ اور قتل ہونا جلاد کا بیان کیا۔ اس مژدہ کو سن کر عمرو خوش ہوا۔ پھر اپنی سب کیفیت بیان کی کہ میں گنبد مینار پر بھی ہو آیا۔ اس کی فطرت پر ہر ایک کو حیرت ہوئی۔ آ کر شمع ہائے روشن کر کے۔ تدبیر اپنے بچاؤ کی میلہ ہونے سے قبل سب کرنے لگے۔

ادھر مصور نے دانائے جادو کا بہت راستہ دیکھا جب وہ نظر نہ آیا کچھ سحر پڑھا کہ ایک تصویر نشین سے نکلی۔ اس سے کہا: "دانائے جادو جہاں ہو۔ وہاں سے جا کر بلا لا۔"

تصویر نے قہقہہ مارا اور کہا: "حضور وہ تو عمرو عیار تھا۔" اور جملہ کیفیت اس کی بیان کی۔ مصور کے ہوش اڑ گئے۔ ادھر جلاد کا قتل ہونا اور جنگ کی کیفیت سن کر بولا: "پھر یہ طلسم دوبارہ برباد ہو گا۔ عمر طلسم کی پوری ہو چکی ہے۔" یہ کہہ ہی رہا تھا: "اے

مرشد زادے! دانا جادو ہمیں مرد زیرک معلوم ہوتا ہے بعد دعوت کے اس کو رخصت نہ کر۔ تاہم اس کو اپنا ملازم کر کے رتبہ و مرتبہ عطا کریں گے۔"

جب یہ مضمون پڑھا' خجل ہو کر لکھا: "دانائے جادو عمرو عیار تھا۔ یہ نامہ جب شاہ طلسم کے پاس لے گیا اور اس نے بھی کتاب سامری دیکھ کر سارا حال دریافت کر کے کہا:" افسوس کیا کیا ذلتیں یہ عیار دیتا ہے اور ہم لوگوں کو اندھا بنا کر آنکھوں میں خاک ڈالتا ہے۔"

خیر اب "اے حیرت تم جاؤ اور انگشتری جمشید لاؤ کہ میں حملہ کر کے ایک باغی کو بھی ان میں سے با د زندہ نہ رکھوں۔"

ملکہ حیرت یہ حکم شاہ سن کر انگشتری لانے کی فکر میں مصروف ہے۔

ملکہ حیرت مکمل تیاری سفر بحکم افراسیاب انگشتری جمشید لانے کے لیے روانہ ہوا ہی چاہتی تھی کہ پنچہ سحر نامہ لقا (خداوند لایا۔ شاہ طلسم نے سر پر رکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ پھر کھول کر پڑھا لکھا تھا: "اے بندہ خاص ہمارے ہمیں خدا پرستوں اور عیاروں نے بہت تنگ کیا ہے اور تو ہماری خبر نہیں لیتا۔ ہم نے اٹھارہ ہزار ملک با اختر تیرا نام ہونے کے واسطے چھوڑ کے سب بندے مغضوب تیرے ہی ہاتھ سے قتل ہوں۔ فی الحال کسی زبردست کو اس طرف جلد بھیج ورنہ ہم تجھ سے ناخوش ہو کر اور سمت کو چلے جائیں گے۔

اس مضمون کو پڑھ کر افراسیاب نے کچھ سحر پڑھا کہ تھوڑی دیر میں آندھی آئی اور بگولے کی مانند ایک ساحر زرد رویہ قُل اڑتا ہوا سامنے شاہ طلسم کے آیا' سامنے شاہ طلسم کے آیا تسلیم کی' نذروی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوا۔ شہنشاہ ساحران نے اس سے ارشاد کیا: "اے پیکان جادو تم بہر مدد خداوند جاؤ' لیکن طلسم میں حملہ ہونے کو ہے۔ اتنا جلد دشمنان خداوند کو ہلاک کرنا کہ میلے میں آ کر شریک ہونا۔" پیکان یہ حکم سنتے ہی فوراً پھر کر اپنے مقام پر آیا وہ بارہ ہزار ساحر ہمراہ لے کر چلا۔ یہ تو اس طرف سے روانہ ہوا۔

مگر اب لشکر امیر کا حال سنیے، جمہور جمل سوز ترکی شہنشاہ تیرزن پسر خواجہ امیر نے شکار کی اجازت امیر سے لے کر سامان صید افگنی فراہم ہونے کا حکم دیا۔ اسی وقت سے باز تیز پرواز و طائران جانستان مرغان لے کر لوگ حاضر ہوئے اور صیاداں شکار جانوراں شکاری کو سامنے لائے و قراول اور پہلے چیتے اور کتل کو لے کر روانہ ہوئے۔ اسی تیاری میں رات ہو گئی۔

صبح کو نماز پڑھ کر شہزادہ سوار ہوا۔ اسپ صرصر تک کو پو قدمے پر لگائے دشت نزہت افزا کی سیر کرتا اور تماشائی نیرنگ طراز قدرت کی دیکھتا روانہ تھا۔ چراگاہ وحشیاں کے متصل پہنچ کر صید افگن ہوا اور جانور ان پروں سے آشیانہ دہر اور مرغزار دنیا کو خالی کیا۔

جب طائران دشت سے گردوں پر ہوتے اور ہوئے گردوں خالی نظر آیا۔ اس وقت عنان و سن خوش خرام کو شکار گور و گوزن کی جانب منعطف فرمایا۔

اتفاق سے ایک اند دہرن بھاگا ہوا اس کی زد پر آیا، تیر اس پر مارا، مگر تیر کھا کر بھاگا۔ تعاقب میں گھوڑا اٹھایا کچھ دور گیا تھا کہ سامنے سے ایک سوار مرکب باد رفتار پر سوار ترکش مصری باندھے اور کمان کیانی میں تیر دل دوز جوڑے پیدا ہوا۔

شہزادہ نے کہا: "اے جوان یہ شکار میرا ہے اس کو صید (پکڑا) نہ کرنا"

اس خطا کردار نے کہنا اس صیاد و طائر صوار کو سنا اور تیر اسنے پر مارا کہ وہ گرا۔ شہزادہ بھی اس کے قریب گیا اور بولا: "اے بہادر شیوہ مردانگی کے خلاف تو نے کیا۔ کہ باوجود ممانعت پر بھی پرائے شکار پر دست انداز ہوا اور سوار نے کہا: "اے اجل رسیدہ یہ بیابان اور سرحد میری تو ہے، تو کون ہے جو منع کرتا ہے اور بھلا شکار کھیلنے کس ذریعے سے آیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ سیدھا کان دبائے اپنی راہ لے، ورنہ شکار شہباز اجل ہو اور طائر روح ہلاکت میں پھنسے گا۔ میں غلام خونخوار شراب خوار کوہی کا ہوں کہ جو اس دشت کا مالک ہے اور نام سلیمان عنبریں مو" ہے بڑا جبار ہے۔ مرد میدان کارزار ہے۔"

شہزادہ جمہور نے یہ کلمات درشت سن کر نرمی سے کام لیا۔ اور تیر اپنا اس کے جسم

سے نکال کر پھرنے کا ارادہ کیا مگر اس سوار غلام نے تیر جو دیکھا دل کو بہت پسند کیا۔

شہزادے سے کہا: "یہ تیر میرے بہت پسند ہے، لا مجھے دے اور تو اپنی راہ لے۔

شہزادے نے کہا: "ہم ہر چند کہ مالک گیر اور کشور ستان ہیں۔ مگر تاہم تیرے کہنے سے چلے جانے پر آمادہ ہیں۔ کیونکہ پہلے عجز کرنا طریقہ بہادراں کا ہے۔ اب تیر تو ہم سے طلب کرتا ہے اور ہتھیار چھوڑنا دنیا پیشہ نامرداں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اپنے اوپر رحم کھا کر مجھ سے آویزش نہ کر۔ اپنی راہ لے ورنہ مارا جائے گا۔"

اس غافل نے ایک بھی سخن صواب نہ سنا اور تیغ کھینچ کر حملہ آور ہوا۔ شہزادے نے وار اس کا رد کر کے نعرہ کیا اور تلوار نیام سے کھینچ کر بڑھا۔ اس بے حیا شمشیر جانستان کے جوہر برق دیکھ کر راہ فرار اختیار کی۔

شہزادے نے للکار کر کہا: "اب میں شکار ہاتھ سے کب جانے دیتا ہوں" اور غضب اس کے چار ہزار سوار ملازم، اس کے پیچھے تجسس کناں آئے تھے۔ ان کو اس نے حکم دیا، "اس بے ادب کو گھیر کر مارو۔" وہ سوار شہزادے پر حملہ آور ہوئے

شہزادے جمہور کی فوج جو پیچھے رہ گئی تھی اس وقت آ کر پہنچی اور اپنے مالک کو سرگرم پیکار دیکھ کر لڑنے لگی۔ ہنگامہ گیرو دار برپا ہوا اور یہ سرگرمی جدال و قتال میں صفوں کو تہ کر کے شہزادہ قریب اپنے دشمن کے پہنچا۔ اس نے ہنا چاری تلوار ماری۔ شہزاد نے وار روک کر کے ہاتھ مارا کہ وہ مع راکب و مرکب کیچ ادر پر کلے ہوا طالب تیر آیا تھا خدنگ قضا ہوا۔ لشکری اس کے سب مارے گئے تھے۔ چند مرداں کار آزمودہ لاش اس کی اٹھا کر بھاگے۔

شہزادہ شکار کیا کر معاودت فرما ہوا اور لشکر میں پہنچ کر غسل فرما کر لباس زیب بر کر کے بارگاہ میں آیا۔ ہمراہیوں نے کمر کھولی آسودہ ہوئے۔ جمہور بھی دست چپ میں جاگزیں ہو ناچ دیکھنے لگا۔ امیر سے کچھ ماجرا حرب و ضرب بیان نہ کیا۔

ادھر لاش اس غلام کی جب خونخوار کوہی کے پاس پہنچی اور اس نے سب کیفیت جنگ

سنی آگ ہو گیا۔ اسی وقت اسی ہزار کوہی کو حکم دیا' جلد تیاری کرو اور خدمت خداوند میں چلو۔

بموجب حکم لشکر درست ہو کر طبل سفر بجا کر چلا اور یہ بھی بکرو فر تمام مرکب تازی نژاد پر سوار ہو کر راہی ہوا۔

راہ میں عرضی تحریر کر کے اور اس میں سب حقیقت قتل ہونے اپنے غلام کی درج فرما کر خدمت لقا میں بھیجی۔

لقا نے جب وہ عریضہ ملاحظہ کیا' خوش ہو کر استقبال کے لیے جوانان تجربہ گزار کر بھیجا' لیکن جو اسپیل (ہر کارے) لشکر امیر یہاں لگے ہوئے تھے۔ عرضی کے مضمون پر اطلاع پا کر خدمت شاہِ اسلام میں گئے اور سب کیفیت بیان کی۔

امیر نے حال سن کر جمہور سے فرمایا: "اے فرزند! تم نے اس لڑائی کا حال ہم سے مطلق ذکر نہ کیا۔"

شہزادہ جمہور نے عرض کی: "کیا جز مقدمہ آپ سے بیان کرتا۔ آخر جو کچھ میں نے کیا تھا' وہ آپ ہی ظاہر ہو گیا۔ یہاں تو یہ ذکر تھا۔ ادھر سے سردار استقبال کر کے خونخوار کو لائے۔ لشکر نے اس کے داخلہ کر کے خیمہ و خرگاہ نصب کیے۔ وہ بارگاہ میں سامنے لقا کے آیا۔ سجدہ کیا' نذر دی۔ خلعت پایا' بیٹھ کر شغل مے نوشی میں مصروف ہوا۔ جام بلوریں گردش میں تھا۔ رقاص مجرا کر رہے تھے۔ دن بھر تو شغل طرب رہا۔

شام کے وقت خونخوار کے حکم سے لشکر میں کوہیوں اور لقا کے طبل جنگ بجا۔

ہر کارے دواں دواں شاہ گیتی ستان میں حاضر ہو کر عرض پیرا ہوئے: "اس شب کو لشکر بے دنیا میں طبل جنگ بجا ہے۔ کل ہر ایک جنگ کے لیے تیار ہے۔"

امیر نے یہ خبر سن کر حسب فرمان قضا جریان شہنشاہ دوراں حکم نواخت طبل جنگ دیا۔

حکم پا کر چالاک نے فوراً نقارخانہ میں جا کر طبل سکندری پر چوب لگائی کہ جس کی چونسٹھ کوس تک صدا گئی۔ گویا دنیا ہل گئی۔

بہادروں میں سامان حرب کی درستی ہونے لگی' لیکن سرہنگ تیز رفتار عیار لشکر عدو میں بہرو دستبرد مبدل گیا۔ خونخوار طبل جنگ بجا کر اپنی بارگاہ میں برائے انتظام لشکر دربار خداوند میں سے اٹھ کر آیا۔

عیار اس وقت ایک چوبدار کی صورت بن کر پاس اس کے آیا اور گویا ہوا: "چلیے سرکار میں اس کیاد ہو رہی ہے۔"

اس نے کہا: "میں ابھی وہاں سے آیا ہوں۔"

عیار بولا: "کار ضروری ہے' پھر یاد خداوند نے کہہ دیا ہے کہ بلا لاؤ۔"

اینک خونخوار پہلی کا رہنے والا نہیں ہے جو چوبدار کو پہچانتا کہ یہ ملازم خداوند سے یا نہیں۔ پس ساتھ ہو لیا راہ میں جب کوئی مقام تنہائی ملا عیار نے حباب بیہوشی منہ پر مار کر بیہوش کر کے پشتارہ مثل گٹھڑی کے باندھا اور رات کا تو وقت تھا ہی۔ اٹھا بیٹھتا سامنے امیر کے آیا۔ شاہ نے ابھی دربار برخاست نہ فرمایا تھا کہ اس نے پشتارہ لا کر سامنے رکھ دیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ امیر نے کہا: "اس کو ہوشیار کرو' شاید میرے سمجھانے سے راہ راست پر آ جاوے۔"

عیار نے فلیتہ دافع بیہوشی دیا کہ اس کی آنکھ کھلی' ایک بار چاہا کہ اٹھ بیٹھوں کمند میں مضبوط بندھا تھا۔ اٹھ نہ سکا۔ آنکھ کھول کر اچھی طرح دیکھا' میں کہاں کہوں۔ جب بغور نگاہ کی ایک بارگاہ رفیع کو دیکھا۔

ہر چند کہ رعب غالب تھا' مگر دل کڑا کر کے پکارا: "یا امیرا خوب عیار کے بھروسے پر آپ لڑتے ہیں اور ہر ایک کو ذلیل و زبوں گرفتار کرا کے کرتے ہیں۔"

صاحبقراں نے فرمایا: "میں قسم اپنے دین و آئین کی کھاتا ہوں کہ میں نے عیار کو تیری گرفتاری کے لیے نہیں بھیجا اور اب جو تو آگیا ہے تو اے بہادر: "تیری آبرو میں سرمو فرق نہ آئے گا۔"

یہ کہہ کر چاہا کہ کمند کھلوانے کو کہیں۔ اس نے زور کر کے کمند توڑ ڈالی۔ امیر نے اٹھ کر گلے سے لگایا۔ برابر اپنے کرسی دی۔ نہایت خاطر داری کی کہ وہ اخلاق

امیر اور جاہ و جلال شاہ اسلام دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ دل سے کہتا تھا: "اطاعت نہ کرنا ایسے شاہ فرخندہ بخت کی، سزا وار ہے۔ جس مطیع کروں وہ دار ہے۔"

لیک ازراہ اٹھ کھڑا ہوا: "امیر میں رخصت ہوتا ہوں۔"

امیر نے ایک خلعت پرازگوہر اور اسپ بازین زر عنایت فرمایا کہ سوار ہو کر یہ بارگاہ لقا میں گیا اور امیر کو بہ سخن ہائے پسندیدہ یاد کیا۔ بڑی تعریف کی۔

یہ ماجرا سن کر بختیارک نے کہا: "اب تمہارا رنگ بد رنگ ہے۔ آدھے مسلمان ہو آئے۔ اب کل اسی بارگاہ میں بیٹھو گے۔"

خونخوار تو ہنس کر خاموش رہا اور ادھر بادشاہ اسلام نے دربار برخاست کیا۔ سردار آ کر سامان جدال کرنے لگے رات بھر دلاوران عرصہ جلادت میں تیاری رہی۔ اسلحے کی چقا چاق سے گنبد گرداں کو گردش تھی اسی دردسری میں صبح ہو گئی۔

لشکر جانبین سے گروہ در گروہ میدان جنگ میں برآمد ہوئے۔ سرداران اسلام اور امیر عالی مقام بعد ادائے فریضہ نماز سحر در دولت شاہ عالی جاہ پر حاضر ہوئے بادشاہ بھی تو مشتاق رزم تھے۔ بہت سویرے برآمد ہوئے۔ سرداروں کا مجرا اور اسلام ہوا۔ سواری حضور عالم کی سمت جنگ گاہ روانہ ہوئی وہ باد بہاری کا ہجوم قدم با قدم آگے بڑھنا اور رسالوں کا پلٹنوں کا سامنے سے گزرنا نسیم سحری کا فرفر چلنا باجوں کا بجنا ڈنکے کی صدا عجب سامان حیرت افزا تھا۔

میدان نبرد میں پہنچ کر صف آرا ہے۔ ادھر سے لقا اور خونخوار با فوج بے شمار اور جرار آئے۔ میدان جنگ کانپنے لگا۔ صفیں جم گئیں۔ نقیب نقابت کرنے لگے کڑکیت کڑکا کہہ کر ہٹے خونخوار گینڈے کو گچک مار کر میدان میں آ کر سلح دکھانے لگا آ کر مقابلے کے لیے للکارا۔

شہزادہ جمہور دست چپ سے مرکب اڑا کر سامنے شاہ کے آیا۔ اجازت حرب چاہی خلعت رخصت پایا۔ جا کر حریف سے ہمتگار ہوا۔ اس کا گینڈا سات قدم پھڑکا کر ہٹ گیا۔ تین قدم گھوڑا شہزادے کا پیچھے سرکا۔ دونوں برچھے اٹھا کر مرکب ناؤں میں مسلے ہوئے

مقابل ہوئے اور نیزہ بازی کی آغاز ہوئی۔ ڈانڈا بیڑی پڑ گئی۔ سنان پہ سنان بھان پہ بھان بجنے لگی۔ جب تین سو ساٹھ طعن رد و بدل ہوئیں شہزادہ جمہور نے بند صاحبقرانی باندھ کر مرکب اٹھایا کہ یہ بند حریف سے کھل نہ سکے گا اور نیزہ کسی طرح نہ سنبھلا۔ ہاتھ سے چھوٹ کر گرا اور خونخوار کے نیزہ نہ نکلا گیا سینے کے پار نکل گیا۔ تیغہ آبدار کو کھینچ کر کمر چلا کر سر پہ مارا۔ شہزادے نے چہرہ پہ تور لیا اور تلوار کو رد کر کے تیغہ اپنا نیام سے لیا۔ اور فرمایا: "نوبت گو گذشت نوبت ما رسید" یہ کہہ کر ہاتھ مارا۔ اس نے تلوار باڑھ دار دیکھ کر سپر سامنے کی اور اپنے تئیں کھل کو گردن پہ پہنچایا۔ شہزادے کا تیغہ سپر کاٹ چار انگل کا زخم سر پہ دیتا ہوا گینڈے کے گردن پہ گرا کہ گردن اس کی قلم ہوئی۔ خونخوار پاؤں جما کر کودا اور شمشیر تول کر چاہا کہ ایک ہی کڑک میں پاؤں مرکب شہزادے کے اڑا دوں۔

شہزادہ فی الفور جست کر کے گھوڑے کے آگے گیا اس نے تلوار پھینک کر چاہا کہ لپٹ جاؤں۔ اس طرف سے شہزادہ بھی چاہتا تھا کہ نوبت و نقارے کی صدا فلک کی طرف سے آئی اور بانو بلا قر قرے و ساحران غدار فیلان آتشین پہ سوار ظاہر ہوئے۔ خونخوار اٹینک زخمی بھی ہو چکا تھا۔ ان کے آنے سے ٹھہر گیا۔ سامان سواری دونوں بہادر دیکھنے لگے بانو ہزار سوار ساتھ اٹھائے سحر کی نیز تگیں دکھاتے اور آگے سب کے پیکان جادو فرستادہ شاہ جادواں بہ صورت مہیب اژدہا دمان پہ سوار آ کر پہنچا اور خداوند کو سجدہ کیا۔ عرض پیرا ہوا کہ طبل بازگشت بجوائیے' میں کسل سفر سے آسودہ ہوں' تو ان خدا پرستوں کا خاتمہ کر دوں۔ لقا نے دیکھا کہ خونخوار زخمی ہو چکا ہے۔ لڑائی بن نہ پڑے گی۔ یہ سوچ کر پکارا: "تقدیر گرج خداوند نے کی۔ فوج میدان سے مراجعت کرے۔" بموجب حکم لشکر میں طبل بازگشت بجا۔ خونخوار مقابلہ شہزادہ فیروز مند پھر سے آیا۔ امیر بھی ڈنکا و نقارہ آسائش بجا کر معاودت فرما ہوئے۔ لشکر خیمہ پہ آ کر آسودہ ہوئے۔ فوج ساحران نے بھی خیام و بارگاہ کئے۔ امیر نے شب کا دربار شاہ سے معاف کرا لیا۔ بادشاہ آ کر داخل شبستان ہوئے۔ سردار بارگاہوں میں آرام پذیر ہوئے۔ ادھر پیکان

دربار لقا میں بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگا اور حال لشکر امیر کا پوچھا۔ بختیارک نے ابتدا سے انتہا تک سب بیان کیا۔ یہ بیان یہاں ہو رہی ہیں۔

مگر ایک جملہ اور سنیے کہ جب افراسیاب پیکان کو بھیج چکا۔ حیرت عازم ہوئی انگشتری جمشید کی لینے جاؤں۔

شاہ نے کہا: "ذرا ٹھہرو اور دبیر کو حکم دیا: "دو نامے تحریر کر کے ایک بنام ملکہ افشاں جادو اور دوسرا بنام ہوشیار بن اژدر سحا جادو اور دونوں میں مضمون یہ ہو کہ بہر دو خداوند سمت عقیق کو جاؤ اور وہاں نہ جاؤ تو میرے پاس حاضر ہو کہ ملکہ حیرت تجرد بغلت بلائے طلسم کی طرف انگوٹھی لینے جاتی ہیں' تا آنے ملکہ موصوف کے تم لوگ باغیوں سے آ کر مقابلہ کرو۔"

منشی نے حسب ارشاد توقیع و رقیع ترقیم کیے۔ شہنشاہ نے دو ساحر بلا کر نامے دیے کہ ہوشیار ظلمت میں رہتا ہے۔ ایک شخص ادھر جائے اور ایک شخص دہنہ طلسم پر کہ جہاں سے لشکر خداوند بہت قریب ہے جائے کہ ملکہ افشاں شہر افشانیہ کی مالک وہیں پر رہتی ہیں۔

خلاصہ کلام دونوں ساحر نامے لے کر مقام مذکورہ پر گئے اور نامے دے کر جواب لیے۔

ہوشیار نے تو لکھا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں اور افشاں نے تحریر کیا کہ کنیز خداوند سے بہت قریب ہے۔ اگر خداوند مجھ کو بہ عزت طلب فرمائیں تو میں جاؤں اور بغیر کسی ذی عزت کے بلانے سے میں نہ جاؤں گی۔"

نامہ دار جب یہ دونوں عرضیاں شاہ جادواں کے پاس لائے۔ اس نے پڑھا۔ افشاں کے عذر پر غصہ آیا تھا۔ مگر وہ عزیز دار ملکہ شرارہ جادو ہے' جو اصل میں عمرو کے ہاتھ سے بمقدمہ گرفتاری بدیع الزماں قتل ہو چکی تھی۔ اس وجہ سے بادشاہ کی بھی عزیز اور بزرگ ہے۔

شاہ طلسم غصہ کو ضبط کر کے ٹھہرا۔ پھر کچھ سوچ کر عرضی خداوند کو لکھی: "یا خدا! قریب وہاں شہر افشانیہ ہے اور وہاں کی حاکم ملکہ افشاں جادو ہے۔ آپ شیطان کو بھیج کر با بروئے تمام بلا لیجیے' کیونکہ اس نے یہی عذر آپ کے پاس آنے میں کیا ہے۔"

غرضیکہ عرضی دے کر انھیں دو ساحروں کو جو نامے لے گئے تھے۔ خداوند کے پاس بھیجا۔ ساحر دریا سے اتر کر جب طلسم میں آئے۔ باہم مصلحت پذیر ہوئے کہ ذرا اب لشکر مہ رخ کو دیکھتے چلیں۔ اور زمین پر اترے۔ سیر کرتے ہوئے پیدل چلے۔

ان دونوں نے اپنی طرف کا ساحر سمجھ کر سارا حال و ماجرا بیان کیا۔ اس نے سب کیفیت عرضی نامہ وغیرہ کی سن کر کہا: "بعد مدت آپ سے ملاقات ہم سے ہوئی ہے۔ یہ میرے غریب خانے پر تشریف لے چلیے۔ ایک آدھ جام شراب پی کر جائیے گا۔ میرے پاس ایک گلابی ہے۔"

اس نے کہا: "اچھا' تو میں یہیں ٹھہر جائیے۔ میرے پاس ایک گلابی ہے۔ وہی پی لیجے۔" اس کے اصرار سے وہ ساحر ٹھہرے اور دو دو جام شراب کے کہ بیہوشی آمیز تھی پیتے ہی بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے عرضی افراسیاب کی ان کے جھولے سے ان کے نکال کر پھاڑ ڈالی ہے اور اپنے ہاتھ سے عرضی کا یہ مضمون لکھا:

"یا خداوند یہ دونوں ساحر بڑے حرامزادے ہیں اور نہایت دھوکے باز ہیں۔ لیکن مجھ کو سبب مروت کے یہاں سزا دیتے بن نہ پڑی۔ آپ کی خدمت میں اس لیے بھیجتا ہوں کہ جب یہ وہاں پہنچیں' ناک و کان ان کے کاٹ کر خوب سی جوتیاں لگا کر ان کو نکال دیجیے گا۔"

اور ایک رقعہ شیطان بختیارک کو لکھا: "ارے حرامزادے مجھے اتنا زمانہ طلسم میں آئے ہوئے ہوا تو نے خراج مثل تراشی کہ میری جوتیاں کھانے سے بال جو تیرے سر پر نہیں جتنے وہ حجامت کا حق آج تک نہ بھیجا۔ لازم ہے کہ سب روپیہ جمع کر کے رکھ چھوڑنا۔ انشاء اللہ بعد فتح طلسم ما بدولت تشریف خود لاتے ہیں۔ اگر اپنے دام کوڑی کوڑی نہ پائیں گے تو تیرے باپ کے' ہریسہ پکائیں گے۔"

غرضیکہ جب یہ لکھ چکا' عرضی پر مہر شاہ طلسم کی جو اس کے پاس مصنوعی بہر عیاری ہے لگا کر پیچھے عرضی کے لکھ دیا: "ایک رقعہ نیلم شیطان میں لپٹے لکھا تھا۔ شاید ساحران ہمارے حرامزدگی نہ دیں۔ آپ تلاشی لے کر نکلوا لیجیے گا اور شیطان اس کو الگ لے

جا کر پڑھیں' دیوار میں نہ پڑھیں۔"

یہ لکھ کر رقعہ ساحروں کی کمر میں باندھ دیا اور عرضی کو جھولے میں رکھ کر اپنا راستہ لیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ ساحر ہوشیار آئے اور سوچے کہ شراب بہت تیز تھی۔ جس کو پی کر بیہوش ہو گئے تھے یا یہ شخص شراب پلانے والا عیار تھا کہ بیہوشی پلا گیا پھر کہا: "اگر عیار ہوتا تو بیہوش کر چکا تھا' مار ڈالتا' لوٹ لیتا' ہماری سب چیزیں موجود ہیں۔"

یہ کہہ کر جھولے میں نامہ دیکھا' وہ بھی اسی طرح رکھا پایا۔ کہا: "سامری کا شکر ہے کہ سب طرح سے خیر ہے۔ چلو چلو اب دیر ہوئی ہے۔"

* * *

پیکان جادو

غرضیکہ یہاں سے اڑ کر منزلیں طے کرتے ہوئے اس وقت آ کر پہنچے کہ لقا میدان جنگ سے ہٹ کر بارگاہ میں آیا تھا اور پیکان وغیرہ سب بیٹھے تھے' مگر بختیارک لشکر ساحراں اتروانے اور خیموں کے نصب کروانے کے انتظام میں تھا کہ ساحروں نے خداوند کو مجرا اور سجدہ کیا۔ عرضی شاہ جادواں کی پیش کی۔ لقا نے پڑھ کر پوچھا: "کوئی اور بھی رقعہ تمہارے پاس ہے۔"

انہوں نے کہا' "نہیں۔"

لقا نے کہ: "سچ ہے کہ تم بڑے دغا باز اور بد ذات ہو۔" یہ کہہ کر حکم دیا: "انہیں گرفتار کرو اور جوتیاں مارو۔" ازبسکہ وہ دونوں ساحر تھے' جب اپنی بے عزتی انہوں نے دیکھی سحر کرنے لگے' جو گرفتار کرنے چلا بیہوش ہوا۔

لقا نے پیکان سے کہا: اے بندہ قدرت! قید کر ان کو۔" پیکان اور اس کے مطیع سردار رد سحر پڑھ کر ان دونوں سے جا کر لپٹ گئے اور از روئے بلوہ پکڑ کر سامنے لائے۔

لقا نے کہ' "ناک اور کان کاٹ کر جوتیاں لگاؤ۔"

حسب الحکم جلاد نے ناک کان کاٹ لیے۔ ہر چند وہ کہتے رہے۔ "ہم نامہ دار اور بے قصور ہیں۔ شاہ طلسم ہم کو عزیز رکھتا ہے۔ افشاں کے بلانے کے لیے عرضی آپ کو لکھی ہے۔"

لقا نے ایک نہ سنی کہا: "یہ مکار ہیں۔" اور بعد ناک اور کان کاٹنے کے جوتیاں ان پر پڑنے لگیں۔ خوب بندھ کر وہ پٹے۔ شور واویلا جو بلند ہوا بختیارک دوڑ آیا' حال پوچھ کر عرضی دیکھی' پھر ساحروں کو زد و کوب کرنے سے منع کیا اور ان سے پوچھا: "تم کو راہ میں کوئی تمہیں ملا تھا۔"

انھوں نے شراب چینا ماہ میں بیان کیا۔

شیطان بولا۔ "بیشک رقعہ بھی تمہارے پاس ہو گا۔"

یہ کہہ کر کمرے میں تلاش کیا۔ رقعہ ملا' پڑھ کر آنکھوں سے لگایا اور پکارا' اوبے کیدی لکھا ہمارے مرشد نے ریش تراشی کا خراج مانگا ہے۔ میرے پاس تو جمع ہے' تجھ کو بھی موجود رکھنا چاہیے۔ دیکھ ان حضرت نے ان دونوں کے ناک و کان وہیں سے کتوا ڈالے۔" یہ کہہ کر رقعہ دیا لقا پڑھ کر شرمندہ ہوا اور سمجھا کہ عمرو کا یہ فتور تھا۔ ساحروں کو تو رہا کر دیا' مگر اپنے خداوند ہونے کے باعث پھر عذر نہ کیا۔ کیونکہ لوگ کہتے: "خداوند آپ ہی تو پٹواتے ہیں او آپ ہی پھر منت کرتے ہیں" لہٰذا جو مشیت خداوند میں گزرا وہی ٹھیک تھا۔ ساحران بینی و گوش بریدہ نالاں و گریاں سمت طلسم گئے۔

یہاں پیکان نے پوچھا: "ملک جی یہ کیا معاملہ تھا۔"

اس نے کہا "معاملہ کیا ہے میرے مالک اور ہادی و مرشد نے جو کچھ لکھا تھا' تعمیل اس کی ہو گئی۔ اب ریش تراشی کا خراج مانگا ہے' وہ میں طلسم میں بھیج دوں گا۔ خداوند اگر نہ بھیجیں گے جوتیاں کھائیں گے۔"

پیکان نے کہا: "خداوند سے بڑھ کر اور کون ہے۔"

اس نے کہا: "وہ بھی کوئی ہیں' میں نام ان کا نہ لوں گا میرے باپ کا ہریسہ پکا چکے ہیں۔"

غرضیکہ اس کو ثابت ہوا کہ یہ عمرو کو کہتا ہے' پس یہ سمجھ کر گویا ہوا: "ملک جی' توبہ توبہ کو ایک عیار کو خداوند پر ترجیح دیتے ہو۔ دیکھو میں ایک ساعت میں لشکر خدا پرستاں غارت کیے دیتا ہوں۔"

بختیارک نے کہا: "ابھی چپ رہو۔ بہت لاف گزاف نہ کرو' مرشد ہمارے ہر وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں' ایسا نہ ہو کہ تمھارا بھی فیصلہ کر دیں۔"

پیکان کو ان باتوں سے غصہ آیا اور ایک تیر اپنے ترکش سے نکال کر سحر پڑھ کر فولاد جادو اپنے سردار کو دیا اور کہا: "اس تیر کو جا کر پہاڑ پر رکھ کر منہ سمت لشکر امیر اس کا کر کے کہنا اے پیکان بحکم خداوند سامری جدھر تیرا منہ ہے اس لشکر پر تیر

بڑھیں۔" فولاد تیر لے کر جو ملکہ لشکر ساحراں میں جنگ گاہ میں آیا تھا۔ عیار سمجھے بیٹھے تھے کہ یہ جو آئے ہیں فتور ضرور کریں گے بدیں لحاظ صورت بدل کر بارگاہ عدو (حریف) میں کھڑے ان کے عزم کو دریافت کر رہے تھے۔ انہوں نے سب کیفیت ساحروں کے ناک کان کٹنے کی دیکھا اور پیکان کا تیر بھینچا بھی دیکھا۔ فولاد کی ساتھ عیار بھی چلے اور باہر بارگاہ کے آ کر محک عیار تو امیر کیے پاس گیا کہ ان کو اس حال کی خبر دوں تا کہ اسم اعظم پڑھیں او سردار سب باغ سلیمانی میں چلے جائیں۔ کہ سحر کی آفت سے محفوظ رہیں۔

قصہ مختصر یہ تو ادھر گیا اور چالاک بن عمرو فولاد کے ساتھ ہوا اور تیزی کے ساتھ اس سے پہلے کوہ کے قریب جا کر ایک کھال شیر کی کیسہ عیاری سے نکالی اور اپنے جسم پر پہن کر گھنٹیاں سینہ پر لگا کر درہ کوہ میں مخفی منتظر ہو کر ٹھہرا۔ اس عرصہ میں فولاد قریب کوہ پہنچا اور چاہا کہ گھاٹیاں طے کر کے پہاڑ پر جاؤں۔ شیر دھڑکا مار کر یکایک اس پر آپڑا یہ بد حواس ہو کر چت گرا اور سحر سارا بھولا او فرط خوف سے بیہوش ہو گیا۔

چالاک اس کی چھاتی پر اسی طرح شیر بنا ہوا چڑھا اور منہ سے سفوف بیہوشی پھونکا کہ وہ بسبب زندہ ہونے کے سانس لیتا تھا۔ دماغ میں بیہوشی نے سرایت کی اب بالکل بے خبر ہو گیا۔ اس نے سینے پر سے کود کر کھال اتاری اور وہ تیر جو سحر کا تھا' جھولے سے نکال لیا۔ بجائے اس کے ویسا ہی تیر رکھ دیا۔ اور آپ درۂ کوہ میں جا کر چھپ رہا۔ کچھ دیر کے بعد فولاد کی بیہوشی جاتی رہی۔ ہر چند کہ ہوشیار ہوا مگر وہی خیال پیش نظر تھا کہ شیر مجھے دبائے بیٹھا ہے۔ اس وجہ سے گھگی بند گئی۔ تا دیر آنکھ بند کئے پڑا رہا جب کسی نے اسے آزار نہ دیا اور طبیعت نے خوف بر طرف کیا قوت ادراکیہ اور ممیزہ قوی ہوئی اس وقت آنکھ کھلی اور دیکھا کہ شیر نہیں ہے۔ بس جان گرامی تو کمال عزیز ہوتی ہے ڈر کر بھاگا کہ ایسا نہ ہو پھر شیر آ جائے جب دور نکل گیا چنداں حواس درست ہوئے گرد اپنے حصار سحر کا پڑھا اور دوسری جانب بہت دور نکل

گیا تو پہاڑ پر چڑھا اور تیر نکال کر جانب لشکر امیر رخ اس کا کر کے رکھ کر پکارا: "بحکم سامری تیر لشکر عدو پر برسیں۔"

ادھر تو اس نے تیر رکھا اور ادھر چالاک دیو سے نکل کر پہاڑ پر چڑھا اور تیر کا منہ جانب لشکر لقا رکھ کر پکارا: "بحکم خداوند سامری یہ جدھر تیر کا منہ ہے اس لشکر پر تیر برسیں۔" فی الفور لشکر لقا پر ایک ابر آ کر محیط ہوا اور زیر ابر پتلے سحر کے آ کر بلند ہوئے ہوا کھڑے ہوئے ہاتھ میں تیر کمان لیے تھے تیر کمان میں پیوست کر کے تاک تاک کر لشکریوں کو مارنے لگے۔

لشکری غافل شعبدہ بازی چرخ غدار سے تھے اور کوئی اپنے بستر پر رنڈی سے اختلاط کر رہا تھا اور کوئی شراب پیتا تھا۔ کہیں ڈھولک بج رہی تھی' ستار کہیں چھیڑ رہا تھا' کوئی خداوند کی عبادت میں تصویر لقا کے سامنے رکھ کر سجدہ و سجود کرتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ سب اپنے اپنے کام میں مصروف تھے اور یہ جانتے تھے کہ ترک فلک کمیں گاہ میں ایسی ایسی ہزار آفتیں نہاں رکھتا ہے کہ یکایک نشانہ خدنگ دل دوز ہونے لگے اور دس ہزار آدمی ایک ہی بوچھار میں گر کر خاک پر مرغ نیم بسمل کی طرح لوٹنے لگے لشکر ساحراں میں اور غیر ساحراں میں غریو الحفیظ والا مان کا شور بلند ہوا اور از بسکہ لشکر دور تک اترا ہوا ہے' لاکھوں آدمی ہیں بعض ساحر سمجھے کہ یہ لشکر لقا کی شرارت ہے۔ یہ سمجھ کر ترہی اور نفیر بجا کر اپنے اپنے خیموں سے نکل کر لشکر لقا پر جا پڑے۔ یہ بیچارے بھی حملہ ور ہوئے پلٹنیں رسالے بھی تیار ہوئے۔ بعض لشکری سمجھے کہ امیر شبخوں آئے ہیں ار پلٹن والے جو پہلے رسالہ تیار کھڑا تھا اس سے بھڑ گئے۔ سب پر سخت تلوار چلنے لگی' گوشت مرد و دہاں سگ کا نقشہ ہوا۔

شور جو ہوا پیکان و مختارک وغیرہ دوڑ سے دیکھا کہ فلک پر سے تیر برس رہے ہیں۔ مختارک بکنے لگا اور پکارا: "سلواہ بما برائیم و لعنت بر لقا' اے پیکان دیکھا تو نے مرشد زادے کی کارسازی۔ وہ نہ ہوا جو تو نے چاہا تھا لشکر حریف پر تیر نہ برسے ہمیں پر یہ آفت آئی۔"

پیکان نے بہت جلد رد سحر پڑھا اور پہر بھر کامل سحر خوانی کی کہ عرق عرق ہو گیا۔ اس وقت وہ پتلے غائب ہوئے اور ابر شق ہو کر بر طرف ہو گیا۔ مگر اس پہر بھر کے عرصہ میں لاکھوں آدمی تیروں سے ہلاک ہو گئے تھے۔ اب جو تیر پڑنا موقوف ہوئے تو لشکر کا باہم لڑنا نہیں موقوف ہوتا۔ اتنے بڑے لشکر کو کون روک سکے۔ مینہ تیروں کا برستا تھا' خنجر شجاعت میں برنگ ہلال تھے۔ بہادروں کے چہرے خون بھرے ہوئے آفتاب مثال تھے۔

یہ غوغا جب بلند ہوا' فولاد پہاڑ پر تیر رکھ کر چلا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لشکر عدو پر تیر برس رہے ہیں۔ جب اپنے لشکر میں آیا' جنگ عظیم بپا دیکھی۔ سمجھا کہ فوج دشمن عاجز ہو کر یہاں حملہ آور ہوئی ہے' یہ جان کر لڑنے لگے۔ شعلے آتش کے بلند ہوئے شرارے اڑتے تھے۔ ستارے ٹوٹ کر گرتے تھے۔ یہ شور سن کر لشکر امیر بھی تیار ہوا۔ سردار خیموں سے نکل آئے۔ بادشاہ بھی برآمد ہوئے۔

سمک عیار اور چالاک نے آ کر بعد ادب سارا ماجرا بیان کیا۔ بادشاہ اور سردار ہنس پڑے اور چالاک کو خلعت فاخرہ عنایت کیا اور فوج کو حکم دیا: "جب تک یہ ہنگامہ رہے یہاں بھی کوئی کمر نہ کھولے۔

قصہ مختصر یہ تو انتظام رہا اور اس طرف لاکھوں آدمی مارا گیا یہ ہنگامہ صبح تک جاری رہا۔

صبح کے وقت نبرد آزمایاں باہم نے ایک دوسرے کو پہچانا اور لڑنا موقوف کیا کر کھلی۔ خجالت سے سر زانوں میں ڈال کر بیٹھے۔

بختیارک تو طنز کے طور پر تعریف پیکان کی کرتا ہوا پکارا: آپ کا مثل نہیں' کیا نایاب سحر آپ نے کیا حضور کی اسی ہاتھی کی مثل ہوئی' جو اپنی فوج کو مارتا ہے۔ واہ مرشد زادے واہ' میاں پیکان کے کیا چونا آپ نے لگایا۔ سارا جادو کرنا بھلا دیا۔ یہ کہہ کر خداوند سے کہا "آپ نے یہ تقصیر کیسی کی۔"

لقا نے جواب جھلا کر دیا: "قلم قدرت میرا اس وقت الٹا ہو گیا۔ جدھر قلم چل گیا۔

تجھے حیثیت میں میری کیا دخل ہے۔"

غرض بعد اس گفت و شنید کے پیکان نے فوج ساحراں کا جائزہ لیا۔ سو دو سو زندہ بچے۔ باقی بارہ ہزار کے بارہ ہزار مارے گئے۔ حتہ اپنا لپیٹ لیا اور افراسیاب کو یہ سب کیفیت عرضی میں لکھ کر روانہ کی اور لکھا: "فوج اور بھیجیے۔"

یہ عرضی لے کر ایک ساحر گیا اور پہلے اس کے وہ دونوں ساحر بینی و گوش بریدہ جا کر پہنچے۔ شہ جادواں ان کا حال دیکھ کر آگ ہو گیا اور جب یہ عرضی پیکان کی پہنچی فرط غضب سے کچھ التفات نہ کیا۔ عرضی پڑھی اور ساحر سے کہا: "اگر مقدمہ خداوند کا نہ ہوتا تو میں اپنے ملازموں کا عوض لیتا۔ خیر تو جا اور پیکان سے کہنا کہ تنہا مقابلہ کر، جب مسلمان مغلوب ہوں گے۔ ان کے قتل کو فوج خداوند کافی ہے۔ میں بعد کچھ روز کے فوج کو تجویز کر کے بھیجوں گا۔"

ساحر یہ سب کیفیت سن کر واپس آیا اور جملہ حال بیان کیا۔ پیکان تو تنہا لڑنے پر آمادہ ہوا۔ اس وقت خونخوار کوہی نے کہا: "میرے نام طبل جنگ بجوائیے۔ غلام مقابلہ کرے گا۔"

بختیارک نے کہا: "اے پیکان! تم بھی جس وقت خونخوار لڑنے لگے حریف پر سحر کرنا کہ خونخوار اس کو زیر کرے۔"

پیکان نے کہا: "ایسا ہی ہو گا۔" غرضیکہ دن بھر یہی صلاح و مشورہ رہا اور لشکر پراگندہ کو ترتیب کیا۔ لاشیں میدان سے اٹھوائیں اور بعد ان تدبیرات کے جب رات کے اندھیرے ہر طرف پھیلنے لگے، حکم نواخت طبل جنگ دیا۔ نقارہ رزمی گڑگڑایا۔ ہرکارے خبر لے کر پیش ملازمان شہنشاہ سریر گردوں نظیر حاضر ہو کر شرائط ادب و مراسم تعظیم بجا لانے کے بعد اس طرح عرض پیرا ہوئے: "لشکر خسران مآل بدسگال میں طبل جدال بجا ہے۔ ان کی پھر شامت آئی ہے، قضا نے گھیرا ہے۔"

شہ نے بھی ارشاد فرمایا: "یہاں بھی بنام ایزد پاک کچھ باک نہیں، نقارہ رزم بجے اور ہر ایک بہادر لڑنے کا عزم کرے۔"

اس تحکم سے کوس سکندری پر ضرب پڑی۔ شور الفتادو عالم عالمگیر ہوا۔

بعد برخاست ہونے دربار خیام ذوی الاحترام میں آ کر درستی آلات حرب کرنے لگے۔ نعرہ دونوں لشکروں میں بلند ہوا۔ ہتھیاروں کی جھنکار نغمہ عندلیب گلشن تھی۔ جوہر شمشیر کی بہار چمن چمن تھی۔ دلاور برنگ جوانان باغ جھومتے شاہد قبضہ تیغ کا منہ چومتے تھے اور گلستان شجاعت میں سرو آسا قیام پذیر تھے اور قمری وار طوق محبت عروس مرگ ان کے گلو گیر تھے۔ اسی ہنگام میں صبح ہو گئی۔

امیر نماز سحر سے فارغ ہو کر مسلح و مکمل در دولت شہنشاہ عدل گستر پر حاضر ہوئے۔ شاہ گردوں پائے طاعت الٰہ سے فراغت کر چکے تھے۔ مانند آفتاب عالمتاب کے افق کا شانہ دولت سے ساطع لالنور ہوئے۔ ہر ایک سردار کا مجرا ہوا اور تخت شہنشاہ سمت میدان جنگ چلا۔

میدان نبرد میں وارد ہوئے ہی تھے کہ لشکر لقا بھی بڑے کروفر سے آیا۔ صف آراؤں نے دونوں جانب پرا جمایا۔ خس و خاشاک بیلداروں نے دور کیا۔ سقوں نے گرد و غبار بٹھایا۔ نقیب نقابت کر کے ہٹے۔ اسوقت فولاد جادو میدان میں سحر کی نیرنگی دکھا کر طالب نبرد ہوا۔ جمہور شاہ سے اجازت لے کر سامنے گیا۔ اس نے ترسول گینڈا بڑھا کر مارا۔ اس لیے کہ اول زور سے کار برآری نہ ہو تو سحر کریں۔ شہزادہ جمہور نے ترسول رد کر کے ایک ڈنڈ نیزے کی کمر پر اس زور سے لگائی کہ وہ سنبھل نہ سکا پشت زین سے بر روئے زمین گرا جمہور مثل شیر غضب ناک کے اپنے مرکب سے کود کر اس کے قریب آیا اور ٹھوکر ماری کہ تن خاکی کو اس کے گرد برد کر دیا۔ ایک پاؤں اپنا اس کے پاؤں پر رکھا اور دوسرا پاؤں ہاتھ سے پکڑ کر ایسا جھٹکا دیا کہ ایک پیکر کے دو پیکر بنائے' چیر ڈالا۔ نعرہ جان لشکر کفار سے نکلا اور خونخوار یہ طاقت دیکھ کر دنگ ہو گیا۔ پیکان کی یہ سردار تھا اس نے سرداران باقی ماندہ کو للکارا: "ہاں اس خدا پرست کو جانے نہ دینا" اس وقت سو دو سو ساحر ناریخ و ترنج پکڑ کر شہزادے پر حملہ آور ہوئے۔ پھر تو امیر بھی اسم اعظم پڑھتے ہوئے اشقر اڑا کر چلے اور جمہور کو ہٹا کر ساحروں پر

جا پڑے۔ یہ دیکھ کر کوہی اور لقا پرست بھی تلواریں کھینچ کر حملہ ور ہوئے۔ بادشاہ اسلام نے تخت بڑھایا اور جملہ فوج اسلام نے جنگ آغاز کی۔ ساحروں نے نارنج و ترنج مارے وہ بہ برکت اسم اعظم سب باطل ہوئے اور سردار سے سردار اور پیادے سے پیادہ سوار سے سوار بھڑ گیا۔ کھچا کھچ تلوار کا اور کشا کش تیر کی بلند ہوئی۔

بختیارک نے خیال کیا کہ رات کو ساحر باقی ماندہ بھی ہلاک ہوں گے لشکر پسپا ہوتا چلا آتا ہے۔ یہ دیکھ کر فوراً طبل امان بجوا کر پ لشکر اسلام بھی معاودت فرما ہوا اور دونوں جگہ کے دلاور جا کر آرام گزیں ہوئے اور شاہ بارگاہ میں بیٹھے ساقی و مے و مطرب حاضر ہوئے جام 'عشرت' گردش میں آیا۔

بختیارک نے کہا: ”کہو پہلوان تم نے زوران بندگان مغضوب کا دیکھا۔

خونخوار نے کہا: ”ملک جی! وہ لوگ ایسے ہی ہیں۔ مجھے بھی ان سے لڑنے کی حسرت ہے۔ آپ نے آج کی جنگ ساحر کو بھیج کر مفت خراب کی۔“

بختیارک نے کہا: ”میں چاہتا ہوں کہ تم ابھی یہاں اور رہو اور تم خدمت امیر میں جانے کی جلدی کرتے ہو آج اپنے نام پر طبل بجواؤ اور ڈنکے کی چوٹ پر جا کر مسلمان ہو جاؤ۔“

خونخوار ان باتوں کو سن کر ہنسا اور حکم نواخت طبل دیا۔ نقارہ بجتے ہی ہر کارے خدمت شاہ میں جا کر مخبر ہوئے۔ اس طرف بھی دہل اور دمامے بجے تیاری جدال و قتال شروع ہوئے۔ رات بہ درستی ہوئی۔

صبح امیر نماز پڑھ کر آستان شاہ پر آ کر ہمراہ خسرو کجکلاہ سرداران عالی جاہ کے وارد دشت نبرد ہوئے۔ لقا بھی آیا فوج دریا موج ساتھ لایا۔ بعد ترتیب لشکر خونخوار گینڈا بڑھا کر میدان میں آیا۔ ہنر ہائے شایستہ دکھا کر طالب ستیز ہوا۔

اتابک شہزادہ بہبود سے یہ معرکہ اٹکا ہوا ہے اور اس ہنگامے کے موجد گیا ہی ہیں۔ اسی وجہ سے آج بھی انھیں نے مرکب اٹھایا اور اجازت لے کر میدان میں آ کر مقابلہ کیا۔ چونکہ پہلے روز نیزہ بازی ہو چکی تھی۔ آج خونخوار نے گرز گراں چرخ دے کر

لگیا۔ شہزادے نے اپنے گرز پر گانٹھا اور جواب میں اس کی ضرب کے آپ بھی گرز مارا۔ اس نیمہ گرز پر روکا۔ مگر دونوں ککے گھٹنے جا کر زمین پر لگے اور کمر پر گیٹے کی وہ تکان پڑی کہ ٹوٹ گئی۔ خونخوار کود کر گھوڑا پے کرنے حریف کا چاہا تھا کہ شہزادہ بھی کودا وہ دوڑ کر لپٹ گیا۔ کشتی کا آغاز ہوا۔ یہاں مارا اور وہاں پٹکا' بڑی تڑپ اور جھڑپ سے خونخوار لڑنے لگا۔ عین کشتی میں جب نمائش بختیارک تحتی طور پر پیکان نے سحر کیا کہ جمہور کی قوت جسم کی جاتی رہی۔

اس نیوحست کر کے باندھ لیا۔ اس کشتی میں دن آخر ہو چکا تھا۔ لشکر لقا میں طبل بازگشت بجا اور سب میدان جنگ سے پھر کر داخل خیام بارگاہ ہوئے۔ امیر بھی بارگاہ میں آئے لشکر آسودہ ہوئے۔ امیر نے فرمایا: "مجھ کو جمہور کے گرفتار ہونے کا بڑا تعجب ہے۔"

سرداروں نے عرض کیا: "ہم جانتے ہیں وہ سحر سے قید ہوا ہے۔" یہاں تو یہ چرچا ہے۔ مگر اس طرف خونخوار نے قید شہزادے کو چنوا کر سامنے بلوایا اور بعنایت تمام خطاب کیا۔ "میں نے تجھ کو مردانگی میدان میں زیر کیا۔ پھر میری اطاعت میں کیا تامل ہے۔ خداوند کو سجدہ نہیں کرتا۔"

جمہور نے کہا: "مجھ پر سحر کیا اور دغا سے قید کر کے تو لایا' اب باتیں بناتا ہے۔"

خونخوار نے کہا: "مجھ کو اصلا اسکی خبر نہیں۔" اور پیکان سے کہا: "مجھے آپ بدنام نہ کیجئے اس پر سے سحر اتار لیجئے۔"

پیکان نے اپنا جادو رد کر دیا کہ جسم شہزادے کا توانا ہوا۔ خونخوار نے کہا' آہنگروں کو بلاؤ کہ قید بھی کاٹ دیں۔"

شہزادے یہ سنکر غاتہ روز میں چیخ دے کر ہتھکڑیاں اور بیڑیاں وغیرہ توڑ ڈالیں۔

خونخوار نے چاہا کہ مثل اس کے' جیسا کہ امیر نے میری کی تھی۔ اسکو بھی بہ تعظیم و تکریم مہمان بناؤں او خلعت دے دے کر رخصت کروں۔

شہزادے نے کہا: "ہم غیر مذہب کے یہاں شراب تک نہیں پیتے۔ اگر تجھ کو ہم سے

مقابلہ کرنا منظور ہے تو اٹھ کر اسی وقت نصیب آزمائی کر۔"

خونخوار یہ سن کر دنگل سے کودا اور سرا پچے بارگاہ کے اٹھوا دیئے۔ صحن بارگاہ کرسی سو دنگل سے خالی کرایا اور آپ چست لنگوٹ باندھ کر شہزادے سے مقابل ہوا۔ بختیار نے کہا: "یا خداوندا میاں خونخوار اب چھٹے کسی طرح نہ رہیں گے۔"

غرضیکہ دونوں میں دستیاں کھینچ کر داؤں اور پیچ شروع ہوئے۔ جمہور نے چار گھڑی کشتی میں الجھیڑ مار کر چاروں شانے چت کر دیا اور سینہ پر بیٹھا چاہتا تھا کہ سوال اسلام کر کے اس کے انکار پر اس کا سر گردن سے کھینچ لے لیکن اس نے چپکے سے کہا: "اے شہریار میں آپ کا غلام ہوں۔ یہاں سے آپ جا کر میری بارگاہ کے قریب ٹھہریئے، میں بھی آتا ہوں۔"

جمہور اس کے سینے سے اٹھا اور پکار کر کہا: "اے فرقہ لقا پرستان میں جاتا ہوں۔ تم میں کوئی ایسا نہیں کہ روکے مجھ کو؟" کسی نے جواب نہ دیا، باہر آ کر ٹھہرا۔ کچھ دیر کے بعد خونخوار بھی اٹھ کر آیا اور جمہور کو اپنی بارگاہ میں لایا۔ اس ہنگام میں بقیہ دن تمام ہوا۔

خونخوار نے اپنی فوج کے افسروں کو بلایا اور فرمایا آگاہ ہو کہ یہ مسخرہ لقا دعویٰ خدائی کا کرتا ہے، مگر کیسا خداوند ہے کہ جو اس کی مدد کو آتا ہے مارا جاتا ہے اور ذلیل ہوتا ہے۔ بنا بر اس کے میں نے اطاعت خدا پرستوں کی اختیار کی اور خدا کو واحد اور لاشریک جانا۔ اب بھی مسلمانو اور میرے ساتھ چلو۔"

افسروں نے کہنا اس کا منظور کیا اور خدا کو یکتا اور بے مانند مانا تو اسی وقت ان کو حکم دیا۔ "تم جا کر مخفی طور سے لشکر اپنا تیار کراؤ اور ہم بھی سوار ہوتے ہیں۔ اس لشکر بے ایمان لقا پر شبخون مار کر خدمت امیر میں چلو۔ افسر یہ حکم پا کر گئے اور کپتان نے پلٹن کو رسالے دار نے رسالے کو تیار کرایا۔ اس اثنا میں خونخوار اور شہزادہ جمہور نے نکل کر فوج لقا پر حملہ کیا۔ لشکر کوہیوں کا شم و نعرہ اپنے مالک کا سن کر تلواریں کھینچ کر جا پڑا۔ لقا کی فوج غافل تھی۔ اسی ہزار کوہی کے حملہ آور ہونے سے لشکر میں

کھلبلی ہو گئی، فوج خونخوار نے طنابیں خیموں کی کاٹ دیں کہ وہ ہجوم کر گرے۔ لوگ ان کے نیچے سے نکلنے نہ پائے تھے کہ انہوں نے گھوڑے دوڑا دیئے۔ پھر تو یہ عالم ہوا کہ جیسے جال میں چڑیاں پھنس کر پھڑکتی ہیں سب کا طائر روح تڑپ کر قفس تن سے پرواز کر گیا اور وہ غلغلہ اس وقت ہوا کہ صیاد فلک کا کلیجہ شق ہو جاتا تو عجب نہ تھا۔ چار طرف بدحواسی مثل ابر کے چھا گئی۔

گرا کٹ کے خیمہ تو عالم یہ تھا
کوئی اٹھ کے بھاگا کوئی گر پڑا

کوئی اپنا گھوڑا گیا کھینچنے
تو گل محودم میں لگا کھینچنے

یہ گھبراہٹ اس دم تھی باہم دگر
کہ کھولا جو گھوڑے کو بس کھینچ کر

اگاڑی نہ کھولی پچھاڑی کو کھول
چڑھے الٹے جلدی سے گھوار قول

کوئی زیر جات کو گردن میں ڈال
یہ بولا گریبان تنگ ہے کمال

غرض اضطراب ان کو اس درجہ تھا
کہ جامے کا پاجامہ ہونے لگا

اس اثنا میں مرداں جنگ آزما
عدم کا دکھانے لگے راستا

چمکنے لگی برق شمشیر پھر
برسنے لگے ہر طرف تیر پھر

چلی سرسر تیغ سن سن وہاں
بجھی شمع ہستی دشمن وہاں

یہ اگلے تھے کمانوں نے حد سے لال
کہ تھا عارض شاہد ارض لال

ہوئی آتش کینہ یہ شعلہ ور
کہ ہر طرف الحذر الحذر

ہوا جان دینے کی ایسی بڑھی
کہ باغ اجل میں بہار آگئی

ہوئے اس طرح سے قلم تن
کہ ہو قطع جس طرح سرو چمن

پھلے پھولے زخموں سے تھے گل قد
گلستاں تھا میدان دم جدوکد

سروں پہ تھی یوں ڈھال سایہ فگن

کہ چھایا ہو جیسے سحاب چمن

کشاکش میں دم اس طرح سے پڑے
کہ تار نفس کے تھے جھولے پڑے

غرض لشکر کافر بے حیا
نہ تلوار کی آنچ کو سہہ سکا

ادھر شہزادہ جمہور اور خونخوار تلواریں مارتے اپنی فوج کو لے کر سمت لشکر اسلام چلے۔ یہ بھی طلایہ قائم تھے اور ساری فوج کمر باندھے مستعد تھی۔ اس لشکر کو دیکھ کر طلایہ دار آگے بڑھے اور پکارے "کون آتا ہے۔"

شہزادہ جمہور سارے لشکر کو ٹھہرا کر اکیلا فوج میں آیا سلام کیا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ اس وقت لشکر اسلام بہر استقبال خونخوار گئے اور مع اس لشکر کے اسے لے کر آئے۔ جملہ فوج کے کوہیوں نے خیمے لگائے اور استقامت پذیر ہوئے۔ خونخوار کو جمہور نے اپنی بارگاہ میں لا کر فرو کش کیا۔

اس طرف لشکران لقا کو باہم لڑتے دیکھ کر پیکان نے کہا۔ "شاید حمزہ شبخون آیا ہے۔ میں بھی سحر کرتا ہوں۔"

بختیارک نے کہا۔ "حمزہ کا دستور نہیں جو شبخون آئے اور غفلت میں کسی کو ہلاک کرے۔ بلکہ حمزہ اور اس کی اولاد اس جگہ شبخون مارتے ہیں کہ جہاں لاکھوں آدمی حریف کے ہوں اور وہ اکیلے ہوں۔ لہٰذا یہ مرشدی کسی اور کی ہے تم سحر نہ کرو۔ عجب نہیں جو ہماری فوج آپس میں لڑتی ہو۔ اچھا بزور سحر طبل امان بجواؤ کہ سب کے کان میں صدا اس کی پہنچے۔ اگر شبخون آیا ہے تو لڑائی موقوف نہ ہو گی اور باہمی جنگ ہو گی تو موقوف ہو جائے گی۔"

پیکان نے اس کے کہنے سے کچھ سحر پڑھا کہ ہزاروں پتلے بڑے ہوا آ کر نعرہ زن ہوئے۔

"اے بندگان خداوند کیوں باہم لڑتے ہو۔ جنگ موقوف کرو۔"

یہ ندا ہر ایک کے گوش زد ہوئی اور لڑائی موقوف کی۔ معلوم کیا کہ آپس میں نبرد آزما تھے۔

آخر سب نے پھر قیام کیا۔ مگر اس جنگ میں بھی لاکھوں آدمی مارے گئے۔ دشت میں خون کے نالے بہے۔ رات بھر اسی ہنگامہ میں ہر شخص رہا۔

صبح کو لقا پر ظاہر ہوا کہ خونخوار شبخون مار کر لشکر اسلام میں چلا گیا۔ کف افسوس مل کر خاموش ہو رہا۔

وہاں شہنشاہ گیتی ستان تخت سلیمانی پر آ کر جلوہ فرما ہوئے۔ شہزادہ جسور نے آ کر تخت ادب کو بوسہ دیا۔ خونخوار سے نذر دلائی اور ماجرائے دوشیں عرض کیا۔

بادشاہ نے خونخوار کو براہ عنایت خلعت سے مخلع فرمایا۔ بارگلہ ریختے کو عنایت خلعت سے مخلع فرمائی۔ خراج اس کے ملک کا معاف کیا اور مہینہ سرکار سے مقرر فرمایا۔ پھر جلسہ عیش شروع ہوا۔ ناچ ہونے لگے۔ مگر لشکر لقا میں ایک کہرام برپا تھا۔ یعنی رات کو بیٹا باپ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا اور باپ بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا۔ کوئی سر پیٹتا تھا کوئی گریباں چاک تھا۔ بیکان نے افسران فوج کو بلا کر بہت کچھ زر و جواہر دیا اور نہایت تسکین دی۔ دلداری کو پھر خداوند سے کہا۔ "میں جا کر پہاڑ پر سحر کرتا ہوں کہ لشکر عدو پر ایسی آفت آئے گی کہ جس سے جانبری کسی طرح نہ ہو گی۔"

یہ کلمات سن کر لقا کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ صدف جادو نامی ایک سردار نے عرض کیا کہ آج میں طبل جنگ بجا کر امیدوار ہوں کہ اپنا سحر عدو سوز حضور کو دکھاؤں۔

بیکان نے کہا۔ "کیا مضائقہ ہے؟"

یہ حکم سن کر صدف سحر کر کے اٹھ گیا اور اپنے خیمہ میں دن بھر سحر جگاتا رہا۔

شام ہوتے ہی طبل جنگ گڑگڑایا۔ صدا اس کی مثل موج کے لشکر میں پھیلی۔ ہرکاروں نے جا کر بادشاہ سے عرض کیا۔ "آج پھر گمراہان ناہنجار آمادہ کار زار ہیں۔ نقارہ رزمی

بجا ہے۔ ہر ایک آمادۂ مرگ و مہیائے قضا ہے۔"

شہ اسلام نے نقارہ بجوایا۔ وہی قہر غضب کا ہنگامہ لشکر میں شب بھر بپا رہا۔

امیر مسجد سے در دولت شاہ پر آئے اور تخت بادشاہی کو قلب لشکر میں رکھ کر بڑے کر و فر سے داخل دشت مصاف ہوئے۔ اس طرف سے لشکر حریف بھی آ کر صف آراء ہوا اور بعد ترتیب لشکر صدف نے اژدر اڑ کر مقابلے کے لیے للکارا۔

خونخوار شاہ سے اجازت لے کر سامنے گیا۔ صدف نے ایک ناریل سحر کا مارا کہ یہ بہادر بیہوش ہو گیا۔ اس نے باندھ کر لشکر میں اپنے بھیج دیا۔ پھر مقابلے کے لیے پکارا۔ دس سردار پے در پے جا کر اسیر ہوئے۔ اس وقت چالاک عیار جو رکاب امیر تھامے تھا۔ چھوڑ کر سمت صحرا گیا اور شکل مبارزاں عرصہ شجاعت کے تلوار و تیر کش وغیرہ ہتھیار جسم پر لگا کر مرکب باد رفتار پر سوار ہو کر للکارتا ہوا سامنے صدف کے آیا۔

بختیارک نے اس کو دیکھ کر کہا۔ "اے پیکاں مرشد تاوے لڑنے آئے ہیں اپنے سردار کو بلا لو' نہیں تو مارا جائے گا۔"

پیکان بولا۔ "تو واہی ہے۔"

ادھر صدف نے ناریل سحر پڑھ کر چاہا کہ لگاؤں چالاک نے پتھر گھٹیل (ایک خاص قسم کی غلیل جو جنگ میں بطور ہتھیار استعمال ہوتی ہے) میں رکھ کر مارا کہ کاسہ سر اس کا ترش کر دور گرا۔ شور اس کے مرنے کا بپا ہوا۔

بختیارک صلواۃ پڑھنے لگا۔ سردار جو لشکر اسلام کے فوج عدو میں گرفتار ہوئے تھے ہوشیار اور اپنے تئیں گرفتار دیکھ کر زنجیریں بیڑیاں تلواریں مارتے چلے۔

پیکان نے کہا۔ "اب کوئی نہ بولے' دیکھو' میں کیا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر طبل امان بجا کر پھرا۔ امیر بھی داخل بارگاہ ہوئے لشکریوں نے کمر کھول دی۔

نمر غبار جادو اور آتیت جادو کو پیکان نے حکم دیا۔ "تم جا کر پہاڑ پر سحر کرو۔" وہ دونوں پہاڑ پر گئے اور زمین کو خون خوک (سور کا خون) سے لیپ کر چوکا دیا اور اسی خون سے نہا کر منقل آتش موجود رکھ کر سحر پڑھا اور تل منقل پر چڑھائے کہ شعلے بھڑک

کر بلند ہوئے اور ایک ناریل زمین پر مارا کہ وہ زمین میں سما گیا۔ لشکر اسلام میں سب با آرام بیٹھے تھے کہ یکایک زلزلہ آیا، زمین شق ہو گئی۔ لوگ غرق ہوئے۔ چالاک وغیرہ چند عیار بھاگ کر لشکر کی حد سے باہر نکل گئے اور لشکریان اسلام بارگاہ سلیمان میں دوڑ کر چلے آئے۔ امیر سے آ کر ماجرا بیان کیا اور جہاں تک اس بارگاہ میں لوگ سما سکے آ کر ٹھہرے باقی بھگدڑ پڑ گئی۔ امیر اسم اعظم پڑھتے ہوئے مشکیزے پانی کے لے کر ہر سمت چھڑکتے کہ ایک جانب سے دریا آگ کا موج مارتا ہوا ظاہر ہوا۔ امیر نے جہاں تک حصار پانی سے کھینچ دیا ہے وہاں تک نہ زمین شق ہوئی نہ دریائے آتش آیا مگر گرد لشکر کے دریا محیط ہو گیا۔ راہ آمد و رفت بند ہوئی۔ امیر کہاں تک حصار باندھتے کیونکہ لشکر کئی میلوں تک پھیلا تھا۔ جو لوگ بارگاہ اور اندر حصار کے تھے، وہ تو محفوظ ہوئے اور باہر کے آدمیوں میں تلاطم تھا۔ بھگدڑ پڑی تھی۔ حتی الامکان بھاگ کر حصار میں فوج نے اپنے تئیں پہنچایا۔ تلے اوپر آدمی بوجہ کثرت کے تھے اور دیکھ رہے تھے۔

شعلے پیدا تھے ہر بن سے
چنگاریاں اڑتی تھیں بدن سے

آتش فشاں ہوا تن کوہ
برفستاں میں تھا مسکن وہ

وہ سنگ تھا وہ شرر فشاں تھا
اولے پہ برق کا گماں تھا

دل اہل جہاں کا جل رہا تھا
آہوں سے دھواں نکل رہا تھا

دست مژگاں سے دیدۂ تر
چپکے ملتے تھے مردمک پر

مسدود تھی سیف کی روانی
قطرۂ لب تیغ پر تھا پانی

آخر ادھر تو سب نے سجاوے بچھائے اور دعا درگاہ میں خدا کی کرنے لگے اور اس طرح صورتیں بدل کر لشکر لقا میں گئے اور فکر عیاری میں ٹھہرے اور ہرکاروں نے یہ خبر لقا کو پہنچائی۔ اس کمبخت کو موقع افتخار ہاتھ آیا، پکارا۔ "دیکھی قدرت مرا کیسا غضب میں نے بندگان مغضوب پر نازل کیا۔"

سب کافروں نے کہا۔ برحق یا خداوندا تجھ میں بڑی قدرت ہے۔" یہاں تو یہ تذکرہ ہو رہا ہے۔"

ادھر عیار جو لشکر میں پھر رہے تھے۔ ان میں سے برق فرنگی اس طرف جا نکلا، جہاں پیکان کا باورچی خانہ ہے۔ یہ اب تک بہ شکل ساحر تھا۔ داروغہ مطبخ کو اشارے سے بلایا۔ وہ سمجھا کہ ساحر میرے مالک کا نوکر ہے کچھ تو سبب ہے جو بلاتا ہے۔ غرضیکہ اٹھ کر قریب آیا۔

برق نے کہا۔ "میں ابھی دربار میں تھا۔ حضور فرماتے تھے کہ داروغہ مطبخ کا تغلب و تصرف کرنا ظاہر ہو چکا ہے۔ سزا دینا ضروری ہے۔"

داروغہ کا یہ کلام سن کر جی چھوٹ گیا۔ اس نے کہا۔ "گو کہ تم مجھے نہیں جانتے ہو، مگر مجھ کو تمہارا بہت پاس ہے۔ چلو دیوانجی سے تمہاری سفارش کر دوں کہ حساب ٹھیک کر دیں۔" داروغہ اسی وقت منت کرتا ہوا ساتھ ہوا۔ اس نے مقام تنہائی پر اس کو لا کر حباب بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہوا۔ فی الفور یہ صورت اس کی بنا، اس کے کپڑے پہن کر اور اس کو زیادہ تر بیہوش کر کے گٹھڑی باندھ کر جنگل میں لا کر مار ڈالا اور آپ وہاں سے باورچی خانہ میں آ کر اہتمام کھانا پکانے کا کرنے لگا۔ آخر سب کھانے

میں بیہوشی ملا دی۔

ادھر پیکان کو جب بھوک لگی تو دربار سے اٹھ کر آیا' کھانا طلب کیا۔ داروغہ نے خوان کھانے کے بھجوائے اور خدمت گاروں کو بھی کچھ دیا۔ پھر سامنے مالک کے حاضر ہوا۔ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ جب کھا چکا' چاہا دربار میں جاؤں مگر سر پھرنے لگا لیٹ رہا اور یہی کیفیت سب رفیقوں اور نوکروں کی ہوئی۔ آخر سب بیہوش ہوئے۔

برق خنجر نکال کر چاہتا تھا کہ اس کو ذبح کرے۔ اتفاق سے ایک ساحر مخمور جادو نام باہر سے آیا۔ اس نے دیکھا کہ ساری محفل بیہوش پڑی ہے اور ایک شخص پیکان کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ یہ دیکھتے سحر سے برق کو گرفتار کیا اور پوچھا۔ "تو کون ہے؟"

اس نے کہا۔ "عیار ہوں اور ساحروں کو قتل کرنے آیا تھا۔"

مخمور سارا حال سن کر باہر لے چلا کہ قید کر آؤں جب بار کے باہر آیا' سرہنگ مصری عیار بھی بہر عیاری آیا تھا اس نے پشت پر سے کمند کے حلقے مارے مخمور غافل تھا' الجھ کر گرا۔ ابھی وہ سنبھلنے نہیں پایا تھا اس نے خنجر مارا کہ سر اس کا کٹ گیا۔ غل اور شور بپا ہوا۔ برق اور سرہنگ مصری عیار بھی بہر عیاری آیا تھا اس نے پشت پر سے کمند کے حلقے مارے۔ مخمور غافل تھا' الجھ کر گرا۔ ابھی وہ سنبھلنے نہیں پایا تھا اس نے خنجر مارا کہ سر اس کا کٹ گیا۔ غل اور شور بپا ہوا۔ برق اور سرہنگ دونوں بھاگ گئے۔ ساحر شور سن کر دوڑے بارگاہ میں آ کر پیکان وغیرہ کو ہوشیار کیا۔ جب سب ہوشیار ہوئے۔ پیکان کے حواس باختہ ہو گئے اور جلد سوار ہو کر دربار خداوند میں گیا۔ عیاروں نے اس کو جاتے دیکھ کر تعاقب کیا۔ صورت بدل کر دربار میں جا کھڑے ہوئے۔ پیکان نے سب کیفیت بیان کی۔ "آج عیار مجھ کو قتل ہی کر چکے تھے۔"

بختیارک بولا۔ "آج بچ گئے تو کل قتل ہوئے اب بچنا دشوار ہے مرشد زادے ویسے ہلاک ہو چکے۔ اس لشکر میں غدار اور اتیت بھی پہاڑ پر سے آئے۔

بختیارک نے کہا۔ "تم نے لشکر اسلام پر سحر کیا ہے۔ یہاں ٹھہرو نہیں' ہلاک ہو گے۔"

آتیت نے یہ سن کر غبار سے کہا۔ کوہ عقیق کے پاس کوہ سبز ہے وہاں ایک احاطہ سحر بنا ہے اور اس میں ایک جوگی میرا دوست اور اس کے چیلے رہتے ہیں۔ وہاں چل کر ہم تم بھی رہیں اور حمزہ کا اسم اعظم بند کریں کیونکہ ہم نے یہ سحر ایسا کیا تھا کہ تمام عالم دریائے آتش میں غرق ہو جاتا مگر حمزہ نے حصار کر کے لشکر اپنا بچا لیا اور محنت گوارا کر کے سارا سحر دن بھر میں باطل کر دیا۔ یہ کہہ کر کوہ سبز کی طرف چلے۔

اس وقت بختیارک نے کہا۔ "تم نے بڑا غضب کیا جو نشان اپنے مسکن کا بتا دیا' عیار وہاں پہنچیں گے کیونکہ وہ یہاں ضرور ہوں گے۔"

یہ کلام سن کر آتیت ہنسا اور کہا۔ "جو وہاں آئے گا مارا جائے گا۔ ہم اس لیے وہاں جاتے ہیں کہ تنہائی میں اپنے بیگانے کی تمیز ہوتی ہے۔ کثرت لشکر میں عیار شناخت نہیں ہو سکتے اور بچنا بھی محال اور دشوار ہے۔"

یہ کہہ کر پر پرواز پیدا کر کے روانہ ہوئے عیار بھی ان کے تعاقب میں باہر بارگاہ کے نکلے۔ اثنائے راہ میں چالاک اور ابوالفتح سے ملاقات ہوئی اور کل حال اس نے بیان کیا انہوں نے کہا۔ "تم ذرا دیر یہیں ٹھہرو ہم کوہ سبز کی طرف جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئے مگر پہلے وہ دونوں ساحر احاطہ سحر کے قریب پہنچے۔ دیکھا دروازہ بند ہے۔ یہ سحر سے دیوار پھاند کر چلے۔ جوگی کے چیلوں نے شور مچایا کہ چور آئے انہوں نے قریب جا کر جوگی سے اپنے تئیں ظاہر کیا۔ اس نے پہچان کر آتیت کو گلے سے لگایا۔ مرگ چھالا بچھا دیا۔ یہ دونوں بیٹھے۔ پھر چیلوں سے کہا۔ "تمہارے یہاں مہمان آئے ہیں۔ جلد ان کے لیے بھوجن لاؤ۔"

چیلے کچھ حلوہ اور پوری اور مٹھائی تھالیوں میں لائے۔ آتیت نے کہا۔ "پہلے نشے پانی سے فراغت کر لیں تو کھائیں۔"

جوگی نے چیلوں سے کہا۔ "شراب ان کے لیے جلد لاؤ۔"

چیلے کھسیا ہوئے۔ "بابا جی! دارو تو نہیں رہی۔ ٹھنڈا یعنی بھنگ ہے۔"

جوگی بولا۔ "بازار سے لے آؤ۔"

دو چیلے نکل کر روانہ ہوئے۔ جب کوہ سبز سے آگے بڑھے ادھر سے دونوں عیار احاطہ سحر ساحر بنے ہوئے ڈھونڈتے آتے تھے۔ چیلوں کو دیکھ کر قریب آئے اور کہا۔ "احاطہ سحر میں ہمارے مالک گئے ہیں' تم کو وہ مقام معلوم ہو تو بتا دو۔"

چیلوں نے کہا۔ "تم اتیت کے نوکر ہو۔"

عیاروں نے کہا۔ "ہاں"

چیلے بتانے لگے۔ ادھر سے پھر کر یوں سامنے کو جاؤ تو مرگھٹ ملے گا۔ اس کے آگے ببول کا جنگل ہے۔ اس میں ہو کر جہاں ندی ملے اسی کنارے احاطہ بنا ہے۔

عیار جب یہ سن چکے تو پوچھا۔ "تم کہاں جاتے ہو؟"

انھوں نے سارا ماجرا شراب منگانے کا بیان کیا۔ عیار پاس تو کھڑے ہی تھے۔ ہنستے ہنستے دونوں نے بیضہ بیہوشی کہ چیلے بیہوش ہوئے۔ یہ ان کی صورت بن کر لباس وہی پہن کر بوتلیں شراب کی آغشتہ بداروے بیہوش لے کر اسی پتہ پر جو سن چکے تھے چلے اور آ کر احاطہ سحر میں پہنچے دیکھا کہ احاطہ میں مختصر سا باغ لگا ہے۔ گل و ثمر سے پھولا پھلا ہے بیچ میں چبوترے پر جوگی کان میں کنڈل پہنے' ہاتھوں میں لوہے کے کڑے پہنے۔ بھبھوت ملے بیٹھا ساحروں سے باتیں کر رہا ہے۔

دونوں عیاروں نے بوتلیں جا کر سامنے رکھ دیں ساحر تو انتظار شراب میں کھانا لیے بیٹھے تھے۔ فوراً کبجیاں بھر بھر کر پینے لگے۔

جوگی نے چیلوں سے کہا: "میری ٹھنڈھائی بھی لاؤ۔"

عیاروں نے الگ جا کر چیلوں سے جو دو ایک وہاں تھے۔ بھنگ طلب کی۔

انھوں نے کہا: طاق پر رکھی ہے اور وہیں سل بھی ہے اس وقت گھوٹنے میں دیر لگے گی جا کر پیس لاؤ۔ مگر ذرا زیادہ بنانا کہ ہم تم بھی پئیں۔ عیار گئے اور بھنگ پیس کر چھان کر بیہوشی ملا کر چیلوں کو تھوڑی دیتے آئے۔ باقی لٹیا میں بھر کر سامنے جوگی کے لائے وہ بھی پی گیا۔ بعد ایک لمحہ کے سب بیہوش ہوئے۔ عیاروں نے سب کے

سر کاٹ ڈالے غل اور شور برپا ہوا عیار بھاگ کر لشکر کو چلے۔ یہاں وہ حصار آتش جو گرد لشکر تھا پر چھپ پڑی۔ جو اسیں لشکر (لشکر کے جاسوس) لقا خبر لے کر گئے اور بعد ادائے مراسم ادب عرض رسا ہوئے۔ لشکر عدو نے سحر کی آفت سے نجات پائی اور شیطان پکارا: "وہ مارا کیوں میں نہ کہتا تھا کہ اب جانبری غیر ممکن ہے۔"

پیکان کو اس وقت غصہ آیا اور کہا: "یا خداوند آپ کیسی الٹی تقدیر کرتے ہیں جو آپ کی مدد کرتا ہے۔ وہی مارا جاتا ہے۔"

لقا نے گڑگڑا کر بعتاب کہا: "اے بے ادب تو بھی اس لائق ہوا جو مشیت ایزدی میں دخل دینے لگا۔ اب تو بھی مارا جائے گا۔"

پیکان خداوند کے خفا ہونے سے ڈر گیا اور خاموش ہو بیٹھا۔ اتنے میں اس ماجرے کے گزرنے میں دن ختم ہو چکا تھا پیکان نے طبل جنگ بجا دیا۔ جس کی کیفیت شاہ ہمایوں اسلام میں ہر کاروں نے پہنچائی۔ ادھر بھی نقارہ سکندری بجا۔ حسب دستور دربار برخاست ہوا۔ بہادر تیاری جدال و قتال کی کرنے لگے۔

ادھر بختیارک نے کہا: "اے پیکان آج تم بچتے نظر نہیں آتے۔"

اس نے کہا: "تو ضرور سچا ہے لیکن میں بہت ہوشیار رہوں گا۔"

یہ کہہ کر دربار سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آیا چار شمع سحر پڑھ کر چار سمت بارگاہ کے روشن کر کے ملازمین وغیرہ سب کو باہر بارگاہ کے بھیج دیا اور سراپچے بارگاہ کے اٹھا دیئے کہ روشنی دور تک شمعوں کی پھیلی۔ غرض ایسا بندوبست کر کے باطمینان تمام پذیر ہوا اور لشکروں میں ہتھیار صیقل ہونے لگے۔ بہادر منچلے داد شجاعت دینے لگے۔ لیکن عیاران اسلام اس فکر میں بیٹھے کہ بن پڑے تو پیکان کو اس شب خواب مرگ میں کریں۔ اس ارادے پر جب لشکر اعداد میں پہنچے دیکھا کہ بارگاہ کے سراپچے اٹھے ہیں۔ شمعیں روشن ہیں۔ پیکان آرام کر رہا ہے۔ حاجب دربان کوئی نہیں ستاتا ہے' یہ دیکھ کر باہم کہا: "اس میں کوئی اسرار ہے ہم سب یہاں ٹھہریں۔ ایک شخص جا کر عیاری کرے۔" آخری یہی کیا' سب ٹھہر گئے اور برہنگ عیار آگے بڑھا۔ جب شمعوں کی

روشنی میں پہنچا۔ دکھائی دینا بند ہو گیا۔ ناچار پھر آیا۔ علیحدہ جب ہوا۔ پھر دکھلائی دینے لگ۔ یہ سمجھا میں کچھ پڑ گیا تھا۔ یہ سوچ کر آنکھ ملتا ہوا پھر آگے بڑھا۔ پھر وہی نقشہ ہوا۔ اس وقت خیال کیا کہ یہ شمعیں سحر کی ہیں۔ اس دفعہ مڑ کر اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر سب حال بیان کیا۔ عیاروں نے کہا: "نقب لگا کر اندر بارگاہ کے چلو شمعیں کو اوپر جلنے دو۔"

یہ کہہ کر چالاک ایک گوشے میں گیا اور نقب کھودنے لگا جس جگہ پر شمع کی روشنی تھی جب وہاں پہنچا۔ خنجر نے زمین کو نہ کھودا اور زمین فولاد کی طرح سخت تھی۔ مجبور ہو کے نقب سے باہر نکل کر منہ اس کا بند کر کے باہم صلاح کی کہ ایک پہاڑ پر چڑھ کر شمعوں کو پتھر مار کر گُل کریں اور ایسا ہی کیا۔ مگر جو پتھر مارا وہ الٹا پھر آیا شمعوں تک نہ پہنچا

خلاصہ یہ کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ آخر وہ رات تمام ہو گئی۔

صبح کے وقت دونوں میدان جنگ میں آئے بادشاہ جمجاہ کو تمام سردار مع امیر نامدار کے خیمۂ گل سے لے کر میدان جنگ میں آئے۔ ایک طرف سے لقا مع پیکان رو سیاہ کے بافوج بے شمار وارد ہوا۔ حتیٰ گرد ایسا بلند ہوا کہ خاطر پر گردوں کے غبار جم آیا۔ نوجوانوں کے خاک میں ملانے کا موقع ملا۔ فوج میں صف کشی ہوئی میدان کھلا صاف ہوا، مگر دلوں میں کدورت آئی۔ نقیبوں نے مذمت دنیا فانی سنائی: "ہاں دلیرو! نہ اسفند یار ہے، نہ رستم و دستان ہے۔ فقط بہادر کی باقی داستان ہے تم بھی گوئے شجاعت میدان سے لے جاؤ، رستم کی روح کو شرماؤ۔"

خلاصہ کلام یہ کہ ترتیب لشکر کے بعد پیکان پھولوں کی چھڑیاں بجائے تیغ و تیر و سنان کے لیے میدان آ کر مقابلے کے لیے پکارا۔

لشکر اسلام سے فرامرز عاد مغربی پسر خواندہ امیر شاہ ملک مغرب کا بادشاہ سے اجازت لے کر سامنے اس کے گیا اور طالب ضرب ہوا۔ اس نے پکار کر کہا: "اے نسیم یہ شہزادہ گرمی میں آیا ہے اس کو ٹھنڈا کر دے۔" یہ کہتے ہی ایک جھونکا ہوائے سرد کا آیا کہ

فرامرز گھوڑے سے بیہوش ہو کر گرا۔ بعد لمحے کے یہ بعد ہوشیار ہوا۔ اس نے پھلی کیچھڑی کندھے پر رکھ کر کہا: "اے شہزادے خداوند سامنے کھڑے ہیں۔ جاؤ اور سجدہ کرو۔ اپنے معبود کو پہچانو۔"

فرامرز اسی وقت گھوڑے پر چڑھ کر' سامنے لقا کے گیا اور سجدہ کر کے صف لشکر میں جا کھڑا ہوا' اس نے پھر مقابلہ کے لیے پکارا۔ سرداران فرامرز ایک کے بعد ایک مقابلہ کے لیے گئے' مگر اس کے سحر سے لقا پرست ہوئے۔

اس گیبر نے کہا: "آخر میرے بندے ہیں کہاں تک نہ مجھ کو پہچانے گے۔"

غرض یہ کہ چار سو سردار شہزادے کے جا چکے تو اس وقت علم شاہ بن حمزہ اجازت لے کر سامنے گئے۔ مگر ان کو بھی زمانے نے سرد مہری دکھائی یعنی جھونکا ہوا سرد کا کھا اول تو بیہوش ہوئے اور دوبارہ پھول کی چھڑی سے لقا پرستی اختیار کی۔

خلاصہ کلام دن بھر یہی ہنگامہ گرم رہا۔ کئی ہزار مرد جرار آزمودہ کار جا کر دشمن کا شریک ہوا۔ شام کے وقت لشکروں میں طبل آسائش بجا۔

امیر غمناک فوج لے کر مراجعت فرما ہوئے۔ شکر آسودہ ہوئے اور عیار فکری عیار میں ماہی ہوئے۔ اس طرح لقا نے سرداران اسلام کے لیے بارگاہ ہائے گوہر نگار رہنے کے اور کنیزان فاخرہ لباس و مہ رخسار خدمت کو عنایت فرمائیں اور بارگاہ میں موجود اپنے کرسیاں مرصع کا بیٹھنے کو دیں اور پوچھا: لشکر اسلام سے مقابلہ کرو گے۔ ہر ایک نے اقرار کیا کہ خداوند کی اطاعت نہ کرے گا ہم اس کے دشمن ہیں۔"

لقا ان باتوں سے بہت خوش ہوا اور حکم کیا: "یہاں جو دریا واقع ہوا ہے۔ کنارے اس کے بساط شاہانہ اور اسباب شوکانہ ساز و سامان خسروانہ مہیا ہو کہ میں ان شہزادوں کی دعوت کروں گا۔ اور حکم کے سنتے ہی سلیمان اور ملازم اس کے روانہ ہوئے اور حکم کی تعمیل میں مصروف ہوئے

جملہ ساز عشرت مہیا ہو چکا اور لقا سرداران اسلام کو لے کر انجمن انبساط میں آ کر بیٹھا۔ اس وقت صحرا کی سرسبزی اور نازنینان شام زلف و صبح رخسار کا شغل سحر خیزی

کے خندہ زن ہوتا اور ایک لطف تازہ اور مسرت بے اندازہ ہوتا ساقیان مہر دیدار جواہر کار پہنے حاضر تھے۔ شراب یاقوت رنگ سے دل و دماغ مالا مال کامرانی کرتے تھے۔

قصہ مختصر بختیارک نے خداوند کے کان میں کہا: "سرداران اسلام مسحور سحر ہیں۔ اس وقت شراب ہمارے یہاں کی ان کے نزدیک کافر ہیں پی لیں گے مگر جب ان کو ہوش آئے گا اور مبادا عقل اور ساحروں کے پیکان بھی مارا گیا پھر یہ لوگ اس طرح برے طور سے پیش آئیں گے کہ جان نہ بچے گی کیونکہ کہیں گے ہم کو شراب کافر مذہب نے پلا کر خراب کیا لازم ہے کہ ان میں سے ایک شخص کو حکم دیجئے کہ ہم نے سنا ہے کہ اہل اسلام میں شراب عمدہ ہوتی ہے تم جا کر خرید کر لاؤ اور اپنے ہی ساتھ سے سب اپنے بھائی بندوں کو پلاؤ۔"

لقا نے اس رائے کو پسند فرمایا اور فرامرز سے یہی باتیں جو شیطان سے ہوئیں کہیں۔

فرامرز اٹھ کر لشکر اسلام میں گیا۔ طلایہ دار نے اپنے شہزادے کو دیکھ کر منع نہ کیا۔ سوچا اگر مانع ہوں گا یہ مجھ کو ماریں گے اور میں ان پر ہاتھ نہ اٹھا سکوں گا۔

قصہ مختصر شہزادے کو دیکھ کر طلایہ دار میخانے سے کچھ تنگہائے شراب لایا اور سب کو پلانے لگا۔ جلسہ ناؤ نوش شروع ہوا اور عیاران اسلام بھی اس دشت میں پھر رہے تھے۔ ان میں ابو الفتح قریب انجمن گیا۔ اتفاق سے ایک ساقی بچہ کسی کام کو اس طرف آیا اس نے دوڑ کر حباب بیہوشی اس کے مارا کہ وہ چکر کھا کر گرا۔ ایک ہجوم خلق تھا کسی نے اس کو نہ روکا ساقی کو یہ اٹھا کر الگ لایا اور اس کے کپڑے لے کر صورت اس کی سی بن کر محفل میں لایا اور جام شراب آمیختہ (ملا ہوا) بیہوشی سامنے پیکان کے لایا اس نے اس کی صورت دیکھ کر ایک قہقہہ لگایا اور سحر کیا کہ روغن عیاری منہ پر سے اڑ گیا۔ اس نے گرفتار کر لیا اس کے گرفتار ہونے سے پھر اور کوئی عیار جسارت پذیر وا اور یہ جلسہ ایک رات اور دن بھر جاری رہا۔

دوسرے دن شام کو طبل جنگی بجے شاہ اسلام سے ہر کاروں نے جا کر یہ ہزاراں احترام خبر دی۔ اس طرف بھی دہل و نقارے نواخت میں آئے اہل اسلام کے دلوں میں خوف

وہم پیدا ہوا کہ کل بڑا معرکہ پڑے ہمارے سردار جو مسحور ہیں ان سے سامنا ہو گا۔
اس طرف خشوع و خضوع و زاری تھی۔ اس طرف ناؤ نوش و کامگاری تھی۔

پیکان اور بختیارک فرط عشرت سے ایک جگہ بیٹھ کر چوسر کھیلنے لگے۔ آج بھی عیارت صورت فراش و خدمت گار کی بن کر بارگاہ میں پیکان کے گئی۔ اس وقت پرچھائیں پیدا ہوئی اور کان میں اس نے کہہ دیا: "عیار آئے ہیں۔"

پیکان نے ہنس کر کہا: "ملک کی عیار آئے ہیں۔" بختیارک یہ سنتے ہی ایسا گھبرایا کہ اپنے خیمے میں چلا گیا اور پیکان سحر پڑھ کر پلنگ پر لیٹ رہا اور حکم دیا کہ جو کوئی یہاں آئے اس کو منع نہ کرنا۔ ملازم سب بغیر پہرا اور چوکی کے جا کر سو رہے۔ عیار بھی پہلے تو چلے آئے تھے دوبارہ ساحر بن کر بارگاہ میں گئے۔ ایک جھونکا ہوائے سرد کا ان کے جسم پر لگا کہ وہیں بیہوش ہو کر پڑے رہے اسی سحر و ساحری اور ترتیب لشکر میں وہ رات تمام ہوئی اور جھونکوں نے نسیم عنبر شمیم کے سبزہ گلشن دہر کو ہلایا۔

امیر عدو گیر در دولت شاہ گردوں پناہ پر مع سرداراں خیر خواہ کے آئے اور شاہ کے ہمراہ چلے۔

ادھر پیکان جب اٹھا۔ عیار جو بیہوش پڑے تھے ان کو ہوشیار کر کے کہا: "جاؤ یہ احسان یاد رکھنا۔ پھر کبھی نہ آنا۔"

یہ کہہ کر فوج لے کر چلا' ساحرت گلوں میں ڈالے مرتب اٹاثے شان و شوکت دکھاتے میدان میں آ کر کھڑے ہوئے بیلچہ کاروں نے پستی و بلندی کو ہموار کیا اور سقوں نے گرد و غبار بٹھایا' کڑکیت کڑکا' کہنے لگے صف آرا میمنہ اور میسرہ درست کرتے تھے۔

بعد ترتیب لشکر لقا نے چاہا کہ فرزندان امیر کو مقابلہ کے لیے بھیجے۔ بختیارک مانع ہوا کہ امیر اسم اعظم پڑھ کر سحر دفع کر دیں گے اور یہ لوگ قابو سے نکل جائیں گے۔

اس رائے کو اس کمبخت نے پسند کر کے پیکان کو حکم دیا کہ جنگ کا آغاز کرے۔

اس بے حیا شوم جادو نامی ایک اپنے مطیع کو میدان میں بھیجا۔ اس نے سحر سازی اپنی

دکھا کر مبارز طلبی کی۔ شہزادہ جسور بادشاہ سے اجازت لے کر مقابلہ میں گیا۔ شوم نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک برق چمکی اور چادر سیاہ ظلمت کی چھا گئی۔ شہزادے نے اس وقت دل قوی کر کے تلوار اس رو سیاہ پر لگائی۔ اس نے دوبارہ افسوں ایسا پڑھا کہ شہزادہ معہ مرکب (گھوڑا) کے پتھر کا ہو گیا۔ پھر مقابلہ کے لیے نعرہ بلند کیا۔ ملیح شہزادہ جسور جا کر مقابل ہونے لگے' مگر سب پتھر کے ہوئے۔

اس وقت شہزادہ تورج بن بدیع الزمان مرکب اڑا کر سامنے گیا۔ پیکان نے شوم کو بلا لیا اور خود نکل کر سامنا کیا اور پکارا: "اے نسیم! اس شہزادے کو ٹھنڈا کر' فی الفور ہوائے سرد کا جھونکا لگا کہ شہزادہ بیہوش ہو گیا۔ بعد کچھ لمحوں کے ہوشیار ہوا تھا کہ اس نے پھول کی چھڑی کندھے پر رکھ کر کہا: "جاؤ اور خداوند کو سجدہ کرو۔" شہزادہ بھی مثل اوروں کے جا کر لقا پرست ہوا۔ ان کے بعد خورشید بن ہاشم بن حمزہ آیا۔ اس کا بھی یہی حال ہوا۔ یہاں تک کہ آج قریب سو سردار ہی کے پتھر ہو گیا اور سو ڈیڑھ سو ملیح لشکر عدو ہوا۔ دن بھر یہی ہنگامہ بپا رہا۔ شام کے وقت لشکروں میں طبل آسائش بجا۔ میدان جنگ سے مراجعت کر کے آسودہ ہوئے۔

امیر نے قصد کیا کہ جو سردار یہاں نہیں ہیں ان کے بارے میں تو نہ پاری پیا ور جو پتھر کے ہو گئے ہیں ان پر جا کر اسم اعظم دم کریں اور رہا کر لائیں۔ غرض اس طرف سے چلے تھے کہ ہرکاروں نے خبر دی: "اے شہریار لشکر حریف نے ان لوگوں کا محاصرہ کر لیا ہے جو پتھر کے ہو گئے ہوں۔ اس خیال سے کہ امیر سحر باطل کر کے چھڑا لے جائیں گے۔

اس خبر کو سن کر امیر ٹھہر گئے اب جانے میں لڑائی ہو گی۔ پھر جنگ تو ہونی ہے۔ رات کو جنگ و جدال سے کیا فائدہ' جب ساحر قتل ہوں گے تو یہ لوگ آپ ہی رہا ہو جائیں گے۔ قصہ مختصر یہ تو بہ فضل کریم کارساز کے ٹھہرے اور اس طرف لقا برلب دریا آ کر عیش میں مصروف ہوا۔

عیاران اسلام بھی تدبیر میں پھرنے لگے۔ اتفاق سے پیکان محفل سے اٹھ کر چوکی پر بہر

رفع احتیاج کیا۔ چالاک نے اس کو جاتے دیکھا۔ فوراً صورت اس کی سی بن کر کنارے محفل کے آیا اور اشارے سے شوم جادو کو بلایا۔ وہ اپنا مالک اس کو سمجھ کر اٹھا۔

بختیارک نے پوچھا: "کہاں چلے۔"

اس نے کہا: "حاضر ہوتا ہوں' میرے مالک بلاتے ہیں۔" یہ کہہ کر قریب چالاک آیا۔ اس نے ہاتھ پکڑ لیا کہ علیحدہ آؤ کچھ مشورہ کرنا ہے۔

یہ کہہ کر صحرا کی طرف بڑھا۔ اس طرف سے چوکی پر سے پیکان محفل میں آیا تو بختیارک گویا ہوا: "آپ شوم کو بلا لے گئے تھے وہ کہاں ہیں۔"

اس نے کہا: "میں نہیں بلا لے گیا۔"

بختیارک بولا: "ہائے مار ڈالا رے' جلدی خبر لو ورنہ ان کا کام تمام ہے۔ پیکان اور چند ساحر روشنی لے صحرا کی طرف دوڑے۔

ادھر چالاک نے بیضہ بیہوشی مار کر اس کو بیہوش کیا تھا اور قتل کیا چاہتا تھا کہ غلغلہ گیر گیر سن کر اور ساحر وغیرہ کو آتے دیکھ کر اس کو کندھے پر ڈال کر بھاگا۔

ساحروں نے کہا: "دیکھئے وہ جاتا ہے۔

پیکان نے پوچھا: "کدھر۔"

ایک نے کہا: "ابھی ابھی اس طرف کو گیا ہے

یہ سن کر سب اسی طرف دوڑے چالاک کود کر جنگل سے حد لشکر تا تک پہنچا تھا کہ پیچھے "لینا لینا" کا شور سنا سمجھا کہ اس طرف سے طلایہ دار لشکری دوڑیں گے۔ اس طرف سے ساحر آتے ہیں تم اپنے لشکر تک پہنچ نہ سکو گے۔ یہ سوچ کر ادھر ادھر گھبرا کر دیکھا۔

اینکر لقا نے عیش و مسرت دیا تو سب کو بھی دکانیں کھلی ہیں' سودا بک رہا ہے' ایک حلوائی کے کڑھاؤ میں روغن کڑکڑاتا اور کھولتا ہوا تھا۔ چالاک نے شوم کو اس کڑھاؤ میں ڈال دیا اور خنجر کھینچ کر حلوائی پر دوڑا۔ وہ بیچارا دکان چھوڑ کر بھاگا اور شوم جل بھن کے تل گیا۔ صدا اس کے مرنے کی بلند ہوئی' آگ پتھر برسنے لگے۔

بختیارک نے کہا: "فی النار والسقر" وہ مارا دیکھیے' ہمارے مرشد زادے کیا صاف طور پر عیاری کرتے ہیں۔ ادھر پیکان سر پکڑ کر بیٹھ گیا اے ظالم غضب کیا۔ لشکری چالاک پر آ گرے اس نے بھی تیغ زنی شروع کی اور گھر گیا۔ اس وقت بقدرت خدا تعالیٰ سردار جو سحر سے شوم کے پتھر ہو گئے تھے انسان ہوئے اور دیکھا مرکب ہمارے زیر ران ہیں۔ مسلح و مکمل لشکر حریف میں ہم کھڑے ہیں۔

یہ دیکھتے ہی تیغہ ہائے آبدار نیام سے لے کر فوج پر گرے چالاک کو لوگ چھوڑ کر ان کی سمت متوجہ ہوئے۔ یہ تو جست و خیز کر کے نکل گیا اور فوج میں کھچا کھچ تلوار کا بلند ہوا۔ لشکر اپلک عملواں تک اترا ہوا ہے۔ آج بھی وہی ہنگامہ ہوا کہ پلٹن سے اپنے وہاں کی رسالہ بھڑ گیا اور رسالہ سے پلٹن۔ شور دار و گیر برپا تھا۔ لقا کا جلسہ عشرت مبدل بغم ہوا' وہاں سے بہت جلد سوار ہو کنارے لشکر کے آیا۔ سردار امیر کے جو لقا پرست ہیں۔ انہوں نے کہا: "ہم ابھی جا کر لشکر عدو کا خاتمہ کیے دیتے ہیں۔"

بختیارک نے ان کو روکا: "تم نہ جاؤ دریافت کیا جائے کہ یہ کیا معاملہ ہے اور جب تک دریافت نہ کر لیا جائے انتظار کریں۔"

اسی تحقیقات کے دوران ہزار ہا سر کٹ گیا۔ لاشوں سے میدان پٹ گیا۔ گھوڑوں کے ہنہنوں سے دشت گونجنے لگا اور تلواروں کی شپا شپ اور سائیں سائیں صدائے تیر و تفنگ سے رن بولنے لگا۔ ہتھیاروں کے چلنے سے ہوا تنگ ہو گئی۔ گویا صرصر اجل باغ دہر میں چلنے لگی کہ گلشن ہستی پر خزاں آئی۔

سرداران اسلام تلواریں مارتے لشکر سے نکل کر اپنے خیمے و خرگاہ کی جانب چلے۔ طلایہ دار نے پہچان کر داخل قیام کیا۔

ادھر ساحروں نے بڑی جدوکد سے باہمی جنگ کو موقوف کرایا اور رات بھر اسی جدوجہد کو دوا دوش میں بسر ہوئی۔ یہاں تک کہ صبح کے اجالے نے رات کے اندھیرے کو بھاگنے پر مجبور کیا۔ صبح کو شاہ اسلام دربار میں تشریف لائے۔ سردار جو رہا ہو کر آئے

تھے انہیں خلعت عنایت کیے اور اس طرف لاشیں ساحروں اور سپاہیوں کی اٹھوائی گئیں۔

بختیارک نے کہا: "اے پیکان! تم بچے رہنا اور آج کا دن مجھ کو تم پر بھاری معلوم ہوتا ہے۔"

پیکان نے اس کے کہنے سے خائف ہو کر بولا: "میں جا کر خیمہ میں تنہا بیٹھتا رہوں اور اسم اعظم حمزہ بند کرنے کا سحر کروں گا۔ آج اس اعظم بند کر کے کل فرزندان امیر کو لشکر اسلام سے لڑوا کر اس کا عوض لوں گا' جیسا کہ میری فوج آپس میں لڑی ہے" یہ کہہ کر حکم دیا: "ایک خیمہ کنارے لشکر کے میرے لیے استادہ ہو فرش پلنگ مکلف وغیرہ جملہ اسباب راحت اس جگہ مہیا ہو کہ مجھے باہر آنے کی ضرورت نہ پڑے کوئی شخص اس جگہ نہ ٹھہرے۔ جملہ درستی کر کے خادم و ملازم چلے آئیں۔" اس حکم کو سن کر ملازمان لقا بہر ترتیب سامان راحت چلے۔

لیکن عیاروں کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ بصورت مبدل بارگاہ حریف میں کھڑے یہ گفتگو سن رہے تھے۔ جب ملازم خیمہ استادہ کرنے چلے۔ یہ بھی بارگاہ سے نکل کر علیحدہ گئے اور تھیلیاں باندھ کر اٹھریاں سر پہ رکھ کر مزدور بن کر اس جگہ آئے کہ خیمہ جہاں لد رہا تھا۔

عرض کیا: "اگر مزدور درکار ہو تو ہم حاضر ہیں۔" داروغہ فراش خانہ نے ایک کے سر پہ ساز کی قنات رکھی اور دوسرے کو مے خانے کی کشتیاں اور کچھ بوتلیں حوالے کیں۔ اسی طرح چند عیار اسباب لے کر گئے۔ خیمہ پہنچ گیا' مزدوروں کو اجرت دے کر رخصت کرنا چاہا کہ چالاک نے ہاتھ باندھ کر یہ سنایا: "مالک جہاں سے میں اسباب لایا ہوں اس خیمہ میں بٹوا میرا رہ گیا ہے اور اسی میں تمام عمر کی کمائی ہے' میرے ساتھ چلیں تو جا کر ڈھونڈ لوں' ورنہ میں غریب بچارہ مر جاؤں گا۔" یہ کہہ کر چپکے سے کہا ایک اشرفی آپ کو بھی دوں گا۔ داروغہ نے لالچ میں آ کر سوچا چل کر بٹوا اس کو حاصل کرو آدھو تو اس کو دینا باقی آپ لینا مزدور تو ہے یہ کیا کرے گا۔

خلاصہ یہ کہ ہمراہ چلا۔ جب کسی گوشہ میں چلا۔ عیار نے بیضہ بیہوشی مار کر بیہوش کیا اور پیرہن اس کا لے کر شکل اس کی صورت کے شکل اپنی بنا کر اس کو اور زیادہ بیہوش کر کے کسی گڑھے میں ڈال دیا اور آپ خیمہ استادہ کرنے لگا۔ لیکن ملازموں کو حکم دیا: "تم سب چلے جاؤ صرف مزدور رہ جائیں۔ میں تنہا انتظام کر لوں گا" کیونکہ پیکان کو خوف عیاروں کا ہے۔ بدیں لحاظ کسی کا ٹھہرنا اچھا نہیں۔

قصہ مختصر یہ داروغہ بے بنابر ارشاد اس کے سب ملازم چلے گئے۔ صرف مزدور جو کہ اصل میں عیار تھے رہ گئے۔ ان سے کہا: "جلد خیمہ کے چاروں طرف دس دس گز زمین کھود کر بارود بچھا دو۔ ہر چہار سمت نقب لگا دو۔"

عیاروں نے ہر ایک سمت سرنگ لگا کر دس گز کے فاصلہ پر خیمے سے رکھا اور چادریں پھاڑ کر بارود میں بھر کر ہر نقب پر فلیتے لگا کر چھپا دیئے اور ہر ایک عیار نے جتنی کہ بارود و کسوت عیاری میں بہر ضرورت رکھتے تھے۔ نکال کر سرنگ میں بچھا دی۔ فلیتے لگا دیئے اور کشتیاں شراب ناب کی چن کر گلدستے پھولوں کے رکھے۔

حاصل یہ کہ سب طور کر سامان درست کیا۔ ادھر پیکان نے سوچا کہ کل لشکر اسلام کو غارت کرنا ضرور ہے۔ ادھر پیکان نے سوچا کہ کل لشکر اسلام کو غارت کرنا ضرور ہے۔ آج حجت ختم کرنا چاہیے۔ یہ تجویز کر کے ایک نامہ لکھ کر خدمت امیر میں بھیجا۔

اہلکاروں نے شاہ اسلام سے عرض کیا: "نامہ دار عدو کا آتا ہے۔" بادشاہ نے بارگاہ سلیمانی فی باستقبال تمام نامہ دار کو بلا کر کرسی زریں پر بٹھلایا۔ اس لیے کہ نامہ دار لقا پرست بے ساحر ہوتا تو اسی بارگاہ میں نہ آ سکتا۔

غرض یہ کہ جب نامہ پڑھا لکھا تھا: "یا امیر آپ بھی آ کر خداوند کو سجدہ کیجئے ورنہ آج اسم اعظم بند کر کے اسلامیوں سے ایک تن بھی زندہ نہ رکھوں گا۔"

نامہ پڑھ کر امیر نے نامہ کے جواب میں لکھا: "حمد خدائے تعالٰی و درود محبوب ذو الجلال اللہ بے مثال کے' اے بد سگال جو کچھ تجھ سے بن پڑے وہ کر ہم بھی تیرے خداوند

سگ زہرہ اور شغال کو سوائے لعنت کرنے کے کلمہ خیر سے یاد نہ کریں گے راہ ضلالت پر قدم نہ دھریں گے۔ اسم اعظم پر ہم کو بھروسہ نہیں تکیہ بفضل کردگار ہے۔ ہر حال میں شریک پروردگار ہے۔"

یہ لکھ کر نامہ دار کو دیا کہ وہ پیکان کے پاس لایا۔ وہ پڑھ کر آگ ہو گیا اور کہا: مقتضای فرقہ عدو کی دامن گیر ہے یہ کہہ کر اٹھ کر خیمہ میں جا کر اسم اعظم بند کروں۔

○○○

- **بختیارک**

نے کہا: "میری خاطر سے اتنا دن جو باقی ہے یہاں تشریف رکھئے۔ آج کا دن خاتمہ کا ہے۔ ہم آپ کو دیکھیں آپ ہمیں دیکھئے پھر ہم کہاں اور آپ کہاں۔"

پیکان ان باتوں سے ہنس کر بیٹھ گیا اور کہا: "ملک جی تم میری برائی ہمیشہ چاہتے ہو، بد کلمہ منہ سے نکالتے ہو۔"

شیطان نے کہا: "اہل اسلام سے کوئی ہیکڑی جتا کر بچا نہیں۔ تم شاید بچ جاؤ اور یہ باتیں اس لیے کہتا ہوں کہ واسطہ سامری کا بہت ہوشیار رہنا۔ آجکسی طور تم نہ بچیں گے قصہ کوتاہ انہیں باتوں میں وہ دن تمام ہوا۔

شام ہوتے ہی پیکان اٹھ کر جانب خیمہ سحر کرنے چلا مگر کہتا گیا طبل جنگ پہ چوب پڑے کل میں ہوں اور یہ خدا پرست ہیں۔" بنا بہ حکم اس کے طبل جنگ پہ دوال دیا گیا

ناصیان خبری اور تومیان وغیرہ نے دربار اسلام میں آ کر بعد دعا و ثنا کے خبر عرض کی۔ یہاں بھی کوس حربی بجا۔ صدا اس کی جس نے سنی۔ کانپنے لگا اہل اسلام سمجھے کہ کل ساحروں کے ہاتھ سے لشکر سارا برباد ہو گا۔ یہ سمجھ کر دلوں کو ہراس تھا بہادروں کا چہرہ اداس تھا۔ نامرد ہر ایک بد حواس تھا۔ دلاور آلات حرب درست کرتے تھے بے غیرت روتے پھرتے تھے لشکر عدو میں چہل پہل ہو رہی تھی کہیں دل ہوتی کہیں خندہ زنی تھی۔ دندان طمع مال اسلامیان لوٹنے پہ شمشیر آسا تیز تھے۔ بداطوار تیز زبان سے جو ہر ریج تھے کہ کل ہم نے اور یہ پالک آبدار ہے۔

غرض یہ کہ لشکری تو تیاری جنگ کی کرنے لگے اور پیکان گرد اپنے حصار سحر کا کرتا ہوا چپ درست دیکھتا بھالتا خیمہ میں آیا۔ مزدور تو چلے گئے تھے۔ صرف داروغہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے مجرا کیا۔

پیکان نے خیمے میں جملہ سامان ماحت موجود دیکھ کر حکم دیا: "اب تم بھی چلے جاؤ۔"

چالاک وہاں سے چلا گیا۔ جب تنہائی ہوئی اس نے چند دانے ماش اور سرسوں کے گرد خیمہ کے چھڑکا کر سحر پڑھ کر دستک دے دی اور آپ بے کھٹکے ہو کر بیٹھا اسم اعظم بند کرنے کی فکر کرنے لگا لیکن عیار لشکر اسلام میں بہت ہیں۔ چنانچہ جو عیار کہ سرنگ لگانے کے راز سے آگاہ نہ تھے وہ صورت بدل کر بہر قتل پیکان خیمے کے قریب آئے جیسے ہی نزدیک اس پہنچے دل گھبرانے لگا اور حالت دیوانی مزاج پر طاری ہوئی۔ جب آپ سے باہر ہونے لگے۔ وہاں سے ہٹ آئے پھر ہوشیار ہو گئے سمجھے یہ باعث سحر کا ہے کہ وہاں جانے سے ہم بیخود ہوئے افسوس کہ اس ساحر بے حیا سے کچھ بس نہیں چلتا۔ صبح کو یہ لشکر اسلام کو تباہ و برباد کرے گا۔ یہ خیال کر کے رکے اور رونے لگے اور صحرا میں آ کر دست بدعا ہوئے کہ خداوند ہمیں اور ہمارے لشکر کو شر سے اس بے ایمان کے بچا لے۔ یہ سب دعا میں مصروف ہوئے اور وہاں عیار خیمے میں کچھ فاصلے سے گھات میں لگے رہے۔

جب پیکان آگ دھتورے کے پھل برنجی تھالی میں رکھ کر دہکا دے کر سحر پڑھنے میں مصروف ہوا۔ اگیار پر شراب ڈال کر بیروں کو بلانے لگا۔ اس وقت چالاک اور سمک عیار وغیرہ نے بسم اللہ کہہ کر قدم بڑھایا اور وہاں کچھ پہرا چوکی تو مقرر نہ تھا کیونکہ پیکان نے ایک شب شمعیں روشن کر دی تھیں اور دوسری رات کو ہوا کے جھونکے سے عیار بیہوش ہوئے تھے آج دانہ ماش اور سرسوں کے چھنکار دیئے ہیں کہ جو جاتا ہے دیوانہ ہوتا ہے۔

قصہ مختصر عیار تو دس گز کے فاصلہ پر سر بنا چکے ہیں انہوں نے چار طرف سے فلیتے میں آگ لگا دی اور فوراً وہاں سے ہٹ گئے۔ العیاذ باللہ آگ لگتے ہی ایک صدائے ہولناک سرنگ اڑانے کی آئی اور مع خیمہ و مسند گیار اور پیکان سمت عالم بالا تشریف لے گئے۔ ایسا دھکا ہوا کہ لقا بارگاہ میں تخت سے اچھل کر گر پڑا بختیارک آپ سے گلیم پکڑ کر لوٹنے لگا کہ ہائے بڑی چوٹ دل میں لگی۔ جملہ حاضرین دربار اور لشکریوں

کے کان گنگ رہے دیر تک سائیں سائیں کے سوا اور سنائی نہ دیتا تھا اور فلک سے خیمے کے پارچے اور ستون کے ٹکڑے اور مٹی وغیرہ برس رہی تھی سب کہتے تھے کہ خداوند لقا کو غصہ آیا ہے اس وجہ سے یہ آفت بپا ہے۔ یہ ہنگامہ تو تھا ہی

مگر اور دل لگی سنیے کہ پیکان کے مرنے تاریکی ہو گئی اور شور و غل از خود پیدا ہوا۔ آندھی بڑے زور سے آئی اور سرداران امیر کو سحر سے اس کے بقا پرست ہو گئے تھے وہ سب ہوش میں آ گئے اور اپنے تئیں بت پٹے دکھ کر تلواریں کھینچ کر بارگاہ میں لقا پرستوں کو قتل کرنے لگے۔ وہ سب خائف تو تھے ہی گھبرا کر بھاگے اور لقا بھی سراپچہ پھاڑ کر بدقت تمام جان کو سلامت لے گیا۔ سردار بارگاہ سے باہر آ کر لشکروں پر حملہ آور ہوئے۔

اس اندھیرے میں یہ اور اندھیرا ہوا۔ خیموں کی طنابیں کٹیں مرکب نقب اٹھانے کا دھاکہ شتر رسیاں توڑ کر صحر کی طرف بھک فوج میں بھگدڑ پڑ گئی۔ بختیارک اور سلیمان کمبلیں اوڑھ کر ایک غار میں اتر گئے اور اوندھے پڑ گئے کہ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے وہاں پڑے ہوئے حالت ابتر اپنے لشکر کی دیکھتے تھے اور سن رہے تھے لوگ رو رہے ہیں' کوئی کہتا "ہائے بھائی کدھر جائیں' کوئی کہتا ہے اے میرے دادا' یہ کیا کیا اے میرا بیٹا خیمے میں رہ گیا۔ کوئی کہتا ہے' یارو واسطہ خداوند کا بتاؤ تو کہ بچیں گے یا نہیں۔ کسی کے لب پر نالہ جانکاہ ہے کہ ہائے میری ایک رات کی بیاہی دلہن نہیں معلوم کدھر گئی۔ خدا کو معلوم کہ اس پر کیا گزری ہو گی۔ کوئی کہتا تھا کہ اماں جان کی بڑھاپے میں مٹی خراب ہوئی۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل گئی ہوں گی۔ کوئی اپنی بہن کو یاد کرتا تھا۔ لڑکے باپ کے سینے سے لپٹے تھے اور ہائے اماں ہائے اماں رو رو کر پکارتے تھے جنگل سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی صدا آتی تھی۔ یہ ظاہر ہوتا تھا فوج آتی ہے۔

لوگ اس طرف سے بھاگ کر جاتے اور پھر ادھر سے ادھر بھاگ آتے تھے۔

عیاران اسلام لوٹتے پھرتے تھے اور پکارتے جاتے تھے: اے بھاگو فوج آ گئی اسی ہنگامہ میں بہادروں نے تلوار پکڑ کر اور گروہ گروہ ہو کر دشمن کو گرفتار کرنا شروع کیا مارے

تلواروں کے تہلکہ ڈال دیا۔ نعرے شیروں کی طرح مارے جدھر جا پڑے، کھیت کے کھیت اور بن کے بن صاف کر دیئے۔

لشکر لقا اور فرامرز بن نوشیرواں اور کوہیوں کا ملا کر کرئی کروڑ کا ہے۔ اور اتنے بڑے لشکر میں ممکن نہیں کہ سب بودے ہوں پس جو لوگ کہ بہادر تھے وہ پائے ثبات اس آفت میں بھی گاڑے رہے اور مرکبوں پہ بیٹھ کر داد شجاعت دینے لگے۔ مگر سرداران اسلام قلیل تھے اور لشکر کفار کثیر تھا۔ شور قیامت سارے لشکر میں بپا تھا۔ اس باعث سے جو چلتن کہ جلادت اور تہوری کر کے بڑی حریف اپنا اپنی ہی فوج کو بھی اور لڑنے لگی۔ سرداران اسلام جنگ دیدہ اور کار آزمودہ تھے۔ جب تلوار کسی پر لگاتے تھے تو اللہ اکبر کہتے تھے۔ یہ اس لیے کہ اگر مرد مسلمان ہم نبرد ہو گا نام اللہ کا سن کر کہہ دے گا کہ ہم کوئی غیر نہیں ہیں اور کافر ہو گا تو واصل جہنم ہو گا اس شناخت سے باہم لڑنے سے بچے اور چونکہ قلیل بھی تھے۔ اس سبب سے فوج دشمن کے شر سے ایمن رہے اور شمشیر نے ان کو خونریزی کر کے رنگ گل ہائے باغ عالم دکھلایا نخل ہائے قد کی سر تراشی کر کے گلستان شجاعت کو آراستہ بنایا۔ جوہر تیغ نے اس شب تاریک میں نقش سوسن کے رنگ کا جمایا۔

جب لشکر عدو باہم لڑنے لگا۔ اہل اسلام نکل کر اپنے لشکر میں آئے۔ یہاں جملہ سپاہ تیار تھی۔ عیاروں نے پہلے جا کر آمد سرداراں بیان کی پھر سردار رواں ہوئے۔ ادھر جا بہادر تھے وہ کٹ مرے اور باقی سمت صحرا و کوہ بھاگے لشکر کے فرار ہونے سے ایک خیمہ میں ابوالفتح عیار قید تھا۔ اس نے جب کوئی روکنے والا نہ دیکھا اور ساحروں کے مرنے سے قید سحر کی دفع ہو چکی تھی' وہاں سے نکل کر اپنے لشکر کا راستہ لیا۔ لشکروں میں رات بھر باہم کشت خون رہا۔

صبح ہوتے ہیں وہ ہنگامہ برطرف ہوا۔ لقا اور بختیارک غار سے نکلے۔ فوج سے خداوند کو اپنے پہچان کر سجدہ کیا اور خدا نے خیمہ پیکان کو جا کر دیکھا۔ اس جگہ ایک غار عظیم الشان نظر آیا تو بختیارک نے کہا: "مرزا اس گبر کی یہی تھی' بہت اتلاف گزاف کیا

کرتا تھا۔ میں کہتا تھا کہ مرشد زادے کی شان میں بے ادبی نہ کرنا' نہ مانا آخر سیدھا جہنم کو روانہ ہو گیا۔ یہ کہہ کر خداوند کو لے کر بارگاہ میں آیا۔ تخت نکبت پر بٹھایا لشکر میں آ کر انتظام کیا۔ فراری لشکر کو منادی کر کے بلا کر آباد کرایا۔ یہاں تو یہ انتظام ہوا۔ اس طرف سردار صبح کو دربار میں بادشاہ سے ملے ان کے آنے امیر جشن کیا۔ ہر ایک کو خلعت و زر دیا۔ چالاک اور عیاران دیگر کا رتبہ بڑھا۔ شہنشاہ اسلام کو بعشرت تمام جلوہ گستر ہیں۔

لیکن لقا نے یہ نامہ افراسیاب و بحر تحریر کیا: اس بندہ قدرت پیکان کو غرور ہو گیا تھا اور انکبار کسی کا ہمارے پسند نہیں۔ بدیں وجہ ہم نے اس کو اپنے بہشت میں بھیج دیا لازم ہے کہ کسی اور کو ہماری مدد کے لیے روانہ کر۔" یہ لکھ کر حسب دستور قدیم پہاڑ رکھ دیا۔ پنجہ خدمت شاہ جادواں میں لایا۔ شاہ ہمراہ ملکہ حیرت کے بارگاہ لشکر میں آیا تھا۔ اس لیے کہ حیرت انگشتری جمشید لینے جانے والی ہے' لشکری ساحر زبردست کے سپرد کرے۔

قصہ مختصر جب پنجہ نے نامہ لا کر دیا' شاہ جادواں نے پڑھ کر مرگ ساحران پر افسوس کر کے کہا: "خداوند کے تشریف لانے سے چاہیے تھا کہ برکت ہوتی۔ امن و امان رہتی برخلاف اس کے یہ ماجرا طلسم برباد ہوا جاتا ہے۔ اب میں کس کو بھیجوں کیا کروں' اگر خاموش ہو رہوں تو ایمان میں فرق آتا ہے یہ کہہ رہا تھا یکایک طائران سحر سامنے آ کر بن کر شاہی آداب بجا لائے اور عرض پیرا ہوئے: "ہوشیار بن اژدر سوار جادو اور سوفار جادو' پیکان جادو کے دونوں بھائی حاضر ہوتے ہیں۔"

شاہ نے چند ساحر بہر استقبال بھیج کر ان کو سامنے بلوایا انھوں نے آ کر شاہ کو نذر دی اور اپنی عزت کے موافق بیٹھے۔ سوفار کو شاہ نے نامہ خداوند دکھایا کہ خداوند لکھتے ہیں:

"تیرا بھائی مارا گیا۔"

سوفار مرگ برادر سن کر زار زار رو دیا اور اٹھا کہ جا کر انتقام خون اس کا لشکر اسلام سے لیتا ہوں۔ شاہ طلسم کو تو بھیجنا بہر مدد خداوند کسی کو ضرور تھا۔ اس کے عازم ہوئے

سے خوش ہو کر خلعت رخصت عنایت فرمایا۔

وہ بارگاہ سے نکل کر اپنے جائے سکونت پر بہر ترتیب لشکر روانہ ہوا۔

اس کا حال طول اوراق افسانہ ترک کیا جاتا ہے انشا اللہ آگے چل کر لشکر امیر سے جا کر مقابلہ کرنا اس کا بیان کرتا ہوں گا۔

حاصل مراد جب یہ روانہ ہو چکا' ہوشیار جادو کو شاہ جادواں نے لشکر سپرد کر کے حیرت سے کہا: "تم انگشتری لینے جاؤ۔"

ہوشار نے کہا: "میں ٹال کا آدمی نہیں ہوں۔ آج ہی سب تک حرامیوں کا کام تمام کروں گا۔"

افراسیاب یہ سن کر بہت سمجھایا: "آپ مقابلہ کرنا مناسب نہیں' جس حال میں مصور مرشد زادے حیرت ہو چکے تو تمہاری کیا چلے گی تم صرف لشکر میں بادشاہی بنے رہو مجھے میلا کرنے دو۔"

ہوشیار نے سمجھانے سے بہت کچھ شکریہ شاہ کا ادا کیا' لیکن براہ جسارت و ارتکاب عرض کی: "جب غلام مارا جائے یا عاجز آئے' اس وقت حضور میلہ کریں۔ لیکن جب تک تابعدار زندہ ہے میلہ کرنا ضروری نہیں۔"

شہنشاہ ساحران نے ارشاد کیا: "تمہیں اختیار ہے۔"

یہ کہہ کر پوچھا: "مصور کہاں ہیں؟"

لوگوں نے عرض کیا: "صحرا میں کسی جگہ مخفی ہو کر تصویریں باغیوں کو کھینچتے ہیں اور نذوچہ ان کی اپنے لشکر کی اور ان کی خبر گیری کیا کرتی ہیں۔"

یہ سن کر ملکہ حیرت سے کہا: "اچھا تم باغ سیب میں جا کر تیاری جانے کی کرو میں ظلمات سے جا کر کسی ساحر کو برائے نگہبانی لشکر بھیجوں گا اور اے ہوشیار تم بھی مقابلہ کر کے حوصلہ اپنا نکال لو۔"

یہ کہہ کر سوار ہو کر سمت ظلمات روانہ ہوا اور حیرت جانب باغ سیب گئی۔ ان کے بعد ہوشیار کسل سفر سے آسودہ ہوا اور اپنے لشکر کو بڑے فکر و اندیشے سے آراستہ کیا۔

پھر ایک دن قریب شام کہ آفتاب تاباں مثل افراسیاب سمت ظلمات گیا۔

اس ہنگام میں نفیر سحر کو دم دیا ساحروں نے گھنٹے اور ناقوس بجائے۔ یہ خبر لے کر طائران سحر خدمت مہ رخ میں آئے اور گزارش پذیر ہوئے: "ہوشیار نامی ساحر نے آ کر طبل جنگ بجوایا ہے ارادہ فاسد اس بے خبر کے ذہن میں آیا ہے۔" اس خبر کو سن کر ادھر بھی طبل و نقارے بجے۔ ساحران نامی آمادہ حرب و پیکار ہوئے

لیکن عیاران لشکر مع عمرو کے بارگاہ سے نکل گئے اور ان میں سے عمرو ایک نوجوان چہار دہ سالہ کی صورت بنا یعنی گلنا جوڑا پہنا۔ ہاتھوں کو حنا سے رنگین کیا۔ کلاہ گوہر آلود سر پر رکھی اور لشکر حریف کا مے خانہ تلاش کر کے قریب خیمہ ساقی ملازم ہوشیار آیا۔

وہ کرسی بچھائے در خیمہ پر بیٹھا تھا اس سے بمنت تمام کہا: "میں اشراف کا لڑکا ہوں لیکن خواہش روزگار رکھتا ہوں اگر آپ عنایت فرما کر شراب پلانے کے لیے مجھے نوکر رکھ دیجیے تو بڑا احسان کیجیے۔"

ساقی نے اس کو ماہ رخسار و مہر تمثال دیکھ کر فوراً اپنے پاس بلایا اور کہا: "یہ شیشے شراب کے لے کر بارگاہ میں جاؤ، آج شراب حضور کو پلاؤ، کل موقع پا کر حضور سے تمہارے مقرر کر لینے کو عرض کروں گا کیونکہ کم سنوں اور خوبصورتوں کی تو ہنگام مے کشی ساقی بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ تم کو فی الفور ملازم رکھ لیں گے۔"

عمرو نے یہ سن کر شیشہائے شراب لیے اور بارگاہ میں گیا۔ دیکھا کہ سردار گرد ہوشیار کے بیٹھے ہیں دربار لگا ہے وہ بڑے تزک سے دنگل پر بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر عمرو نے اس کو مجرا کیا۔ اس بنظر غور اس کی جانب دیکھا اور پہچانا کہ عیار ہے۔ خیال کیا کہ اس کو پاس بلا کر ہاتھ پکڑ لوں ور حال دریافت کروں۔ پس اشارہ کیا کہ جام مے حاضر کرو۔"

عمرو بھی کچھ اس کے عزم سے مطلع ہو گیا۔ مگر ڈھیلا عیاری کا کہ وہ ایک گیند ہوتا ہے اور عیار ہی اس کو چکنا کر کے آستین میں یا ہاتھ میں پوشیدہ کر کے رکھتے ہیں جو کوئی ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے وہی گیند بچالاکی ہاتھ میں دیتے ہیں کہ گرفتار کرنے والا

جاتا ہے کہ میں نے تو ہاتھ ہی پکڑا ہے اور عیار چھپے جاتے ہیں اور وہی گیند کسی وقت اس طرح تاک کر مارتے ہیں کہ منہ کھلتے ہی حلق میں آ کر پھنس جاتا ہے پھر انسان بول نہیں سکتا۔

قصہ مختصر عمرو نے وہی پیالہ آستین میں مخفی کر کے جام بھر کر پیش کیا۔ اس نے جام تو نہ لیا' لیکن ہاتھ پکڑنا چاہا۔ عمرو نے ہاتھ کو اس طرح گردش کی کہ پیالہ ہاتھ میں اس کے رہا اور عمرو نے دونوں ہاتھ ڈھیلی کھا کر زمین پر جما کر دونوں لاتیں اس کی چھاتی پر ماریں کہ دنگل کے پیچھے چت گرا۔ ساحر وغیرہ سب سمجھے تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے اور وہ جب تک اٹھے یہ سراچہ چاک کر کے بھاگا جب وہ اٹھا پکارا: "لینا اس کو۔" ساحر دوڑے مگر اب ان کا یہ جا وہ جا کچھ دور جا کر کسی گوشے میں غائب ہو گیا۔

ہوشیار نے کہا: "یہ عیار بلائے بد ہے' سب صاحب اپنے اپنے خیموں میں جا کر تیاری جنگ کی کریں۔ میں اکیلا اس شب کو بسر کروں گا۔"

یہ کہہ کر دیوار برخاست کر کے گرد بارگاہ کے حصار سحر کا کر دیا کہ بارگاہ نظر دم سے پوشیدہ ہو گئی۔ پھر عیار ہر چند جویا ہوئے اور ہزار ہا تدبیریں کرتے رہے مگر جانا ممکن نہ ہوا اور رات بھر جانبین کے ساحر سحر و افسوں خوانی میں مصروف ہوئے۔ ڈھولے اور ڈمرو اور نفیریں اور ناقوس بجا کئے۔ اس شب کو ہندوے' فلک بھی رشتہ خط استوار میں دانہ کوکب پر مصروف افسوں خوانی تھا کہ صبح کو نیرنگ تازہ اور نئی بازی بروئے کار لائے گا کسی کو بصورت ناقوس فریادی بنائے گا۔ کوئی ہیر بعد تدبیر قبضہ کرے گا اور کوئی صورت مار پیچ و تاب کھائے گا۔ آفت و بلا میں پھنسے گا کوئی بصد خرمی تخت روان پر بیٹھ کر عروج گیر ہو گا اور کوئی نشیب و ادب میں گر کر عزلت پذیر ہو گا۔

خلاصہ سخن ایک جانب شب بھر سحر سازی رہی اور دوسری جانب دونوں لشکروں میں اسلحے سے بازی رہی۔ بہادروں نے جوہر تیغ آبدار دکھا کر بہرام فلک کی کرکری کر دی۔ ترک فلک کی ترکی تمام کرنا چاہی۔ لشکری خیل خیل داخل دشت مصاف ہوئے۔

مہ رخ اور بہار بڑی شان و شوکت سے تخت سحر پر با فوج بے شمار سمت میدان جنگ چلیں۔ نقارے بجنے لگے۔ ساحر سحر کی نیرنگی دکھاتے ساتھ ہوئے۔

جب میدان میں پہنچ کر صف آرا ہوئی ایک جانب سے ابر سیاہ فلک پر چھایا اور ہزار ہا شعلے بجلی کی طرح ابر میں چمکنے لگے بعد اس کے زور و شور سے ابر شق ہوا اور ہوشیار اژدر پر سوار ظاہر ہوا۔ پھر تو ہزار بجلیاں گرنے لگیں کہ میدان کے سب درخت اور جھاڑیاں جل گئیں۔ ابر سے پانی موسلا دھار برسا گرد کا نام نہ رہا۔ زمانہ پر کدورت تھا مگر میدان صاف ہوا۔ نفیر و جھانجھ کی صدا نے رعد کا دم بند کیا۔

مہ رخ و بہار گلفام نے پرا جمایا۔ دوسری طرف دیو ساز ماہر فن و بلائے سیاہ نے صفوف لشکر کو آراستہ کیا۔ ہوشیار بعد ترتیب لشکر میدان میں آ کر آگ پتھر برسانے لگا اور مقابلے کے لیے پکارا۔

لشکر مہ رخ سے ایک ساحر ٹوک جادو نام اس بد انجام کے مقابلے کو گیا۔ اس نے کچھ پڑھ کر دستک دی کہ ایک تیر غیب سے آ کر لگا۔ ٹوک نشانہ تیر قضا ہوا پھر اس نے نعرہ مارا۔ دوسرا ساحر سامنے اس کے گیا لیکن خدنگ اجل سے نہ بچ سکا۔ اسی طرح چند ساحر اس نابکار نے جانب نے بھیجے۔ اس وقت بہار عازم وغا ہوئی اور دوپٹہ گاتی کی طرح باندھ کر جوڑے کو سنبھال کر تخت سے کودی اور میدان میں آ کر سحر خواں ہوئی۔ ناگاہ اہل لشکر ہوشیار کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جو آنکھ جو کھلی صفحہ خاک کو گلہائے رنگا رنگ سے ہم طبق سپہر پرواز کوکب پایا۔ سطح ارض اثر رنگ چمن نظر آیا۔ جبیں سبزہ سے سحاب چمن نے گرد و غبار دھویا تھا دل لالہ کے خون نے جوش کھا کر شعلہ صندلیں رخسار ارض کو سرخ کیا تھا۔

ملکہ بہار سر تا پا بہار ہزار ہزار سنگھار کیے زیر شمشاد پانچے کلائی پر ڈالے کھڑی تھی۔ ہاتھ میں پھولوں کی چھڑی تھی' قد رشک سہی بالا تھا۔ حسن کا عالم دنیا سے نرالا تھا۔

جھونکے ہوائے سحر کے کھا کر لشکر اور ہوشیار بے خبر اور دیوانے ہوئے شعر عاشقانہ پڑھے تالیاں بجاتے سمت اس عربدہ ساز کے چلے۔

جب لشکری مع ہوشیار کے قریب چمنستان سحر پہنچے فلک نے نیرنگی دکھائی۔ چند بلبلیں خوش الحان صحرا سے اڑ کر آئیں اور سروش ہوشیار پر بیٹھ کر نغمہ سنج ہوئیں: "اے یادگار سامری پرستان ملکہ بہار کے سحر میں آپ مبتلا ہوتے ہیں۔ یہ نمک گوارا کرتے ہیں۔" بلبلوں کا یہ کہنا تھا کہ ہوشیار جادو ہوشیار ہو گیا اور سحر پڑھنے لگا کہ ابر گھر آیا۔ اس میں سے انگارے آتش کے برسنے لگے۔

بہار نے دیکھا کہ چمنستان جلنے لگا' اس نے بھی فسوں پڑھا کہ یکبار ایک ابر اس باغ سحر پر آ کر مثل سر پوش کے ڈھک گیا۔ آگ جو برستی تھی۔ اس ابر پر گرتی تھی۔ باغ میں کوئی چنگاری نہ آتی تھی۔ لشکر ہوشیار کہ شیدائے روئے بہار تھا وہ اسی طرح بیتاب و دیوانہ رہا۔ ہوشیار سمجھا کہ جب تک یہ باغ سحر کا نہ مٹے گا لشکر کو ہوش نہ آئے گا۔ یہ سمجھ کر اسی جگہ زمین صاف کر کے جیسا چاہا سحر پڑھ کر ہیولے کو بلا کر باغ کو برباد کروں زمین صاف کرتے اس کو دور سے عیاروں نے دیکھا۔

عمرو نے کہا: "لشکر اس کا باغ بہار کو گھیرے ہے اور طالب بہار ہے وہ آتش بازی کی وجہ سے اندر باغ کے ہے۔ اس وقت بہار حکم دیتی ہے کہ جاؤ اپنے مالک کو پکڑ لاؤ تو لشکری ہوشیار پر جا پڑتے یا وہ اہل لشکر کو مارتا یا فوج اس کی اس کو قتل کرتی۔ میں جاتا ہوں اور ہر رخ سے حملہ کیا کر اس کو ہلاک کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر چلا مگر راہ میں ایک عیاری خیال میں آئی یعنی فوراً صورت اپنی مثل شبیہ ملکہ بہار بنائی اور گلیم اوڑھے میدان میں آیا وہاں کھڑے ہو کر اس طرح گلیم اتار کر جست کی کہ آواز چھم چھم کر بلند ہوئی۔ سب اس طرف دیکھنے لگے۔ یہ جست کر کے زمین پر اترا۔ ہر ایک کو یہ معلوم ہوا کہ بہار باغ سحر سے اڑ کر آئی ہے عاشقان روئے بہار بسبب پوشیدہ ہو جانے اپنی مطلوبہ کے بیقرار تھے۔ اس وقت پیچھے نقلی بہار کے دوڑے اور پکارے: "اے بہار افزائے باغ خاطر عشاق بنظر نرگس چشم باز ذرا ہماری جانب دیکھ لے۔" بہار نے انہیں تو کچھ جواب نہ دیا مگر ہوشیار سے پکار کر کہا: "حضور

میری خطا معاف فرمایا اور اگر انکار سے مجھ پر نہ برہمی تو میں آپ کے حاضر ہوں اور ہمراہ جناب خدمت شاہ طلسم میں چلوں اور گر اس عرض کو پذیرائی کیجئے گا تو میں آپ ہی کے لشکر کو آپ کی گرفتاری کا حکم دیتی ہوں۔"

ہوشیار مصروف ہوائے بہار تھا۔ اس وقت عجز کرنا سن کر خوش ہوا کہ ایسی ساحرہ جس کا عاشق شاہ طلسم ہے میری مطیع ہو اور دوسرے فوج بھی میری اس کے قبضے میں ہے اگر حملہ کرے گی تو بڑی مشکل پڑ جائے گی۔ یہ سوچ کر پکارا: "میں خود آتا ہوں" اور قریب ملکہ آیا۔

نقلی بہار نے کہا: "اپنے ساتھ پیر سحر کے بھی لائے ہو۔"

اس نے کہا: "نہیں۔"

نقلی بہار نے کہا: "وہ کیا پیچھے آتے ہیں۔"

یہ سنتے ہی ہوشیار نے پیچھے مڑ دیکھا۔ بہار یعنی عمرو نے بیاض گردوں پہ اس زور سے خنجر ارا کہ سر کٹ گیا۔ پھر تو آگ برسنا موقوف ہوئی مگر شور و غوغا اور تاریکی ہو گئی۔ عمرو کا حال دیکھ کر مہ رخ رو رہی تھی کہ افسوس بہار اس طرف ملی جاتی ہے۔

اس دم عمرو نے جب نعرہ کیا مہرخ کی جان میں جان آئی۔

ادھر باہر ابر سحر ہٹا کر باہر نکلی۔ فوج ہوشیار کی اب تک مسحور ہے محبوبہ کو دیکھتے ہی منت کرتے قریب آئے بہار نے حکم دیا: "اے عاشقان من حیرت کے لشکر سے جا کر مقابلہ کرو جب فتح پاؤ گے میرے پاس آنا۔"

پہلے ذکر کیا گیا ہے کہ شاہ طلسم لڑنے کو منع کرتا تھا مگر ہوشیار نے مصر ہو کر اجازت لی اور آمادہ کار زار ہوا ملازم اس کے بارہ ہزار ساحر تھے انھیں کو ہمراہ لے کر میدان جنگ میں آیا تھا فوج حیرت کو ساتھ نہ لایا تھا اس لحاظ سے لشکر حیرت بھی مسلح و مکمل تھا کہ اگر ہماری جانب کی شکست ہو گی تو حملہ حریف کا ہنگام غفلت میں روکنا محال ہو گا۔

خلاصہ یہ کہ جب بارہ ہزار ساحران پر حملہ آور ہوئے تو باہم نارنج و ترنج چلنے لگے۔ ہر سمت برستے تھے۔ بادو عقب پیدا ہوتے تھے۔ تلوار سحر کی اور ترسول و پنسول چلتے تھے۔ ساحروں کی مرنے سے ہر غل مچاتے تھے۔

لیکن لشکر حیرت کثرت سے تھا۔ یہ بارہ ہزار ساحر گھر گئے اور ایک ایک کو دس دس سے نے مل کر ہلاک کیا۔ پہر بھر کے عرصے میں سب مارے گئے۔

لشکر مہ رخ میں کوس فتح پر چوب پڑی۔ بہار نے باغ سحر برطرف کیا۔ لشکر پھر کر بستر پر آیا سرداروں کو لے کر مہ رخ داخل بارگاہ ہوئی۔ عیار بھی آئے۔ سب بیٹھ کر جام مے عشرت نوش کرتے تھے۔

مگر اب حال سنیے کہ طائران سحر ملکہ حیرت کے پاس باغ سیب میں گئے اور مارا جانا ہوشیار اور اس کی فوج کا بیان کیا۔ ملکہ حیرت نے سب کیفیت سن کر نامہ شاہ طلسم کو لکھا اور سمت ظلمات روانہ کیا۔ پنجہ نے سحر کے افراسیاب کو جا کر نامہ دیا اور اس نے پڑھ کر افسوس کیا اور وہاں سے جانب باغ سیب آیا۔ سب نے استقبال کیا۔ یہ آ کر تخت پر بیٹھا اور تمام ساحران نامی مثل شکوہ بن قیلان مگل سوار زریں قبائے جادو میموت خوار جادو وغیرہ اپنی اپنی جگہ پر متمکن تھے ان کو حکم دیا۔ "آج نقار خانہ طلسمی میں حکم دو کہ چونسٹھ ہزار نقارہ بجے اور طائران پر میلا ہے اور خداوند جمشید و سامری کے دربار کا دن ہے۔ یہ حکم سنتے ہی ساحروں نے پرواز کی۔ کیونکہ نقار خانہ طلسمی پردے ہوا ہے۔ ساٹھ ہزار نقارہ معلق رکھا ہے ساحر اور پتلے طلسمی چوب لیے اس جگہ حاضر ہیں۔ غلاف نقاروں پر سرخ بانات کے چڑھے ہیں۔ ساحروں نے جا کر حکم شاہ پتلوں کو سنایا انہوں نے قرنا اور نقاروں کو بجایا۔ کاخ روزگار اور گنبد خضرا میں صدا گونجنے لگی تمام ساکنان طلسم نے آواز سنی۔ مہ رخ نے اپنی جگہ پر عمرو سے کہا: "طلسمی بجتے ہیں۔ میلہ آغاز ہے۔ اب بچاؤ کی صورت کوئی نہیں۔"

عمرو نے کہا: "میں ایک کنوئیں میں اتر کر بیٹھ رہوں گا۔ تم سب کو زنبیل میں رکھ لوں

گے۔"

مہ رخ بولی: "شعلۂ طلسم تمہارا حال کتاب سامری میں دیکھے گا اگر اس کو ثابت ہوا کہ تم کنوئیں میں ہو، وہ کنواں پٹوا دے گا پھر نکلنا دشوار ہو گا۔"

عمرو نے پوچھا: "اس بحر زخار آفت سے ساحل مراد پر پہنچنے کی تم نے کیا تدبیر سوچی ہے۔"

مہ رخ جواب دہ ہوئی: "رائے عالی اس باب میں قرین صواب ہے اور کلید زبان سے باب مصلحت کا افتتاح بہر مقاصد مشکل فتح الباب کنیز بحکم المامور معذور براہ استطاعت کر دیتی ہے۔ ورنہ میں کیا اس بارے میں سخن سرائی کروں۔"

عمرو نے کہا: "اس مشورہ کے لیے تخلیہ چاہیے۔"

مہ رخ چند مشیروں کے ساتھ علیحدہ خیمے میں آئی۔ صلاح ہونے لگی۔ سب نے متفق ہو کر یہی کہا: "عمرو جو کچھ تجویز کریں وہی سب کے لیے بہتر ہے۔"

عمرو گویا ہوا: "ایک دن سرشام تین سردار با فوج بے شمار بادوقی خیمے میرے ساتھ لے کر چلیں اور جنگل میں ان سرداروں کو مامور کر دوں۔ وہاں سے جنبش نہ کریں پھر آگے میں سمجھ لوں گا۔"

یہ باتیں سن کر سرخ مو اور نافرمان اور افتخار جادو کہ شریک انجمن مشاورت تھے عرض رسا ہوئے: "خواجہ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

عمرو نے کہا: "اس راز کو کسی سے بیان نہ کرنا جاؤ اور لشکر چار لاکھ ساحر کا بطور مخفی تیار کراؤ جب شام ہو گی میں تمہیں لے چلوں گا۔" یہ کہہ کر خلوت سے باہر آ کر ٹھہرے وہ سرخ مو وغیرہ نے لشکر چپکے چپکے مسلح کرایا۔ جس وقت کہ نہا نخلہ مغرب میں سرخ موئے فلک جا کر نہاں ہوا شام کو عمرو بارگاہ سے صحرا میں گیا۔ سرخ مو اور نافرمان اور افتخار ایک کے بعد ایک جنگل میں آئے اور اسی طرح فوج بھی ہزار اور ہزار دو ہزار ہو کر پھیر کھا کر مقام وعدہ پر آئی کسی کو مطلق ظاہر نہ ہوا کہ چار لاکھ آدمی کدھر گیا۔ اس لیے کہ لشکر قریب پچاس لاکھ کے ہے پھر پچاس آدمی سے

چار آدمی اگر کم ہو جائیں تو کیا معلوم ہو۔

خلاصہ جب عمرو کے پاس سب جمع ہوئے وہ بھی تخت سحر پر بیٹھ کر ایک جانب سردار لشکر کو لے چلوں اور دس کوس لشکر مہ رخ سے نکل گیا۔ ایک کوہ سیاہ کے قریب پہنچا۔ درے اس کوہ کے مثل گور حسوداں کے تنگ و تاریک تھے اور راستے اس کی گھاٹیوں مانند جادہ صراط دوزخ کے باریک تھے گرد اس کے ایک دریائے محیط موج زن تھا۔ لیکن سیاہی کوہ کے عکس سے دریا بھی سیاہ تھا۔

عمرو نے ایک خیمہ سیاہ رنگ کا اس جگہ نصب کیا اور ملکہ نافرمان کو مع ایک لاکھ ساحر کے یہاں فروکش کیا اور کہہ دیا: "بغیر میری اجازت کے یہاں سے نہ ہلنا۔" یہ وہاں سے روانہ ہوا اور اس کوہ سیاہ سے دس کوس آگے جا کر قریب کوہستان پہنچا۔ شناخت کے لیے ایک کوہ سبز رنگ تجویز کر کے خیمہ سبز رنگ استادہ کرایا اور پہاڑ مثل سبز پوش جناں کے رخت اخضر زیب بر کئے تھے۔

خیمہ سبزی میں ملکہ سرخ مو کو مقیم کر کے لاکھ آدمی گھاٹیوں میں پہاڑ کے فروکش کئے اور ان سے بھی تاکید یہی کر دی کہ بغیر میرے یہاں سے نہ نکلنا اور پھر عمرو وہاں سے دس کوس اور آگے بڑھ گیا۔

اتفاق سے ایک بیابان قلب تاریک کوہستان میں ملا کہ ایسا قلعہ مستحکم ضحاک کا بھی نہ ہو گا۔ پہاڑوں کے درے ایسی راہیں پر پیچ رکھتے تھے کہ حلقہ ہائے زلف گرخاں دہر کو شرماتے تھے۔ بیابان ہر چند کہ سرسبزی میں رشک گلستان تھا۔ مگر چشمہ حیوان کی طرح ظلمت میں نہاں تھا۔

افتخار جادو کو دو لاکھ ساحرے سے یہاں مقرر کر کے سمجھا دیا کہ بغیر میرے حکم یہاں سے نہ ہٹنا اور بعد اس قماش کے تخت سحر پر بیٹھا کر ایک ساحر ہمراہ لے کر مراجعت کی اور سرخ مو سے دریا ہو ملتا ہوا پاس نافرمان کے آیا اور بیٹھ کر نشیب و فراز سمجھانے لگا۔ نافرمان نے کہا: "خواجہ آج کے ساتویں دن جلسہ ہو گا کہ دیدہ روزگار اس کے دیکھنے کا نہ دیدہ ہے۔ بلکہ یہ میلہ دیدہ ہے نہ شنیدہ ہے۔ ایک سو اکیس بارگاہیں بادشاہ طلسم

کی استاد ہوں گی۔ حیرت کی سواری کے ساتھ ساٹھ ہزار غول ساحروں کے لباس رنگ برنگ کا پہنے چلیں گے۔ ساٹھ ہزار شاہ اور شہزادیاں طلسم کی آئیں گی۔ ملکہ حیرت پر سے زر نثار ہو گا اور ایک کنواں کہ مثل تالاب کے ہے اور اسی کو زمرد کہتے ہیں زر و جواہر سے پٹ جائے گا۔"

عمرو نے سب ماجرا سن کر جواب دیا" جو کچھ سامنے آنے والا ہے اس کا بیان کرنا ضرور ہے۔ ہمارا خدا مالک ہے کچھ نہ کچھ ہمیں بھی مل کر رہے گا۔ اب تم یہاں ٹھہرو میں اور تدبیر کو جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے مہ رخ کے پاس آیا۔ اس تردد کرنے کا کچھ مطلق ذکر نہ کیا اور مثل دستور قدیم حکم دیا: "مجلس عشرت کا سامان مہیا ہو۔"

بموجب ارشاد ساقیان زریں لباس بادہ گن اساس توبہ کا سامان لے کر حاضر ہوئے ناچ ہونے لگا۔ جام سے گردش پذیر ہوا۔ اٹھک ان ترددات میں زیادہ آ چکی تھی اور دیوانہ برخاست کیا ہر ایک آرام پذیر ہوا۔ یہ سب تو باآرام تمام حالت امید و بیم میں مقیم ہیں۔

لیکن اب حال حیلے کا سنیے۔ دوسرے دن صبح کے وقت باغ سیب میں افراسیاب اور تخت شیشہ پر جلوہ گر ہوا اور ملکہ حیرت کو حکم دیا: "انگشتری لینے جا۔" وہ پہلے ہی سے جانے کا سامان کر چکی تھی۔ اپنی کنیزوں کو طلب کیا۔ سرو قامت پری جمال زیور جواہر بے مثال پہنے رخت پر زر سے آراستہ ہوئیں تھال سونے کے ہاتھ میں لیے تھیں ان میں جواہر اور اشرفیاں بھری تھیں۔ پھر کچھ ساحر سور اور بھیڑیاں اور بکریاں لیے آئے کہ ان جانوروں کے گلے میں ہار پڑے تھے اور ٹیکے سیندور کے ماتھے پر دیئے تھے۔ ان کے بعد بہت سے تھال لیے کنیزیں آئیں کہ ان میں موہن بھوگ بھرا تھا چوکیں گھی کی روشن تھیں۔ جب یہ سامان آ چکا۔ حیرت تخت طاؤسی پر سوار ہوئی۔ چار طاؤس جواہر کے چاروں کونوں پر تخت کے کھڑے تھے وہیں ان کی سر پر ملکہ کے چتر ہو گئیں۔ نقار خانہ طلسمی میں نوبت بجنے لگی۔ شاہ جادواں نے پاندان سے ایک گلوری بنا کر اپنے

ہاتھ سے ملکہ کو کھلائی اکابرین دربار نے نذریں دیں۔ شلہ نے بازو پکڑ کر کچھ منتر ساحری و جمشید کے پڑھے اور ملکہ پر دم کئے۔ پھر تو اس مہ چار دہ سالہ کا حسن حسینان دہر سے دوبالا ہو گیا۔

خلاصہ یہ کہ اس سامان نمایاں اور تجمل بیکراں سے ملکہ روانہ ہوئی اور بعد کچھ عرصے کے ایک دشت پر فضا میں پہنچی کہ ہوا وہاں کی ہوا روضہ رضوان دل سے مٹاتی تھی مسیحا نفسی کر کے دل ہائے مردہ کو جلاتی تھی۔ سبزہ بہ رنگ سبز بختاں دہر چمن سے پاؤں پھیلا کے سوتا تھا۔ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ گلرخان دہر اس بہار کے شوق دید میں خاک میں مل کر تبان ہو مغاں کھولے ہیں۔

اس دشت فرح ناک میں ملکہ حیرت سرو خراماں ہوئی اور قریب ایک کوہ پر شکوہ کے پہنچی۔ دور سے کوہ کے ایک خط سرخ اس طرح ظاہر تھا کہ جیسے بند کمروں میں مودتن کی ماہ سے لے کر دھپ ازتشن کا فلک معلوم ہوتی ہے کہ جو جب

مٹی کا پل بندھا تھا میا سر پر

اور سنہری لکیر مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک ظاہر تھی۔ گیا اوراق جبیہہ دہر پر طلائی جلد دل کھینچی تھی۔ اصل میں اس خط کو قطب جنوبی اور شمالی جو علم کے حکمانے بنائے ہیں ان کے درمیان سے خط معدل النہار بنایا تھا واضح ہو کہ علم ہیئت مسطور ہے کہ معدل النہار وسط حقیقی کتب شمالی اور جنوبی میں واقع ہے۔ اور یہ نسبت محاذات اسی خط کے خط استوا زمین پر منتقل ہوتا ہے اور جس وقت کوئی شخص قطب شمالی کے نیچے کھڑا ہو تو معدل النہار افق جنوبی پر ہو گا۔

قصہ مختصر یہ بحث باعث طوالت فساد ہے۔ یہاں صرف مراد یہ ہے کہ ملکہ حیرت انگشتری لینے اس جگہ جاتی ہے جہاں تجرو بخت بلا ہے اور یہ مقام علم نیرنج و ہیئت سے حکمائے طلسم نے کاس طلسی بنائے ہیں اور طلسم میں رات دن ادا ہوتے ہیں اور خط استوا اور قطب بخلاف ان قطبوں افلاک دنیاوی سے اور بنائے جاتے ہیں جیسے کہ طلسم دنیا میں

چار پہر کے دن رات ہوتے ہیں اور خدائے دو جہاں کہ مطلق ہے اس کے دن پچاس ہزار برس کے ہیں دنیا بھی مثل طلسم کے ہے اور باطل ہوگا اس طلسم کا روز قیامت ہے کہ جو لوگ اس طلسم میں پھنس گئے ہیں وہ اس کے ٹوٹنے سے اپنے مسکن اصلی پر پہنچیں گے اگر ناری ہیں جہنم میں اور جو ناجی ہیں تو فردوس میں بمصداق وہم فیہا خالدان ہمیشہ ان مقاموں میں رہیں گے اور راستہ اس طلسم دنیا میں آنے کا عالم ارواح سے یہ ہے کہ اول مالک بحکم حکیم علی الاطلاق مادہ جنینیں کو زیر عرش جگہ دیتے ہیں کہ صاحب قلب وہاں سے ہوتا ہے پھر وہاں سے کرسی کی طرف لاتے ہیں کہ وہاں سے مالک صدر ہوتا ہے پھر وہاں سے فلک شمس پر پہنچاتے ہیں کہ صاحب حرارت غریزیہ ہوتا ہے پھر فلک ہفتم پر کہ مقام زحل ہے' بارخ ملتا ہے کہ محل عقل ہے۔ پھر فلک پر لاتے ہیں کہ صاحب صورت اور حیات ہوتا ہے پھر فلک مشتری پر لے جاتے ہیں کہ علم پاتا ہے پھر فلک عطارد پر جاتا ہے کہ فکر پیدا ہوتی ہے وہاں سے فلک مریخ پر آتا ہے کہ وہم حاصل ہوتا ہے پھر فلک زہرہ پر آ کر خیال پاتا ہے پھر کرہ نار منتقل ہوتا ہے کہ اخذ صفرا کرتے پھر کرہ باد پر آ کر مالک سودا ہوتا ہے پھر وہ مادہ طرف بخارات کے مائل ہوتا ہے اور ملائکہ اس کو جانب ابر پھینکتے ہیں اور وہ ابر باراں بنتا اور باراں سے زمین پر آ کر نباتات اور اجناس میں مشترک ہوتا ہے اور وہی نباتات و اجناس خدائے تعالیٰ اس کے باپ کی روزی کرتا ہے کہ سب کے کھانے سے صلب پدر میں نطفہ ہو کر رہتا ہے۔ آخر بہنگام شہوت بطن مادر میں منتقل ہوتا ہے۔ پھر زمین پر آتا ہے۔ اس معنی کو حضرت صوفی بلمقیمل میں فرماتے ہیں۔

مرغ شاخ و درخت لا ہوتیم
گوہر درج گنج اسراریم

آنے کا اس طلسم میں دنیا کے یہ راست ہے اور جانے کا وہاں کو ہے اور وہاں سے عالم برزخ میں اور وہاں سے قیامت اور قیامت سے صراط اور صراط سے میزان اور میزان سے پرسش اعمال' وہاں سے مسکن اصلی روح تک۔

آدم بہ سر مطلب ملکہ حیرت مسکن اصلی پر طلسم کے جاہ جاتی تھی۔ اسی خط کے نیچے نیچے دو کوہ میں داخل ہوئی اور عجائب و غرائب طلسم کے دیکھتی ہوئی یعنی کہیں اندھیرا کہیں اجالا مرے طلسم کے جوبنے ہیں کہ فاتح طلسم کے طلسم توڑے وقت بیان اس کا کیا جائے گا۔ ہر ایک کو ملاحظہ کرتی جنگل میں قریب ایک احاطے کے پہنچی احاطہ پر چار سو مینار یاقوت احمر کا چڑھا تھا۔ دروازہ اس کا بند تھا' ملکہ سحر نے پڑھا دروازہ کھل گیا۔ اندر آئی خط معدن الاسرار کی روشنی یہاں بھی پائی اسی کے سائے میں کچھ دور چل کر ایک نقب میں سما گئی۔ پھر جو اس تنج خوبی نامہ نکلا ایک مکان سونے کا نظر پڑا اس طلسم میں سات حجرے بنائے ہیں۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا تیسرا زمرد کا' چوتھا یاقوت کا پانچواں نیلم کا' چھٹا موتی کا ساتواں الماس کا ہے۔

چنانچہ ان سب حجروں میں مال طلسی اور کنجیاں ہیں لیکن ساتویں حجرے میں سات کوٹھڑیاں ہیں کہ ہر کوٹھڑی میں بلا بندے ہے' جب وہ کوٹھڑیاں کھلیں گی بلائیں نکل کر لشکر مہ رخ کو برباد کریں گی اور یہ بلائیں موت نہیں رکھتی ہیں۔ دفع کرنا نہایت مشکل ہو گا۔

انشاء اللہ حال ان کا بروقت شکست طلسم بیان ہو گا۔

غرضیکہ ملکہ قریب مکان طلائی کے آئی۔ سبحان اللہ اس عمارت کا کیا کہنا ہے

عجب اس کی رفعت عجب اس کی شان
عجب اس کے پردے عجب سائبان

عجائب تھی نہریں عجائب سحر
عجب اس کے سقفین عجب اس کے در

عجب اس کا نقشہ عجائب فروش
عجائب نگار اور عجائب نقوش

مکان ایسا آراستہ پر شکوہ
ہر اک برج الماس مانند کوہ

تماشائی دل بھی ہوا آئینہ
کہ جس پر کدورت کبھی آئے نہ

سامنے اس قصر کے گلشن نگاریں بنا تھا۔ ملکہ حیرت نے اس گلشن پر بہار میں ایک مقام پر کھڑے ہو کر کچھ افسوں سحر پڑھا اور پکار کر کہا: "اے کندن آؤ۔"

یکایک نسیم بہاری چمن میں رواں ہوئی اور کلیاں کھل کر پھول ہو گئیں۔ ایک تخت بروے ہو اڑتا ہوا آیا۔ ہزار ہا گھنگرو تخت میں بندھا تھا۔ اس کی صدا سے بروے ہوا پیان بجتی معلوم ہوتی تھیں۔ جب وہ تخت زمین پر اترا ایک سونے کی پتلی اس پر بیٹھی مگر بولتی ہوئی تصویر تھی یا بتان آزری پر لات مارتی تھی اپنی چٹکی پر اپنی دانائی تھی۔

ملکہ حیرت کو اس پتلی نے سلام کر کے پورے ادب کے ساتھ عرض کیا: "ملکہ عالم نے اس کنیز ناچیز کو کیوں یاد فرمایا ہے۔"

ملکہ حیرت نے کہا: "اے کندن کنجی حجرہ طلائی کی تمہارے پاس ہے۔ حجرہ کھولو کر

انگشتری جمشیدی شاہ جاوداں نے منگائی ہے۔ نذر بھینٹ لے کر یہ حقیرہ لینے آئی ہے۔"

کنعان نے نذر کی چیزیں دیکھ کر ایک قہقہہ مارا اور عرض کیا: "کلیہ حاضر ہے لیکن یہ بھینٹ اور نذر اصلی نہیں اور اس سے انگشتری دست خداوند جمشید نہ ملے گی۔ لازم یہ ہے کہ حضور زحمت فرما کر مراجعت فرمائیں اور شہنشاہ سے اصلی بھینٹ لائیں کنیز انتظار میں حضور کے ٹھہری رہے گی۔ یہاں سے قدم نہ اٹھائے گی۔"

حیرت ان باتوں سے صورت آئینہ حیران ہوئی۔ آخر سب سامان نذر کا چھوڑ کر پھری اور خدمت شاہ جاوداں میں آئی اور تمام حال بیان کیا۔

افراسیاب نے ساری کیفیت سن کر سحر پڑھا کہ آندھی سیاہ آئی تاریکی عالم میں چھائی۔ ایک لمحہ کے بعد فلک کی جانب سے ایک تخت زمین پر مثل بلا کے نازل ہوا کہ اس پر پیر زمین گیر سوار تھا۔ پیر فلک کا سگا بڑا بھائی عروس روزگار تو اسی کے کندھے پر سوار ہو کر زمین پر آیا تھا نہیں مادر دہر اسی نے سبق پڑھایا تھا۔ فرط ضعف و نقاہت سے جھریاں جسم پر پڑی تھیں ہڈیاں پسلیاں گنی جاتی تھی۔

ایک کتاب کہ جریدہ افلاک اور دفتر دہر اس کا دو ورقہ تھا۔ سفیدی و سیاہی اوراق لیل نہار بین السطور صفحہ ہاتھ میں لیے سامنے شاہ کے آیا بادشاہ براہ تعظیم اور مل بہ تکریم اٹھے۔ باعزاز اس بٹھایا۔ پیر نے پوچھا: "مجھے کیوں بلایا ہے۔"

شہنشاہ نے کہا: "ہم انگشتری جمشید میں نے منگانا چاہا ہے۔ چنانچہ وہ مجھے منگا دیجیے۔ تمنائے دل پوری کیجیے۔"

پیر نے کہا: "اس خیال محال سے باز آ۔"

شہنشاہ نے کہا: "بغیر انگشتری کے یہاں خاتمہ ہے۔ نقش طلسم باطل ہوتا ہے۔ نام و نشان مٹتا ہے سلطنت جو زیر نگیں ہے حلقہ اطاعت غیر میں جاتی ہے۔

پیر نے کہا: "تجھ سے تکلیف گوارا نہ ہو گی۔ انگوٹھی سے ہاتھ اٹھا۔

شاہ نے کہا: "سر کٹ جائے' مگر سر دست انگشتری ہاتھ آئے۔" پیر نے کچھ پڑھ کر

سمت فلک پھونکا ایک پتلا چھری اور جام لیے پیدا ہوا۔ چھری اس کو دی اور جام سامنے رکھا۔

پیر نے کہا: "سات بوٹیاں اپنے جسم کی کاٹ کر اس جام میں ڈال دے۔ دونوں ہاتھ کی۔ دو، دونوں پیر کی۔ دو، دونوں کانوں کی۔ ایک سینے کی۔"

شلو نے فوراً بوٹیاں کاٹ کر جام میں ڈالیں کہ یاقوت احمر بن گئیں۔ پیر نے کہا ایک آہ کی منہ سے شعلہ نکلا کہ جل کر وہ راکھ ہو گیا۔ شلو نے وہی راکھ اپنے زخموں پر لگائی کہ زخم اچھے ہو گئے۔ اس جگہ دوسرے دفتر میں ہے کہ پیر زندہ جدھر سے آیا تھا۔ ادھر چلا گیا اور کہتا گیا کہ پیالے میں جو خون بھرا ہے پونچھ کر زخموں پر لگا لے کہ اچھے ہو جائیں اور یاقوت کے ٹکڑوں کی سمرن بنا کر حیرت کے حوالے کر جائے اور انگوٹھی لے آئے۔"

افراسیاب نے ایسا ہی کیا اور سمرن حیرت کے حوالے کی کہ وہ لے کر روانہ ہوئی اور اسی طرح راہ طے کر کے قریب حجرہ طلائی پہنچی۔

کندن چپکی منتظر کھڑی تھی۔ اس نے کہا: "میں اصلی بھینٹ لائی ہوں۔ حجرہ کھول دے۔

اس نے حجرے کے پاس آ کر سجدہ کیا اور کنجی اتار بند سے اپنے کھول کر قفل میں لگائی اس وقت نازک بدن اونچے ہو کر ایک ہاتھ سے قفل تھامتا اور دوسرے سے کنجی لگاتا۔ ہزار بناؤ دکھائی دیتا تھا وہ پتلی پتلی انگلیاں، چوڑی ہتھیلی کا رنگ برنگ شباب وہ دونوں پائنچے چھوٹ کر پاؤں پر آ جانا۔ قفل کھولنے میں منہ بن جانا، بالوں کا رخ پر آنا۔ سر ہلا کر بالوں کو ہٹانا۔

آخر صد اتراتے کی ہوئی قفل کھل گیا۔ یہ پائنچے اٹھاتی کنجی و قفل لیے پیچھے ہٹی اور ملکہ حیرت سلام کرتی ہوئی داخل حجرہ ہوئی۔ سبحان اللہ جس عمارت کی خوبی اور بہتری باہر سے بری از صفات ہے پھر وصف اندرونی کرنا چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے۔

خلاصہ یہ کہ جو جگہ تھی وہ دلچسپ و خوش آئین فرش دیبائے چین ہر مقام پر بچھا تھا۔ شیشہ آلات لگا تھا۔ چار طرف کمرے تھے بیچ میں حجرہ تھا۔ ملکہ کمرے طے کر کے

حجرے میں آئی۔ وہاں ایک تخت بچھا تھا۔ روبرو اس کے پردہ پڑا تھا۔ ملکہ نے پردے کے روبرو سجدہ کیا ایک پاؤں پر کھڑی ہوئی۔ اس وقت ہزار ہا گھنٹا اور ناقوس ازخود بجنے لگا اور پردہ آپ سے آپ اٹھ گیا۔ تخت پر پتھر کا پتلا کہ ہم شبیہ جمشید تھا نظر آیا۔ ملکہ نے پھر اس کو سجدہ کیا۔ پتلے نے صدا دی: "اے شہزادی طلسم کی کیا چاہتی ہے۔"

حیرت نے عرض کیا: "انگوٹھی۔"

یہ کہہ کر دو سو ٹکیاں موہن بھوگ وغیرہ پیش کیا۔

پتلا ان سب کا ایک نوالہ کر گیا اور ہاتھ اپنا بڑھایا کہ انگوٹھی اتار لے۔"

حیرت نے جب انگلی پر ہاتھ ڈالا کی انگوٹھی اتارے انگلی آگ کی طرح جلتی تھی۔ ہاتھ ملکہ کا جل گیا۔ اف کر کے ہاتھ کھینچ لیا۔ پتلے نے کہا: "پہلے وہ یاقوت کی کنٹھی جو بوتلوں کی جسم شاہ طلسم کے نی ہے ہاتھ میں پہنا دے۔ پھر انگوٹھی اتار لے۔"

ملکہ نے کنٹھی پہلے پہنا دی۔ پھر انگوٹھی اتار لی۔ یکایک ہزار ہا گھنٹے اور ناقوس بجے۔ پردہ تخت کے سامنے پڑ گیا ملکہ سجدہ کر کے پھر جب حجرے کے باہر آئی۔

کنعان نے مبارک باد دی اور دوڑ کر حجرے کو بند کیا قفل دیا اور عرض پیدا ہوائی: "کنیز کو اب اجازت ہے کہ جائے ملکہ نے رخصت دی۔ چکی تخت پر بیٹھ کر جدھر سے آئی تھی اسی طرف چلی گئی اور حیرت بھی انگشتری لے کر سوار ہوئی۔ طائران طلسم نے آ کر سر پر سایہ کیا اور جتنے کہ دیو اور خبیث چلسم میں ہیں۔ سب نظر آنے لگے۔

ملکہ انگوٹھی لیے ہوئے وہ مقامات طے کرتی ہوئی قریب باغ سیب پہنچی' تر باگ میں تہ گئی ملکہ ایک اور باغ میں جا کر ٹھہری اور کنیزوں کو حکم کیا: "تجمل پیکراں اور سامان نمایاں حاضر کرو۔"

بموجب حکم سامان حاضر ہوا یعنی ہزار بار نقارے طاؤسوں پر لدے ہوئے فلک بجتے ہوئے چلے اور فلک کی طرف سے پھول مشرے اور رو پہلے برسنے لگے۔ ہزار ہا شمعیں از کود

روشن ہو گئیں اور باجے ہزار در ہزار رنگ کے بجنے لگے کئی ہزار مردنگ بجا کر ساحر بھجن جمشید کے گانے لگے۔ سترہ سو کنیزیں عبیر و گل اچھالتی اور رنگ پاشی کرتی ساتھ ہوئیں۔ ملکہ نے ایک کشتی میں انگوٹھی کو لگا کر تورے پوش جواہر کا ڈال کر اپنے ساتھ لیا اور آپ بھی نہایت آراستہ پیراستہ ہو کر سوار ہوئی اور سمت باغ سیب چلی۔ اس تجمل سے قریب باغ سیب جب پہنچی افراسیاب کو خبر ہوئی کہ ملکہ انگوٹھی بڑی دھوم سے لاتی ہے۔

شاہ جادوان یہ خبر سنتے ہی تمام اہل دربار اور معزز ساحروں کے اٹھ کھڑا ہوا کہ انگوٹھی کا استقبال کرنا لازم ہے اور باغ سے کچھ ہی آگے بڑھا تھا کہ ملکہ ملاقی ہوئی۔ وہ سب تجمل بیرون باغ ملکہ ٹھہرا کر ہمراہ شہنشاہ اندر باغ کے آئی۔ شہنشاہ سب کی نظر سے غائب ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد سارے درخت باغ کے بادلے منڈھ گئے اور ہر پھول مثل گوہر شب چراغ کے روشن ہو گیا۔ پتیوں میں چمک پیدا ہوئی۔ برگ گل تالیاں بجانے لگی پتی پتی سے صدا جمشید کی جے کی بلند ہوئی۔ بیچ بارہ دری میں تخت جو بچھا تھا آئینہ اس کے سامنے لگ گیا۔ ہزار ہا مشعلیں سونے چاندی کی دو رویہ تخت روشن ہو گئیں۔ نفیر و سنکھا بجا۔

اس وقت شاہ طلسم آئینہ میں ظاہر ہوا۔ آج وہ تاج سر پر رکھے تھا کہ دیدہ روزگار جس کے دیکھنے کا محتاج تھا۔ اور وہ قبائے پر زر زیب تن فرمائے تھے کہ قبائے رنگا رنگ فلک کی قبا جس کے مقابل نیلی اور سیاہ تھی۔

خلاصہ یہ کہ جب شہنشاہ طلسم ظاہر ہوا۔ ہزاروں گھنٹے اور ناقوس بجنے لگے۔ سب سے اول حیرت نے انگوٹھی کی کشتی نذر دی۔ شہنشاہ نے مسکرا کر نذر قبول کی۔ تورے پوش ہٹا کر انگوٹھی کو ہاتھ میں لیا۔ پہلے جمشید کو سجدہ کیا پھر انگوٹھی کو پہنا۔ نگینہ انگوٹھی کا آفتاب سے زیادہ روشن تھا۔ مگر یہ ثابت نہ ہوتا تھا کہ کس چیز کا ہے کچھ نقش اس پر جادو کے کندہ تھے جس کی وجہ سے ساحر اور خبیث مطیع اور سرا فگندہ تھے۔

غرض یہ کہ جب انگوٹھی بادشاہ نے ہاتھ میں پہنی فوراً تالی بجائی۔ ایک طاؤس کہ جس کا چہرہ پری نژاد کا تھا اور سارا جسم طاؤس کا تھا۔ ناک میں نتھ اور کانوں میں جڑاؤ بچے بالیاں پہنے تھا۔ سامنے شاہ طلسم کے آیا۔

شاہ نے فرمایا: "اے طاؤس طلسمی میں نے تجھ کو امتحان کے لیے بلایا ہے کہ دیکھوں انگشتری جمشید کام دیتی ہے یا نہیں۔"

طاؤس نےعرض کی، جس کے پاس انگوٹھی ہو گی مجھ پر کیا تمام طلسم اس کا تابعدار ہے۔"

شہنشاہ نے کہا: "اچھا جاؤ اور عمرو کو کہ خداوند سے باغی ہے، پکڑ لا۔"

طاؤس اسی وقت حسب حکم شہنشاہ روانہ ہوا اور بارگاہ مہ رخ میں چکر مار کر اترا، پکارا:

"خواجہ تم کو شہنشاہ افراسیاب جادو نے یاد کیا ہے۔"

یہاں طاؤس کے آنے سے پہلے تو عمرو تیار ہوا کہ بھاگ جاؤں، مگر آواز مور کی سن کر قلب پھر گیا۔

بولا: "غلام حاضر ہے۔"

یہ کہہ کر قریب گیا۔ طاؤس نے منقار (چونچ) میں داب لیا اور پیٹھ پر لاد کر اڑا۔ سامنے شہنشاہ طلسم کے لا کر زمین پر ڈال دیا۔ عمرو نے اٹھ کر بادشاہ کو تسلیم کی اور وہ جاہ و جلال آج شاہ جادواں کا دیکھا کہ کبھی نہ دیکھا تھا۔ تھر تھر مثل برگ بید کے کانپنے لگا اور شہنشاہ کی تعریف کرنے لگا۔

افراسیاب نے کرسی بیٹھنے کو دی۔ عمرو تسلیم کر کے بیٹھا شاہ جادواں نے کہا: "میں نے تجھ کو اس لیے بلایا ہے کہ سمجھا دوں یعنی تو اور تیرے ہمراہی اگر آسمان پر بھی جا کر چھپیں گے، جب بھی گرفتار ہونے سے نہ بچیں گے۔ پس لازم ہے کہ سب کو سمجھا کر لے آ اور سامری و جمشید و لقا کو سجدہ کر کہ جان تیری بچ جائے۔

عمرو نے اس سوال کے جواب میں عرض کیا: "مجھے اپنے نفس پر اختیار ہے۔ میں ابھی سامری پرست ہوں اور لوگوں کو میں سمجھاؤں گا۔ ماننا اور نہ ماننا ان کا کام ہے۔"

افراسیاب نے کہا: "تیرا سامری پرست ہونا لائق اعتبار نہیں۔ میں نے صرف اپنا جلوہ جلالی دکھانے کو تجھے بلایا تھا کہ دیکھ مجھ میں یہ طاقت ہے۔ اچھا اب جا اور لوگوں کو سمجھا اگر اس کے خلاف کیا تو سزا پائے گا۔"

یہ کہہ کر طاؤس کو حکم دیا: "اس کو پہنچا آ۔ طاؤس لے کر بارگاہ مہ رخ میں آیا۔

ادھر افراسیاب نے کہا: "عمرو بے شک باغیوں کو سمجھائے گا" کیونکہ آج دباؤ کھا گیا۔

حیرت نے کہا: "وہ مکار ہے۔ الامر فوق الادب براہ تعظیم میں یہ مثل عرض کرتی ہوں کہ۔

آزمودہ را آزمودن جہل است

کئی بار اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ آیا اور مکر کر کے چلا گیا۔ یہ سن کر شہ نے ایک پتلا کاغذ کا کترا اور انگشتری جمشید اس پر لگائی کہ لوٹ کر مثال انسان کے بن گیا۔

شہ جادواں نے کہا: "تو جا اور بارگاہ حریف میں جا کر بپردہ ہوا ٹھہر یا قبہ بارگاہ پر بیٹھ کر سننا کہ عمرو کہتا کیا یا کیا گفتگو کرتا ہے۔"

پتلا اڑ کر حسب الحکم تہ آیا اور قبہ بارگاہ پر چھپا بیٹھ کر گفتگو سننے لگا۔

لیکن جب طاؤس عمرو کو بارگاہ میں لایا۔ سب خوش ہوئے طاؤس پکارا: "جو وعدہ تو شہ طلسم سے کر آیا ہے خبردار اس کے خلاف نہ کرنا ورنہ بہت برا حال ہو گا۔ یہ کہہ کر طاؤس تو چلا گیا اور مہ رخ وغیرہ اٹھ کر عمرو کے گلے سے لپٹ گئیں۔ دیکھا تو رنگ عمرو کے چہرے کا سفید ہے۔

غرض یہ کہ بٹھلایا۔ دل میں عمرو کے پیچھے لگے ہیں کہ کہہ رہا ہے کہ خدا تیرا مددگار ہے۔ جب کچھ دیر میں حواس درست ہوئے۔ سارا حال دربار بادشاہ جادواں کا بیان کیا۔

سب نے متفق اللفظ یہی کہا: "خواجہ ہم آپ کے تابعدار ہیں" جو فرمائیے بجا لائیں۔

عمرو نے کہا: "کوئی تدبیر بچنے کی نکالو۔

سب نے عرض کیا: "کوئی صورت بچنے کی نہیں اگر تمام عالم کے ساحر جمع ہو کر شہ

طلسم پر اب سحر کریں تو بھی انگوٹھی کے سبب اس پر اثر نہ ہو اور کوئی اس طلسم پر غالب نہ آئے۔

عمرو نے کہا: "کچھ بھی کیوں نہ ہو، لیکن مجھ سے اطاعت اس گبرو نابکار کی نہ ہو گی اور اے ملکہ، اس نبیرہ امیر طلسم میں آئے اور طلسم فتح نہ ہو۔ مگر یہ طلسم فتح ہو گا کیونکہ جہاں اولاد حمزہ کا قدم آیا کیسی ہی اس جگہ آفت ہو ٹل جاتی ہے اور مہم سر ہوتی ہے۔ ہاں میں یہ نہیں کہتا کہ مقدر میرا بدی کرے اور قضا ہی آ چکی ہو تو اس کا ذکر نہیں۔ اب میرا تم لوگوں کے لیے جی کڑھتا ہے۔ تمہیں چاہیے کہ شاہ جادواں کی اطاعت کرو اور بدستور اپنے ملک و مال پر قابض رہو۔"

مہ رخ اور بہار وغیرہ سب نے جواب دیا: "خواجہ، استغفر اللہ جان سے جانا قبول، جہان سے گزرنا منظور، مر جائیں دنیا سے خاک تک برباد ہو جائے مگر فرمانبرداری شاہ طلسم نہیں منظور۔"

عمرو نے کہا: "مرحبا، اچھا کوہ سیاہ میں خیمہ استادہ ہے وہاں جا کر رہو۔

مہ رخ نے کہا: "ہمیں وہاں سب برابر ہے۔ پہلے میں جانا ضرور پڑے گا۔"

عمرو نے کہا: "نظر بہ فضل خدا رکھ کر ابھی یہیں ٹھہرو۔" یہ تمام باتیں اس کاغذی پتلے نے تہ بارگاہ پر بیٹھے بیٹھے سنیں اور جا کر افراسیاب سے بیان کیں۔

افراسیاب نے کہا: "ان سب باغیوں کی قضا دامن گیر ہے اے حیرت میں ظلمات میں اپنے بزرگوں کو بلانے جاتا ہوں۔

یہ کہہ کر ایک نارنج سمت فلک اچھالا کہ بلندی پر جا کر وہ غائب ہو گیا۔ اس وقت باغ سیب میں جو جنگل کا آسمان قائم رہتا ہے اور حال اس کا پہلے بیان کیا گیا تھا اس آسمان کے دو طبق ہو گئے اور اس میں سے ایک اژدہے پر نقارے کی جوڑی کھنچتی ہوئی آئی۔ شاہ نے ایک نارنج انگوٹھی سے مس کر کے اس نقارے پر لگایا کہ جہاں تک سرحد طلسم ہے۔ صدا ان نقاروں کی گونج گئی اور انگشتری کی وجہ سے ساکنان طلسم

کے قلب پر تاثیر ہوئی کہ میلے میں چلی افراسیاب سوار ہو کر زیر گنبد نور جو بارگاہ طلسمی استادہ ہے وہاں آیا اور اور یہاں سے کچھ دور ایک باغ ہے کہ اس کو باغ جمشیدی کہتے ہیں اور اس کے متصل ایک کنواں مثل تالاب کے ہے اس کا چاہ زمرد کہتے ہیں۔ پس قریب باغ جمشید شاہ آ کر ٹھہرا اور حیرت سے کہا: "تم آج عبادت خداوند جمشید کرو۔" اور کار پرداز ان کو حکم دیا بارگاہ طلسمی سے تا باغ عشرت اور باغ جمشید آراستہ کیا جائے۔" یہ کہہ کر آپ سمت ظلمات روانہ ہوا۔ یہاں ہر مقرم پر سڑکیں پختہ بن گئیں اور سڑک پر پتھر قیمتی رنگ برنگ و مثل سنگ سماق و سنگ یشب و شجرمار قسم جواہر نصب کئے گئے دو رویہ دکانیں پختہ پتھر کی بنائی گئیں کرسی ہر دکان کی کمرے برابر رکھی گئی۔ جھاڑ فرشی قد آدم دونوں سمت سڑک کے استادہ کئے اور باغات کے درخت آراستہ کئے تختے چاندی اور سونے اور جواہرات منڈھے گئے یہی انتظام تا شام رہا۔ جس وقت میدان فلک کی آراستگی جواہر کواکب سے ہوئی اور اندھیرے نے چاروں طرف اپنے پر پھیلائے۔

ملکہ حیرت دشت میں ایک جگہ مصروف عبادت جمشید ہے۔ اس کا حال صبح ظاہر ہو گا لیکن اس رات جماؤ ساحروں کا ہونے لگا۔ یعنی ایک آسمان سرخ آ کر چھایا گیا اور پھول سنہرے برسے۔ پہر بھر کے آسمان شق ہوا اژدہے اور طاؤ پیدا ہوئے ان پر بارگاہیں زربفتی اور بادلے اور مخمل کی بار تھیں۔ وہ بارگاہیں کنارے کنارے سڑک کے ساحروں نے استادہ کیں قبابے بارگاہ تہ فلک سے ہمسری کرتے تھے۔ کلس یاقوت و زمرد کے چڑھے تھے۔ ہر ایک کلس پر طاؤ جواہر کا جیتا تھا اور موتی کا مالا منقار میں لیے تھا۔ بارگاہ میں فرش مکلف قاقم سنجاب کا بچھا تھا چار سمت سائبان زربفتی باسلک مروارید کھینچ دیئے۔ نیچے ان کے تخت ہائے مرصع کار بچھ گئے سامنے تخت کے کرسیاں جواہر آ گئیں اور دوہری باڑھیں فانوس میناکاری کی لگا دیں۔ لخلخلے اور گلدستے جا بجا ہوا کے رخ رکھ دیئے۔

جب یہ درستی ہو چکی، یکایک فلک کی طرف روشنی ہوئی اور نوبت و نقارے سے بجتے سواریاں

شاہان طلسم کی کہ باجگزار افراسیاب ہیں آنے لگیں کوئی بادشاہ ملک مشرق کی سرحد کا اور کوئی مغرب کی جانب کا اور کوئی شمالی سرحد کا حاکم اور کوئی جنوب کا مالک۔ ملک مشرق کے جتنے بادشاہ آئے سب زرد لباس پہنے تھے اور ملبوس و دیگر اقسام کا زیور جو کچھ پہنے تھے، وہ لعل اور معدنیات کا تھا یعنی جو چیز کہ آفتاب سے متعلق ہے اور ملک مغرب کے بادشاہ لباس اودا اور سیاہ اور نافرمانی اور زیور بھی ویسا ہی یعنی جو کچھ کہ زحل سے منسوب ہے۔ زیب بر کئے تھے اور ملک شمال کے بادشاہاں لباس اور زیور جو کچھ کہ متعلق بہ مریخ ہے پہنے تھے اور جنوب کے بادشاہ جو کچھ کہ منسوب بعطارد ہے وہی زیب قامت کئے تھے۔

قصہ مختصر یہ بیان قصے کے رنگ کو کھو دیتا ہے ظاہر ہے کہ افسانہ اور ہے نجوم و حکمت و ہیئت اور ہے چنانچہ صاحب بوستان خیال نے یہی رنگ پسند کر کے سارا قصہ لکھا ہے۔ یہاں اس طرز کو عام فہم حقیرے نے خیال نہ کیا اور باعث طول افسانہ نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ دوسرے اصل دفتر میں بھی کچھ ذکر اس کا نہیں۔ ہاں داستان گو اپنی قوت بیانیہ سے اگر بیان کرے تو اس کو اختیار ہے۔

* * *

• تخت خداوند لقا

خلاصہ یہ کہ ان بادشاہوں کی سواریوں کا انتظام اور دھوم دھام بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے۔ یعنی کوئی ان میں عورت ہے اور کوئی مرد ہے۔ تخت چلے سحر پر لباس فرمان روائی پہنے ہر ایک سوداگر و مشیر اور امیروں کی قطار ہزار غلام زریں کمر اور ہزارہا کنیزان قمر پیکر عمدے ہاتھوں میں لیے۔ آگے آگے باجے بجتے ڈمرو اور ناقوس کی صدا بلند چاہ زمرد پر نذر اور بھینٹ چڑھانے کا سامان لیے' کشتیں زر و جواہر کی بکریاں اور سور وغیرہ ہمراہ شہزادیاں طلسم کی آرائش اور بناؤ کیے۔ لب لعلین کو ان کے مسی سے سروکار پیشانی پر نزاکت سے افشاں بار آنچل پلو کے دوپٹے اوڑھے سر پر تاج رکھے موزے پائوں زیب قدم کیے۔ سرتاپا بہار رشک گلزار کہ یک غمزہ کشور جان جوانان دہر کو برباد کریں۔ اسی طرح شب بھر داخلہ شاہانہ طلسم کا رہا۔

یہاں تک کہ ملک زلفین کا کل اور مہ گل اندام نازک بدن' ملک محبوب لاثانی' شگوفے کا گل کشا' ملک مست ناز اور مہ گل باز اور گہر ریز اور ملک حسین زریں لباس ملک جمیل زریں قمر' شعلہ خیز شعلو جادو اور ملک خونخوار تیر زن جادو اور ملک قلمبیر دیو کش جادو اور ضریر آہن کلاں فولاد بدن جادو وغیرہ تمام شاہان طلسم آ کر جمع ہوئے۔

اگر ہم ان کے فرداً فرداً نام لکھنے جائیں تو نہایت طول ہو انشاء اللہ تسخیر ہونے ممالک طلسم کے وقت نام خود ہی ذکر ہوں گے۔

جب یہ شاہ اور شہزادیاں آ چکیں تو اکابرین طلسم کی آمد ہوئی اور بادشاہوں کا لشکر اور بیرونجات کے لوگ کوسوں تک اتر پڑے

اب بارگاہ طلسم سے تاباغ عشرت کئی منزلوں کا فاصلہ بے انسان اور انبوہ خلق تھا۔ سوائے بارگاہوں اور خیموں کے اور اکثرت خلق کے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جب معززین طلسم

بھی آ چکے پھر متصلان طلسم آنے لگے۔ کوتوال طلسم اور مہربان گرد اور کہ یہ سب جمل خاص طلسمی مرحلے ہیں اس جگہ کے منتظم ہیں۔ اور اس کے واسطے کے وقت طلسم میں ان سب سے مقابلہ ہو گا اور جب لوح طلسم تدبیر ان کی موت بتائے گی اس وقت یہ مارے جائیں گے۔

خلاصہ کلام جب منتظم داخل ہوئے یکایک ابر سرخ رنگ فلک کی طرف ظاہر ہوا اور پھول گلاب کے مگر جواہر کے بنے ہوئے اس ابر سے برسنے لگے۔ ہزار نقارے سے بجتے سنائی دیئے صد ہا منقل سونے روپے کی جلتی نظر آئیں۔ تمام بادشاہ اور اکابرین طلسم اور منتظم وغیرہ برائے استقبال سمت فلک سوار ہو کر چلے کہ وہ سحاب زمین پہ اترا۔ اس پہ فرش ملوکانہ اور تخت معشق سراپا ناز عربدہ ساز زیور جواہر پہنے لباس فرمانروائی زیب جسم کئے جلوہ گر تھی۔ کئی ہزار نازنین مصاحب اور ہمدم اور کنیز اپنے رتبے کے بہ موافق کھڑی اور بیٹھی تھیں اور اس محبوب زیبا تمثال کے سراپا کا کیا بیان کیا جائے صفحہ افسانہ وقت تحریر وصف رخ رشک گلزار بہشت بنتا ہے۔ زلف سیاہ کے عنبر سارا اور مشک کیا۔ حلقہ گیسو کے بندہ حلقہ بگوش بے دام مانگ جادہ کہکشاں فلک کو راہ بھلا دے۔ پیشانی نور آگیں سپیدہ صبح صادق کو کاذب بنا دے خالد ہندوستان ضمیر عاشقاں بھویں وہ محراب جو سجدہ گاہ حسینان جہاں پلکیں وہ ناوک و دشنہ آنکھیں وہ جم سر شارے مجھی۔ کہاں تک وصف اس کا لکھا جائے گردن صراحی دار۔ سینہ گنجینہ نور چھاتیوں کا ابھار قلعوں۔ نار پستان کو دیکھ کر نارستان کا سینہ شق ہوا۔ شکم صاف و شفاف تختہ طور سیلی کی سیدھی لکیر نہ تھی پشت پہ بالوں کے آنے سے عکس کا ظہور ناک کو گرداب سحر حسن کہنا بڑی بات ہے یہ چشمہ آب حیات ہے۔ غرض یہ کہ از سرتاپا وہ نازنین یکتا تھی و ہر ناز و ادا میں بلا کا قہر۔

اس کافرکیش کو تمام شاہ اور معزز و منتظم ہر شخص نے سجدہ کیا اور نذر دی۔ کیونکہ دختر ہے خداوند داؤد جادو کی' جو خاص نبیرہ سامری ہے اور طلسم میں خدا کرتی ہے اور

جس بادشاہ کی تصویر کو اپنی جگہ پر تلوار سے چاک کرتا ہے سر اس بادشاہ کا اس ملک میں کہ جہاں کا وہ حاکم ہے کٹ جاتا ہے خداوند جیسے چاہتے ہیں اس کو پھر بجائے شاہ مقتول کے بادشاہ کرتے ہیں اور علاوہ اس کے اور بہت کچھ طلسم میں اس کو اختیار ہے۔ آج اپنے عوض نور چکیدہ اپنی بیٹی کو میلے میں بھیجا ہے اور داؤد اپنی جگہ سے اٹھتا بھی نہیں اور ملاقات بڑی مشکل سے خداوند کی میسر آتی ہے۔ لوگ زیارت کو جمع ہوتے ہیں تو پردہ گنبد قدرت کا اٹھتا ہے ایک روشنی سی سب دیکھ لیتے ہیں۔

غرض یہ کہ نام اس لڑکی کا ملکہ لالان خون قبا ہے یہ ملکہ بھی معشوقہ شہزادہ اسد فاتح طلسم کی ہو گی اور شہزادے کے نکاح میں آئے گی۔

بعون و قوت آلہی شہر داؤدیہ کا فتح ہونا اور داؤد کا مسلمان ہونا جلد دوم میں ذکر ہو گا۔

قصہ مختصر جب خداوند زادی داخل ہوئی۔ بارگاہ طلسم جو زیر گنبد نور ہے اور سوائے شاہ جادوان کے اور کوئی جا نہیں سکتا' اس بارگاہ میں یہ جا کر تخت سلطنت پر یہ جلوہ گر ہوئی اور مصاحبین اور انیسیں اور جلیسیں گرد کرسیوں پر بیٹھیں۔ ناچ ہونے لگا جام سے ارغوانی چلنے لگا لیکن ملکہ برہم ہوئی اور کارپردازوں سے گویا ہوئی: "اس افراسیاب کو غرور بہت ہو گیا ہے آج ہمارے استقبال کو بھی حاضر نہ ہوا۔"

لوگوں نے عرض کی کہ انہیں حضور کے تشریف لانے کی خبر نہیں۔ اب آئیں گے تو مراسم تعظیم بجا لائیں گے۔"

یہاں تو ذکر ہے کہ میلے میں پھر شور اٹھا اور بلا ہائے سیاہ غولان طلسم اژدر ہائے دمان اور شیراں ژیان میلے میں آئے' وہ بلائیں اگر کوئی خواب میں دیکھ لے تو تمام عمر نیند نہ آئے' خواب عدم میں بھی چونک پڑے۔ اور بر اے سرا ان کے آسمانوں سے لگ اور پاؤں قعر زمین میں تھے کسی کے سر سے اژدہا منہ نکالے شعلے چھوڑتا اور کسی آنکھ سے دمبدم قطرہ اشک گر کر بلائے ناگہ بنتا اور آدمیوں کو کھاتا یہ بلائیں خبیث اور بھوت ہیں انہوں نے آ کر ایک گوشے میں باغ جمشید کے قیام کیا۔

اب کوئی سوائے عمرو مطیعوں کے باقی نہیں' جو داخل نہ ہوا ہو۔ صرف حکیم قسطاس الحکمت و رفیع الحکمت و منصور الحکمت کہ عمرو خدا پرست ہیں اور جیسے کہ بادشاہ طلسم کو افراسیاب نے قید کیا ہے۔ ان بزرگوں کو بھی بطور نظر بندوں کے رکھا ہے۔ پس یہ لوگ میلے میں نہ آئے اور شاہ طلسم کے بزرگ مثل ماہی زہرہ رنگ و آفات چہار دست و بقلین چہار دست وغیرہ بروقت پرستش چلہ زمرد پر آئے گی۔

خلاصہ یہ کہ رات بھر میں تمام طلسم کی خلقت جمع ہوئی۔ جس وقت کہ شہنشاہ سیارہ کا سر تاج فلک ہفتم پر پہنچا اور تماشا گاہ روزگار میں بادیدہ حیران وہ میلہ دیکھنے آیا۔ شہنشاہ افراسیاب بجاہ و حشم میلے میں آیا اور حا آمد خداوند نادی ملکہ لالان خون قبا سن کر کشتیاں زر و جواہر بھر نذر لے کر سامنے ملکہ کے گیا۔ تسلیم کی نذر دی۔ عذر عدیم الفرصتی کیا۔ ملازموں کو تاکید کی خبردار ملکہ عالم کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ سب حاضر خدمت رہیں۔ جملہ سامان راحت موجود رہے۔ پھر وہاں سے رخصت ہو کر صحرائے باغ جمشید میں گیا۔ یہاں آسنی بچھائے ملکہ حیرت پوجا جمشید کر رہی تھی ایک پاؤں پر کھڑی سحر پڑھ رہی تھی اور افراسیاب نے پاندان طلائی منگا کر گلوری اپنے ہاتھ سے لگا کر ملکہ کے منہ میں دی

حیرت کو ایسا جوش سحر کا تھا کہ تھر تھر مثل برگ بید کے کانپنے لگی اور گلوری کھا کر سر ہلایا کہ افراسیاب نے اشارہ کیا کہ سب ساحر ہمراہی وہاں سے ہٹ گئے۔ حیرت نے ایک اف کی شعلہ منہ سے سبز رنگ کا نکلا' باہر نکل سرخ ہو گیا۔ ملکہ نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھ لیے ایک چادر آتش پیدا ہوئی اور سر سے پا تک ملکہ کے لپٹ گئی۔

افراسیاب نے کہا: "اے ملکہ مرحبا کیا کہنا تم تو پیاری بندی جمشید کی ہو۔

ملکہ حیرت بولی: "اب کنیز رخصت ہوتی ہے اور جا کر چلہ زمرد کے اندر پوجا کرے گی' لیکن باغیوں کو آپ طلب کیجیے۔ سب لوگ آئے مگر وہی نہیں آئی۔"

شاہ نے کہا: "تم پوجا سے فارغ ہو تو بلاؤں اسی وقت ملکہ نے دونوں ہاتھ بلند کیے

ایک سلاخ آتش کی زمین سے فلک تک استادہ ہو گئی اور اسی طرح لاٹ آگ کی بنی ہوئی غائب ہو گئی۔ افراسیاب نے کہا: "ابھی مجھے بھی کام ہیں۔" یہ کہہ کر یہ بھی غائب ہو گیا مگر اب میلہ قرار واقعی جم ہو گیا۔

اب حال بارگاہ مہ رخ سنیے کہ عمرو رات بھر مشغول اوراد خوانی رہا اور دعائیں اور آیتیں صحیفہ ابراہیمی کی پڑھ پڑھ کر ہر ایک ساحر پر دم کرتا رہا۔ جس کی برکت سے ہر شخص رکا رہا اور میلے میں نہ گیا۔ جس کی برکت سے ہر شخص رکا رہا اور میلے میں نہ گیا۔ صبح کو نماز پڑھ کر مع عیاروں کے عمرو روانہ ہوا کہ میں جا کر میلہ دیکھ آؤں چلتے وقت مہ رخ سے کہتا گیا: "اے ملکہ ناچ دیکھو خوشی کرو میں آتا ہوں۔"

ہر چند اس نے سمجھایا مگر ہر شخص بصورت تصویر چپ اور بے حس ہے۔ کیونکہ صدائے نقارہ سن کر آخر قلب پر وہ تاثیر ہوئی ہے کہ ہر ایک یہی چاہتا ہے کہ میلے میں جاؤں۔

خلاصہ عمرو اسی حالت میں انہیں چھوڑ کر روانہ ہوا کچھ دن چڑھے میلے کے قریب حد کے پہنچا۔ جنگل کو راستہ پایا دس ہزار بیس ہزار کے غول ساحروں کے آتے ہوئے نظر پڑے۔ دکاندار دکانیں لگائے تھے۔ سروں پر گلنار شفتالوی قرمزی رنگ برنگ کی پگڑیاں باندھے دکانیں تمام آئینہ بند تھیں۔ بازار آراستہ ہو رہا تھا۔ خیام اور بارگاہیں کہ جن کی صفت کرنے سے زبان قاصر ہے اور شمہ ذکر اوپر بھی ہو چکا۔ استادہ وہ دیکھیں کلس ان کی سنہری رو پہلی نظر کو خیرگی دیتے تھے۔ گویا ہزاراں آفتاب نکلے ہوئے تھے۔ لاکھوں پالیں دوکاندار کی نصب تھیں۔ انبوہ خلائق تھا کہ کوسوں تک تل رکھنے کی جگہ نہ تھی۔

عمرو صورت ساحر کی ایسی بن کر عازم ہوا کہ میں کسی بازار میں جاؤں دو قدم آگے بڑھا تھا کہ ایک بڑھیا ظاہر ہوئی۔ سر کھلا منہ میں دانت نہ پیٹ میں آنت سر ہلتا تھرائی ہوئی عصا تھامے قریب عمرو کے آئی اور کہا: "کیوں بیٹے تو بدذاتی کرنے پھر آیا۔"

عمرو نے براہ مسخرگی کہا: "او پیر زال تو کبھی مرے گی بھی" بڑھیا یہ سنتے ہی لاٹھی لے کر کانپتی ہوئی چلی۔ عمرو بھاگا لیکن جدھر گیا اور جنگل تک گیا۔ اس بڑھیا کو دیکھا کہ

سائے کی طرح ساتھ ہے۔ آخر یہ ایک جگہ ٹھہر رہا۔ بڑھیا نے آ کر لاٹھی اٹھائی کہ ماروں بھڑوے جو ایک سر کے چار سر ہو جائیں۔

عمرو نے کہا: "بڑی بی قصور معاف کیجیے۔ بڑھیا نے کہا: "خبردار کہیں بد ذاتی کی۔ تمہیں تو اتنی لاٹھیاں ماروں گی کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں گے۔" یہ

یہ کہہ کر بڑھیا چلی گئی۔ اسی طرح اور بھی عیار صورتیں بدلے پھر رہے تھے۔ انہیں بھی بڑھیا ملی اور ایک ایک کو بڑھیا نے پکڑ کر سمجھایا کہ خبردار کوئی بدمعاشی نہ کرنا' ورنہ سزا پاؤ گے۔"

جب قران کو بڑھیا ملی۔ اس نے چاہا کہ ایک بغدا بڑھیا کے لگاؤں۔ بڑھیا نے کہا: "موئے میں سمجھا دیتی ہوں۔ خبردار کہیں شرارت نہ کرنا۔ ورنہ یہ بغداد وغیرہ کچھ بھی نہ چلے گا۔" یہ کہہ کر غائب' ہو گئی۔

قران اور عیار زنبل بجا کر ایک جگہ جمع ہوئے اور سب حال بڑھیا وغیرہ کا بیان کیا۔

برق نے کہا: "مجھے جو بڑھیا ملی تو اس نے کہا: "جا میں تیرے استاد کو چھوڑ دیا۔" اسی طرح سب نے حال کیا۔

عمرو نے کہا: "یہ بڑھیا نہ تھی بلکہ سحر تھا۔

یہ سن کر قران نے کہا: "استاد جس وقت ہم کو ایک بڑھیا نے پکڑ لیا۔ پھر جب افراسیاب ہماری گرفتاری کا قصد کرے گا تو لمحہ بھر نہ بچ سکیں گے اور میرا گرفتار ہونا میری قتل ہے۔ آقا میرے فرما چکے ہیں کہ جس روز ہاتھ تیرا بندھے گا اسی دن تو مرے گا۔ پس مجھ کو کہیں پوشیدہ کیجیے اور لشکر سے رخ بغیر جائے میلے میں نہ رہے گا۔ یہ کسی طرح نہ دیکھیں گی۔ جب شاہ طلسم نے سحر کیا۔ سب چلی آئیں گی۔

عمرو نے یہ کلام سن کر کہا: "بیٹا سچ کہتے ہو۔ اب تم میرے ساتھ رہتے ہو۔ آج دن بھر اور رات بھر خوب میلے کی سیر کرو اور کل مقامات زنا زنا باغ جمشید اور چاہ زمرد باغ عشرت و بارگاہ طلسمی و دیگر بارگاہیں شاہان طلسم کی سب دیکھ رکھو۔ کل اٹھواں دن

میلے کی بھیڑ اور جماؤ کا ہے۔ کل یا تو خدا نخواستہ ہم تم گرفتار ہو گئے اور جان گئی اور یا تو اس میلے کو ہم نے لوٹ لیا اور اس طرح لوٹیں گے کہ جتنے میلے میں ہیں سب ننگے ہو کر جائیں اور بہت سے خواب عدم میں سوئیں۔ لاشیں ان کی چیلیں کوے کھائیں۔ اگر یہ افراسیاب شاہ جادواں ہے تو بندہ بھی نظر کردہ حضرت پیغمبراں ہے انشا اللہ کل میں ہوں اور یہ میلہ ہے اور افراسیاب ہے۔

قران نے ساری گفتگو سن کر عرض کی: "بہتر ہے' اچھی مرضی مولا از ہمہ اولیٰ غلام آپ کے ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر سب عیار مل کر بصورت مبدل چلے۔ عمرو سب کو لیے راہ کترا کر قریب باغ جمشید آیا کہ اسی کے متصل چاہ زمرد ہے۔ دیکھا باغ نہایت وسیع اور نزہت انتہا ہے۔ فرسنگ در فرسنگ گلہائے رنگ رنگ پھولے ہیں جواہر کے درخت ہیں در جواہر کے پھل ہیں جس چیز کا پھل جواہر کا بنا ہے اسی پھل کا عطر اس جواہر کے پھل کے خوشے میں داخل کیا ہے کہ ہوا چلنے سے شمیم گل نقل واصل میں فرق نہیں باقی ہے خیاباں خیاباں بہار وہاں کی مردہ دلوں کو زندہ جاوید بناتی ہے۔ برگ سمن بن کر سوسن سے ہمکلام تھے اور گل سبزے پر یوں کھلے تھے کہ لوح زبرجد پر منشی قدرت نے یاقوت احمر سے نقطے دیئے تھے گوش شاہد چمن میں سچے بالیاں تھیں۔ خوش رنگ نرالیاں تھی۔ گل بوٹے طرح بہ طرح کے ایسے تھے کہ قبائے پر ضیائے گلشن میں پھول زیبا مدد دیتے تھے۔ گل اشرفی کے پھولوں کو توڑتا نہیں' بے شمار سوسن اوراہٹ پر لب مسی آلود گلفدان دہر نثار باغبان چار چمن گیتی نے میلہ لگایا جو پھول عطر فروش تھا بہار کا جوش تھا۔ بادصبا خریدار تھی۔ بوئے گل ہر سمت لے جاتی تھی مشام گل رخان روزگار معطر فرماتی تھی۔ ایسے میلے میں یہ باغ پر بہار چھوٹے چھوٹے اور گھنے درخت سایہ دار نیچے درختوں کے فرش عمدہ بچھا تھا' نسرین بدن سمن رخوں کا مجمع تھا۔

عمرو یہاں سے سیر کرتا ہوا آگے بڑھا۔ عیار سب ساتھ ہیں آگے بڑھ کر صحرا میں نمکیرے کھڑے تھے اور ایسے ویسے ساحر بیٹھے تھے۔ ناچ ہو رہا تھا وہ فتنہ روزگار معشوقہ طرحدار

رقاصہ انجمن تھی، عاشق کی جان کی دشمن تھی کمر کو لے کی لچک اور گھٹنا آگے بڑھنا اس طرح کا تھا کہ عاشق اف کر کے رہ جاتے تھے۔ وہ توڑے لینا اور گھوم کر بیٹھ جانا مارے ڈالتا ہے

کوئی مشق ستمگری میں تھی
کوئی سرگرم دلبری میں تھی

چل رہی تھی کسی سے کوئی چال
بن چھری ہو رہا تھا کوئی حلال

شکل گل اک نگار خنداں تھی
شکل سنبل کوئی پریشاں تھی

کسی عاشق پہ سرفرازی تھی
کسی بیدل سے جعلسازی تھی

جب یہاں سے بھی آگے بڑھا کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ساز یعنی ستار و بین اور سارنگی و چکارا وغیرہ بجاتے ہیں۔ بایاں ہاتھ تل رہا ہے۔ ٹھیکے میں ادھا بجتا ہے۔ نئی نئی تانیں اور اوپجیں لیتے ہیں۔ کوئی کدارا بجاتا ہے۔ کوئی ملار گاتا ہے۔ کسی کو پہلو اور جوگیا پسند ہے۔ تماشائیوں کا ٹھٹ لگا ہے۔ واہ واہ کی صدا بلند ہے۔

جب اور آگے چلا پائیں ساقنوں کی تتی دیکھیں۔ نیچے پائی کے چوکا تختوں کا بچھا تھا۔ اس پر چاندی کا فرش و قالین آراستہ تھا۔ مقابا اور صندوقچہ دھرا تھا۔ صندوقچے سے لگا ہوا آئینہ حلبی رکھا ساقنیں ہزاروں بناؤ کئے دولائی سفید اودی گوٹ کی اوڑھے' آگے سے

طوق سونے کا دکھانے کا گلا کھلے پائنچے پاجامے کے بیچھے تخت پر پڑے تھے پر افشاں لگائے بچے چھوٹے بال بنائے لب تخت پر باہزاراں ناز و انداز بیٹھی تھیں۔ کان کا زیور جھوم کر جھوکے لیتا تھا۔ رخ تابندہ بحر حسن تھا۔ اس میں اس شیور کو عکس پڑتا۔ یہ ظاہر تھا۔ جیسے کنول دریا میں تیرتے ہیں یا مچھلیاں اور جانوراں آبی پیرتے ہیں۔ ہاتھوں میں کڑے پڑے۔ دست حنائی میں پور پور چھلے تھے۔ ایک سمت لگن اور چلموں میں بچے بجھتے تھے سامنے کچھ حقے تیار تانبے کے تھے۔ نچائیں سرا خمدار تھیں جیسے اس گھڑی سی تھیں۔ خریداروں کا ہجوم کوئی گنڈو گنڈو لٹاتا تھا۔ کوئی دوا فی چلم اڑاتا تھا کوئی جوان اشرفی اور روپیہ دینے والا آ کر تخت پر ساقن کے قریب بیٹھا آنکھ لڑاتا تھا۔ ساقن بھی مسکراتی تھی۔

یہ کیفیت دو بہشت جماتی تھی۔ ایک طرف سامنے خریدار دعائیں دیتے تھے کشمیر اور سلجبیل مانگتے تھے یار نقد پیسے والی چلم کے بھروانے اٹھاتے تھے۔ کوئی کہتا تھا۔ "ساقن کے دم کی خیر، آج پیڑو پر کی ہم کو بھی پلوائیے۔"

ساقن کہتی تھی، "بیٹا اب تو انٹیا کے اندر کی پوست بہت عمدہ ہے۔" دمبدم چلم جما کر دیتی تھی۔ خریداروں میں یہ بحث تھی۔ ایک کہتا تھا: "سر کرو۔" دوسرا کہتا تھا: "کیا ہم کو پست پینے والا مقرر کیا ہے۔ اس چلم کو تم سر کرو۔ اس دفعہ دو آنہ کی بھروائیں گے تو ہم سر کریں گے۔" کوئی کہتا تھا: "اور پھنک کر بھرا آگ رکھنا۔" کوئی کہتا تھا۔ ہماری چلم پر ہکل کی آگ دھرو، دم پڑنے سے لویں بھق بھق اٹھتی تھیں۔ سرود ہوتا تھا۔ شعر پڑھتے تھے۔ دائرہ اور دف تخت پر بیٹھ کر بجاتے تھے۔ ٹپے ٹھمری قوش گاتے تھے۔ عجب سماں کا نیا جلسہ تھا۔

ان سے آگے بڑھ کر مدک والوں کی دکان نظر آئی۔ حلقہ کے لوگ بیٹھے تھے۔ قلمیں سلگی ہوئی ہاتھ میں تھیں مرو ہتے پڑتے تھے۔ گنگا جمنی چھینٹے سامنے رکھے تھے

کچھ مہک والے وانہ بیٹھے تھے
نوجوانوں کو چھینٹے دیتے تھے

گنگا جمنی بھرے ہوئے چہرے
رکھے تھے ماہر دیوں کے آگے

غیرت مہر و ماہ تھے مہرو
حسیں قلمیں پری کے تھے گیسو

شعلے اٹھتے تھے ایسے بھبوکے
سنگ سے جس طرح شرر نکلے

انھیں کے مقابل ایک سمت کو بھنگ فروش سل بٹے کی دکان ٹھنڈائی چھننے کا سامان لیے لوگوں کا مجموع کوئی لیتا چڑھاتا' کوئی چلو لگاتا۔ کوئی کہتا میری ٹھنڈائی میں بادام بھی ڈالنا کوئی لونگ الائچی کی فرمائش کرتا تو کوئی کہتا: "یا داتا تھوڑ نشے ہوں بھر پور کوئی کہتا: "گاڑھی ہو گی تو نشہ تازی ہو گی کوئی پکارتا
گاڑی چھنے گی آج کسی سبزہ رنگ سے
کوئی آزاد یہ صدائیں سنتا نشے کی حالت میں ہانک لگاتا۔ یہاں سے جو آگے بڑھے میخواروں کا جلسہ نظر پڑا دکان کلوار کی بنتی تھی اونچے چبوترے پہ گلیاں شراب ارغوانی اور زعفرانی کی چنی تھیں۔ کچھ لوگ اندر دکان میں بیٹھے تھے۔ بوتلیں اور کجیاں سامنے رکھی تھی دور چلتا تھا جس کسی کو زیادہ نشہ تھا وہ دیوار سے لگ کر چپ ہو گیا تھا۔ کچھ ان خمیں رہے تھے۔ آپس میں مذاق میں کرتے تھے۔ مگر یہ لوگ مہذب تھے اپنی خودی سے باہر نہ ہوتے تھے۔ کوئی شعر پڑھتا تھا کوئی کچھ گاتا تھا اور دکان کے سامنے جو میخوار کہ جمع تھے' وہ تو بکار رہا تھا۔ کوئی کیچڑ میں لوٹتا تھا۔ کوئی بے ہوش پڑا تھا منہ

سے مال بہہ رہی تھی۔ کسی کو ڈولی میں ڈال کر لوگ لے گئے تھے۔ کوئی نشے میں تمام عمر کی اپنی کیفیت بیان کر رہا تھا۔ باہم جوتی پیزار لڑتے تھے۔

مے خانے کی سیر دیکھ کر آگے چلے دیکھا کچھ بانکے بگڑ گئے ہیں۔ تلوار باہر کھنچی ہے۔ شور بلند ہے۔ لوگ بھاگے پھرتے ہیں کہ یکایک دھو تو دھو تو تر ہی پچکی اور کوتوال دوڑ لے کر دوڑا۔ کچھ بھاگ کھڑے ہوئے۔ کچھ کو پکڑ لیا۔ ایک طرف چور گرہ کٹ گرفتار ہوئے ہیں۔ کوئی کسی کی جیب کاٹتا تھا کوئی کسی کا رومال شانے پر کھینچ کر بھاگا تھا اس ہنگامے سے جب آگے بڑھے حلوائیوں اور نان بائیوں کی دکانیں بصد صفائی اور زیبائش سے نظر آئیں کہ حلوائی کی دکان پر تھال برنجی برابر چنے تھے' آگے دکان کے زنجیر برنجی لٹکتی تھی۔ گھنٹی اس میں بندھی تھی۔ اندر دکان کے نوکروں نے کولے پر کڑھاؤ چڑھاؤ تھے۔ مٹھائی بناتے تھے الماریاں مٹھائی سے بھری رکھی تھی۔ تھالوں میں مٹھائی کو جالدار اور محراب دار چنا تھا کہ پھول اور گلدستے بنے معلوم ہوتے تھے۔ مٹھائی اور بدورق طلائی اور نقرئی لگے تھے۔ عجب جوبن دیتے تھے۔

ایسے خوش رنگ تھال رکھے تھے
طشت مہر فلک سے اچھے تھے

حلوہ سوہن میں ایسی لذت
ٹوٹے دیکھے سے وہ طلاوت تھی

حبشی کا جواب جوزی تھا
جس کو کھایا مزا جدا پایا

کب ترازو دکا وصف پورا ہو
رشک خورشید جس کا پلہ ہو

نان بائی بصد خوش نمائی مسی صاف و شفاف میں طعام لذیذ چنے ہوئے تھے۔ پلاؤ زردہ قورمہ مرغ کا شوربا شیرمال و کباب و باقر خانی آبی نان ہوائی کلچے وغیرہ ہر قسم کا کھانا مہیا رکھتے تھے۔ کچھ لوگ دکان میں کھانا کھاتے تھے۔ کچھ خریدار پیالے لیے کھڑے تھے

شیر مالوں کو لے کے جو کھائے
نان نعمت کا وہ مزا پائے

ان کی سرخی تھی اک ادا کے ساتھ
ماہرویوں کے جوں حنائی ہاتھ

وہ نہاری جو دیکھ لے بیمار
دل سے جاتا رہے شکیب و قرار

چٹ پٹے جو کباب وہ کھائے
زیست کا لطف اس کو ہاتھ آئے

ان سے آگے بڑھ کر خربزوں اور ککڑیوں کی بہار دیکھی کہ لیتے قیمت کے مہنگے چنے سامنے ٹوکروں میں ترکاریاں انار امرود شریفے وغیرہ چنے تھے۔ جس میں ایک لاثانی ہر ایک میں بہار جوانی وہ سبز رنگ پیشانی اونچا چہرہ تابناک ہاتھوں میں مہندی لگائے بانک لیے گنڈیریوں کے لیے گنے پونڈے چھیلتی تھیں۔ خریدار نوجوانوں سامنے کھلتے تھے بادام چشم سے اشارے ہوتے تھے۔ نار پستان کے سینکڑوں بیمار تھے۔ تولنے میں جب ہاتھ اونچا ہوا' پیاری بغل میں منہ ڈالنے کو جی چاہا

دے رہا تھا فریب سیب ذقن
کھو رہا تھا شکیب سیب ذقن

نار پستاں پہ شیفتہ تھے ہزار
تھا انار ایک اور سو بیمار

پستی لب پہ لوگ پستے تھے
شاخ بینی پہ ناک گھستے تھے

تھے ان آنکھوں کے عشق میں بدنام
ڈورے ڈالیں نہ کسی طرح بادام

دیکھے گر ان کی چھاتیوں کی ابھار
شق ہو غیرت سے حسن انار

چست محرم پھنسی پھنسی کرتی
تھی غضب کی بندھی ہوئی گاتی

لال اطلس کے لہنگے بوٹے دار
گل لالہ کی دے رہے تھے بہار

دست رنگیں میں دست بند کڑے
پائے نازک میں بھی غضب کی چھڑے

رکھتی تھیں ہیر پھیر باتوں میں
مات دن تھیف ہو ایسی گھاتوں میں

کچے اس طرح سیا گجرا
لونیے باندھ کر دھڑا الٹا

تول لیتی تھی سب کو ان کی نگاہ
کنوئیں جھکوا رہی تھی ان کی چاہ

رکھتے تھے سیب کا مزہ امرود
روح انسان کی پڑھے کی درود

کاٹے کاٹے بڑے بڑے انگور
دیکھے زاہد بھی تو ہو وہ مسرور

آم شیریں تھے وہ کہ لب ہوں بند
ق سڑک پر خوانچے والے پھرتے دال موٹھ اور حلوا

سوہن اور کچالو اور دہی بڑے اور گول گپے مصالحہ دار بیچتے تھے۔ قلمیں بالوں کی کنپٹی پاس اٹکی تھی کان میں سینکیں گھڑی کمر بندھی تھی۔ بچے اس میں بھرے تھے۔ ہر سمت صدا لگاتے پھرتے ان کو دیکھتے ہوئے جب آگے بڑھے بازار آراستہ پایا کہ بزاز تھان عمدہ کپڑوں کے ڈھیر کئے وہاں دکان کے قریب پھرتے

بانکا ترچھا ہر اک تھا بزاز
خوبرو نوجوان سراپا ناز

گلبدن کوئی کوئی رشک قمر
اور نزاکت میں غیرت گل تر

اپنی اپنی سجے ہوئے دکان
کیا ہی انداز سے تھے جلوہ کناں

اطلسیں ہر طرح کی صورت دار
گاج کے تھان غیرت گلزار

بیل بوٹے کی بیل بوٹے پہ
صدقے ہوتے تھے ہر گھڑی گل تر

کامدانی کے تھے وہ نازک کار
زر گل کی تجلی تھی جس سے بہار

طاقچے مخمل کے وہ دکانوں پہ
گل تر سے بھی تھے کہیں بہتر

[illegible] میں بھی خوشنما کمخواب
وضع میں خوب طرز میں نایاب

نین کو سکھ سجن کو خوش آئے
خالی گاہک سے بھر جائے

چڑا چپا تھا جیسی آدمی تھی
پاؤلا دیا گفتگو ان کی

ان کی دکانوں سے ہٹ کر صراف تھا ایک ایک صراف پیسوں کا ڈھیر لگائے کے پیچھے
انھیں چونیاں روپے چھپائے بیٹھا سلو جی دو سیٹھ جی لقب ان کا تھا۔
پھل سے آگے بڑھ کر جوہرہ بازار میں پہنچے ایک جوہری حسین یاقوت لب مرجان دست
فرش مخمل بچھائے ڈبے ہیرے پنے کے کھولے جواہر کی پرکھ جانچ کر رہے تھے

جوہری بیٹھے تھے قرینے سے
تھے جواہر نفیس پاس ان کے

آگے رکھے تھے پھول کے کانٹے
اس میں سب باٹ تھے جواہر کے

خوشنما تھی وہ موتیوں کی لڑی
جس سے شرمائے عقد پروین بھی

جوہری بھی تھے انتہا کے حسین
مثل یاقوت ان کے لب رنگین

بازار میں برہمن قشقے ماتھے پر دیئے چندن بدن پر لگائے' لپٹا کمر میں گھڑے سے ڈبل

ہاتھ میں لیے کڑا بجاتے پھرتے تھے۔ ایک طرف سقے بادلے اور کھاروے کی قمیص باندھے کٹورے کمر سے باندھے مشک و دش پر اٹھائے پیچھے سے کٹورے بجاتے تھے۔

عمرو عیاروں کے لیے سیر کرتا پھرتا تھا کہ برق نے کہا: "استاد ہم کو میلے کا خرچ دو کہ ہم بھی کچھ لیں۔"

عمرو نے کہا: "بیٹا یہ میلہ ہمارے قتل کے لیے ساحروں نے کیا ہے۔ ہم کو خوشی کرنا نہیں زیبا ہے اور خیر اگر تم کہتے ہو تو کل تم کو میں خرچ دوں گا۔"

یہ کہہ کر آگے بڑھا۔ بساط خانے کو سجا دیکھا کہ دکانوں میں نیچے بنے ہیں۔ سفید کپڑے سے منڈھے ہیں ان پر کھلونے اور باجے اور چاقو اور قینچی اور آئینے سوت کے گولیا اور ہر قسم کا اسباب عمدہ ولایتی رکھا تھا۔ چھتریاں تنی تھیں۔ ایک طرف سرخ سبز رنگین پیالیاں اور لڑکوں کے کھیلنے کے چکئی اور لٹو اور پنیس اور ڈولیاں رکھی تھیں بعض دو نل اور سرمہ تھا۔ بعض کے یہاں شیشہ اور سوئی نگینے وغیرہ تھے۔ کہیں کنگھی ہاتھی دانت اور سینگ کی نایاب تھیں۔ کہیں انگریزی چیزیں لاجواب تھیں۔

انہیں کی دکانوں کے نیچے اور متصل علاقہ بند بیٹھے تھے عمدہ گہنا گوندھے تھے۔ پھول ریشمی بناتے تھے۔ فیتہ بنتے تھے شمسے باندھتے تھے۔ عجب طرح کے دست کار تھے۔

ان سے آگے حکاک و نگینہ ساز اپنا نقش جما رہے تھے۔ موتی بیدھتے تھے، نگینے کھودتے تھے، کہ ایک سمت سادہ کار گوش پر کار بیٹھے، انگوٹھے چھلے خوشنما بنا رہے تھے۔ کچھ آگے بڑھے گوٹے والے چمک دمک دکھاتے نظر پڑے، ہر ایک کی دکان میں پٹیاں رکھی تھیں۔ کچھ مال سامنے کھلا تھا، پکا لوگ لیتے تھے کوئی موتی ہام کا مانگتا تھا کہ داموں میں سستا ہو گا۔ کوئی چوڑا بیچنا چاہتا تھا۔ کسی نے بنت کی خواہش کی کوئی ٹوپی کا خریدار تھا۔

ہر جگہ دو رویہ پاؤں کے نیچے تخت پر تنبولیں اور تنبولنوں کو بیٹھے دیکھا۔ تختے سامنے رکھے۔ اس پر پان ہر قسم کے پتے دولی سیدھی کر کے چھانٹے تھے۔ سامنے برنجی تھالیاں چنی تھیں کسی میں لونگ کسی میں الائچیاں تھیں۔ کتنے چونے کی بنگلے نما کلہیاں رکھی کہ

تختہ اک ایک بیدہ رکھ کر
اچھے اچھے چنے ہیں پان اس پر

ڈبیوں میں لوگ الاچیاں ڈلیاں
کتھے چونے کی خوشنما کلیاں

اپنے گاہک کو یوں بلاتے تھے
خاص یہ پان ہیں صوبے کے

بنگلی پان ہے دساور کا

ایک سمت خوشبو ساز دماغ جان معطر فرماتے تھے۔ کہیں گل فروش اپنی بہار دکھاتے تھے۔ کسی جگہ تمباکو والے کالے دھن کی خیر منانے والے خمیر سادہ کڑوا بیچتے تھے۔ کہیں عطار مسیحا دم دوائیں نایاب فروخت کرتے کہیں کمہار مٹی کے برتن نہایت نازک اور کھلونے بھلے بھلوں کے ڈھیر لگائے تھے۔ ایک مقام پر پیچے بند اپنی دستکاری دکھاتے تھے

ایک جانب جو گندھی بیٹھے تھے
اپنی اپنی دکان کو تھے وہ سجے

بار تھے شیشوں کے وہ رنگین
جیسے تابندہ خوشہ پروین

کنٹروں میں بھی رنگ رنگ کا تیل
بھاری ہلکا لطیف اور بے میل

اپنے دل ہاتھوں میں ملے جو کوئی
رہے خوشبو ہمیشہ سر میں وہی

نکہت عطر غم کو کھوتی تھی
روح پژمردہ تازہ ہوتی تھی

فیض جاری تھا ایسا خوشبو کا
بس گیا تھا وہ شہر بھی سارا

گل فروشوں کی دیکھی طرفہ بہار
رشک سے بوستاں کو بھی ہو خار

وہ جہانگیریاں ہیں بیلے کی
ہو معطر جہاں جو پہنے کوئی

طوق ہے موتیوں کی کلیوں کا
اس کو پہنے تو نور کا ہو گلا

کوئی کہتا تھا یوں پکار پکار
ہر طرح کے ہمارے پاس ہیں ہار

ہیں چنبیلی کے ہار خوشبو دار
جن سے آتی ہے بوئے جسم نگار

دیکھی قبا گر والے کی دکان
ہر طرح کا مہیا تھا سامان

سرخ مخمل کے لاکھوں بورے تھے
سادے کچھ کار چوب کے کتنے

چاندی سونے کی مشکیاں عمدہ
ان پہ چڑھا ہر ایک رنگ کا تھا

سادہ کپڑا کسی میں تھا لبریز
دلبر تند خو سے بڑھ کر تیز

وہ خمیرہ تھیں خوشبودار
جس سے آتی تھی بوئے مشک تتار

جب کھلا تھا منہ سے اس کا دھواں
نظر آتی تھی زلف پیچاں

تھے جو عطار سب مسیحا دم
بھرتے تھے مریض ان کا دم

ان کے عناب لب کا تھا یہ اثر
لیں بلائیں مریض سے وہ اگر

ہو جو مدتوں بھی شفا پائے

تن بے جان میں جان آ جائے

دیکھیے کیا بخشش تحفہ ہے
ابھی کشمیر ہی سے آیا ہے

ایسی ہی شیر خشت بھی نایاب
دیکھیں رکھ کر زباں پہ احباب

دیکھیے کیا بندھی ہے الٹی چتون
جس طرح ہو حسین چیں بجبیں

دیکھ کر خود پھڑک رہا ہے دم
کیا ہے پایا ہے پیچے نے دم خم

نہیں واقف ہے کوئی اس دم سے
منہ لگایا تو باتیں کرنے لگے

عمرو کو سیر کرتے اور پھرتے پھرتے شام ہو گئی اور جواہر تابدار خورشید کو صیرفی قدرت نے درج مغرب میں بند کیا

رات کو بھی عیار پھر سے باز نہ رہے دیکھا کہ منزلوں تک جھاڑ روشن ہو گئے اور قندیلیں نور کی جواہر آگیں درختوں میں آویزاں ہوئیں اور آتش بازی فرسنگہار فرسنگ تک گڑ گئی۔ چرخیاں وہ جو افلاک ستارہ دار کو چرخ میں لائیں نصب ہوئیں اور یکایک انار پڑاکے اور جھڑ پھول چھوٹنے لگے قلعے میں آگ لگائی۔ عالم روشن ہو گیا۔ دنیا کو چھلوں نے منور کر دیا۔ زمین و زماں زر افشاں ہو گیا۔ ستاروں کا فرش منزلوں تک تھا اور

آسمان سے سونا برستا تھا۔ چرخ زبرجد ستارے میلے پر نثار کرتا تھا۔ اب تو رات کے سناٹے میں اپنی اپنی جگہ ہر شخص جلسہ جمائے بیٹھا تھا اور ہر ملک اور قوم اور مذہب ملت کا آدمی میلے میں آتا تھا کہیں ہندو تھے کہیں جمشید پرست کہیں آتش پرست تھے۔ مسلمان بھی خال خال اس ملک میں پوشیدہ تھے۔ وہ بھی میلہ دیکھنے آئے تھے۔ ہر سمت جلسہ عشرت مہیا تھا۔ بادہ خوشگوار کا دور چلتا تھا۔

غرض یہ کہ جامع میلے کا کہاں تک بیان کیا جائے۔ مجملاً چند فقرے لکھ کر اصل مطلب لکھا جاتا ہے۔ یعنی عیار ان کو دیکھ رہے ہیں کہ مہاجن بچے جانے پہلے لڑکیں کو ساتھ لیے سیر کراتے پھراتے ہیں۔ ہندنیاں اپنا اپنا بناؤ کیے پھر رہی ہیں۔ ان میں رام جینا بھی ہے کہیں طوائف بناؤ کیے آشناؤں کو ساتھ لیے بیٹھی ہیں۔ کلیجی کے کباب بھن رہے ہیں۔ کہیں ایک رنڈی پر دو عاشق ہیں' اس پر قصہ ہوا ہے کہیں لونڈے پر جھگڑا ہوا ہے۔ تلوار چلی ہے۔ دوڑ گئی ہے لاگیں لگ رہی ہیں نٹ تماشہ کر رہے ہیں۔ نیتنیاں ناچ رہی ہیں' جھولے پڑے ہیں ساون ہوتے ہیں۔ درختوں کے نیچے دیوان بچھی ہیں۔ شریف لوگ بیٹھے ہیں۔ ایک سمت الحوائی بیٹھے ہیں' الحون کھلی ہے گنے چھلتے ہیں۔ حقے توے کے بھرے رکھے ہیں۔ ایک امرود چھیلا ہے۔ اس کے ٹکڑے کر کے سب کو باہم تقسیم کیا ہے کوئی کہتا ہے: ہمیں گنا ایسا چھیلتا ہوں کہ جیسے شمع کسی نے مزعفر کی بوٹی نکلی ہے۔ ایک ایک ریشہ باہم دیا۔ تعریف ہو رہی ہے جلیبی کی کڑکڑاہٹ ہے بعض اونگھ رہے ہیں۔ من منا کر بات کرتے ہیں۔ تالا میں جابجا لوگ نہاتے ہیں۔ ہندو چندن رگڑ رہے ہیں۔ تلک دیتے ہیں۔ کھور صندل کے اور قشقے ماتھوں میں کھینچ رہے ہیں۔ کہیں درخت تلے ٹھکن پر گھڑا رکھا ہے۔ پیندے میں اس کے کہیں درخت تلے ٹھکن پر گھڑا رکھا ہے۔ پیندے میں اس کے مہین سوراخ کیا ہے نیچے سری مہادیو جی کی مورت رکھی اس پر بوند بوند پانی ٹپکتا ہے بعض اوبج کا مالا ہاتھ میں لیے رام نام جپ رہے ہیں۔ بعض اکڑ مل کر کے چکر لے رہے ہیں۔ بعض کمل کی تھیلی لیے

چندا ما کو پانی دیتے۔ پیپل کے درخت پر کھاروے کی جھنڈی بندھی ہے۔ چبوترہ درخت کا بندھا ہے۔ اس پر جوگی گیروالیاں پہنے مندرے کان میں کنٹھی گلے میں ڈالے شیر کی کھال پر بیٹھا ہوا مالا جپتا ہے۔ آگے ٹھیک رکھی اس میں اپلہ دبا ہے۔ چیلے گرد ناریل پی رہے ہیں۔ بعض جوگی چھتری لگائے چھپر کے نیچے بیٹھے ہیں۔ آزاد فقیر لمبی ٹوپی پہنے مانگتے پھرتے ہیں۔ کہیں مہر شاہی اڑے رفاعی گرز بلا رہے ہیں۔ مرغ چھجے پر چڑھتے ہیں۔ اشراف مٹھائی لیتے ہیں۔ گنوار مولی اور جوار اور گڑ کھا رہے ہیں۔ ہنڈولے گڑتے ہیں۔ سوانگ کے تخت آتے ہیں۔ سیف برچھی سانگ نکلتے ہیں۔ کوئی منہ سے سوت نکالتا ہے۔ کوئی بار نکلتا ہے۔ پھول اٹھتا ہے۔ یہی کیفیت دیکھتے دیکھتے رات تمام ہو گئی۔

ملکہ حیرت جلوہ زمرد سے باہر آئی اور شہنشاہ افراسیاب بھی سب کاموں سے فارغ ہو کر باغ سیب میں گیا۔ وہاں تجمل میلے میں جانے کے لیے منگوا کر سوار ہوا۔ عمرو وغیرہ سیر کرتے تھے کہ یکایک فلک پر ابر نمودار ہوئے۔ نقارے بجتے سنائی دیئے۔ پھر ہزار در ہزار تخت چمن بندی جن پر کی تھی اور پھول جواہر کے ثمر سے تھے' ظاہر ہوئے کہ وہ مقام گلزار ہو گیا۔ ان کے بعد بارہ ہزار سوار طلسمی جواہر کے گھوڑوں پر سوار تلواریں برہنہ لیے نکلے۔ ان کے بعد بارہ ہزار پری نازنیں طلسمی سراپا غرق دریائے جواہر' سرخ لباس پہنے ظاہر ہوئیں تھاپ طبلے پر پڑتی تھی اور تعریف بادشاہ گاتی تھیں۔

پھر سترہ ہزار نازنین' حسن میں لاجواب بلکہ انتخاب گہنا وغیرہ پہنے ہاتھ میں مورچھل' اور چنگیریں اور سامان راحت وغیرہ لیے آئیں۔ پھر ایک ابر پیدا ہوا' بجلی اس میں چمکتی تھیں' گرجتا ہوا نکل گیا۔ اس کے بعد ایک ابر ایسا ظاہر ہوا۔ جس سے سونا اور جواہر برستا تھا۔ باجے طرح طرح کے اس پر بجتے تھے' بوندیاں سمن سمن پڑتی تھی اور نیچے اس ابر کے بنگلہ زمرد کا بروئے ہوا اڑتا تھا۔ اندر بنگلہ کے ساتھ ہزار کرسی یاقوت احمر کی بچھی تھی اور بیچ میں تخت شاہی تھا اس پر افراسیاب بیٹھا تھا۔ تاج طلسمی سر پر تھا اور قبائے زر افگندہ میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہزاروں سورج لگے ہیں نگاہ نہ ٹھہرتی تھی۔

پھر تو تمام شاہان طلسم اپنے اپنے خرگہوں سے نکل کر سامنے اس بنگلے کے آئے اور ہمراہ رکاب چلے ساٹھ ہزار شاہ و شہزادیاں تخت پر سوار گرد بنگلے کے کر چلے اور آگے بنگلے کے ناچ ہوتا تھا۔ طرف ہنگامہ تھا۔ اس سواری کے بعد، سواری ملکہ حیرت کی نکلی۔ ایسا ہی کچھ جلو و حشم اس کا بھی تھا۔ غرضیکہ یہ دونوں سواریاں سمت چاہ زمرد چلیں۔ عمرو بھی ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ چاہ زمرد پہنچے۔ اب جو دیکھا تو کنوئیں پر رہٹ کھڑے ہیں اور چار ساحر ایک پاؤں سے کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں اور زر و جواہر اس قدر چڑھا ہے کہ وہ سارا کنواں کہ مثل تالاب کے ہی پٹ گیا ہے۔ جس وقت شاہ طلسم یہاں آیا ساحروں نے شور یا سامری و جمشید کا مچایا، اکیس بارگاہیں یہاں نصب تھیں۔ بادشاہ داخل بارگاہ ہوا۔ ترہیاں چینکی جھانجیں بجنے لگیں۔ جملہ معززان طلسم نذر لے کر دوڑے۔ شاہان طلسم مودب بیٹھے۔

اس وقت افراسیاب نے کہا: "اب نمک حراموں کو بلانا چاہیے۔"

یہ کلمہ سن کر عمرو جو صورت ساحر کی اپنی بنا ہوا تھا گھبرا کر چلا کہ اپنے لشکر کو جا کر دیکھوں۔ عیار سب ساتھ ہیں اور بہت جلد اپنی بارگاہ میں آیا۔ مہ رخ سے حال بنگلے کا بیان کرنے لگے۔

ادھر شاہ طلسم نے انگشتری جمشید کو ہاتھ میں لے کر کہا: "مہ رخ مع اپنے معتقدوں کے حاضر ہوئے۔" یکایک ایک طاؤس اڑتا ہوا آیا اور بارگاہ مہ رخ پر ایسی مہیب صدا اس نے دی: "اے نمک حراموں، جلد جاؤ، بادشاہ طلسم بلاتا ہے۔"

یہ صدا سنتے عیار سب بھاگ گئے اور عمرو نے گلیم اوڑھ لی۔ دیکھا کہ مہ رخ و بہار وغیرہ سب گریاں ہوئیں: "مونڈی کاٹے عمرو نے ہم کو خراب کیا اگر پاتے تو اس کے ٹکڑے اڑاتے۔"

یہ کہہ کر حکم دیا: "در خزانہ وا ہو۔"

اور بہار نے سب کنیزوں کو قوان جوڑے پہنائے اب ایک سو سترہ کشتی جواہر سے لبریز

بہر نذر لے کر دریائے جواہر میں ہمہ تن غوطہ مار کر لباس ارغوانی پہن کر تخت پر سوار ہوئی اور اسی طرح مہ رخ بھی آراستہ ہو کر نذر کا جوہر روپیہ وغیرہ لے کر چلی۔

پھر تو ڈنکا بجا فوج تیار ہوئی۔ ہاتھ رومال سے باندھ کر "العفو العفو" کہتے جملہ سردار تخت پر اور طائران سحر پر بیٹھ کر چلے پلٹن رسالے ساتھ ہوئے ایسے ویسے ساحر رہ گئے کہ ان کی طلب نہ ہوئی تھی۔

ادھر سے کوہ سیاہ سب و سرخ سے فوج کو وہیں چھوڑ کر فرمان و سرخ مو اور افتخار جادو وغیرہ اپنا اپنا سامان کر کے چلے۔

خلاصہ دم بھر میں میلے سب پہنچے۔ عمرو سے قران نے کہا: "استاد لشکر تو ہمارا منحرف ہم سے ہو کر چلا گیا۔ اب دم بھر میں ہماری بھی طلب ہو گی پھر ہم بھی نہ رہیں گے۔"

عمرو نے کہا: "خدا کو یاد کرو اور ساتھ چلے آؤ۔" عیار وغیرہ سب دنگ ہیں کہ دیکھیے یہ کون سی عیاری کریں گے کچھ عقل کام نہیں کرتی اور دعوے یہ کرتے ہیں کہ سارا میلہ لوٹیں گے خیر اب دیکھنا چاہیے۔

اسی فکر میں ساتھ استاد کے چلے اور عمرو صورت بدل کر پھر چلا زمرد پر آیا۔ دیکھا بہار وغیرہ سب جا کر قدم افراسیاب کے اوپر گری ہیں اور خطا کی معافی چاہتی ہیں۔

شاہ طلسم نے کہا: "بلاؤ جلادوں کی اور انہیں قتل کرو۔" حاضرین دربار نے عرض کیا: "اب یہ حضور کی اطاعت کرنے آئے ہیں ان کے قتل کرنے سے ہم تابعداروں کو کیا امیدیں ہوں گی۔"

افراسیاب نے کہا: "تم تماشہ دیکھو گے۔ یہ سب بسبب سحر کے اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔" یہ کہہ کر سحر پڑھ کر انگشتری سے کہا: "یہ سب اپنی حالت اصلی پر آ جائیں مسحور بہ سحر نہ رہیں۔"

اسی وقت ہر ایک شخص ہوشیار ہو گیا اور مہ رخ وغیرہ نے شاہ طلسم کو دیکھ کر بکراہیت تمام منہ پھیر لیا۔

افراسیاب نے پوچھا: "کیوں اے مہ رخ و بہار میری تابعداری کرو گی۔"

انہوں نے جواب دیا: "بہت جھک مارنا اچھا نہیں' ہم سب کفش پائے عمرو پر فدا ہیں اور خواجہ تشریف لاتے ہوں گے۔ یہ سارا کروفر اور حشمت بن کر بیٹھنا بھلا دیں گے اور ہم ان کے تابعدار ہو کر قید رہیں یہ ممکن نہیں۔"

افراسیاب نے سب سے کہا: "کیوں صاحبو' تم نے سنا' انہیں قتل نہ کروں تو کیا کروں۔"

سب نے کہا: "آپ کا فرمانا حق بجانب ہے بیشک واجب القتل ہیں۔"

شلو نے کہا: "اب ان کو قید کر کے ان کے حمایتوں کو کہ جن پر ان کو گھمنڈ ہے گرفتار کر کے سب کو ایک بار قتل کرنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر آہنگر بلائے اور سب کو ہتھکڑیاں بیڑیاں زنجیر ہائے آہنی میں معلق و مسلسل کر کے حکم دیا: باغ جمشید میں انہیں لے جا کر قید کرو اور پھر سحر کسی نہ کیا کہ غافل ہو جائیں۔ اس لیے کہ اپنی گرفتاری اور حال خراب پر اشک حسرت بہائیں۔

اور جس قدر فوج کہ ان کے ساتھ آئی تھی اس کو بھی محصور کرا کر صحرا میں اتروایا۔ گرد پہرا کرا دیا۔ جب یہ انتظام ہو چکا' اس وقت طاؤس ہائے سحر بلائے۔ اور حکم دیا: "عمرو قران وغیرہ اس طلسم میں جہاں کہیں ملیں پکڑ لاؤ۔"

طاؤ اڑے اور عمرو بصورت مبدل یہاں موجود تھا۔ اس جگہ سے ایک گوشے میں جا کر منڈی دانیالی نکالی کر چھتری کی طرح سر پر سایہ کی اور عیاروں کو بھی نیچے اس کے بٹھلایا۔ خدا کا نام لے کر آپ بھی چپکا بیٹھا۔

اینکہ منڈھی اعجاز کی ہے سحر خبر نہیں دیتا۔ جب گلیم یہ اوڑھتا ہے اور منڈھی کے نیچے بیٹھتا ہے۔ پھر نہیں معلوم ہوتا کہ عمرو کہاں ہے۔

اس وقت طاؤس چاروانگ طلسم میں پھرے آخر شلو طلسم کے پاس آ کر عرض رسا ہوئے: "ہم کو عیار نہیں ملتے" شلو جادواں نے بلائیں طلسمی بلا کر ہر جنس بھیجیں' وہ بھی ڈھونڈ کر پھر آئیں۔ پھر غول اور پتلے بھیجے۔ جب وہ بھی پھر آئے۔ بادشاہ طلسم نے

انگشتری سے عرض کیا: "عیاروں کو بلا دیجئے۔"

یکایک صدا آئی: "عیار اسی میلے میں ہیں مگر ایسی جگہ ہیں کہ دکھائی نہیں دیتے۔"

یہ ندا سن کر بادشاہ نے سواری طلب کی: "میں خود تلاش کر کے گرفتار کئے لاتا ہوں۔ میلے میں عالم عالم جمع ہے اکیلے اوڑ کر جانا مناسب نہ سمجھا' اسی تجمل نگراں سے سوار ہو کر ڈھونڈنے چلا اور میلہ منزلوں تک ہے اور سواری کا بسبب تجمل کے رک کر چلنا شاہ کا ہر ایک شخص کو شناخت کرنا کہ یہ عیار ہے یا نہیں۔ ان وجوہات سے اس کو عرصہ مزاحمت میں گزرنے لگا۔

ادھر عمرو نے ڈاڑھی لقا کی ہزاروں بار اس نے مونڈی ہے اور وہ ڈاڑھی تیس گز کی ہے اور ہر بال میں موتی و یاقوت اور مرجان وغیرہ پروئے ہیں اور اسی سبب سے عمرو نے وہ ڈاڑھی مونڈ کر باحتیاط زنبیل میں رکھی ہے نکالی اور عیاروں سے کچھ کان میں کہا عیار کاربند ہوئے۔ اس نے سر مقوے کا شکل صورت لقا اپنے سر پہ لگایا سو بچانوے' ہاتھ کا قد لقا کا ہے۔ اتنا ہی بڑا قد بنا کر ڈاڑھی چہرے پہ لگا کر تخت زبرجد شاہ جس کا ذکر اور تشریح اوپر ہو چکی ہے نکال کر سوار ہوا اور عیار یعنی برق فرنگی ایک سوا کسی کلی کا جامہ پہن کر کوتاہ گردن تنگ پیشانی حرامزدگی کی نشانی شیطان درگاہ خداوند ملک بختیارک شوم کافر بے دین خواجہ ملک گمازلدین کی ایسی صورت بن کر سر پہ خداوند کے مگس رانی کرنے لگا۔

اور قران نے شکل مہیب ایسی بنائی کہ ایک ہونٹ سینے تک پہنچا اور دوسرا کان تک۔ ہاتھ ہر ایک دراز حد سے کان سے شعلہ ہائے آتش نکلتے گرز آتشیں ہاتھ میں لے کر دست راست پہ خداوند کے کھڑا ہوا اور ضرغام ایک فرشتہ نورانی صورت کا بنا کر چہرے پہ نور شانوں پہ دو پر' پروں سے مشک و عنبر کافور جھڑتا تھا۔

واضح ہو کہ بہ ضرورت یہ پر بنائے ہیں ان میں جابجا جوف رکھے ہیں کہ اس میں تھیلے ہائے مشک اور دیگر خوشبویات کو بھر دیا ہے کہ جب پروں کو جنبش ہو مشک عنبر برسے یہ فرشتہ دست چپ کو کھڑا ہوا۔

جانسوز ایک مرد وجیہ و شکیل ازسرتاپا بقعہ نور بن کر صراحی و ساغر مینا کار لے کر سامنے کھڑا ہوا۔

جب یہ درستی ہو چکی عمرو نے منڈھی سے اجازت طلب کیا اور فاتحہ بروح پر فتوح جناب دانیال پڑھی۔ منڈھی بڑھ کر مثل بارگاہ رفیع الشان کے ہو گئی اور کئی سو کلس یاقوت احمر و لعل ودر و زمرد کے چڑھے تھے اور یہ بارگاہ دمبدم رنگ بدلتی تھی کبھی گھٹ جاتی تھی اور کبھی بڑھ جاتی تھی کبھی سرخ ہوتی تھی تو کبھی سبز و زرد و سیاہ' نارنجی اودی وغیرہ ہو جاتی تھی

عمرو نے تخت پر بیٹھ کر سفید مہرہ کہ جس کی آواز سے دیوتا چا بے نکال کر بجایا: "اے بندگان قدرت خدمت خداوند میں حاضر ہو۔"

مہرے کی صدا شہروں پر پہنچی اور ساحر دوڑے جو آیا کہا: "میرا نام خداوند باختر لقا۔" بعض خداوند کا دیدار دیکھ چکے تھے۔ پہچانتے تھے فوراً سجدے میں گرے اور سارے میلے میں غلغلہ بلند ہوا کہ خدائے باختر آئے ہیں چلو زیارت کرو۔ اسی وقت جادوگرنیاں تھالیوں میں موہن بھوگ اور زر جواہر وغیرہ رکھ کر چوکھہ دیا جلا کر چھم چھم کرتی چلیں ساڑھیاں آدھی باندھے آدھی اوڑھے تھیں۔

ایک سمت سے جادوگروں نے مٹھائی اور روپیہ چاندی کا لیے' ہار پھول رنگ کا فور بھرا لیے۔ سامنے منڈھی کے آکے سجدہ کیا وہ زر گوہر شیرینی آشیانہ خداوند پر چڑھائی۔ خداوند نے کہا: "مکرر سجدہ کرو" وہ سجدے میں گرے۔ اس نے جال مار کر مال اور مٹھائی نذر زنبیل کی۔ جب سب سجدے سے اٹھے۔ ایک چیز کا بھی نشان نہ پایا۔ خداوند نے فرمایا: "ہمارے دست قدرت نذر تمہاری لے گیا۔"

سب نے کہا: "یاخداوندا تیری بڑی قدرت ہے۔" یہاں تو پوجا پاٹ ہو رہا ہے مگر ہرکارے کوٹ کشتی کے دوڑ گئے اور ملکہ حیرت کی دعا و ثنا بجا لا کر عرض کیا: "خداوند باختر لقا میلا دیکھنے آئے ہیں۔

ملکہ حیرت اور کل شاہ شہزادیاں طلسم کی جابجا دوڑیں یہاں پہنچ کر سب نے سجدہ کیا

اور خداوند کی بارگاہ فرشتوں کو دیکھ کر عقل دنگ ہو گئی۔ عیار بچیاں یعنی صرصر وغیرہ ملکہ کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے ملکہ سے کہا: "یہ عیار نہ ہوں۔"

عیارہ کے لب ہلتے اور تیور دیکھ کر خداوند نے بغضب کہا: "عیار بچیاں تیری اے حیرت ہم کو عیار بتاتی ہیں۔ اچھا تو سحر مجھ پر کر اور اب ہم جاتے ہیں۔"

یہ کہتا تھا کہ حیرت نے عذر کیا۔ اور عیار بچیوں سے کہا: "دیکھا تم نے خداوند پر سب کچھ روشن ہے۔ تمہارے خیال اور دل کی بات کو خداوند نے پہچان لیا۔ اب تم یہاں سے جاؤ خداوند خفا ہیں۔"

یہ کہہ کر ان کو نکال دیا۔ مگر خداوند نے کہا: "ہم اس وقت خوش ہوں گے کہ جملہ ساحر ہم پر سحر کریں۔"

ناچار سب نے سحر کیا اور شاہان طلسم نے نارنج و ترنج مارے، منڈھی پر تاثیر نہ ہوئی اور جو لوگ منڈھی میں جانے لگے، سر نیچے پاؤں اوپر الٹے لٹک گئے۔

خداوند نے کہا: "اے حیرت! ہم تیرے گھر اب کبھی نہ آئیں گے کہ تو نے عیار بچیوں سے ہمیں ذلیل کرایا۔"

ملکہ حیرت اور جملہ ساحروں نے یہ عتاب دیکھ کر "الغفور اور توبہ توبہ" کا شور مچایا اور ملکہ حیرت نے کہا: "یا خداوندا بارگاہ میں لے چلئے جو کچھ کنیز کو میسر ہے اسے قبول فرمایئے۔"

آخر بڑی منت خوشامد سے خداوند نے منڈھی کو باعجاز حکم کیا کہ وہ گھٹ کر صرف تخت پر سب کھڑے ہوئے تخت اڑ کر چلا۔ ساحروں نے ہزار ہا ناقوس و گھنٹے بجائے غلغلہ ہوا۔ یہاں تک کہ مقام افراسیاب پر ملکہ حیرت نے تخت خداوند پہنچایا، عرض کیا: "یہ بارگاہ جو حضور کے سر پر ہے مناسب ہو تو فرشتوں کو حوالے کیجئے خداوند نے فرمایا: "یہ دریچہ قدرت ہے، ہم اس میں سے باہر نہ آئیں گے۔"

پوچھا: "افراسیاب کہاں گیا ہے۔"

ملکہ نے جواب دیا: "عمرو کو ڈھونڈنے۔"

خداوند نے کہا: "ہم اس کو یہیں پکڑ لائیں گے اور تم سے کون لوگ منحرف ہیں۔"

خداوند نے کہا: "میں جا کر انھیں بھی تمہارے مطیع کیے دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اسی طرف تخت اڑا کر چلا اور باغ جمشیدی میں پہنچا۔ حیرت وغیرہ سب ہمرا ہیں جب وہاں پہنچا سب کو ڈآنٹا کہ سجدہ کرو۔"

مہ رخ وغیرہ پر سے سحر شاہ طلسم نے اتار لیا تھا۔ یہ سب اسی کی طرح منحرف تھے اور دعا اپنی رہائی کی درگاہ خدا میں کر رہے تھے۔ اس وقت لقا اور جمشید وغیرہ پر لعنت کرنے لگے اور سیکڑوں دشنام دیں۔

عمرو تخت سے کود کر مہ رخ و بہار وغیرہ کے قریب گیا کہا: "جلد سجدہ کرو۔" بظاہر یہ کہتا گیا اور بائیں آنکھ کا تل دکھلایا اور کنایے اور اشارے سے ظاہر کیا کہ جو میں کہوں وہ کرو' میں عمرو ہوں اور تمہاری رہائی کے لیے آیا ہوں۔"

بس اس امر کے سمجھتے ہی سب نے سجدہ کیا اور کہا: "یا خداوندا تو برحق ہے۔ ہماری خطا شاہ طلسم سے معاف کرا دیجیے گا۔"

جب انہوں نے اقرار اطاعت کیا۔ خداوند آ کر تخت پر بیٹھے اور کہا: "قید سے ان کو چھوڑ دو۔"

حیرت نے سب کو رہا کر دیا۔ عمرو نے ان کو بھی بلا کر شریک جلسہ انجمن کیا اور ساقی قدرت اور شیطان و فرشتوں کو حکم دیا: "میری جھوٹی شراب ایک ایک جام شاہان طلسم کو پلاؤ کہ عمر ان کی بڑھ جائے اور سارے کارخانے ہماری قدرت کے ان پر روشن ہو جائیں۔"

بموجب حکم وہ تو سب عیار ہیں شراب آغشتہ بیہوشی اپنے پاس سے نکال کر سب کو پلانے لگے۔ ملکہ حیرت کو بھی ایک جام پلایا۔ جب پلا چکے۔ مہ رخ سے کہا: "لو ان کو۔"

وہ تو واقف تھیں کہ حیرت اور شاہان طلسم کی قضا نہیں ہے۔ ان کو خواجہ نے صرف اس لیے بیہوشی پلائی ہے کہ ان کے سحر کی پناہ نہیں ہے۔ اگر یہ بیہوش نہ ہوں گے تو پھر سارا لشکر گرفتار ہو جائے گا۔

غرض یہ کہ ان کو تو لکانا اور ناریل وغیرہ لے کر آمادہ حرب ہوئیں۔ شاہان طلسم گھبرا کر اٹھے بیہوش ہو گئے۔ حیرت بھی بیہوش ہو گئی۔ پھر تو بہار، مہ رخ، مخمور، بلائی سحر افگن اور آفت جادو وغیرہ پرواز کر کے اوپر چھائے، گولے فولادیف اور بار فلفل گچھے سوئیوں کے مارنا شروع کیے۔ ساحروں نے غلغلہ بہار باغ کے سنا۔ حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے کیونکہ خداوند باخبر آئے ہیں۔ اب کوئی سرکشی نہ کرے گا۔ اسی خیال میں تھے کہ آگ پتھر برسنے لگے۔

عمرو نے سفید مہرے میں آواز دی: "اے اہالیان جلسہ بھاگو کہ خداوند کا غضب آیا۔" اس صدا کے سننے کے میلے میں بھگدڑ پڑی اور فوج محصور تھی، وہ ہوائی ہوئی۔ مہ رخ بہار وغیرہ اپنے اپنے ملک کو دیکھ کر پاس آئے۔ ان کو حکم دیا: "شہر محل اور سارے میلے کو لوٹو اور دشمنوں کو قتل کرو۔"

قصہ مختصر یہ فوج لاکھوں آدمی ہیں۔ ادھر شاہان طلسم بیہوش پڑے ہیں کہ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اتنے عرصے میں وہ دن بھی تمام ہوا۔

رات کو اندھیرے میں لوٹنا خوب بن پڑا۔ ادھر کو مہ رخ نے تلوار سحر کی کھینچ کر مع کئی لاکھ کے حملہ کیا۔ ساحروں نے میلے کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ پھر شور مچانے لگے دھوئیں اور شعلے اٹھنے لگے۔ ایک طرف سے بہار نے گلدستہ مارا۔ ہوا سر دلی اور چار سمت تاریکی ہو گئی۔ بہار نے افشاں پیشانی پر لگائی۔ ستارے اس تاریکی میں نکل آئے اور ٹوٹ کر گرنے لگے، زمین پر سبزہ تار پر بہار خیابان لالہ گل مثل گوہر شب چراغ کے فروزاں تھے اور نسرین و نسترن عنبر افشاں تھے۔

غرض یہ کہ جو ساحر بھاگ کر چمنستان بہار میں آئے۔ عاشق و شیدا ہو کر دیوانے ہوئے۔ بہار نے کہا: "جاؤ اور میلے والوں کو قتل کرو۔" وہ بھی جا کر قتل و قمع میں مصروف ہوئے۔ رعد نے چیخیں مارنا شروع کیں اور برق مخشر آڑی ترچھی ہو کر گرنے لگی۔ خرمن ہستی دشمنا جلائی۔ ایک جانب سے مخمور نے جام بلوریں کھینچ کر مارا، ٹھنڈی ہوا

چلی جس کے جسم میں لگی دف ہاتھ میں لے کر گروہ گروہ مل کر شراب خوری کرنے لگے اور ہولیاں گاتے تھے۔

ایک طرف سے سرخ سونے کا گل کھلی جنبش دی ستارے ٹوٹ کر گرنے لگے اور جسم ساحروں میں آگ لگی۔ ایک ہنگامہ اور شور رستخیز برپا ہوا۔ اسی ہنگامے میں عمرو نے اول تو باغ جمشید میں جو کچھ مال وغیرہ اور لباس و زیور شاہان طلسم کا پایا، اتار کر نذر زنبیل کیا اور عیاروں کو حکم کیا: "بارگاہوں پر چڑھ کر کلس اتارو۔"

عیار لوٹنے لگے۔ فوج ساحراں نے بجلیاں گرا کر بارگاہوں اور خیموں کو جلا کر گرا دیا۔ عیاروں نے کلس اتار لیے۔ عمرو باغ جمشید لوٹ کر چلا اور بارگاہ نشست افراسیاب پر آ کر گرا۔ اوپر سے برق محشر تڑپ کر گری ستون اور طناب جل کر بارگاہ گری۔ عمرو نے میز و کرسی و دیگ و فرش و کلس وغیرہ جال مار کر نذر زنبیل کیے پھر وہاں سے چلا زمرد پر آیا پجاری اور نذر بھینٹ چڑھانے والے بھاگ گئے تھے۔ اصل محافظ و ملازم شاہ طلسم وہاں تھے۔

عمرو نے گلیم اوڑھ کر یہاں بھی جال مارا کہ جو کچھ زر و گوہر و جواہر کو چڑھایا گیا تھا جال میں کھنچ آیا، ساحر محافظ گھبرائے سحر کرنے لگے، مگر کس پر سحر کریں، کیونکہ کوئی نظر نہیں آتا۔ دوسرا جال عمرو نے پھر مارا وہ چاہ کہ مثل تالاب ہے جو کچھ کہ نیچے آ گئے اور کنارے کنارے رہ گیا تھا وہ بالکل مٹی تک اس دفعہ کھنچ آئی۔ ایک باڑ پڑ گیا۔

واضح ہو کہ یہ مقام بنا خداوند جمشید مشہور ہے اس باعث سے ساحر عظمت کرتے ہیں۔ کوئی سحر کی جگہ نہیں ہے اور کچھ خبیث وغیرہ یہاں مسکن گزیں رہتے ہیں کہ نیرنگی سحر کی دکھاتے ہیں مگر جال عطیہ جناب الیاس ہے اس پر کسی خبیث اور ساحر کا بس نہیں چلتا۔ اگر یہ جال افراسیاب پر بھی پڑے تو وہ بھی کھنچ آئے۔ اور نہ گرفتار کرنا شاہ طلسم کا بسبب ممانعت امیر کے ہے اور ایسے مقام پر جال مارنا باعث ہے کہ جب

دشمن نے تدبیر ایسی کی کہ جس سے مفر اور رہائی ناممکن ہوئی۔ پس اس کا عوض یہی چاہیے۔ تفریح اس کی زیادہ کچھ ضرور نہیں ناظرین خود سمجھ لیں گے۔

حاصل مطلب یہ کہ ایک غار اس جگہ پر کیا اور خبیث وہاں کے اور ساحر گھبرا کر افرار ہوئے۔ جب وہ مقام برباد ہو چکا عمرو اور عیاروں نے دست غارت و خاص ہر شخص پر دراز کیا اور ساحروں نے فوج کے گولے اور ناریل وغیرہ ہزاروں کیا بلکہ لاکھوں آدمیوں کو قتل کیا میلے میں جھمیلا ڈال دیا بجائے خرید و فروخت کے نرخ جان ارزاں تھا۔ وہ نو سالہ اور کودک دو سالہ کا ایک بھاؤ تھا۔ رستہ ریسماں حیات کے جھولے پڑے تھے دہر و عدم جھولتے زخموں کے پھول بچھے تھے خون سے زمین یاقوت پوش تھی۔ لب ہر زخم لب لعلین معشوق کا رنگ دکھاتے واعبائے جسم صورت دینار و درم نظر آتے تھے بازار موت گرم تھا۔ اجل کے خریدار ملک عدم کے لوگ سیار رہتے تھے، فرش کشتوں کا بچھا تھا خیمے عناصر کے استادہ تھے، تلوار سحر کی چمک چمک کر مانند بجلی کے گر رہی تھی، ہر سمت بھگدڑ تھی بھاگو بھاگو کی آواز آتی تھی۔ ایک بھاگتے رستہ نہ ملتا تھا۔ دکانیں خالی سناٹا ہو کا عالم اس پر یہ آفت کی ہر جگہ جال الیاسی دراز ہو کر پڑتا تھا کہ لاکھوں من کی چیز سوا سیر وزن کی ہو کر کھنچ آتی تھی۔ عمرو نے چوراسی گٹھڑیاں زنبیل کی کھول دیں۔ دل سے کہا: "اللہ دے اور بندہ لے مجھ غریب کو خدا نے دو چار کوڑیاں آج دلا دیں عیار جدا لوٹتے پھرتے صراف اور بزاز اور جوہری بازار ہر جگہ کو صاف کر دیا۔ فوج نے لاشوں کے ڈھیر لگا دیے۔ لاکھوں آدمی تھا، ایک ایک دکان دس دس آدمی نے آ کر لوٹی تو دم بھر میں بازاریں صاف ہو گئیں، لیکن جس نے جو لوٹا وہ عمرو کے لیے بجنسہ اپنے پاس رکھا کہ خواجہ ہمارے محسن ہیں جان بچائی ہے، اپنے پاس سے کچھ نہ دیں تو مال غنیمت ان کے لیے رکھنا مناسب ہے۔ دوسرے وہ محاسبہ ضرور لیں گے پھر جو دینا پڑا تو ملزم بھی ہوئے اور مال بھی گیا۔

غرض یہ کہ دوپہر کامل لوٹ و مار اور ہنگامہ قیامت تا بپا رہا۔ لاش پر لاش تھی اور مردے پر مردہ تھا۔

اسی طرح لوٹ مار کر سب اپنے لشکر کی جانب لے چلیں لیکن عیار بچیاں جو نکال دی گئیں تھیں۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر حیران ایک جگہ قتل و غارت کے خوف سے ٹھہر رہیں اور کہا: "شعلہ طلسم اور حیرت کو شاید ان عیاروں نے مار ڈالا۔ چلو ذرا خبر لیں۔ یہ کہ بصورت مبدل باغ جمشید میں گئیں اور ملکہ کو ہوشیار کیا۔ آنکھ کھلتے ہی اس نے عجب ہنگامہ دیکھا کہ نہ بارگاہیں نہ میلہ نہ آرائش قتل عام ہے بھگدڑ پڑی ہے لوٹ ہو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر بلبلا کر اٹھی۔ لیکن ساحر اپنے پرائے پھرتے تھے کس سے لڑے، اکیلی کسکو روکے، آخر ستون بارگاہ تھام کر رونے لگی۔ یہاں مہ رخ اور عیار وغیرہ نکل کر اپنے لشکر میں پہنچے۔

عمرو نے کہا: "اے ملکہ! سب سردار اپنی اپنی صورت کا پتلا یہاں بٹھائیں اور ایسا سحر کر دو کہ ہنسی بارگاہ میں ہو اور پیمانہ عشرت گردش پذیر رہیں۔

بموجب ارشاد خواجہ یہی سامان سب نے کیا سب کے سب ہم شبیہ کو کرسیوں اور دنگلوں پر جلوہ گر ہوئے رقص و سرور کا جلسہ ہوا۔ یہ سب جب تدبیر ہو چکی کئی ہزار ساحر پر مامور کئے اور کہا: "کوئی آ آئے تو بھاگ جانا۔" اور کل لشکر مع سرداران ذی رتبہ کے ہمراہ نافرمان کر کے حکم دیا: "کوہ سیاہ میں جا کر فروکش کرو اور عیاروں کہا: "تم بھی ساتھ جاؤ سب طرح ہوشیاری رکھنا۔"

یہ لوگ نافرمان کے ساتھ کوہ سیاہ کی طرف گئے وہاں پہنچ کر سیاہ میں سردار اور صحرا کوہ میں لشکر ٹھہرا عیار گرد لشکر خبر گیری کو پھرنے لگے۔ خلاصہ یہ تو سب آرام پذیر ہیں مگر ہوشیار ہیں اور عمرو گلیم اوڑھے وہیں ٹھہرا ہے۔

مگر اب افراسیاب کے سنیے کہ باغ عشرت کے قریب جا کر خیال کیا کہ عیار کوہستا میں کسی غار میں چھپے ہوں گے اور عمرو نے گلیم اوڑھ لی ہو گی بس اور عیاروں کو چل کر گرفتار کر، عمرو ان کی رہائی کے لیے آئے گا۔ گرفتار کر لینگے۔ یہ سوچ کر قریب سحر پہنچ کر ٹھہرا اور خبیث و بلا ہائے طلسم ہمراہ آئے ہیں، ان کو حکم دیا: "عیاروں

کو جا کر ڈھونڈو۔" وہ سب چلے اور شہنشاہ ٹھہرا رہا۔ اس وقت میلے کے لوگ کو چار سمت بھاگے تھے کچھ ادھر بھی جا نکلے۔ اس نے دیکھا کہ بہت آدمی گروہ گروہ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لیے سر برہنہ خاک اڑاتے بھاگے جاتے ہیں' جادوگرنیاں بال منہ پر بکھیرائے' ساریاں نچی ہوئیں بعض اوپر کے جسم سے برہنہ اور بعض جسم پائیں سے بدحواس سحر فراموش از خود رفتہ گویا بیہوش بھاگی جاتی ہیں۔ شاہ نے انھیں بلا کر پوچھا: "تم کون ہو؟ کیا ماجرا ہے' وہ شاہ جادواں کو پہچان کر روئے اور پکارے: "ہم لوٹے گئے' بچے ہمارے قتل ہوئے۔" اور سب کیفیت عذر بیان کی۔ سنتا تھا کہ غضب طاری ہوا بلاؤ اور ہمراہیوں کو ساتھ لے کر پھر آ کر عجب عالم میلے کا پایا۔ نیوتی نے فیل (ہاتھی) مست کو پست کیا۔ ایک سناٹا' ہر سمت تھا' دکانیں برباد' بارگاہیں جلے ہوئے ڈھیر۔ غرض چار طرف اندھیر۔

ملکہ حیرت جو گریاں تھی' اس کو تسکین دے کر اپنے ساتھ لیا کہ میں ابھی سب کو غارت کیے دیتا ہوں۔ شاہان و معززین طلسم کو ہوشیار کیا۔ انھوں نے اپنا لٹنا اور میلے کا برباد ہونا دیکھ کر عرض کیا: "آئین طلسم میں فرق آیا' کو اجازت ہو کہ اپنے اپنے مرحلے پر جائیں۔"

افراسیاب نے فرط ندامت سے انھیں رخصت کر دیا۔ سب شاہ و اکابر' کوتوال و دیوان اور بلائے طلسم حیرت کو لے کر چلا۔ پانچ ہزار مور ساتھ ہیں کہ جن پر ساحر بانی سوار ہیں اور بادشاہ کو کمال غضب طاری ہے تازیانہ مار سیاہ ہاتھ میں ہے منہ سے کف جاری ہے۔ یہاں تک لشکر مہ رخ جہاں اترا رہتا تھا۔ وہاں پہنچ کر نعرہ مارا اور سامان عشرت دیکھ کر نارنج و ترنج مارنا شروع کیے پیکان تیر اور شعلے آتش کے اور سانپ اور بچھوا اور پتھرا اور برف وغیرہ برسنے لگے اور آندھیا تاریک آئیں زمین شق ہو گئی۔ صدائیں مہیب آئیں' بارگاہیں اور خیمے مسمار ہو گئے۔ بجلیاں گریں کہ ہم شبیہ سرداران اور قاصد انجمن سب غارت و تباہ ہو گئے۔

جو ساحر کے عمرو نے یہاں چھوڑے تھے جہاں تک ان سے بھاگا گیا' بھاگے۔ باقی ہلاک ہو گئے۔ شعلہ طلسم نے آ کر دیکھا' سب کو مرا پایا' لاشیں پڑی دیکھیں' حکم کیا: "ان لاشوں پر پانچ بارگاہیں ہماری استادہ ہوں۔"

یہ بمجرد حکم پانچ بارگاہ جن میں ستون مکلل بجواہر تھے استادہ ہو گئیں اور ہر ایک بارگاہ میں بارہ بارہ سو کرسی جواہر کی بچھ گئیں۔ تخت پر شعلہ جلوہ گر ہوا۔ سب نے قتل حریف کی خوشی کی نذریں دیں' ناچ ہونے لگا۔

ملکہ حیرت سے شعلہ جاوداں نے کہا: "لو میں نے دم بھر میں سبکو غارت کر دیا۔ اب تم اپنی فوج یہاں اتارو اور ناچ دیکھو۔ صبح کو میں میلہ جو لٹ گیا ہے اس کی درستی اور انتظام کروں گا اور عیار اکیلے رہ گئے ہیں۔ کہاں تک بھاگے پھریں گے۔ سب کو گرفتار کر کے' بعذاب الیم ماروں گا۔ اب میں باغ سیب میں جا کر بقیہ شب آرام کرتا ہوں۔ کس لیے کہ کئی روز سے بیخورد خواب ہوں۔ ذرا تم اس مفتری عیار سے ہوشیار رہنا۔"

یہ کہہ کر آپ باغ سیب میں جا کر آرام گزیں ہوا۔ یہ تو سویا اور فتنہ خوابیدہ ہوا۔ یعنی عمرو جو گلیم اوڑھے یہاں موجود تھا۔ اس کو جاتے دیکھ کر اڑنگ دونگ بیدرنگ بے دوڑتا ہوا آن واحد میں مہ رخ کے پاس پہنچا اور کہا: "جلد چلو' یہی وقت ہے دشمن کو قتل کرو۔" مہ رخ وغیرہ لشکر جرار تیار کروا کر روانہ ہوئی۔

ملکہ حیرت ناچ دیکھ رہی تھی کہ فلک نے گردش دکھائی' بلائے آسمانی نزول ہوئی۔ طنابیں بارگاہوں کی کٹ کو گریں اور ایسی آندھی آئی کہ روشنی تمام لشکر کی گل ہوئی یعنی مخمور نے بال کھول سر ہلانا شروع کیا۔ وہ آفت آئی کہ جہان تاریک ہو گیا۔ پھر تو اس اندھیرے میں لشکر فوج حیرت پر جا گرا' وہی سامان دو شینہ پیش تھا۔ ایک جانب سے سلیں برف کی گرتی تھیں۔ پہاڑ سے پتھر اڑ کر آتے تھے۔ سنگ دلوں کو خاک میں ملاتے تھے قیامت برپا ہوئی۔ ساحر کل لوہا مانے تھے۔ ترک اٹھا چکے تھے۔ ذرا ذرا بھی نہ اٹکے بھاگ کھڑے ہوئے ادھر بارگاہ میں خیمے جلنے لگے۔

ملکہ حیرت منہ پیٹ کر باہر نکل پکاری: "ہائے مشعل سحر لاؤ۔ ارے یاقوت ارے زمرد کدھر ہے' اس فوج کو روکو۔" کون سنتا ہے جان لیاسی پڑ رہا ہے' بجلیاں گرتی ہیں۔ ہوا سرد چلتی ہے' باغ سحر لٹتا ہے کہیں مخمور کے سحر سے خونخواری کا چرچا ہے' بھگدڑ پڑی ہے۔ ساحر قتل ہو رہے ہیں۔ عیاروں کا غل ہے' لشکر مہ رخ کے طبل و بوق بجتے تھے۔ کڑکا ہوتا تھا۔ علم بلند تھے۔ پھریرے اڑتے تھے الحفیظ الامان ہزاروں ساحر بے جان تھے۔

یعنی جس وقت کو شان مہ رخ عالیشان کی چمک ہندوئے شب کے کلیجے کے پار گزری اور چشمہ آب سے سبقت درخشندگی نیزہ وشمشیر لے گئے۔ عمرو رو بفرار لایا۔

ملکہ حیرت ہر سمت بیتاب پھرتی تھی۔ صبح کو دیکھا کہ میدان میں صحرا لاشوں کا ہے۔ بجائے طائر نوا سنجان صبح کے زاغ و زغن کا ہجوم اس دشت نامبارک و شوم میں تھا۔ خزانہ اور اسباب جو کچھ میلہ میں لٹنے سے بچا تھا۔ اس کا پتہ نہ تھا نہ فوج تھی نہ لشکر دوست و مونس وغیرہ سب بھاگ گئے تھے۔ یہ بھی ناچار نالاں و گریاں باغ سیب میں گئی۔ عمرو لوٹ مار کر دم سحر اپنا لشکر لے کر کوہ سیاہ میں آیا اور مہ رخ سے کہا: "اب یہاں سے بھی مع لشکر سمت کوہ سبز جاؤ مگر ہم خیمے اپنے چھوڑ جاؤ۔ سب نے پتلے اپنی صورتوں کے چھوڑے اور فوج کے ہاتھ گھوڑے خچر وغیرہ چھپائے ہزاروں صحرا میں ہانک دیئے اور خیمے استادہ رکھے۔ ہزاروں ساحر کہیں کدھر ایسے ویسے گھاٹی میں اور جا بجا گرد پہاڑ کے مقرر کیے اور کہا: "جب کوہ آ آئے تو بھاگ جائیں۔"

غرضیکہ ایسا بندوبست کر کے ہمراہ سر شو کوہ سبز کی طرف گئے اور عمرو گلیم اوڑھ کر یہاں ٹھہرا۔

اس طرف ملکہ حیرت نے جا کر اپنے شوہر کو بیدار کر کے رو رو کر تمام حال بیان کیا۔ افراسیاب بغضب تمام اسی وقت چلا اور لشکر جہاں قتل ہوا تھا۔ وہاں آیا۔ برباد و تباہ اسے دیکھ کر اس قدر غصہ آیا کہ طلسم باطن کی سمت چھوڑ کر تین سمت تلاش کناں دس دس کوس گیا۔ آخر کوہ سیاہ میں دیکھا کہ ناچ ہو رہے ہیں۔ بارگاہ میں سردار

بیٹھے ہیں لشکر اترا ہوا ہے۔

یہ دیکھتے ہی انگشتری جمشید پہاڑ کے سامنے کر کے ایسا نعرہ مارا کہ سینہ ہو شق ہو گیا اور پہاڑ کے پتھر اڑ کر برسنے لگے اور دریائے امواج پیدا ہو کر بارگلو کہیں گاومیش اور سب ڈوبنے لگے۔ بھگدڑ پڑی۔ جن کی قضا نہ تھی وہ بھاگ کر بچے اور باقی مارے گئے۔ دم بھر میں میدان صاف کر دیا۔ کہا: "یہ سب نمک حرام یہاں چھپے تھے اور ہوا اپنی صورت کے چھوڑ آئے تھے۔"

یہ کہہ کر خیمہ استادہ کرا کر وہاں بیٹھا سحر کیا۔ نقارہ طلسمی بجا۔ اہل لشکر اور میلے کے لوگ بھاگے ہوئے خدمت شعلہ میں آئے۔ انھیں تسکین دی۔ دکاندار اہل حرفہ و پیشہ کو عوض لٹ جانے کے مال و زر بہت سا دے کر رخصت کیا منتظموں سے حکم دیا: "باغ جمشید اور چاہ زمرد وغیرہ جو مقام خراب ہیں وہ درست کئے جائیں اہلکاروں نے تعمیل حکم کی۔

شعلہ نے کہا: "اے حیرت! میں اب چاروانگ طلسم میں جہاں کہیں عیار ہوں گے ان کو قید اور بند کر کے لاتا ہوں اور اپنا کام آپ ہی خوب ہوتا ہے۔ میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر لشکر اور ملکہ حیرت کو چھوڑ کر روانہ ہوا۔ اینجک اس انتظام میں شعلہ طلسم سپہر چہارم تک سمت کوہ سیاہ مغرب کے گیا اور جنود کواکب خیمہ گاہ افلاک میں قیام پذیر ہوا۔

عمرو نے مہ رخ کو جا کر مطلع کیا' وہ لشکر لے کر آگری لشکریان حیرت بڑی بہادری اور جوانی اٹھا چکے تھے خیمے گرتے ہی اور بجلیاں چمکتے ہی مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے کہ میاں جان ہے تو جہان ہے۔ ان کے بھاگنے سے ملکہ حیرت تنہا رہی۔ خیال کیا کہ اتنے بڑے لشکر سے اکیلے لڑنا ناممکن ہے۔ یہ تصور کر کے روبفرار لائی۔ پھر تو عمرو نے بہت جلد وہاں کا اسباب جو کچھ تھا' بار کرا کر اپنا ساتھ لیا اور بدستور اوٹ کو سبز میں انتظام کر کے ہمراہ افتخار جادو سمت کوہ مرغ سارا لشکر گیا۔ عمرو بھی اب کی ساتھ لشکر کے گیا ادھر افراسیاب عیاروں کو ڈھونڈ رہا تھا کی لشکری اس کو فراری ملے۔ ان

سے حال سن کر گھبرا لیکن یہ عرض پیرا ہوئے: "موافق قاعدہ اول کے ملکہ حیرت لشکر لے کر اتریں حریف بھی مقابلے میں آئے گا۔ اس وقت شہنشاہ سب کو غارت کریں اور اس طرح عیار بھی زک دیں گے۔"

شاہ نے اس رائے کو پسند کیا اور پھر باغ سیب میں گیا حیرت بھی آئی۔ حکم لشکر کشی کا صادر ہوا۔ ساحر بھی ہمراہی ملکہ کے لیے تجویز ہونے لگے۔ یہ اس فکر میں ہے۔

لیکن عمرو کوہ سرخ پر پہنچ کر ٹھہرا۔ اس وقت شکیل نے کہا: "ہم تو مفارقت مطلوب میں اس ہنگامے میں جان دیتے تو اچھا تھا۔ اب میرے استاد شہنشاہ کوکب کو میرے حال کی خبر ہوتی تو وہ مدد ضرور کرتے۔"

عمرو نے کہا: "ہم وہاں جائیں گے" پتہ بتاؤ۔"

اس نے پتہ بتایا: "دست مشرق کوہ ہفت رنگ اور دریائے ہفت رنگ ہے' اتنا کہنے نہ پایا تھا کہ یکایک بجلی چمکی اور ہاتھ پہ سر علم ایک آفتاب نکلا ہوا دیکھا کہ وہ علم کا پنجہ تھا۔ عمرو سمجھا کہ افراسیاب آیا اور ارادہ وہ بھاگنے کا کیا تھی کہ شکیل نے پہچان کر کہا: "گھبراؤ نہیں یہ میرے چچا عشاق جادو ہیں۔

یہ سن کر سب ٹھہرے۔ اس وقت ساحر ہزار دو ہزار کرگدن سوار' شیر سوار' اژدر سوار' فیل سوار اور طاؤس سوار قریب پانچ ہزار کے اور حشمت اور تمیت بے شمار ہیں' ظاہر ہوئے۔

عشاق فیل پر سوار نمودار ہوا۔ شکیل دوڑ کر اس کی خدمت میں گیا۔ اس نے پہچان کر گلے سے لگایا اور سب حال سن کر فیل سے اترا اور لشکر ٹھہرا کر مہ رخ کی طرف چلا۔ عمرو نے اس کو آتے دیکھ کر تاج سر پر مکلل بجواہر اور لباس پر تکلف پہنے ایسا لباس تھا کہ شاہان دہر کو ناممکن تھا گوہر شب چراغ ہر جگہ اس میں روشن تھا لہٰذا خواب آراستہ ہو کر تخت پر جلوس کیا کہ وہ مہ رخ کے پاس آیا مگر رعب خواجہ کا دیکھ کر سلام کیا۔ دنگل پر بیٹھا بھاوج سے اپنی کہا

تم شاہ طلسم سے ناحق بگڑیں

مہ رخ نے کہا: "اب تو ہم مطیع عمرو ہیں۔"

اس نے کہا: "وہ کہاں ہیں؟"

مہ رخ نے عمرو کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے پہچان کر عمرو سے ملاقات کی اور کہا: "خواجہ میرے پاس ایک انگوٹھی اور ایک گنڈا ہے تمام عمر میں یہ تحفہ میں نے پیدا کیا ہے۔ وہ میں تم کو دوں گا کہ تمہارے بہت کام آئے گا اور افراسیاب بادشاہ طلسم ہے اس سے میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔"

یہ باتیں کرتا ہوا وہاں سے کوچ کر مع مہ رخ وغیرہ کے چلا اور اس جگہ کو جہاں لشکر حیرت ہمیشہ مقابلہ کیا کرتا اور اترا کرتا تھا۔ پہنچا یہاں کئی ہزار ساحر شاہ جادواں کی طرف سے مقیم تھا۔

عشاق نے ایک نارنج مارا کہ وہ بیچ لشکر کے جا کر پھٹا اور دھواں پیدا ہوا کہ تمام دنیا سیاہ ہو گئی۔ اس دھوئیں کے جسم میں لگتے غلامان افراسیاب نے اپنے گلے اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالے۔ لاشیں ان کی کھنچوا کر پھنکوا دیں اور خیمے اور سرا پردے بارگاہ شاہی اور عیش محل وغیرہ درست کیے گئے۔ بازاریں درست ہوئیں۔ دکانیں کھل گئیں۔ بدستور قدیم لشکر میں چہل پہل گھما گھمی شروع ہوئی اور یہ خبر ظالمان سحر نیشاہ طلسم کو پہنچائی۔ اس نے ساحران نامی لاکھوں ساحرو کے ہمراہ حیرت کے روانہ کیا۔

لشکر حیرت دریا کے اس پار آ کر جائے قدیم پر خیمہ زن ہوا۔ اس کے ساتھ صرصر عیار بھی آئی اور لشکر کو چھوڑ کر چلی کہ جا کر عیاری کروں۔

غرضیکہ صورت بدل کر مہ رخ کے لشکر میں آئی۔ دیکھا کہ عمرو لشکر کے اتروانے میں اور انتظام میں مصروف ہے۔

صرصر فی الفور صورت عمرو کی بنی اور بارگاہ میں عشاق کے آئی۔ عشاق برائے آسائش اور کسل سفر سے آسودہ ہونے کے لیے بارگاہ میں آ کر لیٹا تھا۔ عمرو کو دیکھ کر اٹھ کر بیٹھا۔

صرصر نے کہا: "میرے ساتھ چلو' کچھ کام ہے۔ وہ ہمراہ ہوا۔ یہ تنہائی میں جب آئی

پیغمہ بیہوشی مار کر بیہوش کر کے پشتارہ باندھ کر بارگاہ حیرت میں گئی۔ اس نے قید سحر میں مبتلا کر کے ہوشیار کیا اور کہا: "اقرار کر کہ عمرو کا ساتھ نہ دوں گی۔" اس نے کہا: "اب تو میں بے شک شریک عمرو ہوں۔"

ملکہ حیرت نے جلاد کو بلا کر حکم قتل کیا۔ لیکن بعد کچھ دیر کے یہاں عمرو نے بارگاہ میں عشاق کی اسے نہ پایا صورت بدل کر بارگاہ حیرت میں گیا' لیکن صرصر نے پہچان کر کہا: "کھڑا تو رہ موئے۔" اور نیمچہ پکڑ کر دوڑی۔ عمرو باہر بارگاہ کے نکل گیا۔ اتفاق سے برق بھی یہاں آیا تھا۔ صرصر کو دیکھ کر چھپ رہا جب یہ قریب آئی۔ برق نے کمند' ماری کہ وہ الجھ کر گری اس نے بیہوش کر کے درخت پر چڑھ کر باندھ دیا۔

عمرو نے کہا: "بیٹا بڑا کام کیا۔ یہ سب کھیل بگاڑی تھی۔ حاصل یہ کہ برق صورت مثل صرصر کے بن کر بارگاہ میں گیا' مگر ابرق و دیو نے حیرت سے کہا: "یہ صرصر نہیں ہے۔"

حیرت نے سحر کر کے برق کو بھی پکڑ لیا اور ایسا سحر کیا کہ رنگ عیاری چھوٹ گیا۔ اصل صورت نکل آئی۔ اس کو بھی برابر عشاق کے زیر تیغ بٹھلایا۔ یہ دونوں رجوع قلب سے دعا درگاہ خدا میں کرنے لگے: "اے دافع البلیات ہمیں رہائی دے۔"

تیر دعا ہدف اجابت پر لگا۔ یعنی دو مہنت کانوں میں کنڈل ہاتھوں میں لوہے کے کڑے پہنے شکلیں کلی ہیبت نرالی بارگاہ میں آئے۔ حیرت کو بلا کر کے ایک رقعہ دیا۔ اس نے خط پہچانا کہ افراسیاب کے ہاتھ کا لکھا ہے۔ مضمون یہ تھا

کتاب سامری دیکھ کر معلوم ہوا کہ تم نے عشاق و برق کو مقید کیا ہے۔ ان مہنتوں کے ہمراہ ہمارے پاس انہیں بھیج دو۔"

حیرت خط تحریر شوہر پہچان چکی تھی۔ بے تامل سحر اپنا دفع کر کے ان کو حوالے کیا۔ عمرو اور قران مہنت بن کر آئے تھے۔ جب باہر آئے نعرہ کر کے بھاگے۔ عاشق اڑ کر بارگاہ میں آیا۔ ملکہ حیرت نعرہ سن کر غمگین ہوئی اور بزور سحر دریافت کیا کہ صرصر درخت سے بندھی بیہوش ہے۔ اس کو کھلوایا۔

ادھر عشاق نے عمرو سے کہا: "خواجہ تم نے مجھ پر احسان کیا" یہ کہہ کر بہت کچھ زر و جواہر توڑے روپے اشرفی کے پیش کیے۔

عمرو نے کہا: "وہ انگوٹھی اور کنٹھا جو آپ نے دینے کو کہا تھا، عنایت فرمائیے۔" اس نے ساحروں کو حکم دیا: "صندوقچہ لاؤ۔" وہ ایک صندوقچہ لائے۔ اس نے اس کو کھول کر انگوٹھی اور کنٹھا نکالا۔ نگینہ انگشتری کا آفتاب کی طرح چمکتا تھا۔ غرضیکہ وہ حوالے عمرو کر کے کہا: "تم ہر ساحر پر فتح یاب ہو گے اور کسی سحر کا تم پر تاثیر نہ کرے گا اور یہ انگوٹھی مثل انگشتری جمشید ہے اور صفت اس کی بہت ہے۔ تم کو خود حال ظاہر ہو گا۔ اب میں بھی جاتا ہوں اور تمھیں بھی چاہیے کہ سمت کوکب جاؤ اور اس کا اپنا شریک کرو۔

عمرو اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا کہ میں جاتا ہوں۔

یہ خبر مخمور نے سنی، جس طرح بیٹھی تھی اٹھ کھڑی ہوئی کہ خواجہ میں تمھارے ساتھ ہوں۔ ان تمام ہنگاموں میں وہ رات تمام ہوئی۔

صبح کو ہر ایک سے مل کر مخمور کو ہمراہ لے کر عمرو سمت کوکب روانہ ہوا۔ اب یہ دونوں تو جاتے ہیں اور لشکر دونوں جانب کے آمادہ جنگ و قتال ہیں۔

طلسم ہوشربا

محمد حسین جاہ

۱۹۷۸ء

- نشاط جادو

عمرو بن امیہ ضمری مع محمور کے روانہ ہوا۔ مفارقت ان دونوں کی مہ رخ و بہار وغیرہ سرداران لشکر کو بہت شاق ہوئی۔ خاطر مضطر اور جان جلائے فراق ہوئی قلزم چشم سے دریائے اشک بہا دیا۔

آخر کار اس حال زار کو دیکھ کر ہر ایک مشیر خوش تدبیر نے سمجھایا: "بیہودہ مسافروں کے پیچھے رونا برا ہے۔ چاہیے کہ سنگ جبر برائے چند روز دل پر رکھ کر صبر کرو اور دست دعا بدرگاہ جامع المتفرقین اٹھاؤ کہ وہ ان کو بامراد پھر تم سے ملائے' رنج دوری مٹائے۔

اس سمجھانے سے ہر ایک نے انجام کا صبر کیا اور انتظام لشکر میں مصروف ہوا۔ ادھر ملکہ حیرت نے حال رہائی عشاق اور روانہ ہونا عمرو کا سمت کوکب دریافت کر کے شاہ طلسم کو نامہ لکھا۔ ہنوز نامہ بھیجنے نہ پائی تھی کہ طائر سحر فرستادہ شاہ جادواں اس کے ناخن پر آ بیٹھا۔ اس کے گلے میں نامہ بندھا تھا۔ اس نے کھول کر پڑھا لکھا تھا: "اے ملکہ! ابھی جنگ کا آغاز نہ کرنا' جب میں آؤں' اس وقت لڑنا۔"

اس مضمون کو پڑھ کر اپنا نامہ بھی اسی طائر سحر گردن میں باندھ دیا۔ وہ طائر اڑ کر افراسیاب کے پاس آیا۔ اس نے نامہ ملکہ حیرت سے معلوم کیا کہ عشاق گرفتار ہو کر چھوٹ گیا اور عمرو سمت کوکب گیا۔ پس یہ دریافت کرتے ہی دربار میں جو ساحر کہ حاضر تھے۔ اس نے ارشاد کیا: "تم میں سے کوئی ایسا ہے جو عمرو کو اثنائے راہ میں جا کر گرفتار کرے اور منزل مقصود تک پہنچنے نہ دے۔"

ایک ساحر نشاط جادو نامی حسب ارشاد شہنشاہ عالی مقام عرض رسا ہوا: "یہ غلام جاتا ہے

اور اس فسادی کو قید کر کے لاتا ہے۔"

بادشاہ طلسم نے فرمایا: "تم ثمرہ' میں ملکہ حیرت کے پاس تم کو بھیجوں گا اور لشکر ماہ رخ سے مقابلہ کراؤں گا۔"

یہ کہہ کر کچھ اسماء سحر پڑھ کر دستک دی۔ فوراً برودت ہوا گھٹا چھا گئی۔ آندھی زور شور سے آئی اور کہ ابر "بادش کا ٹکڑا) پر ایک ساحر کو یہ منظر سوار ہو کر ظاہر ہوا اور اتر کے روبرو دے شاہ طلسم آیا۔ باادب تمام مراسم آداب و سلام بجا لایا۔ بادشاہ ساحران نے فرمایا: "اے صبائی جادو! تم جاؤ اور عمرو و مخمور کوکب کے پاس جاتے ہیں۔ ابھی میری حد میں ہیں گرفتار کر کے میرے پاس لاؤ۔"

یہ حکم سن کر صبائی جادو تسلیم کر کے اپنے ابر پر بیٹھ کر روانہ ہوا۔ اس کے جانے کے بعد افراسیاب کھڑا ہوا گیا اور نشاط کا ہاتھ تھام کر ایسا سحر پڑھا کہ وہ بیہوش ہو گیا اس وقت اس کو لے کر آپ بھی غائب ہو گیا۔ لمحہ بھر کے بعد نشاط کی آنکھ کھلی' دیکھا کہ ایک صحرا کھجور کے درختوں کا ہے اور ایک تالاب آب صاف سے بھرا ہے۔ اس کے کنارے مع بادشاہ طلسم کے میں کھڑا ہوا۔ یہ دیکھ کر اس نے عرض کیا:

"اے بادشاہ! آپ مجھ کو کہاں لائے۔"

شاہ طلسم نے فرمایا: " اس تالاب میں میرے ہمراہ کود پڑو۔"

یہ کہہ کر ہاتھ پکڑ کر دے اور بجاوپر غلطاں و پیچاں دونوں چلے گئے' تھرتہ پر پاؤں لگا اور آنکھ کھول کر دیکھا تو ایک صحرائے سبزہ تار اور دشت پر بہار میں اپنے تئیں پایا' ہوا وہاں کی رشک دم عیسیٰ تھی' جو گھاس اور پتی تھی اکسیر کی جڑی بوٹی تھی۔ درخت ہر ایک زر گل سے نہال تھا۔ ثمر و غنچہ سے ہر شجر مالا مال تھا۔ عشق پیچاں اور کوٹیالے اور بیلدار پھولوں کے درخت کی بیلیں پہاڑوں کے سر سے لگتی تھیں۔ مشاطہ بہار نے سہرا باندھا تھا۔ گویا اس کی لڑیاں چھٹکتی تھیں۔ ابر بہاری ہر طرف چھایا تھا۔ خدا کی رحمت نے بے حساب کا اس دست بہار آگیں پر سایہ تھا

گلوں کی تھی صحرا میں ایسی چمک
کہ ہوں جیسے ستارے برِ فلک

شگوفے تھے کھلے ہوئے عطر داں
صبا عطر افشاں تھی ہر سو رواں

لدے گھنگروؤں کی طرح تھے شجر
جھکے بار اثمار سے سربسر

گرہ جعد سنبل تھا یوں تاب دار
کہ پر پیچ ہو جس طرح زلف یار

شگوفے نہ تھے بر سر شاخسار
شہ گل کا افسر تھا گوہر نگار

جو لہراتی تھی نہر میں پڑ کے دھوپ
تھا آبی دوپٹے میں لچکے کا روپ

بیچ میں اس بیشہ فرحت بخش کے ایک خیمہ بصد عظمت و شان رشک بارگاہ آسمان استادہ تھا۔ جس پر چار سو کلس یاقوت احمر کا چڑھا تھا۔ ہر نمگیرہ اس کا سلک مروارید تھا حلقگی میں دیبہ قنات شنید تھا' ریسمانیں کلابتوں کی تھیں قناتیں اطلس کی تھیں۔ ہر کلس پر سورج مکھی لگی تھی۔ سورج کی آنکھ کا تماشا دیکھنے کو اس پر جھکی تھی۔ جگمگاہٹ اس کی چشم و مہر و مہ کو خیرہ کرتی تھی۔ قندیلیں ہر ایک فروغ کواکب فلک کو تیرہ کرتی تھی۔ اندر خیمہ کے فرش شاہانہ بچھا تھا' مسندیں پر تکلف لگی تھی شیشہ آلات بجا

تھا

عجب اس کی خوبی عجب اس کی شان
وہ خیمہ جواہر کی گویا تھی کان

زمیں اس جگہ کی تھی بلور کی
بچھی مسندیں اس پہ تھیں نور کی

ہر اک سائباں رشک چرخ بریں
قنادیل انجم سے بڑھ کر کہیں

چار سو عورت نازنین مہ جبیں اس میں جلوہ گر تھیں حسن میں ہمتراز خورشید انور تھیں۔ صورت ان کی اگر زہرہ دیکھتی، ہاروت وار چاہ تعشق میں مقید ہوتی، بلکہ چلّو بھر پانی میں ڈوب مرتی

شوخ چنچل بلائے بے درماں
جان عشاق کی تھی آفت جاں

ان کا مارا نہ مانگتا پانی
حسن میں تھیں وہ یوسف ثانی

بادشاہ طلسم کے آنے سے ہر ایک بناز و انداز بہر استقبال آئی۔ گردن بہ تسلیم سب نے جھکائی۔ شاہ ساحراں نے ارشاد کیا: "طاؤس طلسم حاضر لاؤ، حیلہ و عذر نہ کرو۔" پریوں نے عرض کیا: "طاؤس کا دینا ہر چند گوارا نہیں، لیکن حضور کے حکم سے چارہ

نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ سب غائب ہو گئیں اور ایک طاؤس بہت بڑا ہمسر طائر نسر آسمان مع بروئے شلو جاوداں لائیں شلو نے نشاط کا ہاتھ پکڑ کے طاؤس پر سوار کیا اور کہا: "یہ تم کو دم بھر میں تیری سلطنت میں لے جائے گا اور وہاں سے جب کار سازی لشکر کر کے امیر سوار ہو گا تو یہ فوج میں حیرت کی پہنچائے گا اسی پر سوار ہو کر دشمنوں سے مقابلہ کرنا۔ تجھ کو ہر آفت سے جمشید بچائے گا۔ کسی کا سحر تجھ پر کار گر نہ ہو گا کوئی حیلہ پیش نہ جائے گا۔"

نشاط نے یہ سن کر تسلیم کی اور اپنی راہ لی۔ طاؤس لے کر اس کو اڑا۔ دم بھر میں شہر نشاط جو اس کا تخت گاہ ہے نظر آیا۔ طاؤس وہاں پہنچ کر ٹھہرا۔ یہ اترا کر داخل قلعہ ہوا۔ افسران لشکر ساحران نامور کو بلا کر حکم بادشاہ طلسم سنایا اسی دم نفیر سحر بجی۔ لشکر میں قرنا پھنکی۔ چالیس ہزار ساحر تیار ہوئے۔ سواریوں پر چڑھ کر ساحر کے ہمراہ چلے۔ یہ بھی طاؤس پر چڑھ کر سب کے آگے ہو لیا۔ باجے جنگی بجنے لگے۔ ساحر و جمشید سامری کا دم بھرنے لگے۔ سانپ اڑاتے گوگل جلاتے چلے

صلابت بھی چہروں سے ان کے عیاں
ہر اک سامری وقت تھا بیگماں

کوئی اژدہے کو اڑا کر چلا
کوئی فیل آتش پہ بیٹھا ہوا

کسی کو یہ دعو جادو گری
مرے آگے کیا مال تھا سامری

یہ لشکر بایں کروفر اس طرف سے روانہ ہوا ہے۔ لیکن اب حال لشکر مہ رخ کا سنیے کہ بعد روائی خواجہ عمرو جب رنج سے فرصت پائی۔ عیار بہر عیاری لشکری حیرت میں گئے اور ہر سمت صورت بدل کر پھرنے لگے۔ اتفاقاً شماب جادو نامی ایک ساحر سرداران فوج ملکہ حیرت میں سے اپنے مقام سے اٹھ کر بارگاہ ملکہ کی طرف جاتا تھا۔ برق فرنگی نے اثنائے راہ میں جا کر سلام کیا اور دست بستہ عرض پیرا ہوا: "حضور کہاں جاتے ہیں۔"

برق نے کہا: "میں ابھی دربار سے آتا ہوں۔ ملکہ نے خفا ہو کر آپ کی نسبت ایسا حکم دیا ہے کہ میں عرض نہیں کر سکتا۔ اتنا جانتا ہوں کہ آپ وہاں گئے اور دشمنوں کے لیے بے عزتی کا سامنا ہوا۔"

شماب اس خبر وحشت کو سن کر گھبرایا اور باصرار پوچھا ہمارے سر کی قسم سب سچ بتاؤ' کیا ماجرا ہے۔

اس نے کہا: "یہ راز بادشاہوں کے پنہاں ہیں' اگر سب کے سامنے بیان کروں معرض عتاب شاہی ہوں۔ میں بھی نکالا جاؤں' آپ کو اگر دریافت کرنا ہے' الگ تنہائی میں تشریف لے چلیے' وہاں سب کیفیت سنیے۔"

شماب یہ سن کر گھبرایا ہوا تھا فوراً برق کا ہاتھ پکڑ کر ایک گوشے میں لایا اور خادم خدمت گار وغیرہ سب کو وہاں آنے سے منع کر دیا۔ قسمیں دے کر حال پوچھنے لگا۔ برق نے باتیں کرتے کرتے ایک بیضہ بیہوشی اس کے منہ پر مارا کہ اس کو چھینک آئی۔ مقام تنہائی کا تھا اور جو کوئی ادھر تھا' ملازمان شماب منع کرتے تھے کہ ادھر نہ جاؤ ہمارے میاں کی ممانعت ہے برق کو خوب موقع ملا۔ وہیں ٹھہر کر صورت اپنی مثل شماب بنائی۔ رنگ و روغن عیاری بنا کر اور اس کا پیراہن لے کر پہنا۔ پھر کسی نشیب میں اس کو بیہوش کر کے پٹی دماغ پر بیہوشی کی باندھ کر ڈال دیا اور وہاں سے کہتا ہوا نکلا کہ یہ جو مجھ کو الگ لے گیا تھا۔ یہ حرامزادہ عیار تھا جب میں نے اس کو گرفتار کرنا چاہا وہ بھاگ گیا۔" یہ کہتا ہوا اپنے ملازموں کے ہمراہ بارگاہ حیرت میں آیا۔ ملکہ کو آداب بجالایا اور دنگل پر متمکن ہوا مگر فکر کرنے لگا کہ کسی طرح قابو

ملکہ نے اس کی خاطر شہاب کو بھی اجازت دی۔ یہ بھی اس کے ساتھ ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باتیں کرتا ہوا روانہ ہوا اور جب اندر بارگاہ کے آئے۔ شہاب نے کہا: "ملازموں کو ہٹا دیجیے تو کسی معشوق کو آپ کے لیے طلب کروں۔"

اس نے سب نوکروں کو باہر نکال دیا۔ جب تخلیہ ہوا شہاب نے کہا: "ایک بات میں آپ کے کان میں کہوں گا کیونکہ دیواریں بھی سنتی ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی سن لے۔"

یہ کہہ کر پاس آیا۔ نشاط نے کان بات سننے کو لگایا شہاب نے ایک طمانچہ مارا کہ حرامزادے ہم ہیں برق فرنگی۔

ازبسکہ ہاتھ آغشتہ بہ روغن بیہوشی تھا۔ نشاط طمانچہ کھاتے ہی بیہوش ہو گیا۔ برق خنجر کھینچ کر اس کی چھاتی پر چڑھا اور چاہا تھا کہ اس کا سر کاٹے چونکہ طاؤس طلسم پر چڑھ کر آیا ہے ساحران زبردست میں سے ہے۔ جیسے ہی برق نے سر کاٹنا چاہا' ویسے ہی دو پنجے زمین سے نکلے۔ ایک پنجے نے برق کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور دوسرے پنجے نے نشاط کو مع برق کے اٹھایا' یعنی جس طرح یہ چھاتی پر سوار تھا' اسی طرح رہنے دیا اور لے کر چلا۔ جب باہر بارگاہ کے نکلے سب لشکریوں نے دیکھا' نشاط چت پڑا ہے اور شہاب اس کی چھاتی پر چڑھا ہے' پنجے لیٹے ہوئے لیے جاتے ہیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر لشکر میں ایک غلغلہ برپا ہوا اور سب شور کرتے ہوئے "لینا لینا" کہتے پنجوں کے ساتھ ہوئے۔

ملکہ حیرت غل سن کر چاہتی تھی کہ باہر بارگاہ کے آئے لیکن پنجے اس سمت سے سامنے ان دونوں کو لائے اور پہنچا کر غائب ہو گئے۔

ملکہ حیرت کو بھی اس کیفیت کے دیکھنے سے حیرت ہوئی۔

اور کہا: "اے شہاب یہ تجھ کو کیا ہوا ہے' جو اس کی چھاتی پر چڑھا ہے۔ اس نے تیرا کیا کیا ہے؟"

برق نے کہا: "مجھے نہیں معلوم کہ کس نے مجھ کو اس کی چھاتی پر بٹھا دیا اور خنجر میرے ہاتھ میں دے دیا۔

حیرت نے کہا: "کچھ سحر پڑھنے میں تم دونوں کے فرق پڑ گیا۔ کوئی سحر شاید الٹ گیا۔ اچھا بیٹے پر سے اس کے اترو۔" برق چھاتی پر سے اتر کر الگ کھڑا ہو گیا۔ حیرت نے پانی چھڑک کر نشاط کو ہوشیار کیا برق چاہتا تھا کہ عذر معذرت کر کے اس کا یار بچے' لیکن صرصر شمشیر زن عیارہ لشکریوں کا غل سن کر جنگل میں تھی۔ دوڑ کر لشکر میں آئی اور سارا ماجرا دریافت کر کے بارگاہ میں گئی۔ ملکہ حیرت کو سلام کر کے برق کو بغور دیکھ کر پہچانا اور بولی: "ارے موذی کاٹے تو نے بڑا غضب کیا تھا کہ ملازم شہنشاہ کو مار ہی ڈالا ہوتا۔"

اس کلام کے صرصر کے حیرت بھی سمجھی یہ عیار ہے۔ پکاری کہ "لینا اس کو" ناقوس جادو نامی ایک ساحر برق کے قریب تھا اس نے چاہا کہ میں لپیٹ جاؤں برق خنجر بکف تو کھڑا ہی تھا' اس زور سے خنجر مارا کہ سر ناقوس کا کٹ کر دور جا گرا اور شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ اندھیرا ہو گیا۔ صرصر نیمچہ پکڑ کر دوڑی اور ساحر بھی لینا لینا کہتے دوڑے۔ لیکن برق پر اس گھبراہٹ میں کسی نے سحر نہیں کیا۔ یہ جست کر کے اسی تاریکی میں بارگاہ سے نکل کر دور بھاگا۔ ہر چند ساحر پیچھے دوڑے' مگر فرط خوف سے آگے نہ بڑھے کہ مبادا ہم بھی عیار کے ہاتھ سے مارے جائیں۔ برق راہ کترا کر لشکر سے نکل گیا اور اپنے لشکر میں آیا۔

ادھر جب وہ تاریکی دور ہوئی۔ ملکہ حیرت نے اصلی شہاب کی تلاش کی۔ اس کے نوکروں سے پوچھا: "بتلاؤ یہ کیا ماجرا ہے"

وہ سب عرض رسا ہوئے: "ہمارے سامنے ایک ساحر کے ہمراہ ایک گوشے میں گئے پھر وہ ساحر نہ آیا خود آئے اور فرمایا' وہ عیار تھا بھاگ گیا۔ ہم سمجھے کہ یہی سچ ہو گا۔ الحاصل اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔"

ملکہ حیرت نے اسی گوشے میں تلاش کروایا' جہاں ان لوگوں نے بتلایا تھا۔ واقعی شہاب کو ایک گوشے میں پڑا ہوا بیہوش اور برہنہ پایا۔ سامنے حیرت کے اٹھا لائے۔ اس نے کپڑے پہنوائے اور پانی چھڑک کر ہوشیار کیا۔ یہ ہوشیار ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھا اور سارا

ماجرائے گذشتہ سن کر شکر سامری بجا لایا کہ میری جان بچ گئی۔ مگر نشواط کے یہ عیاری دیکھ کر ہوش اڑ گئے۔

ملکہ حیرت سے کہا: "اب میں کسی کو اپنے پاس نہ آنے دوں گا اور بارگاہ میں آپ کی نہ بیٹھوں گا۔ آپ میرے نام پر طبل بجنےکا حکم دیجیے' تاکہ ان نمک حراموں کا خاتمہ کر کے میں یہاں سے چلا جاؤں۔ واقعی یہ آپ ہی کا کام ہے جو ایسے مقام خطرناک پر شب و روز بسر کرتی ہیں۔ مجھے تو اب ہر سمت عیار ہی عیار نظر آتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ اٹھ کر ہر طرف سحر کر دیا کہ کوئی آنے نہ پائے۔ اپنے نوکروں کو بھی ہٹا دیا۔ یہ تو اس استحکام سے بیٹھا۔

لیکن ملکہ حیرت وہ دن جتنا باقی تھا تامل پذیر رہی جس وقت کے مثل بخت تیرہ نشواط عالم میں تاریکی پھیلی یعنی خورشید جہاں تاب سینہ سپہر سے اتر کر بارگاہ مغرب میں جا کر رو پوش ہوا۔ ملکہ حیرت نے بہرنواخت طبل رزمی حکم دیا۔ افسران فوج نے نقارہ جنگی بجوایا۔ شر و فساد اٹھانے کا بہادروں کو جھگڑا یاد دلا۔ عیار جو اسپی لشکر دہر کا سے مہ رخ دواں دواں خدمت ملکہ مہ رخ عالی شان میں حاضر ہوئے اور سر عجز جھکا کر ادا مجرا کیا پھر دعا و ثنا شاہی اس طرح بعد ادب بجا لائے: "نشواط کے آنے سے ملکہ حیرت نے طبل جنگ بجوایا ہے۔ کل کے روز معرکہ ٹھہرایا ہے۔" یہ کہہ دوبارہ خبر لینے کو روانہ ہوئے۔

مہ رخ نے یہ خبر سنتے ہی نفیر سحر بجائی۔ طبل ارشم پر بہادروں نے چوب لگائی۔ دونوں طرف سے شور شربا بلند ہوا۔ ساحر آگاہ ہو کر سحر جگانے لگے۔ بہادر ہتھیار درست کر کے منچلا پن دکھانے لگے۔ دربا حسب دستور سر شام سے برخاست ہوا۔ سردار خیموں میں آ کر آلات حرب تیار کرنے لگے

جہاں میں قیامت ہوئی آشکار
کہ لی امن نے واں سے راہ فرار

بپا رات بھر یوں ہی سامان جنگ
سحر گہ کا اڑا جب کہ ظلمت کا رنگ

ہوا مہر گردوں پہ پھر جلوہ گر
سوئے رزم کہ پھر چلے کینہ ور

بہادر ہوئے عازم رزم گاہ
ہوئی کینہ جو پھر وہ جنگی سپاہ

جس وقت کہ آفتاب نکلا عازم جنگ کا ہر ایک ارجمند ہوا۔ لشکر دونوں طرف سے وادی مصاف میں آئے بادشاہ دونوں لشکر کے بصد شان و شوکت سوار ہو کر چلے۔ نوبت و نقارے بجنے لگے۔ سحر کے ابر پر ساحر سوار ہوئے۔ ایک جانب کو طاؤس اور اژدر اور فیلہائے آتشیں (آگ کے ہاتھی) اڑتے ہوئے نظر آئے۔ میدان قتال بہادروں سے بھر گیا۔ ہر ایک جانتا تھا کہ آج ہم رہ گیا اور مر گیا علمبرداروں نے پھریرے علموں کے کھولے۔ ساحروں کے پرے جم گئے۔ بیلداروں نے زمین زمین ہموار کر دی۔ سقوں نے آباشار کر کے خاک بٹھائی صف آراؤں نے صفوف لشکر ترین فوجیں مرنے پر تل گئیں نقیب ذمت دنیائے فانی شنا کر بہادروں کو پکارے: "اے بہادرو ذرا تصور کرو کہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ انجام کو ہر ایک کا ٹھکانہ گور ہے' چاہیے کہ لڑ کر مر جاؤ اور اپنا نام کر جاؤ۔

بعد ترتیب صفوف لشکر نشاط بھی چالیس ہزار ساحروں سے میدان میں آ کر ٹھہرا تھا۔ سامنے حیرت کے آ کر اجازت خواہ ہے۔ اس نے کہا: "جازم کو سامری کی حفاظت میں

دیا۔

غبار سا ہو کر رہ گیا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ اس وقت حیرت کو بڑا رنج ہوا اور اس نے افسران فوج کو للکارا: "لینا اس کو" چالیس ہزار ساحر ملازمان نشواط ایک جانب سے اور دوسری طرف سے لشکر حیرت آ پڑا۔

ادھر لشکر ملکہ مہ رخ بہر حمایت مستعد قران کی بھی ساحر پہلوان قدرت سامری بن کر آئے تھے۔ آگے بڑھا جنگ مغلوبہ آغاز ہوئی دو دریائے لشکر موج مار کر باہم مل گئے۔ شمشیر کی دھار رواں ہوئی۔ تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ گھٹا کی طرح فوج گھر آئی۔ خون کے دو ڈونگرے برسنے لگے آب آہن کی طغیانی ہوئی زورق حیات فنائی ہوئی ہر غل مچانے لگے۔ نارنج و ترنج چلنے لگے شعلہ ہائے آتش نکلنے لگے دم بھر میں لاش پہ لاش گر گئی۔ نقد جان لٹ گئی۔ دولت زندگی پہ آفت آئی سلامتی کنارہ کر گئی

چلی صرصر تیغ سوسن وہاں
گرے کٹ کے سر مثل برگ خزاں

کسی سمت کو شور کرتے تھے ببر
کسی جا تھا نعرہ دار و گیر

کہیں ہار اور سوئیاں گرتی تھیں
کہیں سحر کی بوندیاں پڑتی تھیں

کہیں سحر کی بجلیاں شعلہ خیز
امان کو نہ ملتی تھی راہ گریز

نشواط کے مرنے سے حیرت نے طبل بازگشت بجوا دیا جنگ موقوف ہوئی لشکر جانبین کے

مقام فرد و گاہ پر آئے اور کمر کھولی آسودہ ہوئے۔ مہ رخ نے لاشہ ہائے مقتولان اٹھوا کر اپنی جانب دفن کرائیں۔

ادھر حیرت نے لاش نشواط اٹھا منگائی اور اپنے آئین کے موافق دفن کرنا چاہا۔ اس وقت نشواط اٹھ بیٹھا اور گویا ہوا: "اے ملکہ! میں طاؤس سحر پر سوار ہو کر آیا ہوں کسی کے ہاتھ سے مارا نہ جاؤں گا۔ وہ جو مر گیا وہ میرے سحر کا پتلا تھا۔ میں اس کو چھوڑ کر سحر پڑھنے گیا تھا۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ جب وہ پتلا مرا تو شور اس کے مرنے سے برپا نہیں ہوا۔ اگر میں مارا جاتا تو میرے بعد غل مچاتے جب اس نے لاش میدان سے منگوائی تو پتلا غائب کر کے میں اس کی جگہ لیٹ رہا تھا۔

ملکہ حیرت یہ ماجرا سن کر بہت خوش ہوئی اور نشواط سحر پڑھنے درہ کوہ میں چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر گوگل جلایا خون خوک (سور کا خون) سے نقش لکھے۔ اگیاری کی سحر پڑھ کے دانے اور مونگی سمت آسمان اچھالی' فوراً ابر بن کر وہ مونگی سمت لشکر مہ رخ گئی۔

یہاں سب سردار بارگاہ میں بیٹھے تھے اور فتح ہونے کی خوشی میں مصروف بعشرت تھے کہ یکایک گھٹا سربارگاہ پر آ کر چھائی۔ ایک ساحر نے کہا: "اے ملکہ' یہ بدلی کیسی ہو گئی۔"

مہ رخ نے کہا: "ساحروں کی آمد رہتی ہے ابر یوں ہی آ جایا کرتے ہیں۔ سرخ مو نے کہا: "مجھے ابر سحر کے معلوم ہوتے ہیں۔ غفلت نہ کرنا چاہیے کیونکہ جس نے ان کو بھیجا ہو بیروں سے وعدہ کیا ہو گا جب کام کر آؤ گے اس وقت بھینٹ پاؤ گے' لہٰذا اگر ابھی کوئی بھینٹ دے دے تو یہ سحر الٹ جائے۔

یہ کہہ کر اس نے چھری سے اپنی ران کاٹ کر ایک طشت میں خون بھر کر پرواز کی اور ان ابروں پر خون چھڑکا فوراً وہ گھٹا جا کر لشکر حیرت پر چھا گئی اور اس میں آگ پتھر برسنے لگے لشکر حیرت بھی رزم گاہ سے آ کر اچھی طرح آسودہ نہ ہوا تھا کہ آفت میں مبتلا ہوا۔ العیاذ باللہ ایک قیامت برپا ہوئی۔ ہر سمت بھگدڑ سی پڑ گئی۔ بڑے ساحر سحر پڑھ پڑھ کر جان بچاتے تھے۔ ایسے ویسے ہلاک ہو رہے تھے۔ خیموں میں آگ

آگ لگ لگ گئی تھی۔ بارگاہیں پتھروں کے نیچے دب گئیں۔

اس طرف غل سن کر نشاط اور زیادہ سحر کو تیز کرتا تھا ادھر بروئے ہوا سر قلم کھڑی ہوئی خون کے چھینٹے دیتی تھی۔ حیرت کا لشکر تباہ ہو رہا تھا۔ ہنگامہ برپا تھا۔ حیرت بارگاہ سے نکل کر خیمہ کھڑی تھی۔ آفت میں پھنسی تھی۔ سحر کی سپریں سر پر سایہ فگن تھیں۔ ابر کے ٹکڑے آگ کو ملکہ کے سر پر نہ آنے دیتے تھے۔ نیچے گر کر پتھروں کو روکتے تھے لیکن ملکہ حیرت کو یہ حیرت تھی یہ سحر کس نے کیا ہے۔ آخر خیال میں گزرا کہ شاید کہ نشاط سحر کرنے گیا ہے۔ یہ اس کا کچھ جھگڑا ہے۔ یہ سوچ کر ایک چلا سحر کا دہ کہ میں بھی کر کہلا بھیجا: "واہ واہ کیا خوب آپ نے سحر کیا کہ سارا لشکر میرا تباہ ہو گیا۔ نواشاط نے جب پہلے سے یہ سنا گھبرا کر حیرت کے پاس آیا اور یہاں کی کیفیت دیکھ کر بہت نادم ہوا اور دیر تک دفع سحر پڑھ کر ان ابروں کو اس نے دفعہ کیا۔ سرخ مو بھی اتر کر بارگاہ میں آئی۔ سب نے بڑی تعریف کی۔ مہ رخ نے خلعت فاخرہ عنایت کیا لیکن نشاط سحر الٹ جانے سے ایسا کھسیانہ ہوا کہ اسی وقت لشکر کو تیار ہونے کا حکم دیا' نفیر بجی جلد جلد کمر بندی ہوئی چالیس ہزار ساحروں سے چڑھ دوڑا۔

اہلکاروں نے خبر مہ رخ کو آمد فوج کی پہنچائی۔ یہ بھی اسی وقت مع سرداروں کے سوار ہوئی' ڈنگو نشاط لشکر پر آ گرا۔ پھر ویسا ہی ہنگامہ بلند ہوا۔ سیلاب خون ہر سمت جاری ہوا۔ ملک عدم جانے کی تیاری ہوئی۔ تیغیں موج دریا کی طرح لہرانے لگے۔ جسم خون میں نہلانے لگے۔ دریائے مرگ کا پاٹ بڑھ گیا۔ فنا کے گھاٹ پر گزرا ہوا۔

اس وقت ملک طاؤس جادو جس کا مطیع الاسلام ہونا پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ مہ رخ کے پاس آ کر کہتی ہوئی: "نشاط طاؤس طلسم پر سوار ہو کر آیا ہے۔ یہ اس طرح نہ مارا جائے گا۔ اس کے ہلاک ہونے کی اور تدبیر ہے۔" یہ کہہ کر زمین پر گری اور اپنے جسم کو خنجر سے کاٹ کر خون نکالا اور اسی خون سے زمین کو لیپ کر سحر پڑھے

گئی۔ کچھ عرصہ میں زمین تھرا کر شق ہوئی اور وہی چار سو پریاں جن سے افراسیاب طاؤس منگوایا تھا۔ زمین سے پیدا ہو گئیں۔ یہ پریاں پہلے اسی ملکہ طاؤس کے سر پر تھیں۔ جب سے یہ شریک عمرو ہو گئی وہ سب بے سردار بسر کرتی تھیں۔

قصہ مختصر جب وہ زمین سے نکلیں، تو اس نے کہا: "اے محافظان طاؤ طلسم تم اپنی بھینٹ مجھ سے لو اور طاؤس کو مارو۔" وہ پریاں تو ہمیشہ سے اس کی فرمانبردار تھیں ار ان پر کوئی سردار شعلہ جاوداں نے دوسرا مقرر نہ کیا تھا۔ بدیں وجہ وہ ایک تک اس کو اپنا مالک جانتی تھیں۔ اس کے حکم دیتے ہی وہ طاؤس پر جا پڑیں۔ عین ہنگامہ جنگ میں انہوں نے ترسول طاؤس پر مارا۔ اس کے جسم پر آگ لگ گئی اور جل گیا اور نشاط اس پر سے کرا چاہتا تھا کہ مہ رخ لڑتی ہوئی پاس کے پہنچ گئی اور ناریل سحر پڑھ کر مارا کہ اس کے بھیجے کو توڑ گیا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہوا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا صدا آئی کہ مارا مجھ کو نام میرا نشاط اور تھا۔ اس کے مرتے ہی یا تو لشکر مہ رخ مغلوب تھا، اب غالب ہو کر ملازمان ملکہ حیرت کو قتل کرنے لگے۔ گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ عروس تیغ گلے ملنے لگی، سر رونمائی میں دیئے جاتے تھے۔ زخموں کے ہار رزم آور براتی بن کر پہنتے تھے۔ سرداروں کے سر لڑائی کا طرہ تھا۔ آب و خنجر اور تیغ کی شربت پلائی میں نقد جان کر ایک دیتا۔ تلواروں کی جھنکار ساز کی آواز رقص بسملاں کا وعدہ گلو معارف میں نیا انداز۔

الحاصل حیرت نے لڑائی بگڑتے دیکھ کر طبل بازگشت بجوایا اور بقیہ لشکر کو لے کر پھر آئی۔ اس وقت مصور و صورت نگار نے تسکین دی کہا: "اے ملکہ، ہر چند کہ میں تصویر کھینچ رہا ہوں اور چلہ کشی میں رہتا ہوں مگر میرے نام پر طبل جنگ بجواؤ تا کہ ان نمک حراموں کو برباد کر دوں۔

ملکہ حیرت نے تمام ماجرا یہاں کا اور ارادہ جنگ مصور لکھ کر شعلہ جاوداں کے پاس ایک چیلے کے ہاتھ بھیج دیا اور آپ منتظر جواب بیٹھی۔ ادھر طاؤس نے خون اپنا بھینٹ میں دے کر ان پریوں کو رخصت کیا اور لشکریوں نے کمر کھولی۔ سردار داخل بارگاہ ہو

کر بعشرت تمام شغل مے خواری کرنے لگے' ناچ ہونے لگا۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا۔ یہ سب تو مصروف انبساط ہیں اور حیرت رنجیدہ ہے۔ ان کو تو اسی حالت میں چھوڑ دیجئے اور ذکر مسافر مناظر طلسمات یعنی عمرو مکور خوش صفات کا سنیے۔

یہ دونوں جب ناہنجاری منزل مقصود ہوئے ایک روز صحرائے سبزہ زار میں پہنچے۔ گل دیا و چمن سے سب جنگل مملو تھا۔ چمنستان یاسمن و شبو تھا کہیں نرگس کے تختے تھے' کہیں گلہائے خودرو کھلے تھے

دشت تھا یا بہشت کا گلشن
سبزۂ و سنبل پہ تھا عجب جوبن

کھل رہے تھے طرح طرح کے گل
لطف پر صحبت گل و بلبل

دشت کے بیچ میں بشوکت و شان
ایک تعمیر لاجواب مکان

ہر طرف قصر کے سجے کمرے
چلمنوں سے سجے ہوئے کمرے

برج ایسے تھے اس جگہ تعمیر
نہ تھے برج فلک بھی ان کی نظیر

فرش سی صاف و ستھرا بچھا تھا
چشم حیران کا اک تماشا تھا

تھے جواہر کے بیش فرش دھرے
فرش کے ہموار تخت بچھے

جھاڑ اور ہانڈیاں بلوریں تھیں
فی الحقیقت وہ نور نور آگیں تھیں

مال و اسباب بے قیاس اس میں
تھے جواہر کے سب گلاس اس میں

تھا مکان گو کہ رشک خلد بریں
کوئی لیکن نہ پایا اس کا مکیں

کرسیاں میزیں تھیں جواہر کار
رکھے گلدستے ہر طرف کو ہزار

دیکھ کر اس مکان کی زینت کو
ہاتھ کھلا عمرو نے غارت کو

پہلے ڈھیلا عمرو نے اک پھینکا
تا کہ ساکن یہاں کا ہو پیدا

جب نہ پایا کسی کو تب بیباک
آیا اندر مکان کے وہ چالاک

چال ایسی مار کر ہر جا

یہ تقریر سن کر مخمور بھی رزم (جنگ) کرنے سے باز رہی اور عمرو سے کہا: "خواجہ اس کے ساتھ چلیے۔

عمرو نے کہا: "اے ملکہ! پیشانی اس کی تاریک ہے یہ مکر سے عذر کرتا ہے۔ فریب دیا چاہتا ہے۔ اس کے گھر جانا بہتر نہیں

مخمور نے جواب دیا: "آپ ہی کا قول ہے کہ جو منت کرے اور اطاعت اسلام کرنے کا اقرار کرتا ہو' اس کا کہنا ماننا لازم ہے۔ اگر برائی وہ کرے گا' تو کیا ہو گا خدا مالک ہے بس اب کچھ خوف نہ فرمائیے۔ جیسے اب زیر ہوا ہے ویسے ہی پھر زیر ہو گا۔"

عمرو یہ کلمات سن کر خاموش ہو رہا اور سوچا کہ اس کے ساتھ چلو' جو کچھ وہاں مال ہو گا' وہ بھی لوٹیں گے اور اس مکار بھی لوٹیں گے۔ یہ سوچ کر لالچ میں آیا اور مخمور کے ساتھ روانہ ہوا۔

وہ ساحر اس بیشہ سے گزر کر ایک دہ کوہ میں لایا اور وہاں سے گزر کر ایک دشت سبز و خرم میں پہنچا۔ عمرو نے وہاں قصر فلک تعمیر پایا۔ یہ مکان سے خوبی میں دہ چند تھا ہر ذی ہوش کے دل پسند تھا۔ کوئی تکلف ایسا نہ تھا جو اس جگہ نہ کیا گیا تھا۔ کوئی سامان آرائش و زیبائش باقی نہ رہا تھا' جو وہاں نہ ہوتا وہ ساحر کہ بلم اس کا تعمیر جادو اس قصر میں ان کو لایا اور اسے کمرے کے کھول دیے مسند پر تکلف پر بٹھایا۔ کشتیں ذہب کی قابیں گزک کے لیے کباب کی حاضر کیں۔ فواکہات کی ڈالیاں سامنے لا کر رکھیں

مخمور نے کہا: "لو شغل مےخواری کرو۔"

عمرو نے کہا: "تم پیو مجھ کو بھی ایک آدھ جام دے دینا۔"

مخمور نے جام بھر کر پہلے اس ساحر کو دیا۔ اس لیے کہ مبادا اس میں زہر اس نے ملایا ہو تو اس کا کام تمام ہو جائے جب وہ پی چکا تو اس نے خود پینا شروع کیا۔ یہ تو مےخواری میں مصروف و متوجہ تھی اور عمرو اس جگہ کا مال تجویز کر رہا تھا۔ اس ساحر نے دونوں کو غافل پا کر سحر پڑھ پڑھ کر پھونکا شروع کیا جب مخمور خوب تختہ ہوا' بسبب اس کے سحر کے بیہوش ہو گئی اور عمروع نے ہر چند کہ شراب نہ لی تھی۔ اس پر

اس نے کہا: "میں بخوبی ہوشیار ہوں۔ دیکھتا ہوں کہ کیونکر تو لے لیتا ہے۔ بلکہ تو اپنی جان کی خیر منا"

اس نے یہ سن کر ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا نارنج اس کے سینے کے پاس جا کر پھٹا اور آگ کے شعلے نکل کر جسم میں لپٹے۔ اس ساحر نے در جواب اس سحر کے فلک کی طرف کچھ پڑھ کر پھونکا کہ ایک لکہ ابر باراں کا ٹکڑا پیدا ہو کر برسا اور آگ بالکل بجھ گئی اور ایک ناریل صبا پر مارا۔ اسے بھی ایسا سحر پڑھ کر اشارہ کیا کہ ناریل دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گیا اور نیمچہ سحر کھینچ کر اس پر جا پڑا۔ اس نے وار اس کے روکنا شروع کئے۔ یہاں تک کہ ایک بار بار صبائے جادو نیمچہ برق بن کر جو اس کے سر پر گرا۔ ہر چند اس نے روکا مگر نہ رک سکا وہ بجلی اس کو کاٹ کر زمین میں اتر گئی۔ دو پر کالے ہو کر وہ گرا شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ بعد کچھ عرصہ کے صدا آئی کہ مارا مجھ کو نام میرا قیصر جادو تھا۔ بعد ہر طرف ہونے غل و شور کے صبا نے چاہا کہ قیدیوں کو لے کر روانہ ہو مگر اس ساحر کے مرنے سے مخمور اور اس سے سحر اس کا باطل ہو گیا تھا اور یہ دونوں ہوشیار ہو گئے تھے۔ مخمور سنبھلی اور چمک کر اٹھی تھی کہ صبا نے کہا: اے مخمور چل میں تیری خطا شہنشاہ طلسم سے معاف کرا دوں گی۔

مخمور نے جواب دیا: "وہ شہ طلسم مادر بخطا کیا میری خطا معاف کرے گا اور اے حیاء تو کب میرے ہاتھ سے زندہ بچے گی۔

اس کو یہ سن کر غصہ آیا اور نارنج سحر پڑھ کر لگایا اس زن شیر صولت نے خالی دیا اور سحر پڑھتی ہوئی آگے بڑھی۔ صبا نیمچہ کھینچ کر اس پر بھی آ گرا۔ یہ بھی تلوار پکڑ کر مقابل برابر سے دو بجلیاں نیمچوں کی کوند کوند کرنے لگی۔

چمکتی تھی بجلی گرجتا تھا رعد
مقابل ہوئے تھے بہم قیس و سعد

نہ اس کو فکر تھی نہ اس کو خبر
نہ پروائے جاں کچھ نہ مرنے کا ڈر

صبا لڑنے میں اس سے عاجز آیا ور نزدیک تھا کہ مخمور اس کو جہنم بھیجے۔ مگر اس نے جب اپنے تئیں مغلوب دیکھا فوراً حلی سے خاک جمشید نکال کر اڑائی۔ وہ مخمور پر پڑی یہ بیہوش ہو گئی۔ عمرو نے جو یہ ماجرا دیکھا براہ مکاری دوڑ کر صبا کے قدم پر گرا اور بمنت گمام کیا ہوا کہ عورت ناقص العقل تھی۔ ہر چند آپ نے فہمائش کی مگر اس نے سمجھایا آپ کا نہ مانا آخری سزا کو پہنچی مگر میں امیدوار ہوں کہ میری خطا شاہ جادوان سے معاف کرا دیجئے۔ مجھ کو خوب ثابت ہو گیا کہ بادشاہ طلسم سے مخالف ہو کر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ بڑا زبردست ہے کہ جس کے مطیع آپ ایسے ساحران باصور ہیں۔"

صبا یہ باتیں سن کر خوش ہوا اور اڑ کر شاہ جادواں کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ عمرو کے منت گزار ہونے سے بغیر گرفتار کئے ساتھ لے گیا۔ عمرو نے اثنائے راہ میں قابو پا کر اس کے منہ پر حباب بیہوشی مارا کہ وہ چکر کھا کر گرا لیکن اتفاق سے ایسے مقام پ گرا کہ وہ جگہ ترائی کی تھی اور ڈبرا پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اس ڈبرے میں اس کا سر جا کر پڑا اور مخمور کو بیہوش کر کے اس نے لا دیا تھا وہ بھی ڈبرے میں گری پانی کی وجہ سے دونوں کو ہوش آ گیا۔

صبا بھی سنبھل کر اٹھا اور مخمور بھی جست کر کے پانی سے نکلی۔ لیکن صبا شرارت عمر و دیکھ کر لپکا میں اس کو سزا دوں مخمور نے ڈانٹا کدھر جاتا ہے اور کچھ سحر پڑھ کر ستک دی کہ ایک بجلی اوپر سے جو چمک کر گری اس کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی تھتا

میں اتر گئی۔ غل و شور برپا ہوا تاریکی ہو گئی۔ بعد اس ہنگامہ کے سر صبا جادو کا شق ہو گیا اور ایک طائر سبز فام خوش رنگ سر سے نکل کر روتا ہوا سمت شعلہ جادواں گیا اور یہ دونوں آگے بڑھے۔

* * *

• ملکہ نور جادو

طائر باغ میں پہنچا اور پکارا: "اے شہنشاہ صبائی جادو کو متصل مکان طلسمی' جہاں کہ ملکہ نور جادو مالک ہے عمرو اور مخمور نے مارا۔" یہ ماجرا کہہ کر اس طائر کے منہ سے ایک شعلہ آتش نکلا اور سارے بدن میں آگ لگی کہ جل کر راکھ ہو گیا۔ شاہ جادواں مقام محافظان طاؤس طلسم کے پاس سے آ کر مسند عیش پر جلوہ گر تھا۔ یہ خبر بہ زبان طائر سن کر غضب ناک ہوا اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ آندھی سیاہ آئی اور کچھ دیر میں ایک ساحر اژدہے پر سوار رو بروئے بادشاہ ذی جبار حاضر ہو کر آداب بجا لایا اس نے پہلے اس کا حال بشفقت تمام پوچھا پھر حکم دیا: "مار ڈالا ہے۔ ابھی وہ وہیں ہیں جاؤ اور ان دونوں کو گرفتار کر کے میرے رو برو لاؤ اور اگر نہ آ سکیں تو ان کے سر لاؤ تامل نہ کر جلد جاؤ۔

بلائے جادو یہ حکم محکم بادشاہ سن کر تسلیم کر کے پھر اور اژدر پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

اس کے روانہ ہونے کے بعد نامہ ملکہ حیرت آیا۔ شاہ نے پڑھا اس میں قتل ہونیک نشواط اور قصد کرنا لڑنے کا صرصر کے دریافت ہوا۔

اس نامہ کا جواب اس طرح لکھا: "اے ملکہ! تم گھبرانا نہیں' میں یہاں سے تمہاری مدد کے لیے طوفان بن قہار فیل سوار کو بھیجتا ہوں وہ بڑا زبردست ہے کسی سے زیر نہ ہو گا اور مرشد ناوے اگر عازم جنگ ہیں تو ان کو ہم نے وہ بارگاہ عظیم الشان عنایت کی جو زیر طلسم استادہ ہے انہیں چاہیے کہ طوفان کے وہاں پہنچنے تک کام نمک حراموں کا تمام کریں۔ اور اے ملکہ تم بھی مرشد ناوے کی خاطر داری اور تعظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا۔"

پس یہ جواب لکھ کر ملکہ حیرت کے پاس بھجوا دیا۔ اس نے جواب پا کر نہایت خوشی کی اور صرصر کو نامہ دکھایا وہ بھی بہت خوش ہوا اور کہا: "بعد فتح بارگاہ میں لوں گا اور

علاوہ اس کے جو مال کہ بادشاہ طلسم کا ہے۔ اس کو میں اپنا ہی مال جانتا ہوں جو چاہوں وہ کروں مجھے بارگاہ کی کچھ احتیاج نہیں۔

یہ کہہ کر اپنی بارگاہ میں آیا زوجہ سے گویا ہوا: "لو صاحب مبارک ہو۔ میرے ہی نام یہ فتح تھی۔ شاہ طلسم نے ایسا کچھ مجھ کو لکھا ہے۔"

صورت نگار نے کہا: "میاں ایک تو ہم کو ذلیل کر چکے ہیں اور ان کے ہوتے فتح ہونا غیر ممکن ہے۔ لہٰذا تم اس مقدمہ میں اگر نہ بولو تو اچھا ہے۔ اس میں جانے جانے کا اندیشہ ہے۔

مصور نے جواب دیا: "میں بغیر لشکر کی تصویریں کھینچے ہرگز نہ لڑتا' لیکن کیا کروں میرا دل نہیں مانتا۔ میرے دادا کے سب بندے قتل ہوئے جاتے ہیں۔"

الحاصل اس کی زوجہ نے بہت کچھ سمجھایا' مگر اس نے نہ مانا اور دمہ کہ میں جا کر زمین کو پاک و صاف کر کے آگ لگائی گوگل مرچیں جلائیں گجریاں بھجنکے میں بھینٹ میں دیئے۔ اگیاری کی خاک ایک طرف اڑا دی۔ دفعتہ ایک غبار تیرہ تار اسی طرف سے پیدا ہوا جدھر وہ خاک اڑ کر گئی۔

اس غبار سے ایک چیلا ایک گھوڑے پر شکل انسان کے سوار اس کے پاس آیا۔ اس نے اس کو شراب کی بوتلیں اور کلیجی اور سور کی زبان بھینٹ دی۔ اس نےشراب پی کر گوشت کھا لیا۔ اس سے کہا: "اب تم کل معرکہ جنگ میں آنا۔ کام میرے دشمنوں کا تمام کرنا۔ چیلے نے اقرار کیا اور چلا گیا۔ راوی کہتا ہے مصور اتنا سحر تصویر بنانے کا کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس چیلے کو اس نے کاغذ کا قتل میں بنایا تھا اور اس کے جسد میں بیر سحر کا داخل کیا تھا اور سو اس سحر کا اس طرح بنایا کہ ایک عقاب بدور سحر بنا کر صحرا میں چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ کوئی اس عقاب کو اگر تلاش کرے تو پائے نہیں۔ بہت سےعقاب اسی طرح اور اسی قدر و قامت کے بنا کر ہمراہ اس عقاب کے کر دیئے کہ جہاں وہ رہے یہ سب بھی رہیں تا کہ ہر ایک دھوکہ کھائے اور نہ کچھ

سکے کہ کون سا عقاب کام کا ہے۔ فی الجملہ حال اس عقاب کا آگے بیان ہو گا۔ اب حال مصور سنیے کہ یہ اس پتلے سے وعدہ لے کر لشکر میں آیا اور ملکہ حیرت سے کہلا بھیجا: "میرے نام پر طبل رزم بجنے کا حکم دیجیے" تامل نہ کیجیے۔

ملکہ حیرت نے اس کی استدعا کے موجب قریب شام حکم نقارہ نوازی دیا۔ جس وقت کہ عقاب تیز پرواز فلک جس کا آشیانہ برج اسد ہے۔ صحرائے فلک سے اڑ کر کوہ مغرب میں گیا اور شیشہ سیارگان سے صحن انجم جبیں افلاک منقوش نظر آنے لگے۔ لشکر حیرت نے طبل جنگ بجایا۔ طائران سحر لشکر مہ رخ بہر خبر گیری یہاں موجود تھے۔ خبر لے کر حاضر بارگاہ آسمان جاہ ہوئے اور بہ شکل انسان متمثل ہو کر بہ زبان عجز انتما اس طرح بعد دعا و ثنا عرض کرنے لگے: "بنام مصور لشکر مخالف میں طبل جنگ بجا ہے۔ ارادہ فاسد دشمن حاسد غلامان حضور پر نور کی ایذا رسانی کا ہے۔"

یہ کہہ کر پرواز کر کے بہ شکل طائر پھر روانہ ہوئے۔ یہ خبر سنتے ہی مہ رخ نے بھی نظر بفضل کردگار کر کے نفیر سحر کو دم دیا۔ سرداران عالی شان نے کوس چلبی بجایا۔ دربار شام برخاست ہوا۔ ہر ایک اپنی جگہ پر آ کر مصروف تیاری سامان جدال تھا کوئی اگیاری کرتا تھا کوئی منتر جنتر پڑھتا تھا ڈمرو بجاتا تھا۔ بہادر ہتھیار صاف کرتے تھے۔ مردانگی کا دم بھرتے تھے

ہوئے مرد جنگ آزما ہوشیار
نبرد آزمایاں خنجر گزار

سپہدار لشکر سپاہ و حشم
لگے کرنے سامان جنگی بہم

ہوئیں تیغیں صیقل سے پھر آبدار

عیاں پھر ہوا قہر پروردگار

امنڈنے لگیں فوج کی بدلیاں
درخشاں ہوگئیں تیغ کی بجلیاں

کیا ساحروں نے بپا شور و شر
دیئے بھینٹ میں سب نے دشمن کے سر

بلانے لگے سحر پڑھ پڑھ کر ہر
اسی رنگ میں تھے صیغر و کبیر

مصور کے علم پر طبل رہزنی کے بجنے سے سب کو انتشار میں ہر ایک سردار تھا۔ ملکہ بہار باغ و بہار دکھا کر دکھا دشمن کو باغ سبز دکھانا چاہتی تھی۔ مہ رخ فروغ سحر دکھا کر عدو کا دل و داغدار فرمائی تھی۔ سرخ مو کو سرخروئی منظور تھی حاصل یہ کہ ہر ایک کو اپنی ہی کچھ ضرور تھی۔ رات بھر یہی ہنگامہ بپا رہا۔
صبح کے وقت لشکروں دونوں جانب سے دشت قتال میں وارد ہوئے۔ پھر وہی معرکہ گیر و دار وہی ہنگامہ گرم بازاری نبرد و پیکار تھا۔ صفوف جنگ ترتیب پذیر تھیں۔ دونوں فوجیں مثل دریا موج گیر تھیں۔ نقیب باواز بلند پکارتے تھے بہادروں کو للکارتے تھے: ہاں نوجوانوں جوہر شمشیر دکھا دو۔ معرکہ کر دیکھیں کہ کس کے ہاتھ ہے منہ نہ موڑنا تیغ و گردن کا ساتھ ہے۔
غرض یہ کہ جب ساحروں کے پرے جم گئے سپاہی لڑنے پر تل گئے۔ مصور صف لشکر سے آگے بڑھا اور کچھ پڑھ کر صحرا کی طرف پھونکا۔ یکبار تیرہ تار پیدا ہوا اور وہی سوار گھوڑے پر سوار میدان میں آ کر ٹھہرا جس کا ذکر پہلے آ چکا ہے مصور نے اس کے آنے سے نعرہ مارا: "اے فرقہ نمک حرام اس سوار سے آ کر ہم نبرد ہو سمت عدم راہ

میدان سے پھرے اور مقام اپنے پر پہنچ کر آرام پذیر ہوئے۔ لشکروں میں چراغاں کی روشنی ہوئی سرداروں نے مےخواری شروع کی۔ ناچ بارگاہ میں ہونے لگے۔ غلغلۂ عشرت و کامرانی بلند ہوا۔ عیار بھی بارگاہ میں آئے اور مہ رخ سے پوچھنے لگے: "اس سوار کو تم جانتی ہو کہ یہ کون ہے اور اس کا حاصل حال کیا ہے؟"

مہ رخ نے کہا: "میں نے بہ راہ کہانت دریافت کیا ہے کہ یہ پتلا مصور کے سحر کا ہے اور بغیر اس کے دفع کیے اس کا دور ہونا ناممکن نظر آتا ہے۔"

برق عیار نے کہا: "میں جاتا ہوں اور اس کے ہلاک کرنے کی تجویز کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا ادھر مصور جو واپس ہو کر گیا اس نے اس سوار کو جنگل کی جانب نچانے دیا کہا: "مجھے بے وقت لڑائی سحر پڑھ کر تم کو بلانے کی تکلیف ہوتی ہے۔ ایک دن بعد پھر لڑنا ہے۔ چنانچہ اتنے عرصے کے لیے کاہے کو جاؤ۔"

یہ کہہ کر ایک خیمہ استادہ کر دیا کہ یہاں رہو اور وہ پتلا وہاں اترا اور چونکہ اس کے پیٹ میں کوئی شیطان اترا ہے وہ کھانا پیتا بھی ہے۔ مصور نے خدمت گار بہر خدمت مقرر کر دیے وہ سامان اکل و شرب حاضر لائے۔ پتلا کھانے پینے میں مشغول ہوا۔

اس اثنا میں برق صورت ساحر کی سی بدل کر لشکر میں آیا اور ایک خدمت گار کو پتلے کے خدمتی میں سے جا کر اشارے سے بلایا جب وہ پاس آیا کہا: "الگ آؤ، میں تمہارے فائدے کی ایک بات کہوں۔"

خدمت گار اس کو ساحر معزز وضع سمجھ کر کچھ کہہ نہ سکا تنہائی چلا آیا۔ برق نے اس کو بیضہ بیہوشی مار کر طرفۃ العین میں بیہوش کر دیا اور اس کے کپڑے پہن کر اسی کی سی صورت بن کر اس پتلے کے خیمے میں آیا۔ وہ پتلا پلنگڑی پر لیٹا انار کے دانے کھا رہا تھا۔ برق سرہانے کھڑا ہو کر پنکھا جھلنے لگا اور ایک ہاتھ سے غبار بیہوشی اڑاتا تھا۔ پنکھے کی ہوا سے ناک میں اس کی بیہوشی گئی۔ وہ پتلا چھینک مار کر بیہوش ہو گیا برق نے اور زیادہ غبار بیہوشی اڑایا یہاں تک کہ جو لوگ اس کی خدمت کے لیے تھے وہ بھی بیہوش ہو گئے۔ اس وقت اس نے چاہا کہ پتلے کا سر کاٹ لے مگر وہ پتلا قہر

کو ہو گیا۔ یہ حیران ہوا کہ اب کسی کا مارنا ناچار انہیں خدمت گار لوگوں کو جنہیں بیہوش کیا تھا اس نے ہوشیار کر کے کہا: "ارے میاں تم سب سو گئے تھے۔ ذرا دیکھو تو میاں سوار صاحب کو وہ تو پتھر کے ہو گیے۔ اب خدمت کس کی کریں۔"

ان لوگوں نے اس بیان کو سن کر تعجب کیا اور اٹھ کر چیلے کو دیکھا۔ واقعہ وہ پتھر کا ہو گیا تھا۔ یہ دیکھ کر باہم مشورہ کیا کہ چل کر مصور سے کہیں کہ وہ میاں تو پتھر کے ہو گئے۔

غرض خبر گیرے روانہ ہوئے۔ برق بھی ان کے ساتھ گیا اور سب نے جا کر مصور سے چیلے کا پتھر ہونا بیان کیا۔ وہ سارا ماجرا سن کر چیلے کے خیمے میں آیا اور اس کو پتھر کا دیکھ کر بڑی دیر تک سحر پڑھا کیا۔ ناگاہ وہ چیلا پھر جیسا تھا ویسا ہی ہو گیا اور ہوشیار ہو کر گیا ہوا: "میں سو گیا تھا۔"

مصور نے کہا: "کچھ نہیں یہاں شاید کوئی عیار آیا تھا اس نے آپ کو بیہوش کر کے قتل کرنا چاہا ہو گا۔"

چیلے نے کہا: "اگر یہ امر ہے تو آپ کچھ فکر نہ کریں میں غائب ہو جاتا ہوں بوقت لڑنے کے آ جاؤں گا یا جب مجھ کو کوئی بیہوش کرے گا میں پتھر کا ہو جاؤں گا کوئی مجھے قتل نہ کر سکے گا۔"

مصور اس کا کلام سن کر مطمئن ہوا اور پھر کر اپنے مقام پر چلا آیا۔ برق نے یہ بھی گفتگو سنی۔ دل میں غور کیا اب چیلے کو بیہوش کرنے کے لیے یہاں ٹھہرنا بیکار ہے۔ لازم ہے کہ اور کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر وہاں سے کچھ حیلہ کر کے روانہ ہوا اور بارگاہ حیرت کی جانب ساحر کی صورت بن کر چلا۔ جب وہاں پہنچا ایک خدمت گار کو اشارے سے بلایا اور کہا: "چلو تم کو مصور بلاتے ہیں۔"

خدمت گار اس کا نام سن کر بہت خوش ہوا کہ میں بھی ایسا ہوں جسے مرشد زادے ساحروں کے بلاتے ہیں بس اسی وقت ہمراہ ہو لیا۔

برق نے کہا: "واسطے تفریح طبیع کے صحرا کی طرف گئے ہیں بارگاہ میں نہیں ہیں۔ اسی سمت چلو۔"

خدمت گار نے کہا: کچھ یہ بھی معلوم ہوا کہ کام کیا ہے اس نے کہا: "کچھ انعام تقسیم کیا ہے تمہیں بھی دینا ہے اور کچھ کام نہیں۔"

خدمت گار اس فقرے کو سن کر نہایت خوش ہوا اور اس کے ساتھ جنگل میں آیا۔

اس نے تنہا پا کر اس کے منہ پر بیضہ بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ برق نے اس کو اور زیادہ بیہوش کر کے اس کا پیرہن کر اور اسی کی سی صورت بن کر اپنی راہ لی ور ایک رقعہ حیرت کی طرف سے مہر کر کے لکھا اور بارگاہ مصور میں آیا رقعہ اس کو دیا اس نے پڑھا لکھا تھا: "ہم نے سنا ہے عیار نے پتلے کو بیہوش کیا تھا' ایسا نہ ہو کہ عیار پتلے کو مار ڈالیں' لہٰذا میرے اطمینان کے لیے لکھ بھیجو کہ یہ پتلا جو بنایا ہے' اس کی جان کاہے میں رکھی ہے۔"

مصور نے جواب میں رقعے کے لکھ بھیجا کہ یہاں سے کچھ دور ایک درہ کوہ میں بہت سے عقاب تیز پرواز میرے سحر کے ہیں۔ ان میں ایک عقاب نہایت زبردست اور بڑا ہے اس کو کوئی مارے اور اس کا خون لے کر اس پتلے پر چھڑکے تو البتہ پتلا مرے۔"

برق یہ رقعہ لے کر اپنی بارگاہ میں آیا اور مہ رخ کو دکھلایا۔ یہ مہ رخ بہت خوش ہوئی اور اسی وقت سوار ہو کر بموجب نشان تحریر درہ کوہ میں جا کر ڈھونڈنے لگی۔ بہت سے عقاب ہر سمت پھر رہے تھے ان میں جو عقاب کہ بہت زبردست اور بزرگ نظر آیا اس پر اس نے سحر پڑھنا شروع کیا۔ پھر بھر میں وہ عقاب زمین پر گرا اس نے سحر کی چھری سے اس کو ذبح کر کے خون اس کا شیشہ میں بھر لیا اور اپنی بارگاہ میں آئی لیکن کسی سے اس راز کو بیان نہیں کیا۔

ادھر جب رات زیادہ ہو گئی وہ دونوں خدمت گار جن کو برق بیہوش کر آیا تھا ہوشیار ہوئے اور اپنے تئیں تنہائی میں برہنہ پڑے دیکھ کر سمجھے کہ عیار تو لشکر میں آیا ہی کرتے ہیں اور روز ایسے شعبدے ہوا کرتے ہیں۔ آج ہمیں پر یہ واقعہ گزرا لیکن لشکر

ہے سامری کا زندہ رہے۔ غرض یہ کہ وہاں سے اٹھ کر لشکر میں آئے اور لباس پہن کر اپنے کام میں مصروف ہوئے۔ اتنک رات زیادہ ہو گئی تھی۔ مالک دونوں کے آرام میں تھے ان سے اپنی حقیقت کہہ نہ سکے۔

صبح مصور اٹھ کر پہلے اپنے چیلے کو دیکھنے آیا زندہ دیکھ کر خوشنود ہوا۔ خدمت گار نے چاہا حال اپنا بیان کرے پھر خائف ہوا کہ ایسا نہ ہو' عیار یہاں موجود ہو اور اپنا راز میری زبان سے فاش ہوتے معلوم کر کے مجھ کو کسی وقت قابو پا کر مار ڈالے۔ یہ سمجھ کر خاموش ہو رہا۔

مصور وہاں سے اٹھ کر بارگاہ حیرت میں گیا دوپہر آ چکی تھی۔ حیرت آرام کرنے جاتی تھی۔ اس نے پوچھا: "اے ملکہ! تم نے کل رقعہ بھیجا تھا۔"

ملکہ حیرت نے کہا: "میں سمجھ کر جواب دوں گی۔ آپ جا کر طبل جنگ بجوائیے۔ میں دن بھر میں بیس نامے بھیجتی ہوں یاد کس کو رہتا ہے کہ کل کتنے خط آئے اور کتنے بھیجے۔ اب جو کچھ پوچھے گا' سہ پہر کو پوچھے گا۔"

یہ کہہ کر سونے چلی گئی اور مصور پھر کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ دوپہر کا وقت تھا یہ بھی سو رہا۔ تیسرے پہر کو اٹھ کر افسران فوج کو بلایا اور انتظام لڑائی کا کرنے لگا۔ مے خواری میں مصروف ہوا۔ جب دماغ اس کا بادہ ناب سے گرم ہوا نشۂ مستی میں بے اندیشہ انجام قریب شام حکم طبل جنگ بجنے کا دیا۔

لشکر میں صدائے طبل جنگ بلند ہوئی۔ حیرت نے بھی طبل رزم بجوایا۔ جواسیس (جاسوس) نے خبر اس معرکہ کی ملکہ مہ رخ کو پہنچائی۔ یعنی بادب تمام بعد ادائے دعا ثنا گویا ہوئے:"

شہا تیرا اقبال دائم رہے
ہمیشہ تیرا ملک قائم رہے
رہیں تیرے دشمن ہمیشہ ذلیل

خدا تیرا ہر حال میں ہو کفیل
عدو کل کے دن طالب جنگ ہے
پھر آمادہ شرہ بے ننگ ہے

مہ رخ نے خبر سنتے ہی نفیر سحر کو دم دیا' لشکر میں کرنا پھنکی صور اسرافیل گیا بجا۔ لشکر کے آراستہ کرنے میں ہر سردار نے قانون افواج کا غلغلہ بلند کیا۔ پھر وہی غلغلہ دارو گیر پھر ویسا ہی ہنگامہ آشکار تھا۔ ساحر مصروف سحر خوانی تھے۔ بہادروں کو جوش شجاعت و ارمان جوانی تھی۔ طبل ہر مقام پر بجا ہے۔ صبح تک یہی سامان رہا۔ ہر ایک کو جان جانے کا گمان رہا۔ جس وقت فراق شہ شب میں آہ و آتشیں سینہ در سے نکلی اور آفتاب تاباں بن کر دہن مشرق سے شعلہ نمودار ہوا' لشکر وارد مصاف ہوئے۔

جوق جوق اور طبق طبق کے پرے بندھ گئے باجے جنگی بجے' کوس کرنا گرجے مصور اور ملکہ حیرت بھی بڑی چمک دمک سے لشکر لائے۔ ساحروں کے پرے جمائے ناقوس پھنکے اور گھنٹے بجے' گھٹا سحر کی چھا گئی۔ آتش بازی اور سنگباری سے میدان جنگ تنور گرم ہو کر تپ گیا۔ صدا ہائے مہیب سے یوں کی یہ معلوم ہوتا تھا گیا دفتر عالم الٹ گیا۔ القصہ بعد ترتیب صفوف افواج تخت دونوں لشکر کے سر تاج کے قلب میں قائم ہوئے۔ دلاور مرنے پر عازم ہوئے نقیب ندامت دنیائے دونی کہہ کر میدان سے جب ہٹے۔ بہادر سناٹے میں آ گئے۔ مصور نے کچھ سحر پڑھا۔ یکایک سم مرکب کے کڑکے کی صدا بلند ہوئی۔ وہی چیتا جس کا ذکر ہو چکا ہے ایک طرف سے پیدا ہوا اور میدان میں آ کر ٹھہرا مصور نے مبارز طلبی کی

ملکہ مہ رخ نے تاج اتار کر بوسہ دے کر تخت رکھا کل لشکر کے علم جھک دکھانے لگے۔ تمام سردار پا پیادہ ہو کر سامنے ملکہ کے آئے۔ باجے بجنے لگے۔ ملکہ نے سب کو تسکین دلاسا دے کر حکم دیا: "تم بھی اپنی جگہ پر جا کر ٹھہرو۔" اور آپ طاؤس پر چڑھ کر سامنے

اس سوار کے گئی۔ ضرب اس سے طلب کی اس نے ایک نارنج مارا۔ ملکہ مہ رخ نے بھی ناریل مارا۔ نارنج و ناریل لڑ کر باہم ٹوٹنے لگے۔ اس عرصہ میں مہ رخ قریب اس کے طاؤس اڑا کر گئی۔ وہ چاہتا تھا کہ تلوار کا وار کرے' اس نے شیشہ سے خون لے کر ایک چھینٹا مارا۔ جیسے ہی خون اس پر پڑا' ایک شعلہ اس کے جسم سے نکلا اور اس نے جلنا شروع کیا۔ دم بھر میں خاک ہو کر رہ گیا۔ واہ واہ کا نعرہ لشکر مہ رخ نے بلند کیا۔ مصور کو بڑی ندامت ہوئی اور چاہا کہ خود لڑنے کو جائے صورت نگار اس کی زوجہ نے رد کا اور لڑنے نہ دیا۔ اس وقت اس نے افسران فوج کو للکارا اور اس نمک حرام کو میدان سے جانے نہ دو" فوج نے مہ رخ پر حملہ کیا۔ اس طرف سے لشکر مہ رخ جا پڑا۔ پھر تو دونوں لشکر باہم مل گئے اور جنگ سحر اور شمشیر زنی شروع ہوئی۔

آخر قریب شام حیرت طبل آسائش بجوا کر ناکام پھری مہ رخ بھی داخل بارگاہ ہوئی۔ لشکر نے کمر کھولی۔ سردار دربار میں آئے۔ سپاہیوں نے بستر لگائے۔ بارگاہ میں ناچ ہونے لگے دور جام سے گلفام چلنے لگا اور یہی ہنگامہ عشرت لشکر حیرت میں بھی گرم تھا۔ مصور بھی شریک بزم تھا۔ حیرت نے اس وقت پوچھا: "اے مصور تم کل رقعہ کا کیا حال پوچھتے تھے۔"

اس نے کہا: "آپ نے رقعہ بھیجا تھا جس میں پتلے کی جان کا حال دریافت کرنا لکھا تھا۔ میں نے اس کی کیفیت سب جواب میں لکھ بھیجی تھی لیکن یہ پوچھنا تھا کہ وہ رقعہ آپ ہی نے بھیجا تھا جس میں پتلے کی جان کا حال دریافت کرنا لکھا تھا یا کسی اور نے۔"

ملکہ حیرت نے جواب دیا: "میرے فرشتوں کو بھی خبر نہیں کیسا رقعہ' کیسی جان مجھ کو نہیں معلوم۔"

مصور نے کہا: "آپ کا خدمت گار لے گیا تھا اور خدمت گاروں کو طلب کر کے ایک کو ان میں سے بتلایا کہ یہ رقعہ لایا تھا۔"

ملکہ حیرت نے اس سے مخاطب ہو کر پوچھا۔ خدمت گار نے اس وقت مواقع اپنے عرض حال

کا پا کر سارا ماجرا اپنے بیہوش کرنے کا بیان کیا۔ پھر تو مصور کے خدمت گار نے بھی اپنی حقیقت کہی۔ مصور کو یقین واثق ہوا گیا کہ کوئی عیار تجھ سے پوچھ گیا۔ اٹکل یہ نیرہ ساحری ہے۔ بزور سحر اس نے دریافت کیا کہ کس عیار نے یہ چالاکی کی۔ معلوم ہوا کہ برق عیار نے بصورت خدمت گار تجھ کو فریب دیا۔ جو معلوم ہو آتش غضب نے خرمن تحمل کو جلا دیا۔ اسی وقت سحر پڑھ کر شکل قاوعل یہ ولی نشن میں چلا' موش صحرائی کی طرح دامن دشت کترتا ہوا بارگاہ مہ رخ میں پہنچ کر باہر نکلا۔ یہاں سب عیار مژدہ فتح سن کر حاضر ہوئے تھے۔ ان میں سے یہ برق کو پنجے میں داب کر اڑا۔ ساحران بارگاہ نے بہت سے نارنج ترنج گولے سحر کے مارے مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ مہ رخ و عشاق اور بہار وغیرہ بھی اڑ اڑ کر پیچھے روانہ ہوئے۔ وہ برق کو اپنی بارگاہ کے دروازے پر لایا اور سحر سے بےحس و حرکت میں نشن پر ڈال دیا اور اسی وقت جلاد کو بلایا حکم دیا: "جلد اس کا سر کاٹ ڈال۔"

جلاد نے برق کو بورے پر بٹھا کر کوئلے کا خط گردن پر دیا۔ اس وقت مصور کے حکم سے کچھ فوج بھی تیار ہو کر بہر حفاظت ہر سمت آ گئی اور حیرت بھی یہ خبر سن کر باہر بارگاہ کے آ کھڑی ہوئی۔ برق سامان مرگ اپنا دیکھ کر دل سے درگاہ رب العزت میں رو کر دعا کرنے لگا

یا الٰہی بہ رسول خدا
بہر زہرا ابرائے عقدہ کشا

دست ظالم سے دے نجات مجھے
آج کافی ہے تیری ذات مجھے

تیر دعا ہدف اجابت پر لگا' جلاد گردن جدا کیا چاہتا تھا۔ مہ رخ وغیرہ آ کر پہنچیں۔ ملکہ

بہار نے آتے ہی سحر کر کے اندھیرا کر دیا اور عشاق نے سحر کی بجلی جلاد پہ گرائی کہ اس کو دو ٹکڑے کر گئی اور مہ رخ جو پنجہ بن کر گری برق کو اٹھا لے گئی مصور نے چاہے تو وہ سحر کر کے روشنی کی تو جلاد کو ہلاک پایا اور برق زیر تیغ نہ دیکھا۔ جھلا کر بزور سحر اڑا اور للکارتا ہوا عقب مہ رخ اور بہار چلا۔ صورت نگار نے اس کو تنہا جاتے دیکھ کر نفیر سحر بجائی۔ لشکر میں قرح پھکی جلد کر بندی ہوئی اور فوج لے کر صورت نگار چلی۔ اس طرف عشاق آگے بڑھ کر لشکر میں پہنچا اور عیار بھی دوڑ کر آئے۔ عمر کیا: "جلد لشکر تیار ہو کر ملکہ فوج مخالف میں گھر گئی ہے۔ بس یہ خبر سنتے ہی جس طرف بیٹھا تھا۔ اسی طرح اٹھ کر جھپٹا اور جو حربہ جس کو ملا تھا اٹھا لیا۔

غرضیکہ مہ رخ کو فوج عدو نے راہ میں گھیرا تھا کہ ادھر سے بھی فوج آ گئی اور باہم سحر سازی شروع ہوئی۔ برق کو مہ رخ نے ساحروں کو دیکھ کر سپرد کیا' اپنی بارگاہ میں بھیج دیا اور آپ فوج سے مقابلہ کیا۔ سحار سے ساحر بروئے ہوا بھڑ گیا۔ سحر کی لاگیں حشر کی چوٹیں چلنے لگیں۔ آسمان سے ہاتھ پاؤں سر کا مینہ برستا تھا۔ آندھیوں کا شور ایسا کہ گوش فلک کر ہو گیا تھا۔ کبھی ایسا اندھیرا ہو جاتا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا کبھی ہزار ہا ستارے اور آفتاب نکل آتا تھا

اندھیرا تھا ہر سمت چھایا ہوا
نکل آیا سورج اجالا ہوا

پڑی جس پہ اس مہر کی روشنی
وہیں اس کو بیہوشی طاری ہوئی

پڑھا رخ جو مہ رخ نے اس سحر کا
چھپا سحر کے ابر میں مہر جا

بھنووں پر ایسی لگائی کہ ٹھوڑی تک آئی تھی۔ پانچے گھٹنا سی اور گرائی ہنس ہنس کر ایک ایک سے آنکھ ملاتی چلی۔ جس کسی نے لشکر میں اس کی طرف دیکھ کر ہنس دیا۔ اس نے بھڑوا موذی کانا بنانا شروع کیا۔ جو کوئی نہ بولتا ازخود چھیڑتی اور گالیاں کوسنے دیتی۔ اسی صورت میں بارگاہ میں آئی۔

اتفاقاً ملکہ طاؤس نے اس سے پوچھا: "اری تو کہاں گئی تھی۔" صرصر سمجھی کہ جس کو تو نے بیہوش کیا ہے۔ یہ کنیز اسی کی ہے۔ بس اس نے اٹھلا کر کہا: "واری ذرا دم گھبرایا تھا سیر کو گئی تھی۔"

طاؤس بولی: "ماٹھاوی' تجھ کو سیر کی سوجی ہے۔ یہاں میں چوکی پر جانے کو تھی تیری راہ دیکھتی جلد لوٹا رکھ دو اب جو کبھی بغیر پوچھے کہاں گئی تو خوب جوتیاں پڑیں گی۔"

یہ سن کر صرصر آفتابہ اٹھانے چلی۔ برق جن کی ساحرہ لائے تھے۔ سحر اس پر سے دفع کیا تھا۔ وہ بھی بیٹھا تھا۔ اس نے کنیز کی طرف بغور دیکھا اور پاؤں کے پٹھیرے سے پڑتے دیکھ کر سمجھا یہ عیارہ ہے پس اٹھ کر یہ بھی چلا۔ صرصر ہر چند کہ کنیز بنی تھی۔ مگر چاروں طرف دیکھتی جاتی تھی۔ ہمہ تن چشم تھی۔ برق کو آتے دیکھ کر اس کے تیور سے پہچان گئی کہ اس نے تجھ کو پہچان لیا۔ یہ جانتے ہی جست کر کے سراپچہ بارگاہ فرار ہو گئی۔

برق نے پکار کر کہا: "او ستانی ٹھہرو' مجھے کچھ کہنا ہے۔"

صرصر نے جواب دیا کہ باہر آؤ تو مزا چکھاؤں۔"

برق نیچمہ پکڑ کر باہر جھپٹا' لیکن کہا: "سب ہوشیار رہیں۔ صرصر کسی کو گرفتار کرنے آئی ہے۔"

یہ کہہ کر بیرون بارگاہ آیا۔ دیکھا صرصر کا کہیں پتہ نہیں سمجھا کہ لشکر سے نکل گئی۔ پھر سوچا کہ عیارہ اور کسی سردار کے خیمے میں جائے اور اس کو آزار پہنچائے۔ بہتر یہ ہے کہ تلاش کروں۔ یہ سوچ کر ڈھونڈتا ہوا چلا۔ یہاں صرصر ایک قنات کی آڑ میں چھپی کھڑی تھی۔ اس کو اور سمت جاتے دیکھ کر بہت جلد اس نے صورت اپنی

شکل ضرغام عیار کے بنائی اور پھر بارگاہ میں آئی۔

مہ رخ نے کہا: "میں مرمر کے پیچھے دوڑا تھا وہ تو ملی نہیں۔ آپ بندوبست کیجئے کہ کوئی اندر نہ آنے پائے اور برق نے کچھ کہلا بھیجا ہے آپ الگ آئیے تو عرض کروں۔"

مہ رخ اٹھ کر اس کے ساتھ الگ خیمے میں گئی اس نے حباب بیہوشی کر اس کو بیہوش کر دیا اور پشتارہ باندھ کر لے چلی۔ اسی اثنا میں برق سب کہیں مرمر کو ڈھونڈ کر بارگاہ میں آیا پوچھا: "مہ رخ کہاں ہے۔"

سب نے کہا: "ضرغام بلا کر لے گئے ہیں قریب بارگاہ وہ خیمہ ہے وہاں گئی ہیں۔"

برق یہ سن کر اس خیمہ میں آیا۔ یہاں دیکھا تو کوئی نہیں سمجھا کہ مرمر لے گئی۔

اس وقت یہ بھی لپکا۔ یہاں تک کہ مرمر جنگل میں راہ کترا کر پہنچی تھی۔ ہنوز لشکر حیرت تک نہ گئی تھی کہ یہ بھی پہنچ گیا اور للکارا: "استانی اب کہاں جاؤ گی اس وقت تو تم نے خوب سبق دیا۔ مگر اب بچنا مشکل ہے۔"

یہ کہہ کر خنجر پکڑ کر جا پڑا۔ وہ بھی خنجر پکڑ کر لڑنے لگی دس بیس ہاتھ نیمچے کے چلے ہوں گے کہ ایک طرف سے نعرہ قران بلند ہوا اور اس نے آ کر بغدا تانا کہ استانی ایک ہی ضرب میں تمام فنا ہوتی ہو' بہتر یہ ہے کہ پشتارہ رکھ دو۔"

مرمر بغدہ تانے' اس کو دیکھ کر سہم گئی اور چاہتی تھی کہ کوئی مکاری کرے۔ مگر اس جگہ ایک ساحر بیابان جادو نامی رہتا ہے۔ اس نے دیکھا کہ ایک عیارنی اور دو عیار لڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور پنجہ بن کر جو گرا مرمر کو مع پشتارہ اٹھا لے گیا۔ قران و برق چیخ کرتے ہی بھاگ کر چھپ رہے۔ جب وہ چلا گیا یہ بھی نکلا اور باہم مشورہ کیا کہ پنجہ مرمر کو یقین ہے کہ بارگاہ حیرت میں لے جائے گا۔ پس ہم پہلے سے چل کر وہاں ٹھہریں اور جیسا کہ محل و وقوع دیکھیں ویسا کریں۔

غرضیکہ صورت ساحروں کی ایسی بنا کر روانہ ہوئے ادھر وہ ساحر مرمر کو حقیقت میں سامنے حیرت کے لایا۔ مرمر نے تسلیم کر کے عرض کیا: "اس طرح میں لائی تھی عیاروں

کے مقابلہ سے یہ مجھ کو اٹھا لے آئے۔ حیرت نے دونوں کو خلعت دیا اور پانی چھڑک کر اس دھوکے میں کہ بیابان جادو مہ رخ کو مسحور کر لیا ہو گا۔ ہوشیار کروایا۔ بیابان عین لڑائی میں صرصر کے پچھاڑو اٹھا لایا۔ سحر سے بے حس و حرکت کرنے کی نوبت نہ پہنچی تھی۔

اس وقت جو مہ رخ ہوشیار ہوئی۔ حیرت کو سامنے بیٹھا دیکھا اور بیابان کو قریب استادہ پایا سمجھ گئی کہ یہ ساحر مجھ کو پکڑ لایا ہے۔ پس اٹھ کر ایک طمانچہ بزور سحر ایسا اس کے مارا کہ بیابان کا سر پھٹ گیا اور تڑپ کر ہلاک ہوا۔ اس کی تلوار پکڑ کر یہ ملکہ حیرت پر جا پڑی سردار لینا لینا کہہ کر اپنی اپنی جگہ سے اٹھے۔

لیکن مہ رخ بادشاہ لشکر عمرو اور ساحرہ نے بے بدل ہے جو اس کے سامنے آیا اس نے دو ٹکڑے اس کو کیا دس بیس ساحر مارے گئے۔ ہر ان کے غل مچانے لگے۔ باہر کے تمام ساحر دوڑے۔ انھیں کے ساتھ قران و برق بھی کہ ساحر بن کر آئے تھے اندر گھس آئے دیکھا کہ مہ رخ جنگ رستمانہ کر رہی ہے اور ساحروں کے نرغے میں گھری ہے۔ یہ دیکھ کر دونوں عیار حیرت کے قریب جا کھڑے ہوئے بظاہر "لینا لینا" کہتے جاتے تھے۔ اس ہنگامے میں کون ان کو پہچانتا۔ اپنے بیگانے کی کس کو تمیز تھی۔ یہ گھات میں لگے تھے۔

اسی اثنا میں مہ رخ پر یورش زیادہ ہوئی۔ اس نے ایک نارنج سحر پڑھ کر ایسا مارا کہ تمام بارگاہ میں آگ لگی۔ اور زمین سے ہزاروں مار و عقرب پیدا ہو کر ساحروں کا کاٹنے اور ہلاک کرنے لگے۔ اس وقت ملکہ حیرت کہ زوجہ بادشاہ طلسم ہے۔ غضب ناک ہوئی اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔ مہ رخ ہر چند زبردست تھی لیکن اس کی برابری نہ کر سکی۔ بیہوش ہو کر گری۔ ساحر تو آگ بجھا رہے تھے۔ سحر پڑھ کر سانپ بچھوے اپنے تئیں بچا رہے تھے اور بہت سے بھاگ گئے تھے۔ حیرت خود اٹھی کہ میں مہ رخ کا سر کاٹ لوں اس وقت عیار تو اس کے قریب کھڑے ہی تھے۔ ملکہ حیرت پر دوڑ کر برق نے کمند ماری اور جب تک سنبھلے اور سحر کرے اس وقت تک اس نے بیضہ

بیہوشی ناک پر مارا کہ کمند میں الجھ کر گری بیہوش ہوئی۔ قران نے چاہا کہ جھپٹ کر ایک بغدہ مارے اس وقت ایک پنجہ چمک کر گرا اور مع کمند حیرت کو اٹھا کر لے گیا۔

قران نے اس وقت حبق ہائے آتشبازی مارنا شروع کیا۔ وہاں حقوں میں دھواں ایسا پیدا ہوا کہ تم بارگاہ تنگ تنگ ہو گئی۔ اس اندھیرے میں جو آگے بڑھا۔ بیضہ بیہوشی اس کی ناک پر برق نے تاک کر مارا کہ وہ گرا۔ قران نے بغدہ مار کر ہلاک کیا۔ شور و نشور ساحروں کے مرنے کا برپا تھا۔ اندھیاں چلتی تھیں۔ جو دور دور ساحروں کی فوج اتری ہوئی تھی ان کو گمان تھا کہ مہ رخ مع اپنے لشکر کے آ گری ہے۔ ہر سمت بھگدڑ پڑی تھی۔ اسی ہنگام میں کچھ دیر کے بعد مہ رخ ہوشیار ہوئی اور بزور سحر اڑ کر چلی۔ عیاروں نے وہ ہنگامہ کر رکھا تھا کہ کسی نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ جب یہ نکل گئی۔ قران نے اور برق سمجھے کہ اب ٹھہرنا بیکار بے فائدہ ہے یہ بھی چھلانگیں مارتے ہوئے بارگاہ سے نکل کر راہی ہوئے۔

اس طرف پنجے نے ملکہ حیرت کو لا کر ایک باغ میں اتارا اور ایک ساحرہ کی صورت بن کر ہوشیار کیا' ملکہ حیرت کی جب آنکھ کھلی بزور سحر حلقہ ہائے کمند کاٹ کر نکلی۔ ساحرہ نے تسلیم کی اور کہا: "یہ کنیز بنہ پری نار طلسمی ہے اور بحکم شاہ ایسے ہی کام پر مامور ہے۔ اس وقت آپ پر وقت صعب تھا۔ کنیز اٹھا لائی۔ ورنہ دشمن آپ کے ہلاک ہو جاتے۔"

واضح ہو کہ ملکہ حیرت و شاہ طلسم وغیرہ کے ہمزاد جب تک قتل نہ ہوں گے۔ یہ بیہوش تو ہوں اور ایسے ہی سبب پیدا ہوں گے کسی طرح مارے نہ جائیں گے۔

غرض یہ کہ ملکہ حیرت وہاں سے اٹھ کر بارگاہ میں آئی اور آگ لگی ہوئی وہاں کی بجھائی۔ لاشیں بارگاہ سے اٹھوا کر تخت پر بیٹھی۔ دربار کا نقارہ بجا۔ مصور بھی اس کے پاس آیا۔ باہم بیٹھ کر تدبیر جنگ میں مصروف ہوئے۔

ادھر مہ رخ بھی اپنی بارگاہ میں پہنچی۔ سرداروں نے استقبال کیا اور اس کے صحیح و سالم

آنے سے ہر ایک نے نہایت خوشی کی۔ جشن کرنے کا سامان کیا۔ اس نے قران و برق کو خلعت فاخرہ عنایت فرمایا اور طاؤسان سحر بہر خبرگیری روانہ کئے۔ ناچ ہونے لگا۔ مے خواری شروع ہوئی۔ یہ سب تو آرام سے مشغول ہیں۔ لیکن اب حال عمرو کا بیان کیا جاتا ہے۔"

یہ جو صبائے جادو کو مار کر آگے چلے۔ راہ میں مخمور سے کہا: "یہ ساحر جو ہم کو اپنے گھر لے گیا تھا۔ جس کو صبا نے قتل کیا گھر اس کا بالکل خالی ہو گا۔ نہ اس کا کوئی وارث ہو گا' نہ والی ہو گا۔ اس جگہ کو چل کر اب لوٹنا لازم ہے یہ مال مفت ہاتھ سے جاتا ہے۔ اگر ایسا نہ کریں گے تو اتنا بڑا سفر طے کیونکر ہو گا۔ زاد راہ کہاں سے آئے گا۔"

مخمور نے کہا: "یہ ساحر یہاں کی جو مالکہ ہے اس کا ملازم ہے۔ مکان طلسمی اور وہ مکان دوسرا جہاں یہ ساحر ہمکو لے گیا تھا' مع تمام صحرا وغیرہ کے ایک شہزادی کے قبضہ میں ہیں۔ اس جگہ کو آپ تماشا نہ سمجھئے اور زیادہ لالچ نہ فرمائیے اپنی زاد راہ لے لیجئے۔"

عمرو نے جواب دیا: "اگر ایسا ہی بودا پن کرو گی تو میرا تمہارا ساتھ نبھنا مشکل ہے۔ میں اپنا نقصان کہاں تک گوارہ کروں گا۔ اے مخمور تم نے سنا نہیں

خدا جس کو دے اور پھر نہ لے
ہے اس کی عنایت سے منہ پھیرنا

مخمور یہ سن کر ناچار ہوئی۔ چونکہ حکم بردار عمرو ہے کچھ بحث نہ کر سکی۔ مجبوراً ساتھ ہوئی۔ عمرو اسی مکان میں تجسس کناں پہنچا اور اس کو اکیلا پا کر لوٹنے لگا۔ جب فرش شیشہ آلات وغیرہ سب سامان وغیرہ کا لوٹ چکا۔ ایک صندوق کو جو اس مکان کی چھت میں لٹکتے دیکھا۔ مخمور سے کہا: "اس صندوق میں بہت مال ہو گا۔ لاؤ اس کو بھی اتاروں۔"

مخمور بولی: "اس میں مقرر کچھ نہ کچھ آفت ہو گی۔"

جسم کو کیوں نہ جلایا۔ اس میں کیا بھید ہے ظاہر نہ ہوا۔"

مخمور نے کہا: "آپ کے پاس انگوٹھی اور کڑا عشاق کا دیا ہوا ہے اور میں ساتھ ہوں۔ یہی باعث ہے کہ دونوں جلنے سے محفوظ ہیں۔"

الغرض یہ دونوں گرم سخن تھے کہ یکایک صندوق سے ایک چڑیا بلور کی باہر نکلی اور اڑتی ہوئی ایک سمت چلی گئی چنانچہ ملکہ نور جادو یہاں کی مالک ہے۔ یہ اسی کی خدمت میں گئی۔ یہاں سے کچھ دور قلعہ نورانیہ ہے۔ نور جادو بیگم افراسیاب وہاں کی مالک ہے۔ یہ ساحر جس کو صبائے جادو نے مارا تھا اسی کا ملازم تھا اور مکانات طلسمی کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ اس وقت ملکہ نور جادو ایک پہاڑ پر متصل اپنے قلعے کے کھڑی تھی اور سترہ سو کنیزیں خدمت گزار تھیں ملکہ زر و زیور سے آراستہ تھی حسن میں بہتر انداز تھی

رشک ناہید چرخ مہ پارا
بلکہ چشم فلک کی تھی تارا

زینت باغ حسن و گلرو
رشک شمشاد تھا قد گلرو

جعد گیسو میں پیچ و تاب
جس کے عاشق کا دل ہے بیتاب

روئے تاباں تھا غیرت خورشید
حسن میں عاشقوں کی صبح امید

گورے تن پہ لباس تھا پر زر
جیسے تارے شعاع میں مہر

اس نے پائے تھے وہ لب دندان
در و یاقوت جن پہ تھے قربان

سر سے پا تک مرصع سب گہنا
سچ تو یہ ہے کہ اس کا کیا کہنا

اس چڑیل نے جا کر با ادب تمام تسلیم کر کے عرض کیا بنیاد طلسم سے اب تک کسی کو ہوا نہ لگی تھی۔ اس وقت بڑا صندوق کھل گیا۔ میں حاضر ہوئی جو کچھ ارشاد فرمایئے بجا لاؤں۔ قمیر جادو مارے گئے ہیں، میں زندہ ہوں۔"

نور جادو نے اس چڑیل کی زبانی یہ حال سن کر خیال کیا کہ کون ایسا زبردست یہاں آ گیا۔ جس نے چڑیل کو نکالا اور قمیر کو مار ڈالا۔ چل کر اس حال کو دریافت کرنا چاہیے۔ پس اسی وقت تخت منگوا کر سوار ہوئی اور جہاں مخمور اور عمرو بندھے کھڑے تھے وہاں آئی۔

مخمور اینکہ مقربان بادشاہ طلسم میں سے ہے سب ناظم طلسم اس کو پہچانتے ہیں۔ نور جادو کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیونکر یہاں آ کر گرفتار ہوئی۔ کس لیے کہ نور جادو کو شریک ہونا مخمور کا معلوم نہ تھا۔

فی الفور براہ استعجاب قریب آ کر گویا ہوئی: "اے بہن مخمور تم کو کہاں۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ واہ بہن ہمارے پاس آتے ہوئے تمہارے پاؤں میں کیا مہندی لگی ہوئی تھی کبھی جھوٹوں بھی پھیرا نہ کیا۔ بعد مدت جو ادھر آئیں بھی تو ہمارے کام میں خلل ڈالتی ہوئی آئیں۔ یہ تو تم سے توقع نہ تھی۔"

مخمور اس کو باتیں سن کر سمجھی کہ معلوم ہوتا ہے اس کو تیرا عمرو سے مل جانا ظاہر

نہیں ہے۔ پس کچھ حیلہ کر کے رہا ہونا چاہیے۔ ایسا کچھ سوچ کر جواب دہ ہوئی۔" تم ملنے کے قابل نہیں ہو۔ بڑی دیر سے مجھ کو زنجیر میں بندھا دیکھتی ہو کھڑی باتیں بناتی ہو۔ اور کھولتی نہیں۔ سچ ہے اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ میرے گھر آؤ گی تو میں بھی یوں ہی پیش آؤں گی۔"

نور جادو ان باتوں سے ہنس پڑی۔ مخمور نے کہا: "میری گردن کٹی جاتی ہے اور تم کو ہنسی سوجھی ہے خیر کوئی بات نہیں سو دن چور کی تو ایک دن ساد کی۔ مثل مشہور ہے کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔" نور اس کے شکوہ کرنے سے خجل ہو کر بولی: "چلو چلو تم مجھ کو جب قابو پاؤ تو گلا دلوا دینا۔ اے بی کسی نے جان بوجھ کر کیا تم کو باندھا ہے جو تم اتنا بگڑی ہو۔" یہ باتیں کرتی ہوئی آگے بڑھی اور سحر پڑھ کر دستک دی۔ وہ زنجیر گردن عمرو اور مخمور سے کھل کر صندوق میں سما گئی اور چکی جو نور کے پاس کھڑی تھی وہ بھی صندوق میں جا کر غائب ہوئی۔ پڑا اس کا بند ہو گیا۔ نور نے مخمور کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "لو اب غصہ کو تھوک دو۔ اپنی وہ کیفیت بیان کرو کہ یہاں کیونکر آنا ہو گیا۔ یہ دھگڑا کون ساتھ ہے۔ جس کارن ایسی بلاؤں میں پھنسی پھرتی ہو' تم رنڈی وہ مرد تمہارا اس کا اکیلے پھرنا' میں سچ کہوں کچھ دال میں کالا ہے۔"

مخمور نے کہا: "یہ تمہیں ایسی او ماتی ہوا گر اس کو پسند کیا ہے تو یہ حاضر ہے۔ نور نے کہا۔

نور نے کہا "بچائیں وہ دئیں نوج موئے کی صورت کو بھلا' اس کی شکل تو دیکھ جیسے بن مانس ہے۔" عمرو نے جو اس کے منہ سے اپنی نسبت یہ باتیں سنیں۔ "مخمور سے کہا: "یہ رنڈی مزیدار معلوم ہوتی ہے۔ جس طرح یہ ظاہر نخرے کرتی ہے۔ اسی طرح باطنی کرشمے بھی اس کو خوب یاد ہوں گے۔"

نور اجنبی عورت سے ہمکلام ہو رہی تھی۔ مرد کے جواب دینے سے شرمندہ ہوئی۔ تان کر پوچھنے لگی تم کو سامری کی قسم سچ بتاؤ کہ کدھر آنا ہوا۔

مخمور نے کان میں کہا: "بہن یہ شخص عمرو عیار ہے۔ اسی نے طلسم میں تہلکہ ڈال رکھا ہے۔ شہنشاہ ہر چند چاہتے ہیں کہ یہ گرفتار ہو مگر گرفتار نہیں ہوتا۔ میں نے شہ طلسم سے اس کے گرفتار کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ اس لیے مناسب وقت جان کر اس کی اطاعت کر لی ہے اور سر بسر اس کے ساتھ پھرتی ہوئی قابو پاؤں تو گرفتار کر کے لے جاؤں۔"

نور نے کہا: "تم اس کو میرے گھر لے چلو' میں گرفتار کر دوں۔"

مخمور نے کہا: "تمہیں اس سے کہو' میرے کہنے سے نہ جائے گا۔" نور براہ مکاری اس کے سمجھانے سے کہا: "بہن مخمور بعد مدت آئی ہو اور نہیں معلوم پھر ملاقات ہو یا نہ ہو۔ ایک لحظے کے لیے ہمارے گھر چلو۔"

مخمور نے جواب دیا: "خواجہ سلامت اگر چلیں تو میں بھی چلوں۔" اس نے عمرو سے بمنت کہا: "خواجہ ہمارے گھر تشریف لے چلیے۔

عمرو نے دل میں سوچا کہ اس کے پاس پوشاک عمدہ اور زیور مرصع ہے۔ دوسرے یہ کہ اس جگہ کی منتظمہ ہے۔ مکان بھی اس کا آراستہ ہے۔ وہاں چلنا خالی از منفعت نہیں۔ کچھ نہ کچھ مل رہے گا۔ یہ سمجھ کر چلنے پر راضی ہوا۔ مخمور نے ہر چند چاہا کہ بحیلہ و حوالہ جانے سے محفوظ رہوں۔ مگر عمرو کے لالچ سے ممکن نہ ہوا۔ ناچار یہ بھی ہمرا ہوئی۔ نور ان کو تخت سحر پر بٹھا کر روانہ ہوئی اور کوہ و دشت کو طے کر کے اپنے قلعے میں پہنچی عمرو نے دیکھا کہ قلعہ رعایا سے آباد ہے۔ ہر ایک ساکن یہاں کا دلشاد ہے۔ مکانات عمدہ آراستہ ہیں۔ دکانیں پیراستہ ہیں۔ دکاندار مرفہ الحال ہیں۔ مال و دولت سے مالا مال ہیں

رشک فردوس وہ گلستان تمام خوشہ چیں اس چمن کا رضوان تھا

کیوں نہ ہو شہر اس طرح آباد
فوج سب خوش ہے اور رعیت شاد

باقرینہ وہ ہر سو تھا بازار
نعمتیں سب جہاں کی تیار

تھا دکانوں میں خوب سرمایا
جس کا ثانی نہ اور جا پایا

لطف بازار نے دکھایا تھا
عجب انداز سے بسایا تھا

بے خطرہ راہ مستقیم کہو
سیر دیکھو جو واں کی شاد رہو

پختہ تیار سب دکانیں تھیں
عرش کی کرسیوں کی شانیں تھیں

کہیں بازار ایسا بستا تھا
تھی یہ کثرت کہ بند رستا تھا

عمرو سیر کرتا ہوا قریب دالان عمارت شاہی کے آیا اس کو بھی نہایت سجا پایا۔ ملکہ نور جادو نے اپنے باغ میں لا کر اتارا باغ میں جنت بھی بے نظیر تھا گل و ثمر سے بھرا سر سبز و ہرا بھرا تھا۔ جواہر کے درخت لگے تھے یک قلم پھولے پھلے تھے روشن پڑی دوں تھی۔ باغبانی ہر ایک چالاکی و چست تھی۔ جانور ہر ایک زمزمہ پیرا تھا۔ گلوں سے ہر شجر لدا تھا

پھر نظر آیا اک باغ دلکشا
دیکھ کر جس کو یہ ششدر ہو گیا

عرض و طول اس کا بے شک بے گماں
مثل طول و عرض وہم عاقلاں

لعل و یاقوت و زمرد کے شجر
روشنی سے جن کی خیرہ نظر

سیم و زر کی خشت سے اس کی بنا
تعبیہ جس میں جواہر سے ہوا

سنگریزے کی جگہ اس میں گہر
ایسے تاباں تھے کہ خیرہ ہو نظر

ذرے ذرے میں تھی وہ تابندگی
ماہ و خور کو جس سے ہو شرمندگی

بیچ میں اس کے زمرد کا مکان
گرد اس کے ہر طرف آب رواں

فرش ہر جا سندس و بفت کا
سب طرف واں مہیا تھی غذا

بیچ باغ میں بارہ دری بنی تھی۔ ستونوں میں اس کی جواہر کی پچی کاری تھی۔ فرش مکلف بچھا تھا۔ شیشہ آلات لگا تھا۔ مسند پہ زر آراستہ تھی۔ تمام اسباب عیش عشرت سے وہ جگہ معمور تھی۔ کسی چیز کی احتیاج نہ تھی' نہ ضرورت تھی۔ کہیں مخلد بچھا تھا۔ کہیں آبدار خانہ تھا۔ نور نے تحور کو مسند پہ بعزت تمام بٹھلایا۔ عمرو نے و سونے کے میر فرش رکھے دیکھے فوراً دم پھیلا کر قریب میر فرش اپنے تئیں گرایا اور بچالاکی میر فرش لے کر زنبیل میں رکھا۔ پھر ہائے ہائے کرنے لگا کہ میرے چوٹ لگی۔ خواصوں نے بموجب حکم ملکہ نور اس کو اٹھایا اور کہا "یہاں کا میر فرش کیا ہوا۔"

عمرو نے کہا "گھر میں بلا کی چوری تو نہ لگاؤ' میری تلاشی لے لو"

اور اٹھ کر دوسری طرف گیا۔ آنکھ بچا کر ادھر بھی میر فرش اٹھا لیا۔ لونڈیاں غل مچانے لگیں کہ صریحاً فرش کے کونوں پہ میر فرش رکھے تھے ابھی ابھی غائب ہو گئے۔

عمرو نے بگڑ کر کہا: "اے تحور اٹھو' یہاں سے چلو ہم کو سب نے چور مقرر کیا ہے۔ ایسی جگہ ٹھہرنے میں چوری لگی۔ آبرو گئی پھر ہاتھ آنا دشوار ہے۔" نور جادو نے اس وقت کنیزوں کو گھڑکا اور عمرو کا اٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا: "آپ تشریف رکھیے کنیزیں بد تمیز ہیں' ان کو بکنے دیجیے۔

یہ کہہ کر اس کو بٹھلایا اور لونڈیوں سے کہا: "دور ہو چپ رہو میر فرش کہیں ہو گا مل جائے گا۔ کیوں غل مچاتی ہو۔" کنیزیں ناچار خاموش ہو رہی اور عمرو بیٹھا۔

* * *

مخمور نے اس گفتگو کو سن کر کہا: "بہن اور تو اور میری کنے کی عزت برباد گئی۔ اب میں شہنشاہ کو جا کر منہ اپنا کیا دکھاؤں گی اور اس مفتری کو کہاں پاؤں گی۔ نور نے کہا: "یہ تو سب کچھ ہوا اب وہ ایسا نہ ہو کہ قلعہ کو لوٹ لے۔ بہن تم یہاں ٹھہرو میں جاتی ہوں انتظام کرنے۔"

یہ کہہ وہاں سے اٹھا اور ایک آدھا کنیز کو وہاں سے لیا وہ انتظام کرتی آگے آگے چلیں۔ یہ ان کے دارالامارت شاہی میں آیا۔ یہاں امراء و ورزاء و اراکین سلطنت حاضر تھے۔ سب نے تعظیم کی۔ عمرو سریر جہانیاں پہ بیٹھا اور حکم دیا: "تمام شہر میں دہل زنی کی جائے یعنی عمرو عیار کو میں قید کر کے لائی تھی۔ وہ چھوٹ گیا ہے۔ سب اہل شہر اپنی حفاظت کریں۔ جوہری اور مہاجنان شہر اپنا اپنا مال سرکار میں لا کر جمع کر دیں۔ مع سود اور منافع کے اصل روپیہ فرد ہونے اس ہنگامے کے ان کو واپس دیا جائے گا۔ یہاں بحفاظت رہے گا اور لٹ جائے گا تو سرکار کچھ نالش فریاد اس کی نہ سنے گی۔"

الحاصل شہر میں جس دم الحکم منادی کر دی، صاحبان شہر اور مالدار لوگ وحشت ناک ہو کر مال اپنا سرکار میں فراہم کرنے کو بھیجنے لگے۔ الگ الگ کان اور درجے ہر ایک کو اسباب رکھنے کے لیے خالی کر دیئے گئے۔ دو روز تک یہی انتظام رہا۔ عمرو ہر شب باغ میں جا کر آرام کرتا تھا۔ صبح کو تخت حکومت پر جلوہ گر ہوتا تھا۔ تیسرے دن دوپہر رات گئے عمرو نے خزانہ دار کو طلب کیا اور کہا: "آج مجھ کو اندیشہ عظیم ہے کنجیاں خزانے کی میرے حوالے کر دو اور میرے ہمراہ چل کر جملہ مال رعایا اور جو ہمارا خزانہ ہو، بتلا دو۔"

خزانہ دار نے کنجیاں حوالے کیں اور سب مال بتلا دیا۔ عمرو نے پہرا چوکی کی سب ہٹا دیا۔ ہر ایک کو رخصت کر کے سب مال رعایا کا اور نور جادو کا خزانہ جال الیاسی مار کر نذر زنبیل کیا۔ پھر وہاں سے باغ میں آیا۔ مخمور سے کہا چلنے کی تیار کرو۔ اور ایسا سحر کرنا کہ سارے شہر میں غلغلہ عظیم برپا ہوا میں اس ملک کو لوٹ کر صبح کو بیرون قلعہ تمہیں ملوں گا۔ شہر سے باہر نکل جاؤ۔"

مخمور اس کے ارشاد کے بموجب تیار ہوئی۔ عمرو نے پہلے کنیزوں کو جو باغ میں تھیں پاس اپنے بلایا اور حکم دیا: "سب میرے پاس بیٹھو اور پہرا دو۔ ایسا نہ ہو کہ عمرو آ کر کچھ گزند پہنچائے کنیزیں بموجب حکم بیٹھیں۔ اس نے پروانہ ہائے بیہوشی اڑائے کہ وہ شمعوں پر گر کر جلیں، دھواں نکلا۔ دماغ میں کنیزوں کے گیا۔ سب بیہوش ہو گئیں۔ عمرو نے باغ اور بارہ دری کا اسباب مع فرش و آلات وغیرہ لوٹ کر زنبیل میں رکھا۔ پھر کنیزوں کا گہنا اور کپڑے اتار کر نور جادو کو زنبیل سے نکالا اور زبان میں سوزن دے کر ستون بارہ دری سے باندھ کر ہوشیار کیا اور کہا: "میری اطاعت کر، اسلام کی مطیع ہو میں سارا شہر تیرا لوٹ چکا اور اب تجھ کو قتل کروں گا۔"

نور نے یہ ماجرا سن کر اشک حیرت بہائے اور اشارے سے کہا: "ہرگز اطاعت اسلام نہ کروں گی۔"

اس کے انکار کرتے ہی عمرو نے سر اس کا جدا کیا العیاذ باللہ! شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ آگ پتھر برسنے لگے۔

عمرو نے جلد از جلد کنیزوں کے سر کاٹنا شروع کئے پھر تو تمام عالم میں تاریکی چھا گئی اور صدائیں مہیب آنے لگیں غلامان نور جادو گھبرا کر جانب باغ دوڑے۔ اس تاریکی میں مخمور اڑ کر بروئے ہوا جا کر ٹھہری۔ جو دیا باغ پر سحر آیا۔ اس نے نارنج مارا کہ اس کے سینے کو توڑ کیا اور اس کے ہیروں نے غل مچایا۔ صدا اس کے نام سے مرنے کی بلند ہوئی پھر تو بھگدڑ پڑ گئی۔ باغ میں جانا کیسا ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مخمور ناریل اور ترنج اور تیر سحر کے مارتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس تاریکی میں عمرو بھی باغ سے نکل کر روانہ ہوا شہر میں معلیا تو آمد عمرو کی نسبت ڈھنڈورا اس بھی تھی اس وقت بھگدڑ پڑتے ہی بغیر پرستش پڑتے ہی بغیر پرستش احوال بھاگی۔ عمرو نے گیند روغن میں بھگو کر مکانات پر پھینکے کہ ہر طرف آگ لگ گئی دارالامارت شاہی میں آگ لگا دی جو کوئی گھر سے نکلا اس نے قیامت بپا دیکھی آگ لگی ہے۔ پتھر برستے

ہیں۔ تیر گر رہے ہیں۔ مار و عقرب کی بارش ہو رہی ہے۔ وہ سب سمجھے کہ عمرو معلوم ہوتا ہے فوج لے کر آیا ہے۔ پس جو منچلے تھے آمادہ حرب ہوئے۔ لیکن لڑیں کس سے وہاں تو صرف مخمور سحر کرتی اڑتی چلی آتی تھی۔ رعایا اور ملازمان شاہی حریف کی تلاش میں۔ ایسا گھبرائے کہ جو شخص سامنے سے آیا اس کو عمرو کی فوج سمجھ کر لڑنے لگے اور ادھر کے آنے والے ان کو حریف جان کر ہم نبرد ہوئے۔ صدہا سر کٹ گئے۔ گلی کوچے لاشوں سے پٹ گئے۔ خون کے نالے بہنے لگے۔ شعلہ ہائے آتش بلند تھے۔ ہنگامہ گیرو دار تھا۔

ادھر مخمور آ کر رہی تھی۔ ادھر فوج و رعایا باہم لڑ رہی تھی۔ ادھر فوج و رعایا باہم لڑ رہی تھی۔ عمرو کی اس ہنگامے دکانوں میں گھس کر مال تخت و تاراج کرتا تھا اور چھلانگیں کر کے ہر ایک کے سر پر خنجر مارتا تھا۔ سر جدا ہوتے تھے۔ لوگ بھاگتے جاتے تھے۔ گر مرتے تھے۔ خلاصہ کلام اس تھوڑی سی رات میں تیغ تیز آتش بار تھی۔ خرمن جان ساحران جل کر راکھ کر انبار تھی۔ شمشیر مثل خامہ تقدیر دفتر ہستی کو محو کرتی تھی' کمند گرہ گیر بسان سلسلہ قضا و قدر ہر ایک کی پابہ زنجیر تھی۔ اجل گلو گیر تھی جس گلی میں دیکھئے۔ ہنگامہ جنگ تھا۔ ہر کوچہ ایک دوسرے سے طالب ہم و ننگ تھا۔ بہت سے قلعہ کا در کھول کر بھاگ گئے تھے صحرا اور کوہستان میں پریشان پھرتے تھے۔ کسی کو کسی خبر نہ تھی اپنی اپنی جان بچانے پہ نظر تھی

اندھیرے میں تھی تیغ شعلہ فشاں
طپاں ابر میں جیسے ہوں بجلیاں

مچانے لگے شور جادو کے پیر
برستا تھا ہر سمت باران تیر

چلی تیغ چلن کی سن سن ہوا
دیا مشگل زندگی کو بجھا

بھڑک اٹھے یوں شعلہ ہائے فساد
کہ در کاخ تن آتش کیں فتاد

ہوا آب تیغ رواں یوں رواں
کہ غرق ہو گئی جس میں کشتی جاں

بڑھا قلزم مرگ کا ایسا پاٹ
اترنے لگے تیغ کے سوکھے گھاٹ

پسر نے پدر کو کیا تھا ہلاک
کیا بھائی کا بھائی نے سینہ چاک

غرض صبح تک یہ ماجرا
کہ آپس میں ہر ایک لڑتا رہا

در قلعہ تو کھلا ہوا ہی تھا۔ صبح ہوتے ہوتے عمرو قلعہ سے بھاگنے والوں کے ساتھ نکل گیا اور مخمور بھی اڑ کر شہر کے باہر آئی۔ لیکن عمرو کی فطرت پہ حیران تھی کہ اس نے سارا شہر دم بھر میں قتل کر ڈالا اور مال سارا لوٹ کر آپ الگ ہو رہا۔

غرض یہ کہ اسی حیرت میں ایک پہاڑ پہ آ کر ٹھہری تھی کہ بہت دور عمرو کو جست و خیز کرتے جاتے دیکھا۔ یہ بھی اڑ کر اسی طرف کو چلی اور قریب پہنچ کر ملاقی ہوئی۔ دونوں باہم باتیں کرتے روانہ ہوئے۔

ادھر قلعہ نورانیہ میں دم سحر ایک کو ایک نے پہچانا اور باہم لڑنا موقوف کیا۔ لیکن فرط خوف سے بھاگ بھاگ کر جابجا مخفی ہوئے جو غلام اور شاہی سپاہی لڑنے مرنے سے بچے وہ باغ میں گئے۔ لاش نور جادو کی اٹھائی۔ بارہ دری الٹی ہوئی پائی۔ یہ سب فریاد کناں سمت شہر جادواں روانہ ہوئے لیکن عمرو مخمور ہنستے قہقہے لگاتے چلے جاتے تھے کہ یکایک فلک پر سناٹا ہوا اور ایک ساحر مہیب صورت کریہہ منظر بدشعار اژدر پر سوار، فرستادہ افراسیاب علی تبار، بلائے جادو۔ روبرو آیا اور للکارا: "اے باد و ذر مکار کہاں میرے ہاتھ سے بچ کر جائے گا۔"

مخمور نے نعرہ سن کر عمرو کو پیچھے کیا اور آپ آگے بڑھ کر آمادہ حرب ہوئی۔ نارنج ترنج چھٹنے لگے۔ اژدر و عقرب بننے لگے۔ ابر سحر آ کر برسنے لگے شور برپا ہوا۔ بلائے جادو نے جب دیکھا کہ میں اس سے سر پہ نہیں ہوں گا۔ پس قریب آ کر خاک جمشیدی اڑائی۔ مخمور پہ بیہوشی چھائی۔ بلائے جادو نے چاہا کہ عمرو کو بھی گرفتار کر لوں اور دونوں کا سر کاٹ کر شہنشاہ کے پاس لے جاؤں۔ یہ قصد کر کے سحر پڑھتا آگے بڑھا۔

عمرو نے للکارا او حرامزادے! لے میرے اس سحر کو رد کر۔" یہ کہہ کر ایک نارنج کمر سے نکال کر اس کو دکھلایا وہ سمجھا کہ عمرو بھی ساحر ہے۔ نارنج دیکھتے ہیں وہ سحر پڑھنے لگا۔ عمرو نے نارنج تاک کر اس کی ناک پہ مارا وہ نارنج نہ تھا۔ حباب بیہوشی تھا کہ ناک پہ لگتے ہی بیہوش ہو گیا اور غبار بیہوشی دھوئیں کی طرح نکل کر دماغ میں سرایت کر گیا۔ وہ چھینک کر بیہوش ہو گیا۔ عمرو نے خنجر نکال کر چاہا کہ سر کاٹ لوں کہ ایک برق شعلہ بار چمکی عمرو سمجھا کہ کچھ آفت۔ مخمور کا کاندھے پہ لادا اور وہاں سے بھاگا۔ ادھر وہ بجلی پنجہ بن کر جو گری۔ بلائے جادو کا اٹھا لے گئی۔ ادھر مخمور کچھ عرصہ میں ہوشیار ہوئی۔ عمرو کی گود میں اپنے تئیں پایا۔ حال پوچھا عمرو نے سب کیفیت بیان کی۔

مخمور نے کہا: "وہ بجلی نہ تھی پنجہ سحر ہو گا، جو اس کو اٹھا لے گیا افراسیاب نے بہر حفاظت بطور مخفی کے کچھ پنجے بھی اس کے ساتھ کر دیئے ہوں گے۔ اب ہم تم یہاں

سے جلدی نکل چلیں ایسا نہ ہو کہ کچھ اور آفت آئے۔"

عمرو نے کہا: اگر پنجے اس کے ساتھ تھے تو ہماری بلا سے جلدی کیا ہے۔ ہم تو آہستہ آہستہ سیر کرتے چلیں گے یہ کہہ کر تفریح دونوں روانہ ہوئے۔

مگر افراسیاب باغ سیب میں متمکن تھا کہ اہل ملازمان نور جادو لاش نور جادو کی لیے دماغ پر نالاں و گریاں آئے بادشاہ نے غل سن کر رو برو بلایا۔ انہوں نے آ کر لاش سامنے رکھ دیا اور فریاد کی۔

افراسیاب کو حال قلعہ نورانیہ کے قلع قمع کا سن کر غصہ آیا اور چاہتا تھا کہ فوج بہر گرفتاری عمرو روانہ کرے۔

اسی اثنا میں پنجے نے بلائے جادو کا لا کر سامنے ڈال دیا۔ بادشاہ طلسم اور بھی غضب ناک ہوا اور آب سحر چھڑک کر بلائے جادو کو ہوشیار کیا اور کہا: "اسی منہ پر عمرو کو گرفتار کرنے کو دعوٰی کر گئے تھے۔ بلائے جادو کو بڑی ندامت ہوئی اور عرض کیا: "غلام پھر جاتا ہے۔"

شعلہ جاوداں نے کہا: "اب جاؤ گے تو کیا بناؤ گے یقین ہے کہ قتل ہو جائے گے۔"

اس نے عرض کیا: "کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ میں ضرور جاؤں گا" یہ کہہ کر دوبارہ روانہ ہوا۔ شعلہ نے لاش نور جادو اس کے ملازموں کو دے کر حکم دیا: "بنا بہ آئین جمشید لاش اٹھا اور مضطرب نہ ہو، میں اس مکار کو گرفتار کرا کے تم لوگوں کو اطلاع کر دوں گا۔ اس روز بخوبی بدلہ اپنا لینا، وہ مفسد کہاں تک مجھ سے بچے گا۔ آخر ایک نہ ایک دن اپنی سزا کو پہنچے گا۔ فی الحال وزرائے سلطنت قلعہ نورانیہ کا انتظام کریں۔ میں ورثہ وارثان نور جادو کو تجویز کر کے خلعت ریاست دوں گا۔"

غرض یہ کہ اس حکم شعلہ کو سن کر وہ لوگ پھر گئے اور افراسیاب اس فکر میں ہوا کہ ملکہ حیرت کی مدد کو طالان بن قہار کو بھیجا جائے اور کسی کو کچھ فوج دے کر بہر گرفتاری عمرو اور مخمور روانہ کرنا لازم ہے۔ یہ تو اس فکر میں ہے۔

لیکن مسافر فروشت طلسم عمرو اور مخمور سیر کناں منازل و مراحل طے کرتے کو دشت

طلسم ملاحظہ فرماتے چلے جاتے تھے۔ مخمور ان راستوں کو کاٹ رہی تھی جو ساحران ناری کی جگہ رہنے کی تھی۔ اسی طرح بعد قطع مسافت وزنا ایک روز ایک کوہ سیاہ کے قریب پہنچے۔ عمرو نے دیکھا کہ پہاڑ کی رنگت مثل قلب بخیلاں سیاہ ہے بلکہ تاریک تر از گور جہوداں پر گناہ ہے شام فرقت عاشقاں کی سیاہی سامنے اس کے خجل تھی درازی و طولانی اس کی مثل شب ہجر پھیلی تھی۔

سرکوہ تا پائیں کوہ گھاس اسی ہم شکل ماراں سیاہ تھی یہ معلوم ہوتا تھا کہ افعی زہر دار پھن اپنے زمین میں گاڑے ہیں۔ کہیں کفچے اٹھائے سانپ کالے اور کوڑیالے ہیں جابجا بڑے بڑے غار تھے۔ ان کے اندر سوراخانے مار تھے اژدر قلاب آتشیں بیٹھے پھوڑ رہے تھے۔ ناگ پھنی اور تھوہڑ کے خاردار درخت لگے تھے۔ جنگل حرارت زہر سے تپ رہا تھا۔ ہر پتھر سے زیادہ آتش ناک اٹھا تھا۔ غبار زمین سے سیاہ رنگ کا اڑتا تھا۔ ہر بگولہ بصورت دیو سیاہ پیدا ہو کر اڑتا تھا

درے سے اٹھتا تھا ایسا غبار
کہ جس طرح دشمن کے دل سے بخار

حرارت نے ایسا کیا تھا ظہور
ہر ایک غار جلتا تھا مثل تنور

کوئی شعلہ واں سے جو اڑ جاتا تھا
تو خورشید گردوں پہ تھراتا تھا

بگولے تھے یا کوئی دیو سیاہ
جنہیں دیکھ کر شیطان مانگے پناہ

دل اہل عالم کا سب دود آہ
بنا اس جگہ تھا غبار سیاہ

عمرو نے ایسے مقام وحشت خیز کو دیکھ کر درگاہ خدا سے پناہ چاہی اور مخمور سے پوچھا: "یہ کون مقام پر آفت ہے اور دشت پر مصیبت ہے کہ خود بخود گھبراتا ہے۔ طرفہ وحشت سے بولا نہیں جاتا ہے

یہ کون سی جا کہ جگر آب آب ہے
دل کو ہراس غم سے اک اضطراب ہے

مخمور نے کہا: "یہ وہ مقام ہے کہ جہاں کہ ملکہ تاریک صورت کش جادو ہے اور وہ یہاں سے کئی سو کوس پر ایک جگہ ہے کہ اس کو جمشیدی الاؤ کہتے ہیں وہاں رہتی ہے یہ اس کے سحر کی تاریکی یہاں تک پھیلی ہے اور وہ ایک بلا ہے مجرہ بخت بلا کی بلاؤں میں سے اور افراسیاب کی دایہ ہے۔ الاؤ جمشید کا بارہ کوس تک مقرر ہے کہ سوائے بیابان آتش ناک کے بالشت بھر بھی وہاں کی جگہ آگ سے خالی نہیں اسی آگ میں وہ ہاں رہتی ہے۔ جب کبھی افراسیاب اس کے پاس جاتا ہے تو بیابان ہستی کو طے کر کے جاتا ہے یہاں ہستی کی ادھر ہی سے راہ ہے۔ تاریک جادو ہمیشہ مردے کھاتی ہے اور کبھی کبھی حجرے میں جا کر رہتی ہے۔ خدا نہ کرے جو بادشاہ طلسم اس کو لڑنے کے لیے ہم پر بھیجے۔ پھر جانبری ہونا ممکن نہ ہو۔"

عمرو نے کہا: "آخر ایک روز تو اس نے لڑنا ہی ہو گا اور ہم کو خدائے تعالیٰ اس پر غالب فرمائے گا۔

ملکہ مخمور نے عرض کیا: "تاریک جادو کی طرف سے ایک ساحر اس جگہ رہتا ہے۔ جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے ایسا نہ ہو کہ کسی آفت میں پھنسنا ہو۔"

یہ تقریر سن کر عمرو بھی خائف ہو رہا تھا۔ سوچا کہ ہر جگہ جسارت کرنا اور بے فائدہ

ٹھہرنا اچھا نہیں' جہاں کچھ لے وہاں مضائقہ نہیں کہ توقف کرے۔ فی الجملہ ہمراہ مخمور جلد جلد قدم زن ہوا اور کئی روز برابر جابجا چھپاتے ساحروں کی نگاہ سے بچتے' اس کوہ کے دامن سے بہ مصیبت تمام نکلے ایک دن دشت پر فضا اور صحرائے فرحت انتما میں یہ دونوں پہنچے۔ اس مقام کو ایسا سر سبز و شاداب پایا اور و فرحت یاب ہوا۔ درختوں کی سر سبزی آنکھوں کو خنکی دیتی تھی۔ دشت میں سنہری دھوپ سبزے پر بچھی تھی۔ یا شاید بہار طلائی زیور پہنے تھی۔ صیاد فلک نے دام تار شعاعی مہر وہاں بچھایا تھا وہ بے گل نبات نے سنہری لباس زیب قامت فرمایا تھا۔ ہر درخت اثمار سے جھکے تھے۔ میوے ان کے فرط لطافت و نزاکت سے پھٹے پڑتے تھے بیچ میں جنگل کے چشموں میں اور نہریں جاری تھیں چشمہ ہائے مہ و خورشید سے زیادہ پیاری تھی

صحرا میں تھا لالہ زار کا لطف
کہسار میں آبشار کا لطف

سبزہ فرش زمردیں تھا
گلگونہ عارض زمیں تھا

نخلوں کا وہاں عجب سماں تھا
ہر مرغ تنوں کا مرغ جاں تھا

کوئی قمری چکور بلبل
شکرے طاؤس کرتے تھے غل

تھے لکہ ابر شامیانے
شبنم تھی کہ موتیوں کے دانے

ایک طرف کو اس صحرا کے ایک دریائے زخار رشکِ بحر محیط و عمان نظر آیا کہ ہر لہر میں اس کی موتیوں کو بہتے پایا سبحان اللہ کیا مالک بحر و بر نے سلسلہ موج میں موتیوں کو بہسلک کیا تھا۔ لہریں تھیں یا موتیوں کا سہرا ساحل دریا کے سر پہ بندھا تھا۔ سب دریاؤں میں وہ دریا شنگ لاڈلا تھا۔ آب صفا اس کا آب گوہر کو شرماتا تھا۔ سورج کا عکس جو اس میں جھلکاتا تھا تو گویا آب بحر ندامت میں اس کی صفا کے روبرو ڈوبا نظر آتا تھا، یا رنجی تھالی لے کر ہندوے فلک اشنان کے بہانے سے موتی چرانے آیا تھا۔

دریا کا کنارہ دوسرا اس پار سے نظر آتا تھا۔ پاٹ اس کا اتنا چوڑا تھا کہ میدان فلک جس کے روبرو چھوٹا تھا، نہ کشتی تھی نہ ڈونگی تھی نہ ملاح تھا۔ اترنا اس دریا کے پار دشوار تھا۔

عمرو نے تمور سے کہا: "یہ کون سی جگہ ہے۔ یہ دریا بہت فائدے سے بھرا ہے۔ میں اس میں اتر کر غوطہ لگاتا ہوں اور موتی جھولی بھر کر لاتا ہوں۔"

تمور نے جواب دیا: "کہیں ایسا نہ کیجئے گا۔ موتیوں کے لالچ میں آ کر ہر جان برباد نہ کیجئے گا۔ یہ دریا سحر کا ہے اصلی نہیں ہے۔ ہر ایک موتی اس کا آبلہ ڈال دے گا۔ ہر حباب آب پر آنکھیں نکالے گا۔ مفت آبرو برباد جائے گی۔ موتی کے ساتھ کوڑی بھی ہاتھ نہ آئے گی۔"

عمرو نے کہا: "تم اس دریا کے حال سے کہاں آگاہی رکھتی ہو۔"

تمور نے وجاب دیا: "اتنا جانتی ہوں کہ جب تک اس دریا کا مالک ہم کو اور تمہیں پار نہ اتارے گا یہاں سے اتر کر جانا نصیب نہ ہو گا۔ اس دریا پر نہ جادو اثر کرے گا نہ کوئی عمل کارگر ہو گا۔ گر کوئی ساحر چاہے کہ اڑ کر یہاں سے گزر جائے گا، کیا جان رکھتا ہے۔ فوراً دریا میں گرے گا اور مبتلائے عذاب ہو گا اگر کوئی شناور قصد کرے کیا امکان جو اس میں تیرے بلکہ تیرنا کیا قدم رکھے گا تو بحر عدم میں غرقاب ہو گا۔ زورق اندیشہ کو گزرنا یہاں سے محال ہے۔ خنگ وہم کو اس پار جانا بیہودہ خیال ہے۔ افراسیاب اسی وجہ سے ایک ایک ساحر ہماری گرفتاری کو بھیجتا ہے۔ کس لیے کہ

جانا ہے کہ ہم لوگ متلاشی طلسم نہ کر سکیں گے دریائے مروارید بیشہ آتشیں سے نہ گزر سکیں گے۔ خودبخود ہلاک ہو جائیں گے۔ فی الجملہ آپ گوہر شہوار قلزم عیاری ہیں اور خشک دریائے دانشمندی اس گرداب پر آفت سے زورق سلامتی پر بیٹھ کر پار اترے اور ساحل مقصد پر پہنچے۔ میں یہم فکر میں غرق ہوں کہ کیونکہ پار اتروں مگر کوئی تدبیر ذہن میں نہیں آتی۔ میں تو صرف راہ بتانے والی ہوں۔ اگر ایسے ایسے مقام سے گزر جاتی تو پھر آپ کو ساتھ نہ لاتی خود تنہا جا کر کوکب کو پیام پہنچاتی طلسم ہوشربا خواجہ بہت بڑا ہے اور اس طلسم میں نیرنگ و عجائبات لا انتہا ہے ان عجائبات کو جو کوئی مٹائے اور لوح طلسم اس وقت افراسیاب کو انہیں باتوں پر غرور ہے۔"

عمرو نے کہا: "یہ اس حرامزادے کی عقل کا فتور ہے ملک ظلمات کون و مکان کو غرور زیبا ہے وہ قادر و توانا ہے۔ ہم انشا اللہ اس عجائبات کو مٹائیں گے اور اسد کو چھڑا کر لوح طلسم سے پائیں گے۔ بیخ کفر کو کھود کے پھینک دیں گے۔"

مخمور نے کہا: "علاوہ ان عجائبات کے فوج بے انتہا شلو شلو جادواں کے پاس سے ایک ایک جادوگر سامری وقت ہے۔ اسی سبب سے اس کو نہ کچھ بیم ہے نہ ہراس ہے۔"

عمرو نے کہا: "خیر دیکھا جائے گا۔ اب فکر اس کی کرنا چاہیے جو مقدمہ کہ درپیش ہے آگے کا بیکار پس و پیش ہے۔ مخمور نے کہا: "جو ارشاد فرمایئے بجا لاؤں میں تو مطیع حکم ہوں۔"

عمرو نے جب دیکھا کہ مخمور بالکل عاجز و حیران ہے ہنس کر کہا: "تم جا کر درہ کوہ میں چھپ رہو' میں تمہیں تدبیر کرتا ہوں جب مالک اس کا مارا جائے گا اس وقت یہ خشک ہو جائے گا۔ تم جاننا کہ میں فتح یاب ہوا۔ مجھ کو آگے بڑھ کر ڈھونڈ لینا اور اگر میرا پتہ نہ لگے اور یہ دریا بھی خشک نہ ہو۔ اس وقت لشکر مہ رخ میں جا کر خبر میرے مرنے کی کہہ دینا کہ ہر ایک فاتحہ سے مجھ کو فراموش نہ کرے اور ہمیشہ بہ نیکی یاد کرے۔

یہ سرائے دہر ہے بے اعتبار

یہ سرائے دہر ہے بے اعتبار
کب کہاں ہمیشہ ہے قرار

چاہیے ہر شخص نیکی کرے
بعد مرنے کے رہے گی یادگار

مخمور حسب الحکم عمرو روتی ہوئی اور دل سے دعا ان کے فتح پانے کی کرتی ہوئی درہ کوہ میں جا کر متواری ہوئی۔ طرح طرح کے خیالات دل سے کرتی تھی کہ اگر مارا گیا عمرو تو پھر فتح ہونا طلسم کا غیر ممکن ہے اور طلسم فتح نہ ہوا تو شہزادہ نورالدہر سے تیرا ملنا کسی طرح نہ ہو گا۔ وائے میرے حال پر کہ جان و مال بھی برباد ہوا اور یار بھی نہ ملا کیوں اے فلک کس مصیبت میں تو نے مجھ کو پھنسایا۔ جب ایسا کچھ سوچی تو بلک کر رونے لگی۔

یہ تو مغموم و حزیں اس حال میں ہے۔ لیکن عمرو ایک گوشے میں گیا اور رنگ و روغن عیاری لے کر صورت اپنی مثال ایک کلاونت کے بنائی کہ فرط ضعف و پیری سے خمیدہ تھی۔ سر پہ پگڑی بندھی تھی۔ کرتا آب رواں کا ' مگر بوسیدہ گلے میں تھا ' پائجامہ مشروع کا کہنہ اور شکستہ پہنے تھا۔ سارے پیرہن میں سوسی کم خواب کے پیوند لگے تھے۔ پاؤں میں کامدار جوتا تھا لیکن بان سے بندھا تھا۔ کمر دوپٹے سے بندھی تھی۔ ڈاڑھی ناف سے بھی گزر گئی تھی۔ اسی نوے برس کا سن ظاہر ہوتا تھا جوانی کو کمر جھکا کر ڈھونڈھنے نکلا تھا۔ الحاصل بایں شکل و شمائل کنارے دریا کے آ کر ایک درخت کے نیچے بیٹھا جوڑی نے کی لے کر بجانے لگا۔ اشعار عاشقانہ اور سخن سامری جمشید کے گانے لگا۔ کبھی اپنی بربادی کے خیال سے ذمت دیا کرتا کبھی یاد دوستاں میں یہ غزل جی توڑ کر

کسی جو پردہ نشین کی یہ آرزو میں ہے

اس گانے سے عجیب سماں بندھا تھا۔ ہر شجر عالم وجد میں جھومتا تھا۔ طائروں نے آ کر گھیر لیا تھا۔ درندوں کو شوق و ذوق پیدا تھا۔ کبک دری قہقہہ بھول کر راگ سے دمساز لہروں کو وہ موج آئی تھی کہ جھوم کر روش مستانہ چلتی تھیں۔ مچھلیاں شوق سے اچھلتی تھیں۔ حباب ابھر کر پھوٹتے تھے۔ دریا کے ارمان نکلتے تھے۔ دل کے پھپھولے پھوٹتے تھے۔

اس دریا اور تمام جنگل تابہ کوہ سیاہ ملکہ مروارید جادو شاہ جادواں کی طرف سے مالک ہے اور اس دریا کے نیچے اس ملکہ کا مسکن ہے۔ عمارت و باغ آراستہ ہزار جوبن ہے اور اس مکان مینو سو اور رشک بہشت شداد کے یہ دریائے گوہر بدوز سحر ملکہ نے جاری کیا ہے جس سے گزرنا دشوار ہوا ہے۔ اس لیے کہ طلسم کے گرد بہت سے طلسم واقع ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی سرحد دار یکایک قلعہ ہو شربا پر چڑھ آئے۔ اس واسطے راہ بندی کر دی ہے۔ ہر جگہ چوکی بٹھائی ہے کہ طلسم ہو شربا بچا رہے۔

الحاصل اس وقت ایک مچھلی یاقوت رنگ نہایت شوخ و شنگ کنیز مروارید' کو بدور سحر مچھلی بن کر دریا میں سیر کرنے آئی تھی۔ عمرو کے لے کی آواز سن کر مشتاق ہوئی اور کنارے دریا کے پہنچ کر پانی سے سر نکالے دیر تک گانا سنا کی اور اپنا عشق یاد کر کے رویا کی۔ پھر غوطہ مار کر چلی گئی اور سامنے ملکہ کے وہ باغ میں مسند ناز پر بیٹھی تھی' پہنچی یہاں بھی گانا ہو رہا تھا شغل بادہ کشی تھا کہ اس کنیز نے دست بستہ عرض کیا: "اے ملکہ آج تک آپ نے کروڑوں روپے صرف کیے مگر گانا جسے کہتے ہیں وہ نہیں سنا۔ اس وقت ایک گویا ہے کہ نہایت بوڑھا ہے گلے میں بھی اس کے ویسی طاقت ہو گی' جیسے جوانوں کے ہو گی نہ ویسا حلق کالا ہے لیکن اس ہنگام پیرا نہ سالی میں بھی ویسا ہی گاتا ہے کہ ناہید فلک روبرو اس کے بے آبرو ہے۔ تان سین کی روح اس پر نثار ہونے کی آواز رکھتی ہے۔ بیجو آ کر اگر اس وقت سنتا تو باؤلا ہو جاتا اس

کی بانسری سن کر کنھیا جی کو غش آتا صحرا کے چرند پرند سب مست ہیں نقد جان انعام میں دینے کو حاضر سر دست ہیں تعریف اس کی بیان سے باہر ہے۔ اگر آپ سنیں تو ابھی میرا کہا ظاہر ہو۔

کنیز کی گفتگو سن کر مروارید نہایت مشتاق ہوئی اور بصد ناز دس بارہ کنیزان دمساز کو ہمراہ لے کر بجرے پر سوار ہوئی اور سحر کے زور سے کنارے دریا کے آئی۔

عمرو نے دیکھا کہ ایک بجرہ بہت پر تکلف بنا ہوا اور اس پر ایک یم خوبی گوہر قلزم محبوبی سوار ہے۔ گرد دس بارہ پری پیکروں کی قطار ہے کہ ہر ایک در یتیم صدف دلبری ہے غیرت دہ حسن حور و پری ہے اور وہ اس طرف آتی ہے۔

الحاصل جب قریب پہنچیں ملکہ کہ بغور عمرو نے دیکھا اس کے حسن طلعت کا عالم پایا ایسا کسی محبوب کو طلسم عالم میں خوش ادا بصد کرشمہ و جمال نہ دیکھا تھا۔ روئے تاباں اس کا مہ برج خوبی ابروے خمدار سے یہ ظاہر ہے کہ مہر برج قوس میں آیا بجرے میں وہ بیٹھی تھی یہاں مہر مسکن تھا۔ برج آبی اس کے رخسار رعنا کے رو برو وہ دریائے گوہر ریز رشک سے بحر نیل بنا عکس رخ سے چشمہ آفتاب پر قلق لے گیا۔ بحر چشم حباب سے اس کی طرف بہزاراں حسرت دیکھتا اور اپنی بے آبروئی پر پھوٹ پھوٹ کر روتا۔ واقعی اس کے عکس رخسار سے یہ معلوم ہوتا کہ چشمہ گوہر میں آفتاب لہراتا ہے یا چاند غیرت سے بحر ندامت میں ڈوبا جاتا ہے۔

حسن پر اس پری کے کی جو نگاہ
نظر آئی وہ شکل غیرت ماہ

واقعی آدمی پری رو ہے
دلربا حسن چشم و ابرو ہے

اس ترانے سے تھی وہ مہ پارہ
کہ بھٹکتا تھا پائے نظارہ

حسن و خوبی میں وہ بہت مغرور
سر سے پا تک برنگ شعلہ طور

مست صہبائے غمزہ و انداز
اٹھتا جوبن شباب کا آغاز

جوبنوں پر شباب امنگ کے دن
ستم انداز و ناز قہر کا سن

غرضیکہ وہ مہ پارہ مشتاقانہ بصد جلوہ جانانہ قریب ساحل بادائے مستانہ ٹھہری اور گانا سننے لگی۔

عمرو نے اس کو قیافے سے شناخت کر کے سرو قد کھڑے ہو کر تعظیم کی اور نہایت ادب سے تسلیم کر کے دعا دی: "مراتب اعلیٰ رہے' سرکار کا بول بالا رہے۔ جمشید سب کا سچھون رہے' چراغ دو دل سامری روشن رہے' دوست شاد ہوں' پامال دشمن رہے۔"

ملکہ نے اس کی گفتگو شائستہ سن کر بہ محبت تمام استفسار کیا: "بڈھے میاں تمھارا کہاں سے آنا ہوا۔" عمرو جواب دینے کے بدلے چیخ مار کر رویا اور کہا: "اے ملکہ میں اس طلسم میں مدت سے رہتا ہوں' لیکن اس آخری وقت میں اپنی حماقت سے جوان جورو کر بیٹھا۔ اب وہ دن رات بھڑوا گوڑا بناتی ہے' لڑائی فساد ہنگامہ مچاتی ہے۔ گھر میں رہنا مشکل کر دیا داڑھی میری اس کا کھلونا ہے۔ وہ بلبل میرا خطاب دیا ہے کبھی کبھی خواجہ خضر بھی کہتی ہے۔ داڑھی نوچنے کی فکر میں رہتی ہے۔ موئے بڑھاپے پڑے کہ

کر اس کو روتا ہے' کھری کھلت ہے' ٹیکہ ہے نہ بچھونا ہے۔ مارے جلن کے اور مات دن کی دانتا کلکل سے دیس چھوڑ۔ پردیس کی بھیک اختیار کی اس کے منہ کو جھلسا دے کر نکل آیا' مگر میں سچ کہوں جب اس کم بخت کی پیاری پیاری باتیں یاد کرتا ہوں' تو جی بے قرار ہو جاتا ہے۔ بیتاب ہو کر روتا ہوں اور بانسری بجا کر گاتا ہوں۔"

ملکہ اس کی باتوں پر ہنسی اور بولی: "اے نادان جورو تیری شکارا بدکار ہے تجھے اس کے چلتر نہیں معلوم' تو بوڑھا ہے وہ کسی جوان سے پھنسی ہو گی۔ تیرا رونا اس وقت سے نہیں چاہتی ہے۔"

عمرو نے یہ باتیں سن کر تیوری چڑھائی اور بگڑا کر جواب دیا: "جانے دیجیے ناحق میرے منہ سے بھی کچھ نکلے گا تو آپ برا مانیے گا۔" ملکہ نے کہا: "ہم تیری بات کا برا نہ مانیں گے۔"

عمرو نے کہا: "میں آپ کو کہتا نہیں' لیکن اتنی ساتھ ہیں ان میں سے کوئی میرے پاس آئے تو مردی میری ظاہر ہو جائے بھاں مردوں کی جو روئیں کیا شکارا ہوں گی۔ آوارہ ہوتی ہیں جو اس طرح خاک اڑاتی پھرتی ہیں۔ جن کے نہ کوئی در ہے نہ گھر۔"

یہ کلمات سنتے ہی سب عورتیں مارے ہنسی کے لوٹ گئیں۔ ایک کنیز نے کہا: "دور موئے ہجڑو بڑا مردوا بنا ہے' جورو کی خبر نہیں' انھیں باتوں سے وہ تجھ کو جوتیاں لگایا کرتی ہے۔

عمرو نے کہا: "معلوم ہوا تو سب سے زیادہ مستانی ہے' میرے کام کی ہے' ٹھیرا تمھیں میرے پاس اکیلے میں آنا۔"

یہ سن کر وہ کنیز لگی گالیاں دینے۔ ملکہ نے منع کیا اور کہا:"

بڑے میاں کیا کہنا ہے تمھارے کمالات کا' ظاہری اور باطنی سب کھل گئے۔ کیا لطیفہ بیان کیا کہ آتے ہی مجھ کو ہنسا دیا۔ اب آپ کو تکلیف دیتی ہوں کہ میرے غریب خانے پر قدم رنجہ فرمائیے۔ دو گھڑی دل بہلائیے' پھر چلے جائیے گا۔ میں بہت خوش کروں گی۔ دامن امید گوہر و زر سے بھروں گی۔"

عمرو نے کہا: "میں سب طرح حاضر ہوں، چاہے یہاں کام لیجیے، چاہے گھر لیجیے"

ملکہ ہنسنے لگی اور کہا: "مجھ سے بھی بے تکلفی"

عمرو نے کہا: "کیا مجال ہے۔" یہ کہہ کر قریب آیا اور ملکہ کی از سر تا پا بلائیں لیں، دعائیں لیں۔

ملکہ نے کہا کنیزوں سے اشارہ کیا کہ انہوں نے بغلوں میں ہاتھ دے کر بجرے پر عمرو کو سوار کیا۔ ملکہ بھی سوار ہوئی اور لے کر چلی۔ بیچ دریا میں جا کر کشتی نے چکر کھایا، ڈوب گئی بعد لمحے کے جو آنکھ جو کھلی دیکھا کہ سامنے ایک باغ پر بہار بنا ہے، باغیچن وا ہار طرح طرح کے گلدار اشجار سے بھرا ہے۔ گل روق بخش کارخانہ بہار میں اشجار غیرت دہ قامت یار ہیں

ہر گل و گلشن پہ تھا جوش بہار
ہر طرف ابر بہاری تھی نثار

سائبان صحن گلشن تھا سحاب
جس میں تھی عطر شعاعی کی طناب

اس کے نیچے سرو کے موزوں ستون
سیدھے سیدھے تھے زمرد گوں ستون

کوندتا وہ برق کا ادھر ادھر
نور کی جھالر تھی کیا جلوہ گر

جابجا گلبرگ تر فرش چمن

جلوہ گر ہر سو بہار نسترن

قصہ مختصر بارہ دری جو بحد حسن و خوبی فرش مسند و شیشہ آلات سے آراستہ تھی' وہاں عمر کو بٹھایا ملکہ مسند ناز پر جلوہ گر ہوئی اور حکم دیا کہ: "ہاں اے ری کالاوت کچھ گا" عمرو نے بجا کر گانے لگا سب کے دل کو اپنا شیفتہ بناتا تھا۔

ملکہ نے اس کے گانے سے خوش ہو کر بہت کچھ زر و گوہر انعام میں دیا۔

عمرو نے عرض کیا: "حضور میرا گانا آدھا ابھی ہے اگر تھوڑی سی شراب مجھے عنایت فرمایئے تو جوانوں کا مزا مجھ بڈھے میں پایئے۔

ملکہ نے ہنس کر کہا: "تو مجھ سے بھی حجت بولنے لگا"

عمرو نے کہا: "حضور پھر صحبت میں چٹنے بولنے کا ہی مزا ہے۔"

کنیزیں بولیں: "گھر میں تو بیچارہ جوتیاں کھاتا ہے یہاں اس کا دہن کھلا ہے۔"

عمرو نے کہا: "مار کھانے ہی کو سامری نے ہمیں پیدا کیا ہے۔"

ملکہ خوب ہنسی اور کہا: "اس کے منہ نہ لگو' جاؤ کشتیں شراب کی لاؤ۔" کنیزیں گئیں اور کشتیں بادہ ارغوانی و زعفرانی کی لائیں۔ عمرو نے سب بوتلوں اور شیشوں کو کھول کر الٹ پھیر کرنا شروع کیا اور تڑکا بچا کر سب میں بیہوشی ملائی پھر چوماسی گھنگروؤں منگا کر پاؤں میں باندھی منہ سے لے بجاتا گاتا ہوا پاؤں سے تال دیتا گاتا اور گت بھرتا ہوا بوتل بغل میں دابے کمر سے پیالہ لگائے ملکہ کی طرف چلا۔ سب کو ایک حیرت ہوئی کہ یہ گویا کیا خوب ہنر ساقی گری کا جانتا ہے۔ غرض یہ کہ سامنے ملکہ کے عمرو اسی صورت سے پہنچ کر ٹھہرا اور جام شراب سے بھرانے کو لبوں میں داب کر ہاتھ پہ جام کو رکھا اور سامنے ملکہ کے لا کر رکھ دیا۔

ملکہ نے ہنس کر چاہا کہ جام لے کر پئے۔ عمرو نے اس کو اچھا دیا اور پھر سر پہ رکھ کر سامنے لا کر رکھ دیا۔

ملکہ نے ہنس کر چاہا کہ جام لے کر پئے۔ عمرو نے اس کو اچھا دیا اور پھر سر پہ رکھ کر سامنے کیا کہ اکثر کو سر سے شراب پلاتے ہیں۔ عمرو کا ان باتوں سے منشا صرف

بھلاوے میں ڈالنے کا ہے اور ملکہ کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ آخر جام لے کر پی گئی کیونکہ عالم محویت میں تھی۔ انجام کا خیال بھولی۔ جام پیتے ہی آنکھوں میں سرسوں پھولی مست ہو کر جھومنے لگی۔ عمرو نے پھر چار سمت ڈپٹے کا دور باندھا اور جتنی عورتیں تھیں سب کو بھی جھوم کر اٹھی' چاہا کہ ساقی کے ساتھ ناچنے لگوں لیکن ٹھوکر کھا کر گری۔

عمرو نے اٹھ کر دروازہ باغ کا بندی کیا اور سب کے کپڑے اور زیور اتار کر مکان کا سب اسباب لوٹ کر نذر زنبیل کیا۔ پھر ملکہ کو اٹھا کر ستون سے بادہ وری کے باندھا اور کوتا پکڑ کر فتیلہ رفع بیہوشی سنگھایا۔ لیکن زباں میں سوزن دے دیا۔

جب آنکھ مروارید کی کھلی اس کو وہی نشہ دیرینہ تھا گیا ہوئی: "اے ہیر کلانوت کیا کتا ایک آدھ چیز تو اور گا۔"

عمرو نے نعرہ کیا: "باز اے قحبہ از غفلت ہوشیار باش میرا نام عمرو بن امیہ ہے۔"

یہ صدا سن کر اس نے آنکھ کھول کر جو دیکھا اپنے تئیں بندھا پایا اور کلانوت سامنے کوتا پکڑے کھڑا تھا۔ بس اشارہ سے پوچھا: "یہ ماجرا کیا ہے۔"

عمرو گویا ہوا: "خدا کے فضل سے میں مع ملکہ مخمور یہاں آ کر پہنچا۔ تجھے چاہیے کہ مطیع اسلام ہو اور محبت جمشید و سامری چھوڑ۔ مجھ کو راستہ دے اور تو خدمت ملکہ مہ رخ مہ جادو نہ میرے ہاتھ سے ماری جائے گی۔

مروارید نے ہر چند کہ پند و نصائح سنا' مگر اشارے سے یہی کہا: "میری جان ہم جمشید و سامری پر سے فدا ہے۔ مطیع اسلام ہونا نہ گوارا ہے۔ "

عمرو نے اول تو اس کی جوانی اور حسن پر رحم کھایا تھا۔ مگر اب قلب سیاہ اور دشمن سخت اپنا جب پایا حجت تمام کر کے سر اس کا جدا کیا پھر تو غل و شور تاریکی ہو گئی۔

عمرو نے جلد جلد سر کنیزوں کے کاٹے۔ الحفیظ والا مان بپا غل کرنے لگے۔ آگ بری پتھر پڑنے لگے۔ دیوائے مروارید غائب ہوا۔ مخمور نے جو یہ ہنگامہ دیکھا سمجھی کہ مروارید قتل ہوئی۔ بس سحر پڑھتی ہوئی وہ کہو سے شاداں و فرحاں نکل کر دوڑی' دیکھا کہ

ایک باغ سامنے ہے اور ملازمان مروارید "پکڑنا پکڑنا" کہتے اِدھر اُدھر دوڑتے جاتے ہیں۔ اندر سے باغ کے شعلے آتش کے نکلتے ہیں۔ یہ سمجھی کہ خواجہ اسی باغ میں سب کو قتل کرتے ہیں۔ یہ معلوم کر کے پردے ہوا اڑ کر نارنج ترنج مارنا شروع کئے۔ پیا گن تیرا اور مادو کنثر دم برسائے ساحر گھبرائے کہ شاید فوج ساحران آ گئی ہے۔ پس گھبرا کر بھاگے۔

اُدھر عمرو باغ سے باہر جو نکلا' دیکھا کہ کوسوں تک اندھیرا ہے اور میدان آتش بہار ہو رہا ہے۔ سحار ہر طرف بھاگے جاتے ہیں۔ بہر چلاتے ہیں: "افسوس مارا اس ملکہ کو جس کا نام مروارید جادو تھا۔ عمرو نے یہ ہنگامہ دیکھ کر چند حقے آتش بازی مارے اور خنجر مارنا شروع کیا۔

اُدھر مخمور سے جس پر تاک کر ناریل مارا اس کے سینے کو توڑ گیا۔ آخر جب سب بھاگ گئے اس وقت کچھ بگولے لاش ملکہ مروارید کی لپیٹ کر اڑتے ہوئے سمت باغ سیب چلے۔ ان بگولوں سے رونے کی صدا آتی تھی۔

مخمور اتر کر پاس آئی اور کہا: "اے شہنشاہ عیاراں یہ بگولے نہیں یہ ہیں سحر کے اب یہ شاہ جادواں کے سامنے جائیں گے اور حال کہیں گے۔ اس کو ہر وقت دم بھر میں یہاں آنا دشوار نہیں مگر کوئی آفت آئے گی۔ آپ جلد یہاں سے تشریف لے چلیے۔

عمرو نے سمجھا کہ ٹھہرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مخمور کے ہمراہ باتیں کرتا ہنستا بولتا بخیریت روانہ ہوا۔ یہ تو اُدھر جاتا ہے۔

یہی کہا: "میری جان ہم جمشید و سامری پر سے فدا ہے۔ مطیع اسلام ہونا نہ گوارا ہے۔"

عمرو نے اوّل تو اس کی جوانی اور حسن پر رحم کھایا تھا۔ مگر اب قلب سیاہ اور دشمن سخت اپنا جب پایا حجت تمام کر کے سر اس کا جدا کیا۔ پھر تو غل و شور تاریکی ہو گئی۔ عمرو نے جلد جلد کنیزوں کے کاٹے۔ الحفیظ والاماں بہر غل کرنے لگے۔ آگ بری پتھر پڑنے لگے۔ وہ باغ مروارید غائب ہوا۔ مخمور نے یہ ہنگامہ دیکھا سمجھی کہ مروارید قتل ہوئی۔ بس سحر پڑھتی ہوئی دہ کوہ سے شاداں و فرحاں نکل کر دوڑی' دیکھا کہ

ایک باغ سامنے ہے اور ملازمان مروارید "پکڑا پکڑا" کہتے ادھر ادھر دوڑے جاتے ہیں۔ اندر سے باغ کے شعلے آتش کے نکلتے ہیں۔ یہ سمجھ کر خواجہ اسی باغ میں سب کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے بھروسے ہوا اڑ کر ناوک ترنج مارنا شروع کیے۔ پیکان تیر اور مارنا کثرت دم بڑھائے ساحر گھبرائے کہ شاید فوج ساحران آ گئی ہے۔ پس گھبرا کر بھاگے

ادھر عمرو باغ سے باہر جو نکلا دیکھا کہ کوسوں تک اندھیرا ہے اور میدان آتش بہار ہو رہا ہے۔ ساحر ہر طرف بھاگے جاتے ہیں۔ ہر چلاتے ہیں: "افسوس اس ملک کو جس کا علم مروارید جادو تھا۔ عمرو نے یہ ہنگامہ دیکھ کر چند حقہ آتش بازی مارے اور تیر مارنا شروع کیا۔

ادھر مخمور نے جس پر تاک کر ناریل مارا اس کے بھیجے کو توڑ گیا۔ آخر جب سب بھاگ گئے۔ اس وقت کچھ بگولے لاش ملکہ مروارید کی لپیٹ کر اڑاتے ہوئے سمت باغ سیب چلے۔ ان بگولوں سے رونے کی صدا آتی تھی۔

مخمور اتر کر پاس آئی اور کہا: "اے شہنشاہ عیاراں یہ بگولے نہیں ہیں سحر کے اب یہ شاہ جادواں کے سامنے جائیں گے اور حال کہیں گے۔ اس کو ہر وقت دم بھر میں یہاں آنا دشوار نہیں مقرر کوئی آفت آئے گی۔ آپ جلد یہاں سے تشریف لے چلیے۔

عمرو سمجھا کہ ٹھہرنے سے کچھ فائدہ نہیں۔ مخمور کے ہمراہ باتیں کرتا ہنستا ہوا بخیریت روانہ ہوا۔ یہ تو ادھر جاتا ہے۔

مگر لاش مروارید کی سامنے افراسیاب کے پہنچی۔ ہر سامنے مجسم ہو کر آئے اور سارا ماجرا بیان کر کے جل گئے۔ شاہ جادواں کو رنج ہوا اور چاہا کہ خود جائے مگر اہل دربار عرض پیرا ہوئے: "حضور نے بلائے جادو کو بھیجا ہے۔ ان کا راستہ دیکھ لیجیے تو پھر اور کچھ تدبیر کیجیے گا اور علاوہ اس کے کسی نہ کسی در بند پہ وہ مفسد ضرور گرفتار ہو گا۔ بادشاہ کا جانا زیبا نہیں۔"

شہنشاہ طلسم ان کے سمجھانے سے چپ ہو رہا اور اٹھ کر ملکہ حیرت سے وہاں تک بیٹھے

کا کر چکا تھا اس وجہ سے سحر پڑھا۔ ایک ساحر فیل آتش ناک پر سوار اڑتا ہوا سامنے آیا اس کو حکم دیا: "اے طوفان بن قہار فیل زر جادو تم سب لشکر حیرت میں جاؤ اور فرقہ باغیان کا خاتمہ کرو۔"

یہ حکم سن کر طوفان سلام کر کے رخصت ہوا اور جلد پر آ کر بارہ ہزار ساحر کی جمعیت سے نہایت العزی کے ساتھ روانہ ہوا کہ ساحران نابکار باشکال مہیب اژدہوں پر سوار تھے۔ نفیر سحر کے بجنے سے زمین و زمان میں تزلزل آ گیا تھا۔ قیامت کے آثار نمایاں تھے۔ مردوں کو تہ خاک نفخ صور کا انتظار تھا ہنگامہ محشر کو بھی اس غلغلہ کا خوف تھا۔ اس وجہ سے پوشیدہ تھا۔ بروئے ہوا یہ لشکر جاتا تھا' یا خاطر شوریدہ دہر سے نالہ و فغاں کا شور پیدا تھا۔

قصہ مختصر قریب لشکر ملکہ حیرت بعد طے مسافت پہنچا۔ ملکہ حیرت نے خبر سن کر استقبال کرایا۔ لشکر مقام بہترین اتروایا طوفان دربار میں جب آیا نذر دی۔ ملکہ نے خلعت عنایت فرمایا دنگل قریب تخت شاہی بیٹھنے کو دیا۔ ساقی مہر بیدار نے شراب آفتابی سے کام جان کر روشن کیا۔ جب دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا اس نے عرض کیا: "حکم طبل رزم بجنے کا دیجئے۔ تا کہ کل میں سب کا استیصال کروں۔ قصہ کا انفصال کروں۔"

ملکہ حیرت نے کہا: تم ابھی آئے ہو۔ ایک روز آسودہ ہو لو پھر مقابلہ کرنا' جلدی نہ کرو۔ اس نے اصرار کیا۔ ناچار حیرت نے حکم نواخت نقارہ۔ رزم دیا۔ ساحروں نے نفیر سحر بجائی۔

یہ خبر ہر کاروں نے جا کر ملکہ مہ رخ کو پہنچائی۔ ادھر بھی نفیر سحر کو دم ملا۔ ہر بہادر آگاہ ہوا۔ سامان حرب کی درستی میں مصروف ہر سردار سپاہ ہوا۔ ایسا غلغلہ برپا ہوا کہ آفتاب لرزتا ہوا میدان سے فلک کے بھاگا اور سپاہ شام کے قلعہ کا محاصرہ کیا۔

تمام شب تیاری جنگ میں بہادروں نے بسر کی جس دم زلف شب سے چہرہ پر نور شاہد روز کی روشنی ظاہر ہوئی اور نوبت نواز دہر نے طبل بازگشت کی صدا لشکر زنگی شب میں بلند کی۔ دم سحر بصد حشمت و جلال دونوں لشکر میدان قتال آ کر صف آرا ہوئے۔ اور

تخت شاہاں پر دو سوار قلب فوج میں ٹھہرے۔ بعد ترتیب عسکر نصرت اثر مبارزان دلاور طالب پیکار ہوئے۔ ادھر سے فولان اور ادھر سے مرزبان نکل کر مقابل ہوئے پہلے ناریل اور ترنج چلے آخر طولان نے اپنے فیل کو ہول دیا۔ ہاتھی نے گھونسا خرطوم کا مارا۔ مرزبان بیہوش ہو کر گرا اس نے گرفتار کر لیا اور پھر نعرہ ھل من مبارز کا مارا اور ایک ساحر ادھر سے جا کر ہم نبرد ہوا۔ بعد رد و بدل سحر کے اس کا بھی ہاتھی نے کام تمام کیا۔ اسی طرح بہت سے ساحر قتل و اسیر ہوئے، ہاتھی کی وجہ سے دستگیر ہوئے۔ اس وقت تاب ملکہ و مرصع مو کو نہ آئی اور یہ جا کر مقابل ہوئی۔ باہم تا دیر سحر سازی رہی۔ اس نے ہاتھی اس پر بھی ہول دیا۔ فیل نے ایک پھنکار ماری کہ مرصع مو بیہوش ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ اسے بھی گرفتار کرے۔ مہ رخ تخت سے عقاب سحر بن کر اڑی اور مرصع مو پر آ کر گری، پنجے میں داب کر لے چلی اور ایک گولہ فولادی مارا کہ طولان ہاتھی پر سے کود کر الگ ہوا اور ہاتھی کے مستک پر جو پڑا۔ اس کا سر پھٹا اور تڑپ کر ہلاک ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر طولان کو غصہ آیا اور فوج کو للکارا: "کہ لینا اس کو جانے نہ دینا فن کے ساتھ عقاب اور شاہین و باز بن کر چلے اور تیر سحر بہت سے مہ رخ پر لگانے لگے۔

پھر تو ادھر کی فوج بھی چلی اور دونوں باہم لشکر میں جنگ آغاز ہوئی۔ مہ رخ نے نے مرصع مو کو سپرد و لشکریان کیا اور آپ لڑنے لگی۔ ساحرہ جو طائر بنے تھے ان کو صید کرنا شروع کیا قفص تن سے جب طائر روح ساحران نے پرواز کی۔ بجروں کے غل سے کان پڑے آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ تاریکی اور آندھیوں سے خاطر روزگار مکدر و تیرہ تھی۔ برف باری نے گرمیان شعلہ دہم کی سرد کی تھی۔ سنگ باری نے تختیاں آہن گدانوں کی گرد کی تھیں۔

شام کے وقت لشکر جنگ گاہ سے پھرے اور خیمے گاہ میں آ کر آسودہ ہوئے۔ لیکن طولان نے تامل نہ کیا۔ آتے ہی پھر طبل جنگ بجوا دیا۔ مہ رخ بھی خبردار ہوئی اور نکلے

ترکی کو دم ملا۔ شور محشر آشکارا ہوا۔ ساحر سحر خوان ہوئے۔ بہادر عازم میدان ہوئے۔

پھر رات بھر تیاری رہی۔ صبح دم جب شاہ خاور نے تخت زریں پر جلوہ کیا اور شب تیرہ نے ناخن پنجہ مہر سے رخسار اپنا خراشیدہ کیا۔

سپاہ ہر دو سو وارد دشت قتال ہوئی۔ طوفان نے اپنے سپہ سالار اژدر جادو سے کہا: "تو اژدر بن کر میرے سامنے آ کر میں تجھ پر سوار ہوں گا اور جس وقت میں لڑنے لگوں حریف مجھ سے مخاطب ہو گا تو غفلت میں اس کو پا کر دم کھینچ کر نگل لینا۔"

سپہ سالار یہ حکم سن کر بزور سحر اژدر بنا اور طوفان کا گھوڑا کھلوا کر اس پر سوار ہو کر وارد میدان حرب ہوا۔ بعد ترتیب صفوف کارزار صف لشکر سے بڑھ کر مبارز طلبی کی۔

آذر مہر سرخ مو اس کے مقابلے میں گئی۔ پہلے نارنج ترنج چلا پھر اس نے بالوں کی لٹ کھولی ستارے ٹوٹ کر گرنے لگے۔ طوفان نے اس سحر کا رد کیا کہ اندھیرا موقوف ہوا اور ستاروں کو سر پر بجلی نے پیدا ہو کر روکا مگر اژدر نے اپنا دم کھینچا۔ سرخ مو مخاطب ہم نبرد سے تھی۔ غفلت میں سنبھل نہ سکی اژدر کے منہ میں سما گئی اسی طرح چند سردار آئے اور وہی اژدر میں سما گئے۔ اس وقت مہ رخ نے بھی سرداروں کی مدد کے لیے ساحروں کو بھیجا۔

ادھر طوفان نے فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر دونوں فوجیں بھڑ گئیں۔ دریائے فوج میں تلواریں لہریں لینے لگیں موج آب شمشیر نے ہستی کا پل ڈھا دیا۔ بحر فنا کا کنارا نظر آیا۔ دو پہر کامل خوب لڑائی رہی۔ سحر آزمائی رہی۔ آخر نہ ایں را خطا نہ آں را ظفر دونوں طرف طبل امان بجا۔ ہر ایک پھر کر خیمہ گاہ میں آیا۔ طوفان بارگاہ حیرت میں گیا۔

ملکہ حیرت اثنیکہ زوجہ شہنشاہ ساحران سے ہر بار میدان جنگ گاہ میں تشریف آتی ہے فی الجملہ اس نے سارا ماجرا جنگ عرض کیا اور سرداروں کا قید کرنا بھی کہا۔

ملکہ حیرت نے کہا: "ان سرداروں کو ہمارے سامنے لاؤ۔" اس نے عرض کیا: "لاتا ہوں" اور روانہ ہوا

مگر حال سنیے کہ اژدر جب جنگ گاہ سے پھر کر آیا تو اس نے خیال کیا کہ تیرے شکم میں سردار گھٹ کر مر جائیں گے۔ ان کو نکالنا چاہیے۔ یہ سمجھ کر ان کو اگلا اور دم اپنی منہ میں داب کر حلقہ کے بیچ میں سرداروں کو لے کر بیٹھا۔ مگر اس کے اگلنے سے سحر سرداروں پر سے اتر گیا اور وہ بیہوش تھے۔ اب جو ہوشیار ہوئے۔ اٹھ کر اپنے لشکر کی طرف چلے۔ اژدر ان کا سدراہ ہوا۔ سرخ مو اس وقت غفلت میں گرفتار ہوئی تھی اور یہ دو تھے وہ اکیلی تھی اب جو اس نے اژدر ان کا سدراہ ہوا۔ سرخ مو اس وقت غفلت میں گرفتار ہوئی تھی اور یہ دو تھے' وہ اکیلی تھی اب جو اس نے اژدر کو تنہا پایا ایک تیر سحر کا ایسا مارا کہ اس کے سینے کو توڑ گیا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہوا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ تاریکی ہو گئی اسی اثنا میں سرخ مود وغیرہ اڑ کر پرے ہوا گئیں اور وہاں سے پھر گولے اور ہار قلفل وغیرہ مارنے شروع کیے لشکر طوفان دو چار ہلاک ہوئے اور اٹھ کر لشکر حیرت کی طرف بھاگے اس طرح طلایہ دار کچھ سپاہ لیے محافظت لشکر کرتا تھا' غل سن کر ادھر دوڑا۔ یہ لشکری سمجھے کہ ہم کو مارنے آتا ہے اور اسی نے شاید ہمارے لوگوں کو مارا ہے۔ پس یہ سمجھ کر لڑنے لگے۔ ادھر سے طوفان قیدیوں کو لینے آتا تھا وہ یہ ہنگامہ دیکھ کر سمجھا کہ شاید مہ رخ میری فوج پر آ گری ہے۔ پس وہ وہ للکارنے لگا ہاں لینا جانے نہ دینا۔"

اب فوج کو بالکل یقین ہو گیا کہ ملکہ حیرت سے بگڑ گئی اور ادھر والوں کو یقین ہوا کہ یہ لشکر شاید مہ رخ سے مل گیا ہے الحاصل گوشت خر اور دندان سگ باہم سحر چلنے لگے۔ برقیں کرنے لگیں۔ سرخ مو وغیرہ تو اپنے لشکر میں چلی آئیں۔ یہاں بھی غلغلہ سن کر فوج تیار ہو گئی۔ ادھر شور ہونے سے حسرت بارگاہ سے نکل آئی۔ دیکھا باہم فوجیں لڑ رہی ہیں پشتے کشتوں کے بندھ گئے ہیں۔ لاشوں کے انبار لگے ہیں۔ قلعہ ہائے تن کی بربادی سے سروں کے کنگرے ہر جگہ بنے ہیں۔ حیرت کی سمجھ میں یہ لڑائی نہ آئی اور بغضب نام کچھ سحر ایسا پڑھا کہ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک دھواں پیدا ہو کر اندھیرا ہو گیا۔ فوجیں جدا ہو گئیں اس نے طوفان کو بلوایا اور ماجرائے جنگ پوچھا۔

اس نے کہا: "مجھے نہیں معلوم لڑتے ہوئے فوج کو دیکھ کر میں بھی لڑنے لگا تھا۔

الحاصل بعد تحقیقات حال مرگ اژدر اور سب فساد ظاہر ہوا۔ حیرت نے طوفان کو بہت کچھ لعنت ملامت کی کہ افسر ہو کر بغیر دریافت حال لڑنے لگا اور صد کو قتل کر ڈالا۔

طوفان کو اس کے برا بھلا کہنے سے غصہ آیا اور کہا ہوا سرخ مو کی ذات سے یہ فساد ہوا ہے۔ میں اس کو جا کر بارگاہ حریف سے پکڑ لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر بزور سحر اڑ کر چلا۔

ادھر سے جو باہر جاسوس اس جگہ حاضر تھے وہ اس سے قبل خدمت مہ رخ میں گئے اور اس کے آنے سے مطلع کیا۔ قران اخلاق سے اس وقت بارگاہ میں حاضر تھا۔ اس نے جو سنا کہ طوفان آتا ہے اس نے ملکہ سے کہا: "آپ مع سرداران نامی کے پوشیدہ ہو جائیے میں ایک عیاری کروں گا۔"

مہ رخ و بہار وغیرہ اس کے کہنے سے بزور سحر چھپ گئیں اس نے برق و ضرغام وغیرہ عیاروں سے کہا: "تم اپنی صورت مثل بہار و مہ رخ وغیرہ کے جلد بناؤ اور سحار جو ایسے ویسے تھے ان کو بلا کر حکم دیا: "تم بزور سحر صورت اپنی مثل سرداروں کے بناؤ۔ غرضیکہ دم بھر میں سب سے نے صورتیں تبدیل کیں اور اس عرصے میں طوفان بارگاہ میں آیا اور پکارا: "کہاں ہے سرخ مو" سامنے برق کو بہ شکل مہ رخ تھا اور دست بستہ عرض پیرا ہوا: "ہم سب اطاعت شہنشاہ کرتے ہیں" اور قران نے بھی عرض کیا: "ہماری خطا بھی شاہ جادواں سے معاف کرا دیجیے۔"

طوفان یہ عذرات سن کر بہت خوش ہوا کہ یہ لڑائی میری وجہ سے فیصل ہوئی۔ بس ہر ایک سے حکم دیا: "اگر تم صفاہ چاہتے ہو تو میرے خیمے میں چلو۔"

مہ رخ و بہار نقلی دو ایک سردار اس کے ہمراہ چلے اور قران بھی ساتھ آیا اور اس نے چاہا کہ ان سب کو خیمے میں بٹھا کر میں حیرت کے پاس چلوں اور ان کے آنے کا بیان کروں لیکن جانے نہ پایا کہ قران نے اکیلا پا کر اسے بیہوش کیا اور برق نے چاہا کہ مار ڈالوں لیکن قران نے کہا: "اے برق تم اس کی صورت بنو پھر تماشہ دیکھو

برق اسی کی صورت بنا اور باہر نکل کر اپنی سواری کا ہاتھی مانگا۔ ساحر فیل در خیمہ پر حاضر لائے۔ برق نے بموجب فرمائش قران گٹھری کی طرح طولان کو باندھ کر باہر آ کے ہاتھ پر رکھ لیا اور آپ سوار ہوا۔ بس سوار ہوتے ہیں افسران فوج کو للکارا: "جلد لشکر تیار کرو۔"

انھوں نے نفیر سحر بجائی اور صف باندھ کر کھڑے ہوئے ان سے اس نے کہا: "ملکہ حیرت سے مجھ کو بگاڑ ہو گیا ہے تم میرا ساتھ دو گے یا حیرت کا۔"

سارے لشکر نے کہا: "ہم آپ کے تابعدار ہیں۔" اس نے کہا: "لشکر حیرت غافل تو ہوا ہے اس پر حملہ چل کر کرو۔ دو مار لو۔" فوج حکم پاتے ہی لشکر حیرت پر جا پڑی۔ وہ لوگ سب غفلت میں تھے۔ ادھر سے ناچخ و ترنج پڑنے لگے۔ خیموں میں آگ لگی دو چار واصل جہنم ہوئے۔ گھبرا کر کچھ بھاگے۔ جلد از جلد بہتوں نے کمر باندھ کر لڑنے لگے۔ ہنگامہ گیر و دار برپا ہوا۔ اس وقت برق نے طولان گٹھری سے کھول کر بٹھا دیا۔ اور قفیسہ رخ بیہوش تک کے برابر آپ ہاتھی سے کود گیا اور لشکر سے نکل کر الگ کھڑا ہوا اور قران و بہار بھی خیمے سے نکل کر الگ جا ٹھہرے۔ لیکن طولان کی جو آنکھ کھلی اس نے دیکھا کہ لڑائی ہو رہی ہے ہر چند بل بل کرتا ہے مگر اس بلو میں کون سنتا ہے ایک سے دوسرا بھڑا ہے۔ شمشیر صاعقہ خصال خرمن ہستی جلا رہی ہے۔ کمان وہاں تیر سے غل مچا رہی ہے۔

ملکہ حیرت بھی غل سن کر خیمے سے باہر نکل آئی۔ بس اس کو صاف یقین ہوا کہ طولان ان سے مل گیا ہے۔ لہذا اس نے بھی فوج کے افسروں کو للکارا: "لینا اس حرام خور کو" اب تو خوب گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ گوشت خرد دندان سگ باہم کٹ مرے۔ اور باقی دفتر ہستی صرصر فنا نے الٹ دیئے۔

ملکہ حیرت نے جب جنگ آغاز کی تو یہ بھی خیال آیا کہ مہ رخ کہیں بھڑکا نہ گئی ہو یہ سمجھ کر حکم دیا: "اے شہاب تو جا اور طولان کو سمجھا۔"

شہاب جو وہاں سے اس کی طرف دوڑا' وہ سمجھا کہ حیرت نے اس کو میرے گرفتار کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ بس یہ جان کر یا تو یہ فوج کو منع کر رہا تھا یا شہاب پر نارنج ترنج مارنے لگا۔ شہاب بھاگ کر حیرت کے پاس گیا اور کہا: "اے ملکہ! یہ بیشک حریف سے مل گیا ہے۔ اتفاق سے اس وقت ابرق کو شگف آیا ہوا تھا۔ حیرت نے اس سے کہا: "اے وزیر اعظم تم جا کر طوفان کو پکڑ لاؤ۔"

ابرق حسب الارشاد چلا اور آتے ہی ایک چٹکی سحر پڑھ کر ماری طوفان سحر بھول گیا۔ ابرق کمر میں پنجہ ڈال کر اٹھا لے گیا۔ اور سامنے ملکہ کے لایا۔ ملکہ نے حکم دیا: "مارو اس حرامزادے کو لگی جوتی اور لات اور گھونسہ پڑنے۔ ہر چند یہ چلاتا ہے کہ ملکہ میری خطا نہیں ہے' مگر کوئی سنتا نہیں جوتیاں اور لاتیں پڑی جاتی ہیں خوب پٹا۔ ابرق نے آخر سفارش کر کے چھڑایا۔

یہ چھوٹا لشکر میں آ کر طبل امان بجوایا اور اسی وقت کوچ کر کے دریائے خون رواں سے اتر کر باغ سیب میں پاس شعلہ جادواں کے گیا اور پکارا: "فریاد ہے' ملکہ حیرت نے ایسا کچھ پٹوایا کہ سر پر بال نہیں رہے۔ ملکہ لائق افسری نہیں ہے۔"

افراسیاب نے غل سن کر اس کو سامنے بلوایا اور حال سن کر کتاب سامری دیکھی ہنس کر کہا: "تم خوب لٹے گئے اے اے بیوقوف عیار تجھ کو دھوکا دے گئے۔" پھر سب حال برق و قرآن کا شعلہ طلسم نے بیان کیا۔ اس نے کہا: "میں پھر جاتا ہوں۔" یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ جائے۔ شعلہ طلسم نے منع کیا اور کہا: "اب تم نہ جاؤ۔"

اس نے کہا: "میں جاتے ہیں عیاروں کو گرفتار کر لوں گا۔ شعلہ نے کہا: "اب کی عیار تمہیں زندہ نہ چھوڑیں گے تم ٹھہرو' میں تدبیر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اپنا صندوقچہ سحر منگا کر ایک تصویر نکالی اور ایک ساحر غدار جادو نامی کے حوالے کی اور کہا: "تم طوفان کے ساتھ جاؤ' ملکہ حیرت سے کہنا کہ ان کو عیاروں نے تنگ کیا ہے۔ اب میں نے کئی سحر ان کے ساتھ کر دیئے ہیں۔ ان کی خاطر بہت کرنا

اور اے ملکہ: تم نے بہت برا کیا جو ان کو ذلیل کیا کوئی افسروں کے ساتھ اس طرح پیش آتا ہے اور غدار یہ تصویر میں نے پہلے بھی ایک ساحر کو دے کر بھیجا تھا اور اس نے کئی عیاروں کو پکڑ لیا تھا لیکن پھر اس نے دھوکا کھایا آخر مارا گیا۔ فی الجملہ تاثیر اس تصویر کی یہ ہے کہ جو عیار تمھارے سامنے آئے گا۔ یہ تصویر اس کی اصلی بن جائے گی۔ تم جاننا کہ یہ عیار ہے اور اس کی یہ شکل جو بظاہر عورت یا اور کسی طور کی ہے عارضی ہے۔ اصل شکل اس کی شکل صورت تصویر ہے بس اس کو تم گرفتار کر لینا۔"

غدار یہ کلمات سن کر اور تصویر لے کر ہمراہ طوفان روانہ ہوا اور طوفان مع اپنے لشکر کے کوچ کر کے دریا سے پار اترا۔ اس وقت غدا اس کے آگے آگے چل کر بارگاہ حیرت میں گیا اس نے اس کی تعظیم کی۔ اس نے حکم شہنشاہ سے جو نسبت طوفان تھا اطلاع دی۔

ملکہ حیرت نے سردار بہر استقبال بھیجے اور طوفان کو استقبال کرا کے بلوایا اور خاطر سے بٹھلایا۔ بے اعتنائی جو پہلے اس کے ساتھ کی تھی اس کا عذر کیا اور ساقیان بہر تمثال حاضر ہوئے۔ دور جام بے اندیشہ انجام آغاز ہوا۔ ناچ ہونے لگا اس وقت غدار نے وہ تصویر ملکہ کو دکھا کر خاصیت اس کی بیان کی اور کہا: "میں بارگاہ حریف میں جا کر عیاروں کو پکڑ کر لاتا ہوں"

حیرت نے کہا: " تم اس تصویر کی وجہ سے عیاروں کو پہچانو گے۔ لیکن وہاں ساحران زبردست جو مقابلہ کریں گے ان کا کیا علاج کرو گے۔"

اس نے ہنس کر کہا: "اے ملکہ! میں مصاحب شہنشاہ ہوں میرا نمک حرام کیا بنا لیں گے۔"

حیرت نے کہا: "اگر ایسا ہے تو جاؤ۔"

غدا وہاں سے اڑ کر چلا' لیکن اس سے پہلے ضرغام یہاں موجود تھا' وہ سارا ماجرا تصویر کا دریافت کر کے گیا اور جا کر دربار میں خبر عرض کی۔ وہاں قران موجود تھا۔ اس لیے کہ عمرو جب سے گیا ہے۔ یہ بارگاہ میں بہت رہتا ہے۔

الحاصل قران سے برق علیحدہ گیا ور کہا: "اے برق تم چھپ رہو' وہ چھپ رہا۔ قران دوڑ کر لشکر حریف میں گیا دیکھا ایک بڑھیا بھیک مانگتی ہے۔ اس کو اس نے الگ لایا ور کہا: "میرے ساتھ چل میں تجھ کو بہت سا مال دوں گا وہ ضعیفہ اس کے ساتھ گئی۔ وہاں کوہ میں قران نے اس کو بیہوش کر کے روغن و روغن لگا کر برق کی صورت بنایا اور ہوشیار کر کے بہت سا مال و زر و گوہر دیا اور کہا: "تم چل کر بارگاہ میں بیٹھو جو کوئی پوچھے کہنا میں برق ہوں: "تم چل کر بارگاہ میں بیٹھو جو کوئی پوچھے کہنا میں برق ہوں۔ اس کہنے سے میں تم کو بہت سا مال دوں گا اور جو کوئی تم کو پکڑے جائے گا' بہت بھی بہت کچھ دے اور اگر میرے کہنے کے خلاف ہو گا تو جان تمہاری جاتی رہے گی۔"

اس ضعیفہ نے جو مال وافر پایا اور آئندہ بھی ملنے کی امید پائی۔ بس گیا ہوئی کہ جو آپ نے کہا ہے اس سے بڑھ کر میں کہوں گی۔"

غرض اس کو بہت کچھ سمجھا کر بارگاہ میں قران نے کر آیا اور مقام برق پہ بٹھا کر آپ چلا گیا اور اہل بارگاہ سے کہتا گیا جو کوئی برق کو پکڑنے آئے پکڑے جانے دینا۔ تم لوگ کچھ نہ بولنا۔"

فی الجملہ یہ تو چلا گیا اور بعد کچھ دیر کے عذرا بارگاہ میں آ کر اترا اور پکارا: "کہاں ہے وہ نابکار برق۔"

وہ ضعیفہ پکاری: "میرا نام برق ہے۔"

ازبسکہ حلیے عیاروں کے تمام طلسم میں ہیں۔ سب ساحر پہچانتے ہیں۔ اس نے برق کو جو بصورت اصل پایا تصویر دیکھنے کی احتیاج نہ سمجھا۔ کیونکہ اگر کسی اور کی صورت برق بنا ہوتا تو یہ تصویر دیکھتا۔ بس اس بڑھیا کو برق بنا ہوا دیکھ کر پنجہ کر میں دے کر اڑا اور یہاں لشکر میں غل ہوا کہ لیے جاتا ہے مگر حسب ہدایت قران کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ یہ سیدھا بارگاہ حیرت میں آ کر اترا اور کہا: میں لایا برق کو وہاں طوفان بیٹھا تھا اور وہ نہایت برق سے جلا ہوا تھا۔ اس نے صورت دیکھتے ہی بغیر پوچھے ایک کمار

ایسی لگائی کہ نقلی برق کا سر کٹ گیا۔ لاش بیچارہ کو گھوڑے پر ڈلوا دی۔ اور سر بارگاہ کے دروازے پر لٹکوا دیا اور نہایت خوش ہوا کہ میں نے دشمن سے اپنا عوض لیا۔

○○○

قران عیار

یہ خبر طائران سحر نے لشکر مہ رخ میں پہنچائی ہر ایک نے سنتے ہی اس خبر وحشت اثر کے پچھاڑ کھائی۔ گریبان چاک کیا۔ دامن ہر ایک کا جوش گریہ سے دامن سحاب بنا۔

مہ رخ نے کہا: "اس میں کوئی مہترانی نے عیاری کی ہے۔ کیونکہ وہ لڑنے کو منع کر گئے تھے۔ اب جزع فزع نہ کرو اور نظر بفضل کریم کارساز رکھو' ہر ایک اس کے سمجھانے سے خاموش ہوا۔"

ادھر قران نے برق کو بلایا۔ وہ تو پوشیدہ تھا۔ اب سامنے آیا۔ اس نے کہا: "تم اب شیر کی کھال پہنو اور بہ شکل ہیر وہاں بن کر تیار ہو۔"

برق حسب الارشاد و عمل میں لایا۔ یعنی شیر کی کھال پہن کر گھنڈیاں اس کی سینے تک لگا کر درست ہوا۔ اس کا بیان پہلی قسطوں میں ہم کر چکے ہیں کہ برق کے پاس سب جانوروں کے مثل گربہ و سگ و شیر وغیرہ کے مسجے ہیں اور اس کا جانور کی صورت بننے میں بڑا ملکہ ہے چنانچہ ایک بار کتا بن کر عمرو کو یہ پکڑ کر لے گیا تھا اور عمرو اس کو نہ پہچان سکا تھا۔

غرضیکہ جب شیر بن کر تیار ہوا۔ قران نے صورت اپنی ایک ساحر کی ایسی بنائی اور مہیب صورت سیاہ فام کہ تین سر ایک شیر کا دوسرا اژدر کا تیسرا خرس (ریچھ) کا بنایا۔ ہر سر میں سانپ لپٹے کہ وہ زبان نکالتے تھے' کئی ہاتھ بنائے کہ کسی میں منقل آتشیں لیے تھا' کسی میں ترسول اور کسی میں تھال برنجی تھا' جھولا بالطا تار گلے میں ڈالے' دھوتی تہمبری باندھے تھا۔

غرض یہ کہ اس شکل میں جب بن کر تیار ہو چکا' برق' پر' جو بہ شکل شیر تھا سوار ہوا اور ایک نامہ شاہ طلسم کی جانب سے مہری لکھ کر اپنے پاس رکھا۔

برق اس کو لیے ہوئے سوئے بارگاہ حیرت پہ لایا۔ اس کو خبر ہوئی کہ ایک ساحر سوار شیر

شہنشاہ کے پاس سے آیا ہے اس نے استقبال کر کے سامنے بلایا۔ قران نے سامنے آ کر تسلیم کی اور نذر دی پھر نامہ پیش کیا۔ ملکہ حیرت نے پڑھا، لکھا تھا: "اے ملکہ! برق عیار مارا نہیں گیا، بلکہ ہم نے اس ساحر کے حوالے برق کو گرفتار کر کے کر دیا ہے۔ اب عذرا سے کہنا جو یہ ساحر کے اس کے بموجب کام کرے۔"

ملکہ حیرت مضمون نامہ سے جب مطلع ہوئی۔ عذار سے کہا: "تم نے بھی دھوکا کھایا، شہنشاہ لکھتے ہیں کہ وہ برق نہ تھا جو مارا گیا۔"

عذار نے کہا: "میں شہنشاہ کو تو جھوٹا نہیں کہہ سکتا لیکن میں بارگاہ میں حریف سے جا کر پکڑ کر لایا ہوں، کیونکر کہوں میں نے دھوکا کھایا۔"

یہ کلام سن کر نامہ دار نے کہا: "تم دیکھو گے برق کو میں بلاؤں مجھ کو شہاہ نے اسے دے دیا ہے۔"

یہ کہہ کر باہر آیا اور شیر کی کھال برق پر سے اتروا کر اپنے ساتھ اندر بارگاہ کے لایا۔

ملکہ حیرت نے کہا: " بھلا شہنشاہ کی بات کہیں جھوٹی ہو سکتی ہے۔"

غرض اب سب کو یقین ہوا کہ بیشک یہ نامہ دار فرستادہ شاہ جادواں ہے۔ بس عذار نے کہا: "اور کیا شہنشاہ نے لکھا ہے۔"

اس نے کہا: "وہ بات علیحدہ کہنے کی ہے۔ عذار اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں لے چلا۔ قضائے کار اثنائے راہ میں عیار صبا رفتار ملی اور اس نے قران کو پہچانا۔ صاف تو نہ کہہ سکی، مگر بطور کنایہ کے پکاری: "میاں صاحب ہمارا سلام ہے۔"

قران نے کہا: "کیوں دھگڑے (یارا) کو پکھا جی تو اچھا ہے۔"

ان کلمات کو سن کر عذار سمجھا کہ یہ عورت سمجھ کر اس عیارہ سے ہنس رہا ہے۔ یہ سمجھ کر اس کو لیے پانی اپنی بارگاہ میں گیا۔

ادھر صبا رفتار نے جب دیکھا کہ میرا کنایہ عذار نہیں سمجھا۔ بس جلد چلی کہ جا کر ملکہ حیرت کو خبر کروں اور جا کر سامنے ملکہ کے عرض کیا: "حضور! نامہ دار نہیں ہے وہ قران عیار ہے، جعدار کو لے گیا ہے جلد خبر لیجے نہیں تو عذار مارا جائے گا۔"

حیرت نے کہا: "تو دیوانی ہے وہ شیر پر چڑھ کر آیا ہے اور نامہ مہری شہنشاہ کا لایا ہے کہیں عیار بھی شیر بن سکتے ہیں یا تمہیں شیر اپنے بنا سکتے ہیں۔"

صبا رفتار نے کہا: "اس وقت اس شبہ میں نہ پڑیے اور عیاری کے فن کی تشریح نہ فرمائیے جلد وہاں کی خبر منگوائیے ملکہ حیرت نے اس کے کہنے سے ایک ساحر کو حکم دیا: "جا اور غدار کی خبر لا۔"

وہ تو ادھر چلا مگر جب تک یہ آئے آئے۔ وہاں پہنچتے ہی قران نے کہا: "اے غدار میں مجھے قتل کرنے آیا ہوں۔"

اس نے کہا: "کیوں۔"

جواب دیا: "حکم حاکم دیکھو تو وہ کیا مارنے چلے آتے ہیں۔" اس نے گھبرا کر اس کے کہنے سے پھر کر دیکھا۔ قران نے چمک کر بغدہ مارا کہ سر پھٹ گیا اور تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ غل و شور اور تاریکی ہو گئی۔ قران و برق بھاگ کر لشکرے سے نکل گئے اور ساحر فرستادہ حیرت جو آیا اس نے بھی ہنگامہ دیکھا پلٹ کر ملکہ کے پاس گیا اور کہا: "وہاں خاتمہ ہو گیا۔"

ملکہ حیرت کو بڑا رنج ہوا۔ لاش غدار کی اٹھوائی اور یہ زبردستی جو عیاروں کو دیکھی۔ طغیان کا فرط خوف سے دم نکل گیا کہ واقعی ان عیاروں کے ہاتھ سے جان بچنا مشکل ہے۔

ملکہ حیرت نامہ اس سب حال کا افراسیاب کو لکھا اور قران نے جا کر سب ماجرا مہ رخ سے بیان کیا اور برق کی گرفتاری سے ہر ایک رنجیدہ ہو رہا تھا۔ اب اس کو دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

الحاصل یہ سب تو اس کیفیت میں ہیں اور عمرو اور مخمور دریائے مروارید سے گزر کر سمت کوکب رواں ہیں۔ ان سب کو اسی حال میں رکھیے اور شمہ داستان زلزلہ قاف ثانی سلیمان امیر حمزہ صاحبقراں کے لشکر نصرت اثر کی سنیے۔"

سابقہ اقساط میں ذکر کیا گیا تھا پیکان کا کہ وہ لشکر لقا میں گیا تھا اور قتل ہوا تھا۔ اب بھائی اس کا یعنی سوفار جادو فرستادہ شعلہ جادواں بہ کر و فر تمام خدمت بجائے بد انجام میں

پہنچا۔ اس کا استقبال شیطان درگاہ بختیارک نے کیا جب یہ اس مردود کے سامنے گیا سجدہ کیا اور دنگل پر بیٹھ کر رونے لگا اپنے بھائی کو یاد کر کے جان کھونے لگا۔ بختیارک بھی اس کے ساتھ گریہ کناں ہوا۔ یہاں تک یہ یہ تو چپ بھی ہو رہا مگر بختیارک چپ نہ ہوا۔

اس نے خود کہا: "ملک جی آپ صبر کیجئے فضل خداوند سے اپنے بھائی کا بدلہ ان مسلمانوں سے میں لوں گا اور ایک بھی جیتا نہ چھوڑوں گا۔"

بختیارک نے کہا: "میں جو تم سے زیادہ رویا تو سبب یہ ہے کہ دو آدمیوں کو رویا۔ ایک تو تمہارے بھائی کو اور دوسرے تمہیں' کیونکہ میں تم کو بھی مردہ جانتا ہوں۔ خدا نے ان بندوں کو قدرت ہی ایسی دی ہے کہ جو ان سے لڑتا ہے قتل ہی ہوتا ہے۔"

سوفار نے کہا: "میں بھی ملک جی وہ ساحر ہوں کہ دم بھر میں ادھر کی دنیا ادھر کر دوں گا۔"

لقا نے اس کا لاف و گزاف سن کر کہا: "اے بندے مجھ کو غرور کسی کا پسند نہیں ہے۔ اسی وجہ سے جو آتا ہے مارا جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو غرور ہو جاتا ہے کہ میں ایسا صاحب شوکت و زور ہوں۔ پس یہ مجھ کو ناپسند ہوتا ہے میں اس کو قتل کر ڈالتا ہوں۔"

سحار اپنے دل میں ڈرا اور کہا: "یا خداوندا مجھ سے خطا ہوئی معاف فرمائیے۔"

الحاصل اس نے تپ کی اور ایک دن کسل راہ سے آسودہ ہوا۔ دوسرے دن شام کے وقت سوفقا نے طبل بجنے کی درخواست کی۔ لقا نے حسب خواہش اس کے حکم دیا کوس جمشیدی پر چوب پڑی ہرکارے بارگاہ سلیمانی میں خبر لے کر گئے اور شہنشاہ گردوں سریر چراغ لشکر اسلام سعد بن قباد کی خدمت میں پہنچ کر مراسم آداب شاہی بجا لائے اور عرض پیرا ہوئے: "آج لشکر لقا میں سوفار جادو جو طلسم سے آیا ہے اس نے طبل جنگ بجوایا ہے۔

ہرکارے یہ عرض کر کے کنارے ہوئے اور شہنشاہ نے امیر کو حکم دیا ہے: "ہمارے لشکر میں بھی فضل پروردگار سے کوس رزم پر چوب پڑے۔"

امیر نے حسب الارشاد چالاک سے فرمایا: "جاؤ اور طبل جنگ بجاؤ۔"

چالاک نے نقارہ خوانی سکندری میں آ کر طبل سکندر پر ڈال دیا۔ جہان فانی میں غلغلہ اقتلوا بھر گیا۔ شیر بیشہ کمان جرات و نہنگان قلزم شجاعت بحر آہن میں بہر شکار عدو غوطہ لگانے لگے۔ اسلحہ خانہ کھل گیا۔ ہتھیار پسند کیے جانے لگے۔ سخن ہائے مردانگی برلب شاد و بشاش سب کے جوہر تیغ نجم سپہر کو آنکھیں دکھاتا تھا۔ محراب کمان میں بہر حفاظت ہر بہادر چلہ چڑھا تھا شمشیر جانستان کو دیکھ کر ترک فلک نے دانت نکالے تھے نہ تو ثوابت تھے نہ سیارے تھے صبح ہوتے سب بھاگنے والے تھے۔ دشت کین کو خون سے رنگین دو بہار کرنے کی تیاری تھی۔ اسی سے آب آہن کی آبیاری تھی۔ صدائے نقبائے خوش الحان زمزمہ ہزار کی تھی۔ بلبلان گلستان شجاعت گلہائے زخم کی محبت سے بے قرار تھے۔ غرض کہاں تک لکھوں۔ رات بھر یہی ہنگامہ رہا۔

صبح دم امیر کور گیر مسجد کے پاس سے بعد فراغت طاعت الٰہ و دولت آسمان پناہ ظل اللہ پر آئے اور مع سرداروں کے بادشاہ کو قلب لشکر لے کر وارد دشت مصاف ہوئے۔ اس طرف سے لقا فوج بیکراں مع سوفار بے ایمان داخل میدان ہوئے۔ صفیں جمیں سقون چھڑکاؤ کر کے گرد کو بٹھایا۔ نقیبوں نے بہادروں کو مرنا یاد دلایا۔ دنیائے فانی کو ناپائدار بتایا۔ لازم ہے کہ سرائے فانی کو ہیچ و دروغ جان کر مرنے کو زندگی جاوید سمجھو اس کے معرکے کو مار لو تمام کر لو۔ بڑی خوشی سے گردن پر تیغ کر دھار لو۔

دلاور ان کلمات سے جوش شجاعت میں جھومنے لگے نقیب صفوف لشکر پر سناٹا چھایا ہوا دیکھ کر ہٹ گئے سوفار اژدر سحر اڑا کر وسط میدان میں آ کر للکارا: "ہے کوئی مرد میدان نبرد جو مجھ سے آ کر مقابل ہو یا میں اس کو ہلاک کروں یا وہ میرا قاتل ہوا ادھر سے شہنشاہ عراق بادشاہ سے اجازت لے کر سامنے اس نابکار کے گیا اور پکارا: "لا ضربت میدان۔"

اس نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ بروئے ہوا سناٹا ہوا اور سب نے دیکھا کہ ایک عقاب تیز چنگال ہمسر نسر طائر فلک اڑتا ہوا آیا اور شہنشاہ عراق کی کمر میں پنجہ ڈال کر لے

اڑا ہر چند اس بہادر نے لنگر اٹھا مگر پشت مرکب پر قائم نہ رہا لٹکتا ہوا چلا گیا۔ بعد اس کے جانے کے پھر اس نے مبارز طلبی کی۔

منڈول اصفہانی بادشاہ لشکر اسلام سے اجازت لے کر روبرو اس کے گیا اور طالب ضرب ہوا۔ اس نے پڑھ کر تالی بجائی وہی عقاب آیا اور اس کو بھی اٹھا لے گیا۔ اس طرح تیس پچیس سردار پنجہ عقاب میں گرفتار ہوئے۔

اس وقت امیر نے عزم میدان جنگ خود فرمایا۔ مگر بختیارک نے جب لشکر اسلام کا پرا بندھا دیکھا۔ خیال کیا کہ شاید صاحبقران نکلیں گے۔ پس وہ اسم اعظم جانتے ہیں۔ سو فار مارا جائے گا۔ یہ سوچ کر اس نے طبل بازگشت بجوا دیا۔ لشکر میدان قتال سے پھرا۔ امیر بھی رنجیدہ خاطر مراجعت پذیر ہوئے۔ اگرچہ دن تمام نہ ہوا تھا اور امیر رنجیدہ خاطر بھی تھے۔ سرداروں نے لشکر خیمہ گاہ کی طرف بھیجے اور آپ باتوں میں لگا کر امیر کو صحرا کی طرف لائے اس جگہ دامن کوہ میں گلہائے خودرو کھلے تھے۔ دامن کوہ دامن گلچیں تھا یا اورنگ چمن تھا۔ ابربہاری کا شامیانہ تھا۔ طاؤس زریں لباس کا رقص مستانہ تھا۔ ہوائے سرد کشتی اے جان کے لیے بادمراد تھی۔ گلشن وہاں کی شاید ان گل سے آباد تھی۔ آتش لالہ گل کا دھواں سحاب بنا تھا۔ بجلی کا اس ابر میں کوند لب مسی آلود معشوق کا ہنسنا یاد دلاتا تھا۔ طرفہ بہار تھی نسیم ہر سمت مشکبار تھی۔

جابجا منتظم ہے باد بہار
ہے یہ صحرا نمونہ گلزار

برق سے ہے عیاں تجلی طور
سارا جنگل ہے نور سے معمور

گھر کے آیا ہے ابر دریا بار

بھینی بھینی سی پڑ رہی ہے پھوار

قہقہہ زن کسی طرف ہیں چکور
کہیں کوئل کہیں پپیہے کا شور

گل خود رو پہ زور جوبن ہے
دامن دشت رشک گلشن ہے

ڈھاک پھولا ہے بور آیا ہے
لالہ کو رنگ لایا ہے

پس ایسے صحرائے فرحت بخش میں پہنچ کر لندھور نے کہا: "یا امیر اس وقت لطف صید افگنی ہے۔"

امیر نے فرمایا: "بہتر۔"

لندھور نے اکھاپا کر ملازموں کو حکم دیا: "سامان شکار حاضر کرو" لوگ لشکر میں گئے اور حکم سنایا۔ اسی وقت قراول بہلیے جانوراں شکاری کو لے کر روانہ ہوئے۔ باز دار عقاب و شاہین کو لے کر چلے خیمہ و خرگہ فرش شاہانہ سب روانہ ہوا۔ دم بھر میں جملہ سامان درست ہو گیا

تھا وہ صید و شکار کا سامان
سینکڑوں طائران صید کناں

وہ قراول بلا کے وہ صیاد
فن صید و شکار میں استاد

رنگ تھا شکل طائر تصویر

وہ بقیہ میں بسر ہوا۔ تمام سردار مع امیر اسی دشت میں مسکن گزین ہوئے اور شیر شب ملہ کرنے لگے ہر جگہ روشنی ہوئی۔ قندیلیں درختوں پر لٹکائیں۔ میدان میں چاندنیاں بچھوائیں۔ شغل بادہ کشی میں سردار مصروف ہوئے امیر صنعت رنگا رنگ صانع حقیقی دیکھ کر حمد کرنے لگے ادھر تو یہ حال ہے اور اس طرف جب سوفار پھر گیا اس نے بختیارک سے کہا: "ابھی تو دن باقی تھا' تم نے طبل امان بجا دیا۔ اس نے جواب دیا: "امیر مالک باطل السحر ہے وہ تیرے مقابلے میں آنے والے تھے۔ ان کے ہاتھ سے بچنا دشوار تھا۔ اس لحاظ سے میں پھر آیا۔"

سوفار نے کہا: "اگر یہ کیفیت ہے تو میں جا کر اسم اعظم بند کرتا ہوں۔"

بختیارک نے کہا: "وہاں جاؤ گے تو بارگاہ سلیمان میں سحر بھول جاؤ گے۔"

اب یہ حیران ہوا کہ یہ کیا کروں۔ اس عرصہ میں ہرکاروں نے اطلاع دی کہ وہ امیر مع سرداروں کے جنگ سے پھر کر وارد دشت ہوئے اور ہنوز اسی جگہ مصروف سیر و تماشا ہیں۔

پس یہ سنتے ہی سوفار اٹھا اور سوار ہو کر جانب صحرا روانہ ہوا۔ جب قریب خیام واجب الاکرام امیر پہنچا ایک ملازم و خدمت امیر میں بھیجا۔ اس نے مودب آ کر عرض کی کہ مالک ہمارا سوفار جادو حاضر ہوا ہے۔ امیدوار باریابی ہے۔"

امیر نے فرمایا: "میں فقیر آدمی ہوں جس کا جی چاہے آئے۔ یہ خانہ بے تکلف ہے۔"

یہ کہہ کر دو ایک سردار بہر استقبال بھیجے کہ وہ آ کر اس کو لے گئے۔ جب سامنے پہنچا سلام کیا۔ امیر نے دنگل بیٹھنے کو دیا۔ پھر ساقی کو اشارہ کیا۔ اس نے جام شراب گلفام اس کے سامنے کیا۔ سوفار مئے خواری کرنے لگا جب نشہ ہوا۔ اس وقت امیر نے پوچھا: "باعث تشریف لانے کا کیا ہے۔"

اس نے کہا: "میں آپ کو سمجھانے آیا ہوں کہ خداوند لقا کو سجدہ کیجیے اور سرکشی سے باز آئیے۔"

امیر یہ کلمہ سن کر آگ ہو گئے اور فرمایا کہ میں اس مردود درگاہ خدا پر ہزاروں لعنت کرتا ہوں اور تم اس وقت میرے مہمان عزیز نہ ہوتے تو زبان تیغ سے ان باتوں کا تم کو جواب دیتا۔"

سفار نے یہ کلام سن کر جواب نہ دیا بلکہ ڈال کر اور باتیں کرنے اور لگا اور تین گنگر میں اپنے جھولے سے ایک جانور سرخ رنگ کا نکال کر چھوڑا کہ وہ اڑ کر گرد امیر کے چکر مار کر پھر اس کے ہاتھ پر آ گیا پس یہ اٹھا کر کہا: "یا امیر میں آپ کو نصیحت کرنے آیا تھا۔ خیر آپ نہیں مانتے تو تو آپ جانئے غلام رخصت ہوتا ہے"

امیر نے پھر کچھ جواب نہ دیا۔ یہ چلا گیا اور اپنی بارگاہ میں پہنچ کر آگیار کر کے سحر پڑھنے لگا اور ستر سوئیوں پر دم کر کے اس جانور کے منہ ماریں۔ پھر اس کو ایک شیشے میں بند کر کے اپنے جھولے میں وہ شیشہ رکھا اور بارگاہ کی لقا کی طرف روانہ ہوا۔

مگر جب امیر کے پاس سے وہ چلا آیا تو لندھور نے کہا: "یا امیر اس کافر کا آنا اور جانور اڑانا خالی از فساد نہیں' چہرہ پرنور آپ کا متغیر ہوتا ہے۔ اسم اعظم کو پڑھیے۔"

امیر نے چاہا کہ پڑھیں ایک حرف بھی یاد نہ آیا فرمایا کہ بزور سحر اس مرتد نے اسم اعظم مجھ کو بھلایا ہے۔ خیر وہ مالک حقیقی قادر و توانا ہے۔ جو وہ چاہے گا وہی ہو گا۔"

سرداروں نے عرض کیا: "اب مناسب ہے حضور لشکر میں تشریف لے چلیں۔ اس لیے کہ بادشاہ حمصنلو وہاں اکیلے ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کافر انہیں کچھ رنج پہنچائے۔"

امیر نے کہا: "چلو۔"

فی الجملہ اسی وقت سوار ہو کر سب داخل لشکر ہوئے بادشاہ نے اسم اعظم بند ہونے کا حال سن کر رنج کیا اور عیاران لشکر نے بھی سب ماجرا سنا۔ چالاک بن عمرو مع چند عیاروں کے چاہا کہ اعظم کسی طرح چھڑاؤں۔

ادھر جا دیار میں لقا کے سفار پہنچا' بختیارک سے کہا: "میں اسم اعظم بند کر لایا۔"

اس نے کہا: "اس کو یہاں نہ رکھو طلسم میں بھیجو اور کسی ساحر زبردست کو دے کر روانہ

کرو تاکہ وہ کسی مقام پر دھوکہ نہ کھائے۔"

اس نے اپنے ملازموں میں سے طاؤس جادو نامی ایک ساحرہ کو تجویز کیا یہ لے جائے گی۔ اور اس نے بھی عرض کیا: "میں احتیاط تمام پہنچا دوں گی۔" اس وقت ایک نامہ لقا نے افراسیاب کو لکھا مضمون یہ تھا: "اے بندہ اے مقبول بارگاہ خداوند شاہ طلسم' ہم تجھ سے بہت خوش ہیں کیونکہ تو نے سوفار جادو کو ہمارے پاس بھیجا۔ وہ ہمارا بندہ برگزیدہ ہے اور ہم اس سے بہت راضی ہیں۔ فی الحال اسم اعظم حمزہ اس نے بند کیا ہے اور وہ شیشہ میں رکھ کر معرفت طاؤس جادو کے ہم تمہارے پاس بھیجتے ہیں۔ لازم ہے کہ باحتیاط تمام اس شیشے کو ایسے مقام پر رکھنا کہ دسترس عیاروں کا نہ ہوا اور اطلاعاً قبل پہنچے شیشہ اسم اعظم کے بھیجتے ہیں تاکہ ساحروں کو بھیج کر طاؤس کی مدد کرو اور بخیر و عافیت اپنے پاس اس کو بلا لو اور کسی اور ساحر نامی کو یہاں بھیج دو کہ سوفار تنہا نہ رہے۔

نامہ تمام

خداوند کا سایہ ہمیشہ تم پر رہے۔ اس نامہ کو بنا بردستور کو عقیقی پر رکھوا کر نقارہ بجوا دیا۔ پنجہ پیدا ہوا نامہ اٹھا لے گیا اور طاؤس وہ شیشہ لے کر روانہ ہوئی۔

چالاک کہ صورت بدل کر بارگاہ میں آ چکا تھا۔ اس تمام کیفیت سے آگاہ ہو کر عقب طاؤس میں چلا۔ مگر وہ نامہ جو افراسیاب کے پاس بھیجا تھا۔ پنجے نے لا کر باغ سیب میں پہنچایا' شہنشاہ ساحران نے پڑھا۔ سوفار کی تعریف دیکھ کر بہت خوشنود ہوا اور ایسا سحر پڑھا کہ چرخ جادو نامی ایک ساحر کو خبر ہو گئی کہ شاہ طلسم بلاتے ہیں۔ وہ اسی وقت حاضر ہوا آداب بجا لایا۔

شہنشاہ نے فرمایا: "تم خداوند کے پاس جاؤ اور سوفار کی مدد کرو اور جواب میں نامے کے عرضی لکھی۔ مضمون یہ تھا۔

حضور کا نامہ عزت افزائے حقیر ہوا۔ سوفار سے آپ خوش ہیں تو یہ کمترین بھی نہایت خوش ہوا۔ اب وہ دمبدم مراعات خسروانی کا امیدوار ہے۔ بہت بڑا رتبہ ہے فی الحال چرخ جادو کو اس کو مدد کر یہاں آئے گا۔ بلا کا ساحر ہے۔ اس کے بجز آپ کو

خود ظاہر ہو جائیں گے آگے میرے حال پر ہمیشہ عنایت خداوند ہے۔"

یہ عرضی چرخ حوالے کی اور خلعت رخصت عنایت فرمایا۔ بارہ ہزار ساحران نابکار اپنے ہمراہ لے کر یہ تجمل بسیار روانہ ہوا اور بعد قطع منازل طلسم نگر کو عقیقی میں داخل ہوا۔ ابرو غبار علامت آمد ساحر دیکھ کر سلیمان عنبریں مو وغیرہ بہر استقبال قلعہ سے نکلے چرخ سے آ کر ملاقی ہوئے لشکر اس کا اتروایا۔ یہ بارگاہ میں جب آیا۔ جب سجدہ خداوند کو کیا عرضی افراسیاب کی دی۔ لقا نے عرضی پڑھ کر خلعت اس کو دیا۔ یہ بیٹھا اور کہا: "سوفار اسم اعظم بند کر چکے ہیں اور ایک لڑائی بھی لڑ چکے ہیں۔ اب یہ آرام کریں اور میرے نام پر طبل جنگ بجے تاکہ میں لڑوں اور کار دشمن تمام کروں۔"

چرخ سے بختیارک نے کہا: "بہتر ہے آج شام کو طبل رزم بجواؤ۔ اتنا دن تم بھی کسل راہ سے آسودہ ہو رہو۔ یہ کہہ کر مصروف مے نوشی ہوئے۔ جبکہ زلف لیلائے شب ستاروں پر افشاں ہوئی اور لباس بادصبا فروغ شعل و چراغاں سے آتشیں ہوا۔

سرشام نقارہ جنگی پر چوب پڑی۔ بادہ اسلام کی خدمت میں ہرکاروں نے خبر جا کر عرض کی۔ ادھر بھی کوس رزمی بجا۔ نشان و نہان تہلکہ پڑا۔

اب یہاں تو دونوں لشکروں میں تیاری جدال و قتال ہے مگر چالاک کی کیفیت سنیے کہ یہ عقب طاؤس میں چلا تھا تو اس نے دیکھا کہ وہ برابر ایک کوہ سیاہ رنگ کے پہنچی اور اس پہاڑ پر ٹھہری کہ ذرا دم لے لوں تو آگے بڑھوں۔ وہاں تختہ ہائے لالہ و نافرمان کھلے تھے۔ ہوائے سرد چلتی تھی۔ دل کو فرحت دیتی تھی۔ یہ ماندہ راہ کی تھی ماندہ آئی تھی۔ وہاں بیٹھ کر اونگھنے لگی۔ ذہن میں گذار کہ ایسا نہ ہو کہ تو سو جائے اور شیشہ اسم اعظم پر کچھ آفت آئے۔ لازم ہے کہ اس کو احتیاط سے رکھ دوں اور تھوڑی آرام کر لوں۔ کیونکہ طلسم میں جانا ہے اور شہر جادواں میں ملنا ہے پھر سونا اور آرام خواب خیال ہو جائے گا۔ نہیں معلوم کہ روز اس مرحلہ میں گزریں یہ سوچ کر اس نے کچھ سحر پڑھا۔ دفعتہً ایک طاؤس خوش رنگ اڑتا ہوا اس کے سامنے آیا۔ اس نے

ہو گئی ہے یہ مانگنے چلا آیا ہے یا یہ کہیں رہنے والا ہے کہ جوگی اکثر پہاڑوں پر رہتے ہیں۔" پس یہ سمجھ کر اس کو کہا: "بابا جی! میں بہل سوتی ہوں، آپ ٹھہریے کھانا آتا ہو گا بھوجن کیجئے گا یا کہیں اور تھوڑی دیر مانگ آیئے پھر آ جایئے گا۔"

چالاک نے کہا: "اچھا بچا۔"

یہ کہہ کر اس جگہ بیٹھا اور یہ پھر سونے لگی۔ اس عرصے میں نامہ اس کا سیاہ جادو کے پاس پہنچا۔ اس نے دو خوان کھانے کے اور ایک کشتی شراب کی نہایت تکلف سے مع گزک وغیرہ کے بھیجی اور لکھ بھیجا کہ اس وقت آپ کے لکھنے بموجب میں سحر خوانی میں مصروف ہوتا ہوں وکوئی شیشہ اسم اعظم کو اٹھانا چاہے گا، مجھے فوراً خبر ہو جائے گی اور اسی سحر کے لیے میں آپ حاضر نہ ہو سکا۔ مجھ کو معاف کیجئے اور جو کچھ تیار تھا۔ وہ بھیجا ہے گو آپ کے لائق نہیں، لیکن قبول فرمایئے گا۔"

خلاصہ یہ کہ دو ساحر وہ کھانے لے کر پہاڑ پر آئے بہل ساحرہ سوتی تھی اور چالاک بیٹھا تھا۔ وہ سمجھے یہ جوگی بھی اسی کے ساتھ ہے اور چالاک نے ان سے کہا: "ملکہ ابھی سوئی ہیں اس کو نہ جگاؤ جو کچھ لائے مجھے دے جاؤ" وہ ساحر کھانا و نامہ وغیرہ چالاک کو دے کر چلے گئے اس نے اس سب کھانے میں بیہوشی ملا دی اور شراب بھی آمشہ سلوف بیہوشی کر کے بیٹھا بعد کچھ عرصہ کے ساحرہ اٹھی دیکھا کہ کھانا رکھا ہے۔ اور جوگی بیٹھا ہے۔ اس نے کہا: "جوگی جی یہ کون لایا تھا۔ اس نے وہ نامہ جو ساحر دے گئے تھے حوالہ کیا۔ ساحرہ نے پڑھ کر معلوم کیا۔ سیاہ جادو نے بھیجا ہے۔ کہا: "آپ بھوجن کیجئے۔"

جوگی نے کہا: "بچا اچھا۔" اور شراب پہلے جام میں بوتل سے انڈیل کر اس کو دی۔ وہ بے وسواس پی گئی۔ اس نے اور دو تین جام پے در پے اس کو دیئے۔ وہ سو کر اٹھی تھی۔ خمار شکنی کے لیے پی گئی۔ یکایک سر گھوما اور چکر کھا کر گری چالاک نے فی الفور خنجر کھینچ کر سر کاٹ ڈالا۔ غل و شور برپا ہوا: "مارا جادو جادو کو بعد کچھ عرصہ

باتیں کرتا تھا اور ابھی دشمن بن گیا۔ غرض بعد لمحے کے سوچا کہ یہ ساحر نہ تھا عیار تھا۔ ناچار چالاک کے پنجہ میں داب کر اڑ گیا۔ اس وقت سمک سمجھا کہ اب نہ ہاتھ لگے گا۔ چل کر امیر سے اطلاع کر واپس یہ لشکر اسلام کی طرف چلا۔ یہاں وہ وقت ہے کہ کوہستان کی طرف سے صبح گیتی افروز نے جلوہ گری فرمائی تھی اور زلف لیلائے شب نے درہمی و برہمی کی تھی۔

سپاہ جنگی تیار ہو کر میدان کارزار میں آئی تھی۔ امیر مع بادشاہ گردوں کلاہ کے عازم دشت قتال تھے کہ سمک نے جا کر عرض کیا: "یا امیر کشور گیر حقیر نے جا کر شیشہ اسم اعظم توڑا' لیکن ایک ساحر خدمت لقا میں چالاک کو لے گیا ہے یقین ہے کہ وہ کافر اس کو قتل کرے۔ یہ خبر سنتا تھا کہ امیر نے اسم اعظم پڑھا' دیکھا کہ حرف بحرف یاد تھا۔ بس گھوڑے پر بیٹھ کر سمت لشکر حریف روانہ ہوئے۔ پیچھے پیچھے تمام سردار بہ کروفر تمام بہ کروفر تمام مع فوج قاہرہ کے چلے۔

وہاں وہ تماشہ ہے کہ سیاہ جادو نے چالاک کو لا کر سامنے کیا ہے اور سب حال بیان کر چکا ہے اور لقا نے حکم دیا ہے: "اس کو قتل کرو۔"

جلاد نے لا کر میدان میں چبوترے پر نکہت کے بوریائے ہلاکت بچھا کر چالاک کو زیر تیغ بٹھایا ہے۔ جلاد حکم گردن زنی دریافت کر رہا ہے اور چالاک درگاہ خدا میں متوجہ قلب سے استغاثہ کرتا ہے۔

عین دعا میں نعرہ صاحبقران بلند ہوا۔ جلاد تیغہ پھینک کر بھاگ گیا۔ اس طرف بھی فوج مسلح و مکمل ہو کر عازم دشت وغا تھی۔ امیر سے لڑنے لگی۔ امیر اس بحر فوج میں نہنگ شجاعت تھے۔ دریائے لشکر میں غوطہ لگا گئے۔ ہمہ تن چشم بن لڑے۔ زندگی حریف کی حباب آسا ہو گئی۔ دایہ اجل کنار عاطفت میں پسماندوں کو اٹھانے لگے۔ روح دامن جسم میں طفل کی طرح مچل گئی۔ آخر تڑپ کر نکل گئی چشم زخم سے مفارقت روح میں تن آنسو بہاتے تھے بسمل بہ شکل خاطر عشاق بیقرار نظر آتے تھے۔ امیر لڑکے

بڑھے، قریب چالاک جا کر پہنچے اور اسم اعظم پڑھ کر چھڑایا۔ ادھر سردار جو پیچھے امیر کے آتے تھے۔ وہ فوج سے ساحروں کی لڑنے لگے۔ زیست کا عرصہ تنگ تھا۔ میدان محشر وہ دشت جنگ تھا۔ بازار اجل گرم ہوا تھا۔ سر کا سودا سستا تھا۔ جوش فوج سے دریائے آہن موج مارتا تھا۔ صحرا کو خون کشتگان سے پر ہو کر لالہ و زار کی کیفیت دکھاتا تھا۔

آخری گرمی شعلہ تیغ کی تاب سپاہ ناری نہ لا سکی لقا مع لشکر ساحران قلعہ عقیق میں بھاگ کر چلا گیا اور فوج میں طبل امان بھی بجا دیا۔

صاحبقران مظفر و منصور چالاک کو رہا کر کے پھرے اور داخل لشکر ہوئے۔ لشکر نے کمر کھولی۔ سرداروں نے بھی زرہ اتاری۔ راحت پذیر ہوئے۔ آرام گیر ہوئے اسی طرح وہ دن گزرا۔ دوسرے دن لقا بادل خستہ و شکستہ قلعہ میں داخل تھا کہ یکایک ابر سحر آیا اور اس پر ایک ساحر اخگر جادو نامی سوار تھا۔ وہ اتر کر سامنے خداوند کے آیا، سجدہ کیا اور عرض پیرا ہوا: "کمترین ملکہ نازک چشم جادو جو ایک در بند طلسم کی مالک ہے، اس کا بھائی ہے۔ ملکہ بھی آتی ہے لیکن میں پہلے اس سبب سے حاضر ہوا یوں کہ مجھ سے اور سوفار جادو سے دوستی چاہتا ہوں کہ کار دشمن تمام کروں۔ دوستی کا حق ادا کر کے اپنا نام کروں۔"

لقا نے اس کو سرفراز کیا اور سوفار نے اپنے پاس ٹھہرایا جملہ سامان راحت خیمہ و فرش وغیرہ درست کرا دیا۔

شام کے وقت اخگر کے نام پر طبل جنگ بجوایا صدائے طبل رزمی گوش حق نیوش بادشاہ اسلام میں جب پہنچی ادھر تیاری لڑائی کی ہونے لگی۔ طبل سکندری کو چاشنی دی۔ پھر تو دونوں لشکر پراز خشم تھے۔ پرشکن ابرواں چشم تھے۔ ساحر سحر جگاتے تھے۔ بہادر تلوار سپر کھڑکھڑاتے تھے۔ رات بھر یہی ہنگامہ جس وقت اژدرہائے شب نے مہر روز نورانی کا اگلا اور ظلمت شب نے کنارہ کیا۔ ایک طرف امیر مع شاہ اسلام دوسری لقا مع ساحران، نافرجام وارد دشت نبرد ہو کر صف کارزار کی درستی میں مصروف ہوئے۔ بعد

ترتیب صفوف افواج قاہرہ افگر طالب مرد نبرد ہوا۔

ادھر سے ہوبان و مشتی اجازت لے کر اس کے سامنے گیا۔ اس نے ایک ترنج مارا کہ وہ پھٹا اور دھواں نکل کر گرد اس کے ہو گیا۔ وہ بیہوش ہو گیا۔ افگر نے گرفتار کر لیا۔ ہاگ نی' سامنے اس کے جب پہنچا۔ ایک تیر اس پہ لگایا۔ اس نے ایسا سحر پڑھا کہ تیر نشانے پہ پہنچا' راستے میں ہی جل گیا پھر ایک ناریل مارا کہ دھواں نکلا۔ حقانی بھی بیہوش ہو کر اسیر ہوا۔ اسی طرح چند سردار سلامیوں کے اس نے اسیر کئے۔ پرا لشکر اسلام کا بند ہوا۔ امیر نے قصد نکلنے کا میدان میں کیا۔ مگر بختیارک پرا بند ہونے سے سمجھا کہ امیر کا اسم اعظم کھل چکا ہے۔ وہ لڑنے آئیں گے پس ان کے ہاتھ سے افگر کا زندہ رہنا دشوار ہے۔ یہ سمجھ کر طبل بازگشت بجا دیا۔ لشکر پھر کر خیمہ گاہ میں آئے اور عیار بہر عیاری چلے۔

اپنک لقا پہلی لڑائی میں قلعہ کے اندر چلا گیا تھا اس وقت بھی جو پھرا تو قلعہ بھی جو پھرا تو قلعہ کے اندر چلا گیا۔ لشکر بیرون قلعہ اترا۔ سردار خداوند کے ہمراہ گئے انہیں کے ہمراہ ساحر کی صورت بن کر عیار بھی قلعے کے اندر داخل ہوئے۔

لقا دار الامارت شاہی میں تخت خداوند پہ جلوہ افگن ہوا اور سردار ساحران سامری شعار دنگلوں پہ بیٹھے۔ عیار صورت اپنی خدمت گاروں کی سی بن یعنی چپکن پہن کر پٹی پاک کمر سے کس کر سر پہ پگڑی باندھ کر ہاتھ میں رومال = کیا ہوا بارگاہ میں آئے پشت پہ سرداروں کے کھڑے ہو کر گفتگو یہاں کی سننے لگے۔ اس وقت دور جام مے ارغوان تھا۔ ہر ایک فرط مستی میں لاف گزاف کر کے دم شجاعت کا بھرتا تھا۔ سب کی گفتگو کے جواب میں بختیارک نے کہا: "تم جو چاہے وہ اپنی جگہ پہ کہو۔ جب تک امیر سے سامنا نہیں ہو گا تم فتح یاب ہو گے اور جب ان سے مقابلہ ہو گا خداوند کی بہشت میں تم جاؤ گے۔"

یہ کلام سن کر افگر نے کہا: "میں جاتا ہوں اور اسم اعظم بند کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا اور کہا: "آپ کی باربند کر کے میں سوار کی طرح طلسم میں نہ بھیجوں

گا' بلکہ ایسی جگہ رکھوں گا کہ کسی کو معلوم نہ ہو گا۔"

بختیارک نے جواب دیا: "یہ شگون برا ہے کہ آپ نے راز دل کہہ دیا۔ عیار یہاں موجود ہوں گے۔ انہوں نے سنا ہو گا' وہ تمہارے ساتھ جائیں گے اور قتل کر ڈالیں گے۔"

نطفہ حرام جو اس نے کہا۔ چالاک بہ شکل خدمت گار اس کی پشت پر کھڑا تھا اس نے زور سے لات ماری کہ: "اوندھے منہ گرا۔ چالاک نے گالی دے کر کہا: "حرامزادے! عیاروں کو گالیاں دیتا ہے۔"

بختیارک یہ کیفیت دیکھ کر پکارا: "مرشد زادے آپ نے خوب کیا جو اس ولدالحرام کو سزا دی۔ یہ اسی لائق تھا۔ چالاک نے جست کر کے ایک لات اس کے بھی ماری اور بختیارک لات کھا کر بولا: "میں ان لاتوں کے تصدق' یہ کہاں میرے نصیب تھے لات اعلیٰ نے مدد کی جو میں نے لات کھائی۔ مرشد زادے دو ایک تو اور لگائیے اور اس قرم ساق اخگر کو گالی دینے کی بھی اچھی طرح سزا نہیں ہوئی' ذرا دو چار جوتیاں لگاتے تو اچھا تھا۔"

یہ تو باتیں بناتا تھا کہ فاروا اخگر وغیرہ اٹھ کر چالاک کی طرف جھپٹے اور چاہا کہ سحر سے اس کو گرفتار کریں اور عیار جو خدمت گار بنے کھڑے تھے۔ انہوں نے حباب بیہوشی تاک کر ناک پر مارے کہ ساحر بیہوش ہوئے۔

اس وقت چالاک نے جست کی اور بھاگ کر چلا لیکن کہتا تھا: "قسم ہے سر امیر کی آج سے کل تک اس اخگر کو مار ڈالوں گا۔"

بختیارک نے کہا: "یہ مار ڈالنے ہی کے قابل ہے لیکن میری کچھ خطا نہیں' ذرا مجھ پر کرم رکھیے گا۔"

غرضیکہ یہ تو بکتا رہا اور عیار جست کر کے نکلے دروازے پر صاحب وغیرہ جو ہمیشہ سے عیاروں کا لوہا مانے ہوئے ہیں اس وقت بھی خوف جان سے طرح دے گئے۔ عیار سب نکل کر روانہ ہوئے اور اخگر وغیرہ کو ہوشیار کر کے بختیارک نے اٹھایا اور کہا: "کیوں بد زبانی کا مزا دیکھا' اب تم زندہ نہ بچو گے' مرشد زادے قسم کھا گئے ہیں۔"

افگر نے کہا: "خیر دیکھوں تو وہ میرا کیا کرتا ہے میں بھی قسم کھاتا ہوں کہ بغیر قتل کیے اس کے چین نہ لوں گا۔"

اسی گفتگو میں اتفاقاً سرہنگ عیار کو اور تو سب عیار نکل گئے تھے۔ یہ رہ گیا تھا اور خدمت گاروں کی صف میں کھڑا تھا اس سے افگر کے خدمت گار نے کہا: "میں جا کر پیشاب کر آؤں، تم رومال میاں کے سر پر ہلاؤ۔"

سرہنگ نے کہا: "اچھا۔" اور جا کر مگس رانی کرنے لگا کہ بختیارک نے سر اٹھا کر دیکھا اور اس سے پوچھا: "تو کون ہے۔"

اس نے عرض کیا: "حضور کا خدمت گار۔"

ملک جی نے کہا: "میں نے تجھ کو کبھی نہیں دیکھا۔"

وہ بولا: "میں بیمار تھا۔ عرصے کے بعد آیا ہوں۔"

ملک جی نے کہا: "تیرے منہ پر بیماری ثابت نہیں ہوتی۔"

اس نے جواب دیا: "ملک جی آپ کو کیا معلوم۔"

اس جواب دینے سے بختیارک سمجھا کہ یہ بھی کوئی عیار ہے مگر بھی پٹ چکا ہے۔ اس سبب سے چپ ہو رہا کہ عیار بگڑے ہوئے ہیں۔ مجھے آ کر مار ڈالیں گے اور ادھر سرہنگ بھی سمجھ گیا کہ یہ مجھے پہچان گیا۔ بچ کر سامنے سے ٹل گیا اور باہر جا کر ایک فراش صورت بن کر اندر آیا۔ فراشوں کے غول میں ٹھہرا۔

جب یہ سامنے سے چلا گیا اس وقت افگر سے بختیارک نے کہا: "تمہارا خدمت گار ہے کہاں۔"

اس نے کہا: "ملک جی، تم یہ جو تقریر کر رہے تھے وہ میں نے بھی سنی مگر میں سحر پڑھتا تھا کہ دریافت کروں یہ کون ہے اس سبب سے نہیں بولا۔ اب مجھے سحر نے خبر دی ہے کہ وہ خدمت گار عیار تھا جس سے تم گفتگو کر رہے تھے اور اب وہ فراش بنا کھڑا ہے۔ یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھ کر دستک دی۔ سرہنگ غافل کھڑا تھا بےحس و حرکت ہو گیا۔ اس نے گرفتار کرا کے سامنے بلوایا اور کہا: "تو کون ہے۔"

سرہنگ بولا: "میں چالاک ہوں۔"

اس نے کہا: "نہیں مگر میرا جی خبر دیتا ہے تم تو سرہنگ ہے۔"

غرض یہ کہ بارگاہ میں اس کو بھجوا کر جہاں اور سردار قید ہیں، وہیں قید کرایا۔ اس ہنگامہ میں دن سارا تمام ہو گیا۔

شام کو لقا کے خیال میں آیا کہ جب دربار برخواست ہوا اگر خیمے میں بہر آرام جائے گا لازم ہے کہ کسی شغل میں اسے مصروف کر دوں تاکہ یہ محو رہے اور جاگا کرے۔ جب اسم اعظم بند کرے گا اس وقت کام حریف کا تمام کر کے اس کو طلسم میں بھیج دوں گا۔" یہ سوچ کے بیٹھے بیٹھے پکارا: "قدرت نے تقدیر کی آج باغ جنا میں سوفار اور سیاہ جادو وغیرہ ساحران کی دعوت کی جائے اور قدرت بھی چاندنی کی سیر دیکھیں گے۔"

پس یہ حکم دیتا تھا کہ سلیمان نے باغ جنا میں آراستگی کا حکم دیا۔ کارپردازان خوش انتظام نے بہت جلد بندوبست کیا۔ باغ کے درخت بادلے سے منڈھے، سنگ مرمر کے تھالے نادر کالا گلاب وکیوڑے سے بھرے، ہر روش پر بادلا کاٹ کر ڈال دیا۔ اس کی چمک ایسی تھی کہ زیر زمین وہ انجم فلک تھی۔ قمقمے نور کے بیضہ بلور کے اشجار میں آویزاں کئے۔ ان کے اندر چراغ اس طرح جلے تھے۔ گویا محرم میں کسی گل رخسار کے جگنو چمکتے تھے روشنی کی وہ کثرت ہوئی تھی کہ مہ فلک کو خوف ہوا تھا کہ لباس میرا کتاں نہ ہو جائے۔ بادصبا کو دھڑکا تھا کہ مجھے یہ روشنی لباس آتشیں نہ پہنائے۔ نہر گلشن کی اس رات کو اس طرح جھلکاتی تھی کہ چشم لیلیٰ شب ڈبڈبائی تھی۔ جملہ طرح کا سامان راحت مہیا تھا۔ عجیب جلسہ تھا

نور میں ہر شجر تھا صبح امید
پھول ایک ایک تھا گل خورشید

چاندنی روکش مہ تاباں

موتیا غیرت ورد نعمان

مثل خط شعاع سنبل تر
رشک رخسار حور عین گل تر

حسن میں وہ ہر ایک گل سوسن
مسی آلودہ گل رخوں کا دہن

جو گر پتیوں پہ آ گئے وہ دوب
صورت سبزہ رخ محبوب

چاندنی کا فروغ ایسا تھا
چشم نرگس کو نور بخشا تھا

تھا سر سر روشنی کا یہ اوج
چاندنی تھی غبار کوچہ موج

روشنی عکس افگن آب میں تھی
یا پری شیشہ حباب میں تھی

سامنے اک چبوترہ ہموار
اس پہ نمگیرہ مثل ابر بہار

شیشہ آلات سارا نور آگیں

نصب ہر جا موافق آئین

فرش دیبائے چین سے بھی شفاف
سینۂ زندان کی طرح سے صاف

صدر میں موتیوں کی ایک مسند
گاؤ تکیے وہ خوشنما بے حد

چاندنی رشک چادر مہتاب
اطلس طور سے سوا پر تاب

تخت متمکن ہوا لقا آ کر
گرد سب بیٹھے آ کے جادوگر

گرد ان کے مصاحبین تمام
دست بستہ کھڑے رہے خدام

بیٹھتے ہی طلب کیا خاصہ
اور بکاول نے چن دیا خاصہ

تخت و دستار خوان کیا وہ طعام
کہ معطر ہو جس کی بو سے مسام

پھر تو کچھ راگ کا ہوا چرچا
کچھ عجب وقت تھا عجب جلسا

وہ غضب چھیڑ چھاڑ ساقیوں کی
خوش صدائیں وہ نے نوازوں کی

کشتیاں بھر شراب کی آئیں
قابیں بھر کر کباب کی آئیں

دور دور شراب ناب ہوا
رشک سے آسماں کباب ہوا

یہ تو سب مصروف عشرت ہیں، مگر چالاک نے جو قلعہ سے نکل گیا۔ خدمت امیر میں پہنچ کر سارا ماجرا دیدار لقا کا گزارش کیا پھر عرض رسا ہوا: "یہ غلام قسم آپ کے سر اقدس کی کھا آیا ہے۔ بہر قتل افگر فتنہ سر جاتا ہے۔ اگر مارا جائے تو فاتحہ خیر سے یاد فرمائیے گا اور اگر قتل کر کے اس کے پھروں گا' تو زیارت سے قدم اقدس کی مشرف ہوں گے۔"
امیر نے فرمایا: "کہ تجھ کو خدائے کریم کی حمایت میں دیا سپرد خدا حقیقی کیا۔ کسی سردار غیر ساحر کو قتل نہ کرنا کہ بیچاروں کو ایذا نہیں ہے ساحر سحر کرتے ہیں۔ بدیں وجہ تم کو قتل کا اختیار ہے۔"
یہ حکم پا کر چالاک اور عیاروں کو بہر حفاظت لشکر تاکید کر کے ابو الفتح کو ساتھ لے کر چلا۔ سر شام اس سبب سے کچھ روک ٹوک در قلعہ پر نہ تھی۔ یہ شہر میں دونوں آئے اور دالانات شاہی پر پہنچ کر دیکھا کہ کچھ ملازم اسباب عشرت لیے ایک طرف جاتے ہیں۔ ان سے اجنبی کے طور پر پوچھا: "اے بھائی کہاں چلے۔ انہوں نے کہا: "باغ میں خداوند چاندنی مع تمام سرداروں کے دیکھ رہے ہیں وہیں ہم بھی جاتے ہیں۔ یہ حال سن کر انہیں لوگوں کے ساتھ باغ تک گئے۔ وہاں بہت بڑا اہتمام تھا۔

بختیارک نے ملازمین کے نام مع ولدیت اور سکونت لکھوا کے ساحروں کو دروازہ باغ پر بٹھلایا ہے اور کہہ دیا ہے کہ یہ ملازم جن کے نام لکھے ہیں یہی اندر آنے پائیں اور کوئی نہ آنے پائے۔ ان کو نگاہ سحر ڈال کر خوب پہچان لینا جب آنے دینا۔

غرضیکہ ان دونوں عیاروں نے لاکھ لاکھ قصد کیا کہ اندر جائیں ممکن نہ ہوا۔ اس وقت چالاک نے کہا: "میں قسم کھا چکا ہوں اسی جلسہ میں گھس کر اس ساحر کو ماروں گا۔" یہ کہہ کر الگ ایک گوشہ میں گئے اور ابوالفتح سے کہا: "تم ایک ضعیفہ کی صورت بنو۔"

بموجب ارشاد چالاک ایسی عورت بنا کر کمر جھکی ہوئی ہے، سر سفید، چہرے پر جھریاں پڑیں۔ چادر گاڑھے کی اوڑھے پاجامہ سوسی کا پہنے، پاؤں میں چمڑے کا جوتا پانچوں میں گرہ لگی۔ لکڑی ہاتھ میں عصائے پیری لیے سامنے آیا۔

چالاک نے صورت بنتا اس کی پسند کی۔ پھر آپ ایک کم سن حسینہ جمیلہ بن کر تیار ہوا کہ اگر شاید ان شنگل و شنگون صورت زیبا ایسے نگار دلفریب کی دیکھیں تو شرم سے مژگان کی چلمن درخانہ چشم پر اپنے چھوڑیں۔ ابرواں چشمہ بے مثال تھے عید قربان کے ہلال تھے

مانگ بین السطور دفتر حسن
جادہ شاہراہ کشور حسن

انکھڑیاں قہر کی لگاوٹ ناز
دلربا بات کا نیا انداز

ساحری تاب کیا جو آنکھ ملائے
چشم ہاروت جس سے آنکھ چرائے

نشے کے لال لال وہ ڈورے
جن پہ نرگس کے پڑتے ہیں ڈورے

غیرت چشمہ حیات دہن
دو سخن کوزہ نبات دہن

بے نشاں صورت کمر ہے دہن
دل عاشق سے تنگ تر ہے دہن

چھاتیاں ہیں حباب آب گوہر
نخل باغ شباب کے ہیں ثمر

پیٹ نرمی میں غیرت مخمل
صاف مانند تختہ صندل

قہر ہے زیر ناف کا وہ ابھار
اور وہ تنگی و چستی شلوار

سرو جس پر فدا وہ قامت ہے
ناز پروردہ قیامت ہے

ایسی صورت دلفریب بنا کہ کیسے ہی کوئی عیار چاہے کہ پہچان لوں مجال کیا ہے جو شناخت کر سکے اور حسن و جمال پر از سرتا مرصع گہنا جواہر کا پہنا موتیوں کا کنٹھا گلے میں اور نورتنیں ہاتھ میں پہنیں۔ واقعی وہ یہ بینا کو شرماتی تھیں۔ انگلیوں کے چھلے چھنے' پاؤں میں جڑاؤ' پازیب جس کو دیکھ کر ملک بھی کھائے۔ قریب بازو پر جواہر کے اکے بانار

حسن پر جن سے سکے اسی طرح غرق بحر جواہر ہو کر ایک چادر سفید سر سے پا تک اوڑھی سب بدن چھپا لیا اور بڑھیا کو آگے کر کے پیچھے پیچھے چلا۔ گلی کوچوں کو طے کر کے قلعے کے اندر جو سرائے ہے وہاں آیا۔ بڑھیا نے پکار کر کہا: "کہیں اترنے کا ٹھکانہ نہ ملے گا۔" بھٹیاری اور بھٹیاریوں نے بلانا شروع کیا ایک نے کہا: "بڑی بی ادھر آؤ ہم بہت اچھا مکان دیں۔ اس میں کوٹھری بھی ہے۔"

دوسری نے کہا: "میرے یہاں ٹھہرو و مسافر کم ہیں۔ تنہا ہے چیز کی حفاظت رہے گی۔"

تیسری نے آتے ہی بڑھیا کے ہاتھ سے گٹھڑی اور پٹاری پان کی لی اور کہا: "آؤ میں تمہیں بہت اچھی جگہ دوں گی کہ گوشے میں ہے زنانہ تمہارے ساتھ ہے پردہ رہے گا۔"

غرضیکہ یہ دونوں اس کے ساتھ جا کر ایک کوٹھری میں ٹھہرے۔ بھٹیاری نے چراغ جلدی سے روشن کیا۔ پانی کا ایک گھڑا بھر کر رکھ دیا۔ چارپائی بھی بچھا دی۔ بڑھیا کا ٹک کر بیٹھی اور اس نازنین نے چادر اتاری۔ بھٹیارن کی آنکھ فروغ حسن سے جھپک گئی۔ گھبرا کر بغور متحیر ہو کر دیکھنے لگی۔ ایک کم سن عورت خوبصورت زرد زیور سے آراستہ دیکھی۔ رعب سے کچھ نہ کہہ سکی۔ جا کر بھٹیارے سے کہا: "اے مجھ کو بڑا تعجب ہے کہ یہ عورت جو بڑھیا کے ساتھ آ کر اتری ہے نہ جانوں کو امیر یا شہزادی ہے یا وزیر کی بیٹی ہے۔ میری عقل حیران ہے کہ بڑھیا کے ساتھ کیونکر آئی۔ بڑھیا تو پھٹے حالوں سے اور وہ پھٹے حالوں سے اور وہ جواہرات پہنے ہے۔"

بھٹیارے نے کہا: "جا باتوں باتوں میں پوچھ تو کیا ماجرا ہے۔"

پس بھٹیاری پیٹ پکڑے دوڑی آئی دیکھا تو بڑھیا پٹاری کھولے تمباکو کھا رہی ہے۔ یہ بھی بیٹھ گئی۔ بڑھیا نے اس کو بھی تمباکو دی اور کہا: "میں سوئی ہوئی تھک بہت گئی ہوں صحرائی دو گھڑی رات تڑکے سے مجھ کو جگا دینا اور میں تجھ کو دو پیسے زیادہ دوں گی۔ میرا حال کسی سے ذکر نہ کرنا بھٹیاری اسی ممانعت سے سمجھ گئی کہ بیشک اس میں کچھ بھید ہے۔ لیکن بظاہر بولی: "نہیں میں بھلا کس سے ذکر کروں گی۔ ہم لوگ

کر بھی کوتوال ہر چند کہ اس عورت کا حسن و جمال اور زیور بے مثال دیکھ کر فریفتہ ہوا تھا۔ مگر ساری سرا کے لوگ اس قضیے سے آگاہ ہو چکے تھے۔ سوچا سامنے دیکھ کر ان کو لے چلنا چاہیے اور وہاں اس عورت کو مانگ لینا۔ فی الحال چھپانے سے بدنامی ہے۔ پرچہ اس حال کا سلیمان عنبریں کو ضرور لگے گا۔ پھر وہ بری طرح پیش آئے گا۔

بس ایسا کچھ سمجھ کر ان دونوں کو لے کر چاہا کہ روانہ ہو۔ اس نازنین نے کہا: "میں کچھ مجرم تو ہوں نہیں جو کوتوالی چبوترے میں جا کر رہوں۔ تمام عمر لوگوں کے طعنے سنوں کہ یہ ایسی ہیں جو تھانہ پر پکڑی گئی تھی اور دوسرے وہاں کیسی بنے کیسی نہ بنے۔ میں جوان جہان غیر مردوں میں بھلا میرا ٹھکانہ کہاں، ہاں اگر خداوند کے پاس لے چلو تو کوئی عیب نہیں کیونکہ اس کی زیارت کو سبھی آتے ہیں، وہ پیدا کرنے والا ہے اس سے شرم کیسی۔"

یہ کہہ کر بھٹیاری کا آنچل پکڑ کر کہا: "تو میا تو میری ماں کبھی کی ہے مجھ کو اس وقت اکیلا نہ چھوڑ نہیں میری آبرو جاتی رہے گی۔"

بس بھٹیاری نے اسے گلے لگا لیا اور کہا: "بیٹا میں تیرے ساتھ ہوں تو کیوں گھبراتی ہے۔"

اس نے چپکے سے کہا: "میں اور بھی کچھ تجھ کو دوں گی۔"

بھٹیاری ایک تو محبت دوسرے لالچ میں آ کر ساتھ ہوئی۔ کوتوال اور بھی ناچار ہوا اور ان کو لے کر سیدھا در دولت پر آیا۔ وہاں سنا کہ حضور اس وقت باغ میں ہیں اور ہنگامہ سرور گرم ہے۔ یہ وہاں سے در باغ پر آیا۔ سب کو ٹھہرا کر اندر گیا۔ سلیمان کو مجرا کیا۔ خداوند کو سجدہ کر کے دست بستہ سارا ماجرا معرض بیان میں لایا اور کہا: "وہ دونوں مع بھٹیاری کے حاضر ہیں۔"

بختیارک نے پہلے کوتوال کو بنظر فراست دیکھ لیا اور پتے نشان تمام شہر کے پوچھ کر کہا: "مجھ کو اس وقت تیرے آنے سے شبہ گزرتا۔ کیونکہ معاملات ملکی دن کے دربار میں پیش کرنا چاہیے نہ کہ اس وقت۔"

کوتوال نے عرض کی: "یہ عورت بہت صاحب عصمت ہے۔ کوتوالی میں رہنا گوارا نہیں کرتی ہے اور دیدار خداوند کی مشتاق ہے اور واقعی کمال درجہ خوبصورت ہے اور میں سرائے یا کوتوالی میں ان کا رہنا مناسب نہیں سمجھا بس حاضر لاتا ہوں۔"

بختیارک نے حکم دیا: "اچھا سامنے لاؤ' دیکھیں کیا کیفیت ہے۔"

افگر وغیرہ بدمستیاں کر رہے تھے۔ عورت خوبصورت سنتے ہی بولے: "جلد لاؤ۔"

کوتوال نے ان کو روبرو بلایا۔ اس نازنین نے دوپٹہ ہٹا کر خداوند کے گرد پھرنا شروع کیا' سجدہ کیا بلائیں لیں یہ تو اس کرشمہ میں مصروف ہوئی۔

لیکن افگر وغیرہ نے جو اس کے چہرہ زیبا پر نظر کی دیکھا کہ ایک ماہ لقا حور آسا زینت دہ بزم خوبرویان سردار خوباں جمال ساحت و جاں عاشقاں ہے جس کے ایک ایک تار مو کی قیمت میں ملک تاتار ختن ارزاں ہے۔

افگر دیکھتے ہی فریفتہ ہوا اور بختیارک سے کہا: "افگر اس پر مائل ہوا ہے اس کو حوالے کرو۔"

لقا نے پہلے سارا ماجرا اس نازنین سے پوچھا پھر کوتوال کو رخصت کیا اور بڑھیا کو حکم دیا: "لے جا کر قید کر۔"

کوتوال بڑھیا کو لے کر چلا اور اس نازک بدن کو لقا نے اپنے پاس بلایا: "اے بندی قدرت میرے پاس آ۔"

چالاک بہ نازو انداز کمر کو لے کر بل دے کر بصد ہزاراں غنج و دلال قریب جا کر بیٹھے۔ خداوند نے پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا: "ہم نے تجھے افگر کے ساتھ منسوب کیا کہ یہ ہمارا سپہ سالار قدرت ہے۔"

اس پری پیکر نے شرما کر نیچی نظر کر کے عرض کیا:

حضور کو ہر اختیار ہے۔ اس بھٹیاری کو کچھ انعام دلوا دیجئے۔ میرا کہ اس کے پاس سے لے لیجئے۔"

لقا نے افگر سے کہا: "اس کی فرمائش پوری کرو۔" اس نے کئی ہزار روپے دے کر اکو لے لیا۔ بھٹیاری دعائیں دے کر چلی گئی۔ بس پھر تو دورے سرخ شروع ہوا۔

- ہوائے جادو

قصہ مختصر بختیارک وہاں موجود تھا۔ چالاک سمجھا کہ شراب آغشتہ بیہوشی' یہ پینے نہ دے گا اور اس وقت تو اس نے نہیں پہچانا ہے مگر حرکات و سکنات سے' یہ شیطان ہے ضرور پہچانے گا۔ ہر چند کہ اس تدبیر سے تم آئے ہو کہ خیال بھی عیار کا تم پر نہیں گزرتا۔ مگر پھر بھیاں کے شر سے بچنا اچھا ہے۔ یہ تجویز کر کے بدن چرائے آنکھیں جھکائے دبکا ہوا بیٹھا ہے اور انکھیوں سے افگر کو کبھی کبھی دیکھ لیتا ہے اور اس کا بھی برا حال ہے۔

ہر چند کہ افگر بے چین ہو رہا ہے۔ مگر بلحاظ اس کے کہ خداوند سامنے ہیں اس کی ہاتھ نہیں لگاتا ہے۔ اس وقت بختیارک اس کا میلان خاطر دیکھ کر گویا ہوا: "بارہ دری میں جا کر آرام کرو' میں اس کو بھی بھیجتا ہوں۔"

اس نے کہا: "ملک جی' یہ عورت نا کتخدا ہے اور یہاں صدہا آدمیوں کا مجمع ہے ایسا نہ ہو کہ خداوند اس حرکت بیجا سے ناخوش ہوں۔"

سلیمان نے کہا: "یہ سچ کہتے ہو' یہ کون موقع ہے کہ ہزار آدمیوں کے سر پر غل و ہنگامہ مچاؤ اور پھر اسی کو اپنی جورو بناؤ۔ اب تم کو مل چکی ہے۔ جلدی کیا ہے صبح قریب اپنے خیمے میں لے جانا جو چاہنا کرنا۔ افگر چپ ہو رہا۔

القصہ رات اسی جھگڑے میں بالکل کم ہو رہی تھی دم بھر میں وہ وقت آیا کہ عروس زریں لباس مہر جمیلہ خاور سے نکل کر بعد زینت و آرائش آغوش فلک میں آئی اور شاید صبح رخسار سحر نے صورت نورانی مشتاقانہ دہر کو دکھائی۔

رات کو بلحاظ اس کے کہ عیار افگر کو آ کر قتل نہ کریں' باغ میں مصروف عشرت رہا اور صبح ہوتے ہی سوار ہو کر مع سرداروں کے داخل لشکر ہوا اور افگر نے بھی محافہ میں معشوقہ کو سوار کرا کے اپنے خیمے میں لا اتارا۔

بختیارک نے آ کر اس کے خدمت گار ملازمین وغیرہ کو حکم دیا: "خبردار تم اندر خیمہ میں نہ جانا۔ ایسا نہ ہو کہ تم میں کوئی عیار مل کر چلا جائے تو پھر غضب کا سامنا ہو۔ دور خیمہ سے پہرا چوکی مقرر کر دیا اور آپ سوفار کے خیمے میں آ کر بیٹھا۔ یہاں سے بھی نوکروں کو نکال دیا اور اس کی حفاظت کے لیے خود ٹھہرا۔

غرضیکہ اس نے تو ایسا بندوبست کیا کہ واقعی ساحروں تک پہنچنا ہر کس کا دشوار ہو گیا۔ مگر افگر نشہ سے میں سرشار آتے ہی اس مہ پیکر سے لپٹنے لگا ہاتھ پکڑ کر پلنگ پر لایا چاہا کہ لٹائے' اس گلبدن نے کہا: "ٹھہرو تو۔"

یہ کہہ کر بلبہرا نکالا گلوری کھائی۔ افگر سمجھا کہ یہ اگرچہ زیور وغیرہ پہنے ہے مگر بلبہ دیہات کی نشانی ہے۔ خاصدان کا تو نام بھی نہیں جانتی۔ الٹر بھی ہے خوب نبھے گی۔

یہ سوچ کر بولا جانی: "جانی ہم کو گلوری نہ دی۔"

اس مہ وش نے کچی زبان میں جواب دیا: "جانی کس کا نام ہے۔"

یہ خوب ہنسا اور کہا:

ہے غضب معشوق بھولی کی یہ کچی زبان
سب تو کہتے ہیں مگر اس کی زبان پہ بھور ہے

اس نے انگوٹھا دکھا دیا اور اس کا منہ چڑھا کر مسکرا دیا۔ یہ اس ادائے دلفریب سے اس کی بے چین ہو گیا اور لپٹ کر بلبہرہ چھین لی۔ پان ایک بار کھا گیا۔ ادھر پیک حلق کے نیچے اتری ادھر بیہوشی اثر پذیر ہوئی۔ بیہوش ہو کر گرا۔ وہاں تنہائی تو تھی ہی چالاک نے فوراً سر کاٹ ڈالا۔ غل و شور ہوا۔ داروگیر کی صدا بلند ہوئی۔ چالاک نکل کر بھاگا اور ہنگامہ سن کر بختیارک نے کہا: "اے سوفار' وہ مارا۔ بھلا ممکن ہے کہ ان کو گلی دے اور جیتا رہے۔

سوفار بولا: "چالاک تو قید ہے۔ یہ کس نے مارا۔"

بختیارک بولا: "وہ سرہنگ قید ہے۔

اس نے کہا: "تو لشکر کے عوض اس کو اس وقت قتل کر۔"

اس نے یہ سن کر پکارا: "کوئی ہے۔"

اتفاق سے عیاران اسلام تو اسی فکر میں رہتے ہیں سمک باہر خدمت گار بنا کھڑا تھا' بولا: "حاضر۔" اور جلدی سامنے آیا

اس نے کہا: "ہم یہاں سے سحر پڑھتے ہیں کہ سرہنگ پر سے سحر کی قید دفعہ ہو جائے گی۔ تم اس کو لا کر قتل کرو اور رقعہ داروغہ مجلسک کے نام لکھ دیا۔ سمک لے کر گیا اور سرہنگ کو چھڑا کر لایا۔ جب سامنے خیمے کے پہنچا۔ پکار کر کہا: "اے سوفار میرا نام سمک ہے' لیے جاتا ہوں سرہنگ کو۔"

یہ کہہ کر دونوں بھاگے اور ساحر فوج کے تو عیاروں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کوئی نہ دوڑا۔ یہ نکل گئے۔ ادھر چالاک بھاگ کر چلا۔

مگر حال سنیے کہ ابوالفتح کو جو کوتوال لے کر قید کرنے چلا راہ میں اس نے کہا: "بیٹا میں بڑھیا قید کی تکلیف میں مر جاؤں گی۔ میرے پاس بہت سا مال ہے لے اور مجھے چھوڑ دے۔"

یہ کہہ کر پوٹلی نکال کر جواہر کی دکھائی۔ کوتوال کو لالچ آئی سمجھا کہ کون پوچھتا ہے چھوڑ بھی دے اگر کوئی پوچھے کہہ دینا بڑھیا تھی مر گئی۔ بس یہ سمجھ کر اس نے وہ جواہر لے لیا اور بڑھیا کو چھوڑ دیا۔ بڑھیا نے بلائیں لیں اور کہا: "واری' الگ آؤ تو ایک چیز اور عمدہ دوں۔

وہ پیادوں کو چھوڑ کر تنہائی میں آیا۔ اس نے وہاں آ کر پھر واری کہہ کر اس کی بلائیں لے کر بات کرنا شروع کی' مگر ہاتھ میں بیہوشی بھری تھی۔ کوتوال صاحب بلائیں لیتے ہی بیہوش ہو گئے۔ اس نے فی الفور سر اس کا کاٹ ڈالا اور پوٹلی جواہر کی لے کر بھاگا۔ پیادے جب عرصہ ہوا تو آئے' لاش اس کی پائی' اٹھا کر کوتوالی میں لائے صبح ہو چکی تھی۔

لقا وغیرہ لشکر میں جا چکے تھے۔ لاش لے کر یہ بھی لشکر میں آئے اور فریاد کرنے لگے۔

ادھر اژدر کے مرنے سے شور و غل بپا تھا۔ لقا رات بھر کا جاگا ہوا سونے گیا تھا۔ شور و غل سن کر جاگا اور حال دریافت کر کے پھر سونا جو چاہا۔ فرط رنج سے نیند نہ آئی۔ دربار میں آ کر تخت میں بیٹھا۔ سوفار وغیرہ سب سردار حاضر ہوئے۔ عیاروں کا ذکر ہونے لگا۔

سوفار نے کہا: "طبل جنگ بجوایئے میں عوض اژدر کا لوں گا۔"

بختیارک نے کہا۔ مقابلہ کرنے میں ساتھا امیر کا ہو گا وہ مالک باطل السحر ہیں۔ سوائے بھاگنے کے نہ بن پڑے گا۔"

سوفار یہ سن کر چپ ہو رہا اور دل میں نیت کی کہ آج اسم اعظم لوح سینہ تحریر سے محکوک کرنا چاہیے۔ اسی فکر میں تھا کہ ناگاہ فلک کی طرف سے بجلی چمکی اور رعد گرجا۔ بعد لمحے کے ایک ساحر بدبیر کریہ منظر سامنے آیا۔ لقا کو سجدہ کر کے پوچھا: "بھائی میرا کہاں ہے۔"

بختیارک یہ سن کر رونے لگا اور کہا: "وہ خداوند کی بہشت میں سیر کرنے گئے ہیں۔ اس وقت وہ ساحر بھی رویا اور کہا: "تو سہی میرا نام صنعت جادو جو کل ہی سب مسلمانوں کو گرفتار نہ کروں۔"

بختیارک نے دل میں کہا: "آئی قضا اس حرامزادے کی۔ مگر بظاہر نہایت اعزاز سے اس کو بٹھلایا اور پھر کچھ سمجھایا پھر لاشہ اژدر کا اٹھوایا۔ اسی ہنگامہ میں وہ دن تمام ہوا۔

تیاری حرب لشکر ساحران میں ہونے لگی۔ صدائے کوس و دہل نے فلک کا کل ہول سے خالی کیا۔ ہرکارے خدمت امیر میں حاضر ہو کر بعد دعاؤ و ثنا کے عرض پیرا ہوئے

شاہ گردوں سریر فلک جاہ
حکم تیرا ہو ماہی سے تا ماہ

ساحر آیا ہے ایک بد صورت
نحس وحشت خصائل و بد خصلت

بھائی افگر کا ہے وہ مایہ درد
ہے برادر شغال کا سگ زرد

نام اس کا صنعت جادو ہے
طالب حرب وہ سیہ رو ہے

جو سنا تھا وہ عرض کر دیا آج
رہے قائم یہ تیرا تخت و تاج

شاہ لشکر اسلام نے یہ خبر سن کر نقارہ بجوایا۔ پھر تو ادھر بھی یہ ہنگامہ برپا ہوا۔ رات بھر اسی غلغلہ میں بسر ہوئی۔

امیر سے مسحر کر پاس میں چالاک نے جا کر روانگی لشکر کا حال دریافت کیا۔ اس وقت آپ بھی مسلح ہو کر در دولت پہ آئے تمام سردار یہاں کے یکے بعد دیگرے آ کر جمع ہوئے۔ ناگاہ شاہ شاہان چراغ لے کر اسلامیان سرتاج خسروان جہان مصباح شبستان کیہان سعد بن قباد دین صاحبقران برآمد ہوئے۔ ہر ایک نے مجرا کیا پھر تخت کو گھیر کر سمت میدان چلے۔ نقاروں کا بجنا روشنی جا جھلملانا نسیم سحر کا فرط خوف و رعب لشکر سے دبے پاؤں چلنا نقیبوں کا منقبت پڑھنا' لشکر کا بن کر چلنا' جوانوں کا اکڑنا عجب لطف دکھاتا تھا۔ اسپان تازی نژاد کا طرارے بھرنا غزال فلک کی چوکڑی بھلاتا تھا۔

مختصر کہ وادی و دشت مصاف ہو کر میدان کو صاف کرایا۔ لشکروں نے پرا جمایا نقیب آگے آگے بڑھے لشکر میں کڑکا ہوا نشان کے پھریرے کھلے صنعت اکفر اژدر گاؤ کو ہیچ میدان میں آیا اور سحر کی نیرنگی دکھا کر اپنی زور دستی جتا کر طالب ہم نبرد ہوا۔

اس طرف سے مالا گرد فرنگی اپنے اشتر مالا کیوں کو اڑا کر رو برو گیا۔ اس نے اس کے مقابل ہوتے ہی کچھ ماش سحر پڑھ کر مارے کہ دست و پا اس کے کرخت ہو گئے۔

اس نے کمر میں پیچ دے کر زور دیا اور قاش زین سے اکھڑ کر بروئے نشین ٹپکا۔ عیاران لقا آئے اور باندھ کر لے گئے۔ پھر اس نے للکارا ادھر سے آلا گرد فرنگی بھائی مالا گرد کا مقابل ہوا۔ اس نے بھی وہی روز بد دیکھا۔ پھر اس نے آواز دی۔ کچی اردنائی فرنگی اس کا ہمت دو مددگار ہوا مگر اس کا نصیب بھی نہ یاور ہوا اسی طرح جو سردار ملک فرنگ سامنے گیا۔ اس نے ماش پڑھ کر مارے کہ ہاتھ بے طاقت ہوئے۔ باندھ لیے گئے۔ کہاں تک بیان کروں تاشام یہی ہنگامہ گرم رہا نہ ادھر سے صلح کا پیام نہ ادھر سے کوئی مائل رزم ہوا۔ جب پردہ شب تیرہ فام میدان آفاق میں برپا ہوا اور شہنشاہ گردوں سریر بارگاہ مغرب میں گیا۔

طبل آسائش لشکروں میں بجا۔ سب پھر کر خیمہ گاہ میں آئے اور آسودہ ہوئے۔ لقا نے حکم دیا: "ہمارے بندہ قدرت یعنی صنعت کی دعوت کا سامان کیا جائے۔"

اس نے عرض کیا: "خداوند میں محفل عشرت میں جب بیٹھوں گا اور دعوت آپ کی دکھاؤں گا کہ جب کل مسلمانوں کو مار لوں گا۔"

یہ کہہ کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ سوفار کو بھی بلالیا اور دونوں اسم اعظم بیٹھ کر بند کرنے کی صلاح کرنے لگے۔ شراب و کباب سب پاس رکھ لیا۔ عیاروں کے خوف سے خدمت گاروں کو بھی باہر نکال دیا تھا۔ اپنے ہاتھ سارا کام انجام کرتے تھے اور سحر پڑھتے تھے۔ لشکر میں ہماہمی ہو رہی تھی۔ لقا اپنی بارگاہ میں ناچ دیکھتا تھا۔ یہاں تو مصروف عشرت ہیں۔

لیکن امیر کے یہاں بہت سے سردار قید ہیں اس وجہ سے سناٹا ہے۔ غرض یہ کہ عیار

آج پھر لشکر میں ساحروں کی چلے۔ ان میں سے چالاک بہ شکل ساحر پھرتا ہوا آیا۔ دیکھا کہ ایک خیمے کے قریب پہرہ چوکی اور کمال ہوشیاری ہے۔ اس نے اسی طرف جانے کا قصد کیا۔ جب اندر جانے لگا۔ ساحروں نے روکا کہ تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔"

انھوں نے کہا: "اندر جانے کی ممانعت ہے کچھ مشورہ ہو رہا ہے۔"

چالاک یہ سن کر چلا گیا اور تنہائی میں جا کر پری ناز کی طرح اپنی صورت بنائی یعنی چہرہ ایسا تابناک بنایا کہ ماہ خور کو بھی اس کے فروغ سے ہنگام دید کی خیرگی ہو زلف فام کے روبرو و شب دیجور کو تیرگی ہو' دہان تنگ کے مقابل غنچہ گلستان رام کھسیانا ہو کر غنچے اور بسور کر رہ جائے زبان ہ زبان لال ہو کچھ بات نہ بن آئے۔ چشم فتان کے سامنے نرگس شہلا شرمندہ ہو کر آنکھ چرائے۔

شانوں پر جواہر کے پر لگائے زیور مرصع کار سے قامت قیامت نما کو مزین فرمایا۔ تھال سونے کا میوے اور مٹھائی سے بھرا ہاتھ میں لے کر پشت خیمہ پر آیا اور جب خیمہ چالیس قدم باقی رہا۔ اس طرح سبک ہو کر جست کی کہ خیمے کو پھاند کر بیچ میں اترا۔ خیمے کے سو فار اور صنعت نے آواز جھماکے کو سن کر جو دیکھا تو ایک پری ناز حور نژاد کو آسمان سے اتر کر زمین پر استادہ پایا محو جمال ہو کر کھڑے ہو گئے پری ایک خط ہاتھ پر رکھ کر آگے آئی۔ انھوں نے اس پر مہر شان جاوداں کی پائی۔ نامہ ہاتھ سے اٹھا لیا اور لفافہ چاک کر کے پڑھنے لگے۔ پری ان کی نگاہ خط کی طرف دیکھ کر جلو خانے خیمے میں چلی گئی انھوں نے نامہ میں یہ مضمون دیکھا: "ہم نے اس پری کے ہاتھ مٹھائی نذر سامری کی اور میوہ کو خاص مندر پر سامری کے چڑھایا گیا ہے بھیجا ہے تاثیر اس کی یہ ہے کہ جو کوئی کھائے گا۔ کوئی حربہ اور جادو سحر اس پر کسی کا تاثیر نہ کرے گا اور حمزہ کا اسم اعظم بھی اثر پذیر نہ ہو گا۔"

یہ حال نامے سے دریافت کر کے جو سر اٹھایا۔ اس پری کو نہ پایا' سمجھے کہ وہ پری تھی ہی اب غائب ہو گئی۔ اگر پکاریں گے تو آئے گی۔ یہ سوچ کر گویا ہوئے: "اے

پری زاد طلسم سامنے آؤ' عطیہ شلہ جاوداں عنایت کرے۔"

چالاک یہ صدا سن کر جلو خانے سے اس تیزی کے ساتھ اڑا کہ کوئی دس گز زمین سے اونچا ہو کر پردے کی قنات سے کچھ فاصلے پر آ کر اترا اور تھال لا کر سامنے ان کے رکھ دیا وہ بہت خوش ہوئے اور ڈنڈوت کر کے مٹھائی کھائی' لمحہ بھر میں بیہوشی چھائی۔

چالاک نے خنجر سے صنعت کا سر کاٹ ڈالا۔ الیعاذ باللہ شور محشر برپا ہوا۔ صدائے صنعت آنے لگی۔ باہر جو لوگ پہرے پر تھے وہ فرط خوف سے بارگاہ خداوند کی طرف بھاگے اور بختیارک نے لقا سے پہلے پوچھا تھا کہ سوفار کہاں ہیں"

اس نے کہا تھا: "صنعت کے پاس ہیں۔" اس وقت غل سن کر اس نے کہا: "ہائے دونوں مارے گئے اور اٹھ کر بارگاہ صنعت کی طرف دوڑا۔

یہاں سوفار پر چالاک نے خنجر چار انگل اونچا ہو گیا۔ پھر اس نے حملہ کیا اب کی بالشت بھر اونچا ہوا۔ اس نے پھر مارا پھر الگ گرا۔ پھر اس نے اور تدبیر قتل کی چاہی تھی کہ بختیارک آ پڑا۔ چالاک مجبوراً جست کر کے بھاگا۔ ساحر بسبب خوف کے اس کے پیچھے نہ دوڑے۔ یہ صحیح سلامت نکل گیا۔ اور بختیارک نے سوفار کو ہوشیار کیا اور سب حال کیا۔

اس ہوشیار ہوتے ہی سحر پڑھا کہ جو سردار صنعت نے قید کئے تھے وہ چھوٹ گئے تھے وہ مسحور پھر ہو گئے اور اسی طرح پیکان نے جو سردار قید کئے ہیں' وہ بھی سوفار کی قید میں آئے ہیں کہ جب یہ مارا جائے تو رہا ہوں۔

غرضیکہ بعد مسحور کرنے سرداروں کے اس نے بہت کچھ لاف و گزاف کیا کہ ملکہ جی دیکھو تو میں کیا کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر لاش صنعت کی اس کی فوج کے سپرد کر کے حکم دیا: "اس کو پاس ملکہ نازک چشم جادو کے جاؤ۔" پھر ایک تعزیت نامہ بھی اپنی طرف سے لکھ کر حوالے کیا۔ فوج اس کی لاش اٹھا کر نالاں و گریاں روانہ ہوئی اور یہ فکر اسم اعظم کے بند کرنے کی کرنے لگا۔

ادھر چالاک نے جا کر امیر سے سارا ماجرا بیان کیا امیر نے اس کو خلعت دیا۔ پھر مصروف عیش و عشرت ہوئے اب دونوں لشکروں کو اسی حال میں چھوڑ کر شمہ حال شہر یار کشور عیاری و تاجدار اقلیم مکاری یعنی عمرو بن امیہ ضمیری کا سنیے۔

کہ جب ملکہ مخمور ہمراہ گوہر شاہوار بحر فطرت عمرو با مروت دریائے مردابہ کو طے کر کے روانہ ہوئی تو بعد چند روز قریب ایک پہاڑ کے پہنچی۔ اس کوہ کی صورت ہمہ تن انبخ و دہن شیر کی ایسی تھی چار طرف شیر ہی کی شکل نظر آتی تھی گیا فرہاد روزگار نے ہر پتھر کو بصورت شیر تراشا تھا۔ اسد چرخ بھی اس کو دیکھ کر خوف کھاتا تھا۔ جنگلی شیر دم دبا کر بھاگ جاتا تھا کلب الحیاں کی مجال نہیں جو اس جگہ آ سکے۔ اس فلک پیر کی طاقت نہیں جو روباہ بازی دکھا سکے۔ ثور فلک ہمیشہ اس کے خوف سے لرزاں صولت سے اس کی فوج گردوں تراساں و ہراساں بت خانہ روزگار میں چرخ نے سنگدلی دکھائی تھی کہ ہر پتھر کی صورت غرائی اور ڈراؤنی بنائی تھی۔ ساکنان دنیا کو ایک لقمہ ہی کرنے کی تدبیر ہویدا کی تھی۔ اس لیے پتھر کی صورت شیر کی پیدا کی تھی۔ خورشید اس کوہ سے سر بچا کر نکلتا تھا۔ تھراتا تھا۔

عمرو نے مخمور سے پوچھا: "یہ کون مقام ہول خیز ہے کہ کوہ سیاہ سے بھی زیادہ وحشت انگیز ہے۔"

مخمور نے کہا: "اس کوہ کو کوہ اسد کہتے ہیں۔ شیران ژیان اس پر رہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ایسا سحر پڑھ کر دانہ ماش کا عمرو پر مارا کہ یہ بیہوش ہو گیا۔ مخمور نے اٹھا کر ایک غار میں ڈال دیا اور دہن غار پوشیدہ کر دیا ہے پھر دو ببر سحر کے غار پر بٹھا دیئے اور ان سے تاکیداً کہہ دیا: "خبر دار حفاظت کرنا' کوئی خواجہ کو لے نہ جائے۔"

یہ کہہ کر آپ بے خوف و خطر پہاڑ کی گھاٹیاں سے گئی اور قلعہ کوہ پر پہنچی۔ اس کے پہنچتے ہی ایک ببر غران نشیمن سے نکلا اور گویا ہوا: "آپ کون ہیں جو یہاں آئیں اور دل میں کچھ خوف نہ لائیں۔"

اس نے جواب دیا: "ہماری خبر جا کر اپنے مالک سے کرو اور ہمیں ان کے پاس لے

چلو۔ کہتا ملکہ مخمور معظمہ طلسم آئی ہیں آپ کی ملاقات چاہتی ہیں۔"

یہ سن کر وہ شیر روانہ اور اسی کوہ پر ایک مکان بنا ہے۔ ببر جادو اس میں رہتا ہے وہ شیر وہاں آیا اور پیام گزار ہوا۔

ببر نے کہا: "ارے تو نے اس ملکہ کو روکا کیوں جلد تعظیم تمام بجلائیں۔ وہ ببر خدمت مخمور میں آیا۔ پیچھے مخمور چھوڑ کر بادب تمام کیا ہوا: "چلیے آپ کو بلایا ہے۔"

مخمور اس کے ہمراہ چلی اور اندر ایک مکان کے گئی سقف و مکان اس کے مطلا تھے۔ مصقلا اس کا چاندی کا تھا دیوار و در جھلملاتے تھے لیکن ہر جگہ تصویریں شیر کی بنی تھی اور پتھر کی چوکیاں شیر نما صحن میں بچھی تھیں۔ شیر کی کھال کا فرش سب مکان میں کیا تھا۔ ایک چوکی پر ساحر شیر صورت بیٹھا تھا اور ایک شیر پاس اس کے کھڑا تھا۔ یہ جو کھڑا تھا۔ یہ بیابان آتش فشاں کو کوہ اسد کے قریب ہے اس کا مالک ہے اور یہ جو بیٹھا ہے۔ اس پہاڑ کی حفاظت کرتا ہے' مخمور نے وہاں پہنچ کر ہاں اٹھایا دونوں شیر پیکر بھی اپنی جگہ سے اٹھے اور اس سے ہاتھ ملایا اور کہا: "آپ نے کرم فرمایا تشریف رکھیے اور ہمیں سرفراز کیجئے۔"

مخمور نے کہا: "بیٹھنے کی فرصت کہاں اس وقت عمرو تو نہیں آیا۔ میں بحکم شہ اس کے تعاقب میں رواں ہوں اور وہ گریزاں ہے۔" اس ساحر نے کہا: "اس طرف کوئی نہیں آیا۔ آگر آتا تو فی الفور قید ہو جاتا۔

مخمور نے جواب دیا: "میرے سامنے وہ اس پہاڑ کے قریب آ کر غائب ہوا ہے۔ اظلک یہ جگہ تمہاری ہے میں اس کو تنہا ڈھونڈ نہیں لائی۔ شاید مجھ کو کوئی شیر نہ پہچانے اور در پے آزار ہو۔ اس لیے آپ کا میرے ساتھ چلنا اچھا ہے۔"

ببر جادو نے کہا: "میں حاضر ہوں' جہاں لے چلیے میں سر آنکھوں سے چلوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا اور ہاتھ پکڑ کر چلا۔ اس طرف سے تو یہ روانہ ہوا۔ اور ادھر بلائے جادو' جس کو بادشاہ طلسم نے منع کیا تھا کہا اب نہ جادو اور اس نہ مانا تھا۔ وبلاوہ ببر گرفتاری عمرو چلا تھا۔ ڈھونڈتا ہوا اسی جگہ پہنچا' جہاں غار میں عمرو کو مخمور نے ڈال دیا

ہے۔

الغرض اس نے دیکھا کہ ایک غار پر دو پتلے بیٹھے ہیں سمجھا کہ یہاں کچھ بھید ہے۔ جب تو یہ حفاظت کرتے ہیں۔ یہ سمجھ کر اس نے سحر پڑھ کر ان پتلوں پر پھونکا کہ وہ جل گئے۔ یہ غار میں اترا۔ عمرو کو بیہوش پڑے دیکھا۔ شکر سامری بجا لایا اور کمر میں باندھ کے غار کے باہر آیا' چاہا کہ سر کاٹ کر لے جائے پھر سوچا کہ ایسا نہ ہو کہ افراسیاب اس حرکت میں پر ناخوش ہو جائے۔ پس یونہی چاہتا تھا کہ لے جائے۔

اس وقت مخمور اور بہار وہاں پہنچے۔

مخمور نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا: "اے بہار دیکھو وہ عمرو کو ایک ساحر پکڑے لیے جاتا ہے۔ افسوس کہ تمہاری عملداری سے غیر شخص پکڑے جائے اور تم سے کچھ نہ ہو سکے۔ اب یہ شاہ جادواں کے پاس جا کر کیسی تعلی کرے گا اور شیخی مارے گا کہ جس کی حد نہیں اور تم کو ذرا اس امر میں کد نہیں۔ میں کم بخت ناحق تمہارے پاس گئی تھی اگر کہیں ڈھونڈھتی تو اچھی رہتی۔ اب مجھ کو بھی ذلت ہو گی۔ شاہ کے روبرو ہم چشموں میں ندامت ہو گی۔"

اس نے بہار کو ایسا گرمایا کہ اس کو غصہ آیا اور للکارا: "ہاں او خیرہ سر تو کہاں اس کو لے چلا اور میری جگہ میں کس لیے تو نے قدم دھرا۔"

بلائے جادو نے اس کے ڈانٹنے سے رک کر جو دیکھا تو مخمور کو بہار کے ساتھ پایا پکارا: "اے بہار جادو اس کے فقرے میں نہ آنا' یہ عمرو کی دوست ہے اور شہنشاہ سے اس نے بغاوت کی ہے۔"

مخمور نے کہا: "اے بہار' یہ اس کی جعلسازی ہے چاہتا ہے کہ مجھ کو متہم کر کے تم سے لڑوائے اور آپ نکل جائے۔ اچھا تم اس سے کہو کہ عمرو کو مجھ کو دے' میں عمرو و مخمور دونوں کو پاس شہنشاہ لے جاؤں گا۔ بس اگر یہ دیدے تو تم جاننا کہ یہ سچا ہے مجھ کو بھی پکڑ لینا اور اگر نہ دے تو میرے قول کو صحیح جان کر اس کو جانے نہ دینا۔ بہار کو اس کا کہنا پسند آیا پکارا: "اچھا' تو عمرو کو میرے حوالے کر اور اپنی راہ

لے، میں ان دونوں کو شلو کے پاس لے جاؤں گا۔"

بلائے جادو نے جواب دیا: "تجھ کو خبط ہو گیا ہے میں نے اس کے لیے خاک چھانی تجھ کو کیوں دوں، میں کیا کمزور ہوں ببر کو اس کلمہ پر غصہ آیا اور مخمور نے پر تپیا دلایا: "کہیں میں نہ کہتی تھی کہ یہ کبھی نہ دے گا، فقرہ کرتا ہے۔"

ببر نے کہا: "تم دیکھو، میں ابھی چھینے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا کہ وہ شق ہو گیا اور زمین سے وہی ببر جو چوکی پاس پہاڑ کے اوپر کھڑا تھا نکلا اور غرا کر لپکا۔ بلائے جادو نے ا کو آتے دیکھ کر اس کو بیضہ بیہوشی مارا جہاں وہ بیضہ آ کر گرا اسی جگہ وہ شیر رک گیا پھر آگے نہ بڑھا۔ ببر جادو نے جب یہ ماجرا دیکھا فوراً زمین میں سما گیا اور بعد لمحہ بھر کے ایک ڈبیہ ہاتھ میں لیے ہوئے نکلا اور اپنی ہمدردی جتانے کو وہ ڈبیا مخمور کے حوالے کی۔ یہ اس لیے کہ یعنی میں ایسا ہوں کہ الگ کھڑا رہا اور غیر کے ہاتھ سے حریف کو قتل کر ڈالا۔ قصہ مختصر اس ڈبیا کو دے کر کہا: "اے مخمور اس میں سیندور ہے طلسم کا، اس سیندور کا ایک ٹیکا اس شیر کے ماتھے پر دے دو اور حکم دو کہ بلائے جادو کو مار ڈالے۔"

مخمور نے ڈبیا کھول کر ٹیکا ببر کی پیشانی پر دیا اور کہا: "کیا کھڑا دیکھتا ہے مار اس کو۔"

ببر نے جا کر طمانچہ مارا کہ بلائے جادو گرا۔ ہر چند اس نے جادو کیا کچھ نہ ہوا۔ ببر نے پیٹ پھاڑ ڈالا۔ غل شور اس کے مرنے کا برپا ہوا۔ ببر لاش اس کی اٹھا کر سمت شلو طلسم لے چلے یعنی بگولے لاش کا اٹھاتے ہوئے لیے جاتے تھے جب لاش جا چکی۔

مخمور نے سحر پڑھ کر پھونکا کہ عمرو ہوشیار ہو اور اٹھ کر چاہتا تھا کہ مخمور سے حال پوچھے مگر ببر جادو نے ایک دانہ ماش کا سحر پڑھ کر مارا کہ زمین پر گر کر لوٹنے لگا۔

مخمور نے کہا: "اے ببر تم نے اس پر سحر کیوں کیا۔ میں تو دور سے متلاشی اس کی آئی ہوں اس کو میں لے جاؤں گی۔"

اس نے جواب دیا: "او مکارہ، میں تیرا فریب اب سمجھا بلائے جادو سچ کہتا تھا کہ تو

شہنشاہ سے باغی ہے۔ خیر میرے ہاتھ سے کہاں جائے گی۔ تجھ کو بھی مارے لیتا ہوں اور روز مقرری کا بھی سر کاٹوں گا۔"

مخمور نے سارا جھگڑا اس لیے کیا تھا کہ کسی طرح ڈبیا سیندور کی ملے جس کی وجہ سے بیابان آتشیں میں راستہ پائے پس وہ ڈبیا اس کو مل بھی گئی تھی۔ اب یہ کب دبتی تھی۔ پکاری: "بھڑوے کیوں تیری قضا آئی ہے لے سنبھل۔"

ہیر جادو نے بھی جھولے پر ہاتھ ڈالا۔ مخمور نے ڈبیا سے سیندور لے کر دوسرا ٹیکا ماتھے پر اسی شیر کے لگایا اور حکم کیا: "لے اس کو۔"

پھر تو اس شیر نے انگڑائی لی اور غرا کر چلا۔ ہیر جادو نے ہر چند روزکا۔ صدہا طور کا سحر پڑھا مگر اس کے ماتھے پر سیندور طلسم کا لگا تھا۔ تاثیر اس کی یہ ہے کہ ٹیکا ماتھے پر دے مالک بیابان اسی کا کہنا کرے بس جاتے ہی ایسا طمانچہ ہیر جادو کے شیر نے دیا وہ گر کر سرد ہو العیاذ باللہ شور اس کے مرنے کا ایسا بلند ہوا کہ وہ و دشت میں زلزلہ پڑ گیا جو جو اس کی سحر کی بنائی ہوئی علامت اس پہاڑ پر تھی سب غائب ہو گئی اور پہاڑ پر آگ لگی۔ وہ مکان جل گیا مگر ہیر کوہ کہ بانیان طلسم نے بنایا ہے۔ باقی رہا۔

غرضیکہ بگولے اڑ کر شاہ طلسم لے چلے اب حال سنیے کہ اس ہیر کوہ کے آگے ایک بیابان ہے کہ نام اس کا بیابان آتش فشاں ہے۔ یہ شیر اس کا نگہبان ہے جس کے پاس سیندور ہو اس کا بانیان طلسم نے اس کو مطیع کر دیا ہے۔ یہ مالک سیندور کو بیابان میں لے جاتا ہے۔

جب سرحد بیابان پر پہنچتا ہے اس کے آگے عملداری گیسوی کا کل کشا نام ایک ساحرہ کی ہے۔ اس شیر کے سرحد پر آنے کی خبر رکھتی ہے۔ جب یہ وہاں پہنچا ہے وہ کنیز کو بھی کر رہبری کراتی ہے۔ ذکر اس کا آگے بیان ہو گا اس وقت مخمور نے کہ ماذ اس راہ کے متوقف تھی تیرا ٹیکا ماتھے پر اس شیر کے دیا اور حکم کیا: "ہم کو بیابان آتش سے نکال لے چل۔"

شیر فوراً سامنے آیا اور گویا ہوا: میری پیٹھ پر سوار ہو جیے جدھر جی چاہے چلیے۔"

محمور معہ عمرو کے سوار ہوئی اور شیر نے آگے کی راہ لی اسد کوہ کے درہ میں داخل ہوا اور دو روز تک برابر رات دن چلتا گیا۔ درے میں بڑے بڑے غار تھے۔ اژدر مثل کوہ ایک ہر جگہ بیٹھے تھے۔ عجب تنگ و تاریک مقام تھا۔ ہول خیز وحشت آگیں تمام تھا۔ خدا خدا کر کے وہ درہ تمام ہوا۔

تیسرے روز جب درہ خاور سے خورشید انور نے سر بدر کیا۔ یہ سیاحان منازل سپہر دشت طلسم بھی درے سے باہر ہوئے۔ لیکن اس جانے پر آفت میں نکل کر دوسری مصیبت میں پھنسے یعنی بیابان آتش فشاں میں پہنچے۔ از زمین تا چرخ بریں سوائے آگ کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ صحرا کو کوہ ناز پایا، جو غار تھا وہ کوہ آہنگر تھا۔ ہر جگہ انبار اخگر تھا شرارے بلند تھے۔ گویا آگ کے درخت آگے تھے زمین سے فلک تک آگ بھری تھی۔ آتشکدہ نمرود و زردشت کی کیا حقیقت بھی جو پہل کرتی تھی۔ چنگاریاں اڑ کر ہوا سے آگ گراتی تھی یا تارے ٹوٹتے تھے۔ شیاطین کے پہل آتے ہی تی پھوٹتے تھے سراسر جہنم وہ زمین تھی۔ دوزخ بادیہ سے بڑھ کر کہیں تھی۔ لپٹ اس آتش کی شعلہ عقل وانا جلاتی تھی۔ ہوائے گرم باور مزاجوں کا صفرا بڑھاتی تھیں۔ جسم میں خون کھولاتی تھی۔ بھبکا آگ کا بگولے کی طرح اٹھتا ایک ایک انگارا نمرہ اسفل السافلین کا بھرتا تھا۔

وست مژگاں سے دیدہ تر
چھپے جلتے تھے مردمک پر

مچھلی تھی چھپی کف جل میں
باندھ میں تنکی میں آنچل میں

کوئی نہ علاج تشنگی تھا

آب بجز آتش تھا

خاکی سوئے مرد مان آبی
سورج کی تھی سر پہ آفتابی

ذرے سورج کی آنچ پا کے
تل بن گئے چشم نقش پا کے

کنارے پر اس بیابان شرر ریز اور وادی آتش خیز کے ایک تالاب آگ سے بھرا نظر پڑا اور کنارے پر اس کے ایک زن حسینہ و جمیلہ شعلہ رخسار شمع عذار استادہ تھی۔ جب وہ شیر کنارے تالاب کے آیا۔ اس نازنین نے ایک کاغذ نکال کر مخمور کو دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ شیر کو اندر تالاب کے ڈال دے کچھ خوف و بیم نہ کر۔

اس نے شیر کو تالاب کی طرف ہانکا۔ وہ تو مطیع حکم تھا۔ فوراً تالاب میں ڈب کر غوطہ مار گیا۔

عمرو نے دل میں کہا: "اب بیشک خلعت ہستی جلا۔"

وقنا ربنا عذاب النار

پڑھنے لگا نظر مبدر آفر متبدو نابود خاک تھی۔ کشتی جاں تہ گرداب ہلاک تھی۔ حیران غلطاں' گلطاں و پیچاں بڑی دور تک چلے گئے۔ وہ تالاب آتشیں ان کے لیے گلزار خلیل بن گیا کہ جلنے سے محفوظ رہ گئے۔ بعد کچھ دیر کے جب آنکھ کھلی اپنے تئیں ایک میدان وسیع میں پایا اور سامنے ایک دیوار سر بہ فلک کشیدہ کو منزلوں تک کھنچے دیکھا سد سکندر اس کے رو برو کمپایہ نردبان فطرت سامنے اس کے فرو مایہ اس شیر نے جھپٹ کر اس دیوار میں ٹکر ماری کہ سر پھٹ گیا اور ہائے کہہ کر کہا ہوا کہ افسوس مجھ کو کم بخت نے یہ کیا کیا کہ دشمنوں کو یہاں تک پہنچایا۔"

یہ کہا اور تڑپ کر ہلاک ہوا۔ اس کے مرنے سے وہ بیابان و تالاب سب برباد ہو گیا ایک جنگل ویران سا نظر آنے لگا اور ہر کوہ بھی دکھائی دیا اور شیر کے ٹکڑے مارنے سے اس دیوار میں ایک دروازہ پیدا ہوا اور نازنین نازک بدن دوسری اس جگہ پیدا ہوئی کہ یہ بھی نازو انداز میں بلائے بے درمان تھی رشک حسینان چگل تھی۔ یہ بھی کنیز بھی ملکہ گیسوئے کاکل کشا کی ہے اور وہ جو تالاب پر رقص لے کر گئی تھی وہ بھی پرستار اس کی تھی پس جیسا اوپر ذکر ہوا کہ جو شیر سرحد بیابان پر پہنچتا ہے تو یہ کنیز کو برائے رہبری بھیجتی ہے۔ پس اول ایک کنیز بھیج کر یہاں بلوایا۔ لیکن بعد لو کے اس کو خیال آیا کہ دیکھوں کون اس طرف آتا ہے اور شیر طلسم کس کو لاتا ہے۔ اگر شاہ طلسم کا کوئی عزیز ہو تو میں بہر استقبال جاؤں اور نہایت تعظیم سے لاؤں یہ خیال کر کے ورق سامری ہالے کے نکالے اور بغور دیکھے۔

معلوم ہوا کہ مخمور نے بیندور طلسم پایا ہے اور ایسا کچھ ہنگامہ مچایا ہے سب حال جو کچھ مذکور ہو چکا ہے دریافت کر کے اس کو غصہ آیا اور ایک کنیز قاش جادو نامی کو اس نے حکم دیا: "جا عمرو اور مخمور کو پکڑ لا یہ وہی کنیز ہے جو دیوار سے نکلی ہے۔ بس نکلتے ہی اس نے للکارا: "اے تنگ حرامان تم نے یہ دل پیدا کیا کہ یہاں تک قدم رکھا۔ مخمور عمرو شیر نے جب ٹکر ماری تھی تو الگ کود کر کھڑے تھے۔ اس کے نعرہ کرنے سے اور تو کچھ نہ بن پڑا عمرو نے جھپٹ کر جان الیاسی مارا اور اس کو کھینچ کر زنبیل میں ڈال لیا۔ پھر ایک گوشہ میں جا کر اس کا چہرہ زنبیل سے میں ڈال لیا۔ پھر ایک گوشہ میں جا کر اس کا چہرہ زنبیل سے نکال کر بیہوشی کو چلایا اور اس کو باہر نکال کر رو برو بٹھا کر رنگ و روغن عیاری سے اپنی صورت شکل اس کی صورت کے بنائی اور مخمور سے کہا: "تم میری صورت بناؤ۔ بزور سحر یہاں سے چلو۔"

اس نے عمرو کی سی سحر سے اپنی صورت بنائی اور کپڑے اسی کے پہنے۔ عمرو نے وہ بھی اس کنیز کا پہنا اور اس کو پھر زنبیل میں رکھ کر اس دیوار میں جو دروازہ پیدا ہوا

تھا اس میں قدم رکھا اور آگے بڑھے کچھ دور چلے تھے کہ سامنے ایک قلعہ بلند نظر پڑا خندق گرد پانی سے لبریز تھی۔ پل پر تختہ پڑا تھا۔ قفل بند دروازہ کھلا تھا فصیل ہائے قلعہ ساحر بیٹھے تھے کوئی شیر صورت کوئی اژدر چہرہ تھے۔ برج ہائے کنگرے فصیلیں ہر ایک صحن چار دیواری سنگ موسیٰ کی سیاہ تھی۔ اس پر جواہر کی پچی کاری لائق واہ واہ تھی

تھا بلندی میں اس کا ہر پایہ
پایہ آسمان کا ہم پایہ

وہ طلائی بروج جلوہ نما
جلوہ کرتا تھا جن پہ کسب ضیا

نور آگیں تھی جو عمارت تھی
سرمہ قوت بصارت تھی

یہ دونوں ور قلعہ پر آئے وہاں چالیس ساحر بیٹھے تھے انہیں دیکھ کر مستفسر ہوئے: "آئے قاش جادو' کہو عمرو کو لائیں۔"

عمرو نے جواب دیا: "تم کیا اندھے ہو' دیکھتے نہیں کہ میرے سحر سے خودبخود بستہ بستہ عمرو چلا آتا ہے۔"

وہ ساحر ہنس کر چپ ہوئے اور یہ دونوں اندر قلعہ کے پہنچے۔ یہ قلعہ جادوگر اور جادو گرنیوں سے آباد تھا۔ جابجا مسند بچھے تھے تصاویر سامری و جمشید اس میں دھری تھیں ترشی ہوئی بلور کی تھیں۔ گلی کوچہ پختہ پتھر کے صاف بنے تھے بسنے والے بھی حسین و خوش پوشاک تھے۔ دکانیں سجی سجائی تھیں۔ محرابیں میں غیرت ابروان شلپان بنائی تھیں جنھیں

ہر طرح کی ان میں بھری جو چیز ہے چاہیے ہوا افراط سے دھری رنج اگر وہاں جائے تو راہ بھول کر بھٹکتا ہے پھرے غم در بدر بھٹکتا پھرے۔ امن و امان کا جھنڈا گڑا تھا۔ فتنہ و فساد کو دیس نکالا ملا تھا۔

شاد آباد سب رعایا تھی
محو عشرت تمام دنیا تھی

شہر دیکھا کہ آدمی تو کیا
گر پری دیکھ لے تو ہو سکتا

واقعی تھا طلسم کا وہ دیار
سحر آگیں تھے کوچہ و بازار

عمرو و محمور سیر کرتے ہوئے جاتے تھے کہ ایک جانب سے دو ساحر پیدا ہوئے اور قریب آ کر گویا ہوئے: "اے قاتی چلو ملکہ بلاتی ہیں۔"
اس نے کہا: "چلی تو آتی ہوں۔ کیسا سر پر پاؤں رکھوں۔" یہ کہہ کر ان کے ساتھ جلد تر روانہ ہوا اور دارالامارت شاہی میں آیا اس مکان کو نرا طلسم پایا لیکن ملکہ اس وقت دربار میں نہ تھی' الگ ایک مکان میں شہر طلسم کے بلانے کو گئی تھی۔ وہ ساحران دونوں کو وہاں لائے' آپ دروازے پر ٹھہرے۔ یہ دونوں اندر گئے۔ دیکھا کہ تمام مکان پتھر کا بنا ہے۔ ایک ایک سنگ ہمسنگ لعل ا الماس لگا ہے۔ درجے اس کے غیرت دہ درجہ ہائے منازل فلک ہیں صفائی میں پر از چمک و دمک ہیں۔ صحن خانہ صحن فلک کا جواب۔ خلاصہ یہ کہ ہر کمرہ اس کا لاجواب و انتخاب

وہ سجا تھا برنگ خلد بریں
صدقے کیجیے نگار خانہ میں

باڑھیاں تھیں حباب نہر چمن
کنگنی انجم کی طرح تھے روشن

کٹہرے ہیں چلمنوں کی ذی ادراک
ہیں یہ عشاق کے دل صد چاک

تار ہائے شعار نور ہیں یہ
عکس مژگان چشم حور ہیں یہ

شاخِ گل سے تھے نازک اس کے ستون
صورت سرو باغ ہیں موزون

کھڑکیاں تھیں دریچہ جنت
درجہ درجہ حدیقہ جنت

سامنے کے ایوان میں مسند ناز پر بصد انداز ایک مہ پارہ حور لقا بدر سیما ملکہ گیسوئے کاکل کشا بیٹھی تھی از سرتا پا جواہر کا شیور پہنے تھے۔ لطافت اس کے عارض صبیح سے رونق صفا ٹپکتی تھی۔ غازہ رخسار سیم تنان کو گوری رنگ تو اس کی مانگی دیتی تھی۔ عمرو نے سامنے جا کر سلام کیا۔ اس نے کہا: "کیوں تلاش کیا ہوا" اس نے کہا: "حضور کے اقبال سے لائی۔"

ملکہ نے کہا: "وہ نمک حرام مخمور کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ وہ نہیں ملی۔" ملکہ

کو کچھ شبہ گزرا اور اس کے سامنے ایک آئینہ سحر کا رکھا تھا۔ اس کو اٹھا کر دیکھا' حال معائنہ کیا کہ عمرو تیری کنیزی قاش کی شکل ہے اور تحور بصورت عمرو ہے۔ پس یہ معلوم کرتے ہی۔ اس نے ڈانٹا' ہاں او دزد مکار' میں نے تجھ کو جانا۔"

یہ کہہ کر ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا۔ تحور نے دیکھا کہ بڑا غضب ہوا۔ عمرو مارا جائے گا۔ بس بہت جلد سحر پڑھا کہ نارنج کو ایک تھپکی دی کہ وہ الٹا پلٹ گیا' لیکن ہاتھ تحور کا بھی جل گیا تھا۔ تحور نے عمرو کے گلے میں ایک رومال باندھ دیا کہ گیسوی کاکل کشا کا سحر تاثیر نہ کرے اور واقعی جب اس نے گولا سحر تک نہ پہنچا وہ سحر اس کے خالی گئے بسبب رومال کے اثر پذیر نہ ہوئے۔ اس وقت اس نے نعرہ مارا: لینا لینا اس کو۔"

کنیزیں اس کی جوق در جوق ہر سمت سے پیدا ہوئیں اور تحور عمرو کو گھیر کر لڑنے لگیں۔ عمرو نے اس وقت خیال کیا کہ یہاں کی یہ حاکم ہے۔ بالفرض کنیزوں کو تحور مغلوب کرے گی۔ فوج ساحران آ کر گھیرے گی۔ مناسب یہ ہے کوئی تدبیر کروں۔ یہ سوچ کر بیچ میں ان کنیزوں کے در آیا چونکہ سحر تو تاثیر نہیں کرتا تھا رومال کی وجہ سے۔ اس نے حقہ ہائے نفتی جو داغ کر مارے تمام مکان میں پھیلا۔ خصوصاً جہاں گیسوی کاکل کشا اور کنیزیں تھیں بالکل تاریکی ہو گئی۔ عمرو نے حس الیاسی اسی اندھیرے میں ملکہ گیسو پر مارا اور اس کو کھینچ کر زنبیل میں ڈال لیا اور آپ گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ وہاں تحور سے جنگ ہو رہی تھی کسی نے اس کا خیال نہ کیا اور اس نے بہت جلد معجزہ طلب کیا۔ یعنی پہلی اقساط میں مذکور ہوا ہے کہ عمرو کو تین دانے انگور روح الامین نے کوہ بوقبیس پر کھلائے تھے جس کی تاثیر یہ ہوئی تین خصلتیں اس کو خدا نے عنایت فرمائیں۔ اول یہ کہ زبان ہر قوم کو جانتا ہے اور بولتا ہے دوسرے دم بھر میں بہتر صورتیں بدلتا ہے یعنی زنبیل پر ہاتھ رکھ کر خواہش کرے کہ میری شکل شکل اس شخص کی صورت کے ہو جائے بس ویسی ہی صورت ہو جائے گی اور تیسری صفت یہ کہ الحان داؤدی رکھتا ہے۔

قصہ مختصر اس وقت معجزے سے یہی خواہش ہے کہ میری شکل ملکہ گیسو کی ایسی ہو جائے بس ویسی ہی صورت ہو گئی اس نے اسی مکان کے گوشے میں جا کر ملکہ گیسو کو نکال کر بہت جلد پیراہن اس کا اور زیور اتار پھر اس کو زنبیل میں ڈال کر وہی لباس اور وہی زیور پہنا اور گلیم اتار کر جھپٹا آ کر دیکھا تو کنیزیں کسی طرف سے نارنج اور کسی طرف سے ترنج مار رہی ہیں اور مخمور سب کے سحر رد کر رہی ہے۔ وار کرنا نصیب نہیں ہوتا ہے نارنج پھٹتے ہیں۔ شعلہ ہائے آتش نکلتے ہیں مار و عقرب منہ پھیلا کر دوڑتے ہیں۔ عنقریب ہے کہ مخمور قید ہو جائے۔ یہ دیکھ کر بیچ میں آ کر اس نے نعرہ مارا:

"اے کنیزاں خبردار تم اس پر ہاتھ نہ ڈالو میں سمجھ لوں گی۔"

کنیزیں اس کے منع کرنے سے علیحدہ ہوئیں اور عمرو نے پاس جا کر مخمور کو تل دکھایا وہ سمجھ گئی کہ خواجہ نے عیاری کی بس فوراً ہاتھ باندھ کر قدم پر گری اور عرض پیرا ہوئی: "مجھے عمرو نے بہکایا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ زبردست ہیں مجھ سے کچھ نہ ہو سکے گا۔ بس میری خطا معاف فرما کر شاہ جادواں سے ملا دیجئے۔ گیسو نقلی نے سر اٹھا کر سینے سے لگایا اور فرمایا دیکھو عمرو ایسا مطلب آشنا ہے کہ تم کو اس بلوے میں اور مجمع دشمن میں چھوڑ کر چھپ گیا ہے سنا ہے کہ وہ غائب ہو جایا کرتا ہے۔"

مخمور نے کہا: "ہاں اس کے پاس گلیم ہے وہ اوڑھ لیتا ہے اور پوشیدہ ہو جاتا ہے لیکن آپ کے ملک سے کہاں جائے گا۔"

ملکہ نے کہا: "اے کنیزوں' دروازہ شہر کا جا کر حکم ہو کر بند کریں اور جا بجا ہوشیاری رکھیں۔ عمرو بھاگ گیا ہے جہاں پائیں گرفتار کریں۔"

کنیزیں حسب الحکم گئیں اور وزیروں سے ابلاغ حکم ملکہ کیا۔ شہر میں ساحر متلاشی پھرنے لگے۔ در شہر بند ہو گیا ہے مسدود ابداری آنا جانا بند ہو گیا۔ اس مکان پر بھی پہرا چوکی مقرر ہو گیا۔ مخمور اور نقلی گیسو دونوں مسند پر بیٹھے کشتیاں شراب کی منگوائیں۔ بادہ احمر سے کام جان روشن کیا۔ پھر مخمور کو لے کر بالا عمارت میں آئے اور ترانہ

دار کو طلب کیا اور کہا: "ان کو خزانہ دکھاؤں گی۔"

غرضیکہ کنجیاں لے کر کوٹھے کھلوائے پھر سب کو ہٹا کر مال و اسباب جا کر زنبیل میں رکھا اور مکان مقفل کرا کر تخت شاہی پر آ کر جلوہ فرما ہوا اور جس طرح قلعہ نوماتیہ میں ڈھنڈورا پٹوایا تھا کہ صاحبان شہر مال سرکار میں جمع کرا دیں کیونکہ عمرو کے لوٹنے کا خوف ہے۔ اسی طرح یہاں بھی منادی کر دی۔ جب مال اور روپیہ جمع ہوا۔ سب مال زنبیل میں رکھا اور ایک دن بعد اس انتظامات کے وہاں ہو کر وزرائے سلطنت سے کہا: "ہوشیار رہنا۔"

مخمور نے سحر سے تخت تیار کیا اور دونوں سوار ہوئے اور قلعہ سے نکل کر آگے بڑھے۔

یہاں تمام رعایا اور روسائے شہر جانتے ہیں کہ ملکہ عمرو کو گرفتار کرنے گئی ہیں۔ اس وجہ سے سب مطمئن ہیں اور یہ دونوں جو یہاں سے روانہ ہوئے بعد قطع منازل و مراحل قریب ایک کوہ پر شکوہ کے پہنچے۔ دیکھا پہاڑ مثل کوہ البرز بلند ہے دامن کوہ میں سبزہ زار دل پسند ہے۔ پہاڑ سے چشمے جاری ہیں۔ جھرنا جھرتا ہے گیلا سبز فام مینا رنگ روئیدہ ہے۔ جوش فصل بہار ہے۔ رشک قبا خضر ہائے فلک کوہسار ہے۔ گیاہ خود رو مثل چرخ انجم درخشاں ہیں۔ خوشے غیرت سنبلہ سپہر ثریا آسمان صفحہ کہکشاں ہیں طاؤس و کبک و تدرو دامن کوہ اور دامن کوہ میں چہل چہل خراماں ہیں۔ رفتار قیامت خیز شاہان روزگار پہ خنداں ہیں۔

اور ایک طرف کوہ دامن میں مجمع خلائق دیکھا کہ زن و مرد کا ہجوم بازاریان کی دھوم ہے دکانیں لگی ہیں جنس ہائے گراں مایہ ہر طرح کی رکھی ہیں۔ تاجر ذی مرتبہ موجود ہیں تحفہ ہائے بازار کے پاس نا محدود ہے۔ جادوگرنیاں ساڑیاں باریک باندھے زیور مرصع پہنے' ہاتھوں میں تھالیاں سونے چاندی کی لیے چومکیں روشن کیے پہاڑ پر چڑھتی ہیں اور بہت سی پہاڑ کے نیچے اترتی ہیں۔ ہر ایک حسن میں انتخاب اہل دہر سے جو ہے وہ خورشید چہرہ ہے آفتاب تاباں ان کو دیکھ کر دامن کوہ میں منہ چھپائے۔ نقاب سحاب شرم سے اپنے منہ سے نہ اٹھائے۔

عمرو محمور تخت سے اتر کر سیر کرتے ہوئے پہاڑ پر چڑھے دیکھا کہ یہاں ایک گنبد سونے کا ہے کلس اس پر یاقوت کا چڑھا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ آفتاب نکلا ہوا ہے برج فلک کب اس کے ہم پایا ہو سکتے ہیں مشعل ماہ کو اس کے فروغ کے سامنے لوگ اندھا اندھا جلتا کہتے ہیں۔ گنبد آسمان روبرو اس کے نیلا سائبان معمار عقل اس کی گولائی دیکھ کر چکر میں اور حیران ہیں۔

گرد اس گنبد کے تخت دکانداروں کے لگے تھے ان پر دکاندار بیٹھے بتاشے اور کلاوہ اور ہار پھول اور دھوپ دیپ چندن وغیرہ چڑھانے کا سامان بیچتے تھے دروازہ پر گنبد کے بڑے بڑے گھنٹے ٹنگے تھے اور سنت وضع ساحر پجاری بیٹھے تھے، سب کے تمام جسم پر چنچن لگا تھا مالا گلے سے ناف تک لٹکا ہوا تھا۔ دھوتیاں تہپری باندھے آسن جمی تھی۔ اس پر پالتھی مارے بیٹھے تھے۔ جو کوئی جاتا تھا پہلے اس کے قدم لیتا تھا پوجے کا سامان پیش کرتا تھا۔ یہ کنڈی کھول کر پوجا کراتے تھے اور بجا ساحر سامنے اس گنبد کے درختوں کے نیچے اسی پر آنکھیں بند کیے۔ جمشید کے دھیان میں گیان لگائے بیٹھے مالا جپتے ہیں کچھ لوگ ایک پاؤں سے کھڑے ہاتھ باندھے نگاہ گنبد سے بحسرت لڑائے دانت نکالے دعا مانگ رہے ہیں اور ہر طرف خلائق کا اژدھام ہے ڈیرو بجتا ہے بھجن ہو رہے ہیں۔ برہمن ڈھول بجاتے بھورتے ہیں۔ غول کے غول عورتوں کے گاتے ہوئے آتے ہیں۔ بعض ان میں پکرما کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ نوبت خانہ رکھے ہیں۔ نوبت بجتی ہے دھونسے بجتے ہیں۔ شور و غل ایسا ہے کہ کان پڑے آواز نہیں سنائی دیتی۔

عمرو نے محمور سے پوچھا: "یہ کون سا مقام ہے جہاں یہ کچھ دھوم دھام اور اہتمام ہے۔"

محمور نے جواب دیا: "یہ گنبد سامری ہے اور مالک اس گنبد کا ہوائی جادو نامی ایک ساحر ہے۔ بڑا ظالم و کافر ہے۔"

عمرو نے کہا: "چلو اندر اس مٹھ کے چلیں اور وہاں سے بن پڑے تو دست برد کریں۔"

اس نے کہا: "آپ کی مرضی۔"

اتفاقاً عمرو بہ شکل کیسو تھا۔ سامنے گنبد کے گیا وہاں کے اتیت پہچان کر اٹھے اور دعا دینے لگے۔

عمرو نے کہا: "کنڈی کھولو کہ پوجا کریں۔"

انھوں نے دروازہ کھولا اور اندر قدم رکھا' جیسے ہی اندر گیا ایک آندھی گنبد سے پیدا ہوئی اور ایسی ہوا گرم چلی کہ عمرو بیہوش ہو گیا اور باہر گنبد کے کسی نے دھکیل دیا اور صدا آئی: "آج تک یہاں کسی مسلمان کا قدم نہ آیا تھا۔ آج یہ مندر بھی نجس ہو گیا۔ خبردار لینا جانے نہ پائے۔

یہ صدا سن کر ساحر پکڑنے دوڑے۔ مخمور نے دیکھا کہ عمرو ڈالا جائے گا۔ بس پنچھی بن کر جوگری اٹھا کر اڑی لینا لینا کا غل ہوا۔ مگر یہ فراٹا بھر کر کئی کوس نکل گئی اور صحرا میں پہنچ کر ایک غار تنگ اور جائے پوشیدہ دیکھ کر چھپ رہی۔

ہوائی جادو مالک گنبد اور چند ساحر سمت ہر طرف ڈھونڈتے پھرے' جب کہیں پتہ نہ ملا۔ ہوائے جادو نے سحر کا حصار گرد صحرا کے کر دیا کہ نکل نہ جائیں اور آپ سمت شاہ طلسم چلا۔

پہلے قلعہ ملکہ کیسو پہنچا اور وزیروں سے بیان کیا کہ ملکہ تمہاری پکڑی گئیں۔ ان کی صورت بنا ہوا عمرو گنبد میں گیا تھا۔ "یہ خبر سنتے ہی اہل شہر اپنا اپنا مال و زرعات ہوا سمجھ کر سر پیٹنے لگے اور یہاں سے بھی عرضی سب نے لکھ کر خدمت شاہ جادواں میں بھیجی۔

ہوائے جادو وہاں سے جو چلا تو بیابان آتش دہر کو بھی برباد دیکھا پھر قلعہ اور دریائے مروارید کو تباہ اور خشک پا کر بڑھا۔

الغرض کوہ سیاہ سے گزر کر مکانات طلسمی اور قلعہ نوراتیہ کو طے کر کے پہلے لشکر حیرت میں پہنچا۔ ملکہ کو سلام کر کے سارا ماجرا بیان کیا اور کہا: "مجھے انگوٹھی دیجئے کہ دریائے خون رواں پر کوئی نہ روکے' میں پاس شہنشاہ کے جاؤں۔"

ملکہ حیرت نے انگوٹھی برائے نشان اس کو دی اور مقامات مذکورہ کے تباہ و برباد ہونے

پر تاسف کیا۔ ہوائے جادو وہاں سے انگوٹھی لے کر دریائے خون رواں پر آیا۔ انگوٹھی ہاتھ پر رکھ کر پکارا: "شہنشاہ مجھے اپنی خدمت میں بلوائیے۔"

بس پکارتے ہی پنجہ اس کو اٹھا لے گیا۔ اس وقت شاہ جادواں کے روبرو لاشیں بلائے جادو دبیر جادو وغیرہ کی آئی تھیں اور حیران کے حال ان کی مرگ کا کہہ رہے تھے کہ یہ پہنچا اور شہنشاہ کو مجرا کیا۔ شاہ اس سے مستفسر حال ہوا: کہ کہیں میں کیا ماجرا گزرا۔

اس نے عرض کیا: "میری حد میں عمرو اور مخمور پہنچے گنبد سامری میں جاتے وقت خداوند سامری نے فرمایا: "لینا ان کو" میں پیچھا دوڑا' مگر وہ بھاگ کر کہیں چھپ رہے ہیں۔ میں صحرا کو محصور بحصار سحر کر آیا ہوں کہ نکل چلنے نہ جائیں اطلاع کرنے حاضر ہوا تھا۔ آپ کتاب سامری دیکھ کر بتا دیجئے کہ وہاں کہاں ہیں۔" شاہ طلسم نے سب حال سن کر لاشوں کو ساحران کی جلانے کا حکم دیا اور کتاب سامری منگا کر دیکھی اس وقت عرضی قلعہ گیسو کی بھی آئی۔ شہنشاہ کو پڑھ کر سخت پریشانی ہوئی۔

پھر کتاب سے حال دریافت ہوا کہ ملک گیسو بھی اسیر ہو گئی ہے اور عمرو مخمور ایک غار میں پوشیدہ ہیں۔ عمرو بیہوش ہے۔ مخمور اس کو ہوشیار کرنا چاہتی ہے۔

یہ کیفیت دریافت کر کے کتاب بند کی اور سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک ساحر زمین سے پیدا ہو کر سامنے آیا اس کو حکم دیا: "اے قاہر قہر چشم تم ہوائے جادو کے پاس جاؤ اور یہ انگوٹھی لیتے جاؤ۔ جدھر اس انگوٹھی کا رخ پھرے گا اسی طرف عمرو اور مخمور ہوں گے ان کو گرفتار کر کے لاؤ۔

یہ کہہ کر پنجوں کو حکم دیا: "ان کو دریائے خون رواں کے پار پہنچاؤ۔" اور خلعت دے کر رخصت کیا۔ پنجے دونوں کو دریائے خوں رواں کے پار پہنچا آئے۔ یہ وہاں سے پھر لشکر حیرت میں آئے اور ملکہ سے تمام کیفیت بیان کی۔

یہاں بصورت مبدل عیاران لشکر مہ رخ موجود تھے انہوں نے بھی سب ماجرا سنا اور جا کر مہ رخ سے بیان کیا کہ "اب عنایت" خدا سے خواہ اتنے مرحلے طے کر کے پھر

کوہ سے گزر کے گنبد سامری پر پہنچے۔ لیکن اس جگہ بیہوش ہو گئے اب وہ ساحران کی گرفتاری کو جاتے ہیں۔"

یہ خبر سن کر سب مصروف دعا ہوئے: "کہ خدایا خواجہ کو شر سے ان ساحروں کے محفوظ رکھنا۔" سب دعا کرنے لگے برق فرنگی اٹھ کر چلا میں دونوں کو راستہ میں مار ڈالوں اور استاد کو بچاؤں۔

غرضیکہ لشکر سے نکل کر صورت ساحر کی سی بن کر پہلے دریائے خون رواں کی طرف گیا پھر ادھر سے دوڑتا ہوا ان ساحروں کی طرف چلا وہ ساحر حیرت سے رخصت ہو کر صحرا تک پہنچے تھے کہ یہ دوڑتا ہوا پہنچا اور پکارا: "ذرا ٹھہرنا" وہ دونوں رکے۔ اس نے قریب آ کر کہا: "شاہ طلسم تم سے بہت خفا ہیں۔ فرمایا ہے کہ تم لشکر حیرت میں کس کے حکم سے گئے تھے اور جانے میں عرصہ کیوں لگایا اگر اسی طرح ٹھہرے ہوئے جاؤ گے تو حریف کا گرفتار ہونا مشکل ہے۔"

یہ گفتگو عتابات سن کر وہ ساحر گھبرائے اور عذر پذیر ہوئے: "بے شک ہم سے خطا ہوئی۔ اب ہم کہیں نہ ٹھہریں گے اور بہت جلد جائیں گے۔"

برق نے کہا: "اچھا ایک چیز اور بھی شہنشاہ نے دی ہے۔ الگ چل کر لے لو۔" وہ اس کے ہمراہ درہ کوہ میں آئے۔ اس نے ایک پھل نکال کر دیا اور کہا: "شہنشاہ نے فرمایا ہے کہ اس کے کھاتے ہی دم بھر میں پہنچ جاؤ گے۔"

انہوں نے وہ پھل لے کر کھایا اسی وقت بیہوش ہو گئے۔ برق نے دونوں کے سر کاٹ ڈالے۔ غل و شور برپا ہوا تاریکی پیدا ہو گئی۔ صدا آئی: "قاہر قہر چشم اور ہوائے جادو کو۔" ان کے مرتے ہی مثل برق کے پنجے چمک گرے۔ برق بھاگنے نہ پایا تھا کہ پنجے لاشے دونوں کے اور برق کو اٹھا لے گئے۔ پنجے تو شاہ جادواں کے پاس ان کو لے گئے۔ اور وہاں عمرو کو ہوش آ گیا۔ مخمور نے پہلے غار سے نکل کر دیکھا کہ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ اب عمرو جو ہوش آیا غار سے نکل کر دیکھا راستہ صاف پایا تخت پر بیٹھ کر شادو خرم سمت منزل مقصد روانہ ہوئے۔

لیکن پہنچے مع لاشہ ساحراں و برق باغ سیب میں سامنے سامنے شاہ طلسم کے لائے۔ برق کی تموج سے آنکھیں بند تھیں۔ پہنچ کر جو آنکھ کھلی۔ ایسا باغ پر بہار اور طلسمی دیکھا کہ کبھی اپنی عمر میں نہ دیکھا تھا۔ گلہائے رنگا رنگ کی بہار اور شجر پراز گل و اثمار نیرنگی اس باغ طلسم کی دیکھ کر فلک نیرنگی پرواز اپنی شعبدہ بازی بھولے۔ گلشن کی کیفیت اسی بہار نرگس چشمان دہر کو دکھلائے کہ فرط خوشی سے ہاتھ پاؤں ہر ایک کا پھولے۔ تعریف اس باغ کی سابقہ قصوں میں کئی مقام پر تحریر ہے۔ اس وجہ سے اس جگہ اعادہ نہیں کیا گیا کو طول سمجھ کر بہتر سمجھا۔

الغرض اسی باغ کی بارہ دری میں تخت طلسمی بچھا بصد کروفر شاہ جادواں جلوہ گر تھا۔ دربار میں ساحران نامی کہ ایک ایک ان میں سامری اثر تھا۔ دنگل پہ دنگل اور کرسی پہ کرسی بیٹھے تھے۔ برق نے اٹھ کر باداب تمام شاہ کو سلام کیا اور دوڑ کر قدم پہ گرا۔ بادشاہ نے دونوں ساحروں کی لاشیں اٹھوا دیں اور اس کو عتابات خطاب کیا: "اے نابکار بتا غضب کیا تو نے کہ پرستار اور سیوک کو گنبد خداوند سامری کے مارا۔ اب بہت عذاب سے تجھ کو ماروں گا۔"

برق نے نہایت عجز سے گڑگڑا کر اول زبان اپنی صفت و ثنا میں بادشاہ طلسم کے کھولی:

"اے بادشاہ شاہان ساحران جہاں تیرا رتبہ فروغ افزائے آفتاب سمائے ظلمات ہے حلقہ بگوش کرنے والی شاہان دہر کی تیری بات ہے۔

میں بھی تیری عنایت سے آج مالا مال ہو جاؤں گا۔ سب رنج ملال بھول جاؤں گا۔ میری خطا کچھ نہیں ہے۔ مجھ عمرو نے دھوکا دیا ہے۔ وعدہ کیا ہے کہ تو طلسم میں چل کر ساحروں سے مقابلہ کر میں تجھ کو ہزار ہا روپیہ دوں گا۔ اے بادشاہ مجھ کو یہاں لا کر تین روپیہ تنخواہ دیتا ہے اور سخت کام لیتا ہے۔ اسی لیے میں ساحروں کو قتل کرتا تھا کہ کبھی تو گرفتار ہو کر ہو کر شاہ طلسم کے پاس پہنچوں گا۔ پھر وہاں عرض حال کروں گا بادشاہ کو اس حال میں اختیار ہے' چاہے تجھ کو سرفراز کرے چاہے ہلاک کر

ڈالے۔ قصہ مختصر آج بخت رسا نے رسائی کی کہ قدم بوسی شہ شاہان حاصل ہوئی۔ اب سرکار کو اختیار ہے کہ جو چاہے وہ میری نسبت کیجیے' میں جانبازی کو حاضر ہوں ان باتوں سے بادشاہ کا غصہ اور بر سر رحم ہو کر کہا: "تو میری ملازمت کرے گا اور وفا تو تجھ سے نہ ہو گی۔"

اس نے عرض کی: "میں جان سے تنگ ہوں۔ چار لڑکیاں میری بیاہنے کو ہیں۔ عمرو سے ایک کوڑی نہیں ملتی۔ بلکہ جو کچھ کماتا ہوں۔ وہ بھی چھین لیتا ہے اور مار ڈالنے پر دھمکایا ہے۔ واسطہ سامری کا کہ مجھ کو یا تو اس موذی کے پھندے سے چھڑوائیے یا قتل کر ڈالیے۔ افراسیاب اس کے عجز و الحاح کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سمجھا کہ بے شک یہ عمرو سے بیزار ہے اور واقعہ عمرو لالچی اور بخیل بہت ہے اس کو کچھ نہ دیتا ہو گا اور سمجھ کر حکم دیا: "اچھا ہم نے تیری خطا کو معاف کیا اور اپنا ملازم فرمایا آج سے عیاری اس نابکار سے کرنا اور گرفتار کر کے حضور میں لا۔"

برق نے عرض کیا: آپ ملاحظہ کر لیجیے کہ کیا کچھ میں نے عیاری کی اگر عمرو کا نہ سر کاٹ لاؤں تو اپنا نہ رکھوں۔ لیکن اے بادشاہ مجھ کو دو ہزار روپیہ ضرور دیجیے گا کہ میں لڑکیوں کو بیاہ دوں۔"

شاہ اس کے اس کلام پر ہنسا اور کہا: "اے برق تو نے کبھی دو ہزار روپے بھی نہ پائے جو اس عاجزی سے مانگتا ہے۔"

برق نے کہا: "حضور میں اس تنگدستی کا کیا بیان کروں۔"

بادشاہ نے کہا: "اس قدر تجھ کو سرکار سے عنایت ہو گا کہ تو سلطنت کرے گا۔"

برق نے دانت نکال دیے اور خندہ دندان نما کر کے پوچھنا استعجابا شروع کیا کہ ہاں حضور مال دار ہو جاؤں گا کہ ایک نوکر کام کرنے کو رکھ لوں گا۔ اے بادشاہ ایسا ممکن ہو گا کہ آٹھویں دسویں روز پلاؤ کر کھاؤں ہائے میرے نصیب ایسے کہاں جو ایک خوبصورت کنیز خرید کر کے اس سے گرم صحبت ہوں اور فکر معاش سے خالی دل ہو کر بستر نرم پر سوؤں کیوں جناب ایسا ہو گا۔

یہ کہا اور پھر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا۔

بادشاہ نے اس کو دلجوئی کی اور بہت کچھ دینے کا وعدہ فرمایا اور خلعت قیمتی کئی ہزار روپیہ کو منگا کر عنایت کیا۔ اس عرصہ میں دن بھی کم ہو گیا۔ بادشاہ دربار برخاست کیا۔ سب ساحر اٹھ کر اپنے اپنے گھر گئے اور شاہ طلسم برق کا ہاتھ پکڑ کر چمنستان میں گلگشت کرنے لگا اور نیرنگیاں باغ سحر کی دکھاتا تھا اور برق دیکھتا تھا کہ کوئی پھول ہنستا تھا اور اس میں سے پریوں کے چہرے پیدا ہو کر قہقہے لگاتے ہیں اور کسی گل سے کلیاں نکلتی ہیں اور جب مسکراتی ہیں تو بجلیاں چمک کر فلک پر جاتی ہیں۔ کہیں اژدہا منہ کھولے بیٹھا آتشبازی بن کر سرخ پھول پیدا کرتا ہے۔

غرضیکہ یہ عجائبات کہاں تک بیان ہوں ایسا ہی کچھ بہت تماشا دیکھا۔ پھر شاہ جادواں لب نہر آ کر بیٹھا اور سحر پڑھا ایک پتلا نہر سے نکلا اس کا حکم دیا: "جا کر صرصر عیارہ کو اٹھا لا۔ پتلا گیا۔ صرصر اپنے خیمے میں لشکر حیرت کی جا پر بیٹھی کہ پتلا آ کر اٹھا لے گیا اور باغ میں لایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی۔ بادشاہ کو سلام کیا۔ مگر برق کو دیکھ کر حیران ہوئی کہ یہ اس جگہ کیونکر آیا اگر قید ہو کر آتا' اس انداز سے یہ سوچ کر بادشاہ سے عرض رسا ہوئی: "حضور نے کیا سحر سے برق اپنے یہاں بنایا ہے۔"

شاہ طلسم ہنسا اور بولا: "بنایا نہیں اصلی ہے اس نے میری اطاعت کی ہے:"

صرصر نے کہا: "یہ ہوا دیکھا کرے گا۔ آپ کے اس کے فریب میں نہ آئیے گا۔"

افراسیاب نے کہا: "تو دیوانی ہے۔ یہ اب کی بدل میرا مطیع ہوا۔

صرصر یہ سن کر الگ برق کو لے گئی اور پوچھا: "کیوں برق یہ سچ ہے کہ تو عمرو کو چھوڑ کر شاہ طلسم سے مل گیا۔"

برق نے کہا: "استانی آج ہی تو فقرہ بن پڑا ہے بغیر قتل کئے اس حرامزادے افراسیاب کے باز نہ آؤں مار کر اس کو' اپنے لشکر میں جاؤں گا۔"

صرصر یہ باتیں سن کر سر پیٹنے لگی اور پکاری: "اے بادشاہ! یہ نگوڑ ایسا کچھ کہتا ہے۔"

برق نے عرض کیا: "اے شہنشاہ! یہ میری ہم پیشہ وہم فن ہے۔ جی چاہتا ہے کہ کوئی

اس سرکار میں ملازم نہ ہو اس کے لیے میرا فروغ مٹ جائے گا۔ بس یہ باتیں اس کی بنائے عداوت ہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تیری دشمن ہے۔" اور صرصر سے کہا: "بھلا تجھ سے میرے برائی کرنے کا اقرار کیوں کرتا ہے۔ اس لیے کہ کوئی ایسا نادان بھی نہ کرے گا جس کے ساتھ برائی کرتا ہو اس کے ملازم اور ہوا خواہ سے اپنا راز ظاہر کر دے۔ لہذا تو جھوٹی ہے اور شک کرتی ہے۔"

○○○

کر سامنے شاہ جادواں کے آیا اور اس باغ کے سیب اپنے پاس رکھ لیے۔ فی الحال مصنوعی سیب تراش کر بادشاہ کو کھلایا اب شراب پلاتا ہے اور عوض گزک کے سیب کھلاتا ہے بعد کچھ دیر کے شاہ طلسم کو خوب نشہ ہوا اور بیہوشی نے تاثیر کی۔ بولا: "اے برق ہم ناچتے ہیں تم گاؤ۔"

اس نے کہا: "حضور پہلے آپ لا لگائیے جو گت ناچ کا رہی گت بجاؤں گا۔"

بادشاہ یہ سن کر ناچنے لگا۔ ہوا کا طمانچہ منہ پر لگا بیہوش ہو گیا۔ برق نے خنجر کھینچ کر مارا۔ مگر بادشاہ طلسم ہے۔ پنجے پیدا ہوئے اور خنجر میں لپٹ گئے۔ اس نے خنجر پھینک دیا فلاخن میں پتھرا مارا، وہ پنجوں نے پکڑ لیا۔ اب یہ حیران ہوا اور جلد جلد گرد شاہ طلسم نے اس تلی سی کھودی اور نقب اسکی بنائی کسیت عیاری سے بارود لے کر بچھائی اور اپنی پگڑی لے کر تلی بھر بارود ی بھر کر فتیلہ سا بنا کر بیچ شاہ طلسم پر ایک سرا اس کا پھینک کر پہنچایا اور دوسرے سرے میں چاہا کہ آگ لگا کر اڑا دے۔

لیکن صرصر جو خیمہ حیرت میں جا کر پہنچی رو کر کہا ہوئی: "اے ملکہ جد چلیے یہ کوئی سانحہ ہے، بادشاہ ہلاک ہوا چاہتے ہیں۔"

ملکہ حیرت طاؤس پر بیٹھ کر بزور سحر بہت جلد چلی اور اس وقت آ کر پہنچی کہ برق فتیلہ میں آگ لگایا چاہتا ہے۔ اس نے فوراً ایسا سحر پڑھا کہ برق بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے شاہ ضسم کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اور سب حال کہا۔ اور بادشاہ نے نقیب وغیرہ بھی دیکھی یقین ہوا کہ بے شک یہ دشمن سخت ہے صرصر یہ سچ کہتی تھی۔ بس حکم دیا کہ: "اے ملکہ تم اس کو لشکر میں لے جاؤ، میں کل آ کر اس کے ہوا خواہوں کے سامنے دار پر کھینچوں گا۔"

ملکہ حیرت تخت سحر پر بیہوش کر کے برق کو ڈال کر اپنے لشکر میں آئی اور اس کو قید شدید میں مبتلا کر دیا اور افراسیاب باغ سیب سے اٹھ کر سمت دربند فیروزہ کو آیا۔ جب قریب دربند پہنچا۔ حکم وہاں کا فیروزہ قمر نگار جادو بہر استقبال آیا۔ شاہ کو قلعہ

میں لے کر جا کر تخت پر بٹھایا یہاں کے سحر ناہی حاضر تھے۔ سب نے نذر دی۔ دربار میں بیٹھے۔ شعلہ جاوداں نے ایک ساحر ظالم جادو ناہی کو وہاں کے حکم دیا: "تم لشکر حیرت میں برق عیار وہاں قید ہے اس کو اپنی حفاظت میں رکھو کل میں آ کر اس کو قتل کروں گا اس لیے وہاں بھیجتا ہوں کہ عیار وہاں بہت ستاتے ہیں۔ ملکہ سے حفاظت نہ ہو سکے گی۔ یہ موتی میرے ملنے کا تم لو اور اپنے منہ میں رکھ کر پھر مجھے دے دو۔ جب تم وہاں مارے جاؤ گے تو یہ موتی چیخ جائے گا۔ مجھ کو خبر معلوم ہو گی کہ تم بھی کام آئے۔"

ظالم نے موتی لے کر اپنے منہ میں رکھ کر بادشاہ کو پھر دے دیا۔ اس نے اپنے پاس رکھا ور ظالم سحر پر سوار ہو کر مع چند ملازمین کے بحشم و خدم روانہ ہوا اور بعد قطع مسافت راہ لشکر حیرت میں پہنچا۔ اس نے خبر اس کے آنے کی سن کر پیشوائی کو چند سردار بھیج کر سامنے بلوایا۔ اس نے آ کر ملکہ کو سلام کیا' نذر دی اور عرض کیا: "شہنشاہ نے مجھ کو بہر حفاظت برق عیار بھیجا ہے۔"

ملکہ حیرت نے اس کے لیے خیمہ استادہ کرایا اور برق کو طلب کر کے اپنے سحر اس پر سے دفع کر کے حوالے کیا۔ ظالم لیے ہوئے اپنے خیمہ میں آیا۔ آپ مسند پر بیٹھ کر مےخواری کرنے لگا اور برق کو ستون خیمہ سے باندھ دیا مگر طائران سحر اور جو اسیس (دوہر کا سے) لشکر مہ رخ یہاں موجود تھے خبر لے کر بارگاہ میں سامنے مہ رخ کے آئے بعد تسلیم ادب کو لب عبودیت سے بوسہ دے کر عرض پیرا ہوئے: "مہتر سحراں و بہترا بہراں شاگرد رشید شہنشاہ عیاراں خنک بحر عیاری مہتر برق فرنگی قید ہو کر آئے اور ان کی حفاظت کو ظالم جادو ناہی ایک ساحر نافر جام آیا ہے۔ تنہا خیمہ میں لا کر بیٹھا ہے۔"

یہ کہہ کر جاسوس چلے گئے اور مہ رخ نے چاہا کہ نفیر سحر کو دم دے اور لشکر کو تیار کر کے فوج مخالف پر جا پڑے برق کو چھڑا لائے' لیکن جب سے عمرو گیا یہاں سے قران حاضر دربار بہت رہتا ہے۔ اس نے مہ رخ کو جانے سے منع کیا اور کہا: "جب ہم پکڑے جائیں' اس وقت تم جا کر لڑنا اور بھی تو ہم جاتے ہیں۔ انشا اللہ برق کو

لاسکتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ اس اثنا میں وہ دن بھی تمام قران ساحر کی صورت بن کر لشکر حریف میں پھرنے لگا۔ دیکھا کہ خیمہ ظالم کے دروازے پر بڑا انتظام اور اہتمام ہے خدمتگار تک نہیں اندر جانے پاتا ہے۔ پہرا چوکی کی جگہ ہے۔ قران نے ہر چند تدبیر کی۔ ممکن نہ ہوا کہ اندر جائے۔ ناچار پھر کر چلا مگر سوچا کہ اگر صبح ہو گئی اور افراسیاب آ گیا تو برق قتل ہو جائے گا۔ یہ سوچ کر خیمہ کی جگہ سے دور نکل گیا اور تنہائی میں بیٹھ کر اپنی صورت ایک ساحر مہیب شکل کی ایسی بنائی یعنی آنکھیں چہرے میں مثل دیدہ گاؤ تھیں اور شعلہ کی طرح چمکتی تھیں۔ چہرے میں مثل دیدہ گاؤ تھیں اور شعلہ کی طرح چمکتی تھیں۔ لب دونوں مثل لب ہائے شتر تھے۔ دانت بڑے بڑے منہ باہر تھے سر بہت بڑا بصورت مینار تھا کان ہر ایک مثل گوش فیل کسار تھا۔ دونوں نتھنے ناک کے دونوں نظر آتے تھے۔ جو درختوں کے ڈالے بڑے بڑے تھے قد عوج بن عنق کو پست کرے، بلعم باعور کو زیر سردست کرے۔ دونوں کنپٹیوں پر بلور جڑا ہوا۔ ان پر بخط طلسم لکھا ہوا: "میں خدمت گار خداوند سامری ہوں اور ماتھے پر ایک تختی نقرہ کی لگی ہوئی۔ اس پر کندہ: "میں ممتاز فرشتگان خداوند بے نظیر بہ فن جادوگری ہوں۔" ہاتھ میں ایک منقل سلگتی ہوئی۔ اس پر عود بے ہوشی جلتا ہوا دوسرے ہاتھ میں ایک خط مہرہ شدہ لے کر خنجر سے نقب کھودنا شروع کی اور کچھ عرصے میں اپنے اندر خیمے کے طبقہ زمین توڑ کر سر نکالا اور ظالم مسند پر بیٹھا پہرا دے رہا تھا۔ اس کو بصورت ہیبت ناک دیکھ عرصے میں اندر خیمے کے طبقہ زمین توڑ کر سر نکالا اور ظالم مسند پر بیٹھا پہرے دے رہا تھا۔ اس کو بصورت ہیبت ناک دیکھ کر ڈرا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ قران نقب سے باہر نکلا۔ اس نے سلام کیا۔ قران نے قریب آ کر نامہ بادشاہ دیا۔ اس نے واکر کے پڑھا لکھا تھا کہ ہم خداوند سامری کے گنبد پر گئے تھے۔ خداوند تمہارا حال سن کر اور تمہارے مستعد رہنے پر بہت خوش ہوئے اور اپنے خدمت گار کو ہمارے

نامہ سمیت تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ تمہاری بھی حفاظت کرے گا اور قیدی پر نگاہ رکھے گا۔ اپنے پاس اس کا بٹھانا تم اور یہ مل کر پہرا دینا۔"

الحاصل یہ مضمون پڑھ کر اس نے قران کو باعزاز تمام مسند پر بٹھلایا۔

قران کو باعزاز تمام مسند پر بٹھلایا۔

قران نے کہا: "تم عرصے سے جاگتے ہو' اب آرام کرو میں بیٹھا ہوں اور قیدی پر سے اپنا سحر دفع کرو دو۔ میں اپنے جادو میں اسے جکڑا کر لوں۔"

اس نے کہا: "نہیں میں بھی آپ کے ساتھ جاگوں گا اور آپ کی خدمت کروں گا۔"

قران نے کہا: "اگر تم میرا کہنا نہ مانو گے تو پھر میں چلا جاؤں گا۔ اچھا تم اگر آرام نہ کرو تو اتنا کرو کہ قیدی میرے سحر میں قید کرا دو۔ کیونکہ میں اسی واسطے آیا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو میں جا کر کہوں گا میری حفاظت نہیں کرتے۔"

یہ تقریر سن کر ظالم نے سوچا کہ سحر اٹھانے میں کیا حرج ہے مجھے اس کے سپرد کرنا چاہیے۔ کیونکہ یہ خدمت گار سامری ہے اپنا رسوخ چاہتا ہے کہ میں بھی محافظوں میں شمار کیا جاؤں۔ بس یہ تجویز کر کے اس نے برق پر سے سحر دفعہ کر دیا۔ اب صرف وہ بندھا ہے۔ مگر جادو سے بے حس و حرکت نہیں ہے۔

پس جب قران سحر اتروا چکا تو باتیں کرنے لگا اور منقل اپنی بغل میں رکھ لی۔ اس پر وہ بیہوشی ڈالتا جاتا اور دھواں اس کا اور خوشبو ناک میں ظالم کے جاتی تھی۔ کچھ دیر میں تاثیر اس کی ہوئی اور ظالم بیہوش ہو گیا۔

قران نے اٹھ کر برق کو کھولا۔ اس نے چاہا کہ میں ظالم کو مار ڈالو قران نے منع کر دیا اور کہا: تم اس نقب کی راہ سے لشکر میں جاؤ اور بطور تسلی ملکہ مہ رخ سے کہو اس لیے کہ میں صبح کو تمہاری جیسی صورت بنا کر ظالم کو افراسیاب کے ہاتھ سے قتل کراؤں گا۔ پس جب تم کو قتل ہوتے سنے گی تو مہ رخ لڑنے آئے گی۔ اس کو آنے دینا۔ یہاں سے جا کر حال کہہ کر تم بھی چھپ جانا کہ شاہ فلک جانے پر برق قید ہے۔"

یہ کہہ کر پیرہن برق کا لیکر اس کو رخصت کر دیا۔ برق وہاں سے نکل کر لشکر میں آیا۔ رات کا کھانا تھا۔ مہ رخ داخل شبستان تھی۔ یہ وہیں آیا اور اس کو بیدار کر کے سب حال بیان کیا۔ مہ رخ بہت خوش ہوئی اور برق اسی جگہ پوشیدہ رہا۔ ادھر قران نے ظالم کو بصورت برق بنایا اور ستون سے باندھ پھر آپ ظالم کی ایسی شکل بن کر مسند پر بیٹھا اور بقیہ شب بسر کی۔ صبح ہوتے ہی حیرت تخت پر بیٹھی۔ اور ایک ساحر برائے دریافت خبر خیریت ظالم کے پاس اس نے بھیجا۔

ظالم نے کہلا بھیجا: میں عافیت سے ہوں اور قیدی بھی موجود ہے۔ آپ میدان تیار کروائیے اور شہنشاہ بھی آتے ہوں گے۔ اس عیار کے قتل میں عرصہ نہ فرمائیے۔"

ساحر یہ پیام لے کر گیا۔ ملکہ حیرت نے یہ سن کر سراپچہ بارگاہ کے اٹھوا دیئے۔ دار استاد کرائی۔ آہن کش تسمہ کش جلاد قوی بازو سیہ قلب۔ یہ آ کر حاضر ہوئے۔ لشکر میں ڈھنڈورا پٹا کہ جو شہنشاہ سے مخالفت کرے گا۔ اسی سختی سے ہلاک ہو گا اور تمام لشکر میں غلغلہ برپا تھا۔ لشکری دوکاندار سب بہر تماشا گر میدان سیاست جمع ہونے لگے۔

یہ خبر لشکر مہ رخ میں پہنچی: "برق گردن سے مارا جاتا ہے۔ مہ رخ تو اس راز سے آگاہ ہو چکی تھی لیکن اس لیے کہ افراسیاب کو گمان واثق ہو کہ بے شک برق ہی قتل ہوتا ہے۔ بھی نفیر سحر بجائی۔ سب لشکر تیار ہوا۔ اس نے باہر نکل کر سب کو یہ حکم دیا: "میں خبر لینے جاتی ہوں۔ جب تک کہ پھر کر نہ آؤں۔ تم لشکر حریف پر خبردار حملہ کرنا۔ یہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنا۔"

فوج حسب الحکم ٹھہری اور یہ ملکہ بہار سے سارا راز کہہ کر کہ لشکر صرف دکھانے کو آراستہ کرایا ہے۔ تم سب کو روکے ہوئے کھڑی رہنا۔ قران کی مدد کو جاتی ہوں۔

یہ کہہ کر اڑا کر بزور سحر چلی گئی اور بپردۂ ہوا قریب لشکر حریف جا کر کھڑی۔ میدان سیاست تیار دیکھا۔ مجمع ساحران غدار دیکھا۔ کوئی ان میں برا دانش حیرت کرتا تھا۔ بوجہ عداوت عشرت کرتا تھا۔ بعض کا قول تھا تھا میان دیان کو یہی دستور ہے۔ شب عشرت

میں اگر شمع منور ہے تو صبح بے نور ہے۔

ہے یہ دنیٔ سپنج جائے ہنگار
ایک حالت پہ نہیں اس کو قرار

شام کو کوکب اگر تابندہ ہے
صبح کے ہوتے ہی وہ شرمندہ ہے

شمع کے سر پہ اگر ہے تاج زر
باد صرصر سے گرتاں اسے پھر

خلعت شاہانہ جو رکھتا ہے تن
چار دن کے بعد ہوتا ہے کفن

بر میں جس کے ہے عروسانہ لباس
ہے وہ اس کے دوش پہ اسباب یاس

دیکھیے کل یہی ساحران نمدار کو قتل کرتا تھا آج خود ریز تیغ ہے۔ اس کے حال دریغ ہے۔

غرض اس ہنگامہ میں دیکھا کہ باش گوہر ہونے لگی اور آمد افراسیاب ہوئی۔ حیرت اور تمام سردار ساحران ذی جبار نے استقبال کیا۔ تخت شہ جاودان میدان خونی میں آ کر ٹھہرا۔ ساحروں کی فوج پرا جمایا۔ شہ نے ظالم کو معہ قیدی طلب کیا۔ قرن لے کر سامنے آیا۔ بادشاہ نے اس کی تعریف کی: "خوب تم نے حفاظت کی۔ اب اس گنہ گار کو ہوشیار کرو تاکہ اپنا حال خراب دیکھے۔"

قران نے کہا: "حضور یہ مکار ہے ہوشیار ہو گا کہے گا میں ہی ظالم ہوں۔"

شلو نے کہا: "وہ سب کچھ کہے گا' مگر میں نہ مانوں گا کیونکہ اس کے مرنے سے بخوبی آگاہ ہو چکا ہوں۔ اس ظالم نے غضب ہی کیا تھا مجھے قید حیات سے آزاد کیا ہوتا ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ صرصر عیارہ آئی اور اس نے قران کو دیکھا اور ملکہ حیرت سے کہا: "اے ملکہ مجھ کو یہ ظالم جادو نہیں معلوم دیتا۔ یہ تو کوئی اور ہے۔"

حیرت نے شلو سے کہا: "صرصر اس طرح کہتی ہے۔" شلو جاودان نے جواب دیا: "اے ملکہ یہ بے شک ظالم ہے کیونکہ اگر ظالم مار ڈالا جاتا۔ تو ایک موتی میں نے بہر نشان بنایا ہے۔ وہ چٹخ جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ موتی ملکے سے نکال ر ملکہ کو دکھلایا اور سامنے رکھ لیا۔

صرصر تو بیرا انتقام پھر چلی گئی اور حیرت کا بھی شک جاتا ہے۔ اس اثنا میں جلا دوں نے پانی ظالم پر چھڑکا کہ ہوشیار ہو کر بھاگ جائے۔

غرض یہ کہ جب مسکور ہوا اور پکارا: "اے شہنشاہ میں ظالم جادو ہوں۔"

قران نے کہا: "دیکھئے یہ اس کا مکر ہے۔"

افراسیاب ایسا جلا ہوا تھا کہ اس کے چیخنے پر زیادہ غصہ کیا اور جلاد کو حکم دیا: "کروڑ حکم کا ایک حکم دیتا ہوں کہ مار ہاتھ تلوار کا کہ گردن اس کی اڑ جائے۔"

جلاد نے جلد کوئلے کا خط اس کی گردن پر دیا ور آنکھ پر پٹی باندھی۔ شلو دیر کرنے سے اور زیادہ خفا ہوا جلاد شلو کو ناراض دیکھ کر آمادہ قتل ایسا ہوا کہ تین حکم بھی نہ پہنچے اور مقتول سے کھانے پینے کو بھی دریافت نہ کیا اور ایک ہاتھ ایسا مارا کہ سر کٹ کر دور گرا اور شور دارو گیر کا بلند ہوا تاریکی ہو گئی اور آواز آئی: "مارا ظالم جادو کو۔" آگ پتھر برسنے لگے۔

اسی ہنگامہ میں قران نے ایک دھول افراسیاب کے لگائی اور تاج لے کر نعرہ کیا: "میرا نام قران ہے۔" وہ موتی نشان کا چٹخ گیا۔

افراسیاب کو پہلے تو بڑی حیرت ہوئی کہ کیا ہو گیا۔ مگر دھوکا کھا کر ایک چیخ ماری:

"لینا اس کو۔"

قریب تر جو ساحر کھڑے تھے۔ وہ دوڑے اسی وقت مہ رخ پنجہ بن کر گری اور اٹھا کر لے گئی۔ وہ ساحر جو سحر کرنا چاہتے تھے۔ ان پر اس نے بھی گولے سحر کے مارے دو ایک جادوگر ہلاک ہوئے اور زیادہ ہنگامہ ہوا۔ شور مچ گیا۔ افراسیاب ایسا خفیف ہوا کہ بیہوش ہو گیا اور جب ہوشیار ہوا غائب ہو کر ظلمات میں جا کر ٹھہرا۔

یہاں مہ رخ لشکر میں قران کو لائی اور اور فوج لے کر چلی کہ جا کر لشکر حریف پر گرے مگر جب اندھیرا اور شورت موقوف ہوا۔ حیرت طبل امان بجا کر داخل بارگاہ ہوئی۔ اس وقت قران نے مہ رخ کو بھی پڑھایا۔ یہ اپنی بارگاہ میں آئی۔ عیاروں کو خلعت دیا۔ لشکر نے کمر کھولی سب عیش میں مشغول ہوئے قہقہے اڑنے لگے۔ دور جام بادہ احمر شروع ہوا۔

لیکن افراسیاب جو پردہ ظلمات میں گیا۔ وہاں ایک قلعہ آباد ہے اور حاکم اس قلعہ کی ساحرہ ہے کہ نام اس کا ملکہ زہرہ جبیں جادو ہے۔ ساحرہ زبردست اور ذی حرمت ہے۔ شاہ طلسم اسی قلعہ میں آیا۔ اس نے خبر سن کر پیشوائی کی۔ بادشاہ تخت پر آ کر ٹھہرا اور کہا: "اے زہرہ عیاروں نے بہت ناک میں دم کیا۔ اب تم جاؤ اور سب نمک حراموں کو سزا دو۔"

اس نے عرض کیا: "بہت اچھا۔"

غرضیکہ بادشاہ چلا گیا اور زہرہ نے نفیر بجائی فوج اس کی تیار ہونے لگی۔ بارہ ہزار جادوگر اور جادوگرنیاں سواریوں پر سحر کی سوار ہو کر چلیں۔ قرنا بجی علم جلوہ دکھانے لگے بارگاہ میں اور خیمہ سرا پردہ وغیرہ اژدہوں پر سحر کے لد گئے۔ ایک تخت طلائی پر سوار زہرہ بصد کروفر ہوئی۔ گھنٹے اور ناقوس بجنے لگے۔ فوج مثل دریا کے موج مار کر چلی۔ عود و گوگل کے جلنے سے دھواں ایسا بلند ہوا کہ دنیا سیاہ ہوئی۔

اسی کروفر سے راہ ظلمات کر کے طلسم باطن میں آئی اور دریائے خون رواں سے گزر

برق کھانا لے کر چلا۔ راہ میں سب کھانا آلشتہ بداروی بیہوشی کر کے بارگاہ زہرہ میں آیا اور کھانا سامنے رکھا۔ اس نے حکم دیا: "دسترخوان بچھے۔"

برق نے کھانا دسترخوان پر چن دیا۔ زہرہ چاہتی تھی کہ کچھ کھا لے' نوالہ اٹھایا تھا کہ زمین تھرا کر شق ہوائی اور ایک عورت نکلی۔ اس نے انگلی دانتوں کے نیچے دابی۔

زہرہ نے کہا: "اے زن سحر کیش حیرت انگشت دہاں ہے۔"

عورت نے کہا: "کھانے میں زہر ملا ہے۔" یہ کہہ کر وہ عورت غائب ہو گئی اور زہرہ کو غصہ آیا۔ سمجھی کہ حیرت نے زہر ملا کر کھانا بھیجا اس کو کسی کا عروج پسند نہیں۔ وہ مجھے دیکھ کر جل گئی۔ پس ایسا کچھ سوچ کر آپ ہی آپ کہنے لگی: "موئی کیوں جلی۔ کیا مجھے شاہ طلسم نے جاگیر دے دی۔ میں تو خود لڑنے مرنے کو آئی ہو۔ سچ ہے اس کا دوست بھی خراب' دشمن تو ہے ہی برا' پھر میری جوتی کو کیا غرض جو اپنی جان دوں وہ جانے اس کا کام جانے۔ بندی کو ایسا لالچ نہیں اور میں آئی ہی کا ہے کو شہنشاہ کو خود غرض تھی۔ جو مجھے لینے گئے۔ پھر بی بی صاحب کا جلنا بیکار تھا۔ دوسرے میرے دشمن کچھ سونا پا دیتے تو ایسے نہیں جو یہ ان کو جلن ہوئی۔ وہ اپنے دل میں سمجھی کیا ہے

غرض یہ بک رہی تھی کہ صرصر کے ہاتھ ملکہ حیرت نے مٹھائی بھیجی وہ لے کر آئی اور اس کو بد دماغ دیکھ کر مستفسر حال ہوئی۔

اس نے کہا: "کیا پوچھتی ہو' تمہاری بی بی زہر ملا کھانا بھیجتی ہے۔ ارے لوگوں کوئی بھی زہر دیتا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ کون سی برائی کی ہے۔" صرصر نے اس کے کہنے سے کھانا سب دیکھا۔ معلوم ہوا کہ زہر نہیں بیہوشی ملی ہے۔ کہا: "اے ملکہ خفا نہ ہو' اس میں بیہوشی ہے۔ یہ کسی عیار کا کام ہے۔" یہ کہہ کر نگاہ اٹھا کر اس نے دیکھا۔ برق سامنے بصورت بکاول کھڑا تھا۔

صرصر نے پہچان کر کہا: "یہ موا تو ہے۔"

برق نے سراپچہ پھرا کر بھاگا اور جست کر کے نکل گیا۔ زہرہ کا شک حیرت کی طرف سے رفع ہوا اور یہ مٹھائی اور میوہ جو صرصر لائی تھی۔ اس کو بھی تن سحر سے بلا کر پوچھا۔ اس نے کہا: "اس میں ہرگز زہر نہیں۔

یہ پوچھ کر مٹھائی کھائی اور کھانا چکھنا دیا۔ صرصر نے کہا: "آپ عیاروں سے ہوشیار رہیے گا۔ یہ چلی گئی اور زہرہ نے برائے حفاظت بارگاہ اپنی سحر بند کی' چار پتلیاں چاروں کونوں پر بارگاہ کے بزور سحر کھڑی کر دیں۔ ان کو حکم دیا: "کہ کسی کو اندر آنے نہ دینا' پھر آپ زمین کو سحر کر کے سنگلاخ بنایا اور باآرام تمام سو رہی۔

برق نے ہر چند تدبیر کی مگر اندر نہ جا سکا۔ اسی تردد میں سپیدہ سحری آسمان پر چمکا اور شاہد روزگار نے لباس زعفران زیب قامت فرمایا۔

دونوں لشکر خیل خیل و ذیل ذیل وارد دشت قتال ہوئے ایک طرف سے حیرت بصد حشمت مع لشکر اور زہرہ کے میدان میں آئی۔ ایک جانب سے مہ رخ سرداران عالی شان کو لے وارد ہوئی۔"

بعد ترتیب صفوف کار نار زہرہ تخت بڑھا کر بیچ میں لشکروں کے آئی اور مرد میدان نبرد ہوئی۔ ادھر ایک سے ایک غلام عشاق بہر جادو سے جا کر مقابلہ کیا اور نارنج سحر مارا زہرہ نے ایسا سحر پڑھا کہ نارنج الٹا پھر کے سینہ عدو پر جا کر پڑا اور پشت توڑ کر نکل گیا۔ علامت مرگ ساحر ظاہر ہوئی اور زہرہ پھر نعرہ زن تھی۔ ادھر سے جو جا کر سامنے سحر کرتا تھا وہ پھیر دیتی تھی۔ بعض کو مجروح کرتی' بعض کو جان سے مارتی تھی۔ جب بہت سے ساحر اس کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور کام آئے۔ اس وقت ملکہ سرخ مو نے اپنا طاؤس اٹھایا اور مہ رخ سے اجازت لے کر اس کا جا کر مقابلہ کیا۔ اس نے ایک مشت خاک اس کی طرف اڑا دی۔ جس سے آندھی سیاہ آئی۔ سرخ مو نے اپنی چوٹی کھول کر ہلائی کہ گھٹا گھنگھور گھر آئی۔ سرخ مو نے اپنی چوٹی کھول کر ہلائی کہ گھٹا گھنگھور گھر آئی۔ پانی موسلا دھار برسا آندھی کا غبار فرو ہو گیا۔ زہرہ نے غصہ میں آ کر اپنی جھولی سے ایک پتلا نکال کر چھوڑا کہ وہ پتلا تلوار پکڑ کر جا پڑا۔ سرخ مو نے

پھر اپنے بالوں کو پریشان کیا۔ کئی ستارے نکل کر سمت فلک گئے اور چمک کر پتلے پر گرے کہ وہ جل کر خاک ہو گیا۔

یہ معاملہ دیکھ کر زہرہ پر غضب طاری ہوا اور بیضہ سحر کا ایک پڑھ کر کھینچ مارا۔ بیضہ سرخ مو کے منہ پر پڑا اور اس میں سے دھواں نکلا۔ ہر چند سرخ مو نے سحر کیا' مگر تاثیر نہ ہوئی اور دھواں آنکھ میں لگا کہ اندھی ہو گئی۔ زہرہ نے پنجہ بھیج کر اٹھوا منگایا اور قید کیا۔ اس جنگ وجدال میں دن بھی آخر ہو چکا یعنی چشم روزگار میں روشنی باقی نہ تھی اور سحر سے ساحر شام کے سرخ مو کے روز کی بینائی گئی ظلمت عالمگیر ہوئی لشکر دونوں پر مقام فرودگاہ میں آئے کر کھلی آسودہ ہوئے لیکن برق پھر عیاری کرنے چلا۔ ادھر زہرہ نے بارگاہ میں پہنچ کر سرخ مو کو طلب کر کے لیکن ستون سے باندھ دیا اور آپ بیٹھ کر کے ارغوانی پینے لگی۔

لیکن برق جو چلا تھا راہ میں صرصر ملی اور پوچھا: "کہاں موئے بھوسیے کہا جاتا ہے۔"

اس نے کہا: "استانی زہرہ نے بہت سر اٹھایا ہے اس کو قتل کرنے جاتا ہوں۔"

صرصر نے کہا: "کہاں شامت آئی ہے وہ بڑی زبردست ہے۔"

اس نے جواب دیا: "سب کی زبردستی ہم کو معلوم ہے سوائے خدا کے ہمارے نزدیک کوئی زبردست نہیں۔"

صرصر یہ سن کر جست کر کے چلی گئی اور اس نے روکنا اس کا مناسب نہ جانا۔

غرض یہ کہ جا کر حیرت سے عرض پیرا ہوئی: "اے ملکہ عیار سب لشکر میں پھر رہے ہیں۔ حفاظت کامل طور پر کرنا چاہیے۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔"

حیرت نے تاکید زہرہ سے کرا بھیجی اور صرصر کا بیان بالکل کہلا بھیجا۔ زہرہ نے سارا ماجرا سن کر دستک دی۔ یہ تاثیر ظاہر ہوئی کہ جوئی بغیر اس کے بلائے اگر سمت بارگاہ آئے۔ سوجھنا موقوف ہو جائے۔ ایک چادر سیاہ سامنے آئے یہ سحر کر کے پھر کچھ منتر پڑھا کہ پلنگ اس کا آگ کا بن گیا۔ شعلے بھڑکنے لگے۔ یہ اسی شعلہ میں جا کر لیٹ رہی۔ برق جو بہ شکل مبدل پھرتا تھا آیا' دور سے دیکھا۔ سراپچے بارگاہ کے اٹھے

ہیں اور شعلے بھڑک رہے ہیں۔ سمجھا کہ ادھر جانے میں کچھ آفت ضرور ہے۔ اسی فکر میں لشکر سے باہر نکلا۔ وہاں ضرغام عیار ملا۔ اس سے کہا: "اسی فکر میں لشکر سے باہر نکلا۔ وہاں ضرغام عیار ملا۔ اس سے کہا:" اے برادر ذرا جا کے خبر تو لاؤ پھر میں کچھ لوں گا۔ یہ چلا اور جب قریب بارگاہ تو چادر سیاہ سامنے آئی اور سوجھنا موقوف ہوا۔ ناچار پھر آیا اور جب ادھر آیا پھر دکھائی دینے لگا۔ اس نے برق سے سب حال کہا۔ برق کچھ سوچ کر ایک گوشہ میں گیا اور ملکہ نافرمان جادو کی صورت بنا اور وہاں سے دوڑتا ہوا جب قریب بارگاہ آیا چلایا: "اے ملکہ زہرہ مجھ کو اپنے پاس بلائیے اور میرے حال پر رحم فرمائیے۔ زہرہ اس کا چلانا سن کر بارگاہ سے باہر نکل آئی۔ دیکھا کہ ملکہ نافرمان کھڑی ہوئی فریاد کرتی ہے۔ پس قریب آ کر پوچھا: "کیوں آئی ہو کیا ماجرا ہے۔

اس نے کہا: "آپ جانتی ہیں کہ ملکہ کو سرخ مو سے اور مجھ سے کس قدر محبت و اتحاد ہے۔ جب میں شریک لشکر اسلامیان ہوئی تھی تو سرخ مو مجھ کو سمجھانے آئی تھی۔ مگر بسبب میری الفت کے وہیں رہ گئی اور ہر حال میں میری شریک رہی۔ اب جو وہ مقید ہوئی ہے تو میں بھی آئی ہوں مجھ کو بھی قید کیجئے یا مجھ کو اور اس کو دونوں کو خدمت شاہ طلسم میں لے کر جا کر خطا معاف فرمائیے۔ ہم بدل مطیع و فرمانبردار ہیں۔"

یہ کہہ کر زار زار برنگ ابر نو بہار رونے لگی۔ زہرہ کو اس کے حال پر ترس آیا اور کہا: "اچھا بارگاہ میں چلو میں تمہارا امتحان لے لوں تو شہنشاہ سے خطا معاف کرا دوں۔"

برق سمجھا یہ بارگاہ میں جا کر نہیں معلوم کیا امتحان کرے۔ اس سے بہتر ہے کہ یہیں اس کو ماروں۔ یہ سوچ کر کہا "اے ملکہ! اچھا چلو' مگر ان کو تو منع کرو کہ یہ تو نہ آئیں۔"

زہرہ نے یہ سن کر پیچھے پھر کر دیکھا۔ برق نے فوراً کمند ماری کہ گردن اس کی پھنسی۔ اس نے گھبرا کر پھر ادھر ادھر دیکھا۔ برق نے فوراً بیضہ بیہوشی مارا کہ یہ چرخ کھا کر گری۔ اس نے بقوت تمام تر خنجر مارا کہ سر اس کا کٹ گیا غل و شور تاریکی ہو گئی۔ ساحر تمام دوڑے اور حیرت بھی گھبرا کر چلی۔ مگر سرخ مو کی اس کے مرنے سے

آنکھیں اچھی ہو گئیں اور چھوٹ گئی اڑ کر چلی۔ یہاں آ کر دیکھا کہ ماہرو عقرب ہیں۔ یہ دیکھ کر پنجہ بن کر گری اور برق کو اٹھا کر لے گئی۔ ساحر کچھ دوڑے تھے کہ عمر عیار نے حقہ آتشبازی مارے وہ ایک کے منہ جلے۔ دوڑ کے اس عرصے میں سرخ مو نکل گئی۔

ادھر ملکہ حیرت رنجیدہ دل کبیدہ پھر کر داخل بارگاہ ہوئی۔ فوج زہرہ لاش اپنی ملکہ کی اٹھا سمت باغ سیب گئی۔ ادھر سرخ مو لشکر میں برق کو لائی۔ مہ رخ نے اس کو خلعت دیا سب خوشنود ہوئے اور بعشرت تمام بیٹھے۔

وہاں شعلہ جاوداں مست نشہ شراب سے دربار میں بیٹھا تھا کہ ساحر نالاں و گریاں لاشہ لیے پہنچے۔ اس نے غل سن کر سامنے بلایا اور حال پوچھا۔ جب سب کیفیت سنی۔ کف افسوس ملے اور کہا: "ہائے ان عیاروں نے کیا غضب کر رکھا ہے کوئی تدبیر بن نہیں پڑتی کیا کروں اور کیا نہ کروں۔"

یہ گفتگو یاس سن کر ایک ساحر زبردست قاہر چہارم چشم جادو نامی اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کیا: "یہ غلام جاتا ہے اور تمام نمک حراموں کو سزائے معقول دیتا ہے۔"

یہ کہہ کر اسی وقت نفیر سحر بجائی اور رخصت ہو کر مع دس ہزار ساحروں کے بڑے بڑے جوش و خروش کے ساتھ روانہ ہوا اور دریا سے گزر کر لشکر حیرت میں پہنچا اور ملکہ سے کہلا بھیجا: "میں اس وقت لشکر حریف غارت کرنے جاتا ہوں۔ آپ بھی آ کر تماشہ دیکھیں۔

یہ پیام ایک ساحر لے کر چلا لیکن تقدیر کے آگے کچھ تدبیر نہیں چلتی۔ وہ ساحر جو چلا راہ میں جانسوز عیار بہ شکل ساحر اس کو ملا اور اس نے دریائے خون رواں کی طرف سے ساحر کو لشکر کی جانب جاتے دیکھ کر قریب آ کر پوچھا: "اے بہزور کہاں چلے۔"

اس نے سارا حال قاہر کے آنے اور پیام لے جانا پاس حیرت کے اپنا بیان کیا۔ جانسوز نے یہ ماجرا سن کر کہا: "چلو میں بھی تمہارے ساتھ خدمت ملکہ میں چلتا ہوں۔"

غرض یہ کہ دونوں چلے۔ اثنا بوجہ رات کے سناٹا تھا راہ میں حباب بیہوشی مار کر اس

کو بیہوش کر کے کہیں چھپا دیا اور آپ وہاں سے دوڑ کر اپنے لشکر میں گیا۔

مہ رخ دیدار برخاست کر چکی تھی۔ یہ سیدھا شبستان میں گیا اور ملکہ کو بیدار کر کے سب حال کہا۔ پھر وہاں سے بارگہِ بہار میں گیا۔ وہ بھی آرام کرتی تھی۔ اس نے سارا ماجرا جگا کر کہا۔ بہار نے اپنی جملہ کنیزوں کو حکم دیا: "ایک ایک تم میں سے ہر ایک سردار کے خیمے میں جا کر کہے کہ جس طرح بیٹھے ہو اسی طرح سے نکل کر لشکر حیرت پر جا گرو۔"

کنیزیں تو ادھر گئیں اور بہار اڑ کر چلی۔ ادھر سے مہ رخ روانہ ہوئی اور کنیزیں بھی سرداروں کو مطلع کر کے چلیں۔ جملہ سردار خبر سن کر روانہ ہوئے اور سب مل کر لشکر حیرت پر آ گرے۔ گولے سحر کے اور ناریج و ترنج مارنے لگے۔ لشکر بالکل غافل تھا۔ یکایک خیموں میں آگ لگی۔ آگ و پتھر مار و عقرب برسنے لگے۔ ہزار ہا ساحر تو غافل ہو رہے تھے مارے گئے۔ غلغلہ قیامت خیز بلند ہوا۔ حیرت بھی بیدار ہو کر نکل آئی۔ دیکھا بھگدڑ پڑی ہے' آگ برس رہی ہے ادھر تو یہ معاملہ تھا۔

ادھر قاہر خنجر جواب ٹھہرا تھا کہ جانسوز اس کے ذمہ دار کی سی صورت بن کر اس کے پاس گیا اور کہا: "چلیے کچھ فوج ملکہ حیرت کی بگڑ کے خود ملکہ ہی سے لڑ رہی ہے۔ پس ملکہ نے فرمایا ہے کہ ابھی لشکر حریف پہ نہ جاؤ۔ ادھر آ کر ان باغیوں کو سزا دو۔"

یہ سنتا تھا کہ یہ اسی طرف چل نکلا۔ یہاں آ کر جو دیکھا تو واقعی آفت بپا ہے۔ ہنگامہ محشر آسا ہے۔ پس یہ دیکھتے ہی ملکہ سے بھی نہ ملا بعد اپنی فوج کے لشکر حیرت پہ آ گرا اور ہزار ہا کو قتل کرنا شروع کیا اور ایک ایسا سحر کیا کہ ابر آسمان پہ گھر آیا اور اس میں سے شعلہ ہائے آتش گرنے لگے خرمن ہستی جلنے لگے۔ دریائے آتش موجزن ہوا۔ ہر ایک کو بھاگنا دشوار تھا۔

حیرت نے مشعلین سحر کی اور مہتابیں روشن کرائیں بہار نے آدمی چلا کر گل کر دیں۔ حیرت نے قاہر کو لڑتے ہوئے دیکھ لیا سمجھی یہ بھی مہ رخ کا شریک ہو گیا پس مع

بھیجا۔ یہ ساحر بھی اڑ کر چلا اور باغ سیب میں پہنچا۔

شاہ طلسم صبح کو آ کر تخت پر بیٹھا تھا کہ پہلے فوج ہزیمت خوردہ آ کر پہنچی اور داد بیداد کی صدا بلند ہوئی۔ ہنوز اچھی طرح لشکریوں سے کیفیت نہ معلوم کی تھی کہ یہ ساحر نامہ حسرت لے کر پہنچا اور سارا ماجرا معرض بیان میں لایا۔ بس افراسیاب نے نامہ پڑھ کر سر دھنا اور فکر کرنے لگا۔ کسی زبردست کو برائے تنبیہ مخالفان بدسگالی روانہ کروں۔ یہ تو اس فکر میں ہے۔ اور عمرو مخمور گنبد سامری سے آگے جاتے ہیں۔

لیکن اب بقیہ حال لشکر لقا سو فار گذارش کیا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ صنعت جادو ہاتھ سے چالاک کے مارا گیا تھا ساحر لاش اس کی اٹھا کر چلے تھے۔ یہاں تک طلسم ہو شربا میں ایک قلعہ ہے اور حاکم اس قلعہ کی ایک ساحرہ نازک چشم جادو نامی اسی مقتول صنعت کی بہن ہے اس کے پاس پہنچے اور عرض کیا: "اے ملکہ آپ کے دونوں بھائی مارے گئے صنعت کی لاش تو لائے ہیں اور اخگر پہلے قتل ہوئے۔" یہ سنا تھا کہ نازک چشم بہ روئی' قلعہ میں غلغلہ برپا ہوا۔ تمام اہل دیار سیاہ پوش ہوئے۔ فرط الم سے بیہوش ہوئے۔ جادوگرنیاں بال سر کے نوچنے لگیں۔ ہر ایک نے گریبان چاک کئے۔

آخر جب بھائیوں کی ماتم داری سے فرصت پائی قلعہ کو ایک مشیر سلطنت کے سپرد کیا اور معہ ملکہ گلابی چشم جادو اپنی دختر ملکہ نازک چشم تخت سحر پر سوار ہو کر چلی۔ فوج ساحران ہمراہ ہوئی۔ بڑے کروفر سے طلسم سے باہر آئی اور قریب لشکر پہنچی۔ ہر کارے خبر اس کے آنے کی لے کر رو برو لقا کے آئے شرائط آداب و تعظیم بجا لائے۔

یعنی ان کافروں نے اسی منکر خدا کو دعا دے کر بزبان عجز و التماس اس طرح عرض کیا: "ملکہ نازک چشم با فوج گراں آئی ہے اور داخل لشکر ہوا چاہتی ہے۔"

یہ خبر سن کر لوگ بہر استقبال بھیجے افسران فوج تعظیم کر کے لائے لشکر اس کا اترا۔

نازک چشم نے خداوند کو سجدہ کیا سفار اور بختیارک یاد کر کے صنعت و اخگر کو بہت روئے

لقا نے تسکین دلاسہ دے کر حکم دیا کہ بزم عیش ترتیب پذیر ہو حسب الحکم رامشگران لباس و ساقیان مہرودیار سے عشرت اساس لے کر حاضر ہوئے دور ساغر شروع ہوا۔ گویا بزم آسمان رفعت میں ہالہ مہرو مہ گردش پذیر تھا۔ ناچ ناہید فلک کو دور کرنا بھلایا راگ نے رنگ ترنم سرایاں عشرت خانہ دہر مٹایا۔ یہی ہنگامہ ایک دن اور ایک رات بپا ہو رہا۔ جب دوسرے دن گل آفتاب مرجھایا اور باد خزائے شام نے کار نسیم سحر کر کے غنچہ ہائے انجم کو گلزار افلاک میں شگفتہ فرمایا۔

شام ہوتے ہی طبل جنگ بجا اس خبر کو جواسیسان لشکر اسلام نے دریافت کر کے خدمت بادشاہ لشکر اسلام میں اپنے تئیں پہنچایا اور بزبان ادب و توقیر زمین گیر ہو کر عرض پذیر ہوئے۔ "نازک چشم جادو نے لشکر حریف میں آ کر طبل جنگ بجوایا ہے اور اپنے بھائیوں کا قصاص لینے کا ارادہ کیا ہے۔"

یہ کہہ کر ہر کارے کنارے ہوئے اور شاہ اسلام نے امیر کی طرف گوشہ چشم سے ارشاد کیا۔ امیر نے حکم کار سازی لشکر دیا۔ چالاک نے طبل سکندری پر چوب لگائی۔ دلاور تیار جانبازی و قتال کرنے لگے۔ جوہر شمشیر سے گلزار شجاعت سرسبز بنایا۔ ڈھال کے پھولوں سے گلستان جلادت کو پر بہار پایا ہوا ہے فتح و نصرت مثل نسیم اس حدیقہ تہوری میں وزاں ہوئی۔

سرخی چہرہ شجاعت آگیں بہاران گلہائے بوستان کو شرمندہ کرتی تھی۔ جوانوں کا اکڑنا منچلوں کا جھومنا سرو آزاد گلشن تھی۔ تلواروں کی چمک سے ظاہر تھا کہ نہر حدیقہ شجاعت میں موجزن تھا۔ نیزہ دار نیستان جرات کے شیر تھے تیغ زن انتہا سے زیادہ دلیر تھے۔ لشکر حریف میں جادوگر ہو کرتے تھے۔ پہروں کا حال معلوم کرتے تھے ہنگامہ قیامت بار بپا تھا۔

دم سحر جب شاہ خاور جبلی تا شعاع کی زرہ گلے میں ڈال کر میدان فلک میں آیا اور ہندوی شب نے اشتعال سے زمانے کے رخصت ہو کر رہا ظلمات پر آسن مارا لشکر دونوں

طرف کے گرد کردہ وار دشت قتال ہوئے۔ سرداران اسلام بعد فراغ نماز سحر در دولت پر ظل اللہ جہانیاں پناہ کے آئے۔ امیر ورد وظائف سے فارغ کر درگاہ باری میں دعائے فتح و ظفر بصد گریہ زاری مانگنے لگے۔

یا الٰہی نخل تمنا کو ثمر دے۔ دشمن پر فتح و ظفر دے۔ یہ دعا فرما رہے تھے کہ چالاک نے پشت پر آ کر آمین کی۔ امیر نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور خبر ورود عسکر فیروزی اثر میدان حرب میں سن کر پوشاک جنگ جسم انور پر آراستہ فرمائی اور اسلحہ ترکمان و تبرکات پیغمبراں سے قامت پر استقامت کو زینت دی۔ پھر باہر کر پشت اشقر دیو زاد پر سوار ہوئے اور در دولت حضور سلطان ذی شعور پر آئے۔ یہاں کچھ دیر ٹھہرے تھے کہ پیش محل کی ڈیوڑھی کا پردہ چرخی پر کھنچا۔ ہر ایک سردار کھڑا ہو گیا۔ سواری شاہ کشور ستان کی برآمد ہوئی۔ سب سرداروں نے تسلیم کی تخت شہنشاہ کا بیچ میں لے کر بصد ادب روانہ دشت قتال ہوئے ڈنکے بجنے لگے۔ نقیب بولنے لگے۔ علموں کو جلو ملا علمدار پھریرے کھول کر بڑھے

اسی شوکت سے دشت جنگ گاہ میں پہنچ کر صف آرا ہوئے۔ اس طرف سے لقا کا تخت سحر پر سوار ہمراہ ساحران فضا نما ایک سمت آ کر ٹھہری۔ صف آرائی ہوئی مورچے بندھ گئے۔ کمین گاہ میں لوگ ٹھہرے۔ میمنہ و میسرہ قلب جناح کی درستی ہوئی نقیب للکارے۔ جب نقیب کنارے ہوئے بہادر جوش دلاوری سے جھومنے لگے۔ نازک چشم اجازت گیر لقا سے ہو کر آگے بڑھی اور پکاری: "اے بندگان مغضوب خداوند' آؤ میرے سامنے۔" حلیپور جنری' بادشاہ اسلام سے اذن لے کر مقابلے میں گیا۔ نازک چشم نے ایسا سحر پڑھا کہ جنگل کی طرف سے گرد اڑی اور ایک سوار چلتہ پوش آئینہ بند گرز بر دوش پیدا ہوا اور سامنے جلیپور کے آیا۔ بعد گفتگو بسیار نیزہ بازی شروع ہوئی بعد چند طعنوں کے حلیپور نے نیزہ اس کے ہاتھ سے نکال دیا۔ گرز اٹھا کر برسر محاربہ ہوا اس بہادر نے گرز پر روکا۔ دونوں دیر تک ضرب عمود زنی کیا کیے۔

آخر جب گرزوں میں بل پڑ گئے۔ سوار سحر نے تلوار ماری۔ جلیپور نے تلوار کو سر پر آتے دیکھ کر ٹھپکی دی کہ باڑھ شمشیر کی پٹ گئی۔ اس نے زبردست ہاتھ ڈال کر تلوار کو چھین لیا۔ سوار شحر نے گریبان میں ہاتھ ڈال کر کھینچا زور کشش کے ایسے ہوئے کہ گھوڑے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے۔ اس وقت دونوں پشت مرکب سے کودے اور کشتی شروع ہوئی سوار سحر نے گھڑی بھر میں لنگر اکھیڑ لیا اور چاروں شانے چت کر دیا۔ پھر گرفتار کر کے لشکر میں بھیج دیا اور آپ مرکب پر چڑھ کر مبارز خواہ ہوا۔

ادھر سے عادل شیر دل نے جا کر مقابلہ کیا۔ اس پر بھی وہی سانحہ گزرا۔ پھر فاضل شیر دل دو بدو گیا۔ کشتی میں قید ہوا۔ اسی طرح گوجر ملک دکھنی و فرخ شاہ دولت آبادی وغیرہ بہت سے سرداران ہندوستان گئے اور اسیر ہوئے۔ اس وقت شہزادہ نورالدہر نے چاہا کہ میں جاؤں۔ ہنوز صف لشکر سے جدا نہ ہوئے تھے کہ صحرا کی طرف سے گرد اٹھی کہ فلک دو تیرہ تار ہو گیا۔ سرگرد آسمان سے لگا تھا۔ ظلماں و پیچاں مثل سر زلف معشوقاں تھا۔

جب ہوا نے دامن گرد شگافتہ کیا۔ آگے آگے ایک پہلوان عفص گردن بلند بازو قوی تن مسلح و مکمل گینڈے پر سوار پشت پر ایک لاکھ سوار چلتہ پوش چار آئینہ بند دوش بدوش رکاب برکاب گھوڑے کا دم سے دم اور سم سے سم ملائے ظاہر ہوئے۔ لشکر لقا میں طبل شادمانی بجا اور عنبر کوہی نے کہا: "یا خداوندا یہ شہسوار کوہی نامی میرا بھائی ہے۔

غرض یہ کہ پیشوائی کر کے لائے۔ اس کی فوج نے بھی صف باندھی اور نامر سامنے لقا کے گیا اور عرض پیرا ہوا: "مسلمانوں کو بڑا غرور ہے' اپنے زور بازو پر۔ میں امیدوار ہوں کہ جنگ سحر موقوف کی جائے اور مجھ کو اجازت ہو کہ میں جا کر سب کو باندھ لاؤں۔"

لقا نے اس کی عرض پذیر آئی کر کے حکم دیا: "ہم نے تجھ کو اپنا نظر کردہ کیا۔ ان بندگان خوابی کی گوشمالی کر۔"

یہ سن کر گینڈا اڑا کر بہ سمت میدان چلا اور سوار سحر جو پہلے سے لڑ رہا تھا۔ حسب الحکم خداوند جنگل کی جانب چلا گیا۔

غرض جب ناصر میدان میں آیا۔ پہلے اسپ تازی اور چوگان بازی کر کے خوب سلحشوری دکھائی' یہاں تک کہ عرق عرق ہو گیا۔ اس وقت نیزہ زمین میں گاڑ کر اور اس کے سہارے سے ٹیکی لگا کر لشکر اسلام کو بنظر تیز و بنگاہ ستیز دیکھتا تھا اور دم راست کرتا تھا آخر للکارا: "اے بہادران! ہے تم میں کوئی ایسا دلاور جوان جو مجھ فیل مست سے آ کر بھڑے اور مجھ ایسے شیر ژیان کا مقابلہ کرے۔"

اس نصیب کے دیکھنے سے لشکر اسلام میں دست راست کے علم جلوہ دکھانے لگے اور کڑکا ہوا۔ نقارے شتری فیلی بجنے لگے۔ صدائے کرنا کا دوم بلند ہوئی اور شاہزادہ بہرام تنعہ زمرہ سپاہ ایمان نور دیدہ مومنان و مسلمانان گل گلزار خلیل الرحمان یعنی نورالدہر بن بدیع الزمان بن حمزہ صاحبقراں نے اپنے مرکب کو صف سے باہر نکالا اور سامنے بادشاہ اسلام کے آ کر پشت ہیون سے اتر کر پایہ تخت کو بوسہ دیا اور ہاتھ باندھ کر عرض کیا:

"اے شاہ نصفت نشاں اجازت میدان ہو۔"

بادشاہ نے جام گل عطریت پُر از شربت قند و نبات عنایت کیا اور خلعت سے مخلع فرمایا اور سپر و دہال پاک کیا۔ شہزادہ جام نوش کر کے مرکب پر دوبارہ سوار ہوا اور سمت میدان چلا۔

مرکب (گھوڑا) کئی طراروں میں مقابل حریف جا پہنچا۔ ناصر کو طلعت جہاں آرا شہزادہ دیکھ کر ایک محبت ہوئی اور کہا: "اے گل نوبہار خداوند کو سجدہ کرے تو تیرے لیے سلطنت معین کی جائے اور میرے لشکر کی بادشاہی کرے۔"

شہزادہ نے کہا: "اگر تو مجھ کو زیر کرے گا تو جو کچھ حکم دے گا' قبول و منظور ہو گا۔ اس وقت جنگ ہے۔ زبان شمشیر کو کام میں لا۔"

ناصر یہ سن کر گینڈا پیچھے ہٹا کر آگے بڑھا اور اس طرف سے شہزادہ چلا۔ ایک ٹکر مرکبوں نے ایسی کھائی کہ یقین تھا۔ کہ سر پھٹ جائیں گے۔ سوار گر پڑیں گے مگر سوار پشت

زین پر قائم رہے اور گینڈا ناصر کا تھپیڑ کھا کر چھ قدم پیچھے ہٹ گیا اور قد گھوٹا شہزادہ کا زور میں آ کر بڑھ گیا۔ اس نے تاؤں میں مسل کر سامنا کیا اور نیزہ سینہ بے کینہ شہزادہ پر لگایا۔ جنگ آغاز ہوئی۔ جب اسلحہ دوزی سے مرادِ دلی حاصل نہ ہوئی۔ دوال کمر میں دونوں نے ہاتھ ڈال کر زور کیا۔ آخر دونوں زمین پر کودے اور دامن گرداں آستیں چڑھا کر مائل کشتی ہوئے۔

اسی طرح دامن بدامن اور مشت بمشت کشتی بعد درشتی رہی۔ شام تک وہ زندہ فیل یا دو اہرمن مست جے کہ سر ٹکراتے رہے۔ جس وقت کشتی گیر فلک نے آمد پہلوان رنگباز شام سنی اور اکھاڑے سے چرخ کے نکل کر بارگاہ مغرب کی راہ لی۔ رات ہوتے ہی ناصر نے شہزادہ کو روک کر کہا: "اے جوان مرحبا صد مرحبا تو خوب مجھ سے لڑا۔ اب جا کار امروز بفردا آفتاب بہر آسائش ہے۔ کل ہم تم پھر نصیب آزمائی کریں گے۔"

شہزادے نے جواب دیا: "اے پہلوان ہمارا یہ دستور نہیں کہ بغیر حریف کے زیر کئے ہوئے یا بغیر زیر ہوئے اس سے میدان سے پھر جائیں کیونکہ آج جس طرح شام تک لڑے ہو اسی طور سے کل بھی لڑوں گا۔ یہ فیصلہ پھر کیونکر ہو گا پس میرا قول یہ ہے کہ کار امروز بفردا رات کو دن لینا شاہوں کے نزدیک کچھ دور نہیں۔ اسی وقت تقدیر دیکھیں۔

ناصر نے یہ کلام سن کر کہا: "کیا میں بھی آپ سے یہ کی کا رکھتا ہوں۔ لیکن کچھ کھا پی لوں تو لڑوں۔"

شہزادہ نے کہا: "اچھا کھاؤں۔"

اس نے ملازمین کو پکارا اور کھانا طلب کیا۔ ملازم اس کے مکان سے دودھ کے خوان ور میووں کے لائے اس نے کاسہ شیر پیا اور پھنکے میووں کے لگائے۔ شہزادہ اکھاڑے میں ٹہلتا رہا کہ اس نے ایک طرف پھر کر دیکھا اور کہا: "آپ کچھ نوش فرمائے۔"

شہزادے نے کہا: "ہمارے کھانے کو لخت دل اور پینے کو جگر ہے۔ جب تک خدائے

کھڑا کروایا یا بارگاہ اس کے لیے نصب کی۔ شہزادے نے ناصر کے لیے مجلس عیش ترتیب دی۔ مے کا دور ہوا، نامشکر حاضر ہوئے۔ بعیشرت تمام بارگاہ میں اپنی لے کر بیٹھے۔ ہائے ہوئے سے پرستان کی صدا بلند ہوئی۔ آواز سرائندہ گوش مستان کے پسند ہوئی۔ ساغر دم بہ دم جھلکتا تھا یا لب جام خندہ زنی کرتا تھا۔

مختصر یہ کہ

قدم رکھنا سنبھل کر صحبت رنداں میں اے زاہد یہاں پگڑی اچھلتی ہے۔ اسے مے خانہ کہتے ہیں یہاں تو یہ کیفیت ہے، مگر لقا کے لشکر میں بختیارک جو پھر کر گیا اس نے دیکھا: ملکہ نازک چشم کی طبیعت مثل گیسوی معشوقاں برہم چہرہ پر زردی چھائی ہے لب پر آہ سرد ہے سامان عشرت تمام درہم برہم ہے۔ اس نے پوچھا اے ملکہ کیا باعث ہے جو آئینہ رخسار مکدر ہے چہرے سے پریشانی ظاہر ہے۔" ملکہ نے کہا: "سنو جی، ملک جی، کچھ یہ امر پوشیدہ نہیں اور نہ کچھ عیب ہے سبھی کرتے آئے ہیں۔ طلسم سے اس ناصر کے پاس آیا کرتی تھی کچھ مطلب نکل جاتا تھا۔ آج وہ جا کر مسلمان ہو گیا اس بات کا مجھ کو خیال ہے کہ اگر وہاں جاؤں تو ایمان میں فرق آتا ہے اگر نہیں جاتی ہوں تو یار ہاتھ سے جاتا ہے کیا کہوں

منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید
ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے

بختیارک نے جو یہ حال سنا خوب ہنسا اور کہا: "اے ملکہ اگر تم عاشق ہوتیں تو اس کو جانے دیتی اور اب کچھ نہیں گیا ہے اگر عاشق ہے تو جا کر پکڑ لاؤ۔ سمجھا کہ راہ راست پر اس کو لاؤ، ورنہ تمھارا بھی یہ حال ہو گا۔

جی چاہتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

ملکہ کو اس کے ورغلانے سے ایسا کچھ جوش آیا کہ اٹھ کھڑی ہوئی اور نشہ عشق سے چور چور ہو رہی تھی۔ کیفیت صحبت یار جو یاد آئی۔ انجام کار نہ سوچی۔ اسی ترنگ میں اڑ کر چلی اور بارگاہ نور الدہر کا نشان بختیارک سے پوچھ لیا تھا اسی پتا پر بیچ بارگاہ میں آ کر اتری۔ یہاں صحبت ناؤ نوش برپا دیکھی اور صورت پر صولت شہزادہ بلند مرتبہ پر جو نگاہ پڑی ایسا رعب چھایا کہ جھک کر سلام کیا۔ شہزادہ بھی انتہائی خلیق ہے۔ اس کے عجز کو دیکھ کر گویا ہوا: "اے ملکہ! آیئے تشریف لایئے۔" گوہر باری زبان شہزادے سے یہ خوشنود ہو کر بزم میں بیٹھی۔

شہزادے نے ساقی کو اشارہ کیا۔ اس نے جام سے زعفرانی بھر کر دیا۔ اس نے چند ساغر متواتر پیے اور نشہ ہوا دل نے بوسہ یار کی خواہش کی۔ ناصر کا دامن پکڑ کر بولی: "کیوں صاحب' تم ہم کو چھوڑ کر چلے آئے۔ اچھا اب اٹھو اور خدمت خداوند میں چلو۔" ناصر نے ہنس کر کہا: اطاعت اس شہزادہ والا قدر کی اختیار کرو۔ ورنہ ہم کو اپنا دشمن سمجھو۔ اے ادب وفا تو نے بڑا غضب کیا کہ خداوند باختر کو میرے سامنے برا کہا۔ اگر اس سے تجھ کو انکار ہو گا تو وہ بد روز میرے ہاتھ سے دیکھے گا کہ خواب عدم میں بھی آرام نہ پائے گی۔ یہ تو بتا کہ اتنے بڑے لے خداوند بھی دیکھنے میں بھی آئے تھے۔ ان میں تو نے کیا برائی دیکھی جو ان لچے مسلمانوں کا ساتھ دیا۔"

ناصر نے کہا: "او قحبہ دور ہو' کاہے کی کجی ہے جا نہیں تو سزا اپنی کنار میں دیکھے گی۔"

اس ڈانٹنے سے یہ ساحرہ جھلا کر اٹھی اور کچھ افسوں پڑھ کر دستک دی کہ ناصر کمر تک زمین میں دھنس گیا۔ امیہ عیار نے یہ ماجرا دیکھ کر کہا: "اے ملکہ! پرائے گھر میں آ کر فساد کرنا اچھا نہیں۔ ہم آپ کو مہمان سمجھ کر طرح دیتے ہیں۔"

اس نے کہا: "تم اس مقدمہ میں نہ بولو۔"

شہزادے نے فرمایا: "اچھا تو نے شہوت پرستی کا جھگڑا نکالا جادوگر ہو' تمہیں قتاری جائے گی۔"

یہ کہہ کر تیغ پر ہاتھ ڈالا۔ نازک چشم نے کچھ سوچ کر سحر پڑھا ڈمر تشتن سے نکل آیا اور کہا: "آج میں جھگڑا کرنے نہیں آئی تھی صرف سمجھانے آئی تھی۔ پھر ظاہر ہوا کہ تم مسلمانوں کا سحر اس پر کارگر ثابت ہو گیا۔ یہ یوں نہ مانے گا۔ یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل کر چل چاہا کہ اڑ کر جاؤں مگر آمادگی لشکر اسلام اور کیفیت چراغاں آبادی بازاراں دیکھ کر خواہش بڑھی۔ دل میں سوچا کہ خیمہ میں جی گھبرائے گا۔ یہ آمادگی بھی دیکھ لوں۔ آخر سیر کرتی ہوئی چلی۔ امیہ عیار اس کے پیچھے آیا تھا۔ اس کو جاتے دیکھ کر ایک ساحر کی سی صورت بن کر پچھلے سمت لشکر کفار گیا اور ادھر سے دوڑتا ہوا اس کے سامنے آیا اور کہا: "اے ملکہ! میں ملازم سوفار جادو ہوں۔ انھوں نے آپ کے یہاں آنے کی خبر سن کر مجھ کو بھیجا ہے۔ اور کہا ہے کہ جو ملک فوج وسپاہ ہو وہ اسی طرح آئے۔ پس مجھ کو روانہ کیا کہ اگر کچھ فساد ہو تو آپ کی مدد کروں۔"

نازک چشم نے کہا: "مجھ سے کون ایسا ہے جو فساد کرے گا۔" غرض کہ دونوں باتے چلے۔ راہ میں ایک مقام دیکھ کر امیہ نے خاصدان نکالا اور اس کو وا کر کے ملکہ سے کہا: "مجھ کو پان کھانے کی بہت عادت ہے۔ آپ بھی نوش فرمائیے راہ میں سوائے اس شغل کے کیا ہے۔" ملکہ نے ایک گلوری لے کر اس کے کہنے سے کھائی فوراً بے ہوش ہو گئی۔ امیہ پشتارہ باندھ کر اس کا سامنے شہزادہ نوبادبہر کے لایا۔ شہزادے نے کہا: "آج شب اس کو قید رکھو۔" امیہ نے پشتارہ سے نکال کر اس کو ستون سے باندھ دیا۔ مگر بے ہوش رکھا کہ بھاگ نہ جائے چنانچہ رات بھر بحفاظت تمام رکھا۔ جس وقت زاہد خورشید مشرق سے باہر آیا۔

امیر مع سرداران کے مسجد کے پاس تشریف لائے اور بعد فراغت اطاعت رب اکبر دربار میں دیکھا تو عنبر جناب آصف بن برخیا پر جلوہ فرما ہے۔ بادشاہ اسلام بھی برآمد ہوئے اور تخت سلیمانی پر بیٹھے۔ دربار کا نقارہ بجا۔

تمام سردار حاضر ہونے لگے۔ شہزادہ نورالدہر مع ناصر دربار میں آئے ناصر نے نذر دلوائی۔ دنگل اس کو ماتحت نور الدہر اسی ذیل میں کر زیادے دے کر سرداران جمل بیٹھے ہیں عنایت ہوا اور شہزادہ اندر چہل ستون کے دنگل گوہر نگار پر متمکن تھا اس وقت امیر پچھاوہ ساحر کا لایا۔ امیر حسب اتفاق آج بارگاہ شاہی میں بیٹھے تھے۔ ساحر کو دیکھ کر حکم دیا: "ستون سے باندھ کر ہوشیار کرو اور دعوت با اسلام کر کے ٹھکانے لگاؤ۔"

امیہ نے باندھ کر کے حسب الحکم ہوشیار کیا۔ لیکن بجنے والی۔ اس نے بھی سوتن زبان میں تہ دیا تھا۔ بس احمد کی معجب آنکھ کھلی اپنے تئیں بندھا دیکھا اور شاہ اسلام کی تخت سلطنت پر جلوہ گر پایا۔ دیکھتے ہی بنگلو غضب گھورنے لگی۔ امیر نے سوال اسلام لانے کا کیا کہ اس نے سحر پڑھا۔ بند جس سے بندھی تھی جل گئی اور یہ رہا ہو کر پکاری: "معلوم ہوا یوں ہی عیار کے بھروسے پر تم لڑا کرتے ہو۔" یہ کہہ کر سحر پڑھ کر دھواں بنی اور اڑ کر بلندی پر گئی وہاں سے اک ناریل بارگاہ میں مارا شعلہائے آتش نشن سے نکل کر سرداروں پر چلے۔ امیر نے اسم اعظم پڑھا کہ وہ شعلے بجھ گئے پھر اس نے ایک پیکان سحر مارا وہ بھی برکت اسماء الٰہی جل گیا اور امیر بھی دنگل سے تیر بھر کر کمان میں ہوستہ کر کے پکارے: "ہاش او تجہ کہاں جاتی ہے۔" نازک چشم نعرہ سن کر خائف ہوئی اور اڑ کر چلی گئی۔

* * *

• ملکہ نازک چشم

بارگاہ لقا میں بختیارک کہہ رہا تھا: "رات گزر گئی اور ملکہ نہ آئیں کسی کو بھیجنا چاہیے۔" یہی فکر تھی کہ یہ جا کر پہنچی اور سارا ماجرا گزشتہ بیان کر کے دنگل پر بیٹھی بختیارک نے تیل ماش منگا کر اس پر سے اتارے۔ نازک چشم ہنس پڑی۔ اس نے کہا: "بختی کیا ہو' بڑی خیر گزری۔ وہاں کا گیا کوئی پھرتا نہیں۔ اس جگہ کا جانا' ملک عدم کا سفر ہے وہ لوگ بڑے زبردست ہیں۔ کون ان کے برابر ہے۔ تم واقعی نصیب کی اچھی ہو' جو پھر آئی ہو۔"

یہ کلام سن کر نازک چشم غضب ناک ہوئی اور بولی: "ملک جی' میں ابھی حمزہ کو مع اس کے لشکر کے غارت کیے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اٹھی اور اپنی بارگاہ سے ایسا سحر پڑھا کہ راستہ بارگاہ کا ہر طرف سے بند ہو گیا۔ یعنی جو کوئی قصد آنے کا کرے تو تاریکی معلوم ہو۔ ادھر نہ آ سکے۔ بعد اس بندوبست کے خوں خنز سے ہٹا کر چوکا دے کر زمین کو لیپ کر بیٹھی اور گوگل دھوپ وغیرہ جلانے لگی۔ سحر آغاز کیا۔ پھر آرد ماش کے دو اژدہے بنائے اور ایک جانور بنایا۔ جانور سے کہا: "تو سر حمزہ پر جا کر چکر لگا کر اور پکار کر کہہ میں تیرے قتل کرنے کو اے حمزہ آیا ہوں۔ وہ یہ سن کر اسم اعظم پڑھے گا اور میں بند کر لوں گی۔" جانور یہ حکم سن کر جاندار ہو کر اڑا اور سمت لشکر اسلام گیا۔

بعد اس کے اس نے اژدہوں کو حکم دیا کہ تم بھی جاؤ اور لشکر اسلام کا تمام کا کام تمام کرو۔ اژدہے بھی غائب ہو گئے اور یہ بھی بیٹھے بیٹھے زمین میں سما گئی اور لشکر اسلام کی جانب چلی۔ اہل اسلام غافل اترے ہوئے تھے کہ یکایک اژدہے کنارے لشکر کے پہنچے۔ شعلہ ہائے آتشیں منہ سے چھوڑنے لگے حرارت زہر سے زمین کانپنے لگی

اور مرد مان لشکر سب شدت گرما سے بیہوش ہونے لگے۔ ہنگامہ برپا ہوا اور خیموں بارگاہوں سے لوگ بھاگ کر طرف صحرا چلے۔ لیکن جدھر گئے اژدہوں کو قلاب آتشیں چھوڑتے پایا اور راہ کو بند پایا۔ صورتیں ان موذیوں سے ایسی پیدا کی تھیں کہ زہرہ آب ہوتا تھا سرطان فلک کا ان کے خوف سے دل پانی پانی ہوتا تھا۔ عقرب چرخ کو بعد ترس وہم اپنی جان کی نگہبانی کی پڑی۔

مغز سر میں حرارت آتش زہر سے لشکریوں کا کھولنے لگا۔ تمام صحرا جلنے لگا زمین تفتیدہ ہوئی اور گھاس جھلس گئی وہ آگ جو وہاں اژدہوں سے نکلی۔ اس قدر بڑھی کہ تمام لشکر اس نے گھیر لیا۔ اہل اسلام یہ والی ہدایہ قلنا یا نار کونی پڑھنے لگے۔ بعضے ان میں وقنا ربنا عذاب النار پڑھتے تھے۔ بارگاہ سلیمانی میں شاہ اسلام اور سرداران امیر جا کر ٹھہرے لشکری جہاں تک سما سکے جا کر وہیں پناہ گزیں ہوئے مگر ایک بارگاہ اور لشکر بہت بڑا ہزاروں باہر رہ گئے اور ہلاک ہوئے صدائے الغیاث و فریاد بلند ہوئی۔ امیر بارگاہ سے اسم اعظم پڑھ کر سحر دفع کرنے باہر نکلے۔ اس وقت ایک جانور آ کر گرد سر پھرنے لگا اور پکارا: "اے حمزہ میں تجھ کو مارنے آیا ہوں۔"

امیر نے اسم اعظم باواز بلند پڑھا، وہ طائر تو جل گیا۔ مگر پس پشت نازک چشم گھات میں لگی تھی۔ اس نے ایک جانور سرخ رنگ کا چھوڑا کہ اس نے آ کر گرد سر امیر چرخ مارا اور پھر کر نازک چشم کے پاس گیا۔ اس نے پکڑ کر شیشہ میں بند کیا اور پکاری کہ حمزہ بند کیا میں نے اسم اعظم اب لازم ہے۔ سرکشی کو چھوڑ کر خدمت خداوند میں حاضر ہوا اور سجدہ کر، ورنہ آج کی شب اور اتنا دن مہلت دیتی ہوں۔ دم سحر ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی اور چراغ ہستی بجھا دوں گی امیر کے گلے میں حرز ہیکل ہے اسی وجہ سے بے ہوش تو نہ ہوئے اسم اعظم بھولنے سے مبہوت کی طرح ہیں اس کو کچھ جواب نہ دیا اور آہستہ آہستہ چل کر بارگاہ میں چلے آئے۔

ادھر ساحرہ شیشہ لے کر بارگاہ لقا میں گئی۔ مگر ایک رات کی مہلت جو دے گئی ہے

اس وجہ سے لشکر اسلام کے لوگ مرتے تو نہیں ہیں لیکن مصیبت کبریٰ میں گرفتار ہیں۔ کوئی فرط عطش سے زبان دکھاتا ہے کوئی بیہوش پڑا ہے۔ ہوائے گرم نے برگ نہال حیات گرائے تھے غنچہ و دہن سبز نخل خضر طریق اس گرمی سے گل کی طرح مرجھائے تھے۔ ہر سمت شور و غوغا بپا تھا۔ کچھ بنائے نہ بنتا تھا

شعلے پیدا تھے پیرہن سے
چنگاریاں اڑتی تھیں بدن سے

زنبور کنول سے جل رہے تھے
پتھر سے شرر نکل رہے تھے

حالت جو سرشک کی بتر تھی
خستہ مژہ سے چشم تر تھی

مسدود تھی سیف کی روانی
قطرہ لب تیغ پر تھا پانی

تشنگی میں جن انس جل تھی
ہونٹوں پہ صدائے الاماں تھی

جو بارگاہ سلیمانی سے نکلتا تھا اسی آفت میں پھنستا تھا۔ ہرکارے دمبدم کی خبر لقا کو پہنچاتے تھے۔ ساحر خوشی کے مارے نعرے مارتے تھے۔ اس وقت نازک چشم جا کر پہنچی اور شیشہ اسم اعظم دکھایا۔ عرض کیا: "رات بھر حضور تامل فرمائیں صبح تک جتنے بارگاہ سلیمانی

میں چھپے ہیں۔ سب باہر نکلیں گے اور مسحور ہو جائیں گے۔ آپ لشکر چل کر سب کے سر کاٹ لیجئے گا۔"

لقا نے کہا: "یہی تدبیر ہم نے نوے ہزار سال پیشتر کی ہے کہ صبح کو تمام باغیوں کو قتل کریں گے۔ اس وقت جشن کیا جائے۔

"فی الجملہ حسب ارشاد ساقی و بادہ مطرب جمع ہوئے انجمن عیش مترتب ہوئی۔ تھاپ طبلے پر پڑی۔ صدائے مبارکباد بلند ہوئی۔ ملکہ نازک چشم سے بختیارک نے کہا: "شیشہ اسم اعظم اچھی طرح رکھو اور پھر بزم عشرت میں بیٹھو۔"

اس نے اپنی دختر ملکہ گلابی چشم کو شیشہ دے کر کہا: "اے فرزند مجھ کو اور کسی کا اعتبار نہیں۔ تم اس کو لے جاؤ شہنشاہ کے پاس پہنچا آؤ۔ میری طرف سے بھی تسلیم کہنا اور سارا حال لڑائی کا کہہ دینا۔"

گلابی چشم تخت سحر پر بیٹھ کر روانہ ہوئی۔ یہ تو ادھر سے چلی اور ادھر اہل اسلام جو آفت میں مبتلا تھے بلبلا کر درگاہ خدا میں استغاثہ کرنے لگے۔ رو رو کر خدائے پاک کو پکارتے تھے کہ ہم کو اس آفت سے بچا

پھر تو مانند پنجہ مرجان
ہاتھ اٹھا کر ہوئے در بیجان

اے مددگار بیکس و ناچار

اے طرفدار ہر غریب و یار

اے کشایندہ کار بستہ کے
ناخدا کشتی شکستہ کے

بیکسی پر مری تو رحم کر
بے بسی پر مری تو رحم کر

کون حامی یہاں ہمارا ہے
اک تیری ذات کا سہارا ہے

ہم ہیں در ماندہ دستگیر ہے تو
ہم ہیں بے دست و پا قدیر ہے تو

اس بلا سے ہمیں بچا یارب
پار بیڑا مرا لگا یارب

تیر دعا ان کا ہدف اجابت سے مقترن ہوا یعنی اتفاقات قضا قدر سے شہزادہ طاؤس جمہور جہاں سوز طرطوسی تیرزن پسر خواندہ' میر لشکر میں نہ تھا۔ کئی روز سے دشت میں سیر صید افگنی کرتا تھا۔ گلابی چشم جو شیشہ لے کر چلی اسی دشت کی طرف سے ہو کر گزری۔ ایک نوجوان کو ہمراہ خیل سرتاباں دشت میں شکار کناں پایا مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلک اخضر پر ماہ درخشاں ہے یا برج سنبلہ میں مہر تاباں ہے۔

گلابی چشم دیکھتے ہی عاشق ہوئی اور تخت سے صحرا میں اتری سحر سے صورت اپنی ایک حسینہ کی بنا کر خراماں خراماں گلگشت کناں چلی۔ صدائے خلخال و پازیب سن کر دل جمہور کا ناشکیب ہوا اور نگاہ اٹھا کر دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ آفتاب محشر جلوہ کناں ہے اس حور طلعت کے مقدم سے دشت گلزار جناں ہے آنکھیں اس آہوئے بیشہ رعنائی کی غزالاں دشت چیں کا مات بتاتی ہیں۔ ابروئیں تیر مژگان سے صید دل کو نشانہ بناتی ہیں رخسار نازک سے گلہائے صحرا پژمردہ ہیں۔ دہن تنگ کے روبرو غنچہ شرمندہ۔

جمہور بھی ایسی صورت زیبا کو دیکھ کر فریفتہ ہوا اور پکارا:"

دشت میں آمد بہار ہے آج
چشم نرگس کو انتظار ہے آج

وہ نکہبدنش شرما کر مسکرائی اور چھل چھل پاس آئی' جمہور نے ہاتھ پکڑ لیا اور اظہار عشق کر کے اپنے ہمراہ لے کر اسی جگہ آیا جہاں خیمہ زربفتی استادہ تھے۔ سائبان باسلک گوہر کھنچا تھا۔ سامان عشرت و نشاط مہیا تھا وہاں مسند زرنگار پر دونوں گیا برج سنبلہ میں آفتاب و مہتاب آ گئے۔ شہزادے نے کشتی شراب کھینچ کر آگے رکھی۔ جام لبریز کے اس پری چہرہ کو دیا۔ اس نے بیک جرعہ در کشید کیا۔ پھر اس نے ساغر بھر کر شہزادے کے سامنے پیش کیا۔ شہزادے نے پوچھا: "آپ کا نام نامی اور اسم گرامی کیا ہے اور اس دشت کو قدم گلرنگ سے رشک ارم بنانے کیا باعث ہوا۔ اسی ساحرہ نے مسکرا کر کہا: "نصیب تیرا اے شخص یاور ہوا' جو مجھ ایسی ساحرہ دختر ملکہ نازک چشم کے دل پر تیرے عشق کا اثر ہوا۔ اب تمام عالم زیر فرما تیرے کروں گی۔ شہ جاوداں کا ہمسر بنا دوں گی۔ مادر نے میری اسم اعظم حمزہ بند کر کے اژدہائے سحر سے تمام لشکر اسلام غارت کرنا چاہا ہے اور مجھ کو شیشہ اعظم دے کر طلسم بھیجا ہے۔ بس جب اہل اسلام میری مادر کے ہاتھ سے مارے جائیں گے خداوند باختر یعنی لقا ہم لوگوں کو وہ مرتبہ کریں گے کسی پیغمبر ایسا مرتبہ نہ کیا ہو گا۔

شہزادے نے جب ماجرائے جنگ وغیرہ سنا چاہا کہ اس قحبہ کو واصل جہنم کرے لیکن عقل سلیم نے مشورہ دیا کہ ساحرہ ہے اگر غصہ جتاؤ گے تم کو بھی مسحور کرے گی۔ لازم ہے اس سے باشتی پیش آؤ اور نرمی کر کے عشق جتاؤ۔ پس یہ سوچ کر ہنسا اور کہا: "اے ملکہ نصیب میرا' جو تمہارا ادھر آنا ہوا۔"

یہ کہہ کر گردن میں باہیں ڈال دیں۔ وہ شہوت پرست بھی لپٹ گئی۔ شہزادے نے اس کو وہیں لٹایا اور آپس میں ساقوں کو گانٹھا۔ پھر ایک ہاتھ منہ پر پیار کے جی سے رکھا

اور دوسرا گردن پر رکھ کر اس زور سے گلا دبایا کہ آنکھیں نکل آئیں۔ ہر چند تڑپی اور چاہا سحر پڑھے لیکن ہاتھوں میں پڑی تھی اور منہ بند تھا کچھ نہ کر سکی۔ آخر روح نجس نے کسی اور طرف سے راہ نکلنے کی نہ پائی منفذ اسفل کی طرف سے سمت جہنم روانہ ہوئی شور دار و گیر برپا ہوا۔ بڑی دیر تاریکی رہی صدا آئی: "مارا گلابی چشم جادو گر' کل 195 برس کی عمر تھی ہنوز جوان بھی نہ ہوئی تھی۔ ارے بیدرد تو نے بڑا غضب کیا کہ اس نے کوئی پھول باغ عشرت سے بھی نہ چنا تھا ہراساں و شادی ماری گئی۔ بعد ہنگامہ برطرف ہونے کے شہزادے نے شیشہ اس کی جھولی سے نکال کر توڑ ڈالا۔ لشکر اسلام میں سب مصروف دعا تھے کہ امیر کو اسم اعظم یاد آ گیا اور بارگاہ سے نکلے اور سوار ہو کر بہت جلد قریب اژدہوں کے گئے اور اسم اعظم پڑھ کر دم کیا کہ وہ نابود ہو گئے بالکل وہ حرارت موقوف ہوئی جو لوگ کہ بیہوش پڑے تھے۔ ان پر اسم اعظم پڑھ کر دم کیا کہ وہ ہوش میں آ گئے۔"

اس عرصہ میں جمہور شکار گاہ سے آیا اور امیر سے سب حال کہا۔ ہر ایک خوش ہوا اور امیر دربار میں آ کر بیٹھے۔ ہر ایک خلائق شاد بدستور سابق اپنے اپنے کام میں مصروف ہوا۔

ہر کارے لقا کے جو دمبدم خبر پہنچاتے تھے۔ یہ سب خبر لے کر گئے اور عرض پرداز ہوئے کہ ملکہ گلابی چشم اثنائے راہ میں جمہور کے ہاتھ سے ماری گئیں۔ لشکر اسلام پر سے وہ آفت دفع ہوئی۔ اب سب راحت پذیر ہیں۔ بختیارک یہ سنتے ہی پکارا: "صلوٰۃ بر محمد و لعنت بر لقا کیوں' ملکہ کچھ خوش ہوئیں تم نے اقبال مسلمانوں کا دیکھا۔"

نازک چشم خبر مرگ دختر سن کر رونے لگی۔ آخر سب نے سمجھایا: "اے ملکہ صبر کرو خداوند کی مشیت میں کیا چارہ ہے۔"

لقا نے کہا: "اے بندی قدرت تو نے ناصر کے لیے اسم اعظم بند کیا تھا کچھ ہمارے واسطے نہیں کیا تھا۔ ہمکو یہ ناگوار گزرا تیری دختر کو ہم نے قتل کرایا۔ اب اگر ایسا کرے

کی اور سوا ہمارے اور کی خاطر سے ہمارے بندوں کو قتل کرنا چاہیے گی تو ہم تجھ کو بھی غارت کر دیں گے۔ کیونکہ یہ بند گان مخصوص ہمارے پیارے بندے ہیں۔ جو کوئی ان مسلمانوں کو ستائے گا تو برباد ہو جائے گا۔ خیر ہم تیری دختر کو بروز تو روز زندہ کر دیں گے۔ فی الحال ہمارے لیے ان مسلمانوں بندوں کو قتل نہ کرنا۔"

نازک چشم یہ کلمات سن کر خداوند کے قدم پر گری اور عذر خواہ ہوئی: "بے شیک میں گنہگار ہوں اب ناصر کو بھی کبھی یاد نہ کروں گی۔"

لقا نے اس کی دلجوئی اور دلداری کی۔ یہ وہاں سے روتی ہوئی اپنی بارگاہ میں آئی اور سیاہ پوش ہوئی مگر تیاری سحر وغیرہ کرنے لگی۔ فی الجملہ کچھ دنوں اس ساحرہ کو معروف ماتم اور سحر خوانی دیکھیے اور حال خسران مال افراسیاب بدسگال سنیے۔ راوی کا بیان ہے کہ بعد مرنے قہر چہار چشم کے شاہ جادواں مست دور متفکر ہو رہا تھا کہ ناگاہ دو طائر سحر سامنے آئے دونوں کی گردن میں نامے بندھے تھے۔ شہنشاہ نے وا کر کے پڑھے ایک نامے میں لکھا تھا: "اے شہنشاہ آپ غافل بیٹھے ہیں اور عمرو مخمور مست طلسم کو کیے جاتے ہیں۔ اب قریب ہے کو منزل مقصد پر پہنچیں آپ کو ان کی خبر لینا چاہیے۔ عریضہ برادر مصور جادو دوسرے نامے کا مضمون یہ تھا: "اے بادشاہ بادشاہان ساحران کنیز آپ کی صنعت سحر ساز کو اس لونڈی کو حضور نے عہدہ وزارت عنایت فرمایا ہے اپنے ملک سے بہر استقبال گاقان جناب حاضر ہوئی ہے امیدوار ہے کہ اس کا اجازت حرب عنایت ہو۔"

چنانچہ دونوں عریض کو پڑھ کر افراسیاب بہت خوش ہوا اور جواب تحریر کیا۔ پہلے خط کے جواب میں یہ لکھا:

میں کوکب سے ڈرتا نہیں اگر عمر و مخمور جائیں گے میرا کیا ہو گا۔" خیر تمہارے لکھنے سے میں ایک نامہ کوکب کو لکھوں گا۔ عجب نہیں جو باغیوں کو گرفتار کر کے بھیج دے اور ان کا شریک نہ ہو۔"

یہ لکھ کر طائر کے گلے میں باندھا اور وہ روانہ ہو گیا پھر دوسرے خط کا جواب لکھا۔"

اے ملکہ صنعت تمہارے آنے سے بہت خوش ہوا اچھا جاؤ‘ حیرت سے پوچھ کر تمام نمک حراموں کا کام تمام کرو۔"

یہ نامہ بھی طائر کے سپرد ہوا۔ فی الجملہ دونوں طائر جا کے اپنے مالکوں کے پاس پہنچے۔

ایک تو نامہ پڑھ کر چپ ہو رہا اور صنعت نے جواب پا کر کوچ کیا۔ اپنے لشکر کے تین حصے کیے ایک حصہ فوج سالار جادو نامی اپنے سپہ سالار کو دے کر مثل ہراولوں کے آگے روانہ کیا اور دوسرا حصہ لشکر کا اور سردار کو دے کر پیچھے سپہ سالار کے بھیجا۔ پھر بقیہ فوج کو مثل مور و ملخ کے اپنے ہمراہ لے کر کوچ کیا۔ اس طریق سے لشکر چلا کہ ایک لشکر کا سرا دوسرے لشکر سے ملا تھا۔ سپاہ کا حساب حد و انداز سے باہر تھا۔

القصہ پہلے سالار جادو قریب لشکر حیرت پہنچا۔ طائران سحر نے خبر ورود لشکر حیرت کو دی۔ ملکہ نے سرداروں کو حکم دیا: "بہر استقبال جائیں۔"

سردار مصروف تیاری ہوئے۔ لیکن اس بارگاہ میں جو جاسوس لشکر مہ رخ موجود تھے۔ سب خبر دریافت کر کے حاضر خدمت ملکہ موصوف ہوئے اور بعد دعا و ثنا کے آنا لشکر صنعت بیان کیا۔

مہ رخ اس کے آنے کی خبر سن کر لرز گئی۔ رنگ رخ زرد ہوا گھبرا کر کہا: "خدا خیر کرے۔"

برق فرنگی نے کہا: "اے ملکہ! تم گھبراؤ نہیں میں جا کر اس صنعت کے لشکر کو دیکھتا ہوں اور اس کی اچھی طرح سے خبر لیتا ہوں۔"

مہ رخ نے کہا: "تمہارا جانا بہتر نہیں‘ وہ بڑی زبردست ہے۔"

برق نے کہا: "ہمارے نزدیک سب پست ہیں خدائے تعالی زبردست ہے۔ یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ راہ میں ضرغام عیار ملا اس سے سب حال بیان کر کے کہا: "میں عیاری کو جاتا ہوں تم بھی خبر رکھنا۔"

یہ کہہ کر چلا۔ ضرغام بھی دوسری راہ سے اس کے پیچھے ہوا۔ برق جب صحرا میں پہنچا دیکھا کہ زیر دامن کوہ جھنڈے گڑے ہیں‘ تنج پڑے ہیں۔ دور تک خیمہ و بارگاہ

خرگاہ آراستہ ہیں۔ مارِ ترش اور سب چوبے استادہ ہیں۔ طلایہ پھرتا ہے کوتوالی چبوترا بنا ہے۔ دوکانیں لگی ہیں پلٹنیں اتری ہیں اہل حرفہ و پیشہ مغلیا و برایا کا ہجوم ہے۔ ساحروں کی کثرت سے ہر سمت دھوم ہے۔ برق ایک ساحر کی ایسی صورت بن کر داخل لشکر ہوا اور ایک شخص سے پوچھا: "بھائی میں رہنے والا فوج حیرت کا ہوں ناواقف ہوں۔ تم بتاؤ کہ یہ لشکر کس کا ہے اور ملکہ صنعت کو کون سا خیمہ ہے۔"

اس نے جواب دیا: "اے شخص! یہ لشکر سالار جادو سپہ سالار لشکر کا ہے اور اس لشکر کی کیا حقیقت ہے اسی سے ملا اور ایک لشکر پیچھے اس لشکر کے آتا ہے۔ اس لشکر کے بعد لشکر ملکہ صنعت کا ہے۔ یہاں سے تا گنبد نور فوج ہی فوج ہے۔ اتنا بڑا مجمع ہے۔"

برق تو یہ کھڑا پوچھ رہا ہے اور سالار جادو اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا ایک صندوقچہ سحر کا سامنے اس کے رکھا تھا۔ اس کو وا کر کے دیکھ رہا ہے کہ ناگاہ ایک صندوقچے سے چمکل نکلی اور آفتاب ایسا چمکا کہ روشنی ہوئی۔ اس روشنی میں صدا آئی اے سالار ہوشیار ہو کر برق عیار آ پہنچا۔

یہ سن کر اس نے ایک ساحرہ کو حکم دیا: "جاؤ برق فرنگی عیار بازار لشکر میں کھڑا ہو اس قطع کے شخص سے باتیں کر رہا ہے۔ اس کو بلا لاؤ۔" ساحرہ حسب الحکم برق کے پاس آئی اور عرض کیا: "ہمارے میاں نے آپ کو بلایا ہے۔"

برق یہ سن کر پہلے تو گھبرایا پھر یہ سوچا کہ چلو تو سہی خدا مالک ہے۔"

غرض ہمراہ اس ساحرہ کے خیمہ سالار میں آیا۔ دیکھا اندر خیمہ کے شیشہ آلات سجا ہے۔ فرش مکلف بچھا ہے میز کرسی دنگل وغیرہ آراستہ ہیں۔ آبدار خانہ سے خانہ کے مقام پیراستہ ہیں ہزار ہا ساحر دروازہ پر بعجلت خدمتگاری و با امید بابیابی کھڑا ہے۔ سامان سلطنت ہے۔ بڑا کارخانہ ہے۔ ایک دنگل زرنگار پر سالار بیٹھا ہے روبرو صندوقچہ سحر رکھا ہے اس میں پانی بھرا ہے یہ اکیلا بیٹھا ہوا اسی صندوقچہ کو دیکھ رہا ہے۔ برق نے جا کر سلام کیا۔ اس کو دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ صندوقچہ بند کر کے الگ رکھا دیا اور برق

کا ہاتھ پکڑ کر بڑے تپاک سے کرسی پر بٹھایا۔

فی الجملہ برق کے لیے سامان تواضع و مدارت مہیا ہوا شراب و کباب ہنگیا۔ جلسہ چنگ و رباب دکھانے کا ارادہ کیا اس خاطر داری کے کیا ہوا: "اے برق میں نے آپ کو یہاں آنے کی اس تکلیف دی کہ آپ مرد مردانہ اور شیر فرزانہ ہیں جو کچھ میں کہوں گا فی الجملہ آپ جا کر ملکہ مہ رخ کو سمجھا دیجیے کہ آج تک جو ساحر آیا اور آپ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ سمجھ لیجیے کہ وہ اسی طرح کا لڑنے والا تھا۔ شہنشاہ کو تم سب کلفارت کرنا منظور تھا۔ ہمیشہ کی پرورش اپنی یاد فرما کر رعایت فرماتے تھے مگر ناچکیا مجبوری ملکہ صنعت سحر ساز جادو نے اپنے وزیر کو بھیجا ہے پس ملکہ عالم سے لڑنا شاہ جادوان سے مقابلہ کرنا ہے۔ بھر مور ضعیف چیل و ماں سے کہیں لڑ سکتی ہے اور پروانہ جان بھی دے جب شمع کو کو نہیں بجھا سکتا کیونکہ کہاں کیونکہ کہاں ملکہ صاحب اور کجا لشکر مہ رخ۔ آفتاب اور ذرہ کا سامنا یہ سمجھ کر میں شمہ بھی ملکہ موصوف کی زبردستی بیان نہیں کر سکتا

شہ ساحران صنعت سحر ساز
کہ ہے آج شاہی میں وہ سرفراز

خداوند اورنگ کشور ستان
سرافراز جادوگراں جہاں

کسی کو ہو کب دعوی ہمسری
کہ ہے وقت کی اپنے وہ سامری

نہیں ساحران جہاں کی مجال
کریں سامنے اس کے کچھ قیل و قال

عامل مرام اے برقاقم سمجھا کر اپنی ملکہ کو ہلاک ہونے سے بچاؤ اور خیر اگر وہ لڑنے سے باز نہ آئے تو اپنی جان آپ دے گی۔ تم میرا اتنا کہنا مانو کہ عیاری کرنے نہ آؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی منع کر دینا کہ وہ بھی جسارت نہ کریں ورنہ روز بد دیکھیں گے۔ اگر ہزار جان لے کر ہمارے لشکر میں آئیں گے ایک بھی سلامت نہ لے جائیں گے۔

برق اس تقریر دراز کو سن کر ہنسا اور دل میں سوچا کہ یہ کہاں کے ہمارے دوست مہربان ہیں' جو اس وقت مشفق ناصح بن کر کتاب پند نامہ پڑھتے ہیں۔ ظاہر ہوا کہ ازحد بیوقوف بد تراز عقل خواں ہیں۔ خیر لازم ہے کہ ان کو اور زیادہ بیوقوف بناؤ اور نشانی لے کر یہاں سے اپنا راستہ لو۔ پھر جیسا ہو گا سمجھ لیں گے۔ یہ تجویز کر کے گویا ہوا: "اے مہربان واقعی آپ نے جو کچھ فرمایا سراسر بہتر اور عین مصلحت ہے خالی از صواب آپ کا ارشاد نہیں۔ میں اپنے امکان بھر مہ رخ کو فہمائش کروں گا اور جنگ سے باز رکھوں گا اور عیاروں کو مانع ہوں گا۔ الحق ایسا دوست مشفق تراز برادر مجھ کو کہاں ملے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ اتنے ساحر آئے۔ مگر یہ دوستی کسی سے نہیں کی جو کچھ جناب نے مہربانی با شکستہ نادیہ حال کی نسبت فرمائی۔"

سالار اس کی گفتگو سن کر پھول گیا اور کہا: "اے برق آپ بڑے دانشمند ہیں میں تمام عمر آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا اور ملکہ سے کہہ کر بڑا رتبہ کراؤں گا۔"

برق نے کہا: "یہ آپ کی عنایت ہے۔"

غرضیکہ اسی گفتگو میں اتفاق سے سالار کو پیشاب کی احتیاج ہوئی اٹھ کر چوکی پر گیا۔

مگر کہتا گیا آپ تشریف رکھیے میں حاضر ہوتا ہوں۔"

برق سمجھا کہ یہ تو مسخرا ہے تم اپنا کام کرو۔ یہ سمجھ کر اٹھا اور وہی صندوقچہ جو سامنے سحر کا رکھا تھا اٹھایا۔ پہلے تو سمجھا تھا کہ کچھ آفت اس سے ظاہر ہو گی۔ مگر دیکھا تو اسی طرح بند ہے کچھ ضرر نہیں پہنچا ہے۔ معلوم ہوا کہ جب یہ کلید سحر سے کھلے اور جس ترکیب سے سحر پیدا ہوتا ہے وہی تدبیر کر دی جائے تو اس میں سے سحر پیدا

ہو کر کام دے۔ پس یہ لے کر اس کو خیمہ کو بااعزاز بلایا تھا۔ یقین ہے کہ صندوقچہ دیا ہو گا۔ یہ سوچ کر کسی نے نہ روکا۔ یہ نکل کر جب لشکر کے کنارے پہنچا۔ اس وقت سالار رنجی پر سے آیا۔ برق کو نہ دیکھا۔ پہلے تو افسوس کیا کہ ہائے یہ عیار بدقسمت تھا جو چلا گیا' نہیں تو میں بہت کچھ دیتا جب افسوس کر چکا۔ غور جو کیا تو صندوقچہ سحر بھی نہیں۔ پھر بوکھلایا اور بدحواس ہو کر باہر آیا پکارا: "وہ لے گیا۔"

ملازمین بھی کچھ اس جملہ کو نہ سمجھے مگر اس کے کلام کی پیروی کرنے لگے۔ یعنی سب یہی کہنے لگے: "ارے وہ لے گیا ارے وہ لے گیا۔" کوئی یہ نہیں کہتا کہ صندوقچہ لے گیا۔ سالار جدھر دوڑا جاتا ہے اسی طرف سب جاتے ہیں اور "لے گیا لے گیا" کا غل مچاتے ہیں۔

برق نے جو غلغلہ سنا جلد لشکر سے باہر نکل گیا اور وہ مقام کوہستان تو تھا ہی' یہ ایک درہ کوہ میں جا کر چھپ رہا۔ وہاں بھی غل سن رہا ہے: "لینا گھیرنا گرفتار کرنا۔ غلام نے بڑا غضب کیا کہ لے گیا۔"

یہ تو غار میں مخفی ہے کوہ کے مگر ضرغام سے جو کہہ آیا تھا وہ بھی اس کے پیچھے لشکر میں آیا تھا۔ اس نے بھی یہ ہنگامہ دیکھا اور برق کو بھاگتے صندوقچہ لیے دیکھ کر اس کو بھی دل لگی سوجھی اور سوچا کہ یہی موقعہ ہے اس بیوقوف سپہ سالار لشکر کے مار ڈالنے کا۔ یہ سمجھ کر اپنی صورت تنہائی میں جا کر برق کی ایسی بنائی اور ایک طرف سامنے سے ساحروں کے بھاگ کر چلا۔ سالار نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "تو میرا صندوقچہ کیوں لے گیا۔ میں نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی' میں تو بلکہ ارادہ رکھتا تھا کہ تجھے زروگوہر کے کئی صندوقچے دوں۔ اب اس صندوقچہ میں جو تو لے گیا ہے کچھ زروجواہر نہیں ہے صرف سحر کرنے کا ہے' وہ مجھے دیدے اور مجھ سے اس کے عوض سامان لے' میں تجھ کو ضرر نہ پہنچاؤں گا اور بہت کچھ دوں گا۔"

نقلی برق نے جواب دیا: "تو بڑا بیہودہ ہے کیسا صندوقچہ اور بافرض میں لے بھی گیا ہوں

تو کیا دینے کے واسطے لے گیا ہوں جا اپنا کام کر ہم جو لے گئے وہ لے گئے اب نہ دیں گے۔ سالار نے یہ سن کر ایسا سحر پڑھا کہ ضرغام کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور زمین نے ایسا فشار دیا کہ بے قرار ہو گیا اور کہا: "سالار کیا چاہتا ہے۔"

اس نے کہا: "صندوقچہ دے۔"

اس نے جواب دیا: "ایک شرط سے یعنی میں صندوقچہ غار میں ایک پہاڑ کے رکھ آیا ہوں۔ اگر تو اکیلا میرے ساتھ چلے تو دے دوں' کیونکہ ہم لوگوں کے رہنے کی وہ جگہ ہے اگر ہر ایک دیکھ لے گا تو برا ہے۔ اس لیے تجھ کو تنہا لیے چلتا ہوں۔

سالار نے یہ سن کر اس کو زمین سے چھڑایا اور بولا: "اچھا چل دے۔"

افسران لشکر نے عرض کیا: "یہ مکار ہے۔ آپ تنہا نہ جایئے۔"

سالار سمجھا کہ تو سپہ سالار ہے اگر جانے میں تامل کرے گا فوج کے سردار بظاہر تو مانع ہیں لیکن دل میں دیکھتے ہیں سب بودا جانیں گے۔" یہ سمجھ کر کہا: "نہیں میں جاؤں گا کیا میں کوئی حلوہ ہوں جو کھا لے گا۔"

ایک کہہ کر ساتھ ہوا۔ ضرغام اس کو لے کر کوہستان میں آیا اور اس حقارت زدہ کو اذیت دق کر کے مارنا منظور تھا بدیں سبب کہ یکایک بیہوش نہ کیا۔ لے کر چلا۔ اس کو جاتے دیکھ کر برق جو غار میں تھا۔ اس نے بھی دیکھا اور ضعیفہ کی صورت بن کر یہ بھی بطور مخفی ان کے پیچھے چلا۔

غرض جب کوس بھر راہ طے کی اس وقت سالار نے پوچھا: "اے برق وہ مقام کتنا سا ہے جہاں صندوقچہ رکھ آیا ہے۔ اگر وہ بہت دور تھا تو وہاں کہاں ہوتا کہ میں سوار ہو کر آتا۔"

ضرغام نے کہا: "میں کچھ نشہ میں تھا۔ جب صندوقچہ رکھنے آیا تھا۔ اب جگہ یاد نہیں آتی جہاں رکھا ہے' جس جگہ رکھا تھا اس جگہ کو بالکل بھول گیا ہوں۔ چلیے ڈھونڈتا ہوں اگر مل گیا تو مال آپ کا ہے نہیں تو مال ہمارا ہے' جب یاد آئے گا تب آ کر لے جائیں گے۔ اس وقت ہم دونوں مجبور ہیں۔"

سالار کو اس تقریر سے غصہ آیا کہا: "اگر صندوقچہ نہ دیا تو مار ہی ڈالوں گا۔"

ضرغام بولا: "ہاں یہ تو ہونا ہی ہے اگر نہ ملا تو مار ڈالنے کے سوا اور کیا ہے۔ اچھا چلئے تو آئیے سمجھ لیا جائے گا۔"

وہ ناچار تھوڑی دور اور گیا۔ پھر اس نے استفسار کیا اب کہاں ہے۔"

اس نے کہا: "آج مجھ کو چھوڑ دیجئے۔ میں اپنے گھر جاؤں کل میرے جب حواس درست ہوں گے تو آ کر ڈھونڈوں گا۔"

سالار نے غضب میں آ کر کہا: "اب کیوں باتیں بناتا ہے میں ایک گھونسا ماروں گا تیرا دم نکل جائے گا۔"

ضرغام نے ہنس کر جواب دیا: "چلو اچھا ہے میری جان گئی تمہارا مال گیا یہی سہی۔"

سالار گھبرایا کیا ہوا بھائی بتا دو' کیوں دق کرتے ہو۔"

ضرغام نے کہا: "اچھا اگر صندوقچہ لینا ہے تو چپکے چپکے چلے آؤ۔"

ناچار وہ پھر ساتھ چلا۔ جب کچھ دور گیا تھک کر بولا "میں کہیں تو نہ بتائے گا۔"

ضرغام نے کہا: "بتاتے ہیں مرا کیوں جاتا ہے۔"

اس نے کہا: "تو یوں نہ بتائے گا۔"

ضرغام نے کہا: "تو بھی یوں کہتا نہ چھوڑ گا جب تک کہ سزا نہ پائے گا۔"

سالار بولا: "بے شرف مار ڈالوں"

ضرغام نے کہا: "کیوں یہی بات ہے کہ ناک کاٹ لوں۔" سالار بہت ہی خفا ہوا۔ لیکن غرض بہت بری ہے جانتا ہے کہ اگر صندوقچہ نہ ملا تو ملکہ صنعت کہے گی کہ جاتے ہی حربہ کا چھوا دیا۔ فوج والے بھی ہنسیں گے کہ واہ ایک صندوقچہ نہ ملا اور لے نہ سکے۔ لہٰذا یہاں سے خالی ہاتھ پھر کر جانا بڑی غیرت کی بات ہے۔ جس طرح بنے لینا چاہیے۔ یہ سوچ کر پھر کچھ میل کی باتیں کرنے لگا اور کہا: "بھائی آخر وہ تم کیوں نہیں دیتے ہو' مجھ سے جو کچھ کہو' میں وہ دوں اس صندوقچہ کے لینے سے تمہارا کچھ بھلا نہ ہو گا۔"

ضرغام نے کہا: "ارے میاں دینے ہی کے لیے تمھیں لائے ہیں یا اور کسی کام کو مرد آدمی ہم خود حیران پھر رہے ہیں۔ چلو ڈھونڈھے دیتے ہیں گھبراتے کیوں ہو۔"

غرض اسی طرح اس کو لیے لیے کوسوں کا چکر دیا کہ پاؤں اس کے سوجھ گئے تھے تھک کر بیٹھ گیا۔

ضرغام نے کہا: "آپ بھی تھک گئے اور میں بھی بہت ہلاک ہوا۔ اب آج معاف کیجیے کل میں خود آپ کے لشکر میں لے کر صندوقچہ آؤں گا۔"

یہ کہہ کر اٹھا کر چلا جائے۔ سالار کو تاب نہ آئی سحر پڑھ کر اس نے دستک دی کہ ضرغام کو پاؤں زمین نے پکڑ لیے اور وہی کیفیت جو سابق میں لاحق ہوئی تھی اب بھی طاری ہوئی۔

سالار نے جھولے سے سحر کے منقل آتش نکال کر کوئلے سلگائے۔ پھر خنجر کھینچ کر چلا کہ تیری بوٹیوں کے کباب لگا کر کھاؤں گا۔ یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ بوٹے کاٹے اس وقت برق جو بڑھیا بن کر چھپا ہوا تھا۔ سب ماجرا دیکھتا تھا۔ یکایک ایک صندوقچہ لے کر ظاہر ہوا اور غل مچاتا ہوا اس کی طرف چلا آگ لگاؤں تیرے صندوقچے کو۔ بھاڑ میں جائے موئے تو' جہنم کا کندہ ہو۔ میرے بچے کی جان ہے تو سب کچھ ہے تو نے میرے فرزند کو کیا سمجھ کر باندھا ہے۔ صدقہ کروں بھڑوے لے اپنا صندوقچہ لے تو۔"

ضرغام یہ باتیں سن کر پہچان گیا کہ برق ہے مگر سالار کے دھوکا دینے کو کہا: "غضب پڑے اس بڑھیا پر کم بخت صندوقچہ دیئے دیتی ہے۔ میں اپنی جان دیتا' صندوقچہ نہ دیتا۔"

سالار نے کہا: "یہ تیری کون ہے۔"

اس نے کہا: "ہم لوگ یہاں مسافرانہ وارد ہیں۔ یہ بڑھیا کوہستان میں رہتی ہے۔ ہم نے اس کو ماں کہا ہے جو لاتے ہیں اس کے پاس رکھواتے ہیں' یہ بھی ہم کو بیٹا پکار دیتی ہے اور جگہ رہتی ہے۔ اس وقت کسی کام کو نکلی ہوئی مجھ کو دیکھ کر صندوقچہ لائی ہے۔ میں جانتا کہ یہ دے دے گی تو اس کے پاس نہ رکھواتا۔"

اسی گفتگو میں بڑھیا نے قریب آ کر کہا: "ارے ظالم اپنا صندوقچہ لے۔"

سالار نے کہا: "یہ میرا صندوقچہ نہیں ہے۔"

بڑھیا نے کہا: "تو میرا گھر سامنے ہے، وہاں بہت سے صندوقچے رکھے ہیں تو اپنا چل کر پہچان لے۔"

سالار سمجھا کہ یہ عیار ہیں نہیں معلوم کتنا مال اس بڑھیا کے پاس رکھوایا ہو۔ ذرا چل کر دیکھو تو کہ کیا کیا ہے یہ سوچ کر بڑھیا کے ساتھ چلا اور ضرغام کو بھی ہمراہ لے لیا۔ سالار جو دو تھا وہاں آئے۔ بڑھیا نے کہا: "ادھر دیکھ وہ میرا گھر ہے۔"

اس نے پھر کر دیکھا۔ ضرغام پیچھے تھا۔ اس نے کمند ماری۔ یہ گھبرا گیا۔ بڑھی سامنے تھی منہ ادھر ہوتے ہی حباب بے ہوشی مارا کہ یہ چھینک مار کر گرا۔ بڑھیا یعنی برق نے سر کاٹ ڈالا۔ غل و شور تاریکی ہو گئی اور لاش اس کی بگولے اٹھا کر لے گئے۔

ضرغام و برق صندوقچہ لے کر بھاگے اور اپنے لشکر میں آئے۔ مہ رخ سے سب حال کہا۔ تم سردار سالار کے چکر دے کر پھر اپنے پر خوب ہنسے اور عیاروں کو خلعت دیا۔

* * *

کیا ہے۔

صنعت یہ سن کر خندہ دندان نما کیا اور انگڑائی لی۔ پھر آفتاب چمکا۔ اب جو دیکھا تو صنعت نہیں ہے۔ اس کے جانے کے بعد گھڑی بھر تک سب سردار سناٹے میں رہے پھر جو حواس درست ہوئے۔ مہ رخ سے کہا: آپ کو یہ بدحواسی نہ چاہیے۔ ایسی ایسی باتیں بہت سی آئیں گی۔ یہ سمجھ لو کہ افراسیاب سے بڑھ کر اس طلسم میں کوئی نہیں اس سے لڑنا پھر ہر ایک سے لڑنا کیا ہے۔

مہ رخ نے کہا: یہ اس کے سحر کا باعث تھا کہ ہم ششدر ہو گئے ورنہ جان دینے کو آمادہ ہیں، وہ مارا ماری کیا ہے اس کے ڈر سے نہ ڈریں گے۔ ہاں سحر میں اس کی برابری نہیں کر سکتے۔

برق نے کہا: خدا مالک ہے۔

یہ کہہ کر مصروف مے خواری ہوئے۔ ادھر جو اسیسان (ہر کارے) لشکر حیرت خیریت دریافت کر کے گئے اور بعد گزارش صفت شاہی ملتمس ہوئے: صنعت سے بارگاہ قائف میں ایسی گفتگو ہوئی اور سالار مارا گیا۔

ملکہ حیرت نے یہ خبر سن کر کہا: اب بڑی لڑائی ہو گی کیونکہ ملکہ صنعت، شہنشاہ سے کچھ کم نہیں ہے اور بزرگ ہے بادشاہ کی۔

یہ کہہ کر ایک نامہ خوردوں کی طرح لکھا۔ مضمون یہ تھا: اے ملکہ آپ بارگاہ قائف میں گئیں مگر میں ہمہ تن چشم براہ انتظار ہوں۔ یہاں نہ تشریف لائیں، لازم ہے کہ بغور ملاحظہ عریضہ قدم رنجہ فرمائیے۔

یہ نامہ طائر کو دیا کہ لے جائے۔ پھر سوچکر دو جادو گرنیوں کو دیا: تم جاؤ اور ملکہ کو باعزاز لے آؤ۔

جادو گرنیاں نامہ لے کر چلیں۔ ہر کارے لشکر مہ رخ کے خبر ان کے جانے کی لے کر اپنی بارگاہ میں گئے اور سب کیفیت بصد ادب بعرض بیان میں لائے۔ مہ رخ نے صنعت کا آنا سن کر کہا: خدا خیر کرے اب وہ آئے گی تو جنگ آغاز ہو گی۔

برق نے کہا: اے ملکہ: ہم بھی صنعت کی بارگاہ میں جاتے ہیں اور کچھ تدبیر کرتے ہیں۔

مہ رخ نے کہا: اے مہتر خدا کو مان کر ایسا قصد نہ فرمائیے۔

برق نے کہا: ہم مخبر فتح طلسم باز نہ آئیں گے جان جائے یا رہے۔

یہ کہہ کر اٹھا' مہ رخ کو تاب نہ آئی دو پتلے آدمیوں کے بزور سحر بنائے اور ان میں جیو بٹھا کر اتنا کہا کہ جاؤ بطور مخفی برق کے مدد کر ان کے حال کو دیکھ کر ہم کو مطلع کرتے رہو۔ پتلے اڑ کر عقب برق روانہ ہوئے۔ لیکن اب حال ملکہ حیرت اشتمال مسافر فراخ بادیہ ظلمات نور افشاں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

جب مسافران جادہ عجائبات بصد فرحت و سرور یعنی عمرو اور مخمور غار سے نکل کر روانہ ہوئے۔ آپ تو پیچھے اور جائے تو ملاحظہ کرتے جنگل بیابان کف دست میدان ہوتے مکان طے کرتے ایک صحرائے پرفضا کے قریب پہنچے۔

عمرو نے مخمور سے پوچھا: کوکب کا باغ سیب کتنی دور ہے۔

مخمور نے جواب دیا: خدا اس مرحلے سے بچائے تو آپہنچے ہیں۔ اس منزل سے گزر آگے جائے سرور ہے۔

یہ کلام کرتے جب اور آگے بڑھے دشت سبزہ زار نظر آیا سراسر اس بیشہ کو ثروت بہشت بریں پایا۔ دوب سفید رنگ گھٹنوں تک جمی تھی۔ تختہ سونے چاندی کی گنگا جمنی کیاری تھی۔ چشمہ پانی سے لبریز' نہریں طلائی بیڑا گروشت کی سرسبزی خضر کو نظر آئے۔ اس جگہ کے نقش سکونت پہ زہر کھائے۔ اگر زہرہ سے پانی کی صفائی سکندر دیکھے آب غیرت میں ڈوب کر کبھی آئینہ پر نظر نہ کرے۔ صورت گری مصور بہار سے نگار خانہ صحرا میں تصاویر بوقلموں گلہائے خوشرنگ کھینچی تھی۔ گلہا شگفتہ چمن کو رشک سے شرمندہ بناتی تھیں۔ گل بوٹے تختہ سے اس طرح اگے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ قالین گلدار کشمیری کوسوں تک بچھے تھے اور ابر بہاری کا شامیانہ زرنگاری بنا تھا۔ بجلی کا چمکنا جھالر کا مقیش مروارید کا ملنا معلوم دیتا تھا۔ درختوں کی بیلیں زلف سبز رنگاں دہر

کو شرماتی تھیں۔ بلبلیں پھولوں کی وہاں معشوقان چمن و چگل کو دہن دریدہ بناتی تھیں ساونی پھیلی تھی۔ کھلتا لگا تھا' بہار لالہ وگل نے دشت اخضر کو فلک مریخ بنا دیا تھا' آتش گل کا دھواں بلند تھا۔ سقف گردوں میں کاجل پار کر چشم رقاصہ فلک کو لگانا نہایت پسند تھا۔ ہر سمت کوہسار سے آبشار ہوتا جدول انہار کے کنارے سبزے کا لہلہانا عجب لطف دکھاتا تھا۔ وہاں کے خوشوں کو فلک مینا فام سنبلہ کی چوٹی سمجھ کر سر پہ چڑھانے کو سر جھکاتا تھا یا دامن پھیلا کر زیور زہرہ کے لیے موتی چننا چاہتا تھا۔

لہلہانا سبزہ نوخیز کا
اور چلنا باد عطر آمیز کا

ہر طرف بادصبا کا گھومنا
اور وہ سرو سہی کا جھومنا

چلنا مستانہ موج نسیم
ابر سے برسانا تھا در یتیم

گو ہوا میں چلنا مستانہ تھا
ابر میں انداز معشوقانہ تھا

شوخی ابر بہاری کیا کہوں
فرش گل پہ در نثاری کیا کہوں

ہر طرف سے تھا عیاں جوش بہار
ہر شجر پہ گل ہر اک پہ برگ و بار

مخمور نے عمرو سے کہا: یہ صحرائے پر فضا لائق دید ہے۔ مگر ٹھہرنا یہاں عقل سے بعید ہے۔ کیونکہ یہ سرحد طلسم کا صحرا ہے اور نخل سر جادو نام ایک ساحر یہاں رہتا ہے۔ اس جنگل کے آگے ایک تین ڈانڈے پر میری مادر گرامی قدرما سرار جادو نام رہتی ہے۔ اس کے مکان کے بعد بحر عملداری کوکب کی ہے۔ ماں میری مجھ سے سخت خفا ہے افراسیاب اپنا اس کو معتبر اور خیر خواہ جانتا ہے کہ سرحد پر اسی کو مقرر کیا۔ جب تک ماں میری راہ نہ بتائے گی طلسم سے نکلنا اور غیر طلسم میں جانا کبھی نہ ہو گا۔

کوئی تدبیر سوچیے اور میری ماں کو راضی کیجیے۔

یہ باتیں کرتے چلے تھے کہ داہنی جانب سے نعرہ کی صدا آئی اور کسی نے پکار کر کہا: اری او لگانت گیسوبریدہ، تو نے بڑا ستم ڈھایا جو اس دزد مکار گنہگار شاہ جاوداں کو یہاں تک پہنچایا۔ اب میرے ہاتھ سے بچنا دشوار ہے۔

عمرو نے جو یہ للکارنا سنا مڑ کر دیکھا۔ ایک ساحر فیل سر کو آتے پایا کہ چہرہ اس کا بالکل ہاتھی کا سا تھا۔ ناک مثل خرطوم کے لٹکائے دو دانت بھسونڈے سے ملے ہوئے منہ کے باہر سے چوڑی فولادی چڑھی، مثل دندان فیل بہت بڑے تھے۔ فیل فلک سامنے سے اس کے گریزاں تھا۔ اسد چرخ اس کی صلابت و شوکت سے بھاگ کر گوشہ افلاک میں پنہاں تھا۔

عمرو نے اس کو آتے دیکھ کر چاہا کہ بھاگے گلیم اوڑھ لے لیکن پاؤں پھول گئے۔ گھبرا گیا۔ اس نے سحر سے بے حس و حرکت کر دیا۔ مخمور نے بچالا کی ایک گیند سحر کا نکال کر مارا۔ فیل سر نے جادو پڑھ کر دستک دی کہ گیند الٹا پھر کر اسی کے لگا۔ مخمور کو ہوشیار کر کے کہا: کیوں اے شوخ چشم شہنشاہ نے تیرے ساتھ کیا برائی کی تھی جو تو عمرو کی شریک ہو گئی۔

مخمور نے جواب دیا: کیسا عمرو تو کیا بکتا ہے میں فرط محبت سے اپنی ماں کے پاس آئی ہوں اور اسی کو تلاش کر رہی تھی کہ تو نے گرفتار کر لیا۔ دیکھ تو موئے میری ماں

تیرا کیا حال کرتی ہے۔ تو نے مجھ کو بے وارثا سمجھا ہے۔

فیل سر یہ سنکر ہنسا اور کہا: او چھوکری مجھ کو دم دیتی ہے۔ اسے تیرا حلیہ سرکار سے جاری ہے۔ نامے ہم قاتلان صحرا اور مالکان درند کو پہنچ چکے ہیں کہ مخمور لیے ہوئے عمرو کو طلسم نور افشاں کی طرف جاتی ہے۔ جو کوئی اس کو پائے گرفتار کر کے لائے۔ سرکار سے انعام لے گا۔ الغرض تو اب نہ بچے گی۔ میں تیرا سر کاٹ کر لے جاؤں گا۔

مخمور نے کہا: اگر تو جانتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو الحمدللہ بیشک نور ایمان رکھتی ہوں' تجھ سے جو کچھ ہو سکے کوتاہی نہ کر خدائے ما بزرگ است۔

فیل سر اس کلام سے اور بھی زیادہ خفا ہوا اور دونوں کو گھسیٹتا ہوا لے کر چلا۔ یہ دونوں بلبلا کر بتوجہ قلب سے درگاہ حق سبحانہ تعالیٰ میں فریاد کرنے لگے

اے تسلی دہ دل پر درد
اے طلا ساز رنگ چہرہ زرد

معرفت تیری کس طرح ہو بیاں
عقل کل تک ہے اس جگہ حیراں

تو جو چاہے محال ہو ممکن
دن تو ہو رات اور رات ہو دن

شجر شمع گل باغ بنے
ہر شجر لعل شب چراغ بنے

جوئے تصویر سے رواں ہو آب
کرم شب تاب ہو درشب تاب

اس بلا سے ملے نجات ہمیں
کیوں نہ کافی ہو تیری ذات ہمیں

کچھ دور وہ ساحران کو کشاں کشاں لے گیا تھا کہ دعا ان کی درگاہ رب العزت میں مقبول ہوئی یعنی مادر مخمور جو اس جگہ سے آگے رہتی ہے، ایسی ساحرہ بے بدل ہے کہ سرحدی فساد کو کب سے جو کبھی ہوتا ہے۔ اس کا فیصل کرنا شاہ جاوداں کی طرف اسی کے محول ہے۔ علم کہانت کہیں یکتائے روزگار ہے۔ سحر میں جمشید کی یادگار ہے۔ وہ پہلے ہی واقف تھی کہ دختر میری فلاں وقت عمرو کو یہاں لائے گی اور طلسم سے باہر جانا چاہے گی۔ پس جب وہ دن آیا تو اپنی جگہ سے چلی کہ دختر کو گرفتار کر لاؤں اور سمجھا کر کے عمرو سے اس کو چھڑاؤں۔ شہنشاہ ساحران سے خطا معاف کراؤں۔
فی الجملہ تلاش کناں ادھر آنکلی کہ فیل سران دونوں کو لیے جاتا تھا اور ظلم کرتا تھا۔

اس نے دختر کو بحال خراب اسیر و دستگیر دیکھ کر رو دیا۔ محبت مادری نے دل میں جوش مارا برابر اس جادو گر کے آئی اور گویا ہوئی: اس نالائق کو کہاں لے جائے گا۔ یہ دختر میری ہے۔ اس کو مجھے دے، کیونکہ اس بدائی کو میں ہی نکیٹ سکتی ہوں اور دوسرے کو اس کے قابل نہیں جانتی۔
اس ساحر نے کہا: اے ملکہ! مجھ کو نامہ شاہ جاوداں آیا ہے۔ اس کے قتل کرنے کو شاہ نے تاکیداً تحریر فرمایا ہے۔ میں سر ان کے کاٹ کر لے جاؤں گا، تمہیں نہ دوں گا کہ تم اس کی مادر ہو، قتل نہ کروگی۔ مفت میں بدنامی ہوگی۔
اسرار نے بغضب کہا: کچھ شامت آئی ہے۔ مجھ پر بھی حکومت کرتا ہے۔ کوے پاجی اپنا پاجی پن جتاتا ہے۔ تیری بھی یہ لیاقت ہوئی کہ میرا مقابلہ کرے اور میرے کہنے کو نہ مانے اے جنگلی ریچھ تجھ کو ہماری اطاعت کو شہنشاہ نے حکم دیا ہے یا خود مختار کیا ہے۔
فیل سر نے کہا: خیر خواہی کے وقت ادنیٰ اور اعلیٰ سب یکساں ہیں، جو کام جس سے بن

پڑے وہی عالی شان ہے۔

اسرار نے جنس کو کہا: خوب تیری قضا آئی ہے یہ

یہ کہہ کر جھولے پر سحر کے ہاتھ ڈالا۔ فیل سر خرطوم کا گھونسا بنا کر حملہ آور ہوا۔ وہ فوراً زمین میں سما گئی۔ فیل سر نے اسی جگہ جہاں یہ سما گئی تھی۔ ایک ٹکر ماری۔ زمین سے ہزارہا شرارے پیدا ہوئے چار طرف آتش پھیلنے لگی مگر اسرار اس کی پشت پر زمین سے نکلی اور گولا ایک سحر کا اس زور مارا کہ اس کے سر پر پڑا توڑ کر پار نکل گیا اور پچھاڑ کھا کر زمین پر گرا۔ ہزاروں شعلے سر سے نکلے۔ صحرا میں آگ لگی۔ وہ کافر سرد ہو گیا۔ شور و تاریکی ہوئی۔ صدا آئی کہ مارا فیل سر جادو کو۔ بعد اس ہنگامے کے لاش اس کی ہوا اٹھا کر سمت شہر طلسم لے گئے۔

مخمور اور عمرو چھوٹے' مخمور چھوٹتے ہی ماں کے قدم پر گری۔ عمرو بھی ہاتھ پھیلا کر کر ملنے بڑھا۔ اسرار کو کچھ نہ بن پڑا۔ بیٹی کو چھاتی سے لگایا اور عمرو سے ہاتھ ملایا۔ رونے لگی اور گویا ہوئی۔ "بیٹا! اچھا نہ کیا جو شہنشاہ ایسے مالک کو چھوڑ اس نے تجھ کو ملک و مال دیا تھا' بڑا رتبہ کیا۔ اب یہ خاک چھانتے پھرنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

مخمور نے کہا۔ "امی جان! آپ کے سر کی قسم مجھ کو بھڑوے افراسیاب نے چھلا لگایا اور ایسا مارا کہ سارا جسم میرا فگار ہو گیا تھا۔ اب تک درد ہوتا ہے۔ میری خالہ جان آپ کی بہن ملکہ نسترن مجھ کو لے بھاگیں اور لشکر عمرو میں لے آئیں۔ نہیں تو موذی جان سے مار ڈالتا۔ پھر اس صورت میں میری کیا خطا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عمرو نے میری جان بچائی ورنہ ہلاک ہو چکی ہوتی تھی۔"

اسرار نے کہا۔ "یہ کیفیت سب سن چکی ہوں' اچھا بیٹی جو تقدیر کا لکھا تھا۔ وہ پورا ہوا' جو کچھ تو نے کیا وہ اچھا کیا۔"

یہ کہہ کر عمرو سے بطور بزرگانہ سفارش نسبت مخمور کے کرنے لگی کہ خواجہ یہ چھوکری بالکل بیوقوف ہے اور دنیا کا اونچ نیچ کچھ نہیں جانتی۔ کم بخت' ابھی میں اپنی اجڑی دیکھ

کے کہتی ہوں چودھویں تو برس میں ہے۔ طاقت سحر پڑھنا بھی نہیں آتا۔ ایک بار میرے یہاں آ کر رہی تھی تو روز صبح کو اٹھ کر روٹی رو کر مانگتی تھی۔ آپ اس کو اپنی کنیز سمجھ کر حفاظت میں رکھیے گا اور دنیا کا نشیب و فراز سمجھا کر ادھر ادھر پاؤں نہ پڑنے دیجیے گا۔"

عمرو نے کہا۔ اے ملکہ! یہ ہماری دختر کے برابر ہے۔ بجائے فرزند کے اس کو میں جانتا ہوں۔ تمہارے کہنے تک ہے جو مجھ سے اس کی خدمت ہو گی بجا لاؤں گا اور ہر حال میں اس کا شریک رہوں گا۔

اسرار نے کہا۔ "میں آپ کو اپنی جائے سکونت پر لئے چلتی اور دعوت کرتی۔ مگر موقع نہیں ہے کیونکہ لاش فیل سر کی خدمت شہ طلسم میں جائے گی۔ وہاں سے باز پرس ہو گی اب میں بھی کہیں چھپ رہوں گی اور انشاء اللہ آپ کے لشکر میں موقع پا کر پہنچ جاؤں گی۔"

یہ کہہ کر ایک درۂ کوہ میں دونوں کو لائی۔ اس پہاڑ کی خوبی پر روح فرہاد نثار تھی۔ بلندی اس کی کہسار تھی شیریں کہ بیستوں کو رو برو اس کے پشتۂ خاک جانے اس کی بہار و فضا کے سامنے لیلیٰ دشت نجد کو جائے۔ ہولناک سمجھے۔ درۂ کوہ میں ایک دریا جاری تھا۔ پانی اس کا سات دھاریں سبز و سرخ و سفید و سیاہ وغیرہ رنگ کا بہتا تھا۔

مخمور نے کہا۔ خواہر دریائے ہفت رنگ یہی ہے کہ طلسم کے گرد بہا ہے۔ اس کے پار بیابان ریگستان ملے گا پھر مکان لوصار جادو کا پڑے گا' مگر اس سمت کو یہ دریا آگے بڑھ کر بہا ہے۔ وہ تمام مقام طلسم ہوشربا کا ہے اور اس جگہ جو ہم آئے ہیں تو اس کے لیے پار دریا کے عمل داری کوکب کی ہے۔ وہ ہم کو بلائے گا۔ اگر خدا نخواستہ اس نے ہم کو طلب نہ کیا تو بیابان ریگ وغیرہ طے کر کے لوصار کی سرحد سے گزر کر پھر دریا ہی ملے گا اور ہم کو دریا سے اترنا ہو گا۔ یہ جگہ بہت نزدیک ہے اور آسان گزار ہے اور اس گھاٹ کو بھی ہم ہرگز نہ پاتے اگر ملکہ اسرار جادو موافق نہ

ہوتیں۔ یہ باتیں کر رہے تھے کہ اسرار نے بڑی دیر تک سحر پڑھا' ناگاہ ایک کشتی طلائی رنگ زنبق پیکر دریا سے نکلی اور آپ سے آپ کنارے لگ گئی۔ اسرار مع مخمور اور عمرو کے سوار ہوئی۔ کشتی روانہ ہوئی۔ اس وقت ساتوں رنگ کا پانی دھاریں ہو کر بہتا عجب لطف دکھاتا۔ یہ ظاہر تھا کہ آب قبائے ہفت رنگ متلون زیب بر کئے ہے یا عروس دہر کے رنگنے کو صباغ قدرت نے خم بہ خم رنگ تیار کر رکھے ہیں۔ مچھلیاں سرخ رنگ کی ہیں اور سبز رنگ ہیں۔ سرخ و سفید میں زرد زرد میں سیاہ ہر رنگ میں مختلف الملون شناور تھیں ان سے عجائب و غرائب بہاریں ظاہر تھیں۔ دریا کے ہر طرف درخت لگے تھے اور زمین سرخ رنگ تھی اور اس طرف جدھر سے سوار ہوئے ہیں زمین کا رنگ سبز تھا۔

اسرار نے کہا۔ "مجھ سی نہ ملتی تو آپ کو یہ گھاٹ نہ ملتا۔ کیفیت یہ ہے کہ اس دریا کے ساڑھے تین رنگ افراسیاب کے قبضے میں ہیں اور ساڑھے تین کا کوکب مالک ہے۔ بس جہاں جہاں اتارے کی جگہ ہے وہاں ایک ایک سردار ادھر افراسیاب کا ادھر کوکب کا رہتا ہے اور دریا کے اندر جو ساحر ہیں۔ اس مقام پر کے سردار کی اطاعت میں ہیں۔ اس کے حکم سے ساحت کر دیتے ہیں۔ لہٰذا یہاں کی میں مالک ہوں۔ سحر پڑھ کر کشتی اس جگہ کے ساحروں سے منگا کر آپ کو نصف دریا تک پہنچاتی ہوں۔ پھر آگے کوکب کے سردار کا اختیار ہے۔"

یہی باتیں کرتے ہوئے بیچ دریا میں جب پہنچے دیکھا کہ واقعی سات رنگ کے درمیان میں جو رنگ ہے۔ اس میں خط باریک سا نظر آتا ہے۔ گویا ساڑھے تین رنگ ادھر اور اتنے ہی ادھر ہیں۔ بس اس خط کے پاس جا کر ناؤ ٹھہر گئی اور ایک مچھلی نے سر نکالا۔

اسرار نے پکار کر کہا۔ "اے ملکہ پری زاد ماہی! اس کشتی کے قریب آیئے تو ایک بار حاجت کی ہے جو عرض کروں۔"

مچھلی قریب کشتی کے لے آئی۔ اس نے جھک کر کہا۔ "عمرو عیار تمہارے بادشاہ کی

طرف سے لڑتا ہے اور چونکہ ہمسری شاہ طلسم ہوشربا نہیں کر سکتا۔ اس وجہ سے مدد مانگنے تمہارے بادشاہ کے پاس جاتا ہے۔ میں اپنے مطیع ساحروں کو فقرہ دے کر اپنے مقام سے تمہاری سرحد تک لائی ہوں اگر کہو تو اس پار اتار دوں۔ ورنہ تم آپ اپنے ان کو لے جاؤ' ٹھہرنا اچھا نہیں۔"

وہ مچھلی یہ سنتے ہی کچھ سوچی پھر کہا۔ "اچھا لے جاؤ اس پار اتار کر پھر جاؤ اور پوچھا۔ "یہ دوسری کون ہے؟"

اس نے بتلایا۔ "میری دختر مخمور ہے۔ یہی رہبری کر کے خواجہ کو لائی ہے۔ اسی کے باعث میں نے بھی تم تک عمرو کو پہنچایا اور نہ میرا بادشاہ اس کے گرفتار کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

مچھلی یہ کل کائنات سن کر غوطہ مار گئی۔ کشتی آگے بڑھی یہاں تک کہ اس کنارے پر جا کر ٹھہری۔

اسرار نے کہا۔ "خواجہ یہ نشین سرخ کوکب کے عمل میں ہے۔ اب جائیے اور بروقت ملاقات بادشاہ کوکب میری خیر خواہی کا بھی خیال کر دیجئے گا۔"

عمرو اور مخمور اس کنارے پر کشتی سے کود گئے اور اسرار ناؤ لے کر پھری۔ دم بھر میں اپنی سرحد پر پہنچ کر غائب ہو گئی۔ عمرو جب اس پار پہنچا' گیا ہوا۔

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری
طے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

مخمور ہاتھ پکڑ کر خواجہ کا آگے بڑھی۔ دونوں سیر کرتے ہوئے آگے بڑھے کچھ دور گئے تھے کہ ایک سیب کے درختوں کا باغ نظر آیا کہ شجر پر از اثمار کوسوں تک لگے جو خزاں و آسیب باغبان سے بری ہرے بھرے مراد مند کی طرح دست دعا اٹھائے ہوئے کھڑے تھے۔ مرغان خوش الحان درختوں پر نغمہ سرائی کرتے تھے۔ ہزاروں غزال دشت

چوکڑیاں بھرتے تھے۔ آب صاف کی نہریں ہر سمت جاری صحرا میں رنگ رنگ کے پھولوں کی گلکاری نخل ہر ایک قامت نونہالان دہر کی اپنی راستی کے روبرو خمیدہ پست بناتے سیب کے سامنے سیب ذقن عالم پستان شرم سے چھپاتے تھے۔

عمرو نے مخمور سے کہا۔ "یہ کون سی جگہ ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "یہی شاہ کوکب کا باغ سیب کہلاتا ہے۔ اس کے آگے بیابان انارستان ہے۔ اناروں کے اندر فوج شاہی ہے اور ان سیبوں میں بھی یہی جادوگری ہے۔ ہم تم یہاں آئے ہیں۔ موکل یہاں کے خدمت بادشاہ میں گئے ہوں گے اور خبر ہماری عرض کریں گے۔ جیسا حکم ہو گا وہ حکم ظہور میں آئے گا۔"

اسی کا ذکر ہو رہا تھا کہ ایک جھونکا ہوائے سرد کا آیا اور ہر وقت مثل صوفیان با صفایا برنگ نوجوان سرشار نشہ شراب کے جھومنے لگے۔ ہرا ہرا سیب ٹوٹ کر زمین پر گرا اور ان سے کچھ طائر نکلے۔ اڑ کر ایک سمت کو چلے۔ عمرو اور مخمور اسی طرح کے عجائب دیکھتے آگے بڑھے یہ تو اس صحرا میں سیر دیکھ رہے ہیں۔

لیکن حال کوکب کا سنئے کہ قلعہ طلسم میں تخت شاہی پر جلوہ گر ہے۔ حکیم ندیم مشیران سلطنت وزیران ہمت کا مجمع ہے۔ ہر ایک سردار حاضر ہے۔ اپنے اپنے عہدہ پر ہر ایک ساحر ہے وہ جادوگر جمشید کا استاد اور سامری کا استاد بیٹھا ہے جو ایک چشم زدن میں قلاب آسمان و زمین ملا دینے کا ارادہ رکھتا ہے۔ دربار معمور سے رعب و داب کا یہ دستور ہے۔

بیابان سیب سے جو طائر اڑے تھے وہ دربار میں آ کر حاضر ہوئے اور انسان بن کر بعد ادب دعا بادشاہ کو دے کر زمین ادب کا بوسہ لے کر صفت شاہی کرنے لگے پھر گویا ہوئے۔ "عمرو اور مخمور داخل باغ سیب ہوئے۔ ان کی نسبت کیا حکم ہوتا ہے۔"

کوکب نے کہا۔ "مجھ کو ان کے آنے کی خبر اہل دربار سے معلوم ہو چکی۔ تم میں سے ان کو کوئی نہ روکے۔ ہم جیسا مناسب سمجھیں گے، آ کر حکم دیں گے۔" طائر اڑ کر چلے گئے اور بادشاہ نے مشیروں سے کہا۔ "عمرو عیار کے بارے میں تمہاری کیا صلاح

جو کچھ لائق حال بندگان دار و دیار تھا، گزارش کیا۔ میری گستاخی اپنی رحم دلی سے معاف کر کے اس عرض پر غور کیجئے۔"

کوکب نے اس کے التماس کو سن کر ایک خندۂ دندان نما کیا اور فرمایا کہ شوکت افراسیاب کی اور صاحب ملک و مال ہونا اس کا جیسا کہ بیان کیا راست و درست ہے لیکن جب تقدیر برگشتہ ہو جاتی ہے۔ پھر ذلت ہی حاصل ہوتی ہے۔

اور پھر طلسم ہوشربا کا حاکم گو کہ زبردست ہے مگر جب طلسم کشا لوح سے طلسم فتح کرے گا۔ اس وقت اس کی زبردستی کچھ نہ چلے گی اور خدا عمرو کا ہر چند کہ اکیلا ہے، مگر سب سے زبردست ہے کہ اس نے عمرو ایسے شخص کو فطرت کامل اور عقل سالم عنایت کی ہے جس سے خداوند زمرد شاہ لقا بھی عاجز ہیں اور پورے دو سو خداوند کی تقدیریں معدودے یک تدبیر عمرو باطل ہیں۔ دیکھو اس طلسم ہوشربا میں آ کر اس نے ہزارہا بندگان سامری و جمشید کو مار ڈالا۔ افراسیاب کے ممالک خالی کرا دیئے اور منازل طلسم طے کر کے میرے طلسم میں آ گیا۔ پورے دو سو خداؤں نے اس کا کچھ نہ بنا لیا۔"

یہ کہہ کر کوکب نے دبیر کو طلب کر کے حکم دیا۔ "میری جانب سے میری دختر ملکہ بران شمشیر زن کو نامہ لکھا جائے مضمون یہ ہو کہ اے فرزند شہنشاہ عیاراں عمرو عیار تشریف لاتے ہیں۔ تم اپنے وزیر کو بہر استقبال بھجوا دو قلعہ ہفت رنگ میں جو تخت گاہ طلسم ہے بلا کر دعوت کرو کیونکہ اس طلسم کی حکومت و سلطنت تمہیں کرنی ہو۔ یہ کام بھی تمہارے حوالے ہے۔" اس تقریر کو جو نامہ لکھتے ہیں اس وقت بادشاہ زبان پر لایا ماہ جادو نے سنا اور ایک ساحر اپنے ہمسر خورشید جادو ہی کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ خورشید نے چپکے سے کہا۔ "اے برادر کیا سمجھتے ہو، جمشید خیر کریں۔ بادشاہ کا ہمارے ایمان برگشتہ ہو گیا۔ دین میں فرق آ گیا۔ اب وہ لچا ترک مسلمان عمرو یہاں آئے گا اور اذان اور نماز اس طلسم میں ہی ہو گی۔ ہمارے خداوند ناشد الشیاطین اور زردشت و سامری

وغیرہ ناراض ہو کر چلے جائیں گے۔ ہم در بدر مارے مارے پھریں گے طلسم سے برکت جاتی رہے گی۔ بربادی اور تباہی آئے گی۔"

خورشید نے اس طرح سے یہ سب باتیں کہیں کہ ملو رونے لگا اور جسارت کر کے دست بستہ سامنے شعلہ کے جا کر عرض رسا ہوا۔ "شعلہ علی جاہ میرا عرض کرنا پذیرا فرمایئے اور اپنے خداؤں کو ایسے لچے کو بلا کر ناراض نہ کیجئے۔"

کوکب نے جواب دیا۔ "عمرو کو بڑا کہتا ہے آج اس کی شوکت دیکھے گا اور اس کے ہنر ہائے شناعت پر غور کرے گا۔"

ملو نے التماس کیا۔ "اس کی شوکت ہی کیا اگر مجھ کو حکم دیجئے تو ابھی مار ڈالوں۔"

کوکب نے یہ بات سن کر ایک قہقہہ مارا اور کہا۔ "جس کی تعریف کرتے ہوئے اس افراسیاب نے تو کچھ علاج ان کا کرنا نہ جانا تم جاتے ہی مار ڈالو گے۔ اچھا جاؤ ہم نے اجازت دی سر کاٹ لاؤ۔"

ملو نے کہا۔ "بہت خوب ابھی گیا او دوسرے لے کر پھر آیا۔"

کوکب نے کہا۔ "تم ساحر ہو وہ غیر ساحر' مزا تو یہ ہے کہ ہوشیار کر کے اس کو قتل کرنا۔"

اس نے جواب دیا۔ "اس کے ساتھ مخمور ساحرہ ہے وہ لڑے گی۔ مگر کی لڑکی آخر میرے ہاتھ سے ماری جائے گی۔ ہاں خوف یہی ہے کہ اس لڑائی میں عمرو بھاگ جائے گا۔"

کوکب نے کہا۔ "ہم مخمور کو اس کے ساتھ سے الگ کئے لیتے ہیں۔ تم بیابان زریں میں ہمارے طلسم کے جادو ہاں وہ تم کو اکیلا ملے گا اور کوئی اس کے ساتھ نہ ہو گا۔"

ملو نے کہا۔ "بہتر ہے' میں اب نعرہ کر کے اس کو اسیر کروں گا۔"

یہ کہہ کر سمت بیابان زریں روان ہوا۔ مگر عمرو و مخمور جو باتیں کرتے چلے آتے تھے۔ یکایک بیابان سبب سے نکل کر ایک جھیل کے قریب پہنچے۔ آب صاف و شفاف سے وہ بھری تھی۔ کنارے اس کے گھاس ہری ہری لگی تھی۔ ہزار ہا درخت سر کشیدہ و

بلند سونے و چاندی کا لگا تھا۔ صناعان چابک دست نے بہشت کا چربہ اتارا تھا۔ اتنے درختان ارجمند کے گنگا جمنی طلائی و نقرئی بنے تھے۔ پتے زمرد سبز کے تھے گوہر کے ثمر نظر آتے تھے۔ شاخ بہار زیور مرصع کار پہنے تھے سونے میں زرد اور موتیوں میں سفیدی تی تھی۔

اس صحرائے بہار آگیں و نزہت قریں کے بیچ میں ایک چبوترہ طلائے احمر کا ہشت پہل تعمیر تھا۔ واقعی بیٹھنے کی جائے جوان و پیر تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ تخت جمشیدی گستہ ہو ہے۔ عمرو کو وہ تختہ خاک اور چبوترہ بہت پسند آیا اور از بسکہ یہ عیار ثانی سلیمان تھا اس کو تخت سلیمانی جان کر مع مخمور کے قریب چبوترہ پہنچا۔ وہاں پہنچتے ہی ایک صدا تڑاکے کی آئی اور چبوترہ زمین سے اکھڑ کر اونچا ہو گیا۔ مخمور سحر بھولی اور خواجہ پھاند نہ سکے۔ جب بلندی پر پہنچے وہ چبوترہ بیچ سے پھٹا آدھا ادھر اور آدھا ادھر ایک پر مخمور دوسرے پر عمرو الگ الگ روانہ ہو گئے اور ٹکڑے چبوترہ کے دونوں کو دو طرف لے چلے۔ دونوں کی خاطر میں فراق یک دیگر بہت شاق ہوا۔ مگر چارہ کچھ نہ تھا ناچار تن بہ رضینا بالقضا دے کر چلے۔

پہلے عمرو کا حال سنئے کہ جس ٹکڑے پر یہ سوار تھا وہ نگاہ مخمور سے ایک طرف جا کر چھپ گیا اور لمحہ بھر میں سن سے ایک مقام پر آ کر زمین پر پہنچا۔ عمرو نے دیکھا کہ یہ صحرا بالکل زریں ہے اس کے سونے کی زمین ہے اس پر درخت یک لخت جواہر کے لگے ہیں اور لعل و گوہر سے سب پھلے پھولے ہیں۔ عروس دہر کو مشاطہ قدرت سر سے پاؤں تک گہنے میں لادے تھی یا زمین سے دولت قارون کی اگی تھی۔ زمین کی چمک سورج کی ضیاء کو شرماتی تھی۔ چشم پیر فلک کو خیرہ بناتی تھی۔ گل سرخ جو چمن کے بیچ میں کھلا تھا۔ گوش شاید بہار کا کرن پھول معلوم ہوتا تھا برگ زمردیں کے بیچ میں گلہائے احمر کی بہار کا یہ رنگ تھا گیا کندن پر مینا کر دیا تھا۔ رنگ گل نار نگاہ حور سے بہتر سورج مکھی چہرہ حور سے روشن زیادہ تر لالہ و جام نثاریں جواہریں خمخانہ بہار نخل ہر ایک گل قامت سیم تن خورشید رخسار سنبل تر کے ہو بہو گیسوئے حور پریشان

ملکہ جواہر آئینہ سکندر حیران چشم نرگس شہلا چشم مہر و ماہ پر چشمک زن گل اشرفی کے نزدیک درہم و دینار طلائے مہر بہ چمن نسرین و نسترن کی سفیدی دیکھ کر قمر کا سینہ فرط غیرت سے داغدار خوشہائے انگور پر عقد ثریا و پروین و پروین کا دل نثار عجائب و غرائب طلسمی بہار

گل ارغوان کی تھی ایسی بہار
کہ ہو جیسے شگفتہ روئے یار

جواہر سے تھا دشت سارا بھرا
رزگل کا اس جا پہ ٹوٹا نہ تھا

زمیں کا وہاں کی یہ تھا احترام
فلک کا ذرا تم سنو انتظام

بنا تھا نبد کا اک آسماں
ستارے تھے ہر وقت جس میں عیاں

کہیں مہر تاباں تھا نکلا ہوا
حرارت کا جس میں اثر کچھ نہ تھا

مگر تھا وہ سورج برنگ سحاب
برستے تھے اس میں سے در خوش آب

برس کر جو گرتے زمیں پر گہر

جواہر کے اس جا سے اگے شجر

گلوں کی چمک یوں تھی پھیلی ہوئی
شفق جیسے گلشن میں ہے پھولتی

عمرو چبوترے سے اتر کر نخل طلائی کے نیچے ٹھہرا وہ نگلا چبوترے کا غائب ہو گیا۔ خواجہ کو اس عجائبات کے دیکھنے سے بشکل آئینہ حیرت تھی اور ظاہر کوکب کی عنایت تھی۔ فی الجملہ تصور اسے رہبر کا جو ساتھ چھوٹا تھا اور جانتا تھا کہ یہ راہ طلسم کی ہے بغیر واقف کار کے آگے بڑھنا مناسب نہیں۔ بس اسی جگہ ٹھہر کر سیر و کیفیت میں صحرائے جواہرین کے مصروف ہوا ناگاہ جس درخت کے نیچے بیٹھا تھا اس کا ایک پتا ٹوٹ کر گود میں گرا۔ اس نے دیکھا کہ زمرد کا پتا ہے اور یاقوت کے حرف اس پر منقوش ہیں یہ دیکھ کر اس کو اٹھایا کہ دیکھوں کیا لکھا ہے۔ جب اٹھا کر پڑھا لکھا تھا کہ باغبان گلشن عیاری آپ کے بارے ملہ جادو ہمی ساحر ذی احترام ہے اور بادشاہ سے اس طلسم کے بحث ہوئی ہے اور ملہ جادو آپ کے قتل کا بیڑا اٹھا کر چلا ہے اسی جگہ کہ ہم اس کا بیابان زریں سے آیا چاہتا ہے ہوشیار ہو جائیے۔"

عمرو نے پتے پر پتہ کی یہ بات دیکھ کر چاہا کہ پتا زنبیل میں رکھیں اور آپ فکر عیاری کریں پتا ہاتھ سے چھوڑ کر اڑا اور پھر درخت میں جا کر لگ گیا۔ عمرو دل میں حیران تھا کہتا تھا الٰہی کیا اسرار ہے کیا علی جلوہ اس بادشاہ کی سرکار ہے مگر مال اس کا پاجی کا مال ہے کہ ایک پتا سر کے کیا مجال ہے مجھ کو یہ پتا نہ لینے دیا اس سے بڑھ کر اور کتنک اور معلی پن کیا ہو گا اور یہ کون ایسا میرا دوست ہے پہلی جس نے ملہ جادو کے آنے کی خبر دی۔ یہ عنایت بغیر ملاقات مجھ پر فرمائی۔

خیر جو کوئی ہو گا معلوم ہو جائے گا لیکن تم ہوشیار رہو۔ یہ تجویز کر کے ایک تاج زمرد نگار زنبیل سے نکال کر سر پر رکھا اور دھوتی زمردی چادر کی باندھی جواہر کے ملے

گلے میں ڈالے، بت جواہر کے کمنی سے شانے تک باندھے جھولا بادلہ نگار اسباب سحر رکھنے کا گلے میں لٹکایا یا منقل آتشیں کو سلگا کر سامنے رکھ لیا۔ ترسول زمین میں گاڑ دیا۔ اس ہیئت سے ساحر ممتاز صورت بن کر بیٹھا۔ بعد لمحہ کے ملو جادو اڑتا ہوا آ کر پہنچا اور اوس تمام صحرا میں بیک تگ و دو کر عمرو کو تلاش کیا، کہیں نظر نہ آیا۔ ایک درخت کے نیچے تاج پہنے ساحر کو بیٹھے پایا۔ سمجھا کہ یہ بھی کوئی عہدے دار سرکاری ہے بس سحر سے دریافت کر کے عمرو کس جگہ ہے۔ یہ سوچ کر چاہا کہ سحر کروں پھر خیال آیا کہ پہلے اس ساحر سے دریافت کرنا اگر یہی بتا دے تو پھر کیا سحر کی ضرورت ہے۔

غرضیکہ عمرو کے پاس آیا۔ اوس صاحب سلامت کی پھر یوں گویا ہوا۔ "بھائی تم کب سے یہاں بیٹھے ہو؟"

عمرو نے کہا۔ "بڑی دیر سے اور میرا تو یہ مسکن ہے۔ شاہ کی طرف سے بہر حفاظت صحرائے زریں یہ احقر متعین ہے۔

ملو نے کہا۔ "پھر تم کو کچھ معلوم ہے کہ عمرو عیار یہاں آیا تھا یا نہیں۔"

عمرو نے منہ بنا کر جواب دیا۔ وہ آیا بھی اور شاہ کوکب نے اس کو بلا بھی لیا تھا۔ یقین ہے کہ دربار میں پہنچ گیا ہو گا۔ کیا تم اس کو لینے کو آئے تھے؟"

ملو نے کہا۔ "نہیں بھائی بادشاہ کا ایمان پھر گیا ہے۔ خدائے نادیدہ کی پرستش کیا چاہتا ہے۔ میں عمرو کو شرط کر کے قتل کرنے آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر جو کچھ گفتگو بادشاہ سے اور اس سے ہوئی تھی۔ وہ سب حقیقت بیان کی۔ پھر کہا۔ "بھلا جس کی طرف بادشاہ ہو گا وہ کب ہاتھ آئے گا۔ دیکھئے اپنے بچے ہونے کے لیے مجھ کو ادھر روانہ کیا اور عمرو کو بلا لیا۔ اب ایسی دھوکے بازی سے ساحری کی پناہ۔ اچھا میں جاتا ہوں اور دربار ہی میں اس کو ماروں گا۔"

یہ کہہ کر پرواز کر کے روانہ ہوا اور چشم زدن میں اندر دربار کے سامنے شاہ کے آیا۔ یہاں عمرو کو نہ پایا۔ حیران ہر سمت دیکھتا تھا کہ بادشاہ نے کہا۔ "کہو سر عمرو کا لائے؟"

اس نے عرض کیا۔ "حضور نے مجھ کو ادھر بھیجا اور اس دزد کو آپ بلا لیا۔"

شاہ نے کہا۔ "تو مجھے بھی جھوٹا بناتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "میری کیا مجال ہے' لیکن محافظ بیابان زریں مجھ سے کہتا تھا کہ شاہ نے اس کو بلا لیا۔"

شاہ نے یہ سن کر ہنس کر کہا۔ "او بیوقوف' محافظ کیا وہی عمرو عیار ہے اگر وہ چاہتا تجھ کو مار ڈالتا۔ اے ملہ میں یہ کہے دیتا ہوں اگر عمرو تجھ کو مار ڈالے گا تو میں شنوائی نہ کروں گا تو اپنا خون اپنے ہاتھوں سے کرتا ہے۔ عمرو کی اس میں کچھ خطا نہیں۔"

ملہ یہ تقریر سن کر حیران ہوا کہ واقعی میں پاس کھڑا رہا اور پہچان نہ سکا۔ لیکن دل کڑا کر کے عرض پیرا ہوا۔ "اے بادشاہ میں نے اپنا خون بحل کیا۔ اب میں اس نابکار کو مارے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر الٹے پیر پھرا اور عمرو کے پاس آیا۔ عمرو نے کہا۔ "کیوں پھر کیوں آئے؟"

اس نے نعرہ کیا۔ "ہاش او دزد مکار' تو نے بڑا غضب کیا کہ روبروئے بادشاہ مجھ کو ذلیل کرایا۔ فقرہ دے کر الٹا پھیر دیا۔ اب تجھ کو کب چھوڑتا ہوں۔ پس اتنی مہلت تجھ کو ضرور دوں گا کہ گھڑی بھر میں تو اپنا حربہ درست کر لے۔ یہ بھی اس لیے کہ بادشاہ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ عمرو کو ہوشیار کر کے ماروں گا۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھ کر اس جنگل کو سحر بند کر دیا کہ عمرو یہاں سے کہیں اور بھاگ نہ جائے اور آپ نظر سے پوشیدہ ہو گیا۔ اس کا چلا جانا' عمرو کو غنیمت ہوا۔ فی الفور ایک قیدی زنبیل سے نکال کر بیہوش کر کے بفن عیاری لمحہ بھر میں اپنی ایسی صورت بنا کر وہی لباس اس کو پہنا کر ہوشیار کیا اور کہا۔ "اے شخص! میں خداوند لات اعلیٰ کا پیک ہوں۔ بڑی مشکل سے تجھ کو عمرو کی قید سے چھڑا کر بحکم خداوند عمرو کی ایسی صورت تیری بنا دی۔ اب جو کوئی تجھ سے پوچھے کہنا میں عمرو ہوں۔ خداوند جو سلطنت کہ عمرو کی ہے وہ تجھ کو دیں گے' بشرطیکہ تو اس امتحان میں پورا اترے۔ اگر تو اپنے تئیں عمرو نہ ظاہر کرے گا تو خداوند اب کی قتل کر ڈالیں گے۔ اس قیدی

نے رہائی پا کر خوش ہو کر کہا۔ جیسا آپ فرماتے ہیں ویسا ہی میں کروں گا۔ عمرو اس پکار کو آپ گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ لیکن وہ جنگل محصور بہ سحر تھا کہیں اور نہ جا سکا' وہیں ٹھہرا رہا بعد لمحہ کے وہ جادو پھر آیا اور نقلی عمرو سے کہا۔ "میں تجھ کو مہلت بھی دے چکا اور ہوشیار کر چکا۔ اب وعدہ شاہ کوکب پورا ہو گیا لے سنبھل وہ قیدی یہ گفتگو سن کر پکارا۔ "کیا بکتا ہے' میرا نام عمرو ہے۔"

یہ نعرہ سنتے ہی ایک گولہ فولادی مارا۔ اس نقلی عمرو کے سر پڑا کے سر ہزار ٹکڑے ہو گیا۔ تڑپ کر مر گیا وہ قیدی عمرو نے غیر ساحر لات پرست زنبیل سے نکالا تھا۔ اس وجہ سے علامت اس کے مرنے کی کچھ برپا نہ ہوئی۔ وہ بہت خوش ہوا اور سر کاٹ لیا۔ لیکن دل چاہتا تھا کہ شاہ کوکب اسی عیار کی تعریف کرتا تھا کہ ایسا ہے اس نے تو ہاتھ بھی نہ ہلایا اور کچھ بھی اس سے نہ ہو سکا۔ خوب ہوا کہ بادشاہ کا دین بھی رہا اور افراسیاب سے لڑائی بھی نہ ہوئی' ورنہ بڑا کشت وخون ہوتا۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سامری کو اس طلسم کی بربادی منظور نہ تھی اس وجہ سے عمرو کو بے دست و پا کی طرح میرے قابو میں کر دیا۔ ورنہ ایسا شخص اور کچھ نہ کرسکے۔ یہ عنایت سامری ہے۔

یہ سوچتا ہوا دریائے فکر میں غوطہ لگائے دو ہی قدم آگے چلا تھا کہ بروئے ہوا ایک شعلہ سا چمکا اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک پری نژاد ہوا سے اتر کر زمین پر آئی۔ معلوم ہوا کہ کنیزان کوکب میں سے شاید یہ ہے۔ بس اس نازنین کے قریب گیا۔ دیکھا کہ آفتاب تاباں گویا زمین پر اتر آیا ہے۔ اس کی طلعت پر نور دیکھ کر مہتاب نے سینہ میں داغ کھایا ہے' ہر تار مو میں موتی پروے ہیں یا شب تار میں تارے چمکتے ہیں کوچہ زلف میں ہزارہا روشن دل پڑے بھٹکتے ہیں گیسو اس کے دام الفت تھے گرفتار اس میں اہل محبت تھے۔

روئے تاباں بسان آفتاب تاباں لب لعلیں بہ رنگ یاقوت رمانی درخشاں کہ فرد لب لعلیں ہیں تیرے لعل یمن سے بہتر۔ مشکیں زلف ہے تاتارختن سے بہتر۔ سیب زنخدان پر گلزار

جنت قربان صراحی گردن سے مہ سرخ کی طرح عرق پان کا نمایاں ساعد و بازو دست بیضل عالم شکم و ساق و پا نرم نرم شکل سحاب و سنجاب وقاقم ازسرتاپا شعلہ نور بلکہ شمع طوریاں شرر طور پر بھی اس کے حسن کا فروغ سن کر افسردہ ہوا کہ ایک مدت ہوئی آج تک نہیں اٹھا۔ ملہ جادو اس نازنین کو دیکھتے ہی فریفتہ جمال ہوا۔

وہ گل پیرہن مسکرا کر یوں گویا ہوئی: "مجھ کو شعلہ کوکب نے آ کی خبر لینے بھیجا تھا' فرمایا تھا کہ جا کر دیکھو عمرو اور ملہ سے کیا گزری۔ فی الجملہ میں تم کو سر عمرو کا لیے ہوئے دیکھتی ہوں' معلوم ہوا کہ وہ مارا گیا۔ بس یہی حال میں جا کر عرض کیے دیتی ہوں کہ ملہ صاحب سر دشمن کا لیے حاضر ہوا چاہتے ہیں۔

ملہ نے کہا: "اے حور لقا ہم بھی دربار شعلہ میں جائیں گے اور تم بھی وہیں چلتی ہو۔ ہم تم ساتھ ہی نہ چلیں۔ ایک سے دو بھلے۔

اس حور پیکر نے مسکرا کر جواب دیا: "چل نچے مردوے ذرا ہوش میں آ جا میں فریب تیرا سمجھتی ہوں۔ تیری باتیں میرے ناخنوں پر ہیں کچھ بندی ایسی گدھی نہیں لو صاحب یہ موا مردوا مستنڈا میں اکیلی دھان پان سی عورت اس کے ساتھ چلوں بھلا سن تو اگر راہ میں تجھ پر شیطان چڑھے تو میں تھوڑی کدھری کی نہ رہی تو مجھ چیز عنو کرے' لے تیرے منہ کو جھلسا "سات چھیروں کا پھوس"۔

ملہ ان کی باتوں کو سن کر فرط خندہ زنی سے لوٹ گیا۔ پھر اپنے تئیں سنبھال کر اس پریوش کا ہاتھ پکڑا اور کہا

"میں بغیر ساتھ لے جائے نہ رہوں گا۔"

نازنین نے بگڑ کر کہا: "دیکھوں تو کیونکر لے گا؟ صاحب میں نہ جاؤں گی۔ جو کوئی سنے گا یہی کہے گا کہ ہوا تم نکلی تھیں جنگل بیابان سنسان میں مردوے کے ساتھ چلی گئیں کیا تم نہیں جانتی تھیں کہ اکیلے میں سب کچھ کر ڈالے گا پھر میں لاکھ لاکھ قسمیں کھاؤں گی کسی کو یقین نہ آئے گا۔ سب یہی کہیں گے کہ بہانہ بازی کرتی ہے یہ رنڈی خود ہی مستانی تھی جب تو یہ جوان جہان ہو کے مردوے کے ساتھ چلی گئی میں

ایسے چھٹنے کے قربان جس سے آبرو میں فرق آئے بندی ایسی اوائی نہیں تم جاؤ اپنے کام لگو میرے فراق میں نہ پڑو۔"

ملا اس کی دعواہ تقریر سنکر مر ہی گیا اور پکارا

فرو ماند سے اتر کر چلنا قہر تھا
ٹکڑے ہو کے دامن محشر گرا

یہ کہہ کر اس رشک قمر کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "ہم سے قسم لے لو جو ہم تمہیں بے طریق ہاتھ لگائیں۔"

اس غنچہ دہن نے کہا: "بے بس اپنے اڑھائی چاول الگ گلاؤ ہاتھ بے طریق اپنی ماں کے جا کر لگاؤ اور سنو میرے صاحب کسی کی مجال ہے جو مجھے بری نگاہ سے دیکھے' آج تک اتنا سن آیا سرکار کی نوکری میں ہزاروں جگہ اکیلی دو کیلی ملکہ بران حسین جم جم ان کی سلامتی میں جاتا ہوا بھلا کوئی کہہ دے کہ اس شخص کو ہم نے کسی سے چھیڑتے دیکھا تھا اور میاں اگر ہمارا جی چاہے کرنے کو تو کوئی کیا ہے سوتوج چھائیں پھوئیں۔ آج تک سامری نے بچایا ہے۔"

اس گفتگو میں ملا نے اپنی طرف کھینچا۔ واضح ہو کہ یہ پری تاو عمرو ہے جو عیاری کرنے آیا ہے۔ لیکن پہلے ملا جادو نے بھی مہلت کچھ دیر کی دی تھی۔ اس وقت تو میں نے بھی اتنا عرصہ لگایا کہ شاید تو پہچان لے' لیکن تو میری صورت مصنوعی پر ایسا فریفتہ تھا کہ ذرا بھی تمیز نہ کر سکا۔

فی الفور ملا اس کا ہاتھ کھینچا اس نے اپنا ماتھا کوٹا کہ ہے ہے میں تھوڑی کہیں آئی تھی میری تو غضب میں جان پڑ گئی۔ جس بات سے سدا میں ڈرا کی جمشید قسم آخر وہی سامنا ہوا۔ لیکن نہ بخیریت ہے اے میں بھی اپنی ملکہ سے کہہ کر دھرے تو اتا دوں۔ "کوئی مجھے ہاتھ لگائے تو دیکھے پھر تو دیکھے میں کیا کرتی ہوں۔ اچھا چلو میں ساتھ

چلتی ہوں۔ دیکھوں تو کیا کر لیتا ہے۔"

یہ کہہ کر ساتھ چلی۔ راہ میں خاصدان نکال کر اس گلبدن نے گلوری کھائی اور ملہ کے بغیر مانگے آپ ہی انگوٹھا دکھا دیا' وہ اس کی اداؤں کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ انکار اس کا عین اقرار ہے۔

یہ سوچ کر اس نازنین سے کہا: "ہمیں بھی گلوری دو۔"

اس نے کہا: "منہ بنواؤ۔"

ملہ نے کہا: "نہ دو ہمارے پاس عطر ہے ہم بھی نہ دیں گے۔"

اس نے کہا: "دیکھیں۔"

ملہ نے جھولے سے سحر کی شیشی نکال کر دکھائی اور کہا: "لو ہم تمہاری طرح بخیل نہیں۔"

اس سیمبر نے ہنس کر کہا: "مجھے کیا کرنا ہے۔ میری محرم بنانے کو خواتین عطر کی شیشیاں انگیا میں رکھ دیتی ہیں اور میرے عطر دان میں بھی عطر بہت ہے۔"

یہ کہہ کر اندر دوپٹے کے ہاتھ ڈالا۔ پھر ہاتھ دوسرا ملہ کی آنکھوں پر رکھ دیا کہ: "سامری قسم میرا دوپٹہ ہٹا ہے میری محرم پر آنکھ نہ ڈالنا۔"

یہ کہہ کر خوب زور سے آنکھیں اپنے ہاتھ سے بند کیں اس پر بھی کہتی جاتی تھی کہ "یا سامری جو میرے تئیں ننگا دیکھے ۔ اس کے دیدے پٹم ہو جائیں۔"

غرضیکہ اس حیلے سے آنکھیں بند کر کے عطر بیہوشی زنبیل سے نکالا اور آنکھیں کھول دیں۔

کہا: "لو عطر موجود ہے۔ موئے عطر کی بجلی یہ اصل ہے جس پر کوئی اترائے اور سات پردہ میں چھپائے۔ یہ کہہ کر شیشی ملہ کے ہاتھ میں دی۔ اس نے سونگھی چھینک آئی اور بیہوش ہو گیا۔ اس نے زبان میں اس کی سوزن دیا اور درخت سے باندھ کر ہوشیار کیا۔ جب وہ ہوش میں آیا عمرو نے کہا: "اے ملہ دیکھا عمرو کو۔ اب کیا کہتا ہے شناخت میں پروردگار کی۔"

ملہ جادو یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو حیران زدہ ہوا پھر مسلمان ہونے سے انکار کیا۔ عمرو

مکھی سی پیدا ہوئی اور ملہ کو سوار کر کے اپنی پشت پر اس پار لے گئی۔ جب اس کنارے پر پہنچا پنجہ پیدا ہوا اور لے کر چلا۔ شہر ہفت رنگ کو طے کر کے جب پار ہوا سات دریا راہ میں طے کیے اتفاقاً ملکہ قلعہ ہفت رنگ سے موتی باغ میں سیر کرنے گئی ہیں اور موتی باغ دریاؤں کے پار ہے۔ موتی باغ کی بارہ دری اتنی بلند ہے کہ اس کے اوپر کے درجوں پر یہ ساتوں دریا بہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غرضیکہ پنجہ ملہ کو لیے ہوئے موتی باغ پر آیا اس نے کبھی یہ باغ نہ دیکھا تھا۔ آج دیکھا کہ چہار دیواری اس باغ کی چاندی کی ہے۔ در باغ پر دروازہ سونے کا لگا ہے۔ ہزار ہا موتی جڑا ہے پردہ زر دوزی کا پڑا ہے پردہ چشم عاشقاں کا پردہ ہے۔

ملہ اندر باغ کے آیا یہ باغ بھی نرا طلسم کا پایا تعریف بصراحت تمام بہ وقت آنے عمرو کے بیان ہو گی بیچ میں باغ کے بارہ دری موتی کی بنی تھی ہزارہا دروازے کی جوڑی چڑھی تھی سب در کھلے ہوئے تھے۔ اوپر کے درجوں سے وہی ساتوں دریا نظر آتے تھے۔ بارہ دری کے گرد چوبیس بنگلے تھے اور چوبیس برج آراستہ تھے۔ برجوں کے سامنے نمگیرے مخمل کے کار چوبی و موتی جواہر کے جالر کے استادہ تھے۔ استادے ان کے جواہر کے تھے بیچ میں بارہ دری کے شہ نشین پر کئی سو زینے کا تخت بچھا تھا اور تخت کے گرداگرد ہزارہا دنگل جواہر کار آراستہ۔ تخت پر ملکہ بہاران شمشیر تن جلوہ فرما تھی اور ہزارہا انیس ہمدمان سلطنت وغیرہ دنگلوں کرسیوں وغیرہ پر بیٹھے تھے۔ پس پشت تخت چودہ ہزار غلامان مہر صورت حور پیکر غلمان منظر زریں لباس زریں کمر دست بستہ حاضر تھے لیکن سب بہ رنگ تصویر چپ اور سر گردن جھکائے رعب سے بات کرنا کیا ایک دوسرے سے آنکھ نہ ملاتے' ناچ سامنے ہوتا تھا۔ دورہ شراب ارغوانی و زعفرانی تھا کہ ملہ سامنے آیا مجرا کیا آداب بجا لائی اور بصد ادب بزبان عجز ملکہ کی دعا و سلام میں مصروف ہوا۔

ملکہ نے اس کو رقیب شعلہ کوکب جان کر خلعت سرفرازی دیا اور باعث آنے کا استفسار کیا۔ ملہ نے نامہ بادشاہ لانے کا حال عرض کیا۔ مہر زمان وزیر ملکہ کا متوسل وزارت پہنچے پایہ تخت کے قریب حاضر تھا اس نے لے کر ملکہ کے رو برو پیش کیا۔

ملکہ نے اول زر نثار کرایا پھر سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا بعد اس کے لفافہ چاک کر کے مطالعہ فرمایا۔ مضمون مندرجہ سے واقف ہو کر میر تاتان کو حکم دیا: "جاؤ اور نہایت تعظیم کے ساتھ عمرو بن امیہ تشریف لائے ہیں باغ بیابان الماسستان میں ہیں انہیں اسی باغ میں لے آؤ۔ ایک عورت اس کی اس جگہ جائے گی' جب تک شہرت ہفت رنگ آراستہ ہو گا اور کواجہ بھی بیرون طلسم کر لیں گے۔ پھر اندر قلعہ کے قدم رنجہ فرمائیں گے" وزیر بیگ حکم حاکم قضا شیم ملکہ عالم سنکر آداب بجا لایا اور باہر آ کر بارہ ہزار ساحران ذی کو لباس اور اسلحہ سے آراستہ کر کے تخت طاؤسی بہر سواری خواجہ ہمراہ لے کر بڑے ساز و سامان سے روانہ ہوا۔ علم ہائے زرنگاری کے پھریرے کھل گئے نقارے شاہی بجنے لگے۔ کئی ہزار کنیزان مہر دیدار چنور ہائی سجا کے اور عمدے ہاتھوں میں لیے تخت کے ہمراہ تھیں نہایت تجمل اور شوکت سے یہ سب چلے۔

لیکن عمرو جو ملہ جادو کو ہمراہ پتلہ بلور کر دیا تھا اور ٹھہر رہا تھا سوچا کہ اس باغ میں چل کر سیر کروں۔ پس تمام باغ میں پھرا یہ تماشا دیکھا کہ یہ باغ دشت زریں طلسم سے کہیں بڑھ کر ہے کہیں زمرد نگار سر موزوں ہے۔ کسی جا یاقوت لالہ احمر ہے۔ آفتاب اپنی شاخ ہائے شعاع زریں کو وہاں کے درختوں کی شاخوں پہ نثار کرے۔ نخل کہکشاں روبروئے درختاں پہ اشجار بے برگ و بار نظر آئے خوشہ سنبلہ فلک وہاں کی شاخوں اور شگوفوں پہ سوجان سے نثار زبان پہ انبتہ اللہ نباتا حسنہ ہر بار اس باغ کا یہ ادنیٰ شگوفہ ہے کدیور روزگار نے اس کی سر سبزی پہ رشک کھا کر گلہائے مہر و مہ کو مع گلہائے انجم سبد فلک میں لگایا سامنے ہوا خرابی کے لایا انہوں نے مہ و مہر کی جو پہ ضیا تھی اس پھولوں کے روبرو جو باغ میں ہے ناپسند فرمایا یعنے مہ کو داغی اور آفتاب کو نہایت گرم بتلایا گلہائے انجم آج تک وہاں کے پھولوں کے سامنے ارزاں ایسے ہیں کہ کوئی خیال میں بھی نہیں لاتا۔ اس باغ کے اشتیاق میں فلک ہمیشہ چکر لگاتا ہے مگر ایک شگوفہ بھی نہیں پاتا ہے۔

حکم ثانی پہ ہوا محل سلیمان بہار
عشق بیچون بن گیا طغرائے فرمان بہار
روشنی ہوئے جو آنکھ میں تو سیر باغ ہو
لالہ آتش نہاں ہے شمع ایوان بہار
زلف سنبل کو سمجھیے گوش گل کو جانیے
نرگس شہلا کو کہے چشم فتان بہار
شاخ گلبن پہ یہ طفل غنچہ سے ظاہر ہوا
کے سواراں چمن ہیں مرد میدان بہار
آب جوئیں ہیں صفا میں سینہ اشراقیاں
ہر گل خوشبو ہے افلاطون یونان بہار
لالہ و گل سے ہنوز آباد ہے بزم چمن
سرو شمع سبز ہے سنبل شبستان بہار

عمرو سیر کرتا ہوا اور باغ پر آیا۔ یہاں پہلوئے در میں زینہ بنا تھا اس پر چڑھ گیا دیکھا کہ سامنے در باغ کے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی انار کے درختوں کا جنگل لگا تھا۔ ہرا بھرا انار مثل پستان شاہدان قامت شاہد شجر سے ہویدا ہے اور ہر انار شق ہو گیا ہے دانے اس کے دندان سبز رنگ دہر کو شرماتے ہیں درخت مثل حلہ پوشاں کے سر سبز نظر آتے ہیں نہال باغبان روزگار پر نگاہ میں اس دشت کی آبیہ تجمل دستان جاری ہے جا بدوب کشش اس دشت کی یاد بہاری کہ:

نوحہ خواں صحن استادہ ہیں پھاٹک و چھت
نغمہ زا ہیں نالہائے عندلیب خوش بیاں
ابر سے اٹھکیلیوں پہ برق سے بیتاب حال
جھیل میں طائران خوش نوا کے پر نکان

ooo

• ملکہ بہار شمشیر زن

عمرو کبھی اس باغ دلکشا کی سرسبزی دیکھ کر آیہ وافی ہدایہ کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل زبان پر جاری کرتا اور کبھی دشت نضارت آگیں کے تماشے سے جنت عدن تجری من تحتہا الانہار پڑھتا کہ ناگاہ سامنے نشان ہاتھیوں پر نمودار ہوئے۔ ڈنکے بجتے سنائی دیئے۔ شتر سواروں کے پرے نظر آئے یہ ایک بار ملہ جادو کے ہاتھ سے زک پا چکا تھا بموجب مثل دودھ کا جلا چھاچھ پھونک کر پیتا ہے۔ سمجھا کہ ملہ جادو تو پٹا لے گیا ہے یہ پہل کا سردار ہے اب دوبارہ فوج لے کر تیری گرفتاری کو آتا ہے۔ یہ سمجھ کر اسی جگہ رنگ و روغن عیاری لگا کر ایک بڑھیا کی ایسی صورت بن کر جا بجا دست و گوش میں سادہ سادہ زیور الماس ہنا ہاتھوں میں چوڑیاں اور سر میں کمر ہائے شمعی کی باندھیں کانوں میں ایک ایک بالی ڈالے۔ گلے میں ہیکل جس کی تختیوں پر نام سامری و جمشیدی زرد ہشت وغیرہ کندہ تھے پہنی اور گھڑا ایک زنبیل سے نکال کر شربت گھولا بیہوشی آمیز کی اور گھڑے کو لے کر نیچے اتر کر آگے بڑھا کہ یہ فوج جو آئی ہے اس کو تبرک سامری کا شربت پلاؤں اور بیہوش کر کے ماروں جو بچ جائیں گے ان کو حقہ آتشیں مار کر بھگا دوں گا۔ جیسا کچھ ہو گا دیکھ لوں گا

غرضیکہ گھڑا لیے ہوئے ایک درخت انار کے نیچے آیا۔ یکایک اس درخت سے ایک انار ٹوٹ کر زمین پر گرا اور شق ہوا۔ ایک چھلا بالشت بھر کا اس میں سے نکلا گویا مشیمہ بہار سے پھل پیدا ہوا۔ لمحہ بھر میں وہ چھلا جوان خوشرو و حسین طرحدار بن گیا لباس سرخ زیب قامت کئے تھا اور اس نے خواجہ کو سلام کیا۔

عمرو نے دعا دی کہ: "سامری عمر دراز کرے برخوردار ہو" پھر کہا: "میں بڑھیا یہ شربت سامری کی نذر کو لائی ہوں تم بھی ذرا سا چکھ لو۔" وہ جوان ہنسا اور کہا: "خواجہ آپ مجھ کو دم دے کر بیہوش کرنا چاہتے ہیں آپ کو معلوم نہیں کہ بیابان اندرستان ہے

چشمے اتر اس میں لگے ہیں ان سب میں فوج شعلہ کوکب ذی شان ہے۔ یہاں آپ ہی کا ایسا کسی کا اقبال ہو تو آسکے۔ ہم کو آپ کے آنے کی خبر مل چکی ہے اور حکم اطاعت کرنے کا دیا گیا ہے نہیں تو یہاں سے جان غیر ممکن تھا جس طرح گور میں بھٹکے رہتے ہیں۔ اسی طرح سے فوج اژدہوں سے نکلتی اور حضور کو جانے نہ دیتی۔ میں آپ کو اطلاع دینے اندر سے نکلا ہوں کہ یہ فوج جو آئی ہے یہ میر نان وزیر ملکہ بران آپ کو لینے کے لیے آتا ہے جلوس شاہانہ ہمراہ لاتا ہے حضور کو چاہیے کہ ان سے بڑے تپاک سے ملیے نہ کہ ان کے قتل کی فکر کیجیے۔"

عمرو نے جب یہ کیفیت اس جوان سے سنی کہا: "پہلے سے تو نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں دی۔ میرا شربت سب خراب گیا۔"

وہ جوان ہنسا اور کہا: "اس کے عوض جو فرمایئے وہ حاضر ہو۔"

عمرو نے کہا: "عمرو نے کیا کچھ مجھ کو محتاج سمجھا ہے۔"

یہ کہہ ہر شربت کا کٹورا زنبیل میں رکھا پھر کہیں کام آئے گا۔ وہ جوان پھر چھلا بن کر اژدر میں چلا گیا اور اژدر درخت میں جا کر لگا۔

عمرو وہاں سے بہت جلد اندر باغ کے آیا اور بارہ دری میں پہنچ کر جلد جلد فرش قاقم و سنجاب زنبیل سے نکال تمام بارہ دری میں بچھایا' مسہریاں آراستہ کیں دنگل ہائے جواہر کار گسترده کیے مسندیں مطرق پر تکلف موتیوں کے جھالر کی بچھائیں ایک تخت کئی سوزنہ کا بیچ میں دنگلوں کے بچھایا اور یہ سب سامان چنا جن بیچوں کو زنبیل سے نکال کر آن واحد میں درست کرایا۔

راوی کہتا ہے کہ جب ملک سبائیل' جہاں لقا خدائی کرتا تھا اور یہ ملک اس کا تخت گاہ تھا۔ وہ اہل اسلام نے جب فتح کیا اور لقا بھاگا تو عمرو نے اس کی بہشتوں کو جس میں جواہر کے لاکھوں درخت تھے اور اسباب نادر عجوبہ روزگار بہت تھا توڑ کر زنبیل میں رکھا ہے۔ پس وہی اسباب اس جگہ نکال کر آراستہ کیا اور آپ وہ خلعت و تاج گوہر نگار جو ملکہ آسمان پری نے دیا ہے زیب قامت کیا۔ اس میں ایک ایک موتی بہا

بیضہ مرصع کے لگا تھا اور ایسا جواہر لگا تھا جو کبھی جوہری فلک نے چشم مہر و ماہ سے بھی نہ دیکھا تھا باوجود کہ لعل بدخشانی حرارت آفتاب سے پیدا تھا مگر اس خلعت کا ایک ایک لعل رشک دے کر آفتاب کو جلاتا تھا۔

غرضیکہ تاج لعل و گوہر سر پہ اور قبائے سلیمانی در بر وہ قبائے زریں شاید تار خطوط شعاع مہر سے یا تار نفس مہر طلعتاں لے کر سی گئی تھی۔ گوٹ اس کی شفق دامن سحر کو شرمندہ بناتی تھی اپنے رو برو ملگجی بتاتی تھی۔

بان نشست آرائش اس تخت فلک رفعت پہ جلوہ گر ہوا۔ اس اثنا میں مہر نان وزیر تجمل شاہی کو آپ مع چند مقربین کے اندرون باغ قدم زن ہوا اور ہر سمت کو خواجہ کی تلاش کرنے لگا۔ یعنی عمرو جو آئے ہیں تو کس جگہ ہیں۔ غرض سب بنگلوں میں پھر کر قریب بارہ دری جو آیا دیکھا کہ چلمنیں پڑی ہیں۔ اس نے ڈرتے ڈرتے چلمن کو اٹھایا عمرو کو دیکھا کہ تاج کئی سو کنگرے کا پہنے جس کی کلغی میں جوڑی گوہر شب چراغ کی لگی ہے۔ قبا وہ ہے کہ جس پہ نگاہ نہیں ٹھہرتی ہے دیدہ کئے تخت پہ جلوہ گستر ہے۔ دربار شاہانہ آراستہ ہے۔ دنگل کرسی میز سب اٹھا ہے کوئی اور نہیں نظر آتا ہے لیکن عمرو کرسیوں کی طرف ایسا مخاطب ہے جیسے کوئی ان پہ بیٹھا ہے مگر دکھائی نہیں دیتا ہے۔ وزیر کے ہوش پراں ہوئے اور سمجھا کہ عمرو بھی شہنشاہ جلیل القدر ہے بڑے ساز و سامان سے آیا ہے۔ فوج بطور مخفی ساتھ لایا ہے فی الجملہ وزیر باادب تمام سامنے آیا اور دست بستہ زمین تفاخر کو لب عجز سے بوسہ دے کر بجا آوری آداب دعا ثنا شہریاری میں بجز اظہار آرزو نیاز مصروف ہوا۔

بعد فراغ مراسم ثنا و صفت عرض پیرا ہوا: "اے شہنشاہ عیاراں ملکہ بہاراں نے سلام نیاز کہا ہے اور مجھے بھی خدمت ملازمان عالی میں بھیجا ہے۔ عذر کیا ہے کہ ایک سر ہزار سودا اور امور سلطنت سے چھٹی نہیں وقت حضور کو لینے نہیں آئی۔ امید ہے کہ سوار ہو کر قدم رنجہ فرمائیے ملکہ عالم مشتاق ملاقات ہیں۔ آج موتی باغ میں چل کر آرام

کیجئے اور ہماری آبرو بڑھائیے کل شہر ہفت رنگ میں داخل ہوجیے گا۔

عمرو نے یہ التماس وزیر سن کر آگے بلایا اور گوشہ چشم سے بیٹھنے کا اشارہ کیا وزیر بیٹھ گیا۔ عمرو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ وزیر حیران ہوا کہ یہ شخص جن ہے یا بشر ہے واقعی مرد باہنر ہے۔ عمرو ایک ملازم کی ایسی صورت بن کر اور خلعت پر زرکشی کر کے سامنے وزیر کے لایا اور کہا: "شہنشاہ عیاراں اپنے لشکر میں پوشاک بدل رہے ہیں۔ برآمد ہوا چاہتے ہیں آپ کو یہ خلعت مرحمت کیا ہے۔ وزیر نے خلعت پہنا مگر سمجھا کہ اس شخص کے ہمراہ فوج جنیان ہے۔

غرض یہ کہ عمرو خلعت دے کر اور اس جگہ کا سب اسباب یعنی تخت و کرسی یکجا کر کے نظر سے غائب ہو گیا۔ بعد لمحہ کے صورت اصلی بنکر اور دوسری طرح کا لباس زیب قامت فرما کر ظاہر ہوا۔ وزیر اٹھ کر اس کو حکم دیا: "آنکھیں بند کرے تاکہ میرے ملازم اسباب اٹھا لیں"

اس نے حسب ارشاد آنکھیں بند کر لیں۔ عمرو نے جال مارا کہ تمام اسباب نہ دیکھا یقین واثق ہوا کہ عمرو فوج جناتوں کے ہمراہ لایا ہے۔ بس اس نے تخت طاؤس حاضر کیا۔ خواجہ سوار ہوئے۔ طبل و نقارے بجے صدائے طرقوا پیدا ہوئی۔ باغ سے سواری آگے بڑھی باد بہاری جلو میں چلی نقارچی زری پوش نقاروں کو بجاتے اس کے پیچھے شتر سوار سانڈنیاں اٹھاتے پھر خاص بردار غول باندھے پلٹنیں اور رسالے باجے جنگی بجاتے چلے بعد ان کے طفلاں قمر پیکر لوٹے تحلقیں کے اور منقلہائے عود عنبر لیے عود برگی کا دشت کو رشک دشت تتار بناتے گزرے ۔ پھر تخت عمرو کا برآمد ہوا چار سو پری زادیں طلسم کی چنور کی بائیں ہما کے لیے مگس رانی کرتی ہوئی اور کئی ہزار خواص آنچل پلو کے دوپٹے اوڑھے حسن میں یکتا دہر جواہر کا زیور پہنے چنگیر دان و عطر دان و اوگال دان وغیرہ عمدے ہاتھوں میں لیے کہار قدم بقدم تخت اٹھائے اس طرح سے کہ تکان نہ ہو رواں ہوئے اور بارہ ہزار ساحر باندیاں و فیل سرخاب و بوتتار و اشتر ہائے سحر سوار تخت کو

گھیرے ابر پیدا کرتے' موتی برساتے سواری کے جلو میں آتے تھے۔ نقیب آگے آگے صد ہائے ادب و خفاوت لگاتے تھے' بڑھے عمرو دولت شیراں بہادر کہہ کر للکارتے تھے اس دبدبہ سے کہ بموجب حکم

تھے کھڑے صد ہا نقیب و چوبدار
اور پیادے بے عدد بے حد سوار
سیکڑوں حاضر غلام ماہ رو
دست بستہ صف کشیدہ و سو بسو
غرق لعل و در میں از پا تا بہ سر
زرق و برق ایسے کہ خیرہ ہو نظر
کہتے جاتے تھے یہ ہر دم چوبدار
اے جوانوں جلد تر ہوشیار
جلد ہو جاؤ' دو طرف دو قطار
ہوں پیادے آگے اور پیچھے سوار
با ادب آہستہ نہ بیش نہ کم
ایک سان جلدی بڑھاؤ تم قدم

سواری شہنشاہ عیاراں کی مائل تھی چشم بہرام عیاراں کی سوال تھی چشم بہرام فلک بحسرت چاکری نگراں تھی۔ شہ بلند رنگ کو داہنے ہاتھ کی طرف روک کر بیرون حاجت طلسم دکھاتے باہر باہر موتی باغ میں لے کر آئے۔ اب یہاں سے کوچ اور اندر قلعہ کے جانے کا ارادہ کرے تو وہی ساتوں دریا جن کا ذکر اوپر ہوا کہ ماہ جادو طے کر کے آیا تھا' پڑیں گے۔

غرضیکہ جب سواری موتی باغ کے در پر پہنچی وزیر نے آگے بڑھ کر دروازہ کھلوایا کیونکہ

ملکہ بران وزیر کو بھیج کر سمت قلعہ بلت رنگ بہر تیاری سامان دعوت خواجہ کے گئی تھی۔ ملازموں کو برائے خاطر داری و خدمت گزاری چھوڑ گئی تھی۔ اس وقت وزیر کے پکارنے سے دروازہ وا ہوا اور سو کنیزیں مہ پارہ گل اندام گلدستے ہاتھوں میں لیے اندر سے باغ کے نکلیں کہ ایک ایک حسن میں رشک حور تھی۔ سراسر بقعۂ نور تھی۔

ان پری پیکروں نے وزیر سے عرض کیا کہ ملکہ عالم نے حکم چلتے وقت کیا تھا کہ اندر باغ کے ہمارے مہمان کو موتیوں کے تخت پر سوار کر کے لانا اور موتیوں کی پوشاک پہنانا' چنانچہ یہ تخت گوہر نگار اور یہ پوشاک آبدار حاضر ہے۔ وزیر نے کشتیاں خلعت مروارید کی اور تخت ان سے لے کر خدمت میں عمرو کی حاضر کیا اور ان کنیزوں نے جو وزیر سے کہا خواجہ سے بھی عرض کیا۔ عمرو نے ہنس کر کہا۔ "اے وزیر' ملکہ نے مجھے محتاج سمجھا' میں صاحبقران کا بھائی ہوں جس کی زوجہ ملکہ آسمان پری ہے۔" یہ کہہ کر ایک کنیز جو سب سے زیادہ ملکہ کی طرف سے سفارش کر رہی تھی اس کو گھورا اور کہا۔ "ہو تو جا تیری گردن ماروں' وہ کنیز سمجھی کہ اصل میں یہ مہمان عزیز بادشاہ طلسم ہے اگر حکم دے گا تو ضرور میرے قتل میں کسی کو تامل نہ ہو گا۔ یہ سمجھ کر فرط دہشت سے گر پڑی۔ جتنے لوگ تھے ہمراہ سب کے سب اسی طرف متوجہ ہو گئے اور نگاہ ہر ایک کی اس کنیز کی طرف تھی۔ عمرو نے سب کی نگاہ دوسری سمت کرنے کو یہ فقرہ کیا ہے۔ فوراً گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ وزیر وغیرہ نے اس کنیز کو اٹھا کر پھر جو تخت کی جانب دیکھا عمرو کو نہ پایا جان نکل گئی کہ شاید خواجہ ناراض ہو کر چلے گئے ملکہ بران ہم لوگوں کو مار ہی ڈالے گی کہ تم نے خواجہ سے کیوں گستاخی کی بس پری زادان طلسم سے کہا کہ ہر سمت جا کر ڈھونڈ اور ساحروں کو حکم دیا' تلاش کرو۔"

دونوں ہر طرف دوڑے اور دور دوڑائے گئے مگر کہیں نشان نہ ملا' ناچار پھر آئے وزیر متفکر ہو رہا تھا کہ یکایک خواجہ تخت پر ظاہر ہوئے۔ وزیر نے دیکھا کہ موتیوں کا تاج

سر پہ دھرے جامہ گوہر آگیں پہنے بڑے بڑے موتیوں کا کنٹھا اور تمام در خوش آب جسم پہ آراستہ فرمائے ہیں۔ ڈاب کمر سے لگی ہے۔ ہر انگشتری کے نگینہ کی قیمت باج سلطنت سے بڑی ہے آگے بازوؤں پہ نگینہ مہر و ماہ سے بہتر ملے گوہر کے عقد ثریا کو رشک دینے والے بے آبرو بنانے والے' اس سجاوٹ کو دیکھ کر وزیر نے با ادب عرض کیا۔ "حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟"

فرمایا' لشکر حمزہ میں گیا تھا وہیں سے آتا ہوں۔"

وزیر اور زیادہ بد حواس ہوا کہ کہاں یہ مقام اور کہاں کرۂ حقیقی لشکر صاحبقران۔

خلاصہ کار عمرو بھی عجائبات اور غرائبات دکھاتا اور اپنی وقعت کا ان کے ملک دل پہ سکہ بٹھاتا بہ تجمل تمام داخل باغ ہوا اور جہاں بہار شمشیر تن تخت پہ بیٹھی ہے اس جگہ تخت خواجہ کا نصب ہوا اس نے دیکھا کہ ملکہ یہاں نہیں ہے اور اہل دربار چند آدمی بھی ہیں زیادہ نہیں صرف وہ مقام نہایت آراستہ ہے باغ طلسم نہایت زیبائش سے پیراستہ ہے۔ خواجہ نے وزیر سے پوچھا۔ "ملکہ کہاں ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ "شہر میں سامان دعوت حضور مہیا کرنے گئی ہیں۔ آپ یہاں تشریف رکھئے اور سیر دیکھئے کل ملکہ سے ملاقات ہو گی۔"

عمرو اس وقت تخت پہ جلوہ گر تھا۔ چار سمت پیک نظر دوڑانے لگا وہاں سے قلعہ کی طرف دریا موجزن تھے۔ ایک سمت صحرا میں جست کناں غزال و ہرن تھے سامنے جو موتی باغ تھا۔ سب موتی کا باغ تھا۔ نرگس شہلا کی آنکھ میں موتی کوٹ کوٹ کر بھرے تھے۔ زلف سنبل پہ چاندی کے جگنو بنا کر ڈالے ہیں یا محبوب نے زلفوں میں موتی بنا جگنو پالے ہیں۔ درخت ہائے گل حمرا یاقوت رخشندہ کے بنائے تھے شگوفے نیچے کی طرف زمرد کے اور منہ غنچوں کے یاقوت کے لگائے تھے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ معشوقان سبز رنگ مسکراتے ہیں متحیر موج تبسم شوریدہ کناں فصل بہار پہ چلاتے ہیں۔ روشن پہ ہر جگہ موتی بچھے درختوں پہ لڑیاں موتی سے گوندھ کر پڑی تھیں۔ سر ہر شاخ سے لٹکی تھیں۔ عروس بہار کے چہرے کا جلوہ دکھاتی تھیں۔ جال موتیوں کے درختوں پہ چڑھے موتیوں کے

کی چمک برگ اشجار زمردیں پر پڑی تھی یا شاہد بہار چاندی کی پات بالیاں پہنے تھی۔ تمکین و شان نور ریز تھا عجب جلسہ عشرت خیز تھا۔

یہاں تو یہ سامان راحت و فرحت خیز ہے مگر ملکہ جو قلعہ ہفت رنگ میں تشریف فرما ہوئی حکم دیا "تمام شہر آئینہ بند ہو' سامان دل پسند ہو۔ ہر ایک کاہار لباس زریں پہنے مکانوں پر چاندی سونے کا مصقلہ کیا جائے۔ نقش و نگار جواہر کار ہو مذہب و مطلا کوچہ و بازار ہو' سوتی باغ اور قلعہ مذکور کے مابین جو دریا واقع ہوئے ہیں اور بارہ دری سے دکھائی دیتے ہیں ان کے گھاٹ بھی طلائی اور نقرئی بنیں ہنو بجرے مور پنکھی طاؤس زریں چہرے کے درست ہو کر کنارے لگائے جائیں۔"

چنانچہ حسب الحکم ملکہ عالم تمام سامان کار پرداز ان ستودہ شیم نے درست فرمایا یعنی کشتی ہائے زریں دریا میں چھوڑ دیے اور نمگیرے زربفتی کنارے کنارے فرسنگہائے فرسنگ استادہ ہوئے قبا ہائے خیمہ قبہ فلک سے سرکشی جتانے لگے اپنے رو برو سر اس کا نیچا کر دیا' خیمہ قامت بجانے لگے' ناچ بارگاہوں میں ہونے لگے دریا بھی فرط خوشی سے موج میں آیا' مستوں کی طرح سے جھوم کر لہرایا حباب چشم تماشائے بحر تحیر میں ڈوبے تھے اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر بدیدہ حیرت یہ سیر دیکھتے تھے۔ فرط مستی و مسرت سے دریا بھی بلبلا نکلا تھا' حباب نہ تھے بحر کے دل کا حوصلہ نکلا تھا۔ عمرو کو مہمان ہونے سے آبرو پائی۔ ہر ایک صدف بہر نثار گوہر آبدار لائی تھی۔

لب جو تھا معشوقوں کا اژدہام
تماشائی تھے اس جگہ خاص و عام

لب آب تھیں ناگنیں کھڑی
چمک جن کے نتھوں کی گردوں پہ تھی

کہیں جھاڑ روشن تھے بلور کے
کہیں گنبد نکلے ہوئے نور کے

پڑے اس طرح تیرتے تھے کنول
شگفتہ ہو پانی میں جیسے کنول

ستاروں کا جو عکس پانی میں تھا
مگر دی تھیں گردوں نے آنکھیں بچھا

طوائف قمر طلعت رشکِ حور
گلے نور کے صورتیں رشکِ نور

لیے ساز ہاتھوں میں سب خوبرو
کھڑی صف بصف بر لب آب جو

بجاتی تھیں قانون و بین و رباب
ہر اک جوش مستی سے تھی بے حجاب

جوانی کا عالم بندھی گاتیاں
وہ ابھری ہوئی سینوں میں چھاتیاں

دم رقص چل پھر وہ آفت کی تھی
قیامت تھی دامن میں ان کے چھپی

کبھی ناچ ان کا جو یاد آئے گا
تو پانی سے طوفان ہو گا بپا

ہر اک مور پنکھی جواہر جڑی
پڑی ہر طرف بحر میں تھرتھری

سواراں پہ شہزادیاں خوبرو
حسن بہ گل اندام وہ آہو

لیے ہاتھوں میں ڈانڈ رشکِ بلور
کہ شیدائی ہو جن کے قامت

مگر چہرے صد نزاکت بھرے
کڑے دونوں ہاتھوں میں انکے پڑے

وہ پہنے ہوئے لہنگے زربفت کے
کہ مہنگے تھے جو اطلس چرخ سے

لگے گھنگھرو ڈانڈوں میں تھے پر نوا
جو چھم چھم کی کھینے میں دیتے صدا

لپک کر یہ گاتی تھیں وہ بار بار
کہ سیاں لگا دے میرا بیڑا پار

جب دوپہر رات کے قریب نماند گزرا ملکہ بہاران نے خوان پر الوان نعمت ہائے گوناگوں سے لگو کر روانہ کئے اس تجمل سے کہ روشن چوکی آگے بجتی سقے چھڑکاؤ کرتے کہ گرد و غبار کھانے پر نہ پڑے پر نہ پڑے' توے پوش کشتیوں پر پڑے کسنے خوانوں پر کے بہادر و چیدار آگے آئے اہتمام کرتے کہ نظر بد سے طعام محفوظ رہے۔ ملکہ کی مہر ہر خوان پر لگی ہوئی آب خاصے کی ہر ایک صراحی برف کی جھلی اسی اہتمام و انتظام سے بکاول ساتھ بہنگیوں پر منقل ہائے آتشیں لدی پتیلیاں دم پر لگائے جواہر کے ظروف بار کرائے باغ میں لائے دستر خوان' بجائے مدی کا گُسترده کیا۔ میزبان نے دست بستہ ہو کر خواجہ کو لا کر بٹھایا عرض کیا! ملکہ نے کہا ہے یہ کھانا گو آپ کے لائق نہیں اور کچھ تکلف بھی نہیں کیا گیا۔ جو آش تیار تھا وہی نمن خشک کے ہمراہ بھیجا ہے۔ اگر اوش کیجئے گا باعث میرے فخر کا ہو گا اور آج تو تنہا نوش فرمایئے گا۔ کل انشاء اللہ اس میزبان غریب سے جو کچھ بن پڑیں ممکن ہو گی قبول کیجئے گا۔ آپ کو قسم ہے خدا کی کچھ تکلف کو راہ نہ دیجئے گا۔ باعث میرے فخر کا ہو گا۔"

عمرو نے کہا مجھ کو بناتی ہیں میں بیچارہ مرد غریب اس لائق کب ہوں' یہ سب ان کا مسافر نوازی ہے۔ ملکہ میری طرف سے عرض کر دینا۔

باز آئے' ساقیا کہ ہوا خواہ خدمتم
مشتاق بندگی و دعا گوی دولتم
من گر ز وطن سفر نہ گزیدم بعمر خویش
در عشق دیدن تو ہوا خواہ غربتم

حاصل مرام بعد سفر گستری طعام لذیذ و خوشگوار چنا گیا۔ وزیر نے آفتابہ اٹھا کر طشت زریں و ابریق جواہریں سے ہاتھ دھلایا آپ سر پر مرچھل جنبانی کرنے لگا اور خواجہ نے خاصہ نوش فرمایا۔ بکاول اور داروغہ باورچی خانے کو بعد کھانا کھانے کے کئی ہزار

روپیہ زنبیل سے نکال کر انعام دیا لیکن سینہ میں دل بیٹھنے لگا کہ یہ کیا فیاضی کی چند روز میں ایسی بخشش محتاج کر دے گی۔

غرض دسترخوان بڑھا۔ خواجہ نے وزیر کو بسعی خدمت گزاری پھر خلعت دیا۔ سواری حاضر ہوئی۔ سوار ہو کر دریا کی طرف پے سیر رخ کیا۔ وزیر نے وہی تجمل جو سابق میں ذکر ہوا ہمراہ سواری کر دیا اور آپ خدمت ملکہ میں گیا تقریر عمرو گزارش کی اور حال عجائبات دکھائے۔ خواجہ کا یعنی خلعت دینا اور غائب ہو جانا اور سامان کروفر جو کچھ اول سے اس وقت تک دیکھا بیان کیا۔

حیرت نے کہا "عمرو کے پاس زنبیل اور گلیم اور بہت سے اشیاء نادرہ ہیں ان باتوں کا اس سے سرزد ہونا کچھ تعجب نہیں تردد کرنا بیجا ہے۔"

یہ گفتگو کر رہی تھی کہ وہ پری نامہ شمسہ کو کب لائے ملکہ نے بعد ادائے مراسم پڑھا لکھا تھا۔ "اے فرزندا آج تمام منتظمان طلسم اور حاکمان دربند کوہ و صحرا وغیرہ ہر ایک کو پروانے بھیجو کہ صبح تک تمہاری خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ ان کو ہمراہ لے جانا اور خواجہ کی ملاقات کرانا ہر ایک سے نذر دلوانا اور اپنے گھر میں جو آتا ہے اس سے تمکنت نہیں کرتے۔ یہ نہ جاننا کہ میں شہزادی ہوں اور ایک شاطر ہے۔ عمرو کی وہ قدرو منزلت کرنا کہ اس کے سامنے کنیز بن جانا۔ کیونکہ عمرو وہ شخص ہے کہ جس کو چاہے شہزادی بنا دے۔ وہ تاج بخش شاہاں ہے۔ دیکھو مہ رخ کو اس نے بادشاہ بنا دیا اور دیکھو افراسیاب کا مد مقابل ٹھہرا دیا بس خبردار وہ امر نہ کرنا جس سے ہم ناخوش ہوں کوئی دقیقہ اس کی تعظیم میں فروگذاشت نہ ہو۔"

یہ نامہ پڑھ کر ملکہ نے جواب لکھا "اے پدر بزرگوار میں جیسے آپ کی کنیز ویسے ہی عمرو کی، انشاء اللہ جیسا حضور نے تحریر کیا ہے اس سے بڑھ کر میں بجا لاؤں گی۔"

یہ عرضی نامہ داروں کو دے کر رخصت کیا اور کہا کہ دریا کے کنارے آتش بازی نصب کی جائے اور ہماری سواری بھی تیار رہے کہ قریب صبح خواجہ کو لینے جائیں گے

تا کہ یہ کہہ کر منشیوں کو یاد فرمایا اور ان سے ارشاد کیا کہ نامے شاہان طلسم کو اور پروانے عاملوں کو شقے مالکان ورند حسب الطلب ترقیم کرو۔ مضمون یہ ہو کہ "تم سب بنا بر حکم ہمارے اور بادشاہ طلسم کے اسی وقت بجا و چشم تمام مع ملازم و خدام کے حاضر ہو اور ہمارے ساتھ چل کر شاہ حیاباں کو نذر دو اور استقبال کر کے قلعہ میں لاؤ۔ اس امر میں تاکید اکید اور قدغن مزید سمجھو، جو کوئی تعمیل حکم نہ کرے گا مغضوب درگاہ سلطانی اور معتوب نگاہ خسروانی ہو گا۔"

دبیران عطارد و تحریر نے بموجب فرمان ملکہ طلسم توقیع وقیع جہان مطاع و عالم مطیع تسطیر کیے۔ ملکہ نے مہر اپنی ثبت فرما کر کچھ ساحروں اور کچھ چیلوں کو کچھ پری زادوں کو جس جس کے ہاتھ بھیجنے کا موقع تھا روانہ فرمائے اور بنا بر ارشاد آتش بازان صنعت پرور از آتش بازی جو روز سامنے ملکہ کے چھوٹتی تھی وہ لے کر اور جلد جلد کچھ اور اپنی چابکدستی سے تیار کر کے وزیر کے ہمراہ روانہ ہوئے اور کنارے دریا کے کوسوں تک یہ چرخیاں گاڑھ دیں اور مہتابیں بانسوں میں باندھ کر نصب کیں۔ قلعہ آتشبازی ایک طرف ایستادہ ہوا۔ سرو کا درخت کہیں گاڑ دیا۔ آتش بازی کا جھاڑ کہیں نصب کیا تفصیل اس کی کیا کی جائے۔ ہر جگہ مناسب و بہتر درستی کر کے انتظار کرتے تھے کہ یکایک خواجہ بجرے پر سوار ہوئے جلترنگ بجنے لگے۔ وزیر نے حکم آتشبازی چھوٹنے کا دیا۔ آتشبازوں نے گل ہائے آتشبازی سے دریا کو رشک گلزار بنا دیا۔ کہ نظم

ہوئی روشنی ایسی مہتاب کی
رخ مہ پہ چھینٹے ہوائی گی
لب آب چھوٹیں جو واں چرخیاں
طیان ابر دریا میں تھیں بجلیاں
ہوئے پھول ہر رنگ کے آشکار

فلک جن کی نیرنگیوں پہ نثار
جو یاد ان کی گردش کا آتا ہے حال
تو چکراتا ہے چرخ اب تک کہاں
اناروں سے یوں گل ہوئے آشکار
کہ آئی گلستاں میں فصل بہار
فلک سے برسنے لگا آب زر
زمیں سے ہوئے پیدا زریں شجر
کہیں سرو آتش ہوا شعلہ بار
ہوائی ہوا پہ لگی چھوٹنے
فلک پہ سے تارے لگے ٹوٹنے
ہوئی پھلجھڑی اس طرح گل فشاں
لب نہر تھا تختۂ گلستاں
زمیں اس طرح سے ہوئی شعلہ زر
جدھر دیکھئے نور تھا جلوہ گر
ہوا ایسا شرمندہ اس نور سے
نہیں شعلہ اٹھتا ہے اب طور سے

ہر اک مجرے اور کشتیوں پہ ناچ ہونے لگا جلترنگ بجنے لگے۔ دور شراب ارغوانی شروع ہوا۔ مور چھچھی عمرو کی دنیا میں ہر سمت پھرنے لگی۔ یہ تو سیر دنیا میں مصروف ہوئے مگر شعلہ کوکب نے دربار سے اٹھ تنہائی میں جا کر ایک پتلا بصورت عمرو ماش کے آٹے کا بنایا اور پھر سحر کا اس میں بٹھایا کچھ اس کو سمجھا کر لباس فاخرہ پہنا کر تخت زریں پہ بٹھایا اور سرحد طلسم دوم پہ ایک باغ ہے کہ جواہر اس کا نام ہے وہاں بھیج دیا۔ وہ پتلا اس باغ کی بارہ دری میں پہنچ کر تخت پہ جلوہ گر ہوا تھا کہ نکلا چبوترہ کا محور

کو جو عمرو سے جدا کر کے چلا تھا' اسی باغ میں لایا اور نشیمن پر اترا۔ مخمور اس پر سے اتری' وہ چبوترہ غائب ہو گیا۔ یہ آگے چلی باغ نہایت پر بہار دیکھا ہر روش کو بہر روش عمدہ قطعہ دار دیکھا غنچہ گل دس بیس نہیں ہزار دو ہزار سوسن وہ زبان کا کیا شمار گل ہزارہ اور صد برگ بیشمار عنادل برسر شاخسار نغمہ زن کہیں بہار سمن و نسترن۔ یہ کیفیت اس باغ کی دیکھتی ہوئی بارہ دری کے برابر آئی وہ بھی بے نظیر آئی جواہر اس کی چار دیواری میں پچی کیا تھا اور موتیوں کی جھجریوں لٹکایا تھا۔ روزن جھجری کا چشم مشتاق سے بہتر تھا۔ موتی کے لٹکنے سے موتی آنکھ میں بھرے تھے۔ نسیم نسیم ہر روز بستان وہاں پر گھر تھا۔ پردہ ہائے زنبوری پڑے تھے۔ سراسر جواہر روشنی کے تھے۔

مخمور نے پردہ اٹھایا۔ عمرو کو تخت جواہرین پر جلوہ گر پایا۔ شاداں و فرحاں آگے بڑھی وہ چلا بھی تخت پر بیٹھے مخمور بولی "خواجہ آپ نے ہماری خبر دو دن تک نہ لی۔"

چیلے نے کہا "مصلحت یہی تھی۔"

اس نے کہا "خیر فرمایئے کہ بادشاہ کے یہاں کے ملاقات ہوئی۔"

چیلے نے جواب دیا "ابھی نہیں' مگر استقبال کرا کے مجھ کو یہاں فروکش کرایا ہے اور مدد دینے کا وعدہ فرمایا ہے اب ہم تم یہاں رہیں اور نظر بتفضل کردگار رکھیں دیکھیں کہ خدا کیا سامان کرتا ہے اور پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"

مخمور اس چیلے کو عمرو سمجھ کے اس باغ میں فروکش ہوئی اور یہاں عمرو مصروف عیش و راحت ہے ہر طرح لب دریا سامان نشاط ہے جلسہ عیش و فرحت و انبساط ہے۔ خیال میں ہے کہ جب ملکہ بہار سے ملاقات ہوگی تو حال مخمور کا پوچھوں گا اور سعی کر کے بلواؤں گا۔ فی الجملہ جب آتش بازی چھوٹ چکی اور سیر دریا کر چکے۔ اس وقت خواجہ کو سب کار پرداز اسی باغ میں لائے اور بالائے بام مسند پر بٹھایا پچھلی رات باقی تھی رقاصوں نے بھاگ گایا سماں بند کیا جام متواتر چلے۔ دماغ گرم ہوا۔ یہ تو اس راگ و رنگ میں مشغول ہوئے تھے۔

مگر فلک شعبدہ باز نیا رنگ لایا یعنی سنئے جو ملکہ بہار نے مالکان دربند کو برائے طلب

بھیجے تھے وہ تمام بادشاہوں اور منتظمان طلسم کو پہنچے۔ سب نے بموجب حکم کے تیاری کی کشتیاں جواہر اور گوہر کی بہر نذر ہمراہ لیں فوج کو حکم دیا۔ "مسلح ہو کر ساتھ چلے چلو۔ آپ بھی پوشاک نفیس زیب جسم فرما کر سواریوں پر سحر کی سوار ہوئے اور خدمت ملکہ میں حاضر ہونے لگے۔ منجملہ ان منتظموں کے ناظم کوہ فولاد کا حاکم چرخ ہوئیں تن ہی ساحر ذی احترام کے پاس بھی جادو گرنیاں فرستادہ ملکہ نامہ لائیں۔ چرخ ایوان شاہی میں تخت حکمران پر جلوہ گر تھا اور سترہ سو ساحر دست ادب بستہ حاضر تھے شب کا دربار تھا۔ کرسی و دنگل پر متمکن فوج کا ہر سالار تھا گھنٹے اور ناقوس دایوان پر بجتے بہانی وصاحب بیٹھے تھے۔ جادو گرنیوں نے عرض کا بھیجا۔ چرخ نے استقبال کرا کے بلایا اور نامہ ملکہ لے کر آنکھوں سے لگایا سر پر رکھا زر نثار کرایا اور نامہ والیوں کو مقام برتر پر بٹھایا۔ پھر نامہ وا کر کے پڑھا۔ مضمون سے واقف ہوتے ہی رنگ چہرہ کا تبدیل ہو گیا نہایت غصہ آیا مگر براہ دور اندیشی ضبط کر کے نامہ والیوں کو خلعت دیا اور عرض کیا میں بھی "آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہیں رخصت کیا۔ جادو گرنیاں تو چلی گئیں لیکن اہل دربار نے اس منغض دیکھ کر با ادب تمام پوچھا "کیوں حضور ایسا کچھ نامہ میں کیا لکھا ہے جس نے آئینہ خاطر بادشاہ مکدر کر دیا اس نے آنکھوں میں آنسو بھر کے زانوں پر ہاتھ مارا اور کف افسوس مل کر کہا "کیا بتاؤں غضب ہو گیا۔ طبقہ نشین طلسم الٹا چاہتا ہے' دین پونے دو سو خداؤں کا کاٹا ہے' وہ چور دغا باز مکار جس نے ساحروں کے گھر بے چراغ کر دیئے ساحران ناد دشمن ساحراں' اعنی ورگلا خداوند لقا۔ اس طلسم میں بھی آیا ہے' ملکہ برآن نے سب منتظموں کو اسے نذر دینے کے لیے بلایا ہے۔ ایسا رتبہ اس نالائق عمرو کا کیا ہے کہ خود اس کو لینے جائے گی۔ رنڈی ناقص العقل مشہور ہے مگر شاہ کو کب کی عقل میں بھی فتور ہے کہ اس مکار کے مکر میں آ گیا ہے اپنا ملک برباد کیا چاہتا ہے۔ پہلے اس کو جادو عجیب سمجھ کر افراسیاب کے دام سحر سے ملکہ برآن اٹھا لائی تھی اب

اس کو یہ آبرو بڑھائی کہ جس کا حد بیان نہیں مجھ کو افسوس آتا ہے کہ یہ سرکار بھی برباد ہو گی۔

ہم سے یہ تو کبھی نہ ہو گا کہ ہم جاویں اور سامنے اس مکار ہرزہ گرد کے گردن جھکائیں۔ ہمارا تو یہ ارادہ تھا کہ لشکر کشی کر کے حمزہ اور اس کے تمام لشکر کو قتل کریں اور ان مسلمانوں کو خانہ کعبہ تک زندہ نہ رکھیں' بلکہ پردہ دنیا سے ہم ان کا نیست و نابود کریں کہ جنھوں نے خاندان ساحران برباد کر دیا۔"

غرضیکہ یہ کافر بہت کچھ بکا جھکا پھر ایک تدبیر سوچکر حکم دیا۔ "فوج ہماری تیاری کرے کیونکہ حکم حاکم مرگ مفاجات ہے میں جاؤں گا اور تمام رفیق میرے تیار ہوں' دربار برخاست کیا جائے۔"

اس کے کہنے کے بموجب سب مصروف درستگی و روانگی ہوئے اور یہ خود بزور سحر غائب ہو گیا۔

یہاں عمرو بیٹھا ناچ دیکھ رہا تھا کہ یہ آخر پہنچا اور بروئے ہوا ٹھہرا۔ سحر ایسا پڑھا کہ ہوائے سرد چلی اور سب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ عمرو بھی تکیے پر سر رکھ کر سو گیا۔ یہ ہوا سے اترا اور پنجے میں خواجہ کو داب کر اڑا اور لیے ہوئے سیدھا قلعہ اپنے میں آیا اور اپنے بھائی کو فولاد موئیں تن کہلاتا ہے بلا کر خواجہ کو دکھلایا اور کہا۔ "میری صلاح یہ ہے کہ تم فوج اور تمام ملازمین کو اور کشتیاں نذر کی لے کر خدمت ملکہ میں جاؤ اور میرا نام لینا کہ وہ بھی آتا ہے۔ میں اس دزد کو قتل کر کے آؤں گا۔ جب لوگ ڈھونڈھ کر تھک جائیں گے اور ہنگامہ اس کے گم ہونے کا فرو ہو گا اس وقت سر اس کا کاٹ کر خدمت شاہ جادواں میں لے جاؤں گا اور شاہ کوکب بھی آئندہ اس کام سے خوش ہو گا کہ اس کا دین میں بچاتا ہوں۔ ابھی گو کہ یہ اس کے نزدیک برائی ہے مگر آگے احسان مانے گا۔"

بھائی نے اس کے جواب دیا "اے برادر تمہارا چلنا خدمت ملکہ میں ضرور ہے کیونکہ باغ میں لوگ ہوشیار ہو کر متلاشی اس دزد کے ہوں گے اس وقت جو حاضر نہ ہو گا

ملکہ اس پر گمان بدی کرنے کا' کریں گی۔ پس اس کو کہیں چھپا دو اور میرے ساتھ چلو۔" اس کو یہ رائے پسند آئی اور ایک صندوق میں بند کر کے برابر ایوان شاہی کے ایک غار تھا' اس میں عمرو کو رکھا اور دہن غار لکڑیوں سے ڈھانک دیا۔ اندر محل کے اس واسطے نہ رکھا کہ مبادا کوئی عورت یا خادمان محل میں سے کوئی اس صندوق کو کھولے اور یہ مکار چھوٹ جائے تو پھر بڑی خفت لازم آئے۔ اور فی الحال ہر ایک کو اس راز سے آگاہ کرنا منظور نہیں جو کہہ دیا جائے کہ یہ صندوق نہ کھولنا لہذا اسی جگہ چھپا دو پھر آ کر دیکھ لینا۔

غرضیکہ وہاں صندوق رکھ کر چاہتا تھا کہ چلے اس وقت عمرو کو ہوش آ گیا' کیونکہ جب یہ باغ سے خواجہ کو لے کر چلا تو سحر بیہوشی سب پر سے اس نے دفع کر دیا سب وہاں ہوشیار ہو گئے۔ لیکن عمرو صدمہ تموج ہوا سے بیہوش رہا۔ اب کہ اس نے صندوق میں بند پایا۔ غل مچانا شروع کیا۔ چرخ نے آ کر پھر پٹرا کھولا اور کہا "او غدار تو نے سامران ساحر عہد کو مار کر یہاں بھی قدم نحوست قیم رکھا اور چاہتا ہے کہ وہ بادشاہ بیگان جمشید کو باہم لڑا دے اور اس گھر کو بھی برباد کرے۔"

عمرو نے کہا "بھائی میرا قصور کیا اور تمہارا میں نے کیا گناہ کیا ہے میں تمہارا مہمان عزیز ہوں مجھ کو گرفتار کرتا کب' رہا ہے۔"

اس نے کہا "اگر تو ملازم بادشاہ ہے تو بیٹا تجھ حرام ہے کہ خلاف مزاج بادشاہ کام کرتا ہے۔ اگر تجھ کو روپیہ کی ضرورت ہو تو مجھ سے لے اگر معشوق خوبصورت چاہیے ہو تو وہ بھی حاضر ہے' زمانے کی چیزیں تم کو دے سکتا ہوں اور علاوہ اس کے سمجھنا چاہیے کہ اگر تمہارا بادشاہ ہماری مدد کرے گا' دنیا میں کیسی بدنامی تم لوگوں کی ہو گی کہ ملازمان کوکب نے کیا جوانمردی کی ادنیٰ کو اعلیٰ کیا اس شخص کو مارا جس کو ترک فلک بھی مغلوب نہ کر سکتا تھا پس آدمی کو علم چاہیے۔ تجھ کو چاہیے کہ مجھ کو چھوڑ دے اور اس فراق میں نہ پڑ' نہیں تو پچھتائے گا۔ میں وزیر اعظم حمزہ ہوں' وہ حمزہ جو لقا کو بھگائے پھرتے ہیں اگر میرا ایک رواں بھی میلا ہوا تو نہیں معلوم حمزہ تیرا کیا حال

کریں گے۔ تیری زبیات کو بھی باقی نہ رکھیں گے۔"

خلاصہ کلام عمرو نے کبھی لالچ دیا اور کبھی دھمکایا کہ یہ مجھ کو کسی طرح چھوڑ دے مگر وہ بر سر رحم نہ ہوا اور بولا "اے دزد میں تیرے مکر میں نہ آؤں گا۔ صبح قریب ہے ملکہ کے پاس ہو آؤں تو تجھ کو راہ عدم دکھاؤں۔"

یہ کہہ کر خواجہ کو صندوق میں بند کر کے ایسا سحر پڑھا کہ سارا جسم بے حس ہو گیا۔ صندوق کو مستحکم کر کے اسی جگہ رکھ کر آپ مع اپنے بھائی کے خدمت ملکہ میں روانہ ہوا اس اثنا میں ساحر چرخ نے صندوق مشرق سے جواہر مہر جہاں تاب کو نکال کر فروغ بخش افلاک کیا اور ظلمت شب کو غار عدم میں محصور فرمایا۔

قریب سحر باغ میں ملازمان ملکہ کی آنکھ کھلی۔ عمرو کو نہ پایا۔ ہر سمت تلاش کیا مگر کہیں پتہ نہ پایا۔ نالاں و گریاں خدمت برآن میں حاضر ہوئے۔ ملکہ سوار ہو کر کنارے دریا کے بارگاہ میں داخل ہو چکی تھی۔ سردار و ڈھلم ممالک جمع ہوتے جاتے تھے۔ عمرو کے استقبال کی تیاری تھی کہ ملازم گئے اور عرض پیرا ہوئے کہ "حضور خواجہ سلامت کو کوئی لے گیا یا کچھ ان کے مزاج کے خلاف گزار کہ وہ خود تشریف لے گئے۔ یہاں کہیں تشریف فرما نہیں ہیں۔"

برآن نے کہا "خواجہ ہمارے یہاں مدد طلب کرنے آئے تھے۔ ہم نے بظاہر تو کوئی برائی نہیں کی جو وہ ناراض ہوتے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی دوست افراسیاب کا یہاں رہتا ہے۔ قابو پا کر پکڑ لے گیا ہے۔ خیر معلوم ہو جائے گا۔"

یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ فولاد اور چرخ دونوں بہ تجمل تمام داخل ہوئے ملکہ کو تسلیم کی پھر پوچھا "یہ کس کی تلاش ہو رہی ہے۔"

بران نے کہا "شاہ عیاراں تاج بخش شاہان تشریف لائے تھے گم ہو گئے ہیں۔"

چرخ نے جواب دیا "کوئی ساحر افراسیاب کا یہاں آ کر لے گیا ہو گا۔

ملکہ نے کہا "چہ خوش' افراسیاب کا ساحر یہاں آتا اور ہم کو خبر نہ ہوتی۔ ماہ طلسم

کیونکر لے ہوئی۔ بغیر حکم ہمارے کوئی ذاتشے پر تو نہیں آسکتا نہ کہ موتی باغ میں سے خواجہ کو لے جاتا۔"

اس نے عرض کیا "تو عمرو آپ ہی کہیں چھپ رہا ہے یقین ہے کہ شہ طلسم ہوشربا یہاں بھی غدر مچائے۔"

ملکہ نے فرمایا "وہ مہمان عزیز ہے اس کی ذات سے یہ امید مجھ کو نہیں کہ برائی کرے۔"

یہ کہہ کر ایک عرضی مشتمل بر کوائف گم ہونے عمرو کا کوکب کو لکھی ہکارے طلسم کے خدمت اقدس میں لے گئے اور عرض پہنچائی۔

کوکب ایک روشن ضمیر اس وجہ سے کہلاتا ہے کہ واقعات طلسم پر اس کو آگاہی ہوتی ہے مگر اس صورت میں اگر پہلے سے غور کرے اور اگر غفلت میں کوئی کام کر جائے تو جب یہ پوجا وغیرہ کر کے دریافت کرے اس وقت ظاہر ہو۔ اس وقت جو خواجہ کے گم ہونے کا حال عرض میں پڑا۔ ساحروں سے کہا "پہلے طلسم میں تلاش کرو پھر میں کوہ آئینہ پر جا کر مراقبہ کر کے بتلا دوں گا۔"

لوگوں نے کہا "حضور شاہ طلسم ہوشربا کا کوئی رفیق آ کر لے گیا ہو گا۔"

کوکب نے ہنس کر کہا "بچوں کی طرح باتیں نہ کرو وہاں کا ساحر آتا اور ہم کو خبر نہ ہوتی۔"

غرضیکہ بجواب عریضہ برآں تحریر کیا کہ جلد تلاش کرو۔ ملکہ نے نامہ پڑھ کر طائران سحر اور پری زادان طلسم و ساحران نامی اور پتلے وغیرہ ہر سمت طلسم میں روانہ کئے کہ وہ سب پھیل گئے اور طلسم وغیرہ اور کوہ و دشت و بحر و بر چھاننے لگے' ملک ملک اور وہ بد پھرنے لگے اور بہت سے پرندے ہوا اڑ کر ڈھونڈتے تھے تھوڑے مچھلیاں بن کر دریاؤں میں غوطہ لگاتے سراغ رسانی چاہتے تھے جب اس طرح کی تلاش ہونے لگی۔

چرخ کو تردد ہوا اور گھبرایا کہ ایک تو بادشاہ روشن ضمیر ہے۔ دوسرے عدو کی تلاش ہو رہی ہے اس صورت میں عمرو کا پوشیدہ رہنا غیر ممکن ہے مجھ کو ایسی امید نہ تھی کہ

اسکی تلاش ہو گی۔ اب لازم ہے کہ پہلے سے جا کر اس کو مار ڈالوں۔ اگر بعد کو اپنا نام بھی ظاہر ہو گا تو کہہ دینا کہ بوجہ جوش حمایت مذہب اور ازراہ دولت خواہی بادشاہ ایسا کیا۔ یقین ہے کہ بادشاہ انجام کار سوچ کر سزا دہی سے باز رہے اور ایسا نہ ہو گا تو جلائے وطن کرکے شاہ افراسیاب کے پاس جاؤں۔

ایسا کچھ سوچ کر ملکہ سے کہا "میں ایک کام رکھتا ہوں بھائی کو بھی لیے جاتا ہوں۔ دم بھر میں حاضر ہوں گا اور اپنے ملک میں خواجہ کو تلاش بھی کروں گا۔"

ملکہ کو اس کی گفتگو سے منطنہ بدی کا گزرا تھا لیکن اس وقت اضطراب تھا۔ اس کو اجازت دی یہ مع اپنے بھائی کے روانہ ہوا۔ فوج کو یہیں چھوڑا۔

مگر ادھر کا حال سنیئے کہ جہاں عمرو صندوق میں بند تھا' وہاں بیرون قلعہ سے ہوشیار جادو نامی ایک چور نے نقب لگائی تھی اور اسی غار میں صرہ نقب رکھا تھا کہ یہاں سے محل بادشاہی قریب ہے۔ چوری کروں گا اور اگر کچھ ہنگامہ ہوا تو اسی غار میں سے چھپ کر نکل جاؤں گا۔

چنانچہ بعد چلے جانے چہرخ کے وہ چور بارادہ نقب غار میں آیا۔ یہاں صندوق رکھا دیکھا دل میں سوچا دوسرا چور شاید یہاں آیا تھا۔ مال اپنا رکھ گیا ہے مجھ کو خوب ملا چور کے گھر میں مور پیٹھا چرائے کوئی اور لے کس کے۔

غرض لالچ میں آ کر اس صندوق کے قفل کو توڑا اور پڑا کھلا۔ عمرو بصورت اصل اس میں پڑا تھا لباس پر زرے پہنے تھا' چور ڈر گیا کہ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی بلا ہے عمرو نے اس کو خائف دیکھ کر بزبان تسکین کہا "اے مجو حیرت تو کچھ خوف نہ کر' میں ایک آدمی ہوں مجھ کو ایک ساحر بند کر کے چلا گیا ہے۔"

چور نے کہا "پھر کیا چاہتے ہو۔"

کہا "مجھے اپنے سحر سے چھڑا دو تو اپنی حقیقت بیان کروں' میرے جسم میں طاقت نہیں جو اٹھوں"

چور کے پاس غسل جمشید کا پانی ہے کہ جس پر وہ چھڑکتا ہے سحر اس پر سے اتر جاتا

ہے۔ وہی پانی اس پر چھڑکا۔ عمرو سے سحر اتر گیا۔ صندوق میں سے نکلا اور جست کر کے دہن غار پر آیا۔ جال مار کر صندوق بھی لیا۔

چور یہ چالاکی دیکھ کر حیران ہوا اور غار سے نکل کر بولا "یار تمہارا نام کیا ہے۔ تم بھی چور معلوم ہوتے ہو، آنکھ تمہاری کہہ رہی ہے۔"

عمرو نے کہا "برادر جو ہم ہو تم" یہ تاج تمہیں دوں گا اور میں ایسا چور ہوں کہ زمین کا دفینہ جانتا ہوں، اندھیرے میں سارا مال دیکھ لیتا ہوں، جہاں رکھا ہو نکال لاؤں، بے کمند محل پر چڑھ جاؤں، جہاں ہوا نہ جا سکے، سماؤں۔" چور نے کہا "ہماری سنگت کرو گے۔"

اس نے کہا "ہاں لیکن اب رات تک نہیں ہے یہاں سے نکل چلو پھر سمجھ لیا جاوے گا۔"

چور نے کہا "وہ صندوق تم نے کیا کیا؟"

جواب دیا "غائب کر دیا اور ہم بھی غائب ہوئے جاتے ہیں۔" یہ کہہ کر گلیم اوڑھ غائب ہو گیا۔ چور کے حواس بجا نہ رہے اور سوچا کہ ایسے کے نزدیک مال لے آنا کتنی بڑی بات ہے کہ جب چاہے غائب ہو کر رات کسی دن ہی کو اٹھا لائے یہ جان کر پکارا "بھائی کہاں ہو، اب ظاہر ہو، معلوم ہوا کہ تم بڑے چور ہو۔"

عمرو ظاہر ہوا اور کہا "برادر تمہارا نام کیا ہے۔"

اس نے کہا "ہوشیار جادو"

عمرو نے کہا "ہمارا نام ہے عمرو عیار۔"

یہ سنتا تھا کہ چور کی جان نکل گئی اور گھبرایا کہ عمرو عیار کا بہت بڑا رتبہ ہے۔ تمام طلسم میں اس کی آمد کا غلغلہ ہے تو نے ناحق اس کو ستایا۔

عمرو نے اس کو بدحواس دیکھ کر کہا "گھبراؤ نہیں ہم سے چرخ نے برائی کی ہے ہم اس کو مار کر تمہیں یہاں کا حاکم کریں گے۔ چور قدم گرا۔"

عمرو نے کہا "میری تلاش میں چرخ یہاں آئے گا اس غار میں مال جو کچھ رکھا ہو لے

آؤ اور مجھے دے دو پھر آگے بڑھ کر لے لینا' بلکہ جو تمہارے پاس ہو' وہ بھی دے دو کہ میں غائب کر دوں تمہارے کام آئے گا۔"

چور نے جو کچھ مال تھا' اس کو دے دیا۔ اس نے لے کر زنبیل میں رکھا۔ پھر نقب میں گھس کر دونوں قلعہ کے باہر نکلے۔

اتنک صبح ہو چکی تھی۔ قلعہ سے دھوبی نکل کر گھاٹ کو جاتے تھے۔ ان میں سے ایک دھوبی اکیلا پیچھے رہ گیا تھا عمرو اس کے برابر جا کر حباب بیہوشی مارا اور اس کو بیہوش کر کے چور سے کہا "گٹھلی اور لادی لے کر تم چلے جاؤ۔ یہیں کہیں چھپ رہو میں تلاش کر لوں گا۔"

چور گٹھلی لے کر چلا گیا اور عمرو نے اس دھوبی کو اپنی کی صورت بنایا۔ لباس پرزہ پہنایا اور ساحر کی سی صورت بن کر اس گازر کو لے کر چلا۔

ادھر سے چرخ اور بھائی اس کا بارادہ قتل عمرو آتے تھے۔ راہ میں ملاقات ہوئی۔ عمرو نے سلام کیا اور کہا "یہ شخص قلعہ سے نکل کر بھاگا تھا میں نے چور سمجھ کر پکڑا ہے۔ انہوں نے اس کے کہنے سے جو دیکھا تو عمرو کو پایا بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ یہ کسی وجہ سے چھوٹ کر بھاگا ہو گا۔ اس کے ہاتھ لگ گیا۔ خوب ہوا ساحری نے خبر کی۔ یہ جاتا تو نہیں معلوم کیا ہوتا۔

غرضیکہ عمرو سے کہا "تو نے بڑا کام کیا ہماری جان بچائی۔ تیرا نام کیا ہے۔"

کہا "مکار جادو۔"

نام پوچھ کر بھائی کو بھیجا کہ جا کر غار میں دیکھ آؤ"

وہ گیا وہاں صندوق بھی نہ پایا آ کر بیان کیا کہ غار میں کوئی بھی نہیں۔ اب یقین واثق ہوا کہ بیشک عمرو بھاگا ہوا اس ساحر نے پکڑا ہے میں اس ساحر سے کہا "اس دزد کو زمین پر ڈال دے کہ ہم سر کاٹیں۔"

اس نے اس گازر کو ڈال دیا۔ یہ دونوں خنجر کھینچ کر چلے۔ عمرو نے پشت کی طرف سے کمند ماری۔ دونوں کی گردن پھنسی یا تو آگے کو بڑھے تھے یا پیچھے کو کھنچے اور گھبرا

کر مارے تھے کہ منہ پر بیضہ ہائے بیہوشی پڑے دونوں بیہوش ہو گئے۔

عمرو نے خنجر سے فولاد کا سر کاٹنا چاہا وہ روئیں تن تھا۔ اس نے زنبیل سے ایک پتھر نکال کر نیچے سر کے رکھا اور ہتھوڑا جناب داؤد کا لے کر سر پر مارا کہ سر پھٹ کر بھیجا پاش پاش ہو گیا۔ غل و شور اور تاریکی ہو گئی۔ عمرو سمجھا کہ ایسا نہ ہو کہ قلعہ کے ساحر غل سن کر دوڑیں۔ اس وجہ سے بسبب جلدی کے، چرخ کو زنبیل میں ڈال کر بھاگا اور غل سن کر چور جو چھپا تھا دوڑ کر آیا۔ عمرو اس سے ملا وہ یہ حال دیکھ کر بہت ڈرا اور حیرت ناک ہوا پھر خوشامد کی راہ سے عرض پیرا ہوا "میرے گھر چلیئے۔"

عمرو اس کے ساتھ اس کے گھر آیا ایک گاؤں ویران سا تھا اس میں مکان کچا بنا تھا مگر لپا تھا۔ چور نے لا کر فرش بچھایا اور عمرو کو وہاں بٹھایا، شراب و کباب موجود کیا یہ تو یہاں ٹھہرے۔

مگر ملازم برآن کے ہر طرف ڈھونڈھ کر خدمت ملکہ میں گئے اور عرض کیا "ہمیں کہیں پتہ نہ لگا۔ ملکہ نے اپنے باپ کو لکھ بھیجا، کوکب نے جب سنا کہ عمرو نہیں ملا بجور سحر غائب ہو گیا اور کوہ بلور اس طلسم میں ہے، بت خانہ بنا ہے۔ بادشاہ اس کی پرستش کرتا ہے۔ اس بت خانہ میں جا کر ایک پتلا جو بلور کا ہے اور تخت طلا پر متمکن ہے اس کو سجدہ کیا اور پوچھا "عمرو کا حال بتایئے وہ کہاں ہے" وہ پتلا یہ سن کر غائب ہو گیا بعد لمحہ بھر کے آیا اور گویا ہوا "عمرو چور کے گھر میں اس کے گاؤں میں ہے اور چرخ کے لے جانے کا حال اور فولاد کو زنبیل میں رکھ لینا اور بھائی کو مار ڈالنا سب بیان کر دیا۔

کوکب سارا ماجرا سن کر وہاں سے اپنی جگہ پر آیا اور برآن کو نامہ لکھا کہ عمرو نے ایسا کچھ کیا۔ اب ہوشیار چور کے مکان میں ہے۔ تم وزیر کو بھیج کر ہمارا ایک باغ اس حوالی میں ہے اسی باغ میں خواجہ کو پہنچا دو کہ کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ پھر تم مالکان در بند وغیرہ کو ہمراہ لے جا کر بہ تجمل تمام استقبال کر کے لاؤ۔"

براآن کو جب یہ نامہ پہنچا اس نے اسی وقت وزیر کو روانہ کیا، وہ ہوشیار کے مکان پر آیا اور عمرو سے ملا۔ وزیر نے زبانی کوکب جو کچھ سنا تھا عرض کیا "خواجہ آپ کے غائب ہو جانے سے بڑا تردد تھا۔ شکر خدا کا کہ آپ کا حال معلوم ہوا اب آپ میرے ساتھ چلیے۔ ملکہ بھی آیا چاہتی ہیں کچھ دیر باغ میں آرام فرمائیے۔"

یہ کہہ کر تخت پر سوار کیا اور لے کر چلا چور بھی ساتھ ہو لیا۔ اسی باغ میں جس کا پتہ کوکب نے دیا تھا وزیر لایا یہ باغ بھی جنت نظیر تھا نہایت دلپذیر تھا۔ گلہائے خوشبو دار اور میووں سے بھرا سراسر ہرا بھرا ہر جگہ تعریف خوف بتمامی قصہ بے مختصر بیان اچھا ہے۔ پس اس باغ بادہ وری میں عمرو کو فروکش کیا۔ ملازم بہر خدمت مقرر ہوئے۔ سامان عشرت پیدا حاضر کیا پھر باغ کے داروغہ کو تاکید کیا۔ بہر خدمت گاری کی "خبردار کوئی تکلیف خواجہ کو نہ ہو۔ غرض بہت کچھ انتظام کر کے وزیر خوش تدبیر ملکہ کے پاس آیا۔ ملکہ نے کشتیاں تحفہ و ہدیہ پیش کرنے کی تیار کروائیں۔ بادشاہان در بند کو حکم دیا "جب سب جمع ہو لیں تو مجھ کو خبر کرنا کہ سوار ہو کر خواجہ کو لینے جاؤں۔"

چنانچہ یہ سامان استقبال اور داخلہ خواجہ کا قلعہ ہفت رنگ میں آئندہ عرض کروں گا۔ مگر اب حال مہ رخ کے لشکر کا سنیے۔

کہ برق عیار ہمراہ جادو گرنیوں کے جو نامہ حیرت لے کر چلی تھیں۔ روانہ ہوا تھا۔ جادو گر بنا ہوا ان کے نیچے زمین پر تگاپو سے تجلی دوڑا جاتا تھا۔ جب کچھ دور وہ نکل گئیں۔ ان میں سے ایک کو پیشاب کرنے کی ضرورت ہوئی۔ زمین پر دونوں اتریں وہ کھو میں رفع احتیاج کو گئیں اور دوسری ٹھہری رہی۔ برق بہت جلد اس کے پاس آیا اور کہا "وہ دیکھئے آتے ہیں۔"

ساحرہ حیران ہوئی کہ کون آتے ہیں مگر پھر کر دیکھنے لگی۔ برق نے کمند ماری اس نے ادھر منہ پھیرا حباب بیہوشی مار کر اس کو بیہوش کر دیا اور جلد کپڑے اس کے اتارے اسے غار میں چھپا دیا اور اسی جگہ آپ بیٹھ کر صورت اپنی شکل اس کی شکل سے تبدیل کرنے لگا۔ اس عرصہ میں دوسری ساحرہ پیشاب کر کے آئی اور اپنی ساتھ والی کو ڈھونڈنے

گی۔ برق نے پاؤں کی آہٹ جو سنی پکار کر کہا "بہن ادھر نہ آنا ٹھہرو میں آتی ہوں۔"

یہ سن کر سمجھی کہ یہ بھی حاجت رفع کرتی ہو گی' پس ایک جگہ بیٹھ گئی۔ برق بخوبی تمام صورت بدل کر غار سے نکلا اور اس کے پاس آیا دونوں اٹھ کر چلے وہ ساحرہ عازم ہوئی کہ اڑ کر چلوں۔ اس نے کہا "اڑنے سے شانے تھک گئے ہیں اب پیدل چلو یا تم جاؤ میں آتی ہوں۔"

وہ ساحرہ بخاطر اس کے پیدل چلی۔ یہاں کہ بعد قطع راہ لشکر صنعت میں پہنچے' دیکھا کہ ساٹھ لاکھ ساحران غدار کا مجمع ہے۔ بازاریں لگی ہیں کٹورا کھنکھتا ہے گرم بازاری ہے دلالوں کی گفتگو خریدار اور بیوپاری خوبرو بیاپاریوں کے بستر ے لگے ہیں۔ ساحروں کے گھوڑے بندھے ہیں' لیکن اور لشکر میں تھماگھمی ہے بارگاہ صنعت کے قریب پہنچے حاجب دربان وہاں حاضر تھے۔ انہوں نے جا کر آنا ان کا عرض کیا۔ صنعت نے دونوں کو بلوایا۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ تخت آراستہ ہے' دنگلوں پر ساحر بیٹھے ہیں شیشہ آلات سے بارگاہ سجی ہے آئینہ لگے ہیں ملکہ تخت پہ جلوہ گر ہے۔ خلاصہ یہ کہ بڑا کروفر ہے۔ انہوں نے مجرا گاہ سے مجرا کیا۔ صنعت نے ان کو آگے طلب کر کے نامہ لیا' تعظیم کر کے پڑھا۔ مضمون سے واقف ہو کر جواب لکھا "میرا صندوقچہ سحر عیار لے گیا تھا۔ میں اس کے لینے کو بارگاہ باغیاں میں گئی تھی اور جلدی کے سبب سے آپ کی خدمت میں نہیں پہنچی۔ اب حاضر ہوں گی لیکن شہزادیوں کو ایسی غفلت نہ چاہیے کہ عیار کے ہاتھ نامہ بھیجیں۔ میں اس عیار سے سمجھ لوں گی۔ آپ کو اطلاع کر دی کہ پھر ایسی غفلت نہ فرمایئے گا۔

یہ لکھ کر اس ساحرہ کو دیا اور خلعت دے کر رخصت کیا' برق نے چاہا کہ میں بھی روانہ ہوں۔ اس سے کہا "تم آج ہمارے مہمان ہو کل چلے جانا۔"

برق اپنے دل میں خوش ہوا کہ اب لیا اور اس مالزادی کو کہاں جاتی ہے اس کے روکے ہی ٹھہر گیا۔ اس نے کرسی بیٹھنے کو دی' یہ بیٹھا اور وہ ساحرہ نامہ لے کر چلی اور خدمت حیرت میں پہنچی' جواب نامہ دیا۔ ملکہ حیرت نے پڑھا۔ اس وقت ساحرہ اور عیار پچھاں

پانچوں حاضر تھیں عیار کا نامہ دار کے ساتھ جانا سن کر سب کو حیرت ہوئی اور کہا "یہ عیار بے کلیجے ہیں' ایسے بہادر نہیں دیکھے لیکن صنعت بھی آفت کی ہے اس نے بگلا اصلی پہچانا"

غرضیکہ تاکید ملکہ حیرت نے پھر لکھا "اے ملکہ! تم نے عیار کو خوب پہچانا۔ اب اس بجات کو چھوڑنا نہیں۔ مار ہی ڈالنا۔"

یہ لکھ کر طائر سحر کے گلے میں باندھ کر بھیجا کہ جلد لے جائے۔ طائر لے کر آن واحد میں صنعت کے پاس پہنچا۔ اس نے نامہ لے کر پڑھا۔ طائر کو روانہ کر دیا۔

یہاں حیرت نے بزور سحر دریافت کیا کہ وہ ساحر جس کی صورت بن کر عیار گیا ہے کہاں ہے' معلوم ہوا کہ غار میں ہے چنانچہ ساحر بھیج کر اس کو غار سے اٹھوا منگوایا اتفاق سے ضرغام عیار برائے خبر گیری بارگاہ حیرت میں حاضر تھا۔ یہ سب خبریں دریافت کر کے مہ رخ کے پاس آیا اور سارا ماجرا برق کی عیاری کا بیان کیا۔ اس اثنا میں وہ چیلے جو مہ رخ نے برائے تحفظ برق ساتھ کر دیئے تھے آئے اور کہا "حضرت صاحب اس وقت صنعت کے پاس بیٹھے ہیں۔"

مہ رخ تو حال سن چکی تھی کہ صنعت پہچان گئی ہے اور ضرغام نامہ آنے کا ماجرا بیان کر چکا تھا۔ پس سمجھی کہ برق مبتلائے آفت ہوا۔ یہ سمجھ کر لشکر کو بہار کے سپرد کیا اور آپ اڑ کر روانہ ہوئی۔

○○○

• ملکہ آفت جادو

لیکن ادھر صنعت نے برق کو خلعت دیا اور اسباب نشاط کو بلایا۔ ناچ ہونے لگا سترہ سو ساحر کرسی پر بیٹھا تھا۔ دورہ جام شراب آغاز ہوا' ملکہ نے بعد لمحہ کے حکم دیا اور دربار برخاست ہو۔" برق کو ٹھہرا لیا کہا۔ تم ہم کو شراب پلاؤ' اس لیے کہ ملکہ حیرت بھی تمہاری قدر کرتی ہے۔ ہم کو بھی مدارات تمہاری لازم ہے۔"

برق یہ سن کر خوش ہوا کہ اب اس کی موت آئی اور عرض کیا۔ اے ملکہ' جیسے ہم ملکہ حیرت کے تابعدار ویسے ہی آپ کے۔"

غرضیکہ ساقی سے جام و صراحی لے کر شراب پلانے لگا' پہلے تو جام سادہ دیا' دوسرے میں نگاہ بچا کر بیہوشی ملائی اور دینے لگا' صنعت ہنسی اور گویا ہوئی کہ یہ جام اس ساقی کو دے دو۔"

اس نے کہا "آپ پیجئے میں اس کو اور دیتا ہوں۔"

اس نے کہا "جو ہم کہتے ہیں وہ کرو۔"

اس نے وہ جام ناچار ہو کر ساقی کو دیا کہ وہ پی کر بیہوش ہو گیا۔

صنعت نے اس کی جانب گھورا اور کہا "کیوں ہم نے تمہاری خاطر کی اور تم نے یہ بدذعائی کی ہے۔ شرف کہ مار ڈالوں۔"

برق سمجھا کہ یہ پہچان گئی چاہا کہ جست کر کے بھاگوں مگر دیکھا کہ تین پاؤں پکڑے ہے ناچار کھڑا رہا۔

اس نے کہا "اب بتاؤ تیرا کیا حال کروں۔"

برق نے کہا "تو اپنی خیر منا میرے اور بھائی بغیر مار ڈالے تجھ کو باز نہ آئیں گے اور میں چھوٹوں گا تو لشکر میں تیرے آگ لگا دوں گا۔

صنعت نے اس کی سخت کلامی سے ناخوش ہو کر قفس آہنی منگایا اور اس میں بند کر

کے ساحروں کو طلب کیا اور حکم دیا "اس نابکار کو ملکہ حیرت کے پاس لے جاؤ میرا سلام نیاز عرض کرنا اور کہنا۔ میں منتظر ہوں کہ عمرو کوکب کے پاس گیا ہے اور مجھ کو کتاب جمشیدی سے ظاہر ہوتا ہے کہ کوکب نے بھی اس کی خاطر کی ہے اب لڑائی بہت بڑی ہو گی اسی وقت میں بھی جنگ آغاز کروں مگر آپ اس عیار کو جو چاہیے وہ کیجئے۔"

یہ پیام دے کر پنجرا روانہ کیا۔ جادو گرنیاں اور ساحر نہایت بندوبست سے چلے۔

مگر مہ رخ جو اڑ کر روانہ ہوئی تھی۔ اس نے راہ میں اس کو مع قفس پایا' مگر قابو نہ ملا' جو برق کو رہا کرائی آخر ساتھ ساتھ چلی مگر الگ الگ چھپی ہوئی ساحر بارگاہ ملکہ حیرت میں پہنچے' پیام صنعت بیان کیا اور پنجرہ دیا' آپ پھر کر چلے آئے وہاں صرصر موجود تھی۔ برق کو دیکھ کر ہنسی اور کہا "آپ کا مزاج اچھا ہے۔"

برق نے کہا "اس وقت ہم قید میں ہیں کل سب کو مزاج کا مزا بتادیں گے۔"

صرصر نے کہا "آج بچ جاؤ تو بتانا۔"

برق نے کہا "آج حیرت کے ماتھے جائے گی۔"

حیرت کو ان باتوں سے غصہ آیا اور فوراً حکم دیا "اس کو پنجرے سے نکالو ساحروں نے پنجرے سے نکالا۔ اس نے کہا "جلاد کو بلاؤ۔"

جلاد بنا بر آنکہ عیاروں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہیں۔ خوف کے مارے بلانے سے آتے نہیں ملکہ نے جب غصہ سے بلایا ایک جلاد حاضر ہوا اور برق کو بارگاہ کے باہر لایا چبوترہ نکبت کا بنایا ہوا تھا فلاکت کا بچھا کر برق کو بٹھلایا۔ ملکہ حیرت نے سراپچے بارگاہ کے اٹھوا دیئے سامنے تخت پر بیٹھی رہی۔ جلاد نے تینوں حکم پوچھ کر تیغہ تول کر چاہا کہ ہاتھ مارے۔ اسی وقت ایک پتھر آ کر جلاد پر پڑا کہ سر اس کا اڑ کر گیا۔ کیونکہ جانسوز بشکل مبدل موجود تھا اس نے پتھر مارا جلاد کے مرنے کا غلغلہ جو ہوا۔ ملکہ حیرت نے حکم دیا "اور جلادوں کو بلاؤ اور مجمع کو ہٹادو کہ عیار مل کر چلے آتے ہیں۔ ملازمین نے سب کو ہٹا دیا۔ اس وقت حیرت نے ایک ساحر مہم جادو نامی سے کہا "تم کیا کرتے

تھے" میں نے تلوار پر باڑھ رکھوائی ہے مسلمان ملے تو اس کو مار کر باڑھ کی آزمائش کروں۔" اس وقت اس عیار پر آزماؤ۔"

صم جادو یہ سنکر اٹھا اور تیغہ تولتا ہوا چلا۔ برق سے کہا "جو کچھ ہوس دل کی ہو نکال لے کہ پیمانہ عمر لبریز ہو گیا ہے۔"

برق نے جواب دیا "اے مکار! عمر تیری پوری ہو گئی ہو گی ہم تو طلسم توڑیں گے اور افراسیاب کو ماریں گے۔ صم کو غصہ آیا اور چاہا کہ تیغہ مارے وہاں بصورت ساحر قرآن بھی حال گرفتاری برق سن کر آ گیا تھا۔ جیسے ہی اس نے ہاتھ اونچا کیا تھا کہ اس نے تاک کر بغدا مارا' تاقوں سے نکل گیا۔ غل و شور اس کے مرنے کا بلند ہوا ساحر بارگاہ سے اٹھ کر دوڑے اسی غلغلہ میں صرصر جو ساتھ گھات ڈھونڈتی آئی تھی پنجہ بن کر گر پڑی اور برق کو اٹھا کر لے اڑی۔ قرآن نے دو چار جادو گرنیوں کو اسی ہنگامہ میں قتل کیا اور زیادہ تاریکی اور غدر ہو گیا یہ بھی ایک سمت سے نکل گیا۔ ملکہ حیرت نے جلد سحر کر کے وہ ہنگامہ برطرف کیا اور ساحروں کو حکم دیا کہ جلد ڈھونڈو اس لے جانے والے کو مع قیدی کے گھیرو ساحر اڑ کر جھپٹے لیکن صرصر جو سناٹا بھر کر چلی اپنے لشکر کے کنارے پہنچ گئی۔ کسی نے نہ پایا سب پھر آئے اور عرض کیا کہ وہ نکل گئی حیرت نے کہا خیر اب کی مقابلہ میں کسی کو جیتا نہ رکھوں گی۔ اسی گفتگو میں تھی کہ ابریق کوہ شکاف وزیر دوم افراسیاب ملکہ پاس آیا ملکہ نے تعظیم کر کے بٹھلایا اس نے ملکہ کو متفکر دیکھ کر حال پوچھا اس نے کیفیت رہائی برق بیان کی ابریق نے کہا میں نے سنا ہے کہ عمر طلسم کوکب میں پہنچ گیا اور اس نے شعلہ سے ملاقات کی' شعلہ نے وعدہ مدد ہی کیا ہے اب وہ فوج کثیر لے کر آئے گا۔ پس لازم ہے کہ جب تک وہ آئے۔ ہم صرصر کا کام تمام کر دیں اور اسد کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں اس کو بھی مار ڈالیں۔ یہ تقریر سن کر ملکہ نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ میں اس مضمون سے شہنشاہ کو مطلع کرتی ہوں۔ دیکھوں کیا فرماتے ہیں۔ یہ کہہ کر عرضی شعلہ طلسم

کو لکھی اور جملہ کوائف سیاہی برق اور گفتگوئے ابریق اس میں درج کر کے طائر سحر کے گلے میں باندھ کر بھیجی طائر عرض باغ سیب میں لایا شاہ طلسم نے لے کر پڑھی چاہتا تھا کہ کچھ لکھے اس وقت پنجہ سحر نامہ لقا لے کر پہنچا اس نامہ کو جو لے کر پڑھا لکھا تھا کہ یہاں ملکہ نازک چشم نے آ کر ہم کو بہت خوشنود کیا لیکن ان کی مدد کے لیے کسی اور کو بھیجنا چاہیے کہ وہ اور سفار تنہا ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ گڑ بڑ ہو جائے۔ شاہ نے یہ دونوں نامہ پڑھ کر اول حیرت کو لکھا کہ اے ملکہ تم گھبراؤ نہیں مجھ کو سب حال عمرو کا معلوم ہے میں بندوبست قرار واقعی کروں گا اور کوکب میرا کچھ نہ کر سکے گا میں اس کے رو برو عمرو اور اس کے تمام لشکر کو غارت کر دوں گا۔ یہ لکھ کر طائر کے گلے میں باندھ کر اڑا دیا طائر ملکہ کے پاس پہنچا وہ نامہ پڑھ کر چپ ہو رہی اور ادھر صرصر بارگاہ میں برق کو لائی۔ تخت پر جلوہ گر ہوئی۔ حکم ترتیب جلسہ عشرت دیا' باطمینان تمام بیٹھی۔ اس طرف کو صنعت اپنے لشکر میں بامادہ جنگ ٹھہری ہوئی ہے۔

مگر اب حال افراسیاب بیان ہوتا ہے کہ اس نے نامہ لقا پڑھ کر ایسا سحر کیا کہ ایک پتلا زمین سے نکلا۔ اس کو حکم دیا' جا اور ملکہ آفت شمشیر تن جادو کو بلا لا۔

پتلا یہ حکم سن کر غائب ہو گیا۔ بعد لحظہ کے ایک ابر سرخ رنگ برسے ہوا پیدا ہوا اور زمین پر اترا۔ اس ابر پر ایک ساحرہ سوار تھی۔ زیورو زر سے آراستہ ساحروں میں ذی وقار تھی۔ اس نے بادشاہ کو بادب تسلیم کی اور پایہ تخت کو بوسہ دیا' بلا گردان ہوئی۔ بادشاہ نے دست شفقت اس کی پشت پر رکھا۔ اجازت بیٹھنے کی دی اور مجرا کر کے کرسی پر متمکن ہوئی۔ بادشاہ نے فرمایا ہمیں نے تم کو اس لیے بلایا ہے کہ خداوند باختر کا نامہ بنا برطلب مدد آیا ہے۔ پس تم لشکر لے کر جاؤ۔ سفار اور نازک چشم وہاں ہیں ان کی اعانت کرو اور خداوند کی زیارت کرو۔ یہ بیان سن کر ساحرہ اٹھی اور سلام کر کے رخصت ہوئی۔ بادشاہ نے خلعت عطا فرمایا۔ خلعت پہن کر اپنے قلعے میں آئی اور بادہ

ہزار ساحر کا لشکر تیار کیا کر سمت کوہ عقیق بصد جلو چشم تخت سحر پر بیٹھ کر روانہ ہوئی۔

اسی تجمل بعد طے مراحل قریب طلسم آئینہ کہ طلسم ہوشربا کے طلسموں میں سے ایک طلسم یہ بھی ہے اور حاکم وہاں کی ملکہ آئینہ دار جادو ہے اور اس طلسم نورافشاں میں ہے ملکہ طلسم آئینہ دونوں بادشاہوں یعنی کوکب اور افراسیاب کو خراج دیتی ہے چنانچہ یہ ساحرہ وہیں پہنچی۔ خیال میں اس کے آیا کہ اے آفت تجھ سے اور ملکہ آئینہ دار سے از حد دوستی ہے، اس سے ملتی چل۔ اس لیے کہ مقابلہ کرنے مسلمانوں سے جاتی ہے اور یہ لوگ کشندہ ساحران ہیں۔ شاید ملکہ آئینہ دوستی کا پاس کر کے کوئی تحفہ اپنے طلسم کا تجھ کو دے۔ جس کے باعث سے تو مسلمانوں کو غارت کر سکے۔

یہ سوچ کر افسران فوج سے حکم دیا کہ "تم لشکر لے کر خدمت خداوند میں چلو، میں بھی آتی ہوں۔"

افسر بنا بر حکم کوچ کر گئے اور یہ خود تخت اڑا کر سمت طلسم مذکور چلی۔ یہاں تک کہ داخل طلسم ہوئی۔ وہاں کے ساحر ہمیشہ اس کی آمدورفت سے آگاہ تھے اور اس کو پہچانتے تھے۔ کسی نے روکا نہیں۔ یہ راہ طلسمات قطع کر کے قلعہ طلسم میں آئی۔ قلعہ بہت آباد تھا، ہر ساحر دلشاد تھا، عمارتیں طلسمی بنی تھیں، کوٹھیاں لاجواب نظر آتی تھیں دکانیں لگی تھیں، دکانداروں کی پوشاکیں رنگین تھیں۔ یہ بازار سے گزر کر دارالامارت شاہی پر آئی۔ یہاں دربانوں کا ہجوم تھا۔ حاجب دربانوں کا شمار نہ معلوم تھا، اس نے اپنے آنے کی اطلاع کرائی۔ ملکہ آئینہ یہ خبر سن کر تا دیوان سے لینے کو آئی اور اندر لے جا کر تخت پر برابر اپنے بٹھایا اراکین سلطنت نے نذر دی۔ ملکہ آئینہ نے بڑی گرم جوشی ظاہر کی، مزاج پرسی فرمائی، اس نے جانا اپنا بہر جنگ مسلمانان کہہ کر بیان کیا کہ مدت سے میں نے تم کو دیکھا نہ تھا۔ ادھر آ نکلی مشتاق دیدار ہو کر تمہارے پاس آئی بس یہ میری آخری ملاقات ہے تم نے بھی سنا ہو گا کہ خداپرستوں سے جو لڑتا ہے، زندہ

نہیں رہتا۔ مجھ کو ساحری بچائیں گے تو پھر تم سے ملوں گی' نہیں تو جانی بلا کے منہ میں ہوں۔ آج کی ملاقات غنیمت سمجھو۔ ہم تمہیں دیکھیں تم ہم کو۔"

آئینہ نے اس کی تقریر سن کر کہا "بہن گھبراؤ نہیں آج دعوت کھاؤ' کل جب جانے لگو گی' میں تمہارے ساتھ ایک سوار اس طلسم کا کروں گی کہ وہ کسی کے ہاتھ سے مارا نہ جائے گا اور دم بھر میں سب مسلمانوں کو مار ڈالے گا آفت یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور شام تک دربار میں رہی۔

سرشام دربار برخواست کر کے آئینہ دار اپنے باغ میں آئی۔ آفت کی دعوت کا سامان مہیا کیا۔ شراب و کباب چلے۔ چنگ و رباب بجا ہوا۔ اس وقت عرض بیگی نے حاضر ہو کر عرض کیا "ملکہ نازک چشم تشریف لائی ہیں اس نے یہ خبر سن کر استقبال کرایا۔

نازک چشم کا حال سنیے کہ جب سے ناصر کو ہی جا کر مسلمان ہو گیا اور دختر اس کی گلابی چشم ماری گئی اس کو فکر ہوئی کہ طلسم آئینہ میرے ملک کے نزدیک ہے۔ وہاں چل کر کوئی تحفہ طلسمی لاؤں اور اس کے ملک کے قریب ہونے سے آئینہ دار اس سے ایسی محبت رکھتی تھی کہ اس کی جان بچانے کی تدبیر اس نے کی ہے کہ ساحر بھی جو طلسم کے ہیں ان کو جمع کر کے جسم اس کا سحر بند کرایا ہے کہ کسی حربے سے ماری نہ جائے' کیسی ہی کوئی تدبیر کرے لیکن اس کی موت نہ آئے۔ بس اس کے جسم کو سحر بند کر کے ایک تلوار ساحروں نے بنائی ہے کہ اگر یہ قتل ہو تو اسی تلوار سے قتل کی جائے اور وہ تلوار آئینہ دار نے اپنے طلسم میں بااحتیاط تمام رکھی ہے کہ جو کوئی طلسم فتح کرے اور وہ تلوار پائے' اس وقت نازک چشم ماری جائے اور اسی طلسم میں شہزادہ قاسم اور ملکہ نرگسی چشم جن کا عشق جلد اول یعنی پہلی قسطوں میں مذکور ہوا' قید ہیں کیونکہ اسی طلسم کے ایک جانب کو قلعہ خشکی جادو کا ہے اور اس کے شوہر ہنار بلا افگن نے پتلا سحر کا بصورت قاسم مار کر ڈال دیا تھا اور قاسم کو پکڑ

کر اس طلسم میں قید کرا دیا ہے غرضیکہ استقبال کر کے نازک چشم کو بھی بلوایا اور شریک انجمن کیا جام شراب کا دور شروع ہوا۔ ناچ ہونے لگے۔ نازک چشم ملکہ آفت سے ملی دونوں نے اپنی اپنی سرگزشت کہی۔ آفت نے اپنی بھیجنا مدد کے لیے شعلہ جاوداں کا بیان کیا نازک چشم نے حال جنگ مسلمانان کہا۔ رات بھر یہی حرف و حکایت کہہ کر بسر کی شمع محفل ان کی دل سوز تھی اشک حسرت بہایا کی۔ آئینہ نے بہت کچھ ان کی تشفی کی۔ دم سحر جب آئینہ آفتاب عکس گیر عالم ہوا اور شاہد روز نے بیدار ہو کر منہ آئینہ مہر میں رکھا۔

ملکہ آئینہ سوار ہوئی اور ان دونوں کو اپنے ہمراہ قلعہ طلسم سے نکل کر ایک درہ کوہ میں آئی۔ اس جگہ ایک حجرہ پتھر کا تعمیر تھا' قفل اس میں برابر ران شتر کے لگا تھا حجرہ ساخت میں بے نظیر تھا۔ آئینہ نے سحر پڑھ کر حجرہ کھولا اس میں بارہ ہزار پتلا طلسمی بند تھا۔ ایک پتلا باہر نکلا بڑھ کر شکل سوار کے مع مرکب ہو گیا۔ اس نے اس کو حکم دیا۔ "اے سوار طلسمی' تم ملکہ آفت کے ہمراہ جاؤ اور خدا پرستوں سے مقابلہ کر کے ان کو گرفتار کرو۔" اور ملکہ موصوف کے سپرد کیا۔

اس پتلے نے یہ سن کر گھوڑا اٹھایا اور ایک سمت کو چلا گیا۔

آئینہ نے آفت سے کہا "بہن اب جاؤ اور میدان میں کھڑے ہو کر جب پکارو گی" اے سوار طلسمی آؤ۔ یہ سوار آئے گا اور تمہارا کہنا کرے گا اور کسی سے زیر نہ ہو گا اور نہ کسی حربے سے مارا جائے گا۔ ہاں وہ شخص اس کو قتل کر سکے گا جس کے پاس اسی طلسم کا تیغہ ہو گا۔"

آفت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور نازک سے کہا "چلو یہ سوار کافی ہے۔ اب تم کچھ نہ مانگو۔"

آئینہ نے کہا "بہن تم کو کیا احتیاج ہے۔ تم کو پہلے ہی میں سحر بند کرا چکی ہوں' جب تک وہ تیغہ جس سے تم ہلاک ہو سکتی ہو' کسی کے پاس نہ ہو گا' تمہاری قضا نہ آئے

کی۔"

نازک چشم یہ کلام سن کر سمجھی کہ یہ سچ کہتی ہے۔ اب چل کر سحار طلسم سے اپنے معشوق کو گرفتار کروں اور مسلمانوں کو ماروں۔"

غرض دونوں آئینہ سے بغلگیر ہو کر رخصت ہوئیں اور تخت سحر پر بیٹھ کر چلیں۔ یہاں تک کہ طلسم سے باہر نکل کر اور طلسم ہو شربا کی سرحد سے گزر کر داخل لشکر لقا ہوئیں اور بارگاہ میں پہنچ کر خداوند کو آفت نے سجدہ کیا۔ یہاں پہلے سے لشکر اس کا آ چکا تھا۔

بختیارک نے متصل لشکر اتروایا تھا۔ آمد آفت کی خبر سن کر بارگاہ استادہ کرائی تھی کہ آفت سجدہ کر کے بہ آرام اپنی بارگاہ میں آئی۔

شام کو بارگاہ لقا میں پہنچ کر آفت نے حکم نواخت طبل جنگ دیا۔ ساحروں نے نفیر سحر کر بجائی۔ داوروں نے کوس حربی پر چوب لگائی۔ زمانے میں ہل چل پڑی ہرکاروں نے خدمت جہاں پناہ شاہ اہل اسلام میں حاضر ہو کر خبر عرض کی "اے شہریارا طبل جنگ لشکر اعدا میں بجا ہے۔ آفت نے آ کر آفت برپا کرنا چاہی ہے۔"

شاہ اسلامیاں نے یہ خبر سن کر بایمائے صاحب قران نامور حکم نواخت کوس حربی دیا۔ طبل سکندری کو چاشنی لی۔ کام جان بہادراں کو ذائقہ شجاعت یاد آیا شیرینی حیات سے تلخی مرگ کو بہتر سمجھے۔ روئے ساحر شب آئینہ تیغ اس شب تار میں اس طرح کھلا کہ جیسے پرند مشکیں پرمانی و بہزاد کے نقش و نگار بخط گلزار بنے تھے خامہ تیغ نے خط تقدیر پر عدو نے تیرہ بختی کے کیے تھے سرخ سرخ چہرے دیکھ کر جرات شجاعوں کے خنجر گذار سر بیاں مہر خوف کھاتا تھا' بہتیر تھراتا تھا۔ خلاصہ یہ کہ رات بھر تیاری اسی طرح رہی۔

آخر نہیب شمشیر و نعرہ شیر گر بہادران تہور قرین و جلالت آگیں سے حاملہ شب کا حمل ساقط ہوا اور طفل نورانی چہرہ خورشید دائیہ روزگار نے بطن مشرق سے جنا کر آغوش فلک میں دیا۔

سب کے آگے لقا بے بہا مانند ورگلہ خدا ہاتھی پر سوار' گرد اس کے ناقوس نواز گھنٹے بجاتے ناقوس پھونکتے تھے۔ جے سامری اور جمشید کی بولتے تھے۔ رال و گوگل کے شعلے اٹھتے دھواں بلند تھا۔

غرضیکہ سامان شبکار ہزار در ہزار صف کش ہوئے دونوں طرف سے بیلداروں نے پشت بلند میدان کو ہموار کیا۔ سقے آب پاشی کر گئے۔ روئے شلہ ارض صفا میں صورت آئینہ بنا صفا آراؤں نے صفوف حرب کو آراستہ کیا۔

گھوڑی کی دم سے دم اور پٹھے سے پٹھا' سم سے سم ملا دیا۔ بہادروں کا شانہ سے شانہ' پیادوں کا پاؤں سے پاؤں ایک کر کے دیوار آہن اور سد سکندر صف لشکر بنا دیا۔ تخت بادشاہوں کے قلب لشکر میں قائم ہوئے نقیب آگے بڑھے سرود نوازوں نے سرود بجایا کویوں کے لڑکوں نے رخصت جنگ دلاوروں کو دی۔ مذمت دنیائے فانی کو سنایا۔

"آج روز نام و ننگ ہے' عرصہ نہایت تنگ ہے۔ داد شجاعت دو' مرنے میں دریغ نہ کرو۔"

جب نقیب پکارے' آفت نے نازک چشم سے کہا "بہن' تم کو سامری کے سپرد کیا' میں جاتی ہوں اور نصیب آزماتی ہوں۔"

اس نے جواب دیا۔ "جمشید کے حوالے کیا۔"

وہ سامنے لقا کے آئی تخت سے اتر کر سجدہ کیا اور دست بستہ اجازت حرب چاہی۔

لقا نے کہا "اے بندی قدرت ہم نے تجھ کو اپنے ید قدرت کے سپرد کیا۔"

بختیارک بولا "خداوند تیری موت اپنی مٹھی میں لیے ہیں تو ماری نہ جائے گی بے خوف جا کر مقابلہ کر۔"

آفت یہ سن کر بہت خوش ہوئی اور وسط میدان میں پہنچ کر نیرنگی سحر کی دکھانے لگی۔ درخت زمین سے پیدا کیے' کبھی آگ برسا کر صحرا کو جلایا کبھی پہاڑ کی طرف سے دریا کو جاری کیا آخر کار نعرہ مارا "اے فرقہ منحرفان' تمہاری قضا دامن گیر ہے آؤ میرے رو برو کہ تم کو راہ عدم دکھاؤں۔"

یہ نقیب جب لشکر اسلام نے سنی۔ اہل ناصر نے مرکب اٹھایا اور سامنے تخت شاہی کے آیا۔ عرض کیا "سر نثار کرنے کو جی چاہتا تھا۔ بارے مراد بر آئی۔ اس تجمہ کی سزا دہی کو غلام جاتا ہے اجازت چاہتا ہے۔ بادشاہ نے فرمایا "تم مہمان عزیز ہو' دم کرو لڑنے نہ جاؤں۔"

شہزادہ نور الدہر نے بادشاہ سے سفارش کی کہ غلام نوازی فرمائیے۔ بہادروں میں ابرو نہ رہے گی۔ یہ نکلا ہے تو تصدق ہونے کی اجازت دیجئے"

شاہ نے اس کو خلعت دیا اور فرمایا "سپرد یزداں پاک کیا۔"

ناصر نصرت قرین شاداں و فرحاں مرکب (گھوڑا) اڑا کر چلا۔ گھوڑا اس کا طرارہ بھر کر رواں ہوا۔

آفت نے اس شہسوار دستگاہ کو جوش و خروش سے آتے دیکھ کر صدا دی کہ "اے سوار طلسمی آؤ۔"

یہ کہتا تھا کہ صحرا کی طرف سے بگولا گرد کا پیدا ہوا اور ایک سوار دلیر بہلان شیر غران نعرہ زناں آ کر پہنچا۔ اس نے حکم دیا آجا اور مسلمانوں کو باندھ لا۔"

سوار مقابل ناصر ہوا اور نیزہ مارا۔ اس نے بھی نیزہ کو روک کر نیزہ لگایا۔ بعد ردو بدل طعنہائے چند نیزے مانند خلال ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اس وقت دونوں نے قبضہ شمشیر پہ ہاتھ ڈالا۔

بہ دست و آن تیغ بران کشید
زگرد سواران جہان نا پدید
بکین اندرون تیغ برہم شکست
سوئے گرز بردند یکبار دست
سواران چنان گرز زد بکو کہ
کہ از زخم او گشت ناصر ستوہ
بزین اندر از زخم بیہوش گشت

ہناک اندر افتاد و خاموش گشت

جب گرز سے نامر بیہوش ہو گیا۔ سوار نے مشکیں باندھ کر سپرد لشکر لقا کیا اور آپ مرکب پر چڑھ کر پھر مبارز خواہ ہوا۔

ادھر سے شہزادہ نور الدہر نے اجازت لے کر عزم میدان کیا۔ لشکر کے علم جلوہ دکھانے لگے۔ طبل و نقارے اس طرح بجے کہ ھنیک گردوں سے غلغلہ ظاہر ہوا۔ شہزادہ کا مرکب کوہ پیکر و ہاموں شکوہ مثل برق و باد چلا۔

سوار طلسم نے شہزادہ پر بھی حملہ کیا اور نیزہ دری اور شمشیر بازی شروع ہوئی۔ آخر کار شہزادہ نامدار بھی مغلوب ہوا اور اس نے اسیر کر کے لشکر میں بھیجا اور پھر نہیب دی "کوئی اور سامنے آئے۔"

ادھر سے سرداران شہزاد نوالدہر نکلنا شروع ہوئے۔ شام تک سوا سو سردار یکے بعد دیگرے قفل بن گیا ہو دو' قزح بن گیا ہو' خون آشام وغیرہ جا کر اسیر ہوئے جس دم نیزہ دار فلک نیزہ شعلی شعاع لے کر سمت کا شانہ مغرب گیا اور میدان فلک میں لشکر انجم کا داخلہ ہوا۔

شام کو سوار طلسمی مرکب اٹھا کر سمت صحرا چلا گیا اور آفت نے طبل آسائش بجوا دیا۔ دونوں لشکر ادھر سے امیر اور شاہ اسلام بانی پر وہ داخل بارگاہ ہوئے سپاہ نے کمر کھولی۔ عیار بھری عیاری روانہ ہوئے۔

اس طرف آفت جنتی ہوئی نازاں و خنداں مع نازک چشم کے اپنے لشکر کو گئی۔ لقائے زر نثار کرایا۔ بارگاہ میں پہنچ کر حکم دیا "جشن نوروزی کیا جائے۔"

اسی وقت ساقیان مہر دیدار پری تمثال جام و صراحی جواہر بے مثال لے کر حاضر ہوئے اور طوائفان شعلہ رخسار رشک مہ بغتان لندن و چین رقص کرنے لگیں مجلس مثل مجلس انجم فلک ترتیب پذیر ہوئی۔

اسی جشن میں بختیارک نے کہا "اے ملکہ آفت جو سردار کہ ملکہ نازک چشم و سوفا ہو

صنعت و فکر وغیرہ نے قید کیے ہیں۔ وہ سب موجود ہیں اور آج تم نے سوا سو سردار گرفتار کیے ہیں مجھ کو یقین ہے کہ ان سب کی نگہبانی نہ ہو سکے گی اور عیاران اسلام اسی فکر میں ہیں۔ آج تک بہت حفاظت سے قیدی ہے مگر اب عرصہ گزرتا ہے ان کو پتہ مل گیا ہو گا چھڑا لے جائیں گے۔ پس لازم ہے کہ سب کو راہ عدم دکھاؤ کہ کثرت اسلامیان کچھ تو کم ہو۔"

آفت نے کہا "ملکہ جی میں اسی فکر میں ہوں کہ حمزہ کو بھی پکڑلوں تو سب کو قتل کروں۔"

یہ کہہ کر ایک رقعہ اس مضمون کا کہ میں نے سوار طلسم سے اتنے سردار قید کرائے لکھ کر ملکہ آئینہ کو بھیجا کہ ایک ساحر نامہ لے کر روانہ ہوا۔ اتفاق سے سیاہ رو بن عمرو عیار شہزادہ قاسم بامر جاسوسی اس مقام پر موجود تھا' جیسے آقا اس کا قاسم کشتہ سحر ہوا ہے اسی فکر میں بہ صورت مبدل رہتا ہے کہ شاید لشکر ساحراں میں سے کسی سے حال شہزادے کا معلوم ہو۔ اس وقت ساحر نامہ بر کے ہمراہ ہوا کہ دیکھوں یہ نامہ کہاں لیے جاتا ہے وہ ساحر جو چلا خوف سے عیاروں کے کچھ دور تو اڑ کر گیا پھر نظر سے غائب ہو گیا۔ سیاہ رو حیران و پریشان لشکر کی طرف پھرا لیکن راہ بھول کر کوہستان میں جا پڑا۔ ہر سمت متلاشی راہ پھرنے لگے۔

اب حال سنیے کہ شہزادہ ایرج بن قاسم جن کا ذکر جلد اول یعنی سابق اقساط میں کیا گیا کہ غم میں اپنے باپ کے باہر شکار نکلے تھے اور ان کو پنجہ اٹھا لے گیا تھا اور آندھی کی ہوا میں عیار ان کا شاپور ایک طرف چلا گیا تھا۔ اس وقت کوہستان میں ایک جگہ ٹھہرا ہوا تھا کہ آواز پاؤں کے آہٹ کی سنی اٹھ کر دیکھنے لگے۔ جب سیاہ رو قریب پہنچا پکارا کون ہے۔"

سیاہ رو نے آواز پہچان کر کہا "کیا بھائی شاپور ہیں۔" اس نے اقرار کیا۔ سیاہ رو دوڑ کر لپٹ گیا اور دونوں باہم باتیں کرتے چلے' یہ تو روانہ ہوئے مگر اب ذکر شہزادہ ایرج جیتے اور فتح طلسم آئینہ کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

جب شہزادہ ایرج نوجوان کو پنجہ اٹھا کر چلا حسب اتفاق قریب ایک پہاڑ کے اس کا گزر ہوا وہ پہاڑ سیر گاہ ملکہ صنوبر مرصع پوش جادو ہے' وہ ملکہ نقاب چہرے پر ڈالے سیر میں مصروف تھی کہ نگاہ اس کی پنجہ پر پڑی دیکھا ایک نوجوان آفتاب رخسار کو پنجہ لیے جاتا ہے۔ شعشہ حسن وجمال سے اس کے روئے ہوا منور روشن روئے تاباں اس کا انجمن روزگار میں نور ریز بسان شمع انجمن ہے۔ یہ معلوم ہوتا کہ آفتاب فلک سے اتر کر پروئے ہوا بھاگا ہوا جاتا ہے' ستارہ ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے اس کو یہ ماجرا دیکھ کر تعجب ہوا اور کچھ سحر پڑھ کر سمت فلک پھونکا۔ پنجہ تو غائب ہو گیا۔

شہزادہ تموج ہوا سے بیہوش تھا' پڑا رہا۔ صنوبر اس شمشاد باغ خوبی کے پاس آئی' صورت زیبا دیکھ کر غش ہو گئی دیکھا کہ ایک صنوبر قامت و گل رخسار بیہوش پڑا ہے۔ باغ دہر میں قد اس کا نخل تمنا ہے گوش گل کو زبان بلبل سے اسی گل کے افسانہ حسن کے سننے کی آرزو ہے۔ سنبل تر اسی کے زلف معنبر کی خوشبو سے پیچیدہ خو ہے۔ صبا سونگھ کر ژولیدہ مو ہے نرگس ہمہ تن چشم ہو کر اس کے دیکھنے کی خواہش رکھتی ہے۔ بادصبا اس کے لیے آوارہ پھرتی ہے لالہ اسی کے عشق میں دل داغدار ہے سرو کو اسی کی غلامی درکار ہے آزادی سے بیزار ہے۔

یہ تماشائے حسن بے مثال کر رہی تھی کہ شہزادہ کی آنکھ کھلی دیکھا ایک نقاب دار سرہانے کھڑا ہے لباس مردانہ پہنے ہے مگر عورت معلوم ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر اٹھ بیٹھا اور اس نقابدار سے پوچھا "آپ کون ہیں کیوں مجھ کو طلب کیا ہے۔

نقاب دار نے کہا "پنجہ لیے جاتا تھا میں نے اس سے چھڑایا ہے۔ آپ میری دعوت کھائیے۔ آسودہ ہو لیجیے تو مجھ کو سپاہ گری کا مزہ ہے۔ ہمارے اپ کے مقابلہ ہے۔"

شہزادے نے فرمایا' تم نے مجھ کو پنجہ سحر سے چھڑایا احسان کیا۔ تم محسن ہو تجھے مقابلہ کرنا تم سے ناروا ہے اور اگر ہماہ ماتی جی بہلایا چاہتے ہو تو میں سب طرح چاق و چست ہوں۔ ایک صدمہ موج ہوا کا تھا' وہ بھی برطرف ہو گیا۔ اب کوئی کسل نہیں۔ آؤ مقابلہ کرو نقابدار یہ سن کر ان کو ایک میدان میں اس کو لے لایا اور اپنے ملازموں

کو طلب کر کے گھوڑے جن کو دیکھ کر حسن فلک بھی چال بھولے منگائے شہزادے کو سوار کیا اور اپ بھی سوار ہو کر برسر مقابلہ آیا اور تیر کمان میں پیوستہ کر کے لگایا۔

اسی اثناء میں نقاب دار کی نقاب چہرہ سے الٹ گئی شہزادے نے اس کی صورت حور شمائل دیکھ کر غش غش کیا معلوم ہوا کہ نقاب اس کے چہرے سے نہیں اٹھی۔ بدلی سے دھوپ نکل آئی' زہے گوہر گراں مایہ درج خوبی و ہے اختر تابندہ فلک محبوبی کہ آفتاب و مہ اس کی غلامی آرزو رکھ کر داغ اپنی پیشانی میں رکھتے ہیں۔ شب و روز خواہش دیدار میں اس کے مشکوئے عصمت کے چکر لگاتے پھرتے ہیں۔ شاید بکارت اس کا گوشہ شرم و حیا سے باہر نہ نکلا تھا۔ کوچہ سنبلستان گیسو میں دور باش غرور عصمت سے نسیم صبا کو چلنا نہ ملتا تھا۔ لائق اورنگ شاہی دلبری تھی شاہان حسینان دہر کی افسری تھی۔ زیبائش تاج ارجمند تھی۔ افسر سپاہ حسن و بہتری تھی۔

شہزادہ دلدادہ و فریفتہ جب ہوا وہ قمر رخسار خود شیدا ہو چلی تھی۔ ہنس کر کہا ہوئی "ہمارے آپ کے مقابلہ ہو چکا چلیے اور جام لے کو لب میگون سے لگا کر ہنسایئے کنیز کو منہ لگا کر سرفراز فرمایئے۔"

شہزادہ اس کے ہمراہ روانہ ہوا۔ پہاڑ پر ایک چہل ستون نادر بنا تھا۔ فرش مکلف وہاں بچھا تھا۔ تخت عاج گسترده تھا۔ دونوں تخت پر آ کر جلوہ گر ہوئے کنیزان سمن بدن و گل رخسار حاضر تھیں۔ جام و صراحی لے کر شراب پلانے لگیں۔

شہزادے نے مے کشی سے انکار کر کے کہا "جب تک تمہارا مذہب و ملت ظاہر نہ ہو گا ہم کو تم سے ہمشرب ہونا زیبا نہیں۔ طریقہ بددینی اچھا نہیں۔"

ملکہ نے کہا اے شہر یار میں دختر بلند اختر زمردان جادو ہوں کہ وہ بھائی ملک خشکی کا ہے اور ملک خشکی کی دختر ایک مسلمان پر عاشق ہو کر نکل گئی تھی اب وہ مسلمان کہ نام اس کا قاسم ہے۔ طلسم آئینہ میں قید ہے۔ شہزادہ اپنے باپ کو زندہ سن کر خوشنود ہوا اور کہا "اے ملکہ میں اسی مسلمان کا جس کو تم قیدی کہتی ہو' بیٹا ہوں اور وہ نبیرہ حمزہ صاحب قران ہے اگر تم کو ہم سے محبت ہے تو دین سامری و لقاپرستی ترک کر

کے خدا پرستی قبول کرو ورنہ ہم تمہارے عدو ہیں۔ ہم سے ہاتھ اٹھاؤ۔"

ملکہ اپلیکہ دلدادہ و شیدا ہو چکی تھی کہنے لگی "مجھ کو آپ کا فرمانا بدل منظور ہے' عشق میں جان اور ایمان نذر کرنے کا دستور ہے۔"

غرضیکہ تمام خواصیں دائیں کے مطیع الاسلام ہوئی اور کہا "جب طلسم آئینہ فتح ہو گا کلمہ پڑھیں گی۔"

غرضیکہ مے کشی آغاز ہوئی۔ ہنگامہ رقص و سرود برپا ہوا۔ پہلو میں دلدار لب پر جام بادہ گلنار یہ عشرت تمام بیٹھے۔

لیکن ملکہ خشنی جو اس کی پھوپھی ہے اپنی بیٹی کے غم میں مبتلا رہتی ہے۔ اس وجہ سے کبھی کبھی ملکہ کو دیکھنے آیا کرتی ہے یا اپنے پاس بلایا کرتی ہے۔ اس وقت بیٹی کی محبت نے بہت ستایا خون کا جوش آیا پس عوض دختر کے چاہا کہ بھتیجی کو بلا کر پیار کروں اور اس کے دیدار سے خرسند ہوں۔ یہ سوچ کر ایک ساحر مرنج جادو نامی سے کہا "تم قلعہ رہتاسیہ میں جاؤ اور ملکہ صنوبر کو لے آؤ۔"

وہ ساحر حسب الحکم چلا اور قلعہ مذکور میں پہنچ کر ندیمان ملکہ کے باپ سے پیام اس کی بہن کا کہا۔ اس نے کہا "ملکہ اپنی سیرگاہ میں پہاڑ پر گئی ہیں۔ وہاں سے بلا کے لے جا۔"

مرنج وہاں سے پہاڑ پر آیا۔ یہاں شہزادہ اور ملکہ باہم سرگرم نشاط تھے۔ فرہاد و شیریں یک جا بصد انبساط تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر آنکھوں میں خون اتر آیا اور نعرہ زن ہوا "ہاشید اے ننگ خاندان یہ کیا رسوائی ہے۔ جو تم چھوکریوں نے تمام عالم میں شہرت بے حیائی پھیلائی ہے۔"

یہ کہہ کر ایسا سحر پڑھا کہ ملکہ سحر بھولی اور شہزادے کے دست و پا کی طاقت بھولی رہی۔ یہ تڑپ کر جو گرا۔ دونوں کو پنجے میں داب کر کے اڑا اور سوچا کہ خشنی کے پاس ان کو لے چلو وہ جو چاہے کرے۔ یہاں ایسا نہ ہو کہ باپ ملکہ کا فرط محبت سے بیٹی کی حمایت کرے۔ پس سمت نرگسی کو روانہ ہوا اور ایک مقام پہ تھک کر

اتنا کہ دم لے لوں تو چلوں۔

ادھر سے قضا را شاہ پور اور سیارہ آئے تھے دونوں ساحر کی سی صورت بنے ہوئے تھے اس نے ان کو دیکھ کر پوچھا "تم کون ہو۔"

عیاروں نے کہا "جو تم وہ ہم۔ تم کون ہو۔"

اس نے سب حقیقت کہی کہ بھائی گھر ساحروں کا ان چھوکریوں نے برباد کر رکھا ہے مسلمانوں سے عاشق کر کے ستم ڈھایا ہے۔ یہ کہہ کر شہزادہ اور ملکہ کو دکھایا کہ میں ان کو گرفتار کر کے خشکی کے پاس لیے جاتا ہوں۔"

عیاروں نے جو اپنے شہزادے کو گرفتار دیکھا اور سارا حال گرفتاری قاسم سنا بہت خوش ہوئے کہ دونوں شہزادوں کا حال معلوم ہوا آپس اس ساحر سے بظاہر التفات کر کے کہا "اے برادران مسلمانوں کو جہاں پاؤ مار ڈالو۔ میں تو اس کو مار ڈالتا' مگر تمہارے پیچھے جو کھڑے ہیں وہ منع کرتے ہیں۔"

ساحر گھبرایا کہ میرے پیچھے کون کھڑا ہے اور پھر کر دیکھنے لگا۔

شاپور نے کمند ماری یہ گھبرا کر ادھر پلٹا۔ سیارہ نے بیضہ بیہوشی مارا وہ بیہوش ہو کر گرا۔ عیاروں نے سر کاٹ ڈالا۔ غل و شور مچا تاریکی ہو گئی۔ صدا آئی کہ مارا مرنج جادو کو بعد کچھ عرصے کے جب وہ تاریکی دور ہوئی ملکہ شہزادہ نے رہائی پائی اور عیاروں سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ پھر عیاروں نے کہا "اے ملکہ! یہ ساحر تمہارے بلانے کو آیا تھا ایک ہم میں سے اس ساحر کی سی صورت بنتا ہے اور تم تخت سحر تیار کرو۔ ایک ہم تمہاری خواص کی سی صورت بنے گا اور تمہارے ساتھ چل کر خشکی کا کام تمام کرے گا تاکہ شہزادہ چھوٹے اور سب کام بن پڑے۔

غرضیکہ سیارہ ملکہ سے حلیہ ایک خواص کا پوچھ کر ویسی ہی صورت بنا اور کہا "شاید میری صورت پر شبہ کرے خشکی پوچھے کہ یہ کون ہے تو کہنا میں نے نیا نوکر رکھا ہے۔"

یہ سمجھا کر شاہ پور بصورت مرنج تیار ہوا اور اس کا لباس پہن کر ملکہ کے ساتھ تخت سحر پر بیٹھ کر چلا۔ شہزادے سے کہا "آپ یہیں ٹھہریں جس وقت کہ ہم کو بہت عرصہ

ہو آپ کو آ کر خشخش سے مقابلہ کرنے کا اختیار ہے۔"

فی الجمدان کو چھوڑ کر مع ملکہ چلے اور کچھ دیر میں پہنچے خشخش چشم براہ انتظار تھی کہ ملکہ نے جا کر تسلیم کی اس نے گلے سے لگایا اور پیار کر کے آغوش میں بٹھلایا۔ ملکہ نے بعد تھوڑی دیر کے اپنی خواص سے کہا "وہ میوہ جو ہم پھوپھی جان کے لیے لائے ہیں حاضر کرو۔"

خواص یعنی سیارہ نے ایک قاب میں عمدہ میوہ چن کر پیش کیا۔

صنوبر نے کہا "پھوپھی اماں، یہ میوہ بہت نایاب ہے آپ بھی کچھ نوش فرمائیے۔"

خشخش نے اس کی خاطر سے کچھ دانے انگور کے کھائے ملکہ نے پھل جو ملازم اور خواصیں خشخش کی تھیں۔ ان کو بھی وہ میوہ کھلایا۔ بعد لمحہ بھر کے سب بیہوش ہو گئیں۔

عیاروں نے پہلے تمام جسم خشخش کو اٹھا کر ستون سے ایوان کے باندھا، زبان میں سوزن دے کر ہوشیار کیا اس کی جب آنکھ کھلی، دیکھا میں بندھی ہوں اور صنوبر سامنے کھڑی ہے، اشارے سے پوچھا "یہ کیا ماجرا ہے"

عیاروں نے کہا "ہم دونوں عیار ہیں اور یہ ملکہ شریک اہل اسلام ہو چکی ہے۔ اب تجھ کو بغیر قتل کیے ہم نہ جائیں گے جان بچانا اگر منظور ہے تو اسلام اختیار کر اور شہزادہ قاسم کو چھوڑ دے ورنہ کوئی دم میں راہ عدم دیکھے گی۔"

خشخش یہ حال سن کر سمجھی کہ بیشک ان خداپرستوں کا دین زبردست ہے۔ ان سے بچنا دشوار ہے۔ دوسرے دختر پر تو سانحہ گزر ہی چکا تھا اب بھتیجی سے بھی فراق ہو گا لازم ہے کہ اطاعت کروں۔ اولاد بھی ملے گی اور ملک و جان و مال و آبرو بھی رہے گی۔

یہ سوچ کر اشارے سے کہا "میں نے اطاعت قبول کی۔"

عیاروں نے فوراً کھولا۔ زبان سے سوزن نکال لیا اس نے عیاروں سے کہا "میں مطیع الاسلام ہوئی۔ بعد فتح طلسم کلمہ پڑھوں گی۔"

عیاروں نے کہا "شہزادہ ایرج صحرا میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو بلانا چاہیے۔"

خشخش نے اپنے ملازموں کو جو بیہوش پڑے تھے ہوشیار کرایا اور ان میں سے ایک کو

حکم دیا "شہزادہ کو اٹھا لاؤ۔"

وہ بزور سحر عیاروں سے پتہ پوچھ کر روانہ ہوا' ایرج خنجر عیار جہاں ٹھہرے ہوئے تھے کہ ساحر آ کر پہنچا اور عرض کیا "چلئے حضور کو ملکہ خشقل نے بلایا ہے۔"

یہ کہہ کر تخت سحر پر بٹھا کر قلعہ میں لایا۔ خشقل نے اٹھ کر تعظیم دی اور مسند پر بٹھلایا۔ جتنے ساحر نامی تھے ان کو بلا کر اپنا راز ظاہر کیا کہ میں نے اطاعت اس شہزادہ علی وقار کی اختیار کی اگر میرے ساتھ تمہیں رہنا ہو تو تم بھی تابعداری اسلام کی کرو۔"

سب ساحر حسب ارشاد اس کے مطیع ہوئے۔ اس نے انجمن عشرت ترتیب دی' کشتیاں شراب کی قابیں گزک کے لیے کباب کی حاضر کیں۔

شہزادہ علی نژاد نے فرمایا "اے ملکہ! تم طلسم آئینہ سے میرے باپ کو بلا بھیجو اور یہاں بلا کر رہا کر کے رکھو۔"

اس نے اسی وقت ایک نامہ محبت آگیں۔ ملکہ آئینہ دار کو لکھا "اے بادشاہ طلسم براہ عنایت آپ میرے قیدیوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔ اس لیے کہ میں ان کو طلسم ہوشربا میں بھیج کر شاہ جادواں کے پاس قید کراؤں گی اور وہیں میرا شوہر بھی ہے۔ مجھ کو اطمینان رہے گا۔ یہاں رکھنے میں مسلمانوں کا لشکر نزدیک ہے کھٹکا ہے۔"

یہ لکھ کر دو ساحروں کو دیا اور دربارہ اخفائے راز تاکید اکید کر کے روانہ کیا۔ ساحر گئے اور خدمت ملکہ آئینہ میں پہنچے۔ نامہ بادب تمام پیش کیا۔ اس نے نامہ پڑھ کر قیدیوں کو بلوا کر ان کے حوالے کیا اور کہا "کہہ دینا مجھ کو تمہاری دوستی سے کام ہے جہاں تمہارا جی چاہیے قید کرو۔ میرے طلسم کا تو قیدی ہی نہیں جو مجھے اس کے بارے میں کچھ کد ہوتی بلکہ اس کے یہاں رہنے سے مسلمانوں کی چڑھائی کا دن رات دغدغہ رہتا ہے۔"

ساحر یہ پیغام سن کر اور قیدیوں کو تخت سحر پر ڈال کر روانہ ہوئے اور کچھ دیر کے بعد خشقل کے پاس پہنچے۔ اس نے شہزادے پر قید رفع کی ہوشیار کیا ایرج اور عیاران سے

لپٹ گئے اور بلی و ناگن جو قید میں بندھ گئے تھے دیکھ کر رونے لگے۔ آخر قاسم نے حمام کیا اور خلعت فاخرہ زیب جسم کر کے محفل میں پہنچ کر رونق بخش ہوئے اور فرزند کو گلے سے لگایا۔

صنوبر پر دست شفقت رکھا پھر سیارہ کو حکم دیا "ہمارے ساتھ مقبل بھی قید تھا اس کو بلانا چاہیے۔"

خشخش نے یہ سن کر کہا "وہ بھی حاضر ہیں۔"

اس عرصے میں مقبل بھی نہا دھو کر داخل مجلس ہوا شہزادے نے فرمایا "تم جاؤ اور ہمارے سردار جو غم و الم میں مبتلا ہیں ان کو مژدہ دو اور لشکر ترتیب پذیر ہو۔"

مقبل یہ حکم سن کر بیرون قلعہ آیا۔ یہاں بعض سردار تو لباس شنجرفی پہن کر غم میں شہزادے کے فقیر ہو کے سامنے قلعہ کے بیٹھے تھے اور بعض ان جنگلوں کے ساتھ روتے پیٹتے لشکر کو گئے تھے۔ لشکری تمام پراگندہ حال تھے کہ مقبل نے جا کر ہر ایک کو ڈھونڈ کر مژدہ رہائی شہزادہ کا دیا۔ سب نے سجدہ شکر کیا۔ لشکر تیار ہونے لگا۔ خیمہ خرگاہ منگا کر استادہ کئے۔

شہزادے کو اطلاع دی۔ شہزادے نے برآمد ہو کر ہر ایک سے ملاقات کی اور بارگاہ تشریف فرما ہوئے۔

اس اثنا میں ملکہ نرگسی چشم کی خشخش نے جا کر بلائیں گلے سے لگایا۔ پھر حمام کرا کے خلعت فاخرہ پہنایا۔ زر و زیور سے آراستہ اور ہودج زریں میں بٹھایا اور شہزادے کے پاس بھیجا۔ ملکہ کو شہزادے کے ملنے کے از حد خوشی تھی۔ ادھر شہزادہ فرط شرم سے معشوق کو بلا نہ سکتا تھا۔ مگر دل منتظر خواہش دیدار رکھتا تھا۔

اسی انتظار میں یکایک آنے سے ملکہ کے' قاسم محظوظ ہو کر داخل شبستان ہوا۔ مجلس انبساط مرتب ہوئی۔ دور جام مے گلگوں ہوا۔ دف و نے کی صدا بلند ہوئی۔ یہ اس طرف جلسہ عشرت جمائے گرم و خندان ہیں۔

ادھر قلعہ میں صنوبر اور ایرج نوجوان ہیں شبانہ روز شیدائے یک دیگر داد نشاط و عشرت

دیتے رہے۔ روز چہارم جب محفل انجم شبستان روزگار سے برخاست ہوئی اور ساقی اتش نے جام زرنگار خورشید کو میکدہ مشرق سے لے کر انجمن عالم میں گردش پذیر فرمایا۔

اس صبح کو شہزادہ ایرج نے عزم کیا کہ اس قلعہ کی حوالی میں شکار کھیلے اور سیر میں مصروف ہو۔ پس ملکہ خشخش سے اپنا ارادہ بیان کیا۔ اس نے سامان صید افگنی درست کرایا۔ شہزادہ صنوبر کو قلعہ میں چھوڑ کر مرکب تازی نژاد پر سوار ہو کر شہر سے صحرا میں آیا۔ باز تیز پرواز کو جانوراں پرند پر چھوڑتا اور صحرا کو جانوراں درند و پرند سے خالی کیا۔

جب آفتاب عالمتاب نصف النہار پر پہنچا۔ حرارت ہوائے گرم سے دل سنگ بھی نرم ہونے لگے۔

شہزادہ ایک پہاڑی پر زیر درختاں سایہ دار بیٹھا اور شغل بادہ کشی کرنے لگا اور سیر سبزہ زار میں مصروف تھا۔ مگر وہ پنجہ جو پہلے شہزادے کو اٹھا کر چلا تھا اور راہ میں صنوبر جادو نے اس سے چھین لیا تھا۔

وہ پنجہ ملکہ بلور جادو نے خود دختر آئینہ دار جادو مالک طلسم آئینہ ہے۔ اس نے بھیجا تھا۔ اس لیے کہ ملکہ مذکور بھی سیر کناں اس جگہ کہ جہاں ایرج نخچیر کشی کر رہے تھے آئی تھی اور فریفتہ ہو کر گئی تھی۔ پس اس نے پنجہ سحر بھیج کر شہزادے کو بلوانا چاہا تھا۔ وہ پنجہ خالی پھر گیا۔ ملکہ چشم براہ انتظار تھی۔ یاد معشوق میں بے قرار تھی۔ آنکھیں جانب در نگراں، اسی رنج ہجر میں طرفہ یہ ستم ہوا کہ پنجہ سامنے آیا اور بہ شکل انسان متمثل ہو کر حال کہا۔ جس شہزادے کو لاتا تھا، راہ میں ملکہ صنوبر دختر زرد مان حاکم قلعہ زمردیہ نے چھین لیا۔ یہ خبر سنتا تھا کہ ملکہ کو غصہ آیا۔ رنج فرقت نے کلیجہ کھایا۔

اس بے قراری میں اپنی وزیر تازی ملکہ حور چہرہ جادو کو بلایا اور فرمایا کہ تو نے یہ گستاخی صنوبر کی دیکھی کہ میرے بلائے ہوئے شخص کو اس نے چھین لیا۔ ہر چند کہ مجھے اس مردود سے کچھ مطلب نہیں۔ وہ موٹا چاہے آئے یا نہ آئے، مگر غصہ تو یہ ہے کہ

لڑا کے آنکھ تم آنکھوں سے ہو گئے پنہاں
پر آنکھوں سے مری شکل نظر نہیں جاتے

اور کبھی کہتی تھی کہ دیکھیے حور چہرہ انھیں لاتی ہے یا نہیں' بھلا وہ مغرور حسن و جمال کاہے کو آئے گا۔ خدا معلوم قاصد کیا پیغام لائے گا۔

پس فنا بھی ہماری کھلی رہیں آنکھیں
بس اس امید پہ شاید کہ نامہ بر آئے

غرضیکہ یہ مہ پارہ از اشتیاق شکایت دوری دلدار کر رہی ہے اور ادھر حور چہرہ جو روانہ ہوئی۔ اول قلعہ زرہانیہ میں آئی۔ زرہان نے تعظیم تمام بٹھا کر سبب آنے کا پوچھا۔ اس نے بنا بر مصلحت یہ تو نہ کہا کہ ملکہ نے برائے تلاش ایرج بھیجا ہے اور اس کو تیری دختر نے بھیجا ہے۔ بس راز کو چھپا کر گویا ہوئی کہ "میں ملکہ صنوبر کے دیکھنے کو آئی تھی۔"

زرہان نے کہا۔ "وہ اپنی پھوپھی خشکی جادو کے پاس گئی ہیں۔" یہ سن کر حور چہرہ رخصت ہوئی اور نرگسی کوہ پر آئی۔ یہاں لشکر شہزادہ قاسم کا اترا تھا۔ سمجھی کہ مسلمانوں کا لشکر چڑھ آیا ہے۔ اس جگہ جانے میں حرج ہو گا خشکی اپنا دکھ کہیں گی اور ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھوپھی کے پاس آئیں گے۔ حیلے سے صنوبر شہزادے کو حویلی میں کہیں لے چھپ کر بیٹھی ہے۔ پس یہ تجویز کر کے ڈھونڈتی ہوئی چلی اور تجسس کناں آخر اس جگہ پہنچی کہ جہاں شہزادہ ایرج شکار کر کے پہاڑ پر بیٹھا مصروف مے خواری تھا۔ اس نے پاس جانا مناسب نہ جانا کہ شاید شہزادہ چلنے سے انکار کرے۔ پس ایسا سحر پڑھا کہ بجلی شعلہ بار چمکی۔ سرداران شہزادہ جو پاس بیٹھے تھے ان کی آنکھ خیرہ ہوئی۔ اور یہ پنجہ بن کر جو گری' شہزادے کو لے کر رواں ہوئی۔ بعد جانے شہزادے کے

ملازم ہوشیار ہوئے اور شور و غل کرنے لگے۔ آخر وہاں سے ملکہ خشخش کے پاس آئے اور حال گم ہو جانے شہزادہ کا کہا۔ مضطر بے قرار ہوئی اور ڈھونڈنے چلی۔

ادھر خشخش نے ساحروں کو روانہ کیا کہ شہزادہ کو تلاش کریں۔ ایک طرف سے شاپور عیار تجسس میں چلا، مگر حال شہزادہ کا سنئے!

حور چہر نے ان کو لا کر ایک پہاڑ پر اتار دیا اور آپ وہاں سے خدمت ملکہ میں آئی۔ ملکہ نے اس کو بشاش و خنداں دیکھ کر معلوم کیا کہ گل مراد اس نے چنا ہے اور گوہر مقصد پایا ہے۔ تجاہل کرکے استفسار کیا۔ "کہو، کہاں گئی تھیں، کیا کر آئیں؟"

اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "جو کچھ کیا ہے وہ اب ظہور میں آتا ہے، بیان اس کا کرنا بے جا ہے۔"

ملکہ کو رہا سہا شک بالکل رفع ہو گیا اور یہ جگہ اس کی سیر گاہ ہے۔ ہر طرح کا اسباب عشرت یہاں مہیا ہے۔ سامان تیاری انجمن آرائی میں مصروف ہوئی۔

اور ادھر شہزادہ کی آنکھ کھلی دیکھا کہ ایک پہاڑ پر بنگلہ پر تکلف بنا ہے۔ چمنستان پر فضا لگا ہے۔ ہر بوٹا اس گلستان کا روئے خوری آئیں شاہد ان کو شرماتا ہے تازہ بہاری حسن سبزہ رنگاں خاک میں ملاتا ہے۔ گل بعد تجلی زیب و سادہ چمن کہیں بیلا، کہیں جعفری، کہیں نسرین و نسترن کوسوں تک سبزہ نار گل خود رو کی انوکھی بہار مد کہساری کوہ کے دامن اور دانگ پر خراماں طاؤساں زریں زری بال چہلیں رواں نہریں رواں نہروں نے بہہ کر گرد کدورت خاطر دھوئی تھی۔ شبنم ہر گلشن میں اسی جگہ کے عشق میں روئی تھی۔ عیسیٰ دم مسیح نفس ہوا کا چلنا حضرت راہ عشق کے مردہ دلوں کو زندۂ جاوید بناتا تھا۔ ابر کہساری سبزہ و زرد سرخ پہاڑ پر چھاتا تھا۔ قوس و قزح نے اپنا رنگ الگ جمایا تھا۔ نسیمیں نسیمیں فلک پہ کسی کمان ابرو پر قربان ہوا چاہتا تھا۔ مور چنگھاڑ کسی خوش گلو کو رکنا یاد دلاتی تھی۔ طاؤس رقصاں کی رفتار دل پاپاں کئے ڈالتی تھی۔

شاہزادہ سیر بہار میں مصروف تھا کہ سامنے بنگلہ سے ملکہ نے اس کے گلشن حسن کی

بہار دیکھی۔ قد و فتنہ خیز نظر آیا کہ بے ساختہ یہ مطلع پڑھا

ترقی دو گے تم کب تک قد بالائے قیامت کو
نکلوا دو گے کیا تم دونوں عالم سے قیامت کو

زلف مشکیں شکن در شکن گل سے رخسار بر عکس افگن جیسے ابر گرد مہ ہالہ و حائل ہے کہ

کیا تماشا ہے کہ لے کر آئینہ کو ہاتھ میں
دیکھ کر وہ زلف اپنی آپ بل کھانے لگے

روئے تاباں کی چمک کے سامنے نیر اعظم لرزاں آئینہ سکندر حیران کے بموجب

ہو گیا پرتو رخسار سے کچھ اور ہی رنگ
میں نے منہ چوم لیا تیرے تماشائی کا

ملکہ اس صورت دلفریب کو دیکھ کر ششدر ہو گئی۔ انیسوں جلیسوں نے عرض کیا۔ اب تو یہ آہوئے صحرائے حسن دام میں آیا ہے۔ گھبرائیے نہیں خدا نے روز وصل دکھلایا ہے۔ ہم جاتے ہیں اور اس کو بہلا لاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئی۔ ایرج نے دیکھا کہ بنگلہ کی طرف سے گل رخاں سمن بدن و گل پیرہن سیمیں ذقن آتی ہیں۔ حسن میں مہر و ماہ کو شرماتی ہیں۔

شہزادہ بھی آگے بڑھا ان ماہ پیکر نے قریب آ کر پوچھا۔ "اے نوجوان تیرا کہاں سے آنا ہوا۔ کیونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا۔ ملکہ بلور جادو کی سیر گاہ ہے۔"

ایرج نے کہا۔ "میں گم کردہ راہ ہوں۔ خود حیران ہوں کہ کس نے میری خواہش کی ہے اور غلبہ حرص و شہوت سے مجھ کو پریشان کر کے یہاں بلایا ہے۔ شاید تمہیں ستائیوں نے یہ شعبدہ بنایا ہے تو یہ بےغیرت ہے۔ میں کبھی تھوکوں کا بھی نہیں۔"

وہ سب اس کلام سے قہقہہ مار کر ہنسیں اور بولیں۔ کیا مرد باتیں بناتا ہے۔ عورتوں کا مکر مشہور ہے لیکن اس نے ان کے بھی کان کاٹے۔

ایک بولی۔ "بہم خدا سے ایسے نخرے ہیں کہ راہ نہیں جاتے ہیں۔"

دوسری نے کہا۔ "مکاری تو دیکھو' کہتے ہیں کہ میں آپ سے نہیں آیا' کوئی ان کو گود میں اٹھا لایا ہے۔"

تیسری نے کہا۔ "کسی کی بلا کو کیا غرض تھی جو ان کو اٹھا لاتا۔ ذرا اپنی صورت تو آئینہ میں دیکھو۔ کچھ ایسے خوبصورت بھی نہیں ہو' جو کوئی ریجھا ہو گا۔"

چوتھی ہنستی ہوئی پاس آئی اور شہزادہ کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ "اس پھیکے شلجم کی صورت میں اتنا اترانا اچھا نہیں۔ آؤ جو آئے ہو تو ہماری ملکہ کے پاس چلو۔ وہ مہمان نوازی میں تمہاری خاطر کریں گی۔ لیکن میاں یہ نہ سمجھنا کہ کسی اور لالچ سے تمہیں بلاتی ہوں' تمہاری غریبی پر ترس کھاتی ہوں۔"

ایرج ان باتوں سے ہنسا اور گویا ہوا۔ "تمہیں تو لاکھ برس بھی نہ پوچھتا مگر جو تمہاری ملکہ کا جی چاہا ہے تو خیر چلتا ہوں۔"

انھوں نے اس تقریر پر تیوری چڑھائی اور منہ بنا کر کہا۔ "مردوے! حواس میں آ' منہ بنا۔ ایسی باتیں کسی بالشتی سے کرو' صاحبو کیا ہماری شامت آئی ہے جو ان کی شکل پر ریجھیں گے۔ میں سچ کہوں مجھے پھوٹے دیدوں بھی میاں تم نہیں بھاتے۔"

ایک ان سے تڑق کر بولی۔ "اے بوا جتنا تم اس مردوے کو منہ لگاتی ہو یہ جانتا ہے جو میرے وہ چاہ کے نہیں' اور زیادہ اتراتا ہے۔"

دوسری نے کہا۔ "سچ تو ہے اس کا مزاج تو ساتویں فلک پر ہے۔"

تیسری بولی۔ "چلی بھی آ' اس کا آنا ہو گا۔ آپ ہی آئے گا۔"

چوتھی نے پھر شاہزادے کی طرف دیکھ کر قہقہہ مارا اور کہا۔ "چلے آؤ' چلے آؤ' ہمارا کہنا مانو' نہیں تو پچھتاؤ گے۔"

شہزادہ بھی ہنستا ہوا ان کے ساتھ چلا اور بنگلہ میں آیا۔ حسن ملکہ سے بنگلے کو رشک برج آسمان پایا۔ دیکھا کہ ایک حوروش نازک اندام بیٹھی ہے جو ہوا کے جھونکے سے مرجھائی جاتی ہے۔ رضوان اس کے رخسار پر گلہائے بہشت نثار کرنے کو بھیجتا ہے۔ مگر وہ تصدق کے بھی لائق نہیں جانتی۔ حوریں رخسار اپنا تلووں سے ملتی ہیں۔ لیکن اس کے کف پا کو کب پاتی ہیں۔ لب جاں بخش کا اس کے چشمہ حیوان سامنا نہ کر سکا۔ سکندر نے ہر چند چاہا۔ مگر اس نے منہ نہ دکھایا۔ فرط خجالت سے پردہ ظلمت میں چھپایا۔ عالم سے اپنے تئیں مخفی کیا۔ چاہ ذقن اگر زاہد صد سالہ دیکھے یقین ہے کہ مطیع ہو کر پانی بھرے۔ گلوئے نازک پر عالم گلا کٹائے شائق کو دیکھ کر دل نشانہ تیر بلا ہو جائے۔

سینہ حسن کا گنجینہ' اس پر چھاتیاں سنگدلوں کے دل سے بڑھ کر گولائی میں نارنگی سے بہتر شکم رشک رخسار حور صفا میں غیرت بخش شعلہ طور کمر جوہر آئینہ رخسار مہوشاں سے زیادہ باریک تر آگے جگہ حیا کی ہے۔ دفتر حسن پر مہر لگی ہے۔ ساق پا شمع طور ہے۔ کف پا کے روبرو نور سحر بے نور ہے۔

زیور الماس میں غرق طلائے حسن میں مرصع از پا تا فرق فرط نزاکت سے پیشواز اتار ڈالی۔ کبھی پاجامہ زربفتی پہنے تھی۔ کرتی جالی مقیش کے گلے میں گھاس کی اوڑھنی سر پر حسن کی کھیتی ہری تھی۔

شہزادہ یہ حسن و ادا دیکھ کر کلیجہ پکڑ کے بیٹھ گیا اور تا دیر چشم جمال نے آئینہ وار حیران بنایا۔ جب کچھ آپ میں آیا دیکھا انجمن عشرت آراستہ ہے۔ بنگلہ پری سے زیادہ سجا ہے۔ کشتیں شراب ناب کی چنی تھیں۔ صراحیاں طاقوں پر رکھی تھیں۔ جام زر نگار آراستہ مہوشان بیاد عشق کے منہ چڑھے ہوئے قدح مہر و مہ ساغر جم سے بڑھے ہوئے ملکہ نے شہزادہ کو اپنا فریفتہ دیکھ کر مسند زریں پر بٹھلایا اور جام بادہ سرخوش سے بھر

کر دیا۔

شہزادے نے پیچھے سے انکار کر کے سوائے اسلام لانے کا کیا۔

ملکہ نے ہنس کر کہا۔ "کہنا آپ کا بہر صورت قبول ہے' خاطر مہمان کرنا میزبان کا معمول ہے۔"

شہزادے نے جب اس کو مطیع اسلام کر لیا اس وقت دور جام و مدام چل نکلا۔ رقاصہ طلب ہوئی۔ ناچ ہونے لگے۔ جلسہ عشرت جمع۔ پہاڑ پر سبزہ زار ابر سیاہ کا لطف سرد ہوا کی کیفیت لالہ زار کی بہار بغل میں معشوقہ گل رخسار و طرحدار' یہ سامان دین و دنیا کی یاد بھلائے جو اگر دلوں کا غم عنقا رکھے۔

شہزادے کو بعشرت بٹھائے تھا۔ قمر پیکروں کا ٹھٹھا دیکھ کر پیر فلک گردش بھولا تھا۔ گانا وہاں کا قوالہ آسمان کے ہوش کھوئے ناہید سپہر کو دیوانہ بنایا تھا۔

شہزادہ اسی نشۂ عشرت میں نصب و سادۂ مسرت تھا کہ فلک کج رفتار کو برا معلوم ہوا بازی تازہ بروئے کار لایا یعنی وہ ساحر جو نامہ آفت لے کر ملکہ آئینہ کے پاس چلا تھا اور اس کے ساتھ سیاہ عیار روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ سیاہ تو شاپور سے ملا اور وہ ساحر نامہ لیے آئینے دار کے پاس پہنچا۔ نامہ اس کے حوالے کیا اس نے نامہ پڑھا۔ حال گرفتاری سرداران اسلام پڑھ کر بہت خوش ہوئی اور نامہ دار کی دو روز دعوت کر کے رخصت کیا۔ جواب لکھ دیا۔ "بہن آفت تمہارے فتح یاب ہونے سے میں بہت خورسند ہوئی۔ ایک روز توقف کرو۔ میں اپنی بیٹی بلور کو بلا کر ملک و مال سپرد کر کے آؤں گی اور سرداران مقید اسلامیان کو قتل ہوتے دیکھوں گی۔ حتی الامکان میرا انتظار کرنا۔ اگر نہ آؤں تو قتل کر ڈالنا۔"

نامہ دار یہ تحریر لے کر ادھر گیا۔ اس نے اپنی دختر کو نامہ لکھ کر ساحر کو دیا کہ جا اور ملکہ بلور جادو پہاڑ پر سیر دیکھنے گئی ہے ان کو پہنچا۔ ساحر وہ خط لیے اس وقت آ کر پہنچا کہ ایرج ملکہ کو گود میں لیے جام ے گلفام پیتا تھا اور بجائے گزک بوسہ اس کے لب شیریں کا لیتا تھا اور حسن ملاحت بیز سے کام جان کو چاشنی گیر حلاوت

عشق کرتا تھا۔ کنیزیں محرم راز بنگلے کے در پر بعہدۂ پاسبانی ٹھہریں تھیں وہ اس ساحر نامہ دار کو روک کر کھڑی ہوئیں۔ "ملکہ اندر پوشاک بدلتی ہیں' برہنہ ہیں' تم نہ جاؤ۔ خط ہمیں دو اور جواب لے کر پھر جاؤ۔"

اس نے خط حوالے کیا۔ کنیزیں ملکہ کے پاس آئیں مگر گھبرائیں ہوئیں۔ ملکہ نے پوچھا۔

"کیا ہے؟

کہا۔ "یہ نامہ آپ کی ماں نے بھیجا ہے۔"

نامہ لے کر پڑھا' لکھا تھا۔ "اے فرزند پارۂ جگر ہم خداوند لقا کے پاس جانا چاہتے ہیں۔ وہاں زیارت خداوند بھی کریں گے اور ساحر طلسمی سوا سو سردار حمزہ کے پکڑ لایا ہے۔ علاوہ ان کے اور سردار بھی پہلے سے قید ہیں' ان سب کا قتل بھی دیکھیں گے۔ پس تم کو چاہیے کہ سیر گاہ سے پھر آؤ اور سلطنت طلسم چندے سنبھالو۔"

یہ مضمون پڑھ کر ملکہ نے جواب لکھا۔ "امی جان! کل میں حاضر ہوں گی۔ آج میری طبیعت بہت سست ہے۔ معاف فرمائیے گا۔"

پس یہ جواب کنیزوں نے جا کر نامہ دار کو دیا کہ وہ لے کر پلٹ گیا۔

* * *

- شہزادہ ایرج

اور یہاں ملکہ نے بخاطر ایرج کہہ دیا تھا کہ میں مطیع اسلام ہوں۔ کچھ زیادہ تفریح تو اس کی نہ ہوئی تھی بلکہ ملکہ یہ بھی نہ سمجھی تھی کہ اسلام کسے کہتے ہیں۔ معشوق نے جو کہا' کہہ دیا تھا' قبول ہے۔ اس وقت نامہ میں حال گرفتاری مسلمانان دیکھ کر خوشنود ہوئی اور کہا' شکر ہے سامری کا خوب ہوا جو یہ موئے دشمن خداوند پکڑے گئے اور مارے جائیں گے۔

یہ کلمہ ایرج نے جب سنا' آگ بگولہ ہو گیا اور حال پر اہل اسلام کے بے اختیار آنسو نکل آئے۔

ملکہ نے ان کی یہ کیفیت دیکھ کر پوچھا۔ "کیوں تم نے رو دیا۔ شاید تم یہ جانتے ہو کہ میں اب چلی جاؤں گی۔ اے شہزادے کل میں اپنے ہمراہ تمہیں لے جاؤں گی' ای جان جائیں گی۔ مکان اکیلا ہو گا' تم وہاں رہنا۔"

ایرج نے یہ کلام سن کر کہا' خدا تیری صورت اب مجھ کو نہ دکھائے اور تیرے سایہ سے اللہ بچائے۔

ملکہ معشوق کے خفا ہونے سے رنجیدہ ہوئی۔ دوپٹے سے آنسو شہزادہ کے پونچھتی تھی اور کہتی تھی۔ "آخر مجھ نگوڑی نے کیا کیا ہے' بتاؤ تو میری خطا کیا ہے؟"

ایرج نے کہا۔ "تم مسلمانوں کی اسیری سن کر خوش ہوئیں۔ اور وہ میرے جد و آباء ہیں۔ میں نبیرۂ علمشاہ بن حمزہ ہوں۔ افسوس ہے کہ یہاں بیٹھا رہوں اور لشکر اسلام تباہ ہو جائے۔ اے بے ایمان خود جا کر ان ساحروں کو اتنی تلواریں ماروں گا کہ ٹکڑے اڑا دوں گا اور اگر بس نہ چلے گا تو خنجر مار کر مر جاؤں گا' تم اب اپنے گھر جاؤ' میں سمت لشکر امیر جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا۔ ملکہ نے دوڑ کر دامن پکڑ لیا اور کہا۔ "پہلے مجھے مارتے جاؤ۔"

گھر جانے کا ارادہ ابھی سے نہ کیجئے
یہ میرے درد دل کی چمک ہے سحر نہیں

غرضیکہ وہ تلوار شہزادہ کو دی کہ اس نے زیب کمر فرمائی اور گھوڑا طلسمی کھینچ کر سوار ہوا اور ملکہ سے رخصت ہو کر چل نکلا۔ ملکہ فراق کشیدہ وہاں سے بنگلہ میں آئی۔ غم یار میں سوگی پٹی چلائی اور منہ لپیٹ کر پڑ رہی۔ پھر ایک کنیز سے حکم دیا۔ "امی جان کے پاس جا کر عرض کر آ کہ میں آج بھی حاضر نہ ہوں گی' کل سے زیادہ ماندی ہوں۔"

کنیز خدمت ملکہ آئینہ میں گئی۔ پیام ملکہ کہا۔ وہ دختر کی علالت سن کر مضطر ہوئی اور سوار ہو کر پہاڑ پر آئی یہاں ملکہ تپ عشق رکھتی تھی۔ منہ لپیٹے پڑی تھی۔ اس نے در حقیقت اس کو بیمار پایا۔

کہا "اے فرزند! تمہارا کہا پڑتا ہے اب پہاڑ پر نہ رہو' طلسم میں چلو' طبیب سے اپنا حال کہو۔"

ملکہ نے کہا "مجھے آب و ہوا وہاں کی راست نہیں' اور زیادہ بیمار ہو جاؤں گی۔"

آئینہ نے کہا "میں خداوند لقا کے پاس جانے کو تھی' اب نہ جاؤں گی' تم اچھی ہو تو میرے پاس چلی آنا۔"

یہ کہہ کر طلسم میں آئی اور بزم رقص شروع کر کے بیٹھی۔

ادھر ایرج جو سمت لشکر چلے۔ مرکب طلسم ان کے ارادے کے بموجب اسی جانب چلا۔

اور لشکر لقا میں جب آئینہ نہ پہنچی تو باقیماندہ سرداروں کو آفت کے گرفتار کرنا چاہا۔ پس آج کی رات طبل جنگ بجایا ہے۔

رات بھر تیاری حرب میں بہادروں نے بسر کی ہے لشکر دم سحر میدان میں پہنچ کر صف آرا ہیں۔ بادشاہ اسلام اور امیر آمادۂ مرگ اور مہیائے قضا ہیں۔ اس لیے کہ آفت نے سوار طلسم سے امیر کو بھی گرفتار کرنا چاہا ہے۔ جانتی ہے کہ سوار طلسم پر اسم اعظم

تیغہ طلسمی نے اس سوار کے دو ٹکڑے کیے۔ آفت کی جان نکل گئی۔ لشکر اسلام میں مسلمانوں نے تکبیر کہی، طبل و نقارے بجے۔ بختیارک ہاتھی پر کھڑے ہو کر اذان کہنے لگا اور لقا کو لعنت دیتا جاتا تھا۔

نازک چشم اور آفت نے جھلا کر ساحروں کو حکم دیا۔ "ہاں لینا ان خدا پرستوں کو۔"

پھر تو گھٹا کی طرح چار سمت سے سپاہ گر آئی امیر نے بھی گھوڑے کی باگ اٹھائی۔ ادھر سے لقا کا ہاتھی بڑھا۔ ادھر سے بادشاہ اسلام کا تخت آگے چلا۔ نمایاں دیندار و پہلوان تہور شعار تلوار و نیزہ لے کر چلے سوار گھوڑے اٹھا کر لشکر حریف پر جا پڑے۔ دونوں لشکر غت پٹ گئے۔ تلوار چلنے لگی۔ چمک خنجر جانستان کی چشم خورشید کو خیرہ کرنے لگی، گرد سپاہ کینہ خواہ سے دیدۂ جہان پرخاش جو تیرا ہوا گرز کی صدا نے دل کوہ کو آب کر دیا۔ ژوبین و تیر کا مینہ برسنے لگا۔

اس معرکہ زد و کشت میں پہلے سب سے نعرہ ایرج بلند ہوا تھا۔ جس سے لرزاں فلک زور مند تھا۔

آفت نے اور تمام ساحروں نے بڑے بڑے سحر کے پہاڑ اکھیڑ کر لشکر پر گرائے۔ شہزادہ ہامور کے پاس تیغہ تھا اور امیر اسم اعظم الٰہی باآواز بلند پڑھتے جاتے تھے۔ یہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر لشکر ساحراں پر گرتے تھے اور ہر ایک سحر پلٹ جاتا تھا۔ جس سے لشکریاں تھا مرتے تھے۔

اسی ہنگامہ میں ایرج قتل و غارت کرتا ہوا تخت لقا کے قریب پہنچا۔ آفت نے اس وقت گھبرا کر طبل بازگشت بجوایا لشکری میدان سے پھرے اور اپنے اپنے مقام پر چلے۔ امیر ہمور ایرج فرخندہ سیر کے سر پر سے زر نثار کرتے ہوئے بارگاہ میں لائے۔ حکم جشن دیا۔ تمام بہادر شراب ارغوانی سے دماغ تازہ کرنے لگے۔ ناچ دیکھتے راگ سنتے تھے۔

ادھر آفت و لقا سوار طلسم کے قتل ہونے سے بخاطر کبیدہ بارگاہ میں آ کر بیٹھے۔

بختیارک نے چھیڑنا شروع کیا۔ "کیوں ملکہ! سچ کہنا کس کروفر سے سوار طلسم کو اس مسلمان نے مارا میں تو اس کے ہاتھ کی صفائی کا قائل ہوں کہ بہ یک ضرب دو تی

پر کالے اس نے کئے۔

آفت نے پوچھا۔ "یہ جوان کون تھا؟"

اس نے جواب دیا۔ "پوتا علمشاہ کا پروتا امیر کا تھا وہ مہینہ بھر سے کہیں گیا ہوا تھا آج آیا تو اس شدومد سے آیا۔"

آفت نے کہا۔ "ملکہ جی! میں تم سے چھپاؤں کیوں؟ ایک طلسم آئینہ ہے وہاں سے اس سوار طلسم کو لائی تھی۔"

یہ کہہ کر تمام حال ملک آئینہ کا بیان کیا۔

مختیارک نے کہا۔ "بس معلوم ہوا وہاں کوئی عورت اس جوان پر عاشق ہوئی اور اس نے کوئی تلوار دے دی۔ جس سے اس نے سوار طلسم کو مارا یا کوئی خط اس سوار کے جسم میں ہو گا۔ اس کا حال کہہ دیا ہو گا کہ اسی خط پر تلوار مارو یہ سوار مر جائے گا۔ بس اس جوان نے ویسا ہی کیا۔ اچھا کہو' اب تمہارا کیا عزم ہے۔"

آفت نے کہا۔ "جب تک زندہ ہوں لڑے جاؤں گی مگر تم نے بات قاعدے کی کی۔ بیشک ایسا ہی کچھ پیچ سوار طلسم پر پڑا۔ اچھا میں ایک لڑائی ان مسلمانوں سے اور لڑوں تو طلسم میں جاؤں۔

یہ کہہ کر دربار سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آئی اور سحر کرنے لگی۔ تھالی سامنے رکھکر تھوا کنڈے سلگا کر اگیار کرتی تھی ڈمرو بجاتی تھی۔

آخر ایک سوار مع مرکب و اسلحہ ماش کے آٹے کا اس نے بنایا اور اس کو حکم دیا۔

اے سحر کے سوار جب تجھ کو بلاؤں حاضر ہونا' اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنا۔

یہ حکم دے کر اسی اگیاری میں اس کو ڈال دیا کہ وہ سوار جل کر غائب ہو گیا۔ یہ تدبیر کر کے اس نے ایک دن جنگ بسبب خستگی لشکر موقوف رکھی۔ جب دوسرے دن سوار طلسم فلک عرصہ گاہ عالم سے پھر کر مغرب میں گیا اور آئینہ قدرت نے آئینہ خانہ دہر میں آئینہ خانہ دہر بصدق صفا ظاہر کیا۔

حکم سے آفت بموجب صدائے نقارہ جنگ بلند ہوئی اہلکاروں نے جا کے بادشاہ اسلام سے

خبر عرض کی۔ ادھر بھی شوشائے ترکی بپا ہوا۔ ہر ایک دلاور سامان حرب کرنے لگا۔ فوجیں جمع ہونے لگیں۔ سواروں کی وہ کثرت ہوئی کہ روئے زمین نعل سے مرکبوں کے چھپ گیا۔ سرداروں کے پرچم سے روئے ہوا سرخ نظر آتا تھا۔ ہتھیاروں کی کھڑکھڑاہٹ سے دل سنگ آب ہوتا ہے۔ تلواروں کی چمک سے ترک فلک کا دل کانپتا تھا۔ طبل اس جنگ بجتا ہے۔ آخر کار شب بھر یہی سامان رہا۔ دم سحر جب خورشید انور نے اس خاکدان تیرہ و تار عالم کو منور فرمایا اور بصد جاہ و جلال اورنگ پر نیرنگ افلاک کو زینت طراز کیا۔

امیر نماز سحر پڑھ کر در دولت پر آئے۔ بادشاہ جب برآمد ہوئے' سب سرداروں نے مجرا کیا اور تخت کے ہمراہ رخ جانب جنگ گاہ کیا۔ اس وقت شہنشاہ اسلام کی عظمت پر کروروں نثار تھا۔

اسی جاہ و تجمل سے دشت میں پہنچ کر صف کھینچی اس طرف کو فوج ساحراں لیے آفت آئی۔ لقا تخت نخوت پر سوار گرد تمام کوہیوں کی قطار لشکر کے بیچ میں آ کر ٹھہرا۔ بعد صفوف آرائی اور درستی میدان حرب نقیبوں نے نقابت کی اور ندامت دنیا سنائی۔

جب یہ بھی کنارے ہوئے بہادر جوش تلوار سے بیخود ہو گئے۔ آفت نے اجازت حرب خداوند لے کر عزم دشت نبرد کیا اور وسط میدان میں پہنچ کر دستک دی۔ بگولا گرد کا اٹھا اور ایک سوار مسلح و مکمل آ کر جنگ گاہ میں مسلح شوخی دکھانے لگا۔ آفت نے پکار کر کہا۔ "اے خدا پرستو تم سواران خداوند کو ہلاک کرتے کرتے گھبرا جاؤ گے۔ یہ فوج غیب سے خداوند نے طلب کی ہے۔ آؤ مقابلہ میں۔"

یہ نقیب سنتا تھا کہ لشکر اسلام سے نعمان بن منذر نے بادشاہ کے پایہ تخت کو بوسہ دے کر اجازت لی اور مرکب اڑا کر سامنے آیا۔ سوار سحر نے تکاور تنی کی اور نیزہ اٹھا کر حملہ آور ہوا۔ بعد چند طعن کے نیزے اٹھ ٹوٹے سوار سحر نے تلوار کھینچ کر خبردار کہہ کر ضرب کی نعمان نے سپر کر چہرے کی پناہ کیا۔ لیکن تلوار سپر پر سے گزر کر خود و بلغہ عرق و مغفر زرہ ٹوپ کو کاٹ کر کاسہ سر میں در آئی۔ اس بہادر نے دانستہ

مارا کہ تیغہ جھنا کر سر سے نکلا اور خون کی چادر چہرہ پر پڑ گئی۔ سر بہر سے پر زین کے لگ گیا۔ سوار سحر نے کمر بند میں ہاتھ ڈال کر قاش زین سے اٹھا لیا اور اسیر کر کے حوالے لشکر کے کیا۔ پھر نعرہ مبارز طلبی کیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر دست چپ کے لشکر میں علم جلوہ گری پر آئے اور شہزادہ ایرج نے مرکب طلسمی اڑ کر سامنے تخت شاہی کے آ کر حرب اجازت لی اور گھوڑا چمک کر سوار سحر کے سامنے آ کر ضرب مانگی اس نے وہی تیغہ خونچکاں برسر شہزادہ ذی شان لگایا۔ شہزادے نے گھوڑے کو کاوے پر لا کر تیغہ خالی دیا اور تیغہ طلسم گھسیٹ کر کمر کو تپلا کر سر پر مارا۔ اس نے بھی سپر کو سامنے کیا۔ سپر کو تلوار کاٹ کر خود وغیرہ سے گزر کر کلہ جبڑے کو کاٹتی ہوئی اوجھ جھوجھ سے گزر کر پشت مرکب پر آئی۔ لیکن مثل برق مرکب بھی دو پرکالے کر کے زمین میں در آئی۔ لشکر اسلام میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا۔ نقارے بجے آفت گھبرا گئی اور فوج کو للکارا۔ "لینا اس کو"

فوج چار سمت سے لینا لینا کہہ کر آ گری۔ شہزادہ سمند اٹھا اس دریائے لشکر میں غوطہ زن ہوا۔ لشکریان اسلام بھی جا پڑے۔ اور کشتی حیات محافظان طوفانی کرنے لگے۔

آفت نے پھر طبل بازگشت بجوایا۔ جنگ موقوف ہوئی۔ بہادر پھر خیمہ گاہ میں آئے اور آسودہ ہوئے۔ امیر نے آج بھی ایرج پر سے بہت کچھ تصدق اتارا اور مصروف عشرت ہوئے۔ ادھر آفت جو پھر کر آئی سب ساحر وغیرہ تو با آرام مسکن گزیں ہوئے لیکن یہ سمت طلسم چلی اور بعد طے مسافت راہ طلسم کے اندر پہنچی۔ محافظان تو بخوبی آگاہ ہیں۔ کسی نے روکا نہیں۔ یہ قلعہ میں پہنچ کر ایوان شاہی کے متصل جب آئی۔ ملکہ آئینہ نے خبر سن کر استقبال کرایا اور اس کو اپنے پاس بلایا۔

اس نے سامنے پہنچ کر سلام کیا اس نے ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا اور کہا۔ "بہن مزاج اچھا ہے' کہو ہمارے سوار کا حال تم نے پہلے لکھا تھا کہ مسلمان اسیر ہوئے ہیں۔ ہم آنے کو تھی لیکن چھوکری کی طبیعت ماندی پڑ گئی۔ ملکہ بلور جادو کی اس وجہ سے نہ

آ سکی۔

آفت نے جواب دیا۔ اے ملکہ! تمہارے سوار نے غدر مچایا تھا۔ بہت سے سوار گرفتار کیے گئے جس کو ہاتھ مارتا تھا وہ زخمی ہو جاتا تھا۔ اس کے ضرب کی تاب نہ لاتا تھا۔ تیسرے دن میں طبل جنگ بجا کر نکلی تھی کہ صحرا کی طرف سے پروتا حمزہ کا آیا اور مقابل سوار ہوا اور بیک ضرب شمشیر اس نے سوار کے دو ٹکڑے کیے۔

یہ سنتا تھا کہ آئینہ کے حواس بگڑ گئے اور گھبرا کر کہا۔ "بہن! کیا کہتی ہو؟"

آفت نے کہا۔ "میں سامری کی قسم سچ کہتی ہوں اور تمہارے سوار کے علاوہ ایک پتلا میں نے بنایا تھا اس کو بھی اس نے قتل کیا۔ میری عقل حیران ہے کہ یہ معاملہ کیا ہے اسی لیے میں تمہارے پاس آئی ہوں کچھ حال دریافت کروں۔"

آئینہ بولی۔ "تم نے بہت بری حرکت کی۔ سوار طلسم کو تمہارے پاس بھیجا۔ یہ سوار اس واسطے ہیں کہ کوئی آفت جب طلسم پر آئے۔ اس وقت ان سے کام لیا جائے۔ ہم نے آئین طلسم میں فرق کیا۔ کیا حرکت ناشائستہ کی۔ دیکھیے طلسم بھی رہتا ہے یا نہیں۔ یہ کہہ کر اٹھی اور کہا۔ "تم ٹھہرو، میں آتی ہوں۔"

غرضیکہ خزانہ میں آ کر قفل تڑوا کر دیکھا تو صندوق میں تین تلواریں ہیں۔ چوتھی تلوار جس سے اس کی اجل تھی نہیں ہے۔ حیران ہوئی کہ یہ تلوار کون لے گیا۔ یہ خزانہ میری دختر ملکہ بلور کے سپرد ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی یہاں آئے کیا مجال ہے بلور ہی سے پوچھنا چاہیے کہ تلوار کیا ہوئی۔"

یہ سوچ کر خزانے سے نکلی اور چاہا کہ دختر کو بلوائے پھر خیال آیا کہ آفت بیٹھی ہے۔ مبادا لڑکی نے کچھ شرارت کی ہو اس وقت وہی مجرم ٹھہری۔ تو بیٹی بدنام ہو گی۔ یہ سوچ چپکی آ کر بیٹھ رہی۔ آفت کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ آفت نے اس کے چپ ہونے سے پوچھا۔ بہن تم نے مجھے جواب نہ دیا۔ تم تو گھنگنیاں منہ میں بھر کر بیٹھ رہیں۔ اے توبہ کچھ آدمی ہست نیست کا جواب دیتا ہے۔ یہ کیا چپ ہو رہیں۔

آئینہ یہ سن کر جھلا کر بولی۔ بس حواس پکڑو' جو کوئی دوست بانہہ دیتا ہے تو کیا ہاتھ کاٹ لیتے ہیں تم انگلی پکڑتے پونہچا پکڑتی ہو۔ تم کیا آئیں کہ طلسم پر آفت آئی۔ اگر تم ایسی ہی بودی تھیں تو کاہے کو گھر سے نکلیں۔ افراسیاب سے کہا ہوتا کہ اور کوئی جائے۔ میں ڈرتی ہوں ننھی بھولی ہو۔ اور اگر آئی ہو تو کیا میرے تیرے برتے پر اے لوگو' کسی کا بھروسہ کیا' بھروسہ تو سامری کا بھروسہ' ایک تو سوار طلسم کو قتل کرایا اب طلسم خالی کرایا چاہتی ہو۔ بس ایسی دوستی سے میں درگزری۔ تم کیا میرے برتے پر آئی ہو۔ ایک تو میں نے یہ بیوقوفی کی کہ اس وقت تمہاری بدحواسی دیکھ کر نہ اونچی کبھی نہ نیچ سوار طلسم ساتھ کر دیا۔ آئین طلسم میں فرق ڈالا۔ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے طلسم رہتا ہے یا نہیں۔ بس اب سے آئے گھر سے آئے۔ میں نے تو کان اینٹھے۔ اب کسی کے کہنے سننے میں نہ آؤں گی۔

آفت نے جو یہ کلمات سنے غصہ آیا اور بولی۔ بس اتنی ٹیڑھی نہ ہو۔ تم نے تو نگاہ طوطے کی پھیر لی جیسے ان تلوں میں تیل ہی نہ تھا۔ تمہارا سوار کیا حقیقت رکھتا ہے۔ لوگ تو دوستی میں سر کٹوا دیتے ہیں تم اتنی ہی سی بات پر بھری جاتی ہو۔ احسان جتا جتا کے مارے ڈالتی ہو۔ فوج کوئی اور اوچھے کا احسان لے۔

آئینہ نے کہا۔ تمہیں بس حقیقت اپنی ذرا دیکھ گھبرائی ہوئی آئی تھی۔ اگر سوار نہ جاتا تو گور کے پرے جاتی۔ اچھا پھر اس نے کہنا کیا۔ چلو اب سہی جب جانوں کہ کچھ مسلمانوں کا تو بنا لے۔"

آفت طیش میں آکر اٹھی اور کہا۔ سامری ایسی بے مروت سے بات نہ کرائے اچھا بی بی' تم نے مجھ کو سوار کیا دیا کہ جلا لیا۔ میں حمام نادی خود پچھتاتی ہوں کہ تمہارا سوار کہاں لے گئی تھی۔

یہ کہہ کر وہاں سے چلی دل سے کہتی ہوئی کہ اب چل کر جو شہنشاہ افراسیاب نے سحر بتلایا ہے اس کو جاری کر کے ایرج کو پکڑا اور مار ڈالی۔ سب کے دانت کھٹے نہ

کر دیجئے۔ سچ تو ہے مل تو اپنا مل اور کا بن جائے جل۔ غرضیکہ ایسے ہی منصوبے کرتی ہوئی طلسم سے نکل کر لشکر میں آئی اور فرط رنج سے دربار میں نہ گئی۔ ایک رات اور ایک دن سحر کرتی رہی۔ ڈمرو بجا کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ ناچار کی اگیاری کر کے جوت کھڑی کی پیروں کو ملا کر موہن بھوگ کھلایا کی۔ افراسیاب کا بتلایا ہوا سحر خوب جگایا۔ جب دوسرے روز آئینہ فلک ساحرہ شب سے مکدر ہو طلسم مغرب میں گیا اور یہ منظر لیل نے چراغدان کہکشاں فلک پہ ستاروں ککی جوت کو قائم کیا۔

آفت بارگاہ لقا میں آئیں اور حکم نواخت نقارہ حرب دیا۔ لشکر ساحران میں نفیر بجی۔

بختیارک نے کہا اے ملکہ تم نے اپنے نام پہ طبل جنگ بجوایا ہے میرا دل دھڑکتا ہے۔ اب بھی کچھ نہیں گیا ہے طلسم میں چلی جاؤ۔

اس نے کہا۔ "ملک جی' یا سر نہیں یا سردی نہیں یا میں کل نہیں یا ایرج نہیں۔"

ان سب باتوں کو جو اسیان لشکر اسلام نے سنا اور خدمت امیر میں حاضر ہو کر دعا و ثنا کے عرض کیا۔

خدا رکھے سردار کو برقرار
عدو پھر ہے آمادہ کار زار

امیر نے خبر سن کر حکم دیا۔ "ہمارے لشکر میں بھی بہ عنایت یزدان پاک کوس رزمی بجے۔"

بموجب ارشاد لشکر میں طبل جنگ بجا۔ ہر ایک دلاور ہوشیار ہوا۔ امیر جب دربار برخاست کر کے بادشاہ کو شبستان میں پہنچا آئے تیاری میں اسباب و جدال میں مصروف ہوئے۔ پھر تو جوہر تیغ کی چمک چشم سیارگان کی طرح آنکھیں نکالے تھی۔ سنان نیزہ' نیزہ کہکشاں کو دیکھے بھالے تھی' سپروں کی سیاہی باوجود کثرت چراغاں لشکر شب تار سے زیادہ تاریک تھی جادہ شجاعت تلوار کی باڑھ سے زیادہ باریک تھی۔ جرار کڑکتے تھے۔ بہادر موت

کے نام سے بجتے تھے۔ شمع خیال شجاعت روشن کر کے انجمن آرائی کی تھی۔ تلواروں کی صفائی کی تھی اسلحہ کی جھنکار سرود کی آواز تھی۔ دل کی تڑپ رقاصہ کا انداز تھی۔ ناموری کے نام پہ فرش ہوئے جاتے تھے۔ عروس شجاعت سے عقد مواصلت چاہتے تھے۔ آہن کی دعوت میں عدو کا گوشت کھلانے کی تیاری تھی۔ دل و جگر کی دشمن کے سہرے سہرے گا رہی تھی۔ براتی نوشہ شجاعت کے جمع تھے شربت ہلاکی میں جان دینے کی جنج تھے کمانیں جھک کر مجرا کرتی تھیں۔ تیر شجاعت کے پہلو لڑنے کی تدبیر بتاتے کلہ عمود کلہ نئی سکھاتے تھے۔ کمندوں نے بہادروں سے رشتہ جوڑا تھا۔ تلواری باڑھ ڈوبا رشتہ جان دشمن بنا تھا۔

غرضیکہ رات بھر میں ہنگامہ دونوں طرف تھا۔ لشکر آمادہ جنگ صف بہ صف تھا۔ آفت اور جملہ ساحر کنارے دریا کے جا کر ٹھہرے تھے۔ ڈمرو بجتا تھا۔ ہوم ہوتا تھا۔ پوتوں کے ستائے تھے۔ بہر شراب و خون خوک دستور کا خون چاٹتے سوہن بھوگ کی چاٹ پہ آئے تھے۔ مسان کی مٹی تیلی کے کولہو سے اتار کے کمہار کے چاک پہ چڑھانے گردش بخت کے دفع کی تدبیر ٹھہراتے تھے۔ آفت کوئلے کی سیاہی منہ پہ ملے تھی۔ سیہ بد بختی اپنی اور بڑھانا چاہتی تھی۔ ڈھولا سامنے بٹھا کر لونا چماری کو بلا کر مناتی تھی۔

کبھی لونا چماری کو بلاتی
کبھی بیروں کو تھی تلوا کھلاتی
کبھی کرتی تھی کچھ افسوں بہ نیرنگ
ظفر دشمن پہ تا پائے دم جنگ
بھجن گاتی کبھی ڈنڈوت کرتی
برہنہ ہو کے تھی ہر دم بھٹکتی

جب رات اسی کرشمہ سازی میں بسر ہوئی۔ وہ زمانہ آیا کہ چرخ مقوس میں کماندار روزگار

نے تیغ شعاع مہر پیوستہ کیا اور نشانہ باغ سیہ شب اٹھایا۔ ترک روز نے چہرہ خون آلود شمس دکھلایا۔

دونوں جانب سے بیرق بیرق اور سنجق سنجق اردو دشت قتال ہوئے۔ امیر فریضہ نماز سحر سے فرصت کر کے اشقر پر سوار ہو کر در دولت پر آئے۔ بادشاہ عالم پناہ بصد عظمت و جاہ برآمد ہوئے۔ نقارہ سامان سواری کا بج گیا۔ کہاروں نے تخت بدلوایا۔ ہر ایک کا مجرا و سلام ہوا۔ سترہ سو فانوسیں مینا کاری آگے روشن اٹھارہ سو گلدستوں پر پیچ شاخوں کے جوبن اگر سوز و عنبر سوز و عود سوز کے لوٹے شعلان مہر دیدار لیے عود برگی کا بگنا جھونکتے منقلوں سے دشت کو پر از مشک بنائے چلے۔ نفیریوں کی صدا نے گوش چرخ کو کر کیا پھیر دیں بھیاں کی آواز نے دل میں اثر لیا۔ سوار اور سرداروں کے پلٹن پیادوں کی قطاریں آگے بڑھیں۔ سنان ہائے نیزہ چمکنے لگیں۔ ستارے گیا سوا نیزے پر اتر آئے یار روزگار غدار نے دیدے نکالے تھے۔ نقارہ دل کی آواز سے زمانہ کا قلب ہول کھا کر خالی تھا۔ یہ مقدمہ ملی تھا۔

اس حشمت و جاہ سے دشت حرب گاہ میں پہنچ کر ٹھہرے تھے کہ اس طرف سے لقا گراو اکیس ہاتھی زنجیر بند پر تخت کھنچا کر سوار ہوا۔ پشت پر ساحران غدار کا پر سواروں اور کوہیوں کا مجمع ہوا۔ بڑے کر و فر سے میدان نبرد میں آیا۔ پشت و بلند ارض غرا کو بیلداروں نے درست کیا۔ صفوف لشکر کو صف آرا ترتیب دینے لگے۔ امیر بعدہ سالاری آگے بڑھے۔ تخت بادشاہوں کے قلب لشکر میں قائم ہوئے آفت و سوفار اور نازک چشم تخت ہائے سحر پر سوار میدان میں آئے۔ نقیبوں نے صدا دی۔ بہادروں کا دل بڑھایا شجاعت کا وقت یاد دلایا۔

"آج تم بھی روئے عروس جلادت کو گلگونہ خون زخم سے رنگین کرو اور بہار گلزار شجاعت زخم کھا کر دکھا دو۔ باغ بے خزاں ناموری لگا دو۔"

یہ کہہ کر نقیب ہٹے' بہادر مرنے پر ڈٹے۔ آفت ساحروں سے رخصت ہو کر لقا سے اجازت لے کر میدان میں نکلی۔

اور پکاری۔ "اے ایرج نوجوان میں خود تم سے لڑنے آئی ہوں' سوا تمہارے اور کسی سے نہیں چاہتی آیو میرے سامنے۔"

ایرج یہ نعرہ سن کر سامنے بادشاہ کے آئے اور اجازت لے کر اپنے سرداروں سے رخصت ہو کے سمت میدان چلے۔ مرکب طلسمی طرار سے بھرتا ہوا سے باتیں کرتا فر فر کی آواز نتھنوں سے دیتا روانہ ہوا۔

جب مقابل آفت پہنچا' اس نے وہی ناریل جو پہلے اچھالا تھا' اس وقت بھی زمین پر مارا کہ وہ پھٹا اور دھواں آندھی کی طرح پیدا ہوا اور مثل بگولے کے اکٹھا ہو کر گردا گرد ایرج کے پھیل گیا۔ شہزادہ کو اس دھوئیں سے چکر آیا اور تیغ چھوٹ الگ گرا گھوڑے سے بھی گر کر پشت بزمیں ہوا۔

آفت نے تیغ اٹھا کر ساحروں کو دیا اور مرکب بھی گرفتار کرایا۔ لشکر اسلام سے سردار بہر حمایت شہزادہ چلے تھے کہ وہ پنجہ بن کر گری اور شہزادہ کو اٹھا کر لے اڑی۔ لشکریوں کو للکارا کہ جو لوگ آتے ہیں روکو ان کو۔ لشکر لقا بھی حملہ آور ہوا اور دونوں لشکر مل گئے۔ تلوار چلنے لگی۔ نقارہ طبل سے دماغ ترک فلک پھر گیا۔ ابر تیغ سے خون برسنے لگا زمین پہ شنگرفی فرش بچھا۔ سر و دست و پائے بہادران کے ڈھیر ہو گئے۔

کچھ دیر شمشیر زنی ہوئی تھی کہ آفت نے خیمہ میں پہنچ کر کہلا بھیجا۔ دشمن کو پکڑ لائی۔ اب کیا ضرور مقابلہ کرنا۔

لقا نے طبل بازگشت بجوایا۔ لشکری جنگ گاہ سے پھرے اور خیمہ گاہ سے پہنچ کر کھلی۔

امیر اور بادشاہ بارگاہ میں آئے۔ عیار بہر خبر گیری ایرج روانہ ہوئے۔ ادھر آفت نے شہزادے کو قید بخت میں مطوق و مسلسل کر کے بارگاہ لقا میں پہنچایا۔ لقا جنگ سے پھر کر آیا تھا۔ اور مصروف عیش و عشرت تھا کہ قید شہزادہ کی آئی اور آفت نے بختیارک سے کہا۔ میں اسے قتل کرنے آئی ہوں۔"

اس نے جواب دیا۔ کہ تو خود عقلمند ہے تجھ کو کون سمجھائے۔ آئے پر چوکنا نہ چاہیے۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ دشمن پر پھر کوئی بار بار قابو نہیں پاتا۔ آفت نے کہا۔

میرا جی چاہتا ہے کہ میدان میں روبرو لشکر اسلام کے اس کو ہلاک کروں۔

اس نے جواب دیا۔ جیسے میدان میں ویسے یہاں ایسا نہ ہو کہ حمزہ آ کر چھڑا لے جائے۔"

آفت بولی۔ "ایسی تدبیر کروں گی کہ کوئی نہ آ سکے۔ دیکھیں اور افسوس کر کے رہ جائیں۔"

یہ کہہ کر حکم دیا کہ میدان خونی کی تیاری کی جائے۔ بموجب حکم جلاداں قوی بازو حاضر ہوئے اور روبروئے لشکر اسلام میدان میں دار استادہ کی چبوترے دیگ کے بنائے منادی نے ندا دی کہ گنہگار خداوند ہلاک کیا جائے گا۔ سب لشکر تماشا دیکھے۔

ساحری اور لشکری اور ساکنان قلعہ کے ٹھٹ جوق در جوق میدان میں جمع ہونے لگے۔ بعض ان میں عشرت سے قہقہے لگاتے تھے۔ دانشمند عبرت کر کے ان کو سمجھاتے تھے کہ میاں

ہنسنا نہیں اچھا ہے مصیبت پہ کسی کی

یہ بھی گردش فلک کج مدار اور بے وفائی زمانہ غدار ہے کہ کبھی کسی کو تخت عزت سے اتار کر تختۂ مرگ پہ سلاتا ہے اور کبھی خاک گور وہاں ظلمت و ملامت میں ڈالتا ہے۔

غرضیکہ میدان خونی تیار ہو چکا ساحر ایرج کو کشاں کشاں وہاں لائے۔ لقا سامنے آ کر تخت پہ بیٹھا اور شہزادہ کو روبرو طلب کر کے سوال کیا کہا۔ اے بندۂ قدرت مجھ کو سجدہ کر، شہزادہ نے فرمایا۔ میں تجھ پہ اور تیرے پرستاروں پہ کروڑ کروڑ لعنت کرتا ہوں اور بے حیا تو قلعہ الامان پہ جب قید ہوا تھا۔ امیر سے سفارش کر کے میں نے تجھ کو بچایا تھا اور مسلمان ہو کر میرے ساتھ سے بھاگ گیا۔ اب یہاں یہ خدائی بگھارتا ہے۔ کیا کہوں، سحر میں گرفتار ہوں، نہیں تو بتلا دیتا۔

لقا کو ان باتوں سے غصہ آیا اور حکم دیا۔ "لے جاؤ اس

بندہ سب بے ادب کو اور قتل کرے۔"

جلاد شہزادے کو زیر دار لائے۔ لیکن عیار جو بہر خبر آئے تھے۔ وہ یہ سب کیفیت دریافت کر کے خدمت امیر میں آئے جملہ حال بیان کیا۔ امیر کے فرط رنج سے کلیجے میں بشدت درد تھا۔ بہر اعانت شہزادہ نہ جا سکے۔ مگر وہ سردار بے قرار ہو کر اٹھے اور بارگاہ سے نکل کر مرکبوں پر سوار ہوئے لشکر نے جلد از جلد کمر باندھی۔ علم شاہ ولندھور مالک وغیرہ جو گرفتار ہونے سے بچے تھے۔ آمادہ حرب پیکار روانہ ہوئے فوج بیکراں کے پرے ساتھ چلے۔ لیکن وساس و قاس عیاران لقا یہ خبر دریافت کر کے گئے اور عرض پیرا ہوئے کہ لشکر اسلام بہر حمایت ایرج آتا ہے۔

یہ خبر سن کر آفت نے جادوگروں کو حکم دیا' میدان سحر بند کرو' کسی مخالف کو آنے نہ دو۔ جادوگر بموجب حکم سحر کرنے لگے۔ آگ دھتورے کے پھل اچھلنے لگے' چنگاریاں اڑنے لگیں۔

آفت نے بھی ایک گولہ فولادی مارا زمین پر کہ وہ شق ہوا اور اس میں شعلہ ہائے آتش نکل کر ہر سمت پھیل گئے اور ایک حصار دیوار آتش میدان کے گرد ہو گیا اس اثناء میں علمشاہ وغیرہ جا کر پہنچے۔ فرط محبت ایرج سے کلیجوں میں آگ لگی تھی۔ بے محابا گھوڑے اس آگ میں ڈال دیئے آتش کے شعلے ایسے بلند ہوئے کہ تا کرہ نار پہنچے اور مرکبوں کے روئیں جلے' الٹ پلٹ کر بھاگے۔ ہر چنداں بہادروں نے روکا مگر نہ رکے۔ آخر سب نے ناچار ہو کر چاہا پیدل جائیں لیکن سمجھے کہ راہ میں جل کر خاک ہو جائیں گے۔ ایرج تک نہ جا سکیں گے۔ جانا بیکار جان کر مایوس اس جگہ سے پیچھے ہٹ کر ٹھہرے اور دست دعا بدرگاہ خدا بلند کر کے بعد گریہ زاری ایرج کے لیے دعا کرتے تھے۔

اے خالق انس و جاں' ایرج کی جان کا تو ہی نگہبان ہے۔ یہ سب تو مصروف ثنا ہیں مگر اب تو شمہ حال اس قتیل کثیر انداز یار کشتہ تیغ ناز دلدار ذبح خنجر ابرو ملکہ بلور کا سنئے کہ مادر کو بحیلہ بیماری رخصت کر کے جب وہ دن تمام ہوا۔ اشتیاق مواصلت

ہے لب پر نالہ و بکا ہے۔ سامنے میدان میں حصار آتش کھینچا ہے سرداروں کا مجمع ہے۔ اس نے حیران ہو کر بزور سحر وضع تبدیل کی۔ ایک سقہ کھڑا اشک حسرت بہا رہا تھا۔ اس سے پوچھا۔ یہ کیا ماجرا ہے؟

اس نے کہا۔ ایرج کو آفت پکڑ کر لے گئی ہے ان کی گردن ماری جاتی ہے۔ یہ لشکر اسلام ہے۔ بہ سبب حصار آتش اندر نہیں جا سکتا۔ اس لیے ہر ایک روتا ہے اور دعا کرتا ہے۔

حور چہرہ یہ سن کر وہاں سے اڑی' مگر دل سے کہتی ہوئی کہ اب تو چکی وہ اس کو قتل ہو جانے دے۔ جھگڑا فیصل کر دے۔ گھر آئینہ دار کا برباد ہو گا۔ اسی سوچ میں خیال آیا کہ مطلوب کے مرنے سے ایسا نہ ہو ملکہ بھی مر جائے۔ عوض خیر خواہی کے تیرا بھی سر جائے۔

یہ سوچ کر بدحواس و مضطر بصد عجلت ملکہ کے پاس پہنچی۔ ملکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر الگ لے گئی اور مستفسر ہوئی کہ کہہ وہ کیا کرتے تھے' میں جانتی ہوں کسی معشوق کے پاس بیٹھے ہوں گے' اچھا تو گئی تو شرمائے الگ اٹھ آئے کچھ مجھ کو پوچھا یا نہیں۔

حور چہرہ یہ تقریر سن کر رونے لگی اور کہا۔ بی بی! تم کسی کو پوچھتی ہو' شہزادے قتل ہوا چاہتے ہیں۔ ان کے دشمن بیڑیاں پہنے تلوار کے نیچے بیٹھے ہیں۔

یہ سنتا تھا کہ جی سنایا کلیجہ منہ کو آیا۔ پوچھا۔ اری' مفصل کہہ کیا ماجرا گزرا۔ ہائے افسوس مجھ بدنصیب نے ناحق انہیں جانے دیا۔

حور چہرہ نے ساری حقیقت کہہ سنائی۔ ملکہ آتش محبت میں دل جلی کی تپش زیادہ بڑھی اور اٹھی کہ دیکھوں یہ ہماری آفت کیونکر قتل ہوتی ہے۔

حور چہرہ نے کہا۔ واری یہ کیا کرتی ہو' کہاں جاتی ہو' جانے بھی دو' وہ مرد ہیں کس کے ہوئے ہیں اور کس کے ہوں گے۔ کیوں گھر غارت کرتی ہو۔ اپنے تئیں تس نس کرنا اچھا نہیں۔ بس جو ہونا تھا' ہو گیا۔

ملکہ نے جھلا کر کہا۔ اری کیوں باتیں بناتی ہو۔ لو صاحبو کسی کی جان جائے اور کوئی اترائے۔ کچھ ترس خدا بھی ہے۔ بھلا میں کیونکر درگزروں' نہ صاحب مجھ سے یہ نہ ہو گا میں کسی کساتھ تو لیے جاتی نہیں۔ پھر کوئی کیوں بڑبڑائے۔ میرا تو خوف خدا سے رواں رواں کانپ گیا۔ کچھ مردوے کی محبت نہیں' صرف خدا راہ کا سودا ہے۔

حور چہرہ سمجھی کہ یہ نہ رکے گی' ناچار بولی۔ اے میں تصدق جو جی میں آئے وہ کیجئے۔

ملکہ اسی وقت اڑی اور طلسم سن کے ایک بیابان میں آئی۔ وہاں پہاڑ چھوٹے چھوٹے تھے اور ان کے بیچ میں ایک مکان بنا۔ اس نے اس مکان کا قفل کھولا۔ اندر جا کر ایک حجرہ کو وا کیا۔ اس حجرے ایک اندر ایک صندوق سو گز کا رکھا تھا۔ اس صندوق کو چاہا اٹھائے اور اس عرصے میں حور چہرہ اور کنیزیں بھی آئیں۔ ان سب نے مل کر اس صندوق کو اٹھایا اور باہر مکان کے لا کر تخت پر رکھا۔ ملکہ نے مکان بند کر دیا۔ آپ تخت پر بیٹھی اور سحر پڑھ کر مع صندوق تخت کو اڑا کر چلی۔ اس جلدی کے ساتھ رواں تھی کہ جیسے نسیم تیز رو باغ میں چلتی ہے پیچھے پیچھے تمام کنیزیں اور حور چہرہ جاتی تھیں۔ دل سے کہتی تھیں کہ دیکھئے کیا نشہ عشق میں سرشار ہے کہ کچھ خبر انجام نہیں کی۔ مل نہ سکے گی تو کیا ہو گا۔ ایک بولی' اری عشق بڑی بلا ہے۔ اس نے قیس کو مجنوں کیا ہے۔

غرضیکہ یہ باتیں کرتی ہوئی رواں ہوئیں لیکن ملکہ ان سے پہلے طلسم سے نکل کر جائے قتل ایرج پر پہنچی۔

وقت وہ ہے کہ وہ حکم قضا دے چکا ہے۔ تیرے حکم کے جلاد منتظر ہیں۔ شہزادے نے کلمہ طیبہ زبان پر جاری کیا ہے کہ ملکہ نے پہنچ کر اپنا جوڑا کھولا اور ایک گولہ بلور کا نکالا اس پر سحر پڑھ کر اسی آتش حصار پر مارا۔ فوراً ایک لکہ ابر (بادل کا ٹکڑا) پیدا ہو کر قلعہ عقیس سے تا حصار آتش گھر کر کے برسنے لگا۔ اس زور شور سے برسا کہ جیسے دیا بجھا دے وہ آتش سرد پڑنے لگے۔

بختیارک نے کہا۔ اے آفت ذرا دیکھو تو کیا آفت آئی۔ اس نے گھبرا کر اوپر دیکھا اور پکاری۔ بچاؤ میں نے۔ یہ کہہ کر سحر پڑھنے لگی۔

بلور نے نعرہ کیا۔ میرا نام بلور جادو ہے۔

اور وہاں سے تلوار بن کر شکل برق چلی۔ آفت جلد بزور سحر زمین میں سما گئی۔ ملکہ بلور زمین پر پہنچ کر مجسم صورت انسان ہوئی اور تاریخ ترنج مارنے لگی۔ ساحر ہلاک ہونے لگے۔ جلاد تلواریں پھینک کر بھاگے۔ اس عرصہ میں آفت بھی زمین سے نکلی اور ساحروں کو پکاری۔ کیا کھڑے دیکھتے ہو اداس کو۔

ایک لاکھ ساحر ملکہ پر آ گرا۔ ترسول پنسول وغیرہ ہزار ہا حربہ سحر کا ہر ایک نے پیدا کیا۔ شعلوں نے چار طرف سے گھیرا۔ سر پر پتھروں کا مینہ برسنے لگا۔

ملکہ بلور نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ چالیس سپریں سر پر آگئیں' پھر ملکہ نے جلد اس صندوق کو جو اپنے ہمراہ لائی تھی کھولا اس میں چالیس ہزار پتلا طلسم کا بند تھا ہر ایک پتلا' صندوق کھلتے ہی باہر نکلا اور بڑھ کر شکل انسان ہوا اور خنجر و تلوار لے کر ساحروں پر جا پڑا۔ ساحر ہر چند تاریخ ترنج مارتے تھے۔ مگر پتلوں کو کچھ اثر نہ ہوا۔ انہوں نے ہزار ہا کو کاٹ کر ڈال دیا۔ ادھر حور چہرہ اور کنیزیں آ گریں۔ اس طرف جب وہ آفت جواہر تنا بڑے کروفر سے لشکر میں داخل ہوا' بارگاہ ایرج میں سواری اتری۔ ملکہ گیتی افروز مادر ایرج اور ملکہ خورشید خاوری مادر قاسم ملکہ مابجہ زربفت اطلس پوش مادر شہزادہ علمشاہ بیبیاں امیر کی اور بہوئیں وغیرہ سب مشتاق ہو کے آنے کی اس بارگاہ میں جمع تھیں۔ جب ملکہ اتری سب نے بلائیں لیں۔ اس نے بھی ہر ایک کو تسلیم کیا۔

گیتی افروز نے پانی اتار کے پیا' پھر سب بیبیوں نے گہنا اتار کے پہنانا شروع کیا۔ کسی نے رونمائی میں کنگن اور کسی نے کنٹھے ہیرے کے پہنائے۔ پھر جلسہ عشرت شروع ہوا۔ مجرئی ڈومنیاں ہر ایک شہزادی نے طلب کیں کہ وہ اپنے گانے اور ناچ کے سامنے

قوال فلک کو بے سرا اور پیچکارو بنانے لگیں۔ خاطر اہل انجمن لبھانے لگیں۔

اس اثنا میں خبر ہوئی کہ امیر بہو کو دیکھنے آتے ہیں بلور نے یہ خبر سن کر سر سے پاؤں تک دوپٹے سے بدن چھپا لیا۔ گھونگھٹ زیادہ نکال لیا۔ سر زانوں پہ جھکا کے ادب سے بیٹھی۔ سب بیبیاں امیر کے استقبال کو اٹھیں۔ جب امیر بارگاہ میں آئے۔ ملکہ نے شرم سے اٹھ کر مجرا کیا اور رومال سے ہاتھ چھپا کر نذر دی۔ امیر نے سر سینے سے لگا لیا اور بھاری جوڑا مع ایک سو اکیس کشتی زیور الماس کے ہمراہ لائے تھے۔ وہ منہ دکھائی میں دے کر فرمایا۔ اے فرزند میں شکر کرتا ہوں خدائے پاک کا' کہ تو نے اطاعت پروردگار عالم کرنا قبول کیا۔ اب کلمہ پڑھ اور ادیان باطلہ پہ لعنت بھیج۔ ملکہ نے مع تمام اپنی کنیزوں کے بصدق دل کلمہ زبان پہ جاری کیا اور سحر کرنے سے توبہ کی۔ امیر خوش ہو کر رخصت ہوئے۔

بعد تھوڑی دیر کے اور سب بیبیاں بھی اپنے اپنے مقام پہ گئیں۔ ملکہ بارگاہ میں تخت جواہریں پہ متمکن ہوئیں۔ سامنے چنگیریں گلدستے وغیرہ چن دیئے گئے۔ امیر نے باہر جا کر ڈالیاں میووں کی اور طعام لذیذ اور خوان مٹھائی کے بھیجے۔ شہزادہ ایرج بھی خبر سن کر کہ ملکہ اکیلی ہے' داخل بارگاہ ہوا اور پہلوئے دلدار میں بیٹھ کر داد عشرت دینے لگا۔

مگر آفت جو شکستہ حال وابستہ لڑائی سے بھاگ کر چلی' سیدھی طلسم آئینہ میں پہنچی۔ ملازمان ملکہ آئینہ نے دیکھا کہ آج آفت کا ایک ہاتھ کٹا ہوا۔ تمام جسم پہ لہو کی چھینٹیں پڑیں۔ پیرہن تار تار' بدحواس گھبرائی ہوئی آئی ہے۔

یہ حال دیکھ کر پوچھنے لگیں۔ حضور مزاج کیسا ہے؟ اس نے کہا میں آئینہ سے حال کہوں گی۔ جلد بتاؤ' وہ کہاں ہے؟

انہوں نے کہا۔ اپنے باغ میں تشریف فرما ہیں۔ آپ تو ان کے برابر کی ہیں بے تامل تشریف لے جائیں۔

یہ سن کر آفت سیدھی باغ میں آئی۔ از بسکہ پہلے کچھ رنجش آئینہ سے ہو گئی تھی۔

اس وقت جو آئے اس کو دیکھا۔ مثل مشہور ہے کہ گھر آئے گئے کو بھی نہیں ہانکتے آئینہ اٹھی اور استقبال کر کے اس کو لائی' حال ابتر بہت دیکھا جسم خونچکاں ہاتھ کٹا ہوا چہرہ پر غبار ملال' یہ حالت مشاہدہ کر کے اگلی باتوں کو زبان پر نہ لائی اور براہ دل سوزی مستفسر ہوئی۔ "بہن یہ کیا حال ہے؟"

اس نے جواب دیا۔ آپ کی بیٹی کا یہ سارا کرتوت ہے۔ میں پہلے ہی سمجھی تھی جب تم مجھ سے بگڑی تھیں کہ یہ ملی بھگت ہے۔ بہن جو تم کو مسلمانوں کا ساتھ دینا تھا تو مجھ سے پہلے ہی کہہ دیا ہوتا۔ یہ کیا کیا کہ اپنی صاحبزادی کو بھیج کر میرا ہاتھ کٹوایا اور بنی بنائی لڑائی کو بگاڑا۔ میں جانتی ہوں کہ ابرج کو اسی بھی تیغہ دے کر تمہیں نے بھیجا تھا۔ ہائے افسوس کیا زمانہ آ لگا ہے کہ نہ کسی کو برادری کا پاس ہے نہ ایک دین ہونے کا خیال ہے۔

بس سنتے ہی آئینہ غصے سے کانپنے لگی اور کہا۔ بہن تم ٹھہرو میں آتی ہوں۔

آفت نے کہا۔ "چلو میں بھی چلتی ہوں۔"

○○○

- ملکہ بلور جادو

غرضیکہ دونوں باغ سے باہر نکل کر کچھ دور باہر چلی تھیں کہ چیلے طلسمی جن کو بلور نے چھوڑ دیا تھا آ کر پہنچے اور عرض کیا۔ "ملکہ نے ہم کو لڑوایا' پھر اس جانب بھیج دیا۔"

آئینہ کو آفت کے کہنے کا یقین واثق ہوا اور چیلوں کو لے کر اسی بیابان میں جہاں سے بلور لے گئی تھی اور چیلوں کو بزور سحر صندوق میں تہ کر کے حجرے میں رکھا۔ پھر وہاں سے سیر گاہ ملکہ کی سمت آئی۔ یہاں بالکل سناٹا پایا۔ آفت نے کہا۔ "بلور مسلمانوں کے پاس گئی ہو گی اور کہیں نہ ملے گی۔ تم میرے ساتھ چلو میں پتہ لگا دوں گی۔

آئینہ اس کے ساتھ ہوئی اور قریب لشکر اسلام ایک پہاڑی پر آ کر ٹھہری۔ آفت وہاں سے ایک طائر کی سی صورت بن کر اڑی اور سیدھی بارگاہ ن ایرج پر آ کر تھرائی۔
کیونکہ یہ لشکر میں رہتی ہے' بارگاہیں سرداروں کی جانتی ہے۔

غرضیکہ بارگاہ میں ملکہ کو تخت پر پہلوئے ایرج میں بصد عیش جلوہ گر پایا۔ وہاں سے پھر کر آئینہ کے پاس آئی۔ اور حال کہا۔ صلاح دی کہ اتنا دن جو باقی ہے صبر کرو اس لیے کہ حمزہ باطل السحر ہے' تم نہ لا سکو گی۔ اس وقت آئینہ نے کہا۔ میں بادشاہ طلسم ہوں۔ میرا حمزہ کیا کرے گا۔ بغیر لوح طلسم میں قتل نہ ہوں گی۔

آفت نے کہا۔ "یہ سچ ہے لیکن لڑائی تو پڑ جائے گی آئینہ کبھی یہ اچھا کہتی ہے کیا ضرور ہے لڑنے اور قضیہ بڑھانے سے سہل میں کام نکالنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس وقت تک وہاں ٹھہری رہی کہ ساحرہ شب جو پردۂ جہان میں مخفی تھی ظاہر ہوئی اور شاہد روز نے صورت نور آگیں چھپائی۔

رات کو آئینہ نے قصد چلنے کا کیا۔ آفت نے اس کو اس وقت تک روکا کہ جب تک آدھی رات نہ آئے۔ جب زلف لیلائے شب تا بہ کمر پہنچی' دونوں اڑ کر سمت لشکر

اسلام چلیں۔ لشکر میں طلایہ پھر رہا تھا۔ بیدار باش و خاطر باش کی صدا بلند تھی۔ آئینہ نے سحر کو پڑھا کہ طلایہ دار بیہوش ہو گیا' ہوا سرد چلی۔ بارگاہوں میں سردار عیار غافل سو گئے۔ صرف لوگ جو بارگاہ سلیمانی میں تھے ہوشیار رہے۔ ایرج کی بارگاہ میں پاری دار وغیرہ ترکنیں حبشنیں سب بیہوش ہو گئیں۔ اس وقت آفت کے بتلانے سے آئینہ بارگاہ ایرج میں اتری۔

یہاں دونوں شیدائے یکدیگر لپٹے پڑے تھے۔ ملکہ کی کرتی چڑھ گئی تھی۔ قمقمے دست ایرج میں تھے۔ پائنچے چڑھے تھے۔ ران سے ران گتھی تھی۔ زلف عنبر فام قریب دماغ تھی۔

یہ حال دیکھ کر آئینہ نے بغضب تمام دوڑ کر اور ملکہ کو پکڑ کر پہلوئے دلدار سے الگ کیا۔ ملکہ کی آنکھ کھلی۔ پنجہ مادر مثل پنجہ ملک الموت پایا۔ پکاری کہ اے شہزادے خدا حافظ و ناصر یہ کنیز آپ پر تصدق ہوئی۔

اس صدا سے شہزادے کی آنکھ کھلی۔ ملکہ کو اسیر دیکھ کر بعجلت تمام اٹھا اور تیغہ سحر کش صندلی پر سے اٹھا کر دوڑا۔ اس وقت آفت کہ شہزادے سے جلی ہوئی تھی۔ ڈانٹ کر آگے بڑھی کہ خبردار کہاں جاتا ہے۔

شہزادہ کو غصہ بے حد تھا کمر کو بتلا کر سر پر ہاتھ مارا۔ آفت نے چاہا کہ سحر پڑھیں' سحر بسبب تیغہ کے یاد نہ آیا۔ تیغہ سر پر بیٹھ کر ناف سے نکل گیا۔ غل اس کے مرنے کا بلند ہوا آگ پتھر برسنے لگے۔ اسی اندھیرے میں آئینہ بلور کو لے کر بلند ہو گئی۔ ہر چند ملکہ روئی پیٹی چلائی کہ شہزادے کو اشعار فراق انگیز پڑھ کر اور کلمات الوداع کہہ کر بلایا مگر کسی نے اس ہنگامہ میں نہ سنا ایسا غل برپا ہوا کہ امیر بیدار ہو کر بارگاہ سے نکل آئے۔ دیکھ کر لشکر پر اندھیرا چھایا ہے اور فلک کے قریب ایک آفتاب سا چمکتا چلا جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر اسم اعظم باآواز بلند پڑھا کہ وہ تاریکی دور ہوئی' لیکن آئینہ مالک طلسم ہے' اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ مثل آفتاب چمکتی ہوئی یہ

جادو جا ملکہ کو لے کر روانہ ہو گئی۔

لشکری کچھ دور دوڑے سے تیر بہت سے مارے مگر کچھ نہ ہوا۔ ناچار ہو گئے۔ اس طرف نازک چشم وغیرہ شور سے جاگ اٹھے تھے۔ انہوں نے بھی سنا کہ آفت شمشیر تن ماری گئی اور بلور کو آئینہ لے گئی۔ مرگ آفت کا حال سن کر ساحر رونے لگے اور اس کے ساتھ ساحروں نے قصد شب خون لشکر اسلام پر کیا۔ نازک چشم مانع ہوئی' کہا۔ "تم سب میرے ساتھ ہو' میں مسلمانوں سے بدلہ لوں گی۔"

ساحر سب قائل پذیر ہوئے۔ مگر یہاں ایرج نے جو معشوقہ سے بارگاہ خالی دیکھی چشم گریاں سے دریا آنسو کے بہا دیئے' بسان شمع سوزاں کے حال پر دل جلایا اس قدر رویا کہ دست و پا ٹھنڈے ہو گئے۔ پھر جو ہوش آیا بستر غم پر پچھاڑیں کھانے لگا۔ پروانہ وار بے قرار ہو کر اس شمع عذار سے لو لگاتا۔

اس بے قراری میں خیال آیا کہ افسوس جب تم قید ہوئے تو وہ اسیر سر پنجہ تقدیر تاب نہ لائی تھی۔ پہلے طلسی لے کر تم کو چھڑانے آئی۔ اب وہ قید ہو گئی ہے اور تم بیٹھے رہو مبادا اس کی ماں لے جا کر قتل کر ڈالے گی تو کیسی بڑی نامردی ہے۔ خلقت کہے گی جو سنے گا وہ یہی کہے گا کہ عورت نے تو یہ مردی دکھائی اور مرد نے بدتر از زنان بات کی۔

بس یہ سوچ کر مرکب جو بات کو بنا بر دستور کے ہر شاہ و شہریار کے در پر لشکر میں کھچا ہوا استادہ رہتا ہے ان کے یہاں بھی تیار تھا۔ اس کی پشت پر بیٹھ کر صحرا کا راستہ لیا۔ دل سے کہتا جاتا تھا۔ اے بخت وارون والے گردوں کہیں ایسا نہ کرنا کہ اس ناشاد کے پر ارمان زیر خاک چھپا دینا کلنک کا ٹیکہ میری پیشانی پر نہ لگا دینا۔

اسی دھن میں یاد آیا کہ نرگس کوہ پر چلو وہاں خشخاش اور صنوبر ہوں گی۔ وہ بخوبی طلسم آئینہ میں پہنچا دیں گی اور تدبیر فتح طلسم بھی بتائیں گی۔ یہ سوچ کر جانب نرگس کوہ راہی ہوا۔ اب وہاں کا حال سنئے۔

کہ صنوبر و شعلہ پوش شہزادے کو ڈھونڈتے چلے تھے ہر طرف ڈھونڈ کر جب پتہ نہ ملا پھر آئے اور خشکی کے پاس ٹھہرے۔ لیکن صنوبر عاشق جمال شہزادہ ہے فراق کی تاب نہ لائی روز دو کوس چار کوس گرد گرد جنگل کے جہاں سے شہزادہ گیا تھا پھرتی ہے اور مطلوب کو ڈھونڈتی ہے جب آفتاب بلند زیادہ ہوتا ہے دھوپ میں یہ گل رخسار برنگ گل مرجھاتی ہے مگر چہرہ تمتماتا جاتا ہے تو رخ تابندہ سے سورج شرما جاتا ہے وہ اس کے پھرنے سے گالوں پر پسینہ آیا' یہ معلوم ہوتا ہے کہ گلاب کا عرق کھینچا ہے۔ جب اس دھوپ میں بھی شہزادے کو نہیں پاتی ہے تو بے قراری سے تڑپنے لگتی ہے۔

اسی طرح آج رات کو جو شہزادہ سمت نرگس کو چلا ملکہ صنوبر کو زیادہ تپش دل نے ستایا۔ رات بھر اشتیاق میں جاگا کی خاطر حزیں بیچ مضطر جذبہ عشق کا اثر فرط بیتابی سے یہ لب پر کہ اسی بیخودی و خرابی میں وہ رات بھر کی شبنم ختم ہوا کی جب معشوقہ پروین و پرن نے چشم مردم دہر سے منہ چھپایا اور آفتاب تاباں بسان دل سوختگان شعلہ روز کو میدان افلاک میں ڈھونڈنے آیا۔

صنوبر شہزادے کو ڈھونڈنے چلی' جب جنگل میں پہنچی نسیم سحری نے گلہائے زخم دل شگفتہ کر دیئے اور پھولوں نے صحرا کے داغہائے خاطر فراق کشیدہ زیادہ بڑھائے وہ صبح کا وقت شفق کا پھولنا چہرہ رنگین یار گلعذار یاد دلاتا تھا' جانوروں کی زمزمہ سرائی نالہ دل کی گواہی تھی۔ دل شیون کرنا چاہتا تھا۔

اسی طرح بلبلاتی صحرا میں پھرتی تھی کہ یکایک سامنے سے ایرج پیدا ہوا۔ صنوبر بے تابانہ دوڑی اور پکاری۔

بیا تا نقد جاں را بہ فشانم در ہوائے تو
نہ پا بہ سرم تا سر نہم بہ خاک پائے تو

چنانچہ نامہ پڑھ کر آئینہ نے اپنی بہن شعلہ دار کو خدمت برآن میں بھیجا ہے چنانچہ وہ وہاں حاضر ہے۔

اور یہاں آئینہ جب اپنی دختر ملکہ بلور کو پکڑ لائی طلسم میں پہنچ کر دو طمانچے زور زور سے مارے اور کہا۔ "اے اہل' بیٹی تجھ کو مسلمان دھگڑا دیار کرنا تھا نانصیب کتنے غارت ہوئی۔ نشدنی تیرے جیئے کتا نہ جیئے ساری تجھے نہ غارت کرے۔ یہ تو نے کیا کیا کہ تمام برادری میں ناک کٹوا دی۔ اری چلتی بھر پانی میں ڈوب مر۔

غرضیکہ بہت سا کچھ بک جھک کر اس خوف سے کہ یہ کہیں پھر نہ بھاگ جائے قید خانے میں بھجوا دیا۔ وہ قید خانہ اسی طرح کا تھا کہ ایک باغ بہت عمدہ لگا تھا ایوان طلسمی اس میں بنا تھا ایوان میں تخت طلائی پر ملکہ کو لا کے بٹھا دیا اور پاؤں میں زنجیر سونے کی ڈال دی اور ایک شیر بزور سحر صحرائے طلسم سے بلایا زنجیر اس کی گردن میں ڈال کر پایہ تخت سے باندھ دیا اور کہہ دیا۔ "اے شیر اس عورت کے پاس جو کوئی بغیر حکم میرے آئے تو کھا لینا اور اس مجرمہ کی حفاظت کرنا۔ یہ کہہ کر چند خواصان خاص کو پہرے کے لیے مقرر کر کے آپ اپنے مکان میں آئی اور ایک خط بہن کو لکھا۔ مضمون یہ تھا۔

اے بہن شعلہ دار یہاں مسلمانوں سے اور ہم سے بگڑ گئی۔ بھانجی تمہاری مسلمان ایرج ہی پر عاشق ہوئی۔ میں نے بلور کو قید کیا ہے۔ اب عاشق اس کا یقین ہے کہ طلسم پر چڑھ آئے گا۔ بڑی لڑائی ہو گی۔ تم کو چاہیے کہ ہمارے پاس آؤ' دیر نہ کرنا۔

تھوڑا لکھا بہت سمجھنا۔

یہ خط ایک ساحر کو دیا کہ وہ طلسم کوکب میں لے گیا یہاں برآن عمرو کو لینے جانا چاہتی ہے اور عمرو ہوشیار چور کے مکان سے نکل کر باغ میں استقامت پذیر ہے برآن کے حکم سے حاکمان دربند جمع ہوئے جاتے ہیں۔ بارگاہ میں استادہ ہیں۔ شتر ہفت رنگ کے گردا گرد جلسہ ہے کہ یہ نامہ دار شعلہ دار کی بارگاہ دریافت کر کے وہیں پہنچا اور شعلہ دار وہ نامہ پڑھ کر متفکر ہوئی۔ پھر خیال آیا کہ ملکہ برآن سے اطلاع کرنا چاہیے کیونکہ

ملکہ تو مسلمانوں کے عیار کی اس قدر حرمت کرتی ہیں اور مسلمان ان کے طلسم کو برباد کرنا چاہتے ہیں کیا بعید ہے کہ جو ملکہ اس خط کے مضمون سے آگاہ ہو کر نامہ مسلمان کو لکھیں اور بخاطر ملکہ مسلمان طلسم آئینہ میں نہ آئیں۔ میری بہن کا گھر برباد ہونے سے بچے۔

غرضیکہ وہ خط لیے ہوئے اندر قلعہ کے دارالامارہ شاہی میں آئی۔ یہاں برآن سریر سلطنت پر جلوہ فرما تھی کہ اس نے جا کر تسلیم کی پھر دست بستہ جا کر عرض رسا ہوئی۔

یہ خط میری بہن نے لکھا ہے۔ اہل اسلام طلسم برباد کیا چاہتے ہیں۔ حضور ان کو لکھیں کہ وہ فساد سے باز آئیں۔ اور مجھ کو میری بہن کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ ملکہ نے یہ تقریر سن کر ایک قہقہہ مارا اور فرمایا۔

اے نادان! ہم شریک اہل اسلام کے ہو گئے ہیں۔ اگر ہمارا بھی طلسم برباد ہو جائے جب بھی نہ ہم کچھ کہیں' اب تو جا اور لوح طلسم ہماری طرف سے مختار جادو وہاں ہے اس کے پاس ہے اس سے طلسم کشا کو دلا دے اور آئینہ دار سے کہہ دینا کہ خبردار خلاف حکم ہمارے نہ کرے۔ اگر جادۂ اطاعت سے قدم ذرا بھی ہٹایا تو اپنی سزا اپنی کنار میں دیکھے گی۔

شعلہ دار یہ باتیں سن کر گھبرائی مگر کیا کر سکتی تھی ملکہ سے منت پذیر ہوئی کہ حضور خفا نہ ہوں میں اسی طرح اپنی بہن سے کہوں گی۔

یہ کہہ کر وہاں سے رخصت ہو کر مع اپنے ملازمین سمت طلسم آئینہ چلی۔ جب یہ جا چکی ملکہ برآن کو خیال آیا کہ ابھی عمرو کے لیئے جانے میں عرصہ ہے کیونکہ مالک اور بندوں کے جمع ہو رہے ہیں پس ایک احسان یہ بھی خواجہ پر کرنا چاہیے کہ لوح طلسم آئینہ دار سے حکم سنائے گی۔ لیکن مطیع افراسیاب ہے شاید اس طرف عرضی لکھے اور افراسیاب سے مدد طلب کرے۔ لوح طلسم کشا کو نہ دے تو ایرج کو بڑی مشکل پڑے

اس لحاظ سے تجھ کو چلنا چاہیے۔ یہ تجویز کر کے چاہتی تھی کہ چلے۔ پھر خیال میں آیا کہ تو ایرج کو پہچانتی نہیں۔ لوح لے کر کہاں پھرے گی چاہیے کہ مرقع تصویر لے کر دیکھ لے۔ پس یہ خیال آتے ہی حکم دیا۔ مرقع شاہان جہاں لاؤ۔

ملازم حسب ارشاد حاضر لائے۔ ملکہ نے تصویر نواسے کی لقا کے فرزند قاسم خاوری خلاصہ نسل صاحبقران شہزادہ ایرج نوجوان ڈھونڈ کر نکالی۔ اس تصویر پر دیکھتے ہی نگاہ پڑی، صورت تصویر چپ اور سن ہو گئی۔ نگار خانہ دل میں بمصوری عشق حیرت نے نقشہ جمایا۔ دیوانگی کا خاکہ ہاتھ آیا جس کی تصویر تھی اسے مصور ہوالذی یصورکم فی الارحام نے بے مثال بنایا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ مصور رشک مانی و بہزاد نے اور نقاش کامل استعداد نے اس تصویر میں رنگ بہار بہشت منگا کر لگایا تھا۔ زلف مشکبار جوانا سے ہو بہو کنل اس سرفراز میوہ نشان میں رواں تھا کہ دور ایک دیوار یاقوت رمانی کی نظر آئی۔ پچھلا پہر دن باقی تھا۔ شہزادہ کو گمان ہوا کہ مہر جہاں تاب نہ تاب ہو گیا ہے اسی وجہ سے لباس ارض وغیرہ ارغوانی نظر آتا ہے۔ یہ سوچ کر آگے بڑھا کر یہ نہ معلوم تھا کہ پیر فلک کی آنکھوں میں خون اترا ہے کسی گل رخسار کی محبت میں اشک خونیں ملائے گا۔

ادھر جب سیاح دشت ظلمات ایرج خوش صفات اس دیوار کی طرف ششدر ہو کر چلا۔ یہاں تک کہ نزدیک اس کے پہنچا، دیکھا کہ دیوار سر بفلک کشیدہ ہے اس کی سرخی سے لالوں لال تمام صحرا ہے۔ زینت طراز دہر نے شاہد نباتات کو پھول گلنار پوش بنایا ہے درختوں پر اس کی سرخی کا عکس چھایا ہے۔ اس دیوار کو نقش بر دیوار حیرت سے بنا، پاگل ہو کر کھڑا ہو بہلے دل سے کہتا تھا کہ یہ کس سکندر نقش نے سد کھینچی ہے۔ آئینہ دار حیران تھا کہ یاقوت کی سد کھینچی ہے۔ اسی فکر میں تھا کہ عشق فتنہ گر نے رخنہ پردازی کی تڑاقے کی صدا آئی اور دیوار میں در پیدا ہوا اس طرف ایک مکان عالیشان نظر آیا کہ جو آرائش و زیبائش رشک فرمائے تصور جناں تھا۔ سامان عیش و راحت سے بصد تکلفات سے آراستہ نہایت پیراستہ تھا۔

ایک طرف تخت جواہر آگیں پر ایک عنبریں گیسو خورشید رو کو جلوہ گر پایا کہ ہر تار

زلف اس کا سودا بخش خاطر زلیخائے مصر محبت و لیلائے محمل الفت ہے لمعہ آفتاب رخ تابندہ نثار شعاع مہر رفعت ہے اس طرح کا جواہر کار زیور وہ مرصع طراز زیور حسن پہنے ہے کہ کبھی شہزادہ تو کیا پیر فلک نے بھی نہ دیکھا ہو گا' ایسا حسن دل آویز گردوں کے سات پشت کو بھی نظر نہ آیا ہو گا جتائیں اس ستم خوں ناز پرور کی جور گردوں سے کہیں بڑھ کر نازک مزاجی میں طبیعت خود پسند اس کی ٹوٹے ہوئے شیشہ دل عشاق سے نازک تر آئینہ حسن خوبی جواہر آسمان رعنائی و زیبائی کی رخشندہ اختر شتابی انس نے بادہ ناب دلبری سے اس کو پر خمار و سرشار کیا تھا۔ باغبان حقیقی نے چمن رنگین جمال کو اس کے ہمیشہ پر بہار بنایا تھا۔ طور زیبائی کی تجلی تھی۔ حرمت پان لیلیٰ تھی۔
نور دیدۂ کاشانہ وفا کی شمع پر تو نثار داد اس یگانہ آفت زمانہ بانی صد جور و ستم ستودہ شیم قامت پر قیامت نثار سے مسیحائی پیدا مہر پیشانی چہرۂ نورانی مژگان خنجر بماں ابرو نازک سنان زہرہ شمائل آئینہ رو مشتری خصائل سمن بدست رنگین حنا آلودہ خون صد بہار سے بہتر گرفتاں فرخار کیا۔ جناں کے گلزار سے امیر کجکلاہ و سپاہ دلربائی شہنشاہ مفرور کشور بے وفائی دارو ئے درد و اشتیاق مرہم زخم جان فراق حسن سے مشتاق پہلو پہلو میں اف اف کرنے والی۔
شہزادے نے اس بت دلفریب اور صنم بازینت و زیب کو دیکھ کر دل سے صبر و شکیب کھویا حالت دل مضطر و دگرگوں ہوئی غشی طاری ہونے لگی بمشکل اپنے تئیں سنبھالا اور پکارا۔

کس کس نے ہم کو روکا اس در پہ ہم جو پہنچے
لغزش نے پاؤں پکڑے دربان نے ہاتھ کھینچا

یہ صدا اس عاشق دیدار نے جب سنی شہزادے کی جانب نگاہ کی' پہلے تصویر دیکھی تھی' اب اصل صورت جاناں نظر آئی۔ ایک جوان خورشید جمال کو دیکھا جو تنہائی راز کا بھیدی

شب وصل کا تو امیدی ہنس کر چھیڑنے والا قسم اٹھانے سے منہ پھیرنے والا اور باتوں کا جگانے والا' وصل کے انکار پر روٹھ جانے والا محبت کا پتلا' عشق کا تختہ ہشت چار بالشت سراپا چاہت کی صورت لب شیریں کا ذائقہ مند خانہ حسن کے لوٹنے میں چاق و چوبند متاع حسن پر دانت لگائے ہونٹ چوسنے کی آرزو میں منہ پھیلائے در استغنا کا فقیر بوسوں کا سائل حسینوں کا اسیر دل لگی پر مائل دشت عشق کا جوگی ہے' کا روگی ہے' عقیق کو نیلم بنانے والا ہونٹوں پر دانت لگانے والا جس کے پہلو میں نہ ہونے سے دل کو شور و شین انتہا کا بے چین شوخ و طرار اور چلبلا ذرا سی بات پر قسمیں دینے والا نمک محبت سے مزے لوٹتے ہوئے شوریدہ سری پر آمادہ ہزاروں دل لوٹ لیے' کروڑوں گھر حسن کے برباد کئے۔ قید الفت میں پھنسا انسانیت سے چھوٹے ہوئے معشوقوں کی آنکھوں کا تارا۔ دل و جان سے زیادہ پیارا پری زادوں کا بناؤ' مہ جبینوں کا کھیل' نازنینوں کے دل کا رکھ رکھاؤ' ہر دل کو اسی سے شکیب عاشق پر فریب معشوق پاتے سب۔

ملکہ یعنی براں جو لوح دینے آئی تھی۔ یہ اسی نے دیوار یاقوت بنائی تھی۔ اسی وقت سراپا پری تمثال شہزادہ بے مثال دیکھ کر غش ہو گئی۔ کنیز جو ہمراہ آئی تھی۔ اسے شہزادہ کی طرف اڑ کر کے گلاب چھڑکا جب ملکہ کو ہوش آیا کنیزوں کو فرمایا۔ اس شخص کو جا کر دریافت کرو کہ تم کون ہو' کہاں سے آئے ہو۔

کنیز جب فرمان خدمت ایرج میں آئی تسلیم کی اور پیام ملکہ زبان پر لائی۔

شہزادے نے کہا' کہہ دینا یہاں کاروان ناکام تمام ہو چکا۔ اس بے اعتنائی سے خوب آپ کا ہم ہو چکا۔ ماشاء اللہ تم کڑی کمان کا تیر ہو' ہم بے خبر آ کر دام عشق میں اسیر ہوئے کبھی شہنشاہ تھے۔ شاہوں کے شاہ تھے۔ اب جنگل میں مسکن ہے۔ افسوس تیرہ تر ہے۔ اور یہ دن ہے سب نے ساتھ چھوڑ دیا۔ یگانہ بیگانہ نے رشتہ الفت توڑ دیا۔ اب خدائے واحد ہمراہ ہے۔ لب پر نالہ و آہ ہے۔ کنیز نے یہ تقریر سن کر کہا۔ میاں

تم نے اتنا بڑا سبق پڑھا کر مجھے ایک بول بھی یاد نہ رہا۔ خیر میں جاتی ہوں اور ملکہ سے جو کچھ یاد رہے گا کہہ سناتی ہوں۔

یہ کہہ کر حبشن چلی گئی اور ملکہ سے جا کر عرض رسا ہوئی۔ واری' انہوں نے تو وہ دکھ اپنا کہا اور ایسا باتوں کا تانتا لگایا کہ مجھے تھوڑی کی کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ آپ خود بلا کر پوچھیے۔

ملکہ نے کہا۔ "اچھا' بلا لا۔"

کنیز پھر آئی اور کہا۔ "چلیے آپ کو بلاتی ہوں۔ شہزادہ اس کے ساتھ سامنے ملکہ کے گیا۔

ملکہ نے شہزادے سے کہا' تشریف رکھیے اور قدم رنجہ فرمانے کا سبب بتلایئے۔

شہزادہ اجازت پا کر پہلو میں ملکہ کے جا بیٹھا اس نے شرما کر سر نیچا کر لیا گیا ہوا دل پھر پہلو میں آ گیا۔

آہستہ سے فرمایا۔ "آپ کی بلا کی کے صدقے اچھا فرمایئے آپ کیا مطلب رکھتے ہیں۔"

شہزادے نے کہا۔ "اے ملکہ' حال جلائے فراق بہت تباہ ہے' اس کا خدا گواہ ہے۔"

ملکہ نے کہا۔ "تو آپ کے سائے سے خدا بچائے' ذرا ہٹ کے بیٹھیے' ایسا نہ ہو کہ مجھ پر کہیں پرچھاواں پڑ جائے۔

شہزادے نے کہا۔ مجھ سے میرا سایہ خود بھاگتا ہے وہ تنگ راحت ہوں کہ آرام میرے نام سے کانپتا ہے۔

ملکہ نے جواب دیا۔ تمہاری ملاقات کیا گویا جی کا جنجال ہوئی میں آپ کو بلا کے خوب پشیماں ہوئی۔

شہزادہ بولا۔ بس اب نہ ٹالو ہماری طرح ہمیں پیار کرو عاشق کے کہنے کا اعتبار کرو۔

ملکہ جواب دہ ہوئی۔ چہ خوش ابھی تو آپ اور دکھڑا کہتے تھے۔ اب ہم خدا سے میرے گلے کا ہار ہوئے۔ خوب پاؤں پھیلائے۔ اب صاحب' تم جس پر مرتے ہو وہی تم کو مبارک رہے۔ ایک تو قید الم سے چھڑا لو' جب دوسری پر آنکھ ڈالو یہی شرط الفت ہے کہ ایک تو اس پر دشمن رہے اور عاشق اس کا دوسرے سے مزے اڑائے۔ واہ

واہ آپ کا بھی عشق دیکھا۔

شہزادے نے کہا' اے بحر الفت والے دریائے محبت واسطہ خدا کا تسکین دل بیتاب کر میری جانب ایسا نہ خطاب کر دل کا حساب لے۔ ابھی اللہ اپنے سوال کا جواب لے جس کی الفت میں صحرا نورد ہیں نہ اس کو چھوڑوں گا نہ تیرے عشق سے منہ موڑوں گا۔ میں اس لیے پیدا ہوا ہوں کہ سختیاں ہمیشہ سہوں گا۔ ملکہ نے یہ سن کر ایک قہقہہ مارا اور کہا۔ یہ شرکت اچھی نہیں کہ

میں اس طرح کا دل لگاتی نہیں
یہ شرکت تو بندی کو بھاتی نہیں

شہزادے نے جب ہم دل لگانے کا سنا ملکہ سے لپٹ گیا اور پکارا۔ اے حور شمائل اے راحت دل پری رکھائی سے عیش درہم برہم ہو گیا۔ دیکھ تو میرے دل کا کیا عالم ہو گیا۔ جانی میں دل نازک تیرے مزاج سے زیادہ رکھتا ہوں' بے پروائی سے مر جاؤں گا جی سے گزر جاؤں گا۔ دیکھ تو میرا دل کیا مزے دکھلاتا ہے۔ یہ نیا پیار کیا رنگ لاتا ہے۔

ملکہ نے کہا۔ صاحب نچلے بیٹھو' یہ ڈھے چڑھ ہونا اچھا نہیں۔ لو خیر میں کہہ دیتی ہوں کہ ہاں میں بھی تم سے محبت رکھتی ہوں۔ بس اب زیادہ عشق نہ جتاؤ' بک بک کر میرا مغز نہ پھراؤ۔ تمہارے رونے پر کلیجہ کانپتا ہے۔ جی ہانپتا ہے۔

شہزادے نے کہا۔ ہائے آپ کو رحم تو آیا میرے جذبہ دل نے اثر دکھلایا۔

ملکہ یہ سن کر چپ ہو رہی۔ شہزادے نے بھی کچھ چھیڑ چھاڑ نہ کی۔ ملکہ نے کشتی شراب کی کھینچ کر جام شراب بھرا اور شہزادے کو دیا۔ شہزادے نے کہا۔ اے غارت گر ہوش و خرد تیرا دین کیا ہے؟

ملکہ نے ہنس کر کہا۔ کافرشی اور ستمگاری اپنے مذہب میں روا ہے۔ جو کوئی ہم سے

دل لگائے وہ ہمارے محراب ابرو کا ساجد بنے، ہمارا آئین اختیار کرے۔

شہزادہ یہ کلام سن کر سن ہو گیا۔ پھر دل سے کہا گو اس کی محبت میں جان بھی جائے لیکن دین اسلام میں رخنہ نہ آئے۔ یہ سوچ کر چاہتا تھا کہ اٹھے، ملکہ اس کے بشرے سے ناراضی پہچان کر ہنسی اور کہا۔ "صاحب آپ خفا نہ ہوں میں شریک عمرو عیار ہوں اور وہ میرے ہی گھر میں آج کل تشریف فرما ہیں۔ پس مجھ کو مطیع اسلام سمجھئے اور شراب نوش کیجئے۔

یہ سنتا تھا کہ شہزادے کا رخ انور لیسان بادۂ احمر بشاشت سے سرخ ہو گیا اور جام ملکہ کے ہاتھ سے لے کر پیا دور جام احمر شروع ہوا۔ اس عرصے میں بزم پر نور انجم افلاک میں ساغر گردش پذیر ہوا اور جام زریں آفتاب کو ساقی اجل نے طاق مغرب میں دھرا۔ ہر آن نے وہ دیوار یاقوت نثار سحر کی مٹا دی اب کوسوں تک وہی دشت پر فزا جس کا ذکر اول ہوا نظر آنے لگا اور سبزہ پر فرش چاندنی کا عجب روپ دیتا تھا۔ زمرد پر بلور کو جیسے بچھایا تھا۔ نہریں اور چشموں کی تراوٹ گرمی کی فصل یونہی خنکی صحرا کا سناٹا، محبوب گلعذار کے ساتھ شغل مے خواری سبحان اللہ اس مزے کو کوئی شوریدگان دشت حیرت کے دل سے پوچھے، وہ چاندنی پر گہہ ابر کا آ جانا دشت میں نور کے تڑکے کا عالم چھانا پھر چاندنی سے دشت دور کا چمکنا عجب کیفیت دکھاتا۔

رات بھر شغل بادہ کشی رہا۔ شہزادہ اس ماہتاب تاباں کو بغل میں لے لذت بوس و کنار حاصل کرتا رہا۔ ران سے ران ہمسری کرتی رہی۔ بوسوں نے مسی ہونٹوں کی چھڑوائی آخر وقت آیا کہ شاید روز کے عارض پر نور مشاطہ قدرت نے گلگونہ شفق ملا اور لب سحر پر کہ مسی مالیدۂ سواد شب تھے لالی جمائی۔

ملکہ صبح ہوتے ہی آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور مثل نسیم سحر آہ سرد بھرنے لگی۔ شہزادے نے بھی اپنی حالت تباہ کی۔

ملکہ نے فرمایا۔ اے نوجوان میرا راز کسی سے نہ کہنا۔ میں فخر کوکب، روشن ضمیر، بادشاہ

طلسم نور افشاں ہوں' تجھ کو لوح طلسم آئینہ دینے آئی تھی۔ یہاں دام محبت زلف گیرہ گیر میں اسیر ہوئی۔ خیر یہ محبت اپنی جتانا یاد رکھنا۔ یہ لوح حاضرت اور طلسم فتح کر کے اپنے لشکر میں پھر جاؤ۔ تفکر بفضل کریم کار ساز رکھنا وہ خدائے بزرگ و برتر جب کبھی ہم کو ملائے گا تو پھر دیدار میسر آئے گا ایک نور تم سے ملنے کا نکلا ہے کہ باپ میرا شریک عمرو ہوا ہے جو فلک کو بیرا نجم معلوم ہوا اور عمرو سے اور میرے باپ سے دوستی ہے۔ پھر البتہ تم سے ملاقات ہو گی۔ ورنہ ہم کہاں اور تم کہاں۔ دیکھئے اس عشق کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ جان جاتی ہے یا محبوب ملتا ہے۔

یہ کہہ کر سارا حال عمرو کا پہلے جال سے اٹھا لانا اور پھر دیدار مخمور کے ساتھ اس کا آنا حال جشن اور سامان دعوت وغیرہ مہیا کرنے کی کیفیت بیان کی۔ پھر رو کر گلہ الفراق زبان پر لائی۔ غم مفارقت سے بیتاب ہو کر رونے لگی۔

شہزادے نے اس مہ پارہ کو گلے سے لگایا' فرمایا۔

اے مجبوروں کی تسکین دینے والی اے مشتاقوں کی خبر لینے والی ہماری دل افگاری مبارک ہو۔ ہمیں بے قراری مبارک ہو۔ ہمیں اس جنگل میں تڑپیں گے کون اٹھائے گا۔ تجھے یاد کر کے جب روئیں گے کون سمجھائے گا۔ اب ہم کو گلستان جدائی کی بہار دیکھنا ہے۔ فصل خزاں میں لطف لالہ زار دیکھنا ہے۔ سینہ داغ الم سے نیا رنگ دکھائے گا۔ ہر تختہ لالہ باغ کو شرمائے گا۔ ساعد نازک آپ کا یاد کر کے جسم برنگ شاخ شجر لاغر ہو گا۔ ساق نسائی قامت کو یاد کر کے عکس درخت خشک کا نقشہ ظاہر ہو گا۔ کیونکہ اپنے رخسار رشک گلشن دکھلایا۔ اے عندلیب حدیقہ ناز کیوں برنگ بلبل مجھ کو تڑپایا کہ استخوان میرے ابھی سے بسان شمع روشن سوز فراق سے جلتے ہیں۔ منہ سے بات کرنے میں دھوئیں نکلتے ہیں۔ سچ ہے آپ کا کچھ قصور نہیں' تقدیر میں یہی تھا۔

ملکہ نے یہ حکایت عشق زبان شہزادہ دلدادہ سے سن کر کہا۔ اے معشوق کے منانے والے ہر بات پر صدقے جانے والے رنگین مزاج عاشقوں کے سرتاج تیری باتیں جب ہم کو

یاد آئیں گی تو آٹھ آٹھ آنسو ہجر شب میں رلائیں گی۔ تم تو گلشن ہجر کی بہار دیکھ کر دیوانہ پن بھی کرو گے بلبل نمط نالہ و شیون کر کے بعد یاس دل پر ارمان کی بھڑاس بھی نکالو گے۔ ہم مثل طائر اسیر قفس فراق گلزار عشرت سے دور ریاض وصل کے مشتاق دل ہی میں گھٹیں گے حسرت سے ایک ایک کا منہ دیکھیں گے کچھ کہہ نہ سکیں گے جب تیری صورت کا خیال آئے گا۔ خواب میں بھی دیکھنا محال ہو جائے گا۔ غنچہ سر بستہ کی طرح خاموش رہیں گے دل پر خون میں ارمانوں کے جوش رہیں گے۔ دل کہیں اور ہمیں کہیں یہ سامان بے خبری نظر آتے ہیں' کیا کہیں بہت پچھتاتے ہیں۔

ملکہ روتی ہوئی تخت پر بیٹھ کر اور لوح شہزادے کو دے کر آخر کار روانہ ہوئی یہ محو دیدار ہمہ تن واصل دلدار نرگس وار اس وقت تک ٹکٹکی باندھے رہا کہ جب تک تخت اس پری کا بلند نہ ہوا تھا جب سامنے سے وہ بلقیس دوراں پنہاں ہو گئی اس سلیمان بزم ماتم آسمان پر غم ٹوٹ پڑا بسان شبنم فرش خاک دشت پر گرا اور مثل گوہر بحر چشم عاشق گوہر جان کو خاک میں ملاتا تھا۔ دامن صحرا کو بھگوتا لخت دل آہ کے ساتھ لب پر لاتا تھا۔

ادھر ملکہ اشک ریزاں و نالہ کشاں ہوئی۔ داغ عشق پر دل آہ پر لب بصد رنج و تعب رواں تھی۔ سرگرم فغاں تھی۔ وہ صبح کا وقت اور تخت کا بلند ہونا۔ نسیم سحر کا چلنا غنچہ زخم ہائے خاطر حزیں کو کھلاتا تھا کسی دل رنگین کا مسکرانا یاد آتا تھا۔ آفتاب کا طالع ہونا شعلہ و دہر کا دیدۂ پر خون دکھائی دیتا تھا۔ روئے سحر پر زردی چھائی تھی۔ دھوپ نہیں نکل آئی تھی۔ کلیاں پھولوں کی خاموش بسورتی نظر آتی تھیں۔ آنکھیں نرگستان میں گھورتی نظر آتی تھیں۔ جب پپیہا کہاں کہتا تھا۔ ملکہ کا جی کہاں قابو میں رہتا تھا مور کی چنگھاڑ شیون فریاد عاشق کا مزا یاد دلاتی تھی کوئل کی کوک دل میں ہوک اٹھاتی۔ اس کشتہ فرقت پر غش طاری ہوتا۔ جب ذرا ہوش میں آتی تو قلزم دیدۂ پرنم سے

سیل خون بہاتی۔

وہ شہزادے کا پیار کرنا اور بوسے لینا جب یاد آتا تھا تو روئے تابناک پر ابر غم چھا جاتا تھا۔ بسان گل مرجھا جاتی تھی۔ ہونٹ چاٹنے لگتی تھی۔ دل بے قرار پہلو میں دلدار کو ڈھونڈتا تخت اڑ کر طلسم کی طرف جاتی۔ مگر سحر اتنا زبان سے نکلتا۔ تخت شہزادے کی طرف چلتا۔ کنیز ہمراہ کی عرض کرتی۔ واری کا ادھر چلئے تو چونک جاتی اور اسی صحرا کی طرف جہاں اپنے شیدا کو چھوڑا ہے عزم کر کے فرماتی۔

نہ سمجھے گا نشیمن کو واں کی فرش خواب کوئی بھی
نہ اس ظلم و ستم کی لا سکے گا تاب کوئی بھی
بہائے گا نہ آنکھوں سے کبھی خون ناب کوئی بھی
خفا سے اس کی ٹھہرے گا نہ اے تواب کوئی بھی

آخری اسی طرح بصد آہ و زاری و ہزار بے قراری طلسم میں پہنچی اور صدر عزت پر بیٹھ کر تیاری استقبال عمرو میں مصروف ہوئی۔ مگر اس طرف مجروح خنجر ادا وند لوح تیغ جفا ایرج دلدادۂ دلربا کا حال بیان ہوتا ہے کہ یہ شیفتہ جمال ملکہ رو پیٹ کر غم دل فرقت کاہش میں لے کر مع لوح طلسم آگے چلے۔ وہ نور کا تڑکا ہے کہ ٹھنڈی ہوا' یہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی دود پیچیدہ آہ بھرتا ہے۔ سرد مہری فلک نے کافور سحر کا مرہم بہر زخم دل و جگر بنایا ہے سوزش دل داغ دل کے لیے آفتاب کا پھاہا چڑھانا چاہیے۔ وہ سناٹا جنگل اس گلرو کے جانے سے سنسان ہو گیا تھا۔ ہر کوہ فرہاد کی طرح سر سے جوئے خون بہاتا تھا۔ جب آفتاب کا عکس آتشباز قلعہ کوہ میں نظر آتا تھا۔

شہزادہ جوش وحشت میں دامن صحرا کی دھجیاں اڑاتا تھا۔ جب بشکل قیس غبار برباد کرتا تھا۔ نخل ہر ایک چوب تابوت کشتگان تیغ مفارقت کا بنتا تھا۔ ہر برگ جور شعلہ بہار

سے برنگ عاشق ہاتھ ملتا نظر آتا تھا شگوفے ہنستا یار گلعذار کھلکھلا کر یاد دلاتے رونی صورت بنا کر رلاتے جو چشمہ تھا وہ جوش گریہ تیتں کا نشان دیتا۔ اوس درختوں سے ٹپکتی باہر بغلی ہوتا تھا جو شجر دشت و بغل یکدیگر نظر آتا تھا۔ یہ مجبور جانتا تھا کہ محبوب سے یہ بھی رخصت ہوتا ہے مگر یار کا بغل گیر ہونا اس کو بھی یاد آتا تھا۔

آخر آفتاب کی تمازت زیادہ ہوئی کچھ ہی دور بات کی تھی کہ بار مفارقت نے بٹھلایا۔ تھک کر ایک جگہ پڑ رہا۔ فرش خاک پر لوٹنے لگا اور باد صبا سے باتیں کرتا تھا۔

اس رنج و الم میں جب تیسرا پہر ہوا اور سہانا وقت صحرا میں تھا۔ درخت ہرے کملائے زخم داغ دل کو تازگی دینے لگے۔ یہ بیچارہ یاس و حرماں کا بار دوش امید پر اٹھا کر آگے بڑھا، مگر فکر اوج ملنے سے یہ ماجرا گزرا کہ دیدہ طلسم پہ یعنی دہ کہ میں جو سیاہ و شعلہ پوش کھڑے تھے گیا ہوئے۔ اے خنگش ہم بھی طلسم میں جاتے ہیں کہ کیونکہ شہزادہ فاتح طلسم ضرور ہے پھر ڈرنا بیجا ہے۔ رفاقت کا یہی مزا ہے کہ ہر حال میں انسان شریک رہے۔ خنگش نے کہا۔ اگر تم جاتے ہو تو میں بھی چلتی ہوں۔

یہ کہہ کر مع عیاروں کے داخل درۂ کوہ ہوئی اور بعد طے مسافت راہ اس جنگل میں پہنچی کہ شہزادہ اور ملکہ جمل ملاقی ہوئے تھے۔ دیکھا کہ ہار ٹوٹے پڑے ہیں شراب کی بوتلیں اور جام اوندھے ہیں گویا اہل انجمن کی یاد میں سر جھکائے کچھ سوچتے ہیں۔ پھول لالے کے داغ دل دکھا رہے ہیں۔ زبان حال سے کہہ رہے ہیں کہ اسی جگہ سے کسی کو داغ دل نصیب ہوا ہے۔

خنگش نے کہا۔ اے سیاوہ یہاں معلوم ہوتا ہے کوئی بیٹھا تھا۔

یہ کہہ کر خاک اٹھا کر سونگھی اور خوش ہو کر کہا۔ شہزادے کے قدم مبارک کا پتہ ملتا ہے۔

غرضیکہ تخت سحر پر بیٹھ کر بعجلت تمام تر چلی اور ایک جگہ پر پہنچ کر صدائے نالہ و فریاد اس نے سنی کہ کوئی مجنوں دشت الفت کراہتا ہے۔ غم دل زبان پر لاتا ہے۔

خشتل اور عیار اسی جگہ اترے۔ شہزادے کو شعر عاشقانہ پڑھتے جاتے دیکھا۔ خشتل اور عیاروں نے معبود آ کر تسلیم کی اور مزاج پوچھا۔

شہزادے نے کہا۔ حالت طلسمی مجھ پر طاری ہے اسی وجہ سے بے قراری ہے۔ لوح طلسم فضل خدا سے میں نے پائی ملکہ برآن دختر کوکب نے بھجوا دی۔ اس لیے کہ عمرو کا کوکب شریک ہوا ہے سارا حال جو زبانی ملکہ کے سنا تھا بیان کیا یہ نہ بتایا کہ ملکہ خود آئی ہے اور میں اس پر عاشق ہوا ہوں یہ اس لیے نہیں کہا کہ ملکہ چلتے چلتے منع کر گئی تھی کہ میرا راز ظاہر نہ کرنا۔

الحاصل لوح ملنے سے کہ خشتل خوش ہوئی اور سمجھی کہ یہ لوگ بڑے صاحب اقبال ہیں اسی طرح شعلہ جاوداں کو بھی یہ قتل کریں گے۔

غرض یہ سب مل کر مع شہزادہ ایک جگہ ٹھہرے اور مصروف راحت ہوئے۔

گر حال سنئے کہ جب تک برآن صحرائے طلسم میں رہی اس صحرا کے محافظ ساحر وابستہ سحر ملکہ رہے جب ملکہ چلی گئی۔ اس وقت بسبب لوح کے شہزادے کا وہ کچھ نہ کر سکے مگر خدمت آئینہ دار میں گئے اور مجرا کر کے عرض رسا ہوئے۔ اے بادشاہ عالی جاہ طلسم کشا صحرائے طلسم میں داخل ہوا اور جب سے صحرا میں آیا ہے ہم لوگوں پر عجب سانحہ گزرا کہ سحر فراموش ہو گیا اور جب گھر سے نکلے تھے تو سوائے ایک دیوار سرخ یاقوت کے اور کچھ نہ دیکھتے تھے پھر جب وہ دیوار موقوف ہوئی تو ہماری نگاہ میں باہر آنے سے تاریکی نظر آئی تھی۔ حاصل یہ کہ کسی طور سے ہم طلسم کشا کا حال دریافت نہ کر سکے۔ آج ہم کو سحر بھی یاد آیا اور ہم نے اس کو گرفتار کرنا چاہا مگر اس کے پاس لوح طلسم ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے باقی خیریت ہے۔

یہ سنتا تھا کہ آئینہ بدحواس ہو گئی اور چاہتی تھی کہ خود جائے اس وقت بہن اس کی شعلہ دار جو طلسم کوکب سے چلی تھی آ کر پہنچی اور بہن سے مل حال پوچھا۔ آئینہ نے کل کیفیت بیان کر کے مستفسر ہوئی۔ بہن ملکہ برآن کا حال تو کہو کہ وہ کس

طرح ہیں؟

شعلہ نے کہا۔ کیا حال ان کا پوچھتی ہو وہ تو شریک مسلمانان ہو گئیں۔ عمرو عیار وہاں آیا ہے۔ اسی کے استقبال کو تمام ناظم بلائے گئے ہیں۔ بڑی تیاری ہو رہی ہے تمہارا خط میں نے دکھلایا تھا ملکہ کو۔ انہوں نے مجھ بتاکید حکم دیا کہ جا لوح ایرج کو دلا دے۔ اس کیفیت کو سن کر آئینہ اور زیادہ گھبرائی اور کہا۔ معلوم ہوا لوح طلسم کشا کو ملکہ نے لوح دار سے دلا دی۔ محافظان صحرا بھی عرض کر گئے ہیں کہ لوح اس کے پاس ہے۔ اے بہن تم جا کر دریافت تو کرو کہ لوصار کس فکر میں ہے۔ میں فکر گرفتاری طلسم کشا کرتی ہوں۔

شعلہ دار اس کے کہنے سے لوح دار کے مکان پر گئی اسے تعظیم کر کے بٹھا دیا۔ حال پوچھا' اس نے سارا حال برآن اور عمرو کا بیان کیا۔ لوصار تو واقف ہو چکی ہی تھی۔ اب تصریح دار حال سن کر گیا ہوئی۔ اے بہن شعلہ دار ہم تم کو لازم ہے کہ طلسم کشا سے چل کر مل جائیں کیونکہ ایک تو مسلمان صاحب اقبال ہوتے ہیں۔ دوسرے کوکب ایسا بادشاہ جب ان کے شریک ہو گیا۔ پھر اس طلسم کا بچنا غیر ممکن ہے۔

شعلہ دار نے کہا۔ "آئینہ مجھ کو مار ڈالے گی۔"

لوح دار بولی۔ "جب لوح طلسم کشا پاس پہنچے گی تو آئینہ کیا کر سکتی ہے۔ پھر اس میں کیا طاقت رہے گی۔ ہاں افراسیاب سے مدد طلب کرے اور وہ خود آئے تو شاید آئینہ لڑ سکے۔ سو افراسیاب کا مقابلہ کرنے کو کوکب موجود ہے۔ میں بہن تمہارے بھلے کو کہتی ہوں اگر تم کو اپنا بچاؤ منظور ہے تو میرے ساتھ چلو اور میں تو تم جانتی ہو ہمیشہ سے مطیع کوکب ہوں۔ جس کا وہ شریک ہے۔ اس کی میں بھی شریک ہوں۔ شعلہ دار کو سمجھانا اس کا پسند آیا اور سوچی کہ یہ سچ کہتی ہے پس گیا ہوئی۔ اچھا اے لوح دار' جو تم نے کہا' مجھے منظور ہے۔

لوح دار نے کہا۔ تو اسی وقت میرے ساتھ چلو اور خدمت طلسم کشا میں چل کر تمہرو

کیونکہ کچھ دیر میں بموجب ہدایت لوح کے طلسم کشا آیا چاہتا ہے اور جب وہ یہاں آ جائے گا اس عذر میں ایسا نہ ہو کہ ہماری بھی جان جائے۔

شعلہ وار نے کہا۔ اچھا' چلو۔ لوعد نے اپنے ملازمین کو تمام مکان سپرد کیا اور ان سے کہا۔ میں ایک کام کو جاتی ہوں۔ تم ہوشیار رہنا۔

یہ کہہ کر کچھ زر و جواہر لے کر مع شعلہ کے اس صحرا کی طرف جہاں ملکہ نے اس کو بلایا تھا چلی خیال میں گزرا کہ طلسم کشا بھی طلسم پر جو صحرا ہے اس جا ہو گا۔

یہ سوچ کر اسی طرف روانہ ہوئی۔ ایک جنگل تک پہنچی کہ راہ میں ایک درخت کے نیچے چند آدمیوں کو بیٹھے پایا یہ ان کی سمت بڑھیں۔

ادھر ختن نے جو دیکھا کہ جادوگر آتے ہیں۔ شہزادے سے کہا۔ آپ الگ ہو جائیے۔ چند ساحر آتے ہیں ان کا حال معلوم کرتی ہوں کہ کون ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھی ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا۔

لوح وار نے دستک دی کہ نارنج زمین پر گر گیا اور اس نے پکار کر کہا۔ بارادہ اطاعت ہم آئے ہیں۔ کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ ہم ملازمان ملکہ برآن ہیں۔

یہ سنتا تھا کہ شہزادے نے ختن کو منع کیا اور آپ آگے بڑھے۔ لوح وار نے دوڑ کر سر پاؤں پر رکھ دیا۔ شہزادے نے سر اس کے سینے پر لگایا۔ پھر شعلہ وار کی ملازمت ہوئی۔ جب یہ دونوں حلقہ اطاعت میں آ چکیں لوح دار جادو عرض رسا ہوئی۔ حضور نے تامل و حجاب طلسم شکنی کیوں فرمایا۔ ہر چند کہ آپ کا آئینہ اقبال تو فلک غدار مکدر نہیں کر سکتا ہے لیکن دشمن کو مہلت دینا نہ چاہیے۔

شہزادے نے اس کے کہنے سے وضو کیا اور لوح طلسم کو دیکھا۔ اس میں کچھ معلوم نہ ہوا اور واضح ہو کہ لوح طلسم کی شکل قرعہ رمال کے ہوتی ہے۔ جیسا کہ اربعہ عناصر سے علم رمل وضع کیا گیا ہے۔ ویسے ہی طلسم بنانے کا حال اور اس کے باطل کرنے کا ماجرا حکما نے لوح طلسم میں رکھا ہے۔ مثال اس کی یہ ہے کہ چار نقطہ اس طرح

پڑے ------- ان کو اس طرح پر منقسم کیا کہ اول نقطہ آتش دوسرا باد تیسرا آب چوتھا خاک۔ پس ان ہی چار نقطوں کو چار میں ضرب دیا تو چار چوک سولہ ہوئے۔ سولہ شکلیں بنا کر قرعہ میں کندہ کیں اور ان شکلوں کو تمام عالم سے حسب مزاج عناصر منسوب کیا۔ یعنی آتش شکل مشرق سے منسوب کیا اور مزاج گرم سے اور بیماریوں میں صفرا سے قس علی ہذا جو اشیاء کہ آتشی ہیں اس شکل ہی سے نسبت دی اور اسی طرح بادی شکل کو بادی چیزوں سے اور آبی کو آبی چیزوں سے اور خاکی کو خاک چیزوں سے نسبت دیا۔ پس رمال جب قرعہ پھینکتا ہے جس طرح کی شکلیں قرعہ میں آتی ہیں ویسا ہی حال دریافت کرتا ہے کہ گو بظاہر وہ ایک چھوٹا سا قرعہ ہوتا ہے۔ مگر تمام عالم کا حال اس سے آئندہ زمانہ کا بتلا سکتا ہے۔ ویسے ہی لوح بھی حکما نے بنائی ہے کہ طلسم کے رب النوع وہی ہوتے ہیں اور اس کے ہر چیز کی پیدائش کی اطلاع رکھتے ہیں۔ پس لوح میں کچھ نشان ایسے بنا دیتے ہیں جس سے حال یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح سے یہ طلسمی مرحلہ اور شعبدہ باطل ہو گا طلسم کشا کے دل پر خدائے تعالیٰ ان خطوط کو اور نکات کو ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس حال کو دریافت کر کے طلسم توڑتا ہے اور سوائے طلسم کشا کے اور کوئی نہیں پڑھ سکتا۔ جس کی قسمت میں وہ طلسم فتح کرنا ہو گا۔ اسی پر حال لوح ظاہر ہو گا اور یہ بھی قید ہے واسطے فاتح طلسم کے کہ وہ شخص نسل پیغمبر سے ہو اور اپنے وقت کا صاحبقران عصر ہو اور ہر علم سے واقف ہو اور مثل رستم و اسفند یار ایسے ہزار پہلوان کا اپنے جسم میں زور رکھتا ہو' جب طلسم فتح کر سکتا ہے اور پہلے رجوع بعالم غیب کر کے معلوم کرے کہ میں توڑنے والا اس طلسم کا ہوں یا نہیں۔ اگر بشارت ہو کہ ہاں یہ طلسم تم فتح کر سکو گے اس وقت قصد اس کا کرے اور اگر مبشر یہ بشارت نہ ہو تو ہرگز عزم نہ کرے۔

• ماہی سنگمیں طلسم

اس لیے جب اسد کو طلسم ہوشربا میں امیر نے بھیجا تھا تو خواجہ ناصح سے دریافت کر لیا تھا کہ طلسم ہوشربا کی فتح کس کے نام سے جب خواجہ ناصح نے اسد کا نام بتلایا۔ اس وقت امیر نے بھیجا اور امیر کے بیٹے ہر علم سے ماہر اور شجاع اور نسل پیغمبر جناب ابراہیم علیہ السلام سے ہیں۔

الغرض آتا ہوں میں مطلب پر کہ شہزادہ ایرج نے جب دیکھا کہ حرف لوح ظاہر نہ ہوئے۔ خیال میں گزرا کہ تو نے بشارت عالم الغیب سے نہیں پائی۔ شاید تو فتاح طلسم نہیں ہے۔ پس آج رات کو عبادت صانع طلسم عالم کر کے فیض یاب بشارت سے ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر چاہا کہ مصلے بچھائے پھر خیال میں آیا کہ اگر تو فاتح اس طلسم کا نہ ہوتا تو یہ سامان بہم نہ پہنچتا۔ یعنی یکایک لوح نہ ملتی تیغ سحر دستیاب نہ ہوتا' شہزادی طلسم کی تیرے عشق میں قید نہ ہو جاتی۔ یہ سب آثار فتح طلسم کے ہیں اور اسی کو بشارت غیبی سمجھنا چاہیے۔ پس یہی سوچ رہا تھا کہ لوح دار نے بڑھ کر دست بستہ عرض کیا۔ حضور کے چہرہ اقدس پر آثار فکر و تردد کے پائے جاتے ہیں۔ اس کا کیا باعث ہے۔ شہزادے نے فرمایا۔ اے لوصار میں نے لوح کو دیکھا تو اس میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی فکر میں ہوں کہ کیونکر طلسم توڑ دوں۔

لوصار نے یہ سن کر عرض کیا۔ والی یہ طلسم سخت زیادہ ہیں۔ بانیاں طلسم نے لوح یہ بنا کر اس کو تاریک کروایا ہے۔ اور اس کی لاک یہ رکھی ہے کہ سمت مغرب ایک دریا ہے اس دریا پر جا کر لوح کو جب طلسم کشا دکھائے تو اس میں دریا سے مچھلی نکلے گی کہ نام اس کا سنگمیں طلسم ہے۔ واقعی اسم بامسمی ہے پس جب مچھلی باہر

دریا سے آئے تو اس کے دو ٹکڑے کرے اور اس کے خون سے لوح کو دھوئے جب لوح میں حرف پیدا ہوں گے۔

یہ کنیز اذیلک لوصدار تھی اس وجہ سے حال جانتی تھی آپ ایسا ہی کیجئے کہ اسی دریا کی جانب روانہ ہو جائیے۔

شہزادہ یہ بیان سن کر بہت خوش ہوا اور بموجب اس کے بتلانے کے اس جانب چلا۔ یہ سب بھی مل کر بزور سحر اڑے اور عقب شہزادہ چلے۔ عیار بھی دونوں پراگندہ ہو کر بطور مختفی چلے۔

شہزادہ سیر طلسم کرتا کہیں کوہ کہیں دریا کسی جا دشت پر فضا دیکھتا رواں تھا۔

آخر بعد قطع مسافت و طے مراحل اسی دریا پر گزر ہوا کہ جس کا پتہ لوح دار نے بتایا تھا کہ ایک دریائے زخار و قہار کو دیکھا کہ ایک ایک موج اس کی بسان کوہ بلند ہوتی ہے حباب قہر سے آنکھیں نکالے ہیں گرداب گردش بد بختاں یاد دلاتے ہیں۔ بحر و لطمہ گھبرائے ہوئے دل کی طرح جوش مارتے ہیں جیسے دل کو کھلاتے ہیں حباب اس کی رشک حباب آسمان چشمہ خورشید روبرو اس کی عظمت و جلال کے لرزاں فرط ندامت سے برج آبی میں آ کر سرد ہو جاتا ہے۔ چہرہ اس کا تمام زرد ہو جاتا بلکہ اسی دریا میں غیرت سے ڈوبا نظر آ جاتا۔ جانوران آبی اس قلزم زخار کے کنارے بیٹھے اتنے بڑے تھے جو سپہر کو شکار کرتے بلکہ ان کے خوف سے کرگس فلک اور سیمرغ قاف آشیانہ اور گھونسلے سے چرخ بریں کے باہر نہ نکلتے۔ ماہی زمین روبرو خشک دل تنگ ہو کر زمین پوشیدہ سرطان فلک مقابل سرطان سہا ہوا عکس آسمان جو اس بحر میں ظاہر ہوتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ یم بے پایاں آسمان غیرت سے پانی میں ڈوب گیا ہے۔

ایرج اس قلزم بے پایاں کے کنارے ٹھہرا تھا کہ خشکی لوح دار اور شعلہ دار پہنچیں اور عیار بھی آئے اور لوصدار نے عرض کیا۔ اے شہر یار کوئی دم میں آئینہ یہاں آئے گی اور بکھیڑا مچائے گی آپ عیاروں سے فرمائیے کہ صحرا میں پراگندہ ہو کر صورت بدل کر پھریں اور آپ کے حال کو دیکھیں رہیں۔ وقت بد پر آپ کے پاس آ جائیں

اور مجھ کو شعلہ کوکب نے ایک سحر بتایا تھا کہ شاید تم سے طلسم لوح کبھی جاتی رہے تو بمجرد اس سحر کے احاطہ بناؤ اور اس میں بیٹھ رہنا' تجھ کو گرفتار نہ کر سکے گا۔ بس میں کنارے اس دریا کے کسی مقام پر احاطہ سحر بنا کر مع خشتی و شعلہ کے اس میں بیٹھوں گی۔ جب آپ طلسم فتح کر لیں گے۔ اس وقت حاضر ہوں گی۔

شہزادے نے یہ رائے پسند کی اور اس کو اجازت دی۔ لوصار وہاں سے چلی اور ایک جگہ محکم و استوار دیکھ کر ترسول سے گردا گرد اپنے دور تک کنڈلی کھینچا اور اس میں بیٹھ کر کچھ دیر میں وہ کنڈلا چار دیواری سنگ نیلوہ کی بن کر تیار ہوا اور ایسا ایک حصن حصین فلک تمکین بنا کہ دژ روئیں شہ ارجاسپ چین بھی سامنے اس کے پست و ناپائیدار تھا۔

اس حصار میں لوصار اور وہ دونوں ساحرہ مقیم ہوگئیں اور عیار بھی جنگل میں جا کر صورتیں بدل کر شہزادے کی خبر گیری کرنے لگے۔ یعنی قریب اسی دریا کے پھرنے لگے۔ یہاں تو یہ ماجرا گزرا اور ادھر جب شعلہ وار کو گئے ہوئے عرصہ گزرا آئینہ نے کتاب طلسم آئینہ نکالی اس میں دیکھ کر معلوم کیا طلسم کشا سمت دریائے مغرب جاتا ہے لوح وار نے لوح اس کو دے دی ہے اور شعلہ نے اطاعت کی ہے۔ یہ دیکھتے ہی اس پر غضب طاری ہوا اور اسی وقت نفیر سحر بجائی۔ افسران فوج نے حکم تیاری لشکر دیا۔ تین لاکھ ساحر غدار بازور بلا و فیل و اسپ و ابر سحر تیار ہو کر سوار ہوا۔ برقیں اڑنے لگیں۔ آندھیاں بڑے زور و شور سے پیدا ہوئیں۔ مال و تحل کے شعلے اٹھنے لگے۔ ڈمرو اور نفیر و ناقوس بجنے لگے۔ سامری و جمشید کی جے کی صدا بلند ہوئی۔ آئینہ بھی تخت بھی تخت سحر پر بیٹھ کر بصد قہر و غضب چلی۔

شہزادہ یہاں لوح کا دونا پکڑ کر دریا میں ڈالا چاہتا تھا کہ یکایک صدائے دہل و نقارہ سے زمین تزلزل آشکار ہوا اور ہویدا ہوا۔ دریائے آتش موج مارتا نظر پڑا یعنی دیکھا کہ آئینہ تخت پر سوار تاج شاہی اور لباس فرمان روائی سے آراستہ آئی ہے اور تین لاکھ

ساحر پشت پر اسباب سحر اور آلات حرب سے درست رواں ہیں۔ روئے آفتاب چھپا ہے اس قدر کثرت لشکر کی پائی جاتی ہے ہر ایک ساحر مکار و غدار ہے سحر میں جمشید روزگار ہے کانوں میں کنڈلی ڈالے ہیں۔ صورت ہیبت ناک ہے منہ کالے ہیں' سحر میں آفت کے پرکالے ہیں۔

شہزادہ ان کو دیکھ کر ٹھہرا تھا کہ آئینہ تخت سے اتر کر دست بستہ سامنے آئی اور براہ مکاری گویا ہوئی۔ اے شہریار گردوں وقار میرے طلسم کو باطل کرنے سے کیا فائدہ آپ اس مچھلی کو نہ نکالیے۔ مجھ سے باج و خراج لیجئے اور مجھ کو اپنی کنیز جانئے۔ ملکہ بلور کو بھی میں نے چھوڑ دیا۔ یقین ہے کہ خدمت میں آئیں گی آپ میرے ہمراہ قلعہ طلسم میں تشریف فرما ہو جائیے تا کہ عقد ملکہ کا آپ سے ہو جائے۔

شہزادے نے یہ تقریر سن کر خیال کیا کہ جب بادشاہ طلسم اطاعت کرتی ہے تو پھر کیا ضرور ہے کہ محنت طلسم کشائی گوارا کیجئے اور اس کے ملک کو برباد نہ کیجئے۔ یہ سوچ کر چاہتا تھا کہ آئینہ کے ساتھ جائے۔ اس وقت عیار جو ساحر بنے ہوئے تھے اور پھر رہے تھے۔ فوج آتے دیکھ کر قریب شہزادہ آئے اور گفتگوئے آئینہ سن کر پکارے۔

اے شہزادے اگر یہ براہ اطاعت آتی تو فوج ساتھ نہ لاتی۔ معلوم ہوا کہ فقرہ دیتی ہے۔ اگر بلور کو چھوڑ دیا تھا تو ساتھ کیوں نہ لائی۔ اچھا اس سے کہئے تو نہر میں مچھلی نکال لوں اور لوح دھو لوں تو تیرے ساتھ چلوں۔ یہ کہہ کر عیار غائب ہو گئے۔ اور شہزادہ ہوشیار ہو گیا۔ اور آئینہ سے وہی کہا جو عیار کہہ گئے تھے وہ سمجھی کہ یہ اب نہ گرفتار ہو گا۔ بس افسران فوج کو للکارا کہ گرفتار کرو' اس کو۔

فوج شہزادے پر چلی اور شہزادے نے جلد لوح کو دریا میں ڈالا۔ لوح دریا میں پڑنے سے ایک شور و غل پیدا ہوا اور بہت سے پتلے تیر و کمان سے نکلے اور فوج پر تیر افگنی کرنے لگے کہ فوج کا بڑھنا رکا اور ایک مچھلی دریا سے نکلی کہ جس کو دیکھ کر اژدر دہاں کا بھی زہرہ آب ہو جاتا۔ حوت فلک کلمہ الامان زبان پر لاتا۔

وہ مچھلی نہ تھی وہاں اژدہا
جسے دیکھ ثور فلک کانپا

شہزادے نے لوح دریا سے نکالی اور مچھلی پر تلوار ماری اس کے دو ٹکڑے ہوئے اور لب ساحل سیل خون جاری ہوئی۔

شہزادے نے لوح اسی خون میں دھوئی۔ پھر شور و غل بلند ہوا بعد لمحہ کے جو دیکھا تو مثل خاطر صافی دلان منورہ روشن ہے اور بسان قمر نور آگیں ہے۔ لوح طلسم آئینہ کی خون ماہی سے صیقل ہوئی۔ اب صورت مطلب اس میں نظر آنے لگی۔ لیکن جیسے ہی لوح روشن ہوئی۔ وہ پتلے جو لڑ رہے تھے پھر دریا میں کود کر غائب ہو گئے۔ لشکر ساحران شہزادہ پر حملہ آور ہوا۔

شہزادے نے لوح کہ اس میں حمد الہی اول و نعت رسالت پناہی تحریر تھی۔ پھر خطوط طلسمی ظاہر تھے جس سے یہ معلوم ہوا کہ اے فاتح طلسم والے سیاح ایں عجائبات جس وقت شورش بحر فوج کنارے دریا کے دیکھنا اس دعا کو کہ دعائے قمر ہے پڑھ کر اس فوج کی جانب پھونکنا کیونکہ یہ طلسم آئینہ ہے اور لوح کو حکماء نے شرف قمر میں بنایا اور قمر کا برج سرطان ہے اور قمر کا برج ثور میں تیسرے درجہ پر شرف ہے اور قمر دشمن مشتری ہے پس بمقابلہ مشتری لوح بنی تھی اور مشتری مالک برج حوت و قوس ہے اسی سبب سے مچھلی کے مارنے کا اور اس کے خون سے لوح کے دھونے کا حکم تھا اور برج قوس کی رعایت تھی جو پتلے دریا سے کماندار نکلے تھے۔ اب تاثیر مقابلہ مشتری ختم ہوئی۔ لازم ہے کہ دعائے قمر پڑھ لے۔

شہزادے نے لوح کو ملاحظہ کیا اس میں معلوم ہوا کہ برج ثور میں برج زہرہ ہے اور اسی میں قمر کو شرف ہے اور اسی باعث سے پریاں آئینے لیے نکلی تھیں۔ اب تجھے چاہیے کہ یہی دعائے قمر بساعت قمر پڑھ کر اور درود مسعود جناب پیغمبر خدا ﷺ پر بھیج کر

نشان ہے وہ ہر ایک بیابان قعر دوزخ منہ کھولے غار وہاں کے نشاں اژدر ماں نظر آئے۔ پھر کوہ کے بالکل سیاہ جہنم سے زیادہ تاریک پر چڑھنے کی راہ مثل صراط بال سے باریک کہ

کبھی آہ مظلوم سے کر ذرے
فلک اس کے دامن میں آ کر چھپے
جو دوزخ کی تاریکی میں ہو قصور
تو اس کوہ سے لینے آئے ضرور

درے میں اس کے ایک اژدہا منہ کھولے بیٹھا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ جہنم کا در کھلا ہے۔

شہزادے نے اژدھے کے سامنے ٹھہر کر اسماء زحل پڑھنا آغاز کیا۔ جب وہ اسماء تمام ہوا ایک مرد پیر دوسرے درے سے کوہ کے نکلا اور پکارا۔ اژدر طلسم یہ بیشک طلسم کش آ ہے۔ اس کی اطاعت کرنا اچھا ہے۔

یہ کہہ کر قریب شہزادے کے آیا اور عرض پیر ہوا۔ اے شہریار آپ کو وقار ہیں۔ آپ کا تابعدار ہوں۔ ہمیشہ اطاعت گزاری کروں گا۔ بشرطیکہ لوح طلسم آپ مجھ کو دے دیں۔ پھر مجھ سے جو جی چاہیں کام لیں۔

شہزادے نے اس کو تو ان باتوں کا کوئی جواب نہ دیا مگر لوح طلسم کو دیکھا اس میں ظاہر ہوا کہ یہ پیر تاثیر زحل سے ہے اور کار زحل مکاری ہے۔ اور زحل و قمر باہم دشمن ہیں۔ اس وجہ سے لوح کو شرف قمر سے بنی ہوئی ہے یہ مانگتا ہے تو اس سے کہہ اے پیر مرد جب تم اس اژدر کو مار ڈالو گے اس وقت لوح پاؤ گے۔

اس پیر نے کہا۔ پہلے آپ لوح دیجئے تو میں اس کو ہلاک کروں گا۔

شہزادے نے کہا۔ چہ خوش آپ میرے کون ہیں جو میں آپ کو پہلے لوح دے دوں۔

قاعدہ ہے کہ جب انسان مزدوری کرتا ہے اس وقت اجرت مانگتا ہے یا یونہی پہلے سے خواہاں اجرت ہوتا ہے۔ تم میرے کب کے رفیق ہو اور مجھ سے تم سے علاقہ کون سا ہے۔ سوائے آج کے اور کبھی کی ملاقات و صاحب سلامت بھی نہیں پھر میرے صاحب میں لوح پہلے کیوں دوں۔ ہاں تم میرا کام کرو۔ مجھ سے لوح اس کے عوض میں لو۔

دیو مرد یہ کلمات سن کر معقول ہوا اور ایک بلندی پر جا کر سنگ گراں اٹھا کر سر اژدر پر اس نے مارا کہ وہ اژدر سر پھٹ کر ہلاک ہو گیا۔ بھیجا اس کا پاش پاش ہو گیا۔ تمام پہاڑ میں تاریکی ہو گئی۔ دیر تک زمانہ سیاہ رہا جب وہ اندھیرا مٹا وہ بڈھا شہزادے کے پاس آیا۔ شہزادے نے روشنی ہوتے ہی لوح کو دیکھا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ

وہ دیو مرد جب اژدر کو مار کر آئے اور طالب لوح ہو تو کہنا لوح حاضر ہے لے لیجیے

لیکن اتنا کیجیے کہ اس اژدر کو مار کر آئے اور طالب لوح ہو تو کہنا لوح حاضر ہے لیجیے

لیکن اتنا کیجیے کہ اس اژدر کو پھاڑ جائیے اور اس دریا میں کہ یہاں سے تھوڑی دور ہے۔ میرے ساتھ چل کر غوطہ لگائیے۔ پھر لوح لیجیے۔

غرضیکہ اس دیو نے آتے ہی کہا۔ اے طلسم کشا میں آپ کا کام کر آیا۔ اب لائیے لوح مجھ کو دیجیے۔

شہزادہ نے کہا۔ لیجیے مجھ کو دینے سے کب انکار تھا مگر اے دیو اس اژدر کو پھاڑ کر میرے پاس آئیے اور میرے ساتھ چلئے آگے دریا ہے پھر وہاں غسل کیجیے کیونکہ لوح ایسی متبرک چیز چھننا نہ چاہیے اور جس کو انسان قتل کرتا ہے پھر دفع خونخواری کے لیے اس کی لاش کو پھاڑتا ہے۔ پس یہ دونوں کام آپ کو کرنا ضرور ہیں۔ جائیے اور دیر نہ فرمایئے۔

دیو یہ سن کر اژدھا پھاڑنے گیا اور شہزادے نے پھر لوح کو دیکھا۔ اس میں لکھا کہ اے شکنندۂ طلسم زحل و قمر ہر چند کہ دشمن ہیں مگر ازراہ عناصر دوست ہیں یعنی زحل کا مزاج خاکی ہے اور قمر کا مزاج آبی ہے۔ اسی سبب سے یہ دیو مکار تمہارا

کہتا مانتا ہے۔ اب جو آئے گا تو اس کو اپنے ہمراہ اسی دریا پر کہ جہاں سے تم آئے ہو لے جانا اور اس کو نہلانا۔ جب یہ غوطہ مار کر دریا سے نکلے گا تو گھوڑا بن جائے گا۔ باعث اس کا یہ ہے کہ قمر کو زحل پر بسبب سعدیت کے غلبہ ہے یعنی قمر سعد ہے اور زحل نحس ہے۔ پس سعد نحس پر غلبہ رکھتا ہے۔ فی الجملہ جب یہ گھوڑا بن جائے تو ان درختوں پر جو کنارے دریا کے لگے ہیں دیکھنا' ساز و لگام وغیرہ ملے گی۔ مرکب کو کھینچ کر سوار ہونا اگر یہ کچھ شوخی کرے تو خوب مارنا۔ یہ تم کو ایک سمت لے جائے گا اور منزل مقصد تک پہنچائے گا۔

شہزادہ لوح سے یہ حکم لے کر ٹھہرا تھا کہ وہ پیر اژدر کو پچھاڑ کر آیا۔ شہزادے نے کہا۔ لے اب تشریف لے چلئے۔ دریا میں نہائیے پھر لوح لے کر گلے میں پہنئے۔

پیر ان کے ساتھ ہوا اور قریب دریا پہنچ کر شہزادہ ٹھہرا اور پیر دریا میں کود کو غوطہ لگانے لگا اور باہر نکلا بدن میں سوزش ایسی پیدا ہوئی کہ کنارے پر لوٹنے لگا آخر گھوڑا بہت عمدہ کوہ شکل کہ سریں بن کر تیار ہوا۔

شہزادے نے درختوں پر سے ساز و یراق اتارا اور مرکب کے منہ میں لگام چڑھائی۔ اس نے شوخی اور اچھل کود کرنا شروع کیا۔ شہزادے سے دو گھونسے پسلی پر ایسے مارے کہ وہ کانپ کر تھم رہا۔ شہزادے نے اس کو کھینچ کر درست کیا۔ اس وقت سامنے صحرا کی طرف سے ایک بڑھیا پیدا ہوئی کہ فرط نقاہت سے سر اس کا ہلتا تھا اور بال جیسے روئی کا گالا سیاہ کپڑے پہنے لاٹھی پکڑے قریب آئی اور کہا۔ کیوں بیٹا جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اس کے ساتھ یہی کرتے ہیں۔

شہزادے نے کہا۔ ایسا بھی ہوتا ہے۔ مثل چلی آئی ہے کہ گدھے کو مار مار کر گھوڑا بناتے ہیں۔

وہ بڑھیا لگی منتیں کرنے۔ شہزادے نے لوح کو دیکھا اس میں معلوم ہوا کہ بڑھیا سے کہہ دو کہ میں تھک گیا تھا۔ بضرورت اس کو گھوڑا بنا لیا ہے۔ کوئی حرج نہیں ایسا ہوتا ہے آدمی سے کام نکلتا ہے۔ تم گھبراؤ نہیں جو سامنے باغ نظر آتا ہے وہاں جا

کے اسے آدمی بنا دیا جائے گا۔ تمہارا جی چاہے میرے ساتھ چلو اسی کے ساتھ چلی آنا۔

شہزادے نے لوح سے یہ مضمون معلوم کر کے اس بڑھیا سے کہا۔ بڑی بی کیا قباحت ہے جو میں نے اس کو گھوڑا بنایا ہے کچھ چھین تو لیا نہیں۔ اس کے حق میں اور بہتر ہوا کہ تنگی گئی اور فراخی آئی۔ خوش رفتاری سکھا دوں گا۔ بد چلن تھا چال اس کی بنا دوں گا۔ جو چاہتا تھا وہ کہہ بیٹھتا منہ میں لگام چڑھائی سراسر اس کے ساتھ میں نے نیکی کی اگر تم کو برائی ثابت ہوتی ہے تو میں اس باغ تک جو آگے ہے اس کو لے جاؤں گا اور وہاں جا کر آدمی بنا دوں گا۔ تم بھی ساتھ چلو' اس کو لیتی آنا۔

یہ کہہ کر جست کر کے اس مرکب پر سوار ہو اور پٹھے پر دو تین کوڑے ایسے لگائے کہ بلبلا کر طرارے بھرتا چلا وہ بڑھیا بھی پیچھے پیچھے چلی اب یہ آفتاب سپہر طلسم اس دور زحل میں مرتبہ کیوان جاہی پر پہنچا۔ رخسار تاباں کی ضیا سے دشت کو نورانی کرتا بیان سریع السیر فلک عجائبات تھا لوح قمر گلے میں ڈالے تو سن زحل پر سوار رہ نورد صحرائے طلسمات تھا۔

شہزادہ حسب ہدایات لوح اس فوج سے لڑتا ہوا باہر نکلا اور لشکر سے غائب ہو گیا۔ کسی نے اس کو نہ دیکھا۔ یہ داخل باغ ہوا اور رات کو عبادت خالق میں بسر کرتا رہا۔

اتفاقاً وہ باغ منسوبات زہرہ سے تھا۔ اس باعث سے اس کو خیال ملکہ برآن بہت آتا تھا۔ عشق سینے میں جوش مارتا تھا۔ باغ منسوب گل اس گلبدن کی یاد دلاتے تھے۔ غنچے ہنس کر یار دہن میں ملاتے تھے۔

رات بھر ایسی جوش و خروش میں بسر کی جس وقت کہ طلسم کشائے روز گنبد مغرب سے طلسم سپہر میں آیا اور لوح سیمیں پر قبضہ کر کے طلسم ظلمت شب کو فتح فرمایا۔

صبح کو بعد ادائے نماز شہزادہ گردن کش و سرفراز کہ وہ فوج اس طرح لڑ کر سب کٹ گئی ہے کوئی دو چار سوار باقی ہیں۔ اس وقت تیغہ کو کھینچ کر شہزادے نے ان پر حملہ کیا وہ تاب حرب شہزادہ نہ لا سکے رو بفرار لائے۔ جب کوئی حریف باقی نہ رہا۔ شہزادے

نے دیکھا کہ وہ بڑھیا اور وہ گھوڑا بنا ہوا بڈھا بھی غائب ہو گئے۔ اس وقت لوح کو دیکھا ظاہر ہوا کہ بعد ساعت مریخ ساعت شمس ہو گی۔ پس اس ساعت بھر باغ میں توقف کر۔ جب یہ ساعت تمام ہو گی تو ساعت زہرہ کا آغاز ہے۔ پس اس ساعت میں زیر شجر بیٹھ کر یہ اسما جو حاشیہ لوح پر لکھے ہیں۔ برائے تسخیر موکل زہرہ میں پڑھنا کہ موکل اس کے تسخیر ہو کر پوشاک طلسمی لائیں اور اسلحہ طلسمی حاضر کریں کیونکہ تجھ سے اور بادشاہ طلسم سے مقابلہ ہو گا اور وہ بغیر اسلحہ قتل نہ ہو گی۔ یہ مضمون معلوم کر کے شاہزادہ اندر باغ کے آیا اور ساعت شمس تک اس بوستان روح پرور کی سیر دیکھا کیا۔ جب ساعت زہرہ آغاز ہوئی۔ وضو کر کے چمنستان میں نیچے ایک درخت سایہ دار کے بیٹھ کر عمل زہرہ کا آغاز کیا۔ اب کچھ دیر شاہزادے کو عمل خواں رکھئے۔ اور جان لشکر ظفر پیکر صاحبقران عالی جاہ اور لقا گمراہ کا سنئے۔

جب آفت شمشیر تن ماری گئی اور نازک چشم نے اس کی فوج سے وعدہ کیا کہ میں اہل اسلام سے عوض اس کا لوں گی' چنانچہ ایک دن یہ دربار میں بیٹھی تھی کہ بختیارک نے اس کو ترغیب جنگ دلائی' کہا۔ اے ملکہ تمہارے آنے سے سرکار کا لڑنا بھی موقوف ہوا اور طلسم سے بھی کوئی اور ساحر افراسیاب نے نہ بھیجا۔ نازک چشم نے خفا ہو کر کہا۔ ملک جی' کیا میں منع کرتی ہوں۔ آپ جس کو جی چاہے لڑوایئے اور طلسم بلوایئے۔ بلکہ میں جاتی ہوں نہ یہاں رہوں گی نہ خلل اندازی کروں گی۔

لقا یہ کلام سن کر بولا۔ اے بندی قدرت تجھ کو آزردہ نہ ہونا چاہیے۔ شیطان تجھ سے جلتا ہے اس نے یہ عذر خداوند کا سن کر سجدہ کیا اور شام تک مصروف مے خواری رہی۔ جب طاق مینا فام آسمان سے شیشہ آفتابی آفتاب میکدہ مغرب میں رکھا گیا اور ساغر سیمیں ماہتاب انجمن انجم میں دور پذیر ہوا۔

یعنی حکم سے نازک چشم کے طبل جنگ بجا سمع ہمایوں بادشاہ اسلام میں صدا اس کی آئی اور ہرکاروں نے بھی خبر عرض کی۔ اس طرف بھی نقارہ اسکندری پر چوٹ پڑی بات

بھر تیاری آلات حرب بہادروں میں رہی۔

اس طرف ساحر سحر جگاتے رہے پوتیں جلاتے رہے لڑنے والوں نے آہن شب کو اس قدر صاف کیا کہ چمک سے تلواروں کے ہر طرف سفیدہ سحر کا گمان ہوتا تھا۔ آئینہ آفتاب عکس افگن نظر آتا تھا۔ زنگی شب تیرہ فام بھاگا چاہتا تھا۔ شمشیر زنان تیغ حوصلہ جنگ پر سر دینے کے ارمان کی باڑھ رکھتے تھے۔ خنجر گداز نیام سے نکال کر یہ چپ دیتے تھے کہ اسی طرح ارمان بھی نیام دل سے شجاعت کی نکلیں گے۔ غرضیکہ چار پہر رات یہی ہنگامہ رہا جس دم کوس رحیل عسکر شب کی صدا آئی۔ یعنی صبح کی نوبت بجی اور سواری سلطان خاور کی بصد تجمل میدان فلک میں آئی۔

امیر مسجد کے پاس سے در دولت پر آئے۔ بادشاہ عالیجاہ بھی برآمد ہوئے۔ ہر ایک کا مجرا ہوا سواری شاہ نصفت نشان کی سوئے دشت کار زار باسپاہ چلی گرد سپاہ سے روئے روز روشن سیاہ تھی سرگرد تا بماہ تھا۔

اسی کر و فر سے میدان نبرد میں پہنچ کر ٹھہرے تھے کہ آسمان پر لکہ ہائے ابر پیدا ہوئے اور بجلیاں چمکتی نظر آئیں کالی کالی بیرق اڑتی دکھائی دیں۔ سواریوں ساحروں کی میدان میں اتریں۔ ہاتھی پر لقا سوار ہمراہ کئی لاکھ ساحر نابکار ظاہر ہوا اور جنگ گاہ میں پہنچ کر حکم صف کشی دیا۔ ساحروں نے صف کھینچی۔ نازک چشم بھی آگے تخت بڑھا کے کھڑی ہوئی۔ اس طرف بھی میمنہ و میسرہ وغیرہ درست ہوا۔ قلب لشکر میں تخت شاہی ٹھہرا۔ امیر بصد سپہ سالاری چالیس قدم آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے۔ علم اژدھا پیکر کے چھتیں شعلہ معدی کرب نے سر پر کھول دیئے ان میں سے صدائے یا صاحبقران آنے لگی۔ میدان میں خوشبوئے مشک وغیرہ پھیلی۔ نقیب بولنے لگے کرکیٹ کڑکا کہتے ہیں۔ نازک چشم تخت سے آ کر سامنے لقا کے گئی اور سجدہ کر کے اجازت خواہ حرب ہوئی۔ اس کمبخت نے کہا میں نے اپنے قدرت کے سپرد کیا' جا اور کام حریف کا تمام کر۔

یہ سن کر اس نے رخ سمت میدان کیا اور جائے مصاف پر پہنچ کر سحر کی نیرنگیاں

دکھانے لگی پھر خود مبارز طلبی بلند کیا۔ اس طرف سے علم شاہ نوجوان نے اشقر بلا کپور فرنگی کو دست چپ کی طرف سے لشکر کے نکالا، کل دست چپ کے طرف کی فوج پیادہ ہو گئی۔ اور علم لشکر جنبش پذیر ہوئے۔ شہزادہ والا جاہ قریب تخت شاہ آ کر دست بستہ اجازت حرب کے خواہاں ہوئے۔ بادشاہ نے خلعت دیا اور سپرد خدا کیا۔ شہزادہ مرکب پر دیوانہ روانہ ہوا اور بسرعت تمام تر مقابل نازک چشم پہنچا۔

اس نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی اور کہا کہ اے شہزادے مجھ سے کیا مقابلہ کرتے ہو اپنے خدا کو پہچانو اور جاؤ اس کے حمزہ کے بہکانے میں نہ آؤ۔ یہ سنتا تھا کہ شہزادے کی عقل بزور سحر زائل ہو چکی تھی۔ مرکب اڑ کر سمت لقا راہی ہوئے اور اس کے ہاتھی کے پاس جا کر ٹھہرے۔ نازک چشم نے پھر نہیب دی اس طرف سے بہسود پھر خواندہ امیر نے بادشاہ سے اجازت لے کر باگ اٹھائی۔ جب مسعود اس تک کے پہنچا اس نے سحر پڑھ کر دستک دی اور ان سے بھی وہی کہا جو علم شاہ سے کہا تھا۔ یہ بھی اس طرف سے چلے گئے۔

ادھر پھر یہ للکاری کہ اور جس کو دعویٰ ہو وہ آئے اس طرف سے سرداروں نے جانا شروع کیا اور مجبور ہو کر اطاعت لقا کرنا اختیار کیا۔

غرضیکہ ایک سو بیس سردار یونہی جا مسحور ہوئے۔ اس وقت امیر نے چاہا کہ میں مقابلے کے لیے جاؤں مگر بختیارک سمجھ گیا کہ میدان قرق ہوا ہے۔ حمزہ آیا چاہتا ہے۔

اس نے فوراً حکم دیا۔ طبل امان بجے کیونکہ آج دن تھوڑا ہے۔ خداوند فرماتے ہیں اب مقابلہ کل ہو گا۔ بموجب اس کے حکم دینے کے طبل آسائش پر چوب پڑی۔ لشکر میدان سے پھرے۔ بادشاہ رنجیدہ خاطر داخل بارگاہ ہوئے۔ سردار لشکر مدت سے قید ہوتے چلے آتے ہیں۔ اس سبب سے اب بہت کم باقی رہ گئے ہیں کیونکہ منت دافگر و سوفار وغیرہ ہر ایک کی لڑائیوں میں قید ہونا بیان ہو چکا ہے اب تک رہائی نہیں ہوئی۔ چنانچہ آج بھی ایک سو بیس سردار پر آفت آئی۔ یعنی لقا جو پھر کر بارگاہ میں آیا۔ نازک چشم نے

ان سرداروں کو زنداں میں بھجوا دیا۔ اس لیے کہ حمزہ ملک باطل السحر ہے وہ ایسا نہ ہو ان پر سے آ کر سحر اتار دے۔

غرضیکہ تمام ساحر بعشرت تمام بیٹھے سامنے خداوند کے ناچ ہوا کیا۔ جب رات زیادہ گئی اور دربار برخاست کر کے لقا آرام کرنے لگا۔ نازک چشم بھی اپنے خیمہ میں آئی اور سحر پڑھا کہ جو کوئی آئے مجھ کو خبر ہو جائے۔ پیر سحر کے نگہبانی کرنے لگے۔ ادھر تو یہ انتظام ہوا۔

اس طرف لشکر اسلام میں عیاروں نے جب بادشاہ کو رنجیدہ دیکھا۔ چاہا کہ جا کر اس ساحرہ کو ماریں اور سرداروں کو چھڑا لائیں۔

غرضیکہ چالاک و ابوالفتح و سرہنگ و نیرک خطائی چار عیار چلے اور راہ سے چاروں الگ الگ ہو گئے۔ اتفاقاً ابوالفتح کو راہ میں ایک خدمت گار ملا کہ اس کی نوکری دوپہر رات گئے کی تھی۔ چنانچہ اسی وقت اپنی جگہ سے سمت بارگاہ ملکہ نازک چشم نوکری بدلوانے جاتا تھا۔ اس نے اس کو پکارا۔ کون جاتا ہے۔ خدمت گار نے نام بتایا۔ ابوالفتح اس کے قریب میں آیا اور کہا۔ بھائی وہاں نہ جاؤ۔ ملکہ نے سب کے آنے کی ممانعت کر دی ہے۔

خدمت گار نے دیکھا کہ ایک ساحر معزز مجھ سے خبر کہتا ہے۔ شاید ایسا ہی ہو۔ مستفسر ہوا کہ بھائی ممانعت کی کیا وجہ ہے اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ آؤ میں تمہیں تماشا دکھاؤں۔ وہ حیران ہو کر اس کے ساتھ چلا۔ ایسے مقام پر اس کو لایا کہ طلایہ لشکر کا ادھر نہ آئے۔

غرضیکہ وہاں اس کو حباب مار کر بیہوش کیا اور اس کی ایسی صورت بن کر کپڑے اس کے پہن کر اور اس کو کسی غار میں ڈال کر آپ دربار گہ پر آیا اور لمحہ بھر ٹھہر کر اندر گیا۔ جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا نازک چشم کو پیر نے خبر دی کہ یہ ابھی جو خدمت گار آیا ہے۔ یہ عیار ہے۔ یہ پلنگڑی پر سے خبر سنکر اٹھی اور ابوالفتح سے آنکھ ملا کر کہا۔ اے آفتابہ اٹھا لے میں چوکی پر جاؤں گی۔

اس نے آفتابہ اٹھا لیا۔ وہ اٹھ کر اس کے پاس آئی اور ہاتھ پکڑ کر بولی۔ تو پہرے پر سے کہاں گیا تھا۔ سامنے کیوں نہ حاضر ہوا۔

اس نے کہا۔ حضور میرے پیٹ میں درد تھا۔ برائے رفع اشتباہ گیا تھا۔

یہ سن کر وہ ہنسی اور چپکے سے کہا۔ کیوں اپنی جان دینے پر آیا ہے جا چلا جا اب نہ آئیو میں اب کی چھوڑے دیتی ہوں' پھر آئے گا تو مار ڈالوں گی۔

ابوالفتح سن کر بھاگا اور باہر بارگاہ کے پہنچ کر بغل عیاری صحرا میں آیا وہاں چالاک ملا۔ اس سے سب حال کہا کہ بھائی اس طرح اس قحبہ نے مجھ کو پہچان لیا۔

چالاک نے کہا۔ برادر تم قسمت آزمائی کر آئے اب ہم جاتے ہیں۔

یہ کہہ کر جس طرح کی صورت ابوالفتح بنا تھا ویسے ہی صورت اپنی بنائی اور بارگاہ ساحرہ کی جانب چلا بہاں بسبب اس کے کہ سحر کا بندوبست ہے اس وجہ سے پہرہ چوکی نہیں ہے۔ طلایہ پھرتا ہے مگر روک ٹوک نہیں ہے۔ یہ سیدھا بارگاہ میں چلا گیا۔ ہر نے پھر خبر دی کہ وہ عیار آیا ہے۔

نازک چشم نے دیکھا کہ وہی عیار یہ ہے جو پہلے آیا تھا متفکر ہوئی کہ اب تو کیوں آیا۔ یہ دوڑ کر پاؤں پر گرا۔ اے ملکہ ماہ میں مجھ کو خیال آیا کہ ایسے بامروت بھی کم دیکھے ہیں اور نہ ایسے بہادر نظر سے گزرے کہ دشمن کو قید کر کے پھر چھوڑ دیں۔ لہٰذا میں تو یہ جوانمردی تجھ پر شیر زن کی دیکھ کر عاشق ہو گیا۔ اب لشکر اسلام نہ جاؤں گا۔ تیری ہی اطاعت میں رہوں گا۔ خداوند سے خطا میری معاف کرا دیجئے گا اور اپنے پاس مجھ کو رکھئے گا۔

نازک چشم اپنی تعریف سن کر خوش ہوئی اور کہا۔ تم بیٹھو بہت اچھے آدمی ہو' تمہارا رتبہ کیا جائے گا۔ یہ عنایت دیکھ کر چالاک سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب نازک چشم مطمئن ہو کر لیٹ رہی اور اس نے بیٹھے بیٹھے پرواز ہائے بیہوش ہو گئی۔ چالاک مجبور بیٹھا رہا۔ کیا کرے کہ دست و پا قابو میں نہ تھے اس وقت پشت خیمہ پر بغل عیاری پہنچ چکا تھا۔ سراپچہ چاک کر کے اندر بارگاہ کے آیا۔

چالاک نے کہا۔ اے برادر بر وقت تم آئے میں بیہوش کر چکا ہوں تم قتل کر ڈالو۔

برق تیغ کھینچکر چلا اس کے دو ٹکڑے کرے مگر اس کے پیر تو نگہبانی کر رہے ہیں۔ ایک پیر نے پنجہ بن کر تیغ پکڑ لیا اور دوسرے نے اس کو بھی پکڑ کر پہلوئے چالاک میں بٹھلایا۔ اس نے کہا۔ بھائی ہم بھی پھنسے اب کیا کریں۔ اس اثنا میں سرہنگ بھی سیاہ پوش بنا ہوا قنات پھاڑ کر اندر آیا چاہتا تھا کہ چالاک سے پوچھے کہ پاؤں اس کے بھی نشا پر جم گئے۔ اس نے بھی کہا۔ اے برادر ہم بھی اسیر ہوئے۔

اب تینوں عیار غل مچانے لگے کہ دوڑو ملکہ کو چوروں نے گھیرا ہے۔ ساحر جو دور دور ملکہ کے حکم سے اترے ہوئے تھے وہ دوڑ آئے۔ سب نے ملکہ کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اس کی جب آنکھ کھلی' تین عیار گرفتار دیکھے۔ ہنسی اور کہا۔ کیوں موذو اب بتاؤ تمہارا کیا حال کیا جائے۔ خیر جب میں تمہارے سرداروں کو ماروں گی اس وقت تم کو بھی قتل کروں گی۔

یہ کہہ کر حکم دیا۔ زندان میں ان کو لے جاؤ۔

ساحر ان کو بھی قید خانے میں لے گئے اور جہاں سردار قید تھے وہیں اسیر کیا۔

ادھر بہادروں میں سے کوئی نہ نکلا تھا کہ امیر کے دل میں اسی عالم بدحواسی میں یہ ترنگ آئی کہ خود بمقابلہ اس ساحرہ کے چلنے چاہیے۔ پس اشقر کو مہمیز کر کے روانہ ہوئے۔ تمام سردار دوڑے اور عرض کیا۔ آپ کہاں جاتے ہیں۔ ہم جانثار کس دن کے لیے ہیں۔

امیر نے سرداروں کو بنگاہ غضب دیکھا اور ادھر بادشاہ نے بھی سرداروں سے کہا۔ آئین لشکر اسلام کے خلاف ہے کہ کوئی بہادر قصد جنگ کلو کرے اور اس کو اجازت نہ ملے۔ اب ان کو نہ روکو ان کے لیے دعائے فتح و ظفر درگاہ خدا سے طلب کرو۔

سردار تمام رکے اور بادشاہ عالی جاہ تاج ہاتھوں میں لے کر بخشوع و خضوع رخ جانب کعبہ اکرم کر کے خدائے قادر و توانا کی بارگاہ دعا کرنے لگے اور سردار آمین کہتے تھے۔

دعا ان کی بدرجہ استجابت پہنچی۔

یکایک فلک پر ایک بجلی چمکی اور تاریکی دونوں لشکروں میں ہو گئی۔ سب کی آنکھیں بند ہو گئیں پھر جو آنکھ کھلی پشت اشتر پر امیر کو نہ پایا اور وہ سیاہی بھی رفع ہو گئی۔ اہل اسلام حیران ہو گئے کہ یہ کیا ماجرا گزرا۔ پھر خیال میں آیا کہ نازک چشم نے سحر سے گرفتار کر لیا ہے۔ مگر نازک چشم نے پکار کر کہا۔ اے مسلمانو تم نے بھی ساحر وغیرہ کہیں گلے میں رکھے ہیں کہ وقت پر وہ تم کو بچا لے جایا کرتے ہیں۔ خیر امیر میرے ہاتھ سے کہاں چھپ کر جائیں گے۔ مسلمانوں نے یہ سن کر لعن و طعن کی' او قحبہ کار اسلامیان وفا شعاری نہیں ہے یہ کام تمہیں جادوگروں اور شیطان پرستوں کا ہے کہ مکاری کرتے ہو۔ نازک چشم کو یہ کلمہ سن کر غصہ آیا اور ایک نارنج سحر پڑھ کر سمت آسمان اچھالا وہ بروئے ہوا جا کر شق ہوا اور اس میں سے دھواں نکلا باعانت ہوا اور دھواں مثل ابر اہل اسلام پر چھا گیا اور تمام لشکر میں تاریکی ہو گئی کہ ہاتھ کو ہاتھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ اسی تاریکی میں اس نے ایک اور نارنج مارا کہ پھر ایک لکہ ابر پیدا ہوا اور اس میں سے پتھر اور گولے فولادی برسنے لگے۔ لشکر اسلام میں تہلکہ پڑ گیا۔ بہادروں نے سپروں کا سر پر سایہ کیا اور ہزارہا سپر سر بادشاہ کے آڑ کی' اب یہ حال ہے انجمن عالم میں شمع آفتاب اب صرصر حوادث نے گل کر دی ہے۔ زمانے میں مثل قلب بے دیں سیاہی ہے وہ پریشانی ہے کہ شاہد روز نے مثل زنان سوگوار بال اپنے کھول دیئے ہیں یا آہ مظلوماں کا دھواں اس دشت میں یا چاہ بابل سے دھواں کر پھیلا ہے۔ فلک زنگاری نے آج ہی تو ظلم کرنے کا حوصلہ نکالا ہے یا جہنم کا در کھل گیا ہے۔

العیاذ اللہ اس تاریکی میں یہ اندھیرا ہوا کہ پتھر اور گولے برستے تھے۔ فلک سنگ دل کے جور سے لوگ جان بچا نہ سکتے تھے۔ کچھ لوگ سمت بارگاہ سلیمان بھاگے تھے۔ کچھ ہاتھی اور اشتروں کے پیٹ کی آڑ میں ٹھہرے تھے۔ بہت صحرا کے غار اور تنابائے درختاں کو ماوا و ملجا بنائے تھے۔ جیسے شیر کچھار میں یا اژدر غار میں رہتا ہے یا طائر زیر برگ چھپتا

ہے۔ اس طرح اہل اسلام پیچیے تھے اور اس آفت میں دمبدم ترقی ہوتی تھی۔

بادشاہ اسلام دست بقبضہ شمشیر تھے مگر بوجہ تاریکی مجبور ہو کر پشت دست کاٹتے تھے آخر مصروف دعا ہوئے۔ اے خدا برحق تو بمصداق تولج اللیل فی النھار و تولج النھار فی اللیل چاہے تو رات کو دن اور دن کو رات کر دے۔ ہم پر سے بلا دفع کر' ہم کو فتح عطا کر۔

اس دعا سے مقلب ملخوبہ نے قلب نازک چشم پھیرا یعنی دن بھر تو یہ آفت اس نے برپا کر رکھی۔ جب شکل بجت شوم بخلاں اصل میں اس وقت تاریکی شب آیا اور آفت نے یہ آفت دیکھ کر خوف کور چشم ہونے سے نماز مغرب میں اپنے تئیں چھپایا۔

شام ہوتے ہی نازک چشم نے رد سحر اپنا کیا اور جہاں روشن ہوا۔ وہ سنگباری کم ہوئی اس نے پکار کر نہیب دی کہ اے اسلامیان دیکھا تم نے قدرت خداوند لقا کہ کہ دن رات ہو گئی تھی۔ اگر آج تم نے مشورہ کر کے اطاعت آ کر خداوند کی نہ اختیار کی تو اس سے زیادہ روز سیاہ دیکھو گے اور برے حال سے مارے جاؤ گے۔

لندھور جانشین امیر کو یہ لاف و گزاف معلوم ہوا اور پکارا۔ اے تیرہ بخت ایسے ایسے قرآن صعب لشکر اسلام پر بہت آ چکے ہیں تو کیا شے ہے۔ انشاء اللہ تعالی اس گرز گراں سے تیرے سر کو میں کچلوں گا۔

یہ کہہ کر گرز سترہ سو من کا اٹھایا اور اس کو ہاتھ بلند کر کے دکھلایا۔ اس نے ایک پڑیا جھولی سے خاک کی نکال کر اسی کی جانب اڑا دی۔ اس کے ہاتھ کو جنبش ہونا موقوف ہو گئی۔ جس طرح اونچا تھا اسی طرح بلند رہ گیا۔

اس نے ہنس کر کہا۔ بس گرز زنی تم نے دیکھی۔ بہتر یہ ہے کہ خداوند کو آ کر سجدہ کر۔ آج میں چھوڑے دیتی ہوں پھر بغیر قتل کئے باز نہ آؤں گی۔

یہ کہہ کر سحر پڑھا کہ ہاتھ اس کا حسب اصل ہو گیا اور اس نے طبل امان بجا دیا۔

بادشاہ اسلام نے دیکھا کہ لشکر سب تباہ ہو گیا ہے ایک لاکھ آدمی جان سے اس قہر

کے برسنے میں ہلاک ہو گیا ہے اور کئی لاکھ زخمی پڑا تڑپتا ہے۔ بہت سا لشکر بھاگ گیا۔ ہزارہا شتر و اسپ فیل کام آیا ہے جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے۔ مردہ ہی مردہ آدمی نظر آتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اشک حسرت گرائے اور اشقر دیو نژاد کو تلاش کیا۔ اس کا لاشہ میدان میں نہ ملا۔ سمجھے کہ جب امیر کو کوئی لے گیا اور اندھیرا ہوا تو اشقر صحرا کی طرف غم میں اپنے مالک کے نکل گیا ہو گا۔

غرضیکہ بادشاہ نے کئی ہزار کیا لاکھوں بیلدار طلب کر کے گڑھے کھدوا کر گنج شہیداں کرایا اور جانوروں کی لاشوں کو بھی گورستان میں گڑوایا۔ یہ اس لیے کہ زاغ و زغن ان کا گوشت کھائیں گے اور ان کا ہجوم دیکھ کر سب بے دین ہنسیں گے کہ اہل اسلام کے یہاں لاشیں چیل کوے کھاتے ہیں۔

○○○

• ملکہ مجلس جادو

غرضیکہ یہ رات تک اسی طرح کام میں مشغول بدل رہے۔ جب میدان لاشوں سے پاک ہو چکا' اس وقت نالاں و گریاں بارگاہ میں تشریف لائے۔ اس وقت اہل لشکر گریہ و زاری دیکھی نہ جاتی تھی۔ خصوصاً وہ عورتیں جن کے وارث مارے گئے تھے اسی طرح بلک بلک کر روتی تھیں کہ دل سنگ آب ہوتا تھا۔ ایک ہنگامہ عظیم برپا تھا۔ کسی نے بال بسان سنبل پریشان کیے تھے کسی نے طمانچوں سے رخسار بسان سوسن نیلے بنائے تھے۔ کوئی گریباں برنگ گل چاک کیے تھے۔ منہ پر خاک ملے تھی کسی فغان تابہ آسمان پہنچی تھی۔ کسی کی فریاد سے زمین کی چھاتی دڑکی تھی۔ کہکشاں کا سینہ شق تھا۔ ستاروں پر فلک کے دیدۂ پر خون کا گمان تھا یا فلک کے آنسوؤں کا شبہ ہوتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ زمین و آسمان روتا تھا۔ بادشاہ صف ماتم پر بیٹھے تھے۔ خادمان محل کا رونا پیٹنا سن کر روتے تھے اس وقت خواجہ زادے بھی بہ بنائے تفتیش حال و بدستور شراکت رنج و ملال آئے تھے۔ انہوں نے بادشاہ سے عرض کیا: "اے بادشاہ گردوں بارگاہ بنا بر ترقی خواہی اور دولت سگالی ہم عرض کرتے ہیں کہ دن لشکر اسلام کے بہت نحس ہیں ستارے سب بنظر دشمنی آ گئے ہیں۔ سعد ستاروں کو حضیض و نکبت و وبال ہے۔ جو ستارہ ہے وہ نظر تثلیث سے مقابلہ میں جا پڑا ہے۔ سب کا حال برا ہے۔ آپ مع لشکر کوچ کر جائیے اور تاظاہر ہونے امیر بفتح و فیروزی نہایت شان و شوکت سے آئیں گے اور بہت جلد دشمنوں کو آ کر راہ عدم دکھائیں گے۔"

بادشاہ نے فرمایا: "استغفراللہ یہ کبھی نہ ہو گا کہ میں دشمن کو پشت دکھاؤں اور میدان نبرد سے ہٹ جاؤں لڑنے سے منہ چھپاؤں۔"

خواجہ زادوں نے جب دیکھا کہ بادشاہ یہاں سے قدم نہ ہٹائیں گے براہ خیر خواہی پھر عرض پیرا ہوئے: اے شہنشاہ' اگر آپ تشریف نہ لے جائیے تو ناموس امیر اور جملہ سرا

پہ وکیل عصمت کو ہمراہ کے سردار علی نژاد کے کسی جائے امن میں بھیج دیجئے اور اثاثہ صاحبقرانی مثل بارگاہ اور علم اور جھانجھ و نفیر وغیرہ کو بھی روانہ کر دیجیے کیونکہ خدا نہ کرے جو اگر کوئی اور زمانہ پیش آیا۔ ناموس کے آبرو جانے کا خیال ہے اور اثاثہ صاحبقرانی کے برباد ہونے کا اندیشہ ہے۔ بادشاہ کو یہ رائے دنیا ان کاس پسند آیا اور اسی وقت کرب غازی کو بلا کر فرمایا کہ بارگاہ سلیمانی وغیرہ لے کر مع ناموس کے یہاں سے چلے جاؤ اور سات کوس پہ یہاں سے ایک پہاڑ ہے سنگ مرمر کا سفید وہاں ٹھہرو۔"

شہزادہ کرب از بسکہ داروغہ بارگاہ سیلمانی ہے اس کو کچھ عذر بن نہ پڑا۔ کیونکہ اگر جانے میں تامل ہو گا تو خوف تاراجی بارگاہ و ناموس ہے۔ اس لحاظ سے اٹھا بارگاہ کا بار کرا کر اور سب عورتیں کو سوار کر کے اسی رات کو سمت کوہ مرمر روانہ ہوئے۔

بادشاہ بارگاہ میں حضرت دانیال کے تشریف فرما ہوئے۔ رسالہ دار کمیدان اور مشیران سلطنت وغیرہ برائے زینت و شوکت حاضر دربار رہے۔ عیار بست سے برائے حفاظت ناموس ہمراہ کرب گئے اور بست سے یہاں رہے اس جگہ تو یہ ماجرا غم واقعہ ہوا لیکن اس طرف جو نازک چشم پھر کر گئی لقا کی بارگاہ میں بعد عشرت و رنگ پہ جلوہ فرما ہوئی اور حکم جشن مسرت دیا۔ ناچ ہونے لگے شراب ارغوانی کا دور چلنے لگا وہ جشن نشاط جو جمشید نے بھی نہ کیا ہو گا یہاں ترتیب دی گئی اس خوشی کا بیان اندازہ تحریر سے باہر ہے۔

اسی عشرت میں بختیار نے نازک چشم کی صورت دیکھ کر رونا شروع کیا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا: "ملک جی خیر تو ہے کیوں روتے ہو۔"

اس نے جواب دیا: "تم کو روتا ہوں افسوس کہ یہ صورت خاک میں مل جائے گی۔ ہائے یہ پیارا نقشہ طعمہ آتش ہو گا۔ اے ملکہ مسلمانوں کی ایک دن کی شکست ہے تو دوسرے روز مدد ان کی آسمان سے مثل باران سے پیدا ہوتی ہے اور زمین سے بجان مورچگان ظاہر ہو کر عدو کو خاک میں ملاتی ہے تم نے بادشاہ لشکر اسلام کو زندہ ناحق رکھا۔ لشکر

کا آج ہی خاتمہ کرتا ہے ۔ اب میر کو جو کوئی اٹھالے گیا ہے وہ ان کو بعزت تمام یہاں لائے گا اور وہ آ کر تم کو قتل کریں گے ۔ کوئی بیٹا پوتا امیر کا کہیں سے آئے گا اور لڑائی کو فتح کرے گا ہر صورت ہم پھر بھاگتے پھریں گے ۔ خداوند کو زحمت ہو گی اسباب لوٹ میں برباد ہو گا۔ ایسا کچھ سامان نظر آتا ہے میں جو کہتا ہوں اس میں کچھ فرق نہ ہو گا۔"

نازک چشم یہ تقریر سن کر ہنسی اور کہا:"ملک جی کوئی ایسا پردۂ دنیا میں ہے جو مجھ کو قتل کرے ۔ میری قضا پیدا نہیں ہوئی ۔ بادشاہ کو جب میرا جی چاہے گا قتل کر لوں گی ۔ مثل مشہور ہے کہ زندہ حاتمیتواں زد. اچھا تمہاری خاطر سے میں توقف کروں گی ۔ کل ہی سب کا خاتمہ کر دوں گی۔ طبل جنگ بجواؤ اگر خوف کھا کر بادشاہ حاضر خدمت خداوند ہوئے تو بہتر ہے اور اگر نہ ہوئے تو سزا اپنی اپنے کنار میں دیکھیں گے ۔"

یہ کہہ کر حکم دیا کہ کوس حربی پر چوب پڑے۔ بموجب فرمان عیار دوڑے اور نقار خانہ جمشیدی میں جا کر طبل بجایا۔ صدا اس کی تمام ساحروں کے کان میں پہنچی ۔ پھر تو نفیر اور جلاجل اور قرنا وغیرہ بجنے لگیں۔

یہاں کلبادوگلباد و عراقی ۔ جسیم بن عمرو قیسم بن عمرو بصورت مبدل تھے. چنانچہ ان چاروں عیاروں نے یہ کلمات لاف و گزاف اس ساحرہ کے سنے۔ باہم مشورہ کیا۔" تم میں سے دو عیار خدمت بادشاہ میں جا کر حال نواخت طبل جنگ بیان کریں اور ہمیں ٹھہر کر اس قحبہ کو جس طرح ہو سکے گرفتار کریں ۔"

غرضیکہ دو عیار تو روانہ ہو گئے اور ٹھہرے ہوئے تھے کہ نازک چشم کو پیشاب کرنے کی ضرورت ہوئی ۔ کنیز سے اس نے حکم دیا:" آفتابہ چوکی پر رکھ آئے۔" عیاروں نے جو یہ سنا بارگاہ سے نکل کر کہ اس کے پہلو میں چوکی لگی تھی اور قنات کے پس پشت چھپے رہے۔ اس عرصہ میں ایک کنیز آفتابہ لئے اور دوسری روشنی دکھاتی ہوئی اور نازک چشم چوکی پر آئی ۔ کنیز باہر دروازہ پہ ٹھہریں اور یہ رفع احتیاج کرنے لگی عیاروں نے

صبح ہوتے ہی باقیماندہ سردار در دولت شاہ حمجاہ پر حاضر ہوئے۔ بادشاہ شبستان میں تشریف اس شب کو نہ لے گئے تھے دیکھا تو تیار مسلح و مکمل بیٹھے دعائے فتح و نصرت خدا سے مانگتے ہیں۔ سرداروں نے مجرا کیا۔ بادشاہ ان کو دیکھ کر پشت مرکب پر سوار ہوئے۔ باجے جنگی بجنے لگے بڑے کر و فر سے سمت رزمگاہ چلے۔ جب وارد دشت قتال ہوئے دیکھا کہ گرد تیرہ و تار اڑی اور سپاہ عدو نمودار ہوئی۔ لقا تاج کئی سو کنگرہ کا پر از زر و جواہر سر پر رکھے قبا زردوز پہنے ہاتھی پر زرنگار جواہر نگار بیٹھا اور فرط عشرت سے ہنستا ہوا آتا ہے۔ لشکر بڑی چمک دمک سے ساتھ لاتا ہے جو کوئی ہے وہ اینٹھا ہوا اکڑا پڑتا ہے اور قہقہہ مار کر خندہ کرتا ہے گرد سپاہ سے آسمان و زمین تاریک ہے۔ ہر نحوست سوار کو یہ دوڑ تک ہے کہ وہ ایک طرف سے ساحر آ کر تے ہیں نارنج اچھلتے ہیں۔ فیل کے غول اور پرے کے پرے ہیں۔ غرضیکہ جانبین سے بعد برابر کرنے نشیب و فراز دشت کے اور بعد چھڑکانے غبار اس خاکدان پشت کے صفوف فوج ترتیب پذیر ہوئیں اور نقیب نقابت کرنے لگے۔ اس اثناء میں نازک چشم بھی بروئے ہوا پیدا ہوئی اور میدان میں ٹھہری۔ لقا کو سجدہ کیا اور اجازت حرب لے کر بڑھی۔ بادشاہ کو پکاری کہ بھیجئے کسی کو میرے سامنے۔ بادشاہ نے خود چاہا کہ میں بمقابلہ جاؤں لیکن لندھور نے اپنا ہاتھی صف دست راست سے نکالا اور شاہ سے اجازت لے کر چلا۔ ہاتھی اس کا مثل شب وصل عاشق رواں ہوا اور مقابل اس کے پہنچا۔ پھر گرز کو چرخ دیکر للکارا کہ "اے بیحیا جو ضرب رکھتی ہو نکال۔" اس نے یہ سن کر کچھ دانے ماش کے سحر پڑھ کر مارے کہ تمام میدان میں اندھیرا ہو گیا۔ ایک کو دوسرا نظر نہ آتا تھا۔ مگر بسبب سحر کے لندھور کو ساحرہ دکھائی دیتی تھی اور وہ لندھور دیکھتی تھی پس جب وہ سحر کر چکی اس نے چاہا کہ گرز لگاؤں۔ ساحرہ نے کہا "اے لندھور یہ لمبا اور موٹا ڈیل لے کر مجھ عورت سے لڑنے آیا ہے۔ شرم نہیں آتی۔"

یہ کہہ کر ماش سحر کے مارے کہ ہاتھی کے پاؤں زمین میں جم گئے۔ لندھور ہاتھی پر

سے کود کر زمین پر آیا اور پکارا: "اے گیسو بریدہ تیرا مار ڈالنا پہلوانان زمانہ سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ پہلوان میں یہ قدرت کہاں ہے جو تو آفت کر رہی ہے اور تجھ کو خود شرم نہیں آئی جو تو مردوں کا سامنا کرتی ہے۔ یہ کہہ کر گرز چکر دے کر مارا۔ ساحرہ تخت پر سے بزور سحر اڑ گئی۔ گرز تخت کو چور چور کر کے زمین پر پڑا کہ خاک اڑی اور دور تک غار پڑ گیا۔

لندھور نے نعرہ مارا کہ "زدم وپشت کردم۔"

ساحرہ نعرہ سن کر زمین پر اتری اور پکاری کہ: "کمازدی و پشت کردی حریفہ تو نیک رسیدم" یہ کہہ کر اب کے اب کی ایسا سحر پڑھا کہ لندھور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ اس کو گرفتار کر کے حوالے اپنے ساحروں کے کیا اور سحر پڑھ کر وہ تاریکی دور کی اور نعرہ مبارز طلبی کیا بادشاہ اسلام کی جانب سے مالک اژدر نے مادیان عربی کی باگ لی اور شاہ سے اجازت مانگی۔ شاہ نے حوالہ خدائے تعالیٰ کیا۔ یہ سپہ سالار دست ہے۔ کل علم جلوہ دکھانے لگے۔

خلاصہ یہ کہ بڑی عظمت سے سامنے ساحرہ کے آیا اور طالب حرب ہوا۔ اس نے پہلے ایک ترسول مارا اس نے اس کو رد کر کے ایک نیزہ اس کے سینے پر کینہ پر لگایا۔ یہ بہادر فن نیزہ بازی میں اپنے وقت کا صاحبقران ہے اگر پہاڑ پر نیزہ مارتا ہے تو وہ بھی چھد جاتا ہے مگر ساحرہ کے سینے پر سے نیزا اچٹ گیا اور اس نے سحر پڑھ کر دم کیا۔ یہ بھی بے دم ہو کر گرا۔

ساحر آئے اور باندھ لے گئے۔ اس نے چاہا کہ اور کسی کو بہر جنگ طلب کرے۔

مختیارک گھبرایا کہ ایک ایک سے مقابلہ کرنے میں عرصہ ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ افتاد پڑے۔ پس کہلا بھیجا کہ "اے ملکہ حکم خداوند ہے کہ ان مسلمانوں جلد خاتمہ کیا جائے۔

نازک چشم کو جب یہ پیغام پہنچا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ مثل روز گذشتہ کے پھر تاریکی پھیلنا آغاز ہوئی۔ لشکر اسلام نے جو یہ ماجرا دیکھا سمجھے کہ کل کی طرح

سے پھر آج جلتا ہوں گے یہ سوچ کر تلواریں کھینچ کر لشکر ساحران اور لقا پر جا پڑے اس طرف سے انہوں نے بھی حملہ کیا کہ دریا آہن تھا کہ جوش مار کر مل گیا۔ تلواریں لہرانے لگیں۔ سپر سنگ پشت نظر لگیں۔ غوغائے مردم تا علم سحر زخار کا شور تھا۔ بارش سپاہ گری کا گھنگھور تھا زرہ پوشوں کے بازو کی مچھلیاں دام میں تڑپتی نظر آتی تھیں۔ ہیروں کی صورتیں بسان گلستہ حباب دکھائی دیتی تھیں۔ اس عرصہ میں وہ سیاہی کل لشکر پر چھا گئی اور ساحرہ اور ساحروں کے سحر سے آگ پتھر برسنے لگے لشکریاں اسلام بیہوش ہو گئے۔ بعض ماہر و ملک عدم ہوئے بعض بیدم ہوئے۔ کسی کے لگا سحر کا ایک ترنج ہوا کوئی بیہوش ہا رہ رنج دھواں چھا گیا مرکز خاک پر غبار زمین پہنچا افلاک پر ہوا اس طرح روز روشن سیاہ کہ بخت سیہ جس سے مانگے پناہ ہوئی گرمئی سحر کی ایسی تاب کہ بیتاب تھی جان ہر شیخ و شاب ہوا متقدل اس طرح چرخ پیر کہ پتھر برسنے لگی اور جمہ بہادر زمین پر تڑپنے لگے در بحر جرات تھے غلطاں ہوئے رواں خامہ تیغ سے خوں ہوا ورق سرخ تھا صفحہ خاک کا بادشاہ اسلام نے پائے شجاعت جمائے اور ہزاروں کو قتل کیا مگر سحر سے ناچار ہوگئے۔ یعنی بیہوشی ان پر بھی طاری ہوئی شاہان جلیل القدر جو بادشاہ کو گھیرے ہوئے تھے وہ بھی بیہوش ہونے لگے اس وقت لشکر میں بھگدڑ پڑی اس اندھیرے میں ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلا بقدرت خدا مرکب فلک سیر قیطاس کہ یہ گھوڑا باغ ابراہیمی سے امیر کو ملا تھا اور امیری اس پر سوار ہوا کرتے تھے جب سے اشقر دیو زاد امیر کو ملا اس مرکب کو بادشاہ کی سواری کے لئے مقرر کردیا۔ فی الحد یہ گھوڑا معجزہ کا ہے۔ اس نے جو اپنے راکب کو اپنی پشت پر سست دیکھا سمجھا کہ راکب میرا پشت پر سے میری گر جائے گا۔ پس نہایت شائستگی سے کہ تکان نہ ہو۔ بادشاہ اسلام کو اس ہنگامے سے لے کر چلا اور جہاں تک تاریکی تھی کمال ہوشیاری سے قدم تلا بہا جب اندھیرے سے قدم باہر رکھا سنبھل کر سمت صحرا روانہ ہوا۔ مگر عیاران لشکر اسلام اس سحر کے ہنگامے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔ صحرا میں پراگندہ ہو کر فکر عیاری کر رہے تھے سب لشکر میں بھگدڑ پڑی جس اس تاریکی

سے بھاگ کر صحرا میں آیا۔ عیار اس کو سمت کوہ مرمر لے گئے کہ وہاں کرب مع ہمدوش ہیں۔

غرضیکہ بادشاہ کو بھی عیاروں نے دیکھا کہ مرکب ان کو در حالت غشی لئے ہوئے جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر عیار قریب مرکب آئے اور اس کوچکارا گھوڑے نے بغضب ان کی طرف دیکھا۔عیار دوڑ کر روتے ہوئے مرکب سے لپٹ گئے اور خنگ نے بھی پہچانا کہ یہ لشکر اسلام کے ملازم ہیں۔ بس گردن ڈال کر کھڑا ہو رہا۔ عیار اس کو مع بادشاہ لے کر کوہ مرمر پر آئے اور اندر بارگاہ سلیمانی کے شاہ کو لا کر تخت پر لٹا دیا۔ بعد لمحہ کے عظمت بارگاہ کے باعث سحر اتر گیااور بادشاہ کی آنکھ کھلی۔ کرب نے مجرا کیااور بادشاہ زخم رسیدہ بہت تھے۔ تمام جسم فگار تھا۔ ان کے لئے جراحان شفادست کو بلوایا۔ زخم دوزی ہوئی۔ تیمارداری میں لوگ مشغول ہوئے جو جو لوگ بھاگ کر آئے ہیں ان کا بھی علاج ہوتا ہے۔ لشکر میں مجمع ہوتا جاتاہے یہاں تو یہ کیفیت واقع ہے۔ مگر اس طرف تادیر ہی تاریکی آفت سحر کی بپا رہی آخر یہ گمان ہوا کہ اس تاریکی میں ہماری فوج باہم نہ لڑنے لگے۔اس سبب سے نازک چشم نے سحر کا رد کیا کہ وہ آفت آگ پتھر برسنے اور اندھیرے وغیرہ کی مٹی۔ دیکھا کہ لشکریان اسلام میں کوئی باقی نہیں ہے۔سب بیہوش پڑے ہیں اور بہت سے بیجان ہو گئے ہیں۔ حکم دیا کہ "جو مردہ ہیں ان کو رہنے دو۔ باقی جو بیہوش ہیں ان کو پکڑ لو۔"

ساحروں نے حکم سن کر سب کو گرفتار کر کے باندھ لیااور اس نے سحر سے اس جگہ ایک حصار باندھ دیا کہ کوسوں تک احاطہ میں دھوئیں کا کھنچ گیااوراس جگہ سب قیدی چھوڑ دیئے کہ نہ یہ نکل سکیں اور نہ کوئی ان کو چھڑانے آسکے۔ ساحروں کا پہرہ مقرر کر دیا۔ جب یہ انتظام ہو چکا حکم دیا کہ بارگاہ اسلامیان اورخیمہ و خرگاہ سرداران پر قبضہ کر لو ملازمان لقا نے وہاں پہرا کر لیا۔ یہاں کے لشکر کی بازاریں بند تھیں۔ دکاندار اہلحرفہ و پیشہ سب فراری تھے۔ عجب بے رونقی تھی کہ خامہ دوزبان کی زبان بیان سے قاصر

ہے۔ غرضیکہ جب اردو سے اسلام غارت ہو چکا اور لشکر قید ہو چکے۔ سردار تو پہلے ہی سے اسیر تھے۔

نازک چشم نے بادشاہ کی تلاش کرائی۔ جب میدان میں بادشاہ کو بیہوش نہ پایا سمجھی کہ نکل گئے۔ اس اس نے طبل آسائش بجوایا اور لشکریوں میں سے ساٹھ ہزار سوار کو حکم دیا "کمر نہ کھولے" طلایہ پھرے کہ بے ایماں حریف کی سپاہ ایسا نہ ہو غفلت میں ہم پر آئے۔"

بموجب حکم فوج حسب تعداد و مذکور تیار رہی اور باقی نے کمر کھولی۔ لقا مع سرداروں کے اپنی بارگاہ میں نہ گیا اور بارگاہ شاہی میں آیا اور اپنے سرداروں کو خیمے سرداران اسلام کے عنایت کئے اور آپ بجائے بادشاہ اسلام تخت پر جلوہ گر ہوا۔ اس بارگاہ میں تخت سلیمانی نہیں ہے تخت طاؤسی نہیں ہے۔ اس تخت پر یہ ناہنجار بیٹھا گیا مسکن ہما بوم کا آشیانہ بنا۔

خلاصہ کلام نازک چشم نے بیٹھتے ہی حکم درستی مجمع انبساط دیا۔ اس فتح کی خوشی میں نقارے بجنے لگے۔ سردار لباس زرق برق پہن کر حاضر دربار ہوئے۔ نذریں گزرنے لگیں ارباب نشاط حاضر ہوئے۔ صدا مبارک باد بلند ہوئی آواز کامرانی اور شادمانی سے فلک نشین و آسمان پر ہو گیا۔ در و دیوار کو دشت سے صدائے عشرت پیدا ہو گئی۔ ہر دشت و درہ سے یوں آواز سازہائے ترنم مسرت کی سنائی دیتی تھی کہ جیسے بند مکان گونجتا ہے۔ پولیاں قمر و پیکر مہ شلہ پیچیر سا مشگراں مہر دلرباؤں قاصان شعلہ رخسار اس طرح رقص کرتے تھے اور ترنم سرا تھے کہ جن پر طاؤس مینا فام فلک بلا گردان تھا۔ ناہید چرخی کا دل بیقرار تھا۔ ساقیان نور چلعت حور صورت جام بلور تنک فرماتے۔ کاسہ خورشید وغیرت دہ قدح ہلال لے کر شراب مفرح و پر سرورمائل انجم کو پلاتے تھے۔ نیا کرشمہ دکھلاتے تھے کہ آفتاب کو ماہتاب پر نور کے دائرہ میں اتارتے تھے۔ بادہ خواروں کو دیوانہ بناتے تھے۔ یہ تماشہ گلابی و ساغر کے الٹ پھیر کا دکھاتے تھے۔

نیا تھا وہ بزم عشرت کا ساز
کہ اس بزم کو بزم جنت پہ ناز

بڑھا موج بادہ کا اس درجہ جوش
بپا سے کے تھا قہقہوں کا خروش

دکھانے لگا چرخ نیرنگیاں
نئی فلک سے کشتی آسماں

لگے پھرنے خوباں عالم تمام
لئے ہاتھ میں جام خورشید فام

وہ رقص جہاں ایسا کچھ بھا گیا
کہ چرخ اس شوق میں ناچا

وہیں کی ہے گل بانگ عشرت سنی
کہ قہقہے جس میں ہے قلقلوں کی ہنسی

اس رقص کی ہے ہوا لگ گئی
چمن میں صبا پھرتی ہے ناچتی

سرداران لشکر کو منصب و جاگیر و زر با انعام میں بٹ رہا تھا۔ لہٰذا طرہ پیغمبری افراسیاب کو بھیجنا چاہتا تھا مگر بختیارک نے عرض کیا کہ ابھی بادشاہ اسلام باقی ہیں ان کو بھی پکڑ لیجئے تو ملکہ نازک چشم کو توجہ قدرت بنائیے اور قدرت بیت میں ان کے اتاریئے

کرب یہ کلمہ سن کر ناچار ہوا اور بادشاہ اسی حالت زخم داری میں آمادہ حرب و پیکار ہوئے۔"

عیاروں نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ خیال کیا کہ بادشاہ اب کی شہید ہو جائیں گے اور کرب اگر کام آ گیا تو ناموس امیر کا بھی کوئی سنبھالنے والا نہیں رہے گا۔ پس یہ سوچ کر تھوڑا سا عطر بیہوشی اپنے جسم پر ملا اور بادشاہ اور کرب سے عرض کیا: "غلامان جانباز بسر عیاری جاتے ہیں۔ شاید کام آئیں تو فاتحہ خیر سے فراموش نہ فرمائیے گا اور اس وقت آرزو رکھتے کہ حضور سے بغل گیر ہو کر رخصت ہوں۔"

یہ عرض عیاراں سن کر باکمال بشاشت کرب نے ان کو گلے سے لگایا۔ بیہوشی نے تاثیر کی۔ دونوں بیہوش ہو گئے عیاران کو لے کر پہاڑ پر چڑھ گئے اور کئی ہزار عیاروں نے ملکہ کا خیمہ، سرا پردہ، قنات وغیرہ بارگاہ سلیمان پہاڑ پر الگ الگ کر چھائیں۔ پھر سب لشکریوں کو حکم دیا کہ پہاڑ پر جس قدر آ سکیں چڑھ آئیں اور باقی صحرائے کوہستان میں جا کر پوشیدہ ہوں۔ جس دم یہ قران حس بیہر سے دفع ہو گا اور ہماری فتح ہو گی۔ سب کو بلا لیں گے اور اگر ہم لوگ ہلاک ہو گئے تو ہمارے لئے دعائے مغفرت کریں اور لڑنے مرنے کا اختیار ہے۔"

غرضیکہ بموجب حکم عیاروں جو لشکر کہ جمع ہوا تھا کوچ کر کے جدھر جس کے جی میں آیا چلا گیا اور عیاران نے پہاڑ پر چند خیمہ بارگاہ سلیمانی استادہ کر کے جو لوگ اوپر چڑھ آئے تھے لشکریوں میں سے ان کو اور چند خیموں میں ناموش کو اور ایک میں بادشاہ و کرب کو رکھا اور گھاٹیاں پہاڑ کی روکیں سنگ اندازی اور تیر اندازی کا سامان کر دیا۔ باندھ ہائے عیاری سے آراستہ ہوئے۔ یعنی تو بٹوں میں پتھر بھرے ہاتھوں میں حقہ ہائے نفتی چڑھائے گھاٹیوں میں حباب بیہوشہ دبائے کمندیں بازوؤں پر لپیٹے کمانوں میں تیر پیوستہ کئے۔ سرکوہ پر ٹھہرے۔ ادھر خیموں میں عورتیں موئے مشکیں و زلف عنبریں کھول کر گودیاں پھیلا کر دعا مانگنے لگیں کہ اے میرے کریم' اے غفور الرحیم اس بلا کو ہم پر سے دفع کر دے خداوند تیرے کرم کے امیدوار ہیں۔

تو ہی مالک ہے اے سلطان عالم
کہ ہے قبضہ میں تیرے جان عالم

تری ہر چیز میں قدرت عیاں ہے
کہیں ظاہر کسی شے میں نہاں ہے

طفیل پنج تن اے رب کونین
مٹا دے غم کا دل سے شیون و شین

تمنا جی کی ہے اس کو بھلا
تجھے واضح ہے سب کچھ حال دل کا

میرے دشمن الٰہی خاک ہو جائیں
جگر دل ان کے تن میں چاک ہو جائیں

مرے مالک میری فریاد سن لے
مرادوں سے طبیعت صاف کر دے

غرضیکہ جتنے عرصہ میں یہ انتظام یہاں ہوا اتنی ہی دیر میں فوج عدو مثل مور و ملخ آ پہنچی اور ساحرہ نے آتے ہی کوہ کو گھروا لیا اور ایک طرف سے ساحروں نے دوسری طرف سے سپاہیوں وغیرہ نے حملہ کیا۔

عیاروں نے خدنگ دل دوز اور حقہ ہائے نفتی مارنا شروع کئے۔ ایسے حقے مارے جو آگے بڑھا اس کا منہ جھلس گیا۔ ہزاروں مینہ تیروں سے قربانی کیا۔ فوج کا رخ پھیر دیا دھاوا پیش نہ ہوا۔

نازک چشم یہ حال دیکھ کر غضب ناک ہوئی اور سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک لکہ بہ گرّاں کر سر کوہ پر آیا اور اس میں سے سیاہی پیدا ہو کر پھیلنے لگی۔ عیاروں نے یہ چالاکی کی کہ اسی اندھیرے میں پہاڑ سے اتر کے جو لوگ کہ آگے بڑھ آئے تھے ان کو قتل کرنا شروع کیا اور کئی ہزار کو مار کر گھاٹیوں میں پہاڑ کی چھپ رہے۔ مگر اتنے عرصہ میں وہ سیاہی تمام پہاڑ پر پھیل گئی اور بالکل تاریکی ہو گئی۔ سوائے خیام بارگاہ سلیمانی تمام پہاڑ پر اندھیرا ہو گیا۔ اس وقت لشکریوں نے پھر حملہ کیا۔ اتفاقاً وہ وقت اس لشکر کے آنے میں آ چکا تھا کہ خشتہ زریں آفتاب رواق نیلی فام آسمان سے ٹوٹ کر غار مغرب میں گری اور رات مثل ماتم زدگان سیاہ پوش دولت کناں پیدا ہوئی۔

ساحروں نے اس خوف سے کہ ہرچند بالائے کوہ بھی تاریکی ہے اور ابر سحر چھایا ہے مگر عیار بارگاہ سلیمانی میں محفوظ ہوں گے حملہ کیا۔

نازک چشم اور بختیارک سمجھے کہ رات کو عیار آفت برپا کر دیں گے اور علاوہ اس کے اسلامیوں کے قید ہو جانے سے مطلب تھا وہ یہاں قید نہ ہوئے۔ پہاڑی پر مقیدوں کی طرح رہے صبح کو سب کے سر کٹ لئے جائیں گے۔

پس ایسا کچھ خیال کر کے حکم دیا: ”یہیں بارگاہیں استادہ ہوں۔“

بموجب ارشاد اس کی' بارگاہیں اور خیمے وغیرہ آراستہ ہو گئے۔ فوج پہاڑ کو گھیر کر اتر پڑی۔ افسر داخل ہوئے۔ لقا مع ساحرہ بارگاہ تجت استبلو میں مسمکن ہوا اور وہی جلسہ عشرت اور شغل مئےخواری آغاز کر کے خوشی کرنے لگا۔ ادھر اہل اسلام اس شب پر تعسب میں مصور بر سر کوہ تھے۔ عاجز اہل ستم تھے۔ ایک تو تار تاریکی رات کی دوسرے سیاہی سحر کی۔ وہ پرہول شب تھی کہ جس سے سیاہی بھی خوف کھاتی تھی۔ صدائے ہولناک و پربیم وحشت آگیں۔ ہر سمت سے پیدا عورتوں کا بلک کر رونا۔ پہاڑ کا دل آب آب کرتا تھا ہر طرف سناٹا اور سائیں سائیں کی آواز آتی تھی۔ اور روئے تن میں

گھبرائی تھی۔ شب مرگ انسان بھی ایسی نہ ہو گی جیسی وہ کالی رات تھی۔ پلنگ درندہ کی طرح پھاڑے کھاتی تھی۔

شب تیرہ دل مثل دیو سیاہ
کہ تھی شامت عاشقاں کی گواہ

کھلے غم سے تھے خوبروؤں کے بال
شب تیرہ میں تیرگی تھی کمال

صدا ہر طرف تھی یہی ہائے ہائے
خدا جانے کیا ہم کو صورت دکھائے

کوئی مثل سنبل کے بکھرائے بال
پڑی رنج میں اک طرف تھی نڈھال

پریشان کوئی زلف منہ پر پڑی
گہر آنسوؤں کے پروتی لڑی

یہاں لشکر اسلام اسیر و رنج و محصور اعدا ہے۔ ساحروں کے یہاں جلسہ مسرت برپا ہے۔ دیکھئے صبح کو کیا ماجرا گزرتا ہے۔ ان کو اسی حال پر چھوڑ کر اب ذکر فتح طلسم آئینہ ابرج بلور بیان کیا جاتا ہے۔

یہ زیر شجر باغ میں بیٹھے اسم پڑھ رہے تھے اور درمیان اسم خوانی ہزارہا اشکال مہیب موکل کی نظر آئیں کبھی کبھی اژدر وہاں منہ کھولے ظاہر ہوا اور کبھی دریائے زخار

کو قریب تر پایا۔ لیکن شہزادہ مطلق خوف زدہ نہ ہوا اور اسم پڑھے گیا یہاں تک کہ اسم تمام کیا۔

اس وقت دو مرصع ٹھلیاں ہاتھ میں جام بلوریں پانی سے لبریز ہتھیلی پر رکھے اور دو سقے مشک پانی سے بھرے کمر پر سنبھالے۔ شہزادے کے پاس آئے اور ان حامیوں نے دست بستہ عرض کیا: "آپ حمام کریں۔ شہزادے نے لوح کو دیکھا اس میں ظاہر ہوا کہ یہی موکل اسم بڑا تم ان سے کہو: "اگر مجھ کو نہلاتے ہو تو پوشاک اور ہتھیار طلسم کے بھی میرے لئے لاؤ۔"

شہزادے نے بموجب لوح ان سے لباس اور اسلحہ طلب کیا۔ انہوں نے قرار کیا اور وہ شخص نظر سے غائب ہو گئے اور وہ اسی جگہ ٹھہرے رہے۔ بعد لمحہ بھر کے وہ آدمی کے یہ دو آدمی جو نظر سے غائب ہو گئے تھے کشتیں پوشاک اور سلاح کی لئے حاضر ہوئے۔

شہزادے نے لوح کو دیکھا اس میں ظاہر ہوا کہ ان سے کہو میں پہلے لباس پہن کر اور ہتھیار لگا کر دیکھ لوں کہ میرے جسم پر ٹھیک اور درست ہیں یا نہیں بعد کو پھر حمام کر دوں گا۔"

شہزادے نے ان سے یہی کہا اور پوشاک طلسمی پہنی ہتھیار لگائے۔ پھر لوح کو دیکھا۔ اس میں معلوم ہوا کہ ان سے کہو رنگین جادو مالک کو اس باغ کے حاضر کرو۔"

شہزادے نے ان سے حکم کیا کہ "رنگین پکڑ لاؤ۔"

یہ سن کر وہ سب نظر سے پوشیدہ ہوئے اور کچھ دیر میں ایک ساحر کو گرفتار کئے سامنے لائے۔

شہزادے نے بموجب حکم لوح اس ساحر کو قتل کرنا چاہا۔ اس نے عرض کیا: "اے طلسم کشا! میں اس دن کی خبر رکھتا تھا کہ آپ مجھ کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہیں گے۔ پس اپنی جان بچانے کے لئے آپ کے دادا لیتق امیر کو میدان رزم سے اٹھا لایا اگر آپ مجھ کو رہا کریں تو میں امیر کے پاس آپ کو لے چلوں۔

شہزادے نے لوح کو دیکھا اس میں نکلا کہ یہ سچ کہتا ہے اس کے ساتھ جاؤ اور امیر سے ملاقات کرو۔

یہ معلوم کر کے شہزادہ اس کے ہمراہ ہوا۔ اور لوح کچھ اسم ایسا پڑھا کہ وہ موکل اسم غائب ہو گئے۔ شہزادہ اس ساحر کے ساتھ اس باغ میں ایک ایسی جگہ آیا کہ وہاں ایک حجرہ بنا تھا اور در میں اس کے قفل لگا تھا۔ اس نے قفل کو وا کیا اور شہزادہ کو اندر لایا۔ دیکھا اس حجرہ میں ایک تخت بچھا ہے اس تخت پر فرش کا لوکاتہ آراستہ ہے اور امیر جلوہ فرما ہیں۔

شہزادے نے سر اپنا قدم پر جھکایا۔ امیر نے سر کو لے کر سینے سے لگایا اور پاس اپنے بٹھلایا اور استفسار کیا: "اے فرزند تم نے اپنے باپ شہزادہ قاسم کا بھی کچھ پتہ پایا۔"

شہزادے نے عرض کیا وہ نرگس کے پہ بخیریت تمام ہیں۔

یہ کہہ کر کل احوال طلسم کا بیان کیا۔ پھر وہاں سے مع امیر کے باہر آیا اور لوح کو دیکھا تھا کہ اس امر سے کہو مجھ کو فوج طلسم کے مقام پر پہنچا دے۔"

شہزادے نے اس سے یہی درخواست کی وہ ہمراہ چلا اور پشت کی طرف باغ کے ایک دروازہ لگا تھا۔ اس کو کھول کر جو آگے بڑھے ایک کوہستان میں پہنچے کہ وہاں چشمے جاری تھے اور حجرہ مقفل تھا۔ اس کو وا کیا۔ اس میں وہی صندوق جو ملکہ بلور لے گئی تھی' رکھا تھا۔ اس کو اٹھا کر باہر لائے اور پڑا کھول کر چالیس ہزار پتلا بلور کا مرکبوں پر سوار نکلا اور بیٹھ کر شکل انسانوں کے ہو گیا۔ شہزادے اور امیر کے لئے بھی رنگین جادو سواری لایا۔ یہ بھی سوار ہوئے۔ بموجب لوح کے اس فوج طلسمی نے اطاعت کی آگے آگے امیر اور ایرج باتوقیر پس پشت چالیس ہزار سوار دلربا گرز و خنجر و تیر لئے بڑے جاو چشم سے روانہ ہوئے۔

یہ تو اس تجمل و شوکت سے روانہ ہوئے مگر آئینہ جادو جو دلربا بہار سے شکست کھا کر گئی تھی۔ تاہم لشکر کشی اور قتل کرتی تھی۔ جب کچھ تدبیر بن نہ پڑی تو مجبور ہو کر عرضی افراسیاب کو لکھی۔ اس میں سب کیفیت حال بربادی طلسم مندرج کیا وہ ساحر طلسم

ہوشربا میں گیا اور خدمت ملکہ حیرت میں پہنچ کر بعد بجا آوری مراسم تعظیم و تکریم عریضہ پیش کیا۔ اس نے عرض پڑھ کر مع عرضی اس ساحر کو باغ سیب میں بھیج دیا اس نے افراسیاب کو تسلیم کی اور عرضی دی بادشاہ نے عرضی ملاحظہ کر کے مشیران سلطنت سے اس امر خاص میں مشورہ کیا کہ طلسم آئینہ کے بارے میں کیا کیا جائے۔

مشیروں نے عرض کیا کہ وہ طلسم شراکت میں کوکب کے ہے وہ شریک عمرو ہے اس مقدمہ میں دخل نہ دے گا۔ اب رہے اہل اسلام ان سے آپ دونوں جگہ مقابلہ ہو رہا ہے یعنی کوہ عقیق پر ساحر جاتے ہیں اور یہاں مہ رخ سے بھی لڑتے ہیں۔ پس تیسری جنگ سے کیا فائدہ' آئینہ کو یہاں بلا لیجئے جب مسلمان مارے جائیں گے۔ اس وقت طلسم اس کا حوالے اس کے کیجئے گا۔

یہ رائے شاہ جادواں کو پسند آئی اور عرضی کا جواب لکھا: "اے ملکہ آئینہ' تم یہاں چلی آؤ۔ میں سمجھ لوں گا۔"

پس یہ جواب اس ساحر کو دے کر دریائے سحر کے پار اتار دیا اور وہاں سے پاس آئینہ کے آیا۔ جب اس نے جواب عرضی پایا۔ اپنے دل میں مزا سلطنت کرنے کا پڑا تھا۔ دوام آرزو ہوا نے پابند بلا۔ بلکہ وہاں چھوڑ کر جانا گوارا نہ کیا۔ بس افسران لشکر کو بلا کر فرمایا: "ایک لڑائی ساکھے کی میں طلسم کشا سے اور لڑوں گی۔ تم میں سے جس کو جان دینا ہو۔ وہ میرے ساتھ چلے اور جس کو آرام منظور ہو وہ چلا جائے۔"

سب نے عرض کیا کہ ہم جانبازی کو حاضر ہیں۔ غرض کہ تین لاکھ کا لشکر درست کر کے اژدر پر بیٹھ کر رواں ہوئی کچھ ہی دور رقعہ سے نکل کر آگے بڑھی تھی کہ شمامہ جو اس طرف سے آتا تھا۔ آشنائے راہ میں مقابلہ ہوا۔ دونوں لشکر باہم تلواریں کھینچ کر مل گئے۔

شہزادے حسب عادت لوح ان چالوں کو حکم جنگ دیا کہ انہوں نے فوج آئینہ کو قتل کرنا شروع کیا۔ امیرو ایرج لڑنے لگے۔ رنگین جادو حفاظت امیر کرتا تھا اور ایرج پر

بسبب لوح کے سحر تاثیر نہ کرتا تھا۔ طلسمی پتلوں نے ہزاروں کو بیجان کیا تھا اور آئینہ جادو نے بھی اس میدان کو میدان رستخیز قیامت بنا دیا تھا۔ آگ برسا کر صدہا پتلوں کو جلا دیا تھا۔ جب دوڑ کر ترسول مارتی تھی۔ دو چار کے کلیجے چھید لیتی تھی اور شجاعت میدان دیتی تھی۔ دریا خون کے بہائے تھے۔ ایک طرف شہزادے نے لاشوں کے ڈھیر لگائے تھے۔

آتش جلال و قتال نے خانہ ہائے تن جلا کر روحوں سے ویران کر دیئے تھے۔ برق تیغ شعلہ فام نے خرمن ہستی جوانان خاک کر کے بباد فنا پریشان کر دیئے تھے۔

اسی ہنگامہ میں شہزادے نے لوح کو دیکھا اس میں واضح ہوا کہ جب تک آئینہ کو نہ مارو گے فتح نہ پاؤ گے۔ بہتر ہے کہ چھپ کر اس کے پاس جاؤ اور لوح اس کو دکھاؤ تا اس کی خیرہ ہو گی۔ اس وقت فوراً تلوار اس اس کے سر پر مارو۔ تاکہ ہلاک ہو جاوے ورنہ اگر بچ جاوے تو آفت بپا کرے گی۔"

شہزادہ یہ حکم لوح دیکھ کر مصروف جنگ رہا اور جب غول میں لشکر کے پہنچا۔ مرکب پر سے کودا۔ آئینہ نے جو گھوڑا اس کا خالی دیکھا نعرہ کیا کہ "اے بہادر طلسم کشا زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا ہے' جلد اس کا سر کاٹ لو اور لوح طلسم چھین لو۔"

یہ کہہ کر آپ اژدر سے کود کر خوش خوش چلی۔ ادھر سے شہزادہ آتا تھا۔ راہ میں سامنا ہوا۔ شہزادے نے لوح سامنے کر دی۔ آنکھیں اس کی بند ہو گئیں اور سحر فراموش ہوا۔

شہزادے نے چمک کر تلوار ماری کہ سر پر بیٹھ کر ناخنوں سے نکل گئی۔ دو ٹکڑے ہو کر وہ گری۔ شور دار و گیر بپا ہوا بڑے بڑے پہاڑ اپنی جگہ سے اکھڑ کر ٹکرانے لگے۔ زمین میں غار پڑ گئے۔ طلسم کے خنگ ہو گئے۔ آندھیاں اٹھیں۔ بعد کچھ دیر کے آواز آئی کہ افسوس مارا مجھ کو اے شخص تو نے کہ نام میرا آئینہ جادو تھا۔ زمانہ بھی روشن ہوا اور اس صدا کے آتے ہی فوج ساحراں میں بھگدڑ پڑی بقیۃ السیف نے چادر امان ہلائی۔ ایرج نے ہاتھ روکا۔ افسران لشکر نے خدمت میں حاضر ہو کر رکاب کو بوسہ دیا

اور انا لطیع کا دم بھرا شہزادے نے ہر ایک کو سرفراز فرمایا اور دیکھا کہ وہ طلسمی پتلے اب نظر نہیں آتے معلوم ہوا کہ وہ وابستہ طلسم تھے بعد مرگ بادشاہ طلسم وہ بھی غائب ہو گئے۔

غرضیکہ شہزادہ آگے روانہ ہوا تھا کہ دو شخص معزز پیدا ہوئے اور پاس آ کر یہ عرض کیا: "مبارک ہو طلسم فتح ہوا ہم خزانہ دار طلسم ہیں۔ چلیے اور مال لیجیے۔"

شہزادے نے ان کو ہمراہ لیا۔ اس عرصے میں حنطنح و شعار دار و سیاہ شعلہ پوش و لوصاد اپنے احاطہ سحر سے نکل کر حاضر ہوئے اور تسلیم کر کے مبارک باد فتح طلسم دی اور نذر گزرانی۔

شہزادے سب کے ہمراہ وہاں سے چلا اور داخل قلعہ طلسم ہوا۔ یہاں رعایا تو فراری تھی لیکن عمارتیں عمدہ بنی تھیں دکانیں مثل دل عاشق مہجور خالی پڑی تھیں۔ بازار ویران تھے۔ گلیاں سنسان تھیں۔

شہزادہ تمام مقام ملاحظہ فرماتا اور دارالامارہ شاہی میں آیا اور اورنگ شوکت پر متمکن ہوا۔

حکم آبادی شہر دیا' منادی نے ندا کی کہ "بشرط اطاعت حاکم وقت اہل شہر کو قتل و غارت سے امان ہے۔"

یہ صدا سن کر اکابران طلسم و رعایا وغیرہ حاضر ہونے لگے۔ نذریں گزرنے لگیں۔ تمام شہر اسلام آباد ہوا۔ تصاویر سامری کے مندر وغیرہ منہدم کیے گئے۔ مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں۔ شہزادے نے کسی کو سرفراز کیا اور کسی کو جان سے مارا۔

غرض جب یہ سب انتظام ہو چکا تو جنتعل سے پوچھا کہ "تمام طلسم فتح ہوا ملکہ بلور کا پتہ نہ ملا۔ اس کو تلاش کرنا لازم ہے۔"

یہ کلام سن کر اکابران طلسم نے عرض کیا کہ حضور ایک باغ میں ملکہ قید ہیں۔ وہاں تشریف لے چلیے۔ ملکہ سے ملاقات ہو گی۔ شہزادہ اسی وقت روانہ ہوا۔ اور شہر کے اندر ایک باغ تھا کہ سراسر پھولوں سے بھرا سرسبز دہر نظر آیا۔ چار بارہ دری چار

کوٹھی پر تعمیر خوبی میں آپ ہی اپنی نظیر۔ پردہ ہائے زرتار ہر ایک میں پڑے۔ جن کی ڈوریوں میں مقیش کے پھندنے لگے۔

شہزادے نے اندر جانا چاہا کہ اندر سے چند کنیزیں میلا کچیلا لباس پہنے ظاہر ہوئیں اور شہزادے کو سلام کر کے ایک بارہ دری کی طرف لائیں۔ پردہ اس کا اٹھایا۔

شہزادے نے دیکھا کہ سامنے تخت بچھا ہے اور اس پر زنجیر طلائی پہنے ملکہ بلور بیٹھی ہے۔ ایک شیر پایہ تخت سے بندھا ہے اس سے کہہ رہی ہے: "اے شیر تو مجھ کو کھا لے کہ فراق شہزادے دلدار مرگ سے بدتر ہے کہیں یہ دم نکل جائے تو روح خواب عدم میں آرام پائے۔"

شہزادہ یہ سن کر رو دیا اور دیکھا کہ ملکہ کی آنکھوں میں حلقے پڑ گئے ہیں۔ لباس خاکستری ہو گیا ہے۔ چہرے پر خراش ناخن جابجا ہے۔

یہ دیکھتے ہی بےتابانہ آگے بڑھے۔ وہ شیر جو بندھا ہوا تھا حملہ آور ہوا۔ شہزادے نے لوح کو دیکھا لکھا تھا کہ لوح سر پر اس شیر کے لگا دے' پھر قدرت خدا کا تماشا دیکھ لے۔

شہزادے نے جب وہ زنجیر توڑ کر طمانچہ تیار کر کے آگے بڑھا لوح کو اس کے سر پر مارا اور وہ قلا بازی کھا کر گرا اور پھٹ کر ہلاک ہو گیا۔

شہزادے نے بڑھ کر زنجیر توڑ کر پائے ملکہ کو دفع کیا اٹھ کر گلے سے لپٹ گئی۔ دونوں بلک بلک کر رونے لگے۔ منہ اشکوں سے دھونے لگے۔ غم فراق زبان پر لائے۔ اپنے اپنے دکھڑے سنائے آنکھوں سے دریا بہائے۔

بغل کھول کر پھر تو آپس میں مل
وہ رویا کیے دیر تک متصل

بیاں دونوں اپنا جو کرنے لگے
دُر اشک سے چشم بھرنے لگے

گلے مل کے رونے لگے زار زار
کیا اپنے تن من کو اس پہ نثار

یہ اس تخت کے گرد پھرنے لگا
بلا اس کی لے لے کے گرنے لگا

کہی سرگزشت اپنی اس دم تلک
کہ اس طرح پہنچے ہیں ہم تم تلک

ادھر اشک خونیں ادھر چشم نم
اسے اس کا غم اسے اس کا غم

نہ وہ رنگ اس کا نہ وہ اس کا حال
تن زرد زرد اور رخ لال لال

بہم وہ خزاں دیدہ گلزار سے
ملے جیسے بیمار بیمار سے

آخر سب نے عرض کیا کہ بی بی سب فراق جامع المتفرقین نے مبدل بہ سحر وصال کی۔ اب خدا تم کو نہ روئے۔ یہ روز جدائی خدا تم کو نہ دکھائے۔ اب خوشی کی باتیں ہوں۔ رونا دھونا موقوف کرو۔

بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
خدا پھر ملائے نہ تم کو کبھو

حاصل مرام ملکہ گلعلم ہمراہ شہزادہ روانہ ہوئی اور محل میں پہنچ کر حمام میں گئی۔ نہا دھو کر باہر آئی اور لباس و زیور سے بعد تزئین و آراستہ ہو کر بہتر از لمعہ خورشید کی حسن چمک ضیائے مہر کو شرمندہ کرتی۔

دوبارہ کیا اس نے اپنا سنگار
چمن میں نئے سر سے آئی بہار

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے

نہانے سے نکلا عجب اس کا روپ
نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ

جلانے کو عاشق کے دکھلا پھبن
لیا سرخ اس گل نے جوڑا پہن

اسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
تصویر میں ہو سرخ جس کے قیاس

بھبھوکا سا تن اور مہ کی دمک
کہ جوں شعلہ آتش سے اٹھے بھڑک

کنول وہ اٹھی ہوئی چھاتیاں
بھری اپنے جوبن میں اترائیں

گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک
تراشے کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک

وہ کنچن سی اس میں کچیں لال لال
بھری رنگ سے قمقمے کے مثال

نیلاہٹ وہ بھنی کی اس سے نمو
کہ جوں سرخ چہرے پہ خال کبود

شہزادہ سے آئینہ عقد ہو چکا تھا اور خیمہ شہزادے سے ملکہ کو آئینہ پکڑ لائی تھی۔ اس وقت ملکہ کے پاس آ کر شہزادہ خلوت آتا ہوا اور دیر تک جلسہ انبساط رہا۔ جام شربت وصال پیا۔ پھر برآمد ہو کر ہمراہ مخزات اتالیوں کو کوٹھے جا کر کھلوائے اور جائزہ اسباب لیا۔ چالیس ہزار خشتاں زریں بادلہ کار اور بار گلو آئینہ یعنی آبگینے کی اور دنگل اور اسلحہ اور مرکب اور پانچ ہزار قرابے زر سرخ و جواہر کے اور کئی سو جوڑیاں نقاروں کی سیمیں و طلائی اس میں سے نکلیں اور ایک صندوق میں سے دو تلواریں ملیں۔ ایک کے قبضے پر لکھا تھا کہ اس تلوار سے قضا ملکہ نازک چشم کی ہے اور دوسری تلوار قاتل ساحراں جہان تھی۔ اس صندوق میں چار تلواریں تھیں۔

پہلے بیان ہوا کہ ایک ملکہ بلور بہر قتل سحار طلسم لے گئی تھی اور ایک موکل اسم کی پوشاک کے ہمراہ شہزادے کے پاس لے گئے تھے۔ جس سے آئینہ ماری گئی اب دو باقی تھیں وہ بھی ملیں۔ شہزادہ ان کے ملنے سے خوش ہوا اور دالانوں میں آ کر سامان

روانگی کیا۔ سب مال طلسم بار کرا کر مع خیمہ و خرگاہ آپ بھی قاصد روانگی ہوا۔

ملکہ بلور کو اس جگہ کی سلطنت سپرد کر کے امیر سے خلعت حکومت دلوایا۔ تاج شاہی پہنچایا اور رنگین کو افسر کیا۔ شعلہ وار کو نائب بنایا۔ لوصار کو مشیر سلطنت مقرر کر کے ملہ خنچل اور سیارہ کو خلعت دے کر حکم دیا: "قلعہ نرگس کوہ میں جا کر پدر بزرگوار شہزادہ قاسم کو مژدہ فتح دیں اور ملکہ صنوبر کو ان کے ہمراہ سمت لشکر اسلام روانہ کریں۔"

خنچل حسب ارشاد مع سیارہ روانہ ہوئی۔ یہاں شہزادہ قاسم اترا ہوا تھا کہ یکا یک سمت طلسم آئینہ اندھیرا ہو گیا اور غبار سیاہ اٹھا۔ صدائے مہیب آئی۔ بعد کچھ دیر کے وہ ہنگامہ رفع ہوا اور پہاڑ وغیرہ نظر سے غائب ہو گئے اور میدان نظر آنے لگے۔

قاسم نے عقیل سے کہا: "کہ شاید طلسم آئینہ ٹوٹ گیا اور فرزند میرا فتح یاب ہوا۔ یہ فرما رہا تھا کہ سیارہ اور خنچل نے آ کر مژدہ فتح دیا۔ قاسم نے سجدہ شکر کیا اور جلد از جلد کار سازی لشکر فرما کر ملکہ صنوبر نرگسی چشم کو ہمراہ لے کر مع سیارہ حشم و خدم کوچ فرمایا۔

پس اس جلد جلال سے سمت لشکر اسلام روانہ ہوا اور اس طرف ایرج نے چند ساحروں کو حکم دیا اور لشکر اسلام جس جگہ اترا ہے۔ وہاں وہاں سے اشقر لے آؤ۔

رنگین نے عرض کیا: "اشقر صحرا میں ہو گا کیونکہ جب میں امیر کو اٹھایا لایا تھا تو لشکر پر بڑی تباہی تھی۔"

یہ کہہ کر سب حال ابتری عسکر نصرت انجام اسلام بیان کیا۔

شہزادہ کو غصہ آیا اور جلد درستی لشکر کے مرکب پر سوار ہوا امیر کو ایک تخت پر سوار کر کے ساحروں نے اس تخت کو اڑا دیا۔ یہ اس لئے کہ جب امیر پردہ قاف پر گئے تھے اور اشکس دیو اور لاپتہ سا پری کہ اشقر کے ماں باپ تھے اور ان کو ملکہ اسماں پری نے اس جرم میں قتل کیا کہ وہ دونوں امیر کو پردہ دنیا کی طرف لائے تھے۔

پس جب وہ مارے گئے تو اشقر کو امیر نے اپنا بیٹا کیا۔ اور اس سے وعدہ فرمایا کہ

سوا تیری پشت کے اور کسی پر میں سوار نہ ہوں گا۔ چنانچہ ایک بار امیر تحمل کندھو پر سوار ہوئے تھے تو اشقر خفا ہو کر دریا میں گر گیا تھا اور جب کنارے نکلا تو مادیان بحری سے جفت ہو گیا۔ اس سے بچہ پیدا ہوا کہ بن اشقر کو جو شہزادہ ایرج کو ملا ہے۔ حال اس کا نوشیرواں نامہ اور ایرج نامہ کے دفتروں میں درج ہے۔

غرضیکہ شہزادہ بہ تمکنت وہ جلو اس عظمت سے چلا کہ آگے آگے فیلان پرالم جلو دکھاتے اور کئی سو نقارے بجتے بیچ میں مرکب پر یہ شہریار بہادروں کے پرے سواران طلسم ہمراہ بارگاہ لئے خزانہ کا منہ کھلا علم شیر پیکر کا سر پر سایہ شاپور عیار رکاب تھامے ہنس کر باتیں کرتا۔ صدائے طرقوا پیدا ہوتا۔

اس طرف سے شہزادہ قاسم اور اس جانب سے یہ دونوں سمت اصفہان روانہ ہوئے۔

ادھر اہل اسلام کا حال سنیے کہ رات بھر پہاڑ پر کھڑے رہے جب کہ خاور سے آفتاب نے سر بلند کیا اور توسن فلک پر سوار ہو کر فوج سیارگان پر حملہ آور ہوا کہ صبح ہوتے ہی نازک چشم و جا فوج گراں سوار ہو کر سامنے پہاڑ کے آئے اور دیکھا کہ چار سمت اندھیرا چھایا ہے۔ خسیار بھی گھاٹیاں چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ پہاڑ پر سے رونے کی صدا آتی ہے۔

یہ حال دیکھ کر فوج کو حملہ کرنے کا حکم دیا اور سحر سے ایسا دھواں تیز کر دیا کہ پہاڑ پر فوج چڑھتے بھی نظر نہ آتی تھی اور ساحرہ خود بھی مع گروہ ساحران اڑ کر چلی کہ سب کو کا باندھ لاؤں۔

غرضیکہ سامری جمشید کے نعرے بلند کر کے فوج نے دھاوا کیا۔ پہاڑ سے عیاروں نے بارگاہ سلیمانی درختوں میں نصب کر کر چھپرا اور تیر مارنے شروع کیے اور سب نے بلبلا کر استغاثہ بہ درگاہ بے نیاز کریم کارساز کیا کہ

تیرا آسرا ہے ہمیں اے رحیم
بچا لے ہمیں دشمنوں سے کریم

دعا کرتے ہی از حکم عزیز بے بدل و برضائے سبحان لم یزل دامن دشت سے گرد اڑی کہ سپہر دوار تیرہ و تار ہو گیا۔

نازک چشم گرد کو دیکھ کر رکی اور بختیارک نے ہاتھی پر کھڑے ہو کر گرد کی طرف دیکھ کر کہا: "آئیے آئیے۔ بسم اللہ بسم اللہ بہت اس ساحرہ قحبہ نے سر اٹھایا ہے' ماتی ہی تمہیں واصل جہنم اس کو فرمائیے۔

لقا نے یہ سن کر کہا: "شیطان کیا بکتا ہے۔"

اس نے کہا: "جلدی بھاگیے' وہ آ گئی تقدیر پلٹ گئی نازک چشم ماری گئی۔"

یہ کہہ رہا تھا کہ نازک چشم اس کے قریب آئی اور کہا: "ملک جی' کیا بکتے ہو۔"

اس نے کہا: "آج تک تمہاری زندگی تھی آج تم مردہ ہوا اگر بچ جاؤ تو مجھ کو شیطان نہ کہنا۔ مسلمانوں پر کبھی ایسی آفت نہ آئی تھی جو اب آئی۔ آخر ان کی خدا نے مدد کی۔"

اس گفتگو میں یکایک دامن گرد شگافتہ ہوا اور شہزادہ قاسم نظر آیا کہ زرہ یاقوت زرنگار پہنے جیسے آفتاب تاباں میاں شفق نمایاں مرکب کو کلل اڑاتا برچھا ترچھا کنوتی پر مرکب کے رکھے۔ ترکش مثل دم طاؤس برابر کر کے لگا کمان کیانی سے دوش پر یہ ثابت کہ آفتاب برج قوس میں آ گیا ہے بلکہ کمانہ چرخ کبود اس پر قربان ہوا ہے۔

پس پشت سواروں جرار عقیل وفادار آتے ہیں۔ نعرہ زن ہوا: "اے فرقہ ساحراں اشرار دست خودرا نگہدارک ہادم رسیدہ ایم۔"

یہ کہہ کر مرکب اٹھا کر فوج پر آ پڑا۔ تلوار کھنچی' بجلی چمکنے لگی۔ سر برسنے لگے پہلے ہی حملہ میں بہت ساحر واصل جہنم ہوئے بختیارک نے ساحرہ سے کہا: "کیوں ملکہ دیکھا

کہ اب مسلمانوں کی مدد آنے کا پتا لگ گیا۔ خیریت اسی میں ہے کہ بھاگ چلو۔"

نازک چشم پر یہ کلمات سن کر غضب طاری ہوا، اور خود آگے بڑھی۔ فوج کو للکارا۔

ادھر سے قیماس خان و الماس خان وغیرہ سردارانِ شہزادہ آ پڑے۔ تیر جگر دوز و خنجر جانستان و تیغ گلوگیر کے وار شروع ہوئے۔

نازک چشم تڑپ کر پردے ہوا گئی اور پکاری: "اے قاسم تیرے دادا کو میں بھگا چکی ہوں اور سب سردار پکڑ لئے ہیں تو میرا کیا کر لے گا۔"

شہزادے نے یہ کلمات سن کر ایک خار خدنگ دل دوز اس پر لگایا کہ اس کے سینے پر پڑا۔ مگر اچٹ گیا اور وہ جو تڑپ کر وہاں سے گری شکل بلائے ناگہانی قاسم پر آئی اور پنجہ میں داب کر لے اڑی۔ لشکر میں لائی۔ قید سحر میں جکڑا کر کے بیہوش کر دیا اور پھر آگے بڑھ کر ایسا سحر کیا کہ دھواں اس لشکر پر بھی چھا گیا۔ اور ہر ایک مبارز پاگل ہو کر اپنے مقام پر کھڑا رہ گیا۔ سوجھنا بھی آنکھوں سے موقوف ہوا۔ پس اس نے اپنے لشکر کو جنگ سے منع کر کے حکم دیا کہ ذرا تامل کرو۔ وہ سب رکے۔

اس نے قاسم کو سامنے طلب کر کے کہا: "اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ خدا وند کو بامات سجدہ کر۔"

قاسم نے زبان لعن و طعن کھولی۔ اس نے جھلا کر پھر قید کیا اور ایک ساحر کو سامنے پہاڑ کے بھیج کر کہلا بھیجا کہ اہل کوہ سے کہو کہ حاضر ہو کر اطاعت کریں۔ بادشاہ سلام کے اگر سجدہ کرنا منظور کریں تو خداوند ان کی بڑی عزت و حرمت فرمائیں گے اور ملک و مال عطا کریں گے۔"

وہ ساحر روبرو کوہ جا کر پیام گزار ہوا۔ یہاں قاسم کی آمد دیکھ کر عیار خوش ہوئے تھے اور سمجھے تھے کہ شہزادہ کوئی تحفہ طلسم لایا ہو گا اور ساحرہ کو قتل کرے گا۔"

یہ سمجھ کر بادشاہ اور کرب کو ہوشیار کیا۔ بادشاہ یہ سانحہ دیکھ کر آمادہ ہو کر چاہتے تھے کہ پہاڑ سے نیچے اتریں کہ اس وقت خبر گرفتاری قاسم پہنچی۔ نہایت رنج و صدمہ ہوا۔ اس اثنا میں پیام ساحرہ شاہ کو پہنچا۔

فرمایا جواب ان باتوں کا سخت اور اور درست لکھ کر تیر میں باندھ کر نیچے پھینک دو۔"

نامہ تیر میں باندھ کر بجواب ان کلمات کے پھینک دیا مضمون یہ تھا۔

“او قحبہ تو کیا کہتی ہے' میں لقا پر لعنت کرتا ہوں اور خدا پر شاکر ہوں۔ انشاء اللہ عنقریب تو ماری جائے گی۔"

غرض جب یہ جواب ساحر نے جا کر نازک چشم کو دیا وہ آمادہ حرب کھڑی ہوئی تھی۔ پھر فوج کو درست کر کے چلی اور ادھر عیاروں نے عرض کیا: “اے بادشاہو بارگاہ سے باہر نکلنے کا راستہ نہیں ہے۔ دھواں سحر کا چھایا ہے۔ پہاڑ سے اتر نہ سکیں گے۔ باہر نکلتے ہی گرفتار ہو جائیں گے اس سے لازم ہے کہ یہیں اس قحبہ کو آنے دیں اور اسی جگہ سے لڑیں۔"

شاہو اور کرب یہ سن کر مجبور ہوئے کہ واقعی جب پہاڑ کے نیچے نہ جا سکے تو پھر باہر نکلنا بیکار ہے۔ اس سے یہی ہوش و حواس کے ساتھ رہیں اور اور جب لوح یہاں آ جاوے تو اپنی جان دیں۔"

فی الجملہ یہ تو آمادہ مرگ یہاں ٹھہرے اور زیر کوہ لقا نازک چشم شاداں و فرحاں آ کر حملہ آور ہوئے۔ پھر وہی آفت برپا ہوئی کہ ساحر پہاڑ پر چڑھنے لگے اور عیار پتھر لگاتے تھے عورتیں دعا کر رہی تھیں کہ یکایک صحرا سے گرد اٹھی۔

مختیارک پکارا: “اے دیکھو' اجل کا پیغام دم بہ دم آتا ہے۔ لوگ کہے دیتے ہیں کہ اب کی ستارہ تمہارا گردش کھا گیا ہے۔ تمہارے لئے فنا ہے۔"

نازک چشم نے کہا: “تو شیطان ہے۔ یونہی بیہودہ بکتا ہے یہ کہہ رہی تھی کہ آ کر اس گرد کو ہوا نے برطرف کیا اور سامنے سے سواری تہمتن خدا پرستاں شہزادہ ایرج نوجوان کی پیدا ہوئی کہ مرکب طلسمی زیر ران بکھری کرتا' طرار سے بھرتا آتا ہے پشت پر فوج کثیر کا مجمع ہوا۔ ایک جوان چلتہ پوش چار آئینہ بند دوش بدوش رواں شاہوار عیار کاب تھامے باتیں کرتا آتا ہے۔ جب قریب پہاڑ کے پہنچا۔ سامان جنگ دیکھ کر سمجھ گیا کہ اہل اسلام پر وقت تنگ ہے۔ پس ایک نعرہ کوہ شگاف بلند کیا۔

یہ نعرہ کر کے تیغ کھینچ کر لشکر عدو پر آ پڑا۔ اس کے ساتھ فوج طلسمی ہے۔ مار تلوار سے تہلکہ ڈال دیا۔ سنان ہائے نیزہ اس تاریکی دور سحر میں لسان انجم چرخ جور و چمکتی تھیں۔ دم میں نفس تن میں پھڑکتی تھیں۔ تلوار کی زبان خون کی پیاسی تھی۔ زبان تیر لب سوفار بچاتی نظر آتی تھی۔ چہرے مبارزوں کے خاک پر خون میں آلودہ کٹے پڑے تھے۔ مصور مرگ نے نگارستان جنگ میں خاکے کھینچے تھے اور روئے زمین مرقع خانہ تھا زندگی پر حرف آنے کا بہانہ تھا۔ تقدیر کا لکھا یاوری شمشیر آگے آیا تھا۔ موت کے کنکھیوں پر زبردستوں کو چلنا پڑا تھا۔ لوح پیشانی خط غبار سے لکھی گئی تھی۔ طغرا نگار اجل نے حیات کی مد کی کشش مختصر کھینچی تھی۔ قضا کے دائرہ میں نقطہ وار ہر ایک گھیرا تھا۔ فوج کے لام کو الف تیغ سے الف بنا کر لا یعنی نیست کر دیا تھا۔ جوانوں کے چہرے جو دفتر شجاعت میں صاد تھے۔ وہ نون لئی نے نقطہ کر دیئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ کشتوں سے کلک شمشیر نے صفحے درست بھر دیئے تھے۔ دامن صحرا میں سروں کے نقطے دیئے تھے۔

اسی گرمی حرب میں نازک چشم بغیظ و غضب تمام ایرج پر آ پڑی اور ایک نارنج پڑھ کر مارا شہزادے پر بسبب لوح اور تیغہ وغیرہ کچھ اثر نہ ہوا۔ نارنج شق ہو کر الگ گرا۔

شہزادے نے وہ تلوار جس سے اس کی قضا بغیر تیغ طلسمی نہیں ہے یہ میرا کیا کرے گی۔ پس اس نے سر اپنا سامنے کر دیا گیا قضا کو سر آنکھوں سے قبول کیا۔ سر تسلیم جادو فرمان رگ پر رکھا۔ شہزادے کی تلوار جو سر پر پڑی۔ ٹانگوں سے نکل گئی۔ العیاذ اللہ زمانہ میں آفت عظیم آئی۔ وہ سیاہی جو عالمگیر ہو رہی تھی دفعۃً غائب ہو گئی اور آسمان سے تیر برسنے لگے۔ شور قیامت خیز برپا ہوا۔

بختیارک پکارا: "واہ واہ کیا کہنا" ہاتھ کی صفائی اس کو کہتے ہیں کہ تسمہ بھی لگا نہ رکھا۔ خداوند جلد تدبیر کچھ کیجئے نہیں تو یہی حال آپ کا بھی ہوا چاہتا ہے۔ نواسہ حضور کا

بہت ہٹ چمٹ نظر آتا ہے لقا نہایت رنجیدہ ہوا اور سوفار کو للکارا کہ لے اس بندہ بے ادب کو آگے بڑھا اور بغضب بسیار للکار کر قریب شہزادہ آیا اور ایک ناریل مارا شہزادہ پر تو اثر نہیں کرتا ہے۔ وہ بھی سحر خالی گیا۔ اس نے ترسول مارا شہزادے نے رد کر کے کمر میں ہاتھ دے کر اس کو اژدر پر سے اٹھا لیا اس وقت فوج کو ہی اور ساحران وغیرہ لقا نے نہیب دی کہ ہاں روکو اس کو وہ سب جھپٹے ادھر سے عیاران عمرو میدان مروتن کے خریدار جان کے خواہاں دوڑ کر لٹ پٹ ہو گئے ہلچل پڑ گئی بڑھ جھکڑے سے تلوار چلنے لگی لیکن ساحرہ کے مرنے سے تاریکی جو واقع ہوئی عیار پہاڑ پر سمجھ گئے کہ ساحرہ دار البوار میں پہونچی بادشاہ کو مژدہ دیا۔ بادشاہ مع کرب اور جو سپاہ کربلائے کی موجود تھی اس کو ہمراہ لے کر پہاڑ پر سے اتر آئے اور اس عرصہ میں تخت پر امیر سوار آ کر پہونچے اور مارے جانے سے ساحرہ کے وہ بھولی جاتی رہی اسم اعظم یاد آیا۔ پس یہاں پہونچ کر ایک نعرہ کہ ﷻ اللہ اکبر کا کیا نعرہ صاحبقران کی صدا چونسٹھ کوس جاتی ہے اشقر نعرہ سن کر صحرا سے دوڑا اور خدمت امیر میں آیا۔ امیر سوار ہوئے اور لڑنے لگے۔ جگر تا نو ماجرا سنیے کہ سرداران اسلام جو نہات دہات سے یعنی پہلے ساحر شل اخگر و عقاب و سنت وغیرہ کے ہاتھ سے گرفتار ہوئے تھے اور سب کو ای قبہ ساحرہ نے اپنے سحر میں کر لیا تھا اور خود بھی سرداروں کو مقید کیا تھا۔ چنانچہ اس کے مرتے وہ سب ہوشیار ہو گئے اور قید سحر ان کے جسم سے دور ہو گئی پس اصلی قید توڑ توڑ کر وہ باہر نکلے اور جو عیار قید تھے وہ بھی چھوٹ گئے اور بحر حفاظت مقام مرود گلہ پر ساٹھ ہزار سوار ناذک حشر چھوڑ آئی تھی۔ ان پر جا پڑے اینکہ یہ سردار دیو بند و دیو کش ستم سے کہیں بند کرتے ہیں۔ وہ سپاہ تاب جنگ نہ لا سکے۔ بھاگ کھڑے ہوئے یہ بھی ان کے تعاقب میں چلے اور لقا کے لشکر میں سردار سب شریک اپنے لشکر کے ہوئے اور اتنا کہا گیا تھا کہ ناذک چشم سے جب بادشاہ نے شکست کھائی تھی تو اس نے وہ لوگ جو میدان میں بیہوش اور ذبحا' ہو گئے تھے ان کے

گرد احاطہ سحر کر دیا تھا۔ الحال وہ احاطہ سحر بھی دفع ہو گیا اور لشکری ہوشیار ہو کر چلے اور آ کر زیر کوہ شریک رزم ہوئے۔ اور لشکر قاسم و مقبل جو ابھی تازہ تازہ گرفتار ہوا ہے۔ وہ بھی لڑنے لگا شہزادہ قاسم بھی قید توڑ کر نکلا۔ اس ہجوم کے ہوتے ہی لشکر ساحر باقی ماندہ فرار ہوا۔ اور بختیارک نے فیل بان کی پگڑی اچھال دی کہ اسے جلد ہاتھی بھگا کیا خداوند کو قتل کرائے گا فیل بان نے ہاتھی بھگایا اور فوج نے بھی جھرمٹ کھلایا بھگدڑ لشکر مخالف میں پڑی اور اسلامیوں کی فوج پیچھے چلی ایرج نے سوار کو حوالہ شاپور عیار کیا کہ اس نے اس کو حجاب کے بیہوش کیا اور میں سوزن و بیسے کر مقید کر کے لشکر میں رکھا۔ شہزادہ زد و کشت کرتا ہوا۔ عقب لشکر حریف چلا تھا پہلی ہی اس جگہ آیا کہ جہاں اہل اسلام کا لشکر تھا کیونکہ یہ مقام بھی یہ قبضہ میں کر چکا تھا۔ غرضیکہ وہاں پہونچ کر ٹھہرنا چاہا تھا کہ وہ فرخ نظر در موج نے آتے ہی حملہ کیا یہ پھر بھاگا اور اپنے مقام فرود گاہ پر آیا یہاں پڑاؤ پر بھی نمانیان و دیدار نے پڑنے لیا۔ اس جگہ کو بھی چھوڑ کر فرار ہوا۔ اور قلعہ عقیق کوہ کے اندر چلا گیا۔ اہل اسلام نے تا بہ قلعہ پیچھا نہ چھوڑا جب یہ قلعہ میں جا چکا اور در قلعہ بند کر لیا پل پنجہ اٹھوا لیا۔ اس وقت اہل اسلام پھرے اور اس اردو پر آ کر گرے تا دیر بارگاہ و بازار دین و خیام وغیرہ لوٹے بعد غارت وغیرہ کے آتشوں میں لگا دی۔ اور بفتح و فیروزی اپنے مقام خیمہ گاہ پر آئے بارگاہ سلیمانی پہاڑ سے منگوا کر استادہ کی ناموس امیر و سرداران بھی داخل ہوئے۔ امیر بادشاہ و جملہ سردار بارگاہ سلیمانی میں رونق افروز ہوئے۔

○○○

زنار جادو

بادشاہ نے تخت پر جلوس فرمایا اور حکم دیا: "بازار میں لشکر کی آراستہ ہوں۔" اسی وقت منادی نے ندا کی ڈھنڈورا پٹا کہ خلق خدا کی' ملک بادشاہ کا صاحبقران بہادر کا دشمن بھاگ کر قلعہ بند ہوا۔ در امن و امان کھلا ہے۔ اہل اسلام جہاں جہاں چھپے ہیں۔ وہ آئیں اور آرام سے مسکن گزیں ہوں۔ ساحر فی النار ہوئے۔

یہ صدا سنتے ہی فوج جو شتاب جہاں میں پنہاں تھی آنے لگی۔ اس عرصہ میں معلیائے انجم جو بارگاہ چرخ سے بخوف مہر درخشاں فراری تھی پھر کر آباد ہوئی اور بازار فلک کی رونق افزائی سے زیادہ تر نظر آئی۔

اسی رات بھر میں وہی سامان جو پہلے تھا۔ درست ہو گیا بازار مکلیں معلیا پھر آباد ہوئی۔ خلقت دلشاد ہوئی۔ سب سردار حمام کر کے لباس فاخرہ پہن کر بارگاہ میں رونق افروز ہوئے۔ گل میں ہر گل رت جگے اور کونڈے محفل وغیرہ ہونے لگیں۔ لاکھوں روپیہ کا تصدق اتر گیا۔ آپس میں گلے مل کر مبارک باد دیتے تھے۔ دربار میں بادشاہ سے جشن ہونے کا حکم دیا۔ طائفے رقاصہ کے حاضر تھے۔ ساقیان گلعذار جام لے پلاتے تھے۔ مجرا النا نغمہ عشرت سناتے تھے۔

خوشی میں کیا یاں تلک تار نثار
تھے ایک دنیا تھا تختے ہزار

جہاں تک کہ سازندے تھے ساز کے
دھنی دست کے اور آواز کے

لگے گانے اور ناچنے ایک بار

جہاں تک کے تھے گائک اور تنت کار

لگے بجنے قانون و بین و رباب
بہار ہر طرف ہوئے عشرت کا آب

لگی تھاپ طبلوں کی مردنگ کی
صدا پہنچی ہونے لگی چنگ کی

کمانچوں کو سارنگیوں کو بنا
خوشی سے ہر اک ان کی طرزیں ملا

ستاروں کے پردے بنا کر درست
بجانے لگے سب وہ چالاک و چست

کئی روز تک یہی جلسہ برپا رہا اور اسی زمانہ عشرت آگیں میں امیر نے سوفار کو سامنے طلب فرمایا اور ستون بارگاہ شاہی سے بندھا کر سوال اسلام کیا۔ اس مکار و غدار نے اشارے سے اقرار کیا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔

امیر نے سوزن زبان سے نکلوا لیا اور کھلوا دیا۔ وہ دوڑ کر قدم اقدس پر گرا اور عرض پرا ہوا کہ جو آپ کے دین میں آئے کیا کہے۔"

امیر نے کلمہ طیب ارشاد کیا۔ یہ دل میں کینہ رکھ کر طوطے کی طرح کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا۔ امیر نے اس کو خلعت دیا۔ یہ بھی رہنے لگا۔

اس طرف لشکر سوفار رنجیدہ و پریشان حال قلعہ میں کئی روز تک ساکن رہا۔ جو جو فرار ہو گیا تھا وہ بگھیلے دس پانچ روز میں پھر آ کر جمع ہوئے اور لاکھوں مارے گئے تھے جو بچے تھے جب وہ آ چکے تھے تو سلیمان نے خداوند کو تسکین دی اور پھر عرضی افراسیاب

کو لکھی۔ اس میں حملہ کوائف جنگ درج کر کے تاکیداً درخواست کی کہ بہر امداد خداوند بہت جلد کسی کو بھیجے کیونکہ یہاں کوئی باقی نہیں رہا۔ سفار بھی زندہ گرفتار ہو گیا ہے اور یہ بھی ترقیم کیا کہ در صورت عدم صدور رسائی عتاب خداوند کا ڈر ہے کہ خداوند آج کل ہم بندوں سے ناراض بہت ہیں۔

غرضیکہ اسی عرضی کو حسب دستور پہاڑ پر رکھا کر نقارہ بجوا دیا۔ پنجہ عرض اٹھا لے گیا۔ سب لقا پرست با انتظار جواب عریضہ مستور بیٹھے لیکن سفار جو بمبکاری مسلمان ہوا ہے اس کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

کہ امیر نے اس کا بڑا مرتبہ کیا ہے خیمہ زر بفتی رہنے کو ملا ہے۔ تجویز یہ ہے کہ بادشاہ جشن سے فرصت پائیں تو کوئی ملک حضور سے کہہ کر اس کو دلوائیں ادھر تو یہ پرورش ہے۔

مگر اس نے یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کئی روز کے بوجہ جشن جاگے ہوئے تھے۔ ایک خیمہ میں آ کر آرام پذیر ہوئے۔ پس موقع نے پایا۔ قریب خیمہ آ کر ایسا سحر پڑھا کہ خادم خدمت گار بیہوش ہو گئے۔ یہ اندر خیمہ کے آیا کیونکہ بادشاہ اس لئے بارگاہ سلیمانی سے الگ آئے تھے کہ وہاں مجمع زیادہ ہے نیند نہ آئے گی۔

فی الجملہ اس نے سحر سے شعلہ کو بھی بیہوش کیا اور پنجہ میں داب کر اڑ گیا۔ اپنے لشکر کی طرف یہ سوچ کر گیا کہ عیار پتہ لگا لے جائیں گے۔ صحرا میں سیدھا آیا اور ایک پہاڑ دورے میں غار تیرہ و تار دیکھ کر اس میں شعلہ کو رکھا اس یوسف مصر سلطنت کے غار میں پہنچنے سے وہ غار یا تو بسان دیدہ یعقوب اندھا تھا یا روشن ہو گیا اور اس گنجینہ گنیز صاحب قرآنی کو اس ماخونخوار نے اس طرح مخفی کیا کہ بماو سنگدلی ایک پتھر ایک پتھو دشمن غار پر رکھ کر بند کر دیا اور ایسا سحر کر دیا کہ وہ غار نظر موہوم سے نہاں ہو گیا۔ پھر آپ لشکر اسلام میں آ کر اپنی جگہ پر رہنے لگا۔ وہاں رات بھر خدمت گار وغیرہ بیہوش پڑے رہے۔ جب غار مشرق سے شعلہ خاور نکلا اور ہر ایک انجم فلک نشیب عدم میں بطور شعلہ اسلام مخفی ہوا۔

صبح کو سوفار نے یہ سحر پڑھا کہ خادم ہوشیار ہوئے اور اندر خیمہ کے گئے بادشاہ کو پلنگ پر نہ پایا۔ شور و غوغا مچا لشکر میں غلغلہ ہوا۔ محلات میں جب خبر گئی کہرام پڑ گیا۔ امیر یہ حال سن کر بیقرار ہو گئے تخت سلیمانی پر غش پڑ گیا۔ سردار و عیار سب پچھاڑیں کھانے لگے۔

ہوا گم وہ یوسف پڑی یہ جو دھوم
کیا خادمان محل نے ہجوم

کہا شہ نے واں کو مجھے دو بتا
عزیز و جمال سے وہ یوسف

بتایا پتہ وہ محل سے گیا
کہا ہائے بیٹا محل سے گیا

عجب بحر غم میں ڈبویا مجھے
غرض جان سے تو نے کھویا مجھے

کروں اس قیامت کا کیا میں بیان
ترقی میں ہر دم تھا شور و فغان

شب آدھی وہ جس طرح سو گئی
رہی تھی جو باقی وہ روتے گئی

امیر نے بعد جزع و فزع بسیار کے عیاروں کو بلا کر تاکید شدید فرمائی کہ جلد بادشاہ اسلام کی خبر لاؤ۔ عیار بغرض عیاری روانہ ہوئے اور صورتیں بدل کر قلعہ ختن میں گئے

کیونکہ قلعہ کا دروازہ بختیارک نے کھلوا دیا تھا۔ یہ جانتا ہے کہ امیر قلعہ پر حملہ نہ کریں گے اور انتظار طبل جنگ بجے کا فرمائیں گے۔

غرضیکہ پہرا چوکی دروازہ پر تھا۔ عیار اہل حرفہ و پیشہ کے ہمراہ جب قلعہ میں گئے۔ خدائی پر بیٹھا تھا۔ سردار حاضر دربار تھے۔ مگر کچھ ذکر گرفتاری بادشاہ اسلام نہ تھا۔ عیاروں نے ہر طرف اس قلعہ میں چرخ مارا ایک آدمی سے اجنبی بن کر پوچھا بھی' مگر کہیں سراغ نہ لگا۔ سمجھے کہ قلعہ میں کوئی نہیں لایا۔ ناچار جس طرح گئے تھے اسی طرح پھر آئے اور کوہ و دشت وغیرہ سب چھان ڈالا۔ جب کہیں پتہ نہ لگا مجبور ہوئے اور عرض کی کہ کہیں سراغ نہیں ملتا۔

امیر نے فرمایا: "پانچ ہزار اشرفی انعام میں دوں گا جو پتہ لگائے گا۔" قاسم نے فرمایا کہ ایک ہزار اشرفی میں بھی دوں گا اور اسی طرح سب سرداروں نے دینے کا وعدہ فرمایا۔

چالاک عیار نے کہا: "یا امیر کچھ اشرفیوں پر کیا ہے ہمارے خود دل سے لگی ہے۔ میں تین روز کا وعدہ کرتا ہوں کہ پتہ لگاؤں گا اور اگر اس عرصہ میں پتہ نہ لگا تو میں بھی منہ نہ دکھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر بانہ ہائے عیاری لگا کر روانہ ہوا اور کئی روز تک ڈھونڈھتا پھرا۔ جب کہیں پتہ نہ لگا مایوس پھرا اور دل سے کہا: "تو تین روز کا وعدہ کر آیا تھا۔ اب کیا جا کر منہ دکھائے گا۔"

یہ سوچ کر ایک تختہ سنگ پر بیٹھ کر فکر کرنے لگا۔ آخر دل میں یہ خیال گزرا کہ سفار لشکر اسلام میں تازہ وارد وہی اور پیشانی اس کی کچھ تاریک نظر آتی ہے کیا عجب ہے کہ محبت لقا و سامری وغیرہ کی اس کے دل سے گئی نہ ہو۔ ذرا چل کر اس سے تو پوچھ دیکھو' تو کہ کیا ہوتا ہے کہ۔

سے کوئی سروکار نہ رکھئے۔"

صنعت نے ہنس کر کہا: "میں جمشید کے باغ میں رہتا ہوں اور مجھ کو اکثر خداوند درشن دکھاتے ہیں۔ غرضیکہ مجھ کو سب کے دل کا حال معلوم ہے اور کل تک خداوند دھوکا تھا۔ کل مجھ سے فرمایا کہ میں بندہ خاص مسلمان ہو گیا تھا۔ مگر تمہیں وہ بادشاہ اسلام کو پکڑ لایا ہے مسلمان ہو گیا تھا مگر تمہیں وہ بادشاہ اسلام کو پکڑ لایا ہے مسلمان نہیں ہوا ہے تدبیر میں اپنے دین افزائی کے ہے تم جاؤ اور اعتقاد کے درست اور ہماری محبت کے پتلے سے ملاقات کرو۔ پس میں بنا بر حکم خداوند تمہارے درشن کر آیا ہوں۔ واقعی تم بڑے مذہب کے رکھنے والے پختہ مزاج خاص بندے جمشید کے ہو۔ اس وقت خداوند اپنے باغ میں ہیں اور وہ باغ ایسا ہے کہ دو ہزار۔ دریا قدرت سے جمشید کی بہہ رہا ہے اور بارہ ہزار پہاڑ ایک جگہ آ گیا ہے۔ اس کے بیچ میں خداوند ایک مندر بنائے بیٹھے ہیں۔ اس مندر کی چوبیس ہزار گمٹی ہے۔ ہر ایک گمٹی سے ہزاروں شعلے اور لویں نور کی نکلتی ہیں۔ اور لاکھوں ستارے ٹوٹ رہے ہیں اور سامنے مندر کے جو درخت لگے ہیں ان میں پھل بصورت انسان ہیں ان درختوں کا جو پھل گرتا ہے طائران کر اڑتا ہے اور درخت پر بیٹھ کر نام سامری کا جاپ کرتا ہے۔ پس میں اسی جگہ کا رہنے والا ہوں تمہارے دل کا حال بخوبی جانتا ہوں اور سوائے اس کے تمام زمانے کا حال مجھ پر ہویدا و روشن ہے۔"

سوفار یہ باتیں سن کر دنگ ہو گیا اور سناٹے میں چپ بیٹھا رہا۔ چالاک سمجھ گیا کہ یہ حرامزادہ بادشاہ کو لے گیا ہے پس خفا ہو کر اٹھا اور کہا: "میں خداوند سے جا کر تیری شکایت کروں گا تو نے میری باتوں کا کچھ جواب نہ دیا' بلکہ مجھ کو دیوانہ سمجھا کہ میں بکا کیا اور تو چپکا بیٹھا رہا۔

سوفار نے کہا: "جو آپ نے فرمایا اس کا میں کیا جواب دوں۔ جانتا ہوں سب سچ ہے اور خداوند سب کے دل کا حال جانتے ہیں۔ کیونکر بیان کروں یہاں لاکھوں دشمن ہیں قول دینا اچھا نہیں۔ خیر جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا وہ دیکھ لیجئے گا کہ یہاں رہ کر میں

کرتا ہوں۔"

صنعت نے جواب دیا: "بہتر ہے نہ بیان کرو' مگر یہ چاہتا ہوں کہ شاہ کو باغ جمشیدی میں لے جا کر رکھوں کہ پھر کوئی اس کا پتہ نہ پائے' بلکہ تم جس کسی کو لشکر اسلام سے چرا لایا کرو' مجھ کو اس کے رکھنے کی جگہ بتلایا کرو میں وہاں سے لے جایا کروں۔"

سوفار نے یہ سن کر کہا: "اچھا تو ہے آپ شاہ کو لے جائیے۔ یہاں سے کچھ دور پر ایک غار ہے کوہستان میں اور بہت دہن غار پر ہے اسی بادشاہ بند ہے۔"

یہ کہہ کر کماحقہ پتا بتا دیا اور کہا: "وہ بے آب و دانہ مر گیا ہو گا۔ میں نے اس پر خاک جمشیدی چھڑک کر بیہوش کر دیا ہے اور غار نظر دوزم سے مخفی کر دیا ہے۔"

چالاک نے یہ سن کر چاہا کہ اس کو مار ڈالے مگر کچھ سوچ کر تامل کیا اور کہا: "میں جاتا ہوں' تم ایسا سحر پڑھو کہ مجھ کو غار نظر آئے اور پھر سرک جائے کہ میں بادشاہ کو اسی طرح بیہوشی سامنے خداوند کے لے جاؤں۔"

اس نے کہا: "اچھا جائیے آپ کو وہ مقام نظر آئے گا۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھ کر دستک دی اور آپ خیمہ میں چلا آیا صنعت چلا گیا اور اسی غار پر حسب نشان آیا پتھر اس کا ہٹایا بادشاہ کو غار سے نکالا اور کاندھے پر لاد کر بارگاہ میں لایا۔

امیر بارگاہ شاہی میں تھے جب بادشاہ کو اس حال میں پایا فرمایا: "بارگاہ سلیمانی میں لے چلو اور پانی اسم اعظم کا چھڑکو کہ حضور والا ہوشیار ہوں۔"

چالاک نے کہا: "آپ انہیں ہوشیار نہ فرمائیں جس نے انہیں بیہوش کیا ہے اسے بلوائیں۔ اگر بارگاہ میں جائیں گے اور ہوشیار ہوں گے تو ان کی رہائی کا غلغلہ ہو گا وہ مجرم ساحر بھاگ جائے گا۔ آپ انہیں چھپا رکھئے۔ سوفار کو طلب کیجئے۔"

امیر نے بادشاہ کو ایک صندوق جالی دار میں کہ ہوا لگتی رہے رکھا اور چوبدار بہر طلب بھیجا کہ اس نے سوفار سے جا کر کہا: "خداوند نعمت اس وقت امیر بہت خوش ہیں اور حضور کو یاد کرتے ہیں فرمایا کہ یہاں آؤ تو شب مہ کی کیفیت میں بھی دیکھتے جائیں

اور بادشاہ کو بھی ڈھونڈھیں۔"

سوفار یہ پیغام سن کر وہاں سے چلا اور جب خدمت امیر میں آیا۔ امیر نے خلعت دینے کا حکم دیا اور باعزاز تمام بٹھلایا اس اثنا میں چالاک وہی صنعت کی صورت بن کر سامنے آیا سوفار کے ہوش اڑ گئے گھبرا کر چاہا کہ بھاگ جاؤں چالاک نے کمند ماری کہ گردن اس کی پھنسی۔

امیر نے اسم اعظم باآواز بلند پڑھا کہ سحر نہ کر سکا چالاک نے سوتن زبان میں دیا اور ستون بارگاہ میں باندھ دیا۔ پھر صندوق سے بادشاہ کو نکالا اور کہا: "جلد ان کو ہوشیار کر۔"

اس نے تھوڑی خاک خوف جان سے نکال کر چھڑک دی کہ شاہ ہوشیار ہوئے اور ان کی تیمارداری ہونے لگی مگر سوفار سے سوال کیا گیا کہ اب کی بھی اگر بصدق اسلام قبول کرے تو بچ جائے۔

اس نے کہا: "اچھا جائیے آپ کو وہ مقام نظر آئے گا۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھ کر دستک دی اور آپ خیمہ میں چلا آیا صنعت چلا گیا اور اسی غار پہ حسب نشان آیا پھر اس کو ہٹایا بادشاہ کو غار پہ حسب نشان آیا پھر اس کا ہٹایا بادشاہ کو غار سے نکالا اور کاندھے پہ دھر کر بارگاہ میں لایا۔

امیر بارگاہ شاہی میں تھے جب بادشاہ کو اس حال میں پایا فرمایا: "بارگاہ سلیمانی میں لے چلو اور پانی اسم اعظم کا چھڑکو کہ حضور والا ہوشیار ہوں۔"

چالاک نے کہا: "آپ انہیں ہوشیار نہ فرمائیں جس نے انہیں بیہوش کیا ہے اسے بلوائیں۔ اگر بارگاہ میں جائیں گے اور ہوشیار ہوں گے تو ان کی رہائی کا غلغلہ ہو گا وہ مجرم ساحر بھاگ جائے گا۔ آپ انہیں چھپا رکھیے۔ سوفار کو مطلب کیجئے۔"

امیر نے بادشاہ کو ایک صندوق جالی دار میں کہ ہوا لگتی رہے رکھا اور چوبدار بہر طلب بھیجا کہ اس نے سوفار سے جا کر کہا: "خداوند نعمت اس وقت امیر بہت خوش ہیں اور حضور یاد کرتے ہیں فرمایا کہ یہاں آؤ تو شب مہ کی کیفیت میں دیکھتے جائیں اور بادشاہ

کو بھی ڈھونڈھیں۔"

سوفار یہ پیغام سن کر وہاں سے چلا اور جب خدمت امیر میں آیا۔ امیر نے خلعت دینے کا حکم دیا اور باعزاز تمام بٹھلایا اس اثنا میں چالاک وہی صنعت کی صورت بن کر سامنے آیا۔ سوفار کے ہوش اڑ گئے گھبرا کر چاہا کہ بھاگ جاؤں چالاک نے کمند ماری کہ گردن اس کی پھنسی۔

امیر نے اسم اعظم باآواز بلند پڑھا کہ سحر نہ کر سکا چالاک نے سوزن تہان میں دیا اور ستون بارگاہ میں باندھ دیا۔ پھر صندوق سے بارگلو کو نکالا اور کہا: "جلدان کو ہوشیار کر۔"

اس نے تھوڑی خاک خوف جان سے نکال کر چھڑک دی کہ شلو ہو شیار ہوئے اور ان کی تیمار داری ہونے لگی مگر سوفار سے سوال کیا گیا کہ اب کی بھی اگر بصدق اسلام قبول کرے تو بچ جائے۔

اس نے اشارے سے کہا: "میں جم جمشید پہ فدا ہوں۔"

امیر نے جلاد کو بلا کر حکم گردن زدنی دیا۔ ذوالخمار علوی جلاد نے اس کو زیر تیغ بٹھا کر اور کوئلے کا خط گردن پر دے کر آنکھ میں پٹی باندھی اور تین حکم پوچھ کر سر اس کا تن سے جدا کیا۔ تادیر تاریکی اور غل شور رہا۔ بعد اس کے زمانہ روشن ہوا۔ لاش اس کی کھنچوا کر مزبلے پہ ڈال دی اور سر کنارے لشکر کے درخت میں لٹکوا دیا اور بعشرت تمام بیٹھے تھے کہ یکایک بیرون بارگاہ رونے کی آواز آئی اور صدا سن کر چالاک باہر آیا دیکھا کہ ایک شخص ساحر وضع زخموں میں چور کھڑا رہا ہے۔ اس نے پوچھا تو یہاں پہ کیوں آیا ہے اور کس لئے روتا ہے۔"

اس نے کہا: "میں ملازم ناک چشم ہوں وہ قتل ہوئی اس کو یاد کر کے روتا ہوں اور اس لئے یہاں آیا ہوں کہ اہل اسلام مجھ کو بھی مار ڈالیں گے۔"

چالاک نے کہا: "تجھ کو لازم ہے کہ دین اسلام اور ملت بیضا قبول کر اور تیرے زخم بھی ابھی اچھے ہو جائیں گے۔"

سر نامہ ہے وصف سامری کا
گو ساحر کیا تھا جس نے کیا

جمشید و لقا کی کیا صفت ہو
دیتے وہی جان ہیں ساحروں کو

بعد ان کے ہوئے ہیں جتنے معبود
ہے وصف سے وصف ان کا افزود

اس وصف کو چھوڑ کر با آداب
کچھ لکھتا ہے حال دل یہ بیتاب

اے افسر فرق سر بلنداں
سلطان شہان خود پسنداں

سر تاج شہان ہفت کشور
گردوں شہنشہی کے اختر

سر دفتر داوراں دوراں
سر طبقہ سروران ذی شان

سر چشمہ بخشش و مروت
مجموعہ الفت و محبت

آب در بحر تاجداری
نکہت گل باغ شہریاری

خورشید سپہر بادشاہی
خوشبوئے گل جہاں پناہی

آرائش تخت ارجمندی
زیبائش تاج سر بلندی

ہو فضل کا سامری کے سایہ
ہم مرتبہ فلک ہو پایہ

تحریر کریں یہاں کا کیا حال
ہر ایک بشر کا ہے برا حال

بدلی ہوئی یاں کی کچھ ہوا ہے
چھائی غم و رنج کی گھٹا ہے

اندھیر ستم سے آج کل ہے
ہر ایک کی تاب میں اجل ہے

ہر سمت تلاطم اک پڑا ہے
ہر شہر میں شور جابجا ہے

طوفان عظیم تر اٹھا ہے
خشکی میں جہاز ڈوبتا ہے

ایسی ہوئی دفعتہً ہے ہلچل
اشراف حزیں ہے شاد اجلف

عیار کچھ ایسے ہیں مسلطاں
بد گوہر و بے حیا و ناداں

کچھ چھوکریاں ہمارے یہاں کی
بہکا کے شریک کی ہیں اپنی

اس بات پہ ہے ہنسی کچھ آتی
وہ ہم سے مقابلہ ہیں کرتی

ذرے کو ہے مہر سے لڑائی
دریا پہ کنوئیں کی ہے چڑھائی

چیونٹے کو ہے فیل مست سے جنگ
روباہ سے کب ہو شیر دل تنگ

کب مور ضعیف ہو سلیماں
کب ہمسر دیو ہو گا انساں

ظلمت کا ارادہ یہ ہوا ہے
رتبہ مرا نور سے سوا ہے

ہے پشت زمیں کو اوج کا دھیاں

بڑھ جانے کا چرخ سے ہے اہل

ازراہ عنایت و نوازش
میں نے تمہیں جنگ کی ہے خواہش

جس روز آفتاب میرا ہو گا
سن لینا جو حال ان کا ہو گا

دم بھر میں ملے گا خاک میں ہم
جز خواب عدم کہاں پھر آرام

تھی تم سے قدیم رسم الفت
اس واسطے سب لکھی حقیقت

سنتا ہوں کہ ایک دزد عمرو نام
پہنچا ہے تمہارے پاس ناکام

بد دین ہے مفتری ہے مکار
کر لینا اسے وہاں گرفتار

جو ہم ہیں وہ تم ہو فرق کیا ہے
آپس میں فساد کب روا ہے

سب نے بہکایا تھا بہت کچھ
غصہ مجھے آیا تھا بہت کچھ

اک سیل فنا وہاں پہ جاتی
میں کیا آتا قضا ہی آتی

اگلی الفت جو یاد آئی
کی حلم نے تیغ پہ چڑھائی

مد کا لشکر بھی خود کو ٹھہرا
تم کو الطاف نامہ لکھا

لازم ہے تمہیں بھی مشفق من
بننا تم بھی میرے نہ دشمن

فی الفور عمرو کو بھیج دینا
بدنامی نہ اپنے سر پہ لینا

ہے مجھ کو یقیں کہ تم بھی اے یار
الفت کی ہو رسم سے خبردار

ہو صاحب حلم و صاحب ہوش
آئے گا محبتوں کا کچھ جوش

دشمن کو ہمارے قید کر کے
احسان ہم پہ نیا کرو گے

بس ختم ہے اشتیاق نامہ
چلنے سے رکا کمیت خامہ

رفعت پہ رہے ترا ستارا
آباد رہے طلسم سارا

یہ نامہ منشی ندرت طراز نے لکھ کر شاہ کے روبرو پیش کیا۔ بادشاہ نے عنوان نامہ پر مہر کر کے ملفوف بہ کیسہ زریں فرمایا اور ایک ساحر ذی مرتبہ کے حوالے کیا کہ پاس کوکب کے لے جائے۔ پھر چند تحفہ و تحائف دے کر رخصت فرمایا اور وہ ساحر نامہ لے کر جب چلنے لگا۔ اس نے فرمایا: "تو اس راہ سے نہ جانا جدھر سے عمرو گیا ہے، بلکہ اس راہ کو اختیار کرنا جہاں مولسری کے درخت سرحد طلسم پر لگے ہیں اور دو پتلے درخت پر بیٹھے ہیں۔ جب وہاں پہنچنا تو کہنا کہ میں نامہ شاہ روان لاتا ہوں۔ وہ پتلے تجھ کو بہت جلد پاس کوکب کے لے جائیں گے ادھر سے کہ جدھر سے عمرو گیا ہے۔ جانے میں عرصہ ہو گا۔"

غرض سمجھا بجھا کر روانہ کیا، نامہ دار نامہ سر سے باندھ کر روانہ ہوا کہ حال اس کا بیان آگے ہو گا۔ بعد جانے نامہ دار کے افراسیاب مدد بھیجنے کی لقا کے پاس فکر کرنے لگا اور حیرت کو لکھ بھیجا۔ "اے خاتون من نامہ کوکب کے پاس میں نے بھیجا ہے جو آپ آئے تو اسد کو قتل کروں۔ تم جب تک محصور ہے گویا مرشد آپ کب تک چلہ میں رہیں گے لازم ہے کہ ان نمک حراموں کو سزا دیں۔ یقین ہے کہ مرشد تاؤ سے جنگ کر کے سب کو غارت کر دیں اور میں بھی ساحران نامہ ذکور عقب میں بھیجوں گا اطمینان رکھو۔"

یہ لکھ کر طائر سحر کے گلے میں باندھ دیا کہ وہ روانہ ہوا اور شاہ فکر کمک رسانی میں کرنے لگا۔

ادھر ملکہ حیرت کے پاس جب نامہ پہنچا پڑھ کر خرسند ہوئی اور بموجب تحریر شعلہ کار بند ہوئی۔ ان کو تو اس حال میں چھوڑیے مگر اب حال ملاقات عمرو اور بران سنئے۔

پیمان شکنی نہ کرنا ساقی
میخواروں سے کچھ ہے وعدہ ساقی

مہمان کی چاہیے مدارت
دل توڑنے کی نہ کیجیے بات

میخانہ برنگ آسماں ہے
جس جا دیکھو نیا سماں ہے

شیشے سے مرغ کے بچے ہیں
سیخوں پہ کباب بھن رہے ہیں

بھٹی پہ ہیں بادہ خواروں کے ٹھٹ
کھوئے ہوئے ساقنیں میں گھونگھٹ

آنکھوں میں ہے نشہ سب کے چھایا
دل میں ہے نیا مزا سمایا

بھرتی ہے نگہ میں صورت یار
ایسے میں غضب ہے ہجر دلدار

منہ دختر رز بہت لگی ہے

میخواروں سے ہوئی دل لگی ہے

پیمانے بھی رہیں گے حد پہ چڑھتے
قہقہہ قہقہہ میں چٹکے کرتے

ساقی تجھ سے ہے چشم امید
میں ذرہ ہوں لطف تیرا خورشید

مے پی کے ترا ہوں میں ثناخواں
بلبل کی طرح ہوں نغمہ سنجاں

ایسے میں نہ مجھ کو بھول جانا
کیفیت میکدہ دکھانا

اک جام سے بھی نہ رکھنا محروم
ہے لطف کی تیرے چار سو دھوم

تاکیں جو دختِ رز کو آ کر
ہو لیا تھا ہمارے اوپ

رطل نبت العنب تو ہو گا
پی جائیں گے سن کے جو کہے گا

صہبائے خوشی سے مست ہو ہمیں

توبہ کب سے پرست ہوں میں

ہاں پیر مغاں وہ مے مجھے دے
تو مجھ کو مطیع اپنا کر لے

وہ جام پلا دے رند کو آج
جو نشہ کے اوج کی ہو معراج

بیعت کرے مجھ سے آ کے زاہد
میخواروں کو پھر کہے نہ فاسد

سب بھولے وہ اپنی وعظ و فریاد
بس آیہ ناشر ہوا ہے یاد

دے پھول تو مجھ کو جام گل میں
افسانہ لکھوں سرور دل میں

زور شجر ابر خوش بیانی
سیراب شور و گل معانی

نیائش و بندگان کا شائستہ مہمانی و نزہت افزائے فسانہ دعوت و میزبانی محفل آرائیں' افسانہ بیان و افسانہ سرایان سیاور زبان۔ بیاوری خامہ میزبان تسر مضامین کو مہمان تحریر سے اس طرح رونق آگیں فرماتے ہیں اور الفاظ معانی کو چار بالش افسانہ پہ بصد عزت یوں بٹھاتے ہیں کہ گل گلزار عیاری و رونق بوستاں سرائی یعنی عمرو بن امیہ ضمری اسی باغ میں چور کے گھر کے پاس جو واقع ہے فروکش ہے۔

لیکن بُرّان جب طلسم آئینہ سے پھر کر آئی تمام قلعہ ہفت رنگ کی آرائش کرا کر سوار ہوئی۔ اس کے سوار ہوتے ہی تمام عظمان دربند طلسم بھی سوار ہوئے۔ مثل ان کے کہ طلان بن قاہر ماہی خوار، طوفان آسمان نشین، قوس بن خرسان سنگ انداز، عزی بن تہمان کوہکن، ترسان بن خونخوار روئیں تن، ابلور گن آثار اژدر خوار، کلال بن قہر حرس دندان ازدین کو پیکر فیل سوار، مرتا ابن فتن زہرلہ قہر کن، قوس بن مانوس شیرا فگن ملکہ تسیم صہبائے شدہ چشم، نعمتی بن کہ فیل پیشانی، ملکہ یاقوت گہر دندان، ملکہ شیریں دہان نیشکر لب، ملکہ سنبستان گیسو دراز، ملکہ غزال چشم پیوستہ ابرو وغیرہ۔

غرض کہاں تک بیان کیا جائے کئی ہزار چم و خظمہ سوار ہوگئیں اور ملکہ آ کر دریا کے کنارے شہر سے باہر استادہ ہوئی اور مرزبان وزیر کو بھیجا کہ جا کر خواجہ کو سوار کر کے سیر دریاؤ دشت دکھاتا ہوا لائے۔

وزیر خوش تدبیر مع جلوس شاہانہ اور کئی ہزار ساحران ماہی کے تخت رواں لے کر روانہ ہوا ادھر عمرو مشتاق ملاقات ملکہ ہو کر باغ کے کوٹھے پر آیا تھا کہ یکایک سامان سواری سامنے سے پیدا ہوا اور وزیر کو آتے دیکھا۔ پس جلد بام سے اتر کر بارہ دری میں آیا اور لباس خسروانی سے اپنے تئیں آراستہ کیا۔ تاج لعل و گوہر سر پر رکھا۔ یاقوت کا کنٹھا گلے میں پہنا کہ ہیرا یا چاند اس میں نصب تھا۔ ستارے الماس کے قبا میں جڑے تھے۔ دیدہ خورشید کو خیرہ کرتے تھے۔

غرضیکہ جب اس طرح آراستہ ہو چکا اس چور کو بھی خلعت پر زر دے کر مطلع کیا۔

اس اثنا میں وزیر در باغ آیا اور سواری کو ٹھہرا کر آپ باغ میں داخل ہوا اور سامنے خواجہ کے آ کر دست بستہ التماس کیا: "ملکہ دوراں مشتاق ملاقات فرخندہ آیات حضور لب دریا آ کر ٹھہری ہیں امیدوار ہوں کہ آپ بھی سوار ہو کر گلزار خاطر ملکہ کو گل ملاقات سے رونق و تازگی دیں۔"

یہ سن کر عمرو مسکرایا اور پھر بے تکلف اٹھ کر ہمراہ وزیر آیا۔ دیکھا کہ ہزاروں کنیزان مہ پارہ اسباب تزک لے کر کھڑی ہیں۔ تخت رواں جواہر نگار موجود ہے۔ ساحران نامہ

بہر استقبال حاضر ہیں۔ ان سب نے مجرا و تسلیم کی اور نذر لے کر چلے خواجہ نے کہا:

"یہاں کی نذر ہم نے معاف کی۔ قلعہ میں پہنچ کر نذر لیں گے۔"

غرضیکہ تخت پر سوار ہوئے چور کو ایک مرکب پر سوار کیا۔ سواری آگے بڑھی جلو میں ہر ایک عالم و بطنطنہ چلی۔ زر و گوہر نثار ہونے لگے۔ نقیب صدائے طرقوا دینے لگے۔ دشت لخلخوں کے لوٹنوں سے اور شمیم عنبر و اگر و عود سے بسان زلف مہوشاں مہکنے لگا۔ گلاب و کیوڑے کا چھڑکاؤ شرم سے گلرخوں کو عرق کرتا ہوا وہاں ایسی معطر ہوئی تھی کہ دماغ رنگین رخان دہر کو بساتی تھی۔ باغ میں جاتے ہوئے اتراتی تھی۔ پھولوں نہ سماتی تھی۔ جس قدر سواری آگے بڑھتی تھی نشان کی تقدیر چمکتی تھی زر و جواہر کا ہر جگہ انبار تھا۔ اٹھانا لوگوں کو دشوار تھا۔

برابر کھڑے تھے سوار
ہزاروں تھی واں ہاتھیوں کی قطار

سنہری روپہلی وہ عماریاں
شب و روز کی سی طرحداریاں

چمکتے ہوئے بادلوں کے نشان
سواروں کے تخت اور پیادوں کی شان

ہزاروں ہی اطراف میں پالکی
جھلا پور کی جگمگی ٹاکی

کہاروں کی زربفت کی کرتیاں

اور ان کے وسبے پاؤں کی پھرتیاں

بندھیں پگڑیاں تاش کی سر بسر
چکا چوند میں جس سے آئے نظر

وہ ہاتھوں میں سونے کے سونٹے کڑے
جھلک جس کی ہر ہر قدم پہ پڑے

وہ ماہی مراتب وہ تخت رواں
وہ نوبت کہ دولہا کا جیسے محل

وہ آہستہ گھوڑوں پہ نقارچی
قدم باقدم بالباس زری

بجاتے ہوئے شادیانے تمام
چلے آگے آگے یونہی شاد کام

سوار و پیادہ صغیر و کبیر
جلو میں تمامی امیر و وزیر

مرصع تھے سازوں سے کوتل سمند
کہ خوبی میں روح القدس سے دو چند

چلے پایہ تخت کے جو قریب
بدستور شاہانہ تھی ترتیب

غرض اس طرح سے سواری چلی
کہ تو کہ بار بہاری چلی

اسی جاہ و جلال سے کنارے دریا کے پہنچے۔ یہاں مور پنکھیاں اور بجرے جواہر کے پڑے تھے۔ چنانچہ تکلفات یہاں کے اول بیان کیے گئے مگر لکھنا باعث طول فسانہ ہے۔

غرضیکہ طلائی بجرے پر تخت طاؤس لگا ہوا تھا۔ عمرو اس پر رونق افروز ہوا۔ گرد تمام کشتیاں اور بجرے شہزادیوں کے اور بیچ میں خواجہ کا بجرا مثل ہلال فلک چمکتا ہوا چلا۔ پانی دریا کا ایسا صاف تھا کہ مچھلیاں چاندی کے پتر کی طرح چمکتی تہ آب نظر آتی تھیں۔ غوطے ادھر ادھر لگا جاتی تھیں۔ آگے چوبدار کشتیوں پر سوار اہتمام کرتے جاتے۔ کنارے کنارے سوار و پیدل چلے آتے۔ اسی طرح جب اس پار پہنچے ملکہ تخت پر سے اتر کر چلی۔ ایک حور گلزار جناں کو پردہ دریا پر دیکھ کر تعجب کیا اور صورت دیکھ کر درود پڑھا پھر آپ بھی بجرے سے اتر کر آگے بڑھا ادھر ملکہ نے سر برائے سلام جھکایا۔ اس طرف خواجہ نے فرزند کہہ کر ہاتھ بڑھایا اور سر کو سینے سے لگایا۔ پھر زبان عبارت بیان کو صفت و ثنا اور دعا نے بزرگانہ میں وا کیا گوہر سخن کو اس لعل درج شہریاری پر سے نثار فرمایا۔

دعائیں لگا دینے بے اختیار
کیا خوش کرے تجھ کو پروردگار

کہ تیری خوشی سے ہے سب کی خوشی
مبارک تجھے روز و شب کی ہنسی

نہ آئے کبھی تیرے خاطر پہ میل
چمکتا ہے جب تک فلک پہ سہیل

ملکہ نے بھی تعریف کرنا آغاز کی کہ آپ نے اس ویران کدہ کو اپنے قدم سے ویران فرمایا۔ سر مجھ عاجزہ کا فلک تفاخر پہ پہنچایا۔ زہے نصیب اس سر زمین کے جس پر قدم فلک رفعت آپ کا پہنچے اور خہے اوج بخت اس صاحب خانہ کا کہ جس گھر میں حضور رونق افروز ہوں۔

غرض تا دیر بڑی گرمجوشی سے تپاک ظاہر کر کے پھر دونوں سوار ہوئے اور اسی تجمل و شان سے شہر کی طرف چلے بعد کچھ عرصے کے در شہر نظر آیا۔ اس کو بہتر از روضہ جناں پایا۔ دروازہ طلائی لگا۔ اس پر گوہر کی ایسی سجاوٹ تھی کہ گویا ایک ڈالی گوہر کا تھا۔ چار دیواری شہر کی صفا میں مثل بے انڈا داختر تھی۔ بلندی دروازے میں سد سکندری تھی شکار گاہیں اور تصاویر بوقلموں بدستیاری مصوران چابکدست اس پر منقش تھیں گویا بولا چاہتی تھی۔ پتھر کو ایسا صاف کیا کہ آئینہ بھی زنگ غیرت میں اس کو دیکھ کر منہ چھپاتا تھا۔ تار نگاہ رگ سنگ بن کر وہیں رہا جاتا تھا۔ نگاہ ناظرین اس کی تماشائی ہوئی تھی کہ پتلیاں پتھرائی جاتی تھیں۔ ملکہ اس کی آب و تاب میں ڈوبی نظر آتی تھیں۔

موج دریائے نور دیوار
عکس رخسار حور تھی دیوار

دروازے پر بھی ہزاروں ساحروں کا مجمع تھا۔ ملکہ کے آتے ہی انہوں نے جھک جھک کر تسلیم کی۔ سواری داخل شہر ہوئی۔ اس شہر کا کیا کہنا قدرت خدا کی نظر آ گئی۔ جب وہاں کی عمارت پر نظر کی ایک ایک مکان قصور بہشت طلائی و نقرئی ہر ایک خشت ہر ایک روزن کا اس کا حلقہ چشم خوب رو بنا تھا۔ ہر ایک سائبان غیرت بخش سائبان آسمان تھا۔ طاق رواق چرخ نیلی فام ہر ایک طاق پر قربان بازاریں ہر طرف ہر طرف آراستہ و پیراستہ دکانیں غرفہ ہائے جنان سے ہزار درجہ سوا دکاندار رشک مشتری زہرہ شمائل ہر ایک فلک قدر و بیان بدر کامل ہر طرف لین دین میں مشاغل اجناس گراں بہا اور اشیائے

نادرہ روزگار و بے بہا و گرانما کا کیا وصف کیا جائے قیمت ان کی ایسی نہیں جو کوئی نام لے کر۔

شکل بازار مصر ہر بازار
یوسف وقت ساکنان دیار

شہر دیکھا کہ آدمی تو کیا
گر پری دیکھ لے تو ہو سکتا

شادمانی سے اہل شہر تمام
محو عشرت تھے صبح سے تا شام

حسن میں ہر ایک مہ جبیں
غیرت بتان لندن و چین

ہر طرف شعلہ رو سمن اندام
شکل طاؤس و کبک گرم خرام

واں تو بیکار آسمان کا ہے دور
گردش چشم مہوشان کا ہے دور

جو کہ محمل نشیں ہے لیلیٰ ہے
ایک معمورہ تجلی ہے

طالب مہر و مہ نہیں واں ہے

پھول والے گلے کا ہوتے ہیں ہار
کوچہ کوچہ ہے کوچہ گلزار

ہے ہر ایک گل فروش البیلا
پھول والوں کا دور ہے میلا

کیا کھری صورتوں کے ہیں صراف
دلبری کے چلن میں ہیں حراف

کس غضب کی نگاہ رکھتے ہیں
خوب کھوٹا کھرا پرکھتے ہیں

ہیں طرحدار کتنے میوہ فروش
پستہ لب پہ ان کے جگر بہ خروش

جان دیں لے کے شلہان چمن
بیچ ڈالے ہیں سیب ذقن

رشک لیلیٰ ہے ایک اک کنجڑن
جس کے بدلے بکتا ہے جوبن

دلفریب ان کا ہے غضب جوبن
ناسپاتی ہے ان کا سیبی ذقن

بانکی بالی ادا غضب باتیں

وہ اکڑ وہ تنی تنی گاتیں

جب کہیں بیچنے نکلتی ہیں
دل کو ٹکڑوں سے ملتی چلتی ہیں

ہر گھڑی کہتی ہیں وہ فخر سے
کھاتے میں ہیں انار پستان کے

سب کو بن جو کے چیز لیتے ہیں
ہم تو نظروں میں تول لیتے ہیں

بھنگ نوشوں کی اک طرف ہے بہار
ساقیوں کی دکانیں ہیں گلزار

شام سے صبح صبح سے تا شام
نشے بازوں کا جمگھٹا ہے عام

وائن اور چکاوہ بکتا ہے
ہے سری ایک اک اچھا ہے

کہتے ہیں ساقیوں سے ساغر نوش
ہم کو بھی کر دے جان من بیہوش

دیدہ و دید بھی ادھر ہو جائے
ہم تلک بھی یہ دور ہو جائے

کہہ مکرتی ہے گلہ بکتی ہے
بھنگ نوشوں میں گاڑھی چھنتی ہے

ساقنیں حقے جب پلاتی ہیں
عاشقوں کے دھوئیں اڑاتی ہیں

نشہ باز اک دم لگاتا ہے
ایک مخمور غل مچاتا ہے

بی بی ساقن کے دم کی خیر رہے
ہم ہی محروم دم بغیر رہے

ایک جانب کھلا ہے بزازہ
ان دکانیں سجے ہیں کیا کیا

کسی بزاز سے کہیں یہ حال
دو گھڑی تک جھگڑتے ہیں دلال

سیٹھ جی اتنے آڑے ترچھے نہ ہو
واجبی ثمن سکہ کا مول کرو

مجھی دینا دلائے کر بھگوان
نفع بھر کھانے میں کیا نقصان

کہیں گاہک سے کہہ رہا ہے کوئی

مشتری آپ سے سوا ہے کوئی

پیر و مرشد کی جیسی مرضی ہو
ہاتھ کی آپ ہی کے بکتی ہو

کتنے شیریں ادا ہیں حلوائی
شکل شیریں ہیں ان میں رعنائی

چاشنی گیر عشق خود بھی ہیں
باتیں قند مکرر اُن کی ہیں

شیرہ جان کی یہ مٹھائی ہے
جس نے کھائی ہے جان پائی ہے

یہ شکر پارے ایسے ہیں شیریں
چاٹ لے ہونٹھ کاٹے گر شیریں

ہر دکان رشک خوان نعمت ہے
جان سرمایہ حلاوت ہے

تھال ہیں مہر و مہ سے روشن تر
رشک تار شعاع مہر چنور

کس قدر خوشگوار حلوا ہے
صاف لذت میں من و سلویٰ ہے

دل عاشق ہے ایک ایک جرس
ہے وہ زنجیر رشک تار نفس

غل مچاتے ہیں خوانچے والے
دیکھ پچھتاوے گا نہیں کھالے

نئی حلاوت بہت کرارا ہے
منچلوں کے لئے بنایا ہے

ہونٹوں سے ٹوٹے خستہ اپنا ہے
شوربہ بوسہ صدا سے پیدا ہے

نوجواں نوجواں پری سقے
ابرو ابرو دلبری سقے

وہ صفا سڑک وہ ان کا جماؤ
آب گوہر کا ہے سو چھڑکاؤ

رات دن جمگھٹا ہے میلا ہے
قمر و مہر کا کٹورا بجتا ہے

غرضیکہ شہر کی آرائش و تکلفات ملکہ دکھاتی سحر سو نازنین سرخ پوش دست راست کی طرف اور اتنی ہی سو گل پیرہن سبزہ پوش دست چپ کی طرف چنور ہائے ہما کے لئے مروحہ جنبانی کرتی ہوں ہوں سامنے سے گزری ہزار غلامان زریں لباس اگر سوز ہاتھوں میں لئے رواں یہ سامان دیکھ کر فلک پر حیران در و بام پر زن و مرد کا ہجوم تماشائیوں

میں سواری دیکھنے کی دھوم بعض جگہ ناچ ہوتا کسی جگہ سوانگ اور تماشہ زر و جواہر خواجہ پر سے لٹتا قدم باقدم سواری رواں۔

اب کیفیت سنیے کہ برآن تو عمرو کے ساتھ آئی ہے۔ اور دوسری برآن جو اصلی ہے وہ اپنے مقام پر بیٹھی مرقع سحر میں حال سواری کا دیکھ رہی ہے یہاں تک کہ سواری جلو خانہ بادشاہی میں داخل ہوئی۔

عمرو نے ایک مکان رفعت میں برتر از آسمان دیکھا کہ جس کا ہر منزلت میں تارک چرخ چہارم سر اونچا کئے تھا۔ ہر کنگرہ اوج میں کرسی کا ہم پایہ تھا۔ ہر ایک دیوار معمار عقل کی خرد سے صحن میں کہیں اوج مراتب دانشمندان کے مرتبہ سے برتر تھیں صاف و شفاف روح زاہدان سے لطیف آئینہ مہر و مہ اس کے کثیف مرات رخسار آئینہ رویاں اس کے مقابل کمال ارض جناں کی پوشیدگی سے شرمندگی اس کی عیاں ہر سمت کمرے اس میں تعمیر تھے۔ سر سبز و بے نظیر تھے۔ چمک دمک میں بے انداز منیر تھے۔ فرش ستھرا اور صاف بچھا تھا۔ اسباب سامان سے ہر کمرہ تھا کہ۔

وہ سجا تھا برنگ خلد بریں
صدقے کیجئے نثار خانہ چین

شاخ گل سے تھے نازک اسکے ستون
صورت سرو باغ تھے موزوں

کھڑکیاں تھیں دریچہ جنت
درجہ درجہ صد سینۂ جنت

واں کے پردوں کو کس سے نسبت دوں
پردہ چشم عندلیب لکھوں

گوش عشاق کے ہیں وہ پردے
چشم عشاق کے ہیں وہ پردے

ہانڈیاں تھیں سحاب فر چمن
کنول انجم کی طرح تھے روشن

اس مقام پر صنعت سفید پوش نام محلدار حاضر تھی کہ اس کا دونو توند کا نکلا ہوا اور پائجامہ و کرتا سفید پہنے ہاتھوں میں الماس کے کڑے شیر دہان بنے گنگا جمنی کا عصے پر کیا ہوا نگینے جڑے ہوئے اور بلور کا عصا ایک ڈال ترشا ہوا تھا کہ کھڑی ہو گئی اور ایک کشتی جس میں کئی سو الماس کے اور یاقوت کے نگینے تھے۔ خواجہ کو تسلیم کر کے نذر دی قرق زنجیر کو پھر ہٹایا پردہ مردے نے اٹھایا سواری اندراس قصر دالامان کے دار ہوئی یہاں مقام صدر پر تخت طاؤس کئی سو زینے کا تھا۔ گرداس کے کرسیوں اور اور گلہائے جواہر نگار کا دونو بندھا تھا فرش قاقم و سنجاب بچھا تھا تاج شاہی تخت پر رکھا تھا۔ اور جملہ شاہزادیاں اور کار پرواناں سلطنت ان رنگوں پر متمکن ہیں وہ سب شہزادیاں ہیں جو طلسم میں کئی کئی ملکوں کی مالک ہیں اور جواہر کے ساتھ ہیں وہ ناظم اور قلعہ دار ہیں فی الجملہ یہاں جو شہزادیاں کئی سو حاضر تھیں مثل ملکہ گلفت نسرین بدن و ملکہ شوخ چشم و ملکہ مہ جمال و ملکہ نرگس چشم و ملکہ خونخوار قہ نگاہ و ملکہ گوہر دنداں زمرد پوش و ملکہ خورشید بلا افگن و ملکہ حور چہرہ سحر نگاہ و ملکہ نازک دہن کاکل کشا و خش اندام یاقوت پوش و ملکہ سلیمان زریں ہیکل و ملکہ آشوب زرد چشم ملکہ خوب رنگ طلعت و ملکہ تاجدار مہر لقا و ملکہ محبوب نارنجی پوش و ملکہ سلطان شور افگن و ملکہ مہیوت گیسو کشاد ملکہ ہزن پوش تاجدار و ملکہ' ملو رخسار خوش ادا ملکہ ہوائے تاجدار و ملکہ کاکل دراز کوتاہ قامت و ملکہ محراب آبرو و ملکہ سحار چشم ملکہ مجر تاجدار و ملکہ

عنبر تاجدار و ملکہ قلاب دریا باری و ملکہ فیروز رخ و ملکہ سرکشی و ملکہ فرجام و ملکہ اقار و ملکہ عمران و ملکہ صدف و ملکہ مرواپود و ملکہ گوہر بدن و ملہ اقداس بن القارس و محک و ملکہ حکام و ملکہ عارض و ملکہ غدار گل پیرہن اور چند مشیر منتظم سلطنت مانند کاہن جادو کہیں جادو قاقم جادو ارقم جادو امر من جادو' اشال جادو و طغیان جادو وغیرہ سب نے تعظیم کی اور نذری دی خواجہ نے نذریں قبول کیں اور لے کر زنبیل میں رکھتے گئے

سب حیران تھے کہ یہ روپیہ برابر کمر کے ہاتھ لے جا کر کہاں غائب کر دیتے ہیں حاصل مرام اب جو سواری آگے بڑھی اس طرف بران اصلی نے تاج جواہر نگار سر پر رکھا اور نیچہ سرحر ہاتھ میں لیا۔ سوا سو کشتی بھر نذر ہمراہ لے کر تابہ دروازہ پئے استقبال روانہ ہوئی۔ ادھر دالامادہ میں تخت کے پیچھے کی طرف مضرا کا دروازہ اس کا پردہ زنبوری چرخی پر کھچی اس وقت مرتان و وزیر نے دست بستہ عرض کیا حضور ملکہ و دوران تشریف لائی ہیں۔ اگر مناسب جانیے تو اتر پڑیے عمرو نے دل میں کہا کہ بران موجود ہے اب کونسی ملکہ آئی ہے۔ یہ سوچ کر جو پھر دیکھا بران نقلی کو ساتھ نہ پایا سمجھا یہ اولوالعزمی ملکہ نے مجھے دکھائی تھی کہ شبیہ اس کی مجھے لینے گئی تھی اب وہ تاپہ دروازہ از خود آئے گی یہ تصور کر کے ہوا دار پر سے اترا تھا کہ یکایک ملکہ مع سترہ ہزار نازنین گل اندام کے بیان ماہ چہار دہم ساطع واقع ہوئی اور خواجہ کے سامنے بہر سلام اس سرو قامت نے قد اپنا مثل کمان خم کیا۔ عمرو نے اپنی بیٹی کہہ کر قریب پہنچ کر سر سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ تم نے کیوں تکلیف کی، میں تو آیا ہی تھا۔"

ملکہ نے وہ سوا سو کشتی نذر دی۔ عمرو نے ہنس کر نذر زنبیل کی اور اپنے پاس سے روپیہ و جواہر وغیرہ نکالا کر ملکہ پر سے نثار کیا۔ ملکہ نے صفت و ثنا خواجہ کی کرنا شروع کیا کہ آپ کی بزرگانہ محبتیوں کا میں کیا شکر ادا کروں اور کون سی زبان لاؤں۔ ملکہ کی یا جن کی جس سے صفت و ثنا کروں۔"

عمرو نے یہ کلمات تحسین سن کر کہا: "اے ملکہ کچھ اوصاف حمیدہ کو میں نے تمہارے

سے تجھے اس سے کس درجہ اور تعداد کو شمار و حساب میں لاؤں کہ جس سے تناؤ بتاؤں۔"

المختصر باہم کلمات صفت و ثنا کر کہہ کر ملکہ نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا اور لے کر اندر چلی۔ ہزار ہا زن و مہر طلعت الماس پوش و زمرد پوش مرد جہ حسبائی کرتی ہوئی ساتھ تھیں عمرو نے جیسے ہی قدم محل میں رکھا گویا زندہ بہشت بریں میں داخل ہوا دیکھا کہ عجب بوستان لگا ہے۔ پھلا پھولا ہے چمنستان جواہر کا سراسر پر بہار لگے ہیں۔ روح کو تازگی بخشتے ہیں ہر پھول وہاں کا داغ دہ خاطر رضوان نظر آیا۔ ہر ایک درخت اشجار گلزار جناں کی عمدگی میں شاخسانے لگاتا تھا۔ سنبل پر پیچ سے ظاہر تھا کہ سودا زدگان محبت زلف رسا کا حوصلہ سب ایک جا جمع ہو گیا ہے یا تار نظر شوریدہ گان گیسوئے جاناں اکٹھا ہیں۔ درخت ساؤنی کے اس طرح پھولے تھے کہ تھالے ان کے شلوان گلابی پوش کے مندی ملنے کے طاس تھے۔ نرگس نہ تھی چشم تماشائی بعد حیرت ٹکٹکی باندھے ہر گل کی طرف بوہاں تھی۔ سرو ہر ایک ستون کہ زمردیں قصور بہشت تھا۔ باغ شداد وہ بوداں بوستان کے سراسر زشت تھا۔ غنچہ یہاں کے دل و تنگ نہ تھے۔ زر و گل مٹھیں میں لئے لٹانے پہ تیار۔ گوش گل ناشنوا نہیں' بلبل کا فسانہ ان کے کان کو درکار گلوں کی ہنسی موج تبسم غنچہ دہان و رنگیں لبان کو شرمائی سوسن کی ادواہٹ مسی مالیدہ لب نازک دہنوں کے دھوئیں اڑائی۔ برگ سبز پر اور دھے پھول کا وہ جوبن تھا' جیسے زمرد پر نیلم جڑا تھا۔ ہم رنگیں لباں کو سوسن نے مجلد حیران خطاب دیا تھا۔ نہریں یہاں کی تسنیم و ماء معین کی تعین تھیں لب گردائیں ان کی رنگیں تھیں۔ اس طرح اتر کر موجیں چلتی تھیں کہ جیسے مشتق کتابی کاٹ کر چلتا ہے کنارے ان کے ہزارے کا آب افشاں اور اس کا پانی سنگ سرخ یاقوت حمراء پر گرتا یا پانی بھر کے فراق میں اشک خونیں رونا سامنے بارہ دری بنی تھی۔ واقعی طلسم تھی آگے اس کے نمگیرہ کی

ہزار چوب الماس تراش کا استادہ تھا اس میں فرش بلور کا بچھا تھا شیشہ آلات و جواہر آگیں بعد فرد نمکین سجا تھا۔

یعنی خواجہ کو زہر نمکیدہ برابر اپنے ملکہ نے تخت پر فروکش کیا۔ اس وقت کل نامی طلسم اور شہزادیاں جو یہاں آنے کے لائق تھیں۔ ان کی نذر گزری اور عمرو پر زر و جواہر کے طبق نثار ہوئے۔ خادمان گل نے لوٹے پھر سب شہزادیاں جو دست بستہ سامنے کھڑی تھیں۔ عمرو نے ان کی نسبت ملکہ سے کہا: "ان کو حکم بیٹھنے کا ملے۔"

ملکہ نے حکم دیا کہ وہ سب کرسیوں پر جلوہ گر ہوئیں اور ساقیان مہ جبیں پیالے جواہرین لئے حاضر ہوئے۔ کشتیاں شراب مصفا کی لائے۔ ملکہ نے ایک جام بھر کر دست نازک سے سامنے عمرو کے بڑھایا کہا: "یہ بادہ محبت ہے۔ اسے نوش فرمائیے۔ میرا رتبہ بڑھائیے۔" عمرو نے زبان پہ غبار کھولی اور کہا: "اے ملکہ میں نشہ بادہ نبید سے مخمور ہوں شراب پینے سے معذور ہوں۔"

ملکہ ازبسکہ صحبت مسلمانان سے بسبب ملاقات ہونے ایرج کے واقف ہو چکی ہے سمجھ گئی کہ مجھ کو ساحرہ سمجھ کر شراب نہ پئیں گے۔"

پس ہی تو مطیع السلام ایرج کے پاس ہو چکی ہے چپکے سے کان میں عمرو کے ظاہر کیا کہ آپ شوق سے شراب نوش کریں۔ میں مطیع اسلام ہوں۔ اس لئے ظاہر نہیں کرتی ہوں کہ ایسا نہ ہو کہ میں بدنام ہوں۔"

عمرو یہ سن کر خوش ہوا اور جام لے کر دست ملکہ سے لبیک جرعہ درکشید کیا۔ پھر تو دور جام و بادہ و متواتر چلے دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا۔ ہر ایک کاسہ سر جم بنا۔ اس دور میں سے ایک پیالہ بھی اگر دی گردوں کو مل جاتا' تو ہمیشہ سر خوش رہتا۔ طرز جفا بھول جاتا۔ اس عشرت کدہ کے درود بام تم صحبت فقیرانہ تھی۔ عجیب کیفیت کی انجمن مستانہ تھی۔

○○○

- شہنشاہ کوکب

مغنیان خوش جمال و زہرہ پیکر و ناز نینان حور تمثال و ترنم ریز قانون و نے و رباب و چنگ و دف وانڑ الگوزہ وغیرہ سب ساز درست کر کے اس گت سے بجاتی تھیں کہ اہل محفل کو مست و دیوانہ بناتی تھیں۔ کودک سے بزرگ تک عشاق ٹھیہ سرا بنا تھا۔ جوگیاں بے راگ اختیار کرنے میں جنگلے کی دھن دل کو تھی۔ دماغ میں مستی نے ٹھیکہ کھلیا تھا۔ رقاص اس طرح ناچتے تھے کہ اہل بزم کی ٹکٹکی بندھی تھی گویا منہ توڑے لیتے تھے۔ یہ چرخ اپنی اپنی گردش بھولا تھا اتنا ناچ ناچا تھا۔ عوض رنج دینے کے عشرت بخشتا تھا۔ پیالے بجتے ہوئے ہاتھوں پر ناچتے پھرتے تھے۔ مطرب ترانہ سنج اس طرح گاتے تھے کہ تان سین کے گانے کو مدھم بتاتے تھے۔ مجنوں اسی گانے کے خیال میں ہارا ہوا تھا اسی رقص و سماع کے خیال کرنے سے دل وجدار ہیں آکر حال لاتا ہے خوشی سے کلیجہ کا اچھلنا وہ بھی انداز رقص آج تک بتاتا ہے کہ۔

عجب جلوہ حسن جانانہ تھا
کہ بزم سلیمان وہ کاشانہ تھا

نہ پایا کبھی جم نے یہ مرتبہ
کہ جو آج اس بزم عشرت کا تھا

لگے بجنے قانون و دف و رباب
کھلا عیش و عشرت کا ہر مست باب

ہزاروں قمر چہرہ زریں جمال

فن موسیقی میں بہت باکمال

دف ونے بجائی تھیں یوں اس گھڑی
کہ ناہید چرخ غش ہو گئی

وہ دیپک کا راگ ایسا تھا لاجواب
فلک پر تھا سوزاں دل آفتاب

دل زہرہ چرخ میں آج تک
پڑی شعلہ و راگ کی وہ چمک

کہ جو کوئی گانے کا رکھے خیال
تو ساعت میں زہرہ کے ہو باکمال

وہ محفل کے پیالے کا گھومنا
لب رندے نوش کو چومنا

ہوا سے لگانے کی قہقہے
وہ آپس کی چہلیں تھیں وہ چہچے

وہ تھی بزم کچھ ایسی آباد شاد
کہ آتا ہے فردوسی کا قول یاد

بدہ ساقی نوش اب جام جم

کہ بزد ایاز دل نشت رنگ غم

ازیں پنج شین روے رغبت متاب
شب و شاہد و شہد و شمع و شراب

کہ امروز بد بیست با فر و داد
کہ از مہیمان ہمی بران شاد

بیا ماست ایوا نما چون بہشت
گلاب دے و مشک و عنبر سرشت

فشانند بر سر ہیں مشک و زر
کہ شد از گلاب آن ہمہ خاک تر

غرضیکہ اسی جلسہ نشاط آگیں میں عزیز داماں کوکب کی آمد ہوئی اور ہر ایک نے بہ تجمل تمام پہنچ کر خواجہ کو سلام کیا اور شریک محفل انبساط ہوئے۔ انھیں لوگوں میں عمرو نے ایک دختر نیک اختر کو دیکھا کہ پانچ سو کنیزان مہ جمالی اور انیسان مہر تمثالی کے بیچ میں جیسے جواہر معدن یا نور کے ہالے میں قمر ہوتا ہے۔ قریب آئی۔ کوئی پانچ برس کا سن رکھتی ہو گی مگر حسن میں متاع خوبی و گوہر گنجینہ حسن و محبوبی تھی گھیتلا جوتا پہنے گلے میں کرتا آب رواں کا پائجامہ سے پائنچے چھوٹے رواں ناک پونچھنے کا کرتے کے بند سے بندھا بالوں کی مینڈھیاں گندھیں ناک میں بلاق پڑا۔ آنکھوں میں کاجل گہرا گہرا لگا۔ گالوں تک پھیلا ہوا ایک موتی کی نتھنی پہنے ای' ای جان پکارتی ہوئی جب قریب بران آئی۔ اس نے گود میں اٹھا لیا اور کہا: "میری جان تم نے خواجہ سلامت کو تسلیم نہ کی۔"

www.pksociety.com

یہ سن کر وہ اٹھی اور ننھے ننھے ہاتھوں سے جھک کر تسلیم کی پھر پلٹ کی بران کی گود میں بیٹھی۔ بعد لمحہ کے ملکہ کی گود سے لوٹ مار کر عمرو کے قریب آئی اس نے اس کو بچہ سمجھ کر گود میں اٹھا لیا اور پیار کیا۔ پھر ایک مشت بھر کر جواہر زنبیل سے نکالا' اس کو دیا کہ بیٹا لو تم اس سے کھیلو۔ وہ ایک بار اوڑھنی سنبھالتی ہوئی کھڑی ہو گئی اور ناک جو بہہ آئی تھی کہنی سے چاہتی تھی کہ پونچھے بران نے رومال سے پاک کر دی اور وہ تتلا تتلا کر باتیں کرنے لگی کہ ہم کیا کریں کہ ہماری امی جان پاس یہ بہت ہے۔ واہ تم اس کے لالچی ہو۔"

وہ یہ کہہ رہی تھی کہ ایک کلائی نے اس کا منہ چڑھا دیا۔ اس نے بھی کلائی کا منہ چڑھا دیا۔ کلائی اب منہ چڑھائے جاتا ہے۔ موقوف نہیں کرتی۔ بران نے جلد سحر پڑھا کہ اس کلائی کا وہ حال موقوف ہوا۔

اس لڑکی نے چاہا کہ پھر منہ چڑھاؤ۔ بران نے طمانچہ اٹھایا وہ سامری قسم مار مار کے تیرا بھرتا نکال لوں گی۔ مانتی نہیں' خواجہ بیٹھے ہیں ان کا کچھ لحاظ نہیں۔ ساری محفل درہم برہم ہوئی جاتی ہے تو چلی نہیں بیٹھتی۔"

یہ قصہ دیکھ کر وہ لڑکی بسور کے منہ بنا کر گود میں بیٹھ گئی۔ عمرو نے پھر اس کو چمکارا اور ملکہ سے کہا: "آپ گھڑکیے نہیں کیا ہوا بچہ ہے اس نے منہ چڑھا دیا۔

بران نے کہا: "خواجہ آپ واقف نہیں ہیں۔ یہ بھتیجی شعلہ کوب کی ہے۔ ملکہ مجلس جادو اس کو کہتے ہیں۔ یہ ساحرہ بے عدیل و بے نظیر ہے اور ہمیشہ پانچ برس کی لڑکی بنی رہتی ہے اور سحر بھی لڑکیوں کے کھیل کا کرتی یعنی گڑیاں کھیلتی ہے۔ منہ چڑھاتی ہے۔ مگر جو یہ کرتی ہے وہ ہی حریف بھی کرتا ہے مجھ کو ماں کہتی ہے۔ اس وقت اس نے کلائی کا منہ چڑھلیا اگر میں دفع سحر نہ کرتا تو وہ ہمیشہ چڑھانا موقوف کرتی۔ اس لئے میں نے اس کو روکا کہ شاید آپ سے یہ گستاخی نہ کرے۔"

عمرو یہ تقریر سن کر حیران ہوا اور اس نے بران کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا: "میری

امی جان سچ بتائیے کہ یہ کون ہیں۔"

بہاران نے کہا: "یہ بیٹا یہ نقش تراشعبدہ کا قران و سربندہ جادو گراں سارا خطاب لے کر خواجہ کا نام لیا۔

مجلس یہ بات سن کر اچانک کے گود میں عمرو کے جا بیٹھی اور کہا: "خواجہ موہدی کاٹے افراسیاب کی تمہیں سے لڑائی ہے۔"

عمرو نے کہا: "ہاں"

مجلس نے کہا: "ہماری ایک لونڈی جنہیں جادو نامی وہاں بھاگ کر گئی ہے۔"

عمرو نے جواب دیا: "ہاں اس کی بڑی عظمت افراسیاب نے کی ہے۔ ملکہ طلسم خطاب ہوا ہے۔"

یہ سننا تھا کہ مجلس کو غصہ آیا اور بولی: "حرامزادی کو ابھی پکڑوا بلاتی ہوں۔ لو موتی کو دل لگے ہیں۔"

عمرو نے کہا: "بیٹا جانے دو گئی چیز کا رنج نہیں کرتے۔ بہاران نے کہا: "خواجہ یہ بہت بڑی ساحرہ ہے جو کچھ سحر ہم نے دس دس برس میں سیکھا۔ وہ اس نے شبانہ روز میں حاصل کیا ہے تم اس کی کیفیت دیکھو۔

عمرو چپ ہو رہا اور مجلس نے اپنے گلے کا ہار اتارا اور ایک موتی اس میں سے توڑ کر ہاتھ پر رکھا اور پھر منتر پڑھا کہ وہ دانہ پروئے ہوا اڑ گیا۔ بعد لمحہ بھر کے ایک چیلا زنجیر آتشیں ہاتھ میں لئے پیدا ہوا اور اس نے سامنے آ کر سلام کر کے عرض کیا: "مجھے کیا حکم ہوتا ہے۔"

مجلس نے کہا: "صوبے میں تجھ سے کہتی ہوں کہ جلد جا اور جنہیں کو پکڑ کر لے آ سنا تو نے میرے اچھے اچھے چیلے تجھے ساحری جیتا رکھے جلدی آنا دیر نہ لگانا۔"

چیلا اس کی باتوں سے ہنستا ہوا روانہ ہوا اور اڑ کر چلا۔ بعد اس کے جانے کے پھر گانا ناچ وغیرہ کا آغاز ہوا۔

اس اثنا میں مشاطہ زریں لباس شب نے زلف مشکیں نم کھولی۔ بزم عالم میں آ کر جلوہ گر ہوئی اور زینت طراز دہر نے کہکشاں سے مانگ عروس چرخ کی سنواری شام ہوتے

ہی تمام بارہ دری میں روشنی ہوئی اور باغ میں قنادیل بلوریں لٹکائی گئیں۔ سرو پر چراغاں اپنا فروغ بہار دکھانے لگی۔ نہروں میں کنول روشن کر کے ڈال دیئے۔ بجرے پڑ گئے۔ جلترنگ بجنے لگے۔ خواجہ کو لے کر ملکہ بجرے پر سوار ہوئی اور کیفیت پانی کی دکھانے لگی۔ وہ سبز سرخ وغیرہ ہر رنگ کے گلاس جو کمروں پر عکس افگن تھے تو عجیب طرح کے گل بوٹے پانی میں نظر آتے تھے۔

چادر آب منقش و رنگین تھی۔ شلپ آب کی ہر صفت زیر سے تشتن تھی جہاں کہیں پانی گھومتا تھا وہاں کنول بھی گرد گھومتے تھے اس وقت کی بہار تاب دید تھی گیا شعلہ رو لباس رنگا رنگ زیب جسم کئے گردش کھاتے تھے۔ کنارے کنارے کنیز ان در درگوش مرصع پوش جلترنگ کے ساتھ اشعار بہار انگیز گاتی تھیں۔ فوارے سرکشی پر آمادہ سرو قدوں کے قامت رعنا کا لطف دکھاتے تھے۔

غرضیکہ تا دیر سیر آب میں مصروف بجرے سے اتر کر بارہ دری میں آئے۔ یہاں سب طرح کا سامان عشرت مہیا تھا مسند زریں پر جلوہ گر ہوئے۔

یکایک وزیر نے دست بستہ عرض کیا کہ خاصہ تیار ہے حکم ملے کہ لاؤں۔"

آٹھ کنیزیں مہر دیدار سرو دے کر روانہ ہوئیں اور مطبخ خانے سے خوان کسا کر مہر سے وزیر داروغہ کے جب فاصلہ چلا سرو بجنے لگا اور تعریف ملکہ میں گانا شروع ہوا۔ مرچ حسبانی ہر خوان پر ہونے لگی کہ چشم دشمن سے محفوظ رہے۔

غرضیکہ بڑے تجمل سے کھانا آیا دستر خوان و اطلس کا بچھا پھر کاغذ پہ لطیف و گرتا کہیں کو بہتر تو کر رکھا۔ پہلے نمک چشی کے تئی خوان سب کھانے سے نکالے اور دستر خوان چنا گیا۔ پھر ہاتھ دھلا کر خواجہ اور ملکہ نے کھانا تناول فرمایا۔ بعد فراغ کھانے کے محفل انبساط میں بیٹھے اس وقت دو ساحر معزز بروئے ہوا پیدا ہوئے اور سامنے آن کر ملکہ کے آداب بجا لائے اور دو کشتیاں طلائی تورے پوشش زر دوزی ان پر چڑھے تھے۔ سامنے ملکہ کے پیش کیں یہ بڑے حضرت نے بھیجی ہیں۔

بہار نے تورے پوش ان کے اٹھائے۔ عمرو نے وہ جواہر جو کبھی دیکھا تھا ان میں پایا

اور ایک نامہ بھی اس میں رکھا تھا اور موتی کے ملے انگوٹھیاں لال و الماس کے تاج گوہر نگار نورتن کے زمرد و یاقوت کے رکھے تھے۔

بران نے وہ نامہ اٹھا کر پڑھا لکھا تھا۔ خواجہ نے جواہر پردہ قاف ملاحظہ کیا ہے۔ اس جواہر کی کیا حقیقت ہے لیکن میری جانب سے کہنا کہ اس تحفہ مختصر کو قبول فرمائیں اے فرزندا عمرو جس کو چاہے بادشاہ بنا دے۔ تم اس کی تعظیم میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرنا میری خوشنودی اس میں ہے خبردار اپنی شہزادی ہونے کا غرور نہ کرنا خواجہ شہزادیوں سے کام لینا سمجھتے ہیں اور ہزاروں شہزادیاں ان کی خدمت گذاری کی آرزو رکھتی ہے اور لکھا تھا کہ نامہ افراسیاب کا سر طلسم جہاں مولسری کے درخت لگے ہیں پہنچ چکا ہے۔ اس کو طلب کر لو اور نامہ پڑھ کر جواب باصواب دینا۔ بس یہ نامہ پڑھ کر بران نے عمرو کو دکھلایا۔ یہ بھی بہت خوش ہوا اور بران نے کہا: "جواہر یہ علیحدہ رکھ دو کہ میں خواجہ کو اپنے بدلے کے ساتھ دوں گی۔"

عمرو نے جو یہ کلام سنا خیال کیا کہ اگر یہ جواہر رکھائے گی تو کشتیاں سونے کی پھر جائیں گی اور دوسرے اس رکھنے رکھانے سے کچھ تغلب و صرف ہو جائے اس سے ابھی وصول کرنا چاہیے۔

یہ سوچ کر گویا ہوا: "اے ملکہ یہ تحفہ ہمارے مہربان کا عطیہ و فرستادہ ہے اس کو ہم رکھنے نہ دیں گے کہ یہ نشانی اس کی ہے۔"

یہ کہہ کر سب کشتیاں جالی مار نذر زنبیل کیں۔ پھر بات بنانے کی راہ سے کہا کہ میں نے غلطی کی جو کشتیاں رکھ لیں تو میں نکالے دیتا ہوں تمہیں رہنے دو۔

ملکہ نے کہا کہ آپ کو قسم ہے اپنے دین و مذہب کی کہ آپ میرے کہنے کا خیال نہ کریں اور کشتیاں اپنے پاس رکھیں۔

عمرو نے کشتیاں رکھ لیں اور کہا: "اے ملکہ تم اور تمہارے باپ وہ خلق رکھتے ہیں کہ میں تعریف نہیں کر سکتا۔ اے ملکہ قاصد افراسیاب جو پیام لایا ہے میں بتلائے دیتا ہوں وہ پیام یہ ہے عمرو مفتری ہے اور مکار ہے ہم تم ایک مذہب رکھتے ہیں۔ اس کو پکڑ

کر یہاں بھیج دو۔

یہ بیان سن کر ہران نے کہا: "خواجہ ہم آزماتے ہیں کہ نامہ میں یہی لکھا ہے یا کچھ اور اگر یہی مضمون ہے تو واقعی آپ معاملات ملک داری میں بہت رائے سلیم رکھتے ہیں اور بادشاہوں کو ادراک مطالب پر ایسا ہی عبور چاہئے جیسا کہ آپ کو حاصل ہے۔"

یہ گفتگو کر کے ان ساحروں کو رخصت کر دیا اور ملکہ نے خواب گاہ بہر خواجہ درست کرائی۔ پلنگڑی جواہرین پر بالا دری میں خواجہ نے آرام کیا لخلخلے رکھ دیئے گئے کنیزیں چپی کرنے لگیں۔ ملکہ علیحدہ دوسرے درجہ میں آرام پذیر ہو گئیں۔ وہ تھوڑی سی رات بہت جلد گزر گئی اور وہ زمانہ آیا کہ بربط نواز دہر نے دائرہ آفتاب بصد آب و تاب غلاف خاور سے نکالا اور کاہ فلک کی پیشواز ستارہ دار کو اتارا۔

دم سحر عمرو نے بیدار ہو کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ ملکہ نے فن کہانت کی ڈالیاں کھینچیں۔ عمرو ہمراہ اپنے لے کر دارالامارہ میں آئی اور بعد مجرا و سلام کے کارپردازان سلطنت کو حکم کہ کچھ ساحر یہاں سے سرحد طلسم پر جائیں اور نامہ دار افراسیاب آیا اس کو لے آئیں۔

بموجب حکم ملکہ ساحر روانہ ہوئے اور قاصد قریب درختان مولسری پہنچ چکا تھا کہ ساحروں نے پہنچ کر عرض کیا کہ چلئے حضور میں آپ ہی کی یاد ہے۔"

وہ نامہ دار ہمراہ ساحراں بعلمات تمام اڑ کر چلا اور بعد قطع مسافت باغ قلعہ ہفت رنگ میں پہنچا یہاں کی آرائش و زیبائش دیکھ کر عقل دنگ ہو گئی۔ سمجھا کہ یہ سامان بہر دعوت عمرو ہے۔

غرضیکہ دارالامارہ شاہی میں جب پہنچا یہاں کا کروفر دیکھ کر حیران کار تھا۔ یعنی عمرو برابر ملکہ کے تخت شاہی پر جلوہ گر تھا اور ہزارہا ساحر معزز اور ناظم طلسم حاضر تھا ساقی خوش ادا اور طوائف مہر لقا حاضر تھے۔ جلسہ اجلا سجا تھا۔ قاصد بموجب قاعدہ رسم تعظیم و آداب کر کے آگے بڑھا۔ ملکہ نے ملکہ دنگل آہنی بیٹھنے کو دیا۔ یہ فروکش ہوا۔ ساقی

کو اشارہ ہوا کہ اس نے جام دیا۔

بلند وار ساغر پیا جب دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا پکارا: "میں نامہ دار ہوں۔"

ملکہ نے کہا: "تمہارا نامہ کس کا ہے۔"

قاصد نے کہا: "یہ نامہ شاہ جادواں مالک طلسم ہوشربا افراسیاب جادو کا ہے اور مجھ کو حکم ہے کہ شاہ کوکب کے ہاتھ میں نامہ دوں اور جواب لوں۔"

ملکہ نے چاہا کہ ان باتوں کا جواب سخت دوں مگر عمرو نے کہا: "اے ملکہ یہ ایلچی ہے جیسا اس کے مالک نے کہہ دیا تھا ویسا بجا لایا۔ آپ اس کو پاس شہنشاہ رفعت نشان کے بھیجیں۔

یہ کلمہ عمرو نے اس لئے کہا کہ قاصد کوکب کے پاس جائے اور دیکھو کہ اس نے کیا جواب دیا۔ اس کا مافی الضمیر بھی دریافت ہو جائے گا کہ میری طرفداری کرتا ہے یا افراسیاب کی۔

غرضیکہ ملکہ نے نامہ دار کو ٹھہرایا اور ایک غرضیکہ خواجہ کے کہنے سے آپ کو لکھا ہے۔ اس لئے قاصد امیدوار باریابی کے کہنے آپ کو لکھا ہے۔ اس لئے قاصد امیدوار باریابی اور روبرو حاضر ہو کر زبان فیض ترجمان سے جواب نامہ کا سنا چاہتا ہے۔ زیادہ حد آداب۔

یہ عریضہ ایک ساحر چلے در دولت پر گیا اور وہاں سے حال دریافت کر کے کوہ فیروز پر پہنچا اور بادشاہ کو تسلیم کر کے نامہ دیا۔ شاہ نے پڑھ کر تحریر کیا: "اے فرزند نامہ دار کو بھیج دے۔"

ساحر واپس آیا اور ملکہ کو حکم شاہ مجری دیا۔ اس نے چند ساحروں کے ساتھ نامہ دار کو روانہ کر دیا اور آپ مع خواجہ داخل عشرت کدہ ہو کر مصروف بہ عیش ہوئی۔

لیکن قاصد جب کہ کوہ فیروز پہنچا دیکھا کہ کہ وہ سب فیروز کا ہے اس پر کوسوں تک سبزہ ہے۔ پھولوں کی بہار ہے۔ گھاس زمرد کی تل ہے۔ اس پر پھول الماس و بلور کے ہیں سراسر نور کے بیچ میں ہر پھول کے حقیقی زر کی پنکھڑی صناع قدرت نے گڑھی ہے۔ نامہ دار اس بہار کو دیکھتا اور آفریں مالک پر اس طلسم کے کرتا جاتا تھا کہ چالیس بنگلے

اس کو زمرد کے نظر پڑے۔ ان کے آگے سائبان زربفتی کھنچے تھے اور ہر بنگلے میں کرسیاں جواہر کی بچھی تھیں۔ ان پر طاؤس نیلم و زمرد کے ترشے ہوئے رکھے تھے۔ ان بنگلوں سے جب اور آگے بڑھا۔ ایک بارہ دری یاقوت کی دیکھی کہ اس کی توصیف اگر لکھی جائے تو داستان ناتمام رہے۔

اس بارہ دری میں تخت یاقوت پر کوکب جلوہ گر تھا گرد تمام سردار سرداران ذی وقار کا دورویہ بندھا ہزارہا غلام زریں لباس حاضر تھا۔

نامہ دار نے یہ کروفر دیکھ کر مجرا گاہ پر تحفہ کر سر جھکایا۔ مردبے نے شاہ ساحران بادشاہ صاحل سلطان جہان قاصد افراسیاب شاہ موجود کہا۔

بادشاہ نے سر اٹھایا۔ قاصد نے مجرا کیا۔ آنکھ سے سلام کیا۔ پھر اشارہ نزدیک آنے کا کیا۔ قاصد قریب گیا نامہ پیش کیا۔

شاہ نے دست زبردست نے منشی کے حوالے کیا۔ منشی جادو طراز پڑھنا شروع کیا۔ جب سب حروف بحرف پڑھ چکا۔ بادشاہ عالی منش مضمون پر مطلع ہو کر چیں برجبیں ہوا اور قاصد نے جو تحفہ و ہدیہ وغیرہ پیش کئے۔ دست ناقبول دراز کیا۔ پھر نامہ دار کو دگلہ آتشی عمدہ عنایت ہوا اور حکم بیٹھنے کا دیا۔

قاصد سلام کر کے بیٹھا۔ بادشاہ نے منشی گہر ریز کو حکم دیا کہ ایک نامہ ہماری طرف سے اس خط کے جواب میں ترقیم کر دو۔ مضمون اس کا پر نفاق ہوا اور سرنامہ خدائے شاہد مسلمانان اور توصیف جناب پیغمبر آخر الزمان لکھنا ہر چند کہ میں اہل اسلام نہیں ہوں مگر اس مضمون کے لکھنے سے افراسیاب کو شرکت مسلمانان ثابت ہو جائے گی اور پھر حوصلہ کسی طرح کی تحریر کا باقی نہ رہے گا۔ راہ نامہ و پیام بند کرنے کی اس سے بہتر تدبیر اور نہ ہو گی۔

منشی عطارد رقم نے حسب الحکم مرکب سیاہ دیدہ زحل کو دوات میں حل کر کے پارچہ حریر پر ایک نامہ بعد توقیر بجواب اس نامہ کے تحریر کیا۔

قلم لکھتا ہے پہلے حمد باری
کیے دریا ہوا پر جس نے جاری

معلق گنبد خضرا میں اس نے
کئے روشن چراغ ہیں اختروں کے

کیا پرنور اس خاک سیہ کو
فروغ اس نے دیا ہے مہر و مہ کو

اسی سے ہے نشان اوج پستی
اسی سے ہے بہار باغ ہستی

خدا کے بعد وہ ہادی ہمارے
کہ جو چرخ رسالت کے ہیں تارے

محمد آفتاب چرخ اسلام
چراغ آفرینش روح اجسام

شہ لولاک و ممتاز دو عالم
معظم آستان فخر آدم

بہار گلشن ایجاد وہ ہیں
ظہور عالم آباد وہ ہیں

ہوا ہے نور ان حضرت کا پیدا
ہوئی کل کائنات اس سے ہویدا

خدا کی ہو گی اس ملک پہ رحمت
قدم رنجہ کریں گے جب یہ حضرت

پس از توصیف سردار رسالت
لکھا جاتا ہے یہ نامہ بہ الفت

کہ شہنشاہ جہاں سلطان ذی جاہ
ترے رتبہ کے آگے کوہ ہے کاہ

بہار بوستان قہر باری
گل نزہت فزائے تاجداری

چراغ افروز بزم عقل و تمکین
فروغ افزائے علم سحر آگیں

ہلال آسمان سحر سازی
فلک تمکیں سپہ نیرنگ بازی

درخشاں اختر اوج شرافت
در افشاں ابر دریا بار رحمت

شہ افراسیاب آسماں جاہ
کہ خوشہ چیں خرمن جسکا ہے ماہ

لکھا جاتا ہے تم کو بعد تسلیم
ادا کر کے حقوق رسم تعظیم

مخطط نامہ حضرت ہوا آج
پہنایا سرفرازی کا مجھے تاج

سراسر وہ محبت سے بھرا تھا
عجب مضمون درد آگیں لکھا تھا

رذالت کا بیان تھا اس میں اکثر
زمانے کی شکایت تھی سراسر

مجھے پڑھ کر ہنسی آئی بہت سی
اڑا اک قہقہہ دیوار میں بھی

کہ حضرت اس طرح عاجز ہوئے ہیں
کہیں بھوت بن کر سر چڑھے ہیں

لکھا تھا یہ بھی اس میں مشفق من
تحمل مجھ کو ہے برحال دشمن

بجا ہے آپ کا فرمانا اے شاہ
کہ قصہ ظلم سے ہوتا ہے کوتاہ

تحمل ہی یہاں پہ چاہئے تھا
مثل سچ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا

زمانے کے نرالے کچھ ہیں نیرنگ
سنی تو ہو گی مور و فیل کی جنگ

غرور و کبر کب زیبا یہاں ہے
کہ جو چرخ مشہور جہاں ہے

گدا کو بخشتا ہے بادشاہی
کبھی سلطان کو دیتا ہے گدائی

کسی سے ہے عروس تو ہم آغوش
جنازہ ہے کسی کا بار بر دوش

کسی کے بر میں شاہانہ ہے پوشاک
پڑا ہے بے کفن کوئی تہ خاک

فلک کی دشمنی کا ہے جو کھٹکا
تن باغ جہاں بھی ہے لرزتا

عداوت کا فلک کی پا کے کچھ بھید
لرزتا ہے ہمیشہ سے تن بید

سحر دم بھر کو گر خنداں ہے ہوتی
تو شبنم آٹھ آٹھ آنسو ہے روتی

دل لالہ میں داغ اس نے دیا ہے
گلوں کا گل چراغ اس نے کیا ہے

سرو نے گرچہ آزادی ہے پائی
پھنسی قید محبت میں ہے قمری

شگفتہ کر کے روئے گل کو اس نے
دیا ہے خار و غم بلبل کو اس نے

فلک کے جور سے ہو کر پریشاں
ہے سنبل باغ میں واسوے عریاں

وہاں غنچہ ہے حیرت سے خاموش
خزاں کے غم سے سوسن ہے سیہ پوش

خزاں کا دیکھ کے ازبسکہ ساماں
ہوا ہے دیدہ نرگس بھی حیراں

ہوا جب جور گردوں کا یہ نقشہ
تو پھر بیٹھا ہے یکبر اے شعلہ واں

فتور عقل ہے حضرت سراسر
عدو کو جانتا ہے اپنے سے بدتر

عمرو کو لکھتے ہو مکار و غدار
سراسر ہے حماقت کی یہ گفتار

پڑے گی چاند پہ اڑے گر کب خاک
کہاں عرش اور کہاں یہ خاک ناپاک

ملک کے سمت جو تھوکے گا شقی
تو وہ اپنے ہی رخ پہ تف کرے گا

کہاں تم اور کہاں عیار عالم
کہاں جنت کہاں نار جہنم

کہاں گندم نمائی جو فروشی
کہاں پانی فلک پہ سنبلہ کی

عمرو پشت پناہ مومناں ہے
عمرو شاہنشہ شاطراں ہے

خیال خام ہے یہ ان کی نسبت
کہ ان کو مد لینے کی حسرت

خدا جس کی مددگاری کرے گا

بھلا اس کو مدد کیا کوئی دے گا

انھوں نے کلبۂ احزاں کو میرے
عطا کی روشنی تشریف لا کے

بلایا ہے انھیں خود میں نے اس جا
کہ ان سے دست بستہ کچھ کہوں گا

مجھے الفت جو تم سے ہے ہمیشہ
محبت کا ہوا تھا یہ تقاضہ

سفارش آپ کی کرتا عمرو سے
کہ بچتا ملک دشمن کے ضرر سے

وگرنہ ناتوان صف شکن کا
جوانِ تہمتن تیغ زن کا

ارادہ ہے کہ آئیں اس طرف کو
الٹ دیں ایک دم میں ان کی صف کو

معاذاللہ اجل پھر جس کو تاکے
ہدف سے کب بچے تیر قضا کے

کرے سیل فنا جس گھر کو برباد
تو کیا باقی کی دیوار و در کی بنیاد

ڈریں لشکر کی کثرت سے نہ جنگی
کہ اخگر ایک ہے خرمن کو کافی

ہجوم بزدل سے کیا ہے حاصل
بھلا کب شعلہ و خس ہوں مقابل

مجھے رہ رہ کے آتا ہی یاد
ہوا افسوس گھر حضرت کا برباد

محبت سے لکھا جاتا ہے حضرت
کہ اب بھی چھوڑیئے یہ کبر و نخوت

وگرنہ پھر کہاں افراسیابی
نہ کیجئے موت آنے میں شتابی

زیادہ کیا لکھوں اے مشفق من
بنایا دوست کو خود تم نے دشمن

خدا توفیق نیکی کی تمہیں دے
تمہارا ملک و مال آباد رکھے

منشی بدائع طراز خامہ ندرت نگار اس مقام پر روک کر نامہ مشک ختامہ روبرو شاہ پیش کیا جو کچھ مضمون گھٹانے بڑھانے کا حکم ہوا وہ درست کر کے صاف کیا۔ پھر عنوان نامہ پر مہر بادشاہی ثبت ہوئی اور کیسہ گوہر آگیں رکھ کر قاصد کے حوالے کیا اور

رخصت فرمایا۔

نامہ وار آزردہ خاطر شہ کو سلام کر کے روانہ ہوا۔ ساحر پہلے قلعہ ظلمت رنگ میں لائے۔

ملکہ مضمون جواب نامہ سے مطلع ہوئی اور عمرو بھی بہت خوش ہوا۔

ساحروں نے حسب الحکم ملکہ' قاصد کو سرحد طلسم تک پہنچا دیا۔ وہ بعد قطع منازل باغ سیب میں پہنچا۔

شہ جادواں نے اس عرصے میں بہر جنگ مہ رخ ایک ساحر معروف طلسم نثار آفت خیز جادو نامی کو طلب فرمایا ہے اور وہ بارہ ہزار ساحروں سے حاضر ہوا ہے۔ ہنوز اس کو کچھ حکم نہیں دیا ہے کہ قاصد آ کر پہنچا۔ شہ کو آداب بجا لایا اور جواب نامہ کا پیش کیا۔

افراسیاب نے منشی کے حوالے کیا۔ اس نے حرف بحرف سنایا۔ مضمون پر اطلاع پا کر غیظ و غضب سے شہ طلسم کانپنے لگا اور پشت دست کاٹنے لگا۔ پھر براہ نخوت اور بات بنانے کے لئے ہنس کر گویا ہوا: "لیجئے کوکب ایسا عمرو سے ڈرا کہ اپنا دین چھوڑ کر بے دین ہو گیا۔ بس ایسے کی بات کا برا ماننا کیا۔ میں اب اس پر لشکر کشی کرتا مگر وہ خود ہی لڑنے آتا ہے۔ اب میں اس کو سزا معقول دوں گا۔"

اہل دربار نے براہ خوشامد تائید کلام کرنا شروع کی حضور کوکب بچہ اور ترک بے ایمان ہو گیا۔ نامہ خداے ذیجاہ کی تعریف میں لکھا ہے۔ آپ سحر وہ بھول جائے گا پھر آپ کا مقابلہ کیا کر سکے گا۔ اول تو یوں ہم مرتبہ ملازمان جناب نہ تھا چہ جا کر سحر فراموش کر کے مقابلہ کرے۔ کیا جان رکھتا ہے۔ اس کی شامت آئی ہے۔"

شہ طلسم ان کی باتوں کو سن کر خوش ہوا اور نثار سے کہا: "تم جاؤ لشکر مہ رخ سے جنگ کا آغاز کرو۔ میں قتل اسد کی تدبیر کرتا ہوں۔"

نثار یہ سن کر آداب بجا لایا۔ خلعت رخصت عنایت ہوا۔ یہ باہر آیا اور بارہ ہزار اپنے ہمراہی ساحر درست کر کے اژدہے پر سوار ہو کر بہ تجمل تمام روانہ ہوا۔

جب یہ جا چکا تو نامہ حیرت آیا: "اے بادشاہ سنا گیا ہے کہ آپ کے قاصد کا کچھ رتبہ

پیش کوکب نہ ٹھہرا۔ عمرو کا بڑا رتبہ ہے۔ کوکب امداد لشکر کشی رکھتا ہے آپ غفلت نہ کریں۔ اسد کو قتل کر ڈالیں۔ آگے آپ کی جو مرضی میں جانتی ہوں کہ جب جنگ عظیم کا سامنا ہو گا۔ اس وقت اسد ہلاک نہ ہو گا۔"

یہ نامہ پڑھ کر بادشاہ نے اہلِ دربار سے کہا: "دیکھو جو کوکب نے لکھا ہے کہ وہ میری بی بی نے وہیں بیٹھے بیٹھے بتلا دیا۔ ان کو ملک داری میں بہت سلیقہ ہے۔"

غرضیکہ تعریف کر کے نامہ کا جواب لکھا: "اے ملکہ! تم گھبراؤ نہیں' میں نے بہار کو ہمراہ اجتماع لشکر باغیان تمہارے پاس بھیجا ہے۔ یہ ساحر معزز ہے۔ اس کی خاطر کرنا۔ حال نامہ کا بھی وہ تم سے بیان کرے گا اور لشکر دشمن کا بھی خاتمہ کر دے گا۔ میں نامہ سب سلطانانِ طلسم کو بھیجتا ہوں وہ سب جمع ہوں تو انتقام طلسم کشا کروں۔"

یہ نامہ شحر کے گلے میں باندھ کر بھیجا۔ طائر قبل پہنچے بہار کے پہنچا۔ ملکہ نے نامہ گلے سے کھول کر پڑھا اور حال آمد بہار معلوم کر کے ساحر استقبال کے واسطے بھیجے بہار بعد قطع مسافت راہ جب قریب پہنچا استقبال کر کے لے گئے۔ اس نے لشکر اپنا متصل لشکر ملکہ حیرت اتروایا۔ آپ سامنے ملکہ کے آیا تسلیم کی ادا کی۔

ملکہ مذکورہ خلعت عطا فرمایا۔ دنگل زریں پر بٹھلایا۔ ساقی نے حسب ایما ملکہ موصوف جام شراب دیا اس نے بادہ خواری کی جب نشہ ہوا اس وقت ملکہ موصوف جام شراب دیا اس نے بادہ خواری کی جب نشہ ہوا اس وقت ملکہ نے حال نامہ کوکب کا بھیجنے کا استفسار کیا۔

اس نے جو کچھ جواب وہاں سے آیا تھا۔ اس کو بیان کیا۔

ادھر عیار لشکر مہ رخ برائے خبر گیری شکل مبدل ٹہل رہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کل کیفیت سنی اور بہت خوش ہوئے کہ الحمد اللہ جس نے محنت ہمارے استاد نے گوارا کی تھی۔ وہ مراد بر آئی۔ فی الجملہ بہار جیتا شراب پیا کیا اور ناچ دیکھا کیا۔ جب سواد شب سے مہر قمر صفحہ روزگار پر ثبت روشن ہوئی اور فرمان عزل عامل روز منشی دہر نے جاری فرمایا۔

سرِ شام اس نے حکم طبل بجنے کا دیا۔ نقارۂ جنگی گڑگڑایا۔ عیاران لشکر اسلام خبر لے کر بارگاہ میں آئے ملکہ مہ رخ کو تسلیم کر کے زمین ادب کو بوسہ دیا۔ دعائے عمرو دولت دے کر اس طرح حال بیان کیا وہ شاہ عیاراں کوکب کے یہاں پہنچے اور وہ معاملات پیش آیا۔ افراسیاب کا نامہ دار گیا تھا۔ اس کو جواب سخت وہاں سے ملا۔ بے نیل مرام وہ پھر آیا۔ شاہ جادواں نے غضب ناک ہو کر ایک ساحر زندہ جادو نامی کو بھیجا ہے اس نے بمقابلہ مملکت پناہ طبل جنگ بجوا دیا ہے۔ یہ خبر سن کر تمام سردار شاد ہوئے کہ خواجہ کی شفقت کام آئی۔

پھر یہاں بھی کوس حرب پر چوب پڑی۔ دربار سویرے سے برخاست ہوا۔ ہر شخص اپنے مقام پر آ کر بیٹھا اسباب حرب و ضرب کرنے لگا۔ سحر کی جاگ سحروں کے جاپ شروع ہوئی۔ جدھر دیکھو تلوار کی جھنکار تھی۔ جدھر سنو کلو ابجرا سنکھ کی پکار تھی۔

اس طرف زنار کے لئے خیمہ زربفتی استادہ ہوا وہ بھی بارگاہ سے اٹھ کر خیمہ میں آیا اور سحر جگانے لگا۔ لشکر میں بھی اس کے یہی سامان تھا۔

مگر برق فرنگی وغیرہ عیاروں نے باہم مشورہ کیا کہ یہاں عمرو موجود نہیں ہے اور زنار کو زبردست سمجھ کر شاہ طلسم نے بھیجا ہے۔ مبادا کل ہمارے لشکر میں کچھ ضرر پہنچا تو اچھا نہ ہو گا۔ پس چاہئے کہ ہم لڑائی سے پہلے کچھ تدبیر کریں۔ یہ مشورہ کر کے باہم جانسوز کو برائے حفاظت لشکر چھوڑ کر صحرا میں آئے اور زنگی بجائی۔ قران بھی آیا۔ اس نے اپنی رائے ظاہر کی۔

اس نے کہا: "اچھا تم دونوں جاؤ میں بھی آؤں گا۔" یہ سن کر ضرغام و برق صورتیں ساحران لشکر حریف کی ایسی بنا کر چلے دیکھا کہ لشکر عدو میں ہجوم ہو رہا ہے ڈمرو بجتا ہے۔ تیاری جدال میں ہر ایک مصروف ہے۔ ہتھیاروں درستی سے مالوف ہے۔ یہ ہر سمت پھرے لیکن تدبیریں نہ آئی اور رات بھر تھوڑی رہ گئی۔ اس وقت دونوں الگ الگ ہو کر مایوس اپنے لشکر کی طرف چلے کہ اتفاق سے برق کا گزر جانب خیمہ سپہ سالار زنار دھواں جادو نام کے ہوا اور وہ خیمہ سے نکل کر برائے تربیت و نگہداشت لشکر ایک

سمت جاتا تھا۔ برق نے اس کو تجویز کیا اور دوڑ کر اس کے پاس آیا اور کہا حضور ادھر تشریف لائیے ایک تماشا میں آپ کو دکھاؤں۔

اس نے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا میں لشکر حیرت کا ایک ملازم ہوں۔ اس وقت آپ کے لشکر میں آیا تھا۔ دو عیار ایک درخت کے نیچے بیٹھے تھے میں نے چاہا کہ گرفتار کر لوں' مگر ہم لوگ ان عیاروں سے ایسی زک پا چکے ہیں کہ میرا حوصلہ ان پر ہاتھ ڈالنے کا نہ پڑا' کیونکہ میں اکیلا تھا۔ پس اگر آپ چلیں تو مل کر ان کو پکڑ لیں۔

یہ تقریر سن کر وصاص خوش ہوا کہ اگر عیار ہاتھ آ گئے تو لڑائی بالکل فتح ہے۔ میرے مالک کی بڑی ناموری ہو گی غرض شادان و فرحان اس کے ساتھ چلا اور جب لشکر سے نکل کر صحرا میں آیا۔ برق نے کہا دیکھیے وہ جو سامنے درخت ہے وہاں پر بیٹھے ہیں۔

یہ اس طرف دیکھنے لگا۔ اس نے حباب بیہوشی مارا کہ وہ منہ پر پڑا اور وہ اس کے غبار سے بیہوش ہوا۔

برق نے اس کو خوب بیہوش کر کے کپڑے اتار لے اور اس کی کمر میں کمند باندھ کر درخت پر چڑھ کر اور کھینچا' پھر کسی شاخ سے مضبوط باندھ دیا اور آپ رنگ و روغن لگا کر اسی کی ایسی صورت بن کر اس کے خیمہ میں آیا اور مختصر وقت ٹھہرا کہ حال اس کا بیان کیا جائے گا' مگر ضرغام جو مایوس پھرا اس نے ایک ساحر کے بستر پاس جا کر پکارا کہ اسپے ہر اور جلدی چلو کہ سپہ سالار صاحب تمہیں بلاتے ہیں۔

وہ ساحر افسر کا نام سن کر اس کے پاس آیا اور کہا سپہ سالار صاحب کہاں ہیں؟

لشکر حیرت سے نکل کر کسی کام کو صحرا میں آیا تھا۔ وہاں ایک افسر کھڑے تھے' مجھ سے کہا ہمارے لشکر سے ایک شخص کو بلا لو' کہتا سپہ سالار بلاتے ہیں۔ میں ان کے کہنے سے آیا ہوں اور کچھ نہیں جانتا ہوں۔ یہ بیان سن کر وہ ساحر سمجھا کہ صحرا میں شاید ورق سحر کے لئے گئے ہوں گے یا کسی عیار کو دیکھ کر گرفتار کرنا منظور ہو گا۔

پس بوجہ تنہائی ایک آدمی کو بلایا ہو گا یہ سوچ کر اس کے ساتھ ہوا کہ اچھا چلو۔ ضرغام اس کو صحرا میں لایا اور بیضہ بیہوشی مار کر اس کو بیہوش کر کے غار میں ڈال دیا اور آپ اسی کی ایسی صورت بن کر وہی لباس اس کا پہن کر اس کے پڑاؤ پر آ کر ٹھہرا اور انتظار موقع عیاری کرنے لگا۔ لیکن جب یہ دونوں قران سے رخصت ہو کر چلے تھے تو وہ بھی بہر عیاری چلا حسب اتفاق ایک خدمت گار بہار کا اس کو کنارے لشکر کے ملا۔

اس نے اس سے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟

خدمت گار نے کہا نار بارگلو حیرت سے اٹھ کر اپنے خیمہ میں آئے ہیں۔ انہیں کا ملازم ہوں' پیچھے رہ گیا تھا۔ اب مالک پاس جاتا ہوں۔

قران نے کہا بھائی ہمیں بھی کہیں نوکر رکھا دو' بے کار ہیں' تمہیں دعا دیں گے۔

اس نے پوچھا تم کیا کام کرتے ہو؟ کہا رکابداری اور دیکھو ایسے کھجلے بناتے ہیں۔ ملکہ حیرت کے بکاولی کے لئے نمونہ لئے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک کھجلہ کمر سے نکالا اور کہا۔

"لو اس کو کھا کر دیکھو۔"

خدمت گار بیچارہ غافل اور فریب عیاری سے کھجلا تھوڑا سا کھا گیا اور کچھ دور چل کر بیہوش ہوا۔ قران اس کی صورت بن کر اور اس کے لباس سے متحلی ہو کر اس کو درخت سے باندھ کر آپ درخیمہ بہار پر آ کر ٹھہرا اور گھات عیاری کی سوچنے لگا اٹیک رات کم تھی۔ کچھ ہی دیر میں وہ وقت آیا کہ باغبان قدرت نے گلشن فلک سے گلہائے کواکب کو چن لئے اور باد سحر نے مسموم آسمانے غنچہ ہائے نجوم پژمردہ کر کے غارت کئے۔

رات بھر دونوں لشکر دن میں تیاری رہی تھی۔

صبح ہوتے ہی سرداراں نامی ساحراں گرامی سوار ہو کر بارگلو کے در پر مہ رخ کو لینے آئے۔ مہ رخ درگاہ خدا میں کرکے تاج شاہی اور لباس فرماں روائی پہن کر برآمد ہوئی۔

ایک سمت ملکہ بہار بصد آرائش و وقار سے نکلی۔ تخت ان دونوں کے فیل سحر پر کسے گئے۔ چتر پھیرنے لگے۔ گرد طاؤسان زریں بال پر جادو گرنیاں سوار اور ساحر لشکر کے افسران طائران سحر پر بیٹھے ہوئے نفیر سحر بجاتے چلے۔ نقارے جنگی گڑگڑانے لگے بصد حشمت و جلو سواری بادشاہ کی میدان جنگ کی طرف روانہ ہوئی۔

المختصر میدان میں پہنچ کر حکم کشتی دیا تھا کہ آمد لشکر حریف ہوئی۔

ملکہ حیرت سحر کے بنگلے میں مسند زر پر بیٹھی ہوئی اور بنگلہ پردے ہوا اڑتا اندر بنگلے کے جادو گرنیوں کا گروہ ملکہ مجمع سپاہ ساحراں سواریوں پر سوار بڑے تزک و احتشام سے جائے کارزار پر آ کر ٹھہری۔

ادھر بہار بھی خیمہ سے نکل کر سوار ہوا۔ قران جو بشکل خدمت گار تھا۔ جہاں اور خدمتگار تھے وہیں جا کر ٹھہرا رہا' کہا میدان جنگ میں ہم لوگوں کا کیا کام ہے' جب میاں پھر کر آئیں گے اس وقت ان کی خدمت ہم بخوبی کریں گے اور ضرغام جو ایک ساحر کی صورت لشکریوں میں سے بنا تھا' لشکر کے ساتھ ہو لیا' لیکن برق جو بصورت وساس سپہ سالار ہے' اس نے اپنے رفیقوں اور ماتحت ساحروں سے حکم دیا کہ ایک اژدر بزور سحر میری سواری کے لئے بناؤ کہ خوب چست و چالاک۔

اس وقت ایک ملازم عرض کی کہ حضور میں اژدہا بنتا ہوں۔ آپ مجھ پر سوار ہوں اور مجھ سے بھی کام لینا نہ پڑے گا۔ جدھر آپ فرمائیے گا ادھر چلوں گا۔

برق نے اس کو ایک مشت زر نکال کر دیا اور فرمایا کہ ہم تمہارا عہدہ بڑھا دیں گے اور تم کو خوش کریں گے۔ وہ ساحر یہ سن کر براہ خوشامد ایک اژدر مہیب کی صورت بنا اور برق اس پر سوار ہو گیا۔

اس نے بارہ ہزار ساحروں کا ایک لشکر ترتیب دیا اور پشت اپنے سب کو لے کر اژدر اڑاتا' منہ سے شعلہ آتشیں اژدہے کے پیدا ہمراہ بہار یہ بھی چلا۔ بہار جٹائیں خاک آلودہ لٹکائے جھولے سحر کے گلے میں ڈالے' سانپ جسم میں لپیٹے' بصورت مہیب اژدر پر سوار بارہ ہزار ساحران شنکار ہمراہ لئے نفیر بجاتا رزمگاہ میں کہ آیا۔ وہ ساحر بھی شب

زشت رو اور خبیث صورت بدہیبت تھے کہ ہر ایک کے موٹے زنار نتھنوں سے باہر چڑھے اپنے خوک و خرس کے بزور سحر بنائے ترسلوں پر مار سیاہ لپیٹے تھی تھالیاں ہاتھ میں ان میں چومکیں روشن کیے۔ چومکوں کی لو پر جب وہ چاول اور ماش مارتے، ان میں سے سحر طرح طرح کے ظاہر ہوتے رزمگاہ میں صف بستہ ہوئے۔

غرض جب یہ بھی داخل میدان جدال ہو چکے۔ اس عرصے میں یہاں میدان پاک و صاف ہو چکا تھا۔ تخت شاہان قلب لشکر میں ٹھہرے تھے صفوں کے جمگھٹے تھے۔ نارنج ترنج اچھلتے تھے۔ نقیب پکارتے تھے کہ دنیا میں ہر ایک کو فنا ہے، مگر جادہ رکشہ شمشیر راہ ملک بقا ہے جو تلوار کی دھار پر راہ چلا منزل پر پہنچ گیا۔ زندہ جاوید ہوا اور جو کوئی اس کی راہ سے بھٹکا وہ زندہ درگور مردہ ہم و ننگ ٹھہرا۔ یہی گوئی یہ میدان ہے مردی و نامردی کا امتحان۔

نقیب یہ کہہ کر جب ہٹے نہار تو پہنچا ہے اس نے اژدر اتار کر ملکہ سے اجازت رزم لے کر میدان میں اپنے تئیں پہنچایا اور کچھ سحر سازی دکھا کر مبارز طلب ہوا۔

لشکر مہرخ سے ایک ساحر ناری سہل جادو نام مقابلہ میں گیا نہار نے ایک گولہ فولادی سحر پڑھ کر مارا۔ اس بہادر نے رد سحر پڑھا کہ گولہ الٹا پھر گیا نہار نے اب کی غصہ میں آ کر ایک ناریل سحر کا مارا۔ اساوہ نے ہر چند رد سحر کیا مگر ناریل نہ پھرا اس کے بازو پر پڑا کہ بازو ٹوٹ کر ہاتھ بیکار ہو گیا۔ یہ معاملہ دیکھ کر اور ایک ساحرہ کینہ انگیز جادو ملازم ملکہ سرخ مو دوڑی اور اسلحہ لگا کر آپ مقابل ہوئی۔

نہار نے اب کی ناریل سحر کا مارا کینہ سے بھی رد سحر نہ ہوا اور ناریل سینہ پر پڑا توڑ کر پشت کی طرف سے نکل گیا۔ بیرون نے اس کے غل مچایا اور نہار نے پھر مبارز طلبی کی۔ ادھر سے سرخو اجازت لے کر چلی جب سامنے پہنچی نہار نے پھر ناریل سحر کا مارا اس نے انگلی سے اشارہ کیا کہ ناریل کٹ گیا۔ نہار کو غصہ آیا اور اس نے ایک نارنج نکال کر سمت فلک اچھالا۔ اور پھر اس نارنج کو آپ ہی روکا۔ اور پھر اچھالا۔ یہ حرکت دیکھ کر ضرغام جو لشکر بنا ہوا اس کے لشکر میں کھڑا تھا۔ سمجھا کہ یہ نارنج

تین بار اچھال کے جو لگائے گا تو یقین ہے کہ سرخ مو سے رد سحر نہ ہو سکے اور وہ ایسا نہ ہو کہ ہلاک ہو جائے پس نارنج اچھالا ضرغام نے غول میں فوج کے اپنے تئیں پوشیدہ کر کے ایک پتھر ایسا مارا کہ نارنج پر پڑا وہ ٹوٹ کر زمین پر گر پڑا۔ کیونکہ وہ اسی طرح کا تھا۔ کہ جب تک تین بار اچھال کر نارنج نہ رکے سحر پورا نہ ہو۔

ضرغام نے اس میں فرق ڈال دیا۔ غرضیکہ نثار نے نارنج پر پتھر پڑنے سے حیران ہو کر کہا اے سرخ مو کیا تیرے ساتھ سحر کے پتلے ہیں۔

سرخ مو کو پہلے تو تعجب ہوا تھا کہ یہ کیا محرک ہے پھر اس نے بھی دھمکانے سے کہہ دیا کہ ہاں میرے ساتھ کئی سو پتلے ہیں۔ اس نے کہا تو اچھالے اس سحر کو رد کر یہ کہہ کر ایک تیر نکالا اور اس کے پیکان پر سحر پڑھ کر کمان میں پیوست کر کے چاہتا تھا کہ لگائے ضرغام نے اب کی چکر ایسا تاک کر مارا کہ تیر و کمان دونوں کٹ گئے۔ یہ بہت حیران ہوا اور دل میں سمجھا کہ یہ بہت بڑی ساحرہ ہے۔

ادھر مہ رخ وغیرہ نے بہت تعریف کی کہ اے ملکہ سرخ مو کیا کہنا جانسوز جو لشکر میں کھڑا تھا اس نے کہا اے ملکہ یہ ضرغام چھپا ہوا لڑ رہا ہے۔

مہ رخ کو بڑا تعجب ہوا۔ نثار کو تیر کے کٹنے کا بڑا غصہ آیا اور ترسول پکڑ کر چاہا کہ جا پہنچوں اس وقت برق جو سپہ سالار بنا ہوا ہے۔ اس کو خیال آیا کہ اگر یہ جائے گا تو سرخ مو گرفتار یا قتل ہو جائے گی۔ اب اس کافر کو روک اور جو عیاری تجویز کر چکے ہو وہ آغاز کر کے اس کو جہنم رسید کرے۔ یہ سوچ کر اس نے اژدر سے کہا نثار کے پاس مجھ کو لے چل وہ اڑ کر سامنے نثار کے آیا اور سپہ سالار نقلی نے دست بستہ عرض کیا کہ اس ساحرہ نے زبردستی بہت دکھائی ہے۔ ناموری حضور کی اس میں ہے کہ آپ کا ملازم اس کو زیر کرے۔

پس امیدوار ہوں کہ مجھ کو اجازت حرب دیجئے کہ میں اس کو باندھ لاؤں نثار نے کہا تجھ کو سپرد خداوند سامری کیا۔ یہ حکم سن کر اژدر اڑا کر میدان میں پہنچا اور پکارا کہ اے لکا تو نے میرے مالک کو بہت عاجز کیا تھا۔ لے اس ضرب کو یہ کہہ کر

ایک نارنج کچھ بدبدا کر مارا۔

سرخ مو نے رد سحر پڑھا کہ یہ نارنج اثر نہ کرے۔ اچنبکہ نارنج عیاری کا تھا سحر کا ہوتا تو رد سحر کام آتا ہر چند دستکیں دیں مگر کچھ نہ ہوا۔ نارنج آ کر منہ پہ پڑا اور شق ہوا سب نے دیکھا کہ اس میں سے ایک شعلہ چمکا اور دھواں نکلا۔ سرخ مو غش مردے کی چرخ کھا کر طاؤس سے گری۔ اس نے ساحروں کو اپنے حکم دیا کہ وہ باندھ کر لے گئے اور اس نے پھر نہیب دی۔ اب کی ملکہ نافرمان مدعو آئی اور پکاری کہ لا حربہ سحر اس نے ایک ناریل چکر دے کر مارا۔ نافرمان بھی سحر پڑھ پڑھ کے پھونکا کی۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ ناریل جا کر منہ پہ پڑا کہ شعلہ چمکا اور یہ بھی بے ہوش ہو گئی۔ جادو گروں نے آ کر باندھ لیا اور پھر اس نے پکارا کہ کہ آؤ میرے سامنے۔ ادھر سے طاؤس نگی اس منہ پہ گلدستہ مارا کہ منہ پہ پنکھڑیا اس کی بکھریں اور وہ بے ہوش ہوئی۔ گرفتار کر لیا۔ وجہ گرفتاری یہ اور بھی ہے کہ طرف داران اسلامیان پہلے آپ سحر نہیں کرتے ہیں۔ اسی سے حربہ طلب کرتے ہیں۔ اور نارنج و ترنج وغیرہ بے ہوشی آمیز سے بے ہوش کر دیا۔

ادھر جانسوز اور ضرغام سے تو مشورہ ہو چکا تھا اس وقت اس طرح لڑنے سے وہ بھی پہچان گئے ہیں کہ یہ برق عیار ہے۔ بس وہ بھی کچھ تدارک نہیں کرتے ہیں۔ الغرض اس نے تیسرے پہر تک تیس چالیس ساحرہ اور ساحر گرفتار کیے۔

اس بہت بہار نے چاہا کہ میں جا کر لڑوں۔ برق ارادہ بہار مفہوم کر کے سمجھا کہ یہ آئے گی تو سحر باغ و بہار کا کرے گی۔ میری عیاری کھل جائے گی۔ بس یہ سمجھ کر پکارا کہ اے فرقہ نمک حراماں اب دن کم رہا ہے۔ اس وجہ سے طرح دیتا ہوں اگر تم نے اطاعت شلو جادواں نہ کی تو ہر ایک کو کل ماہ تک فنا دکھاؤں گا۔ سب کو خواب عدم میں سلاؤں گا۔

ادھر سے سب نے جوابات سخت و درشت دیئے مگر برق میدان سے پھر گیا۔ بہار نے بہت تعریف کی کہ اے سپہ سالار من کیا کہنا اور اس کی خاطر سے طبل بازگشت بجا

دیا۔ لشکر دونوں ہارے مرغ رنجیدہ و دل کبیدہ مراجعت کر کے داخل بارگاہ ہوئی۔

ادھر حیرت سپہ سالار پر زر نثار کرتی ہوئی اپنی بارگاہ میں آئی۔ لشکر نے کمر کھولی۔ خلعت بہت بھاری۔ حیرت و ہنار نے سپہ سالار کو دیا۔ پھر عیش میں مصروف ہوئے اتنا دن بارگاہ ملکہ میں ہنار بیٹھا رہا اور سپہ سالار لاف و گزاف کیا کہ اے ملکہ میں کل سب نمک حراموں کو پکڑ لاؤں گا اور بہار کو وہ جوتیاں لگاؤں گا کہ بھیجا نکل آئے گا۔ سب تعریف کو رہے ہیں کہ آپ ایسے ہیں لیکن بہار کا نام لینے سے حیرت دل میں ہوا مانتی ہے کہ یہ مجھ پر طعن ہے یعنی گویا یہ در پردہ کہتا ہے کہ تمہاری بہن پر کیا میں سبقت لے گیا تم پر عذاب آیا۔ ظاہر میں یہ بھی تعریف کر رہی ہیں۔ ہیچ ہو رہا ہے۔ حاصل یہ کہ سبب فرو خورشید سے دفتر کشائی سب نے حساب سمجھ لیا۔ اور رقم انجم کو کتاب سپہر پر چڑھایا۔

ہنار ملکہ سے رخصت ہوا کہ میں دن بھر کا خستہ ہوں اب جا کر آرام کروں گا۔ ملکہ نے کہا اچھا جائیے مگر قیدیوں کو اچھی طرح رکھئے گا اور سپہ سالار کو اپنے پاس سے جدا نہ کیجئے گا کہ عیاران کی فکر میں ہوں گے۔ اگر اکیلا پائیں گے تو زندہ نہ چھوڑیں گے اور آپ بھی بہت ہوشیار رہیے گا۔ اس نے کہا بہت خوب اور مع سپہ سالار اپنے خیمہ میں آیا۔ جملہ سردان کو طلب کر کے اپنے خیمہ کے برابر ایک قنات کھچوا ئی اس میں قید کیا اور ایسا سحر کر دیا کہ جو کوئی قنات پاس آئے تو بیہوش ہو جائے اور زمین کو بھی سنگ لاخ بنایا کہ نقب کوئی عیار نہ لگا سکے ور وہ اس قنات میں جانے کی اپنے خیمہ کے اندر رکھی۔ وہ سراچہ جو قنات کی طرف تھا۔ گڑوا دیا کہ سامنے سے قیدیوں کو دیکھتا رہوں گا جب یہ بندوبست کر چکا تو ایک خدمت گار کو پکارا۔ قران بھی بشکل خدمت گار تھا۔ یہ ہی حاضر کہہ کے سب سے پہلے سامنے آیا۔ اس سے کہا تم دروازے پر حاضر رہو کچھ کام ہو گا تو بلا لیا جائے گا۔ اور سب نوکروں سے کہا جاؤ۔ آج تمہاری نوکری معاف ہے۔ خبردار یہاں نہ آنا۔ سب چلے گئے۔ اور یہ سپہ سالار کا ہاتھ پکڑ کر اندر بارگاہ کے گیا۔ مسند زری پر بیٹھ کر کشتی شراب و ساغر سپہ سالار کے حوالے کی

کہ تم بھی پیو اور مجھ کو بھی دو۔ سپہ سالار نے سلام کر کے روبروئے مسند بیٹھ کر شراب پلانا شروع کی۔ ایک آدھ جام تو خالی از بے ہوشی دیا۔ جب اس کو نشہ ہوا اس وقت سمجھا کہ اب یہ نگاہ سحر جام پر نہ ڈالے گی۔ بس بے ہوشی ملا جام دیا وہ بھی پی گیا۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے لیکن صرصر عیارہ آج کی جنگ میں نہ تھی۔ یہ طلسم باطن میں کسی کام کو گئی تھی۔ شام کو پھر کر آئی اور سامنے حیرت پہنچ کر تسلیم کر کے ٹھہری تھی کہ ملکہ نے کہا اے صرصر آج کی جنگ قابل دیکھنے کے تھی۔

نہار جو آیا ہے اس کے سپہ سالار نے ایک ذرنج میں سرداران مرخ کو اسیر کیا اور شہزادیاں طلسم مثل نافرمان وغیرہ سے اس کا ذرنج تک نہ ہو گا۔ بڑی لڑنے والی تھیں مگر ایسی ذلت کے ساتھ قید ہوئیں کہ مجھ کو بیان کرتے شرم آتی ہے۔ کچھ ان سے ہو ہی نہ سکا وہ سپہ سالار اکیلا ہو گا۔ مجھ کو اندیشہ عیاروں سے ہے تو جا اور اس کی حفاظت کر ملکہ میوہ اور شراب میرے یہاں سے لیتی جا کہنا اپنے یہاں کی کوئی چیز کھاؤ پیو نہیں۔ مبادا پہلے ہی کسی عیار نے اس میں بے ہوشی ملا دی ہو۔ اس سے یہاں کی شراب پیو صرصر یہ حال سن کر متعجب ہوئی اور اشتیاق پیدا ہوا کہ چل کر دیکھو تو وہ کیسا سحر ہے جس نے یہ کارنمایاں کیا ہے۔ غرض کشتی شراب کی اور میوہ لے کر چلی۔ جب درخیمہ نہار پر پہنچی۔ دیکھا کہ ایک خدمتگار بیٹھا ہے اور قران نے بھی اس کو دیکھا چاہا کہ روکے پھر سمجھا کہ یہ تم کو پہچان لے گی۔ جانے دو اگر کچھ فتور برپا کرے اس وقت سمجھ لینا۔ یہ سوچ کر اس کو گردن جھکا کر آنکھ سے آنکھ نہ ملے۔ اسلام کیا۔ یہ سلام لے کر اندر خیمہ کے گئی دیکھا سپہ سالار نہار کو شراب پلا رہا ہے۔ اس نے وہ کشتی سامنے رکھ کر اور میوہ دے کر پیام ملکہ کا کہا کہ فرمایا ہے یہ شراب پینا اور عیاروں سے ہوشیار رہنا۔ یہ کہہ کر غور جو کیا تو نہار کا کام تمام پایا۔ اس قدر سرشار دیکھا کہ بے ہوشی سے بدتر تھا۔ اس وقت اس نے سپہ سالار پر نظر فطرت ڈالی۔ سپہ سالار بھی گردن اٹھا کر للکارا کہ کیا دیکھتی ہے نزات

کا نکلا ہے مجھ کو بھی کوئی اور جیتا ہے ایسی نہ ہوں میں کہ سرداران حریف کو پکڑ لایا ہوں اور اب میاں کا کام انجام کو پہنچاتا ہوں۔ اگر ایسا نہ کرتا تو میاں میرے بچے نہ چھٹتے۔ اعتبار نہ مانتے۔ صرصر نے یہ سن کر جانا کہ یہ برق ہے چاہا کہ تلوار سے کہوں مگر اس کو بے خود پایا سمجھی کہ اس کے کہنے سے تو بھی پھنس جائے گی اور یہ عیار قتل کر کے اس کو صاف نکل جائے گا۔ لازم ہے کہ در خیمہ پر خدمت گار بیٹھا ہے۔ اس کو بلا کر عیار کو سحر سے پکڑ والوں یہ سوچ کر برق کی باتوں کا جواب بیچ بیچ دیتی ہے۔ یہ الٹے پاؤں پھری اور یہی کہتی ہوئی کہ جو آپ کہتے ہیں سچ ہے۔ خیمہ کے باہر نکلی خدمت گار سے کہا جلدی آ۔ عیار اندر ہے پکڑ لے۔ خدمت گار نے کہا حاضر اور اس کے ساتھ جلدی سے اندر آیا اس نے للکارا کہ اے موں برق اب کہاں جائے گا۔ برق نے جلدی سے ایک لات کھڑے ہو کر تلوار کے ماری کہ وہ تو سبوچہ شاب کی طرح لڑھک گیا اور چھپٹ کر چاہا کہ اس ساحر کو جسے صرصر لائی بے حجاب مار کر گرا دیں کہ صرصر اس ساحر سے پکاری اسے دیکھتا ہے اور سحر نہیں پڑھتا ہے اس کو پکڑ لے اس ساحر نے یہ سن کر دوڑ کر صرصر کو گود میں اٹھا لیا اور کہا استانی میرا بھی سلام ہے۔ اتنی جلدی کیوں کرتی ہو تلوار کو مارے لیتے ہیں۔ گھبراؤں نہیں۔

صرصر نے یہ سن کر جو غور کیا۔ خدمت گار کو بصورت قران پایا۔ بس دم نکل گیا اور کہا واہ واہ کیا بندوبست کر رکھا ہے۔ برق بھی یہ حال دیکھ کر خوش ہوا۔ اور کہا اے قران آج تو جی چاہتا ہے کہ استانی کو بھی ناک کاٹ لیں کہ یہ بہت اچھلتی پھرتی ہیں۔ پھر جو یہ کچھ شرارت کریں گی تو ہم کہیں گے نکٹے بیٹھے بے اوائی اور ان کی ناک کٹنے سے اوروں کے بھی کان ہو جائیں گے۔ پھر کیا منہ اور امکان کسی کا جو ہمارا سامنا کرے۔

قران نے کہا کیوں استانی کیا کہتی ہو ناک کاٹ لیں۔ صرصر نے کہا اے موذی تم کو اپنی ایڑی چوٹی پر سے صدقے کروں۔ ناک اس کی کاٹو جو تمہاری استانی ہو لو

ہوئے خار ہوتیوں کو دیکھو ایک تو چوری دوسرے سینہ زوری۔ یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ غل مچائے قران نے گیند عیار کا منہ میں دے دیا اور ستون خیمہ سے باندھ کر برق کو اشارہ کیا کہ اس نے سر بتار کا کاٹ ڈالا اور قران نے دوڑ کر اپنے سرداروں کو زندان سے سوزن کھینچ لئے۔ بتار کے مرنے شور و غل بلند ہوا اور قیدی رہا ہو چکے تھے۔ سوزن زندان سے نکلتے ہی سحر پڑھ کر سب اٹھے اور لشکر بتار پر تاراج مارنا شروع کئے۔ العیاذ باللہ اک تو مرگ بتار سے آفت عظیم بپا تھی۔ آگ پتھر برستے تھے۔ دوسرے انہوں نے ہنگامہ بپا کر دیا۔ قران نے نکل کر ایک حقہ آتشیں داغ کر خیمہ پر مارا کہ خیموں میں آگ لگی اور اوپر سے بھی شعلے گرتے تھے۔ تاریکی شب حد سے افزوں تھی۔ غیرت باسمن تھی۔ فوج بتار غفلت میں بہت سی ماری گئی۔ جو ساحر ہلاک ہوتا تھا اور زیادہ شور مچاتا تھا۔ باقی ماندہ لشکر گھبرا کر رو بفرار لایا سمجھا کہ لشکر مہرخ نے شبخون ہم پر مارا۔ اور دہر قران نے یہ چالاکی کی صورت ساحر کی تو بنا ہوا تھا لشکر حیرت میں دوڑ گیا اور پکارا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ فوج و بتار کی بگڑی ہوئی تم پر آئی ہے طلایہ دار نے جب یہ صدا سنی قرنا بجائی۔ پلٹنیں جلد تیار ہو گئیں۔ فوج آگے بڑھی۔ اور ہر سے یہ خستہ و شکستہ چلے آتے تھے۔

حیرت ان کو دشمن سمجھ کر لڑنے لگی۔ اور یہ اس کو فوج مہرخ سمجھ کر بڑھ گئے۔ گھمسان کی مار ہونے لگی۔ سحر چلنے لگے۔ موذ بجاری کی پکار ہونے لگی۔ ماشون کے چہرے گولیں کا کام کرتے تھے آگ دھتورے کے پھل بجلیاں بن کر گراتے تھے۔ ہوا سے بجلی سحر کی گرتی تھی۔ سرکشوں کے خرمن جان کو جلاتی تھیں تلواریں مار بن کر لہو چاٹتی تھیں۔ کشتی حیات قلزم آہن پر چڑھی تھی۔ آب تیغ کی ندی بڑھی تھی۔ دریائے ہستی کو شمشیر نے مثل پیراک کے کاٹا تھا۔ دل میں بیٹھ کر کلیجہ کا لہو چاٹتا تھا۔ غول ساحروں کے تہ و بالا نظر آتے تھے۔

شعلہ تیغ کے کرشمے نئے رنگ دکھاتے تھے۔ طبع معشوق کی طرح گرم مزاج تھا۔ کسی

[illegible]

***

• گمان جادو

ملکہ حیرت غلغلہ سن کر باہر نکل آئی۔ ادھر برق نے صرصر کو کھول دیا اور کہا۔ "استانی جاؤ تماشہ دیکھو، ہم نے دو لشکروں کو لڑوا دیا اور حیرت جادو سے کہہ دینا کہ زنار کو میرے شاگرد جناب برق نے فی النار کیا۔"

صرصر اس کو برا بھلا کہتی ہوئی اور جب فوج آپس میں لڑ چکی، اس وقت نافرمان وغیرہ نے اپنے لشکر کی راہ لی۔ یہاں ملکہ حیرت جنگ کا آغاز کیا چاہتی تھی صرصر جا کر پہنچی اور کل کیفیت معرض بیان میں لائی۔ ملکہ نے اپنا منہ پیٹ لیا۔ پھر بزور سحر پرواز کر کے بروے ہوا گئی اور نفیر سحر بجائی کہ کل لشکر کے کان میں اس کی صدا گئی اور باہم جنگ موقوف کی۔ ملکہ نے ہنگامہ کم دیکھا پکار کر کہا "آپس میں مت لڑو اے افسران لشکر میرے پاس آؤ" یہ کہہ کر بارگاہ میں چلی گئی۔

فوج زنار جو کچھ قتل و غارت سے بچی وہ افسران لشکر حیرت سے بارگاہ میں سامنے ملکہ کے گئے۔ ملکہ نے چالاکی عیاراں اور حال قتل زنار بیان کیا۔ پھر اسی حال کا نامہ افراسیاب کو لکھا۔ اس ہنگامہ میں رنگ چہرہ ترک شب خوف سے اڑ گیا اور فلک پیر کا اشک چکیدہ یعنی مہر دامن روز میں ڈھلکا۔

دم سحر مہ رخ تخت شاہی پر جلوہ گر ہوئی سردار جو بپا ہو کر آئے تھے ان کی نذر گذری۔ عیاروں نے آ کر سب حال بیان کیا۔ ان کو خلعت عطا ہوا۔ ارباب نشاط حاضر ہوئے۔ جلسہ عشرت آغاز ہوا۔

ادھر زنار کی لاش اس کی فوج نے اٹھائی اور جلایا چاہتی تھی کہ یہ عجیب کیفیت ہوئی کہ وہاں سپہ سالار زنار جس کو برق درخت سے باندھ آیا تھا۔ رات بھر میں اس کی بیہوشی اتر گئی اور چونکہ اس کی زبان میں سوزن تھا۔ اس سبب سے سحر پڑھ کر اپنے تئیں کھول نہ سکا۔ جب کلہ کش اور ہیزم فروش صحرا میں آئے اس نے ان کی آواز

سن کر جسم کو جنبش دی کہ پتے کھڑکھڑانے اور گلے سے بھی کچھ صدا نکلی کہ وہ لوگ ڈرے اور کہا۔ "معلوم ہوتا ہے اس درخت پر کوئی آسیب ہے۔ یہ جان کر کچھ بھاگ گئے مگر کچھ جی کڑا کر کے اس درخت کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے دانت نکالے اور منت کی کہ مجھ کو کھول دو۔ ایک اس میں لشکر کا گھسیارا تھا۔ وہ کچھ سحر بھی جانتا تھا درخت پر چڑھ گیا اور اس کو کھول کر زبان سے سوزن نکلی کہ یہ اٹھ کر درخت سے اترا اور ایک کپڑا ان سے مانگ کر باندھا پھر اپنا حال بیان کر کے وعدہ کیا کہ تم لشکر میں آنا' میں بہت کچھ تم کو دوں گا۔"

وہ سب خوش ہوئے اور یہ وہاں سے لشکر میں آیا۔ سرداران تتار نے جو اس کو دیکھا سمجھے کہ یہ وہی عیار ہے جس نے تتار کو مارا ہے اور ہم کو لڑوایا ہے کیونکہ حیرت سے سن چکے تھے کہ سپہ سالار کی صورت بن کر عیار آیا تھا۔ یہ سمجھ کر باہم کہا "اگر اس کو گرفتار کر کے ماریں شاید اب یہ کوئی تدبیر میں آیا ہے۔"

غرضیکہ پہلے تو یہ سب آہستہ آہستہ روتے ہوئے اس کی جانب چلے اور یہ ان کو روتا دیکھ کر مستفسر ہوا "ارے یارو' یہ کیا ماجرا ہے۔"

وہ بے ساختہ اس پر جا ہی پڑے اور جوتی اور دھپ اور لات اور گھونسے مارنے لگے۔ یہ ایسا گھبرایا کہ سحر بھی بھول گیا' پکارا "ارے واسطہ جمشید کا مجھ کو کیوں مارتے ہو۔"

ادھر سے شور تھا کہ خوب ہمارے پاس آگیا اب کہتا ہے کیوں مارتے ہو۔ "دوسرا کہتا تھا۔ حرامزادے یہ تیرا ہی بس بویا ہے۔"

تیسرا بولا۔ "اور مارو حرامی کو۔"

چوتھا بولا۔ "ابھی مار مار کے مار ڈالو۔"

غرض ایسی باتیں کہتے تھے کہ جس کا جتنا خبر کچھ نہ تھا اور دھن پٹ چٹاخ چٹاخ' ارے لینا' مارو سور کو لگے لگے اور پانچ جوتی ہت تیرے کی' کہاں ہے تیری ایسی تیسی کہ آج ہی تو تو ہاتھ لگتا ہے۔ خبردار چھوڑنا نہیں' کی صدا بلند تھی اور جوتیاں پڑ رہی تھیں۔

غرضیکہ ایسا مارا کہ اس خر کو بیدم کر دیا۔ کھوپڑی اونچی ہو گئی۔ آبرودار کے ڈر سے بھاگ کے جاتی ہے۔

غلغلہ جو بلند ہوا ملکہ حیرت نے صرصر سے کہا۔ "اری جا دیکھ تو یہ کیا ماجرا ہے۔"

وہ ادھر سے چلی اور یہ سب ٹانگ پکڑ کے گھسیٹتے لے چلے اور اس کو جب ہوش آیا پکارا۔ "دہائی ملکہ حیرت کی' ارے مجھے مارے ڈالتے ہیں ۔ دہائی افراسیاب کی' یارو کیا غضب ہے' میری جان گئی۔"

یہ سن کر سب نے جوتا اا ما کہ صرصر آ گئی اور کہا۔ "ٹھہر جاؤ بتاؤ کیا ماجرا ہے۔"

سب نے کہا۔ "دیکھتی نہیں ہے' یہی تو وہ ہے جس نے ہمارے مالک کو مارا ہے۔"

صرصر نے قریب آ کر بہ نگاہ عیاری دیکھا اور کہا۔ "یہ عیار نہیں ہے اس کو چھوڑو اور ملکہ کے پاس حاضر ہو۔"

یہ سب اس کو ملکہ کے پاس لائے۔ ملکہ نے حال پوچھا کہ وسواس کل کیفیت اپنے بیہوش ہونے اور اپنے رہا ہونے کی معرض بیان میں لایا اور رونے لگا۔ لشکری یہ حال سن کر پشیمان ہوئے کہ ناحق ہم نے اپنے افسر کو مارا۔

ادھر ملکہ کو کچھ اس کے حال پر ہنسی کچھ اپنے ادبار پر رنج۔ خلاصہ یہ کہ خلعت منگا کر دیا اور بہت سی تشفی دی پھر کہا۔ "نامہ میرا تم شلو کے پاس لے جاؤ۔"

اس نے کہا۔ "اب میں کسی کو منہ نہ دکھاؤں گا۔ سیدھا اپنے گھر جاؤں گا کہ سارے لشکر کے سامنے میری عزت گئی۔"

حیرت نے کہا۔ "یہ تمہاری ہتک نہیں ہوئی۔ ہماری ہوئی۔ یہ سب نتیجہ ہماری غفلت کا ہے۔"

اس کو سمجھا کر بٹھا دیا۔ تمام لشکریوں نے بھی عذر معذرت کی اور اس کے ہمراہ سمت باغ سیب لاش بنارکی لے کر چلے۔

ادھر سے وہ خدمت گار اور ساحر جس کو قران و ضرغام بیہوش کر کے چھوڑ آئے تھے ہوشیار ہو کر چلے تھے' راہ میں ان سے ملے اور حال سن کر شریک ہو کے روانہ ہوئے۔

یہ سب خبریں دربار میں مہ رخ کے بھی پہنچیں۔ سب ہنسنے لگے اور برق کی فطرت پر آفرین کرنے لگے لیکن سپہ سالار صاحب نجابت زدہ بعد قطع راہ باغ سیب میں پہنچا۔

شمشطلہ کو خبر ہوئی۔ اس نے سامنے بلوایا اور نامہ حیرت پڑھا۔ اس کے حال پر ہنسی آئی مگر ضبط کر کے افسوس کیا اور کہا۔ "تم اپنے ملک کو جاؤ' یہاں خداوند زمرد شلہ کا غضب آیا ہوا ہے کہ ہمارے لشکر پر آفت آئی ہے اور تضحیک ہوئی ہے۔"

یہ حکم سن کر سپہ سالار رخصت ہو گیا اور شلہ نے بغضب تمام کچھ سحر پڑھا کہ تمام باغ سیب کی ترائی اور پرچھائیں پیدا ہوئی اور شلہ کو اس نے تسلیم کی۔

شلہ نے حکم دیا۔ "اے وہم جادو' تم اپنے بھائی گمان جادو کو جا کر پے استیصال باغیاں بھیج دو۔"

وہ پرچھائیں یہ حکم سن کر غائب ہو گئی ۔ بعد کچھ عرصے کے ایک ساحر پیدا ہوا اور عرض کیا۔ "کیا حکم ہوتا ہے۔"

کہا۔ "جاؤ لشکر اسلام نمک حراموں کا برباد کرو' عیاروں سے بچتے رہنا۔"

ساحر سلام کر کے اپنے مقام پر گیا اور ایک لاکھ تیس ہزار ساحر سامری وقت چیدہ روزگار کو اپنے ہمراہ لے کر یہ کناس بہادر خناس دجال کا نواسا' لوہاچاری کا پوتا' شیطان وزر وحشت کا یادگار بد کردار اژدر آتش بار پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔

شلہ جادواں نے مشتہر بہ حالات روانگی فوج حیرت کو نامہ لکھ بھیجا اس نے سردار استقبال کو بھیجے یہ گمان بے ایمان قریب پہنچا' لوگ استقبال کر کے لے گئے اس نے ملکہ کو جا کر نذر دی اور دنگل پر بیٹھا۔ لشکر اس کا اترا۔

عیار بصورت مبدل خبر دریافت کر کے آکھڑے ہوئے اس نے بھی اس وقت تامل کیا کہ جب تک دن باقی رہا۔ جس وقت کہ زنار تار شعاع مہر ہندو سے دہر نے اتارا اور پہلو پر کہ ظلمت کے کمل سیاہ شب کے جوگی نے بچھایا۔

سر شام طبل جنگ بجنے کا حکم دیا ۔ نقارہ حرب پر چوب پڑی۔ عیاروں نے جا کر ملکہ

مہ رخ کو خبر دی۔ وہ مقام اس خبر کو سن کر ششدر ہوئی اور کہا "خدا خیر کرے یہ بڑا ساحر ہے۔"

سرداروں نے عرض کیا۔ "اے ملکہ خدائے برتر قوی و توانا ہے اس پر تکیہ کیجئے اور حکم طبل جنگ بجنے کا دیجئے۔"

غرضیکہ ادھر سے بھی کوس جنگی گڑ گڑایا۔ لشکر میں غلغلہ بلند ہوا۔ دربار سے اٹھ کر سردار خیمہ میں آئے۔ عروس تیغ زیور و جوہر سے اس شب سنگاری کی گھونگھٹ سے دلہن نے منہ دکھایا۔ شرما کر سر جھکایا' قامت رعنا نے غضب کٹ سے تحمل قیامت اٹھا پایا۔ جب رن پر چڑھے گی جوڑا شاہانہ خون سے رنگا پہنے گی۔ غضب کی چہل پہل اور رفتار دکھائے گی۔ ہزاروں گلے کٹوائے گی' جان اس پر لوگ نثار کریں گے۔ مرتے مرتے اسی کی محبت کا دم بھریں گے۔

الغرض یہ ہے ہنگامہ رات بھر دونوں لشکروں میں بپا رہا۔ دم سحر جب داغ خاطر عشاق کی طرح سینہ سحر داغدار ہوا اور نسیم سحری ٹھنڈی سانس بھرنے لگی مہ رخ بہزاران جلوہ و جلال عسکر نصرت مآل کو اپنے ہمراہ لے کر میدان جدال و قتال میں آئی۔ اس طرف ملکہ حیرت فرد مکنت فوج ضلالت ساتھ لیے وارد میدان نبرد ہوئی آتش رزم سرد ہوئی۔ آنے سے لشکروں کے گیتی گرد برد ہوئی۔ خاک تیرہ کا ستارہ اوج پر آیا۔ ہر ذرہ نے سر اٹھایا ذرے ہوا میں تتق گرد کے ساتھ اس طرح پیچ کھاتے تھے کہ شاہان ملک شجاعت کے سر پر چتر زری پھرتے نظر آتے تھے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے قلعہ خاک اڑ گیا تھا یا روزگار غدار نے اپنے دل کا غبار نکالا تھا۔ ہتھیاروں کی چتا چاق اور گھوڑوں کے ہمہموں سے گنبد آسمان و زمین غرانے کی صدا پیدا تھی۔

گوش ترک فلک میں گری ہوئی تھی۔ اسی روز سے ایسا بھرا ہوا ہے کہ مظلوموں کی فریاد نہیں سنتا ہے دلاوروں کی نگاہ خونخوار ایسی نگاہ پر چڑھ گئی ہے کہ چرخ کو عادت خونخواری کی پڑ گئی ہے۔

الحاصل صفیں کھینچیں کرنا پھونکی نفیر دم بند کرنے لگی۔ نقیب للکارے' گھوڑے ہنہنانے میں

آئے۔ تاج روغن منڈلائے۔ معلوم ہوا کہ رن پڑنے لگے سروں کا ڈھیر لگنے لگے جادوگروں کے تخت ہوا سے نیچے اترے۔ سامری کی جے کے نعرے بلند ہوئے۔ مرچ وگوگل کا دھواں فلک تک پہنچا۔ منتروں کے جاپ پر بھینسا سر لپکا۔

گمان بے ایمان ساحروں میں دھتہ جوگی بیپال کی پون کا تماشا اپنی فوج کو الگ لیے اپنے سے بہتر کسی کو نہ جانتا کھڑا تھا۔ بعد ترتیب صفوف لشکر ملکہ حیرت سے اجازت لے کر میدان میں آیا اور ایک سحر ایسا کیا کہ شعلہ زمین سے پیدا ہو کر آسمان کی طرف گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ سقف گردوں کو جلا دے گا۔ قرص خورشید میں آگ لگا دے گا۔ یہاں تک کہ وہ شعلہ نظر سے ناپدید ہوا بعد اس کے بہت باریک کاجل فلک سے گرنے لگا۔ جس میں معلوم کہ چراغ آفتاب کی لو کا پارا تھا یا شعلہ سحر کا دھواں چھت پر چراغ کے جم ”گیا تھا‘ وہی گرتا تھا۔ جب وہ کاجل روئے دہر میں خوب گہرا لگ چکا‘ یعنی بہت سا جمع ہو گیا پرچھائیوں کی طرح اس میں سے پتلے جمع ہونے لگے کہ وہ پتلے کبھی مشرق کی طرف پرتو انداز تھے اور گاہے مغرب کی جانب سایہ پرواز۔

بعد ظہور ان پتلا ہائے ہمراہ مثال کے گمان نے مبارز طلبی کی۔ اس طرف سے ایک ساحر اندیشہ جادو نامی نے مہ رخ سے اجازت لے کر اژدہا اڑایا اور برسر مقابلہ آیا طالب ضرب ہوا۔

گمان نے سحر پڑھا کہ وہ پرچھائیاں دوڑ کر لپٹ گئیں۔ اندیشہ نے بے اندیشہ سحر پڑھ کر دستک دی کہ خاطر بداندیش میں اندیشہ پیدا ہوا۔ یعنی گمان ہوا کہ پتلیاں جس طرح لپٹ گئی ہیں اگر یہ بھینٹ دے کر پھیروں گا تو میرے لپٹ جائیں گی۔ پس بہتر یہ ہے کہ اس سحر کو باطل کر دوں۔ یہ سوچ کر اس نے کچھ ایسا سحر پڑھا کہ وہ پتلے اس کاجل میں بکھر سا گئے۔

یہ سحر دیکھ کر بہار نے باآواز بلند تعریف کی کہ ”واہ سبحان اللہ کیا معقول سحر کیا ہے۔“

یہ کلمات تعریف سن کر گمان سمجھ گیا کہ یہ اس کا سحر تھا جو مجھ کو اندیشہ پیدا ہوا۔ ورنہ کوئی اپنا سحر آپ مٹاتا ہے۔ پس یہ سمجھتے ہی غصہ ناک ہو کر سحر پڑھا کہ

اندیشہ کو گری معلوم ہوئی۔ بعد لمحہ کے قلب الٹ گیا۔ خیالات فاسد نے مرتب و یقین درست نہ رکھا۔ اخلاط فاسد و بخارات غلیظ دماغ قلب میں معدہ سے پہنچے۔ صفرا و سودا بلغم خون خلط ہو کر جنون کی صورت پیدا ہوئی۔ اژدر سے اتر کر کبھی روتا کبھی ہنستا سمت صحرا روانہ ہو گیا۔

بعد اس کے پھر اس نے مبارز طلب کیا اور ہر ایک ساحر ادھر سے گیا۔ گمان نے دستک دی کہ پھر وہی پتلے پیدا ہو کر لپٹ گئے۔ ہر چند اس نے نارنج مارے کچھ نہ ہوا اور ان پتلوں نے اس کو پچھاڑ کر تھوڑا کاجل آنکھ میں لگا دیا۔ پھر جو اس کی آنکھ کھلی دیکھا کہ کوئی پتلا نظر نہیں آیا' لیکن درخت لگے ہیں۔ ان پر پریاں بیٹھی ہیں۔ بعض ان میں ناچتی ہیں۔ پھر ناچتے ناچتے اڑ کر ایک سمت چلیں۔ یہ ساحر بھی اسی طرف چلا اور کہتا جاتا تھا کہ واہ واہ کیا تماشہ ہے اسی طرح جنگل کی طرف چلا گیا۔

گمان نے پھر مرد مقابل طلب کیا اور ایک ساحر سامنے گیا اس کی بھی آنکھوں میں پرچھائیوں نے لپٹ کر کاجل لگا دیا۔ دیدہ دانستہ دیوانہ بنایا۔ اس کو بھی عجیب و غریب تماشہ نظر آیا۔ یہ بھی ناچتا کودتا صحرا کو گیا۔ اسی طرح جو اس کے سامنے گیا۔ گمان اس کو ٹھیک نہ رہا۔ کاجل آنکھوں میں لگتے ہی دیوانہ بنا اور جنگل میں شام تک کئی سو ساحر صحرا نورد ہوئے۔

جب دیدہ شعلہ روزگار نے سواد شب کا کاجل لگایا اور فلک پر ستاروں کی گردش کا نیا تماشہ نظر آیا۔

اتاری مہر نے جب چادر نور
ہوئی بزم فلک انجم سے معمور

شام کو لشکر گمان میں طبل بازگشت بجا۔ یہ لاف و گزاف کرکے پھرا کہ کل سب کو دیوانہ بنا دوں گا۔ نام و نشان سب کا مٹا دوں گا۔

غرضیکہ لشکر اپنی جگہ پر آ کر قیام پذیر ہوئے۔ ملکہ حیرت کے یہاں جشن شاہانہ تھا۔ ادھر رنج و اندوہ کا فسانہ تھا۔ گمان شراب خواری کرتا رہا۔ جب سرشار ہوا حکم دیا۔ طبل جنگ بجے۔ میں ان نمک حراموں کو چین نہ لینے دوں گا' کل خاتمہ کر دوں گا۔

غرض نفیر سحر پھونکی۔ مہ رخ نے سنی۔ نقارہ حرب بجا دیا۔ پھر لشکر میں شب دہینہ کا ایسا سامان ہونے لگا۔ لشکر مسلمان میں تردد انتشار تھا۔ نامرد بھاگنے کی تجویز کرتے تھے۔ بہادر دم شجاعت کا بھرتے تھے۔ ہوم ہوتا تھا۔ جوت کا دیا جلتا تھا۔ کسی طرف شیپال وزردہشت کی پکار تھی۔ کہیں لونا چماری پیچھے کھانے پر تیار تھی۔

مردے کی ہڈیوں کے مالے جپتے تھے۔ تمسی کی پرستش کرتے تھے۔ کھوپری مردے کی سیندور سے رنگی رکھی تھی۔ ایک طرف دھتورے پھل برگد کے جلتے تھے۔ ہر ہنس ہنس کے باتیں کرتے تھے۔ کنڈلے خون کے کھنچے تھے۔ اگیاری پر ہاتھ سینک کر منہ پر ملتے تھے خاک اگیاری ماتھے پر ملتے تھے۔ بخت دشمن کو خاک سیاہ بتاتے تھے۔ سحر کی لاگیں تھیں۔ ڈھولے جھومتے تھے۔ پوٹمیں اترا گئی تھیں۔ ڈمرو کی صدا سے جندوے چرخ گھبرایا تھا۔ سینچر اپنے اوج چڑھایا تھا۔ فلک پر کئی ستارے کٹے تھے۔ آج کی رات و دن اپنے دیکھنا پڑے تھے۔ مشکل کے ساتھ ماہ و کیت کا قران تھا۔ فلک کو خوف تھا کہ کل حشر برپا ہوگا۔ اپنی بربادی کا گمان تھا۔ ایک طرف بہادر تلوار کے دستی تیغوں کو صاف کرتے تھے۔ شمشیر تیز کے جواہر کھلتے تھے۔ واقعی موت کے دفتر کھلتے تھے۔ جواہر سواد سے زندگی پر حرف آنے کا گمان تھا۔ چہرے کاٹنے کا نشان تھا۔ سپروں کی گھٹا کالی تھی۔ ضیا ہائے تیغ ہلالی تھی۔ تنی بھرتی اور طرف بھالی تھی۔ مرنے لڑنے کے حوصلے تھے۔ نامردی سے طبیعت خالی تھی۔ ہنگامہ رستخیز گرم تھا۔ جگر سے سخت تر دل نرم تھا۔

چمک تیغ الماس پیکر کی تھی
سراسر دمک آب گوہر کی تھی
بہادر جو منت بڑھانے لگے
کمانوں پہ چلّے چڑھانے لگے
عروس شجاعت پہ قربان تھے
کسی کے مرے دل میں ارمان تھے
کیا صاف یوں جوہر تیغ کو
چمک جیسے گردوں پہ تاروں کی ہو
علم ہر رسالے میں تھے یوں گڑے
کہ تھے پاؤں گاڑے دلاور کھڑے
پھریروں کے اڑنے سے تھا یہ نشاں
کہ کشتی جنگ کا بادباں

سپہر دور میں دور چرخ بریں
چمک میں ہر اک پھل ما جبیں
فروغ مہ نو ہوا آشکارا
چمکنے لگا خنجر آبدارا

کچھ اس شب کو پیدا نیا ڈھنگ تھا
طلسمات و افسوں و نیرنگ تھا
کیا ساحروں نے یہ سامان جنگ
بنائے تھے جادو سے مار و پلنگ
کہیں ڈھول بجتے کہیں بانسری
کڑھائی کہیں شیخ سدو کی تھی
کوئی جوگی جپیاں کو گاتا

پولن ڈور کو تان کر تاتا
کوئی کر کے ڈنڈوت اوندھا گرے
کوئی بت کے سامنے پوجا کرے
کوئی بولے جے سامری کی ہے
ہمیں پہ لگی آس اس کی ہے
کسی نے کھڑی کی تھی جادو کی جوت
کوئی دے کے آہٹ کے بھوت بھوت

لشکروں میں تو یہ سامان تھا۔ گمان بارگاہ سے اٹھ کر اپنے مقام پہ آیا تھا اور سحر پڑھ کر دستک دی تھی کہ کوئی عیار نہ آئے۔ عیار بھی صورت بدلے اس کی گھات میں پھر رہے تھے مگر جب اس کے خیمہ کے پاس جاتے تھے۔ آنکھوں سے سوجھنا موقوف ہوتا تھا پھر آتے تھے' آخر مایوس ہو کر اور تو پھر آئے مگر ضرغام خدمت گار کی صورت بن کر خیمہ میں چلا ہی گیا۔ ہرچند کہ اندھا ہو گیا۔ مگر سمجھا کہ کچھ تدبیر کراوں گا۔

غرض اندھا تو ہو ہی رہا تھا۔ ایک گوشہ میں لیٹ رہا۔ وہاں دس بارہ ساحر گمان کے خدمتی حاضر تھے انہوں نے اس کو دیکھا اور ایک نے اس کے قریب آ کر لات ماری اور کہا۔

"تو کون ہے؟"

اس نے کہا "کوئی یوں حال پوچھتا ہے لے اب تیری یہ سزا ہے۔"

یہ کہہ کر منہ کے اوپر کمند ماری کہ حلقہ اس کمند کے ساحر کی گردن میں پڑے مگر اس نے سحر پڑھا کہ جل گئے اور شور مچایا۔ گمان بھی جاگ پڑا۔ ضرغام سے پوچھا۔

"تو کون ہے؟"

اس نے کہا۔ "میں حضور کے خدمت گار کا بھائی ہوں۔ وہ آج ماندا ہو گیا تھا۔ اپنی عوضی مجھ کو بھیجا ہے۔"

اس نے ہنس کر کہا۔ "یہ کیوں نہیں کہتا۔ میں عیار ہوں۔"

یہ کہہ کر اس کو گرفتار کیا اور زندان میں بھیج دیا پھر آپ سحر خوانی میں رات بھر معروف رہا۔ جب سوداوی مادہ مزاج دہر سے دور ہوا۔ یعنی رنگ ظلمت شب حرارت سے کافور ہوا۔

جب نقیب کنارے ہوئے۔ گمان برادر شیطان نے اژدر بڑھایا اور مبارز خواہ ہوا جو اس سپاہ ایمان کا ہم نبرد ہوا۔ وہی اندھیر اس نے کیا کاجل دیدۂ دہر سے پیدا کر کے چلوں سے آنکھ میں ڈلوا دیا۔ ساحران مہ رخ نے تماشائے عجیب و ماجرائے غریب چشم سحر آگیں سے دیکھا اور ہر ایک دیوانہ وار ہنستا' روتا' ناچتا' کودتا سمت صحرا روانہ ہوا جب کئی سردار اسی آفت میں مبتلا ہو چکے گمان نے نہیب دی۔ "اے نمک حراموں میں ایک ایک کو کہاں تک زیرو زبر کروں گا۔ ہوشیار ہو جاؤ کہ تم سب کو ایک ہی مرتبہ آوارہ دشت ادبار کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ایسا سحر پڑھا کہ آندھی آئی اور جھونکے ہوا کے لشکر مہ رخ پر چڑھے۔ لشکریوں پر حالت دیوانگی طاری ہوئی۔ رسالے اور پلٹنیں نعرہ ہائے ہو لگاتے صحرا کی طرف چلے اور ساحران نامی نے سحر پڑھ کر اپنے گرد حصار کئے کہ گنبد حجر کے ان کے گرد بن گئے۔ ہوا گنبدوں میں نہ جا سکی اور انہیں دیوانہ نہ بنا سکی۔ ملکہ بہار نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ پری ناز پنکھیا پھولوں کی ہاتھ میں لیے فلک کی طرف سے آئی اور ملکہ کو جھلنے لگی۔ اس کی ہوا کے سامنے ہوائے سحر نے بہار پر تاثیر نہ کی اور ملکہ مہ رخ نے ایسا سحر پڑھا کہ کچھ چڑیاں ایک چھتر زریں لیے زمین سے نکلیں اور ملکہ کے سر پر گردش دینے لگیں۔ اس کے سبب سے یہ بھی دیوانہ پن سے محفوظ رہی۔ باقی ماندہ ساحران نامی گنبد ہائے سحر میں مخفی تھے پس ملکہ بہار سامنے مہ رخ کے آئی اور عرض کیا۔ "مجھ کو اجازت ہو کہ اس حرامزادے کو سزا دوں یا اپنی جان آپ پر سے نثار کروں۔"

مہ رخ نے یہ کلمہ سن کر اس کو گلے لگایا اور تسکین و عنایت کے کچھ کلمات کہہ کر خلعت رخصت دیا۔

بہار اپنی انیسوں سے رخصت ہو رہی تھی اور میدان میں جایا چاہتی تھی کہ حیرت کی نظر اس پر پڑی سمجھی کہ بہن میری لڑنے آئی ہے۔ دل سے کہا غضب ہوا اگر وہ آ کر لڑی۔ گمان کو دیوانہ بنا دے گی۔ مقرر آفت عظیم لائے گی اور اگر وہ خود مغلوب ہوئی تو گمان مجھ پر لاف زنی کرے گا۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ آج جنگ نہ کروں اور دوسرے دن میں خود اس سے لڑ کر گرفتار کرلوں۔ باقی کا گمان قید کرے۔ یہ سوچ کر حکم دیا کہ طبل بازگشت بجے فوراً کوس امان پر چوب پڑی۔

مہ رخ نے خدا کا شکر کیا کہ بات رہ گئی۔ یہ وقت ٹل جائے گا۔ پھر خدا جانے کل کیا ہو۔ غرض کہ گرفتاری فوج سے غمگین پھری اور داخل بارگاہ ہوئی۔ جو لشکر کہ بچا تھا اس نے بستروں پر پہنچ کر آرام کیا۔ ادھر گمان بھی مراجعت کر کے ملکہ کے ساتھ چلا۔ مگر ابھی دن بہت باقی تھا۔

اس نے ملکہ سے کہا۔ "یہ آپ نے کیا کیا بنی ہوئی لڑائی خراب کر دی' طبل امان بجوا دیا۔"

ملکہ نے کہا۔ "میرے سر میں درد شدت سے تھا اس سبب سے میدان میں نہ ٹھہر سکی ۔ خیر کیا ہوا تم تو عنایت سامری سے اپنا ثانی نہیں رکھتے ہو۔ سب کو برباد کر دینا"۔

اس نے عرض کیا۔ "تو حضور تشریف سمت بارگاہ لے جائیں۔ مجھ کو شکار کھیلنے کا بہت شوق ہے۔ اتنا دن میں شکار کروں گا۔"

حیرت نے جواب دیا۔ "مجھ کو عیاروں کا بہت بڑا خوف رہتا ہے۔ جو آج تک آیا۔ عیاروں نے مار ڈالا۔ آج سرداران حریف گرفتار ہوئے۔ عیاروں کے دل سے لگی ہو گی۔ آپ کو میدان میں پا کر ایسا نہ ہو کہ گزند پہنچائیں۔"

اس نے کہا۔ "سب کتنے عیار ہیں۔"

کہا۔ "پانچ" مگر وہ ایسے ہیں کہ جنہوں نے حواس خمسہ منتشر کر دیے ہیں۔ سب ان سے ناچار ہیں۔ شش جہت میں دھوم ڈال رکھی ہے۔ ہمل کی عیاریاں ان کے مرتبہ کے مقابل عشر عشیر بھی نہیں۔"

گمان نے کہا۔ "ان میں سے ایک کوکب کے پاس گیا ہے اور دوسرے کو کل میں نے گرفتار کیا ہے۔ تین باقی رہے وہ میرا کیا کر لیں گے اور میں اسی واسطے شکار کو جاتا ہوں کہ وہ میری تلاش میں آئیں اور انھیں بھی میں دیوانہ بنا دوں۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ خواہ بارگاہ میں ہوں یا کہیں جا کر ٹھہروں۔ عیار آئیں گے ضرور۔ پھر بیٹھے یہاں ان کی حفاظت کرنا' ایسی ہی جنگل میں۔ بلکہ لشکر میں کثرت مردم سے پہچان ان کی مشکل سے ہوگی اور صحرا میں باآسانی ہاتھ لگ جائیں گے۔"

حیرت نے کہا۔ "تم خود دانشمند ہو' جو مناسب سمجھو وہ کرو۔"

یہ کہہ کر آپ داخل بارگاہ ہوئی اور گمان لشکر ساحران کو حکم اکرام کرنے کا مرکب باد رفتار پر سوار ہوا' باز دار قراول بیلے وغیرہ چند لوگوں کو ساتھ لیا کہ شام تک تو پھر آؤں گا۔ زیادہ انبوہ ساتھ لینا کیا ضرور ہے۔"

غرض یہ تو سمت صحرا روانہ ہوا۔ گویا صیاد سمت صیاد اجل چلا۔ یہاں خود صیاد کا طائر روح سمت دام مرکب چلا ہے۔ فی الجملہ یہ تو جاتا ہے۔

مگر عیاروں کا حال سنئے کہ جب مہ رخ بارگاہ میں آ کر تخت پر بیٹھی۔ عیار بھی برائے تسلیمن وہیں حاضر ہوئے۔

اس وقت بہار نے کہا۔ "یہ بھڑوا گمان آج میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ کل اس کو میں دیوانہ بناؤں گی اور خدا نے چاہا تو صحرا کی خاک چھنواؤں گی۔ اے ملکہ مہ رخ آپ کچھ رنج نہ فرمائیں شراب پئیں' آج دیکھیں میں سحر تیار کرنے جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ اپنے خیمے میں جائے اس وقت برق عیار نے کہا۔ "اے ملکہ بہار بیکار آپ تکلیف کرنے جاتی ہیں اگر آج ہم جیتا چھوڑ دیں گے۔ جب تو آپ میاں گمان کو دیوانہ کیجئے گا اور اگر ہمیں فی النار کر دیں گے تو کس سے لڑیئے گا۔"

بہار ہنسی اور کہا۔ "خیر بہتر ہے۔ دیکھئے کس کے حصے میں یہ آتا ہے۔"

برق نے کہ "تخلیہ ہو تو ایک بات کہوں۔"

اسی وقت دربار برخواست ہوا۔ مہ رخ اور بہار رہ گئی۔ برق نے عرض کیا۔ "سنا ہے

کہ گمان شکار کو گیا ہے۔ میں جاتا ہوں اور سوداگر بن کر ایک درۂ کوہ میں اترتا ہوں۔ آپ کچھ لوگ بھیج دیں کہ وہ صورت بدل کر میرے کارواں کو لوٹ لیں پھر میں اس بدکار کو مار ڈالوں گا۔"

بہار نے کہا۔ "اچھا" میں صورت بزور سحر قزاقوں کی سی بنا کر لوٹ لوں گی۔"

غرض یہ مشورہ کر کے برق باہر نکلا۔ جانسوز سے کہا۔ "تم کچھ ساحر ایک درہ کوہ میں لے جاؤ اور یہ سامان جلد وہاں پہنچاؤ۔"

جانسوز لشکر سے دس بیس کنیزیں لے کر چلا۔ مگر اس طرح سے کہ بہت سے اشتراں پر خالی صندوق ہیں اور چند خیمے پرانے بیلوں پر بار اور اسی طرح کا سامان بسیار کاروانیاں درست کر کے درۂ کوہ میں پہنچا۔ خیمے برلب جوئے بار استادہ کر دیے۔ آگے خیموں کے صندوق پھیلا کر رکھ دیے۔ فرش ستھرا اور صاف بچھا دیا۔

مسند پر خواجہ بازرگان کا گماشتہ جانسوز بیٹھا ادھر برق نے صحرا میں پہنچ کر زنگل بجائی۔

قران صدا سن کر آیا۔ اس نے کہا۔ "آپ خواجہ بازرگان بن کر درۂ کوہ میں جائیے۔ میں نے تدبیر کی ہے۔ سب حال اس سے عیاری کا کہہ دیا۔ یہ فوراً عمامہ سر پر باندھ کر عبائے مشجری پہن کر انگشتریاں در و لعل و الماس کی زیب انگشت کر کے پٹکا بلبل چشم کا کمر سے باندھ عصائے تخ بادام ہاتھ میں لے کر ایک چشمہ آنکھ پر لگا کر کبیر السن بن کر چلا کہ ڈاڑھی سفید تابہ سینہ رنگت چہرہ کی سرخ و سفید' ہاتھوں میں جھریاں پڑیں۔ رگیں تنی ہوئیں۔ اس صورت سے انہیں خیموں میں جا کر یہ بھی ٹھہرا اور برق ان سے ہٹ کر ایک درہ کوہ میں ٹھہرا ہے کہ حال اس کا بیان ہوگا۔

لیکن یہ کارروائی ایسا جنگل سبزہ زار و پر از صید و شکار دیکھ کر اترے ہیں کہ ہر شاہ و شہر یار ادھر برائے تفریح ضرور آتا ہے۔ قراول دل و بہلیے عرض کرتے ہیں کہ ادھر چلئے تو شکار ملے گا اور فرحت بھی دل کو ہوگی چنانچہ گمان بھی جب داخل دشت ہوا اس سے بھی صیادوں نے یہی عرض کیا کہ اس طرف چلئے۔ یہ اسی طرف روانہ ہوا۔

جب درۂ کوہ سے نکلا دیکھا کہ ایک کارواں اترا ہوا ہے۔ اشتر چر رہے ہیں۔ بیل بھر

رہے ہیں۔ گھوڑے بندھے ہیں۔ خیمے کھڑے ہیں۔ مال و اسباب کے صندوق رکھے ہیں۔ سامنے خیمہ کے تخت بچھا ہے۔ اس پر ایک شخص کہ سوداگر کا گماشتہ معلوم ہوتا ہے۔ شراب بیٹھا پی رہا ہے۔ دیکھ کے اس نے اپنے ایک ملازم سے کہا۔ "جاؤ اور دریافت کرو کہ یہ کون ہیں۔"

ملازم اس کا گماشتہ کے پاس آیا۔ وہ اٹھ کر کھڑا ہوا سلام کیا۔ پاس اپنے بٹھایا۔ جام شراب دیا اس نے پیا اور کہا۔ "ہمارے مالک گمان جادو شکار کو آئے ہیں۔ مصاحب بادشاہ طلسم ہیں۔ تمہیں دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو۔"

گماشتہ نے عرض کیا۔ "ہم لوگ تاجر ہیں۔ خواجہ تاجران ہمارے خیمہ میں ہیں۔ شہر مادیہ سے آئے ہیں۔ کل ملکہ حیرت سے باجداری لے کر دریائے سحر سے اتریں گے اور خدمت شاہ طلسم میں جائیں گے۔ مگر اس وقت آپ سے مصاحب شہنشاہ کی تشریف آوری کا معلوم ہوا ہے۔ آپ چلئے میں خواجہ سوداگراں کو لے کر حاضر خدمت ہوتا ہوں۔"

وہ ساحریہ کیفیت سن کر چلا گیا اور گمان سے جا کر حال بیان کیا۔ وہ سن کر چاہتا تھا کہ آگے بڑھے اس اثنا میں دیکھا کہ خواجہ بازرگان مع چند غلاموں کے کشتیاں زر و جواہر کی لے کر حاضر ہوا اور تسلیم کر کے نذر دی۔

اس نے اس مرد مسن کو دیکھ کر مزاج پرسی کی اور کہا۔ "آپ کا اسم مبارک کیا ہے۔"

خواجہ نے کہا۔ "مجھ کو خواجہ جمشید سامری پرست کہتے ہیں۔ اب حضور میرے خیمہ میں تشریف لے چلیں اور مجھ کو سرفرازی کا خلعت دیں۔"

اس نے کہا۔ "اے خواجہ مجھ سے اور دشمنان شاہ سے مقابلہ ہے۔ صرف اتنا دن مہلت کا ہے اور مجھ کو شکار کا ذوق ہے پھر فرصت نہ ہو گی۔ اس لیے چاہتا ہوں کہ آج صید افگنی کرلوں۔ اب تم لشکر میں کل آؤ گے تو رات کو ہم اچھی طرح ملیں گے۔"

خواجہ نے عرض کیا۔ "بہت اچھا' مگر مجھ پر نظر عنایت رہے۔" اس نے خواجہ کی دل جوئی کی اور آگے روانہ ہوا۔

جب کوئی دو کوس یہاں ایک سمت کو شکار کھیلتا نکل گیا۔ کاروانیوں پر قزاق آگرے آگ خیموں میں لگا دی۔ خواجہ بازرگان مع اپنے رفقا کے ہتھیار باندھ کر نکلا اور باہر آ کر دیکھا کہ مرکب ہائے ترکی پر بڑے قدوقامت کے تنو مند جوان سوار ہیں۔ ڈھاٹے ان کے بندھے ہیں۔ چہروں پر اپنے خون ملے ہیں۔ صورتیں خون خوار ڈراؤنی بنا کر چوٹی چوٹی تیغیں باندھے ہیں۔ کچھ سوار اور کچھ پیادے ہیں۔

یہ دیکھتے ہی خواجہ بازرگان نے بھی تلوار کھینچی اور اپنے ساتھیوں کو للکارا۔ وہ کچھ بھاگ گئے اور رہزنوں سے لڑنے لگے۔ جنگ زرگری شروع ہوئی۔ دکھلانے کی راہ سے ہمراہی خواجہ تاجر شمشیر مارتی ہے۔

لیکن قزاق فرستادہ ملکہ بہار تھے۔ سحر پڑھ دیتے تھے کہ ضربت جسم کو جانبین کے زخمی نہ کرتی تھی۔ سحر سے تلواروں کی دھار باندھ دیتی تھی کہ کاٹتی نہ تھی۔ شور فریاد کاروانیوں اور ہائے وائے قطاع الطریقوں تا بہ فلک پہنچی تھی۔ آفتاب گردوں پہ ٹھٹکا تھا۔ آگے قدم نہ بڑھاتا تھا کہ میرا سونا بھی لٹ جائے گا۔ فلک گنجینہ گوہر اختراں چھپائے گھبراتا تھا کہ غارت ہو گا۔

جب کاروانی دہائی افراسیاب کی اور دہائی ہے ملکہ حیات کی۔ غل کرتے تھے۔ وحشت میں خوف سے دھوپ تھرائی تھی۔ کوسوں تک اس شور و غوغا کرنے کی صدا جاتی۔

گمان دو کوس پر یہاں سے صید افگنی کر رہا تھا' اس نے جو صدائے پر آفت سنی کیونکہ میدان کی وجہ سے یہ معلوم ہوا کہ قریب تر کہیں ہنگامہ برپا ہے پس اس نے ایک ساحر سے کہا۔ "یہ شور کیسا ہے جلد جا اور خبر لے کر آ۔"

ساحر حسب الحکم اڑا اور آواز پر چلا۔ جب کارواں کے قریب آیا تو دیکھا کہ صندوق مال و اسباب کے کھلے پڑے ہیں اور خیمے جل رہے ہیں۔ اشتر اور قاطر وغیرہ قزاقوں نے پکڑ کر اسباب سے لادے ہیں۔ اہل قافلہ بھاگ گئے ہیں کچھ ہلاک ہوئے ہیں۔ رہزن شاداں و فرحاں اب چلا چاہتے ہیں۔

یہ دیکھ کر حال وہ ساحر دوڑا اور چاہتا تھا روک کر رہزنوں سے مقابلہ کرے لیکن ذرا

کہ مبادا تو بھی مارا جائے کیونکہ تو اکیلا ہے اور یہ راہزن ساحر بھی ہیں ایسا نہ ہو کہ تجھ پر غالب آجائیں، پرائے واسطے اپنی جان کھونا اچھا نہیں۔

یہ سوچ کر روانہ ہوا اور گمان کے پاس پہنچ کر عرض کیا۔ "وہ سوداگر جو آپ کے پاس آیا تھا۔ اس کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میں نے دور سے خیمے جلتے دیکھے اور راہزنوں کو لوٹتے دیکھا۔ معلوم نہیں کہ خواجہ بازرگان مارا گیا یا زندہ بھاگ نکلا۔"

یہ خبر گمان نے جب سنی تاجر کے حال پر افسوس کیا اور اسی وقت مع اپنے ساتھیوں کے چلا۔ یہاں غلامان ملکہ بہار جو رہزن بن کر آئے تھے۔ وہ سب جانور اور اسباب لے کر لشکر اسلام میں چلے گئے اور چند پتلے ماش کے آٹے کے زمین پر ڈال کر روانہ ہو گئے۔ وہ پتلے بزور سحر بصورت کاروانیاں بنائے تھے اور گلے کاٹ کر زخم لگا کر ڈال دیئے تھے۔

جب گمان یہاں آ کر پہنچا۔ اس نے قزاقوں میں کسی کو نہ پایا دور گرد اڑتے ہوئے دیکھی۔ اس گرد کی طرف اڑا، لیکن دور تک گیا۔ مگر وہ گرد آگے بڑھتی گئی یہ نہ پہنچ سکا۔ رہزن نکل گئے، اب تعاقب ان کا بیکار ہے۔ ناچار پھر آیا اور کارواں کو جو دیکھا تو بالکل تباہ و برباد پایا۔ دور گرد اڑتے ہوئے دیکھی۔ اونٹ دور بھاگے پھرتے تھے۔ خیموں کی جگہ راکھ کے ڈھیر تھے۔ خواجہ بازرگان کی اور اس کے گماشتے کی مع چند رفیقوں کے لاش پڑی تھی۔ خاک و خون میں بھری تھی۔ پوشاک بھی کسی کے جسم پر باقی نہ تھی۔ ایک ایک لنگی بندھی تھی اس مصیبت کو اور مرگ عالم غربت پر تاجر کے یہ رو دیا اور بہت افسوس کرتا رہا۔ کبھی اس کا حاضر ہو کر نذر دینا اور منت کرنا یاد کر کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا اور کبھی اس کی غربت پر دست تاسف ملتا۔

اسی رنج میں لاشہ تاجر پر گہر اشک ریزاں تھا کہ یکایک درۂ کوہ سے صدائے فریاد سنائی دی کہ جیسے کوئی زن سوگوار نالہ زن ہے۔ گرفتار صد آلام و محن ہے دل سنگ بھی اس کی آواز حزیں سے آب ہے۔ آبشاروں میں پیدا اضطراب ہے۔ ندیوں کے دل میں جوش ہے۔ طائروں میں پیدا خروش ہے۔ اس درد سے کوئی مصیبت کی ماری دکھیاری

روتی ہے کہ دامن دشت اشک حسرت سے بھگوتی ہے۔ بگولے نہیں اڑتے ہیں۔ صحرا اس کے حال پر خاک اڑاتا ہے جنگل غم سے نیلی پوش نظر آتا ہے۔

گمان نے اس آواز غمگین پر کان لگائے تو یہ سنائی دیا کہ کوئی کہتا ہے۔

پشت نہیں کچھ چرخ کا اے عرش سنبھل جا
امنڈے گا مرے اشک کا دریا ابھی کچھ اور

یہ آواز سن کر اسی سمت چلا۔ اپنے ساتھیوں کو وہیں چھوڑ کر بہ عجلت تمام درۂ کوہ میں آیا۔ وہاں کسی کو نہ پایا جب درہ کوہ سے باہر نکلا۔ ایک درخت کے نیچے نازنین حور طلعت مہر صورتؔ کو بحال زار یہ کہتے پایا

نالے بھی سماتے نہیں اس چرخ کے نیچے
کیا تنگ ہے اللہ مصیبت کدہ اپنا

اس پریوش کی مصور آفرینش نے بے مثال تصویر کھینچی ہے مگر الٹی بات ہے کہ جنتی پیشانی اوروں کو ہنسانے والی روتی ہے۔ وہ جلوۂ رخسار جس کی ضیا سے بدر منیر شرماتا ہے۔ وہ نور چہرہ طلعتاب کہ جس کے رو برو آفتاب ایک قرص زرد نظر آتا ہے

صاعقہ حسن ہے رخسار خود آرائی کا
شعلہ طور ہے جلوہ تری یکتائی کا

بائیں حسن و جمال وہ چہرہ آتش رنج سے لال ہے لیکن کاہیدہ بسان ہلال ہے۔ زلف مسلسل اس چہرہ رنگین پر بکھری خاطر سودازدگان محبت کو پریشان کرتی تھی۔ گویا گلشن سرخ پر گھٹا گھنگھور چھائی تھی۔ نہیں نہیں زلف کی نسبت یہ بیت مناسب حال یاد آئی۔

سرمہ آلود حسینوں کی نگاہیں ہیں تمام
رخ پہ بکھری ہوئی یہ زلف گرہ گیر نہیں

چشم فتان سے فتنہ نمائی پیدا نگاہ کی گردش پر بجلی شیدا کہ

بجلیاں لوٹ ہیں اداؤں پر

غمزہ چشم یار کیا کہنا۔ سچ ہے بجلی نے یہ ادا کہاں پائی۔ اس کی برق نگاہ کی یہ ہے معجزہ نمائی کہ جس پر نظر مہر اس نے ڈالی۔ اس کی خرمن جان پر بجلی گرائی اور جس پر سے نگہ محبت اٹھائی اس کی جان برق جانسوز فرقت نے جلائی۔ سبحان اللہ رخسار بہ رنگ گلشن زلف بسان سحاب چمن اس میں نگاہ کی بجلیاں چمکنا اور چشمہ چشم سے آنسوؤں کا بہنا' باغ میں جھڑی مینہ کی لگی نظر آتی تھی۔ سرمستانہ خمخانہ چشم مخمور کو کیفیت دکھاتی تھی کہ

وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں
کتنوں کو لگا رکھا' کتنوں کو سلا رکھا

پلکوں پر آنسو مثل در خوش آب ٹھہرے تھے۔ قطرہ شبنم کے سبزہ گلزار پر جمے تھے۔ عکس چشم سرخ سے یہ ظاہر تھا کہ

اس رنگ سے جھمکے ہے پلک پر کہ کہے تو
ٹکڑا ہے ترا اشک عقیق جگری کا

غرضیکہ کیا اس گل رعنائے خوبی کی خوبصورتی کا اظہار ہو جس پر صدقے باغ دہر کی بہار ہو۔ مرض عشق لاعلاج کا وہ علاج تھی۔ شربت صحت کا زجاج تھی روح قالب حور ملائک فریب چشم حسن کے نور مژدہ نکیلی آنکھ رسیلے لب جان بخش کا مسیحا تشنہ چاہ زنخدان پہ خضر حسن آب صفا پیاسا دہن تنگ باغ نزاکت کا غنچہ چہرہ خوش رنگ گل گلزار تمنا عنقائے اوج رعنائی طاؤس ہمایوں چمن زیبائی نکہت ناف وفا بوئے گلشن و لاقامت سے قیامت شرمندہ کہ

دونوں عالم ہوئے تہ و بالا
تم تھے پردے میں کیا قیامت کے

کف پا اس کے رخسار معشوقاں سے نرم تر گدگدی سے یہ ظاہر کہ

گدگداہٹ کے سوا نرم ہے کیا خاک قدم
ناتواں تار جوان کرتے ہیں سو جاتے ہیں

الحق اس کم سن کی نسبت یہ کہنا روا ہے کہ

شوخیاں اور جوانی میں قیامت ہوں گی
بچپنے ہی میں وہ آفت ہیں غضب ڈھاتے ہیں

اس حسن و ادا پر کچھ ایسا رنج پہنچا ہے کہ منہ ڈھانک کر روتی ہے اور کہتی

ہے کر

صحرائے لق و دق میں بھٹکتی ہوں آپ ہی آپ
وہ آہو ہوں گیا ہے جسے کارواں چھوڑ

کمان اس آفت جان پر اس آفت رنج کو دیکھ کر قریب گیا اور پکارا۔

ہم مصیبت زدہ گر روئیں تمہارے در پر
نہ پسیجے دل آپ کا واللہ صنم

آج کیا صدمہ پہنچا ہے جو اس طرح بلک کر روتی ہو منہ اشکوں سے دھوتی ہو وہ نازنین اپنے رنج میں جلتا کچھ اس کا خیال نہ رکھتی تھی۔ آواز اس کی سن کر آنسو پونچھ کر دیکھنے لگی۔ آنسو آنکھوں میں بھرے تھے یا کاسہ نرگس میں قطرۂ شبنم دھرے تھے۔

نہیں نہیں آنکھوں میں موتی کوٹ کوٹ کے بھرے تھے۔
غرضیکہ وہ آہوئے صحرائے مصیبت اس کو دیکھ کر رم خوردہ ہوئی۔ یعنی سہم کر بے ساختہ اٹھی اور ایک سمت بھاگی اس وقت اس کی رفتار کا یہ حال تھا کہ

ناز سے اترا کے چلنا قہر تھا
ٹکڑے ہو کر دامن محشر گرا

کمان پرزور سحر بہت جلد اس کے پاس گیا اور اس کو روک کر کھڑا ہوا۔ "اے دوائے درد فراق اور اے مجنون مسکن طبع عشاق' یہ کیا تیرا حال ہے۔ کون سا صدمہ و ملال ہے۔"
اس مہ سیما نے ڈر کر جو کلام کیا۔ لکنت نے زبان کو فرط نزاکت سے تھام لیا کہ

بات بھی منہ سے نکلتی ہے تو کچھ دب دب کے
تنگ اس درجہ دہن ہے کہ وہ ہکلاتے ہیں

آخر دل کو تھام کے بعد اشک فشانی زبان سے گہر بار ہوئی۔ "اے شخص زار ژولیدہ مو زلف صورت پریشان عزت تنگ آبرو سوگوار پدر و برادر کا کیا حال پوچھتا ہے۔ میرے زخم دل کو کسی سوزن تدبیر کی مجال نہیں جو سی سکے اور کوئی مرہم ایسا نہیں جو اچھا کرے کہ

جہان نے منہ مرے زخم جگر سے موڑ لیا
یہ بیکسی ہے کہ سوزن بھی رشتہ دار نہیں

میں دختر خواجہ بازرگان ہوں باپ میرا رہرو ملک عدم ہوا مجھ ناشاد کو اس صحرا میں تنہا چھوڑ کر کہ

نہ پوچھ حال میں وہ چوب خشک صحرا ہوں
لگا کے آگ جسے کارواں روانہ ہوا

قزاقوں نے متاع جان کو لوٹ کر اپنی راہ لی۔ میں نقد ہستی کو غنیمت جان کر بھاگی کہ زندہ بچی مگر مردہ سے بھی بدتر ہوں سوگوار پدر ہوں۔

گمان تو اس کے بیان پر بہت رویا اور وہ گلبدن بھی رونے لگی۔ گمان نے زبان پہ تسکین و دلداری کھولی۔ "اے ماہ پیکر باپ تمہارا میرے پاس آیا تھا اور مجھ کو نذر دی تھی۔ مجھ کو اس کے مرنے کا بڑا صدمہ ہے۔ میں مصاحب بادشاہ طلسم ہوں۔ رہزنوں کو ڈھونڈوا کر قتل کروں گا۔ تمہارے باپ کے خون کے عوض لوں گا۔ اب تمہیں لازم ہے کہ میرے ساتھ چلو۔ صبر کرو۔ بی بی مردوں کو ہمیشہ کب روتے ہیں۔" وہ نازک

برق نے اس واسطے یہ تمام سامان کیا ہے کہ جانتا ہے اس ساحر کو گمان اور خیال ساحرہ کا یہ درست نہیں رکھتا ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ اس کے سامنے میں کسی صورت سے جاؤں اور یہ سحر سے خیال کرے تو مجھ کو پہچان لے گا۔ اب اس نے ایسا دھوکا کھایا ہے کہ عیار کا کوسوں خیال دل سے دور ہے۔

غرضیکہ یہ بے ایمان اس نازنین کو لے کر داخل خیمہ ہوا اور مسند زر پر بٹھلایا۔ تخلیہ کرایا۔ کسی کو وہاں ٹھہرنے نہ دیا۔ اس عرصے میں قیس روز بیابان دہر سے سمت نجد مغرب روانہ ہوا اور لیلیٰ شب نے ناقہ ظلمت کو صحرائے عالم میں روانہ کیا۔

سرشام تمام بارگاہ میں شیشہ آلات روشن ہوا اور چنگیر چوگھڑے عطر دان وغیرہ سامان راحت بہر معشوقہ حاضر کیا۔ کشتیاں شراب و کباب کی سامنے رکھیں آپ سامنے بیٹھ کر گل چینی اس کے باغ حسن کی کرنے لگا۔ ملکہ حیرت کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ طبل جنگ بجوائیے۔ آج میں بارگاہ میں حاضر نہ ہوں گا۔

ایک ساحر یہ پیغام لے کر ملکہ مذکور کے پاس گیا اور پیام اس کا ادا کیا۔ ملکہ نے پوچھا۔ "کہ کیوں مزاج کیسا ہے جو یہاں نہیں آئے۔"

پیام برندہ نے سارا ماجرا تاجر اور اس کی دختر کا بیان کر کے کہا۔ "اس کے ساتھ صحبت آرا ہیں۔"

یہ کہہ کر رخصت ہوا۔ حیرت کو سب حال سن کر ماجرائے تاجر پہ افسوس ہوا اور عیار کا اس کو بھی شک نہ گزرا کیونکہ وہ ترکیب ہی ایسی عیاروں نے کی تھی۔

غرضیکہ صرصر حاضر تھی اس سے کہا۔ "کچھ تو نے یہ کیفیت سنی۔ اب ہماری ایسی بدعملی ہو گئی ہے کہ دن دہاڑے ڈاکہ پڑتا ہے تو جا اور دختر سوداگر کو دیکھ آ۔ ملک گمان سے کہنا کہ ملکہ بھی تاجر زادی کی ملاقات کو آئیں گی۔"

صرصر نے کہا۔ "یہ بات میرے کچھ قیاس میں نہیں آئی۔ میں جاتی ہوں۔ یہ بھی عیاری ہے۔ وہ دختر تاجر کوئی عیار بنا ہوا ہے۔ خیر میں جاتی ہوں۔ جیسا ہو گا معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر چلی لیکن ادھر میاں برق اپنے محسن ساختہ پر گمان کو لبھا رہے ہیں۔ کبھی چٹکی

ناز کر کے مسکراتے ہیں اور کبھی آپ ہی آپ روٹھ جاتے ہیں تیوری چڑھاتے ہیں کہ

کچھ تبسم سا لب ناز وہ نیچی نظریں
کس اداؤں سے شب وصل وہ شرماتے ہیں

کمان کا دل بے قرار ہے۔ خواہش وصل دلدار ہے جب دست اندازی کرنا چاہتا ہے وہ جھڑکتی ہے ڈھیلے ہاتھ سے طمانچہ منہ پر لگاتی ہے کہ چھٹے منہ یہ بھی اقرار کیا تھا کہ میں بغیر مرضی کوئی بات نہ کروں گا۔
یہ اس ادا سے اور زیادہ شیدا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ

حیا آئینہ کو بھی رو برو آنے نہیں دیتی
ترستی ہی رہیں گی تیری آنکھیں تیری صورت کو

آخر جب زیادہ بے قرار ہوا سوچا کہ اس گلفام کو شراب بہت سی پلاؤ۔ یقین ہے کہ مست ہو کر راضی بوصال ہو جائے۔ یہ سوچ کر کہا۔ "اے راحت دل میں کبھی اطاعت سے سرتابی نہ کروں گا اپنے عہد سے منحرف نہ ہوں گا۔ تم شراب پیو ایک جام مجھ کو بھی دو۔ اپنا دل خوش رکھو۔"
وہ مہ جبیں یہ کلام سن کر مسکرائی اور شرما کر آنکھ سے آنکھ لڑا کر گردن جھکا چپ ہو رہی کہ

گر یہی چتون تیری تو صورت آفریں
کیا کہے گا تجھ کو ظالم روز محشر دیکھ کر

پھر کشتی شراب آگے کھینچ کر جام بادہ احمر لبریز کر کے اپنے لبوں تک لائی لیکن روپے

قباحت نہیں۔ تم کو استانی جان کو گود میں لیے ہوں۔ خدا نہ کرے کوئی اور خیال مجھ کو ہو۔"

صرصر نے کہا۔ "اس عیاری کی سند نہیں تو نے مجھ کو پہلے ہی سے بے بس کر دیا اگر میں وہاں پہنچ جاتی تو گمان کو قتل نہ ہونے دیتی۔"

قران کو یہ طعنہ اس کا برا معلوم ہوا اور اس کو چھوڑ دیا کہ استانی جاؤ جو تم سے ہو سکے تقصور نہ کرو یہ چھوٹ کر روانہ ہوئی قران بھی خیمہ گمان کی طرف چلا لیکن صرصر نے صورت ایک جگہ ٹھہر کر جانسوز کی سی بنائی۔ کیونکہ ایک بار زنار کے خیمہ میں یہ برق کو پکڑ نہ سکی تھی۔ پس صورت بدل کر پشت خیمہ پر آئی اور سراپچہ کو چاک کر کے جو اندر پہنچی۔ برق سمجھا کہ یہ جانسوز ہے اٹھ کر گمان کو قوات مار کر گرا دیا اور اس سے کہا۔ "اے برادر تم کہاں آئے میں اس کا کام تمام کر چکا ہوں۔"

صرصر نے کچھ جواب نہ دیا اور پاس پہنچ کر ایک حباب بیہوشی مارا۔ برق چھینک کھا کر گرا۔ اس نے اس کی مشکیں باندھیں اور چاہا کہ ستون سے باندھ دوں تو گمان کو ہوشیار کروں۔

مگر یہ باندھ رہی تھی کہ قران بھی در خیمہ پر پہنچ گیا۔ یہاں چند ساحر پہرے پر تھے مگر حکم سے گمان کے دور کھڑے تھے کیونکہ عورت کو اندر خلوت نشین جانتے تھے۔

قران نے ان سے کہا۔ "مجھ کو ملکہ حیرت نے بھیجا ہے۔ بہت ضروری کچھ کہنا ہے۔"

ساحروں نے کہا۔ "وہاں نہ جاؤ۔ میاں ہمارے مزے میں ہیں۔"

اس نے کہا۔ "میں در خیمہ پر پکار لوں گا اگر وہ مجھ کو بلائیں گے تو جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر جلد در خیمہ پر آیا اور بے محابا اندر داخل ہوا۔ دیکھا کہ صرصر نے برق کو باندھا ہے اور گمان کو ہوشیار کر رہی ہے۔

یہ دیکھ کر للکارا کہ استانی میں آپہنچا۔ صرصر خنجر پکڑ کر دوڑی۔ قران نے اول خنجر اس کا رد کیا اور جلد اس کے پاس پہنچ کر ایک طمانچہ مارا کہ کہاں پھر شوخی ایسی کرے گی۔ ہاتھ آغشتہ بداروئے بیہوشی تھا صرصر طمانچہ کھاتے ہی بیہوش ہو کر گری۔ اس نے

دوسری جانب رنج و مصیبت کا سامان رہا۔ جب ظلمت رنج کی طرح خاطر دہر سے تیرگی شب دور ہوئی اور سحر نے بسان سرور شاداں منہ دکھایا کہ

تاج زر کی بسر خور ہوئی اس طرح پھبن
یوں نمودار ہوئی مہر و درخشاں کی کرن
ظلم سے تیرگی شب کے تھی دنیا اندھیر
عدل سے خسرو خاور کے ہوئی پھر روشن

○○○

• سمک جادو

ملکہ حیرت نے نامہ اس تمام ماجرائے حیرت انتما کا لکھ کر افراسیاب کے پاس بھیجا۔ وہ سحر گاہ سریر جہانبانی پر خواب شیریں سے اٹھ کر بیٹھا تھا کہ پیک سحر نے نامہ پہنچایا۔ نامہ پڑھ کر اس کو بہت غصہ آیا برنگ زلف پریشاں ہو کر پیچ وتاب کھایا پھر اہل دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "ان نمک حراموں پر کس کو بھیجوں' جو جاتا ہے عیاروں کے ہاتھ سے مارا جاتا ہے۔ کہاں سے ایسا ساحر لاؤں جو اس جہان کا رہنے والا نہ ہو آسمان پر رہے اور عیاروں سے بچے۔"

اہل دربار نے عرض کی۔ "کوئی ایسا ساحر جائے جو جامہ انسانی میں نہ ہو' بلکہ کسی اور بھیس میں رہے تو شاید عیاروں سے بچے۔"

شاہ جادواں نے کہا۔ "ایک تدبیر خیال میں آئی ہے یعنی میں جب کوہ نیلم پر گیا تھا تو ایک ساحر ظالم جادوگر کو لایا تھا۔ وہ تو مارا گیا مگر اس کا بھائی اعظم اژدر نشین جادو نامی ہے کہ ہمیشہ شکم اژدر میں رہتا ہے۔ وقت ضرورت یا وقت جنگ باہر نکلتا ہے نہیں تو شکم اژدر میں ہمیشہ اس کا مسکن ہے۔ فی الحال میں اس کو بلا کر بھیجتا ہوں۔"

سب نے اس کلام کی تائید کی کہ بہت بہتر ہے شاہ طلسم نے ایک نامہ لکھ کر اپنے کسی ملازم کے ہاتھ بنا بر طلب ساحر مذکور روانہ کیا۔ غرض حسب الطلب ساحر آیا۔ سب نے دیکھا کہ چالیس اژدہے پیچھے اور آگے ایک اژدر مہیب صورت پیدا ہوئے اور ہر اژدر کے پیٹ سے ایک ساحر نکلا۔ سب سے آگے جو اژدر تھا اس میں افسر اژدر نشین خود سر تھا۔ سب نے بادشاہ کو سلام کیا۔ اس نے سب کو خلعت دیئے اور افسر سے کہا۔ "تم جا کر نمک حراموں سے مقابلہ کرو" اور جملہ حال عیاروں کی فطرت کا کہہ کر حکم دیا خبردار ہمیشہ شکم اژدر میں رہنا اور عیاروں سے اپنے تئیں بچانا۔"

یہ ساحر حکم شلو گوش جان سے سن کر اژدر میں سما کر روانہ ہوا۔ اس کی ہیبت سے فلک موذی چکراتا تھا۔ خدا کی مار زبان پر لاتا تھا۔ اژدر بروئے ہوا اڑتے منہ سے شعلہ آتش نکلتے۔ یہ ظاہر تھا کہ قہر خدا قوم جناب یونس پر آیا ہے۔ آفتاب گردوں پر چکرایا ہے۔ بروئے ہوا کوئی جانور خوف سے نہ اڑتا تھا' بلکہ سیمرغ کوہ قاف میں چھپا تھا۔ نسر طائر کو طعمہ اژدر ہونے کا ڈر تھا۔

بایں عظمت و شکوہ وہ افعی مجسم لشکر حیات ضلالت شیم کے قریب پہنچا' ملکہ کو شلو جادو واں بذریعہ نامہ مطلع کر چکا تھا۔ اس نے استقبال کرایا اور ایک میدان میں سب اژدروں کو ٹھہرایا کہ وہ کنڈلیاں مار کر بیٹھے اور ان کے کھانے پینے کے لیے چند خیمہ اسی میدان میں استادہ کر دیئے خدمت کے لیے چند ملازم چیدہ منتخب کر کے معین کر دیئے مگر ان کو بھی تمغے اور معرکہ دیئے کہ عیاروں کی پہچان رہی اور ان سے کہہ دیا کہ جب اعظم اژدر سے نکلے اور تم کام کے لیے جاؤ تو معرکہ دکھا دینا' باقی معرکہ چھپائے رکھنا کسی سے اس راز کو نہ کہنا۔

غرضیکہ انتہائے درجہ کا انتظام کر کے بعد فراغ اعظم اژدر سے نکلا اور بارگاہ حیرت میں جا کر بیٹھا۔ سب نے اس کی صورت نحس کو دیکھ کر خوف کھایا کہ

اژدر چالیس اس کے تھے گرد
شیطان کا وہ ایک ہی تھا شاگرد

دن بھر مےخواری کرتا رہا۔ جس وقت مار آسمان نے من اپنا دہان مغرب میں رکھا اور دشت عالم میں اندھیرا پھیلا' اژدر شب تیرہ نے مہرہ ماہ رکھ کر اوس چاٹنا شروع کیا۔

قریب شام اس کافر جام نے طبل جنگ بجایا طائران سحر خبر لے کر سامنے مہ رخ کے آئے اور بعد دعائے وثنائے بادشاہی کے جملہ ساحروں کے آنے کا اور طبل رزم بجنے کا حال عرض کر کے کنارے ہوئے۔

سر پہ ایک خود دھرے جس پہ بڑی سی کلغی
ڈھال کاندھے پہ پڑی ہاتھ میں شمشیر دودم
زرہ حضرت داؤد گلے میں اس کے
جبروت اس کا فریدوں فرو جمشید حشم
لمعہ نور جبیں اس کے سے طالع ہوں مہر
سب رکاب اس کے میں موجود صنا دید عجم
اس کے افواج کے گھوڑوں پہ کیا خوب جو دھیان
تو وہ فتراک سے بڑے پھرتے ہیں مثل ضیغم
اس کی شمشیر کی برش کی ہو کس سے تعریف
گھاٹ پر جس کے بہا خون ہے اعدا کا جم
حلق دشمن کے لیے زہر بھری اس کے ساتھ
صاف ایک برچھ الماس ہے اور کلسنہ سم
ہے وہ ثعبان نہیں شعلہ نشاں خون آشام
مشکل برق و شفق صاعقہ و موج یم

حاصل مرام جائے معارف پر پہنچ کر ٹھہری تھی کہ اس طرف سے حیرت بصد کبر و نخوت فوج ساحران لیے میدان میں آئی پرے جمنے لگے۔ بجلیاں گریں جنگل کے درخت جلے بادل سحر کے برسے گردوغبار صاف ہوا۔ تیار دشت معارف ہوا۔ اس وقت اژدہے ایک طرف سے پیدا ہوئے کہ باہم کھیچے لاتے اور قلعہ ہائے آتش چھوڑتے آئے۔ اثر زہر سے ان کے دھپ تک سبز نظر آئی تھی۔ باہم لپٹے پھنکار مارتے تھے۔ جب دشت میں پہنچے پہلی صفیں درست ہو چکی تھیں۔

وہ اژدر جس کے پیٹ میں افلم بے سامنے حیرت کے آیا اور اس سے باہر نکل کر اجازت حرب لے کر پھر اژدہے کے اندر سمایا اور اسی طرح وسط میدان میں پہنچا قلاب آتشیں

پھوٹے کہ ہر سمت آتشکدہ بن گئے دھواں ان شعلوں کا ایسا پھیلا کہ لشکر مہ رخ اندھا ہونے لگا۔ دھوئیں سے عاجز ہو کر ہر ایک یا ودود پڑھتا تھا۔ جادوگرنیاں زہرہ صورت سحر پڑھ کر برج بنائے چھپے ہوئی تھیں۔ فوج میں بلی پڑ گئی تھی۔

اس وقت مہ رخ کو بن نہ آیا۔ جنگ مغلوبہ کا حکم دے کر تخت اپنا آگے بڑھایا۔ ساحران ہی مثل ملکہ بہار اور نافرمان وغیرہ کے وہ سحر سے عاجز نہ ہوئے تھے ترسول اور ناریل پکڑ کر اژدہوں پر جا پڑے۔

اس طرف سے چالیس اژدہے جن کے پیٹ میں ساحر تھے منہ پھیلا کر چلے اس وقت وہ میدان عصائے جناب موسیٰ ہوتا تو فتح ہوتا۔ شعلہ ہائے دہان اژدہان سے نکلتی کہ نار تھی۔ ہوا شعلہ بار تھی۔ ان شعلوں سے دھواں ایسا اٹھا تھا کہ تمام عالم عالم دھواں دھار بن گیا تھا۔ لشکریاں نے نارنج ترنج مارنا شروع کئے ہر سمت سے گولے سحر کے لگاتے تھے بجلیاں گراتے' مگر اژدہوں پر اثر نہ کرتی تھیں اور اژدر دم کھینچ کر سپاہیوں کو نگل لیتے تھے۔

اس ہنگام میں ملکہ بہار نے ایک گلدستہ مارا کہ ہوائے سرد کے جھونکے پیدا ہوئے اور اس ہوا نے دھوئیں کو برطرف کرنا شروع کیا۔ آمد بہار ہوئی۔ آغاز کیفیت لالہ زار ہوئی مگر اظلم کا نام جو اژدر نشین ہے اور یہ اژدر میں جو رہتا ہے۔ اس سبب سے سحر بہار نے تاثیر نہ کی کیونکہ یوں تو ہر ایک ساحر بزور سحر اژدہا بن جایا کرتا ہے اس پر کیا خصوصیت تھی جو شاہ جادواں نے بھیجا ہے۔ بس یہی اس کے لیے شرف ہے کہ اژدر سحر میں رہتا ہے اور اس اژدر پر سحر نہیں اثر کرتا ہے۔ فی الجملہ اس نے سحر بہار کے آثار معلوم کر کے ایسی پھنکار ماری کہ شعلہ آگ نکلے اور چمنستان سحر بہار جلنے لگے۔ سحر جو رد ہوا۔ ملکہ بہار پر غش طاری ہوا۔ خواصیں ہوا دار پر ڈال کر لے بھاگیں اس کے ہٹنے سے اژدر منہ پھیلا کر چلے۔ معاذ اللہ وہ شعلہ زہر ناک کی لپک ایسی نہ تھی کہ کسی کو تاب رہتی۔ جسم جھلنے لگے جادوگرنیاں نازنین گلفام

سیاہ تاب ہو گئیں۔ حرارت سحر سے بے تاب ہو گئیں۔ زہر افعی کا اثر ایسا پھیلا کہ اس چرخ موذی کا بھی جسم نیلا ہو گیا۔ سبزہ نہ تھا اژدہم جسم ارض میں سرایت کر گیا تھا۔ خضر تک زہر مہرہ ڈھونڈتے تھے۔ دل کو سے بھی نیلا نیلا پانی بہتا تھا اژدہے منہ کھولے اس طرح نظر آتے تھے کہ میدان میں غار دور سے دکھائی دیتے تھے ایسے ہنگامہ آفت خیز میں فوج حیرت نے بھی حملہ کیا۔ بجلیاں گرا کر ترسول و پنسوں پکڑ کر مار مار کرتے آگے بڑھے فوج مہ رخ میں بھگدڑ پڑ گئی۔ لشکر بہت سا اندھا ہو چکا تھا اور باقی اس امید پر کہ بارہا آفت آئی ہے پھر خدا نے فضل کیا ہے' ٹھہرا ہوا تھا۔ اس حملہ کرنے سے وہ بھی بھاگے۔ اس وقت وہ سردار جو بڑے بہادر تھے۔ لڑنے والے سرکبف تھے۔ ملکہ کے ساتھ ہو گئے اور ملکہ مہ رخ نے پائے شجاعت مستحکم کیا۔ بزاہبا کو اس نے بھی مارا اس وقت عجب غلغلہ آفت محشر برپا تھا کہ اژدہم سے صدہا ساحر پھیلا سوجا میدان میں پڑا تھا اور بزاہبا لاشہ نظر آتا۔ برق سحر چمک رہی تھی۔ رعد جادو چیخیں مارتا پھرتا تھا۔ مل اس کی برق تڑپ کر گر رہی تھی۔ دھواں سحر کا چھایا تھا۔ آفتاب تاریکی سے گہنایا نظر آتا تھا۔ بیروں کی صدا ہائے مہیب کا شور مچا تھا کہ

ہوا اس طرح کھائی تھی پیچ و تاب
اڑی جاتی تھی جان ہر شیخ و شاب
دھواں سحر کا تھا یہ چھایا ہوا
کہ غار نشن چلہ باطل بنا
چمکتا وہ رہ رہ کے واں برق کا
جلاتا تھا دل خسرو شرق کا
چمکنا اندھیرے میں بجلی کا تھا
کنہیا کے منہ پہ گالی ہے ملا
کہیں لوٹتے پھرتے تھے اژدہے

دہن شل قعر جہنم کھلے
ہوا سے جو انگارے تھے گر رہے
فلک آتشیں تیر تھے مارتے
ہوا تھا فلک اس قدر متزلزل
ترقی تھی ہر سمت پتھر کی سل
کوئی مر کے گرتا تھا جب جادوگر
تو گوش فلک غل سے ہوتے تھے کر

اس قیامت کبریٰ میں مہ رخ اژدر بن کر ان اژدہوں پر جا پڑی اور ایسے شعلہ ہائے آتش بار دہن سے نکالے کہ وہ اژدہے پسپا ہوئے۔

اس وقت اظلم بہ شکل اژدر سامنے آیا اور پکارا۔ اے نمک حرام اب کہاں جائے گی۔ کیا قدرت سامری کی ہے کہ تو ہمارا سامنا کرتی ہے۔"

مہ رخ نے جواب دیا۔ "واہ مردانگی تو مجھ عورت سے اتنی بڑی فوج لے کر لڑنے آیا اور پھر اژدر سحر میں بیٹھ کر مقابلہ کرتا ہے۔ اسی منہ پر دعوئ سحر کرنے کا رکھتا ہے دم شجاعت کا رکھتا ہے۔"

یہ کلمہ مثل ناوک دلدوز اس کے دل پر لگا اور کہا میں اکیلے کیا تجھ سے لڑتے ڈرتا ہوں۔ اچھا آج میں پھرا جاتا ہوں۔ کل اکیلا میدان میں آ کر تجھ کو باندھ کے لے جاؤں گا۔"

ملکہ نے کہا۔ "اکیلا آئے گا تو وہ جوتیاں کھائے گا کہ ہمیشہ یاد کرے گا۔"

اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اپنے اژدہوں کو لے کر پھرا۔ ملکہ حیرت کے پاس آ کر کہا۔ "طبل بازگشت بجوایئے میں آج نہ لڑوں گا۔"

اس نے کہا۔ "کیوں بنی ہوئی لڑائی بگاڑتے ہو، جی ہارتے ہو۔ اب باقی کون ہے۔ صرف مہ رخ کو مع چند سرداروں کے پکڑ لینا ہے۔"

اس نے سب حال مہ رخ کے طعنہ دینے کا بیان کیا۔

ملکہ حیرت نے کہا: "اس نے تجھ کو فریب دے کر اپنی جان بچائی ہے۔ اس وقت دھوکا نہ کھا، نہیں پچھتائے گا۔"

غرضیکہ ہر چند سمجھایا مگر اس نے اپنے غرور میں نہ مانا۔ آخر حیرت نے بخاطر اس کے طبل بازگشت بجوایا اور لشکر لے کر پھری۔

مہ رخ نے سجدہ شکر خدا کا کیا کہ آبرو رہ گئی۔ جو سردار کہ باقی تھے، ان کو لے کر پھری، جو زہر سے سوج گئے تھے ان کو اٹھوا لیا اور داخل بارگاہ ہوئی۔ لشکر کو بالکل برباد دیکھا کہ سب بھاگ گیا ہے۔ بازار ویران ہیں جو سردار کہ قید ہیں، ان کی بارگاہ میں جگہ سنسان پڑی ہے۔ یہ حال دیکھ کر اشک حسرت گرائے اور ارادہ جان دینے کا مصمم کر کے سحر تیار کرنے کی فکر میں بیٹھی۔

اس وقت عیار کہ لشکر کا حال ابتر دیکھ کر چلے گئے تھے۔ طبل امان کی آواز سن کر آئے اور بادشاہ لشکر کو بہت پریشان دیکھا۔

سب نے تسکین و تشفی کی۔ "اے ملکہ ہم جاتے ہیں اور کام اس ناہنجار کا تمام کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئے۔ اس طرف اعظم پھر کر گیا جو اژدر کہ سرداروں کو نگل گئے تھے۔ انہوں نے ان کو اگلا اور حیرت نے حکم دیا۔ "ان سب کو اسی زنداں میں لے جا کر قید کرو، جہاں ضرغام عیار جس کو گمان نے گرفتار کیا تھا، قید ہے تاکہ وہ بھی اپنے سرداروں کا حال سقیم دیکھے اور اپنی رہائی سے مایوس ہو۔"

غرض سب کو لے کر جا کر قید کیا۔ یہ سب سحر میں مبتلا اور بیہوش ہیں۔ جب یہ قید ہو چکے اور لشکر کر کھول چکے۔ اعظم دیر تک بیٹھا رہا بلکہ ملکہ ہی کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر عرض کر کے کہ طبل جنگ آپ بجوائیے گا۔ میں کل اکیلا لڑوں گا۔"

یہ کہہ کر اپنی جگہ پر شکم اژدر میں بیٹھ رہا۔ مگر عیار جو روانہ ہوئے تھے۔ یہ صحرا میں آئے اور برق نے کہا کہ پہلے میں جاتا ہوں۔ تم دونوں میری خبر رکھنا۔"

یہ کہہ کر چلا۔ اس کے بعد قِران اور جانسوز بھی ایک طرف بصورت مبدّل ایک طرف روانہ ہوئے لیکن برق شکل ایک ساحر مہیب صورت کی اپنی بنا کر گشت کرتا ہوا اس جگہ آیا' جہاں اژدہے میدان میں رہتے ہیں۔

یہاں دیکھا کہ اژدہے خاک میں لوٹ رہے ہیں خوش فعلیاں کرتے ہیں اور ان کے منہ سے جو شعلہ نکلتا ہے اس شعلے سے تصویر پیدا ہوتی ہے۔ وہ نارنج و ترنج متفاوت اچھال کر غائب ہو جاتی ہے۔ پھر اور تصویر پیدا ہوتی ہے۔ ترسول چار طرف گڑے ہیں۔ گوگل مرچ سیندور چندن دھوپ دیپ وغیرہ جلتا ہے۔ ترسولوں پہ ہار لپٹے ہیں کھپر آگ کے جلتے ہیں۔

برق یہ تماشہ کھڑا دیکھتا تھا کہ یکایک اژدہے کے اندر سے ایک ساحر سیاہ فام خناس سیرت دیو صورت نکلا۔ یہ اس کی صورت نحس دیکھ کر اوّل تو خائف ہوا اور چاہا کہ بھاگ جاؤں مگر دل کڑا کر کے کھڑا رہا۔ وہ اس کے قریب آ کر للکارا۔ "ارے تو کون ہے۔"

برق نے بھی ویسا ہی جواب دیا۔ "ارے تو پہچانتا نہیں جو تو ہے وہ ہم ہیں۔"

اس نے کہا۔ "ہم چالیس اژدر نشین ہیں۔ اکتالیسواں ہمارا افسر ہے۔ تو کہاں سے آیا ہے۔ اچھا اگر تو ہم میں سے ہے تو اژدر تیرے رہنے کا کہاں ہے۔"

برق اس تقریر سے ناچار ہوا۔ مگر تیزی سے جواب دیتا ہوا پیچھے تڑپ کر پچاس قدم پر جا گرا۔ یہ کہتا ہوا۔ "کہ اژدر بھی ہے تجھے کیوں بتائیں۔"

اس ساحر نے جو اس کو پیچھے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ سمجھا کہ یہ کوئی عیار ہے پکارا۔ "ہاں اور مکار پہچانا میں نے تجھ کو۔"

برق اتنے عرصے میں کہیں کا کہیں ہو رہا مگر بے سبب میدان ہونے کے سامنا تھا۔ وہ ساحر سمجھا کہ اگر یہاں سے سحر کروں۔ مبادا یہ بھی ساحر ہو۔ کود پھاند کر نکل جائے بس قریب چلوں۔ یہ سمجھ کر پیچھے دوڑا۔

برق یا تو بھاگا جاتا تھا۔ یا اس کو آتے دیکھ کر سوچا کہ اگر یوں ہی سیدھے بھاگے جاؤ

لگے تو وہ سحر پڑھ کر پکڑ لے گا۔ لازم ہے کہ کہیں چھپ رہو۔

یہ سوچ کر ادھر ادھر دیکھا چونکہ میدان تو تھا ہی اور لشکر سے بھی فاصلہ تھا۔ ایک غار وہاں نظر آیا۔ یہ اس میں اتر گیا۔ وہ ساحر جو پیچھے آتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ یہاں تو عیار سامنے جاتا تھا یا غائب ہو گیا۔ پہلے تو یہ سمجھا کہ وہ بھی ساحر تھا۔ بزور سحر چھپ گیا۔ مگر جب غار کے پاس آیا سوچا کہ اس میں اتر گیا ہو گا۔

یہ سوچ کر جھانکنے لگا تو برق نے وہاں حلقہ کمند کا لگا رکھا تھا۔ وہ اس کی گردن میں آ گیا۔ اس نے چاہا کہ سحر پڑھ کر اس کو جلا دوں مگر برق اتنی مہلت کب دینے والا تھا۔ اس نے گردن پھنستے ہی اس زور سے جھٹکا مارا کہ حلق تالو سے چپک گیا اور آنکھیں باہر نکل آئیں۔ سحر پڑھنے کے بدلے لڑھکا پڑھکا ہوا ڈھلک کر غار میں گرا برق نے فورا خنجر سے سر کاٹ ڈالا العیاذ باللہ، ہنگامہ دارو گیر برپا ہوا آگ پتھر برسنے لگے۔ بعد لمحہ کے آواز آئی۔ "مارا شراب خوار جادو کو۔"

یہاں تو ہنگامہ مچا لیکن اژدر اس کے رہنے کا میدان میں جل گیا اور بیروں نے وہاں بھی غل مچا دیا۔ اظلم اور سب ساحر گھبرا کر اژدہوں سے باہر نکل آئے اور ایک دوسرے سے پوچھتا تھا۔ "ارے میاں خیر تو ہے۔"

ایسے بے ساختہ حواس ہوئے کہ اپنے ساتھیوں کو نہیں شمار کرتے۔ یہ حیران کھڑے ہیں کہ کوئی آئے تو اس سے پوچھیں، یہ غل کیسا تھا اور ان سب کو اپنے سحر پر ایسا ناز ہے کہ یہ مطلق گمان نہیں کہ ہم میں سے کوئی مارا گیا ہے۔

غرضیکہ یہ تو ٹھہرے ہیں مگر وہاں برق نے صورت اپنی شکل صرصر کے بھائی لیکن حسن اپنا ایسا دوبالا کیا کہ صرصر نے خواب میں بھی یہ صورت نہ پائی ہو گی کہ

روز ازل سے آج تک صورت آفرین
ممکن نہیں کہ چھپ کے تجھے دیکھتا نہ ہو

چنانچہ آگے حال اس کے حسن کا بیان ہوگا۔ اس وقت بعجلت لاش کو اس ساحر کی اٹھا کر اسی میدان کی طرف چلا۔ یہاں سب ساحر حیران کھڑے تھے کہ آواز خلخال پا ان کے کان میں آئی۔ دیکھا کہ ایک عورت بناز و ادا اس طرف آتی ہے کہ جس کی چال کو دیکھ کر یہ کہنا زیبا ہے کہ

بلا سے ہو پامال سارا زمانہ
نہ آئے انہیں پاؤں رکھنا سنبھل کر

دلربائے عشاق روندگی جب قریب آئی عجب صورت اس ماہ آسمان زیبائی کی دکھائی دی۔

گئی آنکھوں کے نیچے برق اک کوند
سمند ناز نے ڈالا وہیں روند
کہا دل نے یہی دیکھی جو وہ مانگ
کہ ہے رات آدھی کچھ دعا مانگ
حواس و ہوش سب کے ہو گئے تار
ہوئے سب مانگ چوٹی میں گرفتار
بہم آنکھوں سے آنکھیں لڑ گئیں خیر
عجائب نرگستان کی ہوئی سیر
نظر آیا وہ مکھڑا سیب کا سا
بندھا کچھ ڈول واں آسیب کا سا
یہ رخساروں میں اس کے فربہی تھی

ہوئی جس سے تجلی اکثر ہی تھی
کہو اس کی جبیں کو کس طرح چاند
کہ اس سے لاکھ حصہ چاند تھا ماند
سماتا تھا کچھ ایسا روپ اس کا
کہ سایہ چاہتی تھی دھوپ اس کا
برنگ گل نزاکت میں بھری تھی
کہ بس جو بات تھی اس کی پری تھی

یہ سب ساحر اس سراپا فتنہ انگیز کو دیکھ کر دنگ کھڑے تھے کہ اس نے افلم کو تسلیم کی اور لاش سامنے ڈال دی۔ اس نے استفسار کیا۔ "یہ ماجرا کیا ہے۔"

اس گلفام نے کہا۔ "پہچانئے یہ آپ ہی کا رفیق ہے جو مارا گیا۔"

اس کلمہ سے اس کو ہوش آیا اور کہا۔ "ہاں سچ ہے یہ شراب خوار جادو کی لاش ہے۔"

اب سب افسوس کرنے لگے اور افلم نے پوچھا۔ "کچھ معلوم ہے یہ کیونکر مارا گیا۔"

اس نے عرض کیا۔ "عیار لشکر حریف صحرا میں اس کو قتل کر رہا تھا کہ میں آ کر پہنچی مگر کام اس کا تمام ہو چکا تھا' میں لاشہ اٹھا لائی ہوں۔"

افلم نے کہا۔ "اس عیار کو کیوں نہ گرفتار کیا۔"

اس نے کہا۔ "حضور میں صرصر عیار شاہ جادواں کی ہوں اور سحر نہیں جانتی ہوں۔ وہ عیار تھا مجھ کو دیکھ کر نکل گیا۔ ہر چند میں دوڑی۔ مگر ہاتھ نہ آیا۔ اچھا اب ہوشیار رہئے گا' میں جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر کمر کولہے کا عالم دکھا کر اس طرح چلی کہ

خرام ناز تمہارا بھی اک آفت ہے
زمین پاؤں تلے سر پہ آسماں نہ رہا

اعظم نے دوڑ کر ہاتھ پکڑ لیا۔ اس لیے کہ یہ ساحر رہنے والا کوہ نیلم کا ہے۔ اس نے نام البتہ سنا ہے صرصر عیارہ کا کیونکہ ہمیشہ اژدر میں رہتا ہے اور پہلی جب سے آیا ہے کچھ دیر کے لیے بارگاہ حیرت میں گیا تو کچھ خیال تو کیا نہیں کہ عیارہ کون ہے۔ اس وجہ سے اچھی طرح آگاہ نہیں کہ صرصر کس مرتبہ کی عیارہ ہے اور کیسی صورت رکھتی ہے۔ اس وقت اس کے حسن و ادا کو دیکھ کر غش ہو گیا اور سمجھا کہ یہ عیارہ تو ہے نہیں۔ اس کو بادشاہ طلسم سے مانگ لوں گا۔ آج اپنی خدمت میں اس کو لانا چاہیے۔ پس اسی وجہ سے اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

گرے میری نظروں سے خوبان عالم
پسند آ گئی تیری صورت کچھ ایسی

صرصر نے یہ سن کر تیوری چڑھائی اور کہا۔ "میاں ہوش میں آؤ' فاحشاؤں سے جا کر ایسی باتیں کرو۔ اے صاحب میں سارے طلسم میں ہمیشہ پھرتی ہوں۔ جو ایسی ہی اوباش ہوتی تو کاہے کو میری آبرو بچتی۔ نہ صاحب ایسا بدنظر کوئی مردوا میں نے نہیں دیکھا۔"
یہ کہہ کر انگڑائی لے کر گلے کو اس طرح دکھایا کہ وہ ابھرا ہوا جوبن دل گدگدانے والا نظر آیا۔ یہ ساحر بے چین ہو گیا اور پکارا۔

ستا ہے کوئی دل یا الٰہی خیمہ محرم کی
غضب ہے پردے پردے میں ابھرنا ان کے جوبن کا

پھر اس آفت جاں کا منت پذیر ہوئے "اے جان عالم اتنا خفا نہ ہو، ہم کو بھی اپنا جان نثار سمجھو۔"

اس عربدہ جو نے کہا۔ "آپ جان اپنی کسی گھر والی پر دیجئے، مجھ سے یہ چوچلا طے کر رکھئے۔"

یہ کہہ کر انگوٹھا دکھا کر کہ موئے تیرے دیدوں میں خاک، میں اور تیرے قابل۔

اقلم اس ادا کو دیکھ کر مر گیا اور اس مہ پیکر سے لپٹا۔

اس نے کہا۔ "ہاں ہاں دیکھو میں چیختی ہوں سامری قسم اگر مجھ کو ہاتھ لگایا تو تیری جان اور اپنی ایک کروں گی۔ لوگو یہ اندھیر تو دیکھو، دن دہاڑے یہ مردوا سب کے سامنے مجھ کو لیے پھرتا ہے۔ کیا بے عزتی ہے۔ پھٹے منہ آگ لگے ایسی مستی کو۔ اقلم اس کے خفا ہونے سے تو ڈرتا ہے مگر وہ ایک باتیں ایسی کہیں کہ مردوا سب کے سامنے لیے پھرتا ہے۔ یہ سن کر سمجھتا ہے کہ یہ ناز کرتی ہے اور وہ نازنین بھی خفگی لگاوٹ آمیز کرتی ہے۔

غرضیکہ یہ باتیں اس کی سنتے ہی اقلم لپٹا تو تھا ہی گود میں اٹھا کر خیمہ کی طرف لے چلا وہ عشوہ گر تڑپتی ہوئی اور کہتی ہوئی۔ "دیکھو بہت پچھتاؤ گے جو مجھے اکیلے میں لے جاؤ گے۔ میری آبرو تو جا چکی۔ غیر مرد کا ہاتھ لگ چکا ہے مگر تمہاری بھی جان جائے گی۔ مجھ کو کم نہ سمجھنا، میں کوئی ایسی ویسی نہیں ہوں۔ دھرے اڑا دوں گی۔ اے ایسا نہ ہو کہ کوئی عیار آ جائے۔ موئے تو اژدہے میں گھس رہ مجھ کو چھوڑ دے۔"

اقلم نے ایک نہ سنی اور اندر خیمہ کے اس کو لایا۔ کہا۔ "عیار یہاں آئے گا تو کیا کرے گا۔"

یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے
ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

غرضیکہ اس کو مسند پر بٹھایا اور خیمہ صرف اس کے کھانے پینے کے لیے ہی تو مقرر کیا گیا ہے۔ جو دو ایک آدمی بہر حال خدمت ہیں۔ انھوں نے اس کے آتے ہی تحفے اپنے اپنے دکھائے۔

اس نے کہا۔ "تم باہر جاؤ اور دور جا کر ٹھہرو' جب بلائیں اس وقت آنا۔"

وہ سب باہر گئے اور اس کے رفیق جو اژدہوں میں رہتے ہیں وہ بعد اس کے بحکم اژدر میں سما گئے۔ جب تخلیہ ہوا۔ یہ نازنین کہ برق عیار ہے دل میں سوچا کہ دلدار یعنی نثار اور کمان کو جو قتل کرنے آئے تھے تو مرمر آ کر خلل انداز ہوئی تھی اور اب بھی ضرور آئے گی اور لشکر یہاں سے قریب ہے۔ تمہارے آنے کی خبر حیرت کو ممکن نہیں کہ نہ پہنچے۔ پس وہ یا خود آئے گی یا کسی کو بھیجے گی۔ لہٰذا لازم ہے کہ ایسی تدبیر کرو تا کہ وہ جو آئے تو ذلت پائے۔

یہ سوچ کر چاروں طرف بھونچکا ہو کر دیکھنے لگا اس وقت یہ حال تھا کہ

کبھی وہ آنکھ ادھر ہے کبھی شوخی سے ادھر
اک جگہ پاؤں ٹھہرتا نہیں ہرجائی کا

اعظم نے یہ حال دیکھ کر کہا۔ "اے نازک بدن تم حیران چاروں طرف دیکھتی ہو۔"

اس نے کہا۔ "تم کو اپنے مزے سے مطلب ہے تمھیں کیا چاہے کسی کی جان جائے یا عزت پر بنے میں عیارہ ہوں' عیاروں سے لشکر حریف کے ہمیشہ لڑا کرتی ہوں اور وہ بھی میری تاک میں رہتے ہیں۔ جہاں میں جاتی ہوں وہاں پتہ لگا کر وہ بھی پہنچتے ہیں۔"

اعظم نے کہا۔ "یہاں آئیں گے تو میں موجود ہوں مجال نہیں ہے جو آئیں۔"

اس نے جواب دیا۔ "ان کو تم پہچان نہ سکو گے۔ وہ میری صورت بن کر آئیں گے اور مجھ کو عیار بتائیں گے اپنے تئیں مرمر کہیں گے۔ پس تم میرے دشمن جان ہو جاؤ گے اور ادھر عیار مجھ کو تم سے سرگرم محبت و اختلاط دیکھ کر سب میں بدکارہ' آوارہ مشہور کریں گے۔"

یہ کہہ کر رونے لگی۔ ہائے سامری کیسی میری جان مصیبت میں پڑی کہ جان بھی گئی اور عزت بھی۔"

یہ کہہ کر اس انداز میں ماتھا کوٹا اور حیرت زدہ صورت بنائی کہ اظلم کی جان پہ بن گئی اور ہاتھ پکڑ کر ماتھے سے الگ کرنے لگا۔ ہزاروں منت کر کے قسمیں کھانے لگا کہ "اے یار دلنواز اگر عیار افراسیاب بھی بن کر آئے گا تو بڑی سزا پائے گا۔"

غرضیکہ برق نے حفظ ماتقدم کر کے خوب اس کو پکا کیا اور ناز و کرشمہ کرنے لگا۔ اس نے اس کو سرگرم اختلاط دیکھ کر بوسہ لینے کے لیے منہ بڑھایا۔ اس نے ایک طمانچہ جلیا اور کہا۔ "منہ بناؤ۔"

طمانچہ کھا کر ہنس دیا اور کہا۔ "اے جانی و اے مایہ زندگی۔

جو دل لیا ہے تو پھر عذر کیا ہے بوسہ میں
کہ لین دین ہے یہ نقد کچھ ادھار نہیں

اس غارت گر جان نے جواب دیا کہ

دل تیرا اور آرزو میری
جان صدقے ہو ایسی حسرت کے

اظلم نے یہ سن کر کہا۔ "اے ستم گر میں اپنا حال کیا بیان کروں کہ

میرے دل کے زخموں کو کیا دیکھتے ہو
تمہارے ہی یہ گل کھلائے ہوئے ہیں

یہ کہہ کر چاہا کہ لپٹ جاؤں۔ اس زیب انجمن نے اپنے تئیں سرکایا اور جب گرنے لگا تو ہاتھ سے روک کر کہا۔ "ذرا سنبھلو، ایسے بیخود نہ بنو۔"
وہ پھر سنبھل کر بیٹھا اور گویا ہوا کہ

جور پر اپنے بہت تھا ناز اس کو بھی مگر
ہو گیا مضطر تجھے چرخ ستم گر دیکھ کر

اب یہاں تو یہ ہنگامہ ناز و انداز گرم ہے مگر وہ ساحر جن کو اپنے خیمہ سے باہر کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک بارگاہ ملکہ حیرت میں گیا۔ اس لیے کہ اس کو صرصر کی آوانگی دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ایسی فاحشہ ہو گئی جو ہر ایک سے آشنائی کرتی ہے۔
یہی سوچا کہ ملکہ سے جا کر سب ماجرا بیان کروں غرض کہ جب یہ ملکہ کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا۔ "کیوں آئے۔"
اس نے سب حال صرصر کا بیان کیا۔ صرصر اصلی وہاں حاضر تھی۔ وہ لگی گالیاں دینے۔
اس ساحر نے کہا۔ "میری کیا خطا ہے آپ جا کر دیکھئے۔ میں جھوٹ کہتا ہوں یا سچ۔"
حیرت نے بھی کہا۔ "ہاں سچ ہے کوئی عیار تیری صورت بن کر وہاں گیا ہے۔ جو اس نے دیکھا ہے، کہتا ہے اس بیچارے کی کیا خطا ہے۔ اب تو جا اور حال دریافت کر کہ کیا ماجرا ہو رہا ہے۔"
صرصر نے کہا۔ "بی بی، دو مرتبہ مجھ کو ذلت ہو چکی ہے۔ میں نہ جاؤں گی۔ اس لیے کہ وہاں عیار میری صورت بن کر گیا ہے اور افلم اس پر عاشق ہوا ہے اگر میں گئی اور فرض کرو کہ عیار کو میں نے پکڑ لیا۔ مگر وہ افلم تو میری صورت پر عاشق ہے۔

وہ موا مستی میں بھرا بیٹھا ہو گا۔ اگر مجھ کو دبا بیٹھا تو میری تو موتی کی سی آبرو پہ پانی پھر گیا۔"

حیرت نے کہا۔ "بی مٹی پر تو نے عیاری کیوں سیکھی تھی جو اتنا ڈرتی ہو۔ آبرو لیے بیٹھی رہتیں۔ چل اب باتیں نہ بنا جلد خبر لا۔"

صرصر ناچار تابعدار دوڑی ہوئی چلی مگر ادھر ادھر دیکھتی ہوئی کہ راہ میں کوئی عیار نہ ملے۔ ہر چند کہ دو عیار یعنی قران اور جانسوز فکر عیاری میں لشکر کے ہر طرف پھر رہے ہیں مگر ان پر ان کا پنجہ قابض نہ ہوا۔ اس لیے کہ یہ دوڑتی ہوئی بہت ہوشیاری سے درخیمہ اعظم میں آئی۔ یہاں کے ساحروں نے جو خدمتی لوگ ہیں دیکھا کہ ایک تو صرصر اندر ہے اور دوسری یہ آئی ہے۔ بس یہ دیکھ کر پکارے۔ "بی بی ذرا ٹھہرو ایک تمہاری صورت اور اندر ہے۔ ہم کو کچھ فریب معلوم ہوتا ہے۔ ہم خبر کر لیں تو جانا۔"

یہ سن کر صرصر رکی اور ایک ساحر نے پردہ پاس خیمہ کے جا کر کہا۔ "حضور ایک صرصر اور آئی ہے۔"

یہ آواز سنتے ہی برق نے اعظم کے گلے میں ہاتھ ڈال دیے اور کہا۔ "کیوں تیرا جی اس وقت مجھ سے وصل کرنے کو چاہتا ہے۔"

اس نے دل میں کہا کہ اب یہ مست ہوئی بے اختیار گلے سے لگایا اور کہا۔ "اے جان من میں تجھ پہ ہزار جان سے فدا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "اب اس عیار کی تو خبر لے' جو میری صورت بن کر آیا ہے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ میں بدنام ہو جاؤں گی۔ خیر وہی سامنا ہوا۔ اب میں پوشیدہ ہوئی جاتی ہوں۔ اس کو بلا کر گرفتار کر لے۔"

اعظم کو اس وقت صرصر اصلی کا آنا بہت برا معلوم ہوا لیکن کیا کرتا۔ اس لیے کہ ایک شخص تو آیا چاہتا ہے یہ کیونکر عورت سے ہم بستر ہو۔"

غرض ناچار معشوقہ کو تو پلنگڑی کے نیچے چھپا دیا اور پکارا۔ "جو آتا ہے اس کو بھیج دو۔"

ملازم نے صرصر کو اجازت دی اور وہ اندر خیمہ کے گئی۔ اس کو سلام کیا۔ دیکھا تو یہاں اور کوئی نہیں۔ چار سمت حیران ہو کر دیکھنے لگی کہ وہ عیار جو میری صورت بن کر آیا ہے۔ کہاں ہے۔ یہ تو حیرت میں ہے اور اعظم تو پہچانتا نہ تھا۔ اس نے وہی صورت اس کی دیکھی جیسی عورت اس کے پاس چھپی ہوئی ہے کہ بیشک یہ عیار میری معشوقہ کی صورت بن کر آیا ہے یہ سمجھ کر پکارا۔ اے صرصر آؤ بیٹھو۔"

یہاں صرصر نے اس کو غلیان مستی میں دیکھا کہ بے تاب ہے۔ آنکھیں سرخ ہیں۔ سمجھی کہ تو پاس گئی اور یہ داب بیٹھا۔ یہ ایسا کچھ سمجھ کر پیچھے ہٹی اور کہا۔ "ملکہ نے کہا ہے کہ وہ جو میری صورت بن کر آیا ہے وہ عیار ہے۔"

اعظم نے دیکھا کہ یہ پیچھے ہٹی جاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے ڈر کر یہ عیار بے بھاگا جاتا ہے۔ بس اب تو بالکل یقین ہوا کہ یہ ضرور عیار ہے اور اسی وقت سحر پڑھ کر پھونکا کہ صرصر بے حس و حرکت ہو گئی۔ اس نے اٹھ کر باندھا اور کہا۔

"او نا عیار تو مجھے بھی ایسا ویسا ساحر سمجھا تھا' جو دھوکا دینے آیا تھا۔ دیکھ تو میں کس عذاب الیم سے تجھ کو ہلاک کرتا ہوں۔"

صرصر چیخنے لگی۔ "ارے کیوں دھوکا کھاتا ہے میں اصلی صرصر ہوں۔"

اس نے ایک نہ سنی اور مارنا شروع کیا۔ اس وقت صرصر نقلی یعنی برق بھی چھپر کے نیچے سے نکلا اور پکارا۔ "اور ماریئے اس نا عیار کو یہ لوگ بڑے حرامزادے ہیں۔"

یہ کہہ کر آپ بھی آ کر مارنے لگا اور طمانچے اور لاتیں اور جوتیاں خوب ماریں۔ جب اعظم فرش پر جا کر بیٹھا' برق زدو کوب کرتا ہے' جب یہ جا کر بیٹھتا ہے اعظم اٹھ کر مارتا ہے۔ ہر چند وہ چیختی ہے۔ کوئی سماعت نہیں کرتا بلکہ یہ چپکے سے برق نے کہا "گستاخی تم نے میری کئی عیاریوں میں رخنہ پردازی کی اب یہی سزا تمہاری ہے۔" بلکہ میں آج تمہاری ناک کٹوا لوں گا۔"

صرصر یہ سن کر چاہتی ہے کہ چیخے اور کہے کہ دیکھو یہ مجھ سے اس طرح کہتا ہے۔

برق طمانچے مارنے لگتا ہے اور غل مچاتا ہے کہ اس کا کہنا سمجھ میں نہیں آتا۔

غرضیکہ صرصر کی آواز بیٹھتے بیٹھتے بیٹھ گئی اور مار پڑنے سے بدن نیلا ہو گیا کیونکہ یہ شہزادی معشوقہ نازک اندام جب طمانچہ اس پر پڑا۔ رخسار کہ برنگ گل تھا۔ گل سوسن بن گیا۔ پیرہن ٹکڑے ٹکڑے، بال سر کے نچے۔ برق نے جسم پائیں پر ضرب کم لگائی تھی کہ یہ بدصورت نہ ہو جائے۔ غرضیکہ جب صرصر نے دیکھا کہ آج برق مار ڈالے گا۔ بے طرح تو پھنس گئی ہے۔ پس اس نے اشارے سے منت کرنا شروع کیا کہ مجھ کو رہا کرا دے۔ میں تیرے مقدمہ میں نہ بولوں گی۔

برق کو ابتک اس کا مار ڈالنا بھی منظور نہیں تھا اور اس نے عجز بھی کیا۔ پس اس نے اظلم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "آؤ جانے دو۔ یہ عیار اپنی سزا کو پہنچ گیا ہم تم اس کے سامنے مزے کریں۔ پھر اس کو مار ڈالیں گے۔"

اظلم اس گفتگو سے بہت خوش ہوا اور آ کر مسند پر بیٹھا۔ برق نے چاہا کہ اس کو شراب پلا کر سامنے صرصر کے مار ڈالوں۔

یہ تو کہہ کر یہاں بیٹھا، لیکن وہاں صرصر کو غصہ ہوا۔ حیرت نے بزور سحر حال دریافت کیا۔ ساری کیفیت صرصر کے بندھنے اور پٹنے کی معلوم ہوئی۔ بیتاب ہو کر اٹھی کہ میں خود جاؤں، جیسے ہی چلی تھی کہ چھینک ہوئی وسواس آیا کہ تو گئی اور اظلم تیرے ساتھ بھی اسی طرح پیش آیا تو آبرو جاتی رہے گی اور اگر تو نے اس کو مار ڈالا تو شاہ طلسم سے رنج ہو گا۔ شہنشاہ اپنے رفیق کے مرنے سے ناراض ہوں گے۔

یہ سمجھ کر سمک جادو نامی اہل دربار میں سے ایک ساحر کو حکم دیا۔ "تم جاؤ اظلم سے کہنا کہ جس کو تم نے باندھا ہے۔ یہ صرصر اصلی ہے اور جس کو لیے بیٹھے ہو، وہ عیار ہے۔"

یہ حکم سن کر بزور سحر اڑا اور خیمہ اظلم میں آ کر اترا۔ اظلم سمجھا کہ یہ پھر کوئی عیار آیا ہے مگر سمک پکارا۔ "او نالائق، کیوں دیوانہ ہوا ہے۔ یہ جو تیرے پاس بیٹھا ہے

یہ عیار ہے اور جس کو تو نے باندھا ہے یہ صرصر ہے۔"

اژدر یہ سن کر ہوشیار ہوا اور برق لگا پیٹنے کہ "آگ لگے ان عیاروں کو موئے کیا کیا بہروپ بنا کر آتے ہیں۔ ارے اژدر یہ بھی عیار ہے۔"

اژدر اٹھا کہ میں سمک کو بھی پکڑ لوں گا مگر سمک ساحر زبردست ہے اس نے سحر پڑھا کہ عیار تو پہلے ہی بے حس ہو گیا اور اژدر پر بھی بے ہوشی طاری ہوئی۔ اس نے بھی سحر پڑھا کہ اس پر سے بے ہوشی رفع ہوئی اور سوچا کہ عیار کی یہ مجال نہیں جو ایسا سحر کر سکے۔

یہ سوچ کر اس نے خود سحر پڑھ کر برق کے منہ پر پھونکا کہ رنگ و روغن عیاری چھوٹ گیا اور شکل اصلی ظاہر ہوئی۔

یہ حال دیکھ کر سمک کے پاؤں پر اژدر گرا اور کہا۔ "واقعی میں غلطی پر تھا۔ آپ میرا قصور معاف فرمائیں۔"

یہ کہہ کر برق کو اس نے باندھا اور صرصر کو کھولا اور منت پذیر ہوا۔ "بی بی، میری خطا معاف کرو۔"

صرصر نے کہا۔ "تو ساحر ہو کر ایسا اندھا تھا کہ تو نے مجھ کو بے عزت کیا۔ اب میں تیرے خیمہ میں نہ آؤں گی۔" یہ کہہ کر روانہ ہوئی۔

اس نے سمک سے کہا۔ "یہ مقدمہ عیاروں کا ہے تو اس عیار کو خدمت ملکہ میں لے جاؤ۔ میں اژدر میں جا کر بیٹھتا ہوں۔ قسم لے لو جو باہر نکلوں۔"

سمک نے کہا۔ "تم کسی اور کے ہاتھ بھیجو، میں اس پیچ میں نہ پڑوں گا۔"

اس نے کہا۔ تو اچھا تم جا کر ملکہ سے کہنا کہ اس کے قتل کرنے کی نسبت وہ حکم بھیج دیں تاکہ میں اس کا سر کاٹ ڈالوں۔ سمک نے کہا۔ "ہاں یہ ہو سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر چلا جب دروازے پر پہنچا۔ یہاں قران عیار موجود تھا۔ اس لیے کہ ان دونوں عیاروں نے صرصر کو اس خیمہ میں جاتے دیکھا تھا۔ پس اس کو تو نہ پایا لیکن اب ساحر

بن کر آئے اور کہا۔ "ہم کو حیرت نے بھیجا ہے۔"

ملازموں نے کہا۔ "ٹھہریئے اندر مار پڑ رہی ہے ہم اب موقع عرض کرنے کا نہیں پا سکتے۔"

غرضیکہ یہ ٹھہرے رہے اور سب حال صرصر کا دیکھا اب جو برق گرفتار ہوا۔ یہ بے قرار ہوئے کہ اس اثنا میں سمک خیمے سے نکل کر چلا۔

قران نے کہا۔ "کہہ دینا کہ اعظم مارے گئے۔"

سمک یہ کلام سن کر حیران ہوا کہ یہ کیا کہتا ہے۔ قران جست کر کے بھاگ کر نظر سے غائب ہو گیا۔ سمک سمجھا کہ یہ بھی عیار تھا۔ یہ جان کر بخوف عیاراں اڑ کر روانہ ہوا۔

لیکن قران سب گفتگو اعظم کی سن چکا تھا۔ اس نے صورت بہت جلد اپنی شکل سمک بنائی اور پشت خیمہ پر آ کر جست کر کے اندر گیا۔ اعظم نے اس عرصہ میں خنجر کھینچ کر برق کو ذبح کرنا چاہا ہے صرف انتظار حکم حیرت کر رہا ہے۔ سمک نقلی کو آتے دیکھا۔ اینکہ صرصر کو پکڑ کے ذلیل ہو چکا ہے اس کو سمک اصلی سمجھ کر گویا ہوا۔ "کیوں بھائی پوچھا تھا' ملکہ نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔"

قران نے کہا۔ "یہاں آؤ' دیوار گوش دارد جو کہنا ہے سن لو۔"

وہ برق کو چھوڑ کر اس کے پاس آیا۔ قران نے کہا۔ "دیکھو در خیمہ سے کون جھانکتا ہے۔" وہ ادھر دیکھنے لگا۔ قران نے جھک کر سر پر اس زور سے بغدا مارا کہ سر اس کا شق ہوا۔ تیورا کھا کر گرا۔ اس نے سر کاٹ لیا۔ غل و شور اور تاریکی ہو گئی۔ وہ اژدہے جو میدان میں پھر رہے تھے وہ اسی سحر کے بنائے ہوئے تھے۔ سب جل گئے اور ان میں جو ساحر تھے نکل کر گھبرا کے بھاگے۔ ملازم وغیرہ خیمہ چھوڑ کر ایک طرف کو بھاگے کہ یہ کیا آفت آئی۔

عیار یعنی قران اور برق خیمہ میں آگ لگا کر نعرے کر کے بھاگے۔ ہنگامہ برپا ہوا۔ وہاں صرصر اور سمک ملکہ حیرت سے سب حال کہہ رہے تھے کہ یکا یک غلغلہ پیدا ہوا۔ ملکہ

نے گھبرا کر کہا۔ "ارے خبر تو لو یہ کیا ماجرا ہے۔"

لوگ چلے تھے کہ ملازم اور ساحر بھاگے ہوئے آئے پکارے۔ "ارے ملکہ اعظم مارے گئے۔"

ملکہ نے زانو پر ہاتھ مارا افسوس کر رہی تھی کہ یکایک پھر غوغا بلند ہوا یعنی جب یہ ساحر مارا گیا تو سردار جو قید تھے اور انہیں کے ساتھ ضرغام عیار بھی قید تھا' یہ سب رہا ہو کر اٹھے اور لشکر حیرت پر گولے سحر کے مارنے لگے لشکری بھی ہوشیار ہو کر کمر بندی کر کے آمادہ جنگ ہوئے لیکن سردار تیغ ترنج سے غفلت میں دو تین سو کو مار کر اپنے لشکر کی طرف چلے گئے۔

یہ غل جو ملکہ حیرت نے سنا' ساحر کے مرنے سے بیروں کا شور تھا۔ یہ گھبرا کر باہر نکل آئی۔ دیکھا لشکر مسلح و مکمل ہے مگر حریف کوئی نہیں۔ اس نے افسروں کو بلا کر حال رہا ہونے لشکریاں مخالف کا سنا اور فوج کو اترنے کا حکم دیا۔ پھر آپ بارگاہ میں گئی اور لاش اعظم اٹھا منگائی ان ساحروں کو سمت شاہ طلسم روانہ کیا اور لاش کے ساتھ نامہ بہ حالات قتل اس کے لکھ کر بھیجا۔

اس طرف سب سردار مع عیاروں کے خدمت مہ رخ میں آئے ملکہ نے ہر ایک کو خلعت دیا اور جشن کیا جلسہ عشرت آغاز ہوا۔

مگر ساحر لاش اور عریضہ حیرت لے پار دریائے خون رواں کے آئے۔ شاہ جادواں طلسم باطن میں کنارے ایک دریائے زخار کے شکار ماہی کھیلتا تھا اور وزیر امیر افسران لشکر خدمت میں حاضر تھے۔ سترہ سو نازنیناں حور چہرہ و قمر رخسار در درگوش جواہر پوش ٹکات لیے کاروبار کے لیے سامنے کھڑی تھیں۔ بجرے دریا میں پڑے تھے۔ ناچ ہوتا تھا' ماہی گیر دام ڈالے تھے۔ شست پڑی تھی۔

خلاصہ یہ کہ عجب عشرت کی گھڑی تھی۔ یہ ساحر حال بادشاہ کا دریافت کر کے اسی دریا پر آئے اور عرضی دی' لاش دکھائی۔

بادشاہ کماہی حقیقت حال پر آگاہی پا کر غریق بحر غم ہوا اور وہ ہنگامہ عشرت مبدل بہ

ماتم ہوا۔ کف افسوس مل کر پکارا۔ "ہائے غضب کیا اندھیران عیاروں نے بپا کر رکھا ہے۔ اب کس کو بھیجوں اور کیا کروں۔"

یہ کلمات تاسف سن کر باغبان قدرت نے عرض کیا۔ "حضور کچھ رنج نہ فرمائیں غلام جانبازی کو حاضر ہے۔"

شعلہ جادواں نے کہا۔ "اگر اسی طرح دشمنوں سے لڑائی کا سامان رہا تو مجھ کو خود لڑنے جانا ہوگا۔ پس تم لوگ رکن سلطنت ہو، میرے ساتھ چل کر لڑنا، تم کو اسی دن کے لیے رکھا ہے، مگر اے باغبان میں یہ حیران ہوں کہ مصور مرشد زادے ہمیشہ چلہ کشی میں تصویریں کھینچا کیے۔ کچھ ان سے آج تک مطلب براری نہ ہوئی۔ میں نے تو اس لیے ان کو بلایا تھا کہ دشمنوں کا کام تمام کر دیں گے مگر جب وہ لڑتے ہیں ذلت انھیں ہوتی ہے۔ میں اب اس جنگ کو انھیں کے محول کرتا ہوں اور خود فکر قتل طلسم کشا کرتا ہوں۔ اگر اب بھی ان سے کچھ نہ ہوسکا تو ان کو رخصت کر دوں گا۔"

باغبان یہ تقریر بادشاہ کی سن کر خاموش ہو رہا اور شعلہ نے ایک نامہ اس مضمون کا لکھا۔

"اے خاتون من، تم مرشد زادے سے میری جانب سے کہنا کہ آپ کا چلہ کب پورا ہوگا اور مقابلہ کس زمانے میں کیجئے گا۔ فی الحال جب تک میں تیاری قتل اسد کروں، حضور حریف سے جنگ کر کے استیصال دشمنان کر دیں۔ اب یہ جنگ آپ ہی کے سپرد ہے میں اور بھی ساحر ہمراہ رکاب جناب ہونے کو بھیجوں گا۔"

یہ نامہ چپا سحر کالے کر ملکہ حیرت کے پاس آیا۔ اس نے جب بارگاہ میں مصور آیا اس کو دکھایا۔ وہ نامہ پڑھ کر لاف گزاف کرنے لگا کہ شعلہ مجھ کو طعنہ آمیز نامہ لکھتے ہیں واقعی مجھ سے چلہ کشی میں دیر ہوئی کہ میں لڑا نہیں، لکھنا ان کا بجا ہے لیکن ایک سحر میں نے تیار کیا ہے کہ سب عیاروں کو پھلوں کی طرح درختوں میں لٹکا دوں گا۔

یہ تو بیٹھا فخر کرتا تھا اور عیاروں کا حال یہ تھا کہ اظلم کو مار کے جو بارگاہ میں آ گئے بعد خیر و خبر کہنے کے باہم مشورہ کیا کہ بارگاہ حیرت میں چل کر دیکھیں کہ اب

کیا سامان ہے اور کون ہم سے لڑنے آتا ہے۔

غرضیکہ روانہ ہوئے۔ ان میں سے برق خدمت گار کی صورت بن کر بارگاہ میں آیا اور سر پر مصور کے رومال جھلنے لگا۔ اس اثنا میں نامہ آیا۔

جب اس نے نامہ پڑھ لیا۔ اس نے بھی پشت پر تو کھڑا ہی تھا۔ سب مضمون دریافت کر لیا اور جب مصور نے لاف زنی کی۔ اس نے کہا۔ "اب کیا جھک مارتا ہے جو خدائے تعالیٰ چاہے گا۔ وہ ہو گا تو عیاروں کو درخت میں کب لٹکا سکے گا۔"

یہ کلام مصور نے جو سنا چاہا کہ پھر کر دیکھے' لیکن صرصر حاضر دربار بھی اور مار کھا چکی تھی۔ اس وجہ سے خوف زدہ تھی۔

اس نے حیرت سے کہا۔ "یہ برق عیار ہے جلد گرفتار کیجئے۔"

برق اس کا اشارہ دیکھ کر جست کر کے یہ کہتا ہوا سراپچہ پھاند گیا کہ "دیوانی ہوئی ہے ہم کب ہاتھ آتے ہیں۔"

یہ کہہ کر بھاگتا ہوا۔ اپنے لشکر میں آیا اور مہ رخ سے نامہ آنے کا حال اور تقریر مصور سب بیان کی۔

بہار نے کہا۔ "اے برق اتنے ساحروں کو تم نے مارا اس بھڑوے کو میں سزا دوں گی۔ ہر چند کہ یہ قتل تو نہ ہو گا۔ لیکن دیوانہ نہ بنایا تو ہم اپنا بہار نہ رکھنا۔"

مہ رخ نے کہا۔ "بہن ہم تم مل کر اس کو سزا دیں۔ ایک دن تم دیوانہ بناؤ ایک دن میں مسخری کروں۔"

بہار نے کہا۔ "اچھا میں سحر تیار کرنے جاتی ہوں' کیونکہ وہ صوانیرہ ساحری ہے۔ مقابلہ اس کا سخت ہے ابھی سے فکر کر رکھوں۔"

یہ کہہ کر دربار سے اٹھ گئی اور مہ رخ بھی فکر تیاری سحر کرنے لگی۔

لیکن وہاں جب برق جواب سخت دے کر بھاگا مصور نے پوچھا۔ "یہ کون بے ادب تھا' جو اس طرح کے کلام کر گیا۔"

حیرت نے کہا۔ "سوائے عیاروں کے اور کون ہو گا برق عیار تھا جو آپ کو جواب دے گیا۔ کیا کہوں یہ پیچھا ہی نہیں چھوڑتے۔ ہمزاد کی طرح ہر وقت ساتھ رہتے ہیں۔"

مصور نے کہا۔ "اب میں سب کو غارت کیے دیتا ہوں۔ آپ میرے نام طبل جنگ بجوائیے۔ میں بھی سحر تیار کرنے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھ گیا۔ اب یہ جب تک سحر تیار کرے اس وقت تک حال مہمانان طلسم کوکب یعنی عمرو اور محمور کا ذکر ہوتا ہے۔

لکھوں اک نئے رنگ کی داستاں
عمرو کے ہو گانے کا جس میں بیاں

زمزمہ پردازان مقال و ترنم سرایان حال اس طرح نغمہ عشرت بصد مسرت ہیں کہ سرشار مئے الفت یعنی ملکہ محمور ہمراہ نقلی عمرو کے بصد عشرت و سرور ایک باغ میں ساکن ہے اور عمرو اصلی ہمراہ ملکہ بہار نشست فرمائے انجمن ہے۔ تمام شہزادیاں اور مخلصان ملکہ حاضر ہیں۔ دورۂ جام بادۂ احمر متواتر ہیں۔ ناچ ہر روز سامنے ہوتا ہے۔ تماشہ طلسم کا خواجہ کو دکھلایا جاتا ہے۔ مجلس آ کر روز خواجہ کی گود میں بیٹھی رہتی ہے اور تتلا تتلا کر باتیں کرتی ہے ایک دن جب چمن ستان دہر سے گل خوش رنگ مہر پژمردہ ہوا اور چاندنی کا پھول گلشن فلک پر کھلا۔ عالم خاک کو خلعت نور عنایت ہوا کہ

چڑھا اس جوش پر دریائے مہتاب
کہ کوسوں تک بھرا سیلاب سیماب
ڈھلکنے یوں لگے سب برج کچے
کہ ہوئیں جس طرح چاندنی کے تھکے

بہار نے خواجہ کو چبوترہ پر جو بیچ باغ میں تعمیر ہے۔ جواہر کا بے نظیر ہے لا کر فرش مکلف پر بٹھلایا گرد اس چبوترہ کے کرسیوں پر شہزادیاں محفل آرا ہوئیں سامنے پر

یوں کا مجمع تھا۔ عجب طرح کا باغ رشک بہشت گلبدنوں کے جماؤ سے لگا تھا کہ جس طرح خاطر رضوان بھی فریفتہ اور شیدا تھا۔

وہ جلسہ گلرخوں کا اور وہ باغ
دل رضوان میں جس کے عشق کا داغ
جواہر کار نورانی تھا وہ فرش
چمک جس کی زمیں سے لے کے تا عرش
ضیا افروز محفل روشنی تھی
جو چشم مہ کو دیتی خیرگی تھی
عجب وہ انجمن اک نور کی تھی
ہر اک گلرو کی صورت حور کی تھی
کوئی ناز و ادا میں تھا یگانہ
کوئی تھی آفت جان زمانہ
کسی نے لب پہ تھی لاکھی جمائی
دل گلشن میں آتش تھی لگائی
کسی نے اوڑھ کر دھانی دوپٹہ
ملایا خاک میں سبزے کا دل تھا

غرضیکہ اس جلسہ عیش و طرب میں چند ساحر فرستادۂ شعلہ کوکب آئے۔ خواجہ کو تسلیم کی اور چالیس کشتیاں پیش کیں۔ عرض کیا۔ "شہنشاہ کوکب نے بھیجی ہیں۔"

وہ کشتیاں جواہر اور میوے سے بھری تھیں خواجہ نے وہ جواہر زنبیل میں رکھا اور میوہ کچھ آپ کھایا اور کچھ مجلس کو کھلایا۔ پھر کہا۔ "یہ تحفہ ہمارے دوست کا یادگار رہے گا۔"

یہ کہہ کر میوہ بھی زنبیل میں رکھا۔ اس وقت عجب سماں بندھا تھا۔ جام شراب اور رقص جمال نے ہر ایک کو محو حیرت کیا تھا۔ اس وقت مجلس کہ خواجہ کی کمال گستاخ ہے۔ گود میں بیٹھے بیٹھے گردن میں ہاتھ ڈال کر گویا ہوئی۔ "میرے پیارے چچا' میرے اچھے اچھے خواجہ میں نے تمہارے صدقے ہو کر مر جاؤں۔ میں تمہارے گانے کی بہت تعریف سنی ہے اور بانسری بجانے میں تم اپنے وقت کے کنھیا ہو' ہمیں بھی اپنا گانا سناؤ۔"

یہ کہہ کر تتلا کر ہٹ کرنے لگی۔ "یا اللہ کیا ہوگا جو آپ گائیے گا' کچھ منہ کے موتی ٹوٹ جائیں گے۔"

یہ کہتی جاتی ہے اور ٹھنکتی ہے' ننھے ننھے ہاتھوں سے بلائیں لیتی ہے۔ برآن نے یہ حال دیکھ کر گھرکا۔ "کیوں تو خواجہ سلامت کو دق کرتی ہے۔ تیری کچھ شامت تو نہیں آئی ہے اپنے برابر والا کبھی موئی ناٹک برابر کی چھوکری اور ان کو سمجھائے' گانے کی فرمائش کرے۔"

مجلس گھرکنے سے بسور کر رونے لگی۔ خواجہ نے کہا۔ "اے ملکہ آپ بچوں کو گھرکا نہ کیجئے۔ مجھ کو لڑکیوں کا رونا بہت شاق گزرتا ہے۔"

برآن نے یہ ترحم بارحال مجلس دیکھ کر موقع جسارت فرمائش سرود وپایا عرض کیا۔ "یہ چھوکری تو یوں باز نہ آئے گی۔ جب تک آپ کچھ نہ فرمائیں گے۔ یہ روئے جائے گی۔ اس کی خاطر سے اور نیز مجھ کنیز کے عرض کرنے سے کہ یہ حقیرہ بھی کمال بے مشتاق ہے۔ آپ کچھ شغل فرمائیں اور سر عجز میرا آسمان پہ پہنچائیں۔

نسیم فضل و کرم میں تیرے وہ ہے بو باس
نہ پہنچے گرد کو جس کے کبھی شمیم مسیح

عمرو نے یہ منت کرنا دیکھ کر کہا۔ "اے ملکہ میں رنجیدہ خاطر از دست افرا سیاب ہوں'

فکر سے بیتاب ہوں اس حال میں مجھ سے گایا نہ جائے گا۔ انشاء اللہ بعد فتح طلسم ہوشربا میں آپ کی دعوت اور اپنا گانا بھی سناؤں گا۔"

ملکہ نے کہا۔ "آپ کو اختیار ہے۔" لیکن یہ لڑکی رونا موقوف نہ کرے گی رو کر جل تھل بھرے گی۔ امید کہ اس کی خاطر سے آج بھی کچھ گائیے اور مجھ کو ممنون منت فرمایئے۔

یہ کہہ کر مجلس کو اشارہ کیا کہ وہ عمرو کے گلے سے لپٹی اور بلائیں لینے لگی۔

اس کو کچھ بن نہ آیا۔ آخر سازندوں کو ساز ملانے کا حکم دیا اور زنبیل سے وہ بانسری جواہر جڑی جو پردۂ قاف میں ملکہ حور چہرہ اختر جبیں نے دی تھی نکالی اس وقت بدآن نے کہا۔ "خواجہ آپ کے گانے کا یہاں لطف نہ ملے گا۔ چلئے ہم آپ کو نیرنگ طلسمات دکھائیں اور گانا سنتے جائیں۔"

یہ کہہ کر اٹھی اور بارہ دری میں آئی۔ بارہ دری میں تین درجے بنے تھے۔ ان میں سب شہزادیوں اور مخلصان طلسم کو لا کر بٹھایا اور آپ خواجہ کو لے کر شہ نشین پر بیٹھی۔ سامنے اس کے دو درجے اور بنے تھے ان کے دروازے بند تھے۔

ملکہ نے ان میں سے ایک دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی شمیم روح پرور کا جھونکا آیا کہ دماغ جان معطر ہو گیا۔

عمرو نے دیکھا کہ اس درجے میں ایسا گلشن غیرت دہ گلزار شداد بنا ہے کہ جس کے عشق میں رنگ و رخسار شاہد بہار پریدہ ہے۔ گل گلزار بہشت وہاں کے گلوں پر گریباں چاک کریں۔ مہندی کی سبزی دیکھ کر سبزہ رنگان دہر حسرت سے برنگ سنبل خون میں گڑیں۔ نہریں وہاں کی اپنی لطافت اور صفا سے گوہر کو بصورت اشک چشم غم رسیدہ بنائیں۔ سرو اس جگہ کے شمشاد قامتان روزگار کو غلام بھی نہ بنائیں۔ بسان قمری طوق محبت میں اسیر کر کے دنیا سے آزاد فرمائیں۔ نگاہ چشم نرگس شہلا سے وہ رنگ مستی ٹپکتا تھا گویا جام بادہ جھلکتا تھا۔ دامن نگاہ سے گلستان دہر کے جو گل اس گلشن کے رو برو گر

گئے تھے تو گلوں کے پھول جھڑ گئے تھے۔ سبحان اللہ کس فروغ والا امر نے کاسہ ماہ کو پارہ نور کیا تھا۔ کواکب کو نور سے معمور کیا تھا۔

○○○

• جادو مصور

عمرو اس باغ کو دیکھ کر متحیر تھا کہ ملکہ نے اسی درجہ کا دوسرا دروازہ کھولا۔ خواجہ نے دیکھا کہ اس دروازے سے کوہستان طلسم نظر آتے ہیں۔ زمرد کہ یاقوت کہ فیروزہ کہ وغیرہ سب دکھائی دیتے تھے۔ ان پر جواہر کے مکان اور بنگلہ بنے ہیں۔ سبزہ لگا ہے۔ طائران خوش الحان زمزمہ پیرائی کرتے ہیں۔ مور چنگھاڑتے ہیں۔ پپیہے اور کوئل کوکیں مارتے ہیں کہ

کہ بلور کا تھا ایسا نور
جل بجھا جس کے غم میں کوہ طور
کہ یاقوت دشت سبز میں تھا
چرخ اخضر پہ مہر تھا نکلا
طائروں کی صدا تھی خوش آیند
کل طوطی سے رکھتے تھے پیوند
سبزہ دشت تھا وہ خوش آگیں
سنبلہ بھی ہو جس کا خوشہ چیں

بعد دیکھنے کوہستان کے اسی درجہ کا تیسرا دروازہ ملکہ نے کھولا۔ یہاں سے سارا قلعہ ہفت رنگ نظر آیا کہ بازاریں کھلیں ہیں۔ رعایا دلشاد ہر سمت پھرتی ہے۔

غرضیکہ اسی طرح ہر دروازہ ملکہ نے دونوں درجوں کا وا کیا اور ہر ایک میں نیا تماشہ نظر آیا۔ کسی میں صحرائے پر بہار دیکھا۔ کسی میں دریائے زخار بہتے پایا۔ عمرو نے دل میں تعجب کیا کہ واقعی اس گل سرا میں تمام طلسم موجود ہے کیا قدرت رب ودود ہے۔

حاصل یہ کہ ملکہ مسند پر کنجی رکھ کر بیٹھی اور خواجہ نے منہ سے نے لگائی۔ سب خواجہ

نزع کی مشکل بھی آساں ہوتی ہے آتش نذر
شعلہ مرداں سے طلب کر ہمت مردانہ آج

اس گانے سے اہل انجمن کیا شجر و در و طائر وغیرہ سب سناٹے میں آ گئے۔ نہروں سے مچھلیاں کنارے آ کر بسان ماہی بے آب لوٹنے لگیں۔ لہریں جھوم کر چلتی تھیں۔ جانوران گلشن خوش الحانی بھول کر ادھر کان لگائے تھے اور بعض آشیانہ سے گر کر تڑپتے تھے۔ بلبل کی زبان بند تھی۔ دام تسلسل راگ میں پابند تھی۔ گل صد برگ کا رنگ زرد ہوا تھا۔ چشم نرگس حیران تھی۔ زلف سنبل پریشان تھی۔ داؤدی الحان داؤدی سن کر سفید ہوئی تھی گویا نہ ہونے سے پشیمان تھی۔ لالہ کا دل داغدار تھا۔ موتیا گوہر نثار پر کیا خواجہ کا منہ موتیوں سے بھرنے پر تیار تھا۔ بیلا اپنا البیلا پن بھولا تھا۔ راگ سن کر ایسا مسرور ہوا تھا کہ پھولا تھا۔ سرو کو سکتہ تھا۔ ہر چند برنگ مصرعہ موزوں بنا تھا۔

اٹھی دل سے پہاڑ کے ہوک
صحرا صحرا میں پڑ گئی کوک
جنگل میں مچ گیا جو منگل
واں گونج اٹھا تمام جنگل
اچھلا سیمرغ بھی ہوا پر
بالیدگی آگئی ہما پر
رگڑیں بہتوں نے ایڑیاں وہاں
توڑیں لاکھوں نے بیڑیاں واں
دریا کے منہ پہ آگیا کف
باندھی مرغابیوں نے اک صف
لی باد بہار نے پھریری

سانس ایک بھری صبا نے گہری
جب ختم نہ سکی ہنسی وہ مطلق
سینہ ہوئے ہر انار کے شق
نیلا سوسن کا ہو گیا رنگ
تبدیل چمن کا ہو گیا رنگ
انواع طور میں ہوا غل
لپٹی ہر شاخ گل سے سنبل
گل شبو نے بھرا دم سرد
صد برگ کا چہرہ ہو گیا زرد
جو سرو پہ بیٹھی فاختہ تھی
سو وہ بھی حواس باختہ تھی
رقصاں طاؤس خوش نما تھا
ایسا ہی قصہ ہوا تھا

بعد کچھ عرصہ کے خواجہ نے بانسری زنبیل میں رکھ لی اور چپ ہو رہے۔ بہران اور مجلس وغیرہ تا دیر اشک ریزاں عالم محویت میں رہیں، جب ہوش میں آگئیں مجلس اٹھ کر لپٹ گئی اور کہا۔ "خواجہ از برائے خدا نیم بسمل نہ چھوڑیے۔ اب کی پھر گائیے۔"

یہ کہہ کر منت کرنے لگیں۔ عمرو سمجھا کہ یہی وقت اپنے حال بیان کرنے کا ہے۔

یہ سمجھ کر تھوڑی دیر بھر گیا اور نے کو ہاتھ سے رکھ کر گویا ہوا۔ "خاک گاؤں، میرا فرزند شہزادہ اسد تو قید ہے۔ خدا جانے میرے ہمراہیوں پر افراسیاب نے کیا آفت کی ہو گی۔ یہ کہہ کر اشک آنکھوں میں بھر لایا۔"

بہران نے تسکین دی کہ انشاءاللہ آپ کو مع فوج قاہرہ والد میرے اس موذی کی سرکوبی کو بھیجیں گے اور میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا۔

عمرو نے کہا "اے ملکہ' آپ کے تعقدات سے مجھے ایسی ہی امید ہے لیکن میرا دل اس وجہ سے زیادہ گھبراتا ہے خمور جو ہر وقت مجھ کو تسکین و تسلی دیتی تھی۔ وہ بھی یہاں آ کر چھوٹ گئی۔"

ملکہ نے کہا "میں ابھی آپ اس سے ملائے دیتی ہوں اور اس کو بلائے لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر حکم دیا۔ "خمور کو حاضر کرو۔"

ساحر دوڑے اور اسی باغ میں جہاں عمرو کا ہم شبیہ پاس خمور ہے پہنچ کر عرض کیا۔ "چلئے آپ کو ملکہ برآن نے بلایا ہے۔"

خمور یہ پیام سن کر سمجھی کہ مجھ کو ساحرہ یعنی اپنا ہم پیشہ اور معزز جان کر پہلے طلب کیا ہے۔ جب تو جا کر سفارش خواجہ کی کرے گی تو ان کو بھی طلب ہو گی۔

یہ سوچ کر نقلی عمرو سے کہا۔ "خواجہ دیکھئے ہم سے اور تم سے اب کب ملاقات ہوتی ہے۔"

خواجہ نقلی نے جواب دیا۔ "تم چلو میں بھی آہوں گا۔"

یہ تخت سحر پر سوار ہوئی کہ یکایک ایک آواز آئی کہ "پشت باغ کی طرف کا دروازہ وا کر کے اے خمور دیکھو' تخت پر سوار نہ ہو۔"

اس نے یہ آواز سن کر استعجاب کیا اور تخت سے اتر در پشت باغ وا کیا۔ اندر گئی دیکھا یہاں بھی دربار لگا ہے۔ پری زادوں کا مجمع ہے شہ نشین پر بادہ دری میں ہمراہ برآن عمرو بیٹھا ہے۔ حیران ہوئی کہ ایک عمرو کے پاس سے میں آئی ہوں اور دوسرا یہاں موجود ہے۔ پھر سمجھی کہ بادشاہ طلسم یہاں کا ہم کو عجائبات دکھاتا ہے وہ عمرو نہ تھا۔ یہ عمرو اصلی ہے اور مجھ کو پہلے بلا لیا گیا ہے خیر شکر ہے کہ محنت ٹھکانے لگی۔

غرضیکہ آگے بڑھی اور سامنے ملکہ کے آ کر سلام کیا عمرو اٹھ کھڑا ہوا اور اس کی خاطر سے ملکہ اور سب اٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ پھر مہمان عزیز جان کر برابر اپنے بٹھلیا۔

خمور نے کہا "خواجہ ابھی ہم تم ایک جگہ تھے اور یہاں تم اس طرح بغلگیر ہوئے' جیسے

لگا ہے اور بیہوش پڑا ہے۔

برّان نے فرمایا۔ "سوزن نکال لیجئے اور اس کو ہوشیار کیجئے۔"

عمرو نے کہا۔ "سوزن نکالنے سے یہ ساحر ہے ضرر پہنچائے گا یا بھاگ جائے تو میں نہیں جانتا۔"

ملکہ نے کہا۔ "کیا مجال جو میرے سامنے سے کہیں جا سکے۔"

خواجہ نے اس کو ہوشیار کیا اور سوزن نکال لیا۔ اس کی جب آنکھ کھلی۔ عمرو کو دیکھ کر چاہا کہ بھاگ جاوے برّان نے ایک پھول گلاب کا گلدستوں میں سے جو بہر زینت بزم رکھے تھے اٹھا کر مارا اور حکم کیا۔ "جانے نہ پائے۔"

اس پھول کی پنکھڑیاں تیر بن کر چار طرف سے مثل تیر آتشیں اس پر چلیں۔ وہ بھی ساحر زبردست ہے۔ اس نے سحر پڑھ کر دم کیا کہ پنکھڑیاں مرجھا کر گر پڑیں۔ پھر تو وہ غصہ ملکہ کو آیا۔ ایک پاؤں سے کھڑی ہو گئی۔ منہ مثل گلاب سرخ ہو گیا۔ لب نازک برنگ برگ بید تھرانے لگے۔ آنکھیں لال ہو گئیں۔ شاید مردم یاقوت پوش ہوئے اور دونوں ہاتھ سر سے بلند کئے جیسے کوئی انگڑائی لے۔ اس وقت اس سفاک عالم کے حسن کی یہ کیفیت تھی کہ

ہاتھ ہے ہالہ مہ روئے منور کے گرد
ڈھنگ دنیا سے جدا ہے تیری انگڑائی کا

ہاتھ بلند ہوتے ہی چار پتلے تیر و کمان لیے ہوا سے اترے۔ چرخ بزور سحر اڑ کر بلند ہوا تھا کہ تیر چار سو ایک مرتبہ پتلوں نے مارے۔ جسم سارا غربال ہو گیا وہ خطا گرفتہ گوشہ گیر دامن اجل ہوا۔ بعد اس کے چلانے لگے۔ ملکہ نے لاش اس کی کھنچوا کر پھینکوا دی اور چند کشتیاں خلعت کی درست کر کے مع تاج مرصع اور فرمان حکومت کے چرو کے پاس بھیجیں۔

ملکہ ملازمان جب چور کے پاس لائے۔ وہ منتظر تھا کہ دیکھئے خواجہ سے کب ملاقات ہو۔ اس وقت خلعت دیکھ کر پوچھا کہ "یہ کیا ہے۔"

ملازموں نے عرض کیا۔ "خواجہ صاحب نے یہ خلعت و فرمان حکومت قلعہ چرخ آپ کو بھیجا ہے۔"

ہوشیار بہت خوش ہوا اور کچھ ساحر نامور ملکہ کے حکم سے اس کو تاج حکومت پہنا کر تخت پر بٹھا کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک قلعہ مذکور میں لے جا کر تخت فرمانروائی پر بٹھایا۔ سرداران فوج کو فرمان ملکہ سنایا۔ افسران لشکر کے جب ساحران معزز کو ہمراہ دیکھا سمجھے کہ اگر ہم سرکشی کریں گے ان سے لڑ نہ سکیں گے اور دوسرے بادشاہ طلسم سے لڑائی چھڑ جائے گی۔

پس یہ سمجھ کر حاکم بادشاہ طلسم کی اطاعت میں سرگرم ہوئے۔ منادی نے ندا کی۔ "جو بادشاہ حال کا مطیع نہ ہو گا قتل کیا جائے گا۔"

سب اکابرین قلعہ مسطور حاضر ہوئے نذر گزرانے لگیں۔ چنانچہ یہ چور تو یہاں کی حکومت پا کر عیش کرتا ہے۔

مگر برآن خواجہ اور مخمور کو اندر بارہ دری کے لے کر بیٹھی اور خاطر داری کرنے لگی۔ مخمور سے یہ پوچھا۔ "کیوں تم نے افراسیاب کو چھوڑا اور خواجہ کی رفاقت کس لیے اختیار کی۔"

مخمور نے عرض کیا۔ "میرا یہ رتبہ کہاں جو خواجہ کی رفاقت کروں۔"

برآن نے کہا۔ "خواجہ ایسی خوبیوں کے آدمی ہیں کہ ہر ایک ان سے محبت کرتا ہے ۔ اچھا مخمور اب بتاؤ کہ ہمارا باپ زبردست ہے یا افراسیاب۔"

مخمور نے کہا۔ "واری میں کیونکر افراسیاب کو کمزور کہوں کیونکہ دشمن کیسا ہی ذلیل و خوار کیوں نہ ہو لیکن اپنے سے زبردست اور اپنے طرفداروں سے زور آور اس کو جاننا چاہئے۔

جو نہ سمجھا اپنے دشمن کو قوی
کام میں اس کے پڑے گی ابتری

براّن کو یہ جواب اس کا پسند آیا اور ہنس کر کہا "واہ واہ خوب تم نے باتوں میں افراسیاب کو زبردست بتلایا۔"

مخمور نے جواب دیا۔ "حضور میں نے اس کی زبردستی دیکھی ہے پھر جو دیکھا ہو وہ کیوں نہ کہوں۔ آپ کے یہاں آئی ہوں۔ اگر جانتی ہوتی پہلے سے تو بزرگی اور حقارت میں بہ نسبت آپ کے اور افراسیاب کے تمیز کر سکتی۔ اس کے پاس حجرہ ہفت بلا ہے۔ لوحدار طلسم ہے۔ آپ کے یہاں بتلایئے کیا کیا چیز عمدہ ہے۔"

بران نے کہا "ہمارے طلسم میں گنبد سامری ہے جو ساحران عالم کی پرستش گاہ ہے۔ میرے پاس اخگر مروارید سامری ہے جو ہزاروں سحر دم بھر میں پیدا کرتا ہے۔"

مخمور نے کہا "تو آپ کا افراسیاب کا برابر مقابلہ ہے۔ خدا ایسا کرے کہ وہ موا غارت ہو اور آپ اس پر فتح پائیں اور اے ملکہ دوران آپ نے جو خواجہ کو بٹھا رکھا ہے۔ عیش اس کے لیے بدتر از رنج ہے کیونکہ مہ رخ وہاں اکیلی ہے اگر وہ کام آئے تو آپ کے لیے اور خواجہ کے لیے بڑی بدنامی ہے کیونکہ سب کہیں گے۔ عمرو لڑ نہ سکا بھاگ گیا اور کوکب نے در پردہ دوستی شلو جادواں کر کے عمرو کو بٹھا رکھا۔"

بران نے یہ تقریر سن کر فرمایا۔ "تم سچ کہتی ہو مگر میں مزاج میں اپنے باپ کے دخل نہیں رکھتی۔ خواجہ کا جانا بغیر ان کی ملاقات نہ ہوگا اور ملاقات ہونے کا تقاضا نہیں کر سکتی۔"

مخمور نے کہا "پھر جب تک کمک کچھ بھیجیے۔"

ملکہ نے کہا "ہاں یہ ہو سکتا ہے اور چاہا کہ ایک ناظم بہر روانگی حکم دے۔ اس وقت عمرو نے کہا "اے ملکہ آپ پہلے دو ساحر خبر لینے کو بھیج دیجیے کہ میرے لشکر کا

حال دیکھ آئیں اگر کچھ امر نوع دیگر خدانخواستہ ہو تو مجھ کو روانہ کر دیجئے گا۔ ابھی بغیر اجازت اپنے باپ کے مدد نہ بھیجئے گا۔"

ملکہ نے کہا "بہتر ہے اور دو ساحروں کو حکم دیا۔" کہ جاؤ لشکر مہ رخ کی خبر لاؤ۔

ساحر روانہ ہوئے۔ اب یہ ساحر تو لشکر کی خبر کو جاتے لیکن حال لشکر کا سنئے۔

بہار اور مہ رخ دونوں آمادہ جنگ مصور اور سحر کی تیاری میں مصروف ہیں۔

ادھر مصور بھی بارگاہ سے اٹھ کر سحر درست کرنے آیا تھا۔ اسی بات کو کہ جس شب برآن کے یہاں عمرو نے "نے نوازی" کی ہے ملکہ حیرت نے چاہا کہ طبل جنگ بجواؤں۔ اس لیے مصور سے کہلا بھیجا کہ "آپ طبل جنگ بجانے کو فرما گئے تھے۔ میں حکم نواخت کوس دیتی ہوں۔ مگر آپ سے اجازت چاہتی ہوں۔"

یہ پیام سن کر مصور خود حیرت کے پاس آیا اور کہا۔ "اے ملکہ ابھی آپ تامل کریں مجھ کو شعلہ جاوداں نے نامہ میں ظفر کی عبارت لکھی تھی۔ اس وجہ سے چاہتا ہوں کہ یکہ و تنہا بارگاہ حریف میں جا کر سب کو پہلے سمجھاؤں اگر نہ مانیں تو گرفتار کر لاؤں۔"

حیرت نے کہا "درحقیقت آپ ایسے ہی ہیں ۔ نیزہ سامری کے آگے چند ساحروں کا پکڑ لینا کیا بات ہے لیکن تنہا آپ کی بلا جائے۔ ملازم موجود ہوں تو کیوں آپ اکیلے جائیں۔"

اس نے جواب دیا۔ "اے ملکہ نام میرا اسی میں ہے۔ اب مجھے نہ روکئے۔ یہ کہہ کر پکار کر کہا "جو عیار کہ یہاں بہ شکل مبدل لشکر حریف کے ہوں۔ وہ جا کر خبر دیں کہ خداوند زادے اکیلے تمہارے قتل کو آتے ہیں۔"

یہ کہہ کر چلا۔ حیرت بھی چپ ہو رہی کہ آج اس کا کمال دیکھوں اور عیار جو یہاں حاضر تھے وہ بھی چلے اور یہاں آ کر ملکہ مہ رخ سے حال اس کے آنے کا بیان کیا اس نے بہار سے کہلا بھیجا۔" جس کے لیے تم سحر تیار کر رہی ہو وہ اکیلا آتا ہے۔"

بہار اپنے خیمہ میں اگیار کر کے سحر پڑھتی تھی اور ایک پتلی ماش کے آٹے کی بنا کر

زعفرانی لباس پہنا کر چنگیر پھولوں کے گہنے کا اس کے ہاتھ میں دیا تھا اور گہنا پھولوں کا اس نے بھی پہنا تھا۔ پھر اس کو بھینٹ دے کر وعدہ پہ بلانے کا لے کر آگ میں جلایا تھا کہ خبر آمد مصور سن فوراً اندر بارگاہ کے آئی اور دنگل پہ بیٹھی تھی کہ ہر کاروں نے بعد دعا و ثنا کے عرض کیا۔ مصور لباس زرد پہنے چھڑی ہاتھ میں لیے قریب بارگاہ پہنچ گیا ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی بہار نے پردہ کر دستک دی۔ وہاں مصور چلا آتا تھا کہ یکایک آواز جھماکے کی آئی۔ اس نے سر اپنا اٹھا کر دیکھا تو ایک نازنین سمن اندام کو تخت سحر پہ سوار پایا کہ روشنی گلاسوں کی گرد تخت کے ہے اور وہ شعلہ حسن بیچ میں مسند ناز پہ بیٹھی ہے۔ حقیقت میں مسند نشین انجمن دلبری و رونق دہ مشتری ہے۔

یہ دیکھ کر مصور ٹھٹکا اور وہ تخت پہ آیا اس نے دیکھا کہ یہ غارت گر تاب و تواں لباس زعفرانی پہنے ہے۔ جس کے عشق میں چہرہ عاشقاں زرد ہے دل میں عاشق کے درد ہے۔ موتیے کا عطر سارے جسم میں لگا ہے فتنہ بپا کرنے والا ہے۔ نسیم بہار کا دماغ بسانے والا ہے۔ چنگیر پھولوں کی توڑے ہوش پڑا دست نازک میں لیے ہے۔ غنچہ خاطر عاشقاں شگفتہ کیے ہے۔ شکل و شمائل میں وہ مہ چاردہ آسمان زیبائی و ہمسری خور ہے۔ سراپا چشم بد دور نور ہے۔ آفتاب اس کی جبیں نورانی دیکھ کر آتا ہے۔ شمس اس مہ جبیں پہ صدقے ہوا چاہتا ہے۔ مانگ اس کی موتیوں سے بھری ہے یا تاروں سے رات بھری ہے۔ کانوں میں گہر ہائے آبدار آویزاں' اس پہ زلف سیاہ کا آ جانا' گویا ناگن انڈوں پہ بیٹھی تھی۔ نہیں نہیں یہ بیہودہ تشبیہہ کیا گہر کی بالی کان صباحت کے حلقہ بگوشی اختیار کی ہے۔

چشم خماریں کے ڈورے رگ گل سے سوا نازک تھے۔ دام محبت میں اسیر کر لیتے تھے۔ خال سیاہ قرین چشم یا کوئی مست مے خانہ میں پائے خم سے لپٹ رہا تھا۔ ناک خوبی کی ناک تھی۔ خاطر عشاق اسی کو پیار کر کے غمناک تھی۔ گات ایسی گدرائی تھی

کہ نمکدان حسن میں بچل آئے تھے۔ ہونٹ ایسے چوسنے کے قابل تھے کہ عاشق انہیں دیکھ کر ہونٹ چاٹیں۔ کام و زبان انہیں لذتوں پہ مائل تھے دھواں دھار دھڑی مسی کی بھی اور مسکراہٹ سے شرم عوض سرخی کے رچی دہن تنگ' آرزو سے جان درک خاطر تمنا کی طرح گم تھا۔ زبان منہ میں تھی یا نزاکت سمٹ کر سمائی تھی اسی کا مسکن بنا تھا۔

وہ ظالم کے مسی آلودہ دنداں
جھلک میں موتیوں سے تھے وہ چنداں
پڑے ہونٹوں میں تھے ایسے دمکتے
کہ ہوں جوں رات کو جگنو چمکتے

سینے دو برج سونے کے پھل ہیں
کہ سونے کے کلس ان پہ عیاں ہیں
نہیں تھا صاف سینہ پیٹ بھی صاف
بدن آئینہ ساں براق و شفاف
شکم پہ سلوٹوں کا ذکر کیا تھا
فقط وہ عکس خوبی کا پڑا تھا
ستارہ سی دمکتی تھی پڑی ناف
بھلا کوئی کرے کیا اس کا اوصاف
وہی تو حسن کے چشمہ کی تھی سوت
نہ تھی وہ ناف تھی اک جاگتی جوت
یہی کہتی تھی اس کو دختر رز
کہ ہے یہ تو بعینہ ہائے جوز
کروں کچھ اور اعضا کا میں کیا ذکر
کہ ناطق کی بھلا اتنی کہاں فکر

زہے مضمون عالی دماغی
چڑھا دیں بلبلیں اس کو چماقی
مپرس از بند شلوار ازو کر پیچ
حکایت است اینجا پیچ و پیچ
ٹکا کر ناخن پا سے وہ تا فرق
سراسر حسن کے دریا میں تھی غرق
غرض وہ شوخ اس کے پا کی آہٹ
لگی دکھلانے اپنی چلبلاہٹ

یعنی تخت سے اتر کر خراماں خراماں مصور کے پاس آئی۔ یہ اس کو دیکھ کر محو جمال ہو چکا تھا۔ حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ اس آئینہ رو نے آتے ہی ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

"کیوں اے بیوفا یوں بھی کوئی اس طرح بھول جاتا ہے۔"

مصور اپنے دل میں حیران ہوا کہ یہ کون نازک بدن غنچہ دہن ہے جو محبت ظاہر کرتی ہے لیکن پوچھ نہ سکا کہ یہ زیادہ بے مروت کہے گی اور گلہ کرے گی کہ یہ پہچانتے بھی نہیں۔

یہ سوچ کر اس کی باتوں کا ویسا ہی اس نے جواب دیا۔ "اے مایہ راحت و آرام۔

تا نہ ہو دلبر کی جانب سے کشش
عاشق بیچارہ کہہ کیا کر سکے

اچھا اب یہ شکایت جانے دو۔ لمحہ بھر تم یہاں ٹھہرو میں ان نمک حراموں یعنی مہ رخ وغیرہ کو پکڑ لاؤں تو آپ کو اپنے لشکر میں لے چلوں۔"

وہ پری نادیہ کلمہ سن کر ہنسی اور کہا۔ "خیر میں ایسی مشتاق ہوں جو ان کے انتظار میں کھڑی

عطر ملے اور پھول نہ سونگھے۔

اب جو پھول اس نے سونگھے اور ہار گجرے پہنے اس نازنین نے ایک قہقہہ مارا اور کہا۔
"ظالم اس تحفہ بھیجنے والے کا معلوم کیا اگر نہ معلوم کیا ہو تو پھولوں کی پتیاں دیکھو۔ اس گل باغ رعنائی نے ورق گل پر شاخ نرگس کا قلم بنا کر تمہیں نامہ لکھا ہے۔"

مصور بے خود اور بیتاب ہو چکا تھا۔ اس کے کہنے سے مجموعہ اوراق گل کو پریشان کر کے ورق طفر اے سبزہ زار چمن محبت پڑھنے لگا۔ پتیوں پر یہ لکھا پایا۔ "ملکہ بہادر جادو نے یہ تحفہ خوش انجام کنیز کے ہاتھ مصور جادو کو بھیجا ہے اور کنیز کو بھی ان کی خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔"

پس یہ سنتے ہی تالیاں بجانے لگا اور پکارا۔

باغ میں اگتے ہیں واں سے گل رعنا ابتک
جس جگہ سایہ پڑا تھا تیری رعنائی کا

یہ کہہ کر اس غنچہ دہن پر جو تحفہ لائی تھی دست ہوس بڑھایا اور ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ وہ درحقیقت ایسی نازک تھی کہ اس کے ہاتھ لگاتے ہی ٹوٹ گئی یعنی زمین پر سر الگ ' پاؤں الگ' ہاتھ الگ سب جوڑ پھول کی پنکھڑی کے مثال الگ الگ بکھر گئے۔

مصور نے ایک نعرہ مارا۔ "ہائے یہ کیا غضب ہوا اے جان مجھ کو یہ نہ معلوم تھا کہ تو ایسی نازک ہے۔"

یہ کہہ کر اس کا سر چھاتی سے اٹھا کر چاہا گلے لگاؤں مگر وہ سر کیا تھا۔ کاسہ حباب تھا۔ اس کے چھوتے ہی پانی ہو کر بہہ گیا اور اسی طرح جس اعضاء کو اس نے ہاتھ لگایا وہ پانی ہوا۔ جب وہ صورت رنگین اور نقش نگاریں سامنے سے بلبلے کی طرح لٹ گیا۔ بلبل نمط یہ بھی فغاں و شیون کرنے لگا کہتا تھا۔ "میں تو وہی لوں گا" ہائے میں

صبح نے پائی کہاں روز کی سی جامہ دری
پردہ صبح میں میرا ہی گریبان ہو گا
آج ہے دست رفوگر میں گریبان میرا
کل مرا ہاتھ رفوگر کا گریبان ہو گا
اک ذرا جوش پہ آئے تو یہاں غیرت عشق
ہم نشیں وصل کا الٹا انھیں ارمان ہو گا

الحاصل جب یہ لشکر اسلام سے نکل گیا۔ لڑکے اور لشکری پھر آئے اور یہ اپنے لشکر میں پہنچا۔ وہاں بھی یہی حال ہوا اور غلغلہ سنکر حیرت نے پوچھا۔ "یہ کیا غل ہے۔ ملازم دوڑے اور خبر لے کر گئے کہ مرشد زادے یہ کہتے ہیں۔ "میں تو وہی لوں گا۔" اور لشکر کے لونڈے تالیاں بجاتے آتے ہیں۔

حیرت یہ خبر سن کر متعجب ہوئی کہ اسی اثنا میں دربار میں آیا اور پکارا۔ "اے ملکہ حیرت، میں تو وہی لوں گا۔"

دربار میں ایک قہقہہ اڑا کہ ملکہ نے سب کو گھر کا اور کہا۔ "آئیے اے مرشد زادے وہی لیجیے۔

مصور یہ سن کر کرسی پر بیٹھا۔ ملکہ نے دیکھا کہ ہار پہنے ہے گجرا ہاتھ میں بندھا ہے سمجھ گئی کہ سحر میں میری بہن ملکہ بہار کے جکڑا ہے۔ دل میں بہت خوش ہوئی کہ میری بہن نے مرشد زادے کو دیوانہ کر دیا۔ مگر بظاہر کہا کہ "صاحبو میں انھیں منع کرتی تھی کہ اکیلے نہ جاؤ۔ انہوں نے نہ مانا۔ دیکھو آخر اس شخص کے سحر میں مسحور ہوئے کہ جو ایک ہی شوخ و چنچل ہے۔ اب اس سحر کا رد شاہ جادواں کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ جب یہ گجرے اور ہار مرجھا کر ان کے پاس سے دفع ہوں تو یہ ہوش میں آئے۔"

صورت نگار زوجہ اس کی یہ تقریر سن کر رونے لگی اور ہزاروں سحر پڑھ پڑھ کے پھونکے

مگر وہ پھول نہ مرجھائے اور نہ مصور کا دیوانہ پن گیا۔ ناچار صورت نگار نے ایک چیلا خدمت شہ طلسم میں بھیجا۔

اس نے سب حال جا کر بادشاہ سے کہا۔ بادشاہ طلسم حات کے دربار میں باغ سیب کے اندر تھا۔ یہ حال سن کر غضب ناک ہوا اور ہاتھ بڑھایا۔ سیب کے درخت سے ایک سیب ٹوٹ کر ہاتھ میں آ گیا۔ اس کو کاٹ کر آدھا آپ کھا لیا اور آدھا سحر پڑھ کر چیلے کو دیا اور ایک نامہ بھی لکھ کر چیلے کے حوالے کیا۔ مضمون نامہ کا یہ تھا۔

"اے حیرت، تم تیس برس سے ہماری معشوقہ ہو مگر افسوس کہ ایک ذرا سا سحر اس چھوکری بہار کا تم سے نہیں اتر سکتا۔ معلوم ہوا کہ تم کو اس بات کا رشک ہے کہ میں جو بہار کو پیار کرتا ہوں تو تم مجھ سے قسم لے لو، جو میں نے آج کل اس کا نام بھی لیا ہو۔ غرض اب نصف سیب کو جو ہم نے بھیجا ہے کھا لینا اور سحر مصور کا اتار دینا۔"

چیلا نامہ و سیب لے کر حیرت کے پاس آیا۔ اس نے جب مضمون دریافت کیا سیب کھا لیا اور ہنس کر کہا۔ "اے صورت نگار میں سحر اتارتی ہوں۔" اگر تمہارے میاں کے عوض اور کوئی ہوتا تو شہ جادواں اس کے سحر کا توڑ کبھی نہ بتلاتے، لیکن یہ مرشد زادے ہیں۔ ان پر جان تک نثار ہے۔"

یہ کہہ کر ایک پاؤں پر کھڑی ہو گئی اور سحر پڑھ کر ہوا پھونکا۔ منہ سے شعلے نکلنے لگے۔ جسم خاکی میں دشمن نے کرہ نار کی صورت پیدا کی۔ بخارات گرم منہ سے ایسے نکلے کہ دماغ روزگار میں حیرت ہو پیدا ہوئی۔ ہوائے گرم کے جھونکے نہ تھے۔ مادہ سرسام سرد ہر تھا کہ سانسیں گرم زمانہ بھرتا تھا۔ مختصر یہ کہ ایسی ہوا گرم چلی کہ وہ گجرے اور ہار وغیرہ بہار کے خزاں رسیدہ گل کی طرح مرجھا کر خشک ہو گئے۔

مصور بیہوش ہو گیا۔ پھر جو ہوشیار ہوا کہا۔ "میں کس حال میں ہوں۔"

صورت نگار نے سب کیفیت اس کے دیوانے ہونے کی بیان کی اور خود بھی دیکھا کہ ملکہ حیرت ایک پاؤں سے کھڑی ہے اور لاٹ شعلے کی بن گئی ہے۔ اس کو کمال شرم

میں بھرا اور وقت سپہر پر شیشہ مہر کو کھینچا کہ

نقاش ازل نے قلم صنع رقم سے
کھینچی ورق چرخ پہ خورشید کی تصویر
بے شمع خود بزم جہاں میں تھا اندھیر
پیدا ہوئی پھر مہر جہانتاب کی تنویر

حیرت و مہ رخ اپنی اپنی بارگاہ میں تخت حکومت پر جلوہ فرما ہوئیں مرقع بارگاہ تصاویر سرداراں سے دو جانب معمور ہوا کرسی نشینان درگاہ شاہی بصد کروفر جلوہ گستر ہوئے دور شراب ناب و جلسہ چنگ و رباب آغاز ہوا۔
مصور نے بیدار ہو کر لات پرستش سامری کی پھر حیرت کے پاس آیا اور کہا۔ "میں بہار کو گرفتار کرنے جاتا ہوں۔"
حیرت نے کہا۔ "سامری کے حوالے کیا۔" یہ سن کر وہ روانہ ہوا۔ لیکن جو عیار لشکر عمرو بطور مخفی حاضر تھے وہ اس سے پہلے بارگاہ میں آئے اور زمین عظمت کو لب عجز سے چوم کر عرض گزار ہوئے۔" اے ملکہ

ہے عدل تیرے عصر میں اتنا کہ بہ فلک
باہم بروج نظم و نسق سے ہیں منتظم
یزدان پرست فضل نے تیرے کیا اسے
تھا وہ جو کوئی معتکف خلوت صنم

مصور خود سر نے ایسا کچھ لاف و گزاف کیا ہے اور بہر گرفتاری بہار آتا ہے۔
یہ کہہ کر کنارے ہوئے اور ملکہ نے بہار کی طرف دیکھا۔ اس بہار باغ حسن نے مسکرا

کر گلفشانی فرمائی کہ شہاب کی بار بجھوے کو وہ باغ سبز دکھاؤں کہ یاد کرے اور وہ آسیب پچھاؤں کہ کبھی نظر نہ آئے۔"

یہ کہہ کر وہ رنگ افزائے گلشن شگفتہ اٹھی۔ کنیزان یاسمن بدن اس کے ہمراہ چلیں اور باہر بارگاہ کے پہنچ کر ایک میدان صاف و پاکیزہ میں ٹھہری۔ چار گلدستے جھولی سے نکال کر مشرق و مغرب' جنوب شمال ہر سمت ایک ایک پھینک دیا۔

یکایک ہر سمت سے سیاہی پیدا ہوئی ایسا کہ تمام لشکر اسلامیان کی نگاہ میں اندھیرا چھا گیا۔ کچھ معلوم نہ ہوتا تھا۔ بعد ایک لمحہ کے جہاں تیرہ منور و روشن ہوا۔

سب نے دیکھا کہ معمار سحر و نیرنگ نے چار دیواری نقرئی و طلائی دم بھر میں تعمیر فرمائی۔ ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی لگائی ہے۔ بہشت بریں کی نقل بنائی ہے۔ دروازہ اس احاطہ میں زبرجد کا لگایا ہے۔ سبز رنگاں دہر کا نصیب کھلا ہے اس طرح کھلا ہے یہ گل بوستان رعنائی اس حصار نقرئی و طلائی میں بکمال ناز و ادا اور زیبائی داخل ہوئی۔

اندر اس حصار کے باغ سحر لگا تھا۔ کوئی مثل کہتا ہے کہ چیز ایسی عمدہ ہے کہ سحر معلوم ہوتا ہے۔ یہاں اصل میں سحر کا کارخانہ تھا۔ پھر اس گلستان روح پرور کا وصف کیا ہو سکے۔ مختصر یہ کہ زینت آگیں و نیرنگ سے بھرا تھا۔ شاخ ہائے گل پر نیرنگ طائر بہار نے آشیانہ بنایا تھا۔ گلوں نمک خندہ سے شوریدگان الفت کے زخم دل پر نمک چھڑکا تھا۔ بلکہ خندہ رنگین لبان صدبرگ دہر کو پھیکا بتایا تھا۔ سرخی کو خاک میں ملایا تھا۔ رنگ گل نار نگاہ گلدستہ طرازاں محبت سے بھی نازک تر پنکھڑیاں پھولوں کی لب ہائے معشوق گل پیرہن سے کہیں بہتر سنبلستان پر قطرہ ہائے شبنم پڑے تھے۔ یہ ظاہر تھا معشوق گلعذار نے بال بال میں موتی پروئے تھے۔ نہیں نہیں لعبتان فرنگ نے بالوں میں پوڈر چھڑکا تھا۔ شاخ نسترن فریب پنجہ مرجان تھی یا فرنگن نے دست نازک میں بید لیا تھا۔ ساغر گل بادہ تراوت سے معمور گلابیاں غنچوں کی بہ رنگ وہاں جاہاں مخمور کلیوں کے کردوں سے شاید نکہت نکل کر باغ میں گلگشت کر رہی تھی۔ بھینی بھینی خوشبو

پھیلی تھی۔ گلوں کا ہوا سے جنبش کرنا یہ معلوم ہوتا تھا کہ دورہ ساغر بادہ گلگوں ہے یا گردش چشم میگون ہے۔ گل لالہ پر کیف جام مستانہ نما یعنی نشانی پیمانہ مے خانہ یاسمن پر رخ صبح معشوقاں نثار تھا۔ نرگس مست چشم فتان یار کا گل ہائے سرخ و سفید سے مذہب و مطلا رخ شاہد بہار تھا سبز نگاری کا عکس سیاہ گل نرگس پر پڑا تھا۔ چشم نرگسی معشوق میں سرمہ دیا تھا۔ کوئی پھول نرگس کا جو سرنگوں تھا۔ تو معشوق شرگیں کا آنکھیں جھکا کر شرمانا یاد دلاتا تھا۔ سنبل پر پیچ کا رخ گل پر آ کر لہرانا رخ شاہد بہار پر گویا زلف کا ہلنا تھا۔

سرو ہر ایک قد موزوں حور نرگس شہلا بہ شکل چشم مخمور تاک انگور بسان مست کھڑے ہو کر جھومتی دارست تکیہ گلو و پشت پناہ سرمستان میخانہ دہر تھی۔ روش چڑی بھر روش عمدہ جواہر کٹا ہوا پڑا۔ نہریں موج زن ہزارے کے فوارے ساون بھادوں ہم کنارے کنارے نہروں کے چشمے جواہر بہاری کو شرماتے ہوئے گل کی ہمدم باد صبا عتاب کو دیکھ کر بوسہ لب معشوق یاد آتا ہے۔

بیچ میں اس گلشن نگاری کے چبوترہ جواہر کا مربع بنا تھا۔ نمگیرہ بادلہ گوہر استادہ تھا۔ سامنے بارہ دری بیعدیل و لاجواب جواہر جڑی تعمیر تھی۔ سانچے میں نور کے ڈھلی بے نظیر تھی۔ پردے زنبوری پڑے تھے۔ اندر بارہ دری کے چھپر کھٹ مرصع پایوں کا لگا شیشہ آلات سجا فرش قاقم و سنجاب بچھا مسند ہائے مکلف پر تکیہ زردوزی کام کے دھرے بقعہ نور کے عالم دکھاتے بغلگیر چوکھڑے نئی گڑھت کے گھڑے عطر دان رکھے راحت کا سامان جملہ مہیا ہر چیز بے انتہا ہے۔

وہ راحت جان بہار یعنی ملکہ بہار طرحدار اس چبوترے پر باغ کے، کرسی جواہر نگار پر بیٹھی۔ اس وقت حسن و ادا پر اس غارت گر جان عشاق کی بہار گلشن نیرنگ بھی ہزار جان سے فدا تھی، خواصان زریں کمر زریں لباس عمدے ہاتھ میں لیے گرد اس گل کے بلبل نمط استادہ تھیں اور ملکہ پیشانی پر افشاں چنے بزم انجمن فلک برہم کر کے تاب

آفتاب کو اپنی جبیں کے ساتھ رشک سے جلاتی تھی۔ سواد زلف پھیلا کر جہان کو تیرہ و تار بناتا چاہتی تھی۔ وہ روئے رنگین اس کا گلستان سحر تھا کہ بہار جان فزائے گلشن عالم و نقشہ بہشت بریں اس پر ہزار دل سے شیدا تھے۔ اس کی خوبی پر یہ حال تھا۔

بجلی میں پڑ جائے نہ آنکھ اس رخ پر نور پر
چڑھ کے بیٹھے ہیں کلیم اللہ کوہ طور پر

اس خوبی و ادا سے وہ مایہ ناز تھری پوشاک ارغوانی زیب قامت کئے' لالہ گل کو آگ میں جلاتی زیور جواہریں سے جسم نازنین مزین تھا عجب جوبن تھا۔

غرضیکہ وہ مہ سپہر سحر و نیرنگ گلاب کی چھڑی جواہر کے ستارے جڑے ہاتھ میں لے کر کرسی پر جلوہ گر ہوئی۔ اور مصور جو روانہ ہوا تھا سیدھا بارگاہ مہ رخ میں آیا وسط میں کھڑے ہو کر للکارا۔ "کہاں ہے وہ مردار یعنی بہار۔"

کسی نے جواب نہ دیا مگر مہ رخ نے کہا۔ "مرشد زادے آپ تشریف لائیے' ملکہ بہار تو باغ میں گئی ہیں۔"

اس نے کہا۔ "میں اس گیسو بریدہ کو پکڑنے آیا ہوں باغ اس کا کہاں ہے۔ مجھے بتادو اور تم سب بھی آ کر اس کی حمایت کرو' دیکھو کس طرح اس کو کھینچتا ہوا لے جاتا ہوں۔"

مہ رخ یہ سن کر بولی۔ "آپ ایسے ہی ہیں' اچھا جائیے ہم بھی آتے ہیں۔ ان کا باغ بیچ لشکر میں سر راہ ہے۔ کچھ چھپا نہیں چلے جائیے۔"

مصور بغضب تمام وہاں سے پھرا اور اڑ کر چلا۔ بیچ لشکر میں پہنچ کر جو ہر سمت جویا ہوا وہ باغ بہشت آئین۔ جس کا ذکر ابھی لکھا گیا ہے نظر آیا۔ بیساختہ اس گلشن میں چلا۔ جب اندر پہنچا' ہوائے سحر جسم میں لگی بہار باغ نیرنگ دیکھنے لگا۔

اس باغ کی اور ہی ہوا ہے

ہوا لگتے ہی مزاج بدل گیا۔ سر میں اس بہار نے سودے کا خلل کیا۔

بہار اسی واسطے پہلے باغ سحر لگا کر بیٹھی تھی کہ یہ ساحر زبردست ہے اگر مقابلہ میں آ جائے گا۔ پھر سحر پورا نہ کرنے دے گا اور سحر کامل ہو جائے گا تو پھر وہ رد نہ کر سکے گا۔

پس اب جو یہ آیا، مسحور بہ سحر ہوا اور سیر کرتا ہوا جب اور آگے بڑھا، سامنے اس نو بہار افسوں کو دیکھا۔ اس کے حسن کی بہار دیکھ کر جھومنے لگا اور اسی حالت میں وجد میں غزل پڑھنے لگا۔

ملکہ بہار نے اس کو محو حیرت دیکھ کر کچھ پڑھا کہ بارہ دری سے ایک پری ناز رشک شمشاد صندوقچہ ہاتھ میں لیے پیدا ہوئی اور ملکہ کے سامنے وہ صندوقچہ پیش کیا۔

اس گنجینۂ حسن نے اس کو کھولا اور اس میں سے ایک پچی نارنجی رنگ کی نکلی اور نکلتے ہی بڑھ کر ایک معشوق شوخ و شنگ غارت جان حلم و تمکین بن گئی۔

یہ معلوم ہوتا ہے کہ مانگ اس کے بالوں کی موتیوں سے بھری ہے یا تاروں بھری رات آدھی جبیں پر اس کے چھن پڑی تھی یا کاتب قدرت نے جمال و جلوہ کی جیم لکھی تھی۔ آنکھیں تھیں یا منشی حقیقی نے دفتر حسن پر دوہرے صاد کئے تھے۔ بینی کے الف نے غلام کر کے حسینان جہان آزاد کئے۔ میم دہن میم سرمستی محبت تھا۔ سرخی لب سے یہ ظاہر کیا کہ ساغر بادہ احمر سے لبالب بعد عشرت تھا۔ دندان دندانہ سین سنگ تھا۔ گوہر بیاض گردن صباحت میں بیاض سحر کی ہمسر۔

پس اس پچی نے جو ایسی آفت دل عشاق بنی تھی، ملکہ نے چنگیر پھولوں کا اٹھا کر دیا کہ مرشد زادے تشریف لائے ہیں ان کے پاس لے جاؤ اور یہاں بلا لاؤ۔

وہ غیرت گلزار چنگیر لے کر چلی۔ ادھر یہ شعر عاشقانہ پڑھ رہا تھا مگر صندوقچہ کھول کر پچی نکلتے جو اس نے دیکھا سمجھا کہ بہار تجھ کو دشمن جان کر سحر تجھ پر کرتی ہے۔

پس یہ سمجھ کر گولا فولادی اس نے بھی نکالا اور اچھال کر روکا اور چاہا کہ لگاؤں یکایک پہلو سے آواز آئی۔ "میری طرف دیکھو کیا کرتے ہو۔"

اس نے ہاتھ روکا اور پیچھے مڑ کر دیکھا اس پری کو جو سراسر نور تھی، بلکہ حور میں قصور ہو گا، یہ بے قصور تھی، آتے دیکھا، یا تو آمادہ حرب ہوا تھا۔ اس کی نگاہ سحر آگیں نے تسخیر کر لیا، پکارا۔

ایک خلق منتظر ہے تیری جلوہ گاہ میں
تا رشتہ صرف ہوئے تیری راہ میں

اس شوخ بیباک نے آتے ہی ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "چلئے میرے ساتھ۔"

یہ چپکا ساتھ ہوا۔ سامنے بہار کے وہ لائی۔

بہار نے پوچھا۔ "آپ مجھ سے لڑنے آئے ہیں یا آشتی کرنے۔"

اس نے کہا۔ "لڑنے کو۔"

بہار نے جواب دیا۔ "پھر ہم بھی موجود ہیں، مگر آپ میرے باغ میں آئے ہیں، مجھ کو لازم ہے کہ میں کچھ تحفہ پیش کروں۔"

یہ کہہ کر اس نے پری سے اشارہ کیا کہ اس نے چنگیر کھول کر سامنے کیا۔ دیکھا کہ اس میں گلاب کے پھول ہیں۔ اس کی خوشبو سے دماغ بس گیا اور وہ نازنین بھی عطر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اس کی خوشبو نے اور زیادہ فتنہ برپا کیا۔

اس نے ایک پھول لے کر سونگھا اور بہار نے اس پری سے کہا۔ "تو چلی جاؤ۔"

وہ اس انداز سے بصد خرام چلی کہ

اس ادا سے چلے وہ حشر کے دن
فتنے بھی پس گئے قیامت کے

مصور کو تاب باقی نہ رہی۔ بنگاہ حسرت دیکھنے لگا۔ خوف ملکہ سے کچھ نہ کہا۔

بہار نے کہا۔ "آپ نبیرہ جمشید ساحری ہیں۔ اگر اس کو پسند کیا ہے تو یہ حاضر ہے لیکن اگر آپ مجھ سے لڑنے کو کہتے ہیں تو بسم اللہ میں حاضر ہوں کچھ آپ سے کم نہیں ہوں اور اگر اس نازنین سے محبت ہے تو آپ کی کنیز ہے۔"

مصور نے کہا، "میں اس کا عاشق ہوں۔"

بہار نے کہا۔ "میں آپ کی بی بی' ملکہ صورت نگار سے بہت ڈرتی ہوں۔"

اس نے کہا۔ "میں اس حرامزادی کو خوب جوتیاں ماروں گا۔"

بہار نے اس پری کو پکارا۔ "اے نازک بدن آؤ۔" وہ باہر آئی۔

ملکہ نے کہا۔ "مرشد زادے سے دارو مدار کرو اور ان کی اطاعت کرو۔"

اس نے یہ حکم سن کر اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "چلیے"

بہار نے کہا۔ "جائیے بارہ دری میں آرام کیجیے اور یہاں سے کہیں نہ جائیے گا۔"

مصور خوشی خوشی اس رشک قمر کو لے کر بارہ دری میں آیا اور مسند پر بیٹھ کر شراب پینے لگا اور ملکہ بہار باغ سحر سے اٹھ کر بارگاہ مہ رخ کے پاس آئی اور کہا۔ میں مصور کو قید کر آئی ہوں اور یہ سحر میرا کسی سے رد نہ ہوگا۔ ہاں افراسیاب اگر چاہے گا تو یہ سحر اتار لے گا اور جب یہ سحر دفع ہو گا تو مجھ کو غش آجائے گا اور سر میں درد میرے ایسا ہو گا کہ بیہوش رہوں گی تم میری کنیزوں سے کہنا کہ وہ آرام میں مجھ کو لے جائیں۔"

مہ رخ نے یہ سن کر کہا۔ "اگر ایسا ہے تو تم ابھی چلی جاؤ۔ اس وقت شاہ طلسم جانے نہ دے گا اور راہ میں شاید کچھ فتور پڑے۔ اس سے ابھی جانا صلاح ہے۔"

بہار نے کہا۔ "اچھا"

اور مع اپنی کنیزوں کے سمت کوہ آرام روانہ ہوئی وہ مقام ہمیشہ سے اس کے رہنے کی جگہ ہے۔ حال اس کا بیان کیا جائے گا۔

یہ تو ادھر گئی اور ہر کاروں نے جا کر ملکہ حیرت کو سب خبر کی کہ مرشد زادے کی نسبت زبانی بہار ہم نے سنا ہے کہ وہ باغ سحر میں قید ہو گئے اور ملکہ بہار جانب کوہ آرام گئی۔

حیرت نے کہا۔ "اسی دن کا ڈر تھا۔ یہ سحر ساحران عالم میں سے کوئی ایسا نہیں جو اتارے۔ شاید شاہ طلسم جانتے ہوں۔"

صورت نگار یہ تقریر سن کر رونے لگی اور کہا۔ "میں بھی اسی قید میں جاتی ہوں۔"

حیرت نے کہا۔ "شوہر تیرا آپ میں نہ ہو گا' وہ مار ڈالے گا۔"

اس نے کہا۔ "بلا سے میں اپنی جان دوں گی۔"

حیرت نے کہا۔ "بی بی' تمہارے میاں کو بہت سمجھایا تھا' لیکن ان کے غرور نے انہیں خراب کیا اور سنو صاحب میری بہن کچھ مجھ سے کم نہیں۔ صرف اتنا فرق ہے کہ مجھ کو مصاحبت شاہ جادواں میں سحر زیادہ یاد ہیں۔ خیر تمہاری خاطر سے میں چشمہ سامری جا کر پانی لاتی ہوں شاید اس سے سحر اترے۔"

یہ کہہ کر پرواز کر کے چلی۔ کچھ دور چل کر ایک سحر پڑھا کہ طاؤس اڑتا ہوا آیا اور اس کو سوار کر کے لے چلا کچھ دور گئی ہو گی کہ ایک پنجہ کمر میں پڑا اور اس کو اٹھا لے گیا۔

○○○

• مہیب جادو

آنکھ اس کی بند ہو گئی۔ اب جو آنکھ کھلی شعلہ طلسم کو ایک بنگلے میں سونے کے بیٹھا پایا۔ اس نے سلام کیا۔ شعلہ نے کہا۔ "اس وقت میں سیر کو آیا تھا۔ اس پہاڑ پر کہ سحر نے خبر دی کہ تم کہیں جاتی ہو۔ میں نے بلا لیا۔ کہو کہاں جاتی تھیں۔"

اس نے سب حال مصور کا بیان کیا۔

شعلہ نے کہا۔ "اے ملکہ دیکھو' تمہاری بہن نے قصور کیا ہے۔"

حیرت نے کہا۔ "میں بھی اس سے عاجز ہوں۔ آپ اس کو مار ڈالیے۔"

یہ کلمہ سن کر شعلہ جادواں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور آہ کر کے کہا۔ "اگر کوئی بھی ایسی ملکہ پیکر حسن کو قتل کرتا ہے۔"

حیرت یہ سن کر چپ ہو رہی اور شعلہ نے ایک پنجہ اژدہاتش کا بنا کر سحر پڑھا کہ وہ پنجہ اڑا۔

اس نے کہا۔ "جا مصور کو باغ سحر سے بہار کے اٹھا لا۔" پنجہ روانہ ہوا۔

یہاں مصور اس پتلی سے مشغول بوس و کنار ہے گود میں اسے لیے بیٹھا ہے اور کہہ رہا ہے۔

جس کا سر ہو گا دم نزع تری بالیں پہ
کنج مرقد میں وہ کس چین سے سوتا ہو گا

اسی نشہ میں تھا کہ یکایک پنجہ آ کر گرا اور اس کو اٹھا کر لے چلا۔ یہ پکارتا اور غل ہوا۔ "اے ظالم یہ کیا غضب کرتا ہے۔ میرے معشوق سے مجھ کو چھڑاتا ہے۔ ہائے میری جان' ہائے میری یار وفادار۔" پنجہ نے ایک نہ سنا اور اس کو لے کر وہ بلند ہوا۔

وہ چڑیا سحر پر یہ فریفتہ تھا اس کے پیچھے اڑی اور پکاری کہ "کیوں صاحب' یہی شرط وفا ہے کہ مجھ ایسی آرام جان اور رفیق کو تنہا چھوڑے جاتے ہو' بے مروتی کر کے منہ موڑے جاتے ہو۔"

اس نے معشوق کا بیتاب ہونا اور شکوہ کرنا سن کر کہا۔ اے مونس و ہمدم۔

اختیاری تو نہیں آپ سے جو دوری ہے
سخت ناچار ہوں میں عالم مجبوری ہے

آخر یہ چڑیا اور زیادہ تر اڑ گئی۔ اسی باغ میں گر پڑی اور پنجہ بلند ہوا۔

مصور تموج ہوا سے بیہوش ہو گیا۔ پنجہ اس کو سامنے شاہ طلسم کے لایا۔ بعد کچھ دیر کے اس کی آنکھ کھلی۔ اٹھ بیٹھا افراسیاب کو بھی نہ پہچانا۔ یہ کہتا ہوا چار طرف دوڑنے لگا۔

"ہائے کیا تھا اور کیا ہو گیا۔ ہائے یہ میری جان کہاں گئی۔ کس ظالم نے اس کو مجھ سے جدا کیا۔ ارے کوئی واسطہ سامری کا اسے بلا دے' یارو اس راحت دل سے مجھ کو ملا دو۔" اور کبھی دیوانہ وار عاشقانہ اشعار پڑھتا۔

شاہ جادواں نے اس کا حال دیکھ کر کہا۔ "افسوس وہ شوخ و چنچل کیا ستم گار پیارا دلدار ہے' جس نے یہ سحر کیا ہے۔"

اس کلمہ کو سن کر حیرت نے تیوری چڑھائی اور کہا۔

"اس کے عشق میں پھر تم بھی اسی طرح ناچ بیٹھے کیوں ہو۔"

شاہ طلسم اس کے ناراض ہونے سے چپ ہو رہا اور سحر پڑھ کر کہا "اے سامری مع شیشہ آب چشمہ جمشید حاضر ہو۔"

اس کے پکارتے ہی ایک پنجہ شیشہ آب لیے ہوئے اڑتا ہوا آیا۔ بادشاہ نے اس شیشہ سے پانی لے کر چھینٹا مصور کے منہ پر لگایا کہ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا' پھر جو ہوش آیا۔

بادشاہ طلسم کو اس نے سلام کیا اور بیٹھا۔

بادشاہ نے فرمایا۔ "اے مرشد زادے آپ کو میری بی بی نے تنہا جانے کو منع کیا تھا' مگر آپ نے نہ مانا اور اپنا یہ حال کرایا' آپ تو واقف ہیں کہ وہ آفت روزگار بہار ساحرہ بدل ہے اور مدت سے میرے پاس رہ کر اس نے سحر یاد کیا ہے۔ اس سحر کا رد کرنا مجھے بھی یاد نہ تھا اگر چشمہ جمشیدی کا پانی ممکن نہ ہوتا۔ آپ کا دیوانہ پن نہ جاتا۔

مصور نے سب کیفیت اپنی سن کر جواب دیا۔ "اے شہنشاہ آپ ملاحظہ کیجئے گا کہ ساری اس کی سحر سازی اگر جوتیاں مار کر نہ اتاری تو آپ کو نبیرہ سامری نہ کہلوایا۔"

افراسیاب نے کہا۔ "اب اکیلے نہ جایئے گا' نہیں تو بہت پچھتایئے گا۔" اس نے جواب دیا۔ "یہ ممکن نہیں' جب تک اس خانماں خراب کو نہ پکڑ لاؤں گا چین نہ لوں گا۔"

یہ کہہ کر اٹھا کہ میں لشکر میں جاتا ہوں۔ سحر تیار کر کے لڑنے جاؤں گا۔"

شاہ طلسم سمجھا کہ یہ مرد بزرگ ساحراں ہے' زیادہ منع کرنے سے ناراض ہو گا۔ پس یہ سمجھ کر چپ ہو رہا۔ لیکن اس کا ذلیل ہونا یقین اپنی ذلت جان کے تامل نہ کر سکا۔ ایک پتلا کاغذ کا بنا کر کچھ سحر پڑھا کہ وہ جاندار ہوا۔ اس پتلے کو حکم دیا۔ "مرشد زادے کی جا کر نگہبانی کرو جو کوئی آفت آئے تو انہیں اٹھا لانا۔"

پتلا بطور مکھی اڑتا ہوا اس کے ساتھ چلا کہ حیرت بھی رخصت ہو کر لشکر میں آئی اور مصور بھی بارگاہ میں پہنچا۔ پتلا پردے ہوا ٹھہرا رہا۔

یہاں بی بی مصور کی رو رہی تھی۔ اس نے جو شوہر کو دیکھا اٹھ کر لپٹ گئی اور بہت روئی۔ یہ بیٹھا دو تین جام شراب سرخ کے پئے' جب نشہ ہوا اٹھا کہ میں بہار کو پکڑنے جاتا ہوں۔

بی بی اس کی منت کرنے لگی۔ "صاحب واسطہ سامری کا اب نہ جاؤ۔"

اس نے بی بی کو جھڑکا کہ مجھ کو نہ روکو' اب تو مجھ سے اور بہار سے بگڑی اڑی ہے۔ معرکہ پڑا ہے۔ دیکھو کہاں تک اس کی سحر سازی ہے۔" یہ کہہ کر اڑا۔

جا کر اس کو گرفتار کئے لاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر یہ بھی چلے اور مہ رخ نے حکم نواخت کو حرب دیا۔ نقارہ جنگی گڑ گڑایا۔ دربار برخواست ہوا سحر جگانے خیموں میں آئے۔ بہادر ہتھیار درست کرنے لگے۔

مہ رخ بھی الگ جا کر مصروف سحر خوانی ہوئی اور اگیار کر کے جوت کا دیا جلایا۔ حمد نایاب سحر درست کرنے لگی۔ کچھ عرصے کے ایک نیل گاؤ اڑد ماش کا بنایا اور سحر ایسا پڑا کہ وہ زندہ ہو کر گرد اگیارے کے پھرنے لگا۔ اس نے سیندور کا ایک گھر وندا بنایا اور ایک چکی آٹے کی بنا کر اس گھروندے میں رکھی وہ بھی زندہ ہو گئی۔ اس نے وعدہ کیا کہ وقت پر کام دینا۔ پھر گھروندا ہٹا دیا اور نیل گاؤ بھی غائب ہو گیا۔ ملکہ نے آرام فرمایا۔ لشکروں میں رات بھر تیاری و درستی اسباب جنگ رہی۔

چمک شمشیر جواہر دار کی اس شب تار میں مثل انجم چرخ پھیلی تھی۔ گیا افشاں آلودہ پیشانی لیلی تھی۔ خم و چم دو دم کی ناز معشوقان تیز طبع یاد دلاتی تھی۔ ہزاروں گلے کٹواتی تھی۔ قامت رعنائے نوجوان اس کو دیکھ کر اپنی ہستی کھوتے تھے۔ بہادر دم اس کا بھرتے چشم زخم سے لہو روتے تھے۔

ایک طرف ساحروں کے سحر نے چشم دہر کو تیرہ کیا تھا۔ چراغ زندگی بجھا رکھا تھا۔ اگیار کا دیا جلا رکھا تھا۔ سامری کی روح چکر لگا رہی تھی۔ جمشید کو بلا رہی تھی۔ لونا چماری ڈمرو کی صدا پر سر چڑھ کر جھومتی تھی۔ یوں بھجن گانے والے کا منہ چومتی تھی۔ ڈھلے بانسری بجا' ساحر فلک کو باؤف مہر نچاتا تھا۔ تھالی برنجی لے کر بھدوے چرخ اگیارے دیائے اخگر کے پھیرا شان آیا تھا۔ ماہتاب فلک زنگاری پر نکلا ہوا تھا۔ خلاصہ یہ کہ رات بھر یہی سامان رہا۔ غلغلۂ سحر ساحران غدار سے دماغ روزگار پریشان تھا۔ کان پڑی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ بیروں کی آمد بھینٹ لیتی تھی کہ

لگانے لگا کوئی منہ پر بھبوت
لگے کھیلنے سر پہ ہر اک کے بھوت
کسی نے جلائے اکاسی دیئے
کوئی چوکمیں چار روشن کیے
بلاتا تھا بیٹھا ہوا اپنے بیر
کوئی کہہ رہا تھا کبیر و کبیر
کوئی بیٹھا جمشید کا دم بھرے
کوئی کھوپڑی لے کے جادو پڑھے

اسی طرح رات بھر سامان رہا۔ جس دم تیرگی شب مشکفام کا مثل طرہ تابدار معشوق سمٹ کر جوڑا سر روزگار پہ بندھا اور رخ صبح شاہد بہار مشتاقان عالم کو دکھائی دیا کہ

نکل آیا مشرق سے جب آفتاب
ہوا پھر یہ روشن جہان خراب
چلے دونوں لشکر بہ عزم نبرد
پڑی روئے خورشید پہ اڑ کے گرد

لشکر کینہ خواہان بعزم نبرد وارد دشت مصاف ہوئے۔ مہ رخ بڑے کروفر سے تخت زریں پہ سوار گرد تمام سردار جائے کارزار پہ پہنچ کر ٹھہری ادھر منصور بھی بیدار ہو کر برائے رفع احتیاج بیت الخلا چلا۔

عیار رات بھر اس کی فکر گرفتاری میں پھرے تھے اور قابو نہ پایا تھا۔ اس وقت ضرغام اس کے خیمہ کی قنات سے لپٹا کھڑا تھا اور صبح ہو جانے سے مایوس ہو کر پھرا چاہتا تھا۔ اب اس کو عازم سمت جائے ضرور دیکھ کر اس نے لوٹ ماری اور بیت الخلا کے لیے جو قنات استادہ ہے اس کی پشت پہ اپنے تئیں پہنچایا۔

مصور بھی چوکی پر آیا۔ خدمت گار لوٹا رکھ کر باہر ٹھہرا اور وہ چوکی پر بیٹھا۔ ضرغام نے پشت پر سے قنات کو چاک کر کے اس پر کمند ماری۔ اس نے گھبرا کر پھر کر دیکھا۔ اس نے بیضہ بیہوشی ناک پر مارا کہ وہ چھینک مار کر بیہوش ہو گیا اس نے اندر جا کر چادر عیاری میں اس کا پشتارہ باندھا۔

اثنیک لشکر سمت میدان روانہ تھا۔ صبح کے وقت سب غافل تھے اور ہنگامہ بھی تھا۔ یہ اس کو لے کر بھاگا راہ میں پشتارہ اس کا بھاری ہوتا چلا۔ یہ سمجھا کہ اس حرامزادے کو میں نہ لے جا سکوں گا کیونکہ یہ مرشد ساحران کہلاتا ہے ضرور کچھ آفت آئے گی۔ پس سر اس کا کاٹ لے۔

یہ سمجھ کر پشتارہ زمین پر رکھا۔ چاہا کہ سر کاٹ لے وہ پنجہ بن کر جو چلا کہ افراسیاب نے معین کیا ہے گرا اور اس کو مع ضرغام کے اٹھا لے گیا اور سامنے شاہ طلسم کے لایا۔

اس نے پشتارہ کھول کر مصور کو نکالا اور پانی چھڑک کر ہوشیار کیا لیکن اس کی گردن و کمر وغیرہ میں کمند کے پھندے لپٹے تھے اٹھ نہ سکا۔

شاہ طلسم نے ضرغام سے کہا۔ "اونابکار اب کہہ کہ تجھ کو کس عذاب الیم سے ماروں۔"

اس نے جواب دیا۔ "آپ کو اختیار ہے بندہ بہر صورت مطیع اور آپ کا فرمان بردار ہے۔"

شاہ نے کہا۔ "میں ایسے فقرے تم عیاروں کے بہت سن چکا ہوں۔ اچھا تو مرشد زادے سے کمند تو نکال لے۔"

ضرغام سمجھا کہ اگر میں کمند نہ نکالوں گا یہ سحر سے جلا دے گا۔ کمند بھی جائے گی اور کچھ حصول نہ ہو گا۔ یہ سمجھ کر اس نے سرا کمند کا پکڑ کر جھٹکا مارا کہ کمند کے سب حلقے کھل گئے اور مصور رہا ہوا۔

شاہ جاوداں نے کہا۔ "کیا اچھے یہ عیار ہیں اور کیا عمدہ ان کے پاس اسباب عیاری ہیں۔" یہ تعریف سن کر ضرغام نے سلام کیا کہ آپ قدر دان ہیں۔ میں کس لائق ہوں۔"

شعلہ سے تو یہ باتیں ہو رہی تھیں لیکن مصور جو کمند سے چھوٹا اور حال اس سے آگاہ ہوا کہ یہ عیار مجھ کو پکڑ لایا ہے۔ بس گولا فولادی لے کر بغضب تمام مارنے چلا۔ شعلہ جاوداں نے اٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔

اے نابکار حرام زادے بے حیا' عیار اور ساحر تجھ کو کیسا کیسا ذلیل کرتے ہیں تجھے شرم نہیں آتی کہ پہلے عیار تجھ سے تصویر چھین لے گئے۔ بہار نے دو مرتبہ دیوانہ بنایا۔ وہاں تو نے کچھ غصہ نہ جتلایا۔ یہ بیچارہ عیار جو مقید و بدست و پابندھا کھڑا ہے۔ تو اس پر گولا مارتا ہے۔ جا دور ہو' او قرم ساق حرام زادہ بیہودہ۔"

مصور بادشاہ طلسم کے برا بھلا کہنے سے اور گھرکنے سے رونے لگا لیکن اس عرصہ میں حیرت رخصت ہو کر سمت لشکر جا چکی تھی۔ ورنہ بادشاہ کو مانع ہوتی۔ اکیلے میں شعلہ جاوداں بہت کچھ بکا جھکا' جب مصور بہت رویا۔ اس وقت بادشاہ بھی خائف ہوا کہ یہ اولاد سامری ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میرے لیے بددعا کرے اور تیرے ایمان میں فرق آیا کہ تو نے مرشد زادے کو گالیاں دیں۔ یہ سوچ کر اٹھا اور پاؤں پر مصور کے سر رکھ دیا اور منت پذیر ہوا۔ "میں نشہ شراب سے بیخود تھا۔ آپ میرے کہنے سے خاطر عاطر میں جگہ نہ دیجئے گا اور براہ کرم عنایت بزرگانہ خطا ہائے گذشتہ پر میری قلم عفو پھیریے کہ غصہ میں انسان باولا ہوتا ہے۔ میں نے بہت برا کیا' جو آپ ایسے بزرگ کی خدمت عالی میں گستاخانہ کلام کیے۔"

یہ کہہ کر خلعت گراں مایہ و نادر منگا کر دیا اور رخصت کرنا چاہا۔ یہ حال دیکھ کر ضرغام نے کہا۔ "بہت تیرے کی نا منصف بادشاہ کی ایسی کی تیسی' حرامزادے نے بھر خلعت دیا تو اپنے ہی گرو گھنٹال کو دیا اور ہم نے جو یہ محنت کی کہ عین وقت پر گرفتار کر لائے اور اگر چالاک نہ اس کو اٹھا لاتا تو اب تک کب کے جہنم میں پہنچا چکے ہوتے تو اتنے بڑے کام پر ہمیں کچھ بھی نہ دیا۔ واہ واہ کیا انصاف کیا ہے۔" افراسیاب پہلے تعریف ان عیاروں کی کر چکا تھا اور اس وقت اس کے نڈر ہو کر کلام کرنے پر ہنس پڑا اور ایک خلعت پرزر طلب کر کے اس کو بھی دیا کہ

خیال کیجیے کیا آج کام میں نے کیا
جب اس نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

بعد خلعت دینے کے پنجہ سحر کو بلا کر حکم دیا کہ دریائے خون رواں کے پاس اس کو اس پار اتار دے اور سحر اپنا دفع کر دیا۔

پنجہ اٹھا اور پار دریا کے پہنچ گیا۔ ادھر مصور بھی رخصت ہو کر چلا اور لشکر میں آیا۔

یہاں صورت نگار اس کی زوجہ نے جب ڈھونڈا اور نہ پایا اور خود تو فوج لے کر میدان جنگ میں گئی تھی۔ اس ارادے سے کہ مہ رخ نے میرے شوہر کو پکڑ وایا ہے اس کو چل کر قتل کروں۔ ایک طرف سے حیرت سوار ہونے کو تھی لیکن اس نے حال گم ہونے مصور کا سن کر تامل کیا' بلکہ صورت نگار کو بھی منع کرا بھیجا۔ "آج لڑائی موقوف رکھو۔"

اس نے نہ مانا اور اپنی ذاتی فوج لے کر میدان میں آئی۔ بعد ترتیب صفوف لشکر نقیب للکارے کڑکیت پکارے کہ دلاور و ہمت نہ ہارنا دشمن کو سرکھو ہو کر مارنا۔ جب کڑکیت بجے بہادر مرنے پر تل گئے۔

صورت نگار نے بیچ میدان میں آ کر چند سحر دکھا کر مبارز طلب کیا۔ ہنوز کوئی اس کے مقابلے کو نہ آیا تھا کہ مصور آ کر پہنچا اور ہر دو لشکر میدان میں صف آرا دیکھ کر سمجھا کہ بی بی میرے لڑنے کو آئی ہے۔

اینکہ یہ گالیاں کھاتے ہوئے آیا ہے' غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ آتے ہی فرط غضب سے ایک گولا سحر پڑھ کر مہ رخ پر مارا۔ مہ رخ گولا آتے دیکھ کر تخت پر سے بہ زور سحر اڑ گئی گولہ تخت پر پڑا کہ وہ چور چور ہو گیا۔

مہ رخ نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک عقاب سفید زمین پر وغیرہ سے درست اڑتا ہوا آیا۔ اس پر سوار ہوئی۔ اس وقت مصور نے دوسرا نارنج مارا ملکہ مہرخ سو بچی کہ ایسا نہ ہو' مہ رخ زخمی ہو جائے اور اس سبب سے سینہ سپر کر کے سامنے آ گئی۔ نارنج

آ کر اس کی ران پر لگا کہ حیران ہوئی اور زخمی ہو کر بھاگی' اس کا بھاگنا تھا کہ صورت نگار نے ایک تیر آتشیں مہ رخ پر مارا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک چلا قرولی لیے ہوئے پیدا ہوا اور وہ تیر اس نے کاٹ دیا۔ پھر اس نے بھی ایک تیر مثل شہاب ثاقب اس ندوۂ شیطان پر مارا۔ اس نے ہر چند سحر پڑھا مگر تیر نہ پھرا۔ آخر وہ اپنے طاؤس پر اڑ گئی اور تیر آ کر طاؤس پر پڑا کہ طاؤس بسان طاؤس آتش بازی جل کر خاک ہوا۔

دوبارہ مہ رخ نے سحر پڑھ کر اس کو پروئے ہوا جو پایا ایک ناریل ایسا مارا کہ وہ گولے کی طرح چلا۔ صورت نگار نے ناریل دیکھ کر دستک سحر کو دی کہ ایک سحر کی سپر سامنے آ گئی۔ مگر وہ ناریل سپر کو توڑ گیا اور اس کے سر پر جا کر لگا۔ اس نے بہت جلد رد سحر پڑھا نہیں تو سر ترش جاتا۔ اس پر بھی ایسی ضرب لگی کہ سر پھٹ گیا اور یہ بیہوش ہو کر گرنے لگی۔ ملازموں نے جلد روک کر ہوا دار پر سحر کے ڈالا اور خیمہ کی طرف لے گئے۔

مصور نے جو بی بی کا یہ حال دیکھا تو تلوار سحر کھینچ کر لشکر مہ رخ پر جا پڑا۔ دو دریائے لشکر موج مار کر چلے فلک چکرایا' طبقات ارض تھرائے' سحر کی بجلی چمکی' بادل گھر آئے شور نشور قیامت خیز بلند ہوا۔ طنبور و نفیر سحر و جلاجل و نقارہائے جنگی گڑگڑائے۔ ہنوز نوبت نہ پہنچی تھی کہ خیمہ میں جا کر صورت نگار ہوشیار ہوئی پوچھا۔

"نیرد سامری کہاں ہیں۔"

لوگوں نے عرض کی۔ "لڑ رہے ہیں۔"

یہ سنتے ہی وہ چیخنے لگی۔ "جلد اس کو بلا دو' نہیں تو میں جان دے دوں گی' کیونکہ مجھ کو ان کا اکیلا لڑنا گوارہ نہیں دوبار زک پا چکے تھے۔"

ملازم اس کے غل مچانے سے دوڑے اور مصور کے پاس آ کر کہا۔ "حضور جلد چلئے' ملکہ کے زخم کاری لگا ہے حال ان کا بہت برا ہے۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور روتا ہوا طبل بازگشت بجوا کر پھر گیا۔

ادھر مہ رخ بھی شاداں و فرحاں فوج لے کر بھری لشکر خیمہ گاہ میں آ کر اترا۔ مہ رخ بارگاہ میں آ کر سریر جہانبانی پہ بیٹھی سرخ مو کی ران کا علاج ہونے لگا۔ مرہم سحر لگایا گیا۔ اس وقت ضرغام بھی آیا اور خلعت دکھا کر حال شعلہ جاوداں و مصور تمام و کمال بیان کیا۔ سب اس کی دلیری پہ ہنسنے لگے اور ملکہ نے بھی خلعت دیا۔ وہاں سے حال بارگاہ مصور دریافت کرنے پہ روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر میں پہنچا' دیکھا کہ شباب جادو فرستادہ حیرت برائے دریافت حال جنگ آیا تھا پھرا ہوا جاتا ہے۔ یہ صورت خدمت گار کی بن کر اس کے ملازموں میں مل کر داخل بارگاہ حیرت ہوا۔ شباب نے حیرت سے عرض کیا۔ "مرشد زادے آئے اور بوجہ زخمی ہونے اپنی بی بی کے لڑنا موقوف کر کے داخل بارگاہ ہیں۔"

ملکہ سن کر خاموش ہو رہی لیکن مصور نے آ کر بی بی سے پوچھا۔ "مزاج کیسا ہے؟" اٹھ بیٹھی اور کہا" مجھ کو تمہاری سلامتی درکار ہے۔ میں سب طرح اچھی ہوں۔"

یہ کہہ کر مرہم سحر زخم پہ لگایا۔ اس نے کہا۔ "صاحب تم نے برا کیا۔ میں تو لڑ رہا تھا۔ حیلہ کر کے بلا لیا۔ آج میں سب کا خاتمہ کر دیتا۔ خیر اب چلو ملکہ حیرت کی بارگاہ میں بیٹھ کر ناچ دیکھیں۔"

یہ کہہ کر مع زوجہ سوار ہو کر بارگاہ حیرت میں آیا اور دنگل پہ بیٹھا۔ ساقیان مہ لقا حاضر ہوئے۔ ناچ سامنے ہونے لگا دور جام ارغوانی شروع ہوا۔ جب دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا اس نے حیرت سے کہا۔ "اے ملکہ مجھ کو شعلہ جاوداں نے چلا بھیج کر مع عیار کے اٹھا منگایا تھا۔ چنانچہ مجھ کو خلعت دیا اور سرفراز فرمایا اور عیار کو جو مجھے پکڑ لے گیا تھا۔ خوب گالیاں دیں اور زدوکوب کرایا۔ اگر میں نہ بچاتا تو قتل کر ڈالتے۔ میں نے عرض کیا۔ "میں سب کو بزور سحر قتل کروں گا۔ آپ چھوڑ دیجئے۔ بادشاہ نے میری خاطر چھوڑ دیا۔"

اتفاقاً ضرغام وہاں موجود تھا۔ اس نے الٹا بیان اس کا سن کر کہا۔ "جھوٹے پہ لعنت' ابے گالیاں تجھ جیسے کھاتے ہیں۔ دیکھ ہم تو یہ خلعت لے کر وہاں سے آئے اور تو

بیٹھا رہا کیا۔"

یہ کہہ کر کر چاہتا تھا کہ بھاگے۔ حیرت نے کہا "تجھے قسم ہے نہ بھاگنا' مجھ سے سب حال کہتا جا۔" یہ ٹھہر گیا اور جملہ کیفیت سامنے آ کر بیان کر کے خلعت شاہ جادواں کا دیا ہوا دکھلایا۔

اس وقت مصور ایسا ذلیل ہوا کہ رونے لگا اور چاہا کہ ضرغام کو پکڑے مگر حیرت مانع ہوئی۔ "جب شہنشاہ نے اس کو خلعت دیا اور تعرض نہ کیا تو مجھ کو بولنا لازم نہیں" اور ضرغام کو اشارہ کیا کہ یہ جست کر کے نکل گیا۔

مصور نے کہا "کہاں جائے گا۔ آج عیار اور سردار حریف کو زندہ نہ رکھوں گا۔ اگر ایک بھی بچ جائے تو اپنا نام نہ رکھوں۔"

یہ کہہ کر فرط غضب سے اٹھا کہ "پکڑے لاتا ہوں۔" حیرت نے کہا "آپ کو اختیار ہے۔ ہم تو سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے آپ نہ مانیں تو کیا کیا جائے۔"

صورت نگار نے کہا "میں جانے نہ دوں گی۔ اگر گئے تو جان دے دوں گی۔"

اس نے کہا "اے بی بی اگر اس وقت تم نے مجھ کو روکا تو میں اپنے تئیں اور تمہیں ہلاک کروں گا۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ زوجہ اس کی مجبور ہو کر رونے لگی۔ آخر اور تو کچھ نہ بن آیا۔ باہر نکل کر نفیر سحر بجائی کہ لشکر میں کمر بندی ہوئی۔ یہ فوج لے کر چلی۔

ادھر مصور پہلے ہی باہر آ کر مرکب پہ سوار ہو کر چلا تھا' قریب لشکر مہ رخ پہنچا۔ ہرکاروں نے خبر مہ رخ کو پہنچائی کہ ضرغام کے ہاتھ سے ذلیل ہو کر نہایت غیظ و غضب سے مصور ادھر آتا ہے۔

مہ رخ نے یہ خبر سن کر جلد نفیر سحر کو دم دیا۔ فوج کا سردار مسلح و مکمل ہوا پلٹن اور رسالے درست ہونے لگے۔

غرضیکہ ادھر سے یہ پہنچی اور ادھر سے بہ ہم بلغیر مارے محبت کے صورت نگار فوج لیے ہوئے آئی۔ مصور تو پہلے سے آ چکا تھا اس نے لشکر کو جانے بھی نہ دیا۔ ایک ذرہ سحر پڑھ

کر اشترک مہ رخ پر لگایا کہ وہ نارنج بالائے ہوا جا کر شق ہوا اور ہزار ہا تیر و پیکان اس میں سے نکل کر لشکریوں پر گرنے لگے۔

ساحر وغیرہ ہزار ہا زخمی ہوئے۔ ادھر کے لشکر نے بھی جنبش کی اور لینا لینا کہہ کر چلے اس نے دوسرا ناریل مارا کہ گھٹا گھنگھور گھر آئی اور مینہ کی طرح سے مار و کژدم برسنے لگے جس کو انہوں نے کاٹا' وہ پانی کی طرح بہہ گیا۔

اس عرصہ میں صورت نگار نے بھی فوج کو للکارا کہ ہاں لینا۔ اب تو دو لشکر باہم مل گئے۔ شور آفت نار برپا ہوا۔

مہ رخ نے یہ زور و شور دیکھ کر تصور کیا۔ مصور آج شکست دے دے گا۔ یہ غور کر کے بسان شیر غضب ناک آگے بڑھی اور کچھ خاک جھولی سے نکال کر سحر دم کر کے اس ابر پر جس میں سے مار و عقرب برس رہے تھے۔ پھینک دی۔ خاک پڑتے ہی وہ ابر ٹکڑے ہو کر اڑ گیا اور سب ٹکڑے لشکر مصور پر گرے کہ وہ فوج پسپا ہو کر عقب مصور ہو گئی۔

اس وقت مہ رخ زمین پر اتری اور اسی طرح کہ جس طور کا حصار اکیار کر کے بیٹھا تھا۔ درست کر کے سحر پڑھا کہ فی الفور ایک نیل گاؤ صحرا کی طرف سے جست کرتا ہوا آیا اور گرد مہ رخ پھرنے لگا۔ اس نے کہا۔ "جا مصور کو مار۔"

نیل گاؤ کان علم کر کے سینگ اٹھا کر دوڑا۔ مصور مہ رخ کی طرف گھوڑا اٹھا کر چلا کہ گاؤ نے آ کر سینگ مارے اور مرکب کو سینگوں پر اٹھا لیا۔ مصور کود کر الگ کھڑا ہوا اور دوسرا مرکب منگوا کر جلد سوار ہو کے نیل گاؤ پر حملہ کیا۔ نیل گاؤ گھوڑے کو پھینک کر جنگل کی طرف بھاگا۔ ہر چند کہ روکنا چاہا نہ رکا۔

مصور نے اس کے تعاقب میں گھوڑا اٹھایا۔ لشکری پیچھے دوڑے اور پکارے حضور کہاں جاتے ہیں۔ لیکن اس نے سناٹے میں گھوڑا دوڑانے کے سوا کچھ نہ سنا۔ ادھر ملکہ مہ رخ نے سحر پڑھ کر دستک دی اور پکار کر کہا۔ "شکار نیل گائے کا مبارک ہو' اب پھر کے نہ آئے گا۔"

یہ کہہ کر چاہا کہ لشکر پر اس کے حملہ کرے۔ صورت نگار نے جلد طبل بازگشت بجوا

دیا۔ لشکر دونوں پھرے اور داخل قیام ہوئے۔ صورت نگار متردد و متفکر اس امر سے کہ یہ نیل گاؤ کیسا تھا اور شوہر میرا کیوں اس کے پیچھے گیا' بارگاہ حیرت میں آئی اور سب حال لڑائی کا بیان کر کے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ شوہر میرا نبیرہ سامری ہے کسی کے سحر سے ہلاک نہ ہو گا لیکن عیاروں سے البتہ خوف ہے۔ اے ملکہ کسی کو بھر خبر بھیجنا چاہیے کہ عیار ضرر نہ پہنچا سکیں۔

حیرت نے سارا ماجرا سن کر گردن جھکائی اور کہا۔ "بی بی ہر چند کہ تم نبیرہ سامری کی زوجہ ہو' بہو سامری کی کہلاتی ہو' لیکن سحر کا طریقہ نہیں جانتی ہو۔ اب عیار تمہارے میاں کو زک پہنچا کے کیا کریں گے۔ یہ نیل گاؤ اس طرح کا سحر ہے کہ اسی سے بچنا مشکل ہے۔ مہ رخ بادشاہ لشکر کچھ تو سمجھ کر ہوئی ہے۔ ایسی دیسی تھوڑی ہے۔ یہ سحر کسی سے نہ اترے گا۔ تھوڑے عرصے میں میاں تمہارے تمہیں مارے آتے ہوں گے۔ شاہ جادواں کو جلد لکھ کر بھیجنا چاہیے وہ شاید مدد سحر کریں۔ ورنہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔ میں اسی دن کے لیے سوچتی تھی اور منع کرتی تھی۔

صورت نگار یہ باتیں سن کر رونے لگی اور حیرت نے سب حال مصور کے لڑنے کا اور نیل گاؤ کے پیچھے جانے کا شاہ جادواں کو لکھ کر بھیجا۔ چیلا سحر کا نامہ لے کر باغ سیب میں آیا۔

بادشاہ طلسم تخت حکومت پر جلوہ گر تھا کہ نامہ پہنچا۔ نامہ پڑھتے ہی زانو پر ہاتھ مارا۔

"ہائے یہ کائنات کے سحر ہمارے بتلائے ہوئے ہماری ہی فتح پر ہوتے ہیں۔"

یہ افسوس کر کے باغبان وزیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "اے دستور دانا' یہ سحر مہ رخ کا وہ ہے کہ سارا عالم اگر دور کرے جب بھی دفع نہ ہو۔ وہاں میں خود جاؤں تو البتہ مداوا کا ممکن ہے۔"

باغبان یہ تقریر سن کر عرض پیرا ہوا۔ "حضور مجھ کو حکم دیں کہ آپ کے عوض جا کر کام کروں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "اس میں جان کا خوف ہے اگر ذرا بھی کچھ فکر کرو گے۔ ہلاک

ہو جاؤ گے۔"

وزیر نے عرض کیا۔ "میری مجال ہے جو خلاف حکم بادشاہی عمل میں لاؤں۔"

یہ عرض سن کر بادشاہ طلسم نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ زمین سے ایک چیلا کئی گز کا جسیم و حجیم پیدا ہو کر سامنے آیا اور بادشاہ کو سلام کر کے ٹھہرا۔

بادشاہ نے کہا۔ "اے غلام سامری مجھ کو تھوڑی سی مٹی اس طرح کی جو لباس جمشید یا سامری میں بھری گئی ہو اور خداوند نے وہ لباس پہنا ہو، اس میں کی چاہیے۔"

وہ چیلا ہنسا اور گویا ہوا کہ اے بادشاہ تیرا ہی مرتبہ ایسا ہے کہ جو کچھ مانگے حاضر ہو سکتا ہے۔

یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور بعد لمحہ کے تھوڑی سی مٹی لیے ہوئے حاضر ہوا۔ شاہ طلسم نے وہ مٹی لے کر پہلے سر پر رکھی آنکھوں سے لگائی۔ پھر سحر ایسا پڑھا کہ وہ مٹی ہاتھ پر سے اڑ کر سمت ہوا گئی اور ابر بن کر تیار ہوئی۔ لکہ ابر سر پر بادشاہ کے آ کر مثل چتر ٹھہرنے لگا۔

بادشاہ نے وزیر سے کہا۔ "اب تم جاؤ لکہ ابر ساتھ لو اور جہاں مصور ہو اس ابر سے حکم کرنا کہ چشمہ سامری برسا دے۔ یہ ابر برسے گا سحر دفع ہو جائے گا۔

باغبان یہ حکم سن کر اٹھا اور آداب بجا لا کر رخصت ہوا۔ اپنے تخت پر سوار ہو کر چلا۔ شاہ نے اس ابر کو بھی حکم دیا۔ "اس کے ساتھ جاؤ اور جو یہ کہے بجا لاؤ۔"

لکہ ابر سر پر باغبان کے آ کر چھایا اور یہ روانہ ہوا۔ زوجہ اس کی ملکہ گلچیں جادو اپنے باغ میں تھی۔ اس نے شوہر کے جانے کی خبر سن کر ایک چیلے کو بھیجا کہ جائے اور وزیر مذکور کو یہاں بلا لائے کہنا کہ ایک بات سنتے جاؤ۔" چیلا راہ میں اس کو ملا اور پیام کہا۔ یہ اپنی زوجہ کے پاس آیا۔ حال اس کے باغ وغیرہ کا جلد اول میں بیان ہوا ہے۔

غرضیکہ بی بی نے اس کو سمجھایا کہ "صاحب تم کو میں نے بارہا منع کیا ہے کہ لڑائی میں عیار ہر ایک کو مار ڈالتے ہیں۔ تم دخل نہ دو۔ مگر تم مانتے نہیں ہو۔ مناسب

ہے کہ اب بھی باز آؤ۔ کئی بار عمرو کے ہاتھ سے زک پا چکے ہو۔ دیکھو منع کرتا میرا مانو ورنہ پچھتاؤ گے۔"

باغبان نے جواب دیا۔ "تمہارا کہنا سب صحیح ہے مگر نوکری کر کے انسان تابعداری سے بچ نہیں سکتا' ملک کے کام کو کہاں تک ٹالا جائے۔"

فی الجملہ باغبان تو یہ سبب سمجھانے اپنی زوجہ کے عرصے تک یہاں ٹھہرا۔ آخر اس کو فہمائش کر کے روانہ ہوا۔ مگر اتنے میں مصور نیل گاؤ کے تعاقب میں لشکر سے بہت دور نکل گیا اور ایک صحرائے فرح افزا میں پہنچا کہ دامن دشت دامن گلچیں گل دیوانے چمن سے نظر آتا تھا۔ پچھلا پہر دن باقی تھا۔ سہانا وقت سایہ ڈھلا' جانوروں کا شجر پر بسیرا لینا نہایت لطف دکھاتا تھا کہ

دشت رنگیں ہرا بھرا دیکھا
دامن کوہ پر فضا دیکھا
چشمے لہرا رہے تھے ایسے صاف
چشمہ مہر و مہ سے شفاف
دامن دشت دامن گل چیں
روح جاناں کی طرح سے رنگیں
قیس کی روح نے بسایا تھا
رخ لیلیٰ کا صاف نقشہ تھا
سرو الفت ہر ایک بگولا تھا
آہ عاشق ہوا کا جھونکا تھا

مصور اس جگہ مسرور و شاد ہوا اور گاؤ بھی آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ غرضیکہ گاؤ اس کو سر دکھاتا ہوا ایک حصار کے قریب لایا۔ اس صحرا میں وہ چار دیواری زمرد کی بنی تھی کہ واقعی عروس بہار کی جگہ عروسی تھی۔ وہ گاؤ اس احاطہ میں چلا گیا۔ یہ بھی اس

کے فراق میں اندر قدم زن ہوا یہاں چمنستان پر بہار لگا تھا۔ سبحان اللہ رشک رضوان سیر کو اس جگہ کی للچاتا تھا۔ سبزہ نوخیز وہاں کا سبز رنگان دہر کی مژگان کو شرماتا تھا، آنکھیں ندامت سے جھکاتا تھا۔ گل ہائے سمن و نسرین نازک بدن گلرنگ کو بلکہ سیوتی سے رنگ کے معشوق کو شرمندہ کرتے گل چند تجمل زیب دہ و سادہ گلشن تھے۔ روش بڑی آراستہ سرو و شمشاد مثل نوجوان نوخاستہ نرگس وہاں بیمار نہ تھی، تندرست تھی۔ نخل ہر ثمر درست تھی۔

تھے زر گل سے وہ سب درخت نہاں
شاخ ہر ایک واں کی مالا مال
تھا کسی جا جو پھول نرگس کا
اس سے تھا چشم منتظر کا پتا
عکس افگن تھے اس طرح اشجار
جیسے گلشن میں چھائے ابر بہار
لالہ سرخ تھا کہیں پھولا
داغ عاشق کے دل کا تھا تختہ
سنبل تر بسان شیفتہ سر
بال بکھرائے تھا وہاں اکثر

سامنے چمن ستان کے بارہ دری عالی شان تھی۔ اوج مراتب میں برتر از آسمان تھی۔ سقف و ایوان پر کنگرے مثل انجم سپہر بریں جواہر کار روشن عجیب طرح کا جوبن اس مکان کا چار چاند کیا ہزار چاند لگے تھے۔ محراب دروں کی بلائیں آسا تھی۔ دالان میں پردے پڑے تھے۔ گوش گل کے پردوں کی شان رکھتے تھے۔ گلبدن اس کا وصف سننے کو کان

رکھتے تھے۔ منصور حیران گاؤ کا سر دیکھتا آگے بڑھا۔ وہ گاؤ بھی بادہ دری کی طرف چلا۔ اندر سے پردے کے دو ہاتھ تیر و کمان لیے نکلے اور سر سر کی آواز آئی۔ تیر اس گاؤ پر آ کر پڑا کہ وہ گرا اور پانی ہو کر بہہ گیا۔ منصور ان دونوں پنجہ نگاری کو دیکھ کر بیتاب ہو گیا اور سوچا۔ اس پردے میں کوئی صیاد صید کن دل ہائے عشاق ناشاد ہے۔ دل چھین لینے میں بہت طاق اور مشاق ہے۔ یہ سوچ کر دل سردست کھو بیٹھا۔ ہوش و حواس سے دل کھو بیٹھا۔ پردے کے پاس آ کر پکارا۔

جنگل نشیں ہیں آنکھیں مجھ سے دو چار کیجے
وادی دل میں آ کے سیر و شکار کیجے

ہائے او ظالم اعلم تو کون ہے کہ میں شکار کو آیا تھا۔ میرے صید کو بھی شکار کیا اور میرے دل کو در پردہ تیر جفا کا نشانہ بنایا' تیرے تیر کے ساتھ اپنا یہ حال ہوا ہے کہ

چاہتے ہیں قفس کو توڑ سارے موانست کو چھوڑ
پھر ہوں اسی طرف رواں آتش و باد و آب و خاک

جب اس نے یہ کلام کہے۔ اندر سے آواز آئی۔ مرد دنیا میں بے وفا ہوتے ہیں۔ مطلب کے آشنا ہوتے ہیں۔ اسی لیے ہم نے آبادی سے منہ موڑا مجنوں کردار جنگل اپنا مسکن بنایا۔ رشتہ الفت اہل عالم توڑا۔

منصور نے یہ سن کر کہا۔

اس بندے کی چاہ دیکھئے گا
اور اس کا نباہ دیکھئے گا
میں کیسی بتاتا ہوں تم سے
انشا اللہ دیکھئے گا
فوجیں اشکوں کی چل رہی ہیں
یہ حشمت و جاہ دیکھئے گا

اے عربدہ ساز نیرنگ پرداز انجمن محفل میں کبھی آپ کی اطاعت سے منہ نہ موڑوں گا۔ تمام عمر غلامی سے گردن نہ پھیروں گا۔

یہ کلمات کہتا تھا کہ صدا آئی۔ "بہتوں کو غلام ہوتے دیکھا ہے ایک تم باقی ہو، اچھا اندر آؤ، تمہارا بھی عشق دیکھیں کیسا ہے۔"

مصور یہ سن کر شاد شاد پردہ اٹھا کر اندر آیا۔ پردہ کیا اٹھایا کہ پردہ علم و ننگ اٹھ گیا۔ ایک آفتاب محشر کو کہ پردہ ابر میں چھپی ہوئی تھی۔ واہ ری عربدہ ساز کہ ہزار ہا پتلیاں جس کے ہاتھ پر لکھی تھیں کہ ہاتھ دکھاتے ہی کیا جادوگری کا کرتب یاد آیا تھا کہ ایسے مکار کو دیوانہ کر دیا۔

مصور کی آنکھ برق تجلی جمال سے خیرہ ہوئی۔ واہ واہ زلف سیاہ کا قرین چشم آنے سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ ہندو برلب چشمہ شوخی اشنان کرنے آیا تھا۔ نہیں نہیں آہوان ختن نے شمیم کا گل معنبر کو سونگھنا چاہا تھا۔ آنکھوں کے لال ڈورے برق سپہر شرارت تھے۔ نگاہ بجلی کی طرح کوندتی تھی۔ صاعقہ کو سبزہ کی طرح روندتی تھی۔ رخسار اس کے گلزار حسن کے گل تھے۔ لب معجز نما نزاکت میں گلبرگ جان بلبل تھے۔ لب نازک کے قرین خال تھا۔ نہیں نہیں، اشتیاق بوسہ مجسم ہوا تھا۔ عشاق کا خیال تھا، مختصر یہ کہ وہ جان عشاق کی جان تھی۔

آستین کوچہ ماہتاب نظر آئی تھی
اس کی ساعد کے چمکنے کی تھی یہ پھیلاوٹ
سینہ جوں آئینہ شفاف شکم ایسا صاف
جس میں مخمل کی شکن کی سی پڑی تہری بٹ
سبز سبز اس کے وہ سب رونگٹے یا وادی گل
نیلی ایسی دھواں جیسے کہ سنبل کی لٹ
قمقمے نور کی تھیں اس کی جو تھیں وہ دونوں
ہو انھیں دیکھتے ہی اور ہی کچھ للچاہٹ
گزک بادہ کشا رنگڑے سے دونوں
دل یہ چاہے کہ انھیں دوڑ کے لے بھاگے چپٹ
گدگداہٹ پہ اگر ناف کی پڑ جائے نظر
پس کف دست خیال اس سے وہیں جائے لپٹ
ہو یقین دل کو کہ ہے حسن کے دریا کا بھنور
گھر کے ساری ہی نزاکت یہاں آئی ہے سمٹ

مصور اس کے حسن کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور اس آئینہ رو نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔ "صاحب' آئے ہو تو بیٹھ جاؤ۔"

یہ حکم پا کر بیٹھا۔ اس نے جام بادہ گلرنگ لبریز کر کے کہا۔ "لیجیے یہ ساغر الفت ہے نوش کیجیے اور مجھ سے عہد و پیمان کیجیے۔ قول و قسم دیجیے کہ کبھی کسی اور سے دل نہ لگاؤں گا اور جورو یا کوئی آشنا اب میرے پاس ہو گی اس کا سر کاٹ لاؤں گا۔"

مصور نے وہ جام اس کے ہاتھ سے لیا اور کہا۔ "تجھ پر جب اپنی جان نثار ہے تو پھر اور کسی کی جان کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جورو کیا مردار ہے۔ میں ابھی اس کا سر لا

آزار ٹوٹ گیا۔ کنیزیں پروانہ وار اس شمع انجمن ساحری پر آگریں اور پشواز درست کی دیکھا تو اس کا پیشاب خطا ہو گیا ہے۔ اسی طرح بوندیں پیشاب کی ٹپکتی ہوئی کنیزیں اس کو اٹھا کر لے بھاگیں۔

مصور نے بڑھ کر دو ایک کو زخمی کیا۔ لونڈیاں برا بھلا کہتی ہوئی بھاگیں۔ "یہ موا آپ سے گزر گیا ہے۔ نگوڑ مارے کو بڑھاپے میں یہ حوصلہ سوجھا ہے کہ گھڑی گھڑی سحر کی چلبلوں پر عاشق ہو آتا ہے۔"

ایک بولی۔ "اس جوبک پر ہائے وائے کرنا' دم عاشق کا بھرنا چھوٹے منہ نہیں اچھا لگتا۔"

دوسری بولی۔ "نگوڑ مارے سے لڑنے کو کس نے کہا تھا کہ وہاں دمبدم جاتا ہے اور سڑی ہو کر آتا ہے۔"

تیسری بولی۔ "قربان ایسے لڑنے کے جب پھرے تو گھر ہی والوں پر جوتا تیز کیا۔ مہ رخ اور بہار کے سامنے تلی مرتی ہے۔ وہاں سوائے ہاتھ باندھنے کے اور کچھ نہیں ہوتا۔"

غرضیکہ ایک ہنگامہ عظیم بپا ہے۔ یہ ہر ایک کو سگ دیوانہ کی طرح مارتا پھرتا ہے۔ لوگ بھاگے پھرتے ہیں۔ لشکر میں کھر بندی ہوئی ہے کہ ہمیں ضرر نہ پہنچائے جو کوئی ادھر سے نکلتا ہے۔ لوگ منع کرتے ہیں کہ ادھر نہ جاؤ۔ ایک سڑی آتا ہے۔"

دور دور سے لوگ ڈھیلے اور پتھر مارتے ہیں لونڈے ایک طرف تالیاں دیتے ہیں۔ "لو لو بے دھتا ہے" کا شور بلند ہے جب یہ آگے بڑھتا ہے لوگ ساتھ ہوتے ہیں۔ لڑکے کہتے ہیں۔ "جاتا ہے' لینا جاتا ہے۔" جب پیچھے پھرتا ہے۔ سب بھاگتے ہیں۔ جب اس کے کوئی ڈھیلا لگتا ہے یہ کہتا ہے۔

زخم پر چھڑکیں نہ کیوں طفلاں سے پروا نمک
کیا مزا ہوتا اگر پتھر میں بھی ہوتا نمک

حیرت نے جو یہ غلغلہ سنا پوچھا۔ "یہ کیا غل ہے۔ ہنوز کوئی خبر نہ لایا تھا کہ کنیزیں

صورت نگار کو پیشاب میں لت پت لیے ہوئے پہنچیں۔"

حیرت نے دیکھا کہ سب بدحواس اور صورت نگار کا پائجامہ ٹخنے سے نیچے اترا ڈوپٹہ کہیں، محرم کہیں۔ کچھ عجب عالم ہے۔ اس نے پوچھا۔ "کیا ہوا۔ سب یہی کہتی ہیں کہ وہ آ گیا۔ کوئی نہیں کہتا کہ مصور آ گیا اور ہوش میں آ کر صورت نگار تخت کے پیچھے چھپ رہی اور حیرت باہر نکل آئی۔ لڑکی اور لشکریوں کو روکا اور آپ قریب آئی کہا۔ "اے مرشد زادے، آپ کس کو مارتے پھرتے ہیں اس نے بغور صورت دیکھ کر حیرت کو پہچانا اور کہا۔ "اے ملکہ میں اس قحبہ صورت نگار کو ڈھونڈتا ہوں۔"

حیرت نے کہا۔ "آئیے میں آپ کا اس کا سامنا کروں مصور اس کے ساتھ بارگاہ میں آیا اور کرسی پر بیٹھا، مگر نہایت مضطرب ہے کہ بی بی کو کس طرح پاؤں تو سر کاٹ کر معشوقہ کے پاس لے چلوں۔ پل لحظہ بہ لحظہ کرسی سے اٹھتا ہے۔ حیرت روتی ہے کہ "صاحب محمرو میں نے لوگ گرفتار کرنے کو بھیجے ہیں۔ وہ آیا چاہتی ہے۔" یہ کہہ کر روتی ہے اور سحر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہے کچھ اثر نہیں ہوتا۔"

عیاروں نے یہ سب خبریں مہ رخ سے کہی ہیں۔ وہاں سب بیٹھے قہقہے لگا رہے ہیں۔ تعریف ہو رہی ہے۔ "اے ملکہ سبحان اللہ کیا سحر کیا ہے۔"

مہ رخ کہہ رہی ہے کہ اس سحر کا لطف جب ہے کہ کوئی لباس سامری کی بادشاہ طلسم کو تہ لے اور وہ بجز و ابھی عاجز آ جائے۔"

فی الحال مصور پھر گھبرا کر اٹھا اور کہا۔ "اے ملکہ جلد بلوائیے اس مادا دی کو کہ میں سر کاٹ کر اپنی معشوقہ کے پاس لے جاؤں۔"

حیرت نے کہا۔ "اچھا بلواتی ہوں لیکن اس کے مارنے سے کیا حاصل ہے۔"

اس نے کہا۔ "اس بیسوا کے چھپنے میں کھٹکا رہے گا اور دوسرے فرمائش محبوبہ سے ناچار ہوں کہ اس نے سر مانگا ہے۔"

حیرت نے کہا۔ "میں بغیر قتل صورت نگار تمہاری معشوقہ بلوائے دیتی ہوں اور چاہا کہ کسی تن حسینہ کو بلوا کر اس کا دل اس کی طرف مخاطب کروں۔"

لیکن اس نے کہا۔ "میں بغیر قتل کیے اپنی ندیم کے باز نہ آؤں گی۔ افسوس کہ معشوقہ کبھی نہ کبھی ایک ادنیٰ کنیز کا سر مانگے اور عاشق سے فرمائش پوری نہ ہو سکے۔"

یہ کلمات سن کر صورت نگار کا یہ حال ہوا کہ زیر تخت تھر تھر کانپنے لگی۔

لیکن اور دل لگی سنئے کہ عیار بعد خبر دینے اپنی مالکہ کے پھر اس کا تماشہ دیکھنے آئے تھے۔ ان میں سے برق بصورت چبدار بہل کھڑا تھا اور صرصر بھی حاضر تھی۔ اس نے صرصر کے بازو میں چٹکی لی۔ جب اس نے پھر کر دیکھا۔ اس نے چپکے سے کہا۔ "کیوں استانی کبھی تم نے طلسم میں ایسی لڑائی بھی دیکھی تھی۔ یہ سحر بھی کرتے کسی کو سنا تھا۔"

صرصر نے یہ سن کر اس کو پہچانا اور خنجر کھینچا۔ برق نے جو مردھا کھڑا تھا اس کا بازو پکڑ کر سامنے کر دیا اور پچھلا کی آپ اس کے پیچھے ہو گیا۔ خنجر مردھے پر پڑا کہ وہ زخمی ہو کر گرا اور سب مرد ہوں وغیرہ نے غل مچایا۔ "ارے لیٹا یہ عیار ہے اس نے مارا ہے۔"

باہر کے ساحر یہ سمجھ کر دوڑے کہ شاید مصور مار رہا ہے اور صرصر سمجھی کہ اس وقت عیار کے دھوکے میں پٹ جائے گی۔ نکل جا پھر چلی آنا۔ یہ سمجھ کر جست کر کے بھاگی۔

حیرت کو یقین کامل ہوا کہ یہ عیار بہ شکل صرصر تھا پس اس نے سحر کیا کہ صرصر باہر جا کر ٹھہر گئی۔ ادھر سے جو دوڑے تھے وہ پکڑ کر اندر لائے۔

حیرت نے حکم دیا۔ "مار پڑے۔"

مردھے اور چبدار وغیرہ مارنے لگے۔ ہر چند یہ کہتی ہے۔ "میں صرصر ہوں۔" عیار وہ جو چبدار بنا کھڑا ہے۔

مردھے کہتے ہیں۔ "دیکھئے ہمارے بھائی کو عیار بتاتا ہے اور آپ بچنا چاہتا ہے۔" یہ کہتے ہیں اور مار رہے ہیں۔

اس وقت اور عیار بچیاں صبا رفتار وغیرہ چاروں آگئیں اور بسبب ساتھ رہنے کے انہوں

نے صرصر کو بچایا اور حقہ ہائے نفتی مردوں پر مارے کہ بارگاہ میں دھواں بیہوشی کا بلند ہوا۔

حیرت گھبرا کر بزور سحر اڑ گئی کہ معلوم ہوتا ہے اور بہت سے عیار آ گئے ہیں۔

برق نے اس اندھیرے میں دو ایک ساحروں کو مارا۔ غل ان کے مرنے کا بلند ہوا۔ اب تو لشکری بھی دوڑے اور مصور نے اٹھ کر مارنا شروع کیا۔ ترسول پنسول تیغہ سحر چلنے لگے۔

اب عیار بچیاں صرصر کو لے کر نکل گئیں اور برق بھی کنارے ہوا لیکن غل ہر ایک کی زبان پر نعرہ بلند ہے کہ "لینا مارنا جانے نہ پائے۔ جو آتا ہے یہی کہتا ہے' سر و پاؤں نہیں کہ کس ماریں بعض لوگ بھاگے جاتے ہیں دکانیں لشکر کی بند ہو گئیں۔ جو کوئی پوچھتا ہے کہ کیا ماجرا ہے کہتے ہیں کہ "وہ آ گئے۔"

اسی ہنگامہ میں حیرت نے بلندی پر سے دیکھا کہ عیار کوئی نظر نہیں آتا سمجھی کہ سب نکل گئے۔ اس نے سحر پڑھا کہ وہ ہنگامہ ہٹا۔ یعنی لشکری لڑنے سے تھم گئے۔

لیکن مصور بموجب اس مثل کے کہ "دیوانہ را ہوئے بس است' نہیں رکتا ہے۔ حیرت جلد اس کے پاس آئی اور کہا۔ "تمہاری بی بی کے سر کٹنے میں ہنگامہ ہوا ہے۔ چلو سر اس کا آیا ہے۔"

یہ سن کر وہ ساتھ ہوا اور ملکہ نے کہا جلد منادی کرا دو۔ لشکر میں امان ہوئی۔ عیار بچیاں بھی بارگاہ میں آئیں۔ ملکہ نے ان سے پوچھا۔ "یہ کیا ماجرا تھا۔"

انہوں نے کہا۔ "اس طرح عیار نے وقت خنجر زنی مردے کو سامنے کر دیا تھا۔"

یہ کہہ کر ادھر ادھر دیکھا۔ برق پھر صورت بدل کر آ کھڑا ہوا تھا۔ اس پر صرصر کی نگاہ پڑی کہا۔ "دیکھیے یہ ہوا تھا۔"

برق یہ کہتا ہوا بھاگا۔ "ہم پھر دو چار کو مارنے آئے تھے۔"

حیرت دنگ ہو گئی اور کہا۔ "سامری ان موذیوں کے ہاتھ سے کب نجات دیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر مصور کی دلجوئی میں مصروف ہوئی اور برق نے جا کر حال سارے ہنگامہ کا

سہ رخ سے بیان کیا۔ یہاں تو یہ حال ہے۔

لیکن ادھر باغبان جب اپنی زوجہ کو سمجھا کر روانہ ہوا اور دریائے سحر کے پار اترا اور جو پتہ کہ بادشاہ طلسم نے دیا تھا اسی سمت چلا اور احاطہ سحر کے قریب پہنچ کر تخت سے اتر کر اندر گیا۔ جب چمن ستان میں پہنچا۔ پردے کے اندر سے آواز آئی۔ "کون آتا ہے۔ اگر مصور ہے تو ہمارا عاشق ہے آئے اور جو کوئی اور ہے تو میں تیر سے نشانہ اجل کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر تیر و کمان پردے کے باہر نکلا۔ باغبان سمجھا کہ یہاں ٹھہرنا مناسب نہیں اور مجھ کو شاہ جاوداں نے جو کچھ سمجھا دیا ہے وہ کرنا چاہیے' خلاف اس کے کرنا خطا پاتا ہے۔

یہ سمجھ کر جلد وہاں سے پھرا اور لکہ ابر اپلنگ اس کے سر پر سایہ افگن تھا۔ اس سبب سے اس باغ سحر سے نکل آیا۔ نہیں تو باہر ممکن نہ تھا اور بہ تلاش مصور لشکر حیرت میں آیا کیونکہ پردے سے صدا سن چکا تھا کہ مصور عاشق ہمارا ہے سمجھا کہ وہ دیوانہ ہو کر لشکر میں گیا ہو گا۔ فی الجملہ اس وقت یہ آ کر پہنچا کہ یہاں وہ ہنگامہ مٹ چکا ہے۔ سب بیٹھے ہیں کہ اس کے آنے کی خبر سن کر ملکہ حیرت نے پیشوائی کو لوگ بھیجے۔ اس نے آ کر ملکہ کو تسلیم کی اور نذر دی۔ پایہ چہارم تخت پر جگہ بیٹھنے کو ملی اور حیرت نے اس وقت ایک ساغر آب پر سحر دم کر کے مصور کو دیا کہ "پیجیے" اس نے وہ پانی لے کر پھینک دیا اور کہا۔ "اے ملکہ خاک اس شخص کے سر پر جو معشوقہ سے وعدہ کرے کہ میں کسی کے ہاتھ سے شراب کا جام نہیں پیوں گا اور پھر ساغر لے کر غیر سے پیئے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔"

یہ کلمات سن کر باغبان نے کہا۔ "اے مرشد زادے مجھ کو شاہ طلسم نے بھیجا ہے اور کہا ہے کہ تم کو ساتھ لے جا کر تمہاری معشوقہ کو راضی کرا دوں۔ تم جانتے ہو کہ شاہ جاوداں کے قبضہ میں جو کچھ طلسم میں ہے' سب ہے۔ میں جب اس کو فرمان شاہی سناؤں گا وہ تم سے ضرور راضی ہو گی۔"

یہ کہہ کر اٹھا کہ آؤ چلو۔ مصور سمجھا کہ صورت نگار تو ملتی بھی نہیں پھر اس کے ساتھ چلو۔ شاید مطلب نکل آئے یہ سوچ کر بموجب مثل (دیوانہ بکار خویش ہشیار) اس کے ساتھ ہو لیا۔

باغبان تخت سحر پر بٹھا کر بہلاتا ہوا کہ ابھی تم اس کے وصل سے کامیاب ہو گے تسکین دیتا ہوا قریب حصار لایا اور تخت سے اتر کر کہا۔ "اے مرشد زادے' میں بغیر حکم تمہاری معشوقہ کے اندر نہیں جا سکتا۔ ایسا نہ ہو کہ تم سے بھی ناراض ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ تم اندر جاؤ اور جب وہ کہے کہ سر لائے تو کہنا کہ ہاں۔ دروازے پر سر آدمی لیے کھڑا ہے۔ چلو دیکھو اور سیر چمن بھی کر وہیں اس حیلے سے اس کو یہاں بلا لاؤ تو میں حکم بادشاہ اس کو سنا کر راضی کر دوں کہ پھر تمام عمر اس کے پاس رہو اور تم کو وہ کبھی جدا نہ کرے۔"

مصور کو یہ بات پسند آئی اور اندر گیا اس پری نے پکارا۔ "کون آتا ہے۔"

اس نے نام بتایا۔

اس نے پردہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھ کر مسکرا کر پوچھا۔ "کہو ہماری فرمائش لائے یا خالی ہاتھ پھر آئے۔"

اس نے کہا۔ "بھلا میری کیا مجال ہے۔ جو خلاف حکم آپ کے عمل میں لاؤں گا اور لایا وہ مجھ سے بھاگ گئی تھی۔ اس سبب سے اس کے ڈھونڈنے میں عرصہ ہوا۔ جب ملی تو سر کاٹ کر لایا۔"

اس نے کہا۔ "تو پھر لاؤ کہاں ہے۔"

اس نے کہا۔ "میرا ملازم دروازے پر کھڑا ہے۔ وہیں جا کر دیکھ لیجئے اور آنکھیں کنوئیں سے اپنے مل کر گلگشت چمن کیجئے۔"

یہ سن کر وہ سراپا ناز بصد انداز پردہ اٹھا کر نکل آئی اور اس کا ہاتھ آ کر پکڑ لیا۔ گلے میں باہیں ڈال کر سمت دروازہ چلی۔

باغبان نے دروازے سے جھانک کر اس کو آتے دیکھ کر لکہ ابر کو حکم دیا۔ آب چشمہ

ساحری برسا دے۔" ابر گرج گرج کر چمن میں چھایا اور ایسا چھینٹا زور سے پڑا کہ وہ نازنین بھاگ کر بارہ دری کی طرف چلی تھی راستے ہی میں شرابور ہو گئی اور مصور سے پکار کر کہا۔ "او ظالم تو نے دغا کی۔"

یہ کہہ کر جوگری کاغذ کی طرح گل گئی اور پانی موسلا دھار پڑنے لگا۔ دیوار باغ حصار و چمن ستان و بارہ دری وغیرہ بالو کی دیوار کی طرح بہہ کر ناپدید ہو گئیں۔

مصور پہلے تو بہ چشم حیرت کھڑا ہوا۔ یہ حال دیکھا کیا اور رویا کیا کہ یہ مکان سراب کدہ ناپائدار میں حباب کی طرح تھا۔ افسوس یہ کیسا مینہ برسا کون عاشق اس طرح پھوٹ کر رویا جس کی آہ سرد ہوا بن کر ایسے ابر کو گھیر لائی۔ جس نے یہ آفت ڈھائی۔

غرضیکہ جب وہ جگہ مع اس معشوق رعنا کے برباد ہو چکی اور نگاہ دور اندیش کے سامنے سے وہ دھوکے کی ٹٹی یہ بھی بیہوش ہو گیا۔ باغبان نے اس کو آ کر اٹھایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی دیکھا کہ پانی تھم گیا ہے اور میں ایک صحرائے لق و دق میں ہمراہ باغبان کھڑا ہوں۔ یہ حال دیکھ کر متفکر ہوا۔

باغبان نے از ابتدا تا انتہا کیفیت اس کے مسحور ہونے کی بیان کی اور کہا۔ "اس جگہ کی زمین دیکھو۔"

اس نے جو سمت زمین دیکھا معلوم ہوا کہ ایک گھروندا لکیروں کا بنا ہے اوس میں بیحدود سے درختوں کے نقش بنے ہیں اور ایک تصویر گاؤ اور پتلی کی بنی ہے۔

اس نے کہا۔ "یہی گھروندا باغ مجھ کو معلوم ہوتا تھا اور ایسی تصویر پہ میں عاشق تھا۔

وزیر نے کہا۔ "اے مرشد زادے' یہ سحر ایسا تھا کہ شہ تک اس سے عاجز تھے۔ سامری نے تمہیں بچایا۔ اب چلو شہ تمہیں یاد کرتے ہیں۔"

کہا۔ "میں بوجہ ندامت کے شہنشاہ کے سامنے نہ جاؤں گا۔ مجھ کو لشکر میں لے چلو۔ تاکہ اپنی بی بی سے صفائی کر سکوں۔"

باغبان اس کو لے کر چلا اور لشکر میں آیا۔ لشکریوں نے جا کر حیرت سے بیان کیا کہ مصور آگئے ہیں۔

صورت نگار بعد اس کے جانے کے تخت کے نیچے سے نکلی تھی۔ اب آتے جو حملہ پھر تخت کے نیچے چھپ رہی اور کنیزیں بھاگیں۔ مگر باغبان اس کو لے کر بارگاہ میں اترا۔ اس نے ملکہ حیرت کو سلام کیا اور اتر کر بیٹھا۔ ہوش کی باتیں کیں۔ سب خوش ہوئے۔

صورت نگار بھی تخت کے نیچے سے نکلی۔ مصور نے اس کے رو برو ہاتھ باندھ کے کہا "اے بی بی تو میری خطا کو معاف کر میں نے بے وجہ تجھ کو گالیاں دیں اور قتل کا درپے ہوا۔"

صورت نگار نے کہا "میں اسی دن کے لیے منع کرتی تھی۔ آپ نے نہ مانا۔ اب یہ ذلت پر ذلت اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اب ہاتھ باندھنا اپنا رہنے دو۔ میں درگزری ایسے ملاپ سے۔ اگر یہ عہد کرو کہ میں اکیلا لڑنے نہ جاؤں گا تو البتہ میں ملتی ہوں۔"

اس نے کہا "اے ملکہ ابھی تو بیشک لڑنے نہ جاؤں گا لیکن ایک سحر میرے باپ نے اپنے باپ سے یعنی سامری سے یاد کیا تھا اور وہ مجھ کو بتلایا ہے۔ اس سحر کو میں تیار کر لوں تو ان ذلتوں کا بدلہ لوں گا۔"

غرضیکہ یہ عہد و پیمان کر کے سب داد عشرت دینے میں مصروف ہوئے شراب خواری کرنے لگے اور اہلکاروں نے یہ سب خبریں جا کر ملکہ مہ رخ سے عرض کیں کہ اس طرح باغبان نے آ کر سحر اتار دیا۔ مصور اچھا ہو کر آیا ہے۔ ناچ ہو رہا ہے۔ باغبان وزیر کی دعوت ہے' تیاری ہو رہی ہے۔

یہ خبر سن کر مہ رخ نے کہا "خیر خدا مالک ہے معلوم ہوتا ہے کہ پنبہ لباس سامری شاہ طلسم کو دستیاب ہو گیا جب ہی پنبہ غفلت مصور کے گوش ہوش سے نکلا۔"

یہ کلمات سن کر برق عیار کہ جو اس وقت موجود تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے آیا اور عرض پیرا ہوا۔ "جب آپ سے اور بہار سے مشورہ مصور کے دیوانہ کرنے کی نسبت ہوا تھا تو میں نے عرض کیا تھا کہ دوبارہ آپ لوگ اس کو سٹری کیجیے گا تو ہم بھی کچھ نہ کچھ سزا دیں گے۔ اب بموجب اس قول کے نوبت تو گزشتہ نوبت ما رسید ہمارا حصہ اس وزیر باغبان کو زک دینے کا ہے اور انشا اللہ مع حیرت و مصور وغیرہ جتنے

یہ ساحر ہیں سب کو اگر آج ذلیل نہ کیا تو اپنا نام نہ رکھا۔ کیونکہ یہ وزیر مسخرا استاد کے ہاتھ سے کئی بار زک اٹھا چکا ہے' آج باز نہ آیا تو ایسا اس کو ذلیل کروں کہ پھر کبھی حرامزادہ ادھر رخ نہ کرے۔"

مہ رخ نے جواب دیا۔ "بحق آپ ایسے ہی ہیں اور ہم سب نے آپ ہی لوگوں کی بدولت بعنایت خدا آج تک فتح پائی ہے۔ اب کیا ضروری ہے کہ آپ تکلیف کریں اگر یہ وزیر لڑے گا تو دیکھ لیا جائے گا۔ ابھی چھیڑنا مناسب نہیں کیونکہ خواجہ سلامت نہیں ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ پیچ میں پڑ جائے۔ باغیان زبردست بہت ہے۔"

برق نے کہا۔ "اے ملکہ خدا تعالیٰ ہمارا قادر و توانا ہے اگر اس وزیر کو سزا نہ ملے گی۔ جسارت یہ جنگ و جدال کرے گا اور چھیڑ اس نے آپ ہی کی قول و اقرار جو استاد سے ہوئے تھے وہ سب بھول گیا۔ انشا اللہ العزیز میں اس کو قرار واقعی سزا دوں گا اور علاوہ بریں قول مرداں جان دارد۔ آپ لوگوں کی باری ہو چکی۔ اب ہماری باری ہے۔"

یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل کر روانہ ہوا۔

○○○

• شیر صحرائی

اپنے سر دربار یہ گفتگو ہو رہی تھی۔ ہرکاروں نے لشکر حیرت کے جا کر سارا ماجرا حیرت سے بیان کیا کہ اس طرح عیار نے دعویٰ کیا ہے۔ باغبان نے کہا "عیاروں کی موت آئی ہے۔"

حیرت نے کہا "راستہ بند کر دینا چاہیے۔"

باغبان نے کہا "راہ بند کرنے میں معلوم ہوگا کہ ڈر گئے۔ آپ آنے تو دیجئے۔ آئیں گے اپنے پاؤں سے لیکن جائیں گے کس کے پاؤں سے۔ یہ کہہ کر چپ ہو رہا۔

حیرت نے حکم جشن کا دیا ہے کہ آج کی رات اے وزیر تمہاری دعوت ہے کل جانا۔ اس نے بھی منظور کیا ہے اسی وقت سے روشنی کی تیاری لشکر میں ہوئی ہے۔ جھاڑ سو سو کنول کا سر بلند فرشی دو رویہ سڑک کنارے سے استادہ ہیں۔ پردے سراچوں اور بارگاہ شاہی کو اٹھایا۔ اس اثنا میں دن تمام ہوا اور دشت عالم میں خیمہ ظلام ہوا عیار عالم آئے گوئے آفتاب عالمتاب کو دستان عیاراں کیسہ مغرب میں رکھا اور حقہ ہائے انجم کو میدان چرخ پر پھینکا کہ

چاندنی اس وقت کھلی یوں بھلی تھی
کہ گویا ایک چاندی کی ڈلی تھی
درختوں کو وہاں مہ کی ضیا نے
دیئے تھے بادلے کے شامیانے

شام سے تمام امرا وزیر افسر لشکر بارگاہ حیرت میں آ کر کرسی ہائے پرزر پر متمکن ہوئے۔ ساقیان مہر دیدار جام بادہ احمر دینے لگے۔ پری چہرگان یاسمن پیکر سامنے رقص کرنے

تھیں۔ غل بانگ عشرت بلند تھی۔ رقص مستانہ اداؤں کا دور ساغر و پیمانہ ہوشرباؤں کا اہل انجمن کو لایعقل بنائے تھا۔ چاندنی رات کا عالم لشکریوں کی دھوم شمعوں پر جیسے پروانوں کا ہجوم۔ یہاں تو یہ حال ہے۔

مگر برق روانہ ہوا تھا۔ پہلے صحرا میں آیا۔ غل عیاری کی بجائی۔ قران آواز پر اپنی جگہ سے اس کے پاس آیا۔ اس نے اپنے ارادے سے اس کو مطلع کیا اور کچھ باتیں قران نے اس کو تعلیم کیں کہ تم جاؤ میں اس صورت سے یہاں پہاڑ پر بیٹھا ہوں۔" اور کچھ کہ قران نے بتایا ہے حال اس کا آگے بیان ہوگا۔

غرضیکہ برق بموجب ہدایت قران روانہ ہوا اور صورت ایک خدمت گار کی اسی بن کر اسی جلسہ دعوت کی طرف چلا۔

وہاں حیرت نے خبر دعوے عیاراں سن کر صرصر وغیرہ عیار بچیوں کو بنا بر احتیاط نگہبانی کا حکم بلیغ دیا ہے۔ عیار بچیاں ہر طرف بہ ہوشیاری پھر رہی ہیں۔

جب برق وہاں پہنچا گھات میں ہوا کہ اپنا کام کرے۔ لیکن صرصر کی نگاہ اس پر پڑی۔ اس نے پہچان کر ڈانٹا۔ "موئے تو کیوں یہاں آیا ہے۔"

صرصر نے کہا۔ "رہ تو جا موذی کاٹے ابھی پکڑوائے دیتی ہوں اور حیرت سے کہنے چلی۔ برق بارگاہ سے جلد نکل گیا اور اس نے جا کر حیرت سے کہا۔ "برق آیا ہے۔"

حیرت نے اپنے ہاتھ سے ایک انگوٹھی اتار کر پھینکی کہ اے انگوٹھی اس بارگاہ میں جہاں کہیں عیار ہو گرفتار کر لا۔"

انگشتری ایک حلق آہنی بن کر چار طرف پھری۔ مگر برق تو پہلے ہی جا چکا تھا کہیں نہ ملا۔ انگشتری پھر آئی اور پھر انگوٹھی ہو گئی۔

ملکہ نے اٹھا کر پہن لی اور باغبان سے کہا۔ "میں یہاں آنے کی راہ بند کیے دیتی ہوں۔ عیار ابھی یہاں آیا تھا کیا فائدہ جو اس نے صحبت کو پریشان کیا۔"

باغبان نے عرض کیا آپ مالک ہیں جو چاہے کیجیے لیکن وہ آیا تھا تو آپ نے مجھ سے نہ کہا میں گرفتار کر لیتا اور اب کے آنے دیجیے پھر جو مجھ سے گرفتار نہ ہو سکے تو

راہ بند کیجئے گا۔" حیرت چپ ہو رہی۔

لیکن برق اسی واسطے پہلے اس طرح آیا تھا کہ کوئی مجھ کو دیکھ لے اور ساحروں کو میرے آنے کی خبر ہو جائے۔ کیونکہ ظاہر کرنے میں اس کا ایک مطلب ہے جس کا حال اب بیان ہوتا ہے۔

چنانچہ برق جو بارگاہ سے سیاہہ دکھا کر آیا جس صورت پر کہ بنا ہوا تھا اس کو دوسری ہیئت پر تبدیل کر کے جب دو چار آدمیوں کو اندر جاتے دیکھا۔ انھیں مل کر چلا اور اندر آ کر آدمیوں ملازموں کے پیچھے پیچھے اپنے تئیں پوشیدہ کئے ان خدمت گاروں کی پشت پر پہنچا۔

باغبان ملکہ کی پشت پر کھڑے مورچھل جھلتے ہیں اب سامنے بیٹھنے والے بسبب کثرت ملازمان اس کو نہیں دیکھ سکتے اور پشت بوجہ دیکھنے ملکہ کے کوئی ادھر سے اندر آتا نہیں اور برق باطمینان کھڑا رہا اور جب رقاصہ گاتی ہوئی قریب باغبان آ کر دامن تھام کر طلب انعام ہوئی اس وقت سب کی نگاہ جانب رقاصہ اور باغبان تھی۔ کوئی کسی طرف متوجہ نہ تھا۔ انھیں کو دیکھ کر سب ہنس رہے تھے۔

برق نے قابو پا کر ایک خدمت گار کی بغل کے نیچے سے ہاتھ نکال کر ایک رقعہ بخط طلسم لکھا ہوا اور اس پر مہر افراسیاب کی لگی ہوئی گود میں باغبان کے ڈال دیا کسی کو خبر نہ ہوئی کہ اس نے کیا کیا اور یہ رقعہ مذکور ڈال کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹ کر دائیں بائیں سراپچہ وغیرہ اٹھے ہوئے تھے۔ اسی طرح سے باہر نکل گیا اور دور جا کر منتظر وقت ٹھہرا۔

یہاں باغبان نے رقاصہ کو حکم انعام دینے کا دیا خدمت گار جو پشت پر کھڑا تھا۔ اس نے اس کو دو شالہ اوڑھا دیا اور وہ پھر اپنی جگہ پر ناچنے لگی اور باغبان نے بھی زانو بدلا آغوش سے رقعہ پایا۔ مہر بادشاہی دیکھ کر اسی طرح زانوں کی آڑ میں پڑھا لکھا تھا۔

"اے وزیر اعظم' مرحبا کہ تم نے مصور پر سے سحر دفع کیا۔ تمھیں چاہیے کہ ہمارے

پاس آسکے مگر اب جو ملکہ کی دعوت میں ہو تو خیر صبح کو ضرور آنا' زیادہ وہاں نہ ٹھہرنا اور اس وقت ہم نے کتاب سامری دیکھی تھی۔ تمہارا حال معلوم ہوا کہ محفل عیش میں بیٹھے ہو اور عیاروں نے دعویٰ عیاری کیا ہے بلکہ بعض عیار لشکر میں عیاری کی آ چکا ہے۔ لہٰذا تم کو چاہیے کہ اس رقعہ کا حال کسی سے نہ کہنا سیدھے اٹھ کر صحرا میں جانا۔ لشکر کی داہنی طرف ایک پہاڑ ہے اس پر ہمارا بھیجا ہوا ایک جوگی بیٹھا ہے۔ اس کے پاس میوہ باغ زرد بہشتی ہے تاثیر اس کی یہ ہے کہ جو کوئی وہ میوہ کھائے۔ عیار اس کو بیہوش نہ کر سکیں اور اس کی محفل میں کچھ عیاری نہ کر سکیں۔ پس وہ میوہ لا کر سب کو کھلانا اور فراغ خاطر سے بیٹھ کر داد عیش دینا۔ تمہارا نام بھی ہو گا کہ وزیراعظم ایسے زبردست ہیں کہ انکے سبب سے عیار کسی کو کچھ نہ کر سکے اور اگر رقعہ ہمارا دکھلا دو گے تو سب یہ جانیں گے کہ وزیر سے کچھ نہ ہو سکا۔ بادشاہ نے بچایا ہم کو تمہاری ناموری منظور ہے کیونکہ لوگ تمہاری عظمت سے ہماری بزرگی بھی جانیں گے کہ جس کا وزیر ایسا اس کا بادشاہ کیسا صاحب رتبہ ہو گا۔"

یہ مضمون رقعہ مسطور کا پڑھ کر یہ بہت خوش ہوا اور رقعہ کو جیب میں ڈال لیا۔ سمجھا کہ یہ پنجہ سحر بادشاہ تیری گود میں رکھ گیا ہے۔ بادشاہ کے سحر کو بخوبی یہ جانتا ہے کہ جس وقت جو چیز جتنی بھیجنا چاہتا ہے۔ پنجہ سحر غائب ہو کر پہنچاتے ہیں جس کو وہ اشیا بھیجی جاتی ہیں وہی جانتا ہے اور کوئی نہیں واقف ہوتا۔

غرضیکہ رقعہ جیب میں رکھ کر یہ کھڑا ہو گیا۔ حیرت نے پوچھا۔ "اے وزیراعظم کہاں کا ارادہ کیا۔"

اس نے کہا۔ "اے ملکہ میں نے آپ کو ناحق بند کرنے کو منع کیا لیکن بعد کو اندیشہ ہوا کہ مبادا عیار آ کر پریشان کریں۔ اس سبب سے میں ایک چیز لینے جاتا ہوں آپ ہوشیار رہیئے۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر بارگاہ کے باہر آیا اور اڑ کر اس پتے پر چلا جو رقعہ میں لکھا ہوا تھا۔ جب لشکر سے باہر نکل گیا کئی کوس پر داہنی طرف جا کر ایک پہاڑی ملی۔ اس پر آگ روشن

تھی۔ یہ اس پہاڑی پر اترا۔ دیکھا کہ مرگ چھالا درخت کے نیچے بچھا ہے۔ سامنے اس کے کھپر جاتا ہے اور مرگ چھالے پر ایک جوگی جٹا دھاری بیٹھا ہے۔ آنکھیں لال لال چہرے سے غضب و جلال لوہے کی زنجیر کمر سے باندھے کڑے لوہے کے ہاتھوں میں پڑے' حلقے اور کنڈل کانوں میں ڈالے' جٹائیں خاکستری بنائے۔ شیر کی کھال کا کرتا پہنے دھونی رمائے بیٹھا ہے۔ اس نے جھک کر اس کو سلام کیا اور ڈنڈوت کر کے ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

وہ جوگی کہ اصل میں قران ہے اور برق سے یہی مشورہ اس نے بتایا تھا کہ تم جا کر بحیلہ رقعہ وزیر کو پھل بھیج دو میں اس کو بیہوشی کا میوہ دوں گا وہ جا کر کھلائے گا سب بیہوش ہو جائیں گے۔

چنانچہ برق نے وہی کیا۔ اب جو یہ ہاتھ باندھ کر ٹھہرا۔ قران بسبب علی دماغی کے منہ سے بولا۔ اس نے کہا۔ "حضور مجھ کو میوہ باغ زر بہشتی عنایت ہو۔"

قران نے کئی سیر جنگل بھر کوچ کے بیہوشی نمکین اور شیریں اس میں تھی اور ایک رومال میں باندھ کر مرگ چھالے کے نیچے رکھے تھے۔

اس کے ملنگے سے اشارہ کیا۔ "یہ رکھا ہے لے لے۔"

اس نے وہ رومال مرگ چھالے سے نکال لیا اور شاداں و فرحاں سحر پر بیٹھ کر چلا۔ دم بھر میں بارگاہ حیرت میں آیا اور کہا۔ "میں وہ چیز لایا ہوں کہ عیار سر پٹکیں اور کچھ نہ ہو سکے۔"

حیرت باصرار مستفسر حال ہوئی کہ سچ بتاؤ کہاں گئے تھے۔

اس نے کہا۔ "مجھ سے شہنشاہ نے پتلے کی زبانی کہلا بھیجا کہ باغ زر وحشت میں جاؤ اور وہاں کا میوہ لاؤ۔ پس میں باغ زروحشت میں گیا تھا۔ وہاں کا میوہ لایا ہوں۔ تاثیر اس کی یہ ہے کہ عیار عیاری نہ کرسکیں گے۔ سب کو کھانا چاہیے۔

یہ گفتگو سن کر ہر چند عیار بچیاں حاضر تھیں لیکن ذہن میں خیال ہی نہ پہنچا کہ اس میں کوئی فریب ہے کیونکہ وزیر خود گیا اور کہتا ہے کہ باغ زروحشت سے لایا ہوں۔

پھر دھوکا اور شبہہ کون سا باقی ہے۔ صرف اتنا بنا بر احتیاط کیا کہ ملکہ حیرت نے سحر کی نگاہ اس پر ڈالی کہ شاید خود عیار وزیر کی شکل بن کر نہ آیا ہو۔

جب بنگلہ سحر دیکھا۔ وزیر کو فوراً معلوم ہو گیا کہ ملکہ مجھ کو آزماتی ہے۔ اس نے ہنس کر کہا۔ "اے ملکہ آپ مجھ کو کیا دیکھتی ہیں۔ میں عیار نہیں ہوں۔"

ادھر صرصر وغیرہ عیار بچیوں نے بھی بنگلہ عیاری اس کو دیکھا خوب پہچان لیا کہ یہ باغبان ہے۔ عیار نہیں ہے اس وقت وہ میوہ طلب کیا۔ اس نے رومال سے نکال کر حیرت کو دیا وہ بنا بر تعظیم و ادب سر پر رکھ کر کھڑی ہوئی۔ سب حاضرین محفل کھڑے ہو گئے اور میوہ سر پر رکھا۔ پھر رومال کھول کر فی ادم پانچ پانچ بیر تقسیم کئے اور متبرک سمجھ کر خادم خدمت گار سب اہل یادگار کو دیئے کہ کھائیں اور محفوظ از مکر عیاراں رہیں۔ صرصر وغیرہ عیار بچیوں نے بھی لے کر کھائے اور سب نے کھائے۔ کہتے جاتے تھے کہ ظاہر میں تو یہ بیر معلوم ہوتے ہیں مگر واقعہ میں عجیب لذیذ میوہ ہے کہ سلونا بھی ہے اور میٹھا بھی اور نہیں معلوم کہ اس کا نام کیا ہے۔

باغبان نے کہا۔ "اس میوہ کو حیات کہتے ہیں اور دافع فریب بھی اس کا نام ہے۔" سب بہت خوش ہوئے اور کھا پی کر ناچ دیکھنے لگے۔ سب سے پہلے صرصر کو نشہ ہوا مگر خیالی بیہوشی کا تو تھا ہی نہیں۔ سمجھی کہ رات کے جاگنے اور گرمی سے سر میں درد ہوتا ہے۔ اس میں رقاصہ نے جو دم رقص گردش کی ٹھوکر کھا گری کیونکہ اس کو بھی بیر دیئے تھے لہٰذا جب وہ گری تب باغبان نے کہا۔ "کوئی نہ اٹھائے یہ الٹی ہو کر ناچے گی۔"

غرضیکہ ملکہ حیرت کو بھی نشہ ہوا اور اس نے صورت نگار کے سر پر ایک وصولی ماری کہ "ہمارے اٹھو کے ناچتی نہیں۔"

صورت نگار نے بھی نشہ میں کچھ پاس نہ کیا۔ حیرت کی چوٹی پکڑی۔ مصور کا چھڑانے باغبان سمجھا کہ یہ اپنی زوجہ کی طرف داری کرتا ہے۔ یہ سمجھ کر مصور سے لپٹ پڑا اور اس کی داڑھی پکڑی۔ اس نے اس کے پٹے پکڑے۔ دونوں لڑتے ہوئے گرے۔

ادھر حیرت اور صورت نگار بیہوش ہو گئیں۔ ساحر نشہ میں شرابیوں کی طرح تمام عمر کا حال اپنا اپنا کہنے لگے جوتی پیزار لڑ کر بیہوش ہو گئے۔ عیار بچیاں بھی اسی عالم میں لڑ کر جھلا ہیں۔ عجیب کیفیت ہے۔

غرضیکہ جب سب بیہوش ہو گئے۔ برق نے باغبان کو جاتے دیکھا۔ ادھر سے قران بہ دے کر چلا تھا۔ کنارے لشکر کے برق کو ملا اور کہا۔ "آؤ سب بیہوش ہو گئے ہوں گے چل کر لوٹیں۔"

یہ مشورہ کر کے بشکل مبدل چلے۔ پہرے والوں سے بچتے ہوئے جب قریب بارگاہ پہنچے۔ یہاں کے پہرے والے اور خدمت گار سب بیہوش تھے۔ عیاروں نے جلد سراچہ بارگاہ گرا دیئے اور دروازے پر نکتہ لگا کر با اطمینان اندر گھس کر عیار بچوں کو پہلے رنگ و روغن عیاری لگا کر برق و ضرغام و جانسوز وغیرہ کی صورت بنا دیا اور ان کو صفِ بیہوشاں سے الگ لے جا کر لٹا دیا۔ پھر بزم کے تمام ساحروں کی مع مصور باغبان کے داڑھی، پلکیں، مونچھیں، بھنویں چار آبرو کا صفایا کر دیا۔ سب مونڈ کر جادو گرنیوں کے سر مونڈے۔

لیکن حیرت کی جب نوبت آئی۔ دیکھا کہ نشین قرائی عیار سمجھے۔ کچھ آفت آئے گی۔ اس سبب سے اس کا سر نہ مونڈا، باقی عیار بچیوں کو چھوڑ کر سب کے سر مونڈ کر منہ سب کے کالے کئے۔ ہاتھ میں جوتیاں پہنا دیں اور باغبان کو عورت حسینہ بنا کر مصور کے پہلو میں برہنہ لٹا دیا اور مصور کو بندر والا بنا کر ڈگڈگی ہاتھ میں دی اور اور تمام محفل کے کپڑے اتار لیے ایک اک تہمد باندھی کہ ننگے نہ رہیں وہ بھی صرف عورتوں کے باندھ دی اور مردوں کو یونہی رکھا۔ صرف عیار بچیاں برہنہ نہیں ہیں۔ ان کو مردانہ لباس شکل عیاراں پہنا دیا ہے۔

غرضیکہ جب یہ سامان کر چکے۔ باہم صلاح کی کہ اب جو جو کہ قتل ہو سکے ان کو مارنا بھی چاہیے۔ یہ مشورہ کر کے حیرت و مصور وغیرہ ایسے ساحروں کو جو قتل نہ ہو سکیں گے رہنے دے کر باقی کو چاہا کہ خنجر کھینچ کر گردنیں کاٹنا شروع کریں۔ ہنوز

کسی کو قتل نہ کیا تھا کہ وہاں شعلہ جاوداں نے بوجہ عرصہ ہونے باغبان کے کتاب سامری دیکھی اور سب حال دریافت کیا۔ عیاروں کی چالاکی معلوم کر کے خود وہاں سے چلا۔ کیونکہ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ کسی کو بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ یہاں عیاروں نے دو چار کو ذبح کیا تھا اور شور ان کے مرنے کا بلند ہوا تھا اور لشکر کے افسر غوغا سن کر دوڑے تھے کہ دفعتہ تاریکی ہو گئی اور آواز بڑے زور کی آئی۔ "میرا نام افراسیاب۔"

عیار یہ صدا سن کر جلد دو چار اور قتل کر کے جست و خیز کناں رو بفرار لائے مگر ایک رقعہ اپنے حال کا لکھا ہوا پھینکتے گئے۔

یہاں بادشاہ طلسم نے ایسا سحر پڑھا کہ ہوا ٹھنڈی ایسی چلی کہ جتنے شمع و چراغ گل ہو گئے تھے۔ آپ سے آپ روشن ہو گئے اور برودت ہوائے سحر سے سب بیہوش ہوشیار ہوئے۔ اول عیار بچیاں ہوشیار ہوئیں اور یہ ہنگامہ و شور دیکھ کر چاہا کہ بھاگ جائیں۔ شعلہ جاوداں سمجھا کہ یہ عیار ہیں۔ اس نے سحر کرکے ان کو بے حس و حرکت کر دیا۔

اس اثنا میں اور بھی سب ہوشیار ہوئے۔ مصور نے جو وزیر کو بشکل زن حسینہ پہلو میں پایا جان جہاں کہہ کر لپٹا اور بوسہ لیا۔ وزیر نے بوسہ لیتے وقت اس کی ناک دانت سے داب لی۔ اس نے چیخنا شروع کیا کہ "واسطہ سامری کا یہ کون سا نخرہ نیا ہے کہ ناک کاٹتی ہے۔ میں دل دوں گا مگر ناک نہ دوں گا۔"

اس ہنگامہ میں زوجہ اس کی چونکی اور میاں کو غیر عورت سے لپٹتے دیکھ کر یہ بھی فرط رشک سے مصور کو دو ہتڑوں سے مارنے لگی کہ بھڑوے اب یہ چھاتی پر مونگ دلنا سب کے سامنے رنڈی کو لے پڑنا سیکھا ہے۔ پھٹے منہ تیری بے حیائی پر لعنت۔

مصور کے گلے میں جھولا بندر والوں کی طرح پڑا تھا اور ڈگڈگی ہاتھ میں بندھی تھی، وہ جنبش اعضا سے بجتی تھی صورت نگار کے ہاتھ میں جوتیاں تھیں۔ جب وہ دو ہتڑ مارتی تھی۔ مصور کے سر پر پڑتی تھی۔ ایک طرف وزیر ناک کاٹے لیتا تھا۔

اس ماجرے کو دیکھ کر جتنے ہوشیار ہوئے تھے سب اپنا اپنا حال خراب دیکھنا بھول کر

ہنس دبے تھے اور جو منہ پر ہاتھ لے جاتا تھا۔ رخسار پر جوتی پڑتی تھی۔ بعض جو اٹھ کر مصور کو چھیڑنے چلے تھے۔ ننگے اچھلتے تھے۔ ملکہ حیرت جو اٹھی تھی' چشم حیرت یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔

بادشاہ طلسم تا دیر ہوشیار کر کے یہ تماشا دیکھا کیا اور دست تاسف ملتا رہا۔ آخر اس نے نعرہ کیا۔ "ہاشید اے بے خبران چشم خود را وکنید و حال خویش را تماشا کنید۔" اس نعرے سے سب مست بے غفلت ہوشیار ہوئے اور اپنے تئیں برہنہ دیکھ کر شرمائے۔

وزیر نے ناک مصور کی چھوڑ دی۔ یہ بھی الگ ہوا۔

غرضیکہ سب نے اپنی ہیئت کو آئینہ میں معائنہ کیا اور لباس طلب کر کے پہنے۔ جب بادشاہ پہلوئے حیرت میں بیٹھا اور سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے منہ کو ڈھاٹے باندھ کر چھپائے تھے۔

بادشاہ نے باغبان سے بعتاب کہا۔ "کیوں تجھ سے کب کہا تھا کہ تو یہاں آ کر ٹھہرے۔ آخر میرا کہنا نہ ماننے کی سزا پائی اور یہ مصور تو بے غیرت ہوا ہے۔ کچھ اس سے سوائے ذلت دلانے کے اور نہیں ہو سکتا تھا۔"

شاہ طلسم کے غضب ناک کلمات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ ہی خفا ہو کر چپ ہو رہا اور حکم دیا۔ "عیار جو میں نے گرفتار کئے ہیں۔ ان کا سر جلد کاٹ ڈالو۔" ساحر اپنک بیٹھے ہوئے تھے۔ حکم پاتے ہی تلوار کھینچ کر بہر قتل اٹھے۔ عیار بچیاں لرز گئیں اور عرض پیرا ہوئیں۔ "کچھ عورتوں کو حکم ہو کہ وہ ہم کو تنہائی میں دیکھ لیں۔ ہم آپ کی عیار بچیاں ہیں۔ آئندہ سرکار کو قتل کرنے اور بخشنے کا اختیار ہے۔"

بادشاہ کئی بار اپنے ملازموں کو اپنے ہاتھ سے دھوکے میں قتل کر چکا تھا۔ اس سبب سے قتل کرنے والوں کو مانع ہوا اور عیار بچیوں سے پتہ نشان پوچھ کر چھوڑ دیا۔ یہ بھی لباس تبدیل کر کے رنگ و روغن چھڑا کر اصلی صورت بنا کر حاضر دربار ہوئیں۔ شاہ طلسم نے ان سے کہا۔ "لعنت ہے تم پر کہ تم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دیکھو عیار ایسے

ہوتے ہیں۔"

صرصر نے کچھ جواب نہ دیا اور دل میں قائل ہوئی کہ واقعی مجھ کو گمان تھا۔ عمرو کی نسبت و گلیم وغیرہ تبرکات سے کام لیتا ہے اس وجہ سے ہم ان کی برابری نہیں کر سکتے مگر یہ گمان غلط نکلا۔ شاگردان عمرو بھی بلائے روزگار ہیں وہ عیاری کرتے ہیں کہ ہمارا ذہن بھی اس تدبیر تک نہیں پہنچ سکتا۔ فی الجملہ جب بادشاہ نے ان کو بہت لعنت ملامت کی تو انہوں نے عرض کیا کہ "جو کچھ اب ہم کریں گے۔ حضور ملاحظہ فرمائیں گے اور اب ہم بھی تدبیر کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ہمہ لشکر عیاری اپنی جگہ پر چلی گئی اور افراسیاب ملکہ حیرت کو نصیحت و پند بہت سی کر کے کہ "تم گھبرانا نہیں، میں ان نمک حراموں کے قتل کو ساحر زبردست بھیجوں گا۔ مجھ کو منظور تھا کہ پہلے ان سب کو قتل کر لوں تو اس کو قتل کروں، مگر نہیں اب طلسم کشا کو مارنا لازم ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ کوکب کہے گا کہ میری شرکت کی خبر سن کر عمرو کی غیبت میں اسد کو مار ڈالا۔ شاہ جادواں مجھ سے ڈر گیا۔ پس انتظار کرتا ہوں کہ وہاں سے بھی مدد آئے تو طلسم کشا کو قتل کروں دیکھوں کہ میرا کوکب کیا کر لیتا ہے۔ اے ملکہ میں کوکب کی کوئی حقیقت نہیں جانتا۔ وہ ایک مرد صحرائی ہے اور کوہستان و صحرا کی ہمارے جد آبا نے سرداری اس کے بزرگوں کو دی تھی۔ اب وہ بادشاہ بن بیٹھا ہے۔ جس وقت میرے مقابل آئے گا۔ سزا معقول پائے گا۔"

یہ کہہ کر باغبان کو اپنے ہمراہ لے کر سمت باغ سیب گیا۔ باغبان بھی چلتے وقت مصور سے کہتا گیا کہ "ہم تم سے زیادہ ذلیل ہوئے۔ خیر دیکھو بابا کہ کیا قسمت دکھاتی ہے۔"

مختصر یہ کہ شاہ و وزیر تو ادھر گئے اور مصور سحر تیار کر کے اپنے مقام پر جا کر چلہ کش ہوا۔ حیرت خجالت زدہ اپنی جگہ ساکن ہوئی۔ جنگ و جدل چند روز موقوف رہی اور جب نیر آسمان یعنی تیغ تاباں رخسار سحر پر نمایاں ہوئی اور سواد ظلمت روئے روزگار سے چھڑا کر سرخی شفق سحر عیار دہر نے لگائی اور مہ رخ نے دیدار کیا۔ سرداران ذی

رتبہ حاضر ہوئے دربار معمور ہوا۔

عیاروں نے آ کر ڈاڑھیاں اور لباس ساحران حریف کو دکھلایا اور ماجرا شب گزشتہ بیان کیا۔ ہر ایک مارے ہنسی کے لوٹ گیا۔ قہقہے اڑے۔ آخر سب باطمینان داد عشرت دینے لگے۔

اب حال سنئے حنین جادو کنیز کا۔ زمانہ قدیم میں ایک کنیز حنین جادو نامی خدمت ملکہ مجلس سے بھاگ کر طلسم ہوشربا میں آئی اور اس نے سرکار افراسیاب میں سرفرازی پائی۔ اب طلسم باطن میں ایک باغ دلبستان اس نے بنایا ہے اس میں رہتی ہے ہمیشہ داد عیش و نشاط دیتی ہے۔

فی الجملہ جب عمرو طلسم کوکب میں پہنچا اور بادشاہ طلسم مذکور کو شرکت عمرو کی منظور ہوئی تو اس وقت فساد کرنے کا کوئی پہلو نکالنا مدنظر ہوا۔ آخر یاد آیا کہ حنین کو پکڑ لانا چاہیے۔ اگر کوئی روکے گا تو موقع جنگ وجدال خوب ہاتھ آئے گا۔ پس مجلس کو ایما کیا گیا کہ وہ آغوش عمرو میں آ کر بیٹھی اور بہر گرفتاری کنیز مذکور چیلا سحر کا اس نے روانہ کیا۔

چنانچہ وہ چیلا اڑتا ہوا قریب دارالعمارت شاہ کوکب پہنچا وہاں ایک زنجیر آتش پروئے ہوا کھنچی ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے وہی زنجیر نظر آتی ہے جو اس سے گذرے تو سرحد طلسم نور افشاں طے کر کے اور بہت جلد طلسم ہوشربا میں پہنچ جائے۔ دوسری طرف سے جانے میں برسوں گذریں اور راہ نہ پائے۔ یہ چیلا اور جو ساحر جو خبر لینے لشکر عمرو کی چلے تھے۔ اس زنجیر کے پاس پہنچ کر آگے نہ بڑھ سکے اور محافظان زنجیر نے جا کر بصد ادب کوکب سے عرض کیا کہ "اس طرح چیلا اور ساحر قریب زنجیر آئے ہیں۔"

بادشاہ نے کہا "مجلس کی خاطر سے جانے دو۔"

یہ کہہ کر ایک نامہ بحران کو لکھا "اے فرزندا تم نے غلطی کی چیلا ایسا بھیجا کہ وہ مارا جائے گا اور خاطر رہے عمرو کی کہ یہ جنگ ہم نے اپنے ذمے لی۔ اب ہم سے

لڑائی کی بنیاد شروع ہے جو کوئی صاحب انصاف سنے گا وہی کہے گا کہ افراسیاب نے برا کیا۔ یعنی ایک تو کنیز کو بٹھا رکھا۔ دوسرے جو اس کو لینے آیا۔ اس کو بھی مارا۔ خیر اچھا کیا جو یہ چالا بھیجا۔"

یہ نامہ مع میوہ کی ڈالی کے ایک ساحر لے کر بہار کے پاس آیا' نامہ دیا اور کہا۔ "یہ میوہ خواجہ صاحب کے لیے بھیجا ہے۔"

پڑھ کر ملکہ ہنسی اور چپ ہو رہی۔ خواجہ نے پوچھا۔ "ملکہ کیوں ہنسی۔"

بہار نے کہا۔ "خواجہ مبارک ہو' آپ کو میرے باپ نے بدلے آپ کے شرکت فرمائی۔ اب تھوڑی دیر میں لڑائی شروع ہے۔"

مخمور نے کہا۔ "شاید چالا جو بھیجا گیا ہے۔ اس سے چھیڑ شروع کی ہے مگر مجھ کو یہ خوف ہے کہ افراسیاب نے بڑے جال پھیلا رکھے ہیں۔ دیکھئے جو اس پر کوئی فتح یاب ہو ایک اس نے قلعہ ایسا بنایا ہے کہ چار درجے اس کے ہیں۔ ایک درجے میں سامری کے صنعت' دوسرے میں اژدر سوار تیسرے میں ببر سوار چوتھے میں برقیں سحر کی ہیں پھر اس قلعہ پر حملہ کرے کیا مجال رکھتا ہے بی بی وہ بڑا زبردست ہے۔"

بہار نے کہا۔ "میں ایسے قلعوں کو گھروندا سمجھتی ہوں" اور لٹ زلف کی سرکار کے اختر مروارید کا نکالا۔

مخمور ہر چند کہ ساحرہ زبردست ہے مگر اس کے دیکھنے کی تاب نہ لائی۔ آنکھیں بند کر لیں۔

بہار نے کہا۔ "اے مخمور' یہ بیضہ ساحران عالم توڑتا ہے اور اب چالے کا حال معلوم ہوئے تو پھر دیکھنا کہ کیا ہوتا ہے۔"

غرضیکہ یہاں تو ذکر ہے ادھر چالا اجازت پا کر زنجیر پھاندا اور ساحر بھی چلے' لیکن چالا سمت طلسم باطن گیا اور ساحر پھر خبر گیری لشکر طلسم ظاہر کی طرف روانہ ہوئے۔

مگر پہلے چالے کا حال سنئے کہ سیدھا باغ میں پہنچا' حسین چوکی پر بیٹھی منہ دھو رہی ہے۔ کنیزیں آفتابہ اور طشت لیے حاضر ہیں۔ کسی کے ہاتھ میں بیسن دانی ہے کوئی چلمچی لیے

کھڑی ہے۔ جتین نے رخسار پر صابون ملا ہے اور پپڑیاں ہونٹ پر سے لالی کی اور ناخنوں سے ریختن سی کی چھڑا رہی ہے کہ چالا آ کر پہنچا۔ ایک کنیز نے اس کو دیکھ کر کہا۔ "اوئی تو کون۔"

اس کے کہنے سے حتین نے بھی دیکھا۔ رنگ سفید ہو گیا محبوب جادو اس کا عاشق چھپا تھا۔

چالے نے اس سے کہا۔ "میاں ہمارا سلام ہے" وہ سمجھا کہ یہ چالا شاید افراسیاب کا بھیجا ہوا ہے۔ یہ سمجھ کر بولا۔ "آیئے بیٹھئے۔ چالا سیدھا حتین کے پاس آیا اور کہا۔ "چل ماڑادی تجھ کو ملکہ مجلس جادو نے بلایا ہے اور فرمایا ہے کہ آئے تو جھونٹے پکڑ کے لائے۔"

یہ سن کر اس نے کہا۔ "لو صاحبو' میں اب تک لونڈی ہی رہی۔ ہاں پہلے لونڈی تھی' مدت ہوئی کہ الگ آئی اور مجھ سے کیا کام۔ اچھا میں نامہ لکھے دیتی ہوں لے جاؤ میری طرف سے عذر کرنا کہ وہ ماندی ہو گئی ہے۔"

چالے نے کہا۔ "ماڑادی تجھ اب تو نامہ لکھنے کے قابل ہوئی" اس نے منہ پر طمانچے لگائے اے توبہ میں بھول گئی۔ عرضی لکھے دیتی ہوں۔

چالے نے جواب دیا۔ "میں لے جانے اور لے آنے کا ٹھہرا۔ تمہارا پیادہ ہوں یا تمہارے باپ کا نوکر ہوں۔ خیر معلوم ہوا تو یوں نہ جائے گی۔"

یہ کہہ کر لپک حتین نے کنیزوں سے کہا۔ "روکو اس کو چار طرف سے کئی ہزار عورتوں نے آ کر گھیرا اور نارنج ترنج وغیرہ چالے پر پڑنے لگے مگر جو نارنج چالے پر پڑا اس کے جسم سے شعلہ نکلا اور جا کر اسی عورت کے پڑا کہ جس نے نارنج لگایا تھا وہ جلنے لگا اور چالے نے جس کے دوڑ کر گھونسا مارا پھر وہ سانس بھی نہ لے سکی تڑپ کر مر گئی۔

جتین نے بھی بہت سحر کئے مگر کچھ اثر نہ کیا۔ آخر بزور سحر وہ اڑی اور سمت افراسیاب بھاگی۔ چالا بھی پیچھے اس کے اڑا۔ دیوانے خون رواں کا بادہ کوس کا پہلو سے میدان

نے اس کو سنبھال کر نیچے اتار دیا۔ اس نے اپنے کپڑے ہوش میں آ کر سنبھالے اور شلو کے گرد بھری بلا گرداں ہوئی کہ آپ نے میری جان بچائی۔

بادشلو نے کہا۔ "تمھاری تو جان بچی' لیکن ہم سے اور کوکب سے قرار واقعی فساد عظیم ہو گیا۔ جو شخص کہ عقلائے روزگار میں سے حاضر دربار تھے وہ عرض رسا ہوئے۔

"واقعہ پر حضور غور فرمائیں کہ ایک کنیز کو دامن پناہ دینے سے آپ نے اس قدر پاسداری فرمائی۔ پس جو کوئی کوکب کے پاس سفر دور دراز و سخت و صعب طے کر کے گیا ہو گا اور طالب امداد ہو گا اور اس نے اس کو پناہ دی ہو گی۔ وہ کس مرتبہ اس کی پاسداری کرے گا۔

شلو یہ باتیں سن کر سمجھ گیا کہ یہ کنایہ عمرو کی طرف ہے یہ سمجھ کر کہا ہوا کہ تم سچ کہتے ہو' یہ پہلی چھیڑ عمرو کی طرف داری کے لیے ادھر سے ہوئی ہے۔ میں نے برا کیا جو چیلا مار ڈالا۔ کیونکہ قائل ہونے کی جگہ ہے۔ اس نے اپنی کنیز کو پکڑ بلایا تھا۔ کچھ میری ملازم کو تو ستایا تھا۔ اگر یہ کہئے کہ پرائے گھر زبردستی کیوں جتائی تو وہ کہے گا کہ میں تمھارے گھر کو بھی اپنا ہی گھر جانتا تھا۔ جس طرح میرا جی چاہا میں مالک مثل تمھارے تھا۔ اب تم نے مجھ کو غیر سمجھا تو میں بھی تمھیں بیگانہ جانتا ہوں۔"

یہ کہہ کر مشیروں سے صلاح کی' اب اس بارے میں کیا کرنا چاہیے۔

انہوں نے عرض کیا۔ "ہمارے نزدیک یہ بہتر ہے کہ حضور ایک نامہ مشتمل بر عذر اس کا لکھیں کہ "اے برادر یہ سب فساد عمرو کا ہے۔ ہمارا ارادہ تم سے بگاڑ کا نہیں ہے تمھاری بھتیجی کا چیلا یہاں آیا تھا۔ اس نے بہت سے ساحر میرے یہاں کے مار ڈالے۔ اس بنا پر اس کو میں نے مارا امید ہے کہ اس رنج کو خاطر میں جگہ نہ دینا اور جتنین تمھاری کنیز مدت سے نکل آئی ہے اس سبب سے میں نے اس کو رکھ لیا کہ وہ گھر ایک ہی ہے اب تم چاہو تو میں اس کو بھیج دوں اور تمھیں بھی چاہیے کہ عمرو کو پکڑ کر بھیج دو۔ فساد موقوف کرو۔"

یہ رائے مشیر والا تدبیر نے جب ہمائی شلو کو پسند آئی۔ دبیر عطارد رقم طلب ہوا حکم تحریر نامہ دیا گیا۔ یہاں تو نامہ لکھا جاتا ہے۔

مگر پتلے کا جب سر چھتا وہ چلا تو جل گیا۔ لیکن طائر خوش رنگ اس کے سر سے نکلا اور جانب طلسم نور افشاں فریاد کرتا چلا۔

یہاں بران و عمرو وغیرہ بیٹھے ہیں کہ طائر آ کر چلایا۔ ناچ ہو رہا تھا۔ ملکہ نے اس کی فریاد سن کر ناچ کو منع کیا۔ اس طائر نے پکار کر کہا۔ "میں آپ کے حق نمک سے ادا ہوا۔ یعنی ہاتھ سے افراسیاب کے مارا گیا۔"

یہ کہہ کر زمین پر گرا' منہ سے ایک شعلہ نکلا کہ طائر بھی جل گیا۔ مجلس جادو نے جو یہ دیکھا رونے لگی اور کہا۔

امی جان ہمارے پتلے کو حسنین تجھ نے مارا۔ اے امی جان خود میں ابھی جا کر آفت بپا کر دوں گی۔

بران نے اس کو گود میں لیا اور آنسو پونچھے اور کہا۔

"اے بیٹا حسنین جیسوا کی یہ مجال ہے کہ تمہارے پتلے کو مارے۔ یہ افراسیاب کے ہاتھ سے مارا گیا ہے تم خود کیا جاتی ہے ہم بھی چلیں گے اور والد بھی چلیں گے۔ اب تو بگڑی ہے ان سے۔ دیکھو تو کیا ہوتا ہے۔"

مختصر یہ کہ اس کو سمجھا کر نامہ شلو کوکب کو پتلے کے حال کا لکھا کہ ایک سحر نامہ لے کر گیا۔ بادشاہ سریر حکومت پر جلوہ گر تھا۔ جب پہنچا پڑھ کر ہنسا اور جواب لکھا کہ اے فرزند خوب بات بن پڑی۔ اب لشکر کشی کی تیاری کرو اور میں بھی خواجہ سے ملاقات کروں گا اور کثیر فوج بھیجوں گا اور مجھ کو سب حال پہلے سے معلوم ہے بلکہ عذر نامہ بھی افراسیاب نے لکھا ہے۔ اس کا بھی حال تمہیں آگے ظاہر ہو گا۔"

جب یہ نامہ بران کو پہنچا۔ اس نے خواجہ کو دکھلایا مخمور بہت خوش ہوئی کہ اب لڑائی خوب ہو گی۔ غرض کہ اسی خوشی میں حکم جشن دیا اور سب معروف عیش و عشرت

ہوئے لیکن اس طرف کا حال سنئے کہ منشی بے بدل و بے نظیر تحریر نے حسب الحکم شاہ طلسم نامہ عنبرین شمامہ سواد مشک رنگ سے لکھنا شروع کیا۔

یہ نامہ منشی نے تمام کر کے بعد ملاحظہ شاہ مزین بہ مہر خاص کیا اور لفافہ کر کے سامنے شاہ والا کے رکھا بادشاہ طلسم نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ بعد کچھ عرصے کے ایک ساحر ذی رتبہ اژدر پر سوار فلک کی طرف سے اتر کر سامنے آیا اور سلام کر کے ٹھہرا۔

بادشاہ نے فرمایا۔ "اے قرطاس جادو' میں نے اس لیے تمہیں بلایا ہے کہ یہ نامہ میرا شاہ کوکب کے پاس لے جاؤ اور جواب با صواب لاؤ۔ اس ساحر نے عرض کیا کہ "غلام آپ کا ہر چند کہ لیاقت نامہ داری اور دربار شاہان نہیں رکھتا ہے لیکن آپ نے جو اس منصب جلیل کو مجھے عطا کیا ہے تو آپ کے اقبال سے بجا لاؤں گا مگر جس طرح کہ خسروانہ ذی جاہ ایلچی بھیجتے ہیں۔ یہ کمترین بھی فوج ہمراہ لے کر بحشمت تمام تر جائے گا اور کسی سے دب کر عجز کے کلام نہ کرے گا جواب ترکی بہ ترکی ہر سوال کا دے گا۔ اگر یہ منظور ملازمان عالی ہو تو مجھے بھیجیے' ورنہ معاف فرمائیے۔"

بادشاہ نے فرمایا۔ "میں بھی ایسا ہی آدمی چاہتا ہوں کہ وہاں جائے اور شوکت میری ظاہر کرے۔ تم جس قدر چاہو لشکر ساتھ لو اور ہرگز کسی سے نہ دبنا۔ بلکہ اگر جنگ کا آغاز ہو جائے تو مجھے خبر کرنا کہ خزانہ اور لشکر بھیجا جائے گا۔"

اس ساحر نے یہ سن کر پایہ تخت کو بوسہ دیا۔ بادشاہ نے خلعت رخصت عنایت کیا۔ خلعت سے مخلع ہو کر نامہ سر سے باندھا۔ وہاں سے رخصت ہو کر اپنی جگہ پر آ کر حکم ترتیب لشکر دیا اور بارہ ہزار ساحر چیدہ و منتخب اپنے ہمراہ لیے تخت ہائے ساحران منقش و رنگین تھے۔ جواہر پایوں پر نصب تھا۔ نہایت پر تزئین تھے۔ ساحروں کے بازوؤں پر بت بندھے تھے۔ ہالہ ہائے مروارید سب پہنے تھے۔ جھولی ہر ایک کی زربفتی تھی۔ مرکبوں کی ہیکلوں میں جواہر کی تختی تھی۔ آگے آگے گاؤ سال زریں بال پر نقارے سیمیں و طلائی لدے تھے۔ ساحر بہ لباس عمدہ ان پر بیٹھے تھے پیچھے ان کے ساحر اور جادو

کرنوں کے پرے سراسر دریائے جوہر میں غوطہ مارے طاؤس پھونکتی بیرقوں کو جلو دیتی تھیں۔ اپنے حسن پر ہی گردوں کو دم دیتی۔ ساکنان عالم ہوا کے ہوش کھوتی تھیں۔ بیچ سپاہ کے چالیس اژدر تخت جواہر آئیں کہ ہوا اور قرطاس بصد آرائش و تزئین اس پر بیٹھا ہوا گرد افسران نامور گھیرے پس پشت خیمہ و خرگاہ سے اژدر طائر سحر لدے ہوئے ہوا، یہ لشکر اڑتا ہوا نہایت تزک سے روانہ ہوا۔

اٹھے لکہ ابر سحر آفرین
چھپا چرخ پر روئے مہر مبین
ہوا میں اڑیں سرخ جو جھنڈیاں
گھٹا میں لگیں کوندنے بجلیاں
دہن اژدروں کے کھلے پھاڑ سے
پیاپے وہ شعلے اگلنے لگے
ہوا سے تھا شعلوں میں یوں پیچ تاب
کسی دل جلے کو ہو جوں اضطراب
اڑے تھے جو طاؤس وہاں بیشمار
دل دہر میں داغ تھے آشکار
ہوا ایسا ڈمرو سے پیدا خروش
اڑے ہندو چرخ کے جس سے ہوش
بہم غول باندھے ہوئے ساحران
چلے ساتھ اس کے عز و شان

اینکہ قرطاس اس ارادے پر چلا ہے کہ میں جواہرات تخت دوں گا، یقین ہے کہ فساد ہو پھر اس صورت میں کیا معلوم کہ زندہ رہوں یا ہلاک ہو جاؤں۔ لہٰذا لازم ہے کہ سب اپنے دوست اور رفقا اور اعزا وغیرہ سے مل لوں۔ چنانچہ اس کے چند دوست اور

عزیز لشکر حیرت کے افسر ہیں۔ ان سے ملے و نیز اپنی شوکت وہاں کے لشکر کو دکھانے کے لیے سمت طلسم ظاہر چلا۔ جب دریائے سحر کے پار اترا۔

حیرت کو خبر ہوئی کہ ایلچی شعلہ طلسم کا بہر رخصت ادھر آتا ہے۔ اس نے لوگ استقبال کو بھیجے کہ وہ باعزاز اس کو لے آئے۔ ملکہ نے عزت سے بٹھلایا۔ اس نے عرض کیا۔ "میں برسم قاصدی جاتا ہوں' لیکن عزم رکھتا ہوں کہ عمرو کو مار کر آؤں گا۔ سر دیار شعلہ کوکب و برآن بزور سحر بھالا بن کر پیٹ میں عمرو کے جاؤں گا اور دل و جگر چھیدوں گا۔"

حیرت نے کہا۔ "تم ایسے ہی خیر خواہ ہمارے ہو لیکن ایسا نہ ہو اپنی جان نہ دینا۔ ملک پرایا ہے۔ شہنشاہ سمجھ لیں گے تم اپنی حفاظت ضرور کرنا۔"

اس نے کہا۔ "اگر ایک میں نہ ہوا نہ سہی' وہ فساد کرانے والا تو نہیں رہے گا۔"

یہ باتیں سن کر سب اہل دیار اس کی ہمت پر آفرین کرنے لگے مگر جاسوسان لشکر مہ رخ جملہ کیفیت معلوم کر کے بارگاہ اسلامیان میں آئے اور بصد ادب زبان پر لائے کہ "اے شہریار گردوں وقار ایک ساحر بعد نامہ رسانی مامور ہو کر سمت کوکب جاتا ہے اور ایسا ارادہ فاسد رکھتا ہے۔" یہ خبر سن کر سب افسر بہر عمرو دست بدعا ہوئے کہ حافظ حقیقی جان کا خواجہ کی نگران رہے۔ مگر عیار موجود تھے۔ اپنے استاد کی ضرر رسانی کی خبر سن کر کیا ہوئے۔ "اس نامہ دار کی شامت آئی ہے۔ ہم راہ ہی میں اس کو دہر و ملک عدم کریں گے۔ خواجہ تک جانا کیسا راستہ میں پیام اجل پہنچا دیں گے۔ دشت جہنم کی سیر کرا دیں گے۔"

یہ کہہ کر برق نے ضرغام و جانسوز کو طلب کیا اور کہا۔ "اے برادر ہم اور قران اس ساحر کے فراق قتل میں جائیں گے۔ شاید ہم کو عرصہ ہو جائے تو لشکر سے تم خبردار رہنا۔"

یہ کہہ کر گلے ملا اور سپرد خدا کر کے روانہ ہوا۔ راہ میں قران سے ملاقات ہوئی۔ اس نے سب ماجرا بیان کیا۔ قران نے کہا۔ "تم چلو میں بھی جلد آتا ہوں۔"

یہ وہاں سے بڑھ کر خدمت گار کی سی صورت بنا۔ اس عرصے میں قرطاس کے لیے بارگاہ عالی استادہ ہوئی۔ اس لیے کہ یہ آج مقام کر کے دوستوں سے مل کر کل رہگذار منزل مقصود ہو گا۔

پس حیرت سے اجازت لے کر بہرہ آرام قرطاس اپنی بارگاہ میں آیا تھا کہ برق بھی پہنچا اور اس نے صرصر و صبا رفتار کو دیکھا کہ یہ میووں کی ڈالیاں اپنے ہمراہ لیے ایک بارگاہ کی جانب جاتی ہیں۔ سمجھا کہ اسی بارگاہ میں وہ نامہ دار ساحر ہے۔ یہ میوہ اس کے لیے لائی ہیں۔

یہ سمجھ کر اس چمک دمک اور پھرتی سے اندر بارگاہ کے گیا کہ کسی نے نہ دیکھا کہ کون اندر گیا۔ صرصر نے پرچھائیں سی دیکھی کہ جیسے کوئی اندر گیا ہے۔ اس نے صبا رفتار سے کہا۔ "دیکھو عیار اندر گیا۔"

اس نے کہا۔ "جانے دو۔ تم دخل نہ دو کئی بار ذلت ہو چکی ہے۔ میوہ دے کر اپنے کام کو چلو جو عیاری بن پڑے گی وہ کرنا۔ یہاں بولنا برا ہے۔"

یہ کہہ کر دونوں بارگاہ میں آئیں۔ قرطاس کو ڈالیاں دیں کہ ملکہ نے بھیجی ہیں۔ اس نے ان کو خلعت دے کر رخصت کیا۔ پھر اپنے دوستوں اور افسروں کو بلوایا۔ ناچ ہونے کا حکم دیا۔ سب دوست آشنا آ کر جمع ہوئے۔ ہر ایک سے یہ ملا۔ پھر ناچ ہونے لگا۔ دور جام شراب شروع ہوا۔ اتنے عرصے میں فرمان قضا جریان حکم الحاکمین بنام خرد سیارہ گان مائے روپوشی و نظر بندی دیوان کدہ قدرت سے صادر ہوا اور منشی قدرت طراز قدرت نے نامہ صفحہ سپہر پر بخط نور انجم قلم کہکشاں سے رقم فرمایا۔

چھپا خورشید پھر پیدا ہوئی شام
کھلا نیرنگی دنیا کا انجام

کبھی یہ تیرہ رو ہے اور کبھی زرد

دل انسان میں پیدا اس سے ہجر درد

پہر رات تک جلسہ عشرت و انبساط رہا پھر افسران لشکر رخصت ہو کر اپنی جگہ پر گئے اور قرطاس نے نوکراں سے حکم دیا کہ قریب بارگاہ جو خیام کہ استادہ ہیں وہاں جا کر سو رہو اور چھ ملازم بہر خدمت اپنے پاس رکھ لئے۔

برق جو خدمت گار بنا ہوا تھا۔ یہ بھی ہمراہ ملازمان ایک خیمہ میں آ کر ٹھہرا۔ سب نوکروں نے اس کو نیا آدمی دیکھ کر خیال کیا کہ شاید یہ حیرت کے پاس سے آیا ہے۔

غرضیکہ ہر ایک آرام گزین ہوا۔ اس نے بھی چادر بچھا کر ایک گوشے میں قرار لیا مگر قرطاس جب پلنگ پر لیٹا سحر پڑھ کر دستک دی۔ تاثیر سے اس سحر کی یہ تھی کہ جو کوئی عیار میرے نوکروں میں آ کر ملا ہو تو اس کا آدھا جسم نیچے کو بے حس ہو جائے پس جسم پائیں برق خیمہ میں بے طاقت ہو گیا اس نے جو کچھ رات گئے عیاری کے لیے اٹھنے کا قصد کیا۔ اٹھا نہ گیا۔ سمجھا کہ تم پر جادو کیا ہے یہ سمجھ کر وہاں جو لوگ تھے ان کو اس نے پکار کر جگایا اور کہا۔ "بھلیو دوپہر رات گئے ایک مرض ایسا مجھ کو ہوتا ہے کہ آدھا دھڑ رہ جاتا ہے۔ اس وقت وہی عارضہ ہوا ہے۔ تم لوگ اٹھا کر مجھ کو ذرا پیشاب باہر کرا لاؤ۔"

یہ سن کر دو ایک آدمی اٹھے اور بوقت تمام اس کو اٹھا کر باہر لائے۔ برق سمجھا تھا کہ باہر جانے سے سحر مجھ پر سے اتر جائے گا اس خیمہ کو شاید سحر بند کیا ہے مگر نہیں باہر آنے سے بھی وہی حال رہا۔ ناچار اس نے پیشاب کیا اور لوگ اس کو پھر اٹھا کر لے گئے۔ یہ چپ ہو کر پڑ رہا اور رات بھر میں تدبیریں ہزاروں کیں کہ میں اچھا ہو جاؤں مگر ممکن نہ ہوا یعنی کبھی ساتھیوں سے کہا۔ "بھائی مجھ پر کوئی سحر پڑھ کر دم کرو۔ شاید میں صحیح المرض ہو جاؤں۔" کبھی کہا۔ "مجھ کو خیمہ سے بہت دور صحرا میں لے چلو کیا بعید ہے جو وہاں کی ہوا مجھ کو راس آئے۔"

مختصر یہ کہ سب کچھ کیا مگر اچھا نہ کیا آخر وہ وقت آیا کہ مرض سوداوی سے جسم دہرنے صحت پائی اور داغ ہائے آبلہ انجم جسم فلک سے دور ہوئے۔ چشم خورشید میں روشنی آئی۔

صبح کو قرطاس خدا ناشناس بیدار ہوا اور ملازموں کو بلا کر پوچھا۔ "تم میں سے کسی کا مرض تو نہیں بڑھ گیا ہے۔"

سب نے کہا۔ "ایک شخص ہم اس کو پہچانتے نہیں اس مرض میں مبتلا ہے۔"

اس نے کہا۔ "اس کو اٹھا لاؤ۔"

ملازموں نے جا کر برق کو اٹھا کر دیکھا تو یہ اس وقت بھاری زیادہ ہو گیا ہے۔ بیس پچیس آدمی مل کر لپٹ گئے اور بدقت اٹھا کر سامنے لائے۔

اس نے دیکھتے ہی کہا۔ "میاں برق بندگی کہئے مزاج اچھا ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "اللہ کا شکر ہے۔ بہت اچھا ہوں۔ آپ اپنی خیر منایئے۔"

اس نے کہا۔ "سنو اے برق' میں نے اپنی زبردستی کا ثبوت تمہیں آج دکھا دیا۔ اب میں کوچ کرتا ہوں۔ خبردار اب کوئی عیار میرے تعاقب میں نہ آئے نہیں تو بغیر ہلاک کئے نہ چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھا کہ برق بالکل اچھا ہو گیا۔ اس نے کہا۔ "جاؤ یہ احسان یاد رکھنا۔"

برق رہائی پا کر باہر آیا اور نادم و پشیمان چلا راہ میں اس کو پیچھے سرے بیٹھا ہوا قران ملا۔ کیونکہ یہ بھی رات بھر فکر میں عیاری کر کے پھرتا رہا ہے۔ برق نے اس سے تمام ماجرائے شبینہ بیان کیا۔

قران نے حال سن کر کہا۔ "اے بھائی اس ساحر نے اپنی زبردستی ہم کو دکھائی ہے۔ اب ہمیں بھی اپنی شوکت دکھانا ضروری ہے۔ جہاں تک ممکن ہو گا۔ ہم اس کو ماریں گے لازم ہے کہ اس کے ساتھ چلو' جہاں کہیں موقع ملے اس کو ہلاک کرو۔"

یہ صلاح کر کے عازم روانگی ہوئے۔ ادھر بعزت و شوکت قرطاس نے بھی کوچ کیا۔ تخت سحر پر سوار ہمراہ ساحران ذی جاہ کو لے کر روانہ ہوا۔ دونوں عیار نیچے زمین پر اس کی سواری کو دیکھتے ہوئے چلے اور تدبیر اس کے قتل کی سوچتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس نے لشکر حیرت سے دو منزل پر جا کر ایک صحرائے فرحت انتہا میں نزول کیا اور بارگاہ استاد کرا کے اترا۔ لشکر اس کے ساتھ کا اتر کر اپنی ضرورتوں سے فراغت

حاصل کرنے لگا اور قرطاس دربارگاہ پہ بیٹھ کر میکشی کرتا اور سیر دشت دیکھتا جاتا تھا۔

عیار بھی اس کے لشکر سے الگ جنگل میں آ کر ٹھہرے اور پھر برق نے قران سے کہا۔ "کہ ہم اپنے لشکر سے دور منزل نکل آئے ہیں۔ لازم ہے کہ آج اس کا کام تمام کر کے پھر چلیں۔ ورنہ کل اس کے ساتھ اور آگے جانا ہو گا۔"

قران نے کہا۔ "اچھا جاؤ اور میں بھی فکر کرتا ہوں۔"

یہ اجازت لے کر اور کوہستان میں جا کر کچھار وغیرہ اور سبزہ زار ہر جگہ ڈھونڈھتا۔ آخر ایک جگہ بہت سے ہرن گھیرا کرتے و چرتے نظر آئے۔ اس نے ایک کانٹا پھل میں چھید کر وہاں ڈال دیا۔ ایک ہرن نے اس پھل کو کھایا۔ کانٹا اس کے چھبا۔ اس کانٹے میں کمند باندھی تھی۔ اس نے کھینچ لی اور ہرن بھاگ گئے۔ اس نے اس ہرن کو پکڑ کر بہت سا مجروح جا بجا سے کر دیا۔ پھر اپنی صورت بھی شکل ایک ساحر کے بنا لی۔ جھولی ڈال کے کھور چندن کی لگائے۔ مورتیں جمشید سامری کی گلے میں ڈال کر اپنے جسم کو بھی رگیں وغیرہ بچا کر مجروح کیا اور تھکے خون کے جا بجا جسم پر جما کر اس ہرن کو لیے اس دوہ کوہ میں آیا کہ جہاں سے لشکر قرطاس سامنے ہے اور بارگاہ میں سامنے قرطاس بیٹھا ہے۔

پس اس جگہ آ کر اس ہرن کو چھوڑا۔ ہرن ہرچند کو بہت زخمی تھا مگر خوف جان سے بھاگا اور از بسکہ پشت کی طرف برق تھا۔ اس سبب سے سیدھا سمت لشکر قرطاس بھاگا۔ برق پیچھے دوڑتا چلا اور سامنے بارگاہ کے پہنچ کر ہرن کے تیر مارا مگر آہو کے نہ پڑا اور آپ گر پڑا اور بیہوش ہو گیا۔

قرطاس جو سامنے بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ ایک ساحر زخمی ہرن کے پیچھے آتا تھا۔ بیہوش گر پڑا۔ بس یہ دیکھ کر اس نے خود ایک تیر ہرن کے مارا کہ وہ گرا۔ اس نے ساحروں سے کہا۔ "لینا اس ہرن کو۔"

لوگ دوڑے اور ہرن کا شکار کیا۔ پھر قرطاس نے کہا۔ "یہ جو ساحر جو سامنے زخمی پڑا ہے۔ اس کو بھی اٹھا لاؤ۔"

لوگ گئے اسی طرح برق بیہوش کو اٹھا لے گئے اس نے پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اور حال پوچھا۔

اس نے کہا۔ میں لشکر حیرت میں ملازم ہوں۔ شکار کے لیے آیا تھا۔ شیر نے گھوڑا میرا مار ڈالا اور مجھے بھی زخمی کیا۔ آج اس ہرن کو مار کر کباب کھانا چاہتا تھا اس نے بھی مجھے زخمی کیا اور اچنبک میں زخمی تھا۔ یہ مجھ سے شکار نہ ہو سکا۔ ادھر بھاگ آیا۔ یہاں آ کر میں غش کر گیا۔"

قرطاس یہ سن کر بخاطر پیش آیا۔ زخم دوزی اس کی کرائی۔ مرہم سحر لگایا۔ پلنگ اپنے پاس بچھایا۔ اس ہنگام میں آہوے روز تیغ کہکشاں فلک سے مجروح ہو کر دم خوردہ ہوا اور پلنگ شب نے دشتِ عالم میں داخلہ کیا۔

ہوا جور صیاد شب آشکار
کیا آہوے روز کو پھر شکار

رات کو کھانے پینے سے فراغت حاصل کر کے سونے کا قصد کیا مگر پہلے قرطاس نے باہر نکل کر دستک دی اور چار طرف چار ڈھیلے سحر پڑھ کر پھینک دیے۔ اس لیے کہ کوئی غیر نہ آئے۔ پھر بارگاہ میں آ کر آرام پذیر ہوا جب زیادہ رات گئی۔ برق کہ پہلے ہی آ چکا تھا اس پر سحر نے اثر نہیں کیا ہے اس لیے کہ قرطاس نے یہ سحر کیا ہے کہ اب جو کوئی آوے تو نہ آ سکے۔

غرضیکہ اس نے کنج میں بیہوشی رکھ کر قریب جا کر بیہوش کرنا چاہا تھا کہ یکایک ایک پایہ پلنگ کا پھٹا اور اس میں سے ایک پنجہ پیدا ہوا اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس نے چالا کی کر کے دوسرے ہاتھ سے وہ شالہ اٹھانا چاہا کہ منہ کھول کر حباب ماروں اور بیہوش کر دوں۔ اس وقت دوسرا پایہ پلنگ کا پھٹا اور دوسرا پنجہ نکلا۔ دوسرا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔ اس نے جھک کر دانت سے وہ شالہ اٹھانا چاہا کہ منہ سے بیہوشی پھونکوں۔ اس وقت

تیسرے پایہ سے پنجہ نے نکل کر دھکیل دیا۔

برق سینہ قرطاس پر گرا وہ اٹھ بیٹھا۔ اس وقت برق کو کچھ بن نہ آیا پکارا۔ "میاں قرطاس بندگی عرض ہے دیکھا تم نے کہ ہم کیونکر آئے۔ اس وقت تمہاری قسمت تھی ورنہ مر تو گئے تھے۔"

قرطاس نے پوچھا۔ "تم کون ہو۔"

اس نے جواب دیا۔ "ہم ہیں برق۔"

اس نے کہا۔ "تم نے برا کیا جو آئے میرا کہنا نہ مانا اب کہو تمہارا حال کیا کروں۔"

برق نے کہا۔ "تمہیں اختیار ہے لیکن اب تم بچو گے نہیں اگر ہم مر گئے تو ہمارے اور بھائی تمہیں بغیر مارے نہ چھوڑیں گے۔"

اس نے سحر پڑھ کر پنجوں سے اس کو چھڑایا اور کہا۔ "میں نے پہلے بھی اسی لیے چھوڑا تھا کہ مجھے آزار نہ پہنچے اور اب بھی رہا کر دیتا ہوں۔ خبردار اب پھر نہ آنا۔ ورنہ اب کی زندہ نہ رکھوں گا۔" برق نے کہا۔ "خیر سمجھ لیا جائے گا اب کی ہم بھی بغیر مارے نہ جائیں گے یا اپنی جان دیں گے۔"

یہ کہہ کر باہر آیا اور سمت صحرا چلا ادھر سے قران بشکل مبدل عیاری کرنے آتا تھا اس کو ملا۔ اس نے سب حال کہا۔

قران نے کہا۔ "یہ ساحر زبردست نہ ہوتا تو برہم قاصدی بھیجا نہ جاتا۔ پس معلوم ہوا کہ جب اس کے پاس جائیں گے گرفتار ہو جائیں گے۔ یہ بھی خدا کا رحم اور فضل و کرم ہے جو اس نے آپ سے تمہیں چھوڑ دیا۔ اب تم نہ جانا آج چلو ایک جگہ ٹھہر کر آرام کریں۔ کل کی منزل میں کچھ فکر کریں گے۔"

یہ کہہ کر ایک درہ کوہ میں جا کر آرام کیا۔ جب رات گزری اور بارگاہ مشرق سے مسافر خاور کمر چادر شعاع سے باندھ کر رہگذرائے دشت سپہر ہوا اور سرا پردہ ظلمت شب اور لشکر انجم سفری ہوا۔

سرا پردۂ شب ہوا بار جب
کیا لشکر انجم نے کوچ تب
ستاروں سے افلاک کی بارگاہ
ہوئی آمد مہر سے بے سپاہ

صبح کو لشکر قرطاس میں طبل سفر بجا اور کوچ ہوا اس طرح حشم و خدم ساری فوج روانہ ہوئی۔ عیار بھی پیچھے پیچھے طائر سحر کے چلے وہ لشکر پروے ہوا روانہ تھا اور ہوا سے زیادہ رواں تھا۔ عیار بھی بلا کے دوڑنے والے ہیں۔ شاگرد دوندہ بید رنگ عمرو کے ہیں اور فن عیاری سے علم مساحت اور زمین کا دور طول و عرض راہ بخوبی پہچانتے ہیں۔ اس وجہ سے ان راہوں سے جاتے ہیں کہ برابر لشکر کے پہنچے اڑے ہوئے۔ اس طرح کہ کہیں قدم زمین سے لگا کہیں نہ لگا چلے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بگولہ گرد کا پیچ و تاب کھاتا ہوا جاتا ہے۔

زمین سے نہ لگتے تھے چلنے میں گام
ہوا سے وہ اڑنے میں کرتے کلام

اسی طرح کئی منزل برابر آئے۔ اس وقت ایک دشت پر خار میں گذر ہوا اور آفتاب بھی نصف النہار پر پہنچا۔ اس صحرا میں اس شدت کی دھوپ پڑتی تھی کہ تمام کرہ نار تھا بنا ہوا ہر ایک خار تھا۔ درپے آزار تھا۔ پتھر پہاڑوں کے تپ رہے تھے۔ شرارے نکلتے تھے۔ ندیاں بڑھی تھیں۔ کنارے خار دار درخت لگے تھے۔ نہریں تھیں وہاں ساحل کی زبان میں پیاس سے کانٹے پڑتے تھے۔ لب جوئبار تشنہ ایسے تھے کہ پپڑیاں بندھ گئی تھیں۔ زمین تابناک ایسی تھی کہ میدان حشر کو شرماتی تھی۔ ہوائے گرم دل دہر میں آگ لگاتی تھی۔ روز گار غدار اسی گرمی کا بھڑکایا ہوا ہے۔

آتش جور و ستم سے خاطر اہل عالم جلاتا ہے۔ بے وفائی سے پیش آتا ہے۔ پانی اس دشت میں نایاب تھا گوہر جان ہر ذی حیات بے آب تھا۔ آنکھ میں کسی کے جل نہ تھی۔ مردم دیدہ کو آشنائے مروت کی آس تھی۔ اشنا کی پیاس تھی۔ چشمہ چشم ڈبڈبانا کیسا آنسو پیتے تھے دیدے پانی کے بھیدے تھے۔ غبار گرم ایسا چھایا تھا کہ چشمہ آفتاب تک بے آب و ہوا تھا۔ چشمہ مہر و محبت بالکل سوکھا تھا۔ ندیوں کے گھاٹ کٹوار آبدار گھاٹ کی طرح سوکھے گھاٹ اتارتے تھے۔ انسان سے جو بات کرو سوکھی سناتے تھے۔ لو کے جھونکے نفس گرم عاشقاں تھے' جن سے فرشتوں کے پر نعرہ الامان تھے آفتاب سوا نیزہ پر اتر آیا۔ دشت میں لو کا دھواں سحاب بن کر چھایا تھا۔ آگ برستی تھی۔

* * *

• بلور چنار دست

اس دشت آتش ناک میں بروئے ہوا اڑ کر چلنا دشوار ہوا۔ آفتاب کی تمازت سے یقین تھا کہ ہر ایک فی النار ہوا۔ قرطاس خناس نے بزور سحر ابر بنا کر اپنے لشکر پر سایہ کیا مگر جب بھی تاب حرارت خورشید نہ لا سکا۔ آخر زمین پر اتر آیا اور آگے چلا۔ عیاروں نے جو زمین پر لشکر چلتے دیکھا۔ بصورت مبدل عقب فوج یہ بھی چلے اور باہم اصلاح کی کہ اس صحرائے زنجیر کے آگے ضرور کوئی مرحلہ طلسم اور جائے دشوار گذار ہو گی۔ پس وہاں سوائے اس لشکر کے اور کوئی نہ جا سکے گا۔ لازم ہے کہ کچھ تدبیر کریں۔

یہ مشورہ ٹھہرا کر مسافروں کی سی صورت بنے اور ملازمان لشکر مثل فراش و خدمت گار جو پیچھے جاتے تھے ان میں سے پانچ سات آدمی ایک طرف جاتے تھے۔ یہ بھی ان کے پاس آئے اور ساتھ چلے۔

انہوں نے دیکھا کہ وہ ساحر کمر باندھے' دری کاندھے پر ڈالے۔ لوٹا ڈوری لکڑی میں لٹکائے لکڑی کاندھے پر رکھے پاؤں گرد آلودہ رخسار پر خاک پڑی پسینہ آیا ہوا ہمارے ساتھ آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان سے وہ مستفسر ہوئے۔ "بھائی تم کون ہو اور کہاں جاتے ہو۔"

عیاروں نے کہا۔ "ہم رہنے والے طلسم نور افشاں کے ہیں طلسم ہوشربا میں ہمارے عزیز رہتے ہیں۔ ان کے پاس آئے ہیں اور اب تک ظلمات میں غدر ہو رہا ہے عیار جہاں پاتے ہیں مار ڈالتے ہیں اور علاوہ عیاروں کے زمانہ ایسا پر آشوب ہے کہ جا بجا قطاع الطریق و رہزن پیدا ہو گئے ہیں آپس کے ساحر اکیلا پا کر ضرر پہنچاتے ہیں۔ اس لیے ہم بہت دنوں ہوشربا میں رہے کہ کوئی قافلہ تاجروں کا اگر ہمارے طلسم میں جائے تو اس کے ہمراہ ہم بھی جائیں۔ آخر سنا گیا کہ نامہ دار شعلہ جاوداں حشم و خدم جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر ہم بھی روانہ ہوئے چنانچہ اسی واسطے ہم تمہارے ساتھ ہیں کہ بحفاظت اپنے

گھر پہنچ جائیں۔"

ان سب نے یہ حال سن کر کہا۔ "کیا مضائقہ تم ہمارے بھائی ہو ہم تمہاری خدمت کرتے چلیں گے آؤ ہمارے شریک حال رہو۔"

عیار یہ سن کر باتیں کرتے چلے اور کچھ دور چل کر کہا۔ "اگر پانی ملتا تو کھانا کھاتے کہ بھوکے ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "پانی ہمارے ساتھ میں ہے تم کھانا کھاؤ۔"

انہوں نے جواب دیا۔ "ایک شرط پر ہم پانی لیتے ہیں کہ آپ لوگ بھی کھانے میں ہمارے شرکت کریں۔" وہ یہ کلام سن کر خفا ہوئے اور بولے۔ "کیا ہم پانی بیچتے ہیں تم اس طرح بیگانہ وار باتیں کرو تو ہمارے ساتھ نہ آؤ۔"

عیاروں نے کہا۔ "آپ خفا نہ ہوں۔ ہم نے بھی آپ کو کھانے میں اس لیے شریک کرنا چاہا ہے کہ ہماری آپ کی جدائی اور غیریت کسی طرح کی نہ رہے۔"

یہ کہہ کر ایک جگہ رکے اور کہا۔ "لشکر کو آگے چلنے دیجئے۔ یہاں ٹھہر کر کھانے سے فارغ ہو کے لمحہ بھر میں لشکر کے ہمراہ ہو لیں گے۔"

وہ لوگ اس خیال سے کہ یہ اکیلے نہ رہیں کیونکہ ساتھی لے چلنے کا وعدہ کر چکے ہیں ٹھہر گئے۔ عیاروں نے مٹھائی اور پکوان سے کھول کر تھوڑا تھوڑا آغشتہ بداروئے بیہوشی انہیں دیا اور سادہ آپ کھالیا۔ وہ سب کھا کر بیہوش ہو گئے۔

انہوں نے ان میں سے دو آدمیوں کا لباس اتار لیا اور دونوں کو الگ لے جا کر خنجر سے زمین کھود کر دفن کر دیا۔ اس لیے کہ یکایک مار ڈالنے سے شور و غل مچے گا۔ غرضیکہ بعد دفن کرنے کے انہیں کی سی صورت بن کر وہاں آئے کہ جہاں اور پانچ آدمی بیہوش پڑے تھے ان کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا جب وہ ہوش میں آئے کہا۔

"نہیں معلوم کہ اس کھانے میں کیا ملا تھا کہ ہمیں جس نے بیہوش کر دیا اور وہ دونوں مسافر کہاں گئے۔"

عیاروں نے کہا۔ "سامری کا شکر ادا کرو کہ جان بچ گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں

ٹھگ تھے ہم کو مالدار سمجھ کر بیہوش کر کے مال ڈھونڈتا ہوگا۔ جب کچھ نہ ملا تو ہمیں چھوڑ گئے یا یہ کہ عیار تو ہمارے سردار کے پاس کئی بار آ چکا ہے۔ شاید یہ بھی عیار تھے کسی وجہ سے ہمیں قتل نہ کر سکے۔ کوئی آ گیا ہوگا۔ یا کوئی اور سبب ہوا ہوگا کہ وہ بھاگ گئے اور ہم بچے۔ اب جلد لشکر میں چلو اور یہ پکوان زہر آلود ہے یہیں رہنے دو۔"

یہ صلاح جب ٹھہری وہ سب دوڑتے ہوئے سمت لشکر روانہ ہوئے ۔ یہاں تک کہ فوج میں آ کر ملے عیار بھی ساتھ تھے۔

غرضیکہ بعد قطع مسافت ایک مقام پر اسی صحرا میں گذر ہوا کہ بہت سے مردے جل رہے تھے اور چہارسو ان کے جلنے کی پھیلی تھی اور جا بجا راکھ کے ڈھیر جلے ہوئے مردوں کے تھے۔ ہزاروں ہڈیاں کھوپڑیاں ہر جگہ پڑی تھیں اور ایک احاطہ اسی مرگھٹ میں بنا تھا کہ جس کی دیواروں میں صدہا طاق تعمیر کیا تھا ان طاقوں میں مردے کمر توڑ کر بٹھائے تھے اور خیمہ کی طرح طاق بنائے تھے۔ ان مردوں کے کھانے کو ہزارہا گدھ اور چیلیں اور کوے جمع تھے دیواروں پر اور درختوں پر اور میدان میں ہزارہا اکٹھا تھے۔

جا بجا سر اور پونگیں منقار میں دابے پھرتے تھے۔

گوشت کے لوتھڑے درختوں پر لیے بیٹھے تھے۔ ایک دوسرے سے جب چھیننے کے لیے دوڑتا وہ اڑتا۔ گوشت چھوٹ گرتا بوٹیاں برستی نظر آتی تھیں۔ ایسی جگہ کو دیکھ کر روحیں قالب میں گھبراتی تھیں۔ اندر سے احاطہ کے آوازیں مہیب آتی تھیں۔ باہر مردے جلتے تھے ہوا سے شعلے اڑ کر پیچ و تاب کھاتے تھے۔ چنگاریاں تمام مرگھٹ میں تیر شہاب کی طرح اڑ کر گرتی تھی' ارواح خبیثات ہر سمت آگ اڑاتی پھرتی تھیں جو بگولا اڑتا تھا بھوت آگ لیے معلوم ہوتا تھا۔ دھواں ہر طرف پھیلا تھا اس دھوئیں میں شعلوں کا بلند ہونا اور صداؤں کا ہیبت ناک آنا شیاطینوں کا دل دہلاتا تھا۔

جائے ابلیس تھی جگہ وہ ضرور
سایہ رحمت خدا تھا دور
باتیں آپس میں کرتے تھے مردے
حال مرنے کا اپنے کہتے تھے
کوئی کہتا تھا دیتا مجھ کو شراب
مانگتا تھا کوئی سور کے کباب
منہ سے شعلہ کوئی اڑاتا تھا
غول بن کر کوئی ڈراتا تھا

قرطاس وہاں تخت سے اترا اور سحر پڑھنے لگا بعد لمحہ کے آندھی سیاہ آئی کہ دنیا تاریک ہو گئی۔ پھر اس تاریکی سے ایک ساحرۂ تیرہ فام ہیبت ناک شکل پیدا ہوئی اس نے اس سے کہا "اے مہیب جادو محافظ مرگھٹ میں شاہ طلسم کا نامہ لیے سمت کوکب جاتا ہوں۔ اس احاطہ کی کنجی مجھے دو اور راہ بتلا دو کہ یہ راہ بہت نزدیک کی ہے میں اس راہ سے نہیں گیا کہ جدھر سے عمرو گیا تھا۔

اس ساحر نے کہا "اس راستے سے جانے کا حکم نہیں ہے کیونکہ یہ راہ قبضہ میں ملکہ بہار کے ہے ہمیں کوئی حکم شاہ طلسم نے انحراف اطاعت ملکہ موصوف نہیں دیا ہر چند کہ وہ ملکہ شریک لشکر عمرو ہے مگر ان کے ملک و مال کی ضبطی نہیں ہوئی۔"

اس نے کہا "افراسیاب اس کے عشق کا دم بھرتا ہے۔ اس وجہ سے اس کے ملک کو نہیں چھینتا ہے اور حیرت اس کی بہن بھی عزیز داری کا پاس کرتی ہے لیکن تم مجھ کو راہ دوگی تو شاہ طلسم خوش ہوں گے ناراض نہ ہوں گے۔"

اس ساحر نے کہا "مجھ کو خلاف حکم شہنشاہ کرنا منظور ہے لیکن ملکہ بہار کی مخالفت گوارا نہیں۔"

اس نے جب سنا اس سے کہا "مجھ کو بہار سے کیا مطلب' میں اپنی راہ چلا جاؤں گا

اس میں تمہارا کیا نقصان ہے۔" ساحر نے سوچا کہ یہ نامہ دار بادشاہ ہے ایسا نہ ہو کچھ تیرے لیے قباحت ہو۔ اگر یہ نکل جائے گا تو بادشاہ بھی راضی رہے گا اور ہمارے لیے بھی کچھ ضرورت نہ ہوگی۔

یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "اچھا آؤ اور دو ہمراہ چلے جاؤ۔" یہ اس کے ساتھ چلا۔ اس نے جوڑے سے اپنے کنجی نکالی اور قفل اس احاطہ کا کھولا۔ یہ مع لشکر اس کے اندر قدم زن ہوا۔ عیار بھی اندر آئے۔ یہاں ایک تالاب بیچ احاطہ میں بنا تھا۔ اس میں ہزار ہانقش تیرتا تھا پانی تالاب کا بالکل نیلا تھا۔

اس ساحر نے کہا۔ "اس میں کود پڑو سیدھے حوالی کوہ ارم میں پہنچو گے۔ اس کے داہنے ہاتھ کی طرف جو راہ گئی ہے۔ طلسم نور افشاں کے جانے کی ہے" قرطاس اس کے کہنے سے تالاب میں کودا اس کے پیچھے تمام لشکر اس کا ایک کے بعد دوسرا کودا۔ یہاں تک کہ دونوں عیار بھی غوطہ زن ہوئے اور تا دیر غلطاں و پیچاں چلے گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی تو صحرائے سبزہ زار اور دشت پر بہار میں گذر ہوا۔ کوسوں تک زعفران کے کھیت لگے تھے۔ رنگ رخسارہ عاشقاں کا پتہ دیتے تھے۔ قسمیں قسمیں عروس بہار سونے میں زرد تھی۔ وہ جگہ دیکھ کر آنکھوں میں سرسوں پھولی تھی۔ دور تلک سے رنج کی گرد تھی۔ کف دست میدان میں زعفران کیا لگائی تھی۔ گویا کسی جلد باز نے ہتھیلی پرسوں جمائی تھی وہ سیر دیکھ کر ہنسی نہ تھمتی تھی۔ مثل ہے کہ کیا زعفران کا کھیت دیکھا ہے۔ وہاں اصل میں زعفران کی کھیتی تھی وہاں کی کیفیت دیکھ کر بسنت کی خبر رکھنا کیسا۔ اپنی آپ خبر نہ رہتی۔ خود فراموشی ہوتی۔ وہاں سے جب اور آگے بڑھے اک پہاڑ سنگ مرمر سفید کا ایسا نورانی نظر آیا جس کے رشک میں کوہ طور جل کر سرمہ بنا عکس کوہ سے وہ رشک وادی ایمن تھا۔ ہر قطع دشت نور کا گلشن تھا۔ آفتاب کی سنہری دھوپ اور پہاڑ کا عکس نورانی مل کر تمام دشت پرتو فگن تھا۔ درختاں صحرا تمام نقرئی و طلائی نظر آتے تھے۔ شاید بہار کا عجیب جوبن تھا۔ یوں نور نے آرزو بڑھا دی تھی گوہر کی

آب و تاب فرط صفا سے اس نور نے سوا دی تھی۔ ہر سمت گل ہائے سرخ رنگ اس نور میں عجب بہار دکھاتے تھے۔ بلور کے دریا میں عقیق و یاقوت بہتے نظر آتے تھے۔ اس جگہ سیر وہ دیکھے جو مثل موسیٰ چشم حسرت رکھتا ہو۔ موسیٰ کا دل اس جگہ کے دیکھنے آرزو میں غش تھا۔ واقعی کیفیت سامان بہار لائق عش عش تھا۔ اس دشت میں نور پھیلا تھا۔ یا دیدۂ روزگار کی روشنی کا نمونہ تھا۔ چمک اس سفیدی کی بروئے ہوا ہر سمت پھیلی تھی۔ چشم مشتاقاں کے لیے برق تجلی تھی۔ دریائے نور موجزن تھا۔ آبرو ریز چشمہ مہر روشن تھا۔ درختوں کی سیاہی سے نور کا چھنتا تاروں کا نشان پہ کیفیت کرتا نظر آتا تھا۔ گلہائے احمر کی سرخی اور کہ سبزی سے طرفہ ماجرا تھا کہ نور و نار ایک جگہ روشن ہے۔ حسیں حسیں معشوقاں صبح رخسار کے خنداں رنگین دہن تھے دیدۂ نرگس میں بھی نور آیا تھا۔ ایسا ہر جگہ نور سمایا تھا کہ

درختوں کے سایہ سے ظاہر تھا نور
تو یہ صاف پیدا تھا اس جا ظہور
کہ وہ سایہ تاریکی شب ہوا
عیاں اس میں یہ نور ہے چاند کا
صباحت کہاں یہ رخ خوب کی
سفیدی تھی یہ چشم یعقوب کی
گل و غنچہ و برگ سب نور کے
تراشے تھے یہ نخل بلور کے
چمکتے تھے برگوں کے سارے ورق
زمیں واں کی تھی نقرئی اک طبق

قرطاس نے قریب اس کوہ نور آگین کے حکم قیام لشکر دیا۔ حسب الحکم خیام نصب ہوئے۔

اہل فوج اترے۔ پچھلا پہر دن کا باقی تھا۔ آفتاب کے نیچے ہونے سے ڈھلی روشنی اس پہاڑ میں تھی۔ دامن کوہ کی تزئین نظر آئی تھی اس کا دل مشتاق سیر ہوا۔

ایک مرکب پری پیکر پر سوار ہو کر بہر تفریح خاطر چلا اور کئی کوس تک سیر کرتا۔ کوہ مرمر تک بڑھ آیا۔ اس وقت ایک پہاڑ نظر آئی کہ گل ہائے بو قلموں سے دلہن کی طرح پھولوں کا گہنا پہنے تھے۔ دامن میں اس ہزارہا چشمہ جاری تجری من تحتہا الانہار کی کیفیت ساری ہر درخت بار اثمار سے بزبان سرفراز جھکا۔ بار احسان نزہت بخش آفرینش سے لدا ہوا۔ وہاں کی فرحت فزائے قلب مصفا زہے دشت ثنائی و تجھے گلزار نضارت آگیں کہ زاہد صد سالہ بھی وہاں آ کر طالب شراب ہو۔ دل میں امنگ جوانی کی آئے۔ نہایت بے تاب ہو مرغان بوستان کی نغمہ سرائی اور ارغنون دار صورت ہزارہا خاطر موسیقار میں اثر پیدا کرے۔ سوز دل سے وہ بھی آہ کر کے جلے۔ گل و بار وہاں کے بار رنج خاطر رنجیدہ ہوئے۔ مردہ دلوں کو ہنساتے لب برگ جنبش ہوا سے مل کر مژدہ فرحت سناتے۔ خاطر گل سے گل چیں کا خوف نکل گیا تھا۔ قوت نمو کا ایسا بھروسہ تھا بلبل کی خاطر شاد تھی۔ صیاد کے ستم و باغبان کے جور سے آزاد تھی۔ گل ہر ایک بے خزاں تھا کچھ عجب سامان تھا۔

اس دشت پہ سو بہار صدقے
عالم کے گلعذار صدقے
جو آتشیں گل لگا ہوا تھا
عاشق کا وہ دل جلا ہوا تھا
شکل قد یار رفتہ پرواز
ہر گل کے جلوے کا یہ انداز
تھی نکہت گل جو پھیلی ہر سو
جسم معشوق کی تھی خوشبو

سنبل بہشکل گیسوے یار
دل پھانسنے پہ ہوئی تھی تیار

اس دامن کوہ میں چند گل رخسار رشک بہار شوخ طرار جن سے سر سبز وہ گلزار گلگشت کناں ہر سمت مصروف سیر و تماشہ تھیں۔ صورتیں ان کی جان گل ہائے تمنا تھیں۔ وہ قرطاس کو دیکھ کر پکاریں کہ "اس طرف کون آتا ہے۔ یہ جگہ ہر کس و ناکس کی نہیں۔ آنے والا بہت پچھتاتا ہے۔"

اس نے یہ صدا سن کر جواب دیا۔ "میں نامہ دار شاہ جادواں ہوں' عازم طلسم نور افشاں ہوں۔ آج اس دشت میں خیمہ کیا ہے کل ارادہ سفر کا ہے۔" وہ غنچہ دہن دل تنگ ہو کر ہوائے کلام سے اس کے آخر شگفتہ ہوئیں۔

اے پیداو کرپانی شر ادھر سے راہ ملنا محال ہے یہاں آج تک کوئی آئے کیا مجال ہے۔ یہ جائے آرام ملکہ بہار نیک انجام ہے۔ نام اس کا کوہ آرام ہے اس پہاڑ کی پشت پر باغ دلکشا ہے۔ ملکہ عالم کی سیر گاہ ہے۔ بعد باغ کے ملک و قلعہ ہے۔ ملکہ لالہ فام فی الحال بہر علاج یہاں آئی ہیں۔ باغ میں تشریف رکھتی ہیں اگر ان کو تیرے آنے کی خبر ہو جائے گی۔ بڑی آفت آئے گی اے شخص تجھ کو لازم ہے کہ اپنی جان بچا جدھر سے آیا ہے اسی طرف پھر جا۔" اس نے جب یہ حال سنا ان سے کہا۔ "راہ میں کسی کا اجارہ نہیں۔ پھر جاؤ مجھے گوارا نہیں دوسرے بہار سے میں ڈرتا نہیں کچھ ایسا حلوہ نہیں جو دیکھا جائے گی۔ تم جاؤ میں خود آتا ہوں۔ دیکھوں کیا میرا کرتی ہے۔"

کنیزان بہاریہ نازک بدنیں تھیں۔ اس کی گفتار ناشائستہ سن کر اپنی زلف کی طرح برہم ہوئیں اور خبر کرنے ملکہ سے چلیں۔

وہاں باغ میں بہار ہر چند کی بیہوشی سے ہوشیار ہوئی تھی لیکن اب تک بیمار ہے۔ اس لیے کہ جب سحر اس کا ٹوٹا تھا تو یہ بیہوش ہو گئی تھی۔ حال اس کے لڑنے کا مصور

سے اول بیان ہو چکا ہے۔ اسی وقت سے یہاں آ کر مقیم ہے۔

غرضیکہ کنیزیں تو اس طرف چلیں اور قرطاس نے سوچا کہ یہ عورتیں جا کر میرے حال کی بہار کو خبر دیں گی۔ وہ ساحرہ زبردست ہے اگر چڑھ آئے گی تو ضرور دیوانہ بنائے گی۔ پس لازم ہے کہ غفلت میں کام تمام کریں اگر اس کو قید کر لیا اور مخمور کو مع عمرو کے' کوکب کے یہاں جا کر مارا تو گیا اس جھگڑے ہی کو مٹایا کیونکہ یہ لوگ رکن لشکر مہ رخ ہیں۔ ان کے نہ ہونے سے مہ رخ خود مر جائے گی۔"

یہ سوچ کر چاہا کہ لشکر میں پھر جاؤں اور فوج تیار کرا کے لے چلوں۔ پھر سوچا کہ لشکر کا کیا کام ہے۔ وہ بھی مع کنیزوں کے یہاں آئی ہو گی۔ لشکر اس کے قلعہ کا اور خزانہ وغیرہ سب سامان لشکر مہ رخ میں ہو گا۔ وہ اکیلی تیرا کیا کرے گی۔ اسی طرح چلنا چاہیے۔ وہاں سے پھر جانے اور فوج ساتھ لے چلنے میں عرصہ ہو گا۔ جب تک وہ ہوشیار ہو جائے گی۔

یہ تصور کر کے مرکب وہیں چھوڑا اور بزور سحر پرواز کر کے اس طرف کو جدھر کا پتہ زبان کنیزاں سے سنا تھا۔ چلا اور پس کوہ پہنچ کر باغ رشک وہ گلزار جناں دیکھا اور باغ پر کچھ ترکنیں جبشنیں' قلماقنیاں وغیرہ پہرہ پر تھیں۔ یہ دروازہ پر نہ گیا۔ یوں اڑتا ہوا۔ بیچ باغ میں اترا۔ وہاں بارہ دری کے چبوترے پر فرش زیبا نہایت مصفا بچھا تھا۔ مسند تکیہ لگا تھا۔ ملکہ بہار جلوہ فرما تھی۔ سامنے ہرا بھرا گلدستہ چنا تھا۔ سامان راحت مہیا جواہر کے اشجار کی کیاریاں پیاری پیاریاں موجود لگی تھیں۔ جواہر خانہ ہائے شاہانہ دہر کو شرماتی تھیں۔ جواہر کے طائر اشجار پر بہار پر بیٹھے تھے۔ لعلوں کے لعل جواہر سے مالا مال تھے۔ سچ ہے لالوں کے لال تھے۔ وہ گلزار مثل باغ سیب شعلہ جاوداں تھا کہ ہر سمت ایک طلسمات کا سماں تھا۔ درختوں کو بادلے سے منڈھا تھا۔ یہ ظاہر تھا کہ سبز رنگوں زیبا قیامت قامت پر وہ زرتار میں پنہاں ہیں یا گرد برج سنبلہ انوار ماہ تاباں ہیں کہ

واہ رے گلشن بہشت نژاد
مر گیا جس کے عشق میں شداد
اس گلستان روح افزا کے
تختہ دہر سارے گل بوٹے
کہیں بیلا تھا موتیا تھا کہیں
قامت یار تھا کہیں شمشاد
بار گلفت سے سرو تھا آزاد
گلستان جہاں کی جان تھا باغ
باغ رضوان میں جس کے عشق کا داغ

ملکہ بہار تاج زرنگار سر پر رکھے کلاہ کجکلاہی سے مغرور سراپا بصورت حور سیر باغ کر رہی تھی۔ چشم خودنما کا احسان سر بہار پر دھر رہی تھی۔

قرطاس نے آتے ہی ایک نارنج اس پر سحر کا مارا وہ نارنج آتے دیکھ کر ملکہ نے سحر پڑھا کہ سامنے جو گلدستہ رکھا تھا وہ شق ہوا اور ایک پتلے نے اس میں سے نکل کر نارنج پکڑ لیا اور پکارا۔ "اے خیرہ سر تو کون ہے جو ایسی معشوقہ جان بادشاہ ساحراں پر حملہ کرتا ہے۔"

قرطاس نے پتلے کے کلام کا تو کچھ جواب نہ دیا لیکن اڑ کر بلندی پر گیا اور ارادہ کیا کہ اگر سحر کرے گی تو کچھ بن نہ پڑے گا۔ اس خاک جمشیدی سے زیر کروں پس بروئے ہوا قائم ہو کر خاک قبر جمشیدی سر پر بہار کے ڈالی۔ خاک پڑتے ہی اس گلفام پر بیہوشی طاری ہوئی پتلا جو گلدستہ میں سے نکلا تھا وہ جل گیا اور یہ ہوا پر سے پنجہ بن کر جو گرا کمر میں پنجہ دے کر لے اڑا۔

پھر تو تمام باغ میں غلغلہ بلند ہوا۔ "ارے دوڑنا اس مفسد نے غضب کیا ہے کہ ہماری بہار لوٹے لیے جاتا ہے۔"

ذکر چھڑتے حاضر تھے دوڑے کنیزیں جو خبر کہنے چلی تھیں آ کر پہنچیں۔ یہ سانحہ دیکھ کر بزور سحر اڑیں اور چاہا کہ ملکہ کو چھین لیں مگر یہ ساحر بھی زبردست ہے۔ اس نے اپنے سر سے بال توڑ کر سحر پڑھ کر جو مارے وہ بال ماراں سیاں بن کر اڑے اور جو اڑ کر اس کے قریب آیا اس کے لپٹ کے اور ایسا کاٹا کہ بیہوش کر دیا۔ اس نے پھر سحر پڑھا کہ کچھ پتلے پیدا ہوئے۔ انھوں نے ہر ایک کو باندھا۔ پھر تو تمام باغ میں کہرام پڑ گیا۔ سوسن غم فراق سے کبود ہوئی۔ چشم نرگس سے سوجھتا گیا۔ دیدہ شہلا حیران با نسرین مثل سیماب کی طرح اضطراب میں تھیں۔ موجیں نہ تھیں۔ بے قراریاں جان آب میں تھیں۔ فوارے روتے تھے۔ طائر جان کھوتے تھے۔ نخل ہر ایک نخل ماتم تھا۔ گلزار سارا مثل اوراق گل مرمر جور سے برہم تھا۔ سرو کو سکتہ۔ آئینہ انہار جوانان چمن کا حیرت زدہ ہو کر منہ تکتا تھا سنبل کی پریشانی سوسن کی بے نوائی تھی۔ بید طبری کو بھی لرزتا تھا ناتوانی تھی۔

گیا جب کہ وہ سرو اس باغ سے
نظر پھول آنے لگے داغ سے
ترانے سے بلبل کا جی ہٹ گیا
گلوں کا جگر درد سے پھٹ گیا
تبسم گیا حزن سے غنچہ بھول
ہوا غم سے از بس لہو پی کے پھول
اڑا نور نرگس کی آنکھوں کا سب
ہوئے بال سنبل کے ماتم کی شب
لب جو کے اٹھنے لگی گرد گرد
گل اشرفی کا ہوا رنگ زرد

لگی آگ لالہ کے دل میں تمام
دیا خاک میں پھینک عشرت کا جام
اکڑنا گئے سرو سب اپنا بھول
اٹھانے لگیں قمریاں سر پہ دھول

اس باغ کے قریب قلعہ تھا۔ وہاں کی حکومت بہار کرتی ہے اور سیب جس کا ذکر مرگھٹ کی جگہ ہوا تھا اس قلعہ میں رہتی ہے۔ باقی رعایا برایا اسی قلعہ میں آباد ہے۔ رعیت دلشاد ہے لیکن فوج جو کچھ ہے وہ لشکر مہ رخ میں ہے۔ یہاں نہیں ہے۔ جس دم خبر گرفتاری ملکہ قلعہ میں پہنچی رعایا وغیرہ نے قصد کیا کہ چل کر مقابلہ کریں پھر خیال کیا کہ بادشاہ طلسم کا نامہ دار ہے۔ اگر مار ڈالا گیا تو اس قلعہ میں رہنا دشوار ہوگا۔ آج تک شاہ جادواں معترض نہیں مگر اب ملک ضبط کرے گا اور دوسرے ہم لوگ رعایا ہیں۔ شاہوں کے معاملہ میں دخل دینا ہمیں زیبا نہیں۔ ملکہ جانے اور شاہ جانے۔ یہ سوچ کر کسی نے عزم جنگ نہ کیا۔ قرطاس بہار کو لیے ہوئے مع کنیزاں و ملازماں اپنے خیمہ میں آیا۔ لشکر میں اس کے غلغلہ ہوا کہ بہار کو افسر ہمارا پکڑ لایا۔ ہر شخص نذر دینے چلا۔

عیار جو لشکر میں موجود ہیں۔ انہوں نے بھی سنا نہایت غم ان کو ہوا۔

قران سے برق نے کہا۔ "اب مجھے تاب نہیں ہے میں جاتا ہوں اور اس موذی کو راہ جہنم دکھاتا ہوں۔"

قران نے کہا۔ "بہتر ہے۔"

اس نے ارادہ چلنے کا کیا کہ صدائے طبل سفر سنائی دی۔ اس لیے کہ قرطاس جب بہار کو خیمہ میں لایا تو میں آہن میں اس نازک بدن کو جکڑا کر کے ساحروں کے پہرے میں دیا اور ہوشیار کر کے کہا۔ "اے نمک حرام شہنشاہ سے مخالفت کر کے تو نے یہ روز بد دیکھا۔"

بہار نے جواب دیا۔ "او بیہودہ تو کیا بکتا ہے وہ تیرا شہنشاہ کیا مسخرہ ہے اگر پیشتر سے تیرا آنا مجھ کو معلوم ہوتا تو مزہ چکھاتی۔ جس طرح فریب سے تو نے مجھ کو گرفتار کیا ہے ویسا ہی تیرا بادشاہ بھی جھوٹا دغا باز ہے۔ اگر تجھ کو حوصلہ جنگ ہے کچھ غیرت علم و ننگ ہے تو مجھ کو رہا کر دے پھر تماشہ دیکھ کس طرح ہلاک ہوتا ہے۔" اس نے یہ کلام سن کر چاہا کہ ملکہ کو قتل کرے۔ پھر سوچا کہ معشوقہ شاہ طلسم اور بہن حیرت کی ہے۔ مار ڈالنا اس کا صحیح نہیں۔

پس یہ سمجھ کر خیال کیا کہ ایسا نہ ہوا اہل قلعہ یہاں سے کچھ فتور کریں لہٰذا اس نے ہر چند کہ دن باقی نہ تھا مگر لشکر کو حکم کوچ دیا لشکر میں کمر بندی ہوئی۔

عیاروں نے جب یہ سامان دیکھا۔ قران نے برق سے کہا۔ "تم نہ جاؤ اور سواری پر سحر کی چلو۔ ورنہ یہ سب چلے جائیں گے تو کچھ نہ بن پڑے گا۔ رات کو تعاقب بھی نہ ہو سکے گا۔"

برق حسب فہمائش اسی وقت چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ رنگ و رخسار زرد دست و پا سرد ہو گئے قران نے وہ جو پانچ ساحر جن کے ساتھ یہ آئے تھے ان کو رو کر بلایا اور کہا۔ "دیکھو ان کو درد گردہ ہوا ہے ان کے چلنے کی تدبیر کرو۔"

انہوں نے بزور سحر تخت بنایا اور برق کو اس پر بٹھایا۔ قران نے کہا۔ "میں اپنی سواری پر نہ چلوں گا اسی تخت پر سوار ہو کر چلتا ہوں ان کا خبر گراں رہوں گا سب نے منظور کیا اور تیار ہو کر اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر تخت کو اڑاتے ہمراہ چلے۔

اس طرف قرطاس نے بہار کو مع کنیزان مہر دیدار کے تخت پر خوب گرفتار کر کے ڈال لیا اور بحشم و خدم روانہ ہوا۔ عیار بھی ساتھ تھے۔ سیر دشت نزہت انتما کرتے جاتے تھے۔ جب اس حد سے گزرے گئے سورج بالکل غروب ہو گیا۔ آمد شاہ ظلام اس خاکدان سیہ فام میں ہوئی۔

خلعت زر تار پہنے شعلہ روشن جہاں
بام پہ افلاک کے پھرتا نظر آیا مجھے
ناز معشوقانہ دیکھو اپنا عاشق جان کر
پردہ شب میں چھپا شرما کے جب دیکھا مجھے

رات کو چاندنی نے کھیت کیا۔ وہ صحرا کو براق سا چمکنے لگا۔ قلعہ بہار سے آگے بڑھ کر عجیب عجیب طرح کے پہاڑ اور جنگل مسکن ساحراں غدار نظر آئے۔ کہیں ڈمرو بجتا تھا کہیں ہوم ہوتا تھا۔ آتشیاں بجھائے قلعہ کوہ پر دھونی مارے ساحر بیٹھے تھے۔ کسی جا دیوالے زنار بجتے تھے۔ کہیں طرح طرح کے گل کھلے تھے۔

غرضیکہ ایسی ہی کیفیت دیکھتے منزلوں منزل اس رات کو چلے گئے۔ آخر ہندوئے فلک نے بت خانہ اے مشرق زریں سے بت زریں مہر نکال کر طاق مینا فام سپہر پہ رکھا اور تار خط کہکشاں کو گردوں سے اتارا۔

قرطاس شبانہ روز میں سینکڑوں کوس نکل آیا ہے اور قریب طلسم نور افشاں پہنچ چکا ہے۔ اتنیکہ زیادہ چلنے سے خستہ و شکستہ بہت ہوا تھا۔ صبح ہوتے ہی ایک صحرا کے سبزہ زار میں اترا۔ بارگاہ نصب ہوئی یہ داخل بارگاہ ہوا۔ لشکری بھی اتر کر داخل قیام ہوئے اور اپنی اپنی ضرورتیں رفع کرنے لگے۔ عیاروں نے اپنے ساتھیوں کو بلایا۔ انہوں نے برق کا مزاج پوچھا۔

اس نے کہا۔ اب اچھا ہوں اور ہم دونوں صحرا میں احتیاج رفع کرنے چلے ہیں۔"

یہ کہہ کر دونوں روانہ ہوئے اور اتنیکہ منتظر اس کے تھے کہ قرطاس کہیں ٹھہرے تو عیاری کریں اس وقت دو کوہ میں پہنچ کر قران نے برق سے کہا۔ "میں اہل بہار کو چھڑانے جاتا ہوں۔ کیونکہ یہ زیادہ قیام یہاں کرتے معلوم نہیں دیتا۔ پس بہار کو رہا کر لینا چاہیے تم ٹھہرو میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ اس طرف قرطاس جب اترا تو خانہ آراستہ کر کے شراب خوری

میں مصروف ہوا اس لیے کہ نسیم سحر ٹھنڈی چلتی تھی۔ نور کا تڑکا تھا اوس سبزے پر پڑی تھی۔ درختوں کا لہلہانا عجب لطف دکھاتا تھا۔ چشمے چتر موجزن تھے۔ مرغابیاں سرخاب غوطہ زن تھے۔ قطرات شبنم سے کوسوں تک دامِ مروارید سبزہ پر پڑا تھا۔ پھولوں کا کھلنا کلفت رنج مٹاتا تھا کہ

نظر معروف تھی ہر دیدۂ گل پر
عجب جوبن میں تھے سب غنچۂ تر
کوئی گل تھا بہ شکل جام لبریز
کہیں پتے تھے باہم شبنم آمیز
کسی کا رنگ مثل روئے جاناں
کوئی نازک بدن کچھ دم کا مہماں
زمرد گوں بہار برگ شاداب
لیا لب زیرِ دامن چشمۂ آب

ایسی بہار جانفزا میں لطف میکشی تھا۔ اس نے سراپچے اٹھوا دیئے اور راحت میں مصروف ہوا مگر قران جو روات ہوا تھا۔ یہ نظر کردہ اسد اللہ الغالب ہے اس نے اپنے مولا کو یاد کیا اور پکارا۔ "اے پروردگار واسطہ اپنے شیر کی حرمت کا مجھ کو زور بازو عطا کر۔" بعد دعا کے کچھار میں جا کر شیر صحرائی کی تلاش کرتا تھا۔

چنانچہ ایک جگہ نظر آئی۔ وہاں شیر کی بو پائی۔ اس کی نعرہ صدائے نعرہ سے دشت گونج گیا اور ایک جھاڑی سے شیر غراں نکلا اس نے للکارا۔ "ہاش اے سگ صحرائی کہاں جاتا ہے۔ شیر طمانچہ اٹھا کر اس پر حملہ آور ہوا اس نے اس کا طمانچہ خالی دے کر اس کے سر پر گھونسا مارا۔ شیر تیورا کر گرا اور اس نے طمانچے اور گھونسے مارنے شروع کئے۔ یہاں تک کہ شیر کو مضمحل کر دیا۔ اس وقت کسوت عیاری سے ایک دوا ایسی

کہ جس طرح کتے کو شہد اور سہاگہ دانت میں ملا کر کھلا دو تو کبوتر اس گھر کا کہ جہاں وہ دانت کھلایا ہے عاشق ہوتا ہے اس نے الکل اور پارہ گوشت میں ملا کر سامنے شیر کے ڈالی۔ اس نے کھاتے ہی اطاعت اس کی قبول کی رام ہو گیا اور وہی گوشت مانگتا تھا۔

اس نے فوراً اس پر ایک زین پوست پلنگ کا باندھا اور منہ میں لگام دی پھر آپ صورت اپنی مثل ساحر مہیب صورت کے بنائی۔ چہرہ نہایت سیاہ منہ پھاڑ سا کھلا زبان سرخ منہ سے باہر' سر بہت بڑا' دست و پا دراز' سانپ تمام جسم میں لپٹے زہریلے بچھو سیاہ رنگ سینے پر بیٹھے۔ ہاتھ میں بھی ایک مار سیاہ کا تازیانہ لیے اس شیر پر سوار ہوا اور وہ نامہ مہری شاہ طلسم کے بنا کر اپنی جھولی میں رکھے۔

پھر وہاں سے لشکر قرطاس میں چلا۔ جب راہ میں شیر کچھ شوخی کرتا اور قصد گریز یا جنگ کرتا تو یہ تھوڑا گوشت اسی دوا کا اس کو دیتا کہ وہ اسکے مزے سے خوش ہو کر آگے چلتا۔

غرضیکہ کچھ دیر میں یہ لشکر میں پہنچا۔ جس نے اس کو دیکھا خائف ہوا اور سلام کیا۔

یہ اس طرح بارگاہ قرطاس میں آیا وہ شراب پی کر پلنگ پر بہر آرام لیٹا تھا کہ ملازموں نے شیر آیا شیر آیا کا غل مچایا۔ یہ اٹھ بیٹھا اور قران کو اس ہیئت سے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔ پکارا آئیے تشریف لائیے قران نے شیر پر سے اتر کر ایک نامہ نکالا اس کو دیا اس نے مہر اس پر بادشاہ طلسم کی دیکھی۔ نامہ کو آنکھوں سے لگایا۔ سر پر رکھا پھر وا کر کے پڑھا لکھا تھا کہ "فلاں روز ہم نے کتاب سامری میں تمہارا حال دیکھا۔ پس معلوم ہوا کہ تم نے ملکہ بہار کو گرفتار کیا اور طلسم سے بہت دور نکل گئے ہو۔ پس ما بدولت کو خیال ہوا کہ پرائے ملک میں مجرمہ کا لے جانا اچھا نہیں کیونکہ وہاں عمرو ایسا عیار موجود ہے ایسا نہ ہو کہ وہ اس کو چھڑا لے جائے اور دوسرے تم سے اگر جنگ وہاں ہونے لگی تو لڑائی کا خیال رکھو گے یا قیدی کا۔ جب بھی اس کے چھوٹ جانے کا احتمال ہے لہٰذا ایسا سوچ کر ایک نامہ بنام ذہر جادو مالک بیابان طلسم کے لکھا ہے

کہ ہمارا نامہ قرطاس کے نام لکھا ہوا اس کے پاس لے جانا اور بہار کو لے کر اپنے پاس رکھنا۔

پس اے قرطاس جس وقت ناہر تمہارے پاس نامہ لے کر آئے تم قید اس مجرمہ کی ان کے حوالے کرنا وہ اپنی جگہ پر بحفاظت رکھیں گے۔ جب تم نامہ واپس کر کے بہارو کے قید لینے آنا یا ہم طلب کر لیں گے۔ خبردار اس عمل میں تامل نہ کرنا زیادہ مراحم خسروانی کے امیدوار ہو۔"

یہ نامہ کا مطلب دریافت کر کے اس نے پوچھا۔ "آپ کے پاس دوسرا نامہ جو آپ کے نام آیا ہے موجود ہے۔"

قران نے وہ نامہ بھی نکال کر دیا۔ اس نے پڑھا وہی مضمون تھا۔ "اے ناہر تم قید یہ کو لے کو اپنے پاس رکھو۔"

جب یہ نامہ بھی پڑھ چکا اس کو مطلق گمان نہیں ہوا کہ یہاں عیار آئے ہوں گے کیونکہ متولہ مشہور نکل آیا ہے اور جانتا ہے کہ میں اڑ کر آیا ہوں عیار میرے برابر کہاں چل سکتے ہیں۔

غرضیکہ گویا ہوا۔ "اے مہربان حکم شہنشاہ سے ناچاری ہے آپ اس مجرمہ کو لے جائیں گے مگر کچھ دیر کرم فرمائیے شراب پیجئے پھر چلے جائیے گا۔"

قران نے کہا۔ "مجھ کو تعمیل حکم بادشاہ کرنا تھا اور ایسی ہی سخت ضرورت تھی جو اپنی سرحد سے یہاں آیا ورنہ مجھ کو حکم نہیں ہے کہ کہیں جاؤں کیونکہ سرحد طلسم پر بڑے بڑے باغی شر رہتے ہیں اور دوسرے آپ بھی مسافر ہیں ہم کو آپ کی دعوت کرنا چاہیے مگر جب آپ مراجعت بفضل سامری کیجئے گا تو میرے مکان پر چلئے گا۔ وہاں اطمینان ہم آپ صحبت آرا رہیں گے اس وقت معاف فرمائیے۔"

قرطاس نے کہا۔ "بہتر ہے" اور ساحروں سے حکم دیا کہ قید بہار مع کنیزاں حاضر کرو۔ وہ ملکہ موصوف کو قید آہن میں گرفتار لے آئے۔

قران نے کہا۔ "آپ اپنا سحر اس پر سے دفع کر دیں میں سحر میں اپنے کئے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک ہار لونگوں کا نکالا۔ قرطاس نے اپنا سحر دفع کر دیا اور اس نے وہ ہار لونگوں کا گردن بہار میں ڈال دیا اور قید آہن بھی اتروا دی۔

بہار نے چھوٹ کر چاہا کہ سحر کر کے نکل جاؤں مگر لونگوں کی خوشبو سے بیہوشی طاری ہوئی قران نے اٹھا کر شیر پر رکھ لیا اور کہا۔ "کنیزوں کو چھوڑ دو یہ آپ میرے پیچھے دوڑتی چلی آئیں گی۔ میں سحر پڑھے دیتا ہوں۔"

انھوں نے کنیزوں پر سے سحر اتار لیا اور وہ جب چھوٹیں اپنی مالکہ کو ایک ساحر کو لے جاتے دیکھ کر عازم جنگ ہوئیں پھر خیال کیا کہ یہاں لشکر ساحراں سے ایسا نہ ہو کہ کچھ نہ ہو سکے اور ہم پھر قید ہو جائیں لازم ہے کہ آگے بڑھ کر دیکھ لیں۔

بس یہ سوچ کر جدھر ملکہ کو قران لے چلا ادھر ہی چلیں اور قرطاس کو ظاہر ہوا کہ بے شک بہت بڑا یہ سحر ہے کہ ایک بار میں تو اس نے اتنی بڑی ساحرہ کو بیہوش کر دیا اور اس کی کنیزوں کو اس طرح بے بس کر کے لے چلا۔

غرضیکہ یہ تو تعریف کر کے بہرا استراحت اپنے خیمہ میں گیا اور قران ملکہ بہار کو صحرا میں لایا اور وہاں لا کر اس کو ہوشیار کیا۔ ہار اتار لیا' شیر سے اتارا' شیر کو چھوڑ دیا۔

بہار کی آنکھ کھلی دیکھا کہ وہی ساحر ہے جس نے ہار پہنایا تھا سامنے کھڑا ہے اس نے چاہا کہ میں کچھ سحر پڑھوں قران نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔ "اے ملکہ میں قران ہوں تم نے اتنے دن ہمارے ساتھ رہ کر بھی فریب عیاری نہ دریافت کیا۔"

بہار یہ سن کر گلے سے لپٹ گئی اور کہا۔ "اے قران آج تم ایسا بھیس بدلے تھے کہ میری تو کیا لیاقت ہے میری جگہ پر خواجہ سلامت بھی ہوتے تو ہرگز نہ پہچان سکتے۔"

یہ باتیں تھیں کہ کنیزیں آئیں اور حال سن کر خوشنود ہوئیں ملکہ نے کہا۔ "اے قران اب تم یہاں ٹھہرو میں اس قرطاس خناس کو مزا چکھاؤں مع اس کے لشکر کے ویرانہ بنا دوں گی۔"

قران نے کہا۔ "اے ملکہ میں کہوں وہ پذیرا کرو' سنو' یہاں تم اکیلی ہو اور وہ لشکر ساتھ

رکھتا ہے۔ ساحر بھی زبردست ہے۔ مبادا اس نے پھر گرفتار کر لیا تو اچھا نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ ہم عیاروں نے یہاں تک اس کا تعاقب کیا کہ اس جگہ پہنچے۔ لشکر بھی چھوٹا اگر یہ ہم سے قتل نہ ہو سکا تو عیاران امیر کے سامنے ہماری آبرو نہ رہے گی۔ یہ ساحر ہمارے ہی حصے کا ہے تم اس میں دخل نہ دو۔"

بہار نے کہا۔ "کچھ تو میرے بھی دل کی آرزو نکل جانے دو۔"

قران نے کہا۔ "جب ہم اس کو قتل کریں اس وقت اس کے لشکر کو شکست دینا قتل و قمع کرنا۔"

ملکہ نے کہا۔ "اچھا' مگر اے عیار دانا' یہاں سے بعد فراغت عیاری گھر کیونکر چلیں گے کہ ہم بھی اتنی دور نہیں آئے راہ میں ہزارہا ساحر بلائے روزگار رہتا ہے اس سے بچنا دشوار ہے۔ دوسرے راہ نہیں معلوم' اگر یہاں کے کسی مرحلہ میں طلسم کے پھنس گئے تو بغیر فتح طلسم وہاں سے رہائی غیر ممکن ہے۔"

قران نے کہا۔ "خدا مالک ہم تم ساتھ چلیں گے ابھی تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔"

یہ کہہ کر زنبیل عیاری بجائی۔ برق جو کوہستان میں مخفی تھا دوڑ آیا اور ملکہ بہار سے مل کر خوشنود ہوا پھر کیا ہوا۔ "خلیفہ آپ تو جو دعویٰ کر گئے تھے وہ پورا کر لائے یعنی ملکہ کو چھڑا لائے۔ اب میں اس ساحر کو مارنے جاتا ہوں۔ خدا تعالیٰ میرا ارادہ بھی پورا کرے کہ مہم سے فرصت ملے۔"

بہار نے کہا۔ "اے برق ہمیں بھی عیاری میں شریک کر لو۔"

برق نے کہا۔ "خدائے کریم ہمارا شریک حال ہے عیاری بے لاگ اچھی ہوتی ہے۔"

بہار نے منتیں بہت سی کیں۔ اس نے ناچار ہو کر کہا۔ "اچھا اپنی کنیزوں کو مجھے دے دو۔ بس اتنی شراکت تمہاری کافی ہے۔"

بہار نے کہا۔ "خیر بہتر ہے۔"

قران نے کہا۔ "اے برق' ابھی عیاری کو نہ جاؤ اس لیے میں یہاں سے ملکہ کو چھڑا لایا ہوں۔ وہ دھوکا کھا چکا ہے۔ مبادا دوبارہ دھوکا نہ کھائے۔ اس سے مناسب ہے کہ

ایک منزل اور آگے بڑھ کر اس کو ماریئے۔"

اس نے یہ سن کر کہا: "جیسی آپ کی مرضی ہو۔ اچھا چلئے کسی مقام سبزہ زار میں بیٹھ کر بطور تحفی کھانے پینے سے فراغت کر لیں کہ راہ کے تھکے ماندے ہیں۔"

یہ سنتا تھا کہ سب اٹھ کر روانہ ہوئے اور ایک مقام پر لب جوئے سبزہ زار دیکھ کر بہار نے سحر سے فرش مکلف گستردہ کیا۔ بیٹھے عیاروں نے میوہ شیر مال کباب وغیرہ نکال کر دستر خوان چنا، مع ملکہ کھانا کھایا پھر شغل بادہ خواری شروع ہوا۔

ادھر تو یہ حال ہے لیکن ادھر جب قرطاس آرام کر کے اٹھا دوسرا پہر آ چکا تھا۔ اس نے خیال کیا کہ اس دوپہر میں اور آگے بڑھ کر اترنا چاہیے۔ کیونکہ رات کو قیام کرنا بہتر ہے۔ صبح کو چلیں گے اگر رات کو آج چلے تو پھر دن کو ٹھہرنا ہو گا۔ دوسرے یہ کہ رات کے سفر میں سو طرح کے ضرر ہیں ملک دشمن قریب ہے۔ دن ہی کو چلنا چاہیے۔

یہ سوچ کر اس نے حکم دیا کہ نقارہ کوچ کا بجے وہ ساحر جن کے ساتھ عیار آئے تھے خبر سفر سن کر گھبرائے کہ ہمارے ساتھی صبح سے گئے ہیں اب تک نہ آئے آخر انہوں نے بنا چاری اہل کار لشکر جس کے سب نوکر تھے اس سے اطلاع دی اس نے کہا "یہ امر دو علت سے خالی نہیں مگر اس امر کو پوشیدہ کرنا لازم ہے کیونکہ اگر قرطاس سنے گا تو اس کو ثابت ہو گا کہ یہ لوگ بھی عیاروں سے ملے ہوئے ہیں جب تو ان کو اپنے ہمراہ یہاں تک لائے۔"

وہ پانچ ساحر اس کے سمجھانے سے چپ ہو رہے اور لشکر میں کوچ ہوا۔ غلغلہ اور صدائے طبل سفر سن کر عیار بھی صحرا میں خبردار ہوئے اور ایک جگہ پوشیدہ ہو گئے۔ جب لشکر اس راہ سے گذر گیا۔ ملکہ بہار نے تخت سحر بنا کر مع عیاراں کنیزوں سوار ہو کر عقب لشکر راہ لی۔ آگے آگے قرطاس پیچھے پیچھے یہ روانہ تھے۔ مقامات عجائب و غرائب صحرائے ہولناک سیر دامن کوہ و صحرا دیکھتے چلے جاتے تھے۔ اس طرح منزلہا منزل جب نکل گئے تو ایک نہر پانی کی بہتی نظر آئی۔ اس نہر کے پار جب جانے لگے۔ اس

میں سے دھواں پیدا ہوا اور تمام لشکر میں پھیل گیا۔

قرطاس نے ہر چند سحر پڑھا وہ تاریکی دور نہ ہوئی یہ اس جگہ سے اتر کر کنارے نہر کے آیا اور پکارا۔ "ملازم شاہ جاوداں ہوں نامہ لے کر جاتا ہوں مجھے کس نے روکا ہے۔"

نہر سے آواز آئی۔ "کون شاہ جاوداں ہے۔"

اس نے افراسیاب کو بتلایا ۔ نہر میں کسی نے قہقہہ لگایا اور کہا۔ "وہ تجھ ایسے ساحروں کا بادشاہ ہے ہم اس کا کہنا نہ مانیں گے۔ ہمارا بادشاہ کوکب ہے۔ یہاں سے سرحد طلسم نور افشاں کا آغاز ہے۔ آگے جانے کا حکم نہیں قدم بڑھانے سے لازم احتراز ہے۔"

اس نے جب یہ سنا معلوم ہوا کہ طلسم ہوشربا اس نہر کے پاس سے ختم ہو گیا۔ اب یہاں راہ نہ ملے گی۔ چاہیے کہ جنگ کروں مگر سوچا کہ یہاں لڑنا اچھا نہیں۔ دربار کوکب تک پہنچ کر لڑنا چاہیے کہ عمرو تک دسترس پہنچے۔

یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "نامہ دار کو کسی نے روکا نہیں' سلف سے آج تک یہ امر ہوا نہیں مجھ کو بھی راہ ملنی چاہیے۔"

نہر سے صدا آئی۔ "مرا کیوں جاتا ہے دم لے عریضہ ہمارا خدمت ملکہ دوراں سرتاج شاہاں جہاں ملکہ بہار میں گیا ہوا ہے وہاں سے تیرے آنے کا جواب آیا چاہتا ہے۔ اگر طلب ہو گا ہم راہ دیں گے ورنہ جانا مشکل ہے۔"

قرطاس یہ سن کر خاموش ہو رہا۔

ادھر ملکہ بہار اور عمرو زیب مسند عزت ہیں کہ ایک ساحر حاضر در دولت ہوا اور خبر ہوئی۔ "ملکہ مروارید گوہر بدن جو خواجہ کو نذر دینے آئی تھی وہ اب تک حاضر ہے۔ اس کے نائب کی طرف سے اس کے پاس عرض آئی ہے۔"

یہ خبر سن کر مروارید نے عرضی طلب کی پڑھا لکھا تھا۔ "اے ملکہ نامہ دار افراسیاب آپ کی سرحد میں داخل ہوا چاہتا ہے۔ آپ ملکہ بہار سے اس کے بارے میں دریافت فرما کے مجھ کو حکم بھیجئے بموجب فرمان حضور میں عمل میں لاؤں۔"

یہ عرضی پڑھ کر اس نے بران کو دکھائی۔ ملکہ نے فرمایا۔ "بادشاہ سے اجازت چاہیے۔" اور وہ چاہتی تھی کہ عرضی کوکب کو لکھے۔ اسی وقت ایک چیلا نامہ اس کا خود لے کر آیا۔ ملکہ کو دیا اس میں لکھا تھا کہ نامہ دار کے آنے کی خبر ہم نے سنی ہے اے فرزند نامہ دار کو روکنا نہ چاہیے کیونکہ مثل چلی آئی ہے کہ ایلچی را زوال نیست پس اس کو جس طرح وہ آتا ہے آنے دو۔"

یہ مضمون پڑھ کر ملکہ نے اجازت دی۔ مرواریہ نے عرضی دستخط کرا کے خود بھی حکم لکھ دیا۔ "اے گرداب جادو حکم ملکہ بہر راہ وہی نامہ دار ہے تم راستہ دے دو۔"

غرضیکہ یہ عرضی جو ساحر لایا تھا۔ دستخط ہو کر اس نے پائی اور لا کر گرداب کو پہنچائی۔ قرطاس ٹھہرا ہوا تھا کہ یکایک لشکر پھرے' تاریکی دور ہوئی اور صدا آئی۔ "جاؤ اجازت ہے۔"

لشکر لے کر یہ نہر کے پار بزور سحر اڑ کر پہنچا اور کچھ دور جا کر وہ دن تمام ہوا اس نے خیال کیا کہ اب سرحد طلسم میں دوسرے بادشاہ کے ہیں۔ یہاں قیام کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر ایک صحرائے سبزہ زار میں اترا۔

مگر بہار جو تخت اڑائے پیچھے اس کے آئی تھی۔ وہ بھی قریب نہر آ کر پہنچی۔ پھر وہاں سے دھواں نکلا اور آواز آئی۔ اب کون جاتا ہے۔"

بہار تو نہ بولی مگر قران نے کہا۔ "تم کون ہو۔"

آواز آئی۔ "ملازم کوکب۔"

اس نے یہ سن کر معلوم کیا کہ یہاں سے سرحد طلسم کوکب کا آغاز ہے یہ معلوم کر کے پکارا۔ "اے سرحد دار جلد ہم کو راستہ دو کہ ہم شاگرد رشید خواجہ عمرو ہیں اگر تمہارے روکنے سے ہمارا مطلب فوت ہوا تو ہم شکایت کریں گے تمہارے لیے برا ہو گا۔"

یہ کہتا تھا کہ پانی کو جنبش ہوئی اور دھواں موقوف ہوا صدا آئی۔ "جائیے آپ کا گھر ہے۔"

یہ بھی مع بہار تخت اڑا کر پار اترے اور وہاں کے صحرا میں جا کر ایک کنیز کو بھیجا کہ وہ طائر بن کر خبر لائی کہ لشکر قرطاس یہاں پہ اترا ہوا ہے۔ یہ خبر سن کر سب اس جگہ اترے جب بالکل اندھیرا ہو گیا یعنی شعاع مہر تاباں دریائے کہکشاں میں ڈوبی اور مہر تاباں کو شہر اختفا سے گذر جانے کی اجازت ملی کہ

غروب شمس کا پہنچا جو ہنگام
نظر آنکھوں میں آیا سرمہ شام
کرن خورشید کی دریا میں ڈوبی
ملا ہر رنگ نے عکس کبودی

رات ہوتے ہی عیاروں نے کہا۔ "اے بہار اب تم کہیں جا کر چھپ رہو۔ ہم اس کا کام تمام کر دیں۔"

بہار نے کہا۔ "بہتر' کنیزیں میری لینے کا آپ نے وعدہ فرمایا ہے انھیں چھوڑ جاؤں یا وہ بھی جائیں۔"

برق نے کہا۔ "چھوڑ جاؤ۔"

بہار کنیزوں سے کہہ کر جو مسخر صاحب کہیں بجا لاؤ آپ بزور سحر طائر خوش رنگ بن کر شاخ درخت پہ جا کر بیٹھی کہ تماشہ عیاری کا دیکھ کر خوشنود ہوں۔

عیاروں نے بعد اس کے جانے کے کچھ صلاح کی۔ قران تو سمت صحرا چلا گیا اور برق نے کنیزوں سے کہا۔ "تم اپنی صورتیں بزور سحر بدل ڈالو کیونکہ قرطاس تم کو پکڑ لے گیا تھا وہ پہچانتا ہے۔"

کنیزیں حسب الارشاد سحر پڑھ کر بصورت مبدل تیار ہوئیں پوشاک کی بھی وضع اور رنگ بدلا ہوا تھا۔

جب یہ تیار ہو چکیں۔ برق نے کہا۔ "بزور سحر یہاں اس طرح کا مکان مع فرش و مسند و اسباب عشرت مہیا ہو جائے۔"

کنیزاں بہار تو ہمیشہ سے اس کی تعلیم میں رہی ہیں جو سحر سے باغ پر بہار بناتی ہیں۔

برق کے کہتے ہی کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ باغ دلبستان اور قصر رفیع لائق شاہاں و سامان عیش زینت بزم معشوقاں اسی وقت بن کر تیار ہو گیا کہ اس کی نسبت یہ کہنا زیبا ہے سراسر طلسمی کارخانہ ہے۔

غرض جب یہ سامان درست ہو چکا۔ کنیزوں سے کہا۔ "تم میں سے دو آدمی لشکر قرطاس میں جائیں اور کہیں کہ یہ جگہ قبضہ میں ملکہ گلزار جادو مالک بیاباں گلزار کے ہے۔ تمہارے اترنے سے زراعت و باغات وغیرہ کی پائمالی نیز دیگر اقسام کا ضرر پہنچنا منظور ہے پس تم یہاں سے آج کے دن ہٹ کر قیام کرو کل ملکہ یہاں سے تمہارے قیام کرنے کی نسبت پوچھا جائے گا۔ جیسا حکم ہو گا عمل میں آئے گا۔"

کنیزیں یہ حکم سن کر بصورت مبدل اڑ کر روانہ ہوئیں اور ادھر شب ہو چکی ہے۔ قرطاس بارگاہ کے دروازے پر بیٹھا سیر دشت کرتا جاتا ہے اور شراب پی رہا ہے مگر اترتے ہی سحر کر دیا ہے کہ کوئی غیر نہ آئے۔ اس لیے کہ ملک پرایا ہے۔ یہ تو اس طرح بیٹھا ہے۔

مگر برق دو کنیزوں کو بھیج کر اور باقیماندہ سے کہتا ہوا۔ "تم ٹھہرو میں آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر آپ لشکر قرطاس میں آیا' جیسے ہی اس کی بارگاہ کی طرف چلا ایک پرچھائیں پکڑنے دوڑی۔

اس نے پھر کہا۔ "اے پیر سحر کے جا کر اپنے مالک سے کہہ دے کہ برق عیار آیا ہے۔"

وہ پرچھائیں پھر گئی اور سامنے قرطاس کے جا کر گویا ہوئی۔ "آپ نے مجھ کو مامور کیا تھا کہ کسی کو آنے نہ دینا ایک شخص غیر آتا تھا۔ میں نے اس کو گرفتار کرنا چاہا'

اس نے کہا "کہہ دو کہ برق عیار آیا ہے۔"

یہ خبر سن کر یہ حیران ہوا کہ وہ یہاں کہاں مگر پرچھائیں سے کہا۔ "آنے دے۔"

غرضیکہ برق اس کے پاس گیا اس نے کرسی بیٹھنے کو دی اور پوچھا۔ "آپ کیونکر آئے۔"

اس نے کہا "ہمارا تو یہ گھر ہے روز آتے جاتے ہیں استاد سے حکم احکام پوچھنے کے لیے روزمرہ آنا ہوتا ہے۔"

یہ تقریر سن کر وہ سمجھا کہ کوکب بلا لیتا ہو گا یہی گیا ہوا۔ "پھر مجھے سرفراز کرنے کا کیا سبب ہے۔"

اس نے کہا "اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ آپ نے دوبارہ مجھے کو گرفتار کر کے رہا کر دیا آپ کہتے کہ عیار نے میرا احسان فراموش کر دیا۔ لہذا پاداش میں اس نیکی کے میں آج آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ عیاری کر کے آپ کو ماروں گا۔"

یہ سن کر قرطاس ہنسا اور کہا "آپ نے مہربانی فرمائی مگر مجھ کو کوئی مار نہیں سکتا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ دونوں ساحرہ جن کو پہلے سے یہ بھیج چکا تھا۔ اڑتی ہوئی آئیں جب زمین پر آ کر سامنے آ کر اتریں پرچھائیں ان کو بھی پکڑنے دوڑیں وہ کنیزیں بہار کی ہیں انہوں نے سحر پڑھا کہ شعلہ زمین سے پیدا ہو کر پرچھائیں پر پڑا اس کی روشنی سے وہ سایہ دور ہوا۔ قرطاس نے دیکھا کہ دو نازنین حسن میں بے انداز مہ جبین صورتیں سلونی چہرے نمکین چال میں موزونیاں' وصل میں گھونڈیاں سفاک جان تمنا طلبے حرماں شیدا نیاز خوگر انکار کانوں کو نالہ و فریاد سننا درکار بینی کو انتہا کی خودبینی دہن کو عادت نکتہ چینی نظر سوزدہ جگر لب میں آب حیوان کا اثر آنکھوں کو لگاوٹ یاد کرے بخش عاشق ناشاد

نہ کیونکر قتل کے اس کا سبب ہو
کہ جب تیری نظر سوئے غضب ہو
وہ عارض مہر تاباں جن پہ قربان
کریں گھر دل میں ایسے تیر مژگان
ہزاروں شوخیاں اور ناز پیہم
کہ جس کو دیکھ کر ہو طبع برہم

وہ دونوں ادھر آئی ہیں یہ دیکھتے ہی پکارا۔ "واہ صاحب تم بڑی گرما گرم شعلہ خو ہو کہ میری پرچھائیں کو بھی مٹایا۔"

ان غارت فرمائے ہوش و شکیبائی نے جواب دیا۔ "لو چہ چلے بھگانا تو دیکھو ہمارے ہی گھر میں تو دھرنا دیا ہے اور ہمیں کو آنے کی ممانعت ہے۔ اے صاحب یہ سرزمین بیابان گلزار ہے جس کی کہ مالک ملکہ گلزار ہے ان کے حکم سے تمہیں مطلع کرنے آئے ہیں۔ پیام یہ لائے ہیں کہ زماعت کو لشکر سے خوف پامالی ہے آپ یہاں سے ہٹ کر مقام کیجیے۔ ہماری ملکہ نے تجویز نکالی ہے کہ ملکہ بہاران سے کل آپ کی نسبت پوچھ کر حکم مناسب دیا جائے گا۔ آج آپ کو یہاں سے ہٹنا پڑے گا۔"

قرطاس کو یہ پیام سن کر غصہ آیا مگر سوچا کہ یہاں فساد ہونے میں عمرو تک پہنچنا رہ جائے گا۔ یہ سوچ کر بمنت پیش آیا کہا ہوا۔ "آپ اتنا خفا نہ ہوں ہم مسافر ہیں مہمان نوازی شرط ہے۔ آج رات بھر ٹھہر کر صبح کو سمت قلعہ ہفت رنگ کے چلے جائیں گے اور ہم اسی وقت چلے جاتے مگر راہ کی تکان سے خستگی کمال ہے خیال تلافی ملائی ہے آپ ہماری طرف سے عذر کر دیجئے گا کہ زماعت کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا اور صبح کو وہ چلا جائے گا۔"

کنیزیں یہ سن کر پرواز کر کے روانہ ہوئیں۔ بعد ان کے جانے کے برق نے کہا۔ "میں بھی رخصت ہوتا ہوں خبر شرط ہے وہ کر دی ہوشیار رہیے گا۔"

اس نے کہا۔ "میں بخوبی ہوشیار ہوں آپ جائیے۔"

یہ بھی اٹھ کر چلا اور اسی باغ میں آیا۔ کنیزوں سے کہا۔ "اب تم پھر جاؤ کہنا کہ ملکہ گلزار نے کہا ہے کہ اگر آپ ہمارا مہمان اپنے تئیں جانتے ہیں تو بلا سے ہمارا نقصان ہو گا اور بہاران ہم پر خفا ہوں گی۔ ہم آپ کے مشتاق ہیں۔ یہاں تشریف لائیے۔ دو گھڑی کے لیے اپنے باغ میں ہم تشریف تنہا لائے ہیں آپ بھی آ کر دل بہلائیے پھر چلے جائیے گا۔"

کنیزیں حسب الحکم دوبارہ روانہ ہوئیں اور قرطاس ہنوز اندر خیمے کے نہ گیا تھا کہ یہ

پہنچیں وہ مستفسر ہوا کہ "کہو اب کیا پیام لائیں" انہوں نے حرف بحرف وہ پیام ادا کیا۔

اس نے سن کر خیال کیا کہ یہ ملکہ شاید میرے مرتبہ سے پہلے آگاہ نہ تھی۔ اب رتبہ میرا اس نے جانا اور مجھ کو طلب کیا ہے اس لیے کہ جانتا ہے کہ وہ عیار یہاں بیٹھا ہوا تھا۔ جب کنیزیں پیام لائی تھیں اور اگر عیار ہوتیں تو اڑ کر نہ آتیں اور میری پرچھائیں مٹا نہیں سکتیں۔ یہ سوچ کر ان سے کہا۔ میں کسل مند ہوں اس وقت معاف فرمائیے۔ صبح کو میں حاضر ہوں گا۔"

کنیزوں نے ہنس کر کہا۔ "بہن چلو اسے مردوے کو بھی دماغ ہے کہ ہم ایسے ہیں جس کو شہزادیاں بلاتی ہیں۔

کہ ہم وہ ہیں کہ جس پر اک نظر ہو
قیامت تک نہ کم سوز جگر ہو
ملائے آنکھ کس کی تاب ایسی
لحد تک بھی نہ بجھنے پائی آگ دل کی

لو اور غضب سنو ہماری ملکہ ایسی ہی تو ان کی مشتاق ہیں جو رات بھر باغ میں پڑی رہیں گی۔ شکر نہیں کرتے کہ ابھی تو لٹکا ملا تھا۔ اب اسی نے رحم کھا کر جو بلایا ہے تو ان کو اعزاز ہوا ہے۔"

یہ کہہ کر پھریں اس کو خیال ہوا کہ جیسے یہاں رہے ویسے وہاں ملکہ عورت حسینہ جوان تنہائی میں بلاتی ہے کیا عجب ہے جو اس کا اور کچھ مطلب ہو پھر ازیں چہ مطلب ایک تو شہزادی دوسرے غیر ملک کی۔ یہاں تمہارا کوئی نہیں یہ مفاقت کرے گی مدد وقت جنگ اس سے ملے گی' جانا چاہیے۔"

یہ خیال کرکے پکارا۔ "آپ آزردہ نہ ہوں میں چلتا ہوں۔"

کنیزیں پھر آئیں۔ یہ اٹھ کر اندر بارگاہ کے گیا لباس عمدہ پہنا عطر لگایا۔ جواہر جا بجا

اپنے جسم کر کے طرف ہی ستون کے ہمراہ گیرائی ہوئی ہوئے یہ تو ادھر سے چلے

* * *

• فولاد کو بھی جادو

اس طرف بھی رنگ روغن عیاری لگا کر ایک تن خوبرو کی سی صورت بن کر مسند ناز پر بصد انداز جلوہ گستر ہوا ہے۔ لباس پر زر پنے ہے۔ سر سے تا قدم جواہر کار زیور تن منور پر آماستہ کئے ہے۔ مانگ موتیوں سے بھری ہے۔ ناہید فلک ہزار جان سے اس بھولی صورت سے صدقے ہوا چاہتی ہے۔ قمر کا سینہ رشک سے داغدار ہوا ہے۔ یہ کہتا ہوا ہے کہ

چمکتی تھی دمک عارض کی ہر سو
نہایت تیز تھی شمشیر ابرو
مژہ کی برچھیاں بھی تھیں دل کو
نگہ مست کی ایما کہ سنبھلو
لب گلرنگ خون خاطر چند
نہ چاک دل کے کوئی دیں جو پیوند
وہ ابرو جو کہ شمشیر قضا تھے
دم ایما جہاں کے دلربا تھے
وہ آنکھیں جن پہ صدقے روح عالم
نہ دے یاد ان کی فرصت دل کو اک دم
دہن وہ تنگ جو پنہاں نظر سے
تصور میں دھوئیں اٹھیں جگر سے
وہ دورہ حلقہ چاہ زنخدان
فدا جس پہ ہزاروں جن و انسان
وہ گردن اور وہ سینہ شور جن کا

تکن سے تا فلک ہر جا پہ پہنچا
وہ بازو اور وہ ساعد نور افشاں
کہ جن کی یاد ہر مرگ مسلسل
وہ ساق و خوش نما آئینہ نور
لقب جن کا جواب شمع کافور
قدم سے تا بسر جس جا نظر جائے
نہیں معلوم کیا کیا کچھ گزر جائے

یہ تو اس صورت سے رونق افزائے گلشن تھا اور قران جو صحرا میں کیا گیا تھا ایک پگڑی سر پہ باندھ کر گیا تھا رومال شالی اوڑھا لباس نفیس پہن کر صورت بہ شکل ساحراں تبدیل کر کے حاضر باغ ہو کر دروازہ پہ ٹھہرا کہ ہمراہ کنیزاں قرطاس پہنچا۔
قران نے بڑھ کر تسلیم کی اور نذر دی کہا: "ٹھہریے میں ملکہ عالم کو خبر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اندر آیا۔ برق کو اطلاع دی کہ وہ بصد ناز انداز کنیزان دیگر کے کاندھے پہ ہاتھ رکھ کر بصد اعزاز در باغ پہ آیا۔
ایسا معلوم ہوا کہ جیسے برج سنبلہ سے آفتاب نکل آیا۔ قرطاس نے دیکھا کہ نور باغ سے ساطع ہوا۔ خوابگو کی آرزو پوری کرنے والا تمنا کو قوت بصارت دینے والا ہے یعنی وہ غیرت مشتری رونق بخش مہر چرخ دلبری جس کا جوبن آفتاب بن کر فلک پہ چمکا ہے۔ اختر سپہر وقت سحر جس کی چشم پہ حیا ایک نمونہ ہے۔ نگاہ جس کی ترقی بخش انوار تصور میں جس کے قیامت تک محو دیدار غمزوں کی جھانے والی عاشقوں کو راہ بتانے والی شبنم اس کے عرق جسم سے جھلک کر ہمیشہ گریہ ناک سحر اس کے عاشقوں میں ملنے کے لیے گریبان چاک فدا اس کی جان بخش دل فگاران' آہ اس کی نوید جان بیقراراں' تمنا اس کی ہمیشہ گنہگار ادا و غمزہ اس کا بہر قتل تیار شراب حسن سے بیہوش طبیعت خود فراموش

نظر آئی اسے وہ مجمع نور
دیار ہوش جس سے منزلوں دور
بہ شکل آرزو پنہاں عیاں میں
نہایت شوخ طرز مدعا میں
چمک کر برق شمشیر نظر کی
عیادت کے لیے آئی جگر کی
لحاظ تو بہ شکل زلف برہم
لب ناہد پہ شکر خندہ کم

یہ بیہوش ہو کر یقین تھا کہ گرے مگر وہ ہوش ربائے جان مسرت و تمنا مسکرا کر قریب آئی اور دست رنگین سے ہاتھ اس سرمست بیخودی کا تھام کر لب جاں بخش سے گہر بار ہوئی کہ: "آئیے تشریف لائیے۔ اللہ بڑا انتظار دکھایا' ہاں سچ ہے ہمیں مشتاق جو پایا۔ اسی سے آپ نے منہ چھپایا۔"

یہ کہہ کر خراماں اس گلزار میں کہ واقعی وہ سبز باغ تھا لیکر چلی۔ جب یہ اندر آیا اس باغ کو پراز طلسم پایا وہ درخت تھے یا امیدیں' سینہ ارض کی یہ آئی تھیں سبزہ تھا یا سرسبزی کام دل شعلہ بہار تھا۔ ہجوم شوق نے اس سرد مقام پہ گرمیاں جتائی تھیں۔ جوش آرزوئے بادہ پرستان اسی جا پہ آئی تھی روح آرام پائی تھی۔ اس جا کے اسباب عشرت و صفائے عمارت پہ جان گلہائے بہار پہ خون پاکیزہ طینت دہر کو اس کے تعشق میں جنون کہ

نظر آئے نہال سبز و شاداب
کہ جس کی دید سے خاطر ہو بیتاب
ثمر خوش رنگ سچے لہلہاتے

ہوا چلتی تو اک جوبن دکھاتے
نمائش باغ سب مشکیں افشاں
نگاہیں دیکھنے والوں کی قرباں
مکان مثل دل عارض مصفا
پھسل جائے نظر وقت تماشا

مناسب ساز و سامان جا بجا پر
کہیں کم بڑھ نہیں سب کچھ برابر
چراغ و شمع کے جلوے تھے ہر سو
دلوں میں گھر کریں مانند جادو

قرطاس یہ کیفیت دیکھ کر دنگ تھا۔ سکتے کا رنگ تھا کہ نخلی ملکہ نے لا کر مسند پر بٹھلایا۔ پہلو میں آپ جلوہ فرمایا۔ اس کا دل گم شدہ پھر سینہ میں آیا۔ سمجھا کہ یہ سفر تجھ کو مبارک ہوا۔ یہ نازنین تجھ پر فریفتہ ہے۔

غرض اس کے بیٹھتے ہی ملکہ نے کشتی شراب کی کھینچ کر جام بادہ احمر جس میں بیہوشی ملی تھی بھرا اور مسکرا کر آنکھوں کو جس طرح ساغر چھلک جاتے ہیں یا مست جھک جاتے ہیں گردش دے کر آگے اس کے بڑھایا اس نے بھی کہ مست مے الفت تھا انکار نہ کیا بے تکلف پی گیا۔ ساقی اجل نے صدا دی کہ جی گیا پھر تو یہ کیفیت تھی کہ

طبیعت صورت سے جوش میں تھی
تمنا عزم نوشا نوش میں تھی
ہجوم آرزو کہتا تھا لا جام
جھکا شیشہ کہ آیا اور ہنگام
صدا آئی فراز آسمان سے

سفر ہے نامبارک اب یہاں سے

جب خوب اس کو نشہ ہوا گھبرا کر ہر سمت آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ اس وقت قران بھی باہر سے آ کر سر نخل ملکہ پر معلق جھلنے لگا اور برق نے اس کو بیہوش ہونے کے قریب دیکھ کر کہا: "کیوں میاں قرطاس مزاج کیسا ہے۔"

اس نے کہا: "اے ملکہ درد سر از حد ہے اگر اجازت ملتی تو ذرا لیٹ رہتا۔"

پھر برق نے ہنس کر کہا: "او مسخرے بیہودہ تو نے مجھ کو پہچانا کہ میں کون ہوں۔ میں برق عیار ہوں۔"

یہ سنتا تھا کہ اس نے گھبرا کر سحر کرنا چاہا مگر قران نے پشت کی طرف سے ایک لات ماری کہ بسان سبوچہ سے یہ ڈھلک کر دور گرا اور بیہوش ہو گیا۔

برق نے خنجر کھینچ کر سر نجس جدا کیا۔ شور و غوغا عالم میں پھیلا اندھیرا ہو گیا۔ صدا آئی: "مارا قرطاس جادو کو لشکر میں اس کے بھی اندھیرا چھایا اور لشکری غوغا سن کر جلد جلد مسلح ہو کر دوڑے لیکن بہار جو طائر سی ہوئی بیٹھی تھی اس کے مرتے ہی اٹھی اور کنیزوں کو پکاری جلد آؤ۔

وہ بھی باغ وغیرہ برطرف کر کے پیچھے چلیں۔ عیار صحرا میں چلے گئے اور بگولے لاش قرطاس کو چکر میں دیتے جانب افراسیاب لے چلے۔ اس اثنا میں لشکر "لینا لینا" کہتا بڑھا تھا کہ بہار نے اپنے جوڑے سے ڈبیا یاقوت رنگ نکال کر کھولی اور سحر پڑھ کر دستک دی ڈبیا سے دھواں نکل کر مثل ابر تیرہ و تار تمام لشکر پر چھایا اور بجلی ایسی چمکی کہ سب کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جو آنکھ کھلی دیکھا کہ طرفہ ماجرا ہے یعنی چاندنی گھٹا میں نکلی ہے۔ سامنے ایک چمن ستان سبزہ زار لگا ہے۔ سر سبزی سے خوش فصیل نہالہ کو شرماتا ہے۔

زمرد رنگ ہر برگ خوش اسلوب
شجر کی شاخ مثل دست محبوب
چمن کے پھول مثل عارض یار
برابر جلوہ گر ہر سو نمودار
کوئی گل مثل روئے ماہ براق
اداہٹ میں کوئی مشہور آفاق
کوئی خون جگر کی طرح رنگیں
کسی میں اور ہی صورت کی تزئین

بیچ میں اس گلشن نما کے چبوترہ ہے وہاں ایک خون کن جان صد تمنا جلوہ فرما ہے

کہ رشک حور ہے وہ صاحب جا
پری پیکر سمن بر غیرت ماہ
نظر میں تیزیاں تیغ اجل کی
لب شیریں میں شیرینی عسل کی
غضب آنکھوں میں مثل کیف لبریز
سنان ہر مژہ دل کے لیے تیز
تنک پہنچی جو سوئے سینہ صاف
نظر آیا کچھ ابھرا طور شفاف
قریب پہنچی پستان کو پائے
ہوس کچھ اور ہی مطلب بجائے
جو اٹھی لو تھی شمع ساق پائے
تو گھرا ابر مستی جا بجا سے

گرد اس شعبدہ باز دلدار کے کنیزیں گل رخسار ہاتھوں میں عصے لیے کھڑی تھیں۔ امنگیں دل میں جوانی کی بھری تھیں۔ تمام لشکر اس گل رعنائے باغ حسن کی بہار دیکھ کر اور ہوائے گلشن سحر سے مسحور ہو کر اپنی ہستی فراموش کر گیا۔ خودی سے گذر گیا۔ یہ خیال بالکل نہ رہا کہ

نہیں ہے یہ چمن شان دیدار
یہاں احسان سے ہوتا ہے گنہگار
فریب آمیز اس گلشن کی بو ہے
دغا ہے مکر ہے جو آرزو ہے
مقدر نے ہے وہ ساماں دکھایا
کہ فرق جسم و جاں کا وقت آیا
چلے یہ شعر پڑھتے سب زباں سے
بڑھے روتے ہوئے اپنے مکاں سے
سہے جاتے نہیں رنج جدائی
دہائی ہے دہائی ہے دہائی
قریب باغ پہنچے بولے جانی
خدا رکھے یہ تیری نو جوانی
نثار حسن کا ہے نور پیارے
ہے قربان جان حور پیارے
اجی ہم پہ بھی ہو کی مہربانی
کہ ہو کچھ لحظہ لطف زندگانی

یہ صدائے آہ و واہ اس رہزن شکیب ماہرو نے سن کر کچھ کنیزوں سے کہا: "تم سب دیوار باغ سحر پہ آئیں اور پکاریں کہ اے عاشقان ملکہ زمان ادھر آؤ پیام یار سن جاؤ۔" لشکری

شعر عاشقانہ پڑھتے نزدیک آئے انہوں نے ایک ایک ہار پھولوں کا ان کے گلے میں پہنایا اور کہا: "تمہاری معشوقہ نے فرمایا ہے کہ تمہیں شرم نہیں آتی ہے جو ایک کے سامنے دوسرا میری محبت کا دم بھرتا ہے۔ میں اکیلی اور سارا لشکر مجھ پر مرتا ہے۔ چاہیے تھا کہ تم میں سے ایک دوسرے کو رقیب جانتا اور ہرگز بغیر قتل کیے نہ مانتا وہ میرے عشق سے ہاتھ اٹھاتا یا جان سے جاتا۔ جب ایک شخص رہ جاتا تو اس کو میں اپنے پہلو میں بٹھاتی یہ بدنامیاں نہ اٹھاتی۔"

یہ پیام سنتے ہی آتش فلق ہر ایک کے سینہ میں شعلہ زن ہوئی۔ آتش گل نے جان بلبل میں آگ لگا دی آپس میں ایک نے دوسرے سے کہا: "سنا بھئی اگر میری معشوقہ کا نام اب تیری زبان پر آیا تو قسم ہے اس کے غمزہ جانستاں کی میں مار ڈالوں گا۔" دوسرے نے بھی یہی جواب دیا: "میں خود تجھ کو منع کرتا ہوں کہ اس عاشق جان پر جان نہ کھو ورنہ زندگی سے ہاتھ دھوئے۔"

غرض باہم تکرار ہو کر ایک دوسرے سے لڑنے لگے۔ سحر کی لاگیں سحروں کے حربے چلنے لگے۔ ترسل پنسول ناریل ترنج وغیرہ اچھلنے لگے۔ صف مژگان یار نے صف کشی کر دی۔ آنکھوں کے لڑنے نے لڑائی دکھا دی۔ جادوگری دکھا دی۔ دم بھر میں صدہا سر اس سفاک پر نثار ہو گئے۔ نوجوان بہار باغ ہستی کھو گئے۔ ہزارہا جان سے اس گلبدن پر قربان ہو گئے نوجوان بہار باغ ہستی میں کھو گئے۔ حسرت وارمان ان پر رہ گئے

صدا دی طبل جنگی نے یہ ڈنکا
کہ ہوں مرداں شیر افگن اب آگہ
قریب آیا ہے وقت جاں فروشی
دکھاؤ اپنی اپنی گرم جوشی
کبھی کڑکیت کہتے تھے یہ کڑکا
کہ منہ کی کھائی گر دل کچھ بھی بھڑکا

نکلے ٹوٹے پڑے شمشیر میں ہاتھ
کھنچیں تیغیں بندھا ہر قتل کا ساتھ
یکایک ہر طرف سے برق چمکی
مبارک باد دی خواب عدم کی
جو تھے افزائش جرات سے بیتاب
ہوئے رخسار ان کے آتشیں تاب
لبوں پہ آئے کف تیغۂ اجل سے
اعادے بڑھ گئے دست و بغل کے
مری معشوقہ ہو کر وائے تقدیر
نہ ہوئے غیر سے جا کر بغل گیر
اگر باقی رہے گی جان تن میں
تو ہو گا لطف کچھ اس انجمن میں
کفن پہنو کہ ہنگام اجل ہے
ہوس اب گور سے دست و بغل ہے
جدا ہونے لگے پاؤں سر و دست
کوئی خستہ کہیں نعرے کہیں مست
کہیں سیلاب خوں سے سرخ راہیں
کہیں زخمی تنوں کی سرد آہیں
کڑکتی تھی برابر برق شمشیر
اجل تھک گئی ایسے چلے تیر
گرے گرداں شیر افگن تنوں پہ
کہیں تن سر کہیں توسن کہیں پہ
پھر آخر مہر نے چاہی بلندی

ہوئی حاصل فلک کو خود پسندی
ہوئی رخصت وہ شب بس پیر ہو کر
جہاں صبح چمکا شمشیر ہو کر

یعنی جس وقت تیغ تیز مہر سے سر دیو شب کا جدا ہوا اور سپاہ لیل کو معشوقہ صبح رخسار نے قتل کرایا۔ وہ لشکر سارا، رات بھر لڑ کر کٹ گیا۔ عجب ہنگامہ ساحروں کے مرنے سے برپا تھا، آندھیاں آئی تھیں۔ تاریکی میں بیروں کا غل شور محشر سے کم نہ تھا۔ جب اجالا ہوا، دس پانچ افسر زخمی ہو کر بچے تھے وہ سامنے بہار کے آئے ملکہ نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی اور وہ باغ اور تمام آرائش سحر جاتی رہی۔ ان کے بھی گلوں سے ہار مرجھا کر غائب ہوئے۔ افسر ہوش میں آگئے۔ تمام لشکر کو مردہ پایا۔ چراغ ہستی کو مردہ پایا۔ سمجھے کہ بہار کے سحر میں ہم گرفتار تھے یہ سمجھ کر ارادہ قصاص کیا۔ کنیزان بہار تیغ پکڑ کر للکارتی ہوئی آگے بڑھیں یہ زخمی بہت تھے۔ خوف میں آ کر بھاگے اور جانب افراسیاب گئے۔

بعد ان عیار کے دونوں تعریف کرتے ہوئے کہ: "اے ملکہ سبحان اللہ کیا کہنا۔"

ملکہ نے کہا: "یہ کیا ادنیٰ سحر تھا کیا کہیں قرطاس کو آپ نے قتل کیا۔ وقت حال اس کو میرے لڑنے کا کھٹکا اب پھر کر اپنے گھر کو چلنا مناسب ہے۔"

یہ کہہ کر تخت سحر پر سب کو سوار کیا اور روانہ ہوئی برق نے کہا: "آخر تو چلتے ہیں۔ اس طرف کی سیر کرتے چلیں۔" یہ سن کر جدھر سے آئی تھی ادھر رخ نہ کیا اور سمت کا راستہ پکڑا اور انواع اقسام کے جنگل اور کوہ وغیرہ دیکھتے عجائبات کی سیر کرتے سب روانہ تھے۔ کہیں پہاڑ نظر آتے تھے کہیں دریا تھے۔

کہیں سبزہ کہیں کچھ شہر آباد
کہیں ویرانہ مثل طبع آزاد
کسی جانب کو کوہ آسمان جا
کہیں باہم درخت ایسے نہیں راہ

اسی طرح یہ چلے جاتے تھے کہ دور ایک بیابان نظر آیا۔ سراسر اس میں طلسمی کارخانہ پایا کہ بموجب

طلسمی اس کا تھا عجب کارخانہ
یہ تھا پریوں کے رہنے کا ٹھکانہ
درختوں میں اثر تھے سحر کے تیز
گلوں کے جام تراوش سے لبریز
برابر ان کے غنچہ تھا لب بند
یہ عقدہ سحر سے تھا اے خرد مند
بڑھے یہ رفتہ رفتہ چند فرسنگ
نظر آیا انھیں ایک قلعہ سنگ
کہ تابندہ ہے مثل مہر انور
جڑے ہیں زر کے دیواروں میں گہر
نشاں شفاف رستے صاف و ہویدا
نمایاں سبزہ مثل باغ پیدا
درخت اکثر مگر سب کا جدا رنگ
نہ ملتا ایک سے تھا ایک کا رنگ
کوئی بہتر زمرد سے بھی خوش آب
کوئی مانند لال سرخ شاداب

ثمر کی جا گہر سب میں نمودار
چمک پتوں میں جیسے عارض یار
وہ سب گویا ہے شکل آدمی شاد
چمن خندہ گلوں کے لب پہ فریاد
صدائے غنچہ سے نغمہ ہویدا
سر ہر شاخ سے بارش ہے پیدا
نشاں جنبش میں مثل قلب بیتاب
تلے اوپر کہیں بگانہ آب
قریب اک حوض اس میں خون لبریز
کناروں پہ کشیدہ خنجر تیز
کہیں پتھر کے انساں وہ بھی گویا
کوئی چلا ہنسا اور کوئی رویا

ایک بارگاہ زربفتی دیدانہ قلعہ پہ استادہ تھی کہ جو درازی و وسعت میں صحن آسمان کو شرماتی اس بارگاہ آسمان جاہ سے ہٹ کر بہت بڑا لشکر اترا ہوا تھا۔ کئی لاکھ ساحروں کا مجمع تھا۔

یہ دیکھ کر قرآن نے کہا: "اے بہار تم راہ بھول کر قلعہ نور افشاں کی جانب آگئیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم قید ہو جائیں جلد یہاں سے چلو کیونکہ میرے لیے قید ہونا برا ہے۔ جب تک استاد کو یہاں خبر ہو گی اور وہ کوکب سے کہہ کر چھڑائیں اس وقت تک میں ہلاک ہو جاؤں گا۔"

بہار یہ سن کر وہاں سے سناٹا مار کے تخت اڑاتی بہت دور نکل گئی اور ایک صندل کے جنگل میں پہنچی۔ دیکھا کہ شعلہ ارض رنگ کا درد سر کھونے کو ہزار بار شاخ صندل نشاں پہ سر اپنا رگڑتی ہے۔ حرارت سودا زدگان دشت محبت کھونے کی تدبیر نئی ہے۔

وہاں پہنچ کر قلب محرور مسکن ہوا اور تخت اتار سیر کرنے لگے۔ بوئے صندل سے دشت مہکتا تھا۔ ہزارہا مار سیاہ درختوں سے لپٹا تھا۔ کنڈلیاں سانپوں کی درختوں کے تنے سے لپٹی یوں نظر آتی تھیں کہ بموجب اس بیت کے'

یہ چوٹی بدست آن انگاہے
بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے

وہاں کی سیر کر کے جب آگے بڑھے۔ دیکھا کہ ایک دیوار سونے کی ہر طرف گھری آئی ہے۔ فروغ جلوہ مہر دکھاتی ہے۔ ہزارہا آفتاب چمکنے لگے۔ ہر ذرہ کا ستارہ بخت منور ہوا کہ

مقابل آگیا اک قلعہ خوب
طلائی جس کی دیواریں خوش اسلوب

یہ محاصرہ ہوتے دیکھ کر بہار تخت پر سب کو بٹھا کر اڑی اور قندیل فلک بن گئی' مگر جس قدر بلند ہوئی' وہی دیوار طلائی سامنے آئی رہائی نہ پائی۔ ہزارطرح کے سحر کئے کچھ اثر نہ ہوا گھبرا کر عیاروں سے کہا: "ہم کو کسی نے قید کیا۔"

یہ کہہ کر زمین پر اتر آئی اور اپنے گیسو کی صورت پریشان اور آئینہ رخسار کی طرح حیران تھی۔

اس عرصے میں ایک سیاہی فلک کی طرف آ کر محیط عالم ہوئی رعد گرجا' برق شعلہ فشاں چمکی اور ایک تخت پر ایک ساحرہ بصد عظمت و شان سوار قریب آ کر اس نے کہا: "بی بی کس کے لیے پریشان ہو' سربہ گریباں ہو ذرا سوچو کہ انسان اپنے بس آتا ہے اور پرائے بس جاتا ہے اب جس کے گھر آئی ہو' وہ جب رخصت کرے گا تو جانا ہوگا۔"

بہار نے پوچھا: "یہ گھر کس کا ہے۔"

اس ساحرہ نے جواب دیا: "شاہ عیاراں جناب خواجہ عمرو کا ہے۔"

بہار نے کہا: "پھر وہ کہاں ہیں۔"

اس نے کہا: "آپ میرے ساتھ چلئے وہ بھی تشریف لاتے ہیں۔"

یہ آخر اس ساحرہ کے ساتھ روانہ ہوئے وہ کچھ دور چل کر ان سب کو ایک باغ میں لائی کہ وہ گلشن ہزاروں بہاریں دکھاتا تھا۔ اپنی بہار دیکھ کر ایسا اترا تا تھا کہ پھولے نہ سماتا تھا۔ جملہ سامان راحت اس میں مہیا تھا۔ مکان بہت عمدہ اسباب نادرہ کاری سجا تھا۔ اس میں بالا خانہ رشک بام آسمان تعمیر تھا اس پر نمگیرہ کھینچا ہوا' پری کی تصویر تھا زیر نمگیرہ فرش مکلف پر اس ساحرہ نے ان کو بٹھایا اور کہا: "آپ ٹھہریے میں خواجہ سے عرض کرنے جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر چلی اور باہر آ کے باغ کے دروازے کو بند کر کے تخت پر بیٹھ کر چلی گئی۔

یہ تینوں بالا خانے پر بیٹھے سیر دشت طلسم میں مصروف ہیں۔

مگر جس سرحد میں کہ لڑائی ہوئی اور قرطاس مارا گیا اس دشت کے ساحروں نے جا کر تمام ماجرا خدمت کوکب میں عرض کیا۔ وہ بہت ہنسا اور ایک نامہ لکھ کر بہران کو بھیجا نامہ بہران کو پہنچا۔ اس نے پڑھا لکھا تھا: "اے فرزند نامہ دار جو آتا تھا اس کو قران اور برق نے اس طرح راہ میں مار ڈالا اور بہار ملکہ نے یوں لشکر کو شکست دی اور بیابان معتدل کے آگے ایک باغ میں وہ سب فروکش ہیں ۔ خواجہ صاحب سے کہنا کہ جی میں آئے تو جا کر مل آئیں ورنہ ہم ان کی دعوت کر کے رخصت کر دیتے ہیں خواجہ صاحب کے ہم شبیہ کو ان کی تسکین کے لیے بھیج دیتے ہیں۔"

یہ نامہ پڑھ کر ملکہ عیاروں کی فطرت پر ہنسی اور ان کے حوصلہ پر آفریں خواں ہوئی کہ اس طلسم تک تعاقب کر کے بغیر قتل کے نہ چھوڑا۔ پھر عمرو کو یہ نامہ دکھایا۔ خواجہ بھی بہت ہنسے۔ پھر خیال کیا کہ شاید تم کو کوکب آنا ہو پس تم بغیر حصول مطلب بہران کے پاس سے جدا نہ ہو۔ یہ سمجھ کر ملکہ سے کہا: "اے ملکہ آپ نے مجھ سے

ایسی الفت کی ہے کہ کسی سے ملنے ملانے کو جی نہیں چاہتا ہے۔ اچھا آپ لکھ بھیجئے کہ بادشاہ دعوت کر کے رخصت کر دیں۔"

ملکہ نے بجواب نامہ عریضہ اسی مضمون کا لکھ بھیجا۔ شاہ نے بموجب مرضی عمرو اسی ہم شبیہ کو خواجہ کے کہ جو تخمور کے پاس بھیجا تھا۔ طلب کر کے مع سامان دعوت حشم وخدم ہمراہ ایک امرائے دولت کے روانہ کیا۔

یہاں بہار اور عیار بیٹھے دیکھتے تھے کہ یکایک ڈنکا بجا سنائی دیا۔ بالا خانے پر کھڑے ہو کر تو سامان سواری سامنے نظر آیا۔ آگے آگے شتری و فیلی نقارے بجتے ان کے بعد تخت پر سوار ساحر اہتمام کرتے۔ پھر بہت سی پالکی نالکی جن پر جادوگرنیاں لباس عمدہ پہنے سوار جسم پر ان کے زیور مرصع کار کی بہار تھی۔ ان کے بعد سقے آبپاشی گلاب و کیوڑے کی کرتے۔ لڑکے خوبصورت لوٹے لخلخوں کے لیے آگے بڑھ گئے۔ پھر پیادے و چوبدار خاص بردار لباس معقول سے آراستہ پیدا ہوئے۔ ان کے بعد ایک تخت پر عمرو سوار جلو میں باد بہاری خلعت زرنگار پہنے' جس سے زریں لباس مہر شرمسار تاج کی سونگرے کا رکھے۔ جواہر سے جسم کو تزئین دیئے روانہ ہوئے۔ صدائے طرقو اے ارض وغیرہ بھرا ہے۔ چاؤش دور باش کہہ کر للکارتے ہیں۔

نقیب کچھ تفاوت سے پیش خداوند کے نعرے مارتے ہیں۔ بڑے جلو و حشم سے سواری جاتی ہے۔

یہ کیفیت عیاروں نے دیکھ کر کہا: "استاد جاتے ہیں۔"

برق نے کہا: "میں تو پکارتا ہوں۔"

قران نے کہا: "کہیں ایسا دیوانہ پن نہ کرنا خلاف ادب ہے' ادب سے آگے بڑھنا۔"

یہ کہہ رہے تھے کہ سواری نکل گئی۔ کچھ عرصہ میں وہی ساحرہ جو یہاں بٹھا گئی تھی مع چند ساحران ذی رتبہ کے آئی در باغ وا ہوا۔ ان کے سامنے پہنچ کر ہر ایک ساحر گویا ہوا: "چلئے آپ سب کو خواجہ سلامت نے بلایا ہے۔"

بہادر نے کہا: "ہم سمجھتے تھے کہ یہیں تشریف لائیں گے۔ یہ انہیں کے رہنے کی جا

بے۔"

اس ساحرہ نے کہا: "جی نہیں۔ یہ اس غریب کے رہنے کا ٹھکانہ ہے۔ ان کے لائق یہ کب جگہ ہے۔"

غرضیکہ تخت پر سوار کر کے عیار وغیرہ کو ساتھ لے چلے۔ اب جو دیکھا تو وہ دیوار طلائی نظر آئی اور کچھ دور آگے جا کر ایک باغ کی بہار دکھائی دی۔ دروازے پر اس کے محلہ کے لوگ خدام و دربان دیبا ذی وغیرہ کا مجمع ہے۔ یہ وہاں اترے۔ سب نے ان کی سلامی لی اور بڑھ بڑھ کر تسلیم کی۔ یہ پھر داخل باغ ہوئے۔ وہ سب رنج دل کے داغ ہوئے۔ عجب بہار آگیں وہ گلشن نظر آیا۔ جس سے دیدہ دل نے سرور پایا۔ سوسن سے رنگ وہاں سرمہ بصارت آگیں چشم مشتاق گل روشنی میں نور دیدہ مشتاق نرگس مخمور برنگ دیدہ حور سنبل کے پیچ عقدہ سربستہ آرزوئے عاشقاں سرو موزوں سر بلند سرافرازاں کے

گلوں میں سب طرح کے رنگ پیدا
ہر اک میں تھا نیا جلوہ ہویدا
لبالب آب سے نہریں ہر اک سو
جو لے جائیں دل شائق سے قابو
نوازن جا بجا مرغان خوشرنگ
ہر ایک کے زمزمے کا کچھ نیا ڈھنگ
ہر ایک پاسو روش کا شانہ نور
میسر ہر کسی کو صحبت حور
نہایت باتکلف فرش سارے
کہ حسن کے پہ پھسلیں نظارے
ہجوم مہ رخاں ہر قدم پہ
ہوائے شوق کے جھونکے برابر

مزاج شاہد حسن برہم
نظر کو دید سے فرصت بہت کم
ادائے شوخیں پہ قصد ہلاک
ہوس مغرور جوش شوق بیباک
ترنم تا صدا ہر نازنین کی
خلل انداز رسم کیش و دین کی

صحن گلشن میں تخت جواہر کار پر عمرو جلوہ فرما تھا۔ چتر زریں سر پر گردش کرتا تھا۔ گرد کرسیوں پر امراؤ زنا کا دور بندھا تھا۔ ہزار ہا نازنین شوخ و چند عہدے ہاتھ میں لیے حاضر تھیں۔ صدہا کنیز عزت دار و پر تمیز بسان مہر تاباں لباس زر میں پنہاں فن عاشقی سے ماہر تھی۔ رقص سامنے ہو رہا تھا۔ ساز عشرت آواز بج رہا تھا۔ ان سب نے جا کر خواجہ کو سلام کیا۔ عمرو تخت پر سے اٹھا اور ہاتھ پھیلایا پہلے آ کر قران نے سر سینہ سے لگایا۔ ہر ایک کو گلے سے لگا کر قریب تخت بعد عزت کرسی ہائے جواہر پر بٹھلایا' خواصین زریں کمر نازک اندام حسب ایمائے عمرو کشتیاں خلعت گراں بہا کی جنہیں ملا مرد بد کے اور بہار کے زیور سے مرصع تھا' لائیں۔ وہ خلعت عیاروں اور بہار کو عنایت ہوئے اور بہت سا جواہر بیش قیمت دے کر ہر ایک کو خوشنود کیا۔ پھر حکم آغاز ہونے جلسہ عشرت دیا۔ فوراً ہا ہو کے قہقہے بلند ہوئے بحر پر جوش ہوس سے پرستار رواں تھا۔ کشتی شراب چلنے لگی۔ ساغر حباب شیشہ دل بنے ایک لحہ میں یہ کیفیت ہوئی کہ بشکل زلف ساقی سمن بر مزاج توبہ برہم ہوا۔ چشم زاہد میں مستی کا عالم یہ ہوا کہ

ہجوم ساغر گل رنگ ہر سو
صدائے ریزش سے سخت دل جو
ترشح کیف کا آنکھوں سے پیدا
ہر اک اپنے سخن پر آپ شیدا
کہیں بہکے ہوئے آغاز و انجام
کوئی مصروف دیدار لب بام

اسی لطف سے کشتی میں ناز نینان قمر دیدار نے سرود و ساز کو سنبھالا۔ بادہ خواراں کو بہکایا، جلسہ عشرت جمایا، رقص نے دل بسمل کئے۔ ابرو نے آ کر قاتل کے حوصلے بڑھ گئے ایمان تڑپ کر رہ گئے۔

کوئی زہرہ صف آمادہ ناز
کیا اس جا کسی نے رقص آغاز
دم رقص اس طرح گھنگرو بجائے
کہ داؤدی ترانے یاد آئے
ملاتی تھیں جو ساز رقص دو چار
تھے ان کے اس ہنر میں ہاتھ تیار
کسی کے دست میں رنگیں گلابی
بنی تھی مے سے برج آفتابی
نہ تھی کم محتسب سے آہ شام
چھپا جو آفتاب ارغوان فام
سیہ بال اپنے جب اس نے سنوارے
ہوئے پھر زینت مہتاب تارے

یعنی جس وقت برائے تعظیم یہ مست شب گردوں شیشۂ آفتابی آفتاب خم ہوئی اور بساط ہوس میگساراں شبنم نیل آرزو سے دامن رات کا تر ہوا سر شام ساقی مینا و جام اس باغ کی نہر پر جمع ہوا۔ بادہ خواروں کا جمگھٹا ہوا اور خدا کی رحمت سوار ہوئی کہ لب جوئبار کشتی رواں ہوئی کنارے نہر کے روشنی فروغ بخش دیدہ و مردماں آبی تھی ماہیوں کو یہ جلسہ دیکھنے کی بیتابی تھی۔ شب ماہ میں باغ پر بہار روشنی سے خاطر تیرہ میں نور انھار نہر میں بکھرے پڑے' فوارے جڑاسے آب افشانی کرتے سبحان اللہ عجیب سیر عشرت انتہا تھی جس پر جان ہر بلبل دل فدا تھی کہ

بنا تھا فرش پر رنگیں ہر روش پر
کہیں تھا گلشن قالین سے بہتر
رواں اک سمت جو چشمے تھے پر نور
خزانے ان میں فوارے کے معمور
جڑاول اس میں میوہ دار اشجار
ہر اک تھا بلبل و طوطی سے گلزار
ارم تھا وہ مکاں عشرت افزا
میسر خلد کا ان میں تماشا
ہوئے سب یہ وہاں جب رونق افروز
طبیعت سیر سے تھی لطف اندوز
کہ پہنچا اک گروہ ماہر وہاں
مہیا رقص کا پاس ان کے ساماں
ملا کر ساز ٹھیکیں پھر وہ اٹھ کر
قیامت تھی بپا ناز و تمکن پر
لباس پر تکلف زیب تن تھے
نہایت ان کے پر زر پیرہن تھے

تصدق دل تھے گانے کی صدا پر
فدا تھی زہرہ بر ان کی ادا پر
ستارے ساغر مینا کے چمکے
نصیبے شیشہ و صہبا کے چمکے

جب سن لیلیٰ شب جوانی پر پہنچا نہر کے کنارے سے اٹھ کر بارہ دری میں آئے وہاں نعمت خانہ تیار تھا غذائیں لطیف و عمدہ دستر خوان پر چنی گئیں۔ سب نے کھانے سے فراغت پائی نوبت آرام کی آئی۔ ملکہ بہار کے لیے ایک کمرہ علیحدہ سجا ہوا تیار تھا وہاں جا کر یہ مسہری پر پھولوں کی لیٹی مخلخے رکھے تھے اور جملہ سامان راحت مہیا تھے۔ شمع موی و کافوری روشن تھیں۔ عیار ایک اور کمرے میں کہ رشک دہ قصر جناں تھا جا کر آرام پذیر ہوئے عمرو علیحدہ ان سب سے جا کر سویا۔

مگر کیفیت سنئے کہ بہار جب مسہری میں لیٹی، کوئی پنکھا جھلنے اور پاؤں دبانے کو نہ تھی۔ اس نے دیکھا کہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نرم اس کمرے میں آنے لگی باد بہار کو شرمانے لگی۔ پھر ایک شمع کا پھول گرا اور اس کی لو میں سے آواز آئی: "اے ملکہ آپ کہیے تو یہ لونڈی آ کر پاؤں دبائے۔"

بہار نے بہ گرمی محبت اس شمع سے ہنس کر پوچھا کہ: "اے بی بی تم کون ہو۔"

لو سے آواز آئی: "کنیز آپ کی شعلہ بدن ملکہ بہار کی سہیلی۔"

بہار متحیر ہوئی: "یہ کنیز شعلہ بدن شمع میں کیونکر آئی مگر گویا ہوئی: "اچھا آؤ۔"

یہ کہتے ہی دیکھا کہ شمع تھرائی اور لو اس کی شق ہوئی شعلہ زمین پر گرا اور لوٹ کر ایک پری ناز حور پیکر سمن بر اندام بنا شرم سے گردن جھکائے۔ شوخی آنکھوں میں چھائے سر سے پاؤں تک نور رنگ میں مقابل شمع طور چہرہ میں انتہا کی گرمی، باتوں میں حد کی نرمی رخسار پر ہجوم آرزوئے بوسہ کا غازہ۔ ذہن میں ذائقہ دشنام دہی پوشیدہ نہفت بہم الفت چاہنے کی صورت:

جبیں سے تا بپا نور مجسم
ہر اک انداز میں سو انداز باہم
سخن کی گرمیوں سے جان بیتاب
سرور آنکھوں میں ہے لوٹ ہے تاب
تردد سے طبیعت متزلزل دور
فدائے روئے روشن مجمع حور

جب وہ نازنین قریب آئی۔ نہایت ملکہ بہار حیران بجمال تھی مگر اس نے باادب بیٹھ کر پاؤں دبانا شروع کئے کہ یکایک سامنے جو گلدستے رکھے تھے ان کے سب پھول کھلکھلا کر بزبان عشق غنچہ دہن ہنسے اور پھر آواز آئی: "اے ملکہ اگر اجازت پائے تو یہ کنیز بھی آئے، کہانی کہہ کر جی بہلائے۔"

بہار نے پوچھا۔ "تم کون ہو۔"

آواز آئی: "میں بھی لونڈی ہوں۔ بہار کی سہیلی ہوں۔

بہار نے کہا: "آؤ"

یہ کہنا تھا کہ ایک پھول چٹکا اور چند پنکھڑیاں زمین پر گر کر نوشین پھر جو دیکھا تو ایک بہار افزائے رنگ و نشاط ذائقہ بخش جوش انبساط سراپا مزاج حسرت عشاق شیشہ دل کی طاق ابروں پہ جس کی بہار نثار جس پہ گلزار لطف فرمائے ایام

بڑھی کچھ دور اس ناز و ادا سے
کہ جنبش قلب نے کی اپنی جا سے
ہزاروں شوخیاں اور ناز پیہم
کہ جس کو دیکھ کر ہو طبع برہم

غرض وہ گل پیرہن مسہری کے نیچے باادب آ کر بیٹھی اور لب گوہر سے گلفشاں ہوئی

کہ: ہمارے ملک ایک بادشاہ تھا۔ ہمارا تمہارا خدا بادشاہ۔ اس کو نوشیرواں کہتے تھے۔ مرد مان دنیا اس کے وقت میں شاد رہتے تھے۔

ناظرین کو واضح ہو کہ اس گلبدن نے کہ نام اس کا گلزار سمنبری ہے۔ یہ کہانی شروع حال نوشیرواں اور امیر حمزہ کے پیدا ہونے سے کہنا شروع کی۔ حال اس کا دفتر اول نوشیرواں نامہ میں ہے۔ یہاں سارا دفتر لکھنے کی گنجائش نہ تھی۔ صرف طلسم ہوشربا بیان کرنا منظور ہے اس وجہ سے ترک بہتر سمجھا گیا۔

فی الجملہ جب اس گل نے یہ کہانی یہاں تک پہنچائی کہ ملکہ نگار دختر نوشیرواں امیر ہو کر عاشق کے ساتھ نکل آئی اور اس کے بدن سے قباد شہریار پیدا ہوئے اور قباد کا نکل جانا، علم شاہ سے لڑ کر اور عاشق ہونا ملکہ ماہ سیما پر اور پھر اس ملکہ سے منعقد ہو کر پیدا ہونا شہزادہ سعد بن قباد اور بعد شہادت قباد حکمران ہونا۔ سعد کا کل لشکر اسلام پر اس فصاحت سے بیان کیا کہ حال شان و عظمت حسن و جمال شہزادہ سعد سن کر بہار نے ایک تیر غائبانہ عشق کا کھایا اور ارمان وصال نے ہاتھ پاؤں نکالے۔ وحشت گریباں گیر ہوئی۔ گیسوئے پیچاں مار نے دل میں گھر کیا۔ مسکن یار دل نار بنا، نئی انجمن میں پھنسا بات کٹنی مشکل ہوئی۔ نیم بسمل ہوئی۔ ارادے ہوس کے بڑھ گئے خار غم سینہ میں گڑ گئے کہ

ہوئی الفت جو اس کی آتش افروز
جگر پہ آ کے بیٹھا تیر دل دوز
الگ ہے سب سے انداز محبت
نئی ہے صید شہباز محبت
دکھائی حسن نے اپنی کرامات
دیا دل اپنا اس دلبر کو ہیہات
طبیعت میں عجب تھی بیقراری

بی مژگان تر ابر بہاری

یہ بیقرار نیند کا بہانہ کر کے چپکے چپکے رویا کی۔ ادھر عیار جو کمرے میں گئے تھے ان کی خدمت کے لیے بھی کوئی پردے کی تصویر پری بنی‘ کوئی آئینہ کی تصویر حور چہرہ بن کر حاضر ہوئی۔ رات بھر یہی صورت سیر کی تھی۔ یہاں تک رنگ رخسار شاہد شب کافور ہوا اور آفتاب بسان عاشق بیقرار بارنگ زرد نکلا

شب فرقت کا بدلا صبح نے رنگ
ہوئے پیدا سحر کے شرق میں ڈھنگ
ہوئی سرخی شفق کی کچھ نمودار
نظر نہ آئی پھر کہیں شب تار

خواجہ عمرو کا ہم شبیہ آ کر تخت پر جلوہ گر ہوا عیار اور ملکہ بہار بصد ادب سلام کرنے حاضر ہوئے اور تسلیم کر کے بیٹھے خواجہ نے حکم دیا: "اس وقت آپ لوگ حمام کر کے پوشاک نئی بدلیں۔"

سب نے حسب الحکم حمام کیا۔ کشتیں پوشاک کی مع زیور اس وقت بھی عنایت ہوئیں سب مزین و مجلی ہو کر جلسے میں آ کر بیٹھے ذبح ہونے لگا جام شراب گردش میں آیا۔

اس وقت عیاروں نے عرض کیا: "حضور یہاں سے کب چلیں گے۔"

عمرو نے کہا: "جب خدا لے چلے۔"

انہوں نے کہا: "پھر ہم رخصت ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ لشکر اکیلا ہو گا۔ ایسا نہ ہو کہ افراسیاب کچھ فتور زیادہ کرے۔"

عمرو نے کہا: "کہ تمہارا جدا ہونا ہر چند کہ نہایت شاق ہے لیکن مجبوری سے منظور فراق ہے اچھا جاؤ خدا کے سپرد کیا۔"

یہ کہہ کر خلعت رخصت تیسری بار عنایت ہوا کھانا اور شراب وغیرہ پلا کر چند ساعتوں

کو بلایا اس نے فرمایا: "باغ کے شمالی دروازے سے ان کو روانہ کر دو۔"

ساحر انھیں لے کر روانہ ہوئے۔ عیار اور بہار سیر اس گلزار کی کرتے اسی دروازہ مذکور تک پہنچے اس دروازے کو تمام جہان کی عمارت عمدہ سے کہیں بہتر پایا۔

غرضیکہ ساحروں سے مل کر باہر نکلے۔ دیکھا تو اب اس صحرائے معتدل اور دیوار طلائی کو نہ پایا۔ وہ باغ کہ جس میں ساحرہ لے گئی تھی اس کا پتہ نہ ملا۔

غرضیکہ تخت سحر ملکہ بہار نے تیار کیا اور سب کو سوار کر کے چلی۔ دشت ظلمات کی سیر کرتی جاتی تھی۔ عیار راہ میں بولے: "اے ملکہ تم نے پہچانا کہ خواجہ عمرو نہ تھے۔"

بہار نے کہا: "تم نے کیونکر پہچانا۔"

قران نے کہا: "استاد ہوتے تو فیاضی نہ کرتے تین بار خلعت نہ دیتے۔"

برق نے کہا: "سچ کہتے ہو بیشک استاد نہیں تھے یہ کوئی سحر کا پتلا کوکب کا تھا۔"

غرضیکہ یہ تو سیر کرتے بہ ذوق و شوق و مقصد ہیں۔ لیکن لاش قرطاس جادو کی جب لیے ہوئے اور چند ساحر ہزیمت خوردہ دست بہار خدمت افراسیاب غدار میں پہنچے۔ حال قتل اور کوائف جنگ زبان پر لائے بادشاہ کو غضب طاری ہوا۔ فرط غیظ سے کانپنے لگا امرائے دربار کی چالاکی پر عیاروں کے ہوش پران تھے اور بادشاہ کے پر غضب ہونے سے گردن جھکائے بیٹھے تھے۔

الغرض اور کچھ تو بادشاہ سے بن نہ آیا۔ سوائے اس کے ایک نامہ ملکہ حیرت کو جملہ حال گذشتہ کا لکھ کر ترقیم کیا کہ: "دیکھتے ہی نامہ کے طبل جنگ بجوانا اور مع عصور آمادہ کار زار ہونا' میں بھی آتا ہوں۔ وہاں میرے ملازم بہار نے قتل کئے ہیں یہاں میں سب نمک حراموں کو ہلاک کروں گا اور صرصر عیارہ مجھ سے وعدہ عیاری کرنے کا کر گئی تھی۔ اگر اس نے نہ کیا ہو تو لشکر سے ناک کاٹ کے نکال دینا۔"

یہ نامہ سحر کا پتلا لے کر روانہ ہوا اور شاہ نے لاش قرطاس اٹھانے کا حکم دیا اور عازم ہوا کہ لڑائی شروع تو خبر پا کر میں بھی جاؤں۔

اس طرف یہ نامہ حیرت کو پہنچا قتل ہونا نامہ دار کا پڑھ کر حیران ہوئی کہ کیا زبردست

عیار ہیں جنہوں نے بغیر قتل کئی نامہ دار کو نہ چھوڑا۔ بعد متحیر ہونے کے حکم دیا: "صرصر کو لاؤ۔"

صرصر جب سے وعدہ کر گئی تھی اپنے خیمہ میں فکر عیاری کر رہی تھی۔ کوئی صورت بن نہ آئی تھی اسی فکر میں تھی کہ حکم جرات برائے حاضری پہنچا۔

یہ لرزاں و ترساں سامنے آئی۔ ملکہ نے بغضب ارشاد کیا: "دیکھ عیار ایسے ہوتے ہیں کہ تعاقب کر کے تامل بغیر قتل دشمن باز نہ آئے۔ حکم شہنشاہ تیری نسبت ناک کاٹنے کا ہے۔"

صرصر نے سارا ماجرا سنکر عرض کیا: "واقعی یہ کنیز خطا وار ہے لیکن امیدوار مراحم خسروانہ سے ہے کہ مجھ کو مہلت ملے اگر سر دشمنان شاہی کے نہ لاؤں تو موجب سزا ہوں۔"

ملکہ نے مہلت دی یہ روانہ ہوئی اور اپنی جگہ آ کر صبا رفتار سے کہا: "تم صورت قران کی بنو۔" وہ جب آئینہ رکھ کر تیار بہ شکل مذکور ہوئی اور ایک سر مقوی کا بنا کر جس میں چہرہ روغن دار ایسا کہ لحم انسان کا چہرہ اس میں ظاہر تھا۔ سرمو فرق نہ تھا اپنے سر پہ لگایا اور اسی طرح ہر اعضا پہ مقوے کے اعضا چڑھائے اس لیے قران دست و پا نہایت زبردست رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے یہ تدبیر کی اور بعینہ تصویر قران بن گئی۔

جب یہ کسوت آرائی اور بغدہ وغیرہ درست کر کے تیار ہو چکی۔ صرصر نے اپنی صورت برق کی سی بنائی اور ایک سر مقوی کا شکل صورت قرطاس بنایا کہ جس کا گلا کٹا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اسی صورت سے سر لے کر اپنے خیمہ سے اس طرح چلیں کہ کوئی ہم کو نہ دیکھے۔ خیمہ و بارگاہ کی قناتوں وغیرہ میں چھپتی ہوئی چلیں۔ اس لیے کہ عیار جاسوس لشکر حریف کی نگاہ نہ پڑے۔

غرضیکہ اپنے لشکر سے دونوں نکل کر لشکر ماہ رخ میں دونوں پہنچیں۔ لشکری ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور سمجھے کہ یہ دونوں عیار سر نامہ دار کا لینے گئے تھے وہی لائے ہیں۔

غرض یہ بارگاہ میں آئیں۔ مہ رخ انہیں دیکھ کر شاد ہو گئی اور تخت سے اٹھ کر گلے لی۔ بہت تعریف عیاری کی۔ خلعت گراں قیمت منگا دیئے۔ ابھی تو کسی کو معلوم نہیں کہ بہار بھی عیاروں کے ساتھ تھی ورنہ اس کا حال مہ رخ پوچھتی۔ یہی جانا کہ حسب وعدہ یہ سر نامہ دار لائے ہیں۔

خلاصہ بعد اعزاز و اکرام یہ عیارنیاں کرسی پر بجائے عیاراں بیٹھیں۔ مہ رخ نے حکم ذوق ہونے کا دیا' ساقی و مغنی ساز طرب لیے حاضر ہوئے۔ ان دونوں نے تمام ماجرا قتل نامہ دار کو جو سن کر آئی تھیں بیان کیا کہ ہم نے اس محنت و فطرت سے اس کو مارا۔

یہ کہہ کر گویا ہوئیں کہ جب ہم ملک کوکب میں پہنچے اور قتل نامہ دار سے فارغ ہوئے تو کوکب نے ہماری دعوت کی' اس دعوت میں جو شراب کہ ہم نے پی کبھی دیار شاہ اسلام میں بھی نہ پی تھی' چنانچہ اس کا ماجرا ہم زبانی نہیں کہہ سکتے کہ کیا لطف پایا۔ "تھوڑی سی آپ کو چکھانے کو لیتے آئے ہیں اگر اجازت ہو تو ساقی گری کر کے سب کو ایک ایک جام پلائیں۔"

مہ رخ نے کہا: "آپ کو پوچھنے کی احتیاج کیا ہے بسم اللہ کیجیے۔"

یہ دونوں اٹھیں اور جام لے کر کیسوں سے گلابیاں شراب ارغوانی کی نکال کر سب کو ایک ایک پلانے لگیں۔ مہ رخ اور جملہ سردار جس نے وہ شراب پی کر بہت تعریف کی انہوں نے رقاص و ملازم تمام حضار بارگاہ کو جام سے دیئے اور کہا: "تم لوگ بھی کیا یاد کرو گے کبھی ایسی عمدہ شراب پی تھی۔"

غرضیکہ بعد کچھ عرصہ کے یہ عالم ہوا کہ سازندوں کا مزاج ناساز ہوا سارنگی الٹی کر کے گلے کی طرح رہتے لگے۔ اگلا سا رنگ ہی نہ رہا۔ رنڈیوں کی تنی گت ہوئی سر نیچے ٹانگیں اوپر کر کے ہو کر نئے کھڑاک میں پھنسیں۔ سرداروں کا سر بسان چرخ دوار پھرنے لگ رقص کی گردش سرنے دکھائی۔ کس کو حالت نشہ نہ آئی۔ خود غلط ہو کر

اوندھے منہ گرے۔ عیار بچیاں آستین چڑھا کر خنجر کھینچ کر چلیں کہ سب کے سر کاٹ لے جائیں اور کہیں کہ یہ اس کا بدلہ لیا ہے کہ جس طرح وزیر اعظم شلہ ساحروں کو تمام عیاروں نے بیہوش کیا تھا۔

غرضیکہ ہنوز کسی کا سر جدا نہ کرنے پائی تھیں کہ وہ عیار جو یہاں باقی ہیں۔ ان کا حال سنئے کہ یہ لشکر حیرت میں گئے تھے اور لشکر کو عیار بچیوں سے خالی دیکھ کر ضرغام صورت صرصر کی بنا اور جانسوز بشکل صبا رفتار تیار ہو کر دونوں بارگاہ حیرت میں آئے۔ اس نے صورت دیکھتے ہی کہا: "بہادریو تم دشمنوں کے سر لانے کے لیے کہہ گئیں تھیں خالی پھر آئیں بے شرط کی ناک کٹوا لی۔"

عیار یہ سن کر سمجھے کہ بیشک ہمارے لشکر میں عیار بچیاں بہر قتل سرداراں گئی ہیں۔ یہ سمجھ کر گویا ہوئے کہ: "اے ملکہ ہم جا کر ابھی سر لاتے ہیں۔ ایک کام سے یہاں آئے تھے۔"

یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل کر بعجلت تمام تر چلے۔ دست و دعا بلند کرتے تھے کہ خداوند ہمارے سرداروں کو ہلاکت سے بچانا، ہم نے بڑی غلطی کی جو اکیلا چھوڑ کر چلے آئے۔

فی الجملہ جب یہ قریب بارگاہ پہنچے وہاں ہر ایک کی زبانی سنا کہ قران و براق آئے ہیں، سرنامہ دار لائے ہیں۔

عیار سمجھے کہ عیار بچیاں اسی ہیئت سے کہ جو مشہور اس وقت ہے آئی ہیں پس سراچہ ضرغام پھاند کر اندر آیا دیکھا کہ صرصر خنجر لیے مہ رخ کا سر کاٹنے جاتی ہے اس نے گوپھن میں پتھر رکھ کر مارا کہ صرصر کی ران پر اس زور سے پڑا کہ وہ اس صدمہ سے گر پڑی۔ یہ دوڑا کہ گرفتار کر لوں وہ دہشت جان سے ہر چند کہ اٹھنا دشوار تھا مگر بہر صورت اٹھ کر بھاگی اور صبا رفتار پہلے ہی سراچہ سے فرار ہو گئی۔

ضرغام نے پکارا: "پکڑنا۔"

جانسوز باہر ہی تھا دوڑا اور لشکری اس کے دوڑنے سے ڈرے مگر وہ صورت بدلی وغیرہ کی تھیں۔ اس وجہ سے ساحر سحر نہ کر سکے۔ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ معاملہ کیا

ہے اور یہ کیا بھید ہے۔ وہ دونوں نکل گئیں۔ عیاروں نے تمام سردارانِ بارگاہ کو فتیلا دفع بیہوشی دے کر ہوشیار کیا اور ساری کیفیت بیان کی۔ ہر ایک نے سجدہ شکر حق تعالیٰ ادا کیا کہ اس نے خلعت حق دوبارہ عطا فرمایا اور اس شکریہ میں حکم جلسہ عشرت دیا۔ یہ سب با آرام مصروف عیش و عشرت ہوئے اور عیار بچیوں نے جا کر حیرت سے سب حال کہہ کر عرض کیا۔

"کنیزیں مجبور ہیں آپ کو اختیار ہے جو چاہیے سزا دیجیے۔ ہم آپ کی خیر خواہی کر چکے۔"

ملکہ نے کہا: "تمہاری صورت بن کر عیار شاید آئے تھے وہ مجھ سے تمہارا جانا عیاری کے لیے عذر جلدی گئے جب کہ تم یہ بیان کرتی ہو کہ عیار ہماری صورت بنے ہوئے ہمارے کام میں دخل انداز ہوئے۔"

عیار بچیوں کو جب یہ حال ثابت ہوا کہا: "اے ملکہ دوراں یہ فرمائیے کہ آپ ہی نے ہماری ساری محنت رائیگاں کی۔"

ملکہ نے کہا: "بیشک مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہاری صورت پر ان کو دیکھتے ہی راز کہہ بیٹھی۔ اچھا اب تم جا کر اور فکر کرو۔ شہنشاہ کو کہہ کر خطا معاف کرا دوں گی۔"

عیار بچیاں سلام کر کے چلیں۔

اور دن سارا گزر چکا تھا۔ عیار فلک یعنی مہروز لب دود و سوز عرصہ سپہر سے مراجعت کر کے خیمہ مغرب میں گیا اور عیارہ شب نے سیاہ پوش ہو کر کمند کہکشاں لے کر عالم میں داخلہ کیا۔

اس عرصے میں مہر عالم افروز
کہ جو تھا اس جہاں میں بہرہ اندوز
ہوا اطراف مغرب کو روانہ
بچھا سامان شب کا شاہانہ

شام کو حیرت نے مصور کو بلایا اور حکم شہنشاہ ساحراں سنایا نامہ دکھلایا۔

اس نے کہا: "ہر چند میرا ارادہ ابھی لڑنے کا نہ تھا لیکن حکم شہنشاہ سے مجبوری ہے یا مار ڈالوں گا یا مرجاؤں گا۔ آپ طبل جنگ بجنے کا حکم دیجئے۔"

حیرت نے فوراً نقارہ رزم بجوایا۔ ہرکارہ خبر لے کر بارگاہ شریک اسلامیان میں آئے اور دعا و ثنا کے بعد خبر عرض کی۔

مہ رخ نے بھی نفیر سحر بجائی۔ طبل و نقارہ حرب گڑگڑائے تمام لشکر میں خبر جنگ معلوم ہوئی۔ سردار دربار سے خیموں میں آئے درستی میں لڑائی کے مصروف ہوئے سحر کی آتشبازی گز گئی۔ آتش غضب سینہ میں جوش زن ہوئی۔ نامردوں کے منہ پر ہوائی اڑتی تھی۔

قتل کی تیزی بسان شمشیر چرخ میں تھی بہادر مرنے پر تیار تھے۔ نشہ جرات میں سرشار تھے۔

بجا دونوں طرف سے طبل جنگی
ہوئی ہر جان کو قالب میں تنگی
نگاہیں پھر گئیں سینے ابھارے
سروں سے خود یہ کہہ کر اتارے
کہ اے خالق نہاں آبرو ہے
نہیں پرواہ مدد کرنے کو تو ہے
زبان پر تھے یہ الفاظ ثنا خیز
کہ ہم ہیں مدعی کہ آبرو ریز
پڑے جس پر یہ تیغ برق آہنگ
لباس روح بھی ہو گور میں تنگ

یہی ہنگامہ دونوں طرف رات بھر رہا۔ نئے نئے سحر درست ہوئے۔ دلاور چاک و چست ہوئے۔ جس دم مزاج سرہنگ شب برہم ہوا اور مبارز سحر بعد دلیری قدم بڑھا کر عرصہ

گلہ عالم میں آیا

نقیب صبح میں جب مرغ چہکے
نسیم عطر تا سے دشت مہکے
موذن بول اٹھا اللہ اکبر
کمر کسنے لگا ہر جنگ آور
کسی نے کچھ دعا مانگی خدا سے
کسی نے یوں کہا سو التجا سے
کہ اے خالق مدد تیری ہے درکار
اجل کا ہو جس دم گرم بازار
نہاں آبرو ہے فتح دینا
نہ حاصل ہو کہیں الزام لینا

مہ رخ بصد عظمت و جلال لشکر لے کر وارد میدان قتال ہوئی۔ ساحروں کی آمد نے سپہر نیلی فام کو بے تاب بنایا۔ گرد سپاہ نے چشم آفتاب کو گہنا کیا۔ بحر پر جوش لشکر کا تلاطم تھا۔ جہاز حیات تباہ ہونے کا غم تھا۔ تلواروں کی چمک سے دھارا سیل فنا کا جاری۔ سحر کی بجلیوں سے خرمن جان جلنے کی تیاری۔ لشکر حیات و مصور بڑے کر و فر سے جب آ کر میدان میں جم چکا نقیب للکارے۔ کڑکیت بڑھ کر پکارے۔ شور حشر برپا ہوا۔ ہنگامہ ہوا کہ

صدائے طبل جنگی کا ہوا شور

بڑھے دونوں طرف سے صاحب زور
جھنک شمشیر کی پہنچی فلک پر
لبوں پر آ گئے دلہائے مضطر
صدا دی پھر نقیبوں نے کہ ہاں گو
کہ ہاں اے نامورو تم ہو آگو
اجل کچھ دم میں ہو گی گرم بازار
مقام آبرو ہے ہاں خبردار
نہ بچپائے گا بیٹا باپ کو ہاں
رہے گا دل ہی میں ہر دل کا ارماں
نہ دے گی اتنی مہلت برق شمشیر
کہ دم لینے کی بھی حاصل ہو تاخیر
جو ہیں ماں' باپ کے فرزند اصلی
شرافت پیشہ و دل بند اصلی
وہ نام اپنا کریں گے سر کٹا کے
نہیں پھریں گے ہٹ میدان میں جا کر

جب کنزکیت یہ کڑکا کہہ کر بیٹھے ایک ساحر زبوں بخت بد انجام سامری کیش جادو نژی پرے سے نکلا اور اجازت حرب حیرت سے لے کر میدان میں آیا۔ شیطان کا سگا بھائی معلوم دیتا تھا۔ تیوری چڑھی دل میں بے رحمی بھری جلاد منش خشکری میں بلا کو' عقل الو' مزاج نہایت بدخو' صورت بھونڈی' کھوپڑی اوندھی' چہرے پر بے غیرتی چھائی اجل کی پیشوائی کا نکلا تھا یہ اس موذی کا نقشہ تھا۔

بجنگل بچل منزل استادہ
غضب ذکی میں مالک سے زیادہ
یہ ہو شکل شیطان سخت بدکار
ازل سے طوق لعنت میں گرفتار
طبیعت میں بھری شہوت پرستی
چکاں لب سے لعاب جوش مستی
جبیں سے مکر و کید و فن ہویدا
مگر تھا نطفہ شیطان سے پیدا
قوی ہیکل بجنگل گاؤ بے شاخ
بہت تھا بے ادب اور سخت گستاخ
سلح شوری دکھا کر یوں پکارا
کہ لڑنے کا ارادہ ہے ہمارا
کوئی ہے ہاں مقابل آئے دیکھیں
گرہ میں کیا ہے اس کے لائے دیکھیں
جو تم میں مرد ہو آئے مقابل
کھلے کیفیت مقتول و قاتل

اس نہیب کو اس خود سر کی سن کر لشکر مہ رخ میں علم جلوہ دکھانے لگے اور ساحروں کے سحر سے ہزارہا نقارے بروئے ہوا از خود بجے اور پھول سونے کے برسنے لگے ملکہ بہار سحر افگن نازک بدن گلفام سمن اندام فوج مشتری جلو میں لیے غمزہ و ناز کا لشکر ہمراہ ظفر صورت فتح نشان بصد شان و شوکت لڑنے چلی۔

چلی اس طرح جیسے بے وفا یار
گئے جس طرح آرام گنہگار
وہ تھی قتل آشنا شمشیر آبرو
وہ تھے نوک مژہ تیر دو پہلو
وفا اس میں نہ کچھ جوبن میں اس کے
ستم لبریز تھا دامن میں اس کے
دل اس کا رحم سے ناآشنا تھا
کسی کا آشنا بھی تھا تو کیا تھا
اداؤں میں تھا اس کے قہر آمیز
زباں وقت سخن گیا شرر ریز
نگاہوں میں تھا اس کے لطف کچھ کم
سو اتنے واسطے تا دل ہو برہم
وفا اس کی فریب جاں ستاں تھی
پے عشق ستم پہ امتحاں تھی
برابر آ کے بولی او اجل دوست
مگر مشتاق دفن ہیں تن پوست
سنبھل ہشیار لا رکھتا ہے کیا وار
کہاں تک تیری یہ بیہودہ گفتار
یہ سنتے ہی ہوا ظالم غضب ناک
کیا تلوار اپنا اس نے چالاک
ادھر سے یہ چمک کر حور پیکر
بڑھی مانند شیر حملہ آور
تنک پہ وہ گرا اژدر سے اکبار
نکلی سحر کی جھولی سے پکار

تکن پہ دائرہ سا اس سے کھینچا
پڑھے الفاظ سحر آمیز اس جا
اندھیرا ہر طرف عالم میں چھایا
بشکل شیر اس کو سب نے پایا
بنی یہ حور پیکر بن کے ناگن
چلیں چوٹیں کھلے جادو کے ہر فن
کبھی بنتا تھا گہ کچھ اور کبھی یہ
غرض طالب ہر ایک صورت میں تھی یہ
پھر آخر بن کے اک شمشیر خون ریز
بسان برق روشن اور بہت تیز
چمک کر اس طرح آئی سر پہ
کہ دو ٹکڑے ہوا وہ مرد خود سر

○○○

- گلفام جادو

اس کے مرنے سے شور غل بپا ہوا اور مصور کی آنکھوں میں خون اتر آیا، کیونکہ وہ ساحر اسی کا ملازم تھا۔ بس اس نے افسران لشکر کو للکارا۔

"خبردار یہ قافلہ جانے نہ پائے۔"

فوج اس کی چار طرف سے لپٹا لپٹا کہہ کر آ گری اور مصور نے سحر کی آتشبازی جو گڑوائی تھی اس میں آگ لگا دی۔ ایک جانب سے ادھر حیرت لاکھوں ساحروں کو لے کر آ گری۔

مہ رخ ہر چند کہ جمعیت سپاہ کم رکھتی ہے، لیکن جمعیت دل سوا رکھتی ہے اپنے یہ انبوہ مخالف دیکھ کر بہت جلد تخت میں ہوائی کے آگ لگا دی اور تمام لشکر سے بڑھ کر فوج عدو سے گٹ پٹ ہو گئی۔ ترسول پنسول چلنے لگے۔ آتشبازی میں سے ادھر کے جو شعلہ گرا۔ پتلا آتشیں بنا۔ وہ آتش کے پرکالے گرز آتشیں لیے لشکروں پر جھپٹے۔ جس کے گرز پڑا وہ جل کر ٹھنڈا ہوا ادھر کی آتش بازی سے جو شعلے نکلے وہ دیو آتشیں تھے وہی دیوان چالوں کو روکنے لگے۔ چرخی نے چرخ میں جان ڈالی، اناڑ کے شعلہ فساد کی چنگاری بنے، مہتاب نے نئی روشنی دکھائی کہ اندھیرا دھوئیں سے ہو کر چاندنی نکل آئی۔ زخمیوں کو زخم کھانے کی لذت ملنے لگی۔ جس کے زخم اس کو چاند چاندنی نے مارا۔ نہیں نہیں کسی ماہ رو نے مارا۔ عروس شجاعت کے چہرے کا جلوہ گر تھا کہ آتشیں سحر کا دل میں اثر تھا۔ مدت سے ساحر کے شعلہ آتشیں نکلتے تھے خاکی نوری بن گئے تھے۔ طبقہ خاک کرہ نار تھا اجل کا گرم بازار تھا ملک الموت کی شعلہ خوئی سے ہزاروں ٹھنڈے ٹھنڈے رہرو ملک عدم ہوئے ہزاروں واصل جہنم ہوئے۔ ساحروں میں تو یہ آفت بپا تھی۔ بہادروں میں شعلہ تیغ کی لپک خرمن ہستی کے لیے ایک برق بلا تھی۔ غرضیکہ ہر سمت تلوار کی چلا کی شور بحر مرگ بلند تھا۔ بیزار حیات ہر ایک خود پسند تھا۔ عرصہ

ہستی تنگ ناچار ہر ارجمند تھا۔ دشت لاشوں سے بھر گیا۔ پاؤں ثابت قدموں کا اکھڑ گیا۔

صدائے گرز سے پانی ہوئے دل
ہوئے فرش زمین شیران کامل
زمین کانپی بہ شکل قلب بیتاب
کمر تک آگیا خون مثل گرداب
ہزاروں سر گرے روئے زمیں پر
اجل تھک تھک گئی سرعت سے اکثر

آج مصور و حیرت نے پاؤں جما دیئے خود بڑھ بڑھ کر سحر کیے از بسکہ طلسم کی بی بی کا سحر کرنا کسی سے رد نہ ہوتا تھا۔

ادھر سے سردار جانبازی کر کے جہاں تک ہو سکتا تھا رد سحر کرتے تھے مگر مجروح ہو گئے تھے۔ لشکر ادھر کثیر اس طرف قلیل۔ عیار سب موجود نہیں' جو کوئی تدبیر کریں فوج پسپا ہوتی گئی۔

مصور چیلے کی ذلتیں اٹھائے تھا۔ اس نے چند تصویریں نکال کر زمین پر پھینکیں کہ وہ انسان ہو کر تیر مارنے لگیں تیر ان کا بھی چالیس چالیس کا سینہ توڑتا تھا۔ لشکر تمام نشانۂ سہام بلا تھا۔ حیرت نے ہزاروں بھیجے تھے کہ وہ کسی کے بھرے سے نہ بھرتے تھے۔ جب یہ سامان فتح بہم پہنچا تھا تو اس نے ایک نامہ افراسیاب کو لکھا تھا کہ "اے شہنشاہ' کنیز نے بموجب حکم آپ کے کار لشکر حیف تمام کیا ہے۔ آپ بھی تشریف لائیے اور حال زار ان کا ملاحظہ فرمائیے۔"

یہ نامہ چالاک سحر کا لے کر ادھر گیا اور اس طرف لشکر پر وقت تنگ تھا۔ مہ رخ پائے ہمت گاڑے ٹھہری تھی۔ لب استغاثہ وا کر کے خدا سے التجا کی۔

یہ دعا کر عرض کی اے میرے اللہ
ترے آگے ہیں یکساں عاجز و شاہ
مری مشکل ہو آساں ایکدم میں
کہ ہے مختار ہر بیش و کم میں
امید زندگی ہے مجھ کو مسدود
سوا تیرے سہارا کیا ہے معبود

تیر دعا ہدف مراد پر پہنچا۔ یعنی وہ ساحر جو ملکہ بہاران نے بھیجے تھے اور ذکر ان کا اول کیا گیا کہ چلا جنین جادو کو پکڑنے گیا تھا اور ساحر خبر لینے لشکروں کی آئے تھے چنانچہ منتظر اس امر کے ٹھہرے تھے کہ کوئی حال تازہ دریافت کر کے جائیں اور ملکہ مذکور کو خبر کریں۔

فی اثنا جب طبل جنگ یہاں بجا۔ ساحر گئے اور حال آغاز جنگ بیان کیا۔ ملکہ بہاران خبر سن کر متفکر تھی کہ نامہ کوکب آیا لکھا تھا: "اے فرزند لاشہ قرطاس جادو افراسیاب کے پاس پہنچا اور اس کے حکم سے مصور نے ارادہ جنگ کیا ہے تم خبر منگواؤ۔"

یہ نامہ پڑھ کر ملکہ بہاران نے دو چیلے بہر خبر روانہ کئے وہ چیلے اس وقت آ کر پہنچے کہ لشکر پر وقت تنگ تھا۔ چیلوں نے بہر صورت اپنے تئیں ملکہ مہ رخ تک پہنچایا اور کہا: "ہم فرستادہ خواجہ عمرو ہیں۔ جو کچھ حال ہو' بیان کیجیے۔"

ملکہ نے کہا: "جو تم دیکھتے ہو یہی جا کر بیان کر دینا عیاں راچہ بیاں۔ ہم پر برا وقت پڑا ہے۔ خواجہ پر تصدق ہوا چاہتے ہیں۔"

چیلے یہ کیفیت دیکھ کر روانہ ہوئے اور بہت جلد خدمت بہاران میں پہنچے ۔ سارا ماجرا بیان کیا۔

عمرو یہ حال سن کر بے قرار ہو گیا اور کہا: "اے ملکہ اگر مہ رخ کام میں آئی تو سارا لشکر پراگندہ ہو جائے۔ پھر جمعیت ہونا غیر ملک میں دشوار ہے آپ مجھ کو جلد روانہ

کیجیے۔"

ملکہ نے حیرت اضطرار خواجہ و ماجرائے جنگ سب کوکب کو لکھا کہ وہ عرضی جب کوکب کو پہنچی۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک آندھی آئی۔ بعد آندھی کے ایک ساحر تخت پر سوار ہاتھ اس کے چار جسم سارا بلور کا سراپا چکتا نور کا فلک پر سے اترا۔

تخت سے اتر کر بادشاہ کو سلام کر کے ٹھہرا تھا کہ زبان بادشاہ درفشاں ہوئی فرمایا: "اے بلور چار دست تم خواجہ عمرو کے ساتھ با فوج گراں اسی وقت طلسم ہو شربا میں جاؤ اور افراسیاب اگر لڑے تو اس کے باپ سے لڑنا مصور کو روز بد دکھاؤ۔"

بلور آداب بجا لا کر روانہ ہوا اور بادشاہ نے بہران کو نامہ لکھا: "خواجہ کو اس طرف روانہ کرو۔" حال اس کا بیان ہو گا کہ کس طرح ملکہ نے خواجہ روانہ کیا ہے۔

مگر جب تک بلور اور عمرو وہاں سے آئیں بموجب تحریر حیرت' افراسیاب شاداں و فرحاں سوار ہو کر داخل ہوا اور ہاں دیکھ کر ایک نارنج سمت دشت نبرد پھینکا' یکایک تمام عالم تاریک ہو گیا اور جس جگہ وہ نارنج گرا تھا۔ وہاں سے ایک محل فولادی نکلنا شروع ہوا اور بڑھ کر شکل ایک مکان بلند کے نظر آنے لگا۔ چار طرف اس محل کو دریچہ ہائے طلائی بنے تھے۔ شان ابدی ان سے نمایاں بہتری میں ہم پایہ آسمان ان کی گولائی پہ نثار گنبد نیلی سائبان ہر دریچہ خنجر بہرام کو شرماتا۔ دروازہ ہر ایک عرق نگاہ معشوقاں نظر آتا ہے روزن ہر ایک نگاہ ناز کو لبھاتا ہے کہ

رفیع ایسا کہ قصر آسمان گرد
وسیع ایسا کہ گلزار جناں گرد
بنے تھے سب نظر ان میں مکانات
مزین نقش دار عالی عمارات

ہر دریچہ میں گلفام سمن بر بصد انداز کرسی ناز پر جلوہ گر تھی اور میدان قتال دیکھ دیکھ

کر قہقہے لگاتی تھی۔ صورتیں ان پری پیکروں کی تصویریں تھیں۔ نگاہیں شراب الفت کا ساغر نظر آتی تھیں۔ زلفیں ان کی دل عشاق کی الجھن بڑھاتی جاتی تھیں۔ گیسو کمند الفت مژگان کمان دل جس پر قربان، تیغ نگاہ کا ہر دل زخمی آنکھوں میں انتہا کی شرارت و سرہنگی رخسار خون شیدائے تیغ تبسم سے رنگیں دہان شیریں کو تلخی دشنام دہی سے نمکین ذائقہ بخش جان عاشق حزیں

شب ظلمات سے کالے کہیں بال
بلائے آسمانی جس سے پامال
درازی میں کمند آہ کوتاہ
نہ پائی خضر نے ظلمات کی راہ
گل نرگس صدہائے چشم فتان
سر لشکر شکن صف ہائے مژگان
چڑھائی دم بہ شمشیریں نظر نے
بلا اٹھنے کو ہے ابرو کے پر سے
تلے ابرو چڑھے تھے وہ قضا کے
عجب جوہر قیامت کے بلا کے
وہ پیشانی مصفا تھی کہ واللہ
حیا سے آب تھا آئینہ ماہ
عذاروں سے گل خورشید بہ رنگ
دہن بے شکل تھا غنچے سے بھی تنگ
ڈھلا سانچے میں تھا خوش ڈول چہرہ
بنایا دست قدرت نے سراپا

ہوئے نقارے فتح کے بجے مال و متاع لشکر مہ رخ پر حکم قبضہ کرنے کا ہوا۔ افسر لشکر روانہ ہوئے۔ یہاں جو محافظ تھے وہ خوف بادشاہ سے بھاگ گئے تھے۔ خیام و بارگاہ خالی پڑی ہیں۔ بازار بند، رعیت فراری تھی۔ سب کو ضبط کر کے پہرے ہو گئے۔

فوج کے افسر برائے تلاش لشکریاں مخالف بے قرار ہوئے کہ جس کسی کو پائیں گرفتار کریں۔ ہزارہا آدمی کوہ و دشت سے مقید ہو کر لائے گئے۔ کہ مہ رخ کی دوستی کا جو کوئی دم بھرے یا اس کے حال پر افسوس کرے۔ فی الفور اس کو گرفتار کرو۔

غرضیکہ یہاں تو ایک تلاطم ہے۔ تمام لشکر زیر ہیکل کھڑا ہے اور جیتا جس رہا ہے۔ اب حال عمرو صاحب اقبال بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کس طرح سے آتا ہے۔

ابھی ساقیا مجھ میں باقی ہے ہوش
ذرا کم دے پھر جلد ساغر بجوش
مگر زعفرانی ہو ساقی شراب
کہ ہنستا پھروں میں لے کے بے حساب
صراحی لگانے لگے قہقہے
بھریں جام پھر خندہ زن جام سے
لے پھول کا جام لب سے میرے
یقین ہے ہنسی پھر نہ میری تھمے
اگر دیکھ لوں دخت رز کی پھبن
تو صدقے لوں اس پہ میں جان و تن
بہت پاکرہ کی ہے مجھ کو طلب
اچھوتی سبو کی تہ بنت العنب
مرے دل پہ چھا جائے پھر بیخودی
بلا آ کے لے جوش مستی مری
قدم آ کے پیر مغاں کے میں لوں

حواس و شکیبائی میں فتور وہاں
کہاں تک ہو ساقی کرم کا بیان
بہت تیرا ممنون ہوں مہربان
پلا بندہ کو ایک جام سے
کہ رخصت طلب تجھ سے ہو آج ہے
ترا نام و اقبال ساقی بڑھے
زمانہ مجھے پھر شرابی کہے
اگر جوش مستی کی کچھ ہو مدد
دکھا دوں میں توبہ کو پھر زور بد
شکست اس کو دم بھر میں ایسی ملے
مرے نام سے توبہ توبہ کرے
بچے میری صورت سے تابہ مدام
کروں اس کی دم بھر میں قلیا تمام

یعنی جب لشکر مہ رخ مسحور سحر ہو کر برباد و تباہ ہوا اور کوکب کے پہلو سے عزم روانگی خواجہ بہ عظمت و جلو ہوا۔

ملکہ بہاران نے نامہ اپنے باپ کا پڑھ کر عمرو سے کہا: "خواجہ خدا حافظ بڑا زبردست افسر ہمراہ کر کے پدر بزرگوار نے میرے، آپ کو رخصت فرمایا ہے لیجیے تشریف لے جائیے اور جنگ فتح فرمائیے۔"

عمرو یہ کلمات فراقیہ سن کر آنسو آنکھوں میں بھر لایا اور کہا: "اے ملکہ مجھ کو اپنے دل سے نہ بھلانا فراموش بالکل نہ فرمانا۔ جدا ہونا تم سے شاق ہے۔ خاطر جلائے رنج فراق ہے۔ کاش ایسی مہربانی تم مجھ پہ نہ فرماتیں دل کو نہ تڑپاتیں۔

شاہی اور لباس فرمانروائی سے مزین و محلی کیا۔ تاج گوہر سر پر رکھا۔ نیمچہ طلسمی کمر سے لگایا' نہایت عمدہ جواہر کا اسباب ہر جگہ موقع و مناسبت پر آراستہ کیا۔ پھر باہر لے کر آئی۔ یہاں تخت طاؤسی جواہر کے چاروں کونوں پر استادہ دم اپنی چتر کیے تھے۔ جواہر کے نگینے پایہ ہائے تخت میں جڑے تھے۔

اس تخت پر خواجہ سوار ہوئے۔ اس وقت مخمور بادل رنجور پھر عرض رسا ہوئی: "مجھے رخصت ملتی تو اچھا تھا۔"

بہران نے کہا: "اے بہن جانے پر اتنا اصرار نہ کرو کچھ دن رہ کر چلی جانا' اچھا باغ کی سیر سے دل بہلاؤ اور خواصوں کو حکم دیا: "انہیں سیر کرا لاؤ۔"

پانچ کنیزیں مہر جمال بجز و حکم اس کو لے چلیں اور اسی باغ میں جہاں عمرو مشغول عشرت ہے اسے بھی لائیں۔ اس نے دیکھا کہ ایک باغ عجائب روزگار بنا ہے سراسر طلسم نظر آتا ہے۔ اس باغ میں ایک مقام بہتر پر تخت زر نگار بچھا ہے۔ عمرو وہاں جلوہ فرما ہے۔ اس نے خواجہ کو سلام کیا۔

خواجہ نے اٹھ کر بااعزاز پاس اس کو بٹھا لیا اس کے دل میں خیال آیا کہ عمرو وہاں روانہ ہو رہا ہے ایک یہاں بیٹھا ہے کچھ عجب کارخانہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خواجہ ابھی جانتے نہیں وہ جو روانہ ہوتا ہے وہ بھی کوئی شعبدہ ہے اور جو مہمان بیٹھا ہے یہ بھی کوئی اور ہے۔ اصلی عمرو کو ملکہ بہران نے پوشیدہ کیا ہے۔ اس وجہ سے مجھ کو رخصت نہیں ملتی۔

یہ سوچ کر چپ ہو رہی لیکن ادھر خواجہ کے سوار ہوتے ہی ڈنکے پر چوب پڑی تخت ہاتھیوں پر کسا گیا چتر زریں سر پر پھرنے لگے۔ تین سو علم جلوہ دکھانے لگے۔ نشان تین لاکھ ساحر اور جرار ظاہر تھا۔ پرچم و پھریرے کھل گئے جن پر تعریف خدا و نعت پیغمبر لکھی تھی ہر علم کی توقیر بڑھی تھی۔ سترہ ہزار مرکب باد رفتار بازین و مرصع کار کوتل ہمراہ تیرہ ہزار محمل رعد آواز فلک شکوہ پر خیمہ ڈیرا لدا۔ کئی ہزار ہاتھیوں کی قور جلو میں ان پر امرائے طلسم نور افشاں سوار' جھولیں ہاتھیوں کی طرحدار سونڈیں اور مستکیں

رنگیں آئینوں کی مشبک پر تزئین دیکھنے والے حیران بنی آن بان سے آگے بڑھے تھے کہ کئی ہزار سانڈنیاں زنگولے باندھے گردن میں گھنگرو بڑے بڑے پڑے چھم چھم کرتے چلیں۔

بعض پر نقارے لدے زنبورچی بیٹھے۔ بعض پر پیک طلسم سوار نہایت ادب سے نکلے پھر عود و عنبر کے لوٹے لیے اور لخلخے طلاں مہر دیدار پیدا ہوئے۔ سقے گلاب و کیوڑہ چھڑکتے چلے اور پیادے و چوبدار خاص بردار لباس وردی سے درست گزرے کہ یکایک صدائے طرقوا طرقوا سے گوش فلک کر ہوا۔ نقیب نے صدا دی کہ بڑھے عمرو و دولت ادب قاوت سے بڑھے آئو پیش خداوند نعمت کڑ کا کڑکیت کہتے۔ ثنا خوانی خواجہ عمرو کی کرتے گزرے۔

اس وقت دو چالیس فیل زنجیر بند کسے ہوئے نکلے جن پر موتیوں کا بنگلہ پڑا تھا۔ تخت کھنچا تھا۔ خواجہ بصد کروفر جلوہ فرما تھے۔ گرد تخت کے ہزار طائر زریں بال و پر کھولے حاضر کئی سو پریاں طلسم کی مروحہ جنبانی کرتی شہزادیاں باادب سامنے تخت کے بیٹھیں۔ باقی چالیس آہستہ آہستہ رواں تھیں اسکے ساحران غدار جنی و فیل و اشتر و اژدر پر سوار منقلیں سلگتیں تھالیاں برنجی چمکتی ترسول کی بھالیں جو دل کو عدو کی چھید ڈالیں آب و تاب دکھاتیں۔ ساحر نارنگی سحر دکھاتے' جادوگرنیاں نفیس لباس پر زر جواہر کا زیور پہنے سب کے آگے بلور چہار دست اژدر پر سوار' چار ہاتھ کا انسان دو ہاتھ کی مٹھیاں بند دو کھلے' جو کھلے ہاتھ بند کرتا اور بند ہاتھ کھولتا۔ بلور کے ہزار پتلے ہاتھ سے نکلے اور ساحر بن کر دشمن سے لڑتے۔ نیرنگ سحر کے جادو کے انسان بنانا اس کے بائیں ہاتھ کا کرتب تھا۔ خلاصہ یہ کہ بڑے کروفر سے وہ لشکر فیل خواجہ کے گرد قلب میں تخت فلک رفعت مہر سپہر عیاری کو لیے جس کا یہ کروفر تھا کہ

جزائل اعلیٰ میں خاص بردار
جزائل تھے رواں ہمراہ سردار
لباس ان کے بدن پہ زعفرانی
بھرا بیلوں میں تھا سونے کا پانی
قباؤں میں وہ ان صرف کم خواب
تجمل تھا اشرفی بوٹے سے مہتاب
گروہ ان کے عقب پھر عورتوں کا
ہر ایک خورشید اور مہتاب سیما
جوان ہر ایک باحسن مہوش حور
سراپا پیرہن جسموں پہ تھا نور
ہر اک پہنے مرصع کار زیور
مقابل میں تھا ذرہ مہر انور
عیاں ناز و کرشمے تھے غضب کے
مزین برچھیاں ہاتھوں میں سب کے
بہت تھے رشک قلقل پہ سوار
ہوا پہ تھے رواں گویا ہوا دار
سراپا تھا طلائی ساز ان کا
پری سے تھا الگ انداز ان کا
ٹکے تھے دامن زریں پہ گوہر
کہ پیدا قدرتی تھی آب جس پر
جزائل حرف تھے الماس پارے
تجمل تھے سو بہ سو جس کے ستارے
تجمل اور شوکت شان سے وہ
چلا آخر کو اس سامان سے وہ

قلعِ ظلمت رنگ سے بہ تجمل تمام نکل کر بہت جلد سرحد طلسم نور افشاں طے کر کے سارا لشکر بزورِ سحر بہم ہو کر چلا اور جس کسی سرحد دار طلسم ہو شربا نے اس لشکر جلیل کو دیکھا، خیال کیا کہ فوج شاہ کوکب ہے۔ ہمیں امورِ بادشاہ میں دخل دینا زیبا نہیں ایسا نہ ہو کہ خلافِ بادشاہ ہو۔ پس یہ سمجھ کر روکنے سے باز رہے اور یہ لشکر کسی جا ٹھہرا نہیں کئی روز تک برابر چلتا گیا اور قریب پشتہ رنگیں حصار کے جہاں لشکر مہ رخ اترا ہوا تھا، پہنچا یہاں سب سردار میدان کار زار میں گرد میل جمع ہیں۔ بہت سے بیہوش ہیں۔ از خود فراموش ہیں وہ قہقہے لگا رہے ہیں۔ بیہوش ہوا چاہتے ہیں۔

عیار جو دو یہاں ہیں وہ بھاگے ہوئے ہیں۔ انہوں نے دشت میں اس لشکر کو آتے دیکھا اور ہاتھی پر خواجہ کو سوار دیکھ کر شاد ہوئے: "استاد آئے استاد آئے کہتے دوڑے۔ عمرو نے پاس اپنے بلا لیا اور سارا حال بہادی لشکر کا شکر بلور کو حکم دیا: "لینا لشکر افراسیاب کو بحکم ساحر نارنج و ترنج لیکر دوڑے۔

اور اس طرف بھی منتظمان ملک کی عرضیاں آ چکی تھیں خبر رسانوں نے آمد لشکر کی خبریں پہنچائی تھیں۔ حیرت و مصور نے حکم دیا کہ ہر وقت لشکر تیار رہے اور شاہ طلسم کچھ دیر بارگاہ میں ٹھہر کر سمت ظلمات چلا گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت جو بلور تین لاکھ سے آ گرا یہاں پر بھی فوج ساحراں مسلح و مکمل کھڑی تھی۔ دونوں فوجیں باہم مل گئیں۔ نارنج و ترنج چلنے لگے۔ ابر سحر برسنے لگے سانپ بچھو گر کر کاٹتے تھے۔ ہر غل مچاتے تھے ۔ شور برپا تھا چار سمت اندھیرا تھا۔

بلور نے آگے بڑھ کر مٹھیاں بند کر کے جب کھولیں ہزارہا پتلے بلور کے ہاتھ سے گر کر تلواریں پکڑ کر مثل مبارزان جا گرے اور پھر تو کشتوں کے پشتے بندھ گئے کیونکہ وہ پتلے کسی کے مارے نہ مرتے تھے نہ کاٹے کٹتے تھے اور مٹھیاں بار بار جو بلور کھولتا تو لاکھوں کا پتلا پیدا ہو گیا تھا اس نے مارے تلواروں کے تہلکہ ڈالدیا تھا۔ لشکر میں در آئے تھے۔ یہ آگے بڑھے تھے۔ دشمن کے زور گھٹے تھے۔ کامگار سے ہوئے تھے۔

مصور و حیرت گوشہ گیر تھے۔ ہر چند چلاتے تھے فوج کو نعرے مارتے تھے مگر کچھ تدبیر نہ بن آئی تھی۔ بلا ہائے سحر کی چڑھائی تھی۔ میدان ستم خون سے لبریز تھا ہر ایک کو لڑنے سے گریز تھا۔ موت حلقے میں گھیرے تھی عاقبت مثل کمان منہ پھیرے تھی۔ قدر انداز قہر اڑاتے تھے تیر پیام قضا لاتے تھے۔ شمشیر شرربار ہزار ساحر فی النار ہیروں کا شور کرتا' آندھیوں کا زور زور سے چلنا العیاذ باللہ تڑپ تڑپ کر بجلیوں کا گرنا' طوفان گیر بحر ہستی بھاگے ہوئے امان ستدرتی طبل و دف قرنا کا بجنا کڑکا ہونا دل ترک فلک کا ہلاتا تھا۔

اسی ہنگامہ گیرودار میں عمرو اپنے محمل بحر سے اتر کر مرکب باد پا پر سوار ہو کر قتل کرتا ہوا جانب محمل چلا اور اسی نیچہ میں جوہران نے طلسمی دیا تھا۔ ہزارہا ساحر مارا گیا۔ اور یہ لڑتا بھڑتا قریب جب پہنچا تو محمل پر نیچہ لگایا نیچہ پڑتے ہی ایک شعلہ چمکا اور اس میں آگ لگی۔ وہ مکانات دریچے اور نازنیان سحر جل کر راکھ ہو گئیں۔ جس قدر کہ فوج بیہوش اور مسحور ہو کر بس رہی تھی وہ ہوشیار ہو کر لڑنے لگی محمل جل کر غائب ہوا۔ ہر ایک فوج دشمن پر گرا پھر تو اس قدر خون ریزی ہوئی کہ دامن رشک دامن معشوق گلنار پوش تھا۔ جدھر دیکھئے انبار سر ودوش تھا۔ گیلو دشت مژگان خون چکان تھی۔ ندی خون کی رواں تھی' لوہا برستا تھا' ابر فنا بار چھایا تھا۔ سروں پر نصرت و شکست کا سایہ تھا۔ دن بھر یہی ہنگامہ رہا۔ جس وقت وہ زمانہ آیا یعنی گرد و سپاہ و شور لشکر ظفر پناہ سے آفتاب تاباں تیرہ ہو کر روبفرار لایا اور پروین و ماہ کے گوش و خروش نبرد سے بھرے۔

نیا پھر رنگ لائی شام جادو
ہوا آیا نظر انجام جادو
ہوئی پیدا عجب جادو فگن شام
طلسم روز ٹوٹا یہ کیا ہم

قریب شام حیرت و مصور کے پاؤں میدان رزم میں نہ ٹھہرے اور فوج نے گھونگھٹ کھلیا۔ بھاگ کر سمت دریائے خون رواں گئی اور طرف خیمہ و خرگاہ مہ رخ پر پہرہ تھا وہ لوگ پہلے ہی بھاگ گئے اور بلور نے فوج کا تعاقب کیا مگر گرد دریائے سحر بنا کر وہ ناز نیناں کا طلسم ہے وہاں جانا مناسب نہ سمجھ کر طبل امان بجا کر پھرے اور بارگاہ خیام دشمن پر قبضہ کیا۔

عمرو نے حکم دیا: "باقی نہ رکھو سب مال و دشمن تاخت و تاراج کرو۔ اس وقت سب لٹ گیا۔ بارگاہوں میں آگ لگا دی۔ خزانہ کل ضبط کیا۔ پھر طبل شادمانی بجاتے سر خواجہ پر زر نثار کرتے تھے۔

مہ رخ خواجہ سے بغل گیر ہوئی۔ عیار سب شاد ہوئے بارگاہ میں دوبارہ رونق ہوئی ڈھنڈورا پٹا کہ خواجہ عمرو طلسم نور افشاں سے تشریف لائے ہیں۔ دشمن مغلوب ہوا۔ اہل اسلام کے شریک سب بے خوف و دہشت آئیں اور آباد ہوں۔ رعیت فراہی آنے لگی۔ بازار آباد ہوئے۔

لشکر بلور کا ایک عمدہ مقام پر اترا۔ خواجہ کے حکم سے بلور چہار دست کے لیے بارگاہ زربفتی نصب ہوئی۔ یہ اس میں فرد کش ہوا پھر مع عمر بارگاہ مہ رخ میں جملہ سردار زیب کرسی و دنگل ہوئے۔

مہ رخ نے آمد خواجہ کی خوشی میں جشن کیا اور ایک میدان وسیع و سبزہ زار میں خیمہ و بارگاہیں نصب کرائیں سامان دعوت بلور مہیا کرایا بمجرد حکم کوسوں تک آتشبازی گڑ گئی خیام ذی احترام استادہ ہوئے۔ سراپچے ان کے برائے مشاہدہ سیر و تماشہ اٹھا دیئے گئے۔ خیموں میں شیشہ آلات سے فروغ ہوا۔ میدان میں جھاڑ روشن تھے۔ درختوں میں گیند لٹکے تھے۔ طوائفیں قمر چہرہ ہر جگہ رقص کناں نشاط و سرور میں پیر و جواں چاندنی رات کا سماں فلک پر مشعل ماہ روشن مزین انجم کی انجمن دشت دور کا چمکنا چشموں کا مواجی کرنا۔ شاخ بلور کے جھومنے کا لطف دکھاتا تھا۔

جب یہ سامان جمع ہو چکا مہ رخ بلور وغیرہ بصد سرور مسند ہائے پر زر پر آ کر بیٹھے بادہ خواری شروع ہوئی۔ مستوں کی لاؤ لاؤ۔ ساقیوں کا بناؤ، جسے دیکھ کر مشکل دل کا رکھ رکھاؤ۔ جلسہ طرب کا جماؤ رقاص کی ابرو۔ اشارہ کرے کہ ادھر آؤ شراب فرحت پی جاؤ

کوئی مسرور فیض انجمن سے
صدا قلقل کی شیشوں کے دہن سے
کسی کے لب سے چسپیدہ لب جام
کوئی بیہوش ہو فیض آشام
کسی کے ہاتھ میں دامان ساقی
کہیں غل ہم بھی ہیں حسان ساقی
کوئی نادم کہ میں نے توبہ کیوں کی
کسی کے لب پہ لب سنتا ہوں ایسی
وہ سامان جن سے ہو مسرور خاطر
کیے موقع پہ اپنے اپنے حاضر
طعام صد کی تیاریاں کہیں
کھلائے تانہ کھانے ناحقیں دیں
صدا طبلوں کی پہنچی آسمان تک
فرش قمری کی لفظ آئی زبان تک
گلوں سے نکلے سر آواز کے ساتھ
لگے ہونے اشارے ناز کے ساتھ

یہاں تو سب معروف عشرت ہیں لیکن حیرت جب قریب دریائے سحر پہنچی۔ نئی بارگاہ اور

تمام اسباب لشکر کو از سر نو اس نے منگوا کر دیا ہے۔ کچھ ادھر ہٹ کے مقام کیا۔ فوج ہزیمت خوردہ وغیرہ کے جمع کرنے میں مصروف ہوئی اور عرضی اس افتری حال لشکر کی شاہ جادواں کو لکھی۔ اس کے قرار پذیر ہونے سے تمام فراری مجتمع ہونے لگے اور عیار بچیاں جو ایک بار مہ رخ وغیرہ کو بیہوش کر کے ناکام پھر گئی تھیں۔ دوبارہ پھر عیاری کو چلیں اور صرصر کی صورت ایک ساحر شریک سلطان کی سی بنا کر روانہ ہوئی۔

جب لشکر عدو میں پہنچی سب کو مسرور شاداں پایا۔ جشن کا سامان دیکھا۔ اسی ہنگامہ میں یہ بھی شریک ہو کر رفتہ رفتہ اسی جگہ پہنچی جہاں مہ رخ و عمرو وغیرہ بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جب یہ یہاں پہنچی قاصد ہوئی کہ خدمت گار وغیرہ کو بیہوش کر کے شریک جلسہ عشرت ہو۔

اسی فکر میں تھی کہ عمرو پیشاب کے لیے اٹھا اور کسی کو ساتھ نہ لایا، اکیلا چوکی پر آیا۔ مہ رخ جانتی ہے کہ عیار ہمیشہ ہر جگہ تنہا جاتے ہیں۔ بنا بر عادت کے آفتابہ رکھنے کی خواجہ نے خدمت گار نہیں لیا۔ یہ تو اس طرح ناچ دیکھا کی اور صرصر جو گھات میں لگی تھی۔ عقب خواجہ چلی، جب خواجہ چوکی پر جا بیٹھے اس نے پشت پر، جو قنات آڑ کی لگی تھی اس کو خنجر سے چاک کر کے اندر پہنچتے ہی کمند ماری کہ گردن عمرو کی پھنسی اس نے پھر کر دیکھا۔ اس نے حباب بیہوشی مارا کہ ناک پر پڑا۔ خواجہ کو چھینک آئی اور بیہوشی چھائی۔

صرصر بہت خوش ہوئی کہ بڑے عیار و فیلسوف روزگار کو پھانسا آج پیش شاہ طلسم میرا بڑا نام ہو گا کہ

بعد مدت کے موافق ہوئی اپنی تقدیر
آج وہ شخص پھنسا ہے کہ نہ تھا جس کا نظیر

الغرض اس جگہ تنہائی پا کر اس نے چادر عیاری بچھائی اور پشتارہ باندھ کر دوش پر رکھا۔

ازبسکہ سب مصروف عیش ہیں کسی کو خبر نہ ہوئی کہ یہ کیا لیے جاتی ہے اس نے اس مقام جلسہ گاہ سے نکل کر راستہ پکڑا اور لشکر حیرت میں پہنچی وہ انتظام جمعیت سپاہ کے سبب آرام پذیر نہ ہوئی تھی کہ اس نے جا کر پشتارہ سامنے رکھ دیا۔ ملکہ نے پوچھا: "کسے لائیں۔"

عرض کیا: "عمرو کو۔"

یہ سن کر وہ بھی بہت خوش ہوئی اور اس وقت عرضی شاہ جادواں کو اس حال کی لکھی۔ بادشاہ طلسم کو عرضی محتوی بہ حال شکست لشکر جو پہنچی تھی۔ یہ ظلمات سے متفکر ہو کر باغ سیب میں آیا تھا اور تدبیر میں تھا کہ ایسے ساحر کو بہر جنگ روانہ کروں جو مقابل بلور ہو سکے۔ اس لیے کہ اب لڑائی کوکب سے پڑ گئی ہے۔ ذرا سنبھل کر لڑنا چاہیے۔ ہنوز کوئی تدبیر نہ ہوئی تھی کہ عرضی دوسری حال قید ہونے عمرو کی پہنچی۔ بہت خوش ہو کر جواب لکھا: "اے خاتون من' صرصر کو بہت بھاری خلعت دینا اور قیدی کو سامنے اپنے قید میں رکھنا۔ یہ بقیہ شب گزر جائے تو بدولت آ کر اس کو قتل کریں۔ خبردار غفلت نہ کرنا کہ وہ چھوٹ جائے۔"

یہ نامہ پنجہ ملکہ کے پاس لایا۔ اس نے پڑھ کر آہنگر بلائے اور قید گراں میں عمرو کو مقید کر کے فرط خوف سے اس طرح بیہوش رکھا کہ مبادا ہوشیار ہو اور مکر کر کے چھوٹ جائے۔ لہذا غافل رکھنا اچھا ہے۔ پس تخت کے پاس بیہوش کر کے عیار بچیوں کو پہرہ دینے کا حکم دیا اور آپ بھی شب بھر بیدار رہی۔

ادھر تو یہ کیفیت ہے۔ اس طرف مہ رخ نے دیر جو ہوئی چوکی پر خواجہ کو تلاش کیا۔ وہاں حباب بیہوش پڑا دیکھا اور پتیرہ صرصر کا بنا دیکھا۔ اس کا ماتھا ٹھنکا اس وقت لشکر تیار کر کے چاہا کہ دریائے سحر کی طرف جاؤں۔

ضرغام و جانسوز دو عیار موجود ہیں۔ انھوں نے کہا: "اے ملکہ آپ تامل کریں ہم جاتے ہیں اور استاد کو چھڑائے لاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئے ہیں۔ یہاں وہ جلسہ طرب مبدل بغم ہوا ہر ایک کو نیا الم ہوا

بہ شکل بخت دشمن سب تھے مایوس
زباں پر دمبدم الفاظ افسوس

ادھر عیار جو چلے قریب دریائے سحر لشکر حیرت میں آئے دیکھا کہ بارگاہ ملکہ کے دروازے پر عیار بچیوں کا پہرہ ہے کوئی خدمت گار بھی اندر جا نہیں سکتا یہ تدبیر عیاری کرنے لگے مگر کوئی تدبیر پیش نہ ہوئی اور رات جو باقی تھی وہ گذری قید فروغ سے شب افروز چھوٹی پروانوں کے لو کی مگر سوز و ساز سے فرصت ملی

کہ وہ شب مثل دور صرصر تیز
جو تھی مانند معشوق دل آویز
ہوئی رخصت طلب بزم جہاں سے
زمیں پر نور برسا آسماں سے

صبح ہوتے ہی افراسیاب بادل بیتاب بعد قتل عمرو لشکر میں آیا۔ حیرت نے تعظیم دی۔ بارگاہ میں لے جا بٹھایا اس نے حکم دیا عمرو کو ستون بارگاہ سے باندھ کر ہوشیار کرو۔ صرصر نے کمند سے مضبوط باندھ دیا اور فتیلہ رفع بیہوشی سنگھایا کہ وہ ہوشیار ہوا۔ اس آمد بادشاہ پر ہزارہا ساحر ملازمت حاضر ہوا تھا۔ سراپچہ اٹھے تھے عیار بھی صورت بدلے ایک طرف کھڑے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ خواجہ کو چھڑا لیں' ملکہ جلاد بن کر قریب خواجہ جائیں اور قید سے کس طرح کھلوا کر کے بھاگیں۔ اسی فکر میں تھے کہ یکایک عمرو نے ہوشیار ہو کر شاہ طلسم کو گھورا اور ہونٹ چبائے۔

افراسیاب نے للکارا کہ: "او دزد مکار اب کہہ کیا حال تیرا کیا جائے۔"

عمرو نے جواب دیا: "کہ دزد آپ ہو گا یا تیرا باپ ہو گا۔ ہم تو شہنشاہ ہیں۔ ملازم شہنشاہ کوکب عالی جاہ ہیں اے افراسیاب تیری عقل پر پتھر پڑے ہیں تو مجھ کو عمرو سمجھا ہے۔

کہاں بادشاہ عظیم الشان شہنشاہ عیاراں جہاں' کہاں میں حقیر و ناتواں اگر وہ تشریف لاتے تو ان کے ساتھ ملکہ دوماں بہار یا بادشاہ خود آتے' طبقہ طلسم تیرا الٹ دیتے تجھ کو سخت سزا دیتے۔ ایک ادنیٰ ملازم درگاہ ملکہ مذکور ہوں۔

افراسیاب نے کہا: "اے مکار میں تیرے فقروں سے خوب آگاہ ہوں۔ اب ملازم کوکب بن کر چھوٹنا چاہتا ہے اس نے کہا: "مجھے تو کوئی قتل کر ہی نہیں سکتا لے سنبھل میں جاتا ہوں۔

افراسیاب یہ سن کر بغضب اٹھا کہ خود قتل کرے اس نے پکار کر کہا: "میری کنپٹیوں کی طرف دیکھ لے تو میں جاؤں۔ شاہ طلسم نے اس کے کہنے سے جو دیکھا تو دونوں کنپٹیوں پر لکھا تھا کہ یہ پتلا قیچی کا ہے اب خود بنی کا ہے۔ شیشہ خاطر دشمن چور کرے گا عمرو بن کر افراسیاب کو رنجور کرے گا۔"

یہ پڑھ کر شاہ متحیر ہوا کہ اس پتلے نے زور سے کہا ایک شعلہ پیدا ہوا۔ گنبد جل گئی اور وہ بسان برق تڑپا پھر رعد رعد آسا ایک چیخ ماری کہ دل تمام ساحروں کے دہل گئے۔ عیار بھی یہ حال دیکھ کر حیرت ناک تھے۔

مگر شاہ جادواں اور حیرت نے ہزاروں سحر پڑھے کہ پتلے کو روک لیں وہ چشم زدن میں قندیل فلک ہو گیا اور کہتا چلا گیا کہ میں تیرے روکے کب رکتا ہوں۔ اپنے مالک کے پاس جاتا ہوں۔ خیر میرا سال نکل گیا۔ اب میں جا کر تیری سرکوبی کو اصلی عمرو کو بھیجوں گا۔ یہ کہہ کر یہ جادو جا نظر سے غائب ہو گیا۔

افراسیاب نے کھسیانے ہو کر کہا: "اے ملکہ حیرت' یہ پتلا تم نے پہچانا کہ کون تھا۔ یہ خود کوکب صورت بدل کر آیا تھا۔ میرے ہاتھ سے بچ گیا ورنہ مارا جاتا۔"

حیرت نے کہا: "اے بادشاہ آپ سچ فرماتے ہیں ورنہ یہ پتلا آپ سے نہ رکتا۔ آپ کے غلام ایسے ایسے پتلے بناتے ہیں۔ مجھے بھی یقین ہے کہ یہ بیشک کوکب تھا۔"

سب ساحروں نے ملکہ کے کلام بیہودہ کی تائید کی کہ واقعی صحیح ہے کہ خود کوکب تھا۔

"اب شامت آئی ہے بہت ملازمان حضور کے سر چڑھتا ہے۔ آخر تابہ کجا ابھی اپنی سزا کو پہنچا تھا خیر اب کی بچ گیا تو اب کی سی قضا ہی اس کی آئی ہے۔"

شاہ طلسم ان باتوں سے خوشنود ہو کر خلعت ہر ایک کو دے کر سمت باغ سیب گیا اور کہا: "اب کی میں بہت بڑے ساحر زبردست کو بھیجوں گا۔ اے ملکہ، تم مقابل مہ رخ میں جا کر خیمہ کرو۔"

ملکہ مسعود بہ مجرد حکم ترتیب لشکر روانہ ہوئی اور بمقابلہ اسلامیان آ کر اتری۔ یہ خبر ملکہ مہ رخ کو ہوئی اس نے قصد کیا کہ جا کر روکے اور مقابلہ میں نہ اترنے دے۔ لیکن سارے طلسم کا مالک شاہ جاوداں ہے۔ ہر ایک مشیر نے سمجھایا کہ وہاں سے ہٹا دینے سے فتح نہ ہو جائے گی۔ پھر چھیڑ کرنا بیکار ہے۔

غرضیکہ یہ تامل پذیر ہوئی اور عیاروں نے آ کر سب ماجرا بیان کیا کہ وہ خواجہ نہ تھے۔ پتلا چینی کا تھا۔ یہ معاملہ دربار میں گذرا۔ یہاں بھی سب کو سن کر حیرت ہوئی اور مہ رخ نے بلور کو بلا کر حال کہا۔ پھر پوچھا: "تم بتاؤ آدمی ہو یا تم پتلا ہو، دھوکے کی نفی اس نے قسم کھا کر کہا: "اے ملکہ مجھے خود یہ راز معلوم نہ تھا، میں خواجہ کو عمرو اصلی جانتا تھا اور میں ملازم بادشاہ انسان ہوں کوئی پتلا نہیں۔"

مہ رخ نے کہا: "پھر جن کے ساتھ تم آئے تھے وہ تو گئے تمہارا کیا ارادہ ہے۔"

اس نے کہا: "مجھ کو میرے بادشاہ نے یہ حکم دیا کہ افراسیاب سے جا کر لڑو اب جب تک دوسرا حکم مجھ کو نہ ملے گا میں یہاں سے نہ جاؤں گا اور تمہارا شریک حال رہوں گا۔"

مہ رخ یہ سن کر مطمئن ہوئی اور بعشرت مصروف انتظام تھی مگر پتلا جو اڑتا چلا۔ پیک صبا سے بھی زیادہ تیز رو تھا ایک دم بھر میں ملکہ حیران کے پاس آیا۔ ملکہ نے بعد روانہ کرنے اس پتلے کے عمرو اور مخمور کو اس باغ سے اپنے پاس بلایا تھا اور اس طرح سے خاطر داری میں مصروف تھی۔

عمرو یہ کہہ رہا تھا اے ملکہ تم نے مجھے رخصت کیا تھا یہ کیا میں یہاں سے ایک باغ میں پہنچ کر ٹھہرا رہا۔

ملکہ نے کہا: "یہ حال بھی واضح ہو جائے گا۔ انھیں باتوں میں پتلا آ کر پہنچا۔ ملکہ نے کہا: "ارے پتلے تو نے بڑا غضب کیا کہ راز شہنشاہ ظاہر کر دیا۔"

پتلے نے کہا: "میں کیا کروں' یوں عیار بچی مجھے پکڑ کر لے گئی اور یوں افراسیاب پیش آیا۔"

ملکہ حیران نے فی الحال پتلے کو رخصت کیا اس وقت نامہ بادشاہ کوکب آیا۔ اس میں لکھا تھا کہ "خواجہ کو ہمارا شوق التیم کہنا اور کہنا کہ ہم نے اسی واسطے آپ کو رخصت نہیں کیا کہ آپ پر یہ زمانہ نحست و نحس ہے اگر آپ جاتے تو دشمن آپ کے گرفتار رنج و مصیبت ہوتے۔ پتلا آپ کی صورت کا جس طرح قید ہوا تھا وہی صورت آپ کے لیے ہوتی۔ آپ اطمینان رکھیے آپ کے لشکر کا میں محافظ ہوں۔"

یہ تمام کیفیت نامہ پڑھ کر جو معلوم ہوئی عمرو کو بڑی حیرت تھی کہ میں یہیں بیٹھا رہا اور میرا ہم شبیہ ساری لڑائی فتح کر کے چلا آیا۔ یقین ہے کہ اب شاہ طلسم مغلوب ہوا کہ تجھ کو فتح نصیب ہو۔

غرضیکہ حال خیریت لشکر سنکر بعشرت تمام تر مصروف عیش و عشرت ہوئے لیکن اب حال لشکر امیر و لقابد خصال بیان ہوتا ہے۔

کیوں چرخ کبھی وہ دن بھی ہو گا
میخانہ کا شہ ہو رند تیرا
خاتون محل ہو دخت انگور
وصلت سے ہوں اس کے شاد رنجور
ہاتھوں میں رہے ہمیشہ ساغر
جمشید کی طرح ہو مقدر

سب ہوں مے سرخ رنگ سے تر
لبریز ہوں مے سے ساغر
ساقی سب ہوں غلام اپنے
رند و مے خوار ہم اپنے
اس دن یہ دل ہو اپنا راضی
جب ہاتھ میں آئے نعش قاضی
توبہ اے جلو یہ کہا کیا
لکھو جلدی سے اب فسانہ

افسران لشکر سخن و لشکر کشاں مضمون قلمی شمشیر خامہ سے اس طرح سیف بیانی دکھاتے ہیں کہ ہر فقرے پر دل لوٹ جاتے ہیں۔ یعنی زمرد شاہ اندو درگاہ الہ جب سے کہ نازک چشم ہوئی۔ مقابلہ موقوف کر کے انتظار آمد ساحر میں تھا۔ یہاں افراسیاب بھی بوجہ رکھنے عمرو نامہ بھیجنے کوکب کے کم فرصت رہا۔ کوئی ساحر بہر امداد خداوند روانہ نہیں کیا۔

غرضیکہ جب عرصہ ہوا سلیمان عنبریں موئے جانب کوہستان اپنے بھائی بند رشتہ داروں کو نامہ لکھے کہ یہاں آؤ خداوند کی مدد کرو۔ بنا بر اس کے لکھنے کے بہزاد کوہی اور فولاد کوہ تن بھائی اس کا کئی لاکھ کوہی ہمراہ لے کر بہر مقابلہ روانہ ہوا اور بعد قطع منازل قریب قلعہ کوہ عقیق پہنچا۔ اس دشت میں اس کا لشکر اترا کہ یہاں سبب موقوف ہونے جدال اہل اسلام فرصت یاب ہیں اور صید شکار میں مصروف رہتے ہیں قضا را پسر امیر شہزادہ ہاشم تیغ زن مع اپنے رفقا اور ملازم کے صحرا میں شکار افگنی کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک صید کے پیچھے جو روانہ ہوا اس جگہ پہنچا کہ جہاں بہزاد و فولاد خیمہ زن تھے۔

اس کے ملازم شہزادے کو دیکھ کر للکارے کہ: "ارے یہ جائے ادب ہے۔ پہلوانان زمانہ یہاں فروکش ہیں ادھر آنے سے باز آ' الٹا پھر جا۔"

شہزادہ نے ان کا روکنا نہ سنا۔ جب زیادہ غلغلہ کرنے لگے بہزاد شور سن کر بارگاہ سے نکل

آیا اور قریب شہزادہ آ کر گویا ہوا: "اے اجل رسیدہ تو نے کتنا میرے ملازموں کا نہ مانا۔ آخر دام مرگ میں پھنسا۔ سچ بتا کہ تو کون ہے۔"

شہزادے نے فرمایا: "میں بیٹا امیر کا، ہاشم نام رکھتا ہوں اور میں نے خطا کیا کی ہے جو مجھ پر اس قدر عتاب آپ کرتے ہیں۔"

اس نے ہنس کر بجواب اس نرمی و عبارت کے کہا: "یوں تو میں بے ادبی تیری اس طرف آنے کی معاف کر دیتا مگر اب زندہ نہ چھوڑوں گا کہ تو مسلمان ہے اور پسر حمزہ ہے۔"

یہ کہہ کر مرکب طلب کر کے سوار ہوا اور مستعد کارزار ہوا۔ شہزادہ بھی شہوار لڑنے لگے۔

اس نے نیزہ سینہ بے کینہ شہزادہ پر لگایا شہزادہ نے کوستان پر گانٹھا اور چند طعن ردو بدل کر کے نیزہ اس کے ہاتھ سے نکال دیا۔ اس نے پکارا: "او مسلمان تو نے بڑا غضب کیا کہ نیزہ میرے ہاتھ سے نکالا۔ اب میری تلوار سے نہ بچ سکے گا۔"

یہ کہہ کر تلوار کھینچ کر چلا، لیکن اس وقت قدرت خدا سے کوہستان کی طرف سے ایسی آندھی سیاہ آئی کہ تمام صحرا میں سوائے غبار اور اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آتا تھا شہزادہ سمجھا کہ اس اندھیرے میں یہ تلوار لگائے گا تو زخمی کر دے گا۔ یہ سمجھ کر گھوڑا اڑا کر پیچھے ہٹ گیا اور وہاں سے بہت دور ایک سمت نکل گیا۔

جب وہ آندھی دور ہوئی اس کو بھی اور اس کے لشکر کا پتہ نہ ملا۔ ہر چند تلاش کیا کہ پھر ملے اور میں مقابلہ کروں تاکہ وہ یہ نہ کہے کہ میرے سامنے سے بھاگ گیا، مگر کہیں نشان نہ ملا۔ شہوار اپنے لشکر میں مراجعت فرما ہوا اس طرف بہزاد وغیرہ بھی کوچ کر کے قریب لشکر آ پہنچا۔

اس نے خبر سن کر استقبال کرایا۔ لشکر کوہیوں کا باعزاز تمام اتروایا۔ بہزاد اور فولاد بارگاہ میں آئے خداوند کو سجدہ کیا۔ نذر دی خلعت عنایت ہوئے۔ مخلع ہو کر دونوں بیٹھے جام شراب شروع ہوا۔ جب دماغ بادہ ناب سے گرم ہوئے، بہزاد نے نشہ کی ترنگ میں بختیارک سے کہا: "میں مسلمانوں کا زور قوت آزما چکا۔ پسر حمزہ۔ ہاشم نام صحرا میں

مجھ کو ملا تھا۔ میں نے پکڑ کر خوب طمانچے مارے۔ وہ منت کر کے جان بچا لے گیا اور روتا ہوا بھاگا ورنہ مارا جاتا۔"

بختیارک یہ باتیں سن کر سمجھا کہ راہ میں ہاشم نے اس کو خوب پیٹا ہے یہ بالعکس معاملہ بیان کرتا ہے۔ یہ سمجھ کر بظاہر ثنا خواں ہوا کہ "واقعی آپ ایسے ہی ہیں۔" اب حمزہ کو یوں ہی زد و کوب فرمایئے گا۔"

یہ باتیں کر کے ناچ دیکھنے لگے۔ لیکن ہنگامے لشکر اسلام بصورت مبدل برائے خبر گیری حاضر تھے انہوں نے یہ بھی سخنان دروغ سنے اور خدمت امیر میں آئے۔

اثنائے سر دربار کلمات ذلت ہاشم کا بیان کرنا مناسب نہ تھا۔ جب امیر مسجد کبریا میں بعد عبادت تشریف لائے۔ اہلکار خدمت امیر میں عرض پیرا ہوئے۔ امیر وفور غیرت اور جوش شجاعت سے غضب ناک ہوئے، لیکن تحمل کو کام فرمایا اور جب دربار میں آئے۔ شہزادہ ہاشم بھی دنگل پر جلوہ فرما تھا۔ اس کی جانب دیکھ کر فرمایا: "اس بارگاہ میں وہ لوگ نہ آئیں جو طمانچے کھاتے ہیں افسوس اسے غیرت نہ آئی کہ اس نے بہزاد کی مار کھائی۔"

نام بہزاد سن کر شہزادے کو یقین آیا کہ یہ مجھ کو فرماتے ہیں۔ پس یہ سمجھ کر دست عرض کیا: "اے پدر عالی وقار کس کو بہزاد نے مارا اور طمانچے کس نے کھائے۔"

امیر نے جو حال سنا تھا وہ بیان کیا۔ شہزادہ جوش تہور میں آ کر کانپنے لگا اور باپ کے خفا ہونے پر آنسو بھر لایا اور بعد لمحہ کے کسی حیلے سے اٹھ کر۔ باہر بارگاہ کے آیا اکیلا مرکب بادپا سوار ہو کر سمت لشکر لقا روانہ ہوا جب داخل لشکر ہوا۔ جس کسی نے دیکھا خیال کیا کہ روز جنگ روز آشتی آشتی۔ شاید کسی کام کو آئے ہیں یہ تصور کر کے کوئی مزاحم نہ ہوا۔ اور شہزادہ داخل بارگاہ ہوا درگہ سالار نے چاہا کہ روکے اس نے غصہ میں آ کر ایک ایسی لات ماری کہ درگہ سالار کا پیٹ پھٹ گیا اور ضرب لات سے اڑ کر اندر بارگاہ کے جا گرا۔

بختیارک نے یہ حال دیکھ کر کہا: "صلوٰۃ بر پیغمبر خدا، اے بہزاد جس کے تم نے طمانچے

لگائے تھے۔ وہ آ پہنچے۔"

یہ کلمہ سنکر سب اہلِ دربار ششدر و حیراں تھے کہ یکایک شہزادہ مع مرکب جلو خانہ سے بڑھا۔ چوبدار یساول دور ہی سے ہاں ہاں لینا لینا کہتے رہے کوئی قریب نہ آیا اس نے تلوار سے قرق زنجیر کاٹ دی اور پردہ گرا دیا۔ صحنِ بارگاہ میں در آیا اور پکارا: "سلام میرا اس بزم میں اس پر جو ایک خدائے لا شریک کو مانتا ہو اور اس کے پیغمبر کا دین برحق جانتا ہو۔"

تمام لقا پرست یہ کلمات سنکر اکٹھے اور غل کرنے لگے۔ بعض کان میں انگلیاں دے کر بیٹھے کہ تعریف خدائے وحدہٗ ہم نہ سنیں اور شہزادے نے للکارا: "کون ہے تم سے وہ کاذب ابن الکذاب نامرد اتلی جو بہادروں پر طوفان رکھتا ہے اور طمانچے کہتا ہے کہ لگائے۔"

بختیارک نے یہ سنکر عرض کی کہ "دیکھئے میں بڑی دیر سے منع کر رہا تھا کہ شہزادے کی شان میں ایسا نہ کہو مگر اس حرامزادے بہزاد نے مانا۔ آخر اپنی سزا کو پہنچا۔ اب کیسا چپکا بیٹھا ہے۔ حضور دروغ گو وہ یہ حاضر ہے۔"

شہزادہ یہ سنکر پکارا: "بے حیا اٹھتا نہیں۔ اب طمانچے نہیں لگاتا۔"

بختیارک نے کہا: "اب تو نانی مر گئی۔ اب کیا اٹھیں گے زبان سے طمانچے لگاتے لگاتے تھک گئے ہیں۔"

بہزاد یہ سن کر بغضب تمام اٹھا اور تیغ کھینچ کر پکارا۔

"باش ہو طفل بے ادب کیا بکتا ہے۔ وہاں میرے ہاتھ سے بچ گیا۔ یہاں قضا تیری لائی ہے۔"

شہزادے نے اس کو آمادہ حرب دیکھ کر گھوڑے سے کود کر قدم بڑھایا۔ اس نے تیغ دوڑ کر لگایا۔ اس بہادر نے ڈھال تلوار کی باڑھ سے ملا دی اور چمکی دی کہ تیغ پٹ ہوا' فوراً اس کی کلائی پر ہاتھ ڈالدیا اور جھٹکا مارا کہ تلوار چھٹ گئی تلوار پھینک کر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ سارا کبر و غرور دماغ سے نکل گیا۔ خوب منہ کی کھائی۔

گردن کی رگیں منہ سے ٹوٹ کر سر نجس دور جا کر گرا۔ لاش زمین پر گر کر تڑپنے لگی۔ تمام بارگاہ کے افسر اس کی شوکت و شہامت دیکھ کر دنگ تھے۔ سکتے کے ڈھنگ تھے کہ شہزادہ نے سر اس کا اٹھا کر فتراک سے باندھا اور جست کر کے پشت مرکب پر آیا پکارا: "ہے کوئی تم میں سے ایسا جو سر لے لے مجھ سے ورنہ یہ سر نجس مزبلے پر پھینکا جائے گا اور اہل اسلام کی ٹھوکریں کھائے گا۔ بجا اور تمام سردار چپکے تو خاموش تھے اور جانتے تھے کہ بہزاد اس کو مار لے گا" لیکن اس وقت کا نعرہ سنکر خواب غفلت سے چونکے اور بختیارک نے فقاد سے کہا: "افسوس جس کا ایسا بھائی مارا جائے اور وہ بیٹھا تماشہ دیکھے۔"

اس نے جواب دیا: "ملک جی جیسا اس نے کیا ویسا پایا' میں اس امر میں دخل نہ دوں گا۔"

اس نے شہزادہ سے کہا: "حضور تشریف لے جائیں یہاں مع خداوند بیٹھے ہیں' سب نامرد ہیں۔ کون آپ سے آنکھ ملا سکتا ہے۔ لقا نے یہ کلمہ سن کر افسروں کو للکارا کہ خبردار یہ بندہ سرکش جانے نہ پائے۔"

پھر تو بڑے بڑے سردار زبردست سرگروہ روزگار دنگلوں سے کودے۔ شہزادہ شمشیر بکف تا بہ درگاہ پہنچ چکا تھا کہ غل "لینا لینا" کیا ہوا۔ باہر بارگاہ کے نکل کر شہزادہ بھی ٹھہرا۔ افسروں نے چار طرف سے گھیر لیا۔ لشکر جو اترا ہوا تھا۔ اس میں قرنا پھنکی۔ فوج جلد تیار ہوئی۔ افسر کئی ہزار آگرا تھا۔ چار طرف سے تلوار پڑنے لگی۔

شہزادے نے بھی نعرہ اللہ اکبر بلند کیا اور ہمہ تن چشم بن کر لڑنے لگا۔ تیغ غیرت کے جوہر دکھا دیئے سروں کے ڈھیر لگا دیئے العیاذ باللہ فوج کا ریلا کر کے مثل موج دریا اس اکیلے پر آنا اور اس بہادر کا ہر سمت قتل کرتے ہوئے لے جانا یہ معلوم ہوتا تھا کہ بحر آہن میں شناوری کر رہا ہے۔ ہر ذی حیات تیغ دو دوم سے اس کی حباب آسا زندگی کا دم بھرتا ہے۔ لاشوں کے انبار ہیں۔ بے دست و پا تمام سردار ہیں نقش نہایت خامہ شمشیر نے بگاڑا تھا بار سر تن سے اتارا تھا۔ قضا سروں پر کھیلتی تھی۔ فلک اعظم

کی تی ہاتی گری تھی۔

اس جنگ کی خبر اہلکاروں نے جا کر بادشاہ لشکر اسلام سے عرض کی۔ بادشاہ نے امیر سے فرمایا: "آپ جائیے شہزادہ ہاشم کی مدد فرمائیے۔ اگر وہ شہزادہ مار کھا کر آتا تو شجاعت نہ دکھاتا۔ راست و دروغ کو آخر ظاہر ہو گیا۔ دشمنوں کا خدا نے مکر چلنے نہ دیا۔"

امیر شجاعت فرزند دلیر حکم و نیز ارشاد بادشاہ توقیر بجا لانے کو دنگل سے اٹھے۔

اینکہ سپہ سالار تمام لشکر جرار اسلامیان کے امیر والا جاہ رہے ہیں۔ ان کے اٹھتے ہی پانچ ہزار پانچسو پچپن دلیر سردار اپنی جگہ پر سے اٹھا اور باہر آ کر پشت پشت مرکب پر بیٹھ کر بہ عزم یلغار لشکر مخالف پر جا گرا نعرہ ہائے سرداران بلند ہوئے۔

تہلکہ زمین و زمان میں پڑا۔ ہاشم کی پشت قوی ہوئی۔ بہادران برق تڑپ کر لڑنے لگے۔ سرداران اسلام نے تیغ تیز سے اور گرمی ستیز سے دشت جنگ بازار آہنگراں بنا دیا۔ صدائے گرز گراں نے آسمان کہن کا پتہ دیا۔ دشت لرزتا تھا۔ لوہا برستا تھا۔ خود پر تلوار کی جھنکار تھی۔ تلوار سے قتل کرنے میں اجل شرمسار تھی۔ یہ تن گرا وہ سر گرا یہ زخمی ہوا وہ مارا گیا۔ یہی ہر طرف پکار تھی۔

بختیارک نے جب دیکھا کہ سپاہ اسلام آگئی لقا سے کہا: "اب یہاں سے بھی بھاگنے کا آپ نے ارادہ کیا۔ یا آج جان دینے کا عزم ہے۔ لمحہ بھر میں امیر گرفتار کر لیے جائیں گے۔ لڑائی کوہیوں کے سبب سے رکی ہے ورنہ فوج آپ کی مدت ہوئی کہ بھاگ جاتی۔"

لقا نے کہا: "اچھا میں نے تقدیر کی کہ طبل امان بجے۔" بموجب حکم کوس بازگشت لشکر پر چوب پڑی فوج طالب امان ہوئی۔ امیر نے ہاتھ روکا۔ سردار پھرے۔ ہاشم نے آ کر پائے پدر پر سر رکھنا چاہا۔ امیر نے سر سینہ سے لگایا۔ پھر بیچ میں سرداران کے شہزادے کو لے کر زر نثار کرتے ہوئے پھرے اور لشکر میں آئے۔ پوشاک بدل کر بارگاہ میں بیٹھے۔ سر بہزاد کا شہزادہ کے حکم سے مزبلے پر پھینک دیا اور اسی خوشی میں ایک دن ایک رات جشن کیا جب دوسرے روز تیغ شعلہ بار مہر کی تیزی کم ہوئی اور

امن اللیل سے انجم عرصہ فلک پہ ظاہر ہوا کہ

رخ خورشید کی رنگت ہوئی زرد
حرارت بھی ہوئی کچھ دھوپ کی گرد
مہک اٹھی جو بھسے مشک دل چور
ہوئی بالکل یہ شکل روز کافور

○○○

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

- ملکہ سنجبر پری

سر شام بادل ناکام غم برادر نافر جام میں فولاد نے حکم نواخت طبل جنگ دیا۔ طبل بجنے کی خبر اہلکاروں سے لشکر امیر کے یہاں بھی طبل سکندری بجا۔ دلاور خبردار ہوئے۔ دربار سے اٹھ کر بجائے درستی اسباب جنگ اپنی جگہ پر یہ صاحب ہم و ننگ آئے دونوں لشکروں میں تیاری شروع ہوئی۔ سلاح خانے کھل گئے۔ بہادر لڑنے پر تل گئے۔ تلوار کمر سے لگی ہر ایک کے دل سے لگی۔ تیر ترکش میں جاگزیں ہوئے کمند کے لچھے بہت اچھے شانوں پر پڑے عمود صورت بہبود دکھاتے۔ نیزے زرنگی جتاتے کمانیں گوشوں سے باہر نکلنے پر تیار کشیدہ خاطر اور کبیدگی اظہار گھوڑوں کے ہنہنے' بہادروں کے نعرے بلند نامردوں کے دل دردمند آفت کا سامنا مصیبت سب سے زیادہ جان دینا' نقیبوں کی صدا سے دنیا کی ندمت پیدا اور تمام بہادر عروس شجاع پر شیدا کہیں تلوار کی چمک کہیں شعلہ جان ستان تیغ کی لپک خرمن ہوش جلاتی ہر سمت یہ صدا آتی

کہ تم ایک عمر سے ہو سب نمک خوار
کے رکھتے ہیں ہم سب سے خبر اور
ہے باقی اگر تم میں کوئی مرد
نہ لائے اپنے دل میں یہ ذرا درد
وہیں مر جائے یا اس کو مٹائے
طلاق اس پر ہے گر دھیان اور لائے
ہوئے حاضر سلاح جنگ سارے
لے سب کو ہوئے پھر یوں اشارے
کہ ہے اب امتحان یارو خبردار

کی ہونے نہ پائے آج زنہار
دیئے سرداروں کو خلعت زر و سیم
جھکا ہر فرد بہر رسم تسلیم

رات بھر یہی ہنگامہ جانبین میں برپا رہا۔ جس دم سحر تیغ رنگ نے خرمن ماہ جسم شب چہ رنگ اور زمانہ غدار نے رنگ فساد کا ڈھنگ ڈالا۔
صبح دم امیر عبادت خالق قدیر میں مصروف تھے اور لشکر خیل خیل جانب جنگ گاہ رواں تھے۔ بہادر رزم سے مالوف تھے کہ یکایک مہتر امیر مہتر چالاک بن عمرو نے خبر روانگی لشکر جانب نبرد گاہ خدمت امیر عالی جاہ میں عرض کی۔ امیر بھی سجادہ طاعت پر سے اٹھے اور لباس جنگ جسم پر آراستہ فرما کر برآمد ہوئے۔ سردار بہر سلام حاضر تھے ان کو ہمراہ لے کر اشقر دیو نژاد اڑاتے آستان عالیجاہ بادشاہ لشکر اسلام پر آئے کچھ ہی دیر ٹھہرے تھے کہ شاہ گردوں پائے گاہ مملکت پناہ کی آمد ہوئی اول پردہ زرنگار در شبستان چرخی پر کھچا۔ جلو سواری ہویدا ہوا۔ کنولمائے جواہر آگیں روشن کہاریوں کا انوکھا جوبن زیور کی نئی آن بان تھی۔ تصدق جن پر جان تھی ۔ کہاروں نے تخت شاہی بدلوایا۔
ہر سردار نے مع امیر بہر تسلیم سر جھکایا پھر تو ڈنکا بجا علم آگے بڑھے باد بہاری رواں ہوئی۔ سواری بادشاہ کی قلب لشکر میں اس طرح چلی کہ

صدا دی کہ کوس شاہانہ نے ہر سو
بہ شکل موج بدلے سب نے پہلو
بصد حشمت بصد شوکت بڑھا شاہ
چلا لشکر بھی پیچھے پیچھے ہمراہ
ہر ایک کہتا تھا کرکے جانفشانی
بشرط فضل حق اور زندگانی

سنا جب یہ ہوئے قلبا سردار
کہا صد آفریں یاران خونخوار
ہوئی گردنوں کو حاصل سربلندی
ملی مغرور دل کی خود پسندی
جو تھے افزائش جرات سے بیتاب
ہوئے رخسار ان کے آتشیں تاب

اس طرح جب وارد دشت مصاف ہوتے ہوئے دیکھا کہ گرد اڑی اور سپاہ مخالف کی آمد ہوئی۔ لقا تخت پر سوار گرد فیل کوہیوں کی قطار آگے آگے کر گلدن مست پر سوار میدان میں پہنچ کر صف کشیدہ ہوئے اور بعد صفوف آرائی جدال و قتال فولاد گیند اڑ کر اجازت لقا سے لے عرصہ نبرد میں آیا اور سلاح شوری دکھا کر طالب نبرد مرد مقابل ہوا۔ کلمات رجز بہت کچھ زباں پر لایا کہ

تھکے ہی [illegible] تہمتن یوں پکارا
کہ میں ہوں صف شکن مرد صف آرا
میری تلوار کاٹے گی سر و تن
مسلمانوں کے جی کا میں ہوں دشمن

اس طرف سے صدا اس کی سن کر علم لشکر دست راست جنبش کناں ہوئے اور شہزادہ قوت نوجوان بن بدیع الزمان بن حمزہ صاحبقران بادشاہ عالی جاہ سے اجازت لے کر جانب میدان روانہ ہوا اور قریب فولاد جب پہنچا۔ اس نے گینڈا پیچھے ہٹا کر تکاور ماری کہ چار قدم مرکب رخش پیکر شہزادہ والا گہر ہٹا اور چھ قدم گینڈا اس خود سر کا عقب چلا گیا۔ دونوں نے ناقوں مسل کر مرکب بڑھائے اور مقابل آئے۔ شہزادے نے بزبان نرمی و مدارا اس کو خطاب فرمایا: "اے مرد خود سر"

نہیں ہم کرتے اپنا وار پہلے
لگا تو ہم پہ اک تلوار پہلے
نہیں کچھ جانتا تو جنگ کے ڈھنگ
بدلتا ہے فلک دیکھ اور ہی رنگ
لگا شمشیر پھر دیکھ او سیہ مست
کہ کیونکر تجھ کو کرتے ہیں ابھی مست
نہ گھبرا موت تیرے سر پہ آئی
کہا جب یہ تو تیغ اس نے چلائی

شہزادہ نے تیغ اس کا سپر فراخ دامن پہ روکا مگر بازو پہ قوت تھا۔ تیغہ سپر کو کاٹ کر خود ودو بلغہ زرہ توپ کر تراش کر سر میں در آیا۔ شہزادے نے دستانے شجاعت کے بانے در شمشیر میں لگائے کہ تلوار جھٹکا کر سر سے نکل گئی اور چادر خون بلبلا کر رخسار پہ آئی۔ شہزادہ نے سر زخم شدہ تحت سے باندھ کر خبردار کہہ کے تلوار بہ زبردستی اس خود کلہ پہ لگائی۔ اس نے بھی سپر چہرہ پہ پناہ کی مگر قرص خیر کی طرح تلوار کاٹ کر اس کے بھی کاسہ سر میں در آئی۔ اس نے بھی دستانہ مارا کہ تیغہ سر سے نکلا' لیکن تادو آبرو زخم کاری لگا کہ سر اس کا برہنہ زمین پہ جا لگا۔ شہزادے نے سر کاٹنا اور صید مجروح پہ ہاتھ ڈالنا مناسب نہ جان کر للکارا: "لے جا اس کو کہ یہ اپنی سزا پہ پہنچ گیا۔ حوصلہ اس کے دل کا نکل گیا لوگ دوڑے اور فولاد کو میدان سے لے گئے۔ شہزادے نے باوجود حالت زخم داری پھر مبارز طلب کی۔ فوج کہیلان میں سے سپہ سالار فولاد۔ صاد کو ہی گیند اٹھا کر سامنے آیا اور کچھ کلمات بیہودہ کہے کہ

برابر آ کے اک گرز گراں سنگ
کہ جس کے دیکھنے سے عقل ہو دنگ
لگایا سر پہ مرد نوجواں کے
کہ ہوں ٹکڑے ہزاروں استخواں کے
غش آیا تھا کہ سنبھلا وہ دلاور
کمر سے اپنی لی تیغ دو پیکر
بشکل برق تڑپا اور کیا وار
ہوا دو ایک سے مرد ستمگار
گرا وہ اور بھائی اس کا آیا
نہایت جلد اک تیغہ لگایا
دیا شہزادے نے وار اس کا خالی
چلائی اس پہ شمشیر ہلالی
گرا فرش زمیں پہ ہو کے مقتول
خاک لحد نے جلد کیا مقبول

اسی طرح تا شام شہزادہ خوش انجام نے اس حالت زخمداری میں عدو کشی فرمائی۔ قریب شام لقا نے رنجیدہ ہو کر طبل بازگشت بجوایا۔ لشکر نے مراجعت کی کفار رنجیدہ دل کبیدہ چلے اور امیر شہزادہ پر سے زر نثار کرتے ہوئے داخل بارگاہ ہوئے۔ لشکر نے کمر کھولی۔ آسودہ ہوئے کہ امیر نے جراح کو کہ لقمان نام ہے اور اس کے سپرد مرہم سلیمانی دواخانہ شاہی رہتا ہے اور سب جراحوں کا افسر ہے طلب فرمایا۔ اس نے حاضر ہو کر شہزادہ والا گہر کی زخم دوزی کی۔

شہزادے نے چالاک کو بلایا اور فرمایا: "ایک پھاہا سلیمانی کا فولاد کے لیے لے جاؤ کیونکہ جب تک وہ مرہم نہ لگائے گا" میں بھی نہ لگاؤں گا کہ

اگر کچھ زندگی کا لطف تجھ کو چاہیے ناداں
اسی میں ہے میرا دشمن بھی ہووے بندہ احساں

امیر ان باتوں کی شہزادہ سے بہت خوش ہوئے اور چالاک بنا بر ارشاد پھاہا لے کر روانہ ہوا۔ لشکر بلا میں پہنچا۔ طلایہ دار لشکر نے اس کو بصورت اصل دیکھ کر روکا۔

اس نے کہا: "اس نے کہا ہمارے آنے کی خبر فولاد کو پہنچا دو کہنا کہ شہزادہ تورج نے عیار کو آپ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے بھیجا ہے۔"

لوگوں نے جا کر اسی طرح فولاد سے بیان کیا اس نے باعزاز تمام طلب کرایا۔

بختیارک نے کہا: "ان کا بلانا اچھا نہیں، مگر اس نے نہ مانا۔ چالاک جب داخل بارگاہ ہوا۔ بختیارک اٹھ کر تسلیم بجا لایا اور پکارا: "حضور نے کرم فرمایا، جو تشریف لائے۔ نیاز مند مشتاق ملازمت بھی تھا نیز کچھ روپیہ کہ تحفہ حقیر ہے آپ کی نذر کے لیے جمع کر رکھا ہے لیتے جائیے گا۔"

چالاک اس کی باتوں پر ہنسا اور کہا: "ملک جی چلتے وقت تم سے بھی کچھ لیں گے۔"

یہ کہہ کر فولاد سے کہا: "شہزادے نے مزاج کی خبر پوچھی ہے اور یہ مرہم دیا ہے فرمایا ہے کہ تم لگاؤ تو ہم بھی لگائیں۔"

فولاد اس عنایت فراواں کا نہایت مشکور ہوا اور دل میں سوچا کہ "بیشک مسلمان اپنا حق نہیں رکھتے۔" یہ سوچ کر وہ پھاہا لے کر چالاک کو خلعت دیا۔ جب یہ چلنے لگا، ملک جی نے بہت سی کشتیاں زر و جواہر کی منگا رکھی تھیں چلتے وقت منت کرنے لگا کہ مرشد زادے یہ لیتے جائیے اس نے وہ کشتیاں بھی لیں اور وہاں سے خدمت شاہزادہ میں آ کر حال کہا۔ شہزادے نے مرہم لگایا۔

ادھر جب یہ جا چکا تو فولاد نے بھی مرہم لگانے کا قصد کیا۔ بختیارک مانع ہوا: "ہرگز یہ مرہم نہ لگانا۔ اس میں زہر قاتل ملا ہو گا۔ خلاف عقل کہ دشمن کے لطف و مدار پر بھولے۔"

فولاد نے کہا: "ملک جی مسلمان ایسے نامرد نہیں ہیں جو دغا بازی کر کے ہلاک عدو کو کریں اور خیر اگر زہر بھی ملا ہو گا تو میرا نام ہو جائے گا کہ مسلمان ایسے عاجز ہوئے کہ فولاد کو زہر سے مارا۔"

یہ کہہ کر پھاہا لگا لیا اور کہا: "تو ملک جی بتاؤ کہ عیار کو تم نے اس قدر پیسہ کیوں دیا اور عجز و انکسار بہت کچھ کیا۔"

بختیارک نے ایک سرد آہ بھری اور کہا: "نہ دیتا تو کیا کرتا۔"

یہ کہہ کر رقیعہ سر پر سے اتارا کہا: "دیکھیے اس لینے دینے پر تو مارے جوتیوں کے چندیا گنجی کر دی ہے۔ اگر نہ دوں تو سر کاٹ ڈالیں۔ تم کیا جانو اگر وہ خالی پھر جاتے تو خیمے میں میرے آ کر کہتے کہ ملک جی نے ہمارے آنے کے مطلق پاس نہ کیا' نذر بھی نہ دی۔ میں پھر ہر چند عذر کرتا اور جو کچھ دیا ہے اس سے دونا دیتا مگر کچھ نہ ہوتا۔ سارا گھر لوٹ کے مجھے صحرا میں لے جاتے اور سینہ تک زمین میں دفن کر جاتے۔"

یہ مضمون فولاد نے جو سنا بہت ہنسا اور دل میں کہا: "لقا بالکل جھوٹا ہے کہ عیار اس کے شیطان کا یہ حال کرتے ہیں اور اس سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ پس اگر یہ شہزادہ تو سچ تجھے زیر کریں تو ان کے ساتھ مسلمان ہو جانا اچھا ہے۔

اسی سوچ میں تھا کہ یکایک زخم سر میں کھجلی ہوئی اس نے کھجلایا پھاہا مرہم سلیمانی کا چھوٹ آیا اس نے ٹٹول کر ہاتھ سے زخم کو دیکھا کہیں نشان بھی نہ پایا تو وہ زیادہ حیران ہوا کہ یکایک زخم کیونکر اچھا ہو گیا۔

بختیارک نے اس کو متفکر دیکھ کر کہا: "حیران نہ ہوں یہ مرہم سلیمانی ہے اس کی تاثیر یہ ہے کہ پہر بھر میں کیسا ہی زخم ہو اچھا کرتا ہے۔ حمزہ کی بی بی ملکہ آسمان پری ہے وہ بھیجتی ہے۔"

فولاد یہ حال سن کر اور زیادہ نفرت گزین لقا پرستی سے ہوا اور شوکت اسلامیان خانہ دل میں جا گزیں ہوئی۔

بختیارک سے کہا: "ملک جی تم تو کہتے تھے کہ اس مرہم میں زہر ملا ہے نہ لگاؤ' ابھی

یہ صفت بیان کرتے ہوئے بڑے جھوٹے ہو۔"

اس نے جواب دیا: "میں اس لیے منع کرتا تھا کہ اس کے لگانے سے تم جلدی ہم سے جدا ہو جاؤ گے، یعنی اچھے ہو کر یا مر جاؤ گے یا مسلمان ہو جاؤ گے و نیز محبت اسلامیان دل میں تمہارے آ جائے گی۔ اب تم مجھے آدھے مسلمان نظر آتے ہو۔"

اس نے کہا: "ملک جی اس میں تو شک نہیں کہ حریف میرا بڑا جوان مرد و صاحب وضع و شجاع ہے مجھے بھی یقین تھا کہ عیار مرہم لایا ہے کہ شاید اس میں دغا ہو مگر نہیں کوئی ان میں دغا پیشہ نہیں ہے۔"

بختیارک بولا: "عیار اگر مسلمانوں کے نام سے کوئی عیاری کریں اور حمزہ کو خبر ہو جائے تو اس عیار کو بغیر مارے نہ چھوڑے یہ تو کیا، عمرو جو ان سب کا سردار اور باپ ہے اور شہ عیاراں ہے اس نے جب کسی پہلوان کو بہ مکر ذلت دی ہے تو امیر نے ہر روز اس کو دکھلایا ہے کہ کوئی دشمن کے ساتھ بھی ایسی برائی نہ کرے گا۔"

فولاد و صفات شجاعت اہل اسلام سن کر بہت خوش ہوا اور کہا: "میں ایسے بہادروں پر تلوار اب نہ کھینچوں گا، فجر کل طبل بجا کر کشتی لڑوں گا، جو زیر ہو گا وہ غالب کی اطاعت کرے گا۔"

بختیارک نے کہا: "تلوار کا لڑنا اچھا ہے کہ تمہارا ہاتھ اگر پڑا تو حریف کے دو ٹکڑے ہوں گے اور کشتی میں تو دیو سمنداں اور سرکشاں قاف ان سے ہار لیے۔ تمہاری کیا اصل ہے۔ دم بھر میں تو پچ دے مارے گا۔"

فولاد نے کہا: "ہرچہ بادا باد میں تو ان کا بندہ احسان ہوں۔"

یہ سن کر اس نے کہا: "صلوات بر محمد کیا مرہم تھا کہ جس نے ہمارے دل میں زخم کیسا ناسور ڈال دیا۔ اب تم مسلمان ہوئے ابھی سے ہم تم صبر کر چکے۔"

فولاد اس کے کلام سے ہنستا ہوا بارگاہ میں اٹھ آیا اور ایک روز تامل کر کے دوسرے دن جب جسم فلک زنگاری سے چھالا آفتاب کا پھوٹا اور نشان داغ انجم ظاہر ہوئے

کہ ہر روز گھٹتے ایک بار
ہوئی ساخت بہ شکل نبض بیمار
مزاج شام نے تفریح پائی
ابھر کر شکل ابر زلف آئی

سر شام فولاد نے طبل جنگ بجوایا۔ ہرکاروں نے صبح ہمایوں بادشاہ تک یہ ماجرا پہنچایا۔ اس طرف بھی نقارۂ حرب بجا۔ تیاری جنگ میں وہ شب بسر ہونے لگی بہادروں کی آرزو پوری ہونے کو سحر ہونے لگی۔ تلوار کی باڑھ خنجر کی دھار تیر زہر آبدار گرز گراں انبار وغیرہ کی درستی ہونے لگی لوہے کی جھنکار ہوش فلک کے کھونے لگی۔ فوجوں کے جماؤ سے لشکروں کے پڑاؤ سے زمین پر بھونچال تھا۔ جس دم شمع شب افروز انجم تیغ تیز سحر سے کشتہ ہوئی اور باد صبح نے چراغ عالم کے مردہ کئے۔

سحر نے جلوۂ پنہاں دکھایا
زمین نے نور کا ساماں دکھایا
بڑھی اس شب کی جب بے انتہا سیاہی
فروغ صبح نے کی پائمالی

صبح ہوتے ہی لشکر بحر جلال وارد دشت قتال ہوئے امیر مسجد سے اٹھ کر آستانے فیض نشان سلطان ذی شان پر آئے۔ بادشاہ اسلامیان بھی مشتاق جنگ تھے جلد تشریف لائے سب نے مجرا و سلام کیا۔ صدائے طرقوا بلند ہوئی۔ سواری شاہ باکرم کی میدان قتال کو چلی اس وقت بہادروں کی آن و بان لشکر کی شوکت و رفعت و شان قابل دید تھی مونچھوں کا تیکھا پن جوانوں کا بناؤ ہر طرف جماؤ سے گویا قربانی کی عید تھی۔
جب میدان میں پہنچے حسب معمول صفیں درست ہوگئیں فوجیں لڑنے کو چشت ہوگئیں۔

لقا بھی مع لشکر آیا۔ کوسوں نے مقابلہ میں پڑا جمایا۔ بعد ترتیب صفوف لشکر فولاد نے گھوڑا اٹھایا' لقا سے اجازت لے کر وسط میدان میں آیا۔ سلاح شوری دکھا کر پکارا: "اے مسلمانان' میں تم میں اور کوئی نبرد نہیں چاہتا۔ سوائے شہزادہ تورج کے۔"

اس نہیب کو سن کر علم لشکر کے جلوہ دکھانے لگے نقارے شتری و فیلی بجے۔ شہزادہ تورج نے بادشاہ سے اجازت لے کر مرکب اٹھایا اور اس کے مقابل آیا۔

اس نے احسان شہزادہ کا یاد کر کے سلام کیا عرض پیرا ہوا کہ "اے شہزادہ والا گہر اس روز سب ہتھیار کے وار ہو چکے۔ ایک کشتی لڑنا باقی ہے آج ہم آپ نصیب آزمائی کریں۔ جس کو فتح نصیب ہو' وہی حاکم بنے۔ مغلوب اس کی اطاعت کرے۔" شہزادہ گویا ہوا: "اگر یہ ارادہ ہے تو بسم اللہ۔"

یہ کہہ کر دونوں کودے۔ عیار دونوں کے دوڑے اور لشکر میں خبر دی۔ بیلداروں نے آ کر اکھاڑہ بنا دیا۔ مشک و عنبری مٹی میں ملا دیا۔ دونوں دامن گردان کر اکھاڑے میں اترے۔ جم بجا شانہ شہ کشتی کا ہوا' طلاق پر مٹی چڑھی۔ شانوں پر ایک نے دوسرے کے مٹی لگائی۔ پھر ادھر سے ادھر داؤں گھات میں پھر کر ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ کسی نے دستی کھینچی کوئی بغلی ڈوبا' لنگوٹ میں ہاتھ ڈالا کولے پر بھر کر مارا۔ اس نے توڑ کر کے پھر سامنے پاؤں گانا پیچ توڑ بند ہونے لگے۔ سر سے سر مل کر ٹکر اور گھونسے چلنے لگے۔

اس طرح بسان ابر باشل فیل مست دونوں گتھے تھے۔ تودہ ریگ بیلی کے ہو رہے تھے۔ یہ حال کہاں تک بیان ہو' تین شبانہ روز برابر کشتی رہی۔

شہزادے نے کچھ کھایا پیا نہیں۔ فولاد نے اس کو بھوکا پیاسا لڑتے دیکھ کر آپ بھی آب و غذا کی طرف توجہ نہ کی تیسرے روز پچھلا پہر دن باقی تھا کہ شہزادہ نے اس کا لنگر اکھیڑا اور سر سے بلند کر کے زمین پر چاہا تھا کہ پٹکے اس نے فریاد کی: "امان دیجئے۔"

فرمایا امان بشرط لانے ایمان کی ملے گی۔" اس نے عرض کیا: "قبول ہے۔"

شہزادے نے زمین پر اتار دیا اس نے دوڑ کر سر اپنا قدم پر جھکایا۔ شہزادے نے سر

سینے سے لگایا۔ کلمہ طیبہ بتایا، وہ کلمہ پڑھ کر از سر صدق مسلمان ہوا اپنے لشکر کو پکارا:

"جس کو میرا ساتھ دینا ہو، وہ آئے کہ میں نے اطاعت شہریار کی اختیار کی۔ لشکر کے افسر سب آ کر حاضر ہوئے اور دین اسلام اختیار کیا۔ بہت لشکری شریک لقا رہے۔"

بختیارک نے یہ حال دیکھ کر لقا سے کہا: "یا خداوند بندے آپ کے اب جاتے ہیں۔ مبارک ہو۔"

لقا نے کہا: "حمزہ میرا سپہ سالار قدرت پیارا بندہ ہے یہی یہاں رہے تو کیا اور اس کے پاس رہے تو کیا۔ یہاں وہاں سب برابر ہے۔"

یہ کہہ کر طبل بازگشت بجا دیا۔ امیر بھی شہزادے پر زرنثار کرتے ہوئے داخل بارگاہ ہوئے۔ لشکر بھی آسودہ ہوا۔ فولاد کو بارگاہ عمدہ نصیب ہوئی۔ خلعت سرکار شاہی سے معافی ملک کا عنایت ہوا۔

فولاد مرخص ہو کر اپنے ملک کو گیا اور تمام ملک اسلام آباد کیا۔ نام اس کے قلعہ کا کوہ اقدس تھا اب اصل میں اسم بامسمی ہوا۔ تمام بت خانہ لقا کی تصویر کے منہدم کرا دیئے۔ اپنے اہل و عیال کو مسلمان کیا۔ لشکر کثیر فراہم کر کے حاضر خدمت امیر کشور گیر ہوا۔ یہاں اس کی دعوت بڑی دھوم سے ہوئی۔ خلعت سرفرازی ملا۔ سرداروں میں فوج کے داخل ہو کر رہنے لگا۔ یہ تو اس طرح مقیم ہے لیکن اس کے قلعہ کے قریب جو سرحد ہو شربا ہے اس سرحد کا جو مالک ہے نام اس ساحر کا گلفام جادو ہے اور اس کی بی بی ملکہ لالہ نار جادو نام اس فولاد ہی پر عاشق ہے اور شوہر سے چھپ کر اس کے قلعہ میں آئی ہے۔ اب تک وصل اس کا فولاد نے منظور نہیں کیا۔ ہر چند اس نے طمع دی، منت بہت کی، اس نے نہ مانا، ناچار اس نے بہزاد کو دام میں لانا چاہا اس نے بھی قبول نہ کیا۔ چنانچہ ساحر مذکور کو ان دنوں جو نشہ عشق کی ترنگ آئی۔ خبر قلعہ اقدس کی منگائی۔ معلوم ہوا کہ دونوں بھائی خدمت خداوند لقا میں بہر جنگ مسلمانان گئے ہیں۔

یہ خبر سن کر اس نے خیال کیا کہ تجھے بھی وہیں چلنا چاہیے خداوند سے ایسی تدبیر کرانا

کہ مطلوب راضی ہو جائے دوسرے شیطان خداوند اغوا کر کے معشوق کو ملا دے گا۔ یہی ایسا کچھ سوچ کر اس نے اپنے خداوند سے کہا: "ہمارے ملک کے قریب خداوند اترے ہیں اور افسوس ہم ان کی مدد کرنا کیا زیارت سے بھی محروم ہیں۔ میرا قصد ہے کہ میں خدمت میں جاؤں اور ان کے دشمنوں سے مقابلہ کروں۔ بادشاہ طلسم اکثر ساحر بھیجتا ہے اگر میرا جانا سنے گا بہت خوش ہو گا۔ مجھے کچھ اجازت بادشاہ کی بھی ضرورت نہیں کہ میں اس کی نوکر نہیں۔ ہاں تم اس کی طرف سے سردار ہو' ملک رکھتے ہو۔ تم نہ جاؤ۔ میں بحسن و عقیدت اور بپاس مذہب اپنے خداوند کے پاس جاتی ہوں اگر جنگ مسلمان فتح ہو گی تو بادشاہ ہی کا نام ہو گا وہ تمہارا بڑا رتبہ کرے گا۔"

شوہر نے کہا: "بی بی یہ تو تم نے سچ کہا' لیکن وہاں عیار ساحر کو مار ڈالتے ہیں۔ میں تمہیں پیار بہت کرتا ہوں اس وجہ سے ڈرتا ہوں کہ ایسا نہ ہو تم جدائی میں میری جان پر آ بنے۔"

اس نے جواب دیا: "قضا کوئی روک نہیں سکتا۔ یہ خیال بجا ہے بلکہ وہاں خداوند موجود ہیں قضا ان کے حکم سے آئے گی بھی تو ٹل جائے گی۔"

غرضیکہ اس نے بہر صورت اپنے خداوند کو راضی کیا اور سامان سفر تیار کر کے چالیس ہزار ساحرہ و جادوگرنیاں اپنے ہمراہ لیں۔ خود تخت سحر پر سوار ہو کر بصد کروفر جانب لشکر روانہ ہوئی۔ دل میں شوق دیدار یار بھرا تھا۔ ہاتھوں کلیجہ اچھلتا تھا۔ امید و یاس سے باہم جنگ تھی۔ کھوئے ہوئے ہم و تنگ تھی۔ کبھی بے اعتنائی محبوب کا خیال کبھی شکوہ بد بخت بد اقبال دل پر لا کر طرح کا ملال جور فلک کی شکایت ہجر کی جانکنی کی حکایت و در زبان بیان ماہی بے آب تڑپ رواں تھی۔

کہ ابیات

عجب اس کی حالت تھی اس دم چو
کہ نالہ زباں پہ تھا اور لب پہ آہ
دم سرد بھرتی تھی وہ ہر گھڑی
لگی تھی عجب آنسوؤں کی جھڑی
کہوں اس کا کیا اس گھڑی حال تھا
یہ کہتی تھی سر پیٹ کر برملا
تھمتا نہیں اب سنبھالے سے دل
چھدا اس کے مژگاں کے بھالے سے دل
خدا جانے یہ کون آزار ہے
کہ سر اب تن زار پہ بار ہے

اسی طرح بصد درد سوز ایک روز قریب یاد جانی پہنچی۔ نکہت زلف یار باد صبا نے دماغ میں پہنچائی۔

لقا نے کہا: "بندہ قدرت ہمارا آتا ہے۔"

کوتی اور شیطان خداوند بہر استقبال چلے اور راستے میں آ کر ساحرہ سے ملاقات کی۔ وہ بھی تخت سے اتر کر تسلیم بجا لائی اور ان کے ساتھ چلی۔ ملازمان لشکر ساحرہ اتروایا۔

ساحرہ نے جا کر خداوند کو سجدہ کیا۔ لقا نے دیکھا کہ ایک عورت نک سک سے درست عالم شباب میں چاق و چشت زیور جواہر پہنے لباس پر زر زیب جسم کئے ہے مگر آنکھوں میں صورت یار کا گھر اور نگاہ دید کی منتظر گال آتش رنج سے لال چہرہ تمتاتا یا منہ اترا ہوا۔ سر پر عشق کا سایہ ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ کہیں دل لگا ہے۔

یہ دیکھ کر خداوند گرگ باران دیدہ نے لب پر لایا "اے بندی قدرت حال تیرا ظاہر ہوا کہ کسی پر شیدا ہے خیر تدبیر اس کی کر دی جائے گی۔ تقدیر معقول حیثیت قدرت سے ظہور میں آئے گی۔"

لالہ تار یہ کلمات سن کر بہت خوش ہوئی کہ خداوند کو میرے حال کی خبر ہے اب وصل یار میسر ہے۔ آخر دنگل زریں پر قریب تخت خدا وندی بیٹھی اور چار طرف بنگاہ جستجو دیکھنے لگی۔ فولاد و بہزاد نظر نہ آئے سمجھی کہ اپنی بارگاہ میں ہوں گے۔

اسی فکر میں تھی کہ بختیارک آیا اور اس نے ہر طرف دیکھتے دیکھ کر پوچھا: "کس کی تلاش ہے۔"

اس نے ایک سرد آہ بھری اور کہا: "جن کے لیے یہاں تک آنا ہوا۔ انہوں نے ہم سے یہاں بھی منہ چھپایا۔ فولاد کا اشتیاق در بدر پھراتا ہے وہ دونوں بھائی ایسے بے مروت ہیں کہ کبھی پوچھتے بھی نہیں۔ یہ آنکھیں ان کے دیکھنے کو ترستی ہیں ایسے جب کوئی ہمارا نام لیتا ہے تو کہتے ہیں اس کا نام نہ لو۔ کیا میں ایسی ہو گئی۔ اب جو یہاں آگئی تو انہوں نہ صورت نہ دکھائی۔"

بختیارک یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہا: "ہائے کیا جوانیں تھے۔ ایک تو مسلمان ہو گیا اور ایک پسر حمزہ کے ہاتھ سے بایں ذلت سر دیوار مارا گیا۔"

ساحرہ یہ سن کر بہت روئی اور چاہا کہ لشکر اسلام میں جائے۔ بختیارک مانع ہوا اور حال عشق ناصر و نازک چشم بیان کیا کہ وہ کبھی نہیں گئی ذلت میں انتہا کے آگئی۔ تم اب مقابلہ کر کے معشوق کو اسیر کرو زبردستی وصل کی تدبیر کرو۔ یہ رائے بھی اس کو پسند آئی اور فراق یار میں ایک دن اور رات تڑپا کی۔ جب دوسرے روز قیس روز سے لیلی شب آ کر ملی اور ستارہ عشق کا چمکا کہ

اندھیرا نار میں پوشیدہ ہو کر
بشکل دود دل اٹھا برابر
کیا مشاطگی کا شوق نے کام
ہوا شانہ کش ہر گیسو شام

سرشام بادشاہ ناکام لالہ نار تغیر سحر سے دمساز ہوئی فریاد دل و زبان پہ لائی۔ سامان میں تیاری آغاز ہوئی لشکر لقا میں بھی طبل جنگ بجا۔

امیر نے بھی خبر سن کر طبل سکندری بجوایا شور و شر کا زمانہ قریب آیا۔ دربار برخاست ہوا۔ ساحرہ بھی اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ سحر نیازی میں مصروف ہوئی۔ ہوس بڑی تھی کہ جلد سحر ہو جو مطلوب سے آنکھ لڑے ارادہ تھا کہ وہ مجھے تیغ ادا سے قتل کرے میرے حمزہ کا لوہا مان جائے اس کی تیغ ناز پر جان قربان جائے۔ تمنا کہتی تھی کہ بموجب بیت:

میں دیر تک دیکھ لوں قاتل کو الٰہی
مر جائیں رگیں خنجر براں سے لپٹ کر

اسی اشتیاق میں اس نے ایک ماش کے آٹے کا سوار بنایا اور انگار میں اس کو ڈال دیا۔ وہ غائب ہو گیا۔ یہ بڑی دیر تک سحر پڑھا کی۔ یکایک انگار سے دھواں پیدا ہو کر وہی شکل سوار مردان جنگ آزما بنا ہوا اسی دھوئیں سے لپٹا ہوا سمت صحرا گیا۔ اس نے پکار کر کہا: "وقت طلب ضرور آئے۔"

یہ کہہ کر سحر خوانی موقوف کی اور پلنگ پہ جا کر لیٹی تصور یار میں جاگا کی۔ بخت بد سے لڑا کی۔ لشکر میں ڈمرو بجا کیا ہوم ہوا کیا ابر سحر چھائے رہے۔ ہم آیا کئے۔ مسلمانوں کے لشکر میں نقیب پکارتے ہیں۔

بہادر ہتھیار صاف کرتے تھے۔ نعرہ شیر آسا مارتے تھے وقت آرائش عروس سجا تھا سوار سورما سے جلادت کا سرمہ چشم تہور میں لگا تھا۔ خونخواری کا گلگونہ رخسار پر تھا' تلوار گلے کا ہار تھی۔ جواہر آہن سے زیور مرصع کاری کی پھبن آشکار تھی۔ تیغ کا ارادہ تھا کہ جلدی حریف کے گلے ملوں۔ خنجر کا حوصلہ تھا کہ جان و تن میں فراق کروں۔ نیزے چلنے پہ زبان دیتے تھے۔ بھالے چھاتی دیکھے بھالے تھے۔ تیر بصورت آہ عشاق تھے۔

گرز ہونٹن بار فراق تھے۔ آتش غضب کا دھواں اب شاید قضا پر مسی کا جوبن دکھاتا جوش خون غصہ سے سیاہ ہو کر لاکھا بنا چاہتا۔ آئینہ شمشیر دود طبیعت برہم رنگ گیسو تزئین زلف شاہد جرات ہو۔

کوئی ناز طبیعت تھا اٹھاتا
کوئی جوش غضب سے یہ ستاتا
کرے گی تیغ جوہر دار بیباک
تو ہو گا دامن عمرو عدو چاک
ادھر وہ ساحرہ تھی سخت حیران
بشکل زلف جاناں تھی پریشان
لبوں پر شکوہ اے بیداد قاتل
طبیعت زلف جاناں پر تھی مائل

اسی ہنگامہ میں آخر کار شب کا تمام ہوا اور جوہر تیغ انجم کی چمک خنجر آفتاب نے مٹائی کر

گھٹی جب رات شکل عمر عشاق
شعاع مہر چمکا سوئے آفاق
کھلی سرخی کناروں سے فلک کے
اٹھے ہر آنکھ سے پردے فلک کے
ہوئی خوابیدہ چشم نجم بیدار
بڑھے پاداش قسمت کو گنہگار

یعنی ہنگام سحر فوج لشکر شکن جنگ گاہ قدم زن ہوئی۔ امیر نے سجادہ سے اٹھ کر لباس

رزم زیب جسم فرمایا۔ سرداروں نے مجرا کیا۔ سب کے ساتھ بادشاہ کے جلو خانے میں آئے کچھ عرصہ نہ ہوا تھا کہ بادشاہ حسجلو کا تخت برآمد ہوا۔ زنانہ سامان بھر گیا۔ ہر سردار تسلیم بجا لایا۔ پھر تو نقارے بجے علم کے پھریرے کھل گئے۔ اس شوکت و شان سے بادشاہ کو لے کر جانب رن صف شکن چلے۔ شاہ بھی لباس جنگی سے آراستہ تھے۔

کمر میں زیب وہ جوہر کی شمشیر
بنا ہیرے کا قبضہ شکل تصویر
وہ کاٹھی کلکتاں سے تھی منور
زمرد لعل سب تھے نصب اس پر
جڑاؤ پر تلہ تھا زینت دوش
تسلسل تھا کمر سے تا بنا گوش
مصاحب اور سب کے سردار ہمراہ
کہ تھے وہ جنگ کی راہوں سے آگاہ
وہ گھوڑے جن پہ تھے سردار سوار
طلائی ساز تھا سب ان کا تیار
جواہر سے بھرا تھا دامن زین
کمر جھالر میں اس کے تھی پروین

بایں کروفر میدان جنگ میں پہنچ کر صف کشیدہ ہوئے تھے کہ یکایک ابر کے ٹکڑے آسمان پر آئے

لگا بادل گرجنے کس غضب کا
ہوا ساماں نمایاں اور رعب کا
کہ جنگل میں عجب بھونچال آیا
مثال بید لرزاں تھر تھرایا

ہر لمحہ ابر سے ساحر اژدرہوں پر سوار آگے سب کے لالہ نار میدان میں اتر کر ٹھہرے۔ لقا کی سواری بھی دھوم سے آئی۔ گرد سپاہ نے خاطر روزگار کو پر غبار بنایا۔ تلواروں کی چمک نے دیدہ فلک خیرہ کیا۔ سپاہ کینہ خواہ سے جب جنگل بھر گیا۔ باجوں کے شور نے زمین کو سر پر اٹھایا میمنہ اور میسرہ کی درستی کے بعد لالہ نار اجازت رزم لے کر آگے بڑھی اور نیرنگی سحر دکھا کر طالب مردم نبرد ہوئی۔

بادشاہ نے اہل دست چپ کی جانب نگاہ کی ہنوز نظر اس کی طرف سے نہ پھری تھی کہ سب اس صف کے علم جلوہ پذیر ہوئے' بگل بجا طنبور گڑگڑایا۔ شہزادہ علم شاہ نے گھوڑا اٹھایا۔ نزد شاہ عالم پناہ آ کر اجازت خواہ ہوئے اس نے سپرد بخدا کیا۔ شہزادہ عالم مرکب اڑا کر سامنے گیا اور طالب حرب و ضرب ہوا۔ ساحرہ نے سحر پڑھا کہ جو اگیار سے دھوئیں میں لپٹا ہوا نکلا تھا اس وقت مسلح و مکمل صحرا کی طرف سے آ کر بمقابلہ شہزادہ ٹھہرا اور بعد نیزہ بازی تلوار کی نوبت آئی۔

شہزادہ نے جب تلوار بچا کر اس کی کلائی پر ہاتھ ڈالا۔ اس نے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ دونوں کو دے دوپہر کشتی بحد درستی رہی۔ آخر پہلوان سحر نے جو دبا شہزادہ لنگر قائم کر کے پیچھے ہٹا پاؤں موشگاف میں جا رہا اور ادھر سے پہلوانان سحر نے دھکا مارا۔ کہاں شہزادہ کا اثر کیا اس نے باندھ کر سپرد لشکر ساحراں کیا اور پھر مرکب پر چڑھ کر مبارز طلب کیا اس میں شیطان خداوند نے کہلا بھیجا کہ "اے لالہ نار اس شخص کو گرفتار کراؤ جس نے تمہارے معشوق کو مسلمان کیا ہے اور اس کے بھائی کو جس نے مارا ہے۔"

ساحرہ نے یہ سن کر پہلوان سے کہا: "تورج کا نام لے کر پکارے۔"

اس نے شہزادہ مذکور کو پکارا۔ تورج اجازت بادشاہ لے کر اس کے مقابل آئے۔ حرب ہائے گرز و تیغ و خنجر کے بعد اس سے بھی نوبت کشتی کی آئی۔ دونوں نے باہم دوال کمر بند میں ہاتھ ڈال کر زور کیا۔ جب گھوڑوں کی کمر ٹوٹنے لگی۔ دونوں اس طرح گتھے پشت مرکب سے جدا ہونے لگے۔ تورج کا پاؤں رکاب میں الجھا اور اس نے جھٹکا مارا پاؤں ان کا بیکار ہو گیا۔ اس نے بھی باندھ کر حوالہ ساحران کیا اور پھر مرکب پر چڑھ کر ہاشم کو پکارا۔ شہزادہ موصوف بعد عظمت و صولت اجازت لے کر اس کے مقابل آیا' تا دیر وہی اسلحہ کی چقا چاق بلند رہی۔ آخر پہلوان سحر نے کمر میں ہاتھ ڈالا ان پر بھی وہی سانحہ گذرا جو کہ اوروں پر گذرا تھا۔ جب یہ بھی گرفتار ہو چکے پہلوان سحر نے اب کی فولادی کو نصیب دی اور وہ بھی آ کر اسیر سر پنجہ تقدیر ہوا۔

اس اثنا میں کشتی گیر فلک نے زردار لنگوٹ کھول کر طاق میں چڑھا دیا اور اکھاڑا چرخ کا پہلوانان کواکب سے معمور ہوا۔

بپا یہ معرکہ تا شام ہمدوش
ہوا گھبرا کے آخر مہر روپوش
صدا رخصت کی نقارے سے آئی
بس اب کل یہ ندا یاروں سے آئی

شام اسی لڑائی میں ہوئی۔ چار سردار گرفتار ہو چکے اور امیر اس وجہ سے نہ نکلے تھے کہ نام لے لے کر پہلوانان سحر پکارتا تھا۔ بس بنا پر قاعدہ اہل اسلام جس کا نام لیتا وہی لڑنے جاتا تھا۔

غرضیکہ شام کو طبل بازگشت بجا۔ لشکر پھر کر جانب خیمہ گاہ آئے کمر کھلی۔ ساحرہ شاداں و فرحاں ہمراہ خداوند پھر کر بارگاہ میں آئی۔ امیر و بادشاہ بھی داخل بارگاہ ہوئے اور

الغرض مع چند عیاروں کے عیاری کے لیے چلا۔

یہاں جب لالہ تار بارگاہ میں آئی۔ سوار سحر صحرا کو چلا گیا اور اسنے قیدیوں کو سامنے بلایا۔ فولاد کی صورت دیکھ کر اس نے ایک آہ کی اور کہا: "اے بے مروت و ناانصاف

شرط محبت یہی تھی جو تو نے ادا کی میرے دلبر جفا کی

تمنائیں ہوئیں سب اپنی برباد
ارے ظالم نئی کی تو نے بیداد
نہ لپٹایا تو نے کبھی گلے سے
ہمارے لب کبھی تو نے نہ چوسے
دل غمگین نہ ہاتھوں سے سنبھالا
لگایا اس جگہ پہ غم کا بھالا
کبھی زانو کو زانو سے نہ مسکا
کبھی بگھو اور ڈھب پہ نہ آیا
ارادے ہے یہی دست و جگر کے
تجھے ماریں طمانچے سسکی بھر کے
سزا پائے گا تو خود کامیوں کی
اطاعت چھوڑ دے اسلامیوں کی
ہمارا وصل کر دل سے گوارہ
وگرنہ جائے گا بیشک تو مارا
کرے گر وصل میرا دل سے منظور
وہی ہم ہیں وہی باتیں بدستور

یہ کلام سن کر فولاد نے جواب دیا: "او شہوت پرست بے حیا نائیہ میں تجھ کو ایک تو

پہلے ہی نہ تھوکتا تھا اب تو خدمت اہل اسلام میں رہتا ہوں۔ کس طرح سے مرتکب اس گناہ عظیم کا ہوں گا تو شوہر رکھتی ہے اس سے ہوس تیری نہیں پوری ہوگی۔

اس کلام سے ساحرہ کو غصہ آیا اور اپنے جھولے پر ہاتھ رکھ کر ایک نارنج نکالا اور زمین پر مارا وہ نارنج زمین میں سما گیا اور اس جگہ سے دھواں نکلنے لگا اور ایک جگہ سمٹ کر بصورت تخت دھواں بنا اور درمیان قیدیاں آگیا اور ان کو لے کر سمت فلک چلا۔ یہ سب اس تخت دودی پر سوار یا ودود پکارتے چلے اور نگاہ سے ہر ایک کی غائب ہو گئے۔

بعد ان کے جانے کے لقا نے بجہت مہاجرت مطلوب اس کو رنجیدہ دیکھ کر سراپچے جنگل کی طرف سے بارگاہ کے اٹھوا دیئے۔ نازنینان قمر پیکر کو یاد کیا کہ انہوں نے آکر ناچ گانے کا چرچا کیا جام شراب ناب کا دور آغاز ہوا۔

پھر آئے اس جگہ ابباب عشرت
مہیا سب ہوئے اسباب عشرت
خوش الحانوں کا تھا گانا بجانا
قیامت ساز کا باہم ملانا
خوش آواز ایسے سب جادو سے بہتر
سنے انساں رہے قابو نہ دل پر
جمال اور حسن میں وہ سب سے افزوں
قد ان کے مصرعہ طوبیٰ سے موزوں
ہوا حاضر وہاں پھر شیشہ و جام
بہار افزا ہوا پھر آب گلفام

اسی ہنگامہ عشرت میں ایک کنیز لالہ تار کی برائے رفع احتیاج باہر بارگاہ کے نکلی۔ لوٹا لیے تھی۔ یہاں پر ابو الفتح صورت ساحر کی بدلے فکر میں عیاری کی پھر رہا تھا اس نے

کنیز کو جاتے دیکھ کر قریب آ کر کہا: "لائیے لوٹا میں لے لوں۔ اس نے خیال کیا کہ یہ ملازم خداوند یا ملکہ کا ہے۔ عورت دیکھ کر میل کرتا ہے۔ یہ سمجھ کر ہنسی اور کہا: "ہم تم سے لوٹا بھی نہیں رکھواتے۔"

ابو الفتح نے کہا: "اے جان جہان ہمارا دل تم پر لوٹا ہے۔"

کنیز یہ سن کر خوب ہنسی۔ یہ باتیں کرتا' شعر عاشقانہ پڑھتا ساتھ ہوا اور قریب بیت الخلا پہنچ کر محبت سے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ ہاتھ میں بیہوشی بھری تھی وہ بیہوش ہو گئی۔ یہ قنات کی آڑ میں بیٹھ کر ایسی صورت بنا۔ سارا گہنا اس کا پہنا پوشاک اس کی اتار لی اور اس کو چوکی بیت الخلا پر لٹا کر آپ بارگاہ میں آیا اور سر پر ساحرہ کے کھڑا ہوا۔

وہاں جلسہ عشرت تھا۔ یہ بھی معروف تماشا رہا کہ خداوند سے ساحرہ نے رخصت اپنے خیمہ میں جانے کی چاہی۔ خداوند نے فرمایا: "اے بندی قدرت آج ہمارے ساتھ کھانا کھا کر جانا۔ ہمارا اُش کھانے سے عمر بڑھ جائے گی۔"

لالہ نار سلام کر کے ٹھہر گئی۔ خداوند نے حکم خاصہ لانے کا دیا۔ وہ جلسہ برخاست ہوا۔ بکاول بصد احتشام و تعظیم خاصہ لائے۔ یہ حال تھا کہ

بچھایا اک دستر خواں اس جا
ستھرے کام سے بالکل سجا تھا
طلائی قابیں جو اس پر دھری تھیں
ولایت کے وہ میووں سے بھری تھیں
دھری تھی سات قابوں میں برابر
کہ تھیں کافور کی شمعیں منور
خواصیں جو کہ تھیں اس وقت حاضر
نہاں اوصاف میں ہے ان کے قاصر

طلائی طشتری ہاتھوں پہ رکھے
پچے اس میں کھنچے تھے سلونے
مٹھائی تو بجو خوش رنگ و خوش آب
گزک تھی اس میں میوؤں کی بھی نایاب
غرض ساتھ اس کے میوے اتنے کھلائے
مزے سب نعمت دنیا کے پائے

کھانا کھا کر جب ہاتھ دھویا۔ ابو الفتح نے خاصدان اٹھا لیا اور بچالا کی ایک گلوری میں بیہوشی ڈال کر لالہ تار کو دی۔ اس نے لیکر کھائی۔ پھر جلسہ نشاط آغاز ہوا۔ ابو الفتح نے حقہ بردار سے پکار کر کہا: "حضور کے لیے ہمدم لاؤ۔"

یہ کہہ کر آپ اس کے پاس جا کر کہا۔ "جلدی مانگتی ہیں، لاؤ میں بھر لے جاؤں۔"

یہ کہہ کر گڑگڑی جلد تیار کر کے لایا، بجائے تمبا کو بیہوشی خوشبو دار بھری تھی۔

غرضیکہ گڑگڑی سامنے لالہ تار کے لا کر کہا: "آپ معشوق حاضر ہے۔" وہ لے کر پینے لگی جی متلانے لگا۔ سمجھی کہ قے ہو جائے گی۔ بیتابانہ اٹھی اور باہر بارگاہ کے آئی اس لیے کہ استفراغ سامنے خداوند کے نہ ہو جائے۔

ابو الفتح سایہ دار اس کے ساتھ آیا اور کہا: "اے ملکہ بارگاہ پشت پر آئیے کہ یہاں میدان ہے تنہائی بھی ہے وہاں صاحب و دربان کے غوغا کرنے سے دل زیادہ گھبرائے گا۔"

وہ پشت بارگاہ کی طرف آتے آتے بیہوش ہو گئی مگر بارگاہ میں اس کے گھبرا کے اٹھنے سے شیطان بختیارک نے پوچھا: "ملکہ کدھر۔"

اس نے تو جواب نہ دیا مگر ایک خواص نے کہا: "جی متلاتا ہے۔ شاید قے کرنے جاتی ہیں۔"

بختیارک نے کہا: "ہائے مار ڈالا۔ افسوس خداوند، تقدیر پھوٹ گئی۔"

لقا نے کہا: "اگر تقدیر میں فرق آیا تو تجھ سے سمجھ لوں گا۔"

بختیارک چند خاص بردار ہمراہ لے کر دوڑتا اور کہتا جاتا تھا: "اسے مار ڈالا" اسے مار ڈالا۔"

وہاں ابو الفتح خنجر کھینچ کر قتل ہی کیا چاہتا تھا کہ یہ آ پہنچا۔ اسے اس نے دیکھا کہ اب کچھ نہ ہو سکے گا۔ ناچار دوڑ کر ایک لات بختیارک کے لنگی کی ہائے کر کے گرا۔ ابو الفتح مندیل لے کر بھاگا۔ خاص بردار مارے ڈر کے کچھ دور جا کے رہ گئے۔ یہ نکل گیا۔ بختیارک نے اٹھ کر لالہ نار کو اٹھایا اور ہوشیار کر کے بارگاہ میں لایا۔

کہا: "جان بچ گئی۔"

لقا نے کہا: "مجھے پہلے معلوم تھا کہ تو مار ڈالی جائے گی۔ اس وجہ سے تجھے بارگاہ میں تیری جانے نہیں دیا وہاں ہوتی تو ماری جاتی۔"

یہ باتیں تھیں کہ ایک پیشاب کو چوکی پر جو گیا کنیز کو لیٹے دیکھا ملکہ سے آ کر کہا۔ اس نے اٹھوا منگوایا ہوشیار کیا۔ اس نے حال ساحر کے ملنے کا کہا۔ اس کے ہوش اڑ گئے کہ میرے شوہر نے سچ کہا تھا کہ یہاں عیار بلائے روزگار ہیں جیتا نہ چھوڑیں گے۔

بختیارک نے کہا: "اے ملکہ تمہیں لازم ہے کہ جلد لشکر اسلام کا فیصلہ کرو اور جس کسی کو گرفتار کرو، فوراً قتل کر ڈالو۔ اگر قید کرو گی عیار چھڑا لے جائیں گے۔ اگر چھڑا نہ سکیں گے تمہارے قتل کرنے میں کمی نہ کریں گے۔"

اس نے کہا: "ملک جی تم سچ کہتے ہو میں چاروں سرداروں کو بلا کر قتل کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر دل سے سوچا کہ پسران حمزہ کو بلا کر قتل کر اور معشوق کو مرنے سے ڈرا۔ شاید فرط خوف سے راضی ہو جائے۔ یہ سوچ کر سحر کو پڑھنے لگی کہ پھر قیدیوں کو بلائے لیکن عیار ہمراہ ابو الفتح کی آئے تھے وہ تو چلا گیا مگر عیار بشکل فراش و حاجب و خدمت گار لشکر میں پھر رہے ہیں۔ ان میں چالاک خدمت گار بنا ہوا۔ سر پر بختیارک کے کھڑا ہوا۔ یہ سن رہا ہے۔ جب لالہ نار سحر پڑھنے لگی کہ سرداروں کو بلائے۔ بختیارک کھڑے ہو کر ناچنے لگا اور کہتا تھا کہ "آج مراد دل کی بر آئی" جو فلک کو بھا نہ لگے۔ اے ملکہ جلد بلوائیے ایسا نہ ہو تاخیر کرنے سے کچھ اور سانحہ

درویش ہو۔"

یہ حال جو چالاک نے دیکھا بڑھ کر کان میں کہا: "ملک جی تم نے ہمیں بھی پہچانا کیوں قضا آئی ہے بہت خوشی اچھی نہیں۔"

بختیارک نے جو یہ سنا بغور دیکھ کر پہچانا۔ پیشاب خطا ہو گیا۔ جلدی سے سلام کیا کہ "اے مرشد زادہ برحق کیا حکم ہے۔"

چالاک نے کان میں کہا: "قسم ہے نمک صاحبقران کی کہ ادھر سردار قتل ہوئے ادھر تم بھی کتے کی موت مرے۔"

بختیارک کانپ گیا اور گڑگڑایا: "میری کیا خطا ہے۔"

اس نے کہا: "حرامزادے تو نے ہی تو ساحرہ کو ورغلایا اور ترغیب قتل سرداراں دی۔ اب کہتا ہے کہ میری کیا خطا ہے۔" یہ کلام مانند خدمت گار اور شیطان چپکے چپکے جو ہونے لگے۔

لقا نے کہا: "اے شیطان یہ کس سے تو باتیں کرتا ہے۔"

اس نے عرض کیا: "شیطان تو آپ ہو گا میں پکا مسلمان ہوں' تو اندھا ہے کہ مرشد سامنے کھڑا ہے اور دیکھتا نہیں۔"

لقا سمجھا کہ شاید عمرو آ گیا ہے۔ یہ سمجھ کر کہا: "مرشد تو تیرے طلسم میں ہیں۔"

بختیارک چاہتا تھا کہ کچھ جواب دے۔ چالاک نے خنجر پہ ہاتھ رکھا کہ "میرا نام ظاہر کیا تو مار ڈالوں گا۔"

بختیارک نے ڈر کے مارے کہا: "مرشد کہیں ہیں لیکن اب کوئی مارا نہ جائے گا۔"

یہ کہہ کر پکارا: "او لالہ تار مردار قحبہ بدکار جو تو نے سرداران امیر کا نام لیا تو اپنی سزا کو پہنچے گی میں مسلمان ہو چکا ہوں۔ زبان تیری گدی سے کھینچ لوں گا۔"

لالہ تار اس کی باتوں سے حیران ہوئی کہ ابھی یہ قتل مسلمانان کی خوشی سے ناچ رہا تھا ابھی ایسی کچھ باتیں کرتا ہے۔ شاید اس کو مالیخولیا ہو گیا ہے۔

اس حیرت میں اس نے سحر فراموش کیا اور مستفسر ہوئی: "کیسی باتیں ملک جی تم کرتے

بختیارک نے کہا: "ہم سچ کہتے ہیں تو اب ماری جائے گی۔ سرداروں کی بلا لے کر قتل ہو گی۔ سردار نہ ہلاک ہوں گے۔"

چالاک یہ باتیں سن کر سمجھا: "یہ حرامزادہ بکتا ہے اور اشارہ مجھے ظاہر کرتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ ساحرہ مجھ کو پہچان کر گرفتار کر لے۔"

یہ سمجھ کر جلد باہر بارگاہ کے نکل گیا اور بختیارک نے جب خدمت گار کو اپنے پاس نہ دیکھا سمجھا کہ وہ چلے گئے پس لالہ تار سے مخاطب ہوا: "اے ملکہ یہ جو خدمتگار میرے پاس کھڑا تھا' یہ بیٹا عمرو کا بے نظیر عیار تھا اس کی وجہ سے میں ایسی باتیں کرتا تھا۔"

ساحرہ نے کہا: "تو نے مجھ سے پہلے ظاہر کیوں نہیں کیا کہ میں بزور سحر پکڑ دیتی۔"

اس نے کہا: "جب تک تم سحر پڑھتیں اس وقت تک ہم نہ ہوتے۔ ہمارا کام تمام تھا۔"

لالہ تار کے حواس جاتے رہے کہ عیار ایسے زبردست ہیں جس سے شیطان ایسا ڈرتا ہے۔ دیکھئے کہ جان بہل کیونکر بچتی ہے اس اندیشہ میں دیر تک چپ رہی اور سحر ٹوٹ چکا تھا پھر پڑھنا نہ ہو سکا۔ ایک ساحرہ نسرین عذار نام اپنی رفیق سے کہا: "تم کئی منزل پر ایک صحرا میں درہ ہے پہاڑ کا' وہاں جاؤ۔ چار ساحر میرے ملازم پہرہ اس درے کا دیتے ہیں اور سردار اندر درے کے قید ہیں ان کو لے آؤ۔"

نسرین جب الحکم اٹھ کر بیرون بارگاہ آئی اٹکل کئی منزل جانا ہے اس لیے اپنے خیمہ میں گئی کہ کچھ اسباب راحت اور کھانے پینے کا سامان لے چلوں۔

یہ جب خیمہ میں چلی چالاک تو باہر بارگاہ کے کھڑا ہی تھا اس نے اس کو جاتے دیکھ کر لشکری سے کہا: "بھائی ذرا اس سے پوچھنا کہ کہاں جاتی ہیں" اس کے کہنے سے پوچھا: "حضور دربار سے کیوں اٹھ آئیں۔"

اس نے کہا: "میں قیدیوں کو لینے جاؤں گی۔"

یہ سن کر چالاک بھی ایک سمت چلا گیا اور جب تک خیمہ میں نسرین سامان روانگی درست کرتی رہی اس نے بھی صورت بصورت لالہ تار تیار کی۔ اسی خال و خط اور لباس زیور

سے آمادہ ہو کر اس کے روانہ ہونے سے پہلے آپ روبرو صحرا میں آ کر ٹھہرا۔

اس اثنا میں نسرین خیمہ میں تیاری کر کے سحر پہ سوار ہو کر اڑی اور اس طرف آئی کہ جہاں نقلی لالہ نار ٹھہری تھی۔ اس نے اسے دیکھ کر پکارا: "اے نسرین ذرا ٹھہرو۔" اس نے تخت روکا اور اس کو پہچان کر زمین پہ اتری عرض کیا: "حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔"

چالاک نے کہا: "بعد تمہارے آنے کے مجھ کو خفقان ہوا کہ مبادا کچھ راہ میں فساد واقع ہو' پیچ پڑ جائے اس وجہ سے چلی آئی۔ اب ہم تم مل کر قیدیوں کو لے آئیں۔"

نسرین نے کہا: "پھر آیئے سوار ہو جایئے۔"

چالاک اس کے تخت پہ سوار ہوا اور اس نے تخت اڑایا۔ جب بدور سحر کچھ دیر میں اسی صحرا میں پہنچی کہ جہاں دیو پہاڑ کا تھا۔ اس نے وہاں اتارا۔

چالاک نے دیکھا کہ صحرا لق و دق ہے اور صحرا میں ایک پہاڑ سیاہ رنگ کا ہے کہ بالکل تاریک تراز جاہل ہے۔ ہر درے سے اس کے بخار دل کی طرح دھواں نکلتا ہے۔ چار سیاہ فام درے کے سامنے بیٹھے ہیں بستر لگا ہے شراب خواری کا چرچا ہے۔ نقلی لالہ نار جب ان کے قریب پہنچی۔ انہوں نے اٹھ کر سلام کیا۔ اس نے حکم دیا: "قیدیوں کو لے کر میرے ہمراہ چلو۔"

بموجب ارشاد ملکہ' سحر خواں ہوئے۔ درے سے دھواں برطرف ہوا۔ قیدی ظاہر ہوئے۔ سب کو زنجیر سحر میں باندھ کر تخت پہ ڈال دیا۔ چاروں بھی چلنے کے لیے آمادہ ہوئے تھے کہ لالہ نار نے نقلی نسرین کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "دیو کوہ میں چلی پیشاب کروں گی۔ صحرا کا واسطہ ہے مجھ کو ڈر لگتا ہے اکیلے۔"

اس نے کہا: "واری چلیے۔"

یہ کہہ کر ساتھیوں کو ٹھہرا کر آپ ساتھ چلی۔ جب دیو کوہ میں پہنچی۔ لالہ نار نقلی نے کہا: "اے یہ سامنے مکان کیسا بنا ہے روشنی کیسی ہوتی ہے۔"

اس نے کہا: "حضور یہاں مکان کہاں' آپ کیا فرماتی ہیں۔"

اس نے کہا: "مجھے اندھا بناتی ہے وہ کیا سامنے ہے۔"

نسرین اس کے کہنے سے ادھر ہی دیکھنے لگی۔ اس نے اس کے منہ پر بیضہ بیہوشی مارا کہ وہ چھینک مار کر بیہوش ہو گئی۔ اس نے اس کے کپڑے لیے اور فتیلہ عیاری جلا کر آئینے کے سامنے رکھ کر اسی کی شکل بنا اور وہی لباس پہن کر باہر آیا۔ ساحروں سے کہا: "ملکہ تو ادھر سے تشریف لے گئیں مگر فرما گئی ہیں کہ قیدیوں کو جلدی لاؤ۔"

ساحروں نے کہا: "چلیے ہم حاضر ہیں۔"

یہ سن کر جس تخت پر قیدی تھے اس پر یہ بھی جا بیٹھا ساحروں نے تخت اٹھایا اور بعد قطع مسافت ماہ کی لشکر لقا میں پہنچے۔

نسرین نے کہا: "تم میرے خیمہ میں قیدیوں کو لے کر ٹھہرو میں ملکہ کو اطلاع کروں۔"

ساحر حسب الحکم وہیں ٹھہرے اور چالاک اندر بارگاہ کے گیا۔ لالہ تار اسی کی منتظر دربار میں بیٹھی تھی۔ اپنے خیمہ میں نہیں گئی تھی اس کو دیکھ کر پوچھا: "لائی۔"

اس نے انگلی دہن پر رکھ کر کہا: "چپ رہیے اور قریب آ کر کان میں کہا: "وہ چاروں قیدی مع ساحروں کے میرے خیمہ میں ہیں۔ یہاں اس لیے نہیں لائی کہ مبادا کچھ فتور عیار کریں۔ پس حضور وہیں چل کر انھیں قتل کریں تو بہتر ہے۔"

لالہ تار یہ سن کر اٹھی۔ شیطان خداوند کو تاب نہ آئی یہ بھی ساتھ ہو لیا اور راہ میں حال پوچھا: "کہاں جاتی ہو۔"

اس نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیطان نے کہا" بخوف و عیار سردار کو بارگاہ میں تمہیں بلایا تو کیا ہوا وہ آئیں نہ آئیں جہاں سردار ہوں۔ خیر اچھا چلو' میں بھی ان کے قتل میں تمہارا شریک ہوں۔"

یہ کہہ کر باتیں کرتا ساتھ ہوا اور خیمہ نسرین میں جب پہنچے۔ نسرین نقلی نے کہا: "یہ چاروں ساحر پشت خیمہ جا کر حفاظت کریں کہ کوئی آنے نہ پائے۔"

بختیارک کو بھی یہ رائے پسند آئی کہا: "ملکہ یہ سچ کہتی ہے ہوشیاری مناسب ہے" لالہ

نار نے ساحروں سے کہا: "تم پشت خیمہ پر جاؤ۔" جب روانہ ہوئے۔ نسرین نے آگے بڑھ کر ان سے کہا: "ملکہ فرماتی ہیں کہ خیمہ میں کیسا ہی غل و شور ہو تم خبردار بغیر ہمارے بلائے یہاں نہ آنا اور کسی دوسرے لشکری کو بھی نہ آنے دینا۔"

انہوں نے کہا: "ایسا ہی ہو گا۔"

یہ تو سب جا کر پہرے دینے لگے اور تحجر بختیارک اور لالہ نار کھینچ کر سر پر علم شعلہ و قورج و ہاشم اور فولاد کے آئے۔ یہ بچارے طوق اور زنجیر سحر میں گرفتار بیکس و ناچار کیا کر سکتے تھے اس وقت جو قریب زمانہ مرگ دیکھا۔ ہر ایک نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا۔ اپنے عقائد کا اقرار ایک دوسرے سے کر کے گواہ بنا لیا۔ پھر متوجہ قلب سے خالق کن فیکون پکارا: "اے غالب کل غائب احکم الحاکمین

بہا اشکوں کا دریا چشم تر سے
دعا نکلی یہی سوز جگر سے
کہ یارب اس بلا سے مخلصی دے
تصدق سے پیغمبر کے بچا لے

یہ سب مصروف دعا بصد التجا تھے کہ نسرین نے کہا: "اے ملکہ معشوق کی ہر عاشق خوشامد کرتا آیا ہے ازل سے یہ دستور نکلا ہے اس وقت تم فولاد کے پاس بیٹھ جاؤ اور ملک جی سے کہو کہ وہ بھی سمجھائیں، تم بھی منت پذیر ہو شاید راضی ہو جائے تو مطلب دلی بر آئے ورنہ پاس بیٹھ کر حسرت نظارہ تو نکال لو پھر تم کہاں اور یہ کہاں جو دم کی صحبت ہے غنیمت ہے کہ

اجل سر پہ مصروف حسرت
ہجوم شوق بس فرصت بہت کم

کہنا نسرین کا بہت پسند آیا۔ بختیارک کا ہاتھ پکڑ کر قریب فوارہ لالہ زار بیٹھ گئی اور زبان پراز نصیحت و شکایت کھولی کہ

کہا اس نے او نا آشنا دوست
وفا کرتے جو ہیں دوست با دوست
کوئی حق محبت یاد بھی ہے
تحمل خاطر آزار بھی ہے
میں اب دشمن ہوں یا آگے بھی تھی میں
تمہیں شایان ہوں لطف و رحم کی میں
کبھی ہم پہ بھی تھے الطاف تیرے
جگر دل سب تھے صاف تیرے
کبھی ہم سے بھی ملتی تھی نگاہیں
صدائیں لب پہ دی جاتی تھی آہیں
حذر کر آہ مظلوموں سے ظالم
خفا ہوتے نہیں مہماں سے ظالم
یہ چند انفاس ہیں باقی جو کچھ دم
غنیمت ہے کہاں تو اور کہاں ہم
بسر کر زندگی آ پیش دلدار
بجا لا ہر طرح پہ خواہش یار

اس طرح کی باتیں کرنے میں یہ خوب محو ہوئی اور بختیارک کا بھی خیال اس کی باتوں

پر لگا تھا۔ ہنوز فولاد کچھ جواب نہ دینے پایا تھا کہ چالاک جو بہ شکل نسرین سر پر کھڑا تھا، اس نے ایک حلقہ گردن لالہ نار میں کمند کا اور دوسرا گردن بختیارک میں پہنا دیا۔ لالہ نار نے باتوں کے خیال میں کچھ نہ جانا کہ کیا ہوا۔ مگر بختیارک نے جو سر اٹھا کر دیکھا نسرین کو کمند لیے پایا سمجھا کہ یہ عیار ہے: "پکارا:" اے ملکہ خبردار سر پر تمھارے اجل سوار ہے۔ اس کہنے سے اس نے گردن اٹھا کر دیکھا۔"

چالاک نے حباب مارا کہ دماغ پر پڑ کر شق ہوا۔ ساحرہ بیہوش ہوئی۔ بختیارک نے پکارا:

"ارے دوڑنا مارے ڈالتا ہے۔"

چالاک نے اس کے ایک لات ماری کہ وہ ڈھلک کر جو آگے گرا حلقہ کمند جھٹکے سے گردن میں پیچی ہوا۔ سرداروں نے جو یہ ماجرا دیکھا سب خوشنود ہوئے کہ اب وقت رہائی قریب آیا اور بختیارک نے ہر چند غل مچایا۔ باہر جو ساحروں کو منع کر دیا ہے کہ ہمارے کہے بغیر کیسا ہی غل و شور ہو تم نہ آنا اور وہ کوئی بھی نہ آیا۔ اس وقت تو منت کرنے لگا کہ "مرشد زادے آپ خوب وقت پر پہنچے اس قحبہ کو ماریے لائیے مجھے خنجر دیجیے کہ میں جہنم میں بھیجوں آپ اس کا اسباب جب تک لوٹیے اور آپ نہ آتے جب بھی سرداروں کو کوئی میرے ہوتے قتل نہ کر سکتا تھا۔

چالاک نے کہا: "او منافق آج بغیر قتل کیے تجھ کو ہم باز نہ آئیں گے۔"

بختیارک لگا کلمہ پڑھنے۔ چالاک اس کی باتیں فریب آمیز سن کر گیا ہوا: "ملکہ جی یہ خنجر لو اور ساحرہ کو قتل کرو۔"

اس نے کہا: "مست بحر میں تو اس قحبہ کا سخت دشمن ہوں۔"

یہ کہہ کر اس طرح کمند تو گردن میں پھنسی رہی اور یہ اٹھ کھڑا ہوا اور خنجر ہاتھ میں لے کر بڑھا مگر کہتا جاتا کہ: "افسوس اس کی جان مفت گئی۔"

چالاک نے پھر دو تین لاتیں ماریں کہ کیوں اے بے حیا یہ افسوس کیسا۔"

بختیارک تو لاتیں کھا کر پکارا: "زہے عزت یہ لاتیں صحت جان ناتواں ہیں۔"

چنانچہ یہ تو مسخرا پن کرنے لگا، مگر چالاک نے تامل مناسب نہ سمجھا فوراً لالہ نار کو

ذبح کر ڈالا۔ بختیارک آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا کہتا تھا: "ارے توبہ' ارے توبہ کیا خنجر براں کی صفائی ہے میرا دل اس سے دہلتا ہے۔"

یہ تو اس گفتگو میں ہے کہ ساحرہ کے مرنے سے غل و شور برپا ہوا۔ سردار اس کے مرتے ہی چھوٹ گئے اور چالاک نے دوڑ کر گلوئے بختیارک پہ بھی خنجر رکھا۔ اس نے کہا: "اے مرشد زادے میری کیا خطا ہے۔"

اس نے کہا: "ساحر تیرے غل کرنے سے آ گئے ہیں بس ہم آخر تو گرفتار ہو جائیں گے بہتر یہ ہے کہ تجھے بھی قتل کرتے جائیں۔"

یہ سن کر اس نے کہا: "مجھے آپ باہر جانے دیجئے کیا مجال ساحر جو روکیں اس نے عہد لے کر اس کو چھوڑ دیا۔ وہ جو باہر نکلا۔ ساحر جو غل سن کر دوڑے آئے تھے۔

اس نے کہا: "ارے جلد اپنے اپنے بستر پہ جاؤ یہاں وہ آفت آئی ہے کہ سب مارے جاؤ گے۔"

ساحر فرط خوف سے علیحدہ ہوئے۔ سرداروں کو چالاک لے کر چلا اور بختیارک اپنے خیمے میں۔ اس عرصے میں ساحرہ شب کا تیغ صبح نے سر جدا کیا اور مہر تاباں بہ شکل شمشیر براں ترک فلک کی کمر سے آویزاں ہوا

کھلا کچھ نور پیشانی سحر کا
دھواں ہلکا ہوا شب کے جگر کا
کہ شکل نقطہ باقی ہے سمٹ کر
موذن کہتے ہیں اللہ اکبر

امیر برائے ادائے فریضہ رب کریم مسجد کرپاس میں داخل تھے کہ سردار مع عیار آ کر قدمبوس ہوئے۔ امیر نے سر ان کے سینے سے لگائے۔ پھر بعد فراغت اطاعت اللہ بارگاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ بادشاہ بھی اورنگ شہنشاہی پہ جلوس فرما تھے۔ سردار جمع ہوتے جاتے تھے۔ کہ یہ سردار رہائی یافتہ نذر گزرانتہ پیش بادشاہ ہوئے۔

بادشاہ نے ہر ایک کو خلعت حسب لیاقت دیا اور چالاک کو جلد وہیں اس عیاری کے مالا مال کر دیا۔ پھر ارباب نشاط حاضر ہوئے۔ رقص کا جلسہ بندھا۔ دور شراب گلرنگ شروع ہوا۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے۔

اس جانب لقا بوجہ اٹھ آنے ساحرہ کے آرام پذیر ہوا تھا۔ دم بھر بہ کر و فر تخت مجت پر آ کر بیٹھا تھا کہ بختیارک ناچتا ہوا اور بکتا ہوا: "ارے خداوند وہ تیری بندی گندی جہنم کی مری میں ڈھنی ہو گئی۔ رات کو ہم بھی چل بسے تھے مگر رحم آ گیا جو چھوڑ گئے۔"

یہ کہہ کر سب حقیقت بیان کی۔ لقا نے کہا: "ہم نے پہلے ہی تقدیر مرنے کی کر دی تھی کیونکہ وہ بدکار شہوت پرست تھی اپنے یار کی محبت رکھتی تھی۔ ہماری الفت اس کو ذرا بھی نہ تھی۔"

یہ کہہ کر حکم دیا: "لاش اس کی خیمہ سے اٹھا کر سمت قلعہ گلفامیہ جائیں۔"

حسب الحکم ساحر لاش لیکر روانہ ہوئے اور سلیمان نے پھر نامہ مشتمل بر شکایت عدم دہی مدد لقا کی طرف سے افراسیاب کو لکھا جا بہ دستور پہاڑ پر سے پہنچ لے گیا اس طرف نالاں و گریاں قلعہ گلفامیہ میں مع لاش الماس نار پہنچے۔ شوہر اس کا سریر حکومت پر متمکن تھا کہ لاش ساحروں نے سامنے لا کر رکھدی۔ گلفام نے تاج تخت پہ دے مارا اور پکارا: "ہائے میرا گھر تباہ ہو گیا۔ افسوس میرا پہلو اجڑ گیا۔ میرا آرام خاک میں ملا۔ اے میری رفیق بی بی انیس شب غم تو نے آخر محبت فلاد میں جان دیدی۔ سب طرح کا حال میں نے سن کر در گذر کیا تھا لیکن فلک نے تجھ کو آخر مجھ سے جدا کر ہی دیا۔"

* * *

• گلگون جادو

ارکان دولت نے اس کے سمجھانا شروع کیا کہ حضور آپ صبر فرمائیے۔ وہ بی بی بڑی نیک تھی کہ جو خداوند پر جا کر نثار ہوئیں۔ اب ان کی بہشت میں سیر کرتی ہوں گی۔ کس کے ایسے نصیب ہیں جو اس طرح کی موت ملے۔ غرضیکہ بعد جزع و فزع بسیار اس نے حکم دیا کہ لشکر جو پھر کر آیا ہے' اس میں سے کچھ ساحر تھوڑی فوج برائے حفاظت قلعہ میں رہیں اور جو فوج پہلی موجود تھی اور جو پھر کر آئی ہے وہ سب تیار ہو کر میرے ساتھ چلے۔ بنا بر حکم تیاری ہونے لگی اور اس نے ایک عرضی اس سب کیفیت کی شاہ جادواں کو لکھی۔ یہ مضمون بھی اس تھا کہ اب غلام آپ کا لڑنے جاتا ہے۔ یہ عرضی ایک چیلا سحر کا لے کر افراسیاب کے پاس پہنچا۔ شاہ طلسم نامہ لقا کا پڑھ رہا تھا اور چاہتا تھا کہ کسی ساحر کو بہر امداد خداوند بھیجے۔ یہ عرضی جو آئی پڑھ کر خوشنود ہوا کہ بہتر ہے اس کو جانے دو۔ پس جواب لکھ دیا کہ عرضی تمہارے استدعا کے موافق مزین بہ دستخط کر کے واپس ہے۔ تدبیر کا مرنا تمہاری معلوم کر کے ما بدولت کو بھی افسوس ہوا۔ تم پر مراعات سلطانی مبذول رہیں گی۔ جاؤ اور خداوند کی مدد کرو۔ یہ جواب تو چیلے کو دیا کہ وہ لے گیا اور ایک عرضی بجواب صحیفہ خداوند اس نے لکھی۔ مضمون یہ تھا کہ سبب غفلت اس بندہ احقر کی نسبت اپنے خداوند کے ہے کہ بار بار جس کی شکایت خداوند فرماتے ہیں۔ واقعی عین رحمت خداوند میرے حال زبوں افعال پر ہے کہ کوئی غضب اس بے اعتنائی کے عوض میں خداوند مجھ پر نازل نہیں کرتے۔ میری غفلت پر نظر کرنا میں خطا وار ہوں۔ اب شوہر لالہ تار کہ ساحر زبردست ہے۔ خدمت میں حاضر ہو کر مقابلہ بندگان خاطی کرے گا اور یہ بندہ تیرا اور بھی عقب میں اس کے بھیجے گا۔ یہ عرضی ایک ساحر کے ہاتھ خداوند کے پاس بھیجی۔

وہ عرضی پا کر انتظار گلفام میں بیٹھا اور اس طرف جب عرضی دستخطی قلعہ گلفامیہ میں

پہنچی، وہ تو منتظر تھا ہی جواب پاتے ہی تخت سحر پر سوار ہوا۔ چوبیس ہزار ساحر ہمراہ لیے اور سولہ ہزار برائے حفاظت قلعہ میں چھوڑے۔ کس لیے کہ طلسم ہوشربا میں چالیس کنوئیں سحر کے ہیں ان میں سے ایک کنواں چاہ زمرد تھا کہ جس کا بیان سابق اقساط میں بیان ہوا چنانچہ ان کنوؤں سے چند چاہ اس قلعہ گلفلیہ کی بھی سرحد میں ہیں اور اس طلسم کی چالیس سرحدیں ہیں اور چالیس دروازے بھی داخلی طلسم کے لیے ہیں۔

ایک دروازہ ہے جدھر اسد ہے اور اس قلعہ گلفلیہ میں تین دروازے ہیں۔ ایک تو ادھر دروازہ ہے کہ طلسم کے آئینہ کے رہنے والے اگر طلسم ہوشربا میں جانا چاہیں تو پہلے قلعہ گلفلیہ میں آئیں اور دوسرا دروازہ وہ ہے کہ نرگس کوہ کے رہنے والے ادھر سے طلسم میں جا سکتے ہیں اور تیسرا دروازہ وہ ہے کہ عقیق کوہ کے ساکن اور جملہ کوہستان کے لوگ مثل کوہ مرمر قلعہ اقدس وغیرہ کے اشخاص طلسم میں جا سکتے ہیں۔

چنانچہ سپاہ بیکراں اس لیے گلفام نے یہاں چھوڑی کہ ان سرحدوں کی بخوبی نگہبانی رہے۔ جب یہ انتظام ہو چکا۔ آپ بحشم و خدم کوچ کیا اور قلعہ سے نکل گیا۔ ایک منزل پر آ کر اترا۔ ہنوز آگے نہ بڑھا تھا کہ اور ماجرائے تازہ سنیے یعنی عاشق بوے شعلہ اسلامیان ملکہ بہار مع دونوں عیاروں کے جو طلسم کوکب سے چلی تھی۔ اور اس دروازے سے جو شمالی حد کا تھا بموجب حکم عمرو ساحران نے اس کو رخصت کیا تھا۔ چنانچہ ملکہ مذکور سیر طلسم کی کرتی سرحد طلسم آئینہ میں آ گئی اور راہ اس کو نہ ملی کہ جس راہ سے پہلے آئی تھی طلسم آئینہ ٹوٹ چکا ہے۔ اس وجہ سے اچھی طرح آباد نہ تھا اور بہار اس طرف بعد مدت جو آئی تھی تو نہ پہچانا کہ یہ کون مقام ہے عیاروں سے کہا: ہمیں راستہ بھول کر نہیں معلوم کدھر نکل آئی۔ عیاروں نے کہا: "آپ تخت اتاریے تو ہم راہ کسی سے دریافت کریں۔"

اس نے تخت اتارا۔ عیار صورت بدل کر روانہ ہوئے اور آیندہ روندہ سے حال پوچھ کر پھر آئے۔ کہا: "اے ملکہ، یہ طلسم آئینہ ہے۔ یہاں سے ایک راہ نرگس کوہ کو گئی ہے

اور ایک راہ طلسم ہوشربا۔ لیکن اول قلعہ گلفشاں ملے گا جو سرحد طلسم مذکور کا قلعہ ہے۔ وہاں سے چاہے طلسم میں جائے چاہے کہ متصل لشکر اسلام میں جائے۔ اب طلسم کو کب سے چلیں تو آخر طلسم ہوشربا کی طرف آ نکلیں۔" بہار نے جو یہ نام لشکر اسلام سنا' دل سے کہا کشش کس کی صادق ہے یا اپنے عشق کا اثر لاحق ہے جو دیار جاناں تک خودبخود آنا ہوا۔ ارادہ بھولنے کا بہانہ ہوا۔ اب دیر کے ارمان نکالتی چلی۔ ایک نظر دیکھتی بھالتی چلی۔ یہ سوچ کر عیاروں سے کہا: "مجھ کو زیارت امیر کا کمال شوق ہے نیز تم سے بھی اک مدت ہوئی کہ فراق ہے۔ اگر مناسب سمجھو تو لشکر اسلام میں ہوتے چلو۔" عیار حقیقت میں فراق کشیدہ اپنے احبائے وطن سے تھے۔ کہا ہوئے: "اے ملکہ بہتر ہے چلو۔" اس نے کہا: "سوار ہو کر روانہ ہو۔" عیاروں نے کہا: "باتفاق چلنے میں سردار طلسم کے باہر نہ نکلنے دیں گے۔ لڑائی پڑ جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ ہم دونوں عیاری سے بیرون طلسم جائیں اور تم بزور سحر نکلو پھرتے وقت سمجھ لیا جائے گا۔" بہار نے کہا: "اچھا" اور عیاروں کو رخصت کر دیا۔

آگے بڑھ کر قران نے برق سے کہا: "تم اپنی راہ جاؤ میں اپنی راہ جاتا ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں بھی الگ الگ ہو گئے۔ حال ان کا بیان ہو گا۔ وہ طالب دیدار یعنی بہار جو چلے روانہ ہوئی کہیں سحر سے اڑ کر چلتی کہیں حسب موقع پیادہ روی اختیار کرتی روانہ تھی۔ دل میں جوش تمنا لب پر حکایت عشق وصل کا مزہ یاد آتا۔ کبھی کہتی کہ او نادان کدھر چلی ہے۔ کیوں اپنا دل پرائے بس میں دیتی ہے۔ ابھی خیر ہے۔ پھر آگے بڑی سیر ہے۔ جب محو حسن رخسار ہو گی۔ ازروئے چشم بیمار ہو گی۔ بغیر شربت دیدار فائدہ نہ ہو گا۔ دل صید شکار ہو گا۔ وحشیوں کا سا انداز ہو گا ابر گیسو باران بلا برسائے گا۔ سر اٹھانا مشکل ہو جائے گا۔ کبھی تو اس طرح دل کو سمجھاتی اور گاہے اس طرح کی آرزو جتاتی کہ جوانی میں دیکھو دل آیا ہے تو اب نہ چوکو نگاہوں میں جو غضب پیدا ہوتے ہیں۔ رفتار میں جو ستم ہویدا ہوتے ہیں کسی پر تو جفا کی جائے۔ جو چونچلے صاف

تھا۔ اس کے سامنے آئے۔ شکل انسان ہو کر اس طرح تسلیم کر کے بد دعا دی۔ ملکہ بہار ذی وقار فلاں صحرا میں یک و تنہا بے یار و مددگار آ کر سو رہی ہے۔ نہیں معلوم کس دکھ میں گرفتار ہو رہی ہے۔

گلفام یہ خبر سن کر ہنسا اور کہا: "مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ ملکہ شریک باغیان بادشاہ طلسم ہے۔ یہ اسی سرکشی کا نتیجہ ہے جو ماری ماری پھرتی ہے۔ اس کو گرفتار کرنا چاہیے کہ خداوند کو نذر دینا لازم ہے۔ کیا عجب ہے کہ تیری بی بی اس کے عوض میں خداوند عطا کریں۔" یہ کہہ کر کئی ہزار چیدہ روزگار ساحر ہمراہ لے کر چڑھ دوڑا اور صحرا کا محاصرہ کر کے مع چند ساحروں کے جو آگے بڑھا اس فتنہ پرداز عالم کو سوتے پایا کہ جوانی کی نیند میں غافل سو رہی ہے۔ شمع رخسار کو دے رہی ہے جاؤش حسن دور باش کہتا ہے۔ سایہ اس پری کا پہرہ دیتا ہے۔ کلیاں گلوں کی چپ ہیں کہ چٹکنے سے آنکھ نہ کھل جائے۔ گل ہنستے نہیں کہ نیند میں اس گل کی فرق نہ آئے۔ بادصبا دبے پاؤں چلتی ہے۔ کنیز کی طرح پنکھا جھلتی ہے۔ شب زلف کی رخسار سحر چڑھائی ہے۔ نہیں نہیں شام غربت صبح وطن کو پیش آئی ہے شبنمی دوپٹے کی آڑ میں سینہ کا ابھارے شکم کی صفائی پائجامہ کے پائنچو کھل جانا اور پیڑو کا اونچاں پن' ان میں پائجامے کی چرھل کا جوبن نامرد و صد سالہ کو شہوت پرستی سکھاتا تھا اور مردوں کا تو یقین ہے کہ میرے بیان پر اور ہی رنگ ہو جائے گا۔"

گلفام اس گل پر بہ رنگ بلبل ہزار جان سے شیدا ہوا اور ساحروں نے اس کے حکم سے سوتے ہی میں سحر پڑھا کہ دست و پا اس کے بیکار کر دیئے۔ پھر پاس جا کر زبان سوز دینا چاہا۔ آنکھ اس کی کھلی۔ ان موذیوں کو دیکھ کر چاہا کہ سحر پڑھے۔ سحر یاد نہ آیا گھبرا کر پکاری: "اے موذیوں اے بے حیاؤ' یہ دغا کرنا کیا۔ اگر مرد ہو تو ہوشیار کر کے لڑو۔" گلفام نے کہا: "تو نمک حرام ہے تیری یہی سزا ہے۔ میں پاس خداوند کے تجھے لے جاؤں گا۔ بی بی میری مر گئی ہے ان سے تجھ کو مانگ کر بی بی اپنی بناؤں گا۔"

اس نے جو یہ کلام سنا دل میں سمجھی کہ دیار عشق میں بغیر گرفتار ہوئے جانا نہ ملے گا۔ یہ سمجھ کر بولی: "اے گلفام تو مجھ کو خداوند کے پاس نہ لے جا ورنہ بہت پچھتائے گا۔ ہمارے دل نہ بھر آئے گا۔" اس نے نہ مانا اور اس گنجینۂ حسن کو سحر سے بیہوش کر کے ایک صندوق میں بند کیا اور لشکر میں لا کر حکم کوچ کا دیا۔ چوبیس ہزار ساحر طاژان پر سوار ہو کر چلے۔ ڈمرو ناقوس بجنے لگے۔ گلفام نے ایک اژدر پر صندوق بار کر لیا اور تخت پر سوار ہو کر اڑتا طاژان سحر سے بنے ہوا کا تھا۔ آتش بازی سے دل روزگار میں چھالا تھا۔

مختصر یہ کہ بعد قطع مسافت راہ طلسم سے نکل کر قریب لشکر لقا پہنچا۔ راہ میں جہاں کہیں ٹھہرتا۔ بہار کو صندوق سے نکال کر سحر خوب سا کر کے سوزش دور کرتا اور کھلا پلا دیتا۔ اس طرح جب کہ قریب میں پہنچا۔ پہلے اس کے آنے کی خبر شہ بادشاہ طلسم سے پہلے ہی ہو چکی تھی۔ آمد لشکر ساحران کی علامت دیکھ کر سرداران لقا بہر استقبال آئے۔ لشکر مقام بہتر پر اتروایا۔ یہ خود بارگاہ میں آیا۔ لقا کو سجدہ کیا۔ خلعت خداوند نے دیا۔ خلعت پہن کر اپنی بی بی کے مقام پر بیٹھا۔ بختیارک نے کہا: "اس جگہ نہ بیٹھو کہ سزا وار نہیں ہے۔ بی بی تمہاری یہیں بیٹھی تھیں۔" یہ بی بی کا نام سن کر رونے لگا۔ ساتھ ہی بختیارک اس سے زیادہ رونے لگا اور کہتا تھا کہ تم تو اپنی زوجہ سے قریب ہو کے جا کر مل لو گے' مگر ہم سے بی بی بھی تمہاری جدا ہو گئیں اور تم بھی چھوٹے۔ یہ کلمات سن کر وہ رونا بھی بھولا اور کہا: "ملک جی' تم تو ایسی باتیں کرتے ہو' گویا میں بھی مارا جاؤں گا۔" اس نے کہا: "اس میں کچھ شک بھی ہے۔ بس اب کچھ دیر کے تم مہمان ہو۔ مرشد زادے آئے اور تم جہنم میں گئے۔" اس نے ہنس کر کہا: "تمہیں جنون سا ہو گیا ہے۔ میں آیا تھا کہ ایک آدھ روز ٹھہر کر مقابلہ کرتا مگر نہیں۔ اب کل ہی سب مسلمانوں کا خاتمہ کروں گا۔" شیطان بولا: "آپ ایسے ہی ہیں' یہ کہیے کہ مرنے کو جی جلدی چاہا ہے۔ وہ تم کیا کرو۔ اجل جلدی کرتی ہے کھل چلی آئی

ہے کہ موت پھڑپھڑا رہی ہے۔" ان باتوں سے زیادہ تر اس کو غصہ آیا اور اس وقت حکم دیا: طبل جنگ بجے۔" لقا نے کہا: "اے بندہ قدرت شیطان کا کام ورغلانا ہے۔ اس کے کہنے کا برا مانا۔ ہم تجھ کو اپنا نظر کردہ کرتے ہیں اور سب مسلمانوں کا خون تیری تلوار میں بھرتے ہیں تو سب کو مارے گا اور کوئی مسلمان تجھے قتل نہ کر سکے گا۔" ارشاد خداوند سن کر یہ بہت شاد ہوا ور زیادہ لڑنے کا حوصلہ کیا۔

شام ہوتے ہی صدائے نقارہ جنگی بلند ہوئی۔ جواسیس لشکر اسلام خبر لے کر حاضر دربار شاہ ذو الکرام ہوئے۔ زمین ادب کو بوسہ دیا اور عرض کیا: "شوہر لالہ زار گلفام ناجار ہم ایک ساحر بد انجام نے آ کر آمادہ نبرد کیا ہے۔ لشکر حریف میں طبل جنگ بجا ہے بادشاہ نے یہ خبر سن کر امیر کی جانب اشارہ کیا۔ امیر نے حکم نواخت نقارہ رزمی دیا۔ طبل حشامی و کوس سکندری پر چوب پڑی دنیا دہل گئی۔ دربار سے اٹھ کر دلاور خیموں میں آئے تلوار کی سرکشی کا زمانہ قریب آیا گردنوں کی سربلندی کا وقت نزدیک پہنچا۔

اس طرف سے ساحر نئے سحر تیار کرتے تھے پتلیاں بھگے بھینٹ میں چڑھتے تھے۔ گلفام نے بھی چوکا سور کے خون سے دیا تھا۔ کلیجی کا بھوگ لگایا تھا اگیار کا دھواں جسم کو دے کر اپنے بالوں کی ایک رسی بٹی تھی۔ اس کو کمر سے لپیٹ کر کھولنے کا منتر پڑھا تھا نیا سر رشتہ لڑنے کا پیدا کیا تھا۔ لشکروں میں نقیب للکارتے تھے۔ بہادر نعرے مارتے تھے۔ رعایا عوام الناس بازاری کنارے ہوئے تھے کہ آفت میں گھر نہ جائیں۔ بہادر کہتے تھے کہ سر جائیں مگر قدم نہ پھر جائیں۔

صبح کو بادشاہ گردوں پائے گاہ بعد عزت و جاہ شبستان سے برآمد ہوئے۔ امیر مع تمام سرداروں کے مسجد کر پاس سے آ کر ٹھہرے تھے۔ حضور عالم کو مجرا کیا پھر تخت شوکت بوسہ دے کر قلب لشکر میں لے کر سمت جنگ گاہ روانہ ہوئے۔ جب جائے معارف پر پہنچے ترتیب لشکر شروع ہوئی۔ رسالہ دار و کیدان اپنے اپنے سرداروں سالار کی صف میں جم کھڑے ہوئے۔ بسان سد سکندری دیوار آہن کھنچی تھی۔ تلواروں کی چمک نے

دیدہ ہائے حلقہ زرہ میں روشنی دی تھی۔ ادھر فوج مخالف نے مقابل پہنچ کر پرا جمایا تھا۔ گلعلم آج اژدر پر سوار ہو کر آیا تھا۔ فوج کے ساحر فیل و شیر و کرگدن و اژدر شعلہ فشاں پر سوار تھے صورت میں بد اور سیرت میں نابکار تھے۔ کوئی سنکھ جب پھونکتا سنکھ سے شعلہ نکل کر دھواں ہو جاتا اور عالم کو تاریک بناتا۔ کوئی نفیر سحر کو دم دیتا۔ اس میں سے دھواں نکل کر ابر بنتا اور آگ برساتا' عجب آفت بپا تھی۔

الحاصل بعد ترتیب صفوف لشکر گلعلم بد انجام لقا سے اجازت لے کر وسط میدان میں آیا اور سحر سازی دکھا کر پکارا: " کہاں ہیں وہ لوگ جنھوں نے میری بی بی سے مقابلہ کیا تھا۔ اس کے ہاتھ سے اگر بچ گئے تو اب بچنا دشوار ہے۔ ہاں آئیں سامنے یہ میدان کار زار ہے۔" یہ نہیب سنتے ہی سب سے پہلے فولاد نے گھوڑا صف سے نکالا اور بادشاہ سے رخصت خواہ ہو کر بسان شیر غضب ناک سامنے آیا۔ گلعلم نے اس کو آتے دیکھ کر ایک ناریل جھولی سے نکال کر زمین پر مارا کہ زمین سے دھواں نکلا اور ایک جا جمع ہو کر گھوڑا مشکی رنگ بن گیا۔ یہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر مقابل فولاد ہوا۔ اس بہادر نے حربہ طلب کیا۔ یہ اپنی کمر میں وہی رسی بالوں کی لپیٹے تھا۔ کمر سے کھول کر سحر پڑھ کر مثل کمند فولاد پر ماری۔ اس نے ہر چند تلوار و خنجر وغیرہ سے حلقہ رسن سحر وغیرہ کاٹے' لیکن وہ کٹ نہ سکے اور یہ الجھ کر گھوڑے سے گرا۔ گلعلم نے باندھ کر ساحروں کے سپرد کیا اور پھر شور مبارز طلبی بلند کیا۔ اب کی مرتبہ تو منج لشکر اسلام سے بہ شوکت وصولت نکل کر حسب ارشاد بادشاہ' اس کے سامنے آ کر طالب حرب ہوا اس نے وہی رسی اس پر بھی پھینکی کہ شہزادے کے ہاتھ پاؤں میں وہ رسن لپٹ گئی۔ اور یہ بھی بندھ کر گھوڑے سے گرے ساحر گرفتار کر لے گئے۔ اس نے پھر نہیب دی۔ اگلی مرتبہ دست راست کی تمام صف کے علم جنبش کری پر آ گئے۔ اور جانشین حمزہ یعنی دانائے ہندو لندھور بن سعدان نے فیل اپنا آگے بڑھایا اور سامنے تخت بادشاہ کے آ کر فیل سے کودا۔ عرض کیا: "جان نثاری کا حکم ظل اللہ سے نسبت اس

کمترین کے شرف نفاذ پائے۔"

بادشاہ نے فرمایا: پہلوان تم نے کیوں تکلیف فرمائی اور ملازم کیا نہ تھے۔"

اس نے عرض کیا: "اب تو یہ غلام اپنے مقابل سے آگے بڑھا اگر اجازت میدان کی نہ ملے گی تو آبرو وہم چشموں میں کیا خاک رہے گی۔ ہر دور دہائے لشکر موجزن ہیں۔ آبرو میری نہ گنوائیے۔ لڑنے سے نہ بچائیے۔ بادشاہ نے اس کو خلعت دے کر سپرد خدا کیا۔ یہ بہادر فیل پر بیٹھ کر روانہ ہوا اور سامنے ساحر خاسر کے پہنچا اور تبرکات جناب شیث پیغمبر اپنے جسم پر آراستہ کئے تھا۔ جب اس نے بوقت طلب ضربت رسن کھینچ کر ماری۔ اس نے دعائے صحیفہ ابراہیمی دم کی۔ رسن کے حلقے برکت و دعا تبرکات انبیا علیہم السلام پیچیدہ نہ ہوئے اور لندھور گرز اٹھا کر چلا۔ فیل اس کے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ گلفام نے گھبرا کر سحر ایسا پڑھا کہ پھر دھواں زمین سے نکلا اور لندھور اس دھوئیں میں چھپ کر بیہوش ہو گیا۔ اس نے پھر سحر پڑھا کہ ایک پنجہ چمک کر گرا اور اسی تاریکی میں لندھور کو اٹھا کر لشکر ساحران میں لے گیا۔ جب وہ اندھیرا دور ہوا سب نے دیکھا کہ لندھور پشت فیل پر نہیں ہے۔ الیاس ہندی عیار فیل کو لشکر اسلام میں پھیر لایا۔ اس اثنا میں بختیارک نے عیار کو بھیج کر کہلا بھیجا کہ: "اے گلفام سرداران اسلام کا نام لے کر پکارو بھلا اگر پکارو گے ترد مقابلہ میں آئے گا۔ پھر وہ مالک باطل سحر ہے کچھ بن نہ پڑے گا۔" یہ نصیحت اس نے منظور کر کے نام بنام سرداران اسلام کو نہیب دی اور اس طرف سے دست راستیوں نے یکے بعد دیگرے نکلنا شروع کیا' لیکن جو آیا وابستہ رسن سحر ہوا۔ شام تک سوا سو سردار عالی وقار گرفتار ہوئے جب وہ زمانہ آیا کہ رسن شعاع میں آفتاب بندھا ہوا۔ زنداں خانہ مغرب میں اسیر ہوا اور سحر ساحرہ شب عالمگیر ہوا۔

شام کو لشکروں میں طبل بازگشت پر چوب پڑی۔ شاہ کینہ خواہ پھر کر داخل بارگاہ ہوئے۔ فوج بھی آسودہ ہوئی گلفام جب دربار میں آیا۔ بختیارک نے کہا: "آج تم نے چشم بددور بڑا معرکہ مارا۔ کہو سرداروں کو کہاں قید کیا اس نے کہا: "ملک تی' میں سرداروں

کو ابھی تو ایک خیمہ میں قید کر آیا ہوں' لیکن زیادہ اسیر نہ رکھوں گا' قتل کر ڈالوں گا۔ بختیارک نے کہا: "عقل مندی کی دور بلا تمھیں سمجھانا کیا' میری بھی یہی مانے ہے۔" اس نے کہا: "ایک مقابلہ کر کے اور تھوڑے سے سردار اسیر کر لوں تو قتل کروں۔" بختیارک نے کہا: "اگر یہ منظور ہے تو میری صلاح پر چلو۔ وہ یہ ہے کہ تم آج کہیں چھپ رہو کہ کسی عیار کے ہاتھ نہ آؤ اور میں طبل جنگ بجاتا ہوں۔ صبح کو نکل کر مقابلہ کر کے سرداروں کو گرفتار کرو۔ دشمن کو مہلت دینا نہ چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ اور سامان ہو جائے۔" ساحر کو اس کا کہنا پسند آیا اور اٹھ کر مخفی ہونے چلا۔ مگر حکم نواخت طبل دیتا گیا۔

چنانچہ چالاک و ابوالفتح بہ اشکال مختلف یہاں حاضر تھے۔ جب یہ پوشیدہ ہونے چلا' وہ عیار بھی ساتھ ہوئے۔ اور گلفام بارگاہ سے نکل کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ عیار پشت بارگاہ پر آئے اور قنات میں چھپ کر ایک سوراخ برابر سوزن کر کے دیکھنے لگے کہ یہ ساحر دیکھیں کیا کرتا ہے۔ غرضیکہ کہ دیکھا اس نے آ کر پہلے شراب پی کچھ کھانا کھایا بعد انفراغ اکل و شرب مسہری جو اس کے سونے کے لیے لگی تھی' اس کے نیچے چلا گیا اور پھر نہ معلوم ہوا کہ کہاں ہے یہ دیکھ کر دونوں عیار مشورہ پذیر ہوئے کہ ہم میں سے ایک قنات چاک کر کے اندر بارگاہ کے جائے۔ جب اس کو گرفتار کرنے کے لیے گلفام مسہری کے نیچے سے آئے تو دوسرا صورت بدل کر آ جائے اور کچھ باتیں مکر آمیز کر کے اس کے منہ پر حباب بیہوشی لگائے اور بیہوش کر کے راہ جہنم دکھائے۔ یہ صلاح پسند کر کے ابوالفتح نے قنات کو چاک کیا۔ اور ازبسکہ گلفام خوف عیاراں سے پیرہ چوکی نہ رکھتا تھا' خیمہ بالکل اکیلا تھا یہ بے خوف و خطر آیا دیکھا شمع ہائے موی و کافوری روشن ہیں۔ سامان راحت مہیا ہے لیکن گلفام کا پتہ نہیں۔ اس نے مسہری کے قریب جا کر اس کے نیچے جھانکا کسی کو نہ پایا۔ ناچار ہو کر پھر باہر آیا اور صورت بختیارک کی بن کر اندر گیا اور پکارا: "اے گلفام کہاں ہو' جلد آؤ۔" ہر چند اس

نے پکارا مگر کسی نے جواب نہ دیا اور نہ کوئی متعرض حال اس کا ہوا۔ یہ پھر باہر آیا اور چالاک سے کہا: "اب کیا کریں؟" اس نے کہا: "امر مجبوری ہے۔ رات بھر اسی بارگاہ کے گرد ہم رہیں اگر موقع ملا تو مار دیں گے ورنہ جو منظور خدا۔" یہ کہہ کر دونوں اسی فکر میں پھرنے لگے اور طبل جنگ کا بجنا اہلکاروں سے بادشاہ اسلامیان نے جو سنا، نقارۂ رزم اپنے یہاں بھی بجوایا۔ اور شب کا دربار معاف کر کے داخل شبستان ہوئے۔ لشکری کار سازی آلات جنگ میں مصروف تھے۔ آج بسبب گرفتاری سرداران لشکریان اسلام بیدل تھے۔ ان کے دل بڑھانے کو چار سو نقیب بلند آواز سے نقابت کر رہے تھے۔ یہ نعرے بھر رہے تھے کہ ہاں اے بہادرو! یہ معرکہ جو کل در پیش ہے بیکار سب ہی و پیش ہے۔ تلوار کے آگے ساحر وغیرہ سب یکساں ہیں مثل مشہور ہے کہ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے۔ جو دلاور ہیں وہ اپنا وار کریں گے۔ دشمن کو تہ تیغ خونخوار کریں گے۔ جو نامرد و کم اصل ہیں وہ پیٹھ دکھائیں گے جو ہر قالت ان کے کھل جائیں گے۔ صدائے ترغیب جنگ سے بہادر جوش شجاعت میں آ کر جھومتے تھے شب رزم کو شمع ہائے تیغ سے بھر نثار پروانہ ہوائے جان روشن کر دیا تھا۔ دل سے آمادہ تھا کہ دن کو کہیں یہ اندھیرا نہ ہو کہ آفتاب شجاعت گہن میں آئے۔ ہم کی روشنی تاریکی شب نامردی سے مبدل نہ ہو جائے۔ اسی فکر میں چوٹیں کہیں صاف ہوتی تھیں۔ کہیں کمانیں بھر معارف ہوتی تھی۔ تیروں کو کینہ فاطری دشمن کی نسبت سکھائی تھیں۔ زبان پیکان زہر اگلنے پر تیار۔ وہ تیزی اس کو بتائی تھی۔ گرز کلہ شکنی پر آمادہ۔ نیزے سینوں پر طعن کرنے کو استادہ، تیغ باماں قتل اک سیخ تجربوں کو جان لینے دیں کیا دریغ۔ تمام لشکر شب بھر جانبین کا اسی طرح سرگرم کار تھا۔ دم سحر موت کا گرم بازار تھا۔ آخر شب بیان نظر کج بازاں بھر گئی و مثل مہر تیغ بہادراں روشن ہوا۔ طالب جنگ دشمن سے دشمن ہوا۔ امیر کشور گیر بعد فراغ اطاعت رب قدیر گردوں سریر کو قلب لشکر میں بعد توقیر لے کر میدان مصاف میں آ کر جائے گیر ہوئے۔ اس طرف عیار عیاری کی تدبیر کرتے رہے، لیکن پتہ ساحر شریر کا نہ پایا۔ صبح کو پشت بارگاہ سے پھر جھانک کر دیکھا

تو گلفام بدانجام اس مسہری کے نیچے سے نکلا اور فوج ساحران لے کر دار و دشت قتال ہوا۔ دونوں لشکر جب آ چکے۔ زمین بیلداروں نے ہموار و برابر کی۔ آبشار سقوں نے ایسا کیا کہ ظاہری گرد و غبار بٹھا دیا۔ لوگ دلوں کے غبار و گرد کدورت خاطر آب شمشیر برس کر مٹائے گا۔

غرضیکہ جب صفیں جم چکیں، گلفام نے مرکب دوش مثل روز اول زمین سے پیدا کر کے سواری لی اور آگے بڑھا کہ بموجب فہمائش بختیارک نہیب دی کہ یا حمزہ صاحبقران آج میں آپ سے طالب نبرد نہیں ہوں۔ بلکہ آپ کے سرداروں سے لڑنا چاہتا ہوں۔ جس کا جی چاہے وہ آئے۔ آخر اور بھی تو سب دعوے بہادری کے رکھتے ہیں، کچھ آپ ہی اکیلے لڑنے والے نہیں۔ یا یہ فرمایئے کہ یہ سب سردار صرف جلوسی ہیں۔ میلہ دکھانے کے لیے جمع کر لیا ہے۔ لڑنے والا کوئی نہیں۔ صرف آپ ہی ذات والا ہے۔ اگر یہ امر واقعی ہے تو آج میں پھرا جاتا ہوں۔ کل آپ سے اگر مدو تھا ہو گی تو لڑوں گا۔"

یہ صدا جب بہادروں نے سنی، فرط غیرت سے کانپنے لگے اور امیر نے اشارہ کیا کہ کچھ سواروں نے گھوڑے بڑھا کر اس کے کلام کا جواب دیا کہ جیسا تو نے کہا ادھر سے بھی ویسا عمل میں آئے گا۔ سوائے سرداروں کے امیر تجھ سے مقابلہ نہ کریں گے اور اگر تو ساحر نہ ہوتا تو یہ سردار کچھ کم تیرے لیے نہ تھے۔

فی الجملہ آئین اسلامیان یہی ہے کہ حریف جس طرح لڑے۔ یہ لوگ وہی طریقہ اس کے ساتھ ختم کرتے ہیں خلاف شجاعت قدم نہیں دھرتے۔ اس نے یہ کلمات سن کر کہا اچھا پھر جس کا جی چاہا، وہ آئے۔" یہ کہتے ہی دست چپ سے شہزادہ قاسم نے مرکب زہرہ جبیں سلیمانی کو اڑایا لشکری پیادہ ہوئے۔ بادشاہ نے بہنگام اجازت دی، خلعت دیا۔ شہزادہ اس کے مقابل آیا اور پکارا: "او خیرہ سر لا ضرب مرداں عالم۔ اس نے وہی رسی بطور کمند شہزادے پر ماری کہ دست و پا میں آ کر ماری۔ ہر چند انھوں نے حلقے اس کے کاٹنا چاہے، وہ نہ ٹوٹ سکے۔ اس نے رسی کھینچی۔ یہ بھی گھوڑے سے گر کر

گرفتار ہوئے۔ پھر اس نے مبارز طلب کیا۔ آج دست چلیروں کا میں کانٹا بندھ گیا ایک کے بعد دوسرا سردار جانے لگا اور اس جعلساز کے رسن سحر میں قید ہوتا تھا۔ مثل مشہور ہے کہ حرامزادے کی رسی دراز آج اس نے دو سو سردار رسن سحر سے باندھے۔ اہل اسلام جب مقابلہ کو نکلتے دامن ہمت حبل المتین کہہ کر مضبوط باندھتے۔ غرضیکہ جب کمند کہکشاں نے پہلوان روز کو اسیر کیا اور خط ابیض سے خط اسود ہویدا ہوا۔ سر شام لشکر میں طبل بازگشت بجا اہل اسلام کی طرف سے داور پکارے: "اے گلعلم تمہاری شرف ہو چکی۔ اب کل صاحبقران روزگار مقابلہ کریں گے۔" اس نے یہ نقیب سن کر جواب دیا کہ میں خود سوائے امیر کے اور کسی سے کل نہ لڑوں گا۔" یہ کہہ کر مراجعت کی لشکروں نے کر کھول۔ لقا نے بڑی دھوم سے جشن کیا۔ گلعلم کو خلعت فاخرہ دیا کہ اور کہا: "اے نظر کردہ من' بعد فتح میں تجھ کو طرح وزیری دوں گا اور تجھے حور جنت عوض میں تیری زوجہ کے عنایت کروں گا۔" اس نے یہ کلمات محبت خداوند سے سن کر سجدہ کیا اور مشغول عشرت ہوا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔

اس عرصہ میں بختیارک نے یاد دلایا کہ تم نے قتل کرنے کا سرداروں کے وعدہ کیا تھا۔ پھر کیوں تامل کرتے ہو۔" اس نے کہا: "ملک جی' اب کل حمزہ سے مقابلہ ٹھہرا ہے۔ اس کو بھی گرفتار کر لوں تو سب کا فیصلہ کروں۔" بختیارک نے کہا: "اب تم بھی اوروں کی طرح سب کے گرفتار کرنے کا حوصلہ کرنے لگے اور بالفرض یہ بھی سہی' تو حمزہ کا گرفتار کرنا کچھ آسان ہے وہ مالک اسم اعظم ہیں۔ کل کا دن تمہارے لیے قیامت کا ہے۔ ضرور مارے جاؤ گے۔ ورنہ کوئی فکر کرو۔" گلعلم نے کہا: "آپ کا فرمانا بجا ہے۔ میں فکر کرتا ہوں اور بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا۔

اب لشکر اسلام کی کیفیت سنیے کہ جب بادشاہ عالیجاہ بارگاہ میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ لشکر؟ بہر کا خستہ و شکستہ ہے۔ دربار برخاست۔ اگر لشکر مخالف میں طبل جنگ بجے تو یا امیر آپ بھی نقارے کے بجنے کا حکم دیجئے گا۔ میرے حکم کا راستہ نہ دیکھئے گا۔ یہ فرما کر داخل شبستان ہوئے۔ لشکر میں چالاک نے طلایہ کا گشت اور پہرے کی چوکیاں

قائم کیں۔ سردار اپنے اپنے عیار کو بہر حفاظت تاکید پذیر ہوئے جب سب بندوبست ہو چکا تو سنگھا پھٹنے لگے۔ بیدار باش ناظر باش کی صدا بلند ہوئی۔ اس وقت جب کچھ اندیشہ نہ رہا۔ چالاک مع چند عیاروں کے فکر میں ساحر کو گرفتار کرنے کے روانہ ہوا۔ جب لشکر ساحران میں پہنچا۔ گلفام جو بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا تھا۔ اپنے لشکر کے کنارے آ کر ٹھہرا اور چاہتا تھا کہ لشکر اسلام میں جائے چنانچہ اس نے چالاک کو دیکھا چاہا کہ اس کو گرفتار کرے۔ پھر سوچا کہ عیاروں سے ابھی نہ بولو" اصل مطلب کی طرف توجہ رکھو۔ جب سردار قید ہو جائیں گے۔ اس وقت عیار آپ ہی زیر ہوں گے۔ یہ سوچ کر پھر وہاں سے غائب ہو گیا اور لشکر میں حریف کے جانے کا یہی حیلہ ہاتھ آیا کہ عیار تیری فکر میں آئے ہیں تو ان کی صورت بن کر ان کے لشکر میں چل اور جو کرنا ہو وہ کام کر۔ بس یہی کیا کہ سحر کے زور سے صورت اپنی شکل چالاک بنائی اور لشکر اسلام کی راہ لی۔ یہاں جب دربار برخاست ہوا امیر بہ ارادۂ نماز شب داخل مسجد کے پاس ہوئے اور نماز پڑھ کر بہر آرام جانب محل مہر گوہر تاجدار جاتے تھے کہ اس نے آ کر سلام کیا اور عرض پیرا ہوا: "غلام لشکر مخالف میں گیا تھا گلفام نے ارادہ اسم اعظم بھلانے کا کیا ہے اور آپ پر سحر کر رہا ہے۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ اسم اعظم پڑھیں تاکہ سحر تاثیر نہ کرے۔"

امیر نے اس کو چالاک سمجھ کر اسم اعظم ورد زبان فرمایا۔ یہ پیچھے امیر کے کھڑا رہا۔ جب آپ پڑھ چکے۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ جو انھوں نے پڑھا ہے' یہ ان کو اب یاد نہ آئے' چنانچہ امیر بھی تو اسم الٰہی پڑھ چکے تھے۔ اس وجہ سے آگے بڑھتے چلے گئے' لیکن دور جا کر طبیعت کو گرانی ہوئی اور دل گھبرایا۔ اب جو اسم اعظم پڑھنا چاہا نہ آیا۔ نسیان طاری ہوا۔ محل میں جانا موقوف رکھا۔ پھر کر بارگاہ میں آئے اور مصروف تلاوت صحیفہ ابراہیمی ہوئے۔ گلفام جب سحر پڑھ چکا' وہیں سے غائب ہو گیا اور اپنے لشکر میں آیا۔ یہاں صورت بدل کر پہلے عیار بارگاہ لقا میں گئے۔ گلفام کو

نہ پایا۔ وہاں سے ایک خیمہ پر جا کر شکل ہوتا اندر جھانکا کسی کو نہ دیکھا سمجھے کہ کل کی طرح آج بھی غائب ہے۔ یہ سمجھ کر باہم صلاح کی یہ اس طرح نہ پھنسے گا۔ کل جب دربار میں بیٹھے یا میدان نبرد میں بہر جنگ آئے۔ اس وقت کوئی دھوکا دینا چاہیے۔ بس یہ تجویز کر کے صحرا میں اسی کے لیے عیاری سوچتے چلے گئے اور گلفام جب لشکر میں آیا پہلے بختیارک کے پاس پہنچ کر حال کہا: "میں اپنا کام کر آیا اس نے کہا: "اب رات زیادہ ہو گئی ہے۔ تم جا کر چھپ رہو۔ اور کل جس طرح پوشیدہ رہے تھے۔ آج بھی وہی صورت کرنا۔ تم نے خوب کیا' جو عیاروں کے گرفتار کرنے کو نہ ظاہر ہوئے۔ نہیں تو آفت میں پھنستے۔

فی الجملہ صبح کو ظاہر ہو کر طبل یورش بجوانا اور لشکر اسلام پر چڑھ دوڑنا۔ اہل اسلام کسی وقت لڑنے سے بند نہیں جب کوئی ان سے لڑے' وہ مستعد ہو جاتے ہیں۔ اس نے کہا: "ملک جی' جیسا تم کہتے ہو وہی کروں گا۔" یہ کہہ کر اپنی بارگاہ میں پہنچ کر مسہری کے نیچے چلا گیا۔ یہ تو اس طرح مخفی ہوا۔ لیکن حال نیرنگ طرازی منشی بدائع نگار قدرت ملاحظہ فرمایئے یعنی لشکر میں امیر اگر رہتے تو ضرور اس کے سحر میں مبتلا رہتے اور سرداران اسلام' یقین تھا کہ قتل ہو جاتے مگر جناب احدیت کی مشیت و حکمت بالغہ میں اس طرح گزرا کہ یہ امیر ذلت سے بچیں اس کا یہ سبب پیدا ہوا کہ

مسبب کے اسباب دیکھو ذرا
کہ قدرت میں ہے اس کی کیا کیا دھرا

اس کوہستان میں جا بجا قلعہ جات شکل کوہستی کے ہیں اور وہاں کے حاکم کوہی ہیں' جیسا کہ اکثر ذکر بہزاد و ناصر وغیرہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح ایک پہاڑ ہے کہ نام اس پہاڑ کا گنگلو ہے اور دامن کوہ میں ایک ملک آباد ہے۔ اس کا نام قلعہ گلکونیہ ہے۔ مالک اس قلعہ کا ایک کوہی ہے کہ اس کو شوق عیاری سے بہت ہے۔ اپنے قلعہ

میں عیاروں کو آباد کیا ہے اور مدتوں عیاری سیکھنے میں عمر ضائع کی ہے۔ اب اس فن میں وہ مہارت حاصل ہوئی ہے، کہ بارہ سو عیار شاگرد اس کا ہے اور یہ ارادہ اس کا ہوا ہے کہ عمرو عیار سے میں مقابلہ کروں گا اور ہمیشہ انتظار رکھتا ہے کہ عمرو طلسم سے آئے تو خدمت خداوند میں جا کر عمرو سے مقابلہ کروں۔ چنانچہ بہت عرصہ عمرو کو جب ہوا۔ اس نے صلاح کی۔ عمرو تو نہیں آیا اور میں اگر خدمت خداوند میں نہ گیا تو سعادت زیارت سے محروم رہا اور اگر جاتا ہوں تو کیا خالی ہاتھ جاؤں۔ کچھ نذر ضرور دینا چاہیے۔ اس کے رفیقوں نے عرض کی: "خداوند کی نذر کے لائق یا تو عمرو تھا اور بعد اس کے سردار لشکر مومناں حمزہ صاحبقراں ہیں۔ ان کو گرفتار کر لایئے اور یہاں سے باطمینان کوچ فرمایئے۔ پہلے سے کوچ نہ کیجئے۔ مبادا حمزہ ہاتھ نہ آیا تو جانا بیکار ہو جائے گا۔" یہ رائے اس کو پسند آئی اور لنگ کو قنطورہ زربفتی اور پیجامہ ستر لاثی چیلہ ہائے ناوک سے چست و چالاک ہو کر جانب لشکر اسلام قطرہ زن ہوا۔ نام اس عیار کا گلگون تیز رفتار ہے۔

غرضیکہ بعد قطع منازل اس شب کو آ کر لشکر ظفر پیکراں اسلامیان میں پہنچا کہ جس رات کو اسم اعظم امیر نے فراموش فرمایا ہے۔ یہ ہر سمت فکر عیاری میں پھر رہا ہے کہ وہاں مہر گوہر تاجدار نے یہ حال سنا کہ امیر با توقیر میرے یہاں تشریف لاتے ہیں۔ قریب بارگاہ پہنچ گئے تھے کہ یکایک پھر گئے۔ نہیں معلوم کچھ ناراض ہوئے یا مزاج مبارک خدا نہ کرے کچھ ناساز ہوا۔ پس ملکہ صوفہ کو فکر لاحق ہوئی۔ یہ ملکہ بیٹی نوشیرواں کی ہے اور مہر نگار جو پہلی بی بی امیر کی تھیں، ان کی بہن ہے اور بسبب مر جانے مہر نگار کے امیر بہت پیار کرتے ہیں اور خالہ ہیں قباد شہریار کی جو مر چکے ہیں اور ان کے بیٹے اب بادشاہ ہیں۔ لشکر اسلام کے بادشاہ بھی۔ اس ملکہ کو حقیقی دادی اپنی سمجھ کر بہت پاس لحاظ فرماتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ سب بیبیوں امیر کی یہ سردار ہے۔ اس وقت امیر کے پھر جانے سے منغص ہوئی اور کہا: "لو صاحب ان کا غصہ تو ناک پہ دھرا رہتا ہے۔ بات بات میں تل پھولے خفا ہوتے ہیں۔ اب جو یہ آ کر منت بھی

کریں گے جب بھی میں نہ بولوں گی۔ اور میں کیا کروں وہ تو نگوڑی مہ پارہ وزیر نادی میرے پیچھے پڑ جاتی ہے۔ مگر خیر اللہ کی قسم اب جو یہ موئی میرے مقدمہ میں بولی تو پنجے سے منہ کچل دوں گی۔ وزیر نادی نے کہا: "یہ ناحق آپ کا مجھ پر ہے۔ بھلا مجھ کو کیا مطلب جو کسی کے مقدمہ میں بولوں۔ تم بی بی وہ میاں مجھے کیا دخل ہے۔ ہاں اتنا جانتی ہوں کہ امیر بے وجہ اس وقت نہیں بگڑے۔ ہم خدا تم خود عقلمند ہو۔ پہلے مزاج کی خبر تو منگواؤ کہ کیسے ہیں تو پھر خفا ہونا بی بی۔ خفگی بھی جا بجا کی اچھی ہوتی ہے۔ بے موقع جو بات ہے وہ بری ہے۔" ملکہ نے کہا: "وہ اسی طور سے ہمیشہ بے رہے ٹیڑھے ہو جاتے ہیں۔ اچھا تیرے کہنے سے میں خبر بھی منگاتی ہوں۔ جھوٹے کو گھر تک پہنچاتی ہوں۔" بس یہ کہہ کر ایک کنیز سے کہا کہ اے طرار میرے سر کی قسم بارگاہ میں جا کر دیکھ تو کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر اور کسی شغل میں لگے ہوں تو پھر آنا اور جو اکیلے ہوں تو میری طرف سے پوچھنا کہ آپ کا جی کیسا ہے۔ بس جو وہ کہیں سن کر چلی آنا۔ آنے جانے کا کچھ شکوہ نہ کرنا۔ طرارہ یہ سن کر نقاب ڈال کر چادر اوڑھ کر چلی۔ جب بارگاہ سے نکل کر لشکر میں آئی۔ مقبل نے دیکھا کہ ایک نقاب پوش زنانی ڈیوڑھی کی طرف سے نکلا۔ اس نے رفتار سے پہچانا کہ یہ عورت ہے چنانچہ شکل اہل اسلام تو صورت اپنی بنائے ہی تھا۔ یعنی ڈاڑھی شرعی شکل مجاہدین خضاب کی ہوئی۔ مونچھیں منڈیں۔ پائجامہ ٹخنوں سے اونچا گلے میں کرتا اور اس کے عبا ماتھے۔ پر سجدے کا گٹا۔ تسبیح ہاتھ میں اپنے اس کنیز کے پاس آیا اور بہت مودب ہو کر سلام کیا۔ کنیز نے جانا کہ کوئی سائل ہے۔ یہ سمجھ کر اس نے ایک روپیہ اس کو دیا اور کہا: "میرے پاس اور کچھ حاضر نہیں ہے۔ اس نے دعا دی کہ پروردگار تیری آبرو رکھے۔ مانگ کوکھ سے تو ٹھنڈی رہے۔" اے میری حاتم مائی یہ روپیہ میں کتنے دن کھاؤں گا۔ ابھی میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں۔

اس لیے آیا ہوں کہ کہیں آدھ سیر آٹے کا سہارا ہو جائے۔ تو کر لوں۔ کنیز نے

سب خواصوں نے اس کی زہر کھا لیا۔ وہی بی بی مقبل کو جو یاد آئی۔ آہ سرد بھری اور رونے لگی یہ عیار حیران ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس کے رونے سے امیر صحیفہ گردان کر باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ طراوہ خواص کھڑی ہے اور مقبل رو رہا ہے۔ امیر متفسر ہوئے کہ "اے مقبل کیوں روتا ہے۔" اس نے کچھ جواب نہ دیا، لیکن قلیں نے اپنے دوپٹے سے آنسو مقبل کے پونچھے دوپٹے میں بیہوشی بھری تھی۔ مقبل چھینک مار کر بیہوش ہو گیا۔ امیر نے اس کو بیہوش ہوتے دیکھ کر طراوہ سے کہا: "اے تو کون ہے۔" اس نے جواب تو نہ دیا، مگر حباب بیہوشی منہ پر مارا۔ امیر بھی بیہوش ہو گئے۔ اس نے چادر عیاری بچھا کر، دو حلقوں سے کمند کے دونوں ہاتھ، دو حلقوں سے دونوں پاؤں، دو حلقوں سے گردن و کمر باندھ کر ساتویں حلقہ سے پشتارہ باندھا اور ڈیڑھ گرہ عیاری کی برابر سینے کے لگا کر پشتارہ لادا اور سیدھا قناتوں میں چھپتا ہوا ان راہوں سے کہ جدھر صحرا اور سناٹا ہے، نکل کر جانب اپنے قلعہ کے روانہ ہوا اور بعد طے مسافت راہ ملک میں اپنے پہنچ کر امیر کو پشتارے سے نکالا اور فرط خوف سے ہوشیار نہ کیا۔ ایک صندوق میں بند کر کے رکھا۔

یہاں بعد لمحہ کے مقبل کو ہوش آیا۔ گھبرا کر اٹھا اور بارگاہ میں امیر کو جا کر دیکھا، نہ پایا۔ گھبرا کر لشکر میں جویا ہوا۔ ایک جگہ طراوہ کو بیہوش پایا۔ اس کو اٹھا کر محل میں پہنچایا۔ اب غلغلہ ہوا کہ کوئی عیار بشکل طراوہ وار امیر کو آ کر چرا لے گیا۔ عیاران لشکر اسلام چار سمت دوڑے کہیں پتہ نہ لگا۔ دربار پر آ کر بیڑا پایا تو کسی عیار کا لقا کے یہاں کے بیڑا نہ پایا۔ حیران ہوئے کہ کون لے گیا۔ آخر اسی ہنگامہ میں عیار سحر نے امیر انجم کو کمند شعاع مہر میں باندھ کر صندوق عدم میں بند کیا اور محل کنیز طراوہ شعلہ صبح رخسار صبح نے مقبل روزگار کو اپنے اوپر شیدا بنایا۔

وقت سحر گلفام مسری کے نیچے سے ظاہر ہو کر دربار لقا میں آیا چاہتا تھا کہ بموجب فرمائش شیطان طبل یورش بجا کر لشکر اسلام پر چڑھائی کرے کہ یکایک وسواس خناس عیار لقا کے آئے۔ بعد بجا لانے سجدہ خداوند کے دعا دینے لگے یعنی

خدا تجھ کو کم بخت غارت کرے
جہنم میں تو مر کے ظالم جلے

امیر آج کی شب بستر خواب سے چوری ہو گئے لشکر اسلام میں غلغلہ بپا ہے۔ ہر شخص متفکر ہو رہا ہے۔" یہ خبر سن کر گلفام نے ایک قہقہہ مارا اور کہا: "کیوں ملک جی تم نے ما بدولت کا رعب دیکھا۔ میرے خوف سے حمزہ چھپ رہا' جانا اس نے کہ آج میں گرفتار ہو جاؤں گا۔" بختیارک نے کہا: "یہ تم کیا کہتے ہو' چھپنا تو حمزہ کے غلام بھی نہیں جانتے۔ ایسا مرد مردانہ شیر بیشہ جلادت وہ ہے کہ اگر یقین واثق اس کو اپنے مرنے کا ہو گا۔ جب نہ چھپتا۔ چہ جا کہ ابھی تو سارا لشکر اس کو موجود تھا اور میں اس کی طرف سے قسم کھاتا ہوں کہ وہ مکار نہیں ہے۔" یہ باتیں سن کر لقا نے کہا: "اے بندہ قدرت تو ہماری مشیت سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارا پنجہ قدرت اس کو اٹھا لے گیا ہے۔ ہم نے تیری خاطر اس کو پکڑوا لیا ہے۔" گلفام نے یہ سن کر سجدہ کیا اور کہا: "سچ ہے تیری بڑی قدرت ہے۔" بختیارک نے کہا: "یاخداوند' واسطہ اپنی خدائی کا یہ نہ کہئے کہ میں نے پکڑوا لیا ہے۔ ورنہ مرشد زادے آ کر بہت بری گت کریں گے۔ کہیں بتاؤ امیر کو کیا کیا اور مجھے تو مار ہی ڈالیں گے" لقا اس سمجھانے سے خائف ہو کر بولا: "یہ میں نہیں کہتا کہ میں نے امیر کو چرا لیا ہے بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ بغیر میرے حکم پتا نہیں ہلتا۔ یہ فعل بھی جب ہی ہوا ہے کہ جب میری مشیت میں گزرا ہے سب ساحروں و حاضرین دربار نے کہا: "واقعی سچ کے بغیر حکم تیرے کچھ نہیں ہوتا ہے۔ یہاں تو یہ ذکر ہے۔ لیکن چالاک نے جو بات کو صلاح کی تھی کہ دربار میں چل کر صبح کو عیاری کریں گے۔ چنانچہ اسی ارادے پر یہ صورت بدل کر دربار میں آئے تھے۔ سب گفتگو شیطان خداوند کی اور گلفام کا لاف گزاف سنا۔ ان کو یقین واثق ہوا کہ لقا کا کوئی عیار امیر کو نہیں لایا ہے۔ ورنہ بختیارک ایسی باتیں نہ کرتا۔ بلکہ دربار میں امیر کا ذکر ہی نہ ہوتا۔ پس اور کوئی معلوم ہوتا ہے کہ امیر

کو لے گیا ہے۔ چل کر پتہ لگانا چاہیے۔ کیونکہ ابھی یہاں لڑائی موقوف ہے۔ بعد پتہ لگانے امیر کے آ کر عیاری کریں گے۔ یہ سوچ کر دو عیاروں کو وہاں خبر گیری کے لیے چھوڑ کر آپ روانہ ہوا اور جب اپنے لشکر میں آیا۔ غلغلہ بپا دیکھا۔ بارگاہ میں بادشاہ حزن و بیٹھے تھے۔ سردار غمگین ہو رہے تھے کہ اس نے بادشاہ کو تسلیم کیا۔ بادشاہ نے فرمایا کہ افسوس عمرو کے نہ ہونے سے یہ بد انتظامی ہے کہ امیر کا کل اسم اعظم بھلایا گیا اور رات کو انھیں کوئی پکڑ لے گیا ہے اگر خواجہ ہوتے تو یہ مفسدے نہ بپا ہوتے۔" چالاک نے عرض کیا: "واقعی خادم خطا وار ہے کہ رات کو لشکر میں نہ تھا' لیکن انشاء اللہ امیر کو پتہ لگا کر نہ لایا تو لشکر میں نہ آؤں گا۔ آپ کو صورت نہ دکھاؤں گا۔ یہ کہہ کر ابوالفتح کو ساتھ لے کر باہر آیا اور اسباب عیاری سے درست ہو کر بہر تلاش امیر روانہ ہوا۔

یہ دونوں تو تجسس کناں جاتے ہیں۔ لیکن گلفام جو خداوند کے پاس بیٹھا ہے۔ اس نے بعد لمحہ کے شیطان سے کہا "ملک جی اب لڑنا بے سردار کی فوج سے بیکار ہے اور حمزہ دیکھئے کہ کب تک غائب رہے۔ اس جنگ میں مجھے طول نظر آتا ہے۔" بختیارک نے کہا: "تم آپ سے کیوں لڑو۔ جب وہ لوگ خود لڑیں۔ اس وقت سب کو غارت کر دو۔ جب حمزہ آئے گا اس کو بھی پکڑ لینگے" اس نے کہا: "وہ آپ سے کیوں لڑنے لگے۔" بختیارک نے کہا: "اس کی تدبیر یہ ہے کہ جو سردار قید ہیں ان کو زیر دار بٹھاؤ۔ ان کی حمایت کو بادشاہ مع لشکر آئیں گے۔ سب لشکر مسحور بہ سحر کر کے غارت کرینگے۔" اس نے اس رائے کو پسند کیا اور حکم دیا کہ میدان قتل تیار ہوا اور اتنا مشہور کرینگے۔ اس خبر کو جو منظور تھا تو حکم وہاں نزل دیا کہ منادی ندا کرے کہ گنہگار خداوند بعد اب الیم ہوں گے۔ سب اہل لشکر ان کا حال پریشان دیکھیں اور عبرت کریں کہ مخالفت خداوند کا یہ نتیجہ ہے۔ چنانچہ حسب الحکم منادی نے ندا دی۔ خلقت بہر تماشا چلی۔ سامنے بارگاہ کے جو میدان واقع تھا۔ وہاں داریں استادہ ہوئیں۔ آدم کش جلاد

حاضر ہوئے۔ سرداران اسلام کو خیمہ سے لا کر زیر دار بٹھلایا۔ ساحر ہر سمت پہرے پر مقرر ہوئے۔ لشکر لقا و کھیل مسلح و مکمل ہو کر صف کشیدہ ہوئے۔

ہر نادان عشرت پذیر تھا کہ آج دشمنوں کا خاتمہ ہے۔ جو لوگ عاقل و فرزانہ تھے۔ وہ چشم عبرت اس حال کو دیکھ کر کہتے تھے کہ کسی کی ذلت پر دوست ہو یا دشمن ہنسنا اچھا نہیں۔ جوش فلک سے اللہ بچائے۔ اس موذی نے بہت سے سرداروں کے گھر خاک میں ملائے۔ کون ایسا گذرا جو اس کے ہاتھوں ذلیل نہ ہوا۔ داغدار جبہ جلیل نہ ہوا۔

سکندر کو نوشابہ سے شرمندگی ہوئی۔ دارا کو سکندر سے سرافگندگی۔ ظلم جمشید نے ضحا کے آمادہ ظلم سے ہلاکت پائی تو فریدوں نے اس کو دشت عدم کی سیر کرائی۔ اسی طرح سے اس دنیا کا پیشہ جور و جفا ہے کہ کونسا گل ہے کہ جو پھولا پھلا ہے اور دست برد خزاں سے بچا ہے۔

یہاں تو یہ ہنگامہ برپا تھا۔ ادھر عیاروں نے جا کر بادشاہ اسلام سے اس ماجرے کو بیان کیا تھا۔ بادشاہ نے حکم تیار ہونے لشکر کا دیا تھا۔ طبل و نقارے گڑگڑائے بہادر کفن پوش ہو کر مرنے چلے۔ بادشاہ خود مسلح و مکمل ہو کر مرکب خنگ سیہ قیطاس پر سوار ہوئے۔ کڑکا ہوا علموں کے پھریرے کھلے۔ لکھ در لکھ سوار و پیدل آمادہ مرگ و مہیا قضا ہو کر آگے بڑھے۔ اک لاکھ چوراسی ہزار عیار ڈھمدیاں بجاتے۔ تو بڑے چھروں کے لٹکائے حقہ پائے نفتی گھاٹیوں میں دبائے کہتے تھے آج ہم نہیں یا لشکر ساحراں نہیں۔

یہ خبر اہل کاروں نے لقا کو پہنچائی کہ اہل اسلام کی فوج آتی ہے۔ بختیارک نے صلاح دی کہ پہلے ساحر اس فوج کا راستہ بند کریں۔ پھر جب سردار مقید قتل ہو لیں تو انہیں برباد کریں۔ گلفام نے یہ سن کر ایسا سحر کیا کہ گرد میدان خونی ایک آتشیں کھچ گئی پس دیوار ساحر ٹھہر گئے کہ شاید دیوار باطل ہو جائے تو یکایک فوج کو نہ آنے دیں۔ یہ انتظام کر کے جلادوں کو حکم دیا: "ہاں جلد کام کریں۔" جلاد کہہ رہے ہیں: "اے گنہگاراں جو کھانا ہو کھا لو۔ جو پیاسے ہو تو پیاس بجھا لو کہ زمانہ اجل نزدیک ہے۔"

بہادر زیر دار بیٹھے، جواب تو کچھ نہیں دیتے۔ لیکن بخشوع و خضوع درگاہ رب العزت میں استغاثہ کر رہے ہیں: "اے خالق عزوجل اے مالک جزو کل ہمیں تیرے کرم پہ آسرا ہے۔ جو تو چاہے تو دم بھر میں حصول مدعا ہے۔

خداوندا بچا لے اس بلا سے
گنہگاروں کو یارب شاد کر دے

زمان استجابت دعا نزدیک آیا۔ یعنی بختیارک سے گلفام نے کہا: "میں ایک مجرم اور اپنے پاس رکھتا ہوں۔ بہ مصلحت اس کا حال اب تک پیش خداوند عرض نہیں کیا۔ لقا نے کہا: "بدولت سب جانتے ہیں۔ لیکن تو نے برا کیا، جو بیان نہیں کیا۔" اس نے عرض کیا: "میں اثنائے راہ سے ملکہ بہار جو سردار لشکر طلسم میں عمرو کی جانب ہے پکڑ لایا ہوں۔ وہ ملکہ بے بدل ساحرہ ہے صندوقچے میں اس کو میں نے قید کیا ہے۔ صندوق بند رکھتا ہوں۔ اس وقت چاہتا ہوں کہ انہیں مجرموں کے ساتھ یا تو وہ مطیع ہو۔ نہیں اس کو بھی قتل کروں۔ بختیارک نے یہ حال سن کر کہا: "ایسی آفت کو اس حال میں لانا اچھا۔ دن طرف سے دشمن کو روکنا مشکل ہو گا۔" گلفام نے کہا: "ملک جی جیسا آج قتل اسلامیان کے لیے بندوبست کیا گیا، ویسا ہی قتل بہار میں اہتمام ہو گا۔ اگر اس نے سرکشی کی۔ پس آج ہی ہمراہ سرداراں اس سے اطاعت کرانا چاہیے، اگر منظور کرے، بہتر ہے ورنہ قتل ہو جائے۔ لقا نے اس کی رائے کو پسند کیا اور حکم حضار بہار دیا۔ ہر چند بختیارک منع کرتا رہا، مگر گلفام نہ مانا اور صندوق منگوا کر بہار کو نکالا۔ ملکہ تین روز کی بھوکی پیاسی قید میں مبتلا تھی۔ دل میں غم عشق بھرا تھا۔ چہرہ ارغوانی زعفرانی ہو گیا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے۔ لب سوکھ کر غنچہ سربستہ سے زیادہ تر سمٹے نظر آتے تھے۔ دست نقاہت سے تھراتے تھے۔

جب وہ متاع خوبی اس صندوق سے باہر نکلی جسم کو ہوا نے تازگی دی۔ قلب کو فرحت

حاصل ہوئی۔ اپلک یہ عاقلہ و فرزانہ ہے اور صحبت یافتہ عمرو ہے۔ لقا کو دیکھ کر کہا کہ اگر اس کی اطاعت سے انکار کرتی ہو' رہائی مشکل ہے چاہیے کہ جیسا گلفام تجھے سوتے میں پکڑ لایا۔ ویسا ہی مکر کر کے تو بھی اس کو سزا دے۔ پس اس الف قامت نے بہار والی قم ہو کر اس بے دین کو سجدہ کیا اور ہاتھ باندھ کر ٹھہری۔ لقا نے دیکھا کہ اس نے سجدہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دین تیرا اختیار کئے ہے۔ یہ سمجھ کر پکارا: "اے بندہ قدرت گلفام یہ بندی ہماری بندگان خاص میں سے اور ہے اور ہماری جناب میں اس کو خصوصیت حاصل ہے۔ یہ وہ بندی ہے کہ اس کو ہم نے خلعت خوبی و حسن و جمال عطا کیا ہے اور لیاقت میں بے مثال پیدا کیا ہے۔ جلد اس کو رہا کر دے۔" بختیارک نے یہ کلمات سن کر کہا: "یا خداوند واسطہ اپنی خدائی کا۔ آپ اس مقدمے میں نہ بولیے۔" لقا نے کہا: "او شیطان تو بھک مارتا ہے' اگر میرے خلاف گلفام عمل میں لائے گا تو اپنا غضب اس پر نازل کروں گا۔" گلفام یہ سن کر ڈرا اور جلد اس نے زبان بہار سے سوزن نکال لیا۔ زبان اس غنچہ دہن کی جب قابو میں آئی۔ لقا سے عرض رسا ہوئی: "یا خداوند یہ عاجزہ مدت سے حصول شرف زیارت کی تمنا رکھتی تھی۔ بارے تقدیر یاور ہوئی' جو قدم بوسی بندگان جناب میسر ہوئی۔" لقا یہ بات سن کر بہار خر پھول گیا اور گویا ہوا کہ "ہم نے سجدہ تیرا قبول کیا اور زوجہ گلفام مر چکی ہے۔ اس کی بی بی تجھے بنایا۔ ہماری خاطر سے اس کو قبول کر یہ تجھے طلسم ہوشربا کا حاکم بنائیں گے اور شاہ طلسم کو معزول کریں گے۔"

بہار یہ کلام سن کر گردن جھکا کر چپ ہو رہی۔ گلفام کا یہ حال ہوا کہ شادی مرگ ہو جاتا تو عجب نہ تھا۔ یقین ہوا کہ یہ بے شک راضی ہے۔ ورنہ خاموش نہ ہوتی۔ بس فرط مسرت سے اس نے سحر اپنا اور سب ساحروں کا جسم بہار پر سے اٹھا لیا اور کہا: "اے ملکہ' ناتمعہ ایم بندہ ایم۔ بہار نے جسم اپنا ہلکا پایا۔ سحر یاد کیا۔ یاد آیا۔ اٹھ کر چلنے کا قصد کیا۔ گلفام نے کہا: "تشریف رکھیے۔" بہار نے ہنس کر کہا: "تو مجھے سوتے میں پکڑ لایا تھا۔ بخت خوابیدہ نے مجھے روز بد دکھایا تھا یا فتنہ خفتہ جگایا تھا۔ اب

ذرا سنبھل کر واری غفلت سے نکل۔ ہمارا وار بھی روک۔ ہم سوتے تھے تو جاگتا ہے اس پر بھی تجھ کو آنکھ کر دیا۔" بختیارک نے جو یہ باتیں سنی، پکارا: "صلواۃ بر پیغمبر خدا و لعنت بریں حرامزادہ خداوند لقا۔ میں کہتا تھا اس نے نہ مانا۔ ہاں اے ملکہ بہار لینا اس قرساق کو اور اس مرتد گلفام کو، کہ بہت مستی میں آ گئے تھے۔ اینک یوچ قتل مسلمانان میدان میں سب جمع تھے۔ تمام عالم اکٹھا تھا۔ گلفام نے ساحروں سے کہا: "لینا" اور آپ بھی سحر پڑھ کر دستک دی۔ ادھر ساحروں نے نارنج ترنج بار فلفل گچھے سوئیوں کے بہار پر مارے۔ ابر گھر آیا۔ آگ پانی برسنے لگا۔ برف کی سلیں گرنے لگیں۔ بہار بزور سحر اڑ کر بیچ میدان میں جا کر کھڑی ہوئی اور سحر پڑھ کر پکاری: "اے بہار حاضر ہو اور نہال ہستی گلفام پر خزاں لا۔" اتنا کہنا تھا کہ یکایک آندھی آئی اور کوہ عقیق کی طرف سے گھٹا تیرہ و تار اٹھ کر سب لشکر پر محیط ہوئی۔ وہ جو آگ پتھر سے سر گلفام سے برستے تھے۔ وہ اس ابر پر گر کر دفع ہونے لگے اور اس ابر میں برق شعلہ بار چمکی رعد گرجا۔ آنکھیں سب کی بند ہو گئیں۔ بعد لمحے کے جو آنکھ کھلی۔ عجب سامان دیکھا کہ زمین وہاں کی بسان روز روشن مصفا ہے۔ ضیا باری سے یہ ظاہر ہے کہ دھوپ کا دامن پھیلا ہے۔ اس زمین نور آگیں پر چھوٹی چھوٹی کیاریاں، پیاری پیاری لگی ہیں۔ خیابان کو شرماتی ہیں اور درخت گلوں کے سرسبز و شاداب ہیں۔ تراوت و لطافت میں نایاب ہیں۔ شاخیں سبز رنگ یا رعنا و عربدہ ساز جھوم کر اٹھکھیلیاں کرتیں۔ نرم نرم کلائیوں کو معشوقان گلزار دہر کے ہم دھرتیں ہوا کار مشاطگی کر رہی ہے کہ شاخ سے شاخ ہم بغل ہوتی ہے۔ گل نکہت بیز ہیں طائر خوش نوا زمزمہ ریز ہیں۔ پھول سبزے پر جو ٹوٹ کر گرے ہیں۔ اس طرح چمکتے ہیں، جیسے فلک اخضر پر تارے نکلے ہیں۔ نرگس کی نگاہ بازی کار سحر سازی کر رہی ہے۔ سوسن باایں ہمہ خوشی و مباہی کر رہی ہے۔ سنبلہ چرخ سنبلہ

پہ نثار ہے طرفہ بہار ہے کہ
نہایت باغ یہ آراستہ تھا
ریاض خلد سے پیراستہ تھا

ہزاروں تھے گل خوشبو کے اشجار
مہکتا تھا پڑا سارا یہ گل زار

بنا تھا طبلہ عطار ہر گل
گل تر یاسمن شبو و سنبل

رواں تھے ہر طرف چشمے جو پر زور
خزانے ان کے فواروں سے معمور

ہزاروں دیکھے میوہ دار اشجار
ہر اک تھا بلبل و طوطی سے گلزار

شگفتہ خوب پھولوں کے شجر تھے
انہیں کیوڑے سے تھے گھروے سینچے

بیچ چمن میں چبوترہ بلور کا سراسر نور کا بنا تھا۔ فرش مکلف بچھا تھا۔ مسند پہ ایک نازنین مہر جبیں پھولوں کا گہنا پہنے بیٹھی ہے اور بہار غائب تھی۔ اس وقت کا واقعی یہ طور تھا کہ

گل کھلاتے ہوئے باد سحری کو دیکھا
روش باغ پہ اک نازنیں پری کو دیکھا

فی الحقیقت اس کی چشم سرمہ پر نرگستان دیدہ معشوقانہ صدقے آنکھیں چڑھانے پر محراب ابرو میں خواہش رکھتے ہیں۔ رخسار پر اس کے گلہائے گلستان نثار ہو جانے پر تیار دہن اس کا چشمہ آب حیات۔ دشنام اس کی بہ از قند و نبات کے

صدائے الحذر نکلی جگر سے
ملی چتون جو ظالم کی نظر سے

نگاہوں کو اجازت دل میں گھر ہو
اشاروں سے کہا ٹکڑے جگر ہو

نظر ہر سو مگر گردش ادھر ہو
پلٹ کر دیکھنا دل کو جگر کو

شباب حسن میں اک بے مثالی
نزاکت مثل مضمون خیالی

طبیعت سب طرف سے پاکدامن
امنگوں پہ رخ و عارض کے جوبن

مبارک باد دی تیغ و نظر نے
ثنا کو کھولے لب سب کے جگر نے

گلفام اس لالہ رو سمن اندام کو دیکھتے ہی بیتاب و بیقرار ہو کر دوڑا اور شعر عاشقانہ پڑھتا تھا اور منت کرتا تھا کہ اے غیرت بخش ضیائے مہر انور ایک نظر میرے بھی حال پر کر

نہیں خاطر کو آسائش کسی دم
طبیعت ہر گھڑی ہے اپنی برہم

خدایا ایک مشت خاک ہوں میں
نہیں قابو میں دل غم ناک ہوں میں

کہ خالی ہو چکا پہلو نہیں دل
صدا دیتی تھی حسرت وائے مشکل

بڑھا واں سے بشکل قلب مضطر
تقاطر چشم سے ہر ہر قدم پر

جب اس طرح بیتابانہ قریب اس گلستان سحر کے پہنچا۔ اس گلبدن نے پکار کر کہا: " یہ باغ ملکہ بہار کا ہے یہاں دخل کس اعتبار کا ہے۔ اس طرف نہ آئیے اپنی جان بچائیے۔ اس نے اس بیتابی میں اس لالہ فام کا کہنا نہ سنا اور چمن ستان میں قدم رکھا۔ وہ پری بلا کی طرح اس کے پیچھے پڑی۔ یعنی اپنی جگہ سے اٹھ کر قریب اس کے آئی اور کہا: "اے بے حیا تو نے کہنا میرا نہ مانا۔ اس کی سزا یہ ہے۔" یہ کہہ کر ہاتھ پھیلایا۔ اس گلستان سے ایک شاخ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس شاخ کا ہاتھ میں آنا تھا کہ صورت اس نے تلوار کی پیدا کی ہے۔ وہی تلوار اس نے اٹھا کر جو لگائی گلفام نے ہر چند چاہا کہ سحر کروں اور جان بچاؤں' ممکن نہ ہوا۔ تلوار سر پہ پڑ کر تا تہیں

سے نکل گئی۔ دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ غل و شور مرنے کا بپا ہوا۔ اس کے مرنے سے وہ سردار جو زیر تیغ بیٹھے تھے۔ سحر سے چھوٹ گئے اور ہتھکڑی بیڑی توڑ کر اٹھے جلاد تیغ پھینک پھینک کر بھاگے اور ساحر جو روکنے دوڑے ان سے لڑائی شروع ہوئی تھی کہ وہ دیوار جو لشکر اسلام کے روکنے کے لیے گلفام نے بنائی تھی۔ وہ بھی جاتی رہی تھی۔

اہل اسلام نعرہ اللہ اکبر کہہ کر آ گرے۔ ساحروں نے سحر کرنا شروع کیا۔ بہار جو باغ لگا کر چھپ گئی تھی۔ پردے ہوا جا کر اتری تھی۔ اس نے سحر کرنا شروع کیا۔ کسی اہل اسلام پہ ساحروں کا سحر اثر پذیر ہوا اور بہادروں نے شمشیر تیز کر کے تہلکہ ڈال دیا۔ لاش پہ لاش گرا دی۔ ساحروں کی خاک ہستی دم تیغ سے مثل باد فنا اڑا دی۔ شمع حیات اعدا بجھا دی۔ خرمن جان میں آگ لگا دی۔

○○○

• ابوالفتح عیار

بختیارک نے لقا سے کہا: "ساحر بھاگا چاہتے ہیں۔ مسلمان اب تم پر آ پڑیں گے۔ چاہیے کہ تم اندر قلعہ کے چلے جاؤ۔" لقا نے کہا یہ تقریر میں پہلے ہی کر چکا ہوں۔ یہ کہہ کر سمت قلعہ روانہ ہوا اور اس کے پھرنے سے افسران لشکر بھی پھرے اور لشکر ساحراں میں بھگدڑ پڑی۔ اہل اسلام نے دور تک تعاقب کیا۔ لقا قلعہ بند ہو کر بیٹھا اور ساحروں کو بھگا کر مسلمانان بفتح و فیروزی داخل لشکر اسلام ہوئے۔ بادشاہ سے یہ سردار جو رہا ہو کر گئے۔ شرف ملازمت سے بہرہ اندوز ہوئے اور خلعت پہن کر اپنی جگہ پر بیٹھے۔ پھر حال رہائی عرض خدمت شاہ گردوں کلاہ کیا کہ اس طرح بہار جادو نام ساحرہ نے رہائی پا کر باغ سحر لگایا اور ہم کو چھڑایا۔ بادشاہ نے جب نام گلستان مجبل کا سنا دل میں شجر الفت اگا۔ تخم محبت مزرعہ خاطر میں بویا مثل مشہور ہے کہ دل کو دل سے راہ ہے۔ نیرنگ پردازی عشق کا عالم گواہ ہے۔ سرکار عشق ہی سے قیس کو مجنوں خطاب ملا۔ اگر یوسف بھی ہو تو کنوئیں میں جھانکتا ہے۔ بادشاہ اسلام کا برا حال ہوا۔ دل کو سنبھال کر حکم دیا کہ اس ملکہ ذی مرتبت کو بلا کر شکر احسان ادا کرنا واجب ہے۔ چند سردار جائیں اور ساحرہ موصوف اپنے باغ میں ہو گی۔ باعزاز تمام یہاں لے آئیں۔ حال طلسم بھی اس سے دریافت کریں گے۔ خیریت عمر و اسد پوچھیں گے۔ سردار مع دو ایک عیار کے حسب الحکم بہار کو لینے چلے اور شاہ حکم فرما ہوئے۔

مہیا ہوئے سب دعوت کے سامان
رہے عیش و طرب دست و گریبان

خدامان عالی شان ترتیب سامان دعوت میں بدل مصروف ہوئے۔ یہاں جب تک دعوت

ہو۔" غل جو ہوا۔ قلقلین نے بھی سنا۔ عیاروں سے کہا: "پکڑ لاؤ۔" عیار نیچے پکڑ کر دوڑے۔ یہ دونوں ٹھہر رہے کہ ہم خود حاضر ہیں۔ گرفتار کیوں کرتے ہو۔" عیار ان کو گھیرے ہوئے۔ سامنے قلقلین کے لائے اس نے حال استفسار کیا۔ انھوں نے کہا: "ہم رہنے والے کوہستان کے ہیں اور تم سے ہمیشہ قصد مقابلہ رکھتے ہیں۔ کیونکہ تم نے بڑا نام اس عیاری میں پیدا کیا ہے چنانچہ اب تک اس لیے نہ آئے تھے کہ اکیلے میں تم سے لڑے تو کیا۔ کچھ نہ ہمارا نام ہوا۔ نہ تمھارا۔ اب ہم نے خبر پائی ہے کہ تم خدمت خداوند میں جاتے ہو۔ ہم بھی آئے کہ بہ معیت تمھارے خداوند میں پہنچ کر تم سے لڑیں۔ کس واسطے کہ آج وہاں ایک عالم جمع ہے۔ داد خوب ملے گی اور ناموری دونوں کی ہو گی۔ دوسرے عیاران لشکر اسلام سے بھی لڑیں گے کہ انھوں نے تمام عالم میں غدر کر رکھا ہے اور ہم سچ کہیں عیار اسلام ہم تم کو اچھا جانتے ہیں۔ اگر ہم نے تمھیں زیر کر لیا تو پھر عیاران عالم کو زیر کر لیا۔ کیونکہ مثل تمھارے اب کوئی زمانے میں عیار نہیں ہے۔"

ایسا ان دونوں عیاروں نے اس کو بے مثل بتلایا اور تعریف کا مرتبہ حد سے زیادہ بڑھایا کہ اس کے مزاج کو زینہ افلاک پر لگایا۔ دماغ عرش اعلیٰ پر پہنچایا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور دونوں سے بغل گیر ہوا۔ کہا: "آپ نے کرم فرمایا جو تشریف لائے اور جیسا آپ مجھ کو جانتے ہیں۔ یہ سب آپ کی خوبیاں ہیں۔ جو جیسا ہوتا ہے۔ وہ ویسا ہی اور کو بھی جانتا ہے۔ آپ خود اچھے ہیں۔ اسی لیے مجھ کو اچھا جانتے ہیں۔" یہ کہہ کر کرسی ہائے پر زر پر ان کو بٹھلایا اور کہا: "اسم مبارک آپ کا کیا ہے۔" انھوں نے کہا: "ہم کو مکار چرب زبان اور غدار اور دروغ بیان کہتے ہیں اور ایک نام ہمارا کار زار اور طرار ہے۔" وہ یہ نام سن کر ہنسا اور جام شراب بھر کر ان کو دیا۔ انھوں نے کہا: "ہم آپ سے اگر ارادہ لڑنے کا نہ رکھتے تو شریک جلسہ عشرت رہتے۔ اب ہمیں مناسب نہیں کہ یار ہم پیالہ بن کر اپنے مشربوں سے آخر مقابلہ کریں۔ اچھا یہ تو بتایئے کہ خداوند باختر کے پاس جو آپ چلے ہیں تو کیا تحفہ ان کی نذر کو لیے جاتے

ہیں۔" یہ کلمہ سن کر ققلون کو خیال آیا ہے کہ یہ دونوں عیار لشکر اسلام کے ہیں مجھ سے درپردہ حال پوچھتے ہیں۔ ایسا کچھ سمجھ کر ان کی جانب گھورنے لگا۔ ابوالفتح اس کے برے تیور دیکھ کر اٹھا اور چالاک سے کہا ہوا: "بھائی چلو' ہم کسی کی بری نگاہ کیوں سہنے لگے۔ واسطہ کیا۔ کچھ ان کے تابعدار نہیں۔ یہی نہ ہمراہ ان کے چلتے۔ اب اکیلے جائیں گے۔" یہ کہہ کر چلے تھے کہ اس نے ہاتھ اٹھا کر پکڑ لیا اور کہا: "برا نہ مانیے۔ مہربان یہ پیشہ عیاری کا ہے۔ انسان فہم ذرا سی بات پر کھٹکتا ہے۔ مجھ کو آپ کے اس پوچھنے سے خوف ہوا کہ یہ کوئی دشمن ہیں اور آپ ہی فرمائیے کہ عیار ہو کر اتنا بھی خیال نہ رکھے' تو عیار کاہے کو بے وقوف ہے۔ میں نے کیا بے جا کیا' جو بری نگاہ سے دیکھا۔"

انھوں نے کہا: "برا اور تم نے سچ فرمایا۔ لیکن برا نہ مانو تو ہم ایک بات کہیں۔" اس نے کہا: "فرمایئے۔" کہا "تمھارے اس گھورنے سے تو حال کھل گیا کہ بے شک کسی کو تم گرفتار کر لائے ہو۔ تمھیں چاہیے کہ بہ مطابق اکمل ہمارے کلام کا جواب دیجے۔ تاکہ ہمیں راز تمھارا مطلب ثابت نہ ہوتا۔" ققلون یہ نکتہ دقیق سن کر پھڑک گیا اور کہا: "واقعی آپ بڑے تیز فہم اور بے بدل عیار ہیں۔" یہ باتیں تھیں کہ داروغہ توشک خانہ وہ نیمچے اس کے سامنے لایا اور کہا: "یہ حضور نے میرے سپرد کیے تھے۔ امید ہے کہ اسلحہ میں داخل کر دیجئے۔" اس نے وہ نیمچے لے کر ان دونوں کو دیئے کہ یہ بے مثل نیمچے ہیں۔ آپ ہی اپنے پاس رکھیے کہ آپ کی بات مجھ کو اس وقت بہت پسند آئی۔ انھوں نے کہا: "آپ نیمچے دے کر ہم سے بھی کام لینا چاہتے ہیں۔ اچھا اگر یہ منظور ہے تو ہم جاتے ہیں اور لشکر اسلام سے کوئی تحفہ جات آپ کے لیے بھی لاتے ہیں اور ہو سکا تو حمزہ کو لاتے ہیں۔" یہ کلام سن کر ققلون بھی مسکرایا اور اس کے شاگرد و گلنار تیز پا نے ہنس کر کہا: "اے مکار معلوم ہوا کہ تم بڑے زبردست عیار ہو۔ اچھا تو شراب تو پیو۔" چالاک نے جواب دیا: "کہ تم ہمیں آزماتے ہو۔

انھیں باتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ تم نے کوئی کام کیا ہے ورنہ یہ چہل نہ کرتے اور مزاج کو استغنا حاصل ہوتا۔"

قلون نے کہا: "آپ لوگ جب یہ کلمہ کہتے ہیں۔ مجھ کو کھٹکا ہوتا ہے کہ در پردہ حال پوچھتے ہو۔ ہر چند کہ تم سمجھ گئے ہو۔ لیکن بالکل صاف ہو جانا چاہتے ہو۔ خیر اب تو تم سمجھ ہی چکے کہ ہم کس کو لائے ہیں۔ پھر اب چھپانا کیا۔ تم دوست ہو گئے تو بہتر اور جو دشمن ہو تو کیا کر لو گے۔ میں کچھ ڈرتا نہیں۔ لو صاف سن لو۔ حمزہ کو لایا ہوں۔" یہ کلمہ سنتے ہی دونوں قہقہہ مار کر ہنسے اور کہا: "بے شک تم حمزہ کو لائے ہو۔" اس نے کہا: "کیوں کچھ تم کو شک ہے۔" انھوں نے کہا: "بھلا اس کے کتنے ہاتھ پاؤں ہیں' جس کو تم لائے ہو۔" اس نے جواب دیا: "ہم دونوں سے بھی تنو مندی میں کم ہیں۔" یہ سن کر اور زیادہ ہنسے اور کہا: "واقعی تم حمزہ کو پکڑ لائے۔" اس نے کہا: "بتاؤ تو آخر تم کو کیا شبہ ہے جو طنز آمیز کلام کرتے ہو۔" انھوں نے کہا: "بھائی صاحب کچھ عقل بھی رکھتے ہو۔ وہ حمزہ جس نے تمام عالم کے سرکشوں کی گردن توڑ دی۔ خداوند کے محلات کے نیچے بڑے بڑے خون آشام وحشت چنگال ہر قوم و قبیلے کے سردار رہتے تھے۔ کوئی پانچسو من کا تبر باندھتا تھا اور کوئی تو سو من کا سا طور لے کر جنگ کرتا تھا' سب کو حمزہ نے پست کر دیا۔ علاوہ اس کے' دیوان کاف کو مارا۔ وقائع نگار لکھتے ہیں کہ سندروں ہزار دست دیو" کو قتل کیا۔ پس ایسی طاقت و زور وہ تم لوگوں سے بھی نحیف و ضعیف ہو گا۔"

یہ کلمات انھوں نے بدلائل ساطع و لائح بیان کیے کہ قلون کی شمع عقل باد حماقت سے گل ہوئی۔ دل سے کہا: "بے شک یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ کہا: "بھائی تم سچ کہتے ہو' مگر میں لشکر سے جا کر پکڑ لایا ہوں اور سب حال کنیز کو بیہوش کرنے اور اپنی عیاری کا بیان کیا۔ انھوں نے کہا: "حضرت سلامت آپ نے سب کچھ کیا' لیکن ہم آپ سے پوچھتے ہیں کہ جو شخص ایسا زبردست ہو گا اور ایک لاکھ چوراسی ہزار عیار اس کا ذکر

ہو گا۔ وہ کس حفاظت میں رہے گا۔ کس لیے کہ تمام عالم کو وہ اپنا عدو سمجھتا ہو گا۔
ہم نے سنا ہے کہ حمزہ تہ خانہ میں اتر کر رہتا ہے اور عیار اس کی صورت کا اور کسی
کو بنا کر بارگاہ میں ہر شب سلا دیتے ہیں۔ وہ شخص لشکر کا کبھی گھسیارہ ہوتا ہے۔
کبھی کوئی اور اگر کوئی اس کو پکڑ لے گیا تو حمزہ چند روز غائب رہ کر ظاہر ہوتا ہے
تاکہ یہ راز کسی پر افشا نہ ہو۔ غرض یہ کہ ہم نے خبر اس تہ خانے کی بھی لگائی
ہے۔ ہم جاتے ہیں اور حمزہ کو لاتے ہیں۔ تمہیں اختیار ہے کہ جس کو چاہنا' برائے
نذر خداوند لے چلنا۔ خواہ اپنے لائے ہوئے کو' یا ہمارے لائے ہوئے کو۔ یا دونوں کو۔"
یہ کہہ کر اٹھے جست کر کے روانہ ہوئے

ظلمون کو ایسا اندیشہ کامل اور دل میں خلل پیدا ہوا کہ کہ اس نے کوچ نہیں کیا کہ
واقعی دلیلیں ان عیاروں کی بہت قوی تھیں۔ یہ بے شک حمزہ نہیں ہے جس کو تو لایا
ہے۔ یہ تو اس خشش و پنج میں ادھر اترا ہے۔ اس طرف دونوں عیار جو چلے مزاج میں
دونوں کے چہل سمائی۔ چاہا کہ اس عیار کو خداوند کے ہاتھ سے ذلت دلوانا چاہیے۔ یہ
سوچ کر بر سمت قلعہ کوہ عقیق چلے اور دن بھر میں راستہ طے کر کے جب عیار
عالم گرد گرد آوری کر کے قلعہ مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ یہ بھی قریب قلعہ مذکور
کے پہنچے۔ اپنکہ یہ مدت سے اس جگہ آئے ہوئے ہیں سب مقامات بخوبی جانتے ہیں۔
اس قلعہ عقیق کے متصل باغ فرحت افزا ہے سلیمان عنبریں کا بھانجا منصور تاج چشم
ہم ہر رات کو رنڈی لے کر اس باغ میں رہتا ہے۔ عیاروں کو یہ راز ہمیشہ سے معلوم
ہے۔ اس وقت جلدی میں اور کچھ بن نہ آیا تو یہ تجویز کیا منصور ہی کو گرفتار کرنا چاہیے۔
پس ابوالفتح سے چالاک نے کہا: "اے بھائی تم ٹھہرو میں منصور کو لاتا ہوں۔"
اس نے کہا: "نہیں آپ آرام فرمائیے۔ میں لاتا ہوں" اور اس کو صحرا میں ٹھہرا کر
آپ ایک فرشتہ لقا کی صورت بنا۔ یعنی ایک سر مقوے کا سر پر چڑھایا۔ جو شکل کنگرہ
قلعہ کے تھا اور اس میں دس آنکھیں بنائیں۔ جو رنگ و روغن کی تاثیر سے مشعل
کی طرح روشن تھیں۔ پھر چار ہاتھ بہت بڑے بڑے' شانے کے پاس لٹکائے۔ لباس سات

رنگ کا پہنا چپل اور ہوم کے پر گرد رخسار کے لگائے۔ ایک ہاتھ میں گرز لیا۔ جو روشن ملنے سے آتش ناک معلوم ہوتا تھا۔ دوسرے ہاتھ میں ایک ڈالی میوے کی لے کر قریب باغ آیا اور کمند مار کر دیوار باغ پر چڑھا۔ عجب صحبت دیکھی کہ چاندنی کھلی ہے۔ چبوترے پر فرش ستھرا بچھا ہے۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو آتی ہے۔ ٹھنڈی ہوا چلتی ہے۔ بیچ چبوترے پر رنڈی حسین و طرحدار بیٹھی مشغول کرشمہ سنجی ہے۔ منصور پاس بیٹھا ہے۔ جب لپٹنے کا قصد کرتا ہے۔ تو وہ ڈھیلے ہاتھ سے طمانچہ مارتی ہے۔ پھبتیاں کہتی ہے کہ موئے آتشبازی کے دیو' تیرے منہ کو جھلسے۔ نچلا نہیں بیٹھتا منصور اس کی باتوں سے مزے میں آ کر کبھی چٹکی لیتا ہے۔ رخسار و پستان پر ہاتھ پھیرتا ہے۔ شراب کا جام قسمیں دے کر پلاتا ہے۔ نشہ رنگ جماتا ہے۔ رنڈی سسکیاں بھرتی ہے۔ اوئی آہ کی صدا بلند ہے مستی خانہ دل میں قدم رکھتی ہے۔

▪ بستر سے اٹھا ہاتھوں میں لینا
▪ لذت میں زبان کا منہ میں دینا

▪ سینے کی رگڑ سے سلسلاہٹ
▪ پہلو کے برابر گدگداہٹ

لپٹ جانا ▪ ہم آغوش ہو کر
▪ آنا ہوش میں بیہوش ہو کر

▪ بڑھ کر سونگھنا ہر عضو تن کا
▪ گھٹنوں میں چرانا کچھ بدن کا

▪ ہونٹوں کو زبان سے سلسلانا

وہ ہاتھوں کو سر پستان پہ لاتا

ابوالفتح سر دیو اس لیے ٹھہرا رہا کہ جب یہ دونوں معروف مباشرت ہوں۔ اس وقت میں خلل انداز ہوں۔ باصطلاح عوام مزے میں کھنڈت ڈالوں اور تعجیل میں غلہ لگاؤں۔ چنانچہ جیسا اس نے سوچا تھا۔ وہی زمانہ آیا کہ منصور عشق سے بیتاب ہو کر اس قحبہ بازار سے لپٹا اور اس نے قسمیں اور ہل کہنا شروع کی

مزے بوس کے مستی پہ جو آئے
اتارے اور ہی مطلب پہ لائے

ہوئے عریاں لباس تن اتارے
لگے مستی میں باہم کچھ اشارے

جیسے ہی آمادہ بفعل بد ہوئے۔ ابوالفتح دیوار سے اس طرح کو داکہ بڑا دھماکا ہوا۔ رنڈی چونک اچھال کر الگ ہو گئی کہ اوئی کوئی آتا ہے اور منصور بھی پیچھے ہٹا۔ جلدی سے رنڈی نے دلائی اوڑھی۔ اس نے بھی لنگی باندھی اور ابتک جوش شہوت میں تھا۔ غصہ میں اٹھ کر چلا کہ جو آیا ہو اس کو سزائے معقول دوں۔ کچھ دور بڑھا تھا کہ سامنے سے ایک انسان عجیب بصورت مہیب نظر آیا۔ فرط خوف سے ساری مستی اتر گئی۔ جلدی سے سلام کیا۔ اس انسان عجیب صورت میں کہا: "میں فرشتہ قدرت خداوند لقا ہوں۔ اس وقت خداوند نے مجھ پہ وحی نازل کی کہ جنت سے ہماری کچھ میوہ لے کر ہمارے سپہ سالار منصور کو دے آ کہ اس کو عیاشی سے بہت شوق ہے۔ اس میوہ کے کھانے سے ہمیشہ جوان رہے گا اور قوت باہ ازحد ہو گی۔" یہ کہہ کر میوہ جو ڈالی میں لگا کر لایا تھا اس کے حوالے کیا۔ اس نے پہلے سجدہ کیا۔ پھر ڈالی سر پہ رکھ کر رنڈی کے پاس آیا اور حال کیا۔ یہ بھی بہت خوش ہوئی۔ اس اثنا میں فرشتے نے کہا: "جلد اس

کو کھا لو۔ وقت میوہ جنت کا ہے۔ یہ دنیا میں نہ رہے گا۔ غائب ہو جائے گا۔" یہ سن کر دونوں نے کھالیا۔ فرشتے نے ڈالی اٹھائی' چلنے کا قصد کیا تھا کہ دونوں بیہوش ہوئے۔ اس نے رنڈی کو تو وہیں چھوڑا اور منصور کو باندھ کر' اس جانمائی تو تھی ہی' بے اندیشہ باغ سے چلا اور چالاک پاس لایا۔ اس نے رنگ روغن عیاری لگا کر صورت اس کی شکل صورت امیر بنائی۔ لباس شب خوابی پہنا کر پشتارہ باندھ کر دونوں روانہ ہوئے اور پچھلی رات باقی تھی کہ لشکر عیاراں میں پہنچے اور ٹھہرے رہے۔ جس دم ناہد شب زندہ دار بیدار ہوا اور پشتارہ گلیم شب سے امیر روز کو عیار دہر نے نکالا۔ صبح کو پشتارہ لے کر بارگاہ قلاں میں یہ دونوں آئے۔ وہ بھی منتظر ان کا بیٹھا تھا۔ شراب صبوحی پی رہا تھا کہ انہوں نے پشتارہ سامنے رکھ دیا۔ اس نے پوچھا کس کو لائے۔ کیا کوئی بیٹا حمزہ کے ہاتھ آ گیا؟ انہوں نے کہا ہم سب کو باپ اور افسرہ خود حمزہ کو لائے ہیں۔ بڑی مشکل سے نہ خانے میں گئے اور اصلی حمزہ کو لائے۔ اس نے کہا: "دیکھیں تو حمزہ کیسا ہے۔ انہوں نے پشتارہ کھولا اس نے دیکھا کہ ایک پہلوان جس کا قد ہے گردن بلند بالا' قوی تن درشت چنگال' بیہوش پڑا ہے۔ وہی صورت ہے۔ جس صورت کا حمزہ لایا ہوں۔ یہ دیکھ کر اس کا متوہم تو پہلے ہی کر دیا تھا۔ اس وقت اور زیادہ وہم ہوا کہ بے شک یہ مرد قوی الجثہ حمزہ ہے۔ غرضیکہ ایک عیار کو بلا کر حکم دیا کہ وہ صندوق جو اس بارگاہ کی داہنی جانب خیمہ میں رکھا ہوا ہے۔ لے آؤ۔ عیار چلا تھا کہ چالاک نے کہا: "تم سے اکیلے نہ اٹھے گا میں بھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر ساتھ اس کے اسی خیمہ میں آیا۔ دیکھا۔ ایک صندوق آہنی رکھا ہے۔ قفل برابر ران شتر کے فولاد کا بنا اس میں لگا ہے۔ چالاک سمجھ گیا کہ بے شک اس میں امیر بند ہیں۔ یہ سمجھ کر وہ عیار جو ساتھ آیا تھا۔ غافل تو پاس وہ کھڑا ہی تھا۔ حباب اس کے منہ پر لگایا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ چالاک بیٹا عمرو کا ہے۔ اس کے نزدیک قفل کھول لینا کیا بات تھی۔ اسی صورت کی کلید اپنے پاس سے نکال کر قفل کھولا۔ ڈھکن اٹھایا۔ امیر کو اس میں بیہوش لیٹے پایا۔ ایک مرد توانا و پر قوت ہے۔ اسی وجہ سے بے آب و دانہ اس دو

تین روز میں زندہ بچتے ہیں اور نہ مر جاتے۔ یہ دیکھ کر اس نے فتیلہ رفع بیہوشی سنگھایا۔

امیر کی آنکھ کھلی۔ دیکھا کہ ایک صندوق میں لیٹا ہوں۔ البتہ نحیف و نزار تھے۔ اشارے سے مستفسر ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے نام اپنا بتا کر کہا کہ ایک عیار آپ کو پکڑ لایا ہے۔ میں نے اس کو دھوکا دیا ہے۔ وہ آپ سے پوچھے تو کہیے گا میں حمزہ نہیں ہوں بلکہ کچھ بات بنا دیجئے گا۔ ہر چند کہ دروغ گوئی آپ کا شعار نہیں۔ لیکن مصلحت اس میں ہے کہ کافر سے وقت جنگ حذر کرنا شروع شریعت میں جائز رکھا ہے۔" امیر یہ کلمہ سن کر خاموش ہو رہے اور اس نے پھر بیہوش کر کے صندوق بند کیا اور اس عیار کو بھی ہوشیار کیا۔ اس نے کہا: "سچ بتا تو نے مجھے بیہوش کیا تھا۔ میں یہ حال اپنے مالک سے کہوں گا۔"

چالاک نے اس کے سامنے ہاتھ باندھے اور کہا: "بھائی میری آبرو تیرے ہاتھ میں ہے۔ میں صاف صاف جو حال ہے۔ کہے دیتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ صندوق دیکھ کر میرا ایمان ٹھکانے نہ رہا تھا۔ جانتا تھا کہ اس میں مال بھرا ہے۔ پس تم کو بیہوش کر کے چاہا تھا کہ کچھ نکال لوں۔ صندوق جو کھولا تو ایک آدمی لیٹے دیکھا۔ اسی طرح پھر بند کر دیا۔ عیار نے اس کا کلام ایسا معنوی متحمل براستی تھا کہ اس کو سچ جانا اور اس نے کچھ جواہر نکال کر اس کو دیا کہ بھائی یہ تم لے اور میری آبرو بچاؤ۔ اپنے مالک کے روبرو راز نہ کہہ۔ عیار بر سر ترحم ہوا اور وعدہ کیا کہ نہ کہوں گا یہ کہہ کر صندوق اٹھا کر سامنے قلقون کے لائے۔ اس نے وا کر کے امیر کو نکالا۔ پوچھا: "اے شخص تو کون ہے۔" امیر نے بنا بر تعلیم چالاک فرمایا: "مجھے یہاں کون لایا اور عیار بھی بڑے جھوٹے ہوتے ہیں۔" اس نے کہا: "اے سچ کہہ پہیلی کیا کہتا ہے۔" امیر نے کہا: "سچ یہ ہے کہ میں پہلے نوشیرواں بادشاہ کا نوکر تھا۔ وہ مر گیا تو اس کا بیٹا فرامرز لقا کے ساتھ ہے۔ اس کے ساتھ میں آیا تھا۔ ایک عیار نے مجھ سے کہا کہ ہم تم کو روپیہ بہت سا دیں گے۔ آج حمزہ بن کر اس کی جگہ پر سو رہو۔ میں لالچ میں آ گیا۔ یہ خمیازہ اٹھایا کہ قید ہوا۔" قلقون یہ حال سن کر بولا: "اے چالاک! اب تم اپنے

حمزہ کو ہوشیار کرو۔ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔" چالاک نے لرز کر کہا: "کیوں شامت آئی ہے۔ بہت ہوشیاری اچھی نہیں ہوتی۔ حمزہ شیر بیشہ شجاعت ہے۔ اس کو خداوند اپنا سپہ سالار فرماتے ہیں۔ وہ ہزار ہزار من کی قید توڑ کر نکل جاتا ہے۔ اس کو ہوشیار کر کے تم زندہ بچو گے؟ پس تمہاری بہتری کے لیے ہم جا کر پکڑ لائے ہیں کہ تمہیں ذلت پیش خداوند نہ ہو۔ اگر تم کو کچھ شک ہے تو تم اپنے ہی گرفتار کیے ہوئے حمزہ کو سامنے خداوند کے لے جاؤ۔ ہم اپنے حمزہ کو آپ لے جائیں گے۔ میرا صاحب آپ امتحان لینے والے کون۔ کچھ ہم آپ کا دیا نہیں کھاتے۔ شاگرد نہیں، نوکر نہیں، پھر کیا مطلب جو پوچھا گچھی میں پڑیں۔ بقول شخصے خرود نہ بود منت کا ورد گرد۔ یہ کہہ کر اٹھا اور چاہا کہ پشتارہ اٹھا کر چلیں۔ قلقلیں کھڑا ہو گیا کہ ہاں ہاں آپ خفا نہ ہوں۔ واقعی آپ نے ذلت سے بچایا۔ میں نے براہ امتحان یہ بات نہ کہی تھی بلکہ یوں ہی کہتا تھا کہ دیکھیں وہ حمزہ کیا کہتا ہے۔ مگر سچ آپ نے کہا وہ جو ہوشیار ہو گا سخت لڑائی پڑے گی۔" یہ کہہ کر امیر کو کچھ زاد راہ منگا کر دیا اور کہا: "آپ جائیے۔ جب لشکر خداوند میں پہنچیے گا تو عیاں نہ کیجیے گا۔" امیر نے اس کے کلام کا جواب نہ دیا اور بارگاہ سے نکل کر راستہ پکڑا اور اس نے بعوض امیر منصور کو صندوق میں بند کیا اور خیمہ میں بھجوا دیا۔ چالاک کی خاطر میں مصروف ہوا۔ ایک دن ان کو رکھا۔ دوسرے دن عزم سفر کیا۔ چالاک نے کہا: "اب ہم بھی رخصت ہوتے ہیں۔" اس نے کہا: "تم تو ساتھ چلنے کو کہتے تھے۔" انہوں نے کہا: "ہمارے چار سو عیار شاگرد ہیں۔ ہم آپ کے پاس اکیلے چلے آئے تھے۔ اب جمعیت کر کے بعزت تمام خدمت خداوند میں اپنی جگہ پر سے آتے ہیں۔ یقین ہے کہ آپ کے پہنچنے تک ہم بھی آ جائیں گے۔" یہ کہہ کر دونوں روانہ ہوئے اور اس نے بھی کوچ کیا۔ لیکن امیر جو وہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ راہ سے نابلد تھے۔ کوہستان میں راہ بھول کر میدان وسیع میں پہنچے۔ جب اس میدان کو طے کیا۔ ایک باغ کا دروازہ نظر آیا۔ ازبسکہ خستہ و شکستہ کئی دن کے بھوکے پیاسے تھے۔ برائے آرام باغ میں آئے۔ دیکھا سبزہ فرش سندلیں

ارض پر خفتہ ہے۔ گل جعد تجمل و زیب و سادہ چمن ہے۔ شاہد بہار پر جوبن ہے۔ بہار افزائے باغ خاطر نسرین و نسترن ہے۔ سنبل کی بیل گلوں پر پھیلی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہزار ہا نافہ مشک زلف عروس چمن رکھتی ہے کہ بہار چمن اور وہ لالہ زار

بہار چمن اور وہ لالہ زار
نئے رنگ کی تھی وہاں کچھ بہار

نسیم سحر ناز سے پھرتی تھی
کھل جاتی تھی شاخ میں ہر کلی

پپیہا یہ کہتا تھا پی ہے کہاں
مچاتی تھیں کوکو کا غل قمریاں

گھر ابر تھا رعد کا شور تھا
روش پر ہر اک ناچتا مور تھا

دھنک پہ تھی سورج کی کیسی بہار
چمکتی تھی برق فلک بار بار

اس باغ میں زیر نخل سایہ دار فرش ستھرا بچھا تھا۔ مسند پر ایک پری ناز قامت رشک شمشاد و طبیعت میں جلاد۔ ناز و غمزہ میں اس کے ہزاروں بیداد فریاد کم سن جوانی کے دن بیٹھی تھی

جبیں میں بل شکن گیسو کی برہم
نظر مصروف جلا دی ہر اک دم

غضب آمیز چتون کے اشارے
بلا آئی ہوئی جس کے نظارے

لگاوٹ کے لب و دل محو فریاد
لحاظ آرزو ہر وقت برباد

سامنے اس رشک چمن کے چند نازنینان نازک بدن ساز لیے بجاتی تھیں اور ایک بت پر فن اس طرح ناچتی کہ ادائیں اس کی رقاصہ فلک کو شرماتی اور چکر میں لاتی تھیں۔ دم رقص یہ حال تھا

دم رقص اس نے ستم ڈھا دیا
ادا سے زمانے کو بسمل کیا

چمک کر جو اس بت سے توڑا لیا
دل عاشقاں پس کے سرمہ ہوا

ادا اس کی ہر ایک تھی پر ستم
قیامت سے کچھ کم نہیں تاہم

امیر یہ سامان دیکھ کر اور طرف چمنستان میں چلے کہ سامنے کسی کا زنانہ ہے۔ عورتوں میں جانا خلاف ہمت مردانہ ہے، چنانچہ یہ تو اور سمت چلے، لیکن اس نازنین مسند نشین

کی نگاہ ان پر پڑی۔ پکار کر کہا: "اے شخص کہاں جاتا ہے۔ ادھر آ۔ ایک بات تیرے نفع کی ہے سنتا جا۔" امیر یہ صدا سن کر پھرے اور قریب اس سرمایہ ناز کے آئے۔ اس نے مرد بزرگ وجیہ سمجھ کر تسلیم کی۔ پھر باادب تمام گویا ہوئی کہ میں نے اس لیے حضور کو تکلیف دی کہ یہ مسکن دیو لعین کا ہے۔ جو کوئی بھول کر ادھر آتا ہے۔ وہ دیو اس کو کھا جاتا ہے۔ میں دختر ملکہ قریشیہ سلطان دختر صاحب قران و ملکہ آسمان پری والیہ قاف کی ہوں اور اس ملکہ موصوف نے میرے باپ کو ایک پردہ قاف میں عنایت فرمایا ہے اور وہاں کی حکومت کرتا ہے۔ یہ دیو مجھ کو دھاکا دے کر اٹھا لایا ہے اور طلسم میں پھنسایا ہے اور خواہاں وصلت ہوتا ہے۔ جب میں قصد اپنی ہلاکت کا کرتی ہوں۔ اس وقت باز رہتا ہے مختصر یہ کہ تم یہاں سے چلے جاؤ' ایسا نہ ہو کہ وہ آ جائے تو مفت میں جان جائے۔" امیر نے فرمایا: "وہ بیدین اپنی سزا کو پہنچے گا اللہ تعالیٰ تجھے اس بلا سے رہائی دے گا۔ تم نہ گھبراؤ اور مشغول عشرت رہو۔"

یہ فرما کر وہیں' بیٹھے اور چونکہ وہ شہزادی مسلمان تھی آپ نے کھانا تناول فرمایا۔ پانی پیا' باغ کا میوہ تناول کیا۔ آسودہ ہوئے۔ پھر اس ملکہ سے فرمایا: "چلو اس باغ میں سیر کریں۔" وہ مع ان نازنینوں کے کہ ان سب کو دیو اسی ملکہ کی خدمت کے لیے اٹھا لایا ہے۔ ہمراہ چلی۔ امیر ہر سمت پھرنے لگے۔ ناگاہ ایک سمت کو گنبد بنا دیکھا کہ سنگ یشب سے تعمیر تھا اس گنبد کے پاس تشریف لائے۔ دروازہ وا کیا۔ دیکھا کہ ایک تخت سونے کا بچھا ہے۔ اس پر تصویر لقا کی مکلل بجواہر رکھی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لقا بیٹھا ہے۔ اس تصویر کا حال شہزادی سے پوچھا۔ اس نے عرض کیا: "یہ سر زمین متعلق کوہستان ہے اور یہاں کا حاکم حسام کوہی ہے۔ یہ باغ اس کا ہے اور اس نے یہ بت خانہ بنایا ہے۔ دیو سے دوستی کر لی ہے کہ جب وہ بہر پرستش آتا ہے۔ اور دیو بھی پرستش کرتا ہے اور وہ دیو ساحر بھی ہے اس بت خانے کی حفاظت کے لیے کچھ بیر جادو کے بٹھا جایا کرتا ہے۔" امیر نے یہ حال سن کر لاحول پڑھی۔ فرمایا کہ افسوس صد افسوس کہ اس لقا مرتد نے ہزاروں آدمی کیا' ایک عالم کو برگشتہ کر رکھا

ہے۔ یہ فرما کر مجلد ماہ خدا تو چھپ گئی۔ یہاں جناب خلیل اللہ اپنے جد بزرگوار کے' اس گنبد میں در آئے' ہر طرف سے غل ہوا کہ لیجیو گھیریو' خداوند سے بے ادبی کیا چاہتا ہے۔ امیر کو بسبب مرنے گلفام کے اسم اعظم یاد تھا۔ ورد زبان فرمایا اور اس بت کی ایک انگلی پہلے توڑی اور زیادہ غل ہوا کہ اسے یہ ستم دیکھو۔ اس ظالم نے خداوند کو مارا کہ بیچارے نے کچھ کہتے ہیں نہ سنتے ہیں۔

یہ ہنگامہ برپا تھا کہ یکایک آندھی سیاہ آئی۔ تمام باغ میں اندھیرا ہو گیا تھا تب امیر نے اسم اعظم پڑھا۔ وہ سیاہی موقوف ہوئی۔ دیکھا کہ ایک دیو قوی الجثہ للکارتا ہوا آتا ہے۔ امیر نے اس کو آتے دیکھ کر اس تصویر کا سر بھی اکھیڑ ڈالا پھر وہ دیو بڑے جوش و خروش سے کہتا ہوا کہ: "او آدم زاد سیاہ سر سفید دندان تو نے بڑا غضب کیا۔ خداوند کی توڑ پھوڑ اکھاڑ پچھاڑ شروع کر دی' یہ کہہ کر قریب آیا اور ایسا فسوں کیا کہ ہزار ہا دیو پیدا ہو کر امیر پر دوڑے آپ نے اسم اعظم پڑھا۔ وہ دیوان سحر غائب ہوئے اور وہ دیو چقماق چادر پکڑ کر حملہ آور ہوا۔ امیر جست کر کے زیر بغل اس دیو کے آئے۔ چقماق چادر خالی گئی۔ اس نے نعرہ کیا کہ افسوس یہ انسان لقمہ لذیذ تھا۔ آپ پیوند خاک ہو کر کرکرا ہو گیا۔ یہ کہہ ہی رہا تھا کہ امیر نے نعرہ اللہ اکبر اس زور سے بلند کیا کہ دیو تڑپنے لگا اور پکارا: "کہ او انسان تو بہت چیختا ہے۔ شاید زلزلہ قاف ہے۔ یہ کہہ کر دوڑا اور لپٹ گیا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے وہ دیو زمین پر چت ہوا۔ آپ اس کے سینے پر سوار ہوئے اور فرمایا کہ کیا کہتا ہے: "شناخت خدائے پاک میں۔" اس دیو نے کہا: "آپ اپنا نام بتائیے تو میں اسلام اختیار کروں۔" آپ نے فرمایا: "میرا نام زلزلہ قاف حمزہ صاحبقران ہے۔ دیو نے کہا: "پردہ قاف سے میں تیرے ڈر کے مارے۔ پردہ دنیا پر بھاگ کر آیا۔ تو پردہ دنیا پر بھی میرے تعاقب میں پہنچا۔ اب تیسری جگہ اور کون سی لاؤں جہاں جاؤں۔ جانا میں نے کہ دین تیرا سچا ہے میں مسلمان ہوتا ہوں۔" امیر اس کے سینے پر سے اترے اور کلمہ طیبہ بتایا۔ وہ دیو بصد ارادت مسلمان ہوا۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس شہزادی نے جانا کہ یہ باپ حضرت قرشیہ

کے بیں دوڑ کر قدم پر گری۔ امیر نے تسکین دلداری فرمائی۔ پھر اس دیو سے فرمایا: "اس شہزادی کے ملک سے کسی کو بلا۔ تاکہ وہ اس کو لے جائے۔ دیو نے بقسم عرض کیا کہ "میں اس کو باامام تمام خدمت قریشیہ میں پہنچا دوں گا اور رسید اس کی لا دوں گا۔" آپ نے فرمایا: "اچھا لے جاؤ۔" دیو ملکہ کو سوار کر کے روانہ سمت قاف ہوا اور امیر منتظر رسید وہاں فروکش ہوئے۔ اور نازنین جو باقی تھیں شرط خدمت بجا لائیں۔

تین روز امیر وہاں رہے۔ تیسرے روز دیو نے لا کر نامہ سربمہر ملکہ آسمان پری اور عرضی قریشیہ کی دی۔ لکھا تھا: "ثوانی دیو کے حال خیریت مزاج معلوم ہوا۔ اور ملکہ حسن پری باامام یہاں پہنچی۔" امیر نے وہ عرضی و نامہ پڑھ کر ان عورتوں سے فرمایا: "تم اپنے شہر و دیار کا پتہ بتاؤ کہ بھیج دیا جائے۔"

اتفاق وہ سب پردہ دنیا کی رہنے والیاں تھیں۔ جہاں جہاں کا پتہ بتایا۔ دیو ایک ہی دن میں سب کو پہنچا آیا۔ بعد انفراغ امیر بھی روانہ ہوئے۔ دیو کو نامہ بنام ملکہ آسمان پری لکھ دیا۔ بعد خیریت کے لکھا کہ اس دیو کو جاگیر عنایت کرنا۔" غرض یہ کہ دیو تو ادھر گیا اور امیر نے اس باغ میں جو جو اشیاء جواہر کے تھے، مال کافر سمجھ کے لیے اور تصویر لقا بھی لے کر روانہ ہوئے۔ جیسے ہی سرحد باغ سے نکل کر دشت میں پہنچے۔ دیکھا کہ ایک لشکر چلا آتا ہے۔ آگے لشکر کے بعدہ افسری ایک کوہی دراز قد زبردست شکار کھیلتا آتا ہے۔ بازدار قراول بہیلیے ساتھ ہیں۔ امیر سامنے ڈٹ کر کھڑے ہوئے۔ اور اس کوہی نے جو تصویر لقا کی ٹکڑے ٹکڑے کی ہوئی ہاتھ میں دیکھی پکارا: "اے اجل دوست تو نے یہ کیا کیا کہ میرے پیارے خداوند کو ٹکڑے کر ڈالا۔" یہ کہہ کر فوج کو محاصرہ کا حکم دیا پھر تو

ہوئے تیار مردان دلاور
بہ شکل ابر تر اٹھا وہ لشکر

صدا دینے لگے کڑکیت ہر سو
بہادر جم گئے پہلو بہ پہلو

صفیں تیار سر تیغوں کے عریاں
اجل حاضر کمر بر در گریباں

صدا دی کوس جنگی نے جو یکبار
ہوئے سردار لشکر سب خبردار

امیر نے بھی تیغ تہ نیام انتقام سے کھینچی اور نعرہ بلند کیا۔ یہ سردار لشکر حسام کو ہی مالک اس سر زمین کا ہے اور اس کو بھی سپہ گری پر بڑا غرور ہے۔ جب اس نے علم امیر شناختہ معلوم کیا کہ حمزہ یہی ہے۔ پس جسم اپنا تنومند امیر سے دیکھ کر اور خیال کر کے یہاں اکیلے ہیں۔ کیا کر لیں گے۔ معلوم ہوتا ہے۔ یہ سردار اور عیاروں کے بھروسے پر لڑتے ہیں۔ تو ان کو زندہ گرفتار کر لے۔ یہ سوچ کر فوج کے افسروں سے کہا: "تم ٹھیرے رہو۔ حملہ نہ کرو میں گرفتار کیے لیتا ہوں۔" یہ کہہ کر گھوڑے سے کود کر سامنے آیا اور امیر سے کہا: "آپ پیدل ہیں اور اکیلے ہیں۔ پس میں بھی اکیلا اور پیدل ہوں۔' لڑوں گا۔" آپ نے فرمایا: "جس طرح تیرا جی چاہے۔" اس نے اور حربے تو موقوف رکھے کمر آمادہ بہ کشتی ہوا اور خاشو بدل کر مقابل آیا۔ ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ کشتی بعد درشتی شروع ہوئی۔ امیر نے بعد دو چار زور اس کے روکنے کے' کمر بند میں ہاتھ دے کر لنگر اکھڑا اور سر سے بلند کیا۔ اس کو بڑی حیرت ہوئی کہ بہت جلد مجھ ایسے پہلوان کو اس نے اٹھا لیا۔ غرضیکہ بہت نادم ہو کر پکارا: "اے شہر

یار امان دیجئے۔" آپ نے فرمایا: "بشرط ایمان لانے کے امان ملے گی اس نے اقرار کیا۔ آپ نے زمین پر رکھ دیا اور کلمہ بتایا۔ وہ کلمہ پڑھ کر دل میں کینہ رکھ کر طوطے کی طرح اقرار اسلام بظاہر کر کے مسلمان ہوا اور سب افسران لشکر کو بلا کر قدم اقدس صاحبقرانی پر گرا دیا۔ پھر ہوا دار پر سوار کر کے بجاہ و چشم تمام اپنے قلعہ میں لے چلا۔

یہاں تک کہ بعد قطع مسافت راہ دامن کوہ میں ایک قلعہ ملک فرسا بنا دیکھا۔ سامان حرب سے آراستہ دیکھا۔ سبیل انتصاریہ قلعہ در وا ہوا۔ امیر داخل قلعہ ہوئے۔ شہر آباد و رعیت دلشاد پائی۔ راستے پختہ سڑکیں ہموار' دکانیں تمام عمدہ بازار

زمین شفاف رستہ جابجا صاف
نگاہوں کو میسر لطف اطراف

دکانیں وا ہوگئیں اسباب نکلے
کھلے ڈبے دُر نایاب نکلے

زمرد لعل نیلم عمدہ الماس
گہر سے کھل کے آئے جوہری پاس

خریدار آئے ہر جانب سے مشتاق
تماشہ گھر تھا امان آفاق

امیر سیر دیکھتے ہمراہ اس کے داخل ماڑی شاہی میں تشریف لائے۔ اس نے عرض کیا کہ' تخت میرا حاضر ہے بیٹھئے۔" امیر نے فرمایا: "تخت نشینی کی ہوس سے بری ہوں۔ خدا میرے تاجدار بادشاہ اسلام کو سلامت رکھے۔ تم تخت پر بیٹھو۔ خراج میں چند بیضہ زریں خدمت شاہ میں بھیج دینا۔ یہ کہہ کر آپ دنگل پر بیٹھے اور سب سرداران کو

ہی کرسی بہ کرسی پایہ بہ پایہ جاگزین ہوئے۔ حسام بسان چاکر کمتر خدمت گزار میں حاضر تھا۔ اسباب نشاط کو طلب کیا۔ طعام عمدہ کی تیاری کی۔ یہ خاطر داری کی کہ

وہ خوشبو کہ جی لوٹے بشر کا
رہے باقی نہ مطلب ہوش سر کا

طعام عمدہ کی تیاریاں کیں
دکھلایا نہج دل کی راحتیں دی

صدا طبلوں کی پہنچی آسماں تک
غزل ٹھمری کی لذت آئی زباں تک

پھر اتنے میں لے آیا بادہ و جام
پکارے ساقیان سیم اندام

کہ آیا ہے ملا یہ جام لب سے
ذرا مہماں کو ٹھنڈا کر غضب سے

جب سامنے امیر جام کے آیا۔ آپ نے فرمایا: ”کہ میں شراب نہیں پیتا ہوں۔ ہاں اگر ماء اللحم ہوتا تو تم سب کا اسے پیکر ہم مشرب ہوتا۔“ حسام نے یہ کلمہ سن کر اسی وقت ماء اللحم تیار کرایا اور اس میں بے ہوشی ملا کر سامنے لایا۔ امیر صاف دل ہیں اور وہ کلمہ پڑھ چکا تھا۔ حکم شرع ظاہر پر ہے۔ پس بے وسواس ماء اللحم نوش فرمانے لگے۔ جب دو چار پیالے پیے۔ کنپٹیاں چٹخنے لگیں۔ سمجھے کہ اس نے دغا کی۔ چاہا کہ اٹھ کر ہوا کھاؤں اور تدبیر دفع بیہوشی کروں‘ لیکن جیسے ہی اٹھے‘ بیہوش ہو کر گرے۔

اس نے تمام افسروں سے کہا: "اس وقت میں نے مصلحت بہ اسلام اختیار کیا تھا۔ یہ گری کے چٹکیں فن ہیں۔ دشمن پر قابو پانے سے مطلب ہے۔ تم بھی دین لقا پرستی نہ ترک کرو سردار اس کے بعض ناخوش ہوئے کہ یہ دغا کرنا اچھا نہیں' جو کیا وہ کیا لیکن خوشی ان کی کچھ کام نہ آئی۔ خاموش ہو رہے۔ اور حسام نے آہنگر بلا کر قید سخت میں جکڑا کر کے امیر کو زنداں میں بھیجا۔ پھر لشکر کو اپنے تیار کرایا۔ چالیس ہزار کوہی دیو صورت مسلح و مکمل ہوا۔ اس نے قلعہ ایک اپنے عزیز کے سپرد کر کے آپ کو گدن مست پر سوار ہو کر اور امیر کو عراوہ یا عرابہ پر بٹھا کر بحشم و خدم جانب قلعہ عقیق کوہ برائے استعانت خداوند قلعہ سے کوچ کیا۔ جب قلعہ سے دو منزل پر جا کر مقام کیا۔ ہنوز لشکر آسودہ نہ ہوا تھا کہ صحرا کی طرف سے گرد اڑی اور ایک لشکر کوہیوں کا ساٹھ ہزار سوار سے پیدا ہوا۔ اس نے ہرکا بہر خبر روانہ کئے۔ معلوم ہوا کہ سرمہ کوہی پہلوان دوران رستم سر تنین کوہستان بہر مدد خداوند جاتے ہیں۔ یہ خبر سن کر اس نے چند سردار اپنے ساتھ لیے۔ اور استقبال جا کر کیا۔ سرمہ کوہی بھی گینڈے پر سے اترا۔ دونوں بغلگیر ہوئے۔ دونوں لشکر ایک مقام پر اترے اور دونوں بادشاہ ایک ہی بارگاہ میں آ کر آرام پذیر ہوئے۔ جام گلگون کا دور ہوا۔ مزاج کا عالم ہی اور ہوا۔ حالت نشہ میں حسام نے کہا: "اب مجھ سے بڑھ کر کون ہو گا۔ میں نے حمزہ کو گرفتار کیا ہے۔" سرمہ کوہی کو اس کی لاف زنی بری معلوم ہوئی لیکن مرد شجاع ہے اور صاحب ظرف ہے۔ تحمل کر گیا۔ کہا: "بھائی تم ایسے ہی بہادر ہو۔" حسام نے کہا: "تمہیں کوئی شک بھی ہے۔ اگر شک ہو تو میں حمزہ کو بلا کر دکھاؤں۔" اس نے کہا: "شک کیا ہے لیکن مجھے بے شک حمزہ کے دیکھنے کا اشتیاق ہے۔ اچھا کل وقت کوچ سامنے بلانا۔" یہ کہہ کر مصروف راحت ہوا۔ اس وقت شاہ کو خاور کوہستان سے نکل کر عازم سفر منازل افلاک ہوا۔

صبح کو دونوں بادشاہ اٹھے۔ جام صبوحی پیے۔ ارادہ سفر کیا۔ ہنوز طبل سفر کے بجنے کا حکم نہ دیا تھا کہ سرمہ نے کہا: "بھائی صاحب! حمزہ کو سامنے بلوائیے۔" حسام نے زندان

بان کو حکم دیا کہ قیدی کو سامنے لاؤ۔ حکم بہت سے سوار باشمشیر برہنہ، ہمراہ گرد حفاظت کناں سردار عالی شان بیچ میں مسلسل باقید گراں سامنے آئے اور بنا پر دستور اہل اسلام پکارے: "سلام میرا اس پر اس انجمن میں ہے جو اللہ پاک کو واحد اور اس کے پیغمبر کے دین متین کو سچا جانتا ہو۔" سرمہ نے یہ نہیب سن کر کہا: "کیوں حمزہ رسی جل گئی مگر رسی کا بل نہیں جاتا۔ مجھ ایسے پہلوان تک ذرا ادب نہ کیا تسلیم نہ آداب، یہ نعرہ مارا تم خدائے ناپید میرے رو برو لیا۔" امیر نے ارشاد فرمایا: "میں نامردوں کا رعب نہیں مانتا، بلکہ ان کو بز سے بھی کمتر جانتا ہوں۔" اس نے یہ کلام سن کر کہا: "کیوں تجھ کو کیا، یہ مردانگی میرے بھائی نے تمہیں زیر کیا۔" امیر نے فرمایا: "مردانگی کا حال اس کے سردار اور وہ خود جانتا ہے۔ اسی سے پوچھ لے۔ اس نے حسام کی طرف دیکھا اور سرداروں سے حال پوچھا۔ انہوں نے سب کیفیت گذشتہ بیان کی۔ اس نے حسام سے کہا: "اسی منہ پر کل یہ لاف زنی تھی۔ تو نے او بے حیا ہم سارے کویوں کا بھرم مردی میں ڈبو دیا۔ آبرو کھو دی۔ یہ کہہ کر گویا ہوا: "امیر اگر کوئی آپ کو بہ روی زیر کرے گا تو اطاعت کیجئے گا۔" امیر نے فرمایا: "زندگی بھر اس کی اطاعت کروں گا۔" یہ سن کر وہ اٹھا کہ قید جسم امیر پر سے دور کرا دے۔ امیر نے کہا: "اگر وقت رہائی قریب آیا ہے تو مجھ تیری ضرورت نہیں ہے۔" یہ کہہ کر خانہ نبرد میں آ کر چرخ مارا اور پکڑ کر ہتھکڑی بیڑی بسان تار عنکبوت توڑ کر پھینکی۔ ہر سمت سے احسنت کی صدا بلند ہوئی۔ حسام نے کہا: "اے سرمہ، تم نے اچھا نہ کیا۔ جو اس آفت کو رہا کیا۔ اب بھی ازدحام بلوہ کے اس کو گرفتار کرو۔" اس نے کہا: "تو جھک مارتا ہے مجھے بھی تو نے اسی طرح بودا مقرر کیا ہے او بے عزت خبردار مجھ سے ایسا کلام نہ کرنا۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ دو مرکب حاضر ہوں اور امیر کے اسلحہ حاضر ہوں۔ پھر آپ ہی کہا: "اچھا اکھاڑہ درست ہو۔ میں زور آزمائی کروں گا۔ بنا پر حکم ملازم عمل میں لائے۔ اکھاڑہ درست ہوا۔ وہ لنگوٹ کھینچ کر اکھاڑے میں کودا۔ خم بجایا۔ امیر

بھی کودے اور باہم سرگرم تلاش ہوئے۔ کمر چلنے لگی۔ داؤ پیچ توڑ جوڑ ہونے لگے۔ اس کشتی میں حسام نے یہ چالاکی کی کچھ فوج تیار کر کے افسران چند سے مشورہ کیا کہ یہ فوج لے کر تم آگے بڑھ جاؤ۔ میں بھی آتا ہوں نصف لشکر سے زیادہ فوج لے کر افسر کوچ کر گئے۔ یہ سیر کشتی دیکھا کیا۔ اور ریلا پیلی کش مکش کے سوائے۔ اتنیکہ امیر کو عجلت منظور تھی۔ دوپہر تک لڑ کر صاحبقرانی سپر کیا۔ وہ زور بغیر تائید ربانی تھیں۔ حریف تاب اس کی نہ لا سکا۔ آپ نے اٹھا کر دے مارا کہ چاروں شانے چت گرا دوڑ کر آپ سینہ پر سوار ہوئے اور فرمایا: "حالا در شناختن پروردگار عالم چہ میگوئی۔"

اس نے عرض کیا: "تا زندہ ایم بندہ ایم۔" امیر چھاتی پر سے اترے۔ اس نے اٹھ کر سر قدم پر رکھا۔ آپ نے گلے سے لگایا اور کلمہ پڑھایا۔ سرمہ کوہی کلمہ پڑھ کر بصدق دل مسلمان ہوا۔ اس ہنگامہ میں کہ امیر اس کے چھاتی پر سوار تھے حسام گھوڑا ڈال کر نکل گیا۔ فوج جو آگے بھیج چکا تھا۔ اس میں شامل ہو کر جانب عقیق کو چلا۔ سرمہ کوہی نے تمام فوج کو مسلمان کیا اور باقی ماندہ حسام کا لشکر بھی شریک ہوا ایک دن آسودہ ہو کر انہوں نے بھی کوچ کیا۔ امیر با فوج کثیر بصد جاہ و جلال روانہ ہوئے۔ لیکن ان سے پہلے حسام قریب قلعہ عقیق پہنچا۔ لقا نے کوئی بہر استقبال بھیجے کہ وہ آ کر لے گئے۔ لشکر اس کا بیرون قلعہ اترا۔ وہ خود قلعہ میں گیا اور خداوند کو سجدہ کیا۔ خلعت ملا۔ دنگل پر بیٹھا اور حال کہا کہ میں اس طرح حمزہ کو لایا تھا۔ لیکن یہ اتفاق ہوئی اور برا ہو گیا۔ یہ تو بیان حال کرتا تھا اور اس سے قبل خبر پہنچ چکی تھی کہ منصور تاج چشم باغ میں رنڈی کے پاس تھے۔ رنڈی رہ گئی وہ غائب ہو گئے۔

لقا سے سب نے پوچھا تھا کہ "خداوند بتائیں اس کو کون لے گیا ہے۔" لقا نے کہا کہ "خداوند جانتے ہیں لیکن بتلائیں گے نہیں۔ ہمارا پنجہ قدرت اس کو ہماری بہشت میں چھوڑ آیا ہے۔ اس کلام سے ہر ایک مشوش تھا کہ اتنی حسام آ کر پہنچا۔ دوبارہ خبر آئی کہ قلمون عیار بادشاہ قلعہ قلمونیہ کو آیا ہے۔ خداوند نے اس کا بھی استقبال کرایا۔ لشکر اس کا بھی بیرون قلعہ اترا۔ وہ خود سامنے خداوند کے آیا سجدہ کیا۔ خلعت

عنایت ہوا' بجملہ اس میں خداوند نے حکم دیا کہ آخر بہر مقابلہ لشکر اسلام یہ سب بندے میرے آئے ہیں۔ پس بیرون قلعہ چلنا پڑے گا' مناسب ہے کہ ابھی چلنا چاہیے۔"

یہ حکم سن کر خیمہ و خرگاہ بارگاہ جمشید خداوند سب سامان میدان میں فراہم ہوا۔ جب بارگاہ نصب ہو چکی خداوند مع لشکر کہیاں قلعہ سے نکل کر داخل بارگاہ ہوا۔ یہ خبر لشکر اسلام میں پہنچی' وہاں چالاک و ابوالفتح آ چکے تھے۔ انہوں نے بھی صلاح کی کہ حسب وعدہ ہم کو بھی چلنا لازم ہے دیکھیں وہاں کیا دل لگی ہوتی ہے۔ یہ صلاح کر کے دو دو سو عیار دونوں نے اپنے ساتھ لیے اور آپ اسی صورت پر مکار و غدار کی بن کر عیاروں کی شکلیں' بدلوا دیں۔ ایک خیمہ بھی اپنے ہمراہ لیا۔ پہلے لشکر سے نکل کر صحرا میں آئے۔ پھر وہاں سے لشکر لقا میں پہنچے۔ اس نے خبر سن کر لوگ بہرا استقبال بھیجے۔ ان کا لشکر بھی قریب افواج کہیاں اترا۔ یہ دونوں سامنے خداوند کے گئے۔ بنا بر دستور کے نذر دی۔ تسلیم کی سجدہ نہ کیا۔ لقا سمجھا کہ یہ کوئی اور دین رکھتے ہیں۔ ہمارے دو سو خداؤں " کو نہیں مانتے ہیں۔

یہ سمجھ کر بکثرت تمام ان کی طرف دیکھنے لگا۔ یہ اس کی نگاہ پہچان گئے کہ سجدہ کے لیے ناخوش ہے۔ پس اپنی جگہ سے اٹھ کر سامنے آئے اور دست بستہ عرض کیا: "یاخداوند ہم نرے سپاہی اور عیار ہی نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کے دین کے عالم ہیں۔ وہ کتابیں جو آپ نے معرفت اپنے پیغمبروں کے ہم بندوں کے پاس بھیجیں وہ سب ہمیں یاد ہیں۔ چنانچہ ہر جگہ اس کتاب میں آپ نے فرمایا ہے کہ جو کام مسلمان کرتے ہیں۔ وہ میرے بندے ہرگز نہ کریں۔ مسلمان غسل کر کے اور وضو کر کے اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ میرے بندے بحالت نجاست مجھ کو یاد کریں۔ جب نجس العین ہوں گے اور سجدہ کریں گے' تو میں قبول کروں گا۔ پس ہم سفر میں تھے نوبت بغسل بہ نہیں پہنچی۔ اس وقت تک پاک ہیں۔ اس لیے سجدہ نہیں کیا۔" لقا نے کہا: "اے بندگان قدرت یہ راز حقی اب اور زیادہ بیان نہ کرو۔ واقعی تم میرے دین کے بہت بڑے عالم ہو۔" غرضیکہ

ابوالفتح نے پشت پر سے نعرہ کر کے ایک دھول ماری۔ ادھر چالاک نے نعرہ کیا اور اس کا نیچہ خالی دینے کو پچھلے پاؤں اڑ گیا۔ اتفاق سے اس پتھر پر پاؤں اس کے پڑے جو دربارگاہ کے در پر سنگ نہایت چکنا اور صاف لگایا جاتا ہے اور بعض ملازم بارگاہ اسی پتھر کو بوسہ دیتے ہیں۔ چنانچہ اس سنگ پر جو پاؤں پڑے پھسل کر گرا۔ عیاران قلقون ہزار ہا ٹوٹ پڑے۔ صدہا کمندیں پڑ گئیں۔ چالاک نے ہر چند چاہا کہ لوٹ مار کر اور حلقہ ہائے کمند کو کاٹ کر نکل جاؤں' ممکن نہ ہوا۔ آخر پکڑ لیا گیا۔ مگر ابوالفتح اس ہنگامہ میں جست کر کے نکل گیا اور غلغلہ جو ہوا ان کے ساتھ جو چار سو عیار آئے تھے۔ وہ بھی کوئی کدھر سے سب نکل گئے۔ بارگاہ میں منصور کے ہاتھ پاؤں منہ دھلایا۔ صورت نکل آئی۔ قلقون بہت متعجب ہوا اور چالاک کو قتل کرنا چاہا۔ اس وقت بختیارک سوچا کہ اگر تیرے سامنے بیٹا عمرو کا مارا گیا' تو عیار تجھ کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔ تجھے لازم ہے کہ یہاں سے ٹل جا۔ یہ سمجھ کر اس عیار سے کہا: "ٹھہر جاؤ' یہاں سے میں جاؤں تو قتل کرنا۔" وہ تامل پذیر ہوا اور یہ بارگاہ سے نکل کر اپنے خچر پر سوار ہو کے جانب خیمہ سکونت خود چلا۔

ادھر جو سب عیار بھاگ کر علیحدہ ہوئے ان میں سے قاسم تنگ رو عادی کہ قوم عاد سے ہے اور عمر سعدی کرب جو دیو سے بھی زیادہ قد و قامت رکھتے ہیں۔ ان کا عیار ہے اور یہی ایسا عیار ہے جو ایسے جسم پہلوان قوم عاد کا پشتارہ اٹھاتا ہے۔ اس عیار کو ابوالفتح نے حکم دیا کہ جلد دیو کی صورت بنئے اور آپ بہت مشابہ ہے' عمرو کی صورت سے۔ کس لیے کہ بھانجا ان کا ہے۔ پس آپ صورت بعینہ خواجہ عمرو کی سی بنا۔ ادھر قاسم عیار دیو بن کر تیار ہوا۔ سر پر سینگ لگائے۔ پر لگائے دم لگائی۔ چہرہ مہیب منہ پر چڑھایا۔ ایک ہونٹ تا پچشم پہنچا ہوا' دوسرا سینہ تک لٹکا ہوا۔ زنجیر آہنی کمر سے لپیٹی۔ جب یہ شکل بن چکا۔ دو پر اپنے شانوں پر لگا کر ابوالفتح کو کاندھے پر سوار کیا اور اس سمت سے کہ جدھر سے خیمہ بختیار قریب تر ہو' صحرا میں جا کر جست دس دس گز کی کرتا ہوا' جیسے کوئی اڑتا ہے۔ خیمہ شیطان میں آ کر گرا۔ وہ خیمہ میں آ

ماجرے سے ناچار ہوا اور چالاک کو چھوڑ دیا۔ جب وہ چھوٹا۔ ابوالفتح جو ساتھ آیا تھا۔ اس نے نعرہ کیا۔ گلگون پھر نیچہ پکڑ کر دوڑا۔ مگر اب ان کو کب پاتا ہے۔ دونوں جست کر کے نکل گئے۔

گلگون نے کہا: "ملک جی' تم نے ان کو میرے ہاتھ سے کھویا۔" اس نے کہا: "خیر گذری وقت بڑی آفت تھی۔ میں تو سمجھا تھا کہ وہ آ گئے' مگر نہیں وہ نہ تھے۔" اس نے پوچھا: "کہ "یہ وہ آ گئے' تم کس کو کہتے ہو۔" اس نے جواب دیا کہ" بس بات کو یہیں تک رکھو' زیادہ نہ پوچھو' نہیں اور آفت آئے گی۔" گلگون نے کہا: "خیر معلوم ہوا کہ عیار یہاں بلائے روز گار ہیں' مگر میں سب کو باندھ لاؤں گا۔ اب تم میرے مقدمہ میں دخل نہ دینا۔" یہ کہہ کر مصروف عشرت ہوا۔ ادھر ملازمان بادشاہ اسلام جو ملکہ بہار کو لینے چلے تھے' وہاں آئے کہ جہاں باغ سحر لگا تھا۔ اب جو دیکھا کہ اس باغ اور اس ملکہ مذکور کا بھی پتہ نہیں' مایوس ہو کر پھر گئے۔ بادشاہ سے جا کر عرض کیا: "اب وہاں باغ نہیں اور نہ وہ ساحرہ ہے۔"

بادشاہ خاموش ہو رہے۔ لیکن بہار باغ سحر لگا کر بعد فراغت بیائی سرداران سحر اپنا ہٹا کر جانب کوہ عقیق ہو گئی اس لیے کہ کوئی عیار یا سردار لشکر اسلام ادھر سے نکلے تو اپنا آنا کھلا سمجھے۔ بادشاہ اسلام نکلیں تو دیکھ لیں۔ دل سینہ میں طپاں لب پر جوش عشق سے فغان' آنکھیں چار سمت نگران' دیدار محبوب کی جویان۔ سر کوہ پر فریاد وار کھڑی ہوئی اور تلاش شیریں دہن کرنے لگی۔ قضائے کار ایک ساحر گوہر جادو نام کہ اس حوالی میں طلسم سے آ کر رہا تھا۔ اس طرف آ نکلا اور اس نے اس ملکہ با ابرو غریق بحر محبت کو حیران و استادہ پایا۔

اتفاقاً وہ رہنے والا طلسم کا تھا' ملکہ کو بخوبی پہچانتا تھا۔ شناخت کر کے قریب آ کر سلام کیا اور عرض کیا: "حضور کہاں اکیلی کھڑی ہیں۔" ملکہ کو اس سے کیا خوف تھا۔ ایسے ویسے ساحر کی حقیقت یہ نہ جانتی تھی اس کے پوچھنے سے گویا ہوئی: "میں شریک اہل

نشہ بیہوشی کا وفور ہوا۔ تکیہ پر سر رکھ بیہوش ہو گئی۔ اس کے حسن و جمال پر وہ مفتون تھا۔ قاصد ہوا کہ حالت بیہوشی میں شیشۂ عصمت سنگ ظلم سے توڑے، بے حیائی سے منہ نہ موڑے۔ لیکن حق تعالیٰ جس کو بچائے۔ اس کو کون بے آبرو کر سکے۔ اس مفسار کو خیال آیا کہ معشوقہ شاہ طلسم ہے۔ مبادا اس کے پاس جا کر وصل اس کا منظور کرے اور میرا حال کہے تو جان بچنا مشکل ہے اور علاوہ اس کے یہ خود زبردست صاحب ملک و لشکر ہے نہیں معلوم بعد کو کیا حال کرے۔ پس لازم ہے کہ اس کو بادشاہ طلسم کے پاس لے چلوں اور اس سے مانگ لوں۔ پھر خیال کیا کہ طلسم شاہ اس کا عاشق ہے۔ وہ مجھے نہ دے گا اور وہ بھی اس کے بحر محبت کا شناور ہے۔ مفت مناقشے سخت و صعب بہت پڑیں گے۔ لشکریان اسلام چھین لیں گے۔ اس سے مناسب ہے کہ خداوند کے پاس لے جاؤں۔ وہ قریب بھی ہیں اور دے بھی دیں گے اور ان کے دیئے سے بادشاہ طلسم بھی کچھ نہ کر سکے گا۔ یہ سمجھ کر ملکہ کو سحر میں خوب سا مسحور کر کے کاندھے پر لاد کر بزور سحر اڑا اور ایک ہی سناٹے میں قریب قلعہ عقیق پہنچا۔ یہاں بارگاہ سے عیار بھاگ کر گئے ہیں۔ انھیں کا ذکر ہو رہا تھا کہ علامت سحر بپا ہوئی اور یہ آ کر بارگاہ میں پہنچا۔ سب نے دیکھا کہ اک ساحر بہار کو لادے لاتا ہے۔ غرضیکہ اس نے ملکہ کو سامنے رکھ دیا اور خداوند کو سجدہ کیا۔ پھر دست ادب باندھ کر تمام کیفیت معرض بیان میں لایا۔ لقا نے کہا: "اے بندہ قدرت تو نے بڑا کام کیا ہے جو اس کو گرفتار کر لایا۔" اس نے عرض کیا: "امیدوار ہوں کہ یہ مجھ کو مرحمت ہو۔" لقا چاہتا تھا کہ کہنے دو ہم نے تجھے دیا۔" لیکن بختیارک بولا: "یاخداوند یہی وہی باغیہ ہے جس نے باغ سحر لگایا تھا جلد اس کو بحالت بیہوشی قتل فرمائیے اور اس ساحر کو کوئی حوریہ جنت دے دیجئے گا۔" لقا نے اس ساحر سے کہا: "یہ بندی واجب القتل ہے۔ ہم تجھ کو حور جنت دیتے ہیں۔ اس کو قتل ہو جانے دے۔" ساحر چپ ہو رہا اور اس نے حکم قتل دیا۔ جلاد طلب ہوا۔ لشکر میں غلغلہ ہوا کہ بہار پھر قید ہوئی خداوند لقا قتل ہوئی ہے۔

عیار جو بھاگ گئے تھے۔ بشکل مبدل لشکر میں پھر رہے تھے۔ انہوں نے بھی سنا اور چالاک بہت جلد صورت جلاد بنا۔ چہرہ سیاہ کیا۔ مہیب صورت ہو کر دھنا باندھ کر چوڑا تیغہ بانڑ دار ہاتھ میں لیا۔ ہار۔ ناک و کان کٹے ہوئے کا، گلے میں پہنا۔ رومال تیغہ کا خون پونچھنے کا۔ کاندھے سے ڈالا کہ اس میں سے خون تازہ کی بھبک پیدا تھی۔ غرض اس صورت سے بارگاہ میں آیا۔ وہاں جلاد تو طلب ہی ہوا تھا۔ اس نے آتے ہی اہتمام کیا کہ اس شخص کا باپ جلاد، دادا جلاد و سات پشت سے گردن کاٹی۔ بولا کہاں ہے کون گنہگار ہے، جلد بتائیے کہ ایک ہی ہاتھ میں رشتہ جان جدا کر دوں۔" بختیارک نے کہا: "یہ زن ساحرہ جو غافل پڑی ہے۔ مار اس پر اک ہاتھ کہ سر جدا ہو جائے۔" جلاد نے کہا: "ہوشیار کر دیجیے اس کی خواہش دل پوچھ لوں۔" اس نے کہا: "ضرورت ہوشیار کرنے کی نہیں ہے۔ جلد قتل کر۔ جلاد نے کہا: "بہتر ہے۔" اور گوہر سے کہا: "آپ ساحر ہیں ذرا میرے پاس آ کر انتظام کیجیے کہ کوئی عیار دوست دار آ کر مجھ کو ضرر نہ پہنچائے۔" وہ اس کہنے سے اس کے پاس آیا اور سحر پڑھ کر حصار کرنے لگا۔ جلاد با تیغہ برہنہ تو پاس کھڑا ہی تھا بولا کہ: "دیکھیے خداوند کچھ اشارے سے فرماتے ہیں۔" گوہر لقا کی طرف دیکھنے لگا۔ جلاد نے اس زور سے تیغہ بیاض گردن پر مارا کہ سر قلم ہو کر تخت خداوند کے پاس جا گرا اور غلغلہ اس کے مرنے کا بپا ہوا۔ آندھی آ گئی۔ تاریکی ہوئی۔ جلاد یعنی چالاک نے اسی ہنگامہ میں ناک میں بہار کی جلدی سے دوا رفع بیہوشی کی بھر دی تھی۔ اس کو چھینک آئی اور ہوشیار ہو گئی۔ پوچھا کیا ماجرا ہے۔" اس نے کہا: "یہاں سے نکل چلو، تو بیان کروں۔" یہ کہہ رہا تھا کہ عیارا اور سردار لقا تیغے کھینچ کھینچ کر آ پڑے۔ بہار سمجھ گئی کہ مقام توقف نہیں ہے۔ یہ سمجھ کر چالاک کو بزور سحر پنجہ میں داب کر اڑ گئی اور اڑتے وقت وہ سحر کیا کہ پھر اندھیرا ہو گیا۔ سردار و عیار بھاگ کر بارگاہ کے نکل گئے کہ ضرور کچھ آفت آئے گی۔

ادھر بختیارک ڈپٹنے لگا۔ مسل غل پڑھتا جاتا تھا۔ لقا تخت کے نیچے چھپا تھا باہر جو سردار بھاگ کر گئے۔ لشکر میں غلغلہ ہوا۔ کمر بندی ہونے لگی۔ دکانیں بند ہو گئیں۔ رعایا

بھائی۔ مختصر یہ کہ بعد لمحہ کے تاریکی دور ہوئی۔ یعنی بہار نے یہی سحر کیا تھا کہ میں نکل جاؤں۔"

اس وقت یہ اندھیرا موقوف ہوا۔ جب وہ اندھیرا مٹا۔ شیطان نے خداوند کو تخت کے نیچے سے نکالا۔ سردار وغیرہ بارگاہ میں آئے۔ لشکر میں امان ہوئی۔ لقا نے کہا: "اے بندگان قدرت' اس وقت شیطان نے اس بندی قدرت کو قتل کرانا چاہا اور میں اسی کو حوالہ ساحر کرنا چاہتا تھا۔ میری مشیت میں شیطان نے دخل دیا۔ دریائے غضب میرا جوش زن ہوا۔ دیکھا تم نے کہ ذرا سے میرے خلاف امر کرنے سے کیا حال ہوا۔" یہ سن کر سب عرض پیرا ہوئے: واقعی سچ تو ہے تو برحق خداوند ہے۔ تیرے خلاف کسی کی مجال ہے جو کرے۔ سب تو معترف بعجز و قصور تھے اور بختیارک دل سے اپنے کہتا تھا: "جھوٹے پر لعنت ہے۔" لیکن لوگوں کا اعتقاد جمانے کو کہتا تھا کہ "حقیقت میں یا خداوند مجھ سے خطا ہوئی جو آپ کے کلام کو رد کیا اور اپنی رائے کو کارخانہ خداوند میں دخیل کیا۔

سب اپنے دل میں لرزاں تھے کہ جب شیطان ایسا مقرب درگاہ ذرا سے دخل دینے میں معتوب ہو گیا' تو ہماری کیا لیاقت ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ طبل بشارت کی صدا کانوں میں آئی۔ ہرکارے دوڑے خبر لائے کہ امیر توقیر سرمہ کو ہی لیے ہوئے داخل لشکر اسلام ہوئے۔ ملکون یہ خبر سن کر دوڑا کہ میں حمزہ کو دیکھوں کیسا ہے۔ چنانچہ سر راہ آ کر دیکھا کہ سرداران اسلام بہر استقبال آئے ہیں۔ اشقر کو بادشاہ نے روانہ کیا۔ امیر سوار ہیں پشت پر لشکر کو چلتہ پوش گرز بردوش آتا ہے اور ویسی ہی صورت حمزہ کی ہے۔ جس طرح کا تو گرفتار کر لایا تھا۔ اس کو بڑا صدمہ ہوا کہ میں سخت دھوکا کھایا چنانچہ امیر مع سرداران داخل بارگاہ ہوئے۔ بادشاہ کو تسلیم کی۔ بادشاہ نے نیم قد اٹھ کر تعظیم دی۔ آپ دنگل پر بیٹھے۔ سرمہ نے شاہ کو نذر دی۔ خلعت مع فرمان معافی ملک عنایت ہوا۔ دنگل بیرون چہل ستون ملا۔ اس نے دست چپ میں بیٹھنا قبول کیا۔ مالک اژدر جانشین دست چپ اس سے بغل گیر ہوئے اور باعزاز تمام بٹھایا پھر ساقی کو اشارہ کیا۔ اس نے جام مے

ارغوانی دیا۔ نتائج سامنے ہونے لگے۔

یہاں تو سب عشرت پذیر ہیں، لیکن بہار نے صحرا میں لا کر چالاک کو اتارا اور حال پوچھا۔ اس نے کہا: "ایک ساحر تمہیں پکڑ لایا تھا۔ لقا حالت بیہوشی میں قتل کیا چاہتا تھا کہ میں نے جا کر اس ساحر کو مارا۔ اس کے مرنے سے صدا آئی تھی کہ مارا گوہر جادو کو۔ آگے مجھے حال معلوم نہیں۔" یہ کہہ کر کہا: "بادشاہ لشکر اسلام نے تمہارے آنے کو سردار بھیجے تھے۔ تم کہاں گئی تھیں۔" ملکہ مذکور نے سارا مکر گوہر کا بیان کیا اور کہا: "اب چلیے یہ کنیز بھی حاضر خدمت شاہ اسلام ہو گی۔ اب ذرا میں لقا کا مزاج پوچھنے جاتی ہوں۔" یہ کہہ کر اڑ گئی۔ چالاک سمجھا کہ کسی کام کو شاید بارگاہ لقا میں یہ پھر جائے گی۔ یہ سمجھ کر یہ بھی جانب لشکر چلا۔ خبر ہر کارے سے بعد سجدہ و سجود عرض پیرا ہوئے کہ: "عارض کوہی نام بادشاہ قلعہ مرتافیہ پہلے اپنے بھائی حسام کوہی کے پاس گئے تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ برادر مذکور خدمت خداوند میں گئے تو وہ بھی ساٹھ ہزار فوج درست کر کے یہاں آئے ہیں۔ داخل ہوا چاہتے ہیں۔" اس خبر کو سن کر لقا نے سردار بہر استقبال بھیجے کہ کوہی مذکور بشوکت و منزلت داخل بارگاہ ہوا۔ لشکر اس کا متصل فوج برادر خود اترا اس نے خداوند کو سجدہ کیا اور جب خلعت پہن کر یہ بیٹھا۔ اپنے بھائی سے مستفسر ہوا: "تم نے حمزہ کو گرفتار کیا تھا، وہ کیا ہوا۔" اس نے سب کیفیت بیان کی کہ سرمہ کی وجہ سے چھوٹ گیا۔" یہ سن کر وہ ہنسا اور کہا: "میں ابھی پکڑے لاتا ہوں۔ میرے نام طبل بجوایئے۔" حسام عرصہ سے آیا ہوا تھا۔ اس کو بھی منظور تھا کہ لڑائی ہو۔ اس کے کہنے سے حکم دیا کہ بجے طبل جنگ کار پردازوں نے اتنے دن باقی تک تامل کیا جس دم سرمہ سواد شب دیدہ شاہ کوہستان افلاک میں اور عارض پر نور مہر تاریک ہوا کہ بمقتضائے ابیات

قضا را طاقت مہر جہاں تاب
ہوئی غائب نظر سے جس طرح خواب

چراغ و شمع کے رخسار چمکے
طلسمی نقش ہر دیوار چمکے

سر شام نقارہ جمشیدی پر چوب پڑی۔ دنیا دہلنے لگی' جو اسیس لشکر اسلام شہ گردوں پایہ گاہ کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہو کر بعد ثنا خوانی عرض پیرائے اخبار نواخت طبل حرب ہوئے۔ یہاں بھی برابر دستور کے طبل بجاہ صدائے طبل اسکندر نے بالائے ارض وغیرہ میں تہلکہ ڈال دیا۔ بہادر تیاری جدال و قتال کرنے لگے۔ جلادت شعاراں کو تمکین فرہاد وار عاشق نام و ننگ ہو کر جان شیریں فدا کرنے پر مستعد ہوئے۔ اس لیلیٰ شب کے یہ دیوانے تھے۔ جس میں روز جنگ کے افسانے تھے۔ تیغ تیز دشت و جدال میں مجنوں کی طرح رواں دواں ہونے پر تیار۔ سوار سپہر سے نشان خون سودا زدہ الفت شجاعت اشکبار ریزے بصورت آہ عاشق و سرکشی و بلندی پر آمادہ علم بسان وحشیان سر کشادہ صدائے بوق و نفیر سے نالہ فغاں عاشقاں تا پرس جرات کا نشان نگاہ تیرہ معشوق کے مثل آبدار۔ و تند خنجر جانستان بصورت مژگان جاناں' تیروں کے پیکان جانبین میں یکی نقطہ گیرو بند بپا تھا۔ گویا تمام عالم میں ہنگامہ تھا اسی ہنگامہ قیامت خیز میں بہار جو چلی تھی۔ لشکر لقا میں آ کر پہنچی۔ یہاں جو دیکھا تو طبل جنگ بجا ہے اور سامان حرب ہو رہا ہے۔ اس کا قصد تھا کہ لقا اور اس کے ساتھیوں سے بدلہ لوں۔ سحر کر کے سب کو دیوانہ بناؤں' مگر ماجرائے جنگ معلوم کر کے تامل پذیر ہوئی۔ خیال آیا کہ کل میدان میں تمام لشکر لقا کا جمع ہو گا اور اسلام کی فوج بھی سامنے ہو گی۔ اس محبوبہ ضلالت کو اس وقت دیوانہ بنانے کا لطف ہے۔ یہ سمجھ کر ملکہ مذکور لشکر سے واپس ہو کر ایک پہاڑ پر گئی۔ اہتک ایک بار دھوکا گوہر سے کھا چکی تھی بنا پر حفاظت ایسا سحر پڑھا کہ اس پہاڑ

پر مختصر سا ایک گلشن مع حصار بلوریں بن کر تیار ہوا۔ یہ غنچہ نو دمیدہ گلزار رعنائی اپنا دل داغدار لیے' اس میں داخل ہوئی اور لب نہر جواہر کے بنگلے میں بیٹھی۔ سیر گل و لالہ بوستان سحر کرتی جاتی تھی اور یاد معشوق میں آنسو بہاتی تھی۔ بے تابی سے یہ فرد جناب نسیم زبان پر لاتی تھی

سہے جاتے نہیں رنج جدائی
دہائی ہے دہائی ہے دہائی

نہ سمجھے تجھے مبارک باد دے گی
ہمیں اے چرخ تیری کج ادائی

مقرر وہ بھی کوئی جفا دوست
بتائی جس نے رسم آشنائی

نہ پوچھو بے نصیبوں کی شب وصل
حیا ہر دم محافظ پارسائی

وہ بدظن مجھ سے شرم عرض مطلب
بہت مشکل سے اب ہو گی صفائی

نسیم اس درجہ تم کیوں گڑگڑائے
نہ تھی قبضہ میں کچھ ان کے خدائی

یہ فراق دیدہ یار جام الفت سے سرشار' رات بھر اسی باغ پر بہار میں رہی۔ یہاں تک

کہ بہار شب انجم خزاں ہوئی اور گلستان دہر میں نسیم سحر نے گلہائے نرگستان دیدہ عالم شگفتہ فرمائی کہ

کہ شب کا سایہ دامن نہ پایا
سحر نے اور ہی جلوہ دکھایا

اٹھے جنگ آزما سب بہر پیکار
سجے ہر اک نے جنگی تن پہ ہتھیار

چالاک نے خبر ورود لشکر میدان رزم میں معلوم کر کے سمجھ کر پاس میں آ کر امیر نامور سے حال کہا۔ امیر نے اشارہ کیا۔ خادم نے مصلا لپیٹا اور صندوق اسلحہ سامنے آیا۔ خود جناب ہو درزہ حضرت داؤد سے جسم انور آراستہ فرما کر نیچے سراب یل تیغہ صمصاما و قمقام نیزہ سام بن نوح سپر گرشاسپ کمان صالح گرز سام بن نریمان تمام ہتھیار لگا کر مسکن مسجد سے بسان آفتاب تاباں طالع ہو کر خانہ زریں کو پشت اشقر کے شل خورشید منور و روشن فرمایا اور اشقر طرارہ بھر کر آستانے فلک نشان بادشاہ ذی شان پر آ کر ٹھہرا۔ وہاں تمام سردار جمع تھے۔ امیر ٹھہرے۔ بعد لمحہ کے صدائے بسم اللہ بلند ہوئی۔ باہر برآمد ہوتے ہی سرداران تہمتن نے مجرا کیا اور ظل اللہ کے تخت کو گھیر کر میدان قتال کا راستہ لیا۔ جب میدان قتال میں پہنچے' آمد لشا و کہیل سے میدان پر غبار دشت تیرہ و تار ہو گیا۔ آخرالامر زمین ہموار کر کے گرد و غبار پانی سے بٹھا کر صفوں کو آراستہ کیا۔ نقیب نقابت کر کے ہٹے۔ عارض نے گینڈا اپنا بڑھا کر خداوند سے اجازت لی اور آگے بڑھ کر رجز خوانی شروع کی۔

بعد رجز خوانی نہیب دی کہ اے گردن نشان وزیر دستان کون ایسا ہے تم میں جو آ کر میرا نبرد ہوا۔ اگر آئے تو ایک ہی حملہ میں گرد برد ہو۔" سنتے ہی دست چپ سے

مرکب اپنا سرمہ کوہی نے لگا اور شاہ آسمان جاہ سے اجازت خواہ ہوا۔ بادشاہ نے خلعت دے کر سپرد بخدا فرمایا۔ وہ گھوڑا اڑا کر سامنے آیا اور تکاور تن ہوا۔ مرکب دو دو چار قدم پیچھے ہٹ کر بڑھے۔ عارض نے مرکب پیچھے ہٹا کر نیزہ اس کا تاکا اور نیزہ حوالے کیا۔ اس بہادر نے نیزہ کی سنان اپنے سنان پر روکی۔ گھوڑا اور گینڈا چل پھر دکھانے لگے۔ تنگ گرد بندھ گیا۔ جو بند اس نے باندھا تھا۔ اس نے کھول دیا۔ گھوڑا اس کا عرق عرق' گینڈا اس کا پسینے میں غرق تھا۔

جب تمام ہتھیار چل چکے اور نوبت شمشیر آبدار آئی۔ عارض نے تیغ کو انبادہ دونوں ہاتھ سے تھام کر رکابوں میں پاؤں جمائے اور قد راست کر کے خبردار کہہ کر سر پر تیغہ لگایا۔ زبان پر ایک بار یا خداوند لقا آیا۔ سرمہ نے تیغہ سر پر آتے دیکھ کر گھوڑا اڑایا کہ زیر بغل اس کے جاؤں اور بند دست پر ہاتھ ڈال دوں۔ گھوڑے نے طرارہ بھرتے وقت سکندری کھائی۔ اس نے باگ کھینچ کر اس کو روکا۔ اس اثنا میں تلوار اس کی پڑی۔ اس بہادر نے عجلت میں سپر سامنے کر دی۔ لیکن تلوار اس کی سپر کو کاٹ کرتا دو ابرو اتری۔ خون بہہ کر منہ پر آیا۔ داستانہ مانا کہ تلوار تو لگی مگر داستانے قلم ہوئے اور کلائیاں مجروح ہو گئیں مگر اس بہادر کا ہرنے پر زین کے جا لگا۔ اس نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تھا کہ فولاد کوہی لشکر اسلام سے دوڑ پڑا اور بیچ میں آ گیا اور اس بہادر سے کہا: "تلوار کا کام کاٹنا ہے۔ جس کا ہاتھ پورا پڑا اس نے کام لیا ہے اے سرمہ تم سرخرو ہو چکے۔ اب پھر جاؤ تم واقعی داد شجاعت دے چکے۔"

یہ کہہ کر اس کو پھیرا اور جانب حریف مخاطب ہوا تھا کہ اس نے وہی تیغ خون چکاں بل بل کر کے اس کے سر پر بھی لگائی کہ لے تیغ تم بے دغل کے خون کی لذت پا چکی ہے۔ فولاد نے بھی الجھا دے سے ہاتھ نکال ڈھال چہرہ پر پناہ لی' لیکن وہ تیغ کب رکتی ہے۔ گردہ سپر کاٹ کر کاسہ سر میں در آئی۔ اس نے تلوار کو سر سے جدا کر کے شدہ تحت الحنک سے زخم سر باندھا' مگر زخم ایسا کاری لگا تھا کہ غش طاری ہوا۔ لشکر اسلام سے ڈمر کوہی نے گھوڑا اڑا کر اس کو بھی پیچھے ہٹایا اور اس کے

مقابل آیا۔ اس نے بھی سنبھلنے نہ دیا اور وہی تیغہ بقوت تمام کمر کو تلا کر سر پر مارا کہ یہ بھی زخمی ہوا۔ اور آفت کو ہی لشکر اسلام سے آ پڑا۔ فرداً کہاں تک بیان کیا جائے خوف طوالت داستان مانع ہے۔ دس کو ہی اس کے ہاتھ سے زخم نصیب ہوئے اور پھر اس نے نعرہ ہل من مبارز بلند کیا۔ اس وقت دست راست کے علم جلوہ گری پر آئے اور شہزادہ تورج بن بدیع صف سے نکلے۔ بادشاہ سے خلعت رخصت پا کر جانب میدان بڑھے۔ اس وقت شہزادہ موصوف کے جمال جہاں پر ترک فلک قربان تھا۔ دیدہ مہر سے بحسرت نگران تھا۔

جب قریب عارض پہنچے اس کی تو وہ چوٹ منجگئی تھی۔ فوراً شمشیر حوالہ فرق مبارک شہزادہ ذی توقیر کی' یہ فرزنان امیر میں سے ہیں۔ ہمہ تن چشم بن کر لڑتے ہیں تلوار اس کی ذرا سی باگ پھیرنے میں خالی دی اور جب وہ جھونک کھا کر سنبھلا تو دیکھا کہ شہزادہ قدم بھر تلوار کی زد سے ہٹ گیا تھا۔ بغصہ تمام تر چاہتا تھا کہ دوسرا ہاتھ مارے لیکن زبردست کب مہلت دیتا ہے۔ شہزادے نے تیغہ کھینچا اور نعرہ اللہ اکبر کیا اور مرکب دبنے پر چڑھا کر ہاتھ مارا عارض سمجھا کہ یہ تیغ تیز خانہ جسم سے روح کو گریز کرا دے گی۔ نقش ہستی مٹا دے گی یہ سمجھ کر قبل کر گردن پر کھسک گیا اور سپر کو سامنے کر دیا۔ تلوار نے شہزادے کی سپر کو کاٹ کر حریف کو نہ پایا تو گینڈے کا سر قلم کیا اور زمین پر آ کر بوسہ دیا عارض و گینڈا دونوں تہہ و بالا ہوئے۔ حق گرد گھوڑے کی ٹاپ بھر سے ایسا بلند تھا کہ ہمراہیاں عارض اپنے افسر کو گرد میں دیکھ کر سمجھے' شاید دو ٹکڑے ہو کر گرا ہے یہ سمجھ کر لینا لینا کہہ کر چلے۔ اس طرف سے اہل اسلام بڑھے دو دیانے لشکر جوش زن ہوئے تھے۔ غول بڑھ کر گروہ گروہ چلے تھے۔ تلواروں کے پرے کھلے تھے۔ قبضوں میں ہاتھ چڑے تھے کہ بختیارک سمجھا ایک کو ہی کے بھروسے پر حمزہ سے لڑنا مفت بھاگنا پڑے گا۔ اسباب و لشکر سب تباہ ہو جائے گا یہ سمجھ کر حکم نواخت طبل بازگشت دے دیا۔ ہر چند عارض پکارا: "ارے کیا کرتے

ہو۔ میں زندہ ہوں۔ مرکب اور لاؤ کہ لڑائی فتح کروں اور داد مردانگی دوں۔ مگر کسی نے کہنا نہ سنا۔ طبل امان لشکر میں بج گیا۔ امیر و بادشاہ تو برج پر سے زر نثار کرتے پھرے۔ ادھر عارض پر سے لقا گوہر نچھاور کرواتا واپس ہوا۔

ہنوز دونوں لشکر مقام فرودگاہ پر نہ پہنچے تھے کہ ایک ابر تاریک پہاڑوں سے پیدا ہو کر لشکر لقا پر محیط ہوا اور ہوا ایسی ٹھنڈی چلی کہ تمام لشکر مست ہو کر جھومنے لگا۔ یہ ابر سحر ملکہ بہار کا ہے کہ رات سے آمادہ جنگ تھی۔ اس وقت جب بہادر لڑ چکے تو اس نے جنگ آغاز کی۔ ہر چند کہ بڑی دیر سے پہاڑ پر کھڑی تھی مگر بادشاہ اسلام کے حسن کا نظارہ کر کے محو حیرت بنی تھی۔ انشاء اللہ حال ملاقات عاشق و معشوق آگے بیان ہو گا۔ اس وقت بیان عاشق مطلب خبط کرے گا۔ فی الجملہ جب بادشاہ مراجعت فرما ہوئے اس کو بھی ہوش آیا اور سحر کیا کہ ابر نے ظاہر ہو کر لشکر کو مست بنایا۔ اس ابر میں سے ایک ایسی چمک ہوئی کہ آنکھ ہر ایک کی دم بھر کے لیے بند ہو گئی۔ پھر جو دیکھا تو دشت کا اور ہی عالم پایا کہ جابجا ساون پھولی ہے۔ عروس دشت کی سرخ اوڑھنی ہے اور ابر بہار پر سر لالہ نار چھایا ہے۔ اودے دوپٹے میں جیسے پچھے کی تیلی ہے۔ ہوا سرد غنچہ دل شگفتہ کرتی ہے اور جہاں دیکھیے طائران خوش نوا زمزمہ سرا ہیں۔ بہار کے مدح سرا ہیں۔ استاد ازل نے سبق بوستان کا ہر ایک کو پڑھایا ہے کہ طوطیاں زمردیں بال کو باب پنجم گلستان یاد آیا ہے۔ دمبدم وہ بہار ترقی پذیر ہے۔ ہوا سبزے کی شیر ہے۔ کہیں گلگون نے خاطر گلزار بہشت میں رشک کی آگ بھڑکائی ہے کہیں لالہ نے جام شراب کی کیفیت دکھائی ہے۔ کہیں سوسن کی اوداہٹ سحاب بہار کو شرماتی ہے کہیں سنبل زلف دلدار کو پریشان بناتی ہے۔ پیچ و تاب میں لاتی ہے۔ چمن چمن' خیاباں نرگس و یاسمن تیار ہیں۔ سراسر رنگین و پر بہار باغ عالم میں ایسا گلستان رنگین۔ خواب میں بھی کسی نے نہ دیکھا تھا۔ یہ نقشہ تھا۔

نظر مصروف تھی ہر یک گل پر
عجب جوبن پہ تھے سب غنچہ تر

کوئی گل تھا بہ شکل جام لبریز
کہیں پتے تھے یا شبنم گہر ریز

کسی کا رنگ مثل عارض جاناں
کوئی نازک بدن کچھ دم کا مہماں

کوئی مصروف خنداں صورت یار
کوئی مانند عاشق سینہ افگار

نوا سنجی میں طاؤسان خوشرنگ
تلذذ بخش کشور خاطر تنگ

ترنم ریز مرغان خوش الحان
کہیں فریاد بلبل مرثیہ خوان

اس بہار جانفزا کو دیکھتے ہی ہر ایک لشکری نے ہتھیار پھینک دیئے اور افسران لشکر فرش بچھا کر بیٹھے بجائے آلات حرب ستار اور بانسری اور ڈفلی چنگ وائی دف ہاتھ میں لیا اور تعریف شراب میں اشعار زبان پر جاری کئے۔ ان پر یہ کیفیت طاری ہے کہ بختیارک و سلیمان و حسام و عفر و عارض و منصور قلقل کھڑے ہو کر ناچنے لگے۔

لقا بھی پکارا: "اے بندگان قدرت! میرا بھی جی چاہتا ہے کہ آج از سر تا پا ننگا ہوں اور تم سب کو برہنہ کر کے ناچوں۔" یہ کہہ کر وہیں اپنا تار پھینک سب نے اپنا

جسم برہنہ کیا اور اس میدان میں اچھلنے لگے۔ اب وہ ہولی کی ایسی کیفیت تھی کہ جوتیاں اچھلنے لگیں۔ کیچڑ ہر ایک نے منہ پر ملی۔ مٹکانے اٹھ آئے۔ شراب کے دور چلنے لگے۔ اس حالت بیخودی میں کبھی اپنے سر پر جوتیاں لگاتے اور کبھی ساقی سے مخاطب ہو کر زبان پر لاتے

مے گلرنگ سے اب زندگی ہے
ارم ہے وہ جہاں دل کی خوشی ہے

لب شیشہ سے ہر ساعت بغل گرم
بھلا وہ کام کب آئے جہاں شرم

بہار فصل گل ساقی پھر آئی
دل توبہ گزیں نے منہ کی کھائی

لگا دے سبو تا لب سے ساغر
کروں احسان نیا پیر مغاں پر

بنے تسبیح اب موج مے ناب
کروں شیشوں کو جائے سجدہ آداب

اٹھا کر رکھ دیا ایماں سر طاق
کہ خوش ہو شیخ یا گزرے اسے شاق

جب تمام لشکر اس عالم میں جدا ہوا۔ وہاں نیا لطف پیدا ہوا۔ یعنی اس گھٹا میں سے پھر

ایک چمک ہوئی کہ سب کی آنکھ جھپک گئی۔ پھر جو آنکھ کھلی دیکھا کہ بیچ چمن ستان میں ایک میخانہ سجا ہے۔ نشاط آگیں و سرور افزا ہے نیا جوبن اور طرفہ تماشا ہے کہ

جو حاضر تھیں پرستاران گلفام
دھرے بھر کر انھوں نے شیشہ و جام

بھری اس میں شراب ارغوانی
حیا سے زعفراں کا رنگ پانی

عجب شیشے سے نکلا پھوٹ کر رنگ
بھرا پیر مغاں نے لوٹ کر رنگ

چنی کشتی میں گلدستوں کی صورت
مصفا وہ نہ تھی جس میں کدورت

ہر اک ساغر پہ کندہ نام جمشید
فدا ہر جام پہ تھا جام جمشید

چوکا تختوں کا بچھا تھا۔ کشتیاں رکھی تھیں گلبیاں چنی تھیں۔ مسند پر ایک ساکن مثالی ادا، نشہ شراب میں چور کیف حسن آنکھوں میں بھرا، چھاتیوں سے بدن ٹپکتا، لب نازک سے بادہ احمر کے رنگ کا نقشہ صراحی دار گردن میں پان کی پیک نمایاں یا شیشے میں لبریز شراب ارغوان آنکھیں خم خانہ حسن آبرو محراب میخانہ حسن رخسار سرخ بادہ جمالی سے گلنار دست و پا نہایت قلعہ دار بموجب ابیات

قمر صورت سراپا حور چہرہ
ضیا میں تھا وہ رشک نور چہرہ

رقم ہو ابروؤں کی کس سے تفسیر
ورق پر نور کے مصرعہ ہے تحریر

صفت کیا شاعران آنکھوں کی لکھے
کہ وہ آہو تھے وہ دشت ختن کے

وہ بینی تھی چراغ حسن کی لو
فدا اس پہ الف اعجاز کے سو

لب گلرنگ نازک برگ گل سے
نہ دانتوں کو وہ شہوار پہنچے

سراپا جسم سے پیدا نزاکت
بلا کا قد بالا تھا قیامت

بھرا ہر اک سخن میں اس کے اعجاز
اٹھائے اس نے معشوقانہ انداز

اس معشوقہ کی آرائش دیکھ کر جتنے دیوانے تھے ناچتے ہوئے چلے اور منت کش اس ساقن کے ہوئے

میں صدقے اے میرے ساقی کدھر ہے
کسی بیتاب کی بھی کچھ خبر ہے

کہاں تک آبرو کا پاس ساقی
کہ سب خط ہے بہار عمر باقی

پلا ساغر ملا منہ سے سبو کو
ذرا خوش کر ہماری آرزو کو

مزا رکھتا نہیں بے کیف جینا
تمنا ہے کہ برسے ابر مینا

ہر اک قطرہ لہو بن بن کے ٹپکے
مرے دامن سے مے چھن چھن کے ٹپکے

جدائی تجھ کو بھی بھائی ہے ساقی
جو مے ہم تک نہیں آئی ہے ساقی

سنبھل تو بھی کہ بکھرا دل ہمارا
اشارہ کر رہا ہے یوں اشارا

انڈیلیں آج آغوش سبو میں
بلا سے فرق آئے آبرو میں

اسی طرح بکتے ہوئے قریب اس مے خانے کے پہنچے۔ اس ساقن نے افریطوں کو اپنے

دست نازک و رنگین سے ایک ایک جام بھر کر دیا اور باقی ماندہ لشکریوں کو کنیزوں کو شراب پلانا شروع کیا۔ مگر میخواروں کی "لاؤ لاؤ" سے گھبرا کر خمہائے شراب سامنے رکھ دیں کہ انھوں نے آپ پینا آغاز کی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ لشکر میں جو قوم رذیل سے بھرتی تھے وہ تو نعرا اٹھانے لگے اور جھنڈا اٹھانے لگے۔ ارے ہاں میاں کا شور مچانے لگے کوئی جو نسل جلیل کے تھے وہ غزل و اشعار عمدہ گاتے تھے۔ باہم دھول دھپا ہوتی بیزار تھے۔ ہو حق کرتے تھپڑیاں اور دف بجاتے گالیاں گاتے لنترانیاں اٹھاتے تھے۔ یہ تان پر لاتے

ساقن کھول دے اپنا گھونگھٹ
بجلی پہ ہیں یاروں کی جم گھٹ

تیری ادا کے ہم دیوانے
شمع رخ کے ہیں پروانے

پیاری ساقن جانی ساقن
اللہ رکھے تیرا جوبن

جام پلا دے جام پلا دے
آج ہمیں متوالا بنا دے

گانٹھ گرہ میں نہیں کوڑی
صدقے تجھ پہ اپنا ہے جی

دل میں یہی ہے تجھ سے لپٹیں

تیرے ہونٹ کو خوب سا چوسیں

غم میں مے کے دل ہے ڈوبا
من کے پیا سے ماریں غوطہ

ساقن ہم ہیں گلے کا ہار
غوطہ مارا پہنچے پار

لت پت ہو گئیں اچھلے کیچڑ
سر ہو نیچے ٹانگیں اوپر

دختر رز کے گائیں سہاگ
اپنی ڈفلی اپنا راگ

آئی بہار کھلے ہیں پھول
ساقن کیوں گئی ہم کو بھول

پہلے لٹا کے ہم تجھے بھرے
اب تو کرم کر ہم پہ چھے

اپنا کیا ہے سب بھر پایا
جب سے دل ہے تجھ پہ آیا

اسی طرح مزخرفات جیسا میں نے بہر تفریح طبع ناظرین بیان کیا، بکتے بکتے بختیارک

نے کہا: "آج سوانگ بننا چاہیے۔" افسران لشکر نے جواب دیا: "سوانگ بن کر کے دکھائیں۔" اس ساقن نے حکم کیا: "اول تو ہم دیکھنے والے ہیں اور دوسرے حمزہ اور بادشاہ اسلام وہاں سب افسر تمہارے قدر دان ہیں۔ وہاں جاؤ۔" یہ کہتا تھا کہ سب لقا کے لپٹ گئے۔ وہ پہلے ہی ننگا اچھل رہا تھا۔ پکارا: "اے میرے بندوں کیا چاہتے ہو۔" کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن سیاہی لا کر منہ اس کا کالا آدھا کیا اور نصف سرخ رنگ۔ وہ مسخرا بنا گیا۔ اب عجیب صورت اس خناس نے پیدا کی۔ ایک تو قد اس کا بہت بڑا کئی سو انچ کا تھا۔ تیس گز کی ڈاڑھی تھی۔ اس پر یہ صورت ہوئی کہ جھانکا کر سر پر اٹھا دیا۔ ڈھولک گلے میں ڈالی بالکل دجال بنایا کہ

بنائے صاف ڈاڑھی مونچھ کے بال
ہوا ناپاک صورت کا عجب حال

لگایا ابروں پر اس کے سیندور
سیہ دیدے کئے کاجل سے پر نور

کیا صرف اس میں کچھ کھلے کا بھی رنگ
مگر وہ زرد رو دل میں ہوا تنگ

پہنائی سب زنانی اس کو پوشاک
بنا شکل مخنث مرد ناپاک

کیے کانٹے تماشے اور نئے کھیل
دکھائے رنگ اچھے اور نئے کھیل

یہاں تک ان سبھوں نے اس کو مل کر
بنایا مسخرا بالکل وہاں پر

کسی نے ناک کو کھینچا پکڑ کر
کسی کا ہاتھ تھا کانوں کے اوپر

جب اس الو کو انھوں نے یہاں شکل درست کیا۔ بختیارک کو پکڑ کر مثل چارپایہ ہاتھوں کے بل استادہ کیا اور کھال گدھے کی اڑھائی۔ گلے میں گھنگرو ڈالے پٹہ پہنایا۔ اس وقت اس سارق نے کہا: "اس کے دم بھی بنانا چاہیے۔" اس نے کہا: "یہ خربے دم ہے۔" مگر ایک شخص نے چھڑی لا کر ڈنڈی اس کی مقام براز میں کر کے دم بنائی۔ لقا کو اس کی پشت پر سوار کیا اور آپ اس گدھے کو لیے کچھ آگے کچھ پیچھے تالیاں بجاتے سرخداوند پر جوتیاں لگاتے، جھاڑو بجائے چنور کے، سر پر جھلتے جانب لشکر اسلام چلے۔ جب قریب لشکر مذکور پہنچے۔ یہاں ایک غلغلہ ہوا۔ کس لیے کہ یہاں کے آدمی سب ہوش میں تھے۔ جس نے اس سوانگ کو دیکھا ہنستا ہوا ساتھ چلا۔ لشکریوں کے لڑکے جو باخبر ہوئے۔ تالیاں بجاتے پیچھے دوڑے۔ کسی نے اچک کر دھول ماری۔ ایک لڑکا ظریف تھا۔ اس نے کتے کا پلا پکڑ کر لقا کے آگے بٹھا دیا۔ کہ حرامزادے اپنے سگے کو بھول گیا تھا۔ اب تو تمام لشکر میں قہقہے مچے اور لپا لپا ہنگامہ مچا۔ لڑکوں کا غل کرنا، ڈھولوں کا بجنا، دھتا ہے، کا شور۔ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی۔

بادشاہ اسلام رزم گاہ سے اٹھ کر بارگاہ میں تشریف فرما تھے۔ امیر بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ غل ہوا۔ جلد سراپچے بارگاہ کے اٹھوا دیئے۔ یہ سامان جو مذکور ہوا نظر آیا۔ سردار رومال منہ پر رکھ کر ہنسنے لگے۔ بادشاہ نے لاحول پڑھی۔ امیر نے دیکھ کر اشک حسرت بہائے اور اٹھ کر باہر آئے۔ بارگاہ سلیمانی میں دہام عام تھا۔ ہر کہ و مہ اس کو دیکھ کر ہنستا اور معتوب درگاہ سلطانی ہوتا۔ بدیں وجہ باہر آ کر امیر نے لقا کو پشت بختیارک

پر سے اتروایا اور اسم اعظم پڑھ کر دم کیا کہ اس کو ہوش آ گیا۔ پھر بختیارک اور اس کے سرداروں کو ہوشیار کر کے ایک خیمہ میں الگ لائے۔ ہاتھ منہ دھلوایا۔ کپڑے عمدہ پہنائے۔

بادشاہ نے عرض کیا: "حضور بھی تشریف لے چلیں اور لقا سے ملیں۔" اے بادشاہ عالی جاہ! شاہان روزگار اپنے مقام پر جب یہ ذکر سنیں گے۔ تو قہقہہ لگائیں گے کہ بادشاہ اسلامیان اتنے زمانے تک ایسے واہی اور مسخرے سے لڑ کر اوقات اپنی ضائع کرتے رہے۔ جو سامنے ناچتا ہوا آتا ہے۔ انسان کو چاہیے کہ جو لائق خطاب ہو۔ اس سے سوال و جواب کرے اور جو اپنا ہمسر ہے۔ اس سے لڑے یا دوستی کرے اور جو اس قابل نہ ہو اس سے مخاطب بھی نہ ہو۔ مثل ہے کہ شریف کی اور پاجی کی ایک برابر ہے۔ پاجی کی گالی سن کر شریف طرح دیتے ہیں۔ اے بادشاہ یہ وہ شخص کے بشیر دو ہزار عالم ملک باختر اس کو سجدہ کرتا ہے اور زمانہ اب تک خدائی مانتا تھا۔ اس سے مقابلہ کرنے میں دنیا میں ناموری اور عقبیٰ میں بہجت کفار کشی سرخروئی ملازمان عالی کو حاصل ہے۔ پس ذلت اس کو بزور شمشیر میدان دار و گیر میں دینا لازم ہے اور اس طرح کی ذلت پر اس کے ہنسنا اور خوش ہونا مناسب نہیں۔ کس لیے کہ باعث تحقیر ذات ستودہ صفات جناب والا ہے۔"

بادشاہ نصیحت بزرگانہ امیر سن کر مع چند سرداراں کے اسی خیمہ میں' جہاں لقا تھا۔ تشریف فرما ہوئے اور اس کی مزاج پرسی فرمائی اور اس کمبخت نے کہا: "اے بندگان قدرت میں بہت اچھا ہوں۔" بادشاہ کو اس کا بندہ قدرت کہنا برا معلوم ہوا' مگر ہنس کر "کلام دیوانان لائق اعتناء نیست" فرما کر چپ ہو رہے۔ وہاں تو یہ حال تھا اور باہر خیمہ کے لشکریان لقا سحر میں مبتلا وہی ہائے ہوئے مستانہ کر رہے تھے۔ امیر نے لقا سے پوچھا: "یہ حال تیرا اور تیرے لشکر کا کیا ہوا۔" اس نے کہا: "قدرت جانتے ہیں مگر بتلائیں گے نہیں۔ میرے شیطان سے پوچھو۔" امیر مخاطب بجانب بختیارک ہوئے۔ وہ اٹھا اور گرد بادشاہ اسلام پھرا۔ تصدق ہو کر کلمہ پڑھا کہ میں مدت سے مسلمان ہوں۔ یہ کہتا

تھا اور عیار جو یہاں حاضر تھے ان کی جانب دیکھتا جاتا تھا۔ غرضیکہ بعد مضحکات بسیار عرض پیرا ہوا کہ بہار جادو نام ایک ساحرہ گرفتار ہو کر آئی تھی اور چالاک نے اسی طرح چھڑایا۔ وہ پنجہ میں داب کر مرشد زادے کو لے گئی تھی' ظاہر اس کا فتور معلوم دیتا ہے کیونکہ وہ پہلے بھی ایسا کر چکی ہے۔" امیر نے اس ماجرے کو سن کر چالاک سے فرمایا: "تم باغ سحر کے پاس جاؤ اور پکار کر کہو: "اے بہار تم نے یہ حرکت بہت بری کی' ہماری بدنامی ہوئی کہ لشکر اسلام ساحروں سے امداد کو چاہا ہے۔ ہم لوگ ساحر کو ساحر سے لڑواتے ہیں اور غیر ساحر حریف کو ساحر سے ذلت نہیں دلواتے۔ اگر یہ کہو کہ طلسم میں ہم شریک عمرو ہو کر لڑتے ہیں۔ پس ظاہر ہے کہ حریف تمھارے وہاں ساحر ہیں۔ ہم لوگ دیو پری جن ساحر کسی کی مدد نہیں چاہتے۔ ہاں سحر سے بچنے کے لیے صرف عیار مکاری کرتے ہیں۔ ورنہ ہم نسبت پہلوان عیاری بھی جائز نہیں رکھتے لیکن تم کیا کرو۔ رسم زمانہ یہی ہے کہ جو شخص جس کا دوست ہوتا ہے' وہ عدوئے احباب کا بن جاتا ہے۔ تم نے ہماری دوستی کے باعث ایسا کچھ کیا۔ کس لیے کہ ہمارے آئین سے واقفیت تم کو نہ تھی۔ لہٰذا ہم ناراض تم سے نہیں ہیں۔ اب سحر اپنا موقوف کرو اور یہاں تشریف فرما ہو۔"

چالاک بنا پر ارشاد فیض بنیاد امیر کشور گیر جانب ملکہ با توقیر روانہ ہوا اور قریب باغ سحر پہنچ کر با آواز بلند پیام امیر ارجمند بیان کیا۔ بہار ہر چند کہ نہ تھی۔ نہانی چالاک کے پیام امیر سن کر ظاہر ہوئی اور آئین اہل اسلام پر آفرین خوان تھی کہ سبحان اللہ سب جلالت مزاج صاحبقرانی میں ہے۔ واقعی انصاف یہی چاہتا ہے۔ کوئی اور اگر ہوتا تو ذلت دشمن پر خندہ زنی کرتا' مگر امیر نے اس کو بھی جائز نہ رکھا۔ غرض یہ کہ با صد توصیف آنے کی نسبت میں کہا: "اے چالاک میری جانب سے بعد تسلیم' عذر تقصیر کرنا اور پھر کہنا: "تم جاؤ۔ میں سحر اپنا دفع کر کے حاضر ہوتی ہوں۔" چالاک وہاں سے پھر آیا اور اس نیرنگ باز نے رد سحر پڑھا۔ دفعۃً ایک ابر سرخ رنگ علاوہ اس سحاب سیاہ کے

پیدا ہو کر محیط عالم ہوا اور سرخ رنگ پانی برسنے لگا۔ وہ باغ اور وہ ساقی وہ مکانات کنیزیں، وغیرہ بالکل نابود ہو گئیں اور وہ پانی لقا کے لشکر پر جو پڑا، وہ بیہوش ہو گئے۔ پھر جو ہوش آیا۔ اپنے تئیں آپ میں پایا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: "کیوں بھائی، یہ کیا آپ بھی برہنہ ہوئے اور اپنے خداوند کو نچایا۔ یہ بے ادبی نسبت شان خداوندی چاہیے نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مشیت خداوندی یوں ہی تھی۔" یہ کہتے ہوئے اپنے لشکر کی طرف بھاگے۔ نہایت شرمندہ تھے۔ پھر تبدیل صورت کی۔ لباس پہنا بعض تو نادم و پشیمان اپنی جگہ پر ٹھہرے کہ کیا کسی کو منہ دکھائیں اور بعض لشکر اسلام بہ ہمراہی خداوند آئے۔ خیمہ کے سراچے اٹھے تھے۔ سب نے دیکھا کہ لقا قریب تخت شاہی بہ عزت بیٹھا ہے۔ لباس سے درست ہوشیار و چست ہے۔ یہ دیکھ کر خوشنود ہوئے۔

ادھر امیر نے ساقی مہ لقا کو اشارہ کیا۔ اس نے جام شراب لقا کو دیا۔ سردار بھی اس کے سرشار ہوئے۔ امیر نے بعد خاطر داری زبان گہر ریز کو وا کیا اور نصیحتانہ ارشاد فرمایا: "اے زمرد شاہ تجھ کو سلطنت کیا کم ہے جو تو دعوٰی الوہیت کرتا ہے۔ دشت ضلالت میں قدم دھرتا ہے۔ اگر تو اسلام اختیار کرے تو جس قدر ممالک کہ میں نے فتح کئے ہیں سب تجھے دوں اور تیرے پایہ تخت کو اپنے دوش پر اٹھا کر چلوں۔" یہ کلمات چو سن کر اس کو تو بختیارک نے سکھا رکھا ہے کہ جب امیر سوال کریں کہنا کہ "بزور نبرد اگر گرفتار ہوں گا، تو آپ کی اطاعت کروں گا۔ اس نے حسب فہمائش یہی کہا۔ امیر نے استغفر اللہ کہہ کر فرمایا: "تو ہرگز راہ راست پر نہ آئے گا۔" یہ کہہ کر خاموش ہو رہے۔ اور وہ بدمست خمخانہ بے ایمانی شراب وغیرہ پی کر شاہ اسلام سے رخصت ہو کر اپنی بارگاہ پر آیا۔

مگر عارض گوئی کا اس حال کے گزرنے سے قلب پھر گیا۔ امیر کے خلق و مروت پر ہزاروں جان سے شیفتہ و فریفتہ ہوا یقین واثق اس کو ہوا کہ لقا مرتد حرامزادہ بالکل جھوٹا ہے۔ بندگان خلق کو گمراہ و برباد کرتا ہے۔ غرضیکہ یہ لشکر میں جب آیا۔ اپنی بارگاہ میں گیا اور اپنی فوج کے افسر کو بلایا اور کہا: "میں نے تو دین اسلام قبول کیا۔

کس لیے کہ یہ کیسا خداوند تھا جو ایک ساحرہ کا کچھ نہ کر سکا اور یہاں ہیبت لشکر اسلام میں پھر ان کی نوازش دیکھو کہ کیا ہمت مردانہ صرف کی کہ بس اطاعت انہیں کی کرنا روا ہے اور افسری انہیں کے لیے زیبا ہے۔ افسران لشکر یہ ماجرا سن کر اس کے ساتھ ہوئے۔ اس نے مال و اسباب اپنا مع لشکر و خیمہ و بارگاہ ہمراہ لیا اور طبل سفر بجوایا کہ بھاگنا ثابت نہ ہو۔ چنانچہ اظہار اسلام سب سے کرتا لشکر اسلام کی طرف روانہ ہوا۔

ہرکارے یہ خبر لے کر روبروئے لقا آئے۔ وہ سر تخت نکہت پر بیٹھا تقریریں بگھار رہا تھا کہ "بندگان من" تم نے دیکھا کہ حمزہ کا قلب میں نے اپنی جانب کیسا پھیر لیا۔ وہ دشمن کہیں بقدر پیش آتا ہے۔ جب چاہوں اس سے سجدہ کرا لوں۔ اس لیے تمہیں سجدہ کراتا ہوں کہ وہ میرا سپہ سالار قدرت ہے۔ جو بندے کہ دل سے مجھ نہیں یاد کرتے ان کو قتل کرتا ہے اور تہ خانے میں اتر کر نصف شب کو توبہ کرتا ہے۔ مجھے پکارتا ہے۔ میں اس کو عزت روز افزوں عطا کرتا ہوں۔ تم لوگ دم بھر میں میرے حکم سے پھرتے ہوئے گئے۔ پھر راہ راست پر آ گئے۔ یہ سب میری قدرت کا ادنیٰ نمونہ ہے۔

میری قدرت کے سب ہیں کھیل نایاب
اگر چاہوں تو میں آتش کر دوں آب

بد اعتقادا باتوں کو سن کر وجد کر رہے تھے۔ اور ثناؤ صفت میں معروف تھے کہ ہرکاروں نے خبر روانگی عارض دی۔ اس نے چاہا تھا کہ فوج کے روکنے کا حکم دے۔ لیکن بختیارک مانع ہوا کہ "ابھی ایک ہنگامہ سے نجات ملے دیر نہیں ہوئی۔ اہل اسلام چڑھ آئیں گے۔ آفت لائیں گے۔" لقا اس کے کہنے سے چپ ہو رہا اور عارض جب قریب لشکر اسلام پہنچا۔ جاسوس نے خبر خدمت بادشاہ میں اس کے آنے کی دی۔ بادشاہ نے سردار بہر استقبال بھیجے کہ وہ بعزت تمام اس کو لے گئے۔ جب وہ بادشاہ کے سامنے

زباں سوکھی جاتی ہے وقت کلام

ادھر دختر رز کی حرکت بڑھی
ادھر پارسائی کی شہرت بڑھی

مجھے گو کہ زاہد نے بہکایا تھا
شریعت کے ڈھرے پہ کچھ لایا تھا

کرم آ گیا کام ساقی ترا
کہ اس نیند میں 'حال' ہے یہ مرا

سحر کو جو ہوتا ہوں تسبیح خواں
صبوحی صبوحی ہے ورد زباں

بس اے ساقی مدہوش پہ اب رحم کر
گلابی کا منہ کھول، ساغر کو بھر

چھلکتا ہوا جام جلدی سے لا
دکھا دختر رز کا جلوہ دکھا

تمنا اشارے یہ ہے کر رہی
وہ مینا دھری ہے وہ مینا دھری

وہ دے مے کہ اس دل کا ہو نیند دور
وہ مے جس سے آنکھوں میں آئے سرور

وہ مے نام جس کا ہے بنت العنب
جسے لال رخسار کہتے ہیں سب

لقب اس کا اک دخت قاضی بھی ہے
دل رند اسی مے سے راضی بھی ہے

وہ مے لال پردے میں جو رہتی ہے
جسے دخت رز خلق سب کہتی ہے

صفا میں جو ہے گہر سے آب دار
وہ مے جس پہ [illegible] کروں نثار

وہ مے جس پہ قربان رندوں کا دل
نہ پینے سے جس کے ہے تائب خجل

اگر ایک جام اس کا مجھ کو ملے
تمنا مری دے دعائیں تجھے

دل رند بد مست جب تک رہے
ہوس جب تلک لاؤ لاؤ کے

کھلے شوق میں ہوں جب تک دہن
فلک پہ ستاروں کی ہے انجمن

رہے جب تلک مہر گردش پذیر

رہے جب تلک دور گردوں بپا

قمر میں ہے جب تک کہ جلوہ گری
ضیا بخش ہے آفتابی بھری

مرے ساقیا دور تیرا رہے
دل رند پر زور تیرا رہے

رہیں مے سے لبریز ساغر مدام
ہمیں مے ملا کر سبو اور جام

یہی جلسہ بادہ خواراں رہے
پئے مے تقاضائے یاراں رہے

ہمیشہ یہ مے خانہ آباد ہو
دل رند کے شان سدا شاد ہو

بس اب دیر لازم نہیں ساقیا
میں صدقے ترے جلد ساغر اٹھا

ہے جب تک کیف سخن میں سرور
تخیل فکر میں نشے کا وفور

وہ دھانی جو بوتل ہے اس میں سے لا
زمرد کا ہے کاک جس میں لگا

دکھاؤں بہار ریاض سخن
وہ سرسبز ہو آج میرا سخن

لکھوں اک نئی داستان پر بہار
بہار آج آئی ہے جوئے یار

ہوا خار غم ہجر کا دل سے دور
ہیں بلبل و گل کو ہو گا سرور

کٹورے میں دے پھول کے مجھ کو پھول
کہ باغ سخن میں کھلیں میرے پھول

دکھاوے بس اب جلوہ رنگیں بیاں
بہار گلستان طبع رواں

گلدستہ طرازان گلہائے بوستان و بہار افزاں انجمن کاشانہ بیان نزہت و چمن گلن۔ باغ کلام و حدیقہ بیان ریاض سخن فرخندہ فرجام مضمون ابدار سے آبیاری گلشن فسانہ یوں فرماتے ہیں۔ اور بہار تحریر رنگین کو نگاہ چمن ستان ناظرین میں اس طرح مہمان بلاتے ہیں

کہ جب وہ غیرت بخش سبزہ پیام رشک دہر نگاہ میں جس کی شوخی و ادا و قہر معشوقہ طرح دار و گلعذار یعنی ملکہ بہار نوائی چالاک عیار پیام طلب انجمن یار سن کر عازم روانگی ہوئی۔ دل سے کہتی تھی کہ الہی یہ خواب ہے یا بیداری' اپنے حال پر ہنس رہی تھی۔ آرزوئیں مبارک باد دیتی تھیں۔ حسرتیں کہتی تھیں کہ چپ رہو۔ ایسا نہ ہو فلک کو برا معلوم ہو۔ تمنا کہتی تھی کہ آج خوب ارمان نکالو۔ کسی کے گلے کا ہار بنو۔ نہیں

نہیں کرتی جاؤ اور گستاخیاں دکھاؤ چولیاں خوب مسکیں۔ دست و پا پھینکیں ہاتھا پائیاں ہوں۔ جی کھول کر رسوائیاں ہوں۔ عصمت کہتی تھی کہ یہ کیا ارادہ ہے۔ شرم پوچھتی تھی کہ ہم کو کیا رخصت کیا ہے۔ یہ ہوشاک کسی کو کچھ جواب نہ دیتی اس عالم میں تھی

نگاہیں شرم تا کچھ رنگ رونق
سخن میں پاک دامن کی تھی رونق

جبیں سے نقش عصمت آشکارا
سوئے زانو نگاہوں سے نظارا

ادائیں چست نازک آرزوئیں
فقط کچھ اپنے دل میں گفتگوئیں

سوئے افلاک حسرت سے نظارے
جہاں کی بے ثباتی پر اشارے

کہ ہاں افسوس یہ دنیائے فانی
نہیں شایان لطف زندگانی

محبت کیا کرے کوئی کسی سے
بھلا کب زور چل سکتا ہے جی سے

کوئی دم کے لیے کیا لوٹ دامن

چمڑاسے کا مقرر چرخ بدعمل

آخر تقاضائے محبت سے ناچار ہو کر غازہ خرمی سے چہرہ گلگون کو تابناک کیا۔ گلستان عارض میں بہار حسن نے زینت کو مہمان بلایا۔ مسی آلودہ لبیں کے عکس کے آئینہ رخسار میں تختہ سوسن کھلایا۔ لب لعلیں پر لالی نے غنچہ گل احمر کا دل خون کیا۔ لباس دلبری سے آراستہ ہو کر زیور جواہرین سے پیراستہ از سر تاپا جسم انور فرما کر روانہ جانب دولت سرائے جانی ہوئی۔ اس اثنا میں میزبان دہر نے مہمان خورشید جرم کو کاشانہ افلاک کو رخصت فرمایا اور بہر مہمانی شام دسترخوان پر وہ جواہر دوز و ستارہ دار بچھایا۔"

یہ مہمان کاشانہ جانی قدم شوق اٹھائے جب لشکر اسلام کی طرف آئی۔ راستہ ہی میں جنگل کی عجیب صورت پائی۔ دیکھا کہ کوسوں تک آگ سی نظر آتی ہے۔ جب اور آگے بڑھی تو ظاہر ہوا کہ ہزار ہا قندیل ٹنگی ہے۔ گنبد بلور کے اور قمقمے نور کے آویزاں ہیں۔ غیرت بخش ضیا مہر تاباں ہیں۔ فرش مخمل سبز کا بچھا ہے۔ ہر نیا باغ بنا ہے۔ درختوں کو سر تراشی کر کے بادلے سے منڈھا ہے۔ موتیوں کے جال سے ہر نخل چھپا ہے اور نیا تکلف یہ کیا ہے کہ ہر شاخ پر فوارہ لگایا ہے۔ تن درخت پر چاندی سونے کا خول ایسا چڑھایا ہے کہ اس میں فوارے کا خزانہ بنا ہے۔ ہر شجر پر ہزار ہا ہزارے کا فوارہ چھوٹتا ہے۔ پانی برستا نظر آتا ہے۔ درخت سب شرابور ہیں۔ ہوا کے جھونکے سے دلہن کی طرح جھکے جاتے ہیں۔ شرم کھا کر عرق عرق ہیں۔ نیا جوبن دکھاتے ہیں۔ پتوں پر قطرے پانی کے اس طرح چمکتے ہیں کہ شگوفہ نہیں' موتیوں کے گچھے لگے ہیں۔ شاہد باہر سونے میں زر دار موتیوں میں سفید ہے۔ دشت آرائش میں دشت لیلیٰ ہے۔ قابل دید ہے کاغذ کا ابر کاٹ کر کے آتش بازوں نے اڑایا ہے کہ وہ تمام دشت پر چھایا ہے۔ نیچے اس ابر کے فوارے جو درخت پر چھوٹتے ہیں۔ واقعی ساون بھادوں کو شرماتے ہیں۔ پانی کی پھوار دور تک جاتی ہے طبیعت مست ہوتی ہے۔ بھور بھری آتی ہے۔ ملکہ بہار یہ سامان بہار دیکھ کر وجد کناں جب اور آگے بڑھی' دیکھا کہ ایک باغ پر بہار

لگا ہے۔ چمن چمن گل نسرین و نسترین خیاباں خیاباں سمن و یاسمین موتیا موگرا' جوہی وغیرہ کے پھول لگے ہیں۔ شمیم ان کی دماغ باد بہار کو بساتے ہے۔ لطافت و نزاکت اس جا بستر لگائے ہے۔ ملکہ نے چاہا کہ چند پھول توڑے۔ ہاتھ سے چھوا تو معلوم ہوا کہ سب درخت جواہر کے ہیں۔ جیسا جو پھول ہے ویسی ہی خوشبو رکھتا ہے۔ ہر گل کی شاخ پر طائران خوشنوا مثل طوطیان شیریں بیاں و عندلیبان شیوا زبان زمزمہ سرا ہیں۔ سبب یہ ہے کہ بند درختاں میں پریاں جن ہوا بن کر سمائے ہیں۔ طائر کل دار ہیں۔ جب ان کی کل دباتے ہیں وہ نغمہ سنجی کرتے ہیں۔ طائر میں جواہر کے بنے ہیں۔ ملکہ موصوف جب بیچ چمنستان میں پہنچی۔ سب گل اس گلستان کے اس طرح بنے کہ جیسے گلعذار قہقہہ لگاتے ہیں۔

ملکہ حیران کار تھی کہ تنے درخت کے شق ہوئے اور پریوں نے منہ نکالے۔ ملکہ نے دل سے کہا۔ افراسیاب مسخرا اپنے طلسم پر ناز کرتا ہے۔ یہ بادشاہ اسلام ہر روز مسخرا اپنے طلسم پر ناز کرتا ہے۔ یہ بادشاہ اسلام ہر روز طلسم بنا لیتا ہے۔ خدایا یہ کیا اسرار ہے کہ پہلے اس طرح کی آج بہار ہے۔ کل جو میں آئی تھی۔ اس جگہ دشت پر خار تھا۔ نم کو بھی نہ لالہ تار تھا۔ یہ آئینہ وہ تو حیران تھی اور ان پریوں کے چہرے پیدا ہونے کا یہ سبب تھا کہ درخت سب قفل دار ہیں۔ جڑ سب ان کی بیچ میں لگے ہیں کہ کھلنے سے درخت سب شق ہوتے ہیں۔ بیچ میں پریوں کے چہرے کلدار لگے ہیں کہ درخت شق ہونے سے وہ ہنستے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں۔ تم اس گلستان جواہر کا گلدستہ ہمیشہ بہار ہے۔ ملکہ آسمان پری نے امیر کو بارگاہ سلیمانی بخشا ہے۔ ذکر اس کا دفتر اول نوشیرواں نامہ میں لکھا ہے۔ ملکہ بہار اس ساز و سامان کو دیکھ کر دنگ تھی۔ جب اور آگے بڑھی اپنے باغ و بہار کی ساحری بھولی۔ دیکھا کہ ایک بارگاہ فلک فرسا نصب ہے۔ رتبہ اس کا تا بہ اوج فلک پر پہنچا ہے۔ پایہ بارگاہ ہم پایہ چرخ نظر آتا ہے۔ کئی کوس تک اس بارگاہ رفیع کا عرض پھیلا ہے۔ دیوار گاہ سے دور تک ایک بازار آراستہ

ہے۔ ہر طرح کے اسباب عمدہ و نفیس سے آراستہ ہے دکاندار نوجوان کمسن شباب کے دن لباس و زیور سے آراستہ بیع و شراء میں مصروف نگاہ ان کی الفت سے مالوف دو رویہ بازار بیچ میں سڑک قطعہ دار جواہر جابجا انبار سقے گلاب و کیوڑہ مشکوں میں بھرے۔ اس سڑک کو چھڑکاؤ سے رشک دشت ختن و تاتار بناتے' کٹورے کھنکھاتے۔ دکانوں کا انداز نرالا یعنی بارگاہ سے ہر دن کا جدا اور پھر اس میں ملا ہوا آراستہ ہر خیمہ کے رقبہ پر طاؤس زمرد کا جیغہ منقار میں اس کی موتیوں کا مالا اور بارگاہ پر پیادل و چوبدار مردبے حاضر تھے کچھ جلو خانے کے باہر تھے۔

ملکہ جب اس بازار میں پہنچی۔ یکایک تمام دکاندار غائب ہو گئے۔ یہ حیران ہوئی کہ سب کیا ہوئے۔ اسی حیرت میں تھی کہ اندر سے بارگاہ کے سرداران عالی شان بصد تجمل برآمد ہوئے اور ملکہ سے بصد شوق ملے۔ کہا: "ہم بہر استقبال آئے ہیں۔ بادشاہ بڑی دیر سے انتظار آپ کا کر رہے ہیں۔ تشریف لے چلیے۔" یہ کہہ کر ہوا دار پر سوار کیا۔ ملکہ نے کہا: "آپ تو دربارگاہ پر کھڑے ہیں۔ سوار ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" سب نے کہا: "بادشاہ اس جگہ نہیں تشریف فرما ہیں۔ یہ بارگاہ صرف اس لیے ہے کہ قریب بازار جو چیز درکار ہو خرید کی جائے اور مصرف میں آئے۔ اس جگہ ابدار خانہ و مطبخ و دیگر سامان وغیرہ کی تیاری ہے اور اس بازار کو طاق بلجیس کہتے ہیں۔ دکاندار اس کے سب پریاں اور جن ہیں کہ نظر سے غائب رہتے ہیں۔" یہ کہہ کر ملکہ کا ہوا دار کہاریاں باد رفتار لے کر آگے بڑھیں اور داخل بارگاہ ہوئیں۔ یہاں بھی صحن بارگاہ میں فرش گسترہ تھا۔ تخت و کرسی و میز سے آراستہ تھا۔ پری رخوں کا مجمع تھا۔ سامان شاہانہ مہیا تھا۔ مگر جب سواری بسان باد بہاری یہاں سے آگے بڑھی اور دوسرے دروازے سے بارگاہ کے نکل کر جو دیکھا واقعی زندہ بہشت میں اپنے تئیں پایا۔ ابر بہاری برسا ہوا تھا۔ ترشح سے فواروں کے تاہدان خشک کو تر دامنی کا لطف یاد آ گیا تھا۔ ہر شجر جواہر کار اشجار سے پر بار نشان پر سر جھکانے سے سجدہ شکر نخل بند قدرت ادا کرتا ہوا سے ملتا تھا۔ گویا سبز پوشاں پاکیزہ دامن کا وجد میں جھومنا معلوم ہوتا۔ سبز فرش ارض پر

بستر لگائے۔ طاؤس سان مست پر کھولے بیٹھے فرش قالین گلدار کی کیفیت دکھاتے۔ صنوبر اپنی رعنائی پر اکڑتے۔ پھل درختوں کے نزاکت بھرے۔ انگلی کے اشارے سے ٹپک کر گرتے۔ پہاڑ کی دانگ سے سراچہ بارگہ کھلا ہوا اور چار طرف باغ پر بہار بیچ میں وہ بارگہ علاوہ باغ جواہریں و مصنوعی کے جنگل اور دامن کوہستان میں ندیوں کا لہرانا آبشار کا ہونا' نیا لطف دکھاتا۔ باغ کی روش چبوتری پر دو رویہ ہزار جھاڑ اور کنول فروزاں زیر دانگ کوہ سرو چراغاں۔ چراغوں کی لو سے فواروں کا چھوٹنا' واقعی لالوں کا موتی اگلتا تھا۔ روشنی تھی یا فرہاد کے دل کو لگی تھی۔ شعلہ طور کا گمان تھا۔ دشت تھا وادی ایمن گلزار پر خیال گلشن جنان تھا۔

سبحان اللہ کیا اس جگہ کا بیان ہو۔

ملکہ بہار اس لالہ زار کو دیکھ کر تقاضائے عشق سے آہ سرد بھرتی' اپنے گلعذار کی سرد مہری یاد کرتی کہ دیکھئے وہ مغرور حسن و جمال میں تجھ سے کہیں سوا ہے۔ نگاہ شوق کیونکر تجھ پر کرتا ہے۔ معاملہ دل کا دیکھیں کیسا گزرتا ہے۔ اس طرح ہوس گری دکھاتی ہے۔ یہ نرگس سے آنکھ لڑاتی معاتہ تھی کہ یکایک ہر طرف سے ہزار ہا کنیزاں مہر صورت زیور جواہریں پہنے لباس عمدہ زیب بر کئے عمدہ ہاتھوں میں لیے پیدا ہو گئیں

عروس جسم پر پوشاک و زیور
قریب تخت زریں ٹھہریں آ کر

گراں بار بدن پوشاک و زیور
نزاکت تھی برستی ہر صنم پر

خراماں کبک کی صورت بصد ناز
پری نازوں سے وہ حوریں تھیں ممتاز

حسیں رکھتی تھیں مثل اپنا جہاں میں
وہ گل تھیں لاجواب اس گلستاں میں

ان سب نے ملکہ کو تسلیم کی اور ہمراہ سواری چلیں ہزار ہا کنول آگے آگے روشن سر گرم اہتمام ہر غنچہ دہن طرقوا طرقوا گویاں لخلخوں سے معطر دماغ جان۔ غرضیکہ اسی آن بان سے قریب ایک چشمہ شیریں کے پہنچی۔ اس نہر میں ہزاروں رنگ کا گلاس پڑا تیرتا تھا۔ چشمہ نور چشمہ بن گیا تھا۔ چشمہ مہر کی طرح نور سے آراستہ تھا۔ قریب چشمہ دو درخت سرو کے لگے انہیں درختوں سے ملا کر سراچہ بارگاہ استادہ تھے۔ سوائے اس چشمہ کے پشت درختاں سرو اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ قریب درختاں ہزار ہا پتلی قمر پیکر بعہدہ دربانی استادہ ملکہ کو سب نے تسلیم کی۔ پر ان درختوں میں دروازہ لگا تھا' لیکن اس طرح کہ ثابت نہ ہوتا تھا۔ وہی راستہ اندر بارگاہ کے جانے کا تھا۔ پس وہی دروا ہوا۔ ملکہ اتر کر داخل ہوئی۔ آگے بڑھ کر جلو خانہ شاہی ملا۔ قرق زنجیر کھنچی تھی۔ پردہ زنبوری پڑا تھا۔ وہ پردہ چرخی پر کھینچا۔ ملکہ اندر آئی۔ دیکھا کہ عجب بارگاہ رفیع المنزلت ہے۔ مسکن بادشاہ بال جمشید مرتبت ہے صحن بارگاہ میں ہزار ہا گلدستہ دھرا ہے۔ عطر ان میں بھرا ہے۔ گویا طبلہ عطار کھلا ہے۔ بارگاہ میں بادہ ہزار کنول جواہر کار لگا ہے۔ الماس تراش ہر ایک استادہ نمگیرہ جواہر دوز کھنچے ہیں۔ جھاڑ ان میں لٹکے ہیں۔ مرد نگیں باڑھیں قطار در قطار لگی ہیں۔ اور کرسیاں یاقوت و زمرد کا بچھی ہیں۔ فرش مصفا بچھا ہے۔ دنگل ہزار ہا لگے ہیں۔ سامنے چہل ستونوں میں تخت شاہی بچھا ہے طاؤسی مرصع دم نے دم اپنی چتر کی ہے۔ بیچ تخت پر مسند بچھی ہے۔ اس پر ایک جوان جس پر پیر فلک اور تانی دنیا ہزار جان سے قربان بیٹھا ہے۔ تاج شاہی اور لباس فرما نروائی سے آراستہ ہے۔ گرد ہزار ہا حور پیکروں کا مجمع ہے۔ عجب ادا اس دلربا کی دیکھی کہ مرادیں اس کی بامراد' آرزوئیں دلشاد۔ تمنائیں اس کی بلا گردان کہ کوئی تمنا کرے۔ اس

کو کس چیز کی نا میسری' جو تمنا کرے نگاہ جوش کرم زر و در سامنے اس کے بے دم جبیں اس کی بہ نور کہ قمر کو داغی غلام اس کا بننا منظور۔ زلف ہر چند کہ کافر کیش لیکن بصورت لام اسلام ساکن قرب کعبہ۔ ابرو معطر کن جان اس کی خوشبو۔ آنکھیں میں کیف حسن لبریز مژگان بسان خنجر تیز دہل زخم جگراں ابروؤں کا نشہ دیدار حیا بصورت نظر بن کر دیکھنے کی خریدار بجی نشان حسن قدرت یا شعلہ رخسار کی لو شمع طور کی ضیا انگشت معجز نمایاں ہیں۔ رخسار ہونے سے ظاہر کہ معجزہ شق القمر ہوا عارض کا حسن حیرت آمیز جلوہ صبح طرب خیز لب کا رنگ پر روح گلشن صدقے قند و نبات بڑے مزے سے اس کی بلائیں لے۔ غیرت سے پانی ہو کر بہے۔ دہاں تنگ نہیں کرنے سے ملک عدم بنا' چاہ ذقن دل عاشقوں کا ڈوبا ہوا بیاض گردن دفتر حسن کا خاتمہ شانے شان الب کے نمونے بازوؤں میں دل چھین لینے کے قرینے۔ سینہ جوش شباب و مستی سے بھرا۔ شہوت پرستی سے تنفر کئے دل جلانے کی عادت سیکھی۔ شکم معدن نور تختہ بلور کمر نازک تار نگاہ دور بین بسان چشم جاناں' بیمار ناتواں و نازنیں شمع ساق پا سے لو اٹھتی۔ ایڑی اس کی روئے مہوشاں پر لات مارتی۔ بادام چشم بہرام چشم فرشتہ تب تاہد فریب شاہد کی کج عزیز کی دی۔

○ ○ ○

• ملکہ بہار

ملکہ اس دلدار پر ایسی شیفتہ و شیدا تھی۔ اس وقت سامنا ہوتے ہی بیخودی چھائی۔ غشی بہر استقبال ہوش آئی۔ ادھر بادشاہ اسلامیان نے بھی دیکھا کہ ایک درج وفا کی گوہر برج وفا کی اختر ملک عشق کی قیصر آئینہ حسن کی جوہر باغ دوستی کی شجر' نہال آرزو کی ثمر' مبتلائے الفت کی خنجر باندھے سے بال و پر آسمان دلبری کی قمر نور نظر آرام جگر ملک جگر سے بہتر۔ تیغ الم کی سپر۔ پہلوئے عاشق کی دلبر کشور دل لوٹنے والی سینہ پر لوٹنے والی پہلوئے عاشق سے بھاگنے میں کڑی کمان کا تیر دل اس کے تیر مژگان کے نخچیر دام بلا کاکل میں ہر ایک کا دل اسیر ظالم بے تقصیر ساق پا جس کی عریاں ہو تو روشن بزم عاشق پر ارمان ہو کہ

قیامت تھی وہ آنکھیں سحر آمیز
نگہ نے کی وہیں دلبر چھری تیز

لگائی جنبش ابرو نے تلوار
مژہ نے رکھ لیا ہے دل اسرار

پڑی تیغ تبسم ایسی کاری
ہوئی منظور دل کو جان سپاری

طبیعت جان میں زلفوں کے الجھی
پڑی ایسی گرہ ہر گز نہ سلجھی

گل عارض نے تازہ گل کھلایا
کنواں چاہ زنخداں میں جھکایا

یہ دیکھتے ہی نگاہ محبت نے اثر کیا۔ بادشاہ کو بھی غش طاری ہوا۔ خواصوں نے جلد جلد گلاب کیوڑہ وغیرہ چھڑکا۔ دونوں کو جب ہوش آیا، ملکہ آگے بڑھی تخت سے شاہ کے بہر پیشوائی اس شاہ حسن کے پیش قدمی فرمائی۔ قریب آ کر ہاتھ تھام لیا۔ ملکہ نے نزاکت سے یوں کہا کہ "کیا مرض مجھ کو ہے اتنی دور آنے سے جی سنتا گیا، غش آ گیا۔"

بادشاہ نے کہا: "تمہارا شرمندہ ہونا، میری آنکھوں پر صاحب میں تو آپ سے شرمندہ ہو کر غش کر گیا۔" ملکہ نے کہا: "مجھے آپ کیوں دیکھ کر غش ہونے لگے۔ یہ ڈورے اور کسی پر ڈالیے۔" شاہ نے کہا: "ہمیں تو کوئی مرض نہیں۔ اب تمہاری زلف کا اسیر ہوا ہے۔" ملکہ نے کہا: "اس مرض کیا کیا دوا ہے۔" شاہ نے فرمایا: "شربت وصل سے یہ عارضہ جائے گا۔" ملکہ نے یہ سن کر سر جھکایا۔ شاہ ہاتھ پکڑے تخت پر لائے۔ برابر بٹھلایا۔ کنیزان گلرخسار نے چار طرف سے اس بارگاہ کے پردے اٹھا دیئے۔ برسات کی چاندنی کھلی تھی۔ چشمے موجزن تھے۔ چاند پانی میں ہلور لیتا تھا۔ پہاڑوں سے آبشار ہوتا تھا۔ اس لطف میں ساقیہ مہ دیدار نے دونوں کو نشہ سے سرشار کیا۔ پھر زہرہ جبینان مہر رخسار نے ساز ملا کر یہ غزل موافق گانا شروع کی

دل اشتیاق دوست میں بے اختیار ہے
آنکھوں کے سامنے مرے تصویر یار ہے

ہر دم زیادہ ہوتی ہیں داغوں کی کثرتیں
سینہ ہمارا کاہے کو ہے لالہ زار ہے

جی چاہتا ہے سرمہ چشم اس کو کیجئے
بتلا تو اے صبا یہ کہاں کا غبار ہے

تھمتا نہیں ہے آنکھوں میں ہر چند رو گئے
ہر اشک میرے دل کی طرح بے قرار ہے

سوراخ جابجا جگر و دل میں پڑ گئے
کیا ہی سنان تیر نگہ دل کے پار ہے

آنکھیں اٹھا کے دیکھ ذرا ترک جنگ جو
دل مفت میں خدنگ نظر کا شکار ہے

اے جلوہ چمن آئے بھلا کس طرح ہمیں
قابو میں اپنے دل ہے نہ پہلو میں یار ہے

بادشاہ نے جام گلگلیں مے ناب بھر کر منہ سے ملکہ کے لگا دیا۔ ملکہ نے پیکر ساغر بھرا ور شاہ کے منہ سے لگایا پھر تو دماغ دور شراب سے گرم ہوا۔ مستی شراب نے آنکھوں میں گھر کیا۔ امیدیں کھل کھیلنے پر آمادہ ہو گئیں۔ مگر آنکھیں شرم سے جھکنے لگیں۔ تمنائیں ہر چند کہ ہنستی تھیں مگر حیا مانع تھیں۔ کچھ عرصے میں جب بادشاہ نے آغوش محبت میں کھینچا حیا نے کنارا کیا۔ نظر سے کیف مستی ہویدا' آنکھیں سرخ ہو کر طبیعت کا رنگ بدلا۔ لعاب شوق نے لعاب تر کر دیئے۔ مسکرا مسکرا کر خفا ہونے لگی کہ صاحب نچلے بیٹھو۔ اللہ قسم مجھ کو یہ دھاں پھوٹے دیدوں بھی نہیں بھاتی۔ مردوں کی انہیں باتوں سے نفرت ہے کہ جب پاس بیٹھتے ہیں۔ سوائے نوچا کھوچی کے ان کا ہاتھ رہتا ہی نہیں۔ قربان کروں' جان ہلکان ہو جاتی ہے۔ ایسی چھپا چکڑی بھلا کس کو پسند ہے یہ کہہ

کر اس انداز سے تیوری چڑھائی کہ لشکر غمزہ نے ہوش عاشق کو شکست دی۔ بادشلو منت کرنے لگے۔ ملکہ نے ہنس دیا۔ شلو نے پھر دست ہوس دراز کیا۔ اس بانی ستم نے چیں نہیں کر کے ہاتھ چھڑایا کہ صاحب کیا غرض جو ہم اپنے دل پر جبر کریں۔ اپنے اور بیگانے کے طعنے سنیں۔ جان کیوں آرزو میں آخر کو دیں۔ شوق دید میں جستجو کریں۔ فراق میں جل جل مریں۔ بادشلو نے کہا: "اے مایہ ناز ہر چند کہ میں شلو ہوں، لیکن تیرا غلام بے اشتباہ ہوں۔" یہ کہہ کر آنسو آنکھوں میں بھر لائے۔

ملکہ نے اپنے دامن سے آنسو پونچھے، ہنس کر کہا: "صاحب کیا تیری شکل میں رونا لگا ہے۔ میں روتے آدمی سے گھبراتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس طرح آنسو پاک کیے کہ وہ گدرایا جسم سینہ سے مل گیا۔ بادشلو کو تاب نہ رہی۔ فوراً گلے سے لگایا۔ ملکہ تڑپ کر آغوش سے جدا ہوئی کہ ادائی دم گھٹ گیا۔ اب تو شرم نے آنکھ سے عار کی۔

آرزوئے ہمکناری دلدار اور زیادہ ہوئی۔ اٹھکھیلیوں کا زمانہ آیا۔ چوچلوں کی افزائش ہوئی، مگر پاس شریعت مانع از کار تھا۔ بغیر نکاح دونوں جانب خیال عصمت و پارسائی کا اظہار تھا۔ ہر چند کہ فعل باطنی یعنی مباشرت سے تو باز رہے مگر یہ کیفیت تھی کہ حوصلوں کا گرم بازار، آپس میں ہم آغوش دہن میں مزے بوسوں کو پوشیدہ آنکھوں میں چتونوں نے گھر کیا۔ نہیں اور ہاں کی لذتیں و سسکیاں بھرتے۔ ملکہ نے گردن میں ہاتھ ڈال دیتے۔ جھجکتے۔ پیچھے ہٹ جاتے شرماتے لجاتے مسکراتے پسینے پسینے ہو جاتے۔ چھوٹے کپڑے درست کرتے جاتے۔ کبھی انگوٹھا دکھاتے۔ کبھی زبان کی نوک سے رخسار سہلاتے۔ پہلے آپ بوسہ کے لیے منہ بڑھاتے۔ پھر شرما کر فرما وائی دکھاتے کبھی منت سے سر قدم پر رکھنا اور کبھی خفا ہو کر پاؤں پر دوسرے کو گرواتے۔ کبھی فدائے روئے یار ہو جاتا کبھی نشہ وصلت سے بیہوش ہوتے۔ کبھی شمیم زلف جاناں سے مدہوش ہوتے۔ کبھی بغلوں میں منہ ڈالتے۔ کبھی شرم کا حیلہ کرتے۔ گھبرا کر کہتا: "کوئی آتا ہے۔" اور پلٹ جاتا کہ دم گھبراتا ہے۔ کبھی دامن جھٹکتا۔ تن کر کھڑے ہوتے۔ گات کا جوبن دکھاتے۔ کبھی حیران ہو کر چار

طرف دیکھنا۔ آنکھوں کی گردش سے عالم و گردگیں کرنا۔ کبھی الگ ہٹ کر ماتھا کوٹ لینا۔ آئینۂ رخسار کی حیرت زدگی سے بہار دکھانا۔ اس ہنگامہ میں چولیاں مسک گئیں۔ نوپستان ملے جو گئے تو سرخ سرخ نظر آنے لگے۔ سیب ذقن گدرا کر زیادہ لطف دکھانے لگے۔ زلف کا مزاج برہم ہوا۔ منہ پر چھڑائی گیسو نے لہرا کر باغ رخسار پر گھٹا چھانے کی کیفیت دکھائی۔ کاکل باوجود کہ بال بال گنہگار تھی۔ لیکن اترانے پر تیار تھی۔ بادشاہ اس غیرت ماہ سے جب لپٹے تو آہ سرد بھرتی کہ آپ کی وفا کا کیا اعتبار ہے۔ یہ منہ دیکھے کا سب پیار ہے۔ انہیں فقروں سے صدا قسمیں کھلوا لیتی اپنے اوپر دیوانہ بنا لیتی۔ کبھی ہنگامہ ناز و نیاز تا دیر گرم رہا۔ ہر ایک باردند بے شرم حیا کر

کبھی آپس میں لپٹے ہو کے بیتاب
کبھی حسرت سے کرتی چشم پر آب

کبھی بولی کہ جانی دم ذرا لے
ٹھہر پی اور بھی دو چار پیالے

کبھی زانو کو باہم بھینچتی تھی
کبھی کہتی کہ صورت دیکھ میری

زباں سے بوسہ لے کر گدگدانا
اٹھا کر جام کے منہ سے لگانا

یہ کہنا جلد پی میں تیرے صدقے
کہ ہو کچھ دیر میں تو میرے صدقے

کبھی ٹھنی سے دیتا اک ٹھوکا
لپٹنے میں کبھی دے دیتا دھوکا

کبھی کہتا کہ ٹھٹھے آدمی ہو
اٹھے ایسوں سے راحت کب کسی کو

مزے بوسوں کے مستی پر جو آئے
ارادے اور ہی مطلب پہ پائے

گلے مل کر دیئے بوسے جو دو چار
ہوئے نیلے نزاکت سے وہ رخسار

پسینہ آ کے چہرہ تمتمایا
نگاہ ناز نے جلوہ دکھلایا

جب خاطر مشتاق متقاضی ہم بستری ہوئی۔ بادشاہ تاک کر اٹھے۔ ملکہ بھی ضبط کر کے الگ ہو گئی۔ کہا: "آؤ چل کر چاندنی رات کا لطف اٹھائیں۔ بہار باغ سے جی بہلائیں۔ بادشاہ اس رشک ماہ کا ہاتھ پکڑ کر لے چلے اور پشت و پہلوئے بارگاہ کے جو سراچے اٹھے تھے۔ اسی طرح آئے یہاں جو کیفیت بہار تھی۔ زبان قلم کی کیا لیاقت ہے جو بیان کر سکے۔ جابجا جھولے درختوں میں پڑے تھے۔ گلعذاروں کے پرے جمع تھے۔ ملار گاتی تھی۔ چاندنی دوڑتی تھیں۔ چھل چھلیاں کھیل کر بہار جوبن دکھاتی تھیں۔ درختوں پر بادلے کی چمک، مقیش کا اڑنا، نور ریز زمین و فلک نہروں میں بجرے اور مور پنکھیاں پڑیں۔ جلترنگ بجا مانجھنیں چہلیں کرتیں۔ لب پر نہر جواہر کار بنگلے۔ فرش و آلات سے سجے تیار کر برج بنے آگے ان کے نمگیرہ یا سلک گوہر تھے کہاں تک بیان ہو کہ

ہر اک سامان تھا وہ حیرت افزا
نظر جس پہ ہے تھا حسن شیدا

طلسم آمیز سارے کارخانے
بجا ہے کہیے جادو کے ٹھکانے

بچھیں تھیں مسندیں زریں بہت خوب
بشکل عارض تابندہ مرغوب

کہا بیٹھو کہ دم لے لیں ذرا ہم
یہاں کی سیریں دیکھیں بھی کوئی دم

غرض بیٹھے لب جو وہ گل اندام
ہوئیں حاضر پرستاراں گلفام

کہ اتنے میں کئی معشوق طناز
لیے آئیں ہزاروں طرح کے ساز

چھڑیں تسلیم کو گائیں بجائیں
نہایت لذتیں خاطر سے پائیں

پھر اس کے بعد آئیں اور نوخیز
نگاہیں جن کی خنجر کی طرح تیز

لیے شیشے بغل میں ہاتھ میں جام
سوا اس کے بہت سامان آرام

کئے موجود کھانے لا کے باہم
غذائیں سب طرح کی کیں فراہم

طعام عمدہ دسترخوان شفاف
بشکل حسن جاناں پاک اور صاف

تناول واں کیا دونوں نے کھانا
ہوا آغاز پھر گانا بجانا

رہے کچھ دیر پھر حجرے پہ اسوار
رہے پائی کیفیتی سے سرشار

پھرے پھر وہاں سے آئے خوابگہ میں
لپٹ کر دونوں لیٹے اک جگہ میں

لیکن سونا کیسا، وہی ناز و نخرے کا دور عالم ہی کچھ اور ہوا۔ فلک نے سارا حال طلسم بیان کی اور شاہ طلسم سے اپنا پاک دامن رہنا۔ اس کا بدل و جان فریفتہ رہنا تعلق کے ساتھ کہا۔ پھر اپنا شریک ہونا اور خواجہ کی عیاری کرنا کہہ کر کوکب کا حال کہا۔ مگر شمع و گلدستوں سے پریوں کا نکل کر کہانی کہنا بیان کرتے وقت اپنا فریفتہ ہونا نہ کہا۔ انہیں باتوں سے مزے مزے کی حکایتوں میں شمع انجمن فلک بے نور ہوئی۔ یہاں گردن میں باہیں پڑی تھیں۔ ٹانگوں سے ٹانگیں گتھی تھیں کہ زلف شب کشتی مزاج

سحر سے گستاخی ظاہر ہوئی

یہ باتیں تھی کہ بدلا حال شب کا
دکھلایا صبح نے اپنا جھمکڑا

کچھ دست ہوش لطف ہوئے جوش
اٹھے انگڑائیاں لے لے کے بیہوش

نہ ساقی نہ نہ مینا تھا نہ تھا جام
زباں پہ تھا فقط اللہ کا نام

بادشاہ نے اٹھ کر وضو کیا، نماز سحر ادا کی تا دیر درگاہ احکم الحاکمین میں التجا کی۔ لشکر میں امیر حسب دستور پچھلی رات سے برائے اطاعت رب غفور اٹھے تھے صب کو سب سردار بہر نماز مسجد میں آئے۔ بعد فراغ نماز سب نے مصافحہ کیا۔ سلام ہر اک کا ادا ہوا۔ اس وقت جو اسپس سامنے آئے اور عرض پیرا ہوئے: "کہ کل سے ملکہ بہار امیدوار ملازمت حضور دولت سرائے معلی میں حاضر ہیں۔ امید رکھتی کہ دیدار فیض آثار سے بہرہ یاب ہوں۔" امیر نے اس خبر کو سن کر استفسار فرمایا: "بادشاہ سے ملاقات ہوئی یا نہیں۔" ہرکارے عرض رسا ہوئے شب کو حضور عالم کی طرف سے دعوت تھی اور ظل اللہ بھی پچھلے سے برائے خاطر مہمان عزیز تشریف فرمائے خانہ دعوت تھے ابھی تک وہیں ہیں۔ یہ حال سن کر امیر اٹھے کہ بادشاہ کو تسلیم بھی کریں گے اور بہار سے بھی ملیں گے۔ پس آج کاروبار موقوف رکھا۔ سردار اپنے اپنے خیاں میں آ کر آرام کریں اور امیر بسبب مسافت بعید سوار ہو کر صحرا میں گئے اور پہلوئے بارگاہ دعوت کی طرف آئے۔ ملازمان دیکھ کر خدمت شاہ گئے۔ آمد جناب صاحبقران عرض کی۔ بادشاہ تخت طاؤس پر سنبھل کر بیٹھے۔ بہار مع خواصان گلفام کے بہر استقبال بیرون بارگاہ آئی۔

امیر کو تسلیم بجا لائی۔ امیر نے سر سینہ سے لگایا اور فرمایا کہ "تم مہمان عزیز تھیں۔ کیوں یہاں تک آنے کے تکلیف کی۔ غرض یہ یہ فرماتے ہوئے داخل بارگاہ ہوئے۔ بادشاہ کو تسلیم کی۔ بادشاہ نے نیم قد اٹھ کر تعظیم دی۔ آپ دنگل پر آ کر تشریف فرما ہوئے۔

ملکہ بہار دوپٹے سے سب جسم چھپا کر سامنے کرسی پر بیٹھی۔ گردن جھکائے تھی کہ تل بوسہ کا رخسار سے ظاہر نہ ہو جس پر امیر کی نگاہ پڑے۔ بڑی غیرت کی بات ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب بیٹھے فرمانے لگے: "الحمد اللہ میں تجھ ایسی شہزادی ساحر زبردست کو مطیع اسلام پاتا ہوں۔ نور ایمان تیرے دل میں آیا۔ خدائے بے شریک و بے ہمتا کو تو نے پہچانا۔ میں بہت تجھ سے راضی ہوا۔ ملکہ عرض رسا ہوئی کہ "یہ سعادت کونین میری کہ آپ ایسے برگزیدہ کی زیارت سے خدا نے مشرف کرایا۔ مجھ کو ضرورت خوجہ کے ساتھ نہ کر شاہ سلم سے اگر نہ درپیش ہوتی تو ابھی کلمہ طیبہ پڑھتی۔" امیر نے فرمایا جزاک اللہ پھر حال عمرو پوچھا۔ اس نے از ابتدا تا انتہا بیان کیا اور کہا: "اب کو کب کے یہاں اس طرح بعزت تمام ہیں۔ امیر نے سب حال سن کر ایک نامہ طلسم والوں کو لکھ دیا اور ملکہ کو کئی سوکشتی زیور زمرد و الماس کی مع خلعت گراں قیمت عنایت فرما کر اور نامہ شوقیہ بنام خواجہ دے کر ارشاد فرمایا: "بابا فقیر کو ہر چند کہ سیری نہیں گویا تمہاری دوری نہیں۔ لیکن شغل و اشغال میں فرق آتا ہے۔ تمہیں خدائے کریم کے سپرد کیا۔ حقیر برائے طاعت رب غفور جاتا ہے یہ کہہ کر رخصت ہوئے اور ہنگام وداع بادشاہ سے کہا کہ دربار میں کب افروز ہوں گے۔ شاہ نے فرمایا کہ شب بھر میں ہوں۔ آج آرام کروں گا۔ کل انشا اللہ برآمد ہوں گا۔ امیر ملکہ سے فرمایا: "یہ نہ کہنا میری رکھست کے لیے ایسی باتیں ہیں۔ یہ تمہارا گھر ہے۔ جب تک جی چاہیے۔ تشریف رکھنا۔" ملکہ نے عرض کیا: "جب سے شریک ملازمان عالی ہوئی ہے۔ اسی آستانہ کو اپنا مامن جانتی ہے۔ یہاں نہ رہے گی تو اور کہاں جائے گی۔ مگر بند گان جناب شاہ طلسم تنہا ہوں گے۔ فی الحال زیادہ نہیں ٹھہر سکتی۔ آج شام تک

چلی جائے گی۔ امیر یہ سن کر وہاں سے روانہ ہوئے اور داخل صومعہ عبادت ہو کر یاد الٰہی کرنے لگے۔ وہاں جب تنہائی ہوئی' وہی ہنگامہ عشرت ہوا۔

آپس کی چھیڑ چھاڑ اختلاط و پیار ہونے لگا۔ لطف ہم آغوشی' باہم بوسہ بازی حسرت کی نگاہیں محبت کی باتیں کھلیں گانا ناچ شروع ہوا۔ شراب کا دور چلنے لگا۔ باہم عہدو پیمان ہونے لگے۔ وعدہ دیدار وصال پر اقرار کہ چھلے بدلے نشانیاں ایک نے دوسرے کی لیں۔ قسمیں عاشق و معشوق نے کھائیں کہ جانی ہم کسی حال میں ہونگے مگر تمہیں نہ کسی طرح دل سے اپنے بھولیں گے۔ دہن ہجر کی مصیبت کے بھریں گے۔ خدا چاہے گا تو مل رہیں گے

مجھے تنہائی ہو گی تم سے حاصل
نہ مانے گا کسی صورت مرا دل

زباں پہ آئے گی فریاد ہر دم
نکل جائیں گھبرا کر کہیں ہم

کسی دیوار سے پھوڑیں گے سر کو
محبت آگ کر دے گی جگر کو

زیادہ دیر میں ہو گا نہ انجام
کہ مر جائیں گے ہم محروم ناکام

یہ کہہ کر دل محبت سے بھر آیا
طبیعت میں جو اپنی جوش پایا

تو مل مل کر گلے وہ خوب روئے
کوئی دم داغ دل اشکوں سے دھوئے

پھر اس کے بعد مانگی اک گلابی
ملا کچھ دیر دور آفتابی

لبالب جام سے اترے گلوں سے
مزے لیتے ہجوم آرزو سے

ملا سینہ سے سینہ بسکہ تھا جوش
ہوئی کیفیت عالم فراموش

لیے بوسے تمناؤں نے دہن کے
لئے گل دونوں عارض سے چمن کے

انہیں شکوہ و شکایت ذکر ہجر وصل میں آغوش فلک سے معشوق خورشید نکل کر جانب طلسم مغرب روانہ ہوا۔ اور شب فراق نے عاشق کے تو پانے کو عالم میں داخل کیا کہ

نگاہ شہ تھی مصروف تماشا
کہ اٹھا نور روئے خور سے تنقا

چھپا چشم جہاں سے مہر روشن
ملا گیری ہوا عالم کا دامن

اس آفتاب آسمان دلبری نے رو کر کہا کہ لو جانی اللہ نگہبان۔ دل سے نہ بھلانا' زیادہ نہ تڑپانا

کہا جاتے ہیں لو خالق کو سونپا
مگر اے جان رکھنا دھیان میرا

کہاں ہم اور کہاں تم اور یہ سامان
مصیبت پھر ہوئی دست و گریبان

دعا کرنا کہ پھر بھی ہو ملاقات
میسر آئے پھر گزری ہوئی رات

کہ ہم تم اک جاہوں محو آرام
رہے شرمندہ فکر بخت ناکام

بادشاہ بھی ان باتوں پر اشک فشاں تھے۔ عجب وقت تھا کہ آہوں کا دھواں بلند ہو کر گویا سحاب بنا تھا۔ اشکوں کی جھڑی لگی تھی۔ چہرے تمتما کر سرخ ہوئے تھے۔ یا گلزار حسن میں شفق پھولی تھی۔ ادھر صحرا میں طائر بسیرا لیتے تھے۔ ندیوں سے آبشار تھا۔ پہاڑوں سے جھرنا جھرتا سارا دشت اس بہار کے جانے سے روتا تھا۔ کوئل اور پپیے اور مور نعرے اور کوک مارتے تھے۔ دونوں وقت ملتے تھے۔ یہ شیدائے یک دگر جدا ہوتے۔ ہر سمت سناٹا چھایا تھا۔ فلک نے جدائی کا نقشہ دکھایا تھا۔ خلاصہ کلام وہ ماہ تمام زار و گریاں سحر کر کے تخت پر بیٹھ کر اڑی۔ عاشق کو دیکھتی جاتی تھی۔ بادشاہ بھی محو نظارہ تھے اور مثل دیدار ہلال شب عید تا دیر نگران جب وہ ماہ عید نظر نہ آئی۔ اور نگاہ سے چھپ گئی۔ اشکوں کے بہانے کا بہانہ ہوا۔ دم ہمراہ جانانہ روانہ ہوا۔ ناچار وہاں سے پھر

پکڑے چالاک اسی فکر میں میں چار سمت صورت بدلے پھرا کیا اور جب جلسہ دعوت آغاز ہوا۔ اس کو بھی معلوم نہ ہوا۔ کہ خیمہ و خرگاہیں کب نصب ہو گئیں۔ کیونکہ یہ انتظام جب سے ہوا تھا کہ یہ اپنے ملک سے بھی نہ آیا تھا۔ آخر جب یہ کسی کار پرداز کی صورت نہ بن سکا اور ہمراہ خیمہ و بارگار مقام دعوت میں نہ جا سکا۔ چاہا کہ یوں جا کر دست بردی کروں۔

جب صحرائے گلدستہ بہشت بہار میں قدم رکھا۔ وہاں انتظام جنوں کا تھا۔ غل و شور پیدا ہوا کہ لیجیو گرفتار کیجیو۔" دوڑ آیا۔ یہ گھبرا کر آگے نہ بڑھ سکا۔ سمجھا بہار نے سحر کی چوکیاں بٹھا دی ہیں۔ جا نہ سکو گے۔ یہ سمجھ کر گھات میں لگا رہا۔ کبھی دامن کوہ میں پھرتا۔ گاہ سر کوہ پہ سیر روشنی و کیفیت جلسہ دعوت دیکھتا تا اینکہ ملکہ مذکور رخصت ہو کر پہاڑ پر آئی اور اس نے بطور تحقی اس کو دیکھا۔ پس اس وقت وہ کوہ میں بیٹھ کر ایک ضعیفہ کی صورت بنا کر خمیدہ پشت لکڑی ہاتھ میں، سر برہنہ سفید چادر محمودی کی اوڑھے، پائنچوں میں گرہ لگا کے، آہستہ آہستہ کچھ بکتا ہوا چلا۔ بہار نے پہاڑ پر سے اس کو جاتے دیکھ کر پکارا: "بڑی بی، ذرا ٹھہرئے۔ اور بزور سحر اڑ کر اس کے پاس آئی۔ اس نے ملکہ کو دیکھ کر بلائیں لیں۔ دعائیں دیں کو سامری بلا کرے۔" بٹی اس جنگل میں راتوں کو کہاں پھرتی ہو۔" ملکہ نے کہا: "میں لشکر اسلام میں کام کو آئی تھی۔ اب طلسم میں جاتی ہوں۔ مگر تم بتاؤ کہاں رہتی ہو اور کہاں جاتی ہو۔" بڑھیا نے کہا: "بیٹا میں کہاں جاؤں، جب سے وارث میرے مر گئے۔ دنیا سے نفرت کر کے جنگل میں جھونپڑا ڈال کر پڑی رہتی ہوں۔ تمہارا جی چاہے تو چل کر وہاں آرام کرو۔ ملکہ نے اس بڑھیا کو اس لیے پکارا تھا کہ یہ اگر اس اطراف کی رہنے والی ہے تو حال راہ طلسم جانتی ہو گی۔ دریافت اس سے کرے میں رہگزار منزل مقصد ہوں۔ جب اس نے یہ کہا صحرا میں رہتی ہوں۔ ملکہ نے کہا: "راستہ بھی تمہیں کچھ معلوم ہے۔" بڑھیا نے کہا: "سب راہیں جانتی ہوں۔ طلسم تک حال بخوبی معلوم ہے اس نے کہا: "شہر رنگین حصار کا کونسا راستہ نزدیک ہے۔ ایک راہ تو شہرۂ پرسان ہو کر رہ گئی ہے۔

ایک صحرائے حیرت سے راہ نکلتی ہے۔ لیکن میں چاہتی ہوں کہ ان راہوں سے نہ جاؤں۔" بڑھیا نے کہا: "اور راہ طلسم آئینہ سے ہے وہ اہل اسلام نے فتح کیا۔ آؤ بیٹی، تم میرے مکان پر چلو تو بیٹھ کر اچھی طرح راہ کا پتہ سمجھاؤں۔ میں مدت سے طلسم میں نہیں گئی۔ اب تم سے نشان پوچھ کر پہلے سمجھ لوں تو جواب دوں۔" ملکہ نے کہا: "بڑی بی، کہاں جاؤں۔" بڑھیا اس کے کہنے سے بیٹھ کر وہیں باتیں کرنے لگی۔ ہنگام سخن پروازی نیفہ سے ایک بٹوا نکلا اور اس میں سے ڈلی چکنی اور الائچی نکال کر کہا: "بیٹی یہ تو بھی کھا لے۔ میں تمباکو کھاؤں کہ مجھ کو عادت ہے۔ ڈلی اس لیے رکھتی ہوں کہ جو کوئی آ جاتا ہے۔ تو دیتی ہوں اور مجھ سے تو چھٹتی نہیں۔"

ملکہ نے اس کی خاطر سے ڈلی تو نہ لی، مگر الائچی کھائی وہ بیہوشی آلودہ تھی۔ یہ کھاتے ہی بیہوش ہو گئی۔ اس نے عیار پشتارہ باندھا اور لے کر جانب لشکر چلا۔ راہ میں سوچا کہ اگر یہ ساحرہ ہوشیار ہو جائے گی تو تیری جان جائے گی اور پھر دربار میں عیار آتے جاتے ہیں۔ وہ قتل نہیں ہونے دیتے۔ اس سے مناسب ہے کہ یہیں سر کاٹ لے۔

یہ سوچ کر پشتارہ رکھ کر ملکہ کو درخت سے باندھا اور خنجر لے کر آمادہ قتل ہوا مگر بقدر کردگار رات کا وقت تھا۔ عیاران لشکر اسلام دور دور تک پالا دوی کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے سرہنگ مصری عیار ادھر آ نکلا اور اس نے دیکھا کہ ایک عیار درخت سے کسی کو باندھ رہا ہے۔ قتل کیا چاہتا ہے خنجر کھینچ کر سر پر پہنچ گیا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے کلہ فلاخن میں پتھر رکھ کر مارا کہ گلگون کی کلائی پر پڑا۔ خنجر چھوٹ کر الگ گرا۔ اس نے پھر کر دیکھا۔ اس نے للکارا کہ باش اوئے بکار۔ عیار یہ کہہ کر نیمچہ کھینچ کر آ پڑا۔ گلگون بھی نیمچہ پکڑ کر لڑنے لگا۔ برابر سے نیمچہ زنی آغاز ہوئی۔ چوٹیں چلنے لگیں۔ لڑتے لڑتے سر پر سرہنگ نے کس کر نیمچہ مارا۔ وہ پچھلے پاؤں جست کر کے ہٹا۔ ایک غار کے اندر پاؤں اس کا جا رہا۔ سرہنگ بھی مثل برق تڑپ کر برابر جا چکا تھا۔ جیسے یہ وہ غار میں گرنے لگا چاہتا تھا کہ سنبھلے۔ اس نے ایک لاتی مار

دی کہ وہ ڈھلک کر غار میں جا پڑا۔ یہ جست کر کے اسی گڑھے میں پہنچا اور اس کی چھاتی پر چڑھا جاتا تھا کہ مشکیں باندھ لوں۔ وہ عیار بہت زبردست ہے۔ اس نے دونوں پاؤں اپنے اس کی گردن میں ڈال کر زور کیا۔ یہ چھاتی پر اس کے پاؤں کی جانب چت ہو گیا اور وہ اٹھ بیٹھا۔ سرہنگ بھی بے بدل عیار ہے۔ چت ہوتے ہی جیسے وہ سینہ پر سوار ہونے لگا۔ خنجر اس کے منہ پر مارا۔ تمام جست کر گیا، ورنہ چہرہ کٹ جاتا۔

جب وہ جست کر گیا۔ سرہنگ بھی جست کر کے غار سے نکلا، پھر نیمچے چلنے لگے۔ اب کی گلگوں نے کھسک کر ایسا نیمچہ مارا کہ روکنا مشکل ہوا۔ سرہنگ پیچھے تو نہ ہٹا مگر اچک کر نیمچہ خالی دیا۔ اتنی دور اچک کر بلند ہوا کہ نیمچہ تو خالی گیا۔ مگر جس وقت درخت کے نیچے لڑ رہے تھے۔ اس کا ٹہنا اس زور سے سر میں لگا کہ یہ تیورا کر گرا۔ لیکن دل میں خیال تھا کہ حریف سر پر سوار ہے۔ گرتے ہی ایسی لوٹ ماری کہ وہاں سے ایک جھاڑی کچھ دور پر تھی۔ اس میں چلا گیا۔ ادھر گلگوں دوڑا کہ جا کر مشکیں باندھ لوں، مگر ہر چند تلاش کیا پتہ نہ معلوم ہوا۔ سمجھا کہ چوٹ کھا کر نکل گیا۔ اب تو چل کر ساحر کا سر کاٹ لے۔ یہ سوچ کر پھرا۔ مگر بقدرت کردگار لڑنے میں اس کے عرصہ جو ہوا، بہار کو ہوش ہو گیا۔ اپنے تئیں بندھے پایا حیران ہو کر دیکھنے لگی کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ گلگوں نے اس کا سر ہلتے ہوئے دور سے دیکھا کہ ہر سمت منہ پھیر کر دیکھتی تھی سمجھا کہ ساحرہ بھی حیران ہو گئی تھی۔ تو نے غفلت کی کہ نہاں میں سوزن نہ دے دیا۔ اب بھاگنا چاہیے۔ روانہ ہوا۔

یہاں بعد کچھ عرصہ کے بہار نے سحر پڑھا۔ وہ کمند جس سے یہ بندھی تھی۔ جل گئی اور آپ چھوٹ کر آگے بڑھی۔ اسی اثنا میں وہ عیار چالاک بنا ہوا سامنے آیا اور کہا: "اے ملکہ خدا نے تمھیں بچایا۔ ایک عیار قتل کیا چاہتا تھا۔ اگر میں نہ آ جاتا تو کام تمام تھا۔ ملکہ چالاک کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی پوچھا: "مزاج ہمایوں بادشاہ اسلامیان کیسا ہے اس نے بناوٹ کی راہ سے کہا: "فاضل شبستان میں سنا ہے کہ درد سر ہے۔ ملکہ سمجھی کہ تیرے ہجر میں مبتلی ہوں گے انھیں باتوں میں یہ پاس تو کھڑا ہی تھا۔

حباب بیہوشی اس نے مارا کہ ملکہ پھر بیہوش ہو گئی۔ اس نے اب کی زنان میں سوتن یار اور سوچا کہ لشکر خداوند قریب ہے۔ اب وہیں لے چلوں نامری ہو گی اور خداوند خوش ہو کر پیغمبری دیں گے۔ غرض یہ کہ پشتارہ باندھ کر چلا۔

اس اثنا میں سربنگ جو جھاڑی میں گیا تھا۔ تا دیر ہوش اس کے بجا نہ رہے۔ جب سر کا چکر مٹا۔ اس نے باہر آ کر دیکھا کہ ساتھ اور عیار نہیں ہیں۔ آگے جو بڑھا اس عیار کو پشتارہ بدوش دیکھا۔ خیال کیا اس نے پھر ملکہ کو پکڑ لیا۔ یہ دیکھ کر چاہا کہ سدراہ ہوں۔ لیکن غور کیا کہ لشکر قریب ہے اور اس کے مددگار زٹیل بجانے سے آ جائیں گے اور تو بھی زخمی ہے۔ سر بر نہ ہو سکے گا۔ پس اب تو یہ سامنے لقا کے لے جائے گا۔ یکایک تو قتل کرے گا نہیں۔ تو چل کر اپنے لشکر کے عیاروں کو اس حال سے باخبر کر دے۔ یہ سوچ کر کنارے اپنے لشکر کے آیا زٹیل عیاری بجائی۔ لشکر میں چالاک انتظام کرتا پھرتا تھا۔ زٹیل سن کر دوڑتا آیا۔ اس نے سارا ماجرا اس سے بیان کیا۔

اس نے کہا: "تم لشکر میں جاؤ کہ سر تمہارا درد کرتا ہے۔ میں ملکہ کو لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ اور لشکر حریف میں جب پہنچا ایک جگہ ٹھہرا۔ دیکھا کہ ایک فراش ہاتھ میں کنول بجھانے کے لیے بارگاہ لقا کی طرف جاتا ہے۔ اس نے اس کو پکارا: "جب وہ قریب آیا۔ اس نے میں تمہیں اس لیے پکارا کہ: "یہاں میں کھڑا تھا۔ یہ پڑیا اس جگہ پڑی تھی۔ ایسی میں دوا خوشبو کی ہے کہ دماغ معطر ہو جاتا ہے۔ ذرا دیکھو تو کہ کیا ہے۔" وہ بیچارا سمجھا کہ یہ بھی کوئی لشکر آدمی ہے۔ واقعی کوئی چیز پائی ہو گی۔ پس پڑیا لے کر دیکھی۔ اس میں خاک بیہوشی تھی۔ وہ اس کی خوشبو سے ہاتھ میں پڑیا لیتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس نے اس کا جامہ پہن لیا اور اس کی سی صورت بن کر بارگاہ لقا میں آیا۔ جو کنول قریب بجھے کے دیکھا۔ اس کو نے لگا کر بجھا دیا۔ روشنی کا انتظام کرنے لگا۔

اس عرصہ میں گلشن اپنے خیمہ میں چلے گیا۔ ایک صندوق میں بہار کو بند کر کے اپنے ایک شاگرد نیرنگ تیز رفتار نام کو بلا کر وہ صندوق سپرد کیا۔ اور کہا: "جب میں طلب

کروں اس وقت بارگاہ میں تو اس کو لاؤں۔ یکایک اس کو لے جانا اچھا نہیں موقع و محل دیکھ کر میں طلب کروں گا۔ یا سر اس کا مانگوں گا۔ اب جا کر استمزاج خداوند لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر بارگاہ میں آیا۔ اپنی جگہ پہ بیٹھا۔ ہنوز کچھ کہنے پایا تھا کہ ہرکارے مجرا گاہ پہ آ کر کھڑے ہوئے اور بعد دعا دینے اس مرتد خدا کے عرض رسا تھے کہ تہمید فولاد بدن نام کوہستان کے ممالک میں سے ایک ملک کا بادشاہ بافوج گراں حضور کی مدد کو آیا ہے۔ داخل لشکر ہوا چاہتا ہے۔ تہمید کا نام سن کر منصور نے کہا: "یاخداوند اب حمزہ بے شک مارا جائے گا۔ یہ بادشاہ بسیار زبردست ہے۔ سولہ سو من کی زنجیر آہنی سے کمر باندھتا ہے۔ ہم کوہیوں میں اب اس کا جواب دینے والا کوئی نہیں لقا یہ کلمات سن کر بہت خوش ہوا کہ: "قدرت نے اس لیے اس کو بلوایا ہے کہ وہ اہل اسلام کو گوشمالی دے۔ اس نے تو یہ کہا۔ لیکن بختیارک ہنسا اور گویا ہوا کہ "بادشاہ جس کے تم ثنا خواں ہو' کیا سمندر دیو سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہے۔ یہ کہو کہ اس کی قضا کشاں کشاں یہاں لائی ہے۔" لقا نے یہ سن کر اس کو گھڑکا۔" او شیطان کیا بکتا ہے اور حکم دیا کہ لوگ ہمراہ استقبال جائیں۔ سب کوہی پیشوائی کو گئے راہ میں اس کو ملے۔ لشکر اس کے ساتھ چالیس ہزار کوہی کا تھا۔ اس کو اتروایا۔ پھر اس کو تعظیم تمام بارگاہ میں لائے۔ چالاک نے بھی اس کو دیکھا کہ ایک کوہ قامت انسان دیو صورت ہے۔ واقعی بڑا زبردست ہے۔

اس دیو صورت نے خداوند کو سجدہ کیا۔ نذر دی لقا نے سخجندہ پیشانی خلعت اس کو دیا اور کہا: "ہماری رحمت دمبدم تجھ پہ نازل رہے گی اور پیغمبری ہمارے لے گی۔ غرضیکہ بعد اس کے بیٹھنے کے گھلیں نے کہا: "یاخداوند پیغمبری مجھے بھی دیجئے کہ آپ کی مدعیہ یعنی بہار ساحرہ کو پکڑ لایا ہوں۔ اس کو قتل فرمائیے۔" منصور نے کہا: "اب پھر آفت آیا چاہتی ہے۔" بختیارک نے کہا: "وہیں تم نے سر کاٹ لیا ہوتا۔" اس نے سب ماجرا بیان کی کہ اس صرصر عیار سے لڑائی ہوئی۔ مجھ کو سر کاٹنے کا موقع نہیں ملا۔ اپنے خیمہ سے اس طریق سے قید کر آیا ہوں۔" شیطان گویا ہوا۔ کہ بس اب خبر

نہ ہو۔ اپنے خیمہ میں رہنے دو۔ جب موقع دیکھنا سنانے میں سر کاٹ لینا۔ جلدی نہ کرو۔"

گلگون اس کلام سے خاموش ہو رہا۔ لیکن چالاک نے سارا حال سنا۔ یہاں تو کوتی کی خاطر مدارات ہونے لگی۔ دور شراب چلنے لگا۔ مگر چالاک ایک فراش کو لے دے کر تنہائی میں رفع ضرورت کر آؤں۔ تم جب تک کام کرو۔" یہ کہہ کر باہر آیا اور ایک گوشے میں ٹھہر کر صورت بدلے تھا ہی۔ فراش اسے اب قطع اپنی خدمت گار کی بنا لی اور جلد خیمہ گلگون میں گیا۔ یہاں نیرنگ صندوق کا پہرہ دے رہا تھا اور بنا بر احتیاط کسی اور عیار کو بھی آنے نہ دیا تھا کہ یہ پہنچا اور کہا: "لاؤ قید ساحرہ گلگون نے طلب فرمائی ہے۔" اس نے کہا: "اچھا ٹھہر لیے چلتا ہوں۔" چالاک اس کے پاس جا کر ٹھہر گیا اور کہا: "یار ہم پیاسے ہیں پہلے ذرا پانی پلا دو۔" اس نے کہا: "ابھی" یہ کہہ کر سہ وان پر گھڑا رکھا۔ اس میں سے پانی لینے لگا۔ اتنے عرصہ میں سفوف بیہوشی منہ میں رکھ لیا۔ جب اس نے گلاس لا کر رکھ دیا۔ اس نے ہاتھ سے لے کر قریب دہن کیا اور اس طرح منہ سے لگایا کہ جیسے ایک گھونٹ پیتے ہیں۔ پس فوراً منہ سے گلاس ہٹا کر پھریری لی اور کہا: "بھائی تم نے اس میں کچھ ملا دیا۔ پانی کڑوا ہے۔" اس نے قسم کھائی کہ نہیں تمہارے لیے ہم ایسا نہ کریں گے۔ ہر چند کہ ہم عیار ہیں مگر گھر والوں کے لیے تھوڑے ہیں۔" اس نے کہا: "اگر کچھ نہیں ملایا تو ایک گھونٹ اس پانی کا پیو تو سہی۔" اس نے کہا: "کیا مضائقہ ہے۔" یہ کہہ وہ سارا گلاس آپ پی گیا۔

چالاک نے منہ سے گلاس لگاتے وقت بیہوشی تو ملا ہی دی تھی۔ جب اس نے وہ پانی پیا کہا: "میں آپ کو اور پانی لائے دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر چلا تھا کہ بیہوش ہو کر گرا۔ چالاک نے صندوق وا کیا۔ ملکہ بہار کو نکالا۔ زبان سے سوزن نکال کر ہوشیار کیا اور سب حال کہا۔ ملکہ نے کہا: "کیا کہوں امیر نے منع کر دیا ہے۔ ورنہ اب کی اس بوڑھے ریچھ لقا کو وہ ذلت دیتی کہ یاد ہی کرتا۔" چالاک نے کہا: "اب تم کوئی طائر بن کر روئے ہوا سے تماشا دیکھو۔ میں عیاری کرتا ہوں۔ بہار چاہتی تھی کہ جائے۔

اس نے کسوت عیاری سے ملکہ کو زنانے کپڑے نکال کر دیئے کہ تم یہ پہنو اور اپنا لباس مجھے اتار دو۔ ملکہ نے الگ خیمہ میں جا کر لباس بدلا اور اپنا لباس لا کر اس کے حوالے کیا۔ آپ اڑ کر چلی گئی اور ہوا پر ٹھہر کر حال بارگاہ لقا دیکھنے لگی۔

یہاں چالاک نے نیرنگ کو بصورت بہار بنایا۔ وہی لباس پہنایا۔ آپ صورت نیرنگ کی بنا۔ اس کو صندوق میں بند کر دیا۔ زبان بھی چھید دی۔ سب درستی کر کے' خنجر طلب بیٹھا۔ بارگاہ میں جب زیادہ رات گئی۔ بختیارک نے خادم و فراش وغیرہ سب کو ہٹا دیا اور تخلیہ مجلس کرا کے نیرنگ سے کہلا بھیجا کہ بہار کو لائے۔ نیرنگ نقلی جو جب حکم چند آدمیوں سے صندوق اٹھوا کر لایا اور حسب الحکم ستون بارگاہ سے باندھا جلاد کو طلب کیا اور بہار نقلی کو ہوشیار کیا۔ اس کی آنکھ کھلی منتیں اشارے سے کرنے لگا اور اشارے سے بتلاتا تھا کہ میں نیرنگ ہوں۔ کسی نے بھی اس کی فریاد نہ سنی اور کہا: "یہ لائق رحم نہیں ہے۔ اپنے بچنے کے منت کرتی ہے۔ غرضیکہ جب جلاد تین حکم پوچھ چکا اور آمادہ قتل ہوا۔ اس وقت چالاک کو نیرنگ کے حال پر رحم آ گیا۔ جلاد سے کہا: "ٹھہر جاؤ۔" وہ توقف پذیر ہوا۔ اس نے پکار کر کہا: "اے گلگوں عیاری بہت مشکل ہے۔ یہ فن ہر ایک کو نہیں آتا۔ دیکھ یہ تیرا شاگرد نیرنگ ہے جس کو تو قتل کرواتا ہے۔ ملکہ بہار کو کون قتل کر سکتا ہے۔ ہم چالاک بن عمرو۔" یہ کہہ کر زبان نیرنگ سے سوزن نکال لیا اور کمند جس سے وہ بندھا تھا خنجر سے کاٹ دی۔ اہل بارگاہ آفریں خواں ہوئے کہ کیا جواں مرد ہیں۔ لاکھوں میں اکیلے کھڑے ہیں اور دشمن پر احسان کرتے ہیں۔

سب تو تعریف کر رہے تھے' لیکن گلگوں دل میں جل رہا تھا کہ اس نے مجھ کو بہت ذلیل کیا ہے۔ آخر اس کو تاب نہ رہی۔ تعریف کرتا اٹھا کہ واقعی آپ کا مثل نہیں میں تو آپ کا غلام ہوا۔" یہ کہہ کر پاؤں پر گرا۔ چالاک نے چاہا سر اس کا اٹھا کر سینے سے لگائے۔ اس نے دونوں پاؤں پکڑ کر جھٹکا مارا کہ چالاک گرا۔ مگر گرتے

کرتے خنجر اس نے بھی مارا اور اس پر وار کیا۔ قتلیں نے پاؤں چھوڑ دیئے اور شاگردوں کو پکارا: "گیا جانے نہ پائے نیرنگ جس کو اس نے کھول دیا" وہ برابر کھڑا تھا۔ جب تک چالاک سنبھلے اس نے کمند ماری۔ چالاک نے خنجر سے حلقے کاٹے اور لوٹ مار کر دیوار کی طرف چلا۔ اس وقت ہزار ہر کمند پڑنے لگی اور طناب ہائے بارگاہ میں الجھا' مگر جو قریب آ گیا۔ اس کے بھی پاؤں اس کے اڑا دیئے۔ اس وقت نیرنگ اس کے پہلو میں آ گیا۔ کمند مارا چاہتا تھا کہ اس نے اس کا پاؤں پکڑ کر کھینچ لیا۔ جب وہ گرا۔ ایک طمانچہ اس کے مارا' مگر وہ لوٹ مار کر الگ ہوا اور اپنا دل سے کہا: "عیاران لشکر اسلام بے شک اپنا مثل نہیں رکھتے اور سوا اس کے یہ تیرا جان بخش ہے۔ استاد تیرا قتل ہی کر چکا تھا۔ اس نے جان بچائی اس کی اطاعت کرنا لازم ہے

مجھے لازم ہے اس کے ساتھ مرنا
کہ یہ جاں بخش اور محسن ہے میرا

دل سے یہ تجویز کر کے خنجر کھینچ کر قتلیں پر جا پڑا اور پکارا: "اے چالاک میں تیرا غلام ہوں۔ میری خطا کو معاف کرنا یہ کہہ کر لڑنے لگا۔ چالاک نے سہارا جو پایا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن ہزار ہا عیار باہر سے دوڑ آیا تھا۔ سردار بھی لڑنے لگے تھے۔ یہ دونوں گھرے ہوئے تھے۔ ہزاروں کمندیں پڑ گئی تھیں۔ آخر دونوں اور کرسیوں میں الجھ کر گرے اور ازروے بلوہ لوگ ٹوٹ پڑے۔ دونوں کو پکڑ لیا۔ انہوں نے بھی بہت کو قتل و زخمی کیا۔ بختیارک نے کہا: "اب دیر نہ کرو' مار ہی ڈالو۔ جلا ڈالو حاضر بہر قتل تیار تھے۔ اس نے حکم دیا کہ جلد سر اس کے اڑا دیں۔ وہ تیغ کھینچ کر چلے۔ نیرنگ نے کہا: "آپ میرے کلمہ پڑھنے کے گواہ رہیئے گا۔ چالاک بیتاب ہو کر رونے لگا کہ اے دفع ہر رنج و بلا محسن بیکساں اس وقت میں تیرا ہی آسرا ہے

دعا کو ہاتھ اٹھے درگہ حق میں
پکارا دیر تک جوش قلق میں

کہ اے خالق نہیں کوئی ہمارا
فقط ہے ذات کا تیری سہارا

جلاد تلوار لگایا چاہتے تھے کہ دعا ان کی مستجاب ہوئی۔ یعنی ملکہ بہار جو پردے ہوا ٹھہری ہوئی تماشہ دیکھ رہی تھی۔ اس نے سحر کیا کہ ہاتھ جلادوں کے بلند ہو کر تیغے گرے۔ پھر بجلی کڑک کر گری۔ بختیارک نے دیکھ کر کہا: "خداوند جلد بھاگیے کہ آفت آئی: "معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساحر جس نے ناچ نچایا تھا۔ پھر آ گئی۔ یہ کہہ رہا تھا کہ ایک پرچھائیں پیدا ہوئی اور اس نے ایک دھول سر پہ لگائی۔ رفیدہ اس کا گرا۔ اس نے رفیدہ بھی نہ اٹھایا اور دوڑ کر قدم پہ چالاک کے گرا کہ مرشد زادے بچائیے۔ دھول دھپا شروع ہو گیا ہے۔ اب جوتی کاری ہوا چاہتی ہے۔ یہ تو منت پذیر تھا کہ بجلی بن کر ملکہ گری اور دونوں عیاروں کو اٹھا لے گئی۔ بجلی گرتے ہی سب عیار باہر بارگاہ کے بھاگ گئے اور لقا بھی تخت کے نیچے جا کر چھپا۔ جو جو بہادر تھے کہ وہ حیرت سے پاگل تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ناہید بھی حیران تھی کہ یہ کیسا خداوند ہے جو جان چھپاتا ہے اسی ہنگامہ میں ایک آواز آئی کہ اے خرس صحرائی مرتدی اگر امیر کی ممانعت نہ ہوتی تو اس وقت اپنی کیفیت دیکھتا کہ کیا حال تیرا میں بناتی۔" یہ آواز سن کر بختیارک کو اطمینان ہوا کہ اب آفت نہ آئے گی۔ یہ مطلع پڑھتا ہوا اٹھا۔ لقا بھی تخت کے نیچے سے نکلا۔ لیکن حکم دیا کہ رات زیادہ آئی ہے دربار برخاست ہوا سب اپنے اپنے خیموں میں آئے۔ ادھر ملکہ ذکوہ نے ایک پہاڑ پہ لے جا کر عیاروں کو اتارا۔ اتنی رات ذکر اذکار طلسم میں بسر ہوئی۔ نیرنگ نے حال کوہستان کا بیان کیا اور کہا: "ہمارے ملک گلگونیہ کو سے جو آگے بڑھے تو ایک بیابان ملتا ہے۔ سامنے بیابان

کے دیو کو ہے۔ اسی درے کے سامنے ایک خیمہ کھڑا ہے۔ اس میں نقابدار رہتا ہے اس درے سے جو گزرے تو سیدھا طلسم ہوشربا میں پہنچے۔ مگر وہ نقابدار نہیں جانے دیتا ہے۔" بہار نے کہا: "میرا بھی قصد ہے کہ ادھر ہی جاؤں یا تو نقابدار کو ماروں یا وہ مجھ کو گرفتار کر کے پاس طلسم کے پاس بھیج دے۔ وہاں میرے ہمراہی چھڑا لیں گے۔

غرضیکہ یہ باتیں کرتے کرتے جب وہ وقت آیا کہ طلسم شب لوح آفتاب سے دھوتا اور عالم نیرنگ میں بہار سحر نے داخلہ کیا۔ ملکہ بہار نے تخت سحر تیار کیا اور چالاک سے کہا: "خدا حافظ و ناصر ہماری جانب سے شاہ اسلام کو سلام شوق کہہ دینا۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئی۔ عیار دونوں اپنے لشکر میں آئے۔ بادشاہ نے برآمد ہو کر جلوس فرمایا۔ امیر و سردار زیب دہ کرسی و دنگل ہوئے۔ نیرنگ نے آ کر نذر دی خلعت اس کو ملا۔ کفاف مقرر ہوا۔ عیاروں میں شامل کیا گیا۔ اس طرف لقا بھی تخت کبت پر بیٹھا۔ سلیمان نے سب کوہیوں کو بے اعتقاد دیکھ کر سمجھایا کہ خداوند رحیم بہت ہیں۔ ذرا سی بات میں چھپنے لگتے ہیں۔ اپنی تقدیر قہرناک سے آپ ہی ڈر جاتے ہیں کہ مجھ سے غضب ناک تقدیر ہو گئی ہے۔ ایسا نہ ہو زیادہ تیزی دکھائے۔ غرض یہ کہ سب کوہیوں وغیرہ نے آ کر سجدہ کیا اور دربار گرم ہوا۔

اس وقت بصلاح سلیمان نے ایک نامہ تمہیدیہ و عتابیہ شاہ افراسیاب کو لقا کی طرف سے لکھا۔ مضمون اس کا یہ تھا: "اے شاہ نخوت پناہ تو نے کس بھروسے پر ہم کو ٹھہرایا ہے۔ جو ساحر کہ تو نے آج تک بھیجے۔ یہاں مارے گئے۔ ایسا کوئی ساحر نہ آیا' جس سے کوئی مطلب نکلتا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ تیرے طلسم کے ساحر یہاں آتے ہیں اور ہم پر سحر کرتے ہیں۔ چنانچہ بہار ساحرہ نے آ کر ایسی کوئی آفت برپا کی کہ وہ حال قابل تحریر نہیں۔ اب وہ ساحرہ جانب طلسم آئی ہے۔ جلد اس کا سر کاٹ کر روانہ کرو۔"

یہ نامہ حسب دستور پہاڑ پر رکھوا کر نقارہ بجوا دیا۔ پنجہ پیدا ہو کر نامہ لے گیا۔ شاہ طلسم باغ میں سریر حکومت پر جلوہ گر تھا اور بطور چہار دست مقابلے کے لیے ساحر بھیجے

کی فکر کرتا تھا کہ پنجہ نے نامہ پہنچایا' پڑھ کر منشی کو حکم دیا کہ جلد چند حکم نامے لکھے۔

ایک بادشاہ کوہ نیلم کے نام اور ایک بادشاہ طلسم ہزار برج کے نام، اور ایک بادشاہ طلسم گوہر کے نام اور چند حکم نامے ان بادشاہوں کے نام جو طلسم آئینہ اور نرگس کوہ سے ادھر ہٹ کر راہ طلسم رو کے ہوئے ہیں' لکھے جائیں مضمون یہ ہو کہ بہار جادو ما بدولت کیمع زدہ ہے مگر منحرف ہو گئی ہے۔ وہ قلعہ کوہ عقیق سے بھاگی ہوئی آتی ہے۔ سوائے ان راہوں کے اور کسی طرف سے داخل نہ ہو سکے گی۔ پس اپنے ملک میں گرد آور مقرر کرو اور دیکھتے ہی ہمارے حکم نامے کے شہر میں منادی کرا دو۔ اطلاع ملک میں نوشتے بھیج دو' کہ جہاں کہیں ساحرہ مذکور ملے گرفتار کی جائے اور خداوند کے پاس یا ہمارے پاس بھیج کر نیک نامی حاصل کرو تاکید بلیغ جانو۔" چنانچہ حسب فرمان منشی طلسم نے حکم نامے اور نوشتے وغیرہ لکھ کر مہر بادشاہی ثبت کی اور رو برو بادشاہ حاضر کئے۔ شاہ طلسم نے وہ نامے پنجہ ہائے سحر کے ہاتھ روانہ فرمائے۔ جب شاہان سرحدار طلسم کو وہ نامے پہنچے۔ بموجب تحریر کاربند ہوئے۔ حلیہ بہار کا جاری کیا اشتہار ہر جگہ چسپاں ہوئے۔ گرد اور مخبر ہر جگہ مقرر کئے گئے۔

اسی طرح جب نامہ کوہ نیلم پر پہنچا۔ نیلم جادو بھی متلاشی ملکہ مذکور ہوا۔ بارہ ہزار ساحر اپنے پاس رکھتا ہے ان کو حکم تلاش دیا۔ یہاں تو یہ بندوبست ہے۔ لیکن افراسیاب نے بھی بھیجتے ناموں کو سحر پڑھ کر دستک دی۔ بعد کچھ دیر کے آندھی آئی۔ زمانہ بالکل سیاہ ہو گیا اور بجلی بڑے زور و شور سے چمکی۔ پھر جو روشنی ہوئی۔ ایک ساحر قوی زبردست تو ان کے سامنے کھڑے ہوئے دیکھا۔ اس نے بادشاہ کو تسلیم کی نذر دی شاہ نے کہا: "اے معوش کوہ پیکر قوی جسم جادو۔ تمہیں اس لیے میں نے بلایا ہے کہ خداوند کی مدد کو قلعہ کوہ عقیق میں جاؤ۔ مگر نیلم کوہ کی طرف جانا کہ ادھر کی سرحدیں بالکل

کمزور ہیں۔ اندر طلسم کے بھی ساحر کم رہتے ہیں اور بیرون طلسم جو کوہستان ہے۔ مثل قلعہ گلفامیہ و قرطاس کوہ نرگس کوہ طلسم آئینہ ان کے حاکم بعض خدمت خداوند میں جا کر مارے گئے اور بعض ممالک قبضہ میں مسلمانوں کے آ گئے حاکم ان کے مسلمان ہو گئے۔ چنانچہ اسی راہ سے ملکہ بہار داخل طلسم ہو گی۔ پس کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔ تم اس طرف سے جانا' اگر کہیں ملکہ مذکور کو ملے تو گرفتار کر کے خدمت خداوند میں لیتے جانا کہ اس نے وہاں جا کر کچھ بے ادبی کی ہے اور راہ میں ہوشیاری رکھنا کہ دو عیار یعنی قران و برق بھی اس ملکہ کے ساتھ ہیں۔ یہ سب ملک کوکب سے راہ بھول کر قلعہ تحقیق کوہ میں پہنچے ہیں اور بھٹکتے پھرتے ہیں۔" یہ کہہ کر ایک قہقہہ مارا اور اپنے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا: "اس مرد صحرائی کوکب کی لیاقت دیکھئے۔ اتنا اس سے نہ ہو سکا کہ بچارے عیاروں کو ان کے مقام تک پہنچا دیتا۔ اسی طرح وہ مدد گار بھی کرے گا کہ عین وقت صعوبت پر دیں۔ بلا میں چھوڑ دے گا۔" سب اہل دربار تائید کلام میں مصروف ہوئے اور اس نے خلعت رخصت مدہوش کو عنایت کیا۔

وہ رخصت ہو کر اپنے مقام پر آیا۔ چوبیس ہزار سحار درست کر' اژدر آتش بار پر بیٹھ کر روانہ ہوا بعض قطع منازل و طے مراحل قریب طلسم نیلم کو پہنچا۔ قلعہ نیلم میں نہ گیا۔ قریب ایک پہاڑ کے مقام کیا۔ اس لیے کہ اب آگے سرحد طلسم تمام ہے۔ شاید بہار تجھ سے پہلے آ گئی ہو تو برا ہو گا تو آگے بڑھ جائے گی۔ وہ طلسم میں داخل ہو جائے گی۔ حکم شہ میں فتور آئے گا۔ غرض یہ کہ بانتظار بہار یہ تو یہاں اترا اور بہار بھی تخت سحر اڑائے۔ بفراست مرحلہ جات طلسم کی راہ چھوڑتی ہوئی۔ پہلے شہر گلفامیہ میں آئی اور وہاں سے بہت جلد گزر کر صحرائے طلسم آئینہ سے ہوتی ہوئی قریب نیلم کو پہنچی اور اذیت ہجر یار سے گرانبار خاطر تھی۔ اشک ریز ہر قدم پر آئی تھی۔ مجنوں کردار یہ لیلیٰ عذار وہاں ٹھہری اور یار و جاناں میں شعر عاشقانہ پڑھتی پھر وہاں سے آگے

کے۔ لیکن بیہوش ہو گیا۔ برق اس کو گھوڑے کی باگ تھامے۔ اکیلے میں آیا اور اس کی سی صورت بن کر کپڑے اس کے پہن کر گھوڑا لے کر لشکر کے پاس آیا اور ٹہلانے لگا۔ اس عرصے میں گھسیارے نے اک اسپک کے نیچے گھاس کا گٹھا کھولا اور چلتے وقت کہتا گیا کہ صاحب گھاس ڈالے جاتا ہوں۔ برق سمجھا کہ اس گھوڑے کا تھان یہی ہے۔ غرضیکہ گھوڑا تھان پر باندھا اور آپ بستر پر جا کر بیٹھا تھا کہ چوبدار نے آ کر پکارا: "اے ملازمان لشکر جائزہ دینے چلو۔" یہ سن کر اس نے اپنے دل میں کہا: "تو نے غلطی کی جو اس چاکر کا نام نہ پوچھ لیا۔ اب جائزہ میں کیا نام بتلائے گا۔" اسی فکر میں خیال کیا کہ سب جائیں تو نہ چل۔ آپ ہی نام پکارا جائے گا۔ یہ تجویز کر کے بیٹھا رہا۔ اتفاق سے جب اور چاکر جانے لگے اس سے کہتے ہوئے کہ میاں مہ ماتے تم جائزے کو نہ جاؤ گے۔" اس نے کہا: "تم چلو میں آتا ہوں۔ پس بعد ان کے اٹھ کر چلا۔ یہاں بموجب حکم افراسیاب بخوف عیاراں مہوش نے سحر کا جائزہ مقرر کیا ہے۔ یعنی ہر ایک کا نام دن میں تین بار پکارا جاتا ہے۔ اس لیے کہ غیر شخص لشکر میں نہ رہے۔ چنانچہ برق نے ایک بلندی کی طرف بارگاہ بادشاہی کی طرف دیکھا کہ ایک محرر بیٹھا ہے۔ فردین آگے رکھی ہے۔ اسم نویسی پر جائزہ لیا جاتا ہے۔ حاضر کہہ کر سامنے جاتا ہے آخر مہ ماتے کا نام بھی پکارا گیا۔ برق سامنے گیا اور کہا اصلی نام میرا برق فرنگی عیار ہے۔ تمہارے سائیس کو بیہوش کر کے مہ ماتے بنا ہوں۔" مہوش یہ سن کر ہنسا اور بلا کر پوچھا کہ کیونکر آنا ہوا۔" اس نے کوکب کے یہاں سے پھر کر آنا ہوا۔ سب حال بیان کیا۔ "اس نے کہا' تم نے بہت اچھا کیا جو چلے آئے۔ تمہارا گھر ہے۔ آؤ خیمہ میں چلو۔ یہ کہہ کر جائزہ موقوف کیا کے اندر بارگاہ کے برق کو لے گیا۔ کہا: "اپنی اصلی حالت بناؤ۔ اس نے اصل شکل بنائی۔ اس نے ایک قفس آہنی منگا کر کہا: "جاؤ اس پنجرے میں بیٹھو۔ اس نے قفل لگا دیا اور چار ساحر زبردست بلا کر وہ قفس ان کے حوالے کیا اور سحر اتار لیا۔ اب برق کو ہوش آیا دل سے کہا: "یہ کیا تو نے حماقت کی کہ اپنا نام آپ بتا کر جکڑا بلا ہوا۔ پھر خیال کیا کہ تو

آپے میں نہ تھا۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ اب کچھ فکر کر یہ سوچ کر چپ ہو رہا۔

ادھر تو یہ قید ہوا۔ اس طرف صحرائے فرحناک میں ملکہ بہار جو آ کر ٹھہری تھی اور فراق بادشاہ اسلام میں بیتابی کر رہی تھی۔ اتفاقاً جا بجا ساحر طائر بنے اس کے تجسس میں تھے۔ انہوں نے جا کر بادشاہ کو نیلم سے عرض حال کیا کہ بہار قریب قلعہ جو دشت ہے وہاں بیٹھی ہے۔ یہ خبر سنتے ہی اس نے حکم تیاری لشکر دیا۔ نفیر سحر بجی بارہ ہزار ساحر مسلح و مکمل ہو کر طائران سحر پر سوار ہو کر چلے۔ آگے آگے نیلم جادو اژدر پر سوار۔ اسباب سحر سازی لیے بصد ہیبت اسی دشت کے قریب پہنچا کہ جہاں ملکہ کو فوج غم یار گھیرے تھی۔ چنانچہ اس نے جاتے ہی چار طرف سے گھیر لیا۔ بہار نے جب محاصرہ کرتے فوج کو دیکھا۔ سنبھل کر کھڑی ہوئی اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ ابر سیاہ ظاہر ہو کر سارے لشکر پر اس کے محیط ہوا۔ کارپردازان سلطنت جو نیلم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے شاہ یہ ساحرہ بہن ملکہ حیرت کی ہے اور بے نظیر جادو گرنی ہے۔ یہ سحر جو اس نے کیا ہے اس سے بہار پیدا ہو گی۔ سارا لشکر دیوانہ ہو جائے گا۔ پس لازم ہے کہ بآشتی اس سے پیش آئیے۔ اور مکر سے قید کیجیے۔ یہ رائے اس کو پسند آئی اور اپنے اژدر سے اتر کر قریب ملکہ جا کر سلام کیا اور کہا: "میں تو آپ سے ملنے آیا تھا۔ آپ ناحق آمادہ فساد ہیں۔" ملکہ نے کہا: "میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ کوئی شخص شہنشاہ سے خطا میری معاف کرا دے۔ اس نے کہا: "آپ میرے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمایئے۔ میں آپ کو خدمت بادشاہ میں لے چلوں گا۔" بہار اپنے دل میں سوچی کہ سحر سے تو یہ سب مغلوب ہو جائیں گے۔ مگر از روئے بلوہ کے اگر یکایک مل کر لپٹ جائیں تو گرفتار کر لیں گے پس یہ تجھ سے مکر کرتا ہے۔ تو اس سے مکر کر اور اس کے ساتھ جا رات کو یہاں سے نکل چلنا۔ یہ سوچ کر کہا: "اچھا لشکر اپنا ہٹا دو تو میں تمہارے ساتھ چلوں۔ اس نے لشکر رخصت کر دیا اور ملکہ کو تخت پر بٹھا کر قلعہ میں لایا۔ قلعہ نہایت آباد راستے صاف' مکانات عمدہ مسکن

سامری پرستان، جابجا مندر بنے، تصویریں لگا اور پونے دو سو خداؤں کی بنی۔ خلقت ان کی پرستش کرتی۔ دکانیں کھلیں، گرم بازاری ہر طرح کی ہوتی۔ مختصر یہ کہ ملکہ سیر دیکھتی داخل ایوان شاہی ہوئی۔ یہاں تخت شاہی گستردہ تھا۔ فرش سے وہ جگہ پیراستہ اراکین دولت حاضر تھے۔ ملکہ کو لا کر اس نے تخت شاہی پر بٹھایا۔ ساقیان سیمیں ساق حاضر ہوئے۔ نازنینان مہ تمثال طوائفان صاحب حسن و جمال آ کر گانے ناچنے لگیں۔ نیلم نے جام شراب اپنے ہاتھ سے ملکہ کو دیا۔ ملکہ نے فرمایا: "کسل ماہ رکھتی ہوں۔ شراب نہ پیوں گی۔ اس نے عرض کیا کہ: "حضور میرے باغ میں چل کر آرام کریں۔ یہ کہہ کر اسی ایوان کی پشت پر دروازہ لگا تھا۔ اس کو وا کر کے ملکہ کو لایا۔ یہاں باغ پر فضا گل و بار سے لدا بہار افزا بنا تھا کہ ہر گل پر جس کے بلبل نے ہزار جان کو صدقے کیا تھا۔ بیچ باغ میں ایک بارہ دری تعمیر تھی۔ واقعی بے نظیر تھی۔ دنیا کے تکلفات اس میں مہیا پڑے، زربفتی پردے۔ چھپر کھٹ مرصع کار بچھے

بچھے تھے ہر طرف قالین خوش رنگ
پلنگ ایسے کہ جی ہو دیکھ کر دنگ

ملکہ آ کر پلنگ پر لیٹی اور خیال صحبت بادشاہ جو آیا دل بے اختیار بھر آیا۔ ساغر چشم پر آب رشک حسرت سے مملو ہو گئے۔ دل سے شاکی ہوئی کہ اے خاطر ناشاد یہ کس بلا میں تو نے پھنسایا۔ بجلی چٹکی کو روک لگایا

کہاں تک قہر بیتابی اٹھاؤں
شکایت تا زبان کیونکہ نہ لاؤں

کہ آخر آدمی ہوں ضبط دشوار

"اے ملکہ تم نے مجھ کو بالکل الّو ہی سمجھ لیا۔ اب کہاں جاؤ گی۔ یہ کہہ کر ایک ناریل اس نے مارا۔ وہ ناریل قریب بہار جا کر چٹخا اور اس میں سے ہزار ہا طاؤس نکل کر منقار زنی کر کے جانب ملکہ چلے۔ ملکہ نے سحر پڑھ کر آواز دی: "اے صیادانِ دشت سامری آؤ۔" سب دیکھا کہ ہزار ہا چکا ہاتھ میں چھری لیے پیدا ہوا اور طاؤسوں کو پکڑ پکڑ کر ذبح کرنا شروع کیا۔ اس عرصے میں سارا لشکر نیلم کا تیار ہو کر آ گیا اور ہزار ہا نارنج و ترنج و ناریل وغیرہ ہر جانب سے پڑنے لگے۔ ابر گھر آئے۔ مار کژدم و آتش و سنگ و برف وغیرہ ملکہ پر برسنے لگے۔ ملکہ نے روئے ہوا زمین پر اتر کر ایک دو ہتڑ مارا زمین شق ہوئی اور ایک پری ناز قد میں غیرت شمشاد رفتار سے اس کی قیامت پیدا، چہرہ سے اس کی آفتاب محشر شرمندہ ادا میں اس کی جادو۔ غرض بہت خوبرو۔ ایک چتر اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس چتر کا سایہ سر پر اس بادشاہ حسن کے کیا جتنے آگے بڑھ کر بڑھتے تھے وہ اس چتر کے قریب آ کر الٹے پھر جاتے اور لشکر حریف پر آ گرتے اور اس چتر زریں شعلے نکل کر سر فلک تک جاتے اور وہاں سے شہاب بن کر گرتے۔ فوج نیلم کے جگر و دل کے پار گزرتے

○○○

- ہر چند کہ

نیلم مغلوب تھا' لیکن جان پر کھیل کر تیغ و تبر مارتا' آگے بڑھتا جاتا تھا۔ ہر ساحروں کے شور مچاتے تھے۔ آندھیوں نے عالم تاریک کر دیا تھا۔ ملکہ کھڑی ہنس رہی تھی۔

کوئی حربہ اس پر کارگر نہ ہوتا تھا۔ اسی ہنگامے میں دن تمام ہوا چاہتا تھا کہ یہاں سے قریب لشکر مہوش اترا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ مقام پشت قلعہ نیلم ہے۔ چنانچہ صدائے مبارزان سن کر اس نے خبر منگائی ساحر آ کر حال دریافت کر گئے۔ جب وہ باخبر ہوا۔ اس کے پاس ایک پنجہ ہے کہ وہ طائران دشت سامری و جمشید کے بطن کا ہے۔ چنانچہ اس پنجہ کو لے کر یہ سوار ہوا اور لشکر افسروں کے حوالے کر کے کہا: "تم میرے بعد فوج لے کر آنا ہیں غفلت میں کام اس ساحرہ کا تمام کروں گا۔" یہ کہہ کر اڑا اور جہاں ملکہ بہار کھڑی تھی۔ اس کی پشت کی طرف آیا اور غفلت میں پنجہ اس کی پشت پار مارا۔ اگر سر پر ملکہ کے چتر نہ ہوتا تو وہ پنجہ سینہ توڑ کر نکل جاتا۔ مگر چھتے پر پڑھ کر زمین میں سما گیا اور وہ زن سحر جو چتر لیے تھی' پنجہ کے پڑتے ہی غائب ہو گئی۔ بہار پر بیہوشی طاری ہوئی غش کھا کر گری۔

مہوش مع چند ساحروں کے آ پڑا اور ملکہ کو گرفتار کر لیا۔ فوراً زبان میں سوزن دی اور مسحور بہ سحر کر کے نیلم سے ملاقات کی۔ اس نے بہت تعریف کی کہ یہ آپ ہی کا کام تھا' جو ایسی ساحرہ کو پکڑ لیا۔ اب میرے قلعہ میں چلیے اور دعوت نوش کیجیے۔"

اس نے منظور کیا اور ملکہ کو ہمراہ لیے قلعہ نیلم میں آیا۔ ملکہ کو قید شدید میں گرفتار کر کے زندان میں بھیجا۔ پھر نیلم نے سامان دعوت مہیا کیا۔ نیلم کوہ بہت پر فضا مقام پر ہے۔ سر کوہ پر ہزار چشمہ جاری ہے۔ درخت گلہائے خودرو کے لگے ہیں۔ طائران خوش نوا زمزمہ سرا رہتے ہیں پہاڑ پر سیر گاہیں نیلم نے بنائی ہیں چہل ستون تعمیر ہیں۔ چبوترے

لب جو با رطل رکے سجے ہیں۔ سبحان اللہ نور کے سجے ہیں۔ چاروں طرف گلدستے دھرے ہیں۔ بعض چبوترے پر بنگلہ صندلی کا پڑا ہے۔ بعض پر نمگیرہ جواہر دوز کھنچا ہے۔ پہاڑ کا وہ بلند مقام اور ہواؤں کے فرحت بخش سناٹے سبزے درختوں کی گھنی چھاؤں۔ ایک دل کیا، ہزار مردہ دلوں کو یہ کیفیت زندہ کرتی تھی۔ سحر در مزاجوں کو وہ جگہ خانۂ مسیحا تھی کہ

طلسمی جانور طائر تھے گویا
در و یاقوت سے لبریز ہر جا

شجر گل برگ میں تھے سیکڑوں رنگ
نظر آتے تھے ہر شے میں نئے ڈھنگ

عجیب فرش رنگیں ہر مکاں میں
کبھی ایسے نہ دیکھے تھے جہاں میں

کہیں الماس کے مینا و ساغر
طلسمی سیکڑوں سامان برابر

گلوں کے سب شجر سرسبز و شاداب
رواں گرد ان کے موجِ چشمۂ آب

اس مقام فرخ بخش پر جلسہ دعوت مقرر ہوا دن تو تمام ہی ہو چکا تھا۔ یہ وقت تھا کہ دامن نور مہر روشن بیان دامن کو جو پھیلا ہوا تھا سمٹا اور شکل معشوق بے وفا دامن کش

ہوا کہ

کہ اس اثنا میں سلطان کواکب
ضیا سے جس کے ہے شان کواکب

قدم فرما ہوا وہ بہر آرام
نظر آنے لگی کیفیت شام

سر کوہ پر نیلم اور معثوق مع مصاحبین آ کر بیٹھے شغل مے خواری کرنے لگے۔ ناچ ہونے لگا کہ

ہجوم گلعذاروں حلقہ زن تھا
گل اندا موں سے گلشن وہ چمن تھا

لیے ہاتھوں میں شیشے اور ساغر
مے گلگوں بہ رنگ گل معطر

کوئی غیرت دہ زہرہ بصد ناز
لیے با حسن و خوبی رقص کا ساز

مہیا تھے رباب و چنگ و دف نے
ہوا سب شروع تھا خون بہا سے

یہ تو مصروف عیش و عشرت ہیں' لیکن لشکر معثوق اس جگہ جہاں اترا ہوا تھا ہر گیلہ ہوشیار آج کی رات زیادہ تر کرنے لگے کہ مالک لشکر نہیں ہے۔ وہ چار ساحر جن کے

پاس برق کا پنجرہ بے در خیمہ پر آ بیٹھے۔ چاندنی رات کی بہار دیکھنے لگے۔ پنجرہ سامنے رکھ لیا۔ برق نے دل سے تجویز کیا اب فکر رہائی کرنا چاہیے۔ کیونکہ اس نے سب حال انھیں ساحروں کی زبانی جنگ بہار کا سنا کہ وہ آپس میں باتیں کرتے تھے۔ یہ سنتا تھا۔ غرض یہ کہ اس نے قفس میں کسبت عیاری کھولی۔ کس لیے کہ دست و پا قابو میں تھے پس کسبت عیاری سے درج لعل و گوہر نکال کر سامنے رکھے اور رونا شروع کیا کہ: "ہائے بخت ناکام یہ مال میں نے کس مشقت سے جمع کیا۔ افسوس کہ میں قتل ہوں گا اور یہ سب نصیب اعدا ہو جائے گا۔ کبھی اسی گریہ و زاری کی حالت میں آپ ہی آپ کہتا کہ میں مدہوش سے وصیت کر جاؤں گا کہ میرا مال لشکر امیر بھی بھیج دینا۔ وہاں میرے عیال و اطفال ہیں۔ ان کے کام آئے گا۔ یہ کہتا جاتا اور کسبت سے علاوہ جواہر کے اور ہر قسم کی چیزیں یعنی لباس مردانے، زنانے زیور وغیرہ نکالتا اور روتا۔

ان چاروں ساحروں نے یہ سب کیفیت دیکھی۔ باہم مشورہ کیا کہ اس عیار کے پاس بڑا مال ہے۔ مجرم تو ہی چکا ہے۔ بغیر قتل رہا ہونا اس کا ممکن نہیں۔ پس سب مال اس سے لے لو۔ تمام عمر نوکری کی احتیاج نہ رہے گی۔ یہ سوچ کر خیال کیا کہ پنجرہ اٹھا کر لشکر سے دور کوہ میں لے چلو کہ کوئی اس راز سے ماہر نہ ہو۔ پس یہی کیا کہ قفس اٹھا کر دست شان میں آئے اور سحر پڑھ کر پھونکا۔ قفس کا قفل کھل گیا۔ برق کو باہر نکال کر چاہا کہ سحر سے بے حس حرکت کر کے کسبت عیاری چھین لیں۔ برق نے کہا: "میں تمھارا ارادہ پہچان گیا ہوں۔ میرا مال تم نے تجویز کیا ہے۔ مگر تم زبردستی نہ لے سکو گے۔ ہم لوگ عیار ہیں اس طرح نہیں رکھتے جو ہر ایک گرفتار کر کے چھین لے صدہا مرتبہ قید ہوتے ہیں اور چھوٹتے ہیں مگر مال ہمارا نہیں جا سکتا۔" انھوں نے کہا: "پھر کہاں چھپا دیتا ہے۔" اس نے جواب دیا کہ تمھیں کیوں بتائیں۔ اچھا تمھیں مال لینا ہے تو لے لو، مگر مجھ کو بے حس و حرکت نہ کرو۔" ورنہ میں جب سامنے مالک کے جاؤں گا۔ فریاد کروں گا۔ ساحر یہ کلام سن کر ڈر کہ اگر یہ وہاں

دعویٰ کرے گا کہ ہم سے باز پرس ہو گی۔ خائن اور دزد مشہور ہو کر تمہیں معلوم کیا حال ہو۔ پس اس کو راضی کر کے لینا چاہیے۔ یہ تجویز کر کے منت پذیر ہوئے کہ بھائی آخر تم سے مال جاتا ہی رہے گا۔ جب مارے جاؤ گے۔ جلاد لے لے گا۔ اس ہمیں کو دیدو۔" برق نے کہا: "ایک شرط یہ ہے کہ جو کچھ لو اس کے پانچ حصے کرو۔ چار حصے تم چاروں لو اور ایک ایک حصہ میری اولاد کو بھیج دو۔" انہوں نے کہا: "ہمیں منظور ہے۔" اس نے کسبت ان کے سامنے رکھ دی۔ کہا: کھولو۔" چاروں نے وا کی۔ اس میں سے کندیں اور مٹھائی اور لباس وغیرہ نکلنے لگا۔ روغن ہر قسم کے' رنگ طرح طرح کے نکلے۔

غرضیکہ بعد ان چیزوں کے تھیلیاں سب اشرفیوں کی اور درج جواہر نکلے۔ موتیوں کے ہار۔ تاج مرصع نثار کا وہ زر تار سب نکال کر علیحدہ رکھے۔ برق نے کہا: "تم نے اتنا مال پایا۔ لیکن ایک چیز ایسی عمدہ ہے کہ وہ ہفت اقلیم کو اپنی بہار کے آگے سستا جانتی ہے۔ اس کو تم نے نہ پایا۔ سب نے پھر التجا کی کہ اپنی مہربانی سے وہ بھی عنایت فرمایئے۔ برق دل میں کہتا ہے کہ کیا اپنے باپ کا مال انہوں نے مقرر کیا ہے کہ سب مانگتے ہیں۔ غرضیکہ ان سے کہا: "خیر وہ بھی تمہیں دوں گا' لیکن کل سے بھوکا ہوں۔ یہ میوہ مٹھائی جو نکلی ہے۔ مجھے دو کہ کھاؤں اور جام شراب پیوں' تاحواس میرے بجا ہوں۔ انہوں نے کہا: "کیا مضائقہ ہے لیجیے۔" اس نے کہا: "پھر تم بھی کھاؤ اور شراب پیو تو میں بھی کھاؤں۔" انہوں نے کہا: "ایسا نہ ہو کہ اس میں کچھ دغا ہو۔" اس نے جواب دیا: "کہ جب پہلے میں کھاتا ہوں تو کیا اندیشہ ہے۔ ہاں بیہوشی ان سب چیزوں میں ملی ہے تو اس کے دفع کی یہ تدبیر ہے۔ یہ کہہ کر اسی کسبت سے ایک شیشی نکالی۔ اس میں ایک دوا مثل روغن سرخ بسان خون تھی۔ کہا: "کوئی کیسی ہی بے ہوشی کھائے ہو' اگر اس شیشے کھاؤ اور یہ سونگھ لو۔ یہ کہہ کر آپ تو حال اپنی کسوت کا جانتا تھا۔ جس بوتل میں کہ شراب سادی تھی۔ اس میں سے ایک جام بھر کر آپ پیا اور یک جان ان کو دیا کہ لو پیو۔ انہوں نے جب اسے کو پہلے پلوا

لیا پھر کیا تامل تھا۔ آپ بھی پیا اس نے کہا: "شیشی سونگھ لو۔ نہیں بیہوش ہو جاؤ گے۔ انہوں نے جلد شیشی سونگھی۔ سونگھتے ہی نشہ بیہوشی ہوا۔ آپس میں لڑنے لگے کہ یہ موتی ہم لیں گے۔ ایک نے کہا: "اس لعل کے لیے اس شخص کا باپ کہہ کر مرا ہے کہ اس طرح کا لعل جہاں ملے نہ چھوڑنا۔" دوسرے نے کہا: "یہ سب مال اس شخص کے دادا کا ہے۔ یہ عیار لایا ہے۔

وہ تو اس رنگ میں تھے اور برق نے گٹھڑی کا اسباب سمیٹ کر باندھا اور اس عرصہ میں وہ بیہوش ہو گئے۔ اس نے چاروں کے سر کاٹ ڈالے۔ پیروں نے غل مچایا ہنگامہ ہوا۔ مگر وہ مقام لشکر سے دور تھا۔ کوئی خبر نہ ہوا۔ کہ یہ ماجرا کیا گذرا۔ غرضیکہ بعد غل و شور کے صدا آئی کہ مارا۔ قائم و مقیم و منتظم و انتقام جادو کو۔ برق نے چاروں کے لباس لیے اور مقیم ان تینوں کا افسر تھا۔ اس کی ایسی شکل بنائی اور حال تو سن چکا تھا کہ مہوش قلعہ نیلم کوہ میں شعلہ نیلم کے یہاں گیا ہے' پس اس طرف چلا۔

جب قریب قلعہ پہنچا۔ دیکھا قلعہ کے اطراف میں جو پہاڑ ہے۔ اس پر روشنی ہو رہی ہے۔ آواز گانے کی آتی ہے۔ کچھ لوگ پہاڑ پر آمد و رفت رکھتے ہیں۔ اس نے ان سے پوچھا: "ہمارے مالک مہوش کہاں ہیں۔ معلوم ہوا کہ اسی پہاڑ پر جلسہ کئے ہیں۔ یہ بھی پہاڑ پر آیا۔ وہی جو اوپر مذکور ہوا۔ اس نے بھی دیکھا دل سے کہا: "ہمیں قید کر کے یہ مسخرا اس جلسہ میں بیٹھا ہے خیر کیا مضائقہ ہے۔ اب وقت اس کا برابر آ گیا ہے۔ یہ سوچتا ہوا قریب چشمہ شیریں چبوترہ پر نصب مسند زرنگار نیلم اور مہوش تھے کہ یہ سامنے آیا۔ وہاں شراب و ناچ وغیرہ کے جلسہ میں سب مدہوش تھے۔ مہوش نے پہلے تو سحر بھی ویسا ہی کیا تھا کہ برق نے سامنے جا کر حال اپنا آپ کہہ دیا تھا۔ لیکن اس عشرت میں وہ سحر کہاں۔ دوسرے اطمینان بھی ہے کہ بہار اور عیار کو میں گرفتار کر چکا ہوں۔ اب کیا کھٹکا ہے۔ چنانچہ اس کو دیکھ کر پوچھا: "اے مقیم تم کیونکر آئے؟ اس نے کہا: "کیا عرض کروں بڑے تعجب کی بات ہے' حضور سنیں گے تو دروغ سمجھیں گے۔ مگر بغیر عرض کئے چارہ نہیں۔" اس نے بعد تعجب پوچھا کہ کہوں بیان

www.pksociety.com

تو کہو۔ کیا ہوا۔" اس نے جھکا کر کان میں کہا: "ہم سب بیٹھے تھے کہ یکا یک ایسی ٹھنڈی ہوا چلی کہ ہماری آنکھ بند ہو گئی۔ بعد لمحہ کے کسی نے شانہ پکڑ کر چونکایا۔ جب ہم جاگے تو دیکھا کہ ایک شخص جس کا سونے کا بدن ہے ہمارے پاس کھڑا ہے اور کہتا ہے میں پتلا افراسیاب کا ہوں۔ بحکم شہنشاہ برق کو دریائے نور پر لیے جاتا ہوں۔ یہ کاغذ تو لے جا کر مہوش کو دے اور لے ہم چلے۔" یہ کہہ کر پنجرہ برق کا لے کر اڑ گیا۔ یہ کاغذ حاضر ہے جو دے گیا۔"

مہوش نے سب حال سن کر کہا: "اس میں تعجب کی بات کیا ہے۔ دریائے نور پر پتلا ہائے طلائی و نقرئی شہنشاہ کے ہزاروں ہیں۔ کیا عجب ہے جو کتاب سامری سے حال دریافت کر کے قید عیار کی شہنشاہ نے منگوا لی ہو۔ چلو اچھا ہوا' جو منگوا لیا۔ یہ کہہ کر کاغذ دیکھا۔ وہ نامہ شاہ طلسم کا تھا۔ مہر اس کی پیشانی پر بادشاہ کی تھی اور خاص قلم سے بادشاہ کے لکھا تھا۔ مضمون یہ تھا کہ مہوش و نیلم ہم تم سے بہت راضی ہوئے۔ پہلے سے عیار کو ہم نے منگوا لیا ہے۔ تم کچھ وسواس نہ کرنا اور کوہ نیلم کے آگے جو جنگل ہے۔ وہاں ملکہ بہار کو لے کر تم مع نیلم کے آنا۔ وہاں ایک تخت پیدا ہو گا۔ اس پر ملکہ کو بٹھا دینا۔ ہم اپنے پاس ملکہ کو بلا لیں گے۔ کیونکہ وہ ہماری معشوقہ ہے۔ جب سے وہ قید ہوئی ہے۔ دل ہمارا بے قرار رہتا ہے اور خداوند کے پاس اس کو نہ بھیجیں گے۔ ایسا نہ ہو' وہاں وہ قتل ہو جائے۔ خبردار نامہ دیکھ کر تامل نہ کرنا دشت مذکور میں جلد آنا۔ در صورت تامل معتوب درگاہ سلطانی ہو گے۔ اس واسطے نامہ ہم نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے کہ تم کو کچھ شک نہ واقع ہو۔ جب بہار ہمارے پاس آئے گی اور تم تعمیل حکم اچھی طرح کرو گے تو چار ملک آباد اندرون طلسم تمہیں عنایت ہوں گے۔"

یہ مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی اور نیلم سے کہا: "بھائی اسی جنگل میں بہار کو لے چلو۔ تامل زیبا نہیں۔ نیلم جلد اٹھ کر زندان میں گیا اور ملکہ کو خود لے کر آیا۔ اس سے کہا "بھائی آؤ' میں ملکہ کو لایا۔" یہ بھی اٹھا ملازموں سے کہا: "ہم آتے ہیں۔

یہ جلسہ برطرف نہ ہو۔" سردار مصاحب بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگے۔ صرف مقیم ساتھ ہو لیا۔ یہ تینوں ملکہ بہار کو لیے پہاڑ سے اتر کر صحرا میں آئے اور ایک مقام پر ٹھہر کر پکارے: "اے شعلہ جاوداں' ہم بموجب حکم قید بہار لے کر حاضر ہیں۔" اے شعلہ جاوداں ہم بموجب حکم قید بہار لے کر حاضر ہیں۔" یہ پکار کر ٹھہرے تھے کہ مقیم نے کہا: "سامنے سے روشنی پیدا ہو کر ادھر آتی ہے۔ اب آنکھیں بند کر کے بیٹھ جایئے اور شہنشاہ کو پکاریئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود آتے ہیں۔ یہ دونوں زمین پر بیٹھ گئے اور "یا شہنشاہ آیئے یا شہنشاہ آیئے۔" کہنے لگے۔ آنکھیں بند کر لیں۔ برق نے دونوں کے منہ پر ہاتھ پھیرا کہ "اے مسخرو! ہم کو بھی پہچانا ہے کہ ہم کون ہیں' انہوں نے گھبرا کر آنکھ کھولی۔ اس نے حلقے کمند کے ان کی گردن میں پہنا دیئے۔ وہ گھبرا کر جب تک سنبھلیں سنبھلیں۔ وہ ہاتھ بیہوشی کا بھرا منہ پھیر چکا تھا چھینکیں مار مار کے بیہوش ہو گئے۔ برق نے دونوں کے سر کاٹ لیے شور و غل برپا ہوا۔ آندھی پانی کا بڑی دیر تک ہنگامہ رہا ہے۔ ملکہ بہار قید سے چھوٹ گئی۔ برق کو دیکھ کر گلے سے لی کہا۔ بھائی دن ہم تم جدا رہے۔ اب کہیں ساتھ سے نہ جانا' کہو مہتر قران کہاں ہیں۔" اس نے کہا: "ہم وہ الگ الگ چلے تھے کہ عیاروں کا دستور یہی ہے۔ پس وہ بھی آ جائیں گے۔ آؤ ہم تم اپنے لشکر میں چلیں۔" ملکہ نے کہا: "ایک لمحہ بھر توقف کرو کہ میں لشکر مہوش و قلعہ نیلم برباد کر دوں۔ برق خاموش ہو رہا اور ملکہ نے پر پرواز پیدا کر کے بروئے ہوا ماشین لشکر جا کر قرار لیا۔

کل لشکر مصروف آرام تھا کہ یکایک ایک صدائے مہیب پیدا ہوئی کہ دل تمام اہل لشکر کے دہل گئے اور گھبرا کر اپنے اپنے خیموں سے باہر نکلے۔ دیکھا کہ ایک چاند علاوہ اس ماہ کے جو فلک پر تابندہ ہے نکلا ہوا ہے اور نور اس ماہ سحر کا تمام صحرا کو ساطع الانوار کیے ہے۔ اوس چار طرف گرتی ہے اور نئی نئی طرح کے پھول اس چاندنی میں کھلے ہیں کہ اپنے روبرو عارض تابید گلعذاراں دہر کو شرماتے ہیں' خوشبو سے دماغ جان

بھاگے ہیں۔ یہ دیکھ کر اہل لشکر دیوانہ وار ایک طرف کو بڑھے۔ جدھر بڑھے اس طرف سے ایک گروہ پری زادان پیدا ہوا کہ جن کی خوبی حسن کے روبرو ماہ شب چار دہ شرمندہ تھا اور کوچہ شبستان گیسو انکار رشک لیلا تھا۔ واقعی مہر و ماہ فلک یہ ناک نقشہ کہاں سے لاتے جو ان کی ہمسری کرتے۔ کیا منہ لے کر سامنے آتے۔

یہ چشم گوش یہ ابرو یہ مہ میں کہاں
نہ آسماں کو نقشہ ترا اتار آیا

ہر ایک کمسن آفت کے دل غارت گر متاع و صبر و شکیب حسن میں ناہید کیا فرشتہ فریب سے بے مثال یگانہ دہر ان کا جمال کہ

وہ آنکھیں ان کی تھیں خونریز عالم
وہ ابرو دونوں شمشیر باہم

وہ عارض مہر و مہ تھے جن سے بے نور
وہ تجلی حسن میں جلوہ طور

وہ لب جنبش تھی جن کی مرگ عالم
قیامت کا بھی ہو سامان برہم

پس ان کمسن بتوں نے قریب لشکر پہنچ کر آئینہ محرم سے نکالے اور ان کے ہاتھ میں دے دیئے۔ ہر ایک نے اپنی اپنی صورت اس میں معائنہ کی۔ دیکھتے ہی ایک چیخ ماری اور "ہائے ملکہ بہار' اے ملکہ بہار" پر جاری کیا۔ جس کسی نے کہ وہ آئینے نہ دیکھے تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے جو دیکھ چکے تھے۔ چھین چھین کر دیکھنا شروع کئے اور

نعرہ ہائے عشق ملکہ مذکور کرنا آغاز کیے۔ ان قمر پیکراں غیرت بخش شمس و قمر نے کہا: "تم نے اس آئینہ میں کیا دیکھا۔" سب نے کہا: "ہم نے دیکھا، ملکہ بہار کو نیلم میں مقید ہیں اور لشکریان شعلہ نیلم آمادہ قتل ہیں۔ ملکہ مذکور ہم کو پکارتی ہیں کہ اے عاشقان ہمارے، آؤ ہم کو چھڑاؤ۔" نازنینوں نے کہا: "پھر تم کیوں نہیں جاتے۔" یہ بولے کہ ہم ابھی جا کر قلعہ نیلم خاک میں ملائے دیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر سب پھرے اور مسلح و مکمل ہو کر سواریوں پر سحر کی سوار ہو کر جانب قلعہ مذکور چلے۔ وہاں پہاڑ پر جلسہ جمعیت تھا۔ ہر ایک افتخار نیلم و مدہوش کر رہا ہے کہ یکایک ناقوس پھنکے۔ نفیر سحر بجتی سنائی دی اور ساحر پہاڑ پر لپٹا لپٹا کہہ کر چڑھ آئے۔ جو لوگ یہاں موجود تھے۔ وہ سب افسر اور زبردست تھے۔ گھبرا کر جو اٹھے۔ آفت میں گھر گئے۔ ذلیل نارنج ان پر پڑنے لگے جو پہلے حملہ میں غافل تھے۔ وہ تو مارے گئے۔ باقی ماندہ لڑنے لگے۔ بار قفل گچھے پیکانوں کے پڑنے لگے۔ ہنگامہ دار و گیر برپا ہوا۔

وہ جلسہ عشرت سب برہم ہوا۔ زندوں کا مزاج ناساز طبلوں کی بند آواز صدائے طبل جنگی کا شور دف و جلاجل کا بجنا، زور زور ابر اٹھنا، رعد کا گرجنا، بجلیوں کا غل کرنا۔ ساحروں کا جنگلوں میں آگ لگا دینا۔ چمنستان کا سیر گاہوں کا جلنا۔ العیاذ باللہ ایک قیامت برپا تھی۔

وہ ساحر جو شریک جلسہ تھے۔ تھوڑے سے مارے گئے۔ باقی بھاگ کر قلعہ میں گئے۔ انہوں نے تعاقب ان کا نہ چھوڑا۔ یہ بھی قلعہ میں آئے۔ فوج قلعہ میں بھی تیار ہو کر لڑنے لگی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ تلوار سحر کی بجلی بن کر گرنے لگی۔ خرمن ہستی جلنے لگے۔ کسی نے مکانات شہر میں آگ لگائی۔ کسی نے آتش برسائی کسی نے کسی کو شجر بنایا۔ کسی نے اژدر بن کر کسی کو کھایا۔ رعایا شہر کی بھاگی گھروں میں صدا وے الامان پیدا ہوئی۔ لاشوں سے گلی کوچے پٹ گئے۔ خون کے پرنالے بہے۔ گھمسان کی تلوار چلی۔ سحر سازی خوب رہی۔

تنش کانپی' ہلے اشجار ہر سو
بہ شکل مردہ بجلی ہر طرف ہو

گرے شعلوں میں تن سب عضو بھر کے
تنش میں رہ گئے کچھ لوگ گڑ کے

سمٹ کر ابر برسی ہر طرف آگ
صدا پیدا ہوئی ہے بھاگ لے بھاگ

اس ہنگامہ میں ایک دیو' بلا تاد
ہوا پیدا جان تہ ہو جس سے آذاد

جبیں سے تا بہ سینہ ایک قشقا
دہن سے تا بہ پا شعلے ہویدا

لپک ان کی فراز آسماں پر
جلاؤں کا جلاؤں کا زباں پر

کسی مومن کا خنجر ہاتھ میں تھا
گھما کر اس کو بس اس نے پھینکا

ہزاروں ہو گئے دم بھر میں فی النار
اسی ہنگامہ میں سب تھے گرفتار

لشکر مدہوش زیادہ تھا۔ ہر چند کہ ہزاروں اس لشکر کے بھی مرے' مگر اہل قلعہ ان کے

ہاتھ سے بھاگ نکلے اور اس ہنگامہ میں وہ رات بھی شمشیر مہر کی آمد و رفت سن کر کٹ گئی۔ ساحر سحر سفیدہ منہ پر ملے ظاہر ہوا کہ

کہ اتنے میں ہوائے سرد آئی
فراغت قید سے اس شب نے پائی

نظر آئی جبیں صبح روشن
ہوئی شب چند دم میں گرم توسن

صبح ہوتے ہی ملکہ بہار نے سحر اپنا سب پر سے اتار لیا۔ وہ چاند جو نکلا تھا۔ غائب ہو گیا۔ گل و شجر نابود ہو گئے پریاں آئینہ دار پنہاں ہو گئیں۔ لشکریان مدہوش آپ آ گئے۔ ایک دوسرے نے دوسرے سے کہا: "ہم کیوں لڑتے ہیں اور اہل قلعہ ہمارے طرفدار ہیں۔ ان سے کیوں بگڑے ہیں۔ ان میں جو عاقل تھے۔ انہوں نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ افسر ہمارا اور مالک اس قلعہ کا مارا گیا اور ہم سحر میں بہار کے مسحور تھے۔ یہ اسی نے ہم کو لڑوایا۔ مگر تعجب یہ ہے کہ سحر اس کا ہم پر سے کیونکر اترا۔ کیونکہ ایک بار شہر نا پرسان پر ساحر اس کے سحر میں مبتلا ہو کر گئے تھے۔ شہنشاہ نے ان کو مار ڈالا۔ مگر سحر ان پر سے رفع نہ ہو سکا۔ غرضیکہ یہ سب نادم و خجل بھاگ کر جانب افراسیاب چلے۔ اہل قلعہ بھی بھاگ گئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ وہ تمام لشکر و ملک برباد ہو گیا۔ جب یہ لشکری جانب طلسم چلے۔ ملکہ بہار نے تخت سحر پر مہتر برق کو سوار کر کے آپ بھی انھیں بجلی بلیوں کے پیچھے چلنا اختیار کیا۔ یہ اس طرح رہگرائے منزل مقصد ہیں۔ اس طرف قران بھی اس طرح روانہ ہے کہ چند ساحر جانے والے شہر نا پرسان کے اس کو ملے ہیں انھیں میں صورت سحار کی بن کر مل گیا ہے۔ اور باتیں کرتا۔ باہم مثل یاراں ہم نوالہ وہم پیالہ کے ان کا شریک ہو کر چلا جاتا ہے۔

اب کیفیت بادشاہ طلسم سنیے کہ جب مدہوش کو بھیج چکا۔ بجواب نامہ خداوند عرضی بھیج دی۔ اس میں لکھا تھا کہ واقعی مدد بھیجنے میں عرصہ مجھ کو ہوا۔ خداوند برائے خداوندی معاف فرمائیں۔ اب میں نے ایک ساحر مدہوش نام کو بحیثیت کثیر خدمت عالی میں بھیجا ہے۔ حاضر ہو کر بجا آوری احکام معلی میں قصور نہ کرے گا۔" بعد بھیجنے اس عرضی کے آپ تخت پر سوار ہو کر جانب باغ جمشیدی چلا۔ یہ باغ سراسر عجائبات سے بھرا ہے۔ جو گل بوٹا ہے۔ جادو کا نقشہ ہے۔ زمین وہاں صفا میں رخسار یار سے بہتر ہے شجر قامت سبز رنگاں، دہر سے زیادہ خوش تر، ہر غنچہ گل لسان دہن تنگ جاناں نزاکت میں رشک نازک بدناں ساغر گل بعد تجمل خم خانہ بہار ہیں آراستہ، شراب و تراوت سے لبریز فرحت بخش خاطر سرانگیز، کوئی گل مثل معشوق خنداں تن کوئی کلی اسی طرح مسکرائی کہ جیسے معشوق کو ہنسی آئی۔ عمارتیں اس میں طلسمی تھیں، تصویریں جادو کی۔ کار کرتی۔ رات کو مہتاب میں گرمی مثل سورج ہوتی۔ دن کو آفتاب سے سردی پیدا تھی۔ چشمہ اور نہریں خون سے لبریز لیکن لطافت پر مچھلیاں نہروں سے نکل پر پریاں بن جائیں۔ قہقہے اور نعرے مستانہ لگائیں۔

ان کے ہنسنے سے باغ کے طائر زمزمہ سرائی کرتے اور پھول ٹوٹ کر زمین پر گرتے۔ ہوا کے جھونکے چلتے۔ شاخوں سے آواز باجوں کی آتی ہوا کھا کر زمین پر پھول جو گرتے وہ نوجوان مرد حسین و جمیل بن جاتے۔ ان پریوں کو جا کر گلے لگاتے۔ وہ ان سے مل کر خوش ہوتیں۔ لب نہر جلے۔ جاتے یکایک ایک شخص نکل کر سب کو ہنکاتا۔ پانی سے صدائے افسوس افسوس آتی۔ بعد لمحہ کے پھر وہی مچھلیاں اور گل ظاہر ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ عجب سامان تھے طلسم اور نیرنگ سے وہاں ظاہر اور انسان تھے کہ

بہ اطراف چشمہ لبریز و شیریں
کہ جس کے دیکھے سے ہو دل کو تسکیں

ہجوم طائران زمزمہ سنج
مزاج عشرت ثار سب بے رنج

ہوائے سرد و خوش مسرور اشجار
دکھاتے تھے گلوں کے رنگ رخسار

چمن پہ سبزہ نوخیز ہر سو
سر کلہ خمیدہ مثل ابرو

زمین ساری وہاں کی صورت سنگ
بشکل لعل کوہی خوب خوشرنگ

ثمر نخلوں میں مثل شکل انسان
نظر ہو دیکھ کر جن کو پریشان

مکان اکثر طلسم افزا بہت خوب
کہ ہو خاطر شائق کو مرغوب

عجائب طائران خوش نوا خوب
سر منقار سے تا پا خوش اسلوب

نہاں پہ بچہ غنچہ مانند انسان
کبھی خنداں کبھی حیران و گریاں

غرضیکہ اس باغ میں سواری بادشاہ شاہ طلسم کی آئی اس کے ہمراہ باغبان قدرت وزیر اس کا۔ یہ بھی دونوں جب داخل ہوئے۔ تمام پھول کھلکھلا کر ہنسے اور آوازیں آئیں کہ اے شہنشاہ ہماری تسلیم پہنچے۔ بادشاہ سلامت کا بہت دنوں کے بعد آنا ہوا۔ اس طرح کی باتیں بلبل و گل کی سنتا شاہ اندر بارہ دری کے آیا۔ بارہ دری سے چار سو پتلیاں سونے کی حسن میں آفتاب سے بہتر، لباس سنہرے زیب بر کئے۔ یہ کہتی ہوئیں کہ "شہنشاہ آئے شہنشاہ آئے۔ سامنے آئیں۔" گردنیں بہر تسلیم جھکائیں۔ پھر شاہ کو لیے اندر بارہ دری کے آئیں۔ شہ نشین میں تخت جواہر آگیں بچھا تھا۔ اس تخت پر بادشاہ جلوہ فرما ہوا اور ان پتلیوں نے گانا ناچنا آغاز کیا۔ شراب آفتابی کا پیالی زریں بھر کر شاہ کو دیا۔ بادشاہ نے کہا: "ملکہ شبنم جادو کہاں ہیں۔" پتلیوں نے کہا: "ملکہ بہار کے قبضہ میں جب سے حضور نے انہیں کر دیا ہے۔ انہیں کے کام کو جایا کرتی ہیں۔ چنانچہ کل سے آئینہ ہائے طلسم لے کر برائے غارت لشکر مہوش کوہ نیلم پر گئی ہیں۔" شاہ کا یہ تباہی لشکر مہوش سن کر ہوش اڑ گئے۔ کف افسوس ملے۔ وزیر سے کہا: "اے باغبان خود کردہ را علاجے نیست بہار کو ایک روز ہنگام مسرت میں یہ سحر میں نے بتلایا تھا اور ملکہ شبنم مالک آئینہ طلسمی کو طلب کر کے اس کا مطیع بنایا تھا ملکہ نے شبنم سے قسم لے لی تھی کہ انحراف حکم بہار سے کبھی نہ کرنا اگر مجھ سے بھی بہار بگڑ کر مقابلہ کرے۔ جب بھی اس کی اطاعت سے باہر نہ ہونا۔ اے باغبان نسبت بہار کے یہ گمان نہ تھا کہ وہ شریک طلسم کشا ہو گی اور ہمارے گلشن ہستی پر خزاں لائے گی۔ لالہ وار دل ہمارا داغدار بنائے گی۔ اپنا سمجھ کر اس گلستان خوبی کو تحفہ جات طلسم کا مالک کیا۔ اس نے یہ آسیب پہنچایا کہ لشکر مہوش پر اوس پڑ گئی۔ آئینہ ہائے سحر

دیکھ کر لشکری دیوانہ وار آپس میں لڑتے ہوں گے۔ ملکہ حبنم سے بھی شکایت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نے حسبِ عہد حکم ہمارا مانا۔ خیر جو کچھ گزرا وہ گذرا۔ آج تک بہار کو طبیعت پیار کرتی' دل آزار دیتا اس کو نہ چاہتا تھا۔ مگر اب بغیر قتل کیے کچھ بن نہیں پڑتا

نہیں ہے اک دم راحت میسر
بتاؤ کیا کرے یہ قلبِ مضطر

یہ کہہ کر چیلوں کو حکم دیا: "اس باغ میں بھی کتاب جمشیدی ہے لے آؤ تا کہ حال اس شوخ دیدہ کا معلوم کروں گی کہ اب کہاں ہے۔" چیلیاں حسبِ ارشاد گئیں۔ حجرہ باغ میں صندوق رکھا تھا اٹھا لائیں۔ صندوق تھا یا اسرار طلس کا گنجینہ تھا نہیں نہیں کسی دانش مند کا سینہ تھا۔ غلاف اطلس نایاب کا جوہر دوز اس پر چڑھا کھڑا ہر ایک مطلا و مذہب بنا کہ

نہ تھا صندوق اک اعجاز تھا وہ
کسی کا سینہ پر راز تھا وہ

بادشاہ نے سحر پڑھا کہ فلک پر ایک شعلہ چمکا اور زمین پر گرا' سوا بالشت کا پتلا ایک بن گیا۔ پکارا: "اے بادشاہ لا نذر ہماری سوا سوا اشرفی۔ بادشاہ نے نذر دی۔ نذر لے کر پتلے نے ابکائی لی۔ ایک کنجی سونے کی منہ سے نکل پڑی۔ بادشاہ نے کلید لے کر صندوق کھولا۔ ایک کتاب بہت نایاب بخطِ طلسمی تحریر تھی اس میں مطالعہ کیا کہ بہار و مہ رخ اب کہاں ہیں۔ معلوم ہوا کہ عقب لشکر شکست خوردہ مدہوش آتے ہیں۔ جب لشکر مذکور دریائے خونرواں آ کر اترے گا وہ پشتہ رنگین حصار پر اپنے لشکر میں چلے جائیں گے۔

یہ حال کتاب سے معلوم کر کے صندوق بند کیا۔ کلید چیلے کو دی کہ وہ قفل کر چلا گیا اور صندوق چیلیاں لے گئیں۔ شاہ نے وزیر سے کہا: "کس کو بہر گرفتاری بہار بھیجنا چاہیے۔ وزیر نے عرض کیا کہ مجھے حکم ہو تو میں جاؤں۔"

فرمایا: "نہیں میں ایسے ساحر کو بھیجتا ہوں جو کسی طرح زیر نہ ہو سکے۔ یہاں سے قلعہ نورتن میں جاؤ لرزاں جادو۔ مالک قلعہ کو مری جانب سے دعا کہنا اور کہنا کہ تم کبھی ہماری تسلیم کو بھی نہیں آئے۔ اس وقت ما بدولت باغ جمشیدی میں تشریف فرما ہیں کچھ تم سے کام ہے جلد حاضر دربار ہو۔"

باغبان آداب بجا لایا۔ سمت قلعہ مسطور بموجب ارشاد روانہ ہوا اور وہاں پہنچ کر بزور سحر اپنے آنے سے لرزاں کو مطلع کیا۔ وہ تخت حکومت پر بصد عزت جلوہ فرما تھا۔ ایک چیلے نے عرض کیا: "وزیر شہنشاہ آئے ہیں۔ اس نے خبر سن کر کشتیاں بہر نذر ہمراہ لیں اور ڈیڑھ دو ساحر لے کر استقبال کے لیے چلا۔ جب در شہر پناہ پر پہنچا۔ وزیر اعظم تخت سحر پر سوار اس کو ملا۔ اس نے بہزاراں گرمجوشی ملاقات کی اور متدعی ہوا کہ غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمائیے۔ وزیر نے تمام پیغام بادشاہ کہہ کر عذر کیا کہ میں ٹھہر نہیں سکتا اور تم کو بھی توقف مناسب نہیں۔ اس کیفیت کو سن کر اس کو بھی خیال ہوا کہ نہیں معلوم کیا کام ضروری ہے جو وزیر کو بادشاہ نے لینے کے لیے بھیجا۔ یہ سمجھ کر شہر میں پھر کے نہ گیا۔ انھیں سرداروں کو ہمراہ تحفے ساتھ لے کے بمعیت وزیر خدمت بادشاہ میں حاضر ہو کر سر انقیاد پایہ تخت پر رکھا۔ رسم تعظیم ادا کر کے ٹھہرا تھا کہ شاہ نے خلعت دیا۔ بعد سر فرازی فرمایا کہ تم یہیں سے روانہ ہو کر جانب کوہ نیلم جاؤ۔ اثنائے راہ میں عقب لشکر مہوش و بہار و برق آتے ہیں۔ دونوں کو مقید کر کے حاضر حضور کرو۔ خبردار وقفہ نہ ہو۔ بہار کا سحر تم جانتے ہو۔ ایسا حربہ ساتھ لے جانا کہ وہ غالب نہ آسکے اور عیار اس کے ساتھ ہے اس کی مکاری کا بھی دھیان رہے۔ لو جاؤ سپرد سامری کیا۔

لرزاں تھرا کر کے انھیں ساحروں کو جو ساتھ تھے ہمراہ لے کر چلا۔ گھر اپنے نہ گیا۔ یہ ساحر ایسا سحر کرتا ہے کہ زمین میں سما جاتا ہے اور طبقات زمین کو جنبش دیتا ہے۔ میدان رزم میں بھونچال آتا ہے۔ پاؤں کسی کے زمین پر قائم نہیں رہتے گر پڑتے ہیں۔ یہ دھواں بن کر زمین سے نکلتا ہے اور کار حریف تمام کرتا ہے۔ رنگ اس کے جسم کا دھوئیں کی طرح ہے۔ نہایت ہیبت ناک صورت رکھتا ہے ذکر اس کے لڑنے کا کسی مقام پر کیا جائے گا۔ غرضیکہ یہ جانب بہار روانہ ہوا۔ بادشاہ نے بارگاہ سامان و راحت وغیرہ اپنے یہاں اس کے ساتھ کر دیا۔

اب حال اس کی بی بی کا سنیے کہ جب اس نے سنا وزیر میرے شوہر کو بلا لے گیا ہے اور ایسا ضرور کام تھا کہ گھر آنا نہ ہو سکا۔ بس منتظر رہی کہ دیکھئے وہ کب آتے ہیں جب عرصہ ہوا یہ عورت عاقلہ اور فہیمہ ہے براہ دور اندیشی اپنی انیسوں جلیسوں سے گویا ہوئی کہ وزیر اعظم اس طرح سے انھیں لے گئے کہ گھر بھی پھر کر نہ دیا۔ سامری جانے کیا کام تھا۔ میرے دل میں وسواس آتے ہیں۔ دربار کا مقدمہ ہے کیسی بنے کیسی نہ بنے۔ جمشید آبرو رکھیں ابھی تک کچھ خبر نہ معلوم ہوئی کہ بادشاہ نے کیوں بلایا تھا۔ کوئی امور سلطنت ان کے سپرد نہ تھا۔ جو اس تاکید سے طلب کیا۔ انیسوں نے کہا: "ان کا حضور بول بالا ہے۔ جمشید جانے حضور کے نمک کی قسم رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے گھر میں لاکھوں چراغ روشن ہیں بس میں سمجھ گئی کہ میاں کو عہدہ جلیل ملے گا۔" ایک ہمدم نے براہ خوشامد کہا بہن تم نے یہ جو خواب میں دیکھا۔ تمھارے کہنے سے مجھے بھی یاد آیا۔ میں تو کہنا بھول ہی گئی تھی۔ صبح ہوتے ہی میں کیا دیکھتی ہوں کہ جیسے ایک بوڑھے آدمی ہیں۔ وہ ایک تاج ہاتھ میں لیے ہیں ایسی اس تاج میں روشنی ہے کہ آنکھ نہیں ٹھہرتی۔ بس وہ بڑے مجھ سے کہتے کہ بلا لا اپنے مالک کو یہ تاج ہم اس کو دیں گے۔ یہ سن کر میں بلانے جو دوڑی آنکھ کھل گئی۔ بی بی یہ وہی تعبیر خواب ہے کہ میاں بلائے گئے ہیں آپ دیکھیے گا کہ سارا طلسم ان کے سپرد ہو گا۔"

ایک کنیز بولی کہ ہماری بی بی کو وہم کا مرض ہمیشہ سے ہے۔ بھلا کیا دشمن ان کے کسی کے گنہگار ہیں جو تم اتنا خفقان کرتی ہو۔ بی بی مرد ذات ہیں کسی کام میں الجھ گئے ہوں گے۔ ایک مصاحب نے کہا: "کیا معلوم دربار گئے ہیں یا کہیں اور۔ وزیر سے کسی جلسہ کا وعدہ ہو گا۔ پہلے سے یہی کہہ رکھا ہو گا کہ تم مجھے بلا لے جانا۔ مردوں کے فقروں سے سامری بچائیں۔ میری دانست میں وہ سرکار میں تو نہیں گئے۔ بڑی سرکار گئے ہیں۔ ملکہ زلزلہ جادو اس زن عقیلہ کا نام ہے۔ اپنے مصاحبوں کا بیان سن کر ہنسی اور آخر میں جو مصاحب نے در پردہ رنڈی کے یہاں جانا ظاہر کیا۔ یہی حیلہ اس کو دربار میں جانے کا ہاتھ آیا۔ "کہا تم سچ کہتی ہو۔ ان کے ایسے ہی طور ہیں لیکن آج میں بھی بغیر بھیک کھولے باز نہ آؤں گی۔ پس سو کنیزان گل رو بلبل خو یاسمن بدن انیس شب انجمن غیرت چمن ہمراہ لے کر کسی اپنے عزیز کو قلعہ سپرد کر کے لباس نفیس زیب قامت فرما کر زیور سے آراستہ ہو کے سوار ہوئی اور کہتی جاتی تھی کہ بادشاہ کے یہاں اگر وہ نہ ملے تو تو آج میں ہوں اور وہ ہیں۔ لو صاحب مجھ سے یہ فقرے بازی بڑی رنڈی بازی پر کمر باندھی ہے۔ جو ایسا ہی تھا تو مجھ نگوڑی کو کیوں بیاہ لایا کیا اور وہ کیا کریں جو تقدیر میں تھا وہ ہوا۔ سنجوگ ہی ایسا بدا تھا۔ غرضیکہ اسی طرح کی باتیں بناتیں۔ باغ جمشیدی میں آئی۔ بادشاہ کو تخت پر بیٹھے دیکھا۔ وزیر مروحہ جنبانی کر رہا تھا۔ چیلا اور چیلیاں طلسمی دست بستہ کھڑی تھیں۔ ناچ ہو رہا تھا۔ اس نے سامنے جا کر تسلیم کر کے نذر دی۔ شاہ نے مزاج پرسی کی اور کہا: "تمہارے میاں کو اگر ہم نہ بلاتے' تو تمہارے جمال نظر نہ آتے۔ اچھا بیٹھو۔" یہ ایک ڈنگل پر بیٹھی اور پوچھا: "پھر وہ غلام آپ کا کہاں ہے۔" شاہ نے تمام ماجرا بہار پر بھیجنے کا بیان کیا۔ جب اس نے یہ سنا کہ شوہر میرا لڑنے گیا ہے بے چین ہو گئی اور عرض کیا: "مجھے اجازت ہو تو مہ رخ سے جا کر مقابلہ کروں غلام وہاں لڑے' کنیز یہاں جانبازی کرے۔" شاہ نے ہنس کر فرمایا: "تمہیں بے شوہر تاب کہاں۔ یہ اجازت مانگنا گیا حسن طلب اجازت شوہر کے پاس جانے کی ہے۔ اچھا تم بھی شوہر کے پاس اپنے جاؤ اور لشکر اپنے قلعہ

کا ساتھ لے لو۔ اس مجرمہ بہار کو گرفتار کرنے میں مدد کرنا۔ سمجھ بوجھ کر لڑنا۔" بزلہ یہ حکم سن کر آداب بجا لا کر چلی اور بہت جلد قلعہ میں آ کر بارہ ہزار ساحر جلیل القدر اور ساحرہ ناموَر ہمراہ لے کر بصد کروفر روانہ ہوئی۔

ادھر شوہر اس کا جب مسافت طے کر کے قریب لشکر مدہوش پہنچا۔ افسران لشکر مدہوش پہنچا۔ افسران لشکر مذکور خستہ و شکستہ حال وابستہ ملال چہرے پر گرد کدورت پڑی ہتھیار چھوٹ گئے کمریں کھلی بھوکے پیاسے جنگل پہاڑ طے کرتے آتے تھے کہ اس نے پہنچ کر ان سب کو روکا اور کہا: "خیمہ استادہ کرو۔ آسودہ ہو۔ میں تمہارا بدلا لوں گا۔ سارے لشکر میں جان آ گئی۔ سمجھے کہ شہ طلسم نے پھر اس کو افسر کر کے بھیجا ہے پس ہر ایک دائرہ اطاعت میں آیا۔ خیمہ استادہ ہوا۔ بارگاہ نصب ہوئی۔ بازار لگ گئے۔ لشکری مرفہ الحال ہوئے۔ لرزاں داخل بارگاہ ہوا اور آب و ماش کے بہت سے پتلے بنا کر میدان میں بیٹھا کر روانہ کیے کہ بہادر برق کو ڈھونڈھیں۔ پتلے ہر طرف چلے گئے۔

مگر بہادر برق عقب اسی لشکر کے چھپتے چھپتے لگے چلے آتے تھے۔ بہار کہتی کہ اے برق' مجھ کو آرام سے قرطاس دھوکے میں گرفتار کر کے لے گیا تھا۔ سب اہلکار قلعہ اور باغ کے پریشان ہوں گے۔ دوسرے اس وجہ سے' جس نے سرگشت کا راستہ قرطاس کو بتلایا' مجھے کھٹکا ہے کہ میرے بغیر حکم کیوں راستہ دیا۔ پس کوہ آرام کی طرف چلنا چاہیے۔ برائے چند تم بھی زحمت اٹھاؤ۔ اب تو راہ طلسم کچھ کچھ سمجھ میں آنے لگی ہے۔ کیونکہ عقیق کوہ سے بہت دور نکل آئے۔ صرف اتنا ہے کہ شہ جادواں کے مرصاد ہر جگہ روکیں گے' ورنہ راہ تو معلوم ہے۔"

برق نے کہا: "ملکہ مہ رخ بہت عرصے سے اکیلی ہیں لشکر میں چلو۔" اس نے کہا: "مہتر قرّان تو گئے ہیں وہ حال کہہ دیں گے۔ ملکہ مذکور کو اطمینان ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ مہتر موصوف بحکم خدا حفاظت لشکر بھی کر لیں گے" برق نے کہا: "اچھا جدھر جی چاہے چلو۔" ملکہ تخت بڑھا کے آگے بڑھی تھی کہ راہ میں لشکر اترے دیکھا۔ راستہ بند پایا۔

کہا: "یہ بھگیلے کیوں ٹھہرے اور ان کو یہ دہشت وجلو کہاں سے ممکن ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہماری تلاش میں آیا۔" یہ کہہ کر ایک پاڑ پر آ کر ٹھہری اور سحر پڑھ کر تشتن پر پھونکا تشتن تھرائی اور ایک پتلی چٹکی کی شکل ائی۔ اس پوچھا کہ اس فوج میں کون آیا ہے۔ اس نے سب حال لرتاں کا بیان کیا۔ ملکہ نے سارا ماجرا معلوم کر کے پتلی کو رخصت کیا کہ وہ تشتن میں سما گئی اور برق سے کہا: "جلدی لشکر پر چلو بڑی لڑائی پڑے گی۔ برق نے کہا: "اس کو جو آیا ہے دیکھ بھال لینا چاہیے۔ وہاں چل کر بھی لڑنا ہے اور یہاں بھی۔ جو کم ہوا وہی سہی۔ ہمیں ساحران شلہ جاوداں کو قتل کرنا ہے۔

ملکہ نے کہا: "قران ابھی یقین ہے کہ پیچھے آتے ہیں وہ اس کو مار لیں گے۔ تم چلے چلو۔" اس نے کہا: "اچھا تم اس پہاڑ پر ٹھہرو۔

میں ذرا اس کو دیکھ تو آؤں۔ رضیا بالقضا شاید دم پر چڑھ جائے۔" ملکہ ہوشیار ہو کر سر کوہ پر ٹھہری اور برق پہاڑ سے اتر کر ایک ساحر کی سی صورت بن کر تیار ہوا۔ لیکن جیسے کھویں کی صورت ہوتی ہے کہ بال سر کے بہت بڑے۔ داڑھی تا بہ سینہ قطعہ بہت لمبا کھنچے۔ لنگوٹا مونجھ کا باندھے' کھاروے کا انگوچھا گلے میں پڑا ہوئے زنار ظاہر چہرہ بہت پر ہیبت اس صورت سے ہو کر جانب لشکر چلا اور داخل لشکر ہو کر ہر سمت سیر کناں پھرتا تھا کہ چیلے جو بہر خبر لرتاں نے مقرر کیے تھے۔ انہوں نے اس کو شناخت کر کے بخدمت لرتاں آ کر عرض کیا: "اے افسر ہمارے وہ عیار جس کے آپ متلاشی ہیں لشکر میں آیا ہے اور ساحر بنا پھر رہا ہے۔" لرتاں یہ خبر سن کر کھڑا ہو گیا اور اپنے چیلوں سے کہا: "الگ الگ ہو کر اس کو گھیرو۔ اس طرح کہ اس کو ثابت نہ ہو ورنہ بھاگ جائے گا۔"

چیلے حسب الحکم چاروں طرف جا کر پراگندہ ہو گئے۔ اور راہ روک کر ٹھہرے ادھر لرتاں بارگاہ پر آ کر ٹہلنے لگا اس اثنا میں برق بھی پھرتا ہوا جانب بارگاہ آیا۔ اس نے ملازموں سے کہا: "اس ساحر کو بلاؤ۔ انہوں نے پکارا: "بھائی ذرا ادھر آنا ہمارے مالک تمہارے

مشتاق ہیں۔" برق حسب المطلب حاضر ہو کر آداب بجا لایا۔ ملازموں سے بطور ساحران دست بسر ہوا۔ لرزاں نے پوچھا: "آپ کا نام کیا ہے اور دولت خانہ کس جگہ ہے۔ یہاں آنے کا کیا سبب ہے۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کا شہرہ جود و نوال سن کر میں بھی کمال مشتاق ملازمت کیا خاصیت تھا۔ خبر تشریف آوری ملازمان جناب سن کر اتفاق حاضر ہونے کا ہوا۔ مجھ کو صحرا انور جادو کہتے ہیں۔ چاہتا ہوں کہ زمرے سرداراں کا والا میں منسلک ہو کر یہاں گوہر میں بھی آبرو پاؤں۔" اس نے یہ تقریر سن کر زبان بہ تملق وا کی کہ آپ نے مجھے سرفراز فرمایا۔ یہ گھر تا آپ کا ہی کفش خانہ ہے نہ گھر میرا، جو آپ نان خشک یہاں کی قبول فرمائیں اور جو مجھے میسر آئے، پہلے آپ کھائیں۔ پھر مجھے دیں۔ میں سپاہی دوست ہوں۔ آپ تو میرے دلی بہادر ہیں۔ غیر سے مجھے عذر نہیں۔ اچھا جائیے گا بارگاہ میں تشریف رکھیے۔ برق حسب اجازت اس کی طرف پھر کر اندر بارگاہ کے چلا۔ مگر اس نے پیچھے گردن میں ہاتھ دیا اور سحر سے ہاتھ پاؤں بیکار کر دیے۔ پکارا: "او نالائق مجھ سے بھی مکر کرنے آیا ہے۔ نہیں جانتا کہ شہنشاہ نے تیری ہی گرفتاری کو مجھے بھیجا ہے۔ نہیں معلوم وہ گیسو بریدہ بہار کہاں گئی۔ سچ بتا کہ وہ کہاں ہے۔" یہ کہتا ہوا اندر بارگاہ کے آیا اور بےحس و حرکت کر کے بٹھا دیا۔ عتاب و خطاب کرنے لگا برق نے کہا: "اے مسخرے تو اتنا بکے کیوں جاتا ہے معلوم ہوا کہ ابھی تیری قضا نہیں ہے ورنہ ہم کو بھی تو جانتا ہے کہ ہم کون ہیں۔ ہم برق عیار ہیں۔ قاتل افراسیاب کیا تو بچ جائے گا۔ اس وقت ہم پھنس گئے۔ اتفاق سے مرنا تو ہم جانتے نہیں خیر پھر سمجھ لیں گے۔"

اس نے یہ کلمات سن کر کہا: "تو مجھ کو دھمکاتا ہے اور شہنشاہ سے نہیں ڈرتا۔ ایسے بادشاہ طلسم کے اتنے ملازم مارے گئے لیکن وہاں کچھ پروا بھی نہیں۔ طلسم کا تم لوگ کیا بگاڑ سکتے ہو۔ چاہو عمر بھر لڑو۔ بادشاہ کا کچھ نہ کر سکو گے اور شاہ کو جب غصہ آ جائے گا۔ مثل نقش غلط تم سب کو مٹا دے گا۔" برق نے کہا: "شہنشاہ کیا بیہودہ ہے وہ لوگ جو خدائی کرتے ہیں۔ مثل خس و خاشاک سیل فنا میں بہہ گئے اور یہاں

مانند ثناؤ لوح حائل کی۔ لیکن لوح سے چمک کر ایسا شعلہ نکلا کہ نقاب و پنجہ جل گیا۔ ثناؤ بہار کی تختی پر پڑی۔ غش کھا کر زمین پر گری۔ برق جو زمین پر پہنچا تھا۔ تموج ہوا اسے اول تو بیہوش ہوا۔ لیکن اس وقت جو ملکہ گری۔ لرزاں اس خوشی میں جانب ملکہ دوڑا کہ اتنی بڑی ساحرہ گرفتار ہوئی۔ اس پر قبضہ کروں۔ برق اٹھا کر ایسا بھاگا کہ پتہ بھی نہ معلوم ہوا کہ کدھر گیا اور جا کر درہ کوہ میں ٹھہرا۔ لرزاں نے ملکہ کو قیود آہنی منگا کر پہنائی اور مسرور خوب سا کر کے اٹھا کر بارگاہ میں لایا۔ سرداروں نے اس کے صفت و ثنا میں زبان کھولی کہ واقعی آپ اپنا مثل نہیں رکھتے۔ اس پر مظفر و منصور ہونا آپ ہی کا کام تھا۔ سب نے نذر فتح دی۔

اس نے بہار کو ہوشیار کر کے کہا: "کیوں دیکھا تو نے سحرا اس کو کہتے ہیں۔" بہار نے جواب دیا: "کہ اسی منہ پر یہ فخر اور دعویٰ ساحرہ تحفہ طلسم سے کام لیا۔ تجھے غیرت نہیں آئی۔ یہ تختی نہ ہوتی تو کم بختی آ جاتی۔" اس نے کہا: "حریف کو زیر کرنے سے مطلب۔ اب اس عیار کو بھی پکڑلاؤں تو شہنشاہ کے پاس تجھے بھیجوں۔ یہ کہہ کر اٹھا اور اپنے لشکر سے آ ملا اور ایسا سحر پڑھا کہ درہ کوہ میں برق عیار فکر عیاری کر رہا تھا۔ گھبرا کر باہر نکل آیا۔ دیکھا کنارے لشکر کے لرزاں کھڑا ہے۔ چاہا بھاگ جاؤں۔ لیکن دل نے اس کے کہا: "اسی کے پاس چل۔" پس اس کے پاس آیا اور کہا: "آپ نے ملکہ کو گرفتار کیا ہے۔ مجھے بھی گرفتار کیجئے۔ میں اکیلا رہ کر کیا کروں گا۔ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "او نابکار تو آپ سے نہیں آیا۔ بلکہ میرے سحر سے حاضر ہوا ہے۔" یہ کہہ کر رد سحر جو پڑھا۔ ہوش برق کو آ گیا۔ دل سے کہا: "واقعی تو بڑا احمق زدہ ہے کہ خود آ کر مبتلائے آفت ہوا۔ اب بھاگ چل۔ مگر سوچ اگر بھاگنے سے یہ دست و پا بےحس کر دے گا۔ اب اس کے ساتھ چلو۔ جو خدا چاہے گا ہو گا۔" غرضیکہ چپ ہو رہا اور وہ اس کو گرفتار کئے بارگاہ میں آیا۔ بہار سے کہا: "تم نے ہماری زبردستی دیکھی کیوں ہم کیسے ساحر ہیں۔" ملکہ مذکور نے کہا: "تیری اصل کیا ہے۔ میں تجھ ایسے چھوکرے تعلیم کر چکی ہوں' تم خاندان بادشاہ طلسم سے توسل

رکھتی ہو۔ واقعی ہماری مجال نہیں جو تمہاری برابری کریں۔ لیکن تم شعلہ سے چل کر مل جاؤ۔" ملکہ نے جواب دیا: "ہماری جو تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو گا۔ شعلہ اب ملنا کجا دنیا اور عقبیٰ دونوں جہانوں سے نہ ہو گا۔ کس لیے کہ وہ مردود خدا ہم مسلمان۔ اس کا ہمارا ساتھ کیا۔" برق نے یہ تقریر سن کر سوچا کہ بار بار یہ ملکہ کو سمجھاتا ہے۔ تم کچھ اس کے ساتھ مکاری کرو۔ اس میں دو فائدہ ہیں۔ یعنی یہ اگر باتوں میں مصروف با تو سحر سے بل قابو نہ کرے گا۔ دوسرے اگر فقرے پر چڑھ گیا تو مار ڈالنا۔ یہ سوچ کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا: "اے لرزاں افسوس دل کی حسرت دل میں رہی

پریشان ہو کے مثل گیسوئے یار
یہاں آئے ہیں مانند گنہگار

لرزاں نے پوچھا: "کیا تیری آرزو تھی۔" برق نے رونے لگا اور کہا: "تمام عالم جانتا ہے کہ ہر ایک عیار ہر ایک عیار بچی پر عاشق ہوتا ہے۔ شمیمہ پر میری جان جاتی ہے۔ آب قید ہو کر آیا ہوں تو قتل ہو جاؤں گا۔ وصل یار کیسا آخر وقت میں دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔

لگی ایسی ہیں بجھتی کسی دم
دھوئیں اٹھتے ہیں ہر دم استخواں سے

لرزاں نے کہا: "اگر تو اطاعت شعلہ جادواں کرے تو میں سفارش کر کے عیارہ کو دلوا دوں۔ وصال محبوب کرا دوں۔" برق نے کہا: "میں غلام ہوں۔" یہ کہہ کر قدم پر گرا۔ اس نے کہا: "اے برق! تو گھبرا نہیں۔" اس نے کہا: "جبار کو الگ بٹھا دیجئے تو میں آپ سے کچھ کہوں۔" اس نے ملکہ کو ایک خیمہ میں بھیج دیا۔ مگر خاک جمشید ہر ہر عضا میں لگا دی کہ ملکہ بےحس و حرکت ہو گئی۔ غرضیکہ بعد بھیجنے ملکہ کے برق

سے باتیں کرنے لگے۔ اس اثنا میں بکاؤل نے آ کر عرض کیا کہ "خاصہ تیار ہے۔ اس نے حکم دیا: "لے آؤ۔" اس نے دسترخوان لا کر بچھایا۔ چند ملازم جو ساتھ کھاتے تھے بیٹھے رہے۔ باقی اٹھ گئے۔ کھانا چنا گیا۔ برق نے کہا: "تم بھی آؤ' مگر کچھ فتور نہ کرنا نہیں سزا پاؤ گے۔

مجھ کو ایسا ویسا ساحر نہ سمجھنا۔" برق نے کہا: "میری مجال جو کچھ فساد کروں۔" یہ کہہ کر دسترخوان پر بیٹھا۔ سب کھانا کھانے میں مشغول ہوئے۔ برق نے دل میں کہا: "کچھ کھانا تو بولے گا نہیں۔ تو اپنا کام کر۔ یہ غور کر کے آنکھ بچا کر کباب پلیٹ میں رکھے تھے۔ گرد بیہوشی اسی پر چھڑکی۔ چھڑکتے ہی پلیٹ تڑاق سے بولی۔ برق سمجھا کہ رکابی بولا چاہتی ہے۔ جلدی سے ہاتھ مارا کہ رکابی ٹوٹ گئی۔ لرزاں نے پوچھا: "کیا ہوا۔" اس نے کہا: "رکابی کو اٹھاتا ٹوٹ گئی۔" اس نے کہا: "اے عیار' تو مکاری سے باز نہ آئے گا۔ خیر اچھا ٹوٹ گئی تو رکابی اور آ جائے گا مگر تو نے دیکھ لیا کہ میں کیسا زبردست ہوں۔" برق نے کہا: "واقعی آپ بڑے زبردست ہیں۔ میری خطا معاف فرمائیے۔ اس نے کہا: "مجھ سے کچھ عیاری نہ چلے گی۔ اچھا تم بیٹھ سمجھ لیا جائے گا۔ یہ سن کر برق کھانے پر سے اٹھ آیا۔ وہ سب فارغ ہوئے۔ اپنی اپنی جگہ پر گئے۔

لرزاں پلنگ پر آ کر لیٹا۔ خدمت گار پاؤں دابنے لگے۔ برق کو زیر پلنگ بٹھا کر سحر سے حصار کر دیا کہ بھاگ نہ جائے۔ برق نے کہا: "مجھے اجازت ملے کہ میں بھی لیٹوں۔" اس نے کہا: "کیا مضائقہ ہے۔" برق نے کسیت عیاری کمر سے نکال کر سرہانے رکھی اور لیٹا۔ اس نے کہا: "اے برق ابھی تو تیرے پاس کچھ نہ تھا۔ یہ کہاں سے گٹھری نکلی۔ اس نے کہا: "یہ کسوت عیاری ہے۔ ساحروں کو قتل کرنے کی تدبیر ہے۔ اس نے کہا: "اس میں بیہوشی بھی ہو گی۔ بھلا میرے خدمتگار کو بیہوش کرو۔ میں دیکھوں تو کیونکر بیہوش کرتے ہو۔ اس نے ایک ڈلی مٹھائی کی نکال کر خدمت گار کو دی۔ اس نے کھائی بیہوش ہو گیا۔ اس نے کہا اب ہوشیار کرو۔ اس نے ایک فتیلہ بیہوشی میں خوب بھر کر روشن کیا اور کہا: "لیجئے اس فتیلہ کو اس کی ناک میں لگا کر دھونی

دیجیے۔" اس نے فتیلہ ہاتھ میں لیا اور اٹھ کر دھونی دینے لگا" مگر اس فتیلے کی دھونی اس کی ناک میں خود پہنچی۔ چھینک آئی اور بیہوش ہو گیا۔ برق نے اٹھ کر چاہا کہ سر کاٹ لے مگر اور کیفیت سنیے۔ کہ بی بی لرزاں کی زلزلہ جو لشکر لے کر چلی تھی۔ فرط محبت شوہر سے سب کو چھوڑ کر بعزم یلغر اکیلی اڑتی ہوئی چلی۔ لشکر اور خواصیں عقب میں آتی رہیں۔ یہ آ کر سر بارگاہ لرزاں پہ قہرائی برق کو خنجر کھینچ کر جانب شوہر جاتے دیکھا۔ بے قرار ہو گری کہ شوہر کا اٹھا لے جاؤ۔ برق نے پیچھے ہی یہ گری وہی فتیلی بیہوشی بھرا کر سلگ رہا تھا اٹھا کر اس کے منہ میں لگا دیا۔ وہ چھینک مار کر وہ بھی دھم سے زمین پہ آ رہی۔ برق نے اس کا اٹھا کر ستون بارگاہ سے باندھا اور چاہا کہ قتل کرے۔ پھر خیال ایا کہ اس کو ہوشیار کر کے سمجھاؤں شاید کہ عورت ہے محبت شوہر سے مطیع ہو جائے۔ یہ سوچ کر زبان میں سوزن دے کر ہوشیار کیا۔ یہ حسینہ عورت اور طرحدار معشوقہ شیریں ادا دشنہ حسن سے سرشار ہے قشقہ سامری کی نشانی پیشانی پہ دیئے زیور سے جسم کو تزئین کیا۔ بلکہ جسم سے زیور کو رونق بخشی۔ واقعی بےمثل روزگار ہے

تھی ایسی نازنین وہ مہ پارا
مگر برج شرف کی تھی ستارا

مخلع خلعت ناز و ادا سے
سراپا نور تھی حکم خدا سے

سوزن دینے اور باندھنے سے تنگ ہو گئی۔ شدت تکلیف سے بجابات اشارہ سے استفسار کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ برق نے کہا: میں عیار ہوں۔ تیرے شوہر نے دو بار مجھے گرفتار کیا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اس پہ غالب فرمایا۔ اب تم دونوں سے موت سے اتنا

فاصلہ ہے کہ مجھ میں اور تم میں عرصہ ہے۔ عنقریب وادی لیوار میں جانا چاہتے ہو۔ وہاں ایک صورت سے بچنا ممکن ہے کہ دین باطل پرستی چھوڑ کر وحدہ لاشریک کو مانو۔ سامری و جمشید و لقا سب بندگان خدا ہیں۔ ان پر لعنت بھجو اے زن عاقلہ خدائے یکتا مکان و مقام سے منزا ہے

مالک و خالق و کریم و رحیم
باسط و رازق و سمیع و علیم

کبریائی اسی کو ہے زیبا
وحدہ' لاشریک نام اس کا

اس کے قبضے میں ہے ہماری جان
جس نے پیدا کیا۔ سارا جہان

شلو نے طلسم باوجود اس عظمت کے ہمارا کیا کر سکتا ہے اور جو لوگ ہمارے شریک ہیں۔ ان کا اس نے کچھ نہ کر لیا اور فرض کرو۔ اگر بادشاہ سے ضرر ایسا پہنچے کہ ہم ہلاک ہو جائیں تو بھی دولت ایمان سے دامن ہمارا بھرا ہو گا۔ اس باطل پرستی میں یہ فائدہ ہو گا کہ جہنم میں جلنا ہو گا۔" یہ نصائح و پند اس زن خرد مند نے جب سنے دل اس کا نور ایمان سے مملو ہوا۔ اور اشارہ سے کہا کہ زبان سے سوزن نکال لو۔ اس نے سوزن نکال کر کھول دیا۔ جب وہ رہا ہوئی کہا: "تم خنجر لے کر میرے شوہر کے سینے پر سوار ہوا اور اس کو سوار کر کہ میں سمجھاؤں اور اس کو بھی راہ راست پر لاؤں۔ برق بھو جب قمانوش کے باخنجر برہنہ اس کے شوہر کی چھاتی پر سوار ہوا۔ اور فتیلہ دافع بیہوشی سنگھار کر ہوشیار کیا۔ جب وہ ہوشیار ہوا۔ عیار کو سینے پر اپنے دیکھ کر چاہتا تھا کہ سحر پڑھے زوجہ اس کی آگے بڑھی اور کہا: "اے صاحب یہ شخص میری جان بخش

ہے۔" سارا ماجرا گزشتہ بیان کر کے کہا: "اگر میں نہ آ جاتی تو کام تمہارا تمام تھا اور میں آئی بھی کیا گرفتار ہو گئی۔ واقعی دین اس کا سچا ہے۔ یہ طلسم باطل ہو گا۔ میں نے اس کی اطاعت کی ہے۔ تم بھی مطیع اسلام ہوا اور اس کا اپنا ہادی و محسن جانو۔ براہ زیرکی سمجھو کہ لات و منات جمشید و سامری وغیرہ میں اگر کچھ قدرت ہوتی تو یہ ہم پر غلبہ نہ پاتا۔ شاہ طلسم اس سے عاجز نہ آتا۔ پس دین اسلام سب دینوں سے درست ہے۔"

ہر چند کہ یہ عیار دو بار قید ہوا۔ مگر عظمت و برکت اس کے دین و مبین کی دیکھو کہ انجام میں یہی غالب آیا۔ کیوں نہ ہو

خدا پر جو کوئی رکھتا ہے سب کام
تو بیشک اس کا نیک ہوتا ہے انجام

گویا ہوا: "اے میری پیاری بی بی! تو نے مجھ پر بڑا احسان کیا کہ راہ راست بتائی اور میری جان بچائی۔ میں نے اطاعت اسلامیان اختیار کی۔" برق یہ کلمہ سن کر اس کے سینے پر سے اترا اور اس نے اٹھ کر سر قدم پر رکھا۔ اس نے سر اس کا سینے سے لگایا اور بڑا تنگ بغلگیر ہوا۔ اس عرصے میں لشکر اور خواصینں جو ہزلہ لے کر آئی ہے۔ یہاں پہنچیں۔ لشکر اترا۔ خواصینں حاضر خدمت ملکہ ہوئیں۔ اس نے ان کا حکم دیا۔ کہ سب لشکر افسران کو بلاؤ۔ اس نے ان کا حکم دیا کہ لشکری حاضری ہوئے۔ ان سے اظہار اطاعت اسلام کر کے حکم دیا کہ: "جس کو مطیع اسلام ہو کر ہمارے ساتھ رہنا ہو' وہ رہے ورنہ جہاں جی چاہے چلا جائے تمام سردار بارہ ہزار ساحر لشکر کے مطیع اسلام ہوئے لشکر میں منادی ندائی تھا کہ یہ لشکری بھی ملازم ملکہ مہ رخ آج سے طلسم میں ہوا ہے اور بعد فتح طلسم شاہ اسلام کا تابعدار ہو گا' جو لوگ کہ سپاہ دونوں تھے۔ وہ یہ ندا سن کر بھاگے۔ ارست شاہ طلسم گئے۔ باقی سب مع لشکریاں مدہوش شریک اسلامیان

ہوئے۔ زلزلہ ہوا۔ شوہر اس کا ہاتھ رومال سے باندھ کر سامنے ملکہ بہار کے آئے۔ قید رفع کر کے عذر تقصیرات کرنے لگے کہ ہماری خطا معاف فرمائیے۔ ہماری جانب سے دل صاف فرمائیے۔ ملکہ مذکور نے زلزلہ کو بغل گیر کیا اور کہا: ”تم بادشاہ طلسم کی طرف سے اگر لڑے تو کیا خطا کی۔ کس لیے کہ ملازم اس کے تھے۔ الحمد اللہ کہ سر چشمہ ہدایت پر پہنچے۔ اگر اب کوئی بے اعتدالی کرے گا تو جائے شکایت ہے پہلے ہی مناسب تھا۔ جیسے تم نے کیا۔ غرض یہ کہ بعد تسلط کے باہم صلاح ہوئی کہ اب یہاں سے چلنا چاہیے۔ لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ طبل سفر بج گیا۔ خیمہ بارگاہ عطیہ افراسیاب بھی قبضہ میں آیا۔ اسباب تمام بار کرا کر بہار تخت سحر پر سوار ہوئی۔ پاس بہق کو بٹھا لیا۔ ایک تخت پر زلزلہ مع شوہر بیٹھ کر روانہ ہوئے۔

ملکہ بہار کو جانا جانب کوہ آرام تھا۔ اسی طرف چلی۔ ماہ کا دغدغہ بالکل مٹ گیا۔ ماہ کی ناواقفی سے کچھ سروکار نہ رہا۔ کس لیے کہ یہ سب جاننے والے ماہ کے ساتھ ہوئے۔ بڑی شان و شوکت سے اس لشکر کی مالکہ بن کر سواری ملکہ بہار کی بسان باد بہاری روانہ ہوئی کہ نقارے اور ناقوس بجتے گھنٹے نواخت میں تھے اور ابر سحر سر پر سایہ کیے۔ سواری کے آگے آگے گلہائے بو قلموں بزور سحر گلستان نیرنگ بازی میں شگفتہ ہوئے۔ خیاباں سبز و خرم لہلہا کر بہار دکھاتے۔ جانور زمزمہ سرائی کرتے ہمچشم خدم روانہ تھے۔ یہاں تک کہ اسی تجمل سے داخل کوہ آرام سب ہوئے۔ یہاں جو ملازم اور کنیزیں اور انیس جلیسیں حاضر تھیں۔ یہ خبر ورود مسعود ملکہ بہار سن کر بیتابانہ فرش عشرت سے پاس ملکہ کے آئیں اور کہتی ہوئیں۔ خنداں کناں دوڑیں۔ ارکان سلطنت قلعہ کوہ آرام بہر استقبال حاضر خدمت ہوئے۔ نذریں سب کی گذریں۔ آتش بازی سحر کی وہ سامان تبرج اگر لکھوں طول ہو گا مطلب نہ حصول ہو گا۔ فی الجملہ محکمے خسروی کی نئے سرے سے درستی ہوئی۔ ایوان شاہی دارالامارہ فرمانروائی ملکہ آراستہ ہوا۔ ارکان عظام سلطنت سامنے آئے۔ ملکہ نے آ کر تخت پر جلوس کیا اور زلزلہ کو برابر بٹھلایا۔ بہق و لرزاں قریب تخت بیٹھے۔ بہار نے حکم مہیائے سامان دعوت کار پردازان ریاست

کہ رشک جنگ باغ ہے یہ یادگار
گلشن عالم میں ہے جس کی بہار

تا ابد قائم رہے ملکہ بہار
فیض رحمت سے جس کے یہ بہار

دور شہ گل میں ہم خرم رہیں
تختگاہ باغ یارب برقرار

کیا خزاں کا اپنے دل کو درد و غم
ہے ہمارے باغ کی مالک بہار

خاطر دشمن میں کھٹکے خار غم
دوست دیکھیں آ کے سیر سبزہ زار

ہو گمان شبنم پہ آب تاک کا
نشہ عشرت سے نرگس پہ خمار

آب گلگوں نہر میں جاری ہے
ہو بشکل شیشہ ہر جوئبار

* * *

• لرزاں جادو

ملکہ بہار ملکہ زلزلہ وغیرہ کو ہمراہ لے کر داخل گلستان عشرت کار ہوئی۔ پچھلا پہردن باقی تھا کہ لب نہر یہ گلعذار نسیب و سادہ سبزہ نثار ہوئی۔ خواصان گل پیراہن و یاسمن بدن نے آ کر جام سے گلرنگ دینا آغاز کیا۔ کنارہ جو سبزہ لگا تھا۔ لطف میکشی تھا کہ مینائے فلک سے آفتابی خورشید ساغر مغرب میں ساقی دہر نے بھری اور سرور نشہ کا سواد چشم شاہد شب میں آیا۔ ہر سمت عالم نور نظر میں سمایا۔

باغ میں مقیس اٹھنے لگے۔ رقص ہونے لگے۔ بام بارہ دری پر ملکہ بہار مع مہمانوں کے زیر نمگیرہ زرتار آ کر جلوہ بخش ہوئی۔ اس وقت کی کیفیت قابل دیدی تھی۔ وہ جلسہ اگر نظر سے گذر جائے تو تمام عمر اس کی حسرت میں بسر افسوس کر کے مر جائے۔ نازنینوں کے جسم منور کی چمک اور پھولوں کی مہک شبنمی دوپٹوں کی آڑ میں جوبن کی بہار سینوں پر کچوکا ابھار' قہقہے ان کے خندہ گل کو شرماتے۔ لب لعلیں غنچہ نیم بشگفتہ نظر آتے۔ بہتیاں چھاتیوں کی اودی اودی کنچلی پر بھونرے کی کیفیت دکھاتیں۔ زاہد صد سالہ جوش مستی میں لاتیں۔ چاندنی کا کھیت کرنا۔ نہروں کا موج مارنا۔ پھولوں سے دماغ دہر بس جانا۔ عجیب ایک ہنگامہ عشرت تھا۔ سامان مسرت تھا۔ اس عالم میں ملکہ کو محبت بادشاہ اسلامیان یاد آئی۔ شب ہجر وہ شب مسرت پائی۔ آہ کا دھواں ایسا بلند ہوا کہ سروستان باغ محبت بن گیا۔ دود جگر نے لب خوش رنگ پر جم کر مستی کا عالم دکھلایا۔ وہاں تنگ غنچہ سوسن نظر آیا۔ سینہ داغوں سے گلشن بنا۔ ملکہ زلزلہ سے کسل سفر کا حیلہ کر کے سر درد کا اظہار کیا اور کہا: "اگر تمہاری اجازت پائی تو بارہ دری میں جا کر آرام کر آئی۔" ہر ایک اہل انجمن نے کہا: بسم اللہ۔ عاشق بہار عارض یار وہاں سے آنکھوں میں آنسو بھرے کاسہ نرگس کو صدف گوہر بنائے' موتیوں سے ساغر حباب لبریز کئے بارہ دری میں آئی۔ پردے اس کے چھوڑ کر کنیزوں سے فرمایا: "خدمت

مہمان جا کر بجا لاؤ۔ وہ سب چلی گئیں۔

جب تنہائی ہوئی بے قراری سے کروٹیں بدلنے لگی۔ مگر کسی پہلو قرار نہ آیا۔ قلزم عشق نے جوش مارا۔ طائر عقل اڑ گئے۔ غم ہجر نے بیہوش کر دیا۔ چشمہ اس لیے فرط گریہ سے گہر ریز تھے کہ آنکھوں میں صورت پھرتی تھی۔ اس پر یہ موتی نثار کرتی تھی۔ جسم دم بھر میں زعفران زار رنج نے بنا دیا۔ اشک گلرنگ نے رخ رنگیں پر گلگونہ لگا دیا۔ قفس تن میں بلبل جان گھبرائی۔ برنگ گل چاک گریبانی کی نوبت آئی۔ وہ گلشن بن سے بدتر نظر آتا۔ ابر غم گھر آتا، غنچہ نمط بیکلی ہوئی۔ گلوں نے یاد اپنے گل کی دلا کر بسان خار کھٹک دل میں پیدا کی۔ چمن پر نظر بیتابی سے پاؤں ٹکا کر بیٹھی اور بادصبا سے مخاطب ہو کر یہ زبان پر لائی۔ اسی بیتابی میں یہ پیام یاد کر دینے لگی

کہتی تھی کبھی صبا سے رو کر
کہنا دلبر سے حال مضطر

اے سرو رواں باغ الفت
اے مرہم زخم داغ الفت

اے ماہ سپہر بادشاہی
اے زہرہ چرخ دلربائی

آئی ہے لبوں پہ ہجر سے جان
وحشت سے ہے خانہ باغ زندان

آنکھوں سے ہے خواب کو عداوت

طاقت بھی ہوئی بدن سے رخصت

ناساز مزاج ہے ہمارا
دیدار علاج ہے ہمارا

بیداری شب ہے اب ستاتی
بستر پہ نہیں ہے نیند آتی

یہ تو اس طرح دیوانہ وار بک رہی ہے اور بالائے بام جلسہ عشرت ہے۔ ہر ایک مصروف راحت ہے مگر شاہ جادواں کی کیفیت سنیے کہ بانتظار لرزاں وغیرہ باغ جمشیدی میں آرام پذیر ہیں۔ ہر روز پتلیاں نیا تماشا دکھاتیں۔ گاتیں بجاتیں میوے کھلاتیں۔ جب کچھ خبر لرزاں کی اس کو کئی روز تک نہ ملی۔ آج کی رات اس باغ سے سوا ہوا اور باغبان وزیر کو حکم دیا کہ تم باغ سیب میں جاؤ۔ ما بدولت سیر شب ماہ کر کے عنقریب آتے ہیں سب اہل دربار کو خبر آمد سناؤ۔ وزیر آداب بجا لا کر روانہ ہوا اور یہ تخت اڑا کر جانب صحرائے ظلمات چلا۔ چاندنی کی بہار دیکھتا سیر لالہ زار کرتا دور تک نکل آیا دل سے کہتا تھا کہ اب لرزاں اگر بہار کو گرفتار کر کے لائے تو اس شوخ کے قدم پر سر رکھ کر کہتا: "اے گل باغ بے وفا کچھ بھی تجھ میں بوئے وفا ہے یا نہیں۔ وائے خار صحرائے کج ادائی۔ اگر وہ بے مروت اس منت پر بھی نہ مانے آخر کسی کے ساتھ وصل اس کو میسر ہو گا اور تجھ کو رشک و فراق میں جلنا پڑے گا۔ پس بہتر یہ ہے کہ صدمہ ہجرا ابھی سے گوارا کروں اور اس کو شوہر مرگ کے کنارے میں سلاؤں۔ انجام میں کیوں رنج رقابت کس کا سہوں۔"

اسی طرح کی باتیں دل سے کرتا کوہ چقماق پر آیا۔ چاندنی میں اس کوہ طلسمی کی عجب کیفیت تھی۔ بیان ماہ تاباں چمکتا تھا۔ ہر سنگ ہم سنگ گوہر فرط صفا سے نظر آتا تھا بادشاہ نے ٹھہر کر کچھ افسوں پڑھا پہاڑ کی چٹان شق ہوئی چار پتلیاں چقماق کی وہاں سے

مہابت و عظمت اپنی دکھانے کے لیے تیغہ سحر جو کمر سے لگا تھا۔ زیر ران لایا وہ ایک اژدر ہائے دہان و شعلہ بن گیا۔ اسی پر سوار داخل قلعہ ہوا۔ دیکھا تو قلعہ میں تھما گھمی، روشنی ہر مکان میں جلوہ دیتی ہے۔ کہیں ناچ کا سماں ہے۔ کہیں ڈھولک بجتی ہے۔ شعر خوانی کا چرچا ہے۔ ملکہ بہار کے آنے کی خوشی سب کو ہے۔ رعیت میں بھی شادی رچی ہے۔ یہ کیفیت دیکھتا اور کہتا ہوا کہ اس سامان کی کیا حقیقت ہے۔ جو میں اب ملکہ کو ملک و مال دوں گا۔ اسی طرح دارالامارت میں آیا۔ جہاں ساحران ناری حاضر تھے۔ پرا چوکی حاجب دربان وغیرہ اپنے اپنے کام پر تھے۔ بادشاہ کو دیکھ کر لرز گئے نہایت ادب سے تسلیم کی۔ شاہ نے آنکھ ہلا کر سلام کیا اور اندر چلا۔ کس کی مجال جو روک سکے۔

مگر یہ ایوان شاہی تک پہنچا تھا کہ ہنگامہ ڈیوڑھی پر سے محلدار دوڑی اور قریب بارہ دری پہنچ کر پوچھا ملکہ عالم کہاں تشریف فرما ہیں۔ "شاہ طلسم آ پہنچے۔" ملکہ اپنے عالم میں ہر چند کو جلاتی تھی۔ مگر یہ آواز سنتے ہی گھبرا کر اٹھی۔ دل سے کہا: "خدا خیر کرے۔ یہ آفت ناگاہ آئی۔ بس بام پر جا کر برق کو آمد شاہ سے باخبر کیا کہ تمہیں معلوم رات کو میرے یہاں تنہا کیوں آیا ہے۔ اگر برائے فساد آتا تو ایسی نرمی کی روش نہ ہوتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے عشق میں بے قرار ہو کر بارادہ فاسد قدم زن ہوا ہے۔ اب اس سے مقابلہ کرنے کا یارا نہیں جو کچھ کہو وہ کیا جائے۔

برق نے کہا: "اے ملکہ جا کر استقبال کرو اور بتعظیم تمام یہاں لاؤ۔ بروز جنگ و بروز آشتی اگر کچھ وہ فساد لائے گا۔ اس وقت دیکھ لیا جائے گا۔" ملکہ یہ کلمہ سن کر جلد کوٹھے سے اتری اور کشتیاں جو اوپر موجود تھیں۔ برائے نذر اٹھوا لیں۔ کنیزوں کے حلقہ میں روانہ ہوئی۔ کنول آگے وہ جلتے چلے جو فروغ حسن شعلہ رخان کا جلوہ دکھاتے تھے۔ یہ مہ فلک جمال خراماں دارالامارت کے اندر والے در پر پہنچی۔ بادشاہ قریب پہنچ چکا تھا کہ اس کو آتے دیکھ کر اژدر پر سے کودا اور اس کو ہاتھ میں پھر اٹھا لیا۔ وہ تیغہ بن گیا۔ ملکہ نے سرو قد جھکا کر تسلیم کی۔ شاہ کی نگاہ اس کے حسن بے نظیر

پر پڑی۔ پہلے وہ حرکتیں کہاں تھیں، جواب مزاج میں پیدا ہیں پہلوئے یار میں بیٹھ آنے سے شوخیاں چتون میں ہویدا ہیں جسم میں سسکیوں سے جنبش نزاکت کا بہانہ اتنی دور آنے سے تھک گئی۔ لب پر خشکی غنچہ سربستہ کی صورت کیفیت دہن کی چہرہ پر کچھ عالم یاس۔ بناوٹ کی ادا سے بشاش غمزہ ناز کہتے کہ ٹھہرا جس کو غرض ہو گی۔ وہ خود آئے گا

بشکل آرزو پنہاں حیا میں
نہایت شوخ طرز مدعا میں

اشاروں سے تمنائیں ہویدا
نگاہوں سے غرض کچھ اور پیدا

عجب انداز سے آئی وہ گلرو
کہ اس کو کچھ حیا دل پر نہ قابو

زبان شعلہ سے اک آہ نکلی
تو ہنس کر اس کے منہ سے واہ نکلی

شعلہ ساحران بیتاب ہو گیا اور قریب آ کر کہا ہوا۔ اے ملکہ مزاج اچھا ہے۔" اس مہ پارہ نے جواب دیا: "آپ کی بلا سے چاہے اچھا ہو یا برا۔ معتوبوں کے مزاج کا پوچھنا کیا۔" یہ کلمہ اس لیے کہا ور جواب مزاج پرسی بادشاہ کو دعا دینا پڑتی۔ یہ ملکہ معشوقہ شعلہ اسلام ایسے مرتد کو دعا دینے سے عار رکھتی ہے۔ بادشاہ نے قریب پہنچ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کلمات شکایت آمیز زبان ملکہ سے سن کر فرط عشرت سے بالا مال ہو گیا۔ سمجھا کہ بے شک یہ مجھ کو چاہتی ہے جب تو زبان پر لاتی ہے کہ ہم کو تم نے معتوب

بٹھایا اور آج تک خبر نہ لی۔ سچ ہے مجھی سے غفلت ہوئی۔ غرضیکہ ہاتھ میں ہاتھ سے شانے سے شانہ ملا۔ خوشبوئے جسم سے اس گل کے دماغ بسا ہوا۔ ملکہ گردن جھکائے، ہاتھ چھڑانے کا پہلو سوچتی آگے بڑھی۔ راہ میں جب وہ کنایہ آمیز ظرافت انگیز کلام کرتا۔ یہ بات کاٹ دیتی۔ کہتی اے بادشاہ آپ میری ہمشیرہ عزیزہ کو یہاں کیوں ساتھ نہ لائے۔ تنہا تشریف لائے۔ آنکھیں ان کے دیکھنے کو ترس گئی ہیں۔ آپ ان کو بہت جلاتے ہیں۔ وہ لشکر میں پڑی رہتی ہیں۔ آپ باغ سیب میں مزے اڑاتے ہیں۔ وہ لشکر میں پڑی ہوں گی آپ ادھر ادھر پھرتے ہیں۔

شاہ نے ہنس کر کہا: "ہم تو تم پر مرتے ہیں۔" ملکہ منہ بنا کر بولی: "واقعی اپنے فرزند کی محبت میں ہر ایک دیوانہ ہے۔ یہی ہمیشہ سے رسم زمانہ ہے۔ آپ بڑے بہنوئی ہیں۔ بجائے باپ کے اگر میری الفت میں جان دیجئے تو تو کچھ خلاف نہ کیجئے گا۔ بڑے بھائی میں اور باپ میں کیا فرق ہے۔"

یہ کلمہ سن کر چہرہ بادشاہ متغیر ہوا۔ لیکن سمجھا کہ سب کے سمجھانے سنانے کو ایسا کچھ کہتی ہے اور واقعہ میں اب تک اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ جو جی چاہے کہے۔ جب تعلق ہو جائے گا۔ اس وقت آپ ہی کہیں گی۔" یہ سمجھ کر ملکہ کو براہ تمسخر گود میں اٹھانے کا قصد کیا۔ ملکہ چمک کر علیحدہ ہوئی کہ حضور آج تک کنیز کو آپ کی گود میں بیٹھنے کا انکار تھا۔ جانتی تھی کہ آپ براہ بزرگی محبت فرماتے ہیں۔ آج آپ کی نیت اور پائی ہوں ساری قسم گھبرائی ہوں۔ رہ رہ کے تعجب آتا ہے کہ لوگوں کو دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے۔ وہی مثل ہے کہ "الٹا زمانہ، نواسی کو لگے بابا۔" شاہ نے اس کے کہنے کو کچھ سماعت نہ کیا اور براہ بے عزتی ہنس کر کہا ہوا کہ سالی اور بی بی میں کچھ فرق نہیں۔ ایک بن نہیں ایک سی اور اے نازک بدن تجھ ایسا گل گلشن دہر میں کب کسی نے کھلتے دیکھا ہے۔ اسی سے میرا بلبل دل تجھ پر فدا ہے۔" غرضیکہ یہی باتیں کرتا ہوا بالائے بام بارہ دری آیا اور ملکہ نے براہ خوف خود بھی تخلیہ میں اس کو نہ بٹھایا کہ مبادا دست درازی کرے۔ پس جلسہ عشرت بٹھانا لازم ہے۔ چنانچہ

جب کوٹھے پر زلزلہ و لرزاں نے اٹھ کر تسلیم کی۔ یہ مسند پر بیٹھا اور وہ دونوں پس پشت جا کر ٹھہر۔ اس نے ان کی جانب بے نظیر حسرت دیکھا اور کہا: "کیوں شیوہ نمک حلالی یہی ہے جو تم نے اختیار کیا ہے۔ خیر سمجھ لیا جائے گا۔ اتنے نمک حرام جمع ہیں تو میرا کیا کر لیتے ہیں اور اگر تم خلاف ہوئے تو کیا بنا لو گے۔"

یہ کہہ کر دل سے مشورہ کیا کہ بہار سے اصرار وصل کرنا چاہیے اگر وہ راضی ہو گئی تو یہ کہاں جائیں گے۔ پھر مطیع ہوں گے۔ ابھی ان سے خبر نہ ہونا چاہیے۔ یہ سوچ کر چپ ہو رہا اور جانب بہار متوجہ ہوا۔ کبھی با نظر حسرت اس کو دیکھا اور کبھی کچھ پھول اٹھا کر اس پر پھینکے۔ کبھی جنبش ابرو و چشم جسے آنکھ مارنا کہتے ہیں۔ اس طرح سے اشارہ کیا۔ کبھی اس کو سنا کر یہ شعر پڑھا کر

اگر یہ ناز عشوہ رہیں گے
تو جانی ہم تو مطلب کی کہیں گے

ملکہ آنکھیں نیچے کئے چپکے بیٹھی تھی اور دعا دل سے حفظ و آبرو کی مانگتی تھی۔ ساقیان مہ لقا جام شراب دیتے تھے شعلہ نثار سحر ڈال کر چکا تھا کہ عیار بہار کے ساتھ آیا ہے۔ ایسا نہ ہو وہ بیہوشی دے۔ چنانچہ یہ تو اس کیفیت میں ہے لیکن برق کی حقیقت سنیے کہ ملکہ کو بہر استقبال شعلہ بھیج کر آپ بارہ دری میں آیا اور ایک کنیز ملکہ کو بلا کر کہا: "تجھ کو میں اپنی صورت بناتا ہوں۔ خبردار سوائے برق کے اور کچھ نہ کہنا یہ کہہ کر شکل اپنی صورت کے بنایا اور حکم دیا: "بالائے بام جا کر ٹھہرے۔" وہ حسب ارشاد کوٹھے پر آئی۔ بادشاہ کو سلام کیا۔" اس نے ہنس کر کہا: "اے برق مزاج کیسا ہے۔" کنیز نے جواب دیا: دعا کرتا ہوں۔" بادشاہ ایسا مخاطب بجانب ملکہ تھا۔ کچھ اس سے خبر نہ ہوا اور ادھر برق آئینہ سامنے رکھ کر ایک ایسی نازنین عورت کی شکل بنا کر بہار سے ہزار درجہ حسن میں بہتر تھا۔ رخ روشن اس کا روئے آفتاب محشر تھا۔ چہرے

میں نمک حسن دانا بھرا۔ گرمی میں خاطر مشتاقاں کے لیے سوز و ساز دینے والا۔ زلف شکن در شکن کے حلقے بنائے آہوئے چین کا دل خون کرتے۔ آب و تاب سے ہر ایک عاشق کو دیوانہ بنا کر دیا جنون کرتے۔ زیر گیسوئے معنبر پیشانی انور ابر تیرہ میں جیسے آفتاب سحر کا نور ظاہر طبیعت خود بینیوں سے بھری۔ ستواں ناک مانند رخسار یا دیوار چمن حسن رنگین نئی چچشم سرمہ آگیں جادو تمکین شہ جادواں کو فریب دینے چلیں۔ اسی سے چکر کھا کر پھرتیں۔ رخ پر غازہ صباحت حقیقت میں کان ملاحت لب گلرنگ پر مرجان صدقے شرم سے لعل بدخشانی مرا کھائے۔ دانتوں کے روبرو موتی ہو جائے۔ آواز اس کی شیریں انداز نظر تمکین باتیں سب بھلی بھالی۔ دہن تنگ دیکھ کر غنچہ کو ماہ بھلی سینہ صاف پر چھاتیوں کی کچیں نمودار' کم سنی اظہار شکم رشک موج قلزم نور قمر چشم تصور سے بہت دور لطیفہ گوئی میں طاق بذلہ سنجی میں شہرہ آفاق۔ زیور جواہرین سے جسم مزین۔ اٹھتا ہوا اس کا جوبن کہ

چڑھی تھی جوبنوں پر نوجوانی
خجل صورت سے ماہ آسمانی

جواہر کا جڑاؤ جملہ زیور
سجایا پائے تا ریں سے تھا سر

سراپا حسن سے تھا اس کا پرنور
حیا سے مثل سایہ پرتو حور

قیامت تھا وہ بوٹا سا قد اس کا
خجل گلستاں رو برو تھا

ترقی اس کو تھی حور و پری سے
تجلی شمس و قمر جلوہ گری سے

گلابی رنگ کا پٹکا کمر میں
وہ ڈوبا خوب آب سیم و زر میں

کیا گرد اس کے حسن و خوب نے نور
گز بھر کی وہ چٹلی چشم بد دور

بنی تھی موتیوں کی جال اس پر
ٹکے ہیرے بھی تھے اپنی جگہ پر

اس صورت سے درست ہو کر ایک اور کنیز ملکہ سے تخت سحر تیار کرا کر سوار ہوا اور کوٹھے پر وہ تخت آ کر اترا۔ سراپے غلطاں پا سے نظر بادشاہ ملکہ کی اس پر پڑی۔ ملکہ سمجھی کہ یہ کوئی شہزادی طلسم کی ہے۔ بادشاہ کو یہاں آیا ہوا سن کر ملاقات کو آئی ہے۔ یہ سمجھ کر بغلگیر ہونے اٹھی۔ برق نے پہلے بادشاہ کو تسلیم کی۔ پھر بہار کے گلے ملا اور گویا ہوا: "بہن مدت سے تم کہاں گئی تھیں اللہ یہ بے مروتی کہ مدتوں صورت بھی نہیں دکھائی۔" بہار یہ کلمات سن کر حیران تھی کہ میں اس کو پہچانتی نہیں اور یہ ایسی باتیں کرتی ہے جیسے بڑی اس سے دوستی ہے۔ لیکن شرط مروت صاف جواب دینے کی مقتضی نہ ہوئی۔ یہ تو نہ کہہ سکی کہ میں تمہیں جانتی نہیں ہوں۔ اس کی شکایت کے جواب میں کچھ عذر و حیلہ کر کے اپنے برابر بٹھلیا۔ شاہ جادوان اس کی ادا کو دیکھ کر فریفتہ ہوا۔ عشق بہار بھلا۔ اس لیے کہ بہار حسن اصلی رکھتی ہے اور یہ بناوٹ ہے۔ پھر ملکہ مذکور کو وہ چہل میں اور شوخی کہاں آتی ہے۔ جو یہ عیار جانے

ہیں۔

شعلہ بیتاب ہو کر مستفسر حال ہوا کہ اے ملکہ حسینان جہاں تمہارا نام کیا ہے۔" اس کافر ادا مست نے اس طرح مسکرا کر آنکھوں کے لال لال ڈورے دکھا کر نظر کو پھرا کے بہ شیریں زبانی جواب دیا کہ مجھ کو اسمان جادو کہتے ہیں قریب ان کے مکان کے رہتی ہوں۔ ان سے یعنی بی بہار سے محبت ہو گئی ہے کبھی کبھی دیکھنے آتی ہوں۔ شعلہ نے فرمایا: "پھر آؤ ہمارے پاس بیٹھو۔" اس نے کہا: "چہ خوش مجھے آپ کے پاس بیٹھنے سے واسطہ۔ میرے گنوار چھل میں جو ٹبا لگ گیا تو کیا ہو گا۔ آپ ہزاروں گل کرتے ہیں۔ ایک رات کا اخلاص تمام عمر کا جلاپا بندی کو نہیں گوارا۔" شعلہ نے یہ کلمہ سن کر ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔ اس مہ پارہ نے بل بل کر کے قریب کھس کر کہا: "دیکھو سامری قسم میری چوڑیاں بھی ٹوٹ گئیں اور کلائی میں بھی موچ آ گئی۔" یہ کہہ کر اپنا منہ بنایا کہ شعلہ بیقرار ہو گیا۔ چاہا کہ بوسہ لے لوں۔ لیکن اس نے ہاتھ سے منہ ہٹا دیا کہ "لو صاحب یہ بے عزتی دیکھو۔ جمشید جانے مجھے یہ دل لگی اچھی نہیں لگتی۔ بھری محفل میں میری آبرو اتار لی۔" بادشاہ نے گلے سے لگا لیا۔ اس نے ڈھیلے ہاتھ سے ایک طمانچہ ہنس کر مارا کہ خوب تم مزے میں آئے کسی کی آبرو پہ پانی پھر جائے تمہاری بلا سے۔ اے صاحب ذرا نچلے بیٹھو۔ بادشاہ نے بموجب کہ

گلے مل کر کہا اس سے کہ اے جانی
ہمیں بھی ہے امید مہربانی

اس نے بھی گردن شعلہ میں ہاتھ ڈال دیئے اور جھک کر الگ ہو گئی کہا: "اوئی اس زور سے مجھے کھینچا کہ شانوں پہ ہاتھ نہ ٹیکتی تو منہ کے بل گر پڑتی۔ بادشاہ ساحران نے ہر چند وہ نہیں نہیں کیا کی' مگر کھینچ کر گود میں بٹھا لیا پھر تو یہ حال ہوا کہ

غرض اس نے اس کی منتیں کیں
نئے انداز کی قسمیں بھی کچھ دیں

ہوائے شوق سے تھا وہ جو مضطر
نہ مانا لیے بوسے مکرر

ہوئی ہر چند وہ برہم مگر ہاں
نکالے اس نے اپنے دل کے ارماں

لگا شلوار پر جب ہاتھ دھرنے
تو وہ کرار کی اس دم بگڑنے

کہا اب شامتوں نے مجھ کو گھیرا
کوئی کسبی مگر مجھ کو ہے سمجھا

ذرا دم لے کہ دل ٹھہرے ہمارا
نہیں گستاخیاں تیری گوارا

بشر کرتے ہیں حیوان کا کام
ندامت سے نہیں خالی یہ انجام

بادشاہ ان باتوں سے سمجھا کہ یہ بالکل راضی ہے۔ یہ سمجھ کر ملکہ بہار سے کہا: "محل تخلیہ کر دو۔" ملکہ نے ہر ایک کو اشارہ کیا اور آپ بھی اٹھی۔ اس حور وش نے گود سے بادشاہ کے اٹھ کر آنچل ملکہ کا پکڑ لیا: "بہن کہاں جاتی ہو۔ میں بھی رخصت

ہوئی ہوں۔ ملکہ نے ہر چند حیلہ کر کے پیچھا چھڑایا۔ مگر اس نے آنچل نہ چھوڑا۔ ملکہ بہار نے ٹھہر کر بادشلہ کو اشارہ کیا کہ آپ اس کو گود میں اٹھا کر بارہ دری میں لے جائیے۔ یوں نہ مانے گی۔ بادشلہ ایما اس کا سمجھ کر چپ ہو رہا اور پھر اختلاط کرنے لگا۔ اس مہ پارہ نے موتیوں کا ہار پکڑ کر گردن شلہ سے کھینچا کہ یہ تو میں لوں گی۔ بادشلہ نے ہار اتارا اس کو پہنایا اور ہاتھ پستان پر لایا۔ اس نے ہاتھ جھٹک کر کہا: "نہ صاحب میں تو ایسے ہار سے در گزری۔ جس میں یہ نوچا کھوچی ہوتی ہے۔"

یہاں تو یہ اختلاط گرمجوشی ہے اور ملکہ نے خوابگاہ جلد درست کرائی۔ چھپر کھٹ آراستہ ہوا۔ گل تکیے عطر سے بسے لگا دیے گئے۔ ترابے گلاب کیوڑے کے منہ کھول کر ہوا کے رخ پر رکھے۔ غرض کہ تصریح اس کی تا کجا۔ جب سامان درست ہوا۔ بادشلہ کو اشارہ کیا۔ وہ اختلاط کرتے کرتے گود میں مہ جبین کو لے کر استادہ ہوا۔

برق بھی یہ اشارہ دیکھ رہا تھا۔ سمجھا کہ اب مجھے یہ جانب تکیہ لے چلا۔ یہ سمجھ کر گود میں بادشلہ کی تڑپا۔ کہا: "دیکھو میرے کان میں عطر کی روئی رکھی تھی۔ کہیں گر نہ جائے۔" چنانچہ اس حیلہ سے کان میں سے روئی عطر بیہوشی کی نکال کر بادشلہ کی ناک میں لگا دی۔ شلہ کو چھینک آئی اور چکر کھا کر زمین پر گرا۔ یہ گود سے کود کر الگ ہوا اور خنجر کیست عیاری میں مخفی تھا' نکال کر بہر قتل بڑھا ملکہ یعنی بہار نے اب پہچانا کہ برق ہے ہوش اڑ گئے کہ یہ صورت بدلنا اور یہ باتیں معشوقانہ اسی کا کام تھا۔ ادھر برق نے جیسے ہی خنجر مارنے کا قصد کیا تھا کہ ایک پتلا روئے ہوا سے آ کر زمین پر پہنچا۔ ہاتھ میں شیشہ گلاب سے بھرا تھا۔ اس گلاب کا ایک چھینٹا رخ شلہ پر مارا کہ بادشلہ ہوشیار ہو کر اٹھ بیٹھا۔ برق نے چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ لیکن اس پتلے کے دیکھنے سے ایسی تاثیر قلب پر ہوئی تھی کہ قدم اٹھ نہ سکا۔ ٹھہرا رہا۔ جب شلہ کی آنکھ کھلی۔ دیکھا وہی نازنین خنجر لیے آمادہ قتل ہے۔ یہ معلوم کر کے نگاہ سحر سے خوب نظر بھر کر دیکھا۔ پہچانا کہ برق عیار ہے اور برق بھی سمجھ گیا کہ قید ہوئے۔ دوڑ کر قدم پر گرا کہ میں برق عیار ہوں۔ میری خطا معاف فرمائیے۔ اب میں آپ کی

طرف ہوتا ہوں۔ شاہ جاوداں کو غضب طاری ہوا اور اس ہنگامہ کا حال عیار شب پیش بادشاہ طلسم افلاک ظاہر ہو گیا۔ بہار گلستان انجم کے خزاں ہونے کو موسم قریب تر آیا۔

افراسیاب نے ہوشیار ہو کر برق کو بے تقصیر قہر گھورا۔ برق دوڑ کر قدم پر گرا کہ "اے شاہ جاوداں میری خطا معاف کیجئے اور سچ فرمائیے کہ یہ کیسی عیاری میں نے کی۔" بادشاہ نے کچھ اس کا عذر سماعت نہ کیا۔ یہ ماجرا دیکھ کر بہار آگے بامادہ رزم بڑھی۔ بادشاہ نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک پری نژاد فلک کی جانب سے اڑتی ہوئی اور بہار کے لپٹ گئی۔ اس کے جسم میں وہ گرمی سحر کی تھی کہ یہ بھی بیہوش ہو گئی۔ لرزاں اور شوہر اس کا بل بل کر کے بچے تھے کہ بادشاہ نے ایسی چیخ ماری کہ ان کو بھی غش آ گیا۔ شاہ نے اس وقت چاہا کہ سارا قلعہ کو آرام غارت کر دوں پھر خیال آیا کہ اگر بہار مجھ سے راضی ہو تو اپنے ملک کی بربادی سے بہت ناراض ہو گی۔ اول اسی سے فیصلہ کرنا لازم ہے پس اپنے مقام پر لے چل کر منت و سماجت کر کے اس کو راضی کرنا چاہیے۔ اگر نہ مانے تو اسے قتل کر کے اس ملک پر کوئی اور حاکم بھیج دیجئے۔ یہ سوچ کر سحر پڑھا کہ پنجا اور پری تو غائب ہو گئی۔ لیکن ایک تخت پر روئے ہوا سے اتر آیا۔ اس نے ملکہ بہار اور سب بیہوش کو اس تخت پر ڈال کر آپ بھی سوار ہو کے ہاتھ پکڑا۔ جیسے ہی وہ تخت بلند ہوا۔ کنیز ان ملکہ موصوفہ اور ملازمان قلعہ انیس جلیسیں ارکان سلطنت سب نے جو شور نوحہ بلند کیا۔ کون اس کی شرح کر سکتا ہے۔ یہ حال تھا کہ

رواں آنکھوں سب کے اشک گلنار
ہوا ہر ایک کو رونے سے سروکار

ہوا سب کاروبار سلطنت بند
بجز غم کے نہ کوئی دل تھا خورسند

سیہ پوشی کا چرچا تھا محل میں
نیا ایک حشر برپا تھا محل میں

بنا ماتم کدہ وہ شہر آباد
گلی کوچوں میں تھی ماتم کی بنیاد

سنا تھا دیکھنے کو نام عشرت
پریشان حال اور سب غم کی صورت

پھر آخر یہ صلاح ٹھہری کہ اپنے مالک کے ساتھ چلنا چاہیے اور ملکہ مذکور شریک اسلامیان ہیں انشاء اللہ جلد رہا ہوں گی۔ کچھ تردد لازم نہیں۔ غرضیکہ نفیر سحر بجا کر لشکر زلزلہ و مدہوش وغیرہ ہمراہ لے کر کنیزان بہار بھی جانب لشکر مہ رخ روانہ ہوئیں کہ وہاں پہنچ کر حال ملکہ بیان کریں اور سارا لشکر مہ رخ کا لے کر ملکہ کو اپنے شاہ طلسم سے لڑ کر چھڑا لیں۔ فی الجملہ یہ سب کوچ کر کے الگ الگ بادشاہ طلسم سے جاتے ہیں۔ بادشاہ جو ہر ایک مجرم کو لے کر اڑا۔ راہ میں سحر دفع کر دیا کہ یہ نہ جانے کہ بادشاہ نے ڈر کر ہم کو بیہوش رکھا۔ پھر ہر ایک کو ہوشیار کر دیا۔ ان کی آنکھ کھلی شاہ جادواں کو برابر اپنے تخت پر بیٹھے پایا۔ شرم ناچارگی سے گردن جھکائی۔ بادشاہ بنظر حسرت و محبت جانب روئے نگار نگراں تھا اور گلچینی اس کے گلشن حسن و جمال کی رہا تھا دل بے اختیار گود میں بٹھانے اور پیار کرنے کو چاہتا تھا۔ مگر ابھی غصہ جتانا اور بھی مہربان ہونا خلاف داب عظمت شاہانہ جان کر خاموش تھا کہ گھر پر چل کر کوئی اس کی سفارش کرے گا تو خطا معاف کر کے منت پذیر ہوں گا۔ مختصر یہ کہ تخت اڑائے قریب دریائے خون رواں پہنچا۔ وہاں سے لشکر مہ رخ قریب تھا۔ عیار تو صحرا میں پھرا ہی کرتے ہیں اتفاقاً ضرغام اور صبا رفتار عیارہ و عیار سے ایک جگہ سامنا ہوا

تھا۔ یہ دونوں لڑ رہے تھے۔ بادشاہ نے وہاں پہنچ کر تخت نیچا کر کے ٹھہرا لیا اور تماشاہ ان کی لڑائی کا دیکھنے لگے۔ عجب ماجرا نظر آیا کہ دونوں نے کوس بھر کا میدان باندھا ہے۔ مثل برق جہندہ دم بھر میں کوس بھر جا کر چمکتے ہیں اور کبھی آپس میں آ کر گتھ جاتے ہیں۔ گردش ان کی نظر میں نہیں سماتی۔ چل پھر اس طرح کی کہ بجلی کوندھ جاتی۔ خنجر کی تھپکیاں چلنا حلقہ ہائے کمند سے طرار بھر کر نکلنا جستوں کے سناٹے' کاوشیں اور قراٹے بھر کلاوق تماشا تھا۔ دھوکے دیتا ان کا سمجھ میں نہ آیا تھا۔ کبھی وہ کہتا اے ملکہ قدم تمہارا پتیرہ کے خلاف پڑا ہے۔ جب وہ قدمک کی طرف دیکھتی یہ کمند مارتا وہ جست کر کے اس صفحہ نکلتی کہ جیسے عینک میں سے نگاہ نکلتی ہے۔ پھر وہ کہتی کہ اے عیار مغرور کر کے شاشو تیرا بگڑ گیا۔ یہ اپنے جسم کو خیال کرتا۔ وہ کمند مارتی۔ یہ اس طرح حلقوں سے نکلتا کہ جیسے تیر کمان سخت کا جاتا ہے شاہ جادواں اس لڑائی کو دیکھکر بہت خوش ہوا۔

برق نے اس کو خوشنود دیکھ کر کہا: "ہمار عیار اور آپ کی عیارہ کیوں اے بادشاہ جوڑ تو اچھی ہے اگر آپ زمین کے قریب تر تخت لے جا کر ٹھہریئے تو قدردان کو دیکھ کر دونوں جی توڑ کر لڑیں اس سے زیادہ تماشہ نظر آئے اور ابھی تو کچھ بناوٹ نہیں۔ یہ لڑائی سادی ہے ایک دوسرے کو پکڑ لینے کا قصد رکھتا ہے مگر مصمم ارادہ نہیں کرتا اور جانتا کہ نکل اے تو بہتر اور گرفتار ہو تو اچھا۔ جب آپ کو دیکھیں گے۔ لاکھ جان لڑا دیں گے پھر غالب و مغلوب کا حال کھلے گا۔"

بادشاہ کو یہ تقریر پسند آئی اور تخت زمین پر اتارا۔ صرعام نے چاہا کہ بھاگ جاؤں ایسا نہ ہو یہ سحر کرے اور قید کرے مگر بادشاہ نے کہا: "خوف نہ کھاؤ لڑے جاؤ ہم تماشہ دیکھیں گے۔" یہ سن کر دونوں سلام کر کے لڑنے لگے۔ واقعی اب بڑی تڑپ جھڑپ سے ہنگامہ کا ساز بلند ہوا۔ نیمچے اس طرح چلنے لگے۔ جیسے بجلیاں کوندتی تھیں۔ جھناٹے کی آواز تابہ تیغ مہر پہنچی تھی مسیحا کو زندگی سے نا امیدی تھی۔ چمک سے شمشیر

صاعقہ تیز کے چشم جوہر خنجر فلک خیرہ ہوتی تھی۔ دیدے میں سفیدی تھی۔ تیروں کے سنانے پر بہرام فلک سنانے میں تھا۔ کیا وہ چرخ کبود کی پشت خم تھی۔ قدر انداز قضا گوشہ میں سہم کر تھراتا تھا اور چھپا ہوا الامان کہہ کر چلاتا تھا۔ گردش مبارزاں پر اور تلوار کی چالڈھال پر فلک اپنی چالیں بھولا تھا۔ ڈورا تلوار کی باڑھ کا جادہ راہ عدم تھا۔ تار نفس کے قطع ہونے میں عرصہ کوئی دم تھا

تڑپتے تھے وہ بہ انداز ہر سو
طرارے تھے بلا پرواز ہر سو

لڑائی چال میں ایسی تھی ان کے
جسے سوانگی دیا نہ پہونچے

سلنگیں اور حستیں تھیں بلا خیز
لڑائی تیغ کی تھی حشر انگیز

کبھی اس طرح گتھ جاتے تھے باہم
بھنور کا جیسے ہو دریا میں عالم

اسی لڑائی میں ایک بیضہ بیہوشی بھرا۔ ضرغام نے کمر سے نکالا۔ شعلہ جادوان نے اس کو دیکھ کر پوچھا: "یہ انڈا تیرے پاس کیسا ہے۔ اس نے جواب دیا: "حضور یہ بیضہ بیہوشی ہے۔" برق نے کہا: "حضور کی سمجھ میں اس انڈے کی لڑائی نہ آئے گی۔ دیکھیے جناب یہ لڑائی اس طرح ہے۔" یہ کہہ کر تخت پر سے کودا اور بیضے اپنے پاس سے نکالے اور ضرغام پر پہلے خنجر کھینچ کر جا پڑا۔ وہ بھی لڑنے لگا۔ عیار رفتار تھم کر محو تماشائی

ہوئی کہ یہ لڑتے لڑتے جب قریب اس کے پہنچا کہا "حضور دیکھیے یہ انڈا اس کام کا ہے۔" یہ کہہ کر اشارہ بیضہ مارنے کا جانب ضرغام کیا۔ مگر تاک کر منہ پر صبا رفتار کے مارا کہ فوراً اس کو چھینک آئی اور بیہوش ہو کر گری۔ بادشاہ اس کی جانب متوجہ تھا کہ اس نے دوسرا بیضہ بادشاہ کے منہ پر مارا کہ آچھیں کر کے بادشاہ بھی بیضہ منہ پر پڑتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس کے بیہوش ہوتے ہی درخت اس صحرا کے جھومنے لگے۔ زمین سے غبار سیاہ اٹھا طائر غل یا شہنشاہ کا مچانے لگے۔ زمین تھرائی۔ بہار سمجھی کہ مقرر آفت عظیم آئی اور تو کچھ بن نہ پڑا۔ برق و ضرغام کو پنجے میں داب کر اڑ گئی۔

اپنے سحر سے سب رہا ہو چکے تھے۔ زلزلہ و لرزاں گھبرا کر زمین میں سما گئے۔ کس لیے کہ یہ زمین میں زلزلہ کرنے کا سحر خوب کرتے ہیں۔ غرضیکہ بہار سناٹا بھرے بہت صلہ دور تک نکل گئی اور شاہ طلسم نے چیلوں نے زمین سے نکل کر پچکاری گلاب کیوڑے کی منہ پر مار کر ہوشیار کیا۔

اس نے قیدیوں میں سے کسی کو نہ پایا۔ صبا رفتار بیہوش پڑی تھی اس کو ہوشیار کیا اور بہت پشیمان تھا برق کا فقرہ یاد کر کے بڑی شرمندہ ہوتی تھی۔ دل سے کہتا تھا کہ کیا چالاکی کر کے یہ عیار نکل گیا ہے کہ جب یاد کروں گا خجالت آئے گی۔ علاوہ اس خجالت کے بہار کا قبضہ میں آ کر نکل جانا جب یاد آتا۔ کف افسوس ملتا کہ ناحق میں رزم عیاراں دیکھنے یہاں ٹھہرا اور اگر ٹھہرا تو انڈے کا حال پوچھنا کیا ضرور تھا۔ غرضیکہ اسی رنج و قلق میں خیال آیا کہ عیاروں نے تجھ کو نادم ہوتے دیکھا ہے بنظر حقارت ہمیشہ تجھے دیکھیں گے۔ سوا اس کے مہ رخ وغیرہ یہ حال سن کر بہت بے خوف ہو جائیں گے۔ اس عیاری کا بدلہ چل کر لشکر حریف سے لینا چاہیے اور اپنا عظیم و شان زور زور دکھانا چاہیے یعنی اپنے بیہوش ہونے کے عوض میں کل لشکر باغیان کو بیہوش کرنا لازم ہے۔ یہ سوچ کر عیار کو تخت پر بٹھا کر اڑا راہ میں بہار کا حسن یاد کر کے

آنکھوں میں آنسو بھر لایا مگر حیا دو تو ساتھ تھی اس وجہ سے ضبط کو کام فرمایا اور بعد قطع صحرا و دشت طے کر کے ایک پہاڑ پر آیا۔ وہ کوہ عظمت میں ہمسر آسمان تھا۔ تمام پہاڑ گلہائے طلسمی سے رشک گلستان تھا۔ بادشاہ اس سیر کی طرف اصلا متوجہ نہ ہوا اور بیچ کوہ پر ایک درخت نہایت بلند لگا تھا۔ ہرنا با طائر اس پر بیٹھا تھا۔ اس نے اس درخت کو کولے میں داب کر ایسا سحر پڑھا کہ وہ نخل عظیم الشان جڑ سے اکھڑا اور ایک جانب ہٹ کر الگ ٹھہر رہا۔ زمین پر نہ گرا۔ جہاں سے وہ اکھڑا تھا۔ اس جگہ ایک دروازہ بہت بڑا اور عمدہ پیدا ہوا۔ بادشاہ نے سحر پڑھ کر پکارا "اے پری زادان طلسم آؤ۔" یہ صدا دیتے ہی وہ در کھل گیا اور اندر سے پریاں نکلنے لگیں۔ کہ ایک ایک ان میں غیرت بخش حوراں جناں تھی۔ ایک ہزار نازنین سنہری پوشاک زیب جسم کیے اور سونے کا زیور پہنے سامنے آ کر حاضر ہوئیں۔ تسلیم شاہ کو کر کے صف باندھ کر استادہ تھیں۔ اس وقت وہ پہاڑ کوہ بے ستون سے کہیں بڑھ کر تھا۔ کیونکہ وہاں ایک شیریں آئی تھی۔ یہاں ہزار شیریں دہانوں کا مجمع ہوا۔ آفتاب ان کے رخ سے کیا آنکھ ملاتا کہ ان کے تلووں کا عکس کہلاتا ہے۔ ماہتاب داغی غلام شہرت پاتا ہے۔ گیسو ان کے بلائے جان عاشقاں مصحف رخسار پر فدا ایمان عاشقاں کہ۔

سراپا روکش روز قیامت
نخل شمشاد وہ آزاد قامت

جبین موج تسنیم گلشن نور
عذار صاف رشک شعلہ طور

صفائی میں تجلی آئینہ سا
حیا سے داغ دل تھا سینہ سا

بادشاہ نے ان قمر پیکران طلسمی سے ارشاد فرمایا۔ کہ تخت طلسم جا کر لاؤ اور تم ایک فوج طلسمی میں بھرتی ہو۔ مسلح و مکمل ہو کر ہمراہ ملکہ نفیر نواز جادو کے میرے پاس آؤ۔" پریاں حسب الحکم بادشاہ پھر اسی دروازہ بن درخت میں چلی گئیں بعد کچھ دیر کے اس در سے کئی ہزار اژدر شعلہ افشاں پیدا ہوا۔ اور ان اژدہوں پر ایک قصر بنگلے کی طرح مثل قلعہ بلند کے بنا تھا کہ اس کے تین درجے تھے۔ جو نیچے کا درجہ تھا۔ اس میں کئی ہزار زنگی سیاہ تیر دہن تلواریں کھینچے لڑ رہا تھا اور بیچ کے درجہ میں پریاں موتی جھولیوں میں بھرے اچھالتی تھیں اور اوپر کے درجہ میں پریاں موتی جھولیوں میں بھرے اچھالتی تھیں اور اوپر کے درجہ میں بارہ ہزار برج بنا تھا۔ ہر برج کا دروازہ بند تھا۔ ان برجوں پر جو مہتابی تھی۔ اس میں ایک تخت جواہر آگیں بچھا تھا۔ گرد تخت کرسیاں یاقوت لگی تھیں۔ ان پر وہ پریاں جو افسر فوج پری نادان ہیں بیٹھی تھیں اور قریب تخت ایک مہ جبیں رشک لعبت چیں تاج مرصع سر پر دیئے۔ ہاتھ میں نفیر لیے جلوہ فرما تھی۔ سب پریوں کی افسر تھی۔ تخت کے چاروں پایوں پر اژدہے پنکھا منہ میں دابے بیٹھے تھے اور پشت تخت کچھ اژدہے چتر شاہی منہ سے سنبھالے تھے اور وہ ہزار پریاں جو پہلے آئی تھیں۔ پنکھیاں اور سلفچیاں چنگیریں اور گلدستے وغیرہ عمدے ہاتھوں میں لیے کھڑی تھیں۔ مہتابی پر آفتاب سحر کا بنا کر لگایا تھا کہ تاثیر طلسم سے وہ روشنی مثل مہر جہاں تاب دیتا تھا۔ ایک طرف سورج لگی تھی دوسری طرف اس مہتابی کے چاند کی تصویر بنی تھی۔ دن کو سورج ضیا باری کرتا۔ رات کو چاند فروغ بخشی کرتا جب وہ ایوان طلسم قریب آیا۔ سب پریوں نے بادشاہ کو تسلیم کی اور وہ نازنین بنگلے سے نفیر لیے اتری۔ بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اندروں قصر ہنستی ہوئی لے گئی۔ زینہ قصر کو طے کر کے مہتابی پر پہنچایا۔ صبا رفتار کو بھی بادشاہ ساتھ لایا۔ غرضیکہ مہتابی پر پہنچ کر تخت پر بادشاہ نے جلوس کیا۔ تخت پر بیٹھتے ہی ہزار ہا نقارہ اور نفیر اور ناقوس اس قصر میں بجنے لگا اور فلک کی طرف سے رعد گرجنے کی ایسی صدا آئی اور ایک ابر سفید رنگ پیدا

ہو کر سر قصر پر سایہ فگن ہوا۔ اس ابر میں روشنی تھی کہ ہزاروں مہر درخشندہ نظر آتے۔ ایک طرف سے سورج مکھی میں صنو پیدا ہوئی کثرت ضیا سے وہ مکان نظر آنے سے جاتا رہا۔ بالکل ایک بقعۂ نور کا بن گیا۔ اژدرے پنکھا جھلنے لگے اور چتر کو گردش دیتے تھے۔ کچھ پریاں سامنے ساز بنا کر ناچنے لگیں۔ ہاں کروفر احتشام سواری شاہ طلسم کی جانب لشکر مہ رخ نیک نام چلی کہ

نیا وہ قصر رشک برج مہتاب
ضیا پر آنکھ ٹھہرے اس کی کیا تاب

ہزاروں نازنین مہ پیکر
پلاتی تھیں مے گلگوں کا ساغر

ہوا پر بجتے تھے لاکھوں ہی نوبتیں
صدا جاتی تھی جن کی سیکڑوں کوس

ہزاروں اژدہے اڑتے ہوئے ساتھ
چلے آتے تھے شعلہ چھوڑتے ساتھ

یہاں مہ رخ سحر چشم سریر جہانی پر بیٹھی تھی۔ سراپردے بارگاہ کے اٹھے تھے۔ ہر طرح کا ذکر سردار کر رہے تھے بلور چہار دست بھی حاضر تھا۔ ساقیان خوش لقا جام شراب دیتے تھے۔ عشرت کا جلسہ جما تھا۔ کچھ سردار کہہ رہے تھے کہ ملکہ بہار نہیں معلوم کدھر گئیں۔ اس اثنا میں خبر پہنچی کہ مہتر قران تشریف لائے ہیں۔ قران کا ذکر کیا تھا کہ ہمراہ ساحران چلے تھے۔ وہ سب ساحر قریب اس لشکر کے پہنچے۔ قران ان کا ساتھ

چھوڑ کر داخل لشکر ہوا۔ مہ رخ نے سردار بہر استقبال بھیجے کہ تا دربارگاہ وہ آ کر لے گئے مہتر مذکور ہر ایک سے ملا اور شاہ لشکر کو تسلیم کر کے کرسی پر بیٹھا۔ حال داخلہ طلسم کوکب اور خواجہ کا ملنا۔ قتل نامہ دار شاہ طلسم بہار کا حال بیان کرنے لگا۔ ہنوز سخن ناتمام تھا کہ دفعتہ ابر سفید چمکتا نظر آیا۔ ہزار ہا سورج ایکبار طالع ہو گئے۔ ناقوس کو صدا سے زمین میں زلزل آشکار ہوا۔ ہر ایک سردار گھبرا کر بولا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ مہ رخ نے کہا: "خدا خیر کرے' افراسیاب آتا ہے۔" قران یہ لفظ سنتے ہی کرسی سے اٹھ کر ایسا غائب ہو گیا جیسے بیٹھا ہی نہ تھا اور سردار کہاں جاتے۔ ناچار خاموش بیٹھے رہے اور سحر چپکے چپکے پڑھتے تھے۔ سب نے دوربینیں سحر کی لگا لیں کہ کثرت ضیا سے کچھ معلوم نہ ہوتا۔ آخر تخت شاہ جاوداں بصد آب و تاب نظر آیا۔ بنگلہ مرصع کار پشت ہائے اژدہان پر تہ پایا۔ وہی سامان جو اوپر بیان کیا گیا۔ ہر ایک دیکھ کر رنگ ہو گیا۔ خدا سے ہر ایک پناہ مانگنے لگا اور تھراتا تھا اژدہوں کا شعلہ تا چرخ بریں جاتا تھا۔ وہ قصر فلک رفعت بروئے ہوا قائم ہوا اور دفعتہ تڑاقا ہو کر وہ جو بارہ ہزار برج بنے تھے۔ ان میں سے ایک برج کا در کھلا اور بجلی اس میں چمکی۔ بعد لمحہ کے پنجہ بیان برق چمکتا جانب لشکر حیرت گیا اور اس کا اٹھا لایا۔ اس نے آ کر بادشاہ کو مجرا کیا اور برابر پہلو میں بیٹھی۔

جب حیرت بھی آ چکی شاہ جاودان نے اس شہزادی سے جو نفیر لیے تھی کچھ کہا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھی۔ اس کے اٹھتے ہی ایک ایسی صدائے مہیب آئی کہ ساکنان عالم کے دل دہل گئے۔ پائے سمند وحشت سے نکل گئے۔ گھبرا کر سب اٹھے۔ سارے لشکر نے کمر مرنے پر باندھی۔ لڑنے پر تل گئے۔ شاہ طلسم نے اتنی دیر تک تامل کیا کہ جتنے عرصہ میں لشکر مہ رخ مسلح ہوا۔ جب سب لشکر درست ہو گیا چاق و چست ہو گیا۔ بایمائے شاہ وہ پری نفیر لیے برجوں کے پاس آئی۔ سب در ان برجوں کے کھل گئے اور ایک عورت ماہ طلعت مہر صورت آنچل پلو کے دوپٹے اوڑھے لباس مکلف مہر

صورت آنچل پلو کے دوپٹے اوڑھے لباس مکلف سے درست زیر جواہر پہنے نفیر اوڑھے لباس مکلف سے درست زیر جواہر پہنے نفیر ہاتھ میں لیے عزم رزم چست ہر برج میں استادہ نظر آئی۔ یہ شہزادی یعنی نقری نواز جادو سب سے آگے آ کھڑی ہوئی۔ اس برج میں کہ جو برج اور برجوں سے آگے تھا۔ اس وقت عجیب تماشہ نظر آتا تھا کہ بارہ ہزار گلعذار لباس سنہری پہنے سونے کی نفیریں منہ سے لگا کر کھڑی تھیں ایک زعفران کا بویا ہوا لگا تھا۔ رخسار سے ان کے یہ ثابت کہ آفتاب زعفران کے کھیت سے نکلا ہے زلفیں چہروں پر لہرائیں تیوریاں چڑھیں۔ پائنچے کلائی پر چڑھے۔ نرگس کی طرح ٹکٹکی باندھے۔ لشکر کو دیکھ رہی تھیں۔ حکم کی منتظر تھیں۔

یکایک بادشاہ نے کچھ پکار کر کہا۔ پہلے ملکہ نفیر نے نفیر کو آہستگی پھونکا۔ صدائے خوش آہنگ اس میں سے پیدا ہوئیں۔ اس آواز کو سن کر گھنٹے اور ناقوس بجنا موقوف ہو گئے۔ سب طرف سناٹا ہو گیا وہ بارہ ہزار عورت مست ہو کر جھومی اور ہر ایک نے نفیر منہ سے لگا کر دم دی۔ پھر تو دو دو ہاڑ اوڑ کی آواز بلند ہوئی۔ العیاذ باللہ حضرت اللہ صور اسرافیل پھونکا۔ نفخ فی الصور کا زمانہ آ گیا۔ قیامت کبریٰ بپا ہو گئی۔ روئیں سحر پڑھ پڑھ کر سرداران لشکر ماہ رخ نے کان میں رکھیں اور ہزاروں سحر پڑھے۔ لاکھوں تدبیریں کیں۔ لیکن تاثیر کچھ نہ ہوئی۔ وائے نفیراں سحر سے ماہ رخ اور تمام لشکر بیہوش ہو کر زمین پر گرا۔ ہر ایک مثل مردہ صد سالہ بے حس و حرکت تھا۔ افراسیاب اس وقت نعرہ زن ہوا۔ کہ "احسن شہنشاہ جادواں۔" یہ تو لاف و گزاف کر رہا تھا اور پریاں نفیر پھونک رہی تھی۔ منتظر حکم تھیں کہ بادشاہ منع کرے تو بجانا موقوف کریں۔ کثرت صدا سے بڑے بڑے درخت اکھڑنے لگے اور خیام بارگاہ اکھڑ کر دور گرے۔ پہاڑوں کو جنبش ہوئی۔ اس وقت بادشاہ نے ہاتھ ہلایا کہ بس کرو۔ ملکہ نفیر نے نفیر منہ سے ہٹا لی۔ سب پریاں ٹھہر گئیں۔ لشکر ماہ رخ کا عجب حال تھا۔ پلٹنیں اور رسالے فرش خاک پر قاقم و سنجاب کے بستر پر سونے والے غش پڑے تھے۔ صفیں بسان نبات النعش

آسمان پہنچی تھیں۔ کلہ خوشاں و لشکر تھا کہ ایک کا پاؤں تھا تو ایک کا سر تھا۔ ہر ایک بیجز تھا۔ شہزادیاں اس طرح رخسارے خاک پر رکھے پڑی تھیں۔" تاج کہیں تھا آپ کہیں تھیں۔ انجام کار کا پتہ دیتی تھیں کہ حسن و جمال مال و منال حکومت کچھ کام نہیں آتی۔ جب آدمی کی جان پر بن جاتی ہے۔ انجام کو صاحب کلام ملک و مال ہم ایسے حسین و صاحب جمال رخسار خاک پر رکھ کر مر جاتے ہیں۔ اعضا ان کے کیڑے چاٹتے ہیں جسم گل جاتے ہیں۔ دنیا مقام عبرت ہے۔ کہاں اس گھر میں راحت ہے انجام ہر ایک کا ایسا ہی ہوتا ہے۔ فرش لحد میں یہی خاک ہے۔ یہی اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس وقت ہزاروں گلبدن رشک چمن غربت وہ یاسمن پاؤں پھیلائے۔ گل سے رخسار مرجھائے' فرش خاک پر بستر لگائے' خواب عدم میں پڑی تھیں۔ زلفیں ان کی چہروں پر اڑ کر آئی تھیں یا گلستان حسن پر بلا نازل ہوئی تھی۔ کس کی چشم نرگس بند تھی۔ کسی کی آنکھ کھلی تھی گویا نرگس چمن کو خزاں ہوتے دیکھ رہی تھی۔ کوئی جو مٹھی باندھ کر خاک پر گری تھی تو یہ ظاہر تھا کہ مشت خاک مجھ پر ڈال دو۔ یہ بتاتی ہے کہ کوئی دست نگاریں میں خاک بھرے پڑی تھی۔ کسی کی مہندی ملی بھر بکلی ہو گئی تھی تو زبان حال سے کہتی تھی کہ مرغ ہمصفیر اس باغ کی کیسی ہوا ناساز ہے۔ طائر رنگ حنا تک مائل پرواز ہے۔ جدھر دیکھئے لاشوں کا بچھونا تھا۔ خیام بارگاہیں اکھڑی پڑی تھیں بازار سونا تھا۔ حسرت ہر جگہ برستی۔ مرغ ہر ایک قاتل عنصر خاکی میں تڑپتی یہ حال تھا

ہوئی نازل بلائے آسمانی
اسی کو کہتے ہیں سب ناگہانی

ہوئی برباد وہ دلچسپ بستی
پڑی لشکر یہ تھی حسرت برستی

نہ جنبش تھی کسی اعضائے تن میں
خزاں آئی گلوں کی انجمن میں

عروس خواب سے ہر اک ہم آغوش
نفیر سحر سے کھوئے ہوئے ہوش

پڑے خاموش تھے مردے کی صورت
کسی شے کی نہ تھی ان کو ضرورت

تادیر یہی ہنگامہ رہا۔ بادشاہ نے کوس لمن الملکی بجایا۔ دمبدم یہی نعرہ زبان پر آیا کہ کون میرا مقابلہ کر سکتا ہے اور ہمسر ہو سکتا ہے۔ پھر حیرت سے کہا: "دیکھا تم نے اے ملکہ' میں جس وقت چاہتا ان نمک حراموں کو سزا دیتا۔ ان کا مار ڈالنا ایسا ہے۔ جیسے پشہ و مگس کو مل کر پھینک دیتے ہیں۔ میں ان کی حقیقت کچھ نہیں جانتا۔ ہمیشہ آپ سے طرح دیتا ہوں۔ رحم کرتا ہوں میرا غصہ سامری کی پناہ۔ دیکھو دم بھر میں کیا سے کیا ہو گیا۔" حیرت تعریف سخن سنج ہوئی کہ واقعی آپ کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اے شہنشاہ آپ اپنا مثل نہیں رکھتے

یادگار سامری جمشید آپ
آسمان سحر کے خورشید آپ

کون ہے دنیا میں ثانی آپ کا
کس کا ایسا ہے جہاں میں مرتبا

آپ ہی سلطان شاہان زماں

آپ کا ہمسر ہے دنیا میں کہاں

حضور ان نمک حراموں کو زندہ نہ چھوڑیے۔ قتل کر ڈالیے۔" بادشاہ نے فرمایا: "میں بھی یہی فکر رکھتا ہوں۔ لیکن ایک امر سے اندیشہ ہے کہ یہ سحر نہ تھا۔ بلکہ تحفۂ طلسم سے کام لیا۔ یہ اس وقت چاہیے تھا کہ جب طلسم کشا گلے میں لوح پہنے سامنے کھڑا ہوتا۔ یہ بیچارے اس سحر کی تاب کیا لا سکتے۔ ہاں فاتح طلسم جواب دیتا۔ دوسرے شاہان طلسم اپنی جگہ پر قہقہے لگائیں گے کہ شاہ جادواں اپنے ملازموں پر فقیر نواز کو چند پا شکست پہ لے گیا۔ بذات خود کچھ نہ کر سکا۔ اے ملکہ میں ان لوگوں سے کسی طرح کم نہیں ہوں۔ جب چاہوں۔ ہلاک کر ڈالوں۔ پھر کیوں یہ بدنامی اپنے ذمہ لوں کہ یہ سب مشغول عیش و طرب غافل بیٹھے تھے۔ ان غفلت میں ان کو مسحور کر لیا۔ مار ڈالنا ان کا باعث ننگ و فضیحت نزد شاہان طلسمات دہر ہے۔ اور اس چیز سے ان کو مغلوب کیا ہے۔ کوئی ساحر کیسا ہی زبردست ہو لیکن اس تحفۂ طلسم کا جواب نہیں دے سکتا۔ پس میری عاجزی صاف ظاہر ہے۔ اس وجہ سے اس وقت طرح دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ملکہ فقیر سے اشارہ کیا کہ ان کو ہوشیار کر دے۔ وہ نازنین حسب ارشاد اٹھی اور فقیر خوش آہنگی سے بہ لحن دلکش بجائی کا حاکم کے دماغ میں مستی آئی۔

وہ ابر سفید جو قصر پر سایہ فگن تھا۔ مستوں کی طرح جھوم کر ان بیہوشاں خاک افتادہ پر جا کر محیط ہوا اور برسنے لگا اس پانی نے آب زندگی کی تاثیر بخشی۔ ہر قالب بیجان میں گویا جان تازہ آئی۔ تمام سردار و لشکری مہ رخ کے ہوشیار ہو گئے۔ بادشاہ نے پکار کر کہا: "دیکھا تم نے اے نمک حرامو کیا حال تمہارا دم بھر میں میں نے کیا۔"

مہ رخ نے در جواب اس نعرے کے کہا: "غفلت میں جو چاہتا وہ ہمارا ایسا نہ بناتا۔ ذرا بھی پیشتر ہم کو یہ کیفیت معلوم ہوتی کہ بادشاہ نامردی کی راہ سے تحفۂ طلسم کا حربہ ہم پر کرے گا تو ہم اس تحفہ کا جواب نہ دے سکتے۔ لیکن مالک ہمارے یعنی اس تحفہ

کو بھی برباد کر دیتے۔ دوسرے افسر ہمارے شہنشاہ عیاراں خواجہ عمرو و ذیشان یہاں نہیں ہیں۔ اگر وہ ہوتے تو اس وقت حال کھل جاتا یہ فوج طلسمی بھر کر اپنی جگہ پر گئی۔ یا نہیں۔ کام آئی۔"

بادشاہ نے یہ کلمات سن کر حیرت سے گویا ہوا۔ "دیکھو وہی عذر اس نے در پیش کیا۔" یہ کہہ کر مہ رخ سے کہا: "یہ عذر جو تو نے کی اس کو اول ہی سمجھ چکا تھا۔ اس لیے آج تم کو زندہ چھوڑتا ہوں۔ اگر جاپا سامری نے تو بعد آنے تمہارے حمایتی یعنی عمرو کے' ماہ قناسب کو دکھاؤں گا۔ اس طرح کی باتیں کر کے ملکہ نفیر کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر غائب ہو گیا۔ نفیر حیرت و صبا رفتار کو نیچے بلائے سحر میں داب کر لشکر میں اس کے پہنچا دیا اور آپ تخت طلسم لے کر اپنے مقام پر گئی۔

مہ رخ نے سجدہ شکر بدرگاہ خدا تعالیٰ کیا کہ اس کریم کارساز نے آفت عظیم سے نجات دی۔ پھر خیمہ و بارگاہ درست کرا کے' بازار لگوا کر داخل دارالامارہ شاہی ہوئی۔ تمام لشکر میں چہل پہل آغاز ہوئی۔ بدستور سابق آباد ہوئے۔ دلشاد ہوئے۔ مہ رخ نے بلور سے کہا: "کہو دیکھا تم نے شلہ کا اس طلسم کے کیسا جاہ جلال ہے۔" بلور نے کہا: "اے ملکہ جب اس عقل کے تماشا پیش قاضی روی راضی آئی۔ اگر شلہ کوکب ملکہ بہار کے سامنے ایسی زبردستی جتاتا تو معلوم ہوتا۔" ملکہ نے کہا: "اب وہ زمانہ بھی نزدیک ہے۔ کوکب سے مقابلہ ہوا چلتا ہے۔ خواجہ کے آنے کی صرف دیر ہے۔" یہ کہہ کر مصروف حکمرانی ہوئی۔

اس طرف افراسیاب جب داخل باغ سیب ہوا' تمام سرداران جادو نے استقبال کیا۔ یہ آ کر سریر طلسم پر بیٹھا اور ناچ دیکھنے لگا۔ دو ایک جام شراب کے پئے۔ دماغ نشہ سے چاک ہوا۔ خیال آیا کہ یہ جو کچھ تو نے محنت کی سب بیجا کر بے سود تکلیف اٹھائی۔ نہ ملکہ بہار قبضہ میں آئی۔ نہ کسی عیار کو سزا ملی۔ نہ کوئی حریف ہلاک ہوا۔ نہ عدو خداوند کے پاس پہنچی۔ لازم ہے کہ بہار کو گرفتار کر کے راضی بوصال خود کر یا قتل کر ڈالے۔ اس خیال کے ساتھ ہی ایک جوش عشق پیدا ہوا۔ ادائیں ملکہ بہار کی اور باتیں

اس کی دلربائی کی یاد کر کے آہ سرد بھرنے لگے۔ شعر عاشقانہ پڑھنے لگے۔ اسی رنگ میں پنجہ سحر نامہ خداوند لا کر دیا۔ اس کو جو پڑھا لکھا تھا کہ معشوق کی آمد آمد سے تو نے مطلع کیا تھا۔ مابدولت کو انتظار اس کا ہے۔ ہر چند کہ قدرت جا اس کا جانتے ہیں مگر بتلائیں گے نہیں۔ جلد اس کو یا اور کسی کو ہماری اعانت کے لیے روانہ کرو' ورنہ ہم ناراض ہوں گے۔"

اس نامہ کو پڑھ کر اس نے سحر پڑھا۔ بعد لمحہ کے زمین سے ایک ساحر پیدا ہوا کہ چٹ لنگوٹ باندھے مٹی بدن میں بھری۔ نیلا گنڈا گلے میں بندھا۔ سر پہ کنٹوپ ڈھانپا۔ ہاتھ ران پہ مار کر خم بجاتا سامنے بادشاہ کے آیا۔ آداب بجا لایا۔ بادشاہ نے فرمایا: "اے پہلوان جادو' تم اپنا چالیس ہزار پٹھا لے کر مع سامان حرب کے خدمت خداوند باختر میں جانب کوہ عقیق جاؤ اور حمزہ کے لشکر میں بڑے بڑے پہلوان ہیں ان سے مقابلہ کر کے۔ تمام لشکر مذکور کو غارت کر دو۔ ہم تم کو ملک اس کام کے عوض عطا کریں گے اور خداوند بھی طرہ پنجیری دیں گے۔" اس ساحر نے یہ حکم سن کر سلام رخصتی کیا۔ بادشاہ نے خلعت سرفرازی دیا۔ وہ وہاں سے اپنے مقام پہ آیا۔ سب شاگردوں کو اپنے طلب کر کے حکم شاہ سنایا۔ ہر ایک نے سامان سفر درست کیا۔ خیمہ و بارگاہ لدوا کر اسباب سحر سے درست ہو کر اژدہوں پہ چڑھے اور روانہ ہوئے۔ یہ کیفیت کہ روشن چوکی آگے لشکر کے بجتی۔ کشتی کا ڈھول بجتا۔ ہر ایک پہلوان موتیوں کو جلا کر راکھ اس کی بدن پہ ملے۔ بازوؤں پہ اندوے چڑھے۔ گلے میں تعویذ سونے کے بندھے۔ باہم اژدر سواری کے ملائے۔ پنجہ اور کلائی کرتے زور دکھاتے روانہ ہوئے۔ پیچھے لشکر کے بگدر کی جوڑیاں لیزم اکے وغیرہ تمام سامان کثرت کرنے کا چھکڑوں پہ لدا' جہاں لشکر اترتا اکھاڑہ کھدا جاتا۔ استاد ہر ایک کو لڑواتا۔ جوڑیں بدی جاتیں۔ خلقت وہاں کے اطراف کی تماشے کو آتی۔ خلیفہ سب کو زور دلاتا۔ ہاں زور و شور جانب لقا یہ ساحر منہ زور جاتا ہے۔

لیکن افراسیاب بعد اس کے روانہ کرنے کے پھر اسی فکر میں گرفتار ہوا کہ ہائے وہ بہار افزائے حدیقہ بہت جس کی بھلی صورت محبوب طرحدار یعنی ملکہ بہار قابو میں آ کر یوں

نکل جائے اور تجھ سے کچھ نہ ہو سکے۔ لازم ہے کہ اس کی ملاقات کی تدبیر کر۔ اسی اندیشہ میں تھا کہ خبر آئی مرشد زادے تشریف لائے ہیں۔ اس نے استقبال کرایا۔ مصور آ کر اس کے برابر بیٹھا۔ کس لیے کہ حیرت سے حال تخت طلسم وغیرہ بھی سن چکا ہے۔ تعریف بادشاہ کرنے آیا ہے۔ چنانچہ بیٹھتے ہی زبان بہ ثنائے شاہ جاوداں وا کی کہ "اے بادشاہ آج کا معرکہ سن کر مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ واقعی آپ نے وہ سحر کیے ہیں کہ سامری و جمشید نے کبھی کیے ہوں گے۔" شاہ طلسم نے جواب دیا: "اے مرشد زادے یہ سب آپ کے دادا جان کا تصدق ہے۔ مجھ کو کیا آتا ہے۔ انھیں کا نام لے کر کچھ کام نکال لیتا ہوں۔" مصور نے کہا: "یہ سب تمھاری سعادت مندی ہے جو بزرگوں کا ادب کرتے ہو۔ اچھا ابھی عمرو کو گرفتار کرنا تو مجھے دینا کہ میں اس کی زنبیل چھین لوں اور میں نے ایک باغ بنایا ہے کہ باغ کا نام ویران ہے وہاں اس مکار کو قید کروں۔" شاہ نے فرمایا: "جب کہیے جب عمرو کو ملک کوکب سے پکڑوا منگواؤں۔ خیر اس کا تدارک تو پھر کیا جائے گا۔ مگر میں آپ کو ایک اور نیا سحر دکھاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اپنے جوڑے سے ایک دانہ ماش کا نکال کر زمین پر پھینکا۔ وہ ماش زمین میں سما گیا۔ باغ جیب سے ایک پتلا شیشہ پانی سے بھرا لیے پیدا ہوا۔ جب قریب شاہ آیا۔ شاہ نے وہ شیشہ لے کر ایک چھینٹا پانی کا جہاں وہ دانہ گرا تھا۔ اس جگہ مارا۔ فوراً زمین سے شجر اگا اور بڑھ کر لحہ بھر بار آور ہوا۔ اس نے وہ شیشہ تو پتلے کو دے دیا اور اس درخت سے پھل توڑ کر تھوڑے ماش ہاتھ میں لیے اور جانب فلک اچھال دیے۔ پکار کر کہا: "مبار و زلزلہ و لرزاں و برق و ضرغام کو جہاں کہیں ہوں گرفتار کر لاؤ۔" یہ کہہ کر وہ درخت اکھیڑ لیا۔ پھر وہ دانہ ماش کا جو بویا تھا، بن گیا۔ اس نے اسے جوڑے میں رکھ لیا۔

* * *

• نفیر نواز جادو

ادھر بہار جو عیاروں کو لے کر اڑی تھی۔ بہت دور صحرا میں آ کر اتری۔ عیاروں کو نتھن میں پھونکا اور ان کے ہوش و حواس بجا ہوئے۔ قصہ پہنچنے کا کیا تھا کہ زلزلہ اور لرزاں بھی نتھن سے نکلے تھے، ان کے پاس آ کر پہنچے اور سب مل کر چلے۔ باہم مشورہ کیا کہ لشکر قریب ہے۔ یہیں کچھ دور سیر کرتے چلیں۔ آخر اسی طرح روانہ ہوئے۔ کچھ دور چلے تھے کہ برق گویا ہوا: "اے ملکہ بہار تم نے اچھا نہ کیا، جو شاہ طلسم سے بگاڑی۔ تم کو لازم ہے کہ اب جا کر اس کے قدم پر گرو اور خطا معاف کراؤ۔ میں بھی منتہائے ساتھ چل کر عذر کروں شاید اسے رحم آ جاوے۔" بہار نے کہا: "اچھا چلو میرا بھی یہی جی چاہتا ہے۔" اسی طرح زلزلہ و لرزاں و ضرغام بھی گویا ہوئے: "ہمیں بھی لیتی چلو۔ ہم بھی بڑے قصور وار ہیں۔ شاید وہ ہم پر رحم کرے۔" غرض یہ کہ سب تعریف عنایت شاہ طلسم کرتے اور معروف بہ خطا و قصور ہوتے جانب باغ سیب روانہ ہوئے۔ اور اشک دیدۂ خون رواں بیچ میں ہے۔ اس وجہ سے صحرا میں پھر رہے تھے کہ مہتر قران جو بارگاہ سے غائب ہو چکا تھا۔ جنگل میں آ کر ٹھہرا تھا، ان سب کو اس نے آتے دیکھا۔ خوش ہو کر قریب آیا۔ ملکہ بہار وغیرہ سے ملا۔ باہم مزاج پرسی اور اظہار گرمجوشی کے بعد اس نے کہا: "لشکر میں چلو۔ ادھر کہاں تم سب جاتے ہو۔" وہ سب لشکر کو اپنے برا کہنے لگے اور تعریف شاہ طلسم زبان پر جاری کی۔ قران سمجھا کہ بڑا غضب ہوا، یہ سب مسحور بسحر شاہ طلسم ہیں اور اس کے پاس جاتے ہیں۔ ان کو روکنا چاہیے۔ یہ تصور کر کے بہار و برق سے کہا: "مجھ سے بڑی خطائیں خدمت شاہ طلسم میں سرزد ہوئی ہیں اگر مناسب سمجھو تو مجھے بھی ساتھ لیتے چلو۔" انہوں نے کہا: "کیا مضائقہ ہے چلو۔" بادشاہ رحیم مزاج ہے وہ سب کو سرفراز کرے گا۔

مہ رخ خالہ نے تو ہمیں بھڑکا کر کہیں کا نہ رکھا۔ پھر عیاروں نے اسی طرح عمرو کو برا کہا قران نے منت کی کہ اتنا مجھ پر احسان کرو کہ دہ کو میں چلو۔ وہاں میں نے کھچڑی پکائی ہے۔ میں بھوکا بہت ہوں۔ دو نوالے کھا لوں تو تمہارے ساتھ چلوں۔ تم بھی کھانا اور آسودہ ہو کر چلنا۔ سب نے اس کا کہنا منظور کیا اور دہ کو میں آئے۔ وہاں لا کر کچھ میوہ آغشتہ بہ بیہوشی نکال کر قران نے سب کو دیا۔ "پہلے یہ کھاؤ۔ میں کھچڑی لاتا ہوں۔" انہوں نے وہ میوہ کھایا اور بیہوش ہو گئے۔

قران نے ان سب کو اٹھا کر ایک غار میں ڈال دیا اور دہن غار ایک سنگ کلاں سے بند کر دیا اور آپ وہاں سے دوڑتا ہوا بصورت مبتلی لشکر حیرت میں آیا جہاں ہیزم کش اور کاہ فروش اترے ہیں ان میں چیخ کر پکارا: "کوئی مزدوری کرے گا" پانچ چار گھسیارے دوڑے کہ "صاحب کا مزدوری ہے۔" اس نے کہا: "میں نے گھاس کے گٹھے اکٹھا لے لیے ہیں اور لکڑیوں کے بوجھ وہ صحرا میں پڑے ہیں۔ فی مزدور روپیہ دے گا دن بھر میں ڈھو کر یہاں لشکر میں پہنچا دو۔ مزدور لالچ میں آ کر اس کے ساتھ ہوئے اور جنگل میں جب پہنچے قران نے حباب بیہوشی مار کر ان کو بیہوش کر دیا اور بہار و برق و زلزلہ و لرزاں و ضرغام وغیرہ بنا دیا۔ پھر آپ بھی صورت ہیبت ناک بنا کر ان کو ہوشیار کیا اور کہا: "تم سب پر مہرہ ساحری کی ہوئی۔ تمہیں عیار تم کو مار ڈالتے۔ اب یہ اشرفیاں لو۔ اور جو کوئی پوچھے اپنا نام بہار وغیرہ جس کی صورت تھی وہ نام بتایا کہ یہ اپنے تئیں بتانا اور گھاس نہ کھودنا۔ تم کو کایا پلٹ ہم نے کر دیا ہے وہ اب تم نہیں رہے۔ لشکر مہ رخ میں جا کر اپنے اپنے لشکر کی حکومت کرو۔ گھسیارے بہت خوش ہوئے اور دعا دے کر خوشی خوشی اشرفیاں لے کر چلے۔ قران نے چلتے وقت ہر ایک کو آئینہ دکھا کر صورت پہچان کرا دیں۔ ہر ایک نے سمجھ لیا کہ ہم بہار ہیں ہم برق ہیں۔

غرضیکہ قران تو وہاں سے اسی جگہ گیا جہاں غار میں اصلی عیاروں ساحر ان کو بند کر دیا تھا۔ ادھر شعلہ جاوداں منتظر آمد بحریاں تھا۔ جب عرصہ ہوا اس نے پڑھا اور چند بیر

سحر کے بلا کر دیا کہ "تم جا کر بہار وغیرہ سب کے نام بتائے کہ یہ لوگ جہاں ملیں۔ جلد گرفتار کر کے حاضر کرو۔ یہ سحر کے حسب الحکم چلے۔

واضح ہو کہ پہلے سحر جو شاہ طلسم نے کیا تھا تو قلب پر تاثیر ہوئی تھی اور بہار وغیرہ جانب شاہ طلسم چلے تھے۔ چنانچہ بسبب بیہوشی کے وہ ناچار ہیں اگر ہوشیار ہوتے تو بموجب تاثیر سحر حسب ہدایت ان خدمت بادشاہ میں جاتے۔ غرضیکہ اب کی جو یہ سحر کے چلے۔ صحرا میں آ کر متلاشی مجرماں مذکور ہوئے۔ ایک مقام پر ان گھسیاروں کو جو بصورت بہار وغیرہ تھے۔ جاتے دیکھا۔ ایک ایک پیر ایک ایک کے سر پر سوار ہوا۔ سب اپنی راہ راست چھوڑ کر سمت باغ سیب چلے اور ویسے ہی کلام جیسے برق و بہار وغیرہ کرتے' یہ بھی کرنے لگے۔ ان کو تو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ یہ دریائے خون رواں پر آئے۔ وہاں ایک کشتی طلائی پیدا ہوئی۔ سوار ہو کر پار اترے اور مدہوش اپنی خوشی سے بے خبر باغ سیب میں آئے اور اب تک پیر جادو کے سر پر سوار تھے وہ بیخود کئے ہوئے تھے اور پیروں نے جس صورت پر ان کو پایا تھا۔ وہی نام ان کو تعلیم کرتے تھے کہ یہ کہو۔ پکارتے تھے کہ ہم برق ہیں۔ ہم ضرغام ہیں سب اپنا اپنا نام لیتے تھے۔ اگر ہوشیار ہوتے تو شاید اپنا اصلی نام بتاتے۔ اب تو کچھ اور نہیں کہہ سکتے۔ فی الجملہ جب یہ سامنے شاہ جاوداں کے پہنچے اور اپنا اپنا نام لے کر پکارے مصور نے بڑی تعریف کی کہ "واقعی یہ سحر نہ دیکھے' نہ سنے آپ ہی کے واسطے یہ رتبہ ہے۔ واہ کیا کہنا ہے۔"

شاہ نے براہ تفاخر سحر بھیج کر ملکہ حیرت کو بھی لشکر سے اٹھا منگوایا۔ اس نے بھی قیدیوں کو دیکھ کر مدحت سرائی کی۔ بادشاہ نے بعد آنے حیرت کے جلاد طلب کئے۔ اور اتنا یقین کامل ہے کہ یہ عیار مطیع کسی طرح نہ ہوں گے۔ ان سے سوال اطاعت بھی بند کیا۔ ملکہ بہار کو تو الگ کرایا وار سب کے سر کٹوا ڈالے۔ جو ان میں ساحر تھے ان کے پیروں نے غل مچایا۔ ادھر بحکم بادشاہ ہزار با نقارہ سحر کا بجنے ہوا بج گیا۔ کسی نے اس غل میں نہ سنا کہ پیروں نے کس کا نام لیا۔ وہ گھسیارہ بصورت بہار تھا سم

کی کرنے لگے۔ قران نے سب حال ان سے کہا وہ سب نہایت احسان مند ہوئے اور منت گذاری کی کہ اے قران بحکم خدا تم نے ہماری آبرو اور جان بچائی۔ پھر تخت سحر پر سوار ہو کر سب اس وقت داخل لشکر ہوئے کہ مہ رخ سوار ہو کر لڑنے چلا چاہتی ہے۔ ان کے آنے سے باغ باغ ہوئی اور ہر ایک سے گلے ملی۔ سب سردار بہار وغیرہ بغلگیر ہوئے۔ نقارہ شادمانی پہ چوب پڑی۔ غلغلہ کامرانی و صوت شادمانی تابہ فلک پہنچا۔ لشکر نے کمر کھولی۔ سب سردار بارگاہ میں آئے۔ عیاروں کو خلعت ملا اور خزانہ کھل گیا۔ زر و گوہر بہار پر سے نثار ہونے لگے۔ جشن آغاز ہوا۔ یہ سب خبریں ہر کارے دریافت کر کے خدمت حیرت میں آئے اور بعد دعا و ثنا کے عرض رسا ہوئے:

”اے ملکہ طلسمات اس طرح قران نے معنوی برق وغیرہ بادشاہ کے پاس بھیجے تھے۔ چنانچہ مہ رخ خبر قتل سن کر لڑنے آپ سے آیا چاہتی تھی کہ وہ سب محرم جن کو شاہ نے قتل فرمایا ہے۔ آ کر موجود ہوئے۔ اب وہاں جشن ہو رہا ہے۔“ حیرت یہ خبر سن کر رنجیدہ ہوئی اور سارا ماجرا قلم بند کر کے ایک پرچے کو سحر کر دیا کہ بادشاہ کے پاس لے جائے۔ پرچہ نامہ لے کر روانہ ہوا۔

لیکن افراسیاب جو بہار معنوی کو لے کر ظلمات میں آیا۔ وہاں ایک قصر شاہانہ آراستہ تھا۔ صحن ایوان میں گلشن جواہریں لگا تھا بزور سحر پھلا پھولا تھا۔ کوئی بہار ایسی نہ تھی جو وہاں نہ ہو۔ کوئی کیفیت اس طرح کی نہ تھی جو اس جگہ پر نہ ہو۔ ہوائے بہار نے شگوفے کھلائے تھے۔ گل ہنستے مسکراتے تھے۔ بارہ دری میں فرش و مسند آراستہ شیشہ آلات سجا چھپر کھٹ مرصع پایوں کا بچھا اور قمچہ بسان برق پڑا تڑپتا سامنے مسند کے چنگیریں عطر دان لخلخے جملہ سامان راحت مہیا تھا۔ عجب طرح کا سماں تھا کہ

بہار موسم گل کی تھی آمد
چمن میں بلبلیں تھیں شاد ازحد

زمرد رنگ پتے ہر شجر میں
بہار تازہ تھی گل میں ثمر میں

لطافت سے بھرا تھا صحن خانہ
کھچا تھا شہ نشین پہ شامیانہ

بچھا اک سمت دسترخوان دیکھا
وہاں کھانے کا سب سامان دیکھا

وہاں ہر قسم کے میوے مہیا
مے گلگوں سے ہر شیشہ بھرا تھا

گھسیارا پہلے تو متوحش ہوا سے بیہوش ہو گیا۔ شعلہ نے اسے لا کر مسند پر جو بٹھلایا۔ اس کو ہوش آیا۔ اپنے تئیں سر مسند بصد عزت جلوہ گر دیکھا۔ شعلہ کو اپنے برابر دیکھا چاہتا تھا کہ حال اپنا کہے۔ مگر خیال آیا کہ بادشاہ تجھ کو جب گھسیارہ سمجھے گا کہ یہ خاطر اور عزت سے جو اس نے لا کر بٹھلایا ہے۔ پھر یہ خاطر نہ کرے گا بلکہ عجب نہیں جو شرمائے کہ میں نے گھسیارے سے ایسا قاعدہ مدار کیا جا کر سب سے بیان کرے گا۔ بس اس اندیشہ ندامت میں کہ یہ تجھ کو مار ڈالے گا لہٰذا چپ ہو رہا۔ یہ سمجھ کر چپ بیٹھا۔ بادشاہ کی طرف سے گردن جھکائی۔ شرما کر بسان معشوق آنکھ چرائی کہ دیکھوں کیا کرتا ہے۔ بادشاہ نے منت کرنا شروع کی کہ اے مایہ خوبی والے آرام جان عاشق بخش بہبودی ذرا تو مجھ سے کلام کر دل بیقرار کو تسلی دے۔ میری گود میں

نے ایک بوسہ لب لعلین کا اس کے لے لیا۔ اس نے بھی مچھی' بادشلہ کی لی۔ بادشلہ سمجھا کہ یہ تجھ پر تو پہلے ہی سے فریفتہ تھی۔ کنواری عورت بے زفاف سے ڈرتی تھی۔ لیکن اب مست ہوئی۔ فوراً پستان پر ہاتھ ڈالا۔ پستان عیاروں کے پاس گوشت اور نرم چمڑے کی شکل سابر وغیرہ کے بنی تیاری رہتی ہے۔ وہی لگا لیا کرتے ہیں۔ شلہ جاوداں نے ایسی نرم اور کراری گول سڈول چھاتیاں پائیں کہ دل بے چین ہو گیا۔ فوراً شلوار بند پر ہاتھ ڈالا۔ گھسیارے کو بھی استادی ہوئی۔ یہ بھی لپٹ گیا۔ شلہ نے کچھ مستی میں خیال نہ کیا۔ اور اس کو برہنہ کیا پھر تو

گر عروسی کنم بعد شادی
شب اول' عروس نر گردد

عجب تماشہ بادشلہ نے دیکھا کہ آنکھیں کھل گئیں ساری مستی جاتی رہی۔ گھبرا گیا اور ایک لات ماری کہ گھسیارا ڈھلک الگ گرا۔ وہ بشکل تمام بموجب مثل کو کندن و گلہ بر آورد اس عیش کو پہنچا تھا اور بادشلہ نے دلیر بھی کر دیا تھا بادشلہ کو اور مرض کا آدمی جانتا تھا۔ ایک لات سے کب باز آتا۔ گر کر سنبھلا اور دوڑ کر شلہ سے لپٹا کہ جانی میں کب چھوڑتا ہوں تجھے۔ یہ کہہ کر شلہ کو گرایا اور داب کر بیٹھا۔ بادشلہ حیران ازکار بجی کا ہے کو اس سانحہ میں پھنسا تھا۔ پہلے تو سناٹے میں چپ پڑا رہا جب

وہ اٹھا تنگ چسپیدہ جھکا کر
کہ جس کی چوٹ پڑتی تھی جگر پر

مصروف خدمت ہونا چاہا کہ بموجب مثل کے
دب شیر سے چھٹ پڑا گرا

بادشاہ نے گھبرا کر ایک طمانچہ سحر کا مارا کہ وہ بیہوش ہو گیا۔ شاہ بغضب اٹھا اور ستون مکان سے اس کو باندھ کر دفع سحر پڑھا کہ وہ ہوش میں ہوا۔ اس سے کہا: "سچ بتا کہ تو کون ہے۔ گھسیارے نے کہا: "ہوں کون جب تمہارا کام نہ ہوتا' جب ہی خفا ہوتے اور مجھے تو ایسا کچھ عرصہ بھی برہنہ ہونے پر نہ گذرا تھا' جو آپ خفا ہوئے۔ آپ جس لیے مجھ کو یہاں لائے' پھر وہ تو میں کرتا ہوں۔ پھر آپ کیوں ناراض ہیں' شاہ غصہ اور ملال ازحد رکھتا تھا۔ تلوار کھینچ کر چلا اور کہا: "جلد بتا کہ کون ہے۔ گھسیار نے کہا: "تلوار کھانا اچھا اور یہ بے حجتی گوارا نہیں۔ جان پر میرے بنی ہے۔ مدت سے عورت کی صورت دیکھنے میں نہیں آئی رگیں پھٹی جاتی ہیں۔ واسطہ سامری کا مطلب کیا ہے۔"

غرض یہ کہ قلت نقش کہاں تک لکھوں۔ وہ اپنی کہتا یہ عتاب کرتا۔ اس بحث میں بادشاہ نے ایک ہاتھ تلوار کا مارا کہ سر اس کا جدا ہو گیا۔ بادشاہ لاش اس کی پھینک کر بغضب جانب باغ سیب چلا۔ دل سے کہتا تھا کہ خوب ہوا جو ظلمات میں اس بیہودہ کو میں لے آیا تھا۔ اگر باغ سیب میں رہتا تو سب سردار اس تفضیح سے آگاہ ہوتے اور سارے طلسم میں بد نامی ہوتی۔ غرضیکہ باغ سیب میں آ کر اورنگ سلطنت پر بیٹھا تھا کہ پنجہ نے لا کر نامہ حیرت پہنچایا۔ اس کو پڑھ کر حال عیاری قران معلوم کیا کہ اس نے اپنے سردار عیار روک لیے اور گھسیارے بنا کر بھیج دیے۔ یہ نامہ پڑھتے ہی آگ غصہ کی مشتعل ہوئی کہ پیروں نے سحر کے یہ غلطی کی۔ ان سب کو سزا دینا لازم ہے۔

یہ سمجھ کر سحر پڑھا کہ پیرو ہی جو مجرموں کو لائے تھے حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ "تم سب جل جاؤ۔" یہ کہتا تھا کہ دہن بادشاہ سے ایک شعلہ نکل کر ان پر گرا۔ کہ وہ سب جل گئے۔ پھر براہ امتحان کہ دیکھو بہار زندہ ہے۔ یا نہیں اٹھ کر ایک باغ ہے' وہاں گیا۔ اس باغ میں جتنے ساحر ساکن طلسم ہیں۔ ان کی نشان موت کے درخت لگے ہیں۔ جب کوئی مرتا ہے۔ اس کے نام کا درخت سوکھ جاتا ہے۔ اس

نے ہم بہار کا درخت دیکھا اور درخت سر سبز پایا۔ جانا کہ بہار کو کچھ ضرر نہیں پہنچا۔

یہ مفہوم کر کے پھر باغ سیب میں آیا اور کتاب سامری جس طرح سے کہ نذر دے کر منگایا کرتا تھا۔ طلب کر کے دیکھی۔ نیت یہ کی میں جانب لشکر مہ رخ بہر گرفتاری ملکہ بہار جاؤں یا کسی ساحر کو بھیجوں۔ میرے لیے اچھا ہے کتاب میں نکلا کہ آج کل تجھ پر قران تعصب سے تامل کرتا رہا ہے۔ ورنہ پھر ذلت ہو گی۔ ندامت پر ندامت ہو گی۔ یہ معلوم کر کے کتاب بند کی اور بھیج دی لیکن دل میں کچھ تو خیال محبوبہ بہار کچھ اپنی ندامت۔ کھسیانے کی شوخی کا غصہ' اسی وجہ سے تاب باقی نہ تھی۔ خود تو جانے سے باز رہا۔ مگر سحر پڑھ کر دستک دی۔ بعد لمحہ ایک ساحر پیدا ہوا کہ اژدہے پر سوار بھی تھا اور منہ بھی اس کا اژدہے کا تھا۔ نہایت درجہ بد ہیئت اور بدصورت رکھتا ہے۔ بدلے کر دھتی کے ماماں سیاہ کمر سے باندھے۔ کانوں میں سجائے کنڈل کے سانپ بالشت برابر کے لٹکائے۔ سر سے کالے کوڑیا لے جٹا دھاری سانپ لپیٹے خدا کی پناہ۔ اس موذی بے حیا نے سامنے شاہ کے آ کر سلام کیا۔ بادشاہ نے ہنس کر فرمایا: "اے اژدر دہان اژدر خوار جادو مزاج اچھا ہے۔ اس نے بجواب مزاج پرسی شاہ کو دعائے ترقی عمر اور دولت دی۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تمہیں ما بدولت نے اس لیے یاد کیا ہے کہ اپنے لشکر سمیت جانب لشکر حیرت جاؤ اور نمک حراموں سے لڑو۔ سب حریفوں کو تو مار ڈالنا لیکن ملکہ بہار کو زندہ گرفتار کر کے میرے سامنے لانا اور تم یہ خیال رکھنا کہ عیار وہاں بڑے مکار اور غدار ہیں اور اس طرح مکر سے ہلاک کرتے ہیں۔ تم ان کے فریب میں نہ آنا۔" حال ان کی عیاریوں کا بیان کر کے تاکید برائے حفاظت فرمائی۔ پھر خلعت رخصت دیا۔

یہ ساحر خلعت پا کر زمین میں سما گیا اور قلعہ اژدر پر کہ جو اس کا دارالحکومت ہے وہاں آیا۔ سب ساحر اژدر چہرے رہتے ہیں۔ فوج بھی اسی صورت کی بھرتی ہے۔ اس نے بارہ ہزار ساحر غدار چیدہ منتخب تیار کرا کر اپنے ساتھ لیے اور عزم روانگی جانب لشکر ملکہ حیرت کیا حال اس کے جانے پھر بیان کیا جائے گا۔

اب حال اوش پہلوان جادو کا جو جانب لشکر لقا جا چکا ہے بیان کیا جاتا ہے۔ پہلوان معرکہ و زور آوراں عرصہ تحریر زور قلم اس طرح دکھاتے ہیں کہ پہلوان ساحر مع لشکر بعد قطع منازل و طے مراحل طلسم سے نکل کر قریب قلعہ کوہ عقیق پہنچا۔ لقا بارگاہ میں بیٹھا تھا کہ ابر گھر آیا۔ برق چمکی۔ علامت آمد ساحران معلوم کر کے بختیارک وغیرہ حسب دستور پیشوائی کو گئے۔ لشکر اس کا اتروایا۔ ساحر مذکور مع شاگرداں رشید سامنے خداوند کے آیا۔ سجدہ کیا۔ نذر دی خلعت سرفرازی پایا۔ دنگل پر جانب دست راست بیٹھا۔ حال تمام لشکر اسلام کا پوچھا۔

بختیارک نے کل کیفیت مو بہ مو کر بیان کی۔ اس نے کہا: "ملک جی تم گھبراؤ نہیں، میں علاوہ سحر کے کشتی میں سب کو مع حمزہ باندھ لوں گا۔" یہ سنتے ہی شیطان زیادہ رونے لگا اور کہا: "ہم نے تم کو ابھی سے مردہ سمجھ لیا۔ اے بیوقوف حمزہ کو جب دیو عفریت و دیگر دیوان قاف نہ باندھ سکے تو تیری کیا لیاقت۔ خبردار بغیر سحر کے کشتی زور کی نہ کرنا ورنہ ادنیٰ ملازم حمزہ تیرے لیے کافی ہے۔ اس نے جب یہ سنا ہنس کر کہا: "ملک جی آپ ہی حال کھل جائے گا۔" یہ دونوں تو باہم گفتگو کرتے تھے اور یہ فولاد بدن کو ہی جس کی طاقت پہلے ذکر کی گئی ہے۔ سو من کی زنجیر سے کمر باندھتا ہے۔ حال قوت و شوکت امیر سن کر دل میں تعریف کر رہا تھا کہ شجاعت زور و قوت کے یہ مستحق ہیں کہ دشمن لوہا مانے اور مدحت سرائی کرے۔ غرضیکہ پہلوان آنے سے ساحروں کے رونق زیادہ ہوئی۔ ناچ ہوا کیا شغل مئے خواری رہا۔ ایک دن تو پہلوان کسل راہ سے آسودہ ہوا۔ جب دوسرے دن وہ زمانہ آیا کہ رستم شب نے دیو سفید زور کو پچھاڑا اور زنگی لندھور نے اکھاڑے میں دہر کے مع شاگرداں انجم فلک قدم اٹھایا۔

پہلوان نے طبل جنگ لقا سے کہہ کر بجوایا۔ ہر کارہ سے خبر سن کر بادشاہ لشکر مسلمانان نے بھی حکم نقارہ نوازی دیا۔ طبل سکندری پر چوب پڑی۔ دنیا دہلنے لگی۔ سردار دربار سے اٹھ کر خیام میں اپنے آئے، تیاری جدائی کرنے لگے۔ آج کی رات حیات و مرگ

و پہلوانوں کے لیے تلوار کا میدان اکھاڑا تھا۔ فتح و شکست سے کشتی ان کی تھی۔ نصرت ہی نے پچھاڑا تھا۔ دیو ظلمت شب اور نور سحر سے بھی زور ہوتا بدا گیا تھا چاند سورج کو بھی نظر مقابلہ تھی۔ لڑنے پر تیار ہر ستارہ تھا۔ اجل اکھاڑے کے کنارے ٹہلنے لگی تھی کہ کل بڑے بڑے پہلوان پچھاڑے جائیں گے۔ میرے ہاتھ سے کشتی کھائیں گے۔ تیغوں نے زبان صفت و ثنائے استاد تیغ فولاد بدن کھولی تھی۔ گرزوں نے کلی نئی کی داد دی تھی۔ شیریں شیدی لندھور سالمین کی صورت تھیں۔ پہلوان مٹی اکھاڑے کی لگائے تھے یا طبیعتیں پر کدورت تھیں۔ نیزے لنگر مارے پائے ثبات گاڑے کھڑے تھے۔ کہیں تیغ میدان میں سپر کے چیپ پڑے تھے۔ بہادروں میں کوئی چٹ لنگوٹ کستا تھا۔ کوئی ورزش کرتا۔ خم مار کر ہنستا تھا۔ مسلمانوں میں لڑائی کا تماشہ تھا۔ تیغ کے گھاٹ میں بلا کا کاٹ تھا۔ یا علی مدد' کی پکار تھی۔ دورنگی سے نفرت و عار تھی یکرنگی دل سے اظہار تھی۔ ان شجاعوں کو اگر رستم دیکھتا ثنا خوانی کرتا۔ سہراب اطاعت کا دم بھرتا۔ بھلی چوٹیں صاف ہوئی تھیں۔ منجی ہوئی چوٹیں یاد بہر مصاف ہوئی تھیں کہیں پنجہ تھا کہیں کلائی تھی۔ بے لڑے اور من چلے بہادروں کو کب کل آتی کہ

کوئی تھا اپنی چوٹیں صاف کرتا
کوئی دم اپنی استادی کا بھرتا

خلیفہ تھا کوئی استاد کوئی
نئے کرتا تھا پیچ ایجاد کوئی

کسی کو ڈنڈا بجلی بہت یاد
کوئی کیلی کے تھا کرنے میں استاد

کوئی انی لگانے میں تھا محقق
کوئی تھا دم بھرنے میں بہت طاق

کوئی تلوار کی کثرت پہ مغرور
اکیلے لاکھ سے لڑنے میں مشہور

کسی کا تیر شہباز اجل تھا
نہ بچتا تھا نشانہ اس کا کاکا

کوئی یل تھا بسان کوہ البرز
کسی کے پاس تھا خارا شکن گرز

اس طرف سوائے تیاری آلات حرب کے سحر سازی و عربدہ پردازی کا چرچا تھا۔ بیرطل کو سحر کے جسموں پہ چڑھایا تھا۔ ایک انگ سے اپنے تئیں دو انگ کا بنایا تھا۔ ساحر بے عزتی سے دیوالی کے نیون اپنے تئیں کہتے۔ چت اور پٹ کی کچھ غیرت نہ رکھتے دل کشتی بیچ ہبا۔ کہیں ترسش گتا جوگی بیٹھا۔ پتلے سحر کے لڑاتا۔ داؤ پیچ توڑ جوڑ انہیں بتاتا۔ اسی ہنگامہ میں آخر پہلوان شب استاد سحر سے کشتی کھا گیا۔ خلیفہ آفتاب کے سر پہ سنہری اور زریں پگڑی بندھی اپنا لنگوٹ طاق دہر میں چڑھا گیا۔

مزاج صبح تھا جتنے پہ تیار
چہار داستان ہے یوں شرربار

کہ پھر جنگ اٹھے حسب عادت
بجا لائے خدا کی پہلے طاعت

مبارزان کینہ خواہ دونوں طرف سے بعزم مصاف گروہ گروہ وارد میدان قتال ہوئے۔ امیر بھی بعد ادائے فریضہ نماز سحر خیر و دود و عسکر نصرت اثر سج کر اسلحہ زیب تن اقدس فرما کر مع سالاران خود سر کے در دولت بادشاہ جمشید فر پر حاضر ہوئے۔ بادشاہ بھی بصد شوکت و جاہ برآمد ہوئے۔ کہاریاں حسن میں متوالیاں لنگیں کو باندھے گاتیاں کے سر پر تمغے اور مچھلیاں طلائی و نقرئی لگائے ہوا دار کاندھے پر اٹھائے در تک آئیں۔ بحر حسن کی ماہیاں تھیں۔ از مہ تا ماہی ان کے جمال کی گواہیاں تھیں۔ باہر تک ہوا دار تو آیا تھا کہ کیا باد بہار سے کہیں بڑھ کر رواں چال ان کی آہستہ بے تکان و دبے پاؤں کی پھرتیاں آگے بڑھے اور تخت پر بادشاہ کو سوار کرنے پھرے۔ مرد بے سراطوں کا نام لے کر پکارے۔ ہر ایک کا مجرا و سلام ہوا۔ نقارے بجے۔ صدائے نصر من اللہ بلند ہوئی۔ شہنا نوازوں نے للت بھیروں بھیاس کو دم دیا۔ لشکر میں قرنا پھونکی' کرنائے کو بجائے سواری حضور عالم کی جانب دشت مصاف چلی' میدان کی سرسبزی۔ جوانوں کی امنگیں منچلوں کے دل کی ترنگیں مرکبوں کے طرارے یہی سیر دیکھتے بہادروں کے کنارے پہنچے۔ اسی طرح لقا ہاتھیوں پر تخت کسوائے فوج بیکراں ساتھ لیے وارد میدان نبرد ہوا۔ پہلوان چوتڑ کھولے ڈھول آگے آگے زیبا چمکتا۔ چالیس ہزار پھا اژدر سوار ہمراہ ایک جانب آ کر ٹھہرا۔ ترتیب صفوف حرب آغاز ہوئی۔ نقیبوں سے نقابت کی۔ کڑکیتوں نے کڑکا کہا۔ صفوں پر سناٹا آیا۔ رن بولنے لگا۔ پہلوان اپنا اژدر اڑا کر سامنے خداوند کے جا کر اجازت خواہ ہوا اور بعد اجازت میدان میں آیا۔ سراپا خوب دکھلایا پھر طالب مرد ہم نبرد ہوا۔

لشکر اسلام سے بہزاد کوہی نے اپنا مرکب نکالا اور بادشاہ اسلام سے رخصت ہو کر مقابل حریف آیا۔ پہلوان نے پہلے ہی سے تلوار ماری۔ اس بہادر نے تیغہ اس کا رد کر کے آپ بھی ہاتھ تلوار کا مارا۔ اس نے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ زور کش مکش کے ہوئے۔ آخر دونوں زمین پر کودے' وہ تو لنگوٹ کسے آیا ہی تھا۔ اس نے دامن زرہ گردان کر ہاتھ سے ہاتھ ملایا اور سرگرم تلاش ہوئے۔ زمین میں ہلچل پڑ گئی۔ کشتی بصد درشتی

ہونے لگی۔ چار گھڑی کی کشتی میں اس نے خیال کیا کہ یہ حریف زبردست مجھ سے نہ زیر ہو گا اور کئی دن لڑے گا۔ چالیس ہزار پٹھا میرا کہے گا کہ استاد سے کچھ نہ ہو سکا۔ یہ سمجھ کر اس نے سحر پڑھا۔ بہزاد کی وہ تڑپ جھڑپ جاتی رہی۔ اب جو پیچ باندھتا ایک سے آپ کھل جاتا۔ اس کے داؤ پہ ہر بار آتا۔ آخر اس نے کولے پہ بھر کر مارا کہ کنارے اکھاڑے کے چاروں شانے چت گرا اور بیہوش ہو گیا۔ اس نے مشکیں باندھ کر حوالے لشکریاں خود کیا۔ پھر نہیب دی کہ اور کوئی آئے لشکر اسلام سے ناصر کوہی سامنے گیا۔ اس نے کہا: "اب میں اکھاڑے میں کھڑا ہوں تو بھی یہیں نصیب آزمائی آ کر لے ناصر دامن زہ گردان کر مرکب سے کودا۔ جھڑاکا کشتی کا بلند ہوا۔ دو گھڑی لڑ کر پھر اس نے سحر پڑھا کہ یہ بھی چت ہوا۔ اس کو باندھنے کے بعد پھر اس نے پکارا۔ اب کی عارض کوہی مقابلے میں آیا۔ اس کا بھی کشتی لڑ کر وہی حال ہوا۔ اب کی جو اس نے پکارا دست راست کی طرف لشکر مسلمانان میں علم جلوہ پذیر ہوئے۔

بختیارک سمجھا کہ کوئی بیٹا حمزہ کا لڑنے آتا ہے۔ یہ سمجھ کر پہلوان سے کہلا بھیجا کہ اب بہت ہوشیاری سے لڑنا کوئی قوی دست فرزند حمزہ تمہارے سامنے آتا ہے یہ لوگ دیو بند اور عفریت کش ہیں۔ خوب سنبھل کر مقابلہ کرنا۔ یہ تو اس گفتگو میں تھا کہ ادھر شہزادہ تورج بن بدیع مرکب اڑا کر سامنے بادشاہ کے آئے۔ گھوڑے سے اتر کر پایہ تخت بوسہ دیا۔ پھر دست بستہ اجازت خواہ ہوئے۔ بادشاہ نے خلعت دے کر رخصت فرمایا۔ شہزادہ بصد کروفر میدان میں آ کر بغیر اس کے کے اکھاڑے میں کودا کیونکہ دستور اسلامیان ہے کہ حریف جس طرح عزم رزم کرے۔ یہ بھی اس طور سے لڑتے ہیں۔

پس شہزادہ بھی بموجب کہ

رسید پیادہ شہاں بریں
چو فرزند نبرد چو درندہ شیر

اس کو بھی بختیارک نے پکار کر کہا تھا کہ شہزادہ سے لپٹ ہی پڑا قادر و توانا کے مطلق کی قدرت دیکھئے کہ اس کے دل میں بھی یہ خیال آیا۔ یعنی بغیر سحر کئے فرزندان حمزہ سے لڑ کر دیکھوں کہ ان میں کتنا زور ہے۔ بس یہ اس خیال سے بغیر جادو کئے سرگرم تلاش ہوا۔

اینک شہزادہ نبیرہ حمزہ ہے اس نے بند صاحبقرانی باندھ کر کچھ ہی دیر میں اس کو نکن پر چرخ دے کر مارا اور کود کر سینہ پر سوار ہوا۔ اس نے دل سے اپنے کہا۔ میں ایسا صاحب زور اس کو جانتا تو مہلت سحر سے نہ دیتا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ یہ سمجھ کر ایسا سحر پڑھا کہ شہزادہ بے حس ہو گیا۔ یہ اٹھ بیٹھا اور شہزادے کو چت کر کے باندھ لیا۔ بہادران ہر دو لشکر نے اس پر نفرین کی کہ بڑا نامرد و دغا شعار ہے۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا اور چونکہ اس کشتی میں وہ وقت آ گیا تھا کہ پیر چرخ نے پلٹ کر گردن خورشید جانب مغرب خم کی عروج شمس دہر غدار نہ دیکھ سکا۔

پھر آئی شام فوج انجم کو لے کر
صفیں اس نے جمائیں آسمان پر

لقا شب کو نہ دن کو پائیداری
اسی غم میں کٹی ہے عمر ساری

شام کے قریب طبل بازگشت بجا کر ساحر مذکور پھرا لشکر اسلام بھی مراجعت کر کے اپنی جگہ پر آیا۔ بادشاہ داخل بارگاہ ہوئے ادھر پہلوان ہمراہ لقا داخل بارگاہ ہوا۔ ناہید پہلوان بھی حاضر تھا۔ اس نے زبان پر تشنیع پہلوان دراز کی کہ تو نے نام شجاعت خاک میں

ملا دیا۔ ساحر نے جواب دیا: "اگر فرزند حمزہ پر سحر میں نے کیا تو کیا بے جا کیا۔ کس لیے ساحری تو میرا پیشہ ہی ہے اور سحر کرنے کو تو آیا ہی ہوں۔ ہاں اتنا کیا کہ پہلے سحر نہ کیا بعد کو کیا۔ ناہید نے کہا: "خیر جو کچھ تو نے کیا' لیکن کل میں لڑوں گا اور داد شجاعت دوں گا۔" یہ سن کر بختیارک بولا: "ابھی تم اس جنگ میں دخل نہ دو۔" اس لقا نے جو اس کو رنجیدہ پایا۔ اسی کے نام پر طبل جنگی بجوایا۔

یہ خبر ہر کاروں نے بہ تفصیل خدمت شاہ جلیل میں آ کر عرض کی۔ یہاں بھی ناہید کا انصاف درباب شجاعت سن کر شہزادہ ایرج نوجوان عرض پرداز خدمت شاہ عالیشان ہوئے کہ آج میرے نام پر طبل جنگی بجے کہ کل ناہید سے سوا میرے اور کوئی نہ لڑے۔"

بادشاہ نے عرض ان کی پذیرا فرمائی اور انھیں کے نام پر طبل سکندری نے صدا دی۔ بہادر پھر اپنی جگہ پر آ کر درستی آلات حرب میں مصروف ہوئے۔ آج کی رات ناہید و ایرج سے مقابلہ تھا نقارہ حرب صدائے اقتلوا دیتا تھا۔ بہادر شادی مرگ تھے۔ اسلحہ کی چقا چاق ساز عشرت سمجھتے۔ جس جس کر ہتھیار تن پر سجتے۔ زحل ہندوئے فلک ناہید کے یار قدیم کا آج مزاج ساتویں آسمان پر تھا۔ بہرام چرخ کو للکارنا چاہتا۔ نہیں معلوم کس گمان پر تھا۔ اس طرف کو ہی ملیح ناہید تلواریں چرخ پر چڑھائے عقل ترک فلک کی چرخ میں لاتے تھے مختصر یہ کہ جانبین میں رات بھر یہی ہنگامہ برپا رہا۔ جب ناہید چرخ نے شاہ خاور کے جلال کو دیکھ کر مقابلہ سے شرما کر منہ چھپایا اور آفتاب بسان ایرج مہر لقا میدان چرخ میں آیا کہ

جب یہ پیر گردوں رنگ لایا
اجالا آسمان پر خوب چھایا

ہوا مشرق سے پیدا مہر پر نور
ہوئی تاریکی ظلمت کدہ دور

دم سحر مسجد کے پاس سے مع سرداران با حواس و بے ہراس امیر حق شناس درگاہ بادشاہ گردوں اساس پر آئے اور جب حضور سلطان مہر کلاہان افق شبستان سے لامع النور ہوئے بعد ادائے مجرا و سلام ہمراہ تخت سعادت بخت لے کر جانب میدان روانہ ہوئے۔ لشکر گرد با کروفر پہلے ہی جا چکا تھا ادھر سے فوج کہیلی لے کر تہمید آ چکا تھا۔ بادشاہ کے پہنچتے ہی عرصہ گاہ میں لشکر بھی آیا۔ دونوں لشکروں نے پرا جمایا ٹنٹن بجنے لگی۔ بجلی تیغوں کی چمکنے لگی۔ ہوا شرربار ہوئی گھٹا سپروں کی فتنہ و فساد برسانے پر تیار ہوئی۔ ہوا نے علموں کے پرچم اڑائے۔ دریائے فوج لہرائے۔ شمشیر شجاعت کے جھنڈے بج گئے۔ ضرب تیغ کے سکے بج گئے جب صفیں ترتیب ہو چکیں۔ لشکروں میں قرنا پھونکی جلاجل بجی کڑکا ہوا۔ سوار جوانمرد بطرح پلنگاں پیل دل توان تہمتن تہمید فولاد بدن اجازت اپنے خداوند سے لے کر میدان میں آیا اور کلمات رجز بعد غرور زبان پر لایا کہ "اے فرقہ اسلامیان آگاہ ہو کہ میں رستم سر تنن کوہستان ہوں دیو بند و شیر گیر جوان ہوں۔

یہ نعرہ ہائے لاف و گزاف سن کر ایرج' ناموربہر مصاف صف سے نکلے سردار تمام پاپیادہ ہوئے نقارے فیلی شتری بجے شاہزادہ بادشاہ سے خلعت رخصت پا کر مرکب اڑا کر طرفۃ العین میں سامنے حریف کے پہنچا اور یہ تکا در ماری کہ گھوڑا اس کا آٹھ ساتھ قدم تھپیڑ کھا کر ہٹ گیا اور ان کا مرکب زور میں اٹھتے ہی قدم بڑھ کر ٹھہرا۔

اس نے مرکب کو رانوں میں لے کر مقابلہ کیا۔ کہا: "اس جانور کے ہٹ جانے پر مجھ کو کمزور نہ سمجھنا۔ تمہارا گھوڑا طلسمی ہے۔ میں ایسا مرکب باد پا کہاں سے لاؤں۔"

شہزادے نے فرمایا: "ارے بیوقوف' یہ لاف زنی نا بجا۔ ہماری طاقت نے تجھے ہٹایا۔ مرکب کی اس میں کیا خطا ہے۔ تو نہیں جانتا میں کون ہوں۔

یہ کہہ کر دونوں مشغول نیزہ وری ہوئے۔ تین سو ساٹھ طعن باہم رد و بدل ہوئی تھیں۔ ایرج نے اپنا بند صاحبقرانی باندھ کر نیزہ اس کے ہاتھ سے نکالا۔ اس کو غضب طاری ہوا اور خبردار کہہ کر گرز لگایا۔

شہزادے کے گرز لگانے سے جب کمر اس کے مرکب کی ٹوٹی۔ اس نے کمر باندھ کر

تہیہ کشتی کیا۔ شہزادہ بھی گھوڑے پر سے کودا اور دونوں باہم لپٹے۔ دو زندہ فیل جیسے کہ سر ٹکرانے لگے۔ اس اثنا میں ایک بجلی چمکی کہ آنکھ سب کی خیرہ ہوئی اور ایک پنجہ اوپر سے گرا کہ دونوں کو اٹھا کر جانب فلک لے گیا۔ لشکر اسلام میں اور کوہیوں میں غلغلہ ہوا کہ یہ کون ان کو لے چلا۔ اس طرف سے عیار و شتر سوار خبر کو دوڑے۔

ادھر سے شاہ پور عیار اس پنجہ کو ڈھونڈھتا اس طرف کہ جدھر اس کو جاتے دیکھا تھا۔ چلا یہاں ان کے جانے سے لشکروں میں طبل امان بجا۔ فوجیں پھر کر مقام آسائش کو آئیں۔ شاہان لشکر داخل بارگاہ ہوئے۔ لقا جب تخت پر بیٹھا کہا ہوا: "یہ پنجہ جو ان کو لے گیا ہے۔ میرا دست قدرت تھا۔ میں نے ان دونوں کو بہشت میں اپنے برائے سیر اس لیے بھیج دیا ہے کہ تمہید لڑنے میں پہلوان کے دخل نہ دے۔ یہ جب تک سیر کرے، یہاں ساحر مذکور مقابلہ کرے۔" پہلوان نے یہ سن کر سجدہ کیا اور کہا: "تو مجھ پر کرم نہ کرے تو اور کون کرے، تو بے شک جاگتی جوت کا خداوند ہے۔ اچھا آج میرے نام پر طبل جنگ بجے۔ کل سب کا یہ بندہ تیرا خاتمہ کرے۔ آج رات کو میں سحر بھی ایسا تیار کروں گا کہ کوئی حربہ مجھ پر اثر نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ حمزہ بھی اسم اعظم پڑھ کر تیغ لگائے گا تو بھی کچھ نہ ہو گا اور اب یہ بندہ حقیر خداوند کی تلوار سے مقابلہ کرے گا۔ کشتی نہ لڑے گا۔"

لقا نے اس کے کہنے سے حکم نواخت طبل جنگ دیا اور اس وقت کہ جب پنجہ زریں مہر دست سپہر سے گم ہوا۔ اور سیاہ پوش شب ڈھونڈھے اس کو نکلا۔ مشعل ماہ نے عالم کو منور کیا۔

سر شام طبل جنگ بجا۔ ہر کارے خدمت شاہ اسلام سلام میں آئے اور بعد دعا و ثنا کے عرض رسا ہوئے۔ یہاں بھی بحکم شاہ علی پانگلہ نقارہ حربی گرگرایا۔ آج کی رات عیاروں نے جو ساحر کا یہ دعویٰ سنا کہ اس نے اسم اعظم کو بے اثر کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ پس بسر عیاری قدم اٹھایا۔ چالاک مع چند عیاروں کے روانہ ہوا کہ شام ان کے وقت

پر بیان ہوں گے۔ چنانچہ سرہنگ ان میں سے صورت بدل کر بارگاہ لقا میں گیا۔ وہاں جب طبل بج چکا تھا۔ پہلوان اٹھا تھا کہ میں سحر کرنے جاتا ہوں۔

بختیارک کہہ رہا تھا: "تم آج ہوشیار رہنا عیار تمہاری فکر میں آئیں گے۔" اس نے جواب دیا:" ملک جی دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔" یہ سن کر سرہنگ اس کے ساتھ ہوا۔

وہ جب اپنے خیمہ میں آیا۔ سب کو مع خادم و ملازم وغیرہ کے رخصت کر دیا۔ سرہنگ بصورت خدمت گار تھا۔ اس نے چاہا کہ بحیلہ میں ٹھہر جاؤں۔ لیکن اس نے بروقت رخصت ملازمان کہا: "وہ صف خدمت گاراں میں سرہنگ عیار کھڑا ہے اور میرے ساتھ بارگاہ خداوند سے آیا ہے۔ تم جاؤ تو میں اس کو پکڑوں۔ یہ کلمات سرہنگ نے جب سنے پیچھے تو ہر ایک کے کھڑا ہی تھا۔ سرک کر باہر خیمہ کے نکل آیا اور بھاگ کنارے لشکر کے چالاک ملا۔ اس نے سب حال کہا۔ اس نے کہا: "خیر سمجھ لیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر ابوالفتح کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔

یہ دونوں خدمت گار کی صورت بن کر جب خیمہ پہلوان کے قریب پہنچے۔ دیکھا تو وہاں سناٹا تھا۔ کس لیے کہ ساحر مذکور پہلے ہی وہاں سے سب کو رخصت کر چکا تھا۔ انہوں نے موقع اندر جانے کا خوب پایا۔ فوراً قنات سے لپٹ کر داخل بارگاہ ہوئے دیکھا کہ فتیلہ سوز شمع دان روشن ہیں۔ پلنگڑی پر پہلوان سو رہا ہے انہوں نے چاہا کہ قریب جا کر بیہوش کریں۔ لیکن ان کو خود نیند آنے لگی۔ سمجھے کہ یہ ساحر زبردست ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سحر اپنی حفاظت کے لیے ایسا کیا ہے کہ جو کوئی یہاں آئے بیہوش کر سو جائے۔ یہ سمجھ کر چاہا کہ بھاگ جائیں۔ لیکن اتنا زور بھی اپنے میں نہ پایا۔

جانا کہ ہم بیہوش ہوا چاہتے ہیں۔ پس یہ بھی بے نظیر عیار ہیں اور تو کچھ نہ کر سکے مگر اتنا کیا کہ کمند کو اس طرح زیر فرش بچھایا کہ جیسے ہی کوئی فرش پر قدم رکھے۔ پاؤں کی دھمک سے حلقہ ہائے کمند اچھل کر گردن و کمر میں پڑیں اور الجھا کر گرا دیں۔

غرض یہ کہ اس طرح کا جال بہر طائر روح ساحر گرا کر یہ دونوں صیاد دانا بیہوش ہو

گئے۔ ادھر لشکر میں سامان حرب ہو رہا ہے مگر قدرت خدا کا تماشہ دیکھیے کہ یہ وہ پنجہ جو نہید و ایرج کو اٹھا کر لے گیا ہے۔ یہ اس پہلوان ساحر کا شاگرد و رشید ہے اور اپنے طلسم میں استاد کی وجہ سے نہ کوئی اس کا شاگرد ہوتا تھا اور نہ کچھ اس کو فروغ تھا اس لیے وہ کوہستان میں باہر طلسم کے آیا اور یہاں اپنی بود و باش اختیار کر کے شاگرد بہم پہنچائے اور استاد مشہور ہوا۔ چنانچہ صحرا میں ایک باغ بنا کر اکیلا رہتا ہے اور اس اطراف میں ایک جوگی ہے کہ بڑا استاد کامل ہے۔ فن سحر میں سامری کو مقابل اپنے طفل مکتب جانتا ہے۔ بس یہ خدمت جوگی میں اپنے استاد کی خبر سن کر گیا اور کہا: "میں استاد سے برخلاف ہو کر یہاں آیا تھا۔ اب وہ بھی آتے ہیں۔ شاید مجھ سے کچھ فساد کریں لہٰذا آپ میری حمایت فرمائیں۔ جوگی پاس چونکہ یہ مدت سے آیا کرتا تھا۔ اس نے رحم کھا کر ایک تلوار بزور سحر اس کو بنا دی کہ جب تیرے استاد سے اور تجھ سے سامنا ہو تو اس تلوار سے مقابلہ کرنا" یہ شمشیر دو ٹکڑے کرے گی اور کسی طرح کا حربہ اس پر تاثیر نہ کرے گا۔ اس لیے کہ جب اس نے پہلوانی اختیار کی تو بادشاہ طلسم سے کہہ کر جسم اپنا سحر بند کر لیا تھا کہ کوئی حربہ مجھ پر اثر نہ کرے۔

فی الجملہ یہ ساحر کہ نام اس کا جنگل جادو ہے۔ وہ تیغہ لے کر اپنے باغ میں آیا اور چاہا کہ پہلے استاد کے دشمنوں کو ماروں اور استاد سے ملوں۔ اگر وہ کچھ نہ بولے۔ اور بہ آشتی پیش آئے تو کچھ ضرورت فساد نہیں اور جو برسرعناد ہوئے تو ناچاری ہے۔

یہ سوچ کر پنجہ بن کر ایرج وغیرہ کو لایا اور قاصد ہوا کہ پہلے ان کو ہلاک کر لوں تو اوروں کو اسی طرح لا کر ہلاک کروں۔ جب دس بیس کو مار لوں تو سر ان کے خدمت استاد میں لے جاؤں۔ چنانچہ ان دونوں کو لا کر پہلے صحرا میں اتارا۔ شعلہ پور عیار بھی پنجہ کے تجسس میں ذکر کیا گیا ہے کہ چلا تھا۔ اس نے بھی دور سے دیکھا کہ وہ پنجہ غلطک مار کر ساحر بنا۔

ادھر نہید و ایرج جب تموج ہوا کے صدمہ تلے سے ہوشیار ہوئے اور ساحر کو دیکھا۔ نہید

نے للکارا کہ "او بے حیا تو کون ہے۔ جو ہم دونوں کو لڑتے اٹھا لایا" اس نے کہا: "تم میرے استاد سے لڑتے ہوا اور خداوند کا مقابلہ کرتے ہو۔ میں تمہیں قتل کرنے لایا ہوں۔" شہید نے کہا: "میں خداوند کی طرف سے لڑنے آیا ہوں اور ان کے دشمن سے لڑ رہا تھا کہ اٹھا لایا۔ اب تو کہہ خداوند تیرا حال کیا کرتے ہیں۔ کیونکر وہ اپنی قدرت سے بعد میرے آئیں گے۔ تیرا حال دریافت فرمائیں گے اور ان سے کون سا حال ایسا ہے جو پوشیدہ ہے۔" ساحر نے کہا: "خداوند میں یہ قدرت نہیں وہ کیا حال میرا معلوم کریں گے۔ کیونکہ وہ خود فرماتے ہیں کہ میں مسلمانوں کو پیدا کر کے بھول گیا ہوں۔ اور علاوہ اس کے عیار ان کو آ کر دق کرتے ہیں۔ ان کا حال ذرا بھی وہ جانتے ہوتے تو پہلے ہی انتظام کر کے ان کے رنج پہنچانے سے محفوظ رہتے۔ پس ظاہر ہوا کہ علم الغیب مطلق خداوند کو نہیں۔"

شہید نے یہ کلمات سن کر سوچا کہ جو پرستاران خداوند ہیں ان کو بخوبی معلوم ہے کہ خداوند بالکل بے خبر ہیں۔ پس یہ خداوند سراسر جھوٹا اور دغاباز ہے۔ ضروری ہے کہ قول اور دین اسلام سچ ہے اور یہ لوگ بہادر اور شجاع بلکہ ہمہ صفت موصوف ہیں۔ مجھ کو لازم ہے کہ وہ اسلام قبول کر کے ثواب آخرت حاصل کرے۔ یہ سوچ کر براہ مکر اس ساحر کو ڈانٹا کہ: "حرامزادے تو خداوند کو غافل اور نکما بتاتا ہے دیکھ تو کہ تیرا کیا حال ہوتا ہے۔" وہ ساحر ڈرا کہ ضرور یہ حال کوئی نہ کوئی خداوند سے کہے گا۔ پس یہاں رہنا مشکل پڑے گا۔ چنانچہ خائف ہو کر شہید پر سے اپنا سحر دفع کر کے کہا۔ "میں آپ کو پہلے دشمن خداوند سمجھا تھا۔ اس وجہ سے اٹھا لایا تھا۔ اب آپ جانب لشکر تشریف لے جائیں اور میری خطا معاف فرمائیں۔ خداوند سے میری شکایت نہ کیجئے گا۔ مجھ پر رحم فرمائیے گا۔"

شہید جب سحر سے چھوٹا سمجھا کہ موقع پا کر مار ڈالا اس کو پس تیغ ہاتھ ڈال کر قریب گیا' کہا: "او ماو بخطا میں تیری سزا تیرے کنار میں رکھتا ہوں کہ پھر کبھی بہادران عالم سے تو ایسا نہ کرے۔" یہ کہہ کر اس کو سنبھلنے بھی نہ دیا اور وار شمشیر کا کیا۔

تلوار جب اس پر پڑی۔ اس نے جلدی سے سحر پڑھا کر اچٹ گئی اور ناچار ہو کر ناہید کو پھر اس نے گرفتار کر لیا۔ اور اب بایک قتل نہ کر سکا۔ اس لیے کہ طرفدار خداوند اس کو سن چکا تھا۔ سوچا کہ ان دونوں کو آج لے کر باغ میں قید رکھوں اور خداوند سے جا کر سب حال کہوں۔ جیسا وہ فرمائیں گے ویسا کروں۔ غرضیکہ ان دونوں کو بزور سحر لے کر باغ میں آیا اور وہ باغ سرسبز و شاداب ہے۔ عمدہ ثیاب ہے چنانچہ دونوں کو چبوترہ باغ کے نیچے ڈال دیا اور آپ بیٹھ کر شراب پینے لگا۔ لیکن اتنے عرصہ میں شعلہ پور اس کو دیکھ چکا تھا۔ صورت بدل رہا تھا۔ جب یہ باغ میں آیا وہ بھی ایک عورت قبول صورت کی ایسی شکل بن کر قریب باغ آیا اور درخت جو بیرون باغ وہ ایک لگے تھے۔ ان کے نیچے بیٹھ کر صدائے درد آلود سے رویا کہ دل سنگ آب ہوتا تھا۔ ساحر مذکور وہ آواز غمگین سن کر در باغ برائے انکشاف کوائف آیا۔ زیر درخت سرو حدیقہ محبوبی کو چشمہ چشم سے اشک بہاتے پایا۔ ایسا حسن آگیں بعد آرائش و تزئین نظر آیا کہ جس کے نظارہ نے دیوانہ نہ بنایا۔ ہزاروں ملک چین و ختن اس کی زلف معنبر و مشک بیز پر نثار پر بہار پر گلشن عالم تصدق ہر بار ناز و کرشمہ اس کے دامن نگاہ سے توسل جو دلداری بیوفائی کی خاطر بے مروت ہیں خود باغ جوانی و کامرانی پھلا پھولا۔ واقعی ہر انداز میں وہ آفت جان تھا کہ

طرحدار اور خوش اخلاق تھی وہ
بلا شک شہرہ آفاق تھی وہ

نہایت خوبرو وہ مہ طلعت
پری وش سیم تن شمشاد قامت

ترقی ماہتاب حسن کو تھی

مثال بدر روشن صورت اس کی

بہ شکل صبح پیشانی تھی خندہ
چھری خنجر کٹاری تیر مژگاں

سراپا حسن کا عیبوں سے تھا پاک
وہ تھی یکتا مثال مہر افلاک

ساحر مذکور اس پر فریفتہ ہو کر قریب گیا اور نہایت منت سے مستفسر ہوا کہ "اے مایہ خوبی والے مہر آسمان محبوبی رات کو ایسے وادی سنسان میں آ کر رونا اس طرح بیتاب ہو کر مینہ اشکوں سے دھونا کیا سبب رکھتا ہے؟ دل نازک کون سا رنج و تعب رکھتا ہے۔" اس پوچھنے سے وہ مہ تاباں بسان سحاب باراں اشک حسرت زیادہ تر برسانے لگی اور زبان پر لائی کہ

حد سے افزوں ہے شوق دیدار
اظہار زباں سے ہے دشوار

تم کیا میرا حال پوچھتے ہو۔ فلک کی ستائی ہوئی۔ برباد ہو کر یہاں آئی ہوں۔ عیاران لشکر اسلام نے شوہر کو میرے مارا، گھر لوٹا میں ہوئی خانماں آوارہ، جب دل گھبراتا ہے جنگل میں آ کر روتی ہوں۔ غم دل خالی کر کے پھر اسی جگہ جہاں شوہر قتل ہوا ہے جا کر پڑ رہتی ہوں۔" ساحر نے یہ حال سن کر سمجھانا شروع کیا: "اے نازک بدن مرضی خداوند سامری کی اسی طرح تھی۔ اب صبر کرو۔" بشر ہر صورت سے مجبور ہے دنیا کا یہی دستور ہے۔ اس کا غم کہاں تک کرو گی۔ رنج و الم کب تک سہو گی۔ میرے ساتھ چلو اور اپنی جوانی کا مزہ دیکھو۔ اس صدمہ جانکاہ کو دل سے بھلا دو۔ میں عمر بھر

غلامی کروں گا اطاعت میں رہوں گا۔ خلاف مرضی کوئی بات ظہور میں نہ آئے گی طبیعت بہت لطف اٹھائے گی۔" اس مہ پیکر نے رو کر کہا: "میں کوئی خواہش نہیں رکھتی ہوں۔ اکیلی رہتی ہوں۔ اس وجہ سے ڈرتی ہوں۔ اگر تم مجھ کو ہاتھ نہ لگاؤ تو تمہارے گھر چلوں میں تمہارا سب کام کروں گی۔ لیکن جورو نہ بنوں گی۔ ساحر سمجھا کہ اس کو لے کر چلو تو پھر آپ ہی راضی ہو جائے گی۔ یہ سوچ کر گویا ہوا: "اچھا چلو جو تمہارا جی چاہے۔" وہ گلعذار بصد ناز و انداز اس کے ہمراہ باغ میں آئی۔ دیکھا کہ اس باغ کے پھول ایسے خوش رنگ ہیں جو بہار گلستان دہر کو شرماتے ہیں۔ درختاں سر کشیدہ قد بالائے رعنائے جاناں کو ہمسر اپنا بنانے سے عار کرتے ہیں۔ ٹیڑھے ہوئے جاتے ہیں کہ

چمن میں ہیں کھلے ہر رنگ کے پھول
گئی مالی کو صنعت اپنی سب بھول

شجر بھی میوہ دار ایسے ہیں نایاب
کف حسرت ملے ہر دیدہ خواب

رواں ہیں آب شاریں ہر روش پر
کہ جن میں موج تن ہے آب گوہر

کہیں شاخوں پہ ہے طوطی غزل خواں
چہکتے ہیں کہیں مرغ خوش الحاں

چبوترہ جو نشست گاہ کا ہے اس کے نیچے ایرج و شمیمہ بے حس پڑے ہیں۔ بالائے چبوترہ مسند بچھی ہے۔ شیشہ و ساغر دھرے ہیں۔ ساحر نے اس لالہ فام کو لا مسند پر بٹھایا اور کہا تم رنجیدہ بہت ہو دو ایک جام سے پیو تا کہ طبیعت تمہاری درست ہو۔ اس معشوقہ

غدار نے ہنس کر کہا کہ مردوے میں تیری گھاتیں خوب سمجھتی ہوں۔ جانتا ہے کہ نشہ سے انسان بیہوش ہو گا جو میں چاہوں گا کروں گا۔ سو خیریت ہے بندی ایسے فقرے بہت جانتی ہے۔ ساحر نے یہ سن کر خود جام شراب سے بھر کر قسمیں جمشید کی دے کر اس نے منہ سے لگایا اس نے وہ جام لے کر بظاہر تو پیا لیکن چالاکی سے گریبان میں انڈیلا۔ پھر آپ ساغر بھر کر اس کو دیا۔ ساحر بے اندیشہ انجام پی گیا۔ اختلاط حالت نشہ میں کرنے لگے۔ کبھی زلف عنبر فام کو چھوتا وہ کہتی او موذی تجھے اپنی ایڑی چوٹی پر سے نثار کروں تو یہی اقرار کر کے مجھے لایا ہے۔ کبھی وہ اس کے سینہ پر ہاتھ ڈالتا تو وہ کہتی کہ یہ حسن کا گنجینہ ہے۔ خدا کی مار تجھ پر تو کالا بن کر اس گنج میں جینا چاہتا ہے۔ کبھی وہ کھانڈن ایسی سسکی بھرتی کہ اس کی عقل بازی ہار جاتی بے چین ہو کر کہتا۔

لیے ہیں کتنے دل ایک ایک ناز پر تو نے
بغل میں بیٹھ کے ان کا حساب دیتا جا

غرضیکہ اسی بیتابی میں وہ ساحر اس ماہ وش کے لپٹا اور چاہا کہ کام دل حاصل کرے۔ اس نے بھی گلے میں ہاتھ حائل کر دیئے اور کہا جانی ایک ساغر اور پی لے اس نے جام بھر کر اس ساقی خوش ادا کو دیا۔ اس نے ہنس کر جام تو لے لیا مگر کہا: "دو رنگترے اس باغ سے جلد توڑ لا کہ گزک اس کی اب کی مرتبہ بنائیں۔ بوسے کے ہنگام بوسہ بازی وصل میں نہ آئے اور شراب زیادہ بیخود نہ بنائے۔ مزے مزے کا سرور گھٹے شوق کی طرح نہ گھٹے ساحر متوالا نشہ شہوت سے ہو رہا تھا۔ ہر چند کہ جانا اس وقت ناگوار ہوا' لیکن اٹھ کر رنگترے توڑنے گیا۔ ادھر اس جادوگن جان دشمن نے بیہوشی کا ساغر درست کیا اور رنگترے توڑ کر لایا' جیتا ہی تھا کہ اس نے جام منہ سے لگایا اور جام پی گیا اور اس نازنین سے پھر لپٹنے لگا۔ اب تو غدار پہلو سے اٹھی اور کہا: سموے

تیرے منہ کو جھلسا میں تیرے جل میں نہ آؤں گی۔ آبرو اپنی نہ گنواؤں گی۔ او صاحب نہ پیام نہ سلام۔ نہ میں نے اس کی کوئی آدمی کبھی کھائی۔ نہ ہونے سے پہلے آشنائی جتائی۔ یکایک موئی کانا مجھ پر چڑھ بیٹھتا ہے۔ اوگرو تیری صورت کو جھلسے۔" یہ کہہ کر اٹھی اور دو قدم چلی تھی کہ ساحر اس کے پیچھے دوڑا۔ ہوائے سرد جو منہ پر لگی بیہوش ہو گیا۔ شلہ پور نے چاہا کہ خنجر سے سر اس کا جدا کرے ایرج جو زیر چبوترہ بے حس پڑا تھا گویا ہوا اے بھائی کیا کہنا ماشا اللہ تمہاری عیاری میں خلل نہیں۔ اس ساحر کو خنجر سے نہ قتل کرو۔ کس لیے کہ ناہید نے اس پر تلوار ماری تھی تو اچٹ گئی تھی۔ شاید بزور سحر یہ رویئں تن بنا ہے۔" شلہ پور نے یہ سن کر دو پتھر باغ سے تلاش کر کے لیے ایک پتھر زیر سر رکھا اور دوسرے سے اس کا سر کچل دیا۔ بھیجا پاش پاش ہو گیا۔ اس ساحر کو جہنم میں بھیجا۔ بیروں نے اس کے غل مچائے۔ آندھی سیاہ آئی۔ جب وہ آفت برطرف ہوئی۔ ناہید و ایرج کے جسم میں طاقت آئی۔ ناہید نے اٹھ کر قدم پر ایرج کے سر اپنا رکھ دیا اور کہتا تھا کہ دین آپ کا سچا ہے۔ میں نے اسلام اختیار کیا۔ شہزادے نے سر اس کا سینے سے لگایا اور کلمہ طیبہ فرمایا کہ کلمہ پڑھ کر وہ بہادر از سر صدق ایمان لایا۔ پھر شہزادہ اپنے عیار کے گلے ملا اور اندر بارہ دری میں اس باغ کی آیا۔ جو کچھ سامان آرائش ازراہ سحر اس جگہ تھا وہ مرگ ساحر سے مٹ گیا تھا۔ اصلی باقی تھا۔ شہزادے نے دیکھا کہ ایک صندوق گوشہ بارہ دری میں رکھا تھا۔ اس کو کھولا۔ اس میں ایک شمشیر آبدار رکھی تھی۔ نیلم قتلی اس پر چڑھا تھا۔ اس کو اٹھا کر جو کھینچا قبضہ کے قریب تلوار پر لکھا تھا کہ یہ تلوار موت کا پیام پہلوان جادو کی اور اس کے شاگردوں کی ہے جس کے پاس یہ تلوار ہو گی۔ اس پر سحر بھی پہلوان کا اثر نہ کرے گا اور اسی تیغ سے وہ دو ٹکڑے ہو گا اور کسی حربہ سے نہ مرے گا۔" یہ مضمون پڑھ کر شہزادہ بہت خوش ہوا اور تیغ کمر سے باندھی۔ پھر تینوں وہاں سے روانہ ہوئے۔ یہ تو اس طرف سے آتے ہیں اور لشکروں میں رات بھر تیاری حرب

رہی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آیا۔ یعنی عیار دہر نے ساحر شب کو معدوم کر کے تیغہ آفتاب حوالہ ترک فلک فرمایا کہ

ہمائے جنگ اٹھا پھر شاہ خاور
کمر سے تیغہ نکلی لگا کر

امیر کشور گیر مسجد کر پاس سے پہلوان با توقیر در دولت شہنشاہ عالمگیر پہ حاضر ہوئے۔ اول سامان جلوس تجمل سے پیدا ہوا۔ پھر شاہ کشورستان کا تخت ہویدا ہوا۔ سب نے مجرا و تسلیم کی۔ سواری جناب عالی کی جانب میدان معارف چلی۔ سپاہ کثیر پہلے ہی جا چکی تھی۔ منچلوں کا تیکھا پن گلستان شجاعت میں معشوقوں کا نیا غمزہ کرنے کا جوبن' گھوڑوں کے سموں کی آواز طراروں کا نیا انداز دیکھ کر چرخ کج رفتار چال بھولا تھا۔ باغ جرات و جلادت پھلا پھولا۔ نقاروں کا بجنا۔ نفیریوں کا خوش الحانی سے نغمات کرنا۔ عنادل کا چمن تنور میں نغمہ سنجی کرنا ظاہر تھا۔ غرضیکہ وہ سامان حد قیاس سے باہر تھا کہ

وہ لشکر تھا یا سیل بحر فنا
کہ دم بھر میں دریائے خون دے بہا

حاصل مرام دشت قتال میں پہنچ کر تخت شاہی قلب میں لشکر کے قائم ہوا صف میمنہ و میسرہ وغیرہ کھنچیں۔ بہادروں کا پرا جما۔ میدانوں کو بیلداروں نے ہموار کیا۔ سقوں نے چھڑکاؤ سے گرد و غبار ہٹا کر آئینہ سان جنگل بنا دیا۔ دوسری جانب لشکر لقا نے آ کر صفوف حرب کو درست کیا مگر پہلوان لڑنے نہ آیا۔ اس وجہ سے کہ اس نے رات کو اپنی حفاظت کے لیے یہ سحر کر دیا تھا کہ جو کوئی بارگاہ میں آئے بیہوش ہو جائے۔ اور رات بھر بیہوش رہے۔ صبح کو جو میں اٹھوں اس کو گرفتار کر لوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ چالاک و ابوالفتح وہاں جا کر بیہوش ہوئے۔

جب یہ صبح کو سو کر اٹھا' دیکھا دو عیار سامنے پڑے ہیں۔ خوش ہو کر گرفتار کرنے اٹھا۔ مگر قریب ان کے انہوں نے جو کمند لگا رکھی ہے۔ یہ کمند اچھل کر گردن و کمر و دست و پا میں الجھی۔ اس نے چھڑانے کا قصد جو کیا حلقے جھٹکا کھا کر پیچی ہو گئے۔ یہ گرا اور ایسا گھبرایا کہ سحر بھی بھولا۔ ادھر ان دونوں عیاروں کو ہوش آ گیا۔ اس لیے کہ اس نے یہ سحر بھی کیا تھا کہ جو آئے وہ رات بھر بیہوش رہے۔ صبح صبح کو ہوشیار ہو جائے۔ کیونکہ صبح کو تو کچھ ضرورت حفاظت کی نہیں۔ میں خود ہوشیار و بیدار ہوں گا۔ فی الجملہ عیار جو ہوشیار ہوئے۔ ساحر کو کمند میں پھنسے دیکھ کر ایسے گھبرائے کہ حباب بیہوشی مار کر اس کو بیہوش بھی نہ کیا۔ یونہی کاندھے پر ڈال کر سراپچہ بارگاہ پھاند کر بھاگے۔ وہ ساحر گھبراہٹ میں سحر کرنا بھولا یہ بیہوش کرنا۔ چنانچہ جب یہ لے کر بھاگے تو اس نے چیخنا شروع کیا کہ "افسران لشکر میرے دوڑو' اے واسطہ سامری کا مجھ کو چھڑاؤ۔ ہائے میں پھنسا۔ یارو میری جان گئی۔ لوگوں مجھے پکڑے لیے جاتے ہیں' کمبخت ملازم میرے کہاں گئے' خدمت گار حرامی مر گئے۔ شاگرد میرے اڑ گئے۔ اس وقت کیوں نہیں آتے۔"

یہ غلغلہ سن کر ملازم اس کے دوڑے۔ ہر چند کہ لشکر کمر باندھے عازم دشت نبرد تھا۔ مگر جدھر سب دوڑے۔ اس طرف شاگرد بھی اس کے چلے۔ عیار سمجھے کہ لے نہ سکو گے۔ یہ سمجھ کر اسی طرح کمند میں لپٹا ہوا اس کو کاندھے سے زمین پر پٹک کر بھاگے۔ ملازم جو پیچھے دوڑے آتے ہیں۔ وہ بھی عیاروں کے تعاقب میں نہ گئے۔ اپنے مالک کو اٹھوایا۔ عیار بھاگ کر دور نکل گئے۔ اس نے ان کے پٹکنے سے چوٹ بہت کھائی۔ لیکن فرط غضب سے اس چوٹ کو خیال میں نہ لایا اور بارگاہ میں ملازموں سے کہا: "مجھے اٹھا لے چلو۔" وہ اس کو بارگاہ میں لائے اس نے کمند کے حلقے چھڑانا چاہے۔ مگر جتنا ان کو چھڑایا اتنا ہی وہ زیادہ الجھے اس وقت اس نے چاہا کہ سحر سے کمند جلا دوں' لیکن میدان رزم میں جب عرصہ گذرا اور یہ نہ گیا تو بختیارک اس کے خیمہ کی طرف بہر خبر چلا۔ راہ میں چالاک اپنے لشکر کی طرف جاتا تھا۔ اس کو دیکھ کر پکارا: "ملک

کی عشق اللہ ہے۔"

مختیارک نے ایک فقیر کو تھم بادیے' پیلی تاگے سے درست دیکھا' پہچانا کہ چالاک ہے۔ کیا ہوا کہ "مرشدزادے تسلیم کرتا ہوں۔" اس نے کہا: "بچا کمند فقیر کی پہلوان کے پاس ہے۔ خبردار رہنا۔" مختیارک نے کہا: "آپ کی امانت غلام حاضر کرے گا۔" یہ کہہ کر خیمہ پہلوان میں آیا۔ وہ کمند جلایا چاہتا تھا کہ اس نے اس کے حلقے کھولے اور کہا: "بیٹا غضب ہوتا ہے' جو کمند جل جاتی ہے۔ مرشد زادے راہ میں ملے تھے تاکید کر گئے ہیں مجھ سے آ کر لیں گے۔" یہ کہہ کر کمند لے کر چلا۔ پہلوان کو اور زیادہ غصہ آیا۔ اسلحہ آج سارے جسم پر لگا مرکب پر سوار ہو کر مع اپنے شاگردوں کے بصد کروفر میدان رزم میں' آیا۔

یہاں تمام بہادر گھبرا رہے تھے کہ دن چڑھ آیا ہے اور کوئی لڑنے کو نہیں نکلتا ہے کہ یہ آ کر پہنچا اور اپنے خداوند سے اجازت لے کر وسط میدان میں پہنچ کر نعیب زن ہوا: "اے فرقۂ اسلامیان تم میں سے جس کا جی چاہے وہ آئے میرے سامنے۔ لشکر اسلام سے دست ساقی اور دست چپی سردار یکے بعد دیگرے نکلے' مگر جو اس کے سامنے آیا۔ اس نے تلوار کا وار کیا۔ بہادروں نے تلوار اس کی رد کر کے شمشیر لگائی۔ اس نے سر سامنے کر دیا۔ تلوار سر پر پڑ کر اچٹ گئی۔ پھر اس نے تیغ لگا کر زخمی کر دیا اور سحر پڑھ کر گرفتار کر لیا۔ کئی سردار زخمی ہو کر مقید ہو چکے تھے کہ صحرا کی طرف سے بگولہ گرد کا اٹھا اور شلوپور عیار دوڑتا ہوا آیا۔ سب حیران ہوئے کہ دیکھیں یہ کیا پیغام لاتا ہے۔ سب دیکھا کہ اس نے دو گھوڑے لشکر سے لیے اور سرداران ایرج سے ایسا کچھ کہا کہ وہ سب صحرا کی طرف چلے۔ ایک لمحہ نہ گزرا تھا کہ جنگل کی جانب سے پھر گرد اٹھی اور شہزادہ ایرج و تہمید کی سواری پیدا ہوئی کہ آگے آگے شہزادہ علی وقار پس پشت تمام سردار آتے ہیں۔

ان کی آمد دیکھ کر امیر تامل پذیر رہے۔ لڑنے نہ گئے اور ایرج نے قریب پہنچ کر بادشاہ کو تسلیم کی اور مرکب اڑا کر سامنے پہلوان کے پہنچ کر تلوار ماری۔ گھوڑا اس کا بھی

پا ہوا۔ اس نے ہاتھوں میں مسل کر مرکب اس کے روبرو بڑھایا' مگر بختیارک نے لقا سے کہا: "یا خداوند' آپ کے نواسے کے تیور آج برے نظر آتے ہیں۔ میرے نزدیک طبل امان بجانا بہتر ہے۔ ورنہ بھاگنے کا راستہ نہ ملے گا۔" لقا نے کہا: "اے شیطان تو جھک مارتا ہے میرا پہلوان بپر قدرت ہے۔ سب کو مارے گا۔" یہ کہہ رہا تھا کہ وہاں پہلوان نے شہزادہ پر تلوار لگائی۔ شہزادے نے وار اس کا خالی دیا اور وہی تیغہ جو باغ جنگل جادو سے پایا تھا کھینچ کر علم کیا۔ ساحر نے جو اس کی چمک دیکھی تو اس کا ایسا خائف ہوا کہ سپر چہرے کی پناہ کر کے سحر پڑھنے لگا۔ مگر نہ سحر نے تاثیر کی نہ سپر آڑے آئی۔ تلوار شہزادے کی سپر کو کاٹ کر خود و بلغہ زرہ ٹوپ وغیرہ سے گذر کر کاسہ سر میں در آئی اور سر سے سراسر گلہ جبڑا تراش کر صراحی گردن سے آب زندگی گراتی ہوئی صندوق سینہ سے متاع جان غارت کر کے شکم کے اوجھ جھوجھ کو کاٹ کر خانہ زین پر آئی۔ مختصر یہ کہ تیغ مرکب سے نکل گئی۔ راکب و مرکب چار پر کالے ہو کر گرے۔

بختیارک یہ ضرب دیکھ کر ہاتھی پر کھڑا ہو گیا اور لشکر اسلام سے پہلے اسی نے تکبیر کہی۔ شاگردان ساحر غلغلہ اپنے استاد کے مرنے کا سن کر سحر پڑھتے۔ لینا لینا کہہ کر شہزادے پر آ گرے۔ آگ پتھر برسانے لگے۔ ایک طرف سے لقا نے فوج کو للکارا اور دریائے لشکر امڈ کر چلا۔ اس طرف سے بادشاہ اسلام نے حملہ کا حکم دیا۔ دو لشکر باہم مل گئے۔ شمشیر زنی کا آغاز ہوا۔ ہوا کا مزاج مکدر ہوا۔ روز سیاہ دشمنوں نے دیکھا۔ لوہا برسنے لگا۔ تلوار کی چمک سے دریائے آہن لہریں مارتا نظر آتا تھا اس لڑائی میں طرفہ ماجرا یہ ہوا کہ سروما جن کو پہلوان گرفتار کر چکا تھا۔ شکیل تورج و داراب وغیرہ کے وہ ایک خیمہ میں قید تھے۔ پہلوان کے مرنے سے سحر ان پر سے جاتا رہا۔ وہ سب چھوٹ کر جو نکلے۔ ہنگامہ کا ساز دیکھ کر جو لشکر کا پڑاؤ تھا۔ اس سے لڑنے لگے اور ایک آدھ دربان زنداں کو مار اسلحہ لے کر آفت بپا کر دی۔ پڑاؤ پر سے لوگ بھاگے سردار عقب میں ان کے پیچھے اور لشکر کفار کی پشت پر آ کر شمشیر زنی آغاز کی اور زیادہ لشکر

لقا میں اچھل پڑ گئی۔ اس پر طرہ یہ کہ لشکر ناہید جو ہمراہ لقا لڑنے آیا تھا اس نے جو اپنے افسرو مالک کو شریک مسلمانان دیکھا سمجھا کہ مالک ہمارا لقا سے لڑنا چاہتا ہے۔ پس یہ سب لشکر بھی فوج خداوند سے لڑنے لگے۔ اب تو چار طرف سے لشکر لقا گھر گیا۔

ایرج پر بسبب تلوار مذکور کے سحر اثر نہ کرتا تھا۔ شہزادہ صف لشکر ساحر ان میں در آیا تھا۔ ایک طرف سے امیر کشور گیر نے اسم اعظم پڑھ کر اثر ساحر مٹایا تھا۔ دم بھر میں لاشوں کا انبار کر دیا۔ کلخ ہستی ساحران مسمار کر دیا۔ جنگل کشتوں سے بھر گیا۔ ملک الموت کام اپنا کر گیا۔ خلاصہ یہ کہ ایرج صف لشکر درہم برہم قریب فیل جس پر تخت لقا تھا۔ پہنچا اور مرکب اپنا ناخنوں میں مسلا۔ چار طرف سے تیغ و نیزہ شہزادہ پر پڑنے لگے۔ مگر مرکب مان کی گرمی پا کر اٹا اور ہاتھی کی مستک پر پہنچا۔ دونوں ٹاپیں اگلی ہودج لقا پر رکھیں۔ علمدار جو علم کو جلو دے رہا تھا اس نے تلوار ماری اور فیل بان نے آنکس مارا۔ شہزادہ نے بائیں ہاتھ سے اوجھڑ سپر کی فیلبان کو ماری کہ وہ تو ہاتھی کے نیچے گرا اور علمدار کی تلوار پر کاٹھ کر اپنا وار کیا۔ تیغہ خون چکاں اس زور سے مارا کہ مع علم و علمدار کٹ کر تیغہ ہودج پر آئی اور اس کو کاٹ کر ہاتھی کے بھسونڈے پر ٹھہرا۔ لقا تلوار پکڑے کھڑا ڈانٹتا تھا کہ "نیرو قدرت کیا کرتا ہے او بندے بے ادب' خبردار' قدرت سے گستاخی نہ کرنا نہیں تو قدرت سنگ سیاہ کر دیں گے۔"

شہزادے نے بعد قتل علمدار نعرہ "اللہ اکبر" بلند کر کے تیغ علم کی اور فرمایا: "اے مشرک خدا کے گندادم کہ ازدست من جان بسلامت بری۔ چاہتا تھا کہ ہاتھ مارے۔ بختیارک نے کمر پکڑ کر لقا کو کھینچا اور ہاتھی کے نیچے گرا کر آپ بھی کودا۔ لقا پکارا: "اے شیطان سرین قدرت میں چوٹ بہت آئی۔ شیطان نے کہا: "تاپائے داری بگریز۔" آخر اسی چوٹ میں جس طرح بنا' اٹھ کر بھاگا۔ شہزادہ بھی فیل پر سے مرکب اٹا کر زمین پر آیا اور تعاقب میں چلا۔ لیکن کوہی اور تمام افسران لشکر لقا نے مرنا گوارا کیا۔

اپنے خداوند پر ٹوٹ پڑے۔ سد لشکر اسلام ہوئے۔ شہزادہ نے آ کر کیدان کو مار پیٹن کو بھگا دیا۔ رسالہ بیچ میں آ گیا۔ تلوار گھمسان کی چلنے لگی۔ وہ رن پڑا کہ کبھی ترک فلک نے بیدہ مریخ سے بھی یہ ہنگامہ نہ دیکھا ہو گا۔ آخر لشکر لقا تاب جنگ نہ لایا۔ علم فوج تو سرنگوں ہو چکا تھا۔ افسر قتل ہوئے تھے۔ سپاہ بے سردار کے پاؤں اٹھ گئے۔

اہل اسلام تلواریں مارتے۔ غازیان دیندار۔ خون چہرہ پر ملے ہیبت ناک صورتیں بنائے پیچھے چلے۔ جو گرفتار ہوا۔ بغیر کلمہ پڑھائے امان نہ دی۔ خون کا دریا بہا دیا۔ زیر تیغ رکھ لیا۔ پڑاؤ لوٹ کر آگ خیام کفار میں لگا دی۔ لقا بھاگ کر داخل قلعہ متحقق ہوا۔

ہزار ہا کافر واصل جہنم ہوئے۔ اور قلعہ بند کر کے توپ ماری۔ مجاہدین رکے کہ اب دشمن محصور ہوا۔ اگر چند روز میں جمعیت بہم پہنچا کر پھر باہر نکلا اور لڑا تو خیر' ورنہ قلعہ پر حملہ کریں گے اور اس گھروندے کو ٹاپوں میں گھوڑوں کی اڑا دیں گے۔ لشکر میں طبل آسائش پر چوب پڑی۔ سب پھر کر داخل خیام ہوئے۔ مال غنیمت تقسیم ہوا۔ اپنے یہاں کے کشتوں کو گنج شہیداں کرایا۔ اس طرف ساحران شاں و گریاں لاشہ پہلوان کا اٹھا کر جانب طلسم گئے۔ لشکر اسلام میں جشن آغاز ہوا۔ سب قید شدہ سردار بھی آ کر ملے۔ لشکر نہیبہ بھی شریک ہوا۔ بادشاہ نے نہیبہ کو ملک و مال اس کا معاف فرمایا۔ خلعت دیا۔ سرداران ایرج میں داخل ہو کر دست چپ میں بیٹھا تھا۔ یہاں تو یہ سامان ہے۔

لیکن لقا جو بھاگ کر قلعہ میں گیا۔ ایک شبانہ روز تو چوٹ کی وجہ سے دربار میں نہ بیٹھا۔ دوسرے روز یہ کہتا ہوا باغ بینا سے برآمد ہوا کہ "مجھ سے بڑی غلطی ہوئی جو ایسے بندے سرکش اور زبردست میں نے پیدا کر دیے۔ کیا بری تقدیر میرے قلم قدرت نے لکھ دی۔" آخر جب تخت پر بیٹھا۔ سب اہل دربار افسران بقیہ لشکر حاضر ہوئے۔ ہر ایک نے سجدہ کیا اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے۔ دور شراب آغاز ہوا۔

اس اثنا میں گلگون عیار آیا۔ جس کا ذکر اوپر بیان ہوا ہے کہ بہار کو پکڑ لایا تھا۔ چنانچہ اس زمانہ سے یہ اپنے ملک میں گیا تھا۔ اب پھر آیا۔

بختیارک نے اس کو دیکھ کر پوچھا: "کہئے کہاں تھے۔" اس نے کہا: "گھر گیا تھا۔"

بختیارک نے کہا: "جیسے گھر میں رہے، ویسے یہاں رہے، کچھ ہو سکے تو یہاں رہنے میں کیا ہے۔ کل کی لڑائی میں قدرت کے بہت چوٹ لگی۔ اگر میں کفیل حال نہ ہوتا تو فیل پر سے نہ اتر سکتے۔ نواسہ قدرت کا قتل کر چکا تھا۔ کیوں نہ ہو، جیسے خداوند زور آور ہیں ویسی ہی بیٹی زور رکھتی ہو گی۔ پھر اسی کے پیٹ سے نواسہ ہوا ہے وہ تو خداوند کے باپ کو پاتا تو مارتا۔" یہ کہہ کر سارا واقعہ جنگ اس کو سنایا۔

عیار مذکور نے کہا: "میں جاتا ہوں اور ایرج کو پکڑ کر لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر اپنے خیمہ میں آیا اور ایک گھسیارے کو لشکر کے بلا کر بیہوش کر کے ایرج کی سی صورت بنایا پھر ایک اپنے شاگرد کو طلب کر کے حکم دیا: "تو میری ایسی صورت بن جا۔"

شاگرد بموجب حکم اسی کی ایسی صورت بنا اس تدبیر نے اتنا عرصہ کیا کہ عیار روزگار نے بھی صورت اپنی تبدیل کی۔ یعنی رومی سے زنگی کا بھیس بدلا۔ سیاہی شب کو منہ پر ملا کہ

کہ رفتہ رفتہ دن بڑھ کر ہوا گم
ہوا سامانِ تاریکی فراہم

سیاہی دیکھ کر گیسوئے شب کی
دلوں نے خلق کی راحت طلب کی

* * *

- ## اژدر دہن جادو

شام ہوتے ہی قنطورے اور پتھاوے سے آراستہ ہو کر پشتارہ گھیارے کا باندھ کر شاگرد کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور قریب لشکر اسلام جو صحرا ہے وہاں ایک غار میں پشتارہ گھیارے کا رکھ کر آگے بڑھا اور شاگرد کو کنارہ لشکر اسلام کے ٹھہرا کر، کچھ فریب تعلیم کر کے آپ آگے چلا اور ایک جگہ ٹھہر کر صورت اپنی مثل خدمت گاراں اہل اسلام بنائی۔ چپکن پہنی پٹی پاک کمر سے لگایا۔ پیشانی پر گھٹا سجدہ کا بنایا۔ شرعی داڑھی درست کر کے داخل لشکر اسلام ہوا اور سیر بازاروں کی کرتا۔ ہر ایک سردار کی بارگاہ دیکھتا۔ قریب بارگاہ ایرج پہنچا اور خدمت گاروں میں مل کر ٹھہرا رہا۔ جب شہزادہ مذکور دربار سے آ کر استراحت فرمانے داخل بارگاہ ہوا۔ خدمت گار چپی کرنے کے لیے بلائے گئے۔ عیار مسطور بھی انھیں میں شریک ہو کر اندر آیا۔ مگر شاپور عیار شہزادے نے ہر ایک خدمت گار کو بنظر فراست دیکھا۔ اس عیار کو نیا آدمی دیکھ کر چاہا کہ گرفتار کر لے۔ مگر وہ بھی نظر اس کی پہچان گیا اور سراچہ پھاڑ کر بھاگا۔ لیکن کہتا گیا کہ "خبردار رہنا، میں تگلون عیار ہوں۔ آج ایرج کو پکڑ کر لے جاؤں گا۔" یہ کہہ کر چلا گیا۔ یہاں انتظام ہونے لگا۔ شاپور دربارگاہ میں پھرنے لگا۔ شہزادہ بھی باوجود اس ہمہ ہوشیاری پلنگ پر آرام فرما ہوا تو مگر جاگتا رہا۔ کتاب تواریخ لیٹے لیٹے دیکھنے لگا۔

ادھر تگلون دعویٰ کر کے گیا تو لشکر اسلام سے باہر نکلا۔ صورت بدلے فکر میں پھرنے لگا۔ اتفاقاً ایک فراش ملازم ایرج کسی کام کو بیرون لشکر گیا تھا۔ پھرا ہوا اپنی نوکری پر آتا تھا۔ اس نے اس کو روکا، پہلے تو بہت جھک کر سلام کیا۔ پھر کہا: "ذرا ادھر آئیے۔ دیکھیے تو یہاں کیا تماشا ہے۔" فراش یکایک اس کے کہنے پر حیران ہو کے اس طرف آیا۔ جہاں اس نے بتایا۔ وہ مقام گوشے کا تھا۔ اس نے وہاں آ کر حباب اس کے منہ پر مار کر بیہوش کر دیا اور اس کا پیراہن لے کر فتیلہ عیاری جلا کر، آئینہ

سامنے رکھ کر اس کی سی صورت بن کر لباس اس کا پہن کر چلا۔ فراش کو وہیں چھوڑا اور در بارگاہ پر آیا۔

شاپور نے پوچھا: "کہ میاں درگاہی کہاں گئے تھے۔" اس نے کہا: "کہ غلام لشکر میں کچھ سودا لینے گیا تھا۔ یہاں غلغلہ سنائی دیا۔ دوڑا کچھ لیا بھی نہیں۔" شلہ پور سمجھا کہ سچ کہتا ہے یہ سمجھ کر چپ ہو رہا اور یہ اندر بارگاہ کے شمعوں کے گل لینے اور روشنی تیز کرنے کو آیا۔ یہاں دیکھا تو شہزادہ بھی بیدار ہے سمجھا کہ یہ لوگ بڑے ہوشیار ہیں، نہ پھنسیں گے۔ یہ سوچ کر شمعوں پر بیہوشی ڈالنے لگا۔ فرش کا جھول ملانے کا حیلہ کر کے خاک بیہوشی سب طرف پھیلا دی۔ سرہانے شہزادے کے آ کر پیچ بند باندھنے لگا اور تکیوں میں بیہوشی کا عطر جو ہاتھ میں بھرا تھا۔ قابو پا کر لگانے لگا۔ شہزادہ کچھ اس کی حرکتیں دیکھ کر متحیر ہوا اور بنظر غور جو دیکھا کچھ شبہ کر کے سمجھا کہ اس کو گرفتار کر لو۔ اگر فراش ہو گا رہا کر دینا۔ ورنہ مار ڈالنا۔ یہ سمجھ کر پکارا: "لینا اس کو۔" عیار سمجھا کہ یہ مجھے پہچان گیا۔ یہ سمجھ کر وہیں سے جست ماری اور صحن بارگاہ میں آ کر سراچہ پھاڑ کر بھاگا۔

یہاں شہزادے کے لینا کہنے سے شاپور اٹھ کر دوڑا۔ شہزادہ خود اٹھ کر دوڑا اور پکارا: "شاپور سراچہ عیار پھاڑ گیا ہے۔ ادھر نہ آؤ۔ اس طرف گھیرو۔" شاپور اسی جانب دوڑا۔ اور اسی بارگاہ میں دھواں اور غبار بیہوشی پھیلا ہوا تھا۔ شہزادہ مع خدمت گاروں کے بیہوش ہو گیا اور بسبب غلغلہ کے جو دوڑا۔ وہ خیمہ کے باہر ہی دوڑا اور عقب عیار چلا۔ شہزادہ بیہوش پڑا رہا۔ ادھر شلہ پور جو پیچھے دوڑا۔ قلقون جست و خیز کرتا کنارے لشکر کے اس کو لایا۔ وہاں شاگرد کے اپنے، صورت اپنی بنا کر ٹھہرا آیا تھا اور یہی کہہ رہا تھا کہ جب میرے تعاقب میں کوئی آئے تو میرا نعرہ کر کے تو لڑنے لگنا۔ شاگرد نے یہی کیا۔ کہ استاد کو آتے دیکھ کر آگے بڑھ آیا۔ استاد تو نکل گیا۔ اور نعرہ کیا کہ ہاں او عیار کہاں آتا ہے۔ کیا میں تجھ سے کچھ پایہ کمی کا رکھتا ہوں۔" یہ کہہ کر خنجر کھینچ کر لڑنے لگا۔

لشکر اسلام بھاگا۔ اس نے بھی طرح دی۔ یہ تو نکل گیا اور یہ غار سے شہزادہ ایرج کو لے کر روانہ ہوا اور بجمیعت تمام اپنے لشکر میں پہنچا۔ رات زیادہ ہو گئی۔ حاجبان قلعہ اس کے منتظر تھے۔ انہوں نے بعد دریافت حالات شناخت کر کے دروازہ کھولا۔ یہ داخل قلعہ ہوا۔ لقا باغ جینا میں آرام پذیر تھا۔ ناچار یہ اپنے خیمہ میں شہزادے کو لایا اور اس وقت تک بحفاظت تمام رکھا کہ کلہ کش دہر نے گیلہ کہکشاں کو صحرائے فلک سے آفتاب کا گھر پا لے کر پھیلا اور گلیم شب میں لپیٹ کر گٹھڑی باندھی کہ

کہ جب اٹھا زمیں سے سایہ شب
نظر آیا جمال صبح مطلب

چھپے رستے ہوئے ظاہر ہر اک سو
اٹے طائر گھرے صحرا میں آہو

بہ ہنگام سحر لقا دارالامارہ قلعہ میں آ کر تخت نشین ہوا۔ سب سردار اور مطیع اس کے حاضر ہو کر اپنی اپنی جگہ پر قیام پذیر ہوئے۔ اس وقت قلیل نے قید آہن ہزار من کی جسم انور ایرج نامور کو پہنا کر دربار کا راستہ لیا۔ شہزادہ کو بھی عرادے پر ڈال کر ہمراہ لایا۔ جب شہزادہ سامنے اس مرتد لعین لقا کے پہنچا۔ بطور خدا پرستان پکارا: "سلام میرا اس مجلس میں خدائے لاشریک کے ماننے والے پر ہو۔" لقا اس نہیب کو سن کر گڑگڑایا کہ او بندہ بے ادب تو اسے قدرت سجدہ کر با بدولت کو۔" شہزادے نے فرمایا: "میں تجھ پر اور تیرے سجدہ کرنے والوں پر لعنت کرتا ہوں اور مشرک خدا ناچار ہوں کہ اس وقت دسترس میرا نہیں۔ ورنہ زبان تیری گدی سے کھینچ لیتا۔" اس نے ان کلمات کو سن کر حکم قتل شہزادہ دیا۔ بلکہ بخوف اس کے کہ کوئی عیار اس کو چھڑا نہ لے جائے۔ ایک سردار سے کہا: "تو اٹھ کر سر کاٹ لے۔" جلاد کے بلانے میں عرصہ ہو گا یہ

سردار تلوار لے کر اٹھا اور شہزادے کو یقین اپنی مرگ کا ہوا۔ پس درگاہ احکم الحاکمین میں رجوع قلب سے پکارا

مجھے امید کب ہے بخت بد سے
کہ فرصت پاؤں اس بغض و حسد سے

ہزاراں شکر احسان خداوند
کہ وہ کرتا ہے غم گینوں کو خرسند

عجب کیا ہے کہ چھوٹوں اس بلا سے
مجھے امید رحمت ہے خدا سے

الٰہی دل کو میرے شاد کر دے
مجھے اس قید سے آزاد کر دے

تیر دعا نشانۂ اجابت پر بیٹھا۔ ہرکارے دوڑتے ہوئے آ کر مجرا گاہ پر ٹھہرے اور کافرے نے کافر کو بد دعا دے کر عرض کی: "کہ شراب خوار کوہی حاکم قلعہ سیاہ کوہ چالیس ہزار کوہیوں سے بہر امداد خداوند آیا ہے۔" یہ خبر سن کر لقا نے حکم دیا کہ ابھی قتل مجرم موقوف رکھو اور بختیارک کو حکم دیا کہ بہر استقبال جائے۔ شہزادہ اس طرح مقید بطوق و سلاسل سامنے حاضر رہا اور بختیارک مع چند سرداروں کے پیشوائی کو چلا۔ یہاں کہ یہ ماجرا گزرا۔ مگر شعلہ پور جس پشتارہ گھسیارے کا ایرج کا پشتارہ سمجھ کر لے گیا تھا۔ اس نے بارگاہ میں لا کر اس کو کھولا اور گھسیارے کو ہوشیار کیا۔ گھسیارے کو گلگون نے بلا کر بیہوش کر کے ایرج بنایا تھا۔ کچھ حال تو بیان اس سے کیا نہ تھا۔ جو وہ اپنے تئیں شہزادہ بتاتا۔ اس وقت آنکھ کھلتے ہی اپنے چار طرف کچھ ڈھونڈنے

لگے۔ شاپور نے پوچھا کیا ڈھونڈتے ہو۔ اس نے کہا: "کسیل میری کمر میں کھرپا رکھا تھا۔ اس کو ڈھونڈتا ہوں۔ آپ نے پایا ہو تو بتا دیجئے۔" شاپور نے ان باتوں سے جانا کہ یہ گھسیارہ ہے۔ بہت نادم ہوا کہ تو نے سخت دھوکا کھایا اب شہزادے کو چل کر چھڑا۔ یہ سوچ کر گھسیارہ کو نکال دیا اور آپ پھر روانہ ہوا۔

ابتک رات کو در قلعہ بند تھا اس نے ہزاروں تدبیریں کیں مگر اندر نہ جا سکا۔ ٹھہرا رہا۔ جب صبح کو دروازہ کھلا اور بختیارک پیشوائی کو نکلا۔ یہ بھی اس کے ساتھ چلا اس نے جا کر شراب خوار سے ملاقات کی۔ لشکر اس کا ہمراہ لے کر داخل قلعہ ہوا۔ شاپور بھی صورت بدلے اس کے ہمراہ لشکر میں آیا۔ لشکر اس کا ایک مقام پر اترا۔ فوج کی چھاؤنی کے قریب خیمے استادہ ہو گئے اور شراب خوار سامنے خداوند کے آیا۔ شاپور بھی خدمت گاروں میں مل کر ساتھ آیا۔ یہاں اپنے شہزادے کو معلق و مسلسل بیٹھے دیکھا۔ فکر رہائی کرنے لگا اور شراب خوار نے خداوند کو سجدہ کیا۔ نذر دی، دنگل پر بیٹھا۔ دور سے شہزادے کو اس نے بھی دیکھا۔ خداوند سے پوچھا: "یہ کون خاطی ہے۔" لقا کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ ملک بختیارک بولا کہ ان کا حال مجھ سے سنئے۔ یہ نواسے خداوند کے اور پوتے حمزہ کے ہیں ان کی بیٹی کو پوتا حمزہ کا نکال لے گیا تھا ان سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے۔ جو خداوند کیا اگر خداوند کے باپ اب کو پائے تو مارے۔" یہ کہہ کر سب حال لڑائی کا تا گرفتار ہو آنے شہزادے کے بیان کیا۔ شراب خوار جب ماجرا سن چکا۔ دل سے سوچا کہ یہ کیسا مسخرا خداوند ہے جو اپنا حفظ ناموس نہ کر سکا۔ بیٹی کو قبضہ دشمنان میں جانے دیا اور اپنے چھوٹے سے سجدہ نہیں کرا سکتا۔"

یہ سمجھ کر دل میں اس کے خداوند کی طرف سے فتور آیا۔ مگر ایرج کی طرف مخاطب ہو کر گویا ہوا کہ اے نواسہ قدرت ایک تو خداوند سارے عالم کے خدا دو تیرے نانا ہیں۔ تو ان کو سجدہ کیوں نہیں کرتا۔" یہ سن کر ایرج نے جواب دیا کہ: "اگر یہ سارے عالم کے خدا ہیں تو کوئی ایسا پہلوان پیدا کریں کہ مجھ کو زیر کرے۔ جب زیر ہوں گا تو سجدہ کروں۔"

شراب خوار نے کہا: "شرط معقول ہے اور قول تیرا درست ہے۔ مجھ کو یہ امر بدل قبول ہے۔ اچھا اگر میں تجھ کو زیر کروں تو اپنی شرط سے باز گشت نہ کرنا۔" شہزادے نے فرمایا "استغفر اللہ قول مرداں جان دارد۔ مگر در صورت میرے تجھ پر غالب آنے سے تجھے بھی دین اسلام قبول کرنا ہو گا۔" اس نے کہا: "مجھے منظور ہے۔"

یہ شرطیں ہوتے سن کر بختیارک بولا: "اے شرابخور تم اس بارے میں نہ بولو۔ کیا تم مسلمان ہونے آئے ہو۔" اس نے کہا: "ملک جی' تم دیکھو تو میں ابھی اس کو زیر کئے لیتا ہوں۔" بختیارک اٹھ کر ناچنے لگا۔ کہ گیا ہم تم کو استقبال کر کے اس لیے لائے تھے کہ تم ہمارے ہی دشمن ہو گے۔ اے کوئی کیوں دیوانہ ہوا ہے۔ ان سے لڑ کر کوئی بھی غالب ہوا ہے۔ اس نے کہا: "تو جھک مارتا ہے اور اٹھا کہ قید شہزادہ دور کروں۔" شہزادے نے فرمایا: "ہم لوگ وابستہ زنجیر قول ہیں جب تک ہم قید کا تھا۔ قید تھے۔ اب جو وقت رہائی آیا ہے تو مجھ تیری رہا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہہ کر فانہ نور میں آ کر چرخ مارا اور اس قید گراں کو بسان رشتہ غم توڑ کر الگ پھینکا۔

شراب خور یہ حال دیکھ کر وجد کر گیا اور دنگل سے کود کر مقابل شہزادہ ہوا۔ شہزادے نے ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ اس نے پیچ باندھا۔ انہوں نے توڑ کیا۔ ایک بارگاہ میں جگہ کم تھی۔ شہزادہ دیر تک لڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ایک مقام پر اس کو پکڑ لایا اور ٹونہ کمر بند میں ہاتھ دے کر اس کو پہلے ہی زور میں اٹھا کر سر سے بلند کیا اور چاہا کہ زمین پر مارے اس نے پکار کر کہا: "اے شہر یار امان دیجئے اور شرط اپنی یاد کیجئے۔" شہزادے نے زمین پر اتار دیا۔ اس نے قدم پر سر رکھا۔ شہزادہ اس کا سر سینے سے نہ لگانے پایا تھا کہ لقا نے اپنے سرداروں کو للکارا: "لینا ان بندگان مغضوب کو۔" سردار لینا لینا کہہ کر اٹھے۔ شراب خوار تو مسلح و مکمل تھا سنبھل کر حملہ آور ہوا اور شہزادہ ایرج نے جھپٹ کر ایک سردار لقا کو دے مارا۔ تلوار اس کی چھین کر نعرہ رعد آسا بلند کیا اور قتل و قمع کا ہنگامہ بلند ہوا۔ شاپور نے جو یہ ہنگامہ دیکھا۔ دارالامارہ سے نکل کر

بھاگا اور پہلے لشکر شراب خوار میں آ کر پکارا: "اے افسران لشکر مالک تمہارا بارگاہ لقا میں لڑ رہا ہے۔ جلد جاؤ ورنہ قتل ہو جائے گا۔" یہ خبر سن کر لشکر جلد جلد تیار ہوا۔ ادھر لشکریان لقا و سلیمان سے بختیارک نے کہلا بھیجا۔ ادھر بھی کمر بندی ہوئی اور یہ دونوں لشکر دارالامان سے چلے تھے کہ راہ میں سامنا ہو گیا۔ شمشیر صاعقہ خصال چمکی اور رسم جدالی آغاز ہوئی قلعہ میں ہلچل پڑ گئی۔ دروازے مکانوں کے بند ہو گئے اور دکاندار دکانیں چھوڑ کر بھاگے گلیاں لاشوں سے پٹنے لگیں۔ خون کی نالیاں بہنے لگیں۔ اس ہنگامہ میں شراب خوار اور ایرج بھی لڑتے ہوئے دارالامان سے باہر نکلے۔ باہر آ کر گھمسان کی تلوار چلنے لگی۔ لقا بھی سوار ہوا۔ غلغلہ محشر آشکار گلیوں میں سر مانند کاسہ گدائی کے ٹھوکریں کھانے لگے۔ بازار اجل گرم ہوا۔ قضا نے دکان کھول دی۔ ملک الموت سے جان کا خریدار ہوا۔ پیر و جوان کا بھاؤ ایک ہی کر دیا۔ نرخ جان بہت ارزاں تھا۔ اس لڑائی میں بختیارک کہ مفسد تو بہت دور کی سوچتا ہے۔ خداوند سے گویا ہوا کہ اب آپ کا اس قلعہ سے بھی بھاگنے کا شاید ارادہ ہے۔ کچھ دیر میں در قلعہ پر آ کر ہنگامہ مچائے گا اور قلعہ کو فوج اس کی ایک گھروندا سمجھتی ہے۔ وہ دم بھر میں پامال کر دے گی۔ پھر یہ جائے امن بھی ہاتھ سے جائے گی۔ لازم یہ ہے کہ ان دونوں کو راستہ دو۔ تاکہ لڑتے ہوئے قلعہ سے نکل جائیں۔ بیرون قلعہ ان کو گھیر لینے میں مضائقہ نہیں" لقا نے یہ سن کر کہا: "میں ایسی تقدیر پہلے ہی کر چکا ہوں۔" بختیارک نے افسران لشکر سے جا کر حکم دیا کہ تین طرف سے ان کو گھیرو اور ایک راہ سے ان کو بیرون قلعہ جانے دو۔" فوج تین طرف ہو گئی۔ شہزادہ و شراب خوار نے جو راہ پائی۔ اپنی فوج لیے لڑتے بھڑتے در قلعہ پر آئے یہاں کی پلٹن اور نگہبان قلعہ ان کے آنے سے بھاگ گئے۔ یہ دونوں بہادر نکلے۔ اس وقت شاپور دوتا اور خدمت امیر میں آ کر بعد دعا و ثنا کے خبر جنگ عرض پیرا ہوا۔ امیر حال سن کر مع تمام سرداروں کے اٹھے۔ لشکر اسلام میں قرنا بجی فوج تیار ہو کر چلی اور در قلعہ پر پہنچ کر نعرہ بلند

کر کے تمام بہادر گرے۔ اب تو وہ ہنگامہ گیر و دار برپا ہوا کہ ترک فلک کا بھی جی چھوٹ گیا۔ بہرام چرخ کا ہوش دل سے خون ہوا۔ ایرج نے قلعہ کے اندر سے تا بہ دروازہ لاشوں کی سڑک بنا دی تھی۔ قصر تن کی عمارت ڈھا دی تھی روح ساکن جسم بھگا دی تھی۔

اب امیر سے یہ حال کیا۔

آخر لشکر لقا پسپا ہو کر پھر قلعہ میں چلا گیا اور در قلعہ بند کر لیا۔ لشکر اسلام سے مل کر لشکر شراب خوار اترا اور اس کو امیر سامنے شاہ اسلام کے لائے اس نے مجرا کر کے نذر دی۔ خلعت معافی ملک و خزانہ و لشکر عنایت ہوا۔ دست چپ میں بیٹھا۔ بیرون چہل ستون قریب تہیہ یہ جیتا۔ شاہ نے عوض نام شراب خور اس کو خطاب شہسوار کوہی کا دیا۔ بارگاہ اس کے لیے استادہ ہوئی۔ غرضیکہ بحکم شاہ ہنگامہ شراب و کباب گرم ہوا۔ ناچ ہونے لگا ان کو تو اب مصروف عیش و نشاط رکھئے۔ مگر حال اژدر جادو سنئے کہ

پھرے پھر عنان سمند قلم
نئی داستان اک کرے پھر رقم

جادو طرازان سحر تقریر اس طرح تحریر کرتے ہیں کہ اژدر جو بحکم شاہ طلسم لشکر لے کر برائے جنگ سہ رخ تیک سیر روانہ ہوا تھا۔ چنانچہ دریائے سحر کے پار بعد کروفر اتر کر اس نے خیمہ کیا اور قاصد ہوا کہ کل کوچ کر کے داخل لشکر حیرت ہوں گا۔ غرضیکہ بارگاہ میں داخل ہوا۔ سراپچے اس کے اٹھوا دیئے اور بیٹھ کر سیر و دشت کرتا جاتا تھا اور ایک کمان سحر اس کے پاس ہے کہ شاہ جادواں نے اس کو دی ہے۔ تاثیر اس کی یہ ہے کہ صاحب کمان جو نشانہ لگائے نشانہ خطا نہ کرے اور کوئی حربہ بھی اس کے جسم پر اثر پذیر نہ ہو۔ کوئی ساحر اور غیر ساحر اس کو زیر نہ کر سکے نہ وہ کسی کے ہاتھ سے مارا جائے۔

چنانچہ دریائے خون رواں کے کنارے صحرائے پر فضا اور معمور از طائران و چار پایاں ہے۔ اژدر جو اس مقام پر اترا۔ جنگل کی کیفیت دیکھ کر سراچہ و بارگاہ اٹھوا دیئے اور وہی کمان عطیہ شاہ طلسم لے کر طائران پر نشانہ لگانے لگا۔ لشکر میں اس کے بازار کھل گئے۔ چہل پہل شروع ہوئی۔ یہاں تو یہ ہنگامہ ہو رہا ہے مگر لشکر مہ رخ سے عیار تو ہر وقت صحرا اور لشکر حیرت میں پھرا ہی کرتے ہیں۔ انھیں میں سے قران کہ ہر وقت جنگل میں رہتا ہے پھرتا ہوا اس طرف آ نکلا۔ ایک لشکر کثیر اترے دیکھ کر وہ ایک لشکری سے حال پوچھا۔ سب کیفیت اژدر کی معلوم ہوئی کہ بادشاہ طلسم نے اس کو بہر مقابلہ مہ رخ بھیجا ہے پس جملہ ماجرا سن کر دل سے سوچا کہ بادشاہ طلسم نے اس کو زبردست جان کر بھیجا ہوگا۔ یہ جا کر بڑا فساد کرے گا لازم ہے کہ یہیں اس کا کام تمام کروں۔ یہ تجویز کر کے تنہائی میں آیا اور بصورت ساحر مہیب بن کر تیار ہوا۔ سانپ بہت سے جسم میں لپیٹے۔ ترسول ہاتھ میں لیے۔ ترکش مثل دم طاؤس دوش سے لٹکا کر کمان ہاتھ میں لے کر شکار کھیلتا یہ بھی جانب بارگاہ اژدر چلا۔

جب سامنے اس کے پہنچا۔ سلام کیا۔ اس نے باشارہ پاس بلا کر مزاج پرسی کی اور پوچھا: "آپ اپنی کیفیت بیان فرمائیے کہ کون ہیں۔ دولت سرائے جناب کہاں ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس پہاڑ کے اس طرف جو سامنے دکھائی دیتا ہے مسکن میرا ہے۔ نام پر سامری کے لو لگا کر اکیلا بیٹھ رہا ہوں۔ میں نے خبر سنی کہ بادشاہ طلسم کے مصاحب مالک قلعہ اژدر یہاں تشریف لائے ہیں۔ مجھ کو محبت غائبانہ ہوئی دل میں آیا کہ چل کر ملازمت حاصل کر لوں۔ پس حاضر خدمت ہوا ہوں۔" اس نے کہا: "آپ نے کرم کیا جو سرفراز فرمایا۔ آئیے بیٹھیے۔" یہ کہہ کر اٹھا اور برابر اپنے ہاتھ پکڑ کر بٹھا لیا۔ اور کمان ہاتھ میں دیکھ کر کہا: "ہاے آپ کو بھی شوق ہے۔" اس نے کہا: "جی نہیں۔ شوق کیا ہے۔ کبھی لڑکپن میں یہ کھیل کھیلا تھا۔ وہی دھن اب تک ہے۔" اس نے فرمائش کی کہ دو ایک نشانہ تو لگائیے۔" قران نے دو ایک طائروں کو تیر سے صید کیا اور قدرت قادر توانا سے جو نشانہ لگایا پورا پڑا۔ اس نے ازحد تعریف کی کہ

اس کمان سے ایسا سچا نشانہ لگانا آپ ہی کا کام تھا۔" قران نے سلام کر کے اور نشانے اٹھائے اور پوچھا کہ "یہ آپ نے کیا کہا کہ اس کمان سے نشانہ اڑانا آپ ہی کا کام تھا۔" کہا: "اے حضرت آپ ملاحظہ کریں۔ یہ کمان کیانی ہے۔ کوئی اس میں عیب نہیں ہے اس طرح کی کمان تو شہر چاچ میں بھی ملنا ممکن نہیں۔" اس نے کہا: "اس راہ سے میں نے نہیں کہا کہ کمان آپ کی بری ہے۔ بلکہ اس میں اور کچھ بھید ہے۔" اس نے کہا: "فرمایئے تو آخر وہ بھید کیا ہے۔ وہ گیا ہوا راز قابل کہنے کے نہیں۔" قران مصر ہوا کہ میں پوچھوں گا ضرور اور مجھ کو آپ کوئی غیر نہ جانئے۔ فرمایئے تو کہ کیا بھید ہے۔" اس نے بعد بصد انکار اپنی کمان کی تاثیر کا بیان کیا کہ یہ کمان سحر بند ہے اور عطیہ شہ طلسم ہے۔ جس کے پاس ہو گی وہ ہر طرح کا نشانہ اڑا دے گا اور کسی کی حرب سے مارا نہ جائے گا۔" یہ کہہ کر کہا: "اے بہادر میں اسی کے بھروسے پر لشکر مہ رخ سے لڑنے آیا ہوں۔ اگر یہ کمان میرے پاس نہ ہوتی تو میں ہر گز لڑنے نہ آتا۔ کیونکہ ادھر بھی اب بڑے بڑے زبردست ساحر شریک ہیں۔ لیکن میرا کیا کر لیں گے۔ جب مجھ پر حربہ کوئی تاثیر نہ کرے گا تو کیونکر وہ مجھ ماریں گے بلکہ میں ہی سب کو نشانہ تیر قضا بناؤں گا۔"

قران اس کی گفتگو سن کر دنگ ہوا کہ بے شک یہ سچ کہتا ہے اگر یہ ہمارے لشکر کے سامنے جائے گا۔ ہدف خدنگ اجل ہر ایک کو کرے گا اور حیلے بھی اس کو بیہوش کرتے۔ یہ مالک کمان تھا مارا نہ جاتا۔ خوب ہوا جو اس نے حال کمان بیان کیا۔ الغرض بعد کچھ عرصہ کے اس سے رخصت ہوا کہ میں پھر حاضر ہوں گا اور علیحدہ آ کر جس صورت کا کہ ساحر بنا ہوا تھا۔ اس نے دوسری طرح پر شکل تبدیل کر کے ایک آئینہ سفید سامنے چہرے کے لگایا اور آئینہ سرخ پس گردن لگا کر شمع رخ فانوس میں گیا چھپایا کئی ہاتھ مقولے کے بنا کر درست کئے۔ قد زیادہ دراز کر لیا اور جانب دریائے سحر گیا۔ وہاں سے رخ اس کے لشکر کا کر کے جست وخیز کرتا روانہ ہوا۔ جب قریب بارگاہ اژدر پہنچا۔ اس نے دیکھا کہ ایک ساحر دریا کی طرف سے آتا ہے سمجھا کہ بادشاہ نے معلوم ہوتا ہے بھیجا ہے۔ یہ سمجھ کر ساحر کو معزز وضع دیکھ کر برائے استقبال

اٹھا اور آگے بڑھ کر ہاتھ ملایا: "آیئے تشریف رکھیے۔" اس ساحر نے کہا: "میں ٹھہروں گا نہیں۔ صرف بادشاہ نے یہ کہلا بھیجا ہے کہ وہ تحفہ جو ہم نے تمہیں دیا تھا۔ تاثیر تو اس کی وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے۔ لیکن اتنا اس میں عیب ہے کہ اگر کسی ساحر زبردست سے سامنا ہوا اور اس نے تیرا الٹا تمہاری ہی جانب پھیر دیا تو وہ تیر پھر بغیر تمہارا سینہ توڑے نہ رہے گا۔ کسی سحر سے رکے یہ نا ممکن ہے۔ چنانچہ بادشاہ کو بر وقت تمہیں رخصت کرنے کے خیال نہ رہا جو مطلع کرتے بعد تمہارے چلے آنے کے مجھے بھیجا ہے اور یہ لوح جواہر کی دی ہے کہ اس کو گلے میں پہنوا اور وہ کمان دے دو۔"

اس نے جب یہ مضمون سنا سمجھا کہ سوائے بادشاہ کے حال یہاں کوئی جانتا نہیں۔ بے شک یہ فرستادہ شاہ ہے یہ سمجھ کر لوح طلب کی۔ قران نے ایک لوح یاقوت احمر کی منقوش بخط سبز زمردیں نکال کر دی۔ کنٹھہ اس میں لگا تھا۔ کلابتوں سے گندھی تھی۔ یہ دیکھ کر اژدر بہت خوش ہوا اور کمان تو اس کے ہاتھ میں تھی۔ ساحر مذکور کے حوالہ کی۔ لوح لے کر اپنے گلے میں پہنا۔ ساحر مصر ہوا کہ آیئے بارگاہ میں چلیے۔ اس نے کہا: "بادشاہ منتظر ہوں گے۔ میں ٹھہر نہیں سکتا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ جا بہ جا۔ کمان لے کر راہی ہوا اور جنگل میں جا کر نظر سے غائب ہو گیا۔ بعد اس کے جانے کے اژدر نے دوسرے دن کوچ کیا۔ اور قریب لشکر حیرت پہنچا۔ حیرت کو نامہ شاہ طلسم آ چکا تھا کہ اژدر وہاں ساحر معزز ہے۔ تمہارے پاس آتا ہے۔ اس کی عزت کرنا۔

چنانچہ جب وہ قریب لشکر پہنچا۔ حیرت نے خبر سن کر ساحر پیشوائی کو بھیجے۔ سرداروں نے استقبال کر کے اس نے کو بارگاہ ملکہ میں پہنچایا۔ لشکر اس کا اترا۔ اس نے ملکہ کو نذر دی۔ خلعت پایا پھر اپنی بارگاہ میں آ کر ایک روز کسل راہ سے آسودہ ہوا۔ جب دوسرے دن روزگار غدار و موذی نے مہر و مہ دامن سپہر سے چھین کر صندوق مغرب میں بند کیا اور اژدر شب نے مار سیاہ کو دہن سے نکالا کر

کھلا جب جلوۂ خورشید روشن
بڑھایا ہر طرف ظلمت نے دامن

گرا مغرب کی جانب شاہ خاور
ہوئے خالی ضیا سے خانہ و در

شام ہوتے ہی اس نے حکم نواخت طبل جنگ دیا۔ نفیر سحر کو دم ملا۔ طائران سحر خبر لے کر بارگاہ مہ رخ میں آئے اور عرض پیرا ہوئے کہ

کہ شاہا ہے کرامت تیرا ارشاد
الٰہی تا قیامت خانہ آباد

ایک جادوگر اژدر جادو نام نے آ کر طبل جنگ بمقابلہ لشکر فیروزی اثر بجوایا۔ باقی خیریت ہے۔ یہ کہہ کر طائر مذکور اڑ گئے۔ ملکہ موصوف کو سن کر تردد ہوا اور کہا "خدا خیر کرے۔ اس موذی پر کسی کا حربہ اثر نہیں کرتا ہے۔ بہ موجب اس قول کے "مجھے کوئی نہ مارے تو میں سارے عالم کو مار ڈالوں۔" دیکھئے اس کے ہاتھ سے کیا ضرر ہم کو پہنچتا ہے۔ درجواب اس گفتگو کے بلور چار دست سردار ملازم کوکب نے عرض کیا: اے ملکہ یہ غلام بہر جانبازی حاضر ہوا ہے۔ میرے نام پر آپ طبل بجوائیے۔ کچھ فکر نہ فرمائیے۔ دیکھیے تو پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ خدائے ما بزرگ است۔" ملکہ مذکور نے حکم نواخت طبل رزمی دیا اور خدا کے فضل پر بھروسہ کیا۔ نفیر و جھانجھ اور ڈھوس چھکنے اور بجنے لگے۔ نقارے گڑگڑائے۔ دربار سے سردار اٹھ کر خیموں میں آئے۔ سامان سحر سازی فراہم ہونے لگے" ڈفلے اور بانسری بجنے لگے۔ پونگیں تانی گئیں۔ بیر بلائے گئے۔ ساحران مہ رخ نے اس فرعون منش کے لیے عصائے موسیٰ اژدر تیار کئے۔ بہادروں نے تلواریں سان پر چڑھائیں۔ زہر میں بجھائیں۔ تیغیں بسان افعی دو زبان

تھیں۔ تونبیاں سحر کی بنائی گئیں کہ اس کی صدا پر کالے اپنے لڑ کر حریف کو ماریں گے۔ ماسو ماش کے بنائے تھے کہ سانپ سے لڑائیں گے۔ کسی نے پانا تیار کیا کوئی بذات خود اژدر بن گیا۔ ہر سمت ناقوس کی صدا تھی۔ شعلے اڑتے تھے یا اژدر شب شعلہ نشان تھا۔ ہر سمت ایک غریو تھا کہ

اژدہے ہر طرف تھے شعلہ فشاں
بوم کا اٹھ رہا تھا ایسا دھواں

جیسے بل کھا کے سانپ چلتے ہیں
پیچ کھا کھا کے زہر اگلتے ہیں

تیغ براں چمکتی تھی ہر آن
جیسے کالے نکالتے ہیں زبان

طش ہر مقام پر بے جا ہے۔ رات بھر یہی ہنگامہ رہا جب اژدر شب نے مار سفید سحر کو اگلا اور من آفتاب کا صحرائے چرخ میں ضیا بار ہوا۔ ساحران نامی ہر سمت سے گروہ گروہ وارد میدان قتال ہوئے۔ مہ رخ تخت سحر پر بصد جاہ و جلال سوار۔ ایک جانب ملکہ بہار کا تخت زر نگار زلزلہ و لرزاں و طاؤس و شکیل و نافرمان وغیرہ تخت طاؤس ہائے سحر پر سوار ابر سرخ و سبز و زرد وغیرہ سر پر سایہ فگن طائروں کی قطار ساحری کے سچے کی پکار۔ گرداگرد تخت ملکہ بہار گلدستے پیچے۔ ملکہ مذکور کے حسن کی بہار نئی طرح کا سنگار۔ سر پر تاج مرصع کار جسم نازک پر زیور جواہر نگار۔ ایک طرف بلور چار دست کے ساحر ہزار جواہر اور ہزار سامان زریں پوش ملازم کوکب کی قطار۔ سب ساحر اڑتے ہوئے وار و دست کار تار ہوئے۔ اس طرف ملکہ حیرت تخت سلطنت پر بصد حشمت جلوہ گر چتور ہاں ہما کا سر پر ہوتا۔ چتر زریں کا سایہ ڈنکے بجتے۔ ہزار ہا کنیزان سمن

بدن گل پیراہن جادو گرنیاں بے مثال سامری کی یادگار حربے ہاتھوں میں لیے۔ تخت ملکہ کو گھیرے وزیر زادی سر پر مگس رانی کرتی داخل جنگاہ ہو کر صف کشیدہ ہوئی۔ بجلیاں چمکنے لگیں۔ درخت صحرائی جلے ابر سحر برسے میدان پاک ہوا۔ نقیب نقابت کرنے لگے۔ کبشیر پکارے کہ کون ایسا صاحب اسم کاج ہے۔ جو رن میں جوجھ مرے یا پری کا کھوج کھولے۔ ایک طرف سے کڑکیت پکارتے تھے

پاؤں تھراتے جن کے سامنے جاتے ہوئے
کاسہ سر ان کے دیکھے ٹھوکریں کھاتے ہوئے

ہاں اے لڑنے والو' ہمت نہ ہارنا۔ دنیا فانی ہے شجاعت کا نام رہ جانے کی نشانی ہے۔ یہ صدائیں سن کر بہادر جوشتے تھے۔ ساحروں کے پر زاغ و زغن بن کر منڈلاتے گھومتے بے بے کار کامل تھا۔ مذہب و دنیا سن کر سب سناٹے میں آ گئے اور جھولیاں سنبھال کر کچھ ساحر پروئے ہوا اڑ گئے اور پرا باندھا۔ کچھ زمین پر صف کشیدہ ہوئے۔ جب سب انتظام ہو چکا اژدر اژدہا اڑا کر حسب فرمان ملکہ حیرت میدان میں آیا۔ سحر کی نیرنگیاں دکھا کر مبارز طلب ہوا۔ بلور تو وعدہ لڑنے کا کر ہی چکا تھا حسب اجازت ملکہ مہ رخ مرکب سحر اڑا کر سامنے حریف کے گیا اور طالب حرب ہوا۔ اس نے کہا: "تو خود حربہ کر کے اپنا حوصلہ نکال لے۔ میں تو وہ ساحر ہوں کہ کسی کا حربہ مجھ پر اثر نہ کرے گا۔ ارمان دل میں رہے گا۔" یہ گفتگو فی مابین ہو رہی تھی کہ یکایک ایک روشنی بالائے فلک ہوئی۔ سب اوپر دیکھنے لگے۔ ایک سورج مکھی اتر کر چہرہ پر مثل حلقہ زریں کے گرد رخسار بلور شاہاں آراستہ ہوتا ہے۔ بلور کے لگی۔ اب یہ خورشید آسمان شجاعت بن گیا اور اژدر نے اس مرتبہ پھر رشک کر کے ایک تیر سحر کا مارا۔ اس نے مٹھیاں اپنی کھولیں۔ دو پنجے ہاتھ سے نکلے۔ چھری ہاتھ میں لیے تھے اس چھری سے تیر کاٹ دیا۔ بلور نے تیر کٹنے پر نعرہ کیا: "او خیرہ روزگار تو وار اپنا کر چکا۔ اب ہمارا حربہ روک۔"

دو کھولیں۔ پھر دو پتلے نکلے کہ ان کے ہاتھ میں ایک ایک لوح مثل آئینہ تھی۔ یہی دو پتلے لوح لے کر بڑھے پکارے: "اے اژدر دیکھ تو کیا ہے یہ۔ اس نے جیسے ہی ان لوحوں پر نظر کی۔ تلوار کھینچ کر اپنا گلا آپ کاٹ ڈالا۔ غل و شور برپا ہوا کہ "مارا اژدر دہان اژدر سوار جادو کو۔"

بلور نے اپنے چیلوں سے کہا: "لینا اس شہزادی حیرت کو پتلے لوح لے کر بڑھے۔ ملکہ مذکور زوجہ بادشاہ طلسم نے چیلوں کو آتے دیکھ کر ایسا سحر پڑھا کہ زمین شق ہوئی اور ایک پتلی نکلی۔ رنطلک مار کر تن حسینہ و جمیلہ بن گئی۔ لوح دنیا پر ایسا حرف نقش بند قدرت نے خوبی و محبوبی کا کوئی اور نہ تحریر فرمایا تھا۔ جیسا اس کا نقش بنایا تھا۔ لباس پر زر گہنا مرصع کار کا سر تا پا پہنے کہ

بلا شک مہروش تھی مہ لقا تھی
حسین تھی مہ جبیں تھی خوش ادا تھی

قد بالا تھا اس کا رشک شمشاد
بجا ہے اس کو گر کہئے پری زاد

پس اس نازنین نے جیسے ہی پتلے جانب ملکہ چلے سد راہ ان کو ہو کر ایک آئینہ بغل سے نکالا۔ چیلوں نے لوح اس کو دکھائی اس نے آئینہ دکھایا۔ چیلوں کی نظر اس آئینہ پر پڑی اور اس پتلی کی نظر لوح پر پڑی۔ چیلوں کے جسم میں بھی آگ لگی اور پتلی بھی جل کر خاک ہو گئی۔ بلور مٹھیاں کھولتا اور بند کرتا آگے بڑھا۔ پتلے ترسول لیے پیدا ہو کر جانب حیرت چلے۔ اس نے بھی افسران لشکر کو للکارا۔ فوج نے حملہ کیا۔ ادھر سے مہ رخ نے تخت بڑھایا۔ اور دونوں لشکر باہم حرب ہائے سحر کرنے لگے۔ ایک دوسرے پر موٹھ ماری جادو کے تیر تکبیر کھانے لگے۔ اوٹا چماری میدان میں آ گئی۔ بھیرول تیجا

تھی۔ واہ سبحان اللہ کیا خوب تم لڑے ہو۔ ایں کارزار و ستم کہ تو کرو۔"

بلور نے اس عیارہ کو ساحر ملازم اپنے مالک کا تصور کر کے بڑی عزت کی اور کہا: "میں کس قابل ہوں جو کچھ کرتا ہوں اور اقبال شہنشاہ ہے۔" عیار نے کہا: "تخلیہ کرا دیجئے تو اور کچھ راز شاہی بیان کروں۔" اس نے سب ملازمین کو بیرون بارگاہ کر دیا۔ جب تنہا ہوئی۔ عیارہ نے باتوں میں لگا کر بیضہ بیہوشی مارا کہ اس کے دماغ میں بیہوشی اثر پذیر ہوئی اور بیہوش ہو گیا۔ اس نے پشتارہ اس کا باندھا اور سراپچہ چاک کر کے باہر نکلی۔ اتنے لشکری جنگ گاہ سے پھر آئے تھے۔ خستہ بہت تھے۔ غوغائے ورود لشکر برپا تھا۔ کسی نے اس ہنگامہ میں اس سے تعرض نہ کیا کہ کیا لیے جاتی ہے۔ عیارہ پشتارہ لیے لشکر سے گزر کر جانب لشکر حیرت روانہ ہوئی۔ ادھر بعد کچھ دیر کے ملازم وغیرہ اندر بارگاہ کے آئے۔ بلور کو نہ پایا۔ ہر سمت تلاش کیا۔ جب کہیں نشان ملا روتے ہوئے بارگاہ مہ رخ میں آئے۔ مہ رخ سر سر جہانبانی پر متمکن تھی اور کنیزان بہار جو کہ آرام سے لشکر لے کر چلی تھی اس وقت آ کر پہنچی تھی۔ ان سے سرگرم گفتگو تھی کہ انہوں نے تسلیم کر کے غائب ہونا بلور کا بیان کیا۔ اتفاقاً برق عیار بھی موجود تھا۔ اس نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ساحر کوکب کا فرستادہ نہ تھا' بلکہ عیارہ تھی کہ پکڑ لے گئی۔ یہ کہہ کر خود بارگاہ بلور میں آیا اور نقش پائے ساحر مذکور نہ پایا پتیرا مرمر کا پایا۔ سب ملازمین بلور کو تسکین دی کہ تم گھبراؤ نہیں عیار بلور کو لے گئی ہے۔ میں چھڑانے جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر قفطوہ زربفتی سے درست ہو کر جانب لشکر حیرت روانہ ہوا۔

اس عرصہ میں وہ دن بھی آخر ہو چکا تھا اور عیارہ پشتارہ بدوش قمر بارگاہ عالم میں آ پہنچی تھی کہ

رواں انجم تھے ماہ کہکشاں پر
عروج ماہ چمکا آسماں پر

برق ہنوز بارگاہ حیرت میں نہ پہنچا تھا کہ صرصر نے پٹارہ لا کر سامنے ملکہ مذکور کے رکھ دیا۔ اس نے پوچھا کہ اس میں کیا ہے۔" اس نے عرض کیا کہ بلور کو میں پکڑ لائی ہوں۔" ملکہ نے یہ سنتے ہی شاد ہو کر عیارہ کو خلعت دلوایا اور بلور کو قید آہن سے مطلق و مسلسل کرا کر کچھ سحر پڑھا کہ ہوئے ہوا سے ایک ساحرہ تخت پر سوار تمکن پر اتری۔ نہایت حسینہ و جمیلہ تھی۔ نہیں ممکن کہ کوئی اس کی زلف مشکفام کو دیکھے اور سر میں سودا کا اثر نہ ہو۔ کب ہو سکتا ہے کہ اس کے عارض تاباں پر نثار دل مضطر نہ ہو۔ قامت رعنا اس کا شمشاد باغ خوبی عیب سے پاک و آزاد سراسر بیہودی رخسار اس کے ایسے گزر آئے تھے۔ گیا سرو قامت میں سیب کے پھل آئے تھے۔ سینے پر چھاتیاں دست مشتاق کو بہت بھاتیاں از سر تا بہ پا نہایت طرحدار بے مثل روز گار کہ

قیامت سے نہ لگا کھائے قامت
عیاں رفتار سے شور قیامت

سراپا اس میں معشوقوں کا انداز
تصدق ہر قدم پر تھا سر ناز

مزین تھا لباس اچھا بدن پر
چھنا پڑتا تھا نور اس سیمتن پر

بدن کی روشنی تھی آشکارا
مسکتا تھا لباس اس گل کا سارا

اس نازک بدن نے ملکہ کو تسلیم کی۔ ملکہ نے ہنس کر فرمایا: "اے گل اندام قمر لقا اس مجرم کی حفاظت کو تمہیں بلایا ہے۔ آج کی شب اپنے مقام پر جاؤ' باحتیاط رکھو۔ کل شہنشاہ طلسم سے پوچھ کر اس کو قتل کریں گے۔" اس نازنین نے یہ سن کر عرض کیا: "بہت خوب آپ اپنا سحر اتار لیجیے۔" ملکہ نے سحر اتار لیا۔ اس گلبدن نے سحر سے بلور کو مسخر کر کے تخت پر ڈال کر پرواز کی۔ جب جا چکی۔ اس وقت ساحر کی صورت بنا ہوا برق قریب بارگاہ حیرت پہنچا اور منہ اپنا چادر سے لپیٹ کر اندر بارگاہ کے آیا۔ دیکھا تو یہاں صرصر موجود ہے۔ مگر بلور نہیں۔ سمجھا کہ تجھے عرصہ آئے گزرا۔ ملکہ نے اس کو زندان میں بھیج دیا ہو گا۔ یہ سمجھ کر صرصر کا ہاتھ پکڑ کر کہا: "ذرا ادھر تو آیئے مجھ کو کچھ آپ سے کہنا ہے۔"

صرصر نے دیکھا کہ ایک ساحر منہ لپیٹے مجھے کھینچتا ہے کچھ اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا اسرار ہے۔ سوائے اس کے ساتھ چلی آئے۔ برق نے باہر بارگاہ سے لا کر کہا: "کوکب کے یہاں سے ایک ساحر اس دعوے سے آیا ہے کہ میں جا کر جس کے پاس قید ہو گی بلور کی' اس کو پکڑ کر طلسم نور افشاں میں لے جاؤں گا۔ چنانچہ میں جاسوس تھا۔ یہ خبر سن کر مجھ کو فکر ہوئی ملکہ صرصر نے کہیں اس کو قید نہ کیا ہو۔ جو آفت ان پر آئے۔" صرصر نے کہا: "قید اس کی گل اندام ساحرہ کو جو سحر میں اپنا عدیل نظیر نہیں رکھتی ہے اور کوہ عجائب جو یہاں سے جانب شمال چند منزل پر واقع ہے۔ وہاں لے گئی۔ ساحر کوکب اگر وہاں جائے گا تو مارا جائے گا۔" برق نے کہا: "فرمانا آپ کو بجا ہے۔ دیکھیے تو ملکہ حیرت کہاں جاتی ہیں۔" صرصر حیران ہو کر جانب بارگاہ دیکھنے لگی اس نے منہ پر ہاتھ بیہوشی بھرا پھیر دیا کہ اس پر بیہوشی طاری ہوئی اس نے اٹھا کر دوش پر لادا اور چادر سے چھپا لیا رات کا وقت تو تھا۔ بطور مخفی لشکر سے نکل کر صحرا میں آیا اور ایک درخت سے صرصر کو باندھ کر ہوشیار کیا اور کہا: "استانی بندگی۔" صرصر نے پہچانا کہ برق ہے۔ گالیاں دینے لگی اور کہا موئے مجھ کو یہاں لا

کر تو نے کیوں باندھا ہے۔"

اس نے کہا: "مستانی میں عیاری کرنے جاتا ہوں تم اس میں خلل انداز ہو گی۔ بس جب تک میں بلور کو جا کر رہا کروں اسی وقت تم بندھی رہو۔" اس نے یہ سن کر ہر چند واویلا کیا۔ مگر اس نے نہ سنا اور چھوڑ کر اسی پتے پر جو صرصر نے بتایا تھا راہی ہوا۔ اٹینک دوندو بہت ہے۔ پچھلی رات باقی تھی کہ قریب کوہ عجائب پہنچا۔ دامن کوہ میں عجب طرح کا صحرائے سبزہ نمونہ گلزار دیکھا کہ زمین پر ستاروں کی طرح پھول کھلے تھے۔ دامن ارض پر از گلہائے خوشرنگ تھا۔ صحن میں سبزے سے ہمسر فلک نیلو فری بنا تھا۔ شبنم عروس گلشن عطر میں بسی۔ باد صبا زلف معشوقہ سنبل کی خوشبو کوسوں پہنچاتی۔ چاندنی کھلی دشت و کوہ کی چمک تا فلک پہنچی۔ چشمہ ہائے آب کی لطافت و صفا چشمہ ملو سے بڑھی ہوئی کہ

کھلے ہر سو ہزاروں رنگ کے پھول
شگفتہ تھے وہاں سب ڈھنگ کے پھول

بہار افزا وہ بوٹے دار اشجار
بجی پھولوں کی ان کی شاخ پر بار

بھرے حوض اور فوارے تھے جاری
تصدق ہر روش باد بہاری

پہاڑ پر ایک بنگلہ پر تکلف سنگ مرمر کا بنا تھا سامنے بنگلہ کے چبوترہ تعمیر تھا۔ خوبی میں بے نظیر تھا اور سامنے چبوترے کے ایک محل بنا ہوا تھا۔ اس محل سے بلور کی گل اندام نے باندھ دیا تھا۔ اور آپ چبوترہ پر بیٹھ کر پہرہ دے رہی تھی اور سب شب ملو میں گلہائے بو قلموں کی کرتی تھی اور مےخواری کرتی تھی۔ رات بھر جاگتی تھی صبح نے

دور سے اس کو دیکھ کر خیال کیا یہ پہلی رہتی ہے یقین ہے کہ کنیزیں وغیرہ بھی اس کی ہوں۔ مگر دیکھا کہ یہ تنہا ہے کیونکہ اس نے بنا پر احتیاط کے ملازموں کو رخصت کر دیا تھا کہ آج تم اپنے گھر جا کر رہو۔ قیدی کا پہرا میں اکیلی دوں گی۔ زیادہ لوگوں میں اندیشہ ہے کہ عیار نہ آ جائے۔

غرض یہ کہ جب برق نے اس کو پایا۔ صورت اپنی مثل ایک نوجوان کمسن کے بنائی۔ زلف گرہ گیر کو پیچ و تاب دے کر رخسار پر لٹکایا۔ چہرہ اپنا روشن بسان مہ تاباں بنایا دست و پا نہایت خوبصورت و طرحدار سینہ فراخ و ہموار جبین مبین نور آگیں برنگ مہ مبین سودا زلف گرہ گیر شب تار ہجر یار چشم نرگس کو دیدہ آہو سے مثال دینا عین خطا ہے۔ چشم حور العین سے بہتر کہنا روا ہے۔ آہو چشم محراب ابرو میں آنکھیں چرائیں۔ اس وقت مراد پائیں۔ لب لعلین کے سامنے لعل بدخشانی کا رنگ بسان عقیق زرد و رشک سے مرجان لعلیں کے سینے میں درد کہ

رخ خورشید ہے پیشانی صاف
کہیں آئینہ مہ سے ہے شفاف

کہیں آنکھوں کو جادوگر بجا ہے
وہاں پر سامری کی قدر کیا ہے

ہرن ایسے نہ ہوں گے شوخ و چالاک
اڑاتے ہیں بھرے پانی میں وہ خاک

خم ابرو پہ محراب حرم خم
بھرا ہے ہوبہو شمشیر کا دم

صفت کیا عارض پر نور کی ہو
تصدق اس پہ ہیں شمس و قمر دو

اس سراپائے حسن آگیں سے درست ہو کر لباس شاہی اور قبائے فرماں روائی سے جسم مزین فرمایا۔ مگر یہ نقشہ اپنا بنایا کہ

نہ جیب کا نہ دامن کا تار باقی ہے
جنوں کا جوش ہے فصل بہار باقی ہے

سر عریاں گریباں تابہ دامن چاک دامن تار تار خار غم سے سینہ فگار وحشی صورت سراپا حیرت خار صحرا جسم نازک میں چبھے' لب خشک' چہرہ زرد کاکل' پر گرد منہ پر ہوائیں اڑتیں آنکھوں میں تری حواس میں سراسر ابتری اس طرح صورت عاشق زار و ژولیدہ مو کی بن کر شکل اس ساحرہ کی دیکھ چکا تھا۔ فوراً پارہ کاغذ اور اسباب تصویر کشی کیسہ سے عیاری سے نکال کر فتیلہ عیاری جلا کر لمحہ بھر میں شبیہ اس کی کھینچی اور گریبان میں رکھ کر وہاں سے چلا اور سامنے اسی چبوترے کے جس پر گل اندام بیٹھی تھی کچھ فاصلے سے زیر درخت ٹھہر کر آہ سرد کھینچی کہ سوز دروں سے دل کو میں آگ لگا دی پھر سامنے بیٹھ کر پکارا کہ

تن زار میں روح حیران ہے
ملاقات کا دل میں ارمان ہے

تپ غم سے منہ ہو گیا ہے دھواں
پڑا پھکتا ہوں صورت گلفشاں

کیا عشق نے ایسا لاغر مجھے
کہ چلنے میں آتے ہیں چکر مجھے

حقیقت میں اب حرف بے جان ہوں
مصیبت پڑے یہ نہ انسان پہ

یہ دن آسماں نے دکھایا مجھے
شب ہجر نے ہے ستایا مجھے

نہ مجھ سا بھی ہوگا کوئی بدنصیب
جدا اس طرح سے ہو جس کا حبیب

یہ اشعار پڑھتے پڑھتے تصویر گریبان سے نکال کر سامنے رکھی اور اس طرح بلک کر رویا کہ دل سنگ آب ہوتا تو عجب نہ تھا کہ اے پری پیکر دلفریب یار تیرے ہم شبیہ کے فراق میں اب زندگی شاق ہے کہ

روئے زیبا کی یاد ہے دن رات
آنسوؤں نے لگائی ہے برسات

آپ کے ہجر سے خدا کی قسم
زندگانی ہوئی ہے مجھ کو ستم

لذت ہجر سے نہ تھے آگاہ
وصل کے شوق میں ہے نالہ و آہ

اشک جس وقت باندھتے ہیں تار
صدقے کرتا ہوں موتیوں کے ہار

عشق کا کھیلتا ہے سر پہ جن
ہائے وہ دو برس ہے ایک ایک دن

رات کٹتی ہے سخت مشکل سے
بغض ہے روز ہجر کو دل سے

اس تصویر سے یہ کہتے کہتے یکایک غشی طاری ہوئی اور تصویر سینہ پر رکھ کر بیہوش ہو گیا۔ انیکہ چاندنی رات تھی گل اندام سامنے سے دیکھ رہی تھی اور اس کے کلام درد آگیں سن کر اس کو اپنا یار یاد آیا تھا۔ اشک حسرت بہاتی تھی اور وہ جانتی تھی کہ یہ شخص کسی کا عاشق صادق ہے۔ اس کے فراق میں روتا ہے اور اس کی جستجو میں پھرتا ہوا۔ اس طرف آ گیا ہے۔ اور یہ کاغذ اس کے ہاتھ میں شاید نامہ اس کے معشوق کا ہے۔ اب جو یہ غش ہو گیا اس کو تاب نہ آئی۔ سمجھا کہ یہ عاشق بیچارہ شاید مر گیا ہی سے صدمہ ہجر اٹھا کر گزر گیا۔ یہ سمجھ کر اٹھی کہ چل کر قریب سے دیکھ تو یہ کون شخص ہے اور یہ کاغذ اس کے پاس کیسا ہے۔ اس طلسم کا رہنے والا ہے یا بیرون طلسم سے ملک و مال اپنا چھوڑ کر تلاش میں نکلا ہے۔ بس وہاں سے قریب تر آئی ہے۔ یہاں اس عاشق کا یہ حال دیکھا

فروغ حسن سے دشت روشن
نشاں ہے ہر طرف کی برق خرمن

نہیں جنبش کسی غنچہ بدن کو

اگر کچھ ہے تو کچھ لب کو دہن کو

نہ فرصت دی تکلم قہر نا نے
کسی کی جان لی تیغ ادا نے

نہ نوبت آئی کچھ عرض سخن کی
کہ الفت روح نے چھوڑی بدن کی

یہ حالت اس عاشق مضطر کی دیکھ کر اس نے بڑا افسوس کیا کہ ہائے اس زار و ناتوان نے غم فراق جاناں میں آخر جان دی۔ غرضیکہ افسوس کر کے اس کاغذ کو جو چھاتی پر رکھا تھا اٹھا کر دیکھا کہ دیکھوں اس میں پتہ اس کا یا اس کے معشوق کا لکھا ہو گا۔ اس کاغذ میں تصویر کھنچی پائی۔ سوچی کہ یہ جوان پر ارمان اسی غارت گر جان کا عاشق تھا کہ جس کی شبیہ ہے۔ دیکھوں تو یہ کون ایسی سفاک کہ جس نے ایسے گل رو بلبل خو کے باغ مراد کو برباد بموجب بعینہ در و صورت خویش دیدہ کچھ شبہ جو ہوا ساحر چڑھ کر روشنی کی بغور اس تصویر کو دیکھا۔ اپنی صورت میں سرمو فرق نہ پایا۔ پھر تو پاس اس کشتۂ حسرت مطلب خویش کے بیٹھ گئی۔ دیکھا کہ آنکھیں اس کی تمنائے دیدار میں کھلی ہیں۔ سر اس کا زانو پر اپنے رکھا اور کہا: "ہائے میرے عاشق شیدا تو جی سے گزر جائے۔ ناامید مر جائے اور مجھ کو قضا نہ آئے۔ میرے نامراد دیوانے میرے ناشاد یہ تو نے کس سے میری تصویر پائی۔ ہائے اس محبت نے کیا کیا تیری صورت بنائی ہائے' کیسی کانٹے بدن میں چبھے ہیں۔ صحرا یہ پاؤں پھرے ہیں۔ تیری الفت کے صدقے ذرا آنکھ کھول جس کو چاہتا تھا۔ وہ آئی ہے منہ سے بول میں تیرا حال نہ جانتی تھی۔ نہیں تجھ تک اڑ کر جاتی اب میری خطا معاف کر میری طرف سے دل اپنا صاف کر ہائے کر

اجل نے کر لیا کام اپنا پورا
نہ رکھا کوئی بھی مطلب ادھورا

توقع کچھ نہ کچھ ہو گی جو دی جان
نہ مانوں کی ابھی باقی ہیں ارمان

مری جاں جان دی کیوں آرزو میں
ہوا گم کیوں تو شوق جستجو میں

ارادے کیا تھے اور کیا پیش آیا
مقدر نے اجل کا منہ دکھایا

یہ کہہ رہی تھی اور علیم زلف سلجھاتی تھی منہ سے منہ ملاتی تھی۔ رخسار پہ رخسار رکھتی تھی کہ ناگاہ

ہوئی اعضا کو جنبش کھل گئی آنکھ
سراسر محو حسرت اس کی تھی آنکھ

اٹھا صدقے ہوا اپنے صنم کے
جھکا کر سر لیا بوسے قدم کے

وہ بولی بس ذرا مجھ سے رہو دور
بہت شوخی نہیں خاطر کو منظور

بس اب تشریف لے جاؤ یہاں سے
وہیں جاؤ تم آئے ہو جہاں سے

مرے تم کیوں یہ جائے فن نہیں ہے
یہ گلشن خانہ دشمن نہیں ہے

میں گذری اس عنایت سے اگی واہ
کدھر ہے کس طرف ہے گھر کی لو واہ

وہ بولا میں فدائے یار جاؤں
بیاں ہوں کس طرح صاحب کے احسان

کہاں جاؤں بھلا اس آستان سے
غرض رکھتا نہیں سیر جہاں سے

وہ بولی اے گرفتا مصیبت
فلک ترسید بیمار مصیبت

غرض کیا جو تجھے زندہ کریں ہم
بلا پیچھے لگائیں اپنے ہر دم

سہیں طعنے عزیز و اقرباء کے
رہیں مغضوب ہر لحظہ خدا کے

وہ بولا زندہ کرنے سے غرض کیا

کے پیچھے ہوا کہ دیکھوں یہ کدھر جاتی ہے اور عیار ساحرہ وغیرہ کی صورت بن کر صحرا میں پھرا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ ہمیں کوئی شناخت نہ کرے پس یہ سحار بنا ہوا پیچھے پیچھے آ کر کوہ عجائب پر جہاں برق و ساحرہ بیٹھے ہیں' پہنچا۔ وہاں برق کو جب ساحرہ مذکور نے جام دیا تھا اس نے نگاہ اس کی بچا کر جام میں بیہوشی ملا کر پھر ساحرہ کو لبوں سے لگایا تھا کہ جانی تو اپنے لبوں سے لگا کر یہ شراب جھوٹی کر دے تو میں پیوں۔" وہ ساحرہ پیا ہی چاہتی تھی کہ صرصر چیخ کر پکاری: "اے ملکہ' یہ سحار جو پہلو میں بیٹھا ہے' یہ عیار ہے۔ خبردار شراب نہ پینا۔" وہ ساحرہ یہ سن کر متحیر ہوئی تھی کہ قران جو پیچھے صرصر کے آیا تھا۔ جھپٹ کر قریب ساحرہ پہنچا اور کہا: "اے ملکہ' صرصر بچی ہے۔ حیرت کو بھی سحر ظاہر ہوا تھا کہ تمہارے پاس عیار پہنچ گیا ہے۔ پس یہ نامہ انہوں نے تمہیں لکھا ہے۔"

یہ کہہ کر ایک کاغذ نکال کر کمر سے اس کو دیا۔ وہ کاغذ لے کر کھولنے نہ پائی تھی۔ نگاہ اس کی جانب قرطاس اٹھی۔ قران نے الٹا بغدہ سر پر اس کے زور سے مارا کہ بھیجا اس کا پاش ہو گیا۔ لاش اچھل کر ادھر گری۔ غلغلہ آفت خیز برپا ہوا کہ مارا گل اندام قمر نگاہ کو۔ صرصر اس ہنگامہ کو دیکھ کر بدحواس ہو کر بھاگی اور برق پیچھے دوڑا کہ استانی آج ناک کاٹوں گا۔ وہ بھی گالیاں دینے لگی: "موئے خدا تم کو غارت کرے۔ تم نے آج اس ساحرہ کو مارا ہے جو اپنا مثل و نظیر نہ رکھتی تھی اور مصاحب خاص خاتون شہ طلسم تھی۔"

غرض یہ کہ عیارہ تو بھاگ کر نکل گئی اور بلور رہا ہو گیا۔ عیاروں نے وہاں کا اسباب وغیرہ لوٹ لیا۔ اس اثنا میں بہار دہر نے بغدہ مہر سے ساحرہ شب کا سر قلم کیا اور خزانہ انجم تاخت و تاراج ہوا کہ کوہ عجائب فلک پر آفتاب نے قبضہ فرمایا۔

سجا خورشید نے ملبوس پر نور
ہوئی بالکل سیاہی شب کی کافور

بھری ہر سو ہوائے آمد صبح
گجر نے دی صدائے آمد صبح

صبح بلور عیاروں کو تخت سحر پر بٹھا کر داخل لشکر فیروزی اثر ہوا۔ مہ رخ اورنگ شاہی پر جلوس فرما چکی تھی کہ اس نے آ کر حقیقت شبینہ بیان کی۔ ساحرہ کے مارے جانے کی اہل دربار کو خوشی ہوئی۔ جلسہ عشرت برپا ہوا۔ ادھر صرصر نے آ کر حیرت کو قتل ساحرہ مذکورہ سے باخبر کیا۔ حیرت اس خبر کو سن کر رونے لگی اور کہا یہ مصاحب میری میکے سے میرے ساتھ آئی تھی۔ شہنشاہ ساحران تو ان نمک حراموں کو سزا بھی نہ دیں گے۔ میں اپنے میکے والوں کو بلا کر ان کا سر کچلواؤں گی۔ یہ موئے بہت سر چڑھے ہیں۔ یہ کہہ کر ایک عرضی اپنے باپ حیات جادو کو لکھی۔ مضمون یہ تھا کہ

"اے پدر عالی قدر حضور اس کنیز سے کیوں بے خبر ہیں میرے شوہر کے چند نوکر چاکر ایسا کچھ فتور کر رہے ہیں پشت رنگین حصار پر ہیں بمقابلہ ان نمک حراموں اتری ہوں۔ کل میری ایک مصاحب مار ڈالی گئی۔ بنا پر اس کے اپنے حال سے حضور کو اطلاع دیتی ہوں کہ مجھ کو آ کر دیکھ جائیے۔ شاید میں زندہ بچوں یا نہ بچوں۔ بہن ملکہ بہار بھی ساتھ چھوڑ گئیں اور شریک باغیان ہیں۔ اب میرا یہاں کون ہے۔

نیاز تسلیم

یہ عرضی لکھ کر ایک خواص سرو قامت جادو کے حوالے فرمائی کہ شہر حیاتیہ میں لیجائے اور میرے باپ کے پاس پہنچائے۔ خواص مذکور بہت قدیمی ہے۔ باپ وغیرہ کو ملکہ موصوفہ کے جانتی ہے۔ عرضی لے کر روانہ ہوئی اور شہر حیاتیہ میں پہنچی۔ اس شہر کے قریب

ایک طلسم حیاتیہ نام بھی ہے کہ اس کی حکومت بھی حیرت کرتی ہے۔ مگر انتظام اس کا سب اپنے باپ کے سپرد کیا ہے۔ حال طلسم مذکور بوقت فتح طلسم بیان ہو گا۔

* * *

• حیات جادو

اس وقت کنیز عرضی لیے دارالامارہ شاہی میں آئی۔ حیات تخت شاہی پر بیٹھا تھا۔ کنیز نے تسلیم کی۔ انہوں نے پہچان کر کہا: "اے سرو قامت کہو میری دونوں لڑکیاں راحت جان تو اچھی طرح ہیں۔" کنیز نے عرض کیا حضور بڑی صاحبزادی نے آپ کو تسلیم کہی ہے اور یہ عرضی بھیجی ہے۔" اس نے عرضی لے کر پڑھی اور مضمون سے واقف ہو کر بہت غضب ناک ہوا۔ کلمات لاف و گزاف زبان پر لایا کہ ان نمک حراموں کی اب یہ لیاقت ہوئی کہ میری بیٹی کو ستایا اور اس چھوکری کو یعنی بہار کو بہکا کر اپنا شریک کیا۔ دیکھو تو میں چل کر کیسی سزائے سخت دیتا ہوں۔" فی الجملہ بہت کچھ بک کر جواب عرضی لکھا کہ "بیٹا تم گھبراؤ نہیں۔ میں اس تاریخ کو تمہارے پاس آؤں گا۔"

یہ جواب کنیز مذکور لے کر اور خلعت پا کر حیرت کے پاس آئی۔ اس نے جواب معلوم کر کے طائر سحر مقرر کیے کہ خبر آمد پدر سے اطلاع دیں۔ ادھر حیات نے بعد جانے کنیز کے چشمہ جادو اپنے سپہ سالار سے حکم کار سازی لشکر دیا۔ سپہ سالار نے افسران لشکر کو مطلع بحکم شاہی کیا۔ فوج میں قرنا پھنکی۔ طبل سفر پر چوب پڑی۔ ساٹھ ہزار ساحر نامی ذی شعور اسباب سحر سازی سے درست ہو کر اور آلات جنگ جسم پر لگا کر تخت پر سوار بجائے سحر پر چڑھ کر عازم سفر ہوئے۔ چالیس اژدر پر بارگاہ شاہی بار ہوئی تخت چار اژدرہوں پر کھنچا۔ اس پر حیات سوار ہوا اور گوگل کے شعلے منقلہائے آتشیں پر اٹھنے لگے۔ دھواں ایسا بلند ہوا کہ سب لشکر چھپ گیا۔ روئے ہوا تاریک تھا۔ آسمان پر سوائے زاغ و زغن و طائر ہائے سحر اور کچھ نظر آنا دشوار تھا۔ صدائے نقارہ و نفیر سحر سے گنبد فلک گونجتا تھا۔ ہوا میں خروش پیدا۔ خلاصہ یہ کہ بڑے کروفر سے جب قریب لشکر دختر خود پہنچا۔ اس کو طائران سحر نے آمد سے اس کی باخبر کیا وہ خود مع اپنے

افسران لشکر کو کنیزاں وغیرہ کے سوار ہو کر بہر استقبال کئی کوس اپنی جگہ سے آئی اور باپ کو دیکھ کر پیادہ ہوئی۔ وہ بھی سواری سے اترا۔ بیٹی نے تسلیم کی۔ اس نے سر چھاتی سے لگایا پیشانی چومی پھر تخت پر برابر اپنے بٹھا کر چلا اور داخل لشکر ملکہ مذکور ہوا۔ اپنے لشکر کو اتروایا۔ بارگاہ نصب ہوئی آپ بارگاہ ملکہ میں آ کر برابر تخت پر بیٹھا۔ ساقی خوش ادا حاضر ہوئے اور مغنی خوش نوا ساز عشرت حاضر لائے جلسہ چنگ و رباب صحبت جام و شراب گرم ہوئی جاسوسان فوج مہ رخ سب خبریں دریافت کر کے سامنے ملکہ موصوف کے آئے اور بعد دعا و ثنا کے عرض کیا کہ پدر ملکہ بہار اس طرح آئے ہیں۔ یہاں بھی ہنگامہ عشرت گرم تھا۔

اس خبر کو سن کر مہ رخ کی رنگت زرد ہو گئی۔ بہار نے کہا: "والد کا مزاج شرکا نہیں۔ یہ سب فساد بحن صاحب کا بھاری ہے۔ پھر اب وہ کافر ہم مسلمان نہ وہ ہمارے باپ نہ ہم ان کی بیٹی۔ بروقت مقابلہ سمجھ لیا جائے گا۔ بلور نے کہا "آپ لوگ کوئی مقابلہ نہ کریں۔ میں جانبازی کروں گا کہ فرستادہ شاہ کوکب اس لیے ہوں۔ برق عیار جو ہمراہ بلور آیا ہے شریک محفل تھا۔ کہتا ہوا کہ "پہلے ہم تو جا کر دیکھ آئیں کہ کون آیا ہے۔"

یہ کہہ کر اٹھا۔ مہ رخ نے اٹھ کر دامن پکڑ لیا کہ "ایسا غضب نہ کرنا۔ حیات بہت بڑا ساحر ہے۔ وہاں جانا اچھا نہیں۔" اس نے جواب دیا۔" اس طلسم میں چھوٹا ساحر کون ہے۔ ہمارے نزدیک بڑا چھوٹا سب یکساں ہیں۔ خدا مالک ہے۔" یہ کہہ کر چلا۔ ملکہ نے چیلا ہائے سحر ساتھ کر دیئے کہ اس کی خبر مجھے پہنچاتے رہیں۔ غرضیکہ برق ساحر بن کر داخل لشکر حیرت ہوا۔ یہاں ہر کہ ومہ بہر ملازمت حیات بارگاہ میں جاتا تھا۔ یہ بھی انھیں میں مل کر بارگاہ میں آیا اور ایک جگہ ٹھہر کر سیر دیکھنے لگا۔ اس اثنا میں حیات نے اس طرف نگاہ کی جدھر یہ کھڑا تھا۔ برق کی آنکھ سے آنکھ مل گئی۔ یہ سمجھ لیا گیا کہ اس نے مجھے پہچانا۔ چاہا کہ نکل جاؤں۔ دیکھا تو زمین پاؤں پکڑے ہے۔ ناچار کھڑا رہا۔ اس میں حیات نے دوبارہ اس کی جانب دیکھ کر کہا: "اے برق

تم ہمارے گھر میں آئے ہو۔ آؤ بیٹھو شراب پیو۔ تمہیں کیا ماریں کہ تم مہمان ہو۔" برق بولا کہ: "بہت خوب حاضر" صرصر نے اس کی آواز سن کر اس کو دیکھا اور کہا: "اے بادشاہو' یہ بڑے حرامزادے عیار ہیں۔ آپ ان کو مار ڈالیے تو بہتر ہے' مہمان نہ بنائیے۔" برق نے کہا: "تم سے تو استانی ہم نے کوئی حرامزدگی نہیں کی۔ اب استاد و ہمارے آ کر حرامزادگی کریں گے۔" یہ کہہ کر جانب حیات چلا۔ دیکھا کہ اب تنین نے پیر چھوڑ دیے۔ یہ جا کر قریب اس کے کرسی پر بیٹھا۔ اس نے پوچھا: "میری دختر بہار کیسی ہے۔" اس نے کہا: "پہلی سے لاکھ درجہ اچھی ہیں۔" اس نے ہنس کر جواب دیا: "تمہیں لوگوں نے بہکایا ہے۔ اچھا اب جاؤ اور اپنی فکر کرو ہم کس طرح غافل نہیں ہیں۔" برق نے کہا: "ہم ہوشیار کو غافل بنا دیتے ہیں اچھا اب دیکھیں تم کیسے ہوشیار ہو۔"

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے آیا اور اس صورت کو جو پہلے بنائی تھی بدل کر اور صورت پر بن کر بہیئت ساحر معزز داخل بارگاہ ہوا۔ پھر وہی کیفیت ہوئی کہ تنین نے پاؤں پکڑ لیے اور حیات نے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے کہا: "ہم تو اس لیے آئے تھے کہ اول مرتبہ اس کی ملاقات سے آسودہ نہ ہوئے تھے۔ پھر جا کر مل آئیں۔ آپ نے یہ بندش فرمائی کہ تنین نہیں چھوڑتی۔"

صرصر نے اس کی تقریر سن کر کہا: "ارے موئے' تیری باتیں میں خوب جانتی ہوں۔ اس وقت کیسا غریب بن گیا ہے۔" حیرت نے جواب میں اس کے کہا اے صرصر تو کیا جلی کٹی کہتی ہے۔" برق نے کہا: "حضور یہ استانی ہے۔ مستانی ہے۔ استاد آئیں تو دانت گھوڑے کا دلوائیں۔" یہ کہہ کر عیار سے کہا: "استانی بولو گی تو ناک تمہاری نہ بچے گی۔" تیرے اوپر لقا کا غضب ٹوٹے۔ تیری استانی پر جمشید کی مار۔" برق نے کہا: "حضور' منع کیجیے' یہ کہہ کرسی پر آ کر بیٹھا اور کہا: "استانی عارض ہو گی' تماشا ہم دکھاتے ہیں۔" حیات نے کہا: "کیا تماشا دکھلاتے۔" کہا: "ایک ہوائی ایسی واقف کہ اس کے دھوئیں سے دن کی رات ہو جاتی ہے۔ اس تاریکی میں وہ آتش بازی چھوڑتے

کہ کبھی چشم بد فلک سے بھی نہ گزری ہوگی۔" حیات بولا: "اچھا دکھاؤ تماشا۔" صرصر نے اپنے دل میں کہا: "اب قضا اس کی آئی ہے۔" آخر ناچار ہو کر منت کرنے لگی: "حضور اس عیار کی باتوں پر نہ جائیے یہ بڑا فقرے باز ہے۔ حضور کے دشمنوں کو ضرر پہنچائے گا۔" حیات نے اس کے بار بار دخل دینے سے غصہ ہو کر حیرت سے کہا: "یہ کون بے ادب ہے جو دمبدم ہمارے کلام میں دخیل ہوتی ہے' نکال دو اس کو۔" صرصر یہ سن کر باپ کی بغل ان کو لائی ہے۔ غرضیکہ بعد اس کے جانے کے اور لوگوں کے اپنے لشکر سے حیات نے بلوا لیا کہ آؤ تماشا دیکھو۔ چشمہ جادو سپہ سالار بھی آیا۔ برق نے جب سب جمع ہو چکے اٹھ کر ایک ہوائی داغ کر جانب آسمان پھینکی۔ ہوائی سے بجائے ستاروں کے سیاہی گرنے لگی اور دھواں تمام بارگاہ میں پھیل کر گھٹا۔ بالکل اندھیرا ہوا۔ اس نے پکار کر کہا: "دیکھیے اب آتشبازی چھوڑتا ہوں۔" یہ کہہ کر پانچ سات حقہ بیہوشی نکالے اور جست کر کے قریب تخت ملکہ گیا۔ ایک حقہ منہ پر حیرت کے مارا کہ وہ اور باپ اس کا دونوں بیہوش ہوئے۔ چشمہ اپنی جگہ سے اٹھا کہ وہ عیار اس اندھیرے میں کیا فن دکھاتا ہے۔ یہ کیا سبب ہے جو ملکہ اور پدر اس کا گرے ہیں۔ پس بیٹھے ہی اٹھا دھواں تمام بارگاہ میں گھٹا تھا۔ وہ سب بیہوشی آلود تھا۔ یہ اٹھتے ہی گرا اور سب اہل دربار چھینکیں مار مار کر بیہوش ہو گئے۔ برق خنجر کھینچ کر چلا کہ سب کے سر کاٹ ڈالوں۔ مگر دیکھا کہ حیرت بیہوش ہوتے ہی زمین میں سما گئی اور ساحران معزز بھی سمانے لگے۔ برق کو کچھ بن نہ پڑا۔ حیات چشمہ ہنوز زمین میں نہ گئے تھے ان کو اٹھا کر اس نے پشت پر لادا اکیلے چلا کہ یہ بھی ہاتھ سے نکل جائیں گے تو مفت محنت جائے گی۔ یہاں ٹھہرنا بھی نہ چاہیے کہ حیرت زمین سے نکل آئے گی۔ غرضیکہ عیاروں کو پشتارہ لادنے کی عادت ہوتی ہے۔ یہ دونوں کو لے کر بارگاہ سے باہر نکلا۔ صورت تو بدلے ہوئے پہلے ہی سے تھا۔ جس نے اس ہیئت سے لشکر میں اس کو دیکھا روکنے کا قصد کیا۔ اس نے کہا: "بھائیوں مجھ کو نہ روکو۔ بارگاہ میں عیار نے آ کر سب کو بیہوش کیا ہے میں ٹھہرتا تو بیہوش ہو جاتا۔ ناچار ان کو لے کر بھاگا ہوں کہ

ساحر بے نظر ہیں مارے نہ جائیں گے۔ زخمی ہو چکے ہیں۔ وقت فرصت ہے تو اپنے عیار کو لے چل۔ یہ سمجھ کر ایک گولہ فولادی اور مارا۔ ساحر اس کے رد کرنے میں مصروف ہوئے۔ یہ پنجہ میں داب کر برق کو اڑ گئی اور جانب لشکر چلی۔

ادھر حیات و چشمہ نے باہم صلاح کی کہ لشکر میں جانا صلاح نہیں۔ اس لیے کہ عیار نے سرِ بارگاہ ذلیل کیا اور اب زخم بھی ہوئے جو اس حال کو سنے گا کہے گا کہ ایک ساحرہ نے دونوں زخمی کیا اور عیار کو لے گئی۔ ان سے کچھ نہ ہو سکا۔ پس مناسب نہیں کہ وہیں جا کر سب کی نظروں حقیر ہوں۔ چشمہ نے کہا: "یہاں سے کچھ دور پر ایک میری دوست ساحرہ رہتی ہے نام اس کا حصار جادو' اس کے یہاں چل کر آرام فرمائیے اور مرہم سحر لگا کر زخم اچھا کر کے لشکر میں چلئے۔" حیات نے کہا: "یہ تدبیر معقول ہے۔ اچھا چلو۔" غرضیکہ دونوں اس طرف روانہ ہوئے۔

یہاں برق کو سرخ رخ لشکر میں لائی اور بارگاہ میں اتارا۔ بہت تعریف سب نے حال سن کر کی یہ آپ ہی کا کام تھا جو ایسے ساحروں کو پچھاڑے گئے۔ برق نے کہا: "میں ان کی تلاش میں پھرتا جاتا ہوں۔" یہ کہہ روانہ ہوا۔ اس طرف حیرت وغیرہ نشیمن سے سب نکلے۔ دھواں بیہوشی کا بلند جو تھا۔ موقوف ہوا۔ سب اپنی جگہ پر قیام پذیر ہوئے مگر حیات و چشمہ وچے ایک صحرائے سبزہ زار میں پہنچے۔ وہاں قران سیر کر رہا تھا۔ اس نے ان کو دیکھا۔ جلد ایک ساحر کی صورت بن کر کچھ ہی دور یہ وہاں سے بڑھے تھے کہ اس نے آ کر انہیں سلام کیا۔ وہ مستفسر ہوئے کہ تم کون ہو۔ اس نے کہا: "بندہ سامری ہوں۔ اسی جنگل میں رہتا ہوں۔ محتاج ہو کر تلاش روزگار ہے آپ کو بادشاہ صورت معلوم کر کے حاضر ہوا ہوں کہ شاید آدھ سیر آٹے کا سہارا ہو جائے۔" ساحران مذکور اس کی بات منت آمیز سن کر خوش ہوئے اور کہا "اچھا آؤ۔ ہمارے ساتھ چلو۔ ہم نے تمہیں نوکر رکھا۔ عیار مذکور ان کے ہمراہ چلا اور وہ وہاں سے ایک باغ کے قریب پہنچے۔ مالک اس کی حصار جادو ہے۔ اس نے طائران سحر سے آمد ان کی سنی۔ باغ کی باہر پیشوائی کو آئی اور ان کو لے کر داخل باغ ہوئی۔ یہ باغ بہت پر بہار تھا۔ خوشحال

کوئی پیش نظر ٹھہرے نہ تھی تاب
ہوا پنہاں نظر سے نجم و مہتاب

صبح کو ساحر بیدار ہوئے اور برائے تفریح طبع باغ میں لب نہر آ کر بیٹھے۔ پانی سے ہاتھ منہ دھونے لگے۔ قران بھی سامنے گیا اور سلام کر کے پشت پر براہ ادب آ کر ٹھہرا۔ جب ان کو مصروف تماشائے آب اس نے دیکھا۔ سمجھا کہ یہی وقت ہے مار ان کے یہ سوچ کر پیچھے تو کھڑا ہی تھا۔ بغدہ کمر سے نکال کر مارا مگر جیسے ہی بغدہ قریب ان کے سر کے پہنچا ایک زنجیر از خود پیدا ہو کر حائل ہو گئی۔ بغدہ زنجیر پر پڑا کہ رہ گئی۔ اس نے جی داری کر کے فوراً دوسرا بغدہ مارا۔ اب کی سپر فولادی پیدا ہو کر سر ساحران کی پناہ ہو گئی۔ ساحران نے جو یہ منظر کہ دیکھا چاہا کہ اس کو گرفتار کریں۔ قران بھی سمجھا کہ تم گرفتار ہوئے۔ پس اور تو کچھ بن پڑا۔ ایک لات اس زور سے ماری کہ حیات و چشمہ کنارے نہر کے تو بیٹھے ہی تھے۔ پانی میں گرے۔ حصار ان کو نکالنے میں لگی۔ قران نے بھاگ کے اسی باغ کی ایک کوٹھری میں جا کر چھپ رہا۔ پہلے یہ دونوں نہر سے نکلے اور کہا: "ہم اس جگہ نہ ٹھہریں گے۔ ہر چند حصار نے روکا مگر نہ رکے اور طائران سحر پر چڑھ کر جانب لشکر حیرت گئے۔ بعد ان کے جانے حصار نے سحر پڑھا کہ ایک درخت سیب کا باغ میں پھٹا اور ایک پتلا سرخ اس میں سے نکل کر سامنے آیا۔ اس پتلے سے اس نے پوچھا جس نے ہم پر حربہ کیا یہ کون تھا اور کہاں ہے۔" پتلے نے کہا: "قران عیار ہمراہ حیات و چشمہ آیا تھا۔ اس نے حربہ کیا تھا اب بائیں جانب ایوان باغ کے جو کہ کوٹھری ہے اس میں ہے۔ یہ حال پتلے نے سن کر اسے پھر سحر پڑھا کہ پتلا اسی درخت میں چلا گیا۔ جس میں ظاہر ہو اٹھا اور آپ اٹھ کر اس کوٹھری کے قریب آئی۔ قران نے روز در سے اس کو آتے دیکھا۔ پٹ سے مل کر کھڑا ہوا۔ اس نے آ کر جیسے ہی کوٹھری میں جانے کے لیے سر ڈالا۔ قران نے بغدا مارا کہ سر کٹ کر دور گرا۔ مگر اس سر نے ایک قہقہہ مارا۔ قران کوٹھری

سے نکل کر بھاگا کہ یہ تجھ تو مرے پر ہنستی ہے۔ مگر جب باہر نکلا دیکھا ایک طرف تو سر قلم کیا ہوا لاشہ پڑا ہے اور دوسری جانب ملکہ حصار زندہ کھڑی ہے اور اس نے اس کو بھاگتے دیکھ کر ایک دانہ ماش کا مارا کہ پاؤں اس کے زمین نے پکڑ لیے اور اس نے کہا: "اے قران جو کوئی تجھ کو مارتا تو اس کو بھی قتل کرتا۔ تو نے مجھے کو کیوں مارا اور اب بھاگ کر کہاں جائے گا۔"

قران کے پاؤں تو زمین نے پکڑے ہی تھے۔ اس نے اپنے تئیں اس طرح زمین پر گرا دیا کہ جیسے کسی کو غش آتا ہے۔ دانت بیٹھ گئے۔ آنکھیں پھر گئیں۔ یہ حالت دیکھ کر ساحرہ اس کے قریب آئی اور بغور اس کی کیفیت دیکھنے لگی کہ یہ کیا اس کو ہوا۔ جب وہ اس کے دیکھنے میں محو ہوئی اس نے ہاتھ بڑھا کر گردن اس کی تھامی اور اپنے گھسیٹ کر ایک ہاتھ منہ پر رکھا کہ سحر نہ کر سکے۔ ساحرہ بہت تڑپی۔ جب نہ چھوٹ سکی۔ ہاتھ سے زمین پر اس نے لکھا کہ اگر مجھ کو رہا کر دے تو میں اطاعت کروں۔

قران نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس نے رہائی پا کر اپنے مقام پر جا کر اوراق جمشیدی نکالے اس میں دیکھا کہ اس عیار کو میں قتل کر سکوں گی یا نہیں۔ اوراق میں یہ نکلا کہ یہ عیار بڑا زبردست ہے اگر اس سے سرکشی کی تو یہ تجھ کو مار ڈالے گا۔ غلبہ اس پر کسی طرح نہ ملے گا۔ مناسب ہے کہ اس سے آشتی کر۔ یہ حال معلوم کر کے اس نے سحر پڑھا کہ قران زمین سے چھوٹا اس نے کہا "اے منتر جانیے آپ نے مجھ کو چھوڑ دیا تھا۔ میں نے آپ کو رہا کر دیا۔

قران نے کہا: "اس وقت تو برابر ہوئی مگر اور دغا کیا کرے گی۔ یہ کہہ کر باغ سے نکل گیا اور پھر دوبارہ پھر کر باغ میں آیا۔ اس نے پوچھا: "اب کیوں آئے۔" کہا "اے ملکہ تھوڑی سی شراب ہمیں دو کہ ہمارے پاس ختم ہو گئی ہے۔" اس نے الماری کھول کر گلابیاں شراب عمدہ کی نکالیں۔ قران نے بھی اک گلابی آغشتہ بداروئے بیہوشی کمر میں بطور مخفی رکھ لی تھی۔ جب وہ بوتلیں شراب کی لائی کہ منتر صاحب لیجیے۔ اس نے کہا: "اے ملکہ جو کنٹر سبز رنگ کا ہے۔ اس میں کی شراب بھی تھوڑی سی

لا دیجئے۔ وہ اٹھی کہ کنتر لے آؤں۔" جب اس کی پشت اس کی طرف ہوئی اس نے ان بوتلوں میں سے ایک بوتل اٹھا کر چھپائی اور اپنی بوتل اسی رنگ کی اس میں ملا دی جب وہ کنترے آئی اور کہا: "لیجئے یہ بھی حاضر ہے۔" اس نے کہا: "اے ملکہ اگر تم خفا نہ ہو تو ایک بات کہوں۔"

اس نے کہا: "فرمایئے۔" اس نے کہا: "تم ہماری دشمن ہو بدیں لحاظ اگر سب بوتلوں سے ذرا ذرا سی شراب چکھ لو تو مجھ کو اطمینان ہو جائے اور میں لے جاؤں۔" اس نے ہنس کر کہا کیا مضائقہ ہے اور جام میں سب گلابیوں سے تھوڑی تھوڑی شراب انڈیل کر آپ پی۔ پیتے ہی بیہوش ہو گئی۔ قران نے زبان میں اس کی سوزن دیا اور ستون سے باندھ کر ہوشیار کیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی قران نے کہا: "اب کہو۔ کس عالم میں ہو۔" اس نے اشارہ کیا کہ مجھ کو چھوڑ دو تو کہوں میں بدی تم سے نہ کروں گی۔" اس نے پھر اس کو رہا کیا۔ اس نے کہا: "اے عیار نامدار جانا میں نے کہ آپ زبردستان روزگار سے ہیں میں نے آپ کی اطاعت کی آپ جایئے میں موقع محل دیکھ کر آپ کے لشکر میں آؤں گی۔" قران نے اقرار اطاعت اسلام لے کر وہاں شراب وغیرہ پی۔ پھر رخصت ہو کر راستہ پکڑا اور اپنے لشکر میں آ کر سارا حال کہا۔

تجھ پہ عاشق میں ساقیا ہوں
ساقی ساقی ہی کہہ رہا ہوں

اختر باغ خوب معنی
رونق دہ گلشن نہ کوئی

لٹنے کو چلی ہے باصد انداز
ساقی در میکدہ کو کر باز

ساقی گلشن کا ہے نیا رنگ
شمشاد گل ہے بہ سر جنگ

جیسے ہوں سپاہی صف کشیدہ
ہوں سبزہ باغ ہے دمیدہ

کانٹے شجر میں ہیں بے تامل
ہتھیار لگائے ہر اک گل

یوں لالے کی باڑھ اگی ہوئی ہے
جیسے پلٹن جمی کھڑی ہے

ہر شاخ ہے عکس گل سے کلگیں
یا گل کی سواری کے ہیں کلگیں

استادہ ہیں سرو باغ تن کر
ہوں جیسے کھڑے ڈٹے دلاور

شمشیر نظر ہے نرگس مست
تیار ہے جنگ پر سر دست

لہروں میں آب مردم فوج
شمشیر بکف ہر ایک ہے موج

ہے ابر چمن ہوا کے بردوش
یا باد صبا ہوئی زرہ پوش

ملت میں کڑکا ہوا ہے آغاز
یوں خندہ گل کی نکلی آواز

سر تیغ کے ہوں مجرا خریدار
ساقی ہے شراب مجھ کو درکار

دکھلاؤں بہار جوہر تیغ
بہے مضمون قلم سے جوں میغ

ہے بلبل خامہ یوں دعاگو
یارب باغ سخن ہرا ہو

اے جلوہ نما بہ باغ مضمون
نظارہ گل بکن تو اکنون

بسملان تیغ آبدار دید لو جان خنجر جلد جنگجویاں عرصہ عاشقی و مبارزتان میدان مطلوبی صفحہ تحریر کو فروغ آفتاب مضامین سے رشک سپہر بریں اس طرح بناتے ہیں اور اختر طالع فسانہ بیان زریں سے اس طرح چمکاتے ہیں کہ حیات بد صفات پر حیرت بہ سیرت رخصت ہو کر حصار سے جب لشکر میں آیا۔ دن بھر مصروف مےخواری رہا۔ جب آفتاب حیات فروغ مہر مغرب ممات میں غروب اور حیات تازہ تنویر شمع ہائے محافل سپہر یعنی کواکب کو خلاق دہر نے عنایت فرمائی۔

کہ اتنے میں چھپا وہ جلوۂ روز
ہوئی روشن ہر اک شمع شب افروز

ہوئی پاپوش عالم شام تاریک
چھپے آنکھوں سے لطف دور و نزدیک

طبل جنگ بحکم حیات بد آہنگ بجا۔ جاسوس خبر لے کر مہ رخ والا گہر کے آ کر قدم بوس ہوئے۔ ملکہ موصوفہ نے خبر نواخت کوس حربی سن کر جانب سرداراں نگاہ کی۔ بلور نے عرض کیا کہ "کچھ تردد نہ فرمائیے غلام بہر جانثاری حاضر ہے۔" میرے نام پہ طبل رزم بجوائیے۔" ملکہ نے اس کی ہمت پر آفرین فرمائی اور نفیر سحر بجائی ہزار ہا نقارہ لشکر میں بج گیا۔ زلزلہ دشت نبرد میں پڑ گیا۔ ہر ایک ساحر ہی سحر تیار کرنے لگے دم افسر کی محبت کا بھرنے لگے۔ مہ رخ جب داخل شبستان ہوئی سحر خوانی کرنے لگی۔ ملکہ بہار نے اپنی بارگاہ میں آ کر پیر سحر کے چہار جانب روانہ کئے۔ چٹھیاں کاغذ کی کاٹ کر گہنا پھولوں کا پہنا کر تخت کاغذی پر بٹھا کر سحر پڑھا کہ وہ جانب فلک اڑ گئیں۔ اس طرح زلزلہ و لرزاں وغیرہ نے تدبیریں کیں۔ لشکر میں ڈمرو بجا کیا۔ بنگالیوں نے ہوم کیا۔ پیر ہر ایک جلا کیا۔ بیٹھے بھینٹ میں چڑھے۔ گھوا بیروں نے آدمی کے کلیجے نذر میں لیے چھو منتر کی چار سمت صدا بلند تھی۔ جوت کا دیا جب جلتا' ڈھولا جھومتا' پون کھیلتی مگر منہ سے نہ بولتی۔ ساحر وبائی لونا چماری کی دیتا۔ بہر صورت اقرار اطاعت لیتا۔ ساحروں میں تو یہ ہنگامہ تھا اور تلوار لڑنے والوں کا عزم بجاودمات تھا۔ کوئی ہتھیار صاف کرتا۔ دم شجاعت کا بھرتا۔ کوئی مونچھوں کو تاؤ دیتا خم کر جانے پر مرتا۔ خلاصہ یہ کہ رات بھر ایسا ہی غلغلہ برپا رہا۔ جب خلعت حیات خیاط قدرت نے شہنشاہ خاور کے لیے قطع فرمایا اور جامہ ہستی کو کتا کب سپہر چاک چاک ہوا۔

مہ رخ و حیات باہیں تجمل مذکورہ بالا میدان حرب میں پہنچ کر صف کشیدہ ہوئیں۔ چشمہ

سپہ سالار حیات سے اجازت لے کر میدان میں آیا۔ کلمات لاف و گزاف زبان پر لایا۔ پھر مبارز خواہ ہوا۔ بلور نے اس طرف سے قصد روانگی کیا تھا کہ نور افشاں کی ایک ساحرہ جو ہمراہ بلور لشکر کے افسر ہو کر آئی ہے۔ عرض پیرا ہوئی۔ کہ "جب حیات لڑنے نکلے گا اس وقت آپ مقابلہ میں جائیے گا۔ اس کے مقابلہ کو میں جاتی ہوں۔ بلور نے اس کو اجازت دی کہ وہ طاؤس اڑ کر مقابل آئی۔ چشمہ نے اسی پر ایک ناریل سحر کا مارا۔ اس نے ناریل آتے دیکھ کر اشارہ جادو پڑھ کر کیا وہ ناریل کٹ کر دور گرا۔ چشمہ نے جھلا کر ایک گولہ فولادی ایسا سحر کر کے مارا کہ اس نے ہر چند رد کرنا چاہا، مگر رد نہ ہو سکا۔ اور پیشانی پر آ کر لگا کہ سر اس کا پھٹ گیا۔ اتنی ساحرہ زبردست تھی ہلاک نہ ہوئی۔ پھر اس کے اٹھا کر لشکر میں لائے اور چشمہ پھر مبارز طلب کیا۔ بلور مرکب اڑا کر سامنے گیا اس نے پھر گولہ مارا۔ بلور نے سحر پڑھا کہ چالیس سپریں سحر کی ازخود مقابل آ گئیں مگر گولہ نہ رکا سپریں توڑ گیا۔ بلور بہت جلد زمین میں سما گیا۔ گولہ سر میں لگا اور گر کر سرد ہو گیا اور بلور زمین سے پشت کی طرف چشمہ کے نکلا اور پکارا کہ "اے حیا، خبردار، نہ کہنا کہ خبردار نہ کیا۔" یہ کہہ کر ایک بیضہ عقاب جمشید کا کہ کوکب نے چلتے وقت دیا تھا نکال کر مارا۔ چشمہ نے لاکھ چاہا کہ رد کروں لیکن نہ ہوا اور بیضہ پشت پر جو آ کر پڑا سینہ توڑ کر نکل گیا شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ حیات بیتابانہ روتا کہ "اے غضب کیا تو نے کہ مارا اس شخص کو جو اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔" یہ کہہ کر فوج کو حکم دیا: "لینا اس خیرہ سر کو۔"

فوج چار سمت سے نارنج و ترنج مارتی چلی اس طرف سے مہ رخ با سپاہ یکساں حملہ آور ہوئی۔ سحر کی گھٹائیں گھر آئیں۔ باران تیر و سنگ و مار آتش برسنے لگے۔ برق شعلہ ریز کوند دی۔ رعد گرجا۔ تلواروں نے بہادروں فوج ساحران ترسل پہنسوں پکڑ کر یا ساحری مدد کرتی ہوئی پھر لشکر مہ رخ پر آ پڑی۔ بہار نے جو یہ حالت دیکھی سمجھی کہ مہ رخ کے بعد خواجہ نے تجھ کو اس سپاہ کا بادشاہ کیا ہے۔ اس وقت لشکر بے سردار کا ہو

رہا ہے اور درخت سے بہت لشکری زخمی ہیں۔ جنگ عظیم پہلے ہی ہو چکی ہے۔ اب کسی میں دم نہیں ہے جو میدان میں ٹھہرے۔ یقین ہے کہ بھگدڑ پڑے اور لشکر سارا تباہ ہو جائے۔ پس تجھ کو مقابلہ کرنا لازم ہے۔ یہ سن کر اپنے تخت پر سے کودی اور اس طرح چلی کہ بہار حسن حسینان بہار کنیزاں اس کا دامن ناز بہ ہزاراں اعزاز سنبھالے تھیں۔ نگاہ مست اس کی نیزہ مژگاں سے ہزاروں سینہ پر آرزو دیکھے بھالے تھی۔ اسی انداز سے بیچ میدان میں پہنچ کر ایسا سحر پڑھا کہ ہوائے سرو دشت عالم میں وزاں ہوئی اور جس کے نخل قامت میں لشکر حریف کے وہ ہوا لگی سرو آسا پا بگل ہو کر اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا آگے نہ بڑھ سکا۔

جب حملہ کرنے سے وہ فوج رکی اس شگفتہ باغ خوبی نے پھر جادو کی دستک دی اور پکار کر کہا: "اے بہار آؤ۔" بہار تو اس گل رعنائی کی ناز بردار شیفتہ بہ رنگ ہزار ہے۔ حکم کے ساتھ ہی حاضر تھی۔ سب نے دیکھا کہ ابر بہاری گھر آیا۔ ہوا اس کی ہوا خواہی کا دم بھرنے لگی۔ زمین بہر نثار زر گل ہزاراں دامن لائی ہر سمت خیاباں سمن و نسرین بحد لطافت و رنگین ظاہر ہو کر خوشبو سے دماغ جان جہان معطر کرنے لگے چمن ستان میں از بار و گل و ریاحین برائے شوق نثار ظاہر ہوئے۔ دم بھر میں یہ خراب آباد و ہر بہشت ہشتم تھا دشت سارا گلستان سعدی کا باپ مجسم تھا۔ کہیں جوانان چمن پر لب جو تن رہے تھے۔ کہیں عروس گلشن کے جوبن زیادہ ہونے کو گل کے زیور بن رہے تھے۔ کہیں فریاد بلبل و کی دہائے خون بہا دیا۔ سرکشوں کو خواب عدم میں سلا دیا۔

اسی گرمی جنگ میں بلور مٹھیاں کھولتا اور بند کرتا پتلے پیدا کر کے لڑتا بھڑتا قریب حیات پہنچا اس نے ڈانٹا کہ "او بے کہاں آتا ہے۔" اس نے بھی للکارا کہ "او بے بانی شر اب بچ کر کہاں جائے گا۔" اس نے اپنی جھولی سے ایک تخم درخت باغ زردشت کا نکال کر زمین پر پھینکا اور ایک شیشہ پر از آب نکال کر پانی تخم مذکور کو سر پر چھڑکا۔

فوراً وہ بیج بہ آب یاری آب سحر زمین سے اگا اور بڑھ کر درخت عظیم الشان ہو گیا۔ بجائے پھل کے تلواریں اس میں پھلیں اور پھلیوں کی طرح لٹکنے لگیں جو ساحر کہ اڑ کر جانب لشکر حریف چلے اس درخت پر آتے ہی دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گرے۔ حیات مع لشکر حیرت کے سایہ درخت میں ٹھہرا اور شجر سے بجلیاں بن کر وہ تلواریں لشکر مہ رخ پر گرنے لگیں۔ ساں ہستی ساحران قطع ہونے لگے۔

بلور یہ کیفیت دیکھ کر بسان شیر غضب ناک جھپٹا اور لشکر حملہ کرنے لگا۔ اس نے بھی برق درخشاں کی صورت اپنی بنائی اور درخت پر آ کر چمکا۔ پھر کڑ کڑا کر اس شجر پر گرا۔ ہر چند کہ درخت اس نے جلا دیا۔ مگر آپ بھی ان تلواروں سے جو درخت میں تھیں زخم ایسے کھائے کہ تمام جسم فگار ہو گیا اور چور چور ہو کر زمین پر گرا۔ پھر حیرت تلوار سحر کی پکڑ کر دوڑا کہ سر کاٹ لوں مگر مہ رخ عقاب بن کر تخت پر سے اڑی۔ درخت تو جل ہی چکا تھا۔ یہ آ کر بلور پر گری اور پنجہ میں داب کر لے اڑی۔ بلور فرط جراحت سے بیہوش تھا کہ پنجہ میں داب کے اس کو لشکر میں لے آئی۔ چاہ سامری کی طرف علاج کے لیے لی گئی کہ اگر عرصہ گزرے گا تو ان زخموں سے بچنا اس کا دشوار ہے۔ پس یہ تو ادھر گئی۔ ادھر حیات نے پھر فوج کو حکم دیا کہ ہاں مار لو ان نمک حراموں کو۔"

قمری کا شور گلشن گلشن رقصاں مور کہیں سنبل تر کے پیچ زلف مہوشاں کو پیچ سکھاتے کہیں ڈورے نگاہ نرگس مست کے چشم نرگسی گلعذاری کو پھندے میں پھنساتے ہیں۔ سبحان اللہ طرفہ بہار گل بندی سحر بہار سے ظاہر تھی کہ وحشت سرائی میں جس کی زبان بلبل قاصر تھی۔ نہروں نے وہ آب و تاب سے آبرو پائی تھی کہ صفائی ضیائے گوہر صدف فلک خاک میں ملائی تھی۔ چشمہ مہر و ماہ میں یہ لطافت کہاں تھی اس چشمہ کی شہرت صفا از ماہی تاماہی عیاں تھی۔ گلوں کی رنگین نگار خانہ چین کیا بلکہ ارژنگ خانہ فلک سے بھی صحن پروین و پران سے بہتر ہر ایک شگوفہ کہیں لالہ نار کہیں پھولوں

کا انبار کہ

بہار فصل گل کی تھی پڑی دھوم
لٹے تھے بلبلیں کے آج مقسوم

گھٹا کالی تھی وہ ساون کی چھائی
کہ طاؤس نے کیفیت دکھائی

مہکتے تھے چمن میں گل ہزاروں
چہکتے تھے پڑے بلبل ہزاروں

بندھا رنگ عروسان چمن تھا
وہ رنگ گل نگر جان چمن تھا

اس کیفیت بہار کو سب دیکھ رہے تھے کہ یکایک صدائے خلخال پائے معشوقہ پرورئے ہوا سنائی دی اور ایک تخت با رفعت زمین پر اترا۔ اس پر ایک محبوبہ نازک بدن جس کا روئے زیبا باز صد چمن سامانی تھی واقعی دیار حسن کی تاجدار تھی کج ادائیوں کی ایسی حاکم کہ فلک پر جفا اس کے زیر فرمان ناز غمزہ جانستان پر وہ حکمران زلف کو اس کی کیوں دھیان کروں۔ عشق یہ سودا مثل کیوں لوں شب یار نے روز اول اس زلف کی محبت کا دم بھرا۔ تمام عمر سودے کا خلل نہ گیا۔ روئے تاباں کے رو برو چشمہ خور آبرو ریز عارض رخشاں قمر کو غیرت زنخداں میں نہاں آب چشمہ حیوان و دندان دہن سلک گوہر غلطاں کہ

بنا تھا نور کا بالکل سراپا
وہ قامت تھا کہ شعلہ طور کا تھا

پری ناوک کو کرتی تھی وہ قربان
ملائے حور اس سے آنکھ کیا جان

لٹکتے پاؤں تک ہیں موئے مشکیں
فدا ہیں نافہائے آہوئے چیں

عجب بالوں میں پیشانی تھی پرنور
میان ابر تیرہ جلوہ حور

بلند اس کا تھا ایسا سینہ صاف
بلوریں کو ہے بڑھ کے شفاف

قیامت توڑ تھا ان چھاتیوں کا
نہ ہو گا تیر میں یہ توڑ اصلا

زیور جواہر آگیں سر سے پا تک پہنے لباس زعفرانی زیب قامت فرمائے تخت سے اتر کر اس گلشن سحر میں بصد ناز برنگ طاؤس طناز خراماں ہوئی۔ لشکریان حیات و حیرت اس جادو عورت کو دیکھ کر تاب برق جمال نہ لا سکے اور محو ہو کر بیہوش ہو گئے۔ سوائے حیرت و حیات کے کسی کو ہوش نہ رہا۔ اتفاق سے اس وقت ابرق وزیر فرستادہ بادشاہ طلسم حیرت کے پاس آیا جب یہاں پہنچا۔ ہوائے گلشن سحر جو جسم میں لگی وہ بھی جھومنے لگا اور وہ تن سحر جو گلگشت کر رہی تھی اس نے ایک گلدستہ نرگس کے پھولوں کا

اس باغ سے توڑ کر بنایا اور ہاتھ پر رکھ کر اچھال دیا۔ گلدستہ جانب فلک گیا۔ ہوائے سرد چلنے لگی۔ پھر سب کی آنکھ مع حیرت کے بند ہو گئی۔

بعد لمحہ کے جو آنکھ کھلی دیکھا کہ ایک ایک درخت نرگس کا ہر لشکری کے رو برو لگا ہے اور ہر شخص اس درخت کے نیچے بیہوش پڑا ہے۔ حیرت نے اس وقت گھبرا کر ابریق سے کہا: "اے وزیرِ اعظم کیا تم پر بھی اس چھوکری بہار کے سحر نے اثر کیا ہے۔" ابریق ایسا محو تھا کہ اس نے ملکہ کے کلام کا کچھ جواب نہ دیا۔ حیرت سمجھی کہ بڑا غضب ہوا۔ مارا ہے اجل اس لڑکی نے بھی بہت جلد سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک عورت فلک سے شیشہ شکل گلدستہ کے بنا ہوا ہاتھ میں لیے اتری۔ ملکہ نے اپنی ران کا ٹکڑا کاٹ کر اس عورت پر خون کا چھینٹا مارا۔ وہ چھینٹا کھا کر، سب بیہوشوں پر اور ان درختانِ نرگسی پر شیشے سے پانی چھڑکنے لگی۔ وہ درخت غائب ہونے لگے اور لشکری ہوشیار ہو گئے مگر اپنے آپے میں نہ تھے۔ تعریف حسن تن سحر جو بہار نے بلائی ہے کرتے تھے اور شعر عاشقانہ پڑھتے تھے۔ حیرت نے اس عورت سے کہ جس پر خون کا چھینٹا مارا تھا کہا: "جا اور اس عورت کو جو چمن ستان میں پھر رہی ہے قتل کر۔" اس عورت نے جواب دیا: "کہ ملکہ نرگس جادو ہے مطیع ملکہ بہار۔ میری مجال نہیں جو اس پر دست اندازی کر سکوں۔ یہی بہت ہے کہ میں نے بیہوشوں کو ہوشیار کر دیا۔"

یہ کہہ کر غائب ہو گئی۔ حیرت نے اس وقت ایک مالا موتیوں کا اپنے گلے سے اتارا اور پکار کر کہا: "اے بہار دیکھ یہ سحر بھی نہ دیکھا ہو گا۔" بہار نے مالا کو دیکھ کر شناخت کر کے ایک قہقہہ مارا اور کہا: "مجھ کو یہ معلوم نہ تھا کہ قطرہ ہائے آب چشمہ سامری منجمد کر کے موتی بنا کر تو نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ ورنہ پہلے سے اس کی تدبیر کی جاتی خیر اب بھی تو میرا کیا کرے گی۔ ہاں تیرا لشکر البتہ بچ جائے گا۔" حیرت نے کہا: "او چھوکری کیوں ایسی باتیں کرتی ہے سامری کے غضب سے ڈر۔ اری میں تیری بہن ہوں یہ تیرا باپ ہے جو سامنے کھڑا ہے۔ یعنی میں نے اور تو نے ایک ماں کی کوکھ میں پاؤں پھیلائے ہیں۔ یہ ڈھٹائی کرنا اچھا نہیں۔ جوانی سے پھٹ پڑے

گی۔ یہ سحر جو بادشاہ طلسم نے تجھے سکھائے ہے اس لیے کہ تو مجھ پہ صاف کرے۔"

بہار نے کہا: "باجی خفا نہ ہو۔ اگر تم میری بہن ہو تو میرے پاس آؤ، مسلمان ہو جاؤ۔ سلطنت میرے لشکر کی کرو۔ موئے افراسیاب کو مارو۔"

حیرت یہ سن کر آگ ہو گئی اور کوسنے لگی کہ "ارے تو نشاد مرے اپنی جوانی سے جائے۔ تو موئی میرے وارث کو کوستی ہے۔ تیری سلطنت کو خاک میں ملاؤں۔ تجھے گھڑی گور میں تو پوں۔" غرضیکہ بک جھک کر یہ بلا جانب فلک اچھالی۔ اتنے میں وہ موتی تو اصل میں پانی تھے ہی بلا بلند ہوتے ہی ابر پیدا ہو کر لشکر حیرت وغیرہ محیط ہوا اور پانی برسنے لگا۔ تمام لشکر بھیگا۔ سحر بہار اتر گیا لشکری ہوش میں آ گئے۔ بہار کا باغ اس طرح بنا بنا اس نے چاہا کہ پھر سب کو بیہوش کرے۔ حیرت نے طبل بازگشت بجا دیا کہ اب توڑ اس کے باغ سحر کا نہ ہو سکے گا اور اتنے میں دن بھی تمام ہو چکا تھا اور ساحر شب باغ انجمن میدان فلک میں سرسبز کیا چاہتی تھی کہ

یکایک چرخ اخضر چرخ کھایا
گیا دن سبز رنگ شام آیا

بہار بھی طبل آسائش بجا کر پھری۔ رد سحر پڑھا کہ باغ سحر غائب ہو گیا۔ ملکہ نرگس تخت پہ بیٹھ کر اپنی جگہ پہ گئی۔ غرضیکہ دونوں لشکر پھر کر اپنے اپنے خیام میں آ کر آسودہ ہوئے۔ مہ رخ چونکہ لشکر میں نہ تھی۔ بہار نے بعوض اس کے سلطنت اختیار کی۔ رات کا دربار کیا۔ طلایہ دار مقرر فرمایا۔ بعد جملہ انتظام شبستان میں جا کر آرام کیا۔

اس طرف حیرت جب بارگاہ میں داخل ہوئی۔ حیات نے کہا: "میں اب اس حرامزادی لڑکی کو مار ڈالوں گی۔ اب کی کائنات کا سحر تیار کروں گی۔"

حیرت نے کہا: "آپ ٹھہریئے میں بادشاہ کے پاس جاتی ہوں جو اس کی صلاح ہو گی وہ کیا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہاں سے اٹھی اور ایک پہاڑ قریب دریائے خون رواں ہے۔

اس کنویں پر آ کر سحر پڑھا۔ پنجہ پیدا ہوا اٹھا کر باغ سیب میں لایا۔ یہاں ابریق وزیر پہلے سے آیا تھا اور سارا حال لڑائی اور سحر بہار کا بیان کیا تھا۔ بادشاہ غضب ناک بیٹھا تھا کہ ملکہ نے جا کر سلام کیا اور پہلو میں بیٹھی۔ بادشاہ نے فرمایا: "اے ملکہ دیکھا تم نے تمہاری بہن نے کیا کیا۔"

حیرت نے کہا: "میں اسی لیے آئی ہوں کہ آپ اس کو مار کیوں نہیں ڈالتے۔ اس پر رحم کس لیے فرماتے ہیں۔" بادشاہ نے کہا: "سب میں اور فکر میں ہوں۔ اس طلسم ہوشربا کے اور طلسم کو آپ کے ڈانڈے پر اس بیابان کو ایک ملک سمجھنا چاہیے اس ملک کا بادشاہ جماہدار شاہ جادو نام ہے اور اس بیابان کو گلریز کہتے ہیں۔ چنانچہ وہاں ایک ساحر رہتا ہے کہ معمار قدرت اس کا نام ہے۔ وہ گلاب جمشیدی بزور سحر بناتا ہے۔ مجھ کو بزور سحر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ساحر بھی مجھ سے لڑنے آئے گا۔ پس میں اس فکر میں ہوں یہ چھوکری میں بلور و مہ رخ کو چاہ سامری پر سے پکڑوا کر تمہارے پاس بھیجوں گا۔ ان کو قتل کرنا۔ محافظ چاہ سامری ان کو لائے گا اس کی عزت کرنا وہی سب کام تمہارا کر دے گا۔"

یہ کہہ کر ایک نامہ تحریر کیا۔ مضمون یہ تھا کہ اے مختار جادو ہوشیار رہنا۔ وادی چاہ سامری پر زخمی ہو کر پانی پینے آتے ہیں۔ ان کو گرفتار کر کے ملکہ حیرت کے پاس پہنچا دینا۔ یہ لکھ کر پنجہ کو دیا کہ وہ لے گیا اور حیرت رخصت ہو کر لشکر میں آئی۔ حیات سے سب حال بیان کر کے دربار برخاست کیا۔ آرام پذیر ہوئی۔ لیکن اب حال چاہ سامری کا سنئے کہ یہ کنواں چادر آراستہ نام رکھتا ہے اور صحرائے مرجان کے درمیان واقع ہے اور جس طرح چاہ زمرد کہ جس پر میلا ہوا تھا۔ تمام ساحران اندر چاہ کے رہتے ہیں۔ اس کنوئیں میں بھی مسکن گزین ہیں اور مالک ان سب کا مختار جادو ہے۔ چنانچہ وہ اندر کنوئیں کے دالان بادشاہی میں بیٹھا تھا کہ پنجہ نے لا کر نامہ شاہ طلسم اس کو دیا۔ نامہ اس نے لے کر سر پر رکھا اور بعد تعظیم پڑھا۔ جب مضمون سے واقف ہوا۔ چالیس ساحر گرد کنوئیں کے چوکی دیتے ہیں ان کو حکم بھیجا کہ تم اندر چاہ کے

آ کر بلور بھی ٹھہرو اور جو کوئی آج کل میں پانی بھرنے آئے۔ اس کو پکڑ لینا۔" جب ساحروں کو حکم پہنچا سر چاہ سے پہرا اٹھا کر اندر چاہ کے مقرر کیا اور بانتظام تمام بیٹھے۔ اس طرف سے مہ رخ و بلور کو لیے صحرائے کو لیے صحرائے طلسم طے کرتی صحرائے مرجان میں پہنچی۔ یہاں دیکھا تو تمام اشجار صحرائے سرخ گون آگ کی معلوم ہوتی ہے۔ گھاس تمام سبز ہے سرخی و سبزی باہم مل کر عجب حسن دکھاتی تھی۔ سبز رنگان دہر کو شرماتی تھی۔ مونگے کے درخت دل پر چوٹ موٹ دیتے تھے۔ جواہر خانہ جبار معلوم ہوتے تھے۔ ملکہ مہ رخ بیچ صحرا میں آ کر ٹھہری۔ بلور فرط جراحت و تموج ہوا سے بیہوش تھا۔ یہاں کچھ اس کو ہوش آیا۔ ملکہ مذکور باہنگی اس کو لیے ایک درہ کوہ میں آئی اور ایک جگہ کی مٹی اٹھا کر سونگھی۔ پھر اسی مقام کو خنجر سے کھودا۔ دہانہ نقب ظاہر ہوا۔ یہ اس نقب میں مع بلور اتر گئی۔

اندر نقب کے ایک باؤلی بہت خوبصورت بنی جس کی چاہ میں یوسف دل باولا ہو کر ڈانواں ڈول رہے دلو فلک کوکب سامنے اس کے کوئی منزل کے آبروئے چاہ شیب سامنے اس عمارت کے پانی پانی۔

خلاصہ یہ کہ بہت لاثانی، بیچ باؤلی میں ایک کنواں اندازہ بنا تھا اس کی بلوریں لب گردان یاقوت کی سامنے پتھر کا جھرنا بنا۔ حوض بہت نایاب و پختہ تعمیر کنارے اس کے ہزارہا فوارے کا خزانہ ساون کی جھڑی کا نقشہ سر فوارہ دکھاتا۔ کنوئیں پر چرخی چڑھی جو عقل ہر چرخ کی چرخ میں لاتی۔ چندیاں پتھر کی گرد پنہاریاں بنی کھڑی کمر پر گھڑے رکھے تھے۔ بعض پانی بھرتی۔

ملکہ مہ رخ نے رسی جو چرخی سے لپٹی تھی یا حبل المتین کہہ کر کھولی۔ سونے کا ڈول اس میں بندھا "و من یعتصم باللہ بالعروۃ الوثقی" پڑھ کر کنوئیں میں ڈالا۔ دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ سمجھی کہ چوکیداران چاہ بے خبر ہیں تو اپنا کام کر یہ سمجھ کر جلد جلد پانی بھر اور بلور کو پلایا زخموں کو ان کے دھویا، فوراً سب زخم اچھے ہو گئے۔ ملکہ مذکور

نے دوسرا ڈول پھر ڈالا ایکی بھر کر پانی ساتھ لیتی چلوں کہ کام آئے گا۔ بار بار آنا نہ پڑے گا۔

غرض یہ کہ غافل ہو کر پانی بھرنے لگی اور بلور جھک کر تماشائے آب چاہ دیکھنے لگا۔ وہاں مختار کنواں کی فکر میں لگا ہی ہوا تھا۔ چوکیدار اندر کنوئیں کے موجود تھے انھوں نے سحر پڑھا کہ ملکہ و بلور دونوں کے پاؤں جگت پر سے پھسلے اور دونوں کنوئیں کے اندر گرے۔ سحر کے بیروں نے دھکیل دیا۔ جب یہ کنوئیں میں غوطہ کھا کر ابھرنے لگے۔ چالیس ہزار نٹی و ناسور وہاں موجود تھے وہ سب لپٹ گئے اور ان کو کھینچ لیا۔ یہ غلطاں و پیچاں تہ آب تک چلے گئے۔ جب پاؤں زمین سے آشنا ہوئے دیکھا کہ ایک چوکی اس جگہ بچھی ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے وہی جنگل سرنگے کا لگا ہے۔ نہ وہ کنواں ہے نہ باؤلی کا پتہ ہے۔

مہ رخ نے بلور سے کہا: "ہم نے غفلت کی دشمنوں نے اپنا کام کر لیا ہم اسیر ہو گئے۔ یہ کہہ کر اس چوکی پر دونوں بیٹھ گئے کیونکہ وہ ساحر محافظ جو ان کو کھینچ لائے ہیں ایسا سحر انھوں نے کیا ہے کہ یہ سب بے خود ہیں۔ سحر بھی نہیں پڑھتے ہیں اور تاثیر سے ان کے سحر کے چوکی پر خود بیٹھتے ہیں۔ بس جیسے ہی چوکی پر بیٹھے وہ چالیسوں ساحر گوشہ ہائے صحرا سے ظاہر ہو کر گرد ان کے آ گئے اور محاصرہ کر لیا اور پھر سحر پڑھ کر اس چوکی کو اڑا دیا اور انھیں لے کر چلے یہاں تک کہ وہ صحرائے مرجان تمام ہوا اور ایک قلعہ فلک فرسا دکھائی دیا۔ دروازہ اس کا بیان دہ کو بہت بڑا تھا۔ پھاٹک اس میں لگا تھا۔ گرد دیوار قلعہ خندق پانی سے بھرا تھا۔ دروازے سے کچھ فاصلے پر ہزارہا ساحر اترا ہوا تھا۔ ہوم خانے سجے تھے۔ بستر ساحروں کے لگے تھے۔ پوجا پاٹ سامری کا ہو رہا تھا۔ ڈھلے بجتے تھے بھجن ہوتے تھے۔ سب خوش و خرم بیٹھے تھے کہ یہ قیدیوں کو لے کر پہنچے اور ان سے اجازت لے کر داخل قلعہ ہوئے۔ قلعہ بہت آباد تھا۔ ساکن قلعہ ہر ایک دلشاد تھا بڑے بڑے پوجاری سامری کے بستے تھے۔ مکان عالی شان بنے تھے۔ دکانیں آراستہ تھیں۔ بازاریں لگیں۔ گلیاں صاف سڑکیں شفاف آراستہ تھیں۔

یہ راہ طے کر کے دارالامارہ شاہی میں آئے یہاں بھی مجمع عام تھا۔ درباریوں کا اژدہام تھا۔ مختار تخت شاہی پر بیٹھا تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر ہنسا اور کہا: "اے مہ رخ شہنشاہ ساحران سے منحرف ہو کر بچنا دشوار تھا اگر گرفتار ہو کر تو نے جان دی مہ رخ کے بسبب سحر ہوش و حواس درست نہ تھے۔ اس کی باتوں کو کچھ جواب نہ دیا اور اس نے حکم دیا کہ ہماری فوج تیار ہو۔ ہم ان مجرموں کو پہنچانے جائیں گے۔"

بوقت حکم قلعہ میں چوبیس ہزار ساحر تھے۔ بارہ ہزار ان میں سے تیار ہوئے اور بارہ ہزار برائے حفاظت ملک و جا رہے۔ تخت ہائے سحر پر بیٹھ کر خیام بارگاہ گرا کر بہ عظمت و شان تمام مختار نے کوچ کیا۔ نفیر و نقارے بجتے ساحر نیرنگیاں سحر کی دکھاتے رواں تھے۔ قیدیوں کو بحفاظت ساتھ لیا۔ ساحران اسی چوکی پر قیدیوں کو بٹھائے صحرائے مرجان جب طے کر کے بڑھے۔ مہ رخ نے دیکھا کہ یہ وہی راستہ ہے۔ جدھر سے میں آئی تھی۔ حیران تھی کہ میں سر چاہ پر آ کر پہنچی تھی۔ اب کنوئیں کے اندر سے قید ہو کر آئی ہوں۔ یہ کیا ماجرہ ہے کہ ایک ہی راہ پر پہنچی ہوں پھر سمجھی کہ مقدمہ طلسمی ہے اس وجہ سے راہ کا پھیر سمجھ میں آنا دشوار ہے۔ غرضیکہ خاموش ہو رہی اور قطع منازل و طے مراحل قریب لشکر حیرت پہنچا۔ حیرت نے جب خبر آمد سنی بہر استقبال مع سرداروں کے آئی۔ اور نہایت احترام سے پیشوائی کر کے داخل لشکر کیا فوج اس کی اتری۔ طبل واطلے کے بجے ملکہ مذکور بارگاہ میں آئی مختار مقام صدر پر جانب دست راست تخت پر بیٹھا اور چوکی طلب کر کے بیچ بارگاہ میں بچھا دی۔ قیدی اس پر بیٹھے ہیں۔ اٹھا نہیں جاتا ہے۔ بالکل بے حس و حرکت ہیں۔ بارگاہ میں ہنگامہ عشرت گرم ہے۔ جام ارغوانی کا دور چل رہا ہے۔ ناچ ہو رہا ہے۔ عیار بچیاں بھی آئی ہیں اور نذر دے کر ٹھہری ہیں۔

خدمت ملکہ عرض کیا ہے کہ "عیار قیدیوں کی فکر رہائی میں ضرور آئیں گے۔" پس ہم جس کی طرف اشارہ کریں آپ فوراً قید کر لیجئے گا۔ بھاگنے نہ دیجئے گا۔ یہاں تو یہ مذکور ہے عشرت کا دستور ہے۔

لیکن جاسوسان لشکر اسلام خبریں معلوم کر کے سامنے بہار کے آئے۔ بعد دعا و ثنا کے حال آمد مختار و اسیری مہ رخ و بلور معرض بیان میں لائے۔ بہار نے یہ خبر سن کر برق سے کہا: “میں جا کر بارگاہ سے ملکہ کو لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر چاہا کہ اٹھے دیکھا تو شانوں پر اس قدر بوجھ ہے کہ جیسے کوئی دبائے دیتا ہے۔ سمجھی کہ مختار نے اپنی شوکت دکھائی ہے کہ وہاں سے تجھ پر سحر کیا ہے۔ خیر سمجھ لیا جائے گا۔ یہ سمجھ کر خاموش ہو رہی اور برق نے کہا: “اے ملکہ اب لشکر تمہارے دم سے وابستہ ہے۔ تم ٹھہرو میں جاتا ہوں۔” یہ کہہ کر اٹھا۔ اس پر سحر نہ تھا۔ بارگاہ سے نکل کر صورت ساحر کی طرح بن کر داخل لشکر رونیف ہوا۔ دیکھا تو یہاں بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ تمام ساحر بارگاہ میں آمد و رفت رکھتے ہیں۔ یہ بھی اس ہنگامہ میں داخل بارگاہ ہوا۔

مختار کا بڑا مرتبہ دیکھا کہ نذریں گذر رہی ہیں۔ ناچ ہو رہا ہے۔ ساحر اس کو مالک چاہ سامری سمجھ کر ڈنڈوت کو مرمر نے دیکھ کر پہچانا اور اشارہ مختار سے کیا کہ یہ سامنے عیار کھڑا ہے اس کو گرفتار کرو۔ اس نے عیارہ کا اشارہ سمجھ کر ایک ناریل نکال کر ایسا سحر پڑھا کہ جس پر یہ ناریل پڑے اس کو ہلاک کرے۔ پس وہ ناریل جھلاوا دے کر برق پر کھینچ مارا۔ برق ناریل آتے دیکھ کر جلدی سے اس جگہ بیٹھ گیا۔ ناریل سر پر سے گزر کر ایک ساحر بیٹا جادو کے سینے پر جا کر لگا کہ بعد برق وہ کھڑا تھا۔ چنانچہ سینہ اس کا توڑ گیا اور برق نے اٹھ کر کہا: “وہ مارا اے مختار کیا کہنا۔ واہ کیا صفائی ہے۔ اس نے چاہا کہ پھر کچھ سحر کریں مگر شور ساحر کے مرنے سے بلند تھا اندھیرا تھا۔ برق اسی غلغلہ میں اس کے قریب آیا اور ایک دھول مار کر سر سے تاج اتار کر بھاگا۔ اس نے کہا: “لیتا لیے جاتا ہے۔ یہ کہتا ہے اور سحر کرنا بھلا ہوا ہے۔

غرض یہ کہ برق نکل کر لشکر میں بہ ہیئت مبدل پھرنے لگا۔ اور وہاں جب ہنگامہ مرگ ساحر برطرف ہوا۔ مختار کو برہنہ سر دیکھ کر حیرت نے اور تاج منگا دیا۔ اس نے کہا:

“اے ملکہ میں اس عیار کو ابھی پکڑے لاتا ہوں۔”

ملکہ نے کہا: “تم کہاں جاؤ‘ وہ خود یہاں آ جائے گا۔ عیار تو ہر وقت یہاں موجود رہتے

ہیں۔ انہوں نے تو سارا طلسم برباد کر رکھا ہے۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ نامہ شعلہ طلسم آیا۔ مضمون اس کا حیرت نے پڑھا لکھا تھا: "اے خاتون یہ مختار مالک چلہ سامری ہے۔ اس سبب سے ہم کو ان کی پرستش لازم ہے۔ ان کی دعوت بڑے دھوم سے کرنا ایسا بندوبست کرنا کہ عیار نہ آ سکیں اور ان کو لشکر حریف سے لڑنے نہ دینا کہ وہ ہمارے بزرگ دین ہیں۔ مہ رخ کو جب تم قتل کرنا چاہو گی۔ اس کے ساتھ ہی چھڑانے آئیں گے۔ اس وقت اے ملکہ تم خود مقابلہ کرنا اور مختار اپنا فیض جاری کریں اور سب باغیوں کو اس وقت غارت کر دیں تو مضائقہ نہیں۔"

یہ مضمون پڑھ کر ملکہ نے حکم دیا: "سامان دعوت مہیا ہو۔" بموجب ارشاد اہلکار حکم بجا لائے۔ صحرا وسیع و سبز زار میں بارگاہیں استادہ ہوگئیں۔ سامنے بارگاہوں کے چاندی کی نہریں رکھ کر پانی سے لبریز کر دیں اور کنارے ان کے درخت گلدار پر بہار ناندوں میں لگے اور برابر رکھ دیئے۔ نہروں میں مچھلیاں سبز و سرخ وغیرہ رنگ برنگ چھوڑ دیں۔ سبحان اللہ دشت کوسوں تک پھولوں کی خوشبو سے مہک گیا۔ ستارہ ہر ذرہ کا چمک گیا۔ لطافت آب چشمہ مہ پر طعنہ زن غیرت بخش گلزار وہ گلشن خرمن مہ کو یہ ضیا کہاں حاصل۔ غیرت سے پانی میں ڈوبا ہوا مہ کامل مہ سے ماہی تک صفائے آب کی کیفیت مشہور نورو شب دیجور بارگاہوں میں فرش اطلسی فلک کو شرماتا ہوا بچھا۔ تخت و کرسیاں جواہر نگار معہ اسباب میکشی مہیا۔ اسباب نشاط حاضر ناچ اندر کا اکھاڑہ جمع حسینان روزگار کا جماؤ لگا بھلا و طرفہ تماشا کہ

عکس ساقی یہ لب جام قمر سے
تصور شب کا ہے مجھ کو سحر سے

عروسانہ شب مہتاب آئی

ستارے دل سے وقف رونمائی

کہا حیرت نے اے سردار نگار
کرو چل کر ذرا گلگشت گلزار

شگفتہ دل خراماں واں سے آئی
خوشی سیر چمن سے کچھ اٹھائی

وہ جوبن تھا عروسان چمن پر
زمیں تھی تختۂ گل سے بھی بہتر

زمیں سیلاب سے سرسبز و شاداب
ملائم ایسی نرم و تخت نایاب

تمام و بارگہ دلچسپ و زیبا
مہیا قصر جنت کا تماشا

تصدق تھا ہر اک شمسے پہ مہتاب
مہیا میکشی کا جملہ اسباب

خلاصہ مرام جب گلابی مہتاب کی ضیائے بادہ نور سے مملو ہوئی اور انجمن فلک کی بارگاہ میں بھی حیرت مع تمام ساحران نامی کے داخل جلسہ۔ دعوت ہو چکی قیدیوں کو سامنے بلوایا اور سحر سے زمین اس دشت کی فولادی بنا دی اور ایسا سحر پڑھا کہ ایک زنجیر گردا گرد اس صحرا کے کھنچ گئی کہ جو کوئی عیار آئے زنجیر میں بندھ جائے آنے نہ پائے اور زمین میں بھی نقب نہ لگا سکے جب یہ انتظام کر چکی۔ باطمینان تمام مشغول و راحت

و آرام ہوئی۔

لیکن برق بھی بصورت مبدل قریب اس جلسہ مسرت کے پھرتا ہوا آیا۔ دیکھا کہ ایک زنجیر آتشیں گرد دشت کھنچی ہے۔ اس نے چاہا کہ جست کر کے اس زنجیر کو پھاند جاؤں۔ بس باارادہ جست جب قریب زنجیر گیا۔ وہ اور زیادہ بلند ہو گئی۔ اس نے چاہا کہ جھک کر زیر زنجیر جاؤں۔ زنجیر پھر نیچی ہو گئی اور ایک شعلہ اس میں سے چمک کر بجلی کی طرح اس کی جانب لپکا۔ یہ ہوا کی طرح پیچھے کی طرف بھاگا اور دور جا کر ٹھہرا۔ وہ شعلہ بھی منطفی ہو گیا۔ برق سمجھا کہ اندر جلسہ کے جانا نہ ہو گا سحر سے انتظام کامل کیا۔ خیر اب کی نقب لگاؤ۔ اگر پہنچ گئے تو فبہالمراد ورنہ اور کوئی تدبیر کرنا۔ غرض قریب جلسہ مذکور پہنچ کر ہر سمت دشت کے سناٹا تھا ہی اس نے تحجر سے نقب دینا شروع کی۔ جب اس جگہ پہنچا کہ جہاں زنجیر سحر کھنچی ہے۔ وہاں کی زمین کو سخت مثل فولاد و سنگ پایا۔ ناچار نقب دینا بھی موقوف کیا اور ہر سمت اس فکر میں پھرنے لگا کہ کوئی اندر جلسہ کے جانے والا ملے تو اس کو بیہوش کر کے اور اس کی صورت بن کر اندر جاؤں۔ اس تردد میں پھرتا تھا کہ مستر قران سے ملاقات ہوئی۔ کیونکہ قران جو حصار کے مقام سے روانہ ہوا تھا تو فکر عیاری میں وہ بھی اس طرف آیا تھا اس کو دیکھ کر مستفسر حال ہوا اس نے سب حقیقت زنجیر کی اور اپنے نقیب وغیرہ کی بیان کی۔

قران نے سارا ماجرا حصار کا سن کر کہا: "اے برق میں تم کو حصار جادو کی ایسی صورت بنا دوں اور آپ ایک خدمت گار کی صورت بن کر تمہارے ساتھ چلوں جس وقت کہ حیات سنے گا کہ ملکہ حصار آئی ہیں باعزاز تمام طلب کرے گا۔ بہ آسانی وہاں پہنچ جائیں گے اور کام دشمنوں کا تمام کریں گے۔"

برق نے اس تدبیر مستحسن کو بہت پسند کیا اور ماسئے خلیفہ عیاران اسلام پہ آفرین کی اور قران کے لوح دل پہ شکل ملکہ حصار نقش تھی کہ یہ اس کے یہاں ایک شب و روز آیا تھا۔ پس رنگ و روغن لگا کر برق کو اسی کی صورت بنایا۔ خلعت فاخرہ سے

جسم نازک معطر و مزین فرمایا۔ زیور جواہرین سے تن نازنین آراستہ کیا۔ وہ چمپکا چاند و سورج کی طرح طلائی چمکتا ہوا سر پہ لگایا کہ طائر دل پھانسنے کے لیے چمپکا لگایا۔

ادھر قران خواجہ کی ایسی صورت بنا کہ لانبا قد رخسار بالوں سے ڈاڑھی مونچھ کے بالکل صاف اور ازبک قوم کا زنگی تو خود ہے کچھ ہی نقشہ صورت میں فرق کرنا پڑا۔ سراپا خوب بنا لیا۔ لباس بھی ویسا ہی زیب قامت کیا۔ چپکن پہ زرہ پہنی۔ پٹکا کمر سے باندھ خنجر اور پیش قبض لگا کر ہمراہ ہوا۔ برق آگے آگے زلف عنبر فام کو بل چہرے پہ دیئے۔ پائنچے کلائی ڈالے' بناز و انداز خراماں خراماں چلا۔ پیچھے آپ بہ آدب تمام روانہ ہوا اور قریب اس سلسلہ سحر کے جب پہنچے۔ خواجہ سرانے پکار کر کہا: "اے غلامان حیرت یہاں آؤ۔"

حاجب و دربان وغیرہ جو قریب بارگاہ تھے آواز سن کر نزدیک آئے۔ اس نے ان سے کہا: "حیات جادو کو جا کر اطلاع کر دو کہ ملکہ حصار جادو آئی ہیں۔" ملازموں نے یہ سن کر خدمت حیرت میں جا کر بعد دعا و ثنا کے پیام عرض کیا۔ حیات اس جلسے میں حاضر تھا۔ سنتے ہی یہ خبر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا: "اے حیرت' یہ وہ ساحرہ آئی ہے کہ جس نے ہم پہ احسان عظیم کیا تھا۔ رات بھر میں اس کے یہاں باآرام تمام رہا۔ اس نے کوئی دقیقہ خاطر داری میں اٹھا نہ رکھا۔ دعوت کی۔ بہت آرام دیا۔ دوسرے دن میں بخوف عیاراں وہاں سے چلا آیا۔ ورنہ وہ آنے نہ دیتی تھی۔" یہ کہہ کر ساحرہ مذکور کو لینے کے لیے چلا۔

حیرت نے جب اپنے باپ کو جاتے دیکھا۔ خود بھی ساتھ ہوئی اور دونوں قریب زنجیر آئے۔ ملکہ نے ایسا سحر پڑھا کہ وہ زنجیر سمٹ کر ایک طرف ہو گئی۔ حیات نے آگے بڑھ کر حصار کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: "آئیے آپ نے بڑی تکلیف فرمائی جو قدم رنجہ فرمایا اور اس احقر کو سرفراز کیا۔ بباغ سامری چلئے اور تشریف رکھیے۔

حصار نقلی نے یہ سن کر پہلے تو ملکہ حیرت کو تسلیم کی پھر عرض رسا ہوئی کہ۔" یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہم لوگ آپ کی رعایا ہیں' یہ سب عزت و آبرو حضور کی عطا

فرمائی ہوئی ہے۔ یہ سب آپ کی خوبیاں اور غریب پروری ہے جو اس طرح پیش آتے ہیں۔" یہ باتیں فی مابین کر کے روانہ ہوئے۔ اور لب نہر آ کر مسند پر اپنے برابر حصار کو بٹھلایا۔ مختار بھی اس کو ساحر معزز سمجھ کر بڑے تپاک سے ملا اور برابر بیٹھا۔ قران پس پشت آ کر سر پر رومال جھلنے لگے۔ باہم جنس جنس کے باتیں ہونے لگیں۔ ناچ شروع ہوا اور جام شراب چلنے لگے۔ حیات نے حصار نقلی کو اپنے ہاتھ سے جام شراب دیا۔

اس نے جام لے کر کہا: "اے بادشاہ کنیز کا یہ رتبہ نہیں کہ حضور کو ساقی بنائے اور اب زیادہ مجھ کو شرمندہ نہ فرمائیے۔" یہ کہہ کر اٹھی اور ساقی سے شراب کی گلابی اور جام لے کر کہا: "یہ کنیز آپ سب صاحبوں کی خدمت کرے گی۔" ہر چند حیات نے منت کی کہ آپ کچھ تکلیف نہ کریں۔ مگر اس نے نہ مانا اور شراب پلانے لگی۔

طلسم ہوشربا

محمد حسین جاہ

۱۹۷۸ء

- بلائے جادو

از بسکہ رات جو زیادہ آئی تھی تو روک ٹوک بہت نہ تھی۔ یہ بازار میں اور بارگاہ شہزادہ دیانت اس طرف آئے۔ یہاں حاجب و دربان وغیرہ حاضر تھے۔ خدمت گار بہر کار آمد و رفت رکھتے تھے۔ اتفاق سے دو خدمت گار چی کرنے والے اپنی باری بھر کر کھانا کھانے بارگاہ سے باہر نکلے اور اپنے بستر کی طرف چلے۔ کہ اب پچھلی رات کو پھر ہماری نوکری ہو گی' اس وقت جا کر آرام کریں۔ چنانچہ وہ بستر تک اپنے پہنچے نہ پائے تھے کہ ان عیاروں نے قریب ان کے جا کر بطور خدا پرستاں سلام کیا اور عرض رسا ہوئے کہ ہم مسلمان رہنے والے قلعہ طوفانیہ کے ہیں ہمیشہ اپنا آپ پوشیدہ رکھتے تھے کس لیے کہ تمام کوہستان لحواز لقا پرستان ہے۔ اتفاقاً ہمارا راز بادشاہ طوفانیہ کو معلوم ہو گیا اور اس نے عزم ہمارے قتل کرنے کا کیا۔ ہم وہاں سے بھاگ کر اس حوالی میں آئے اور چھپ کر مع اہل و عیال رہنے لگے۔ مگر ہمیشہ سے درگاہ باری میں دعا بصد گریہ زاری کرتے تھے کہ قدم اقدس مسلمانوں کے یہاں آئیں۔ بارے دعا ہماری مستجاب ہوئی اور آپ لوگ یہاں تشریف لائے۔ فی الحال آج کچھ کھانا بطور نذر کے ہم نے کرایا ہے اور چند مسلمان بھی جمع ہو گئے ہیں۔ آپ بھی تکلیف فرما کر کلبۂ خانہ تک قدم رنجہ فرمائیں اور دعوت کا طعام کھائیں" اس لجاجت سے انہوں نے کہا کہ خدمت گاروں کو کچھ عذر نہ بن پڑا۔ سوائے اس کے کہ ان کے ہمراہ ہوئے۔

یہ دونوں مکاران کو لے کر لشکر سے باہر آئے اور جنگل میں پہنچ کر حباب بیہوشی ان کے منہ پر لگائے کہ وہ بیہوش ہوئے۔ انہوں نے اور زیادہ ان کو بیہوش کر کے کپڑے ان کے اتارے' اور فتیلے روشن کر کے آئینہ سامنے رکھ کر ان کی صورت بنائی اور

مان کو ایک غار میں ڈال کر بارگاہ شہزادہ کی طرف راہ لی اور باتوں باتوں میں سب حال خدمت گاروں سے پوچھ لیا تھا۔ اسی پتہ پر آ کر اپنے بستر پر ٹھہرے اور پچھلی رات کو اٹھ کر بارگاہ کے اندر گئے۔ خدمت گاروں کو بدلوا کر آپ چپی کرنے بیٹھے۔ وہاں شمع ہائے موم اور کافوری روشن تھی۔ انہوں نے پروانے بیہوشی کے بیٹھے بیٹھے چھینکے کہ پلنگ کے پاس دار بھی بیہوش ہوئے۔ اس وقت ایک بکنا بیہوشی کا شہزادے کے منہ پر مل کر اس کو بھی بیہوش کیا اور پلنگ کی چادر پر حلقہ ہائے کمند سے مضبوط باندھ کر پشت پر پشتارہ لگایا اور سراچہ بارگاہ پشت کی طرف سے پھاڑ کر نکلے اور پہرے والوں کی نظر سے چھپ کر اٹھتے بیٹھتے لشکر سے نکل کر روانہ ہوئے خدا کی بارگاہ میں آئے۔ اس نے انتظار میں رات بھر جاگ کے بسر کی تھی ان کے آتے ہی پلنگ پر سے اٹھ کر آفرین خواں ہوا اور آہنگروں کو بلا کر اس وقت شہزادے کے مطوق و مسلسل کرایا اور ایک صندوق آہنی منگا کر اس متاع گرانمایہ صاحبقرانی بند کر کے قریب بارگاہ ایک خیمہ میں رکھ اس نے کہا: "تم نے بڑی نامردی کی' نیرہ تیرہ سنگ آہن سے بنا ہے یا باد و آتش سے خیمہ پر بڑا بڑا پاسبان مقرر کیا۔ اس عرصہ میں وہ رات گزر گئی اور عیار کی طرح آفتاب پشتارہ نور دوش پر رکھ کر بارگاہ مشرق سے نکلا۔ صبح دم حسب معمول کوسیوں نے طبل یورش بجایا۔ سپاہ بے اندازہ زرہ جوشن سے آراستہ ہوئی۔ صاد وغیرہ سوار ہو کر لشکر مسلمان پر چلے۔ یہاں شہزادے کے غائب ہونے سے غلغلہ پڑا تھا۔ ہر سردار رنجیدہ ہو رہا تھا کہ ہرکاروں نے آمد لشکر کی خبر سنائی پھر تو جلدی جلدی تیاری ہوئی۔ جملہ سپاہ مع سرداران ذی جاہ کے جانب میدان بڑھی۔ آخر دونوں لشکر دلی سے مقابلہ ہوا۔ صفوف کارزار دوست ہوئیں۔ نقیبوں کی صدائیں گوش گردوں کے پار گزریں۔ وسط میدان میں آیا اور کلمات لاف و گزاف زبان پر لایا اور مبارز خواہ ہوا ادھر سے یاقوت زنگی غصہ میں بھرا ہوا۔ اٹھ کر اس کے مقابل ہوا اور نیرہ گرز کے جواب میں وہی پر لگایا۔ وہ بھی بڑا طاقت ور ہے۔ وہ ایک لٹھ تو اس نے خالی دیئے پھر گھوڑے سے کود کر اس کی لٹھ کی ضرب بچاتا ہوا گھوڑے کے پیٹ کے نیچے آیا اور

تک مرکب مضبوط تھام کر زور کیا کہ مع گھوڑے اس کو اٹھا کر زمین پر دے مارا۔ گھوڑا اوپر زنگی نیچے ہوا۔ گھوڑا تو سنبھل کر جانب میدان بھاگا اور زنگی اٹھنے نہ پایا تھا کہ یہ کود کر اس کے سینے پر سوار اور دبا کندہ ناتواں کیا۔ مشکیں اس کی باندھیں اور سپرد عیار کیا۔ اس نے حباب مار کر بیہوش کیا اور اٹھا کر لے گیا۔ اس نے پھر مبارز طلبی کی۔ اب کی مرتبہ خونریز کو ہی سامنے آیا۔ اس نے کہا: "اے خونریز تجھ کو مجھ سے لڑتے شرم نہیں آتی کہ دونوں لڑکے تیرے میرے پاس ہیں اور میں نے اپنے دین و ایمان کا صدقہ سمجھ کر ان کی پرورش کی ہے۔" یہ کلمات سن کر خونریز کو غصہ آیا اور صف لشکر میں لڑکے اس کے کھڑے تھے ان کو پکارا: "ادھر آؤ۔" وہ باپ کی آواز سن کر قریب آئے صماد نے کہا: "تو نے ان کو جو بلایا تو میں ڈر گیا۔ یہ دونوں غلام بے دم ہیں۔ ان کا سن ہوں میرا تصدیق ہے کہ یہ اپنے ایمان پر قائم ہیں۔ اور زندہ و سالم ہیں۔" غرضیکہ اس کج خلق نے ایسے واہیات کلام کیے کہ مسمار و سرشار کو بہت برا معلوم ہوا اور خونریز نے بھی ان کو گھر کا کہ اے نالائق جیسے تم ہو ویسی ہی باتیں سنتے ہو۔ خیر تم جاؤ تمہارا کام جانے۔ یہ کہہ کر صماد سے کہا: "زبان کو بند کرو اور بازو کھولو۔ میں لڑکوں کو نہیں جانتا تو جانے اور وہ جانیں۔" اس نے یہ سن کر نیزہ اس کے سینے پر مارا۔ اس نے نیزہ کو شانے پر گانٹھا دونوں سرگرم کارزار ہوئے۔ یہ تو لڑ رہے ہیں۔ مگر مسمار و سرشار جو باتیں سخت سن کر بھرے جانی نے بھیا سے کہا: "اے برادر یہ صماد حرامزادہ ہے دیکھا تم نے کہ کیسا ہم کو حقیر و ذلیل سمجھ کر برا بھلا اس نے کہا۔ اب اگر ہمارے باپ کو اس نے زیر کر لیا تو قیامت آ گئی بجور گالیاں دے گا۔" دوسرے بھائی نے یہ حال پوچھا: "پھر بھائی کیا کرنا چاہیے۔" اس نے کہا: "بھائی مناسب یہ ہے کہ شہزادہ کو چل کر رہا کر دو اور اس مرتد کا سر کچلوا دو۔" یہ رائے اس نے بھی پسند کی اور صف لشکر سے حیلہ احتیاج کر کے روانہ ہوئے اور اس خیمہ پر آئے۔ جہاں شہزادہ صندوق میں بند ہے۔ دربانوں سے کہا: "لاؤ قیدی کو صماد نے مانگا ہے۔ اس لیے کہ اس کے لشکر کے سامنے اس کو قتل کریں۔"

دربانوں نے یہ سن کر صندوق کہ جس میں شہزادہ بند تھا۔ ان کے حوالے کیا اور یاقوت کو بھی دیا۔ یہ دونوں کو لے کر اپنے خیمہ میں گئے اور صندوق وا کر کے شہزادہ کو نکالا اور سر جب دماغ سب کی بادہ تپ سے گرم ہوئے اسی بختیار ناچتا ہوا سامنے آیا اور کہا اپنا اس کے قدم مبارک پر رکھ کر عرض کیا کہ "ہم حضور کے غلام ہیں۔ یہ صیاد بیٹا حرامزادہ ہے اور ہمارے باپ سے لڑ رہا ہے۔ اس کو سزا دیجئے۔ یہ کہہ کر کلمہ پڑھ کر از سر صدق مسلمان ہوئے۔ تورج نے قید توڑی اور اسلحہ ان سے لے کر پہنا اور باہر آ کر مرکب باد پا پر سوار ہوا۔ یاقوت و پسران خوزرج ہمراہ ہوئے اور فوج جو پڑاؤ پر تھی ان کو رہا دیکھ کر گھبرائی۔ مگر یہ کسی کی مجال نہ ہوئی۔ جو ان کو روکتا۔ پس یہ گھوڑے ڈال کر میدان جنگ گاہ میں پہنچے۔ اور شہزادہ نے نعرہ کیا کہ: "باش اور نامراد و بے حیا کو میں آ پہنچا۔ یہاں خوزرج سب اسلحہ سے مقابلہ کر کے سر گرم تلاش کشتی تھا اور زیر ہوا چاہتا تھا کہ شہزادہ مرکب سے کود کر درمیان میں آیا اور سد راہ ہوا۔ صیاد سے کہا: "ابھی تو مجھ سے معرکہ اٹکا ہوا ہے۔ ادھر آ کہ تو میرا شکار ہے۔ وہ اس بہادر کو دیکھ کر ان سے لپٹ پڑا زور ربا پیلی کے شروع ہوئے شہزادہ کو اس کے مکر کرنے پر غصہ بہت تھا۔ دوپہر کی کشتی میں ایسا صاحبقرانی پیچ کیا کہ سنبھلنا اس کو مشکل ہوا اور اکھڑ کر جو مارا۔ چاروں شانے چت گرا۔ بہادر سینہ پر سوار ہو اور پکارا: "بھلا شناخت خدائے واحد میں کیا کہتا ہے۔" اس نے عرض کیا: "تا زندہ ایم بندہ ایم۔" اور کلمہ پڑھ کر ہمراہ خلق دیگر مسلمان ہوا۔ شہزادہ اس کے سینے پر سے اٹھا اور اس کو لے کر اپنے لشکر کی طرف چلا۔ ادھر سے سرچار و صیاد مع اس کے لشکر اور اپنی فوج کے جانب لشکر شہزادہ چلے۔ لیکن سیلان زیر ہوتے ہی خوزرج کے کیجا بخت واژ دن پھر دشمن ہوا کوہ و دشت پھر اپنا مسکن ہوا۔ پس گھوڑا ڈال کر یہ جادو جا جانب دشت ماہی ہو گیا۔ یہاں شہزادہ بارگاہ میں آ کر جشن دربا ہوا۔ ساقی و مغنی شراب عشرت و سرود و مسرت سے نوش کرنے لگے۔ کل لشکر ایک ہو کر اترا اور دو دن تک آسودہ ہوئے۔ تیسرے روز شہزادہ سے صیاد عرض پیرا ہوئے ہوا: "اے شہریار

والا مقدر اس ذرہ بے مقدار کے مالک پر آفتاب مثال حضور پر تو ڈالیں اور میرا مرتبہ فلک الافلاک سے بھی زیادہ تر فرمائیں۔"

شہزادہ نے کمر دیری تحسین فرمائی کہ مجھ کو جانب طلسم جانا ہے۔ اس باعث سے ہمراہ چلنے میں پس و پیش ہے۔" خونریز یہ کلام عرض رسا ہوا: "جناب کو راہ طلسم طے کرنے میں کوئی حرج نہ ہو گا۔ راستہ ہی میں دارالسلطنت ان کی ملے گی۔ آپ شوق سے چلیں اور ان کے ملک کو اسلام آبادی کریں۔ شکیل کوہی ہمراہ آ چکا ہے۔ اس نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ آخر اس چشمہ مروت کو کچھ بن نہ آئی طبل سفر پر چوب ولائی لشکر نے کوچ کیا زمین کثرت سپاہ سے ہلنے لگی۔ دشت و کہسار میں ہلچل پڑ گئی۔ خاطر فلک پر اس جاہ و حشم کا بار پڑا تھا کہ پشت خم کئے تھا مگر اس بہادر کا یہ خوف تھا کہ بنگاہ کج نہ دیکھ سکتا تھا۔ غرضیکہ بڑے تزک و احتشام سے بعد قطع مسافت راہ شہزادہ عالی جاہ قلعہ صادیہ پر پہنچا اور لشکر ظفر پیکر کو بیرون قلعہ اتروا کر بارگاہ نصب کرا کر آپ مع سرداران نامور کے اندر قلعہ کے آیا۔ شہر مینو سواد پایا۔ محلیا ہرایا خرم بازاروں میں تھما تھم عمارت ہائے قلعہ پختہ و سنگیں انتہا کی آرائش و تزئین و وضع و شریف کی بستی وہ بادی معمورہ عالم انجمن حسینان پر جنتی۔ شہزادہ سیر و کیفیت ملاحظہ فرماتا دارالامارہ میں آیا۔ سامان شاہانہ سے اس کو آراستہ پایا۔ تخت پر صادر کو بٹھلایا۔ آپ دنگل پر جلوہ فرمایا۔ سرداروں نے پہلو و جوانب سے شہزادہ نے کہا خدا کے فضل سے ہم جائیں گے اور گوہر مقصد اس بحر آفت سے لائیں گے میں جگہ پائی۔ محفل عشرت گرم ہوئی۔ ہر ایک رقاصہ رشک ناہید زینت بزم ہوئی۔ صادر نے غفلت دیکھ کر چند جام ساغر پلا کر بیہوشی کے ساغر اس دلاور کو پلائے اور سرداروں کو بھی مع مجم عیار کے دی دیئے۔ یہ سب بیہوش ہوئے۔ آہنگروں کو بلا کر قید پہنا کر زنداں خانہ میں بھیجا۔

لیکن شکیل کوہی جو سب کے ساتھ بیہوش ہو گیا تھا اس کو ہوشیار کر کے کہا: "اے

بجادر میں بمصلحت مطیع ان مسلمانوں کا ہو گیا تھا ورنہ مجھ کو امید ہے کہ تم بھی میرے شریک ہو گے۔ اب لازم ہے کہ آج رات کو لشکر دشمن پر شبخون مارو اور فراغ خاطری سے داو بیش سب کو قتل کر کے دو۔ سنگین اس حال کو سن کر اس نامردی سے رنجیدہ ہوا۔ لیکن اکیلا اندر قلعہ کے تھا۔ ملال اس پر اپنا ظاہر نہ ہونے دیا۔ خاموش رہا کہ خیر دیکھو کیا ہوتا ہے اور صاد کے قلعہ والوں کی نوبت مسلمان ہونے نہ آئی تھی۔ اس وجہ وہ انتظام ازسر کو کرنے سے عاجز رہا۔ اپنے افسران لشکر کو بطور مخفی بیرون قلعہ سے بلا کر تالیف قلوب کر کے اس بات پر آمادہ کرنے لگا کہ فوجوں کو اپنی لشکر سلامان سے علیحدہ کر کے جانب کوہ صا کوچ کر جاؤ اور رات کو میں قلعہ سے نکل کر ان پر گروں تم اس طرف سے آ کر حملہ کرو۔ سب کا کام تمام کر کے چین سے بیٹھو۔

سردار ہنوز لشکر سے کوچ کر کے جانے نہ پائے تھے کہ اقلم پدر سنگین جو عقب اپنے فرزند کے چلا تھا۔ چنانچہ اس کو معلوم تھا کہ بیٹا میرا مال و اسباب اپنا لیے قلعہ صاد پر گیا ہے پس یہ اس طرف گیا۔ اس کے آنے کی خبر ہرکاروں نے آ کر اس کو دی۔ اہلنگ بیٹا اس کو تو یہاں موجود ہی تھا۔ وہ استقبال کر کے والا مادہ میں لایا۔ صاد نے بھی تعظیم کی۔ بغلگیر ہوا اور برابر اپنے تخت پر بٹھلایا۔ سارا حال رزم شہزادہ بیان کیا۔ اس نے جملہ ماجرا سن کر کہا: "تم نے بڑی نامردی کی۔ کیا نبیرہ حمزہ سنگ و آہن سے بنا ہے یا باد و آتش سے پیدا ہوا ہے جو زیر نہ ہو سکا۔ اس مکر سے زیر کیا۔ ذرا بلواؤ۔ میں تو دیکھوں شکل و شمائل رکھتا ہے۔" اس نے بہت حیلہ و عذر کیا مگر اس نے نہ مانا۔ ناچار اس نے سب قیدیوں کو سامنے طلب کیا۔ شہزادہ وغیرہ ہر ایک ہوشیار ہو کر مقید ہونے سے مصروف دعا تھے کہ زنداں بان ان کو سامنے اقلم کے لائے۔ ہر ایک نے پکار کر بطور خدا پرستاں سلام کیا۔ صاد نے کہا: "اے کوہیو تمہیں لازم ہے کہ رفاقت اس مسلمان کی ترک کر دو۔ تاکہ قتل میرے ہاتھ سے نہ ہو۔" یہ کلمہ سن کر خونریز کو غصہ آیا اور پکارا: "اے بے حیا تو نے وہ نامردی کی ہے کہ

نامردوں کے بھی ناک کان کاٹے ہیں۔ تمام کوہیوں کو رسوا کیا ہے۔ اس نے جب یہ واقعہ سنا بغضب تمام تر بہر قتل اٹھا۔ اس بہادر نے قید کو توڑ ڈالا اور دربار میں ایک سردار کے سامنے سپر پر تلوار رکھی تھی۔ وہ تلوار جھپٹ کر اور لپان برق چمک کر ایک ہاتھ صداد پر مارا۔ وہ جست کر کے پچھلے پاؤں جو ہٹا ایک دنگل میں الجھ کر گرا۔ اتفاق سے سامنے سنگین کے یہ گرا۔ اس نے دنگل پر سے بیٹھے بیٹھے ایک ہاتھ تلوار کا تن کر مارا سر اس کا کٹ گیا۔ اوپر سے خرزنج نے آ کر ہاتھ مارا کہ اس مردے کے چار ٹکڑے برابر سے ہوئے۔ سردار اس کے مسلمان پہلے ہی ہو چکے تھے اس امر میں کچھ نہ بولے اور شہزادہ نے قید کو توڑا۔ سب سردار رہا ہوئے۔ شہزادہ دنگل پر جلوہ گر ہوا اعظم نے کہا اے شہریار میرے آپ کے زور کا امتحان ہو جائے۔ یہ کہہ کر دراز کیا۔ شہزادہ نے بھی ہاتھ سے ہاتھ ملایا۔ اس نے ایک سحر پڑھا کہ وہ صحرا بارگاہ سے نظر سے غائب ہوئی اور یہ دونوں باہم گتھے اور قمچیاں چلنے لگیں کبھی اس کے ہاتھ پر سوار ہوا اور کبھی وہ زبردستی دکھا کر سینہ پر لاتیں لگا کر پیچھے ہٹا آخر کار شہزادہ نے اس کا پنجہ زبردست پھیر دیا۔ اس نے بھی کلمہ پڑھ کر اسلام اختیار کیا۔ شہزادے نے اس ملک کے دو حصہ کر کے ایک تو سرشار کو دیا۔ دوسرا اس کے بھائی مسیمار کو دیا۔ شہر میں منادی نے ندا دی کہ جو حاکم وقت کی اطاعت نہ کرے گا گردن مارا جائے گا۔ اکابران شہر میں حاضر ہو کر نذریں دینے لگے۔ لاش صداد کی پھنکوا دی جلسہ عشرت آغاز ہوا۔ کئی روز تک جشن رہا۔ پھر وہاں سے لشکر ظفر پیکر نے کوچ کیا قلعہ سنگین پر آ کر ٹھہرے تمام قلعہ اسلام آباد کیا پھر وہاں سے کوچ کر کے جانب طلسم ہزار برج روانہ ہوئے اور بعد قطعہ منازل طے مراحل جیدو سیاحی کرتے ہوئے ایک صحرائے سبزہ زار میں پہنچے دیکھا کہ گل ہائے بوقلموں سے یہ دشت رنگین ہے۔ گویا زمین پر بہشت بریں ہے۔ گھنے درخت سایہ دار سایہ فگن عروس چمن پر بہت جوبن ہے سب جنگل نور کا تڑکا نظر آتا تھا۔ دل اس طرف جا رہنے کو چاہتا تھا ہر شاخ

درخت طوبیٰ مثال ہے۔ ہر نہال زرگل سے مالا مال ہے۔ دایہ بہار اس نونہال اولاد سے نہال ہے۔ دودھوں نہائی ہے۔ پوتوں پھلی ہے۔ جو کلی ہے وہ دل کو بھلی لگی ہے۔ نسیم چمن اٹکھیلی بھرتی ہے۔ غنچوں کو وہ انداز ہے کہ منہ سے تبسم بولتے ہیں۔ گلوں کو وہ خوشی ہے کہ ہنس رہے ہیں۔ دھوپ جو درختوں سے چھنتی ہے۔ آفتاب کا جی چاہتا ہے کہ اس کے سایہ عاطفت میں رہوں یا معلوم ہوتا ہے کہ چادر نورانی تنی ہے۔ نہریں ہوا سے لہراتی ہیں۔ مردہ دلوں کی طاقت بڑھاتی ہیں۔ طراوت آنکھوں میں دیکھنے سے آتی ہے۔ سبزہ پر نیند براحت سلاتی ہے۔

ہرا ساون میں تھا تختہ زمین کا
کہیں نیا سے تھا خوش رنگ سبزا

بہار فصل گل کی تھی بڑی دھوم
مچاتی تھیں چمن میں بلبلیں دھوم

مچاتے نشہ میں غل برگ اشجار
کہ ہو ہر سبزہ خوابیدہ بیدار

عجب پھولا تھا تختہ چاندنی کا
بہت تھا لطف اس جا میکشی کا

عجب صحرا تھا وہ رشک گلستان
تصدق بلبلوں کی اس پہ تھی جان

اس دشت کے بیچ میں ایک مکان عالی شان بنا ہے۔ حوالی رنگین اس کی مصفا ہے۔ بلند

ایسا ہے کہ کاخ آسمان اس کا گنبد نظر آتا ہے۔ طائر وہم و خیال اُس تن سے خیال پرواز میں اڑ جاتا ہے۔ ہزار برج اس مکان کے گرد بنا ہے۔ ایک برج سے دوسرے برج تک دو تیر کا فاصلہ ہے۔ دروازہ ہر برج کا جواہر کا ہے۔ بعض اس میں ایک ڈالی گوہر کا ہے۔ ہر برج میں ایک ایک گھڑی آویزاں ہے۔ یا کسی عاشق کا دل زلف معشوق میں لٹک کر ہر گھڑی نالاں ہے طرفہ تماشا ہے۔ آرائش میں اس قصر رنگ کا یہ نقشہ ہے۔

نہایت قصر عالی صاف و براق
بظاہر تھا متاع عمر آفاق

ہزاروں طرح کے سامان آرام
مناسب فرش رنگین ہر در و بام

مصفا فرش ایسا ہر مکان میں
میسر ہو نہ ہو اب اس جہان میں

اس نے کہا: ہمے شہریار میرے آپ کے زور کا امتحان ہو جائے اور پنجہ بلی دراز کیا

تعلق سنگ کا ہر شے میں پایا
کھلا یہ سب ہے پتھر کا بنایا

مکان کے سامنے کا تھا جو میداں
نظر آیا کہ اک چاٹک بھی ہے وہاں

طلائی سر سے پاؤں تک ہر طرف سے

نظر کی تاب کیا جو اس کو دیکھے

پڑا تھا بریشمیں اک اس میں پردہ
بہت اچھا بہت بہتر وہ سامانا

شہزادے نے اس صحرا میں قیام کیا۔ صحرا کے ایک جانب کو ایک کوہ فلک شکوہ تھا۔ خونریز نے کہا: "اے شہر یار اسی کوہ کے درے سے بسعی و دقت تمام دو کوٹھے خزانے کے مجھ کو ملے تھے۔ حسب بہت ملازم میرے مارے گئے تھے۔ یہی دشت طلسم ہزار برج کہلاتا ہے۔ یہیں کا گیا ہوا پھر کر نہیں آتا ہے جائے خطرناک ہے۔ آگے قدم رکھنے سے قصد زندگی پاک ہے۔" شہزادے نے فرمایا: "خدا نے چاہا تو ہم جائیں گے اور گوہر مقصد اس بحر پر آفت سے لائیں گے۔" یہ کہہ کر بارگاہ نصب فرما کر اترا اور طلسم میں جانے کا مشورہ کرنے لگا۔ حال اس شہزادے کا تسب فتحی طلسم ہزار برج اور پھرنا عمرو کا مع ملکہ بہار طلسم کوکب سے اور رہا ہونا شہزادہ اس کا قید افراسیاب سے یہ جلد بے سرو سامان جلد سوم میں انشا اللہ بیان کرے گا اب بقیہ حال لشکر امیر با توقیر کا بیان کرتا ہے۔ بفضلہ تعالی لہالقہ

کدھر ہے تو اے ساقی شوخ و شنگ
جوانی کی پھر آئی دل میں ترنگ

تری چشم میگون نے مارا مجھے
کہ یاد آیا ساغر دوبارہ مجھے

مرے ساقیا آج آخر ہے دور
نرالا ہے کچھ جور گردوں کا طور

پلا دے مجھے آج اے مہرباں
کوئی دم میں میں پھر کہاں تو کہاں

نہ مجلس نہ مطرب نہ وہ جام ہے
نہ ساقی نہ شاہد نہ وہ شام ہے

نہ غفلت میں اس شب کو گنوائیں
سحر کے ہیں آثار ساقی عیاں

مے سرخ ہے جام بلور میں
شفق پھولی ہے صبح کے نور میں

صدائے ہلا سے پہ ہے اشتباہ
کہ طائر نواخواں ہیں وقت پگاہ

یہ شیشوں کی قلقل سے ظاہر ہوا
کہ اس شب کے جلسے کا قل ہو گیا

انڈیلتی ہے شیشے سے ساقی شراب
ڈھلا ہے مشرق سے دیکھ آفتاب

ہوئے سرنگوں ایسے مینائے مے
کہ تائب سحر گہ طاعت میں ہے

بہار اشک شبنم سے منہ دھوتی ہے

گلستاں کی دیکھو سحر ہوتی ہے

چھلک جاتے ہیں جام اس طرح سحر
کہ جیسے بوقت سحر گل ہلے

جوانی کی شب کی ترنگیں کہاں
ہوئی صبح پیری امنگیں کہاں

اس نے عرض کیا میں نے آج رات خواب پریشان دیکھا ہے کہ جیسے شہزادہ پہ ایک

اسی رات بھر کی تھی یہ دھوم دھام
سحر ہو بھی کچھ دم میں ساقی تمام

جوانی کی حسرت پہ کھینچی ہے آہ
نسیم سحر ہے یہ وقت پگاہ

ہوئی بزم برخاست یار اٹھ گئے
سحر ہوتے ہی کچھ نہ سامان تھے

نہ دکھ مے سے دل کو ترستا ہوا
کہ اس بزم سے جاؤں ہنستا ہوا

سیاہی مرے قلب کی مے سے دھو
کہ نور سحر جلوہ گر دل میں ہو

مجھے ختم کرنا ہے یہ داستاں
بنام ہنر پرور قدر داں

قلم پہ بڑھے جب کہ لفظ کشور
تو ہو نام نامی کا اس کے ظہور

شہ ملک جود و سخا ہے وہی
در بحر بذل و عطا ہے وہی

کرے صبح پیری کا جب ذکر ہے
کہ نام خدا وہ جواں مرد ہے

بوقت سحر خواب سے جب اٹھے
اگر نام لے اس کا غم سے چھٹے

اٹھے سو کے جب صبح دم آفتاب
تو لے نام ایسے سخی کا شتاب

کہ دن بھر کے چکر سے بچ جائے وہ
نہ تاریکی شب کا غم کھائے وہ

سخنگو کا ہے اب وہی داد خواہ
خداوند مال و خداوند جاہ

بس اے جاہ لکھ آخری داستاں

پرانی کہانی نئی کر دے بیاں

حاکیان حکایات عجیب و راویان روایات غریب ناجمانان کشور کلام مبازباں لشکر کلام سحر سازان معرکہ عربدہ پردازی و عربدہ پردازاں ہنگامہ سحر سازی ساحران الفاظ تحریر کو میدان سحر خوانی میں اس طرح پہنچاتے ہیں اور پر نقش خانہ بیان میں لا کر یوں جادو تقریر بناتے ہیں کہ شہزادہ تورج ذی وقار امیر نامدار سے تین روز کا وعدہ کر کے بہر شکار آئے تھے۔ ان کو جب عرصہ دراز ہوا۔ مزاج ہمایوں صاحبقراں دوران ساز ہوا۔ طبیعت فکر مند ہوئی۔ اسی اثنا میں ایک روز شہزادہ ایرج نوجوان نے خدمت عالی میں عرض کیا کہ میں نے آج رات کو خواب پریشان دیکھا ہے۔ وہ یہ کہ جیسے شہزادہ تورج پر ایک پہاڑ ٹوٹ کر گرا ہے اور وہ اس کے نیچے دب گیا ہے۔ لہٰذا اس خواب کے دیکھنے سے میں بہت فکر مند ہوں۔ مجھ کو اجازت ملے کہ اپنے بھائی کو ڈھونڈنے کو جاؤں۔" امیر بھی ازبسکہ پریشان خاطر ہو رہے تھے۔ اس شہزادہ نامور کی عرض سن کر فرمایا: "بابا جاؤ تمہیں خدائے کریم کے سپرد کیا۔" شہزادہ رخصت ہو کر اپنی بارگاہ میں آیا اور فوج بے شمار تیار کرا کر ساز سفر درست کر کے مرکب پری پیکر پر سوار ہو کر بڑے کروفر سے تبلاش تورج روانہ ہوا۔

ان کو تو راہ میں چھوڑیے مگر یہاں امیر کا حال سنیے کہ آپ ختم جنگ و جدال از جانب لقا بدخصال بارگاہ میں جلوہ فرما رکھتے ہیں عیاران لشکر بہر خبر صورتیں بدل بارگاہ لقا میں جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز چالاک بن عمرو مع عیاراں خود سرفاش و خدمت گار بن کر داخل تھا اس پر سوار ہوئے اور بروز سحر اس صندوق کو اٹھایا دو چار ہزار ساحران کو کام خدمت کے لیے صرف ساتھ لیا۔ ڈمرو بجے ناقوس پھنکے پروے ہوا اڑ کر بعد قطع مسافت راہ قریب لشکر خداوند گمراہ پہنچ کر ساحروں کو ایک مقام پر ٹھہرایا اور آپ صندوق اٹھا کر بارگاہ میں آ کر قائم ہوئے۔ علامت سحر بپا ہوتے ہیں بختیارک وغیرہ اٹھے تھے۔ کہ بہر استقبال جائیں۔ اس اثنا میں وہ صندوق بارگاہ میں اتار لائے اور سامنے اپنے خداوند کے آ کر سجدہ میں گرے۔ اس مردود نے گڑ گڑا کر کہا کہ

سر اپنا جھکاؤ سجدہ تمہارا بعوض عبادت ہزار سالہ میں نے قبول کیا۔" یہ بہت خوش ہو کر اٹھے اور نذر دے کر دنگل پر خلعت پا کر بیٹھے۔ ساقی نے جام دینا شروع کئے جب دماغ سب کے بادہ ناب سے گرم ہوئے اس وقت بختیارک ناچتا ہوا ان کے سامنے آیا۔ انہوں نے ایک مسخرہ وضع شخص کو دیکھ کر خنداں دنداں نما کیا اور اپنے خداوند سے پوچھا: "یہ بندہ آپ کا کیسا ہے۔" اس خرس نے جواب دیا: "یہ میرا شیطان علیہ اللعن ہے۔" یہ سنتے ہی سب نے شیطان کے قدم آنکھوں سے لگائے اور عرض کیا: "ہم کو نہ بہکائیے گا۔" اس نے کہا: "میں تم سے پوچھتا ہوں تم جو آئے ہو تو کس ارادے سے آئے ہو اور کتنی فوج ساتھ لائے ہو۔" انہوں نے کہا: "ہم خداوند کے ہم کو کچھ احتیاج نہیں ہے۔ دیکھو یہ ہمارا لشکر ہے۔" یہ کہہ کر وہی صندوق کہ جس پر سوار ہو کر آئے تھے وا کیا۔ پٹرا کھلتے ہی پشہ و مگس کی طرح پانچ لاکھ پتلا فوار کا نکلا اور ہر ایک نے ان میں سے بڑھ کر قامت شکل انسان پیدا کیا اور فلک کی طرف سے آواز خود آئی کہ اس طرح پانچ لاکھ صندوق اور ہیں۔ آپ فرمائیں پیش کئے جائیں۔ انہوں نے کہا: "کچھ احتیاج نہیں ہے۔" یہ کہہ کر ان پتلوں کو بزور سحر داخل صندوق کر کے پٹرا بند کر کے کہا: "ملک جی آپ نے ہماری فوج کو ملاحظہ کیا۔ یہ پتلے سب انسان بن کر لڑیں گے اور کار دشمن تمام کریں گے۔" بختیارک نے کہا: "حمزہ بھی زبردست ہے کہ اسم اعظم پڑھ کر پتلوں کا حال پتلا کر دے گا۔" انہوں نے کہا: "اسم اعظم کی بھی ہم تدبیر کر چکے ہیں۔ تم دیکھو تو ہم کیا کرتے ہیں۔" اس شیطان نے کہا: "اچھا میں نے مانا کہ تم ہر طرف زبردست ہو لیکن عیاروں کا کیا بندوبست کرو گے۔ وہ دم بھر میں ساری زبردستی خاک میں ملا دیں گے۔ ماہ فلک دکھا دیتے ہیں۔" انہوں نے کہا: "وہ کہاں ہیں۔" اس نے کہا: "کچھ تو یہاں بھی اس وقت موجود ہوں گے اور باقی اپنے لشکر میں متمکن ہیں۔" یہ سننا تھا کہ بلائے جادو پکارا: "اے عیارو اگر تم یہاں آئے ہو تو جانا نہیں۔ ورنہ جلا دوں گا۔" یہ صدا دیتے ہی چالاک وغیرہ جو عیار کہ موجود تھے۔ یہ سب ماجرا دیکھ رہے تھے۔ ان کے جسم میں سوزش

ہوئی یقین ہوا کہ جلنے لگیں۔ بہت جلد صورتیں تو بدلے ہوئے تھے بارگاہ کے نکل گئے اور دوڑتے ہوئے بارگاہ سلیمانیہ میں آئے' جب وہ جلن موقوف ہوئی' پس چالاک نے امیر سے سارا ماجرا ساحروں کے آنے کا اور جو کچھ دیکھا تھا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ برتر ہمارا نگہبان ہے فی الجملہ چالاک وہاں سے پھر چلا اور خیمہ ابو الفتح میں آیا اس نے کہا: "تشریف رکھیے۔" اس نے سب ماجرا اس سے بھی کہا اور اپنا بھی فکر مند ہونا ظاہر کیا کہ ان سازشوں کے شر سے خدا بچائے۔ ابھی سے کوئی تدبیر کرنا چاہیے۔" اس نے کہا: "اے بھیا اور آؤ ایک آدھ جام شراب کا پیو اور دو اور دو تین بازیاں چوسر کی کھیلیں اور ساحروں کے قتل کا مشورہ بھی کرتے ہیں۔" یہ یہاں بیٹھ گیا اور چوسر بچھا کر کھیلنے لگا اور وعدہ عیاری کا اور مشورہ اس امر کا کرتا تھا۔ لیکن وہاں جب بلا کے نصیب دینے سے کوئی عیار گرفتار نہ ہوا اور کسی کے پیرہن میں آگ نہ لگی۔ بختیارک نے ایک قہقہہ مارا اور کہا: "لیجئے پہلا وار تو انہوں نے خالی دیا۔ وہ بھی تو ساحروں کے پدر اور باپ ہیں۔ بھلا کب ہاتھ آتے ہیں ساحر ان باتوں سے جھلایا اور کہا: "ملک کی عیار یہاں حاضر نہ ہوں گے ورنہ ضرور قید ہو جاتے اور خیر تم کہو گے کہ یہ شخن پوری کرتے ہیں۔ میں ابھی گرفتار کرتا ہوں۔ اچھا جو سب میں سرگروہ اور زبردست عیار ہو اس کا تم نام بتاؤ وہ جہاں ہو گا' وہاں سے پکڑ آئے گا۔ بختیارک نے کہا: "سرگروہ عیاراں تو تمہارے طلسم میں گیا اور اس کے بعد چوٹی کے عیار تھے وہ بھی اس کے ساتھ ہیں ان کی زبردستیوں کو تو تمہارا اور تمہارے بادشاہ افراسیاب کا دل ہی جانتا ہو گا۔" بلا نے کہا: "ان سے کیا مطلب وہ جانیں اور شہنشاہ جانے۔ یہاں جو ہوں ان کو بتاؤ اس نے کہا: "یہاں اب بعد عمرو کے بیٹا اس کا چالاک اور بھانجا ابوالفتح ہے۔" یہ سن کر بلا نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی اور کہا: "اے چالاک اور اے ابوالفتح تم جس مقام پہ ہو اور اس جگہ اپنے لشکر میں جلد میرے سامنے حاضر ہو اور اگر تامل آنے میں کرو تو دل و جگر تمہارے فرط تشنگی سے کباب ہوں اور شدت عطش سے بیمار ہو۔ اس نے تو یہ بات جہاں کی۔ وہاں یہ دونوں عیار جو چوسر کھیل رہے تھے کہ

پنجۂ سحر میں گرفتار ہوئے۔ چھکے چھوٹے تقدیر کا پانسا پلٹا۔ سارا رنگ بد رنگ ہوا۔ ایسی پیاس معلوم ہوائی کہ پانچ صراحیاں کی جلی ہوئی پی گئے۔ لیکن پیاس کی شدت زیادہ تر ہوئی اور پیاس کے علاوہ سب چشمہ کاری بھول کر بچے ہوئے۔ شش و پنج میں پھنسے۔ سب داؤ گھات بھول کر باہم حرف زن ہوئے۔ کہ واقعی کارخانہ خداوند لقا درست ہے وہاں چل کر چکھے اور پچھاں اڑاؤ۔ یہ کہہ کر بلا تخت کو لپٹا اسلام کی بازی ہار کر بیان زرد چکر میں پھنسے۔ جگ کا جگ اٹھ کر چلا ساحر سے چل کر مل رہیں۔ غرضیکہ افتاں و خیزاں بارگاہ میں لقا میں آ کر سامنے بلا کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے کہ ہم آپ کے غلام ہیں جو ارشاد فرمائیے۔ بجا لائیں اس نے کہا: "اچھا میں نے مانا کہ تم ہر طرح زبردست ہو لیکن عیاروں کا کیا بندوبست کرو گے

بختیارک یہ سحر دیکھ کر پھڑک گیا اور ہوش اڑ گئے اور کہا: "اے بلا میں تم کو ایسا نہ جانتا تھا۔ اب تم کو لازم ہے کہ ان عیاروں کے بھائی بند ایک لاکھ چوبیس ہزار میں ان کے ہاتھ سے بچنے کی تدبیر کرو۔ یعنی مخفی ہو کر رہو۔ مجھ کو معلوم ہوا کہ مسلمانوں پر غالب آؤ گے۔" اس نے کہا: "تم میرے رہنے کا بھی تماشا دیکھ لو۔" یہ کہہ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر بارگاہ کے لایا۔ ایک ناریل جانب صحرا مارا صدائے مہیب پیدا ہوئی۔ آنکھیں بند ہو گئی۔ اب دیکھا تو ایک بیابان سبزہ زار ہے۔ خیابان پھولوں کی بہار ہے۔ شاخ گل پر بلبلیں نغمہ سنج ہیں لالوں لالی ترشاوے کے درخت انار و نارنج ہیں۔ چشمہ آب موجزن ہیں۔ چمنستان نسرین و نسترن ہیں بیچ میں اس صحرائے فرحناک کے ایک بارگاہ مخمل کاشانی کی نصب تھی۔ جواہر سے آراستہ سب سجی۔ ستون الماس نگار کے استادے جواہر کار تھے۔ فرش اس میں قاقم و سنجاب کا بڑی آب و تاب کا تھا۔ پلنگ اس میں مرصع پایوں کا بچھا تھا۔ مسہری جواہر نگار کا سامان آرائش بہت تحفہ تھا۔ اس نے کہا: "ملک جی میں جو نظر مردم دنیا سے نہاں رہوں گا۔ اور بعض اس شخص کی صبا جادو اڑ کر جائے گی اور پردے ہوا جا کر قیام کرے گی۔" ملک جی

نے کہا: "اب میرے دل کو قرار آیا۔ اچھا چلو بارگاہ میں بیٹھیں اور عیاروں سے کہیں کہ وہ جا کر سرداران امیر کو چرا لائیں۔ اس نے ایک سحر پھر پڑھ کر وہ صحرا اور بارگاہ نظر سے غائب ہوئی اور یہ دونوں بارگاہ میں آ کر بیٹھے۔ اس عرصہ میں وہ دن تمام ہوا اور آفتاب بسان عیاراں ملبوس سیاہ شب ہو کر جانب بارگاہ مغرب گیا

پھر آیا جھک کر ابر شام سر پہ
ہوئی پھر بارش بہاں اختر

ہوا پھر ماہتاب شام پر نور
جو گزری ہوئی رات تھوڑی حسب دستور

کچھ رات گئے حسب فرمائش بختیارک عیاروں سے ساحر مذکور نے کلام کیا: "اے چالاک وغیرہ تم دونوں جاؤ اور فرزند حمزہ شہزادہ علمشاہ کو پکڑ لاؤ۔" یہ دونوں آداب بجا لا کر جانب لشکر اسلام روانہ ہوئے۔ اور راہ میں صلاح کی ساحر نے جو ہمارا فی الحال مالک ہے ایک کے گرفتار کرنے کو حکم دیا کہ ہم کو لازم ہے کہ ہم دونوں شہزادوں کو پکڑ لائیں کس لیے کہ نیا نوکر ہرن مارتا ہے۔ بس یہی تہیہ کر کے داخل لشکر ہوئے۔ چالاک تو بارگاہ شہزادہ علمشاہ کی طرف چلا اور ابوالفتح جانب بارگاہ شہزادہ ناماب کشور کشا گیا اور اول چالاک صورت اپنی تبدیل کر کے بسان دزد سیاہ پوش ہو کر قریب بارگاہ پہنچا۔ وہاں سیامہ بن عمرو عیار شہزادہ علمشاہ کے پہرے پر تھا۔ اس نے للکارا کہ کون آتا ہے۔ یہ اس کے للکارنے سے بھاگا اور کچھ دور آ کر سوچا کہ تو بھاگ ناحق آیا ہے اور صورت بدل کر بیکار گیا کس لیے کہ تیرا شریک ساحران ہونا کسی کو معلوم نہیں۔ یہ لوگ مسلمان سب تجھ کو اپنا دوست جانتے ہیں۔ پس بصورت اصلی چل کر شہزادے کو پکڑ لاؤ۔ یہ سوچ کر بصورت اصل قریب بارگاہ آیا۔ سیامہ نے پھر پکارا: "کون ہے۔" اس نے جواب دیا تو پہچانا نہیں جو ٹوکتا ہے۔" سیامہ یہ سن کر قریب

آیا اور اس کو پہچان کر بولا: "آئیے بھائی صاحب واقعی مجھ سے خطا ہوئی۔ میں نے پہچانا نہ تھا۔ بلکہ آپ آ گئے ہیں میں ایک کام کو جاتا ہوں۔" شہزادے سے ہوشیار رہیے گا۔" یہ کہہ کر آپ چلا گیا۔ کیونکہ اس کو برادر بزرگ اور باپ کی جگہ پر جانتا ہے۔ غرضیکہ یہ تو چلا گیا اور چالاک اندر بارگاہ کے گیا۔ حاجب دربانوں کی کیا لیاقت تھی۔ جو روکتے تھے۔ جس نے دیکھا تسلیم کی اور راہ دی اندروں بارگاہ گوروں کا پہرا تھا۔ برابر آب زر کے گارد و اترا ہوا۔ سنتری شملا سنگین اور ہتھیار کا کوٹ بندھا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر پاس دکھلایا گورے نے راستہ دیا۔ یہ آگے بڑھا شمع موی اور کافوری روشن تھیں۔ شہزادہ بارگاہ سلیمانی سے پھر کر آیا تھا۔ مسند پر جلوہ گر تھا۔ شراب پی رہا تھا کہ اس پر نگاہ پڑی۔ فرمایا: "آؤ بھائی چالاک۔" یہ بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ پہرہ موقوف کرا دیجیے۔ میں کچھ تنہائی میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔" شہزادے نے فوراً تخلیہ کرایا اس نے باتیں کرنا شروع کیں اور شراب میں بیہوشی ملا کر شہزادہ کو پلائی کہ وہ بیہوش ہوا۔ اس نے چادر عیاری میں پشتارہ باندھ کر سراپچہ بارگاہ پشت کی طرف سے چاک کر کے باہر نکل کر اپنی راہ لی۔

ادھر ابو الفتح نے بھی ایسا ہی کیا کہ بصورت اصل بارگاہ داراب میں گیا۔ کسی نے اس کو روکا نہیں کیونکہ سب اس کو پہچانتے تھے۔ اس نے اسی طرح شہزادہ کو شراب لا کر تخلیہ کرا کر سراپچہ کو چاک کیا اور روانہ ہوا۔ جب لشکر کے باہر نکل گیا ٹھہر کر ذیل عیاری بجائی۔ چالاک بھی آ مل گیا۔ دونوں متفق ہو کر جانب لشکر لقا چلے۔ لیکن یہاں بعد کچھ دیر کے سیاہ آیا اور پہرہ وغیرہ برخاست دیکھ کر گھبرایا۔ اندر جو گیا۔ شہزادے کو نہ پایا۔ ادھر قماچ عیار بارگاہ داراب میں گیا۔ اس کو بھی نہ پایا۔ گھبرا کر پیڑا ناپا ابو الفتح کا نقش قدم پایا۔ بیتابانہ یہ تجسس میں چلا۔ ادھر سے سیاوہ چلا۔ لشکر میں غلغلہ برپا ہوا۔ طلا یہ دار کچھ فوج ہمراہ لے کر دوڑ پڑا۔ یہ دونوں برق و باد کے چلے۔ چالاک اور ابو الفتح قریب لشکر پہنچ چکے تھے کہ انہوں نے جا کر گھیر لیا اور خنجر کھینچ کر حملہ کیا۔ انہوں نے پشتارہ تو زمین پر رکھ دیے اور لڑنے لگے۔ خنجر

اس شب تار میں بجلی کی طرح کوندنے لگے۔ ہنگامہ جو ہوا لشکر لقا قریب تر تھا طلایہ دار با فوج کثیر دوڑ پڑا۔ لیکن بقدرت خدا پشتاروں سے منہ جو شہزادوں کا باہر تھا۔ ہوائے سرد سحر کی لگی اور نتھن کی سردی پہنچی بیہوشی اتر گئی جو آیا اپنے تئیں بندھا پایا۔ زور کر کے پشتارے کو پھاڑا اور باہر نکل کر نعرہ بلند کیا۔ طلایہ یہ دار آ پڑا۔ اس نے گھیر لیا۔ انہوں نے دو ایک کو مار کر تیغہ لیا اور شمشیر زنی آغاز کی۔ اس عرصہ میں طلایہ دار لشکر لے کر آ پڑا۔ دونوں فوجوں میں تیغ زنی شروع ہوئی۔ شیروں کے نعرے سے جنگل گونج گیا۔ دو بادہ خصالوں کے جان پر پڑی۔ نخل تن قطع ہونے لگے چشمہ ہائے خون جاری ہوئے۔ ہوائے تیغ رواں کے سناٹے تھے۔ لاش پر لاش گر رہی تھی۔ آخر فوج عدو تاب نہ لا سکی۔ اپنے لشکر کی طرف بھاگی۔ شہزادگان مریخ صولت بصد جلو و حشمت اپنے لشکر کی طرف پھرے چالاک و ابوالفتح بھاگ کر لشکر لقا میں گئے۔ دونوں طرف کے لوگ اپنے اپنے مقام پر آ کر آرام پذیر ہوئے جس وقت کہ عیار شب نے پشت سے پشتارہ ظلمت اتارا اور شہ خاور پشتارہ کی چادر ظلماتی پھاڑ کر نکلا کہ

کہ ناگا پھر سحر آئی قضارا
برنگ مہر پھر چمکا ستارا

مختیار نے کہا: "جس طرح ہو فریب و فقرہ کر کے ملہ کو اصل میں عیار ہے یہاں بلاؤ۔"

چھپے نظروں سے بالکل انجم و مہ
ہوئی ظاہر جب ان میں صبح ناگہ

دم سحر بادشاہ لشکر اسلام بہ عجب و زینت تمام اورنگ سلیمانی پر آ کر جلوہ فرما ہوئے۔ سردار ذی وقار دربار میں آ کر جمع ہوئے۔ امیر بھی مسہری کے پاس سے برآمد ہو کر دنگل [illegible]

تخت آصفی پر بیٹھے۔ شہزادوں نے آ کر قصہ شبینہ عرض خدمت والا کیا کہ اس طرح چالاک و ابوالفتح ہم کو پکڑ لے گئے تھے۔ امیر سب ماجرا سن کر گریاں ہوئے۔ کہ افسوس ہے وہ مسحور بسحر ہو گئے۔ اب ہر ایک ان سے ہوشیار رہے۔ یہ فرما کر سیاوہ و فتاح کو عوض خدمت دو شینہ خلعت فاخرہ دیئے اور فرمایا کہ رات کو عیار بارگاہ سلیمانی میں رہیں اور پانی طلب فرما کر اسم اعظم الٰہی اس پر دم کر کے شیشوں میں بھرا اور سب عیاروں کو دیا کہ اس کو پیو اور منہ پر ملو تا کہ مسحور بسحر ساحر نہ ہو۔ سب نے وہ آب طاہر و پاکیزہ لے کر پیا اور چہرے پر ملا اور بہر عیاری روانہ ہوئے۔ ادھر بوقت سحر لقا تخت نکہت پر آ کر جب بیٹھا۔ بلا و صبا وغیرہ غائب ہو گئے تھے۔ یہ بھی ظاہر ہو کر دربار میں آئے اور دنگلوں پر قیام پذیر ہوئے چالاک و ابوالفتح نے سامنے آ کر دست بستہ عرض کیا کہ اے مالک ہمارے ہم نے رات کو یہ کیا تھا اور یہ ماجرا گذرا۔ اس نے سب ماجرا سن کر آفرین و تحسین کی اور خلعت دیا اس اثنا میں ہرکارے لشکر لقا کے خبر لائے کہ ہم اس وقت لشکر امیر میں تھے۔ امیر نے اسم اعظم پانی پر دم کر کے تقسیم فرمایا ہے اور بارگاہ میں عیاروں کو رہنے کو حکم دیا ہے۔" بلا نے جملہ کیفیت سن کر ایک قہقہہ مارا اور کہا: "حمزہ کہاں تک انتظام کرے گا۔ میں اس کو خود اس طرح قتل کروں گا کہ تمام عالم اس کے حال پر روئے گا۔ یہ کہہ کر میخواری میں مصروف ہوا۔ صبائے جادو جو سب کو پروئے ہو رہتی ہے اتر کر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھی اور اس کی دوسری بہن بھی ظاہر ہوئی۔ کس لیے کہ بلا جادو سپہ سالار ہے۔ یہ لشکر میں ہزار ساحروں میں خیمہ تنا ہے اور باقی مخفی رہتے ہیں۔ پس جب ہر ایک جمع ہو چکا اس نے کچھ مشورہ ان سے کیا اور دن بھر ناچ دیکھا کیا جب ساحر روز گار نے ترنج خورشید کو نظر مردم دنیا سے پنہاں کیا اور میر ظلمت شب کو رخ ترک دہر نے اپنا محافظ و پناہ گیر بنایا۔ یعنی بحکم بلا جنگ طبل نے صدا دی۔ ہرکارے خدمت اقدس بادشاہ اسلامیان میں حاضر ہو کر دعا و ثنائے شہنشاہی بجا لائے اور کوس رزم کے بجنے کی خبر عرض کر کے باہر جاسوسی پھر چلے گئے۔ یہاں بھی نقارہ حربی حسب ارشاد

شادی گڑگڑایا۔ کوس اسکندری کو فریو جار دانگ عالم میں پھیلا کہ بموجب قول لطیفہ

ہوش پھر میرے گم ہوئے ساقی
دے مے تند کچھ جو ہو باقی

آج ناہید سے مجھ کو لڑنا ہے
تیز شمشیر طبع کرنا ہے

رزم پر کینہ ور تھے آمادہ
چوب و طبل جنگ آمادہ

لڑنے والے کمر لگے کسنے
جوش جرأت سے سب لگے جنے

شاید تیغ پر ہوئے مفتون
سر میں سوداے جنگ و کشت و خون

آب و تاب ایسی تیغ ہمت میں
شمع روشن تھی بزم جرأت میں

رزم و پیکار کی تھی دل میں بند
رشتہ جان بھی کیا عجب ہو کمند

تھی چقا چاق اسلحے کی صدا

شورِ ہل من مبارز تھا بپا

تیر کرتے ہوں جس طرح پرواز
شب میں یوں سائیں سائیں کی آواز

ٹوٹتے تھے جو چرخ سے تارے
تیر ترک فلک نے تھے مارے

ہالہ مہ کی شکل تھیں ڈھالیں
تیز ہوتی تھی تیروں کی بھالیں

خوف سے مرگ کے کوئی تھا نڈھال
کوئی نیزے کی دیکھتا تھا بھال

کوئی گھوڑے پہ زین دھرتا تھا
تیغ کو کوئی صاف کرتا تھا

تھی نقیبوں کی ہر طرف یہ پکار
ہاں جوانو ذرا رہو ہوشیار

روز جنگ ست جنگ پاہ کرو
کوشش ہم و تمک پاہ کرو

رات اسی شغل میں ہوئی جو بسر
غنچہ مہر چٹکا گردوں پر

ظلمت شب سے یوں مٹے تارے
جیسے گر جائیں پھول ڈالوں سے

صبح دم لشکران کینہ جو
چلے میدان کو بہر رزم عدو

حمزہ نامدار صبح سے
سج کے ہتھیار تن پہ یوں نکلے

جیسے مشرق سے خسروِ خاور
آتا ہے وقتِ صبح گردوں پہ

لے کے سردار اپنے سب ہمراہ
بہر تسلیم شاہ عالی جاہ

عیش خانے کے در پہ سب آئے
آمدش کے انتظار میں تھے

جب برآمد ہوئے شہ والا
بڑھ کے ہر ایک نے کیا مجرا

تخت شاہی کے گرد سب ہو کر
جانب رزم گہ چلے خود سر

کیا تجمل لکھوں سواری کا

ترک گردوں بھی تھا ادب سے جھکا

گرد لشکر سے دہر تھا کالا
چشمہ مہر ہو گیا گدلا

کثرت فوج پہ پڑی جو نگاہ
دل بے فلک سے نکل آئی

کہتا تھا آہ اب پڑی آفاد
مرکز خاک ہو گیا برباد

الغرض دشت کیں میں پہنچے
اس طرف سے عدو بھی آ پہنچے

یعنی فوج لقائے گمراہ کینہ خواہ وارد میدان رزمگاہ ہوئی۔ سیاہ سیاہ وردیاں سواروں کی سرخ سرخ قبائیں رسالہ داروں کی کلی کرتیاں پیادے پہنے۔ ظاہراً صورت ڈراؤنی بنائے۔ جمات ان پہ لعنتی چہرے پہ نامردی برستی گروہ گروہ سب انبکہ وہ برہنہ تھی۔ اس سے بارگاہ خداوند میں نہ گئی کہ شیطان دیکھتے ہی انبوہ سامنے آ کر صف کشیدہ ہوا۔ کہیں دراز قامت طویل عریض ہیت شتر بے مہار کی طرح منہ اٹھائے بیوقوفی کے آثار چہرے سے عیاں مہیب صورت بنائے دشت نبرد میں آئے۔ لقا کا تخت ہاتھی پر کھنچا ہوا خواص میں بختیارک خواص شیطان رکتا مضحکے کرتا ہوا آیا۔ بیلچہ کا پست و بلند زمین ہموار کر چکے تھے گرد و غبار بٹھانے لگے۔ نقیب صدا لگانے لگے۔ ہوس خاطر بڑھانے لگے۔

یہاں تو یہ درستی تھی لیکن بلائے جادو ابھی نہ آیا تھا۔ کوئی منتظر تھے کہ یکایک پردے

ہوا ایک شعلہ چمکا کہ آنکھیں سب کی خیرہ ہو گئیں پھر جو دیکھا تو ایک بنگلہ زمرد نگار ہے۔ سر بنگلہ پر کلس جواہر کار ہے گنبد سپہر اس کی خوبی پر بلا گردان و نثار ہے۔ ایک مور جواہر کا بنگلے کی چوٹی پر بیٹھا ہے۔ دم چتگر کئے ہوئے ناچتا ہے۔ پردہ زنبوری پڑا ہے۔ خاطر کفار کی طرح بندھا ہے۔ اور بنگلے کے مسندیں پر تکلف بچھی ہیں بلا جادو بیچ میں بیٹھا ہے۔ دونوں پہلوؤں میں دونوں بہنیں اس کی صبا جادو مہتاب جادو بیٹھی ہیں۔ کشتی سے سامنے دھری ہے میکشی ہو رہی ہے۔ بوسہ لب شیریں اپنی ہمشیرہ کا بلائے رہا ہے۔ چار شیر پرند بنگلہ کو اٹھائے ہیں۔ منہ سے شعلہ ہائے آتش ان کے نکلتے ہیں۔ بنگلہ میں بولیاں قمر پیکر حسن میں ازہر منور ناچ رہی ہیں اور زمزمہائے عاشقانہ گاتی ہیں۔ تھاپ طبلوں پر پڑتی ہے۔ سارنگی بڑے رنگ سے بجتی ہے برابر برابر بنگلے کے تین ہزار ساحر بادپا و قمر قران پر سوار ملو جادو بعمدہ سپہ سالاری بہر رزم تیار آ کر ایک طرف قائم ہوئے اور بلا بے ایمان بنگلے سے نکل کر سامنے لقا شیطان کے آکر سجدہ میں گرا اور عرض رسا ہوا کہ اجازت میدان دیجئے۔ اس مردود نے اسی کو رخصت کیا۔ وہ پھر اپنے بنگلے کے در پر آ کر کھڑا ہوا اور شیر بنگلے کو لے کر بڑھے۔ جب وسط میدان میں پہنچے۔ اس نے پکار کر کہا: "اے فرقہ خدا پرستان تم میں سے جو آرزوئے مرگ رکھتا ہو وہ آئے۔" لشکر اسلام کے اس کے سحر سے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ کس لیے کہ چالاک وابوالفتح کو دیکھ رہے تھے کہ یہ دونوں اندر بنگلی کے سر پر صبا وغیرہ کے مورچھل جھلتے تھے اور مثل غلامان کمترین کے مصروف خدمت تھے۔ پس اس بے حیا کے نہیب دین سے کسی نے سبقت نہ فرمائی جب اس نے پھر للکارا اس وقت امیر منتظر تھے کہ کوئی بہادر نکلے تک۔ عرصہ جو ہوا خود قصد نکلنے کا کیا مگر ہنوز میدان فرق نہ ہوا تھا کہ صف دست چپ کے علم جلوہ گری پر آئے کوسے بگل بجانے لگے۔ باجا اور ارگن بجنے لگا پرہٹ جم گئی۔ طنبور رنگ لایا۔ شہزادہ عم شاہ نے اسپ بلا کو کبود فرنگی اٹھایا اور سامنے تخت شاہ کے آ کر عرض کیا کہ کہ آرزوئے رزم رکھتا ہوں۔ بادشاہ نے خلعت دے کر رخصت فرمایا۔ یہ شہزادہ جنگ پر آمادہ ہو کر اس طرف سے چلا۔ لیکن ساحروں

نے اس کو آتے دیکھ کر ایک بیضہ زریں روشن برنگ مہر جبیں مشرق دار جھولے سے نکال کر زمین پر مارا کہ بیضہ آفتاب مثال زمین میں غروب ہوا۔ دفعتاً آٹھ ذرعوں تک زمین اونچی ہو گئی اور سونے کی بن گئی۔ چشمہ دہر سونے کا چبوترہ نظر آنے لگا گویا زمین نے گنج قارون کا انبار اگل دیا۔

جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی۔ زمین گز بھر بلند سونے کا چبوترہ ہو کر دور تک دکھائی دیتی تھی۔ اس چبوترہ پر بارہ ہزار با برج جواہر کے بنے تھے طلائی فرش پر الماس زمر یاقوت کے مہر فرش دھرے تھے بروج فلک کو متاثل عکس ہیں۔ اسکے سامنے ماند تھے ہوئے زمین کو چار چاند کیا گئے۔ ہزار ہا چاند تھے برج کے در محرا بدار تھے ہمشکل ابروئے دلدار تھے پردے سیاہ ڈوریوں میں ٹنگے تھے۔ دل عشاق زلف یار میں بندھے تھے۔ پردوں پر ترنج اور بوٹے سلما ستارے کے کار چوبی بنے تھے۔ بیچ میں ان برجوں کے ایک برج جالی دار بنا تھا۔ یعنی تمام دیواریں اس کی سونے کی تھیں۔ لیکن مشبکہ دار تھی تھیں خاتم بندی کا کام کیا تھا ہر شبکہ میں اس کے گوہر آبدار آویزاں تھا۔ ایک لکہ ابراس بنگلہ سے نکل کر زمین طلائی پر چھا گیا تھا اور ترشح اس مین سے ہوتا تھا۔ عجب لطف دیتا تھا کہ سونے کی زمین پر پانی کے قطرے جو پڑے تھے۔ گویا گوہر شہوار بچھے تھے۔ شلجہ ارض سونے میں زرد موتیوں میں سفید تھی۔ واقعہ وہ جگہ قابل دید تھی۔ نیلا نیلا ابر مشتری زمین پر چھایا۔ گویا نیلم کے گرد مرصع ساز سحر نے کندن جمایا تھا۔ حلقہ خاتم دنیا پر نیلم کا نگینہ جڑا تھا۔ آب و تاب میں بہت گہرا تھا اودی گھٹا مشتری زمین پر چھائی تھی باد سے ملتے رات آئی تھی۔ اس ابر کے برسنے سے درخت گلزار شجر پر بہار پراز غنچہ و اثمار فی الفور زمین سے اگتے تھے۔ چمن ہائے طلائی بنتے جاتے تھے۔ وہ گل اس میں رنگین برنگ کے پیدا تھے۔ جو رنگ رخسار یا گلعذار کو اپنے رو برو پھیکا بتاتے تھے۔ ایسی شوخی دکھاتے تھے جو غنچہ تھا وہ خاطر بستہ رنج کو فرحت دے کر شگفتہ کرتا تھا خوبی لطافت کا دم بھرتا تھا۔ دم بھر میں بہت بڑا باغ لگ گیا۔ یہ عالم ہوا کہ

تختہ چمن کشور حکومت شہ گل تھا۔ گلزار آباد نام اس ملک کا بے تامل تھا۔ بعلیا عنادل طائران نغمہ سنج اس اقلیم میں بستے تھے عجیب دلچسپ بستی تھی شہ گل کا حکم ہر ایک تختہ گل گلستان پر جاری منتظم الملک بہار بہاری۔ نہ خزاں اس ملک میں رہزنی کر سکتی تھی۔ نہ باغبان و صیاد کی زبردستی چلتی تھی۔ فرش مخمل سب سبزہ کا شانہ بہار میں بچھا تھا۔ ہوا کا دل اس پر لوٹ ہو رہا تھا۔ ریاض سلطنت کا ہر پھول رنگ و بو تھا۔ سپاہی کی صورت سرو لب جو تھا۔ چنار ہر ایک خنجر آبدار تھا۔ سبزہ تیر مژگان یار تھا۔ قمری و عندلیب نقیب لشکر بہار تھیں صدائے خندہ گل ان کو کڑکا تھا۔ خوشبو میں گلو کی گلگون ہوا پر سوار تھیں

بنے وہ برج جادو سے سر راہ
رفیع الشان و روشن صورت ماہ

سراپا سنگ مرمر صرف اس میں
نہ آیا عیب کا اک حرف اس میں

وہ مرصع سے جواہر سب جڑے
کہ دیواروں پہ گل بوٹے بنے

نگار و نقش ایسے خوب و خوش رنگ
کھلے دیکھے سے جس کے ہر دل تنگ

بنا تھا باغ رنگیں اس کے اندر
فضیلت لے گیا باغ ارم پر

کھلے ہر سو ہزاروں رنگ کے پھول
شگفتہ وہاں سب ڈھنگ کے پھول

جب بلا کے سحر سے یہ کیفیت ظاہر ہوئی۔ شہزادہ علم شاہ نوجوان کے قریب پہنچے ہی اس نے کہا: "اے شہزادے اس برج میں سے برج کو پسند ہوا اس میں جا کر سیر کرے۔" یہ کلمہ سنتے ہی شہزادے کو خیال رزم بالکل جاتا رہا اور اس کا مطیع ہو کر گویا ہوا: "مع مرکب میں اس میں نہ جا سکوں گا۔" اس نے کہا: "مع گھوڑے میں آپ کو بھیج دوں گا۔" یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا کہ ان کے گھوڑے کے پر نکل آئے اور اڑ کر ایک برج میں چلا گیا۔ بعد ان کے جانے کے پھر اس نے مبارز طلبی کی۔ ادھر سے ملک خاور کی فوج میں نقارے بجے۔ سردار پیادہ ہوئے۔ شہزادہ خاور سیاہ ملک قاسم بن علم شاہ شبرنگ کو چھیڑ کر سامنے بادشاہ کے آ کر اجازت لے کر مقابل ساحر گئے۔ اس نے ان سے بھی کہا: "برج میں چلے جاؤ" یہ بھی مطیع ہو کر برج میں مع مرکب گئے۔ پھر اس نے ترغیب دی کہ کسے دیگر بیاید۔ پس شہزادہ داراب کشور کشا باجازت سامنے اس کے آئے اور بحکم اس کے برج میں چلے گئے۔ اسی طرح جو مرد سر شجاعت کر آیا بسان شمس سیار بروج فلک سحر ہوا۔ یہ ماجرا دیکھ کر امیر نامور نے امان نکلنے کا کیا صف بند ہونے سے بختیارک سمجھا کہ اب حمزہ نکلے گا۔ پس اس نے طبل بازگشت بجا دیا امیر رنجیدہ خاطر جانب آرام گاہ پھرے۔ لشکر نے کمر کھولی آسودہ ہوا۔ اور ادھر بلا نے ایک سحر پڑھا کہ وہ باغ و بروج سحر نظر سے غائب ہو گئے اور پھر سحر کے علمشاہ وغیرہ کو گرفتار کر کے سامنے ساحر کے لائے۔ اس نے کہا: ان شہزادوں کو قید کیوں کیا ہے۔ یہ ہمارے بچے ہیں۔ یہ کہہ کر ایسا سحر پڑھا کہ شہزادے اور سب قیدی مع مرکب اڑ کر جانب فلک جا کر غائب ہو گئے اور یہ لشکر پھرا۔ پڑاؤ پر آ کر لشکر نے استراحت کی۔ بلا کا بنگلہ وغیرہ بھی غائب ہو گیا عیار اور صبا وغیرہ بنگلہ سے اترے اور سب داخل بارگاہ لقا ہوئے اور اپنے مقام پر بیٹھ کر رنگ دیکھنے لگے۔ اس وقت

شیطان خداوند نے بلا کی بہت تعریف کی۔ واہ واہ کیا خوب تم لڑے۔ جیسا سنا ویسا ہی تم کو پایا۔ آج تم سارے لشکر کے مسلمانوں کا خاتمہ کر دیتے۔ مگر میں نے بخیل حمزہ طبل بازگشت بجوا دیا۔ خیر یہ تو سب کچھ ہوا مگر اب تدبیر اسم اعظم کرنا لازم ہے۔

بلا نے کہا: "ملک جی' میرا قصد یہ ہے کہ فرزندان حمزہ کو اس کے لشکر سے لڑاؤ اور اسی لیے علم شعلہ وغیرہ کو میں نے بھی گرفتار کیا ہے۔" شیطان نے جواب دیا: "شہزادہ مذکور کو بیشک تم لڑا سکتے ہو۔ لیکن حمزہ جب اس کے مقابل آئے گا سحر طبل کر دے گا۔ پس مناسب یہ ہے کہ چالاک و ابوالفتح سے حکم دو کہ اس کو جا کر چرا لائیں۔ جب وہ اس کو لے آئیں گے اس وقت شہزادوں کو لڑا کر لشکر اسلام کو تاخت و تاراج کرنا اور ان عیاروں سے یہ بھی تاکید کر دی کہ حتی الامکان بارگاہ سلیمانی میں نہ جائیں بلکہ گھات میں رہیں کہ جب حمزہ سمجھ کر پاس میں جائے اس یہ اس پر عیاری کریں کس لیے کہ اس بارگاہ میں بھی سحر اتر جائے گا۔"

بلا نے کہا: "یہ وہ سحر نہیں ہے جو بارگاہ میں جانے سے اتر جائے۔" یہ کہہ کر عیاروں سے حکم دیا کہ جاؤ حمزہ کو پکڑ لاؤ۔" عیاروں نے کہا: "بہت اچھا اور منتظر شام ہونے کے ہو کر ٹھہرے۔ لیکن بصورت مبدل سرہنگ و چک خطائی عیاراں لشکر اسلام بامر جاسوسی یہاں موجود تھے انہوں نے بھی یہ ارادہ وہ ساحر اور عیاروں کو بعینہٖ معلوم کر کے کچھ دن باقی تھا کہ خدمت امیر میں دوڑ کر اپنے تئیں پہنچایا اور عرض کیا: "آپ کی گرفتاری کو عیار یعنی چالاک وغیرہ آتے ہیں۔ لہٰذا ہم عیاروں کو ہمارے بھائی بندہ ہیں۔ عیار کر کے آپ کی خدمت میں لانا چاہتے ہیں اور اس حال زبوں سے رہنا ان کا خدمت ساحر میں نہایت عار و ننگ جانتے ہیں۔ پس آپ آج تخلی ہو جائیں۔ تاکہ ہم عیاری کریں۔" امیر نے عرض ان کی قبول فرمائی اور ایک تہ خانہ میں اندر بارگاہ سلیمانی کے آج کی شب عبادت کرنا مقرر فرمایا۔ سرہنگ وغیرہ یہ بندوبست کرا کر بہر عیاری چلے اور قریب شام لشکر میں اس جگہ کو جہاں ساحروں کی لین ہے آئے دیکھا کہ گھسیارے گھاس گھوڑے کے سامنے کھول کر اپنے گاؤں کی طرف جاتے ہیں انہوں

نے ایک گھسیارے کو تجویز کر کے اس کے ساتھ جنگل میں آ کر حباب بیہوشی مار کر اس کی صورت امیر کی ایسی بنائی اور پشتارہ چادر عیاری میں باندھ کر ایک غار میں رکھ دیا اور آپ پھر جانب لشکر لقا چلے اس عرصہ میں پنجہ کار فلک پشتہ چرخ سے کلہ شعاع لے کر جانب مغرب روانہ ہوا اور کلہ کش مہ کشت انجم سے گھا نکلنے پیدا ہوا کہ

چھپا جب اشہب گردوں کا اسوار
پیادہ بن گئے سب نجم سیار

تلاش اسباب کی تھی سبکو ناگہ
کہ آئی شام لے کر مشعل مہ

شام ہوتے ہی چالاک و ابوالفتح حسب الحکم ساحر بسر عیاری قصطوبے اور چپاپے وغیرہ حیلہ ہائے ناحق سے چست و چالاک ہو کر چلے۔ جیسے ہی کنارے لشکر لقا کے پہنچے دیکھا کہ سربنگ و یزک صحرا کی جانب سے آتے ہیں۔ پس یہ ٹھہر گئے انہوں نے بھی ان کو پہچانا۔ اتفاقاً ان کی تلاش میں تو آتے ہی تھے۔ فوراً دوڑ کر قریب آئے اور بہت ادب سے سلام کر کے ٹھہرے انہوں نے پوچھا: "کہو بھائی مزاج تو اچھا ہے۔ آج کدھر آئے۔" انہوں نے کہا: "تمہارے پاس جاتے تھے تم راستہ میں مل گئے۔" یہ مستفسر ہوئے کہ کیوں خیر تو ہے۔" انہوں نے کہا: "ہم نوکری حمزہ کی چھوڑ کر اپنے وطن کو جاتے تھے۔ تم کو بھی چاہا کہ دیکھ آئیں۔ بھائی اب تو حمزہ کو ایسا غرور ہو گیا ہے کہ وہ ناحق ہر ایک کو مارتا ہے۔ گالیاں دیتا ہے کل ہم کو بھی بہت مارا ہم نے نوکری چھوڑ دی۔ یہ ہماری حقیقت ہے۔"

• آنا بلائے جادو وغیرہ حاکمان شہر صبا کا

انھوں نے سارا ماجرا سن کر ان کے اوپر افسوس کیا اور کہا: "تم نے خوب کیا جو نوکری چھوڑ دی ہمارے مالک کے پاس نوکری کر لو۔ بڑے آرام سے رہو گے۔ انھوں نے کہا: "نہیں ہم اب اپنے گھر جائیں گے۔" وہ بولے: "نہیں ہم ضرور تم کو اپنے ساتھ رکھیں گے۔" یہ کہہ کر بااصرار تمام اپنے ہمراہ ان کو لے کر چلے اور جو خیمہ ان کے رہنے کے لیے ملا ہے وہاں لا کر خیمہ میں زینت و آراستگی بہت تھی۔ شمع ہائے مومی کافوری روشن تھی۔ ان کو مسند پر انھوں نے بٹھایا اور کہا اب تم ہم میں مل گئے ہو۔ اس سبب سے راز اپنا تم سے کہتے ہیں۔ ہم حمزہ کو گرفتار کرنے کو جاتے ہیں۔ تم باطمینان تمام بیٹھو۔ جب ہم اس کو پکڑ لائیں گے تو تمہارا حال اپنے مالک سے کہیں گے۔ ہم تمہارا لکھوا دیں گے۔ یہ گویا ہوئے کہ بھائی' تم حمزہ کے قید کرنے کو نہ جاؤ۔ کیونکہ تم کو صورت بدل کر جانا ہو گا۔ ہم جاتے ہیں۔ وہ لوگ ہم کو بھی تمہارا شریک نہیں جانتے ہیں۔ ہم باآسانی اس کو بیہوش کر کے لائیں گے۔" یہ کہہ کر اٹھے وہ بھی سمجھے کہ یہ سچ کہتے ہیں۔ اس وجہ سے چپ ہو رہے۔ اور وہاں سے چلے جنگل میں ان کے آئے۔ انھوں نے کہا: "بھائی لائے۔" کہا: "ہاں لیجیے لائے۔" وہ بہت خوش ہوئے۔ کہا: "آپ ٹھہریے ہم اس کو اپنے مالک کو دے کر آتے ہیں۔ یہ کہہ کر پشتارہ اٹھا کر شاداں و فرحاں بارگاہ لقا میں آئے۔ یہاں ابھی سویرا تھا۔ دربار برخاست نہ ہوا تھا۔ بلا وغیرہ بیٹھے تھے کہ انھوں نے پشتارہ لا کر سامنے رکھ دیا اور کہا: "لیجیے ہم حمزہ کو بدقت تمام لائے اور دو بھائی ہمارے اور آ کر شریک ہمارے ہوئے ہیں۔ ان کی پرورش بھی سرکار کریں۔ اس وقت ان کی خاطر مدارات کرنے اپنے خیمہ میں جاتے ہیں شب کو صبح ان کے حاضر خدمت ہوں گے۔"

یہ عرض کر کے اپنے خیمہ میں چلے آئے۔ یہاں شراب و کباب وغیرہ تو موجود کر تی

گئے تھے۔ سرہنگ و بچک نے جام سے بیہوشی آلودہ کر رکھے ہیں۔ جب یہ آئے کہا: "بھائی صاحب آپ نے شراب نہیں پی۔" انہوں نے کہا: "خوب ہم پی چکے ہیں۔ جب سے آپ گئے تھے اس وقت سے پی رہے تھے۔ اب آپ پی دیجیے۔" یہ کہہ کر جام بھر کر دیا۔ وہ بے اندیشہ انجام پی گئے اور بیہوش ہوئے۔ انہوں نے ان کو کمند سے باندھ کر چادر میں لپیٹا اور پشتارہ دوش پر دونوں نے رکھا اور اس خیال سے کہ در خیمہ پر ملازم وغیرہ ان کے ہیں شاید روکیں۔ پس پشت کی طرف سے خیمہ چاک کر کے نکلے اور اپنا راستہ لیا۔ ادھر بارگاہ میں بلانے پشتارہ سے امیر تقی کو کھلوایا اور آہنگر بلا کر ہزار من کی قید جسم پر پہنا کر ہوشیار کیا۔ جب آنکھ اس گھسیارہ کی کھلی۔ اس بارگاہ کی شوکت دیکھ کر پہلے تو سونگ ہو گیا۔ چپ بیٹھا رہا۔ بلا نے پکار کر کہا: "اے حمزہ ذرا آنکھ کھول کر اپنی حقیقت دیکھ کہ کوئی گھڑی میں قتل ہوا چاہتا ہے۔" گھسیارے نے مرنے کا جو نام سنا گھبرایا اور اپنے تئیں طوق زنجیر میں بندھا دیکھ کر پکارا: "گسیان موا کیا کسور ہے۔" ان الفاظ کو سن کر بختیارک نے صلوات پڑھی اور کہا: یہ حمزہ کبھی نہیں ہے' اس کا منہ گرم پانی سے دھلواؤ۔ معلوم ہو جائے گا' جو کوئی ہو گا۔"

پس اس وقت آب رم سے ہاتھ منہ دھلوایا۔ رنگ و روغن عیاری جاتا۔ اصلا گھسیارہ نکل آیا۔ اس سے پوچھا کہ بتاؤ تو کون ہے۔" اس نے کہا: "میں گھسیل خان کے گھوڑے کا گھسیارہ ہوں۔ بلا کو یہ سن کر غصہ آیا اور حکم دیا: "چالاک کو لاؤ" لوگ وہاں جو گئے معلوم ہوا کہ دو عیار آئے تھے۔ وہ پکڑے گئے۔ یہی حال آ کر ساحر سے بیان کر دیا۔ اس نے گھسیارے کو تو چھوڑ دیا اور کہا: "عیاروں کو وہ لے گئے ہیں تو کیا ہوا۔ ان کا سحر کسی طرح نہ اترے گا اور وہ تڑپ کر ہلاک ہو جائیں گے۔" یہ کہہ کر بہر آرام و راحت دربار سے غائب ہو گیا۔ لقا بھی دربار برخاست کر کے خوابگاہ گیا ادھر سرہنگ و بچک ان دونوں کا حال سن کر رہ نہ سکے قید کرا دیا۔ چنانچہ عیاروں نے ان کو قید پنہاں کر داخل زندان کیا اور آپ رام پذیر ہوئے۔ جب طوق ہالہ ماہ و زنجیر کہکشاں جسم قیدی شب سے اتری اور حال امیر سیارہ گگن روشن ہوا کہ

ہوا پیدا جو شعلہ چرخ اخضر
جلوس اس نے کیا تخت سحر پر

ہوا جاری جہاں میں چشمۂ نور
ضیا سے خانۂ عالم تھا معمور

دم سحر بادشاہ نامور و امیر دادگر بارگاہ سلیمانی میں آ کر زیب دہ تخت و دنگل ہوئے۔ سرداروں کے جنگل ہوئے عیار حاضر ہو کر قصہ شبینہ زبان پر لائے۔ بادشاہ نے حکم حاضر ہونے چالاک وغیرہ کو دیا۔ اس اثنا میں سیاہ وغیرہ جو عیاری کو گئے تھے۔ ساحر تو غائب رہتے ہیں۔ عیاری کچھ نہ کر سکے۔ پھر کر بارگاہ میں آئے اور حال گرفتاری چالاک وغیرہ سن کر امیر کی خدمت میں عرض پیرا ہوئے کہ: "حضور بارگاہ میں عیاران محصور کو آج نہ بلائیں اور اسم اعظم پڑھ کر ان کا سحر نہ رفع فرمائیں۔ ہماری عیاری کو ملاحظہ کریں کہ ہم کیونکر اسی ساحر کو جس نے ان کو محصور کیا ہے۔ پکڑا کرتے ہیں اور انشاء اللہ سرداران مقید کو بھی رہا کر کے بلاتے ہیں۔ کیونکہ ہم عیاروں پر اس نے آگے ہی دست اندازی کی ہے تو ہم کو بھی چاہیے کہ اس کا عوض اپنی ہی فطرت سے کریں آپ کچھ معین نہ بتائیں امیر نے ان کی جرات و ہمت پر آفرین کی اور عیاروں کو بلانا موقوف رکھا۔ سیاہ وہاں سے اپنے اقرار کو پورا کرنے کو روانہ ہوا اور چونکہ صبح کو سب ساحر ظاہر ہو کر دربار میں اپنے خداوند کے آئے تھے اور مہ جادو سپہ سالار ہے۔ یہ اپنے خیمہ میں بہر انتظام فوج بیٹھی تھی کہ سیاہ صورت بدلے اسی طرف آیا اور جانے کی فکر میں تھا اتفاقاً سے ایک کنیز خدمتی مہ کی خیمہ سے نکلی اور ایک طرف کسی کام کو چلی۔ اس نے اشارے سے اس کو بلایا اور کہا: "عجیب تماشہ ہے۔ یہ جو سامنے پہاڑی ہے۔ اس پر چڑھ کر جو میں نے دیکھا تو صبا جادو الٹی ٹنگی معلوم دیتی ہے۔ تم بھی چل کر دیکھو۔ پردے ہوا تو وہ رہتی ہیں کہیں کوئی ساحر نہ آیا ہو اور ان

کا یہ حال بنایا ہو۔" کنیز بچاری کی عقل اس بیان کو سن کر اوندھی ہوئی اور اپنی ماہ بھول کر دم میں آ کر اس کے ساتھ چلی۔ جب یہ کنارے لشکر کے اس کو لایا کہا: "دیکھو یہاں سے بھی دکھائی دیتی ہے۔" وہ لگی اوپر دیکھنے۔ اس نے بیہوشی کا ہاتھ مارا کہ وہ چھینک مار کر بیہوش ہو گئی۔ اس نے اس کو سناٹے کی جگہ لا کر ایک غار میں ڈال دیا اور پیرہن کو اس کے لے کر رنگ و روغن عیاری لگا کر شکل اس کی صورت کے شکل اپنی بنائی۔ مسی ہونٹوں پر لگا کر لاکھی جمائی۔ بالوں کو سمیٹ جوڑا باندھا ہلکا رنگ ہوا۔ پیازی دوپٹہ اوڑھا ہاتھوں میں چاندی کی چوڑیاں پہنی۔ بجلیاں چاندی کی سادی کانوں میں ڈالیں سانولی صورت کان ملاحت نمک پاش جراحت دل عشاق دلبری میں طاق بن کر
کر

سنواری زلف پیچ و تاب دے کر
کیا روغن سے خوشبو سے معطر

بنایا ہر گرہ کو مشک ختن
ہوا اس کے الم سے خشک ختن

وہ بیٹھی رو برو آئینہ لے کر
لحد میں شاد تھی روح سکندر

رقم آنکھوں میں تھی سرمہ کی تحریر
شرابی کو کوئی دیتا ہے شمشیر

وہاں سے اٹھلاتا کمر کو لے کر عالم دکھلاتا خیمہ ملکہ میں آیا اور سامنے اس کے آتے ہی قہقہہ مار کر ہنسا اس نے کہا: "ماماداری' تجھ تو دیوانی ہو گئی ہے میں نے جس کام

کو کھینچا۔ اس کا حال بتلا۔ یہ تو ہنستی کیوں ہے۔ اس نے ان باتوں کے جواب میں پھر ایک ٹھٹھا اور ایسا ہنسی کہ ہنسی تھمتی ہی نہ تھی۔ پیٹ پکڑ لیا اور لوٹنا مارے ہنسی کے شروع کیا۔ آنکھوں میں فرط خندہ سے آنسو بھرے تھے۔ اہاہا کا شور اور ہی ہی کی صدا بلند تھی۔ ملہ بہت حیران تھی کہ کم بخت کیا زعفران کا کھیت دیکھ آئی ہے یا کچھ آسیب ہو گیا ہے۔ کیا ماجرا ہے جو ہنسے جاتی ہے پس وہ غصہ سے گھڑکنے لگی کہ رنڈی حواس میں آ ہوش کی دوا کر۔ یہ ٹھٹھولی مجھ کو اچھی نہیں معلوم دیتی۔ سچ بتا تجھے اپنے دیوتوں کی قسم کہ کیوں ہنستی ہے۔ اس نے ہاتھ دکھا کر کہا: یہ کاہے کو بتائیں جو ہم نے بڑا پایا ہے۔" اس نے مشتاق ہو کر کہا: "دیکھیں دیکھیں۔ وہ ہنستی ہوئی بھاگی اور یہ پیچھے دوڑی کہ موئی شامت آئی ہے۔ مارے جوتیوں کے فرش کر دوں گی۔ لونڈی کاٹی بندوڑ کو دن لگے ہیں۔ خدا کی شان کچھ پایا جو ہے تم ہم سے بھاگتی ہے یہ کہتی ہوئی اس کے پیچھے باہر خیمے کے آئی اور کہا: "قسم سامری کی اب جو بھاگی تو سحر کی بجلی گرا کر تجھے جلا دوں گی۔" کنیز نے کہا: حضور اتنا دور تو آپ آ ہی چکی ہیں اور کچھ دور چلی آئیے تو میں اکیلے میں آپ کو دکھا دوں۔" یہ کہہ کر دور سے بلائیں لیں کہ میری اچھی اچھی بیوی میں تمہارے صدقے میں تمہارے واری تھوڑی دور اور چلی آئیے۔ وہاں بہت آدمی آتے ہیں۔ چیز چھن جائے گی۔ اس نے اس طرح اس کے چھپانے اور احتیاط کرنے کو دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ اور بہت اشتیاق پیدا ہوا کہ نہیں۔ معلوم نہیں کیا اس نے پایا جو ایسی باتیں کرتی ہے۔ یقین ہے کہ شادی مرگ ہو جائے گی۔ پس دیکھنا ضرور چاہیے اور اگر نایاب زمانہ کوئی چیز ہو تو اس سے لینا چاہیے۔ کیونکہ لشکر خداوند کا اور اہل اسلام کا اترا ہوا ہے۔ نہیں معلوم کس کا گر گیا ہے۔ جو اس نے پایا ہے۔ پس یہ سوچ کر ہمراہ کنیز نکلی صحرا میں آئی کنیز مذکور وہاں آ کر ٹھہری اور پاس آ کر بیوی کی بلائیں لیں کہ میری بیوی کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس بلائیں لینے میں ہاتھ تو بیہوشی سے بھرا ہی تھا۔ ملہ چھینک مار کر بیہوش ہو گئی۔ اس

نے ایک غار میں اس کو بھی بند کیا اور آپ اس کی صورت بن کر لباس اس کا پہن کر اس غار پر گیا۔ کہ جس میں کنیز کو بند کر آیا تھا اور اس کے کپڑے اس کے پہنا کر ہوشیار کیا۔ اس نے ہوشیار ہو کر اپنی بی بی کو دیکھا۔ پوچھا: "یہ کیا ماجرا ہے۔" اس نے کہا تجھے عیار بیہوش کر کے ڈال گیا تھا۔ میں نے تیرا حال دریافت کر کے آ کر چھڑایا۔ یہ کہہ کر اس کو ہمراہ لیا اور بارگاہ میں آ کر بجائے ملہ بیٹھا۔ کچھ دیر میں مبلا جادو نے چوبدار بھیجا کہ ملہ کو بلا لا کہنا کہ آج تم ہمارے پاس کیوں نہیں آئی۔" چوبدار نے آ کر پیام اس کا دیا۔ یہ مع چند کنیزوں کے بارگاہ میں لقا میں گیا اور پاس بلا کے بیٹھا۔ ہر طرح کی باتیں کر کے ذکر عیاروں کا چھیڑا۔ بلا نے کہا۔ چالا وغیرہ کو عیار لے گئے ہیں مگر وہ اچھے کس طرح نہ ہوں گے۔ بلکہ تڑپ تڑپ کر مر جائیں گے۔" ملہ نے کہا: "اے بلا تم سچ کہتے ہو۔ مگر ایک بات سوچی ہوں یعنی ان پر سے سحر اپنا اتار لے۔ تاکہ وہ قید میں ہلاک نہ ہوں اور جب وہ ہوش میں آئیں تو حمزہ ان کو چھوڑ دے گا۔ تم پھر ایسا کرنا وہ چھوٹتے ہی تمہارے پاس چلے آئیں۔ قید میں ان کو ہلاک کرانے سے کیا فائدہ ہے۔" بلا کو یہ تقریر پسند آئی۔ کہا: "تم اچھی صلاح بتاتی ہو۔ اس کو تو یہ سخن پسند خاطر ہوا۔ مگر بختیارک کھٹکا کہ یہ ملہ کو کیا ہو گیا ہے جو عیاروں سے سحر دفع کراتی ہے۔ مظنہ تو ہوا مگر بیساختہ منع نہ کر سکا کہ یہ ملہ نہیں کوئی عیار ہے۔ کیونکہ شاید گمان غلط ہو۔ غرضیکہ بلا نے حسب مشورہ ملہ سحر پڑھ کر دستک دی اور کہا: "اے چالاک و ابوالفتح اب تم اپنی اصلی حالت پر آ جاؤ۔ اطاعت میری ترک کرو۔" یہ کہتا تھا کہ وہاں زنداں میں ان دونوں پر بیہوشی طاری ہوئی پھر جو ہوشیار ہوئے پکارے کہ بھائیو ہمارا کیا قصور ہے جو ہمیں قید کیا ہے۔ عیاروں کا در زنداں پر پہرا تھا۔ وہ صدا سن کر قریب گئے اور سارا ماجرا مطیع ساحران ہونے کا ان سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا! ہم ساحروں پر لاکھ لاکھ لعنت کرتے ہیں ہم کو چھوڑ دو۔" عیاروں نے خوش ہو کر بلا کر لیا اور پانی اسم اعظم دم کیا ہوا اپنے پاس رکھتے تھے۔ وہ ان پر چھڑکا اور پلا بھی دیا۔ پھر زنداں سے نکال کر سامنے امیر

کے لائے۔ وہ بھی خوش ہوئے اور ان کو خلعت دیئے۔ یہ بھی فکر میں عیاری کرنے کی چپے اور وہاں بعد سحر اتروانے کے مہ نخلی اپنی بارگاہ میں حیلہ درد سر کر کے آئی جب یہ چلی آئی۔ بختیارک نے کہا: ”اے بلا مجھ کو یہ مہ جادو نہیں معلوم ہوتی۔ میں اس وقت محافظہ کی وجہ سے چپ ہو رہا۔ اب تم اس کو بلوا کر نگاہ سحر اس میں پر ڈالو۔“ بلا نے کہا: ”ملک جی تم کو وہم بھی ہے۔“ اس نے کہا: ”خیر میں وہمی سہی۔ لیکن تم اس کو میری خاطر سے ایک بار اور بلاؤ۔ کیونکہ بیشک وہ عیار ہے جب تو اس نے سحر عیاروں کا تم سے اتروایا ہے۔“ بلا نے کہا: ”دیکھو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے۔“ یہ کہہ کر چوبدار سے حکم دیا: جا ملکہ مہ سے کہنا کہ کھڑے کھڑے ایک بات آ کر سن جاؤ میں کہنا بھول گیا تھا۔ ضرور آؤ کہ میرے مطلب کی بات ہے۔ چوبدار نے جاکر پیام ادا کیا۔ مہ نخلی نے کہا: ”جاؤ عرض کرنا کہ حاضر ہوتی۔ چوبدار تو ادھر گیا۔ یہاں اس نے دل سے تجویز کیا کہ تو ابھی ہو آیا تھا۔ یہ مکرر جو بلوایا ہے مقرر اس میں فتور ہے۔ یہ سوچ کر ایک کنیز کو پاس اپنے بلایا اور سب سے ہٹا کر اس کنیز کو حباب مار کر بیہوش کیا اور بہت جلد مہ جادو کی سی صورت اس کی بنائی اور اپنی صورت پر ایک چہرہ جوگیوں کا ایسا نکال کر چڑھا کپڑے اتار ڈالے لنگوٹا باندھ کر اس کنیز کو ہوشیار کیا اس کی جو آنکھ کھلی دیکھا کہ ایک جوگی لنگوٹا مارے کندل کانوں میں پڑے۔ آنکھوں میں لال لال ڈورے داڑھی بڑھائے کھنور لگائے بیٹھا ہے۔ اس نے اس کو سلام کیا۔ اس نے آئینہ نکال کر اس کے ہاتھ میں دیا اور کہا اپنی صورت دیکھو تم کو بحکم سامری میں آ کر مہ جادو بنایا اور مہ پر غضب سامری کا آیا۔ وہ غائب ہیں اب نہ آئے گی تمہیں مالک ہو گئیں۔ کنیز یہ سن کر خوش ہوئی۔ جوگی تو اٹھ کر چلا گیا اور کنیز بیٹھی اور لوگوں نے جو باہر خیمہ کے ساتھ جوگی کو جاتے دیکھا لیکن کچھ ٹوکنا بغیر حکم مالک مناسب نہ سمجھا۔ غرضیکہ یہ تو نکل گیا اور وہاں چوبدار نے جا کر عرض کیا کہ آیا چاہتی ہیں۔ جب بہت عرصہ ہوا اور مہ نہ گئی بختیارک نے کہا:

"ہم نہ کہتے تھے کہ وہ اور کوئی صاحب ہیں۔ اب بھلا وہ کب ہاتھ آتے ہیں اپنا کام کر گئے۔ سحر اتروا دیا۔ اسے بلا عیاروں نے تو ناک میں دم کر دیا ہے۔ افراسیاب جب پریشان ہو گیا ہے تو تمھاری کیا اصل ہے۔ اب بڑا غضب یہ ہے کہ چالاک کو بھی وہ چھڑوا گیا۔ اب وہ بھی عیار کو آئے گا۔ وہ بلا کا عیار ہے۔ اپنے مسحور ہونے کو بدلہ لے گا۔" بلا نے کہا چالاک آئے گا تو پیس کے مار ڈالوں گا کیا کرے گا لیکن ملہ کے نہ آنے سے میرا بھی دل کھٹکتا ہے۔ اچھا دیکھو ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔" یہ کہہ کر جھولی سے اوراق کتاب سامری نکالے کیونکہ یہ ساحر بڑا زبردست ہے یہی وجہ اس کے پاس بھی اوراق ہیں۔ پس ان ورقوں میں اس نے دیکھا۔ لیکن بقدرت خدا اور تو کچھ نہ دیکھا۔ صرف یہ غور کیا کہ ملہ کہاں ہیں اور یہ جو میرے پاس آئی تھی یہ ملہ اصلی تھی یا عیار تھا۔

ان اوراق میں نکلا کہ جو تیرے پاس آئی تھی۔ یہ سیاہ عیار تھا اور ملہ اصلی فلاں غار میں بیہوش پڑی ہے اور برہنہ ہے۔ صرف ایک لنگوٹی بندھی ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے اوراق کو رکھ لیے اور بختیارک سے کہا: "واقعی آپ سچ فرماتے ہیں۔ یہ عیار بلا ہیں آفت زمانہ ہیں۔

بختیارک نے کہا: "صاحب جس طرح ممکن ہو فریب و فقرہ کر کے ملہ کو کہ اصل میں عیار ہے یہاں بلوائیے اور ایک گولہ سحر کا ماریئے تاکہ کام اس کا تمام ہو جائے جب اس کام سے فارغ ہو لیجیے تو چل کر ملہ اصلی کو غار سے نکالیے اور اگر پہلے اس کو نکالیے گا تو عیار مذکور بھاگ جائے گا۔" اس کو یہ رائے پسند آئی اور چوبدار پھر روانہ کیا کہ جا کر ملہ سے کہے کہ تم اگر کسی کام میں ہو تو میں خود آتا ہوں یا ایک لمحہ کے لیے تم ہو جاؤ۔ ٹھہرنا نہیں چلی جاؤ۔

چوبدار حسب الحکم روانہ ہوا اور پیام جا کر ملہ کو دیا۔ اس کو جانے میں کیا عذر تھا کیونکہ اصل میں یہ کنیز ہے۔ پس ہمراہ چوبدار اٹھ کر روانہ ہوئی۔

ادھر سے تو یہ چلی ادھر چالاک و ابوالفتح جو عیاری کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ صورت

اپنی فراش و خدمت گار کی ایسی بنا کر داخل بارگاہ اسی اثنا میں ملہ یعنی کنیز پہنچی۔ بس اس کے سامنے پہنچتے ہی بلا نے اس خیال سے کہ یہ عیار ہے بھاگ نہ جائے۔ ایک گولا فولادی سحر کا مارا کہ ملہ نعلی کے سینے پڑا اور وہ بھی غافل تھی۔ اس وجہ سے وہ سحر نہ پڑھ سکی۔ گولا سینہ توڑ کر پشت کے پار نکل گیا اور علامت مرگ ساحرہ ہویدا ہوئی بختیارک گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور پکارا: "اے بلا تم نے قتل کرنے میں جلدی کی۔ عیار اتنا جلد مرنا نہیں جانتے دیکھو وہ نہ ہلاک ہوئے یہ کوئی اور تھا۔"

ادھر تو یہ شیطان تمسخر کرتا تھا ادھر کنیز کے پیر سحر گل مچا رہے تھے۔ آواز آئی تھی کہ افسوس ہے مارا نرگس جادو کو یہ ندا سن کر بلا کے ہوش اڑ گئے کہ یہ واقعی کنیز خاص ملکہ ملہ کی قتل ہوئی۔ عیار نہ مارا گیا۔ بختیارک کہہ رہا تھا کہ وہ ایسے ہی ہیں کہ ان کی الا بلا لے کر ایسی لونڈیاں بہت مرتی ہیں۔ وہ بھلا مرنا کیا جانیں۔ ایسا سبق تو وہ پڑھے نہیں۔ یہ کتاب تو ان کی نگاہ سے نہیں گزری کہ زندگی پر حرف ان کے آئے کہاں مرنا کہاں وہ منزلوں کو مرگ سے اور ان سے فاصلہ رہتا ہے جو ایسے وہ مر جایا کریں تو ساحروں کو کون مارے کہ

کبھی موت اپنی آتے ہی نہ دیکھی
ہزاروں ساحروں کی ان لے کی

وہ ہیں جس شے کی نسبت میں مسیحا
بلا کو ہیں وہ بہر قتل اعدا

بلا اس کے گھبرانے سے ایسا گھبرایا کہ چاہا کہ غائب ہو جاؤں اور سوچتا تھا کہ یہ کیا طلسمات ہے۔ گمان یہ تھا کہ عیار نے ملہ کو غار میں ڈال دیا ہے اور آپ اس کی صورت بن کر بیٹھا ہے۔ یہاں عیار کے عوض کنیز نکل کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ

یہ کیا ماجرا ہے۔ کیا کنیز عیاروں سے مل گئی تھی۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ اس نے صورت پر سے سحر اتروائی یہ اسی سوچ میں تھا کہ چالاک کہ جو خدمت گار بیٹھا تھا اس نے ایک دھول ہاتھ پھونک کر اس کے سر پر لگائی اور کہا: "اے سوچتا کیا ہے بس حرامزادے ولد الحرام شیطان ابن شیطان بختیارک بے ایمان نے تیری کنیز کو اس وقت قتل کرایا۔"

یہ تقریر سن کر اور دھپ کھا کر بلا چاہتا تھا کہ سنبھلے چالاک سراچہ فرا کر نکل گیا اور بختیارک پکارا کہ ہت تیرے کی بہت ساحری بگھارتا تھا۔ مبارک باشد یہ پہلی دھپ ہے۔ اس دھپ کے پڑنے سے گویا نجات ہو گئی ہے۔ مرشد زادے کا ہاتھ سر تک پہنچا سرفراز ہوئے۔ سر ہو رہو کہ سر منظور نظر ہو چکا ایک دن نذر کرنا ہو گا۔"

بلا بہت گھبرایا اور لقا سے عرض کیا: "یا خداوند یہ کیا معرکہ ہے۔" اس خرس صحرائے بے خردی نے کہا کہ میں اپنی نیرنگی کا قدرت کا تماشا دیکھتا ہوں اے بندہ نجس تیری سمجھ میں نہ آئے گا اور تیرا اعتقاد فاسد ہو گیا ہے۔ جلد بارادت تمام سجدہ کر اس نے سجدہ کیا۔ اس وقت اس نے کہا تو نے عیاروں کی نسبت غرور بہت کیا۔ ان کو تو بندہ میرا نہ سمجھا تھا پس ان کی حقیقت نہ سمجھنے سے انہیں کو تجھ پر غالب کر دیا اس لیے کہ وہ بھی میرے پیارے بندے ہیں۔ جب تو میں ان کو غارت نہیں کرتا ہوں اور ان کے ہاتھ سے بھاگا پھرتا ہوں۔ اب خبردار ان کو حقیر نہ سمجھنا۔"

یہ تقریر سن کر اس نے توبہ کی اور بختیارک نے کہا: "اے بلا اب چلو ملہ کو تو غار سے نکال لائیں" اس نے کہا: "اچھا چلو۔" یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ بختیارک آگے آگے یہ پیچھے پیچھے چلا۔ یہ تو اسی فکر میں دونوں چلے کر طرفہ تماشہ یہ ہوا کہ سیارو جو ملہ کنیز کو بنا کر آپ جوگی بن کر نکلا تو سیدھا اسی غار پر آیا کہ جہاں ملہ کو بند کر آیا تھا اور اس کو اس خیال سے کہ حال کنیز کو ظاہر ضرور ہو گا اور تلاش ملہ کی ضرور ہو گی۔ جب پتہ نہ ملے گا تو بلا اپنے سحر سے دریافت کرے گا کہ ملہ غار میں ہے پس وہ یہاں اس کو نکالنے آئے گا۔ چنانچہ تم کچھ دیر ٹھہرے رہو تا کہ وہ سحر سے حال ملہ دریافت کر لے۔ پھر اس غار میں تم پڑی رہو اور عیاری کرو۔

یہ تجویز کر کے کچھ دیر ٹھہر کر غار سے ملہ ثار کو ایک درخت پر چڑھ کر کسی شاخ سے پتوں کی آڑ میں باندھ دیا اور اس کی صورت بن کر اسی طرح سے برہنہ لنگوٹی باندھ کر غار میں جا کر اپنے تئیں شکل بیہوش کے بنا کر پڑا۔ وہاں حال ملہ پہلے ہی بلا دریافت کر چکی اس کے ٹھہرنے کی بھی کچھ ضرورت نہ تھی۔ اب جو یہ غار میں ٹھہرا۔ وہ تو چل ہی چکا تھا۔ کچھ عرصہ اس کو ٹھہرے ہوئے نہ گزرا تھا کہ وہ آ پہنچا اور ملہ سمجھ کر اس کو غار سے نکالا۔ دیکھا کہ برہنہ بدن بیہوشی سے خستہ تن ہے۔ اس نے پانی چھڑک کر ہوشیار کیا۔ جب ملہ تقلی کی آنکھ کھلی' پوچھا: "کیا ماجرا ہے؟"

اس نے سب حال بیان کیا اور اس کو لے کر چلا۔ اور اتنک وہ برہنہ تھی اس وجہ سے بارگاہ خداوند میں نہ گئی اپنے خیمہ میں آئی۔ بختیارک نے کہا: "میں جا کر خداوند کو خوشخبری سناتا ہوں۔ اے ملہ کپڑے بدل کر تم بھی آؤ۔" اس نے کہا: "اچھا بس شیطان تو چلا گیا اور بلا بیٹھا ہے۔" ملہ تقلی نے پوشاک منگوا کر پہنی اور موقع جو پایا چاہا کہ بلا کو مار ڈالوں لیکن براہ مکر منہ بنا کر گیا ہوا۔

کیا بلا کے عیار ہیں۔ یہ غضب دیکھ کر میرا یہ حال انہوں نے کیا۔ اب مجھے یہ کھٹکا پیدا ہوا کہ کہیں تم کو اے بلا وہ آ کر بیہوشی نہ پلا دیں اور ہلاک کریں۔"

اس نے کہا: "یوں تو میرے لیے جو نہ ہو تھوڑا ہے میں غرور نہیں کرتا ہوں کہ خداوند کے خلاف ہے مگر اتنا جانتا ہوں کہ وہ عیار مجھ کو بیہوشی اگر پلائے تو سحر کے پیر مجھے پینے نہ دیں اور کسی طرح سے میں بیہوش نہ ہوں اور اگر کوئی مجھ کو ضرب لگائے تو پنجہ سحر کے ہاتھ اس کا پکڑ لیں۔"

سیاہ رو نے جو یہ باتیں سنیں دل سے کہا خوب ہوا جو میں نے اس کو بیہوشی اس وقت نہ دی۔ تو حال میرا ظاہر ہو جاتا اب اور کوئی تدبیر کرنا چاہیے یہ سوچ کر دوسرا مکر پھیلا یعنی چہرہ غصہ ناک بنا کر کہا: "اے بلا مجھ کو تو اس وقت وہ غصہ ہے کہ جی چاہتا ہے کہ جی چاہتا ہے۔ سب مسلمانوں کو جا کر بحق اپنی ذات کے ابھی قتل کروں

یا اپنی جان دوں اور ان عیاروں کے ٹکڑے اڑاؤں۔ اس نے کہا: "اے ملہ صبر کرو۔ خداوند کی تقدیر پر سب کام موقوف ہیں۔ ابھی مرضی خداوند کی نہیں ہے کہ مسلمان قتل ہوں۔"

اس نے کہا: "اگر سب کو قتل کرنا ممکن نہیں تو وہ مسلمان جو قید ہو چکے ہیں ان کو تو میرے حوالے کرو تاکہ ان کو ہلاک کر کے اپنا دل غمگین شاد کروں ورنہ طرف رنج سے اپنی جان دوں گی۔"

یہ کہہ کر ایسا روئی اور غل لائی کہ ملہ بے چین ہو گیا اور کہا: "اے ملکہ تم روتی کیوں ہو۔ میں قید منگوائے دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر سحر پڑھ کر دستک دی کہ فلک کی طرف سے اسی طرح سے گھوڑے پر سوار علمشاہ وغیرہ جملہ سرداران مقید اتر آئے۔ یہ سب بے حس و حرکت تھے۔ اس نے کہا: "لو ان کے سر کاٹو۔

ملہ نقلی نے کہا: "اپنا سحر ان پر سے دفع کرو کہ میں ان کو پہاڑ پر لے جا کر بلندی پر سے نیچے گراؤں کہ چور چور ہو جائیں۔ پہلے ان کی حمایت کو ایسا نہ ہو حمزہ آ جائے اس نے اس کی خاطر سے سحر بھی دفع کیا۔ کیونکہ غار سے اس کو نکال لایا تھا کوئی وسوسہ تو اس کی نسبت نہ تھا نہیں۔ بس قید اس کے حوالے کی۔ یہ پاس ان قیدیوں کے گیا اور بظاہر سحر پڑھ کر ان پر پھونکا اور پھونکتے وقت جب منہ قریب لایا چپکے سے کہا: "میں عیار ہوں تم سب کو چھڑانے آیا ہوں کچھ بولنا نہیں ورنہ پھر گرفتار سحر ہو جاؤ گے۔" قیدی سحر اترنے سے آمادہ جنگ و جدال ہوئے تھے اس کے کہنے سے خاموش ہو رہے اور یہ ان سب کو لے کر خیمے سے اترا۔ جب بیچ لشکر میں پہنچا۔ ادھر سے بختیارک جو پہلے گیا تھا اس نے دیکھا کہ ملہ سب قیدیوں کو لیے جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر پکارا: "اے ملہ انھیں کہاں لیے جاتی ہو۔" اس نے ایک رقعہ نکال کر جھولی سے اس کو دیا کہ ملک جی یہ رقعہ ہمارا خداوند کے پاس لے جاؤ اور جواب لے کر جلد اتر آؤ۔ یہ جو سامنے پہاڑ ہے میں وہاں ان سب کو لے جا کر تمہارا انتظار کروں گی۔ تم آؤ گے تو ان کی قتل کروں گی۔ راہ میں اس رقعہ کو نہ کھولنا ورنہ دغا

پاؤ گے۔"

بختیارک کو اس کچھ مظنہ تو عیار کا ہوا۔ مگر سمجھا یہ جو عیار ہوتا تو سردار کو چھوڑ کر اس طرح چپکا نہ چلا جاتا۔ سحر اترنے سے لڑنے لگتا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک سحر ملہ میں گرفتار ہیں۔ پھر سوچا کہ ملہ یہ عیار ہو اور ان سے کہہ دیا ہو کہ چپکے رہنا شاید اس وجہ سے سب خاموش ہوں۔ پس ان کو روکنا چاہیے۔ پھر خیال میں آیا کہ تو اکیلا ہے ایسا نہ ہو سردار تجھ کو مار ڈالیں یہ سمجھ کر پھرا۔

ادھر تمام سرداروں کو سیاوہ اپنے لشکر میں لایا اور چالاک وغیرہ بھی امیر کے سامنے آئے۔ سردار آ کر آداب بجا لائے۔ ہر ایک سے ملے۔ امیر نے خلعت فاخرہ سب کو دیئے۔ سیاوہ کو خلعت و انعام سے ممتاز کیا۔ پھر حکم آغاز ہونے و جلسے مسرت کن دیا۔ ناچ ہونے لگے۔ یہاں تو یہ خوشی ہے۔ لیکن سیاوہ یہاں پھر چلا کہ ملہ جو درخت پہ بندھی ہے اس کو اتار کر پھر غار میں ڈال دوں تاکہ میرے دھوکے سے شاید ساحر آ کر مار ڈالیں۔ غرضیکہ وہاں سے صحرا میں آ کر ملہ اصلی کو درخت سے اتار اور اسی غار میں کہ جس میں پہلے اس کو رکھا تھا لایا مگر اتنے عرصہ میں بختیارک نے رقعہ خود پڑھا اور ہنستا ہوا خیمہ ملہ میں گیا۔ وہیں بلا بیٹھا ہوا انتظار کر رہا تھا کہ سرداروں کو قتل کر کے ملہ آتی ہو گی کہ یہ پہنچا اور کہا آؤں یہاں اکیلے بیٹھے کیا کرتے ہو۔ آخر سرداروں کو ہاتھ سے کھو بیٹھے۔

اس نے کہا: "کیوں کچھ تو کہو۔"

اس نے کہا: "کیا خاک کہیں' چلو خداوند کے پاس سب کھل جائے گا۔"

بلا گھبرایا ہوا سامنے لقا کے آیا۔ بختیارک نے وہ رقعہ پیش کیا کہ خداوند اسے ملاحظہ فرمائیں مرشد نادے سے دے گئے ہیں۔"

اس مردود نے کہا: "تو ہی پڑھ کر سنا۔" اس نے باآواز بلند پڑھا مضمون یہ تھا کہ:"

اے میمون بادیہ نکبت واے خنزیر بیدا نے خواری و ذلت' ان سحر کرنے والوں کو یہاں سے نکال دے اپنے سر سے ہمارے گزند پہنچانے کی بلا ٹال دے نہیں تو وہ روز بد

میرے حال سے دیکھے گا کہ کبھی کا ہے کو کسی دشمن نے دیکھا ہو گا۔ مختصر سیاہ رو بن عمرو سب سرداروں کو چھڑا لے گیا۔"

یہ مضمون سن کر لقا نے کہا: "واقعی ان عیاروں کو میں نے ایسی ہی قدرت دی ہے جیسا کہ وہ تحریر کرتے ہیں یہی ہونے والا ہے۔"

بلا یہ تقریر سن کر گھبرایا اور کہا: "یا خداوند یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔" لقا نے کہا: "ہا بدولت سچ فرماتے ہیں غرور تیرا تجھ کو خراب کرے گا۔"

اس نے کہا: "میں کبر کو اب دل میں جگہ نہ دوں گی" اس مردود نے جواب دیا: "تو ہم تجھ کو سب پر غالب کریں گے۔"

بلا کو اس کلمہ سے فی الجملہ تسکین ہوئی۔ لیکن ایسا خوفناک تھا کہ سحر پڑھ کر اپنی بہن صبا کو طلب کیا وہ بروئے ہوا رہتی ہے۔ اس کے سحر کرنے سے بارگاہ میں اتر آئی۔ دیکھا کہ بھائی میرا گھبرایا ہوا ہے۔ پس اس کو پریشان دیکھ کر قریب آ کر بیٹھی اور کہا: "جانی بھیا، خیر تو ہے۔ تم اداس کیوں ہوئے۔" اس نے سارا ماجرا عیاروں کا اس سے بیان کیا۔ اس نے حال سن کر بہت کچھ تسلی دی اور کہا: "تم گھبراؤ نہیں میں مقابلہ کر کے کام ان عیاروں کا تمام کروں گی اور جملہ اہل اسلام کا خاتمہ کر کے خداوند کی خدائی کا رخنہ مٹا دوں گی۔ اچھا اے جانی بھیا۔ اب تو دیکھو کہ ملہ کو عیار نے کہاں رکھا ہے۔" اس نے اس کے کہنے سے پھر اوراق نکال کر دیکھا معلوم ہوا پہلے درخت پر باندھا تھا۔ مگر اب وہاں سے اتر کر غار میں لے گیا ہے۔ یہ دیکھ کر صبا سے کہا۔ اس نے کہا: "ایسے میں چلو اس عیار کو بھی پکڑ لیں اور ملہ کو بھی رہا کریں۔"

اس نے کہا: "چلو" پس بزور سحر دونوں اڑا کر چلے مگر سیاہ رو غار میں ملہ کو رکھ کر اور دہن غار پر کمند لگا کر حلقہ ہائے کمند خس پوش کر کے غار سے نکلا تھا کہ یہ آ کر پہنچے۔ سیاہ رو ان کو دیکھ کر بھاگا اور دور کوہ میں چلا گیا انہوں نے جاتے دیکھ کر فرط خوف سے سحر بھی نہ کیا اور غار میں آ کر جھانکا دیکھا کہ ملہ بیہوش پڑی ہے۔ یہ دیکھ کر بلا جیسے ہی غار میں اترا کمند میں پھنس کر گولا لاٹھی ہو کر گرا اور سمجھا کہ تجھ کو

عیار نے پکڑا۔ پس ایسا بدحواس ہوا کہ چیخنے لگا: "ارے پیری بن دوڑ و مجھ کو مارے ڈالتا ہے۔ صبا بھی اس کے چیخنے سے گھبرا گئی۔ لیکن ادھر ادھر دیکھ کر کچھ اس نے سحر پڑھا کہ گنبد جل گئی اور بلا جو چھوٹا سیدھا نکل کر بھاگا۔ صبا بھی مارے خوف کے غار میں نہ گئی۔ مگر ایک پنجہ بھیجا کہ وہ جا کر ملہ کو لے آیا یہ اس کو لے کر بلا کے پاس بارگاہ میں آئی اور کہا: "اوراق میں دیکھو تو کہ یہ اصلی ملہ ہے یا نہیں اس نے پھر اوراق دیکھے معلوم ہوا کہ یہ اصلی ہے کچھ خوف نہ کرو جب یہ دیکھ لیا تو ملہ کو ہوشیار کیا۔ لباس منگا کر پہنایا اور سارا ماجرا اس سے بیان کیا۔

مختیارک نے سب کیفیت گنبد میں چھپنے کی سن کر کہا: "اے بلا بڑی خیر ہوئی کہ تم بچ آئے۔ غنیمت سمجھو یقینا وہ اسی غار کے کسی کونے میں ہوں گے۔ یہی بلا ٹل گئی۔ ایک ہاتھ خنجر کا نہ انہوں نے رسید کیا۔"

صبا نے کہا: "ملک جی تم اور دھمکا کے مارے ڈالتے ہو۔ وہ سوا عیار کی حقیقت رکھتا ہے کہ میرے سامنے سے بھاگ گیا اگر ٹھہر جاتا تو مار ہی ڈالتی۔"

شیطان نے کہا: "ایک تو غرور کرنے کی سزا پا چکے ہیں۔ اب تم باقی ہو۔ دیکھو وہ یہیں کہیں ہوں گے۔ سنیں گے تو ناک کاٹ لیں گے۔"

صبا نے یہ کلمہ سن کر جھلا کر کہا: "اچھا اب میرے نام پر طبل جنگ بجواؤ کہ میں سب مسلمانوں کا خاتمہ کروں۔"

یہ کہہ کر مصروف تیاری ہوئی۔ چنانچہ اس ہنگامہ میں وہ دن تو گزر ہی چکا تھا اور مہر آسمانی بصورت نورانی غار تیرہ و ظلمت سے نکلا اور چشمہ نور لے کر آفتاب غار مغرب میں گیا کہ

ہجوم شام نے گیسو کو کھولا
تصور میں نگاہوں کو جو تولا

بہت تھا بخت عاشق سے بھی تاریک
بشکل قصد آ پہنچا وہ نزدیک

صدائے طبل جنگ بید رنگ لشکر ساحراں میں بلند ہوئی عیاروں بانام و ننگ خدمت شاہ قوی جنگ میں حاضر ہو کر دعائے درگہ دولت بہزار عجز و منت بجا لائے اور عرض پرداز ہوئے کہ

ملک بارگہ فلک در گیا
شہنشہ عالم ہیں تیرے گدا

سنا ہے پھر ساحر نابکار
کریں گے بوقت سحر کارزار

یہ خبر سن کر ادھر طبل جنگ پر چوب پڑی۔ دل ترک فل میں اچھل پڑی۔ بہادروں نے ہتھیاروں کی آمادگی لے کر وہ خیمہ میں آئی۔ لیکن عیاران لشکر اسلام آج کی رات کو پھر بہر قتل ساحران چلے۔ سیاہ رو بھی دم کوہ سے نکل کر ہر سمت پھرتا تھا اور لشکر لقا میں آیا۔ طبل بجنے سے دربار برخاست کر چکا تھا۔ بختیارک اپنے خچر پر سوار ہو کر اپنے خیمہ کو جاتا تھا اور خدمت گاروں سے کہتا جاتا تھا کہ جو کوئی غیر شخص تمہارے پاس آئے۔ اس کو پکڑ لینا سیاہ رو نے جو یہ سامان دیکھا تو ایک مشعل کسبت سے گوڈ نکال کر بنائی اور اس کو روشن کر کے خچر کے قریب آ کر ملک جی کے منہ سے وہ مشعل لگانا چاہی۔ خدمت گار دوڑے کے ہاں ہاں کیا کرتا ہے۔ بختیارک نے پہچان

کر کہا: "ارے ان کو نہ گرفتار کرو۔ یہ ہمارے پرانے نوکر ہیں۔ دادا جان کے وقت سے ملازم چلے آتے ہیں۔"

خدمت گار یہ سن کر پیچھے ہٹے اور برا بھلا کہنے لگے کہ کیا حرامزادہ یہ شیطان ہے کہ آپ ہی کہتا تھا جو کوئی ملے گرفتار کرو۔ اب ان کو اپنا بزرگ بتاتا ہے۔

ادھر سیاوہ نے کہا: "ملک جی ہماری گرفتاری کے لیے ملازموں سے تاکید کرتے تھے۔"

اس نے ہاتھ باندھ کر میری کیا مجال یہ شخص تو آپ کا غلام بلکہ غلام کا غلام ہے۔"

یہی باتیں کرتے ہوئے خیمے تک پہنچے۔ ملک جی خیمے میں اتر گئے۔ یہ بھی ساتھ گیا۔

اس نے بمنت تمام عرض کیا: "آج میری جان بچے کی بات۔"

اس نے کہا: "کیونکر جان بچے گی کہ ہم کو ان ساحروں نے پریشان کر رکھا ہے۔ ان ساحروں کو نکال دو تو جان بچے۔ اس نے کہا: "مرشد زادے' چاہیں تو آپ مار ڈالیں یہ کام میرے اختیار میں نہیں ہے۔

یہ کہہ کر کشتیاں زر و جواہر کی اور تحفہ جات پیش کیے اور منت بہت کی سیاوہ سمجھا کر ساحر کو نکالتے ہیں یہ بے بس ہے۔ پس زر و جواہر لے کر وہاں سے روانہ ہوا۔

یہ تو ادھر سے چلا۔ ادھر کلبا و عراقی جو داخل لشکر عدو ہوئے قریب بارگاہ میں آیا۔

اس بارگاہ کے قریب خیمے استادہ ہیں اور ان میں آبدار خانہ تو شک خانہ وغیرہ ملکہ کا ہے۔

اس نے دیکھا کہ ایک خیمے میں آبدار خانے کے داروغہ آرام کر رہے ہیں۔ یہ دیکھتے ہی اس نے صورت اپنی شکل عورت کے بنائی اور اس خیمے میں گیا۔ دیکھا تو سب سوتے ہیں۔ یہ آہستہ آہستہ آبدار خیمہ کے داروغہ کے پلنگ کے پاس گیا اور اس کے منہ پر بیہوشی مل کر بیہوش کر کے اس کو تو زیر پلنگ ڈالا۔ آپ پلنگ پر بیٹھ کر لباس اس کا اتار کر پہنا اور اس کی سی صورت بن کر لیٹ رہا۔ بعد کچھ دیر کے وہاں سے اٹھ کر اندر بارگاہ کے گیا دیکھا تو ملکہ بیٹھی انتظام فوج کر رہی ہے۔ یہ بھی ٹھہرا رہا۔ ملکہ نے کچھ عرصے میں آب خاصہ طلب کیا۔ یہ لپکا اور خیمے میں آ کر گلاس میں پانی برف کا بھلا بھر کر تھالی جوڑ میں لگا کر پانی میں بیہوشی ملا کر سامنے اس کے لایا۔ اس نے

اس کو بنگاہ غضب دیکھا۔ اس نے جانا کہ یہ مجھ کو پہچان گئی۔ بس ہاتھ اس کا جام آپ سامنے کرتے وقت تھرا گیا۔ اس نے جب تو نہ پہچانا تھا۔ ہاتھ تھرانے سے پہچانا کہ یہ کوئی عیار ہے بس سحر پڑھ کر پھونکا کہ پاؤں اس کے زمین نے پکڑ لیا اور غلغلہ ہوا کہ عیار پکڑا گیا۔

مختیارک کی طرف سے سیاہ بھرا ہوا اس طرف آتا تھا۔ اس نے بھی غوغا سنا اور خیال کیا کہ نہیں معلوم کون سا ہمارا بھائی گرفتار ہوا ہے۔ چل کر اسے چھڑانا چاہیے۔

یہ سمجھ کر علیحدہ جا کر صورت اپنی شکل بلا جادو کے بنائی۔ اسی طرح جھولا گلے میں ڈال کر جواہر کے بت ہاتھ میں باندھے۔ روغن وہ لگایا کہ کان آنکھ ناک سے شعلہ آتش کے نکلتے معلوم ہوتے تھے۔ رنگ چہرے کا بہت سیاہ بنایا۔ کلاہ مروارید نگار سر پر رکھ کر جوٹا باندھا اژدری سر پر رکھی۔

اس صورت سے یہ بن کر قریب بارگاہ ملہ آ کر کھڑا ہوا اور حاضرین دربار نے جو اس کو دیکھا سمجھے کہ بلا جو غائب رہتا ہے۔ اس وقت روئے ہوا سے اترا ہے بس یہ سمجھ کر مع ملہ سب نے اٹھ کر تعظیم دی اور تسلیم کی یہ قریب ملہ کے جا کر بیٹھا اور کہا اس وقت مجھ کو سحر نے خبر دی کہ عیار تمہارے یہاں آیا ہے۔ بس میں اتر آیا کہ ایسا نہ ہو تم کو کچھ ضرر پہنچے۔ اس نے کہا۔ "حضور کی پرورش میرے حال پر ہوئی' آپ میرا خیال نہ رکھیں تو اور کون رکھے۔ آپ کے اقبال سے میں نے اس عیار کو پکڑ لیا۔ دیکھیے وہ سامنے مقید کھڑا ہے۔" یہ سن کر اس نے جانب عیار مذکور کو دیکھا اور اٹھ کر بغضب تمام ایک طمانچہ اس کے مارا اور کہا۔ "او نا عیار دیکھ تو میں کس حال خراب سے تجھ کو مارتا ہوں بظاہر تو طمانچہ وہ بڑے زور سے پڑا۔ مگر رخسار پر بہت ہلکا معلوم ہوا۔ قلباد سمجھا کہ یہ بلا نہیں کوئی میرا بھائی عیار ہے بس اس کو بہت اطمینان ہوا کہ اب میں رہا ہو جاؤں گا۔

یہ تو اس فکر میں تھا کہ جو بلا نقلی نے ملہ سے کہا کہ عیار یہاں آ کر تم کو اس عیار کے چھڑانے کے لیے پریشان کریں گے۔ اس لیے میں اس عیار کو اپنے ہمراہ بالائے

ہوا لیے جاتا ہوں۔ رات بھر قید رکھ کر صبح کو قتل کر دوں گا اور سر لیتا آؤں گا۔

ملہ نے یہ سن کر اپنا سحر اتارا اور کہا۔ "اچھا لے جایئے۔"

اس نے اٹھ کر ایک ہار پھولوں کا دکھلانے کی راہ سے گلباد کو پہنایا۔ اس لیے کہ ملہ سمجھے اس نے عیار کو مسحور کر لیا۔ غرض بعد اس تدبیر کے اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر بارگاہ کے لایا اور نعرہ کیا۔ "اے او قحبہ ملہ تجھ کو لازم ہے کہ یہاں سے چلا جا۔ ستم سیارہ اگر یہاں ٹھہرے گی تو وہ تیغ ماروں گا تو بھی یاد کرے گی۔"

ملہ یہ نعرہ سن کر پیچھے دوڑی۔ دونوں عیار مثل برق دباؤ کے نکل گئے اور یہ ساحرہ اول مرتبہ زک پا چکی تھی آگے نہ بڑھی اور پھر کر اپنی حفاظت کے لیے ایک بیضہ سحر پڑھ کر زمین پر مارا۔ زمین سے دھواں نکل کر گرد بارگاہ ایک دیوار سیاہ کھنچ گئی۔ اب کوئی بغیر اجازت ملہ بارگاہ میں جائے۔ ممکن نہیں یہ انتظام کر کے ملہ تو بارگاہ میں بیٹھی اور عیار بھی اندر بارگاہ کے نہ جا سکے مجبور ہو کر اپنے لشکر میں آئے۔

لشکر میں تیاری ضرب و حرب تھی۔ بہادر تن رہے تھے نوجوان بن رہے تھے۔ اسلحہ کی بلند جھنکار تھی۔ تلوار کی تیز دھار تھی۔ گرز سر بلندی پر آمادہ مستعد جنگ ہر ایک سوار و پیادہ۔ اسی ہنگامہ میں وہ رات بسر ہوئی علامت آمد سحر ہوئی۔ جسم دہر پر سے بلائے تیرگی دور ہوئی۔ سحر خنداں اور مسرور ہوئی کہ

قمر نے پھر لباس شب اتارا
ہوا روشن سحر کا پھر ستارا

دم سحر لشکران جنگجو آمد خسرو زرین لباس بارگاہ مشرق سے معلوم کر کے توسنہائے سبزہ رنگ پر سوار ہو کر وارد صحرائے جدال ہوئے۔ سبزے فلک مرکبوں پر رشک کرتا بہرام چرخ کو بڑا خوف تھا۔ مختصر یہ کہ بہادر آمادہ قتال ہوئے۔ امیر با اقبال اسلحہ تن پر سج کر بخراماں جلو و جلال اشقر پر سوار ہو کر جلو خانہ شہنشاہ رستم خصال پر آئے۔ سرداروں

نے انتظام مقدم شہ بدستے جانب در لٹائے ناگاہ گھمائے تشریف آوری گلبن ثمر یاری نے مقام منتظراں معطر فرمایا جمال شاہی نے چشم مشتاقاں میں نور بخشا دیدہ چراغ اختر کو تجمل سواری نے نرگس آسا حیران بنایا۔ ہر سردار بسان شاخ بار دار بہر تسلیم جھکا چمن ستان شاہی سے نسیم قبول نے اہتزاز پایا۔ تخت کے گرد بہ رنگ بلبلان گلستان شجاعت جمع ہو کر گلگلیں صبا شتاب سب نے بڑھائے فتح و ظفر نے پرچم اقبال اٹھائے ڈنکے بادلوں کی طرح گرجے ہتھیار برق کردار چمکنے لگے۔ امیر کا اشقر چھلبل دکھاتا فوج کے آگے اس طرح چلا کہ برق شعلہ کا بھی اس کی تڑپ پر رشک سے دل جلا۔

برابر برابر امیر کے جانشین وارثان اعظم ہندوستان بصد عظمت و شان فیل میمون مبارک پر سواران نو لاکھ ہندی کا مجمع ہمراہ بڑا تزک اور سامان تھا۔ ہاتھی ایسا صاحب شکوہ و شان تھا کہ فیل فلک پر قربان تھا۔ ہر چند سر جھکا کر شباہت اپنی شکل اس کے بنایا تھا مگر ٹکر نہ کھاتا تھا۔

اسی طرح قرنہ پھنکی علم چمکتے نیچے ان کے تڑپتے بیرقوں کی سیاہی چھائی۔ کالی گھٹا آئی۔ سیاہ دل بادل کی طرح میدان نبرد میں پہنچی۔ اس طرف سے آمد لشکر حریف میں ہوئی۔ لقا کا ہاتھی قلب لشکر میں آ کر قائم ہوا۔ بلا و صبا و ستاب اسی طرح بنگلے میں بیٹھے ہوئے آئے۔ ملہ سپہ سالار اژدر دماں پر سوار ہو کر مع گرد ساحران نابکار ایک سمت آ کر ٹھہری صفیں آراستہ ہوئیں۔ بعد درستی جملہ امور جنگ ملہ بے شرم و ننگ نے بلا سے کہا کہ آج میرا ارادہ مقابلہ کا ہے۔ اس نے اجازت اس کو دی تب اژدر اڑا کر سامنے تخت لقا کے آئی اور اس بے حیا سے بھی اجازت چاہی۔ اس نے بھی رخصت دی۔ اس نے رخ جانب میدان کیا اور وسط میدان میں پہنچ کر نعرہ مارا کہ "فرقہ مسلمانان آج میں طبقہ الٹے دیتی ہوں اور تمہارے لشکر میں آ کر تمہیں سب کو بحال خراب قتل کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اژدر بڑھا کر کنارے صف لشکر اسلام کے جا کر اژدہے سر پر ایک ترشول

مارا کہ وہ ستر گز کا ہو گیا اور منہ اس نے مثل سانپ کے کھولا شعلے آگ کے منہ سے نکلنے لگے۔ در جہنم ظاہر تھا کہ کھل گیا۔ اس اژدر نے دم کھینچا لشکر کے آدمی کھینچ کر سو سو ایک ہی بار دہن میں سما گئے۔ غلغلہ عظیم برپا ہوا۔ صفوں میں درہمی و برہمی ہوئی۔ بہادر چار سمت سے مرکب بڑھا کر تیغیں علم کر کے جانب ساحرہ چلے۔ لیکن حرارت آتش دہن اژدر سے پیچھے ہٹنے لگے۔ شور و واویلا بلند ہوا۔ امیر نے یہ ہنگامہ دیکھ کر اسم اعظم الٰہی ورد زبان کیا اور اشقر دیو زاد بڑھایا۔ اس ساحرہ نے آپ کو دیکھ کر رہے لیکن جس جگہ کہ وہ ساحرہ زمین غرق ہوئی تھی شعلہ آتش وہاں سے نکلنے لگے اور لشکر کے آدمی سو سو دو دو سو غرق زمین ہونے لگے۔ اس زندہ درگور ہونے سے لشکر میں پھر تلاطم برپا ہوا اور کئی ہزار آدمی پیوند زمین ہوئے۔ اس وقت امیر نے مرکب اڑ کر اپنے تئیں اس مقام پر پہنچایا اور اسم اعظم پڑھ کر دم کیا کہ یکایک وہ ساحر مع اژدر شعلہ نشاں زمین سے نکل اژدر کا قد اب سو گز تھا اور ساحرہ بھی آنکھیں لال لال کئے منہ سے شعلہ چھوڑتی مہیب صورت بنائے بال زمین تک لٹکائے ظاہر ہوئی اور ترشول پکڑ کر امیر پر حملہ کیا۔ آپ نے حملہ اس کا رد کر کے نعرہ اللہ اکبر بلند فرمایا اور اسم اعظم دم کر کے تلوار پر عقرب سلیمانی کا ہاتھ اس کے سر نحس پر لگایا۔ برکت اسمائے الٰہی سے تلوار ایسی پڑی کہ مع اژدر اور ساحرہ کے چار ٹکڑے ہوئے غلغلہ قیامت خیز برپا ہوا۔ آندھی نے دنیا اندھیری کر دی۔ آگ برسنے لگی۔ بیروں نے غل مچایا کہ افسوس ہے کہ مارا ملہ جادو کو۔ اس ہنگامہ کو دیکھ کر بلا اور صبا وغیرہ نے ایک نعرہ آہ مارا اور فوج ساحران کو للکارا کہ ہاں لینا اس مسلمان کو ساتھ حملہ آور ہوئے بختیارک نے اس حملہ کو دیکھ کر غور کیا اس گری میں جلاد وغیرہ گرم ہو جائیں گے۔ کیونکہ ان کو غصہ بہت ہے اور حمزہ مالک باطل السحر ہے وہ ایک کو بھی زندہ نہ رکھے گا۔ لہٰذا جنگ مغلوبہ کرا کر ان سب کو بچانا چاہیے۔ یہ سمجھ کر افسران لشکر کو اس نے بھی حکم حملہ کرنے کا دیا۔ تمام مستحانی باختری و مشتری و عصاری اور

کوئی اور سلیمانی گرگانی جمشیدی کیوں مرتی۔ تیر و تلوار و گرز وغیرہ سے کام لینے لگے۔

نیزہ داروں نے دشت قتال نیستاں بنا دیا تیر افگنوں نے مینہ برسا دیا۔

امیر اور سرداران لشکر اسلام بھی سینہ سپر کر کے عدو کو روز بد دکھانے لگے۔ منچلے ہاتھ تلواروں کے بڑھ بڑھ کر لگانے لگے جو بہار کو رزم کو بزم سمجھتے تھے جان دینا ان کے نزدیک کھیل تھا۔ تیغ کو ان کی سرگردان سے دشمن کے میل تھا۔ جانبازی ان کی بازی تھی۔ دم شمشیر سے دمسازی تھی۔ صبا سے ہوائے شمشیر زنی فراش تھی۔ بچھی ہوئی بالش پر لاش تھی۔ پیرہن ہستی قطع ہو کر ان کا بچھونا تھا۔ زندگی کا ہر ایک کو رونا تھا۔ تار نفس کی دوریاں کسی تھیں۔ خیمہ جسد ویران تھے۔ اہل بزم پریشان تھے۔ ڈھالیں ابر کی طرح چھائی تھیں یا شامیانہ تنا تھا۔ تار شعاع شمشیر کی چمک سے ایسا اجتماع تھا کہ کلاہوں کی ڈوریاں اس نمگیرہ کی تھیں۔ رقص بسمل نے کیفیتیں دکھائیں۔

ساحروں نے ہر چند ہر سمت سے طرح طرح کی آفت برپا کی یعنی آگ برسائی پہاڑ اٹھا کر ڈھائے۔ مار و عقرب برسائے اژدر صحرا سے بلا کر لڑائے مگر برکت اسم اعظم اہل اسلام ان بلاؤں سے محفوظ رہے اور قتل کرتے جانب لقا چلے۔ امیر جانب ساحران بڑھے۔

بختیارک نے یہ دیکھ کر طبل بازگشت بجا دیا۔ امیر ناچار پھرے ادھر بھی طبل آسائش پر چوب پڑی۔ فوجیں پھر کر پڑاؤ پر آئیں۔ امیر نے لاشیں اپنے لشکر کے مقتولوں کی اٹھائیں پھر بارگاہ میں تشریف لائے۔ زخمیوں کے ٹانکے دلوائے دربار برخاست ہوا ہر ایک سردار اپنے اپنے مقام پر جا کر مصروف عیش و نشاط ہوئے۔ بادشاہ بھی داخل شبستان ہوئے۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے۔ لیکن اس طرف بلائے لاشہ ملہ اٹھوایا۔ بہت کچھ اس کے مرنے کا غم کیا پھر بارگاہ لقا میں آیا۔ وہاں مہتاب و صبا بھی موجود تھیں وہ بھی غم ظاہر کرنے لگیں۔ بختیارک نے کہا۔

فکر خود کن فکر بیگانہ مکن

ایک دن اس طرح تم سب خوابگاہ عدم میں جا کر سوؤ گے۔

عالم ارواح میں روؤ گے۔ ساحران نے متفق اللفظ اس کے قول کی تائید کی مہتاب جادو نے بھی کہا۔ ملکہ جی آپ سچ فرماتی ہیں۔ بغیر اسم اعظم بھلائے حمزہ سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ اچھا آج کی رات میں ایک سحر تیار کرتی ہوں۔ اگر اس سحر سے بھی کچھ نہ ہوا تو اسم اعظم کی تدبیر کروں گی۔ یہ کہہ کر کچھ دیر بیٹھی رہی۔ جب وقت آیا کہ اژدر شب پر ماہ آسمان بسان ساحران سوار ہوا اور مرگ ساحر روز سے عالم میں اندھیرا چھایا۔

مے غم سے بھرا جو ساغر شام
تو پہنی شب نے پوشاک سیہ فام
کیا شب نے چراغ ماہ روشن
ڈھلا دن کی طرح تاروں کا جوبن

مہتاب بارگاہ سے اٹھ کر اتری اور حوالی کوہ عقیق میں پہنچ کر ایک چشمہ کے کنارے اتری۔ برہنہ ہو کر اس چشمہ میں پہلے نہائی۔ پھر کنارے آ کر برنجی تھالی میں ایک چومک جلائی اپنے خون سے چھینٹے اس چومک کی لو پر دینے لگی اور سحر پڑھتی تھی۔ پھر رات تک اسی طرح افسوں خواں رہی بعد نصف شب تین دستکیں زور زور سے دے کر ناچنے لگی۔ ناگاہ اس چومک تھرا کر شق ہوئی اور ایک شیطان خبیث نے اس میں سے منہ نکال کر پوچھا۔ کیا کہتی ہے؟

اس نے کہا۔ مجھ کو منظور ہے کہ مسلمانوں کو آپس میں لڑا دوں اور ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل کراؤں شیطان نے جواب دیا۔ "یہ کچھ مشکل نہیں جا ایسا ہی ہو گا

اس نے کہا۔ حمزہ افسر لشکر مسلمانان رد سحر پڑھتا ہے۔ اس کا کیا علاج آپ نے سوچا ہے۔

اس نے بیان کیا۔ جب حمزہ ان لڑنے والوں کے قریب رد سحر کرنے آئے گا تو گرد

پیدا ہو گی۔ وہ لڑنے والے اس میں غائب ہو جائیں گے۔ حمزہ پھر ان کو نہ پائے گا

اس نے کہا۔ "پھر وہ لوگ کہاں جائیں گے؟"
اس نے جواب دیا۔ "ہم قید کر لائیں گے۔"

ساحرہ ان باتوں سے بہت خوش ہوئی اور اس شیطان کو اپنا خون جسم کاٹ کر پلایا اور رخصت کیا کہ وہ غائب ہو گیا۔ اس نے بہت سے دانے ماش کے لوپ سے چمک کے اتار لیے اور چمک بجھا کر غائب ہو گئی۔ پھرتے ہوا اپنے بھائی بلا کے پاس آ کر سوئی۔ جب ساحر روزگار نے آفتاب کی چمک چشمہ فلک کے کنارے جلائی اور حوادث دہر نے شیطان بن کر خراماں مالک دنیا کی صورت دکھائی۔

وقت سحر لقا آ کر بارگاہ میں تخت پر بیٹھا۔ دربار جمع ہوا۔ ساحر بھی روئے ہوا سے بارگاہ میں اتر آئے جیسے سرنشین دین پر سایہ اترایا فتنہ دہر میں پیدا ہوا اس طرح ظاہر ہو کر دنگل پر بیٹھے ذبح ہونے کا حکم دیا۔ دن عیش و عشرت میں بسر کیا۔ جب اندھیرا بھوت کی طرح سر عالم پر چڑھا اور عامل روز قتیلہ آفتاب بجھا کر کنارا کر گیا اور شب کی بے تابی نے ہندسہ جات انجم کا نقش غلط کلکلاں کھینچ کر بھرا۔

تیاری جنگ دونوں جانب آغاز ہوئی۔ طائر خیال مبارزاں کو جانب صحرائے جلادت طاقت پرواز ہوئے۔ ہوائے حوصلہ شجاعان نے گلستان تہوری ہرا کر دیا۔ نیا گل کھلایا یا کہ گلشن ہستی میں نہال قامت کے قطع ہونے کا وقت قریب آیا۔ واقعی عجیب بہار تھی کہ فوج آبیاری آہن کرنے پر تیار تھی۔ نیزے حدیقہ ارجمندی کے سراپا شمشاد تھے خانہ کمان آباد تھے تیغیں سان پر چڑھنے سے شعلہ فشاں تھیں۔ چنار سے گرتی چنگاریاں تھیں۔ لال پلٹن کے سپاہی سرخ وردی سے لالہ احمر ریاض شجاعت یا گل بوستان جلادت تھے فتنوں کی نگرانی آنکھیں چار ہو گئی تھیں۔ تختہ نرگس اس گلزار بہادری میں پھیلا تھا۔ سرو باغ غبار دل کا نکلا قمر بلبلیں زمزمہ پرداز تھیں۔ نقیب بولتے تھے۔ مرغ اسان پیکار پر تولتے تھے جو پرست بھی تھی منڈی کی نئی نظر آئی تھی۔ قرنا ہر ایک شیو تھا۔ گل

عباسی طرم کی صورت ہو بہو تھا مرکب سب جسیم رو صبا شتاب تھے ہیر کے پچنی تھے یا تختہ سوسن کے قریب کھلے گل گلاب تھے نوجوان بسان جوانان گلشن تن رہے تھے۔ افسر ہر ایک شمشاد قامت زیور اسلحہ پہن کر عروس بن رہے تھے۔ جرنیل و فوجدار چمنستان جرات کے سرو صنوبر تھے پھلدار نخل تیغ و خنجر تھے۔ لال لال آنکھیں سپاہیوں کی گل کی رنگت دکھاتیں۔ قیامت نا کیفیتیں نظر آئیں۔ صرصر حادثہ نا بوستانے وتان تھی۔ یہ صورت نمایاں تھی۔

وہ سب گلستان شجاعت کے گل
برنگ عنادل یہ کرتے تھے غل
کہ ہاں اے جوانان گلزار رزم
سمجھنا تم اس رزم کو جائے بزم
کہیں سان پر تیغ تھی شعلہ بار
کہ ہو جیسے گلشن میں نخل چنار

بابت نصرت آیات فوج ظفر موج شہنشاہ آسمان وجاہت بصد مکنت و جلال بہر جنگ و جدال جانب میدان بڑھا۔ امیر با اقبال نے مع سرداران رزم خصال کے مسجد سے آ کر جلو خانہ بادشاہی میں قرار لیا۔ شاہ قوی بال برآمد ہو کر جانب رزم گاہ چلے سردار تسلیم کر کے گرد تخت شاہی ہوئے کہ بموجب

چلے جانب رزم گہ بادشاہ
زمین و زماں میں پڑا زلزلہ
پڑی کوس شاہی پہ چوب ایک بار
جہاں میں ہوا شر حشر آشکار

بہادر ہنر مند علی گوہر
سجے تن پہ کواعوں تیر و تبر
بڑھے کر و فر سے بڑی آن سے
ہوئے داخل رزم گہ شان سے

میدان میں پہنچ کر یہ صفیں جمیں۔ اس طرف سے آمد لشکر لقا سے بپا ہوئی۔ ساحروں میں سے بلاد صبا بنگلے میں بیٹھے ہوئے ستاب اژدر پہ سوار ساحروں کے پرے ہمراہ لیے آئی۔ لشکر نے صف باندھی قلب میں تخت ہاتھیوں پہ کھنچا ہوا' لقا کا ٹھہرا نقیب للکارے کڑکیت پکارے کہ

کدھر ہیں شجاعان عالم آوہاں
کہاں ہیں وہ جنگ اور تیغ زاں
لڑائی میں جائیں لڑا دیں ذرا
کہ مٹ جائیں گے نام رہ جائے گا

○○○

• مہتاب جادو

جب کل انتظام میدان ہو چکا۔ مہتاب نے قریب تخت خداوند آ کر رخصت سر حرب کی بجانے اجازت دی۔ بختیارک نے کہا۔ "ملہ کی طرح سے ملکہ تم بھی جانب ملک عدم جانے میں عجلت نہ کرنا۔ جو ہم کہیں واہ ری روشنی۔" مہ جبیں یہ کلام سن کر ہنسی اور کہا "ملک جی آج کی لڑائی قابل دیکھنے کے ہے۔" یہ کہہ کر اژدہا بڑھا کر کچھ دور آگے جا کر پکاری "اے قاسم و علم شاہ تم دونوں بڑے لڑنے والے ہو۔ مگر کبھی آپس میں باپ بیٹے لڑے ہیں۔ اب مثل رستم و سہراب باہم لڑ کر مر جاؤ۔ ہم اس معرکہ میں کر جاؤ۔" یہ سنتے ہی قاسم و علم شاہ کہ صف دست چپ میں ایک ہی مقام پہ کھڑے تھے۔ آمادہ فساد ہوئے۔ علم شاہ نے قاسم کو للکارا۔ "بے ادب تو ہمیشہ مجھ کو گھورتا ہے اور ہر بات میں منہ چڑھتا ہے۔" قاسم نے بجواب اس کے نہیب دی کہ میں رتبہ پدری کا پاس کرتا تھا۔ اس وجہ سے آپ کا کڑا کڑا جواب اٹھاتا تھا۔ اب میں تلوار کے آگے کچھ باپ دادا کا لحاظ نہ کروں گا۔ زیادہ بولو گے تو زبان تیغ سے جواب دوں گا۔" یہ سن کر علم شاہ تیغہ کپتان فرنگی کھینچ کر اس پہ چلے قاسم نے بھی پھارک کو افراسیاب کی نیام سے لیا۔ دونوں صف لشکر سے باہر ہوئے اور لڑنے لگے۔ جھنتانا شمشیر زنی کا شروع ہوا۔ سرداران اسلام بل بل کر کے چھڑانے لگے اور پکارے "اے داور کیا کرتے ہو۔ قدم راہ مروت سے خلاف دھرتے ہو۔ خبردار فساد باہم نہ کرو۔" یہ کہتے ہیں اور کچھ کر نہیں سکتے۔ اس وقت امیر مرکب بڑھا کر اسم اعظم پڑھتے ہوئے چلے اور کمند اندازوں کو بادشاہ اسلام نے حکم دیا۔ "کمندیں مار کر ان کو اسیر کرو۔" ادھر سے کمند انداز چلے۔ ادھر سے امیر بڑھے۔ لیکن کوئی قریب ان کے نہ پہنچا تھا کہ صحرا کی طرف آندھی آئی اور ایسی جلد یہ آئی قریب آ کر غبار نے ان دونوں لڑنے والوں کو چھپا لیا۔ امیر نے اس آندھی پہ اسم اعظم پڑھ کر دم کیا کہ وہ

خاک سیاہ فنا اڑ گئی۔ لیکن ثلاثہ جو کی لاش و قاسم علمشلو کی پڑی تھی صورت زیبا خاک میں پڑی تھی۔ آنکھیں حسرت آلود باپ کی تلوار بیٹے پر پڑی ہے بیٹے کی تلوار نے باپ کی جان لی ہے۔ یہ دیکھ کر امیر نے چاہا کہ گریبان پھاڑیں۔ فرط غم سے سر پر خاک ڈالیں۔ مگر میدان جنگ میں کھڑے تھے۔ غیرت شجاعت دامن بن کر دیدہ دل سے اشک ریہ پاک کرنے لگے تھے۔ نالہ نے ضبط کرنے سے گلا گھونٹا آنسو بے ساختہ نکل پڑے۔ لشکر میں بھی کہرام بپا ہوا۔ کوئی کہتا تھا۔

سدا گھر کس نے اس عالم میں پایا
زمیں سے آسماں نے ہے اٹھایا

اسی طرح یہ سب تو مصروف نالہ و شیون تھے کہ اس تجہ مہتاب نے پھر پکار کر کہا "اے لندھور اے مالک بھلا دیکھوں تو تم دونوں کیونکر باہم مقابلہ کرتے ہو۔ کس لیے کہ تم دونوں جانشین حمزہ ہو۔ یقین ہے کہ خوب لڑتے ہو گے۔ اتنا کہتے ہی لندھور نے مالک کی طرف دیکھ کر نعرہ کیا "اتنا کہتے ہی لندھور نے مالک کی طرف دیکھ کر نعرہ کیا "اے ملہ جیسی ریگ بیابان شمار سوسمار خوار عربی تو ہمیشہ ہنگام جنگ مجھ کو دیکھتا ہے آج آ تو میرے مقابلہ میں۔" مالک نے نہیب سن کر جواب دیا کہ اے ہندی پیتی خور کم قدے تو لڑنا کیا جانے۔"

یہ کہہ کر ماویان عربی کو صف سے نکالا۔ ادھر سے فیل میمونہ کو لندھور نے ہولا امیر بل بل کر کے چلے لیکن لشکر کی صف دور تک ہے۔ جب تک یہ جائیں اس وقت تک وہ دونوں لڑنے لگے۔ اس نے نیزہ مارا اس نے گرز مارا۔ دونوں نے ضربیں رد کر کے جنگ مردانہ آغاز کی۔ اس عرصہ میں امیر قریب پہنچے اور ایک طرف سے بحکم بادشلو کمند انداز آ کرے۔ لیکن ویسی ہی آندھی بہت جلد آئی اور دامن گرد نے بیبان دامن آغوش مار دان پروردگار مدد شجاعت و تہوری کو چھپا لیا۔ امیر نے قریب پہنچ کر

اسم اعظم پڑھا کر وہ آندھی تو مٹی لیکن ان دونوں کی لاش پر نظر پڑی۔ عیاذاً باللہ پھر تو طاقت ضبط باقی نہ رہی سب بے اختیار انا للہ وانا الیہ راجعون ارشاد کیا اور کہا۔

فلک دے گا ابھی کیا کیا تو داغ
جلے گا دل تو دے گا آج جو داغ

یہ تو اس عالم میں تھے کہ ساحرہ نے ہنس کر باآواز بلند کہا۔ "اے فرامرز و جمہور تم دونوں بڑے بہادر کہلاتے ہو کہ پسر خواندہ حمزہ جو چاہے کہ ہم لڑ کر مر جاؤ اپنا نام کر جاؤ۔" یہ آواز سنتے ہی امیر چاہے کہ میں پہلے ہی جا کر ان دونوں کو مدد دوں اور اسم اعظم پڑھوں۔ لیکن صف میں دست چپ دوسرا دست راست میں تھا اور تخت شاہی سے مل کر صفیں آراستہ تھیں۔ امیران سے بہت دور لاشہ لندھور وغیرہ پر گریاں تھے۔ ان دونوں کے پاس جلد پہنچ سکے۔ وہ صف سے نکل کر لڑنے لگے۔ جمہور کا تیر زریں فرامرز پر پڑا۔ دونوں شیر بیشہ شجاعت ہیں حربے رد کر کے باہم گتھ گئے۔ امیر قریب پہنچے اس وقت غبار زمین پر پیدا ہوا اور ان دونوں شیر بیشہ شجاعت ہیں دونوں نور دیدہ گلشن مردمک دلاوری کو مار گرایا امیر نے جو دیکھا تو لاشہ ان کا نظر آیا بحر اشک قلزم چشم سے بہایا۔ دست تاسف ملے اور فرمایا۔

نیا یہ تیر تم نے دل پہ مارا
نہیں ہے صبر کا اب مجھ کو یارا

اب تو مصروف نوحہ شیون تھے کہ مہتاب نے اب کی پکارا "اے مندویل اصفہانی والے مبلیل جنگ عراقی تمہاری رزم بھی قابل دید تھی۔ ہاں لڑو تو آپس میں۔" یہ سن کر مندویل و مبلیل صف لشکر سے نکلے اور ہمکلام کر کے باہم لڑنے لگے اور دل گردہ میں

چھپ کر مردہ ہوئے امیر روتے رہے۔ ساحرہ نے اس طرح دس پندرہ جوڑ لڑوائے۔ یہاں تک کہ وہ دن تمام ہوا اور غبار تاریکی شام ظلام نے مبارز فلک کو یعنی مہر جہاں تاب کو چھپایا۔ روز روشن مثل شمع کشتہ ساحرہ شب نظر آیا کہ

اداسی شام پہ چھائی ہوئی تھی
ستاروں پہ بلا آئی ہوئی تھی

مہتاب نے طبل بازگشت بجوایا اور پکار کر کہا

"اے لشکر مسلمانان اگر تم نے میرے خداوند کی اطاعت نہ کی تو صبح کو چراغ ہستی تمہارا گل کر دوں گی۔ دشت لاشوں سے بھر دوں گی۔ خبردار انکار نہ کرنا ورنہ سزا اپنی کنار میں دیکھو گے۔"

یہ کہہ کر پھری۔ امیر بھی رنجیدہ خاطر مراجعت فرما ہوئے۔ لشکر نے کمر کھولی۔ آسودہ ہوا۔ لقا اپنی بارگاہ میں آ کر بیٹھا۔ ناچ ہونے لگا صحبت نشاط برپا ہوئی لشکر اسلام میں ہر شخص فرط غم سے افسانہ حیرت و حسرت بہ زبان تھا۔ سراسر غم کا سامان تھا۔ امیر نے بارگاہ میں آ کر خواجہ نادوں کو بلایا اور حال کشتگان لشکر استفسار فرمایا۔ خواجہ نادوں نے قرعہ پھینک کر خوض و غور فرمایا۔ نظرات ثوابت و سیارگان کو دیکھ کر سر اٹھایا اور عرض کیا "اے شہریار سر فراز سب قید میں مبتلا ہیں۔ یہ سب پتلہائے سحر ہیں جو قتل کئے گئے ہیں ان کو پھکوا دیجئے اور جو امتحان میرے قول کا کرنا ہو تو کسی پتلے پر اسم اعظم دم فرمایئے حال معلوم ہو جائے گا۔"

امیر نے ایسا ہی کیا۔ پتلے ماش کے آٹے کے تھے۔ غرض ان کو پھکوا دیا اور خواجہ نادوں کو خلعت دے کر رخصت فرمایا۔ عیار سیاہ وغیرہ فکر عیاری میں چلے۔ دربار برخاست ہوا۔ سردار خواب گہ میں گئے۔ بادشاہ داخل شبستان ہوئے۔ چالاک نے امیر سے عرض کیا میرا جی گھبراتا ہے آج جا کر یا تو اپنی جان دیتا ہوں یا مہتاب کو قتل

کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر لباس عیاری سے آراستہ ہو کر روانہ ہوا۔ ابوالفتح نے جو اس کو جاتے دیکھا۔ آپ بھی ہمراہ ہوا اور دونوں کنارے لشکر حریف پہنچ کر صورت خدمت گار کی سی بن کر داخل لشکر ہوئے۔ یہاں دیکھا تو بڑی گھما گھمی ہے۔ دکانیں کھلیں۔ سپاہ تمام مصروف خرمی ہے ہر سمت سامان عیش و نشاط ہے۔ ساحروں میں انجمن انبساط ہے۔ ناچ ہر مقام پر ہو رہا ہے ہر شخص فتح کی خوشی کر رہا ہے۔ بستر پر سپاہیوں کے یاروں کا مجمع ہے۔ شراب کا دور چلتا ہے۔ یہ دونوں عیار باہم مشورہ کار ہوئے کہ ایک ہم میں سے بارگاہ لقا میں جائے اور دوسرا باہر ٹھہرے۔ اس لیے کہ اندر والے پر خدانخواستہ کچھ آفت آئے تو یہ اسکی اعانت کرے۔"

غرض کہ یہ صلاح کر کے چالاک نے ابوالفتح کو باہر چھوڑا اور آپ اندر گیا۔ یہاں بھی سامان عشرت نظر آیا۔ مہتاب مع اپنے بھائی وغیرہ کے تخت پر جلوہ فرما تھی۔ محفل انبساط بپا تھی۔ بختیارک شیطنت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہائے ملکہ مہتاب یہ روشنی تمہاری رات بھر کی ہے۔ یہ رات تم پر بھاری نظر آتی ہے۔ عمرو تاڑے آتے ہوں گے وہ سارا فروغ مٹا دیں گے۔ یہ چاند سی صورت خاک میں ملا دیں گے۔" مہتاب یہ باتیں سن کر ہنس رہی ہے۔ چالاک جملہ کیفیت سن کر ایک جگہ ٹھہر کر دیکھنے لگا کہ شیطان نے پھر ساحرہ کو عیاروں کا خوف دلایا۔ اس نے زیر لب کچھ بڑبڑایا۔ فوراً ایک پنجہ پیدا ہوا کہ ہاتھ میں خاصدان لیے تھا۔ وہ خاصدان روبرو بے ساختہ لایا۔

اس نے ایک گلوری اس میں سے لے کر کھائی اب اس پنجہ نے صورت ایک پتلے کی پیدا کی اور کان میں اس کے کچھ کہا۔ چالاک سمجھا کہ تیرا ذکر یہ کر رہا ہے بھاگ جا پھر سمجھا کہ جو تیری جانب یہ کچھ اشارہ بھی کرے۔ اس وقت بھاگنا چاہیے۔ یہ سمجھ کر ٹھہرا تھا۔ کہ ساحرہ سے پتلا کہہ چکا تھا کہ عیار کھڑا ہے۔ اس نے دانہ ماش کا پھینک کر آواز دی "اے زمین گیر۔"

چالاک کے پاؤں زمین نے پکڑ لیے۔ اس نے گرفتار کرا کر سامنے بلایا اور کہا "سچ بتا

کہ تو کون ہے۔"

چالاک نے اپنا نام بتایا اور کہا میں تماشا دیکھنے آیا تھا کوئی خطا تیری نہیں کی تھی جو تو نے گرفتار کر لیا۔ میں ہمیشہ جمال خداوندی دیکھنے اس بارگاہ میں آیا کرتا ہوں۔ علاوہ اس کے ہم لوگوں کو ستانا اچھا نہیں۔"

بختیارک یہ تقریر سن کر سمجھا کہ ایسا نہ ہو خوف زدہ ہو کر ساحرہ اس کو چھوڑ دے۔" پس اس نے کہا مرشد زادے یہ بغیر قتل کیے عیار کو چھوڑتی نہیں اور اب تو ملہ جادو کا ان کو بدلہ لینا ہے۔ ہمارا کچھ اس میں زور نہ چلے گا اور نہ ہم اس مقدمہ میں بولیں گے۔" یہ کہہ کر ساحرہ سے کہا "اے ملکہ مرغ سر بریدہ بانگ نمیدہد آ ان کو وہ راہ بتلایئے کہ آپ پھر نہ آ سکیں۔"

ساحرہ اس کے کلام کو سمجھی کہ در پردہ اس کے قتل کو کہتا ہے بس عازم قتل عیار مذکور کے ہوئی اور لقا سے کہا "یا خداوند میں اس عیار کو اپنے خیمہ میں لے جا کر سر کاٹ کر اس کا آتی ہوں۔ اس جا اس کے معین اور عیار آ جائیں گے اور فساد برپا کریں گے۔"

یہ کہہ کر اٹھی اور چالاک کو لے کر چلی مگر غلغلہ گرفتاری مذکور جو بلند ہوا۔ ابوالفتح جو باہر بارگاہ کے تھا یہ خبر سن کر اندر آیا اور بختیارک کے پس پشت ٹھہرا۔ جب ساحرہ چالاک کو لے کر چلی اس نے خنجر کی نوک پشت بختیارک میں چبھوئی کہ اس نے گھبرا کر سر اونچا کیا اور اس کی جانب دیکھا۔ اس نے کان میں جھک کر کہا "ملک جی آج تمہاری قضا آ گئی۔ دیکھو میرا خنجر کیسا برآں ہے۔"

ملک جی نے جلدی یہ تقریر سن کر عرض کیا کہ "یا حضرت میری کیا خطا ہے۔ اس نے کہا "حرامزادے تو ہی تو اشغالک ساحرہ کو بہر قتل عیار دیتا ہے۔ اے بے ایمان خود اگر میرے بھائی کا ایک رواں بھی میلا ہوا تیرا حلوہ پکا دوں گا۔ بہتر یہ ہے کہ اس کو قید سے چھڑا دے۔"

ملک جی نے جی کڑا کر کے کہا "آپ اس مقدمہ میں دخل نہ دیجئے قتل ہو جانے دیجئے

پھر جیسا ہو گا دیکھ لیجیے۔"

ابوالفتح کو یہ سن کر ایسا غصہ آیا کہ تھرانے لگا۔ اور خنجر کھینچ کر پکارا کہ او قزاق قضا ہی تیری آ گئی۔ پس جیسے ہی اس نے خنجر کھینچا۔ ساحروں اور سب اہل دربار نے دیکھا چاہا کہ گرفتار کریں مگر شیطان سمجھا کہ میں قتل ہو جاؤں گا اور بالفرض کہ بسبب سحر کے اس وقت اس عیار کا خنجر دفعتہ مجھ پر نہ پڑے گا لیکن اور عیار مجھ کو زندہ نہ رکھیں گے۔ پس یہ سمجھ کر ہر شخص سے مانع ہوا کہ خبردار آپ سے کوئی نہ مزاحم ہوا اور سب کو روک کر آپ عرض پیرا ہوا "حضور جو فرمائیں میں بجا لاؤں۔"

ابوالفتح نے بہ آواز کہتا مناسب نہ جانا آہستہ سے کان میں کہا "اے فسادی جلد اٹھ کر ساحرہ کے پاس چل اور اس سے کہہ کر اس عیار کو قتل نہ کیجیے قید کیجیے۔"

شیطان نے کہا۔ "بہت خوب چلیے۔" یہ کہہ کر اٹھا چونکہ ساحرہ چالاک کو اس عرصہ میں اپنے خیمہ میں لائی تھی اور قتل کیا چاہتی تھی کہ یہ شیطان جا کر پہنچا اور پکارا "اے ملکہ مہتاب چلو تم کو خداوند بلاتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ اس عیار کو قتل کرنا نہ مناسب ہے قید کرو۔"

ساحرہ نے کہا "قید سے کیا حاصل ہے قتل ہی کرنا بہتر ہے۔"

بختیارک نے کہا "اے بدذات نہ تو سمجھے نہ بوجھے باتیں بناتی ہے۔ اور تجھ آج قتل کرنے میں میرا پیٹ پھٹے گا۔ خداوند بھی جوتیاں کھائیں گے۔ تیرا سر اڑے گا۔ کیوں شامت آئی ہے۔ جلد حکم قید کا دے اور جو میں کہتا بجا لا۔"

ساحرہ اس کی باتوں سے حیران ہوئی کہ آج شیطان کو کیا ہوا ہے جو مجھ کو گالیاں دیتا ہے اور عیار کا جنبہ کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ اسرار ہے۔ مناسب ہے کہ خداوند کے پاس چل کر دریافت کروں۔ پس یہ خیال کر کے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی ساحر نظر آئے تو اس عیار کو اس کے پاس قید کرا کے خداوند کے پاس جاؤں۔

پس اس کا ہر سمت دیکھنا تھا کہ سیاہ جو پہلے عیاری کو آیا تھا بھائی کی قید کا غل سن

کر بچاب ہوا قریب خیمہ لقا ہبائی برادر میں ٹھہرا ہوا تھا۔ شیطان کے آنے سے اس کے ہمراہ خیمہ میں چلا آیا تھا۔ اس وقت ساحرہ نے جو ساحر کی تلاش کی۔ بس اس کو قریب پایا چالاک کو اس کے سپرد کیا کہ اپنے سحر میں قید کر میں خدمت خداوند میں جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اپنا سحر اتار لیا اور ہمراہ شیطان چلی۔ یہ دونوں عیار بھی خیمہ سے نکل کر بھاگے اور سیاہ رو نے نعرہ کیا اور پکارا "اے قحبہ ستم سیاہ رو دیکھ یوں چھڑا لے جاتے ہیں۔"

ساحرہ نے یہ نعرہ سن کر چاہا کہ پھر ان کو گرفتار کریں مگر بختیارک نے منع کیا کہ ان عیاروں کو چھیڑنا اچھا نہیں ابھی مجھ پر یہ سانحہ گزر چکا ہے۔"

یہ کہہ کر سارا ماجرا بیان کیا۔ ساحرہ کے عیاروں کی چالاکی سے حواس منتشر ہوئے لیکن شیطان سے کہا کہ آپ لوگ اگر اسی طرح خوفناک ہوں گے تو پھر ہم مقابلہ کیا کریں گے۔ آپ نے بہت برا کیا کہ اس عیار کو رہا کر دیا جس نے آپ کو دھمکایا تھا اس موئے کو بھی قید کرانا تھا آپ نے ملکہ کی فرط خوف سے جی ہار دیا ہے۔ سو بودوں کے بودے آپ بن گئے ہیں۔"

بختیارک یہ باتیں سن کر ہنسا اور کہا "اے ملکہ آپ زندہ جہان زندہ جان ہے تو جہان ہے۔ جب میری جان پر بنے گی میں بھی یہی کروں گا۔ اگر ایسی ہی تم مضبوط ہو تو اپنے خیمے میں بیٹھ کر عیاروں کو بلاؤ۔ دیکھو تو کہ وہ آ کر کیسی تیغ مارتے ہیں۔"

مہتاب نے یہ کلام سنتے ہی غصہ میں آ کر کہا۔ "اچھا میں ابھی جا کر جتنے عیار ہیں سب کو گرفتار کر کے ماہ لقا دکھاتی ہوں۔ اپنا سحر آزماتی ہوں۔ ان موؤں نے بہت ناک میں دم کر رکھا ہے اور بڑی دھاک اپنی باندھ رکھی ہے۔"

بختیارک تو چاہتا ہے کہ میں الگ رہوں اور عیار قتل ہوں۔ پس اس نے اور زیادہ اس کو ورغلایا یعنی کہا "اے ملکہ کیوں قضا آئی موت پھڑپھڑائی ہے۔ بھلا دیکھیں تو کہ تم عیاروں کو کیونکر قتل کرتی ہو۔"

مہتاب یہ کلمہ سن کر بھری اور اپنے خیمے میں چلی۔ بختیارک بارگاہ لقا کی طرف پھرا۔

ابوالفتح جو خدمت گار بنا ہوا ساتھ تھا اپنے لشکر کی طرف چلا۔ اس لیے کہ اور عیاروں سے مشہور ساحر کا بیان کروں۔ یہ تو ادھر سے چلا۔

ادھر سیاہ رو جو عیار کر کے مہتاب سے چالاک کو لے گیا تھا تو چالاک کو رنج ہوا تھا کہ یہ مجھ سے چھوٹا بھی ہے اور دست چپی عاری ہے۔ یہ جو مجھ کو بہا کر لایا احسان کا مجھ پر ہوا۔ اب تو چل کر جس طرح ہو سکے۔ اس ساحرہ کو ہلاک کر بس سیاہ رو سے جدا ہو کر چلا۔

ادھر سیاہ رو بھی بارادہ عیاری روانہ ہوا اب ایک فراش کی سی صورت بن کر جب تک مہتاب خیمہ میں پھر کر آئے یہ داخل خیمہ ہوا اور لوٹ مار کر پلنگ جو خیمے میں بچھا تھا اس کے نیچے جا کر چھپ رہا اور چالاک جب قریب خیمہ پہنچا دیکھا کچھ کنیزیں مہتاب کے در خیمہ پر کھڑی انتظار اپنی بی بی کے آنے کا کر رہی ہیں۔ یہ ساحر تو بن کر گیا ہی تھا۔ ایک کنیز کا اس نے جا کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "ادھر آؤ تم سے خدا نے کچھ کہا ہے سن لو۔" کنیز ہمراہ اس کے چلی۔ یہ اس کو تنہائی میں لایا اور احباب مار کر بیہوش کیا۔ پیرہن اس کا لے کر اس کی سی صورت اپنی بنائی یعنی دو دو انجیاں کان میں ڈالیں۔ اوڑھنی پہن کر الٹی ساری باندھ کر گاتی ڈوپٹے کی باندھی جھولی سحر کی گلے میں ڈالی ماتھے ماتھے پہ سیندور کا قشقہ کھینچا۔ سیندور مانگ میں بھرا یہ نقشہ بنایا کر

چمکتا برق ساں تھا رنگ سرخ کا
مقابل مہر تاباں کے تھا چہرہ
نہایت خوبصورت بن کے گلفام
فدا تھے نرگسی آنکھوں پہ بادام
وہ دونوں کان میں بالے جو ڈالے
جڑاؤ سب جواہر کار وہ تھے
گلے میں خوشنما اک ہار ڈالا

اسی صورت سے بچ کر سارا گیا

پس اس صورت سے تیار ہو کر بہت جلد کنیزوں میں آ ملا۔ اس عرصہ میں مہتاب بھی شیطان سے شرط گرفتاری عیاراں کر کے خیمہ میں آئی۔ کنیزیں بہر خدمت حاضر ہوئیں۔ چالاک بھی ان میں ملا ہوا سامنے آیا۔ ساحرہ نے غور کیا کہ ایسا نہ ہو کوئی ان میں عیار مل کر چلا آیا ہو پس امتحان کر کے چند کنیزوں کو رکھ لینا چاہیے۔ زیادہ مجمع رکھنا مناسب نہیں ہے پس یہ سمجھ کر سحر پڑھا کہ ایک پنجہ پیدا ہوا اور دم بھر میں وہ پنجے ایک سے دو ہوئے پھر دو سے چار ہوئے۔ تاآنکہ سو پنجے ہو گئے اور ایک ایک پھولوں کا وہ پنجے لیے تھے۔ پس ہار سب کنیزوں کے گلے میں پنجوں نے ڈال دیے۔ سب کنیزوں کو تو کچھ نہ ہوا مگر ہار پڑتے ہی چالاک کے بدن میں چنگاریاں اڑنے لگیں۔ اس نے جلدی سے وہ ہار اتار ڈالا مہتاب دزدیدہ نگہ سے دیکھتی تھی سحر پڑھ کر اس کو بے حس و حرکت کیا اور پکاری کہ اور دزد و گردن باریک پہچانا میں نے تجھ کو تو جانتا ہے کہ میں غافل ہوں۔ اب قضا ہی تیری آ گئی۔"

چالاک ان باتوں کا جواب کیا دے ناچار رضینا بالقضا خاموش ہو رہا اور ساحرہ نے تمام کنیزوں کو حکم دیا کہ باہر نکل جاؤ یہاں نہ ٹھہرو ایسا نہ ہو کہ تم مل کر کوئی عیار اور نہ آ جائے۔ کنیزیں حسب الحکم باہر بارگاہ کے گئیں اور اس نے چالاک پر سحر پڑھا کہ وہ زمین پر گرا۔ یہ خنجر کھینچ کر اس کے سینے پر سوار ہوئی اس ماجرے کو سیاوہ نے کہ پلنگ کے نیچے بیٹھا تھا۔ دیکھا گھبرایا کہ بڑا غضب ہوا بھائی قتل ہوتا ہے۔ پس لوٹ مار کر پشت ساحرہ کی طرف نکلا وہ جب تک کھٹکا سن کر پھر کر دیکھے۔ اس وقت سیاوہ نے کمند ماری کہ حلقوں میں پھنس کر ساحرہ سینہ چالاک پر سے گری اور چاہتی تھی کہ سحر پڑھ کر کمند جلائے۔ سیاوہ نے مہلت نہ لینے دی بہ زود دستی تمام ایک خنجر مارا کہ سر اس کا کٹ کر دور گرا وہ عیاروں کا قتل کیا چاہتی خود رہگرائے ملک عدم ہوئی۔ تیرگی اجل نے فروغ مہتاب سحر مٹایا بیرون نے ہنگامہ مچایا آندھی سیاہ

آئی۔ دنیا تاریک ہوئی کنیزیں اور سب ساحر دوڑے۔ عیار دونوں نعرہ کر کے بھاگے۔ اندھیرا جو ہوا شیطان ورگلو بختیارک بارگاہ میں کھڑے ہو کر ناچنے لگا کہ یہ مارا تاک دھنا دھنا خوب ہوا جو میں ان کے منہ نہ چڑھا۔ دیکھا آپ نے یوں مار ڈالتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کوئی مرشد ناووں کے سر چڑھے اور جیتا رہے۔ میاں بلا صاحب دیکھا آپ نے بلا صبا یہ کیفیت دیکھ کر ایسا گھبرائے کہ اڑ کر غائب ہو گئے اور ادھر سردار جو آپس میں لڑ کر مہتاب کے سحر میں گرفتار ہوئے تھے تو ان کی حالت یہ تھی کہ وہ جو شیطان ساحر نے پوجا کر کے بلایا تھا وہی غبار بن کر آتا تھا۔ اور پتلا سحر کا ہیشہ سر ڈال کر سردار کو پکڑ لے جاتا تھا اور دیو کوہ میں لے جا کر بیہوش مدہش کر کے رکھتا۔

چنانچہ مرگ ساحر سے وہ سحر رد ہوا اور سردار ہوشیار ہو کر دیو کوہ سے نکلے اور باہم صلاح کی کہ لشکر حریف کو قتل و قمع کر کے اپنے لشکر میں چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہتھیار تو سب باندھے ہی تھے کہ میدان جنگ گاہ سے قید ہوئے تھے۔ پس جانب لشکر حریف آئے۔ اول تو تیر اندازی کی۔ جب لشکر میں غلغلہ بپا ہوا۔ تیغیں کھینچ کر طنابہائے خیام کاٹ کر نعرہ شیرانہ بلند کر کے یہ سب گرے۔ فوج کوہیں دبا خبری میں غل ہوا کہ مسلمان شبخون لے آئے۔ پلٹنیں اور رسالے جلد جلد تیار ہوئے لیکن جب پلٹن چلی۔ رسالہ ادھر سے آتا تھا۔ آپس میں لشکر اسلام سمجھ کر لڑائی شروع ہوئی۔ بدحواسی لشکریوں اسلام سمجھ کر لڑائی شروع ہوئی۔ بدحواسی لشکریوں اس درجہ تھی کہ ترکش کو نیام سمجھ کر تیغ کی تلاش کرتے تھے۔ نیام میں تیر ڈھونڈتے تھے۔ سپر تلوار کے عوض کھا کر کردار کرتے تھے تلوار کی بجائے سپر آڑ کرتے تھے۔ چہروں پہ سرخی نشہ شجاعت کے عوض زردی مردنی کی چھائی تھی۔ اجل پیشوائی کو آئی تھی تیغ نے رگ حوصلہ کاٹ دی تھی۔ گرم بازاری اجل تھی۔ ضیافت درجہ اجل تھی مسالئن کاشانہ شجاعت کے لیے دسترخوان دامن تیغ کا بچھا تھا۔ لقمہ شمشیر کا نوالہ تھا۔ میزبان اجل خاطر داری میں مصروف تھا۔ دل و جگر کی نہاری تلوار کی آنچ میں پکی تھی۔ تیغ و خنجر نے جان کھائی تھی خون سو واز و گلن شجاعت تسکین تھا۔ حریف کو حریف حلوا سمجھتا تھا۔ بیٹا کوئی تھا جان شیریں

دینے میں کڑوا زہر خوار آگیں تھا۔

رات بھر یہی ہنگامہ برپا رہا۔ جب وہ زمانہ آیا کہ آب خنجر مہر خاور سے گلوئے ساحرہ شب تر ہوا اور مہتاب آسمانی کا سر ضیا فروغ نیر عالم سے قلم نظر آیا۔

دم سحر شاہ اسلام بصد احتشام بارگاہ میں تشریف لائے۔ امیر علی مقام بھی مسہر کر پاس سے آئے۔ رات ہی کو سردار لشکر عدو باہم لڑوا کر چلے آئے تھے۔ صبح حاضر خدمت بادشاہ ہوئے۔ عیاروں نے رات کا حال سب بیان کیا۔ بادشاہ نے خوش ہو کر خلعت فاخرہ ہر ایک کو عنایت فرمایا۔ پھر قتل ساحرہ کی خوشی میں جشن کیا۔ ساقی مطرب بصد طرب حاضر محفل عشرت ہوئے۔ مہیا سامان مسرت ہوئے۔

ادھر دم سحر لشکر لقا میں ایک نے دوسرے کو پہچانا اور لڑنا موقوف کیا۔ حال کشتگان پر اشک حسرت بہائے۔ آخر سب خدمت میں اپنے خداوند کے آئے وہ بھی تخت کجبت پر آ کر بیٹھا۔ دربار جمع ہوا۔ بلاؤ صبا بھی روئے ہوا سے اتر کر سامنے آئے اور عرض پیرا ہوئے یا خداوند جس کا ایسا جاگتی جوت کا تھہ ایسا خدا ہوا اس کو عیار اس طرح آ کر قتل کریں۔ بڑے افسوس کا مقام ہے۔ ہائے تقدیر ہماری کیا بری ہے کہ مشیت خداوندی بھی ہمارے قتل پر مائل ہوئی ہے۔" لقا یہ سن کر شرمندہ تو ہوا مگر تالیف قلوب کرنے کو ان سے بمدارات تمام پیش آیا۔ بہت کچھ تسکین دی اور کہا "تم گھبراؤ نہیں میں بروز نو روز مہتاب و ماہ دونوں کو زندہ کروں گا۔ ابھی اپنی بہشت میں برائے سیر و تماشہ ان کو بھیج دیا ہے۔ یہ باتیں قدرت کے کارخانہ کی ہیں۔ جس کو میری مشیت میں آنا ہے۔ برائے سیر بہشت بھیجتا ہوں۔ اب تم اسم اعظم حمزہ بند کرو میں تقدیر کرتا ہوں کہ تم فتح یاب ہو گے۔"

ساحروں نے یہ کلام سن کر کہا۔ "ہم مقابلہ مسلمانوں سے نہ کریں گے۔ اب ہم عرضی افراسیاب کو لکھیں گے۔"

تاکہ وہ ہماری مدد کے لیے اور کسی کو بھیجے۔"

لقا نے کہا "کیا مضائقہ ہے انہوں نے اسی وقت عریضہ شاہ جادواں کی خدمت میں ترقیم

کیا اور جملہ حال یہاں کی لڑائی اور قتل ہونا جادوگرنیوں کا اس میں لکھا اور یہ بھی تحریر کیا کہ ہماری مدد کرنا چاہیے۔"

پس اس عرضی کو ایک ساحر کے حوالے کیا اور کہا خدمت شاہ میں جا کر عریضہ بھی دینا اور زبانی بھی یہاں کی کیفیت عرض کرنا۔ اسی لیے یہ عرضی پہاڑ پر رکھ کر نقارہ بجا کر نہیں بھیجی گئی ہے کہ تم سب حال بھی کہو گے اور جواب بھی جلد لاؤ گے۔"

ساحر مذکور کہ نام اس کا انجم جادو ہے۔ عرضی لے کر روانہ ہوا اور داخل طلسم ہو کر بعد قطع مسافت کوہ نیلم پر پہنچا۔ وہاں سے کچھ ساحر اپنے ہمراہ برائے رہبری لے کر چلا اور دریائے خونرواں پر آیا کنارے۔

دریائے کے ساحر مذکور ٹھہر کر پکارا۔ "شہنشاہ ساحران غلام کو اپنے پاس بلا لیجیے کہ خداوند کے پاس سے حاضر ہوا ہے۔" یہ صدا دیتے ہی ایک پنجہ پیدا ہو کر اس کو اٹھا لے گیا۔

افراسیاب ایک بیابان طلسم باطن میں کہ نام اس کا نرگس زار ہے بیٹھا تھا۔ ناچ پری زاداں ظلم کا سامنے ہوتا تھا۔ شراب پی رہا تھا۔ پنجے نے لا کر اس ساحر کو پہنچایا۔ اس نے شاہ طلسم کو تسلیم کی نذر دی۔ پھر عرضی پیش کر کے زبانی بھی کیفیت بیان کی اور خواہاں امداد ہوا۔ بادشاہ عرضی پڑھ کر اور حال سن کر بہت خاطر ملول ہوا۔ دست تاسف ملے ہنوز کچھ حکم نہ دینے پایا تھا کہ ایک پنجہ عرضی ملکہ حیرت کی لایا اس کو جو ملاحظہ کیا لکھا تھا "اے بادشاہ عالی جاہ حضور نے اپنے پیر بھائی کو میری مدد کے لیے بھیجنے کو فرمایا تھا۔ اب تک ان کا انتظار کیا گیا۔ کوئی نہ آیا۔ اب کس کو یہاں بھیجے تا کہ کار تنگ حرامیاں تمام کرے۔ یہ عرضی پڑھ کر اور ایک نامہ اپنے پیر بھائی طاق چشم کو لکھا مضمون یہ تھا "اے برادر سابق تم کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا تھا نہیں معلوم توقف تم کو اپنی مدد کے لیے طلب کیا تھا نہیں معلوم توقف تشریف آوری کیا ہے اب جلد دیکھتے نامہ محبت آگیں کے یہاں آیئے اور اعانت اس مخلص کی فرمایئے۔

یہ نامہ ایک ساحر کو دے کر روانہ کیا۔ اب یہ نامہ طاق چشم پاس شاہ طلسم بھیجتا ہے اور لقا کی مدد کی کچھ اور فکر کرتا ہے۔ شہزادہ اسد ابھی تک قید میں ہے۔ ملکہ مہ رخ بمقابلہ حیرت مع تمام لشکر کے اتری ہوئی ہے اور عمرو طلسم کوکب میں ملکہ بران کے پاس ہے۔ ادھر لشکر امیر بمقابلہ لشکر لقا ہے۔ بلا و صبا انتظار مدد کر رہے ہیں۔ ابھی زندہ ہیں۔ لڑنا موقوف کیا ہے۔ لشکر اسلام سے ایرج تلاش قوسج میں گئے ہیں اور قوسج کا وعدہ پر طلسم ہزار برج کے داخلہ ہے۔ اب یہ سب حالات جلد سوئم میں انشاء اللہ بیان ہوں گے۔

مے توبہ شکن دے اے ساقی
ابھی فصل بہار ہے باقی
ابھی باقی ہیں دن جوانی کے
عیش و عشرت کے کامرانی کے
یار ہم مشربان کا ہے یہ قول
پڑھو اے جلد جلد لاحول
اے توبہ ابھی سے کی توبہ
واہ واہ واہ کون مانے گا
لو اٹھو آؤ میکدے کو چلو
بزم رنداں کو چل کے رونق دو
تم کو مغاں کے سر کی قسم
تم کو اس میکدے کے در کی قسم
قدح جمشید کی قسم تم کو
اپنی امید کی قسم تم کو
آب آتش کی گرمیوں کی قسم

دختر رز کی قرمیں کی قسم
تم کو سوگند جان رنداں کی
بادہ خواروں کے دین دنیا کی
سچ بتاؤ کہ مے سے کیوں ہو خفا
دختر رز سے کیا قصور ہوا
تم سے پیر مغاں کی عزت ہے
تم سے بنت العنب کی حرمت ہے
محتسب تم سے خوف کھاتا ہے
قاضی دستار کو بچاتا ہے
دیکھو سنسان میکدہ ہے پڑا
ہے یہ مے خانہ یا کہ ہے صحرا
انجمن ہے کہ بزم ماتم ہے
ساغر سبو بھی چشم پر نم ہے
بادہ در گلو صراحی ہے
جس طرف دیکھو اک تباہی ہے
چلیے میخانہ کیجیے آباد
آپ کے دم سے بندہ پھر ہوں شاد
الغرض آئے میکدے میں ہم
جھک کے سب نے لیے ہمارے قدم
شیشے کرنے لگے مجھے تسلیم
گردنیں خم ہوئیں سبے تعظیم
لب ساغر پہ پھر ہنسی آئی
میں نہیں آیا دل لگی آئی

ہوئے خراب خم میں سر بھر خم
منہ سجدے میں گر پڑے پیہم
زہد و تقویٰ کی وہاں سے گریز
منہ بنگالے سے پیالہ بریز
دف پہ مطرب نے ہاتھ پھر مارے
نے نے مارے خوشی سے پھر نعرے
ہر طرف کو یہی تھی گفت و شنید
ہو گئی آج میکدے میں جب
بیعت خم پہ سب ہوئے راضی
آخر اچھا عمامہ قاضی
لب ساغر کے پھر لیے بوسے
پھر صراحی کے ہم گلے سے ملے
اپنے ساقی کو مہرباں پایا
وقت افسانہ گوئی پھر آیا
چھک گئے جلد خوب پی کر
ہاں اٹھاؤ قلم کو وقت
بادہ خواراں ساغر معنی
ایں حکایت کنند لاثانی
بادہ کشاں رحیق مروق مصطبہ خوش کلامی ہو

جرعہ نوشاں ساغر بادہ حسن انتقای مستقبلاں شراب حسن بیان و سر خوشاں ساتگیں مخانہ داستان ساغر و دائر حروف تحریر کو شراب کلام سے اس طرح لبریز فرماتے ہیں اور انجمن قرطاس میں بسان بادہ خواراں الفاظ مضامین کو یوں بٹھاتے ہیں کہ جب افراسیاب کو حال خراب بلا و صبا بذریعہ عریضہ معلوم ہوا نامہ دار کو بعد فکر بسیار جواب دیا کہ جا کر

بلا کو میری جانب سے دعا کہنا اور بیان کرنا کہ میں بہت جلد پٹکا مدد دہی کا تمہاری کمر سے باندھوں گا اور لباس اعانت تمہیں عنایت کروں گا۔ گھبراؤ نہیں اطمینان تمام رکھو جنگ مسلمانان و اعانت خداوند سے کام رکھو۔ غرضیکہ شاہ طلسم سے وہ نامہ دار یہ باتیں سن کر اور خلعت رخصت پا کر جس راہ پر آیا تھا اسی راہ پر پھر چلا اور بعد قطع راہ طلسم وارد بارگاہ لقا ہوا۔ یہ مرتد تخت نکہت پر بیٹھا تھا گویوں کا مجمع تھا۔ بلا و صبا بھی حاضر دربار ذمت عیار تھے نشہ شراب سے سرشار تھے کہ نامہ دار نے آ کر ارژنگ بیان میں تصویر تقریر شاہ طلسم کھینچی۔ جب سب کیفیت انہوں نے سنی باہم مشورہ کیا کہ طبل جنگ بجا کر مقابلہ اہل اسلام سے کریں۔ پھر آپ ہی کہا "اول اسم اعظم حمزہ کے بند کرنے کی فکر کریں پھر لڑیں۔"

یہ کہہ کر تدبیر سو کرانے اسم اعظم میں بارگاہ سے اٹھ کر غائب ہو گئے اور ان کو تو اس فکر میں مبتلا رکھیے۔ لیکن حال زبوں خصال افراسیاب بد افعال سنیے کہ اس نے دوبارہ اپنے پیر بھائی کو نامہ بھیج کر خیال کیا کہ حیرت فی الحال بہت گھبرائی ہوئی ہے۔ کئی شکستیں کھا چکی ہے اس کی دلداری چل کر کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر اٹھا وہ بیان نرگس جمال پہ بیٹھا ہوا تھا۔ نہایت پر بہار تھا فرحت آگیں گلزار تھا کھائے نرگس چمن چمن کھلے تھے شاہدان گلشن آنکھیں جوانان باغ سے لڑا رہے تھے زیر قدم بادشاہ باہر گلستان نے آنکھیں بچھائی تھیں یا دہر غدار نے بیوفائی سے بغصہ آنکھیں دکھائی تھیں بادشاہ بیٹھے ہی اٹھا ہوائے سرد اس صحرا میں وزاں ہوئی اور گوشہ ہائے صحرا سے بادہ سو نازنینان حور پیکر سن پہ بعد حسن وادا لباس جواہر در نہب جسم کیے۔ زیور مرصع کار پہنے اپنی آن وادا پہ نوجوان چمن ستان دہر کو لبھائیں۔ زلفیں ہر ایک کے چہرے بے نظر پہ بل کھاتیں گیسو کا رخسار پہ لہرانا کفر کا اسلام پہ غالب آنا ظاہر تھا۔ یا ملک حلب پہ تاتاریوں کا چڑھ آنا باہر تھا۔ زلف شکن در شکن تھی یا دلہائے عشاق کی جائے مسکن تھی۔ حلقہائے زلف تھے یا حبشی بچہ ہائے غزال ختن لیے تھے۔ بلکہ مشکلا

بہار نے جعد سنبل کو پیچ دیئے تھے۔ پیشانی پر ٹیکا جواہر کا لگایا۔ حسن کا اسی ماتھے پر چکا پٹیاں بیں در خوبی کی محرابیں تھیں ابرو کے قریب تل تھا فلک حسن اختر کامل تھا۔ چشم شرمگین میں سرمہ کا دنبالہ تھا یا کوئی سیہ مست پائے خم سے لپٹا تھا۔ تسمیں تسمیں محراب ابرو میں بہر آبادی میکدہ دعا کرتا تھا۔

خداوند ہے پیر مغاں شاد
رہے یہ میکدہ تا حشر آباد

چشم فتان کے اشارے سے انقلاب روزگار کا نشان ثناو کی گردش گردش آسمان رکسار نازک پر شمس و قمر صدقے اس آسمان حسن پر فلک تارے اتارے بنی چشمہ حیوان دہن کا ماسہ ہاتی خود بنی حسینان اس جگہ منہ کی کھائی۔ واقعی ہر ایک مہ پارہ تھی۔

کمان یا ہے محراب یا مہ نو ہے
یہ ابرو ہے یہ تیغ براں ہے کیا ہے
یہ خنجر ہے حمدھر ہے یا تیر و ناوک
یہ نشتر ہے یا تیر مژگاں ہے کیا ہے
یہ ہے آئینہ یا ہے مہر درخشاں
یہ چہرہ سیے یا مہ تاباں ہے کیا ہے
یہ زنجیر یا مار یا دام عاشق
یہ سنبل ہے یا زلف پیچاں ہے کیا ہے
عقیق یمن یا کہ مصری ہے یا قند
یہ لب ہے کہ لعل بدخشاں ہے کیا ہے

ایکی الماس میں کب ہے بچارے
یہ سنگ گہریا کہ دنداں ہے کیا ہے

یہ آفت ہے فتنہ ہے یا ہے قیامت
ترا قد ہے یا سرو بستان ہے کیا ہے

ایک تخت جواہر نگار کاندھے پر لیے سریر جمشیدی کو جس پر رشک آئے گھڑے چاندی سونے کے رنگ سے بھرے کمر پر رکھے ہاتھوں میں قمقمے لیے انگیا میں بھی گیند بلور کے چھپائے مسکراتی کمر اور کولے کا عالم دکھاتی سامنے شاہ طلسم کے آئیں ہمہ تسلیم سب نے گردنیں جھکائیں۔ شاہ عالی پائے گاہ تخت پر سوار ہوا گھنٹے ناقوس بجنے لگے تخت بطور سحر دوش ہوا پر روانہ ہوا۔ ایک ابر سرخ سر پر آ کر چھا گیا۔ موتی برسنے لگے وہ پری نازیں جو تخت لاتی تھیں۔ رنگ کھیلنے لگیں۔

پچکاریاں چلنے لگیں۔ مقیش اڑانے لگیں۔ تارے ٹوٹتے نظر آتے تھے مقیش کے تار اس طرح جگمگاتے تھے سرادقے دور باش سے گوش فلک کر تھا۔ خلاصہ یہ کہ بڑا کروفر تھا۔ اسی طرح حیرت بادشاہ بصد حشمت رواں تھا۔ ادھر حیرت بارگاہ میں بمقابلہ مہ رخ اتری ہے اور تمام سردار سالار ساحراں غدار حاضر دربار ہیں اور اسی طرح بارگاہ لشکر عمرو میں بھی ساحر بیٹھے ہیں لیکن بہار روشا فرمان وغیرہ چند ساحر نیاں مہ رخ کے پہلو کی اور گیسو بن شہاب و شکوہ زرین تاج وغیرہ جادو گرنیاں حیرت کی میدان میں بہر رزم درست کرا رہی ہیں۔ غار بھرے جاتے ہیں۔ درخت کٹتے ہیں۔ مورچہ بندی ہو رہی ہے کس لیے کہ آمد ملکہ صنعت سحر ساز کی خبر لگی ہوئی دونوں طرف کی بارگاہ میں ذبح ہو رہا ہے پیالہ شراب گردش میں ہے کہ یکایک سواری افراسیاب کی پیدا ہوئی ابر سرخ پیدا ہوا طبلے پر تھاپ پڑی سنائی دی ملکہ حیرت مع تمام ساحران افسر لشکر کے بارگاہ سے باہر آئی اور بہر استقبال شاہ بد افعال آگے بڑھی تخت بادشاہ نیچے اترا۔ ملکہ مذکورہ نے مجرا کیا اور کئی کشتیاں زر و گوہر کی سر شاہ پر سے نثار کیں۔ بادشاہ نے ہاتھ ملکہ کا زیر بغل داب لیا۔ ملکہ نے شانے سے پہلو اپنا ملا دیا دوش بدوش دونوں روانہ ہوئے۔ اس وقت صورت برج جو ترا ظاہر تھی۔ سب کہتے تھے کہ سنجیر کہاں سے

آیا ہے۔ قران السعدین ہوا ہے۔

غرض یہ کہ اسی طرح یہ دونوں داخل بارگاہ ہوئے پری ناداں ہمراہ سواری تخت شاہی لے کر دربار پر ٹھہریں بعد عمدے ہاتھ میں لیے شاہ کے ساتھ اندر آئیں۔ باقی انتظام ہو گیا کہ کوئی شخص اندر نہ جانے پائے۔ بادشاہ آ کر تخت پر بیٹھا۔ ملکہ پہلو میں اہل دربار اپنی جگہ پر متمکن ہوئے۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا ناچ ہونے لگا۔

ملکہ نے حال اپنی شکست وغیرہ کا آبدیدہ ہو کر بیان کیا۔ بادشاہ نے قفل دہن مفتاح زبان سے وا کیا اور تسکین آمیز کلام کیے اور کہا "اب کی میں نے طاق چشم اپنے پیر بھائی کو بلایا ہے اور وہ آ کر سب باغیوں کو غارت کر دے گا اور مثل برگ خزاں رسیدہ باغ عالم سے بہ صرصر فنا اڑا دے گا۔"

حیرت یہ کلام سن کر بہت خشنود ہوئی اور کہا اے شہنشاہ میں حیران تھی کہ بڑے بڑے ساحر ملازمان شاہی ہیں۔ سرکار یہ جبر و تعدی ان نمک حراموں کی اٹھاتے ہیں اور ان ساحروں کو نہیں بلاتے اب معلوم ہوا کہ آپ مخالفوں کی سزا دہی اور گوشمالی دینے پر آمادہ ہوئے۔"

بادشاہ نے یہ سن کر اہل دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "کیوں صاحبو تم میں سے کوئی ایسا ہے کہ جو میرے پیر بھائی کا سامنا کر سکے۔ سب نے متفق اللفظ نہیں کر سکتا ہے وہ بڑے زبردست جادوگر ہیں۔ خوشامدی بادشاہ کے کلام کی اور زیادہ تر تائید کر کے مدح و ثنا میں طاق چشم کی تر زبان ہوئے۔

یہاں تو یہ ذکر و تذکرہ ہے لیکن جاسوسان لشکر مہ رخ جو قریب بارگاہ آئے دیکھا تو یہاں کے لشکری خوشی کر رہے ہیں۔ غلغلہ بپا ہے کہ بادشاہ کے پیر بھائی طاق چشم آئے ہیں۔ سب نمک حراموں کا کام تمام کریں گے۔

یہ خبر ہرکاروں نے جو سنی وہاں سے پھر کر خدمت ملکہ مہ رخ میں حاضر ہوئے اور بعد دعا ثنا کے خبر عرض کی کہ لشکر حریف میں اس طرح کی خبر ہم نے سنی ہے آمد طاق چشم کی خوشی ہو رہی ہے۔"

ملکہ مہ رخ نے خبر سن کر فرمایا "اب تو افراسیاب ایسے ہی ایسے ساحر ڈھونڈ ڈھونڈ کر بلائے گا خیر ہمارا بھی خدا مالک ہے۔"

یہ کہہ کر چپ تو ہو ہی رہی مگر رنگ چہرہ کا زرد ہو گیا۔ برق عیار حسب اتفاق دربار میں موجود تھا۔ اس نے جو رنگ چہرہ ملکہ متغیر دیکھا اپنی جگہ سے اٹھ کر گویا ہوا کہ ذرا میں تو جا کر اس طاق چشم دیکھ آؤں کہ یہ اس کی کیسی صورت ہے۔"

مہ رخ نے یہ بات سن کر کہا "اے برق واسطہ خدا کو وہاں جانے کا ارادہ نہ کرنا۔ وہ موا طاق چشم اپنے فن میں طاق شہرہ آفاق سے زبردست جادوگر ہے۔ افسوں سحر سے ماہر ہے مثل یہ اسی پر صادق آتی ہے کہ اس کے کاٹے کا منتر نہیں۔ بڑا موذی ہے خدا کی مار اس پر۔"

برق نے کہا "ہم کو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ اور تکیہ ہے۔ وہ ساحر ہمارا کیا کرے گا۔"

یہ کہہ کر ہر چند ملکہ موصوف نے منع کیا۔ اس نے نہ مانا اور روانہ ہوا جب قریب لشکر حیرت پہنچا۔ دل سے مشورہ کیا کہ ابھی جس ساحر کی فکر میں تم آئے ہو۔ وہ آیا نہیں پس لازم ہے کہ کسی نہ کسی طرح بارگاہ میں حیرت کی اپنے تئیں پہنچاؤ اور کسی سردار کی صورت بناؤ ٹھہرے رہو جب ساحر مذکورہ آئے تو اس پر ہاتھ صاف کرو۔ راہ عدم اس کو دکھاؤ۔

یہ سوچ کر بہ صورت مبدل داخل لشکر ہوا اور قریب بارگاہ پہنچ کر فکر کرنے لگا کہ کسی کو بیہوش کر کے اسی کی سی صورت بنوں اور اندر جاؤں۔ اسی خیال میں تھا کہ وہاں جو نازنینان ہمراہی شعلہ طلسم دربارگاہ پر کھڑی تھیں ان میں سے ایک کو احتیاج کی حاجت ہوئی اس نے اپنی ساتھ والیوں سے کہا "بہنیا مجھ کو جائے ضرورت پر جانے کی حاجت ہے۔ کوئی چلتا ہے میرے ساتھ۔"

سب نے کہا "تجھ کو ہر بار ایسی ہی جگہ پر احتیاج ہوتی ہے۔ بھلا یہ کون سا موقع ہے شہنشاہ آنے والے ہیں۔ نہ بی بی ہم میں سے کوئی نہ جائے گا۔ یہ کیا تو نے عادت

ٹیکی ہے کہ ایک تو آپ جاتی ہے اور دوسرے اور کو لیے جاتی ہے۔"

ایک عورت نے ان میں سے کہا "یہ رنڈی اپنے پیلے مکھڑے پر اتراتی ہے جانتی ہے مجھ سے بڑھ کر کوئی خوبصورت نہیں۔"

اس نازنین نے کہ جس کو احتیاج تھی ان باتوں کا جواب دیا "اوئی اتنا میرا پوچھنا کہ ساتھ چلتی ہو۔ غضب ہو گیا۔ ہزاروں باتیں تم نے مجھے پکڑوائیں۔ اگر تم میرے ساتھ نہ جاؤں گی تو مجھ کو کوئی کھا نہ جائے گا۔"

یہ کہتی ہوئی وہاں سے چلی اور لشکر سے نکل کر ایک گوشہ میں بہر رفع احتیاج بیٹھی تھی۔ یہ بھی گیا اور گھات میں تھا کہ اس کو بیہوش کروں۔ پس ایک عورت کی قطع بن کے جہاں وہ بیٹھی تھی یہ بھی گیا اور جب تک وہ اٹھے اٹھے اس نے کمند ماری۔ وہ عورت دریائے نور کی رہنے والی کنیزہ شعلہ جادواں عیاروں کی مکاری کیا جانے۔ کمند میں الجھ کر گری۔ عیار دوڑ کے خوب اس کو بیہوش کر کے پیرہن اور زیور جسم سے اتار لیا اور اس کو وہیں مٹی میں دبا دیا۔ پھر آپ آئینہ سامنے رکھ کر اس کی ایسی صورت بنا۔

کیا قدرت نقاش ازل و مصور آفرینش نے اس صورت نگار نیرنگ و عیار کو عطا فرمائی تھی کہ

پل مارنے کی ہوئی نہ دیری
سبحان اللہ شان تیری

ہوا ہی کو کیا بھر گئی۔ وہ بھی ہی نہ تھا وہی نازنین خواص افراسیاب کی تھی۔ زلف چلیپا اس سبزہ رنگ کی تھی یا کشت حسن پر گھٹا کالی چھائی تھی سبزہ رنگ دہر کے زلف کو دیکھ کر رشک سے رخساروں پر تیرگی آئی تھی گیسو کا پیشانی پر عکس پڑا تھا۔ واقعی پری کا سایہ ہوا تھا۔ نہیں بلکہ اس گیسو و جبین نے ہزاروں کو پری زدہ بنا کر سودائی

مشہور کرایا تھا۔ ابرو تھے یا نخل بند قدرت نے نیا تماشا دکھایا تھا۔ باغ رخسار کی نرگس میں تلوار کا پھل آیا تھا۔ ترکمان چشم نے تلواروں کی کٹ بندی کی تھی۔ قینچی باندھی تھی یا اس کی جڑی بھویں تھیں۔ ایک ایک اشارے پر سیکڑوں کشور دل لوٹ لینے پر تلی تھی چشم مردم فریب نے فتنہ اٹھائی تھی لیلیٰ و نہار فتنہ تا کو آنکھیں دکھائی تھی۔ نرگس مست پر چشمک زن تھی۔ بڑی پر فن تھی۔ رخسار نازک کو کس سے مثالی دوں لازم ہے کہ اس کو لاثانی کہوں۔ سچ ہے وہ رخ لاجواب ہے۔ مرقع دہر میں یہ تصویر انتخاب ہے۔ دہن تنگ و موہوم کی صفت میں چپ رہنا اچھا ہے اور کیونکر اس عنقائے اوج حسن کا وصف کروں۔ میں نے کہا اس کو دیکھا ہے۔ غرض یہ کہ از سر تا پا اس بت فن کا یہ نقشہ تھا بلا وہ سوتی کی چال بھی ہے وبال کا کل کا جال بھی ہے ادا سے دل پائمال بھی ہے قتل سے آشفتہ حال بھی ہے۔

اس صورت وترکیب سے جب درست ہو کر بن سنور چکا (اٹھا) ہوا پانی سے لوٹے کے کھیلتا ہوا چلا اور دیا ہو گلو پر اسی گروہ حسینہ میں آملا۔ جو تخت شاہی لیے کھڑی تھیں اور گیا ہوا ملو تم جو میرے ساتھ نہ گئیں تو میرا کیا ہوا۔ کوئی مجھے کھا نہ گیا۔ یہ کہہ کر ہنستا ہوا اندر بارگاہ کے چلا کہ جا کر دیکھیں شہنشاہ کے چھٹے میں کتنا عرصہ ہے۔

غرضیکہ اندر جا کر ایک کنیز بادشاہ کے برابر کھڑا ہوا بادشاہ اہل دربار سے باتیں کر رہا تھا۔ جب اس نے نگاہ ادھر سے پھیری اس پر نظر پڑی ایسا حسن کا اچھا معلوم ہوا کہ فریفتہ ہو گیا۔ مگر بمصداق اس مثل کے کہ

ان ہونی کی ہوں کو تاکت ہیں سب کوے
ان ہونی نہیں ہونی ہوئے سو ہوئے

اتنیکہ یہ عورتیں خاص طلسم کی رہنے والی ہیں جب برق نے اس نازنین کو بیہوش کر کے صحرا میں چھوڑا فوراً ایک پنجہ پیدا ہو کر اس کو اٹھا لے گیا اور دیوائے نور پر اس

کو پہنچا کر بادشاہ طلسم کو بھی اس نے اطلاع دی کہ عیار برق فرنگی نام اس طرح کنیز بن کر آتا ہے۔ پس اس وقت بادشاہ نے جو اس کے حسن پر نگاہ کی تو ہو چکا تھا سمجھا کہ یہ مجھ پر مائل ہو ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہنستا ہے یہ سمجھ کر اس نے اور زیادہ تن کو اپنی گلت کو دکھلایا اور بناز وادا مسکرایا۔ بادشاہ نے اشارہ کیا کہ آگے آؤ۔ یہ اٹھلاتا ہوا سامنے آیا ہے۔

بادشاہ نے سبب اس کے کہ قرار نہ ہو جائے بھلاوا دیا۔ ہنس کر استفسار کیا تو کیا کام کرتی رہتی ہے۔"

اس نے آنکھیں جھکا کے کچھ جواب دیا کہ لونڈی سواری میں حضور کی حاضر رہتی ہے مور چھل ہلاتی ہے اور جو حکم ہوتا ہے وہ بجا لاتی ہے۔

شاہ جادواں نے کہا "ہم نے تیری نوکری معاف کی صرف پاؤں رات کو دبانا اور کوئی کام نہ کرنا۔"

اس نے سر جھکا لیا کچھ جواب نہ دیا۔ بادشاہ اس کی ایک ایک ادا پر لوٹا جاتا ہے اور دل سے اپنے کہہ رہا ہے کہ کم بخت عیار کیا بلا کے ہیں۔ معشوقوں کے ناز کو ابھی انہوں نے گرد کر دیا۔ رنڈی کیا ایسی ادائیں کرے گی جو یہ کر رہا ہے۔

فی الجملہ بادشاہ نے زیر لب کچھ افسوں پڑھا کہ ایک چوکی سنگ مرمر کی ہشت پہل ترشی ہوئی اور مخمل سرخ سے منڈھی ہوئی فلک پر سے اتری۔ بادشاہ نے برق سے کہا "لو تم اس چوکی پر بیٹھو۔"

یہ بہت خوش ہوا کہ اب یہ بادشاہ مسخرا میرے جال میں پھنسا۔ آج رات کو باغ سے میں لے جا کر اپنے ساتھ سلائے گا میں بیہوش کر کے اس کو راہ فنا دکھاؤں گا۔

بس خوشی خوشی کمر کو تین بل دے کر تیوری نزاکت سے چڑھا کی چوکی پر بیٹھا۔ بادشاہ نے ہنس کر کہا "اے جانی اب تم کہیں نہ جانا۔ ہم تمہارے عاشق ہیں۔ عیار مذکور اس کلمہ سے کچھ کھٹکا اور غور جو کیا تو چوتڑ چوکی سے جم گئے اور زمین سے چوکی اونچی ہوتی جاتی ہے۔ عیار مسطور یہ حال دیکھ کر گھبرایا اور بادشاہ طلسم حسب کر کے تخت

پر سے چوکی پر آیا اور کہا "میاں برق اچھی طرح رہے۔

برق نے کہا "میں آداب عرض کرتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر بہت جھک کر تسلیم کی۔

جاوداں قہقہہ مار کر ہنسا۔

برق نے کہا "آپ ہنستے کیا ہیں اس وقت ہم نے عیاری کو آئے تھے نہ لڑنے کو آئے تھے۔ تم کو دیکھنے چلے آئے تھے۔ ہماری عادت کم بخت ایسی بری اور نکمی ہے کہ جہاں کسی کو دو تین مرتبہ دیکھا بس محبت ہو گئی۔ چنانچہ تمہیں عرصہ سے دیکھا نہ تھا۔ آج سنا کہ تم آئے ہو ہم بھی چلے آئے۔ کیا جانتے تھے کہ تم یہ سلوک ہمارے ساتھ کرو گے۔"

افراسیاب نے کہا "ارے تو نے میری لونڈی کو غارت کیا ہوتا کہ خاک میں دبا دیا تھا۔ وہ تو میرے سحر کا پنجہ اس کو دبائے اوپر گیا۔ اب مجھے تو فقرہ دیتا ہے۔ میں بغیر قتل کیے تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

برق نے کہا "تمہارا فرمانا سچ ہے لیکن اب بادشاہ جو لونڈی کو بیہوش نہ کرتا تو آپ تک کیونکر پہنچتا۔ اور یوں مار ڈالنے کا تمہیں اختیار ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم زبردست ہو۔ شہنشاہ کوئی تمہارا نہیں کر سکتا ہے جس کو چاہو مار ڈالو۔ مجھے قتل کرو گے تو کیا پاؤ گے۔ اگر چھوڑ دو گے تو تمہارا نام ہو گا۔"

شاہ جاوداں یہ تقریر اس کی سن کر بہ سر رحم آیا۔ اور چاہا کہ رہا کر دوں مگر ملکہ حیرت نے تیور بادشاہ کے پہچان کر کہا "اے شہنشاہ یہ موا دم دیتا ہے۔ بھلا اس کی اور آپ کی الفت اسے یہ سراسر جھوٹا ہے دغل باز اور مکار۔ یہ چھوٹا تو آپ کے دو بھائی آنے والے ہیں ان کا ناک میں دم کر دے گا اور علاوہ اس کے کہ

نیکی کرنا بدوں سے ایسی ہے
جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے

اس کو رہا کرنا ہرگز نہ چاہیے۔ شاہ نے یہ کلمات سن کر کہا اے ملکہ تم سچ کہتی ہو میں اس کو دشمن سمجھ کر اس طرح ہلاک کرتا ہوں کہ بے آب و دانہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائے۔

یہ کہہ کر ایک دانہ ماش کا چوکی پر سحر پڑھ کر مارا کہ وہ چوکی اڑ کر جانب فلک گئی اور بروئے ہوا جا کر معلق قائم ہو گئی۔ اب جو بہتی نے دیکھا تو پائے نہ دو گامے نہ آب و دانہ ملنے کا ٹھکانہ نہ کہیں جانا نہ آنا۔ جیتے جی عالم برزخ میں آ گیا۔ دھوپ کی شدت دلسوزی کے لیے آفتاب سر پر فلک دشمنی سے بنگاہ گرم دیدہ مہر سے گھورتا یہ بیچارہ بایں آفت و خرابی بصد ناچاری مہر خاموشی بر لب شکر خداوند عالم کرتا چوکی پر بیٹھا تھا۔ سارا طلسم پیش نگاہ عمارت قلعہ جات طلسم دکھائی دیتی تھی۔ تن کی طرف دیکھنے سے روح نکل جاتی شریک حال بیکسی و تنہائی تھی طالع پست نے یہ بلندی دکھائی تھی جب خیال اپنے دوستوں کا آتا تھا تو آہ کی لے بجاتا۔

یہ تو اس طرح گرفتار بصد آہ و بکار بروئے ہوا ہے مگر اب حال عاشق چشم مکار کا بیان ہوتا ہے کہ وہ مرض باطل پرستی کا بیمار پردہ ظلمات طلسم میں ایک ملک کا مالک ہے۔ اپنے مقام پر نام اس مقام کا کوہ لاجوردیہ ہے۔ سالک ہے جب نامہ بادشاہ طلسم اول مرتبہ اس کو پہنچا نامہ کو پڑھ کر خاموش ہو رہا مگر فکر کرتا تھا کہ کیا عذر کروں اور جنگ پر جانے سے باز رہوں اسی فکر میں تھا کہ بیمار ہو گیا۔

حسب اتفاق اس کا استاد دام جادو اس کے دیکھنے کو ایک دن آیا۔ اس نے استقبال کر کر بڑی عزت و توقیر سے بلوایا اور مقام صدر پر بٹھایا۔ ساقی مہر دیدار و قاصان پری رخسار کو طلب کر کے سامان عیش استاد کے لیے مہیا کرایا۔ جلسہ عشرت جما پیالہ نے اثر

گردش میں آیا۔ اسی ہنگامہ نشاط میں دوسرا نامہ افراسیاب کا جو بیابان نرگس سے بھیجا گیا تھا۔ اس کے پاس پہنچا نامہ پڑھ کر افسوس کرنے لگا کہ شہنشاہ ساحران مجھ کو طلب فرماتے ہیں دو نامے آچکے ہیں مگر میں کیا کروں ناچار ہوں کہ صاحب آزاد ہوں اب کچھ بن نہیں آتا ہے کیا جواب نامے کا لکھوں نہ روئے رفتن نہ پائے ماندن سخت مجبوری۔

اس کے استاد نے جو یہ تقریر سنی کہا "اے فرزند تم مجھ کو کیسا ساحر جانتے ہو۔ اس نے کہا "اے استاد آپ یہ کیا پوچھتے ہیں۔ بھلا آپ کے فرمانے کی بات ہے۔ اب آپ کا ثانی اس طلسم میں کیا عالم میں نہیں۔ آپ ہی سے افراسیاب پڑھ کر شاہ جادواں ہوا۔ آپ کا ادنیٰ غلام ایک میں ہوں کہ کوئی میرا ہمسر نہیں۔ حضور نے خوب بات کہی کہ میں کیسا ہوں واہ واہ وا اے میں کہتا ہوں کہ خداوند سامری بھی ہوں گے تو اتنے ہی ہوں گے جیسے آپ ہیں۔ اب اور آگے میں کیا کہوں۔"

استاد جی اس کی تعریف پر بہت خوش ہوئے اور پھول گئے۔ بے اختیار کھلکھلا کر ہنسے اور کہا "اے بیٹا تو مجھ کو اپنے عوض شاہ طلسم کے پاس بھیج دے میں آپ چاہتا تو چلا جاتا لیکن اس نالائق نے آج تک مجھ کو پوچھا نہیں۔ میں اس سے ناراض تھا۔ اب تیرے سبب سے بناچاری جاؤں گا۔ سنا ہے کہ وہاں کچھ ملازم بگڑ گئے ہیں۔ شاہ طلسم ان کو گوشمالی دینا چاہتا ہے۔ اس نے کہا "وہاں اور کون لڑنے والا ہے۔ ایسے لڑنے والے ہیں کہ بادشاہ کسی معزز کو ان پر بھیجتے ٹھٹک جاتا ہے۔ حیرت زبردستی اپنی خوشی سے ان کے مقابل جا کر اتری ہے۔ ورنہ بادشاہ راضی نہ تھا۔ اب ایسی ہی کچھ ضرورت ہوئی جو مجھ کو بلایا نہیں تو اب تک تو کچھ پرواہ بھی نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کوکب کے یہاں سے کچھ فوج برائے اعانت مخالفان آ گئی ہے۔ اس لیے مجھ کو طلب کیا ہے۔"

حسان نے کہا "سچ کہتے ہو۔ اچھا مجھ کو روانہ کرو جو کوئی لڑے گا میں سمجھ لوں گا"

طاق چشمہ نے اسی وقت اپنے یہاں کے افسران لشکر کو بلایا اور حکم کوچ کا دیا۔ پھر تو

نفیر سحر بجی۔ ساحروں میں کمر بندی ہوئی۔ خیمہ و بارگاہ اژدہوں پر لد گئی جادوگرنیاں علم سحر سے ماہر کیسے کیسے کالے کافر ساحر نس و فیل و اسپ آتشیں پرند پر سوار ہوئے۔ چلنے پر تیار ہوئے۔ ابر کے ٹکڑے ہوا پر جم گئے۔ سحر کے بادل آ گئے بجلیاں چمکنے لگیں۔ تیغیں چلنے لگیں۔ ڈمرو کی صدا سے ہندوے چرخ تھرایا جھانجھ اور نفیر کی آواز سے آفتاب جھانجھ کی طرح تھرایا باندو بلا و قرقرے جادو بھرے کہ اسے ابر میں جا کر شور مچانے لگے۔ جادوگران پر سوار ہو کر سب سامری کی پکارتے تھے۔ تخت سحر پر حسام سوار ہوا۔ منقل آتش ڈک کو سامنے رکھ لیا۔ ہار جواہر کے گینڈوں کے گلے میں پہنا سارے جسم پر سیندور ورلا۔ بھبھو سے بدن رنگا۔ تخت کے کونے پر ترسول گڑا ہوا۔ جھولا سحر کا گلے میں پڑا ہوا سب کے آگے چلا۔ پس پشت دو لاکھ ساحروں کا پرا ڈنکے اور گھنٹے بجتے ناقوس کی صدا سے دل لرزتے جادوگرنیاں سحر آزمائیاں کرتی۔ کوہ ودشت میں آگ لگاتی چلی جاتی تھیں۔ دن دھاڑے یہ اندھیر مچائی تھی کہ سحر سے رات دن کو بناتی تھیں منہ سے مال کے شعلے اڑاتی تھیں۔

○○○

• طاق چشم جادو کا بھیجنا

اسی طرح جب چند منزل یہ باد ہوائی اڑتا ہوا چلا۔ ایک مقام پر اتر کر شاہ جادواں کو نامہ لکھ بھیجا۔ مضمون یہ تھا کہ نامہ تمہارا بنام طلب طاق چشم آیا۔ اس نے وہ خط مجھ کو دکھایا اور کہا کہ میں نہایت رنجور ہوں جانے سے مجبور ہوں۔ مجھ کو اس کے حال پر ترس آیا۔ خود تکلیف سفر میں نے گوارا کی۔ اس کی عوض میں آتا ہوں۔ یہ لکھ کر اپنا نام و نشان لکھا اور پنجہ سحر کو دے کر کہا۔ "جہاں افراسیاب ہو۔ وہاں لے جا" پنجہ لے کر بارگاہ حیرت میں آیا۔ کیونکہ شاہ طلسم بیابان نرگس سے پہلے آیا تھا اور انتظار آمد طاق چشم کر رہا تھا کہ نامہ پنجے نے دیا۔ پڑھ کر نہایت خوش ہوا اور اہل دربار سے کہا۔ "کیوں صاحبو تم حسام جادو سے واقف ہو کہ کون ہے۔" ابرق وزیر حاضر تھا۔ اس نے عرض کیا کہ "حضور نے بھی کچھ کتابیں اس سے پڑھی ہیں مع جناب شہنشاہ ہم سب کے وہ استاد ہیں اور کون ہیں۔"

شاہ نے فرمایا۔ "وہی تشریف لاتے ہیں۔" یہ کہہ کر بجواب نامہ عریضہ تحریر کیا کہ مقدم فیض تو ام جناب سے اس خاکسار کو جو خوشی ہوئی حد و حصر اس کا زبان قلم سے ناممکن ہے۔ لازم ہے کہ ذات والا صفات پر تو آفگن عزت و جلال سر پر اس احقر تلمذان کے ہو اور افتخار اعزاز بخشے جواب پنجے کو جب لکھ کر دیا۔ اس نے لے جا کر حسام کو پہنچایا۔ اس نے حال مفہوم کر کے پھر نامہ لکھا کہ "او بادشاہ میں چلا تو آیا ہوں لیکن یہ شرط بھی رکھتا ہوں کہ جب میں لشکر حیرت میں پہنچوں تو جانتا جو کچھ کہ امورات جنگ میں کلام کروں کوئی اس امر میں دخل نہ دے۔ چنانچہ تم کو اگر یہ شرط منظور ہو تو ایک بیضہ سحر تمہارے پاس بھیجتا ہوں اس کو زمین پر توڑ کر پھینک مجھ کو معلوم ہو جائے گا کہ تم نے میری شرط قبول کی۔ اب نامہ نہ بھیجنا۔ میں چلا آؤں گا اور جو بیضہ نہ توڑو گے تو میں پھر جاؤں گا۔

یہ لکھ کر اور ایک بیضہ جھولے سے نکال کر ہمراہ نامہ پنجہ سحر کو دیا کہ وہ لیکر شاہ طلسم کے پاس آیا۔ بادشاہ نے نامہ پڑھ کر کہا۔ "جو وہ فرماتے ہیں مجھ کو سب قبول ہے۔ کس کی مجال ہے جو ان کے مقدمہ میں دخل دے گا۔ یہ کہہ کر وہ بیضہ تخت پر توڑ دیا۔ پنجہ جو نامہ لایا تھا غائب ہو گیا اور منظور شرط مذکور کی خبر سحر نے حسام کو دی۔ اس نے پھر کوچ کیا۔

یہاں بادشاہ نے حیرت سے کہا۔ "اے ملکہ اس بیضہ توڑنے سے حرام کو منظور شرط کی خبر ہو گئی ایسا زبردست وہ ساحر ہے۔ اے ملکہ اس کا سحر آپ ہے کہ چھ مہینے آتش پرستی کرتا ہے اور چھ مہینے آب پرستی کرتا ہے میں اس کے صفات بیان نہیں کر سکتا ہوں۔ جس مرتبہ کا وہ ساحر ہے۔ اگر وہ اکیلا ایک طرف ہوا اور تمام طلسم کے ساحر ایک طرف ہوں جب بھی وہی سب پر غالب آئے میرے دادا کی تلواریں اس کے پاس ہے کسی کو وہ دیتا نہیں ہے آخر کو میں ہی جا کر لاؤں گا۔"

غرضیکہ یہ باتیں کر کے بادشاہ دوبارہ تعظیم و تواضع حسام ملکہ کو تاکید بلیغ فرمائی اور آپ سوار ہو کر بحشم و خدم داخل باغ سیب رشک دہ گلزار ارم ہو کر مصروف عیش و تنعم ہوا۔

یہاں بعد قطع منازل و طے مراحل حسام بد انجام دریائے سحر سے پار اتر کر قریب لشکر حیرت نافر جام پہنچا۔ ملکہ کو طائران سحر نے ان کے آنے سے مطلع کیا چونکہ یہ استاد بادشاہ کا ہے۔ اس وجہ سے ملکہ مذکور مع اراکین سلطنت بہر استقبال روانہ ہوئی اور راہ میں جا کر اس سے ملی۔ یہ بھی تخت پر سے اترا۔ ملکہ نے تسلیم کی۔ اس نے سر اس کا سینے سے لگایا۔ خیر اپنے مذہب و مسلک کے طور پر دی۔ ملکہ نے بارگاہ زربفتی نصب کرا رکھی تھی۔ جملہ اسباب راحت سے آراستہ تھی۔ پلنگ کرسی میز چھپر کھٹ شیشہ آلات فرش جملہ سامان مہیا تھا اسی میں اس کا اسباب رکھا گیا۔ لشکر اس کا لشکر سے مل کر ملکہ کے اترا خیمہ نصب ہونے لگی۔ بازاریں کھل گئیں۔

حسام بارگاہ میں ملکہ کے ہمراہ آیا اور شراب خواری میں مصروف ہوا اور سارا حال باغیوں

کا پوچھ کر کہا۔ "میں ابھی جا کر سب کو غارت کر دیتا ہوں۔"

ملکہ نے کہا۔ "آپ کے مقدمہ میں کوئی دخل کسی کی مجال ہے لیکن آج طبل جنگ بجا کر شب بھر آرام بھی فرمائیے اور دشمنوں کو مہلت بھی دیجئے کہ عذر غفلت انھیں باقی نہ رہے۔ صبح سب کو شام فنا دکھایئے گا۔"

اس نے یہ تقریر سن کر توقف کیا۔ اور جب حسام مہر فلک ترک روز گار نے نیام مغرب میں رکھی اور ساحرہ شب حیرت ناک آئینہ ماہ لے کر انجمن عالم میں آئی کہ

گیا دن، شام آتش بار آئی
بغل میں مجمر مہتاب لائی
ہمارے شب ہوا جب سایہ افگن
قمر کو سلطنت حاصل ہمہ تن

شام ہوتے ہی نفیر سحر بھی ملکہ مہ رخ کو طائران سحر نے خبر دی اور بجی نقارے بالائے ہوا جادو کے لڑنے مرنے والے آگاہ ہوئے نامرد و بزدل گھبرائے۔ دربار برخاست ہوا۔ سردار ساحران ذی وقار خیموں میں آ کر درستی آلات کار زار میں مصروف ہوئے۔ حمزہ پہ ایک زبان پہ جاری کرتا۔ دل سے یاد باری کرتا کہ خدا وند تو مشکل آسان کرنے والا ہے۔ تیرے بحر کرم سے ہمارا بیڑا اس شورش قلزم فوج کے پار اترنے والا ہے۔ غرضیکہ ہر سمت سحر تھی سب کو فکر جانبازی تھی۔ رات وہ تاریک تھی کہ خوف سے دل جلتے تھے۔ بہادر تیغ کے کلے ملتے تھے۔ دیدہ ساحر دنیا میں کاجل لگا تھا یا رات کا اندھیرا تھا۔ سپہروں کی تاریکی چھائی تھی یا کالی بلا ساحروں نے بلائی تھی۔ تیغ تیز کی چمک روشنی مردمک دیدہ سواد شجاعت تھی جس نے لڑنے مرنے کی راہ دکھائی تھی۔ سپہروں پر پھول جڑے تھے یا کالی کلکتے والی کے مندر پر پجاری جمع تھے۔ بھالی مان منا کے لیے چڑھے تھے۔ کماروں کے سر پر وہ زبردست بھر چڑھا تھا کہ جان بھینٹ میں لیتا تھا۔

مبارز اسکو دیکھ کر سر سے کھیلتے تھے وہ ہر جس پر سایہ سایہ ڈالتا بغیر جان لیے نہ اترتا تھا۔ محراب خم شمشیر میں منچلے نوجوان مرادوں والے سر چڑھانے پر تیار تھے۔ گلہائے زخم کے ہار پہننے کی مراد تھی۔ بم و تفنگ کے طلب گار تھے نئے نئے سحر و نیرنگ آشکار تھے کہ

کوئی بیٹھ کر دور پڑھتا پڑھنت
کوئی سامری کا بنا تھا مہنت
کوئی لے کے اکیس لونگ اور پھل
وہ بیٹھا تھا منتر گیا تھا جو پھل
بنایا کسی نے شجر سحر سے
کہ پھل جس میں تلوار کی شکل تھے
کسی نے بنائے تھے قسموں کے سانپ
جنہیں دیکھ چرخ فلک جائے کانپ

جب نقش قدرت نے لوح زبرجدی چرخ سے نقطہ انجم و اسطار کہکشاں کو بہ آبداری مہر دھوایا استاد نے صفحۂ فلک خورشید کو افلاک میں بہر سحر خوانی داغ ظلمت شب بنایا کہ

پڑی سامان ظلمت پہ تباہی
دھواں ہو کر چلی شب کی سیاہی
جمال شمع پہ آئی اداسی
مزاج شب میں پھیلی بدحواسی

ہنگام سحر استاد افراسیاب اٹھ کر زرمگہ کو چلا دو لاکھ جادوگراں کا پرا ہمراہ ہوا۔ حیرت

بھی بڑے کروفر سے سحر کے بنگلہ میں سوار ہو کر چلی۔ فوج قاہرہ ہمراہ ہوئی ایک طرف سے مہ رخ نے رخ اپنا جانب میدان کیا۔ فوج ظفر موج کو ہمراہ لیا۔ ملکہ بہار معشوقہ طرحدار گلزار تخت سحر پہ پیزاراں زیب و زینت سوار تھی جانب رزمگاہ اس طرح رواں ہوئی کہ گلستان لشکر میں نسیم بہار و نازاں ہوئی تخت بلور پہ ملکہ مذکور جلوہ بخش نور اس تخت پہ صدہا گلدستے جو گلزار جنان سے بیش دستی کا دعویٰ رکھتے دھرے تھے۔ اس پہ بہار گلزار حسن کے جوبن پہ بلبل دل عالم مرے ہوئے تھے۔

ماتھے پہ وہ غیرت قمر افشاں چنے فلک ساحری پہ گویا ستارے ٹنکے ہوئے لباس ارغوانی قاتلہ عالم کا برنگ لالہ خون قبا عاشقوں کو خونیں کفن بنا معشوقان گل رخسار کو لال لال آنسو رشک سے رلاتا کالی گھٹا انور پہ چھائی جیسے زلف سیاہ رخ پہ نور پہ لہر کر آ اس بلی سے جانور فصل بہار کے شجر ظاہر ہو کر زمزمہ پہ سرائی کرتے دھانوں کو کلا وجیز کوئل۔

پپیہا ہزار خوش الحانی تعریف اس غیرت گلشن کی پڑھتے کہ

دعویٰ کرتے وہ رہتے ترے آب و تاب کا
اتنا تو منہ نہیں بھلا آفتاب کا
بے وجہ تیرے رخ سے نہیں عشق عندلیب
سمجھی ہے اس کو پھول وہ شاید گلاب کا
مہتاب فرش خاک پہ غش کھا کے گر پڑے
رخ سے اگر اٹھاوے پردہ حجاب کا
بیدار شور حشر سے ٹک جاگ اٹھے
اب تک مزا گیا تھا نہ آنکھوں سے خواب کا

ایک طرف سے نافرمان کی نرالی آن بان طاؤس جواہر پہ سحر زبان دھانی جوڑا پہنے کشت حسن کو تازگی و سرسبزی دیئے زمردیں زیور سے جسم آراستہ حسن سبزہ رنگی کے جلوے

برے نہایت پیراستہ آمد بہار کے دن طرحدار کم سن۔

ایک سمت سے ملکہ سرخو بصد آبرو ابر سحر پہ سوار زلفیں کھولے بال بال موتی پروئے۔ بالوں سے اتارے جھڑتے۔ شب تار میں جگنو چمکتے یا سپہر حسن پہ تارے نکلے ہوئے رخساروں پہ سے ستارے کا ڈھلک کر گرتا تارے کا قمر پاس ٹوٹتا نظر آتا تھا۔ زلف پریشان کن خاطرہ عاشقان گیسو کا دہن تنگ پہ اڑ کر آنا ماہ چشمہ جستجو میں سکندر کا جانا معلوم ہوتا کہ

کیا زلف تیری گرہ گیر ہے اللہ اللہ
دل کو دیوانے کی زنجیر ہے اللہ اللہ
شور ہے خلق میں پیار کا اس کے ہر سو
کیا ہی ظالم بت بے پیر ہے اللہ اللہ

اسی طرح یہ گروہ حسینان سپہ سالار لشکر ناز و ادا بہزار زینت و عظمت دشت و وغا میں پہنچا اس فوج کے آنے سے گرد و غبار چھایا ابر سحر اور ساحروں کے اڑنے سے وہ اندھیرا تھا کہ خاک کسی کو نظر نہ آتا تھا اور کوس دمامے نوبت گرجتے اور بجتے تھے گوش فلک کر تے۔

غرضیکہ طرفین سے ہوا کے جھونکے آئے خس و خاشاک میدان کا اڑا لے گئے پھر گھٹائیں آئیں ہلکی ہلکی بوندیاں اور پھوار پڑی۔ چھڑکاؤ کر کے ابر کے سقے بھی چلے گئے صفیں آراستہ ہوگئیں نقیب کڑکیت چاوش نگل پہ پکار کہ کہاں ہیں۔ ساحران کاشغر و کشمیر اور کدھر گئے بنگالے اور کامروپ دیس کے نامی جادوگر اب نہ دامہ ہے نہ شامہ ہے نہ ساحر مشمس ہے نہ نمرود ہے نہ فرعون ہے نہ ہزار شکل چرخ گرداں ہے کسی کا کچھ پتہ ہے نہ نشان ہے۔ پس آج کون ایسا جادوگر ہے جو سامری و جمشید کا نام لے کر اس معرکہ جدال و قتال میں قدم آگے بڑھائے اور کچھ کرتب اپنی سحر ساحری کا دکھا

کر نام اپنا کر جائے کہ اس خاکدان عالم میں وہی غار تاریک لحد آخر ٹھکانہ ہے کہ کدھر آج ہے عدل نوشیرواں

ہوا پردہ تخت سلیمانی کہاں
کدھر ہے سکندر کا وہ تخت و تاک
کہاں ہے وہ دارا کا لشکر سب آج
کہاں اب کہاں عرج کا نام ہے
کہاں اب وہ جمشید کا جام ہے

اس نصیب دینے سے ساحروں حوصلے بڑھے ناریل نارنج اچھلنے لگے۔ تیر اور جھنڈیاں اٹھنے لگیں۔ حساب انجام فوج کے پرے سے الگ ہوا اجازت لینے کی عوض اس نے حیرت کی جانب تن کر دیکھا۔
حیرت نے پکار کر کہا "بول حسام استاد تیری صدا ہے۔" سارے لشکر میں جے جے کا غل ہوا اور ناکام آگے بڑھا۔ فوج کی طرف مہ رخ کے ہنگامہ تیز و گرم دیکھ کر پکارا "اے فرقہ نمک حرام تم سب مجھ کو جانتے ہو کہ میں کون ہوں اور کس مرتبہ کا ساحر ہوں۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اطاعت اسلام چھوڑ کر حاضر خدمت شاہ عالی مقام ہو عفو تقصیرات چاہو نہ بدنام ہو۔ ورنہ سر اپنے اپنے کنار میں دیکھو گے۔"

ادھر سے ہر چند کہ وہ استاد ساحران ہے مگر یہ جب جواب جاہلاں باشد خموشی۔ کسی نے اس کی گفتگو سے بے معنی ولا یعنی کا جواب نہ دیا۔
اس نے غصہ میں آکر دو ناریل اپنے جھولے سے نکالے اور لشکروں کو دکھائے اس وقت بہار نے تخت قریب تخت مہ رخ لے جا کر آہستہ سے کہا "یہ ناریل جو اس نے نکالے ہیں۔ خاص سامری کے بنائے ہیں اس سحر کا رد کسی سے نہ ہو سکے گا۔ مناسب ہے کہ لشکر سے نکل چلو تا کہ اس کے شر سے محفوظ رہو۔ مہ رخ نے کہا "لشکر

کو اپنے آفت و مصیبت میں چھوڑ کر جانا افسری سے بعید نظر آتا ہے۔ ہر چہ بادا باد دیکھیں خدا تعالیٰ ہم کو کیا دکھاتا ہے۔"

بہار ہنوز کچھ جواب نہ دینے پائی تھی کہ حسام نے نیام سحر سے تیغ انتقام کو کھینچا یعنی ان ناریلوں میں سے ایک کو زمین پر مارا اور دوسرے کو جانب آسمان اچھالا۔ یہ کرشمہ کرتے ہی معاذ اللہ ایک آواز ایسی ہولناک آئی کہ سر فلک تھرانے لگا۔ فرط خوف سے بخار چڑھ آیا گاؤ زمین کو غش آنے لگا ساحر چرخ گھبرا کر چرخ کھانے لگے۔ جہاں تک کہ لشکر مطیعان اسلام تھا۔ وہاں تک زمین شق ہو کر نشیب عدم اور غار قبر تیرہ و تار بن گئی ساحر دھنسنے لگے۔ مہ رخ رونے لگی۔ ساحران دشمن چیخنے لگے آسمان کی طرف ناریل اچھالنے سے یہ تاثیر ظاہر ہوئی کہ ظلمت کدہ دہر تاریک ہو گیا۔

ایک چادر سیاہ بطور ابر کے لشکر مہ رخ پر آ کر چھا گئی۔ اس میں سے سیاہی کاجل کی طرح گر کر پھیلتی تھی دیدہ دہر سے اس کاجل نے روشنی کھو دی شامت ہر ایک کی آ گئی تیرگی بخت تیرہ بختان سب اسی جا اکٹھا ہو کر آئی تھی نور و ضیائے کا نور اقبال ہما کی طرح روشنی دور خانہ عالم میں اندھیرا بچھ گیا تھا کہ چشم نور آگیں اہل دنیا کو کچھ بجھائی نہ دیتا تھا۔ بوم شوم کا سایہ نحوست اس لشکر پر پڑا تھا کہ اندھیرے نے چار سمت سے بھیر لیا تھا۔ ہر طرف بھگدڑ پڑی۔ ہلچل ہوئی لیکن سوجھتا کچھ خاک نہ تھا۔ سواد شہر نور منزلوں دور تھا۔ عالم عالم میں تاریکی کا ظہور تھا۔ بھاگ کر یہ سب کہاں جاتے۔ کدھر ٹھوکریں کھاتے اور سر ٹکراتے جو بھاگے وہ زمین کے پھٹنے سے گڑھے میں گرے۔ اندھے راہ کہاں پاتے ساحر جو ذی و نامور تھے۔ وہ سحر پڑھ کر دستک دیتے اور رد پڑھ کر دم کرتے مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا اور وہ چادر سیاہ بڑھتے بڑھتے گرد لشکر حلقہ زن ہوئی اور جملہ سپاہ مع بادشاہ زمین جو شق ہوئی اس کے نشیب میں آ گئی۔

گویا زندہ درگور ہوئی۔ سب زیب و زینت خاک میں مل گئی۔ اس وقت کی آفت کہاں قلم سینہ چاک کی طاقت جو رقم کرے۔ خامہ با چشم نمناک قطرات مداد سیاہ سے ماتمی پوشاک

شعلہ قرطاس کو پھونکتا ہے اشک سیاہ آنکھ سے بہاتا ہے جو لفظ تحریر ہے سوگ نشین ماتم کدہ کاغذ ہے صریر کلک سے آواز ہے کی آنکھی سر پٹختی ہے۔ ہائے ہوز ہے جیم دائرہ نشین غم ہے تو نمین بعینی چشم پر نم ہے۔ وائے ای فلک غدار یہ کیا ستم ہے کہ گلبدن تن یاسمن پیکر واں صر صر عالم ہے کہ

گلشن دہر ہے دلچسپ جدھر جائے نظر
مے وہلے مطرب و ساقی سب مہ نور سحر
جو کہ شے ہے وہ ہے مرغوب دل پیر و جواں
سبزہ ابھرو ہوا لالہ ہرا گل تر
دیکھو صحرا کو کیا سبز زمرد گوں ہے
دیکھ دریا کو کہ ہے موجوں سے زنجیر بحر
قطرہ ہے باراں کے ذرا دیکھ کہ کیا عالم ہے
لوٹتے پھرتے ہیں دامن صبا میں گوہر
شاق ہے اس کی جدائی تو سبھی کو لیکن
عالم خواب 'سمجھتے' ہیں جو ہیں اہل نظر
لطف لاکھوں میں پہ افسوس کہ ہے نقش بر آب
آبشاریں ہیں صدا نوحہ گر اس گلشن پر
چھوڑ دیں اس کی محبت کو جو ہیں صاحب ہوش
وہ دن آئے گا کہ بیٹے کی نہ ہو ماں کو خبر

آخرالامر جب اس لشکر میں یہ آفت بپا ہوئی حسام نے پکار کر کہا۔ "اے کریہ گرا ہاں اب تمہارا مار ڈالنا کچھ بات نہیں۔ مگر ابتدا سے مزاج ہمایوں شہنشاہ جاوداں کا حال میں نے سنا ہے کہ تمہارے پرورش پر مائل ہے۔ بدیں سبب آج کا اتنا دن اور یہ

بات تم کو اس عالم میں چھوڑتا ہوں۔ اگر تم نے اطاعت بادشاہ نہ کی تو جس طرح نشیب زمین میں سما گئے ہو اسی طرح زمین کو حکم دوں گا کہ تمہارے سر پر دوڑ آئے گی اور برابر ہو جائے گی۔ زندہ بند ہو کر رہ جاؤ گے اور یہ سیاہی ظلمت عدم میں پھنسائے گی۔ آگ تم پر برسائے گی۔ نام و نشان تک تمہارا خاک میں ملائے گی۔"

یہ کہہ کر طبل بازگشت بجا کر پھرا۔ لشکریوں نے ارادہ لوٹنے کا کیا۔ حیرت مانع ہوئی خبردار استاد کے مقدمہ میں کوئی دخل نہ دے ورنہ جان سے مارا جائے گا۔"

ہر ایک ملکہ کے مانع کرنے سے رکا اور جملہ افسران لشکر ہنستے باہم خوشی کرتے پھرے۔ لشکر آ کر اپنے مقام پر اترا۔ ملکہ مذکور استاد جی کو لے کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ شاہ طلسم نے بھی ہرکارے دمبدم کی خبر پہنچنے کے لیے مقرر کیے تھے۔ انہوں نے یہ خبر فتح کی پہنچائی۔ شاہ بہت خوشنود ہوا۔ مصور و صورت نگار داخل باغ سیب ہوئے ان کو حال آمد حسام نہ معلوم تھا۔ پوچھنے لگے اے بادشاہ یہ سحر کیا آپ نے کیا ہے۔"

بادشاہ نے حال اپنے پیر بھائی کے مارے ہو جانے کا اور اپنے استاد کے بھیجنے کا سب مفصلاً بیان کیا۔ پھر خلعت اور کشتیاں زر و جواہر بے بہا کی اور تحفہ اجناس طلسم استاد کے لیے روانہ کیے۔ اور عریضہ تحریر کیا کہ استاد آپ کے کرم سے میری سلطنت قائم ہوئی سب ملک و مال بچ گیا۔ اب غلام بھی حاضر خدمت ہو گا۔ حجاب کی وجہ سے میں سامنے نہ آیا تھا کہ آج تک قاصر خدمت گزاری رہا۔" یہ عریضہ مع تحفوں کے جب حیرت کے پاس پہنچا۔ اس نے استاد کو خلعت پہنایا اور جلسہ عشرت جمایا اور کہا "کل بعد قتل باغیان چالیس روز کا جشن کریں گی۔ آج کے جلسہ طرب کی سند نہیں۔"

غرضیکہ ناز پرورد گلبدن صد دلربائی و زینت بخش بزم خوش ادائی رونق انجمن عشرت و لائق محفل بہجت جمع ہوئے۔ گلعذاروں نے بارگاہ کو رشک دہ گلزار جناں بنا دیا اور اپنے زمزمے اور ترنم کے سامنے بلبلوں کو شرما دیا۔ ساقیوں نے شراب عشرت آمیز سے اہل انجمن کو محظوظ و خوش کیا اور مغنیان خوش نوا نے الحان دلکش شروع کیا اور رقاصوں

نے اپنی ادائے دلفریب پر ہر ایک کو لبھایا۔

غرضیکہ شام تک یہی جلسہ عشرت رہا۔ جب نور دیدہ فلک سحر حسام شب سے دور ہوا اور چرخ ختم کر کے انجمن عشرت میں ناہید فلک کو بلایا کر

ہوئی جب روشنی روز نابود
ہوئی پھر شام شب سے پہلے موجود
ہو ناگہ یہ پری بن ٹھن کے آئی
چراغوں نے چمک اپنی دکھائی

حسام دن بھر کا تھکا ماندہ تھا۔ بہر آرام اپنی بارگاہ میں جلسے سے اٹھ کر آیا۔ پہلے کچھ غذائے لطیف زہر مار کی پھر سراچۂ بارگاہ کے اٹھوا دیے۔ صحن خرگاہ میں پلنگڑی بچھوا کر لیتا لطف شب مہ دیکھا جاتا تھا۔ سامنے جنگل کا سبزہ خوب ہی کیفیت دکھاتا تھا اس خوشی میں تھا کہ نیند آتی تھی۔

اسی طرف اہل اسلام ک دعا بصد واہ کبعرش جاتی تھی۔ جب وہ زار زار اشکبار ہوتے تھے۔

عشرت پذیراں عالم کے ہوش کھوتے تھے بلبلا کر یہ کہتے تھے کہ

یا رب ہے کریم نام تیرا
ستار و رحیم نام تیرا
کفار لعین و تیرہ ایمان
ہیں تشنہ خون و دشمن جان
غالب ہوا کفر عاجز اسلام
یا رب ہو ہمارا نیک انجام
اپنی وحدانیت کا صدقہ

دے ہم کو نجات خدایا

یہ دعا ان کی درگاہ کبریا میں قبول ہوئی۔ مراد دلی حصول ہوئی یعنی استاد شاہ طلسم زمین کی سیر دیکھتے دیکھتے آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔ فلک پیر کو اس کی استادی پر رشک آیا کہ مجھ سے بڑھ کر یہ ستمگر پیدا ہوا۔ جس نے چشم زدن میں جلو و جلال لشکر اسلام مٹایا۔ بس گردوں دون دشمن اس کا ہوا۔ اور اس نے بروئے ہوا ایک ستارا چمکتا ہوا دکھا جیسے ساکنان فلک نے مقف سر میں قندیل دکھائی ہے یا ستارہ ٹوٹ کر کوہ زمر پر جم گیا ہے۔

حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے آخر اس کو = تین نے دور بین سحر لگا کر دیکھا تو ایک چوکی بلور کی نظر آئی کہ ماہتاب کے عکس پڑنے سے وہ مثل کوکب درخشاں نظر آتی ہے۔

یہ دیکھ کر اس کو اور زیادہ حیرت ہوئی اور سحر پڑھ کر دستک دی۔ گو وہ سحر شاہ طلسم کا تھا جو کسی سے رد نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ استاد بادشاہ ہے۔ اس نے رد کر دیا۔ وہ چوکی چکر کھاتی ہوئی سمت زمین چلی۔ برق فرنگی اس پر دو روز کا بھوکا پیاسا اپنے حال پر روتا ہوا۔ چپ بیٹھا تھا اور لشکر کے حال زبوں کو بھی اس نے اسی بلندی پر سے دیکھا تھا۔ دل سے کہتا تھا کہ اب رہائی نہ ہو گی۔ کیونکہ ہمراہی بھی اپنے سب خاک میں مل گئے۔

اسی فکر میں تھا کہ چوکی نیچے اترنے لگی اس نے بھی جھک کر دیکھا معلوم ہوا کہ ایک بارگاہ میں ایک ساحر بیٹھا ہے۔ اس کے پاس یہ چوکی جاتی ہے یہ دیکھتے ہی گو دو روز میں بوجہ گرسنگی و تشنگی پریشان حال تھا اور صورت جو کنیز بادشاہ کی ایسی بنائے تھے اس میں بھی کچھ کچھ تغیری ہو گئی تھی۔

لیکن یہ بہت جلد اترتے اترتے درست ہو بیٹھا وہ چوکی جب زمین پر آئی۔ استاد جی نے اور ہی صورت ملاحظہ فرمائی۔ دیکھا ایک عورت قبول صورت بمشابہ شکل حور سراپا بقیہ

ور لباس و زیور سے آراستہ اس چوکی پر بیٹھی ہے۔ ماتھے پر ایک تختی ہیرے کی بطور تعویذ کے لگی ہے اس پر لکھا ہے کہ کنیز افراسیاب جادو۔ اور بسبب شدت و تکلیف اسیری کے منہ اس کا تمتمایا ہے نچا کھچا کھڑا ہے با سر عریاں و مو پریشان ہے۔ ہر ایک بال سیاہ اور دراز اس کا افعی پیچان ہے یا شب ہجر عاشقان ہے ہوا کے سبب سے اس طرح لہرا رہا ہے کہ جیسے مار سیاہ بل کھا رہا ہے۔ بالوں کے گھن میں چہرہ تاباں اس کا یوں نظر آیا ہے۔ جیسے بدلی سے چاند چمک جاتا ہے۔ فوج غم و الم دل پر چڑھائی ہے رنگ رخ زرد ہے۔ منہ پر چھٹی ہوائی ہے پوشاک بھی ملگجی ہو گئی ہے۔ لیکن بایں ہمہ رنج و الم وہ صورت زیبا رکھتی ہے کہ حسینان جہان پر ہنستی ہے۔ یوسف نے تو خواب میں بھی۔ یہ صورت نہ پائی ہو گی۔ وہ کون سی طبیعت ہے جو نلکا اس کے عشق میں نہ بن آئی ہو گی۔

کہ ڈگی اک چاند کے ٹکڑے پہ پڑی میری نگاہ
ہو گئیں جلوہ رخسار سے آنکھیں روشن
ہوش عشوہ گری آفت جانے شوخی
گل رخے سرو قدے نوش لبے غنچہ دہن
قاتل خلق خدا جنبش تیغ ابرو
خرمن ہستی عاشق پہ نگہ برق فگن
گات بھیگی عرق شرم میں وہ ڈوبے بال
آنکھ سورج کی جھپک جائے وہ چہرہ روشن
چاند سورج نے کیا شب کو ثریا میں طلوع
سر پہ تعویذ مرصع کی بیاں کی ہو پھبن
طرہ مشکیں کا جوڑے پہ نیا طرہ ہے

سانپ بیٹھا شب تاریک میں ہے ڈالے کے من
روکش اختر تاباں ہے ستری افشاں
نصف خورشید درخشاں ہے جبیں روشن

حسام اس کی صورت دیکھتے ہی دیوانہ ہوا ساری استادی اس پر فن نے بھلا دی گھبرا کر پوچھا "اے مہ پارہ تجھ کو کس نے یہ کاہش دی ہے۔ ای پری تو کیوں اڑ رہا ہے۔ ماتھے پر تمغہ لگا ہے۔ شاید تو کنیز بادشاہ طلسم کی ہے۔

برق نے شرما کے مسکرا کے کہا "اے جادوگر تو کیوں دیوانہ ہوا ہے۔ میرے ساتھ اپنی بھی جان کھوئے گا مجھ کو شہنشاہ نے قید کیا ہے۔ اگر تو معزز ساحر ہے تو میری خطا بادشاہ سے معاف کرا دے۔ نہیں تو مجھ کو پھر اڑا دے۔"

اس نے کہا "اے جانی وائے مایہ زندگانی تجھ سے کیا خطا ایسی ہوئی جو زہرہ عشق ہو کر ہاروت وار چاہ عذاب میں لٹکی یا شمع قندیل ہے تو کہ بغیر لٹکے حسن نہیں دیتی۔"

جس نے جواب دیا "باتیں نہ بنا۔ جلدی مجھ کو بہوائے ہوا پہنچا اب آفت آ جائے گی۔ ابھی تو میں قید ہوں پھر قتل کی جاؤں گی۔ جس بادشاہ نے اتنے سے قصور پر کہ جام شراب لیے آتی تھی ٹھوکر لگی میں گر پڑی جام چھوٹ کر جو گرا ٹوٹ گیا۔ یہ حال میرا کیا کہ بے دانہ و آب قید کیا۔ اب غیر مردوں سے سنے گا تو مار ہی ڈالے گا۔"

اس نے یہ تقریر سن کر کہا "شاہ کو اس وقت نشہ شراب ہو گا جو قید کیا ورنہ یہ کوئی ایسا جرم نہیں میں تیری خطا معاف کرا دوں گا۔"

یہ کہہ کر اپنے دل سے کہا "اے حسام تو نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ بادشاہ اس کنیز کو تجھے نہ دے گا نہیں ضرور دے گا۔ یہ سوچ کر اس غارت گر جان سے پوچھا اے نازنین سچ بتلا افراسیاب نے کبھی تجھ کو ہاتھ تو نہیں لگایا۔"

اس نے کہا "قسم ہے سامری جمشید کی کبھی آنکھ بھر کر بھی نہیں دیکھا اور کیونکہ دیکھے میں مرد سے خوف کھاتی ہوں۔ میرا کلیجہ ہاتھوں مرد کی صورت دیکھ کر اچھلنے لگتا

ہے۔"
یہ کہہ کر اس طرح انگڑائی لی کہ بغلیں اور سینہ و پیٹ کھل گیا۔ استاد جی کا تو جی لوٹ گیا۔

انگڑائی لے کے اپنا مجھ پہ خمار ڈالا
کافر کی اس ادا نے مجھ کو تو مار ڈالا

بس شیفتہ ہو کر پکارا۔
جان کیا تم کو کہوں میں جان بے جانے کے لیے دل کہتا ہوں کہ دل ہوتا ہے آنے کے لیے اس گلبدن نے بھی مسکرا کر کہا۔ "میں سچ کہوں مجھ کو مرد کے نام سے نفرت ہے مگر تجھ کو دیکھ کر میرے دل کا حال اور ہو گیا ہے۔ یوں تو ہزاروں لاکھوں جوان پری نژاد حور کے بچے میں نے دیکھ ڈالے۔ تجھ کو نہیں معلوم کیا سبب جو دیکھتے ہی دل بے چین ہو گیا۔"

حسام یہ پیاری پیاری باتیں اس ستمگر کی سن کر بہت خوش اور سحر پڑھ کر چوکی میں جو یہ لیٹا ہوا تھا اور اٹھ نہ سکتا تھا۔ اس حال سے ان نے نجات پائی اٹھ کر بناز و تبختر اس کے پاس آیا۔ اس نے ایک رقعہ لکھ کر اس مضمون کا "کہ اے شعلہ جاوداں میں نے تمہاری کنیز معتوب کو چوکی سے چھڑا لیا اور اپنی خدمت میں اس کو لایا۔ اطلاعاً تمہیں لکھ بھیجا۔"

یہ تحریر اس چوکی پہ رکھ کر سحر پڑھ کر اڑا دیا اور کہا۔ "اے چوکی جہاں بادشلہ ہو وہیں جا۔"

چوکی اڑ کر چلی۔ برق نے جو یہ ماجرا دیکھا دل سے سوچا کہ یہ چوکی بادشلہ کے پاس کوئی دم میں جائے گی۔ وہ تو میرے حال سے واقف ہے فوراً میرا یہاں ہونا سن کر دوڑ آئے گی بس جلد کوئی تدبیر کروں۔ یہ سوچ کر پاس اس کے بیٹھ گیا ور اس پہ دست انداز ہوا۔

اس نے اور تو کچھ ناز و ادا نہ کیا مگر سسکی بھر کر کہا۔ "ٹھہرو میں بے قرینے ہوئی جاتی ہوں۔ چھوٹے کپڑے کھلے جاتے ہیں۔ تمہارے نوکر چاکر سب دیکھ رہے ہیں۔ سراپچے بارگاہ کے اٹھے ہیں۔ کیا مجھ کو نوچی کسی خانگی سے بھی بدتر تم نے سمجھا ہے۔ کسبیاں بھی بیچ بازار میں مردوے کو لے کر نہیں پڑتیں۔"

یہ سن کر اس نے سراپچے گرا دیئے اور خادم خدمت گار سب لوگ باہر بارگاہ کے نکال دیا۔ اس اثنا میں عیار مذکورہ نے انگیا میں سے ایک گیند نکالا اور کہا۔ "دیکھو یہ کیا ہے۔"

استاد جی نے اس کی بھولی باتوں پر گلے سے لگایا اور کہا۔ "یہ گیندا ہے اور کیا ہے۔"

اس گلبدن نے کہا۔ "واہ یہی پہچانتے ہو۔ یہ باغ خداوند جمشید کا گلاب ہے۔ شہنشاہ گئے تھے تو کوئی لائے تھے۔ ایک مجھے بھی دیا تھا۔ دیکھو سونگھ کر گلاب کی بو آتی ہے نہ۔"

اس نے تعجب کر کے گیند اس سے لیا اور سونگھا سونگھتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ اس نے فوراً خنجر کھینچ کر سر اس کا کاٹ ڈالا۔ شور قیامت خیز اور آفت محشر انگیز برپا ہوئی۔ آگ برسنے لگی آوازیں مہیب آنے لگیں کہ ہمارے ظالم غضب کیا تو نے کہ استاد ساحران کو مارا۔"

ساحر غل سن کر دوڑے۔ برق نعرہ کر کے اسی ہنگامہ گیر و دار میں جست و خیز کر کے نکل گیا۔ اس عرصہ میں وہی چوکی شعلہ طلسم کے پاس پہنچی۔ وہ استاد کو رقعہ تحریر کر کے باغ سیب سے بیابان لالہ زار میں واسطے سیر کے گیا تھا۔ چوکی کے آتے ہی شعلہ چڑھا اور پکارا "ارے یہ کیا غضب استاد نے کیا کہ اس بلائے آسمانی کو اتار لیا۔ ملازموں نے پوچھا حضور کیا ہوا۔"

اس نے سب حقیقت عیار کے قید کرنے کی بیان کی۔ ابرق وزیر سے کہا۔ "جلد جا استاد سے بعد آداب و تسلیم حال عیار عرض کر اور کہنا کنیزیں آپ کی خدمت کو حاضر ہیں اس کو جلد قتل فرمائیے اور وزیر مذکور چلنے پر تھا کہ یہ حسام کے روتے پیٹتے آئے اور حال اس کے مرنے کا معرض بیان میں لائے۔

بادشاہ سن کر سن ہو گیا۔ بعد کچھ دیر کے ہاتھ مل کر کہا ہوا کہ خود کردہ را درماں نیست۔ ہائے افسوس میں نے برق کو گرفتار جب کیا تھا جب ہی مار ڈالنا چاہیے تھا۔ ناحق اس کو قید کیا۔ خیر مرضی سامری کی یہی تھی۔ اے ابریق تو جلد لاش استاد کی طابق چشم کے پاس بھجوا اور استاد کے مرنے سے جملہ نمک حرام رہا ہو گئے ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ لشکر حیرت پر آ کر گریں اور لشکر مذکور کو غفلت میں ضرر پہنچے۔"

وزیر حسب ارشاد بہت جلد چلا۔ یہاں بعد مرگ حسام وہ چادر ظلماتی دور ہو کر دشت ہموار ہو گئی لشکر مہ رخ نے جان پائی۔ سجدہ شکر خدا ادا کیا اور لشکر تو تیار دشت کارزار میں کھڑا تھا۔ ہر ایک جانب لشکر حیرت چلا۔ لیکن اتنے عرصہ میں وزیر مذکور جو روانہ ہوا تھا اس نے آتے ہی سحر کیا کہ سب لشکر حیرت لشکر میں روشنی ہو گئی اور اس نے نقیب دی کہ اے لشکریان خاتون شاہ طلسم آگاہ ہو کہ حریف کا لشکر آ پہنچا۔"

سب میں مرگ حسام گھبراہٹ تو ہو رہی ہے اس کے آواز دینے سے کمر بند ہونے لگی۔ حیرت بھی باموے پریشان خوابگاہ سے نکل آئی۔

مہ رخ نے کہا۔ "اب جانا لڑنے کو اس وقت بے فائدہ ہے یوں تو بہت لڑیں گے وہ غفلت میں کار حریفاں تمام کرنے کا لطف نہ رہا۔ اب پھر چلو۔"

یہ کہہ کر مع لشکر کے مراجعت فرما کر داخل بارگاہ ہوئی۔ لشکری بھی آسودہ ہوئے۔

آج یہاں جلسہ عشرت جما لشکر دشمن شور واویلا بلند ہوا۔ واے انقلاب دہر گاہے چناں الغرض احباب نشاط حاضر ہوئے۔ جام سے سرخ گلفام کا دور چلنے لگے۔ ہر ایک گلے ملنے لگا سامان شادی و جشن کے تیاری کی کیفیت کیا لکھی جائے اختصار منظور ہے۔ حاصل یہ کہ برق بھی بارگاہ میں آیا۔ مہ رخ نے خلعت فاخرہ عنایت فرمایا۔ جملہ کیفیت سن کر خوشنود ہوئی۔ یہ تو سب بعشرت تمام تر یہاں ٹھہرے۔

ادھر حسام کی لاش ساحران لشکر کے ہمراہ ابریق نے طابق چشم کے پاس بھیجی اور آپ خدمت بادشاہ میں گیا۔ یہاں شاہ طلسم بیابان لالہ زار میں متفکر بیٹھا تھا۔ وہاں کے مالک

نے حاضر خدمت ہو کر نذر دی اور عرض کی کہ شہنشاہ نصف نشان آپ کچھ متردد معلوم دیتے ہیں۔ کتاب رخسار سبق غم و ملال سے تحریر نظر آتی ہے۔

بادشاہ نے سارا حال استاد کا بیان کیا۔ اس نے عرض کیا "مجھ کو حکم ہو۔ میں جا کر کار نمک حراماں تمام کر دوں۔ میرا لشکر بہت آراستہ رہتا ہے۔ فوج بھی آپ کے اقبال سے جرار ہے۔" بادشاہ کو اس کے عرض کرنے سے خیال آیا کہ بلائے جادو نے عرضی بھیج کر مدد مانگی تھی۔ اس کے پاس اس کو بھیجنا چاہیے۔ یہاں لڑنے کو تو یہ بھائی میرا ہی آئے گا۔

یہ سوچ کر گویا ہوا "اے زہر بن قاہر قہر چشم جادو اگر تمہارا لڑنے کا اور میری مدد کرنے کا ارادہ ہے تو میری اعانت کرنے سے خداوند باختر کی اعانت کرنا بہتر ہے۔ تم جانب کوہ عقیق جاؤ اور دشمنان خداوند کا استیصال کرو۔ اس میں بھی خوش ہوں گا اور خداوند بھی راضی ہوں گے۔ دنیا اور آخرت تمہاری دونوں بن جائے گی۔"

اس نے یہ تقریر سن کر عرض کیا "بہت مبارک انچہ مرضی مولا از ہمہ اولیٰ۔

یہ کہہ کر بادشاہ سے رخصت ہوا۔ شاہ نے خلعت دیا۔ اپنے مقام پہ آیا اور کئی ہزار ساحران نابکار روزگار اپنے ہمراہ لے کر بعظمت و شان تمام جانب لقائے بد انجام روانہ ہوا۔ حال اس کا بیان کیا جائے گا۔

اب کچھ حال خجستہ مآل شہزادہ ایرج اور ضمناً شمہ احوال و بند طلسم ہزار برج اور شہزادہ تورج بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا بیان ضرور تر ہے۔ مولف۔

کدھر ہے تو اے ساقی سیمتن
پلا جلد مجھ کو شراب سخن
سخن کی کریں قدر سب نکتہ دان
سخن کی زمانہ میں عالی ہے شان
سخن ہی جہاں میں ہے سب کو عزیز

یہ قول حسن ہے سن اے باتمیز
سخن کے طلبگار ہیں عقل مند
سخن سے ہے نام نکویاں بلند
سخن سے سلف کی بھلائی رہی
زبان قلم سے برائی رہی
سخن ہے وہی شخص رکھتے ہیں کام
جنہیں چاہیے ساتھ نیکی کے نام
سخن کا صلہ یار دیتے رہے
جواہر صدا سخن لیتے رہے
سخن کا صدا گرم بازار ہے
سخن سنج اس کا طلبگار ہے
کہاں رستم و گیو و افراسیاب
سخن سے رہی یاد یہ نقل خواب
رہے جب تلک داستان سخن
الٰہی رہیں قدر دان سخن
بیا ساقیا جام عشرت بگیر
نویسم یکے قصہ دل پذیر

مبارزان میدان تسویری۔ وقائع حال طلسم نیرنگ و جادو گری جانبازی سوار قلم دست تیز گام قرطاس میں اس طرح دکھاتے ہیں کہ سر کٹوا کر اس معرکہ تحریر میں قدم جماتے ہیں۔ وہ یہ کہ شہزادہ علی شان تورج نوجوان جو وسط طلسم ہزار برج پر ٹھہرے تھے اور قاصد تھے کہ عبادت صانع طلسم عالم کر کے منتظر بہ بشارت غیبی ہوں۔

لیکن ہنوز یہ نوبت نہ آئی تھی کہ شہزادہ بارگاہ سے اٹھ کر احتیاطاً اس قلعہ کی طرف چلا۔ جس میں ہزار برج بنے تھے۔ چنانچہ ایک برج کے قریب جب پہنچا دیکھا کہ زنجیر اس میں لگی ہے۔ برج مقفل ہے شہزادے نے بسم اللہ کہہ کر قفل پہ ہاتھ ڈالا۔ کوئی جو ہمراہ شہزادہ فلک مرتبت تھے۔ قدم پہ پہ شہزادے کے گرے "اے شہر یار واسطہ خدا کا اپنی جان نہ دیجئے۔ آفت برپا ہو گی یہ قیامت نہ کیجئے۔"

یہ ذکر تھا کہ دفعۃً ایک تڑاقا ہوا اور اس دو کوہ سے ایک طاؤس زریں بال پیدا ہو کر اڑا اور بروے ہوا جا کر ٹھہرایا۔ اس کے منہ سے لڑی موتی کی نکل کر سینہ تک آئی اور بہت سے ملے موتیوں کے اس کے گلے میں پڑے تھے۔ بس اس طاؤس نے پکار کر کہا۔ "میں طاؤس جادو ہوں۔ اے شہزادے کیوں اپنی جان کھوتا ہے۔ آفت میں مبتلا ہوتا ہے غضب میں گرفتار ہو گا یہ قصر طلسم جمشید و سامری کے استاد کا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ یہاں سے پھر جا۔ نہیں تو جا کر اپنے بادشاہ سے کہوں گی۔ وہ نہیں معلوم کیا تمہارے ساتھ معاملہ کرے۔"

شہزادے نے جب یہ تقریر سنی۔ کمان کیانی دوش پہ سے اتار کر تیر بادو وہ مشقی زرنگ خدنگ شست سوفار عقاب پہ بہر کمان میں پیوستہ کر کے۔ طاؤس کا پوٹا تاکا۔ اس وقت مور چلا "اے تم بڑے زبردست و سرکش معلوم دیتے ہو۔ کیا زلزلہ قاف اپنے تئیں سمجھتے ہو۔ یا ان کے بیٹے پوتے ہو۔ اچھا سمجھ لیا جائے گا تم یوں نہ مانو گے۔"

یہ کہہ کر پھر دو کوہ میں جا کر غائب ہو گیا۔ شہزادہ نے بعد اس کے غائب ہونے کے پھر قصد دروازہ کھولنے کا کیا۔ یاقوت وغیرہ کوئی جو ساتھ تھے وہ عرض کرنے لگے کہ حضور کے لیے یہ امر بھی یہاں ہوا کہ طاؤس طلسمی سمجھا کر چلا گیا۔ ورنہ کوئی یہاں سے زندہ پھرا نہیں۔ اب آپ بھی اسی مقام پہ بارگاہ استادہ کرا کے تشریف فرما ہو جئیے۔ دیکھیے تو کیا ہوتا ہے۔"

شہزادے نے یہ تقریر سن کر حکم دیا لشکر جہاں اترا ہے۔ وہاں سے کوچ کرا کے تم

لاؤ۔ یہ قصر کئی منزل تک کس لیے کہ اس میں ہزار برج ہیں۔ پس میں منزل دو منزل یہاں سے بھی اور آگے جا کر اتروں گا دیکھوں تو کہ اس اطراف میں کیا انتظام ہے۔ اول فتاح کا طلسم کا تسخیر ہو جانا بہت مناسب معلوم دیتا ہے کہ بعد میرے۔ داخلہ کرنے طلسم کے تم لوگ دشمن کے شر سے محفوظ رہو گے۔"

سب نے رائے بیضا ضیائے شہزادہ گرامی پر آفریں کی اور وہاں سے آ کر لشکر میں طبل سفر بجوا کر کوچ کر کے اسی پہاڑ کی ڈانگ کے نیچے نیچے ایک میدان سبزہ زار میں پہنچے اور منزل بھر آگے۔ بڑھ کر اسی قصیر کے ایک برج کے پاس مقام کیا۔ جب طلسم عالم سے فتاح طلسم ظلمت شب برج مغرب میں گیا اور فلک زمردیں ستاروں سے بصورت بال طاؤس بنا کہ

بنا طاؤس کا پر چرخ اخضر
ہوئے گردوں پہ تارے جلوہ گستر
یہ ہے نیرنگی عالم کا نقشہ
کہ تاج شب بھی ہے صورت بدلتا

شہزادہ فتح کرنے پر طلسم کے آمادہ اپنی بارگاہ میں آ کر پلنگڑی جواہر نگار بچھوا کر آرام پذیر ہوا۔ شیشہ آلات بے قیاس اس بارگاہ میں لگا تھا۔ فرش و کرسی و تخت سے آراستہ اس کو کیا تھا۔ قاقمیں ہر سمت کی گری تھیں صحرائے طلسمی کی کیفیتیں نظر آتی تھیں۔ چاندنی چھٹکی تھی۔ کوٹیالا پھولا تھا سبزہ لہلہاتا تھا۔ ہر درخت قامت یار کا جوبن دکھاتا تھا۔ زلف جاناں کی طرح الجھی ہوئی جھاڑیاں نہروں میں ٹھنڈا ٹھنڈا پانی رواں چاند کا عکس چشموں میں پڑا تھا۔ ہزار ہا چاند زمین کے منہ کو لگا تھا۔

ادھر بروج قصر طلسم کے در کھل گئے اس میں پریاں کھڑیاں تھیں۔ ساز ہاتھوں میں لیے

تھیں زلفیں رخسار پر لہراتی تھیں۔ اس طرح کا ساز بجا کر گانا گاتی تھیں کہ خاطر ہی فلک سے ترانہ زہرہ کا بھلاتی تھیں پشوازیں ستارہ دار پہنے تھیں۔ کچھ بائیں پر کچھ دائیں پر تھیں۔

شہزادہ جس طرف کروٹ لیتا تھا۔ تماشا عجیب ملاحظہ فرماتا۔ اس اثنا میں طرفہ تماشا نظر آتا کہ سامنے میدان میں کچھ طاؤس زریں بال ظاہر ہو کر لوٹنے لگے اور لوٹ کر بشکل زنان خوبرو بن گئے۔ ایک ایک ان میں کافر و ستمگر و مست نشہ حسن غارت جان شیدا تھی سیمبر گل اندام و مہ لقا تھی۔ کسی کی زلف مشکیں سواد ختن کو موہ لینے کا ارادہ رکھتی کسی کے ابرو خنجر کھینچ کر ظلم پر آمادہ رہتے۔ آنکھوں پر چشم غزالیں قربان رہتی کسی کا رخسار نازک خانہ دلہائے عشاق میں آگ لگاتا۔ کسی کا لب معجز نما مردم چشم نظارگیاں کو بیمار بناتا۔ ہر ایک عشوہ گر گل سے زیادہ نازک چشم خماریں نرگس و غزال سے کہیں بڑھ کر بلکہ صاد وختر نازو غمزہ سے بہتر ایک ایک ان میں مہر جبیں مہ جبیں کہ

مردے جی اٹھتے ہیں جس دم وہ تکلم کرتے
زندہ اعجاز مسیحا کو پھر تم کرتے
پان اگر کھاتے تو لاکھوں ہی کا خون تم کرتے
تہ چھپا کے تہ تیغ تبسم کرتے

خاک میں روز ملا دیتے ہیں مل مل کے مسی
پان کھا کھا کے ہو پر خون دل مردم کرتے
چنتے افشاں جبہ پیشانی نور افشاں پر
صدقے گردوں طبق گوہر انجم کرتے

پس وہ سب نازنینا مہر تمثال اچھلتی کودتی ایک برج کے قریب آ کر پکاریں۔ "اے ملکہ عالم آئیے تشریف لائیے۔ ان کے پکارنے سے ایک خورشید طلعت اس برج سے بسان نیر اعظم طالع ہوئی۔ جیسے برج حمل واسد میں آفتاب کو عروج و شرف ہوتا ہے۔ اسی طرح بعد شرف وہ ساطع الانوار ہوئی۔ ہر تار زلف اس کا مسطر رقم طرازی صحیفہ حسن جوبن تھا۔ سروچہ احسن تھا حلقہ ہائے زلف کو روشن کلاخ شہنشاہ حسن کہوں تو بجا ہے۔ شکن گیسو کو چین پیشانی شلیدان ختن و چین کہوں تو روا ہے اس صانع طلسم جہان کی قدرت پر میں فدا جس نے ایسا نقشہ بنایا۔

سبحان اللہ کیا دلربا خلق فرمایا جس کی پیشانی نورانی پر خوش قسمتاں دہر قربان چشم افتان پر غزالاں ختن تیر خوردہ خدنگ مژگان کان کی لو شمع بزم خوبی کے دل میں شعلہ عشق بھڑکا دے۔ اس کی لو آگ لگا دے۔ رخسار تاباں کے رو برو آئینہ سکندر حیران دہن تنگ مسیحائے مردہ لان۔

پس وہ بحر حسن کی گوہر یکتا مثل طاؤس طناز بصد حسن واد خرامان بارگاہ شہزادہ ذی شان میں آئی اور کنیزاں خوش آئین دیوار گاہ پر چھوڑ کر آپ قریب پلنگ کے پہنچی۔

شہزادہ اس مسیحا کو بالیں پر آتے دیکھا کر بیمار محبت تو ہوا دل سے بے چین ہونے لگا۔ لیکن صبر سے کام لیا۔ جس طرح لیٹا تھا لیٹا رہا۔ وہ راحت بکشن پہلوئے امید پائنتی آ کر بیٹھ گئی ور لب معجز نما سے زمزمہ کن بد دعا ہوئی۔" اے شہزادہ علی تباؤ آپ کو پورا غرور اپنی جوانی پر ہے کہ میری جانب تک لطف ذرا بھی نہیں۔ خیر اس کی کچھ شکایت نہیں مجھ کو آپ کی پروا بھی نہیں۔ لیکن ایسے شخص کو بے حمیت شاید کہ اہل مروت کہتے ہیں۔ لوگ دشمن کو بھی تواضع کرتے ہیں نہ کہ دوست۔ ذرا اٹھ کر بیٹھیے پھر لیٹ رہیے گا۔"

شہزادہ ہر چند کہ خلف از کف داد ہو چکا تھا مگر ضبط کر کے صدف زبان سے گہر ریز تکلم ہوا "مجھ کو غرور ذرا نہیں۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر اصلا نہیں۔ اگر

معلوم ہوتا تو سر کے بل بہرا استقبال جاتا۔ اور یوں کسی کے گھر میں چلے آنا حرکت مجنونانہ ہے۔ اور میں جو آپ کو دیکھتے ہی اٹھ بیٹھتا تو خوشامد ٹھہرتا۔ اب یہ معلوم ہوا کہ آپ اپنے حسن بے نظیر کا جلوہ دکھاتی پھرتی ہیں اور ہر ایک کو آزماتی پھرتی ہیں۔ اتراتی پھرتی ہیں۔ پھر مجھ کو کیا غرض جو میں آپ کی تعظیم کرتا۔ یہ حسن آپ کا آپ ہی کو مبارک رہے مجھ سے امید خاطر داری نہ رکھیے۔ جائیے اپنی راہ لیجئے۔"

اس رشک قمر نے ہنس کر جواب دیا۔ "اے شہزادہ کیوں نہ ہوا آخر نبیرۂ حمزہ صاحبقران ہوئے۔ واقعی اس وقت جو مجھ پر تم فریفتہ ہوتے تو میں اپنے عشق میں تم کو دیوانہ بنا کر نہیں معلوم کس آفت میں پھنساتی۔ اے شہریار میں طاؤس جادو ہوں مجھ کو یہی خدمت متعلق ہے کہ جو کوئی طلسم میں جانے کا ارادہ کرے اس کو منع کروں۔ چنانچہ پہلے طاؤس بن کر تجھ کو منع کیا تھا اب حسب لیاقت تمہارے پھر سمجھاتی ہوں کہ یہ مقام بہت سخت و صعب ہے۔ یہاں سے کوچ کر جائیے اپنے تئیں بلا میں نہ پھنسائیے۔ ہر چند کہ آپ پوتے ثانی سلیمان کے ہیں۔ لیکن یہاں کچھ نہ ہو سکے گا۔ اس طلسم میں ہزار برج ہیں۔ اگر ایک ایک برج پر ایک ایک سال لڑیئے گا تو ہزار برس لڑنے کا چاہیں پھر اتنی عمر کہاں سے لائیے گا۔"

شہزادے نے بجواب اس تقریر کے ارشاد فرمایا۔ "اب تو ہم یہاں آ چکے قدم بہر فتح طلسم اٹھا چکے۔

ہمارے منہ سے جو بات نکل جاتی ہے پھر جان جاتی رہے' لیکن وہ بات نہیں جاتے' باقی کہ

فعل مردوں کا نہیں کام ادھورا کرنا
منہ سے جس بات کو کہنا اسے پورا کرنا

اس نازنین نے تیوری چڑھائی گویا صفحہ پیشانی میں غلطی کی نظر آئی۔ شہزادہ اس ادا

پر بیتاب ہو گیا۔ مگر ساحرہ اس کو سن چکا تھا۔ سن ہو کر رہ گیا اور اس نے بعد غصہ کہا۔ "اے قوس بن بدیع کیا طاقت تیری ہو تو آگے قدم بڑھا سکے اور طلسم میں جا سکے۔ کیا سیدھا راستہ مقرر کیا ہے جو تو چلا جائے گا۔ مجھ کو تیری محبت ہو گئی ہے اور حکم بھی بادشاہ طلسم کا نہیں ہے۔ ورنہ ابھی تجھ کو مار ڈالتی۔"

شہزادے نے فرمایا۔ "کہ جو تو میری بارگاہ بطور مہمان نہ آتی تو میں بغیر قتل کیے تجھ کو نہ چھوڑتا۔"

یہ سنتا تھا کہ وہ شعلہ حسن بہت جلی اور غصہ میں آ کر تھرا کر اڑ گئی۔ کنیزیں بھی غائب ہو گئیں۔ پھر قریب اسی برج کے کہاں سے یہ آئی تھی ظاہر ہو کر ٹھہری اور زمین پر دو جنتر مارا۔ پھر تو آندھی تیرہ و تار آئی۔ ہوا نے وہ زور باندھا کہ ہر جھونکا طوفان باد و قوم عاد کا پتہ دیتا تھا۔

لشکر شہزادے کے خیمے وغیرہ اڑ گئے۔ لشکر جلد تیار ہوا۔ ہر ایک سوار مرکب پر سوار ہوا۔ پیادوں نے غار مغاک میں پناہ لی۔ شہزادے نے جلد اٹھ کر ایک نشیب کی راہ لی۔ مرکب سمیت غار میں اتر گیا۔

کچھ ہی عرصہ میں وہ تاریکی عالم میں پھیلی کہ شب دیجور ایسی ہزار راتیں اس سیاہی پر قربان تھیں۔ ماہ ظلمات اس کے سامنے تاباں تھی۔ آندھی کی ہیبت ناک صدائیں زہرہ آب کیے دیتی تھیں۔ سائیں سائیں ہوا کے سامنے خبر مرگ سناتے تھے۔ درختوں کے جھکڑ مہیب آوازیں جان لے لیتی تھیں۔ مرکب سمیت سوار نشیب و غار سے نکل نکل کر اڑ رہے تھے۔ بارگاہیں کہیں تھیں خیمہ کہیں تھے۔ شہزادہ علی اتار دعا ہائے صحائف انبیا علیہم السلام پڑھتا تھا اور آندھی کی جانب دم کرتا تھا اور کہتا تھا کہ "مجھ سے نادانی ہوئی جو مع لشکر یہاں آیا۔ اکیلا مجھ کو یہاں آنا چاہیے تھا۔ غرضیکہ اسی طوفان نے آخر گلہائے گلستان افلاک برباد کیے اور نخل وشت عالم سے اکھیڑ دیا۔ ناخ شب ہلاک ہو گیا۔

ہوئی آندھی میں آخر آخری شب
ہوئے روپوش تار چرخ سے سب
ہما مہر نے جھاڑے پروبال
رخ مشرق شفق سے ہو گیا لال

ہنگام سحر بقدرت مالک خشک و تر نہ اس آندھی کا پتہ نہ تھا ہوا کا سناٹا تھا۔ نہ لشکر میں کچھ تباہی تھی اتنا تو البتہ فرق ہوا تھا کہ جہاں سے کل کوچ ہوا تھا اسی جگہ منزل بھر پیچھے لشکر ہٹا نظر آیا۔

شہزادے نے فرمایا کہ یہ نیرنگی سحر تسخیر طلسم ہے بغیر اس کے کہ راہ طلسم معلوم نہ کی جائے۔ جانا اندر اس قصر کے دشوار ہے۔ اب کی انشاء اللہ میں تنہا جاؤں گا۔ نجم عیار اور خونریز وغیرہ کوہیوں نے عرض کیا "ہم حضور کے ہمراہ چلیں گے۔"

شہزادہ نے فرمایا۔ "ظلم کوہی کے لوگ میرے ہمراہ ہیں اور عیار میرا باقی تم سب محمود کوہستان جو میں نے فتح کیا ہے اس سے بھی خبر دار رہنا۔ یہ فرما کر عزم روانگی کیا تھا کہ بروئے ہوا ایک تڑاقا ہوا اور ابر سرخ رنگ پیدا ہو کر تمام دشت پر چھایا۔ رنگ صحرا کہ اس کے عکس سے گلنار نظر آیا۔ ہر ایک شجر لال کرتی کی پلٹن کا تلنگا بنا۔ قامت یار نے پیرہن سرخ پہنا۔ اس ابر گلناری سے دس بارہ اژدر بے شعلہ فشاں ظاہر ہوئے جن پر بارگاہ خیام بار تھے اور دو تین عورتیں۔ دس بارہ زنگی آدم خوار سوار تھے۔ چنانچہ وہ اژدر کچھ شعلہ منہ سے پھونک کر زمین سے اتر آئے۔ ان زنگیوں نے بارگاہ فلک فرسا نکل بہ ستون جواہر استادہ کی۔ فرش عمدہ سے آراستہ کی۔ بعد اس انتظام کے اس ابر سے ایک تخت یاقوت نگار پیدا ہوا۔ جس پر ایک سفاکہ عالم لباس ارغوانی اور زیور یاقوت رمانی سے آراستہ مسند پر تکلف پر بیٹھی تھی۔ گرد تخت کے صدہا خواص حور پیکر تھیں کہ بروئے ہوا اڑاتی آتی تھی۔ اپنی شعلہ رخساری سے وہ حور نژاد دل دہر میں آگ لگاتی تھی۔ چہرہ بے نظیر کی صفا آئینہ آفتاب کو اندھا بناتی تھی۔ برق نظر

کی وہ چل پھر کہ ابر سرخ میں بجلی کوندتی جاتی تھی۔ چشم فتان بظاہر حیا پرور تھی مگر فتنہ انگیز محشر تھی۔

گر ترے چاند سے چہرے کے مقابل ہو جائے
آئینہ جوش ضیا سے مہ کامل ہو جائے

پس وہ غیرت قمر جیسے ستارہ ٹوٹتا ہے اس طرح تخت بارگاہ میں اتار لائی۔ عاشقوں کی جان حزیں پر غضب خدا نازل ہوا جیسے برج فلک میں ماہ کامل داخل ہوا۔ یوں تخت سے اتری اور کرسی جواہر کی بیٹھی۔ خواصیں گرد و پیش باادب استادہ ہو گئیں۔ اس نے ایک خواص سے حکم دیا: جاؤ نبیرہ حمزہ کھڑا ہے میرے پاس بلا لا۔"

خواص خدمت شہزادہ فلک میں آئی۔ شہزادہ اس رنگ کا تماشہ دربارگاہ پر کھڑا دیکھ رہا تھا کہ کنیز نے تسلیم کر کے عرض کیا کہ "حضور نے میری آپ کو بعد سلام شوق پیام دیا ہے کہ لمحہ بھر کے لیے یہاں قدم رنجہ فرمائیے۔ دو باتیں میری سن جائیے۔"

شہزادہ نے فرمایا ہم ساحرہ کے پاس جانے سے عار رکھتے ہیں۔ دشمن کو سرفراز نہیں کرتے۔ ذلیل و خوار رکھتے ہیں۔"

کنیز یہ سن کر پھر گئی اور ملکہ سے اپنی یہ گفتگو بیان کی۔ اس نے پھر اس کو بھیجا اور کہلا بھیجا کہ آپ نے سچ ارشاد فرمایا۔ لیکن اس وقت تو ضرور قدم رنجہ فرمائیے۔ ایک بار کنیز نوازی لازم ہے۔" خواص نے آ کر پیام شہزادہ کو دیا شہزادہ بمنت اس کے بلانے سے اس کے پاس گیا۔ ہمراہ شہزادہ عیار نجم و خورزیج و اظلم وغیرہ تھے۔

غرضیکہ ساحرہ حسینہ نے اٹھ کر تا در بارگاہ ان کا استقبال کیا اور سامنے اپنے کرسی پر لا کر بٹھلایا۔ بعد خاطر مدارت کے قفل دہن کو وا کیا "اے شہزادے میں نے اس لیے تم کو تکلیف دی ہے کہ اس حوالی میں کوہ و دشت جس قدر ہیں آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ جہاں آپ کے مزاج ہیں آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ جہاں آپ

کے مزاج میں آئے شکار کھیلئے سیر کیجئے جو ملک پسند فرمایئے فتح کیجئے اگر آپ نہ فتح کر سکیں میں خالی کرا دوں اور جس تختۂ طلسم کی ضرورت ہو وہ منگوا دوں۔ مگر آپ کی جوانی پر مجھ کو رحم آتا ہے۔ واسطہ اپنے دین و مذہب کا اس ارادہ فتح طلسم سے باز آیئے کیونکہ اس طلسم کا گیا ہوا جیتا نہیں پھرتا ہے اگر ایک دربند سے نکل گیا تو دوسرے پر ضرور مارا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ عزم اپنا فسخ فرمایئے گھر پھر جایئے۔"

شہزادہ نے فرمایا۔ "ایک رات کو ہمیں نصیحت کرنے آئی تھیں۔ اس وقت تم دفتر چھوڑوا گئے ہو۔ تم کیا ہمیں ملک و مال دو گی۔ ہم سوائے خدا کے اور کسی سے مدد مانگنے کو ننگ سمجھتے ہیں۔ اب اگر تم کو اپنا طلسم بچانا ہے تو بادشاہ طلسم سے جا کر کہو کہ دین اسلام قبول کرے اور خراج طلسم غلامان شاہ اسلام سعد بن قباد کو دے اور مثل غلامان حلقہ بگوش حاضر خدمت با دولت ہو کر عفو تقصیرات چاہے۔"

یہ تقریر سن کر وہ نازک مزاج غمگین بیچین ہوئی اور پکاری اے تورج رات کو بھی میں ہی تجھ کو سمجھانے آئی تھی۔ صرف فرق اتنا تھا کہ اس وقت صورت اور بنائے تھی اور اس وقت دوسرے طور پر ہوں۔ مجھ کو بسبب تیری الفت کے یہ سمجھانے میں کد ہے۔ ورنہ مجھے کو منع کرنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ مثل مشہور ہے کہ جو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔"

تورج نے کہا۔ "ہمیں مقرر اس طلسم میں جاؤں گا تو لاکھ کہے ہیں ایک نہ سنوں گا۔"

یہ سن کر اس نے کہا۔ "منم طاؤس جادو اے تورج تو نے ہم کو موم کا سمجھ لیا ہے۔ کیا طلسم میں جانا سہل سمجھا ہے۔ کیا مجال جو ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ میں نے تجھ کو جب سے دیکھا تھا دل میرا تجھ پر آ گیا تھا اس لیے تین بار آ کر سمجھایا۔ اب میں دیکھوں تو کہ کیونکر اپنی بارگاہ میں پھر کر تو جاتا ہے۔ بھلا طلسم میں جانا تو بڑی بات ہے۔"

شہزادے کو یہ سن کر غصہ آیا اور پکارا "او قحبہ تو گھر میں بلا کر واہیات کلام کرتی ہے۔

دیکھ یہ سزا تیری ہے۔" یہ کہہ کر تیغہ کھینچ کر ایک ہاتھ مارا کہ اس کے سر پر تیغہ پڑا مگر چٹ گیا۔ ایک جھنتا ہوا جیسے گھن پڑا اور اس ساحرہ نے اٹھ کر دونوں ہاتھ پکڑ لیے اور بزور سحر گرا دیا۔

پھر کچھ ماش پڑھ کر ہمراہیوں پر مارے کہ وہ پتھر کے ہو گئے۔ لشکر میں شہزادے کے قریب تر تھا یہ خبر گئی وہاں کمر بندی ہونے لگی۔ اس نے کچھ دانے سرسوں کے ادھر بھی پھینکے کہ سارا لشکر پتھر کا ہو گیا۔ جب یہ سنگدلی دکھا چکی تو شہزادے سے گویا ہوئی کہ "اسی منہ پر دعویٰ طلسم میں جانے کا تھا۔ دیکھا تو نے کہ دم بھر بھی تیری بہادری میں نہ گزرا۔ اب کہ تو تجھ کو بھی پتھر کا بنا دوں لیکن پھر تجھ پر رحم کرتی ہوں۔ اب ایسا ارادہ نہ کرنا۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا کہ لشکری اور ہمراہی شہزادے کے پھر اصل صورت پر بن گئے۔ جب مجم و اعظم وغیرہ کو ہوش آیا مجم نے کہا "شاید ہم بھی پتھر کے بن گئے تھے۔

ساحرہ نے کہا "ہر چند میں نے تمہارے مالک کو سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ اس وقت میں نے یہ حرکت کی۔ اے صاحبو یہ تو صاحبزادے ہیں۔ مزاج میں ان کے جہالت ہے تم لوگ تو دیدہ ہو۔ ان کو سمجھا کر پھیرے لے جاؤ اور شہزادے سے دست بستہ ہو کر کہا "مجھ سے خطا ہوئی۔ اب آپ تشریف لے جائیے۔"

شہزادے کو ہمراہیوں نے بھی پاؤں پر گر کر سمجھایا کہ حضور یہاں سے تو تشریف لے چلیے پھر سمجھ لیجیے گا۔"

شہزادہ وہاں سے آزردہ خاطر پھرا اور مجم عیار نے ساحرہ سے کہا "میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

اس نے کہا "کہو۔"

اس نے عرض کیا "شہزادہ تمہاری بارگاہ میں آیا تھا۔ تم بھی شہزادہ کی بارگاہ میں چلو۔ میں دعوت کروں گا۔ دو گھڑی بیٹھ کے چلی آنا۔ شہزادے سے صفائی بھی ہو جائے گی۔"

ساحرہ یہ بیان سن کر راضی ہوئی کس لیے کہ مدت سے دھکا کے خوشامد

کر کے سب طرح اسکو طلسم میں نچانے دینا منظور ہے اور فریفتہ جمال پری تمثال شہزادہ بھی ہو چکے ہے۔

چنانچہ وہ ایک زنگی اور چند کنیزوں کو ہمراہ لے کر شہزادے کے بارگاہ میں آئی۔ نجم نے اس کو باعزاز تمام تر مسند پر بٹھایا اور شہزادے سے باوشلو کہا۔ "آپ فرمایئے تو میں اس کا تمام کر دوں۔"

شہزادے نے اس کے کان میں کہا۔ "گھر میں بحیلہ دعوت کسی کو بلا کر عداوت کرنا شیوہ مسلمان نہیں ہے۔ یہاں کوئی برائی اس کے ساتھ نہ کرنا۔

نجم خاموش ہوا شہزادے نے سامان عشرت حاضر ہونے کے لیے حکم دیا۔ ساقیاں ہمیں غدار ذخنیا گراں کبک رفتار حاضر ہوئے۔

ساحرہ نے دیکھا کہ شہزادہ یہ محبت مجھ سے پیش آیا اب یہ تجھ پر فریفتہ ہے۔ پس اگر یہ کام فن سے تجھ سے حاصل کرے گا تو زنگی اور خواصیں تری سب اس حال سے ماہر ہوں گے۔ سارے طلسم میں تو ہوا دار سلطانان مشہور ہو جائے گا پس یہ سوچ کر کنیزوں کو بلا کر حکم دیا کہ تم سے دو ایک یہاں ٹھہریں اور خیمہ ایک رکھ لیں۔ باقی سب ہمراہی میرے مع بارگاہ طلسم میں جائیں میں بھی جب فرصت ہو گی آؤں گی۔"

* * *

• شہزادہ تورج

یہ حکم سن کر سب ہمراہی اس کے روانہ ہو گئے اور یہ شریک جلسہ عشرت ہوئی۔ جام شراب گردش میں آیا۔ ناچ ہونے لگا۔ ساحرہ جب مست ہوئی دست ہوس جانب شہزادہ بڑھانے لگی۔ شہزادے نے فرمایا۔ "اس ارادے سے باز رہو میں ساحرہ کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھتا۔ یہ صرف تمہارے یہاں آنے سے مہمان جان کر تمہاری صحبت میں بیٹھا ہوں۔ طاؤس یہ باتیں سن کر بدمزہ ہوئی۔ پھر سوچی کہ یہ ناز معشوقانہ کرتا ہے اور مجھ سے کھنچتا ہے تو بھی یہاں سے اٹھ جا۔ کشیدہ خاطر دکھلا۔ یہ نوجوان دام شہوت کا گرفتار آپ ہی تیری منت کر کے تجھے بلائے گا۔ یہ سوچ کر دو گھڑی اور بیٹھ کر اٹھی کہ اب میں جاتی ہوں۔ شہزادہ خاموش ہو رہا۔ یہ وہاں سے اٹھ کر اس خیمہ میں اپنے جو رکھ لیا تھا آئی اور منتظر خوشامد کرنے شہزادے کی بیٹھی۔ ادھر مجم عیار نے شہزادے سے کہا۔ "اب تو وہ ساحرہ آپ کی مہمان نہیں ہے۔ میں مار ڈالوں جا کر آپ ناراض تو نہ ہوں گے۔" شہزادے نے فرمایا اب تجھ کو اختیار ہے۔ مجم اجازت یاب ہو کر چلا اور ایک زمرد کا خاصدان لے کر گلوریاں عطر بیہوشی کی بسی اس میں رکھ کر بڑے تکلفات سے درست کر کے خیمہ ساحرہ میں آیا۔ وہ سمجھی کہ شاید شہزادے نے بلایا ہے۔ یہ منانے کو آیا ہے بس بتفاخر پیش آئی۔ اس نے وہ خاصدان پیش کیا اور کہا۔ "شہزادے نے آپ کے لیے گلوریاں بھیجی ہیں۔" ساحرہ بہت خوش ہوئی کہ بیشک اس مغرور حسن و جمال کو بھی میرا خیال ہے۔ پس وہ خاصدان لے کر کھولا۔ گلوریاں بہت پر تکلف گنگا جمنی ورق لگی کتاؤ کی نئی اپنی سرخروئی کی آپ گواہی دے رہی تھیں۔ اس نے ایک گلوری کنیز کو دی اور دو آپ کھائیں۔ باقی اپنے خاصدان میں رکھ لیں اور مجم کے خاصدان میں پانچ اشرفیاں ڈال کر واپس کیا۔ عیار مذکور ہنوز مراجعت نہ کرنے پایا تھا کہ وہاں تک حلق سے نیچے اتری اور بیہوشی

نے اثر کیا ساحرہ مع کنیزوں کے بیہوش ہو گئی۔ برق تو اس کے قتل کا بیڑا اٹھا چکا تھا۔ منہ کو لہو لگا ہوا تھا۔ ساحرہ کو دوئیں پرور سحر کرشت بدن دیکھ کر سینہ گرم کر کے بلا دیا اور ہمراہیوں کے اس کے سر کاٹ ڈالے لیجیو گھیر یو قید کیجیو کی آواز ہولناک آئیں۔ ہر سحر کے غل مچانے لگے۔ اندھیرا ایسا ہو گیا کہ شب ہجر عاشق بھی ایسی تاریک نہ ہو گی۔

عالم میں چادر سیاہ گھر گئی گیا رہزن روز گار نے دن دہاڑے دنیا بھر کملی ڈالی۔ برق عیار وہاں سے بھاگ کر خدمت شہزادے میں آیا۔ شہزادہ اس آفت کے آنے سے گھبر کا باہر بارگاہ کے نکل آیا تھا سردار حاضر خدمت تھے لیک اس اندھیرے نے سب کے دم فنا کیے تھے اور سب دست بدعا تھے کہ اے خالق عظمت نور مالک لیل و نہار یہ بلا ہم پر سے تو دفع کر دے۔

اثر دعائے نوریان نے آخر زمانہ روشن کیا وہ سیاہی دھواں ہو کر بھتی ور بروئے ہوا جا کر ٹھہری اور وہ قلعہ اور پہاڑ سب غائب ہو گیا۔ صرف ایک دیوار سیاہ منزل ہا منزل تک کھنچی نظر آنے لگی۔ بلندی اس کی تا چرخ بریں تھی۔ پس پشت اس دیوار کے صدائے حزیں تھیں۔ سر دیوار پر ایک عقاب تیز چنگال قوی بال آ کر بیٹھا اور ہزار دروازے پیدا ہو گئے بیچ میں پھاٹک جواہر آگیں لگا تھا۔

پس یہ تماشا دیکھ کر شہزادہ حیران تھا کہ دفعتہ وہ پھاٹک کھل گیا اور اس میں سے ایک اژدر خونخوار شعلہ فشاں موذی ایذا رساں نکلا اور اس زہر ناک مار نے دم اپنی زمین پر ماری۔ زمین سے پانی اس قدر جاری ہوا کہ ایک دریائے زخار و قہار لطمہ خیز آفت خیز پیدا ہوا اور اتنا جلد بڑھا کہ کاسنگ اس قلزم عمیق کا ایک حباب تھا جو بلبلا تھا وہ دور بحر عالم کا بنا رہا تھا نہنگان خون آشام اس میں سے سر بدر کیے تھے۔ حباب بسان چشم قہرناک و خشمگین آنکھیں دکھاتے تھے۔ موجیں دنیا کے ڈبو دینے کی چالیں چلتی تھیں ایک تلاطم بپا تھا۔ آفت کا سامنا تھا اور پانی بڑھتا جاتا تھا۔

شہزادے نے یہ طغیانی اس بحر طلسم کی دیکھ کر کنارہ کرنا چاہا۔ لیکن ان کے لشکر کی سمت کو چھوڑ کر وہ دریا بہتا تھا۔ یہ اس طرح سب کھڑے تھے کہ سامنے وہ پھاٹک اور اژدہا تھا اور اس کے پہلو میں وہ دریا بہتا تھا۔

فی الجملہ شہزادے نے دیکھا کہ بعد ور ظاہر ہونے کے ایک آواز مہیب آئی اور دیوار کی پشت پر سے دو عورتیں اڑتی ہوئی سر دیوار پر آ کر ٹھہریں۔ پھر قریب اژدور اتر آئیں۔ ہر ایک ان میں حسینہ و جمیلہ نہایت شکیلہ تھی گوہر بحر خوبی و صدف قلزم محبوبی واقعی بے نظیر و بے عدیلہ تھی۔ جناب بحر طلسم نہ تھے۔ دریائے چشم حسرت انھیں دیکھتا تھا۔ موجوں کا واں ان کی رفتار نرم پڑتا تھا انھیں کے عشق میں یم بہ چشم پرنم سر اپنا کنارے پر ٹکراتا تھا۔ گوہر اپنے بہتر نثار لاتا تھا۔

پس وہ دونوں نازنین ایک نقارہ اور چوب اپنے ساتھ لائی تھیں۔ کوس محبوبی بجانے آئی تھیں اس نقارے کو انھوں نے اژدر ہے کہ سر پر رکھ کر چوب بھی قریب نقارہ رکھ دی اور قہقہہ مار کر ہنسیں اور شہزادہ تورج سے آنکھ ملا کر گویا ہوئیں اے فاتح طلسم اگر ظلمات کی سیر کرنا ہے۔ آفت میں قدم دھرنا ہے تو بسم اللہ اس نقارے پر آ کر چوب لگائیے۔ اس اژدہے کا منہ کھلے گا۔ یہی دروازہ اس طلسم کا ہے۔ دہن اژدور کا منہ کھلے گا۔ یہی دروازہ اس طلسم کا ہے۔ دہن اژدور میں تشریف لے جائیے۔"

شہزادے نے یہ کلمات سن کر قدم آگے بڑھایا۔ مجم عیار اور خورتیج وغیرہ جملہ سردار قدم اقدس پر گرے اور عرض کرنے لگے۔ اے شہر یار قول دشمن پر اعتماد کرنا دیدہ دانستہ اژدور میں جانا بلا میں پھنسنا خلاف رائے صواب اندیش عاقلاں ہے بہادری گوہر جان ہے۔ برائے خدایا ارادہ نہ فرمائیے منہ میں اژدور کے نہ جائیے۔"

شہزادہ ہنوز کچھ جواب دینے نہ پایا تھا کہ حوالی دیوار طلسم کی جانب سے گرد اڑی اور اسلحے کی چقا چاق سنائی دی۔ شہزادہ اس طرف دیکھنے لگا۔ جب دامن گرد [illegible] ایک لشکر ساتھ بے شمار سوار کو نظر آیا کہ مرکب ہائے تازی نژاد سواروں کے زیرران غرق

دلیرانِ آہن ہر ایک نوجوان بڑھتے رکابوں کے تسموں میں لگے۔ پرچم ان کے لگے سردار لشکر بعد نصب و فر مرکب پری پیکر کو گانتھے آگے آگے ہر اول فوج علم کو جلو دیتا۔

خلاصہ یہ کہ بڑے احتشام سے لشکر آیا۔ یہ لشکر آہن کوہی کا ہے جو اس طلسم کے حوالی میں سلطنت کرتا ہے اور بادشاہ طلسم مذکور سے دوستی رکھتا ہے۔ شاہ طلسم نے اس کو ماتحت طاؤس جادو کے معین کیا ہے کہ جو کوئی طلسم کے اندر آئے گا تو اس کو یہ روکے۔

چنانچہ جب طاؤس مار ڈالی گئی اس بادشاہ نے خبر سنی کہ نبیرہ حمزہ نے آ کر اطراف کوہستانی تسخیر کیا ہے اور اب محافظ طلسم کو قتل کر کے اندر طلسم کے جانا چاہتا ہے۔

بس یہ سنتے ہی لشکر تیار کرا کر روانہ ہوا اور اس وقت آ کر پہنچا چنانچہ سامنے فوج ظفر موج شہزادے کے اس نے صف کشی کی اور آگے بڑھ کر نہیب دی کہ "اے نبیرہ حمزہ تو نے سب کوہیوں کو نامرد بنا دیا اور ہر ایک کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیا۔ اب میرے ہاتھ سے کہاں بچ کر جائے گا۔ ادھر آ کہ تو میرا شکار ہے۔"

شہزادہ یہ نعرہ دلیرانہ سن کر مرکب پر سوار ہوا لشکر میں قرنا پھنکی۔ جانثار شہزادہ مرگ پر آمادہ ہو کر کمر کسنے لگے۔ طرفۃ العین میں لشکر ہتھیار سج کر تیار ہوا۔ شور و تشور برپا تھا کرنا نے دم عدو کا بند کیا۔ جھانجھ کف افسوس ملنے لگی۔ نیزے جوانوں کی طرح تننے لگے گرز سرکش بن گئے۔ نقیب للکارے بہادروں نے نعرے رعد کی طرح مارے آہن صف صف لشکر سے آگے بڑھے اور سلحشوری دکھانے لگے بعد اسپ تازی اور چوگان بازی وغیرہ کے شہزادے دلاور کی جانب دیکھ کر للکارا اور نعرہ کیا۔

تورج اس کا نعرہ سن کر گھوڑا ڈپٹ کر سامنے اس کے گیا وہ ایک ٹھاہ اور ایسی پڑی کہ مرکب اس کا سات قدم پیچھے ہٹا اور سمند چالاک شہزادہ تین قدم تھپڑ کھا کر ہٹ گیا۔ دونوں ناموں میں گھوڑے مسلح ہوئے مقابل ہوئے۔ اور ایک دوسرے پر پہنچے۔ اسی طرح دونوں گتھے ہوئے نشان پر پشت زین سے آئے اور دامن گرداں کی سرگرم کشتی بعد ورشتی ہوئے۔ داؤں پیچ توڑ جوڑ شجاعت پسند ہونے لگے۔

ایک بار وہ شہزادہ کو پکڑ لایا۔ شہزادہ و مثل برق جہندہ چمک کر نکلا اور اس کو پکڑ لایا۔ اس نے نیچے آ کر زمین پکڑی۔ لیکن شہزادہ نے قدرت قائم ہونے دیا اور توڑ تا زنجیر کمر کا تمام کر جھکا دے کر اوپر نور میں تاپ کر لایا اور وہاں میں اس کو سر سے بلند کر کے چرخ دیا وہ مکار الامان پکارا۔

شہزادہ ایمان پذیری زبان پر لایا اس نے اقرار کیا۔ اس نے زمین پر اتار دیا اور کلمہ طیبہ تلقین فرمایا۔ وہ مکر سے کلمہ طوطے کی طرح پڑھ کر مسلمان ہوا۔ شہزادہ اس کو لے کر اپنی بارگاہ میں آیا۔ سامان جلسہ عشرت مہیا فرمایا۔ اس نے بمنت تمام عرض کیا کہ "اے شہر یار والا تبار میرا ملک یہاں سے بہت قریب ہے حضور قلعہ میں تشریف لے چلیں اور تمام رعایا اور اہالیان ملک کو تلقین و ہدایت فرمائیں اور قلعہ اسلام آباد کریں۔ مسجدیں وہاں بنائیں۔"

سرداران شہزادہ نے بھی اس کے کلام کی تائید کی کہ "اے شہر یار بہتر تو یہ ہے کہ اہل قلعہ بیمن قدم جناب باطل پرستی سے محفوظ رہیں اور در دولت اسلام پا کر ہمیشہ محفوظ رہیں۔"

شہزادے کو اس طرف جانے کی اس لیے سب نے تلقین و ترغیب دی کہ طلسم میں جانے سے باز رہے شہزادے کو بھی منظور ہوا حوالی طلسم کو تسخیر کرنا اچھا ہے۔

پس عرض ہر ایک کی قبول فرمائی اور لشکر اپنا اسی مقام پر چھوڑ کر مع جملہ سرداران کے سوار ہو کر روانہ ہوا اور بعد طے کرنے چند فرسخ راہ کے قریب قلعہ مذکور پہنچا۔

شہر پناہ واقعی زینت گاہ تھی دیواریں بلور کی تھیں۔ سراسر نور کی تھیں۔ نگار گاہیں اس میں بنی تھیں۔ شاہان جہان کی تصویریں تھیں۔ در قلعہ پر سواروں کی چھاؤنی ہر سمت تھماگھمی سر قلعہ پر توپیں چڑھیں۔ سامان حرب و ضرب مہیا ہے تختہ پڑا ہوا۔

خندق پراز آب مصفا گولنداز برق انداز جوانان شکیل جہات میں بھیدیں۔

ہر ایک نے اپنے مالک کے آنے سے تعظیم کی۔

سلامی اتری شہزادہ داخل شہر ہوا۔ اس کو بھی آباد پایا کوچوں تک کی ہموار بستی رعیت

خوشی سے بستی ہر سمت بازار عیش و نشاط گرم ہر شعلہ بازاری کی رفتار نرم ملک تھا کہ شہر حسن و خوبی آباد تھا یا آسمان رفعت پرواز انجم مسرت تھا۔ حسین حسین فلک منظر اس زمین سے بہت شاد تھا۔ عمارات شہر نہایت بلند اور رفیع زمین فسحت آباد اور وسیع۔

شہزادہ شہر کیفیت دیکھتا دارالامارہ میں تشریف لایا۔ اس جگہ کو بھی پاکیزہ پایا اور عمدہ پایا۔ اکابرین شہر جمع تھے۔ ارکان دولت پایہ بپایہ تھے۔ شہزادے نے آہن کو موافق اپنے آئین کے تخت پر بٹھلایا۔ آپ دنگل پر بیٹھا۔

آہن نے احباب نشاط کو طلب کیا۔ جلسہ انبساط آغاز ہوا اس نے شراب و کباب میں مجم عیار کو دھوکا دے کر بیہوشی پائی اور شہزادہ مع رفقا اور عیار کے بیہوش کر کے گرفتار طوق و سلاسل کیا اور افسران لشکر کو اپنے بلا کر ظاہر کیا کہ میں نے بمصلحت اس مسلمان کی اطاعت کی تھی۔ اب چل کر اس کے لشکر کو تاخت و تاراج کرنا چاہیے۔"

مشیران سلطنت نے عرض کیا کہ "اس کو تنہا قلعہ میں چھوڑ کر جانا نہ چاہیے اور نہ ہمراہ لے جانا مناسب ہے۔ کیونکہ مددگار اس کے حملہ کر کے اس کو رہا کر لیں گے۔ پس آج کی شب اس کو مقید رکھیے اور ہنگام سحر سب کو قتل کر کے لشکر پر چلیے۔ لشکر بے سردار کا لڑ نہ سکے گا۔ شکست کھائے گا۔"

یہ رائے اس کو پسند آئی اور شہزادہ کو زندان خانہ میں بھیجا اور رات بھر بڑی ہوشیاری رکھی۔ جس وقت کہ مہر فلک زندان مشرق سے نکلا اور شعلہ مہ اسیر سلاسل شعاع خورشید ہوا کہ

برآمد ہوا شعلہ سیار گگن
کیا نور سے اپنے روشن جہان

ہنگام سحر اس مفسد کوہی نے حکم تیاری لشکر دیا۔ فوج تیار ہوئی شہزادہ اور اس کے رفیق کو عرادہ پر بٹھا کر یہ مرتد بد اختر بیرون قلعہ دیا۔ شہر میں غلغلہ بپا ہوا۔ افسران

لشکر صفیں کھینچ کر کھڑے ہوئے۔ خلقت شہر جوق در جوق آ کر جمع ہوئی۔ جلادان قوی بازو طلب ہوئے چبوترے ریگ کے بنائے گئے۔ بوریئے فلاکت آلود بچھائے گئے پروردگان مہد شجاعت و صدر نشینان مسند انجمن ریاست ان پر بٹھائے گئے۔ اہل شہر براہ دانشمندی افسوس کرنے لگے مذمت دنیا فانی زبان پر جاری تھی۔ رحم دلوں کو آہ و زاری تھی۔

ادھر تو یہ سب افسوس کرتے تھے۔ ادھر شہزادے سے سردار عرض کر رہے تھے اے شمع شبستان صاحبقرانی والے چراغ انجمن جہانبانی خدا نہ کرے کہ باد صرصر ظلم عدو سے آپ کا چراغ ہستی گل ہو اور زندگی جاوید ہمارے لیے جو آپ کے قدم اقدس پر ہم نثار ہو جائیں۔ ہمارے لیے زیادہ فروغ حاصل ہو جائے جو مثل شمع سر کٹائیں اور آپ کی محبت میں مرگ سے لو لگائیں۔

شہزادہ جواب دیتا تھا اے برادران میں تم سب کا کارواں سالار تھا سردار تھا۔ قافلہ کے آگے مجھ کو چلنا زیبا تھا۔ افسوس کہ میرے ہوتے تم سب قتل ہو اور رخت ہستی اس منزل سے بار کرو اور میں پیچھے رہ جاؤں۔ وائے صد وائے برادران یہ اشعار میرے حسب حال ہیں۔

یہ غمکدہ رہنے کا نہیں جائے اقامت
عالم ہے پریشان شدہ وادی غربت
سب راہ سفر چھوڑ کے جاتے ہیں بحسرت
آفاق کی منزل سے گیا کون سلامت
اسباب لٹا راہ میں یاں ہر سفری کا

یہ کہہ کر وہ محراب خم تیغ کا ساجد دست مناجات بلند کر کے درگاہ باری میں بصد زاری پکارا۔

اے شہنشاہ عرب میر عجم عالی جناب
تا کجے دنیا میں کھینچوں میں عذاب بے حساب
مصطفیٰ کے واسطے میری مدد کیجیے شتاب
ہے یہی ورد زباں مجھ کو بعین اضطراب
یا علی یا ایلیا یا ابوالحسن یا ابوتراب
حل مشکل سرور دیں شافع یوم الحساب

یہ تو مصروف دعا ہے۔ مقتدی قبولیت آمین کہہ رہا ہے۔

اس طرف جلا دان بے ایمان حکم قتل کرنے کلے رہے ہیں۔ سنگ چٹا کر تیغوں کو آب دے رہے ہیں کہ بقدرت خالق جزو کل دامن صحرا پر غبار ہوا اور غبار کینہ سے خاطر روزگار صاف ہوا۔ چہرہ شہریار آشکار ہوا۔

یعنی شہزادہ ایرج نوجوان جو تلاش میں تورماج ذیشان کے لشکر اسلام سے رواں ہوا تھا اس وقت یہاں آ کر پہنچا۔ جلاد اسکی آمد دیکھ کر رکے اور ہر ایک نے دیکھا کہ آگے آگے شہسوار عالی مقدار مرکب تازی پر سوار پست پست اس کے سپاہ جرار چلتہ پوش چار آئینہ بند شجاعت شعار آتا ہے۔ ترک فلک بھی اس کی شوکت دیکھ کر خوف کھاتا ہے۔

خورشید اس کے جلال کو خیال کر کے تھراتا ہے۔ زلفیں ابراہیمی سلسلہ اسماعیل کی۔ گرد چہرہ نور کے بل کھاتی ہیں۔ بلائی اس کے صدقے بلائیں لے کر ہوتی جاتی ہیں۔ اسلحہ کی چتا چاق بلند گردش آسمان اس کے نعت مراتب ارجمند پر بلا گردان جوان طرحدار شجاعت پسند اس شیر بیشہ شجاعت نے مجمع فوج دیکھ کر للکارا۔ اور نعرہ کر کے تیغ ابدار قلقلکفار اس جرار نے نیام انتقام سے کی لاکھ تلوار ساتھ کھینچیں اور گھوڑے بڑھا بڑھا کر وااور صف لشکر دشمن پر آ گرے۔

آہن نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تیغہ کھینچ کر اس ارادہ پر چلا کہ قیدیوں کے سر کاٹ ڈالنا چاہیے اور قریب شہزادہ تورج پہنچا۔ شہزادہ مذکور نے غیظ میں آ کر قید آہن کو

پارہ پارہ کر ڈالا۔ رفیقوں کو آ کر ایرج سے بچا لیا۔ ہر ایک دلاور جنگی چھڑی پکڑ کر اٹھا اور صدہا مار گرا دیا۔ سواروں کے گھوڑے اور ہتھیار اپنے قبضہ میں کر کے سوار ہو کر تہلکہ ڈال دیا۔ اسی گرمی حرب میں آہن اور قورن سے مقابلہ ہوا۔

اس نے بقوت تمام تر تیغہ مارا شہزادے نے رد کر کے جو ہاتھ تلوار کا مارا سر پر تلوار بیٹھ کر قاش زین سے اتر گئی۔ خلعت ہستی اس کے تن نجس سے اتارا پھر تو وہ تلوار گھمسان کی چلنے لگی کہ العظمت اللہ طائر جان شکار شہباز تیغ تھے۔ لشکر عدو کے زیر تیغ بیدریغ تھے آخر سپاہ بے شلہ کی ہو چکی تھی۔ بھاگ کر قلعہ کے اندر چلی گئی اور پل تختہ خندق پر کا اٹھا لیا۔ پھاٹک بند کر دیا۔ بالائے خلعہ جا کر توپیں جھکا کر گولے مارے مگر یہ دونوں نہنگ بحر شجاعت شہزادہ دودمان صاحبقرانی ہیں۔ ایسے قلعہ کو گھروندا جانتے ہیں فوج کو اپنی روک کر آپ تنہا روانہ ہوئے۔ قلعہ پر سے گولہ مثل اولے کے پڑنے لگے۔ ابر دھوئیں کا بن کر تیار ہوا رنجک کی بجلی چمکی۔ توپیں کڑکیں اور گرجیں گولے برسانے لگیں۔ لیکن ان شہزادوں کا وہ دل گردہ تھا کہ یہ دریائے آتش کو شناوری کرنے لگے گولہ اندوہ و گرد کدورت کہ دل میں اپنے تھوپے ہوئے تھے نکالنے لگے۔ دستی گولے اور بان داغ داغ کر مارنے لگے۔

یہ دونوں اٹھتے بیٹھتے گولوں کو رد کرتے قریب خندق پہنچے اور گرز جھولا دے کر پہلے اس پار پھینکے پھر آپ جست کر کے خندق لانگ گئے۔ قلعہ پر سے ہنڈیا بارود کی ھنڈ ہائے لغطی پڑنے لگے۔ تیر و ژوبین و خشت کی مار ہوئی۔ کڑپ کے پولوں میں آگ لگا دی۔ تیل کے کڑھاؤ کھولتے ہوئے پھینکے۔ ان سمندر مزاج جان بحر آتش نے سپر منہ پر لے کر وہ آفت جھیلی اور گرز پھاٹک پر بقوت تمام لگائے کہ پھاٹک اڑا اڑا کر گرا پل تختہ خندق پر پڑ گیا۔ فوج ظفر موج کا آنا ہوا۔

پھر تو اندر قلعہ کے تلوار چلنے لگی۔ پرنالے خون کے بہنے لگے۔ گلی کوچے لاشوں سے پٹ گئے۔ بازار اجل گرم ہوا ملک الموت جان کا خریدار تھا۔ تیغ ہی اور خنجر ہنگام ستیز سروں کے مشتری تھے۔ جان دہی کی تجارت میں بہادر بہتر جانتے تھے۔

خلاصہ کلام وہ سب مرد و بد انجام کچھ ہی عرصہ میں ہو بقرار لائے۔ بہت سے واصل دارلبوار ہوئے بہت کنووں کھتوں میں گر گئے۔ آخر طالب امان ہو کر قتل سے رستگار ہوئے۔ رعایائے شہر ہاتھ باندھ کر خدمت شہزادگان میں حاضر ہوئی۔

شہزادوں نے طبل امان بجوایا۔ فوج قتل کرنے سے رکی۔ دونوں کشورستان دارالامارہ آہن سپے ایمان میں تشریف لائے اور اس کے محل میں تلاش فرما کر ایک لڑکا بارہ برس کا پا کر اسی کو وارث فرما کر ایک لڑکا بارہ برس کا پا کر اسی کو وارث تاج و تخت قرار دیا۔ کلاہ مہی و افسر شہی کو اس کے سر پر رکھا خراج اس نے مقرر فرمایا۔ اکابرین شہر نذریں لے کر حاضر ہوئے۔ دیر بتکدے لقا پرستوں کے کھدوا ڈالے مسجد میں بنوائیں موذنوں نے صدا ہائے اللہ اکبر سنائیں۔

جب سارا ملک اسلام آباد ہو چکا بفتح و فیروزی وہاں سے نہضت فرما کر دونوں شہزادے قریب در طلسم آئے۔ وہاں وہی سامان طلسمی پائے اسی طرح نقارہ سرا اژدہا پر رکھا تھا۔ دریائے طلسم موج مارتا تھا۔ تورج نے یہ حال ملاحظہ فرمایا اور قدم بارادہ داخلہ طلسم آگے بڑھایا۔

ایرج اور سب کو ہی اور عیار مانع ہونے منت کرنے لگے۔ شہزادہ مذکورے غور کیا کہ اس وقت یہ سب روکیں گے اور منع کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ صبح کو کچھ رات رہے ہے کہ ہنوز کوئی سو کر بھی اٹھنے نہ پائے داخلہ طلسم میں کرنا چاہیے۔ یہ سوچ کر داخل لشکر ہوا۔

افسر شرافکن تعظیم بجا لائے یہ بارگاہ میں مع ایرج ذی جاہ کے مسند پر جلوہ گر ہو کر داد عیش دینے لگے۔ ناچ سامنے ہونے لگا۔ ایرج نے گوہر کلام اس زینت انجمن پر نثار فرمائے کہا۔ "اے بھائی تم دادا جان صاحبقرانی عالی شان سے تین روز کا وعدہ پھر آنے کا کر کے شکار کھیلنے آئے تھے۔ اتنا عرصہ ہوا کہ پھر کر نہ گئے۔ امیر باتقبیر ناخوش ہوتے تھے اور فرط الفت سے یاد تمہاری کر کے روتے تھے اور ہر ایک عزیز اور دوست کو تمہارا انتظار ہے۔ تمہاری یاد میں ہر ایک بے قرار ہے۔ لازم ہے کہ میرے ساتھ چلو اور

سب کو دیدار فرحت آثار دکھا کر تسلی و تسکین دو۔

تورج نے کہا۔ "اے برادر فرمانا آپ کا بجا ہے واقعی مجھ کو عرصہ ہوا کہ قدم جدا مجھ سے جدا رہا۔ لیکن اتنے ملک فتح کیے۔ یہ کہہ کر جو جو قلعہ کو تسخیر فرمائے تھے ان کا حال بیان کر کے کہا۔ "میں اس طلسم میں ضرور جاؤں گا۔" ایرج نے یہ سن کر ہر چند سمجھایا مگر اس نے نہ مانا چار وہ خاموش ہو رہا اور اس نے ایک فرمان حاکمان قلعہ جات کوہستان تحریر فرمایا مضمون یہ تھا۔ بعد میرے داخل ہونے طلسم کے شہزادہ نوجوان تم سب مالکان قلعہ جات کا مالک و حاکم ہے ہر ایک ان کی اطاعت کرے۔ درصورت انحراف ورزی حکم شہزادہ میں اس کا دشمن ہوں۔"

قلعہ کی جانب روانہ کیے۔ ایرج ان باتوں سے سمجھا کہ یہ ضرور طلسم میں جائے گا آج کی رات تنہائی میں اس کو اور سمجھانا چاہیے آئندہ جو منظور خدا ہو۔

یہ سمجھ کر مجلس عیش میں بیٹھا رہا۔ جب کہ شام سیہ فام بسان اژدر دہان منہ کھولے دہر میں ظاہر ہوئی اور آفتاب تاباں کو من کی طرح مار ظلمت نے نگلا کہ

شفق سے تھا سترا شام کا رنگ
ہوا زرد آب گل خورشید کا رنگ
ہو زرد آب گل خورشید کا رنگ
زرگل رو ہوا تھا اس کے پاسنگ

دربار برخاست کر کے دونوں شہزادے ایک ہی مقام پر آرام پذیر ہوئے۔ ایرج نے پھر دفتر نصیحت کھولا اور کہا۔ "اے برادر خلاف مرضی جد علی وقار مناسب نہیں کہ تم کوئی امر ظہور میں لاؤ۔"

تورج نے اب ان باتوں کا کچھ جواب نہ دیا چپکا سا گیا۔ آخر ناچار بھی خاموش ہو رہا اور دونوں آرام پذیر ہوئے۔

جب دفتر انجم کو مثل دفتر چند بی نال شب نے بند کیا اور شہریار مہر بارگہ شرق سے نکل کر داخل طلسم سپہر ہوا کہ

دہن اژدر سحر سے مہر
ہو کے ظاہر چلا بروئے سپہر

شہزادہ شائق سیر طلسمات تو صبح خوش صفت بیدار ہو کر طاعت الٰہی میں معروف ہوا اور بعد فراغ عبادت کمر ہمت چست باندھ کر عازم روانگی تھا لیکن محبت کے تقاضے سے ناچار ہو کر دل نے چاہا کہ بھائی سوتا چھوڑ کر چلا جاؤں۔ ایرج کو جگایا۔ وہ شہزادہ بھائی کو آمادہ بہ روانگی دیکھ کر سمجھا کہ اب یہ نہ رکے گا پس بھائی سے لپٹ گیا اور سرشک گریہ سے دامن قبا کو دامن دریا بنا دیا۔ سرداران لشکر بھی آگاہ اس حال سے ہو کر حاضر خدمت ہوئے اور قدم پر سر رکھ کر رونے لگے۔

شہزادہ نے جواہر زواہر ہر تسکین و تسلی سے ان کے دامن بھرے اور فرمایا کہ "فاتحہ خیر سے مجھ کو یاد کرنا اور خلاف حکم برادر معظم کے قدم نہ دھرنا۔"

غرضیکہ ہر ایک سے رخصت ہو کر بہزار دشواری و بعد گریہ و زاری یہ شہریار روانہ ہوا۔ ہر شخص کنارے لشکر کے پہنچانے آیا۔ آخر سب کو ٹھہرا کر آگے بڑھا اور قریب اس اژدر کے جس پر نقارہ رکھا ہوا تھا۔ پہنچ کر چوب نقارے پر لگائی۔ صدائے مہیب نقارے سے آئی اور دہنہ اژدہے کا کھلا۔ قلاب آتشیں اژدر نے چھوڑ کر دم کھینچا۔ شہزادہ اس کے منہ میں چلا گیا۔

پہلے تو وہ اژدر اور اژدر کو نگل گیا پھر اس نے اگلا۔ سب نے دیکھا کہ نصف جسم شہزادہ کا اس کے منہ سے نکل کر دریا میں گرا اور نصف تن زمین پر رہا۔ یہ حال دیکھ کر شہزادہ ایرج نے گریبان چاک کیا۔ سرداروں نے سر و رو آلودہ خاک کیا شور واویلا و افغان تا بہ سپہر پہنچا۔ وہ دیوار جو پیدا ہوئی تھی غائب ہو گئی۔ پانی دریا کا ایسا بڑھا

کہ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی۔ پانی ہی پانی نظر آتا تھا۔ لشکر کے دانشمندوں نے یہ ماجرا دیکھ کر شہزادہ ایرج سے کہا بھائی آپ کے زندہ ہیں۔ یہ مقدمہ طلسم ہے ایسے ایسے نیرنگ اس میں بہت دکھائی دیں گے آپ نے بھی تو بہت طلسم فتح کیے ہیں۔ یہ کیفیتیں ملاحظہ فرمائی ہوں گی۔ ایسے اضطراب کو دل میں جگہ دیجیے صبر کیجیے انشاء اللہ شہریار کچھ عرصہ میں بفتح فروزی آپ سے آ کر ملاقی ہو گا۔"

یہ کہہ کر سمجھا کے شہزادہ کو بارگاہ میں لائے۔ سرداران توسن خونریز و سرشار سمسار وغیرہ بے قراری زیادہ تر کرنے لگے۔ اس وقت ایرج نے اپنے عیار شاپور اور نجم سے کہا ہر چند طلسم میں جا کر بغیر فتح طلسم آنا دشوار ہے۔ لیکن تم عیار ہو جس طرح ہو سکے میرے بھائی کی خبر لا دو۔"

عیاران مذکور عرض پیرا ہوئے اے شہریار آپ خاطر جمع رکھیے۔ غلامان جانثار جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر دونوں بازہائے عیاری سے آراستہ ہو کر روانہ ہوئے اور قریب اس دریائے طلسمی کے پہنچے دیکھا کہ پاٹ اس بحر زخار کا کوسوں تک ہے۔ عیار کنارے کنارے اس کے صورتیں بدلے روانہ ہوئے اور ایک مقام پر ٹھہر کر شاپور نے گلہ فلاخن میں پتھر رکھ کر دریا میں پھینکا۔ وہ پتھر بیچ دریا میں گر کر ڈوب گیا۔ اس نے کہا "ایسا دھوم ہم نہ کھائیں گے دریا میں ڈوبنے نہ آئیں گے۔" یہ کہہ کر پھر آگے بڑھے یہ اس لیے کہ ہمارے گرفتار کرنے کو کوئی ساحر دریا سے نکلے تو ہم اس کے ساتھ کسی تدبیر سے اندر طلسم کے جائیں۔

فی الجملہ یہ تو اس فکر میں کنارے کنارے بحر کے روانہ ہیں مگر حال شہزادہ توسن سنیے کہ ان کو جو اژدر طلسم سے نکلا۔ بظاہر تو سب نے دیکھا کہ وہ ٹکڑے ان کے جسم کے اس اژدر نے اگلے۔ لیکن یہ شعبدہ طلسمی تھا۔

شہزادہ مذکور زندہ و سالم شکم اژدر میں غلطاں پیچاں اس طرح چلا جیسے کوئی نشیب میں

کرتا ہے۔ اور تاریکی ازحد پائی طبیعت شہزادہ کی گھبرائی دم تھا ہوا گرمی ایسی معلوم ہوئی کہ چنگاریاں بدن سے اٹھنے لگیں۔ یہی ایسا صاحب قوت تھا جو اس گرمی کی تاب لا سکا۔ دوسرا کوئی شخص ہوتا تو زہرہ آب ہو جاتا۔

آخر کار خداوند غار نے اپنا فضل کیا کہ روشنی دکھا دی اور پاؤں زمین پر ٹکا دیکھا کہ ایک صحرائے ہول خیز و وادی پر آفت میں استادہ ہوں۔ جو بگولا اڑتا ہے دیو آتشیں نظر آتا ہے۔ الجھے ہوئے دل کی پھانسوں کا نشان دینے والا ہر ایک کانٹا ہے آفتاب کی تمازت دھوپ کی شدت دل جلوں کے سوز سے کم نہ تھی۔ وہ کون سی جھاڑی تھی جو مثل دل برہم کے برہم نہ تھی۔ زبان خار جھاڑ کا کانٹا بن کر پیچھے پڑتیں۔ ندیاں حسرت آلود گرمی کے مارے کی طرح تھاہیں کرتیں۔ چشمے بسان چشم بیمروتاں ذرا بھی نمی نہ رکھتے۔

چشم کور کی طرح سوکھے تھے کہ

خجل اس دشت سے صحرائے محشر
جہنم سے زیادہ تر ہ بد تر

شہزادہ اس منزل پر آفت کو طے فرماتا بھوکا پیاسا چلا جاتا تھا۔ سر کا پسینہ ی کو آتا تھا مالک خشک و تر کو یہ یاد کرتا جاتا تھا :: ایکہ چند فرسخ کے بعد اس دشت سے گزرا اور سامنے ایک پہاڑی نظر آئی۔ قریب اس کے ایک کوٹھڑی بن پائی سامنے کوٹھڑی کے ایک اژدہا بیٹھا تھا۔ منہ اس کا مثل قعر بلا خیز کے کھلا تھا۔

اژدہے سے کچھ دور ہٹ کر ایک درخت بلند درختاں عالم سے ارجمند مثل سرو آزاد غلام اس نونہال ریاض صاحبقرانی کا بنا ہوا بصد ادب ایک پاؤں سے برنگ دہان استادہ تھا اور اس کی ایک شاخ میں کمان لگی اور دو تیر بھی کمان سے بندھے تھے۔

شہزادہ نے یہ نیا ماجرا دیکھ کر دل سے تصور کیا کہ شاید اسی کمان سے اس اژدر کی قضا ہے یہ سوچ کر آگے بڑھا اور دست حق پرست جانب کمان دراز فرمایا۔ کمان پر قبضہ کرنا چاہا۔ فوراً ایک تڑاقا ہوا اور آواز آئی "ہاں ہاں اے اجل رسیدہ کیا کرتا ہے۔"

شہزادے نے پھر کر جو دیکھا اس کوٹھڑی کا دروازہ کھلا پایا اور زن پرفن حسینہ و جمیل کو ایک کرسی زرنگار پر بیٹھے دیکھا اور ایک مشعل کو اس کے ہاتھ میں روشن پایا۔ حسن اس کا یہ نور مہر انور سے فروغ رخسار سے کوٹھڑی برج قمر ہے۔ واقعی برج حمل میں داغ خورشید منور ہے بلکہ مشعل آفتاب رشک سے اس کے حسن جہاں تک کے جلتی ہے۔ قمر کی رنگت اس سے کہاں ملتی ہے واقعی عجب حسن دلربا ہے۔ یہ نقشہ ہے کہ

موسیٰ بھی غش ہوں دیکھ کے جلوہ حضور کا
رخسار آتشیں ہے کہ شعلہ ہے طور کا
مانی سے کب کھنچے گا سراپا حضور کا
پتلا بنایا صانع قدرت نے نور کا
دست حنائی پنجہ مرجان سے بڑھ گیا
شک بازوؤں پہ ہوتا ہے شاخ بلور کا

وہ غنچہ دہن کمان ابرو شہزادہ سے مسکرا کر گویا ہوئی "صاحب پرائے مال پر ہاتھ ڈالنا اچھا نہیں۔ وادی پرآفت میں قدم دھرنا عاقل کو روا نہیں۔ میں آپ کی دوست ہوں میرے پاس تشریف لائیے۔ اس کرسی پر بیٹھے میں آپ کو منزل مقصود پر پہنچا دوں گی خاطر داری بدل کر دوں گی۔"

شہزادہ اس زن پرفن کی باتیں سن کر سمجھ گیا کہ یہ بھی کوئی شعبدہ طلسمی ہے۔ یہ سمجھ کر بصواب ان کلمات کے اس عورت سے کہا "بیٹھی رہو میں آتا ہوں۔"

یہ کہہ کر پھر اپنا جانب کمان بڑھایا۔ اس ناوک مژگان نے کہا خبردار کمان نہ چھونا

اے شخص جلائے آفت نہ ہوتا۔ میرا کہا مان یہاں آ۔ اسی کرسی پر جلوہ گری فرما۔"

شہزادے نے ان باتوں کا کچھ جواب نہ دیا اور جانب کمان رخ کیا۔ پھر وہ چلائی "اے شہنشاہ نشانہ تیرا جل جلد اس کمان کے لینے سے گوشہ گیر ہوا اور کچھ پلے نہیں ہے میرے پاس آ کرسی پر بیٹھ جا۔"

شہزادے نے دل سے مشورہ کیا کہ یہ عورت بار بار مجھ کو بلاتی ہے۔ ضرور کچھ اس میں فتور ہے۔ اب وہ تم کو بلاتی ہے تو تم اس کو اپنے پاس بلاؤ۔ جیسا وہ سوال کرے ویسا ہی جواب دو۔

پس یہ تجویز کر کے جب اس نے ان کو طلب کیا انہوں نے کہا "آپ ہی تشریف لائیے۔"

وہ عورت کرسی پر سے اٹھی۔ شہزادہ سوچا کہ جیسے ہی یہ باہر نکلے ایک ہاتھ تلوار کا لگانا چاہیے۔ اس کے حسن کی خوبی پر نہ آنا چاہیے۔ کیونکہ شاید طلسمی قاعدہ یہ مقرر ہو گا کہ آنے والے کو کرسی پر بٹھاتے ہوں گے پس اس عورت کے باہر آنے سے آئین طلسم میں بھی فرق آئے گا۔ قصر طلسم میں بھی رخنہ پڑے گا۔ بنیاد فساد مٹے گی جو یہ کوٹھڑی سے نکلے گی۔

یہ سوچ کر اس کی جانب مخاطب ہوا۔ مگر وہ بھی دروازے تک آ کر ٹھہر گئی اور پکاری۔ "لے آئیے کچھ دور میں آئی کچھ دور آپ قدم رنجہ فرمائیے۔"

شہزادے نے کہا۔ "واہ یہ ہوتا ہی نہیں۔ جب تک آپ میرے پاس نہ آئیے گا میرا آنا دشوار ہے۔ اے رونق فزا محفل میں تیرے مکان عشرت کا مکین ہوں تو مجھ کو پیشوائی کر کے لے جا باتیں نہ بنا۔"

اس نے ہنس کر کہا۔ "واہ یہ خوب بات ہے کہ اتنی دور سے تو آپ چلے آئے۔ یہاں مجھ کو دیکھ کر پاؤں پھیلائے۔ اب میں آؤں اور آپ کو گود میں اٹھا کر لاؤں۔ کیا آپ نام خدا سے بچہ ہیں۔ اے صاحب آئیے باتیں نہ بنائیے۔"

شہزادہ نے فرمایا۔ "مجھ کو بھی ضد ہے۔ جب تک تم باہر نہ آؤ گی۔ میں ہرگز نہ

اندر آؤں گی"

غرض یہ کہ تکرار تا دیر رہی۔ آخر کار وہ زن نا ہنجار جادو نا چار باہر نکلی۔ شہزادے نے چاہا کہ دوڑ کر شمشیر لگاؤں پھر سوچا کہ شاید یہ مونگیں بدن بزور سحر ہو تو وار خالی جائے گا۔ پس گلا داب کر مارنا چاہیے۔ یہ سوچ کر تعریف کناں اس کی جانب چلا اور قریب پہنچ کر گردن اس کی مضبوط پکڑ لی۔ ہر چند وہ تڑپی مگر دست یلی سے نہ چھوٹی اور دو پچھاڑی تو قریب تر اس حجرہ کے تھی ہی اسی سے سر ٹکرا دیا کہ وہ تڑپ کر ہلاک ہو گئی۔ شور و غوغا اس کے مرنے سے بلند ہوا اور آواز آئی کہ مارا کو جادو کو اس کے مرتے ہی اس اژدہے کے پہلو سے ایک پنجہ کوتاہ لیے پیدا ہوا اور شہزادے کے وہ نا نوات اس زور سے مارا کہ صدمہ ضرب گرز کا بھی نہ پڑے گا اور وہ کوتا حشل مار پیچاں جسم شہزادے سے لپٹ کر اٹھا اور شہزادے کو بھی لپیٹ کر لے گیا۔

چشم عجائب میں اس سیار سپہر طلسم کی تموج ہوا سے بند ہو گئیں۔ پھر جو آنکھ کھلی تو ایک شہر میں اپنے تئیں پایا۔ نہ وہ حجرہ نہ وہ اژدر نہ وہ پنجہ و نا نوات کسی کا پتہ نہ تھا۔ شہر میں آبادی بہت تھی۔ عمارت ہر ایک پر رفعت وسعت تھی۔ گلی کوچے صاف سڑکیں پختہ بسان آئینہ صاف قرینے بازاروں کے تجنے کے ہر جگہ سے بہتر اشیائے نفیسہ و خوشتر ہر ایک عمدہ سے عمدہ اور بہتر سے بہتر دکاندار خوشخو و راست گفتار لین دین کا گرم بازار زینت کشور روز گار وہ شہر تھا اس پر سے خوبی دہر جو کچھ چاہیے۔ وہ وہاں موجود اور ارزاں نامیری اس ملک میں گراں کہ

حسن میں وہ پرستان تھا
باغ رضوان بھی اسپہ قربان تھا

یہ مشتری اشیائے غریب سیاح اقلیم عجیب سیر و کیفیت ملاحظہ فرماتا ایک سمت کو جاتا تھا کہ سامان سواری نظر آیا۔ ہٹو بچو کا شور مچا۔ نقیب بولتے و چوبدار عصابائے جواہر کار

ہاتھوں میں لیے ادب سے اور قاوت سے کہتے نمودار ہوئے۔ پھر سواروں کے پیرے رسالے کے نوجوان سوار قوی تن شجاعت سے غصہ میں بھرے۔ خوبصورت خوبصورت پیادوں کے پرے گزر گئے۔ پھر سقے گلاب کیوڑے کا چھڑکاؤ کرتے عود و عنبر کے لوٹے طشتاں بلو طاعت لیے نکلے۔

غرض یہ کہ سامان باد بہاری اور جلوس سواری کا بے نظیر طوالت کلام بیان کیا ہو۔ بعد نکلنے اسباب تزک و احتشام کے ایک تخت طاؤسی پر بادشاہ پر شوکت و جاہسار چتر سر پر گردش میں تاج سر پر گوہر نثار مگس پرانی میں مصروف وزیر شمار یہ سواری بصد جاہ و حشمت وا باعامات شہر کی جانب رواں تھی۔ شہزادہ بھی اس کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔

یہاں تک کہ ایوان شاہی اور کاخ سلطانی نظر آیا اور قصر پر ہزار با حورشمائل صورت کمسن کو استادہ پایا۔ جب سواری وہاں اتری اندر سے اس مشکوئے خسروانی کے ایک عورت جوان حسین طرحدار نکلی۔ یہ معلوم ہوا کہ مشرق ایوان سے مہر تاباں حسن کی کرن پھوٹی کیا خوبی اس کے جوبن کی بیان ہو۔ کیونکہ عقل بشر اس کا آئینہ رخسار دیکھ کر نہ حیران ہو سنبستان شب اس کے گیسوئے پر پیچ و سیاہ کے سامنے کیوں نہ پریشان ہو۔ پیشانی انور اس کی داغ دہ سیمائے قمر گردش شمس کو خالی از عنت نہیں قربان سے اس پر کہ

زلفیں لہرائی ہیں چاند سے رخساروں پر کہ بجلی ایک قدح شیر یہ ہیں دو ناگن چشم فتان
سے نہ کیوں آنکھ چرائے نرگس کیوں نہ وحشت سے کریں رم کہ چکارے ہیں ہرن
جس طرح رخ کریں وہ ناوک مژگان وہ از دل مشبک ہوں کلیجے میں پڑیں سور و تن
غمزہ چشم غضب عشوہ ابرو آفت ہیں فتنہ تک گرم قیامت چتون۔

لباس و زیور سے آراستہ کئی سو نازنین گرد و پیش اہتمام کناں خلعت حسن سے پیراستہ قریب بادشاہ آ کر اس دلبر نے تعظیم دی اور مسکرا کر ہاتھ میں ہاتھ تھام کر اندر مکان لے چلی۔ شہزادہ بھی ہمراہ سب کے داخل قصر مذکور ہوا اور وہاں دیکھا تو کوئی درجہ اس قصر میں تعمیر ہیں اور کئی ہزار آدمی اس میں اسیر ہیں۔ نالہ و نالے کر رہے ہیں۔

شدت اسیری سے مر رہے ہیں۔ کوئی ان میں ان میں بادشاہ زادہ ہے کوئی تاجر بچہ کوئی پسر وزیر ہے۔

غرض جو ہے وہ مرنے پر آمادہ ہے دوسرے درجہ میں اس مکان کے فرش ملکف بچھا ہے۔ مسند مطرق آراستہ ہے۔ اس مسند پر آ کر وہ بادشاہ جلوہ گستر ہوا اور وہ نازنین پہلو میں بیٹھی۔ پانچ سو عورت دست بستہ سامنے کھڑی ہوئی۔ پانچسو زنگی او بچی بنا ہوا باادب استادہ ہوا۔

اس وقت شہزادے کی طرف کچھ لوگوں نے دیکھ کر بادشاہ سے عرض کیا "اے شہریار یہ جو سامنے حضور کے ہے بڑا جھوٹا دغاباز ہے کہ اس نے فقرے سے ملکہ کو جادو کو بلایا اور مار ڈالا۔ وہ بیچاری اس کی خاطر داری کرتی تھی وہ کیا جانیں کہ یہ مکار ہے اس کے دم میں آ گئیں۔ وہ تو نعل مست جادو وہاں موجود تھے جو کمند مار کے اس کو پکڑ لائے ورنہ یہ قتل کر کے صاف نکل جاتا۔

یہ تقریر سن کر بادشاہ نے کہا "اس پر سے وہ کمند کھول کر سحر اتار لو۔ شہزادے نے دیکھا کہ اب میرے جسم میں یا تو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا یا وہی کوڑا لپٹا ہوا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اندر اس ایوان کے میں آپ سے نہیں آیا۔ یہی کوڑا لایا ہے۔

غرضیکہ ایک عورت نے بنا پر حکم شاہ تازیانہ جسم سے جدا کر لیا۔ بادشاہ نے حکم دیا "ایک کرسی جواہر نگار لاؤ۔

عورتیں کرسی لائیں۔ تورج کو بادشاہ نے بخاطر تمام اس کرسی پر بٹھلایا۔ اور کہا "آپ بڑے زبردست خدا پرست ہیں کہ آپ نے کہ جادو کو مار ڈالا۔ یہ خوب سمجھ لیجئے کہ کوئی یہاں سے اگر بچ گیا نہیں۔ آپ کیوں اپنی جان دیتے ہیں۔ مال و اسباب کی طمع میں آفت مول لیتے ہیں۔ ابھی آپ کا کیا سن ہے۔ کیا زمانے میں آپ نے دیکھا کیا کھلایا کیا پہنا۔ جو زندگی وہ بسر ہوئی۔ جینے سے جی گھبرایا۔ یہاں آتے کچھ خوف نہ آیا۔ اب بھی کچھ گیا نہیں جس کو آپ نے قتل کیا۔ خیر کیا یہاں سے چلے جائیے۔"

شہزادہ نے فرمایا۔ "آپ اپنا اسم مبارک تو بتلائیے۔ میرے تو بڑے شفیق آپ نکلے۔

فرمانا بجا ہے حضور کا۔ اگر میرے باپ دادا تو سودائی ہیں ویسی ہی جنک مجھ کو بھی ہے۔ جو کہا وہ کہا جو کیا وہ کیا۔"

اس بادشاہ نے کہا۔ "اے تورج آپ ان قیدیوں کو بھی دیکھ چکے یا نہیں۔ یہ بادشاہ و شہزادے اسی طمع میں فاتحِ طلسم کی آئے تھے۔ اب گرفتاری تاحیات رہیں گے۔ یہی حال آپ کا بھی ہو گا۔ آئندہ آپ کو اختیار ہے۔ یہ امر تمہارے ہی واسطے ہے کہ اجازت پھر جانے کی ملتی ہے۔ ورنہ جو کوئی یہاں آیا تا دورِ قیامت یہیں رہا۔"

شہزادے نے کہا بجا ارشاد ہوا۔ لیکن میرا آنا آ دورِ قیامت سمجھیے۔ اب یہ انشاء اللہ یہاں نہ رہیں گے اور آپ نے اپنا نام نہ بتایا۔ اب بتائیے تو آپ رفیق الفت جتانے والے میرے حال پر ترس کھانے والے کیا نام رکھتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "مجھ کو الوان جادو کہتے ہیں اور آپ مجھ پر طنز کر کے ہنستے ہیں۔ خیر تقدیر تمہاری جب شامت آئی ہے تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ اٹھے شہزادے نے تیغہ کھینچ کر ہاتھ تلوار کا مارا اس نے سحر پڑھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں کا دم نکل گیا گر پڑے اس وقت فرمایا۔ "تم لوگ اسی بات پر بڑا گھمنڈ رکھتے ہو اور بڑے دغاباز ہو ایسی مردی میں نے کسی قوم میں نہیں دیکھی اور مجھ کو جو سمجھایا تھا تو اکیلے میں جا کر سمجھایا ہوتا کہ کہنا مان لیتا یہاں سب کے سامنے اپنے ارادے سے باز آنا اپنے تئیں نامرد کہلانا تھا۔ افسوس کہ حسرت میرے دل کی دل میں ہی رہی۔

الوان نے یہ کلمے جو سنے سمجھا کہ یہ بیشک خداپرست صاحبانِ غیرت ہیں۔ ان کو تنہائی میں فہمائش کرنا تھا۔ مجمع کثیر میں ناحق کہا۔ یہ سوچ کر سامنے شہزادے ہاتھ باندھے کہ بے شک مجھ سے خطا ہوئی آپ معاف فرمائیں اور میں حضور کے مرتبہ سے آگاہ نہ تھا۔ اب آپ کو لشکر میں آپ کے پہنچائے دیتا ہوں۔"

شہزادے نے فرمایا۔ "آپ کی مہربانی اس نے سحر اتار لیا۔ مگر دل سے اپنا مشورہ کیا کہ نام طلسم کشا کا تو طلسم میں مشہور ہے پھر جیسے تو ویسے تورج اس کا مور ہی ڈالا

چاہیے۔ ادھر تو یہ سوچ کر سکونت پذیر ہوا اس طرف شہزادے نے قصد کیا کہ اس کو الگ لے جا کر مار ڈالے۔ مگر اس کو شہزادے کی خوشامد کرنا منظور تھی یہ اس کو فریب تو دے چکا تھا ہی بس اس نے ملازموں کو حکم دیا "آپ کو کھانا کھلاؤ۔ وہ سب طعام لذیذ سامنے لائے۔

شہزادے نے خشک میوہ کچھ کھلیا۔ پھر اسنے کہا۔ "اے شہزادے آپ علیحدہ چلیے کہ مجھ کو عرض کرنا ہے شہزادہ یہ سن کر اٹھا اور وہ ہمراہ ہوا۔ اس قصر کے ایک گوشے طرف دونوں چلے۔ شہزادے دے کے ہاتھ میں رومال تھا۔ اس کو ہلاتا ہو اس طرح کہ جیسے کوئی بازی کرتا چلتا ہے روانہ ہوا اور ایک مقام پر وہ رومال اس کی گردن میں ڈال جھٹکا مارا کہ وہ گرا۔

شہزادے نے ایک پاؤں اس کا اپنے پاؤں کے نیچے رکھا اور دوسرا پاؤں ہاتھوں سے پکڑ جھٹکا مار کر مثل کرپاس اس کو چیر ڈالا۔ یہ حال جو وہاں زنگی تھے۔ انہوں نے دیکھا تیغ اور لٹھ پکڑ کر آگرے ادھر شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ ادھر تیغ شہزادے پر پڑنے لگی۔ اس نے بھی تیغہ ابدار نیام انتقام سے لے لیا اور قتل کرنا شروع کیا۔ لاش پر لاش گرنے لگی۔ اس قصر میں اجلی کی بادشاہت تھی۔ رقص بسمل ہوتا تھا۔ ہر کارے روح ملک و فنا کی خبر لینے کو بھیجے تھے۔ شاہ اجل فتاح طلسم جسد جان کو گوشہ قبر میں بٹھانے کے لیے جاتا تھا۔

آخر کار فوج جو ہمراہ سواری الوان شہکار آئی تھی۔ وہ قصر کے اندر آئی اور کمند شہزادہ پر ہر سمت سے پڑنے لگیں۔ شہزادہ الجھ کر گرا۔ سب ٹوٹ پڑے اور اسیر کر لیا۔ پھر قید سخت میں گرفتار کر کے وہاں سے لے چلے۔ شہر میں ایک غوغائے عظیم برپا ہوا۔ ہر ایک شخص تماشائی تھا۔

غرضیکہ اس قلعہ کے متصل اور ایک قلعہ تھا۔ وہاں شہزادے کو لائے۔ وہ قلعہ بھی بہت آباد تھا۔ جو شخص تھا وہ دلشاد تھا۔ بر سبیل اختصار یہ کہ شہزادہ کو وہاں کے ایوان شاہی میں لائے دیکھا کہ تخت شاہی پر ایک بادشاہ بصد حشمت وجاہ بیٹھا ہے اراکین سلطنت کا

مجمع ہے کرسی و دنگل سے قصر شاہی سجا ہے۔ نام اس بادشاہ کا کفل شاہ ہے۔

فی الجملہ شہزادہ جب سامنے اس کے پہنچا۔ اس نے سب سے پوچھا کہ یہی شخص فاتح طلسم بن کر آیا ہے۔ ہر ایک نے کہا۔ "جی بجا ہے یہی فتح طلسم کو آیا ہے۔"

کفل شاہ مخاطب شہزادہ کی جانب ہوا اور کہا۔ "اے حمزہ کیا تجھ کو آج کے دن کی خبر نہ تھی۔ اب بتا کہ کس حال سے تجھ کو قتل کروں۔"

تورج نے جواب دیا "تم لوگ بڑے نامرد ہو تمہاری غیرت جاتی رہی ہے۔ اے نامراد ازلی و ابدی بہادر بیادرو کے ساتھ ایسا ہی کرتے جب تو نے کیا کہ ازمانے کے مجھ کو گرفتار کرایا۔

اس نے کہا۔ "اے شہزادے یہ فتح سحر بھی جاتی تھی لیکن تلوار سے اس لیے لڑی کہ تم نامرد ہم کو نہ سمجھو اب اگر تم کو یہ خیال ہے کہ وہ بہت تھے۔ میں تنہا تھا تو اس کا بھی انتقام ہو سکتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر تم کو بقوت بازو کوئی زیر کرے تو اطاعت اس کی کرو گے۔"

شہزادے نے فرمایا۔ "اطاعت کرنا کیسی غلامی کریں گے۔" یہ سنتا تھا کہ اس نے حکم دیا "بلاؤ ہمارے پہلوان دوران کو۔"

بمجرد حکم لوگ گئے اور ایک پہلوان کو اپنے ساتھ لے کر آئے۔۔ شہزادہ کیوان جلو نے دیکھا کہ ایک زنگی ناپاک صورت کریہ منظر و بد حقیقت ہے۔

ایک زنجیر آہنین کمر سے باندھے چیت لنگوٹ کے خم بجاتا۔ بید سے سامنے آیا۔ بادشاہ نے شہزادے کو کندھوں سے کھلوا دیا اکھاڑ درست کرا دیا۔ دونوں اکھاڑے میں کودے خم بجا کر سرگرم تلاش ہوئے۔ یہ لڑ رہے تھے کہ دیوار گلو پہ غل مچا اور ملازموں نے آ کر بادشاہ سے عرض کیا ملکہ حاتم تشریف لائی ہیں۔ سب کی نگاہ یہ خبر سن کر جانب روانگی اور ایک تن سیمیں بدن غنچہ دہن اندر دارلخلافہ کے آئی۔ حسن میں بے نظیر سراپا نور کی تصویر معشوقی کے ہزاروں دنگل جیتے سیکڑوں زور آوراں سر پنجہ عشق

کو چت کئے ہوئے۔ بہت شرور اس کے عشق میں لنگوٹ باندھ کر فقیر ہو گئے۔

لاکھوں نے جی ہار دیئے طاق ابرو میں اس کے پہلوانان کشور عاشقی اپنا دل چڑھاتے ناز و غمزہ دل کے اکھاڑے میں پاؤں جماتے زلف کو اس کی بہت سے پیچ یاد چشم فتان بیک اشارہ چت کر دیتے ہیں استاد تیر مژگان کے توڑ خدا کی پناہ شمشیر قہر کار رخساروں سے جوڑ کہاں ہو سکتا۔

پس وہ شہریار خوبی اکھاڑے کے قریب آ کر کھڑی اور میر کشتی لڑنے کی دیکھنے لگی۔ شہزادہ کی صورت پر جب نظر پڑی۔ دل اس کا کشتی کھا زلف کے پیچ میں آ گیا بنظر حسرت جانب شہزادے کے دیکھتی۔ ماتوں گھات اس کے ملنے کے لیے سوچتی تھی اور وہ پہلوان جو کشتی لڑ رہا تھا۔ بظاہر پہلوان تھا اور بباطن ساحر زبردست تھا۔ سحر کرتا جاتا تھا اور لڑتا جاتا تھا۔

پس ایک مقام پر شہزادے کو ریل لے چلا اور ایک نازنین سے آنکھ ملا کر گویا ہوا کہ دیکھنے میں حمزہ کے پوتے کو ریلے لیے جاتا ہوں اور حمزہ کو جس نے دیو سمندروں ہزار دست کا مارا یہ میرا ہی مرتبہ ہے کہ اس کے پوتے کو ریل لے چلا ہوں۔"

وہ نازنین اینکہ عاشق ہو چکی تھی سمجھی کہ شہزادہ زیر ہو گا۔ یہ سمجھ کر اس پہلوان نے جب فخر کیا بجواب کلمات مفاخر اس نے کہا: "اے پہلوان یہ شہزادہ اس وجہ سے پیچھے ہٹا آتا ہے کہ یہ کہتا ہے میں آج نہ لڑوں گا مجھ کو چھوڑ دے۔ میں کل مقابلہ کروں گا۔"

پہلوان نے یہ سن کر شہزادے سے پوچھا "کیوں یہ نازنین جو کہتی ہے سچ ہے۔"

شہزادہ وہ انکار کیا چاہتا تھا کہ اس پری پیکر نے منع باشارہ کیا۔ شہزادے نے کہا میں آج خستہ و شکستہ چلا آتا ہوں۔ بیشک کل لڑوں گا۔"

پہلوان نے یہ سن کر چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ بادشاہ نے اس ایوان شاہی میں شہزادہ تورج کے لیے ایک کمرہ رہنے کو خالی کرایا۔ اسباب عیش و نشاط مہیا کر دیا مسند لگائی۔ پلنگڑی جواہر نگار بچھوائی شہزادہ مذکور اس کمرہ مزین آ کر تشریف فرما ہوا۔ جب آفتاب عالم

افروز ایوان فلک سے مغرب کے کمرے میں جا کر آرام گیر ہوا اور عالم ضیائے ماہ سے پر ہوا کہ

بسر اوقات کی لو بجز کے دن بھر
چھپایا مہر نے جب روئے انور
ہوا تاریک عالم چھپ گئی ماہ
اٹھی ظلمت کی آندھی ایسی ناگاہ

بادشاہ یعنی مقبل شاہ اور تمام حاضر ان دربار اس ایوان سے اٹھ کر اپنے مقام پر گئے۔ شہزادہ اس کمرہ میں تنہا بیٹھا رہا۔ جب بیرنگ زلف جاناں شاہد شب نے بھی مانگ نکالی یعنی آدھی رات آئی نشتن گھبرائی اور وحشی ہو گئی۔ وہی گلبدن رشک چمن سبزہ خط نشتن سے پھوٹی۔

شہزادہ یہ سر نشتن پر اور عجائبات و طلسمات جانتا تھا۔ اسکے تکتے دست متفضہ ہوا کہ شاید کوئی اور شاخسانہ نکلا۔ اس گل باغ خوبی نے ہنس کر کہا اے میاں ہوش میں آؤ اپنے حسن پر اتنا نہ اتراؤ دیکھو میں رہی تمہاری خیر خواہ ہوں حسن نے کشتی لڑنے سے منع کیا تھا۔ میں کم بخت ناچار تھی۔ میرا دل تم پر آ گیا تھا۔ خیر تمہیں آفت سے چھڑا دیا۔ اب کچھ پروا نہیں بندی کو مستی تو چھائی نہیں ہے جو کسی کی ٹیڑھی نگاہ دیکھے اچھا صاحب تم خوش رہو۔ ہم جاتے ہیں۔

شہزادے نے اپنے دل سے کہا بے شک اس سے کچھ مطلب نکل آئے گا محبت جتانا چاہیے۔ یہ تجویز کر کے اٹھا اور وہ جانے نہ پائی تھی کہ اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا اے غنچہ دہن تیرے منہ بچا لینے سے مرا دل خون کر دیا اور طائر روح کو

صیاد بے مہری نے تڑپایا

یہ کہ عاشقوں میں محبت کہاں ہے
صد ایک سی ان کی الفت کہاں ہے
تجھے ویسے لوگوں سے محبت کہاں ہے
تیرے پاس عاشق کی عزت کہاں ہے
تجھے بے مروت مروت کہاں ہے

اس غیرت گلزار نے ہاتھ ہاتھ پکڑنے سے شہزادے کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور کہا اے بے وفا

کہ چلا عجیب تجھے ہوا اچھا نہ جائیے
ہم کو بھی آپ کی نہیں پرواز نہ چاہیے

ان انصاف کر کر چاہیے اب بات نہ چاہیے

یہ کہہ کر مسند پر آ کر بیٹھی وہ عجیب وقت خوش تھا کہ خانہ خالی ازا غیار پہلو میں محبوب گلعذار کیا اس جلسہ عشرت انگیز کا بیان کیا جائے۔ اس معشوقہ عاشق فصال کا الفت جتانا کبھی بگڑنا کبھی منت کرنا گاہے اٹھلانا پھر مسکرانا اور شرمانا اس فقرے سے کوئی انجانے ڈر کر پہلو سے سرک جانا شہزادے کا چھیڑنا اس کا باتیں ستانا فرط خوف سے کبھی روئی کر کے لپٹ جانا کبھی اقرار حاصل کرنا اور کبھی مکر جانا۔

غرضیکہ اسی اختلاط و انبساط میں وہ زمانہ قریب آیا کہ شاہد شب نے آغوش دہر سے کنارا کرنا چاہا اس وقت اس معشوقہ صادقہ نے شہزادے سے رخصت طلب کی اور بروقت جانے کے ایک انگوٹھی اس نبیرہ ثانی سلیمان کو دی اور کہا یہ اس پہلوان دیو صورت عفریت فصال کے باندھ لینے کی سند ہے۔ یہ خاتم سامری کے پہننے کی ہے۔ آپ پہن لیجئے اس پہلوان کو اٹھا لیجئے گا اور جب اس کو اٹھا لیجئے گا تو زمین پر ماریئے گا۔ فوراً آگ جسم شلو میں لگے گی۔ تخت اور بادشلو اور پہلوان سب جلیں گے اور اس آتش میں سے

سے لو چکر باندھ کر پیدا ہو گی اور اندر سے لو کے نشیب سا ظاہر ہو گا۔ یہ گڑھا نہیں چاہ سبز ہے۔ اس میں آپ کود جایئے گا وہی راہ طلسم کی ہے اور یہ مقام جہاں آپ بیٹھے ہیں۔ حوالی طلسم ہے۔ ابھی تک آپ کو اندر طلسم کے جانا نصیب نہیں ہوا۔ یہ سب ساحر جو مارے گئے وابستہ طلسم نہ تھے۔ ورنہ بغیر کسی تحفہ طلسم کے ہلاک نہ ہوتے۔

پس اس چاہ سبز میں جب آپ کود جائیے گا تو ایک بیابان میں آپ کا گزر ہو گا۔ وہاں ایک درخت سے میں بندھی کھڑی ہوں گی مجھ کو کھول دیجئے گا۔ خبردار بھول نہ جایئے گا نہیں بہت پچھتایئے گا۔"

شہزادے نے فرمایا۔ "اے نازنین میں تجھ کو یہاں کا مالک کروں گا۔" انہیں باتوں میں آخر شب ہوئی۔ وقت مہاجرت قریب آیا۔ سحر نے فراق کی منہ دکھلایا۔ نسیم سحر آج سرد تھی۔ شمع محفل غم سے زرد تھی وہ نازنین کہتی تھی

کہ اتنی دیر کا آرام کیا تھا
فقط اک رنج دینا مدعا تھا
سو حاصل ہو چکا لو حق نگہبان
دم رخصت قریب آیا ہے پہلوان
جگر پہ داغ فرقت لے چلے ہم
اس کی مہمانی تھی پہ کچھ دم
بھر آئے آنکھ میں بھی اس کے آنسو
کہ ہوتا تھا جدایا پری رو
اٹھی وہ نازنیں بولی ادھر
جدائی ہے گلے سے میرے مل جا
مرے ہمدم مرے پیارے مری جان
چلے ہم لے خدا تیرا نگہبان

سبب یہ حسن عالم تاب روشن
الٹ تاکر ہے دنیا کا گلشن
ہوئی کہ کہہ کہ یہ ظالم روانہ
پھل پیدا کیا دل نے نیاز
اڑائے جلوہ ہائے صبح نے ہوش
بڑھیں بے تابیاں گھٹنے لگے جوش
نہ وہ سامان نہ وہ یاراں نہ وہ محفل
بجز چند آہ یا کچھ حسرت دل

صبح ہوتے نقارہ دربار کا بجا۔ تکل شاہ تخت پر آ کر بیٹھا۔ پہلوان نے آ کر اکھاڑے میں خم مارا اور پکارا "وہ مسلمان کہاں ہے آئے میرے سامنے" شہزادہ مسلح ہو کر کمرے سے نکلا اور سامنے آتے ہی لپٹ پڑا۔ لمحہ بھر کشتی اگی انگشتی کی وجہ سے کچھ سحر پہلوان کا نہ چلا اس نے کمر میں ہاتھ دے اس کا اٹھا کر قریب بادشاہ پیچ کے دے پٹکا۔ آئین نیرنگ طلسم یہی تھا کہ تخت اور بادشاہ اور پہلوان سب میں آگ لگی۔ ایک سنگدل تو دوسرا آئین مثل تھا رگڑ کھاتے ہی شعلہ آتش سے نکل کر سوختہ کیا اور وہ آگ ایسی بڑھی کہ ایوان شاہی سب جل کر اندھیرا ہو گیا۔ پھر جو دیکھا تو ملک و قلعہ کچھ نہیں ہے وہی جنگل اور پہاڑی ہے۔ جہاں کوٹھڑی عورت مشعل لیے بیٹھی تھی اور وہ جنگل بھی جل رہا ہے۔

شہزادے نے ہر سمت غور کر کے دیکھا تو ایک مقام پر شعلہ آتشک شرر باندھے تھا اور سبز لو اٹھ رہی تھی بس یہ دیکھتے ہی شہزادہ قریب اس کے گیا اور دونوں ہاتھ جما کر بسم اللہ کہہ کر کودا۔ دیکھا تو واقعی میں کنوئیں میں جا رہا اور آواز غر غر کی سنائی دی۔ پھر غلطاں و پیچاں و چلا اور اس صدمے سے بیہوش ہو گیا۔

• طاق چشم کا مقابلہ مہ رخ سے

غصہ ترا ساقیا بجا ہے
مے خوار ترا تڑپ رہا ہے
ہے واہ کچھ آج رنگ ہیں اور
تیور ہیں کچھ اور ڈھنگ ہیں اور
میخانے ہیں ہے غضب کا وہ جوش
غصہ سے ہیں رند سارے بیہوش
شیشہ کا بھی دل بھرا ہوا ہے
کف غیض میں منہ سے بہ رہا ہے
ہیں جوش غضب سے جام لبریز
کب ان میں بھری ہے بادہ تیز
گردن نہیں عجز سے جھکاتے
شیشے ہیں سرکشی دکھاتے
گردن جو صراحی کج ہے کرتی
رندوں سے ہوئی آج ٹیڑھی
بتاتے ہیں رند میکشی ہیں
گھبرائے ہوئے ہیں جام بھی ہیں
قلقل کی نہیں صدا ہے دیتی
لڑاتی ہے رند سے صراحی
ہو وقت غضب جو چہرے کا حال
منہ رندوں کا نشہ ہے یوں لال
میخانے ہیں جو غضب کے ہیں طور

گلزار کی بھی ہوا ہے کچھ اور
ساقی کی نگاہ کیا بھری ہے
باغ دنیا میں بے کلی ہے
ثمروں میں ہے آب خجلت ہو
فواروں کے بہہ رہے ہیں آنسو
غنچوں نے بھی منہ چھپا لیا ہے
کھسیانا ہے گل جو ہنس رہا ہے
غصہ سے چنار جل رہا ہے
مرجان کف دست مل رہا ہے
غصہ سے سرو بھی اکڑا
سنبل میں غضب کا بل ہے پڑا
سرخی سے گلوں کی سارا گلشن
افروختہ ہے برنگ دشمن
غنچے ہیں چمن میں یوں چٹکتے
جیسے دشمن چٹک کے بولے
گو سوسن صد ہا زبان ہے دیکھی
حسرت سے زبان ہے ہاتھ بھر کی
پھولوں کا چراغ جل رہا ہے
گلشن سارا چراغ پا ہے
منھدی کے بھی تلووں سے لگی ہے
نرگس آنکھیں نکالتی ہے
گل اس طرح ہیں چمن میں پھولے
دیدے کوئی جس طرح نکالے

ہم تم تو ہم ہیں ساقیا ایک
رہتے ہیں شریک ہر بد و نیک
خط ساغر کا ہے سبق یاد
ہم دونوں ایک ایک ہی ہے استاد
ہم کو لڑنے سے واسطہ کیا
ہم سے سلوک بھاتا کیا
طاق نسیان پہ جھگڑا کو دھر
لا جلد پلا دے بھر کے ساغر
احسان کرنے میں تو بھی ہے طاق
مہمان نوازی میں ہے مشتاق
نشہ میرا بھی کم ہوا ہے
غصہ دل میں مرے بھرا ہے
کر دیر نہ ساقیا، خدارا
دے منہ سے مرے لگا پیالہ
وہ جام پلا کہ بات ہو جائے
میرا اور تیرا ساتھ ہو جائے

بزم آرائیاں قصہ افسوں گری و انجمن پیرائیاں فسانہ ساحری مہمان کا شانہ ظفر و احتشام و میزبان مشکوے کلام نصرت نجام بادہ پر جوش سخن کو میکدہ کلام سے اس طرح مول لیتے ہیں اور بسیان ساغر شکستہ دلی نشہ غرور کو یوں شکست دیتے ہیں۔ کہ جب حسام ناکام بد انجام ہاتھ سے برق عیار ذی احتشام کے مارا گیا۔ لاش اس بدمعاش کی ملازم اس کے اٹھا کر نالاں و گریاں جانب طاق چشم بے ایمان روانہ ہوئے اور سامنے پہنچ کر حال قتل حسام معرض بیان میں لائے۔

العیاذ باللہ حال سنتے ہی اس ناری پر وہ غصہ طاری ہوا کہ آتش غضب کے جوش سے

انگاروں پر لوٹا اور دود بد دماغی دماغ کے پار نکل گیا۔ پس اسی وقت نفیر سحر کو دم دیا۔ ایک لاکھ بارہ ہزار ساحر اسباب سحر لے کر آلات و حرب سے آراستہ ہو کر طائران سحر پر سوار ہوئے۔ طاق بھی سامان سحر سازی ہمراہ کر اژدر پر سوار ہوا۔

خلاصہ یہ کہ بڑے کروفر سے بسان موج ہوا۔ لشکر نکبت قریں لے کر رواں ہوا۔ اس طرف شاہ طلسم نے بھی چوکی کے پہنچنے سے ساحر روانہ کیے تھے وہ ساحر بھاگ کر گئے اور حال ہلاکت ساحر مذکور شاہ سے عرض کیا۔ بادشاہ کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔

اس عرصہ میں خبر پہنچی کہ یہ بھائی میرا آتا ہے یہ خبر سن کر حیرت کو اس نامہ لکھا "اے ملکہ جس کو میں مدت سے طلب کرتا تھا وہ اب آتا ہے۔ خبردار کوئی دقیقہ اس کی تعظیم و خاطر داری میں فرو گذاشت نہ کرنا۔"

یہ نامہ جب ملکہ مذکور کو پہنچا۔ اس نے ملکہ شکوہ زریں قبا شہاب جادو گیسوے بن شہاب وغیرہ کو کوئی منزل آگے استقبال کے لیے بھیجا اور آپ بھی کنارے تک لشکر کے آئی اس طرف سے وہ مسافر بیچارے ملالت بعد قطع مسافت راہ قریب سرادق ملکہ پہنچا۔ راہ میں ملاقات ہوئی۔ ہر ایک سے وہ ملا اور بغلگیر ہوا۔ پھر کنارے لشکر کے آ کر حیرت سے ملاقی ہوا فرمائی "یہ کہہ کر بسبب اس کے ملکہ شہزادی کل طلسم کی ہے اس نے نذر دی۔ ملکہ اس کو بعظمت تمام بارگاہ میں لائی۔ خلعت دیا۔ مقام بہتر پر ٹھہرایا۔ لشکر اس کا اترا۔

اب ایک سمت لشکر مصور کا ہے ایک جانب لشکر حیرت کا پڑا ہے تیسری سمت کو لشکر اس کا اترا سامنے مہ رخ کی فوج اتری ہے۔ اس ربع مسکون میں چار طرف فوج ہی فوج تھی۔ کثرت لشکر سے زمین دہلتی تھی فلک چکر میں تھا۔ مہرخ کی طبیعت گھبرائی تھی۔

غرضیکہ جب یہ داخل بارگاہ ہوا۔ مصور جادو بھی اس کی ملاقات کو جلو خانہ سے اٹھ کر آیا۔ یہ بنا پر تعظیم خداوند زادہ اٹھا اور اس کے قدم پر گرا۔ اس نے گلے لگا لیا۔

اس نے کہا۔ "ہمارے مذہب میں آپ کے قدم آنکھوں سے لگانا بڑا ثواب ہے۔"

اس نحس نے بھی اس کی تعریف کر کے دعا دی۔ سب بعیش و عشرت بیٹھے۔ ساقی و مغنی حاضر ہوئے جام مئی گردش میں آیا۔ جلسہ نشاط گرم ہوا۔

یہ سب خبریں جاسوسان لشکر اسلام نے دریافت کر کے اپنے لشکر کی راہ لی۔ اور خدمت ملکہ مہ رخ میں آ کر بعد ادب نیازِ کنان آنا طاق چشم کا بیان کیا اور کہا۔ "اس نابکار کے ہمراہ جو فوج آئی ہے۔ ان کے ماتھے پر ایک ستارہ لگا ہے کہ مثل کوکب تابندہ کے چمکتا ہے۔"

یہ عرض کر کے جاسوس تو چلے گئے لیکن مہ رخ نے برائے طمانیت قلب سرداراں فرمایا۔ "یہ موذی کانا طاق جو آیا ہے تو ہمارا کیا کرے گا۔ پس بجزدا استاد اس کا کچھ نہ کر سکا کچھ نہ کر سکا تو اس کی کیا حقیقت ہے۔"

یہ لاف زنی کر رہی تھی کہ ملکہ بہار نے کہا۔ "اے ملکہ عالم آج آپ بہت تیز دم معلوم ہوتی ہیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "مدت سے مشتاق جنگ بھی ہم سب ہیں۔ خیر اب سمجھ لیں گے۔ لیکن اے بہار تم کیا کچھ طاق کم ہو۔"

بہار نے بھی اس وقت جوش میں آ کر کہا۔ "اگر آپ فرمائیں تو ہوا وہیں بارگاہ میں اپنی دیوانہ ہو کر ٹھکے چلنے لگے۔"

یہ کلمہ زبان بہار سے سن کر سرداروں کو ایسا اطمینان ہوا کہ ہر ایک اپنی بڑائی کرنے لگا۔ سرخ مو طاؤس نا فرمان وغیرہ سب نے کہا ایسے گولے مولے کے ماریں گے کہ یاد ہی تو کرے گا۔"

اس تقریر میں برق وغیرہ عیار آ گئے اور کہا ہم کو حکم ہو تو جا کر اس کا کام تمام کریں۔"

بہار نے جواب دیا اے برق اب تو میرے منہ سے نکل گیا ہے کہ میں اس کو ٹھکے چھڑواؤں گی۔ پس اس کے باپ یعنی استاد کو تم نے مارا۔ وہ تمہارا حصہ تھا۔ یہ میرا ہے جب میں نہ ہوں تو تم کو اختیار ہے۔"

یہ کہہ کر اپنی جگہ سے اٹھی اور ملکہ مہ رخ سے کہا آپ بھی آئیے۔ مجھ کو کچھ

مشورہ کرنا ہے۔" ملکہ مذکور ابھی اٹھ کر علیحدہ صحنچی میں آئی۔ وہاں بحر تحسن سوال کیا کہ یہ ساحر واقعی زبردست ہے کیا تدبیر اس کی نسبت سوچی ہے۔ مہ رخ نے جواب دیا "ایک دن میں دربار افراسیاب میں حاضر تھی اور بادشاہ مجھ سے بہت راضی تھا تو اس نے ایک ناریل مجھ کو دیا اور کہا۔ "اس ناریل کو اگر پہاڑ پر مارو تو دریا پہاڑ سے پیدا ہو گا۔ اس بحر کا پانی اگر ساحری بھی پی لیں تو دیوانہ ہو جائیں۔ پس اے ملکہ مہ جبیں کی تم نائی ہو یہ ناریل اپنے پاس رکھو کہ ساکنان طلسم تم سے کمتر رہیں۔" میں نے وہ ناریل تسلیم کر کے لے لیا۔ وہی میرے پاس اب تک میرا ارادہ جنگ حسام میں اس سے کام لینے کا تھا۔ فی الحال اب اسی سے کام لوں گی۔"

یہ سن کر بہار نے کہا "بہتر ہے۔ ایک سحر مجھ کو بھی بادشاہ طلسم نے بتایا ہے۔ تم اس ناریل سے کام لو میں سحر کروں۔ دیکھو کہ خدا کیا دکھاتا ہے۔"

یہ مشورہ کر کے پھر آ کر تخت پر مہ رخ جلوہ گر ہوئی۔ اس عرصہ میں صنعت گر دہر نے طاق نیلی رواق سپہر سے آئینہ مہر اٹھا کر طاقچہ مغرب میں رکھا۔ چشم خورشید کور ہوئی۔ سواد ظلمت شب کا سرمہ چشم ملا میں لگا فلک طاق چشم بنا کہ

ہوئی کور جب چشم مہر فلک
ستاروں میں ظاہر ہوئی جب چمک
بڑھا دیدہ نجم میں بیک نور
ہوا نور کا چشم مہ میں ظہور

شام کو پہلے تو حیرت نے کھانا طلب کیا۔ دسترخوان شاہانہ آراستہ ہوا۔ سب نے مع طاق چشم کھانا زہر مار کیا۔ بعد فراغ اکل و شرب جلسہ مے خواری گرم ہوا۔ اس وقت حالت مستی میں طاق چشم نے کہا۔ "پھر بھابھی جان دیر کیوں کیجئے کہ طبل جنگ بجے۔"

ملکہ نے کہا "بہتر آپ لڑنے کو تو آئے ہی ہیں۔"

اس نے کہا "مجھ کو ایک گھڑی بھرا میں جنگ میں گزرے گی۔ زیادہ کد نہ کرنا پڑے گی کہ سب کو غارت کر دوں گا۔ کس لیے کہ میرے ساتھ جتنی فوج ہے سب ستارہ پیشانی اور روئیں تن ہے۔ یہ فوج نہ مارے مرے گی نہ کاٹے کٹے گی۔"

ملکہ نے کہا "اس میں کیا شک ہے آپ ایسے ہی ہیں۔" یہ کہہ کر نفیر سحر کو دم دیا۔ لشکر میں تیاری جنگ ہونے لگی۔ ہر کاروں نے جا کر سمع ہمایوں مہ رخ میں یہ خبر پہنچائی۔ ملکہ موصوفہ نے بھی قرنا جنگی کو پھونکا۔ ادھر بھی تیاری آغاز ہوئی۔

لیکن بہار نے چپکے سے کہا "اے ملکہ مہ رخ لشکر کے آراستہ کرنے سے کیا مطلب ہے۔ تم کو جو سحر کرنا ہے وہ تنہائی کا ہے۔"

مہ رخ نے یہ سن کر افسران لشکر اپنے طلب کر کے حکم دیا تم سب فوج کو اپنے طور پر تیار رکھو۔ میدان میں لے جانے کا قصد نہ کرنا۔ ہم کچھ دیر کے لیے دو کوس تک لشکر لے جائیں گے اور تھوڑے ہی عرصہ میں پھر آئیں گے جس دم تم دیکھنا کہ ہم پر وقت ہے تم فوج لے کر آنا اور اعانت کرنا۔"

افسران لشکر یہ حکم سن کر گئے اور کاربند حکم مذکور ہوئے دکھلانے کی راہ سے تیاری اسباب سحر ہونے لگی کہ حریف ہوشیار نہ ہو جائے۔ ڈمرو بجا کیا۔ ہوم ہوا کیا۔ بہادران کا غل رہا۔ چھلے کئے گئے۔ بھویں چڑھائی گئیں۔ ہتھیار صیقل ہوئے باجے پلٹنوں میں بجتے رہے۔ جب بحر فلک میں ستارے ڈوبنے لگے اور زلف لیلائے شب تا بپاؤ پہنچی۔

یعنی پچھلی رات وہی مہ رخ اور بہار سوار ہو کر طاؤس لشکر سے چلیں اور دو کوس پر لشکر سے ایک پہاڑ تھا۔ اس کے قریب آ کر ٹھہریں۔

مہ رخ نے وہی ناریل جس کا ذکر اوپر ہو چکا جھولی سے نکالا اور کچھ اور افسوں پڑھ کر پہاڑ کے درے پر مارا۔ فوراً پانی درہ کوہ سے جاری ہوا اور سب گھاٹیوں سے پانی بہنے لگا۔ لمحہ بھر میں اس آب نے وہ طغیانی کی کہ پہاڑ سے تا بہ لشکر حیرت

مثل دریائے ذخار کے موج زن ہوا۔ ایک جانب لشکر حیرت تھا اور ایک طرف لشکر مہ رخ، بیچ میں یہ دریا لہرا تھا اور پانی اس شجر سحر کا ایسا شیریں و سرد تھا کہ جوئے شیر بھی ایسی شیریں نہ ہوا کار فرہاد کوہکن بھی اس نادیل کے سامنے گرد تھا۔ موجیں اس کی رفتار معشوق کو شرماتیں۔ گردش فلک کو اپنی نیرنگی پہ غیرت دلاتیں۔ آب گوہر کی آبرو مقابل اسکی صفا کے بحر غیرت میں ڈوبی تھی۔ ہر موج صفا و پاکیزہ خاطروں کے ارادہ کی لہر تھی۔ بلکہ رخسار شاہد مجلی تھی۔ بحر اخضر چرخ گردش کرتا تھا۔ شمسیں شمسیں اس پہ صدقے ہوتا تھا عکس نیلو فری اس میں پڑا تھا اور ستارہ ہائے چرخ کا اس کا چمکنا معلوم دیتا تھا کہ گل ہائے نیلو فری کا تختہ کھلا تھا جس کو دیکھ کر کنول نیل کا کھلنا لہریں پیچ در پیچ تھیں۔ رو برو جس کے زلفیں جاناں کی پیچ تھیں چشمہ قمر سامنے اس کے شرم سے عرق شبنم میں غرق ہو جائے۔ چشمہ مہر کو غیرت سے اسی میں ڈوبا نظر آئے اسی کو دیکھ کر آتش رشک سے جلا کرے زبان پائے تو اف اف کیا کرے۔

اس بحر سحر کے کنارے اپنے لشکر کی طرف یہ قلزم ساحری اور وہ یم خوبی مہ رخ و بہار آ کر ٹھہریں اور حسب وعدہ بہار نے سحر پڑھ کر دم کیا کہ کنارے دریا کے چھوٹی چھوٹی کیاریاں جواہر کے پھلدار درختوں کی نمودار ہو گئیں۔ اس وقت عجب بہار تھی کہ جو خوشہ تھا وہ پروین پرن کو شرماتا تھا جو پھول تھا۔ وہ تارا فلک اخضر کا نظر آتا تھا خسرو بہار کا فیض جاری تھا زر گل سے گنج بادا اور لٹ رہا تھا۔ ثمر صبح کا وقت قریب تھا تو سجود میں تھے۔ شاخیں رکوع میں نخل قیام و قعود میں تھے۔ دانہ ہائے اثمار کی تسبیح موظفل چمن لیے تھے سبحان گلشن دست چنار بہر دعائے فتح و ظفر ملکہ بہار اٹھائے تھے۔ شفق کنارے بحر کے پھیلی تھی یا پھیلی ہوئی ساوُنی تھی۔ روش شاہد ارض پہ مثالی رومال پڑا۔ نحر کثرت سے گلوں کے چار باغ کا تھا۔ اس چمن ستان میں ایک چبوترہ بلور پہ یہ دونوں بہار باغ سحر بصار اور تیبائش مسند بچھا کر جلوہ گستر ہو گئیں۔ اس وقت ملکہ بہار کا حسن فزاں بخش گلزار جہاں غیرت دہ گلشن حسن معشوقاں تھا۔ زلفیں اس

کی یوں لہراتی تھیں کہ بحر حسن میں موجیں آئی تھیں۔

پیشانی کی شکن بحر نور میں مردم آبی غوطہ زن تھیں یعنی عوامض چشمہ و حیوان ابرو کے مہ برہ قمر اطاق حسن کیا۔ طاقت جو سر اپنا اٹھائے۔ کمان لب سوفار سے یا صاحب قاب قوسین چلائے اور ادنی خطاب پائے مژہ سبزہ گلزار خوبی کو پامال کرے۔ تیر کو حل معشق چٹکیوں میں اڑائے چشم فتان فلک شعبدہ باز کی استاد ہزاروں کرشمے اس کو یاد گردش چشم گردش چرخ جلاد سرمہ دنبالہ دار لگا ہوا۔ فتنہ پردازی کی حد پہ خط کھینچا ہوا کہ اس سے بڑھ کر کوئی کرشمہ ساز نہ ہو گا ہر ایک غمزہ ان کا جانستان نظر ترحم مسیحائے مرگ عاشقاں بینی بام حسن کی نرد بان بلکہ الف وہ جو ہمزہ وصل کہلاتا ہے یا ماتن آفتاب و مہ لکھا جاتا ہے رخسار ہر چند کو بحر نور مگر تاثیر میں یہ از چشمہ حیوان لذت بوسہ جان بخش عاشقاں دہن تنگ کو کس سے مثال دوں لازم ہے کہ کچھ نہ کہوں بالکل بے نشان۔

پس اس صورت سے یہ اعجوبہ روزگار یا گلعذار و طرحدار کی صورت بن کر مہ رخ باہور جب زینت طراز مسند بے صد ادا ہو چکی۔ گفتگو الفت و محبت کرنے لگی۔ مہ رخ سے کہا۔ "آؤ بہن صبح قریب ہے ایک بازی چوسر کی کھیلیں۔" مہ رخ بولی۔

اس نے کچھ سحر پڑھا کہ اس گلستان روح پرور سے ایک زن رشک چمن غنچہ دہن چوسر لیے ان کے سامنے آئی اور روبرو ان کے بچھا کر آپ سر پہ کھڑے ہو کر رومال جھلنے لگی۔ یہ دونوں چوسر کھیلنے لگیں۔

اب بساط فلک نورین کوکب کی چلتی تھی۔ زمین پہ چوسر بچھی تھی۔ طاق چشم کے لڑنے کو تین کانے ہو رہے تھے بلکہ چھکے اور پو بارہ تھے۔

ظلمت شب ہوئی گم نور بڑھایوں دن کا

یاسمن تار ہیں جس رنگ ہو برگ سوسن
زاہد خشک کے تقویٰ کا خدا حافظ ہے
تہ کر رنداں جگر سوختہ تر دامن

صبح دم سحر بہار آگیں بہار سے دیباے سحر میں عجیب کیفیت پیدا ہوئی کہ پتلیاے سحر گا زر بن کر کپڑے دھونے لگے چھپا چھپ کی صدا بلند ہوئے بگلے قر قرے قازیں مرغابیاں سرخاب کنار کنارے بھرنے لگے۔ پن ڈبیاں غوطے مارنے لگیں۔ مچھلیاں رنگ برنگ کی تہ تہ بلبلیں خوش فعلیاں کرتیں۔ لشکر میں نوبت جو بجتی۔ اس کی ٹکور دل کو بے آرام کرتی۔ بحر خاطر کو ہلا دیتی۔ مندروں میں قلعہاے طلسی کے گھنٹے بجتے لشکر اسلام سے آواز موذن کے اللہ اکبر کہنے کی آئی۔ خفتگان خواب غفلت کو جگائی۔ چمن میں مور میں چنگھاڑتے صحرا میں جانور نعرے مارتے مرغان دشت چہچہاتے پپیہے کوئل صدائیں مستانہ سناتے شفق سے در و دشت سرخ تھا۔

قباے عالم ارغوانی سورج کی کرن پھوٹی تاروں کی آبرو ڈوبی فوجوں میں صبح کی وردی بجی مردان لشکر اٹھ کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہوئے کوئی براے رفع حاجت جاتا۔ کوئی اشنان گیان دھیان کی فکر کرتا۔ کوئی مصلا پہ بیٹھا سجدہ خالق لیل و نہار میں سر جھکاتا۔

غرضیکہ ہنگام سحر طاق چشم بد اختر جاگا۔ ستارہ بخت ہویدا ایمان زرد بطلا خواب سے اٹھا اور قتل مہ رخ کے دانوں گھات میں اسباب سحر سے درست ہو کر آیا نفیر سحر ایک لاکھ بارہ ہزار ساحروں تن ستارہ پیشانی تیار ہوا۔

طاق پہلے فوج کو روک کر حیرت کے پاس گیا وہ بھی سوار ہوا چاہتی تھی کہ اس نے جا کر کہا۔ "بھابی جان تمہیں میرے بھائی شاہ طلسم کی جان کی قسم کہ تم تکلفی میدان میں جانے کی نہ کرو۔ بارگاہ میں بیٹھو تماشا دیکھو۔ میں دم بھر سب کے سر کاٹے لاتا

ہوں سامری کی قسم میرا کہنا نہ مانوں گی تو مجھ کو بڑا ملال ہو گا۔" ملکہ مذکور اسی کی خاطر سے رکی اور بارگاہ میں بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگی۔ کچھ فوج تیار رہی کچھ نے کمر کھول ڈالی۔

ادھر لشکر مہ رخ بھی بموجب حکم اپنے پڑاؤ مسلح و مکمل ہو کر ٹھہرا اور منتظر وقت کا ہوا۔

اس طرف سے یہ سرکش حیرت کو ٹھہرا کر چلا فوج کا انبوہ ساتھ وہی فوج کی پتلی تھی۔ ساحروں کے ماتھے پر ستارے چمکتے تھے۔ سب پرا باندھ کر جو چلے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ فلک بیداد گر بہر ستمگری گردش پذیر ہوا ہے یا رات دن پر شبخون مارنے کا ارادہ کیا ہے۔

ساحروں کے ستاروں کے بیچ قشقے کھنچے تھے ستارے دنبالہ دار فلک ظلم پر نکلے تھے یا کرہ نار سے شرار جستہ ہو کر جانب کرہ زمہریر پر چلے تھے۔ دیکھئے کیا حرارت پیدا ہوں گے۔ فی الجملہ ساحر باز و بلا اڑاتے گوگل اور رال کے شعلے چمکاتے جانب جنگل جاتے تھے کہ ہرکارے اور چاؤش لشکر خبر لائے۔

"مہ رخ نے آج وادی گل میں ایک دریا بزور سحر جاری کیا ہے اور آپ دو کوس پر اپنے لشکر سے آگے بڑھ کر ایک باغ میں بیٹھی ہے اور چوسر کھیل رہی ہے۔

طاق چشم یہ خبر سن کر ہنسا اور گویا ہوا "اے واہ کیا میرے روکنے کو دریا بنایا ہے کیا میں اس دریا کے پار نہ پہنچ سکوں گا۔"

یہ کہہ کر اپنے افسران لشکر سے کہا "دریا کو بزور سحر اڑ کر طے کریں یا تیر کر جائیں۔"

سب نے کہا "حضور دریا میں چل کر کودیے اور اس کو بزور سحر مٹاتے ہوئے اس کافرہ کے پاس چلیے اور سرکاٹ دیجئے وہ بڑھیا عورت ہم جوانوں کا کیا مقابلہ کرے گی۔"

اس کو بھی غرور ازحد تھا۔ یہی مشورہ پسند آیا اور اژدر اڑا کر قریب ساحل پہنچا۔ وہاں دریا کی کیفیت جو کچھ کہ بیان ہوئی اس کو نظر آئی بے اختیار لرا کر سواری پر سے

اترا۔ سب فوج اس کے ساتھ پیادہ ہوئی اور دامن گردان پانی میں اتر کچھ آگے بڑھا تھا۔ کہ پانی کی لطافت دیکھ کر اور سردی اسکی معلوم کر کے دل پر قابو نہ رہا۔ اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "دیکھو کیا ٹھنڈا پانی ہے۔ تھوڑا سا پانی پینا چاہیے۔"

سب نے کہا۔ "یہی ہمارا بھی جی چاہتا ہے۔ آپ پئیں تو ہم سب بھی سیراب ہوں۔

فوراً دونوں ہاتھ سے چلو میں پانی لیا اور خوب کئی بار پیا۔ سحر نے فرصت نہ دی۔ ٹلے کرنے کی نوبت آئی۔ مہ رخ کے چھینٹوں میں آ گیا۔ وہ گرمی سب ٹھنڈی ہوئی۔ سرد مہری نسبت مہ رخ کے کرتی تھی۔ اب محبت میں گرم ہوا۔ ادھر اس کے لشکر نے بھی پانی پی کر آبرو اپنی دی۔

دریا کا باطل کرنا کیسا براہ راست پانی بجھ کر کل لشکر پار اترا اور طاق چشم سب کو ٹھہرا کر آگے بڑھا۔ اس گلشن سحر میں کہ جو مذکور ہو چکا۔ اس غارت گر جان یعنی بہار کو ہمراہ مہ رخ ذی شان چوسر کھیلتے پایا بیساختہ اندر چمن ستان کے قدم زن ہوا یہ نہ سمجھا کہ

اس باغ کی اور ہی ہوا ہے۔

پس اس چمن میں جیسے ہی قدم رکھا۔ مہ رخ نے کہا۔ "بہن بہار اٹھو حریف آ پہنچا۔"

بہار نے کہا۔ "بہن آنے دو۔ ایک بازی تو اور کھیل لو۔"

یہ کہہ کر اس کی جانب آنکھ ملا کر کہا۔ "اے طاق چشم ہم ایک بازی اور کھیلیں۔"

یہ نقد و ہوش و حواس ہار چکا تھا بے تامل عرض پیرا ہوا "اے نیرنگ بازار حسن میں تیرا غلام بے دام ہوں بھلا میری مجال ہے جو تجھ کو منع کروں۔ اے جانی۔"

یہ جو سر کی بازی جواب کھیلئے
میری جان کا دانوں بد دیجئے

جب اس کو قمار بازاں جادوگری نے لڑنے میں کچا پایا۔ بیٹھ کر بازی کھیلنا شروع کیا

اور مہ رخ نے کہا۔ "داؤں ہے۔"

بہار نے کہا۔ "قبول ہے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "کس بھروسے پر قبول ہے جو کچھ تمہارے پاس تھا۔ بات اس سے وقت تک ہار گئی ہو اب تم دوگی کہاں سے۔"

بہار نے کہا۔ "ابھی تو میری بہن حیرت موجود ہے بھائی میرا یعنی بہنوئی شاہ طلسم ہے۔ میرے دینے کی بھلی کہی تم کھیلو تو تم تو جی ہارے دیتی ہو۔"

مہ رخ نے کہا۔ "بہن پر تمہارا زور کیا ہے۔ اگر ایسے ہی تم کو دعویٰ ہے تو بہن کی جان دو مگر اس شرط پر کہ اس کو قید کرا لو۔ جب ہارو تو فوراً سر کاٹ دو۔"

اس نے کہا۔ "یہ کتنی بڑی بات ہے۔"

یہ کہہ کر سر اٹھایا اور طاق چشم سے کہا۔ "بھلا میرے صاحب میں تمہاری کون ہوں۔ اس نے اس پوچھنے سے دل میں خیال کیا کہ اگر تو کہے گا میں عاشق ہوں تو یہ کہے گی سر کاٹ دے پس تو کہہ کہ میں تیرا بھائی ہوں چنانچہ یہی اس نے کہا۔ "اے ملکہ تم میری بہن ہو مجھ سے تم سے ابھی کچھ واسطہ نہیں۔ پھر اولاد آدم سب بہن بھائی ہیں۔ جب کچھ اور تعلق ہو گا۔ اس وقت یہ رشتہ بنانا نازیبا ہے۔"

ملکہ موصوف نے ہنس کر کہا۔ "میری طبیعت بھی تمہیں پیار کرتی ہے اب میں شش و پنج میں ہوں کہ تمہاری جان کی بازی میں کیونکر دوں۔"

اس نے جواب دیا۔ "میں غلام ہوں جو حکم ہو وہ بجا لاؤں۔"

اس نے کہا۔ "میری حقیقی بہن حیرت ہے اس کا سر کاٹ لاؤ یا زندہ اسیر کر لاؤ۔ تم بھی زندہ رہو اور میں بھی چوسر کھیلوں۔"

یہ حکم سن کر اس کو بہت خوشی ہوئی اور دل سے اپنے کہا۔

جو عشق باز ہیں وہ دو دین پہ آ چکے
سر بازی وفا میں دیا گھر لٹا چکے
واعظ بحب کعبہ تجھے ہم جتا چکے
جو دل قمار خانے میں بت سے لگا چکے
وہ کعبتیں چھوڑ کے کعبہ کو جا چکے

اے طاق اگر بانگر نیرنگ حسن سے جفت ہونا چاہتا ہے تو حکم برداری میں اس کی تین پانچ نہ کر چوسر کی طرح بچھ جا۔ جو یہ کہے بجا لا۔ اپنا رنگ جما نہیں بسان نرد گھر بہ گھر مارا مارا پھرے گا۔ مدت سے بعد تقدیر کا پانسا پلٹا ہے۔ اس کے وصل داؤں گھات میں بادشاہ طلسم رہتا ہے۔ مگر بازی نہیں لے جاتا۔ یہ دن تجھ کو نصیب ہوا ہے کہ اس نے تیری محبت کا اقرار کیا ہے۔ پس بجواب حکم ملکہ مذکور عرض پیرا ہوا "اے ملکہ میں ابھی چشم و حیرت کو پکڑ کر لاتا ہوں۔ وہ بیٹھی ناچ دیکھ رہی ہے۔"
ملکہ نے کہا۔ "ہاں بھائی جلدی لاؤ، میرا داؤں لگا ہوا ہے۔" یہ اسی وقت پھرا اور اپنے لشکر کے پاس آ کر کہا۔ "تم میرے شریک ہو یا شاہ طلسم کے۔"

سب نے عرض کی کہ ہم بادشاہ کو کیا جانیں ملک ہمارے آپ ہیں۔ یہ سب اس وجہ سے اقرار اطاعت پذیر ہوئے کہ پانی بحر سحر کا پی چکے تھے۔ چنانچہ سب سے اقرار لے کر اس نے کہا۔ "میں حیرت کو اسیر کرنے جاتا ہوں تم چل کر اس کے لشکر پر حملہ آور ہو۔ ہر ایک نے سمعنا و اطعنا کہا۔

یہ الٹے پاؤں وہاں سے پھرا اور دریا سے اتر کر قریب لشکر حیرت آیا۔ جو فوج کہ وہاں مسلح تھی۔ اس نے بھی اس کو آتے دیکھ کر نہ روکا۔ کہ سب کو معلوم ہے۔ یہ طرفدار شاہ طلسم ہے پس اس نے آتے ہی نارنج ترنج مارنا شروع کیے۔ خیموں اور بارگاہوں میں آگ لگی فوج میں غلغلہ ہوا۔ ہلچل پڑ گئی جو فوج کہ غافل تھی وہ پامال و قتل

ہونے لگی۔ جو تیار تھی وہ لڑنے لگی۔

یہ سب روئیں تن اور ستارہ پیشانی ہیں۔ نہ کسی کا حربہ ان پر اثر کرتا ہے۔ نہ جادو کچھ کام دیتا ہے۔ پھر تو جو مجھے کوئی نہ مارے تو میں تمام دنیا کو قتل کر ڈالوں۔ غرض سب اس نے لشکر کو زیر تیغ رکھ لیا۔ خون کا دریا بہا دیا۔ ملکہ حیرت کی بارگاہ بھی طنابیں کٹنے سے گری۔ ملکہ مذکور گھبرا کر باہر نکلی اور طاؤس سحر پر ہوئی۔ جملہ سردار مستعد ہو کر لڑنے لگے لڑنے لگے۔ مگر معاذ اللہ لاش پر لاش گر رہی تھی نرد باز اجل نے جانوں کی انٹی بدی تھی۔ چوسر کی طرح بچھ گئے تھے۔ مقتولوں کے سر گوٹیں معلوم ہوتی تھیں۔ حیرت بازی ہار گئی تھی سحر کی بازی لگی تھی۔ جان پر بنی تھی۔ تلوار چل رہی تھی۔

ایک آفت برپا تھی۔ ان ستارہ پیشانی میں کوئی نہیں مارا جاتا ہے بس جی چھوٹ گیا۔ بھگدڑ پڑی بہت دریا میں گر کر ساحل مرگ سے ہمکنار ہوئے بہت سے آتش سحر میں جلے کچھ جان سلامت لے گئے۔

حیرت بھی افتاں و خیزاں جانب دریائے خونرواں بھاگی اور طاق پیچھے دوڑا اور للکارا لیا اس ماشادی کو جانے نہ دینا۔ بڑا عرصہ ہوا۔ مجھ کو لڑتے ہوئے ایسا نہ ہو کہ ملکہ بہار بازی ہار گئی ہوں۔" فوج اس کی اس کا للکارنا سن کر چار سمت سے گھٹا کی طرح گر آئی۔

ملکہ حیرت گھر گئی قریب تھا کہ پکڑی جائے۔ لیکن ساحرہ زبردست بے لڑنے لگی اور بچنے لگی۔ کبھی حربے سحر کے کرتی اور کبھی زمین میں سما جاتی۔ کبھی پشت کی طرف لشکریوں کے نکلتی جب فوج ادھر دوڑتی یہ اپنی صورت کی پتلی بزور سحر چھوڑ کر آپ غائب ہو جاتی اور پھر ظاہر ہو کر حملہ کرتی۔ اسی طرح یہ تو اس آفت میں گری ہے۔

لیکن افراسیاب نے جب سنا تھا کہ طاق چشم لڑنے گیا ہے تو اس نے چیلے پانچ سات مقرر کیے تھے کہ خبر اس لڑائی کی مجھ کو پہنچاتے رہیں۔ ان چیلوں نے جو یہ لڑائی دیکھی دوڑے ہوئے گئے۔ شاہ جادواں باغ سیب میں ناچ دیکھ رہا تھا اور بہت خوش تھا کہ اب خبر فتح آئی ہو گی کہ یکایک چیلے جا پہنچے اور پکارے اے بادشاہ غضب ہوا۔ طاق

چشم مارے ڈالتا ہے۔"

شعلہ نے کہا "پھر وہ قتل کو تو گیا تھا ہی۔"

چالوں نے کہا "ملکہ حیرت قتل ہوا کر چاہتی ہیں۔"

شعلہ نے کہا اسے خوشی میں ایسے گھبرائے کہ مہ رخ کا نام نہیں لیتے الٹی کہتے ہو۔"

چالوں نے کہا "اے شہریار ہم سچ کہتے ہیں مہ رخ نے اس طرح دغا پیدا کر کے اور بہار نے باغ لگا کر چوسر کھیل کر اس طرح کا ہنگامہ ڈال دیا جملہ ماجرا مفصل بیان کیا۔ "شعلہ کو بھی ناریل مہ رخ کو دینا اور باہر کو سحر بتانا یاد آیا۔ زانو پر ہاتھ مار کر کہا اے بیٹا غضب کیا ان دونوں ہائے افسوس میرا لشکر میرے ہی ہاتھ سے قتل کرایا۔ ایک لاکھ بارہ ہزار روئیں تن مارا جائے گا اگر میں جا کر ان کو قتل نہ کروں تو سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سحر ان پر جو کیا گیا ہے وہ اس کا ممکن نہیں۔ اگر مہ رخ کی نواسی کو میں بادشلہ نہ بتاتا تو یہ روز بد نہ دیکھتا کہ میرا ہی سحر مجھی پر ختم ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر اپنے مقام پر سے کڑکڑا کماڑ اور طلسم کے ایک جنگل میں آ کر گرا۔ وہاں بالکل اندھیرا تھا اس نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ اس تاریکی میں سے بارہ ہزار ستارہ ٹوٹ کر گرا اور زمین سے بارہ ہزار چیلا روئیں تن نکلا۔ وہ ستارے ان چیلوں کی پیشانی پر چمکے جیسے شعلہ سحر پر افشاں گی۔ ان چیلوں کو اپنے ساتھ لے کر ایک طرف کو چلا اور سی جنگل میں ایک مقام پر چند گنبد بنے تھے کہ ہر ایک سنگ سیاہ کا تھا۔ ان میں سے ایک گنبد کو وا کیا۔ وہاں ایک پتلا پتھر کا کرسی پر ناریل ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا اس نے پتلے سے کہا "یہ ناریل اور کلید قلعہ طلسم مجھ کو دے کہ جنگ عظیم و در پیش ہے۔"

پتلے نے ہنس کر کہا "کیوں دیوانہ ہوا ہے۔ کہیں فوج طلسمی لے جا کر لڑوانے کا قصد نہ کرنا اگر وہ فوج کام آئی تو طلسم کشا سے کون مقابلہ کرے گا۔"

اس نے چیلے سے کہا۔ "اس وقت مجھ کو فہمائش نہ کر جو میں کہتا ہوں وہ بجا لا۔"

چیلے نے ناچار اپنے جوڑے سے ایک ترنج نکال کر اس کا دیا اور وہ جو ہاتھ میں لیے تھا حوالے کیا۔

یہ دونوں اشیا لے کر وہاں سے چلا۔ وہ بارہ ہزار چیلا روئیں تن ساتھ تھا۔ بس بعجلت تمام لشکر حیرت میں آیا۔ حیرت پر وقت تنگ تھا۔ بھاگ کر اپنی جان بچا رہی تھی اس نے آتے ہی کچھ سحر پڑھ کر پھونکا آسمان کی طرف سے ایک لاکھ بارہ ہزار ستارہ ٹوٹ کر ان ستارہ پیشانیوں کے ماتھے پر گرا۔ جو ملکہ مذکور کو گھیرے ہوئے تھے۔ گویا وہ شیطان رجیم تھے کہ تیر شہاب ان پر پڑے۔

چنانچہ ستارے ماتھے پر پڑتے ہی مثل دیو آتشبازی کے وہ سب چھوٹنے لگے اور خاکستر ہو گئے۔ ان کے جلنے سے دو پنجے پیدا ہو کر طاق چشم کو اٹھا کر علیحدہ لے گئے۔

شعلہ جاوداں نے ملکہ حیرت کو دوڑ کر گود میں اٹھا لیا دیکھا تو بہت مضطر و سراسیمہ ہے دوپٹا سر سے گر گیا ہے۔ سرمہ آنکھوں کا بہا ہوا ہے۔ رنگ زرد و دل میں قلق ماتھے پر خوف سے پسینہ دشوار جینا سکتے کا سا ڈھنگ غم سے زرد رنگ تھر تھر کانپتی ہوئی لرزے سے ہانپتی ہوئی۔ زلفیں ہوا سے اڑتیں بال پریشان نہایت حیران تھی۔ بادشاہ رومال سے پسینہ پونچھتے گلے سے لگائے بارگاہ میں آیا۔ اس کو تخت پر بٹھلایا۔ جب یہ آفت ستارہ پیشانیوں کی بنی۔ سرداران فوج جو بھاگ گئے تھے۔ مصور صورت نگار و گیسوئے بن شہاب وغیرہ حاضر خدمت ہو کر آداب بجا لائے۔

بادشاہ نے سراچہ ہائے بارگاہ و خیمہ وغیرہ کہ پامال ہو گئے تھے درست کرائے۔ چار لاکھ ساحر میدان میں مرا پڑا تھا "ان کی لاشیں اٹھوا کر میدان پاک و صاف کرایا اور آپ اٹھ کر قریب اس دریا کے جو سحر مہ رخ سے پیدا ہوا تھا گیا اور ناریل جو چیلے سے مانگ کر لایا ہے اس بحر پر مار کر پکارا کہ جہاں سے آیا ہے وہیں جا دریا غرغرا کر پہاڑ کی طرف جا کر غائب ہو گیا۔ چمن ستان بہار خزاں رسیدہ ہوئے یعنی جل کر غائب ہو گئے۔ مہ رخ و بہار سحر کی چوسر کھیل کر بعد مسکور کرنے لشکر دشمن کے اپنے

لشکر کو جو مسیح وقت کا منتظر تھا۔ ہمراہ لے کر ایک مقام پر کھڑی تباہی و بربادی افواج حیرت دیکھ رہی تھیں۔

جب بادشاہ نے آ کر وہ دریا مٹایا۔ یہ دونوں پھر کر داخل بارگاہ ہوئیں مگر لشکر کو اس وقت حکم دیا کہ کمر نہ کھولے سب تیار رہے۔ ایسا نہ ہو کہ شاہ طلسم فوج بھیج کر بدلائے لشکر حسب الحکم تیار رہا اور یہ بادشاہ کے سامنے سے ٹلی گئی۔

بادشاہ بعد مٹانے دریائے سحر کے بارگاہ میں حیرت کے پاس آ کر تخت پر بیٹھا اور بہت کچھ کلمات شفقت آیات اپنی بی بی سے برائے تسکین و دلداری کہہ کر حکم دیا کہ "عیار بچیوں کو بلواؤ۔"

ملازم گئے اور صرصر کو خیمہ سے بلا لائے۔ ہر چند کہ عیار بچیاں کوہ و دشت میں پھرا کرتی ہیں۔ لیکن لشکر میں بھی ان کے رہنے کا مقام مقرر ہے۔ اس وقت برباد ہونے سے لشکر کے یہ بھاگ گئی تھیں۔ مگر شاہ کے آنے سے اپنے خیمہ میں اور ٹھہریں تھیں کہ طلب کی گئیں۔

فی الجملہ جب صرصر سامنے آئی۔ شاہ نے فرمایا۔ "تو جا کر مہ رخ و بہار سے میرا پیام دے کہ بادشاہ نے کہا ہے کہ میں تمہارے مقابل طبل جنگ کیا بجواؤں۔ تم کو اطلاع کرا دی کہ ہوشیار ہو جاؤں میں لڑنے آتا ہوں جتنے سحر یاد ہوں سب کرنا دیکھوں تم کیسی جادوگرنیاں ہو۔"

یہ پیام صرصر شاہ کا لے کر روانہ لشکر مہ رخ نامور ہوئی اور بادشاہ نے پھر سحر پڑھا کہ پتلے جو طاق چشم کو اٹھا لے گئے تھے۔ وہ اس کو لے کر سامنے آئے۔ بادشاہ نے پانی پر کچھ افسون پڑھ کر چھینٹا اس کے منہ پر مارا۔

وہ بیہوش تھا۔ پانی پڑتے ہی ہوش میں آ گیا۔ دیکھا تو شاہ جاوداں سامنے بیٹھا ہے۔ اس نے فرط حیاء خجلت سے سر جھکا لیا اور کہا۔ "اے بادشاہ اب بعد استاد آپ بجائے استاد ہیں۔ میری خطا کو معاف فرمائیے۔"

بادشاہ نے فرمایا۔ "تمہاری کوئی خطا نہیں۔ تم آپ میں نہ تھے۔ مسحور بہ سحر تھے اور

وہ سحر بھی میرا بتایا ہوا تھا۔ تمہیں تو کیا جان و مجال کس ساحر کی جو تم کو ذلیل و نزاں کر سکے۔ خیرانچہ گذشت۔ اب تم ناچ دیکھو۔ عیش کرو میرے لنگوٹیا یار ہو۔ کسی طرح کا رنج دل پر نہ لاؤ۔ اے بھائی ہم کو تو وہ دن یاد آتے ہیں۔ جب تم ہم اور کوکب اور اژدر ظلماتی وغیرہ مکتب خانہ میں جمع ہوتے تھے اور باہم دل لگی مذاق کرتے تھے۔ اگر ہم تمہیں برا کہتے تھے تو تم ہم کو گالی دیتے تھے۔ کیوں بھائی وہ یارانہ کا ادھا بدا ہوا بھی یاد ہے۔ گو اب ہم تم وہی ہیں اور بادشاہ وقت ہیں۔ مگر وہ باتیں اب کہاں میسر۔"

یہ کہہ کر حکم دیا "بھائی صاحب کے سامنے ناچ ہو۔"

فوراً ارباب نشاط حاضر ہوئے۔ جلسہ عشرت جمی دور شراب ناب آغاز ہوا۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے ادھر صرصر لشکر مہ رخ کے قریب پہنچی۔ لشکر سے ضرغام آتا تھا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا۔ "استانی کہاں چلیں۔"

صرصر نے کہا۔ "اے ضرغام یہ وقت دل لگی کا نہیں ہے۔ شاہ طلسم بہ ارادہ جنگ آیا ہے۔ بارہ ہزار دیگیں تن چلا ساتھ لایا ہے۔ مجھ کو یہ پیام دے کر بھیجا ہے۔"

ضرغام بھی یہ ماجرا سن کر پریشان خاطر ہوا اور عیارہ کو اپنے ہمراہ لے کر بارگاہ مہ رخ میں آیا۔

غرضیکہ یہ تو سمت جنگ گاہ چلی۔ ادھر صرصر خدمت شاہ طلسم میں پہنچی اور کچھ جواب سن گئی تھی لفظ لفظ بیان کیا۔ بادشاہ سنتے ہی آگ ہو گیا اور دھوئیں کی طرح پیچ تاب کھا کر اٹھا۔ اس وقت چہرہ شاہ سے وہ آثار غضب پیدا تھے کہ کوئی کچھ عرض نہ کر سکا اور بادشاہ دہانگو پر جب آیا کچھ افسون زبان پر لایا فرط غضب سے سارا جسم مثل آتش کے بھڑک اٹھا چابک غضب ہاتھ میں لیا یعنی ایک بجلی تڑپتی ہوئی بجائے تازیانہ ہاتھ میں تھی۔ تیوری چڑھی تھی تیغہ کمر میں خودبخود تڑپ رہا تھا۔ اسی حالت میں صحرا کی طرف سے ہزار ہا پرچھائیں گھوڑوں کی پیدا ہوئی بادشاہ آگے بڑھا۔ سردار اور ملکہ

حیرت با ادب پیچھے چلے آتے تھے کہ بادشاہ نے وہی تاریخ جو پتلے سے کلید قلعہ طلسم مانگ لایا ہے۔ زمین پر مارا۔ زمین شق ہو گئی اور پہلے ایک فیل زمین سے نکلا کہ فیل فلک بھی اس کی ٹکر کا نہ ہو گا۔ پیشانی فیل کی رنگین تھی دانت اس کے تھے کہ دو طرف جوئے شیر تھے۔ پشت پر اس کے جھل زربفتی پڑی زنجیروں کی نقرئی و طلائی ہر ایک کڑی داؤدی چھوٹے جواہر کا سونے کے چھلے۔ ریشمی اور سوتی رستے بندھے گردن پر فیلبان لباس عمدہ پہنے بڑی آن بان سے بیٹھا تھا۔ گھنٹیاں چاروں ہاتھی کی چمکتی مست وکنجیں تھا۔ چلنے میں بسان سایہ سحاب و اشجار جنگل تھا۔

اس فیل گردوں پیکر پر ایک ساحر مہیب صورت و تسل تن سوار گلے میں اس کے زرہ جواہر کار بازوؤں پر پہنچ بند باندھے گلے میں ہار ڈالے سر سے ماران سرخ و سیاہ لپیٹے بیٹھا۔ ایک علم خوک پیکر نشان لشکر کا ہاتھ میں تھا کہ اس علم میں پھریرا سرخ کئی سو گز کا لمبا بندھا تھا اور ستارے پھریرے میں مثل کواکب درخشاں تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مریخ فلک لباس سرخ تھا۔ شاید یہ گردوں کو بھی غصہ آیا تھا۔ اسی سرخی میں ستاروں کا ہونا اوج لشکر اسلام دیکھ کر فلک کی آنکھ میں خون اترا ہوا معلوم دیتا تھا۔ پھریرا تو آسمان سرخ تھا۔ علم کے پنجے پر ایک ماہتاب لگا تھا کہ ضیائے قمر فلک کو اپنی ضیا کے رو برو ماند بتاتا تھا۔

پس وہ نشان لشکر زمین سے نکل کر ایک مقام پر ٹھہرا پیچھے اس کے بہت سے ہاتھی زمین سے نکلے کہ ان پر طلائی اور نقرئی نقارے لدے تھے اور ساحر چوبیں ہاتھ میں لیے بیٹھے تھے یہ بھی اسی نشان کے ہاتھی کے پیچھے ٹھہرے ان کے بعد ہزار ہا اژدر آتش فشاں شعلہ دردہان پیدا ہوا کہ اژدروں پر کاٹھے کسے تھے اور ساحران اژدر صورت ان پر سوار تھے۔ ہاتھوں میں ان کے بجائے تازیانہ مار تھے۔

منہ سے ہر ساحر کے آگ نکلتی تھی نتھنوں سے سانس لیتے وقت چنگاری گرتی تھی۔ تن ان کے بسان چنار شرر بار ترسول پنسوں بھق کردار سنبھالے پیچھے فیل نشان کے آ کر

صف کشیدہ ہوئے۔ پھر اور ساحروں کے پرے زمین سے نکلے کہ طاؤس اور عقاب اور قنس اور بوتیمار چرغ و اسد وغیرہ پر سوار تھے۔ طاؤس و عقاب وغیرہ منقار بہاں خنجر تلوار رکھتے تھے۔ جب یہ فوجیں زمین سے نکل چکیں تو اک ہزار سوار زمین سے نکلا کہ ہر ایک از سر تا پا سرخ لباس پہنے تھا زرہ یاقوت نگار گلوں میں خود یاقوت کے سر پر رکھے خنجر و تلواریں قرولی وغیرہ کے قبضے بھی یاقوت کے تھے گویا گلستان شجاعت میں گل احمر پھولے تھے یا فلک لشکر میں ستارے نکلے تھے۔ ہر ایک سوار بھی نوجوان و لالہ فام تھا۔ قمر چہرہ گل اندام تھا۔ مرکب سواری مانند براق سرخ رکھتے تھے اور کمیت و سرنگ تھے رکابیں یاقوت کی زین یاقوت کے سر پر رکھے خنجرو تلوار و قرولی وغیرہ کے قبضہ میں یاقوت کے تھے گویا گلستان شجاعت میں گل احمر پھولے تھے یا فلک لشکر میں ستارے نکلے تھے۔ ہر ایک سوار بھی نوجوان و لالہ فام تھا۔ قمر چہرہ گل اندام تھا۔ مرکب سواری کے مانند براق سرخ رکھتے تھے اور کمیت و سرنگ تھے رکابیں یاقوت کی زین قوت نگار لگام و دوال وغیرہ ہر چیز یاقوت کار گھوڑے تا کند مچھرے بلق لیل و نہار ان پر سے صدقے سبزہ چرخ ان کی چال کے آگے کجر فتار اور ہم صبا مقابل ان کے لنگ اور بیکار کہ

کیا صفت ہو مرکبوں کی تھے وہ ایسے بے نظیر
سامنے جن کے پری کو بھی ہے عذر بے پری
تازیانوں کے برابر ہے انھیں ناز نگہ
ان کے راکب کے اشاروں پر ہے ان کی بگدھری

وہ سب نوجوان ان مرکبوں کا سم سے سم اور دم سے دم ملائے دوش بدوش پرے باندھے عقب بادشاہ طلسم آ کر ٹھہرے۔ ان کے آگے ہی ایک تخت فلک رفعت زمین سے نکلا کہ ہر پایہ اس کا پایہ مراتب شاہان ہفت کشور سے بہتر تھا۔ اس تخت کو کچھ ساحرا

اژدر صورت کاندھے پر اٹھائے۔ ہمراہ اس کے جلوس شاہانہ ہزار لیاقتی و چوبدار عصائے سرخ مرصع کا لیے سقے پانی کے عوض گلاب کیوڑہ وغیرہ آگے چھڑکتے بطور ملک غیر ظلال عمر بیدار کرتے ایک طرف آ کر ٹھہرے۔ پھر ایک گھوڑا سمند صبا سے باتیں کرتا ہلکا ہوا بھی سامنے اس کے سرمسار ہو کر ہو کر فرار ہوئی۔ دوڑ کے چلتی تو گر پڑتی۔ دم بند ہوتا جو دعوئی تیز روی کرتی

اس مرکب پر زین جواہر کار کھنچا تھا۔ بادشاہ اس پر سوار ہوا۔ اس کے سوار ہوتے ہی بہت پرچھائیں ساحروں کی ایسی پیدا ہو کر وہ گھوڑے کی پرچھائیں جو صحرا سے آئی تھیں ان پر سوار ہوتیں اور عقب شاہ چلیں۔ ڈنکے ہزار ہا بجنے لگے۔ بارہ ہزار روئیں تن پہلے دست چپ کی طرف بادشاہ کے اور بارہ ہزار یاقوت پوش سوار دست راست کی طرف آگے پیچھے وہ پرچھائیں ہمزاد کی طرح تھیں۔ ان کے بعد اژدر سوار اور طاؤس سوار جملہ فوجیں ہمراہ چلیں اور ایک ہما نے نشیمن سے نکل کر سر بادشاہ پر اپنے پروں کا سایہ کیا۔ اس وقت کا جاہ و جلال بادشاہ طلسم کیا تحریر ہو صورت دیکھ کر ترک فلک خوف کھاتا تھا جھکا نہیں بے سرکشی چھوڑ کر عجز سے قد میوں ہوا چاہتا تھا۔

تخت خالی ہمراہ رواں تھا۔ تاج طلسمی اس پر رکھا تھا جس کا ہر ایک لعل مثل آفتاب تاباں تھا لاکھوں گھنٹے اور ناقوس پروئے ہوا بجتے نقیب اور بسیاولی صدائیں عجیب لگاتے تھے۔ آگے آگے وہ فیل کہ جس پر نشان تھا۔ پیچھے اس کے سب جنگی سامان تھا۔

اس طرف سے مہ رخ و بہار اپنی فوج لے کر جو روانہ ہوئی تھیں۔ میدان میں پہنچ کر مقابل شاہ صف کشیدہ ہو گئیں۔ مگر اس فوج طلسمی کو دیکھ کر بغیر لڑے بھڑے ساحروں میں بھگدڑ پڑ گئی وہ لوگ جو جان دینے پر آمادہ تھے۔ خدا کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے کھڑے رہ گئے۔ لیکن مثل مردے کے تھے۔

لباس تن میں کفن بن گیا تھا۔ جسم خوف سے کانپتا تھا۔ بہار ملکہ مہ رخ سے کہہ رہی تھی کہ اس فوج طلسمی سے سوائے طلسم کشا کے کوئی نہیں لڑ سکتا ہے۔ آج بے شک

ہم سب کی قضا ہے۔ لازم ہے کہ بہ رجوع قلب سے درگاہ خدا میں استغاثہ کریں کہ وہ رحیم اپنے کرم سے ہم کو بچا لے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "اچھا تو ہے۔"

یہ کہہ کر دونوں مصروف دعا ہوئیں کہ اے یاور زبردستان والے دستگیر افتادگان چارہ ساز بیچارگان واسطہ نور شیر کبریا کا کہ پنجہ اسد ظلم شاہ طلسم سے ہمکو بچا لے۔ اے رب میرے ہمکو پناہ دے یہ دعا ان کی بارگاہ باری میں قبول ہوئی۔ ہنوز شاہ طلسم لشکر آراستہ نہ کر چکا تھا۔ صف جنگ ترتیب پذیر ہو رہی تھی کہ آسمان پر کئی طرح کا ابر اٹھا کہیں سبز کہیں سرخ کہیں نمودار جا بجا سے شعلہ آتش کے بھڑکنے لگے۔ لمحہ بھر میں یہ حال ہوا کہ کہیں اژدر ہزار ہا معلوم دیتے کہیں عقاب منہ کھولے تھے۔ کسی طرف ہاتھیوں کے غول تھے اور ہزار ہا جانوران مردم و بے شمار طائر آسمان و زمین سے ظاہر ہو کر اس دشت میں قریب لشکر بادشاہ آ کر جمع ہوئے اور ابر جو ظاہر ہوئے تھے۔ ان میں بجلیاں کوندنے لگیں اور ایک آواز مہیب آئی پھر ایک بیضہ ٹوٹ کر مثل ستارہ کے شاہ طلسم کے سامنے گرا اور پھٹ گیا۔ اس میں سے ایک تختی الماس کی نکل اور از خود اڑ کر دست بادشاہ میں آ گئی۔ بادشاہ نے اس کو دیکھا اس پر لکھا تھا کہ لونڈی نثار لونڈی تصدق یہ کیا غضب کیا کہ حضور نے خود قدم رنجہ بہر تنبیہہ ناکسان بدسگال فرمایا کہ لونڈی غلام سب مر گئے تھے جو آپ میدان میں نکلے واسطہ سامری کا تامل فرمائیے۔ کنیز تیری صنعت سحر ساز حاضر ہوتی ہے۔"

شاہ نے یہ مضمون اس تختی سے معلوم کر کے کہا۔ "اب تک لونڈی کہاں تھی' جو اب باتیں بناتی ہوئی آئی ہے۔ میں اپنا کام آپ کروں گا۔ اب کسی لونڈی غلام کی پروا نہیں۔"

یہ کہہ کر وہ تختی پھینک دی اور مائل جنگ آوری ہوا کہ چار لاکھ اژدر شعلہ نشان روئے ہوا سے زمین پر اترا۔ ان پر ساحران مہیب شکل سوار تھے اور ایک تخت چار اژد

ہوں پر کسا ہوا۔ اس پر ایک عورت ادھیڑ سن کر لباس شاہی اور قبائے فرمانروائی سے آراستہ بیٹھی تھی اور کئی ہزار خواصیں کے گرد وپیش سحر کے زور سے اڑتی ہوئی ساتھ تھیں۔ پس وہ ساحرہ تخت سے اتری اور بادشاہ کے گرد آ کر پھرنے لگی اور کہا۔ "حضور میری فوج کو ملاحظہ کریں۔"

بادشاہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ساٹھ لاکھ کا لشکر تھا ایک طرف دریائے قہار بہتا آتا تھا ایک سمت زمین کو زلزلہ تھا تھا۔ ایک طرف زمین کو آگ لگی معلوم ہوتی تھی۔ درخت جل رہے تھے۔

شاہ نے کہا اس انبوہ سے کیا فائدہ ہے۔"

صنعت نے اپنا سر پیٹ لیا اور رونے لگی۔ "اے بادشاہ اب یہ مرتبہ آپ کا ہوا کہ فوج قلیل لے کر مقابلہ ادنیٰ ادنیٰ غلاموں کے آنے لگے۔ لونڈی اپنا گلا آپ کاٹ کر مر جائے گی۔ اے بادشاہ تیرا وہ رتبہ ہے کہ فلک تیری بارگاہ کا سائبان ہے۔ مریخ ادنیٰ اور دربان ہے۔ تیرے ادنیٰ نوکر شان ہفت کشور سے بہتر ہیں۔ مہ و خور سے فروغ میں بڑھ کر ہیں۔ ہم لوگ تیری آستانہ بوسی کر کے اس مرتبہ کو پہنچے کہ آج چاہیں تو اپنے کمترین خادم کو بادشاہ روئے زمین بنا دیں اے بادشاہ تیرا بڑا رتبہ ہے۔"

ان کلمات توصیف نے آب سرد بن کر آتش قہر گرم خوئی بادشاہ کو ٹھنڈا کیا۔ بحر غضب جو نہایت جوش پر تھا کم ہوا اور طبل بازگشت بجنے کا حکم دیا۔ فوراً چونسٹھ ہزار نقارہ بروے ہوا بج گیا۔ اور وہ لشکر طلسمی اسی جگہ کو جہاں زمین سے نکلا تھا آ کر زیر زمین گیا بادشاہ نے ان جادو ہشیار ستارہ چشموں کو بھی رخصت کیا آپ پھر کر بارگاہ حیرت میں آیا۔

اس طرف مہ رخ سجدہ شکر واحد القہار ادا کر کے اپنی بارگاہ میں آئی۔ سپاہ نے کر کھلی آسودہ ہوئی۔ ادھر لشکر صنعت سحر ساز ساٹھ کوس تک کنارے کنارے دریائے خونرواں کے اترا۔ بارگاہ فلک فرسا نصب ہوئی۔ بازاریں لشکر میں آراستہ ہو گئیں اترے چہل پہل شروع ہوئی۔

صنعت بارگاہ اپنی استادہ کر کے خدمت شاہ طلسم میں حاضر ہو کر دنگل پر قریب تخت شاہی کے بیٹھی ناچ ہونے لگے۔ دور شراب چلا۔ چنگ ورباب آغاز ہوا۔

یہاں مہ رخ جب سریرِ جہانبانی پر جلوہ پذیر ہوئی عیار جو فوج کشی کرنے سے شاہ طلسم کے لشکر سے نکل گئے تھے۔ اب داخل بارگاہ ہوئے اور برق آ کر کرسی زریں پر بیٹھا۔ مہ رخ نے اس سے کہا اے برق آج تو خدا تعالیٰ نے بڑا اپنا فضل و کرم کیا کہ فوج طلسمی سے ہم سب کو بچا لیا۔ اگر صنعت بادشاہ کو پھیر نہ لے جائے تو غضب ہو جائے۔"

برق نے جواب دیا اے ملکہ یہ فقط آپ کا خیال ہی خیال ہے کہ ہم کو فوج طلسمی مار ڈالتی اگر ہماری قضا نہ تھی تو کوئی ہم کو مار نہ سکتا۔ میری دانست میں لڑائی ہو جاتی تو بہتر تھا شاہ کا گھمنڈ اور ہمارے دل سے دغدغہ نکل جاتا اور فتح و شکست خدا کے اختیار تھی۔"

مہ رخ نے کہا۔ "ابھی لڑائی کچھ مٹ تھوڑی گئی ہے۔ بادشاہ نہیں اس کے وزیر سے مقابلہ سہی صنعت بہت زبردست ساحرہ ہے خدا اس کے شر سے بچائے۔"

برق نے کہا۔ "جب یہ ساحرہ پہلے لڑنے آئی تھی اور صندوقچہ اس کا ہم لے آئے تھے اس وقت سے ہم کو پہچانتے ہیں اور ہم سے اس سے شناسائی بھی ہو گئی ہے آج دل میں آتا ہے کہ جا کر اس کا مزاج شریف پوچھ آئیں۔"

یہ کہہ کر اٹھا مہ رخ نے کہا اے برق ایسا کام نہ کرنا کہ اس ساحرہ پر عیاری کرنے جانا۔ وہ بلائے بیدرمان ہے اور آفت روزگار ہے۔ شاہ طلسم اس کی تعظیم کرتا ہے اور سحر میں مثل اپنے اس کو سمجھتا ہے۔ ساحران طلسم اس کے مکتب اولیٰ شاگرد ہیں۔

تم ہر گز وہاں ارادہ جانے کا نہ کرنا۔

برق نے کہا ہم کو غور کرنا نہیں زیبا ہے ورنہ وہ کیا شے ہے۔ اور اے ملکہ تم دیکھو

تو کیا خدا دکھاتا ہے میں ابھی آتا ہوں ذرا سیر کو جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر ہر چند سب نے منع کیا نہ مانا اور روانہ ہوا۔ جب لشکر حیرت کے قریب پہنچا صورت ساحر کی سی بنا کر داخل لشکر ہوا۔ دیکھا کہ ہجوم سپاہ اور کثرت لشکر سے گائی زمین کا کلیجہ پھٹا ہے۔ جہاں تک پلک نگاہ جاتا ہے۔ لشکر لشکر نظر آتا ہے۔ بازاریں کھلی ہیں۔ ساحروں کے خیمے نصب ہیں۔ بستر لگے ہیں۔ ہوم ہوتا ہے۔ ڈفلیاں بجتی ہیں بھجن ہوتے ہیں۔ ہر سمت گھما گھم سے بھی فکر میں پھرنے لگے۔

اتفاقاً کنیزان صنعت بارگاہ میں حیرت کی اپنی بارگاہ سے آتی جاتی تھیں۔ یہ ایک کنیز کو تنہا جانب بارگاہ جاتے دیکھ کر اس کے پاس گیا اور اشارہ سے ہاتھ کے ایک طرف بلایا کہ ادھر چل۔

کنیز سمجھی کہ میرے کسی دوست نے طلب کیا ہے اور اس ساحر کو مخفی طور پر بلانے بھیجا ہے۔ پس اسی سمت کو جدھر اس نے بلایا چلی یہ بھی دوڑ کر پاس اس کے گیا ہے اور مقام تنہا پا کر بیضہ بیہوشی اس کے منہ پر مارا۔ وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔ اس نے اس کا پیرہن لیا اور اس کو کسی جگہ چھپا دیا۔

پھر آپ اس کی ایسی صورت بن کر لباس اس کا پہنا آنکھوں کو سرمہ کے خلعت سے تجلی کیا۔ رخسار کو زیور گلگونہ سے مزین فرمایا۔ دست پا کو رنگ حنا سے سرخروئی دی۔ مانگ سیندور سے بھری وہ حسن نمایاں اور طلعت جہاں آرا ظاہر کی جو مرغوب دلہائے عاشق بتاں ہوا فدا اس پہ سارا جہاں ہو خال رخسار رہزن متاع جان و ایمان تھا۔

اس صورت سے درست ہو کر بارگاہ حیرت میں گیا۔

اور قریب کنیزاں صنعت جا کر کھڑا ہوا۔ وہ کنیزیں عہدے ہاتھوں میں لیے کھڑی تھیں۔ کسی کے پاس پنکھیا تھی۔ کوئی چنگیر پھولوں کا لیے تھی۔ چنانچہ وہ کنیز جس کے پاس گلوریوں کا خاصدان تھا اس کو ضرورت پیشاب کی ہوئی اور بانداز ناز پائینچے کلائی پر ڈالے بہانے رفع احتیاج چلی جب عیار مذکور کے پاس سے نکلی۔ اس نے کہا۔ "دوئی رنڈی تجھ کو سوائے اترانے کے اور کچھ نہ آیا۔ اب مٹکتی ہوئی نہیں معلوم کدھر جاتی ہے کچھ بھی

تجھ کو مالک کا خیال ہے۔"

اس کنیز نے اس کو اپنے ساتھ والی سمجھ کر ہنس کر کہا۔ "اے بی اترائی تم ہو کہ ہر بات میں بات لگاتی ہو۔ کوئی پیشاب کو نہ جائے پھر کیا تیرے حلق میں موتے۔"

اس نے کہا۔ "جورو تو بولا کیوں گئی۔ میں نے تیرے نفع کی بات کہی کہ تو جاتی ہے اور خاصدان بھی لیے جاتی ہے۔ اگر ملکہ عالم گلوری مانگیں تو کون دے گا۔ نہیں تکی بہاد گنہ لازم تو مجھی کو قائل کرے گی۔ اچھا تو جان اور تیرا کام جانے۔

اس کنیز نے یہ تقریر سن کر کہا۔ "بیوی ہنسی میں کھسیانی کیوں ہو گئیں۔ لو خاصدان لیے رہو۔ اتنا کام میرا کرو کہ حضور کو گلوری کھلا دینا اور جو پان کی قسم سے کسی اور مصالح کی ضرورت ہو تو سامنے صحنچی میں مقابلہ حسن دان وغیرہ موجود ہے لے آنا۔" اس نے وہ خاصدان اس سے لے لیا اور وہ چلی گئی۔

○○○

- **صنعت جادو**

کچھ دیر میں صنعت گلوری طلب کی۔ اس نے خاصدان وا کر کے بیچے چو گھڑے میں دو تین الائچیاں ساختہ بیہوشی رکھ کر خاصدان سامنے ملکہ مذکور کے پیش کیا۔ اس نے ایک گلوری شکرند کی لے کر کیلوں کو نکال کر کھائی اور چو گھڑا وا کر کے الائچی نکلی توڑ کر وہ بھی نوش کی کھاتے ہی صورت برق کی از سر تاپا دیکھی اور کہا۔ "گلوری والی کہاں گئی۔" اس آنکھیں نیچی کر کے شرما کر کہا۔ "بی بی مردوے بیٹھے ہیں۔ میں کیا کہوں کہاں گئیں ہیں۔ جس بات سے بشر ناچار ہے۔ وہاں گئی ہیں۔" ساحرہ بھو گئی کہ پیشاب کو گئی ہے اور یہ عیار ہے پس اپنی زودحسی دکھانے کو اس سے کہا گلوری والی نے کچھ اچھی گلوریا نہیں بنائی تھیں تو اپنے ہاتھ سے بنا لا۔"

عیار مذکور یہ حکم سن کر خوشی خوشی حسب نشاد وہی کنیز صحنچی میں گیا۔ وہاں چوکی بچھی تھی زیر انداز مخملی پر پاندان طلائی مرصع کا رکھا تھا قفل اس میں ابجد کے طلسم کا لگا تھا۔ اس نے قفل حرفوں کو برابر کر کے وا کیا اور چند گلوریاں بنائیں۔ جوز الائچی ناگ وغیرہ سب بیہوشی والی کر پاندان بند کر کے چلا ساحرہ نے الائچی جو بیہوشی کی کھائی تھی۔ اس کے دفع کرنے کو پانی منگا کر پیا اور ایک سحر پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کہ اب بیہوشی مجھ پر اثر نہ کرے۔ یہ تدبیر کر کے بیٹھی تھی کہ برق گلوریاں لے کر آیا۔ اس نے وہ گلوریاں بھی کھائیں اور کہا ساتگن سے شراب لے کر مجھ کو پلا۔ اے برق تو ابھی لونڈا ہے۔ مونڈی کاٹے دیکھوں تو بیہوشی کتنی پلاتا ہے۔ یہ سن کر برق نے چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ صنعت نے کہا۔ "موئے ادھر کہاں جاتا ہے "عیار اس کے پکارنے سے مسحور ہو کر پھرا اس وقت افراسیاب اپنے مقام پر سے اٹھا اور کہا او ناعیار تو قاتل استاد کا ہے میں بھلا کب تجھ کو زندہ چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر عیار کو قریب تر بزور سحر طلب کر کے چاہا کہ ایک طمانچہ ماروں۔ مگر صنعت بل بل کر کے اٹھی اور عیار کے بیچ میں آ گئی اور کہا او موئے چھوکرے۔ تیری بھی یہ لیاقت ہوئی کہ تو ہم پر عیاری کرے ابھی کچھ دنوں جا کر کچھ سیکھ۔ پھر عیاری کرنے آنا اور تو کیا ہے۔ میں تیرے استاد کی تو حقیقت سمجھتی نہیں۔ جس نے عنقطلی آباد کے ساحروں کو مارا ساحر مشمش کا سرا و تاراما وہ آئے گا تو میں سمجھ لوں گی۔

یہ کہہ کر کچھ اشارہ کیا دو پنجے پیدا ہوئے اور برق کو اٹھا کر لے گئے۔ اس نے کہا۔ "اس کو لے جا کر اس کے لشکر کے پاس چھوڑ دینا اور پکاری او نا عیار یہاں آنے کا قصد نہ کرنا۔"

پنجے حسب الحکم اس کو قریب لشکر لا کر چھوڑ گئے ادھر شعلہ جاوداں نے کہا "اے ملکہ صنعت یہ تم نے کیا کیا کہ دشمن کو پا کر قتل نہ کرنے دیا۔ بہا کرا دیا۔"

ملکہ مذکور نے عرض کیا "حضور ہمارے مقدمہ میں دخل نہ دیں۔ ملکہ جانب ظلمات طلسم تشریف لے جائیں۔ کنیز سمجھ لے گی شعلہ طلسم نے اس کی خاطر سے کچھ نہ کہا اور رسوا ہو کر جانب باغ سیب چلا گیا۔ اس عرصہ میں وہ زمانہ آیا کہ صنعت طراز کلک قدرت نے صفحہ رنگین دہر میں رنگ میں ظلمت شب بھرا اور لوح دنیا پر گیسوئے لیل کا موقلم پھرا کہ

دنیا پہ گیسو لیل کا موقلم پھرا کہ
کہ عکس مہ جب پھیلا گلشن پہ
ہوئی بس رخصت مہر آمد مہ
چمک رستوں میں تھی روشن ہوئی ماہ

شام کو حیرت کی بارگاہ سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں بہر آرام آئی۔ یہ بارگاہ کئی کوس

تک استادہ ہے۔ اندر بارگاہ کے بارہ ہزار دنگل لگا ہے۔ آٹھ ہزار کرسی یاقوت نگار بچھی ہے اور ایک تخت پُراز جواہر الماس کا مقام صدر میں آراستہ ہے۔ اس پر اوقچہ موتی کے جالی کا پڑا ہے۔ سامنے بارگاہ کے ایک نمگیرہ کئی لاکھ روپیہ کی طیاری کا کھنچا ہے۔ قالین گلدار کا فرش پیراستہ ہے۔ ساحرہ مذکور تخت پر آ کر بیٹھی۔ شیشہ آلات روشن ہوا۔ دورہ تمام سرداروں کا بندھا۔ کنیزاں یاسمن پیکر سامنے دست بستہ استادہ ہو گئیں۔ سراپچہ ہائے بارگاہ اٹھوا دیئے۔ ساحرہ کوسوں تک لشکر اترا ہوا نظر آیا۔

ملکہ کے سامنے ناچ ہونے لگا۔ ادھر ملکہ حیرت نے کئی سو خوان طعام لذیذ سے درست کرا کر اور کئی ہزار کشتیاں شراب و کباب وشیرینی سے تیار کرا کے مع فواکہات کی ڈالیوں کے ہمراہ گیسوئے بن شباب روانہ کیں۔ وہ بصد احتیاط لے کر نہایت ہوشیاری سے بارگاہ صنعت میں آیا۔

ملکہ مذکور تخت پر جلوہ گستر تھی۔ اس نے تسلیم کر کے وہ سب کھانا اور ڈالیاں وغیرہ پیش کش کیں۔ ملکہ نے اپنی خواص خاص سحر کامل جادو نام سے حکم دیا کہ جو کچھ تحفہ جات ملکہ حیرت کے یہاں سے آیا ہے اس کو علیحدہ ایک صحنچی میں رکھو۔" اور گیسو سے کہا۔ "ملکہ حیرت سے میری تسلیم کہہ کر عرض کرنا کہ کنیز کا جی چاہتا ہے کہ حضور کے ساتھ کھانا کھائے۔ امید ہے کہ خاتون معظمہ شاہ جاوداں یہاں قدم رنجہ فرما کر آرزوئے خاطر حقیری پوری کریں۔"

یہ کہہ کر خلعت فاخرہ دے کر اس کو رخصت کیا گیسو خلعت پہن کر حیرت کے پاس گیا اور پیام ساحرہ مسطورہ دیا۔

حیرت بنظر اس کے ہماری مہمان ہے سوار ہو کر مع چند مصاحبوں کے اس کی بارگاہ میں آئی۔ اس نے تا لب بارگاہ پیشوائی کر کے تخت پر لے جا کر بٹھلایا اور آپ با ادب علیحدہ بیٹھنے کا قصد کیا۔ حیرت نے ہاتھ پکڑ کر برابر اپنے بٹھلایا۔

دونوں تو اکل و شراب سے فارغ ہوئی ہیں اور ناچ دیکھتی ہیں۔ مگر برق عیار کا ذکر سنئے کہ اس کو جو پیچھے لشکر میں چھوڑ آئے تھے۔ پس اس نے اپنے دل سے کہا کہ اے

برق اس سے کیا فائدہ ہے کہ تم گئے اور خالی پھر آئے۔ اب پھر چلو اور کوئی زک اوس ساحرہ کو دو۔

یہ سوچ کر پھر روانہ ہوا اور صحرا میں آیا۔ وہاں زنگل بغرض عیاری بجائی۔ اس لیے کہ قران جنگل میں رہتا ہے۔ اس سے ملاقات کر کے حال اپنے جانے کا بیان کروں۔ چنانچہ ہر چند اس نے قران کو طلب کیا۔ وہ نہ آیا وجہ یہ تھی کہ جب سے صنعت کی بارگاہ نصب ہوئی ہے۔ قران صحرا سے بارگاہ کی طرف نقب کھود رہا ہے اور تدبیر قتل ساحرہ میں ہے۔ انشا اللہ حال اس کا بیان ہو گا۔

غرضیکہ جب برق نے قران کو نہ پایا۔ بنا چاری جانب لشکر حریف قدم بڑھایا۔ راہ میں کچھ خدمت گار لشکر حیرت بارگاہ کی جانب ساحرہ کی جاتے تھے ان سے ان نے پوچھا "بھائیو کہاں جاتے ہو۔"

انھوں نے کہا۔ "ملکہ حیرت بارگاہ میں صنعت میں گئی ہیں۔ ہم بھی وہاں جاتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "میں نے اس لیے پوچھا تھا کہ میں بھی وہاں چلتا ہوں۔ میرا تمہارا ساتھ سہی۔"

یہ کہہ کر ان کے ساتھ آ کر داخل بارگاہ ہوا اور خدمت گار آپ بھی بنا ہوا تھا۔ خدمت گاروں میں ہی مل کر کھڑا ہو رہا۔ دیکھا کہ حیرت و صنعت کھانا کھا کر تخت آ کر بیٹھی ہیں۔ شراب پی رہی ہیں اور باہم باتیں ہو رہی ہیں۔ انھیں باتوں میں حیرت سے صنعت نے پوچھا "اے ملکہ شمشلہ سے اور مہ رخ سے جو لڑائی ہوتی ہے اس کی اور شمشلہ کی نسبت ہی کیا ہے۔ میں یہ حیران ہوں کہ فتح کیوں نہیں ہوتی۔"

حیرت نے کہا۔ "کیا کہوں اے بیوی فتح کیوں نہیں ہوتی۔ یہاں تک تو ہوا کہ بازاریں لٹ گئیں۔ خیمہ و بارگاہ جلے۔ لشکر بھاگ گیا۔ لیکن ان عیار موذی کاتوں کا ستیاناس جائے سامری ان کو غارت کرے فتح کی شکست کرا دیتے ہیں۔ جو ساحر کی لڑائی فتح کرتا ہے۔ اسی کو مار ڈالتے ہیں۔ یہ پانچ عیار موئے طلسم میں وہ غدر مچا رہے ہیں کہ راتوں کو فرط غم سے ساحر چونک اٹھتے ہیں ان میں سے جو سب کا استاد ہے۔

کہ کب کے پاس گیا ہے اور چار پہل قیامت کر رہے ہیں۔"

صنعت ہم عیاروں کا سن کر ہنسی اور کہا۔ "میں سمجھتی تھی کہ مہ رخ کے پاس کوئی فرشتہ سامری جمشید نے بھیجا ہے۔ وہ لڑائی فتح نہیں کرنے دیتا ہے۔" خیر عیاروں کا تو حال میں جانتی ہوں۔"

یہ کہہ کر سامنے سحر کامل خواص کھڑی تھی اس کی صورت دیکھ کر قہقہہ مارا خواص نے بھی اپنی بی بی کی تقلید کی۔ قہقہہ مار کر ہنسی سات سو کنیز جو حاضر خدمت تھیں وہ ہنسیں۔

گویا سب نے زعفران کا کھیت دیکھ لیا۔ اتنی عورتوں کا ایک بار ہنسنا یہ معلوم ہوا کہ دنیا پر از صدائے خندہ ہو گئی۔ گنبد سما میں صدائے خندہ پیچیدہ ہوئی۔

برق نے دل میں خیال کیا کہ یہ تمہیں دیکھ کر ہنسی تھی کہ برق وہ خدمت گاروں میں ملا کھڑا ہوا ہے۔ اس ساحرہ کی ایک بیٹی اور بہن بھی ہے کہ ان کو اس نے قید کیا ہے۔" اپنے سے زیادہ ان کو ساحرہ جانتی ہے اور ڈرتی ہے کہ وہ مجھ کو مار نہ ڈالیں۔

فی الجملہ جب برق سمجھا کہ یہ مجھ کو پہچان گئی پس وہاں سے آہستہ چاہا کہ نکل جاؤں مگر ایک عورت پہلو پر کھڑی تھی۔ اس نے کہا۔ "تم تو ملکہ حیرت کے خدمت گار ہو۔ کھڑے کیوں نہیں رہتے۔ اب چلے جب ہماری ملکہ نے پہچانا۔ اے اب جاؤ گے تو طوق و زنجیر میں جکڑ کر آؤ گے۔ کیا دل لگی مقرر کی ہے کہ جب چاہا چلے آئے اور جب چاہا چلے گئے۔"

برق یہ گفتگو سن کر سوچا کہ بھاگے تو بے شک۔ پکڑے گئے۔ اب کچھ فقرہ کرو یہ سوچ کر اس عورت سے کہا۔

اے بی تم اتنا چراغ پا کیوں ہو گئیں۔ کوئی بے مطلب بھی کہیں آتا ہے۔ ہم آپ سے نہیں آئے ہیں۔ ملکہ مہ رخ کا نامہ لائے ہیں۔ ہمیں کیا غرض تھی جو بیکار کو اپنے پاؤں تھکاتے اور ایسی جگہ آتے۔"

اس عورت نے جب یہ گفتگو سنی کہا۔ "میں تمہارا حال ملکہ سے کہے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر آگے بڑھی اور ملکہ سے عرض کیا "یہ عیار کہتا ہے میں نامہ اپنے مالک کا لایا ہوں۔ آپ سے نہیں آیا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "اچھا سامنے آئے۔ برق فوراً سامنے گیا اور سلام کر کے ایک کرسی خالی بچھی تھی۔ اس پر بیٹھ گیا۔ اور اٹکل عیاروں کے پاس نامہ پر ایک سردار کے نام سے لکھے ہوئے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ نہیں معلوم کس وقت کیا معاملہ پیش آئے۔

اس نے ایک نامہ مہ رخ کی طرف سے بنام صنعت لکھا رکھا تھا اور یہ نامہ جب لکھا کہ جب یہ ساحرہ پہلے آئی تھی۔

خلاصہ کلام اس نے وہی نامہ کمرے سے نکال کر ساحرہ کو دیا۔ اس نے پڑھا لکھا تھا اے ملکہ صنعت سحر ساز ہمارے مقابلہ میں جو ساحر آیا زندہ نہ بچا مارا ہی گیا۔ تم کو لازم ہے کہ یہاں سے چلی جاؤ ورنہ ہمون آتش ورکلہ تمہارا بچنا بھی محال ہے۔"

صنعت یہ مضمون پڑھ کر بہت ہنسی اور کہا۔ "ہم تو چلے ہی جائیں گے۔ لیکن تم اے برق اب یہاں نہ آنا۔ اگر اب یہاں آؤ گے یا اس وقت ٹھہرو گے تو مار ہی ڈالوں گی۔"

برق نے کہا۔ "اے ملکہ لعنت ہے اس پر جواب یہاں رہے۔"

ساحرہ نے کہا "کیوں یہ اسلئے ہمیں کو لعنتیں دیتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "میں اپنے تئیں کہتا ہوں۔ آپ کے کہنے پر کہ یہاں نہ ٹھہرنا۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھ کو کہتا ہے پھر جو آپ سمجھیں وہی سہی۔"

صنعت نے کہا "کیوں شامتیں آئی ہیں جا یہاں سے نہیں مار ڈالوں گی۔"

اس نے کہا۔ "خفا کیوں ہوتی ہو۔ ہم چلے جائیں گے تو لعنت تم پر عائد ہو جائے گی۔"

ساحرہ اس کلمہ پر ہنس پڑی اور کہا۔ "تم لوگ بڑے لسان اور ظریف ہو۔"

برق نے اٹھ کر سلام کیا اور کہا۔ "قدر دانی آپ کی ہے میں کس قابل ہوں۔ یہ سب آپ کی خوبیاں ہیں۔ ساحرہ نے کہا۔ "بس باتیں ہو چکیں۔ اب تشریف لے جائیے۔"

اس نے جواب دیا اے ملکہ' آپ کا کیا حرج ہے لمحہ بھر ٹھہر کے ناچ دیکھ لیں تو چلے جائیں گے۔"

صنعت تو یہ کلام سن کر چپ ہو رہی۔ مگر حیرت بولی "اس موئے کی باتوں پر نہ آؤ نہیں تو یہ آفت برپا کرے گا۔"

صنعت نے کہا۔ "بیٹھا رہنے دو کیا کر لے گا۔"

حیرت بھی خاموش ہو رہی۔ مگر جملہ ساحری بہت ہوشیاری سے وہاں ٹھہرے کہ ایسا نہ ہو یہ عیار کو فتور کرے۔

برق یہ رنگ وہاں کی خبرداری کا دیکھ کر اٹھا کہ ٹھہرنا یہاں بیکار ہے کچھ نہ ہو سکے گا پس ساحرہ سے کہا۔ "آپ خفا ہوتی ہیں لیجئے میں جاتا ہوں۔ میری ملکہ بھی نامہ کے جواب کے منتظر ہو گی۔"

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے آیا اور دل سے کہا کبھی ایسا ہوا نہیں کہ تم عیاری کو آئے ہو اور بغیر کچھ کیے خالی پھر گئے ہو۔ یہ سوچ کر پھر ایک ساحرہ کی سی صورت بن کر داخل بارگاہ ہوا اور آدمیوں کے ہجوم میں پوشیدہ ہو کر ٹھہرا اتنے عرصہ میں رات زیادہ چلی آئی تھی۔ ملکہ حیرت رخصت ہو کر اپنی بارگاہ کی طرف گئی۔ صنعت بھی تخت سے اٹھ کر جانب خوابگاہ چلی اسی بارگاہ میں ایک مقام پر پلنگڑی جواہر کا رکھی تھی بچھونا نرم و نازک تراس پر تھا۔ فرش گل سے آراستہ تھی۔ اس پر جا کر لیٹی تھی۔ سامنے آئینہ سحر بارگاہ کی قنات میں لگا تھا۔ لیٹ کر وہ آئینہ دیکھنے لگی۔ اس میں صورت اس کی جو دکھائی دی۔ اس نے کہا۔ "برق عیار تیری فکر میں لگا ہے۔ یہ کلمہ اپنے عکس سے سن کر برعکس پر اس نے کمر باندھی اور مثل اپنے طالع معکوس کے پیاری کنیزیں گیسو ناز و سحر کاکل وغیرہ بہر خدمت گزاری حاضر تھیں۔ ان سے کہا۔ "وہ موا عیار سامنے کھڑا ہے۔ میرے سحر سے بھاگ نہ سکے گا۔ جاؤ پکڑ لاؤ۔"

گیسو وناز یہ حکم سن کر جھپٹی اور برق کو پکڑ لائی۔ اس نے ہر چند چاہا کہ بھاگ جاؤں قدم نہ اٹھ سکا۔

غرض کنیز مذکور اس کو سامنے لائی۔ ساحرہ اٹھ بیٹھی اور بعتاب حرف زن ہوئی کہاں اوئے نابکار پہلے تو نامہ دار بن کر تو آیا تھا اب کہاں تو نے یہاں قدم رکھا۔"

برق نے کہا۔ "کچھ تو دنیا دیوانی ہو گئی ہے اری تجھ ہمارے آنے جانے کو بار بار کیا پوچھتی ہے۔ ہم آئیں نہیں تیری جان کیونکر جائے۔"

ساحرہ یہ کلمہ سن کر غضبناک ہوئی اور تخت پر پلنگ سے اٹھ کر آئی کہا۔ چار طرف بندوبست کرو کہ کوئی آنے نہ پائے۔ اس موئے کو بغیر مارے نہ چھوڑوں گی۔"

برق نے کہا۔ "اے ملکہ اتنی سی بات پر خفا ہو گئیں۔ آپ تو ہم کو ظریف کہتی ہیں۔ ظرف تو نہیں معلوم کیا کچھ کہتے ہیں۔ اچھا اب کی چھوڑ دیجئے۔ پھر نہ آئیں گے۔"

اس نے کہا۔ "قسم جمشید کی اب نہ چھوڑوں گی دو مرتبہ رہا کر دیا یہ تیری بار ہے۔ اب رہا ہونا تیرا غیر ممکن ہے۔" یہ کہہ کر اپنی کنیز گیسو دراز سے کہا۔ "اس پر سحر پڑھ کر دم کر اور ایک طمانچہ مار کہ سر اس کا اڑ جائے۔"

کنیز مذکور سحر پڑھنے لگی اور برق سمجھا کہ اب بے شک قضا آئی۔ پس یہ متوجہ قلب سے دعا کرنے لگا "اے خالق جان و تن اس طمانچے سے کہ طمانچہ دست ملک الموت ہے مجھ کو بچا لے۔"

دعا اس کی قبول ہوئی یعنی قران جو نقب کھود رہا تھا۔ اس نے نقب کا سرا زیر تخت صنعت آ کر توڑا اور فکر میں عیاری کے تھا کہ کیفیت گرفتاری برق سب اس نے تخت کے نیچے ٹھہر کر معلوم کی اور دل سے کہا۔ "اب توقف کرنے سے برق مار ڈالا جائے گا نکل کر بغدہ ساحرہ کے مار دے۔ پس یہ سوچ کر اس نے تخت صنعت دونوں ہاتھوں سے اٹھایا۔ صنعت گھبرائی کہ یہ ماجرا کیا ہے اور کنیز بھی طمانچہ مارنا بھول کر پکاری "بی بی بچنا۔"

صنعت حیران ہو کر نیچے دیکھنے لگی اور قران جو تخت لے کر کھڑا ہوا نقب کا کنارہ پھٹا اور پاؤں اس کا گڑھے میں گیا۔ اس نے تخت ایک سمت پھینک دیا اڑاڑ دھڑام صنعت

نیچے اور تخت اوپر۔

ادھر قران پھر سنبھل کر نقب سے نکلا۔ اور کنیزوں نے جو اس کی ڈراؤنی صورت دیکھی کہ بلند و قامت سیہ فام حبشی سر سے پاؤں تک خاک میں اٹا ہوا۔ بغدہ کر انبار لیتے نکلا ہے۔ پس یہ دیکھ کر دوڑی کہہ کر بھاگیں لیکن قران نے دوڑ کر بغداد گیسو دوانے کے اس زور سے مارا کہ سر اس کا پھٹ گیا۔ غلغلہ گیر ودار بپا ہوا اور صنعت جو کروٹ کے بل گری تھی تو گلا اس کا ٹوٹ گیا اور ایسا درد ہوا اور صدمہ پہنچا کہ بیہوش ہو گئی اور بارگاہ میں اندھیرا مر ساحرہ سے ہو گیا۔

قران اور ایک ساحرہ کو اس اندھیرے میں مار کر سمجھا کہ صنعت جو تخت کے نیچے سے نکلے گی تو آفت بپا کر دے گی۔ پس یہاں ٹھہرنا نہ چاہیے۔ یہ سمجھ کر ہنگامہ تو بپا تھا ہی برق سراپچہ فرا کر بھاگا اور یہ اسی نقب میں کود کر روانہ ہوا اور ساحر جو باہر بارگاہ کے تھے۔ اندر لینا لینا کہتے چلے اور اندر کے ساحر گیر گیر کہتے دوڑے اور کچھ کنیزوں نے سحر روشنی کر کے تخت سے نیچے سے صنعت کو نکالا اور پلنگڑی پر لٹایا۔ اس کو بیہوش پا کر تیمارداری میں مصروف ہو گئیں۔

باہر بارگاہ کے جو ساحر لینا کہہ کر نکلے تھے تو لشکر کے ساحر گھبرا کر مسلح ہونے لگے تھے اور سحر سے مشعلیں اس قدر روشن تھیں کہ دن سے زیادہ وہ رات روشن تھی بس برق جو بھاگا گیسوئے ظلمات جادو بھائی گیسو دراز کا بارہ ہزار ساحر لیے طلایہ پھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عیار سراپچہ پھاند کر بھاگا جاتا ہے۔ پس وہ جملہ ساحران ہمراہی کے پیچھے دوڑا اور برق مثل برق جہندہ کے بارگاہوں اور خیموں کی گردش دیتا یہ جا وہ جا۔ اس لشکر سے نکل کر کنارے شہر حیرت کے پہنچا۔

گیسوئے ظلمات نے دیکھا کہ عیار نکل جائے گا تو ایسا بدحواس ہوا کہ سحر سے گرفتار کرنا بھول کر پیچھے دوڑا تھا اب سحر سے پکڑ لے یہ تجویز کر کے ایک ساحر سے کہا۔

"تو چیل بن کر اس عیار کو اٹھا لا۔"

ساحر بھی جب حکم چلا۔ ادھر برق جو لشکر حیرت کے قریب پہنچا وہ چار جمعدار سالار سردار جو پہرے پر تھے اس کے پیچھے دوڑے اور ترنج سیدھے کیے کہ ساحر فرستادہ گیسو پنجہ بن کر جو گرا اس کو اٹھا کر لے چلا۔ برق سمجھا کہ گرفتار ہوئے پس فوراً یہ مکاری پکارا "اے پنجہ سحر مہ رخ تو وقت پر آ کر پہنچا۔ نہیں تو میں قید ہو چکا تھا۔ یہ ساحر میرے قتل پر مادہ ہیں تو جلد مجھ کو نکال لے چل۔"

یہ عبارت جو ساحروں نے سنی سمجھے کہ یہ پنجہ اس عیار کے کسی دوست کا بھیجا ہوا ہے۔ اس کو نکال لے جانے لگا۔ بس فوراً نارنج نارنج پنجے پر مارے کہ پنجہ جو ساحر کو لیتا ہے۔ اس کو مار لیں۔ عیار تو بچ جاتا نہیں کہاں جا سکے گا۔ چنانچہ ایک نارنج اس پنجے بنے ہوئے ساحر پر لگا کہ وہ وہ جلتا ہوا زمین پر گرا۔ برق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر سیدھا ہوا کہ بھاگے ساحر اس پر آ پڑے اور چاہا کہ گرفتار کریں۔

اتنے عرصہ میں گیسو جو پیچھے آتا تھا۔ اس نے پہنچ کر اپنے بھیجے ہوئے ساحر کو قتل ہوتے دیکھ کر ان سب ساحران حیرت کو ڈانٹا "اے ناعقلو یہ تم نے کیا غضب کیا جو میرے ملازم کو قتل کر ڈالا۔"

یہ کہہ کر آمادہ رزم ہوا۔ ساحران حیرت اس کی جانب مخاطب ہوئے۔ برق بھاگ کر ایک نشیب کی طرف جا کر پوشیدہ ہو گیا۔

ادھر گیسو ساحروں سے فقرہ دیتا عیار کا سن کر ہنسا کہ کی برجستہ بات ان عیاروں کو بنا لینا آتی ہے پس ان ساحروں کو چھوڑ کر سیدھا جانب لشکر مہ رخ روانہ ہوا کہ میں اس عیار کو اس کے لشکر سے پکڑ لاؤں یہ تو راہ طے نہ کر چکا تھا کہ قران نقب سے صحرا میں نکلا اور وہاں سے سیدھا اپنے لشکر میں آیا ایک طرف سے برق نے جب دیکھا کہ غلغلہ کم ہوا نشیب سے نکل کر راہ کتراتا ہوا اپنے لشکر میں آیا۔ یہاں مہ رخ و بہار آرام گاہ میں تھیں۔ لیکن لشکر صنعت بہت بڑا لشکر ہے اس میں غلغلہ جو ہوا تو یہ دونوں آرام گاہ سے نکل کر بارگاہ میں آئیں اور اچانک اندیشہ ناک آمد صنعت سے ہو رہی ہے سب سرداروں کو طلب کر کے مستعد بیٹھیں تھیں کہ ایسا نہ ہو غفلت

میں ہم کو کچھ گزند پہنچے۔

فی الجملہ عیار جو بھاگ کر بارگاہ میں آئے۔ دربار معمور پایا آئین سروری آرائی بدستور پایا اور مہ رخ نے ان کو دیکھ کر بخندہ پیشانی کہا کہ

کہاں سے آتے ہوئے میری جان
میں تم پہ سو جان سے قربانی

عیاروں نے اپنے مقام پر بیٹھ کر سب حال بارگاہ صنعت کا بیان کیا اور کہا "یقین ہے کہ گلا اس قحبہ کا ٹوٹ گیا ہو گا اور اگر گلا نہ ٹوٹا ہو گا تو چوٹ ایسی لگی ہو گی کہ بعد اچھے ہونے کے جب پروا ہوا چلے گی جب درد کولے میں ہو گا اور ہمیں وہ بیدرد یاد کرے گی۔"

یہ حال سن کر تمام سردار خوب ہنسے اور ملکہ بہار نے کہا "اے ملکہ تخت کے اٹھنے سے فال صنعت کے لیے کیوں سختی کی ہے۔ گو وہ ساحر زبردست ہے لیکن ادبار آ چکا ہے۔ اب اس کا انشاء اللہ تخت تابوت میسر ہو گا۔ حضرت قران اس شیطانیہ کے لیے فرشتہ لعذاب خدا بن گئے ہیں۔" یہ ذکر ہر ایک سردار کر کے خوش ہو رہے تھے کہ جاسوسان لشکر دوڑتے ہوئے آئے اور عرض رسا ہوئے کہ "اے ملکہ دوراں بادشاہ جہان

شہا ملک و دولت رہے برقرار
عدو ہو ترا خوار و بے اعتبار
تری فوج سے گیسو وہ سیاہ
ہوا آ کے اس وقت ہے کینہ خواہ
لیے ساتھ ہے اپنے بارہ ہزار
سواران جنگی و مردان کار

جاسوس یہ خبر عرض کر کے کنارے ہوئے اور ملکہ موصوفہ نے نفیر سحر بجائی۔ جملہ سردار سالار بارگاہ سے نکل کر تخت طائران سحر پر سوار ہوئے۔ تمام لشکر تیار ہو آمادہ رزم و پیکار ہر سردار ہوا۔ پچھلی رات اہل اسلام جہاد کو بھی بطراز عبادت جانتے ہیں ہر شخص کو شہادت کا شوق غزا کی مشتاق شجاعت بھی مثل شب زندہ داراں بمحراب شمشیر میں سر جھکائے تھی آیہ نصر من اللہ زبان پر لائی تھی زبان دعا کی صورت تھی کش گوشہ گیر تھی۔ سنانا بے نیز زبان ہی دلگیر تھی علم بسان حاجت منداں دعا کو سر کھولے لب سوفار ہلتے تھے۔ یا قار یا حافظ زیر لب ورد کرتے تھے اس پچھلی رات کی کیا کیفیت بیان ہو۔ ہر طرف رات کا سناٹا تھا۔ دلوں میں بہادروں کے ہوائے شجاعت ساحروں کے طائر سحرائے مشعلہائے سحر فروزاں سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا میں آگ لگی ہے یا دہر غدار مفسد نے افروزش کی ہے۔ ابر کے ٹکڑے ہوا پر چھائے ہیروں کا غوغا بلند باجے بجتے ہتھیار چمکتے آنچ تیر برستے ناقوس چیختے کہ

رواں مثل دریا وہ لشکر ہوا
کہ تھا بحر پر جوش قہر خدا
فسوں ساز تھے ساحر امرا ایسے
جنہیں کہتے ہیں سب یہ جادو کے پتلے

اس کروفر سے یہ لشکر جرار مقابل گیسو بدکار پہنچا اور نارنج ترنج چلنے لگا گردوں کا دل دہلنے لگا۔ صدائیں مہیب آنے لگیں۔ گولے فلادی پڑتے تھے۔ آفت عظیم بپا تھی۔

اسی ہنگامہ میں ایک گولا سحر کا ساحرہ شب کے بھی لگا اور نارنج خورشید نے رنگ ظلمت لیل مٹایا کہ

حجاب شب ہٹا دامن سحر کا
دگرگوں ہو گیا عالم قمر کا

فروغ روشنی پیدا ہوا جب
مٹائی مہر نے تیرگی شب

صبح کو بھی وہی گھمسان کی لڑائی رہی مگر گیسو کی فوج پسپا ہونے لگی۔ اس نے بروز سحر ملکہ صنعت کو اطلاع دی۔ وہاں کھلا ساحرہ مذکور رکا بٹھلایا گیا اور اس کو ہوش آیا تھا کہ طائر سحر نے آ کر خبر جنگ کہہ کر عرض کیا "جلد چلیے نہیں تو گیسو شکست کھا چکا ہے لشکر حریف غالب آ چکا ہے۔"

ملکہ مذکور نے یہ سن کر چاہا کہ مع تمام لشکر کے چڑھ دوڑے لیکن یہ ساحرہ زبردست ہے حمل افراسیاب اس کے ہاتھوں میں ہی حال نیک و بدساعت کا معلوم ہوتا ہے۔ پس اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا معلوم ہوا کہ تیرا جانا مناسب نہیں مدد گیسو کے لیے کسی اور کو بھیج دے۔

یہ دیکھ کر اڑنگ ورد مند تھی جانے سے باز رہی اور اپنی انیس اور مصاحبوں کی طرف نظر کی ایک مصاحب خاص آراستہ سحر نام حسین و گل اندام فن سحر میں یکتا پاس بیٹھی تھی۔ ناگاہ ستمگری ملکہ کی پہچان کر عرض رسا ہوئی "خبر رزم سن کر حضور مترود ہیں مجھ کو حکم ہو کہ میں جا کر نمک حراماں شاہی کا کام تمام کروں صنعت نے ہنس کر کہا۔ "اچھا کیا مضائقہ ہے جاؤ اور سب کے سر کاٹ لاؤ۔"

وہ گلبدن اجازت پا کر بسان بوئے گل اٹھی اور تسلیم کو کر کے چلی۔ باغ حسن ایسا ہرا بھرا تھا کہ رفتار سے اس کی روش نسیم گلشن کا رنگ پیدا تھا۔ مردم نگاہ اس کے چمن رخسار کی گلگشت کریں تو ہوائے وصال میں اس کے گردش پذیر رہیں نقش گل ہائے بوسہ میں شبنم نمط رویا کریں۔ وہ اس کا چھوٹا سا قد فتنہ برپا کرنے والا گلشن

حسن کا بوتا تھا۔ قمری دل اس سرو حسن پر لوٹا تھا۔ غنچہ باغ کو اگر وہ غنچہ دہن منہ لگائے تو وہ ایسا اترائے کہ شگفتہ خاطروں کی طرح باغ باغ ہو جائے نازک برگ گل کہاں سے یہ منہ لائے جو اس کے لبوں پر نثار ہونے کے قابل کہلائے۔ بیلا موتیا لاکھ اپنے تئیں بنائے مگر اس کے گوہر دندان کی ایسی صفائی کہاں پائے کہ

لگا کر تیغ جب وہ قاتل عالم اٹھتا ہے
فلک پر خوف سے ترک فلک کا دم اٹھتا ہے
کوئی انداز ہو قسم خدا تم پر فریب ہے
تمہاری ہر ادا میں یار اک عالم اٹھتا ہے
مقدر میرا زلف اس کی برابر ہے تماشہ میں
نہ اس کا بل اٹھتا ہے نہ اس کا خم اٹھتا ہے

غنچہ سحر کمر سے لگائے لباس سرخ وہ قاتل عالم زیب قامت فرمائے اکڑتی ہوئی باہر بارگاہ کے آئی اور کچھ سحر پڑھ کر پھونکے۔ صحرا کی طرف سے سترہ سو نازنین قمرو پیکر کم سن جوانی کے دن حسن میں یگانہ دہر لڑنے میں خدا کا قہر وہ بن سرخ پہنے چھوٹی چھوٹی کمانیں دوش پر لگائے برق قوس میں اتر آئے۔ تیر سونے کے ترکشوں میں جوہر کے رکھے سامنے آگئیں۔

یہ سب اس آماستہ سحر کی پتلیاں بزور سحر بنائی ہوئی ہیں۔ جہاں یہ جاتی ہیں ساتھ یہ بھی جاتی ہیں اور لشکر سے ہٹ کر صحرا میں ٹھہرتی ہیں۔ جب یہ سحر سے ان کو بلاتی ہے۔ جب آتی ہیں۔ اس ساحرہ نے بڑی محنت کر کے مدت میں ان پتلیوں کو بنایا ہے۔ اور بغیر قتل ہوئے آماستہ سحر کے یہ پتلیاں نہ مٹیں گی۔

فی الجملہ جب یہ پتلیاں بصورت نازنینان طائران سحر پر سوار حاضر خدمت ہو گئیں۔ آماستہ سحر بھی تخت پر سوار ہوئی۔ کنیزان گل اندام نے گرد تخت حلقہ کیا اور ان پتلیوں

نے طائران سحابی کو اڑایا۔ تخت ساحر مذکور بیچ میں رواں ہوا۔ بروئے ہوا یہ گروہ مہ جبینیاں اس طرح پرواز کناں تھا۔ گویا وہ تاباں لشکر سیاہ گگن لے کر اتر آیا تھا یا جہاں پر آفتاب تاباں تھا ابر اودے اودے سر پر سایہ فگن تھے اور ان گل اندامون کے سرخ پیرہن تھے۔

یہ ظاہر تھا کہ بجلیاں بدلی میں طپاں ہیں چھل بل سے ان کج اداؤں کی بجلیاں بھی حیران ہیں کمانیں دوش پر ہر ایک کے ترکش برابر بغل کے لگے۔ گویا طاؤس مست پر کھولے ہوئے ہوئے سحر کے جھونکے نقارے بجتے کچھ عجب کیفیت دکھاتے تھے۔

مختصر یہ کہ بڑی آن وادا سے یہ بہر رزم لڑنے والے سب جاتے ہیں۔ جب قریب جنگ یہ لشکر پہنچا پہلے گیسوئے ظلمات سے سحر کی مار ہو رہی تھی کہ ان ابرو کی نوں سے قوسہائے طلائی کندھوں پر سے اتاریں اور تیر ترکش سے نکال کر پھر کمان ہیں پیوست کر کے لگائے سترہ سو ناوک سحر ایک دفعہ سن سن کر کے چلا اور لشکر مہ رخ نشانہ خدنگ اجل بنا۔ ایک ایک تیر نے پانچ پانچ سات سات کے سینوں کو توڑا۔ پہلے ہی حملے میں ہزار ہا طائر روح شکار تیر قضا ہوا۔

آماستہ سحر بروئے ہوا تخت ٹھہرا کر قائم ہوئی اور کنیزیں اس کی چار طرف سپریں آڑ کر کے کھڑی ہوئیں لشکر مہ رخ سے بھی نارنج و ترنج چھوڑے گئے مگر کنیزیں سپر وغیرہ پر روک کر رد کر دیتی تھیں اور وہ چٹیاں برابر ناوک فگنی کر رہی تھیں۔

بڑے غضب کا سامنا تھا۔ تیروں کے سناٹے تھے باد خزاں اجل کے جھونکے گلزار لشکر پر آتے تھے گل ہائے جسم بے برگ و بار تھے۔ مرغ جان سہم سحر کے شکار تھے دل دہر سے آہ ایسی نکلی تھی کہ سینوں کے تیر بن کر پار تھی۔ یا کسی عاشق آہو مژگاں کے آہ کی یہ تاثیر آشکار تھی۔

ساحروں نے بزور سحر سپریں پیدا کر کے آڑ کی تھیں لیکن وہ تیر کسی طرح نہ رکتے تھے ہزار ہا لاش میدان میں پڑی تھی۔ وہ بلا سحر کی آئی تھی کہ تیروں کا مینہ برس رہا تھا۔ ہر ایک مبارز جان بچانے کو ترس رہا تھا تیروں کی کثرت بارش سے یہ ثابت

تھا کہ روزگار غدار کے فرط خوف سے رونگٹے کھڑے ہیں۔ حسینِ دنیائے بے وقار کے سینے سے ارمان ستمگاری نکل رہے ہیں۔ پر عقاب و طاؤس سے روئے ہوا پر چھایا ہوا نے بھی پر لگائے تھے۔ موج ہوا میں سونے کے تیر آتش کے پرکالے تھے۔ بحر اخضر روئے ہوا میں خلعت آبی کو خوف تلاطم تھا۔ تیروں کا دریا ہوا پر بہ رہا تھا۔

سرداران لشکر بہار جادو گرنیاں ذی وقار اور ملازمان مہ رخ نامدار زمین میں بزور سحر سما جاتے تھے تیروں کی زد سے ہٹ کر اپنی جان بچاتے تھے۔

ادھر گیسو کو جو مدد ملی تھی تو اس نے آفت برپا کر دی تھی۔ فوج میں بھگدڑ پڑ جاتی تھی۔ شجاعت شعاران عالی گہر پائے ثبات گاڑے لیکن گور کے کنارے تھے۔

یہ حال دیکھ کر مہ رخ و بہار بزور سحر اڑیں اور تیروں سے بچتی ہوئیں قریب تخت آماست سحر پہنچیں چاہا کہ اس پر حملہ کریں۔ اس نے جوان کو قریب تخت پایا ایک بیضہ طاؤس سواری سامری کا اس کے پاس تھا۔ ان کا زبردست جادو گرنیاں جان کر جھولی سے نکالا اور سحر پڑھ ان پر مارا۔ بیضہ ان کے قریب آ کر شق ہوا اور اس میں سے ایسی بو پیدا ہوئی کہ نتھنوں میں تیر بن کر ان دونوں کے سمائی۔ اس رائحہ نے نتھنوں میں تیر چلائے۔

یہ دونوں تاب اس بو کی نہ لا سکیں بے ہوش ہو گئیں اور قلابازیاں کھاتی ہوئی زمین کی طرف چلیں آماست سحر نے کنیزوں کو حکم دیا گرفتار کر لو۔"

کنیزیں اس کی چلیں۔ لیکن کچھ لشکر عقب میں ان دونوں کے بھی آیا تھا۔ ان میں سے چند جادوگرنیاں جانبازی کر کے پنجہ بن کر بہت جلد گریں اور ان دونوں بیہوشاں بیضہ سحر کو زمین پر مثل ماہ کے تہ گرنے دیا اٹھا لے گئیں۔

آماست سحر نے کہا "لے جانے دو آخر کہاں لے جائیں گی۔ میں سب کو دم بھر میں مار لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر متوجہ جانب ناوک اندازان سحر ہوئی اب تو مہ رخ و بہار کے تہ ہونے سے لشکر بے سردار کا ہوا۔ تو مہ رخ و بہار کے تہ ہونے سے لشکر بے سردار کا ہوا۔ اور فوج نے جھرمٹ کا کھایا شکست ہوئی۔ گیسو نے زیر تیغ رکھ لیا منچلے بہار تو تہ

بھاگے جان دینے کے ارادے ہیں۔ سینہ سپر کر کے دل بچر کر کے ٹھہر گئے اور باقی سب بھاگے۔ بلور چار دست اور سرخ مو نافرمان وغیرہ کائنات کے سحر کر کے تیروں سے جان بچاتے تھے اور گیسو کے سحر رد کرتے جاتے تھے۔ تلوار سحر کی چل رہی تھی۔ موت آ چکی تھی۔ زندگی جانے کے لیے جانب عدم چل رہی تھی۔

ہنوز یہ معرکہ اٹکا تھا تیر تقدیر اسلامیان کمان قدرت قادر بیچوں سے رہا ہو کر سینہ پر کینہ دشمن کے پر گزرا۔ یعنی عیاران لشکر بھی شریک جنگ تھے جب شکست اپنی فوج کی دیکھی۔

برق فرنگی چند ساحروں کو ساتھ لے کر لشکر سے نکل گیا اور ایک مقام پر ٹھہر کر صورت اپنی بہ صنعت عیاری شکل صورت صنعت سحر ساز بنائی۔ قبائے پر زر لباس و نادرت دربر کر کے دوپٹہ زرنگار اوڑھ کر پائجامہ مہ آب و تاب کا کم خواب کا پہن کر زر و زیور سے آراستہ ہوا اور وہ صورت بنائی کہ ماں بھی صنعت کی نہ پہچان سکے۔ اپنی دختر ہی اس کو جانے۔

پس ان ساحروں سے کہا۔ "ایک طاؤس سحر سے بناؤ اور تم کنیزان صنعت کی سی صورت بزور سحر بناؤ۔"

ساحر حسب ارشاد عمل میں لائے۔ عیار مذکور طاؤس پر سوار ہوا۔ کنیزیں مصنوعی جلو میں چلیں اس صورت میں طاؤس پر سوار ہو کر بہ عجلت تمام تر جنگاہ میں برق آیا اور ادھر ہنگامہ جدال و قتال گرم تھا۔ کسی نے اس کی جانب خیال نہ کیا۔ اس نے قریب آراستہ سحر جب پہنچنے کی تدبیر نہ دیکھی ایک کنیز سے حکم دیا "بزور سحر بلند ہو کر پکارے۔"

کنیز بلند ہو کر بموجب حکم صدا زن ہوئی "اے آراستہ سحر ملکہ عالم تشریف لائی ہیں اور تعریف تمہاری فرمائی ہیں۔"

یہ صدا ساحرہ مذکور نے سنی اور سر اٹھا کر جو دیکھا ملکہ صنعت کو آتے پایا تخت بڑھا کر چلی۔ فوج تو لڑتی رہی اور یہ ادھر مخاطب ہوئی۔

جب قریب تر پہنچی۔ ملکہ مصنوعی نے کہا۔ "اے آراستہ واہ وا کیا کہنا جیسا میں تم کو جانتی تھی اس سے دو چند پایا۔ یہ تمہارے ہی واسطے تھا جو آن واحد میں ایسے لشکر سرکش

کو پست کر دیا۔"

ساحرہ نے یہ تعریف سن کر تسلیم کی اور عرض کیا حضور نے کیوں تکلیف فرمائی۔ طبیعت بھی دشمنوں کی ناساز تھی۔ پھر کاہے کو یہ محنت گوارا کی حضور کا اقبال شریک حال تھا میں دم بھر میں ان سرکشان کے سر بہر نذر ملازمان سرکار عالی قدر حاضر کر کے سر تفاخر اپنا تا بہ چرخ ہانی کر پہنچاتی۔"

ملک معنوی نے یہ سن کر خندان خندان اپنے طاؤس کو قریب تخت پہنچایا۔ آراستہ سحر بجا پے تعظیم تخت پر کھڑی ہو گئی۔ اس نے کہا۔ "آ تو سہی کہ میں تجھ کو گلے سے لگاؤں۔ میرا دل تجھ پر نثار ہوا ہے کہ تو نے بڑا کارنمایاں کیا ہے۔"

یہ کہہ کر طاؤس تخت سے ملا کر تخت سے اتر گیا اور ہاتھ دونوں پھیلائے آراستہ سحر نہایت ادب سے سر جھکا کر قدموں کی طرف چلی۔ اس نے سر اس کا اٹھا کر اس کو گلے سے لگا لیا۔

اس ساحرہ کا حسن و جمال مشتہر مذکور ہو چکا ہے۔ برق کو قتل کرنے میں تردد ہوا مگر خیال کیا کہ یہ انگبیں پراز نیش زنبور ہے۔ اگر معشوق حسین ہے تو بے وفا ضرور ہے خنظل کا پھل ہے۔ اس کے قتل نہ کرنے سے اپنی زندگی میں خلل ہے۔"

یہ سوچ کر اتنا تو کیا کہ جب اس کو گلے سے لگایا دو تین چٹکیاں جبین و رخسار کی لیں۔ پھر ایک ہاتھ سے چوٹی پکڑ لی اور دوسرے ہاتھ سے گلا دبا لیا۔ ساحرہ حیران تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ اس نے ایک لات جو ماری وہ تخت کے نیچے چوٹی اس کی ہاتھ میں وہ زیر تخت آ رہی۔ اس وقت وہ سمجھی کہ یہ ملک صنعت نہیں کوئی دشمن ہے بس سحر سے رہا ہونا چاہیے۔

یہ سوچ کر چاہتی تھی کہ سحر پڑھے لیکن اس نے اتنی مہلت نہ دی خنجر کھینچ کر گردن پر اس زور سے مارا کہ سر کٹ کر اس کے ہاتھ میں رہا اور دھڑ نیچے گرا اس کے مرنے کا غلغلہ دار و گیر بپا ہوا۔ آندھی پانی بڑے زور و شور سے آیا اور وہ تخت جس پر ساحرہ مسطور سوار تھی چلنے لگا۔

برق جست کر کے اپنے طاؤس پر گیا۔ کنیزیں ساحرہ کی حربے سحر کے اس پر مارنے لگیں۔ اس کے ساتھ جو سحر کی کنیز صنعت بنے ہوئے تھے۔ وہ سینہ سپر ہو کر لڑنے لگے اور برق کو سحر کی مار سے بچاتے تھے۔

ادھر وہ سترہ سو پتلیاں خوبصورت نیان تیر مار رہی تھیں۔ ادھر ساحرہ کے مرتے ہی ان کے جسم میں آگ لگی۔ سترہ سو ہوائی ایک بار بروئے ہوا چھوٹی وہ سب گلنار پوش ہنگام رزم شعلہ جھبوکا ہو گئیں آتشبازی کے دیو کی طرح وہ پریاں چھوٹ رہی تھیں۔ تخت اور طاؤس وغیرہ ان کی سواری کے چرخی کی طرح چرخ مارتے پھرتے تھے۔ چرخ شعلہ خو نے نیا چرخ ان سب کو دیا دیا۔ میدان ہوا کا ہوائی ہوا تھا۔ ہر سمت عجب گل و لالہ پھیلا تھا۔ روئے ہو آتش باز بلکہ آتش بہار تھا۔

خلاصہ یہ کہ دم بھر میں تیر و تبر انداز ہر ایک فی النار تھا۔ ادھر تو وہ ناوک افگن جلیں ادھر ایک ساحر سے برق نے نیزہ لے کر سر آماسہ سحر کا سنان پر رکھ کر بلند کیا اور پکارا "اے افسران لشکر مہ رخ منم برق فرنگی مار مار لو ان بدکاروں کو۔"

افسر جو گیسوئے ظلمات سے لڑ رہے تھے یہ نعرہ سن کر خوش ہوئے اور بڑے گھمسان کی مار ہونے لگی۔ ادھر وہ ساحر جو مہ رخ و بہار کو اٹھا لے گئے تھے اور صحرا میں جا کر ٹھہرے تھے۔ آماسہ سحر کے مرنے سے ان دونوں کو ہوش آ گیا اور بزور سحر سناٹا مار کر جو لشکر میں آئیں گیسو کو لڑتے پایا اور برق طاؤس پر سوار نعرہ کرتے تھے۔

بس مہ رخ بجلی بن کر گری گیسو کو کاٹ کر زمین میں اتر گئی۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ فوج مہ رخ جو بھاگی تھی پھر پھری اور ہمراہیاں گیسو جو چند ہزار ساحر تھے۔ انھیں تیغ رکھ لیا۔ وہ ساحر اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی تاب نہ لا سکے۔ بہت مارے گئے اور بہت بہزار دشواری جان سلامت لے گئے۔

مہ رخ طبل فتح و ظفر بجا کر پھری۔ برق عیار پر سے زر و گوہر نثار کیا اور بہت تعریف فرمائی کہ "ماشاء اللہ یہ آپ ہی کا کام تھا جو مصاحب خاص صنعت کو اس کروفر سے سر میدان قتل کیا اور ہم سب کی جان بچائی۔

حاصل مرادم دشت قتال سے لاشیں اپنے مقتولو کی اٹھوا کر دفن کرائیں۔ میدان پاک و صاف کرا کے ملکہ موصوف داخل بارگاہ بلند پایہ گا ہوئی۔ لشکر نے کمر کھلی آسودہ ہوا سردار بھی حاضر دربار ہو کر مصروف عیش و عشرت ہوئے۔

اس طرف کنیزاں آماستہ سحر و فوج وغیرہ جو بھاگی بارگاہ صنعت کے قریب پہنچی۔ صنعت کو اس لڑائی کی کیفیت اس وجہ سے معلوم نہ ہو سکی کہ لشکر اس کا بہت بڑا ہے اور تین حصہ اس لشکر کے ہیں۔ جلد دوم میں حال اس کا تحریر ہے۔

چنانچہ ساحرہ مذکور میدان جنگ گا سے منزل بھر پر ہے اور ملکہ حیرت بھی اس کے آگے سے متصل اسی لشکر کے اتری ہوئی ہے۔

غرض یہ کہ فوج ہزیمت خوردہ نے قریب بارگاہ پہنچ کر شور و فریاد الغیاث بلند کیا۔ صنعت کا کلا جو ٹوٹ گیا تھا۔اسی کے درد میں جلا چھت پر لیٹی تھی۔ کنیزیں مصروف خدمت تھیں۔ شور و فریاد سن کر اس نے کنیزوں کو سامنے بلوا کر جملہ کیفیت قتل آماستہ سحر معلوم کی اور اس وجہ سے کہ میری شوکت میں فرق نہ آئے بظاہر تو ہنس کر کہا۔ "اس کنیز کو ناحق میں نے بہر رزم بھیجا۔ اس نے کچھ سحر نہ سیکھا تھا۔

بظاہر تو یہ کہا مگر دل میں وہ غصہ آیا کہ ہونٹھ چبانے لگی اور کہا۔ "میں افراسیاب سے جا کر اچھی طرح مصمم طور پر اجازت نسبت غارت کرنے ان باغیوں کے لوں تو ایک لمحہ میں سب کو فنا کر دوں۔"

یہ کہہ کر ہر چند کہ درد مند تھی مگر تخت سحر پر بیٹھ کر جانب باغ سیب روانہ ہوئی۔

اس اثنا میں صنعت گر قدرت نے صفحہ دہر پر نقش سوار شب سے بنائے مہ و اختر ورق سپہر پر منقوش نظر آئے کہ

عروج شب نمایاں تھا بر شام
ہواؤ سے طلوع اختر شام
سوار چرخ نے مغرب کی لی راہ
عروس شب نے اوڑھی چادر ماہ

شہ طلسم شام کو تخت حکومت سے اٹھا کر آئینہ سحر میں کیا تھا شکل تصویر معلوم دیتا تھا۔ تمام ساحر شکل باغبان قدرت و گل چمن و ابریق و سرمایہ جبیں وغیرہ پایہ بپایہ نصب دہ کرسی و دنگل سے شیشہ و آلات روشن تھا ایوان شاہی پر رنگ عروس جوبن تھا۔ بادشاہ آئینہ سے بھی جلیا چاہتا تھا کہ صنعت جا کر پہنچی۔ اس باغ و ایوان کی تعریف کئی جگہ تحریر ہو چکی ہے۔

ساحرہ مذکور سیر گلشن دیکھتی ہوئی قریب ایوان جب پہنچی بادشاہ کو خبر سحر نے دی۔ اس نے ساحر اس کے استقبا کو بھیجے اور آپ آئینہ سے نکل آیا۔ یہ ایسا زبردست ساحر ہے کہ آئینہ میں جب جاتا ہے تو اس جگہ سے جہاں آئینہ رکھا ہوتا ہے منزلوں یہ دور نکل جاتا ہے لیکن آئینہ میں بھی نظر آتا ہے اور بضرورت فوراً آئینہ سے نکل کر ظاہر ہوتا ہے۔ ایسا کہ آج تک کسی نے اصلی افراسیاب کو نہیں جانا کہ کون ہے۔

مختصر یہ کہ شاہ تخت پر جلوہ گستر ہوا اور صنعت نے سامنے آ کر مجرا کیا اس نے پایہ تخت پر بیٹھنے کی اجازت دی۔ یہ تسلیم کر کے پایہ چہارم پر متمکن ہوئی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ "وزیراعظم کچھ درد مند تو معلوم دیتی ہے اور فکر مندی بھی چہرہ سے ظاہر ہے۔ اس نے جملہ کیفیت اپنے تخت الٹنے اور گلا ٹوٹنے کی بیان کر کے حال جنگ اور قتل آراستہ سحر عرض کیا اور کہا۔ "کنیز اس واسطے حاضر خدمت ہوئی ہے کہ آپ اجازت بہادی لشکر تک حراماں عنایت فرمائیں کس لیے کہ حضور ان کے یکایک قتل کرنے سے رنجیدہ ہو جاتے ہیں۔ میں مانتی ہوں کہ جناب ان کی پاسداری براہ پرورش فرماتے ہیں۔"

شعلہ نے کہا۔ "اے ملکہ جلدی کیا ہے میں سمجھ لوں گا ان سب کو مار ڈالنا ہی کیا ان کا مارنا ایسا ہے کہ جیسے چیونٹی یا کھٹمل کو مسل ڈالتے ہیں۔"

صنعت نے عرض کیا "اب مجھ کو تاب نہیں ہے اگر حکم جنگ ملازماں شاہی نہ دیں گے تو میں چلی جاؤں گی کہ اپنا ملک وہاں تنہا چھوڑ آئی ہوں۔"

بادشعلہ نے فرمایا۔ "اچھا تم کو قتل مخالفان کا اختیار ہے۔ ابھی جا کر مار ڈالو۔"

ساحرہ یہ سن کر اٹھی۔ شعلہ نے خلعت عنایت فرمایا اور استفسار کیا کہ اب پہلے لڑنے جاؤ گی' اپنی بارگاہ میں جا کر استراحت کرو گی اس نے کہا کنیز پہلے بارگاہ ملکہ حیرت ذی جاہ میں جائے گی۔ یہ کہہ کر رخصت ہوئی اور باہر باغ کے آ کر سحر پڑھا کر چار سو کنیزیں حسین خوش اندام تخت لے کر حاضر ہوئیں۔

یہ سوار ہو کر دریائے سحر کے پار اتری اور بارگاہ حیرت میں آئی۔ اس نے بھی تعظیم کر کے بٹھایا جام شراب اپنے ہاتھ سے دیا۔ اس نے عرض کیا "اے ملکہ مشعل شعلہ جاوداں تم بھی مالک ہو۔ تم سے بھی اطلاع کرنا ضروری ہے۔ بادشعلہ سے جا کر میں اجازت لے آئی۔ کل لشکر نمک حراماں میں برباد کروں گی۔ تمہاری اس امر میں کیا مرضی ہے۔"

حیرت نے کہا۔ "اندھا جب جانے جب دو آنکھیں پائے۔ میں تو اپنے خدا سے چاہتی ہوں کہ یہ باغی مارے جائیں۔ دیکھا چاہیے کہ سامری وہ دن کب دکھاتے ہیں۔ جو یہ دشمن غارت ہوں گے۔ مجھ کو یہ امید نہیں کہ کل تم سب کو ہلاک کرو۔"

صنعت نے کہا۔ " اگر یہ امر ہے تو کل ذرا تکلیف فرما کر میدان تک آپ بھی چلیے اور تماشائے رقص بسملان عدو دیکھیے۔ اب اے ملکہ ان سب کو اس حال خراب سے ماروں گی کہ روح بھی ان کی تا حشر مضطرو بیتاب رہے گی۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اپنے مقام پر آئی اور اب تک رات زیادہ آ چکی تھی۔ طبل جنگ بجوانا مناسب نہ سمجھی۔ اپنے ملازموں میں سے ایک ساحرہ عجائب جادو نام کو طلب کر کے حکم

فرمائی ہوئی اے عجائب تم جا کر لشکر مہ رخ کی راہ روک دو۔ اس لیے کہ صبح کو میں جب حملہ کروں تو وہ بھاگ نہ سکیں اور اگر ممکن ہو تو سب کو سحر سے بیکار کر دینا صرف سر کاٹ لینا باقی رہ جائے ساحر مذکور یہ حکم سن کر باہر بارگاہ کے نکلی اور چاہا کہ کچھ فوج اپنے ہمراہ لوں۔ پھر سوچی کہ لشکر ہمراہ لے جانے میں دشمن ہوشیار ہو جائیں گے تو اکیلی کیا کم ہے۔ سب کو عین غفلت میں اندھا کر دے۔ صبح کو ملکہ آ کر سر کاٹ لیں گی۔

یہ تجویز کر کے تنہا روانہ ہوئی۔ اتفاقاً ضرغام عیار ساحر بنا ہوا باہر جاسوسی بارگاہ حیرت میں شام سے موجود تھا۔ اس کے سامنے صنعت آئی اور حیرت سے اجازت حرب لے کر اپنی بارگاہ میں گئی۔

چنانچہ جملہ بیان صنعت کا عیار مذکور نے سنا اور جب وہ اپنی بارگاہ کی طرف چلی۔ یہ بھی اس کے ساتھ الگ الگ چلا۔ وہ تو بارگاہ میں چلی گئی یہ نہ جا سکا۔ گرد متصل بارگاہ پھرتا رہا کہ دیکھوں اب یہاں سے میرے لشکر کی طرف لڑنے کو صنعت کیونکر جاتی ہے۔

غرضیکہ اسی فکر میں یہ ایک جگہ بطور مخفی کھڑا تھا کہ ملکہ عجائب جادو بارگاہ سے نکلی۔ یہ ساحر تو بنا ہوا تھا ہی اس کے قریب آیا اور کہا "اے ملکہ آپ دربار سے کہاں چلی آئیں کیا حضور نے آرام نہ کیا۔"

عجائب نے کہا "مجھ کو حکم راہ روکنے کا لشکر عدو کے ملا ہے۔ اس وجہ سے مجھ کو اس طرف جانا ہے۔

ضرغام نے یہ حال سن کر چاہا کہ اس کو کچھ فریب دے کر قتل کرے لیکن وہ کچھ دور چل کر نظر سے غائب ہو گئی۔ ضرغام سمجھا کہ تم اس کی تلاش میں اگر چلے اور لشکری تمہارے غافل ہیں ان کو کچھ ضرر پہنچا تو برا ہے چل کر پہلے مہ رخ کو اس حال سے اطلاع کرنا چاہیے یہ سوچ کر وہاں سے بھاگا اور بہت جلد لشکر میں آیا۔ ملکہ مہ رخ وغیرہ کو صنعت کے آنے سے تردد زیادہ رہتا ہے۔ اس باعث سے دربار

میں بہت رہتی ہیں چنانچہ شب کا دربار برخاست نہ ہوا تھا کہ عیار مذکور پہنچا اور ملکہ موصوف سے جملہ کیفیت معرض بیان میں لایا۔

ملکہ نے فرمایا۔ "خدا مالک ہے ہمارے دم میں جب تک دم ہے ہم بھی لڑے جائیں گے۔ اس میں کوئی کیوں نہ ہو۔ سب جانتے ہیں کہ صنعت کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن خدا کے فضل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

یہ تقریر سن کر برق عیار نے کہا۔ "اے ملکہ تم گھبراؤ نہیں یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہماری مدد بھیجے گا۔ کوکب کے یہاں سے کوئی سردار آئے گا اور ابھی تو صحیح و سالم ہیں ذرا جا کر دیکھتے ہیں کہ کون لڑنے آیا ہے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "کہیں ایسا نہ کرنا جو عجائب کو ستاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ صنعت غصہ میں آ کر اسی وقت چڑھ آئے تو ٹھہرنا ہمیں مشکل پڑ جائے۔"

اس نے کہا۔ "آخر ایک روز صنعت سے لڑنا پڑے ہی گا۔ پھر عجائب کو کیوں چھوڑیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا اور باہر بارگاہ کے نکل کر سوچا کہ ساحرہ مذکور میرا لشکر غارت کرنے کا ارادہ رکھتی ہے پس اطراف لشکر کے صحرا کوہ میں آئی ہو گی۔ اسی جگہ ڈھونڈھنا چاہیے۔ اس کے لشکر میں جانا بیکار ہے یہ سوچ کر قریب لشکر دشت و کوہ میں ہیئت مبدل پھرنے لگا۔

اس طرف عجائب جو روانہ ہوئی تھی تو قریب لشکر اسلامیان ایک درہ کوہ میں آ کر ٹھہری اور آگ روشن کر کے پانچ چار منقلیں سحر کی جلائیں اور سامنے رکھ کر سحر پڑھنے لگی اور ماش مائی سرسوں پھول آک دھتورے کے جلانے لگی۔ دھواں ان انگیٹھیوں سے اٹھنے لگا یہی دھواں بڑھتے بڑھتے لشکر اسلامیان میں جا کر سب کو اندھا کر دے گا۔

چنانچہ برق جو ڈھونڈتا اس ساحرہ کو پھرتا تھا اس نے پہاڑ کے نزدیک پہنچ کر روشنی دیکھی دور سے ٹھہر کر جو دیکھا تو ایک ساحرہ جوان مجسم ملیح و تمکین زیور و جواہر اور لباس رنگین پہنے نظر آئی کہ مصروف سحر خوانی ہے۔ عیار مذکور پہچان گیا کہ یہی عجائب

جادو ہے پس اس نے صورت اپنی شکل ایک ضعیفہ کے بنائی ایک منہ میں دانت ایک نہیں۔ گالوں پر جھریاں پڑیں۔ سر ہلتا بڑے پانچوں کا پاجامہ پہنے چادر سفید اوڑھے کمر خمیدہ لکڑی ہاتھ میں۔

اس شکل سے اس درہ کی طرف چلا اور بکتا جاتا تھا کہ "یہ عیار موئے غارت ہوئے اٹھے نہیں لو صاحب میری بچی کا گلا ٹوٹ گیا۔ ساری ان عیاروں کا نام لیوا پانی دیوا نہ رکھے۔ میری لڑکی مارے درد کے گل سے تڑپ رہی ہے۔ "ہی۔"

یہی بکتا جب درے کی جانب سے ہو کر نکلا عجائب نے اس کا بیان سن کر پوچھا "بڑی بی کون تمہاری بچی تھی جس کا گلا ٹوٹ گیا۔"

بڑھیا نے کہا۔ "ارے تو کون ہے جو میری لڑکی کو نہیں جانتی۔ تمام طلسم تو اسے جانتا ہے۔ ملکہ صنعت سحر ساز شیطان کی طرح مشہور ہے۔ میں نے اس کو دودھ پلایا ہے۔"

عجائب نے کہا۔ "بڑی بی تم میری بی بی کی انا ہو اور اس طرح جنگل میں ماری ماری پھرتی ہو۔"

بڑھیا نے کہا۔ "ارے تیری بیوی کون؟"

عجائب نے کہا۔ "ملکہ صنعت جس نے مجھ کو ماہ رخ کا لشکر روکنے کے لیے بھیجا ہے۔"

بڑھیا نے سارا حال سن کر قریب آ کر سر سے پاؤں تک بلائیں لیں اور کہا۔ "ارے بیوی میں دیوانی سڑن اپنی بچی کے غم میں مبتلا ہو کر اپنی پالائی کے پاس نہیں رہتی ہوں مدت ہوئی کہ اس پشتہ رنگین حصار کوہستان میں ایک جھونپڑا ڈال لیا ہے یہیں پڑی رہتی ہوں۔ خدا میری پالائی کو زندہ رکھے جو میرے کھانے کو بھیج دیتی ہے۔ اب تم جو لشکر مہ رخ برباد کرنے آئی ہو تو اتنی مہربانی کرنا کہ میرے جھونپڑے کا خیال رکھنا۔ اس پر کوئی آفت نہ آئے۔

عجائب نے کہا۔ "نہیں بڑی اماں یہ کیا بات ہے تم میری مالک کی انا ہو۔ میری بھی ماں ہو۔"

بڑھیا نے کہا۔ "بیٹی پھر یہاں سے میری جھونپڑی ہی میں چل آگ پانی پان تمباکو کا

آرام ملے گا اور جو نہیں چلتی ہے تو جو کچھ کہیں لا دوں۔"

اس نے جواب دیا "نہیں اماں میں بہت دیر یہاں نہیں ٹھہروں گی۔ کسی چیز کی مجھ کو ضرورت نہیں ہے۔ تم سے باتیں نہ کرتی تو اب تک سحر کر نذر دے کر اپنا کام کر چکتی۔ ہاں چلتے وقت اتنا بھول گئی کہ کسی لونڈی سے پان لانے کو کہتی آتی۔ اب گلوری کی البتہ خواہش ہے کہ جلدیاں چلی آتی ہیں اور ابھی کچھ دیر ٹھہرنا بھی ہے۔"

بڑھیا نے کہا۔ "بیٹی تیرا جو رتبہ ہے اس لائق وہ پان نہیں ہیں اگر کہو تو پناڑی سے دو تین پان بنا لاؤں۔"

ساحرہ نے کہا۔ "نہیں تم کو تکلیف ہو گی۔"

بڑھیا اٹھی کہ تکلیف کیا میرے آنکھوں سکھ کلیجے ٹھنڈک ہے۔"

یہ کہہ کر چلی اور اس کے سامنے سے ہٹ کر کسب عیاری سے دو تین گلوریاں بیہوشی آمیز نکال کر کچھ دیر ٹھہر کر اس کے پاس آئی اور کہا۔ "لو بیوی یہ پان حاضر ہیں۔"

اس نے اس کے ہاتھ سے پان لے کر چاہا تھا کہ منہ میں رکھے۔ یکایک ایک سمت سے صدا آئی "دیکھ دھوکا نہ کھانا۔ بوجھ کر پان کھانا۔"

ادھر تو یہ آواز آئی اور ادھر عیار مذکور مثل برق جلوہ چمک کر نظر سے غائب ہوا۔ بھاگ کر درکوہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ ساحرہ حیران ہوئی کہ یہ کہاں گئی اور پان کھانے کو میرے سحر نے کیوں منع کیا۔ پھر سوچی کہ بڑی خیریت گزری معلوم ہوتا ہے کہ کوئی عیار تھا۔

پس اس نے وہ پان پھینک دیے اور مشغول سحر خوانی ہوئی۔

○○○

- **باران جادو**

لیکن برق جو درہ میں چھپ گیا تھا' یہ کنیزان صنعت کو دیکھ رہا ہے۔ پس اسی میں ایک کنیز کی سی صورت بنائی' سنہری لباس پہنا' چاندی کی بجلیاں اور چوٹیاں پہن کر دوپٹا کاندھے سے ڈھلکا کر اپنی چھب تختی دیکھتا اسی طرح جست وخیزہ کرتا چلا کہ معلوم ہوا اڑتا ہوا آتا ہے۔ غرضیکہ قریب ساحرہ پہنچ کر ہنس کے کہا۔ "کیوں بی بی کیا میں نے وقت پر آواز دی تھی تمہیں عیار تو کام اپنا کر ہی چکا تھا۔ آپ فریب میں آ چکی تھیں۔"

ساحرہ نے اس کی صورت دیکھ کر کہا۔ "اے نازک سحر تم کہاں آگئیں؟"

برق سمجھا کہ جس کی صورت تم بنے ہو اس کا نام نازک سحر ہے پس اس نے کہا۔

"بی بی صنعت نے آئینہ سحر دیکھا معلوم ہوا کہ عیار برق بڑھیا بنا ہوا آیا ہے اور فریب دیا چاہتا ہے۔ ملکہ عالم نے مجھ سے کہا کہ جا اور عجائب کو اطلاع دے۔ پس میں اسی وقت آ کر پہنچی تھی کہ جب تم پان کھلایا چاہتی تھی اور وہ آواز بھی میں نے دی تھی۔ پھر عیار کو ڈھونڈنے چلی گئی تھی۔ وہ تو تمہیں ملا میں نامہ بھی ملکہ عالم کا لائی ہوں۔ اس کو لیجئے اور فرما دیا ہے حضور نے کہ اس کے اندر جو تحریر ہو اس پر عمل کیجئے۔ اب جو کوئی آئے نامہ میں دیکھ کر حال اس کا دریافت کرنا معلوم ہو جائے گا۔

یہ کہہ کر ایک کاغذ ساحرہ کو دیا۔ وہ اس کو لے کر پڑھنے لگی۔ وہ تو ادھر مشغول ہوئی۔ برق نے پشت پر آ کر کمند ماری مگر وہ ساحرہ زبردست تھی۔ کمند پڑتے ہی اف جو منہ سے کرتی ہے۔ کمند جل گئی اور برق پھر بسان برق بھاگا۔ لیکن ساحرہ بھی پیچھے دوڑی اور درہ کوہ میں عیار پہنچا تھا کہ اس نے سحر سے پاؤں اس کے بیکار کر دیئے اور قریب جا کر قید کر کے درہ سے باہر لائی اور کمر میں پنجہ دے کر چاہتی تھی کہ

اسے۔ اس لیے کہتی آئی تھی "اے موئے عیار میں تجھ کو پہاڑ پر سے نیچے گرا دوں گی کہ تیری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی۔" غرضیکہ جب اس نے اٹھنے کا قصد کیا۔ برق نے بمنت کہا۔ "اے ملکہ آپ مجھ کو چھوڑ دیجیے۔ اب میں عیاری نہ کروں گا۔" اس نے جواب دیا "اے موذی کاٹے تو لاکھ عاجزی کرے مگر میں تجھ کو کب چھوڑتی ہوں۔"

برق نے پھر زار زار نالہ کیا اور ہاتھ باندھے اور اسی طرح منت کرنے کے حیلے سے ہاتھوں کو بلند کیا اور اس کی ناک پکڑ کر مل دی۔ چٹکی میں ایسی تیز بیہوشی بھر رکھی تھی کہ دماغ میں اس کے تیر سا لگا اور تڑا تڑ چھینکیں آنے لگیں۔ آخر چرخ کھا کر گری برق اس کے پنجے سے چھوٹ کر گرا۔ مگر طاقت رفتار نہ تھی۔ نیچے کا دھڑ مسحور تھا۔ یہ گھبرایا تو بھاگ نہیں سکتا ہے اور پیر اس کے ساتھ ہیں کہ آواز دے چکے ہیں۔ مبادا کوئی پیر اس کو ہوشیار کر دے یا اٹھا لے جائے تو محنت تیری برباد ہو اور جان بھی جائے۔ پس اسی گھبراہٹ میں اتفاق کوہستان تھا پتھر ہر جگہ پڑے تھے۔ اس نے ایک سنگ گراں اٹھا کر قریب ساحرہ تو پڑا ہی تھا سر پر اس کے مارا کہ سر اس کا پاش پاش ہو گیا۔ بھیجا نتھنوں کی راہ بہہ گیا۔ وہ تڑپ کر فوراً ہلاک ہوئی غلغلہ دار و گیر برپا ہوا۔ آندھی نے تمام دنیا سیاہ کر دی۔ برق کے پاؤں کھل گئے۔ یہ وہاں سے بھاگا اور اس کی لاش پوٹلے اٹھا کر جانب بارگاہ صنعت لے گئے اور یہ سر دفتر عیاری قلم قدرت سے صفحہ ہستی عجائب پر حرف لا کر بیان سمند کلک اسی کے لشکر کی طرف رواں ہوا کہ دیکھوں اب صنعت جنگ نامہ میں کیا سبق پڑھتی ہے لیکن اس عرصہ میں خامہ نور سحر نے سطر کہکشاں کاٹ دی۔ شب مثل حرف غلط مٹ گئی۔

صنعت سیاہ نامہ ورق بستر پر سے برنگ خط باطل اٹھ کر چوکی پر گئی اور بعد اخراج کنیزوں نے سلفچی آفتابہ حاضر کیا اور اپنے ہاتھ منہ دھو کر عزم کیا کہ سرکشوں کے سر کاٹنے کو روانہ ہو مگر خیال کیا کچھ ناشتہ کر لینا چاہیے۔ کیونکہ تمام دن قتل و قمع میں بسر ہو گا۔ چنانچہ اس نے طعام چاشت طلب کیا۔

فی الفور دسترخوان بچھا۔ قابیں کباب کی ڈالیاں میووں کی پلیٹیں مٹھائیوں کی طشتریاں شیر برنج کی اور طعامہائے لذیذ و دیگر اقسام کے چنے گئے۔ اس نے مع اپنی ہمزادوں کے قصد کھانے کا کیا۔ نوالہ اٹھایا تھا کہ بھوئے ہوا صدائے گریہ و بکا پیدا ہوئی اور نعش عجائب صحن بارگاہ میں آ کر گری۔ بیروں نے سحر کے آواز دی ملکہ برق عیار نے کام اس کا تمام کیا۔

یہ سنتا تھا کہ نوالہ ہاتھ سے چھٹ کر گرا اور کھانے کے عوض غم و غصہ کھایا۔ رنج پر الم کے طائر دل بصناپشت دست کاٹنے لگی اور برگ بید کی طرح کانپنے لگی اور اسی غصہ میں کھانا چھوڑ کر مشل خاطر برخاستہ اٹھی نفیر سحر اٹھا کر دم دی چونسٹھ لاکھ کا لشکر پڑا تھا۔ اس کی نفیر کے ساتھ ہی کئی لاکھ بوق در اور در لشکر میں بج گئی۔

برق نے جو خبر لینے آیا تھا۔ یہ غلغلہ سن کر الٹے پاؤں پھرا اور دوڑتا ہوا لشکر میں آیا۔ یہاں مہ رخ دم سحر سریر جہانبانی پر آ کر جلوہ گستر ہوئی تھی اس نے آ کر خبر آمد لشکر دی۔ ملکہ مذکور نے بھی نفیر سحر بجائی۔ یہاں بھی جلد جلد کمر بندی ہوئی۔ ساحر طائران سحر پر سوار ہوئے ملکہ موصوف بارگاہ سے نکل کر تخت سحر اڑا کر چلی۔ پیچھے کئی لاکھ فوج تھی۔ بہادر نافرمان و زلزلہ و لرزا وغیرہ بھی آن وہاں سے طاؤس ہائے زریں بال پر سوار پر ایک ساتھ طرحدار باجے ہزار رنگ کے بجتے دلاور تھے ساحر نیرنگیاں سحر کی دکھاتے۔ نئی نئی آفت ڈھاتے جاتے تھے۔

اس طرف سے تو یہ لشکر چلا اور ادھر سے چونسٹھ لاکھ کا لشکر جب صنعت لے کر چلی زمین دہلنے لگی۔ گرد لشکر نے جہاں کو تیرہ کیا۔ چشمہ مہر گدلا ہوا۔ چشم خورشید کو خیرہ کیا۔ العظمۃ اللہ گویا آسمان ہشت زمین پر پاؤں پیدا کر کے رواں ہوا تھا۔ ترسولوں کی نوکیں چمکتی تھیں۔ یا خیال انجم لے کر رواں کہاں تھا۔ کثرت سپاہ بے اندازہ اور نیر نجات سحر تانہ طلسم عالم درہم نیرنگی افسوں سے خاطر گیتی برہم کشمیر ارض انبوہ مردم سے ڈگمگائی۔ دنیا تہ و بالا ہوئی جاتی۔ کہیں سانپ پھنکارتے کسی جانب شیر نعرے مارتے

کہیں اژدہے آتش فشاں کسی سمت ناگنوں کی صداقتیں قاتل موروں کا بصد ہیبت چمکنا نیا چیلوں کا چلانا۔ ساحر شیطان خصال و دیو صورت کا آگ برسانا۔ سامری کی جے کی پکار اژدر آتش باز پر صنعت سوار منقلبائے سحر روشن ہر سمت نگاہ گرم سے شعلہ فگن ہر بن مو سے اس قحبہ کے آگ نکلی۔ غصہ میں آ کر بگولا سی ہوئی۔ سر پر ابر سحر چھایا۔ مگر وہ بھی آگ برساتا در و دشت جلاتا اسی طرح یہ نادیہ روانی تھی۔

جب یہ لشکر وارد میدان ہوا۔ ادھر سے لشکر گراں مہ رخ لے کر آئی۔ رزم کا سامان ہوا۔ صحرا صحرا اور کوہ کوہ لشکر سے بھر گیا۔ زحل فلک ڈر گیا۔ دنیا کہتی تھی کہ آج یہ ویرانہ اور زیادہ اجڑا چرخ کہتا تھا کہ میرا قابو نہیں ورنہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگتا۔ بہرام فلک تیغ و خنجر کیا سنبھالتا۔ برج حمل میں خوف سے چھپا تھا۔

ہندو سے چرخ ایسا گھبرایا تھا کہ برج دلو میں جا کر ڈانوں ڈول ملک الموت حیران کار کہاں تک روح قبض کرلوں۔ امل حیران تھی کہ کدھر جاؤں۔ وہ رن کا پڑنا بجنا کا ہونا۔ ساحروں کا بیروں کا غل باجوں کا شور ہوائے سحر کا زور گوش فلک کرواہ سے کرو فر دنیا کی ہوا بلی ہوئی۔ عرصہ نشست تنگ دلوں میں امنگ مرکب ہمت خوف سے لنگ شعلہ تیغ کی گرمی خون کی بارش سرد مہری کی سردی یہ فصل ہی اور تھی کہ

ہوا کڑکا بجے ڈنکے مچا شور
دلوں کا گھٹ گیا حیرت سے بس زور
وہ آندھی تھی اڑے جاتے تھے انسان
ہوئے سحر کا برپا تھا طوفان
زمیں پہ فوج سے ایسی تھی اچل
کہ تھے لرزے میں سب کہسار و جنگل

الغرض دونوں لشکر صف کشیدہ ہوئے اور نقیب نقابت کر کے ہٹے صنعت خود شل بلائے

بے دھل و بطان غول بیابان اس فو کے جنگل سے بگولے کی طرح پیچ و تاب کھاتی ہوئی نکلی اور آتش زبانی دکھلانے لگی۔ "اے مہ رخ تیری بھی یہ لیاقت ہوئی جو ملازمان حضرت سامری قدرت شہنشاہ جادواں کے مقابلہ میں آئے۔ سچ ہے جو فلک ذلت ہمیں دکھائے کم

رنگ بزم دہر ایسا ہو گیا ہے بے قاعدہ
جو کھڑے رہتے تھے وہ اب ہیں برابر بیٹھتے

اچھا اب آ میرے مقابلہ کو۔"

مہ رخ نے جواب دیا "اے ملکہ صنعت جو کوئی مارنے آئے گا۔ پھر وہ کہاں تک ہاتھ پاؤں نہ ہلائے گا جو کچھ اس سے ہو سکے گا قصور نہ کرے گا۔ شہنشاہ اگر اطاعت حمزہ نامور کریں تو کاہے کو ہم لوگ ان کے منہ چڑھیں۔ ہر چند کہ ہم لائق مقابلہ شاہ نہیں۔ لیکن شاہ قابل مقابلہ حمزہ ذی جاہ نہیں۔ ہم ان کے ملازم ہیں۔ شاہ سے لڑتے ہیں۔ ہم سے لڑنا یہ نہیں ہے بلکہ حمزہ سے ہے کیونکہ نواسران کا اور بیٹا ان کا قید میں شاہ کے ہے وزیراعظم حمزہ عمرو داخل طلسم ہے پس یہ مقابلہ لانزال قفل باطل کنندۂ نیرنگ و افسوں طلسمات سے ہے جن کو تم ایسوں سے اپنے نوکروں کو لڑوانا ننگ و عار ہے۔"

یہ کلام سنتا تھا کہ صنعت کو زیادہ غصہ آیا اور ایک دو ہتڑ زمین پر مارا کہ زمین شق ہوئی اور ایک شیر زمین سے نکلا۔ یہ اس پر سوار ہوئی اور آگے بڑھی لشکر کے نشان جلو گر ہوئے اور ہزار ہا نقارے اور ڈنکے بج گئے۔ باجے کا شور تا بہ سما پہنچا۔ ابر گڑگڑایا اور تمام عالم پر آ کر محیط ہو گیا۔ اندھیرا چھا گیا اور اس نے نعرہ مارا اے مہ رخ بھیج کسی کو میرے مقابلہ میں۔

مہ رخ نے نہیب سن کر خود عازم میدان ہوئی۔ مگر سرخ مو نے کہا "اے ملکہ آخر تو ہم سب کو یہ ساحرہ قتل کر ہی لے گی۔ پھر اول میرا ہی تماشا دیکھیے۔ آپ نہ

تکلیف فرمائیے۔"

یہ کہہ کر طاؤس اپنا اڑایا اور ابر سحر پیدا کیا اس میں سے آگ برستی سحاب سے گرائی یہ بھی جلی۔ ہزاروں گھنٹے اس لشکر میں بھی بجے اور یہ سامنے صنعت کے پہنچی وہ بہت ہنسی اور پکاری "آ حرب دیکھوں تیرا حوصلہ۔"

اس نے کہا "میں کنیز سلطانِ ہوں سبقت نہ کروں گی۔"

اس نے کہا "میں قسم دیتی ہوں اور مشتاق تیرے وار کی ہوں۔ حملہ کرنا پہلے طریقہ اہل اسلام کا ہے۔ وہ تو کر چکی۔ یہ پیش دستی تو میرے اصرار سے ہے۔"

سرخ مو کر دھوکے میں وار کرنا منظور بھی تھا یہ اصرار کر رہی تھی کہ ایک نارنج کمر سے اس نے چھپا کر نکالا۔ یہ نارنج مدت میں اس نے سحر کر کے بنایا ہے کہ توڑ اس کا نہیں ہے۔ جس پر پڑے گا بغیر جان لیے نہ رہے گا۔ پس عذر عذر کرتے کرتے وہی نارنج مارا مگر صنعت ہم سرِ شلہ طلسم ہے۔ بڑی ساحرہ ہے اس کے بیروں نے خبر دی "اے ملکہ بچنا" وہ اس جلدی سے شیر سے اڑ گئی اور نارنج آ کر شیر پر پڑا کہ وہ جل گیا اور اندھیرا ہو گیا۔ سرخ مو نے جانا کہ صنعت پر نارنج پڑا۔

پس نعرہ زن ہوئی کہ مارا اور کام تمام کیا صنعت روئے ہوا سے پھر اتری اور قہقہہ مار کر ہنسی کہ کس کو مارا تو نے ارے بیوقوف دیکھ یوں حرب کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ایک گولہ فولاد کا اس نے بھی مارا۔ یہ بھی نہایت ہوشیاری سے لڑنے آئی ہے کئی سوبوں اور بیر ساتھ لائی ہے۔

پس ان بیروں نے اس گولے کو روکا مگر سب بیر جل گئے اور یہ فوراً طاؤس سے گر کر زمین میں سما گئی۔ گولہ طاؤس پر پڑ کر اس کو جلاتا ہوا ہاتھی کئی ہزار آگے لشکر سرخ مو کے کھڑا تھا اوپر پڑا کہ وہ بھی سب جلے اور ان کے پیچھے کئی ہزار ساحر کھڑا تھا ان کا بھی خاتمہ ہوا۔ اس وقت وہ گولہ سرد ہو کر گرا۔

اس عرصے میں سرخ مو زمین سے نکلی۔ صنعت نے جیسے ہی اس کو زندہ دیکھا فرطِ غضب سے ایک تنکا اٹھا کر کچھ افسوں پڑھا کہ وہ تنکا ایک شمشیر صاعقہ خصائل و برق کردار

ہے۔ طول میں وہ تلوار چالیس گز کی تھی یہ وہ تیغ پکڑ کر سرخ مو پر جا پڑی اور ایک ہاتھ اس پر لگایا۔ اس نے سحر پڑھا کہ کئی سو سپر سحر کا اس تلوار سے لپٹ گیا اور ساٹھ ستر سپریں سامنے آ گئیں۔ لیکن خدا کی پناہ وہ شمشیر کب رکنے والی تھی۔ پھر بھی چلے اور سپریں بھی کٹیں۔ تیغ تا دو ابرو سرخ مو کا سر زخمی کر کے اترا اور وہ بیہوش ہو گئیں۔ اس نے چاہا کہ سر کاٹ لوں اس وقت یاقوت سرخ چشم بن کو سرخ مو کے تاب نہ رہی سحر سے پنجہ بھیجا کہ سرخ مو کو وہ اٹھا لے گیا اور آپ تلوار سحر کی کھینچ کر صنعت پر جا پڑی۔ اس نے سحر پڑھا کہ سات سو زنجیر سحر کی درمیان میں آ کر حائل ہو گئیں۔ یہ بچاری کس کس کو کاٹتی۔ ناچار ہوئی اور صنعت نے وہ تیغے کا تیغہ اس پر بھی تن کر لگایا اور اسکو بچنا دشوار ہوا۔ بدقت تمام بچی۔ مگر زخمی ہو کر بیہوش ہو گئی پنجہ سحر اس کو اٹھا لے گیا۔

مہ رخ کو یہ حال دیکھ کر بیتابی ہوئی اور خون آنکھوں میں اتر آیا۔ تخت پر سے کودی اور للکاری "ہاش او قحبہ' تو نے غضب کیا کہ دو سردار زخمی کیے خدا ان کو بچائے۔"

یہ کہتی ہوئی جیسے ہی بڑھی تھی کہ صنعت پکاری "میں تیرے ہی انتظار میں تھی۔"

یہ کہہ کر زمین پر دو تھپڑ مارا کہ زمین شق ہوئی اور دو بیڑیاں نکل کر از خود پاؤں میں مہ رخ کے پڑ گئیں اور یہ پابگل ہو کر ایک جگہ رہ گئی لاکھ لاکھ افسوں پڑھے کہ کچھ نہ ہوا اور صنعت تلوار پکڑ کر چلی کہ سر کاٹ لوں۔ اس وقت بہار تاب نہ لائی اور تخت اپنا آگے بڑھا کر پکاری "اے صنعت تیرے ہاتھ میں تلوار ہے۔ یا پھولوں کی چھڑی ہے۔"

یہ کلمہ بہار کا پراز سحر تھا وہ تلوار پھولوں کی چھڑی بن گئی۔ اس وقت صنعت نے کہا۔ "اے بہار تو شہنشاہ کی ملازم نہیں بلکہ عزیزہ خاتون شاہ ہے۔ اس وجہ سے یہ تیرا رتبہ ہے کہ تیرے سحر نے مجھ پر اثر کیا۔ خیر مہ رخ کو تو میں چھوڑے دیتی ہوں تجھ پر سحر کرتی ہوں اے بہار تیری پھولوں کی چھڑی میرے واسطے اور میری تلوار تیرے

واسطے میرے بدلے اس تیغ سے تو کام لے۔"

یہ کلمات اس کے بھی اثر دار تھے۔ مہ رخ کے تو پاؤں سے بیڑیاں کٹ گئیں۔ اور بہار کے ہاتھ سے وہی چالیس گز کی تلوار آ گئی۔ وہ تخت پر سے کود کر اپنے لشکر کو قتل کرنے چلی۔ یہ ماجرا عیاروں نے کہ لشکر میں صورت بدلے کھڑے تھے دیکھا اور برق نے دوڑ کر کمند ماری۔ بہار الجھ کر گری۔ اس نے حباب مار کر بیہوش کیا اور کندھے پر لاد کر لے بھاگا اور جنگ گاہ سے خیمہ شکیل قریب تر تھا اسی خیمہ میں لا کر ڈال دیا اور زیادہ بیہوش تر کر کے آپ سمت میدان چلا۔

اس عرصہ میں صنعت کو اور زیادہ غصہ آیا اور وہ ابر جو محیط عالم ہو رہا تھا۔ اس کی جانب اشارہ کیا۔ ابر میں رعد گرجا اور برق چمکی پتھر برسنے لگے ساحرہ نے وہ سنگدلی دکھائی کہ لشکر مہ رخ کو تنگی پیش آئی۔ شیشہ دل سنگ ظلم سے چور ہوا۔ ہر ایک رنجور ہوا۔

جس کے سر پہ پتھر پڑا سر پھٹ گیا۔ نصیب پھوٹ گئے سنگ تفرقہ فلک پھینکنے لگا۔

لیکن اس وقت آسانی سے عاشقان شاہد شجاعت کہاں بچ کر جاتے اور وہ ابر تمام عالم پر محیط تھا سر شوریدہ گان دشت رزم کے پھٹ رہے تھے۔ عشق شیریں کار زار میں ہر ایک پر فرہاد کا عالم تھا۔ دفتر عالم برہم تھا نقشہ بگڑ گیا۔ ہزاروں سحر پڑھے۔ لیکن وہ ابر اور زیادہ بڑھا۔ یہاں تک کہ اندھیرا ہو گیا۔ گنگھور گھٹا چھائی اور سنگباری مثل ژالہ باری ہونے لگی مرزدہ فوج مہ رخ پامال ہونے لگے۔ کشت لشکر پر پالا پڑا۔ عجب ظالم سے پالا پڑا۔ خرمن زندگی برباد فنا ہستی بسان سبزہ روندا گیا۔

بروئے ہو اس بت پرست نے مسلمانوں کے لیے ابر کا احاطہ منزل تک کھینچ دیا کہ بھاگ جائیں اور اب وہی چالیس گز کی تلوار لے کر حملہ آور ہوئی برق کی طرح وہ تیغ سحر چمک کرنے لگی صفیں کی صفیں قلم ہونے لگیں ساحران ہی سردار گرامی سر پر سپریں سحر کی آڑ کیے تھے۔ مگر بچتے نہ تھے

بروئے ہوا اس بت پرست نے مسلمانوں کے لیے ابر کا احاطہ منزل تک کھینچ دیا کہ بھاگ

جائیں اور آپ وہی چالیس گز کی تلوار لے کر حملہ آور ہوئی بجلی کی طرح وہ تیغ سحر چمک چمک کر کرنے لگی۔ صفیں کی صفیں قلم ہونے لگیں ساحران نامی سردار کرسی سحر پر سپریں سحر کی آڑ لیے تھے مگر بچتے نہ تھے۔

مہ رخ و نافرمان و لرزاں و زلزلہ وغیرہ سب کے سر پھٹ گئے تھے اور کئی سو سردار مع کئی ہزار فوج جرار کے ساتھ جو بھاگے نہ تھے۔ حملہ آور تھے اور بڑے ساکھے سے لڑ رہے تھے۔ ادھر صنعت نے بھی لشکر کو اشارہ کیا تھا۔ کفر اسلام گٹ پٹ تھا۔ تلوار چل رہی تھی بجلی گر رہی تھی۔ ہزاروں مارے گئے۔ کشاکش نفس تھی رشتہ حیات قطع تار نفس کا جھولا پڑا۔ موت کی محبت کے پینگ بڑھ گئے ہستی مرگ کا اس جھولے پر سامنا خوف یہ کہ ادھر ہوئے یا ادھر ہوئے ارض و سما ہر ایک کی نظر میں ہنڈولا آخرت سے دنیا میں دنیا سے آخرت میں آتا جاتا۔ حالی زبوں نوبت گردنوں پر پہنچا ہوا۔ چہرہ پر خون بھرا ہوا۔ دامن چاک سر پر خاک ہر تن پر زرد پڑتے پڑتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہاتھ مصروف جنگ و قتال جینا محال امان کا راستہ بند ہو جائے۔ گریز فرار نہ طاقت رفتن و ماندن فتح و ظفر کا خیال منزلوں دور دل ناصبور لب پر فریاد و فغاں زبان پر یہ کہ بچانا یا ایزد سبحان۔ عجب طرح کی کش مکش میں جان۔

مہ رخ بیچاری بصد خستہ حالی و بہزار تضرع و زاری درگاہ باری میں دعا کر رہی ہے یقین ہے کہ کچھ دیر میں سب مارے جائیں۔ خدا ان کو بچائے اب ان کو اس مصیبت میں چھوڑیے۔ اور شمہ حال مبارز میدان عیاری سنئے۔

یعنی خواجہ عمرو بن امیہ ضمری بران کے پاس ہیں۔ کبھی سیر طلسمات سے بسر اوقات کرتے ہیں اور گانے ناچ دیکھتے اور شراب پیتے ہیں۔ دن عید رات شب برات ہے۔ ہر وقت مزے رہتے ہیں۔

ایک روز اسی عیش و سرور میں تھے کہ ایک پتلا سونے کا شیر پر سوار ہوئے ہوا سے اتر کر سامنے بران کے آیا۔ ملکہ موصوف نے اس کو بنگاہ دیکھا۔ اس نے ایک نامہ شعلہ کوکب ملکہ کو دیا اور آپ چلا گیا۔ ملکہ نے وہ نامہ پڑھا۔ لکھا تھا "اے فرزندا ہم نے

پیشِ عقاب دیکھا تو معلوم ہوا کہ صنعت سحر ساز خواجہ کے لشکر سے لڑنے آئی ہے بس وہ تجھ بڑی زبردست ساحرہ ہے۔ تم کو لازم ہے کہ خواجہ سلامت کو لے کر باغ عیش میں آؤ کہ وہ راہ میرے ظلمات طلسم کی ہے اور اس راہ سے ایک دن میں انسان طلسم ہوشربا میں پہنچ جاتا ہے چنانچہ اس باغ میں بھی ملاقات خواجہ سے کروں گا اور رخصت بھی کر دوں گا۔"

یہ نامہ پڑھتے ہی فراق خواجہ یاد کر کے بدن کی رنگت سفید ہو گئی۔ خواجہ نے پوچھا "ملکہ خیر تو ہے" ملکہ نے مضمون نامہ سے آگاہی دی۔ مخمور نے پوچھا کہ "میرے بارے میں کیا حکم شاہ ہے۔"

ملکہ نے کہا "تم بھی ہمراہ خواجہ رخصت کی جاؤ گی۔"

یہ سنتے ہی مخمور ہر ایک سے ملنے لگی عمران و مجلس و اختر وغیرہ گلے مل کر رونے لگیں ملکہ نے کہا "صاحبو خواجہ اس راہ سے بھیجے جاتے ہیں کہ یقین ہے۔ ہمیشہ آیا جایا کریں گے۔ اب بادشاہ کے پاس تو جانے دو۔ دیکھیں کیونکر رخصت ملتی ہے۔"

یہ کہہ کر خواجہ کی کمر میں پنجہ دے کر یکہ و تنہا بزور سحر اڑی اور کہا "خواجہ سلامت گھبرائیے گا نہیں۔ میں آپ کو لیے جاتی ہوں خواجہ کی تموج ہوا سے آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جو آنکھ کھلی۔ ایک باغ پر بہار میں اپنے تئیں پایا۔ دیکھا کہ یہ گلزار مہ نشان ہے۔ ملک غیرت وہ گلزار جناں ہے وگل ہر رنگ کے کھلے ہیں۔ تازہ ورد گلن گلشن صد شاخ میں جھولتے ہیں۔ دایہ بہار نے سبزہ کو تھپک تھپک کر سلایا ہے۔ اطفال غنچہ کا آب تراوت سے منہ دھلایا ہے۔ چشم نرگس میں سواد زلف سنبل کا سرمہ لگا ہے یا عکس نرگستان پر پڑا ہے۔ دامن ابر بہاری کا سایہ نباتات کے سر پر بصد رحمت تھا۔ چنار سر پر نہالوں کے ہاتھ رکھے بہ ہزار شفقت تھا۔ بلبلوں کا چہچہانا لوریاں دے کر کودکان گلستان کو آرام کراتا ہزار داستان کا کہانی کہہ کر بہلاتا۔ کلیوں کے کرتے نکہت گل کے لیے بھنورے تھے۔ سوسن زبان دراز اشجار کو دیکھ کر پوچھتی کہ یہ کس

کے نونہال ہیں۔ زبان برگ جواب دیتی کہ ہم مادر زمانہ اور زمین کے مائی کے لال ہیں۔

عروس چمن سہاگن بنی تھی۔ اپنی آل و اولاد سے پھلی پھولی تھی زرگل تصدق میں ہر صبح گل چین کو ملتا۔ موڑ کیا سرو کو ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیا تھا۔ شاخوں کا جھومنا لڑکوں کا مچلنا تھا باد صبا کا محبت سے پنکھا جھلنا تھا۔

عمرو کو بہان سیر اس گلستان کی دکھائی بارہ دری کے قریب لائی۔ خواجہ نے اس ایوان کو دیکھا کہ طاق فلک کو رو برو اپنے پست تر بتاتا تھا۔ دیواروں میں جواہر پچی کیا تھا۔ گنبد آسمان مینا وش پر اس کے بلا گرداں تھا دالانوں کے آگے چبوترے سنگ مرمر کے بنے سائبان زربفتی ان پر کھنچے اندر دالانوں کے طاق و محراب تحسین محراب ابرواں قمر عالم کو شرماتیں۔

محراب ابرواں قمر عالم کو شرماتیں

عظیم الشان گھر وہ اس قدر تھا
نہیں ہو گا زمانے میں اب ایسا
پڑے تھے ریشمی دالان میں پردے
بہت اچھے بہت بہتر وہ سارے
عجائب نقش جا بجا رنگ ہر کام
برابر ایک سا آغاز و انجام
گراں قیمت طلائی کار کا فرش
کہ ایسا آنکھ نے دیکھا نہ تھا فرش
جواہر لعل و یاقوت اور گوہر
لگے تھے ہر طرف گویا کہ اختر
جسے دیکھا وہ تھا قیمت میں یکتا
چمکنا کا حال ان کی میں کہوں کیا

دھری تھیں فرش پہ جو کرسیاں اور
نہ ان پہ کر سکے انسان کبھی غور
نظر پھیلے دم دیدار ہر دم
فزوں تھا برق سے بھی ان کا عالم
گراں قیمت پھر اس کے بعد اک تخت
میسر جس کو ہو اس کے زہے بخت
فراز تخت پہ تھا جلوہ گر شاہ
زہے شوکت زہے حشمت زہے جاہ
ہزاروں نازنیں مہ رخسار
کمر باندھے پئے خدمت تھیں تیار

خواجہ نے بادشاہ کو دیکھ کر سر بہر تسلیم خم کیا۔ بادشاہ بھی تخت پہ سے اتر کر بڑھا خواجہ بہر توصیف وا کر کے ہاتھ پھیلا کر بڑھے اور گوہر ثنا و صفت سر شاہ پہ نثار کرنے لگے

رہو باجاہ و دولت تم سلامت
الہی تاقیامت تا قیامت
تمہارے لطف نے بندہ بنایا
بہت ہم نے یہاں آرام پایا
نہایت عادل و جرار ہے شاہ
زمانہ خلق و ہمت سے آگاہ
تمہیں شاہنشہ دوراں ہیں کہتے
تمہارے زیر سایہ سب ہیں رہتے

کوکب نے بھی زبان مہارت بیان سے درفشانی فرمائی اور وصف خواجہ میں زبان وا کی اے

شہنشاہ عیاراں عالم زہے احسان آپ کے شکریہ حقیر ادا کرے کہ

وہ بولا میں فدائے لطف احسان
ہوئے جو آپ میرے گھر میں مہمان
عوض اس کا میں کر سکتا نہیں ہوں
یہ دولت ہے بڑی بدلے میں کیا کروں
مگر خدمت کروں گا گو ہوں مجبور
جہاں تک ہو سکے گا تا بہ مقدور

یہ کہہ کر ہاتھ میں ہاتھ دے کر لے جا کے تخت پر بٹھلایا۔ تا دیر بڑی گرم جوشی سے دونوں نے تپاک ظاہر کیا۔ پھر بادشاہ نے اپنی دختر بہار کی طرف دیکھ کر کچھ اشارہ کیا۔ ملکہ مذکور اٹھ کر اس ایوان میں ایک طرف گئی اور بعد لمحہ کے کئی سو کنیزاں بہشتی پیکر حور شمائل کشتیاں لیے ہمراہ ملکہ حاضر خدمت ہو گئیں وہ کشتیاں بادشاہ نے پیشکش کیں۔ ان کشتیوں میں تحفہ جات طلسم اور جواہر بے بہا اور عمدہ ایسے تھے کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھے تھے۔ تاج اور مالے گوہر آبدار کے تھے۔

پیالہ لعل کا اک قیمتی تھا
نرالہ وہ تھا کہ بھر سے بھی دل کا
بہت سے موتیوں کی گرد جھالر
درم سے بڑھ کے تھا ہر ایک گوہر
پھر اس کے بعد تھی اک سانپ کی کھال
کہ اس کے وصف کا میں کیا کہوں حال
بیاں ان سے بہت کم عرض میں ہے
نہایت خوب اور بہتر تھی وہ شے

اثر اس میں عجب انداز کا تھا
کہ جادو سحر سب باطل تھا ہوتا
مگر اک خشک لکڑی عود کی تھی
بیان کیا ہو سکے تعریف اس کی
خواص اس میں بھی تھے صدہا معین
بدل خواہان جہاں کے دوست دشمن

اسی صورت سے جو تھا اور تحفہ
وہ کچھ کافور کے دانے تھے یکجا

بظاہر ہر سب وہ پستے کے برابر
نہیں فرق ایک سے تھا ایک ہمسر
بہت سے تاج پر گوہر بہت خوب
نہایت قیمتی بہتر خوش اسلوب
سوا ان کے پیالہ ایک دیکھا
نہیں آتا تصور میں وہ لیکھا
عقیق سرخ کا تھا ایک انگشت
تہ آئے کھل کر باندھا گر مشت
اسی میں ایک تھی تصویر کندہ
کہ جس کو دیکھ کر ہر دل ہو بندہ
کمان و تیر اس کے ہاتھ میں تھے
بھلائے وار اس کو سب کو رستے

یہ تحفہ جات خواجہ کے سپرد کر کے بادشاہ نے بہت کچھ عذر خواہی کی اور کہا "آپ کو میں رخصت نہیں کرتا ہوں۔ بلکہ بجائے مقابلہ صنعت بھیجتا ہوں اور آپ ایک دن میں اپنے لشکر میں پہنچ جائیں گے وہاں لڑائی فتح کر کے ہر ایک سے ملاقات فرما کر

ایک رات سے زیادہ نہ رہے گی۔ یہاں چھپے آئیے گا اور میں دروازہ اپنے طلسم ظلمات کا کھلوائے دیتا ہوں۔ ہمیشہ اسی سے آمد و رفت رکھیے گا۔ یہ مقام اور طلسم ہوشربا اس راہ سے ایک ہے۔ اس راہ کو بڑے استحکام سے بانیان طلسم نے مسدود کیا ہے۔ بغیر میری اجازت کوئی آمد و رفت نہیں کر سکتا۔ شاہ ہوشربا بھی اس راہ سے واقف ہے۔ مگر آ نہیں سکتا۔ اب میں وہ راہ کھولے دیتا ہوں۔ لشکروں کا آنا جانا اسی راہ سے ہوا کرے گا۔ کنیز آپ کی بہران ہر وقت ہمراہ رکاب رہے گی۔ میں بھی بمقابلہ بشاہ جادواں آیا کروں گا۔ اب آپ تشریف لے جائیے۔ بسم اللہ دیر نہ فرمائیے۔ وہاں مقابلہ شروع ہو گیا ہو گا۔"

یہ کہہ کر بہران سے حکم دیا "دروازہ ظلمات طلسم کا کھلوا کر خواجہ کو طلسم ہوشربا میں پہنچا آؤ۔ تم چلی آنا سرحد تک ساتھ جانا اور ماہی پری ناز اور سلیمان جادو کو لشکر دے کر بصد کروفر آپ کے ساتھ کر دینا۔

ملکہ نے یہ حکم سن کر عرض کیا "حضور کے بارے میں کیا حکم ہوتا ہے۔"

ارشاد ہوا "جب راہ لشکر قریب تر ہو گی۔ ان کا جی چاہے۔ یہاں رہیں جی چاہے لشکر میں جائیں۔" ملکہ اس تقریر کو سن کر بہت شاد ہوئی۔

ملا خلعت ہوا رخصت وہاں سے
مبارکباد نکلی ہر زبان سے

بہت راضی ہوا مسرور و خرم
کہا مستان جاں ہیں شاہ کے ہم
مناسب ہے نہ ہو کم رسم باہم

بہر صورت رہے ہر وقت ہر دم
کہا شہ نے کہ اے عیار ذی جاہ
جو کچھ درکار ہو کرنا پھر آگاہ

کہ طرز دوستی جاری رہے روز
ہمیشہ عید ہو ہر روز نوروز

خواجہ شلو سے جب رخصت ہو چکے۔ بادشلو نظر سے غائب ہو گیا اور بہار خواجہ کو وہاں لے کر چلی اس باغ سے نکل کر جب یہ اور آگے بڑھی۔ ایک دہانہ رفیع الشان و بلند تر از قباب آسمان نظر پڑا ملکہ نے وہاں پہنچ کر سحر پڑھا کہ آواز تڑاقے کی آئی اور ایک برق چمکی کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔ پھر جو آنکھ کھلی کنارے ایک دریائے زخار کے اپنے تئیں پایا کہ پانی اس کا لطافت خوبی میں باز آب حیوان تھا۔ صفا میں بسان چشمہ خورشید تاباں تھا۔ قریب اس بحر عمیق و بے پایاں کے ایک چار دیواری باغ کی تھی اس باغ کی دیوار پر ایک پتلا سونے کا بیٹھا تھا۔ نشست ہاتھ میں لیے تھا۔ ایک سرا اس کا دریا میں پڑا تھا۔ ملکہ نے بزور سحر خواجہ کو اس دیوار باغ پر برابر پتلے کے پہنچایا اور پتلے سے فرمایا۔ "اے موئے تجھ کو حکم تھا کہ جب تک ماہی پری ناز کو شکار نہ کر لینا بولنا نہیں' تو مجھ کو دیکھ کر بولا کیوں ابھی جل جا۔"

اس کلمہ سے پتلے کے بدن میں آگ لگی جل کر خاک ہو گیا۔ ملکہ نے وہ ڈور آب لے کر کھینچی ایک مچھلی دریا سے نکلی کہ چہرہ اس کا پری اور سارا جسم مچھلی کا تھا وہ صورت زیبا اس کی تھی کہ مہ سے ماہی تک اس پر جان فدا کرے۔ مردم چشمہ چشم دہرا اس کی یاد میں دریا اشکوں کا بہاتا۔ فلک برج سیمگیں اس پر سے تصدق اتار کر دریا میں چھوڑتا۔ سرطان کا رہنا قمر ترک کر کے اس کے عشق میں پھرتے پھرتے سریع السیر مشہور ہوا ملکہ مذکور نے اس مچھلی کے نکلتے ہی۔ دوڑ کر ایک جھٹکا مارا کہ وہ مچھلی اونچی ہوئی۔ اس وقت دو پنجے پیدا ہوئے کہ جام زمرد کا ہاتھ میں لیے تھا۔ انھوں نے اس مچھلی کو لے کر جام میں رکھا اور مچھلی نے دم اژدر کی طرح کھینچا وہ دریا سب خشک ہونے لگا۔"

ایک پنجہ نے اس جام پر سر پوش ڈھانک دیا۔ مچھلی بند ہو گئی۔ ملکہ وہ جام ہاتھ میں لے کر خواجہ کی کمر میں پنجہ دے کر اڑی اور ایک جنگل میں آ کر اتری۔ کوسوں تک وہ صحرا سبزہ زار نظر آتا تھا۔ جناب خضر کا دل وہیں رہنے کو چاہتا تھا۔ ایک جدول آب اس دشت میں تھی۔ گویا صفحہ دشت پر نقرئی جدول کھینچی تھی۔ کنارے اس غدیر کے سبزہ لگا تھا طغرائے خسرو بہار بنام مردمان آبی جاری ہوا تھا جدول آب پر ایک ابر سایہ فگن تھا۔ مے کشوں کی جان وہ بن تھا۔ رندوں کے لیے جیتے جی بہشت کا گلشن تھا ہوائے سرد سے پانی کا لہرانا زلف لیلیٰ کا پیچ کھانا نظر آتا تھا۔ میخواروں کا دل جسے دیکھ کر لہراتا کہ

برسات کے دن تھے ابر کا جوش
سبزے سے زمین تھی پرنیاں پوش
بادل کا ادھر ادھر سے آنا
وہ قوس قزح کا رنگ پانا
کوئل کی وہ کوک مور کا شور
بجلی کی چمک ہوا کا وہ زور
کہتے تھے پپیہے کھل کر پی
ہر شاخ پہ بیٹھ کر وہ پی پی
ساقی سحاب نے بعد آب
چھانے فلک سے دی مئے ناب

ملکہ نے کنارے اس نہر کے کھڑے ہو کر پکارا کہ سیلان جادو اے ہامان جادو حکم شہ کوکب ہے کہ ہمراہ خواجہ عمرو بہر جنگ صنعت و افراسیاب جاؤ۔

یہ صدا دیتے ہی ایک ہی ایک صدائے مہیب آئی۔ وہ ابر زمین پر گر کر لوٹنے لگا اور پانی

میں تلاطم ہوا۔ ابرا اور شمر دونوں ساحر ساحر بن گئے۔

ملکہ نے یہ جام چھلی کا ان کے حوالے کیا کہ یہ جام لے کر پھر تنکن پر گر کر لوٹے اور ابرو شمر بن کر رواں ہوئے اب ایک بلی بہت باریک شکل خط کے بنی ہوئی اس پر ٹکڑا ابر کا چھایا ہوا۔ ایک طرف چلا۔ اس کے پیچھے پیچھے ملکہ اور خواجہ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے قریب پہنچے۔ وہاں ٹھہر کر ملکہ نے سحر پڑھ کر دستک دی اور کہا۔ "اے پریں جادو جو کچھ تیاری سواری خواجہ سلامت کی بموجب حکم بادشاہ تم نے کی ہے۔ اس جلوس کو مع لشکر کے لے کر جلد تر حاضر ہو۔"

یہ کہنا تھا کہ وہ کوہ سے کئی سو ہاتھی پیدا ہوا۔

کہ سب جلبائے زریں سے آراستہ فیلبان پگڑیاں زنگا رنگ کی سر پر باندھے۔ لباس عمدہ سے پیراستہ پشت فیلان پر شمعدار علموں کو جھوم دیتے آگے بڑھ گئے۔ پھر کئی سو ماتے اور نقارے چاندی سونے کے شتر و فیل پر لدے نقارچی چوب ان پر لگاتے ہمراہ ان کے فوج کے باجے کوس شاہی کا غریو چار دانگ عالم میں پھیلا ہوا۔ دنیا کا دل ہلا ہوا ہزار ہا نقارہ ان پر معاً پڑتی تھا۔ چرخ کے شق ہو جانے کا اندیشہ ترک فلک کی خوف سے جان نکلی اسی دھوم دھام سے یہ بھی گزر گئے۔ پھر ایک لاکھ اسی ہزار ساحروں کا اور جادوگرنیوں کا لشکر پیدا ہوا کہ جادوگر وجیہہ و شکیل مرکب ہائے پرند پر بعض سوار بعض کے زیر ران شیر مردم آزار بعض اژدہے پر چڑھے غول ہر ایک جدا جدا بندھے ہوئے۔

جھنڈے ہر گروہ کے نئے نئے رنگ کے تھے ساحرہ حسین و کمسن لباس زرتار پہنے ماتھے پر قشقے صندل و سیندور کے لگائے جھولیاں بادلہ تار گلوں میں ڈالے طاؤس ہنس و عقاب پر سوار جدا جدا ان کے جوبن کی بہار و زیور میں لدیں جواہر کی پتلیاں معلوم دیتیں۔ آپس میں چھیڑ چھاڑ کرتیں۔ طرفہ نیرنگ دکھاتیں سنگری کو پہاڑ کرتیں صحرائے پر خزاں میں ظاہر بہار کرتیں نکل گئیں۔ پھر ماہی مراتب جلوس سواری سامان تزک اور باد بہاری پیدا ہوا۔ پھر غول قصیبال خوش آواز کا نکلا اور ہزار ہا پیا دل و چوبدار صدائے

طرفہ دیتا گزر گیا۔ پھر چالیس ہاتھی زنجیر بند کئے ہوئے ان پر تخت گوہر آگیں اور طاؤس ہر پایہ پر اس کے جواہر کے بنے ہوئے ظاہر ہوئے ہمراہ ان فیلان فلک شکوہ کے ساٹھ ہزار جوان سہراب وقت و اسفندیار زمانہ تھا کہ ہتھیار ہر ایک تن پر سجے اہرنگی سجے مرکب بلے تازی پر سوار اپنے چھلبل دکھاتے۔ مونچھوں پر تاؤ دیتے ہر ایک سے نوک جھونک کی لیتے کڑیاں زرہوں کڑکتیں اسلحہ کی چقا چاق کا شور بلند ہر ایک باغ شجاعت نہال ارجمند سب سامنے ملکہ پہنچ کر ٹھہر گئے۔

ملکہ بہار نے لباس شاہی اور قبائے فرمانروائی سے خواجہ کو آراستہ فرمایا تاج مرصع شعلہ کوکب سر پر رکھا کہ جس کا ہر ایک شہنشاہ محتاج تھا۔ قبائے خسروی کہ جس کا ہر تار خراج ہفت اقلیم کہنا چاہیے جسم میں تا پائی اکے بازوؤں پر اور مالے گلے میں پہنائے اور یاد دلایا کہ ان تحفہ جات عنایتی شاہ موصوف سے یہ کام لینا اور ایک رات سے زیادہ وہاں نہ رہنا چلے آنا۔ اور جب آنے کا عزم کرنا ایک مرکب میں تمہیں دیتی ہوں۔ اس پر سوار ہو کر کہنا مجھے طلسم نور افشاں میں لے چل۔

وہ مرکب ساخت طلسم آگہ ہے۔ تمہیں لے آئے گا" یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا ایک گھوڑا ساقہ یراق مرصع سے آراستہ طرارے بھرتا خوش فعلیاں کرتا دہ کوہ سے ظاہر ہوا۔ خرام ناز اپنا معشوقان خوش رفتار اس پر سے تصدق کرتے بال کی تنی ہوئی کا کل پر زلف پرخم کی پھانسی لگا کر مرتے۔ کیا کیا صفت اس پر اسپ جہاں پیما کی بیان ہو۔ سمند قلم عرصہ مدحت طے کرنے میں لنگ ہے شبدیز زبان کا میدان میں چلنے سے عرصہ تنگ ہے۔

اس مرکب کو ایک چیلا سحر کا شاطر بنا ہوا گلسار پر لگائے گھوڑا دہانے سے کھیلا جا کر قاتل کے سامنے لایا۔ ملکہ نے وہ مرکب کوتل خواجہ کے ساتھ کر دیا پھر کچھ سحر کیا۔ ایک تخت پر ملکہ مخمور کو سوار کیے ایک چیلا لایا اس نے یہاں لشکر اور خواجہ کی روانگی کا سامان دیکھ کر ہوش اپنا کھویا۔ پھر ملکہ کے گلے مل کر رخصت ہوئی ملکہ نے خواجہ کو ہاتھ پکڑ کر ہاتھیوں کو بٹھلا کر تخت طاؤسی پر سوار کیا۔ ان کے سوار ہوتے ہی ہزار

باکرنا اور شما کو دم ملا۔ تمام لشکر کے باجے ایک بار بجے کہ گوش فلک کر ہوا۔ ناقوس و گھنٹے ساحروں میں بجے روح جمشید و سامری زیر زمین کانپ گئی۔ غلغلہ محشر برپا ہوا۔ سواری آگے بڑھی۔ اس وقت نعرہ ہوا کہ مسم بحرین جادو۔

اب جو دیکھا تو ایک ساحرہ تخت پر سوار وہ کوہ سے ظاہر ہوئی کہ وہ حباب ہاتھ میں لیے تھی۔ اس کے آنے کے بعد میر و بنگاہ لشکر پیدا ہو کر آگے بڑھی اور بارگاہ فلک فرسا اژدہوں پر لدی خواجہ کے لیے آئی۔ پھر شتر و فیل عرادوں پر اسکیپن چھپے خیام لشکریاں وغیرہ لیے ہوئے آئے۔ خواجہ کو قلب لشکر میں فوج نے کر لیا۔ ڈنکا بجا اور یہ سامان بہ علم و شان آگے بڑھا۔ اس وقت بران جادو ابرنبا ہوا سر پر سایہ فگن تھا اور سیلان جادو دریا بنا ہوا برابر اس لشکر کے رواں تھا۔ لشکر پر عجب طرح کا جوبن تھا۔ ہر دلاور صف شکن تھا کہ

فراز تخت پر جب شعلہ آیا
پئے تسلیم سب نے سر جھکایا
سلامی کے لیے توپیں ہوئیں سر
بجا نقارہ رخصت برابر
بڑھا جب وہ شعلہ ایک سو
بجا نقارہ رخصت برابر
بڑھا جب وہ شعلہ ایک سو
اسی جانب گیا ہر فیل نے مد
گھٹا امڈی ہوئی تھی آسمان پر
سیاہی سی تھی رخسار جہاں پر
گرج بادل کی بجلی کی چمک تھی
کہیں آتش کے شعلوں کی لپک تھی

چلا القصہ وہ لشکر بعد جلی
ہوئی تاریک ابر سحر سے راہ

ملک بہران نے بعد سوار ہونے خواجہ کے کہا۔ "اے مہر سپہر عیاری تمھیں خدائے کریم کے سپرد کیا۔ اللہ یار و مددگار ہے اور لڑائی فتح کیجیے۔"

یہ کہہ کر نظر سے غائب ہو گئی اور سواری آگے بڑھی کچھ دور چل کر تاریکی میں گذرنا ہوا۔ ظلمات طلسم کی راہ لی۔ وہاں ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا چشم دہر بالکل بے نور روشنی وہاں سے بالکل کافور لشکر اس اندھیرے میں اس طرح رواں تھا کہ جیسے روشنی میں چلتا تھا۔ خواجہ کا مگر دم فنا ہوا بہت پریشان ہو کر ہر سمت آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے لگا آخر پکار کر کہا۔ "یارو کچھ سوجھتا نہیں۔ یہ بہران نے مجھ کو کس مصیبت میں پھنسایا۔"

اتنا کہتا تھا کہ ایک آواز تڑاقے کی آئی اور بروئے ہوا ایک چاند طلوع ہوا۔ جس نے تمام دنیا روشن کر دی۔ خواجہ نے دیکھا کہ اس چاند سے چہرہ نورانی اس ماہ منیر آسمان ساحری فلک افسوں گری کہ مہر روشن یعنی بہران شمشیر زن کا دیا اور اس نے نعرہ کیا "منم بہران شمشیر زن خواجہ گھبرانا نہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہوں۔"

یہ کہہ کر وہ چاند مثل ایک خط کے لبان شعاع نیر اعظم ہو گیا۔ اور وہ لکیر جدول آب نور ہو کر دور تک رواں ہوئی۔ پھر تو وہ راہ باسانی طے ہوئی اور کچھ دیر میں تاریکی سے نکل کر طلسم ہوشربا میں داخل ہوا اس وقت وہ لکیر سمٹ پھر قمر کی صورت ہوئی اور اس میں سے صدا آئی "خواجہ تو میں آپ کے ساتھ تھی۔ مگر اب رخصت ہوتی ہوں۔ خدا حافظ و ناصر۔ یہ طلسم ہوشربا ہے۔ آگے آپ کا لشکر آپ کو ملے گا۔"

یہ کہہ کر وہ قمر بھی نظر سے نہاں ہوا۔ خواجہ کو شور و غوغا لڑنے والوں کا سنائی دیا کچھ دور اور جو بڑھے لشکر مہ رخ نظر پڑا۔

دیکھا کہ لڑائی ہو رہی ہے۔ اب یہ نوبت پہنچی ہے کہ پڑاؤ پر آ کر فوج مسلمانان پہنچی

ہے۔ مگر یہاں بھی کوئی صورت بچنے کی نہیں ہے۔ کل لشکر تو بھاگتا پھرتا ہے۔ آسمان پر سے پتھر برس رہا ہے۔ خیمہ و بارگاہ سب برباد ہیں۔ ہزار ہا لاش پڑی ہے۔ فرش مردوں کا بچھا ہے۔ جو لوگ کہ زندہ ہیں ان کو پیام مرگ پہنچ رہا ہے۔ سر ہر ایک کا شل دل میں مرنے کا قلق ہے صنعت کی تلوار چل رہی ہے۔ شعلہ تیغ سے خرمن ہستی جل رہا ہے۔

یہ حال دیکھتے ہی خواجہ کو تاب نہ رہی تخت اپنا آگے بڑھایا۔ ادھر مہ رخ وغیرہ نے جو ابر سحر آتے دیکھا اور نیلا نشان لشکر پر جو نگاہ کی جان نکل گئی۔ سمجھی کہ افراسیاب نے اور لشکر بھیجا۔ بس ہر ایک گھبرا کر پکارا "انا للہ وانا الیہ راجعون بس اب خاتمہ ہے۔"

برق فرنگی نے کہا "بے شک اب سب مارے گئے۔ اے ملکہ ذرا تامل کرو میں خبر لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر آگے بڑھا اتنے عرصے میں عمرو نے لشکر میں پہنچ کر نعرہ کیا "انا عمرو بن امیہ ضمری۔" برق نے جو یہ نعرہ استاد کا سنا اور روئے زیبائے خواجہ دیکھا۔ شادان و فرحاں کلاہ اچھالتا دوڑا اور ملکہ مہ رخ سے کہا "مبارک ہو طلسم نور افشاں سے خواجہ سلامت تشریف لائے۔ یہ لشکر انہیں کا ہے۔"

یہ سن کر ہر ایک سردار کے جسم میں روح رفتہ پھر آئی اور بسبب ابر سحر کے فوج بھاگ نہ سکتی تھی ہر سمت جان بچاتی پھرتی تھی۔ یہ مژدہ عیاروں نے دوڑ دوڑ کر ہر ایک کو پہنچایا۔ پھر تو جملہ فوج پھری۔

اتنے عرصہ میں خواجہ نے ایک گوہر نکال کر جانب ابر سحر صنعت مارا کہ وہ ابر گڑگڑا کر لشکر مہ رخ پر سے ہٹا اور صنعت کی فوج پر جا کر پتھر برسانے لگا ساحرہ مذکورہ گھبرائی اور سحر پڑھا کہ وہ ابر دھواں ہو کر جاتا رہا۔ خواجہ نے اور ایک تحفہ کوکب کا دیا ہوا یعنی وہ چوب عود مثل شاخ چرخ دے کر صنعت پر ماری صنعت بہت جلد زمین میں غرق ہو گئی۔ ورنہ سر اڑ جاتا۔

خواجہ نے مہ رخ کو للکارا" ہاں لینا اس قحبہ کو۔"

اس اثنا میں صنعت زمین سے نکلی۔ فوج ایک لاکھ اسی ہزار تیغہ ہائے سحر و حربہ ہائے دیگر پکڑ کر اس پر چلی۔ سب نے نعرہ کیا "منم غلامان خواجہ عمرو۔"

یہ نعرہ سن کر عیاروں اور مہ رخ کے لشکریوں کو جوش محبت ہوا۔ ہر ایک پکارا "ہم غلام عمرو ہیں۔"

یہ نعرہ کر کے ہر ایک جو صنعت پر گرا۔ اس نے ایک گولہ فولادی تاک کر خواجہ پر مارا۔ خواجہ نے وہ جام جس میں تصویر بنی ہوئی تھی نکال کر سامنے کر دیا اس تصویر نے اف جو کی گولہ سرد ہو کر گر پڑا اور فوج نے صنعت کو آ لیا۔ اس کا لشکر بھی آ گرا۔ پھر تو یہ رزم کی صورت تھی کہ

بہم چلنے لگی شمشیر خونریز
لڑائی کی تھی کیفیت بہت تیز
صدائے قتل نے ہر سو کیا شور
دکھلایا موت نے ہر فرد کو زور
ہوئی جینے کی دشمن کو بہت یاس
ہوئی مشکل کشیدن چند انفاس

صنعت نے جوش غضب میں آ کر زمین پر دو چتر مارا فوراً زمین شق ہوئی اور ایک ساحر کریہہ منظر و سیہ فام زمین سے نکلا کہ ایک پیالا خش کا ہاتھ میں لیے تھا۔

صنعت نے اس کو دیکھ کر ہاتھ اونچے کیے۔ اس ساحر نے وہ پیالا اپنے منقل آتشیں سے جلا کر سامنے لشکر عمرو کے پھینکا۔ اس کے گرنے سے دریائے آتش جوشاں و خروشاں ظاہر ہو کر چلا۔ لشکر مہ رخ لڑنے سے رکے اور پناہ بہ خالق ذوالجلال لے گئے۔ موجیں اس بحر کی تابہ کرہ نار جاتی تھیں۔ فلک اپنے پرانے چھونپڑے کو بچانے کی فکر میں

تھا۔ شعاع آفتاب کے سینکے جل جاتے تو عجب نہ تھا۔ وہ کون سا اس بحر کا شعلہ تھا جو پرغضب نہ تھا۔

عمرو نے دیکھا کہ کوئی دم میں سارا لشکر میری جانب کا جل جائے گا۔ پس اسی وقت اس نے بھی ہاتھ اونچے کئے فی الفور دو ساحر پیدا ہوئے کہ ہاتھ میں کاسہ زریں رکھے تھے۔ اور سونٹا بھی لیے تھے۔

ایک ساحر نے اس جام پر سونٹا مارا کہ جام ٹوٹا اور ایک مچھلی پری چہرہ تڑپ کر سامنے گری اور مچھلی نے حباب منہ سے چھوڑے کہ وہ حباب پھوٹ کر پانی ہوئے اور وہ پانی ایسا بڑھا کہ دریائے قہار بہنے لگا۔ وہ مچھلی تڑپ کر اس بحر عمیق میں گئی۔ پھر تو وہ دونوں ساحر نعرہ کر کے حشم سیلان و باران جادو غائب ہو گئے اور دریا میں سے نعرہ ہوا کہ حشم ماہی پری زاد اور آسمان پر سے پانی برسنے لگا۔

زمین پر وہ بحر رواں ہوا پھر تو دریائے آتشیں ساحرہ بجھنے لگا ہر چند وہ سحر کرتی تھی۔ کچھ نہ ہوتا دونوں بحر یعنی آتش و آب مل گئے تھے۔ پانی جو گرم ہوا تھا بھاپ اٹھتی تھی۔ دریا بھی صنعت کی طرح شیخی بگھارتا تھا۔ ابر چھایا ہوا تھا۔ مینہ موسلا دھار برساتا تھا اہل اسلام جو درگاہ خدا میں روتے تھے انہوں کے اشکوں کی طغیانی تھی کہ

کہتی ہے سوز اشک دریا تھا نالاں ہو کر
اشک ہر سال برستے ہیں جو باراں ہو کر
آپ کی جائیں حقیقت کو مرے رونے کی

دم بھر میں وہ طغیانی آب و باراں ہوئی کہ طوفان جناب نوح بھی ایسا نہ ہو گا مالک بحر و بر نے بمصداق دعائے نوحہ کنندگان لشکر کہ رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا کشتی جان ساحران صنعت غرق غرق فرمائی اور بمقتضائے آیہ کریمہ و فجرنا فیھا من العیون زمین و آسمان کے پرنالے کھول دیئے۔ ایک ایک موج اس بحر سحر کی پہاڑ سے

اونچی جانے لگی۔ فلک اس قلزم عمیق کا ایک حباب تھا۔ عالم عالم غرقاب تھا۔ چشمہ خورشید سے یقین تھا۔ وہ یم بے پایاں مل جائے۔ ساکنان عالم بالا کو تلاش ہوئی کہ ناؤ اور جہاز آئے۔

اس وقت وہ دریائے آتش سب بجھ گیا اور تمام لشکر صنعت میں وہ پانی پہنچا۔ ساحر غوطے کھانے لگے۔ ہر چند سب نے سحر کیے لیکن پانی کم نہ ہوا۔

صنعت نے پیچھے ہٹنا شروع کیا اور کئی ہزار جادوگر سر پر اس کے سپریں سحر کی سایہ کیے تھے کہ اس پر مینہ نہ پڑتا تھا مگر جب لشکر میں دریا کے بڑھنے سے تلاطم ہوا۔ اور کسی طرح کنارہ نجات کا ساحروں کو نظر نہ آیا۔ جان بچا کر کنارے اس بحر کے بھاگے اور ہزاروں غرق دریائے سحر ہوئے۔ اس وقت عمرو نے زیر تیغ رکھ لیا۔ ایک دریا سحر کا جاری تھا۔ دوسرا خون کا جاری ہوا۔ ساحر تیغ کے گھاٹ اترنے لگے۔ دریا میں جو ڈوب کر اچھلتے تھے۔ سوس نگر و نہنگ اچھلتے معلوم دیتے تھے دریا بھی چڑھے لڑ رہا تھا۔ ہر سمت ایک تلاطم پڑا تھا لشکر عدو یا تو سرکش تھا جھک کر ایسا رہا کہ جیتی مرغی ہر ایک بشر ہوا۔ وہ مار گھمسان کر ہوئی کہ ایک لشکر دشمن سے زندہ نہ بچا۔ وہ برق کو کوندنا پانی کا برستا دریا کا بہنا بیروں کا غل کرنا تاریخ زرد تیغ سحر کا چلنا پناہ بخدائے قہار ذکر کرنے سے اس وقت کے خوف ہوتا ہے۔ ہنگامہ قیامت بھی ایسا نہ ہوگا۔ تلواروں کی لڑیں تھیں۔ سپریں سنگ پشت بن گئیں۔ تیروں کا مینہ برستا تھا۔ ہر ایک جان بچانے کو ترستا تھا۔ یہ حال تھا کہ

عجب وہ دشت ہیبت نا ہوا تھا
کہ جس میں اس طرح تھا قہر برپا
اٹھی تھی ہر طرف سے ایک بدلی
جسے دیکھے سے رنگت سب کی بدلی
گھری وہ ہر طرف سے سب پہ یکبار

قدم اٹھتا ہوا اس وقت دشوار
نہ وہ جرات نہ وہ ہمت نہ وہ زور
زمین و آسمان سے اک اٹھا شور

غرض کہاں تک عرض حال کروں کچھ لشکر بھاگ کر جانب لشکر برق گیا اور مہ رخ کو لوگ بمنت تمام کھینچ کر کے لے۔ ملکہ ایک دن کے سو ساٹھ دن پھر کچھ لیجئے گا میدان سے ہٹائے گئے۔ یہ ہزیمت خوردہ ناناں و گریاں بھاگ کر جان بچائے گئی۔ لشکر مہ رخ میں نقارے فتح کے بجے باقی ماندہ لشکر پڑاؤ پر گیا۔

برق و سب عیار مہ رخ جملہ سرداراں کے خدمت عمرو میں آئیں تسلیم بجا لائیں۔ خواجہ بھی تخت پر سے اترے ہر ایک کو گلے لگا اپنے لشکر کو اترنے کا حکم دیا۔ لشکر مہ رخ سے ملحق ہو کر لشکر خواجہ کا اترا۔ وہ ابر گھٹ کر ایک لکہ بن گیا اور دریا بھی چھوٹا ہو کر مثل نہر کے بہنے لگا۔ ماہی پری ناد اسی دریا میں رہی خواجہ کے لیے بارگاہ اس لشکر میں جو ساتھ آیا ہے بپا ہوئی ملکہ مہ رخ نے کہا قدیم لشکر میں تشریف لے چلیے وہاں سب منتظر قدم بوسی ہیں خواجہ نے کہا۔ "مجھ کو ابھی پھر کوکب کے پاس جانا ہے۔ ایک رات کی مہلت ملی ہے۔"

مہ رخ بجد ہوئی آخر خواجہ اپنے لشکر قدیم میں آئے اور چلے خیمہ تکلیل میں جا کر ملکہ بہار کو بیہوش پا کر ساغر عطیہ شعلہ کوکب میں پانی بھر کر چھینٹا مارا کہ ملکہ مذکور ہوش میں آئی اور خواجہ نامدار سے اٹھو کر لی۔ پھر وہاں سے بارگاہ شاہی میں آ کر ملے

جلسہ جم گیا ہر ایک دیدار فیض آثار خواجہ نامدار سے مسرور و شاد تھا۔ کا شانہ خاطر پریشان آباد تھا کچھ لمحہ یہاں ٹھہر کر خواجہ اٹھے اور سب سرداروں کو ساتھ لے کر اس بارگاہ کی طرف جو ساتھ لائے ہیں روانہ ہوئے۔ یہاں آ کر جو دیکھا تو دریائے سحر جاری ہے ماہی پری ناد غرق دریا ہے۔ خیمہ و بارگاہ لشکریوں نے آراستہ کیے ہیں۔ چار پانچ کوس تک لشکر اترا ہوا ہے۔ قناتیں اور سرا پردے جواہر دوز ہیں۔ ہر ایک نمگیرے

میں جھالر سلک گوہر کی ہے۔ خواجہ کے لیے جو بارگاہ نصب ہوئی وہ بھی جواہر کی ہے اور اندر اس کے دنگل اور کرسیاں یاقوت اور زمرد کی گستردہ ہیں۔ صحن بارگاہ میں جالی موتیوں کا نمگیرہ کی طرح کھنچا ہے۔ اس کے بیچ تخت الماس کا لگا ہے۔ ایک طرف سنہری ایک سمت رو پہلی بے دکاندار لباس اسی رنگ کا پہنے تھے۔ چھڑکاؤ ہو رہا تھا۔

دھوم دھام ہر طرح کا اہتمام تھا۔ خواجہ مہ رخ و بہار و نافرمان وغیرہ کو لیے داخل بارگاہ ہوا اور ہر ایک کو کرسیوں پر بٹھلایا۔ مہ رخ کو تخت پر متمکن کیا آپ بھی جلوہ فرما ہوا۔ عیار بھی ساتھ آئے ہیں وہ سب مقام بہتر پر بیٹھے۔ ناچ سامنے ہونے لگا۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا خواجہ نے برق و قران و ضرغام و جانسوز کو خلعت دیا اور بہت کچھ تعریف ان کی فرمائی "مرحبا شاباش خوب خوب تم نے عیاریاں کیں۔ حقیقت میں یہ گھاتیں مجھ کو بھی نہ سوجھتیں۔ تم نے میری عزت رکھ لی حق تعالی اگر شاگرد اور فرزند عنایت کرے تو مثل تمہارے مجھ کو دمبدم کی خبر تمہاری پہنچتی تھی۔"

غرض بعد دلجوئی عیاراں طلسم کوکب کا حال عمرو بیان کرنے لگا۔ بہاران کا خلق اور خاطر داری کرنا طلسمات کی سیر وہاں کے عجائبات سب بیان کیے۔

اس وقت مہ رخ نے کہا۔ "خواجہ یہ سب کچھ ہے۔ مگر افراسیاب بڑا زبردست جادوگر ہے ہماری تو خدا نے آج تک تمہارے تصدق سے عزت رکھی۔ اب دیکھیے کیا ہو۔"

عمرو نے بجواب اس کے ہنس کر کہا۔ "اے ملکہ شہنشاہ کوکب کے مقابل میں افراسیاب کی کچھ حقیقت نہیں خیر بروقت جنگ دیکھ لینا کہ کون زبردست ہے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "آپ سچ فرماتے ہیں۔ اب پروردگار اس صنعت حرامزادی کے شر سے ہم کو بچائے عمرو نے کہا۔ "اس کا تو بہت جلد خدا نے چاہا تو انتظام ہو جائے گا۔"

یہ کلمہ سن کر برق عیار ہنسا۔ عمرو نے اس کے ہنسنے سے کہا۔ "اے فرزند ہم جانتے ہیں کہ تم اس قحبہ صنعت کو مار ڈالو گے۔ برق نے کہا۔ "یہ سب آپ ہی کی جوتیوں کا تصدق ہے۔

فی الجملہ یہاں تو ہر طرح کا ذکر و اذکار ہو رہا ہے۔ ہر شخص داد عشرت دیتا ہے لیکن

لشکر حیرت کا حال سنئے کہ آمد خواجہ کی خبر اس لشکر میں بھی منتشر ہوئی۔ عیار بچیاں صرصر اور صبا رفتار پہلے بھی بلا کر ڈانٹی گئی تھیں کہ تم سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ عیاران اسلام کا بہانے نمایاں کرتے ہیں۔ بس عتاب شاہ طلسم کا دیکھ کر عیارنیاں فکر عیاری میں تھیں۔

اس وقت غلغلہ آمد خواجہ کی خبر سن کر بہت فکر مند ہوئیں کہ بادشاہ اور زیادہ اب خفا ہو گا لازم ہے کہ جلد کوئی عیاری کر کے غضب بادشاہ سے بچنا چاہیے۔

پس صرصر اول تو دوڑ کر لشکر عمرو میں آئی۔ وہاں بہت ساحرہ افسرہ لشکر ہر مقام پر اتری ہوئی تھی ان میں سے ایک جادوگرنیوں صورت صفحہ خیال پر منقوش کر کے اپنے خیمہ میں لائی اور رنگ و روغن عیاری سے لگا کر اس ساحرہ کی صورت پر اپنے تئیں درست کی۔ یعنی مانگ میں سفید ور بھرا قشقہ ماتھے پر کھینچا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ فلک حسن پر فرمان خرو انجم جاری ہوا ہے۔ بیکہ ماتھے پر لگایا تھا حسن کا ٹیکا اسی کے سر تھا۔ کانوں میں بالے ڈالے۔ رخسار پر ان کے حلقے پڑے تھے چاند کے رو بالے تھے ہوئے تاباں غازہ گلگونہ لگا کر ایسا خوبصورت بنایا کہ فلک طبق بھر کر گوہر انجم بھر نثار لایا۔ چشم فتان میں سرمہ کی تحریر شر حسن پر آشوب فتنہ پردازی کی تمہید مختصر یہ کہ اس جلوہ حسن کے حسب حال یہ قول شاعر بے مثال کا بہت لاجواب ہے کہ

جامہ زیبی کی ادا سرو صنوبر میں نہیں
کون ایسی بات ہے جو حسن دلبر میں نہیں
آب و تاب ایسی فلک کے کوئی اختر میں نہیں
وہ جواہر تو نہیں جو تیرے جھومر میں نہیں
دھوم ہے اے یار تیرے حسن دہر آشوب کی
خوبصورت کوئی ایسا ہفت کشور میں نہیں
جانا ہے جس نے جھوٹا ان کا پانی پی لیا

ایسی شیرینی تو اب حوض کوثر میں نہیں
نقش پائے یار کو تعویذ تربت کیجیے
آئینہ اس طرح کا گور سکندر میں نہیں
قدر کھوئیں گے جواہر کی لب و دندان یار
رنگ ایسا لعل میں اور آب گوہر میں نہیں

جب اس سج دھج سے آراستہ ہو چکی چار سو کنیزاں گل پیرہن رشک چمن کو موافق ہی بن ساتھ ہمراہی خواجہ پر فن کے لباس زیور سے درست کرا کر اپنے خیمہ میں سے نکل کر پہلے صحرا میں آئی پھر ایک ایک بطور تجلی متفرق ہو کر داخل لشکر عمرو ہو گئیں اور اسی طرح صبا رفتار بھی جادوگرنی بن کر لباس اور گہنے سے پیراستہ ہو کر لشکر میں آئی۔"

* * *

- خواجہ عمرو

لشکر عظیم و شان و جاہ و جلال دیکھ کر ان کو بڑی حیرت ہوئی۔ آخر صرصر تو اندر بارگاہ کے چلی اور صبا رفتار دیوار گاہ پر استادہ ہوئی۔ یہاں جو صاحب دیوان تھے وہ سب طلسم کوکب سے آئے ہیں کسی کو پہچانتے نہیں۔ وہ سمجھے کہ ملاقات کو خواجہ کی مہ رخ کے لشکر سے ساتھ آئی ہیں پس یہ سمجھ کر صرصر کو منع نہ کیا اور وہ مع چار سو کنیز کے اندر بارگاہ کے آئی۔ یہاں سرداروں کا ہجوم تھا مبارک باد دھوم خواجہ تخت الماس پر جلوہ گستر۔

خلاصہ یہ کہ بڑا کروفر یہ عظمت دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی اور دل سے کہتی تھی کہ یہ بے شک طلسم فتح ہو گا۔ ان عیاروں کا بڑا رتبہ ہو گا۔ اسی اندیشہ میں یہ ایک جگہ ٹھہر کر گھات میں لگی کہ خواجہ کو بن پڑے تو پکڑ لے جاؤں۔ ادھر تو یہ فکر میں تھی اس طرف خواجہ نے باتیں کرتے جو گردن اٹھائی۔ سامنے ایک ساحرہ حسینہ و جمیلہ کو مع چار سو نازنینان پری طلعت کے استادہ پایا۔

اینکہ خواجہ بے نظیر عیار ہیں۔ پہلو اول یہ پہچان گئے کہ صرصر شمشیر زن ہے چنانچہ اس کو پہچان کر اس طرح ادھر سے آنکھ چرائی۔ گویا دیکھا ہی نہیں۔ مہ رخ سے مخاطب ہو کر باتیں کرنے لگے۔ اس عرصہ میں صرصر ادھر ٹہل کر کتراتی ہوئی پشت پر عمرو کے آئی۔ عمرو کو تو خیال لگا ہوا تھا۔ اب جو سامنے اس کو نہ دیکھا۔ پیچھے مڑ کر نگاہ کی صرصر نے اس کے دیکھنے سے خیال کیا کہ شاید مجھ کو یہ پہچان گیا۔ پس راہ کترا کر فوراً مثل باد صرصر کے دیوار گاہ پر پہنچی۔ وہ ٹھہر کر سوچی کہ مجھ کو اگر وہ دیکھتا تو لپکا لپکا کاٹل پر جاتا معلوم ہوتا ہے کہ یونہی پھر کر اس نے دیکھا تھا تو ناحق بھاگ آئی۔ یہ سوچ کر پھر کری اور دنگل کے پیچھے سے ہو کر پس پشت خواجہ آئی۔ عمرو نے پرچھائیں پھر دیکھی۔ سمجھا کہ صرصر پھر آئی۔ لیکن اب جو پھر کر تم

نے دیکھا تو وہ بھاگ جائے گی۔ بہتر یہ ہے کہ عیاری کر کے گرفتار کر لے۔ یہ تجویز کر کے بنظر خیال اس جگہ کو خوب ذہن میں کر لیا کہ جس جگہ صرصر کھڑی تھی اور آپ جس طرح بیٹھا تھا اسی طرح بیٹھا۔ اور ہزار جادوگر حاضر تھے ان کی جانب مخاطب ہو گیا اور ایک زانو تخت پر جو تکیہ لگا تھا۔ اس پر رکھ لیا اور ایک گھٹنا استادہ کر کے بیٹھا۔ اس لیے معلوم ہو خوب غافل ہے۔ پس اس طرح کی غفلت دے کر بیٹھے بیٹھے جسم کو ہلکا کر کے پچھلے دھڑ سے پیچھے کی جانب ایسی جست کی کہ صرصر کے اوپر ہی آیا۔

صرصر سنبھل کر چاہتی تھی جست کرے۔ اس نے کمند آصفہ باصفا ماری کہ وہ الجھ کر گری۔ یہاں تو یہ ہنگامہ ہوا۔ ادھر قران کرسی پر اٹھ نہیں معلوم کیا سوچا کہ دیوانہ بارگاہ پر دوڑ گیا۔ صبا رفتار کھڑی تھی۔ اس نے کچھ نہ کہا نہ سنا۔ آتے ہی کمند اس کے ماری وہ صورت بدلے کھڑی تھی۔ جانتی تھی کہ مجھ کو پہچانے کا کوئی نہیں اس کے کمند میں اسی غفلت کی وجہ سے الجھ کر گری۔ اس نے گود میں اٹھا لیا اور اندر بارگاہ کے لایا۔ یہاں جب عمرو نے صرصر کو اسیر کمند کیا تو اس کے ساتھ کی اور سو کنیزیں کہ سب عیارہ اور ساحرہ تھیں لینا لینا کہہ کر دوڑیں لیکن یہاں ہزاروں ساحر تھا۔ سب ٹوٹ پڑے اور ہاتھوں ہاتھ سب کو اسیر کر لیا۔ عمرو نے کہا ایک لونڈی میری بھاگ گی۔ آج ہاتھ آج ہاتھ گی۔" یہ کہہ کر صرصر کو گود میں اٹھا لیا اور رخسار پر رخسار رکھ کر کہا۔ "جانی میرے آنے کی خبر سن کر مجھے دیکھنے آئی تھی۔" صرصر نے کہا۔ "اے موئے میں تجھ کو کیا آگ لگانے آئی۔ اے عمرو واسطہ اپنے ایمان کا مجھ سے ایسی باتیں نہ کر۔ میں شہنشاہ کے یہاں سے نکال دی جاؤں گی اور اے بے غیرت تجھ کو شرم نہیں آئی کہ سب کے سامنے مجھ کو پیار کرتا ہے۔"

عمرو نے کہا۔ "اے پیاری عشق میں غیرت پانی پانی ہو کر بہ جاتی ہے۔"

صرصر نے کہا۔ "میں تیرے عشق میں جھاڑو پھیروں موئے خدا کرے تیرا منہ سڑ جائے جیسے تو نے مجھے پیالہ کیا ہے۔"

عمرو نے کہا۔ "اب میں یہاں تو ایک ہی رات رہوں گا۔ تجھ کو طلسم کوکب میں بھیج دیتا ہوں۔ کل میں بھی آؤں گا۔ تیرے ساتھ مزے اڑاؤں گا۔ پھر جب یہاں آؤں گا تو ساتھ لیتا آؤں گا۔"

صرصر نے کہا۔ "تیرے مزے کو جھلسا کیا میں ڈھنی گھوڑی ہوں جو تو مجھ کو وہاں بھیجے گا۔ خدا میرے شہنشاہ ایسے وارث کو سلامت رکھے۔ تیرا کیا منہ ہے جو تو مجھ کو بھیج سکے۔"

عمرو نے اس کو گرفتاری کر کے سامنے بٹھایا اور صبا رفتار کو مستقر قران لایا۔ یہ دونوں قید ہو کر بیٹھیں اور عمرو نے ایک سردار اپنے ہمراہیوں میں سے تجویز کر کے حکم دیا اے بہائے خوش چشم جادو تم اس عیارہ کو طلسم نور افشاں میں لے جاؤ۔"

صرصر یہ حکم سن کر گھبرائی اور گویا ہوئی "اے عمرو میں اس طلسم میں جا کر وہ عیایا کروں گی کہ تیرا سب کھیل بگاڑ دوں گی۔ شاہ کوکب تجھ کو نکال دے گا۔"

عمرو نے کہا۔ "تم مہلت کب پاؤ گی۔ میں دن رات اپنے پہلو میں تجھ کو رکھوں گا۔ میرے تیرے اقرا یہی تھا ایک دن مقابلہ ہو گا جو زیر ہو گا وہ اپنے غالب کی اطاعت کرے گا۔ اب میں تجھ کو زیر کر چکا تجھ کو کنیز بناؤں گا۔ صرصر گالیاں دینے لگی عمرو مسکرانے لگا۔

یہاں تو یہ سامان عشرت ہے لیکن حال افراسیاب سنئے کہ صنعت کو اجازت حرب دے کر آپ بیابان نرگس زار بے باغ سیب میں گیا اور وہاں سے پانچ چار چیلے روانہ کیے کہ خبر جنگ مجھ کو لا کر دیں۔ چیلے آئے اور صنعت نے جب شکست کھائی تو وہ چیلے خبر لے کر شاہ طلسم کے پاس گئے اور پکارے کہ بڑا ستم ہوا وہ مار ڈالیں گے "بادشاہ سمجھا کہ مہ رخ کو یہ کہتے ہیں کس لیے کہ پہلے سے کہہ رہا تھا صنعت نے سب کو غارت کر دیا ہو گا۔"

غرضیکہ چیلوں سے پوچھا "اسے کون مار گیا انہوں نے کہا۔ "حضور صنعت سے جا کر لڑائی فتح کی تھی۔ مہ رخ و بہار زخمی ہوئی تھیں۔ لشکر سارا تباہ و برباد ہو گیا تھا۔ بارگاہیں

جل رہی تھیں کہ عمرو عیار طلسم کوکب سے آیا۔ لشکر فراواں ساتھ لایا۔ اس نے یقین ہے کہ صنعت کا کام تمام کیا ہو گا۔ جب لشکر ملکہ مذکور کا برباد ہو چکا تھا۔ اس وقت ہم چلے تھے۔"

یہ خبر سنتا تھا کہ شاہ طلسم برہم ہوا۔ اور کہا۔ "چلے حرامزادے بھی لشکر حریف سے مل گئے ہیں۔ جب ہوتا ہے ادھر ہی کی فتح بیان کرتے ہیں۔ میں ان سب کو جلا دوں گا۔"

یہ کہہ کر باغبان وزیر ساتھ تھا۔ اس سے کہا۔ "ان چیلوں کا بیان میری سمجھ میں نہیں آیا۔ تم مفصل دریافت کر کے حضور میں عرض کرو۔"

باغبان چیلوں کو علیحدہ لے گیا اور مفصلاً جملہ کیفیت جنگ دریافت کر کے خدمت بادشاہ میں آ کر عرض پرداز ہوا۔ بادشاہ حال سن کر آگ ہو گیا اور کہتا ہوا "اس مرد صحرائی کوکب کی قضا ہی آ گئی۔ میں بڑا پاس کرتا تھا کہ وہ میرا ہم مکتب ہے افسوس ہے کہ مجھ کو ایسے یار سے لڑنا پڑا۔

خلاصہ یہ کہ شاہ طلسم بسان مجنوں بڑی دیر تک بکا کیا۔ آخر یہ تجویز کی ایک نامہ لکھ کر کوکب کو سمجھاؤں بعد اس کے پھر اس کے ملک پر فوج بھیجوں۔

یہ سوچ کر باغبان سے کہا۔ "ہر چند کوکب میرا دشمن ہے لیکن مجھ کو حجت کر لینا چاہیے اور اب کی ایسے زبردست ساحر کو نامہ دار کر کے روانہ کروں کہ کوئی راہ میں اس کو قتل نہ کر سکے وہ نامہ کوکب کے ہاتھ میں دے اور جواب صاف لے۔ نامہ سابق جو بدست قرطاس میں نے بھیجا تھا۔ وہ اس کو پہنچا نہیں۔"

یہ کہہ کر ایک بیضہ کمر سے نکالا اور زمین پر مارا۔ زیر زمین طلسم ایک جادوگر طاق و طمطراق و ہمان جادو نام رہتا ہے۔ واقعی ابلیس کا بچہ ہے۔ یہ بیضہ سحر تہ زمین طلسم پر اسی ساحر کے پاس پہنچا۔ تخت اس شیطان کا پانی پر رہتا ہے۔ اس طلسم کے زمین کے نیچے بھی طلسمات ہے۔ دریا اور صحرا اور کوہستان ہے بڑا سامان ہے۔ انشاء اللہ بروقت

فتح طلسم اور داخلہ شہزادہ اسد مرحلہ جات طلسم پہ بیان کیا جائے گا۔

غرضیکہ جب وہ پیغام سحر اس کے پاس پہنچا تحت اس شیطان کا پانی پہ رہتا ہے وہ سمجھ گیا کہ افراسیاب نے تجھ کو بلایا۔ بس فوراً اپنی جگہ سے اونچا ہوا اور طبقہ زمین توڑ کر نکلا۔ اژدر پہ سوار گرز ہاتھ میں لیے تھا۔ تجبر کی جگہ نکل کر سے لپٹی۔ بدن مو سے آگ نکلی جسم کے رونگٹے تیر کی طرح کھڑے ہوئے۔ سر کر خشکی میں نکلنے کی طرح تھے منہ کالا قد بالا کریہہ منظر و بے عمیت و خود سر انتہا کا جاہل مست والا بعقل شرافت اس سے متزلزل دور تہذیب و ادب اس سے نفور کہ ہو جب۔

اک انساں تیرہ رو اس میں سے نکلا
نوادہ شکل میں۔ قدطول میں تھا
لب زیریں نے سینے کو چھپایا
لب بالا فراز دوش پایا
بشکل چشم پیشانی پہ اک داغ
گمان چہرہ پہ ہوتا تھا کہ ہے تاغ
وہ داغ ایسا کہ انگار سا روشن
اسی صورت سے سب کیفیت تن
بڑھے ناخن کہ جیسے تیز شمشیر
زمین کیسی پہاڑوں کے گلو گیر

جب وہ خبیث سامنے بادشاہ کے آیا سلام کر کے ٹھہرا۔ بادشاہ نے فرمایا "تم بے طومطراق ہماری جانب سے نامہ لے کر بادشاہ طلسم نور افشاں کے پاس تم جاؤ اس کے ہاتھ میں نامہ دینا اور کسی کو نہ دینا اور اس کے ظلمات کی طرف سے جانا ہرگز کسی سے نہ بتانا۔" اس نے عرض کیا "احسن لیجیے گا جس طرح میں جاؤں گا۔"

شلہ نے اسی جگہ میر منشی کو طلب کیا اور اسے حکم تحریر نامہ دیا۔ مضمون بتلایا۔ منشی بدائع نگار نے عنبر خشک ماہ مین حل کر کے تختہ قرطاس کو مضامین رنگین سے تختہ گلزار بنایا واقعی باغ پہ بہار لگایا۔

اوصاف میں سامری کے تقریر
کرتا ہے یہ کلک سحر تحریر
یوں کلک دوات کے ہے منہ پر
جمشید کے لب پہ جیسے ساغر
کرتا ہے جو وصف یہ لقا کے
سرمست ہے کلک اسی صفت سے
پہنچے وہ سو کی ہے خدائی
کب کفر سے ہے سب کو جدائی
ابلیس کے سب یہی ہیں نائب
اللہ کی بندگی سے تائب
جس نے معبوداں کو جانا
رسم جادو گری کو مانا
کیا ان کے بیان ہوں اور اوصاف
اظہار ہے حال دل بس اب صاف
اے شلہ طلسم نور افشاں

اے ساحر ذی جبار و ذیشان
گلدستہ بزم شعر یاری
رونق دہ باغ کا مکاری
در خوش آب بحر شاہی
غواص محیط آشنائی

زیرکان و عقیل و صاحب ہوش
شاہنشہ ہو بحر پہ از جوش
جو رسم دوستی کے شایاں
ممکن نہیں جس کا ہم سے پایاں
خدمت میں ادا تمہاری کر کے
یہ لکھتے ہیں تم کو دوستی سے
وہ چرخ بلند ہوں میں اے شاہ
جادو کے ہیں جس میں مہر اور ماہ
وہ باغ ہوں جس میں سحر کے گل
پھولے ہیں ہزاروں سبے تامل
وہ گل ہوں کہ جس میں سحر کی بو
وہ نخل ہوں جس کے پھل میں جادو
وہ بحر ہوں جس کی موج ہے قہر
جادو ہی کی جس میں اٹھتی ہے لہر
غصہ مرا قہر ہے بلا ہے
کب اس سے کوئی بھلا بچا ہے
کیا آئے گا دیو میرے آگے
میرے سائے سحر بھوت بھاگے
ہو جس کی طرف میرا اشارہ
ہیبت سے وہ دل ہو پارہ پارہ
غصہ مجھے اگر کہو پہ آئے
دل کوہ کا آب آب ہو جائے
کانپے خورشید میرے آگے
بہرام میری صدا سے بھاگے

تیور پہ مرے کبھی جو بل آئے
ہو چرخ بھی سامنے تو ٹل جائے
کیا اپنی لکھوں میں شان لشکر
شیران ژیان سگان لشکر
افلاک پہ کب ہیں اتنے تارے
اشجار زمین کہاں ہیں اتنے
ذرے نہیں اس قدر زمین کے
بتلاؤ شمار فوج کس سے
ہ ہ ساحر ہے افسر فوج
جمشید کا پست جن سے ہو اوج
ہر اک جدا ہو صف شکن ہے
ہیں سحر میں نادر زمانہ
زور و قوت میں سب یگانہ
اگلیں دم جنگ ایسا وہ زہر
آنے لگے اژدہوں کو بھی لہر
آگے اب کیا لکھوں بڑائی
میں چاہوں تو خود کروں خدائی
کب چاہیے تم کو مجھ سے لڑنا
لازم ہے غضب ہے میرے ڈرنا
ہیں میرے طلسم کے جو اسرار
تم اس سے نہیں ہو کچھ خبردار
اور لوح طلسم نور افشان
معلوم ہے مجھ کو یار زیشان

چاہو تو ابھی طلسم سارا
غارت برباد ہو تمہارا
جھگڑے مرے پاس ہیں بلا کے
کب ٹل سکیں وہ بھلا کسی سے
ان باتوں کو سوچ سمجھ کے
لازم ہے کہ صلح کر لو ہم سے
اس دزد عمرو کو قید کر کے
جلدی بھیج دو پاس میرے
بس ختم کلام یہاں پہ
اقبال سدا تمہارا یاور

یہ مضمون لکھ کر مہر شاہی سے منقش کر کے طو مطراق کے حوالے کیا اور بادشاہ نے خلعت دے کر رخصت فرمایا۔ وہ جادو پلید نامہ لے کر اپنے مقام پر آیا اور چالیس ہزار اژدر وہم لے کر چالیس ہزار ساحر سے بحشم و خدم روانہ ہوا۔ اژدر وہم یہ کہ بطور نظر بندی کے ہر شخص دکھائی دیں کہ اژدہے اس ساحر کے ساتھ ہیں اور اصل میں کوئی اژدر نہ ہو۔ غرضیکہ بعد اس کے رخصت ہونے کے افراسیاب کے پاس دو چیلے خبر لے کر حاضر ہوئے اور بعد بجا لائے دعا و ثنا شاہی کے عرض پیرا ہوئے کہ صرصر و صبا رفتار کو عمرو نے گرفتار کیا ہے اور ان کو طلسم نور افشاں میں بھیجا چاہتا ہے۔

یہ سنتا تھا کہ غضب بادشاہ پر طاری ہوا اور سوچا کہ عیاری بچیاں بھیج دی گئیں تو بڑی ذلت ہو گی پس اسی وقت سحر پڑھ کر پکارا "اے ہنود جادو جلد حاضر ہو۔ یہ کہتے ہی ایک ساحر روئے ہوا سے اتر کر سامنے آیا اس ساحر کا یہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ بروئے ہوا اڑتا رہتا ہے اور پرواز کر کے سناٹے ہیں میں ایک مرتبہ ہی کوسوں نکل جاتا ہے۔

پس اس ساحر نے شلہ کو سلام کیا۔ شلہ نے حکم دیا کہ تم جلد جاؤ۔ بارگاہ عمرو میں صرصر و صبا رفتار قید ہیں ان کو اٹھا لاؤ۔ یہ حکم سن کر ساحر مذکور سناٹا بھر کر روانہ ہوا اور آندھی کی طرح اڑتا ہوا کچھ ہی عرصے میں قریب بارگاہ خواجہ پہنچا۔

یہاں خواجہ عیاروں دل سے تسلی کرتے تھے اور ارادہ تھا کہ جانب طلسم نور افشاں ان کو بھیجیں۔ اس اثنا میں ایک آندھی تیز و تند آئی۔ عمرو کند آصف سے صرصر کو رہا کر کے حوالہ بہار کر چکا تھا کہ ان کو لے جائے پس وہ آندھی ایسی بڑھی کہ اندھیرا ہو گیا اور ایک پنجہ مثل برق چمک کر کمر میں عیاروں کے پڑا کہ اٹھا کر لے چلا۔

ساحران ہمراہی خواجہ نے بزور سحر روشنی کی اور عیار بچوں کو دیکھا کہ ایک ساحر اٹھا کر ان کو بلند ہو گیا اور بڑی تیزی سے جاتا ہے۔ یہ دیکھ کر یہاں سے بھی ہزار ہا ساحر پرواز پیدا کر کے اڑا لیکن ہنوز ساحر ساحر کو اڑنے میں چیدہ و منتخب کر کے شلہ طلسم نے بھیجا ہے۔ اس کے مقابلے میں کوئی پرواز نہ کر سکا اور اس کی ہوا کو بھی نہ پہنچا۔

مگر لینا لینا کا غلغلہ عظیم ہوا تمام لشکر کے ساحر سحر خواں ہوئے اور باران جادو جو ابر ہوا تھا۔ دریائے ماہی پری ناز پر چھایا ہوا تھا۔ وہ بھی مطلع ہوا اور ماہی پری ناز بھی خبردار ہوئی۔ بس وہ دریا جو مثل نہر ایک طرف کو مختصر سا تھا اس قدر بڑھا کہ جتنی دور تک ہنود گیا اور دریا بھی رواں ہوا۔

ہنود جب لشکر خواجہ سے بہت دور نکل گیا۔ ایک مقام پر اترا۔ کس لیے کہ سناٹا بھرے جو آیا تو دم چڑھ گیا تھا۔ پس بیٹھتے ہی یہ زمین پر اترا۔ ایک ساحر لشکر خواجہ سے مار سیاہ رو سیاہ تاب پیشانی اس کے تعاقب میں آتا تھا وہ پکارا "اے بحرین جادو یہ چھوٹنا جانے نہ پائے۔"

یہ سن کر ہنود نے پھر چاہا کہ میں اڑ جاؤں لیکن ایک جانب بحرین اور ماہی پریزاد دوسری جانب سے دریا پر ابھر آئی اور ماہی تیر کی طرح سیدھی جست کر کے چلی۔ ہنوز اڑنے نہ پایا تھا کہ یہ اس کے سینے پر لگ کر پشت کے پار نکل گئی اور تڑپ کر پھر دریا میں اتر گئی۔ ادھر شور اس کے مرنے کا بلند ہوا کہ مارا ہنوز جادو کو۔ اندھیرا ہو گیا۔

لاش کے سر سے دھوا پیدا ہو گیا۔ اس تاریکی میں عیار بچیاں تو بھاگ کر دہ پہاڑ میں چلی گئیں اور وہ دھواں لاش میں لپٹا اور اٹھا کر جانب افراسیاب چلا۔

دیا پھر اسی طرح گھٹ گیا اور مارسیاہ نے خدمت خواجہ میں آ کر تمام ماجرا بیان کیا کہ اس طرح عیار بچیاں نکل گئیں اور ہنود مارا گیا۔

خواجہ خاموش ہو رہے۔ لیکن لاشہ دھواں لیے ہوئے جاتا تھا کہ راہ میں صنعت نے اس کو دیکھا کس لیے کہ یہ جو شکست کھا کر بھاگی تو صحرا میں ٹھہری تھی اور کچھ بچی فوج اس کے پاس جمع ہوتی جاتی تھی چنانچہ نعش مذکور کو جاتے دیکھ کر اس نے سحر پڑھا کہ وہ نعش پر اتر آئی اور بعد سحر کے حال اس کے قتل کا معرض بیان میں لائے۔

یہ جملہ حال سن کر لاش اپنے ہمراہ لے کر خدمت افراسیاب میں گئی۔ وہ بیابان نرگس سے اٹھ کر باغ سیب میں آیا تھا کہ یہ جا کر پہنچی اور حال قتل ہنود اور اپنا شکست کھانا سب بیان کیا۔ بادشاہ اس ساحر کے مارے جانے سے بہت غضب ناک ہوا اور اسی وقت اٹھا کہ اس نابکار عمرو مکار کو ابھی جا کر تہ گرفتار کیا تو نام اپنا شہنشاہ نہ رکھا۔

پس بحالت غضب شعلہ بن کر چمکتا ہوا لشکر خواجہ کی طرف چلا۔ یہ تو ادھر سے چلا اس طرف کا حال سنئے کہ

ملکہ بہار خواجہ کو طلسم ہوشربا میں پہنچا کر جو پھری تو اسی راہ میں قلعہ ہفت رنگ میں آ کر مسند ناز پر بصد امتیاز بیٹھی۔ مگر مفارقت خواجہ سے ملول و غمگین تھی اور شاہ کوکب بعد رخصت عمرو سریر جلالی پر بالا ماہ طلسم میں آ کر رونق پذیر ہوا۔ لیکن پنجہ عقاب جمشید طلب کر کے حال خواجہ معائنہ کرنے لگا۔

جملہ کیفیت تجمل سواری اور جنگ وغیرہ کی دیکھ کر خوشنود تھا۔ یہاں تک کہ مارے جانا ہنود کا بھی اس پنجہ میں دیکھا اور اینکہ روشن ضمیر لقب رکھتا ہے۔ یہ بھی بزور کہانت معلوم کہ جب لاش ہنود کی افراسیاب کے پاس پہنچے گی تو وہ خود عمرو کو گرفتار کرنے

آئے گا۔

پس یہ دریافت کر کے فوراً اس نے ایک نامہ لکھا مضمون یہ تھا کہ اے مہر عالم افروز سپہر عیاری و اے سپہر عظمت و کلاں کاری آپ مجھ سے وعدہ ایک روز کا فرما کر تشریف شریف جانب لشکر گئے تھے۔ گو وہ دن اور رات تمام نہیں ہوئی۔ مگر مناسب یہ ہے کہ بمجرد ملاحظہ نامہ احقر جلد تر نہضت فرما اس جانب ہو جائے۔ وہاں ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا ہے تو پھر چلے جائیے گا۔ دوسرے یہ کہ لڑائی فتح کر کے ہر ایک سے مل چکے پھر وہاں ٹھہرنے سے کیا حاصل ہے۔ لازم ہے کہ اس نیاز کیش کو قدوم سعادت لزوم سے سرفراز و ممتاز فرمائیے اور زیادہ شوق ملاقات و بس۔"

یہ نامہ ایک پنجہ سحر کو دیا کہ طلسم ہوشربا میں عمرو کے پاس لے جائے اور ایسا فسوں پڑھا کہ پنجہ آن واحد میں عمرو کے پاس پہنچا اور نامہ دیا۔ خواجہ نے مہر اس پر کوکب کی دیکھی بصد شوق ادا کر کے مضمون پر واقفیت پائی اور مہ رخ وغیرہ سرداروں سے کہا۔ "خدا حافظ لو اب میں جاتا ہوں۔ شاہ کوکب نے کچھ مصلحت جان کر مجھ کو طلب کیا ہے اور یہ نامہ لکھا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ مرکب جو بہران نے کوتل ساتھ کر دیا تھا اور کہا تھا کہ جب آنا تو اسی گھوڑے پر سوار ہو کر آنا یہ راہ ظلمات سے آگاہ ہے۔ تمہیں کچھ ہی دیر میں میرے پاس لے آئے گا۔

پس اسی مرکب کو آراستہ کرا کر طلب فرمایا۔ اس عرصہ میں سمندر روز عرصہ عالم سے طرارہ بھر کر نظر مردم دہر سے غائب ہوا اور توسن گلگون خورشید دست سپہر طے کر کے مغرب تھان پر گیا۔

یکایک مثل بخت ناتواں ہیں
ہوا خورشید بحر محتاج تمکین
ردائے شام نکلی جانب خاک
نگاہوں سے چھپے سامان افلاک

شام ہوتے ہی خواجہ سے مہ رخ و بہار وغیرہ نے کہا "آخر تو آپ جاتے ہیں۔ ہم روک نہیں سکتے مگر ہمارے ساتھ ایک عرصہ گزرا کہ آپ سے کھانا نہیں نوش فرمایا۔ اس وقت کچھ تناول کر لیجئے۔"

خواجہ نے ان کی خاطر سے توقف کیا اور مہ رخ نے خاصہ طلب فرمایا۔ بکاولوں نے دستر خوان دیبا و پرنیاں پر اغذیہ لذیذ و طعام شیریں و نمکین کو بصد تمیز چنا۔ خواجہ بہار وغیرہ کو لے کر دستر خوان پر آئے۔

اس طرف کوکب نے آمد خواجہ کے آنے میں توقف کیا ہے اور افراسیاب اپنے مقام پر سے ان کی گرفتاری کے لیے روانہ ہوا ہے۔ یہ معلوم کر کے اپنے سرداروں سے کو جا حاضر دربار تھے فرمایا۔ "اے قیصر جادو اے قہران جادو اے فلاں و فلاں۔ تم میں سے کوئی ایسا ہے جو افراسیاب کو جا کر روکے اور عمرو کو بچا لے۔ کس لیے کہ عمرو قید ہوا چاہتا ہے۔ اب کی اسیر ہوا تو مارا جائے گا۔"

یہ کلمہ حاضرین دربار سن کر عرض رسا ہوئے کہ آپ کے ہم تابعدار ہیں جان دینے میں ہم کو عذر نہیں۔ لیکن شاہ جادواں ہم سے رک نہ سکے گا۔"

کوکب نے یہ سن کر کچھ سحر پڑھا اور دستک دی کہ نگاہ مردم سے نہاں ہوا اور مثل برق جہندہ یہ بھی لشکر عمرو کی طرف چلا۔

لیکن افراسیاب مثل شعلہ جوالہ پیچ و تاب کھاتا ہوا کنارہ لشکر عمرو کے پہنچ کر ٹھہرا اور زمین پر لوٹنے لگا اور آدھا پلنگ اور آدھا پہاڑ بن کر تیار ہوا۔ اور آگے بڑھا۔ پچھلا دھڑ جو مثل کوہ کے تھا ایسا بلند و گراں تھا کہ جتنی بلندیاں روئے زمین کی تھیں سب

اس کے نیچے تھیں۔ خیمہ و خرگاہ و چبوترہ دوکانات و بازار لشکر و نشیب و فراز سب سنگر بجز ٹیلے ٹیکرے اس پہاڑ سے دب کر سرمہ سا ہوئے۔ ایسا کالا پہاڑ تھا کہ عالم عالم اس کے عکس سے تاریک و سیاہ تھا ملک عدم کی حد کو راہ تھا آسمان ہیبت تمکین پر تھا۔

ہیات دنیا نے جمع ہو کر اس صورت سے اپنے تئیں نمودار کیا تھا یا کہ آتش کا وہ گھر تھا۔ دل کوہستان اس سے آب آب کہ فلک کو یہ رفعت دیکھ کر اضطراب گاؤ زمین کی اس گرانی سے کمر ٹوٹی جاتی۔ نظر اٹھانے کی تاب نہ لاتی۔ قلعہ کہ خاطر آسمان کے پار ہو جاتا تو عجب نہ تھا۔ دل ارض وغیرہ بیان طائر فہم یہ کہ گیا تھا۔

پچھلا دھڑ تو یہ صورت رکھتا تھا اور اوپر کا جسم چیتے کا تھا۔ یہ ظاہر ہوتا تھا کہ دیو کو سے چیتا نگل رہا ہے۔ مگر وہ چیتا ہے کہ جس کو دیکھ کے اسد چرخ چوکڑا اور چیتا سے ضیغم چرخ چکراتا کیسا اس کے سامنے سے مثل سگ دم دبا کر بھاگا چاہتا تھا گاؤ آسمان تو یہ جانتا تھا کہ میرا تو اب ایک ہی نوالہ ہے فوج فلک کو خیال تھا کہ میں طعمہ بنا چاہتا ہوں۔ اس صورت مہیب کو دیکھ کر لشکر خواجہ میں شیر دل گھبرائے پلٹنوں کو غش آئے ہزبران بیشہ شجاعت تھرائے۔ قوی پنجہ خوف سے سے وہ ضعیف ہوئے کہ مور بن گئے وحشت سے صاحب زور دیوانہ بن گئے۔ دل ہر ایک کے دو نیم تھے۔ گرفتار رنج ہم تھے کہ

وہ پچھلا دھڑ تھا اس کا کوہ آسا
شب آسا ہو گئی تاریک دنیا
بشکل رنگ زنگی اس کو پایا
مگر وہ سنگ اسود سے بنا تھا
بنا سر سے کمر تک تھا وہ چیتا
فلک گر دیکھتا اس کو نہ جیتا

قوی مانند کوہ سخت خونخوار
شگر تیرہ دل بد خو ستمگار
بہت تھا بخت عاشق سے بھی تاریک
بشکل قصد آ پہنچا وہ نزدیک

جب اس صورت سے شلہ جاوداں لشکر خواجہ میں در آیا۔ لشکریان شیر توان ساحران اژدر صورتاں اس پر لپٹا لپٹا کہہ کر چلے۔ اس نے ایک نعرہ جانستان ایسا مارا کہ شیران ژیان صحرا میں دم دبا کر کتے کی طرح کچھار سے رو بفرار لائے۔

سیمرغ قلہ قاف میں پھڑپھڑا گیا۔ نسر طائر سپہر کو آشیانہ افلاک میں غش آ گیا۔ جتنے لشکری تھے سب بیہوش ہو کر فرش خاک ہوئے۔ دل سینوں میں چاک ہوئے۔

لشکری تو نہیں بیہوش ہوئے لیکن خفتگان زمین قبروں میں چونک پڑے کہ صورت قیامت پھونکا۔

گیتی کو زلزلہ آیا۔ اس نعرہ مارنے پر بھی بامان جو ابر بنا ہوا دیبائے ماہی پری نژاد پر چھایا تھا گڑگڑاتا جانب شلہ جاوداں چلا اور دیبا کو بڑھاتی ہوئی ماہی بھی چلی۔ شلہ جاوداں نے دوسرا نعرہ مارا۔ یقین تھا سقف گردوں پھٹ پڑے گی۔ ایوان جہاں ڈھے جائے گا۔

بامان کا زہرہ آب ہو جاتا تو عجب نہ تھا ماہی کا دل پانی پانی ہوتا تو کیا بعید تھا۔ مگر یہ لوگ وابستہ طلسم نور افشاں ہیں۔ ان کے گرفتار کرنے اور تحفہ طلسم ہے کہ حال اس کا بیان ہو گا۔

غرض دوسرا نعرہ جب شلہ جاوداں نے مارا تو ابر سمٹ کر شکل کلہ مختصر کے ہو کر کنارے ہو گیا اور دیبا بھی گھٹ کر چتر کی طرح بنا افراسیاب نے وہیں سے پنجہ پلنگانہ اپنا دراز کیا اور جس بارگاہ میں عمرو بیٹھا کھانا کھا رہا تھا۔ اس کا سراچہ پنجہ سے پھاڑا اور پنجہ خواجہ پر ڈالا۔ مہ رخ و بہار و نافرمان وغیرہ دوسرا نعرہ شلہ کا سن کر بیہوش ہو گئی تھیں کسی میں دست و پا ہلانے کی طاقت نہ تھی شکل تصاویر آذری و معطل حسن نے

بے حس و حرکت تھیں اور عمرو بوجہ تحفہ ہائے کوکب بیہوش نہ تھا مگر ایسا خود فراموش تھا کہ نہ بھاگ سکا نہ گلیم اوڑھ کر جس طرح بیٹھا تھا بیٹھا رہ گیا۔

پنجے نے گردن پکڑ کر کھینچا اور باہر بارگاہ کے لا کر پھرا کہ جانب باغ سیب روانہ ہوں گے مگر رخ پھرتے ہی ایک شیر غران کو دیکھا کہ اوپر کا جسم شیر کا اور جسم پائیں مثل آسمان تمام عالم پر چھایا تھا برج اسد گیا لڑنے آیا تھا۔

فلک ستمگار اپنا خونخوا ہوتا جتاتا تھا کہ شیر بن کر زمین پر آیا تھا کہ

کہ وہ آدھا جسم اس کا آسمان تھا
فلک زیر فلک پیدا ہوا تھا

پس اس شیر آسمان پیکرنے آتے ہی چنگ کے طمانچہ مارا۔ چنگ نے پنجے پر اس تھپڑ کو روکا اور عمرو کو زمین پر رکھ کر ایک دوہتڑ زمین پر مارا کہ زمین سے شعلہ چمک کر شیر پر چلا۔

شیر نے اس شعلہ کا بھی خیال نہ کیا اور تڑپ کر عمرو پر آیا۔ اس کو پنجے میں داب کر اس زور سے وعمرو کا مارا کہ آگ لرز کر زمین میں سما گئی۔ چنگ نے یہ دیکھ کر ایسی چیخ ماری کہ دنیا ہل گئی۔ شیر نے بھی نعرہ جانستان کیا کہ ارض و غبرا میں زلزلہ پڑ گیا۔ اب تو باہم طمانچے چلنے لگے۔ طمانچوں سے آگ نکلنے لگی کہ

کیا نعرہ قریب شیر جا کر
لگا چلنے طمانچہ پھر برابر
لپک مثل نیاں اس سے ہویدا
بجل مارا کہ کچھ سا پیدا
بلائیں آئیں پھر چاروں طرف سے

ہزاروں ابر چھائے اور برسے
ہزاروں رنگ کے دیو ستمگار
ہوئے پیدا بجڑے آپس میں اک بار
بڑھا ایسا آخر کو جنگ کا ڈھنگ
کہ جس سے پانی پانی تھا دل سنگ

غرض کہ یہ ماجرا ہیبت ناک کہاں تک بیان ہو کبھی آپس میں ٹکریں چلیں۔ کبھی طمانچے

اسی گرمی میں جنگ میں شعلہ جاوداں نے اپنے بازو پر سے ایک تختہ کھول کر سامنے کو کوکب کے کی۔ اس نے بھی فوراً اپنے بازو پر کا اک اتار کر اس کو دکھلایا۔ ادھر یہ جھوم کر چلا اور بیہوش ہوا۔ اس طرف وہ بیخود ہو کر گرا۔

یہ جو بے ہوش ہوئے تختن سے پری نازیں افراسیاب کے لیے پیدا ہو گئیں اور دوسرے کے لیے سحاباں زریں پوش روتے ہوا سے اترے۔

لیکن قران عیار صحرا میں ہمیشہ رہتا ہے۔ اس وقت غوغا سن کر لشکر میں آیا اور ایک طرف سے برق بیہوش ہونے سے بچ رہا تھا۔ دوڑ آیا اور افراسیاب کو بیہوش دیکھ کر کھینچ کر خنجر دونوں چاہے کہ مار ڈالیں۔

مگر پری نازوں نے پچکاری گلاب کیوڑے کی بھری منہ پر شعلہ جاوداں کے ماری تو وہ اٹھ بیٹھا عیار بھاگ کر ایک طرف چلے گئے اور کوکب سحاباں زریں لباس پہلے ہی ہوشیار کر چکے تھے۔ وہ عمرو کو لے کر روانہ ہو چکا تھا۔

شعلہ جاوداں ہوش میں آیا۔ کسی کو اس نے نہ پایا' پکارا۔ "اس لشکر پا شکستہ کو جو میری ایک چیخ سے بیہوش ہوا ہے کیا ہلاک کروں۔"

یہ کہہ کر ایک قہقہہ مارا اور کہا۔ "وہ جنگلی میرے سامنے سے بھاگ گیا تھا۔ ورنہ مارا جاتا۔"

غرضیکہ بڑی دیر تک لاف و گزاف کر کے بے خواں ہوا کہ سوائے منہ کے جھونکے اور تمام لشکر مہ رخ و عمرو کا مع سرداروں کے ہوشیار ہوا اور شعلہ ہر ایک کو ہوشیار کر

کے غائب ہو گیا۔ ہر ایک لشکر سجدہ شکر خدا بجا لایا اور مہ رخ سے قران و برق نے آ کر سارا ماجرا جنگ ضیغم و پلنگ بیان کر کے کہا۔ مقرر وہ شیر شعلہ کوکب تھا جو خواجہ کو آ کر اٹھا کر لے گیا۔

یہ حال سن کر ہر ایک کو خواجہ کی جانب سے اطمینان ہوا کہ وہ بخیریت ہیں۔ پس ہر ایک بدستور قدیم آباد و شاد ہو کر قیام پذیر ہوا۔

ادھر شعلہ کوکب جو عمرو کو لے گیا تو وہ اس ہنگامہ سے بیہوش تھا۔ شعلہ مذکور اس کو لیے ہوئے اس مکان میں آیا جہاں بہار رہتی ہے اور خواجہ بھی وہیں رہتے تھے پس وہیں آ کر بادشعلہ نے ایسا سحر پڑھا کہ بہار مع تمام اپنی کنیزوں کے بیہوش ہو گئی اور بادشعلہ نے بارہ دری کے آ کر خواجہ کو ایک کمرے میں پہنچایا۔ وہیں خواجہ سویا کرتے تھے۔ جیسے کہ یہاں مہمان آئے تھے۔

چنانچہ اس کمرے میں پلنگڑی جواہر کار بچھی ہوئی تھی۔ اس پر خواجہ کو لٹا کر سحر ان پر سے شعلہ جاوداں کا برطرف کیا اور آپ غائب ہو کر مقام پر چلا گیا۔ وامانا بارہ میں آ کر تخت پر بیٹھا۔

وہاں بعد لمحہ کے بہار جو اٹھ کر اندر اس کمرے میں آئی دیکھا تو عمرو دو شالہ اوڑھے لیٹا ہے۔ حیران کار ہو کر قریب تر آئی اور دو شالہ اٹھا کر جو دیکھا تو خواجہ کو پسینے پسینے پایا۔ اس نے ہاتھ تھام کر اٹھایا عمرو نے بھی ملکہ موصوف کو دیکھ کر اور اپنی جائے سکونت کو دیکھ کر استعجاب کیا کہ میں یہاں کیونکر آیا۔

ملکہ نے اس کو متعجب دیکھ کر کہا۔ "اے شاہ عیاراں آپ متفکر نہ ہوں ضرور آپ کو شعلہ کوکب یہاں لائے ہیں۔"

خواجہ نے کہا۔ "مجھ کو افراسیاب نے چیتا بن کر پنجہ میں دبایا تھا۔ میں بیہوش ہو گیا۔ پھر مجھ کو نہیں معلوم کیا ہوا۔"

ملکہ نے کہا۔ "میں آپ سے سب کہہ دوں گی اب اس وقت چپ ہو رہیے۔"

یہ کہہ کر خوشی خوشی خواجہ کو لا کر زیر سائبان زریں مسند پر بٹھایا۔ باغ کی روشنی اور

بہارِ گل و غنچہ دکھانے لگی۔ جام سے ارغوانی پلانے لگی۔

اس عرصہ میں سحر کا ایک چیلا اڑتا ہوا آیا اور ملکہ کو تسلیم کر کے نامہ کوکب دیا۔ ملکہ نے نامہ پڑھا اس میں کل کیفیت جنگ افراسیاب کی اور عمرو کے لانے کی لکھی تھی۔ جس کو سن کر عمرو بھی مطمئن ہوا کہ مہ رخ وغیرہ سب خیریت سے ہیں۔ کیونکہ اس کو یہ فکر تھی کہ مجھ کو تو کوکب لے آیا ہے۔ وہاں افراسیاب نے لشکر میرا برباد کیا ہو گا۔

فی الحال اس نامہ میں یہ بھی مضمون تھا "فرزند افراسیاب کا ایلچی طومطراق میرے طلسم کی ظلمات کی طرف سے آتا ہے تم اس کو بلوا کر عزت اس کی کرنا اور اگر وہ نامہ تمہیں نہ دے تو زیادتی نہ کرنا۔ میرے پاس بھیج دینا۔"

یہ مضمون فیض مشحون نامہ خیر ختامہ پر گرامی قدر پڑھ کر ملکہ بہت خوشنود ہوئی۔ چیلے کو رخصت کر دیا اور بقیہ شب حکم جمع ہونے جلسہ عشرت دیا۔ مرتان وزیر بھی حاضر ہوا۔ ارباب نشاط گائنیں خوش گلو زہرہ پیکر آ کر ناچنے لگیں۔ ہنگامہ انبساط گرم ہوا۔ جام شراب چلنے لگے۔ اسی جلسہ مسرت میں وہ رات تمام کی اور ساغر زریں انجمن افلاک پر ساقی قدرت نے گردش پذیر فرمایا کہ

بجھے اختر حیائے چشم جاناں
نظر آتا ہوئے نظروں میں پنہاں

صبح کو بعد فراغ طاعت آلہ خواجہ و ملکہ نے آرام فرمایا۔ اس ہنگام شب سے سحر تک افراسیاب سپند آسا بستر آتش غم پر جلا کیا۔ اور صبح کو دود دل کی طرح اٹھ کر ظلمات میں جا کر بیٹھا۔ دل سے سوچا کہ کوکب تجھ سے برابری کر گیا۔ جو حال تیرا ہوا۔ وہی اس کا بھی ہو۔ اب سحر ایسا کرنا چاہیے کہ حریف ہلاک ہو۔ چنانچہ اسی فکر میں یہ

غرق ہے۔

اب چند کلمے لشکر ظفر پیکر صاحبقراں تیمور کے بیان ہوتے ہیں کہ امیر بارگاہ آسمان جاہ میں بعشرت تمام تر تشریف فرمائیں اور لقائے بے حیا مانند درگاہ خدا زمرد شاہ تخت بخت پر اندر قلعہ کے بیٹھا دربار جمع ہے اور صبا و بلا بھی حاضر خدمت ہیں بختیارک شیطانیت کر رہا ہے۔

چنانچہ صبا و بلا کو اس شیطان نے پھر اغوا کیا یعنی بیٹھے بیٹھے اٹھ کر چلا۔ لقا نے پوچھا "کہاں جاتے ہو۔"

کہا۔ "رات بھر خدا پرستوں کے نعروں سے نیند نہیں آئی ہے۔ اس وقت کسی جنگل میں جا کر سو رہوں گا۔"

یہ کلام سن کر صبا و بلا نے کہا۔ "ملک جی ٹھہر جاؤ ہم بھی چلتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "تم ابھی ٹھہرو۔ ایک ہی رتبہ جنگل آباد کرنا چین سے پاؤں پھیلا کر خواب عدم میں سوئے۔"

ساحر یہ کلمہ سن کر خفیف ہوئے اور کہا۔ "ہم شاہ جادواں کے مدد بھیجنے کا انتظار کیا ہے تجھے خبر

اب طبل جنگ بجواؤ ہم آپ سمجھ لیں۔"

یہ کہہ کر چاہتے تھے کہ حکم طبل رزم بجنے کا دیں کہ ہرکارے سے خبر لے کر سامنے آئے اور بعد دعا و ثنا لقا عرض پیرا ہوئے کہ "ایک ساحر زبر بن قمر فرستادہ شاہ طلسم فوج کثیر سے آتا ہے۔ واقعی بڑا پہلوان معلوم ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر ہرکارے چلے گئے اور لقا نے منصور کوہی وغیرہ چند سرداروں کو بہر استقبال روانہ کیا۔ یہ سردار گئے۔ راہ میں ساحر مذکور سے ملاقات ہوئی باعزاز تمام ہمراہ لے کر بارگاہ میں آئے۔ لشکر اس کا اترا اس نے سامنے آ کر خداوند کو سجدہ کیا اور تخت خداوندی کو بوسہ دے کر بلا گردان ہوا اور دنگل پہ بیٹھا۔

بختیارک سے بھی ملا اس نے بہت کچھ شیطنت کی اور کہا۔ "تم طلسم ہو شربا میں بالکل

بیکار تھے۔ اس لیے خداوند پر تجلی فاش ہونے چلے آئے۔"

اس نے کہا۔ "ملک جی گھبراتے کیوں ہو۔ آج میرے نام پر طبل رزم بجاؤ۔ کل سر میدان تماشا دیکھو۔"

ملک جی نے کہا۔ "جلدی کیوں اٹھتے ہو۔ ایک دن تو جی بھر کے دیدار خداوند دیکھ لو۔ پھر آخر تم کہاں اور خداوند کہاں۔"

اس نے کہا۔ "ملک جی یہ کیا کہتے ہو۔"

اس نے کہا۔ "ہم سچ کہتے ہیں۔ آخر فنا آخر فنا۔"

یہ کہہ کر حکم دیا کہ ساقی نے لا کر مے زہر بن قہر کو دیا۔ ناچ ہونے لگا۔ شام تک شغل بادہ خواری رہا۔ جب آفتاب ساغر مغرب پر رکھا گیا کہ

بہار شام نے پیدا کیا رنگ
ہوئی ظلمت لباس صاحب تنگ

شام ہوتے ہی طبل جنگ پر لشکر ساحران میں چوب پڑی خبرے کر سامنے بادشاہ اسلامیان کے آئے اور مجرا کر کے عرض پیرا ہوئے "ایک ساحر بارگاہ لقا میں تازہ وارد ہوا ہے۔ اس کے نام پر طبل جنگ بجا ہے۔"

یہ خبر سن کر امیر نے حسب ایمائے شاہ چالاک کو اشارہ کیا۔ اس نے جا کر نقارخانہ سکندری میں طبل سکندری پر دوائی دی۔ تمام لشکر کو خبر ہوئی کہ دم سحر لڑائی ہے۔ معرکہ آرائی ہے۔ پس ہر ایک تیاری کرنے لگا۔ پہر رات گئے امیر نے بھی دربار برخاست کیا۔ گرد گردن کش شمشیرزن صف شکن اپنی اپنی بارگاہ میں آئے۔ اکل و شرب سے فراغت کر کے اسلحہ کی درستی میں مصروف ہوئے۔ طول ہر مقام کا اچھا نہیں ہے۔ چار پہر رات ہر سمت شور تیاری حرب رہا۔ جب خنجر مہر کو ترک و سپہر نے سان پر چرخ کے چڑھایا کہ

ہوا ظاہر صبح کا شعلہ قہر بار
ہوئی فنا ظلمت رنگ شب تار

urdu4u.com

ooo

• صبائے جادو

امیر کشور گیر نماز سے فراغت کر کے بیٹھے تھے کہ مقبل نے صندوق اسلحے کا لا کر سامنے رکھا۔ آپ نے تمام تبرکات انبیا علیہم السلام ذات بابرکات پر اپنی آراستہ فرما کر باہر مسجد کے آ کر خانہ زین اشقر کو منور و روشن مثل آفتاب تاباں فرمایا۔ بہرام ولندھور وغیرہ نے آ کر تسلیم کی۔ آپ ہر ایک کو ہمراہ لے کر چلے۔ خانہ بلوریں شہنشاہ اسلامیان میں آئے۔ بادشاہ بھی مشتاق جنگ تھے۔ بہت جلد برآمد ہوئے۔ پیش محل کی ڈیوڑھی کا پردہ اٹھا حضور عالم پناہ تشریف فرما ہوئے۔ جڑاؤ فانوس جھاڑ کار اور پنج شاخے دو شاخے روشن تھے۔ عود سوز و عنبر سوز جلتے تھے۔

نرگس دانوں پر عود برکی کا بکنا جھنکتا ہوا بسم اللہ کی آواز بلند۔ اسی طرح جب شاہ ارجمند نمود ہوئے۔ امیر نے آگے بڑھ کر مجرا کیا۔ بادشاہ نے ہاتھ سینہ پر رکھا۔ سوار ہونے کا اشارہ فرمایا۔ امیر سوار ہوئے۔ ہمرتبہ صاحبقرانی چالیس قدم تخت کے آگے چلے اور تمام تلوار تہمتن و گرز تن بجری ہو کر گرد شہنشاہ دستہ دستہ گروہ گروہ انبوہ انبوہ روانہ ہوئے۔ اب تو بڑے کروفر سے سواری شاہ گیتی پناہ کی روانہ ہوئی کہ ایک طرف عیاروں کے غول دھمدھمیاں بجاتے شلنگیں بھرتے۔ گندوں کے لچھے باہم چلتے حقہ ہائے بے ہوشی اچھلتے جاتے تھے۔

ایک جانب پیادہ پیادہ پلٹنوں میں مسل جمائے سوار رسالوں میں گھوڑے برابر ملائے چلے تھے۔ نوبت و نقارے بجتے' سقے چھڑکاؤ کرتے۔ نقیبوں کا بولنا' گھوڑوں کے ہمہموں کی صدا سموں کے کڑاکے کی آواز خوف سے ترک فلک کا مزاج ڈماماتا۔ غرضیکہ بہ تعجیل اختصار جائے گاہ مصاف پر یہ لشکر داوہاں پہنچا' صفیں جمنے لگیں۔ قلب لشکر میں سریر شاہ نشان قائم ہوا۔ بیلداروں نے نشین تک کی ہموار کی۔ تبرداروں نے جھاڑی جھنڈی کاٹ دی۔ میدان مثل آئینہ کے پاک و صاف نظر آیا۔ روئے شجاعت اس آئینہ میں ہر

بہادر نے دیکھا۔ اس وقت دروازہ قلعہ کوہ عقیق کا کھلا اور سواری لقا کی پیدا ہوئی۔ تخت ہاتھیوں پر کھنچا ہوا۔ گرد ان ہاتھیوں کے لاٹھ لاکھ کا لشکر دریائے آہن میں ڈوبا ہوا ظاہر ہو کر میدان میں آیا۔ ایک طرف سے ساحروں نے پرا جمایا۔ بلائے جادو سحر کے بگلہ میں سوار، صبا پہلو میں دونوں مصروف شغل بوس و کنار ہمراہ فوج بے شمار لیے۔

کوئی گروہ اژدر سواروں کا، کوئی غول ببر سواروں کا۔ یہ سب ایک جانب کو آ کر صف کشیدہ ہوئے۔ پھر زہر کی آمد ہوئی۔ اس کے ساتھ کے ساحر صورتیں ڈراؤنی بنائے تھے۔ بال ڈاڑھی مونچھ کے ایسے بڑھے تھے کہ چہرے ان کے چھپے تھے۔ بعض ان میں جوگی بنے، گیروے کرتے پہنے تہمد باندھے، بال سر کے الجھے، کنگھے سر میں، کمر سے لکڑیوں پر جھولیاں لٹکائے، تونبیاں منہ سے لگائے تھے۔

بعض تخت سحر پر سوار سامنے منقل سلگائے نکنی لکڑی کی بنائے جوت کا دیا جلائے تھے۔ کسی کو ترسول میں فلیتہ روشن ترسول منہ میں اترا۔ حلق کے پار گذرتا ہوا۔ منہ سے تیل نکل کر اوپر کو چڑھتا۔ فتیلہ تیز ہو کر بھڑکتا۔ اس کی بو سے پتلا آتش تاک اٹھا بھینٹ دے بھینٹ دے کہہ کر غائب ہو جاتا۔

غرضیکہ بایں کروفر وہ جملہ لشکر آمادہ بہ شوروشر ہوا۔ میمنہ و میسرہ و ساقہ و کمین گاہ ادھر بھی درست ہو کر نقیب جانبین سے نقابت نکل کر گئے اور زہر نے اپنا مرکب اڑا کر سامنے لقا کے آ کر سجدہ کیا۔ اور اجازت طلب کی۔ اس رو سیاہ نے گز گنا کر تیل پر سے بھبھوت دی: "اے بندہ قدرت۔ تجھ کو قدرت کو حوالے کیا تو یہ صدا کو سن کر شاد شاد پھر سوار ہو کر میدان میں آیا اور حسب عادت مبارزان صف شکن سلحشوری دکھا کر مبارزہ طلبی کی۔ اس طرف قوم دمشقیوں میں علموں کو جنبش ملا۔ اور شہزادہ ملک دمشق بلم بن ہومان دمشقی نے گھوڑا اٹھا کر سامنے تخت شہ سلیمان آ کر مرکب سے کود، پایہ تخت کو چوم کر اجازت میدان داری حاصل کی۔ اور مرکب باد پا ڈپٹا کر قریب حریف، جا کر طالب حرب ہوا اس نے دل میں تو کچھ افسوں پڑھا اور بظاہر تلوار کا وار کیا۔

اس بہادر نے سپر پر اس شمشیر آبدار کو روکا۔ لیکن تیغ کی ہوا وہ زہر آلود تھی کہ بے ہوشی طاری ہوئی۔ ساحر مذکور نے تلوار نیام میں کر کے' ان کے گھوڑے سے گھوڑا ملا قاش زین سے اس دلاور کو اٹھا زمین پر مارا اور لشکریوں کو اپنے پکارا کہ وہ آ کر باندھ لے گئے۔ پھر اس ساحر خاسر نے آواز دی: "فرقہ خدا پرستاں اور تم میں سے جس کی اجل نزدیک آئی ہو۔ وہ آئے۔"

اس صدا کو سن کر سرداران ملک دمشق میں تار بندھا کیے بعد دیگرے شاہ سے اجازت لے کر مقابل آنے لگے۔ لیکن جو آیا وہ گرفتار صرصر حادثہ تیغ سحر ہوا۔ مختصر یہ کہ کئی سو سردار ملک شام کا گرفتار بلا ہو کر قید ظلم میں پھنسا اور بہت لوگ جان سے مارے گئے اور اینک سرداران مذکور صفوف لشکر سے سبقت کر کے نکلتے تھے۔ امیر کے نکلنے کی نوبت نہ آئی۔ آخر وہ دن تمام ہوا۔ شاہ خاور کا میدان سپہر میں کام ہوا کہ

ایک ابر نیلگوں مغرب سے آیا
فروغ مہر دامن میں چھپایا

شام کو لشکر لقا میں طبل آسائش بجا۔ لشکر جانب خوابگاہ پھرے۔ لقا نہایت شادان و فرحاں ساحر پر سے زر نثار کراتا پھرا۔ بارگاہ اس کی نصب ہوئی۔ لشکر نے بھی کمر کھولی۔ آسودہ ہوا۔

ادھر امیر رنجیدہ خاطر مراجعت فرما کر داخل بارگاہ ہوئے۔ عیاران لشکر نے جو امیر کشور گیر کو اداس دیکھا۔ عرض کیا کہ: "جناب اقدس و اعلیٰ کسی طرح دلگیر نہ ہوں۔ غلامان جان نثار جاتے ہیں اور ان نابکار ساحران غدار کا سر بن پڑتا ہے تو لاتے ہیں۔"

امیر نے کچھ جواب نہ دیا۔ عیار ایما پا کر روانہ ہوئے یہاں کچھ دیر بادشاہ اسلام تخت نشین رہے۔ پھر دربار برخاست فرما کر داخل شبستان ہوئے۔ سردار خوابگاہ میں آئے۔ طلایہ لشکر میں پھرنے لگا۔

ادھر لقا نے ساحروں کے لیے حکم اجتماع جلسہ عیش و مسرت دیا ہے۔ گائنیں خوش آواز بصد کرشمہ و ناز عمدہ عمدہ ساز لیکر حاضر ہوئیں۔ دور شراب ناب ہے۔ جلسہ چنگ و رباب ہے۔ بلائے جادو تو محفل میں بیٹھا۔ لیکن صبا غائب ہو گئی ہے۔ کیوں کہ وہ غائب رہتی ہے۔ زہر بھی پہلوان بنا ہوا بیٹھا ہے۔ خوب ہی جلسہ جما ہے۔ زہر کے لیے سامنے بارگاہ خداوند کے خیمہ زربفتی استادہ ہوا ہے۔ جملہ سامان راحت اس میں مہیا ہے کہ اس جگہ وہ درگاہ سے آرام کرے گا۔

فی الحال اس خیمہ کے آراستہ کرنے کا جنھیں انتظام سپرد تھا۔ عیاران لشکر اسلام میں سے دو عیار یعنی چالاک وابوالفتح صورتیں فراشوں کی ایسی بنا کر انھیں میں آ کر ملے اور حاضر رہے۔ جب رات زیادہ ہو گئی۔ زہر بارگاہ خداوند سے اٹھ کر اسی خیمہ میں بہر آرام آیا۔ اور پہلے آ کر مسند پر بیٹھا۔ شراب پینے لگا۔ ناچ دیکھنے لگا۔ اتفاق زمانہ بلا جو دربار سے اٹھا۔ وہ بھی آواز گانے کی سن کر اس کے خیمہ میں آیا۔ اس نے تعظیم دے کر مسند پر بٹھلایا یہ ظالم اعظم جو بیٹھا۔ ہر سمت یک نظر دوڑانے لگا۔ کس لیے کہ عیاروں کی حرکات سے خوب آگاہ ہو چکا ہے۔ پس اس نے دیکھا کہ گل بجھانے کے لیے جو فراش آیا ہے یہ عیار ہے اور واقعی چالاک شمعوں پر بے ہوشی گل کترنے کے حیلے سے اور گلاسوں میں مے کے ذریعہ پہنچا رہا تھا۔ اس نے پہچان کر سحر پڑھا کہ پاؤں چالاک کے زمین نے پکڑ لیے۔ بلا نے ایک ساحر سے کہا: "اس فراش کو پکڑ لا۔" وہ ساحر اٹھ کر اسیر کر کے اس کو سامنے لے گیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر عیار ابوالفتح جلد خیمہ سے نکل گیا اور وہاں زہر نے بلا سے پوچھا: "بھائی یہ کون ہے۔ جس کو تم نے گرفتار کرایا۔" یہ سن کر وہ بہت ہنسا اور کہا: "یہ وہ ہیں جنھوں نے گھر ساحروں کے اجاڑ دیے۔ بستیاں ویران اور برباد کر دیں۔ خاندان ساحروں کے دودماں سامری پرستوں کے باقی نہ رکھے۔ عیار ان کا نام ہے۔ یہ وہ افعی ہیں کہ ان کی نگاہ زہر آلود سے کام ہمارا تمام ہے۔"

یہ کہہ کر اس ساحر سے کہا: "اس کو باہر خیمہ کے لے جا اور سر کاٹ لے۔ آپ

حکم سن کر وہ ساحر چالاک کو کشاں کشاں باہر خیمے کے لایا اور عازم قتل ہوا۔ اس وقت ابوالفتح جو باہر بارگاہ کے پہلے سے آچکا تھا۔ یہ حال اپنے بھائی کا دیکھ کر جلد ایک ساحرہ کی صورت بنا اور بال پریشان کر کے زار زار روتا پیٹتا لاکھوں کوسنے عیاروں کو دیتا آیا۔ ساحر جو چالاک کو قتل کرتا تھا۔ اس نے اس کو دیکھ کر پوچھا: "تو کون ہے۔ جو گریاں و نالاں چاک گریبان مثل ماتم زدگان ہے۔"

اس ساحرہ نے اس کی بلائیں لیں اور خوب روئی اور کہا: "بیٹا میں مصیبت زدہ کیا اپنا حال کہوں۔ اس موئے نے کہ جس کو تو قتل کرتا ہے میرے کلیجے میں ناسور ڈال دیا ہے۔ میرا جوان کڑیل بیٹا اس نے مار ڈالا ہے تو اگر مجھ کو اس موذی کاٹنے کو دے تو بوٹیاں کاٹ کر کباب لگاؤں اور انواع عقوبت و عذاب سے ماروں۔"

اس نے اس ساحرہ کی گریہ تاری پر رحم کر کے سحر اپنا دفع کر کے چالاک کو اس کے حوالے کیا اور کہا: "جلد اس کو قتل کر کے سر میرے پاس لا کہ بلا انتظار میں ہیں۔"

ساحرہ نے اس کا بازو پکڑا اور لے کر چلی۔ آگے بڑھ کر دونوں نے نعرہ کیا اور چمک کر مثل برق سامنے سے نکل گئے۔ ساحر نعرہ سن کر خفیف ہو کر خیمہ میں چلا گیا اور بلا سے سارا حال کہا کہ اس طرح وہ عیار رہا ہو گیا۔ بلا نے حال سن کر زہر سے کہا: "بھائی بڑا غضب ہوا۔ وہ ناہنجار اب جیتا نہ چھوڑے گا۔ میں اب یہاں نہ ٹھہروں گا۔ تم بھی بہت ہوشیار رہنا۔ ورنہ مار ڈالے جاؤ گے۔"

یہ کہہ کر بزور سحر غائب ہو گیا۔ زہر کے دماغ میں بوئے کبر و غرور سمائی تھی۔ عیاروں سے کبھی سابقہ اس سے نہ پڑا تھا کچھ بلا کا کہنا اس کی سمجھ میں نہ آیا۔ بعد اس کے جانے کے رات تھوڑی باقی تھی۔ دروازہ پر پہرا مقرر کر کے پلنگ پر آ کر لیٹا اور بغیر حصار سحر کے بے خوف ہو کر سو رہا۔

یہاں دونوں عیار جو بھاگ گئے۔ ایک مقام پر ٹھہر کر صلاح پذیر ہوئے کہ ایک نقب دے کر اندر خیمہ ساحر کے چلیں۔

پھر دونوں نے ہمراہیاں بلا کی سی صورت بنائی اور قریب خیمہ آئے۔ یہاں جو چوکی پہرا دے رہے تھے انہوں نے روکا کہ تم کون ہو جو خیمہ میں اتنی رات گئے جاتے ہو۔"

انہوں نے کہا: "ہم کو بلائے جادو نے بھیجا ہے۔ وہ عیاروں سے خوفناک ہیں تو ہم سے فرما دیا ہے کہ تم اندر جا کر پلنگ کا میرے بھائی کے پہرا دو۔ ایسا نہ ہو جائے کہ عیار آ جائیں۔"

پہرہ والوں نے یہ مضمون سن کر ناچار اندر جانے کی اجازت دی۔ یہ دونوں جب اندر آئے۔ دیکھا کہ شمعیں روشن ہیں۔ زہر آرام میں ہے۔ نفیر خواب بلند ہے۔ یہ دیکھ کر انہوں نے لوٹ ماری اور قریب پلنگ پہنچ کرنے میں بے ہوشی رکھ کر اس کے نتھنوں سے ملا کر پھونکی کہ وہ بے ہوش ہوا یہ چادر میں اس کا پشتارہ باندھ کر سراچہ پھاڑ کے پشت خیمہ کی طرف سے نکلے اور طلایہ دار لشکر سے بچتے اٹھتے بیٹھتے لشکر سے باہر نکل کر جنگل میں آئے اور باہم صلاح کی کہ اس خیرہ سر کو لاد کر لے جانا کیا ضرور لازم ہے کہ سر اس کا کاٹ کر اپنا بوجھ ہلکا کریں اور اس کا بار ہستی بھی اتر جائے گردن کا بوجھ جائے۔ یہ سوچ کر زمین پر رکھ کر پشتارہ وا کیا اور خنجر تیز کر کے جھپٹ کر ایک ہاتھ مارا۔ لیکن قضا اس کی نہ تھی۔ بروئے ہوا صبائے جادو رہتی ہے۔ اتفاق سے اس وقت رات جو پچھلی تھی تو جنگل کی بہار لطف پر تھی۔ وہ کیفیت صحرا دیکھ رہی تھی۔ عیاروں کو خنجر مارتے دیکھ کر اس نے سحر پڑھا کر باڑھ خنجر کی کند ہو گئی۔

عیار حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس وقت ایک آواز آئی: "ہاشیارے خیرہ سراں" یہ آواز سنتے ہی عیار زمین پر گر کر اس طرح چھپے کہ بالکل غائب ہو گئے اور حشرات الارض کی طرح رینگ کر یہ تو کسی غار و نشیب میں مخفی ہوئے اور صبا روئے ہوا سے نیچے اتر آئی۔

عیاروں کا تو فرط خوف سے تجسس نہ کیا۔ اس ساحر کو پانی چھڑک کر ہوشیار کر دیا۔

وہ اٹھ کر حیران دیکھنے لگا کہ اس صحرائے ہولناک میں مجھ کو کون لایا۔

صبا نے اس کو بہت برا بھلا کہا کہ اتنا تجھ کو بلا نے سمجھایا تھا کہ پھر بھی غافل ہو کر سو رہا۔ اس وقت میں نہ بچاتی تو کام تیرا تمام تھا۔"

غرضیکہ زہر کے بھی اب کان ہوئے اور وہاں سے اپنے خیمہ میں آیا۔ صبا پھر اڑ کر غائب ہو گئی۔ عیار ناچار پھر آئے۔ کیوں کہ وہ رات تمام ہو چکی تھی۔ یعنی شمع نور نے شبستان عالم میں روشنی بخشی کہ

کہ جب شب کا اٹھا بستر جہاں سے
سحر نے منہ دکھلایا آسماں سے

دم سحر لقائے بد اختر سریر سلطنت پر جلوہ گر ہوا۔ زہر اور بلا بھی آ کر دنگل پر بیٹھے اور صبا بھی آئی۔ بختیارک کچھ تیور پہچان کر جھنے لگا اور کہا: "رات کا واقعہ ہم کو بھی معلوم ہے۔ صبا نے اس وقت سب حال عیاروں کا بیان کیا۔

شیطان نے کہا: "بڑی خیر گزری۔ اب بچے رہنا نہیں تو کام تمام ہو جائے گا۔"

زہر نے جواب دیا: "آج ہی میں لڑ کر فیصلہ کیے دیتا ہوں۔ یا مارا یا مر گئے۔ عیار میرا کیا کر لیں گے۔"

یہ کہہ کر کیا ہوا کہ ابھی سویرا ہے۔ اسی وقت طبل جنگ بجوا کر لشکر تیار کرا کے مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ رات طبل بجے اور صبح کو کل مقابلہ ہو۔ رات کو طبل رزم اس لیے بجتا ہے کہ حریف ناتوان ہوشیار ہو کر درستی کر لے۔ چنانچہ یہ حریف اس قابل ہیں کہ ان کو ذرا بھی مہلت نہ دے۔"

یہ کہہ کر بکمال لاف و گزاف حکم نواخت نقارہ حرب دیا۔ اسی دم کوس جمشیدی لشکر لقا میں گڑگڑایا ساحروں نے نفیر سحر کو دم دیا۔ لشکر میں کمر بندی ہونے لگی، ادھر تو یہ سامان ہے۔ ادھر چالاک و ابوالفتح بارگاہ سلیمانی میں میں آ کے شاہ عالی جاہ اورنگ خلافت پر تشریف فرما تھے۔ دربار معمور تھا کہ ان عیاروں نے حال شبینہ عرض کیا۔

اس اثنا میں جوڑی ہر کارے کی گرد میں آلودہ پسینے پسینے میں غرق بھرا گلو پہ آ کر ٹھہری اور بعد دعائے دولت شاگردوں پائے گلو حال نقارہ ثنی دشمنان معترض عرض میں لائے۔

یہ خبر سنتے ہی بادشاہ عالم پناہ نے بھی حکم تیاری لشکر دیا۔ سردار اسی وقت بارگاہ سے نکل کر مرکب طلب کر کے سوار ہوئے۔ بادشاہ بھی برآمد ہوئے۔ طبل و نقارے بجے۔ دلاور جلد از جلد مسلح و مکمل ہوئے۔

جب دونوں لشکر میدان کارزار میں پہنچ کر صف کشید ہوئے زہر نے سامنے لقا کے آ کر عرض کیا کہ میں ایک ایک سے کہاں تک لڑوں گا۔ آج میں ان مسلمانوں پہ حملہ کرتا ہوں۔"

اس نامرد عرصہ نبرد نے حکم دیا: "جلد جا اور کام ان سب کا تمام کر۔" یہ اجازت پا کر وہ خرس تیغہ گھسیٹ کر گیدڑ بھبکی دکھاتا گینڈا اڑاتا جانب لشکر اسلام چلا۔ اور پس پشت اس کے ساحروں نے غول باندھ کر حملہ کیا اور ایک طرف سے کوہیوں کا لشکر چلا اور ایک سمت سے نجانی و باختری و مشتری حصاری جملہ لقا پرست حملہ آور ہوئے اور ایک طرف سے فرامرز بن نوشیرواں نے اپنی فوج کو حکم جنگ مغلوبہ دیا۔ تمام ساسانی و گرگانی و کیومرثی و جمشیدی و میلادی وغیرہ المدد یا خداوند لات اعلیٰ منات معلیٰ کہہ کر بڑھے اور لشکر اسلام کو چار جانب سے گھیر لیا اور زہر جو آگے بڑھا تھا اس نے اپنا سحر پڑھا کہ ہوائے سرد رواں ہوئی اور اس ہوا نے یہ تاثیر بخشی کہ اہل اسلام چپکے کھڑے اس کو آتے دیکھ کر قصد رزم نہ کرتے تھے اور اس کو روکنے کے لیے تلوار نہ کھینچتے تھے۔ سوائے امیر باتوقیر کے سب پہ سحر اس کا اثر پذیر ہوا تھا اور اس نے صف لشکر پہ آ کر قتل کرنا شروع کیا۔ اینک اہل اسلام صاحبان زور و طاقت ہیں آپ تو وار نہ کرتے تھے۔ لیکن اسکی ضرب روکتے تھے۔

یہ معاملہ دیکھ کر امیر نے باواز بلند اسم اعظم پڑھا اور مرکب اٹھا کر ساحروں پہ حملہ آور ہوئے اور آواز اسم اعظم سرداروں کے کان میں جو پہنچی۔ سوتے سے جس طرح کوئی

چونکتا ہے۔ اسی طرح رونگی سے ہوشیار ہوئے اور تیغ و تبر و خنجر لے کر چلے۔

ایک طرف سے لندھور دوسری جانب سے ملک اژدر نعرہ بلند کر کے چلے۔ پھر تو کرتبت پیر گروان۔ نعمان بن منذر منظر شاہ یمنی۔ عامر شاہ رود باری۔ سہیلی ذوالیدین۔ ابوالمعدن گرد۔ طلق حران گرد۔ بہرام گرد بن خاقان چین۔ علمشاہ۔ قاسم۔ نورالدہر۔ داراب کشور کشا۔ ہاشم تیشزن وغیرہ ہر سمت سے حملہ آور ہوئے تخت بادشاہ کا بھی آگے بڑھا۔

تیغ تیز کی روانی کا وقت آیا۔ دلاوروں کی جانفشانی کا ہنگام تھا۔ خنجر گلو گیر شجاعان ہو کر عروس شجاعت کے طوق تھے جوہر شمشیر کو جواہر زیور پر فوق تھے۔ زخم دامن دار گلے کے ہار تھے۔ پیکان تیر الماس نثار کلیجے کے پار تھے۔ دھکدھکی پر زینت طرازاں بزم شجاعت کے دم تھے موت خلخال بن کر پاؤں پڑی تھی۔ حلقہ ہائے زرہ کی۔ ہر ایک کڑی جوشن پوشوں کے زیور خفتان و جوشن تھے۔ لشکر مرداں شجاعت شعار تن تو نہ تھے۔ مگر شمشیر تن تھے۔

ادھر جنگ تو مغلوبہ ہو رہی تھی۔ ادھر اپنی شوکت دکھانے کو رہر تلواریں مارتا صفوف لچکر کے پار نکل جاتا تھا اور سحر پڑھ کر پھونکتا تھا کہ کسی کا حربہ اس پر اثر نہ کرتا اور اس پار صف کے جا کر بھر گینڈے کو اڑاتا دوسری صف پر جاتا۔ پھر وہاں سے قریب فیل لقا اپنی تعریف کرانے آتا۔ اس رزم کو دیکھ کر بختیارک نے اس سے کہا:

"یہ لڑائی تمہاری بیہودہ ہے۔ اب اس طریقہ کو موقوف کرو۔ تم شوم دتی اسلامیان سے واقف نہیں ہو۔"

اس نے کہا: "ملک جی مردوں سے سات پھیرے ہوتے ہیں۔" یہ کہہ کر بھر گینڈے کو دابا اور تلواریں مارتا ہوا۔ لشکر اسلام کے پس پشت جا نکلا۔ امیر اور سرداران نامی لشکر حریف سے بھڑے ہوئے تھے۔ اس وجہ سے یہ اور بھی زبردستی دکھا رہا تھا کہ کسی نے اسکا خیال نہ کیا تھا۔

غرضیکہ یہ پشت لشکر سے جو پھرا۔ ہندیوں کی فوج میں آ گرا۔ ادھر جو فوج دباؤ پڑا اور بہادروں نے تیر اور برچھا اور گرز مارنا شروع کیا۔

یہ ادھر سے پھر قلب لشکر پر آیا۔ یہاں تخت شہنشاہی پر بادشاہ سوار تھے۔ تاجداروں "لینا لینا" کا غل کیا اور اس کو زیر تیغ رکھ لیا۔ مگر یہ قتل و قمع کرتا سامنے تخت کے پہنچ گیا۔ چوبداروں نے غصے مارنا شروع کئے کہ او بے ادب کہاں آتا ہے۔ یہ شہنشاہ عالم و عالیان ہیں۔ چوبداروں کا اور اہل تزک اور سپاہیان صف قلب کا ایسا غلغلہ بلند ہوا کہ امیر جو تلواریں مارتے آگے جاتے تھے۔ یہ شور سن کر پھر کھڑے ہوئے اور دریائے فوج کو عدو کو شناوری کر کے قلب لشکر میں اپنے پہنچے اور ڈانٹا کہ او زہر نابکار کدھر جاتا ہے۔ یہ بادشاہ عالی تبار ہیں۔"

اس نے یہ نعرہ سن کر گینڈا بڑھا کر للکارا کہ حمزہ میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ میں تجھ کو ڈھونڈتا تھا بارے سامنا ہو گیا اب کہاں تو بچ کر جا سکتا ہے۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھ کر تلوار کا وار کیا۔ امیر نے اسم اعظم پڑھ کر پھونکا اور تلوار کو اس کی رد کر کے عقرب سلیمانی کا ہاتھ ماتھے پر مارا۔ اس نے سحر کی چہرہ پر پناہ کی۔ مگر وہ شمشیر آبدار سپر کو کاٹ کر سر کو دوپارہ کرتی ہوئی صراحی گردن سے نکل کر صندوق سینہ کو اجاڑ کو اوجھ جھوجھ کو کاٹ کر آخر گینڈے کے تنگ سے گذر گئی۔

زمانہ تیرہ و تار ہوا۔ شور اس کے مرنے کا مچا ساحر اور زیادہ تر ٹوٹ پڑے پھر تو بڑے زور شور سے ہنگامہ جدال گرم ہوا۔ آب آہن سے جار ہستی دھو گئے۔ دریائے لشکر میں بہت سے گوہر جان کھو گئے ہوائے تیغ کے سناٹے تھے۔ ابر سپر کے بن کر کالے کالے بادل چھائے تھے۔

ہر چند ساحران نابکار نے سحر و نیرنگ آشکار کر کے اہل اسلام کو مغلوب کرنا چاہا لیکن اسم اعظم کی برکت سے پسپا ہوئے اور ہزاروں مارے گئے۔ آخر بھگدڑ پڑی۔ لقا بھی بھاگ کر اندر قلعہ کے چلا گیا۔ لشکر اسلام میں طبل فتح و ظفر بجا۔ بہت مال غنیمت نصیب نمایاں صف شکن ہوا۔ امیر لاشیں اپنے لشکر کے مقتولوں کی دفن فرما کر داخل بارگاہ ہوئے۔ لشکر نے کمر کھولی۔ سردار بارگاہ میں آ کر داد عیش و نشاط دینے لگے۔

اس طرف لقا باغ چنار میں آ کر تخت خدائی پر اپنے بیٹھا۔ سرداروں کی زخم دوزی ہونے

گی۔ جو سامان کو باہر قلعہ کے چھٹ گیا۔ جو اسباب کہ لٹ گیا اس کی درستی ہونے گی۔ بادِ صبا بھی آ کر بیٹھے اور گویا ہوئے کہ ہم سے غلطی ہوئی جو ہم نے پہلے اسم اعظم نہ بند کر لیا۔ خیر اب اس کی فکر کرتے ہیں۔"

یہ کہ کر ایک عرض افراسیاب کو لکھی۔ مضمون یہ تھا کہ "مدد جو آپ نے بھیجی تھی۔ چنانچہ زہر اس طرح مارا گیا۔ مسلمان بڑے زبردست ہیں۔ اب آپ کسی بڑے زبردست کو برائے اعانت ہمارے پاس بھیجئے۔ یہ عرضی ساحران زہر کو دی کہ وہ دوڑے پہنچے جانب طلسم روانہ ہوئے۔

یہ تو اس طرف چلے اور لقا انتظار آمد کمک کرتا ہے ادھر شاہ جادواں فکر جنگ کوکب میں ہمہ تن غرق ہے۔ مہ رخ جو لشکر عمرو کے ساتھ آئی تھی۔ ان کے افسروں کو لے کر بارگاہ میں بیٹھی عیش کر رہی ہے۔ عمرو دیوانہ بران کے پاس پہنچ کر مصروف عیش و عشرت ہیں۔ ان سب کو اپنے اپنے مقام پر چھوڑ کر حال شہزادہ تورج و طلسم ہزار برج دیرج وغیرہ سنیئے کہ

الا اے خرد مند و پاکیزہ رائے
مرے مہربان ساقی رہنمائے
اٹھا دختر رز کے رخ سے نقاب
دکھا شب کو پھر جلوہ آفتاب
وہ دے ساغر بادہ خوشگوار
جو ہو شکل میں صورت چشم یار

جسے پیتے ہی دیدہ دل ہو وا
نظر آئے عالم طلسمات کا

وہ ہو نشہ میں میرے مضمون کا اوج
کہ لطف سخن کی رہے ساتھ فوج

دیار فصاحت کا ہوں بادشاہ
نگین سخن پہ ہوں فرماں روا
یہ رتبہ بھلا کب ہے لائق مرے
تکلم میں ہے اب یہ دعویٰ مجھے
وہ مضمون جو اثبات حق کی دلیل
بلاغت میں تاج سر جبرئیل
لطافت میں ہو شکل مہر جہاں
صفائی میں شکل دل عاشقاں
بلندی میں طور سے بڑھ کر بلند
متانت میں روح القدس سے دو چند
وہ رنگین کہ باغ ارم شرمسار
بہار رخ حور جس پہ نثار
فصاحت کا مبد بلاغت کا باب
معانی و مطلب میں جو انتخاب
کلام ایسے مضمون کا بس ساقیا
مرے ہے مرے قلم کی صدا
بتاتا مجھے ہے طلسم سخن
جتاتا ہے کچھ مجھ کو جادو کا فن
بلند ایسی ہے میری طبع رسا
نگین سخن بن گئی ہے سما ہے اس آسماں میں نیا آفتاب
جس سے دیکھ کر مہر ہو آب آب
ہزار اس فلک میں سجے ہیں بروج
کہ مہر سخن کا ہے جن سے خروج
نئی سیر ہے اور نئی بات ہے

نیا دن ہے ساقی نئی رات ہے
یہ نیرنگ جس مے سے آئے نظر
اسی مے سے دے ساقیا جام بھر
براق قلم اس طرح ہو رواں
طلسمی کرے دم میں طے آسماں
سپہر سخن پر مرا راج ہو
مرے واسطے آج معراج ہو
بس اے جاہ شوریدہ سر یاہو گو
خموش اب رہو ہرزہ گوئی نہ ہو
لکھی کیسے داستانے عجیب
بیان و فصیح و لطیف و غریب
بیا سامع داستان سخن
چنیں قصہ نغز را گوش کن

فروغ افزایان آفتاب سپہر سخن و سیاحان بروج افلاک مضامین روشن۔ فرس راندگان مضمار پر عجائب طلسمات و طے کنندگان مراحل عرصہ طلسم و نیرنگجات سمند گردوں خرام قلم کو میدان مضمون غرائب مشحون طلسم میں اس طرح جولانگر فرماتے ہیں اور نگاہ نیرنگ بین کو سیر اطراف و دشت طلسمات میں یوں دوڑاتے ہیں کہ جب رہگرائے جادہ پر آفات طلسمات تورن والا صفات طفل شلہ کے تخت پر پہلوان کو مار کر اس چاہ سبز آتش میں کودا تو غلطاں و پیچاں مثل حلقہ زلف معشوقاں دور تک چلا گیا۔ آکر پاؤں زمین سے آشنا ہوئے تو ایک دروازہ رفیع کے قریب اپنے تئیں پایا۔ وہ در مثل آغوش تمنائے عاشق کھلا تھا۔ یہ اندر اس کے قدم زن ہوا۔

کسی نے صدا دی کہ اے گرفتار طلسم اب تو روز قیامت تک یہیں رہ۔ اب تک تو

بیرون طلسم تھا اب یہ دروازہ خاص طلسم کا ہے۔ جس میں تو داخل ہوا ہے۔

شہزادہ نے اس آواز پر کچھ خیال نہ کیا اور آگے بڑھا۔ دیکھا کہ ایک دشت رنگین پر بہار بے خوابی میں دامن گل چیں در خسار یار ہے کہ

داخل ہوا دشت میں جو وہ گل
رشک گل و جانفزائے بلبل
گُل شاد سرخ پیرہن تھا
دیکھا کہ بہار پر وہ بن تھا
نوخیز تھا ہر شجر وہاں کا
میوہ ہر اک قوت جان تھا
بلبل تھی وہاں پہ یوں غزل خواں
جیوں زلف بتاں میں دل ہو نالاں
تھی بوئے گلوں سے عطر بیزی
شبنم بھی تھی گرم آبریزی

یہ گل بوستان شجاعت سیر کرتا ہوا اور آگے بڑھا تو ایک باغ بنا ہوا دیکھا کہ اس میں تین چار دروازے لگے ہیں ان دروازوں پر آئینے جڑے ہیں باغ بہر صورت خوبی میں یکتا ہے۔ آئینہ مہر سامنے ان دیبائے آئینہ دار کے شرمندہ ہے۔

شہزادہ حیران کن جب قریب در پہنچا۔ ایک دروازہ اس باغ کا وا ہوا اور ایک پری نژاد قامت میں رشک سرو شمشاد باہر نکلی۔ جس کے گل رخسار کے مردود گل خورشید گلزار فلک باسی پھول رات بنا معلوم دیتا تھا۔ شب عشرت عالم میں پیدا ہوئی ہے۔ یہ اسی کی زلف عنبریں کا سایہ ہے۔ لب لعلین پر اس کے یاقوت معدن سے نکل کر تصدق ہونے آیا تھا کہ

گوری گوری ہے ہر اک گول کلائی ایسی
شمع کی جس کی صباحت نے جھکائی گردن
اس کے ساعد سے مہ نو کی کلائی اتری
پنجے نے بھر دیا پنجہ مہر روشن
شاخ گل دار کلائی کی ہے زیور سے بہار
چوڑیاں سچے کی ہیرے کے کڑے اور کنگن
وہ برودش کی خوبی وہ صفا سینے کی
گت پہ نوک تو انگیا کا نرالا جوبن
ابھری ابھری ہوئی وہ سخت کٹیلی پستان
گدرا گدرا وہ شکم نرم وہ مخمل سا بدن

شہزادہ اس کو دیکھ کر بے چین ہو گیا۔ اور چاہا کہ قریب اس کے جائے۔ اس مہوش نے فروغ حسن اپنا دکھا کر اس کو دیوانہ بنا کر سحاب حجاب میں اپنے تئیں پوشیدہ کیا۔ یعنی پھر در کے اندر چلی گئی۔ یہ بھی سایہ سان عقب میں اس پری کے اندرون باغ آیا۔ کہیں اس کا پتہ نہ پایا۔ لیکن باغ نہایت پر فضا تھا۔ گل و ثمر سے بھرا تھا۔ سیب اور انار کے درخت اس میں بے شمار تھے۔ ثمر سیب اگر قامت یار گلعذار تھے تو سب پستان معشوقہ و داغدار تھے۔ سیب ذوقان کو اس باغ کو دیکھنے کی چاہ تھی آسیب زدوں کو دیتی پناہ تھی انار پختہ ہو کر جو کھل گئے خندہ دندان نما عشق سبز پوش و رنگین دہن کر رہے تھے کھلکھلا کر ہنس رہے تھے۔ سلک گوہر ان دانوں پر نثار واقعی طرفہ بہار تھی۔

نوش نے اس باغ میں جب اس رشک چمن کو نہ پایا۔ ناچار کچھ سیب و انار توڑ کر نوش جان فرمائے۔ اور بارہ دری میں گیا۔ وہاں آبدار خانہ موجود تھا سو دان پر کٹورا رکھا تھا۔ بھرا ڈھکا تھا۔ اس نے پانی ساغر زریں میں بھر کر پیا۔ جب آسودہ ہو چکا۔ قدم

سیر کرنے کو اٹھایا۔ بارہ دری میں جملہ سامان راحت مہیا پایا اور ایک طرف سے تخت جواہر نگار گسترده دیکھا اس پر لقا مشرک خدا کو بیٹھے پایا۔

یہ حیران تھا کہ لقا یہاں کیوں کر آیا۔ پھر سمجھا کہ یہ پتلا کسی ساحر نے اس کی صورت کو پوجنے کو بنایا ہے اسی سوچ میں تھا کہ یکایک وہ پتلا بولا: "ہم لقا ہیں لقا' اے تو سنج تو میری بہشت میں حور قدرت کے پیچھے آیا۔ اب کیا کھڑا سوچتا ہے۔ جلد مجھ کو سجدہ کر اور میری عنایت فراواں و رحمت بے پایاں کا کر کہ پہلے تو مادہ پرستی کرتا تھا تجھ کو خدا پرستی کی میں نے توفیق رفیق فرمائی۔ اب تجھ کو اپنی بہشت میں زندہ بلا کر دیدار اپنا دکھلایا۔ اب تجھ کو تامل سجدہ کرنے میں زیبا نہیں۔ جلد گردن جھکا۔" یہ کلمات سن کر شہزادہ ہنسا اور گویا ہوا کہ: "او مردود ازلی و ابدی' یہ منہ اور دعوئی خدائی کا۔ تو کوئی شیطان رجیم ہے۔ جو اس پتلے میں در آیا ہے اور بھائی تیرا اصلی آقا بھی بچہ شیطان کو گتھی میں بندگان رب العزت کو بہکاتا ہے۔ اسی کی صورت کا ایسا پتلا کہ جس میں تو حلول کیے ہے کسی ساحر نے بنایا ہے۔ دیکھ تو اپنی سزا۔"

یہ کہہ کر تیغ کھینچ کر لپکا۔ اس پتلے نے کہا: "ہاں ہاں اسے کیا کرتا ہے۔ جادو ادب سے قدم آگے دھرتا ہے۔ میں خدا ہوں تجھ کو غارت کر دوں گا۔"

شہزادہ اولاد خلیل الرحمان نے اس کا غل کرنا کچھ نہ سنا اور ہاتھ تلوار کا مارا۔ مگر تلوار چٹ گئی اور اس پتلے کو کچھ ضرر نہ پہنچا اور اس نے شور مچایا کہ اے حوریان قدرت جلد دوڑو کہ اس بندہ بے ادب نے کام میرا تمام کیا۔ وہ تو چیختا رہا۔

شہزادہ بت شکن نے گردن پکڑ کر تخت پر سے کھینچ کر ستون بارہ دری سے سر اس کا لڑا دیا کہ سر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ معلوم ہوا کہ چینی کا پتلا تھا۔ شہزادے نے پھر اس کو چور چور کر ڈالا۔

پس زمین تھرائی اور ایک عورت ساحرہ وضع چالیس برس کے سن کی زمین سے نکلی اور گویا ہوئی کہ: "او بے رحم تو نے ذرا بھی خداوند کے حال پر رحم نہ کیا۔ کیسا کیسا وہ چیخا' مگر تو نے ان کو نہ چھوڑا۔ اب دیکھ تو کیا آفت تیرے اوپر میں لاتی ہوں۔"

شہزادہ یہ سن کر تیغ کھینچ اس پر جھپٹا۔ اس نے بڑھ کر دیوار پر بادہ وری کے لات ماری کہ آندھی پیدا ہوئی اور شہزادہ بے ہوش ہو گیا۔ پھر جو دیکھا ایک میدان لق و دق میں آ گیا ہوں نہ وہ باغ ہے۔ نہ مکان ہے۔ فقط کفدست میدان ہے۔ مگر وہ عورت جو زمین سے نکلی تھی۔ آگے جاتی ہے۔ یہ دیکھ کر شہزادہ بھی چلا۔ لیکن وہ عورت ساحرہ اس مقام کی مالک ہے اور اس کا مطیع ایک دیو ہے کہ اس بیابان میں رہتا ہے۔ چنانچہ اس ساحرہ نے آپ تو شہزادے کا مقابلہ نہ کیا۔ اس خیال سے کہ یہ فاتح طلسم ہو گا تو مجھ کو مار ڈالے گا۔ دیو سے چل کر کہہ دے۔ وہ کھا جائے گا۔ پس جاتے ہی اس دیو سے کہا: "ایک انسان بہت فربہ تیری خوراک خداوند نے مقرر کیا ہے۔ وہ لقمہ لذیذ آیا ہے۔ جلد اٹھ اور نوش جان کر لے۔"

یہ سن کر دیو قلقاری مار کر دم اٹھائے اشتلم کرتا لپکا۔ شہزادہ تو چلا ہی آتا تھا۔ دیو کا سامنا ہوا۔ اس دیو نے اس کو دیکھ کر ایک درخت عظیم الشان اکھیڑ کر کاندھے پر رکھا اور سامنے آ کر ناچنے لگا۔ پکارا: "واہ خوب ڈالہ گرم ہو گی۔ اے انسان میں منہ کھولتا ہوں تو میرے پیٹ میں اتر جا کر تجھ کو میرے دانتوں کے چبانے کی تکلیف نہ ہو۔" شہزادے نے یہ کلمہ سن کر ایک نعرہ کوہ شگاف ایسا مارا کہ دل کوہ وغیرہ میں تہلکہ و زلزلہ پڑ گیا۔ دیو نے گھما کر وہی درخت چرخ دے کر مارا۔

اس نہال صفت صاحبقرانی نے پینترا بدل کر خالی دیا۔ دیو نے ایک چیخ ماری کہ ارے تو بڑا زبردست ٹھہرا کہ میرے منہ میں کسی طرح نہیں آیا۔ اب تو جا میں تجھ کو نوچ نوچ کر کھاؤں گا۔"

یہ کہہ کر دوڑا اور شہزادے کے لپٹ گیا۔ اس نے ایک ہاتھ اس کی کہنی کے نیچے رکھ کر دوسرے ہاتھ میں جو پیچ باندھا دیو "ارے کیا کرتا ہے' ارے کیا کرتا ہے۔" کہہ کر زمین پر گرا۔ شہزادے نے اس کے سینگ پکڑ کر اٹھنے کہ وہ چت ہوا۔ یہ اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ دیو نے کہا: "معلوم ہوا کہ تو بھی کوئی خداوند ہے اچھا میری چھاتی پر سے اتر کہ میں سجدہ کر لوں۔"

شہزادے نے فرمایا: "استغفراللہ میں ایک عبد ذلیل پروردگار عالم ہوں۔ پروردگار میرا وحدہ لاشریک ہے۔ اس کو تو بھی سجدہ کر۔"

دیو نے کہا: "معلوم ہوا کہ تو زلزلہ قاف ہے۔"

شہزادے نے کہا: "میں زلزلہ قاف کا پوتا تورج بن بدیع میرا نام ہے۔"

دیو نے سن کر دانت نکال دیئے اور چک چک کرنے لگا۔ شہزادہ اس کے سینے پر سے اترا اور اس نے کلمہ پڑھ کر اسلام بصدق دل اختیار کیا۔

یہ تمام ماجرا اس ساحرہ نے کہ جس نے دیو کو بھیجا تھا دور سے دیکھا اور بغضب تمام سامنے شہزادہ کے آئی اور ایک دانہ ماش کا سحر پڑھ کر مارا کہ شہزادہ بے حس و حرکت ہوا۔ اس نے آ کر کمر میں ہاتھ دے کر اٹھایا کہ تجھ کو اسی طرح پہاڑ پر سے نیچے گرا کر ماروں گی جس طرح تو نے خداوند کو نکلا کر چور چور کیا ہے۔" یہ کہہ کر دیو کی جانب بھی دانت پیستی بڑھی کہ موئے تو بھی اس کھوٹے سے مل گیا۔"

دیو نے فقرہ کیا اور کہا: "اے ملکہ مجھ کو یہ مارے ڈالتا تھا۔ اگر میں منت اس کی نہ کرتا تو مارا جاتا۔ میں اس کا دشمن صعب ہی ہوں۔ اس نے مجھ کو بڑی اذیت دی ہے۔ مجھ کو دیجیے کہ اس کو کھاؤں۔"

یہ کہتا ہوا قریب ساحرہ پہنچتے ہی گردن اس کی پکڑ کر بزور تمام دھڑ سے کھینچ لی۔ شور اس کے مرنے کا برپا ہوا اور آواز آئی کہ افسوس مارا رزم جادو کو اس کے مرنے سے شہزادہ رہا ہوا اور دیو کو گلے سے لگایا۔

دیو نے کہا: "اے شہر یار، میرے ساتھ پہاڑ پر چلیے اور میوہ کچھ نوش فرمائیے۔" اس کے ہمراہ شہزادہ ایک پہاڑ پر آیا۔ وہاں درخت میوہ دار گنجان لگے چشمہ ہائے شیریں جاری تھے۔ شہزادہ نے وہاں میوہ کھایا پانی پیا آسودہ ہو کر سجدہ شکر خدا کا کیا پھر دیو سے باتیں کرنے لگا۔

دیو نے عرض کیا: "حضور یہاں کیوں کر تشریف لائے۔"

شہزادہ نے اپنا سب حال بیان کیا۔ اس نے کہا یہاں سے اب جو کوئی باہر طلسم کے جائے تو وہ راہ کہ جدھر سے آپ آئے ہیں ملنا دشوار ہے۔ اب تین دریا راہ میں ملیں

گے۔ ایک آتش کا دوسرا آب کا تیسرا ہوا کا۔ اور یہ دریا چار طرف اس طلسم کے ہیں۔ اگر آگے جانے کا قصد کوئی کرے جب بھی یہ دریا ملیں گے۔ مگر محنت گوارا کر کے آپ کو کندھے پر سوار کر کے لے چلوں گا اور آپ کے لشکر میں پہنچاؤں گا اور وہاں بھی حاضر رہوں گا۔"

شہزادہ نے فرمایا: "اے رفیق شفیق میں راہ بھول کر نہیں آیا ہوں بلکہ بارادہ فتح طلسم عمداً داخل طلسم ہوا ہوں۔ یہ میرا شیوہ نہیں جو اپنے عزم سے باز آؤں اور بغیر فتح طلسم چلا جاؤں۔ دادا نے میرے دیو سمندوں ہزار دست کو مارا ہے۔ میں اتنا بھی نہ کروں کہ اس طلسم کو توڑوں۔ اب تم یہاں آرام کرو۔ میرا خدا شریک ہے۔ انشاءاللہ فتح کر کے میں تم سے پھر ملوں گا۔" دیو نے عرض کی کہ یہ غلام بھلا قدم اقدس سے کیوں کر جدا ہونے لگا۔ اگر یہی ارادہ ہے تو میرے ساتھ چلئے اور بادشاہ طلسم کو ماریئے۔ میں بھی جانبازی کروں گا۔"

شہزادہ نے منظور فرمایا اور ایک رات اس پہاڑ پر بسر کی۔ شب بھر ذکر طلسم نیرنگ رہا۔ جب دوسرے دن کو ظلمات خاور سے شاہ زریں کلاہ خور نے سر بدر کیا۔

فلک کا سینہ تاروں سے ہوا صاف
بڑھا صحرا کو سلطان پہ انصاف

شہزادہ نے کمر ہمت بعد ادائے فریضہ نماز باندھ کر قصد روانگی فرمایا۔ دیو نے عرض کیا: "اے آقا تین روز میں ایک ایک دریا طے ہو گا۔ آپ کچھ جانور شکار کر کے مجھ پر لاد دیجئے اور سوار ہو کر چلیے اسی طلسم میں راہ برج جمشیدی کی بھی ہے اور پرستان کو بھی راستہ گیا ہے۔ آپ اکیلے بھٹک کر اور سمت کو چلے جائیں گے راہ طلسم نہ پائیں گے۔"

شہزادے نے اس کے کہنے سے بہت سے گور و گوزن و نیل گاؤ وغیرہ شکار کر کے پشت

پر اس کی بار کر کے آپ بھی سوار ہوا اور دیو اس نبیرہ ثانی سلیمان کی ہوا خواہی میں بال شوق وا کر کے اڑا۔

شہزادہ نشیب و فراز عالم ملاحظہ فرماتا جاتا تھا کہ بعد قطع مسافت دراز پہلے دریائے آب پر دیو لے کر پہنچا۔ شہزادے نے دیکھا کہ دریا نہیں قہر خدا کا نمونہ ہے۔ جو حباب ہے وہ دماغ میں ہوائے ہمسری حباب فلک رکھتا ہے۔ چشمہ خورشید اس کے غم سے چھپتا ہے پاٹ اس کا آسیائے گردوں کو پیس ڈالنا چاہتا تھا اس کا پیچ میں ظلم ستمگر کا گھاٹ نظر آتا۔ دھارے میں اس کے وہ پانی کا توڑ کہ پست اس سے ہر صاحب زور کا توڑ جوڑ۔ سمندر عجب نہیں جو اس کے خوف و غم سے آب آب ہو اور گھٹ کر سمندر آتش بنے اور آگ میں رہنا اختیار کرے۔ بحر اخضر ہوا کا زہرہ آب آب تھا' طوفان نوح مقابل اس کے شرم کے پسینے میں غرقاب تھا کہ

بڑھا ایسا کہ جیحون بچالی لٹ
کہ ہر اک لہر اس کی موج تیغ قاتل

دیو تین شبانہ روز تک برابر چلا گیا اور جب بھوکا ہوتا تھا۔ شہزادہ اس کے منہ میں وحشی گوشت شکار کا دے دیتا اور شہزادہ بھی میوہ وغیرہ کھا کر بسر کرتا۔ آخر اس بحر زخار کی سرحد سے گذرے اور کنارے بحر آتش کے پہنچے دیکھا کہ یہاں کوسوں تک آگ کا میدان ہے۔ شعلہ شرار کی لپک سے پوشیدہ آسمان ہے۔ فلک اسی آگ کی تیزی سے تاؤ کھا کر نیلا ہو گیا۔ بلکہ دھواں بن گیا ہے چرخ اس نہج سے جھکا نظر آتا ہے جیسے دودی جہاز سمندر میں جاتا ہے۔ جو شعلہ ہے وہاں کا وہ شعلہ آہ عشقاں کی طرح سر کشیدہ ہے۔ ماہتاب وہیں سے بھاگا ہے جو سریع السیر کہلاتا ہے۔ العیاذ باللہ آگ اس طرح شعلہ ور ہو کر پیچ و تاب کھاتی تھی کہ آتش دوزخ اس سے شرمندہ نظر آتی تھی۔ زبانہ اس کا زبانہ جہنم پر زبان دراز بیجائی میں مثل مزاج عاشق ناساز شور سے

اس کے برق تڑپ کر متلوں بھاگے رعد کا دم بند مذکور اس بحر کا تپان قوم آتش پہ چھالے ڈالے کہ

ہوا تاریک مثل ابر گیسو
بسان شعلہ خور چلتی تھی لو

کنارے اس بحر آتش کے ایک دیوار آگ کی سر بفلک کشیدہ تھی۔ دانائی میں مثل عمر انتہا رسیدہ تھی دیو نے شہزادہ کو لے کر بڑی تیز پری سے پرواز کی لیکن اس دیوار آتش سے زیادہ تر بلند نہ ہو سکا اور حرارت آتش سے بے ہوش ہونے لگا۔ ناچار شہزادہ کو کنارے اس بحر کے لا کر اتار دیا اور آپ چلا گیا۔ اطراف میں وہاں کے کسی چشمہ آب کو تلاش کر کے غوطہ لگا کر خوب اپنا جسم بھگو کر آیا اور شہزادہ کو لے کر اڑا۔ مگر دیوار کو نہ پھاند سکا پھر اتر آیا۔ تیسری مرتبہ پھر پرواز کی۔ اب کی اس تیزی سے اڑا کہ اس دیوار میں ٹکر کھائی اور صدمہ سوزش سے بے ہوشی طاری ہوئی۔ جس طرح ہو سکا بدقت تمام شہزادہ کو زمین پہ پہنچایا اور آپ بے ہوش ہو گیا۔

شہزادہ اس کو اٹھا کر ایک مقام سرد پہ لایا کہ وہاں اس کو ہوش آیا۔ عرض پرداز ہوا:
"اے شہریار بڑی مشکل ہوئی۔ اس دریا کے پار میں نہ جا سکوں گا۔"

شہزادے نے فرمایا: "بھائی خدا تعالی مسبب الاسباب ہے۔ وہ کوئی سبب پیدا کر کے اس دریا سے بھی بیڑا ہمارا پار لگائے گا۔ اب اسی کے کرم و فضل پہ نظر رکھ کر یہاں ٹھہرو، دیکھو تو کیا ظہور میں آتا ہے۔"

یہ کہہ کر مصروف دعا ہوا۔ ادھر اس دریا کے محافظ جو ساحر ہیں۔ انہوں نے دیو کو کئی مرتبہ اڑتے دیکھ کر حال دریافت کر کے اپنی مالکہ ملکہ شعلہ سان جادو کو جا کر خبر دی یہ ساحرہ بادشاہ طلسم کی طرف سے اس حوالی میں حکومت کرتی ہے اور اس دریا کو بزور سحر اس نے بنایا ہے۔ ساحروں کو بہر حفاظت مقرر فرمایا ہے۔

چنانچہ انھیں محافظوں نے حاضر ہو کر عرض کیا: "ایک دیو ایک انسان کو اپنی پیٹھ پر سوار کر کے کئی مرتبہ اڑا مگر دیوار کے پار نہ جا سکا گر پڑا۔ آکر بے ہوش ہو گیا' اب کسی طرف وہ آدمی اس کو لے گیا ہے۔"

یہ خبر سن کر شعلہ رسان غمی اور اپنے مصاحبوں اور ملازموں سے کہا: "یہ شخص جو پشت دیو پر سوار ہو کر اس حوالی میں آیا ہے۔ دعویٰ طلسم کشائی رکھتا ہے دیکھا چاہیے شعلہ خداوند ور وحشت ساحری کیا کرتے ہیں۔"

یہ کہہ کر ایک اپنی انیس سے پوچھا: "اے گرم خوے و شوخ چشم جادو ملکہ اخگر جادو کا بہت دنوں سے پتا نہیں وہ کہاں ہیں۔"

انیس نے جواب دیا: "لونڈی ان کے گھر جا کر دریافت کرتی ہے۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوئی اور مقام اخگر پر آئی۔ اس بحر آتش کے اس پار ایک برج اسی ہزار برجوں طلسم میں سے ہے اور اس برج میں قلعہ بہت بڑا آباد ہے۔ اسی قلعہ میں شعلہ حکومت کرتی ہے۔ مکانات عمدہ تعمیر ہیں۔

چنانچہ وہیں گھر اخگر کا ہے اور یہ وہ ساحرہ ہے جو مقام گل شلو پر شہزادے کے پاس آئی تھی اور انگوٹھی دے کے بتلا گئی تھی کہ پہلوان کو تخت پر بادشاہ کے مارئیے گا آتش سبز پیدا ہو گی اس میں کو دیئے گا۔ چنانچہ شہزادہ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اب وہ ساحرہ عاشق شہزادہ ہو کر اپنے گھر میں آئی اور بیٹھی ہے کہ گرم خو پہنچی اور گویا ہوئی: "چلئے ملکہ عالم نے آپ کو بلایا ہے۔"

یہ اس کے ہمراہ خدمت شعلہ میں آئی۔ اس نے سب حال دیو اور طلسم کشا کے آنے کی کہہ کر اس سے کہا: "تو میری رکن سلطنت ہے۔ جلد جا کر اس طلسم کشا کو گرفتار کر اور دریافت کرنا کہ وہ بندہ جمشید و لقا ہے۔ یا مسلمان اگر ہمارے مذہب کا ہو تو کہنا تم یہاں رہو۔ کچھ سرکار سے تمہارا مقرر ہو جائے گا اور اگر مسلمان ہو تو فوراً ذبح کر کے کباب اس کے لگانا اور میرے واسطے لانا کہ بڑا ثواب ہو گا۔"

افگر یہ حکم سن کر وہاں سے روانہ ہوئی اور دریا پر آکر آب سحر ساتھ لائی تھی۔ اسکا چھینٹا دیا کہ راہ پیدا ہوئی یہ اتری اس پار آئی اور دیوار میں در پیدا کر کے کنارے پر جہاں دیو اڑا تھا' پہنچی اور ہر سمت ڈھونڈھ کر شہزادہ کے پاس پہنچی اور ہر چند کہ شہزادہ سے محبت رکھتی ہے مگر یہ سمجھ کر محافظان بحر آتش بطور مخفی یہاں موجود ہیں۔ وہ تیری محبت جتانا دیکھ کر ملکہ سے کہیں گے۔ شہزادہ کے حق میں بھی برا ہو گا بس یہ سمجھ کر دکھانے کی راہ سے ناریل سحر کا جھولی سے نکالا اور دیو کی طرف بہ نگاہ غضب دیکھ کر نعرہ کیا کہ اے موئے تو اس مسلمان کے ساتھ کیوں دیوانہ ہوا تو تو لقا پرست تھا۔ اب خدائے نادیدہ کو پوجتا ہے۔"

دیو نے کہا: "میں لقا اور اس کے باپ پر لعنت کرتا ہوں۔"

افگر نے ناریل دکھانے کی راہ سے ہاتھ اٹھا کر چاہا کہ ماروں شہزادہ بل بل کر کے دوڑا کہ کیا کرتی ہے افگر تو مائل تھی ہی تاب ضبط نہ لائی۔ قریب آ کر کہا: "اے شہزادے مجھ کو آپ بھول گئے۔"

یہ کہہ کر سب پتہ اپنا بتایا۔ شہزادے نے خوش ہو کر چاہا کہ گلے سے لگاؤں۔ اس نے منع کیا اور کہا: "اے شہزادے یہاں بڑی آفتیں اور مصیبتیں ہیں۔ یہ کنیز حضور کو منزل مقصد پر پہنچائے گی اور اگر حکم ہو تو آپ کو لشکر میں آپ کے لے چلے اور تمام عمر آپ کی کنیزی کرے۔"

شہزادے نے فرمایا: "ہمارا دستور نہیں جو بغیر فتح کئے طلسم کے جائیں گے۔ یہ کہہ کر اور ساحرہ کو ہمراہ لیکر ایک دم کو میں شہزادہ آ کر بیٹھا۔ افگر نے وہاں تکیے پا کر حال اپنا بیان کیا کہ "اے مایہ ناز سراپا انداز میں دختر خواندہ یعنی لے پالک شعلہ سمان کی ہوں۔ آپ پر عاشق ہو کر پہلے بھی میں نے آپ کی مدد کی تھی۔ وہ پہلوان اور بادشاہ کو آپ روکنے کے لیے میری ماں ہی نے بھیجا تھا۔ اب آپ دریا پر آئے ہیں۔ یہ مقام بھی ایسا کہ اس پار دریا کے کوئی نہیں جا سکتا اور شعلہ سمان رکن رکین سلطنت بادشاہ طلسم ہے۔ اے شہریار جو آپ اس دریا کے پار گیا پھر وہاں ہی مر گیا

ادھر نہ آ سکا۔ آپ بھی اس ارادے سے باز آئیے۔"

شہزادہ نے فرمایا: "اے ملکہ ہم طلسم فتح کر کے بجائے شعلہ سان تمہیں بادشاہ کریں گے اور انشاءاللہ اس ساحرہ کو ماریں گے۔"

افسر نے کہا: "خدا ایسا ہی کرے گا مگر اس مقام کو دربند آتش نثار کہتے ہیں۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے میرے دل میں بڑا ہول اور اندیشہ ہے۔ اچھا اب میں جاتی ہوں۔ شعلہ سے کہوں گی کہ مجھ کو طلسم کشا نہیں ملا اور رات کو چھپ کر آپ کے پاس آؤں گی۔ شراب کباب بھی حضور کے لیے لیتی آؤں گی۔"

یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ روانہ ہو مگر اس کو عرصہ جو ہوا شعلہ سان گھبرائی کہ ایسا نہ ہو کہ میری بیٹی مار ڈالی جائے پس اپنے دربار میں چار سمت دیکھ کر ایک ساحرہ منقلی جادو نام سامنے کھڑی تھی۔ اس نے کہا: "جلد جا اور ہو سکے تو طلسم کشا کو پکڑ لا اور نہیں تو خیریت دریافت کرلا۔"

منقلی حسب الحکم آپ سحر لے کر چلی اور دریا سے اتر کر ہر سمت ڈھونڈتی ہوئی دم کوہ کے قریب جب آئی۔ دونوں شیدائے یکدیگر کو سرگرم رازونیاز دیکھ کر جل گئی۔ غصہ سے رنگت چہرہ بدل گئی پکاری کہ اے موئی اس جوانی پیٹے موذی کاٹنے کو تو لے کر بیٹھی ہے اس فکوڑے کو بھری گود میں توپوں۔ ترے اوپر سے صبح شام صدقے اتاروں۔"

افسر یہ باتیں سن کر بیتاب ہو گئی اور پہلو شہزادہ سے اٹھ کر قریب اس کے آ کر بولی: "بھلا ہوا اس طرح نہ کہہ، تیرا اس نے کیا لیا ہے۔ دیکھ تو کیسا کنور کندھا ہے اور وہ تو کچھ بولتا نہیں تو اس طرح تو نہ اس کو کوس۔"

اس نے یہ سن کر بغصہ کہا: "او شفتل شمکار اڑھکوے کی سفارش مجھ سے کرتی ہے۔" یہ کہہ کر ایک گولا فولادی سحر پڑھ کر شہزادے پر مارا افسر بیچ میں آ گئی اور سحر سے گولہ رد کیا اور شہزادہ تلوار کھینچ کر دوڑا۔ منقلی نے بہ غضب تمام ایک طمانچہ افسر کے دوڑ کر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور شہزادہ پر جھپٹی۔ یہ معاملہ دیو نے جو

دیکھا۔ ہاتھ بڑھا کر گردن اس کی پکڑی۔ وہ تڑپ کر چاہتی تھی کہ نکل جائے شہزادہ قریب آچکا تھا۔ ہاتھ جو شمشیر بران کا مارتا ہے دو ٹکڑے اس کے ہوئے۔ غل وشور تاریکی ہو گئی۔ آوازیں مہیب آنے لگیں کہ ہائے منقل جادو کو مارا۔ پھر لاش اس کی اٹھا کر سامنے شعلہ سان جادو کے لے گئے اور عرض کیا: "اس طرح یہ قتل ہوئی۔"

یہ سنتا تھا کہ اس پر غضب طاری ہوا۔ آتش رنج میں جل بھن کر کباب ہوئی اور اپنی جگہ سے غائب ہو کر مثل شعلہ پیچ و تاب کھاتی دریائے آتش کے پار اتر کر اس جگہ تنہا آئی کہ جہاں یہ دونوں رسوائے شہر محبت بیٹھے تھے اور افگر کہہ رہی تھی: "اے یار شیریں طلعت میں تیرے فرہاد وار نثار ہوں۔ اس کو میں اب نہ ٹھہریئے وہ تجھے شعلہ سان آئے گی کوئی آفت مقرر لائے گی۔ یہاں سے مجھ کو بھی لے چلئے۔ اور جلد روانہ ہو جایئے۔" یہی گفتگو ہو رہی تھی کہ شعلہ آ کر للکاری: "ہاش او خیرہ سر تیرہ روزگار تو نے منقل کو مارا کہ جو روح رواں میری تھی۔" یہ کہہ کر جانب شہزادہ چلی۔

دیو نے پھر ہاتھ اپنا دراز کیا لیکن ایسی زبردست ساحرہ ہے کہ ہاتھ اس کا جلنے لگا اور وہ سوزش تمام جسم میں پیدا ہو گئی کہ دیو بے ہوش ہو گیا اور یہ قریب شہزادہ پہنچی۔ شہزادہ نے چاہا کہ تیغ ماروں مگر دست و پا میں جنبش نہ پائی۔ اور اس نے ایک طمانچہ شہزادہ کے اور دوسرا افگر کو مارا کہ یہ دونوں بے ہوش ہو گئے۔ اس نے دونوں کو پنجہ میں داب کر پرواز کی اور دیو کو چاہا کہ قتل کر ڈالوں' پھر سوچی کہ جب طلسم کشا مر جائے گا یہ آپ مطیع ہو جائے گا۔ اس کا مارنا صلاح نہیں۔ فی الجملہ دیو کو اس جگہ پر چھوڑ کر کچھ سحر پڑھا کہ ایک لکہ ابر سرخ ظاہر ہو کر قریب اس کے آیا۔ اس نے شہزادہ اور افگر کو اس پر ڈال کر ہمراہ اپنے لیے دارالامارہ میں آئی۔ سب نے اس کی تعظیم کی۔ اس نے ابر پر سے ان دونوں کو اتار کر سامنے تخت کے ڈال دیا اور کہا: "صاحبو اسی طلسم کشا کی دھوم تھی۔ میں اس کو ایک طمانچہ میں پکڑ لائی

ہوں۔ اس گیسو بریدہ کو میں نے پرورش کیا۔ اس نے بھی اس مفتری بے دین کا ساتھ دیا۔ خیر ان دونوں کو دیکھو تو میں کس طرح ہلاک کرتی ہوں۔ ہر ایک ساحر حاضر دربار نے اس کی تعریف کی اور اس نے حکم دیا کہ آہنگروں کو بلا کر باطوق و مسلسل کرو۔ یہ کہہ رہی تھی کہ اس کا ایک بیٹا ہے شرر بار جادو" وہ خبر گرفتاری فاتح طلسم سن کر دربار میں آیا۔ یہ بہت بڑا زبردست ساحر ہے اور ہمیشہ عیاشی میں اپنی اوقات خراب رکھتا ہے۔ اخگر کو بھی پیار کرتا ہے۔ مگر ماں کے خوف سے اس پر دست درازی نہ کر سکتا تھا۔ آج اس ارادے پر آیا ہے کہ معشوقہ مذکور پر بن پڑے تو قبضہ کرنا چاہیے۔ غرضیکہ یہ نطفہ شیطانی نخوں کے بل چلتا تنتا ہوا جب سامنے آیا۔ ماں کو سلام کیا۔ ماں نے دعا دی کہ برخوردار عمر دراز۔ یہ برابر تخت پر آ کر بیٹھا اور شہزادہ اور ساحرہ مقید کو دیکھ کر مستفسر حال ہوا۔ اس نے سب کیفیت بیان کی۔ اس نے کہا: "لائیے ان مجرموں کو میرے حوالے کیجیے۔ رات کی رات قید رکھ کر صبح کو قتل کر ڈالوں گا۔"

اس کی ماں نے کہا: "بہتر ہے۔"

اس کافر نے سحر سے زنجیر آتشیں میں دونوں کو باندھا اور مارانِ آتشیں دست و پا وگردن و کمر میں لپیٹ کر ان پر سحر پڑھ کر ہوشیار کیا۔ جب شہزادہ ہوشیار ہوا۔ دیکھا کہ ایک دربار گرم دار میں ہم زنجیر سے بندھے ہیں۔ ساحران کریہ منظر و سیہ فام بدہیئت و بدفرجام کرسی و دنگلوں پر بیٹھے ہیں۔ گوش بنی سے ان کے شعلہ ہائے آتش نکلتے ہیں۔ سامنے تخت پر ایک ساحرہ لباس شاہی اور تاج فرمانروائی پہنے بیٹھی۔ پناہ خدا کی عجب صورت ہیئت نک اس قبح کی ہے۔ ہر بن مو سے شرارے آگ کے نکل رہے ہیں۔ آنکھیں ہیں کہ دو قمقمے جل رہے ہیں۔ منہ کے باہر کچلیاں نکلی ہیں۔ زرد ہلدی کی گرہ ہو رہی ہیں۔ سر پر بالوں کی جگہ آگ چھائی ہوئی ہے۔ اس آتش میں چہرہ سیہ اس خالہ شیطان کا جو نظر آتا ہے دھواں معلوم ہوتا ہے۔ پہلو میں اس ابلیس طینت کی ایک ساحر نابکار بدکردار زبوں شعار منہ پھاڑ سا پھیلائے افعی دو زبان سر سے لپیٹے بیٹھا ہے۔ یہ

دیکھ کر شہزادہ نے خدا سے پناہ مانگی اور وہ ساحر بد سرشت پہلوئے مادر سے اٹھ کر سحر خواں ہوا کہ دو پنجے پیدا ہوئے اور ملکہ و شہزادہ کو لے کر اڑے۔ یہ بھی مادر سے رخصت ہو کر روانہ ہوا اور کنارے اسی بحر آتشیں کے ایک باغ اس نے سحر سے بنایا ہے۔ اس میں دونوں کو لایا اور ایک برج میں اس باغ کی بارہ دری کے لا کر شہزادہ کو بند کر دیا اور دوسرے برج میں اخگر کو رکھا۔ اس لیے ساتھ قید نہ کیا کہ رات کو اس سے سوال وصل کر کے بہ منت خوشامد راضی کروں گا۔

غرضیکہ دونوں کو قید کر کے آپ باغ کے چبوترے پر بیٹھ کر مصروف مے خواری ہوا۔ ادھر جب اخگر اس برج میں قید ہوئی اور اس نے جانب باغ نگاہ کی۔ ابکہ شہزادہ سے جدا ہوئی تھی تو بہار باغ دیکھ کر رونے لگی۔ اشکوں کی جھڑی باندھ دی۔ زلف سنبل کو اپنے الجھے ہوئے دل سے تشبیہ دیتی۔ سوسن کو غم یار میں خموش کہتی۔ سرو کو آزاد دیکھ کر کہتی کہ گرفتاران عشق قید ہیں قمری بھی طوق محبت در گلو ہے۔ فواروں سے کہتی ہے کہ تم کو رونے کی خو ہے۔ بلبلوں کو دیوانگان گلشن الفت خطاب کرتی۔ شمشاد کا قد بالا دیکھ کر تیرا و عاشقان کبھی عنادل کا زمزمہ دل دکھاتا یا گلعذار میں یہ نغمہ زبان پہ آتا کرے۔

قلق سے دل کے بیان کریں کیا
اٹھاتے ہیں ہم جو صدمہ تجھ بن
شب جدائی کی صبح کرتے ہیں
آسمان کے ستارے گن گن
نہ موت آتی ہے درکف
نہ کاٹے کٹتے ہیں ہجر کے دن
اگرچہ یارو شفیق و ہمدم
سبھی ہیں غمخوار اپنے لیکن

کسی سے کیا کہوں حال دل کا
نہیں ہے فرصت فغاں سے ہم کو
نہ موت کی یاد کیوں کر اپنا کرے
دل اندوہ گیں ہمیشہ ....
رہے نم آلودہ اشک حسرت
نہ کسی طرح آنکھیں ہمیشہ
سبب اگر ہم سے پوچھتے ہو کہ
کیوں رہے تم حزیں ہمیشہ
جہاں ہے بدو سرائے فانی
یقین ہے رہنا نہیں ہمیشہ
یہ غم ہے جانے کا بیک الفت
یہاں کے باشندگان سے ہم کو
فراق کی جب تلک تھی طاقت
شکیب کا جب تلک تھا یارا
سہیں ہزاروں جفائے ہجراں
نہ تو کھینچی نہ دم ہی مارا
پر اب تو خودداری اپنے دل کو
ہوئی از بسکہ ناگوار
دیار وحشت میں اے عزیزاں
ہے سب نشانی نشان ہمارا
نہ نیک سے کچھ رہا ہے مطلب
نہ کام نام و نشان ہے ہم کو
ہمارے اشکوں کے قطرے

تار ہوا میں موتی پرو گئے ہیں
ہم اپنی بکاؤں سے دل کی
نشاں طاقت کے کھو گئی ہیں
اجل کی دولت لب فغان کش
ہمارے خاموش ہو رہی ہیں
لحد میں رہنے دے چمن سے تک
ابھی تو رو رو کے سو گئی ہیں
خدا سے ڈر اے فغان بلبل
جگا نہ خواب گراں سے ہم کو

اسی طرح یہ فغان کش ہمسر عنادل مصروف شیون تھی کہ دود آہ بھی یاد گلعذار میں گلشن سینہ داغدار سے پر بہار نکلا یعنی چمنستان عالم میں شام سوسنی رنگ کا تختہ پھیلا کہ

قریب شام مہر عالم آرا
جو تھا دن بھر شریک کار دنیا
ہوا پوشیدہ جیسے حسن جاناں
اندھیرے نے جمایا اپنا سامان

شام ہوتے ہی بہار آتش لالہ و گل نے اور بھی دل میں آگ لگائی۔ جان مضطر فراق یار میں لب پر آئی وہ جانوروں کا بسیرا لینا' درختوں پر سناٹا سا آ جانا نہروں کا پانی نرم نرم ہوا چلنے سے آہستہ بہانا ماہتاب کا نمود ہونا' چمن پر سبزے کا جوبن' سبزے کا نرمی سے لہلہانا' گلوں کا ہم گلشن میں مثل شمع روشن ہونا چاندنی میں غنچوں کا مسکرانا دل میں یاد جمنا جانا نہ زخم جگر کو خراش دل پاش پاش یہ مضطر اسیر سر پنجہ تقدیر زنجیر آتش

میں ابھی کاؤچ پہ قطعی سراسیمہ و دلگیر بیٹھی تھی۔

⁂

- **شرر بار جادو**

ادھر شرر بار شراب خواری سے بدمست ہوا تھا۔ غلیان مستی و جوش شہوت پرستی دل میں آیا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس برج میں جہاں یہ بیٹھی تھی پہنچا۔ وہ عشق کی بروگن یاد میں اپنے دلدار کے رونے لگی، اور کہا: "اے شخص جس سے پیار کرتے ہیں اس کو قید کر کے اسی طرح آزار دیتے ہیں اور پھر آنکھ چار کر کے محبت کا اقرار کرتے ہیں۔ مجھ کو ایسے چرتر باز مردوے سے خوف آتا ہے۔ ڈیئے اس کے دیدے سے نہیں معلوم آگے بڑھ کر وہ کیا روز بد دکھاتا ہے۔"

یہ سنتا تھا کہ موذی بہ سر رحم آیا۔ اور بد گہر بڑھ کر اس اسیر زلف گرہ گیر کو آتش زنجیر سے چھڑایا اور کہا: "اے جانی و اے مایہ عمرو زندگانی اس ظلم کا بدلہ جو چاہنا ہو لینا، جیسی سزا چاہیے ہو۔ مجھ کو دیجے۔ اب میری خطا معاف کر میری جانب سے دل صاف کر۔" اس حریف آتش اشتیاق کو اپنے شہزادے کی جو یاد آئی بلبلا کر اس کی منت پر رونے لگی۔ اس نے سر قدموں پر رکھ دیا۔ اس نے کہا: "چلو ہٹو، تم یہ خوشامد آبرو لینے کی کرتے ہو۔ جب مطلب نکل جائے گا پھر جلادی کرو گے۔" اس نے پھر قسم اپنے مذہب کے موافق شدید کھائی۔ اس نے کہا: "اگر مجھ کو چاہتے ہو تو اس برج آتشیں کے برباد ہونے کا راز بتاؤ۔" اس نے کہا: "تم اس بھید کو پوچھ کر کیا کرو گی۔" ساحرہ نے جواب دیا: "میں اس کی لے پالک ہوں کہ جس کو تم فرزند ہو۔ میرے تمہارا دعویٰ برابری کا ہے۔ تم کو اس نے سب کچھ تعلیم کیا اور شریک کاروبار مملکت فرمایا اور مجھے دودھ کی ایسی مکھی نکال کر الگ پھینکا۔ اسی سبب سے مارے غصہ کے میں شریک طلسم ہو گئی اور قسم کھاتی ہوں کہ جب تک مجھ کو یہ راز نہ معلوم ہو گا کبھی تجھ سے راضی نہ ہوں گی۔"

جب اس نابکار نے یہ حالت دیکھی فریفتہ تو تھا ہی گیا ہوا۔ کہ سن او جان جہان شکوہ تیرا جاتے ہے۔ وہ حال میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ جس کو کہنا کسی سے کیا' دل سے زبان پر بھی نہ لانا۔ جو سامنے سرو کا درخت لگا ہے اس کی جڑ میں ایک کمان اور تیر رکھے ہیں جو جادو کے ہیں ان کو کوئی نکالے اور دریا کے کنارے جائے۔ ایک برج آتشیں وہاں بنا ہے اور اس پر پتلا ایک آتش کا کھڑا ہے۔ اس پتلے کے منہ اور ناک اور کان سے آگ جوش زن ہے اور دریا اسی آتش سے جاری ہے پس ان تیروں سے اس پتلا کو نشانہ بنائے تو یہ دریائے آتش اور برج قلعہ طلسم سب غائب ہوجائے اور اس جگہ کی راکھ اٹھا لائے تو شعلہ ساں کو بھی جانب ملک عدم پہنچائے۔ یہ کیفیت یہاں کی ہے جو تجھ سے بیان کی۔ اب تو مجھ سے راضی ہے۔“

القصہ یہ باتیں سن کر بظاہر ہنس پڑی اور اٹھ کر اس کے ساتھ چلی اور باغ میں آ کر چبوترہ پر زیر نمگیرہ زرتار بیٹھی۔ وہ اس مہ پارہ کے آنے سے باغ باغ ہو کر کشتی شراب کی اٹھا لایا اور جام بھر کر اس کے منہ سے لگایا اس نے جام لے کر بناز و بنخرہ منہ بنا کر پیا۔ پھر آپ ساغر مے سرخ سے لبریز کیا اور اپنک شہزادہ کو گرفتار کرنے گئی تھی۔ وہاں آپ قید ہو کر آئی تو اسباب سحر کا جھولا پاس رکھتی ہے۔

چنانچہ ساغر بھر کر ساحر سے کہا کہ وہ پھول گلاب کا چاندنی میں دیکھو کیا لطف دے رہا تھا۔ وہ پھول کی طرف اس کے کہے سے دیکھنے لگا اور اس نے ایک چٹکی خاک قبر جمشید جھولے سے نکال کر شراب میں ملا دی پھر وہ پیالہ اس پیمان شکن نے اس بد باطن کے منہ سے لگایا۔ وہ بے اندیشہ انجام پی گیا۔ پیتے ہی سونگھنے سے وہ گیا اور مردہ صد سالہ ہو کر گرا۔ اس مسیحائے جلاد منش نے تیغ کھینچ کر سر اس کا جدا کیا۔ شوروغل اس کے مرنے کا برپا ہوا۔ آگ برسنے لگی۔ آندھی سیاہ آئی۔ چالیس مرتبہ کسی نے آواز دی کہ ”مارا شرر بار جادو کو۔“

وہ باغ اور مکان اور برج سب جل کر برباد ہوئے۔ وہ برج جس میں قرتن قید تھا پھٹ گیا اور شہزادہ رہا ہو کر نکل آیا۔ اس درخت سرور بھی مرگ ساحر سے آفت آئی۔

جل گیا۔ شہزادے نے حسب نشاندہی اژدر وہ تیروکمان لیے اور اژدر تخت بدوش سحر بنا کر شہزادہ کو بٹھا کر یہاں سے بھاگی اور کئی منزل پر جا کر ایک پہاڑ پر اتری۔

یہ تو ادھر نکل آئی اور وہاں مرگ شرر بار کا جو غلغلہ برپا ہوا۔ ایسی آوازیں مہیب آئیں کہ شعلہ سان محل میں آرام کرتی تھی گھبرا کر باہر نکل آئی اور اسی باغ کر طرف دوڑی اور تمام ساکنان قلعہ دوڑ کر ایک مقام پر جمع ہو کر اسی مقام پر آئے۔ اس عرصہ میں حالت ساحران پر سحر بھی خندہ زن ہوئی اور لباس ماتمی تاریکی شب کا بعد بشاشت روزگار سپہ مہر نے اپنے جسم پر سے اتارا کہ

کہ اٹھا عکس زلف شب زمیں سے
گھٹا کچھ نور شعلوں کی جبیں سے
بجے پروانے شعلے جھلملائے
فلک کے ناز خاطر نے اٹھائے

صبح ہوتے ہوتے شعلہ سان مع گروہ ساحران اس باغ میں آئی دیکھا بارہ دری مکان باغ سب برباد ہے اور نعش شرر بار کی جھلسی ہوئی پڑی ہے بیٹے کی لاش دیکھ کر کلیجہ منہ کو آیا۔ لاش پر گر پڑی اور لپٹ کر بین کرنے لگی کہ: ہائے میرے آس مراد والے' ہے ہے میرے نانوں کے پالے' ہے ہے بیٹا' اس ماں سے منہ موڑ گئے۔ ہے ہے مجھ کو اکیلا چھوڑ گئے۔ اے میرے بن بیاہے۔ اے میرے کڑیل جوان۔ یہ ماں تجھ کو کہاں پائے۔ کون سے دیس ڈھونڈنے جائے' ہے ہے یہ کیا ہو گیا۔

میں صدقے تجھ پہ اور قربان ہے ہے
مری جان مرے پہ ارمان ہے ہے
نہ دیکھا کوئی دنیا کا تماشہ
ابھی سے کھوئی تم نے جان بھر بھر

اکیلی میں رہی جور فلک سے
ہوئے تم موت کے مہمان ہجر ہجر

اس صورت سے نا روشلے کر کے بڑی مصیبت سے لاش اس کی اٹھائی۔ کفنی سیاہ گلے میں پہنی گریبان چاک کیا بعد جزع و فزع بسیار جب رسم تعزیت سے فرصت پائی۔

اس درخت سرو کو اور تیر و کمان کو ڈھونڈھا کہیں پتہ نہ ملا۔ کہا کہ وہ گیسو بریدہ ننگ خاندان اختر لے گئی ہے۔

غرضیکہ خانہ نشین ماتم ہوئی۔ یہ خبر مرگ شرر کی دور دور منتشر ہوئی۔ یہاں سے آگے دریائے ہوا ہے اور اس دریا کے حوالی میں ایک ساحرہ تسیم جادو نام حکمران ہے۔ چنانچہ وہ اپنے دارالامارہ میں اورنگ حکومت پر جلوہ فرما تھی۔ اس کے سامنے کچھ طائر سحر آئے اور عرض پیرا ہوئے: "کہ قلعہ آتش نثار میں بڑا غلغلہ برپا ہے۔ غدر ہو رہا ہے۔ تسیم نے خبر سن کر ایک اپنی مصاحب ساحرہ کو خبر کے لیے بھیجا۔ وہ عورت یہاں آئی اور غدر دیکھ کر ایک شخص سے پوچھا: "یہ کیا ہنگامہ ہے۔"

اس نے کہا: "ایک خدا پرست طلسم میں گھس آیا ہے۔"

اس نے بشراکت اختر شرر بار کو مارا ہے۔ یہ حال دریافت کر کے وہ عورت پھر کر خدمت تسیم میں آئی ماجرائے شنیدہ زبان پر لائی۔ اس نے پوچھا کہ شرر دیار کیا مانع تھا۔ جو مر گیا۔ اس عورت نے کہا کہ اس طرح مارا گیا۔

سب کیفیت سن کر بہ رسم تعزیت چار سو کنیزیں اور مصاحبین ہمراہ لے کر تسیم روانہ ہوئیں اور شعلہ ساں کے پاس آئی۔ دیکھا کہ اس عجیب حالت ہے۔ گرفتاری رنج و غم مصیبت ہے۔ گریبان چاک ہے۔ سر پر خاک ہے۔ زمین پر بیٹھی ہے۔ تسیم نے فرش خاک پر سے اٹھایا اور کہا: "اے بہن' یہ کیا غضب ہو گیا۔" اس نے رو رو کر سب حال بیان کیا۔ اس نے سمجھانا شروع کیا اے بہن مرضی جمشید کی اس امر میں ناچاری

ہے۔ شکر خدا سب کو یہ دن نصیب ہوتا ہے۔"

اس نے کہا: "یہ میں بھی جانتی ہوں' لیکن کیا کروں دل صبر نہیں کرتا ہے۔ کاش اس نامراد کے دل کو بھی پاتی تو بھی کچھ دل کو قرار آتا۔ اب نہیں معلوم وہ مردہ کدھر گیا۔ تسیم نے اس وقت ہزارہا ساحروں کو بہ تفحص روانہ کیا اور شعلہ سے پوچھا:

"اس خدا پرست کا نام کیا ہے۔" اس نے کہا: "تورج۔"

یہ سنتے ہی تسیم تھرا گئی اور کہا: "اے بہن یہ نام شکستندہ طلسم کا ہے ہم اپنے بزرگوں سے سنتے آئے ہیں کہ نام فاتح طلسم کا نور ہوگا۔ پھر نورج اور تورج میں کیا فرق ہے۔ خیر اب تو دیکھو۔ جمشید کیا دکھاتے ہیں۔" یہ کہہ کر مکان شاہی میں بیٹھ کر مشورہ کرنے لگی۔

لیکن افگر جو شہزادہ کو لے کر ایک پہاڑ پر آئی۔ اور وہاں ٹھہر کر کچھ میوہ وغیرہ پہنچا کر کھلایا۔ چشمہ سے پانی پیا۔ شکر خدا کا کیا۔ پھر ایک تختہ سنگ پر دونوں بیٹھ کر دم لینے لگے۔

مگر ساحر جو بہر تجسس تسیم نے بھیجے تھے۔ وہ کوہ و دشت چھانتے پھرتے تھے۔ ان میں سے چند ساحر طائر بنے ہوئے اس پہاڑ کی طرف بھی آ نکلے اور دونوں دشت نوردان محبت کو بیٹھے دیکھ کر عزم کیا کہ قید کر لے جائیں پھر خائف ہوئے کہ وہ شخص بڑا زبردست ہے دست انداز نہ ہوئے۔ وہ خبر سنتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ تسیم سے کہا: "بہن' میرے گھر بار سے خبردار رہنا۔" یہ کہہ کر ایسی دل کو لگی تھی کہ تنہا روانہ ہوئی۔ لیکن یہ بہت جلد اڑتی ہوئی۔ اسی مقام پر آئی کہ جہاں شہزادہ اپنی معشوقہ سے سرگرم سخن تھا۔ یہ کہہ رہا تھا: "اے نازنین تمہیں معلوم کہ بعد ہمارے رفیق اس دیو پر کیا گزری۔ خدا جانے وہ کدھر گیا۔" ہنوز یہ ذکر کرنا تمام تھا کہ نعرہ شعلہ ساں ہوا: "اے تمراں سراں کے گنادم کہ از دست من نجات یابی۔" نعرہ سنتے ہی افگر کے تو ہوش اڑ گئے اور شہزادہ تیغ کھینچ کر جھپٹا اور للکارا کہ ٹھہرو تجھے' میں تیری جان کا ملک الموت

آ پہنچا۔ یہ سنتے ہی اس نے ایک نارنج سحر پڑھ کر مارا۔

از بسکہ قضا اس ساحرہ کی اور طرح سے ہے۔ شہزادہ پر غالب آئی۔ اثر نارنج سحر سے شہزادہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس نے پھر سحر پڑھ کر دستک دی کہ اخگر بھی بے ہوش ہوئی۔ اس نے دونوں کو گرفتار کر کے قصد مراجعت کیا تھا کہ فوج فرستادہ تسیم پہنچی۔ اس نے لشکریوں کے حوالے ان دونوں کو کیا کہ بس تسیم کے پاس ان کو لے جاؤ۔ کہنا میں آتی ہوں۔ تم اس مسلمان کو قتل کرنے کو کنارہ بحر آتش کے لے جاؤ۔"

ساحر دونوں کو لے کر پھرے اور یہ بھی پھری مگر اور طرف سے آئی ہے۔ حال اس کا بیان ہوگا۔ لیکن ساحر قیدیوں کو لیے خدمت تسیم میں آئے اور اس نے قید تخت میں گرفتار کر کے حکم دیا کہ سحر آتش کو چبوترہ ریگ کے بنائے جائیں۔ جلاد حاضر ہوں۔ فوج تیار رہے۔"

پس حسب الحکم تیاری شروع ہو گئی اور شہزادے کو مع اخگر کے تخت سحر پر بٹھا کر کنارے بحر مذکور کے روانہ کیا۔ حسب اتفاق کمان و تیر حال تسیم نہ جانتی تھی اور نہ کوئی ساحر اس راز سے آگاہ تھا۔ اس سبب سے وہ تیر و کمان شہزادے کے پاس تھی۔ یہ سمجھ کر نہ چھینی تھی کہ سحر کے سامنے یہ کیا کرے گا' سمجھے وہ بروقت قتل لے لیں گے۔ غرض جب شہزادہ کنارے بحر کے پہنچا وہ افسر کہ جن کی قید میں وہ پھل آیا تھا۔ بمنت تمام کہتا ہوا: "کہ کئی لاکھ روپیہ کا جواہر میرے پاس ہے اور کئی لاکھ روپیہ کا زیور ملکہ اخگر پہنے ہے۔ یہ سب لو' دو گھڑی کے لیے مجھ کو رہا کر دو اور تم میرے ساتھ رہو۔"

امران لشکر نے لالچ میں آ کر شہزادے پر سے قید سحر دفع کر دی اور ساتھ لے کر چلے۔ شہزادہ کنارہ دریائے آتش کے تو آ ہی چکا تھا کچھ ہی دور چلا کہ وہ برج آتشیں نظر پڑا۔ اس نے اس تیر و کمان سے کام لیا۔ بقدرت قادر و توانا نشانہ مراد پر تیر

پہنچا۔ وہ چلا گیا۔ اس بحر آتشیں میں تلاطم ہوا۔ شعلہ ہائے آتش اڑ کر جانب چرخ بریں گئے۔ اندھیرا ہو گیا۔ شور ساتوں دوزخوں میں جیسے اٹھتا ہے۔ ویسا ہی غلغلہ بپا ہوا۔ بعد کچھ دیر کے نہ دریا تھا نہ دیوار آتش تھی۔ ایک میدان منزلوں تک کا تھا۔

یہ جو افسران لشکر نے دیکھا۔ گھبرا کر روبفرا لائے اور بعض حربہ ہائے سحر پکڑ کر شہزادہ پر حملہ آور ہوئے شہزادہ نے کچھ خاک اس مقام کی جلد تر اٹھائی اور متوجہ حرب ہوا۔ لیکن شعلہ ساں شہزادہ کو قید کر کے جو روانہ ہوئی تھی تو اور راہوں سے اپنی تمکن حکومت کو ملاحظہ کرتی۔ اس پار دریائے آتش کے آئی۔ اس وقت اس بحر کو ناپید ہوتے دیکھا۔ بے قرار ہو کر کہ ہائے افسوس یہ کیا ہوا۔ یہ تو ادھر سے بچی۔

مگر اس پار دیو رفیق شہزادہ بھی ایک مقام پر پڑا رو رہا تھا اور ہائے آقا ہائے تو رنج کہہ رہا تھا۔ اس نے بھی جب دریا کو غائب ہوتے دیکھا بے تابانہ شہزادہ کے تجسس میں چلا۔ راہ میں اس کو نظر آیا کہ ایک ساحرہ اڑی ہوئی جاتی ہے۔ یہ دیکھتے ہی دیو نے قریب پہنچ کر گردن اس کی بزور تھامی لیکن وہ ساحرہ سحر سے روئیں تن تھی۔ گردن دھڑ پر سے اکھڑ نہ سکی اور تڑپ کر چاہا کہ رہا ہو جاؤں۔ دیو نے مضبوط دبوچا اور اس کش مکش میں دونوں زمین پر اتر آئے۔ دیو نے چنگھاڑ کر در و دشت میں زلزلہ ڈال دیا۔ ساحرہ جو شہزادہ پر حملہ آور تھے' چیخ کے سننے سے بھاگے۔ لشکر بھی ساحرہ شہزادہ کے ہمراہ بھاگی تھی۔

نعرہ دیو سنتے ہی شہزادہ کو پنجہ میں داب کر وہاں لائی کہ جہاں دیو اور ساحرہ گتھے ہوئے تھے۔ شہزادہ نے آتے ہی خاک اس پر ڈالی کہ ساحرہ کا جسم نرم ہوا۔ دیو نے گردن اسکی دھڑ سے کھینچ لی اور وہ تڑپ کر ہلاک ہوئی۔ شور عظیم اس کے مرنے سے بلند ہوا۔ پہاڑ ٹکرا گئے۔ دشت تھرایا آواز آئی کہ مارا شعلہ ساں جادو کو۔ قلعہ آتش نگار میں جو مکانات اور باغ اور دالان وغیرہ سحر سے بنے ہوئے تھے۔ وہ جلنے لگے۔ قلعہ میں بھگدڑ پڑی۔ آوازیں تڑاق پڑاق مکانوں کے اڑنے کی بلند ہوئی۔

تسیم شہزادہ کو بعد قتل بھیج کر آپ بھی سوار ہوا چاہتی تھی کہ یہ آفت برپا ہوئی اور فوج ہزیمت خوردہ قیدی کے ساتھ کی سامنے آئی۔ سارا ماجرا اس نے سنا اور اپنی ہمراز گلزار جادو سے کہا: "خبر شعلہ کی لا کہ وہ کہاں ہے۔"

اس نے کہا: "بی بی ضرور شعلہ سان ماری گئی ورنہ یہ ہنگامہ نہ برپا ہوتا۔"

تسیم پہلے ہی سے قوسج کو طلسم کشا سمجھ چکی۔ اس وقت یقین ہوا کہ بے شک میں بھی ماری جاؤں گی۔ پس فرط خوف سے بھاگ کر اپنے قلعہ میں چلی گئی اور ہوا کے دریا کو زیادہ زور دے کر قلعہ پر ساحران زبر دست کو مقرر کر کے بڑے استحکام سے اپنے افسران لشکر کو پاس بٹھا کر مشورہ کرنے لگی اور بعد سحر کے برائے دریافت حال شہزادہ جانب قلعہ آتش نثار روانہ کیے کہ ہر دم کی خبر افعال طلسم کشا کی مجھ کو پہنچائیں۔

یہاں شہزادہ بعد قتل شعلہ آتش نثار میں آیا۔ یہ قلعہ برباد پایا۔ رعایا دہشت سے فراری تھی۔

شہزادے نے ڈھنڈورا پٹوایا کہ اہل شہر کو امان دی گئی ہے وہ سب آ کر آباد ہوں۔ سب مردم شہر حاضر خدمت ہو کر مطیع ہوئے۔ شہزادہ نے اظفر کو تخت شاہی پر بٹھلایا۔ اس نے اپنے باغ پر بہار میں اس گل باغ شہر یاری کی دعوت کا سامان کیا۔ شہزادہ اس سرو گلزار وفا کو لے کر داخل گلشن ہوا۔ چبوترا پر زیر شامیانہ زریں بیٹھا۔ احباب نشاط حاضر ہوئے۔ گلستان مسرت میں ہوائے عیش و سرور رواں ہوئی۔ زمزمہ و رقاصان و مغنیان عنادل وار آغاز ہوا۔ ساغر برنگ ساغر گل مل سے لبریز ہو کر چلنے لگے۔ بادہ خواری پھول پیتے تھے۔

یہ جملہ کیفیت سحر کے بعد دریافت کر کے خدمت تسیم میں گئے۔ وہ اپنے سرداروں سے کہہ رہی تھی کہ بعد تسخیر قلعہ آتش نثار فاتح طلسم دریائے ہوا پر ضرور آئے گا۔ پھر اس وقت اگر بھاگ کر بچے تو اس وقت بچنا ممکن نہیں۔ اس سے لازم ہے کہ جا کر یا تو مقابلہ کریں یا اطاعت کر لیں۔"

یہی گفتگو تھی کہ عیاروں نے حالات طلسم کشا سے آگاہی دی کہ ہمراہ افسر مصروف نشاط و طرب ہے۔ یہ سنتے ہی گلزار جادو چنار جادو وغیرہ ہر ایک افسر نے صلاح دی کہ "اے ملکہ یہ وقت ہے کہ طلسم کشا غافل ہے۔ آپ اس کو گرفتار کر لیجیے' نہیں تو مرحلہ چھوڑ کر شاہ طلسم کے پاس چلیے۔ ورنہ خرابی ہے۔ اس نے کہا "بہتر ہے چلو طلسم کشا کو پکڑ لیں۔"

یہ کہہ کر بغضب تمام تر مع چند افسر کے روانہ ہوئی زیادہ فوج اس لیے نہ لی کہ ہجوم سے طلسم کشا آگاہ ہو جائے گا۔ غرضیکہ بزور سحر اڑتی ہوئی قریب باغ پہنچی اور زمین پر اتر کر اندر باغ کے چلی اور گلشن پر دیو بہر حفاظت بیٹھا تھا اس نے اس کو پہچان کر سلام کیا اس لیے کہ قریب آئے تو گردن دابوں۔ ساحرہ مذکور تو حالات دیو سے آگاہ ہو چکی تھی۔ اس کے فقرے پر نہ چڑھی۔ اور ایک چڑیا خاک سحر کی نکال کر جھولی سے ماری کہ دیو بے حس و حرکت ہو گیا اور یہ اندر چلی۔ دیو نے چیخنا شروع کیا کہ: "اے آقا اے شہزادے یہ مردار قحبہ بدکار مجھ کو گرفتار کر کے آپ کے آزار دینے کو آئی ہے۔"

باغ میں ہر چند کہ ناچ گانے کا شور تھا مگر دیو کی صدا اس شور پر بھی سبقت لے گئی۔ شہزادہ نے آواز سن کر فرمایا: "دیو چیختا ہے۔"

یہ کہہ کر تیغہ کھینچ کر دوڑا۔ ساحرہ اندر آ چکی تھی کہ اس نے کچھ نہ پوچھا نہ سوچا ایک ہاتھ تلوار کا مارا اس وقت بل بل کر کے چنار جادو بیچ میں آ گیا اور ایسا گھبرایا کہ سحر بھی نہ پڑھا۔ شمشیر آبدار شہزادہ کی جو پڑی دو پرکالے کر کے زمین پر ٹھہری شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ تسنیم سامنے سے ہٹ گئی اور ایک ساحرہ زبردست نے سحر پڑھ کر پکاری: "او تو رسج تلوار پھینک دے" یہ کلام اس کا پر اثر تھا۔ شہزادہ نے تلوار پھینک دی اس نے سحر سے بے حس و حرکت کر دیا اور آگے بڑھی افسر آئی تھی۔ اس نے ایک ناریل سحر کا مارا اس نے دستک دی کہ ناریل الٹا پھر گیا اور ایک

یہ ساحرہ صاحب مرحلہ ہے۔ اظفر اس کا سامنا کیا کر سکتی ہے۔ اس نے دوبارہ جو سحر کیا ایک ہوائے سرد ایسی وزاں ہوئی کہ مع اظفر جملہ ساحر بے ہوش ہو گئے۔ اس نے وہاں سے دیو کو بھی اٹھوا منگوایا اور سب کو ایک جا کر کے قصد قتل کرنے کا کیا اور شہزادہ و اظفر کو متنبہ کر کے ہوشیار کر دیا کہ اپنی حالت زبوں مشاہدہ کر کے روئیں۔ جب شہزادہ کی آنکھ کھلی۔ اجل بر سر قضا دیکھی گردن جھکا کر خدا کو یاد کرنا شروع کیا اور بہ رجوع قلب دعا کرنے لگا کہ خداوندا اس بلا سے تو نجات دے۔

ادھر تسیم نے ہنس کر کہا: "اے تو سچ اس روز کی تجھ کو خبر نہ تھی اور اے اظفر تجھ کو شعلہ ساں نے خاک سے پاک کیا۔ تجھی اپنی بیٹا اور تو نے اس کو قتل کرایا۔ یہی عوض نیکی کا تھا جو تو نے کیا۔"

اظفر نے کہا: "میں واقف بھی نہیں۔ طلسم کشا سب کو ہلاک و غارت کرتے چلے آتے ہیں۔ انہوں نے اس کو بھی مارا' ان سے پوچھو۔"

شہزادے نے فرمایا: "بے شک میرا شیوہ یہی ہے ساحروں کا نام بھی دنیا سے باقی نہ رکھوں گا اور اب اے تسیم جو دم تمہارا کہ آتا ہے۔ وہ غنیمت سمجھو۔ صرصر فنا باغ بقا پر تمہارا بھی چلا چاہتی ہے۔ ٹھنڈے ٹھنڈے گلزار عدم کی سیر کو چلا چاہتی ہے۔ بالفرض مجھ کو تم مار ہی ڈالو جب بھی نہ بچو گی۔ میں اکیلا یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے وارث میرے ساتھ آئے ہیں اور علاوہ اس کے ہم لوگ خدا پرست ہیں۔ شعلہ ساں کے لیے خدا نے ایک فرشتہ بھیجا تھا کہ اس نے آکر جہنم واصل کیا۔

شہزادے نے تو یہ کلمات اس کے ڈرانے کو فرمائے اور اس کو اصل میں خوف پیدا ہوا۔ کیوں کہ طلسم کشا تو شہزادہ کو جانتی ہی تھی۔ سوچی کہ شاید اس کے ساتھ فرزندان حمزہ وغیرہ اور بھی آئے ہوں اور مجھ سے دعویٰ خون برادر کریں۔

یہ سوچ کر اس نے بازو پر سے تختی جمشید کھولی اور اس کو دیکھا کہ یہ کلام طلسم کشا کا سچ ہے۔ لوح میں لکھا تھا کہ اس کے ساتھ طلسم میں کوئی نہیں آیا ہے۔ یہ جھوٹ

کہتا ہے۔ ہاں دیدہ طلسم پر ایرج پوتا حمزہ کا البتہ اترا ہوا ہے تو اس کو جلد قتل کر ڈال۔ ورنہ برائی ہے۔

یہ تحقیق سے معلوم کر کے اس نے اور بھی زیادہ احتیاط کی یعنی ماش کے آٹے کا ایک پتلا بنایا اور فصد اپنی کھول کر خون اس پر چھڑکا۔ وہ پتلا اٹھ کھڑا ہوا۔ آداب بجا لایا اور اس کو حکم دیا: "اے پتلے تو اڑ کر چار دانگ طلسم میں جا اور یک نظر دوڑا۔ جس کسی کو مسلمان وضع دیکھ میرے سامنے پکڑ کر لا۔"

پتلا حسب الحکم اڑ کر چلا اور قندیل فلک ہو گیا۔ ہر سمت جویائے مردم مسلمان تھا۔

ادھر حال سنئے کہ نجم وشعلہ پوش دونوں عیار خبر لینے تورج کی چلے تھے اور بیان کیا گیا تھا کہ دریائے سحر کے کنارے کنارے رواں تھے۔ مگر باہم صلاح یہ کی کہ الگ الگ چلنا چاہیے۔ کیوں کہ مقام دشوار گزار ہے۔ جو ایک مبتلائے بلا ہو جائے تو دوسرا اس کی اعانت کو جائے۔ چنانچہ علیحدہ ہو کر دونوں دو طرف ہو گئے اور صورتیں بدلے ہوئے تھے۔

فی الجملہ نجم عیار ایک ساحر کی صورت بنا ہوا تھا لیکن بہت بوڑھا اپنے تئیں بنایا تھا کہ بال کیا پلکیں تک سفید تھیں' سر ہلتا تھے۔ دست و پا میں بھی رعشہ تھا۔ کمر خمیدہ تھی گویا جوانی کو ڈھونڈھنے نکلا تھا۔ لاٹھی ٹیکتا چلتا تھاف۔ اس پر بھی ہر قدم پر ٹھوکر کھاتا تھا اور عصا آتو تھام لیتا تھا۔ کبھی ضعف و نقاہت سے بیٹھتا۔ کبھی اٹھ کر کراہتا جسم میں جھریاں پڑیں۔ رگیں تن کی نکلی ہوئیں۔ مرنائی گلے میں پہنے دھوتی باندھے قشقہ ماتھے پر کھینچا۔ بت گلے میں پڑے مالا ہاتھ میں لیے سامری سامری جپتا چلا جاتا تھا۔ لیکن مسکن ساحران اس مقام کو سمجھ چکا تھا۔ اس وجہ سے بہت سے بت کرے میں عیاری کرنے کے لیے بنا کر رکھ لیے تھے اور حیلہ ہائے ناحق سے سارا جسم آراستہ کیے تھا کہ حال اس کا مذکور ہو گا۔

چنانچہ پتلے نے اس کو جاتے دیکھا۔ چونکہ وہ پتلا سحر کا تھا اور حکم اس کو یہی تھا کہ

مسلمان پکڑ لانا۔ گو اس کی وضع ساحروں کی سی تھی مگر تاثیر سحر یہ ہوئی کہ پنجا چمک کر جو گرا اس کو پنجہ میں داب کر لے اڑا اور سامنے تسیم کے لا کر ڈال دیا۔ اس نے کہا: "ارے موئے یہ تو ساحر کو کیوں پکڑ لایا۔" اس نے کہا: "پھر تو کوئی اس طلسم میں مجھ کو ت ملے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ مسلمان ہے۔"

ساحرہ نے کہا: "دیکھو معلوم ہوا جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر عیار جو متوجہ ہوا سے بے ہوش ہوا تھا۔ اس کو پانی چھڑک کر ہوشیار کیا۔ جب نجم کی آنکھ کھلی اپنے شہزادہ کو اسیر و دستگیر دیکھا اور ایک دیو کو زمین پر تڑپتے پایا۔ سمجھا کہ تم بھی اسیر ہو آئے ہو۔ یہ سمجھ کر در مکاری وا کیا۔ ایک ایسی آہ کی کہ دل سنگ بھی آب ہو جاتا تو عجب نہ تھا۔ ساحرہ کا دل موم ہوا اور پوچھا کہ: "ارے آہ کیوں کرتا ہے۔"

اس نے رو کر پہلے تو کچھ وصف اس کا بیان کیا۔ دعا بہت کچھ دی پھر کہا: "یہ شخص جو سامنے بیٹھا ہے دریائے سحر پر جو در طلسم ہے۔ وہاں میرے سات بیٹوں کو اس نے ذبح کیا ہے۔ اے ملکہ اس بڑھاپے میں اس نے یہ داغ مجھ کو دیے ہیں۔ کہ جگر میرا زخمی ہے۔"

تسیم نے کہا: "اب تو اس سے بدلا اپنا لے اور اس کی بوٹیاں کاٹ کر زاغ و زغن کو دے۔"

بڈھے نے کہا: "اے ملکہ میں ایک کو .... بھی جیتا نہ چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر رخسار پر مسا جو نشان شناخت کا ہے وہ شہزادہ کو دکھلایا۔ شہزادہ مسا دیکھ کر سمجھ گیا کہ یہ نجم عیار میرا ہے۔ پس بہت خوش ہوا اور خاموش رہا۔ تسیم نے پوچھا: "بڑے میاں تمہارا نام کیا ہے۔"

عیار نے جواب دیا: "مجھ کو بندہ جمشید کہتے ہیں۔"

ساحرہ نے کہا: "تمہارے باپ کا نام کیا ہے۔"

اس نے عرض کیا: "بندہ جمشید' اور باپ پر کیا موقوف ہے۔ دادا کا نام بھی بندہ جمشید

تھا۔ ہمارے خاندان میں سب کے نام بندہ جمشید ہیں۔ ہماری قوم وہ ہے کہ خداوند جمشید کے پہلو سے اس کو بھوگ عنایت ہوتا ہے۔ پوریاں اور دودھ روز کھانے کو آتا ہے اور ہمارا دین و آئین تم سب ساحروں سے جدا ہے ہمارے پاس جو خداوند جمشید ہیں وہ ہم سے باتیں کرتے ہیں اور ہم بولتے ہی خداوند کو سجدہ کرتے ہیں۔ گونگے کو نہیں پوجتے اور ہر وقت اپنے خداوند کا دھیان گیان رکھتے ہیں اور ساتھ لیے لیے خداوند کو پھرتے ہیں اگر تم بھی سجدہ کرو تو ہم اپنے خداوند کو نکالیں اور ان سے باتیں کریں۔"

جسیم کو بڑا تعجب ہوا کہ دیکھا چاہیے کہ خداوند کیا کہتے ہیں۔ کیوں کر بولتے ہیں۔ چنانچہ نہایت اشتیاق ظاہر کر کے مصر ہوئی کہ بولتے خداوند کو نکالو۔

نجم نے پہلے ہی سے بت وغیرہ اور دھوکا دینے کی چیزیں بنا کر اپنے پاس رکھی تھیں۔

چنانچہ ایک بت اس نے اس طرح کا بنایا ہے کہ اس کے سر میں سوراخ ہیں اور جب ان سوراخوں میں ہوا بھرتی ہے تو منہ سے اس بت کے آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح سے کہ جیسے باجا بجتا ہے۔ اور کبھی بعض سوراخوں ہوا بھرنے سے ایسی آوازیں آتی ہیں کہ جیسے انسان باتیں کرتا ہے لیکن کوئی بات سمجھ میں کسی کے نہیں آتی ہے۔

غرضیکہ وہی بت اس نے کمر سے نکال کر ایک بلندی پہ رکھا اور آپ ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہوا۔ سب نے دیکھا کہ زمرد کا بت ہے۔ آنکھیں یاقوت کی ہیں۔ ہیرے لال اس کے جسم پہ ہر جگہ جڑے ہیں۔

یہ دیکھ رہے تھے کہ اس کے مخرجوں میں ہوا بھری اور آواز اس میں سے پیدا ہوئی۔

انجم نے کہا: "خداوند فرماتے ہیں: "جلد سجدہ کرو۔"

جسیم اور ساحروں نے اسی وقت سجدہ کیا اور جسیم کو بڑی حیرت ہے کہ میرے پاس دس دس ہزار بیس تیس ہزار روپیہ کے خرید خداوند ہیں لیکن کوئی چل بھی نہیں کرتا۔ یہ بڑا تپشی جمشید کا سیوک معلوم ہوتا ہے۔ جو اس کے خداوند بولتے ہیں۔ یہ تو اسی سوچ میں تھی کہ نجم نے تیور اس کے دیکھ کر قیافہ سے پہچانا کہ اس کو اس بت کے

بولنے کا شوق ہے۔

پس یہ معلوم کر کے گیا ہوا: "اے ملکہ خداوند فرماتے ہیں کہ نسیم دل میں کہتی ہے کہ بڑا تعجب ہے خداوند بولتے ہیں مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کیا کہتے ہیں تو اے ملکہ تم یہی سوچتی ہو یا کچھ اور۔"

اس نے کہا: "اے ملکہ بشر کا کلام سمجھ میں نہیں آتا ہے تو خداوند کا ایسی فہم ہماری کہاں جو خداوند کی بات سمجھ سکیں۔ میں مدت تک خداوند کے پاس رہا ہوں اس باعث سے کچھ سمجھ لیتا ہوں۔ اچھا اب پھر خداوند کو سجدہ کرو کہ خداوند کہتے ہیں میں تم پر اپنی رحمت نازل کروں تاکہ تم بھی میری بات سمجھنے لگو۔"

سب ساحر یہ حکم سن کر سجدہ میں گرے اور اس نے ایک تھیلی جس میں مٹھائی بے ہوشی آمیز بھری تھی اس بت کے ہاتھ میں دی اور ساحروں سے کہا: "سر سجدہ سے اٹھاؤ۔"

سب نے سر اٹھایا اور اس نے اس بت میں کل رکھی تھی کہ جب اس کی پیٹھ پر یہ ہاتھ رکھے۔ وہ ہاتھ اپنا بلند رکھے۔ پس جب ساحر سجدہ سے اٹھے۔ اس نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا۔ بت نے ہاتھ اپنا بلند کیا۔ اس نے کہا: "اے ملکہ' خداوند یہ تھیلی تجھ کو عنایت کرتے ہیں اس میں جو کچھ ہو وہ لے کر سب کو دو کہ کھائیں اور تم بھی کھاؤ خداوند کی زبان سمجھ میں آئے گی۔.

نسیم نے وہ تھیلی بت کے ہاتھ سے لی اور مٹھائی نکال کر سب کو ایک ایک ڈلی دی اور آپ بھی کھائی عجم نے کہا: "اے ملکہ' یہ خداوند بڑے بھولے ہیں۔ میرا کہنا مانتے ہیں اور خلاف مرضی میرے کچھ بات کریں تو خوب جوتیاں لگاؤں اور کبھی کبھی دس پانچ جوتے لگا بھی دیتا ہوں۔"

نسیم نے کہا: "اے بڈھے تیری شامت آئی ہے خبردار خداوند کی شان میں کچھ بے ہودہ نہ کہنا۔ عجم نے کہا اور تجھ میں تجھ کو قتل کرنے کو جب کہتا ہوں۔ یہ بت منع کرتا ہے۔ پھر اس کو جوتیاں نہ ماروں تو کیا کروں۔"

نسیم یہ گفتگو سن کر گھبرائی لیکن بے ہوشی اثر کر چکی تھی۔ زبان اینٹھ گئی کچھ سحر نہ کر سکی۔ ہچکیاں لے کر بے ہوش ہو گئی اور اس کے ساتھیوں کا بھی یہی حال ہوا۔ سب بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت دیو پکارا: "بھائی اس ساحرہ کو اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دے کہ میں چبا کر نوش کر جاؤں۔"

نجم نے نسیم کو گود میں اٹھایا۔ دیو نے منہ بھاڑ سا پھیلایا۔ اس نے اس کے منہ میں ڈال دیا۔ اس نے جو چبایا ہڈیاں کڑ کڑ بولیں اور وہ قحبہ واصل جہنم ہوئی۔ شور گیرو دے بند کا بلند ہوا۔ آندھی پانی آگ پتھر برسنے کے بعد آواز آئی: "مارا نسیم جادو کو۔"

نجم نے جلد جلد اور ساحروں کے بھی سر کاٹ ڈالے دیو کے اور شہزادہ کے ہاتھ پاؤں کھل گئے۔ افگر کو بھی ہوش آیا۔ شہزادہ نے نجم کو گلے سے لگایا اور بہت تعریف عیاری کی فرمائی۔ افگر سے کہا: "یہ ہمارا عیار ہے اور بھائی۔ یہاں تو یہ باتیں خوشی کی ہیں۔

ادھر مرگ نسیم سے وہ دریائے ہوا اور قلعہ و مکانات سحر سب برباد ہو گیا اور اہل قلعہ سمجھے کہ ضرور کوئی آفت آئی کچھ دیر میں طلسم کشا سب کو آ کر قتل کر لے گا۔ بے شک نسیم ماری گئی۔ اب یہاں ٹھہرنا نہ چاہیے۔ یہ یہ تجویز کر کے روبفرار لائے۔ ادھر سے شہزادہ مع عیار اور افگر اور دیو کے روانہ ہو کر دریائے ہوا پر آیا اس بحر کا کہیں نشان نہ پایا۔ قلعہ بھی خالی تھا۔ اس شہریار علی تبار نے اس قلعہ میں مع اپنی معشوقہ کے نزول فرمایا افگر نے سامان عشرت مہیا کیا۔ وہ جلسہ جو قلعہ آتش نگار میں برہم ہو گیا تھا۔ یہاں پھر برپا کیا۔ دیر تک سرگرم عیش و عشرت رہے۔

پھر اس قلعہ کو بھی آباد فرمایا اور ان دونوں قلعوں کا افگر کو حاکم کر کے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ افگر نے ساتھ نہ چھوڑا حکومت ترک کر کے ہمراہ ہوئی۔ عیار اور دیو بھی ساتھ چلے۔ فی الجملہ یہ مرد میدان شجاعت رہگرائے منزل مقصد ہوا اور کچھ دور بحر ہوا کی حد سے آگے بڑھے تھے کہ ایک میدان کف دست بیابان میں گذر ہوا دیکھا تو منزلوں تک سایہ اشجار اس سے دور، وحشت آباد آبادی اس سے بدل نفور ہوئے غرامت

کیا چرند پرند کسی کا نام نہ تھا۔ اوس وادی ہول خیز میں قدم رکھنا کسی رستم دل کا کام نہ تھا۔ ہر سمت سناٹا دھپ کا تڑاقا عالم یاس قلب مضطر دل بدحواس یہ یکہ تاز عرصہ جرات قدم بڑھائے رواں تھا۔ ہمراہ رفیقوں کا مجمع تھا۔ بگولے کی طرح خاک اڑاتا جب دور نکل گیا۔ نیا تماشا نظر آیا یعنی ہزاروں قوس قزح کے سامنے لگے پایا۔ میدان سرخ و سبز اس کے عکس کے بنا تھا۔ گنگا جمنی سطح غبرا تھا۔ جب اور آگے بڑھے دیکھا کہ ایک کوہ یاقوت احمر کا دوسرا زمرد اخضر کا بنا ہے۔ دونوں کے عکس سے طرفہ تماشا ہے کہ یاقوت پر مرصع طراز قدرت نے زمرد کا چھینٹا کیا ہے۔ شاید کوہ لالوں لال ہے یاقوت سے چہرہ لال ہے۔ لعل اور زمرد کی اسی جا کان ہے۔ جوہری قدرت کی دکان ہے۔ گل قلب سرور آگیں ہوئے کہ بشاشت سے سرخ ہے۔ سبزہ کوہ سرخ پریوں کا نظر آتا ہے کہ معشوق سرخ پوش نے زیور زمرد زیب جسم کیا ہے۔ کوہ زمرد پر گلہائے سرخ کا جوبن زیور یاقوت کا جسم سبز رنگوں پر دکھاتا ہے ہزارہا گل دونوں کوہ پر کھلے ہیں۔ یہ کیفیت دکھاتے ہیں کہ بہار باغ عالم کو روبرو اپنے شرماتے ہیں۔

سامنے ان دو پہاڑوں کے ایک دیوار بلور سفید کی منزلوں تک کھنچی ہوئی تھی اس سرخی اور سبزی میں سفیدی نئی بہار دکھاتی تھی۔ آفتاب تاباں کو فلک اخضر پر شرماتی تھی۔

نور اعلیٰ نور وہ مقام تھا نور طور کا کلام تھا۔ اس دیوار میں تین دروازے بنے تھے۔ جن کی محرابوں پر چاند سورج صدقے ہو رہے تھے۔ پردے مخمل کاشانی کے دو دروازوں پر پڑے تھے۔ بیچ کے دروازے پر تمامی کا پردہ پڑا تھا۔ اس پردے کو اس نازوان طلسم نے بسم اللہ کہہ کر اٹھایا اور قدم آگے بڑھایا۔ سب رفیق بھی ساتھ تھے کہ چند پیچ چمک کر گرے اور ان سب کو اٹھا کر لے گئے۔

بعد کچھ دیر کے جو آنکھ کھلی سبحان اللہ وہ دشت دلکشا اور صحرائے نزہت انتما نظر آیا۔ جس نے بہار شباب گلرخان کو دل سے بھلایا۔ کوئی گلشن سبز و خرم پر وہ شہزادے کی نظر سے ایسا نہ گذرا تھا کہ جیسا وہ جنگل فرحت افزا تھا۔ شیریں بیان حوصلہ خاطر

صاحبان جود و کرم رواں تھی۔ موجیں مثل دست کریماں تھیں سرگرم اہتمام بار بہاری بہار پر بھی مستی اس تجلی طاری بید طبری شاخہائے نرگسی پر سایہ فگن۔ گلو سنبل پر لاکھ طرح کا جوبن۔ نیام شاخ سے تیغ برگ بید علم گیاہ کھینچنے کی مشق کر رہی ہے۔ غرض اس وادی فرحناک میں ایک تالاب بحد آب و تاب تعمیر سراپا نور چشم حور کی تصویر۔ گردا گرد اس تالاب کے سبزہ بہار رحمت خدا کا پتہ دیتا۔ سب گرداں تالاب کو یاقوت سے بنایا تھا۔

یہ نوجوان آہو بخش دشت پربہار لب جوئبار پہنچ کر ٹھہرے اور کچھ فرش بچھا کر بیٹھے۔ اخگر اپنے ساتھ گلابیاں شراب کی لائی تھی جام بھر کر شہزادہ کو دیا۔ شغل بادہ نوشی شروع ہوا۔ مگر دیو اس مقام پر نہ ٹھہرا۔ سمجھا کہ سبز باغ ساحروں نے ہمیں دکھلایا قید کر کے اس جگہ بلایا ہے۔

پس جب یہ کچھ دور آگے بڑھا۔ ناگاہ تیرہ و تار نظر آیا۔ بالکل اندھیرا چار سمت پایا۔ زمین آسمان کچھ نہ سجھائی دیا۔ گھبرا کر پھر آیا اور بے تابانہ پھر اس سمت کو اٹھ کر پھرا۔ پھر وہی ماجرا نظر آیا۔ ناچار مراجعت کی۔

شہزادہ نے اس کو آتے جاتے دیکھ کر پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ کس فکر میں ہو۔"

اس نے عرض کیا: "اے شہریار اس مقام کو سحر بند کر کے آپ کو مقید کیا ہے۔ میں گیا تھا کہ راہ پاؤں تو آگے لے چلوں مگر آگے راستہ نہیں ملتا ہے جدھر جاتا ہوں اندھیرا نظر آتا ہے۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا ہے۔"

اخگر نے کہا: "شاید یہ مقام ظلمات طلسم کا ہے یا کسی نے سحر بند کیا ہے۔"

یہ کہہ کر مع شہزادہ سب آگے چلے اور قریب ظلمت پہنچ کر اخگر سحرخواں ہوئی۔ ہر چند سحر کیا لیکن کچھ نہ ہوا۔ ناچار اسی تالاب کے کنارے آ کر مقام کیا اس اثنا میں طلسم گرد فلک ظلمت شب سے دوچار ہو کر کنار بحر مغرب کے آیا کہ

تنکن کے سایہ نے کی پردہ پوشی
ملی مہر فلک کی گرم جوشی

سرشام کچھ عورتیں روشنی ساتھ لیے دشت ظلمت سرا کی طرف سے پیدا ہوئیں اور قریب ان وادی بیابان طلسم کے آئیں۔ چند خوان پرازطعام ساتھ لائی تھیں وہ ہر ایک کے آگے اور دو تین بکرے دیو کے کھانے کو دے کر چلی گئیں۔ ان خوانوں میں دودو روٹیاں اور پیالہ سالن کا تھا۔ شہزادہ نے نہ کھایا۔ باقی دیوار اور اشکر نے کھایا اب سب کو یقین کامل ہوا کہ ہم قید ہیں۔

غرضیکہ وہ رات تو کنارہ تالاب کے بسر کی جب فلک اخضر پہ چشمہ نور رواں ہوا کہ

دکھایا صبح نے حسن جبیں کو
کیا تابندہ رخسار تنکن کو

صبح کو بھی کچھ زنان خوبرو باقد دلجو آب و طعام لے کے آئیں اور دے کر چلی گئیں۔

نجم نے دیو سے کہا: "شہزادے نے رات سے کچھ نوش نہیں فرمایا۔ آج ایک بکرا تو کم کھاؤ ہم اس کے کباب لگا کر شہزادے کو کھلائیں۔"

دیو نے کہا: "بہتر ہے۔" شہزادے نے عیار کو منع کیا کہ میں پرایا حصہ نہ کھاؤں گا تو کباب نہ لگ۔"

یہ سن کر عیار نے کچھ میوہ کیسہ عیاری سے نکال کر شہزادہ کو کھلایا اور اسی طرح دو روز گذرے۔ اب تو بھوک میں اس شہزادہ کو غصہ آیا کہ مثل مشہور کہ بھوکے بھلے مانس سے ڈرنا چاہیے۔

پس وہ عورتیں کھانا لے کر جو پھر آئیں۔ شہزادہ نے ان میں سے ایک کو فریب دے کر قریب بلایا اور چوٹی پکڑ کر ایک جھٹکا دیا کہ بتا اری ہم کو فاقہ مست تو نے مقرر

کیا ہے۔"

جھٹکا دینے سے وہ عورت اوندھے منہ گری شہزادہ جست کر کے اس کی پیٹھ پر سوار ہوا اور وہ ایسا گھبرائی کہ شہزادہ پر تو سحر نہ پڑھا' پر پرواز پیدا کر کے اڑی کہ ایسا نہ ہو کہ رفیقان طلسم کشا مجھ کو مار ڈالیں۔

غرضیکہ شہزادے کو لیے اس ظلمت کو طے کر کے ایک باغ میں آئی۔ شہزادہ کی آنکھ بند ہو گئی تھی۔ جب آنکھ کھلی گلشن پر بہار دیکھا۔ گل و لالہ بلبل سے آباد وہ لالہ زار دیکھا اور اس نے شہزادے کو اس جگہ پیٹھ پر سے گرا کر بزور سحر بے حس و حرکت کر کے آپ جا کر ملکہ ظلمات سے کہا: "آج طلسم کشا نے مجھ کو مار ڈالا ہوتا میں اس کو اٹھا لائی ہوں۔ وہ مجھ پر چڑھ بیٹھا تھا۔"

ظلمات نے کہا: "اری تجھ آئین طلسم یہی ہے کہ چالیس روز تک طلسم کشا کو قتل نہ کرنا چاہیے۔ قید رکھنا مناسب ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو قید کیا تھا تو یہاں کیوں لے آئی یہ کہہ کر اٹھی اور اسی بارہ دری میں باغ کی ایک صحنچی تھی کہ وہاں آئی۔ اس میں صندوق تھا اس کو وا کر کے کتاب آئین طلسم نکالی اور اس کتاب میں حال طلسم کشا دیکھا۔ معلوم ہوا یہ بیشک طلسم کشا ہے اس پہلوان طلسم کو جو تیرے پاس ہے بلوا کر مقابلہ کر اور شرط کر لے کہ اگر اس پہلوان کو زیر کرو تو میں اطاعت کروں اور تم زیر ہونا تو میرے مطیع ہو جاؤ اور اگر فاتح طلسم اطاعت کرے تو اس کو چالیس لونڈیاں خدمت کے لیے دینا اور اس باغ میں بہ آسائش رکھنا۔

یہ کتاب میں دیکھ کر کتاب تو بند کر کے صندوق میں رکھی اور آپ وہاں سے سامنے شہزادہ کے آئی۔ شہزادہ نے ایک ساحرہ کو دیکھا کہ سن میں ادھیڑ ہے مگر سبزہ رنگ خوبصورت چہرہ سے متانت اور دانش ہویدا ہیبت سے رعب و جلال پیدا سراپا زیور زمرد یاقوت پہنے' بنی سنوری ہوئی مانگ موتیوں سے بھری ہوئی۔

غرضیکہ اس صاحب تمکین نے شہزادہ کو سلام کیا اور شرط مذکور درمیان میں لائی۔

شہزادہ نے فرمایا: "پہلوان کے باپ سے ہم مقابلہ کریں اگر تم لوگ ساحر ہو۔ تمہاری بات کا اعتبار کیا ہے میں پہلوان سے لڑوں گا۔ تم سحر کرو گی۔ پھر میرا لڑنا بے کار ہے۔"

ساحرہ نے کہا: "اے شہریار میں اقرار نامہ لکھے دیتی ہوں کہ سحر نہ کروں گی۔ شہزادہ کو اس نے سحر کی قید سے رہا کر کے اقرار نامہ لکھ دیا اور اپنی ایک کنیز کو بھیج کر اس پہلوان کو بلایا۔ وہ پہلوان کوس لمن الملکی بجاتا رسم و سام' نریمان کو شاگرد اپنا بتاتا چست لنگوٹ باندھے بھبوت ملے خم بجاتا آہنی کا کندہ بنا ہوا باغ میں آیا اور اس دیو صورت نے شہزادہ کو للکارا۔ شہزادہ بلند اقبال نے بھی رستمانہ اس کا مقابلہ کیا۔

اس قوی تن درشت چنگال نے دستیں کھینچ کر بغلیں ڈوب کر کشتی آغاز کی۔

شہزادے کے پاس وہ انگشتری افگر کے پاس کی جو مقام کحل شاہ پر پہلوان کے لڑنے کے وقت ملی تھی اس انگوٹھی کے سبب سے زور سحر پہلوان کا نہ چلا۔ ہر چند کہ اس نے ایسا زور کیا کہ کنپٹیاں شق ہو گئیں اور انگلیاں پھٹ گئیں آخر شہزادے نے اس کو اٹھا کر جو مارا چاروں شانے چت گرا۔ یہ بہادر اس کے سینہ پر چڑھا اور سوال اسلام کیا۔

اس وقت ظلمات نے عرض کیا کہ "اس کو چھوڑ دیجئے میں مسلمان ہوتی ہوں۔

شہزادہ اس کے سینہ پر سے اٹھا۔ ظلمات نے دوڑ کر سر قدم پر رکھ دیا۔ شہزادے نے سلام عرض کیا۔ وہ بصدق دل مطیع اسلام ہوئی۔ اس پہلوان نے حسب آئین طلسم ایک درخت میں دوڑ کر ٹکر ماری کہ سر پھٹ گیا اور تڑپ کر وہ ہلاک ہو گیا۔ شور مرنے سے اس کے برپا ہوا ساحرہ شہزادہ کو لے کر بارہ دری کے چبوترہ پر لائی۔ زر نمیگرہ زرتار اس کو بٹھلایا۔

شہزادے نے فرمایا: "میرے رفیق کنارہ تالاب کے بیٹھے ہیں ان کو بلا دو۔"

ساحرہ نے عرض کی: "وہ میرے بلانے کو شاید فریب سمجھیں۔ پس آپ رقعہ لکھ دیجئے۔"

شہزادے نے ایک رقعہ دستخط خاص سے تحریر فرما کر دیا کہ وہ لے کر روانہ ہوئی اور

شہزادہ نے کھانا آسودہ ہو کر کھایا کئی روز سے بھوکا تھا۔ پھر شغل مے خواری آغاز ہوا۔ ناچ دیکھنے لگا۔ یہ تو اس آرام ہے لیکن جس قلعہ کی ظلمات حاکم ہے۔ وہاں کی رعایا نے حال مطلع ہوئے اپنے مالک کا جو سنا ہر ایک گھبرایا اور فکرمند ہوئے کہ اب ہم سب کو مسلمان ہونا پڑے گا یا جان دینا ہو گا جلائے وطن کرنا ہو گا۔ پس ابھی سے فکر ہلاکت طلسم کشا لازم ہے۔

غرضیکہ چند اکابرین شہر یہاں سے بھاگ کر ایک قلعہ ہے اس جگہ سے دس کوس پر کہ مالک اس کا ایک ساحر زہر چشم جادو نام ہے۔ اس کے پاس گئے اور سحر ایک آن میں قریب قلعہ پہنچ صدائے استغاثہ بلند کی۔

ساحر مذکور نے اس کو سامنے طلب کر کے جملہ کیفیت دریافت کی اور سوچا کہ ابھی جمعیت مطیعان فاتح طلسم کی کم ہے۔ چل کر اس کو قتل کرنا چاہیے۔

فی الجملہ اپنے مقام پر سے بزور سحر اڑ کر چلا اور بہت جلد باغ پر آ کر ٹھہرایا۔ شہزادہ غافل بیٹھا ناچ دیکھ رہا تھا کہ اس نے سحر سے بے حس و حرکت شہزادہ کو کر پنجہ میں کر جو گرا لیکر اپنے قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔

ظلمات رفیقان شہزادہ کو لینے گئی تھی اور کسی کی مجال نہ ہوئی جو اس کو روکتا۔ وہ تمام محفل درہم برہم ہوئی۔ رعایائے قلعہ تو مدعی شہزادہ کی تھی کوئی خبر نہ ہوا اور یہ شہزادہ کو لے کر اپنے قلعہ میں آیا اور بارہ ہزار ساحران غدار کو حکم تیار ہونے کا دیا۔ لشکر ساحران تیار ہوا۔ یہ ہمراہ لے کر اپنے قلعہ سے باہر نکلا اور بارگاہ استادہ کرائی اور شہزادہ کو قید سخت میں گرفتار کر کے ایک خیمہ میں رکھا۔ اس لیے کہ دم سحر اس کو قتل کروں گا۔ پس خون مسلمان اندر قلعہ کے نہ گرے کہ سبزہ رحمت خداوند سامری نہ اگے گا۔

چنانچہ یہ تو اس سامان سے بیٹھا۔ ادھر ظلمات دیو اور عیار وغیرہ رفیقان شہزادہ کے پاس پہنچی اور رقعہ دیا۔ ہر ایک پڑھ کر شادشاد ہوا اور اس کے ہمراہ سب روانہ ہوئے۔ جب

یہ بھل آئی ملازموں نے ماجرا شہزادہ سے آگاہی دی۔ اس نے دیو سے حکم دیا کہ بجائے شہر کو گرفتار کر کے کھانا شروع کرے اور آپ مع لشکر کے حفاظت دیو میں مصروف ہوئی کہ سحر سے اس کو ضرر نہ پہنچائے اور علاوہ حفاظت دیو کے سحر سے قلعہ کو برباد کرنے لگی۔ معلیا بمایا رو بفرار لائی۔ لشکر نے امان چاہی۔ اس نے ہر ایک سے یہی سوال کیا کہ درصورت اطاعت طلسم کشا تمام کو امان ملے گی۔

لشکر کے افسر مطیع اسلام ہوئے۔ اس نے بھی لشکر چوبیس ہزار ساحران نمدار کا درست کرا کر ہمراہ لیا اور سمت قلعہ زہر چشم کوچ کیا۔ وہاں ایک رات گذری تھی اور وہ وقت تھا کہ چشم خورشید فلک سے سیاہی ظلمت شب کی دور ہوئی۔ دنیا نور سے معمور ہوئی کہ

کہ جب اٹھا زمین سے سایہ شب
نظر آیا جمال صبح مطلب

ہنگام سحر چبوترہ نکہت کا بنا کر بوپایۂ فلاکت پر شہزادہ کو بسر قتل زہر نے بٹھلایا تھا۔ گرد لشکر ساحران گھیرے تھا۔ جلاد حکم پوچھ رہا تھا کہ ظلمات مع لشکر کے پہنچی اور حملہ آور ہوئی۔ جلاد تیغیں پھینک کر بھاگے کہ ایسا نہ ہو ہم قتل ہو جائیں۔ سپاہ زہر مائل رزم ہوئی۔ زہر بھی اژدر دمان پر سوار ہو کر بڑھا ناقوس اور جھانجھ اور نفیر بجنے لگے۔ ابر سحر گڑگڑایا چار سمت اندھیرا چھایا۔ سحر کی مار بیروں کی پکار شروع ہوئی۔ نارنج ترنج ناریل بار مرچوں کے چلنے لگے۔

سحر کی بجلی چمکی۔ جادو کے سانپ زہر اگلنے لگے منقار جادو سپہ سالار زہر کا نارنج مارتا آگے بڑھتا آتا تھا۔

اس طرف سے لشکر اس کو سحر رد کرتی جاتی تھی۔ اتفاقاً بجم عیار بھی ساحر بنا ہوا شریک لشکر جنگ تھا لڑتا ہوا قریب منقار پہنچا اور اس کو خنجر سے دھکیلا وہ تو اس کی جانب

غالب ہوا۔ افگر نے اس طرف سے تاک کر ناریل جو مارا۔ اس کے سر پہ جو پڑا سر اڑ گیا۔ غل اس کے مرنے سے بلند ہوا۔ ساحران عدو نجم کو سمجھے کہ اسی ساحر نے سپہ سالار کو مارا سب اس پہ ٹوٹ پڑے۔

افگر گروہ ساحراں لے کر اس کے بچانے کو پہنچی یہ سحر کرنے لگی اور اس نے لوٹ مار کر سیکڑوں کی ٹانگیں کاٹیں۔ اس وقت زہر کو تاب نہ آئی آگے بڑھ کر ایک سحر ایسا پڑھا کہ آگ برسنے لگی۔ ہزار ساحر اس طرف کا جلا۔ نجم تو جست و خیز کر کے نکل گیا اور دیو جھپٹا کہ میں بھی دو چار کو ماروں۔ ڈھال ایک چکر جو آ کر لگا۔ ہاتھ کا ایک لوتھڑا گوشت کا کٹ کر گرا۔

دیو اس زخم سے تڑپنے لگا۔ مگر جی داری کر کے پھر آگے بڑھا۔ پھر ایک تیر جو شانہ پہ آ کر پڑا۔ شانہ شگفتہ ہوا۔ تیر توڑ کر پار گزرا۔ اس عرصہ میں زہر نے ظلمات سے مقابلہ کیا اور ایسا سحر پڑھا کہ اس کے جسم میں زہر پھیلنے لگا اور سوزش ہوئی چھالے بدن پہ پڑ گئے آخر تاب استقامت نہ لائی بھاگ کھڑی ہوئی۔ زہر نے ایک ترنج مارا کہ تاریکی چھا گئی۔ ظلمات بھی گھبرانے لگی۔ راہ نہ سوجھی زہر جھپٹا کہ پکڑ لاؤں۔ راہ میں دیو زخمی پڑا تھا اس نے ڈانٹا کہ بھلا چھٹتے کدھر جاتا ہے۔

اس نے تیغہ کھینچ کر چاہا کہ ایک ہاتھ ماروں دیو نے پاس بھی نہ آنے دیا۔ ہاتھ بڑھا کر گردن اس کی مضبوط تھامی کہ آنکھیں اس کی نکل آئیں۔ ظلمات بھی چیخی اور پکاری۔ "اے دیو نہ چھوڑنا اس کو جلد لقمہ کر جا"

دیو نے فوراً اس کو کھینچ کر منہ میں ڈالا اور چبا گیا۔ پیٹ میں سے غل لیجیو پکڑیے کا بلند ہوا اور دیو گھبرایا۔ افگر مع فوج کے ساحروں سے بھری ہوئی تھی اب ظلمات پہ سے بھی سحر زہر کا اتر گیا۔ یہ بھی آ کر گری۔ اور قلعہ اور مکانات سحر کے جو بنے تھے۔ مرگ زہر سے اس میں آگ لگی اور شہزادہ تورج پہ سے سحر اتر گیا ہاتھ پاؤں میں طاقت آئی۔ قید آہن توڑ کر اٹھا۔ عیار نے تیغہ دوڑ کر پہنچایا۔ پھر تو دشت رنگین

ہوا۔ گل ہائے زخم سے دامن میدان دامن گل چیں ہوا۔ تیغ کی جھنکار صدائے خندہ گل تھی۔ اسلحہ کی چٹا چاق آواز نغمہ بلبل تھی۔ خون کی نہریں جاری زخموں کے فوارے چھوٹتے ہوائے تیغ باد بہاری۔

تادیر یہی ہنگامہ رہا۔ آخر لشکر دو یعنی فرقہ اشرار ساحران نابکار نے شکست پائی۔ شہزادہ غدار سے بقیۃ السیف نے امان چاہی اور مطیع الاسلام ہو کر شہزادہ کو قلعہ میں لائے۔ دیکھا تو اس قلعہ میں سحر کے مکانات و باغات سب نابود ہیں۔ رعایا فراری ہے۔

شہزادہ نے منادی کرا کر آبادی کرائی۔ پھر دارالامارہ میں آ کر قیام فرمایا۔ حکم آغاز جلسہ عشرت دیا۔ ناچ ہونے لگا۔ صحبت عیش برپا ہوئی۔ بعد دو روز کے پھر وہاں سے عزم روانگی فرمایا۔ دیو نے عرض کیا: "اے شہر یار آپ تو مجھ کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

شہزادہ نے فرمایا: "رفیق شفیق طلسم اکیلے ہی فتح ہوتا ہے۔"

دیو نے کہا: "مجھے لیتے تو چلیے دیکھیے گا کہ میں کیوں کر کھاؤں گا۔ دشمنوں کا سر چباؤں گا۔"

شہزادہ ہنسنے لگا اور عمر عیار نے عرض کیا: "جو آپ کی مرضی وہی ہماری جو مناسب ہو۔ وہ کیجیے دیو کو کہنے دیجیے۔"

فی الجملہ دیو اور افگر عیار وغیرہ ہر ایک کو ہمراہ لیا اور قلعہ سے نکل کر آگے کا راستہ پکڑا۔ کئی کوس پر ایک برج اور ان برج ہائے طلسم میں سے نظر پڑا۔ کہ نہایت بلند و رفیع تھا۔

شہزادہ ایک صحرا میں مع رفقا ٹھہرا۔ اس برج کا حاکم ایک ساحر غدار ناہنجار گنبد نشین جادو نام ہے ہر چند کہ نام بادشاہ طلسم بھی یہی ہے۔ لیکن اس میں اتنا فرق کہ شاہ طلسم جہاندار گنبد نشین کہلاتا ہے۔

خلاصہ مرام ساحر مسبوق الذکر نے جب سنا کہ طلسم کشا قلعہ زہر کو فتح کر کے میرے برج کی جانب آتا ہے پس یہ سن کر اس نے سحر کا پتلا بنایا اور اس کو بھیجا کہ "دریافت

کر آ طلسم کشا کہاں ہے۔"

چلا آ کر شہزادہ کو دیکھ گیا اور اس سے بیان کیا کہ وہ جو چار کوس جنگل اس برج سے ہے۔ وہاں مع اپنے رفیقوں کے طلسم کشا ہے۔ یہ معلوم کر کے تاجدار نے فکر کی کہ اگر طلسم کشا یہاں آ گیا تو زیادہ تردد کرنا پڑے گا پھر وہاں سے کہ جہاں اب وہ ہے قید کر کے مار ڈالنا چاہیے تمام طلسم اس کے شر سے نجات پائے گا اور تیرا نام بھی ہو گا اب کچھ تجویز کر کے ایک برج ماش کے آٹے کا بنایا اور ایک چار دیواری بطور احاطہ کے اسی آرد کی بنا کر ہاتھ پر رکھ کر اسی برج ارد سے حکم دیا: "دیو جو فاتح طلسم کے ہمراہ ہے اس کو جا کر قید کر لے۔" اور احاطہ سے کہا: "فاتح طلسم کو مع رفقا کے تو جا کر محاصرہ کر۔"

دونوں اشیاء اڑ کر چلیں۔ شہزادہ مع رفقا کے صحرا میں بیٹھا تھا کہ یکایک ایک گنبد نیم گنبد فلک بروے ہوا اڑتا نظر آیا اور شکل سرپوشی کے دیو پر ڈھک گیا۔ رنگ اس برج کا بالکل سیاہ تھا۔ اندر اس کے دیو کا حال تباہ تھا۔ چیختا تھا: "اے شہریار مجھ کو بچائیے اس تاریکی سے چھڑوائیے۔"

شہزادہ اس کی جانب تیغ پکڑ کر جھپٹا تھا کہ وہ چار دیواری اڑتی ہوئی آئی اور گرد شہزادہ اور کل ہمراہیوں کے محاصرہ پذیر ہوئی۔

اس وقت افسر و ظلمات دونوں بزور سحر اڑیں لیکن جس قدر یہ بلند ہوئیں۔ دیواریں بھی اتنی ہی اونچی ہو گئیں۔ یہ نہ جا سکیں اتر آئیں اور شہزادہ فرط غضب سے ہونٹ چبانے لگا اور بحالت لاچاری دعا بارگاہ باری میں فرماتا تھا۔

یہاں تو سب دعا کر رہے۔ لیکن تاجدار نے سحر سے معلوم کیا کہ وہ اختر برج صاحبقرانی قید ہو چکا۔ پس اپنے مصاحب ایک ساحر نگاہ جادو نام سے حکم دیا: "تم جاؤ اور تورج و نجم کو میرے پاس اٹھا لاؤ اور باقی سب اسی طلسم کے لوگ ہیں۔ ان کو وہیں قید رکھو بعد قتل ان خدا پرستوں کے وہ خود مطیع ہو جائیں گے۔"

ساحر مذکور حسب الحکم اس کے پرواز کناں اس احاطہ سحر میں آئی۔ شہزادے نے دیکھا کہ ایک ساحرہ بنی سنوری سرخ چنری اوڑھے مشجّر کا لنگا پہنے مانگ میں سیندور بھرا ماتھے پر صندل لگ سر سے پا تک جڑاؤ گہنا پہنے پان کھائے ہوئے انداز سے منہ بنائے تیوری چڑھائے۔ سحر میں بہت بڑی چڑھی آئی ہے۔ ظلمات نے اس کو پہچانا اور اس نے قریب آ کر کہا: "اے ظلمات تھوک ہے تیری بختی پر اور تف ہے تیری اوقات پر کہ تو نے دین سامری کو کھو کر دین طلسم کشا کا قبول کیا اور خداوند لقا جو پردہ دنیا پر موجود ہیں اورہمارے پالنے کا وہ خداوند عرش اعلیٰ پر تھیں سب ان کے دین کو ترک کیا۔"

یہ کہہ کر افگر کی طرف مخاطب ہو کر گویا ہوئی کہ "پھٹے منہ لعنت خداوند تیرے اوپر کہ تو غریب مذہب والوں کو دھگڑا بنا کر بیٹھی اور گھر برباد کیا۔ شعلہ سان کو قتل کرایا اور اس کے بیٹے کو ہلاک کیا۔ وہ جو مثل ہے کہ لے پالک گھر گھالک وہ اصل ہے۔ اس واسطے تجھ کو پال پوس کے شعلہ نے اتنا بڑا دھینگڑا لیا تھا۔"

افگر نے یہ باتیں سن کر کچھ اس کا کہنا پذیرا نہ کیا اور ایک نارنج مارا کہ: "او تجھ کیا تو نے بک بک مچائی شامت تیری آئی ہے۔ لے اس کو۔"

اس نے باتوں کی دھن میں پہلے تو خیال نہ کیا اب نارنج آتے دیکھ کر چاہا کہ وہ سحر پڑھے۔ مگر ظلمات جو بجلی بن کر گری سنبھلنے بھی نہ دیا۔ اس کو کاٹ گئی۔ غل شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔

جادو گرنیوں نے شہزادہ سے کہا: "بلا سے قید تو ہم ہو گئے ہیں۔ اب جو آئے گا مریں گے۔"

ادھر لقا کو دیر ہوئی۔ تاجدار نے بزور سحر معلوم کیا کہ افگر نے مار لیا۔ یہ معلوم کر کے اس سے بڑا غصہ آیا اور ایک ساحر قہقہہ جادو نام اپنے رفیق سے حکم دیا: "تو جا کر ہر ایک کو گرفتار کر کے قتل کر ڈالو۔"

قہقہہ تشن میں غائب ہو کر روانہ ہوا۔ لیکن اس طرف نجم عیار نے تجویز کیا کہ دو جادوگرنیوں نے ایک ساحرہ کو مارا۔ پس مجھ پر بھی لازم ہے کہ اب جو آئے اس سے

قتل کروں۔ یہ تجویز کر کے ایک حباب بے ہوشی منہ پر شہزادہ کے مارا اور جادو گرنیوں و دیو کو بھی کچھ بے ہوشی دے کر بے ہوش کر دیا اور آپ صورت اپنی شکل ایک ساحر کے بنا کر خنجر کھینچ کر ٹھہرا تھا کہ زمین تھرائی۔ یعنی ساحر جو زمین میں غائب ہو کر چلا تھا یہاں آ کر پہنچا۔ نجم نے جب زمین کو تزلزل دیکھا دوڑ کر سینہ شہزادہ پر باخنجر برہنہ سوار ہوا۔ اس اثنا میں قہقہہ زمین سے نکلا اور دیکھا کہ ساحرہ و دیو بے ہوش پڑے ہیں اور ایک ساحر طلسم کشا ذبح کر رہا ہے۔ اس ماجرے کو دیکھ کر وہ متحیر ہوا اور اس سے مستفسر ہوا کہ تو کون ہے اس نے جواب دیا: "میں ثلاثہ جادو کا بھائی ہوں۔ اس کا بدلہ لینے آیا ہوں۔

یہ سن کر قہقہہ نے کہا: "تیری بہن کو یہ دونوں جادو گرنیاں جو پڑی ہیں۔ انہوں نے مارا ہے۔ تو ان کا سر کاٹ میں اس مسلمان کو ماروں۔"

نجم سینہ شہزادہ پر سے اٹھا اور یہ شہزادہ کو قتل کرنے کے لیے جھکا۔ نجم باخنجر برہنہ پاس تو کھڑا ہی تھا۔ جھک کر ایک ہاتھ جو مارتا ہے۔ سر اس کا کٹ کر دور گرا۔ صدائے گیرو دار بلند ہوئی۔ نجم نے شہزادہ وغیرہ ہر ایک کو ہوشیار کر دیا۔ تورج نے حال سن کر اس کو گلے سے لگایا۔ جادو گرنیوں نے تعریف عیاری کی۔

ادھر تاجدار نے بزور سحر دریافت کیا کہ قہقہہ بھی مارا گیا۔ پس اس کو بہت غصہ آیا اور خود اڑ کر اس احاطہ پر آ کر ٹھہرایا اور سحر سے ہر ایک کو بے طاقت کر کے پنجہ بن کر جو گرا۔ شہزادہ اور نجم کو اٹھا لے گیا اور اس قدر بلند ہوا کہ قریب کہکشاں فلک پہنچا اور پکارا: "اے طلسم کشا تو نے ساحروں کو مارا ہے۔ شرط کہ یہاں سے تجھ کو نیچے گرا دوں کہ ہڈیاں سرمہ ہو جائیں۔" شہزادہ نے کچھ اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ لیکن خدا نے اس کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیا کہ سب کے سامنے لے چل کر اس کو مار ڈالی یہ کیا کرے گا۔

چنانچہ ایسا سوچ کر اپنے باغ میں کہ نام اس کا باغ "پری ناز" ہے۔ اترا اور ان کو

سحر بند کر کے چھوڑ دیا۔ جب ان کی آنکھ کھلی باغ فرحت انتما میں اپنے تئیں پایا کہ گل ریحان کی خوشبو سے مثل لباس عروس بسا پھولوں سے زیور دلہن کی طرح پہنے مرصع سب شاخ و چمن کا گہنا تھا اور ساحر ایک سامنے کھڑا تھا اس نے کہا: "اے خیرہ سر، تم خدا پرست ہو۔ خداوند لقا کی پرستش چھوڑ کر خدائے نادیدہ کو پوجتے ہو۔ میں تم کو بغیر ہلاک کیے نہ رہوں گا۔"

یہ سن کر مجم عیار بولا: "اے تاجدار تو نے کیا کہا ارے میں لقا پرست ہوں۔ اس خدا پرست نے بہت ساحر ہزار ہا بندے لقا کے مارے میرا کچھ بس نہ چلا ناچار میں ساتھ اس کے ساتھ ہو لیا اور میں ہی تو اس کو طلسم میں لگا کر لایا کہ یہاں سے نکل نہ سکے۔ مار ڈالا جائے اور اے بادشاہ اگر تو مجھ کو مارے تو لقا پرستوں کے مذہب میں اٹھاؤں۔" یہ کہہ کر لقا کی تصویر کمر سے نکالی اور کہا: "دیکھ ہم اس کو خدا جانتے ہیں۔"

تاجدار نے کہا: "سامنے رکھ میں سجدہ کرتا ہوں اور جھک کر اس تصویر کو سلام کیا۔

مجم نے کہا: "مجھ پر سے بھی سحر اتار لیجیے کہ اس خدا پرست کو ماروں اور خداوند کو سجدہ کروں۔" اس نے اس پر سے سحر اتار لیا۔ اس نے ایک بیضہ بے ہوشی کمر سے نکالا اور کہا: "دیکھو میں کیونکر اس خدا پرست کو ماروں گا۔"

* * *

• شہزادہ جہانگیر

دیکھا کہ وہ جو قلعہ کو پشت پر لیے فوج صف کشیدہ تھی' اس کی جانب سے ایک پہلوان قوی ہیکل دیو صورت چہرہ مہو خونخوار تند خو قامت دراز بسان کوہ البرز زبردست تیز چنگ قوی گرز جھولی سحر کی گلے میں ڈالے ایک اژدر پر سوار میدان میں ہے اور دوسری جانب جو لشکر کہ آراستہ ہے اس لشکر سے اس دیو کے مقابلہ میں ایک شہزادہ حور مہر اور قمر پیکر شیر صولت گردوں شہامت فلک بارگاہ کیوان قلعہ سلیمان حشم ظفر مجسم جہاندار کشور ستان نصرت و شوکت اس جبیں با تمکین و مبین سے عیاں آیا ہے۔ اس کی تنومندی اور زور بازو کی یہ کیفیت کہ عیاں را چہ بیاں۔

چنانچہ اس شہریار نے پہلوان عفریت پیکر سے مقابلہ کیا اور نیزہ و گرز و خنجر سب حربہ اس کے رد کر کے بدولت اس کا ہنگام تیز افگنی پکڑا۔ اس نے بھی گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ آخر دونوں زمین پر اتر آئے۔ مرکب چھوڑ دیے کشتی بعد درشتی آغاز ہوئی۔ دو گھڑی کی کشتی میں اس نوجوان نے انگیز کر جو مارا۔ چاروں شانے چت اس خبیث کو اور سوال اپنے دین میں آنے کا کر کے وقت انکار پاؤں پکڑ کر زیر پا دبا کر مثل کرباس پوسیدہ چیر ڈالا۔ فوج اس طرف کو لینا لینا کہہ کر چلی۔ اس شہریار نے کود کر پشت مرکب پر اپنے تئیں پہنچایا اور تیغ کھینچ کر فوج دشمن میں در آیا۔

وہ فوج مد بھڑ آئی اور بھاگ کر اندر قلعہ کے گئی۔ پل تختہ اٹھا لیا۔ قفل بند دروازہ بند کر لیا۔ قلعہ پر سے توپ چلنے لگی۔ فوج جو قتل کرتی آئی تھی۔ وہ رکی۔ لیکن شہزادہ فلک جاہ بسان شیر غضب ناک توپوں سے بھی نہ رکا۔ اور گرز سے گولے رد کرتا جانب قلعہ چلا۔ اس وقت تمام میدان آتشیں تھا۔ دشت سب خون مقتولاں سے رنگین تھا۔ دھواں ابر کی طرح چھایا تھا۔ برق رنجک کی چمکتی تھی۔ گولہ اولہ کی طرح برس رہا

تھا۔ یہ نقشہ تھا کہ

یہ پیش نظر جس آسمان ہے
بے شک انھیں توپوں کا دھواں ہے
پیدا جو دھوئیں میں ہیں شرارے
گویا کہ ہیں رات کو ستارے
آواز اگر سنے نہ ہو فرق
بجلی ہو ڈر کے بحر میں غرق

شہزادہ الماس بیختنک گولے سے بچتا قریب خندق پہنچا۔ اس وقت لشکر کے حقہ قارورہ آتش تیر و خشت وغیرہ پڑنے لگے۔ اس نے سپر فراخ دامن منہ پر رکھ سب آفتیں جھیلیں اور گرز جھولا دے کر خندق کے اس پار پھینکا۔ پھر آپ مرکب سے اتر خندق فرا گیا۔ قلعہ پر توپ بند ہو گئی۔ مگر پرانے چھپروں میں آگ دے گئی۔ تیل کے کڑھاؤ انڈیلے گئے۔ اس دلاور نے بڑھ کر پھاٹک توڑا۔ گرز پڑتے ہی پھاٹک گرا۔ اب توپ بند ہو چکی تھی فوج اس بہادر کی خندق پاٹ کر اتر آئی۔ قلعہ میں بھگدڑ پڑی۔ ساحران قلعہ نے سحر بھی اس طرح کے کیے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ سرکشان قلعہ مارے گئے۔ بعضے اسیر ہوئے۔ رعایا نے چادر امان پائی۔ اندر قلعہ کے کچھ دیر کشت و خون رہا۔ آخر اس مرد جنگی نے سر سواری قلعہ تسخیر کر لیا۔ یہ ماجرا جو افراسیاب نے دوربین سحر سے دیکھا۔ حیران ہو کر نیلم جادو سے پوچھا۔ "تم کو معلوم ہے بیرون طلسم قریب دربند آخر کون سا قلعہ ہے اور میں ابھی دوربین یہ ماجرا دیکھا ہے۔ اس شخص کے حال سے کچھ خبر ہے۔ یا کوئی تمہارے ملک سے واقفیت رکھتا ہے۔"

اس نے یہ سن کر خود خوردبین بادشاہ سے لیکر اس قلعہ کو دیکھا۔ اس دلاور اور اس کی فوج پر نظر کی پھر عرض کیا۔ "یہ قلعہ جو فتح ہوا ہے۔ اس کو قلعہ زرد کہتے

ہیں اور حاکم اس زرد مار اژدر سوار تھا۔ جس کو کہ آپ نے دیکھا کہ اس بہادر کو پچھڑ ڈالا۔ یہ دلاور ملک خورشید تاج بخش مالک کہ قلعہ خورشید ہے کا فرزند ہے اور نام اس کا جہانگیر بن خورشید ہے اور اس کا بھائی اور ہے کہ اس کو پہلوانی نہیں آتی ہے۔ مگر عیار بے بدل ہے اور نام اس کا صفدر چابک تیز رفتار ہے۔ ملک خورشید ساحر زبردست ہے۔ اس نے ایک تختی طلسم بند کر کے اس شہزادہ کے گلے میں ڈالی ہے۔ جس کی وجہ سے سحر اس لڑکے پہ تاثیر نہیں کرتا ہے اور اکثر قلعہ اس نے تسخیر کیے ہیں۔ زور و طاقت میں رستم و سام کو اپنے نزدیک حقیر جانتا ہے۔ واقع میں نظیر نہیں رکھتا ہے۔ سنتے ہیں کہ خورشید نے یہ دو لڑکے کہیں پائے تھے۔

چونکہ لاولد تھا اپنے لڑکے مشہور کر کے پالا ہے لیکن تحقیق نہیں معلوم کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ یہ دونوں لڑکے سحر سیکھنے سے نفرت و کراہ رکھتے ہیں۔ ایک پہلوانی کو دوست رکھتا ہے اور ایک عیاری کو پسند خاطر اور مرجح کرتا ہے۔"

یہ ماجرا جو افراسیاب نے اس کی زبانی سنا بہت خوش ہوا اور دور بین سے صورت شہزادہ ذکو دیکھ چکا تھا۔ خال سبز اور رنگ ہاشمی چہرہ انور پہ نمایاں تھے۔ گیسوان مسلسل اور کلالہ سلسلہ اسمعیلی دوش پہ چھوٹے ہوئے تھے۔ بس سمجھا کہ بیشک یہ نسل حمزہ سے ہے اور ساحروں سے ملا ہوا ہے۔ ضرور تیری اطاعت کرے گا۔ اب یہاں سے چل کر ملک خورشید طلسم میں بلا اور دوستی کا برتاؤ کر کے طلسم کوکب پہ اس شہزادہ کو روانہ کر۔

غرضیکہ یہ سوچ کر دوشن سحر صندوقچہ میں رکھ پری ناز کو حوالہ کی کہ وہ جس طرح لے کر آئی تھی۔ اسی طرح لے گئی اور آپ تا دیر اس جگہ پہ بصد غرور ٹھہرا رہا۔ شراب پیا کیا۔ پھر تخت سحر پہ سوار ہو کر روانہ ہوا اور بعجلت تمام تر باغ سیب میں آیا۔ ارکان سلطنت وا عیان مملکت نے نذر دی تعظیم کی۔ تخت پہ جلوہ گستر ہوا اور ہر ایک سردار ساحر باوقار تخت کے گرد بیٹھا۔ دربار جم ہوا۔ جام مے گردش میں آیا۔ ناچ ہونے لگا بادشاہ نے میر منشی کو یاد فرمایا اور حکم تحریر نامہ دیا۔ منشی ندرت رقم نے

نامہ محبت مشحون ترقیم کر کے بادشاہ کو سنایا مضمون یہ تھا:

پہلے تعریف سامری کی لکھوں
اور جمشید کا میں وصف کروں
پوسے دو سو خداؤں کے اوصاف
ہے عیاں قلب ساحراں پہ صاف
ان کی تعریف کیا لکھے خامہ
دوست کو اپنے لکھتا ہے نامہ
ناصر دین سامری کی شان
مرہم زخم سینہ ریشاں
رہبر و راہ دوستی و ولا
جس کا عنواں صدق و صفا
گل اقبال گلشن شاہی
زیر فرمان ہو مہ سے تا ماہی
شاہ خورشید تاج بخش شان
رہیں آباد تا قیام زمان
دم باٹے ودادو خلقت و شوق
دل سے کر کے اعادہ با صد ذوق
باغ الفت سے پھول چنتا ہوں
نقش پہ وانہ عنا ہوں یوں
باغ یکرنگی و محبت کے
گلشن دوستی و الفت کے
آپ گل ہیں تو خار ہم بھی ہیں
اسی گل کی بہار ہم بھی ہیں

خار و گل دونوں باغ میں اے یار
پرورش پاتے ہیں بفیض بہار
ہے کرم بے ثار آقا کی
فیض باد صبا کا ہے جاری
باغ میں چلتی ہے جو باد بہار
تازگی بخش ہے وہ ہر گل و خار
اک شجر میں جدا جدا ہیں ثمر
ہیں برابر مزے میں سب یکسر
پیرہن میں جدا جو گوہر ہیں
رشتہ داری میں سب برابر ہیں
ہے مراد اس سے یہ شہ ذی جاہ
ہے ہماری تمہاری ایک ہی راہ
سامری کیش ہو جو تم ہم بھی
دور اندیش ہو جو تم ہم بھی
گرچہ شعلہ نشان ہوں میں لیکن
آپ کا میرا ایک ہے مامن
حیف ہے یہ کہ اجتک تم نے
دوستی کے ادا نہ رسم کیے
نہ کبھی آئے یہاں نہ کچھ لکھا
واہ وا واہ یہ ہی چاہیے تھا
اور اگر کیجئے تو نے کی غفلت
ہم سے پہلے جتائی کب الفت
مشفق من سبب یہ ہے اسکا
فکر میں جنگ میں بہت رہا

یعنی کچھ لوگ بدظن و باغی
مجھ سے آیا یہ جنگ میں طاغی
ہیں خداوند باختر مغلوب
ان کی بھی یاری دل سے بجز مطلوب
بھیجا کرتا ہوں فوج ان کے پاس
رات دن ہے مجھے یہی وسواس
اسی اندیشہ و تفکر میں
آئنہ سا ہوں میں تحیر میں
گو کہ اس حال میں ہوں میں مصروف
لیکن ہے تم سے اپنا دل مالوف
اس لیے نامہ محبت خیز
بھیجتا ہوں کہ ہوئے لطف انگیز
اپنے فرزند کو مع لشکر
لے کے تشریف لائیے یاں پر
وہ جہانگیر وہ صف شکن جرار
تیغ زن قاتل خطا کردار
آئے اس جا تو ملک و مال میں دوں
سر پہ تاج شہی میں اس کے رکھوں
اپنے دشمن کی گوشمالی کو
بھیجوں اس کو میں اے شہ خوش خو
ختم کرتا ہوں اس جگہ نامہ
رک گیا چلتے چلتے بس خامہ
گلشن دوستی میں باد مراد

ہو ہمیشہ وتاں رہو تم شاد

اس نامہ پر مہر بادشاہ کی ثبت ہوئی اور ان سو ساحروں کو جو تحفہ لیجانے پر مامور ہوئے تھے۔ ایک ساحر مشعل جادو نام کے ماتحت کر کے نامہ ساحر مذکور کے سپرد کیا۔ وہ خلعت سفارت سے مخلع ہو کر اپنے مقام پر آیا اور تیاری چلنے کی کرنے لگا۔ اتفاقاً یہ ساحر دریائے خونرواں کے اس پار رہتا ہے۔ جب یہ اپنے گھر آیا تو اس کے جانے کی نامہ لے کر خورشیدیہ کی طرف خبر مشہور ہوئی اور ملکہ مہ رخ نے سنا کہ شاہ طلسم ملک خورشید کو بلاتا ہے۔ پس اس نے بلور سے کہا۔ "اس حال کی خبر شاہ کوکب کو کرنا چاہیے۔"

اس نے فوراً عرضی تحریر کر کے ایک طائر سحر کو روانہ کیا۔ اور ایک داستان گو نے یوں بیان کیا ہے کہ شاہ کوکب کو فکر لوح طلسم کی تھی۔ اسی فکر میں اس نے اپنے استاد نور افشاں جادو کو عرضی لکھی اور ایک ساحر کے ہاتھ روانہ کی۔ استاد نے مضمون عریضہ مفہوم کر کے اپنے سحر کے زور سے جملہ کیفیت جہانگیر کی دریافت کی اور جواب عرضی لکھا کہ اے کوکب تمہارے طلسم کی لوح تو اچھی جگہ ہے کچھ فکر نہ کرو۔ مگر افراسیاب نے کوہ نیلم پر جا کر جہانگیر بن خورشید کو لڑتے دیکھا ہے۔

"چنانچہ اس شہزادہ میں نشانیاں نسل حمزہ کی ہیں اس سبب سے اس کے بلانے کو نامہ لکھا ہے اگر وہ آجائے گا تو تمہارے طلسم کے فتح کرنے کو شاہ جاوداں اسے بھجوائے گا۔ تم کو اس کی فکر کرنا ضرور ہے۔"

جب یہ جواب کوکب نے عرضی کا پایا۔ اپنے مقام سے ایک پنجہ بھیجا کہ وہ عمرو کو جو قصہ بلند رنگ میں برا ن کے پاس تھے۔ اٹھا لایا۔ عمرو نے جس طرح اول مرتبہ دربار اس بادشاہ کا دیکھا تھا ویسے ہی اس وقت بھی پایا۔

غرضیکہ آداب بجا لایا۔ بادشاہ نے تخلیہ کرا کر مشورہ کیا کہ اس بارہ میں خواجہ کیا کرنا

چاہیے۔ عمرو نے کہا۔ "آپ بھی سفیر اپنا ملک خورشید کے پاس بھیجئے اور اس کو اپنے پاس بلائیے وہ یقین ہے کہ دونوں شلہ کو اپنا طالب دیکھ کر کسی طرف نہ جائے گا۔ دوسرے یہ کہ مجھ کو بھی شہر خورشیدیہ میں بھیج دیجئے کہ شہزادہ جہانگیر کو اگر اولاد حمزہ میں سے پاؤں تو اس کے حال پیدائش سے آگاہ کر کے ریاست پر لاؤں۔ تیسرے یہ کہ ایک خط مہ رخ کو لکھ بھیجیے کہ وہ بھی ایک نامہ اپنے شریک ہونے کا ملک خورشید کو لکھ کر مع کچھ تحائف کے وکیل اپنا روانہ کرے۔ شاید کہ وہ شراکت اس کی قبول کرے۔"

شلہ کوکب نے رائے خواجہ کی پسند کی اور اول نامہ مہ رخ کو لکھ بھیجا مضمون یہ تھا۔ "اے ملکہ خواجہ کی رائے یہ ہے کہ تم نامہ مشتمل بر منت خورشید کو لکھو اور ہم بھی نامہ بھیجتے ہیں۔" یہ خط طائر سحر کے ہمراہ بھیجا۔ جب ملکہ موصوف کو اس نے اپنے بیٹے شکیل کو کہ طلسم کی راہ خوب جانتا ہے نامہ دے کر کچھ ہدیہ و تحائف کے روانہ کیا۔ اس کے ہمراہ مہتر برق عیار بھی چلا۔ اس کے نامہ کا حال بہ وقت پہنچے ملک خورشیدیہ کے بیان کیا جائے گا۔

لیکن حال کوکب سنئے کہ تحفہ ہائے گراں بہا اور کشتی ہائے جواہر پر از اسباب طلا اور چند اشیائے طلسم ایک ساحر ذوفنون جادو ہم کو دے کر کئی سو ساحر ہوشیار اس کے ہمراہ کئے اور منشی بدرت طراز بدائع رقم کو حکم تحریر نامہ دیا۔ اس نے عروس قرطاس کو زیور در ہائے مضمون سے یوں آراستہ فرمایا:

کروں پہلے حمد خدائے قدیر
وہی سب کا ہے خالق بے نظیر
خداوند بخشندہ و داد گر
خداوند خالق شمس و قمر
جہاں اس نے اک کن میں پیدا کیا

مہ و خور کا جلوہ ہویدا کیا
وہی سب کا خالق وہی بادشاہ
اسی کے ہیں محتاج و تاج شاہ و سپاہ
جسے چاہے دم بھر میں رسوا کرے
جسے چاہے پل بھر میں عزت وہ دے
ذلیلوں کو کرتا ہے دم میں جلیل
جلیلوں کو کرتا ہے دم میں ذلیل
غرض اس کو ہے سب طرح اختیار
وہ خالق وہ مالک وہ پروردگار
نہیں چاہیے ہے بشر کو غرور
کہ مغرور سب رب ہے بے شک غفور
اسی وجہ سے شاہ خورشید کو
شہ داد گر رشک جمشید کو
لکھا جاتا ہے بعد رسم سلام
کہ اے شاہ فرخندہ پے نیک نام
شہ خسرواں صاحب عقل و ہوش
خرد گستر و حاکم جرم پوش
خداوند لشکر خداوند تخت
شہ نیک اقبال و فرخندہ بخت
شہ نامور خسرو روزگار
سر افراز و گردن کش و تاجدار
خداوند دیہیم و ملک و سپاہ
جہاں دادہ کے خیمہ و کج کلاہ
سعادت قرین ملک زیر نگیں

رہے کانپتا تھر سے مہر مبیں
ہے رسم مروت کے شایاں یہی
ہے دنیا میں کار نمایاں یہی
ہمیشہ ہوں سرکش سے نفرت پذیر
اولوالعزم عاجز کے ہوں دستگیر
یہی میرے دل کو بھی آیا خیال
کہ وہ سرخ ہے دنیا میں عاجز کمال
مدد اس کی کرنا ہے لازم مجھے
کہ خالق جزا اس کی محشر میں دے
جہاں میں ہیں جس کا مرتبہ سربلند
ہمیشہ ہیں وہ حامی مستمند
فلک گرچہ سرکش ہے بیداد گر
مگر وہ زمیں پہ جھکائے ہے سر
درخشاں ہیں گو انجم افلاک پہ
مگر روشنی بخش ہے خاک پہ
فلک سے نظر مہر کی آفتاب
کرے جب تو ہو سنگ لعل خوش آب
شجر جتنے ہیں بار لائے ہوئے
زمیں پہ ہیں سر کو جھکائے ہوئے
نباتات کا دیکھ کر حال زار
گہر اشک کے ابر کرتا نثار
زمیں پہ پہنچا جو دل کہ کا
وہیں آب صاف اس سے ظاہر ہوا
اسی طرح سے اے شہ تاج گیر

نہاں میں عاجز کے ہیں دستگیر
کرے کام وہ جس سے خوش ہو خدا
دکھاتا ہے منہ اس کو روز جزا
ہے مغرور و سرکش جو افراسیاب
خدا کا ہمیشہ ہے اس پر عتاب
نہ تھی اس کی شرائط گوارا مجھے
خدا کا غضب کا ہے پایا کے
تمہیں بھی نہیں چاہیے اے شفیق
کہ ایسے کے جا کر ہو تم رفیق
فریبوں سے لطف و مدارا کرو
میری سمت آنا گوارا کرو
اگر آپ یاں آئیے مہربان
تو احسان فرمائیے مہربان
عمرو عیار حمزہ ء نامدار
یہ سب ہوں گے خوش اور میں خاکسار
کیا ختم اس جا پہ میں نے کلام
نصیحت سے خالی نہیں یہ پیام
رہے ملک آباد خلقت ہو شاد
ترقی پہ اقبال دولت زیاد

صحیفہ گرامی مہر شاہی بعنوان شائستہ مزین ہوا اور ذوقرنین تحفہ جات لیکر کئی ساحروں کے ہمراہ مع خواجہ ذی جاہ چلا اور اسی طرف کے دروازہ سے کہ جدھر سے ملک خورشید یہ قریب تھا طلسم کے باہر نکلا۔ اس طرف سے قاصد فرستادہ افراسیاب دریائے ہفت رنگ کے کنارے سے گذر کر اس در بند پر کہ جدھر سے شہزادہ اسد آئے تھے۔ پہنچا اور

طلسم سے باہر نکل کر قلعہ کوہ عقیق کو چھوڑ کر جانب خورشید یہ روانہ ہوا۔ اس کے پیچھے شکیل بھی مع برق کے طلسم سے باہر نکلا اور اس کے جانے کی خبر افراسیاب کو بھی ہوئی۔ مگر اس نے اس سبب سے اس کو نہیں روکا کہ نامہ لے کر خورشید کے بلانے کو یہ بھی جاتا ہے۔ دیکھیں تو وہ اس کو کیا جواب دیتا ہے اور کس کے پاس آتا ہے۔ پس اہل دربند کو حکم پہنچ گیا کہ طلسم کے باہر قاصدوں کو جانے دینا۔ فی الجملہ یہ سفیر تو اس طرف سے اور ذوالفنون اپنے طلسم کی طرف سے ملک خورشیدیہ ہوئے۔

زمین سرسبز اور جائے دلکش و آباد دیکھی۔ صحرا میں درخت لہلہاتے زراعت سبز و خرم درخت میوہ دار گل اپنا جوبن دکھاتے۔ دریا وہ چشمہ جاری۔ ہر سمت وزان باد بہاری۔ قاصدوں نے قریب شہر پناہ پہنچ کر خیام برپا کرائے اور نزول کیا۔ عمرو جو ہمراہ کوکب سفیر آیا ہے وہ سب اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو گیا اور صورت اپنی ساحروں کی ایسی بنا کے علیحدہ ٹھہرا۔

اس طرف جہانگیر قلعہ فتح کر کے اپنے پدر قتلی کے پاس تھا۔ خورشید دارالامارت میں سریر جہانبانی پہ جلوہ فرما تھا۔ فرزند کے فتح یاب ہو کر آنے سے جلسہ عشرت آغاز کرایا تھا۔ جام سے گلرنگ کا دور چل رہا تھا کہ ہرکاروں نے سامنے آکر بعد دعا و ثنا کے خبر ورود ایلچیاں مسعود عرض کی۔ اس نے سرداران ذی شان کو اپنے ایلچیوں کے لانے کو بھیجا۔ سردار باہر قلعہ کے آئے۔ تینوں ایلچیوں سے ملاقات کر کے کہا۔

"چلیے حضور میں آپ کی طلب ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "بہت انسب ہے۔"

پس درباری لباس سے آراستہ و مخلع ہو کر تمام تحفہ ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ دروازہ شہر کا نہایت بلند و طلا کار پایا۔ کئی ہزار سوار محافظ بصد وقار پایا۔ اندر آ کر شہر تمام گلزار پایا۔ عمارتیں استوار و محکم بنیں دکانیں محراب دار و منقش و رنگین۔ ہر عمارت کے بالا خانوں پہ کنگرہ رکھے ہوئے۔ کنگرہ چرخ سے برابری کرتے کرتے برج فلک کو رشک

دیتے کھڑے رشک دہ خطوط کہکشاں و شعاع آفتاب تھے۔ نیچے مکانات کے صراف و بزاز آراستہ تھا۔ ہر قسم کا تاجر ہر طرح کی اشیا نفیسہ کا بازاروں میں انبار تھا۔ ہر ایک بدل و جان اس کا خریدار تھا۔ گنج میں جھنڈے گڑے تھے۔ اناج کے ڈھیر لگے تھے۔ ڈنڈے کسانوں کی خدمت کر رہے تھے۔ بنئے چلمنیں پی رہے تھے۔ تولیے تولتے وقت آوازیں دیتے تھے۔ "برکت ہے جی برکت ہے دیا ہیں دیا تینا ہیں۔" تینا خریدار چنگی میں اناج لے کر پرکھتے تھے۔

اسی طرح یہ سفیر والا تدبیر ہر مقام کی سیر سے سیر ہوتے دارالامارت میں پہنچے۔ قرق زنجیر ہٹی اندر داخلہ ہوا۔ عجب دربار نظر پڑا کہ گردن کش کرسیوں اور دنگلوں پر متمکن ہیں۔ ساحران ذی رتبہ اور دلاوران صف شکن ہیں۔ قریب تخت شاہی دنگل جواہر آگیں بچھا ہے۔ اس پر شہزادہ جہانگیر تشریف فرما ہے اور کئی سو زینہ کا سریر یاقوت و زمرد سے آراستہ ہے۔ اس پر ملک خورشید جلوہ فرما ہے۔ تاج جس کی بہا میں کم ہفت کشور کا خراج سر پر رکھے ہے اور کئی ہزار غلام زریں کمر و زریں لباس دست بستہ سامنے کھڑا ہے۔ چتریاں ہما کا گردش کرتا ہے۔ پری چہر مغان ساز لیے مجرے کو حاضر ہیں۔ جام رنگین دست شاہ میں خوشنما ہے۔

ایلچیوں نے اس کر و فر کو دیکھ کر مجراگہ پر سے مجرا کیا اور ستائش کناں حسب ایمائے شاہ قریب آکر اول تحفے و ہدایا پیش کش کیے اور نامہ دیئے پھر بموجب حکم کرسیوں پر باادب متمکن ہوئے۔ منشی عطارد رقم طلب ہوا۔ بادشاہ نے نامہ پڑھنے کا حکم دیا اور سرا پردہ دارالامارت اٹھوا کر جلو خانہ میں اسپ و فیل و شتر جو پر از گنج و درم بادشاہوں نے تحفے میں بھیجے تھے۔ ان پر نظر کی۔ پھر نامہ وغیرہ پڑھے گئے۔ جس طرح دونوں بادشاہوں نے نامہ میں مضمون اہانت طلبی درج کیا تھا۔ ویسا ہی کچھ مہ رخ نے بھی لکھا تھا یعنی یہ قلم بند کیا تھا کہ "اے شاہان سرتاج خسروان جہاں ملک خورشید کیوان کلاہ انجم سپاہ میں عاجز و مسکینہ بے یاور و نہایت مضطر ہوں۔ اتنے بڑے شاہ ساحروں

کے بادشاہ سے مقابلہ ہے اور کوئی سوائے خدا کے نہیں وسیلہ ہے۔ امید ملازمان درگاہ فلک پایگاہ سے رکھتی ہوں کہ میرے حال زار پر غور فرما کر میری مدد فرمایئے۔ دشمن کو میرے روز بد دکھایئے۔ زیادہ دعائے سگالی یہ کہ خزانہ افزوں اور ملک آباد عیش و عشرت مقرون ہو جیسے۔"

یہ سب نامہ بادشاہ خورشید نے جب سنے شہزادہ جہانگیر کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ شہزادہ موصوف نے فرمایا۔ "شاہ کوکب نے جو نامہ لکھا ہے ہر چند کہ در پردہ اس نے ہم کو متکبر اور بے ایمان بنایا ہے مگر مضمون بہت نایاب ہے۔ قول اس کا بجا و ثواب ہے۔ عاجزوں ہی کی شراکت کرنا کہ مرداں نیرو آنا ہے اسی بات سے خوش خدا ہے۔ پس کوکب شریک مہ رخ ہے ہم کو بھی اسی کی شراکت زیبا ہے۔ افراسیاب تو خود شہنشاہ ساحران ہے۔ اس کی اعانت کرنا ننگ بہر مرداں ہے۔"

ملک خورشید نے جب یہ تقریر شہزادہ کی سنی اپنے اصل میں تو اس کی حقیقت نہیں ہے عقل اور قلعہ داماں یہ بھی ہے شہزادہ کے سبب سے توقیر ملی ہے۔ اس وقت شاہ افراسیاب کے مقابل جانے کو جو شہزادہ مذکور نے کہا۔ "اس کو خیال ہوا کہ وہ بہت بڑا بادشاہ ہے۔ ایسا نہ ہو شہزادہ مارا جائے ملک و مال ہمارا جائے۔ چنانچہ شریک اسی کے ہونا چاہیے۔ پھر بھی یہ خیال کیا یہ شہزادہ فرزند حمزہ ہے ضرور عاجزوں کا طرفدار ہو گا۔ پس ایسا حیلہ کرنا چاہیے کہ یہ کسی طرف نہ جائے۔"

یہ سوچ کر زبان حیلہ ساز کو مکاری سے آشنا کیا اور کہا: "اے فرزند فلک بند کوکب کا شریک عمرو عیار ہے۔ جس کا مالک زلزلہ قاف ہے ثانی سلیمان حمزہ نامدار ہے اور عمرو سردار لشکر مہ رخ ہے پھر مہ رخ کو بھی کچھ احتیاج کسی کی استمداد و اعانت کی نہیں۔ حاصل کلام یہ کہ تم افراسیاب کو اگر زبردست جانتے ہو تو مناسب یہ ہے کہ کسی جانب بنا پر اعانت عنان عزیمت منعطف نہ کرو اور میرے نزدیک افراسیاب ہی کی مدد کرنا زیبا ہے۔ کیونکہ وہ خدائے باختری کی طرفداری کرتا ہے اور ہمارا دین اور اس کا ایک ہے۔ اس کو چار طرف سے گھیر کر سب دشمنوں نے روز بد دکھانا چاہا ہے۔"

شہزادہ نے جب یہ تقریر سنی فرمایا: "مجاہدان ان جلادت شعار سے یہ کب ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کو بہر نبرد آزمائی بلائے اور وہ نہ جائے اور کوئی اس سے مدد مانگے اور وہ تیغ نہ کھینچے۔ اچھا اس سے مقدمہ میں خوب غور کر کے ہر ایک نامہ کا جواب دیا جائے مگر اب بزم عشرت بہر دعوت ایلچیان شاہان عالی مرتبت ترتیب پذیر ہو۔"

یہ حکم سن کر ساقیان مہر لقا و مطربان خوش نو اور شیریں ادا حاضر ہوئے اول کو شغل طنبور کو دی گئی اور طبلیوں کو طمانچہ تھاپ کے پڑنے لگے۔ قانون سرود بھی موافق مزاج احباب محفل تھا۔

تھی پریچ کی واں بندھی ہوئی دھن
سن سن کے سب فہم تھے سن
بھیروں کا تھا بہم جو چرچا
بھیروں لگے ناچنے عجب کیا
آئی تھی زبان پہ جو کافی
تھی غارت ملک دل کو کافی
کس طرح کریں نہ دل کو تسخیر
وہ کھینچتے تھے ہوا پہ تصویر

اسی ہنگامہ عشرت میں عرض کیا کہ ایک کلاونت پیر تان گیر در پہ حاضر ہے۔ امیدوار باریابی دیدار ہے۔ کیا حکم ہوتا ہے۔

شہزادہ نے حکم حاضر ہونے کا دیا۔ کلاونت مذکور سامنے آیا۔ دیکھا کہ پیر نہایت نحیف ہے پلکیں تک سفید ہیں۔ ایسا ضعیف ہے۔ ڈاڑھی تا بہ پیٹ ہے۔ پان تک کی پیک لگی ہے۔ کرتا آب رواں کا گلے میں' گلبدن کا پاجامہ پاؤں میں' کمر سے لے کی

پکھاوج ہاتھ میں لیے ہے۔ پگڑی شیر و شکر کی باندھے ہے۔ پس اس نے سامنے آکر دعا دی کہ: "سامری بنائے رکھے۔ سرکار کا بھلا ہو۔ میں بھی نام سن کر دور سے آیا ہوں۔ دامن آرزو خالی لاؤں یا آج مالا مال ہو کر جاؤں گا۔"

شہزادہ نے پوچھا: "تو کہاں کا رہنے والا ہے۔"

اس نے کہا: "بلا لون ام الجبال میں رہتا ہوں۔ مگر میرا رہنا کیا کامرودیس بنگلہ اندر کوٹ سنگلاپ سب جگہ پھر کرتا ہوں۔ کل اس کی بستی میں وارد ہوا تھا۔ آج سرکار میں آیا ہوں۔ فلک کا ستایا ہوں۔"

شہزادہ نے فرمایا: "اچھا اپنا کمال ظاہر کر۔"

بڈھے نے "نے" کو منہ سے لگا کر بجانا شروع کیا۔ پھر تو تمام محفل کو وجد کا عالم ہوا کہ اہل بزم کیا درودیوار زمین و زمان کو حالت محویت ہوئی کہ

یہ کہ اس نے اور نے کو ہونٹوں پہ دھر
یہاں تک بجائی کہ دیوار و در
کھڑے رہ گئے ہوش کھوئے ہوئے
نظر جو پڑے واں سو روئے ہوئے
کیا اہل مجلس کا جو دل چپل
تو جوں شمع اشک آئے سب نکل

بعد کچھ بجانے کے توقف پذیر ہوا۔ شہزادہ نے بے چین ہو کر کہا: "اے مرد باکمال واسطہ اپنے دین و مذہب کا ہم لوگوں کو نیم بسمل نہ چھوڑ۔"

بڈھے نے عرض کیا: "اے شہزادہ فلک جاہ یہ بڈھا شراب کا عادی بہت ہے۔ اگر میکدہ میرے سپرد فرمائیے تو البتہ حظ کلی اور لطف وافی اٹھائیے۔"

شہزادے نے ساقیوں کو حکم دیا: "میکدہ اس کے حوالے کرو۔"

پھر تو ساقیوں نے سبو و ساغر لا کر حاضر کیا یہ نقشہ ہوا کہ

بن کر فقیر بیٹھا بھٹی پہ رند تیرا
سب مغبچوں نے مل کر پیر مغاں بنا دیا

کلاوت کہ اصل میں عمرو ہے اور بیان کیا گیا تھا کہ ایلچی کے ساتھ یہ جدا ہو گیا تھا۔ اس وقت گویا بن کر آیا ہے اور قصد رکھتا ہے کہ جہانگیر کو پکڑ کر امیر کے پاس بھیجوں اور اس کی پیدائش کا حال ظاہر کراؤں۔ فی الجملہ اب میخانہ پہ قبضہ پاتے ہی شراب کو کنٹر اور گلابیوں میں الٹ پھیر کرنے لگے اور کئی مقام پہ اس کا میخانہ مفصل بیان ہو چکا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی درست کرنے لگا اور اسی انتظام شراب کو آغشتہ بداروئے بیہوشی کیا اور نے بجاتا' جام پر از شراب ہاتھ پہ لیے سامنے شہزادہ کے آیا۔ شہزادہ نے جام اس سے لے کر پینا چاہا مگر عیار شہزادہ موصوف کا مسمیٰ چالاک کہیں گیا ہوا تھا۔ وہ آ گیا اور اس وقت یہاں ویسا ہی جلسہ جو اس نے دیکھا اور از سر تا پا عمرو پر نظر کی۔ بنگاہ اول پہچانا کہ یہ کوئی عیار ہے اور ایلچیوں کے ہمراہ آیا ہے۔ دستبردی کیا چاہتا ہے۔

چنانچہ اس نے پہچان کر جام شہزادے کے ہاتھ سے لے لیا اور خواجہ کو دے دیا کہ: "اے پیر ساقی پہلے تو پی پھر کسی اور کو پلانا۔" خواجہ نے اس کے ہاتھ سے پیمانہ لے کر اس کو دیکھا تو ایک نوجوان سبزہ آغاز چھریرے بدن کا انسان پایا کہ مثل بازوؤں سے بندھے فلاخن سر سے لپیٹے' توبڑا پتھر کا لٹکائے' ہاتھ پاؤں عیاری سے درست نہایت چالاک و چست ہے۔ بعینہ میرا فرزند معلوم ہوتا ہے۔ میرے لڑکوں سے بہت مشابہ مفہوم ہوتا ہے۔

غرضیکہ جب اس نے جام خواجہ کو دیا۔ خواجہ نے اس کی نگاہ بچا کر ایک ڈبا کمر سے نکالا وہ ڈبا دافع داروئے بیہوشی تھا۔ چاہا کہ اس کو شراب میں ملا کر جام کو پیئے مگر چالاک بہت ہوشیار تھا۔ اس نے ڈبا ملاتے وقت ہاتھ پکڑ لیا۔ عمرو سمجھا کہ بھید تیرا کھل گیا۔ اب اس بدشگونی کو بھی گوشمالی دینا چاہیے۔ یہ سمجھ کر ذرا جو ہاتھ کو

کن دیا ہاتھ چہدست تھا۔ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ خواجہ نے ایک دھول اس کے لگائی اور کلاہ اس کی لے کر جست کی۔ دیوار پر دارالامارت کی پہنچا۔

چابک دھول کھا کر منفعل ہوا تھا پکارا: "ساحر کوئی اس نابکار پر حرکت کرے میں ابھی پکڑے لاتا ہوں۔" یہ کہہ کر آپ بھی دیوار سے باہر نکل چلا۔ لینا لینا کا شور ہوا۔

عمرو اس عرصے میں دیوار پھاند کر بھاگ ملا زمان شاہی چوبدار اور سپاہی پیچھے دوڑے۔ چابک نے سب کو روکا اور کہا: "وہ عیار اکیلا ہے۔ مجھ کو بھی اکیلا ہی لڑنا زیبا ہے۔ اگر سب نے مل کر گرفتار کیا تو فن عیاری کے خلاف ہے۔ ایک سے ایک ہی کا ہنر معاف ہے۔"

غرضیکہ سب تو ٹھہر گئے۔ یہ تنہا تعاقب خواجہ چلا۔ عمرو نے جو اس کو آتے دیکھا ایک سپر بھاگتے ہی میں زنبیل سے نکال کر زیر بغل چھپا لی۔ حال اس سپر کا آگے بیان ہو گا۔ چنانچہ اسی نوع کی تدبیر کرتا ہوا بھاگ کر ایک ایسی گلی میں شہر آیا کہ جدھر راستہ نہ چلتا تھا۔ ساتھ ہی چابک بھی وہاں پہنچا اور للکارا: "او نابکار اب کہاں جائے گا" عمرو نے بھی نیمچہ زنبیل سے نکال کر کھینچا اور نعرہ کیا کہ "آ تو سہی جوانمرد" مگر وہ عیار طرار بسان برق جہندہ جا ہی پڑا اور نیمچے مارنے لگا۔ خواجہ نے وہ ایک بار تو نیمچہ اس کا خالی دیا۔ پھر جو اس نے کمر کو چڑ کر سر پر جو ہاتھ مارا۔ خواجہ نے وہ سپر جو زنبیل سے نکالی تھی اس کے سامنے کر دی۔ اس سپر پر کاغذ صرف منڈھا تھا اور اس کے اندر غبار بیہوشی بھرا تھا۔ نیمچہ جو سپر پر پڑا تھا۔ وہ بیچ سے شق ہوئی اور غبار بیہوشی میں چہرہ چابک کا چھپ گیا۔ تڑا تڑ کئی چھینکیں اس کو آئیں اور بیہوش ہو کر گرا۔ اس نے پیرہن اس کا اتار کر آپ پہنا اور رنگ عیاری لگا کر اس کو شکل اپنی صورت کے بنایا اور آپ معجزہ طلب کر کے اس کی ایسی صورت بنا اور اس کو اسی طرح بیہوش مشکیں باندھ کر دوش پر لاد کر دارالامارت میں سامنے جہانگیر کے لایا وہ بہت خوش ہوا اور کہا: "اس کو ستون بارگاہ سے باندھ کر ہوشیار کرو۔"

اس نے کہا: "اس کو ہوشیار نہ کرائیے ورنہ بڑا فتور کرے گا۔ آپ جب بزم عیش سے

انھیں گے۔ اس وقت اس کو ہوشیار کر کے قتل کیجئے گا۔"

شہزادہ نے کہا: "بہتر ہے۔" اس نے ستون سے اس کو اسی طرح باندھ کر بیہوش کر دیا اور شہزادہ سے کہا: "ان ایلچیوں کے ساتھ معلوم ہوتا ہے عیار چلے آئے ہیں۔ آپ ساقیوں اور فراشوں خدمت گاروں وغیرہ سب اہل محفل کو دربار سے نکلوا دیجئے اور میخانہ میرے سپرد کیجئے۔ تاکہ میں شراب پلاؤں۔ مبادا عیار زک دیں تو بڑی ذلت کا سامنا ہے۔"

شہزادہ تو اس کو اپنا بھائی جانتا ہے۔ اس نے اس کے کہنے سے تمام اہل محفل کو حکم برخاست دے دیا۔ وہ تو باہر نکل گئے اور اس نے میخانہ پر قبضہ کیا اور شراب جو چیلے کی تھی۔ اس کو بظاہر علیحدہ کر دیا کہ یہ خراب ہے لیکن وہ سب بیہوش آلود تھی۔ کچھ ایسا پھیر بدل کیا کہ اسی شراب سے ساغر بھر کر شہزادے کو دیا۔ اس نے یک جرعہ درکشید کیا۔ پھر تو سب انجمن کو وہی شراب پلائی۔ ہر ایک پہ کچھ دیر میں بیہوشی چھائی۔ گرمی جو معلوم ہوئی اٹھ کر ٹہلنے کا ارادہ کیا۔ طمانچہ بیہوشی کا ایسا لگا کہ اوندھے منہ گرے۔ لمحہ بھر میں تمام محفل بیہوش ہو گئی۔ عمرو نے پہلے ذوالفنن کو جو ایلچی شعلہ کوکب کا ہے اٹھا کر زنبیل میں رکھا اور شکیل کو بھی داخل زنبیل کیا پھر چابک کو ہوشیار کر کے سلام کیا۔ اس کی جو آنکھ کھلی اپنے تئیں بندھا پایا اور رنگ محفل نہ پایا۔ سمجھا عمرو بلائے بد ہے وہ مجھ پر غالب آیا۔

غرض تاؤ پیچ کھا کر چپ ہو رہا اور عمرو نے اس کے جلانے کو پہلے لوٹنا شروع کیا۔ جہانگیر کو زنبیل میں نہ رکھا۔ تمام دربار کے کپڑے اتارے۔ ملک خورشید کا تاج لیا۔ اسی طرح یہ لوٹ پہ پڑا۔ اب اور ماجرا سنئے۔

یعنی افراسیاب نے جو ایلچی روانہ کیا تھا تو بعد روانہ کرنے قاصد کے بہت بڑا خیال اس کو ہوا کہ دیکھوں جہانگیر آتا ہے یا نہیں۔ اسی تردد میں آخر اس کو تاب نہ رہی کتاب سامری منگا کر حال دربار خورشید دیکھنے لگا۔ یہاں عجب ماجرا نظر پڑا کہ تمام دربار بیہوش ہے اور ایک شخص لوٹتا پھرتا ہے۔ ایک عیار ستون سے بندھا ہے۔ پس یہ دیکھتے ہی اس

نے کہا: "وائے مریم اسے بڑا غضب ہوا۔ عمرو ملک خورشیدیہ میں پہنچ گیا سب کو قتل کیا چاہتا ہے۔

یہ کہہ کر چاہا کہ کسی ساحر کو اس طرف بھیجے۔ پھر سوچا کہ جب تک کوئی جائے گا وہاں خاتمہ ہو جائے گا تو آپ چلے۔ پس اس اضطرار میں کچھ پریشان پر بھی دھیان نہ کیا کڑک کر اکراتا اور اچکا یہ بادشاہ طلسم ہے بہت جلد راہ طے کرتا ہے۔ اس وقت یہ دارالامارت خورشیدیہ پر آکر چمکا کہ عمرو تمام دربار کو لوٹ کر جہانگیر کو داخل زنبیل کیا چاہتا تھا کہ اس کے آنے سے برق شعلہ بار چمکی رعد گرجا۔ عمرو سمجھا کہ مقرر کوئی آفت آئی پس بہت جلد گلیم اوڑھ کر الگ ہوا۔

اس عرصہ میں شعلہ جاوداں دربار میں اتر کر ہوا سے آیا اور ابر سحر برسایا کہ ہر ایک کو ہوش آیا اور اپنے تئیں برہنہ دیکھ کر جامہ خانہ میں جا کر لباس پہنے۔ سرداروں نے پوشاک منگا کر زیب تن کی۔ ادھر شعلہ جاوداں نے چابک کو ستون سے کھولا۔ ملک خورشید افراسیاب کو پہچانتا تھا۔ اس نے تعظیم کر کے تخت پر بٹھلایا آپ باادب تمام زیر تخت بیٹھا اور شہزادہ جہانگیر سے کہا: "بابا اٹھو شہنشاہ کو تسلیم کرو۔ نذر دو' زہے نصیب ہمارے جو حضور تشریف فرما ہوئے۔" شہزادہ اٹھ کر رسم تعظیم بجا لایا۔

افراسیاب نے فرط شفقت سے پیشانی پر بوسہ دیا اور اپنے پاس بٹھا لیا اور کہا: "اے شہزادے تم نے اس دزد مکار کو دیکھا اگر میں اس وقت نہ آجاتا تو وہ سب کو ہلاک کرتا۔ اسی طرح اس نے میرے تمام طلسم میں ایک تہلکہ ڈال رکھا ہے۔ اب تم کو لازم ہے کہ میرے ساتھ چلو اور کوکب جو شریک عمرو ہے۔ اس کے طلسم کو توڑو۔ تم اس کے مقابلہ کو جاؤ اور میں اور باغیوں کا خاتمہ کروں اور کوکب کی حمایت کو حمزہ ضرور آئے گا اگر تم اس پر غالب آئے پھر تمام عالم زیر فرمان تمہارا خدا ہے۔ خدائے باختر کو تمام دنیا سجدہ کرے گی اور تم ایسا پہلوان اور مجھ ایسا بادشاہ کا نشانہ بھر تسخیر ہو گا۔ خداوند باختر طرہ پیغمبری کا دیں گے۔ سپہ سالار قدرت خطاب عنایت کریں گے۔

لشکر ملائکہ خداوند تمہارا مطیع ہو گا۔ میں جو مناسب تھا وہ سمجھا چکا۔ آگے تمہیں اختیار ہے۔"

جہانگیر عیاری کرنے سے خواہ کی آگ بنا بیٹھا تھا۔ اس نے جواب دیا: "اے شہنشاہ میں ملک کوکب میں گھس کر اتنی تلواریں ماروں گا کہ ندیاں خون کی بہا دوں گا اور اس کو وہ سزا دوں گا کہ تمام عمر وہ یاد کرے گا۔"

یہ کہہ کر ایلچی کو کوکب کے تلاش کیا کہ وہ عیار کو اپنے ساتھ کیوں لایا۔ ہر چند کہ ایلچی کو قتل کرنا زیبا نہیں لیکن اس کی شرارت کی سزا دینا ضرور ہوا۔ غرضیکہ ہنگام تلاش مہ رخ و کوکب کے سفیروں کو نہ پایا ان کے ساتھیوں کو حکم دیا: "ابھی ہمارے ملک سے نکل جاؤ اور تحائف بھی پھیر لے جاؤ۔ یہ کہہ دینا اپنے ملکوں سے کہ ہم آتے ہیں، ہوشیار رہو۔

وہ سب تو بے نیل و مرام یہ پیام لیکر پھرے اور خورشید جادو نے بڑی دھوم سے افراسیاب کی دعوت کی اور ایسا انتظام کیا کہ عمرو اور برق اندرونِ عمارت کے نہ آ سکے۔ سحر ایسا تھا کہ جب قصد اس طرف کے چلنے کا کرتے تو اندھے ہو جاتے۔ ناچاریہ بھی مراجعت فرما ہوئے۔ حال ان کا بیان ہو گا۔ یہاں جام سے ارغوانی کا دور چلا گیا۔ ناچ ہوا اغذیہ لطیف سے نعمت خانہ آراستہ کیا گیا ہر طرح کا اسباب راحت مہیا تھا۔ بزم جمشید کو اس انجمن پر رشک آتا تھا۔ راجہ اندر کا اکھاڑہ جمع تھا کہ

کیا بزم تھی بزم شاہانہ
جس میں کہ یہ ساز تھا یہ سامان
دیوانہ ہر پری طلس ناز
پروانہ ہر چراغ رخسار
اللہ رے جوش نغمہ تر
بیخود ہوئے سن کے سب برابر
تعریف سے جس کی ہر بات باہر

آغاز ہوا وہ نغمہ تر
نغموں میں شراب کا اثر تھا
جو بزم تھا وہ بے خبر تھا
شیشوں کا تھا اشتیاق غالب
قلقل کی صدا کے کان طالب

ایک دن اور شب بھر جلسہ دعوت رہا۔ جب دوسرے روز مہر گیتی فروز طلسم مشرق سے برآمد ہو کر مہمان کاشانہ سپہر ہوا اور بزم شبینہ انجم برخاست ہوئی

دنیا میں ہوئی جو صبح پیدا
خورشید فلک ہوا پیدا

افراسیاب وہاں سے روانہ ہوا۔ جہانگیر نے وعدہ کیا کہ عقب شہنشاہ فوج کو ترتیب کر کے میں بھی حاضر ہوتا ہوں۔" شعلہ جاوداں یہ مژدہ سنکر شاداں و خنداں کنگل اڑ کر چلا اور ایلچی کو اپنے حکم دیا گیا کہ ہمراہ شہزادہ رہبری کرتا ہوا آئے۔

غرض چند عرصہ میں یہ تو باغ سیب میں پہنچا اور آتے ہی نامہ ملکہ حیرت کو لکھا کہ:

"اے خاتون پسندیدہ ما بدولت لشکر ساحران ہمراہ لے کر بمقابلہ نمک حراماں تم آؤ اور بارگاہ زربفتی طلسی ساتھ لاؤ۔ آرائش و زیبائش انجمن عشرت دو چند ہو تا کہ ایک مہمان بحر ازدل و جان آتا ہے۔ وہ محفوظ خرسند ہو۔ ہم بھی تمہارے پاس لشکر میں آئیں گے اور حسن انتظام تمہارا ملاحظہ فرما کر خلعت سرفرازی تمہیں پہنائیں گے۔"

یہ نامہ طائر سحر جب ملکہ مذکور کے پاس لایا اس نے گنبد نور پر سے چلنے کا سامان کیا۔ مع مصور و صورت نگار و براق و سرمایہ و شکوہ زریں تاج وغیرہ سرداران لشکر و ارکان سلطنت کئی لاکھ ساحروں کی جمعیت سے بحشم و خدم حصار طلسم سے باہر نکلی اور دہانے

خون رواں سے اتر کر جس مقام پر کہ پہلے اتری ہوئی تھی اس جگہ فروکش ہوئی۔

لشکر پشت رنگین حصار حوالی میں میدان رزم کا فاصلہ دے کر اترا۔ ناقوس اس قدر بجے کہ چرخ کے ورد میں صدا گونجنے لگی۔ گھنٹے بجتے تھے کہ فلک مختلج مزاج کا دل دھڑکتا تھا۔ طائران سحر اس قدر اڑے تھے کہ روئے ہوا کالا تھا۔ شعلہ ہائے آتش ایسے بلند تھے کہ گنبد چرخ جل کر بشکل آبلہ تھا۔ خیام و خرگاہ نے زمین کا پردہ ڈھک دیا تھا۔ کثرت لشکر سے ارض وغیرہ میں زلزلہ تھا ترسل اور پنسول اس نواحی و شجر کے پھل پیدا ہوئے تھے۔ روح رستم و سام خوف سے زمین میں پنہاں تھی ہلچل پڑی تھی۔ آفت بے پایاں نمایاں گھوڑوں کے ہنہنوں سے فیلوں کے چنگھاڑنے اشتروں کے بلبلانے دشت و کوہ گونجتا تھا۔

مختصر یہ کہ عسکر شقاوت اثر جب اس دشت میں خیمہ زن ہوا۔ طائران نے یہ خبر ملکہ مہ رخ خوش سیر کو بھی پہنچائی کہ حیرت فوج لے کر پھر مقابلہ میں آئی۔

اس حال کو سن کر عیاراں بطور کیفیت دریافت کرنے کو روانہ ہوئے اور مہ رخ نے تمام لشکر کے افسروں کو حکم ہوشیاری کا دیا۔ طلایہ لشکر کا بہت زبردست مقرر ہوا۔

بانا دوں میں ایک ایک افسر دس دس ہزار سوار سے گشت کرنے لگے۔ ادھر عیار یعنی جانسوز و ضرغام صورتیں بدل کر خادم و فراش بن کر داخل لشکر دشمن شکست حاصل ہوئے اور حیرت جادو نے بعد اترنے کے ایک نامہ ملکہ صنعت وزیر کو لکھا کہ "اے ملکہ تم اول خدمت شہنشاہ میں حاضر ہو کر باغیوں سے لڑی تھیں۔ جب عدو پر ظفر یاب نہ ہوئیں تو اپنا لشکر لے کر حوالی طلسم میں چلی گئیں۔ لشکر تمہارا مہ رخ سے زیادہ ہے۔ اس لشکر کی نسبت میرا ارادہ یہ ہے کہ بہر استقبال مہمان عزیز شہنشاہ خوش اقبال بلاؤں۔

پس بمجرد دیکھنے نامہ کے مع لشکر تم میرے پاس آؤ کہ شہنشاہ نے پھر یہ حکم لشکر کشی دیا ہے اور ساحران نامی کو طلب کیا ہے۔"

یہ نامہ سحر کا پتلا لے کر گیا۔ صنعت لشکر لے کر حوالی گنبد نور کی طرف چلی گئی تھی اور سحر ہلاکت پیشہ تیار کر رہی تھی۔ حال اس سحر کا ان شاء اللہ مذکور ہو گا۔

چنانچہ جب اس قبچہ کو نامہ طلسم ملکہ پہنچا۔ سحر بخت بیضہ درست ہو چکا تھا۔ بس نامہ پڑھ کر حکم کوچ دیا اور آپ بھی بصد جاہ و عزت روانہ ہوئی اور بعد قطع راہ لشکر حیرت ہوئی۔ فوج کو اس لشکر سے علیحدہ اتروایا۔ آپ کی خدمت ملکہ مسطورہ میں آئی۔ ملکہ نے بنا پر حکم شاہ جادواں بارگاہ زربفتی گوہر نگار ایک میدان پاکیزہ میں استادہ کرائی۔ جس کے سامنے دریا بصد آب و تاب موجزن تھا۔ کنارے کنارے اس بحر کے دشت عزت بخش تھا۔ لب دریا فرش پر تکلف بچھوایا۔ جھاڑ سر بلند ہر جگہ رکھوایا ساقیان گلبدن شراب ارغوانی کے جام و سبو لے کر وہاں ٹھہرے۔ رامشگران قمر پیکر ساز عشرت انداز و طرب خیز ساتھ لائے۔ بارگاہ کے سراچے اٹھا دیئے۔ بیچ بارگاہ میں ایک تخت زمرد کا بچھوایا۔ برابر اس کے دست راست کو دنگل یاقوت احمر کا تراشا ہوا گسترده کرایا اور گرد تخت زمردیں کے کرسیاں طلائی جواہر کار بچھوائیں اور ایک کرسی پر از نقش و نگار فیروزی قریب مسند چابک کے لیے لخلخے ہوا کے رخ رکھے گئے عود سوز و مجمر سوز سے تمام بارگاہ رفیع المنزلت کے بارگاہ چرخ بریں خسرو خورشید جبین کی پشت تر بے رونق تھی۔ انجمن کواکب کی زینت اس کے مقابلہ کے کب لائق تھی۔ زہے گرد فرشتے حسن انتظام کہ برجیس و کیوان کی زبان ثناخواں زینت محفل پر ناہید فلک بلا گردان

اندر نے نہ دیکھی تھی یہ محفل
پریوں کا بھی سب بے قرار تھا دل

اس محفل کی آرائش بہ وقت آنے جہانگیر کے بیان ہو گی۔ اب ملکہ طلسم تو اس آرائش میں مصروف ہے۔ مگر جہانگیر نے بعد چلے آنے افراسیاب کے جو ممالک کہ فتح کیے تھے ان کے حاکموں کو نامہ روانہ کئے کہ بدولت بادشاہ کواکب سے لڑنے جاتے ہیں۔ تم بھی مع اپنی فوج کے ہمراہ رکاب ظفر انتساب چلو۔ یہ نامہ جب شاہان باج گزار

کو پہنچے۔ ہر سمت سے فوجیں روانہ ہوئیں۔ یہاں شہزادہ ذی جاہ نے در خزانہ وا کیا۔ اپنی ذاتی فوج کو آراستہ کیا۔ کچھ عرصہ میں بارہ لاکھ کا لشکر سوار و پیدل کا درست ہوا۔ ہر شخص بہر جنگ چاق و چست ہوا عرابہ زر سرخ و سفید کے ہمراہ ہوئے۔ علموں کے پھریرے کھل گئے۔ رنگا رنگ کے پرچم بروئے ہوا اڑنے لگے۔ روئے ہوا بھی منقش و رنگین نظر آیا۔ یا فلک شعبدہ باز نے نیرنگ دکھلایا۔ آمد سپاہ سے خاطر زمانہ پر غبار گرد لشکر سے سپہر دوار تیرہ و تار جب کار سازی لشکر ہو چکی ملک خورشید تخت پر سوار ہوا۔

شہزادہ کیوان کلاہ پشت توسن سازی پر بعزم رزم سازی بیٹھا۔ ہزارہا نقارہ بجے۔ ساحران غدار جمشید منش سامری وش طائران و رنگان سحر پر چڑھ کر چلے جھانجھ اور نفیر بجے۔ نالہ نئے ترکی کا شوق ہوا۔ آمادہ سرکشی پر اہل نبرد ہوا۔ علم شیر پیکر کا پھریرا سر پر ضیغم پیشہ صاحبقرانی یعنی شہزادہ جہانگیر لاثانی کے کھلا۔ پس پشت شہزادہ لاکھ سواران جرار کا انبوہ اور ایک سمت مستر چابک صندوق عیاری پر سوار گرد اس کے کئی ہزار شاگرد عیار اکتارہ بجاتے شلینگیں لگاتے چلے۔ آپس میں بانگ کے پیچ ہوتے جاتے تھے۔ حقہ ہائے نفطی چلتے تھے کہیں میدان دھواں دھار ہو جاتا۔ ابر چھا جاتا۔ اس میں بجلی خنجر کی چمکتی۔ کہیں مطلع صاف نظر آتا۔ حقہ ہائے آتشی کی تیزی سے آنکھ جھپکتی۔ ایک طرف ساحر اپنا کمال دکھاتے تھے۔ گنبد چرخ میں آگ لگاتے تھے اس طرح شعلہ آتش چمکاتے تھے۔ کبھی گھٹا کہسار سے اٹھتی۔ دنیا میں تاریکی بھی کیفیت دکھاتی۔ بجلی کی چمک رعد کو مشغل دکھاتی۔ اس بدلی میں سحر کے مور چنگھاڑتے پر طاؤس منقش پرند مشکیں سحاب پر نقش و نگار بناتے خوش فعلی کر کے رقص اپنا دکھاتے اور ہر طرح کی بہاریں پیدا جادوگرنیوں کے جوبن پر دل عالم شیدا ترکان ستمگر غارت گر جان و ایمان طاؤس ان کی سواریوں کے شہپر افشاں۔ مختصر یہ کہ نہایت جاہ و حشم انتہا کا کر و فر فوج مبارزان و لشکر ساحران کا مجمع۔ چاؤشان سپاہ کا آوازیں لگاتا۔

اسی حشمت و تجمل سے بعد قطع منازل و طے مراحل ہمراہ ایلچی افراسیاب جانب طلسم ہو شربا میں داخل ہوئے۔ یہاں کے ناظم و مالکان دربند نے حاضر خدمت ہو کر نذروی رسد رسانی کی اور عرضی خدمت بادشاہ طلسم میں بھیجی۔

افراسیاب خبر آمد اس نامور کی سن کر بہت خوش ہوا اور حیرت کو لکھ بھیجا کہ: "اے ملکہ مہمان عزیز قریب آگئے۔ سرداران ذی کو بہر استقبال روانہ کرے۔ اور کوئی دقیقہ تواضع میں اس کی اٹھا نہ رکھے۔ ملکہ مذکور نے نامہ پڑھ کر صنعت و ابریق وغیرہ بڑے بڑے ساحران گرامی منزلت کو برائے استقبال روانہ کیا۔ یہ لوگ راہ میں ملک خورشید سے جا کر ملاقی ہوئے اور مراسم تعظیم بجا لائے۔ پھر بڑے اعزاز سے لا کر داخل لشکر حیرت کیا۔ ملکہ مذکور نے طبل شادمانی بجوائے اور خود کنارے تک لشکر کے پیشوائی کو آئی ملک خورشید بھی تخت سے اترا اور ملکہ کو تسلیم کی۔ ملکہ نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور جہانگیر کی پشت پر بصد شفقت ہاتھ پھیرا۔ لشکر اس کے ساتھ کا ملحق سپاہ ملکہ اترنے لگا۔"

خیام بارگاہ نصب ہونے لگے۔ ملکہ اسی بارگاہ میں کہ جو پہلے سے لب جو آراستہ کر آئی تھی۔ مہمان ذی شان کو لائی۔ تخت زمردیں پر خورشید کو بٹھلایا اور وہگل یاقوت نگار پر شہزادہ کام گار بیٹھا اور کرسی جواہر آگیں پر چابک تیز رفتار بیٹھا۔ گرد تمام گرد و گردن کش ساحران ذی کرسیوں پر متمکن ہوئے۔ ملکہ نے جملہ کیفیت شاہ جادواں کو لکھ بھیجی۔ وہ بھی بصد بشاشت و فرخندگی ساحران جلیل القدر کو ہمراہ لے کر تخت فیروزہ رنگ پر سوار ہو کر یہاں آیا اور بارگاہ میں اس کو قسم دے کر بٹھلایا۔ باہم دست بوسی ہوئی۔ پھر حکم ترتیب انجمن عشرت دیا۔ اس عرصہ میں جوہری قدرت نے یاقوت زرد روئے عالم کو سواد شب سے نیلم بنایا۔

سر شام پر دے اس بارگاہ بندھوا دیئے گئے۔ سامنے دریا میں کچھ لمانے زریں رنگ برنگ چھڑا دیئے گئے۔ ایک طرف اس کے دریا کی بہار ایک جانب کو صحرا تمام لالہ زار

شفق دشت و کوہ میں پھیلی ہوئی بہار اپنی رنگینی پر پھولی ہوئی۔ درختوں کے زمرد میں گنبد بلور کے روشن تھے۔ برج سنبلہ میں ستاروں کے ظاہر ہونے تھے۔ چشم نرگس حیران تھی کہ شاہ جادواں نے کیسا سبز باغ صافوں کو دکھایا ہے۔ زلف سنبل پریشان تھی کہ یہ منت کا احسان سر پہ آیا ہے۔ کنارے دریا کے چھوٹے چھوٹے درخت پھولوں کے گلے ۔ جال ان پہ موتیوں کے پڑے۔ شاید بہار کو دام مکر میں پھنسا لیا تھا۔ بلبل دل کو کسی گل کے لبھا کر بہ پابہ زنجیر کرنا چاہا تھا۔ کہیں صحرا میں نرگس دان جواہر کے دھرے تھے کسی جا بحر میں بجرے پڑے تھے۔ درخت جنگل کے بادلے سے منڈھے تھے۔ ادھر بارگاہ میں چلمن ہر ایک گلدام نظر تھی۔ پردے رنگین پڑے۔ فرش کی صفائی پہ چاندنی فرش تھی۔ چاندنی کا کھیت کرنا اس میں مقیش کا اڑنا مشاطہ مہ کا آئینہ عروس بہار کا دکھانا۔ پھولوں کی خوشبو' کوڑیالے کا کھلنا' موتیوں کا دور تک بچھونا دشت کی بڑھی ہوئی ابرباگلہ میں گلرخان قمر پیکر کا جماؤ ساقیان مہر جبین کا بناؤ رقاصوں کی ہر ایک ادا دل توڑے لیتی تھی۔ ساقیوں کی نگاہ مستی ناکیفیت دیتی تھی۔

اسی جلسہ عشرت میں شہزادہ جہانگیر نے حال جنگ شاہ طلسم سے پوچھا۔ اس نے کہا: "اے شہزادہ عیاروں نے میرے ملازموں کو بہکا کر اپنا شریک کر لیا ہے۔ انھیں سے فی الحال مقابلہ ہے۔ عیاران مسلمین بڑے قہر کے ہیں اور ہر جلسہ و ہر قیام پہ شکل آفت ناگہانی کے وہ پہنچتے ہیں۔ یقین ہے کہ اس جگہ بھی موجود ہوں۔"

یہ کلام سن کر شہزادہ خاموش ہو رہا۔ مگر چالاک نے بنگاہ تفحص ہر سمت دیکھا۔ یہاں ضرغام و جانسوز پہلے سے آئے ہوئے تھے۔ مشوش پذیر ہوئے کہ چالاک ہم کو تلاش کرتا ہے۔ اس پہ ہم کو اپنے تئیں ظاہر کرنا چاہیے۔ ہرچند ہمارے لیے قباحت ہے۔ مگر ہرچہ باداباد۔ یہ صلاح کر کے دونوں نے عیار مذکور سے آنکھ ملائی اور اشارہ کیا کہ ہم تمہاری سرکوبی کو موجود ہیں۔ اس نے اول تو چاہا کہ شاہ طلسم سے کہہ کر ان کو گرفتار کراؤں پھر یہ سوچا اس وقت ان کا ظاہر اپنے تئیں کرنا اپنی دلاوری کا اظہار

کرتا ہے۔ تجھ کو بھی اپنی جرات اور تجمل دکھانا زیبا ہے۔ اشارتاً ان سے گفتگو کر۔ پس اس نے بھی اشارہ کیااور جانب پاپوش اشارہ کیا کہ اپنے گھر سے تو خواجہ عمرو کی جوتیاں کھا کر آیا ہے۔ اب یہاں ہم پاپوش کاری کریں گے۔

چابک نے اشارہ سے کہا: "ہوشیار ہو رہو۔ میں تمہاری بارگاہ میں آتا ہوں۔" یہ اشارہ کر کے ضرغام جو خدمت گار بنا تھا اس کو پکارا کہ: اے اب خاصہ میرے لیے حاضر کر۔"

ضرغام یہ سن کر فوراً آبدار خانہ سے تھالی جوڑ میں گلاس پانی کا لگا کر اور بے ہوشی پانی میں لگا کر سامنے لایا چابک نے وہ گلاس لے کر لیں لگیا۔ منہ میں سلوف بیہوشی کے دفع کرنے کا پہلے سے رکھ لیا تھا۔ پانی کے ساتھ پی گیا اور ایک بیضہ بیہوشی کا نکال کر کہا: "اے خدمت گار دیکھ تو یہ کس جانور کا انڈا ہے کہ اس میں سے خوشبو آتی۔ ضرغام نے اس کو بیضہ نکالتے دیکھ کر ایک بیضہ نگاہ اس کی بچا کر چپکن کا آستین میں رکھ لیا۔ جب اس نے بیضہ دیا اس ترتیب سے بچالاکی لیا کہ اس کا بیضہ تو آستین میں چلا گیا اور آستین کا رکھا ہوا ہاتھ میں آگیا۔ پس اسی کو ناک پر رکھ کر کہا: "واقعی حضور اس میں خوشبو مثل مشک کے آتی ہے۔ بیضہ نہیں مشک ناف ہے اور وہ عجب جانور ہے کہ جس نے یہ انڈا دیا ہے۔ لیجیے لیجیے آپ پھر سونگھیے۔"

یہ کہکر جب اس نے ہاتھ پھیلایا۔ اس سبکی سے ہاتھ کو کس دیا کہ اپنا بیضہ آستین میں گیا اور جو اس نے دیا تھا۔ وہی بیضہ پھر ہاتھ آگیا۔ وہ اس کے حوالے کیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے بیضہ لیا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی ناک کو کھجایا چٹکی میں عطر دافع بیہوشی تھا وہ ناک میں مل لیا۔ پھر اس بیضہ کو سونگھا۔

اسی طرح بہ رمز و کنایہ اس سے اور دونوں عیاروں سے عیاری ہوئی۔ آخر یہ شلو علم سے کہ کر اٹھا "اے بادشلو میں جاتا ہوں اور آپ کے دشمنوں کا کاٹ کر لاتا ہوں۔" یہ کہ کر بارگاہ سے نکل کر روانہ ہوا۔ ضرغام و جانسوز بھی وہاں سے اپنی بارگاہ میں آئے اور حال دعوت جہانگیر بیان کیا اور کہا: "سب سردار بہت ہوشیار رہیں کہ چابک نے

دعویٰ عیاری کا کیا ہے۔"

یہ ماجرا سن کر بہارشاد ملکہ خوش نہاد سامان عشرت نشاط مہیا ہوا۔ ساقیوں نے احباب محفل کو مست ولایعقل بنایا۔ مغنیوں نے بزم جمشید و کے کو تجلی کر دیا۔ عیار بھی دونوں شریک صحبت رہے۔ اس وجہ سے کہ محافظ انجمن رہیں۔ یہاں تو یہ کیفیت ہے۔ مگر چالاک جو بارگاہ سے نکل کر چلا۔ اپنے لشکر میں جو خیمہ کہ برائے استراحت آراستہ اپنے واسطے کرایا تھا۔ اس میں آکر چند شاگردوں کو بلایا اور کہا: "اس طرح کا سامان جنگل میں مخفی لے جاؤ۔" شاگرد اس کے موجب حکم عمل میں لائے اور یہ آئینہ سامنے رکھ کر صورت بدلنے لگا۔

ازبسکہ خورد ساں ہے روئے زیبا نرم و نازک تر رکھتا ہے۔ زن حسینہ و جمیلہ کی شکل پر بن کر تیار ہوا کہ کاکل مشکیں اس کی جو دیکھے جیتا وہاں ہو۔ سودازدہ محبت پیش طبیب ٹھہرے۔ پری کا سایہ پیش رساں ہو۔ چشم فتنہ زا کو جو نظر کرے۔ گردش لیل و نہار کا مارا کہلائے۔ آرام و راحت آباد و شہر پر آشوب اس کو نظر آئے۔ آتش شفق دیگ فلک کے نیچے سلگا کر سنبلہ کی بالی کا کیوڑا اگر کھینچے۔ جب بھی عرق جبیں کے برابر نہ ہو سکے۔ مژدہ گماں وہ تیر جانستاں کہ تیرا آسمان برج قوس کو بانیمہ صنلبی سینہ سپر بناتا ہے۔ خنجر ابرو کو یاد کر کے بہرام گردوں تھراتا ہے۔ روئے خورشید ضیا کے روبرو آئینہ مہر آتے شرماتا ہے۔ گوہر شبچراغ جو بہت کم ہوتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کے رخ انور سے منفعل ہو کر بطن صدف میں منہ چھپاتا ہے۔ اپنی آبرو بچاتا ہے۔ لالہ و گل جو گلشن عالم میں خونیں کفن میں اسی کی رخسار کے کشتہ جوبن ہیں۔ یاقوت رمانی وہ لب لعلیں جو دیکھے۔ رشک سے ہیرا کھائے۔ غنچہ پہلے منہ بنائے۔ جب دہن تنگ کے مقابل آئے۔ گلوئے نازک صباحت میں بیاض سحر کو غلط کر کے خامہ غیرت کو کاٹ دے۔ بر و دوش ساکنان نے جان لے لی جی کی مراد نکلی تھی۔ دلکا حوصلہ نکلا تھا۔ حسن کا گنجینہ تھا۔ دل عشاق کی وہ آبلہ تھی۔ درحباب بحر حسن میں آئی تھی۔ شکم

لوح بلور بلور حسیں حسیں رخسار حور کمر بال عنکبوت عقدہ سر بستہ نازو و ساق دلبری و خوبی میں طاق پائے رنگین بہتر از شفق چرخ بریں سر سے پا تک حسن کا نقشہ جاہت کی صورت خوبی و محبوبی کی مورت اس سے اپنی وضع جداوت بانی کر بنائی اس پر صدقہ ہوئے آتی کہ

جس بزم میں تو ناز سے گفتار میں آئے
جان کا لبد صورت دیوار میں آئے
سایہ کی طرح ساتھ پھریں سرو و صنوبر
تو اس قدر دلکش سے گلزار میں آئے
اس چشم فسوں گر کا اگر پائے اشارہ
طوطی کی طرح آئینہ گفتار میں آئے

جب اس صورت خوب اور طرح محبوب سے درست ہو چکی زیور جواہرین جسم پر مزین کیا کہ

الماس کی بالیاں منگائیں
بالی نے وہ کانوں سے لگائیں
بالوں میں گہر لگا کے پہنے
کانوں میں گہر لگا کے پہنے
جھپکے کا لگا چتی جو افشاں
اک جاتے نجوم و مہر تاباں
زیور سے ہوئیں وہ مہ نگاریں
جھومر سے تجل تھا عقد پرویں
تھی دکی کنٹی کڑے بھی پہنے

ہیروں کے منگا چھڑے بھی پہنے
غلطاں بجا بجا کے چلتی
سینوں میں دلوں کو تھی وہ ملتی

خیمہ سے سیاہ چادر اوڑھ کر پوشیدہ صحرا میں آیا۔ یہاں شاگرد اس کے گاڑی لیے کھڑے تھے اور صورت اپنی سازندوں کی ایسی بنائے تھے۔ گاڑی کے جوئے میں ٹاٹ مُرخی کی طرح بندھا تھا۔ اس میں طبلے بستنی میں بندھے رکھے تھے۔ سارنگیاں غلاف چڑھی منہ ان کے ٹاٹ چڑھے رکھی تھیں۔ سازندے نے وہ گاڑی کے اندر بیٹھے ہوئے۔ یہ بھی آتے ہی گاڑی کے اندر بیٹھ گیا گردوں پہ مہتاب بلکہ آفتاب جلوہ گر ہوا۔ ایک عیار گاڑی بان بنا تھا۔ اس نے بادی بیل پہ مار کر دم اس کی دبائی۔ ٹک ٹک کی صدا دی گاڑی چلی۔ سازندے نے کان پہ ہاتھ رکھ کر تان لگائی' جلت نگریا میں بھلی ڈگریا' گاتے روانہ ہوئے اور وہاں سے چل کر لشکر مہ رخ میں آئے گاڑی ٹھہرا کر وہ رشک ناہید اتری۔ لشکریوں نے جو اس کے حسن خوب کو دیکھا آوازے کسنے لگے رنگین مزاج شعر عاشقانہ پڑھتے تھے کہ نوجوان ساتھ ہو لیے اور کہتے جاتے تھے کہ

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

کوئی کہتا تھا کہ

بوسہ دیتے نہیں اور دل پہ ہی ہر لحظہ نگاہ
جی میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا

وہ نازنین بعشوہ و ناز دل ہر ایک کا شیدا بناتی اس خیمہ کو دریافت کر کے جہاں نادرہ

اسباب نشاط تھا آئی۔ داروغہ نے جو اس کا حسن صبیح دیکھا تو نقد ہوش رونمائی میں دیا۔ خیمے میں لے جا کر بٹھلایا۔ بڑے تپاک سے حال استفسار کیا اس نے رنگین بیان نے اٹھلا اٹھلا کر تو سن ناز کو عرصہ تقریر میں جولان کیا: "ہم لوگ مجری ہیں آپ کے پاس آئے ہیں کہ دو پیسے آپ کی وجہ سے مل جائیں۔"

یہ کہہ کر آنکھوں کو گردش دی سسکی بھری اور کہا: "بستر پر جاتے ہیں۔"

داروغہ شیفتہ آن دادا تھے۔ گویا ہوئے کہ ہماری حسرت دیدار پر نظر کیجئے کچھ دیر جلوہ گری فرمایئے۔

اس نے ہنس کر کہا: چہ خوش آپ تو بہت جلد مزے میں آ گئے۔ اے میاں میں ایسی بیکار نہیں ایسی اوبائی ہوں جو تمہیں دیکھتے ہی پھسل پڑوں اور پہلو تمہارا پھروں گرم رکھوں۔"

داروغہ نے کہا: "ہمارے تمہارے وعدہ وصل ہو جائے تو ابھی تمہارا مطلب بھی بر آئے۔

اس شوخ نے ہنس کر انگوٹھا دکھلایا اور کہا: اپنا منہ بنواؤ۔ یہ منہ اور مصالحہ۔ میں اور تمہارے قابل لے جاؤ۔ جاؤ میرا کام کرا لاؤ بہت باتیں نہ بناؤ۔ داروغہ ان باتوں سے بے قرار ہوئے اور سمجھے کہ یہ راضی ہے۔

پس اٹھ کر دربار میں سامنے مہ رخ ذی جاہ کے آئے اور عرض کیا: "ایک طوائف ایسی ناچنے اور گانے والی میں نے بہم پہنچائی ہے کہ حضور دیکھیں گی تو فرمائیں گی کہ زہرہ فلک سے اتر آئی ہے۔"

عیاروں نے یہ سن کر کہا: "حضور میں اس کو مدت سے جانتا ہوں۔ مجھ سے اس سے عرصہ دراز سے رسم و راہ ہے میں خود آج تک یہاں نہ لایا تھا۔ اب اس کا جی حضور میں حاضر ہونے کو بہت چاہا تو میں نے اس کو لانا چاہا۔"

یہ تقریر سن کر حکم دیا: "اگر تم اس سے واقف ہو تو کیا مضائقہ ہے لے آؤ۔"

داروغہ اجازت پا کر ہنستے ہوئے خیمے میں آئے اور کہا: "لو اے جان من' ہم تمہارا کام کر آئے۔ اپنے بستر پر جا کر سازندوں کو لاؤ اور سرکار میں چلو۔"

وہ نازنین یہ سن کر وہاں سے کنارے لشکر کے آئی اور اپنے سازندوں کو ساتھ لیا تھوڑی

پشواز کی اور سب سامان ہمراہ لے کر بارگاہ مہ رخ میں ہمراہ داروغہ مذکور آئی اہل دربار نے جو اس صورت پر فریب کو دیکھا' فریفتہ ہوئے اور ایسی شکل اس نے بنائی تھی کہ ہر چند ضرغام نے بنظر عیاری دیکھا۔ مگر پہچان نہ سکا اور اس زہرہ جبین و قمر پیکر نے اس طرح جمر اپنا جتانا شروع کیا کہ جیسا میر حسن نے فرمایا ہے کہ

ہ اسباب عشرت کا آپس میں مل
جمانا گھڑے باگ گاوے کے دل
ہ ایمن کی تانیں ادھر اور ادھر
ملے سر طنبوروں کے ہاگید کر
ادھر کی تو یہ گت اور ان کا بھاؤ
ادھر اوٹ میں ٹھسکہ کا بناؤ
کھڑے ہو کے در گھونٹ ھد کلے
چبا پان اور رنگ ہونٹوں پہ دے
انگوٹھی کی لے سامنے آرسی
ہ صورت کو دیکھ اپنی گلزار سی
الٹ آستین اور مہرے کا چاک
نئے سر سے انگیا کو کر ٹھیک ٹھاک
بنا کنگھی اور کر کے ابرو درست
جھٹک دامن اور ہو کے چالاک و چست
دوپٹے کو سر پہ الٹ اور سنبھل
بیکایک ہ صف چیر آنا نکل
پکڑ کان اور گھونگھرو کو اٹھا
پہن پاؤں میں سر سے چھوا
ادھر اور ادھر رکھ کے کاندھی پہ ہاتھ

چلی ٹھمکی آنا سنگت کے ساتھ
لچ چند کے ہاتھ کی مورت ایک
سجائی ہوئی چاند سی صورت ایک
کبھی ناچنا اور گانا کبھی
رجھانا اور مسکرانا کبھی
اٹکنا وہ ٹھوکر کو دے دے کے تال
وہ بوٹا سا قد اور کمر دیکی چال
کبھی گت سری ناچنا نرت سے
کہ تیوہا کے عاشق گرے شوق سے
خوش آوازیوں سے وہ گانا خیال
دکھانا ہر ایک دم میں اپنا کمال

ایسا یہ ناچی اور گائی کہ تمام محفل بیخود ہو گئی اور ہوش بجا نہ رہے اور ضرغام تو ایک جان کیا ہزار جان سے اس پر شیدا ہوا۔

بعضوں نے اس مقام پر بیان کیا ہے کہ چالاک طلسم میں آچکا ہے اور اسی سے عیار سے عیاریاں ہوئی ہیں اور وہی اس وقت اس کی صورت سے فریفتہ ہوتا ہے۔ اس حقیر نے چالاک فرزند رشید عمرو کو کہ بجائے عمرو ہے اس چھوکرے سے دھوکا کھانا مناسب نہ جانا اور اس کی شان کے خلاف تھا کہ وہ اس کو پہچان نہ سکا پس ضرغام کے نام پر اس عیاری کو لکھا اور یہ بھی واضح ہو کہ صاحب دفتر نے حال جہانگیر نہیں لکھا ہے بلکہ یہ ٹکڑا میرے ایک دوست تصدق حسین نامے داستان گو ہیں۔ انہوں نے بیان کیا تھا۔ اپنی طبیعت سے اس کو داستان کہنے والوں نے پسند کر کے محفلوں میں قصہ خوانی کے بیان کیا اور ہر شخص نے لکھنؤ کے سنا۔ پس میں نے بخیال اس کے کہ ناظرین میرے کلام کے بھی اس داستان سے حظ اٹھائیں و نیز کوئی یہ نہ کہے اتنا مضمون ہم

نے قصہ خوان سے زیادہ سنا تھا۔ اس کتاب میں وہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ داستان مشہور بہت ہو چکی تھی۔

آدم بر سر مطلب چابک ایسا گایا اور ناچا کہ احباب محفل کو محو کر دیا اور ضرغام اس کے عاشق میں بے آرام ہوا۔ سرداران ذی وقار نے بہت کچھ زر و جواہر انعام میں دیا۔ اس نے عرض کیا: "میخانہ اگر میرے حوالے ہو تو کیفیت زیادہ تر دکھاؤں بادہ عشرت و سرور سے ہر ایک کو بیخود بناؤں۔ اس نشہ کی ترنگ میں انجان کار کا خیال کسی نے فرمایا میکدہ کا مختار اسے بنایا۔ اس نے شراب کو پیمانہ و ساغر میں بھر تبدیل کر کے بیہوشی آلود کیا اور ناچتا ہوا خم شراب کے سب کے سامنے لے گیا۔ ہر ایک اس کی ادا پر دلدادہ تھا بے تامل پی گیا اور کچھ دیر میں رنگ بادہ خواراں خراب نظر آیا۔

ازبسکہ اہل ظرف تھی اس سبب سے جوتی لات لڑنے کی نوبت آئی۔ ہر چند ضبط کیا مگر سنبھل نہ سکے بیہوش ہو گئے۔ عیار مذکور نے نعرہ در دربار میں جا کر دیا اور خنجر کھینچ کر چاہا کہ مہ رخ و بہار وغیرہ جملہ سردار اس کا سر جدا کروں لیکن خالق عالم حافظ حقیقی ہے۔ مہتر قران جو ہمیشہ صحرا میں رہتا ہے اور بارگاہ میں کبھی آتا ہے۔ اس وقت بھی اتفاقاً آیا اور قریب بارگاہ جب پہنچا سناٹا نظر آیا۔ کسی کو اندر بارگاہ کے بولتے نہ سنا۔ حیران ہو کر سراپچہ چاک کر کے دیکھا تو یہ ماجرا دکھائی دیا کہ ایک نازنین خنجر بکف سرداروں کو قتل کیا چاہتی ہے۔ اس حال کو دیکھ کر یہ سمجھ گیا کہ یہ عیار ہے۔ پس اس نے سراپچہ پھاڑ کر اندر قدم رکھا۔ اور نعرہ شیرانہ کیا: "ہاش او طفل بے ادب۔"

چابک نعرہ سن کر رکا ادھر اس کی جانب اس نے دیکھا تو ایک عیار قوی تن کو کسوت عیاری و جامہ مکاری سے آراستہ دیکھا کہ چالیس من کا بغدرہ تانے ہوئے میری جانب آتا ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے چاہا کہ میں جست کر کے نکل جاؤں۔ لیکن قران کب جانے دیتا ہے۔ بسان برق چمک کے اس کے قریب پہنچا اور چاہا کہ بغدرہ مارے اس وقت شعلہ جاوداں نے بھی عرصہ ہونے سے عیار مذکور کے جانے میں بزور سحر حال دریافت کیا تو

معلوم ہوا کہ وہ ہلاک ہوا چاہتا ہے۔ پس اپنے مقام سے اتنا جلد اٹھ کر سحر سے یہاں آیا کہ قران کے زیر بقدوہ چابک تھا اس نے پنجہ بن کر اس کی کمر میں ہاتھ دیا اور اٹھا کر بلند ہوا۔ بحر قران ہی کے آنے سے پہلے تو جست کر کے سراچے فرا گیا۔ پھر بارگاہ میں آکر پانی چھڑک کر سب کو ہوشیار کیا اور حال گزشتہ کہہ کر صرغام اور جانسوز کو بہت برا بھلا کہا کہ اسی منہ پر اپنا نام عیار رکھا ہے۔ چھٹے منہ اے ثلاقفل اس بے عزتی سے تو تمہارا مر جانا اچھا ہے کہ ایک لونڈے نے تمہیں فریب دیا۔"

غرضیکہ بہت کچھ برا بھلا اس نے دونوں کو کہا۔ انہوں نے بپاس عظمت کہ یہ خلیفہ عیاران اسلام ہے کچھ جواب اس کو نہ دیا۔ گردن جھکائے چپ سنا کیے آخر یہ صحرا کی طرف چلا گیا اور صرغام لشکر کی حفاظت و انتظام بخوبی کر کے اپنا بدلہ لینے چلا۔

اس مقام پر داستان گو کو اختیار ہے کہ جس قدر چاہے۔ عیاراں صرغام و چابک کی بیائن کرے۔ میں نے سبب طول ہونے داستان کے نہیں بیان کیں۔

حاصل مرام کبھی چابک نے صرغام کو دھوکا دیا تو جل سوز نے آکر مدد کی اور جب صرغام نے اس کو گرفتار کیا تو وہ افراسیاب آکر چھڑا لے گیا۔ ایک پنجہ دوسرے پر چھڑا لے گیا۔ ایک پنجہ دوسرے پر قابض نہ ہوا۔ اسی دوا دوش نے وہ شب جلسہ عشرت و مسرت بسر ہوئی اور وہ زمانہ آیا کہ عیار روزگار نے لباس شب گردی جسم پر سے اتارا اور ساقی دوران نے شراب سرخ شفق پیمانہ سحر میں بھری کہ

کہ جب چمکا جمال مہر ہر سو
نظر آنے لگے رخسار و پہلو
فروغ صبح سے تارے تھے پنہاں
زمین پر آسمان تھا نور افشاں

صبح دم افراسیاب نے چابک کی بہت تعریف فرمائی اور کہا: "اب تم چندے آسودہ ہو۔ میں جو تجویز کر چکا ہوں اس فکر کو پورا ہو لینے دو۔ پھر عیاری کرنے جانا۔"

عیار مذکور نے کہا: بہت اچھا اور مجلس نشاط میں بیٹھے۔ شاہ طلسم نے سحر سے ایسا انتظام فرمایا کہ پھر کوئی عیار بارگاہ میں نہ آنے پائے۔ حسب ارادہ یہاں آنے کا کیا۔ چادر سیاہ سامنے آنکھوں کے پڑ گئی۔ راہ نہ سجھائی دی۔ عیار ناچار اپنے لشکر کی حفاظت میں مصروف ہوئے۔

شاہ طلسم نے بعد انسداد راہ عیاراں رات سے بہتر جلسہ عشرت آراستہ فرمایا۔ وہ صبح کی ہوائے سرد وہ جنگل کی کیفیت وہ طائروں زمزمہ سرائی آفتاب نے یاقوت زرد تمام عالم میں بچھایا تھا۔ زمرد سبزہ اخضر نے ظلمت کدہ عالم فیروزہ گون بنایا تھا۔ تارے تو چھپے تھے۔ چرخ زبرجدی کر ستارے ان کے سامنے ماند ہوئے تھے۔

اسی حالت سرخوشی و عین مستی میں شاہ جادواں نے قرطاس و خامہ و دوات طلب فرما کر ایک نامہ بطور عرضی کے نہایت ادب کے ساتھ ملکہ تاریک صورت کش کو لکھا۔ یہ ساحرہ بلقت بلا کی ایک بلا ہے کہ دوسرا حجرا اسی کے نام پر ہے اس کا ٹوٹنے آتا بروقت کھلنے سحر ہائے مذکور کے بیان ہو گا۔ خداوند کریم لشکر اسلام کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ یہ بلا حجرہ سے نکل کر جمشید آلاؤ پر آکر رہتی ہے کہ جس آلاؤ کو پانچ کوس کے گرد بنایا ہے۔ پانچ کوس تک آگ بھری ہے۔ نشان بہنگ آتش خانہ دہکتی ہے صحرائے محشر سے زیادہ گرم وہ مقام ہے۔ اسی آتش کدہ میں وہ بلا رہتی ہے۔ شاہ طلسم کو اس نے دودھ پلایا ہے۔ بادشاہ اس کو اپنی ماں سمجھتا ہے اور نہایت ادب کرتا ہے اور وہ بھی اپنا فرزند جانتی ہے اور شاہ مذکور کو اور کوکب کو بہت دنوں سبق سحر کا پڑھایا ہے۔ ان دونوں کا وہ رتبہ وہ کچھ نہیں جانتی چھوکرا سمجھتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ افراسیاب نے نامہ میں یہ مضمون درج کیا: "اے مادر مہربان مشفقہ و مخدومہ تیرے فرزند کو نمک حراموں نے بہت ستایا ہے۔ ملک سارا چھین لینا چاہا ہے اور انھیں کور نمکوں کا شریک کوکب بھی ہو گیا ہے۔ مجھ سے کئی بار لڑ چکا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا طلسم بھی باطل کرنا چاہا ہے اور طلسم کشا جستجو سے تمام ہاتھ آیا ہے۔

لوح اس کے طلسم کی میرے قبضہ سے نکل گئی ہے۔ اگر طلسم کشا کے نصیب میں فتح

اس کے طلسم کی ہے تو لوح اس دستیاب ہو جائے گی۔

میں مادر گرامی کی شفقت بے پایاں سے یہ چاہتا ہوں کہ راستہ اس کے طلسم کے مرحلوں کا اور جس مقام پر کہ گل حیات کوکب ہو اور طریقہ اس گل کے حاصل ہونے کا مفصل مجھ کو تعلیم فرمائیے۔ تاکہ یہ فرزند آپ کا جو رعدواں سے رہائی پا کر اپنی مراد کو پہنچے اور یہ کمترین بعد آنے جواب اس عریضہ کے قدمبوسی کو حاضر ہو گا۔"

یہ نامہ لکھ کر بزور سحر ایک موسیقار بنایا اور اس کے گلے میں خط باندھ کر حکم دیا اسی وقت یہ نامہ جمشیدی الاؤ پر پہنچاؤ اور جواب لاؤ۔"

موسیقار پرواز کر کے روانہ ہوا بیابان ہستی کو طے کر کے الاؤ پر پہنچا۔ حال بیابان ہستی اور الاؤ پر وقت جانے افراسیاب اور عمرو کے بیان ہو گا۔

غرضیکہ نامہ ساحرہ مسطور کو موسیقار نے لا کر دیا۔ اس نے پڑھ کر ایک خندہ دندان نما کیا اور الاؤ سے کچھ راکھ اٹھا کر پانی سے تر کر کے ایک پتلی اس کی بنائی اور فسوں پڑھ کر اس کو جاندار کیا۔ ایسا حسن اس پتلی نے پیدا کیا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔

اس نے سحر سے حکم دیا: "میرے بیٹے کے پاس جا اور سارا ماجرا طلسم کوکب کے مرحلوں کا مع گل حیات کوکب کے بیان کر دے اور طلسم کے فتح کرنے کا طریقہ جو کچھ مجھ کو معلوم ہے وہ ہے اس طریقے کو بھی سمجھا دینا۔ اگر فرزند میرے تیرے جمال پر شیفتہ ہو تو شربت وصل اپنا اس کو پلانا اس کی اطاعت میں رہنا۔"

پتلی یہ سن کر روانہ ہوئی اور اس کا نامہ کا جواب اس نے لکھ کر موسیقار کے گلے میں باندھ دیا۔ مضمون یہ تھا: "اے برخوردار سعادت اطوار نامہ تمہارا پہنچا۔ حال تمہارے تاسف ہوا۔ سامری تم کو خوش رکھے۔ ہر چند کوکب بھی میرا فرزند ہے مگر تمہارے برابر اس کی محبت مجھ کو نہیں۔ اس لیے کہ اپنا خون چوسا کر تم کو پالا ہے وہ میرا شاگرد ہے گود کا پالا ہے و نیز بانیان طلسم نے تمہارے طلسم کے حجرہ بلا کا مجھ کو مالک کیا۔ پھر جس کا کلام پر کہ میں مامور ہوں اس کا پاس ضرور کروں گی۔ شاگرد کا خیال نہ

رکھوں گی۔ ہاں ایک مرتبہ آکر فہمائش اس کو دی جائے گی اگر مانے گا تو بہتری اس کی ہے۔ ورنہ سزائے معقول دوں گی۔ تمہارے لکھنے کے موافق ایک ساحرہ جلیلہ کو روانہ کیا ہے کہ وہ جملہ کیفیت گل حیات و مرحلہ جات طلسم نور افشاں وغیرہ کی بیان کر دے گی۔ مگر تم کو یہ لازم ہے کہ اس ساحرہ کی حفاظت کمال درجہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ عیار یا ساحر اس کو قتل کر ڈالیں اگر وہ قتل ہو گی تو پھر تو پھر کوئی جاننے والا حال طلسم نور افشاں کا نہیں ہے اور میں بھی پھر نہ بتا سکوں گی۔ واضح ہو کہ اس پتلی کے قالب میں اس ملعونہ نے وہ بھید چھپایا ہے کہ جو واقف حال طلسم نور افشاں ہے اگر کوئی اس پیکر کو جلا دے گا تو واقع میں یہ ماجرا مذکورہ نہ بتا سکے گی۔ اس لیے اس نے تاکید اس کی حفاظت نسبت لکھی اور پھر یہ لکھا کہ: "اے فرزند تمہاری معشوقہ ملکہ ظلمات چار چشم جس پر تم دلدادہ اور شیفتہ مدت سے ہو۔ میرے سمجھانے سے تمہارے وصل پر راضی ہوئی ہے۔ مگر اس شرط پر کہ وہ سلطنت طلسم کی چاہتی ہے۔ اگر تم حیرت کو معزول کر کے تخت طلسم ہوشربا پر بٹھاؤ اور اپنے گھر کا مختار بناؤ تو وہ مہ پیکر تمہارے برج دل میں آ کر منزل کرے اور شب تار ہجراں کو نور مہ وصال سے منور و روشن فرمائے اور اس خورشید آسمان ساحری کو ایسا نہ جاننا۔ میری وہ شاگرد ہے۔ سحر میں اپنا عدیل و نظیر نہیں رکھتی ہے۔ پس جو کچھ تم کو اس امر خاص میں منظور ہو' مجھ کو اطلاع دو۔" یہ نامہ بجواب خط شعلہ طلسم موسیقار کو دے کر رخصت کیا

کہ وہ شعلہ مذکور کے پاس لایا۔ وہ مضمون پر واقف ہو کر قدم بہت خوشنود ہوا۔ پھر نامہ لکھا کہ "مجھ کو بہزار جان قبول ہے کہ وہ غیرت صد ہزار گلشن میری انجمن کو اپنے قدم گل رنگ سے رشک چمن بنائے۔"

یہ پیام جب دایہ ناکام پا چکی اس نے ملکہ ظلمات کو اس حوالی میں رہتی تھی رضامندی شعلہ سے اطلاع دی۔ اسنے فوج ساحران ہمراہ لے کر بیٹے جلو چشم سے کوچ۔ ہنوز وہ پتلی فرستادہ تاریک شعلہ جادواں کے پاس نہیں پہنچی ہے اور یہ ساحر بھی روبراہ ہے۔

مگر شمہ حال کوکب سنئے کہ قلعہ طلسم میں باانتظار خواجہ عمرو تشریف فرما ہے لیکن اس کا ایک پیر بھائی برہمن رعد کیں تن جادو ہم ساحر ذی احتشام کو سامری کو ابجد خوان اپنے دبستان کا جانتا ہے۔ اور شہپال و حبیبال کو طفل مکتب کی طرح جانتا ہے کہ

کشور سحر اس سے ہے آباد
ساحران جہار کا ہے استاد

وہ ملک طلسم نور افشاں میں اس کے زیر حکم ہے جو آبادہ سے جمشید کے قریب تر ہے ایک سمت طلسم ہوشربا کے الاؤ ہے اور اس کے آگے وہ ملک ہے جو برہمن کا دارالحکومت ہے چنانچہ یہاں خاطر کوکب وہ ہر وقت تاریک کی خبر رکھتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ بلا کچھ ضرر پہنچائے۔

غرضیکہ طائران سحر بڑے بڑے زبردست ہیر بن کر الاؤ کے گرد رہتے ہیں۔ اس وقت ہیروں نے جملہ کیفیت چپلی کے بھیجنے کی اس کی خدمت میں عرض کی۔ اس نے جملہ حال معلوم کر کے شلو کوکب کو لکھا کہ: "اے طفر الملبس دیوان کدو محبت والے املا طراز لوح الفت حقیقت حال اس نحو پر ہے۔ آپ ملاحظہ نامہ تو وہ شامہ سبق خوان کتاب یکجائی ہوں کہ مجھ کو کچھ اصلاح کرتا ہے۔"

یہ خط چپلا جادو کا لے کر کوکب کے پاس گیا۔ اس نے نامہ پڑھ کر پرواز کی اور اس کے پاس آیا اس نے تعظیم کر کے تخت پر بٹھایا اور کہا: "آپ نے گل حیات کو اپنے خزانے میں رکھا ہو گا یا ایسے مقام پر کہ جہاں سے کوئی اس کو لے نہ جا سکے۔"

شلو جواب دہ ہوا: "اے برادر بیابان عجائب بادشاہان طلسم بناتے ہیں۔ اس میں عمدہ اور عجیب اشیاء رکھواتے ہیں۔ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے اور بہت احتیاط سے وہ رکھا ہے۔ کہو اس کی نسبت تمہیں کیا اندیشہ ہے۔"

اس نے سارا ماجرا تاریک کے چپلی بھیجنے کا بیان کر کے کہا: "جلد تدبیر کرو۔ ورنہ چپلی

حال مرحلہ جات طلسم اور مقام کل مذکور بتلا دے گی۔ جہانگیر اس بچے پر چڑھ آئے گا طلسم پر آفت آئے گی۔"

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر کہا: "اے بھائی اب اس کی تدبیر تمہیں کچھ کرو مجھ سے تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔" برہمن

برہمن یہ بے سن کر سر بجیب تفکر ہوا اور بعد میں کچھ دیر کے اوراق نکال کر ایک چیلا اس کا بنایا اور افسوں دم کر جلایا اور شاہ کو دیا کہ اپنے مقام پر جا کر جلد تر اس چیلے کو روانہ کرنا۔ کیونکہ بجلی بارگاہ افراسیاب میں پہنچ گئی ہو گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ حال بیان کر چکے۔ یہاں سے اس لیے چیلا میں نے تمہیں بھیجا کہ شاید تاریک ماہ میں ماہ میں پکڑ لے۔ پس تم اس ماہ اس کو بھیجنا کہ جدھر سے خواجہ آتے جاتے ہیں۔"

کوکب شاہاں و فرحاں چیلے کو ساتھ لے کر قلعہ کوکبیہ میں آیا اور حکم دیا: "اے سحر کے پتلے جلد جا کر تاریک کی بجلی کو ہلاک کر۔"

چیلا پرواز کر کے چلا۔ یہ تو ادھر سے آتا ہے مگر اتنے عرصہ میں وہ بجلی بارگاہ شاہ جادواں میں آ کر مجلس عشرت ترتیب پذیر تھی کہ صدائے قلقل و پازیب کان میں آئی جھنکار گھنگھروؤں کی سن کر سب نے آنکھ اوپر کو اٹھائی دیکھا کہ ایک تخت یاقوت نگار پر زن حسینہ و جمیلہ سوار ہے حسن زیبا کی اس کے عجب بہار ہے زلف عنبر بیز کے سامنے مشک ختن کی کیا قدر ہوئے م نور کے مقابل شرمندہ بدر جب بہت دل عاقل موشگافی کرے تو بالوں کی صفت شاید کر سکے۔ دیار ظلمت میں بغیر اعانت خضر رخسار سکندر فطرت قدم نہ دھر سکے۔ جبین روشن مطلع دیوان نور رنگ صبیحاں عالم غیرت سے مقابل اس کے کافور صفحہ کتاب ناز فہرست دفتر اعجاز مشرق آفتاب زیبائی مصداق طلوع صبح خوشنمائی وصف ابرو میں نیا شاخسانہ ہے برات عاشقاں بر شاخ آہو اس کے اشارے کا بہانہ بے ہلال عید درد دل کی دوا مشکل عشاق کی کلید بحر حسن کا پل کشتی قلزم حیات عاشقاں بے تامل ترکان چشم شمشیر زنی میں طاق قبضہ میں ان کے جان آفاق ساقی بزم بیخودی

ہمیشہ جان رنگین انجمن دلبری طائر ہوش کے لیے صیاد مژگان دام بردوش مرغ جان کب اس سے آزاد خنجر ایما و اشارہ تیز کئے خون عاشقاں سرخی چشم گردن پہ لئے مئی موج چشمہ نور بلور پہ شعلہ طور کان حسن و خوبی کی کان رخ مصفا پہ قربان عاشقوں کی جان وہاں تک مثل عنقا معدوم راز پنہاں نقطہ موہوم لب وا کئے تو تبسم و تکلم ہو۔ گوہر دندان نقطہ سجے دہن تجیم ہو۔ بیاض گردن صفحہ سیم طفلک خورشید کو لوح تعلیم کیا وصف اس کا بیان ہو کہ

گردن ہے شفا میں شاخ بلور
پروانہ ہے جس پہ شمع کافور
تابع ہے ہر ایک حسین خوشرو
آتا ہے جھکا کے گردن آہو
الماس تراش تن وہ بازو
ہو شمع نہ جس سے ہم ترازو
کیا ساعد صاف نازنین ہے
یہ سیم تو کیا آستین ہے
ہالے سے عیاں قمر کا جوبن
فانوس میں ہے یہ شمع روشن
کف حسن میں برگ گل نمط ہے
رشک برگ گل ہر ایک خط ہے
موتی ہے جو پشت دست تاباں
انگشت برنگ شاخ مرجان
پنجہ کہ نور نور جاوید
پھر جائے کرے جو پنجہ خورشید
القصہ وہ شاہد طرحدار

خوباں زمانے کی تھی سردار
لکھتا میں ضروریاں سراپا
پر خوف ہے طول داستاں کا

وہ بانی صد جور و ستم نیرنگ مجسم تخت سے اتر کر خراماں خراماں سامنے شلو جاداں کے آئی۔ اور گردن بھر تسلیم جھکائی شلو نے قریب تخت اس کو کرسی پر بٹھلایا اور جہانگیر نے جو حسن بے نظیر کو اس کے ملاحظہ فرمایا تعریف میں لب سے واہ نکلی اور جگر ہی تو تھی محو آئینہ رخسار ہوا عشق گلے کا ہار ہوا بے اختیار زبان پر لایا۔ درد دل اپنا اس سخن ناشنو کو سنایا کہ

فیصلہ کیا ہوا جان بسمل کا
موت رخ دیکھتی ہے قاتل کا
اپنے مٹنے کی کچھ نہیں پرواہ
آپ دیکھیں تو حوصلہ دل کا
ملکے تلوؤں سے جس کے گھستی ہے
تھا زمانے میں شور اسی دل کا
آپ کو کھو کے تم کو ڈھونڈ لیا
حوصلہ تھا یہ میرے ہی دل کا
ذکر غم بزم یار میں بیجا
رنگ بھی دیکھتے ہو محفل کا

شلو جاوداں نے جب یہ صورت شہزادہ پر شوکت کی دیکھی تسلی دی کہ اے حیرت زدہ آئینہ نیرنگ حسن سیماب وار بیقرار نہ ہو آج شب کو اس محبوبہ سے ہمکنار ہوتا ہو

نازکبدن بھی بایمائے بادشاہ شہزادہ ذی جاہ کی طرف مخاطب ہو کر عشوہ گری دکھانے لگی اور ایک عالم پر ہوش و خرد بھلانے لگی۔ شاہ جاوداں نے اشارہ کیا کہ ساقیوں نے جام بادہ ارغوانی سے شہزادہ اور اس شراب حسن سے مخمور کو مست کر دیا۔ حالت مستی میں کچھ کسی کا پاس و لحاظ نہ رہا دونوں سرگرم اختلاط ہوئے باہیں گلے میں ڈال دیں۔ رخسار پر رخسار رکھ دیئے یہ بارگاہ ساحران بے بیشتری اسکے آب و گل میں ہے۔ سب ساحر اس ناز و انداز کو دیکھ کر جلنے لگے۔ شاہ طلسم اپنی معشوقہ سے مختلط ہوا باہم بوس و کنار کی لذت حاصل تھی۔ عجیب صحبت تھی رنڈیاں رقص میں اپنی آن و ادا دکھاتیں جو بجلی کے ابھار کمر کو لے گئی۔ پھڑک پر دل اہل انجمن لبھاتیں۔ جب وہ پچی خوب مستی میں بھری چاہا حال طلسم کو کب بیان کر کے شہزادہ کو تخلیہ میں لے جائے حکم اپنی مالکہ کا بجا لائے۔ پس لب شکر ریز کو اس طوطی سروستان حسن نے اس طرح کھولا:

"اے شاہ جاوداں جب سرحد نور افشاں پر کوئی شخص پہنچے تو جانب دست راست جائے۔ لیکن وہ یا تو خود ساحر زبردست ہو یا اس کا کوئی ساحر معین و سرپرست ہو۔ ورنہ ملازمان کب اس کو جانے نہ دیں گے اور بڑا فتور بپا کریں گے۔

چنانچہ جب سمت دست راست روانہ ہو تو ایک بیابان اس کو ملے گا کہ نام اس کا بیابان تاریک ہے۔ وہ تاریکی وہاں ہے کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا ہے۔ زمین و آسمان کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ گویا زمانہ کسی کے غم میں سیہ پوش ہوا ہے یا ملک عدم کا وہ جنگل ناکہ ہے۔ پس رہرو کو اس بادہ ظلمت کے اول یہ چاہیے کہ سر جنگل پر نظر کرے۔ ایک گنبد دکھائی دے گا۔ اس گنبد میں تیغہ جمشیدی رکھا ہے اور مالک اس گنبد اور اسباب کا ایک ساحر ہے۔ چہ ہوم جادو نام اس ساحر کو اس طرح تسخیر کرے کہ گنبد کے دروازہ پر چند اسم بلندی کی جانب لکھے ہیں۔ وہ اسم چند بار ورد زبان کرے دروازہ گنبد کھل جائے گا اور اندر سے چھوم نکلے گا۔ اس سے کہے کہ بہ عظمت تاثیر اسمائے جمشیدی تو مجھ کو اندر گنبد کے لے چل اور تیغہ اور چراغ مجھ کو دے۔ وہ بعد

غدر بسیار گنبد کے اندر لے جائے گا اور چراغ و تیغہ حوالے کرے گا۔ پس اسی چراغ کی روشنی میں اوّل طلسم کشا صحرائے تاریک میں داخل ہو۔ بعد اس کے لشکر اس کا داخلہ کرے۔ اس بیابان کا مالک سرحد دار تجلی پوش جادو ہم ساحر زبردست و ذی احتشام ہے کہ لشکر ساحران لیے ایک مقام پر اس صحرا میں اترا ہوا ہے اور بسبب اندھیرے کے نظر نہیں آتا ہے چراغ کی روشنی کے باعث لشکر اس کا دکھائی دے گا۔ پس طلسم کشا تیغہ جمشیدی سے مقابلہ وہاں کرے اور سرحد دار کو قتل کر کے اس کے لشکر کو شکست دے اور آگے بڑھے۔"

اس پتلی نے یہاں تک اس حال کو بیان کیا تھا اور ناچ گانا سب موقوف تھا۔ شاہ جادواں اور سب اہل انجمن چپ بگوش دل کہانی سن رہے تھے کہ یکایک پردے ہوا نعرہ ہوا کہ "زبان اپنی نگاہ رکھ منم فرستادہ تاریک صورت کش۔"

یہ نعرہ سن کر پتلی خاموش ہوئی اور مع شاہ سب حضاران مجلس کھڑے ہو گئے۔ ناگاہ ایک جوان حسین بافرد تمکین ہوا سے نیچے اترا۔ جیسی وہ پتلی خوبصورت تھی اس سے زیادہ وہ صاحب جمال تھا۔ برس اٹھارہ ایک سن کا سال تھا۔ مہ طلعت و مہ رفعت راحت دل مرہم روح بسمل سلطان حسینہ نشان خسرو و پری رخان غواص دریائے دلبری باغ حسن کا گل جعفری سحر و نیرنگ پر قادر فرمان فرمائی میں نادر شاہوں میں جمشید ستاروں میں خورشید کلاہ و گوہر آگیں سر پر قبائے جواہر دوز پر زر در بماز پا تا سر محجوب

گل نظر آیا چمن میں اک عجب رشک چمن
گلرخ و گلگون قباؤ گلعذار و گلبدن
مہر طلعت حور پیکر مشتری زہرہ جبین
سیمبر سراب طبع و سیم ساق و سیم تن
نازنین ناز آفرین نازک بدن نازک کمر
غنچہ لب رنگیں ادا شکر وہاں شیریں سخن

زلف کاکل خال و ابرو کے ہیں یہ چاروں غلام
ملک تبت چین ملک خطا ملک ختن

پس اس شہر یار کشور خوبی نے اس پری سے قریب آ کر کہا: "اے جان جہاں و آرام دل مشتاقاں تم یوں بیباکانہ پہلوئے غیر میں بیٹھی ہوئی راز طلسم جلسہ عام میں بیان کر رہی ہوں۔ ہمارا ذرا بھی خیال نہیں۔"

یہ کہہ کر قریب اس کے بیٹھ گیا۔ جہانگیر یہ سمجھا کہ اس کی زوجہ یہ نازنین ہے۔

پس پہلو سے سرک بیٹھا اور شاہ طلسم اسی دھوکے میں ہے کہ یہ فرستادہ تاریک ہے۔

اور وہ پری سہم کر منہ افراسیاب کا دیکھنے لگی اور چاہتی تھی کہ چیخ مار کر بھاگے۔

مگر اس جوان حسین نے گردن میں اس کی ہاتھ اپنے حمائل کر کے لب سے لب ملا کر ایک بوسہ اس کے لب رنگین کا لیا۔ وہ سوختہ دل حسرت بوسہ میں رکھتا تھا کہ

دل پوشیدہ تپ عشق نہاں رکھتے ہیں
آگ ہم سنگ کے مانند نہاں رکھتے ہیں

بوسہ لیتے ہی اس آتش خون نازنین شعلہ رو کے جسم میں گرمی نے سرایت کی اور منہ سے ناک کان آنکھ سر سے شعلہ آتش نکلا پھر تو یہ حال ہوا۔ کہ

قریب سرو چراغاں ہے سرگذشت اپنی
کہ سیر دیکھتے ہیں شعلہ رو جلا کے ہمیں

سارا جسم اس خورشید رو کا جلنے لگا۔ دھڑ دھڑ جل کر خاکستر ہو گئی۔ یہ حال دیکھ کر افراسیاب گھبرایا کہ وائے حسرت و ناکامی یہ کیا ہو گیا۔ ادھر جہانگیر نے تو سینہ سوزاں سے

کی کہ افسوس میری معشوقہ' بادشاہ طلسم حیرت میں کہ ہائے دایہ صاحب نے فرمایا تھا۔ اس بچی کے محافظ رہنا مجھ سے بڑی غفلت ہوئی اس تحیر میں تھا کہ اس جوان نے نعرہ مارا "منم فرستادہ برہمن روئیں تن۔" "اس فحشہ کو تو جلا چکا اب جہانگیر کو لیے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر جانب شہزادہ مذکور ہاتھ بڑھایا۔ شہزادہ نے کھڑے ہو کر بقوت تمام ایک گرز دو دستی مارا مگر گرز اچٹ گیا۔ اور بعض بیان کیا ہے کہ جوان ضرب گرز سے پیوند زمین ہو گیا اور پھر نکل کر جانب شہزادہ جھپٹا۔

افراسیاب نے تخت پر سے اٹھ کر بیچ میں آ گیا۔ اس نے ایک طمانچہ بادشاہ کے مارا ہاتھ سے اس کے بجلی تڑپ کر نکلی اور جانب فلک گئی۔ پھر بادشاہ پر کڑک کر گری۔ بادشاہ نے دستک سحر دی کہ بجلی سر سے ٹکر کھاتی ہوئی زمین پر گر کر سرد ہو کے غائب ہوئی مگر سر اور منہ بادشاہ کا زخمی ہو گیا اور تاج سر سے اتر کر دور گرا۔ یہ تاج حکومت طلسم ہے کہ اس کی حفاظت ہزار ہا بیر کرتے ہیں۔ تاج کے گرتے ہی ایک زمین سے نکلی اور بناز و ادا قریب اس نوجوان کے آئی۔ ایسا حسن رکھتی تھی کہ وہ جوان حسین اس پر مائل ہو کر لپٹنے کو چلا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا کہ وہ جوان فوارہ کی طرح چھوٹنے لگا اور سارا جسم اس کا اثر زہر مارزلف سے اس زن سحر کے پانی ہو کر بہہ گیا۔ گو عشق میں اس یم خوبی کے ہمہ تن چشم بن کر رویا۔

غرضیکہ جب وہ پتلا بہہ گیا۔ بچی نے تاج بادشاہ کے سر پر رکھا اور غائب ہو گئی۔ جہانگیر کو بہت صدمہ بچی کے جل جانے کا ہوا۔ ذبح موقوف تھا۔ دل بہلانے کا سامان کیا۔ ذبح ہونے لگے۔ شاہ جادواں بھی رنجیدہ ہوا کہ اب کس حال طلسم نور افشاں دریافت کروں آخر یہ تجویز کیا کہ جس قدر بچی نے بیان کیا ہے اسی کی تدبیر کرنا چاہیے۔ شہزادہ کو چراغ اور تیغہ دلا کر اس طلسم پر لے چلنا لازم ہے۔ اگر یہ طلسم کشا ہے تو از خود کوئی رہبر پیدا ہو جائے گا۔ اور پتہ گل حیات کا بتائے گا۔ پس اس نے شہزادہ سے

کہا: "آپ اپنی معشوقہ کے چھٹنے کا بدلہ لیجیے۔"

وہ رنجیدہ تو تھا ہی آمادہ ہوا اور کہا: "اے بادشاہ تیاری کیجیے۔"

شاہ کار سازی لشکر اور درستی اسباب سفر میں مصروف ہوا۔ اس کو تو اس حال میں رکھیے لیکن بقیہ حال خواجہ عمرو نیک خصال سنئے کہ یہ قلعہ خورشیدیہ سے جب نکل کر روانہ ہوئے تو برق بھی کہ نامہ دار کے ساتھ سے جدا ہو گیا تھا خواجہ کے ساتھ ہو لیا۔

مختصر یہ کہ دونوں صورتیں بدلے ساحروں کو راہ میں قتل کرتے داخل طلسم ہوشربا ہوئے اور باہم صلاح کی کوئی ساحر جو طلسم میں جاتا ہے اس کے ہمراہ ہو کر چلیں تو بھٹکتے نہ پھریں گے۔ راہ میں ظلمان در بند جانے نہ دیں گے۔

غرضیکہ متلاشی ساحر رہبر ہوئے چناچہ خواجہ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر دور بین لگا کر یک نظر چار سمت دوڑایا۔ ایک سمت دریائے نیل اور قلعہ جات طلسم نظر آئے۔ ایک طرف کو بحر ہفت رنگ اور کوہستان دکھائی دیا۔ ایک طرف بیابان وغیرہ طلسمات کے عجائبات دیکھے اور ایک ساحروں کا لشکر اترا ہوا صحرا میں دیکھا۔ یہ دونوں کوہ سے اتر کر اسی لشکر کی جانب چلے۔ جب قریب پہنچے دیکھا کہ خیام و سیاہ پردہ زریں دور تک استادہ ہیں۔ جھنڈے بانار لشکر گڑے ہیں۔ طلایہ دار پھرتا ہے ہر سمت ساحروں کا مجمع ہے۔ سواروں کی لین پڑی ہے۔ پیادوں کے بستر لگے ہیں۔ جمعیت بڑی ہے خیموں میں ستار ڈھولک بجتا ہے کڑھاو چڑھے ہیں۔ جابجا ہوم خانے سجے ہیں۔ ساحر پوجا پاٹ کر رہے ہیں۔ لشکر کے قریب جو چشمے بہہ رہے ہیں۔ ان کے کنارے مردم لشکر اشنان گیان دھیان کر رہے ہیں۔ کہیں جادوگرنیاں مصروف سحر خوانی ہیں۔ کسی جوبن نے اٹھتی جوانی ہے۔ کوئی جوان کسی معشوقہ کی تاک میں اس کے خیمہ کی طرف چکر لگا رہا ہے۔ وہ بھی مسکراتی ہے اپنی ادائے دلبری دکھاتی ہے کوئی کسی سے اشارہ کرتا ہے کسی کو قربت حاصل ہے نزدیک سے باتیں کرتا ہے حوصلہ دل نکالتا ہے۔ کوئی نامرد کسی کو دیکھ کر آہ سرد بھرتا ہے۔ ہر جانب ٹھما ٹھم ہے کٹورا کھنکتا ہے۔ گرم بازاری ہے۔ دیکھنے سے

بنی لگتا ہے۔ بیچ لشکر میں بارگاہ فلک فرسا استادہ ہے۔ قبہ اس کا شقف گردوں سے باتیں کرتا ہے۔ تنابیں جواہر دوز ہیں پر وہ ہائے زنبوری چمک دمک میں مہ عالم افروز ہیں۔ سائبان زربفتی سامنے اس بارگاہ کے کھنچا ہے۔ سلک گوہری کا اس کی جھالروں جلوہ سے نیچے اس کے تخت عاج جواہر اندو گستردہ ہے۔ گرد تخت کرسیاں بچھی جو چہرہ طاؤسی رکھتی ہیں۔ تخت کاؤسی کو شرماتی ہیں۔ اس تخت عاج پر ایک نازنین خوبان عالم کی سرتاج لباس پر زر اور زیور گوہر و جواہر زیب تن فرمائے جلوہ گر ہے۔ فی الحقیقت معشوقوں کی افسر ہے۔ اس نگار دلفریب کے حسن زیبا کی توصیف کیا تحریر ہو۔ یہ غزل قطعہ بند نظیر کی نسبت اس کے سراپا کے لکھی جاتی ہے کہ

نظر پڑا ایک بت پری وش نرالی سج دھج نئی ادا کا
جو عمر دیکھو تو دس کی یہ قہر و آفت غضب خدا کا
جو شکل دیکھو تو بھولی بھولی جو باتیں سنئے تو میٹھی میٹھی
یہ دل وہ چبھ کر سر اٹھا دے جو نام لیجئے کبھی وفا کا
جو گھر سے نکلا تو یہ قیامت کہ چلتے چلتے قدم قدم پر
کسی کو ٹھوکر کسی کو جھڑکی کسی کو گالی نپٹ لڑاکا
ادا چلنے میں چلبلاہٹ کہ دل کہیں ہے نظر کہیں ہے
کہاں کا اونچا کہاں کا نیچا خیال کس کو قدم کی جا کا
لڑا دے آنکھیں تو سب حلی کہ پھر پلک سے پلک نہ مارے
نظر جو نیچی کرے تو گویا کھلا سراپا چمن حیا کا
یہ تلملاہٹ نہ چلبلاہٹ خبر نہ سر کی نہ تن کی سدھ بدھ
جو چیرا بکھرا بلا سے بکھرا نہ بند باندھا کبھی قبا کا
گلے لپٹنے میں یوں شتابی کہ شکل بجلی کے اضطرابی

کہیں جو چوکا چمک کر کہیں جو لپکا تو پھر جھپاکا
نہ وہ سنبھلا کسی کے سنبھلے نہ وہ منایا منے کسی کا
جو قتل عاشق پہ آکے نچلے تو غیر کا نہ پھر آشنا کا
تغیر ہٹ جا بھرے سرک جا بدل لے صورت چھپا لے منہ کو
جو دیکھ لیوے گا یہ ستمگر تو پار ہو گا ابھی جھرا کا

خواجہ نے جو یہ لشکر اور اس غارت گر کشور دل و جگر کو دیکھا اور اس کے کر و فر کو ملاحظہ کیا کہ گرد تخت کرسیوں پہ ہزار ہا نازنین پری پیکر اور ساحران نامور جمع ہیں کہ ایک ایک حشمت میں شاہوں سے بہتر ہے۔ پس یہ دیکھ کر عمرو متحیر ہوا اور لشکر کے ایک ساحر سے کہا: "بھائی ہم اس اطراف کے رہنے والے ہیں اور تم لوگ مسافر ہو۔ یہ بتاؤ کہ اس شہزادی کا کیا نام ہے اور سفر کرنے سے اس کو کیا کام ہے۔"

اس نے جواب دیا: "اس شہزادی کو اکہ ظلمات چار چشم کہتے ہیں۔ شاہ طلسم ہوشربا نے اس کو اپنے طلسم کے تخت پر بٹھانے کو بلایا ہے۔ اس لیے اس نے کوچ فرمایا ہے اور اپنے مقام سے شاہ جادواں کے پاس جاتی ہے اور تاریک کے پاس سے آئی ہے۔"

خواجہ نے یہ ماجرا سن کر الگ جا کر برق سے کہا: "اس کو مار لینا چاہیے ورنہ یہ آئندہ فتور بپا کرے گی۔"

یہ کہہ کر برق کو ٹھہرا کر آپ فقیر دریوزہ گر کی شکل بنا۔ یعنی تہمد باندھ کر کشکول شانے سے لٹکا کر چھری ہاتھ میں لے کر لشکر کے بازار میں کوڑیاں مانگتا سامنے اس بارگاہ کے آیا اور ملکہ کو دعا دینے لگا: "سامری کی دیا رہے' جمشید کی کرپا رہے۔ میری بچی کے سب کام سپھل ہوں' من کی اچھا پوری ہو' میری دھرم ماتا جگ جگ جیئے۔ آج تو اتنا ملے کا حکم ہو جائے کہ جب تک جیو رہے پیٹ پلے۔"

ساحر نے اس سوال کرتا سن کر بغور اس پہ نظر کی۔ سحر نے اس کے اس کو خبر دی کہ

یہ عمرو عیار ہے بارادہ قتل تیرے آیا ہے۔ بڑا مکار ہے۔" یہ معلوم ہوتے ہی اس نے صندوقچہ طلب کر کے کھولا اور ایک مٹھی اشرفیوں سے بھر کر کہا: "اے فقیر لے۔" خواجہ بھی اس کی نگاہ پہچان گئے ور دلچسپی اور ہوشیاری سے دعا دیتے قریب جا کر ہاتھ پھیلا کر گویا ہوئے کہ: تم جیتی رہو۔ لاؤ۔" اس نے ہاتھ میں اشرفیاں دے کر دوسرا ہاتھ اپنا کلائی پر ڈال دیا۔ خواجہ کا ہاتھ چکنا تھا کن دے کر انھوں نے چھڑایا اور ڈھیکلی کھا کر ایک دولتی اس کے سینہ پر ماری وہ تخت پر سے گری۔ لوگ اس کو اٹھانے کو دوڑے۔ خواجہ نے جست کر کے چند قدم پر جار گلیم اوڑھ لی کہ لشکر ساحران دور تک رہے میں بھاگ نہ سکوں گا۔

غرضیکہ یہ تو بھاگ کر لشکر سے کنارے ہوئے اور ساحرہ کو اس کے ملازموں نے اٹھایا۔ مگر خواجہ نے صورت اپنی ساحروں کیا ایسی بنائی اور بازار میں لشکر کے پھرنے لگے۔ ادھر ساحرہ جب سنبھل کر بیٹھی۔ سحر نے اس کے خبر دی کہ "عمرو ساحر بنا بازار میں پھر رہا ہے۔ اس نے ایک گھوڑا سازو یراق طلاکار سے آراستہ کیا کر ساحر معزز کے ہمراہ روانہ کیا کہ جا کر عمرو کا بااعزاز تمام تر میرے پاس لاؤ۔"

ساحر مرکب لے کر بازار میں خواجہ کے پاس آیا اور تسلیم کر کے پیام دیا: "چلیے ملکہ ظلمات نے آپ کو یاد کیا ہے۔"

عمرو نے چاہا کہ بھاگ جاویں۔ لیکن ساحر سامنے کھڑا تھا۔ ناچار بھاگنے کا یارا نہ پایا۔ مرکب پر سوار ہو کر سامنے ساحرہ کے آیا۔ اس نے اٹھ کر تعظیم دی اور باصد عظمت کرسی پر بٹھلایا۔ پھر ایک صندوقچہ منگا کر دکھلایا اور کہا: "اس صندوقچہ میں ہزار سحر ہیں۔ پس آپ کو مناسب ہے کہ میرے اوپر عیاری کرنے نہ آئیے گا ورنہ بہت پچھتائیے گا۔"

خواجہ نے بجواب ان باتوں کے فرمایا: "انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔"

ساحرہ سمجھی کہ خواجہ نے کہنا میرا مانا پس نذر و جواہرات بہت کچھ منگا کر دیا۔ خواجہ نے کہا: "اے ملکہ دیکھئے یہ آپ کے پس پشت کون استادہ ہے۔"

اس نے یہ سنکر ادھر ادھر دیکھا۔ عمرو نے وہ صندوقچہ جو اس نے دکھلایا تھا اٹھا کر زنبیل میں رکھا اور کہا: "ہم جاتے ہیں۔" ساحرہ نے سنکر ادھر دیکھا۔ عمرو گلیم اوڑھ کر غائب ہو گیا۔ ساحرہ نے اس وقت خیال کیا کہ سمجھانے سے نہ مانے گا اور کیونکر قہاقش تیری قبول کرے گا کہ دعوٰی مقابلہ شہنشاہ ساحران رکھتا ہے۔ پس یہ سوچ کر دو ساحروں کو حکم دیا: "جاؤ جس مقام پہ اس نابکار کو پاؤ سر کاٹ لاؤ۔"

ساحر حسب الحکم تلاش کناں روانہ ہوئے۔ اس طرف عمرو ساحرہ کے پاس سے بھاگ کر برق کے قریب آیا اور سارا ماجرا بیان کیا اور کہا: "کہا کہ کسی طرح اس قحبہ پہ پنجہ قابض نہیں ہوتا ہے اور وہ جس صورت سے سامنے جاؤ پہچان لیتی ہے۔ بلکہ لشکر سے پھرنے سے اس کو ہماری خبر ہو جاتی ہے۔ یہاں ٹھہرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

یہ کہکر دونوں لشکر سے صحرا میں چلے آئے اور کچھ دیر میں ایک طرف جو دیکھا تو ساحروں کو دیکھا کہ کسی کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کو یقین ہوا کہ ہماری تجسس میں ہیں۔ پس دونوں نے صلاح کر کے اپنی صورت بدلی۔ عمرو تو گرو بنا اور بر چیلا۔

ایک جگہ زیر درخت دھونی لگائی اور ایک لنگوٹا باندھ کر کنارے اس کے بیٹھ کر گانجا ملنے لگے۔ ہاتھوں میں دونوں کے کڑے پڑے تھے۔ دچپٹے سامنے رکھے تھے۔ گرو کی داڑھی شناف تھی۔ چیلے کے چاروں ابرو صاف تھے۔ ایک کھوپڑی زنبیل سے نکال کر چھوٹ تھی کہ وہ چھڑکی تھی۔ اس صورت سے بیٹھے تھے کہ وہ دونوں ساحر ادھر آئے اور ان کو دیکھ کر پکارے: "بابا جی کوئی آدمی تو ادھر بھاگتا ہوا نہیں آیا۔"

انہوں نے جواب دیا: بچا" ہم نے تو نہیں دیکھا۔ آؤ چلم پیو۔ پھر چلے جانا۔"

وہ دونوں دھونی کے پاس آ کر بیٹھے۔ انہوں نے چلم میں بیہوشی بھر دی کہ وہ پیتے ہی بیہوش ہو گئے۔ انہوں نے دونوں کے سر کاٹ ڈالے۔ شور ان کے مرنے کا بلند ہوا اور بیروں نے یہ خبر ظلمات کو پہنچائی کہ اس طرح عمرو برق نے تیرے ساحروں کا مار ڈالا۔

یہ معلوم ہوتے ہی اس کو غصہ آیا اور برق بکر چلی۔ خواجہ اور برق دونوں ساحروں کو قتل کر کے وہ اسباب جو ہر عیاری زنبیل سے نکلا تھا زنبیل میں رکھ کر جھولیاں ان مقتولوں کی تلاش کر رہے تھے کہ یکایک بجلی کڑک کے گری اور دونوں کے گردن و کمر میں زنجیریں بن کر لپٹی اور لیکر بلند ہو گئی۔ یہ دونوں بیہوش ہو گئے۔ پھر جو آنکھ کھلی اسی بارگاہ کو دیکھا کہ جو پہلے نظر آئی تھی اور ظلمات کو بیٹھے پایا۔ اس ساحرہ نے بہت کچھ ان سے عتاب و خطاب کیا۔ پھر ایک قفس آہنی منگا کر دونوں کو اس میں بند کیا اور ایک تعویذ اپنے جوڑے سے نکال کر اس قفس کی کھڑی سے مس کر کے ایک ساحر کو کہ متین جادو نام رکھتا تھا بلا کے وہ نقش حوالہ کیا اور کہا: "یہ نقش جمشیدی کا لکھا ہوا ہے۔ جب تک اس قفس سے مس نہ ہو گا یہ نہ کھلے گا۔ بہت حفاظت سے نقش مذکور اپنے پاس رکھ کر اور ان دونوں قیدیوں کو بھی لے جا کر اپنے پہرے میں میں خبردار بہت ہوشیار رہنا اور کسی قفس کے نزدیک نہ آنے دینا۔"

ساحر مذکور بموجب حکم قفس مقیداں کا اور نقش لے کر اپنے خیمہ میں آیا اور جہاں سوتا بیٹھتا ہے اس جگہ سقف خیمہ لٹکایا۔ اس طرح کہ سینہ کے مقابل قفس رہے۔ غرض جب ساحرہ عیاراں موصوف کو قید کر چکی نقارہ کوچ کا بجوا کر جانب شاہ جادواں چلی اور بعد قطع منازل و طے مراحل قریب لشکر حیرت پہنچی۔ طائران سحر نے خبر اس کے آنے کی شاہ جادواں کو پہنچائی۔ بادشاہ بسبب آنے جہانگیر کے باغ سیب میں نہ گیا تھا۔ اسی لشکر میں تھا اور شہزادہ مذکور کو طلسم نور افشاں پر بھیجنے کی تدبیر کر رہا تھا۔ جب خبر آمد ظلمات اس نے سنی جملہ سرداروں کو حکم دیا کہ بہر استقبال جائیں اور یہ بھی کہا: "ساحران جلیل القدر اس ملکہ کو میری بی بی سمجھ کر تسلیم کریں۔"

یہ کلمہ جو ملکہ حیرت نے سنا تیوریاں چڑھا کر پوچھا: "کیوں صاحب یہ کل تم نے کب کیا تھا۔ اے میاں جس دن سے میں تھوڑی نصیبوں جلی تمہارے گھر پہ چڑی چلتی رہی۔ میں کیا خوش ہوئی جو دوسری آ کر خوش ہو گی۔

وہ تو کہو میری تقدیر سیدھی تھی جو ملکہ طلسم بنی نہیں تو وہی نوکری لاچین و تاجدار کی تم کو نصیب تھی۔ یہ میرے ہی جوتیوں کا صدقہ ہے جو تم بادشاہ بنے۔ میری تقدیر میں ہے تو ہر جگہ چین کروں گی۔ تم مجھ کو جلاؤ گے کیا میری پاپوش کی نوک کی جھوک پر یہ سلطنت ہے۔ جہاں جا بیٹھوں گی لاکھوں کی لاکھ رہوں گی۔ میں کیوں کسی ماتاوی کی سوت بناؤں۔ یہ تو وہی مثل ہے کہ کرنا احسان نہ کرنا پشیمان جو تمہارے اس ربے وہی جانے۔ وہ جو کہتے کہ مونسے کا کھاؤ میاں جانے یا پاؤں۔"

افراسیاب نے یہ تقریر سنکر تیور بدل کر جواب دیا: "اے بی یہ بدزبانی تمہاری میں بہت اٹھا چکا ہوں میں ہی ایسا سامری کی قسم مرد ہوں جو الف سے بے نہیں کہتا ہوں۔ کوئی اور ہوتا تو ناک کاٹ لیتا بھلا کہو عورت تو اس مقدمہ میں دخل دینے سے کیا مطلب۔ مرد سو سو رنڈیاں کرتے ہیں۔ بادشاہوں کے سیکڑوں محل ہوتے ہیں تو کیا ان کی بیبیاں نکل نکل جاتی ہیں۔"

یہ کلام جو حیرت نے سنے اور ناک کاٹنے کا نام سنا ایک دوہتڑ اپنے منہ پر مارا اور کہا: "میں خاک میں ملاؤں اس مرچلینے کو جو میری ناک کا نام لے۔ سامری اس کا ستیا ناس کھوئیں۔ لو صاحب ابھی سے اس سوت حرامزادی کا ایسا پیار ہوا کہ اس کے بدلے ناک ہماری کٹنے لگی۔ اس کو اپنی ایڑی چوٹی پر صدقہ اتار دوں اس کو وہاں صدقہ اتار دوں جہاں میری دائی نے ہاتھ دھوئے ہوں۔ اس مردوے کی تو وہ مثل ہوئی کہ دیکھا نہ بھالا صدقے گئی خالہ۔ ابھی اس کی صورت نہیں دیکھی اور اس کے عوض مچھیڑا تلنے لگے۔ ہماری ناک کاٹنے پر موجود ہوئے جب وہ گلے لگ کر سوئے گی۔ اس وقت تو میاں اپنے ہوتوں سوتوں بھی کی ناک کاٹیں گے میں مردار کے منہ منگل اتوار سات جھاڑو دیں ماروں۔ شاہصاحب مجھ سے تم سے نباہ نہ ہو گا۔"

شاہ نے سنکر گھرکا کر بس چپ رہو نہیں تو مارے کوڑوں کے کھال کرا دوں گا۔ تو نے مجھ کو بھی کوئی اور مقرر کیا ہے۔ بہت چل نکلی ہے جو ٹر ٹر بکے جاتی ہے۔ یہی

شرط ہے کہ حکم دوں جلاد کو بھی سر تیرا کاٹ ڈالے۔"

ملکہ مذکور یہ سن کر تخت سے اتر کر بیٹھ گئی: "آگ لگاؤں اس سلطنت کو اور بھاڑ میں جائے تیرا ساتھ۔"

اب کنیزیں اور جادوگرنیاں معترض بیچ میں آگئیں۔ بادشاہ مارنے اٹھا۔ ہر ایک سمجھانے لگی کہ اے میاں جانے دیجئے حق بجانب ملکہ ہے کہ آپ کے ساتھ کیا کیا مصیبت جھیلی یا کوئی عورت پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔

بعض عورتیں ملکہ کو سمجھانے لگیں: "اے بی بی بہت مرد کے منہ نہیں چڑھتے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ جو تم ہو گی اور کوئی نہ ہو گی۔ ای اوپاتیاں بیسیوں آئیں گی اور چلی جائیں گی اور بی بی اس کا برا مانا کیا۔ وہ مرد ذات ہیں۔ ایک جوتا چھپاتے ہیں۔ ایک اٹھاتے ہیں اور ان کو تو سامری نے چار پیسے دیئے ہیں والی ملک کیا ہے یہاں تو غریب آدمی جن کو اس بات کی لت ہے لنگوٹی میں پھاگ کھیلتے ہیں۔ پھر بیویاں صاحبزادیاں جلتی ہیں اور بھرتی ہیں۔ لے آؤ اب جانے دو۔"

یہ کہ کر بعض بادشاہ طلسم کے قدموں پر گری کہ: "اے میں صدقے میرے بھولے کنور کنڈھیا بادشاہ اب ملکہ کو کچھ نہ کہنا۔ اس کا دل تھوڑا ہے۔"

بادشاہ بحالت غضب تھراتا ہوا جا کر تخت پر بیٹھا اور ملکہ کو عورتیں سمجھا کو وہاں سے لے چلیں۔ اس وقت صاحب حسن کا وہ ہی نقشہ تھا۔ اس بگڑنے سے وہ بناؤ ہویدا تھا۔ ہونٹ غصہ سے تھراتے تھے۔ برگ گل کو باد خزاں جنبش دے رہی تھی۔ حرارت غیظ سے لب کا نیلا ہونا۔ مجلس حیران ہونٹوں پر گیا آراستہ برگ سوسن کا نقشہ ہویدا، یاقوت کا نیلم بنتا پیدا مسی کی اداہٹ اس پر شیدا، زلفیں پریشان ہو کر تمام رخ پر بکھری ہوئی اور اس میں وہ چشم نرگسی مخمور رنج سے لال لال۔ گویا میخانہ پر کالی گھٹا چھائی تھی۔ چہرہ تمتمایا ہوا تھا۔ آفتاب تمازت زیادہ رکھتا تھا یا کسی مخمور کو نشہ زیادہ تھا۔ دوپٹہ کاندھے سے ڈھلکا ہوا۔ سینہ کھلا ہوا۔ پائنچے پاجامے کے چھوٹے ہوئے۔ سلوٹیں رانوں اور پیڑو اور چنٹوں کی نمایاں صفحہ کتاب حسن پر خطوط عبارت متانت عیاں۔

حاصل الامر ملکہ کو تو انہیں سمجھا کر ایک باغ میں کہ قریب تر اس مقام سے تھا۔ لائیں اور سامان آسائش مہیا کر کے وہاں بٹھلایا۔ اس کا رونا رشک سے بلبلانا کنیزوں کا سمجھانا بیان ہو نہ سکے۔ مگر سر ماہ ذی مرتبہ تخت ہائے سحر پر سوار ہو کر برائے استقبال ظلمات روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں جا کر اس سے ملے۔ ہر ایک نے گردن اپنی تسلیم خم کی نذر دی۔ اس نے خلعت سے مخلع کیا اور بجاہ و چشم سوار ہو کر چلی۔

افراسیاب نے اور زیادہ تر جلوس سواری کا روانہ کیا۔ ڈنکا نوبت نشان ماہی مراتب بیادل و چوبدار تخت رواں فوج بیکراں بھیجی اور ملکہ اس تجمل و حشمت سے سوار ہو چلی کہ

آہستہ روانہ تھی سواری
ہر گام پہ نہر فیاض جاری
رستے ہوئے بند لوگ پکار
رہرو گئے بھول طرز رفتار
بازار ہجوم سے لبا لب
فیلوں کی قطار و خیل و مرکب
ممکن نہیں کلک سے ہو تحریر
سیم و زر و اسپ و فیل و شمشیر
بٹتے تھے مصاحبان سلطان
بٹتے تھے ملازمان خاقان
جو خواجہ سرا تھے باوفا خاص
تھے ان کے دلوں میں نقش اخلاص
تھے منتظم اور آگے آگے
کہتے تھے نصیب ہیں جاگے
خدام و مصاحب و اراکین

پیے ہوئے جام بادۂ لال
ہمراہ تھیں پلٹنیں رسالے
سرداروں کے فوج سب حوالے

urdu4u.com

* * *

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

• ملکہ ظلمات جادو

اسی جلو و تجمل سے سواری تا بہ لشکر بادشاہ طلسم پہنچی۔ بادشاہ منتظر بیٹھا تھا۔ آنے سے اس معشوقہ کے خود قریب ہوا اتر گیا اور گود میں لے کر اس کو اتارا۔ تمام فوج نے اسلامی لی۔ لشکر اس کا اتر جانب پڑا۔ بڑی کثرت فوج کی ہوئی۔ ایک طرف لشکر جہانگیر کا۔ ایک سمت فانی فوج بادشاہ کی۔ تیسری جانب فوج اس ملکہ کی اتری۔ بادشاہ صورت زیبا اس مہ پیکر زہرہ جبین کی دیکھ کر غش کر گیا اور خاص بارگاہ ملکہ حیرت کے رہنے کی اس کے رہنے کے لیے مقرر ہوئی پھر سامان تخت نشینی فراہم کر کے روز سعید اور اوان حمید برائے جلوس مقرر فرمایا۔ اس روز یہ تجمل اور شان تھی۔ اسباب خرمی مہیا عشرت فراواں تھی کہ

○ تخت کو سلطنت تھی پابوس
اک تختہ ہے اس کا تخت کاؤس
تھے ایسے جڑے ہوئے جواہر
گردوں پہ نجوم جیسے ظاہر
جب تاج پہ آنکھ ڈالتے تھے
ٹوپی مہ و مہر اچھالتے تھے
کیا مہر تھی مہر بادشاہی
نقش رقم جلال پناہی
اللہ رے سرور قریب سلطان
تھا چرخ خوشی سے سر پہ رقصاں
دینے لگے نذر اہل دربار
لائی صدف اپنا در شہوار

خورشید فقط نہ زر بکف تھا
بہرام تلک بھی زر بکف تھا
جو گل تھا وہ زر بکف جدا تھا
غنچہ بھی گرہ کو کھولتا تھا

خدام تھے دست بستہ حاضر
دربار میں سب دو رستہ حاضر
ارباب غنا کے چھڑ گئے ساز
پہنچی تا گوش زہرہ آواز
باجوں کی یہی صدا مبارک
یہ تاج و نگیں شہا مبارک
بخشش ہے یہ وقت شادمانی
باراں کی طرح گہر فشانی
جھولی بھری زر سے ہر گدا نے
محتاجوں کو مل گئے خزانے
القصہ ہوا جو عہد سلطان
عشرت سے ہوا جہان گلستان

اسی جلسہ جلوس میں بادشاہ اس ماہ پیکر سے منعقد ہوا اور جب دن تمام ہو کر وہ زمانہ آیا کہ ملکہ فیروزہ آباد فلک کا فروغ ظلمات شب نے ہٹا کے تخت ضیا بخشی۔ عالم سے تغیر و معزول فرمایا اور ملکہ ماہ جبین کا سریر چرخ پہ جلوس ہوا کہ

اٹھا ساقی ذرا بھر شیشہ و جام
کہ پھر بن ٹھن کے آئی شاہد شام
پڑی سر پر ستارہ وار چادر
ضیا سے ماہ بھی صدقے تھی اس پر
اٹھا وہ بادشاہ آیا محل میں
ہوئے شمس و قمر یکجا حمل میں
جو حاضر تھیں پرستاران گلفام
کئے حاضر انھوں نے شیشہ و جام
عجب شیشہ سے نکلا پھول کا رنگ
بھرا پیر مغاں نے کوٹ کر رنگ
سجے کشتی میں گلدستوں کی صورت
مصفا ہے شیشہ بے کدورت
ہر اک ساغر پہ کندہ نام جمشید
فدا ہر جام پہ تھا جام جمشید
جھلایا نشہ نے جب رنگ صحبت
حیا نے بھی دیا پیغام رخصت
فقط خلوت میں تھی وہ غیرت ماہ
نہ تھی جز ناز و عشوہ و غیر کو راہ
لچکی تھی خواہش سے وہیں شاخ
کہ دوڑے سوئے پستاں دست گستاخ
پسینے سے ہوئی محرم تک تر
نمایاں ملگجی بستر کی چادر
کلی دار اس کا تھا جو پائجامہ
صفت میں گل فشاں ہے شاخ خامہ

پری نے بال کھولے بہر پرواز
بشکل برج حوت اسکا تھا انداز
دہن تھا شکل غنچہ اس کا بستہ
نہ تھا بوئے چمن کو جس میں رستہ
دل سلطان ہوا خواہش سے بیتاب
لی آغوش رشک برج مہتاب
ہوا جب غنچہ بستہ شگفتہ
گری تب شبنم آب نہفتہ

یہ تو دونوں سینہ بہ سینہ لب بلب مزے وصلت کے اڑا رہے ہیں۔ ادھر باغ میں ملکہ حیرت کو غش پہ غش آ رہے تھے۔ عوض دور ساغر پیالہ چشم اشک سرخ سے مملو یار کے بدلے درد جگر ہم پہلو رشک و حسرت انیس ندامت و رنج و فرقت جلیس کبھی جو زیادہ بیتابی ستاتی تو یہ مجبورا اور حسرت نصیب یہ زبان پہ لاتی کہ

یاں نالے ادھر ہیں شادیانے
دیکھو تو خدا کے کارخانے
واں گردش چتر سر پہ ہر بار
یاں گردش بخت سر پہ دستار
وہ تخت نشین تاج داری
یاں فرش زمین و خاکساری
وہ مالک فوج ملک کشور
ہمراہ ہمارے غم کا لشکر

فرمان یہ ادھر تو مہر جاری
یاں سینہ میں داغ بے قراری

واں رقص وغنا سے گرم محفل
یاں دل کی تڑپ سے رقص بسمل
اب کون ہے صورت ملاقات
جو چاہے خدا لگے کی کیا بات
حاسد ہیں ہزار دشمن جان
اب کون وصال کے ہیں سامان
ہاں یہ کہ وصال ہو ہمارا
یوں رنج ملال ہو ہمارا
دام الم و جفا سے چھوٹیں
موت آئے اگر بلا سے چھوٹیں

انیس و ہمدم قربان جائیں اس طرح سمجھائیں کہ بی بی ان مردوں کی چاہت کا کیا اعتبار ہے۔ جب تم ایسی پری نژاد کو دم بھر میں چھوڑ دیا تو اس نگوڑی نئی نویلی کے دن محبت یہ کہہ۔ ہم بھی نئے انسان ہیں کچھ دنوں یہ بھی کھیل سہی۔"

ایک انیس بولی: "میں سچ کہوں ابھی کچھ دن اس کی چڑھی بارگھ رہے گی۔ پھر دیکھنا بات یہ بھی نہ پوچھیں گے۔" دوسری نے کہا: "اے بوا تمہارے کہنے کی بات ہے۔ ہماری ملکہ کی برابری وہ کیا چڑو کرے گی۔ وہی مثل ہے۔ نیا نو دن اور پرانا سو دن۔ ان کا سنجوگ تو سامری نے شہنشاہ کے ساتھ اٹکا ہی ہے۔ اسے دیکھ لینا جو چار دن میں ان کو نکالا نہ ملے۔ اے سی میرا نام جو منہ کالا کر کے وہیں نکالا نہ ملے۔"

تیسری بولی: "بہن میری بھی اس وقت کی بات لکھ رکھنا۔ یہ بیسوا جو آج تخت چڑھی ہے۔ کل کوئی دو کوڑی کے ان کے ہاتھ سے بیر نہ کھائے گا۔"

اسی گفتگو میں ایک مغلانی بولی: "اے بی ایک میاں جی میرے گھر کے پاس رہتے ہیں۔ سامری کا کلمہ خوب پڑھتے ہیں۔ ملکہ عالم فرمائیں تو پڑھا لاؤں۔"

یہ سن کر آتو جی نے کہا: "سات جمعراتیں اگر اس سوت کا نام لے کر ملکہ نیلم کی چٹی اور نمک کنوئیں میں ڈالیں۔ یہ ایک پر ایک ہے فوراً وہ ماندادی نکل جائے گی۔"

یہ تو سب اس طرح کی باتیں بنا رہی ہیں اور ملکہ چشم پرنم سے سیل اشک بہا رہی تھی۔

آخر اسی بیتابی میں عقل نے یہ راہ بتائی کہ اپنی بہن ملکہ بہار کو بلاؤں اور بطور تحقی اس کی شریک ہو کر اس ظلمات کو راہ ظلمت عدم دکھاؤں۔

یہ تجویز کر کے کنیزوں اور انیسوں سے کہا: "تم نے کیوں بک بک کر میرا مغز کھایا ہے۔ جاؤ اپنے اپنے مقام پر سو رہو۔ مجھ کو اکیلا رہنے دو۔ زیادہ ہجوم سے میرا دم گھبراتا ہے۔ دل الٹا جاتا ہے۔"

وہ سب عورتیں یہ حکم سن کر اپنی اپنی جگہ پر چلی آئیں۔ ملکہ نے باری دائیوں کو بھی ہٹا دیا جب تخلیہ ہوا شمع کے سامنے بیٹھ کر بسان شمع اشکبار ہو کر ایک نامہ اپنی بہن کو لکھا۔ مضمون یہ تھا: "میرے ساتھ ماں کی کوکھ میں پاؤں پھیلانے والی۔ اے میری ماں جائی۔ اے میرے ساتھ کی دکھ اٹھائی۔ اے میری جان' جان و دل سے بہتر' اے میری نور نظر' لخت جگر تیری ماں جائی پر بڑی آفت آئی ہے۔ گھر برباد ہوا۔ جان لینے کے رنج نے دھوم مچائی ہے۔ اے میرے کلیجے کے ٹکڑے ذرا مجھ کو اپنی صورت دکھا جا۔ اے بہنا ذرا مجھ تک آجا کہ ایک نظر تجھ کو دیکھ لوں پھر خدا جانے کہ میں جیوں یا مروں۔"

یہ لکھ کر جوڑے سے ایک پتلی نکالی۔ وہ لوٹ کر بصورت پری بن گئی۔ اس کو وہ خط دے کر کہا: "جہاں میری بہن ملکہ بہار ہے۔ وہاں لے جا۔"

پتلی اڑ کر چلی۔ ملکہ بہار اس وقت دربار سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آئی تھی کہ پتلی اسی بارگاہ میں آ کر اتری اور ملکہ کو سامنے آ کر سلام کیا اور وہ نامہ دیا۔ اس نے پڑھ کر پتلی سے سب پتہ اور نشاں اس باغ کا کہ جہاں حیرت ساکن ہے۔ دریافت کیا اور کہا: "تو جا کر کہہ دینا": "میں آتی ہوں۔"

پتلی یہ جواب لے کر پھر گئی اور حیرت سے جا کر بیان کیا۔ اس نے پتلی اٹھا کر

پھر جوڑے میں رکھ لیا اور منتظر بہار بیٹھی۔ مگر بہار بارگاہ سے اٹھ کر ملکہ مہ رخ کے پاس آئی۔ نامہ حیرت دکھا کر اجازت جانے کی مانگی ملکہ مہ رخ نے ضرغام و جانسوز کو بلا کر مشورہ لیا۔ انھوں نے عرض کیا: "بہتر ہے ملکہ بہار جائیں اور اپنی بہن کو سمجھائیں کیا بعید ہے جو ہماری شریک ہو جائے اور ہم میں سے ایک عیار عمرو ملکہ موصوف کے ہمراہ جائے گا اور ان کا متعین وہاں رہے گا۔"

یہ کہہ کر وہاں سے علیحدہ جا کر ایک نازنین ماہ پیکر کی ایسی صورت بنا۔ نہایت شوخ و چنچل جس کے دیکھنے سے دل بیکل لب رنگین پہ مسی کی نمود برگ گل پہ عکس سوسن کہو دوست و پاحنا آلود و خون کن خاطر گلرخان لباس پہ زر ذرہ عاشقوں کی جان ساری بجلیاں کانوں میں اطاف جان پاکیزہ ان موتیوں کے دانوں میں پائجامہ مشروع کا پاؤں میں کامدانی کا دوپٹہ سادہ سر پہ اداؤں پہ اس کی تصدق ہر دلبر یا سمبز غیرت گل رخسار قامت رشک صنوبر۔

اس صورت خوب و حسن مرغوب پہ درست ہو کر سامنے ملکہ بہار کے آیا۔ اس نے مطلق ان کو نہ پہچانا۔ یہ خیال کیا کہ کسی ساحرہ کی ملازم یا خواص ہے۔ غرضیکہ ملکہ بہار نے لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر سحر پڑھ کر ایک تخت تیار کیا اور اس تخت پہ بیٹھ کر مع عیار مذکور و چند کنیزاں کی حکم فرما ہوئی کہ یہ تخت جس مقام پہ ملکہ حیرت ہے وہاں پہنچے۔ تخت سب کی نظر سے غائب ہو گیا اور بعد لمحہ کے سب نے اسی باغ میں اپنے تئیں دیکھا کہ جس میں ملکہ حیرت تھی اور ملکہ مذکور جہاں بیٹھی تھی اس بارہ دری میں یہ سب پہنچے۔

ملکہ حیرت منتظر اپنی ہمشیرہ کی بیٹھی تھی۔ صورت دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور گود پھیلا کر آگے بڑھی کہ "میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرا دل تجھ بغیر تڑپتا تھا۔"

بہار نے سر سینہ سے لگا دیا اس نے بلائیں لیں اور سر سے سر اتارا پھر رونے لگی۔

ملکہ نے کہا: "ہائی اماں آخر کہو تو کیا ہوا ہے۔"

اس نے کہا: "اے بہن یہ بھی میرا مقسوم تمہارے دولہا بھائی نے رنڈی کی ہے۔ ہم

کو دودھ کی ایسی مکھی جان کر نکال دیا۔ اے جانی میرا دل الٹا ہوا۔ جان دینے کو جی چاہتا ہے۔ وہ جو مثل کہتے ہیں کہ لاٹھی مارے پانی جدا نہیں ہوتا۔ میں نے چاہا کہ تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں۔"

یہ کہہ جملہ کیفیت رو رو کر آنے ظلمات اور تخت نشینی اس کی بیان کی۔

بہار نے یہ کہا: "اے باجی میں تمہاری چھوٹی ہوں اور تم کہو گی کہ تم مجھ پر یہ سانحہ جو گذرا اس سبب سے یہ بھی کہتی ہے۔ قصور معاف میں تو سچ کہوں۔ میرا شوہر جو رنڈی کرتا تو اس کے منہ کو جھلسا دیتی۔ سر بازار نکل کھڑی ہوتی کہ جا بھڑ سے تیری یہ راہ ہے۔ میری یہ راہ ہے اور اے باجی مجھ کو جو تم نے بلایا ہے تو میں دولہا بھائی کا کیا کر لوں گی۔ اگر لڑنے کو کہو تو میں مدت سے لڑتی ہوں۔ ہاں اگر تم خواجہ عمرو کی شریک ہو جاؤ تو وہ اس قحبہ خانہ کی ناک چوٹی کاٹیں اور شمشلہ کو بھی ناک چھیدے چھوا دیں اور اے میری ماں کے برابر یقین جاننا کہ میں جب سے شریک خواجہ سلامت کی جا کر ہوئی ہوں۔ ہر وقت تمہارے بچھڑے کا خیال رہتا ہے کسی وقت آنسو نہیں تھمتا ہے باجی اپنے بیٹوں کی قسم تم بڑی سنگدل ہو کہ بھرے دل سے بھی یاد نہیں کرتی ہو۔ اچھا اب ان باتوں کو تو جانے دو۔ لو آؤ اٹھو میرے ساتھ لشکر خواجہ میں چلو۔ میں تم کو تخت حکومت پر بٹھاؤں گی دولہا بھائی کو بھی قدر و عافیت کھل جائے گی کہ ہاں کسی کو جلانا ایسا ہوتا ہے اور رنڈی بازی کا یہ مزا ہے اور دوسرے میں سچ کہوں مجھ کو تو خواجہ عمرو کا دین سچا معلوم ہوتا ہے۔ اے بہن اس دین میں حرام نہیں کرتے ہیں اکیلے خدا کو پوجتے ہیں۔ جادو کرنے والے کو ہم دھرتے ہیں۔ غریبوں کے حال پر ترس کھاتے ہیں۔ ہر وقت پاکیزگی اور صفائی لباس اور جسم کی رکھتے ہیں۔ عبادت خدا کی دل لگا کر کرتے ہیں اور باہم الفت و محبت ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کی مصیبت میں کام آتا ہے اور جو کچھ بھلائی اس دین کی ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتی۔"

حیرت نے کہا: "بہنی یہ تو سچ کہتی ہے۔ لیکن میں تو ماں باپ کی لاج کرتی ہوں۔ جب

تو اس موئے کا ساتھ کر کے مصیبت بھرتی ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ خواجہ صاحب کو بھی یہ ظلمات پکڑ لائی ہے۔ اس کے بھی فرنگی ہے۔ اگر خواجہ یہاں آتے تو میں ان سے کچھ شرطیں کرتی۔"

یہ اس کا کہنا تھا کہ ضرغام عیار جو ساتھ بہار کے آیا ہے قریب ملکہ آیا اور کہا: "حضور خواجہ کے قید رہنے کی جگہ بتلائیے تو میں چھڑا لاؤں۔"

حیرت نے پوچھا: "تو کون ہے۔"

اس نے کہا: "میں ضرغام عیار ہوں۔"

حیرت کو اس کی صورت دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کیا خوب صورت بنائی ہے۔ بس اس نے کہا کہ ایک خیمہ قریب بارگاہ ظلمات ہے۔ اس میں متین جادوگر رہتا ہے۔ اس نے قفس جس میں عیار ہیں اپنے سینہ کے مقابل لٹکایا ہے۔ کئی سو ساحروں کا در خیمہ پر پہرا ہے۔ اندر خیمہ کے ساحر مذکور خود حفاظت کرتا ہے۔ اگر کوئی اس کے پاس جائے تو وہ مارا نہ جائے گا۔ اس سبب سے کہ نقش جمشیدی اپنے پاس رکھتا ہے۔ چنانچہ جو کوئی خواجہ کے چھڑانے کا قصد کرے تو اول کسی تدبیر سے نقش جمشیدی اس سے لے۔ کیونکہ خواجہ کا قفس بھی بغیر اس نقش کے لگائے نہ کھلے گا۔ جب نقش عیار حاصل کر لے گا کہ اس کی تاثیر یہ بھی ہے کہ خواجہ وغیرہ کو کوئی خیمہ کے باہر آتے نہ دیکھے گا۔"

ضرغام یہ حقیقت سن کر گویا ہوا: "اے بی بی میں ابھی جا کر خواجہ لاتا ہوں۔"

حیرت نے کہا: "یہاں سے نہ جاؤ۔ اپنی جگہ پر سے جانا۔"

عیار مذکور تامل پذیر ہوا۔ ملکہ بہار بھی کچھ دیر ٹھہر کر رخصت ہوئی اور اپنے تخت پر بیٹھی۔ ضرغام باغ سے باہر نکل گیا۔ تخت سحر پر نہ بیٹھا۔ ملکہ نے تو سحر پڑھ کر اپنے تئیں پہنچایا اور اس نے لشکر ملکہ ظلمات کا راستہ لیا اور اسی خیمہ متین کے پاس حسب نشاندہی حیرت آیا۔ یہاں دربانوں نے روکا۔ یہ تن حسینہ تو بنا ہوا تھا ہی۔ ان سے کہا ہوا: موؤ کچھ شامت تمہاری آئی ہے۔ مجھ کو بھی کوئی اور مقرر کیا ہے۔ لو دیکھو سوجھو یہ کہہ کر ایک کاغذ مہری بادشاہ طلسم کا کمر سے نکال دیا"۔ اس میں لکھا تھا: "اے

متین ہم تمہارے حسنِ انتظام سے بہت خوش ہوئے۔ ازبسکہ تم بسبب حفاظت قیدیاں شریک جلسہ عشرت شادی نہ ہو سکے۔ اس لیے رتبہ بھی تمہارا افزوں کیا گیا کہ جس کا حال آئندہ تمہیں ظاہر ہو گا۔ اب یہ عطیہ دعوت کے لیے تمہاری بھیجا ہے۔"

یہ مضمون اس کاغذ کیا دیکھ کر وہاں تو خاموش ہوئے اور یہ اندر خیمہ کے گیا۔ دیکھا کہ بہت آراستگی ہے شمع ہائے موی و کافوری روشن ہیں۔ فرش پر تکلف بچھا ہے۔ پینگڑی پر جواہر کی ساحر لیٹا ہے قفس اس کے سینہ پر ٹنگا ہے۔

یہ دیکھ کر اس نے آگے جا کر ہاتھ اس کے سینہ پر رکھ دیا۔ متین کچھ نیم خفتہ تھا گھبرا کر اٹھ بیٹھا آنکھ مل کر جو دیکھا تو بالیں پر آفتاب محشر نظر آیا۔ جس نے خواب عدم سے فتنہ خفتہ کو جگایا۔ کتنوں کو خواب کے گور میں سلایا۔ یعنی ایک نازنین شوخ و بے باک قاتل خلق پر فن اور سفاک کہ

ہیں ذبح جو انداز یہ جلادی کے
ملک الموت کو بھی موت کا ارمان ہو گا

بایں شکل و شمائل قمر پیکر میرے سامنے کھڑی تھی۔ شمع و چراغ کو بھی لو اس کے دیدار کی لگی ہے۔ فروغ و ضیائے رخسار شمع کی روشنی کو اندھا بناتی ہے۔ چھوٹ اس کے حسن کی پڑ رہی ہے۔ یہ دیکھتے ہی ہنستا ہوا اٹھا اور ہاتھ اس گلبدن کا تھام کر گویا ہوا کہ

جان من با آنکہ خاص از بہر رفتن آمدی
ساعتی بنشین کہ عمر جاوداں گویم ترا

اس نازک اندام نے ہاتھ چھڑا کر ماتھا کوٹ لیا: "اے میرے سامری میں تھوڑی جہاں کی مردوں نے مستانی ہی سمجھا۔ لگے پکڑ کرنے اور موؤں کو غیرت نہیں آئی۔ یہ مستی

جتاتے ہوئے یہ جو کہتے ہیں کہ

ہونٹوں سے ہونٹ منہ سے میرے منہ ملا لیا
چھیڑا کچھ اس طرح کہ گلے سے لگا لیا

اے میاں کچھ سوتے سوتے بدخواب تو نہیں ہو گئے۔ کچھ جان کی خیر ہے ذرا اپنے ہوش میں آؤ۔ میں صدقے دوں اس نوکری کو جس کے کارن آبرو جائے۔ میں نگوڑی کہتی تھی کہ اے ملکہ اس آدم ربا کو مجھے غیر مرد کے پاس اکیلے میں نہ بھیجئے تو نہ مانا میری قسمت کا لکھا آگے وہی پیش آیا نا کہ یہ مردوا مجھ کو اوہائی سمجھا۔"

متین نے جو یہ باتیں سنی اس کی ادائے دلبری پر اور زیادہ فریفتہ ہوا۔ ایک تو وہ سادی سادی وضع دوسرے یہ متانت بہ ناز معشوق تیسرے گوشہ تنہائی بیتابی دل نے مسند ہوس پر پاؤں پھیلائے اور پکارا: "اے جانی خفا نہ ہو میرا دل اس وقت قابو میں نہیں ہے اور میرا تو تیرے عشق میں یہ حال ہے کہ مدت سے جان دینے پر آمادہ ہوں۔"

اس دلربا نے ہنس کر کہا: "مردوے کیوں باتیں بناتا ہے۔ آج کے سوا تو نے میری پرچھائیں بھی نہ دیکھی ہو گی اس نے یہ سمجھا کہ ظلمات کے پاس سے آئی ہے اسی کی یہ ملازم ہے۔ لاؤ اپنا عشق قدیم جتا کر اس بت کو رام کروں۔ یہ سمجھ کر کیا ہوا کہ واہ اے صاحب' آپ ملکہ عالم کے پاس اس دن بیٹھی نہیں تھیں جو ملکہ نے مجھ کو ایک کام کے لیے بلوایا تھا بس اسی دن میں آپ کو دیکھ کر فریفتہ ہوا تھا۔"

اس عیار نے یہ تقریر سن کر دل سے خیال کیا کہ اب خوب عشق میں تیرے بے خبر ہے کہ اپنے دل سے باتیں بنا کر فقرا تراشتا ہے اور نخرے کرتا ہے۔ یہ معلوم کر کے شرما کے بہ ناز و ادا گردن جھکائی۔ اس نے یہ ادا دیکھ دست ہوس زیادہ دراز کیا اور پکارا کہ:

پوچھا جو میں نے دل کوئی تم نے چرا لیا
اتنا ہوا کہ شرم سے سر کو جھکا لیا
دل میں ہمارے میل ہے تم بھی پرکھ کے لو
کھوٹی کھری پڑی تو یہی ہوا برا لیا
بعد قضا بھی دل ہے مرا آرزو کی پوٹ
ایسا دھرا نہیں ہے کہ چپکے اٹھا لیا
بوسے سے چوکتا تھا کہیں دیکھے دل بیاض
لاکھوں میں ایک شخص تھا یہ بھی لیا دیا

اس گلفام نے مسکرا کر کہا: "مستیاں مجھ پر جتانا تو یہ عطیہ بادشاہی تو لے۔ میں جانتی ہوں کہ تم مجھ پر مدت سے مرتے ہو تم چاہنے والے سلامت رہو۔"

یہ کہہ کر پاس اس کے پلنگ پر بیٹھ گئی اور ایک خاصدان چالی کمر سے نکال کر اس کے سامنے رکھا اس نے اس کو کھول کر دیکھا تو کچھ گلوریاں اور جواہر رکھا تھا۔ اس پری پوش نے اس وقت ایک رقعہ نکال کر دیا اس میں لکھا تھا: "اے حسین یہ جواہر تمہاری دعوت کے لیے بھیجا ہے اور چونکہ خالی کوئی چیز نہیں بھیجتے ہیں۔ پس حسب دستور گلوریاں بھیجی ہیں۔

غرضیکہ یہ عنایت اپنی ملکہ کو دیکھ کر ساحر بہت خوش ہوا اور اس نازک بدن سے کہا: "اے جانی ایک گلوری اس میں سے مجھ کو اپنے ہاتھ سے کھلاؤ۔ میرے قتل پر بیڑا اٹھاؤ۔"

اس گلگوں پیرہن نے مسکرا کر منہ چڑھا دیا۔ انگوٹھا دکھلایا۔ پھر ایک گلوری ہاتھ میں لے کر کہا: "مردوے تو نے بڑی آفت ڈھائی ہے۔ وہی مثل ہے کہ من نہ من میں تیرا مہمان اور پھر خدا سے ارمان بھی دل میں بھرے ہیں اور میں نگوڑی تو یہاں آکر بلا میں پھنس گئی۔ لو منہ کھولو گلوری زہر مار کرو۔ خیر اب تو میری یہ مثل ہے کہ

بوجھ وہ سر سے گراں ہے کہ اٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا کہ بنائے نہ بنے

وہ یہ سن کر گلوری اس کے دیتے ہی کھا گیا اور کہا کہ

اس لب سے مل ہی جائے گا بوسہ کبھی تو ہاں
شوق فضول و جرات رندانہ چاہیے

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ سرگرم اختلاط ہو مگر گلوری میں بیہوشی ملی تھی۔ اس نے یہ اثر کیا۔ یہ بیہوش ہو گیا۔ ضرغام نے چاہا کہ سر کاٹ لے۔ پھر سمجھا کہ ساحر دروازے پر سے اندر دوڑے آئیں گے۔ خواجہ کو تم بچا نہ سکو گے۔ بلکہ خود پھنس جاؤ گے۔ یہ سوچ کر اس ساحر کا سارا جسم ٹٹولا۔ اتفاقاً نقش جمشیدی وہ اپنے سینہ پر رکھتا تھا۔ وہ نقش اس کے ہاتھ آیا۔ تاثیر سے اس کی یہ آگاہ تھا۔ نقش لے کر قفس سے مس کیا۔ تیلیاں اس کی الگ الگ ہو گئیں خواجہ اور برق چھوٹ گئے اور متین کو اسی طرح بیہوش چھوڑ کر باہر بارگاہ کے نکلے۔ اس نقش کی تاثیر یہ بھی ہے کہ دربان بارگاہ نے مطلق ان کو نہ روکا۔ جیسے بالکل دیکھا ہی نہیں۔ یہ وہاں سے اپنے لشکر میں آئے۔ خواجہ سے ہر ایک سردار ملا۔ ملکہ بہار نے جملہ حقیقت اپنی بہن ملکہ حیرت کی بیان کی۔

خواجہ نے فرمایا: "تمہاری ہمشیر اپنا وقت گنواتی ہے۔ مسلمان کبھی نہ ہو گی اور اس سے کہہ دینا کہ تم اطمینان رکھو ہم ظلمات کو قتل ضرور کریں گے۔"

یہ کہہ کر سب اپنی اپنی فکر میں روانہ ہوئے۔ اس عرصہ میں قفس ظلمات شب سے فروغ مہر روشنے رہائی پائی اور مرغ زریں بال آفتاب آشیانہ مشرق سے نکل کر عرصہ فلک میں آیا کہ

گجر نے کوس رحلت کا بجایا
نہ پھر آنکھوں نے وہ سامان پایا
صدا دی طائروں نے ہر شجر پر
سحر چمکی اٹھے لوگوں کے بستر

رات بھر افراسیاب ہمراہ ظلمات داد عشرت و نشاط دیا کیے بادہ وصلت پیا کیا یہ حال تھا

ہنسی اور پاس لیٹی اس کے وہ حور
ہوئی افسردہ خاطر شاہ کی مسرور
کبھی لپٹے کبھی بس بھر آرام
گلابی کو جھکا کر اک بھرا جام
ملا لب سے قسم دی اپنے سر کی
پھر اس کے بعد گیسو و کمر کی
کیا منت سے پی اس کو پری جاں
کہ ہوں کیفیت خاطر کے سامان
ہجوم شوق اٹھا یکبک دل پہ
گلے سے مل گئی وہ حور پیکر
دیے بوسے لیے اس کے دہن سے
کھلائے پھول عارض کی چمن سے
پسینہ آ کے چہرہ جھلملایا
اسے شرمندہ رغبت جو پایا
نکالے دل میں تھے کہ جو جو ارمان
ہے ذوق و ہوس دست و گریبان
کہ اتنے میں بجی نوبت گجر کی

نظر آنے لگی مگر صورت سحر کی
شعاع مہر نے جب منہ دکھایا
ہر اک اٹھ کر سو حمام آیا
ہوئے کھیسے کھنچے بالوں میں شانے
لگے معشوق و عاشق نہانے
ملا خدمت گذاروں نے بدن کو
کیا پر نور رخسار دہن کو
پہنائی لا کے عمدہ ان کو پوشاک
چلی حمام سے وہ شوخ و بیباک
سریر حکمرانی پر بصد جاہ
ہوئی پھر جلوہ گر وہ غیرت ماہ
جھکائی سب نے گردن بہر تسلیم
ادا کرنے لگے سب رسم تعظیم
شہنشہ بھی بغل میں آکے بیٹھا
دیا ساقی نے لا کے جام مے کا
ہوا سامان عشرت پھر فراہم
ہوئی پھر وہ انجمن محفل جم

اسی ہنگامہ ناؤ مستی جلسہ طرف فزا میں اس معشوقہ دلربا کا دل گھبرایا۔ بادشاہ نے اس کا چہرہ اداس پایا۔ سیب ذقن کو ہاتھ میں لے کر کہا: "اے میوۂ نورس باغ دانائی تیرے گل رخسار پہ افسردگی پائی جاتی ہے۔ دل کو میرے شاکی ہے۔ جو آسیب پہنچا ہو اس کا اظہار کر۔ خار غم دور کر۔ میرا خانہ دل گلزار کر۔" اسی غنچہ دہن نے کہا: "مجھ کو عیاروں نے کھٹکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ نقش جمشیدی جاتا رہے اور عمرو ایسا باقی چھوٹ

جائے۔"

یہ کہہ کر ایک ساحر کو بھیجا کہ ختین کو بلا لائے۔ ساحر اڑ کر بارگاہ ختین کی آیا۔ وہ ہوائے سرد و سحر اسے ہوش میں آیا اٹھ کر آنکھیں مل رہا تھا کہ اس نے پیام ملکہ گزار دیا۔ وہ اسی طرح اٹھ کر سامنے ملکہ کے آیا۔ اسنے حکم دیا: "نقش جمشیدی حاضر کر۔"

یہ گھبرا کر سینہ اپنا ٹٹولنے لگا۔ سمجھا کہ بستر پر گر گیا۔ بس یہ کہتا ہوا: "اے ملکہ میں ابھی لایا۔" اٹھا کر پھر بارگاہ میں آیا۔ نقش کو ڈھونڈھا نہ پایا۔ گھبرا کر قفس کو دیکھا۔ وہ بھی ٹوٹا دیکھا۔ سر پیٹا سامنے ظلمات کے گیا اور قصہ شیشہ یعنی کنیز کا فاصدان لانا بیان کیا۔ ملکہ نے منہ پیٹ لیا اور کہا: "اے شمشیلو غضب ہوا کہ وہ مکار چھوٹ گیا۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھا کہ ایک طائر اڑتا ہوا آکر اس کے ناخن پر بیٹھا۔ اس سے پوچھا: "اے مرغ زیرک بتا کہ رات کو کسی عیار نے آکر عمرو کو چھڑایا ہے۔" اس طائر خوش نوائے زمزمہ سنجی اس طرح کی کہ ضرغام عیار کنیز بن کر گیا اور یہ ماجرا گذرا۔ اس نے کہا: "اب وہ کس حال میں ہے۔"

اس نے جواب دیا: "اس وقت صحرا میں پھر رہا ہے۔"

یہ سنکر اس نے سحر پڑھا کہ طائر ناخن پر پھر سے اڑ گیا اور یہ ساحرہ خود بھی اڑ کر تلاش عیار میں روانہ ہوئی۔ ضرغام خواجہ سے الگ ہو کر جانب باغ حیرت چلا گیا اور عقب اس کے ملکہ بہار چلی تھی کہ خواجہ کے رہا ہونے سے اس کو مطلع کر کے مشورہ دریاب قتل ظلمات کر دوں۔

چنانچہ ضرغام جنگل میں پہنچا تھا اور بہار پیچھے ہوا اڑتی اس کے پیچھے کچھ دور پر تھی کہ ظلمات آکر پہنچی اور سحر کو ضرغام نے بیحس کر دیا اور زمین پر اتر کر کمر سے کھینچ کر قتل کرنا چاہا۔ یہ ماجرا بہار جو پیچھے آتی تھی اس نے دیکھا اور قریب پہنچ کر نعرہ بازی کی: "پاجی او قحبہ ابی تو وہ مستانی ہے کہ منزلوں سے میری بہن پر سوتا پا دیئے

آئی ہے۔" یہ کہہ کر ایک گلدستہ جھولی سے نکال کر مارا۔ گلدستہ قریب پہنچ کر چٹکا اور ایک طاؤس پر کھول ضرغام پر گرا اور پنجہ میں داب لے کر اڑا۔

ظلمات کے ہاتھ سے جو یہ شکار نکل گیا۔ مثل شیر غضب ناک بپھری اور ایک ناریل جھولی سے نکال کر ملکہ بہار پر مارا۔ ناریل قریب ملکہ مذکور پہنچ کر شق ہوا۔ اور ہزار ہا شعلہ نکل کر جانب بہار چلا۔ بہار نے پھر ایک گلدستہ نکال کا جانب آسمان اچھالا۔ فوراً ابر گھرا اور پانی برسنے لگا۔ وہ شعلے بجھ گئے اور پانی کا چھینٹا جو پڑتا تھا کہ درخت سنبل و ریحان و گل ارغوان کے پیدا ہونے لگے۔ دم بھر میں وہ تختہ گلزار تھا میدان باغ بہ بہار تھا شعلہ گل انجمن گلشن میں مشعل پوش لالہ جام بکف بلبل رند مدہوش تھا۔ سنبل کو عشق بہار میں پریشانی نرگس شہلا کو یاد چشم ثنا میں حیرانی کلیاں چمن میں کھلتی جاتی تھیں۔ تبسم گلرخان عالم کا رنگ دکھاتی تھیں کہ

تھے سرخ جو ہر طرف شقائق
گل پھولوں پہ تھے جو فائق
آرائش بوستان تھی سوسن
طرار تھی وہ زبان تھی سوسن
وہ زلف بنفشہ مشک آگیں
شمامی تھیں دماغ تزئیں
شاخیں تھیں یہ نازکی سے توام
ہو جاتی تھیں بار رنگ سے خم
بلبل نہ تھی چہچہوں سے خالی
صیاد سے تھی فراغ بالی
اشجار کی اس قدر تھی کثرت

ہر گل چمن تھا خواں نعت
جاں بخشی ہوئی ہوا جو آئی
ہر پھل سے جان تازہ پائی
اس تازہ چمن میں اک چمن تھا
خوباں جہاں کی انجمن تھا
استادہ تھی اس چمن میں گلفام
سانچے میں ڈھلا ہوا تھا اندام
جلوہ سے مصر کا عیاں تھا
کیا حسن فروش کارواں تھا
یہ لالہ باغ بے مثالی
یہ چشم و چراغ بے مثالی
شمشاد ریاض کا مکاری
بنیاد مکان بختیاری
اس باغ میں یوں تھی زیب مجلس
تھا جس سے فروغ چشم نرگس

ملکہ ظلمات اس بہار روح پرور اور حسن بہار فتنہ خیز و حشر کو دیکھ کر دیوانی ہوئی۔ عقل و ادراک سے بیگانی ہوئی۔ شعر عاشقانہ بحالت مجنونانہ پڑھتی سمت چمن چنان چلی۔ گویا بہار جانب گلستان چلی۔ گو یہ شاگرد تاریک ہے۔ بہت تحفے الاؤ جمشیدی کے اپنے پاس رکھتی ہے۔ بس جیسے ہی یہ چمن ستان سحر بہار کی طرف چلی۔ زمین سے ایک پتلی بلور کی نکلی۔ ہوا جو اس نے دنیا کی کھائی۔ تن مہر طلعت بن گئی اور ظلمات کو تسلیم کر کے عرض پیرا ہوئی: "اے ملکہ آپ کہاں جاتی ہیں۔ یہ گلشن پراز نیرنگ ہے۔ سراسر افسوس سازی کا ڈھنگ ہے۔"

یہ کہہ کر اس نے ایک ڈبیا کمر سے نکال کر چند دانے اس میں سے لے کر ملکہ کے منہ پر مل دیا اور اس شگفتہ کے رخسار پر ملنے سے اس کے سرخ رو پر سے سیاہی بے خبری کی دفع ہو گئی اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک لکہ ابر سرخ گلستان بہار پر آ کر چھایا اور اس میں سے آگ برسنے لگی۔ گلشن کے نہال چنار بن گئے۔ خزاں کا بھی دل جلا۔ تختہ ہائے گل لالہ میں آتش گل اس قدر بھڑکی کہ آخر کو آگ لگ گئی اور باغ برنگ باغ آتش بہار ہوا۔ تن شعلہ بہار برنگ جسم چنار زار و نزار ہوا۔ بلبل شیدا کی قسمت میں آگ لگی۔ معشوقہ گل مثل خاطر عشاق جلی کہ واہ ری تاثیر آہ بلبل شوریدہ سر آگ تنکوں سے لگی سارا گلستان جل گیا۔

ظلمات کے بعد جلانے باغ سحر کے افسوں پڑھ کر ایک پتلی رسن لیے زمین سے نکلی۔ بہار اپنے سحر کے باطل ہونے سے بیہوش ہو گئی تھی۔ اس پتلی نے آ کر مشکیں باندھ سامنے ظلمات کے حاضر کیا۔ اس نے حکم دیا "اس مجرمہ کو یہاں چھوڑ کر میرے لشکر میں جا اور میری انیس خوش رفتار نسیم جادو کو بلا لاؤ۔"

پتلی حسب ارشاد روانہ ہوئی اور لشکر میں اس کے بارگاہ جو اس کے رہنے کی ہے اس میں پہنچ کر پکاری کہ "بہنیں تم میں سے نسیم جادو جس کا نام ہے۔ اس کو ملکہ عالم بلاتی ہیں۔ فلاں مقام پر تشریف فرمائیں اور بہار کو قید کیا ہے۔"

یہ پیام دے کر پتلی تو غائب ہو گئی۔ مگر بارگاہ میں سب انیسیں کنیزیں جمع تھیں اور کہہ رہی تھیں کہ ملکہ دوراں بہ غضب تمام جانب صحرا گئی ہیں۔ ان کو ڈھونڈنا چاہیے۔ سنو میری جان سوت کا مقدمہ ہے لاکھ دشمن ہیں تو دو چار دوست ہیں۔ اکیلے ملکہ کو چھوڑنا اچھا نہیں۔ اس تقریر میں پتلی کا جو پیام سنا۔ نسیم جس کا نام تھا وہ اٹھ کر چلی۔

لیکن حال عمرو و برق بیان ہوا تھا کہ اپنے لشکر سے بفکر قتل ظلمات روانہ ہوئے تھے چنانچہ صورتیں بدلے ہوئے اور بہت جلد اس سے آگے جا کر صحرا میں ٹھہرے اور از بسکہ شکل اپنی ساحر کی ایسی بنائے ہوئے تھے اور نام سے نسیم کے آگاہ ہو چکے تھے۔

جب وہ اڑتی ہوئی اس مقام پر جہاں ٹھہرے تھے پہنچی انھوں نے پکارا: "اے ملکہ تسنیم جادو ذرا ہمارے پاس ہوتی جائیے اور جو کچھ ہم عرض کریں مسموع فرمائیے۔"

ساحرہ اس کی آواز سن کر سمجھی کہ کوئی ملازمان شاہ طلسم ہیں۔ شاید حیرت کا کچھ ذکر کریں گے۔ پس یہ سمجھ کو اتر آئی۔ انھوں نے سلام کیا۔ اس نے رنجیدہ پیشانی کہا: بھیا مزاج اچھا ہے۔"

انھوں نے کہا: "جی ہاں دعا کرتے ہیں۔ ہم نے اس لیے آپ کو تکلیف دی کہ ہم ملازم قدیم شاہ جادواں ہیں شہنشاہ نے جب ملکہ حیرت کا عمل کیا تھا تو ملکہ مذکور کے لیے ایک روغن حکماء طلسم سے تیار کرایا تھا۔ جس سے تمام جسم مثل روئی کے نرم اور بےحد خوبروئی نازک تر ہو گیا تھا اور خوشبو جسم سے آنے لگی تھی اور وہی کیفیت اب تک ملکہ کے تن نازک کی ہے۔ چنانچہ وہ روغن ہم کو بھی ایک گنج سے ملا ہوا اور اب تک موجود ہے۔ پس وہ تمھاری مالکہ کے بہت کام کا ہے۔ آج کل ہم پریشان حال ہیں۔ آپ اس کو بکوا دیجیے گا آپ کا احسان ہم پر ہو گا۔"

اس نے یہ تقریر سن کر کہا: "وہ روغن تمھارے پاس ہے۔"

انھوں نے کہا: "حاضر ہے۔"

اور ایک بوتل پر از روغن بیہوشی کمر سے نکال کر اس کے سامنے پیش کی۔ اس نے بوتل لے کر سونگھی۔ فوراً بے ہوش ہو گئی۔ عمرو نے پیرہن اس کا لے کر صورت اپنی اس کی ایسی بنائی اور برق سے کہا: "تم سر اس کا کاٹ کر صحرا میں ٹھہرنا اور میرا خیال رکھنا میں جا کر ملکہ بہار کو چھڑاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا: "پہلے برق اس ساحرہ کو جھاڑی میں چھپا کر ٹھہرا بلکہ اس لیے قتل کرنے سے ایسا نہ ہو کہ ظلمات آگاہ ہو جائے اور پھر سحر روتے ہوئے اس کے سامنے جائیں تو خواجہ کی عیاری میں فرق آئے گا۔"

غرضیکہ یہ تو ٹھہرا اور عمرو سامنے ظلمات کے آیا اس کو تسلیم کی اور کہا: "مادی یہ جنگل میں تنہا آنا اچھا نہیں۔"

اس نے کہا: "اے نسیم لے اس مجرمہ کو لے جا کر قید کر۔ میں تلاش میں عیاروں کے آئی تھی۔ یہ مجھ سے آ کر لڑی۔ خیر اب میں پھر عیاروں کو ڈھونڈنے چلتی ہوں۔"

خواجہ نے اس کے ہاتھ سے بہار کو لیا اور عرض کیا: "حضور سحر اپنا رد کریں کہ میں اپنا جادو کر کے اس کو رکھوں۔ اس نے سحر اپنا دفع کر دیا اور خواجہ وہاں سے بہار کو بغچہ میں داب کر کچھ دور نکالے ہوئے لائے جب سامنے سے اس کے دور نکل آئے۔ ملکہ مذکور کو پشت پر لاد کر برق جہاں تھا وہاں پہنچے اور ملکہ کو زمین پر لٹا کر پانی منہ پر چھڑکا کہ آنکھ ملکہ کی کھلی۔ کیونکہ سحر اپنا ظلمات دفع کر چکی تھی۔ ملکہ اپنے ہی سحر کے باطل ہونے سے بیہوش تھی۔

خواجہ نے کچھ دعائیں پڑھ کر دم کیں کہ ملکہ اٹھ کھڑی ہوئی اور برق نے اس وقت نسیم کو جھاڑی سے نکال کر ذبح کر ڈالا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ پیر دوڑتے ہوئے جانب ظلمات چلے۔ یہاں خواجہ نے بہار سے کہا: "یہ ساحرہ بہت زبردست ہے۔ اے ملکہ تم لشکر میں جاؤ۔ ہم انشاءاللہ اس کو قتل کر کے آتے ہیں تمہیں اکیلے ٹھہرنا چاہیے۔ ایک تو اپنی حفاظت ہم کو کرنا ہوتی ہے۔ دوسرے تمہارا خیال کرنا پڑتا ہے۔ یہ اچھا نہیں ہے تمہیں چلے جانا زیبا ہے۔" بہار یہ سن کر وہاں سے جانب لشکر پھری۔

ادھر ظلمات نے بعد چلے جانے نقلی نسیم کے سحر پڑھا کہ اس وقت عیار کہاں ہیں۔" سحر نے خبر دی اری احمق عمرو عیار صورت نسیم کی بن کر آیا اور تجھ سے بہار کو لے گیا۔ اب برق نے فلاں مقام پر نسیم کو مارا اور دونوں عیار اس جگہ ہیں۔ یہ خبر معلوم کر کے حیران تھی کہ پیر سحر کے دوڑتے ہوئے آئے اور مرگ نسیم کی خبر دے کر غائب ہو گئے۔ اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اپنے ہاتھ سے کنگن اتار کر اسی سمت کہ جدھر خواجہ وغیرہ تھے کھینچ مارا اور کہا: "جلد عیاروں کو لا۔"

کنگن سورج کی طرح چمک کر بلند ہوا اور خطوط شعاع ہزار پیدا ہو کر ہر سمت روانہ ہوئے۔

عمرو و برق ساحرہ کو مار کر بعد رخصت بہار مشورہ قتل ظلمات کر رہے تھے کہ یکایک

چند شعرے خط ایک سمت سے آ کر گردن و کمر و دست و پا میں لپٹ گئے اور یہ کھنچے ہوئے چلے اور ضرغام کو جو طائر بہار لے اڑا تھا اس نے اس کو لا کر صحرا میں چھوڑ دیا وہ بھی بے فکری میں پھر رہا تھا۔ چند کرنیں اس کے بھی جا کر لپٹیں اور کھینچی ہوئی لائیں۔ ان تینوں عیاروں نے دیکھا کہ ایک آفتاب زمین سے کچھ اونچا بسان خورشید محشر نکلا ہوا ہے اور قریب اس کے ملکہ ظلمات ایستادہ ہے آفتاب کی کرنیں ہم کو کھینچے لیے جاتی ہیں۔

حاصل کلام جب سامنے اس مہ پیکر ساحرہ کے پہنچے اس نے آفتاب کی جانب ہاتھ بڑھایا کہ وہ کنگن بن کر ہاتھ میں آیا۔ عیار کرن سے چھوٹ کر بےحس و حرکت کھڑے رہے۔ اس نے کنگن پہن لیا اور ان تینوں کو بغضب تمام تر گھورا۔ انھوں نے دیکھا کہ ساحرہ کو اس وقت بہت غصہ ہے۔ گال فرط غیظ سے لال ہیں آنکھیں مانند جام بادہ سرخ ہیں۔ گیسو پیچ کھاتے ہیں۔ ظاہر آثار ملال ہیں۔

پس اس لالہ رخسار نے ان سے بعتاب خطاب کیا کہ: "اے نابکار دیکھو تو کس عذاب الیم سے تم کو مارتی ہوں۔ بڑی تم نے آفت ڈھائی ہے۔ مجھ کو بھی حیرت مقرر کیا ہے کہ عیاریاں کر کے جس کو چاہا مار ڈالا اور اس سے کچھ نہ ہو سکا۔ یہ کیسی خاتون شہنشاہ ساحران تھی۔ واہ واہ تم بڑے ورشن تھوڑے۔"

عیاروں نے کچھ اس کے کلام کافر جام کا جواب نہ دیا اور اس نے ایک سحر ایسا پڑھا کہ عیار اس کے ساتھ چلے۔ یہ وہاں سے جانب لشکر مہ رخ روانہ ہوئی۔ اپنے لشکر میں نہ گئی۔ اتفاق سے اس لشکر میں جب ملکہ بہار پھر کر آئی تو جانسوز عیار یہاں موجود تھا۔ اس نے بہار کی زبانی حال ظلمات کا سنا کہ صحرا میں ہے اور خواجہ و برق ارادہ قتل اس کا رکھتے ہیں۔

یہ حال سن کر اس نے خیال کیا کہ مبادا خواجہ وغیرہ اسیر پنجہ ستم ساحرہ نہ ہوں مجھے بھی لازم ہے کہ چل کر ان کی خبر رکھوں۔ یہ سوچ کر جانب صحرا چلا۔ اس طرف سے

ظلمات آئی تھی۔ یہ اس کو دیکھ کر راہ کترا کر چلے تو اور سمت گیا پھر ساحر بن کر قریب اس کے آیا اور آداب بجا لا کر عرض پیرا ہوا: "اے ملکہ شمشلہ جاوداں آپ کو تلاش میں ہیں۔ انتظار فرما رہے ہیں۔ مجھ کو ڈھونڈنے بھیجا تھا۔ لائیے ان مجرموں کو مجھ کو دیجیے اور آپ شمشلہ کے پاس جائیے۔"

یہ تقریر سن کر اور اس عیار کو ساحر بنا ہوا دیکھ کر باور کیا کہ بیشک کوئی نوکر بادشاہ کا یہ ہے مگر جب ان قیدیوں کو طلب کیا۔ وہ ایک بار عمرو سے دہاب بہار دھوکا کھا چکی تھی۔ اندیشہ ناک ہوئی اور دل میں سحر پڑھ کر نیت اس نے کی کہ مجھ کو ظاہر ہو جائے کہ یہ کون ہے۔ عیار ہے یا ساحر ملازم ذی جاہ شاہ ہے سحر نے خبر دی کہ نہیں یہ عیار ہے۔"

یہ معلوم کرتے ہی پکاری: "اب آئے ہو تو جانا نہیں۔"

ایسی تاثیر اسی کلمہ کی ہوئی کہ جانسوز بھی بے حس و حرکت ہو کر اس کے ہمراہ ہوا۔ اس نے کہا: "سوزیو' میں اسی فکر میں اس طرف آئی تھی کہ تم جتنے عیار ہو سب کو پکڑ کر فیصلہ کر دوں اور طبل جنگ بجا کر نمک حرام کو بھی سزا دلواؤں۔ چنانچہ چار عیار تم ہاتھ آئے ہو۔ پانچویں کو بھی گرفتار کر لوں تو اپنے لشکر میں جاؤں۔

یہ کہہ کر کچھ فسوں پڑھ کر مشت خاک اٹھا کر گویا ہوئی کہ "اے خاک سر تنگنا طلسم سچ بتا کہ قران عیار لشکر نمک حراماں میں ہے یا بیابان میں ہے۔"

خاک ناپاک سے آواز آئی کہ "اے ملکہ طلسم وہ عیار کبھی کبھی لشکر میں آتا ہے ورنہ وہ ہمیشہ بیابان رہتا ہے۔"

یہ سنکر ساحرہ وہاں سے پھری۔ پھر سحر کے زور سے عیار بھی ساتھ ہو لیے اور یہ سمت صحرا بتلاش قران روانہ ہوئی۔ قران درہ کوہ میں بیٹھا تھا۔ اتفاقاً چند ساحر ملازمان شاہ طلسم اس طرف سے گزرے۔ باہم کہتے تھے کہ یہ ملکہ بڑی زبردست آئی ہے کہ ابھی کل یا تو تو بادشاہ کی بی بی تھی آج عیاروں کو پکڑنے گئی۔

ایک ان میں سے بولا: "بھائی حیرت بھی تو عیاروں کو پکڑ لائی۔ لیکن ایسی باتوں میں حاکم

قتل جلد تر ہو جاتا ہے۔ حیرت خوفناک ہوئی اور گرفتار عیاراں سے باز رہی اور یہی سبب ہوا جو آج تک زندہ ہے۔ وہ مار ڈالی جاتی تو تم یہ دیکھنا کہ یہ ملکہ جلد قتل ہو گی۔ کس کے لیے کہ ایک تو عیار خود ہی اس کی فکر میں ہیں دوسرے ان کو ستایا ہے اب بچنا اس شہزادی کا مشکل ہے۔"

دوسرے ساحر نے کہا: "تم سچ کہتے ہو' ملکہ حیرت جو عیاروں کی طرف سے چشم پوشی کرتی تھی تو عیار بھی طرح دیتے تھے۔ اسے بجتی عیاروں کا ستانا کچھ اچھا تھوڑی ہے۔"

یہ باتیں سب قران نے جو سنیں غور کیا کہ ظلمات ہم عیاروں کے قید کرنے کو شاید آئی ہے۔ مجھ کو بھی فکر اپنی لازم ہے۔ یہ سوچ کر وہاں سے اٹھا اور اس سمت کو خیال کیا کہ جنگل میں استادہ ہوں کون سی سمت ہے معلوم ہوا کہ مشرق ہے۔ پس اب جانب مغرب رو بقرا لایا۔ یہ تو ادھر گیا اور ساحرہ اس کے مقام پر پہنچی۔ دیکھا کہ وہ کوہ نہایت مصفا ہے۔ بسیان قلب پارہ سلیمان پر از صفا ہے۔ شیر کی کھال ایک مقام پر بچھی ہے اور ایک سمت کو اس دہ میں غار ہے۔

یہ غار میں اتری۔ یہاں طاق بصد خوبی محراب دار کاٹے تھے اور دریچہ اس طرح بنائے کہ جب اس میں کوئی جائے صحرا میں پہنچ جائے کہیں در ایسا بنا تھا کہ پیچھے اس کے غار تھا۔ وہ مقام کوٹھری کے طور پر نظر آتا تھا اور دریچوں کے سامنے بنے تھے۔ ان پر مرگ چھالے بچھے تھے۔ غار کی کوٹھریوں میں غلہ اور اسباب سے کشتی و جملہ سامان راحت آرام و آسائش مہیا تھا۔ سر غار ہر سمت سے پوشیدہ تھا۔ کہیں اجالا کہیں اندھیرا تھا۔ شیر کے رہنے کا مقام تھا۔ یہ لالہ فام ہر چند کہ ساحرہ تھی۔ مگر نازک مزاج مہ پارہ تھی۔ خوفناک ہو کر باہر نکل آئی کہ مبادا کسی گوشہ میں بیٹھا ہوا اور قتل کر ڈالے۔ غرض باہر آکر اس نے ایک طائر ماش کے آٹے کا بنایا اور سحر کا پیر اس میں بٹھا کر زندہ رہنے کا حکم دیا: "ہر سمت اڑ کر جا اور پتہ لگا کہ قران عیار کہاں ہے۔ طائر اڑ کر گیا اور مصر کو ایک مقام پر دیکھ آیا۔ ساحرہ نے بیان کیا کہ یہ اسی سمت

اٹھ کر چلی لیکن چلتے وقت اس خیال سے کہ راہ میں کوئی فوج قیدیوں کی وجہ سے نہ
بپا ہو اور یہ رہا نہ ہو جائیں۔ پس دم بھر میں ایک گنبد خاک کا بنا کر تینوں عیاروں
کو اس میں بند کر گئی۔ یہ تو جانب قران چلی اور اس نے ایک خط چار گوشہ کا بنا کر
چار سمت کا نام ہر گوشہ پر لکھا اور نیت کی یا مخبرا خبرنی اس وقت ساحرہ کس طرف
آتی ہے۔

یہ نیت کر کے آنکھ بند کی اور اور انگلی خط پر رکھی۔ جس سمت پر انگلی پڑی۔ اس طرف
کو چھوڑ کر دوسری جانب بھاگا۔ جب ساحرہ وہاں پہنچی کہ جہاں طاہر نے بتایا تھا کہ
کسی کو نہ پایا۔ پھر طائر کو اس نے روانہ کیا کہ وہ جا کر خبر لایا کہ اب اس طرف
عیار ہے۔ یہ اس جانب چلی۔ وہاں شخص مذکور پانچ سات کوس پر جا کر ٹھہرا تھا اور
دم راست کر کے پھر نقشہ کھینچ کر مخبر بفال غیب ہوا تھا کہ ساحرہ اس جانب آتی
ہے۔ پس یہ تیسری جانب چلا اسی طرح اس مہر سپہر ساحری کو اس نے قطع مسافت کرانا
شروع کیا اور آسمان حسن کو چکر میں ڈالا۔ دوپہر کامل اس مہ کو پھرایا۔ عجب حال
اس کا بنایا کہ پائنچے چھوٹے ہوئے۔ پسینے سے پوشاک بدن کی لتھی۔ جسم تمام عرق
میں ڈوبا ہوا۔ باغ حسن پر اوس پڑی ہوئی مسی کی اودی پپڑیاں ہونٹوں پر رنگ رخ فق
فق صباحت میں صادق مگر بے رونق۔ دل میں تھک جانے سے قلق کھسیانا پن۔ چہرہ
سے ظاہر گیسوؤں کا رخسار پر پیچ کھاتا گیا افسوں خواں ساحرہ یہاں آخر جب زیادہ دوا دوش
اس نے کی۔ غضب ناک ہو کر سوچی کہ عمرو سر گروہ عیاراں عالم ہے اس کو مع
دونوں عیاروں کے چل کر مار ڈالوں۔ قران اس کی رہائی کے لیے خود آئے گا اسے بھی
قید کر لوں گی یہ تجویز کر کے اسی طرف روانہ ہوئی۔

ادھر قران تو اس کی فکر میں تھا ہی۔ جب خوب اس کو دوڑا چکا۔ ایک مقام پر بیٹھ
کر پہلے خوب آسودہ ہوا پھر فال دیکھی معلوم ہوا کہ ساحرہ جانب جنوب تیرے مسکن کی
سمت جاتی ہے۔ یہ معلوم کر کے بہت جلد رواں ہوا اور اس سے آگے نکل گیا اور

ایک مقام پر دامن کوہ میں بہت سے درخت دیکھ کر اور صحرائے سبزہ زار ملاحظہ کر کے جلدی جلدی خنجر سے چار شجر پراز و گل و ثمر بیخ سے کھود کر اکھاڑے اور میدان مصفا تجویز کر کے چار کونوں پر ان درختوں کا بٹھایا اور سب پھل ان کے توڑ لیے۔ ہر نہال میں چند پھل باقی رکھ کر اس طرح سے انہیں چاک کیا کہ تا کہ چاک ہونا ثابت نہ ہو۔ پس ان میں بیہوشی داخل کی اس طرح کہ تمام جگر ان کا روغن بیہوشی سے خوب تر ہو گیا۔

جب یہ باغبان گلشن عیاری میں کر چکا۔ بیچ میں ان درختوں کے زمین کھود کر لحد ایسی بنائی اور اس میں اتر کر مٹی سے سارا جسم اپنا چھپا لیا۔ صرف دو آنکھیں اور ناک باہر رکھی اور انتظار ساحرہ غدار میں بیٹھا۔ آپ دفن ہو کر اس کو زندہ درگور کرنے کی فکر فرمائی۔ نظر کرو یہ بوتراب کو خاکساری کی تیاری پسند آئی۔ جو فکر کہ یہ مضطر کر کے بیٹھا تھا وہی سامنا ہوا کہ یہ ساحرہ اس طرف کو آئی۔ درخت بھی مثل گلدستہ کے بہت خوشنما دیکھے اور پھول اور پھل بھی عجائب اور عمدہ نظر آئے۔ تھالے درختوں کے سنگین سبز پائے۔ ہر نہال برنگ تارک الدنیا۔ زبان برگ سے مذمت دنیا کرتا۔ ہر شاخ خمیدہ مراقبہ میں مثل روشن ضمیراں طائر اشجار پر ہمسفر بلبل سدرہ ثمر ہائے سبز نظیر ہم رنگ اثمار نہال طوطی دہان شگفتہ پر ابتدا اللہ نباتا حسنا جاری زبان برگ طوبیٰ لہم و حسن ماب طاری بیچ میں ان اشجار پر بہار کے میدان بسان قلب اہل صفا پاک کہیں نہ خس و خاشاک آئینہ بہار الطاف روح پاکاں سے زیادہ تر صاف زمین سبز و خرم پر خضر کا بستر لگا ہوا یا اس زمین صاف و سبز پر یہ گمان کہ رومیوں نے بحکم اسکندر روبرو وہ آئینہ بنایا تھا۔ جس نے نقاش فلک کی صنعت گری کا مثل نقاشان چین عکس اتارا تھا۔ ہمسر پر طوطی سطحہ غبرا تھا بلکہ اس مقام صاف کا طوطی بولتا تھا کہ

چمن ان کی لطافت میں مدح سے بہتر
درخت چاروں تھے جسم چمن کے عنصر

ہر درخت کے تھالوں میں جو پتھر لگے تھے۔ ان پر کندہ تھا کہ یہ مقام سامری کے جوگی کا ہے۔ جوگی چمن میں گڑھا ہوا تپسیا جمشید کی کر رہا ہے۔ "خبردار اے آئندہ و روندہ زیادہ تر اس مقام پر پہنچ کر نہ ٹھہرنا صرف جوگی کے درشن کرنا اور اپنا ماتھا ٹیکنا۔"

ساحرہ نے یہ مضمون جو پڑھا اور ایسے مقام خوشتر کو دیکھا جوگی کی جویا اور مشتاق ہو کر بڑھی ایک مقام پر دو آنکھیں چمکتی دیکھ کر جوتیاں اتاریں اور ہاتھ باندھ کر آگے آئی۔ پہلے سجدہ سامری میں گری اور پھر کچھ اشرفیاں اور زیور اپنا اتار کر سامنے ان کی آنکھوں کے رکھ دیا۔ دیدہ دانستہ دھوکا کھایا۔ مطلق خیال عیار نہ آیا۔ ہاتھ جوڑ کر گڑگڑائی: "اے سامری کے جوگی۔ اے خداوند کے اچھے بندے میرے من کی اچھیا پوری کر۔ خداوند میرا مجھ سے تمام عمر راضی ہے۔ اپنے بیریوں کو میں ماروں۔ لڑائی جیت جاؤں۔"

اس صنم زیبا کا اور بت رعنا کا یہ پوجا دیکھ کر جوگی کاڑنا سا منہ بھی مٹی سے باہر نکلا اور بہت آہستہ سے کہا: "بچا' جا ایک پھل کسی درخت کا توڑ کر ہمارے درختوں میں سے کھا لے' تیرے سب کام سپھل ہوں گے پھلے پھولے گی۔ اب زیادہ یہاں نہ ٹھہر۔ سامری کی یاد میں جمشید کے دھیان میں فرق آتا ہے۔ دیر ہوتی ہے۔"

یہ سن کر ساحرہ اٹھی اور گرد جوگی کے پھری۔ پھر ایک درخت کے قریب جا کر پھل ایک توڑا اور سامری کو یاد کر کے جمشید کی دھیان میں ڈوب کر پھل کھایا۔ دو قدم چل کھا کر چلی تھی کہ چکر آیا۔ بیہوشی نے اثر دکھلایا غش کھا کر گری۔ عیار جس نے یہ شعبدہ کھلایا تھا بوٹا سا چمن سے نکل کر نعرہ کر کے منم مہتراں و بہتر بہتراں عید ذلیل ابن مشان مقتدر قران۔"

یہ نعرہ کر کے بقدو نالے جانب صحرا چلا۔ ادھر سے تو یہ چلا۔ اس طرف پہلوئے افراسیاب

سے اٹھ کر آئے ہوئے ساحرہ کو عرصہ بہت گزرا تھا اور ساحرہ کہہ آئی تھی کہ میں نے عیاروں کو قید کرنے جاتی ہوں۔ شاہ طلسم کو دیر ہونے سے فکر ہوئی کہ ایسا نہ ہو معشوقہ میری قتل ہو جائے۔ اس خیال سے اس نے کتاب سامری منگا کر حال اس کا دیکھا تو معلوم ہوا کہ قران عیار اس کو قتل کیا چاہتا ہے۔

یہ معلوم کر کے کتاب بند کر کے بجوہر اعظم اٹھا اور اڑنگ بادشاہ طلسم ہے۔ مسافت راہ بہت جلد طے کرتا ہے یہ معلوم کر کے اس میدان میں کہ جہاں معشوقہ اس کی بیہوش ہے۔ اس وقت پہنچا کہ قران بقصد سر پہ ساحرہ کے لگایا چاہتا تھا۔ اس نے نعرہ نعرہ یہ کہا کہ "ہاش"

یہ کلمہ ایسا پر اثر تھا کہ عیار مذکور کے دست و پا میں قوت نہ رہی۔ ہاتھ اسی طرح اونچا ہو گیا اور پاؤں سے بھاگا نہ گیا۔ ناچار کھڑا رہا۔ شاہ جادواں نے زمین پر کھڑے ہو کر اپنی محبوبہ کو فرش خاک پر پڑے پایا۔ مارے حیرانی سے آئینہ نمط چپکی اور کھلی ہوئی تھی۔ زلف بصد پریشانی رخ پر لہرا رہی تھی۔ انگیا کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چھاتی باہر نکلی تھی۔ بلوریں گیند سینہ پر دھرا تھا۔ یا قمقمہ رنگ سے بھرا تھا۔ چیرو کا ابھار سرکشی عیار کا پتہ زبان حال سے دے رہا تھا۔ بجلی تھی یا تیرگی غم چھاتی کے منہ پر چھائی تھی۔ جوبن سارا خاک میں ملنے کی نوبت آئی۔ شاہ جادواں اس کے سینہ سے لپٹ گیا۔ منہ پر منہ رکھ دیا اور رونے لگا۔ گلاب اشک کا خاکسار پر چھکا آنکھ اس گلبدن کی کھل گئی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔ دوپٹہ سنبھال کر اوڑھا۔ انگیا کی کٹوری اتاری۔ بدن سب شرما کر ڈھانکا۔ شوہر کو دیکھ کر نیچی نظروں سے کچھ شرمائی لجائی۔ آنکھوں کو بھر کر اداے متانت دکھائی تیوری چڑھا کر' سنبھلو صاحب زبان پہ لائی۔ پھر سسکی بھر کر روئی۔ "یہ کیا آفت ہے۔" کہہ کر اٹھی۔

بادشاہ نے فرمایا: "اے جانی' تو اس طرح بیہوش تھی۔ میں نے آ کر ہوشیار کیا اور اس عیار کو گرفتار کیا۔ غضب کیا تھا اس ظالم اظلم نے کہ چراغ حسن صرصر ستم سے بجھانا

چاہا تھا اور خانہ تیغ میرا تاریک کرتا اس کے دل میں آیا تھا۔"

یہ تقریر سن کر ساحرہ بغضب تمام تر تیغ لے کر جانب قران چلی اور مقتر مذکور نے صورت مرگ آئینہ شمشیر میں دیکھ کر دعا کی کہ: "اے خالق کل مخلوقات واسطہ شیر کا اپنے' میری مدد فرما اور بھیج میری رہائی کے لیے اس لمحے اس اپنے بندے کو کہ جس کی یہ شان رفیع ہے۔

صوتے کرد و مجسم فتح گرد آشکار
لافتہ الاعلی سیف الا ذوالفقار

یہ دعا اس کی درگاہ خدا میں قبول ہوئی۔ یعنی ملکہ بہار جو چھوٹ کر اپنے لشکر گئی۔ حال عیاراں ملکہ مہ رخ و دیگر ساحراں سے بیان کیا کہ ملکہ مہ رخ نے مرات صلاح سامنے رکھ کر یہ صورت نیک دیکھی کہ یہ ساحر زبردست ہے۔ ہم لوگ بھی بطور مخفی عیاروں کے معین رہیں تو بہتر ہے۔ پس یہ مشورہ کر کے اپنک آپ بادشاہ لشکر مخفی جانا مناسب نہ سمجھی۔ ملکہ بہار کو چالیس ہزار ساحران نمدار سے روانہ کیا۔

ملکہ مذکور فوج ساحران کو لے کر ایک صحرا میں ٹھہری اور آپ طائران سحر بنائے اور اک حال عیاراں خوشخصال روانہ کئے۔ ایک بار تو طائروں نے خبر گرفتار عمرو و برق و ضرغام دی۔ ملکہ ایک سحر نہایت زبردست تیار کر رہی تھی۔ اس وجہ سے تامل پذیر ہوئی۔ پھر طائروں نے خبر دی کہ مقتر قران اس طرح ساحرہ کو چکر دے رہے ہیں۔ بہار بہت خفی۔ پھر ساحرہ کی بیہوشی کی خبر پہنچی۔ یہ بہت خوش ہوئی۔ آخر آنا شاہ طلسم کا اور قید ہونا مقتر مذکور کا سنا۔ فوراً نفیر سحر کو بجایا اور لشکر ساحران تیار کرایا۔ ساحر باز اور ہما پر سوار ہو کر چلے۔ ملکہ مع فوج اس وقت آکر پہنچی کہ ظلمات تلوار لے کر قران کے قریب پہنچی تھی۔ بہار نے پہنچتے ہی ایک گولا سحر فنا دی اس کے سینہ پر تاک کر مارا کہ گولا لوکا آگ کا بنا ہوا اس کے سینہ پر آکر پڑا۔ اگر کوئی اور ساحر

ہوتا تو یقین تھا کہ گولہ پشت توڑ کر نکل جاتا مگر یہ ساحرہ زبردست ہے گولا پڑنے سے بیہوش ہو کر گری۔ اس وقت چالیس ہزار ساحر ہمراہ بہار چیدہ روزگار آئے تھے۔ وہ سب بجلیاں بنے اور کڑ کڑا کر گرے کہ کام اس ساحرہ نافرجام کا تمام کر دیں۔

لیکن شاہ جادواں وہاں موجود تھا۔ بیتابانہ دوڑا اور ایسا افسوں پڑھا کر چالیس سپریں ظلمات پہ چھا گئیں مگر بجلیاں ان کو کاٹ کر ساحرہ پہ چلیں تھیں کہ بادشاہ نے پھر سحر کی دستک دی کہ وہ برقیں تنکن پہ الگ کریں اور بجلیوں سے سب نے صورتیں ساحروں کی پیدا کیں اور زحل اور پتسول وغیرہ حربہ سحر کے وہ سب پکڑ کر شاہ چلے۔ بادشاہ سمجھا کہ یہ فوج بہت ہے اور ملکہ بہار اس لشکر کی سردار ہے اور یہ معشوقہ گلعذار ہے۔ پس اگر تو لڑے گا تو یہ محبوبہ قتل ہو جائے گی اور عجب کیا ہے جو اس ہنگامہ میں ظلمات بھی قتل ہو جائے۔ لہٰذا یہاں سے ٹل جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر پنجہ بن ہو گرا۔ ظلمات کو اٹھا کر بلند ہو گیا ساحروں نے ناریل نارنج ترنج بہت سے مارے۔ مگر وہ بادشاہ بے کچھ اثر نہ ہوا۔ ملکہ بہار اور جملہ ساحران نامدار نے مل کر اس وقت سحر خوانی ایسی کہ شاہ طلسم کا سحر قران پہ دفع ہوا اور وہ رہا ہوا اور اس نے سب حال خواجہ وغیرہ کا گرفتار ہونا ملکہ سے بیان کیا اور کہا: "ساحرہ میرے مقام پہ ان کو قید کر کے آئی ہو تو عجب نہیں۔ کیونکہ اسی جگہ سے میرا تعاقب اس نے کیا تھا۔ ملکہ مذکور نے یہ ماجرا سنکر اس کے ہمراہ اس کی جگہ پہ آئی اور یہ سحر شاہ طلسم کا ت تھا۔ ملکہ ظلمات کے سحر میں خواجہ وغیرہ جملہ عیار گرفتار تھے۔

پس بہار نے اس سحر کو اکیلے روکا۔ عیار سب رہا ہوتے ہی رو بفرار لائے اور سمجھے کہ ظلمات جادوگرنی زبردست ہے اس پہ کچھ بوجھ کر عیاری کرنا چاہیے اور اس کے پنجہ ظلم سے بچنا زیبا ہے۔ غرضیکہ یہ تو سب صحرا و کوہ میں متفرق ہو کر اپنی تدبیر میں مصروف ہوئے اور ملکہ بہار اپنے لشکر کی طرف مراجعت فرما ہوئی۔

• ملکہ حنا جادو

لیکن افراسیاب اپنی محبوبہ کو گلے لگائے ایک مقام پر صحرا میں آیا اور وہاں ٹھہر کر دو سحر پڑھا کہ ملکہ ظلمات کو ہوش آیا۔ شاہ نے کیفیت سے مطلع کر کے فرمایا: "اے ملکہ اب لشکر عیاروں کا تعاقب نہ کرو ایسا نہ ہو کسی آفت میں مبتلا ہو جاؤ۔

اس نے جواب دیا: "اے میرے بادشاہ میں غافل تھی جو بہار نے گولا سحر کا مارا۔ اب میں اس کو زندہ نہ چھوڑوں گی اور آپ میرے ساتھ نہ رہیے۔ ورنہ جملہ حریف طعنہ زن ہوں گے بامداد بادشاہ ظلمات مقابلہ کرتی ہے اے میرے بادشاہ قسم ہے آ کو سامری کی کہ لشکر میں جائیے اور اگر ایسا ہی میری تنہائی کا خیال ہے تو میری کچھ فوج اور چند انیسوں کو میرے پاس بھیج دیجئے۔"

بادشاہ قسم دینے سے ناچار ہوا اور پھر لشکر میں آیا۔ اس کی انیسوں کو سامنے بلا کر حکم سنایا کہ "فوج ہمراہ لے کر اپنی ملکہ اعانت کو جاؤ۔" انیسوں نے یہ حکم سن کر لشکر کو جلد تیار کرایا۔ گھنٹے بجے ناقوس پھنکے ساحروں کے پرے فوجوں کے دل بادلوں کے نشان کھلے۔ پلٹنیں اور رسالہ اسلحہ سے آراستہ اسباب سحر سے پیراستہ مراکب ہائے پرندہ طائران سحر پر چڑھ کر چلے۔ کسی طرف سے دریا جوش مار کر رواں ہوا۔ کہیں ہوم کا بلند دھواں ہوا کسی جگہ ابر سرخ سحر کا آتش فشاں ہوا۔ کہیں سانپوں کی مار ہوئی کسی سمت عقرب کی بوچھاڑ ہوئی۔ سیل فنا کی طرح یہ لشکر جوش مار کر چلا جیسے ٹڈی دل اٹھا کر

روانہ ہوا لشکر لاتعد
نہ کچھ جس کی گنتی نہ پیدا تھی حد
کسی جا پہ جادوگروں کی قطار
کسی سمت کو ساحرہ دستار
وہ آواز قرنا و بھیروں کا غل
تہلکہ پڑا از شور بوق و دہل
یقین تھا کہ بہرام خنجر گذار
فلک پر سے بھی لائے وہ در فراز
وہ لہرا کے چلنا ہر اک فوج کا
وہ اٹھنا یم قہر کی موج کا

یہ خبر ملکہ مہ رخ کو جو آسیس نے پہنچائی اس نے بھی نفیر سحر بجائی ادھر بھی جلد تر کمر بندی ہوئی۔ ملکہ موصوف نے چند سرداروں کو لشکر کے جراروں کو برائے حفاظت خیام و خرگاہ اس مقام پر چھوڑا اور آپ تخت سحر پر سوار ہو کر ساحران نامدار کی جمعیت سے روانہ ہوئی۔ صدائے بوق و نفیر سے دنیا بھر گئی۔ فوج ہی فوج دکھائی دی جدھر نظر گئی۔ جادوگرنیوں کی آن بان طاؤس و ہنس و بوتیمار زیر ران ان کے ہر ایک کے جوبن جوانی کے دن دن پر چڑھنے سے زیادہ حسن کی بہار انتہا کا جوبن رخ رنگین غیرت گلشن منہ غصہ سے سب کے گلنار سیندور کے ٹیکے ماتھے پر لگے۔ آسمان حسن میں ستارے نکلے ہوئے گاتیاں دوپٹے کی باندھے کمر مرنے پر کسے' چھاتیاں نکیلی سنانیں آبدار تھیں۔ بے مارے جگر کے پار تھیں۔ ابروان خمدار وہ کمان جس میں تیر مژگان جڑے ہوئے کر

کم نہیں ابروؤں سے یہ آنکھیں
وہ کیا ہو گئیں جو چار آنکھیں

سحاب سحر ہر ایک کے سر پر سایہ انداز معشوقان سراپا ناز ناریل نارنج ترنج اچھالتیں۔ بے استاد کی بولتیں۔ جادوگر ہر ایک یادگار جے پال استاد و شپیاں قشقے ماتھوں پر دیے ترسول اور پتسول ہاتھوں میں لیے آگے ہر پلٹن کے ڈمبرو بجا، کہیں پیادوں کی قطار۔ کہیں سواروں کا پرا کسی طرف غازیاں صف شکن کا مجمع یہ نقشہ کہ

ہر اک ساتھ شیر و شمشیر زن
جوانوں جنہیں یاد جادو کے فن
چلیں اپنا جوبن دکھاتی ہوئیں
وہ سانی اور گوگل جلاتی ہوئیں
کسی کی بھری مانگ صندل سحر تھی
کسی کی سیہ آنکھ کاجل سے تھی
یہ مان تھے طاؤس آتش فشاں
سروں پر سیہ ابر کے سائباں
برستے ہوئے ساتھ آتش کے تیر
کہ تھا ڈر سے ترک فلک گوشہ گیر

بایں جلوہ و جلال یہ لشکر بہر جدال سمت بہار باقبال چلا اس طرف سے انھیں ظلمات فوج لے کر چلیں ہنوز یہ دو لشکر راہ میں ہیں کہ ظلمات شعلہ جاوداں کو رخصت کر کے جو چلی راہ میں بہار تھی۔ یہ پہنچتے ہی پکاری: "ہری او جلو میری سوت کی بہن سوت پرانی خوب تو عیاروں کے پیچھے بھپڑا لگی ہے۔"

یہ کہہ اپنے جوڑے پر ہاتھ ڈالا اور بالوں کو کھول کر اپنے رخسار پر چھوڑ لیا اور جوڑے سے ایک ناریل بھی نکالا۔ زلف خورشید عارض پر گھٹا کی طرح آتا تھا کہ اس نے نعرہ کیا۔ میری زلف کی صورت نظر دشمن میں دنیا سیاہ ہو جائے۔"

یہ کہتے ہی عالم میں تاریکی پھیلنا شروع ہوئی اور اس نے وہ ناریل بھی کھینچ مارا کہ اس میں سے سیاہی نکل کر کاجل کی طرح جھڑنے لگی۔ چادر سیاہی کی مثل چار و آب پڑنے لگی۔ بہار نے ہر چند رد اس افسوں کا کیا۔ ممکن نہ ہوا۔ کچھ دیر میں سب کی آنکھوں سے روشنی کم ہوئی اور بینائی کم ہوئی کہ

کیا چشم گیتی سے نور نگاہ
فلک پر ہوا مہر تاباں سیاہ
ہوا تیرہ اس درجہ ہامون فراخ
بجھا خانہ چرخ کا بھی چراغ

ملکہ بہار نے چاہا کہ میں پرواز کر کے اس سیاہی سے نکل جاؤں لیکن میسر نہ ہوا۔ جہاں تک نظر کی دنیا اندھیر نظر آئی۔ لشکریوں نے جلد تر مشعلیں دھر جلائی۔ مشعل بھی جل کر بجھ گئی۔ اس عرصہ میں فوج ظلمات کی آپہنچی اور ایک طرف مہ رخ لشکر لیے اسی جگہ وارد ہوئی۔ یہ عالم تھا کہ دونوں جانب کوس رویائے گرجتے اور بجتے نوبت اور جھانجھ آگے آگے شور کرتے۔ گٹریاں ساحروں کی اور غول جادوگرنیوں کے پیدا ہوئے نشان اور علم کے پھریرے کھلے تھے۔ زمین و آسمان چار طرف لشکر ہی لشکر نظر آتا تھا۔ نعرہ ایسا تھا کہ ترک فلک گھبراتا تھا۔ مہر گردوں تھراتا تھا۔ ان لشکریوں نے پہنچتے ہی صف آرائی کی گرد اس قدر چھائی تھی۔ کہ خاک سوجھائی نہیں دیتا تھا۔ سحر کی ہوا چلی۔ گرد و غبار اڑا لے گئی۔ سقائی ابر سحر نے کی۔ خس و خاشاک کا نام نہ رہا۔ میدان پاک ہوا۔ گھٹائیں آئیں بجلی چمکی۔ ہلکی ہلکی بوندیاں پڑیں۔ صفیں میمنہ و میسرہ

وغیرہ کی جم گئیں۔ نقیب گزیک چاؤش میدان میں نکل کر پکارے: "ہاں من چلے والو۔ نام پہ مرنے والو آج نام سامری وجمشید مٹا دو۔ دشمن کو مزہ دکھا دو۔ یہ میدان ہاتھ سے نہ جائے۔ جان جائے' مگر مردوں کی بات نہ جائے۔"

یہ کہہ کر وہ بڑھے تھے کہ ظلمات جانب مہ رخ بڑھی اور اسی زلف رخ پر بکھرائے ناریل اچھالتی سامنے آئی ادھر سے مہ رخ بڑھی۔ آپس میں چوٹ چلنے لگی۔ کبھی اس نے اس شعلہ خو پر آگ برسائی۔ کبھی اس نے آپ سحر برسا کر بجھا دی۔ اس کے سر پر بجلی گرا دی تو اس نے دو سحر کا کر کے سنگباری کی۔ اس نے وہ کرشمہ بھی دفع کیا اور نیا جادو کیا کہ لشکری حریف کے دیوانے ہوئے۔ عقل خرد سے بیگانے ہوئے ہنگامہ عظیم برپا ہوا۔ اسی قیامت خیز معرکہ میں ظلمات نے یہ سحر کیا کہ زلف سے ابر سیاہی نکل کر بڑھنے لگی۔ اور لشکر پہ رخ چھینے لگی۔ ملکہ مذکور نے بہت کچھ سحر اس کے دفع کرنے کو کیے لیکن سیاہی پر فروغ نہ لے گئی۔ دم بھر میں وہ تاریکی تمام عالم میں پھیل گئی۔ مہ رخ ناچار پیچھے ہٹی۔ ظلمات نے اپنے لشکریوں کو للکارا: "ہاں نمک حراموں کو جانے نہ دینا۔ لشکر کے سردار ساحران ذی وقار شمشیر ہائے سحر کھینچ کر لینا لینا کہہ کر چلے۔ اس طرف سے وہ بھی اندھے بھی جان بچانے کے لیے تیغ و خنجر پکڑ پکڑ کر بڑھے لیکن ان کو اس حال میں چھوڑ کر اور ماجرا سنیے کہ

کوکب جو پتلا تاریک کی چٹھی جلانے کے لیے بھیج کر قلعے میں اپنے منتظر بیٹھا تھا کہ کچھ حال پتلے کا معلوم ہو کہ اس پر کیا سانحہ گزرا اور انہیں معلوم کہ خواجہ ہمارا ایلچی گئے تھے ان کا کیا حال ہوا۔ پس اسی فکر میں اس نے مرات سحر طلب کیا اور حسب دستور آئینہ مذکور سے پنجہ نکلا۔ اس نے سب حال خواجہ کے گرفتار ہونے کا اور ظلمات کے لڑنے کا بہار سے لکھ دیا۔

ملک کو یہ حال معلوم ہوتے ہی تشویش ہوئی اور اسی فکر میں اپنی جگہ سے اڑ کر ملکہ حنا گلگون پوش کے مقام پر آیا۔ ملکہ موصوف نے تعظیم کی۔ چمن ستاں میں مسند پر

بٹھایا۔ حال اس کے گلشن پر بہار اول میں تحریر ہو چکا۔

فی الحال اس معشوقہ باوفا نے چہرہ زیبائے بادشاہ متغیر دیکھ کر سبب سنجیدگی استفسار کیا۔ بادشاہ نے من و عن کیفیت بیان فرمائی۔ اس نے عرض کی کہ ظلمات ساحر زبردست ہے کہ وہ شاگرد تاریک ہے۔ لیکن اس اپنی کنیز کو اگر اجازت دیجئے تو اس سے جا کر مقابلہ کرے اور باقبال شہنشاہی اس کو مارے۔ بادشاہ نے فرمایا: "بہار باغ خوش رنگی تو کیونکر اس خار گلزار کج ادائی کو قتل کرے گی۔" اس گل رعنا نے جواب دیا: "میں ایک مرتبہ جب طلسم ہوشربا میں غدر نہ تھا اور افراسیاب سے اور آپ سے دوستی تھی۔ لالاؤ پر تاریک کے پاس گئی تھی اور وہ مجھ کو گنبد سامری پر لے گئی تھی۔ وہاں اس کر بہت تحفے دیے تھے۔ مگر مجھ کو ایک ناریل ملا تھا کہ اس کا اثر یہ ظاہر ہوا تھا۔ کہ سوائے بادشاہان طلسم کے جس پر وہ لگایا جاوے کیسا ہی ساحر ہو۔ مگر جان سلامت نہ لے جائے۔ پس وہ ناریل میں نے ساحر زبردست کے مقابلہ رکھا ہے۔ آج تک کام اس سے نہیں لیا ہے۔

بادشاہ نے جب یہ ماجرا سنا اس لعبت دلفریب با زیب و زینت کو سنجیدہ پیشانی حکم روانگی دیا اور فرمایا: "اگر شاہ ساحران تجھ سے آ کر ہم نبرد ہو گا تو یہ شیدا تیرا مدد کو آئے گا۔ جا تجھ کو سپرد کار ساز حقیقی کیا۔"

اس فرشک چمن نے یہ سن کر اسی وقت کنیزوں اور ندیموں وغیرہ کو بلایا اور حکم تیاری لشکر دیا۔ کچھ عرصہ میں لشکر مسلح و مکمل ہو کر حاضر ہوا۔ شاہ نے دیکھا کہ دو لکہ ابر سرخ و زرد سفید آگے لشکر کے ہیں اور ان پر فوارہ نقرئی و طلائی لگے ہیں اور ان ابروں سے پتلے و مجسم نکل کر فواروں پر رواں دیتے ہیں۔ بام سحاب پر نقارخانہ بار ہے۔ یا فیل گردوں شکوہ داری کو دمامہ لادے تیار ہے۔ بعد اس کارخانہ کے ایک کالی گھٹا پیدا ہوئی کہ بارگاہ خیام اس پار تھے اور اس گھٹا سے ترشح ہوتی تھی کہ گرد و غبار بٹھاتی تھی۔ یہ جب بھی نکل گئی۔ پھر ایک طبق زمین اڑتا ہوا نظر آیا کہ اس باغ بہار

آگیں لگا تھا۔ گلہائے رنگیں و اثمار لطیف و شیریں سے پھولا پھلا تھا۔ برے ہوا اس گلزار کا چلنا طرفہ تماشا تھا۔ شاہد بہار کا کوچ و مقام کرتا ہوائے بہاریں کا فیض عام ہوتا۔ فصل گل کے مع الخیر ہر شہر میں داخلے۔ بجلی اس گلشن کے یہ ثابت ہوا کہ آسمان بہار کے سیارے بستان بوئے گل بہار نے کلیوں کی کھڑکیوں سے نکل کر گلیوں میں پھرنا شروع کیا اور بہ رنگ نسیم گلشن اس گلزار نے چلنا پسند فرمایا تھا۔ محبوبا گل خراماں خراماں رواں کبک ہزار جان سے اس پر قربان اس چمن ستان کا جنگ پر چڑھنا پسند فرمایا تھا۔ گلشن کا تختا' گل عباسی طرم بجاتا ہے۔ گلگون لالہ داغ دکھاتا تھا۔ نرگس نظر باز تھی نیان موہن بحر ساز تھی۔ زلف سنبل کمند گلوگیر چنار شعلہ باری کی تدبیر غنچہ غصے سے منہ پھلائے گل چہرہ لال کئی بلبلیں کا عدہ نقابت خاطر خزاں میں تجلی بہار کی صلابت بیچ میں اس گلشن کے ایک چبوترہ سنگ سرخ کا بنا نمگیرہ اس پر کاشانی مخمل کا کھینچا۔ مسند مغرق زیر نمگیرہ بچھی دوہری باڑھ مروتیوں کی لگی۔ اسباب عیش و نشاط چنگیریں چوگھڑے رکھے۔ کنیزاں گلرویا سمن بو ہزاروں' ہزاروں اس گلستان میں ہر ایک کی مستانی چال بانگی ادا گل ان کے عارض رنگین سے شرماتا لالہ ان کی شمائل پر داغ کھاتا سرو موزوں قامت رعنا پر ان کے قربان یا سمن کی وہ آرام دہ دل و جان ملکہ حنا اس بوستان میں اتر گئی اور چبوترہ پر جا کر مسند پر جلوہ گر ہوئی۔ گرد چبوترے کے ناندے چینی کے رکھے تھے۔ ان میں درخت مہندی کے لگے تھے۔ ساونی پھلی بوٹیاں پڑنے لگیں۔ جھولے درختوں میں پڑے تھے۔ خوش گل گیں زہرہ جبیں ملار گانے لگے اور وہ باغ سمن سمن بروے ہوا پرواز کر گیا۔ اس کے جانے کے بعد لشکر ساحران طائران خوش رنگ پر سوار جادوگرنیاں نہایت طرحداری جس کھکھلاتی نیز تگیاں سحر کی دکھلاتی گذریں۔ پھر ساحران جرار مرکب ہائے پرند پر سوار لباس زریں پہنے بعد فرد تمکین نکلے۔ کہاں تک اس لشکر کا علو شان بیان ہوا۔ گرد اس بیان کے سامنے رستم کی داستان ہو۔ فلک پیر نے کبھی ایسا تجمل نہ دیکھا تھا۔ اسی سبب سے حیران تھا۔

اسی کر و فر سے معشوقہ کوکب بعجلت تمام طلسی قطع مسافت کر کے اس وقت مقابلہ میں ظلمات کے پہنچی کہ مہ رخ اس سے مغلوب ہو کر ہٹتی آئی تھی کہ یکایک بالائے ہوا نوبت و نقارہ بجتے سنائی دیئے اور ابر اتر کر نقار خانہ ایک سمت قائم ہوا اور باغ پر بہار ملکہ حنا آیا۔ لشکر جرار نے پرا جمایا اور ملکہ مذکور نے مہ رخ کو میدان سے ہٹا کر آپ ظلمات کا سامنا کیا۔ اب کیفیت کا سامنا تھا کہ معشوقین دونوں طلسم کے بادشاہوں کی مقابل تھیں دو مہر نمایاں آسمان حسن کو جلال آیا تھا۔ دو مہ درخشاں فلک جمال نے سرد مہری کا نقشہ جمایا تھا۔ دو شعلہ کشور خوبی باہم آمادہ نبرد' دو گوہر قلزم محبوبی کی آبرو پر گرد۔

غرضیکہ ظلمات پانچے ناز سے کلائی پر ڈال کر آگے بڑھی اور زلف چلیپا کو جنبش دینے لگی۔ سیاہی اس میں سے نکلنے لگی۔ جیسے سنبلستان سے نسیم مشکبار چلی۔ اس طرف زلف لہرائی اور شمیم جان پرور ایسی آئی کہ مشام لشکریاں حریف بسد بیخود ہو کر شعر عاشقانہ پڑھنے لگے۔

ملکہ حنا نے جو یہ نقشہ دیکھا کہ سیاہی پھیلتی جاتی ہے اور مار زلف سب کو سونگھ کر بیہوش کر رہا ہے۔ اٹھکر باغ پر بہار سے نکل آئی تھی۔ پس کچھ افسوں پڑھ کر دستک زن ہوئی۔ فوراً ایک تخت پیدا ہوا کہ اس درخت مہندی کے ڈنڈوں میں لگے تھے۔ یہ قریب تخت گئی اور اس گھرو نے مہندی توڑ کر دست نگاریں میں لی ہوائے سرد کے جھونکے آنے لگے۔ ابر گھر آیا بوندیاں پڑیں۔ موسم برسات کا ظاہر ہوا۔ پھر تو یہ عالم تھا کہ

بہار آئی کہاں تو ساقیا ہے
تصور ہر گھڑی مجھ کو تیرا ہے
زمرد ہو گئی ساری زمیں ہے
ہر ایک سو باغ میں سبزہ اگا ہے

وہ پانی نہر میں ہے صاف جاری
کہ جس پہ دل میرا لہرا رہا ہے
ملاحوں کی کہیں آتی ہے آواز
کسی جا شاخ میں جھولا پڑا ہے
کہیں حق سرہ کہتی ہے قمری
پپیہے کی کہیں پی پی صدا ہے
کسی جا نعرہ تنن بھرتی ہے کوکل
کہیں پہ آم کا ٹپکا پڑا ہے
کہیں پہ فاختہ کہتی ہے کوکو
کہیں طاؤس رنگین ناچتا ہے
چڑیاں بلبلیں ہیں چہچہاتی
غرض ہر سو نیا اک گل کھلا ہے

وہ جوبن ماہرویوں پہ ہے اسدم
پری اور حور بھی ان پہ فدا ہے
حنا معشوقہ رنگین کوکب

اسی صورت سے بس آراستہ ہے
مسی ہونٹوں پہ آنکھوں میں سرمہ
رچی ہاتھوں میں پاؤں میں حنا ہے
طلائی ہے پڑا موباف سر میں
چنی ماتھے پہ افشاں خوشنما ہے
گلابی پاجامہ سرخ کرتی
دوپٹہ گاچ کا دھانی رنگا ہے
ملا ہے عطر مجموعہ کا ایسا
کہ سارا جسم عنبر میں بسا ہے

یہ ساون کا مہینہ اور یہ جوبن
کہوں کیا میں کہ یہ کیسا مزا ہے

یہ موسم فرح افزا اور حسن دلربا جو لشکریان ظلمات نے دیکھا بیتابانہ گلستان حنا کی طرف چلے اور گریبان ہر ایک زن و مرد نے چاک کئی اور اشعار تعریف موسم برشکال اور وصف جمال جانانہ مہر تمثال میں پڑھنے لگے۔ کوئی پکارا کہ

یاد تمہیں ہم کو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہو گئیں

کسی نے کہا

مجھے اب دیکھ کر ابر شفق آلودہ یاد آیا
کہ فرقت میں تری آتش برستی تھی گلستاں پر

ایک بولا کہ

گلشن میں بندوبست برنگ دگر ہے آج
قمری کا طوق حلقہ بیرون در ہے آج

کسی کی زبان تھا کہ

باغ میں مجھ کو نہ بلوا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خون فشاں ہو جائے گا

یہ رنگ جو ظلمات نے دیکھا' ناریل اس دشت بہاریں پر سحر پڑھ کر کھینچ مارا۔ اس ناریل سے ایسی سیاہی نکل کر یکایک تمام ارض وغیرہ کالا ہو گیا اور وہ مقام دلکشا نزہت افزا نظر مردم سے پوشیدہ ہوا۔ سب کے حواس بجا ہوئے۔ ملکہ حنا نے ایک سحر یہ حال دیکھ کر ایسا پڑھا کہ بے اختیار ہنسی آئی اور دہن تنگ کے کھلتے ہی ایک برق چمکی وہ بجلی بلند ہو کر جب اس تاریکی میں گئی' فوراً روشنی ہو گئی اور وہ تاریکی گھٹا بن کر لشکر ظلمات کی طرف روانہ ہوئی اور اس گھٹا کو گھیر کر چمن ستان حنا پر لے گئی اور اس گھٹا سے پانی برسنے لگا۔ جس تختہ گلشن پر وہ پانی پڑا۔ سارا تختہ جل گیا۔ پھر تو تیغہ سحر کھینچ کر ظلمات حنا پر جا پڑی اور چمن ستان کے جلنے سے لشکری بھی ہوشیار ہو گئے تھے۔ ان کو بھی حکم دیا: "محاصرہ لشکر حریف کرو۔"

بموجب حکم ساحران لشکر اور جادو گرنیاں ناوک و ترنج لے کر روانہ ہوئیں۔ ملکہ حنا بھی فوج سے تنہا تنہا کر کر چلی۔ ایک طرف سے مہ رخ مع لشکر آ پڑی۔ گھمسان کی مار ہونے لگی۔ لیکن ظلمات نے قریب پہنچ پر تیغ سحر بر سر حنا لگایا۔ اس کمان ابرو نے افسوں پڑھا کہ پنجہ پیدا ہو کر تیغہ سے لپٹ گیا۔ اس نے سحر کر کے پنجے کو جلایا اور پھر وار کیا۔ حنا نے پھر دستک دی کہ سپریں سحر کی سر پر آ گئیں۔ تلوار اس کی سپروں پر آ کر رکی۔ اس وقت نعرہ زن ہوئی کہ خبردار او ظلمات' یہ نہ کہنا آگہ نہ کیا۔ یہ نعرہ کر کے وہی ناریل گنبد سامری کا کمر سے نکال کر اس کی پیشانی پر لگایا۔ اس نے ہزارہا سحر اس کے روکنے کو پڑھے۔ مگر وہ ناریل نہ رکا اور ماتھے پر زور جوڑ کا کھوپڑی توڑ کر نکل گیا۔ بھیجا اس کا سر سے نکل کر دور گرا اور وہ بھی چرخ کھا کر گری اور تڑپ کر ہلاک ہوئی ایک شور قیامت خیز مرنے سے اس کے بپا ہوا اور

صدا آئی کہ: "ہزار افسوس ملکہ ظلمات کی باغ زندگی پہ خزاں آگئی۔ عین موسم شباب میں وہ گل رعنا مرجھا گئی۔"

غرض پیر سحر کے مرتے پہنچے جانب شاہ جادواں چلی اور تاریکی اس کے سحر کی لشکر بہار پہ سے دفع ہوئی۔ لشکر نے اس کے جو مرنا اپنی مالکہ کا دیکھا' مرنا گوارا کیا اور جی توڑ کر لڑنے لگے۔ اس وقت بہار و حنا و مہ رخ نے تین طرف سے حملہ کیا۔ برف باری اور آتش باری شروع ہوئی۔ برق سحر خرمن ہستی کو جلانے لگے۔ کشت حیات پہ آفت آنے لگی۔ سر مرنا چھٹنے لگی۔ نوجوان کی حسرت . گل پاشی خاک میں ملنے لگی۔ تلوار کے سامنے دانائی کام نہ آئی۔ لاکھ طرح سے تردد کیا۔ جنگ پہ خوب لڑے اور تے لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ تختہ کار سب کٹ گئے نحیف دھان و پان کے کڑیل جان پامال سم اسپاں تھے۔ مہ وشے صف شکن مرد میدان تھے۔ فوج دشمن کی کھیتی کیونکر ہری ہوتی کہ دہقان نے اس کے حال قضا کو قبولیت لکھ دی تھی۔ کچھ ہی دیر میں ہلچل یوں تھی اس لشکر میں پڑ گئی برف باری سے سخت لشکر پہ پالا پڑ گیا۔ ایک سمت سے بہار نے لالہ زار پیدا کر کے ہزاہا کو دیوانہ بنا دیا ایک جانب سے حنا نے برسات کا موسم ظاہر کر کے حریف کو نخل رفیع قلم کیا اور بستان حریف تن تن میں بویا ایک طرف سے مہ رخ نے سحر نیرنگ انواع و اقسام کر کے ہزاہا کو مارا۔ جب سحر سے دشمن عاجز ہوئے۔ غازیوں نے تیغ بے دریغ رکھ لیا۔ یہ ہنگامہ تھا کہ

انیساں ظلمات اندوہگین
جو تھیں ناز نیناں وہ زہرہ جبین
وہ سب گلعذاراں زیبا صنم
ہوئیں صورت تختۂ گل قلم

وہ تیروں کا غل اور باجوں کا شور
یقیں تھا کہ اٹھ بیٹھیں اہل نشور

کہیں سحر کا شجر تھا موج زن
کوئی خرمن جان پہ آتش فگن
پڑھنت ہوتی تھی اور منتر کی جاپ
چمکتی تھی بجلی برستے تھے سانپ
کڑکنا کمانوں کا مانند رعد
برسنا وہ تیروں کا پھر اس کے بعد
چمکتی کہیں برق شمشیر تیز
کہیں خنجر جانستاں شعلہ ریز
رواں تھا ہر اک سمت سے بحر خون
دلاور پڑے تھے بہت سرنگوں
غرض معرکہ میں تھا حال واں
نہ لشکر تھے ظلمات نہ تیر رواں

بہت سے ساحر اسیر ہوئے اور ہزاروں تہ شمشیر ہوئے۔ جو بھاگے جان بچا لے گئے۔ جب مطلع صاف ہوا۔ حنا سے مہ رخ و بہار ملیں اور شکریہ بادشاہ کوکب کا ادا کیا۔ پھر اس سے استدعا کی کہ لشکر میں چل کر کچھ دیر استراحت فرمائیے۔ اس نے کہا: "افراسیاب قتل خبر معشوقہ سن کر آئے گا بکھیڑا بچے گا۔ اس وقت شاہ کوکب کو بھی آنا پڑے گا۔ پھر یہاں ٹھہر کر جنگ کو طول دینے سے کیا فائدہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے لشکر میں جائیے اور میں اپنے گھر جاؤں۔ بادشاہ کوکب میرے منتظر ہوں گے۔"

یہ تقریر اس کی ان لوگوں کی پسند آئی اور اس کو رخصت کر کے مع لشکر مراجعت فرمائی۔ یہ سب تو اس طرف پھرے۔

مگر شاہ جاوداں انتظار میں اپنی محبوبہ کے باغ سیب میں بھی نہ گیا تھا۔ لشکر میں اندر بارگاہ کے بیٹھا تھا کہ دفعتہ کچھ سازِ سحر کے زمین پر آکر لوٹنے لگے اور ساحر بن کر بعد گریہ و بکا ماجرائے قتل ظلمات زبان پر لائے بادشاہ نے یہ خبر وحشت اثر سن کر نعرہ آہ

ماتا اور گریبان تابدامن چاک کیا۔ تاج زمین پر پٹکا۔ اراکین سلطنت نے بھی بادشاہ کا ساتھ دیا۔ ہر سمت شور گریہ برپا ہوا۔ نالہ و شیون سے گیتی خانہ ماتم تھی۔ ہر چشم پر نم تھی۔ دود آہ اس قدر بلند تھی کہ سقف آسمان نیلی کالی نظر آئی۔ دنیا اندھیر ہوئی تھی۔ اس عرصہ میں فوج بغتہ السیف بھاگی ہوئی۔ سو بسوے شہر آئی۔ بادشاہ اپنے وزیروں اور حامیان مملکت کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور اسی دشت ایک جہان رن پر پڑا تھا۔ ہر ایک بے گوروکفن پڑا تھا' پہنچا اور پکارا: "اے آہو چشم تو کس جگہ نخچیر کی ہوئی پڑی پائے۔ کہاں تیری رعنائی و زیبائی خاک میں ملی ہے۔ اے مہ رو تو کس ابر غم میں پنہاں ہے۔ اے میری ہوا خواہ کہاں ہے افسوس تو مجھ کو جواب نہیں دیتی ہے۔ اے مالک جان و دل میری جان و تاب و توان کا حساب نہیں دیتی۔"

یہ کہتا ہوا لاش پر معشوق کی پہنچا۔ دیکھا تو چاند پر خاک پڑی ہے۔ زلف مشک بیز خاک میں اٹی ہے چشم حسرت آلود میں سرمہ خاک گور لگا ہے۔ مسی کے بدلے لب ہر ایک زہر مرگ سے نیلا ہے۔ حنا خون کی دست وپا میں لگی ہے۔ موت طوق بن کر گلو گیر ہوئی ہے۔ چادر خاک اوڑھے۔ دامن خاک سے نہ چھپائے خونی لباس سے شاہانی پوشاک زیب قامت فرمائے دلہن بنی ہوئی وہ سہاگن پڑی ہے۔ اشک خونی کی طرح لہو کی بوندیں رخسار پر ماتھے سے بہی ہیں۔ موتی کے سہرے کی چہرے پر لڑی ہے۔ مانگ کوکھ کیا سراپا سے سہاگن ٹھنڈی ہے۔ نہ دودھوں نہائی ہے۔ نہ پوتوں پھلی ہے۔ صرف خون میں ڈوبی ہے۔ بادشاہ اس کے جسم خون آلود سے لپٹ گیا اور رخسار سے رخسار اپنا رکھ کر پکارا: "اے صاحب' ایسا سوئی ہو کہ تن بدن کا بھی ہوش نہیں۔ اپنے شیدا کی محبت کا جوش نہیں۔ اے شرم و حیا دکھانے والی لوگ آتے جاتے ہیں۔ تن اپنا ڈھانکیں۔ اے صاحب ہاتھا پائی کرنے میں بانکی۔ اے جانی' پھر شرما کر نظریں نیچی کر لو۔ پھر جھجک کر گلے سے لپٹو۔ پھر ہم سے روٹھو اور اپنا ماتھا کوٹو۔ ہائے وہ دور ناز نخرہ کدھر گیا۔ اس چاند سی تصویر کو کفن خون میں بھر گیا۔ اے میری پیاری

اس جنگل کی فضا تم کو بھا گئی۔ شب وصل میں جاگی تھیں جو ایسی نیند آ گئی۔ ہائے کون سی نظر بد تمہیں کھا گئی۔ تخت سلطنت تمہارے بغیر سونا پڑا ہوا ہے۔ سب مجرائی واسطے تسلیم حاضر ہیں۔ تمہارے برآمد ہونے کے منتظر ہیں۔ اے صاحب نظر اٹھا کر لو۔ خلعت سرفرازی دو۔ اے دلدار میں تجھ کو اب کہاں پاؤں گا اور کس کس ادا کو تیرے دل مضطرب سے بلاؤں گا کہ

لحاظ آمیز باتیں بھولی بھالی
خفا ہونا اگر ہمزاد بولی
وہ رونا کچھ مزوں کی گفتگو سے
وہ بچنا ہر طرح کی آرزو سے
زبان ساکت رہی عرس ہوس سے
کہ نکلی طرح قالب کے قفس سے

نہ ہونے پائے لب لذت چشیدہ
تمنا ہو گئی دامن کشیدہ

ہوا اچھی طرح سے نہ ہدوش
کنارہ قبر ہے تو ہم آغوش
یہ دیکھا جب ہر اک نے حال شہ کا
کہا دستور نے اے شاہ والا
طبیعت کو سنبھالیں آپ للہ

نہیں بیتابیوں کا وقت اے شاہ
چلیں حضرت لے آئیں انہیں ہم

نہ ہو ایسا مزاج شاہ برہم
غرض جب گھر میں آیا واں سے سلطان
ہوئے سب جمع خوش واقر باوان

اٹھائی لاش اس گل رو کی جس دم
گریباں چاک تھے برپا تھا ماتم
حجاب خاک میں سوئی وہ دلدار
کیا مدفن جواہر کار تیار

شعلہ جاوداں نے ایک نامہ اس سانحہ جانگزا کا ملکہ تاریک کو لکھا اور سیاہ طائر پرواز سحر بنا کر اس کے گلے میں باندھ کر روانہ کیا۔ طائر روتا ہوا جمشیدی الاؤ پر گیا۔ تاریک نے نامہ لے کر جب پڑھا رونے لگی اور جواب لکھا: "اے بادشاہ میں وابستہ اس امر کی ہوں کہ حجرہ دوم مجملہ حجرہ ہائے ہفت بلا کے مالکہ ہوں اور وہ حجرہ جب تک نذر کی بھینٹ دے کر نہ کھولا جائے۔ بلا لڑنے نہ جائے گی۔ اگر جائے گی تو آئین طلسم میں فرق آئے گا۔ فی الجملہ اسی سبب سے میرا آنا ہو نہیں سکتا۔ ورنہ اس خون کا قصاص ایسا لیتی کہ ہر دم ایک دم ٹھیک جو گذر جاتا۔ اب تم صبر کرو میں تجویز کر کے کسی اپنے شاگرد کو کچھ دنوں میں بھیجوں گی۔"

یہ جواب طائر نے بادشاہ کو پہنچایا۔ وہ خاموش ہو رہا اور ایک مدت سے فریفتہ جمال ظلمات تھا اور وصل وہ ملکہ قبول نہ کرتی تھی۔ اب مراد بر آئی تھی۔ بس جدائی اس کی بہت شاق گذری اور اہل دربار سے شکایت کی کہ "وہ دیکھو ہم پر یہ سانحہ عظیم تر گذرا۔ لیکن ملکہ حیرت نے جھوٹوں کو بھی مجھ کو نہ پوچھا کہ تم کیسے ہو۔ کیا بادشاہوں کے محل نہیں ہوتے ہیں۔ پھر اس کا رشک ایسا کرتے ہیں کہ اپنے وارث کے دشمن بن جاتے ہیں۔"

وزیروں نے کہا: "واقعہ میں یہ ان کی نادانی ہے۔ اب حضور ان کی خطا معاف کریں۔"

یہ کلمات تو بادشاہ نے کہے اور خفی ملکہ مذکور کو لکھ کر بھیجا کہ اے ملکہ تم کو لازم ہے کہ نامہ مشتمل بر عذر لکھ بھیجا۔ حیرت مرگ ظلمات کی خبر سنکر خرسند ہوئی تھی کہ عرضی اعیان سلطنت کی پہنچی۔ اس نے مناسب سمجھ کر نامہ لکھا: "اے بادشاہ مجھ

کو نہایت صدمہ آپ کی معشوق کے مرنے کا ہوا۔ قسم ہے سامری کی کہ میں نے ان کے آنے سے ناراض نہ ہوئی تھی۔ بلکہ اتفاقیہ یہ امر ہوا کہ حضور اس وقت کج بحثی ہو گئی۔ اب میں اس فعل پر نادم ہوں اور دعا کرتی ہوں کہ رنج خاطر شریف دور ہو دوست شاد' دشمن پامال رہیں۔ ملازم خوش حال اور آپ با اقبال رہیں۔"

یہ نامہ زمرد جادو لے کر آئی۔ بادشاہ کو نذر دی گرد پھری اور نامہ دے کر کہا: "ملکہ نے رو رو کر جل تھل بھرے ہیں۔ یہی کہتی ہیں کہ میرے وارث کو سامری اس صدمہ جانکاہ سے بچالے۔ اور مجھ سے چلتے چلتے کہہ دیا تھا کہ میری طرف سے بہت کچھ سمجھانا۔ میری جان کی قسم دلانا۔ اے بادشاہ چلئے ملکہ کے پاس اور انھیں منا لایئے۔"

شاہ طلسم نے فرمایا: "وہ میری جان و مال کی مالک ہے۔ سوا اس کے کون میری دلداری کرے گا۔

یہ کہہ کر وہاں سے اسی باغ میں کہ جہاں حیرت فروکش تھی آیا۔ کنیزوں نے تسلیم کی۔ انھوں ملکہ نے بلائیں لیں ملکہ موصوف بادشاہ کی صورت دیکھ کر رونے لگی۔ بادشاہ نے اشک اپنے ہاتھ سے پاک کئے۔ ملکہ نے ہاتھ ہٹا دیا اور کہا: "چلو میں ایسے پھسلاووں میں نہیں آتی۔ وہی مثل ہے کہ جب آنکھیں ہوئیں چار دل میں آیا پیار۔ آنکھیں ہوئیں اوٹ دل میں پڑی کھوٹ۔ آج تک نہ پوچھا: "تم پر کیا گذری۔ جب رنڈی بازی سے فرصت ملی تو یہاں آئے۔ میں ایسی الفت سے درگذری۔"

انھوں نے یہ کلام سن کر کہا: "اے شہزادی' یہ تمہاری بیکار کی لڑائی ہے۔ اے بیوی رہتا پانی رہ گیا اور بہتا پانی بہہ گیا۔ اب ان باتوں ذکر کیا۔ شہنشاہ خود رنجیدہ خاطر ہیں۔ ہمارے سر کی قسم ان کی دلجوئی کرو۔"

شاہ جواں نے انھوں سے خطاب کیا: "جمشید کی قسم میں ان کی انھیں باتوں سے گھبراتا ہوں۔ جب دیکھے جب جلی کٹی کرتی ہیں۔" انھوں نے کہا: "اے میاں ناز کرنا برادر سے اور سودا کر خریدار سے' مثل چلی آتی ہے دوسرے یہ کہ آخر بیوی ہیں کوئی ہاتھ

پکڑی تو ہیں نہیں۔ پھر رنڈی منڈی سے جلنے کی نہیں کہ گھر برباد ہوتا ہے آپ کو مناسب ہے کہ ملکہ کو گلے لگا لیجئے۔ بادشاہ ہاتھ پھیلا کر بڑھا ملکہ نے اس انیس کی طرف تیوری چڑھا کر کہا۔

"خوب تو نے مجھ کو خلیلا بنایا ہے تو آپ بادشاہ پر مرتی ہے۔ حسرت میں بھری ہے۔ گلے سے کیوں نہیں لپٹتی ہے۔"

انیس نے کہا: "چلو میں ہی مستانی سہی کیا کروں' تمہیں کو گلے ملتی دیکھ لوں۔ قصور معاف میں ہی تو دعا کرتی تھی۔ اے بیوی بس باتیں نہ بناؤ۔ لو آؤ گلے سے مل جاؤ۔"

یہ کہہ کر ملکہ ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور بادشاہ کے قریب کر دیا۔ اس نے آغوش محبت میں لیا۔ ملکہ نے غصہ ہو کر کہا: "اے مردے میرا ہاتھ دکھا جاتا ہے۔ کچھ تیری شامت آئی۔ واہ مجھ کو یہ ہنسی نہیں بھاتی ہے۔ لو اور چونچلے کی خوبی دیکھو۔"

ملکہ کا بکنا کسی نے نہ سنا گلے لگا کر ایک بوسہ رخسار نازک کا لیا۔ پھر تو ملکہ نے خوب اپنے دل کا حوصلہ نکالا اور گلے شکووں کا دفتر کھولا

مبارک ہو جو بھایا خوب بھایا
مزا اچھا کوئی دل میں سمایا
مبارک آپ کو ہو آپ کا گھر
بلا سے گو پھروں خوار و مضطر
بچا اس عشق چھوٹا مجھ کو تھا
اگی اچھا کیا اس سے مجھے کیا
کہ جب چاہا گلے آ کر لگایا
کبھی تم سے تعلق اب نہ ہو گا
کسی کے دل پہ میں حاکم نہیں ہوں
بلا ہو تمہاری میرا کر خون

بنایا تم نے مجھ کو فاحشہ کیا
کہ جب چاہا گلے آ کر لگایا
مناسب ہے کہ مر جاؤں اسی دم
کہ پھر باہم نہ ہوں تا حشر تم ہم
یہ کہہ کر اک نکالا اس نے خنجر
یقین تھا اس کو پہنچائے جگر پہ
وہیں سلطان نے روکا ہو کے بیتاب
کہا اس سے کہ سن اے رشک مہتاب
میں صدقے ہوش کیوں کھوئی ہو جانی
ابھی دیکھو بہار نوجوانی
مجھے دشمن تم اپنا جانتی ہو
طبیعت کو نہیں پہچانتی ہو
یہ کہہ کر بس گلے سے اس کو لپٹا
بہایا اشک کا آنکھوں سے دریا
بہم تاملی رہی تا دیر باقی
پھر اس کے بعد بدلا رنگ ساقی

غرض دونوں میں اتفاق ہوا۔ انجمن عشرت مرتب ہوئی اور ساغر چلنے لگے۔ خلوت میں وصل کا ڈھنگ جما پھر بادشاہ اپنے ساتھ سوار کر کے لشکر کی بارگاہ میں لایا اور سر پہ جہانبانی پہ بٹھلایا۔ تاج حکمرانی سر پہ رکھا اہل دربار نے نذریں دیں۔ مبارک باد کی صدا بلند ہوئی۔ منادی نے ندا دی کہ ملکہ حیرت پھر حاکم طلسم ہوئیں ہر سمت خوشی پھیلی کہ

اللہ رے سرور قلبِ سلطان تھا
چتر خوشی سے سر پہ رقصاں
اٹھا ہوا شور خرمی سے
کثرت سے تمام بد مستے
پی کر کے خرمی کا کاسہ
گلشن سے نسیم آئی اس جا
سب کہتے تھے تاج ہو مبارک
کشور کا خراج ہو مبارک
جو لب تھا وہ نغمہ آشنا تھا
دریا تھا کہ موج مارتا تھا
رقاصوں کے کھینچ کے ہاتھ اٹھانا
قابو میں دلوں کا کھینچ کے آنا
آغاز نمایاں تھی موجود
آواز تھی ان کی لحن داؤد
ہر سمت وہ انجمن میں رقصاں
طاؤس نمط چمن میں رقصاں

جب اس جلسہ عشرت سے فرصت ہوئی۔ بادشاہ نے جہانگیر کو خطاب کیا کہ "اے مہمان عزیز میں باغ سیب میں جاتا ہوں۔ آپ کا کیا ارادہ ہے۔"

شہزادہ نے جواب دیا: "میرا ارادہ ملک گیری کا ہے۔ آپ نے بیکار روک رکھا۔ میں اب تک کئی ملک فتح کر چکا ہوتا۔"

بادشاہ نے فرمایا: "اچھا اب تیاری کیجئے۔ میں بھی آپ کے ہمراہ چلوں گا۔"

یہ سنتا تھا کہ شہزادہ موصوف نے طبل سفر بجوایا۔ لشکر ساحران و بہادران تیار ہونے لگے۔

پلٹنیں رسالے کوچ کر گئے۔ پیش خیمہ لد گیا۔ شہزادے نے ملکہ خورشید کو جانب ملک خورشیدیہ روانہ کیا کہ انتظام ملک قدیم کریں اور آپ سمت طلسم نور افشاں توسن عزم کو جولان کیا۔ مگر شاہ جاوداں وہاں سے باغ سیب میں آیا اور کچھ افسوں زبان پر لایا۔ تختۂ باغ ایک مقام پر شق ہوئی ایک ساحر غدار تیرہ روزگار نہایت وجیہ کا ستمگار شیر بن کر ببر سوار شم وہاں سے نکل کر سامنے بادشاہ کے آیا۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا: "تم لشکر تھوڑا سا لے کر فوج میں ملکہ مہ رخ کے جاؤ اور نمک حراموں کا کام تمام کرو۔"

ساحر مذکور اپنے مقام پر یہ حکم سن کر گیا۔ حال اس کا عرض کیا جائے گا۔ بعد جانے کے اس ساحر کے بادشاہ نے ایک طائر سحر روانہ کیا کہ ملکہ صنعت وزیرہ کو بلا لا۔ طائر روانہ ہوا۔ حال اس ساحرہ کا لکھا گیا کہ گنبد سحر کے عقب میں لشکر لیے اتری رہتی ہے اور لڑنے وہاں سے آتی ہے پھر چلی جاتی ہے کیونکہ ملک بھی اس کا اسی سمت ہے۔ اس کا انتظام رکھتی ہے۔ اس وقت طائر نے جا کر حکم بادشاہ اس کو سنایا۔ اسی وقت حاضر خدمت ہوئی۔ بادشاہ کو تسلیم کی۔ بادشاہ نے کہا: "میرا گھبراتا ہے۔ جی میں آتا ہے کہ ان باغیوں کو ابھی قتل کروں یا اپنی جان دوں۔"

ملکہ مذکور بولی: "تیری جوتی رنج کرے۔ اگر تو اے بادشاہ ابھی طبقہ الٹ دوں۔ میں تیرے قربان تو حکم تو دے۔"

بادشاہ نے کہا: "اچھا تو طلسم میں جا کر ایسی جگہ پر بارگاہ استادہ کرو کہ جہاں سے کچھ سیر تماشا نظر آئے۔ میں دو گھڑی وہیں دل بہلاؤں۔ مجھ کو ملکہ ظلمات بہت یاد آتی ہے۔" وزیرہ نے کہا: "بہت خوب ابھی سامان ہوا جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اٹھی اور اپنے لشکر میں آکر ایک بارگاہ اور خیمہ چند اژدہان سحر پر بار کرا کر روانہ ہوئی اسباب نشاط اور ملازموں کو حکم دیتی گئی کہ کنارے دریائے خون رواں کے دامن کوہ میں سامان عشرت لیکر حاضر ہو۔"

چنانچہ یہ ایک مقام پر سبزہ زار میں پہنچ کر ٹھہری۔ بارگاہ استادہ کرائی اور جملہ اسباب مہیا

کر کے خنجر بادشاہ طلسم ٹھہری ۔ اس طرف بادشاہ باغ سیب سے پھر کر لشکر میں آیا اور شہزادہ جہانگیر با توقیر سے فرمایا کہ "آپ کوچ فرمایئے۔ سامری و جمشید کے سپرد کیا۔"

یہ کہہ دو پتلے سحر کے بلائے اور ان کو حکم دیا: "ہمراہ رکاب اس شہزادہ کے جاؤ اور میرے طلسم کی راہ بتا کر سرحد طلسم نور افشاں پر جو گنبد بنا ہے۔ وہاں پہنچا اور شہزادے سے کہا: "اس گنبد پر پہنچ کر جیسا کچھ پتلے کی زبانی سنا ہے۔ اس پر عمل کرنا ہے اور وقت مشکل مجھ کو بھی اسی مقام پر پہنچا جانے۔ تمہیں فتح کرنا طلسم نور افشاں کا مبارک ہو۔ لو سدھارو۔"

شہزادہ نے یہ شکر تسلیم کی۔ بادشاہ نے خلعت دیا۔ یہ شہسوار عرصہ شجاعت مرکب پر سوار ہوا۔ چابک عیار رکاب تھام کر ساتھ چلا۔ ہمراہ بارہ لاکھ سواروں اور ساحروں کا لشکر ہوا۔ طبل ہر جگہ بجتا جاتا ہے۔ یہ شہزادہ بڑے احتشام اور مکنت سے جانب طلسم نور افشاں جاتا ہے۔ اس کو آئندہ انشاءاللہ حال ترقیم ہو گا اور شمہ داستان اور مقام کی گذارش کی جاتی ہے۔ مولف

مقفل کیوں ہے یہ مے خانہ ساقی
نہیں کیا بادہ خوشرنگ باقی
نہ سوکھی ایسی مدتوں کو ستاؤ

زبان تر ہو ذرا پھر جام لاؤ
بہار عمر ہیں معشوق و ساغر
کروں میں ترک تو یہ اس کو کیونکر
بہار آئی ہے تو یہ توڑی ہے
کہیں اگلی بھی الفت چھوٹتی ہے
محبت دختر رز سے بڑھی ہے

مے مغبچوں کے دل کی دل لگی ہے
ہوا ہے دل کو عشق دخت قاضی
طبیعت شیشہ و خم سے ہے راضی
رہے ہر دم لگا لب سے مرے جام
وہ بیخود ہوں کہ دنیا سے نہیں کام
ہوائے شوق کی چھائی گھٹا ہے
بہار آئی ہے کیا ٹھنڈی ہوا ہے
دل پر خون رنگین صورت باغ
بشکل لالہ احمر ہے ہر داغ
بنا ہے میکدہ سارا گلستان
رخ ساقی برنگ گل ہے نمایاں
دل دہقاں میں جتنی بیکلی ہے
گل رنگین گلشن کی کلی ہے
خط ساغر ہے مثل سنبل تر
صراحی سرو کی صورت ہے یکسر
صدا شیشوں سے جو آئی ہے قلقل
چہکتا باغ میں گویا ہے بلبل
بط میں ساقیا ہے مثل سرخاب
بشکل نہر ہے موج مے ناب
نہال باغ کی جیسے بڑھے شاخ
بڑھیں یوں سمت شیشہ دست گستاخ
بہار عمر کیفیت ذرا دے
لبوں سے جام رنگین کو ملا دے

ہمیشہ ساقیا تیرا رہے نام
سرور افزا پلا دے مے کا اک جام
جو رعنائی مجھے دے کے ساغر مل
کروں میں نغمہ سنجی مثل بلبل
ملے گر دخت تاک کا خون رنگین
لکھوں میں ساقیا مضمون رنگین
مگر اے ساقیا دلدار و خود کام
شراب تند سے لبریز ہو جام
کہ مثل دورہ ساغر عدو کو
ہے گردش ہمیشہ کینہ جو کو
قلم سے رزم کا مضمون ٹپکے
بہ رنگ چشم ساغر خون ٹپکے
رواں اے جلد کر تیغ زباں کو
ذرا پھر معرکہ میخ بیاں ہو

سرمہ کشان دیدہ انجام بین و نور افزاں چشم مروت آگیں زندانیاں ہر حلقہ سلاسل ساحری و طوق پوشاں زندان خانہ حسرت و ناچاری دردمنداں دیدہ بے بصارت جگر فگاراں خنجر ظلم و مصیبت کحل الجواہر مضامین مضامین سے دیدہ بے نور داستان کو یوں افزا فرماتے ہیں اور میل قلم سے چشم شاہد تحریر میں اس طرح سرمہ لگاتے ہیں کہ بعد روانگی شہزادہ جہانگیر ذی تدبیر افراسیاب خیمہ صنعت پر تو میں حیران دلگیر آیا۔ یاد کر کے اپنی معشوقہ بے پیر کو بہت پچھتایا۔ خیمہ کے پردے اٹھوا دیئے۔ ایک طرف دریا دوسری جانب کو صحرائے سبز و مصفا دیکھ کر اور زیادہ وہ محبوبہ یاد آئی اس وقت یہ حال اس کا تھا۔

تصور خیال پیچ دیدہ
اشک آنکھوں میں رنگ رخ پریدہ
ہر وقت نئے نئے تصور
ہر وقت نئے نئے تفکر
بستر پہ پڑا تھا بیخود و زار
حسرت سے تکو سوئے کہسار
کوئی کے ملتفت نہ ہوتا
منہ ڈھانپ کے چپکے چپکے روتا

ملکہ صنعت نے جو افراسیاب کی یہ کیفیت دیکھی۔ بادشاہ کی بلائیں لیں اور کہا: "میں تیرے واری ہزاروں معشوقین طلسم میں ہیں تو کہہ تو ابھی حاضر خدمت ہوں۔ تیری بلا رنج کرے۔"

یہ کہہ کر قسمیں دے کر بستر غم سے اٹھایا۔ سامان عشرت مہیا ہو چکا تھا۔ رقاصوں کو حکم ناچنے کا دیا ساقی کو ایما کیا کہ اس نے جام بادہ رنگین بادشاہ کو پلایا۔ غرضیکہ جلسہ مسرت شروع ہوا۔ یہ تو اس مقام پہ مصروف نشاط مسرت ہے۔ مگر شیریں بہر سواد جو اپنے مقام پہ آیا۔ یہ بھی طلسم کے ایک قلعہ کا مالک ہے اس میں بارہ ہزار ساحر کا لشکر ہے۔ اس فوج کو اس نے تیار کرایا۔ ساحر اژدر اور طائروں پہ چڑھ کر چلے۔ ڈمرو بجے۔ ناقوس پھنکے۔ شیریں نے بھی جھولا سحر کا گردن۔ اس کے پاس ایک توبڑا تحفہ جات طلسم میں ہے اور ایک لوح اور ایک انگوٹھی ہے۔ تاثیران اشیاء کی یہ ہے۔ کہ اگر توبڑے میں خاک بھر کر یہ اڑائے تو تمام لشکر حریف کا غافل ہو جائے اور یہ جو کے بجا لائے اور انگیٹھی کا دھواں جس مقام پہ بلند ہو کیسا ہی کوئی عیار ہو اس کے پاس نہ آسکے اور اگر آئے تو اندھا ہو جائے اور لوح کا یہ اثر ہے کہ جو عیار اس صورت سے اس کے سامنے آئے لوح پہ نام آنے والے کا نقش ہو جائے۔

چنانچہ اس اشیاء عمدہ کو اس نے خزانے سے نکلوا کر اپنی جھولی میں رکھا اور اژدر سحر پر سوار ہوا۔ اندھیاں اٹھیں۔ بگولے پیچ و تاب کھانے لگے۔ بارہ ہزار ساحر ساتھ کر روانہ ہوئے۔ بجر سحر کے غل مچاتے تھے۔ شور روانگی لشکر سے زمین و زمان میں تہلکہ تھا کہ

زمین کانپی ہلے اشجار ہر سو
ہوئی گوگل کی پیدا ہر طرف بو
زمین سے خاک اڑی اٹھے بگولے
بگولوں سے ہزاروں دیو نکلے
بجا ڈمرو کیا بیروں نے پھر غل
اندھیرا چھا گیا پھر بے تاکل
چمک پیدا ہوئی پھر بجلیوں کی
گھٹا جادو کی کالی کالی آئی

اسی صورت سے یہ بوم صحرائے ساحری و چغد ویرانہ ستمگری دریائے خون رواں کے پار اتر کر قریب لشکر حیرت ستمگر پہنچا۔ وہ بارگاہ میں تخت پر جلوہ گستر تھی۔ خبر آمد اس خود سر کی سنی۔ استقبال کرا کر بلوایا لشکر اس کا اتروایا۔ وہ اپنے ملکہ کے جب آیا۔ نذر دی خلعت پایا۔ اس وقت ملکہ کے پاس ایک چیلا عریضہ صنعت لایا مضمون یہ تھا۔

"اے ملکہ شہنشاہ متصل دریا دامن کوہ عجائب میں خیمہ استادہ کرا کر آرام پذیر ہیں مگر رنج فراق معشوقہ سے دلگیر ہیں۔ پس تم اپنے شمع رخسار سے تیرگی غم آکر دور کرو۔ مزاج ہمایوں شاہ مسرور کرو۔"

یہ عرض پڑھ کر بادشاہ کے پاس چلنے کا اس نے سامان کیا اور سوچی کہ ابھی تازہ تر ملال قتل معشوقہ کا بادشاہ کو ہے۔ اس کا رشک کا نہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ طبیعت پر کسی کا جادو نہیں۔ اب یہ غم رفتہ رفتہ برطرف ہو گا۔ دلجوئی تم کو لازم ہے۔

غرضیکہ شیریں کو بروقت چلتے کو کہا: "آپ تشریف لے جائیے۔ میں بھی بعنایت خداوند سامری سب نیک حرامیوں کو گرفتار کر کے لاتا ہوں اور لشکر دشمن میں جاتا ہوں۔" ملکہ یہ سن کر علیحدہ گئی اور حمام کر کے لباس و زیور سے اپنے جسم کو خوب آراستہ کیا اور بناؤ سنگار کر کے چند کنیزوں کو ہمراہ لیکر سوار ہوئی اور شاہ جادواں پاس آئی۔ اور اپنے غمزہ و ناز و ادائے مستانہ و دلفریب سے پہلوئے شاہ میں بیٹھ کر دل اس کا لبھانے لگی۔ ادھر بعد اس کے جانے کے شیریں اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آیا اور تھوڑی دیر آرام کر کے اسباب سحر کو درست کیا پھر اژدر آتشباز پر سوار ہو کر تنہا جانب لشکر ملکہ مہرخ چلا۔ یہاں مذکور مع بہار وغیرہ کے ملکہ حا سے مرخص ہو کر اپنے لشکر میں آئی تھی اور لشکر نے بھی کمر کھولی تھی۔ آسودہ ہوا تھا۔ ملکہ دربار میں سریر سلطنت پر جلوہ فرما تھی۔ عیار بھی صحرا سے بارگاہ میں آئے تھے۔ لیکن عمرو نہ آیا تھا۔ اس شاہ کوکب نے پنجہ بھیج کر خواجہ کو بھی بلوایا تھا۔

یعنی جب حا لح و فروزی سامنے شاہ موصوف کے آئی، بادشاہ نے پنجہ بھیج کر خواجہ کو بھی بلوایا اور پنجہ کو حکم دیا، خواجہ کو بران کے پاس پہنچائے۔ پنجہ خواجہ کو بران کے پاس لایا۔ یہ جگہ بعشرت تمام بیٹھے اور قران کو دیو کدہ میں آکر مسکن گزین ہوا۔ برق بارگاہ میں آخر کرسی پر بیٹھا اور ضرغام لشکر میں برائے حفاظت پھرنے اور جانسوز برائے جاسوس لشکر حریف میں گیا۔

چنانچہ جب شیریں لشکر اسلامیاں کی طرف چلا تو اس سے پہلے بارگاہ میں آکر مہ رخ کو اطلاع دی۔ ملکہ خبر آمد ساحر سن کر گھبرائی۔ اس اثناء میں خبر آئی کہ وہ ساحر داخل لشکر ہوا۔ ملکہ مذکور نے ناچار ساحر پیشوائی کو بھیجے۔ شیریں ہر ایک سے کھنچا کھنچا رہا۔ کسی نے کلام نہ کیا اور نہ کسی کا اس نے سلام لیا۔ لشکر کو بنظر تیز و نگاہ بتیز دیکھا اور حشمت و جلال لشکر دیکھ کر گردن برائے استعجاب ہلاتا کہ ان باغیوں نے بھی بڑی جمعیت مقابل شہنشاہ پیدا کی ہے اور یہ شان و شوکت ہویدا کی ہے کہ لاکھوں کا لشکر اترا ہوا ہے۔ ہزاروں بارگاہ استادہ ہے۔ وہ کون ایسا سامان نے جو نہیں مہیا ہے۔

غرضیکہ اسی آتش و غبار عشرت میں جلتا یہ ناری دربارگاہ والا جاہ پہنچا۔ یہاں کا جو سامان دیکھا جل کر کباب ہو گیا کہ ساقیاں سرداروں کی اور ملازم وغیرہ حاضر ہیں۔ پالکیاں کار گذاروں کی حاضر اور سرگرم انتظام ساحر ہیں۔ لشکر کی کیفیت اور اس مقام کی زینت بیان کرنے سے طول ہوگا۔ مختصر یہ کہ اندر بارگاہ کے یہ در آیا۔ اس جگہ کو نوائے شوکت مہ رخ سر بلند پایا۔ باہر چہل ستون کے بھی کرسیاں یاقوت نگار بچھی ہیں جادو گرنیاں مطلع سردار بیٹھی ہیں۔ خشت زریں آبریز تک جڑی ہیں۔ زمین بارگاہ طلا کی ہے۔ کسی طرف باہر کی کنیزیں عہدے میں لیے استادہ ہیں۔ کسی جانب تحور کے اہل محلّہ ہیں کسی سمت دفتر کھلا ہے۔ عرضیاں گزرتی ہیں کسی جا مستغیثوں کا مجمع ہے۔ بارگاہ کو شیشہ آلات و تصاویر سے اس طرح آراستہ کیا ہے کہ واقعی میں دلہن بنا دیا ہے۔ مرد ہے۔ بساول فراش و خدمت گار کنارے فرش کے حلقہ باندھے دست بستہ حاضر ہیں۔ قاعدہ ادب سے ماہر ہیں۔ مہ رخ اورنگ آرائے مملکت ہے۔ تاج کی سو کنگرہ کا گوہر لعل سے مرصع سر پر چتر قبائے شاہی جواہر در بدوش بہ قیامت پر عظمت ہے۔ وہ رعب و داب ہے کہ روح کیقباد و منوچہر کا زہرہ یہاں سے آنے آب ہے۔ خسرو و خاور یہ سحر فرما گدا ہے۔ یہ نقشہ ہے کہ

خورشید فلک ہے سایہ اس کا
ایسا ہے بلند پایا اس کا
پابوس کو ہے سر خمیدہ
ہے کی فلک کمر خمیدہ
قیصر میں کہاں ہے یہ جاہ و اجلال
خاقان کو کہاں یہ بخت و اقبال
رفعت میں جو دیکھے فریدوں
حکمت میں جو دیکھے افلاطون
خورشید جمال عالم افروز

ہے جس کا غلام بخت فیروز

یہ مرتبہ اس نے دیکھ کر سررشتہ عقل ہاتھ سے کھویا اور از خود رعب میں آ کر ملکہ کو مجرا کیا۔ ملکہ نے بھی بعنایت تمام آنکھوں سے سلام کیا۔ پنجہ مژگاں کو جنبش دے کر فرمایا: "آئیے" یہ کہہ کر دنگل جو خالی بچھا تھا ادھر اشارہ کیا کہ یہ بیٹھا۔ ملکہ نے ساقی کی جانب اشارہ کیا اس نے جام شراب اس کو دیا ۔ اس وقت اس کو ہوش آیا کہ میں بارادہ رزم آیا تھا نہ بارادہ آشتی۔ پس للکارا کہ مہ رخ و بہار کی طرف خطاب کیا: "اے فرقہ گمراہان وخود سران میں فرستادہ جاوداں آیا ہوں۔ اس طلسم میں تم سریر جہانبانی پر بیٹھو۔ پیام مرگ تمہارے لیے لایا ہوں۔ بڑے حیف کی بات ہے کہ شہنشاہ جس طلسم میں سریر آرائے سلطنت ہوں۔ اس طلسم میں تم سریر جہانبانی پر بیٹھو سچ ہے کہ

غضب یہ ہے کہ زاغ تیرہ صورت
کرے مسکن نشیمن پر ہما کے

"کھل نہ ہوں جب چیونٹی کے پر نکلتے ہیں تو قضا آتی ہے۔ اب جلد ہاتھ اپنے رومال سے باندھ کر چلو کہ خطا تمہاری شہنشاہ سے معاف کرا دوں۔" ان باتوں کا مہ رخ وغیرہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ لیکن برق جو کرسی پر متمکن تھا۔ اپنی جگہ پر سے اٹھا۔ شیریں تو جوش میں اپنے عتاب کر رہا تھا۔ اس نے پشت پر حلقہائے کمند مارے اور اپنی طرف کھینچا کہ وہ دنگل سے گرا۔ اس وقت ایک شیر زمین سے نکلا اور نکل کر حرب کیا۔ برق نے جلد کمند ہاتھ سے چھوڑ دی اور جست کر کے باہر بارگاہ کے نکل گیا۔ شیریں کو قعر زمین جا کر شیر نے اگلا۔ اس نے خنجر سحر سے حلقہ کمند کاٹے اور زمین سے اندر چل کر لشکر کے کنارے پہنچا اور طبقہ ارض توڑ کر باہر نکلا اور اپنے لشکر میں آگئے

ہی حکم دیا کہ کمر بندی کی جائے۔ لشکری مسلح و مکمل ہونے لگے۔ قرنا کا شور ہوا۔ نفیر سحر بجی۔ ساحر اور جادوگرنیاں جھنڈیاں ہاتھوں میں لے کر اژدر اور طائر پر سوار ہوئیں۔ تھالیاں تِل کی لیے، قشقے سیندور کے ماتھے پر دیئے۔ ڈمرو بجا منقل سلگی بڑی تیاری تھی کہ

ہر ایک بدحقیقت ہر ایک تیرہ فام
کہ ڈر جائے شیطان جو لو ان کے نام
چلے اژدہوں کو اڑاتے ہوئے
فسوں سازیاں سب دکھاتے ہوئے
کسی نے ہوا میں جلائی تھی آگ
کسی نے دکھائی تھی منتر کی لاگ
وہ آتش سی منقل دہکتی ہوئی
وہ شعلوں کی بجلی چمکتی ہوئی
کمانیں کڑکتی ہوئی بے شمار
دل تن دل تن تھے آگے سوار
سوار اور پیادوں کی جم غفیر
وہ آواز کرنا وہ شور و نفیر

یہ خبر بہت جلد جاسوس نے ملکہ مہ رخ کو پہنچائی کہ ہوشیار ہو جائیے۔ فوج دشمن قریب آئی۔ ملکہ مذکور نے یہ سنتے ہی نفیر سحر بجائی۔ ادھر بھی جلدی تیاری ہوئی۔ لڑنے والوں نے کمر جنگ پر کسی شجاعت شعاروں کے منہ پر ہنسی آئی۔ نامردوں کے رخ پر اداسی چھائی۔ شمشیر تیز دم کر کے جوہر کھلے۔ جلاوت کے دفتر کھلے۔ ہر غول کا ساقہ بندھا۔ انشاءاللہ مار لیا ہے۔ بہادروں نے کہا۔ نصرت نے ندا دی کہ انجام اچھا ہے۔ یاروں

کی فتح ہے۔ ایک طرف سے بہار تاج دلیری اور کلاہ سروری سر پر دے کر خیمہ سے نکلی۔ گویا بہار جانب گلستان شجاعت چلی وہ اس کو سبز رنگ سبزہ آغاز نوجوانوں کی حسرت مالی والا۔ گل بوستان خوبی روبروے رخسار مرجھاتا۔ لڑنے کو وہ سینہ تان کر چلی تھی۔ چھاتیوں کی سرکشی جان لے لیتی تھی۔ دشمنوں کے حوصلے دلوں سے ابھرنے نہ دیتی تھی۔ پائنچے کلائی پر ڈال کر قریب سحر آئی غل کہ ہو گلشن لشکر میں بہار آئی۔ ایک طرف سے مخمور غصہ میں بھری بارگاہ میں نکلی ہوئی آنکھیں ساغر بادہ احمر متقابلین کی نگاہیں اس پر تھیں۔ چہرہ فرط غضب سے تمتمایا ہوا شراب حسن کا نشہ چھایا ہوا چھاتیاں بڑی انجمن مزاج سے وہ جام واژگوں مستوں کے دل جن پر خون گلو سے نازک صراحی دار پان کی سرخی اس میں اظہار جیسے شیشہ کی گردن میں بادہ گلنار یہ بھی طاؤس پر بیٹھ کر نکلی۔

ایک جانب سے مشکین موے کاکل کشا زلف عنبریں سے دشت معنبر کرنے چلی تھی سنبلستان کو سودائی بنانا چاہتی تھی۔ زلف کی ناگن رخسار پر لہرائی تھی۔ غصہ سے روئے رنگیں پر پسینہ تھا تو ناگن اوس چاٹنے آئی تھی عکس زلف جو سینہ پر پڑا تھا۔ بروج قلعہ حسن پر ساحروں کا دھاوا تھا۔ کہاں تک گذارش ہو۔ یہ سب جادوگرنیاں طرحدار اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر بڑھیں۔ مہ رخ بھی تخت اپنا بڑھا کر چلی۔ ڈنکے پر چوب پڑی۔ نقارے بجائے۔ مبارزوں کے ہتھیار چمکنے لگے۔ ساحروں کے غول صف باندھ کر کچھ نشان پر ٹھہرے۔ کچھ بروئے ہوا گئے۔ ہوائیں سرد آئیں۔ طاؤس چنگھاڑے اژدہے پھنکارے، اسلحہ کی جھنکار گنبد گردوں کر ان کے پار ہوئی۔ فوج کی گہما گہمی سے قیامت آشکار ہوئی۔ ابر آئے۔ چاند سورج سحر کی روشنی دکھاتے۔ آگ پتھر برس جاتے۔ آفت عظیم برپا یہ نقشہ تھا کہ

سیاہی نے گھیرا تھا سارا جہان
شبیب عدم کا دشمن پہ گمان
کبھی دشت تھا سرخ کالا کبھی
اندھیرا کبھی تھا اجالا کبھی
نکلا تھا سورج برستے تھے مار
صدا تھی ہر طرف مار مار
فوجوں کی آمد وہ قرنا کا غل
وہ باجوں کا بجنا وہ شور دہل

حاصل مرام یہ لشکر آراستہ ہو کر ٹھہرا ہوا تھا کہ اس طرف سے شیروں پر سوار اژدر پر سوار مہیب صورت بنائے منقل طلسمی اس خوف سے سلگائے کہ کوئی پاس نہ آئے تو بنا ہاتھ میں لیے لوح گلے میں ڈالے۔ سانپ کالے سر سے لپٹے بھبھوت ملے گردن میں ہڈیوں کے مالے پنجے پشت پہ پلٹنیں اور رسالے لیے آیا اور ایسا غصہ میں بھرا تھا کہ نصیب بھی اس نے نہ دی۔ اتنا نے کہا: "جو پہلے مار چلے وہ میر ہے۔ ہاں خبردار ہو جاؤ۔"

یہ کہہ کر اس نے اس توبڑے اک منہ جانب خاک کر دیا خاک جو اس میں بھر کر لایا تھا۔ وہ دشمن پہ خاک بسر ہوئی۔ خاک گرتے ہی آندھی جنگل سے آئی۔ اس نے اور زیادہ تاؤ میں بجز عالم کے خاک اڑائی۔ تمام عالم میں باعانت باد تند وہ خاک پھیلی۔ زمانہ نے دل کا غبار نکالا۔ یہ مجنوں صحرائے ساحری تھا۔ خاک اڑنے سے تسخیر ہوئی ہر ایک لیلیٰ!

* * *

• شیریں ببر سوار جادو

لشکریان مہ رخ نے اس تیرہ رو کو خاک اڑاتے دیکھ کر ابر سحر سے پانی برسایا کہ یہ خاک دب جائے۔ آتش فساد سرد ہو۔ دور دور یہ گرد ہو۔ لیکن وہ خاک جادو کی نہ تھی۔ بلکہ طلسمی تھی۔ جس نے سحاب بھی مُدور کر دیا تھا۔ ابر شق ہو گیا۔ کچھ پانی برس کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر میں عالم تمام گرد آباد تھا۔ آئینہ مہر گلا ہوا۔ چشمہ آفتاب گدلا ہوا۔ خاک برسنے لگی اہل اسلام بوتراب کو یاد کرنے لگے۔ مگر مرات قلب پر وہ صیقل ہوئی کہ دوست دشمن سب یکساں نظر آنے لگے۔ دل صفا منزل خاکساری دکھانے لگے۔ لڑنے کا خیال بالکل نہ رہا۔ سب اپنے اپنے مرکبوں اور تختوں اور طائروں پر سے اتر پڑے اور ہاتھ باندھ کر صفت شاہ طلسم کی کرتے آگے بڑھے۔ شیریں نے اپنی فوج کو حکم دیا: "ان سب کو گھیر لو۔" فوج نے محاصرہ کر لیا۔ اس نے افسران نامی مثل بہار و مہ رخ وغیرہ کئی سو ورساماں گرامی کو قید کر لیا۔ ہتھکڑیاں' بیڑیاں پہنا کر اناپہ کو حکم دیا: "بس اب اس لشکر کو گھیرے ہوئے یہیں ٹھہرو میں شہنشاہ کے پاس ان باغیوں کو لیے جاتا ہوں۔ جب تم کو حکم بھیجوں۔ سر سب کے کاٹ دینا۔"

فوج بموجب حکم رکی اور لشکر مسحور نے اس کے ساتھ چلنے کا قصد کیا۔ اس نے منع کیا کہ "میرے ہمراہ نہ آؤ اسی جگہ ٹھہرو۔" وہ سب ایسے مطیع حکم تھے کہ بہت خوب کہہ کر ٹھہر گئے۔ لشکر نے اس کے ان بیخودوں گھیر کر مقام کیا۔ کچھ فوج تیار رہی۔ کچھ نے کمر کھولی۔ آرام کیا اور شیریں اناپہ اپنے ہمراہ لے کر جانب دریائے خوں رواں چلا۔ اس وقت برق جو بارگاہ سے نکل گیا تھا۔ بر وقت آمد لشکر یہ لشکر سے بھی دور تھا۔ اس لیے دوماز مسحور تھا۔ پس یہ پیچھے پیچھے چلا۔ راہ میں اناپہ پر اپنے سرداروں کو دیکھا کہ سحر میں ایسے مبتلا ہیں کہ بیہوش ہیں۔ آئینہ دلوں کے خاکسار تابناک

پر گرد سحر پڑی ہے۔ صورت ہی اور ہو گئی ہے۔ جو کوئی ہوشیار ہے۔ ایسا بے کس و ناچار ہے کہ اپنے تئیں بچاتا ہے۔ شراب افسوں سے کل باغ پر خمار ہے۔

یہ حال دیکھ کر اس نے اشک حسرت سحاب دیدہ سے برسائے اور ساحر سے بچ کے آگے بڑھ گیا۔ ایک مقام پر پہنچا کہ چند درخت گنجان وہاں لگے تھے۔ بہت سایہ دار تھے۔ نیچے ان کے ایک کنواں پختہ تھا چبوترہ اس کا پتھر کا تھا۔ گھڑے رکھنے کے تھالے کنارے کنارے بنے تھے۔ چرخ کنوئیں پر لگا تھا۔ یہ ماجرا جو اس نے دیکھا، فوراً ایک دھوتی گھٹنوں تک باندھ کر جھولی جھولی کوٹیاں رکھنے کی دھوتی میں بنائی۔ انگوچھا سر سے باندھا بہ فن عیاری صورت اپنی برہمن کی ایسی بنائی۔ زنار گلے میں ڈالا۔ لٹیا پیتل کی اور ڈول پانی سے بھرا کر ڈول کا بجانا شروع کیا۔

اس عرصہ میں شیریں بھی قیدیوں کو لیے اس مقام پر پہنچا۔ از بسکہ راہ کا تھکا ماندہ تھا۔ ٹھنڈا مقام دیکھ کر ٹھہرا۔ اور سب گاڑی بان لٹیا ڈور دیکھ کر اتر پڑے۔ پانی بھرنے چلے۔ برہمن پکارا: "سدا جی رہے جے بخت کی ٹھنڈی چھتری سے بھگوان بنائے رکھے۔ موسے مہاتم دھر ماتما ٹھنڈا جل چکھا ہو تو پیائی۔"

شیریں نے گاڑی بانوں سے کہا: "مہاراج سے پانی لے کر پیو۔ تم نہ بھرو۔"

وہ سب رکے۔ مہاراج نے لوٹا چکنی سے مانج کر ایک بار کنوئیں میں ڈبویا۔ پھر وہ پانی انڈیل کر اور لوٹا بھرا اور سب کو پانی دینا شروع کیا۔ اس ساحر نے خوف عیاراں زیادہ آدمی نہ ساتھ لیے تھے۔ صرف وہی گاڑی بان تھے جو دم بھر میں سیراب ہو گئے۔ پھر برہمن نقلی نے ڈھول بھرا اور سامنے شیریں کے لایا: "موسے گسائیں تم ڈول سے پیو۔"

اس نے چلو باندھا۔ برہمن نے اس وقت بیہوشی پانی میں ملائی اور دھار پانی کی اس کے ہاتھ پر ڈالی۔ اس وقت دو پنجے پیدا ہوئے اور اس ہاتھوں پر از خود آ گئے۔ یہ معاملہ جو اس نے دیکھا۔ لوح جو گلے میں پڑی تھی۔ اس پر نظر کی۔ اس پر نام کندہ پایا۔ یہ برق عیار ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے ماش کا دانہ سحر پر مارا کہ عیار مذکور بے حس و حرکت ہوا۔ اس نے جو پنجے پیدا ہوئے تھے ان کو حکم دیا: "گرم پانی لاؤ۔"

پنجے غائب ہو گئے اور پھر پیدا ہوئے۔ ایک آفتاب جو آب گرم سے بھرا ہوا تھا لیے ہوئے تھے۔ چنانچہ ایک پنجہ نے پانی ڈالنا شروع کیا اور دوسرا منہ پر بھق کے پھیرنے لگا۔ رنگ و روغن عیاری سب دھو گیا۔ صورت اصلی ظاہر ہوئی۔ شیریں نے اس کو بھی اماںہ پر بٹھلایا اور اسیر سلسلہ سحر کر کے آگے کا راستہ لیا۔ تو اس طرح روانہ ہے۔ لیکن عمرو جو بہران کے پاس فرستادہ ملکہ کوکب پہنچا تھا۔ ملکہ نے آنے سے اس کی خاطر فرمائی۔ انجمن عیش ترتیب دی۔ اس نے عرض کی کہ: "اے ملکہ معشوقہ افراسیاب قتل ہوئی ہے۔ اس نے ضرور کوئی آفت برپا کی ہو گی۔ فوج میری گرفتار بلا ہو گی۔ آپ خبر میرے لشکر منگا دیجیے۔"

ملکہ نے بتناظر خواجہ دو چیلے سحر کے نزدیک سے بھیجے کہ وہ آکر اسیر ہونا مہ رخ کا تمام لشکر کے دیکھ گئے اور سامنے ملکہ کے پہنچ کر معرض بیان میں لائے۔

خواجہ تمام ماجرا سن کر گھبرائے۔ "بہران خود اٹھی کہ میں جا کر چھڑاتی ہوں۔ عمرو نے اٹھ کر کر ہاتھ میں ڈال دیجیے کہ آپ تشریف لے جایئے۔ ایک ساحر پر چڑھ کر جانا آپ کی شان کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ کہ شعلہ جادواں اس ساحر کی اعانت کو آئے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ملکہ عظیم میں دشمن آپ گرفتار ہوں پھر میں آپ کے باپ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ پس مجھ کو آپ جلد تر روانہ فرمایئے کہ میں کام اس ساحر نافرجام کا جاتے ہی تمام کروں۔"

بہران نے کہا: "اس کے پاس تحفہ طلسم کے ہیں تم اس پر غالب نہ آسکو گے۔"

خواجہ نے کہا: "میں بہر صورت سمجھ لوں گا۔ ایسا ہی آپ کو خیال ہے تو جب مجھ پر کوئی آفت خدانخواستہ آئے۔ اس وقت آپ آیئے گا۔"

ملکہ نے بعد حجت بسیار دو چیلوں کو بلا کر حکم دیا: "خواجہ کو اپنی گردن پر سوار کر کے جس مقام پر کہ شیریں پہنچا دو۔"

یہ سن کر ایک چیلے نے خواجہ کو گردن پر بٹھلایا اور دوسرا ساتھ ہوا اور راہ قریب سے چل کر ایسے مقام لائے کہ شیریں قیدیوں کو لے کر ادھر آئے گا۔

غرضیکہ عمرو نے اس جگہ اتر کر دیکھا کہ سامنے ایک پہاڑی نظر آتی ہے۔ چیلوں سے کہا: "تم بطور مخفی میرا حال دیکھتے رہو، اگر آفت مجھ پر آئے تو ملکہ سے جا کر خبر کرنا۔"

چیلے تو چھپ گئے اور عمرو دیو کوہ میں آیا اور کچھ درخت گنجان ڈھونڈھ کر چند تونبے زنبیل سے نکال کر پانی بھر کر ان درختوں میں لٹکا دیے۔ مرگ چھالا لٹکا کر آپ بیٹھا۔ صورت اپنی مہنتوں کی ایسی بنائی۔ جٹائیں بالوں کی سر پر پیچ در پیچ باندھیں۔ زنجیر کمر سے باندھ کر لنگوٹا کسا موئے زہار باہر نکلے ہوئے دیکھے۔ جسم مٹی سے بھر لیا۔ کان میں کنڈل ڈالا۔ ایک انگیٹھی آگ سے بھری سامنے رکھی اور بڑے بڑے لکڑ جنگل سے کاٹ کر گرد اپنے انبار سلگا دیے۔ پھر مالا لے کر مرگ چھالے پر بیٹھا سور جپنے لگا۔

ادھر شیریں برق کو اسیر کر جو آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک مہنت درختوں کے نیچے بیٹھا ہے۔ اژدہکہ یہ دھوکا کھا چکا تھا کہ یہ مہنت بھی عیار نہ ہو۔ یہ سوچ کر اس نے لوح کو دیکھا۔ اس میں منقوش پایا کہ یہ مہنت نہیں عمرو عیار ہے۔"

یہ معلوم کر کے اس نے ایک ہی قہقہہ مارا اور کہا: "ان عیاروں نے مجھ کو بھی کوئی ایسا ویسا ساحر مقرر کیا ہے کہ ان کی قضا خداوند سامری نے میرے ہاتھ ہی لکھی ہے۔"

یہ کہہ کر برق سے کہا: "او عیار اس مہنت کو پہچانتا ہے۔ یہ تیرا باپ ہے۔"

اس نے جواب دیا: "تمہارا دادا ہے۔"

اس نے جھلا کر کہا: "ارے یہ عمرو عیار ہے۔"

یہ سنتا تھا کہ برق نے چاہا میں پکار کر کہوں خواجہ سلامت آپ ہوشیار ہو جایئے اس حرامزادے نے اس کو پہچان لیا ہے۔ شیریں اس کے ارادے کو پہچان گیا کہ یہ چیخ مار کر عمرو کو بھگا دینا چاہتا ہے۔ پس اس نے ایک دانہ ماش کا سحر پڑھ کر مارا کہ برق بول نہ سکا زبان بند ہو گئی۔ یہ سب ماجرا سامنے عمرو نے بھی دیکھا اور سمجھا کہ اس ساحر نے مقرر تم کو پہچانا ہے۔ کیونکہ اس نے لوح کو دیکھا ہے اور تم سن چکے ہو کہ اسکے پاس تونبا اور لوح اور مجمر ہے۔

پس یہ تجویز کر کے کئی سیر خاک بیہوشی لکڑیوں پر اس نے چھڑک دی اور جب چھڑک

چلا تو اس آگ کے سامنے ہاتھ باندھے۔ ساحر نے اپنے دل میں کہا: "کیا مکار ہے کہ مجھ کو پوجا کرتا دکھاتا ہے۔ تاکہ میں فریب کھاؤں۔ یہ خیال کر کے اعانہ وغیرہ کو چھوڑ کر آپ آگے بڑھا کہ میں پکڑ لاؤں۔ برق بچارہ اشارے سے خواجہ کو منع کرنے لگا کہ بھاگ جائیے۔ اس نے اشارہ کرتے جو دیکھا۔ سحر سے بالکل دست و پا بیکار کر دیئے۔ برق نے بیقراری کرنا شروع کی اچھلنے اور تڑپنے لگا۔ تاکہ خواجہ میرا حال دیکھ کر گلیم نہ اوڑھ لیں۔ لیکن عمرو نے کچھ خیال نہ کیا اور شیریں ہنستا ہوا کہ جیسا تو یہ مکار صنعت بنا ہے۔ ویسا ہی تو بھی اس کے ساتھ مسخکہ کر کے اس کو گرفتار کر لیا یک قید کرنا اچھا نہیں۔ پھر سوچا کہ وہ عیار ہے کہ جس نے ساحر عشس اور دماسہ کو مارا۔ ساحران عالم کا سر اتارا۔ اس کی اسیری میں دیر کرنا اپنے حق میں زہر ہے۔ مگر اس کا سامری کا قہر ہے۔ پھر سوچا کہ ساحر عشس وغیرہ غافل تھے۔ اب کیا تو ایسا نادان ہے جو پہچان بھی چکا ہے اور دھوکا کھائے گا۔

فی الجملہ ایسے ہی کچھ خیال کرتا ہوا ان لکڑیوں کے قریب آیا۔ خواجہ نے اس کو گھورا۔ اس نے کہا: "سائیں جی میرا بھی سلام ہے۔"

عمرو نے کہا: "ارے او دنیا جا اپنے کام لگ داو بات میں پیچ بڑے بڑے ہیں۔ یہاں عیار فقیر بن کے مار ڈالتے ہیں۔ ابھی کسی سے پالا پڑا نہیں۔ میں تیرے بھلے کو کہتا ہوں۔ اسنے جو یہ تقریر سنی۔ شبہ ہوا۔ کہ یہ کیسی باتیں کرتا ہے۔ شاید عمرو نہیں ہے نہ کوئی فقیر ہے۔"

یہ سوچ کر اس نے پھر لوح کو دیکھا اس میں وہی نقش تھا کہ عمرو عیار۔ پس یہ معلوم کر کے پکارا: "باش اور دنو مکار کہاں جائے گا میرے ہاتھ سے۔" ساتھ ہی عمرو بھی للکارا: "کہ تو جا او حرامی کب بچے گا قتل ہونے سے۔"

اس کو غصہ آیا اور دوڑا کہ پکڑ لاؤں۔ دھوئیں میں لکڑیوں کے تو وہی کھڑا تھا دوڑتے ہی طمانچہ ہوا کا منہ پر لگا۔ بیہوش ہو کر گرا۔ خواجہ نے دوڑ کر خنجر بران کا ایک ہاتھ مارا۔ خنجر اس کے جسم پر پڑا اچٹ گیا۔ اس وقت خواجہ نے سینچہ زنبیل سے نکال

کر اسی آگ میں خوب ابال کیا اور اس کے مقام پرواز میں چلا دیا۔ العیاذ باللہ دل جگر جل گیا چٹ چٹا ہوا وہ ناری تڑپ کر سرد ہو گیا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا برفباری سنگ باری ہوئی۔ پھر آواز آئی۔ "مارا شیریں ہمر سحار جادو کو۔"

برق و مہ رخ و بہار جملہ سرداران مسحور ہوش میں آکر قید سے چھوٹے اور خواجہ سے کہا: "ہم سب جا کر لشکر اس ساحر کا تباہ اور قتل کرتے ہیں۔" یہ کہہ کر پرواز کر گئے۔ خواجہ نے وہ لوح اور مجمر اور توتیا زنبیل میں ڈال لیا اور جو کچھ مال ساحر کی جھولی سے پایا۔ یہاں تک کہ سحر کرنے کے لیے جو اس کے پاس بھٹلے اور ہلدی کی گرہ ادماش وغیرہ تھا داخل زنبیل کیا کہ کسی وقت کام آئے گا۔

یہ تو جھالی کی تلاشی لے رہے تھے لیکن اول میں مسطور کیا گیا تھا کہ شاہ طلسم نے باغبان وزیر سے فرمایا تھا کہ عمرو جب طلسم کوکب سے آئے تو اس کو اسیر کر لانا۔

وزیر مذکور نے بہر دریافت حال خواجہ پتلے سحر کے اور طائر وغیرہ مقرر کیے تھے کہ جب بھی عمرو کو طلسم میں یہاں کے دیکھنا تو مجھ کو خبر دینا۔ چنانچہ جب سے اب تک اس طرح خواجہ کا آنا ہوا کہ باغبان کا قابو نہ چلا۔ ظلمات لڑتی رہی اور اس کے مقدمہ میں دخل دینے کی ممانعت تھی۔

فی الجملہ اس وقت وزیر مذکور اپنے باغ میں زوجہ کے پاس اپنی بیٹھا تھا کہ طائر سحر نے آکر خبر کی کہ اس طرح عمرو عیار نے شیریں کو آکر مارا اور فلاں مقام پہ بیٹھا ہے۔

یہ سنکر وزیر بے تابانہ اٹھا۔ زوجہ نے اس کی کہا بھی کہ: "صاحب دیکھو یہ خیال جانے دو۔ عمرو عیار کو نہ قید کرو۔ تمہاری جان رہے گی تو نوکری مل رہی گی۔ یہ کام اچھا نہیں ہے۔"

وزیر نے کہنا اس وفادار کا نہ مانا اور روانہ ہوا زوجہ بھی اس فرط محبت سے اس کے پیچھے چلی مگر باغبان بہت جلد اس جگہ آیا کہ جہاں عمرو تھا اور اس نے آتے ہی ایسا سحر کیا کہ عمرو بیحس ہو گیا۔ پس اس نے ایک نارنج سحر پڑھ کر لاش پہ شیریں

پھر سوار کی مارا کہ وہ لاش شیر کی صورت بن کر زندہ ہو گئی اور ایسی شکل اس کی بنی کہ دھڑ انسان کا چہرہ شیر کا۔ پس زندہ ہوتے ہی اس لاش نے کمر میں عمرو کے پنجہ دیا اور پر پیدا کر کے اڑ گئی۔ برق عیار چھوٹ کر ٹھہرا تھا کہ استاد سے ملوں کہ وزیر نے بھی کچھ اس کا خیال نہ کیا تھا کیونکہ بجائے عمرو آیا تھا۔ اب برق خواجہ کا حال دیکھ کر غمگین ہوا اور اپنے لشکر کی طرف پھر اس سے پہلے مہ رخ و بہار وغیرہ قریب اپنے لشکر کے آئی تھیں۔ یہاں لشکر جو مسحور بہ سحر تھا وہ بھی ہوش آ گیا تھا فوج جو گھیرے ہوئے تھے اس پر حملہ آور ہوا تھا کہ سرداران نامی جا کر پہنچے۔ پھر تو سحر کی مار تیروں کی بوچھاڑ تھی۔ پھر غل مچاتے تھے۔ تلوار سحر کی بجلی بن کر گر رہی تھی۔ مرچوں کے ہار چلتے۔ جسم دشمنوں میں چھالے نکلے۔ نازیل ترنج سینوں کو چھوڑ کر بغیر جان لیے پھر پیچھا نہ چھوڑتے آفت کا سامنا غضب کا ہنگامہ تھا۔ صفحہ ہستی پر جدول شمشیر کا خامہ تھا۔ ورق حیات پر اگندہ دفتر زندگی الٹ ہوا۔ شیرازہ اجزائے عناصر کھلا ہوا۔ کتاب چار باب عنصر و پنج فصول حواس سر بسر غلط خامہ دو تیغ سے سر ایقظ جو ہر شمشیر فقط صحیفہ شجاعت بلکہ نکات رسالہ جلاوت کا رگ جان مسطر جریدہ فرمان قضا خون کا جسم کا عاوا پھر تحریر حکم نامہ مرگ ہر ایک ماضی برضا مصروف جنگ ہر ایک خوبرو سترگ، شورش عظیم بپا لشکر شیریں لشکر صرف بارہ ہزار ساحر کا تھا اور یہ فوج بہت تھی۔ کچھ ہی دیر لڑائی رہی۔ باہم جنگ آزمائی۔ آخر وہ سپاہ تاب نہ لائی۔ بہت ساحر ہلاک ہوئے نہ خاک ہوئے بہت روبفرار لائے۔

ملکہ حیرت بھی یہاں نہ تھی۔ اس لیے اس کی فوج بھی حمایت کو نہ آئی۔ اس لشکر بے سردار نے شکست کھائی اور لشکر حیرت کے قریب بھاگ کر گئی۔ اس وقت مہ رخ نے بھی تعاقب کرنا مناسب نہ جانا طبل طبل فتح و ظفر بجوایا۔ لوٹ مار کر اپنے بستر پر آ کر کمر کھولی۔ داخل بارگاہ ہوئے اور اپنے اپنے مقام پر بیٹھے۔ دورہ جام شراب آغاز ہوا۔ جلسہ جنگ و رباب ہوا۔ اس وقت برق عیار نے آ کر گرفتار ہو جانا خواجہ کا بیان کیا۔ سردار دعا کرنے لگے کہ خداوند بچانا یہ سب تو اسی فکر میں ہیں لیکن باغبان جو

وہاں سے چلا۔ خیمہ صنعت میں آیا۔ یہاں افراسیاب کو بستر سے ملکہ حیرت نے آکر اٹھایا تھا۔ ملکہ صنعت کرسی زریں پر متمکن تھی۔ کنیزاں قمر پیکر سامان انجمن آرائی لیے حاضر پہلوئے شاہ میں حیرت جلوہ اسی ہنگام میں باغبان نے پہنچ کر بادشاہ کو تسلیم کی اور کچھ افسوں پڑھ کر لاشہ شیریں کا عمرو کو پنجہ گر میں دابے اڑتا ہوا خیمہ میں اتر آیا اور پکارا: "اے بادشاہ مجھ کو عمرو عیار نے مارا۔" یہ کہہ کر زمین پر گرا مثل مردہ صد سالہ بے حس و حرکت تھا۔ بادشاہ کو اس کے قتل ہونے کا رنج ہوا۔ لیکن عمرو کے قید ہونے کی ایسی خوشی ہوئی کہ سب رنج و غم غلط ہو گیا۔ چند ساحروں کو حکم دیا: "لاش شیریں کی لیجا کر جلاؤ۔ سامان اٹھاؤ۔" ساحر حسب الحکم عمل میں لائے۔ بعد فراغ ان اموات کے خواجہ کی طرف شاہ متوجہ ہوا۔

عمرو سحر سے باغبان کے بیہوش تھا۔ جب بادشاہ نے اس کی جانب توجہ کی۔ وزیر مذکور نے سحر دم کر کے ہوشیار کر دیا۔ عمرو کی جو آنکھ کھلی۔ شاہ جادواں سامنے بیٹھا ہے۔ آپ کی آنکھیں اپنی بند کر کے کہا: "لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ کیا خواب پریشان مجھ کو نظر آیا۔ کس بخیل و ظالم کا خدا نے سامنا کرایا۔"

بادشاہ ان باتوں کو سن کر اس کی دلیری پر ہنس پڑا کہ باوجود گرفتار ہونے اس آفت کے ایسی باتیں کرتا ہے۔ غرضیکہ بطور طنز اس نے کہا: "خواجہ سلامت مزاج اچھا ہے۔"

عمرو نے جواب دیا: "خدا کا شکر میں بہرحال اچھا ہوں۔ اے بادشاہ تم کہو کہ کس آفت میں گرفتار ہو۔" بادشاہ یہ کلام سن کر خوب قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا: "سچ ہے۔ میں بڑی مصیبت میں گرفتار ہوں کہ پاؤں میں زنجیر پہنے۔ دشمن کے سامنے حاضر ہوں۔" خواجہ نے کہا: "جو کسی کا گھر لینے آتا ہے وہ زنجیر پہنتا ہے اس کا کچھ غم نہیں۔"

شاہ نے کہا: "اس مرد صحرائی کوکب کو لینے گئے تھے مگر وہ میرے مقابلہ میں بھلا کیا آتا۔ اب تم قید ہوئے تو شاید وہ چھوکری یہاں آئے لیکن کیا کر سکتی ہے۔ اے عمرو بغیر مار ڈالے اب تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔"

عمرو نے کہا: "ہمارا خدا حافظ و نگہبان ہے۔ شاہ کوکب کی تیرے مقابلہ میں آنے کی کیا احتیاج ہے۔ وہیں سے بیٹھے بیٹھے وہ تیری سرکوبی کیا کافی ہے تو ہمیں کیا قتل کرے گا۔ اگر ہم کو مارنے اٹھے تو بحکم خدا پاؤں تیرا ٹوٹ جائے۔ اور اگر ہم پر ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ ٹوٹ جائے۔

شاہ جاوداں کو یہ کلمات یہ کلام سن کر غصہ آیا اور تلوار کھینچ کر بغضب تمام تر اٹھا اور اٹھنگ غصہ ہیں جو تخت کے نیچے پاؤں اتارا اور جامہ کا کونہ تخت میں اٹکا۔ یہ منہ کے بل گرا اور عمرو نے کہا: "وہ مارا کہیں میں نہ کہتا تھا کہ پاؤں ٹوٹ جائے گا۔"

بادشاہ کے گرنے سے ہر شخص دوڑا اور صنعت نے سنبھال کر تاج سر پہ رکھا اور کہا: "میں قربان اے بادشاہ اس مجرم کی بات نہ مانا کیا' یہ تو اپنی جان پر کھیل گیا ہے اور اگر اس کو قتل کرنا منظور ہے تو جس ملازم سے اپنے اشارہ فرمایئے وہ سر اس کا جدا کر ڈالے۔"

شاہ نے کہا: "میں اس کو دھکانے اٹھا تھا۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گل چمن زوجہ باغبان جو عقب میں اپنے شوہر کے چلی تھی۔ پتہ دریافت کر کے اسی بارگاہ میں آئی۔ یہاں بادشاہ اور خواجہ ہمکلام تھے۔ اس نے معلوم کیا کہ بیشک خاوند تیرا عمرو کو پکڑ لائی ہے بڑا غضب ہوا۔ عیار اب تیرے وارث کو زندہ نہ چھوڑیں گے۔

غرضیکہ بادشاہ کو سلام کر چپ ہو کر پہلوئے شوہر میں جا بیٹھی۔ اس اثناء میں شاہ جاوداں نے حکم دیا: "جلاد حاضر ہو اور سر اس مکار کا جدا کرے۔"

صنعت نے عرض کیا: "اے بادشاہ یہ مقام سب حضور کا دیا ہوا میرے زیر فرمان ہے اور میں نے ایک مکان مثلی آتش کدہ کے تیار کیا ہے۔ یہاں سے بہت قریب ہے۔ وہ جو سامنے دود کوہ ہے اس کے متصل تعمیر ہے آپ اس مفتری کو دو گھڑی کے لیے اس مکان میں بھیج دیجئے آپ ہی ہلاک ہو جائے گا بادشاہ نے کہا: "اچھا روانہ بھی کرو میں چاہتا بھی ہوں کہ یہ بعذاب الیم ہلاک ہو۔"

ملکہ صنعت نے ایما پا کر ساحروں سے حکم دیا: "عمرو کو اس مکان میں لے جاؤ۔" بادشاہ نے عرض کیا حضور نعمت خانہ آراستہ ہے۔ کچھ تشریف لے چل کر تناول فرمائیے۔ بادشاہ خاصہ نوش کرنے اٹھا چلتے وقت سحر عمرو کو اٹھا کر لے چلے۔"

اس ووقت عمرو نے باغبان کی طرف گھورا۔ ملکہ گل چین ڈری اور خیال کیا کہ اب کی عمرو جو رہا ہوا تو میرے خاوند کو ضرور مار ڈالے گا اور اگر مارا بھی گیا تو اس کے شاگرد برق و قران وغیرہ مار ڈالیں گے۔ پس اب کی مرتبہ عمرو کا چھوٹ جانا اچھا ہے۔ کیونکہ تیرے شوہر کا پیچ ہے۔ جب کوئی اور عمرو کو پکڑ لائے اس وقت جس کا جی چاہے اس کو قتل کرے۔

یہ سوچ کر سب تو بادشاہ کے ساتھ دستر خوان پر گئے مگر وہاں سے چل کر باہر نکلی اور جب تک پہنچے خواجہ عمرو پکڑ کر آتش کدہ میں لے جائیں۔ اس سے بھی پہلے یہ اس مکان آتشی میں آئی۔ دیکھا تو چھت اور دیوار ستون اور ایوان سب آگ کا ہے مکان ہے یا برج آتشی ہے یا منازل مریخ میں نہایت درجہ کی گرمی ہے۔ دیواروں سے شرارے نکلتے ہیں درے ہوا میں صحن سے انگارے گرتے ہیں دوزخ ہاویہ اس مقام کی گرمی سے شرمندہ اسفل السافلین خجلت سے سرافگندہ کہ

گلخن گرمی تھی تپش تمام
چرخ ہے سرد خانہ یک جم
مات سوئے تپش پہ جو انسان
کروٹیں یوں لے جوں توے پہ چنن
بلکہ گرمی کی آن مانی ہے
شرم سے آگ پانی پانی ہے

گلچین نے یہ حال اس مکان کا دیکھ کر اگرچہ زوجہ وزیر ہے۔ ساحرہ پر تدبیر ہے۔ ایک

غلو ریخ کا اپنی کمر سے نکالا اور افسوں ناند اس پر دم کر کے زمین پر مارا کہ وہ خانہ آتش بسان گلزار خلیل بنا۔ آتش نمرود و شان کا بازار گرم سرد ہوا اور جس طرح کسی کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اس طرح وہ مکان خنک ہو گیا اس عرصہ میں وہ پنچ خواجہ کو لے کر اس گھر میں آئے اور دروازہ وا کر کے اندر مکان کے ڈال کر دروازہ بند کر کے چلے گئے کیونکہ اندر جانے میں ان کو خوف اپنے جل جانے کا تھا۔

غرضیکہ جب وہ پنچ چلے گئے۔ خواجہ نے اس مقام کو بظاہر تو ہمسر جہنم پایا۔ لیکن اپنے جسم کو ضرر آتش سے محفوظ دیکھا۔ اس اثنا میں گلچیں دہ زمین سے نکلی۔ عمرو کو باادب اس نے تسلیم کی اور بمنت تمام عرض پیرا ہوئی کہ: "اے خواجہ مہربان یہ کنیز نا چیز آپ کی خدمت گزاری کو حاضر ہے۔ میری تقصیر جو کچھ ہو آپ معاف کریں میں ہر چند اس عربدے باشاد کو منع کرتی ہوں مگر وہ جوانا مرگ نہیں مانتا۔ وزارت کے گھمنڈ پر ہے۔ کہتا ہے کہ میں نمک حرامی نہ کروں گا۔ پس آپ مجھ کو لونڈی کے حال پر نظر عنایت فرمائیے میرے شوہر کو قتل نہ کیجیے گا۔ میں آپ کو آ کے خدا کا واسطہ دیتی ہوں۔"

خواجہ نے کہا: "تو کب تک اس کی سفارش کرے گی۔ مثل مشہور ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ ایک دن فرزند کو چھری تلے پائے گی۔"

ساحرہ نے عرض کیا کہ اب کی مرتبہ تو خطا اس کا قصور معاف فرمائیے پھر جو بے ادبی کرے گا تو سمجھ لیجیے گا خواجہ نے کہا: "اچھا اب کی مرتبہ تو اس کی معاف کی مجھ کو قید سے رہا کر دے۔ ساحرہ نے ایک ماش پڑھ کر مارا کہ زنجیر جو خواجہ کے پاؤں میں تھی کٹ گئی اور افسوں اس نے پڑھا کہ دروازہ اس مکان کا کھل گیا اس نے کہا: "آپ یہاں سے نکل جائیے۔ خواجہ اس مکان اس مکان سے جلد باہر آئے۔

اس مکان کو صنعت نے اپنیک بجز مجرمان زنداں معصیت مقرر کیا تھا اس وجہ سے بہر سحر کے بھی مقرر کیا تھا کہ بیرون مکان محافظ تھے جو کوئی نکل جائے۔ اس کو حتی الامکان روکیں اور نہیں تو خبر اس کی مالک مکان کو دیں۔ پس عمرو جو باہر مکان کے نکلا۔

پہروں نے غل مچائی کہ لینا جاتا ہے۔ خواجہ نے جلد گلیم اوڑھ لی۔ پہر آتش کے شعلہ بن کر ہزاروں ہر سمت دوڑے لیکن کہیں پتا نہ ملا۔ غوغائے عظیم برپا ہوا کہ افسوس مجرم نکل گیا۔

شاہ جادواں خاصہ نوش کر کے تخت پر آ بیٹھا تھا اس نے بھی غل سنا ملازموں سے: "ذرا خبر لینا یہ غل کیسا ہے۔"

صنعت نے کہا۔ "بلا لوں عمرو عیار' مکان آتش میں قید ہے وہ جل مر گیا ہو گا اسی کا غل ہو گا۔ یہ کہہ رہی تھی کہ پہرہ سحر کے طائر بیچ سامنے آئے اور عرض کیا۔ "مکان آتش کا دروازہ کھول کر ایک مجرم نکل گیا ہے۔ ہم نے ہر چند تلاش کیا نہ ملا۔ یہ سننا تھا کہ صنعت خود اٹھ کر اس مکان میں آئی' دیکھا کہ وہاں خواجہ کا نشان بھی نہیں۔ اس کو غصہ آیا اور دل سے کہا۔ تو نے ناحق اسے مفتری کو قتل نہ ہونے دیا۔ اب تیری قید سے وہ بھاگا بادشاہ کو مظنہ بد تیری جانب گزرے گا اور اب تجھ کو اس عیار کو گرفتار کرنا پڑے گا۔ لیکن بغیر کسی کے شریک ہوئے یہ عیار رہا نہیں ہوا۔

پس بغضب تمام اس نے سحر پڑھ کر زمین پر دوہتڑ مارا کہ ایک چڑیل زمین سے نکلی اور گویا ہوئی۔ "اے ملکہ آپ خفا کیوں ہوتی ہیں' گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ ملکہ گل چیں جادو پہلے اس مکان میں آئی اور ایک پنجہ یخ کا مارا کہ مکان سرد ہو گیا۔ پھر خواجہ کو اس طرف سے نکال دیا۔ یہ کہہ کر چڑیل غائب ہو گئی۔ ملکہ گل چیں ایک گوشہ مکان مذکور میں چھپی کھڑی تھی کہ غل برطرف ہو جائے تو میں نکل جاؤں۔ اب چڑیل کا بیان سن کر سمجھی کہ تو پکڑی جائے گی۔ پس پرواز کر کے وہاں سے چلی۔ پہرہ وغیرہ اس کے پیچھے چلے۔ صنعت نے بھی کچھ ساحر اس کے پیچھے بھیجے۔

لیکن عمر جو اس مکان سے نکلا' سوچا کہ اے عمرو اب اس قید کرنے کا بدلہ افراسیاب سے لینا چاہیے اور بن پڑے تو ملکہ صنعت کو مارنا چاہیے۔ پس یہ تجویز کر کے صورت اپنی خدمت گاروں کی ایسی بنا کر بارگاہ میں آیا اور ایک جگہ کھڑا ہوا۔ اس وقت ہزارہا

پتلا حاضر بارگاہ تھا اور بادشاہ چھوٹ جانے سے خواجہ کے بہت متفکر تھا۔ چاروں طرف نگاہ کر رہا تھا کہ یکایک عمرو سے آنکھ چار ہو گئی اور اس نے بزور سحر پہچانا کہ یہی عمرو ہے اور آنکھ ملتے ہی عمرو بھی سمجھ گیا کہ اس نے مجھ کو پہچانا۔ پس فوراً قصد کر کے چاہا کہ بارگاہ سے نکل جاؤں۔ شاہ جادواں نے افسوں پڑھا کہ پتلے جو حاضر تھے، ان میں سے ایک نے دامن پکڑ لیا۔ خواجہ نے جلد دامن چاک کر دیا اور بھاگا۔ شاہ نے نعرہ مارا کہ نہ جانے پائے۔

کئی پتلے پرچھائیں بن کر لپٹ گیا۔ دست و پا بے حس و حرکت ہوئے گر پڑا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ "مشکیں باندھ کر لے آؤ۔"

پتلے باندھ کر سامنے لائے۔ اس عرصہ میں صنعت مکان آتش سے پھر کر آئی اور عرض کیا۔ "اے بادشاہ آپ کے وزیر کی زوجہ ملکہ گل چمن تو عمرو سے مل گئی ہے۔ اس طرح سے اس کو رہا کرا دیا۔"

شاہ نے فرمایا۔ "کچھ غم نہیں پھر وہ پکڑ لیا گیا۔ اب اس باغیہ کو بھی گرفتار کیے لیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ سحر کرے۔ اس وقت اور ماجرا سنئے یعنی بقدرت فراش بساط ارض وخیمہ آسمان یہ خیمہ صنعت نے اس پار دریائے خون رواں کے استادہ کرایا تھا۔ پس برق نے جب لشکر میں جا کر حال گرفتاری خواجہ بیان کیا۔ اتفاق سے مستر قران بھی حاضر دربار تھا۔ اس نے عیاروں سے مشورہ کیا کہ معلوم کرنا چاہیے کہ شاہ طلسم کہاں ہے اور مقام پیدا کر کے بہر رہائی خواجہ جانا مناسب ہے۔

غرضیکہ لشکر حیرت میں جا کر کیفیت معلوم کی کہ اس طرح کہ اس طرح صنعت نے خیمہ کنارہ دریا کے استادہ کیا ہے۔ اس جگہ بادشاہ ہے۔ یہ دریافت کر کے صورت اپنی مثل ساحروں کے بنائی اور لشکر حیرت میں جو طوائفیں رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک کو خرچی دے کر اپنے ساتھ لے چلا۔ جب صحرا میں پہنچا اس طوائف کو بیہوش کر کے ملکہ گل چمن کی ایسی صورت اس کی بنائی اور ایک چادر میں لپیٹ کر کے کندھے پر

لاد کر بارگاہ افراسیاب میں آیا۔ بادشاہ اس وقت خواجہ کو گرفتار کر کے گل چین کے پکڑنے کو سحر کیا چاہتا تھا کہ اس نے تسلیم کی' اس نے اس کو پشتارہ بدوش دیکھ کر پوچھا۔ "کس کو لائے؟"

اس نے گل چین کو' اے بادشاہ اس کو آپ لیجئے اور عمرو پر سے سحر دفع کر دیجئے کہ میں ایک ہی ہاتھ میں سر اس کا جدا کر دوں۔ مجھ کو اس عیار نے بہت ستایا ہے۔ ہزاروں مرتبہ گھر میرا لوٹا ہے۔ بادشاہ نے اس کے کہنے سے سحر خواجہ پر سے رد کر دیا اور آپ چادر میں سے گل چین کو کھلوانے لگا۔ سب ساحروں کی نگاہ اس وقت جانب پشتارہ گل چین تھی۔

اس ساحر نقلی نے جلد خواجہ کو اٹھا کر پشت پر لادا اور سراچہ فرا کر باہر بارگاہ کے پہنچ کر نعرہ کیا۔ "منم قران عیار"

بادشاہ نے نعرہ سن کر کہا۔ "لینا"

ساحر دوڑے۔ قران تو کسی مقام پر چھپ گیا اور عمرو نے گلیم اوڑھ لی۔ ساحر ڈھونڈ کر پھر گئے اور بادشاہ نے گل چین نقلی کو ہوشیار کرایا۔ جب اس کی آنکھ کھلی پکاری دہائی ہے شہنشاہ کی۔ مجھ کو ساحر طمع زر دے کر لایا اور اس نے یہ میرا حال بنایا۔ بادشاہ نے منہ اس کا دھلوایا۔ دیکھا تو ایک زن سیاہ فام ہے' اس کو چھوڑ دیا اور ایک ساحر کے ہمراہ لشکر حیرت میں بھجوا دیا۔ لیکن صنعت نے بادشاہ سے کہا۔ "حضور رنجیدہ نہ ہوں۔ میں ابھی اس نا عیار کو لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر زمین پر گری اور شکل مشعل روشن ہو گئی۔ پھر مشعل کی لو میں سے دھواں نکلا اور میل بن کر بلند ہوا اور ایک طرف چلا۔

اس اثنا میں بادشاہ نے ساحروں کو اشارہ کیا کہ باغبان کو بھی پہرے میں کر لو۔ ساحروں نے باغبان کو گھیر لیا۔ وزیر چپ کرسی پر بیٹھا رہا۔ بلکہ گردن جھکا کر رونے لگا اور گل بوستان وفاداری سرو باغ عزاداری دلبر مہ جبین یعنی زوجہ اس کی ملکہ گل چمن جو روبقرار لائی نسیم آسا ایک صحرائے سبزہ زار میں پہنچی۔ دیکھا کہ اس مقام فرحت

آگیں میں بہار کی حکومت ہے۔ گل زیب دہ اورنگ سلطنت ہے۔ ہوا ہوا خواہی کا شغل اراکین دولت دم بھرتی ہے۔ بلبل بعد عشرت چہچے کرتی ہے۔ زلف دام مکر بچھائے ہے۔ کمند گیرو گیر عیاراں کی صورت بنائے ہے۔ نرگس زر گل کی نگہبان ہے۔ سرو ہر ایک پاسبان ہے۔ گل اشرفی کی تحویلداری ہے۔ سوسن کی زبان یہ حکم جاری ہے کہ لالے کی پلٹن تیار ہے۔ گل عباس قرن پھونکے ترک ہزار رسالے دار ہے۔ خزاں قدم یہاں نہ دھر سکے' فوج ہشیار رہے۔

پس اس مقام نزہت انتما کو دیکھ کر یہ شمیم گلشن حیا زمین پر گری۔ شبنم نمط یا برنگ صبا سبزہ زار پر لوٹنے لگی اور صورت اپنی سحر سے ایک گل خوشرنگ کی بنا پر ایک گھنے شجر کو دیکھ کر کہ جس میں ہزار رنگ کے پھول کھلے تھے۔ بس اسی درخت میں اڑ کر پھول نی ہوئی لگ گئی۔ ساحران باقی جو پیچھے اس کے آتے تھے ہر سمت تلاش کر کے پھر گئے۔

اس طرف سے گل بوستان عیاری جو بھاگے' راہ میں ستر قران نے کہا۔ "استاد درۂ کوہ میں چلئے' کھچڑی پکاؤں کھا لیجئے۔"

خواجہ نے کہا۔ "میں گرسنہ جل ساحراں ہوں۔ جب تک کوئی عیاری معقول کر کے کسی زبردست ساحر کو نہ قتل کر لوں گا۔ اس وقت تک بھوک پیاس مجھ کو نہیں ہے۔"

قران یہ سن کر درۂ کوہ میں چلا گیا اور خواجہ فکر عیاری میں چلے مگر یہ گمان تو رفع ہو چکا تھا کہ کوئی میری گرفتاری کو آتا ہو گا۔ اور ہر وقت یہ گلیم اوڑھے بھی نہیں رہتے ہیں۔ اب بھی گلیم اتار کر چلے۔ جیسے ہی کچھ دور گئے ایک طرف سے دھواں پیدا ہو کر چار طرف ان کے ہو گیا اور لکیر دھواں کی زنجیر کی طرح گردن و کمر میں لپٹ گئیں۔ سیہ بختی نے نیا رنگ دکھلایا۔ روز سیاہ گرفتاری پیش آیا۔ وہ دھواں گھیرے ہوئے سامنے بادشاہ جادواں کے لایا اور وہ دھواں پھر صنعت بنا اور خواجہ کو بے حس اس نے کر کے بادشاہ سے کہا۔ "اے شہنشاہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اسی وقت اس

ناعیار کو قتل کر دوں گی۔ بس اب حکم دیجیے۔"

بادشاہ نے جلاد کے حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جلاد ایک ساحر تیرہ رو چوڑا تیغہ باندھے لنگ کھاروے کا کسے بے رحم و سیاہ دل سامنے آیا۔ بادشاہ نے فرمایا۔ "لے جا اس مجرم کو اور سر کاٹ لا۔"

جلاد خواجہ کو کشاں کشاں باہر خیمے کے لایا۔ بادشاہ بھی برآمد ہو کر سامنے بیٹھا۔ ہزارہا ساحر گرد و پیش استادہ ہوا۔ جلاد نے چبوترہ ریت کا بنا کر بوریائے فلاکت اس پر بچھایا اور خواجہ کو اس پر بٹھایا اور کوئلے کا خط گردن پر دیا اور حاضر خدمت شاہ جادواں ہو کر عرض رسا ہوا۔ "اے شہنشاہ حکم اول سے ذرا سوچ سمجھ کر دیجیے گا کہ مار ڈالنا میرا کام ہے' جلانا میرا کام نہیں۔"

بادشاہ نے فرمایا۔ "ہزار حکم کا ایک یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جلد اس کو قتل کر۔"

جلاد نے آ کر تیغہ اپنا تولا اور پکارا۔ "اے گروہ تماشائیاں ہٹ جاؤ کہ خون گنہگار تم پر نہ پڑے۔"

اس وقت عجب طرح کا غوغا تماش بینوں کا بلند تھا۔ کوئی نادان عشرت کر رہا تھا۔ کوئی دانشمند عبرت پذیر تھا کہ افسوس اس چرخ کج رفتار گردوں غدار کا یہی طور ہے۔ بنا صاحب جور ہے اولوالعزموں دہر کی ذات کا ہمیشہ خواہاں رہتا ہے۔ سر بلندوں کا دشمن جان رہتا ہے۔

خلقت کا تو یہ حال ہے اور جلاد حکم ثانی دریافت کرنے بادشاہ کے سامنے حاضر ہوا۔ مگر خواجہ نے جو سامنا موت کا دیکھا بہ رجوع قلب درگاہ کبریا میں استغاثہ کیا اور خاصان خدا کو پکارا۔

یہ استغاثہ درگاہ دافع البلیات میں مقبول ہوا۔ یعنی وہ چیلے جو اس کو لے کر ہمان کے حکم سے آئے تھے۔ جب اس کو لاشہ شیریں کا لے کر اڑا تھا۔ اسی وقت سے چیلوں نے جا کر ہمان سے حال گرفتاری عرض کیا تھا۔ ملکہ نے ہما جادو وغیرہ سے کہا۔ "اب کیا منہ دکھائیں گے خواجہ کو وہ اس طرح اسیر ہوئے اور ہم بیٹھے رہے۔ اے ہما اس

ناز کو کسی سے نہ کہنا۔ میں یکہ و تنہا بہر رہائی خواجہ جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر برنگ بوئے گل غائب ہو گئی۔ اس وقت نسیم عنبر شمیم ایسی چلی کہ مشام ملکہ ہما جادو بس گیا اور ملکہ بہار نظر نہ آئی۔ یہ خاموش ہو رہی۔

لیکن وہ چمن بند صیقۂ سلطنت یعنی ملکہ بہار بصد شوکت سناٹا بھر کر اپنے طلسم کی سرحد پر آ کر ظاہر ہوئی اور فرط غضب سے لب رنگین مثل برگ بید اس کے کانپے۔ مستی طائر رنگ حنا کی طرح لبوں سے اڑ کر بلند ہوئی۔ تھوڑی دیر میں ادھوری گھٹا کہسار سے اٹھی۔ اس وقت ملکہ موصوف بھی لالی پان کی لبوں سے چھوٹ کر اس گھٹا میں نکل جا کر رہی۔ پھر ملکہ لالہ فام بالحان دلکش کچھ گنگنائی۔ صدائے نغمہ نے صورت طاؤس وکبک کی بنائی اور اس گھٹا میں جا کر مور کوکنے اور تدرو قہقہے لگانے لگے۔ پھر ملکہ گلعذار نے اپنے ہاتھ بلند کئے۔ ایک تخت یاقوت احمر کا ابر میں پیدا ہوا۔ اس ماہتاباں حسن نے اپنے تئیں چاند بنا کر اس تخت پر پہنچایا۔ اب تو عالم ہی اور نظر آیا کہ ادھوری گھٹا میں چاند نکلا ہوا گیا شاہد دہر نے مسی مل کر چاند ٹکی کو گیا ماتھے پر لگایا تھا۔ حسین حسین' فروغ ملکہ بہار کو سر پر فلک نے چڑھایا تھا۔

برج حمل میں بیٹھ کے خاور کا تاجدار
کھینچے ہے اب خزاں پہ صف لشکر بہار
ہیں بخشی و وزیر جو مریخ و ماہتاب
ان کو یہ امر ہے کہ امیران نامدار
منہ کھول دو خزانہ گل اشرفی کا تم
لے کر قلم کو ہاتھ' رکھو پیادہ و اسوار

مورچہ کرتے بجلی چمکتی نوائے فتح و ظفر کی پرچم ہلتی۔ رعد نقیبوں کی طرح گرج کو للکارتا۔ ترک ہوا تیر اندازی ہوئی ملکہ نسترین بدن کی سواری جانب حریف رواں تھی۔ جدھر

سے وہ گھٹا نکلی، کیفیت بہار ظاہر ہوئی۔ صحرا صحرا گلہائے بو قلموں کھل جاتے۔ بلبل کے ترانے دل لبھاتے۔ یہ تو اس سامان سے رواں ہے۔

لیکن بعد اس کے چلے آنے کے ملکہ مجلس جادو لڑکی اس کے مقام پر آئی۔ ملکہ ہما کو چپ اور پریشان دیکھ کر گلے سے لپٹی اور گویا ہوئی۔ "میری اماں جان سچ بتاؤ، تم چپ کیوں ہو۔ میری جان کی قسم، میری اچھی اماں آخر کیا ہوا جو تم رنجیدہ ہو۔"

ہما نے کہا۔ "تجھ کو ہر بات میں شیلا پن آتا ہے۔ خواہ مخواہ بھی میرے پیچھے پڑ گئی۔ میں رنجیدہ کیوں ہونے لگی۔"

اس نے کہا۔ "اچھا بتاؤ، ای جان یعنی ملکہ بہان شمشیر زن کہاں ہیں اور اگر نہ بتاؤ گی تو میں اپنی جان دے دوں گی۔"

یہ ضد اس کو دیکھ کر ملکہ ہما ناچار ہوئی اور چپکے سے کہا۔ "کسی سے کہنا نہیں۔ عمرو گرفتار ہوا ہے۔ اس کے چھڑانے کو گئی ہیں۔"

یہ سن کر مجلس خاموش ہو رہی اور کچھ دیر میں جھلاوا دے کر بالائے بام گئی اور کہا۔ "مجھ کو نشہ شراب زیادہ ہے۔ کوئی بک بک نہ کرے میں آرام کروں گی۔"

کنیزیں جو ہمراہ تھیں ان سے بھی حکم دیا۔ "یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ سب چلی گئیں اور جو دلیری سے ٹھہر گئیں۔ ان پر اس نے الزام رکھ کر نکالا۔ ایک کو خوب مارا کہ حرامزادی تو نے مجھ کو راہ چلتے میں دھکا دیا تھا۔"

دوسری کی جانب دیکھ کر کہا۔ "گھورتی ہے۔"

تیسری سے کہا۔ "تو بڑبڑا کر مجھ کو برا کہتی ہے۔"

غرض اس طرح الزام دے کر سب کو وہاں سے نکال دیا۔ بالا خانے کا دروازہ بند کر کے آپ ایک سحر ایسا پڑھا کہ ایک عقاب تیز پرواز اڑتا ہوا روئے ہوا سے اس کے پاس آیا۔ یہ جست کر کے اس پر سوار ہوئی اور بہر امداد ملکہ مذکور جانب طلسم ہوشربا چلی۔

لیکن اہل حال بیان سنئے کہ یہ ماہتاب ہی ہوئی۔ ابر سحر میں چمکتی صحرا و کوہ کو سرسبز کرتی ہوئی اس مقام پر کہ جہاں خواجہ زیر تیغ تھے پہنچی۔ شاہ طلسم نے ساحروں سے کہا۔ "دیکھو کیا خوشنما گھٹا اٹھی ہے۔"

ملکہ حیرت نے کہا۔ "موسم برشگال بھی قریب آیا ہے۔"

یہ گفتگو ہی تھی کہ یکایک وہ ابر تمام عالم پر محیط ہوا۔ ہر ایک پر طاری ہوا مگر صنعت جادوگرنی زبردست ہے۔ یہ اس گھٹا کو دیکھ کر سمجھی کہ مقرر اس وقت میں کوئی آفت ہے۔ پس جلاد کو للکاری کہ جلد اس گنہگار کا سر کاٹ۔"

جلاد نے تیغہ بلند کیا اور خواجہ نے بنگاہ یاس جانب فلک دیکھا اس وقت اس ابر میں بجلی کوندی اور سمٹ کر وہ بجلی چاند بن گئی اور اس چاند کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک ٹکڑا تو جلاد پر گرا اور دوسرا ٹکڑا خواجہ پر آیا اور اس قدر روشنی ہوئی کہ وہ زمین مطلع الانوار بن گئی۔ سب کی نگاہ خیرہ ہوئی اور چاند کا ٹکڑا ہلال بن کر شمشیر کا کام کر گیا۔ جلاد کے دو ٹکڑے ہوئے اور خواجہ پر جو ٹکڑا گرا تھا' اس میں سے پنجہ پیدا ہوا۔ پیدا ہوا کہ عمرو کو اٹھا کر بلند ہو گیا اور اس کے بلند ہونے سے کچھ روشنی کم ہوئی اور شاہ جادواں نے دیکھا کہ سب ساحر بیہوش پڑے ہیں اور جلاد کے دو ٹکڑے ہوئے ہیں۔ عمرو کو چاند کا ٹکڑا لیے جاتا ہے۔

پس اس نے گھبرا کر کمر پر اپنی ہاتھ ڈالا اور ایک گمزی سامری کے گنبد کی نکالی۔ اس خیال سے کہ یہ دختر شاہ کوکب مالک طلسم نور افشاں ہے۔ بغیر تحفہ طلسی کے زیر نہ ہو گی۔ چنانچہ اس گمزی کا افسوں پڑھ کر اس چاند پر کھینچ مارا۔ پس وہ گمزی روئے ہوا پر جا کر کشادہ ہوئی اور ایک ٹکڑا اس کا نیچے چاند کے آ گیا اور دوسرا سر پر چاند کے آ کر مثل سرپوش ڈھکا۔ پھر تو زمانہ اندھیرا ہوا اور وہ ابر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ زمانہ نے گریبان چاک کیا۔ مور چنگھاڑنے لگے۔ جیسے اہل ماتم شور کرتے ہیں۔ کبک خوش قلو قلو کے آہ آہ کرنے لگے۔ برق سحر کا دل بے قرار ہوا' تڑپنے لگی۔

کالی گھٹا نہ تھی۔ دنیا سیاہ پوش ہوئی تھی۔ بہار کی نظر میں عالم تمام خار ابر بیان غمناکان اشکبار تھا۔

ملکہ بہار عالی شان کا اس برج میں مقید ہوتا تھا کہ اس نے انتہا کا زور کیا اور اپنک نہایت زبردست ہے۔ مگر کیا کرے کہ ملکہ پرایا اور مقابلہ شعلہ جاوداں کا اور سحر بھی وہ سحر کہ تحفہ گنبد سامری کا۔ لیکن یہ شہزادی باز نہ آئی۔ اس طرح مثل برق اس گنبد سے تڑپ کر اڑی کہ چھت اس گنبد کی شگافتہ ہوئی مگر سر اس کا بھی پھٹ گیا اور ایسا صدمہ پہنچا کہ عمرو ہاتھ سے چھوٹ کر اسی گنبد میں گرا اور یہ سناٹا بھر کر جو چلی ایسی خود رفتگی مزاج پر مستولی تھی کہ خواجہ کے گر جانے کا مطلق خیال نہ رہا۔ آپ اس برج سے نکل کر دور ایک بیابان میں جا کر گری اور اس وقت کی سراسیمگی اس مہ سپہر رعنائی کی اور پریشانی گل بوستان زیبائی کی عجب عالم دکھاتی۔ سر جو شق ہو کر خون بالوں میں بھرا تھا۔ شفق شام کا دھوکا تھا یا مانگ میں سیندور بھرا تھا۔ خون بہہ کر ماتھا تر ہو گیا تھا۔ گویا خون ریزی عشاق کا اس کے سر پڑا تھا۔ رخسار پر خون کی بوندوں کا ڈھل کر آنا اور جم جانا مصحف و رخسار پر تحریری آیتوں کی گنڈلیاں بنا تھا۔ نہیں نہیں، دکان محراب ابرو کے نیچے جوہری حسن نے پارہ ہائے یاقوت رمانی کو چنا تھا وہ دوپٹہ سر سے سرکا ہوا۔ ہر عضو بدن کھلا ہوا۔ فرط نزاکت سے ہانپتی ہوئی۔ مان ہر ایک کانپتی ہوئی۔ زلف رخ پر بکھری ہوئی۔ کافر خونخواری کی طبیعت دل لینے پر بگڑی ہوئی۔ دل نازک دھڑ دھڑ کرتا۔ تیوری چڑھی ہوئی۔ کمان تن قلاب کھنچی ہوئی۔

غرض یہ کمان ابرو کشیدہ خاطر ہو کر پھر قاصد ہوئی کہ جا کر دوبارہ اس گنبد پر گرے۔ پھر خیال کیا کہ تو زخمی ہو چکی ہے اور یہ سحر زبردست ہے۔ رد نہ کر سکے گی۔ تو بھی چل کر تحفہ طلسمی لا اور اس سحر پر سبقت لے جا۔ یہ سوچ کر رنجیدہ خاطر مراجعت فرما ہوئی۔ راہ میں ملکہ مجلس اس کو ملی کہ عقاب پر سوار آئی تھی۔ اس نے تسلیم

کر کے حال مزاج ہمایوں کا پوچھا۔

اس نے سب کیفیت بیان کر کے کہا۔ "اے فرزند اب پھر چلو، تدبیر کامل کر کے آئندہ آئیں گے۔ مجلس اس کے ساتھ لاچار ہوئی اور یہ اپنے مقام پر آ کر تدبیر کامل میں مصروف ہوئی۔

اس طرف شاہ طلسم ہوشربا نے بزور سحر معلوم کیا کہ بہار تو اس برج سے نکل گئی لیکن عمرو رہ گیا ہے اور برج میں شگاف بھی کچھ پڑ گیا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ عیار رخنہ پرواز نکل جاوے پس اس نے اڑا کر اپنے تئیں مسقف برج پر پہنچایا اور ہاتھ سے افسوں پڑھ کر اس شگاف کو بند کیا۔ وہ شگاف برابر ہو گیا۔ خواجہ اس میں بیہوش پڑے ہیں۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو اندھیرا نظر آتا ہے۔ پھر بیہوش ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی مصلحت خدا کہ ان کو بیہوشی طاری ہوتی ہے، ورنہ دم اندھیرے میں خفا ہو کر نکل جاتا۔ ان کا تو یہ نقشہ ہے۔

لیکن بادشاہ ساحران برج سے اتر کر دربارگاہ پر آیا اور ایسا سحر پڑھا کہ جملہ ساحر جو بیہوش پڑے تھے ہوشیار ہوئے۔ بادشاہ نے صنعت سے کہا۔ "اس طرح سے وہ چھوکری کوکب کی آئی تھی مگر میری قید سے نکل گئی۔ اور اس نے چاہا تھا کہ عمرو کو مجھ سے لے جائے۔ بھلا کیا میرا سامنا کرتی۔ مجھ کو رحم آ گیا کہ اس کو نکل جانے دیا۔ ورنہ وہ بھی نہ جا سکتی۔ اب اس اس مفتری ناہنجار و دزد مکار کو یوں ہی ہوئے قید رکھنا چاہیے۔ آپ ہی بے آب و دانہ مر جائے گا۔ دیکھوں تو کون اس کو اس برج غضب سے میرے رہا کرتا ہے۔ اب ایسے میں خوب موقع ہے کہ میدان خالی ہے۔ کوکب کی طرف طلسم کشا کو بھیج چکا ہوں۔ وہ اس کی فکر میں ہو گا۔ عمرو میری قید ہے۔ پس ایک ساحر زبردست کو بھیج کر سب نمک حراموں کو قتل کرنا چاہیے اور میں کوہ نیلم پر جاتا ہوں۔ وہاں سے ایک ساحر مالک مرحلہ طلسم کو مع تحفہ طلسم کے جانب کوہ عقیق بھیجوں گا کہ کام لشکر حمزہ کا تمام کر دے۔"

ملکہ صنعت نے عرض کی۔ "اے شہنشاہ واقع میں یہ تدبیر اچھی ہے۔"

پس بادشاہ نے ملکہ حیرت سے کہا "اے ملکہ تم لشکر میں اپنے جاؤ۔ میں ساحر پُر جنگ باغبان بھیجتا ہوں۔

ملکہ مذکور سوار ہو کر لشکر میں آئی اور سریر حکومت پر بیٹھی اور اپنے دربار میں قید ہونا خواجہ کا برج غضب میں بیان کیا۔ طائران سحر نے یہ خبر جا کر ملکہ مہ رخ سے عرض کی۔ ملکہ اور تمام اہل دربار ساحران ذی وقار غم میں خواجہ کے بے قرار ہوئے اور ہر ایک نے قصد کیا کہ اس گنبد پر جا کر گریں یا اپنی جان دیں یا گنبد کو باطل کر کے خواجہ کو رہا کریں۔ لیکن بہار نے ہر ایک کو منع کیا کہ ذرا توقف کرو۔ بران زخمی ہو کر گر گئی ہے۔ ضرور اس کا کچھ نتیجہ ہو گا اور اگر کچھ ہو سکے تو آگے جان دینے کا اختیار ہے۔

اس کی فہمائش سے ہر شخص دست بدعا ہوا اور اپنے ارادہ سے باز رہا اور ابھی تک وہ برج غضب اس پار دریائے خون رواں کے ہے تو ساحران لشکر جا جا کر دیکھ آتے ہیں۔ اور وہاں کی خبر ہر وقت کی رکھتے ہیں۔ یہ تو سب اس کاروبار میں ہیں۔ لیکن بادشاہ طلسم سے ملکہ صنعت دست بستہ عرض پیرا ہوئی کہ اے شہنشاہ میں امیدوار ہوں کہ خطا باغبان وزیر کی معاف فرمائی جائے۔ اس بیچارہ نے سوائے نمک حلالی کے کوئی امر خطا کا نہیں کیا۔

بادشاہ نے کہنے سے اس کے خطا معاف فرمائی اور حکم دیا کہ اپنے مقام پر جائے۔ وزیر وہاں سے روانہ ہوا اور تلاش میں اپنی زوجہ کے چلا۔ حال اس کا بیان ہو گا۔

اب بادشاہ نے اپنے ارادہ کے بموجب سحر پڑھ کر دستک دی کہ آندھی سیاہ آئی اور اس آندھی سے ایک ساحر عجیب الخلقت نکلا کہ تمام جسم اس کا گول شکل منقل کے تھا اور منہ جس طرح انگیٹھی کا جوف ہوتا ہے اس طرح کا تھا۔ اس منہ میں زبان شکل انگارے کے دہکتی تھی۔ آنکھ برنگ شعلہ جوالہ چمکتی تھی۔ ہر بن مو سے شعلے آگ کے نکلتے تھے۔ خدا کی پناہ، ایک مجرم و آفت زمانہ وہ تیرہ رو تھا۔ بادشاہ نے اس کا سلام لے کر خطاب کیا۔ اے مجمر آتش زبان جادو تم جا کر ملکہ حیرت کی خدمات

میں حاضر ہو اور مقابلہ کر کے لشکر مہ رخ نمک حرامی غارت و برباد کر دو۔"

اس آفت روزگار نے کہا۔ "بہت اچھا"

بادشاہ نے فرمایا۔ "اور کوئی جادوگر تمہارا کچھ نہ کر سکے گا۔ اس لیے کہ تم تو رہنے والے ظلمات طلسم کے ہو عیاروں سے بچے رہنا اور عیار اب چار باقی ہیں ان کا سردار اور استاد عمرو عیار تو میری قید میں ہے۔ شاگرد اس کے باقی ہیں۔ انھیں سے بچنا اور افسوس کہ بہار میری قید سے نکل گئی۔ نہیں تو اس کا بھی خوف نہ رہتا خیر تم جاؤ میں سمجھ لوں گا۔"

اس نے عرض کیا۔ "سامری کی عنایت سے نہ بہار میرا کچھ بنا سکتی ہے اور نہ میرا کوکب کچھ کر سکتا ہے اقبال حضور کا شریک ہونا چاہیے۔"

یہ کہہ کر آداب بجا لا کر رخصت ہوا اور اپنے مقام پر آیا۔ پر وہ ظلمات میں ایک قلعہ ہے کہ نام اس کا کا دخانیہ ہے۔ یہ اس قلعہ کا حاکم ہے لاکھ ساحر اس کا ملازم ہے۔ اس نے آتے ہی حکم تیاری لشکر دیا۔ پچاس ہزار ساحر بہر نگہبانی قلعہ چھوڑا اور پچاس ہزار اپنے ہمراہ لیا۔ دمرو کی صدا پر بہ شکل ناگ منڈلاتے اژدہے پھنکارتے ہوئے آئے۔ ساحر سوار ہوئے۔ جی جی کا غل بلند ہوا۔ دل دہر خوف سے درد مند ہوا۔ آگے تمام لشکر کے مجمر اژدر آتشباز پر سوار پیچھے اس گروہ سر کے طاؤس و بوتیمار و جس و باز اختر بردار کی قطار ان پر ساحران غدر پیکار سوار سحر سے ان کے تاریک تمام روزگار کر

کبھی نظروں میں تھے واں روز و شب گم
کبھی تھے اک جگہ خورشید و انجم
کبھی آتش سے سب جلتا تھا جنگل
کبھی اس طرح جوں برسے ہے بادل
ہوا کا نام بھی ہوتا زنہار

مگر تھی فوج میں اژدر کی پھنکار
ہزاروں تھیں بلائیں وحشت انگیز
کہ وحشت جن کی تھی عالم کی خونریز
غرض وہ لشکر گمراہ و جاہل
چلا جاتا تھا بس منزل بہ منزل

بایں کر و فر وہ خود سر قریب لشکر حیرت پہنچا۔ طائران سحر نے خبر آمد اس کی ملکہ بے ہنر کو پہنچائی۔ اس نے گیسوئے بن شماب اور شماب جادو وغیرہ ساحران نامی کو برائے استقبال بھیجا۔ فی مجمر بہ محصال داخل لشکر ملکہ زشت خصال ہوا۔ لشکر اس کا اترا۔ اس نے آکر ملکہ کو نذر دی خلعت پایا۔ اس روز اور ایک دن اور بارگاہ اپنے لیے آراستہ کر کے آرام کیا۔ دوسرے دن جب مجمر فلک سے آفتاب کا شعلہ سرد ہوا اور رونق گرم بازاری روز گرد کہ

عروج مہر پہنچا جب لب بام
ترقی پہ تب آیا اختر شام
موافق تھا جو اقبال شب و ماہ
تو لی ظلمات نے دیوار کی راہ

سر شام وہ ساحر ناکام دیوار ملکہ حیرت بد انجام میں آیا اور بیٹھ کر میخواری کرنے لگا۔ جب دماغ نشہ سے گرلیا۔ ملکہ سے عرض پیرا ہوا کہ میرے نام پہ طبل جنگ بجوایئے۔ ملکہ نے فوراً کوس حربی پہ چوب دلوائی فلک کو چکر ہوا زمین تھرائی طائران سحر نے یہ خبر ملکہ مہ رخ کو پہنچائی۔ ملکہ موصوف یہ خبر سن کر نہایت اندیشہ ناک ہوئی اور رنگ اس کے چہرے کا متغیر ہو گیا۔ چشم نمناک ہوئی۔ اس لیے کہ یہ ملکہ ثانی مہ جبیں کی ہے اور عزت دار بادشاہ طلسم ہے اور بسبب سن زیادہ ہونے کے ساحر نامی اور ان

کے حالات کو جانتی ہے۔ یہ حال ملکہ نیک خصال دیکھ کر مستر برق فرنگی سے کہا "اے ملکہ تم کو اس ساحر سے بہت بڑا خوف پیدا ہوا۔ اس کا کیا سبب ہے ہم نے بارہا عرض کیا کہ مالک ہمارا رب ہے۔ نظر بفضل کریم کار ساز رکھو اور حکم نواخت طبل جنگ دو۔ انشاء اللہ ہم فتح پائیں گے اور جو مشیت ایزدی میں ہماری فتح نہیں ہے تو مارے جائیں گے۔"

ملکہ مذکور نے فرمایا۔ "اے مستر خدا اس موذی کے شر سے ہم کو بچائے۔ اس حرامزادے پر سحر نہیں اثر کرتا ہے اور نہ اس کی کسی حربہ سے قضا ہے۔ ہاں اگر پانی سامری و جمشید کے غسل کا ممکن ہو اور اس میں تلوار بجھائی جائے۔ تب اس خیرہ سر کی قضا آئے۔"

برق نے کہا "تم ان خیالوں میں نہ پڑو نفیر سحر بجاؤ۔ پانی غسل سامری کا کیسا میں آب تیغ و عیاری سے غسل اس کو دوں گا۔ شیشہ گرم کر کے پلا دوں گا۔ پانی دات دھرا رہ جائے گا۔ جہنم میں ٹھکانہ ہو گا۔ ملکہ نے کہا "اے مستر اس پر تم ہرگز عیاری کرنے کا ارادہ نہ کرنا۔"

اس نے کہا' یہ سب ہم نے سنا ہے ہمارا تو عیاری کرنے کا پیشہ ہے۔"

اس وقت ملکہ بہار نے بھی کہا۔ "اے ملکہ مستر صاحب سچ فرماتے ہیں۔ لڑنے میں پس و پیش کیا اگر چہار چشم ودو زبان جادو ہو زیر زمین کی اس طلسم میں مالک ہے آئے تو ہم اس سے لڑیں گے چاہے جان جائے یا رہے۔"

ملکہ مہ رخ بہادر نے یہ کلمات دلیرانہ سن کر نظر بفضل رب اکبر فرما کر نفیر سحر کو دم دیا۔ کوس دمامے جادو کے بجنے لگے۔ دلاور آگاہ و باخبر ہوئے۔ دربار شام کا رکھا گیا۔ ہر بہادر اپنے خیمے میں بیٹھ کر سامان جنگ کرنے لگا۔ ساحر جگانے لگے۔ تیر بنانے لگے' کج فہم ظلم شمشیر و خنجر کا خوف کھانے لگے۔ دل کی انجمن کو کند گرد گیر سمجھے تیغ و حوصلہ کو باڑھ شمشیر کی جان کر مرنے کی تدبیر سمجھے۔

غرض ہوم کے دھوئیں سے وہ بن تجلی ہو گیا۔ مست ہر بہار پیلتن تھا۔ نامرد بھاگنے

پہ تیار۔ مثل ہرن تھا۔ حسرتوں کی جاپ ہر سو تھی۔ آتش سحر کی بہ رنگ معشوق شعلہ خو تھی۔ ہوائے سرد کے سناٹے چراغ خرد گل کرتے تھے۔ آندھیاں چلتی تھیں۔ کلہ بھیروں کا ساحر دم بھرتے تھے۔ ڈمرو کی صدا پہ چرخ ستمگر کا اپنا ہر ناچتا تھا۔ ہندو سے زحل کا سنجر بن کر سر چڑھنے کا ارادہ تھا۔ ساحر تو اس رنگ میں تھے۔ بہادر تیاری آلات جنگ میں تھے۔ شاہد شجاعت کو سنوارا تھا۔ بسان عاشق جان دینے سے دل نہ ہارا تھا۔ کمند ہر ایک مثل زلف پر پیچ جاناں جس میں الجھا ہوا رشتہ جان بہادراں خنجر سب کی نظر میں ابرو سے خوباں جس سے ذبح ہونے ارمان تیر گویا تیر مژگان تیغ ہر ایک تیغ نظر معشوقاں کمانوں پہ ابرو سمجھ کر قربان جان جاناناں۔

لشکر میں تو یہ تیاری ہو رہی ہے لیکن مہتر برق اپنے لشکر سے نکل کر کنارے لشکر حیرت کے آیا اور ایک ساحر ملازم وضع کی صورت بن کر داخل بارگاہ ملکہ موصوفہ ہوا۔ دیکھا کہ مجمر بڑی عزت سے دنگل پہ بصد شوکت بیٹھا ہے۔ ملکہ کنیز اور ارکان دولت سب خاطر اس کی کر رہی ہیں۔ جام شراب چل رہا ہے۔

برق یہ ماجرا کھڑا دریافت کر رہا تھا کہ اس کو صرصر عیارہ نے دیکھا کیونکہ جب حیرت طلسم میں چلی گئی تھی تو عیار بچیاں بھی اپنے ملک کو روانہ ہوئی تھیں۔ ملکہ کے آنے سے یہ بھی آئی ہیں۔ غرضیکہ جب صرصر نے اس کو دیکھا آہستہ سے کہا۔ "مرے موے کیوں اپنی جان دینے پر آیا ہے۔" برق اور ہی مطلب سے یہاں آیا تھا۔ اس وجہ سے اس کو کچھ جواب دہ نہ ہوا اور جست کر کے سراچہ پھرا کر نکل گیا۔ یہاں غلغلہ ہوا کہ عیار سراچہ پھرا کر نکل گیا ہے۔ صرصر نے کہا۔ "برق تھا جب میں نے پہچان کر اس کو قید کرنا چاہا تو نکل گیا۔"

مجمر یہ حقیقت سن کر چپ ہو رہا کچھ بولا تو نہیں مگر بطور تحقیق اس نے سحر کیا کہ حال اس کا آگے کھلے گا۔ فی الجملہ کچھ دیر تو مجمر ملکہ کی بارگاہ میں بیٹھا رہا۔ پھر اٹھ کر اپنے مقام پہ بہ آرام آیا۔ لشکر میں اس کے تیاری رزم کی ہو رہی تھی۔

ساحر ہوم انبار کر رہے تھے۔ بہادر تیز خنجر و تلوار کر رہے تھے اس نے بھی آ کر چند

منتر اپنے جگانے پھر سو رہا اور برق جو بارگاہ سے نکل گیا تھا یا تو عیاری کرنے آیا تھا یا خود بخود دل میں اس کے آیا کہ اپنے لشکر میں چلو زیادہ رات گئے آ کر کچھ لیٹیں۔ یہ سوچ کر اپنے لشکر میں آ کر وہ خیمہ جو اس کے آرام کے لیے معین ہے اس میں آیا اور آرام پذیر ہوا۔ بعد میں کچھ دیر کے اٹھا اور قصد کیا کہ اب چل کر کچھ فکر کروں لیکن ایسا نشہ اس وقت زیادہ معلوم ہوا کہ سر چکر کرتا تھا۔ یہ پھر لیٹ رہا اور سو گیا اور ایسا سویا کہ رات بھر آنکھ نہ کھلی۔

○○○

مجمر جادو

ہنگام سحر حمق خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ دیکھا تو نفیر سحر بج رہی ہے۔ ڈنکوں پر چوب پڑی ہے لشکر عازم جنگ گہ ہے۔ وقت صبح کا ہے۔ دل میں اس نے کہا۔ "اے حمق تو ایسا سویا کہ صبح ہو گئی اور رات کو ازخود لشکر مخالف سے پھر آیا اور بغیر شراب پیئے ایسا نشہ ہوا کہ تجھ سے اٹھا نہ گیا اور اس میں ضرور کچھ اسرار ہے۔ بڑا زبردست یہ مجمر جنگار ہے۔"

حاصل کلام خیمہ سے باہر آیا تو لشکر کو ہمراہ پایا۔ مہ رخ تخت پر سوار برابر اس کے تخت کے تخت ملکہ بہار گلدستے اس پر رکھے ابر کے ٹکڑے سر پر سایہ کیے ایک طرف ملکہ مخمور نشہ حسن سے مغرور برابر اس کے ملکہ سرخ مو' جواہر زیور سے آراستہ مو بمو ایک سمت ملکہ زلف آرا زلف اس کی دام بلا۔

غرض اسی طرح یہ سب شہزادیاں لشکر بیکراں ہمراہ لیے سحر کی نیرنگیاں دکھاتی رواں تھیں لشکر میں باجے طرح طرح کے بجتے دل میں سوز و گداز پیدا کرتے۔ ہوائیں ٹھنڈی آتیں ابر برستے جنگل میں پھول کھلتے۔ اس کیفیت و بہار سے سب فوج پرے باندھے وقت سحر بشگفتہ خاطری جانب میدان رواں تھیں۔

خلاصہ مرام بڑے تزک و احتشام سے لشکر وارد معرکہ کار زار ہوا۔ اس طرف سے مجمر پچاس ہزار ساحر سامری مشرب ہمراہ لے کر زرمگاہ میں آیا۔ ساحروں کے تختوں کے آگے ڈھلے اور بانسریاں بجتی ہوئیں اژدر پھنکارتے' تھالیاں جنگل کی چھنکتیں۔ نارنج ان میں رکھے۔ سب نے آ کر میدان میں پرا جمایا۔ ملکہ حیرت بھی کئی لاکھ ساحروں کو تیار کرا کے علیحدہ میدان جنگ سے استادہ ہوئی۔ صفیں آراستہ کی گئیں۔ میدان جنگی نشیب فراز سے برابر کیا۔ ابر سحر ساحروں نے برسایا۔ عرصہ نبرد آئینہ سان صاف نظر آیا۔ نقیب نقابت کر کے ہٹے۔

اس وقت لشکر حریف میں علم ہائے سیاہ کے پرچم کھلے۔ دل جنگ بجا کڑکا ہوا۔ لشکر کے

سردار ہوا دار اپنے اپنے بڑھا کر حاضر رکاب امر ہوئے۔ مجمر نے اپنا اژدر میدان میں نکالا۔ اور بہت کچھ نیرنگ و شعبدہ سحر دکھا کر نعرہ مارا۔ "اے سرگروہ گمراہاں! اے فرقہ ممک حراماں آؤ مقابلہ مرداں میں۔" یہ نہیب اس ستمگر کی سن کر ملکہ مہ رخ کی طرف سے ایک افسوں خواں نامور سامنے اس کینہ پرور کے آیا اور طالب ضرب ہوا۔ مجمر نے سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک تیغ شکل برق شرر بار موجے ہوا پر از خود پیدا ہو کر اس نیک کردار کے اوپر گری۔ ہر چند اس نے سپر و سحر کیا۔ لیکن برق اجل نے خرمن حیات کو جلایا۔ جسد دو ٹکڑے ہوا۔ شور مرنے کا بیروں نے مچا دیا۔

مجمر پھر للکارا۔ اس طرف سے ملکہ سرخ مو اجازت اپنے حاکم سے لے کر طاؤس اڑا کر سامنے آئی اس نے پہلے تو وہی تیغ کی بجلی گرائی۔ جب ملکہ نے سحر سے پنجے پیدا کر کے وہ تیغ رکابی یعنی پنجے اس شمشیر میں لپٹ گئے۔ اس وقت دیوانہ اس بے حیا نے ایک زنجیر فولادی اپنی کمر سے کھولی اور چرخ دے کر ملکہ موصوف پر لگائی۔ حلقہ ہائے زنجیر شکل کمند گیرو گرد گردن و کمر میں ملکہ دلگیر کے الجھے۔ اس بیر نے جھٹکا دیا کہ یہ طاؤس سے گر کر زمین گیر ہوئی۔ ہر چند چاہا کہ روکیں مگر سنبھل نہ سکی کھنچتی ہوئی چلی۔ اس نے ساحروں سے حکم دیا۔ "آ باندھ لو۔"

ساحروں نے آ کر گرفتار کر لیا اور ایک زنگی نر زمین سے پیدا ہو کر اس بیچاری کو اندر زمین کے لے گیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر ملکہ زلف آرا نے جس کا نام مشکیں موے کا کل کشا بھی ہے اپنے فرس کو اڑایا اور سامنے اس کے آ کر اپنے جوڑے سے ایک پیکان نکال کر سحر دم کر کے اس پر مارا۔ اس نے سحر پڑھا کہ پیکان اور سمت چلا گیا۔ ایک دانہ ماش کا نکال کر منتر پڑھ کر جو مارا ملکہ زلف آرا پتھر کی ہو گئی۔ فلک نے نئی سنگدلی دکھائی کہ اس صنم زیبا صورت کی شکل تصویر آذری بنائی۔ یہ حقیقت اس کی زبردستی کی دیکھ کر لشکر مہ رخ پر بیم و ہراس طاری ہوا مگر اتنی مدت سے ایسی آفتیں جھیلتے چلے آتے ہیں۔ بدیں وجہ ثابت قدم رہی۔ اور لرزاں جادو نے باجازت مہ

رخ جا کر سامنا کیا اور بغیظ و غضب تمام ایک تلوار اس بد انجام کے لگائی۔ اس خیال سے کہ جو پہلے مار چلے وہی میری ہے۔ لیکن اس نے ہنس کر ایسا سحر پڑھا کہ چار پنجے پیدا ہوئے تو پنجے تو تلوار میں لپٹ گئے کہ ضرب سے مجمر محفوظ رہا اور دو پنجوں نے لپٹ کر کلائی سے تلوار چھین لی اور مشکیں باندھ کر لے گئے۔

اسی طرح اس نابکار نے شام تک انواع و اقسام کے سحر کئے اور بہت سے ساحر و ساحرہ لشکر مہ رخ کے گرفتار ہوئے۔ اگر شرح اس کی جائے تو بہت طول کلام ہو گا

حاصل مرام جب ساحرہ شب نے دانہ انجم پڑھ کر عرصہ فلک میں پھینکے ساحر روز رو بفرار لایا کہ

غرض شکل مرض گھٹنے لگا دن
چھپا جلد اس قدر گویا نہ تھا دن

شام کو مجمر نافر جام نے للکار کر کہا۔ "اے فرقہ گمراہاں پردہ شب تمہارے بچنے کے لیے عالم میں حائل ہو گیا۔ اب بھی سرکشی و نخوت سے باز آؤ۔ ورنہ ہنگام سحر ملک الموت کی گرم بازاری ہے۔ جان کی تمہاری خریداری ہے۔

یہ کہہ کر طبل بازگشت بجوا دیا۔ لشکر میدان سے پھرے۔ حیرت سر پر سے اس خیرہ سر کے زر نثار کو آتی ہوئی اور تعریف کرتی ہوئی داخل بارگاہ ہوئی اور لشکر نے پڑاؤ پر کمر کھولی۔ اس طرف ملکہ مہ رخ رنجیدہ و پریشان مراجعت فرما کر علوشان سے داخل بارگاہ ہوئی۔ وہ سردار جو مقید ہو گئے۔ ان کے وثقوں پر غاشیہ ڈلوا دیئے اور اشک حسرت بہائے۔ فوج بھی متردد پراگندہ خاطر اتری۔

خصوصاً وہ لشکر کہ وہ جن کے افسر قید ہوئے ہیں۔ نہایت ہی مضطر تھا۔ ہر سمت رنج و الم کی تقریر جان دینے پر آمادہ صغیر و کبیر ناچ نہ راگ کا چرچا غم کا کھڑاک پھیلا ہوا ادھر جب وہ بے دین یعنی مجمر لعین اپنی بارگاہ میں آیا۔ مئے خواری کر کے گرلیا اور

حکم دیا۔ "نقارہ رزم کا بجے۔"

مجمر و حکم ساحروں نے طبل جنگی بجایا۔ ساتھ ہی ہزارہا گھنٹہ اور ناقوس بجا۔ دل ترک دہر و ساحر فلک کا دہل گیا۔ اس طرف کے ساحر تو خوشی کر رہے تھے کہ کل دشمن کو مار کر دولت عظیم گنج فخیم پائیں گے یعنی مال عدو کا تاراج کریں گے۔ اور جلد سے فتح رزم میں بادشاہ سے انعام بہت کچھ پا کر ناز کریں گے۔

غرضیکہ خبر نواخت طبل جنگ سہ رخ دل تنگ کو طائران سحر نے پہنچائی۔ ملکہ کے منہ پر اداسی چھائی مگر ہمت مردانہ کو اس بہادر شیر دل نے کام فرمایا۔ بے اختیار نقارۂ سحر کو بجایا۔ کوس حلبی ادھر بھی گرجا صدائے نقارہ سن کر لشکر بہادر بشاش ہوئے۔ بزدل نامرد بد حواس ہوئے۔ لب پر یہ گلہ تھا کہ ہم آج یہاں اے کاش ہوتے بہت سے تو رات ہی سے کنارہ کر گئے۔ سوچ کر کہ ہم یہاں ٹھہرے اور ہول کھا کر مر گئے۔ شجاعت شعاراں علی تبار تیاری میں اسباب جنگ کے مصروف ہوئے۔ ساحر سحر خوان تھے۔ مبارزوں کے تیز ہوتے خنجر براں تھے۔ ان کو نہ پروائے مرگ نہ فکر عیال جوش تہوری سے چہرہ لال۔ نامردوں کا خوف سے برا حال۔ یہ لوگ ایسا سمجھے کہ موت کا آنا برحق ہے پھر اس کا کا کیا قلق ہے۔ بزدل کہتے جان بچانا حق پھر اسی بات کا دل کو قلق ہے۔

فی الجملہ تو یہ ہنگامہ ہے لیکن برق بانمائے عیاری سے درست ہو کر پھر روانہ ہوا اور آج مطلق شراب نہ پی۔ اس لیے کہ کل کا ایسا حال نہ ہو۔ پس جب اپنے لشکر سے نکل کے چند قدم آگے بڑھا۔ راستہ بھول کر کسی طرف اور چلا گیا۔ کچھ دور چل کر خیال آیا کہ لشکر میں دشمن اس طرف کہاں ہے جو تو جاتا ہے یہ سمجھ کر ادھر سے پھرا اور اپنی دانست میں لشکر مجمر کی جانب قدمزن ہوا۔ مگر بھٹک کر اور سمت پہنچا۔ اب تو اس نے دل سے کہا اے برق آج راہ لشکر عدو سے گمراہ ایسی دشوار ہو گئی کہ اس لشکر کا کہیں پتہ نہیں یہ سحر ہے اسی مجمر حرامزادے کا۔ پس رات بھر میں ہزارہا تدبیریں کیں مگر اس فوج میں جانا ممکن نہ ہوا۔ آخر وہ وقت آیا کہ صبح ساطع

کا عرصہ فلک میں پراگندہ ہوا اور پنجہ مہر پنجہ علم کی طرح دشت عالم میں تابندہ کہ

گجر نے دی صدائے آمد صبح
بندھی ہر سو صدائے آمد صبح
سحر کا دانت تھا ہی شب کے اوپر
وہ آئی مشعل خورشید لے کر

صبح کو مستر بحق اپنے لشکر میں آیا۔ لشکر جانب وادگلہ رواں تھا۔ ملکہ مہ رخ شان سوار ہوئی تھی۔ ساحروں کے پرے پیادوں کے غول معظم رشان تمام جاتے تھے۔ صحرا میں اس فوج کے پہنچنے سے نئے نئے لطف نظر آتے تھے۔ وہ نور کا تڑکا اور جنگل سرسبز وہ اس میں گلرخ جادوگرنیوں کا لباس نافرمانی و زعفرانی پہن کر آنا' طرح طرح کے پھولوں کا کیا صحرا میں کھل جانا شفق سحر پھیلی تھی۔ لال کرتی کی پلٹن یہ رنگ دکھاتی نسیم سحر دل میں سوز و گداز بڑھاتی کبھی ہلکے ہلکے ابر آتے۔ وہ نور صبح میں اور زیادہ لطف بڑھاتے۔

خلاصہ یہ کہ اس طرح وارد عرصہ نبرد ہوئے۔ ادھر سے مجمر فوج بیکراں لے کر آیا۔ حیرت نے بھی آ لشکر کا ایک سمت پر ا جمایا۔ ساحروں میں ڈمرو بجا۔ لشکریوں نے قرنا کو دم دیا۔ صفیں کھنچیں۔ تیغیں چمکیں علم کو لے ساحر جے جے پکارے۔ بہادروں نے نعرہ ہل من مبارز مارے نقیب آگے بڑھ کر للکارے کہ عالم میں صدا کس ہے۔ دلاوروں کا نام بہادروں کا کیا ہے۔ کام لڑ کر ہو جانا تمام دیکھو۔ اب نہ رستم ہے نہ سام۔ یہ کہہ کر نقیب ہٹے لڑنے کا حوصلہ بڑھا۔ رن سر چڑھا۔ مجمر اژدر اتا کر اجازت حیرت سے لے کر میدان میں آیا اور مبارز طلبی کی۔ یعنی للکارا۔ "اے گنہگاران میں نے چاہا تھا کہ تم بچ جاؤ مگر تم نے نہ مانا۔ قضا ہی تمہاری آئی ہے۔ خیر آؤ میرے مقابلہ میں اس وقت زلزلہ جادو نے جادو چاہا کہ میں غرق زمین ہو کر قلاب ارض کو

جنبش دی۔ لیکن تنتن کو مثل سنگ سخت پایا۔ ناچار قدم جانب میدان بڑھایا اور جاتے ہی ایک تیر کمان سحر میں رکھ کر حریف کے لگایا۔ اس نے سحر پڑھ کر دستک دی۔ ایک پنجہ قرطی لیے پیدا ہوا۔ اس نے اس تیر کو کاٹ دیا۔ اور پھر مجمر نے دو تیر تنتن پر مارا کہ تنتن سے ایک زنگی تیرا دبط پیدا ہوا اور زلزلہ کے آ کر لپٹ گیا۔ اس نے ہر چند سحر سے اس کو قتل کرنا چاہا لیکن ممکن نہ ہوا۔ اس نے مشکیں باندھ لیں اور تنتن میں لے کر غائب ہو گیا۔

یہ حال دیکھ کر ملکہ بہار کو تاب نہ رہی اور تخت اپنا آگے بڑھایا۔ ملکہ مہ رخ نے لاکھ لاکھ منع کیا کہ تم نہ جاؤ۔ مگر اس نے نہ مانا اور سمت میدان روانہ ہوئی۔ بہار عالم اس پر بلا گردان ہوئی۔ وہ چہرے پر غصہ آیا ہوا۔ پسینہ پیشانی پر نکلا ہوا۔ جوڑا ارغوانی ملگجا ہوا۔ تیوری چڑھی۔ زلف رخ پر بکھری ہوئی۔ کعب پر اصحاب فیل کی چڑھائی کہ

ناگنی پیچ میں آ اس کے نہ مانگے پانی
کیل جائے وہیں کالا جو ڈسے اس کی لٹک
قتل کرنے کا یہ جوہر نہ ہو شمشیر کے بیچ
اس کے ابروئے سے مشابہ نہ بنائیں جب تک
رنگ رخسار سے شرمندہ ہو کندن کی دمک
آگے غضب کے خجالت زدہ ہونے کی ڈلک

جب یہ بہار بوستان حسن سامنے اس خزاں رسیدہ کے پہنچی اس نے ایک نارنج اس پر مارا۔ ملکہ نے انگشت حنا آلودہ سے اشارہ کیا کہ نارنج صحیح الٹا پھر گیا۔ مجمر نے نارنج اپنا آپ روکا۔ یعنی تنتن میں غرق کر دیا۔ اب ملکہ بہار نے ایک گیند اپنے گلدستہ سے توڑ کر اس کا سینہ تان کر مارا۔ اس نے گیند اس کو توڑتے دیکھ کر غور کیا کہ اس گلعذار کے سحر کا توڑ مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ پس بہت جلد اپنے جوڑے سے

ناریل نکال کر افسوں دم کر کے اس نے تو گیند مارا۔ اس نے ناریل مارا۔ گیند تو جا کر اس پر پڑا اور ناریل اس پر پڑا۔ نہ یہ اس کے سحر کا رد کرنے پائی اور نہ وہ رفع کر سکا۔ برابر سے جو سحر ہوا۔ دونوں بیہوش ہو گئے۔ بیہوش ہوتے ہی ایک طرف سے بلبل اڑتا ہوا آیا اور ایک سمت سے ایک چیلا پیدا ہوا۔ بلبل نے تو پر اپنے روئے گلعذار پر بہار پر ملے اور نغمہ سنجی کی کہ "اے بی بی! بسان سبزہ خفتہ پائمال ہونے کو تمہارے دشمن ہوئیں۔ نرگس کی طرح ہمیشہ بیدار ہو لو' اٹھو۔ عدو روسیاہ کو لالہ نمط داغ و داغی غلام اپنا بناؤ۔"

ملکہ بہار ان باتوں سے اس بلبل شیوا زبان برنگ شبنم گل فرش خاک پر سے اٹھی اور ادھر اس چیلے نے پاؤں دبا کر مجمر کو ہوشیار کیا۔ جب یہ دونوں ساحرتاں کینہ خواہ سنبھل کر استادہ ہوئے مجمر کو اپنے بیہوش ہو جانے کا بڑا رنج ہوا۔ اور فرط غضب سے ایک مٹھی بھر ماش لے کر اور افسوں اس پر دم کر کے ملکہ بہار پر بہ جلدی تمام مارے' چھرا ماشوں کا ملکہ نے تیروں کی طرح آتے دیکھ کر سحر پڑھا کہ سپر پیدا ہو کر جسم کی پناہ ہو گئی۔ مگر وہ ماش آ کر لشکر ملکہ بہار و مہ رخ پر گرے۔ ہزار ہا آدمی کو مثل خدنگ دلدوز توڑ گئے اور وہ مر کر گرے۔ ہیروں نے غل مچایا۔ شور قیامت خیز بلند ہوا۔ تمام لشکر کی صفوں میں تلاطم پڑ گیا۔

ملکہ بہار نے بہت سپریں سحر کی پیدا کر کے اپنے تئیں چھپایا مگر بچاؤ نہ ہوا۔ ایک دانہ ماش کا شانہ پر آ کر پڑا۔ اس نے بہت جلد افسوں پڑھ کر شانہ پر دم کیا کہ جس کے سبب شانہ میں زخم تو نہ پڑا مگر چوٹ بہت لگی اور اس نے بھی جلا کر ایک گلدستہ اٹھا کر افسوں نانہ پڑھ کر کھینچ مارا۔ مجمر فوراً غائب ہو گیا۔ گلدستہ کی پنکھڑیاں الگ ہو کر اس کے لشکر میں گریں اور پھول ان کے بکھر گئے۔ لشکریوں نے دوڑ کر پھول چنے اور ہزارہا آدمی نے وہ پھول سونگھے اور عشق ملکہ بہار میں از خود رفتہ ہو کر اپنے سر اپنے ہاتھ سے کاٹ ڈالے۔

اب ادھر بھی غوغا عظیم برپا ہوا۔ صفوف لشکر تہ بالا ہو گئیں۔ بہادروں نے شور مچایا۔ جب ملکہ بہار لڑنے نکلی تھی' حیرت سے بے قرار ہوئے تھی کہ یہ ساحر زبردست ہے۔ اگر بہن میری مغلوب ہوئی تو یہ ساحر مجھ پر فخر و افتخار کرے گا۔ اب جو بہن نے اس کی یہ آفت برپا کی۔ وہ نہایت دل میں خوش ہوئی اور مجمر جو غائب ہوا تھا قریب ملکہ مسطورہ پشت پر آ کر ظاہر ہوا اور بعجلت تمام خاک قبر جمشید ملکہ پر چھڑک دی۔ ملکہ چرخ کھا کر گری۔ مجمر نے سحر پڑھا کہ پنجہ پیدا ہو کر ملکہ کو اٹھا لے گیا۔

یہ حال جو ملکہ مہ رخ نے دیکھا تخت پر سے اتر کر بیساختہ اس کے قریب آئی اور نعرہ زن ہوئی کہ "ارے او دغا باز یہ دھوکے کی لڑائی لڑتا ہے۔ وہ چیز کہ جس سے جملہ ساحر عاجز ہیں اس کو تو کام میں لایا اور بہار کو روز بد دکھلایا۔ اس کی سند کب ہے۔"

یہ کہہ کر بغصہ جھپٹ تلوار ماری مگر یہ خیال نہ رہا کہ خاک قبر جمشید اس کے ہاتھ میں ہے۔ چنانچہ جیسے ہی اس نے تلوار ماری اس نے خاک اس پر بھی چھڑکی کہ یہ بھی آپ میں نہ رہی اور بیہوش ہو گئی اور ایسی بیہوش ہو گئی کہ گویا اس کے ہوش میں آنے کی سب کو امید منقطع ہو گئی۔ یہ حال جو فوج نے اس کی دیکھا دیکھی لینا لینا کہہ کر چلی۔ مگر اس ساحر نے سحر پڑھا کہ پنجہ آ کر اس کو بھی اٹھا لے گیا اور ساحر نے بھی فوج کو حکم جنگ مغلوبہ دیا۔

دونوں لشکر باہم جنگ آور ہوئے۔ سحر چلنے لگے۔ کلّا بیروں کی پکار ہوئی۔ گھمسان کی کار زار ہوئی۔ کہیں پتھر برسنے لگے۔ کسی جگہ انگارے گرے۔ سانپ پیدا ہو کر ڈسنے لگے لوگوں کے۔ چھرے ماش کے دانے پڑنے لگے۔ بوچھاڑ ہوئی۔ العیاذ باللہ آفت عظیم برپا تھی۔ لاش پر لاش گر رہی تھی۔ غیر ساحر شمشیر زنی کرتے تھے۔ تلواریں زہر اگلتی تھیں۔ کمانیں چلا رہی تھیں کہ بہادرو ہو کر گوشہ نامردی میں منہ نہ چھپاؤ۔ لب سوفار کی صدا تھی کہ لائق تحسین وہ جو کام کر جائے۔ دہل اور دمامے شور کرتے تھے۔ علم سر بلندی کا نشان بتاتے تھے۔ گرز لاف زنی کرنے کی زبان ہلاتے تھے' خون کا دریا بہتا

تھا' لوہا برس رہا تھا۔ زمین تھرائی تھی گھوڑوں کے ہمہمے بلند تھے۔ عجب ہنگامہ تھا۔

مجمر ہوگہر نے دیکھا کہ لشکر عمرو پائے ہمت استوار کر کے جان دینے پر آمادہ ہے اور چڑھتا چلا آتا ہے پس اس نے حباب شیشہ کا اپنی جھولی سے نکال کر سحر دم کر کے فوج دشمن پر مارا اس وقت ایسی صدائے مہیب آئی کہ گویا آسمان پھٹ پڑا اور وہ حباب بسان حباب چرخ دوار و دراز ہو کر لشکر مہ رخ نکوکار پر محیط ہوا۔ اس دم سب فوج مجمر کی فوج عدو سے علیحدہ ہو گئی اور سرپوش کی طرح وہ حباب تمام لشکر مسلمان پر ڈھک گیا۔ اندر اس حباب کے ہر ایک بیہوش ہو کر گرا۔ وہ شیشہ کا قید خانہ مثل حصن حصین ان کے لیے ہو گیا۔ وہ تمام گروہ محلہ خاموشاں میں جا کر بسا۔ مردوں کی طرح اس حصار گورستاں میں بے صدا و ندا ہو کر پڑا۔

ان سب کے گرفتار ہوتے ہی یہ ساحر طبل آسائش بجا کر پھرا۔ اس کے لشکریوں نے مال و اسباب و خیام بارگاہ پر جا کر قبضہ کر لیا۔ جو فوج کو پڑاؤ کی حفاظت کو معین تھی روبفرار لائی۔ بازار بازاریں لٹ گئیں۔ دکاندار بھاگے گردش روزگار ناہنجار کی شکایت ہر ایک کی زبان پر جاری ناقدر دانی چرخ کج مدارج ہر ایک عاری کوئی کہتا تھا کہ اے فلک غدار یہ تیری خو ہے۔ سفلہ پروری کی ہمیشہ تجھے آرزو ہے۔

کوئی کہتا ہے۔ اے دہر خونخوار اگر تو قتل کرتا ہے تو پھر پرورش کیوں کرتا ہے۔ کوئی بھی اپنے پالے ہوئے کو مارتا ہے۔

کسی کی زبان پر تھا۔ اگر تجھ کو دشمنی کرنا ہے تو بجائے چند روز یاری کرنا کیا ضرورت ہے۔ اے دون ہمت جفا کاری ہی تیرا دستور ہے۔

اس لشکر کی تباہی کا کیا حال بیان کیا جائے۔ یہاں تو سب اسیر سر پنجہ تقدیر ہیں۔ مگر مجمر سے بے پیر شاداں و فرحاں جنگ گاہ سے پھر کر اپنی بارگاہ میں آیا اور ملکہ حیرت نے بھی داخلہ بارگاہ میں اپنی فرمایا۔ لشکر لاکھ ساحروں کا گرد اس حباب سحر کے برائے نگہبانی لشکر مہ رخ مقرر کیا۔ باقی لشکر نے کمر کھولی۔ آسودہ ہوا۔ ہر سمت گھما گھم ہے۔ ہر شخص شاد و خرم ہے۔ جا بجا اسباب عشرت کا مرانی مہیا تھا۔ بادہ خواری کا

چڑھا تھا۔ ملکہ حیرت نے غرض اس طرح کی بادشاہ طلسم کو لکھ کر طائر سحر کو دے کر روانہ کی اور آپ بعد مسرت بیٹھی۔ ادھر مجمر نے اپنی بارگاہ میں آ کر سحر پڑھا کہ پنجہ جو مہ رخ و بہار کو لے گئے تھے۔ وہ ان کو لے کر حاضر ہوئے۔ اس نے ایک خیمہ اپنی بارگاہ کے متصل استادہ کرا کر ان کو بھی مقید کرایا اور کئی ہزار ساحروں کا پہرا مقرر کیا۔ غرض جب سب انتظام کر چکا بارگاہ ملکہ حیرت میں گیا اور شریک بزم عشرت ہوا اس عرصہ میں حباب فلک کی قید سے چھوٹ کر شاہ خاور جانب ملک مغرب گیا اور سپاہ انجم کا پہرہ چرخ پر مقرر ہوا کہ

سر شب کیا شفق شعلہ فشاں ہے
کہیں سرخ آگ سے بھی آسماں ہے
لٹاتا ہے آب گل خورشید کا زر
چمک دکھلا رہے ہیں شب کے اختر

شام کو ساحر نافر جام اپنی بارگاہ میں بسر آرام آیا۔ فی الجملہ یہ تو نہایت درجہ خوشنود ہے مگر تفکر سر پر موجود ہے۔ وہ یہ کہ برق جو دو روز سے اس کے قتل کرنے کی فکر میں سرگرداں تھا۔ آج اپنے لشکر کی بربادی دیکھ کر مصروف نالہ و فغاں ہوا۔ آخر وہ ساحر جو روبفرار لائے تھے ان میں سے کئی جادو گرنیوں کو روکا کہ کہاں بھاگی جاتی ہو۔ آؤ میرے ساتھ چلو کہ میں اس ساحر نابکار کو واصل دارالبوار کروں۔

وہ بموجب اس کے فرمانے ہمراہ ہوئیں۔ یہ ان سب کو درہ کوہ میں لایا اور کہا۔ "تم صورت اپنی بزور سحر تبدیل کرو۔"

انہوں نے سحر سے نقشہ اپنا بدلا۔ اس نے ایک کو ان میں سے حکم دیا۔ "لشکر مجمر میں جا کر اس سے کہے کہ ملکہ بہار شمشیر تن و دختر شاہ طلسم نور افشاں تشریف لائی ہیں اور تم سے ملنا چاہتی ہیں۔"

ساحرہ بموجب حکم اس کے لشکر مجمر میں آئی۔ وہ اپنی بارگاہ میں تھا کہ ساحرہ نے سامنے آ کر سلام کیا۔ اور پیام آنے بران کا دیا۔ یہ بہت خوشنود ہوا اور خود بہر پیشوائی چلا۔ دامن کوہ میں جب آیا۔ یہاں برق بعد پیام بھیجنے کی صورت اپنی بران کی ایسی بنا کر زیور لباس سے آراستہ ہو کر اور جادوگرنیوں کو شکل کنیزوں کے تیار کر کے ٹھہرا ہوا تھا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اصل میں دیکھا کہ شہزادی طلسم نور افشاں بہزار ناز و ادا استادہ ہے۔ صحرا تمام اس مہ کے رخسار سے تابندہ ہے۔ مانگ اس کی موتیوں سے بھری ہے۔ تاروں بھری رات نظر آتی ہے۔ زلف شبگون قریب دہن تک آ کر لہرائی ہے یا سکندر کنارہ چشمہ حیات کے آیا ہے یا ابر سیاہ گلستان میں پرچھایا ہے۔ آنچل پلو کا دوپٹہ کاندھے سے ڈھلکا ہوا ہے۔ پائینچے کنیزیں سنبھالے ہیں۔ قامت زیبا سرو شمشاد کو خجلت سے پامال بناتا ہے۔ سینہ کا ابھار سیب کو آسیب پہنچاتا ہے۔

یہ حال ملکہ تمثال کا دیکھ کر ہزاروں جان سے یہ شیدا ہوا اور تسلیم کر کے قریب آیا۔ ملکہ نے فرمایا مقدمہ صحرا کا ہے یہاں ٹھہرنا اچھا نہیں۔ کوئی میرے باپ سے خبر کر دے گا تو برا ہو گا۔ آؤ ہم تم کسی مقام تنہا میں چل کر بیٹھیں۔

یہ کلمہ سنتا تھا کہ یقین اس کو ملکہ کی محبت کا اپنی نسبت ہو اور عجب نہ تھا کہ شادی مرگ ہو جائے پس دست بستہ عرض کی۔ اے ملکہ آفاق میری بارگاہ میں تشریف لے چلئے اور آرام فرمایئے۔

ملکہ نے کہا۔ "اچھا" پھر لے چلو راہ کس کی دیکھتے ہو۔ اس نے فوراً تخت سحر تیار کر کے ملکہ کو سوار کیا ملکہ نے اپنی کنیزوں کو سے فرمایا۔ "تم اسی جگہ درہ کوہ میں رہو۔ دو باتیں کر کے ابھی آتی ہوں۔"

کنیزیں سب ٹھہریں اور ملکہ تنہا روانہ ہوئی۔ مجمر کو یقین واثق ہوا کہ ملکہ مجھ پر فریفتہ ہے۔ جب تو اس نے کنیزوں سے بھی کنارہ کیا۔

الغرض دونوں تخت پر سوار باتیں کرتے بارگاہ میں آئے۔ ساحر مذکور نے بھی اپنے تمام

ملازموں کو بارگاہ سے کر دیا۔ تخلیہ کرا کے مسند جواہر کار پر ملکہ کو بٹھایا۔ آپ پائیں مسند پر بیٹھ کر نظارہ جمال عدیم المثال کرنے لگے۔ اس عیار نے صورت ملکہ بہران کی بنا کر اس ساحر کو پاس اپنے اس لیے بلایا کہ ساحر مذکور نے سحر کیا تھا کہ عیار راہ بھول جاتا تھا۔ پس اس نے اس کو طلب کر کے اس کے ساتھ ہو کر اس کی بارگاہ میں داخلہ کیا جو مانع تھا وہی رہبر ہوا۔ اگر عیار اپنے پاؤں سے چل کر آتا تو راہ بھول جاتا کیونکہ یہی سحر اس کا تھا کہ جو عیار آپ سے آئے راہ بھول جائے۔ یہ سحر نہ تھا کہ میں خود لے آؤں تو راہ فراموش کروں۔

فی الجملہ اب جو بہران نقلی مسند ناز پر بصد انداز جلوہ فرما ہوئی۔ لب شکر بار اس طرح کھولے۔ بہنگام تکلم موتی رولے کہ "اے مجمر میں اپنے باپ سے سخت عاجز ہوں نہ تو وہ میری شادی کہیں کرتا ہے نہ وہ بڈھا مر چکتا ہے۔ اکثر شاہان ظلمات نے پیام بھیجے۔ لیکن اس نے منظور نہ کیے۔ اب یہ نیا گل پھولا ہے کہ عمرو عیار کو اپنا رفیق بنایا ہے۔ افراسیاب جادو ایسے بادشاہ زبردست سے لڑنے کا دعویٰ کیا اب میرا ارادہ ہے کہ اپنے بھائی جمشید بن کوکب کو شریک کر کے اس کو گرفتار کر لوں۔ اے مجمر تم مجھ کو بادشاہ جادواں سے ملا دو۔ وہ بادشاہ عالی جاہ جس کے ساتھ چاہے میری شادی کر دے۔ اور میرے یہ شایان نہیں ہے کہ میں بغیر کسی بادشاہ جمہور کے شریک کئے آپ کسی کو لوں اور چھنال مشہور ہوں۔ میری شادی میں کروڑوں روپیہ صرف ہوں گے' جب ہو گی۔"

مجمر یہ باتیں سن کر قدم پر اس سراپا ناز کے سر اپنا رکھ دیا اور کہا۔ "اے گل بوستان رعنائی و زیبائی میں تیرے سب کام درست کر دوں گا۔ لیکن مجھی کو اپنی غلامی میں قبول کرنا اور میں بھی قلعہ ظلمات کا حاکم ہوں۔ علم سحر میں بہت بڑا عالم ہوں۔ شاہان ظلمات سے مجھ کو بھی بادشاہ کہتے ہیں۔ جب سے میں نے آپ کا دیدار دیکھا ہے دل مضطر سے صبر و قرار جاتا رہا ہے۔ جینا دشوار ہوا ہے اگر تجھ کو نہ پاؤں گا مر جاؤں گا۔

یاں چاک ہے سینہ بھی جگر بھی
کچھ اس کی نہیں ہے تمہیں خبر بھی
ہونٹوں پہ ہے اب تو جان آئی
کس دن کے لیے پھر آشنائی
وہ روز ہے سب یہ زیست کا لطف
مجھے جو ہمارے بعد کیا لطف
پھر تم ہوئے جو ملول تو کیا
تربت پہ چڑھائے پھول تو کیا
کیا ہم کو کھلے جو غم میں گیسو
کیا ہم کو اگر بہائے آنسو

ملکہ نے یہ کلام سن کر مسکرائی اور سر اس کا ٹھوکر سے سرکا دیا۔ اس نے سر اٹھایا۔ ملکہ نے انگوٹھا دکھایا اور کہا۔ "کیا خوب مردوے حواس میں آ۔ اپنا عشق کسی اور سے جتا لو اور دیکھو چونچلے کی خوبی۔ میرے یہاں ایسے ایسے نفرے ہزاروں پڑے ہیں کہ قلعہ جات طلسم کے مالک ہیں۔ لو صاحب میں ان کے پاس شہ جاوداں سے ملنے کیا آئی کہ یہ اور ہی سمجھے۔ قربان اس سمجھ کے۔ کیا میرے دشمنوں کی شامت ہے جو میں ایسوں پہ گروں گی۔ شاہان جہاں اڑ گئے ہیں جو میں ایک قلعہ دار کی جورو بنوں گی۔ کیا اپنے ملازموں سے بادشاہ تخلیے میں مشورہ نہیں فرماتے ہیں۔ پھر کیا وہ ملازم ان کی صحبت کے خواہاں ہو جاتے ہیں۔ میں آپ کیا شہنشاہ و ساحران کے پاس نہیں جا سکتی ہوں جو تم کو محرم بنا کر جاؤں۔ مجھ کو فقط یہی خیال تھا کہ بادشاہ سے وہ ایک بار میں لڑ چکی ہوں۔ بغیر وسیلہ سامنا نہ کروں گی۔ اس لیے تم کو راز دار بنایا۔ تم نے منہ چڑھتے ہی گال کاٹا۔ کیا کہوں اگر میرے طلسم کا کوئی ناظم ایسے کلام کرتا تو سخت سزا دی جاتی اور اب بھی میں شہ جاوداں سے جا کر یہ سب ماجرا بیان کروں گا اور وہ تو جا

ایسے تیسے دیکھ تو تیرا حال کیا کرتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھی کہ لے اب میں جاتی ہوں۔ اس غصہ کو دیکھ کر مجمر بد حواس ہو گیا کہ بڑا غضب ہوا اگر اس نے شعلہ طلسم سے جا کر یہ حال کہا تو وہ زندہ نہ چھوڑے گا اس لیے کہ کوکب اس کا پیر بھائی ہے۔ اس کو وہ اپنی بھتیجی جانتا ہے۔ دوسرے یہ کہ جب اس سے اور بادشاہ سے صفائی ہو گئی تو لڑائی کا بھی دباؤ جاتا رہا اور لڑنے والوں کی بھی قدر نہ رہے گی۔ تیری بہت بری حالت ہو گی۔ تو نے بڑا ستم کیا کہ یکایک سوال وصل کر بیٹھا۔

پس یہ موقع اٹھا اور ملکہ کے پاؤں پر گر کر گویا ہوا۔ اے شہزادی میرا قصور معاف فرما اور ایک لمحہ یہاں اور ٹھہر جا۔ میری کیا مجال ہے جو نگاہ بد سے دیکھوں۔ آپ نے ذکر شادی کا کیا۔ پھر شادی کا پیام غریب امیر کے یہاں دے تو کچھ گناہ نہیں۔"

یہ کہہ کر رونے لگا۔ ملکہ نے اس کے آنسو اپنے ہاتھ سے پاک کئے اور ہنس کر ایک طمانچہ ڈھیلے ہاتھ سے مارا کہ موئے عورتوں کی طرح ٹسوے نہ گرا، جا میرے لیے شراب لا۔ ان اداؤں سے پھر اس کو دلیری ہوئی اور دل سے کہا۔ "یہ ناز معشوقانہ ہے تو گھبرا نہیں۔ اگر بخت رسا ہے تو قریب میسر وصل جانانہ ہے۔ پس خوشی خوشی شراب کی سامنے لایا۔ اس عیار نے ایسا کچھ بہکایا کہ مطلق اس کو خیال عیار کا نہ آیا اور وقت عجب طرح کا طرب خیز تھا کہ فرش صحن گیتی میں چاندنی کا بچھا تھا۔ جنگل میں پھول طرح طرح کے کھلے تھے۔ کٹورے پھولوں کے شبنم کے چھینٹوں سے لبریز تھے۔ ہوائے سرو کے جھونکے آ رہے تھے۔ ہوائے محبت بڑھا رہے تھے۔ معشوقہ حور رخ گھر میں مہمان فراہم عشرت کا سامان ناز و غمزے کا دور طرز انجمن کچھ اور ایک نشہ محبت سے چور دوسرا بادۂ حسن سے مخمور ایک کی نگاہ نشیلی دوسرے کی نظر حسرت بھری۔ وہ پاس سے جانب روئے زیبا دیکھتا یہ حال تھا کہ

کھلیں آنکھیں تو دیکھا اک گلستان
پری پہلو میں ہر صورت کے سامان
جھاڑ و شمع و ساقی شیشہ و جام
پری پیکر تھی معشوقہ گل اندام
کبھی پہلو میں تھی گاہے بہ آغوش
نئی شوخی کی گھاتیں تھیں نئے جوش
کبھی ہٹ جانا پہلو سے جھجک کر
کبھی بیٹھنا ہنس کر برابر
کبھی کہنا اجی اپنی خبر لو
یہ گرمی کس سے سیکھے ہو بتاؤ
کہاں تم اور کہاں یہ جام میرا
مگر شامت نے ہے کچھ تم کو گھیرا

اسی ہنگامہ ناز و نیاز میں ملکہ نے جام شراب ارغوانی سے لبریز کیا اور گھبرا کر کہا۔ "دیکھو ادھر سے کوئی جھانکتا ہے۔" مجمر نے اس کے کہنے سے اس طرف دیکھا۔ اس نے شراب میں بیہوشی ملائی اور گردن میں اس کے دست نازک حمائل کر کے کہا۔ "اے کم بخت میرا بھی دل تجھ پر آ گیا ہے۔ تیری منتوں نے ناچار کیا ہے۔ لے یہ بادۂ محبت ہے اس کو پی یہ ادائے دلفریب اس سفاک کی دیکھ کر مجمر تو یقین تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔ بے تامل وہ جام لے کر پی گیا۔ اب بے شک جی گیا۔

یہاں تو یہ ہنگامہ تھا لیکن ایک ساحر یہاں سے ملکہ حیرت کی بارگاہ میں گیا اور اس سے کہا۔ "اے ملکہ آج تو ہمارے افسر پاس ملکہ بہار آئی ہیں اور بڑی دیر سے بارگاہ میں تخلیہ ہے۔ نہیں معلوم کیا مشورہ ہو رہا ہے۔ یہ خبر سنتا تھی کہ ملکہ مذکورہ پریشان ہوئی

اور جلد صرصر عیارہ کو طلب کر کے حکم دیا۔ "جا دیکھ تو مجعمر کے پاس بران کیسی آئی ہے۔ اگر کوئی عیار ہے تو مجعمر کو شر سے اس کے بچا۔ اگر اصل میں بران ہے تو اس کا خیال کرنا کہ ایسا نہ ہو مجھ کے پاس ساز کر کے شریک مسلمانان نہ ہو جائے۔

صرصر یہ حکم سن کر بعجلت تمام تر روانہ ہوئی اور در بارگاہ مجعمر پر پہنچی۔ یہاں برق عیار کے بعد پلانے جام شراب کے ناز کر کے اس سے کہا تھا کہ لو اب ہم جاتے ہیں۔ وہ اس کو روکنے کے لیے اٹھا تھا۔ اٹھتے ہی بیہوش ہو گیا تھا۔ عیار مسطور نے خنجر بران نکال کر نیام سے گردن پر مارا تھا۔ لیکن خنجر اچٹ گیا اور خط بھی نہ پڑا۔ اس وقت تو اس نے کمند کی پھانسی گردن میں اس کی دے کر چاہا کہ کس کو دوں مگر گردن ایسی کرخت تھی کہ پھانسی بھی نہ لگ سکی۔

اس عرصہ میں صرصر اندر بارگاہ کے آئی۔ برق اس کے پاؤں کی آہٹ سن کر سمجھا کہ کوئی آتا ہے۔ پس گھبرا گیا کہ افسوس میری ساری محنت برباد گئی۔ پس اسی گھبراہٹ میں کہ نہ مہلت شیشہ گرم کر کے پلانے کی ملی نہ پشتارہ لے جانے کا قابو پایا۔

اس اثنا میں صرصر نے جلو خانہ بارگاہ طے کر کے اندر قدم رکھا۔ اس نے بہ جلدی تمام مستعدی سے منہ مجعمر کا کھول کر زبان اس کے باہر نکالی اور اگرچہ سارا بدن اس کا سحر بند تھا۔ مگر زبان سحر میں سختی سے خارج تھی۔ کیونکہ وہ سخت ہوتی تو کلام کرنا اور کھانا کھانا دشوار تھا۔ پس زبان اس کی اس نے کاٹ لی۔

اس وقت صرصر بھی قریب آ کر کر کہہ رہی تھی۔ ارے موئے کیا کرتا ہے۔ دیکھ میں آ پہنچی اور خنجر کھینچ کر دوڑی لیکن اس نے کچھ سماعت نہ کی۔ زبان کاٹ کر بھاگا۔ یہ کہتا ہوا کہ استانی مستانی میں ایک دن اسی طرح تیرے پاؤں کاٹ ڈالوں گا کہ تو ہر جگہ آ کر خلل انداز ہوتی ہے۔

صرصر نے مجعمر کو اٹھایا اور ہوشیار کیا۔ اب جو وہ ہوشیار ہوا۔ منہ سے لہو بہتا تمام گریبان تا بدامن خون سے بھرا منہ سے بولا نہیں جاتا۔ لڑ لڑ کرتا تھا۔ صرصر دل میں اپنے بہت خفی کہ موئے یہ شاگرد عمرو کے بڑے بلا کے ہیں۔ جب اس کا کچھ بس

نہ چلا تو زبان ہی کاٹ لے گیا۔

غرضیکہ یہ اس کو چھوڑ کر باہر بارگاہ کے نکلی اور ملازموں کو مجعمر کے پکارا۔ جب وہ آئے تو کہا۔ "مردو! تم ایسے غافل ہو گئے کہ عیار تمہارے میاں کی زبان کاٹ لے گیا۔ ملازم اندر بارگاہ کے آ کر چارہ ساز ہوئے۔ لیکن مجعمر بہت خون پی گیا تھا۔ زبان جڑ سے کٹ گئی تھی۔ ٹھہرو ٹھہرو کہہ بک کر بعد تھوڑی دیر کے مر گیا۔ العیاذ باللہ شور مرنے سے اس کے بلند ہوا۔ آفت دنیا میں آئی۔ بیروں نے بڑا غل مچایا۔ زمانہ تاریک ہو گیا۔ حیرت گھبرا کر اس کی بارگاہ کی طرف دوڑی۔

اس عرصہ میں مرمر نے آ کر سب حقیقت سنائی۔ ملکہ کو بڑا رنج ہوا لیکن سوائے صبر کے کیا چارہ تھا ناچار باخاطر ملول و چشم اشکبار اپنی بارگاہ کی طرف پھری۔ لیکن مرنے سے مجعمر کے مہ رخ و بہار جو خیمہ میں قریب بارگاہ مجعمر قید تھیں چھوٹ گئیں اور وہ حجاب شیشہ کا لشکر اسلامیان پر سے رفع ہوا۔ بس ان شیروں کا زنجیر قید و عقوبت اسیری سے چھوٹنا تھا کہ یہ سب تشنہ خون و گرسنہ جان حریف معہ ماہ سیرت و بہزنی ہیں بیان ضیغم و پلنگ غضب ناک حربہ سحر کے پکڑ کر لشکر مجعمر پر جا پڑے۔ ہزار ہا بجلیاں سحر کی چمک کر ایک بار گریں۔ خیام و بارگاہ میں آگ لگی۔ اس وقت بدحواسی اس لشکر کی کیا تحریر ہو یا بے فکری سے بستر خواب پر پا دراز کئے ہوئے تھے۔ مطلق سر جانے کا خیال نہ تھا۔ یا اب یہ آفت یکایک آئی۔ بس گھبرا گھبرا کر جو اٹھے کوئی لشکر حیرت پر جا پڑا۔ کوئی اہل اسلام کی جانب آ کر طعمہ نہنگ شمشیر ہوا کوئی اپنی پرچھائیں سے گریزاں تھا۔ مگر خوف سے کہ دشمن پیچھا ہی نہیں چھوڑتا کچھ دور بھاگ کر گر پڑا تھا۔ کوئی آپس میں لڑنے لگا تھا۔ کوئی ناریل سحر پڑھ کر اپنے ساتھیوں پر لگاتا۔ کلّا بیروں کو پکارتا' بھاگا جاتا۔ جو سحر نہیں جانتے تھے وہ ترکش میں تلوار اور نیام میں تیر کو ڈھونڈتے تھے۔ زیر جامہ کو گلے میں اور جامہ کو پاؤں میں پہنتے تھے۔ لشکر جو گرد حجاب سحر برائے حفاظت لاکھ ساحروں کا اترا ہوا تھا۔ وہ مسلح تھا اور ان بے خبروں سے ہوشیار وہ لڑنے لگے۔ سحر کی مار ہونے لگی۔ ماش کا دانہ آگ دھتورے کے پھل مسان

کی خاک کمہار کے چاک پر کی مٹی۔ مرچوں کے ہار چٹنے لگے لڑنے والے جلنے لگے۔

اس عرصہ میں وہ ساحر جن کو زنگی زمین سے ظاہر ہو کر لے جاتا تھا وہ بھی آ کر شریک رزم ہوئے کیونکہ زنگی پتلے سحر کے تھے۔ وہ مرگ مجمر سے غائب ہو گئے اور ان قیدیوں نے دیکھا کہ ہم ایک میدان میں کھڑے ہیں۔

غرضیکہ یہ بھی آ کر لڑنے لگے۔ مشکیں موٹے ستارہ زلف سے گرا کر ستارہ بخت عدو کو حضیض نحوست میں پہنچایا لرزاں و زلزلہ نے کوہ و دشت میں زلزلہ ڈال دیا۔ عدو کو چکر دے کر نشیب عدم دکھا دیا۔ ساحر تو اس طرح ابھرے ہوئے تھے لیکن مبارزان شمشیر زن نے خنجر و تیغ سے رن کی زمین پر لاشوں کی صفیں لسان فرش بچھا دی تھی۔ نئی انجمن ترتیب ہوئی تھی کہ سر لوٹتے تھے۔ رقص بسمل کا تماشا تھا۔ اس طرح شمشیر تیز دم نے مجمع سر تن اعضائے بدن میں فرق ڈالا تھا کہ حواس خمسہ بھی منتشر بغیر لڑے ہوئے جاتے تھے۔ اربع عناصر مثل طائران وحشت قفس تن سے اڑنا چاہتے تھے۔ اجزاء موالید ثلاثہ آتش شمشیر نے تجمد نہ رکھے تھے۔ جانیں اس طرح مطیع تیغ تھیں کہ بہ رنگ خادمان اشارہ پر خانہ تن سے نکل کر دوڑتی تھیں۔ وجود انسان کا نام عدم تھا۔ روح یوں جاتی تھی جیسے کسی معشوق پر جان جاتی ہے۔ قضا اس طرح آتی تھی جیسے کسی محبوب پر دل آتا ہے۔ قوت بازو سے دلیراں پر مبارز دہر تعریف کرتا تھا۔ جدھر سنئے لوہے کی جھنکار تھی۔ تیر دلدوز کی مثل قطرات باراں بوچھاڑ تھی۔ مہ رخ اور بہار کی مدح میں ترک فلک یوں ثنا خواں تھا کہ

ترے کمال کے آگے حریف روز نبرد
کہاں سے لائے یہ طاقت جو ہو سکے سیدھا
کہ جس کی تیغ کی ہیبت سے آسماں نے کبھو
بغیر خم کئے پشت اپنی سر اٹھا نہ چلا
شہا عجب ہے وہ شمشیر جس کی صولت سے

ترے عدو کو ہزیمت سے شوق ہے اتنا
گر اس کے بعد مصور جو کھینچے اس کی شبیہ
تو صرف اس کی بنائے کہ پچھلے پاؤں ہٹا

اسی طرح یہ سب لڑتے ہوئے کنارہ لشکر کے جب پہنچے وہاں بھی تہلکہ عظیم برپا تھا۔ چھڑ مشعلیں اور لگن مہتابیں چمک رہی تھیں۔ ملکہ حیرت تخت پر سوار فوج کو روکے استادہ تھیں۔ لشکریان اسلام ہزاروں کو قتل کر کے اس لشکر کے کنارے سے پھرے۔ اس لیے کہ حیرت سے تو مقابلہ ہی ہے پھر کسی اور دن سمجھ لیا جائے گا۔ فوج مجمر کی نالاں و گریاں جانب دریائے خون رواں گئی۔ اسی گیرو دار میں وہ رات بھی تمام ہو چکی تھی۔ وہ وقت آیا تھا کہ قتال دنیا نے جلی کٹی کرنے کو زبان شعلہ ریز آفتاب وہاں مشرق سے نکال اور خنجر عیار کرنے ظلمت شب مثل زبان مجمر کاٹ ڈالی۔

○○○

• قاہر کوہی

قاہر کوہی اپنے بھائی کی لاش اٹھانے میں تھا۔ بعد فراغ امور اموات غصہ میں بھرا ہوا کہ خداوند سے چل کر جنگ گاہ سے پھر آنے کا سبب دریافت کروں۔ بارگاہ میں آیا۔ یہاں آ کر سب سے بالا دست ایک ساحر کو بیٹھے دیکھا۔ پس اور زیادہ خشمناک ہوا۔ اور غصہ کو ضبط کر کے قریب بختیارک بیٹھ گیا اور گویا ہوا کہ "ملک جی! ہماری لڑائی تو برابر کی تھی۔ پھر طبل بازگشت کیوں بجوا دیا۔ ہمارا بھائی مارا گیا تھا' ہم بدلہ لینا چاہتے تھے یا حمزہ کو مارتے یا اپنی جان دیتے۔"

شیطان نے جواب دیا۔ "خداوند نے تقدیر تو کر کے اس بندہ کو طلسم سے فوراً بلوایا کہ اس نے آتے ہی جنگ فتح کر دی۔ مشیت خداوندی میں گزرا تھا کہ بغیر فتح کئے نہ پھریں گے۔ پھر تم سے یہ لڑائی فتح ہونا' ناممکن تھی۔"

قاہرہ نے کہا۔ "سب کے سر کٹ آئے اب کوئی حریف زندہ تو نہیں۔"

بختیارک نے کہا "یہ معاملہ میں نہیں جانتا تم سہیل سے پوچھو۔"

اس میں سہیل نے بھی یہ کلام سنا اور کہا۔ "ملک جی کیا معاملہ ہے؟"

کہا "یہ پوچھتے ہیں کہ تم جو لڑے تو کیا بڑھ کر کام کیا۔"

ساحر نے کہا۔ "جو کچھ ہم نے کیا وہ ظاہر ہے۔ یہ پہلوان ہیں دوپہر سے لڑ رہے تھے اور کچھ نہ ہو سکا تھا۔ ہم نے ایک ہی منتر میں کام تمام کر دیا۔"

قاہر تو آگ ہو رہا تھا۔ یہ سخن سن کر کہ دوپہر لڑے اور کچھ نہ ہوا اور زیادہ بھڑک اٹھا اور غصہ سے گویا ہوا۔ ارے نالائقوں کوہیوں تف ہے تمہاری اوقات پر اور تف تمہارے جینے پر کہ تم سے دو دوپہر لڑنے میں کچھ نہ ہو سکا۔ اب جو کچھ بہادر اور لڑنے والے ہیں یہ ساحر ہیں۔

سہیل نے ہنس کر کہا۔ "پھر اس میں کچھ شک بھی ہے۔ ہم نہ ہوتے تو یہ دن نصیب نہ ہوتا۔"

قاہرہ نے کہا۔ "اسے کیا واہی تباہی بکتا ہے۔ یہ کلام نامردوں کا ہے جو بہادروں کو سحر سے عاجز کرتے ہیں ورنہ دلاور سینہ سپر کر کے سر بکف ہو کر لڑتے ہیں واقع میں مسلمان بڑے بہادر ہیں اور اسی وجہ سے ہم پر فتحیاب ہوتے ہیں کہ کوئی سحر نہیں کرتے۔"

سہیل ایک طلسم کا رہنے والا تھا۔ کوہیوں کی زبان کم سمجھتا تھا۔ بختیارک سے مستفسر ہوا کہ یہ کوہی کیا بکتا ہے۔"

وہ شیطان لڑوا دینے میں استاد تھا۔ ہنس کر گویا ہوا "تمہیں گالیاں دیتا ہے۔"

یہ سنتا تھا کہ وہ غصہ میں آ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا۔ "او نالائق تو کیا بکتا ہے؟"

قاہر بھی کھڑا ہو گیا اور پکارا۔ "تو نالائق' تیرا باپ نالائق' تیرا جمشید نالائق' تیرا افراسیاب اور لقا سب تیرا کنبہ نالائق اور کم بخت تو میرے منہ چڑھتا ہے۔"

ساحر نے چاہا کہ سحر کرے۔ کوہی نے دل میں سوچا کہ ایسی تدبیر کرنا چاہیے جس میں یہ سحر نہ کر سکے۔ یہ سوچ کر فوراً زمین پر آہ کر کے گرا سہیل گھبرا کر تھما کہ یہ کیا ہوا اور اہل دربار بھی کھڑے ہو کر دیکھنے لگے۔ مگر قاہرہ جو زمین پر گرا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ سے ٹانگیں خوب مضبوط سہیل کی پکڑ کر جھٹکا دیا کہ وہ گھبرا کر اور یہ کھڑا ہو گیا اور جب تک سنبھلے سنبھلے اس وقت اس نے چکر دینا شروع کیا۔ اب اس گھمن چکر سے اور گھمنی یعنی چرخ کھانے سے سحر جادو سب رفو چکر ہو گیا۔ اہل دربار سب ہاں ہاں کرتے ہیں۔ دور سے پکارتے ہیں اسے کیا کرتا ہے' اسے چھوڑ دے۔

لیکن کون سنتا ہے جو ساحر ہمراہ سہیل آئے تھے لائق حاضری دربار نہ تھے باہر بارگاہ کے ایک خیمہ میں اترے ہوئے تھے۔ غلغلہ سن کر دوڑے۔ اتنے عرصہ میں قاہرہ نے ستون بارگاہ پر چرخ دے کر اس ساحر خیرہ سر کو جو مارا سر اس کا تڑاق سے چوب بارگاہ پر لگ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ ہلاک ہوا۔ زمانہ تاریک ہو گیا آواز آئی کہ مارا سہیل چشم جادو کو۔ آگ پتھر برسنے لگے۔

ادھر اہل اسلام کی عورتیں بلبلا کر استغاثہ بجناب احدیت کر رہی تھیں۔ رو رو کر دعا

مانگتی تھیں کہ الہ العالمین بتصدق نور ختم المرسلین ہمارے وارثوں کو بچا لے اور صحیح و سالم ہم سے ان کو ملا دے۔

تیری ہی ذات سے متعلق ہے عفو جرم
آنکھوں میں دل میں چشم میں ہر جا ہے تو ہی تو
مولا یہ سچ کہیں کہ ہوئی ہم سے کیوں خطا
مدت سے اپنے دل میں تھی بخشش کی آرزو
تا زیر آسمان ہو زمانہ میں صبح و شام
یارب یہ تجھ سے ہم بے کس کی آرزو

طلسم کی بستیوں میں تو جتنے آدمی ہیں سحر ضرور جانتے ہیں۔ چند آدمی اپنے گھروں سے نکل آئے اور اس سے ملاقات کر کے مستفسر ہوئے۔ "بھائے کس کی نوکری ہے کیا تنخواہ ہے؟"

اس نے کہا۔ "نور پیرہن جادو مصاحب ملکہ شعلہ چشم جادو بیابان نرگس زار میں جاتی ہیں کچھ ان کی طبیعت یہاں کے صحرا میں پہنچ کر سست ہو گئی ہے۔ وہ نوکر رکھتی ہے۔ تخت سحر اپنے لیتے چلو۔ تنخواہ بیس قرار دے گی۔ تمام عمر کو سرکار ہو جائے گی۔ چین کرو گے۔ اگر منظور ہو تو میرے ساتھ چلو۔"

دو ساحران میں سے غریب آدمی تھے اور نوکری کی خواہش رکھتے تھے۔ تخت پر اپنے گھر سے بیٹھ کر اور اس عیار کو بھی اپنے ساتھ بٹھا کر روانہ ہوئے۔ یہاں اس عرصہ میں کہ جب تک ضرغام پھر کر آئے۔ برق نے نور پیرہن کا لباس بدن مع زیور اتار کر اپنے زیب تن فرمایا اور رنگ و روغن لگا کر اس کی ایسی صورت اپنی بنائی اور اس کے دماغ پر بیہوشی کی پٹی چڑھا کر کنوئیں میں یا کسی گڑھے میں ڈال دیا اور ایک فرمان ملکہ شعلہ چشم کی جانب سے لکھا۔ مہر اس پر ملکہ مذکور کی کر کے اپنے پاس رکھا۔ مضمون

اس کے آگے بیان ہو گا یہ اس صورت سے درست ہو کر بیٹھا تھا کہ ضرغام ساحروں کو لے کر آیا۔ ان جادوگروں نے ملکہ نخلی کو بیٹھے پایا۔ تسلیم کے لیے سر جھکایا۔

ملکہ نے فرمایا۔ "ہم نے تمہارا پچاس روپے مہینہ کیا۔ ہم کو با آرام تمام بیابان نرگس میں پہنچا دو۔ جو کچھ ہمارا کام ہو براہ خیر خواہی کیا کرو اگر ہم خوش ہوں گے تو اور تمہاری ترقی کریں گے۔"

ساحروں نے کہا۔ ہم ہمیشہ سرفروشی اور جانبازی کریں گے اور جو کچھ ہم سے ظہور میں آئے گا حضور ملاحظہ فرمائیں گی۔

فی الجملہ نور نخلی تخت پر آ کر لیٹی اور ضرغام بھی ساحر بنا ہوا گوشہ تخت پر آ کر بیٹھا۔

ساحروں نے تخت کو بزور سحر اڑا دیا۔ اور جانب منزل مقصود راہ لی۔ سحر کے زور سے طرفۃ العین میں وہ تیس کوس زمین طے ہوئی۔

برق قریب بیابان نرگس زار تخت سے اترا اور ساحران ملازم شدہ سے حکم دیا۔ "تم کنارے اس چشمہ اور صحرا کے ٹھہرے رہو۔ جب تک میں نہ آ لوں قدم آگے نہ بڑھانا نہ یہاں سے کسی اور طرف جانا یہ مقام وادی ظلمات ہے۔ سراسر پر آفات ہے۔ میں بحکم شاہ یہاں آئی ہوں۔ ورنہ جو کوئی یہاں آئے گرفتار آفت ہو جائے۔"

وہ ساحر وابستہ حکم تھے۔ ایک درخت کے نیچے تخت لے کر ٹھہرے اور ضرغام و برق آگے بڑھے۔ دیکھا کہ ایک صحرا کئی کوس کا نرگس زار ہے۔ نئی طرح کی بہار ہے۔

چاندنی رات میں نرگس کے پھول کھلے ہیں۔ نرگستان کواکب کو شرماتے ہیں۔ دیدۂ ثوابت کے ہم چشم نظر آتے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ معشوقان نرگسی چشم چاندنی کی بہار دیکھنے کو مجتمع ہیں ہر درخت شاں ہو کر آنکھیں ایک دوسرے سے لڑاتا تھا۔ معروف نظر بازی تھا ہوا سرد چلتی تھی۔ جو کلی تھی وہ یہ پتہ دیتی تھی کہ کوئی معشوق آنکھیں بند کیے سوتا ہے۔ جو پھول زمین پر ٹوٹ گرے تھے وہ بتاتے تھے کہ خفتگان خاک آنکھیں کھولے تماشائے عالم دیکھ رہے ہیں اور چشم حسرت سے بے ثباتی گلشن دنیا کا نظارہ کرتے

ہیں۔ صفحہ کتاب عالم پر منشی بہار نے جا بجا صاد کیے تھے۔ مضمون رنگین صفت چشم معشوقاں میں نئے ایجاد کیے تھے۔ یہ ہوا سے پھولوں کا ہلنا معشوقان خوش چشم کا نگاہ کسی عاشق سے پھیر لینا نظر آتا غنچہ خاطر اس جائے فرحناک کو دیکھ کر کھل جاتا یہ عالم وہاں کا تھا کہ

ہوا کے وصف میں اس جا کے گر لکھوں میں فرد
مرا سخن ہے سر سبز تا بروز شمار
نفیس ہوا کو تراوت نے واں کیا ہے نثار
شرار سنگ میں ہے رشک دانہ ہائے انار
گذر صبا کا جو ہو جائے اس چمن کی طرف
تو ہو سیاہ زمرد خطیں واں رخسار
جو نقل خشک کی تصویر کھینچے واں نقاش
ہر ایک شاخ وہیں سبز ہو کے لائے بہار

○○○

• ملکہ سلطان جادو

برق و ضرغام یہ کیفیت دیکھتے جب بیچ صحرا میں پہنچے۔ کچھ طائر اپنے آشیانوں میں سے نکل کر اڑے اور پکارے۔ "اے آنے والو! جلد تر اپنا نام بتاؤ کہ تم کون ہو تا کہ ہم خبر تمہاری اپنے مالک سے جا کریں۔"

برق نے اپنے دل میں کہا۔ "یہ نور نے تو بتایا تھا کہ اس بیابان کا کوئی مالک بھی ہے۔ اب اس نے تو ہم سے مفصل راز نہیں بتایا کہ مگر ہم کو عقل سے کام لینا چاہیے۔

یہ سوچ کر اس نے جواب دیا۔ "اے طائران سحر اپنے مالک کو جا کر اطلاع دو کہ نور پیرہن صاحب ملکہ شعلہ چشم آئی ہیں۔"

یہ سن کر وہ طائر اڑ کر ایک سمت گئے۔ ایک ساحر ملازم شعلہ چشم شمشاد جادو اس جنگل کا ملکہ مذکورہ کی طرف سے محافظ ہے۔ اس نے ایک بنگلہ اس نرگس زار میں صندل کا بنا کر سکونت اختیار کی ہے۔ وہ چبوترے پر بنگلہ کے آگے بیٹھا۔ سیر شب مہ کی دیکھ رہا تھا اور مشغول بادہ خواری تھا کہ طائران سحر نے جا کر خبر سن کر اپنے مقام پر سے اٹھا اور قریب نور جب آیا تو اس کو پہچانا کہ ہمیشہ ہمراہ ملکہ چشم اس کو دیکھا تھا۔ پس پہچان کر اس کو سلام کیا اور کہا۔ "اے نور جادو' تم اس وقت کہاں!"

اس نے کہا۔ "اپنے مقام پر چلو۔ ذرا دم لے لوں تو بتاؤں کہ کس آفت میں مبتلا ہوں۔"

یہ وہاں سے اپنی جگہ پر اس کو لے چلا۔ برق نے اس طرح ادائیں دلفریب اور مستی افزا دکھائیں کہ دل اس کا اس پر فریفتہ ہوا یعنی کبھی چلتے چلتے پائینچے کلائی پر اس طرح ڈالے کہ پنڈلی تک کھول دی' یوں دوپٹہ ڈھلکا دیا کہ شکم و سینہ کھل گیا۔ وہ سینہ کا ابھار گات کی ابھار دیکھ کر دل اس کا سینے میں بجنے لگا۔ پیٹ کا کھل جانا اس میں ناف کا مثل عقدۂ سربستہ درپیش آنا تھا۔ وہ شب مہ اور عالم تنہائی اور ایسی حسینہ و جمیلہ

عورت کہ

ہوئے اس قامت دل کش پہ قیامت صدقے
سرو جنت بھی اسے دیکھ کے غش کھا کے گرے
پائنچے تھام کے چٹکی میں وہ جس وقت چلے
ہو کے بیہوش گریں پریوں کے گر ہوئیں پرے
یہ ہو اس زہرہ جبیں مہ لقا پہ جوبن
صدقے چوٹی کے ستاروں پہ ہو سورج کی کرن
جانفزا ہو دم رفتار صدائے خلخال
وضع مستانہ ہو اور اس پہ ہو اک ناز کی چال
پاؤں وہ ناز سے جس جا پہ ہٹے بدر کمال
خاک اس جائے کی لیجائے پری آنکھ میں ڈال
اتفاقاً کہیں وہ نقش قدم دیکھو تم
آئینہ پھر نہ کبھی تابعدم دیکھو تم

غرض اس نقش مراد کو شمشاد بنگلہ کے چبوترے پہ لایا۔ مسند پہ تکلف پہ بٹھلایا۔ گلابی شراب سرخ کی سامنے رکھی اور آہ سرد بھر کر پکارا کہ

مرضی جو آئی چرخ کی بیداد کی طرف
مائل کیا دل اس ستم ایجاد کی طرف

اس شعبدہ پرداز نیرنگ حسن نے ہنس کر جواب دیا کہ

زندگی کیوں نہ ہووے تجھ پر شاق
یار ہے اقتضا و دل مشتاق

اسی طرح جب بمصداق کہ

یہ دو دو لطیفے جو باہم ہوئے
اسی لطف سے یہ تو بیدم ہوئے

اسی گرمجوشی میں نور نے کہا۔ "ہم تو جاتے ہیں' جمشید ملائے گا تو پھر ملیں گے۔ ملکہ شعلہ چشم مقابلہ میں مہ رخ کے گئی ہیں۔ وہاں عیار زبردست ہیں۔ پس ملکہ کو یہ خیال وہاں پہنچ کر آیا ایسا نہ ہو کوئی جا کر لوح چشمہ سحر سے لے آئے۔ میری قضا بلائے مجھے سادہ لوح بنائے۔ اس امر کو سوچ کر بھیجا کہ جا کر تو لوح چشمہ مذکور سے لے آ۔ چنانچہ میں چشمہ پر جاتی ہوں۔"

اس نے کہا۔ "اے ملکہ تم کیونکر چشمہ سے لوح نکالو گی۔"

اس نے کہا۔ "مردوے تو باتیں بہت نہ بنا' چل میرے ساتھ دیکھ لے کہ میں کیوں کر لوح لیتی ہوں۔"

اس نے کہا۔ "تم جاتی ہو تو ہم کو کیا لے جاتی ہو۔ ہم جاں بلب۔ ایک بار تو وصل سے شادی کرتی جاؤ۔"

اس وقت اس کافر کیش نے ہنس کر کہا۔

اب رہو گے اسی تمنا میں
منہ رکھو اپنا دھو کڑھیا میں

یہ کہہ کر اٹھی تھی کہ شمشاد نے اٹھ کر ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ "اے ترک ستمگر تجھ

کو ملکہ نے لوح کو کیا پتہ بتایا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "خوب کیا تو نے مجھ کو اوپر آدمی بنایا ہے۔ لوح شکم میں ماہی کے ہے۔ کیا میں جانتی نہیں ہوں۔"

اس نے کہا۔ "تو کسی طرح تم ماہی کو پاؤ گی۔ کچھ نشانی ملکہ کی تمھارے پاس ہے۔"

اس نے کہا۔ "اے شخص تو نے ڈیڑھ پہر باتوں میں لگا کر اور زیادہ دیر کی۔ میرے پاس نشانی ملکہ کی کیسی' فرمان ہے۔"

اس نے کہا۔ "وہ فرمان مجھ کو دو۔ میں لوح کو منگا دوں۔"

اس نے وہ فرمان جو بنایا تھا' کمر سے نکال کر اس کو دیا۔ اس نے پڑھا' مضمون یہ تھا۔ اے ساکنان بیابان نرگسی نار نور پیرہن میری مصاحب وہاں آئی ہے۔ اس کو لوح دے کر جلد روانہ کرنا۔"

مہر اس پر شعلہ چشم کی دیکھ کر اور یہ مضمون پڑھ کر شمشاد اٹھا اور نور بھی اس کے ساتھ ہوئی۔ دونوں کنارے چشمہ کے آئے۔ شمشاد نے کچھ سحر پڑھا۔ کہ پانی نے اس چشمہ کے جوش مارا اور ایک مچھلی نے سر بدر کیا ہر فلس اس کا مثل انجم آسمان چمکتا تھا اور برنگ نیر تاباں سارا جسم دمکتا تھا۔ قامت اس کا بسان ماہی بہموت دراز تھا۔ برج حوت پر اس کو ناز تھا۔ پس اس مچھلی سے اس ساحر نے کہا۔ "اے ماہیان جادو ملکہ شعلہ چشم نے لوح مانگی ہے۔ اب یا تو ان کی قضا آ کر برابر ہوئی ہے۔ یا وہ فتح یاب ہوں گی۔ لوح یہاں سے جائے گی۔ وہ دشمن کے ہاتھ آئے گی۔ لوح کا جانا یہاں سے اچھا نہیں۔ لیکن ہم تو ان کے وابستہ حکم ہیں۔ تم لوح دے دو۔"

اس مچھلی نے کہا۔ "تم کو کہاں آگاہی ہے کہ ملکہ نے لوح مانگی ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ فرمان ان کا لے کر نور پیرہن جادو انیس ان کی آئی ہیں۔ یہ سامنے موجود ہیں۔"

اس کلام کو سن کر اس مچھلی نے ابکائی لی اور لوح اگل دی۔ نور نقلی نے دیکھا کہ ایک

تختی یاقوت سرخ کی ایک طلسم بخط سبز اس پر کندہ ہے۔ پڑھا نہیں جاتا ہے۔ اس نے اس لوح کو لے کر گلے میں پہنا اور ہمراہ شمشاد چبوترے پر آیا۔ پہلے ضرغام نے ان کے بعد جانے کے تمام شراب میں بیہوشی ملا رکھی تھی اور چپکا بیٹھا تھا۔ جب یہ دونوں آئے۔ اس نے اشارہ برق سے کیا کہ میں اپنا کام کر چکا ہوں۔ برق اس کا اشارہ سمجھا اور ہنس کر ساحر سے کہا۔ "ارے موئے اب تو مجھ کو جانے کیوں نہیں دیتا۔ آخر تیرا مطلب کیا ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "اب واسطہ جمشید کا نہ ترسا' ذرا سینے سے لپٹ جا۔" اس نے کہا۔ مردوے ذرا حواس میں آؤ۔ صاحب میں لوح لینے کیا آئی ان کو عشق سوجھی۔ جئیں ملک لاکھ برس۔ اب جہاں وہ مجھ کو بھیجا کریں گے۔ وہاں کے لوگوں کی میں جورو بنوں گی۔ تم خوب مزے میں آئے کیا کیا ہم سے کہنے لگے۔

ساحر یہ باتیں سن کر منتیں کرنے لگا۔ پاؤں پر سر دھرنے لگا اور گویا ہوا کہ

دل کو ٹکڑے نہ کر اے آئینہ رو ہاتھوں ہاتھ
جس یہ وہ نہیں جو ہوئے رفو ہاتھوں ہاتھ

اس کی منت کرنے سے یہ عیار مسکرایا اور جام شراب سے لبریز کر کے اس کے منہ سے لگایا۔ وہ سمجھا کہ اب یہ راضی ہوئی ہے۔ وہ ساغر بے اندیشہ انجام پی گیا۔ پیتے ہی گھبرا کر اٹھا کہ اسے یہ کیا تو نے پلا دیا۔ اٹھنا تھا کہ مارا طمانچہ بیہوشی نے سر نیچے اور پاؤں اوپر۔

برق نے قتل کرنا اس کا اس مقام پر مناسب نہ جانا کہ صحرا تمام سحر سے بھرا ہے۔ چشمہ سحر موج مارتا ہے مبادا تم اسیر بلا ہو جاؤ۔ اور لشکر تمہارا کام آ جائے لوح لے کر تم نہ پہنچ سکو۔ پس بدیں مصلحت اس کو اور بھی زیادہ تر بیہوش کر کے اندر بنگلے کے لے جا کر لٹا دیا اور باہر سے آ کر دروازہ بند کر کے اپنا راستہ لیا۔ کنارے اس ترس

تار کے پیچ کر تخت اپنا ساحروں سے طلب کیا۔ وہ تخت لے کر حاضر ہوئے۔ یہ دونوں تخت پر بیٹھ کر حکم فرما ہوئے کہ جلد ہم کو لشکر حیرت میں لے چلو کہ وہیں ملکہ شعلہ چشم ہیں۔ ہم ان کا کام پورا کر چکے۔ ساحر تخت اڑا کر حسب الحکم روانہ ہوئے۔ اس اثنا میں وہ ہنگام آ گیا کہ لوح زریں آفتاب کو ماہی مشرق نے اگلا اور شراب سرخ شفق سحر نے ساحر شب بیہوش کیا کہ

گئی ظلمات شب مطلع ہوا صاف
نکل آیا ورق گردوں کا شفاف
ہوا نخل سحر جس دم ہویدا
ہوا اس سے گل خورشید پیدا

تخت ان عیاروں کا کہ ملازم ثانی سلیمان ہیں۔ پردے ہوا سن سن اڑتا ہوا۔ نسیم سحری سے باتیں کرتا جاتا تھا۔ کچھ ہی عرصہ میں قریب لشکر مہ رخ ماہور پہنچا۔ اس وقت اس نے تخت زمین پر اتروا کر ساحران نو ملازم سے کہا۔ اب تم سے صاف حال کہا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم عیار طرفدار ملکہ مہ رخ ذی وقار ہیں۔ نور جادو نہیں ہیں۔ لشکر ہمارا آتش سحر میں محصور تھا۔ اسی وجہ سے ہم بیابان نرگس میں ایک کام کو گئے تھے۔ اب تم کو نوکری کرنا ہو تو اطاعت اسلام کی اختیار کرو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔ تم نے ہمارے ساتھ احسان کیا۔ اس سبب سے ہم نے تم کو قتل نہیں کیا۔ ورنہ ہم ساحر کو مار ڈالتے ہیں۔”

یہ مضمون سن کر ان ساحروں کے حواس منتشر ہوئے کہ کیا زبردست لوگ ہیں۔ آخر کچھ سوچ کر عرض پیرا ہوئے۔ ہم آپ کے مطیع فرمان ہیں۔ جو آپ نے فرمایا ہم کو بہ دل قبول و منظور ہے۔”

اس نے ان کو امیدوار مراحم بہبودی فرما کر حکم دیا۔ اب تخت کو میرے لشکر حیرت

میں لے چلو۔" وہ سحر خواں ہوئے کہ تخت روانہ ہوا۔ ضرغام تو یہاں سے روانہ ہو گیا اور اس کا تخت چلا۔

وہاں ہنگام سحر ملکہ حیرت سریر حکومت پر آ کر بیٹھی تھی۔ شعلہ چشم بھی اس کی بارگاہ میں آئی تھی۔ سردار جمع ہوتے جاتے تھے۔ ذکر ہو رہا تھا کہ نور پیرہن ابھی تک نہیں پھری۔ دیکھیے شہنشاہ کیا حکم دیتے ہیں۔ اسی تذکرہ میں یکایک غلغلہ ہوا کہ نور جادو آئیں۔ لوگ بھی دوڑے۔ نور بھی دربارگہ پر تخت سے آ کر اتری اس کی کنیزیں جو یہاں تھیں۔ باہر نکل آئیں اور خوشی کرنے لگیں کہ بی بی آئیں ہاتھوں ہاتھ اس کو اتارا۔ یہ اتر کر اندر بارگاہ کے آئی اور شعلہ چشم و حیرت کو تسلیم کی۔ پھر ایک نامہ بادشاہ طلسم کی مہر کا کمر سے نکال کر ملکہ شعلہ چشم کو دیا۔ اس نے پڑھا۔ مضمون یہ تھا کہ اے ملکہ ہم تم سے بہت خوش ہوئے کہ تم نے نمک حراموں کو سزا دی۔ ہر چند کہ سب باقی قابل رحم ہیں کہ میرا دل ان کے قتل کو نہیں چاہتا ہے۔ لیکن اب کلیجہ پک گیا۔

تاب ضبط نہیں ہے اس لیے تم کو اجازت دی جاتی ہے کہ کام ان سب کا تمام کر دو اور نام و نشان ہر ایک کا ہستی سے مٹا دو۔

یہ مضمون پڑھ کر شعلہ چشم بہت خرسند ہوئی اور حیرت کو وہ نامہ دیا۔ اس نے بھی پڑھا پھر شعلہ نے نفیر سحر کو دم دیا۔ لشکر میں اس کے کمر بندی ہوئی۔ یہ بھی باہر نکل کر سوار ہوئی۔ حیرت کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ اب پھر وہی ہنگامہ افروزی کا زمانہ آیا۔ لشکروں کا چلنا' نفیر و کرنا کا بجنا باجوں کا غل' ہائے ہو کی صدا بلند' سحر کی نیرنگیاں ظاہر۔ طائران سحر کا اڑنا عجب غلغلہ برپا تھا۔ اسی طرح میدان جنگ میں پہنچ کر پشت محمل پر تمام لشکر اپنا شعلہ کے ٹھہرایا اور حیرت سے کہا۔ "اب میں سب کو غارت کرتی ہوں۔"

اس نے کہا۔ "میں تو ہمیشہ سے یہ چاہتی تھی لیکن شہنشاہ سے لاچاری تھی۔ اچھا تم اپنا کام کرو۔"

اس نے یہ سن کر چاہا کہ سحر کرے۔ اس وقت نور بی بی جو اپنی کنیزوں سے طاؤس بنا کر سوار ہوئی تھی اور برابر ملکہ مذکور کے استاد تھی۔ ملکہ سے گویا ہوئی۔ "آپ کیوں تکلف فرمائیں۔ میں سب کو ایک آن میں ختم کرنے کے لائق ہوں۔"

یہ کہہ کر طاؤس اپنا کنیز سے کہہ کر آگے بڑھوایا اور شعلہ سے کہا۔ "آپ میرے ساتھ آیئے۔"

وہ اس کے ہمراہ ہوئی اور یہ سامنے اس محل کے آئی اور عرض پیرا ہوئی۔ میرے سحر سے ملاحظہ فرمایئے گا کہ کیا آفت آتی ہے۔ ایک تو زندہ بچے گا نہیں۔ اب حضور ایک کام کریں کہ گھڑی بھر گردن جھکا کر اور آنکھیں بند کر کے استادہ ہوں۔ پھر جو آنکھیں کھولیے گا تو نیا تماشا دیکھیے گا۔"

ملکہ اس کے کہنے سے آنکھیں بند کر کے گردن جھکا کر کھڑی ہوئی۔ اس نے تختی کمر سے نکال کر تحجر پر مس کی اور اس محل کے قریب جا کر عکس تختی کا اس پر ڈالا۔ یکایک صدائے مہیب آئی کہ تمام لشکریوں کے دل دہل گئے اور وہ محل جس طرح پہلے غبار کا بنا تھا' ویسے ہی بگولے کی طرح چکر کھاتا جانب زمین چلا اور زمین پر پہنچ کر غائب ہوا اور جو شعلے ہر سمت پھیلے تھے وہ سمٹ کر ایک سمت کو جا کر بجھ گئے۔

اور وہ صدائے آتش بھی غائب ہو گیا۔

صدائے مہیب جو آئی تھی تو شعلہ نے ڈر کر آنکھیں کھول دیں اور گردن اٹھائی تھی۔ یہ سامان نظر آیا کہ محل سحر کا برباد ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر حیران تھی کہ نور میرا سحر برباد کرتی ہے یا دشمنوں کو مارتی ہے۔ یہ تو حیران تھی۔

ادھر برق اپنے دونوں ساحروں سے کہ جن کو ملازم کر کے لایا تھا کہہ چکا تھا کہ میری خبر رکھنا۔ وہ بھی اس لشکر کے ساتھ طائران سحر پر سوار ہو کر آئے تھے۔ محل کو غائب ہوتے دیکھ کر آگے بڑھ آئے اور شعلہ چشم آگے بڑھی' یہ کہتی ہوئی کہ اے نور یہ تو نے کیا کیا۔

ادھر سے برق آگے بڑھا' یہ کہتا ہوا۔ "باش او قحبہ کہاں جاتی ہے میرے ہاتھ سے۔"

یہ کہہ کر لوح نکال کر اس کو دکھائی۔ لوح کو دیکھتے ہی ایک چیخ اس نے ماری۔ لشکری اور کنیزیں دوڑیں کہ اے ملکہ عالم کو کیا ہوا۔

کوئی بولا۔ "سحر بہت زبردست کیا تھا۔ کچھ اس میں فرق پڑ گیا۔"

کوئی گویا ہوا۔ "سحر الٹ گیا۔"

غرضیکہ لشکر تو اس دھوکے میں تھا اور تختی دیکھ کر شعلہ چشم چاہتی تھی کہ بھاگ جائے لیکن برق کب جانے دیتا تھا۔ پاس تو پہنچ ہی چکا تھا۔ خنجر مس شدہ لوح جو مارتا ہے۔ گردن پر اس کی پڑا کہ سر کٹ کر دور گرا۔ صدائے شور تشور برپا ہوئی۔ آندھی پانی آیا۔ ہنگامہ پیدا ہوا۔ بیروں نے غل مچایا کہ مارا شعلہ چشم کو ہر دندان جادو کے۔

اس ہنگامہ میں برق نے نعرہ کیا۔ منم حمر برق فرنگی!

ساحر اس پر لپکے۔ اس وقت وہ دونوں ساحر ملازم شدہ پنجہ بن کر جو گرے عیار مذکور کو لے کر بلند ہو گئے۔ اور ایک جنگل میں لا کر اتار دیا اس نے ان ساحروں کو بہت تعریف کی اور کہا۔ اب ملکہ مہ رخ رہا ہوئی ہیں ان کی ملازمت کرا کر تم کو خطاب اور عہدہ دلواؤں گا۔"

یہ کہہ کر زنبیل عیاری بجائی کہ ضرغام عیار بھی آیا۔ ان دونوں ساحروں کو ہمراہ لے کر یہ عیار اپنے لشکر کی طرف چلے کہ آؤ چل کر مال دشمن کی فوج کا لوٹیں۔ ادھر تو یہ ماجرا گزرا۔ ادھر لشکر ملکہ مہ رخ کا جو حصار آتش سے چھوٹا اور اس نے جو سامنے لشکر حریف مسلح پایا۔ فوراً حربے سحر کے لے کر حملہ کیا۔ ادھر سے قوس اور قاز سپہ سالاران شعلہ چشم بڑھے۔ لیکن تمام فوج بیدل ہو رہی تھی۔ اور ہر ایک کو خوف اپنی جان کا پیدا ہو گیا تھا۔ مگر سپہ سالاروں کے بڑھ جانے سے لشکری بھی حملہ آور ہوئے۔ پھر تو جادو کی چوٹیں چلنے لگیں۔ منتروں کی کھونٹیں پڑی ناریج سحر نے ترش رویوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ شربت اجل سے پیٹ بھر دیئے ترنج سے تو رنج پیدا ہی تھا۔ چاشنی مرگی چکھا کر جان شیریں لیتا تھا۔ ناریل ہر ایک دل کو نار میں پھینک بیر سحر

بجنت نہ پاتا تو کلیجے کا لہو پاتا۔ کشتا سر پہ کھیل جاتا۔ ساحر تو اپنا کرتب دکھاتے تھے۔ بہادر ہنر شجاعت کے ظاہر کرتے داد تہوّری پاتے تھے۔ زبان شمشیر کے وہ نعرے گرما گرم تھے کہ سنگ موم کی طرح نرم تھے۔ ہر ایک ذی فی النار تھا۔ موت کا گرم بازار تھا۔ گھاٹ نے تیغ کے دم آزموں کا دم ڈبویا تھا۔ نیزوں نے کجبازوں کو سیدھا جہنم میں بھیجا تھا۔ ضرب سے گرز کی سر تحات بھیجا تھا۔ سحاب باراں تیر نے حریف کو ٹھنڈا کیا تھا۔

اس شورش جنگ میں توس و قاز سپہ سالاران لشکر شعلہ واصل جہنم ہوئے۔ بقیۃ السیف فوج نے راہ گریز اختیار کی۔ جب لشکر میں بھگدڑ پڑی ملکہ حیرت نے طبل افن بجوایا۔ کیونکہ وہ اس کو حکم شعلہ طلسم کا بہر رزم نہ تھا۔ غرض مہ رخ بھی شاداں و فرحاں ہزاراں کو قتل کر کے مراجعت فرما ہوئی۔ لشکر تمام آرام پذیر ہوا۔

سردار ہر ایک شراب عشرت پینے لگے۔ عیار بھی بارگاہ میں آئے۔ مہ رخ نے برق و ضرغام کا بہت شکریہ ادا کیا اور انعام میں بے شمار مال و زر دیا۔ ان عیاروں نے ساحران نو لازم کی سفارش کی۔ ملکہ نے ان کو خطاب و خلعت سے سرفراز فرما کر ملازم کیا اور بعیش و عشرت قیام پذیر ہوئی۔

ادھر حیرت رنجیدہ و غمگین حسرت صد آہ شعلہ طلسم ٹھہری۔ ان کو اس جگہ چھوڑ کر حال فرزند رشید عمرو سنئے۔

چہرہ پرداز عرائس خیال شدہ بیان کو س طرح جلوہ پذیر حجلہ تحریر میں فرماتے ہیں کہ جب شہنشاہ اقلیم عیاری و سپہ سالار عسکر نصرت اثر مکاری و طراری نشاں برومند حدیقہ فیلسوفی وہ گل شاداب گلشن عمرو بن امیہ ضمری افسر افسران و بہتر بہتراں اعنی چالاک عالی شان سلیمان کوہ سے ہمراہ شعلہ طلسم روانہ ہوا تو یہ بھی رفتہ رفتہ قلعہ شعلہ دار پر پہنچا اور اس جگہ بادشاہ رات بھر رہا تھا۔ یہ بھی صورت بدل کر شب بھر فکر عیاری میں پھرا کیا۔ لیکن نتیجہ اس کا قابض نہ ہوا۔ ہنگام سحر جب شعبدہ پرداز روزگار نے شعلہ آفتاب فرش اطلس سبز فلک پر چمکایا اور مہرہ ہائے کواکب کو نابود فرمایا کہ

فروغ صبح کے سامان دیکھے
کواکب چند دم مہمان دیکھے

صبح کو شعلہ دار نو لشکر لے کر بہر رزم ملکہ مہ رخ روانہ ہوئی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا۔ بعد اس کے جانے شلو جادواں بھی یہاں سے روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ بطور مخفی عیار مسطور بھی چلا اور تیز روی کر کے اس سے کچھ دور آگے جا کر ایک مقام پر ٹھہرا اور بمشاطگی عیاری صورت اپنی شکل زن مہر سیما و مہ جمالی بنائی سر سے پا تک آفت کا پرکالا حسن حسیناں روزگار سے نرالا قیامت خیز جس کا قد بالا مختصر یہ کہ کی حسن کی نسبت' یہ زیبا کہ

وہ حسین ہے کہ نہیں اس کا زمانے میں جواب
داغ کھاتا ہے اسے دیکھ کر ہر شب مہتاب
رخ نازک کو نہیں ہے نگہ گرم کی تاب
چشم خورشید سے بھی اس کو ہے منظور حجاب

اس صورت سے آراستہ ہو کر لباس پر زور زیب قامت فرمایا۔ مگر نہایت درجہ شکستہ اور میلا جا بجا سے چاک سر پر غم سے خاک گریبان پھٹا ہوا' سینہ کھلا ہوا' لب پر آہ جانکاہ ایک طرف بیٹھ کر زار زار بہ رنگ ابر بہار رونے لگی۔ برق کی طرح بیتاب تھا اور رعد آسا شور فریاد بلند کرتا۔ اشکوں سے جنگل سینچنے لگے سیل گریہ سے بیابان سراب فرماتا تھا۔

اس اثنا میں شلو جادواں پران پران اس مقام پر پہنچا۔ اس مہر طلعت کو کلبہ رنج میں جلتا دیکھ کر مستفسر حال ہوا کہ اے غنچہ دہن و نازک بدن کس صرصر ظلم سے بلبل گلزار تو مصروف نوحہ و شیون ہے۔ کون سا تجھ کو رنج و محن ہے۔

اس گلعذار نے آنسو پونچھ کر بادشاہ کی طرف دیکھ اور ایک آہ سرد دل پر درد سے بھر کر کہا۔

ہونا جو کچھ ہے وہ آخر شدنی ہوتا ہے
اپنی تقدیر کے لکھے کو ہر ایک روتا ہے

اینکہ میں طلسم کی رہنے والی ہوں۔ اس سبب سے پہچانتی ہوں کہ آپ بادشاہ ہیں۔ بدیں وجہ ماجرائے غم و اندوہ و سانحہ ستم آلود اپنا عرض کرتی ہوں اور کسی سے ہرگز میں میں کلام نہ کرتی۔ اے بادشاہ عالی جاہ و شہنشاہ کیوان کلاہ خزاں آفت دہر نے میرے باغ پر بہار کو لوٹا ہے۔ گھر بار عزیز و اقارب ہر ایک مجھ سے چھوٹا ہے۔ دامن کوہ سلیمانی میں میرا مسکن تھا۔ میرا باپ بھی ملازم ملکہ سلیمان پر محن تھا اب میں تنگ خاندان آوارہ و سرگرداں اس بیابان میں بحالت پریشانی پھرتی ہوں۔ ہر قدم پر ضعف سے گرتی ہوں۔ نہ وہ شوکت ہے نہ شان ہے۔ سراسر مصیبت کا سامان ہے۔ سچ ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ مبارکباد تم ہے ہر آواز زمانہ جائے آسائش کہاں ہے۔ چالاک ہی ایک عیار سفاک پر میرے گھر پر آیا اور مکر سے شوہر و پدر کو میرے خوابگاہ عدم میں اس نے سلایا۔ سب گھر لوٹ لیا۔ ہر ایک کو قتل کیا میں سخت جان بھاگ کر زندہ بچی جو اس مصیبت میں پھنسی کہ نہ کوئی دوست ہے نہ غم خوار ہے۔ صرف بیکسی و تنہائی یاد ہے۔

بادشاہ طلسم اس کی صورت زیبا دیکھ کر قتیل خنجر ابرو و ذبح تیغ ادا ہو چکا تھا۔ حال پر ملال اس کا سن کر سمجھا کہ وہ عیار ملکہ سلیمان کو قتل کر کے گھر گیا ہو گا۔ بیشک بیان اس کا صحیح ہے گزند اس کو پہنچا ہو گا۔ یہ سوچ کر دست شفقت اس کے زنخدان تلے رکھا اور کہا۔ اے غمزدہ عاشق نیم جان تیرا عوض اس عیار سے میں لوں گا تو غم

نہ کھلا یہ ستمگر بادشاہ بادشاہ کو مائل دیکھ کر ناز و کرشمہ دکھانے لگی غنج و دلال سے بادشاہ کے دل کو لبھانے لگی بادشاہ کا بھی یہ حال ہوا کہ

یکایک عشق نے کی مہربانی
ہوا برہم مزاج نوجوانی
نگہ پہنچی جو سوئے سینہ صاف
نظر آیا کچھ ابھرا طور شفاف
قریب چنگی پستان کو پایا
ہوس نے اور ہی مطلب سمجھایا
گل لو اٹھے شمع ساق پا سے
گھر آیا ابر مستی جا بجا سے

اس زن معشوق نے بھی غمزہ کرنا آغاز کیا یہ قصہ اس کا بھی یہی تھا کہ

مزاج اٹھائے دل سے گر بنتا
سخن تا لب حیا سے آ نہ سکتا

اس گرمجوشی اور اختلاط میں بادشاہ کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ یہ معروش بھی عیار ہو۔ کیونکہ بادشاہ کئی مرتبہ دھوکا کھا چکا تھا۔ پس یہ خیال آتے ہی بنگلہ گرم و سحر آلود اس نے جانب چالاک دیکھا۔ فوراً بیروں نے سحر کے خبر دی کہ یہ چالاک عیار ہے۔

بادشاہ یہ معلوم کر کے نعرہ زن ہوا کہ او نا عیار پہچانا' میں نے تجھ کو۔" عیار مذکور نے چاہا کہ خنجر کھینچ کر اس کے ماروں مگر بادشاہ نے سحر پڑھا کہ یہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ شاہ نے چاہا کہ مار ڈالوں لیکن بموجب حکم کہ

جا کو راکھے سائیاں مار نہ ساکے کے
بال نہ بیکا کر سکے کہ وہ جگ بیری ہوئے

بادشاہ کو خیال آیا کہ باپ بھی اس کا قید ہے اس کو اس کے سامنے اور اس کو اس کے سامنے قتل کرنے میں زیادہ تر لطف ہے کہ داغ ہمائے داغ جگر دشمن پر پڑے۔ پس ایسا کچھ تجویز کر کے اس نے افسوں پڑھا کہ زمین سے غبار اڑ کر بلند ہوا۔ اور لمحہ بھر میں پھیل کر بارہ دری کی طرح نظر آنے لگا۔ چھت بھی اس کی خام تھی اور بارہ در بھی کچے بنے تھے۔ اور باہر سے وہ بالکل گول شکل گنبد کے دکھائی دیتے تھے۔

پس اس بارہ دری میں اس عیار کو اٹھا کر اس نے ڈال دیا اور پھر دستک دی کہ باہر سے سب در اس کے بند ہو گئے۔ اب بالکل ایک بگولہ زمین سے اٹھتا ہوا نظر آتا تھا۔ جب یہ تدبیر کر چکا تو کچھ سنگریزے اٹھا کر سحر ان پر دم کر کے ایک سمت کو پھینکے وہ سنگریزے طائران خوشرنگ بن کر اڑ گئے۔ گھڑی بھر کا عرصہ گزرا تھا کہ آندھی سیاہ آئی۔ ظلمت خراب آباد عالم میں چھائی۔

جب وہ آندھی موقوف ہوئی ایک تخت طلائی دیئے ہوا سے نیچے اترا۔ اس تخت پر ایک عورت پری نژاد کو سوار دیکھا کہ جمال مہر تمثال اس کا آئینہ مہرویوں کے رخ شفاف کو رشک سے مکدر فرماتا تھا بال اس کا ہر ایک آئینہ رخسار حوروان کا جوہر نظر آتا تھا۔ پیشانی کی صباحت دیکھ کر نور سحر ایسا شرماتا تھا کہ شفق صبح نہ کہنا چاہیے۔ جگر خون سحر کا ہو گیا تھا۔ یا چشم روزگار میں خون اتر آیا تھا۔ رخسار تاباں اس کا ژند و پاژند آتش پرستان یا مصحف بہر تلاوت مسلمانان چشم خیز کے گوشہ میں قیامت نہاں اس طرح ہر اعضاء اس کا صانع قدرت نے اپنے ہاتھ سے بے مثال بنایا تھا۔ چھاتیوں کو اس کے فیہ دین یا شش گلہ عاشقان کا بت خانہ کیا تھا۔ فقط فقط یہ تشبیہ کچھ نہیں۔ وہ چھاتیاں دمدمہ میدان جنگ تھیں اور وہ دوپٹے کی آڑ چھائی تھی۔ دل عشاق کا صبر مٹانا چاہا تھا۔

اس مہ پارہ نے ہلال آسا خم ہو کر بادشاہ کو تسلیم کی بادشاہ نے ہنس کر فرمایا۔ "کہیے سلطان جادو تمہارا مزاج اچھا ہے اور سلیمان تاجدار جادو سرشار ساغر پیمائے جادو اچھی ہیں۔"

اس شوخ نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں بھی اور وہ دونوں کنیزیں بھی جناب عالی کی جان و مال کو دعا کرتی ہیں۔ آج نہیں معلوم کیا تھا جو حضور اس طرف تشریف لائے اور آئے بھی تو کنیز کے غریب خانہ کو نہ سرفراز فرمایا۔ اس بنگلے میں ٹھہرے یا سامری میرے گھر سے ایسا اجتناب۔

بادشاہ نے کہا۔ "تمہاری جان کی قسم میں تمہارے ہی یہاں آتا تھا دو سبب سے اس جگہ ٹھہر گیا۔ ایک تو یہ کہ اس چشمہ پر ایک روز سامری آئے تھے اور اس کے کنارے انہوں نے پیشاب کر کے اس میں اپنے پاؤں دھوئے تھے پس میں اس چشمہ میں نہانے جاتا تھا اور دوسرا سبب یہ کہ راہ میں ایک آفت روزگار سے اور مجھ سے سامنا ہوا۔ اس نے مجھ کو روک رکھا۔ چنانچہ اس قضا و مبرم کو اس گنبد بے در میں میں نے قید کیا ہے اور تم کو اس کی حفاظت کے لیے بلایا ہے۔"

اس نازنین نے آگے بڑھ کر دامن بادشاہ کا تھام لیا اور اٹھلا کر کہا۔ "جمشید قسم اب میں آپ کو کہیں نہ جانے دوں گی۔ میرے گھر پر چلیے، پھر جہاں جی چاہے جائیے گا۔"

بادشاہ نے کہا۔ "میں قسم کھاتا ہوں کہ اس چشمہ میں غسل کر کے میں تمہارے قلعہ میں ضرور آؤں گا۔ تم اس گنبد بے در کی حفاظت کرو۔ اور اگر اپنے مکان پر جانا تو بہت احتیاط اس کی نگہبانی میں کرنا، کیونکہ اس میں وہ افعی ہے کہ جس کے کاٹے کا منتر نہیں اور وہ آتش اس میں مخفی ہے کہ جس نے خانماں ساحران پھونک دیے ہیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "آخر بتلائیے تو کہ اس میں کون مقید ہے۔"

شاہ نے کہا۔ "چالاک عیار بیٹا عمرو کا۔"

ملکہ نے کہا۔ "خیر معلوم ہوا۔ اچھا آپ جائیے اپنا قیدی مجھ سے لے لیجیے گا اور اسے

شہنشاہ اگر آفت کوئی اس گنبد پر آئے یہ قیدی اس کے اندر کوئی فتور اٹھائے تو یہ کنیز اس گنبد کے اندر کیونکر جائے۔ پس اپنا رد سحر کرنا مجھ کو تعلیم فرماتے جائیے اور کچھ اندیشہ دل میں نہ لائیے اور میں یہاں سے اپنے قلعہ میں جاتی ہوں۔ آپ وہیں تشریف لائیے گا میں نگہبانی اس قیدی کی بخوبی کروں گی۔"

بادشاہ نے فرمایا۔ "تمہارا ٹھہرنا یہاں بہت انسب ہے۔"

اس نے کہا۔ "آپ مطمئن رہیے' خواہ میں رہوں یا نہ رہوں۔"

بادشاہ نے یہ سن کر وہاں سے روانہ ہونے کی ٹھانی اور اس ساحرہ نے سحر پڑھا کہ کئی ہزار پتلا سحر کا پیدا ہوا۔ اور اٹھک بادشاہ چلتے وقت رد سحر کرنا اپنا اس کو بتا گیا تھا۔ پس اس نے سحر کا رد پڑھا تو اس بارہ دری میں پھر دروازے پیدا ہوئے۔ اور اس نے عیار کو بھی دیکھا کہ ایک شخص دبلا پتلا نہایت حقیر بے حس و حرکت پڑا ہے۔ اس نے دل میں کہا کہ بادشاہ اس ضعیف الجثہ لاغر اندام کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اس مشت استخوان سے کیا ہو سکتا ہو گا یہ سوچ کر ہر دروازہ پر پتلہائے سحر بٹھائے اور چاہا کہ پھر اس بارہ دری کو غائب کر دے۔ چالاک نے بھی اس ساحرہ کو دیکھا اور بادشاہ ساحران کو نہ پایا۔ سحر عیاری سے گوہر مکاری نکالا اور دام تدبیر میں لنگ فطرت کو گرفتار کیا۔ وہ یہ کہ زبان سے کام لیا۔ آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور شکایت چرخ کجمدار میں اپنے حسب حال یہ اشعار زبان پر لایا اور چونکہ اشعار مولف کے ہیں اس لیے درد آلود ہیں۔

جو گردوں سے ہوا گلشن عالم کا یہ حال
جنبش برگ پہ ہے دل کے تڑپنے کا خیال
داغ کی شکل آتے ہیں نظر گلشن میں گل
نالہ کش دیکھیے ہے باغ میں جان بلبل
سر سر قمری سے ہر نخل سے نخل ماتم

ابر اٹھتا گھرا آتا ہے غافل ہر دم
کف افسوس ہوئے چرخ کے ہاتھوں سچے
داغدار ہو گئے تن دیکھئے طاؤسوں کے
ہوا صد برگ کا بھی رنج سے رخ سارا زرد
داغدار ہو گیا لالہ بھی اٹھا دل میں یہ درد
چشم نرگس کو یہاں ہر گھڑی حیرانی ہے
زلف سنبل کو جو دیکھا تو پریشانی ہے

اڑنگ فرزند رشید خواجہ عمرو ہے جس کو لحن داؤدی خدا نے عنایت فرمایا ہے۔ یہ بھی ایسا بے مثل گاتا ہے۔ زہرہ کا ترانہ بیہودہ خیال اس کے سامنے سمجھا جاتا ہے۔ پس ان اشعار میں ایسا درد بھرا تھا کہ ساحرہ کے آنسو نکل آئے کیونکہ اس نے کبھی ایسی صدائے خوش نہ سنی تھی۔ پس بیتابانہ قریب چالاک بن عمرو اور کہنے لگی۔ اے گرفتار ماندہ و مصیبت اگر میں تیری خطا شہنشاہ سے معاف کروا دوں تو مجھ کو کچھ گانا تو بتلائے گا اور تعلیم بطور معشوق دے گا۔ مجھ سے دغا تو نہ کرے گا۔

عیار مذکور نے کہا۔ اے ملکہ! یہ آپ کا خیال سراسر بجا ہے۔ کوئی بھی اپنے محسن کے ساتھ برائی کرتا ہے؟ مگر بادشاہ مجھ کو کسی طرح نہ چھوڑے گا۔ ایسا مجھ کو دشمن سخت ہو جاتا ہے کہ کسی کی سفارش نہ مانے گا۔ مگر آپ نے جو میرے حال پر رحم کیا ہے اور میرا حال پوچھا ہے تو اب مجھ کو بھی لازم ہے کہ ایسی آپ کی نذر کر دوں، جس کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم کی بے حقیقت ہو۔ اے ملکہ اگر تم خوف نہ کھاؤ اور میرا اتنا اعتبار کرو کہ یہ برائی نہ کرے گا تو ہاتھ میرے دونوں قابو میں میرے کر دو تو میں ایک طاؤس اپنی کسوت سے نکال کر تم کو دوں کہ وہ زمرد کا ترشا ہوا ہے اور داغ اس کے جسم پر یاقوت سے پچی گئے ہیں۔ پوٹے سے اس مور

کے رنگ شہاب کا جس میں سونا جل گیا ہے۔ گل دہانے سے اگتا ہے اور آنکھوں سے اس کی گلاب کیوڑہ بید مشک کا فوارہ چھٹتا ہے اور منہ سے اس کے شراب ارغوانی و زعفرانی نکلتی ہے اور زمین پر ایک بار اس کو زور سے اگر رکھ دو تو کمر کے پاس پردوں میں چھپی ہوئی ایسی کل لگی ہے کہ وہ ناچنے لگتا ہے۔ شاہان روئے زمین کو ہمیشہ ایسی نادر شے کی تمنا رہتی ہے کہ ملے۔ مگر ممکن نہیں ہوتی یہ بادشاہ لشکر مسلمانان کو خدا نے شرف دیا ہے کہ ان کے ادنیٰ ترین ملازموں کو یہ چیزیں میسر ہیں۔ میں یہ تحفہ شاہ کوکب کے لیے لایا تھا۔ لیکن جانتا ہوں کہ شاہ جادواں مجھ کو زندہ نہ چھوڑے گا۔ پھر وہ تحفہ نایاب آپ ہی کے کام آئے تو بہتر ہے۔

سلطان ایسی نایاب چیز کا بیان سن کر بہت مشتاق ہوئی اور سحر کا دم پڑھ کر ہاتھ اس کے قابو میں کر دیئے اس نے کمر میں ہاتھ ڈال کر پہلے ایک تختی الماس کی نکلی اور کہا۔ "اجی لاحول ولا قوۃ ------- نہیں معلوم کیا ہے کہ جس چیز کو ڈھونڈو نہیں ملتی ہے۔ اس تختی پر تڑپ ایسی تھی کہ ساحرہ کی نگاہ خیرہ ہوئی اور پکاری۔ دیکھوں یہ کیا ہے؟

اس نے کہا۔ "یہ تمہارے کام کی نہیں ہے۔ تم طاؤس مجھ سے لو۔"

اس نے کہا۔ "تم جب تک وہ نکالو' میں اسے دیکھوں۔"

یہ کہہ کر وہ تختی اس کے ہاتھ سے زبردستی لی۔ اس میں دیکھا تو وہ تین سوراخ بھی ہیں۔ ان میں عطر سلیمانی بھرا ہے۔ پوچھا۔ "یہ چھید کیسے ہیں؟"

اس نے کہا۔ "اے ملکہ یہ تختی بھی عجب صفت رکھتی ہے۔ یہ جو اس میں سوراخ ہیں ان میں عطر سلیمانی بھرا ہے۔ جو کوئی اس کو سونگھے تو پریاں ننھی دکھائی دیں۔ حمزہ پرلہ قاف سے اس کو لایا تھا۔ کسی حکیم نے اس کو بنایا ہے۔"

یہ ماجرا سن کر ساحرہ نے بصد اشتیاق اس تختی کے ایک سوراخ کو نتھنوں سے لگایا اور خوب اچھی طرح سونگھا چھینک مار کر بیہوش ہو گئی۔ عیار مذکور نے اس کو کمند سے باندھا کیونکہ ہاتھ اس کے قابو میں تھے۔ وہ قریب اس کے بیٹھی تھی۔ غرض اس کو

باندھ کر زبان میں اس کی سوزن دیا اور اس کو ہوشیار کیا۔ اب جو اس کی آنکھ کھلی۔ ہاتھ پاؤں اپنے بندھے دیکھے۔ زبان میں سوا چھدا پایا۔ اشارہ کیا کہ یہ ماجرا کیا ہے؟

عیار نے کہا۔ "اے ملکہ اب خدا کو واحد و یکتا جانو اور دین اسلام قبول کرو۔ میں تم کو قتل کر کے صاف چلا جاؤں گا۔ دیکھا تم نے قدرت خدا کا تماشا کہ مجھ عاجز و بیدست و پا کو تم پر اس نے غالب کر دیا اور اے ملکہ سامری جمشید خداوندان باطل کو بربوبیت ماننا کار جاہلان و گمراہان ہے اس خدا کو پوجو کہ جس نے عالم عالم ہست کیا۔ اسی کے قبضہ قدرت میں کون و مکان ہے ہم سب کی جان ہے۔ خالق روزی رسان معین و یاور بیکساں ہے۔"

اس نے اس طرح وحدانیت پروردگار بیان کی کہ ساحرہ کے آئینہ دل پر سے زنگ کفر کچھ دور ہوا اور دل میں بھی اپنے اس نے غور کیا کہ بیشک دین اس کا سچا ہے کیونکہ بادشاہ طلسم نے اس کو قید کیا پھر ایسا کچھ اس کے خدا نے اس کے دل میں ڈالا کہ اس نے اس کو قتل نہ کیا اور مجھ پر یہ باتوں باتوں میں غالب آیا۔ پس یہ سوچ کر اس نے اشارہ کیا کہ مجھ کو چھوڑ دے میں مطیع ہوں گی۔ اس نے زبان سے اس کی سوزن نکال کر کھول دیا۔

اس نے کہا۔ "اے عیار طرار تو نے میری جان بخشی فرمائی۔ میں ممنون عنایت ہوئی۔ اب میں تجھ کو اس گنبد بے در سے نکالے دیتی ہوں اور یہاں سے کچھ ہی دور پر ایک پہاڑ ہے کہ کوہ سلیمانی اس کو کہتے ہیں اس کے دامن میں ایک قلعہ ہے' قلعہ سلطانیہ کہتے ہیں۔ اس کوہ اور قلعہ کی ہم تین بہنیں حاکم ہیں۔ میرا نام سلطان جادو اور ان دونوں کا نام سلیمان و سرشار جادو ہیں۔ میں یہاں سے جا کر ان دونوں کو بھی سمجھاؤں گی۔ بادشاہ طلسم بھی وہاں آئے گا۔ بعد اس کی دعوت و ضیافت کے جیسا مشورہ ہو گا' وہ کروں گی۔"

چالاک یہ باتیں سن کر خود فرما ہوا کہ یہاں سے رہائی تم کو ملتی ہے۔ اس کو غنیمت

سمجھو اور اس کے ساتھ اس کے قلعہ میں تم بھی چھپ کر چلو۔ اگر پنجہ قابض ہو جائے تو مع شلہ طلسم ساحروں کو مارو اس کو پھر وہاں بٹھانا۔ اگر مانے بہتر' نہیں اب کی مرتبہ قتل کر ڈالنا۔ یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "اے ملکہ میں تم کو فہمائش کر چکا ہوں۔ اب مانا نہ مانا تمہارا کام ہے۔ اچھا مجھ کو رہا کر دو۔"

ساحرہ نے سحر پڑھ کر اس کے دست و پا میں قوت پیدا کر دی اور کہا۔ "یہاں سے نکل جاؤ۔"

عیار نے چلتے وقت کہا۔ "اے ملکہ میں پھر تمہارے ساتھ احسان کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ مجھ کو جو تم نکالے دیتی ہو۔ اگر شلہ طلسم پوچھے گا کہ قیدی کو کیا کیا تو جواب کیا دو گی۔"

اس نے کہا۔ "ہاں' یہ بات تو سچ کہتے ہو۔ پھر کیا تدبیر کروں؟"

اس وقت اس نے اپنی کسیت سے ایک سر مقوے کا بنا ہوا نکالا اور اس پر رنگ و روغن لگا کر اپنی صورت کا ایسا اس کو بنایا اور ساحرہ کے حوالے کیا' گلے کی رگوں سے خون ٹپکتا تھا۔ آنکھیں حسرت آلود اس کی کھلی تھیں۔ وہ سر ساحرہ دیکھ کر خوش ہوئی۔

اس نے سمجھایا۔ شلہ جو پوچھے کہہ دینا کہ وہ عیار شرارت کرتا تھا۔ میں نے سر کاٹ لیا۔ یہ سر اس کو دکھا دینا۔

غرضیکہ ساحرہ اپنے بیر وغیرہ یعنی پتلے سحر کے لے کر اور وہ گنبد بے در نابود کر کے اپنے قلعہ میں گئی چالاک بھی یہاں سے عقب میں اس کے چلا اور صورت ساحروں کی ایسی بنا کر قریب قلعہ سلطانیہ پہنچا۔ ایک طرف کو پہاڑ دیکھا کہ سر بفلک کشیدہ ہے۔ یہ چلے کوہ کے اوپر گیا۔ دیکھا کہ درخت انواع و اقسام کے اس پر لگے۔ گلہائے خوشرنگ پائیں سے تا بہ قلعہ کوہ کھلے ہیں۔ اور پہاڑ کے جھاڑیاں سر تراشی کی ہوئی بادلے سے منڈی ہیں۔ چشمے ہر ہر سمت جاری ہیں۔ چمن ستان بنے ہیں۔ مکانات تعمیر ہیں۔ سامنے مکانوں کے نمگیرے بادلہ مرادوہ کھینچے ہیں۔ پہاڑ پر تو یہ کیفیت ہے۔ سامنے ایک جانب کوہ کے دامن شہر پناہ گلی ہے۔ برج اس میں بنے ہیں۔ کنگرے فصیلیں تعمیر

ہیں۔ ہر برج میں ساحروں کا مجمع ہے دروازے پر کئی ہزار محافظ کا پڑاؤ پڑا ہے۔

یہ کیفیت اور سیر دیکھتا پھر کر قلعہ میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ قلعہ نہایت آباد ہے۔ عمارتیں پتھر کی بنی ہیں۔ در و دیوار کی صفائی پر نقش خاطر ہر زہرہ جبیں ہے۔ بازار مثل بازار محبت گرم ہے۔ ہر چیز لطیف و نرم ہے۔ دکانیں مثل خانہ چشم فتان معشوقاں اشیائے عمدہ سے نیرنگ بازی دکھاتی ہے۔ چشمہائے تماشائیاں حسرت سے اشک تر کا چھڑکاؤ وہاں لگاتی ہیں۔ چوک بہت چونا چکا آراستہ ہے گلبدنان نازک اندام کا ہر سمت مجمع ہے۔ کہاں تک وصف شہر بیان ہو۔ یہ اشعار اس کی ثنا میں کافی ہیں کہ

خوانچے والے کہیں پہ کہیں کھانے والے
حقے والے کہیں پہ دل کے جلانے والے
تھے بہشتی جو وہاں پانی پلانے والے
تھے مگر دل کی لگی کے یہ بجھانے والے
گل فروشوں کی دکانوں پہ یہ تھی گل کی بہار
بلبل دل تھا ہر اک شخص کا اس جا پہ نثار

چالاک ہر سمت تماشا کناں قریب دارالامارت شاہی آیا یہاں بھی بڑا انتظام اور سامان پایا۔ عمارت شاہانہ بنی تھی۔ ایک ایک کوٹھی طاق کسرے و قصر فریدوں پر طعنہ زنی کرتی تھی۔ عیار نے بسبب ہجوم دربانان اندر دارالامارہ کے جانا مناسب نہ جانا۔ اس لیے کہ شعلہ جاوداں یہاں آنے والا ہے۔ وہ آئے تو پھر جانا چاہیے۔

فی الجملہ یہ تو باہر دارالامارہ کے اپنی تدبیر کے ٹھہرا اور ادھر سلطان جادو جو داخل دارالامارہ ہوئی تو اس نے اپنی بہنوں سے کہا۔ "بادشاہ نے مجھ کو بلا بھیجا تھا اور ایک قیدی میرے سپرد کر دیا تھا اس کا تو میں نے سر کاٹ لیا۔ لیکن شہنشاہ نے یہاں آنے کا وعدہ فرمایا ہے پس سامان دعوت اور جشن مہیا کیا جائے۔"

اس کی بہنوں نے یہ سن کر حکم دیا۔ "شہر میں منادی کی جائے یعنی ہر شخص سرخ پوش ہو اور اپنے مکان میں آراستہ کرے۔ شب کو روشنی دروازوں پر ہو۔ گلی کوچوں میں خس و خاشاک کا نام نہ رہے۔ تمام شہر آئینہ بند ہو۔"

یہ حکم سن کر کوتوال شہر سرگرم اہتمام ہوا۔ ہر مکان پر مصتصلہ ہونے لگے۔ اختر کاری سے عالم کو چمکا دیا۔ ہر مکان چاندی سونے کا ڈلا نظر آتا تھا۔ برج خورشید و قمر ان کے سامنے شرماتا تھا۔ دکانیں اور کمرے منقش و رنگین ہوئے۔ مکانوں کی دیواروں پر طرح طرح کی گلکاری کی گئی۔ ہر ایک اہل شہر نے لباس عمدہ زیب بر فرمایا۔ دکانداروں نے اشیائے عمدہ کا ڈھیر لگایا۔ ہر سمت دھوم ہوئی کہ بادشاہ طلسم آتا ہے سواری دیکھنے کو تمام خلقت شہر در و بام پر جمع ہونے لگی۔ یہاں تو یہ کیفیت اور دھوم ہے۔ وفور عشرت ہے۔ تماشائیوں کا ہجوم ہے۔

ادھر سلطان وغیرہ نے ایک سو قصر عالی شان جو باغ پر بہار کے اندر تعمیر تھا۔ نقش و نگار میں بے نظیر تھا۔ جلسہ دعوت کے لیے مقرر فرمایا اور اس باغ کو بموجب حکم شاہان کار پردازوں نے آراستہ فرمایا۔ یہ نقشہ اس کا بنایا کہ جوش طراوت سے ہر تختہ چمن رشک گلزار جناں تھا۔ فلک اخضرو بوستان تھا۔ ہر روش کا اس کے نقشہ برنگ کہکشاں تھا۔ فرش مخمل سبز سبزہ کا بچھا تھا۔ ہر خوشہ ڈالی میں مثل عقد ثریا تھا۔ نہریں بعد نظافت ہر طرف رواں آب صفا آب چشمہ مہر تاباں بلکہ ہر ایک غیرت بخش مہتاب رخ حور کے چہرہ سے بڑھ کر ان میں آب و تاب لالہ حمرا کے تختے مثل چراغاں روشن بہار پر نسرین و سمن چشم نرگس گل خورشید پر چشمک زن گیسو سے قلابں پر زلف مسلسل سنبل طعنہ فگن اب اس باغ پر بہار کی دیواروں پر گلکاری کی گئی۔ طرفہ بہار پیدا ہوئی۔ خاطر رضوان بھی اس پر شیدا ہوئی۔ بارہ دری میں اس باغ پر بہار آراستگی کی گئی۔ پردہ ہائے زنبوری و زربفتی دروں میں چھوٹے گئے۔ مسندیں آراستہ ہو گئیں اور جملہ سامان عشرت مہیا کیا جس کا بیان نظم میں کیا جاتا ہے کہ

گرد پھولوں کے عنادل کے ترانوں کا سماں
قمریاں بیٹھی ہیں سرو پہ سرگرم فغاں
ابر کو دیکھ کے طاؤس گلستان رقصاں
سرو پہ قمریاں اور گل پہ عنادل قرباں
چہچہے ان کے ہر ایک زمزمہ پرواز کے ساتھ
جس طرح ساز کی آواز ملے ساز کے ساتھ
واسطے شہ کے مہیا ہوئے سامان کیا کیا
فرش و اسباب سے آراستہ ایوان کیا کیا
گھر ہوا باغ ہوا زیب گلستان کیا کیا
چاندی سونے کے قفس مرغ خوش الحان کیا کیا
خوش نوا ڈومنیاں سامنے گانے کے لیے
ساز سب طرح کے موجود بجانے کے لیے
وہ خواصیں کہ جو آراستہ زیور سے تمام
وہ جلیسیں کہ مے حسن سے ہر مست مدام
جن کے دیوانے ہیں غلمان و پری چہرہ غلام
وہ کنیزیں کہ میسر جنہیں حوروں کے مقام
نعمتیں جنت سے شرابیں جو طلب جام ہو
پاؤں چپی کر وہ بیٹھیں اگر آرام کرو

اسی طرح اس مکان مینو نشان میں ایک طرف مے خانہ آراستہ کیا۔ ایک سمت نعمت خانہ سجایا گیا۔

اس سامان کے مہیا کرنے میں وہ دن بھی آخر ہوا اور خسرو طلسم روز چشمہ ظلمت میں غائب سمجھ کر ڈوبا ساحرہ شب نے بہت دعوت شہ انجم سپاہ باغ فلک آراستہ کیا۔

سر شام یہ تینوں شہزادیاں بالائے بام وہی آ کر جلوہ گر ہوئیں۔ نیچے اس بام کے تمام

شہر آباد نظر آتا تھا اس کوٹھے پر وہ شہر جیسے پائیں باغ تھا۔ شہر میں روشنی خوب ہو رہی تھی۔ خلقت کا ایسا جماؤ تھا کہ میلہ لگا تھا۔ سوانگ طرح طرح کے بن کر آتے تھے اور اس کوٹھے کے نیچے سے گزرتے وہ قلعہ قلعہ افلاک کے ہمسر تھا کہ روشنی چراغاں قنادیل انجم کی طرح تاباں شعبدہ بازی بازی گراں بہرنگ عربدہ سازی گردش دوراں و آسمان اسی آمائش و زیبائش میں چالاک نے صورت اپنی شکل صورت آتش بازاں بنائی یعنی لباس سے بو گندھک کی اور بارود کی آتی۔ جا بجا پیرہن جلا ہوا۔ دو تین انار کمر میں ایک دو چرخی مہتاب وغیرہ ہاتھ میں لیے۔ اسی طرح چند وزن دکھانے کے واسطے لے کر سامنے اس کے کوٹھے کے آیا۔ شہزادیوں کو تسلیم کر کے دعائیں دے کر عرض کیا۔ "حضور میں آتشبازی ایسی بناتا ہوں کہ کسی بشر نے نہ کیا۔ چرخ نے باایں ہمہ پیرانہ سالی نہ دیکھی ہو گی۔ آج میری کے سامنے چرخی چرخ کی رنگ نہیں بدل سکتی۔ کیا مجال ہے جو مہتابی کو مہتاب کی میری مہتابی کے ہم وزن کر سکے اور پھلجڑی عقد ثریا کی مقابل میری پھلجڑی کے ہو۔ گو فلک لاکھ پھلجڑی چھوڑے اور شرر باری آتش فتنہ کی کرے۔ لیکن میری برق اندازی سے بہرنگ طاؤس آتشبازی آتش حسرت میں جلے۔ حضور دیکھئے میرے پاس یہ وزن ہے۔"

یہ کہہ کر وہ ایک کھینچ کر ایسے چھوڑے کہ عقل سب کی چکر میں آئی۔ مہتابی کے چھٹنے سے آتشباز دہر کے منہ پر چھٹنے لگی ہوائی۔ ملکہ سلیمان وغیرہ نے کمال درجہ پسند کیا اور فرمایا۔ "اس وقت بادشاہ طلسم آنے والے ہیں۔ کچھ عرصہ نہیں ہے۔ سر دست آتشبازی تیار کر سکتے ہو۔"

اس نے کہا۔ "دوپہر رات تک حضور اور جلسہ شاہ کو دکھائیں۔ دوپہر شب کے بعد آتش بازی مجھ سے تیار لیں۔ لیکن سب مصالحہ جو جو مجھ کو چاہیے ہو' عنایت کریں۔"

شہزادیوں نے اسی وقت بارود شورہ گندھک لوہ چون وغیرہ منگوا دینے کا حکم دیا۔ منتظمان نے اسی وقت سب سامان مہیا ہو جائے' کر دیا۔ جو اس قلعہ میں کہ آتشباز رہتے تھے

ان کو طلب کیا کر چالاک نے اپنا شریک حال کیا اور انعام کثیر کا ان کو امیدوار فرمایا۔ وہ قلعہ آتش بازی اور نیز دیگر سامان اپنے یہاں سے تیار اٹھوا لائے۔

عیار مذکور الگ سب کاریگروں کو لے کر بیٹھا اور آتش بازی بنانے لگا اور وہ اجزا اس میں شریک کرانے لگا کہ جس کے دھوئیں سے انسان بیہوش ہو جائے۔ یہ تو اس تدبیر میں ہے۔

ادھر شعلہ علم نے جا کر چشمہ پا شوئے سامری میں غسل کیا۔ جب وہاں سے جانب قلعہ سلطانیہ روانہ ہوا۔ دل میں اس کے خیال آیا کہ ملکہ سلطان جادو نے جا کر میرے آنے کی خبر دی ہو گی۔ سب اہل قلعہ منتظر میرے ہوں گے۔ بڑی تیاری کی ہو گی۔ پس لازم ہے کہ میں بھی بڑے احتشام و تزک سے قلعہ مذکور میں جاؤں۔ یہ غور کر کے ایک مقام پر ٹھہر کر اس نے سحر پڑھا کہ پری نژاد طلسم تخت اور جلوس شوکت و حشمت لے کر حاضر ہو جائیں۔ بادشاہ سوار ہو کر قلعہ مذکور میں آیا۔ اہل شہر منتظر تھے کہ یکایک غلغلہ ہوا کہ شہنشاہ تشریف لائے۔ ہر ایک چشم براہ سرگرم نظارہ ہوا۔

دیکھا کہ اول چار سو تخت جن پر جواہر کے درختوں کی چمن بندی کی ہوئی۔ مثل قطعہ گلزار کے ظاہر ہوئے۔ پھر بارہ سو جادوگر سرخ پوشاک پہنے منہ سے آتش فشانی کرتے' تلواریں کھینچے مریخ صولت بنے ہوئے نکلے۔ ان کے بعد کئی ہزار سوار مرکب پر زرہ پہ سوار نکلے کہ گھوڑے ان کے جواہر کے ساز و یراق سے آراستہ تھے۔ ان کے گزرنے کے بعد بارہ سو ساحر بشکل ہیبت ناک تھا۔ اژدھوں پر سوار پیدا ہوئے کہ زحل بھی ان کی صورتیں دیکھ کر خوف کھاتا تھا۔ ہندو سے فلک چکراتا تھا۔ جھنڈیاں ہاتھوں میں لیے جھولے گلوں میں ڈال تیغ اچھالتے گزر گئے۔ ان کے بعد کئی ہزار رنڈی کا غول ظاہر ہوا کہ ہر ایک عورت سراپا غرق دریائے جواہر تھی۔ فن عشق و حسن سے ماہر تھی۔ لباس ہر ایک گلابی زیب قامت کئے۔ مہندی ہاتھ پاؤں میں لگائے بقول مولف؎

ہاتھ میں دل لو اگر تم پھر مزا کیونکر نہ ہو
یہ کباب آتشی رنگ فنا کیونکر نہ ہو

ہر ایک گلبدن مہ جبین حور تمکین جوانی کا عالم کم سن۔ آپس میں قہقہے لگاتی۔ ہر گردوں کو اپنی ستم گری کے سامنے چٹکیوں میں اڑاتی گذر گئیں۔ پھر کئی سو رنڈیاں ساز ہاتھوں میں لیے تختوں پر سوار نکلیں۔ تونٹا سارنگی کا کھنچا تھا۔ آپ طبلے پر پڑتی۔ ناچ بروئے ہوا ہوتا ہوا پر بھی ہوا بندھی ہوئی۔

یہ معلوم ہوتا تھا کہ زہرہ ہوا پر اتر آئی ہے۔ ساکنان ہوا کی انجمن آرائی ہے۔ ان کے گزر جانے کے بعد چار ہزار نازنینان زریں پوش زیور یاقوت پہنے نکلیں۔ ہر ایک ان میں کرشمہ سنجی ایسی کرتی کہ سامری کو اپنا غلام بناتی چشم فتان ان کی عربدہ پردازی فتنہ دہر کو سکھاتی کرتیاں دوپٹے کی باندھے' سینہ پر کچیں ابھری ہوئیں۔ عاشقوں کے دل کا ارمان بڑھاتیں کہ ابھر ابھر کر وفور شوق زیادہ فرماتیں۔ کیا وصف ان چھاتیوں کا کیا جائے کہ

وصف پستان کرے کیا کوئی کہ مشہور ہیں یہ
کہتے ہیں شمس و قمر قبۂ نور ہیں یہ
ثمر پیش رس نخل سر طور ہیں یہ
ہاتھ کس طرح سے پہنچے کہ بہت دور ہیں یہ
آشنا آنکھ سے جس روز وہ انگیا ہو جائے
طائر نور نظر سونے کی چڑیا ہو جائے

○○○

• ملکہ مقراضن جادو

اور وصف ان کے حسن کا کیا بیان ہو۔ خوف یہ ہے کہ بہت طولانی نہ داستان ہو۔

وہ یگانہ اور حسن و جمال یاقوت احمر کی ترشی ہوئی چکیلی پھراتی تھیں۔ دل دہر کو لٹو بناتی تھیں آفتاب سے گویا بزبان ایماو اشارت فرماتی تھیں کہ بھلا حسن میں سامنے ہمارے آ تو سہی' یہ گو ہے اور یہ میدان ہے۔ کیا تیرے پاس سامان ہے۔ وہ چکیلی یاقوت سرخ کی جب پھراتی تھیں تو انگارے آگ کے پروئے ہوا اڑ رہے تھے۔ یہ گل رخسار دیں ملائک فریب تھیں۔ شیطان کو شہاب ثاقب لگاتی تھیں۔ یا انجم فلک کو چٹکیوں میں اڑاتی تھیں۔ ان کے نکل جانے کے بعد چار ہزار جادوگر طاؤس سوار چہرے ان کے پری تمثال کے اور جسم سب شکل طاؤس کے ہاتھ میں چکر لیے ایک سمت کو نکل گئے۔

پھر آٹھ نو سو چوبدار عصابردار عصائے جواہر نگار ہاتھوں میں لیے آواز طرقو لگاتے بڑھے عمرو دولت پکارتے ہوئے روئے ہوا پر اڑتے گزر گئے۔ ان کے بعد سترہ سو عورتیں کم سن پچکاریاں اور گگریاں لیے رنگ کھیلتی رنگ میں شرابور منہ پر عبیر و گلال ملا ہوا۔ حسن کی دونی بہار ان کا تخضب کا نکھار۔ وہ رنگ کھیلنے میں ان کا بیساختہ پن عجب رنگ دکھاتا۔ گویا گورا نازک بدن پیرہن سے نظر آتا تھا۔ رخسار ان کا رنگ میں بھرا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ لعل و بدخشانی جوہری حسن نے دکان جسد میں دھرے ہیں یا دو یک نور روشن ہوئے ہیں یا جوش پر رنگ شباب آیا ہے۔ بحر حسن نے پر جوش ہو کر حبابوں کو بنایا ہے۔

غرضیکہ جب یہ بھی گزر گئیں۔ ایک ابر پیدا ہوا۔ بجلی اس میں چمکنے لگی اور ترشح ہونے لگا موتی برسنے لگے۔ باجوں کی آواز ارغنوں دار صورت ہزار آنے لگی۔ اب شہر کی تمام خلقت میں غلغلہ برپا ہوا کہ شہنشاہ تشریف لائے۔ ہر ایک یہ کہتا تھا کہ ہوشیار ہو جاؤ شہ شاہان کی سواری قریب آئی کہ

لو وہ آتا ہے جو ہے موجد نیرنگ و فسوں
جو مسلمانوں کا رہتا ہے سدا تشنۂ خوں
جس کے آگے سر تسلیم زمانہ ہے نگوں
سر جھکاتے ہے قدمبوسی کو جس کے گردوں
جب یہ شمشیر دم جنگ علم کرتا ہے
سر جلا و فلک کو بھی قلم کرتا ہے

یہ غلغلہ سن کر سلطان و سلیمان و سرشار مع تمام اپنے امرائے دولت کے اٹھ کر بہر استقبال چلیں کشتیں زر و گوہر کی ہمراہ لیں۔ تخت سحر پر سوار ہو کر بلند ہوئیں۔ اس اثنا میں ایک تخت زمرد کا نمودار ہوا۔ بنگلہ اس پر موتیوں کا پڑا تھا۔ شاہ طلسم اس تخت پر جلوہ فرما تھا۔ گرد تخت چلمنیں سونے چاندی کے تیلیوں کی پڑی تھیں اور ہزار ہا نازنین چنور بال ہما کے لیے مروحہ جنبانی کرتی تھیں۔ چلمنیں آدھی بندھی اور آدھی کھلی تھی۔ ساحران خوک پیکر گھنٹے گھڑیاں ناقوس بجاتے تھے۔ بادشاہ بھی صورت اپنی مثل جوانوں کے بنائے موتیوں کا تاج سر پر رکھے۔ سفید پوشاک زیب قامت فرمائے زمرد کی سمرنیں ہاتھوں میں باندھے تھے۔

ان تینوں شہزادیوں نے آگے بڑھ کر تسلیم کی اور نذر دی۔ پھر سواری کے ہمراہ مثل کنیزوں کے چلیں۔ شام ہوتے ہوتے بادشاہ داخل قصر جلسہ دعوت ہوا اور تمام سامان تزک و احتشام کو رخصت کر دیا فرمایا! میں یہاں سے جانب کوہ فیروز جاؤں گا۔ پھرتا ہوا باغ سیب آؤں گا۔ پس اس ساز و سامان سے گرد آوری طلسم کی کر نہ سکوں گا۔"

حاصل مرام وہ جملہ سامان طرفۃ العین میں سامنے سے غائب ہو گیا۔ اب بادشاہ کے سامنے ناچ ہونے لگا اس طرف باغ بہار میں مقیش اڑ رہا تھا۔ نازنینان ماہ پیکر کا مجمع تھا۔ غرض ناچ دیکھنے لگے۔ شراب کا پیالہ گردش میں آیا۔ ملکہ سرشار وغیرہ تینوں بہنیں جوان اور حسین طرحدار ہیں۔ وہ پہلو میں بیٹھیں۔ پھر تو اس جلسہ کی یہ کیفیت تھی

کہ جشن جمشیدی مقابل اس کے ایک گدا کی صحبت تھی کہ

ناچنے والوں نے یہ دھوم مچائی آ کر
کہ ہوا چار طرف بزم میں شور محشر
تیوریاں ایسی چڑھیں اترے رخ شمس و قمر
نیچی آنکھیں ہوئی جھپکیں تو اشارے خنجر
اٹھ گیا ہاتھ جدھر اک نئی آفت اٹھی
پاؤں کی ٹھوکروں سے گرد قیامت اٹھی
ایسے نکالں کہ دیکھے نہ سنے آج تلک
تالیوں کی دور افلاک پہ پہنچی دھمک
گہ کمر میں تھی لچک گہ تھی اعضا میں پھڑک
گہ جوان گھنگھرو بجے یہ کسی دم کو رک
کبھی ناہید کبھی سے خوار بجے تیزی سے
زعفران زار ہوئی بزم طرب خیزی سے
دوپہر رات گئے تک تو یہ جلسے وان پہ
بعد ازاں مشغلہ بادہ و دور ساغر
ہم نشیں پہنے ہوئے گرد مرصع زیور
چور سب نشہ میں جامے سے سراپا باہر
شان جام سے قلقل میں گل خنداں کی
قلقل شیشہ صدا بلبل خوش الحان کی
بعد اس جشن کے خاصے کا ہوا پھر سامان
چن دیئے لا کے یہ خاصے جو نایاب جہان
میز پہ ظرف تھے انجم کی طرح نور افشاں

لائیں حوروں سے کہو مائدہ باغ جناں
چرخ کے خوان سے بھی نعمت الوان آئے
نان خورشید و نیر مہ تاباں آئے

دوپہر رات گئے آتشباز فلکی نے آ کر عرض کیا کہ: آتشبازی تیار ہے کہاں گاڑی جائے۔

شہزادیاں سوچیں کہ باہر باغ کے سامنے جو میدان ہے' ادھر ایوان شاہی میں راستہ نہیں چلتا ہے۔ اسی طرف آتشبازی چھوٹنا اچھا ہے۔ اس کوٹھے کے نیچے کہ جس پر بیٹھے ہیں۔ شہر آباد ہے۔ تمام خلق دیکھنے کو جمع ہو گی۔ ہجوم سے مزاج شہنشاہی برہم ہو گا۔ پس یہ تجویز کر کے حکم دیا باغ کے دروازے پر جو میدان ہے وہاں گڑھے۔" چنانچہ اسی جگہ آتشبازی نصب ہوئی اور دروازے پر ایک کمرے میں فرش مکلف آراستہ ہوا بیچ کے دروازے میں مسند بادشاہ کے لیے بچھائی گئی اور شہزادیوں کے لیے بھی اسی جگہ بیٹھنے کی مقرر ہوئی۔ اور امیران سلطنت اور دروں میں ٹھہرنے کو معین ہوئے۔ بادشاہ کو لا کر انہوں نے اس مسند پر بٹھایا۔ آپ سر پر رومال جھلنے کھڑی ہوئیں۔ شاہ نے ہاتھ پکڑ کر اسی در میں بٹھا لیا۔ باقی کچھ لوگ میدان میں کچھ در باغ پر اور مکانات کے کمروں میں تماشا دیکھنے ٹھہرے۔ لیکن وہی لوگ یہاں ہیں جو رسوخیت رکھتے ہیں اور مقرب و معزز ہیں۔ بہت بھیڑ اور جماؤ نہیں ہے۔ اس اثنا میں شاہ کو خیال قیدی کا آیا۔ سلطان سے پوچھا ہمارے قیدی کو کس کے حوالے کیا۔ جو تم یہاں بیٹھی ہو۔"

اس نے عرض کیا: "بعد آپ کے تشریف لے جانے کے میں چند کنیزیں بہر حفاظت چھوڑ کر قلعہ میں اپنے آئی۔ وہاں اس عیار نے نہیں معلوم کیا تدبیر کی کہ اندر اس گنبد بے در کے کنیزوں کو بلا کر بیہوش کر دیا۔ تو میں نے بہر سحر کے معین کر رکھے تھے کہ مجھ کو خبر دیتے رہیں۔ انہوں نے مجھ کو اطلاع دی کہ وہ خبر لو کنیزیں قتل ہوتی ہیں۔ میں بہت جلد یہاں سے گئی۔ وہ ایک کنیزیں قتل ہو گئی تھیں۔ میں نے جا کر غصہ میں اس کا سر کاٹ لیا۔ آپ کے دکھانے کو سر لیتی آئی۔"

یہ کہہ کر ایک کنیز سے فرمایا: "میری خوابگاہ میں صندوق رکھا ہے۔ اس میں سر لا کر میں نے رکھ دیا ہے لے آ۔"

وہ کنیز سر مصنوعی چالاک کا لے آئی۔ شاہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا "شکر ہے سامری کا جو دشمن صعب قتل ہوا۔"

یہ کہہ کر سر تو مزبلہ پر پھنکوایا اور مصروف تماشائے آتشبازی ہوا۔ چالاک نے حکم چھوٹنے آتشبازی کا جو پایا کرہ ارض میں آگ لگا دی۔ پہلے تو غبارے ہزاروں اڑا دیئے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ برج آسمان سے اتر آئے ہیں۔ ان میں ستارے چمکتے ہیں۔ وہ ان غباروں کا ہوا کے رخ پر جانا اور ڈگمگانا یہ ظاہر تھا کہ سبعہ سیارہ ہالہ میں بھٹکتے ہیں بروئے ہوا برج اور بنگلے بنے تھے۔ شاہد ان شعلہ رخسار ان میں بیٹھے تھے۔ شمیں شمیں گنبد عیاری کے دل جلوں کے دل مردہ تھے اور غبارے ان کے مقبرے تھے۔ یا سرکشوں کے سر کمال فروغ سے ہوا میں بھرے تھے۔ اسی طرح ایک سمت توپیں آتشبازی کی دغنے لگیں۔ صدا نے ان کی عارضی غبرا میں کیا۔ قلعہ افلاک میں تزلزل ڈال دیا۔ ہوائیں ایسی چھوٹیں کہ کرہ ہوا کرہ نار بن گیا۔ وہ فلک پر سے ستاروں کا گرنا اور سرخ سبز رنگ بدلنا عجب عالم دکھاتا تھا۔ کبھی کوئی ستارہ مریخ تھا۔ دم بھر میں وہ زہرہ و عطارد نظر آتا تھا۔ چار سمت سے آتشبازوں نے جنگ بڑھائیں اور ان کی کنیوں میں چرخیاں باندھیں اور پھلجڑی دم کی جگہ باندھ کر آگ لگا دی۔ جب وہ جنگ بلند ہوئی پھلجڑی کی آگ چرخی تک پہنچی۔ روئے ہوا پر جو سب چرخیاں چھوٹیں۔ چرخ شعبدہ گر چکر میں آیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ صد آفتاب آسمان سے اتر آیا۔ ہزارہا گنبد درختوں میں لگے تھے ان میں جو آگ دی اناروں کی طرح وہ چھوٹے ایک گلزار زریں کوسوں تک نظر آنے لگے۔ زمین و آسمان شرر ریز و شعلہ خیز تھا۔ عدم آباد تھا۔ عالم کا پتا وار شک کوہ طور بنا۔ خاکدان ظلمت عالم نور بنا کہ

بعد فاصلے کے گی چھٹنے وہ آتش بازی
لگ اٹھی آگ فلک کو ہوئی برق اندازی
تھا تماشا کہیں فیلوں کی وغا پردازی
جل کے طاؤسوں کی تھی چار طرف طنازی
چرخیاں جھکنے لگیں گنبد دولابی سے
ہو گئی رات بھی دن زردی مہتابی سے
قلعے کاغذ کے جو تھے نصب ہوئے آتشباز
آگ نے گرد فنا کی کیا دم بھر میں حصار
صفت سرو چراغاں تھے شرر بار انار
جیسے پرواز کریں نالہ عاشق کے شرار
ہو گئیں مہتابیاں روشن مہ انور کی طرح
چادریں چھٹنے لگیں پانی کی چادر کی طرح

اس آتشبازی کے دیکھنے میں بادشاہ اور اہل فیروز محو تماشا تھے اور تعریف کے نعرے بلند کرتے تھے۔ ادھر ہت پھل جاتی ہوئی اور پھلجھڑی دیو پری پٹاخے بنا کے چھوٹ رہے تھے اور چالاک نے اس رخ سے آتشبازی کو گاڑھا تھا کہ دھواں اس کا باغ کے کمروں کی طرف جاتا تھا۔ ہوا کے رخ پر ان کمروں کو رکھا تھا۔ تھوڑے ہی عرصے میں دھواں گھٹا اور تمام مکانوں میں بھر کر ایسا گھٹا کہ ہر شخص کی جادو و قائم جادو علم سپہ سالار انتظام کرتے پھرتے تھے۔ انہوں نے آپس میں اثر نشہ بیہوشی سے دھول دھپا شروع کیا۔ احمر نے قائم کے دھول ماری۔ اس نے کہا ابے یہ کیا بھیا کہ تمہارے سر کا خود لیے جاتا ہے۔"
قائم نے گھبرا کر پکارا ابے مشعلچی مشعل لا۔
مشعلچی ایسا گھبرایا کہ اس کے سامنے چلو باندھ کر آیا کہ ہم بے الو لا۔"

قائم نے کہا "لے۔"

اور چلو میں پیشاب کر دیا اور پکارا جلدی دستی میں بھر کر مشعل پر ڈال' میرے پیشاب میں چراغ جلتا ہے۔"

ایک سپاہی نے آ کر ایک لات ماری کہ "بے ہمارے سامنے یہ شیخی۔"

لات کھا کر یہ گرا اور بیہوش ہوا۔ دوسرا سپہ سالار سپاہی کو پکڑنے چلا۔ وہ بھاگ۔ یہ دونوں بھی بیہوش۔ آتشباز بھی آپس میں لڑنے لگے۔ ایک نے دوسرے کے پیرہن میں آگ لگا دی کہ آتشبازی کا دیو بھاگا جاتا ہے۔ کسی نے کسی کا ازار بند آ کر تھاما کہ اس پتلے کا یہ فلیتہ ہے۔ ادھر کوٹھوں پر سے آواز تڑاق تڑاق چھینکوں کی آ رہی تھی۔ آخر اس میدان ضیافت کے سب آدمی بیہوش ہو گئے۔ چالاک خنجر کھینچ کر اس کمرے پر آیا کہ جس میں شاہ طلسم بیٹھا تھا۔ وہ آتے ہی بادشاہ پر حملہ کیا۔ فوراً ایک پنجہ پیدا ہوا۔ خنجر اس نے روک لیا۔ یہ عیار سوچا کہ بادشاہ ساحر زبردست معلوم ہوتا ہے۔ جس تو غفلت میں بھی سحر اس کا چلتا ہے خیر حال اس کے قتل کا بھی طلسم میں رہنے سے معلوم ہو جائے گا۔"

غرض بادشاہ کے قتل سے ہاتھ اٹھا کر جلد جلد اور ساحروں کے پیٹ پھاڑنا شروع کیے اور بہت کے کاٹے۔ غل اور ہنگامہ پریوں نے مچایا۔ آندھیاں آئیں۔ ساحر جو یہاں علیحدہ تھے۔ وہ دوڑے اتنے عرصہ میں اس نے سو دو سو کے سر کاٹے تین چار سو کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ اس وقت ایک تڑاقا ہوا ابر گھر آیا۔ تب بجلی چمکی بوندھیاں پڑنے لگیں۔ ہوا سرد چلی شاہ جادواں ہوشیار ہو کر اٹھا۔ عیار موصوف نعرہ کر کے کہ اشم چالاک بن عمرو" ایک سمت کو جست کر کے بھاگا ادھر سے ساحر آئے۔ بادشاہ یکایک اٹھا حیران چار سمت دیکھنے لگا کہ یہ کیا ہوا۔ عیار تو کہیں جا کر چھپ رہا اور بادشاہ نے پانی زیادہ برسا کر سب کو ہوشیار کر دیا اور دیکھا کہ سلطان وغیرہ نے دعوت کے عوض ایسی عداوت کی ہے کہ تشنہ خوں ساحران بن گئی ہیں۔ سر قمیں ہماری کشتہ ہیں۔ سمندر بن کر جہاز ڈبویا ہے۔

غرض یہ کہ اس کو غضب طاری ہوا اور دل سے سوچا کہ سلطان وغیرہ نے دعوت پہلے تھی سے کہ یہ شہزادیاں قلعہ کی عیار سے مل گئی ہیں۔ یہ خیال کر کے اس نے شہزادیاں سے کہا۔ "اری تجھ بڑا غضب کیا تم نے نمک حرامی پر کمر باندھی اور مجھ سے دغا کی۔"

انہوں نے ہاتھ باندھے اور قدم پر سر رکھا عذر کیا "اے شہنشاہ کنیزیں بالکل بے خطا ہیں اور اگر کوئی شبہ ہماری جانب سے حضور کو ہو تو معاف فرمایئے۔"

بادشاہ نے ایک ٹھوکر ماری سر ان کے قدم پر سے اٹھا گئے اور منہ سے بادشاہ نے اف کیا۔ ایک شعلہ منہ سے نکلا۔ یہ تینوں شہزادیاں بیہوش ہو گئیں۔ اس وقت سب کنیزوں اور انیسوں کو ان کی بادشاہ نے طلب کر کے کہا "سچ بتاؤ کہ یہ کیا ماجرا ہے۔"

انہوں نے قسمیں کھائیں کہ "ہم نہیں واقف ہیں۔"

شاہ نے کہا۔ "اچھا اگر تم شریک حال میرے ہو تو ان حرامزادیوں کو گرفتار کئے ہوئے کوہ شگوف پر لاؤ میں وہاں ان کو قتل کروں گا۔"

اور افسران لشکر کو اس قلعہ سے بلایا اور ایسا سحر ان پر دم کیا اور حکم دیا۔ "اپنے سرکاٹ ڈالو۔"

سب نے اپنے ہاتھ سے سرکاٹ ڈالے۔ قلعہ میں غوغائے عظیم برپا ہوا۔ ان افسران کی بی بیاں لڑکے بچیں شاہ کے قدم پر آ کر گریں۔ شور و فریاد نوحہ بلند کیا اور عرض کیا "وہ عیار اس میں خوش ہوں گے یعنی جو میرے قتل کرنے سے بچ گئے۔ ان کو شاہ نے قتل کیا۔

اس کلمہ سے بادشاہ کو رحم آیا اور مزید کے قتل و ہلاکت سے ہاتھ اٹھایا اور ایک معزز ساحر کو حکومت وہاں کی سپرد کر کے چند چٹیاں بزور سحر مٹی کی بنا کر بیران ان کے قلب میں بٹھا کر سب کنیزوں اور انیسوں کو شہزادیوں کو مقید کر کے تخت ہائے سحر پر بٹھلایا اور کہا۔ "مجھ کو تم سے بھی شک ہے۔ پہلے میں نے قیدان حرامزادیوں کی تمہارے سپرد کرنا چاہی تھی۔ مگر نہیں جن کی مالکیں یعنی ان کی کنیزیں کیونکہ تہ بغی

ہوں گی۔"

یہ کہہ کر ان تینوں شہزادیوں کو بھی ایک سحر کے تخت پر زنجیروں میں باندھ کر بٹھلایا اور ہوشیار کر کہ دیا کہ اپنے حال خراب کو دیکھیں۔ پس ان مٹی کی پتلیوں کے یہ سب تخت سپرد کیے اور فرمایا" کہ شگوفہ پر انہیں لاؤ۔"

اور آپ یہاں سے پرواز کر کے روانہ ہوا۔ لیکن اس انتظام کرنے اور دعوت وغیرہ کے جلسے میں وہ رات گزر گئی تھی۔ خلعت پر زر ستارہ دار جسم فلک سے حاکم علم فطرت نے اتار لیا اور لباس عریانی عنایت فرما کر اطلس گردو غبار کا جامہ روز گار غدار کو دیا
کر

کہ جس دم زلف شب گھٹنے کو آئی
سحر کی پھر گئی ہر سو دہائی
درختوں سے ہوئے خشک اشک شبنم
حرارت مہر نے بخشی مگر کم

بادشاہ تو جا چکا تھا صبح کو پتلیاں تخت مقیدوں کے اڑ کر روانہ ہوئیں۔ قلعہ میں عجیب طرح کا تلاطم تھا نوحہ و شیون کی صدا ہر گھر سے بلند تھی۔ بخت سیاہ زلف بن کر جھاڑ و گلیوں میں دے رہا تھا اشک تر کا چھڑکاؤ سر راہ تھا۔ غم و اندوہ کی سیاہ دودیہ استادہ تھی چشم حسرت آلودہ کی طرح ہر دکان کھلی تھی۔ شہر تمام وحشت آبادی تھا۔ خانہ خرابی خانہ نجات تھی۔ ہر دیوار و در فرط غم سے ششدر ہر ایک قفل شکل آئینہ در و غرفے اور دریچے شکل آغوش پر تمنا کھلے تھے۔ دروازے بسان باب مطالب کم نصیباں بند تھے۔ کہاں تک یہ رنج بیان ہو۔ کسی کو جوش الم سے ہوش نہ تھا۔

چالاک بھی شہر سے اسی ہنگامہ میں صبح کو نکل گیا اور ان تختوں کے ہمراہ یہ بھی چلا۔

نی سے کہتا تھا کہ ملکہ سلطان تیرے سبب سے قتل کر ڈالی جائے گی۔ اس نے تجھ کو قید بادشاہ سے رہا کرا دیا تھا تجھ کو بھی چاہیے کہ اس کو چھڑا دے اور اب بادشاہ اس سے لیتی ہو گیا ہے۔ یہ جانے گی کہاں مع اپنی بہنوں کے یقین ہے کہ تیری شریک ہو جائے۔ یہ تجویز کر کے اس نے ایک جگہ ٹھہر کر صورت اپنی بارہ چودہ برس کے سن کی عورت کی بنائی لیکن چہرہ پر نور پر زردی غم کی چھائی ہوئی۔ زلف سیاہ پر پریشانی آئی ہوئی حسن صبیح میں شورت رنج کا نمک جو ملا تھا تو اور زیادہ مزا پیدا ہو گیا تھا۔ مگر شیر برنج میں نمک کسی کام کا سرا سر بے لذت و بد ذائقہ تھا۔ یعنی گرد غم منہ پر پڑی آنکھوں سے بندھی اشکوں کی لڑی۔ دوپٹے کا ایک آنچل سر پر ہو ایک زمین پر گھسٹتا ہوا پائنچے چھوٹے ننگے پاؤں کانٹے تلووں میں چبھے انگیا مسکی ہوئی چھاتی ننگی ہوئی۔ منہ پر دوہتڑ مارتی ہے' ای جان کہتی زار زار روتی اس تخت کے نیچے پہنچی کہ جس پر شہزادیاں قید تھیں۔ یہ بھی دوڑتی چلی۔

اس کے حال زار کو چیلوں نے کہ اصل میں وہ چیلیاں ارواح خبیثات ہیں دیکھ کر رحم کھایا اور تخت کو زمین پر اتار کر کہا "اے شوریدہ بخت یہ کیا تیرا حال ہے۔ کیوں تو اسیر سلسلہ ملالی ہے۔ مجرموں کے سایہ سے بھاگنا زیبا ہے نہ کہ تو ان کے ہمراہ آئی ہے رنج غم ان کے رنج پر بہاتی ہے۔"

اس وابستہ زنجیر اندوہ نے جواب دیا "اے بہنو' ان شہزادیوں نے مجھ کو چھ مہینے کا لے کر پالا تھا۔ ان کی بدولت دنیا بھر کے چین عیش کیے۔ کس ناز و نعمت سے پل کر ہم اتنے بڑے ہوئے۔ اب یہ ہماری پالنے والیاں لباس عذاب میں گرفتار ہوں اور ہم گھر میں بیٹھے ہیں۔ یہ ہم سے نہ ہو سکا۔ گھر سے نکلے ہیں نہ دانہ کھائیں گے نہ پانی چکھیں گے۔ یونہی تڑپ کر جان دیں گے۔ اگر تم ہم پر اتنا احسان کرو بہت اچھا ہے کہ مشکیں ہماری باندھ کر انھیں کے پاس بٹھا لو تو ہم ان کو دیکھتے چلیں۔ شاہ سے کہہ دینا کہ یہ ان گنہگاروں کی بچی ہے۔ قید ہونے سے رہ گئی تھی۔ ہم نے گرفتار کر لیا۔

شاہ ہم کو بھی قتل کر ڈالے گا۔"

یہ کلمات حسرت آیات سن کر وہ چیلیاں بولیں۔ "ہے ہے تھوڑی غیر ہے لیکن پالی جو ہے تو کیا محبت اس کو ہے۔ اچھا اس کو اٹھا لینا چاہیے۔"

ایک نے کہا۔ "جو بادشاہ خفا ہو تو کیا ہو۔"

دوسری بولی۔ "جب مقام قریب شہنشاہ آئے گا تو اس کو اتار دیں گے۔"

یہ کہہ کر اس سے کہا۔ "اچھا بدبخت تخت پر بیٹھ جا' مگر غل نہ مچانا' نہیں ہم اتار دیں گے۔"

یہ نازنین اسی تخت پر کہ جس پر شہزادیاں قید تھیں جا بیٹھی اور گردن میں ان کی باہیں ڈال کر کہا۔ "اری جان تم نے کچھ کھایا بھی۔"

وہ تینوں حیران ہیں کہ یہ کون ہے۔ ہماری تو کوئی لے پالک نہیں۔ مگر یہ سوچتی ہیں کہ تم تو قید ہو اس کے حال کی تفتیش نہ کرو۔ کوئی ہو گی تم سے تو یہ لطف مدارا پیش آتی ہے۔ غم خواری جتاتی ہے۔

غرضیکہ جب اس نے پوچھا "تم نے کچھ کھایا۔"

انہوں نے کہا۔ "اے بہنی قید میں کھانا پانی کہاں۔"

اس گلرو نے کہا۔ "ہم لڈو موتی چور کے تمہارے لیے لائے ہیں تم کھاؤ تو ہم بھی کچھ کھائیں۔"

انہوں نے کہا۔ "اس غضب میں کھانے پینے کا کسے ہوش ہے۔ اچھا ان چیلیوں سے کہو اگر یہ تخت ٹھہرائے رکھیں تو ہم کھائیں۔"

اس گلبدن نے لڈو بہت سے نکال کر ان چیلیوں کے آگے رکھے کہ یہ آپ بھی کھائیے اور تخت ٹھہرائے رکھئے کہ ہماری مائیں بھی کھا لیں۔"

انہوں نے وہ لڈو لے کر کھانا شروع کیے اور کہا۔ "جلد تم بھی کھا لو کھلا لو۔"

اس نے کچھ لڈو خالی از بیہوشی نکالے اور شہزادیوں کو دیے۔ وہ بھی کھانے لگیں لیکن چیلیوں کو لڈو بیہوشی ملے ہوئے دیے تھے۔ وہ کھاتے ہی بیہوش ہو گئیں۔ اس وقت

شہزادیوں نے پوچھا "اے بی بی تو کون ہے۔"

اس نے کہا "میں وہ ہوں جس کو سلطان نے گنبد بے در سے نکال دیا تھا۔ اب تم سحر پڑھو اور سب مل کر یہ زنجیر اپنے پاؤں سے دفع کرا اور میرے ساتھ چلو۔"

یہ سنتا تھا کہ ان تینوں نے سحر پڑھا اور اینک بخشمہ ممالک طلسم ہیں۔ سحر کو بادشاہ کے تینوں نے مل کر رد کر دیا اور ان پر سے کیا سحر اترا۔ سب کنیزوں اور انیسوں پر سے بھی اتر گیا۔ انہوں نے جلد ایک تخت اپنے سحر سے بنایا اور چالاک کو اس پر بٹھا کر آپ بھی سوار ہوئیں اور کنیزوں اور انیسوں وغیرہ سے کہا: "تم بھی آسمان میں غائب ہو کر بطور تحتی ہمارے ساتھ آؤ کہ ہم لشکر مہ رخ میں جائیں گے۔"

وہ سب پرواز کر کے چھپ کر روانہ ہوئیں اور یہ شہزادیاں بھی چلیں۔ ان چیلوں کو اسی طرح بیہوش چھوڑا۔ اس لیے کہ یہ قتل نہ ہو سکیں گی۔

راہ میں شہزادیوں سے نے عیار سے کہا "ہم بدل مطیع الاسلام ہوئے۔ اطاعت خواجہ عمرو کی مثل مہ رخ ہم نے قبول کی۔ تم ہم کو اس شاہ ستمگار کے ہاتھ سے بچا کر لشکر مہ رخ میں پہنچا دو۔ اور اے عیار طرار یہاں سے لشکر مہ رخ بہت دور ہے۔ ہم تمام بیابانوں میں سرگرداں پھرتے۔ مگر لشکر مذکور تک نہ پہنچے۔ ہم بھی جانبازی و سرفروشی کر کے آپ کو پہنچائیں گے۔ ہر چند کہ اس موذی بادشاہ سے بچ کر جانا لیکن مشکل ہے پھر بھی یہاں سے کسی گاؤں میں چل کر دیکھیں۔ جو کوئی آنے جانے والا۔ ادھر کا ہو گا اس کے ہمراہ چلیں گے۔"

چالاک نے کہا "تم گھبراؤ نہیں ہم کسی نہ کسی تدبیر سے پہنچ دیں گے۔"

یہ باتیں کرتے ہوئے ایک دہ کہ میں آ کر ٹھہرے اور کچھ اکل و شرب کا بندوبست کرنے لگے۔

ادھر شاہ جادوان جو روانہ ہوا تھا تو کوہ شگوفہ پر آ کر پہنچا۔ اس پہاڑ پر درخت پھولوں کے لگے تھے۔ مشاطہ بہار نے شاہد گل کا بکمال حسن و تزئین آراستہ کیا تھا۔ قلعہ کوہ سے پائیں کوہ تک درخت سرسبز شاداب لگے تھے۔ غنچے چٹکتے تھے تو صدائے قلبا تک

عنادل آئی تھی۔ غنچہ خاطر کھلاتی تھی غنچہ سربستہ پر عکس جو برگ ہائے سبز کا پڑا تھا تو سرخ گلابی میں بادہ سبز کا ہونا ظاہر تھا۔ پہاڑ پر آئینہ تہر بعد صفا رخ خور کو شرماتا جوش تراوت سے سبزہ لہراتا۔ درخت میوہ دار بھی پھلے پھولے تھے۔ شل تو انگران گل و غنچہ و ثمر سے ہر ایک ڈالی نہال تھی۔ فرط عشرت سے جھومتی مالا مال تھی کہ

رشک گلزار جناں جوش طراوت سے چمن
جابجا نسترن و سوسن و نسرین و سمن
تختہ لالہ کا چراغوں کی طرح سے روشن
چشم نرگس گل و خورشید پہ تھی چشمک زن
رشک میں حور کے چہرہ سے رخ گل بڑھ کر
زلف غلمان سے کہیں گیسو سنبل بڑھ کر

بادشاہ طلسم نے اس کوہ پر پہنچ کر سحر کی دستک دی۔ فوراً زمین شق ہوئی اور سوا سو پتلے چینی کے تہ ارض سے نکلے اور ایک طرف اڑ کر گئے۔ پھر جو آئے تو کرسیاں جواہر کار لے کر اور جملہ سامان انجمن آرائی یعنی بادہ و شیشہ ساغر نازنینان قمر پیکر اپنے ہمراہ لائے کرسیاں بچھا کر فرش مکلف آراستہ کیا۔ جام مے ارغوانی بھر کر شاہ کو دیا۔ چنگر چوگھڑے مسند کے قریب رکھ دیئے۔ بادشاہ گل اندامو ں کو پہلو میں لے کر بیٹھا اور شراب پینے لگا۔ کچھ پریاں ساز لے کر ایک سمت سے آئیں اور سامنے گانے بجانے ناچنے لگیں۔ بادشاہ نے دوبارہ سحر پڑھ کر آواز دی "اے محافظان سلطان جادو وغیرہ تم قیدیوں کو لے کر کہاں بیٹھ رہیں۔ جلد اس پہاڑ پر حاضر ہو۔"

یہ آواز دیتے ہی وہ چڑیاں جن کو چالاک نے بیہوش کر دیا تھا اور تخت پر بیہوش پڑی تھیں ہوشیار تو نہ ہوئیں مگر تخت ان کا آپ سے آپ اڑ کر چلا اور کچھ دیر میں کوہ شگوفہ پر سامنے بادشاہ کے آیا۔ شاہ نے دیکھا کہ تخت ایک آیا۔ وہ بھی خالی آیا۔ چڑیاں

اس پر بیہوش پڑی ہیں۔ قیدیوں کا نام نہیں ہے۔ افراسیاب نے کچھ پانی لے کر سحر دم کر کے ان پر چھڑکا کہ وہ چیلیاں ہوشیار ہو کر اٹھیں ان سے پوچھا "قیدیوں کو کیا کیا۔"

ان چیلوں نے کہا۔ "ہم آپ کی قدرت سے پیدا ہوئے۔ آپ نے سلا دیا۔ ہم سو گئے۔ آپ نے جگا دیا۔ ہم جاگے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ وہ اسیر کہاں گئے۔ بادشاہ نے فرمایا "تم کو میں نے کس طرح اس وقت سلایا تھا۔"

انہوں نے کہا ایک عورت کٹنی آئی تھی۔ لڈو اس نے کھانے کو دیئے تھے۔ پھر ہم کو نہیں خبر کیا گزری۔"

شاہ یہ کلام سن کر غضب ناک ہوا اور کہا۔ "تم سب جل جاؤ کہ تم نے حفاظت اچھی طرح نہ کی۔"

یہ کہتا تھا کہ چیلوں کے منہ سے شعلہ آتش نکلا اور سر سے جو آگ لگی۔ سب جل کر خاکستر ہو گئیں۔ بعد ان کے جلانے کے اٹھ کر اس پہاڑ کے ایک سمت چلا اور دل سے کہتا تھا کہ چل کر عمرو سے مار ڈالوں۔ غرض اس کوہ کے داہنی جانب بہت دور آ کر ٹھہرا۔ وہاں عجیب و غریب درخت لگے تھے۔ پھولوں سے چہرے پریوں کے نکلے تھے۔ پھل سبوے کلاں کے برابر لگے تھے۔ ان میں سے مار سیاہ پرواز نکلتے تھے۔ پتے آپس میں لڑ کر جھانجھ کی طرح بجتے تھے۔ پریوں کے چہرے جو ظاہر تھے۔ ان کے کان آنکھ ناک منہ سے راگ باجے کی صدا آتی تھی۔ اور اسی طرح ہزارہا عجائبات ظاہر تھے۔

نظر آیا اسے اک طائر خوب
سر منقار سے تا پا خوش اسلوب
زبان پر کچھ سخن مانند انسان
کبھی خندان کبھی گریاں و حیراں

بڑھا وہ کچھ قدم اس دشت میں جب
پکارا ریچھ اک یوں کھول کر لب
کہ جاتا ہے کدھر اس طرف آ
میں اک مدت سے ہوں مشتاق تیرا
وہ ریچھ آخر ہوا تابع خوش اسلوب
پکارا چند ساعت کہہ کے خوب
ہوئے فوراً ہزاروں تابع پیدا
کہاں اس سے کہ ہم ہیں تیرے شیدا
شجر دیکھے ہوئے دریا زخار
بنے دریا سے پھر وہ شکل اشجار

بادشاہ نے وہاں ٹھہر کر افسوں پڑھا سب درخت جس طرح آندھی آنے سے ہلتے ہیں۔ اس طرح ہلے اور سر ہر نخل پہ ایک ایک پری ناز غیرت شمشاد ظاہر ہوئی کہ حسن میں گل حدیقہ خوبی و غنچہ گلستان محبوبی تھیں دھانی لباس ہر ایک زیب قامت کیے کھیتی کو حسن کی سر سبز کیے تراوت کشت جمال کو دیے بلبل شیدائی دل کو بتائیں کہ

ہاں بنگالے کے طول شب ہجر عشاق
صورت پاک بنارس کی نزاکت مشتاق
لکھنؤ کا وہ غضب ٹھسکا پرہ و دقاق
حسن کشمیر تھا مشہور میان آفاق
چشم پنجاب کمر دہلی کی شملہ کی گت
جسم لاہور کا اور قامت و قد گجرات

ان پریوں بادشاہ کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔ بادشاہ نے فرمایا "اے انسائی پری چل جلدی۔" یہ کہنا تھا کہ ایک درخت کی جڑ سے ایک نازنین گل فام سمن اندام پیدا ہوئی۔ یہ سب پریوں سے زیادہ حسین تھی۔ ہر چند تعریف جمالِ مہر تمثال بیان کرنے میں طول ہو گا مختصر یہ کہ اس پری بادشاہ نے خطاب کیا کہ ملکہ مقراض دو زبان جادو کو بلا لا۔ وہ پریزاد یہ سن کر زمین میں سما گئی۔ بعد لمحہ بھر کے سیاہی زمین سے پیدا ہوئی اور زمین پہ لوٹ کر صورت اس نے اک بلائے سیاہ کی پیدا کی۔ منہ سے ہنگام تکلم شعلہ نکل کر دو زبانیں بن جاتے اور شکل مقراض نظر آتے اور سراپا اس غیابی کا یہ تھا۔

بشکل چشم پیشانی پہ اک داغ
گمان چہرہ پہ ہوتا تھا کہ تاغ
لب زیریں نے سینہ کو چھپایا
لب بالا فراز دوش آیا
بڑے ناخن کہ جیسے تیز شمشیر
زمین کیسی پہاڑوں کے گلوگیر

اس بلائے سیہ نے بادشاہ کو سلام کیا اور جھولے سے چھری نکال کر سر اپنا کاٹ کر ہتھیلی پہ رکھا اور بادشاہ کا نذر میں دیا۔ شاہ نے سر اٹھا کر اس کی گردن سے ملحق کر دیا اور کہا "اے ملکہ نذر تمہاری ہم نے قبول کی۔ یہ سر میدان کار زار میں جا کر ہمارے کام پہ نثار کرے۔ جاؤ ملکہ مہ رخ وغیرہ سب نمک حراموں کا سر کاٹ لاؤ اور ہم کو نذر دو۔"

یہ کہہ کر پھر کچھ جادو پڑھ کر دم کیا کہ سامنے سے ایک دریائے زخار موج مارتا ہوا پیدا ہوا۔ ہر موج اس بحر پر جوش کی شکل مردم خونخوار غصے سے چڑھائے آستین تھی اور حباب انسان غضب ناک چین پہ جبین تھی ایسا جوش خروش اسے پیدا تھا کہ مینڈھا

بانسوں اچھل رہا تھا۔ گویا دریا زخار سے باہر ہوا جاتا تھا کہ

پیمانہ بحر بھر کے چھلکا
ہر چشمہ کی آنکھ میں تھا ڈھلکا
سر تیغے حباب اٹھا رہے تھے
چشمے آنکھیں دکھا رہے تھے
دھارا تھی ہر ایک سیف کی دھار
تھی ہاتھ پہ تیغ بحر زخار

اس بحر میں ایک سونے کی کشتی پر ایک جادوگر سوار جس کی کان آنکھ ناک سے پانی جاری مثل پانی کا بنا ہوا ہر طرف سے رواں پانی کی دھار کشتی کو کھیلتا ہوا کنارے پر آیا۔ شعلہ کو مجرا کیا۔ شعلہ نے ارشاد فرمایا "اے مسندر زنجیر جادو ملکہ مقراض لشکر حریفوں پر بھیجی جاتی ہیں۔ تم بھی ان کے ساتھ جاؤ اور دشمنوں کو بھی غرق قلزم عدم کرو۔"

وہ ساحر یہ سن کر پھر کچھ دیر میں وہ بحر خشک ہو گیا اور وہ ساحرہ بھی باد شعلہ سے رخصت ہو کر غائب ہو گئی۔ یہ دونوں ساحر و ساحرہ اسی کوہ کی حوالی میں رہتے ہیں اور تین لاکھ ساحران ان کے مطیع ہیں پس دونوں نے اپنے مقام پر پہنچ کر لشکر تیار کروا دیا اور حکم روانگی فوج کو دیا۔ پھر تو جھانجھ نفیر کا شور طبل فلک تک پہنچا ترسل تیغوں کی چمک چشم آفتاب کو خیرہ کرتی تھی۔ ناقوس کی صدا گوش ہندوے چرخ کے پار تھی۔ طائران سحر نے اڑ کر روئے گیتی چھپایا تھا۔ ابر جادو کا چھایا تھا۔ جھانجھوں کی جھنکار بہرام آسمان کے دل کو خوف دلاتی تھی۔ اژدہوں کی پھنکار سے ہوا مسموم ہوئی تھی۔ حرارت جسم خورشید میں آئی تھی۔ ساحر تختہائے سحر و اژدر و طاؤس پر سوار تھے۔ نشان پر رواں فوج کے جراح تھے۔ زیر ران ہر ایک کے اصیل رہوار تھے۔ آفت کا نہ ٹیکس

پہ چلی تھی کہ

کبھی ہوتی تھی وہ آنکھوں سے پنہاں
کبھی ظاہر کر دیکھے اس کو انسان
بدن پہ سر بچھل کو پیدا
زبان تیرہ تکر شعلے ہویدا
نمائیں دو سنان کی طرح سے تیز
بچھل نیش عقرب زہر آمیز
یہی سامان تھا لشکر میں ظاہر
بگولے بن کے اڑتے بعض ساحر
بچھل ابر ہر جانب سے چھائے
اندھیرا بن کے نظروں میں سمائے

بلکہ مقراض اژدہے چالیس زنجیر سحر سے حلقہ بند کرا کے تخت اس پہ کھنچوا کر سوار ہوئی اور سمندر جادو نے اسی طرح دریا چھوٹا سا پیدا کر کے ناؤ پہ سونے کی سوار ہو کر رہبری اختیار کی اور وہ دریا پیچھے سے خشک ہوا جاتا تھا اور آگے جدھر جاتی تھی بڑھتا جاتا' سانپ کی طرح لہراتا تھا۔ لشکر تو بچاری مہ رخ پہ جاتا ہے اور بادشاہ طلسم کو یہ منظور ہوا ہے کہ اب عمرو کو میں جاتے ہی قتل کر ڈالو پہلے ملجع و ہوا خواہ اس کے قتل ہو جائیں۔ اس لیے آپ کی سرحداواں طلسم ساحران کو اٹنے بھیجا کہ ان کو تہ عیار قتل کر سکیں گے۔ تہ ساحر ماریں گے اگر طلسم کشا ہو تو ان کو مارے یا شہل بادشاہ طلسم کوئی ساحر ہو تو مارے۔

فی الجملہ یہ بلائیں تو راہ میں ہیں لیکن افراسیاب بعد ان کے بھیجے کے کہ شہنوز سے پھر آگے چلا اور سناٹا مار کر ایک جنگل میں پہنچ کر اترا اور سحر پڑھ کر پکارا اے مرج

سیاہ زبان جادو آؤ۔"

آواز دیتے ہی زمین سے ایک شعلہ چمکا اور سمٹ کر صورت اپنی ساحر کی ایسی پیدا کی۔ لباس جسم میں سرخ پہنے تھے۔ رنگ بھی تمام جسم کا لال تھا۔ زبان منہ میں سیاہ تھی۔ کل حبجتا لقب اس کا تھا بدن بد قوارہ اور کا واک سب تھا۔ اس بیہودہ نے بادشاہ کو سلام کیا۔ شاہ نے اس سے یہ کلام کیا۔ "اے مریخ تم یہاں سے جلد جاؤ۔ سلطان و سلیمان و سرشار حاکمان قلعہ سلطانیہ مجھ سے منحرف ہو گئی ہیں۔ ان کو پکڑ لاؤ۔"

اس ساحر نے عرض کیا "کس طرف وہ ہیں کدھر جاؤں۔ امیدوار ہوں کہ پتہ ان کا پاؤں۔"

بادشاہ نے یہ سن کر پھر سحر پڑھا اور آواز دی "اے جاسوس و خبردار جادو میرے پاس آ کر جلد حاضر ہو۔" صدا دیتے ہی ایک پتلا فولادی زمین سے نکلا اور عرض رسا ہوا کہ "شہنشاہ کا بول بالا رہے۔ مرتبہ اعلیٰ رہے حاکمان قلعہ سلطانیہ ایک دہ کوہ میں قریب آہو کوہ کے بیٹھے ہیں اور ایک عیار ان کے ساتھ ہے۔"

یہ کہہ کر وہ پتلا پھر زمین میں سما گیا۔ شاہ نے اس ساحر سے فرمایا "تو نے نشان ان کا پایا۔"

اس نے عرض کیا "بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ یہ ارشاد فرمائیے "ان کو گرفتار کر کے کہاں لاؤں۔ حضور یہاں سے کس مقام پر رونق افروز ہوں گے۔"

شاہ نے کہا۔ "کوہ فرونہ پر اور اگر وہاں میں نہ ملوں تو بیابان گلزار میں آنا کہ وہاں ضرور رہوں گا۔ وہ ساحر یہ حکم سن کر پرواز کر کے چلا اور بادشاہ بھی ایک طرف روانہ ہوا۔ لیکن ساحر مذکور کچھ ہی دیراس پہاڑ کے قریب آ کر زمین پہ اترا کہ جہاں شہزادیاں اور چالاک تھے۔ یہ ساحر وہ کوہستان میں شہزادیوں کو ڈھونڈنے لگا اور وہاں سلیمان نے چالاک سے کہا۔ " مسافر کے پاس لوٹا ضرور چاہیے۔ تمہاری عنایت سے کھانا تو ممکن ہوا مگر پانی نہیں پیا۔ اب یہاں سے چلو کسی چشمہ پہ پانی پئیں۔

چالاک نے کہا "تم ٹھہرو میں پانی لاتا ہوں۔ جب اس جگہ کھا پی کر اپنی ضرورتوں سے فارغ ہو تو ایک ہی مرتبہ چلیں گے کہ راہ میں ٹھہرنا پڑے۔"

انھوں نے کہا۔ "اچھا۔"

عیار موصوف دیو سے نکل کر ایک کنواں تلاش کر کے کنارہ پر آیا اور کسوت عیاری سے ڈولچی نکال کر زنجیر میں کانٹے دے کر پانی بھرنے لگا۔ یہ تو پانی بھرتا تھا۔ مگر وہاں مرغ تلاش کرتا اس دیو میں بھی آیا کہ جس میں وہ شہزادیاں بھی تھیں۔ اس نے آتے ہی للکارا "ارے فراریاں کہاں بچ کر شہنشاہ سے جاؤ گی۔"

شہزادیوں نے اس کو دیکھ کر سحر پڑھا کہ ہزارہا سانپ زمین سے پیدا ہو کر اس پر لپکے۔ اس نے کچھ ایسا افسوں دم کیا کہ وہ سانپ جل کر خاک ہو گئے۔ اور یہ ساحر اور آگے بڑھا۔ ان بیچاریوں نے دوبارہ جادو کیا کہ چار سمت سے سو سو پتلے برہنہ شمشیریں ہاتھ میں لیے پیدا ہوئے اور اس پر حملہ کیا۔ اس نے پھر سحر پڑھ کر پھونکا کہ وہ پتلے آپس میں لڑنے لگے اور جس پتلے پر تلوار دوسرے پتلے کی پڑتی تھی وہ جل جاتا تھا۔ اسی طرح جو سحر انھوں نے کیا اس نے رد کر کے زمین پر دو ہنٹر مار کر آواز دی "بن جاؤ تم بھیڑیاں۔"

یہ تینوں زمین پر لوٹیں۔ مگر سلطان نے اتنی چالاکی کی۔ کہ جب اس نے وہ ہنٹر مارا اس وقت نیل کا قلم انگیا سے نکال کر اپنے دوپٹے پر لکھا "ہم کو مرغ جادو بھیڑ بنا کر پکڑ لے گیا۔" وہ کو لکھا ہوا پھاڑ کر وہیں پھینک دیا اور یہ بھی لوٹنے لگی۔ آخر یہ تینوں بھیڑ بن گئیں۔ اس نے ایک زنجیر اپنی کمر سے کھول کر ان کی گردنوں میں باندھی اور کھینچتا ہوا لے کر چلا اور اسی جانب آیا کہ جدھر چالاک کنوئیں پر پانی بھر رہا تھا اور دیر اس کو اس وجہ سے ہوئی کہ ایک ڈولچی بھر کر پہلے اس نے پانی پیا، ہاتھ منہ دھویا ذرا تفریحاً ہوا کھائی۔ پھر دوسری ڈولچی بھر کر کے لے چلوں۔ اس اثنا میں ساحر کو دیکھا تین بھیڑیں، زنجیر میں باندھے لیے جاتا ہے۔ اس کو یہ تو معلوم نہ تھا کہ شہزادیاں گرفتار ہو گئی ہیں۔ سمجھا کوئی ساحر ہو گا اور یہ بھی ساحر کی ایسی صورت بن کر پانی بھر رہا تھا تو مرغ بھی اس کو دیکھتا چلا۔ کچھ مزاحم نہ ہوا اور یہ پانی لے

کر دہ گھر میں آیا۔ وہاں شہزادیوں کو نہ پایا۔ کچھ سحر کا اسباب ناریل وغیرہ پڑے دیکھے۔ آخر وہ ٹکڑا دوپٹے کا پایا اور اس پر لکھا دیکھا کہ ہم اس طرح اسیر ہوئے۔

یہ دیکھ کر سوچا کہ غضب ہوا وہ ساحر انھیں کو بھیڑ بنانے لیے جاتا تھا۔ مجھ کو روکنا چاہیے تھا۔ الحاصل بعض افسوس بسیار ایک لہنگا اطلس زر اندوز کا نکال کر پہنا۔ پاؤں مہاور سے رنگین کیے۔ کڑے چھڑے توڑے جھانجھ پہنچی۔ کمر میں سونے کی باندھی گلے میں ہاتھوں میں بہت سا زیور پہنا اور سرخ دوپٹہ اوڑھ کر زن ماہ طلعت کی ایسی بنائی۔ اس کی زلف حسن لیلیٰ عذار کو نظر آئی۔ الفت میں جینا وبال ہوا۔ مجنوں کردار بنا سودائی پیشانی اس کی عید کا چاند۔ ضیائے خورشید جس کے آگے ماند ابروئے خمدار اس کی طاق محراب کعبہ چلہ کش اس کے لیے زاہدان ہر پا مژگان نشتر رگ جان عاشقاں چشم جادو خیز تو سن ناز ابلق لیل و نہار نے نہ دیکھے ہوں۔ وہ انداز و نبالہ سرمہ کا اس تو سن کی شوخی کے لیے تازیانہ حاصل یہ کہ عاشق اس پر زمانہ اس طرح از سر تا پا وہ آفت اجل زمانہ یگانۂ دہر بن گئی کہ

گورے گورے سے ہیں رخسار ملائم ایسے
عمر بھر بوسہ دلچسپ کی ہو جن کی ہوس
مفت ہے جان کے عوض بھی جو میسر ہو ہوس
تل سے بدھ ٹپکا ہی پڑتا ہے جوانی کا رس
دیکھ کر کہتے ہیں صورت کو ملک صل علیٰ
رخ سے رخ چھوٹ گئے حور کے حاشا کلا
گال میں ان کے قیامت وہ گلوری کا ابھار
شان اللہ کی معراج میں حسن رخسار
پان کا ناز سے بھر منہ سے چباتا ہر بار
قمر ارگال ان کا نہ دیتا وہ دم بوس و کنار

رنگ پان تو دل عالم کا ہوا خون بہا
اک زمانہ کو ہوا رنگ مسی پہ سودا

اس صورت سے تیار ہو کر گھونگھٹ نکالا اور ایک تھالی برنجی ہاتھ میں لے کر پوجا کرنے کا سامان اس میں رکھا ہوا چونکہ روشن کنول کا پھول دھرا ہوا چھم چھم کرتا روانہ ہوا اور جدھر بھیڑیاں اسے جاتے ساحر کو دیکھا تھا اس طرف آیا دیکھا تو وہ سامنے ایک درہ کوہ میں بھیڑوں کو لے کر چلا گیا۔ یہ بھی اسی سمت کو آیا۔ ساحر کو تو نہ پایا مگر دوسرے درہ میں پہاڑ کے ایک ہرن کو بیٹھے پایا۔ یہ سمجھا کہ آہوی صحرائی ہے اور وہ ساحرہ تھی نام اس کا آہوئے جادو تھا۔ غرض جب یہ درہ کے قریب پہنچا۔ اس ہرن نے پکار کر کہا۔ "اے ادھر راستہ نہیں ہے بحکم شاہ طلسم اس درہ کی محافظ ہوں۔ یہ مقام آہو کوہ کہلاتا ہے۔"

چالاک یہ کلام اس کی سن کر سمجھا کہ اگر کوہ کا نام آہو کوہ ہے۔ تو اس ساحرہ کا نام بھی غزال یا آہوئے جادو میں تمہارے ہی پاس آئی ہوں۔"

وہ ہرن اٹھ کر اس کے قریب آیا اور کہا۔ "بتاؤ تم کون ہو اور مجھ سے کیا کام ہے۔"

اس نے کہا۔ "میرے گھر میں سامری کی پوجا ہوتی ہے۔ ہم لوگ پجاری ہوتے ہیں۔ دوسرے دن پوجا کرنے کے پھول جو سامری کی مورت پہ چڑھتے ہیں وہ بانٹنے نکلتے ہیں۔ مرد ہمارے مردوں کے پاس جاتے ہیں اور ہم عورتیں عورتوں کے پاس اور ایک جگہ ہمیشہ قیام نہیں کرتے ہیں۔ یونہیں گاؤں گاؤں شہر شہر پھرتے ہیں۔ آج کل اس طرف آ نکلے اور سنا کہ آہوئے جادو رہتی ہیں۔ پس آپ کو یہ پھول دینے آئی ہوں ڈنڈوت کیجئے اور یہ پرساد لیجئے۔ اسیس دوں اور اپنے گھر جاؤں۔"

یہ سن کر وہ ہرن غلطک مار کر ساحرہ بنی۔ اس نے دیکھا کہ ایک ادھیڑ عورت سانولے رنگ کی ہے مگر آنکھیں غزالاں صحرائے ختن کو چوکڑی بھلاتی ہیں۔ اہل لیل و نہار کو آنکھیں دکھاتی ہیں۔ لباس و زیور سے آراستہ ہے۔ نہایت پیراستہ ہے۔ یہ دیکھ کر

اس نے ایک پھول کٹنی کا نکال کر تھالی میں رکھا۔ اور تھالی کا پھول ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے ڈنڈوت کر کے کمر سے ایک اشرفی اور پانچ روپے نکال کر تھالی میں ڈالے اور پھول لے کر سونگھا اور آنکھوں سے لگایا۔

ہنوز یہ پہچان اس ابھی دینے نہ پائی تھی کہ بیہوشی اس پر طاری ہوئی۔ چیخ کھا کر گری۔ اس نے فوراً سر اس کا کاٹ ڈالا غل اور شور برپا ہوا "افسوس مارا آہوئے جادو کو۔"

چالاک اس وقت دل سے کہتا تھا کہ بڑی حماقت تم نے کی جو اس کو مارا۔ اگر غل سن کر اور ساحر یا مرخ دوڑ آئے تو کیا کرو گے۔ اسی سوچ میں ایک تدبیر یہ کی کہ تھالی جلد سے چھپا کر دوپٹہ اتار کر جلدی سے الگ پھینکا اور دوہتڑ زانو اور منہ پر مارنے لگا اور زار زار روتا تھا۔ ساحرہ کے لاشے سے لپٹتا تھا اور کہتا تھا "ہے ہے میری بی بی' ہے ہے میری چاہنے والی۔ افسوس میری پالنے والی کس نے تجھ کو خاک و خون میں لٹایا۔ ہائے یہ چاند ایسی صورت خاک میں مل گئی۔ اے میری بی بی' میں آنے بھی نہ پائی کہ کسی جلاد نے کام تمہارا تمام کیا۔"

صدائے غوغا شور و گریہ اور غل بیروں کا سن کر مرخ جو دیو کو میں گیا تھا اور آہو جادو کا وہ بھی متلاشی تھا۔ جلدتر دیو سے نکل کر دوڑا۔ یہاں آ کر دیکھا کہ ساحرہ مری پڑی ہے۔ اور ایک نازنین عنبریں گیسوئے اس سے لپٹی رو رہی ہے۔ جو آنسو اس کی آنکھ سے ڈھلا ہے۔ یہ نقشہ ہے کہ

در ابلق کے کم دیدہ موجود
بغیر اشک چشم سرمہ آلود

اور اس حالت رنج میں تن من اس کو خبر نہیں ہے۔ دوپٹہ جو اتر گیا ہے۔ پردہ حسن کا پردہ حسن کا پردہ فاش ہوا ہے۔ گیسوان مشکیں جو رخ پر پریشان ہیں تو ہزار ہا فتنے

خار میں پڑے ہیں۔ رخسار پر طمانچوں کے نیل پڑے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کدیور حقیقی نے طرفہ نیرنگ دکھلایا ہے۔ گل سرخ میں گل سوسن اگایا ہے وہ اس کا سینہ کھلا ہوا چوڑا ابھرا ہوا۔ انگیا میں قمقمے رنگین و بھرے ہوئے وہ دن میں گولے بھرے ہوئے۔ وہ گویا گویا نرم مخمل سا پیٹ کھلا ہوا۔ کمر پتلی ساق پا بلوریں ناف پیٹنے سے نکل جانے تمنا سر بزانو ہوتی نظر آتی۔ آرزو یہ پاؤں پھیلاتی کہ کس طرح جلدی ناخن سے لڑیں۔ شاق شمع سے وصل و ہمسری کریں۔ از سر تا پا اس آئینہ رو کے جمال کا عالم کیا بیان ہو۔

غرضیکہ اس شکل شمائل کو اس مہ کامل کی دیکھ کر مرنج کا دل قابو میں نہ رہا اور قریب آ کر کہا۔ "اے گل باغ وفا یہ کس کی لاش ہے جس کے غم میں تجھ کو یہ خراش ہے۔"

اس نے رو کر کہا۔ "میری پالنے والی کی یہ میت ہے۔ مجھ کو اس نے بچا سا مول لیا تھا اور فرزندوں کی طرح پالا۔ مجھی کہتے وقت منہ سوکھتا تھا۔ ہائے میں کس کی ہو کر رہوں۔ مجھ کو تو اکیلا کر گئیں۔ اے ملکہ آہو میں تجھ کو کس بن میں ڈھونڈھوں۔"

مرنج نے جب نام سنا کہا۔ "افسوس یہ لاش آہوئے جادو کی ہے۔ اے نیک بخت یہ اکیلی اس صحرا میں رہتی تھیں اور بھی کوئی ساتھ تھا۔"

اس نے کہا۔ "سبھی کچھ تھا۔ مگر یہاں سے کئی کوس پر غلام ان کے ہیں یہ فقط مجھ کو لے کر اس پہاڑ کی حفاظت کرنے کو یہاں رہتی تھیں۔ اس وقت میں ایک کام کو گئی تھی۔ کسی نے ملکہ کو مار ڈالا۔"

اس نے ماجرا سن کر خیال کیا کہ اگر اس کنیز کے ساتھ تو آہو کے مکان رجاتا ہے تو قیدی تیرے ساتھ ہیں مبادا کوئی آفت آئے اور شہنشاہ کے کام میں بھی عرصہ ہو گا۔ اس کو یہاں راضی کر کے اپنے ساتھ لے جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے اس ملو و بخت سے کہا۔ "بی بی تو تیری خدمت میں جمشید میں گئیں اب اگر تو مجھ کو اپنا

غلام تصور کرے اور میرے ہمراہ چلے تو میں شہنشاہ ساحران کے پاس قیدیوں کو لیے جاتا ہوں۔ یہ بھیڑیاں ساحرہ مجرمہ شہنشاہ ہیں۔ بادشاہ تیری بی بی کا بھی مالک ہے اور تیرا بھی۔ اس سے کہہ کر تیرا مرتبہ کراؤں گا اور اپنے ساتھ تیرا بیاہ کروں گا۔"

اس نے یہ باتیں سن کر کہا۔ "خوب میری بی بی کا تو مردہ پڑا ہے۔ میں اس کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ مزے اڑانے چلوں۔ دنیا مجھ کو کیا تھوکے گی۔"

اس نے کہا۔ "میں جنازہ ان کا ان کے گھر پہنچائے دیتا ہوں۔ تم چھپ رہو۔ لوگ کہیں گے جس نے آہو کو مارا وہی کنیز کو بھی پکڑ کر لے گیا ہو گا۔"

عیار نے بعد انکار بسیار کہا۔ "اچھا' میں بھی سوچتی ہوں کہ میرے اب کون ہیں ان کے پاس رہوں گی۔ خیر تمہارا ہی ساتھ ہوا۔ سی بی بی کا جنازہ بھجواؤ۔"

ساحر مذکور نے سحر کے چند پتلے بنا کر حکم دیا " اس لاش کو قلعہ آہوں میں لے جاؤ۔ وہاں پہنچا کر چلے آنا۔" پتلے لاش اٹھا کر روانہ ہوئے اور اس نے ایک تخت سحر سے بنا کر بھیڑیوں کو اس پر ڈال کر آپ بھی مع اس نازنین کے سوار ہوا اور جانب کوہ فیروز روانہ ہوا۔

لیکن ایسا محبوب پری پیکر و گل اندام پہلو میں بیٹھا تھا کہ جس پر شباب چھایا تھا۔ تمام اعضا سے مستی ٹپکتی ہے جسم گدرایا تھا۔ وہ صحرا میں ہوائے سرد کا چلنا سناٹے کا عالم پہاڑوں کی ڈانگ پر جانوروں کی کلیل صحرا میں وحش وطیر کا پھرنا دریاؤں کا بہنا چشموں کا لہرانا' ان پر درختوں کا جھکنا نمونہ نشان باری رحمت تھا فیض خالق خزاں و بہار عالم پر جاری تھا۔ ایسے مقام پر یار دلنواز کا پہلو میں ہونا اس ساحر کو تاب نہ رہی۔ بے اختیار اس گلعذار کو آغوش میں لیا۔ دست ہوس دراز کیا۔ اس نے ایک طمانچہ الٹے ہاتھ کا دیا اور ہنس کر کہا۔ "مردوے تجھے خبر ہے۔ دنیا کی شرم و حیا بھی گھوڑے اڑ گئی۔ یہ بھیڑیاں بھی انسان ہی ہیں۔ ان کے سامنے بے حیائی کرنا تیرا ہی کام ہے اور تو نے اقرار کیا تھا کہ شہنشاہ سے کہہ کر میں تیرے ساتھ بیاہ کروں گا۔ پس جب بیاہ ہو گا اس وقت کچھ امر ہو رہے گا۔ ابھی میں تیرے ہتھے نہ چڑھوں گی تو اپنا تو یہ مطلب

نکال کر جو مجھے چھوڑ دے تو میری موتی ایسی آب اتر جائے گی۔ آبرو گئی ہاتھ آنا دشوار ہے اور تیرا کیا وہی مثل ہے کہ چیر و چار پھاڑ و پانچ پھر ویسے ہی کے ویسے۔"

ساحر نے یہ عذر سن کر قدم پر سر رکھا اور کہا۔ "اے جان من میری جان نکلی جاتی ہے۔ واسطہ سامری کا شربت وصل ایک مرتبہ پلا دے۔ میں تمام عمر غلامی کروں گا۔ جو کہا ہے اس سے زیادہ اطاعت کا دم بھروں گا۔"

اس نے شرما کر بعد عذر بسیار کہا۔ "اے شخص میں تیرے بس میں ہوں جو تیرا جی چاہے کر مگر میں اس طرح تو راضی نہ ہوں گی کہ تخت اڑتا جائے اور قیدی سامنے بیٹھے ہوں۔ اگر تجھ کو منظور ہو تو تخت زمین پر اتار دے۔ دو گھڑی تنہائی میں ہنسیں بولیں پھر آگے چلیں گے۔"

یہ سنتا تھا کہ ساحر بہت خوش ہوا اور ایک ذخیرہ درختوں کا کنارے ندی کے دیکھ کر تخت اتارا جھاڑیوں کی ٹٹ کی آڑ میں باندھ دیا اور چادر ندی کے کنارے بچھا کر بیٹھا۔ معشوقہ کو گود میں لیا اور کہا

محبت تو گھر بناتا ہے میری آنکھوں میں اے پیارے
کسی نے آج تک دیکھا نہیں پانی میں گھر ٹھہرا

اس نازنین نے جواب دیا۔ "مردوے کیوں باتیں بناتا ہے۔ بھلا میں تجھ سے پوچھتی ہوں کہ اس جگہ جو تو ٹھہرا ہے تو کیا لطف ہے۔ نہ شراب نہ کباب بغیر نشہ مجھ کو تو کوئی بات اچھی معلوم نہیں ہوتی۔"

اس نے کہا۔ "تم ٹھہرو میں کسی دیو سے جا کر شراب لاؤں۔"

اس نے کہا۔ "اب عرصہ ہو گا۔ میرے پاس ایک گلابی شراب کی ہے۔ وہی ہم اور تم کام میں لائیں۔"

اس نے کہا۔ "بہتر ہے۔ معلوم ہوا کہ تم شراب بہت پیتی ہے۔"

عورت بولی: "اس جنگل میں آہو کو سوائے شراب نوشی کے اور شغل ہی کیا تھا اور میں ان کے پاس رہتی تھی۔ یہی باعث ہے کہ شراب میرے پاس ہے۔"

یہ کہہ کر دوپٹے میں ہاتھ ڈال کر ایک بوتل شراب سرخ کی نکالی اور اس ساحر کی گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "جانی یہاں ساغر نہیں ہے۔ گلابی منہ سے لگا لو۔"

اس نے یہ پیار دیکھ کر منہ کھول دیا۔ اس نے آدھی بوتل حلق میں انڈیل دی۔ وہ پی گیا۔ یہ عیار اس کی گود سے کنارہ کش ہوا وہ پکارا "جانی پہلو میں بیٹھ جاؤ۔ گود سے میریا اور کہیں نہ جا۔"

اس نے کہا۔ "ابے الو تو مجھ کو کیا سمجھا ہے۔ میں تیری جان کا لینے والا چالاک عیار ہوں۔"

یہ سنتا تھا کہ وہ بغضب تمام سحر پڑھنے لگا۔ اس عیار نے دامن سے پنکھا منہ پہ جھل دیا کہ وہ بیہوش ہوا۔ اس نے بے تامل خنجر سے سر نحس کا جدا کر ڈالا۔ غل و شور برپا ہوا۔ وہ شہزاد پھر حالت اصلی پہ آ گئیں اور قدم پہ عیار مذکورے کے گریں کہ آپ نے بڑی آفت سے ہم کو چھڑایا۔"

ادھر وہ پتلے جوالش آہو کی لے کر چلے تھے۔ مرغ کے مرنے سے وہ بھی غائب ہو گئے لاش ساحرہ کی جنگل میں گر پڑی اور طعمہ زاغ و زغن ہوئی۔ ملکہ سلطان وغیرہ نے تخت سحر سے ہٹایا اور چالاک کو بٹھا کر سوار ہو کر منزل مقصود کا راستہ لیا۔ یہ تو اس طرف آتے ہیں مگر اب حال مقراض و سمندر کا سنیے کہ

بعد قطع مسافت مقراض و سمندر قریب لشکر حیرت خود سر پہنچے۔ اس نے خبر ان کے آنے کی سن کر استقبال کرایا۔ لشکر ان کا مقام عمدہ پہ اترا دیا۔ بارگاہ ان کے لیے آراستہ کرائی۔ یہ دونوں ایک روز کسل سفر سے آسودہ ہوئے۔ دوسرے روز بارگاہ ملکہ مذکورہ میں آ کر دنگل پہ متمکن ہوئے اور حال رزم وغیرہ دریافت کر کے بہت کچھ لاف و گزاف کیا۔ ان کے آنے کی خبر ہرکاروں نے ملکہ مہ رخ کو پہنچائی۔ ملکہ موصوف قدیم سے عزت دار شاہ طلسم ہے۔ اس کی نواسی مہ جبیں بروز نو روز جب تخت پہ جلوس کرتی

تھی تو تمام بقلعل طلسم آ کر نذریں دیتے تھے۔ بڑی وجہ یہ سب سرداران طلسم کو پہنچاتی ہے۔ پس ان ساحروں کا آنا جو شاکرتہ انعام پر طاری ہوا سبھوں سے کہا ہم لوگ ایک ادنی سحر بھی انکار نہ کر سکیں گے۔ دیکھیے کہ خالق کو کیا منظور ہے۔"

○○○

- سمندر جادو

الحاصل البیان رات قریب آئی یعنی جب زورق طلائی مہر دریائے مغرب میں جا کر ڈوبی اور سمندر فلک میں کشتی ہلال کی تیرگی نظر آئی کہ

سیہ پوش آج کیوں ہے شعلہ شام
کہیں پیدا نہیں تاروں کا ہے نام
قمر کی بھی سفید اس دم ہے رنگت
پڑے گی تیرگی شب پہ آفت

سر شام بحکم مقراض خود کام طبل جنگ کی صدا بلند ہوئی۔ طائران سحر خبر دریافت کر کے سامنے ملکہ رخ کے آئے اور بعد دعا و ثنائے شاہی خبر نواخت نقارہ رزم عرض کی۔ ملکہ نے نظر بہ رحمت کار ساز عالم کر کے خود بھی نفیر سحر کو دم دیا۔ پھر تو کوس و بوق بجنے لگے دمامے گرجنے لگے دربار سویرے سے برخاست ہوا۔ سردار اپنے مقام پر آئے۔ جا بجا پوجا ہونے لگی۔ جنگلی ساحر ڈمرو بجانے لگے بھینٹ چڑھانے لگے۔ سنکھوں کی صدا بلند ہوئی۔ بیروں کے آنے سے سناٹے آئے جاپ کرنے والے جھوم جاتے اسی طرح اس طرف بھی ٹوک و بز جھٹکا ہوتے تھے۔ مسان کی مٹی چوراہے کی اور ویرانے کی اور جنگل گڑھا لوٹے وہاں کی خاک جمع ہوئی تھی۔ دف دائرہ اور کھنجری بجتی تھی۔ دھولا جھومتا تھا۔ اکیاری ہوتی تھی۔ جوت کا دیا جلتا تھا۔ ساحروں میں تو یہ نقشہ تھا۔ بہادروں نے سلاح خانے کھلوائے تھے۔ ہتھیار چھانٹ کر سامنے منگوائے تھے۔ ان کے سامنے دعویٰ مردی کسی کو کیا خاک ہوتا کہ اس شب کو قمر بھی ہالے کی چوڑی ہاتھ میں پہنے تھا۔ تیغ تیز کے خوف سے گردوں کی سپر پنجہ مہر چھوڑ کر جانب مغرب بھاگا تھا۔

خنجر بران طوق بن کر گلوگیر عدو ہوا چاہتا تھا۔ دلاور ہمہ تن مصروف جدال ہو گئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ مردم چشم یہ ہیں اور تیغ نظر ہاتھ میں ہے۔ حریف رگ رگ سے شمشیران کی واقف اس طرح تھی کہ جیسے نبض میں جملہ اعضائے تن کی خبر مخفی ہے۔ نیزہ سرکشی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ گرز دشمن کا سر مثل مار کچلنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

اسی شورش و ہنگامے میں وہ رات بسر ہوئی اور وہ وقت آیا کہ مقراض سحر نے پیراہن مشکیں شب قطع کیا اور موج ضیائے بحر آفتاب نے عالم کو ڈبو لیا۔

ہنگام سحر ملکہ مہ رخ شبستان سے برآمد ہوئی اور ہر سمت سے جادوگرنیاں اور ساحر ہم آور حاضر ہو کر تسلیم بجا لائے اور ملکہ موصوف کو لے کر جانب رزمگاہ چلے۔ اس وقت ہزارہا نقارے بجے ابر سحر کے سر پر سایہ فگن ہوئے۔ تخت طاؤس ساحروں کے اڑ کر چلے۔ ملکہ بہار وغیرہ سرداروں کی عجب شوکت و شان تھی کہ شوکت و عظمت ان پر ہزار جان سے قربان تھی۔

یہ دلاور بڑے کروفر سے وارد میدان قتال ہوئے۔ اس وقت صحرا میں ہوا سرد چل رہی تھی۔ جھاڑیوں پر طائر یاد خالق اکبر میں مصروف تھے کہ یکایک گلستان شجاعت کے نونہال عرصہ قتال میں پھولے پھلتے آئے میدان میں سب نے پرے جمائے۔ ہوا بدل گئی۔ امان کنارہ کر گئی۔ شمشیر چلنے کی ہوا چلنے لگی۔ زبان نیزہ و سنان زہر اگلنے لگی۔ یعنی آمد آمد لشکر حریف ہوئی۔ سیاہ سیاہ ہزار در ہزار بیرق اڑتی نظر آئی۔ آگے سب کے مقراض اژدہوں پر تخت کھنچوائے سوار پشت پر تین لاکھ ساحران غدار شعلہ چمکاتے صورتیں ہیبت ناک بنائے آئے تھالیاں برنجی جب ہاتھوں پہ بلند کرتے تو معلوم ہوتا کہ آسمان مثل کاسہ فلک پیدا ہوا ہے۔ ہر طرف نارنجی و ناریل اچھلتا تھا تھے جے کا سامری کے غل پڑا تھا۔ ایک طرف سے ایک دریا مثل خط جدول بہت قریب باریک لہراتا۔ ظاہر تھا کشتی پہ سمندر سوار تھا۔

مختصر یہ کہ چلے بجلیاں سحر کی کڑک کڑک کے گریں اور جھاڑیاں درخت وغیرہ کاٹ

کر جلا گئیں۔ پھر ہوائے سحر کے جھونکے آئے گرد و غبار خس و خاشاک اڑائے گئے۔

ابر سحر برسا غبار بیٹھا۔ دلوں سے غبار نکلنے کا زمانہ آیا۔ نقیب آگے بڑھ کر للکارے دلاوروں کو پکارے کہ وہاں سے مبارزاں میدان شاباش یہی وقت امتحان ہے۔ خبردار سر کٹے جان جائے مگر قدم نہ ہٹے۔ حوصلہ دل کا بڑھا رہے ہیں۔ چاہے مر مٹے جب نقیب رغبت جنگ دلا کر پیچھے ہٹے۔ مقراض نے پکار کر کہا۔ "سمندر بھیا! ان نمک حراموں سے لڑائی کا طول دینا بیکار ہے۔ تم چار سمت سے ان کو گھیر لو۔ میں ایک ہی سحر میں ان سب کو صفحہ ہستی سے مٹا دوں۔ جیسے یہ صف باندھ کر تصویریں مثل نقوش کاغذی کھڑی ہیں۔ ویسے ہی یہ مرقع تم دم بھر میں مٹا ہوا دیکھنا۔"

یہ صدا سن کر عیار تو لشکر مہ رخ سے نکل گئے۔ اور جو لوگ بزدل تھے وہ بھی کنارہ کر گئے۔ سب کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی آفت عظیم آیا چاہتی ہے۔

ادھر سمندر نے کہنا ساحرہ مقراض کا جو سنا کہا۔ اے ملکہ! آپ سچ کہتی ہیں جلد ان باغیوں کا استیصال ہو جائے تو اچھا ہے۔ آپ ملکہ حیرت کو بلا لیجئے کہ وہ آ کر اپنے دشمنوں کا حال خراب ملاحظہ فرمائیں۔"

اس نے جواب دیا۔ "ملکہ حیرت سے میں نے کہا تھا کہ میدان میں چلئے۔ وہ فرمانے لگیں کہ میں خاتون معظمہ شاہ طلسم ہوں' پہلے بہت لڑائیوں میں عرصہ جنگ میں میرا جانا ہوا لیکن جو اپنے دم پر طبل جنگ بجا کر گیا۔ جب وہ مارا گیا۔ تب مجھ کو پھر آنا پڑا۔ مفت خفت بھی ہوئی لوگ کہتے ہوں گے کہ بی بی شاہ جادواں کی بھاگی۔

چنانچہ اب میں صرف حکم احکام دینے اور دوستی فوج وغیرہ کے لیے یہاں بحکم شاہ اتری ہوں۔ جب تم فتح کر لینا تو مجھ کو بلانا اور سچ بھی یہ ہے کہ انسان اپنے ہمسر سے لڑتا ہے۔ نہ کہ ادنیٰ سے۔ غلامان ملکہ کیا کم ہیں لڑنے کو جو ملکہ بنفس نفیس میدان میں تکلیف کریں۔"

سمندر نے یہ باتیں سن کر کہا۔ "بہتر ہے میں اب اپنا کام کرتا ہوں۔"

اور جانب لشکر مہ رخ منہ کر کے پکارا۔ "اے نمک حرامو ہوشیار ہو جاؤ۔ قضا تمہاری ہو گئی۔"

ادھر سے جادوگروں نے جواب دیا۔ "اے او خیرہ سر بے حیا کیا گو کھاتا ہے۔ قضا تیرے اس افراسیاب کی آئی ہے جو ہمیشہ سے نمک حرام ہے اور محسن کش ہے۔ بادشاہ طلسم جو اصل میں لاچین تاجدار جادو تھا۔ جس کی پشتوں سے حکومت اس طلسم پر چلی آئی تھی۔ وہ افراسیاب ملازم تھا۔ اس بادشاہ کو اس حرامزادے نے قید کیا ہے اور آپ بادشاہ بنا ہے۔ نمک حرام وہ ہے یا ہم ہیں۔ اے کافر دھکاتا کیا ہے۔ جو تجھ سے ہو سکے اٹھا نہ رکھ۔ خدا ہمارا حامی و مددگار ہے۔"

یہ سننا تھا کہ سمندر کو جوش غصہ کا آیا اور ایسا پانی اس کے ناک اور منہ سے نکلنے لگا کہ دم بھر میں دریائے زخار و قہار موج مارنے لگا اور وہ پانی مثل حوصلہ عاشقاں ایسا بڑھا کہ چار طرف لشکر مہ رخ کے ہو گیا۔ بیچ میں یہ سب دریا دل آ گئے اور سحر پڑھ کر دریا میں پھونکتے تھے لیکن وہ اب رعدم کی طرح نابود نہ ہوتا تھا۔ گویا اجرام ارض اور موالید ثلاثہ سب پانی ہو گئے تھے۔ زمین کو عارضہ استسقائے آبی ہوا تھا۔ کشتی آسمان ڈوبا چاہتی تھی۔ چشمہ مہر تک پانی پہنچا چاہتا تھا۔ ہر طرف عالم آب نظر آتا تھا۔ اہل اسلام کے دل خوف سے پانی ہوئے جاتے تھے۔ حباب آنکھیں دکھاتے تھے۔ دریا لب ساحل سے شور مچاتا۔ اس طرح جوش و خروش اپنا دکھاتا تھا کہ جیسے کوئی ہنگام غضب جوش میں آتا تھا۔ پانی پہاڑوں کی بلندی سے بھی بلند ہوا۔ یقین تھا کہ سحر خضر فلک سے جا کر دھانا اس کاٹ۔ پانی کی چادر چڑھنے لگی۔ مینڈھا اچھلنے لگے۔ گرداب ایسا تھا کہ تقدیر بد بختوں کے یہ چکر نہ ہوں گے۔ دریا کی تو یہ طغیانی تھی۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ ابر گھر آیا۔ پانی موسلا دھار پڑنے لگا پھر تو یہ عالم تھا۔

بدلی ہوئی سے طرح نظر تھی
آشوب پہ چشم ابر تر تھی

مانند سر شک بادل امڈے
جس طرح سے جنگ کو دل امڈے
بادل کی گرج ہوا کے جھونکے
موج باد صبا کے جھونکے
گھنگھور گھٹائیں آ رہی تھیں
بام گردوں پہ چھا رہی تھیں
بجلی کی کڑک وہ ابر کا زور
کوندے کی لپک وہ رعد کا شور

اس پانی کے پڑنے سے لشکریان مہ رخ کے جسم کی طاقت جاتی رہی اور دریا بڑھتے بڑھتے قدم تک آ پہنچا۔ دریا نہ تھا۔ طوفان نوح تھا۔ بند راستہ فتوح تھا۔ ہر ایک کو یقین عاشق ہوا کہ اب غرق بحر اجل ہوئے۔ ان ساحروں نے سحر پڑھنا چھوڑ دیا اور کلمہ شہادت زبان پر جاری فرمایا۔ آپ نے عقائد کی تجدید کی اور رجوع قلب سے درگاہ خدا میں استغاثہ کرنے لگے۔ ادھر جب تمام لشکر کو روک کر تھا بحر سحر مقراض نے دیکھا کہ ایک نارنج یاقوت کا سحر کے جھولے سے نکلا اور سب لشکر کو روک کر تھا اژدر اپنا بڑھایا۔

یہاں ملکہ بہار نے مہ رخ سے کہا۔ "اس نارنج کو جو یہ قطامہ لیے ہے بچاتی ہو۔ ہزار در ہزار بلائیں اس میں مخفی ہیں۔ اس نے کھینچ کر مارا اور سب لشکر تہ و بالا ہو گیا۔"

مہ رخ نے کہا۔ "رضینا بالقضا مرگ سے چارہ ہی کیا۔"

یہ کہہ کر لشکر کے دست راست و چپ نگاہ کی عجب آفت دیکھی کہ نازنینان بزم خوبی و قلزم حسن محبوبی گھٹنوں تک پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ سحر کی چھتری اور پنکھے سب بیکار ہیں۔ کوئی کام نہیں دیتے ہیں۔ حنائی ہاتھ نگاراں گلبدن کے کپ گئے ہیں۔ دل سینوں

میں پانی ہے۔ بدن سب کا پھیکا ہے۔ اوس گلستان و ناز پہ پڑ گئی ہے۔ غمزہ و ادا پھیکا کیا۔ بالکل کنارہ کر گئے ہیں۔ رخ ان کے دریا میں کنول کے پھول بن گئے۔ یاس و حرماں سے رنگ و رخ سفید تھا تو تختہ یاسمن کھلا نظر آتا تھا۔ بیت خانہ آذری کنارے دریا کے کلمہ ابراہیم خلیل اللہ پڑھتا اور یہ دریا آتشکدہ نمرودی ان کے حق میں تھا ایک جگہ لڑنے والے بہادر جیسے کھڑے تھے۔ دریا کے دھارے کو تلوار کی دھار سمجھتے تھے۔ موت کے گھاٹ پہ پہنچ گئے تھے۔ خدا ہی ان کا بیڑا پار لگانے والا ہے ورنہ ہر موجہ سیف کی روانی دکھاتا ہے۔

یہ حال کثیر الاقبال اپنے لشکر کا ملکہ نے اشک حسرت بہائے اور قلزم مرگ میں جہاز ڈوبتا دیکھ کر دست مناجات بدرگاہ خالق و سحر و بہ بلند کئے۔ بہار نے پشت پہ بال کھول کر آمین کہنا شروع کی اور ملکہ موصوف بلبلا کر پکاری کہ

یارب ترے انس و جن ہیں بس میں
ہیں انس کی جنس ساری بس میں
ہر گل میں گل ہے گل میں بو ہے
ہر بو میں جو لطف ہے وہ تو ہے
تو چشمہ چشم انس و جان ہے
چشمہ ترے فیض کا رواں ہے
غائب قدرت سے تیری موجود
نابود ہو بود بود نابود
چھوٹا ہو بڑا بلند ہو یا پست
ہو ہست کر نیست نیست کر ہست
کیا ہیں سب ملاء اعلیٰ
سبحانک شانہ تعالیٰ
مولا میرے مجھ پہ تو کرم کر

دشمن کو تو مرگ سے بہم کر

یہ دعا اس کی درگاہ خدا میں قبول ہوئی۔ وہ اس طرح کہ جب عمرو کو چھڑانے حیران آئی تھی اور شاہ طلسم کے ہاتھ سے زخمی ہو کر جو گئی تو قلعہ ہفت رنگ میں نہ گئی۔

اس فکر میں ایک اپنے طلسم کے مجلس کے سمجھانے سے روانہ ہوئی کہ کسی طرح برج غضب افراسیاب سے عمرو کو نکال لوں۔ چنانچہ جب اس کو عرصہ ہوا کہ قلعہ میں اپنے یہ نہ آئی تو مرزبان وزیر خدمت شاہ کوکب میں گیا اور بصد ادب عرض پیرا ہوا کہ چشم و چراغ سلطنت خورشید آسمان حکومت ملکہ دوراں دختر نیک اختر حضور ذیشان دام اقبالہا چند روز سے قلعہ میں تشریف فرما نہیں ہے۔ جانب طلسم ہوشربا گئی تھیں۔ مراجعت فرما نہیں ہوئیں۔ ارکان دولت داعیان مملکت نے لشکر مہ رخ میں بھی ڈھونڈھا۔ وہاں بھی پتہ نہ ملا۔ وہ طلسم تمام پر آشوب ہے لڑائی تو شاہ سے ہے۔ غلام جانباز کو یہ اندیشہ ہے کہ کنیزان ملکہ گردوں احتشام کو اس بادشاہ ناکام نے کسی آفت میں نہ پھنسایا اور دشمنوں کو زندان مصیبت میں نہ ڈالا ہو۔ خاک در دہان من باد، ملکہ عالم کا بول بالا رہے۔ میرا اندیشہ سراسر بیجا ہو۔"

کوکب نے یہ خبر سن کر خیال کیا کہ اگر کسی کو خبر لینے بھیجتا ہوں تو وہ غیر طلسم کے مقامات طلسمی پر جا سکے گا مثل دریائے خون و ظلمات وغیرہ۔ پس میں خود چلوں اور اگر مرات واقعہ سے خبر دریافت کروں اور مبادا اس میں ملکہ کو مبتلائے آفت پاؤں تو لامحالہ جانا پڑے گا اور عرصہ کا عرصہ ہو گا۔ اس سے مناسب ہے ابھی جاؤں۔

یہ سوچ کر بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا اور طلسم ہوشربا میں آیا۔ پہلے لشکر حیرت میں اپنی دختر کو تلاش کرنا چاہا چنانچہ اس طرف آ کر یہ ہنگامہ دیکھا کہ ملکہ مہ رخ مصیبت میں گھری ہے۔ وہ ساحر تین لاکھ کے لشکر سے آمادۂ قتل اسلامیان ہیں۔ وہ بیچارے مصروف دعا بصد گریہ و بکا ہیں۔

یہ دیکھ کر اس نے اپنے تئیں زمین پر اتارا۔ یہ وقت تھا کہ مقراض نارنج ہاتھ میں لے کر لشکر اسلامیان پر لگایا چاہتی تھی کہ اس نے قریب بحر سحر پر پہنچ کر نعرہ کیا۔

"ہاش او قحبہ"

مقراض اس کی جانب متوجہ ہوئی۔ دیکھا کہ ایک جوان وجیہ و شکیل جس کا چہرہ مثل مہر تاباں منور روشن ہے۔ مجھ کو للکارتا ہے۔ یہ ہنستی ہوئی قریب آئی اور کہا۔ "او اجل گرفتہ کیوں ملک الموت کو چھیڑتا ہے۔ جا اپنے کام میں مصروف ہو۔ نہیں جانتا کہ ہم سے لڑ کر کوئی زندہ نہیں بچا۔"

شلو موصوف نے سحر پڑھ کر کہا۔ "بجا آپ کا ارشاد ہے۔ میری لیاقت نہیں جو آپ سے مقابلہ کروں۔ میں تو تماشا دیکھنے آیا ہوں۔ سنا ہے کہ آپ اور یہ ساحر جو دریا میں ناؤ پر سوار ہے۔ خوب باہم مقابلہ کرتے ہیں۔"

یہ کلمات سحر آگیں ایسے تھے کہ مقراض مسحور ہوئی اور پکاری کہ تو تماشا دیکھے گا"

شلو نے کہا۔ "ضرور"

اس نے کہا۔ "اچھا بلا اس کو ناؤ سے۔"

شلو نے پکارا۔ "ابے او سمندر چیز نطفہ نا تحقیق ادھر آ۔"

وہ ساحر بھی ناؤ کنارے پر لے آیا اور زمین پر اترا۔

شلو نے کہا۔ "تم دونوں آپس میں لڑو ہم تماشا دیکھیں گے۔"

وہ مستعد بر رزم پیکار ہوا۔ اس وقت بادشلو ستارہ بن کر فلک پر گیا اور وہاں سے مثل شہاب ثاقب ان شیاطین پر لوٹا اور زمین پر آ کر پھر ظاہر ہوا۔ اب ان دونوں نے دیکھا کہ بادشلو پر شوکت و جاہ ہے۔ زیور الماس میں سراپا غرق ہے۔ تاج شہر یاری بر سر چارقب شہنشاہی در بر۔ انہوں نے جھک کر تسلیم کی۔ شلو نے فرمایا۔ "لڑو آپس میں دیر نہ کرو۔"

مقراض نے وہی نارنج چرخ دے کر نعرہ کیا۔ "او سمندر خبردار"

اس نے وہ نارنج جو دیکھا سمجھا کہ اس سے جانبر نہ ہو گا۔ پہلے میں اپنا وار کروں لیکن

یہ تاریخ لگایا ہی چاہتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے لپٹ جاؤ۔ یہ سوچ کر تاریخ وہ لگانے نہ پائی تھی کہ یہ دوڑ کر لپٹ گیا۔ اس نے ہاتھوں سے اسے روکا اور کم بخت مجھ جیسے حسینہ تو لپٹ گیا۔ میرے بدن کو تو نے اپنے جسم سے مس کیا۔ میرا حسن گندا ہو گیا۔ آبرو میں بٹا لگایا۔ بادشاہان طلسمات میرے عشق میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں۔ زہر کھاتے ہیں۔ اب میں کسی کو کیا منہ دکھاؤں لے اپنی جان دیئے دیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر کارد سحر کمر سے کھینچ کر اپنے پیٹ میں آپ ماری۔ لیکن اس سے پہلے جب سمندر آمادۂ حرب ہوا تھا تو لشکر تین لاکھ کا حربہ سحر لے کر لینا لینا کہہ کر چلا تھا۔ اس وقت شاہ ہاتھ اونچا کر کے اشارہ فرمایا ہوا۔ اے لشکریان مقراض آدھے ایک طرف ہو جاؤ اور آدھے ایک سمت اور آپس میں لڑو کہ ہم تماشا دیکھیں۔

اٹھنک یہ بادشاہ بھی ہے اور ہم مکتب شاہ جاوداں بھی ہے۔ سوائے افراسیاب کوئی اس کا ہم نبرد نہیں۔ وہ رد اس کے سحر کا کر سکتا ہے۔ اور دوسرا اس سے نہیں لڑ سکتا۔ ہاں وہ لوگ بزرگ افراسیاب مثل ماہی زمرد رنگ و آفت چہار دست و تاریک صورت کش وغیرہ جو شاہ طلسم ہوشربا پر غالب آتے ہیں۔ وہی اس پر بھی غالب آ سکتے ہیں۔

حاصل مرام لشکر نصف ہو کر سرگرم پیکار ہوا اور ادھر مقراض نے کارد مار کر کام اپنا تمام کیا۔ غل و شور برپا ہوا۔ تاریکی چھا گئی۔ صدا آئی مارا۔ مقراض دو زبان جادو کی۔"

یہ سانحہ سمندر نے جو دیکھا۔ نعرہ آہ بلند کر کے پکارا۔ افسوس ایسی صاحب حسن و جمال مہ پیکر مہر نشان مر جائے اور میں زندہ رہوں۔"

شاہ کوکب نے کہا۔ "شرط وفاداری یہی ہے تم بھی اس کا ساتھ تا بہ جہنم دو۔ ہاں دیکھیں تو کہ تم کیونکر مرتے ہو۔"

یہ سن کر اس نے خنجر کمر سے نکالا اور اپنا گلا کاٹ ڈالا۔ شاہ کوکب کو معلوم تھا کہ مقراض اپنا سر کاٹ ڈالتی ہے اور زندہ رہتی ہے۔ پس اس نے وہی تاریخ یا قوت نگار

جو وہ لشکر اسلامیان پر لگایا چاہتی تھی۔ وہ ایک تختہ طلسمی تھا جو اس کے مرنے سے غائب نہ ہوا تھا اٹھا کر اس کے پیٹ پر مارا۔ ایک صدائے مہیب آئی اور ہزارہا شیر و گرگ صحرا سے پیدا کر نعش اس کی نوچ نوچ کر کھانے لگے۔ اور ہزاروں چیتے اور مار و اژدر و عقرب وغیرہ پیدا ہو کر لشکر جو باہم لڑ رہے تھے اس پر گرے۔

ادھر سمندر کے مرنے سے غبار عظیم بلند ہوا۔ اور وہ بحر زخار سحر دفعتہ روغن کی طرح اڑ گیا۔ مہ رخ نے مع اپنے لشکر کے نجات پائی۔ اہل اسلام کی بن آئی تیغ براں کے جوہر کھلے۔ شجاعت کے دفتر کھلے۔ اٹک وہ فوج تو باہم لڑ رہی تھی۔ دم بھر میں شکل باغ خزاں دیدہ کے قلم ہو گئی۔ بہار اس لشکر کی حیاداں و گل چینان گلزار جرات نے لوٹ لی۔ فصل مہرگان میں جس طرح گلستان برباد ہوتا ہے۔ ویسا ہی نقشہ اس لشکر کا تھا۔ یعنی کوئی مثل شجر ماخوردہ تیشہ شمشیر سے کٹا تھا۔ کوئی برنگ قبائے گل گریبان چاک نظر آتا تھا۔ کسی کا سبزہ روش جسم پامال تھا۔ کہیں نقد جان کو بسان سوسن کہ ہم رنگ مستی آلودہ لب جاناں تھی دھڑی دھڑی کر کے لوٹا تھا۔ صرصر قہر و آفت تلواروں کے چلنے سے چلتی تھی۔ خنجر جب گلا کاٹتے تھے۔ طوق منت کے گویا پہنائے جاتے تھے۔ نیزوں نے سینوں میں گویا گھر کیا تھا۔ گویا عشق شلہاں کی طرح دل میں گھر کیا۔ خون کا دریا رواں تھا۔ جنگل لاشوں سے پٹا تھا۔ ایک بھی ان لشکریوں سے جان سلامت نہ لے گیا۔ ایسا کھیت پڑا کہ تین لاکھ لشکر سب کھیت رہا تھا۔

جب وہ لشکر نابکار واصل النار ہو چکا۔ شاہ کوکب کے نعرہ کی صدا آئی۔ "مہتم شہنشاہ طلسم نور افشاں شاہ کوکب عالی شان۔

مہ رخ تخت پر سے اتر کر دوڑی اور پکاری۔ "اے بادشاہ تشریف لائیے۔ میرے حال پر کرم فرمائیے۔

آواز آئی۔ "یہ کون بڑا کام تھا۔ جو میں تفاخر کروں اور میں ہم شبیہ شاہ کوکب ہوں۔ اصل میں کوکب نہیں ہوں۔"

یہ آواز دے کر وہ غائب ہو گیا۔ یہ بادشاہ تو اپنی دختر نیک اختر کی تلاش میں روانہ ہوا اور ملکہ حیرت نے جب حال بربادی لشکر مقراض سنا تھا تو مقابلہ کوکب میں جانا بہتر نہ جانا۔ اب ماجرا قتل لشکر سن کر غمگین ہوئی اور جملہ کیفیت لکھ کر نامہ سحر کے پتلے کو دے کر شاہ افراسیاب کے پاس روانہ کیا۔

اس طرف ملکہ مہ رخ فتح و ظفر بجا لائی۔ خوشی خوشی مراجعت فرما ہوئی۔ لشکر نے پڑاؤ پر پہنچ کر کمر کھولی ہر طرف قمقمے اور چہچہے اڑنے لگے۔ سردار داخل بارگاہ ہوئے جشن عالی مرتب ہوا۔ ہر جگہ عشرت نشاط کا ہنگامہ تھا مگر بوجہ قید ہونے خواجہ عمرو کے چنداں انبساط کا جلسہ نہ تھا اور ملکہ بہار نے مہ رخ سے کہا۔ اس فتح ہونے سے مفر ہم کو نہیں ہے۔ ابھی جنگ ہونا باقی ہے یعنی بادشاہ جادواں اب مرحلوں کے ساحر بھیجتا ہے۔ اگر شاہ کوکب یا ہم شبیہ اس کا نہ آتا تو اسی وقت ہمارا خاتمہ تھا۔ پس میں تو پہلے سے اپنے ملک کو جاتی ہوں اور چلہ کھینچ کر سحر تیار کر کے آؤں گی۔ کیونکہ بے بسی سے جان نہ دوں گی ہاتھ پاؤں ہلا کر مروں گی۔"

یہ کہہ کر تخت سحر تیار کر کے مع اپنی خواصوں کے روانہ ہوئی اور ہر سردار کو یہ خیال ہوا کہ شہنشاہ طلسم جب عمرو کو قتل کرنے آئے گا تو بہت بڑی لڑائی پڑے گی۔ چنانچہ اس خیال سے ہر شخص سحر تیار کرنے میں مصروف ہوا۔

بیماران بستر ناکامی و مقیدان زندان بے آرامی چارہ سازان امراض درد و الم و مداوا پردازان بیماری ظلم و ستم راحت افزایان دل رنجور و عشرت دہندگان خاطر ناصبور محبوسان حصور جور و جفا حلقہ روزگار بسلسلہ عہد و وفا عارضہ ضعف و دل سے بعنایت شافی مطلق الحکیم علی الاطلاق اس طرح قوت و شفا پاتے ہیں اور حصار درد و الم سے محبوسان زندان غم کو یوں چھڑاتے ہیں کہ جب شاہ افراسیاب ہمراہ مقراض وغیرہ کو بھیج کر جانب کوہ فیروزہ روانہ ہوا۔ رفتہ رفتہ اس کوہ پر شکوہ پر پہنچا۔ پہاڑ صانع بحر و بر نے فیروزہ کا بنایا تھا۔ نقشہ اپنی قدرت کاملہ کا دکھلایا تھا۔ عکس کوہ سے دور تک زمین سرسبز ہر رنگ

فلک اخضر تھی۔ گیا دیوان کدۂ بہار کی دختر تھی۔ درخت پہاڑ سرسبز و شاداب تھے۔ آب سحاب قدرت سے سیراب تھے۔ طلسمی حالت سے ابر زنگاری سر کوہ پر چھایا۔ زمین فیروزہ رنگ پر گلہائے سرخ کا کھلنا طرفہ تماشا تھا۔ نیرنگ طرازی کلک قدرت نقش بہار نظر آتی تھی۔ لوح فیروزہ پر نقطہ سرخ کا ہونا نئی کیفیت تھی کہ دل سیاحاں روضہ رضوان کا لبھاتی تھی۔ درخت ایک لخت بلالہ حلہ پوشاں جناں سبز پوش نہروں کے دلوں میں جوش پھول اپنا رنگ جماتے گل لٹاتے ہوا کا رخ بسا ہوا عرش پر پہنچا ہوا۔

بادشاہ اس کوہ فرحت آگیں پر پہنچ کر افسوں خواں ہوا۔ طائران خوش نوا جو اشجار پر بہار پر زمزمہ سنج تھے چہچہے کرتے ہوئے اترے اور قلعہ فیروزہ نگار جو دامن کوہ میں آباد ہے۔ وہاں پہنچے۔ حاکم اس قلعہ کا فیروز شاہ تاجدار جادو سریر حکومت پر بعد عزت متمکن تھا کہ طائروں نے سامنے آ کر دعا دی۔ آمد بادشاہ طلسم کی بیان کی۔ شاہ قلعہ خبر سن کر بہ تعجیل تمام مع ارکان دولت کے اٹھا اور سامان نذر وغیرہ ہمراہ لے کر خدمت شاہ جاوداں میں آیا۔ سر عجز بہر تسلیم جھکایا اور پہاڑ پر جو عمارت اس کے سکونت کی بطور سیر گاہ تعمیر تھی۔ اس کو فرش و مسند و شیشہ آلات سے کارپردازوں نے بہت جلد آراستہ کیا۔ سامان عیش و عشرت مہیا کیا۔ بادشاہ لب نہر ایک بنگلہ میں آ کر بیٹھا۔ جام مے ارغوانی کا دور چلنے لگا۔ ناچ ہونے لگا۔ شاہ جاوداں نے اس وقت فرمایا۔ تمہارے ذمے اسے فیروز شاہ ہمیشہ سے نقابت طلسم کی ہے۔ میں عمرو کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں لازم ہے کہ تمام طلسم میں منادی کر دو کہ دوست ہمارے آ کر تماشا اس کے قتل ہونے کا دیکھیں اور خوشی کریں اور دشمن اس خبر کو سن کر آتش غم میں جل جل مریں اور نقارچی یہ بھی پکار دے کہ فلاں روز بادشاہ طلسم اس عیار کو قتل کرے گا۔ جس کسی کو دعوی ہو وہ آ کر چھڑائے۔ قتل و غارت سے کشور جان و جسد کو بچائے۔"

یہ حکم محکم قضا شیم شہنشاہ عالی ہمم سن کر فیروز شاہ نے دست ادب باندھ کر عرض کیا۔

"اے شہنشاہ نصف نشان ہم غلاموں کی یہ مجال نہیں جو میدان عدول حکمی میں قدم رکھیں اور حکم معلی سے سر پھیریں۔ قتل عمرو بنا بر آئین طلسم چالیس روز کے بعد ہونا چاہیے۔ آئندہ جو رائے اقدس و اعلیٰ۔"

بادشاہ نے یہ عذر سن کر حساب کیا تو عمرو کو قید ہوئے تیس روز گزرے تھے۔ دس روز باقی تھے بعد اس حساب کے کتاب سامری طلب کی اور حسب دستور نذر وغیرہ دے کر کھولی۔ حال عمرو کے قتل کرنے کا دیکھا کہ اس کو کب ہلاک کرنا چاہیے۔ کتاب میں یہی نکلا کہ بعد چالیس روز کے مناسب ہے۔ درمیان میں قتل نہ ہو سکے گا اور اسے بادشاہ لشکر مہ رخ تجھ کو غارت کرنا چاہیے۔ عمرو کو کسی زمانے اور کسی وقت میں قتل نہ ہو گا کیونکہ وہ قاتل ساحراں ہے، مقتول ساحراں نہیں ہے۔

یہ ماجرا کتاب سے دیکھ کر بغصہ کتاب کو بند کیا اور سر اٹھا کر کہا۔ "اے فیروزنا جب دن برے آتے ہیں تو آدمی کیا خدا تک برگشتہ بخت سے بگڑ جاتے ہیں۔ خداوند سامری کو دیکھو کہ مسلمانوں کے طرفدار ہوئے ہیں مجھ سے برخلاف ہیں۔ جب ان کی کتاب دیکھتا ہوں، مسلمانوں کا سراسر جنبہ پاتا ہوں۔ اس وقت بھی یہی حکم کتاب میں نکلا ہے کہ عمرو قتل نہ ہو گا۔ بھلا میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ میں کیسا بادشاہ ہوں کیا ایک آن میں ساری دنیا درہم برہم نہیں کر سکتا۔ کیا میں آسمان کے خدا سے نہیں لڑ سکتا۔ کیا میں کوہ بلند کو چٹکی سے مل کر خاک نہیں کر سکتا۔ کیا میں جامہ ہستی عالم چاک نہیں کر سکتا۔ میں چاہوں تو ایک دنیا اور بنا دوں اور از سر نو عالم خلق کروں۔ میں آپ کی طرح آج تک دبتا رہا۔ ورنہ ان مسلمانوں کو رائی سے کائی کر ڈالتا۔ اب میں اپنا رتبہ آج ایسا دیکھتا ہوں کہ

بھلا سامری کی ہے یہ کب مجال
کرے سامنے میرے کچھ قیل و قال
جو اژدر پہ ڈالوں غضب کی نگاہ
تو وہ پانی پانی ہو بے اشتباہ
اگر دیکھ لے میرے تیور برے
کرے تیغ بہرام کے ہاتھ سے
کروں سمت گردوں جو ترچھی نظر
تو دو ٹکڑے ہو صاف شب کو قمر
غضب میرا شاید ہے یاد آ گیا
جو خورشید گردوں پہ تھرا گیا

اگر عمرو کو میں نے قتل کر ڈالا تو سامری کی پرستش کرنا چھوڑ دوں گا۔ اس کی وجہ کیا کہ وہ حکم میری مرضی کے خلاف دیتے ہیں اور اگر عمرو کو میں قتل نہ کر سکا تو بیشک ان کو سچا جانوں گا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ جس بات کا میں ارادہ کروں اور وہ نہ ہو۔

فیروزہ شاہ یہ لاف و گزاف براہ تکبر اس شیطان مجسم کا سن کر دل میں غور فرما ہوا کہ اب بیشک اس بادشاہ کا ادبار آیا۔ آدمیوں سے لڑتے لڑتے خداوندوں سے لڑنے لگا۔ سامری اس کے ایسے تابعدار تھے کہ اس کے مزاج کے موافق کتاب لکھتے۔ دل میں تو ایسا کچھ سوچا لیکن بظاہر صفت و ثنا بادشاہ کی کرنے لگا۔ اے شہنشاہ سچ ہے کہ آپ کا ارادہ کون رد کر سکتا ہے اور کون آپ کا ہمسر ہے کون ملازمان عالی سے لڑ سکتا ہے۔ آپ کا ارادہ ارادۂ جمشیدی ہے جو حکم ہو غلام اس کو بجا لائے۔ آپ غصہ نہ فرمائیں۔

شاہ نے فرمایا۔ "دس روز چالیس دن میں باقی ہیں۔ عمرو کو قید ہوئے۔ ان دس روز میں تمام طلسم میں ڈھنڈورا پٹ جائے اور تمام متعلقان طلسم کو فرمان پہنچ جائیں کہ فلاں

روز لشکر حیرت کے متصل کنارے دریائے خون رواں کے مع لشکر سب جمع ہو جائیں۔ میں عمرو کو ضرور قتل کروں گا۔"

یہ کلام سن کر فیروزہ شاہ نے سحر پڑھا۔ دفعتہ ایک آندھی آئی۔ بعد اس آفت کے ایک دیو قوی ہیکل پیدا ہوا کہ منہ اس کا بھاڑ کی طرح کھلا تھا۔ دانت مثل دندان فیل باہر منہ سے نکلے تھے۔ سر برج قلعہ نظر آتا تھا قامت دراز تاڑ ایسا تھا۔ سیاہ رو قوی تن عفص گردن بدن پر روئیں تکلے کی طرح دراز سر میں نخوت دل میں بھری حرص و آز ایک ڈھول مثل خمک فلک زنجیروں سے بندھا گلے میں ڈالے اور چوبیں مثل ستون ہاتھوں میں لیے سامنے آیا۔ اس سے حکم دیا۔ "اے دہل کوب جادو سارے طلسم میں جا کر ڈھنڈورا پیٹ دو کہ فلاں روز عمرو قتل ہو گا۔ ساکنان طلسم آ کر تماشا دیکھیں اور ابتدا ڈھنڈورا پہنچے کی لشکر حیرت و مہ رخ سے کرنا اور نعرہ دہل زنی کے بغیر آرام نہ کرنا۔"

اس نے کہا "یہ دہل بھی طلسمی ہے اور میں بھی اسی لیے ہوں کہ منادی کیا کروں۔ میرے ڈھول کی آواز جملہ ساکنان طلسم سنتے ہیں اور ساٹھ ستر کوس تک چار سمت میں اس کی صدا جاتی ہے۔ یہ کہہ کر ڈھول کو سنبھالتا پرواز کر کے روانہ ہوا اور بہت جلد لشکر حیرت میں آیا۔ اول بارگاہ میں پہنچ کر ملکہ مذکور کو سلام کیا اور حکم بادشاہ سے اطلاع دی۔ ملکہ بہت خوشنود ہوئی اور گویا ہوئی کہ "جلد جا ڈھنڈورا پیٹ۔"

وہ کنارے لشکر کے آیا اور دہل پر اس نے چوب لگائی۔ سب ماجرا لشکر حیرت مہ رخ کے گوش پر آواز ہوا کہ سنو ڈھنڈورا پٹتا ہے۔"

اس اثنا میں اس دہل زن نے رعد آسا کڑک کر آواز لگائی۔ خلق خداوند لقا و سامری وغیرہ پہلے دو سو خداوندوں کی ملک بادشاہ کا حکم شہنشاہ ساحران افراسیاب جادو کا کہ تاریخ اٹھارویں ماہ بہمن روز دہشتی سنہ حال کو مریخ یعنی منگل کے دن عمرو عیار برج غضب سے نکال کر قتل کیا جائے گا۔ جو اس کا عدو ہو وہ آ کر تماشا دیکھے اور جو اس کا

عجب ہو' آمادہ جنگ ہو رہے۔

یہ منادی کر کے دو چوٹیں اور ڈھول پر مار کر آگے بڑھا۔ تماش بینوں اور لونڈوں کا غول اس کے ساتھ ہوا۔

ادھر طرفداران شاہ طلسم نے جو یہ ڈھنڈورا سنا باہم گویا ہوئے۔ بھئی عمرو کا قتل ہونا تو یقین نہیں آتا۔ مدت سے یہ خبر سنتے ہیں کہ اب شہنشاہ کو غصہ آتا ہے۔ اب سب باقی قتل ہوتے ہیں۔ خیر دور کے ڈھول سہانے ہیں۔ ڈھنڈورا سن کر خوش تو ہو لو۔"

ادھر لشکریان مہ رخ نے جو ندا سنی۔ ہر ایک آبدیدہ ہو ہو کر دعا کرنے لگا کہ خدا تعالیٰ خواجہ کو شر سے ظالم کے بچائے۔ سرداروں نے باہم کہا۔ "ڈھول کے اندر پول یہ فقط ستانے کے حربے ڈھبے ہیں۔ شاہ طلسم خواجہ کو کیا قتل کرے گا۔"

جادوگرنیاں دامن پھیلا کر کوسنے لگیں۔ "موئے ڈھنڈورچیے کے منہ میں خاک' خداوند دشمن کا چاہا نہ ہو۔ موا افراسیاب آپ مارا جائے۔ اسی موئے کی ارتھی نکلے خدا کرے مونڈی کاٹے کی لاش چیل کوے کھائیں۔ حیرت رانڈ ہو کے بیٹھے' ہے ہے وارث کے۔

مہ رخ کو صدا سن کر بڑا تردد ہوا ہے۔ حال اس کے لشکر کے جمع کرنے کا بیان کیا جائے گا۔ مگر عمرو کا حال سنئے کہ!

ڈھنڈورا جب شاہ طلسم نے پٹوایا تو کوہ فیروزہ پر بیٹھے بیٹھے سحر اپنا کم کر دیا۔ اس لیے عمرو بھی صدا ڈھنڈورے کی سنے۔ چنانچہ خواجہ تیس روز کے قید ہوئے' بیہوش تھے۔ اب جو ہوش آیا۔ دیکھا کہ اندھیری کوٹھڑی میں قید ہوں۔ جسم پر آبلے پڑ گئے ہیں۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ زمین میں ہوں یا آسمان پر ہوں۔ بشر کی آواز کان میں آتی ہے۔ یہ کہہ کر اٹھا کہ بھوکا پیاسا تھا۔ کیسہ عیاری سے کچھ میوہ نکال کھایا۔ پانی پیا۔ شکر خدا کا کیا۔ "اے پروردگار تو سچا ہے کہ جب تک منہ سے موت اپنے نہ مانگوں اس وقت تک نہ مروں۔ اس وقت اپنے تئیں زندہ گور میں پاتا ہوں۔ تو ہی اس ظلمت سے نکالنے والا ہے اور قید غم سے رہائی دینے والا اسی سوچ میں تھا کہ یکایک ڈھنڈورچیے

کی آواز سنی اور اپنے قتل ہونے کی تاریخ معلوم ہوئی۔ دل سے کہا ”کوئی تدبیر کرنی چاہیے۔“ اسی فکر میں یکایک پھر بیہوشی طاری ہوئی۔ کیونکہ شعلہ نے کچھ دیر کے لیے ہوشیار کیا تھا اور اس کو بھی خوف تھا کہ یہ ہوشیار رہے گا تو بپا ہو جائے گا۔

چنانچہ بدستور اقوال یہ تو مقید ہیں۔ ادھر حسب فرمان شعلہ طلسم فیروز شعلہ نے فرمان اور خلعمان و شاہان طلسم کو تحریر کئے اور پتلہ ہائے سحر اور طائران کو دے کر روانہ کئے۔

آنا ان بادشاہوں کا بیان ہو گا۔ لیکن جب ملکہ حیرت اور اس کے سرداروں نے ڈھنڈھورا سنا باہم مشورہ کیا کہ جب تک شہنشاہ عمرو کو قتل کرنے آئیں۔ اتنے عرصہ میں ہم ایک لڑائی ایسی ساکھے کی لڑیں کہ جملہ باغیوں کا کام تمام کر دیں۔ یہ صلاح ہوئی ہی تھی کہ صنعت سحر ساز ڈھنڈھورا سن کر بارگاہ ملکہ میں اپنے مقام پر سے آئی۔ ایک سمت سے مصور جو چلہ میں تھا مع اپنی زوجہ صورت نگار کے آیا۔ پھر تو اور بھی ساحران مثل شکوہ زریں قبا وغیرہ کے ملکہ مذکور کے پاس آ کر جمع ہوئے اور کہا ”اے ملکہ مقراض ایسی ویسی ساحرہ نہ تھی جس کو ہمشیرہ کوکب نے آ کر قتل کیا۔ ہم جانتے ہیں کہ یوں ہی قتل عمرو میں بھی رخنہ پڑے گا۔

حیرت نے کہا ”تم سچ کہتی ہو انہی باتوں سے جی میں رہتا ہے کہ خنجر مار کر جائیں اور خواہ افراسیاب اجازت دے یا نہ دے تنبیہ ہو کر نمک حراموں سے لڑنا چاہیے یا تو ان کو ہم نے مار لیا یا ہم کو انہوں نے مار کر طلسم پر قبضہ کیا۔

ملکہ شکوہ نے کہا ”مناسب یہی ہے جو آپ فرماتی ہیں۔“

ملکہ صنعت نے بال سر کے پکڑ کر سب کی طرف مخاطب ہو کر کہا ”اے لوگو! بال سر کے سفید ہوئے ہوس دنیا کی سب نکل چکی اب جی کے کیا کرنا ہے ساحران عالم کو کیا منہ دکھاؤں گی۔ اس بے عزتی سے زندہ بھی رہی تو کیا۔ مثل مشہور نکٹا جیا برے احوال لازم یہی ہے کہ لڑ کر جان دے دوں۔“

مصور اور صورت نگار جو ذلتیں کئی بار اٹھا چکے تھے۔ اس وجہ سے ہاں ہاں تو کرتے ہیں

مگر ٹال رہے ہیں۔ ان کا یہ قصد ہے کہ عمرو قتل ہو جائے تو پھر مقابلہ کریں۔

غرضیکہ جو جس کے مزاج میں آیا صلاح پذیر ہوا آخر یہ امر قرار پایا کہ بادشاہ ساحران سے اجازت لڑنے کی منگوائیں۔ پھر صنعت کی ماں کے پاس گئی اور اس نے حیرت سے کہا "اے ملکہ افسوس ایسے ایسے زبردست ساحر مارے جائیں اور ہم شاہ سے پوچھتے پر بیٹھے رہیں۔ یہ کبھی نہ ہو گا۔ اسی وقت طبل جنگ بجواتی ہوں۔"

حیرت نے کہا "ہم کو اجازت ہر وقت لڑنے کی ہے اور اجازت نہیں ہے تو پھر کس لیے ہم کو سردار لشکر شاہ نے کیا ہے۔ کچھ پوچھنے کی تو احتیاج نہیں ہے۔ مگر اتنی بات کا مجھ کو خیال ہمیشہ سے ہے کہ میری بہن ملکہ بہار شریک نمک حرامان ہے اور وہ کسی طرح قتل نہ ہو گی۔ کیونکہ شاہ جاوداں نے بہت کچھ بتایا ہے اور دوسرے یہ کہ رعد و برق۔ یہ دونوں ماں بیٹے مرحلہ طلسم کے ساحر ہیں۔ برق پائے طلسم میں سے برق جادو ہے۔ پس ان کا قتل ہونا بھی دشوار ہے۔

یہ کلام سن کر ایک ساحر نے کہا "اے ملکہ آپ کی بہن آج کل لشکر میں نہیں ہیں۔ جانب کوہ آرام گئی ہیں۔"

ملکہ نے کہا "چلو یہ اچھا ہوا' اب رعد و برق رہے۔ ان کو پکڑوا لینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر عیار بچیوں کو طلب کیا اور دربار برخاست کر کے ایسا سحر کیا کہ کوئی اندر بارگاہ کے نہ آنے پائے۔ جب تخلیہ ہوا۔ صنعت نے کہا "میں بزور سحر روئے ہوا پر اڑا کروں گی۔ اے صرصر تو کسی بہانہ سے رعد و برق کو اکیلے میں لا کے میں سحر کر کے غافل کر دوں گی اور پکڑ لاؤں گی۔

ملکہ حیرت نے کہا یہاں نہ لانا باغ عشرت میں ملکہ حجنین جادو رہتی ہیں۔ وہاں پہنچا دینا۔

راوی کہتا ہے کہ یہ دونوں ماں بیٹے پہلے ہی سے قید ہو کر حجنین کی سپردگی میں رہتے ہیں اس لیے کہ ساحر زبردست ہیں اگر لشکر میں رہتے تو شاہ طلسم کی فوج ہمیشہ مغلوب رہتی۔ پس بادشاہ نے گرفتار کرا کر ان کو بھی قید سخت میں رکھا ہے۔ اول میں چند

بار جو یہ قید ہوئے تو وہ مقام بیان ہو چکے۔ مثل اس کے کہ دختر مصور الماس پری چہرہ پر رعد عاشق ہو کر قید ہوتا ہے۔ یا یہ کہہ کر مہتر قران دیوانہ بن کر ایک چھڑا لے۔ اور کسی مقام پر قید ہونا ان کا دفتر میں دیکھا نہیں اور نہ ان کی کوئی لڑائی دیکھی۔ بہر صورت ان کا قید ہونا اوپر اگر بیان ہو گیا ہے۔ جب بھی یہ قید ہیں اور اگر نہیں بیان ہو چکا تو اب بیان کیا جاتا ہے کہ

صنعت تو بطور تحفی صرصر کے ساتھ ہوئی اور صرصر صورت ایک ساحر کی اپنی بنا کر بارگاہ برق میں آئی تسلیم کر کے عرض پیرا ہوئی۔ کنارے لشکر کے مہتر برق فرنگی کھڑے ہیں۔ مجھ سے انہوں نے فرمایا کہ جلد جا کر رعد جادو کو اور مع ان کی ماں کے میرے پاس بھیج دے۔ چنانچہ میں نے حسب ارشاد آپ سے اطلاع کر دی۔

یہ عرض کر کے آپ بارگاہ سے چلی گئی۔ رعد و برق کو خیال ہوا کہ نہیں معلوم کیا کام ہے جو مہتر صاحب نے بلایا ہے۔ چلنا چاہیے اور ایسی بے لگاؤ بات سننے سے عیارہ کا مطلق خیال نہ آیا۔ کیونکہ پیام دے کر وہاں ٹھہری بھی نہیں۔ پھر کیونکر ان کو دھیان عیاری کرنے کا آتا۔

فی الجملہ یہ دونوں بارگاہ سے نکل کر کنارے لشکر کے آئے اور برق عیار کو لشکر سے نکل کر صحرا میں تلاش کرنے لگے۔ صنعت نے روئے ہوا سے خاک قبر جمشید ان پر چھڑکی کہ یہ دونوں بیہوش ہوئے۔ صنعت نے بزور سحر ایک تخت بنایا اور دونوں کو اس پر ڈال کر روانہ ہوئی اور باغ عشرت میں لے کر آئی۔ یہ باغ افراسیاب کا بنایا ہوا ہے۔ کئی مقام پر تعریف اس کی تحریر ہوئی ہے۔ ملکہ حسینین کنیز مجلس جادو کی جو بھاگ کر آئی ہے تو بادشاہ نے اس کا رتبہ ایسا کیا ہے کہ اس باغ میں رکھا ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہے کہ مجلس نے چکا اس کی گرفتاری کو بھیجا تھا۔ وہ چکا شعلہ جادواں کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس روز سے اس کو باغ عشرت میں بادشاہ نے رکھا کہ کوئی پکڑ نہ لے جائے۔

حاصل امر وہ ایک نہر کے کنارے بیٹھی مشغول مئے خواری تھی کہ صنعت پہنچی۔ اس نے

اٹھ کر تعظیم دی اس نے ان قیدیوں کو اس کے سپرد کیا۔ اس نے اپنا سحر قیدیوں پر کر کے کہا۔ آپ ٹھہریئے میں آتی ہوں اور تخت جس پر قیدی تھے اس کو اڑ کر باہر باغ کے ایک پہاڑ کے قریب آ کر دونوں کو تخت پر سے اتارا اور خوب سحر سے بے بس ان کو کر کے ہوشیار کیا اور ایک سحر ایسا پڑھا کہ دو پتھر کی سلیں اڑ کر قریب قیدیوں کے آئیں۔ ان سلوں سے حکم دیا۔ "ان مجرموں کو کمر تک نگل لو۔" سلیں فوراً شق ہو گئیں اور پاؤں سے کمر تک یہ دونوں ان پتھروں میں سما گئے۔ ساحرہ اپنے سحر کا حصار گرد اس دہ کوہ کے قائم کر کے باغ میں آئی اور صنعت کی خاطر تواضع میں مصروف ہوئی۔

مگر وہ کچھ دیر ٹھہر کر رخصت ہوئی اور سب حال بیان کیا کہ میں لڑنے باغیوں سے جاتی ہوں۔ طلسم میں یہ ماجرا گزرا ہے اور ایسی صلاح باہم ہوئی ہے۔ غرضیکہ وہاں سے روانہ ہو کر بارگاہ ملکہ حیرت میں آئی تمام کیفیت معرض بیان میں لائی اور کہا۔ "آپ دیر نہ کیجئے' ان نمک حراموں کو مار لیجے۔"

ملکہ نے کہا۔ "تم مختار ہو جو چاہو کرو۔"

یہ سن کر اس نے نارنج ایک مارا۔ وہ زمین پر گر کر شق ہوا۔ اور اس میں سے ایک چیلا نکلا۔ اس چیلے سے اس نے حکم دیا۔ گنبد نور سے تا پشت حنا اور کنارے تک دریائے خون رواں کے میرا لشکر پڑا ہے۔ وہاں جا کے پانچ لاکھ کا لشکر تیار کرا کے یہاں لے آ۔ چیلا یہ حکم پا کر روانہ ہوا۔ اور اس کے لشکر میں پہنچ کر پکارا۔ اے افسران فوج ملکہ صنعت نے پانچ لاکھ کا لشکر طلب فرمایا ہے۔

ایسی آواز اس چیلے کی دراز تھی کہ تمام لشکر نے اس کی صدا سنی اور جلد جلد کمر بندی لشکر میں ہوئی ساحر اژدر گاؤخر پر سوار ہوئے۔ بیرقیں ہوا میں اڑنے لگیں ترسولی پنسولی چمکنے لگے۔ سامری کی جے کا غل تا فلک پہنچا۔ ہزارہا ترنج نارنج جو ایک بار اچھال کر ساحروں نے روکا تو یہ معلوم ہوا کہ گولہ انداز فلک نے باڑھ گولوں کی ماری ہوم کا

دھواں بلند سحر کی بجلی چمکی۔ توپ خانہ میں دیر کے رنجک اڑی ابر سرخ مدے ہوا پر چھایا۔ نبرد کا میدان سامنے جو تھا۔ آتش بہار نظر آتا۔ چار سمت سے جو ابر سیہ اٹھا۔ قلعہ آہن بن گیا تھا۔ اسی طرح عجائبات سحر کے نمایاں کہیں بجلی کہیں ظاہر آفتاب تاباں' گو گل مرچیں توپیں کا نور مشعل جلتا۔ اژدر پھنکارتے سانپ ہر ایک زہر اگلتا۔ ساحروں کا تو یہ حال نبرد آزمایاں عرصہ قتال کی ایک سمت سوار چالاں' وہ خنجر و شمشیر کی چمک دیدۂ ترک فلک کو خیرہ کرتی چراغ خانہ تن کو تیرہ کرتی۔ اسلحہ کی جھنکار گوش بہرام گردوں کے پار غرضیکہ بڑے جوش و خروش سے مثل بحر غضب و سیل فنا یہ لشکر رواں تھا اور کچھ ہی عرصے میں پہلی سے وہاں تھا یعنی قریب بارگاہ حیرت کے نشان تھا۔

ملکہ صنعت نے جب دیکھا کہ لشکر میرا آگیا۔ خود بھی تخت اژدھوں پر اپنا کھنچوا کر سوار ہوئی اور شام ہونے کا بھی انتظار نہ کیا کہ طبل جنگ بجوائی اسی وقت سمت لشکر مہ رخ چلی اور جب قریب اس فوج کے پہنچی نفیری سحر و قرنائے جنگی اور دہل طبل کا شور گوش ہمایوں مہ رخ میں پہنچا۔ اس عرصہ میں طائران سحر نے خبر دی کہ اے ملکہ فوج دشمن سر پر آگئی ہے۔

ملکہ مذکور نے بہت جلد نفیر سحر کو دم دیا۔ غازیان صف شکن بہ عجلت تمام تر تیار ہوئے سرداران لشکر بارگاہ سے نکل آئے۔ خیام و خرگاہ میں ہلچل پڑ گئی۔ بازاریں بند ہو گئیں۔ بعض مقامات پر تو بھگدڑ پڑی۔ مہ رخ بھی بہت جلد باہر بارگاہ کے آکر سوار ہوئی۔

اس عرصہ میں صنعت کے حکم سے اس کے لشکر نے اس فوج کا محاصرہ کر لیا اور اس کے آنے کے بعد مصور کو بھی جوش آیا تھا۔ یہ بھی کئی لاکھ سے چلا تھا۔ حیرت بھی سوار ہوئی تھی۔ یہ دونوں بھی بجمعیت کثیر آپہنچے اور دو طرف دو راہوں کو روک کر کھڑے ہوئے۔ چار طرف سے نعرہ کی صدا بلند ہوئی۔ صنعت تیغ سحر پکڑ کر پانچ لاکھ سے لشکر مہ رخ پر جا گری۔ اس طرف سے مہ رخ بھی مع فوج بلند ہمت پٹ

ہو گئی۔ اب تو گولے ابر کے آنے لگے۔ پیکان تیر و مار و عقرب برسانے لگے۔ ناریل ترنج سینوں کے پار جانے لگے۔ مہ رخ پر صنعت نے ایک بیضہ سحر کا مارا اور نارنج پھٹا۔ ہزارہا شعلہ اس میں سے نکلا اور لشکر مہ رخ پر گرا اس نے سحر پڑھ کر کہا۔ "دشمنوں کو یہ آگ جلائے اور ہمارے دوستوں پر پانی ہو جائے۔"

یہ کلمہ ایسا پر تاثیر تھا کہ وہ آگ سمٹ کر فوج صنعت پر جا پڑی۔ ایک لاکھ ساحر جلنے لگے۔ صنعت نے دستک دی کہ فوراً ابر سحر گھر آیا اور برسنے لگا۔ وہ آگ بجھی اس وقت مہ رخ نے ایک نارنج سحر کا مارا۔ صنعت نے خالی دے کر ترنج مارا۔ مہ رخ کا شانہ زخمی ہوا۔ اب تو ساحر سے ساحر بھڑ گیا۔ مہ رخ نے پھر سحر پڑھا کہ تیر برسنے لگے۔ صنعت نے سپریں سحر کی پیدا کیں۔ ہر سمت گولے ناریل عاشق کا چھرا سوئیوں کے گچھے چلنے لگے۔ مہ رخ نے گچھا سوئیوں کا مارا کہ سترہ سو پیکان آبدار کا گچھا پیدا ہو کر فوج پر گرنے لگے جس کے وہ پیکان لگتا سینے سے پار نکل جاتا۔ فوج دس بیس قدم ادھر کی کبھی ہٹ جاتی ہے کبھی ادھر کی پسپا ہوتی ہے لاش پر لاش' مردہ پر مردہ گر رہا ہے۔ دریا کا خون بہتا ہے۔ ساحر مچھلیوں کی طرح تڑپتے ہیں۔ مہ رخ و یاقوت و سرخ مو و تمور وغیرہ کے خون کہنیوں سے بہہ رہا ہے۔ قبضہ و شمشیر ہاتھ میں جم گئے ہیں۔ سرخ مو اور نافرمان وغیرہ نے غول میں گھس کر ایسے دو تیغ ترنج مارے ہیں کہ سو سو دو سو کا ایک ہی وار میں کام تمام کیا ہے۔ ادھر سے صنعت وغیرہ چڑھتی چلی آئی۔ نقاروں پر چوب پڑتی ہے۔ نقیب للکار رہے ہیں کہ

رزم کا دن ہے نام کر جاؤ
زندگی ہے کہ لڑ کے مر جاؤ

دلیرو جوانو بہادرو آج کا دن ہے نمک حلالی کر جاؤ مار لیا ہے۔ شیرو یہ معرکہ تمہارے ہی ہاتھ ہے نہ گھبرانا۔ تیغ ظفر کا ساتھ تلوار کتار چل رہی ہے چیلیں منڈلا رہی ہیں

کسی کا سر اڑ گیا کسی کا بازو کٹ گیا کسی کا پاؤں کٹا دریائے خون میں سرخ سرخ مچھلیاں تڑپتی نظر آتی تھیں اعضائے تن کی بھی حالت تھی۔ سر کچھوؤں کی طرح تیرتے تھے۔ مرکبوں کے سم خون میں غرق دم بھر میں جدا گردن و فرق۔

اس لڑائی میں صنعت نے ایک تاریک سبز رنگ چوٹی دار اپنے جوڑے سے نکالا اور اس ناریل کو دیکھ کر ملکہ طاؤس نے مہ رخ سے کہا۔ "اے ملکہ اس ناریل سے کنارہ کرو۔ یہ باغ جمشید کا ناریل ہے۔" ملکہ مذکور نے کہا۔ ہر چہ بادا باد جمشید کے باغ کا ہو گا تو کیا کرے گا۔ اس عرصہ میں وہ ناریل اس نے چرخ دے کر مارا۔ وہ شق ہوا کئی ہزار پتلا اس میں سے نکلا اور بڑھ کر شکل انسان ہو گیا۔ تلواریں ہاتھوں میں لے کر ہر ایک سے آگے بڑھا صنعت نے حکم دیا۔ "اے پتلہائے سحر جاؤ دشمنوں کو قتل کرو۔"

یہ سن کر ایک ایک نعرہ زن ہوا کہ "ہستم غلام جمشید"

اور تلواریں مارتا ہر ایک چلا' جس کے تلوار ماری دو ٹکڑے سے کیا۔ نارنج ترنج تلواروں پڑنے لگی۔ مگر کچھ اثر نہیں۔ کوئی پتلا نہ مارے مرتا ہے نہ کاٹے کٹتا ہے۔

مہ رخ نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ فوج کو للکارا۔ "ہاں لینا جانے نہ دینا اور آپ سحر کیا کہ خنجر آسمان پر سے برسنے لگے۔ مخمور نے سحر کے گولے برسائے کئی ہزار جادوگر مارے گئے۔ اب تو مشکیں مو زلف کھول کر آگے بڑھی طاؤس و لرزاں و زلزلہ نافرمان و بلال سحر افگن تیغہ ہائے سحر لے کر غول میں در آئیں اور نعرہ مہ رخ سے ساحر مرکبوں پر سے کود پڑے کہیں خنجر چلنے لگے کہیں کٹار چلنے لگی۔ قرابینوں کے کھونسے چلتے تھے کہیں کشتی ہوتی تھی۔ ناریل نارنج ترنج اچھلتے تھے۔ سحر کی لاگیں اور چوٹیں چلتی تھیں۔ نیزہ باز عدو کو کباب برائے سیخ بناتے تھے۔ ایک طرف سحر کے جانور باہم گتھ گئے تھے۔ شیر سے شیر' ہاتھی سے ہاتھی' اژدر سے اژدر لڑ رہا تھا۔ شور دارو گیر برپا تھا۔ فوج امڈی ہوئی تھی۔ ہزارہا لاش پڑی تڑپ رہی تھی۔

فوج مہ رخ اتفاقاً قلیل تھی اور چیلے سحر کے قتل نہ ہو سکتے تھے اور وہ لڑتے مارتے چلے آتے تھے۔ بدیں وجہ اس کی فوج نے شکست کھایا۔ بھگدڑ پڑی بارگاہ چھٹ گئی۔ بازاریں لٹنے لگیں۔ غول کے غول بھاگے۔ جدھر جس کا منہ اٹھا چل نکلا۔ مصور نے نعرہ مارا۔ "خبردار جانے نہ پائیں۔"

فوج نے تعاقب کیا۔ یہاں تو ماجرا ہے لیکن عیار ہمیشہ آفت میں لشکر سے نکل جاتے ہیں اور قران تو جنگل میں رہا ہی کرتا ہے۔ اس نے جو نعرہ مبارزان کا سنا اور شور و غوغا جو زیادہ بلند ہوا تو اس نے قلعہ کوہ سے یہ ہنگامہ دیکھا کہ لشکر ہماری جانب کا قتل و غارت ہو رہا ہے کوئی بچتا نہیں نظر آتا۔ یہ دیکھ کر زار زار رویا اور برہنہ سر کر کے دعا درگاہ کبریا میں کرنے لگا۔ آخر پہاڑ پر سے اتر کر ایک سمت کو صحرا میں بھاگا۔ تلاش کل مراد کرتا جاتا تھا۔ رحم خالق جزو کل خضر راہ ہوا کہ اس کا گزر قریب باغ عشرت ہوا اور ایک پہاڑ کے درہ میں پہنچا۔ کبھی ایسا کوہ بلند اس کی نظر سے نہ گزرا تھا۔ وہاں دیکھا تو رعد و برق کو کمر کمر پتھر میں غرق پایا۔ ان سے پوچھا۔ "یہ کیا تمہارا حال ہوا؟"

انہوں نے بھی اس عیار کو پہچانا اور کہا۔ "اے مہتر علی گوہر ہمارے پاس نہ آؤ کہ گرد ہمارے حصار سحر ہے اور ہم قیدی جبین کے ہیں ایک روٹی جو کی اور کوزہ آب ہم کو ملتا ہے۔" قران نے سب حال لشکر کی بربادی کا بیان کیا۔

انہوں نے کہا۔ "اگر ہم رہا ہوتے تو بتا دیتے۔"

قران نے کہا۔ "پھر وہ جبین قبہ کہاں ہے؟"

انہوں نے کہا۔ "اسی میں جو سامنے ہے۔"

عیار مذکور ان سے پتہ معلوم کر کے ساحر کی ایسی صورت بن کر چلا۔ اتفاقاً باغ عشرت میں جبین نہ تھی۔ اس نے متصل اسی باغ کے ایک باغ اور نیا بنایا ہے کس لیے کہ باغ عشرت میں یار کو اپنے بغیر حکم بادشاہ طلسم نہیں رکھ سکتی ہے۔ شاہ نے صرف اس کے رہنے کی اجازت دی ہے اور کوئی رہ نہیں سکتا ہے۔

اس وقت اسی نئے باغ میں وہ گئی تھی۔ اور تخلیہ تھا۔ یار کو اپنے بلا بھیجا تھا کہ قران بھی اسی باغ کے دروازے پر آ کر دربان سے مستفسر ہوا کہ یہ گلشن رنگین کس محبوب با تزئین کا ہے۔

اس نے کہا۔ "ملکہ جبنین کا۔"

اس نے کہا۔ "اگر تم کہو تو ہم جائیں نوکری کی تلاش میں آئے ہیں شاید تقدیر لڑ جائے اور ملکہ رکھ لیں تو تمہاری بدولت روزگار ہو جائے گا۔ بال بچے دعائیں دیں گے۔"

دربان نے کہا۔ "دوسرے دروازے پر جاؤ۔ ہمیں حکم نہیں کہ ہم جانے دیں۔"

قران یہ سن کر وہاں سے چلا اور ایک سمت اس باغ کے بنگلہ تھا۔ اس کی دیوار چھوٹی تھی۔ یہ سمجھا کہ دوسرے دروازے سے بھی کوئی جانے نہ دے گا اور اس جانے آنے میں عرصہ بھی ہو گا۔ ادھر سے چل کر اپنا کام کرو یہ سوچ کر اس دیوار کو پھاند گیا اور آگے بڑھ کر دیکھا تو باغ نہایت سبز و خرم پایا۔ بحر چبوترہ سنگ سرخ کا بنا تھا۔ فرش مکلف اس پر بچھا تھا۔ ملکہ جبنین اس پر بیٹھی۔ اس نے جھک کر اس کو سلام کیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم کون ہو؟"

اس نے کہا۔ "ملکہ ہم بھی جادوگر ہیں۔ سامری کے نام لینے والے' ماں باپ کی بدولت خوب عیش و آرام کیا۔ سب دولت لٹا دی۔ بڑے مفلس گئے۔ اب محتاج ہو گئے۔ مجبور ہو کر نوکری کو نکلے۔ آپ کا نام سن کر آئے اگر آدھ سیر آٹے سے لگ جائیں گے۔ سرکار کا بول بالا منائیں گے۔"

جبنین نے یہ کلام سن کر کہا۔ "اچھا ہم نے تجھ کو نوکر رکھا۔"

یہ کلمہ جیسے ہی اس کی زبان سے نکلا۔ ویسے ہی زمین شق ہوئی۔ ایک پتلی نکلی اور پکاری۔ "اے ملکہ یہاں نوکر رکھنا کیا۔ باغ عشرت میں نوکر رکھ لیجئے گا۔ آپ تو نہ کچھ سمجھتی ہیں نہ بوجھتی ہیں نوکر رکھ لیتی ہیں۔"

جبنین یہ سن کر کچھ سوچنے لگی۔ اس میں قران نے کہا۔ "یہ بھی قسمت کی خوبی کہ

تیرے فاقہ نوکری کو آئے اور مالک بھی ملا تو چپکی نے منتیں نذر کی۔"

جنین نے کہا۔ "اچھا باغ سحر میں آنک یہاں سے کچھ دور نہیں ہے۔ نوکری ہو جائے گی۔"

قران چند قدم وہاں سے چلا مگر چپکی سے کہتا چلا۔ "اری چپکی تو نے مجھ کو جھوٹا اور دغا باز سمجھا۔ میرے باپ نے ایسی ایسی ہزارہا چھلیاں بنا کر توڑ ڈالیں تیری کیا حقیقت ہے۔"

یہ سن کر جنین نے کہا۔ "اے چپکی اگر تجھ کو اس ساحر پر عیار کا شبہ ہے تو بلا کر ہاتھ سونگھ' اگر عیار ہے تو پکڑ لیں گے اور جو نہیں ہے تو نوکر رکھیں گے۔"

○○○

• ملکہ گنج ایمد جادو

چپی نے کہا۔ "اچھا"

جبتین نے کہا۔ "میاں ساحر ادھر آؤ چپی کو ہاتھ دکھاؤ۔"

قران جھپٹ کر جبتین کے قریب آیا اور کہا۔ "اے ملکہ چپی ہاتھ دیکھے اور آپ یہ کاغذ دیکھیے میرا نسب نامہ یہ ہے اور میں بڑا عالی خاندان ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک کاغذ نکالا کہ مکتوب کی طرح لپٹا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ اس نے کھولنا اس مکتوب کا شروع کیا اور کہا۔ "عنوان لکھنے والے نے بہت چھوٹا ہے۔"

ادھر پہلو پر عیار مذکور کھڑا تھا۔ اس نے بغدہ کھینچ کر کھوپری پر لگایا۔ چپی جو پاس کھڑی تھی۔ کہتی تھی اسے کیا کرتا ہے ہاتھ دکھا۔"

اس نے کہا۔ "ہاتھ کیا دیکھے گی ہاتھ کی صفائی دیکھ۔"

غرض بغدہ جو سر پر پڑا مغز اس کا پراگندہ ہو کر دور گرا اور وہ اچھل کر زمین پر گری اور سرد ہوئی آواز آنے لگی "مارا مجھ کو نام میرا جبتین جادو تھا۔" کوہ بیابان میں آگ لگی مکانات پھٹ گئے۔ تراق تراق چھتیں اڑنے لگیں۔ سحر کی نمود بے بود باطل ہو گئی۔ وہاں ساحران ملازم دوڑے۔ قران جست کر کے بھاگ گیا۔ چپی وغیرہ جل گئی۔ دو کوس میں رعد و برق چھوٹ گئے اور لمحہ بھر تو زمین پر لوٹے پھر چاق و توانا ہو کر ٹھہرے تھے کہ مستر قران بھی آ کر بھی کر پہچان اور ہمراہ ان کے روانہ ہوا۔

یہ دونوں طرفۃ العین میں قریب جنگ گاہ پہنچے اور اپنے لشکر کو مغلوب دیکھ کر رعد زمین میں پاؤں مار کر سمایا اور فوج مخالف جو عقب میں قتل کرتی آتی تھی اس کے بیچ میں نکلا اور ایسی چیخ ماری کہ کئی ہزار ساحر بیہوش ہو کر گرا ادھر سے کڑاکے کی آواز آئی اور برق جادو بجلی بن کر جو گری خرمن ہستی کو جلا کر پھر بلند ہو گئی اور اڑی

ترچھی ہو کر ہر سمت گرنے لگی۔ رعد نے چیخنا شروع کیا۔

حیرت نے شکوہ زریں قبا سے کہا۔ "بڑا غضب ہوا۔ رعد و برق چھوٹ آئے۔ یہ وہ بلائے بے درمان ہیں کہ جہاں فتح نہ ہوئی تھی۔ افراسیاب اس مہم پر ان کو بھیجتا تھا اس گفتگو میں جتنا عرصہ ہوا۔ اتنی دیر میں ہزارہا ساحر جل کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

ہر چند صنعت نے ان دونوں کا رد سحر چاہا ممکن نہ ہوا۔ ادھر بھاگی ہوئی فوج سے رخ کی پھر پڑی۔ لشکر دشمن کو زیر تیغ رکھ لیا۔ اس اثنا میں رعد جادو کو یاد آیا کہ جب میں شہر داؤدیہ میں خداوند داؤد کے سجدہ کو گیا تھا تو ساحر ہوئیں تن بعدو سحر ہو یا مالک مرحلہ یا صاحب تختہ طلسم یا پتلہ سحر کا ہو گا اس خاک کو اس پر پراگندہ کرنا وہ جل جائے گا پس اس نے تنتن میں جا کر اپنے تئیں نخل میں ان پتلوں کے جو صنعت کے ناریل سے نکلے تھے پہنچایا اور ادھر صنعت کو یہ خیال آیا کہ تیرے پتلے کسی سے نہ مارے جائیں گے تو ان کو حکم دے کر سب ایک بار مجتمع ہو کر جب رعد تنتن سے نکلے تو اس پر جا پڑیں اور اس کو اسیر کر لیں دوبارہ برق کو بھی اسی طرح پکڑیں۔

چنانچہ ایسا ہی کچھ پتلوں کو حکم دیا۔ وہ سب ایک جگہ اکٹھا ہو کر منتظر رعد تھے کہ تنتن سے نکلے تو لپٹ جائیں۔ اسی اثنا میں رعد تنتن سے نکلا اور ان سب کو ایک مقام پر جمع دیکھ کر قدرت نمائی کارساز حقیقی سمجھا اور جوڑے سے پڑیا نکال کر خاک ان پر چھڑکی۔ وہ پتلے اس کو پکڑنے کو دوڑے تھے خاک جو ان پر پڑی جسم طلسمی میں ان کے آگ لگی۔ کڑوں کی سر میں جھی۔ دھڑ دھڑ جلنے لگے۔ بڑی تقویت لشکر حریف کو ان پتلوں کی تھی ان کے جلنے سے فوج کب رکتی ہے دل ہار چکے تھے ٹھہرنا مشکل ہوا۔

اس عرصہ میں رعد قریب تخت جا کر نکلا اور چیخ مار کر گرد و پیش تخت صنعت کے جو ساحر تھے وہ بیہوش کئے۔ ہر چند کہ صنعت و مصور وغیرہ نے روکا لیکن بھاگی فوج کب رکتی ہے ٹھہرنا مشکل ہوا۔ فوج کی شکست ہوئی۔ صنعت اپنے ساتھ زبردست بے بیہوش

تو نہ ہوئی مگر جھوم گئی اوپر سے برق کڑکتا کر گری ساٹھ ستر پنجہ سپریں لے کر سر بہ سایہ فگن ہوا مگر برق نے سپروں اور پنجوں سب کو جلایا۔ صنعت جلدی میں سمٹ کر تخت کے ایک گوشے پر گئی۔ بجلی جو تخت پر گری تخت گرا اور وہ اژدہا جن پر تخت کھنچا تھا سب جل گئے تخت جو الٹا صنعت بھی اوندھے منہ گری۔ بہت چوٹ لگی۔

لوگوں نے اٹھا کر ہوادار پر لٹایا اور لے کر بھاگے دیوانہ رعد لشکر مصور میں جا کر چیخا ہزار ہا کے کان کے پردے پھٹ گئے اوپر سے بجلی نے گر کر ہزاروں کو جلایا۔ اٹھ نو سو جادوگر جھلس گئے۔ حیرت نے شکوہ سے کہا۔ "اب یہاں سے چلو اس وقت کچھ تدبیر نہ ہو سکے گی۔ یہ وہ بلا ہے کہ شہ جادواں بہ مشکل ان کو روکتا ہے۔"

یہ باتیں ہی تھیں کہ حیرت کی فوج پر بھی بجلی گرنے لگی۔ ہزار بارہ سو ساحر ہلاک ہوا۔ حیرت کو غصہ آیا اور آگے بڑھی۔ تمام مصاحبین اس کی کمر سے لپٹ گئیں اور کہا۔ "اے خاتون معظم۔ شہ طلسم اگر دو چار ساحر زبردست ہوتے ان سے آپ لڑتیں۔ یہ جنگ مغلوبہ ہے ساری جائیں کیا آفت آئے آپ نہ جائیے اور بالفرض حضور نے رعد و برق کو پکڑ بھی لیا تو فوج بھاگ چکی ہے یہ لڑائی فتح نہ ہو گی اس فہمائش سے ملکہ مذکور رکی اور آخر کار لوگ اس کو بھگا لے چلے۔

ادھر مصور کو صورت نگار زوجہ اس کی پھیر کر لے چلی۔ ان سرداروں کا عرصہ قتال سے ہٹنا تھا کہ فوج تمام جی چھوڑ کر بھاگی۔ ادھر گلستان خزان دیدہ مہ رخ میں پھر بہار آئی۔ نسیم فتح نے نہال حمایت و نصرت کو جنبش دی۔ دشمنوں کو بسان سبزہ پامال کیا۔ بہ رنگ غنچہ ہر ایک کا دل خون ہوا۔ ہر طرف لاشیں سبزہ نمط بچھی تھیں۔ آنکھیں نرگس آسا کھلی تھیں۔ چشم حسرت سے دیکھ رہی تھیں کہ پلک مارتے کیا سے کیا ہو گیا۔ سنبل کی طرح لشکری پریشان و زار کسی کو اٹھنے کی بھی طاقت نہیں۔ نظروں میں ذلیل و خوار دل ہی دل میں خاک کھاتے برگ شجر کی طرح کف افسوس مل کر پچھتاتے سوسن نمط زبان بند کچھ کہنے نہ پاتے جدھر نگاہ جاتی۔ زخم تن پر گلوں کی طرح کھلے

تھے۔ لالہ وار داغدار نظر آتے۔ سرو کی صورت تخم زندگی سے آزاد تھے۔

حاصل مرام لشکر سے رخ نیک انجام نے شمشیر آبدار سے ایسی آبیاری گلشن شجاعت میں فرمائی کہ حریف کو پھلنے پھولنے نہ دیا۔ باغبان نہال قامت سے نوجوانوں کا کاٹ چھانٹ کر کے برابر کر دیا۔ سرتراشی کرنا شروع کی۔ دلوں پر قلم ڈال دی بوستان جواہر تیغ کی بہار دکھائی۔

مرے قلم ہے جنبش کی صدا
قلم فوج دشمن پہ سحر جس بلا
لکھے کیا جو اس فوج کا حال تھا
تبہ جان و اسباب اور مال تھا
کسی کے جو تھی تیغ کاری لگی
تو تھی نخل قامت پہ آری لگی
کسی کے رواں جسم سے جوئے خون
کوئی خاک میں ہو کے بسمل زبون
بہادر کا لاشہ اٹھاتا کوئی
پدر کی لیے نعش آتا کوئی
کوئی پیٹتا نعش فرزند پر
کہ ہے جواں مرگ میرے پسر
ہوا سر میں نخوت کی تھی جو بھری
تو یوں فوج بھاگی کہ آدھی چلی

آخر کار وہ لشکر نابکار بہت ذلیل خوار ہو کر روبفرار لایا۔ ان شجاعت شعاروں نے پڑاؤ تک ان کے اس کا تعاقب کیا۔ جب وہ بھاگ کر پڑاؤ پر پہنچے اس وقت مارنے سے

بھگایا بہتر سمجھ کر مہ رخ نے طبل بازگشت بجوایا اور بہ فتح فیروزی مراجعت فرما ہوئی۔

برق و رعد پر سے بہت زر نثار کیا۔ فقیروں کو مالدار کیا۔ لاشیں اپنے لشکریوں کی اٹھائیں اور دفن کرائیں بھاگی ہوئی فوج پھر جمع ہوئی لشکر میں باتاریں کھلیں۔ مبارزوں نے بستر پر آ کر کمر کھولی۔ سردار ہر ایک داخل بارگاہ ہوئے۔

ادھر ملکہ حیرت بخاطر نجور بارگاہ میں آئی۔ بھگیلے سب جمع ہوئے صنعت بھی آئی ملکہ مذکور کی حالت تباہ پائی آنکھوں میں آنسو بھرے دیدہ نرگسی اشک سے مملو گریبان لب پر آہ سوزناک صنعت ہر چند کہ زخمی اور اپنے درد میں مبتلا تھی مگر ملکہ کو سمجھانے لگی واری اس شکست کا رنج نہ کیجیے۔ آخر یہ نمک حرام کہاں بچ کر جائیں گے۔ اور کب تک آفت ڈھائیں گے۔ جب شہنشاہ کو غصہ آیا پھر یہ دم بھر میں فنا ہوں گے شہنشاہ نے طرح دے کر ان کو یہ قوت دے دی اچھا دیر آید درست آید کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات حیرت نے ان باتوں کا جواب دیا۔ "تم سچ کہتی ہو لیکن مجھ کو اب تاب نہیں ہے۔ کل میں شہنشاہ سے جا کر رضا حرب لوں گی اگر اجازت دی بہتر ورنہ اپنی جان دوں گی۔ میرے پر دانہ پانی حرام ہے جب تک نمک حراموں کو مار نہ لوں۔"

صنعت نے کہا۔ "یہ بھی قدرت کا کھیل ہے۔" تقدیری امور ہیں کہ بنی ہوئی لڑائی بگڑ گئی۔ کیا وقت پر رعد برق آئے۔ نہیں معلوم یہ چھوٹے کیونکر۔"

حیرت نے یہ سن کر رقعہ جمشیدی دیکھا اس میں لکھا تھا" بیک ضرب مہتر قران کا حنیین تمام شد۔"

ملکہ کو اس عبارت کے سننے سے پسینہ آ گیا۔ یہاں تو یہ چرچا ہے۔ وہاں رعد نے مہ رخ سے کہا "کہ ہماری جان بحکم خدا قران نے بچائی۔"

مہ رخ نے کہا۔ "اللہ ہم ایسے گنہگار ہیں کہ ہماری بارگاہ میں بھی مہتر صاحب نہیں آئے۔"

قران بھی اس وقت موجود تھا۔ اس نے کہا۔ "ایسی کون سی عیاری مجھ کی کس ساحر

زبردست کو مارا جو بارگاہ میں تمہاری بیٹھوں۔"

ملکہ نے کہا۔ "کوئی دم تو ٹھہر جائیے۔"

اس نے کہا۔ "میں حاضر ہوں۔"

ملکہ نے ایک ڈنگل یاقوت کا قریب کرسی خواجہ عمر بچھوا دیا اور کہا "تشریف رکھئے۔" معتبر مذکور کی عادت نہیں جو بیٹھے۔ بارگاہ سلیمانی میں بھی جو آتا ہے تو تخت زریں پر کھڑا رہتا تھا۔ اس وقت بھی برابر اس ڈنگل یاقوت کے ٹہلنے لگے۔

مہ رخ نے کہا۔ "بیٹھ جائیے۔"

برق عیار نے کہا۔ "اے ملکہ بیٹھنے کو نہ کہو نہیں یہ چلے جائیں گے۔"

دفتر اول میں نوشیرواں نامہ میں مذکور ہے کہ قران ملک حبش کا شہزادہ ہے لڑکپن سے شوق عیاری کا ہوا۔ اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق ہوئے اور وہ دختران سے منسوب ہوئی تھی۔ جب پدران کا انتقال کر گیا تو چچا نے ان کی طرف سے سلطنت کرنا شروع کی مگر دل میں فتور آیا۔ بیٹی کی شادی کرنے سے انکار کیا اور معتبر مذکور کو قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے صحرا میں جا پر پھانسی لگائی۔ حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی روح مقدس نے آ کر نظر کر رد کیا اور فرمایا جا کر عمر کا شاگرد ہو۔ خدا تعالیٰ تجھے معلوم فرمائے گا۔ کبھی تو قید شب بھر کسی جگہ نہ رہے گا اور جب شب بھر قید رہے گا تو قضا تیری آئے گی۔ اب جا چچا تجھ کو سلطنت تیرے باپ کی دے کر دختر کی اپنے شادی کرے گا۔"

قران وہاں سے سامنے اپنے چچا کے آئے۔ اس نے سلطنت اس کو تفویض کر کے اپنی دختر کو ان سے منعقد کیا۔ انہوں نے شوق میں عیاری کے سلطنت ترک کی اور لاکھوں روپیہ خرچ کر کے باتے عیاری کے بنوائے اور خدمت خواجہ عمرو میں آ کر شاگردی اختیار کی۔ منجملہ بات ہائے عیاری کے جو بنوائے تھے ان میں ایک یہ گلابی شراب کی بھی ہے خاصیت اس کی یہ ہے کہ اگر شراب میں بیہوشی یا کسی طرح کی آمیزش ہوا اور اس گلابی میں وہ شراب رکھی جائے تو رنگ اس شراب کا بدل جائے گا۔ اس

نے اس میں بنا بر احتیاط شراب پینا شروع کی۔

فی الجملہ اس وقت بھی اسی گلابی سے شراب پی۔ جب نشہ ہوا۔ ایک مرتبہ افسوس کہہ کر رویا۔ مہ رخ نے کہا۔ "کیوں اے مہتر والا گہر کیا ہے۔"

یہ سنتے ہی جتنی جادو گرنیاں تھیں سب کو سناٹا آ گیا اور گلعذاران یا سمن پیکر ساتھ جو تھیں ان کے کاسہ چشم برنگ ساغر چشم نرگس آب شبنم سے مملو ہو گئے۔ گلستان حسن میں اشکوں سے آبیاری ہوئی۔ قران نے نسیم آسا سرد بھری اور کہا۔ "لعنت ہے ہمارے جینے پر کہ خواجہ کے قتل ہونے ڈھنڈورا بھی پٹ گیا اور ہم سے کچھ نہ ہو سکا۔ اچھا اے ملکہ خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر جست کر کے سراپچہ بارگاہ فرایا اور سمت صحرا چلا گیا۔ بعد اس کے جانے کے کچھ دیر تو سب اپنی بارگاہ سوکا گئے۔ پھر ساقیان گلعذار جام مے سرخ لے کر آئے اور شراب پلانے لگے۔ ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔ لیکن مہتر برق بھی ان کے پیچھے بارگاہ سے روتا ہوا چلا گیا۔ جب عیاروں سے وہ مقام خالی ہوا صرصر عیارہ ساحرہ کی ایسی صورت بن کر دربارگاہ پر ٹھہری ہوئی تھی۔ بخوف عیاراں اندر نہ آئی تھی۔ اب داخل بارگاہ ہوئی۔ حسب دستور عیاراں یہاں کی دریافت کرنے لگی۔

اسی اثنا میں اس کو خیال آیا۔ اس وقت عیاروں سے یہ مقام خالی ہے۔ بن پڑے تو رعد برق کو پکڑ لے چلوں۔ کیونکہ انہوں نے لڑائی بھی فتح کی ہے۔ ملکہ حیرت ان کے گرفتار کر لے جانے سے بہت خوش ہو گی۔ تیرا رتبہ زیادہ کرے گی اور اگر یہ ماں بیٹے دونوں نہ ہاتھ آئیں تو ایک ہی کو لے چل۔ کس لیے کہ دو میں ایک نہ ہو گا تو دوسرا بھی بیکار ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ رعد چیختا ہے اور بیہوش کرتا ہے ماں اس کی بجلی بن کر گرتی ہے پھر اگر ماں نہ ہوتی تو خالی بیہوش کرنے سے کیا فائدہ ہے اور یہ بھی سوچتی کہ جہاں تک ممکن ہو برق ہی کو پکڑ لے چل کہ بجلی بن کر اگلی ہی کام دے سکتی ہے۔ یہ تو اسی سوچ میں تھی وہاں حسب اتفاق برق جادو نے جو شراب پی۔ اس کو خوب نشہ ہوا۔ اس لیے کہ قید سے چھوٹ کر آئی تھی بہت دنوں کے

بعد جو شراب خواری کی نہایت بدمست ہو گئی۔ دل سے سوچی کہ بادشاہ بادشاہ لشکر کے سامنے پر آنا بری حالت ہوتا خلاف ادب ہے تو یہاں سے اٹھ جا اور کچھ ترشائی وغیرہ کھا کر اپنی بارگاہ میں ٹھہر کر جب نشہ کم ہو اس وقت دربار میں آنا۔ ورنہ سب لوگ تجھ کو کم ظرف کہیں گے۔"

یہ سوچ کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ کنیزیں جو ساتھ چلیں ان کو بھی منع کیا کہ "میرے ساتھ نہ آؤ۔ میں ابھی آتی ہوں۔"

یہ اس لیے کہ کوئی نہ جانے کہ دربار سے کس سبب یعنی زیادتی نشہ رخصت ہو گئی۔ حاصل مرام جب یہ اپنے مقام پر سے اٹھی۔ مرمر پہلے سے باہر بارگاہ کے نکل گئی اور ایک مقام پر راہ میں ٹھہری تھی کہ یہ لڑکھڑاتی ہوئی پہنچی عیارہ نے کہا۔ "ملکہ! نشہ آپ کو بہت معلوم ہوتا ہے۔"

بدق سمجھی کہ یہ اسی لشکر کی کوئی ساحرہ کسی کی کنیز یا ملازم ہے۔ یہ سمجھ کر اس نے کہا۔ "اے نیک بخت تیرے پاس اوداک ہو تو دے اور نہیں تو دوڑ کر بازار سے لا۔ میں تجھ کو انعام دوں گی۔"

اس نے کہا۔ "قربان گئی میں ابھی لائی۔"

یہ کہہ کر چند قدم جا کر اوداک بیہوشی آمیز کسبت سے نکالی اور پھر کر ملکہ مذکور کے پاس آئی کہا "لیجیے یہ حاضر ہے۔"

اس نے وہ لیتے ہی کھائی اور پکاری کہ "آؤ بہن روکنا مجھے چکر آتا ہے۔"

عیارہ نے ہاتھوں پر روک کر گود میں لیا اور اٹکل لشکر میں یہ معاملہ گزرا تھا۔ وہاں سے لے جانا باندھ کر مناسب نہ سمجھی اور اس کو بارگاہ میں اس کے لا کر پلنگ پر لٹا دیا۔ چونکہ کنیزیں تو اس کی بارگاہ شاہی میں تھیں۔ یہاں تنہائی تھی۔ عیارہ نے اور ملازموں کو اندر آنے سے منع کر کے بارگاہ کے سراچے گرا دیئے۔ پردے میں تکمہ لگا کر پشتارہ میں اس کو باندھ اور پشت کی جانب سے سراچہ چاک کر کے نکلی۔ راہ کاٹ کر چھپتی اچھتی لشکر سے نکل کر سیدھی بارگاہ حیرت میں آئی۔ یہاں تو پہلے ہی مشہور ہو

ہا تھا کہ شاہ طلسم سے چل کر اجازت حرب لیں۔

چنانچہ حسب دستور حیرت و صنعت و شکوہ وغیرہ طاؤس ہائے سحر پر بیٹھ کر چلیں۔ صرصر جو بارگاہ میں آئی سنا کہ ملکہ شہنشاہ کے پاس گئی ہیں۔ یہ سن کر وہاں سے پھر کر اپنے خیمہ میں آئی اور صبا رفتار و تیز نگار تیجز تن سے کہا "میں پکڑ لائی ہوں برق جادو کو افسوس ہے کہ ملکہ حیرت نہیں ہیں۔"

یہ کہہ کر برق کو پلنگ پر لٹا دیا اور آپ مصروف حفاظت ہوئی۔

ادھر حیرت وغیرہ جو روانہ ہوئی تھی ایک پہاڑ پر پہنچیں اور اسم پڑھ کر دستک دی۔ پنجے پیدا ہو کر اٹھا لے گئے۔ شاہ جادواں کو فیروز پر بیٹھا ہو انتقام قتل عمرو کا کر رہا تھا کہ پنجوں نے ان کو لا کر پہنچایا۔ انہوں نے بادشاہ کو سلام کیا۔ شاہ نے پریشان حیرت کو دیکھ کر پوچھا "اے ملکہ کہیں مزاج تمہارا کیسا ہے" ملکہ نے گردن جھکا کر سستی سے جواب دیا "دعا کرتی ہوں۔"

شاہ نے کہا "تمہیں تم کچھ سست بولتی ہو۔"

یہ سن کر شکوہ نے کہا "اے شہنشاہ کیا خاک مزاج اچھا ہو۔ دشمنوں کے ہاتھ سے کیا ناک میں دم ہے۔ آپ نے مقراض و سمندر کو بھیجا تھا۔ انہوں نے کام دشمنوں کا تمام کر دیا تھا۔ شاہ کوکب یا اس کا ہم صورت آ گیا اس نے سحر کیا کہ آپ کے ساحر آپس میں لڑ کر مر گئے۔ ملکہ صنعت کو اس بات پر غصہ آیا۔ یہ چڑھ دوڑیں سب کا کام تمام کر چکی تھیں کہ رعد و برق آ گئے۔ آفت آسمانی کی خبر نہ تھی بنی لڑائی بگڑ گئی۔ شکست فاش ہوئی۔ تین لاکھ ساحر ہماری طرف کے مارے گئے۔ پانچ ہزار ساحر مصور کا جل گیا۔ اب ہم سے ان ذلتوں کی برداشت نہیں ہو سکتی۔ آپ نے ملکہ حیرت جادو کو قسم دی ہے کہ تم ہر کس و ناکس کا مقابلہ نہ کرنا ان باغیوں سے کہ تمہارے قابل نہیں ہیں نہ لڑنا۔ پھر اب یا تو اجازت حرب دیجئے یا ہم کو حکم دیجئے کہ اپنی جان دے دیں۔"

شاہ نے کہا "میں منادی کر چکا ہوں۔ عمرو کو قتل کر کے ہلاک کر ڈالوں گا۔ تم گھبراؤ

حسین اور اگر تم کو بہت ہی غصہ ہے تو میں تمہاری خاطر سے رعد و برق کو قتل کرائے دیتا ہوں۔ تم جاؤ۔ میں ملکہ کج ابروئے خنجر زن کو بھیجوں گا۔ وہ رعد و برق کا علاج کر دیں گی اور اے حیرت تم لڑنے کا ارادہ نہ کرنا۔ جب تک ملازم ہیں تمہاری بلا لڑے۔"

یہ کہہ کر ان کی خاطر سے سحر کے طائر کو روانہ کیا کہ دشت غضب سے جا کر کج ابرو کو بلا لائے طائر روانہ ہو اور ساحرہ کو جا کر حکم شاہ سے اطلاع دی۔ وہ ساحرہ تخت پر بیٹھ کر خدمت بادشاہ میں حاضر ہوئی۔ یہ ساحرہ تیس برس کا سن رکھتی ہے اور حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ ابرو اس کے اس طرح کج تھے کہ ایک اشارہ جنبش ابرو ادھر کی دنیا کرتی تھی۔ آنکھیں زیر ابرو ایسی تھیں گویا بد مست محراب میں زاہدوں کو بہکانے آئے ہیں۔ مردم چشم یہ ظاہر کہ عابد ان گوشہ گیر محراب سے نکل کر محفل میں تشریف لائے ہیں۔ روئے زیبا آئینہ سے صاف صاف کہتا کہ چل تو اندھا ہے جو میرا مقابلہ کرتا ہے۔ دہن تنگ کا غنچہ سے یہ مقولہ کہ تو بڑا بیہودہ ہے جو میرے منہ چڑھتا ہے۔ بیاض گردن کے سامنے بیاض سحر اپنی بیاض نہ کرتا واشعار ادا تجلی کا سبق پڑھتے ہوئے بھول جاتا۔ گیسوئے مشکیں اس کا سورہ والیل زاہدوں کو حفظ کراتا سینہ پر چھاتیوں کا تن تن کرنا رنج سے یہ کہتا کہ اتنا نہ رنج اٹھا تو میرے برابر نہ ہو سکے گا۔ خاطر عاشق کے حوصلے کو ہر دم شرماتیں کہ دیکھ ٹھٹکنے والے یوں ٹھٹکتے ہیں اور اس طرح ابھرتے ہیں کہ

شکیل ایسی کہ تھا مہتاب کو داغ
تکلم پر تصدق بلبل باغ
سراپا حسن کا عیبوں سے تھا پاک
وہ تھی یکتا مثال مہر افلاک
بشکل صبح پیشانی تھی خندہ

چھری خنجر کٹاری تیر مژگاں
نظر تھی سحر جادو نرگسی چشم
نہ ہوں گے ایسے جادو نرگسی چشم
کمان یا قوس تھی شمشیر ابرو
ہلال عید تھی تصویر ابرو
الف بینی وہ عارض دہن میم
جو گیسو لام ہے تو کان ہے جیم
گہر دندان لب لعلیں ہے یاقوت
ستارے ہے ہیانہ خانہ ہوت

اس آفت جان نے بادشاہ کو مجرا کیا۔ شاہ نے فرمایا: "تم جاؤ رعد و برق کو قید کر کے ملکہ حیرت کے حوالے کرو اور اگر مہ رخ کچھ مزاحم ہو تو اس سے بھی سمجھ لینا۔"

اس نے یہ حکم سن کر مراجعت کی اور اپنی جگہ پر آ کر تیاری سفر میں مصروف ہوئی۔

ادھر بادشاہ نے نامہ لکھا اے رعد برق تم ملکہ کج روئے خنجر زن کو پہنچاتے ہو۔ اس سے لڑو گے؟ اور اے ملکہ مہ رخ تو کب تک حیلہ و حوالہ کر کے بچے گی۔ دیکھ تو تیرا کیا حال کرتا ہوں۔"

یہ نامہ حیرت کو دے کر رخصت کیا اور کہا۔ "مہ رخ کو جا کر بھیج دینا۔ ملکہ مذکور مع اپنے ہمراہیوں کے روانہ ہوئی۔ نیچے پہاڑ پر آئی وہاں سے یہ لشکر میں آئی اور نامہ مہ رخ کو بھجوایا۔

یہاں برق کے گم ہونے کا غل مچا ہوا تھا۔ رعد نے یہ مضمون نامہ سن کر کہا "مجھ سے اکیلے کیا ہو سکے گا جب امان جان نہیں ہیں۔"

برق عیار بھی آیا تھا اس نے کہا۔ "میں جاتا ہوں تمہاری ماں کو خدا چاہا تو لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر صورت اپنی مثل ساحروں کے بنائی اور لشکر حریف میں آ کر دروازہ پر بارگاہ حیرت کے آیا۔ اور ملازموں میں مل کر اندر بارگاہ کے آ کر ایک گوشہ میں ٹھہرا۔

اس عرصہ میں صرصر نے خبر سنی کہ حیرت وغیرہ آئی ہیں۔ یہ خبر سن کر بارگاہ میں آئی اور ملکہ مذکورہ سے عرض کیا "میں برق جادو کو پکڑ لائی ہوں۔"

یہ کلام سنتے ہی صنعت قہقہہ مار کر ہنسی اور کہا۔ "جلد لا میں نے قسم کھائی ہے کہ اس کا سر کاٹوں گی۔" صرصر یہ حکم پا کر چلی برق عیار نے سب حال سنا اور صرصر چلے بارگاہ سے نکل کر ایک درخت پر جو راستہ میں آنے جانے والوں کے واقع ہوا تھا چڑھ گیا۔ اور کمند کے حلقے شاخوں کے بیچ سے لٹکا کر چھپا بیٹھ رہا۔ صرصر کے خیمے کا راستہ ادھر بھی تھا۔ یہ بھی زیر درخت آ کر پہنچی اور غافل تھی اپنی رو میں جاتی تھی۔ حلقہ ہائے کمند کا مطلق خیال نہ تھا جیسے ہی بیچ درخت کی جگہ پر آئی سر سے اتر کر حلقہ کمند گردن میں پہنچا اور صیاد جس نے ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلا تھا جھٹکا دیا کہ ہمائے اوج حسن اس پھندے میں پھنسی اور گردن پھنسنے سے "ارے" اس نے اوپر منہ اٹھا کر دیکھا۔ برق نے بیضہ بیہوشی تاک کر ناک پر مارا کہ بیہوش ہوئی۔ عیار مذکور درخت پر سے اترا اور چادر میں اس کو باندھ کر اسی درخت پر چڑھ کر ایک ٹہنی سے باندھ دیا اور آپ وہاں سے تنہائی میں جا کر صورت صرصر کی اپنی بنا کر اسی کا پیرہن جو بیہوش کر کے اتار لیا تھا پہنا اور خیمے میں اس کے آیا۔

صبا رفتار سے کہا۔ "حیرت تشریف لائی ہیں میں برق کو لیے جاتی ہوں لیکن اس عیار کے پیچھے نگوڑا سارا دن فاقہ سے گزرا۔ منہ پر کھیل اڑ کر رہیں گی۔ خیر کھانا کھانے کی تو مہلت نہیں کچھ مٹھائی کھاؤں سامری جانے اب کب فرصت ملے۔"

یہ کہہ کر مٹھائی کمر سے نکال کر کھانے لگی۔ صبا رفتار سے کہا۔ "تم بھی کھاؤ اور کچھ لڈو امرتی ان کو بھی دیجیے۔ وہ تو صرصر کو جانتی ہی تھی بے تامل وہ مٹھائی کھانے لگی۔ دو ایک ڈلیاں کھائی تھیں کہ بیہوش ہو گئی۔ اور عیار بچیاں کہیں گئی تھیں۔ ورنہ ان کو بھی یہ بیہوش کرتا۔"

غرض یہ کہ صبا رفتار کو اس نے جب بیہوش کیا ملکہ برق جادو کو ہوشیار کر کے حال سب بیان کیا اور کہا۔ "اپنا لباس مجھ کو دے کر تم چلی جاؤ۔"

برق نے صبا رفتار کے کپڑے پہن لیے اور بزور سحر اڑ کر چلی گئی۔ عیار نے صبا رفتار کو اس کی ایسی صورت بنا کر لباس اس کا پہنا کر پشتارہ میں باندھا اور اسی طرح پشت پر لتا کر آپ صبا رفتار کی ایسی صورت بنا اور درخت پر چڑھ کر صرصر کو اتارا اور ہوشیار کر کے کہا۔ "واری آپ کو عیار لیے جاتا تھا بھلے کو میں ادھر آ گئی جو اس سے آپ کو چھڑایا۔ چلیے ملکہ حیرت بلاتی ہیں۔"

صرصر نے کہا۔ "بڑا کام کیا۔ میں برق کو چرائی ہوں تو عیار موئے میری فکر میں ہیں۔" یہ کہہ کر اپنے خیمے میں آئی۔ ملکہ برق کو اسی طرح لپٹا دیکھ کر پشتارہ اٹھا کر خوشی خوشی روانہ ہوئی اور سامنے حیرت کے لائی اور بڑے تفاخر سے پشتارہ کھولا۔ سب نے دیکھا کہ برق جادو ہے۔ حیرت نے بہت بھاری خلعت منگا کر دیا اور کہا۔ "اے صرصر بڑا کام کیا۔"

اس نے کہا۔ "حضور میں بارگاہ حریف میں جا کر بڑی جانبازی کر کے اس کو بیچ لشکر سے لائی ہوں۔"

صنعت نے کہا۔ "پھر اب اس کو مارنا چاہیے۔"

حیرت و شکوہ نے کہا۔ "چورنگ کاٹیے۔"

اس نے کہا۔ "سچ کہتی ہو یہی بہتر ہے۔"

پس سب جادوگرنیوں نے تلواریں اسلحہ خانہ سے منگوائیں۔ کسی نے دم طمانچہ پسند کیا اور کسی نے سوسن پٹہ لیا۔ کوئی الیمانی لے کر مستعد ہوئی۔

غرض سب قبضہ میں ہاتھ لے کر اور تلواروں کو بیڑے کھول کر کھینچ کر ہاتھوں میں تولنے لگیں اور چار سمت دس دس بیس بیس قدم پیچھے ہٹ کے جھپٹنے کے لیے کھڑی ہو گئیں۔ برق فرنگی بھی صبا رفتار بنا ہوا۔ صرصر کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے چپکے سے کہا۔ "کیا خلیفہ کی ہماری لونڈی کو قتل کروا ڈالیے گا۔"

صرصر نے کہا۔ "اری کیا کہتی ہے۔"

اس نے کہا۔ "میری طرف پھر مخاطب ہو جیسے مجھ وہاں ہاتھ پڑا چاہتے ہیں ذرا خبر لیجیے۔"

صرصر نے سب سے کہا۔ "حضور ذرا ٹھہریے گا۔"

اور آپ جھک کر رنگ و روغن روئے برق پر سے چھڑانے لگی کہ دیکھوں اصلی صورت ہے یا بنائی ہوئی چنانچہ منہ پر جو لگا تھا۔ وہ اس کے ہاتھ میں بھر گیا۔ اس نے اور جو دوا ڈال کر چھڑایا تو صبا رفتار کی شکل نکل آئی۔ اس وقت یہ رنگ چھڑانے کو جھکی ہوئی تھی۔ برق فرنگی نے ہاتھ پھونک کر ایک دھول جمائی استانی خوب چھڑوائی ہو ناک کاٹنے اس وقت کام کیا تھا۔"

صرصر دھپ کھا کر پلٹی تھی کہ برق عیار جست کر کے سراپچہ فرا گیا اور نعرہ کر کے بھاگ چلا۔ ساحر حیران تھے کہ یہ کیا تماشا ہوا۔ اس حیرت میں آئینہ دار سب دنگ رہے کسی نے عیار کا تعاقب بھی نہ کیا اور صرصر اسی خیال سے نہ دوڑی کہ میں جاؤں اور صبا رفتار پر ہاتھ پڑ جائیں۔ وہیں سر پکڑ کر یہ کہتی ہوئی کہ خدا کرے موئے کے ہاتھ ٹوٹیں۔ میرا سر چرخ کھا گیا بیٹھ گئی۔"

حیرت نے کہا۔ "اب یہ کیا ماجرا ہے۔"

اس نے کہا۔ "بی بی موا برق عیاری کر گیا۔ یہ برق جادو نہیں ہے صبا رفتار عیارہ ہے۔"

یہ سن کر سب جادوگرنیوں نے تلواریں ہاتھ سے پھینک دیں اور نہایت خفیف ہو گئیں اور صرصر نے فتیلہ رفع بیہوشی سنگھا کر عیارہ کو ہوشیار کیا۔ صبا رفتار اٹھ بیٹھی اور حیران وار ہر سمت دیکھنے لگی کہ یہ کیا ماجرا ہے اس کی تو یہ کیفیت تھی۔"

ادھر براق جادو کے قید ہونے کا لشکر میں جو غل ہوا تھا تو جانسوز بھی عیاری کو چلا تھا۔ راہ میں اس کا قرا [illegible] اور وہ بھی روانہ ہوا تھا۔

الحاصل یہ دونوں بھی بارگاہ حیرت میں بہ شکل مبدل موجود تھے۔ جب برق فرنگی نکل گیا اور صبا رفتار کو ہوش آیا قرآن نے آگے بڑھ کر کہا۔ "استانی میری معشوقہ کو تم نے

آج مروایا تھا۔ ایک بغدہ ماروں گا کہ فرش ہو جاؤ گی جواب کبھی ایسی حرکت کی۔"

مرمر تو یہ سن کر دم بخود فرط خوف سے ہو گئی۔ لیکن حیرت تخت پر آ کر بیٹھ چکی تھی۔ اس نے بھی یہ کلمات سنے اور ایسا غصہ آیا کہ سحر تو اس غصہ میں کرنا یاد نہ رہا۔ تھرا کر تخت پر سے یہ کہتی ہوئی اٹھی کہ "ارے مادر ان موؤں نے گھر گھیرا ہے۔ ہم کو وحشی بنایا ہے۔" یہ جیسے ہی تخت پر سے اٹھ کر بڑھنے لگی پشت پر جادو گرنی بنا ہوا جانسوز کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک ایسا اڑنگا مارا کہ اٹا اٹا دھڑیم سے منہ کے بل تخت کے نیچے گری۔ سب اہل دربار سنبھالنا سنبھالنا کہہ کر اٹھانے کو دوڑے۔ قران جانسوز نعرہ کر کے سراچہ پھاڑ کر بھاگے اور صاف نکل گئے۔

کس لیے کہ فوج کے ساحر عیاروں سے ایسا ڈرتے ہیں کہ وہ پیچھے نہیں دوڑتے نہ ان کے پکڑنے کا قصد کرتے ہیں۔ الحاصل عیار تو نکل گئے اور حیرت کو لوگوں نے اٹھا کر تخت پر بٹھلایا۔ اس کے منہ میں اور کو وغیرہ میں بہت چوٹ لگی نہایت ذلیل اور زبوں ہو کر پھر تخت پر بیٹھی۔ صنعت سے کہا اس رسوائی سے تو مر جانا بہتر ہے۔ اب یہ تو تخت تختہ "تابوت سے زیادہ بدتر ہے طلسم کا رنگ بےرنگ نظر آتا ہے۔ دیکھیے کا ہونے والا ہے۔"

لوگوں نے براہ خوشامد عرض کیا "نہیں حضور پھر آپ ہی ہیں۔ یہ موئے عیار کہاں حضور کے مقابل ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی وقت کی بات ہے۔"

حیرت یہ سن کر خاموش ہو رہی۔ اس طرف عیار اور ملکہ برق جادو بارگاہ مہ رخ میں آئے ان کے آنے کی خوشی ہوئی۔ عیاروں کو ملکہ مہ رخ نے خلعت دیا۔ شراب ارغوانی کا جام چلنے لگا۔ بعیش و نشاط ہر ایک انجمن آرا ہوا۔ ان کو تو بعشرت تمام رہنے دیجیے لیکن ماجرا سنیے کہ

ملکہ کج ابروے تحجر تن جو اپنے مقام پر سے آئی۔ فوج ساحر ان نے تیار کروائی۔ ظلمات طلسم کے قریب ایک بیابان ہے کہ اس کو دشت غضب کہتے ہیں کئی لاکھ ساحر وہاں

سے رہتے ہیں ان سب کی یہ حاکم ہے۔ بہت بڑی ظالم ہے۔ اس دشت کو مثل شہر کے شاہ طلسم نے آباد کرایا ہے اور اس کو ملک اس کا بنایا ہے اسی طرح اس طلسم میں ساٹھ ہزار ظالم و بخطمہ قلعہ ہائے طلسم ہیں۔ یہ بھی حکمت اور مشیت صانع ظلمات کون و مکان کی ہے کہ جب تک شہزادہ اسد چھوٹ کر طلسم کشائی کریں۔ اس وقت تک بہت سے ظالم قتل ہو رہیں۔ وہ تو شہزادہ علی جلد کہاں تک لڑتے اور ان بلاؤں کو دفع کرنے کے بعد رہائی شہزادہ باوجود ان سب کے مارے جانے کے ہزاروں مرحلہ ہائے طلسم باقی رہتے ہیں اور بڑی فوج ساتھ لے کر شاہ طلسم مقابلہ طلسم کشا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرہ ہلت بلا کا کھلنا اور بلاؤں کا وہاں کی نکلنا اور دریائے ہلت رنگ کا باطل ہونا اور دریائے نیل کے ساحروں کا آنا انشاء اللہ سب بیان ہو گا۔ حاصل کلام یہ ساحرہ ناقرما جام کئی ہزار ساحر منتخب روزگار اپنے لشکر سے چن کر اژدر خونخوار پر سوار ہوئی۔ نفیر سحر بجلی نقاروں پر چوب پڑی ساحران غدار قبوں قبوں اُبھو اُبھو طائران سحر پر چڑھ کر ہمراہ ہوئے۔ لال و نیل کے شعلے اڑنے لگے۔ دھوپ کا رنگ میلا ہوا لشکر کے چھپنے کی علامت ظاہر ہوئی۔ یہ حالت تھی کہ

بڑے جوش سے فوج لشکر شکن
رواں تھی کہ تھا بحر اک موجزن
وہ بیروں کے نعرے وہ جھجر جھجر کا غل
وہ آواز قرنا وہ شور و دہل
غبار اس طرح تھا زمیں سے اٹھا
کہ گویا = بالا عالم ہوا
کہ سونے کا دریا ہو جیسے رواں
اچھلتے تھے ناریخ یوں بار بار

فلک پر سے گرتے تھے گویا شرار
جو زحل و تیرے چمکنے لگے
ستارے فلک سے اترنے لگے
بڑے جاہ سے اور بڑی شان سے
رواں ساحرہ تھی بڑی آن سے

اسی طرح بعد قطع مسافت راہ یہ لشکر گمراہ قریب لشکر مہ رخ علی جاہ پہنچا اور اتنا فاصلہ اس لشکر سے لشکر اسلامیان کا رہ گیا کہ تیس کوس وہاں سے تھا۔ اس ساحرہ نے ایک بیابان سرسبز دیکھ کر فرمایا اس جگہ قیام ہمارے لشکر کو کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ یہاں سے لشکر باغیان چنداں دور نہیں اور جائے خرم و دلکشا ہے۔ جھیلیں لبریز ہیں۔ درختان صحرا پر بہار و فرحت بھر ہیں۔ کوہ سر بلند ویسے ان کے شکل وصل صافی دلان ارجمند جملہ بیابان کوسوں تک سبزہ زار پھولوں کا انبار ہے۔ عجائب غرائب ہر رنگ کی بہار ہے۔"
ملازموں نے حسب الحکم ملکہ اس جگہ بارگاہ اس کی استادہ کرائی۔ لشکر تمام اتر پڑا پڑاؤ پڑ گیا۔ خیمے نصب ہو گئے بازاریں لشکر میں کھل گئیں۔ بارگاہ کے آگے زیر سائبان زر بفتی کج ابد تخت پر بیٹھ کر کیفیت صحرا کی دیکھنے لگی۔ طرفہ بہار نظر آئی۔ دہنی طرف کو دور تک دیہات کے باغ دکھائی دیے امریوں میں جھولے پڑے کوئلیں بولتیں پپیہے شور کرتے مور کوک رہے سامنے جنگل میں جھیلیں پر آب تالاب لبالب چتر گرداب مارتے ہوئے کنول کھلے ہوئے سنگھاڑ دن کی بیلیں پڑیں کوکا بیلی کنار پھولا ہوا۔ طائر ہر طرف کو غل کے غل اڑتے کھیتوں میں گرتے ایک سمت کو کھیت دھانوں کے سرسبز لہلہے برابر بانسواڑی اور ببولوں اور تھوہڑ کا پشتہ دیا ہوا۔ دھکیلی چلتی کسان سینچائی کرتے سامنے ایک پہاڑ سنگ مرمر کا نہایت خوبصورت و امان کوہ گل ہائے خودرو سے بھرا ہوا۔ کوٹیالا عشق پیچاں پھولا لالہ کھلا ہوا۔ زیر کوہ نرگس شہلا کا تختہ اس کو یہ سیر بہت پسند آئی۔ دیر تک ٹھہر کر وہاں آسودہ ہوئی۔ پھر کئی سو خواصوں کو اپنے ساتھ لے

کر بجود سحر چلی اور بارگاہ حیرت میں آئی ملکہ نے تعظیم کر کے بٹھایا۔ مزاج پوچھا اور کہا آپ کی بارگاہ و لشکر کہاں ہے۔"

اس نے کہا۔ "میں یہاں سے تیس کوس پر اتری ہوں۔ اس لیے لشکر یہاں نہیں لائی کہ دن بھر کے لیے تو لائی ہوں۔ کار حریف تمام کر کے چلی جاؤں گی پھر آپ کو تکلیف زیادہ کیوں دوں۔ آپ مالکہ تھیں' ملاقات آپ کی واجب تھی وہ ہو گئی اب جا کر مہ رخ کو سمجھاتی ہوں۔ اگر اس نے مانا تو خیر نہیں کل ملاحظہ فرمائیے گا کہ کیا اس پر گزر گئی۔"

حیرت نے کہا۔ "میں تم کو منع نہیں کرتی جاؤ۔ لیکن وہ کسی طرح نہ مانے گی۔ اگر ماننے والی ہوتی تو یہ نوبت کاہے کو پہنچتی۔"

اس نے کہا: "اے ملکہ آپ صحیح فرماتی ہیں۔ اچھا آج طبل جنگ آپ بجوا دیجیے۔ میں صبح حاضر ہوں گی۔ شب بھر کسل سفر سے آرام کروں گی۔"

حیرت نے کہا۔ "کیا مضائقہ ہے۔"

یہ کہہ کر ساقیوں کو اشارہ کیا۔ جام شراب گردش میں آیا۔ شام تک ہنگامہ عشرت گرم رہا جب خنجر بغدادی آفتاب نیام غرب میں رکھ گیا اور ہلال فلک بسان ابروئے معشوق کج نظر آیا کہ

کروں شکل دہان تنگ جاناں گھٹا ایسا ہوا آنکھوں سے پنہاں
کواکب صورت امید مردہ فلک پر تھے مگر افسوس خوردہ

سر شام حیرت نافرجام نے طبل جنگ بجوایا۔ کج ابرو وہاں سے رخصت ہو کر اپنے مقام فرود گاہ پر آئی اس نے بھی نفیر سحر بجوائی لشکر میں اس کے تیاری حرب ہونے لگی۔ ادھر جاسوسان لشکر اسلامیان نے ملکہ مہ رخ کو خبر نواخت کوس زری پہنچائی۔ اس نے بھی نظر بفضل خدا تعالیٰ رکھ کر نفیر سحر کو دم دیا۔ دربار صبح سے برخاست ہوا۔

سردار نامدار اپنے مقام پر آ کر تیاری کرنے لگے۔ بھینٹ چڑھنے لگیں۔ مرچیں جلنے لگی آگیاری ہوئی۔ بیر آنے لگے۔ دھوے جھومنے لگے۔ ڈیرو بجا بنگلے کا نور و ہلیں کے ساحر سحر جگانے لگے۔ ایک طرف کو شجاعان عرصہ نبرد بھی وہیں جوانمرد ہتھیاروں کو صیقل فرماتے تھے۔ جوہر آئینہ شمشیر دکھاتے تھے۔ خامہ شمشیر ایسا تصویر کشی میں مشتاق تھا۔ نقاشوں کا ایسا ہاتھ صاف تھا کہ ایک صورت دو صورتیں دم بھر میں کرنے کو تیار تھا۔ نقش ہستی کا نقش غلط کار تھا اجل کی صورت آنکھوں میں پھرتی تھی خاک میں مل جانے کا خاکہ خیال میں ہر رنگ تصویر خیالی جما تھا۔ جوہر تیغ موقلم کا نقشہ دکھاتا تھا۔ ہر ایک کا یہ قول تھا کہ سر مو شیوہ شجاعت میں عیب نہ رہے۔ جان دیتے ہیں فرق نہ آئے چاہے سر کٹ جائے کہ

کہیں کہتے تھے کہ کڑکیت کڑکا
نہ رکھنا اے جوانو دل میں دھڑکا
قدم آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹ جائے
کہیں ایسا نہ ہو توقیر گھٹ جائے
صدائے کرنا جاتی تھی فلک پہ
یقیں تھا گوش کر دلی بھی ہوں کہ
کہیں کرنوں کو حاصل سر بلندی
کہیں صیقل ہوئی تھی تیغ ہندی
کہیں نیزے کھڑے تھے ایک پاسے
سپاہی تھے جمے میدان میں آ کے

رات بھر یہی ڈھنگ رہا۔ لڑنے کا ٹھاٹھ کا نقشہ جما کیا۔ جب مزاج شب کی کیفیت مثل طبیعت معشوق بدلی اور ترک دہر نے شمشیر خورشید عرصہ افلاک میں چمکائی کہ

ضیائے مہر پھیلی مثل چادر سوئے مغرب بڑھا خورشید خاور
ہوا آغاز صبح نمودار رہی ہر چشم وا معروف بیدار

صبح دم مہ رخ فرخ بصد جاہ و جلال سواری ہوئی ایک سمت سے حیرت بہرا مان تمکنت و شوکت عازم عرصہ کا راز ہوئی۔ ادھر صحرا سے کج ابرو مثل اپنے گیسو کے بل کھاتی ہوئی فرط غضب سے بیرنگی سحر کی دکھاتی ہوئی فوج اژدر سواراں و ساحران نکبت نشان ہمراہ لے کر رواں ہوئی ہزارہا ساحر غول کے غول انبوہ گروہ گروہ دستہ دستہ ہر سمت سے چلے ہزاروں سقے آبپاشی کرتے جاتے تھے نشا نمائے کفر ضلالت ایک طرف رایت نصرت آیت دوسری جانب کھلے ہوئے لگے ابر کے سیاہ و سفید و زرد سبز و سرخ اڑتے آتے جادوگر دھوتیاں تہمدی باندھے ہوئے ماتھے پہ قشقے سیندور کے کھینچے ہوئے کٹورہ چندن کا کیا ہوا پہوا سے پیشانی رنگی مانگ میں بھبھوت بسا ہوا۔ ترسول چھاتی پہ بنا ہوا۔ کانوں میں کنڈل پڑے میدان میں آ کر صف کشیدہ ہوئے۔ آک و تصور سے کے پھل اچھلنے لگے گوگل کی چرچا بند آنے لگی۔ ماش سرسوں رائی بھنے ہوئے مرگے کے بچے جھولیوں میں بھرے ہوئے اژدروں اور طاؤسوں اور مرگیوں پہ ہر ایک سوار تھے۔ ناریل نارنج ترنج گولے دمبدم اچھالتے۔ بول استاد تیری صدا سے پکارتے لونگدار ڈلیاں سپاری اڑتی لونگ کا ہار ہاتھوں میں پہنے۔ مرچوں کے ہار گلے میں پڑے۔ کہاں تک ان کی کیفیت بیان کی جائے۔

دونوں جانب جنگل میں صف آرائی جب ہو چکی کچھ جادوگر دشمن پہ بزور سحر جا لگے کچھ جانب آسمان اڑنے نقیب نقابت کر کے کنارے ہوئے کج ابرو اڑ کر اپنے اژدر پر سے بلند ہوئی اور ایک ناریل لشکر مہ رخ پہ مارا کہ وہ ناریل پھٹا اور کئی ہزار سوئیاں اس میں سے نکل کر لشکریوں کے سر پہ گریں سر کو چھید کر سینوں میں اتر آئیں ہزاروں ساحر مہ رخ کے ہلاک ہوئے زبردست جادوگر سحر کر کے بچے کج ابرو نے نعرہ مارا ہاں ان نمک حراموں کو لینا تیس ہزار فوج سوار ساحر حربہ ہائے سحر لے کر آ گرے۔

برق شمشیر سحر چمکنے لگی۔ ایک سے دوسرا بھڑ گیا۔ ہنگامہ دار و گیر برپا ہوا گرم بازاری رزم ہوئی۔ متاع جان کا سود ارزاں تھا اقلیم جسد لٹنے لگی۔ زخم دکانوں کی طرح کھل گئے۔ سیاح کشور شجاعت جان بیچ کر نام و ننگ کے خریدار بنے۔

عین گرمی جنگ میں گنج ابرو ملکہ مہ رخ کے تخت پر آ کر اتری۔ اس نے ایک گولہ جو بڑا زبردست سحر تھا اس پر مارا۔ وہ دھواں بن کر غائب ہو گئی۔ گولا خالی گیا۔ پھر وہ ظاہر ہوئی اور شمشیر سحر سر مہ رخ پر لگائی۔ مہ رخ اس طرح لڑی کہ تلوار بھی خالی گئی۔

اس وقت گنج ابرو نے خنجر جمشید کمر سے نکالا اور کہا۔ "اے مہ رخ میرا نام خنجر زن اسی واسطے رکھا گیا ہے یہ خنجر اپنے پاس رکھتی ہوں تو اس کو پہچانتی ہے۔"

رعد و برق قریب تخت مہ رخ کھڑے تھے۔ چنانچہ رعد نے کہا۔ "اماں جان ملکہ مہ رخ مفت ماری جاتی ہیں۔ میں تو جا کر ایک چیخ مارتا ہوں کہ پردے کان کے پھٹ جائیں۔"

برق نے کہا۔ "بیٹا تامل کرو۔"

اس اثنا میں گنج ابرو خنجر پکڑ کر آگے بڑھی۔ ساٹھ ستر ساحروں نے مرنا گوارا کیا اور بیچ میں آ گئے مہ رخ کو بچایا۔ وہ خنجر جو اس نے بلند کیا اور ان ساحروں پر مارا دس کے سر ایک مرتبہ میں قلم ہوئے۔ وہ اسی طرح قتل کرتے ہوئے آگے بڑھی اور گلے سے موتیوں کا مالا توڑ کر انبوہ لشکر پر مارا۔ اس مالے کا موتی جس کے ماتھے اور سینہ وغیرہ پر پڑا توڑ کر پار گزر گیا۔ لشکر میں بدحواسی پھیلی۔ یقین تھا کہ بھگدڑ پڑے اس وقت رعد زمین میں سما کر پاس گنج ابرو کے نکلا اور ایک چیخ ماری لیکن خنجر جمشید اس کے ہاتھ میں تھا۔ وہ بیہوش نہ ہوئی۔ اوپر سے برق جادو چمک کر گری مگر گنج ابرو کے گلے میں ایک زنجیر پڑی تھی۔ وہ زنجیر گلے سے کھول کر اس نے برق پر ماری کہ وہ زنجیر بھی برق بن کر اس بجلی سے لپٹ گئی۔ اور دیر تک دو بجلیاں باہم گتھی رہیں۔ آخر زنجیر نے کھینچ کر زمین پر برق کو پہنچایا گنج ابرو نے زنجیر کو پکڑ کر کھینچی۔

ملکہ برق تجلی سے بصورت انسان ہو گئی تھی اور وہ زنجیر و دست و پاو گردن و کمر میں لپٹی تھی اور ملکہ مذکور بیہوش تھی۔

کج ابرو نے ساحروں کے حوالے اس کو کیا کہ قید۔ کرو اور حکم دیا کہ "آج طبل اسائش بجے کہ جن کو گرفتار کرنے کا حکم بادشاہی تھا ان کو پکڑ لیا۔ اب کل اس مہ رخ سے بھی سمجھ لیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر مہ رخ سے کہا۔ "اگر آج کی شب تو نے فرمانبرداری شہنشاہ افراسیاب کی تو خیر ورنہ کل سب لشکر کو تیرے اور تجھ کو غارت کر دوں گی۔"

یہ کہہ کر ہوا پر آپ چلی اور طبل امان بجا کر لشکر پھیرا۔ یہ اپنے لشکر کو لیے اسی سحر کی طرف جہاں کہ اتری ہے روانہ ہوئی ملکہ حیرت سے بھی ملاقات نہ کی۔ سب کو یہ گمان ہوا کہ برق کو یہ افراسیاب کے پاس لے گئی۔

غرض یہ کہ لشکر لے کر پھری اور مہ رخ خستہ حال مع فوج زخم خوردہ کے مراجعت فرما ہوئی سب آ کر آسودہ ہوئے۔ ملکہ مہ رخ دربار میں تخت پر بیٹھی۔ رعد جادو اپنی ماں کے لیے غمگین تھا رونے لگا۔ برق عیار نے کہا "میں تلاش کرنے جاتا ہوں۔"

مہ رخ نے کہا۔ "وہ افراسیاب کے پاس لے گئی ہے۔ تم کو ملنا اس ساحرہ کا دشوار ہے۔" برق نے کہا۔ "اچھا حال تو کھل جائے گا" جہاں لے گئی ہو گی۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا۔ ادھر کج ابرو اپنے لشکر میں داخل ہوئی۔ ہر ایک اس کے مصاحب نے تعریف کی "اے ملکہ آپ نے بڑا کام کیا۔ شہنشاہ جادواں کی بات رکھ لی۔"

اس نے ایک صندوق فولاد کا منگا کر برق جادو کو اس میں بند کیا۔ برق کا یہ عالم تھا کہ سحر میں بند بند جکڑا ہوا۔ تمام بدن زنجیر آتشیں کے لپٹنے سے جھلس گیا تھا اور بیہوش تھی اس نے بند کر کے صندوق اپنی بارگاہ میں بنا پر احتیاط رکھا۔

ادھر شاہ طلسم نے چیلے خبر کے لیے بھیجے۔ وہ آ کر گرفتار ہونا ملکہ برق کا معلوم کر کے خدمت شاہ میں گئے اور سب حال جنگ اور قید ہونے برق معرض عرض میں لائے۔

لکھا ہے جیسے ہی بادشاہ باغبان وزیر سے بدظن ہوا ہے۔ اس وقت سے وزیر مذکور خدمت شاہ میں بہت حاضر رہتا ہے اور اپنی بی بی کی خطا معاف کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ شاہ کو فیروزہ کوہ پر آئے ہوئے سن کر وزیر مسطور بھی گیا اور حاضر خدمت شاہ تھا کہ چیلوں سے خبر فتح بادشاہ نے سن کر وزیر کی جانب اس لیے دیکھا کہ میری تعریف کرے۔

وزیر نے لب عجز بہر ثنائے شہنشاہ کھولے اور دامن موتی رولے "اے شہنشاہ خورشید جلال تیری نظر غضب کی کس کو تاب ہے تو دم بھر میں جس کو چاہے مار ڈالے اور جس کی چاہے جان بخشی کرے۔"

شاہ نے فرمایا "اب برق بھی چمک چکیں اور کوکب کا فروغ بھی دیکھ لوں گا اور وہ جنگی میرا کیا کر لے گا۔

وزیر نے کہا "کوکب ایسے تیرے نوکر پڑے ہیں۔" یہ تو زبان سے کہا مگر دل سے کہتا کہ کوکب ایسا ہی ہے جو ہر گھڑی اسی کا خیال ہے اور اسی کا نام زبان پا جاری ہے۔

بادشاہ نے بعد اپنی ثنا خوانی کرانے کے ایک نامہ ملکہ کج ابرو کو لکھا۔ حال یہ ترقیم تھا کہ ہمیں تمہارے لڑنے کی حقیقت معلوم ہوئی۔ خیر خواہان جانباز جیسا کرتے ہیں۔ ویسا ہی تم نے کیا۔ ہم تم سے خوش ہوئے شاباش مرحبا نمک حلالی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خلعت سرفرازی ہمراہ نامہ پہنچتا ہے آئندہ بھی شاباش مرحبا نمک حلالی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خلعت سرفرازی ہمراہ نامہ پہنچتا ہے آئندہ بھی عنایت خسروانی کی امید وار ہو اور برق نمک حرام کی حفاظت کی تکلیف نہ اٹھاؤ۔ سر اس کا کاٹ کر بھیج دو۔"

نامہ چیلے کو دے کر روانہ کیا۔ یہاں کج ابرو تخت پر سائبان بارگاہ کے نیچے بیٹھی تھی۔ سامنے تخت کے صندوق رکھ لیا۔ شراب پی رہی تھی رقاص ناچتے تھے۔ خواصیں انیس حاضر خدمت تھیں کہ چیلے نے لا کر نامہ شاہ دیا۔ اس نے نامہ لے کر سر پر رکھا۔ آنکھوں سے لگایا۔ زر نثار کرایا۔ پھر امہ کو تسلیم کر کے وا کیا اور مضمون سے آگاہ ہو کر بہ فخر خلعت زیب تن کر صندوق کھولا ملکہ برق کو نکالا اور چاہا کہ سر کاٹ

کے بھیج دوں۔ برق کا تمام جسم آتش سحر میں پھنک رہا تھا۔ اس پہ سے اتنا سحر دور کیا کہ یہ ہوشیار ہوئی۔ ہوشیار ہوتے ہی بے قرار ہوئی۔ آنکھوں میں دم آ گیا۔ کج ابرو نے کہا۔ "تیرا سر شہنشاہ نے مانگا ہے۔ اب پیمانۂ عمر تیرا لبریز ہوا۔ کوئی دم میں قضا آیا چاہتی ہے۔"

برق نے یہ سن کر بحسرت و یاس سمت فلک دیکھا کہا اے عمرو کے خدا مجھ کو تو نہ بچائے گا اس وقت میں سوائے تیری ذات پاک کے اور کون میری مدد کرنے والا ہے۔ نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے نہ ہمدم نہ مونس نہ رفیق نہ آشنا نہ خویش نہ اقربا۔ مجھ کو تیری ذات کا سہارا ہے۔ تو ہی بچانے والا ہے۔"

یہ دعا اس کی درگاہ جناب احدیت میں قبول ہوئی۔ یعنی اول میں مذکور ہوا کہ مجلس جادو ملکہ بہار کو سمجھا کر پھیر لے گئی تھی۔ چنانچہ ملکہ مذکور قلعہ ہفت رنگ میں نہ گئی۔ لشکر میں ہمائی عمرو کی ایک مقام پر اپنے طلسم میں تھی۔ اس نے مجلس سے فرمایا "بیٹا تم جا کر ذرا خبر لاؤ کہ طلسم ہوشربا میں کیا ہو رہا ہے۔"

مجلس یہ حکم سن کر پرواز کر کے چلی اور اس دشت میں جہاں برق قتل ہوا چاہتی تھی اور روئے ہوا سے اس نے دیکھا کہ ایک عورت شعلہ ہائے سحر میں گرفتار پڑی ہے اور ایک عورت خنجر کھینچے اس کے سر پر کھڑی ہے۔ سر اس کا جدا کیا چاہتی ہے۔

یہ دیکھ کر زمین پر اتری اور قریب کج ابرو آ کر پوچھنے لگی "بی بی تم کون ہوا اور مجرمہ کون ہے اس نے کیا تمہارا باپ مارا ہے۔ کون سا گناہ اس سے سرزد ہوا۔ جس کے عوض یہ قتل ہوئی ہے۔"

کج ابرو نے دیکھا کہ ایک لڑکی کرتا پہنے ٹاک بجتی ہوئی۔ زیر پا کی پاؤں میں کڑے میں رومال ناک پونچھنے کا بندھا ہنستی ہوئی مجھ سے حال پوچھتی ہے۔"

یہ دیکھ کر اس نے کہا۔ "بیٹی تم شاید یہاں کسی گاؤں میں رہتی ہو۔ اکیلی نکل آئی ہو جاؤ بھاگ جاؤ۔ تمہارے ماں باپ بھی افراسیاب کے فرمانبردار ہیں اور میں بھی۔ بس والدین تمہارے شکایت کریں گے کہ لڑکی کو منع نہ کیا۔"

مجلس پہلے جانتی تھی کہ یہ لشکر ملکہ مہ رخ کا ہے۔ اب اس نے نام بادشاہ طلسم کا جو سنا سمجھی کہ یہ ساحرہ دشمن ہے۔ یہ سمجھ کر سنبھلی۔ اس کے ساتھ بطور تحفہ چار پتلے آتشی اور چار آبی اور چار فولادی اور ایک گولا فولاد کا اس کے پاس ہے کہ اس کے دونوں سروں پر الماس جڑا ہے۔ خاصیت اس کی یہ ہے کہ اگر کسی ساحر کے پاس کوئی تحفہ جمشید و سامری کا ہو تو اس کو باطل کر کے کام اس ساحر کا تمام کرتا ہے اور علاوہ اس کے یہ ساحرہ صحبت یافتہ بران و کوکب ہے۔ سردار تادی طلسم نور افشاں ہے۔

پس کج ابرو سے اس کے تیور بدل کر کہا "یہ کیا تو نے جھک مارا کہ والدین تمہارے ملازم افراسیاب کے ہیں۔ میں اس مسخرے سیاب خانہ خراب کو کیا جانوں۔"

کج ابرو نے دیکھا کہ یہ لڑکی کچھ بگلی اور چنچل سی ہے۔ اس کی بات کا برا ماننا نہ چاہیے۔" یہ سمجھ کر اس نے ہنس دیا اور کہا "لڑکی کچھ گھر سے لڑکے تو نہیں آئی ہے۔ جا چلی جا۔ نہیں پٹتی جائے گی۔ میں دو طمانچوں میں سیدھا کر دوں گی۔"

مجلس نے جواب دیا "شہزادی تو ہے کس گھمنڈ میں، اپنے دھگڑے افراسیاب پر بھولی ہے تو آپ چلی جا سمجھی کیا ہے اپنے دل میں۔"

یہ کلام سن کر کنیزیں کج ابرو کی بولیں "اے بی بی صاحبزادی تم شاید کچھ خفا ہو۔ جو ایسی باتیں کرتی ہو یہ ملکہ کج ابرو تحیر تنہا ہیں برق جادو کو لشکر اسلام سے پکڑ لائی ہیں تم ان کو گالیاں دیتی ہو بری بات۔"

مجلس جادو نے جو قید ہونا برق کا سنا ہی گولا جس کا بیان ہو چکا نکالا اور اپنے تئیں درست کر کے لینی کرنے کی آستین الٹ کے دامن چڑھا کے تنی ہوئی پینترے بدلتی چلی۔

اس وقت دس بارہ لونڈیاں یہ کہتی ہوئیں کہ "لو بیوی اس چھوکری سے کوئی نہ بولے نہ چالے، آپ سے آپ بگڑی جاتی ہے۔ اے لڑکی کچھ تو دیوانی ہے۔"

لونڈیاں بیچ میں آ گئیں تھیں۔ لڑکی نے کہا "ہٹا دو اپنی بی بی کو مجھ سے کہو کہ سنبھل جائے۔"

یہ کہہ کر وہی گولہ مارا۔ لونڈیاں جو بیچ میں کھڑی تھیں ان کے سینوں کو اس گولے نے توڑ کر کج ابرو تک اپنے تئیں پہنچایا۔ اسنے ہر چند اپنے تئیں بچایا۔ لیکن مثل قضائے مبرم کے وہ گولا نہ ٹلا۔ اس کے سینہ پر آ کر پڑا اور پار گزرا اور زمین میں سما گیا۔ کج ابرو تڑپ کر ہلاک ہوئی۔ شور قیامت زا اس کے مرنے کا بلند ہوا کہ مارا کج ابروئے خنجر زن کو۔

کنیزیں اور انیسیں اس کی بھاگیں۔ لشکر جو اترا ہوا تھا۔ وہ جلد حربہ سحر کا لے کر تیار ہوا لیکن ساحرہ مذکورہ مرنے سے ملکہ برق رہا ہو گئی اور آتش سحر اس کے جسم پر سے دور ہو گئی۔ وہ بجلی بن کر جانب آسمان گئی اور آڑی ترچھی ہو کر لشکر پر گرنے لگی۔

اودھر دریاوہ پتلے جو مجلس کے ساتھ آتشی آبی فولادی وہ آ کر گرے۔ آتشی پتلوں کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے جو ساحر سامنے آتا خانہ تن اپنا جلاتا۔ خیام و بارگاہ میں آگ بھڑکنے لگی۔ آفت بپا ہوئی۔ ہر طرف شور غوغا بلند تھا ایک پر ایک گرا پڑتا تھا۔ بدحواسی سے لوگوں کی عجیب کیفیت تھی باپ بیٹے کو پہچان نہ سکتا تھا۔

آبی پتلوں کے منہ سے اس قدر پانی بہا کہ دریا پیدا ہو کر موج مارنے لگا۔ مجلس نے خوب مینڈھے لڑائے۔ آگ لگا کر پانی کو دوڑی۔ فولادی پتلے تیغہ پکڑ کر قتل کرنے لگے اوپر سے بجلی گر رہی تھی۔ عجیب آفت اس فوج پر آئی تھی۔ لشکر ہزاروں طرح کے سحر کرتے تھے مگر نہ وہ پتلے مرتے تھے نہ بجلی موقوف ہوتی تھی۔ مجلس ایک طرف کھڑی ہنس رہی تھی اور کہتی تھی۔ ای جان نے سر کی قسم کیا اچھا کھیل میں کھیلی ہوں۔ واہ کیا تماشا ہو رہا ہے۔"

* * *

• ملکہ مجلس جادو

آخر ہزارہا ساحر آتش فنا میں جل کر خاکستر ہوئے۔ اس مہوش نے طلائے جان دشمن کو آنچ دے کر کشتہ کیا۔ خوب تاؤ دیا۔ ہزاروں جادوگر غرق بحر فنا ہوئے اس شناور قلزم سحر نے بہت کو گور کے کنارے پہنچا۔ دم بھر میں تیغ ایسی پھیری کہ کسی کی آشنا نہ بچی۔ سیکڑوں افسوں خواں فولادی پنجوں کے ہاتھ سے تلخی موت کی اٹھا کر فنا ہوئے اور بہت سے خرمن جان تجلی کرنے سے بچے لشکر تمام برباد پریشان ہو کر رو بفرار لایا جو بھاگ کر بچے۔ وہ سمت کوہ فیروز گئے۔

جب وہ فوج بحر نحوست کی موج بھاگ گئی۔ ملکہ برق رو ہوا سے اتر کر مجلس کے پاس آئی۔ شکریہ میں اس کے تر زبان ہوئی اور کہا۔ "آپ کون ہیں۔" اس نے اپنا نام بتایا اور کہا۔ "ملکہ بہار کی بھتیجی ہوں۔ میں آئی تھی۔"

برق نے کہا۔ "اچھا اب لشکر مہ رخ میں تشریف لے چلیے۔"

اس نے کہا۔ "مجھ کو تو وہاں کی خبر لینے جانا منظور ہی ہے' چلیے۔"

یہ باتیں کر کے دونوں وہاں سے روانہ ہوئیں۔ راہ میں برق فرنگی جو تلاش میں برق کی چلا تھا' ملا۔ اور ان کو ہمراہ لے کر داخل لشکر ہوا۔

جب بارگاہ میں پہنچا۔ یہاں غلغلہ عظیم برپا تھا۔ رعد نے اپنی ماں کے لیے حال اپنا تباہ کیا۔ ہر ایک رو رہا تھا کہ یہ آ کر پہنچیں۔ سب اٹھ کر بغل گیر ہوئے۔ رعد ماں کے گلے لپٹ کر رونے لگا۔ آخر اپنی جگہ پر برق بیٹھی اور مہ رخ سے کہا۔ "ان صاحبزادی کی وجہ سے میری رہائی ہوئی۔"

مہ رخ تو بہار کے یہاں ہو آئی تھی۔ مجلس کو پہچانتی تھی۔ تخت پر سے اٹھ کر بغل گیر ہوئے اور اپنے برابر تخت پر بٹھلایا۔ رقاصوں کو بلایا۔ ناچ ہونے لگا۔ شراب کا جام

چلنے لگے۔ مجلس کی خاطر ہر ایک نے بہت کچھ کی خواجہ کی گرفتاری کا حال بیان کیا اور کہا۔ "ڈھنڈورا ابھی ان کے قتل ہونے کا پٹ گیا۔"

مجلس نے کہا۔ "گھبراؤ نہیں، امی جان بھی تشریف لایا چاہتی ہیں۔"

غرضیکہ یہاں تو عشرت و نشاط میں ہر شخص مصروف ہے۔ ادھر فوج ہزیمت خوردہ کج ابرو کی فیروز پر پہنچی اور افسران فوج سامنے شہ طلسم کے آ کر پکارے۔ "ملکہ کج ابرو ماری گئیں۔"

شہ نے متعجب ہو کر پوچھا۔ "ہیں کس نے مارا؟"

انہوں نے مجلس جادو کا آنا اور حملہ کیفیت بیان کی۔ یہ سنتے ہی بادشاہ کو غصہ آیا اور کہا۔ "اس چھوکری مجلس نے بہت سر اٹھایا دیکھو تو کیا حال میں اس کا کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر فیروز شہ سے کہا۔ "تمہارے قلعہ میں اسرار جادو رہتی ہے، بلاؤ تو اس کو۔"

شہ نے اس قلعہ مذکور سے لانے کے لیے آدمی کو روانہ کیا اور اسرار کو بلایا۔ یہ ساحرہ کنیز شہ جادواں تھی۔ بادشاہ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ یہ اس قلعہ میں رہتی ہے اور ساحری کی تیتشی کہلاتی ہے۔ اس وقت اس نے آ کر شہ کو مجرا کیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ ایک تہمد گیروا باندھے ہے سالے مردوں کی ہڈیوں کے گلے پہنے ہے بھبھوت جسم پر ملا ہے۔ ایک چادر گیروی سر پر پڑی ہے ماتھے پر تصویر سور کی بنی ہے گودنا گدا ہے۔

ہر چند کہ یہ ہیئت اور نقشہ ہے مگر سن چالیس برس کا ہے۔ چہرہ پر جھریاں پڑی جاتی ہیں کتاب ساحری میں سطریں سطر کی پڑی نظر آتی ہیں۔ کان میں کنڈل پڑے ہیں۔ حلقہ بگوش کرنے کا معشوقان عالم کے دعویٰ رکھتے ہیں۔ سر میں دو چار بال جو سفید ہو گئے ہیں شب زلف میں دمدار ستارے نکلے ہیں۔ بھبھوت جسم پر ملا ہے یا حسن نے پردہ کیا ہے۔ جسمیں حسیں کبر سنی کے سبب آئینہ تن جو مکدر ہے تو اس پر صیقل کرنا چاہا ہے۔

حاصل مرام جب اس ساحرہ نافرجام نے شہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے ایک کنکھی اپنے

گلے سے اتار کر اس کو دی اور کہا۔ "یہاں سے مہ رخ کی بارگاہ میں تم جاؤ۔ مجلس جادو وہاں ہو گی۔ یہ کنٹھی اس کے گلے میں پہناؤ اور اپنے گلے میں بھی پہنے رہنا۔ تم دونوں میرے پاس چلی آؤ گی۔"

یہ حکم سن کر ساحرہ نے وہ کنٹھی تسلیم کر کے لی اور پرواز کر کے اپنے مقام پر آئی۔ دل سے سوچی کہ اس ہیئت سے تو اگر جائے گی تو کنٹھی پہنا نہ سکے گی۔ لازم ہے کہ تبدیل لباس کر کے بصورت اسلامیان روانہ ہو۔

غرض اس نے بڑے پائنچوں کا پاجامہ پہنا' محرم کرتی پہن کر ایک دوپٹہ پر زر اوڑھا کچھ زیور بھی جسم پر آراستہ کر کے چلی۔

وہاں کا ماجرا سنئے کہ مجلس کچھ دیر تو شریک جلسہ مسرت رہی۔ اس کو عمرو سے بہت محبت ہے۔ ان کی گود میں لوٹا کرتی تھی اور اس نے بجا کر سنی تھی۔ مطربوں کے گانے سے خواجہ یاد آئے۔ یہ رونے لگی۔ سب اس کے رونے پر رونے لگے۔ یہ اٹھ کر چلی۔ مہ رخ نے کہا۔ "اے بچی کہاں جاتی ہو؟"

اس نے کہا۔ "امی جان کے پاس"

مہ رخ نے کہا۔ "تم ٹھہر جاؤ اور بتا دو میں آدمی بھیج کر ان کو بلا نہ بھیجوں۔"

اس نے کہا۔ "مجھ کو اب وحشت ہے نہ بیٹھوں گی۔"

یہ کہہ کر بارگاہ سے نکل کر سیر کرتی چلی اور بازار لشکر کی دیکھنے لگی۔

ادھر اسرار جادو بارگاہ میں آئی۔ ایک عورت تنہا تھی۔ حاجب دربان سمجھے کہ کسی ساحرہ کی ملازم ہے۔ یہ سمجھ کر منع نہ کیا۔ اس نے اندر بارگاہ کے آ کر ہر سمت پلک نظر دوڑایا اور مجلس کو تلاش کیا۔ حسب نشاندہی شہ طلسم کسی ساحرہ کو لڑکی بنے ہوئے نہ پایا۔ دل سے خیال کیا کہ کہیں ہو گی آئے گی' اچھا یہاں ٹھہرو اور لوگوں سے اس کا ذکر سنو' معلوم ہو جائے گا جو یہاں ہو گی۔ یہ سوچ کر اس خیال سے کہ تجھے کوئی پہچان نہ لے۔ ایک مقام پر نہ ٹھہری۔ ادھر ادھر ٹہلنے لگی۔ اس پر برق عیار کی

نگاہ پڑی۔ دل میں اس نے کہا یہ تو ہمارے لشکر کی عورت نہیں معلوم دیتی ہے۔ اس طرح پھرتی ہے کہ جیسے کسی کو ڈھونڈتی ہے۔ اے برق اس کو گرفتار کر ہمارے یہاں کی ہے تو چھوڑ دی جائے گی اور نہیں تو شر سے اس کے محفوظ رہیں گے۔

یہ تجویز کر کے یہ بھی اٹھ کر ٹہلنے لگا اور ٹہلتے ٹہلتے پشت کی طرف اسرار کے آیا اور وہ دوسری سمت مخاطب تھی۔ اس نے کاٹھ کر کمند جو ماری ساتوں حلقے گردن و کمر میں پیچی ہو گئے وہ الجھ کر گری اس نے حباب مار کر بیہوش کر دیا اور مشکیں اس کی باندھ کر زبان میں سوزن دیا اور ستون بارگاہ سے باندھ کر ہوشیار کیا۔

سب اہل دربار حیرت میں تھے کہ مسخر صاحب نے یہ کیا کیا۔ مہ رخ نے گھبرا کر پوچھا۔ بھیا یہ کیا ماجرا ہے۔"

اس نے کہا۔ "اے ملکہ یہ عورت ہمارے یہاں کی معلوم نہیں ہوتی ہے۔"

مہ رخ نے اور سب نے بغور دیکھا اور کہا۔ "تم سچ کہتے ہو۔ یہ کسی تدبیر کو یہاں آئی ہے۔ اس نے کہا تم سب اس کی حفاظت کرنا کہ یہ سحر کر کے نکل نہ جائے اور مجھ کو کوئی آزار نہ پہنچائے۔ میں اس کی زبان سے سوزن نکالتا ہوں۔"

یہ سن کر جملہ ساحر نارنج ترنج پکڑ کر مستعد ہوئے۔ برق نے اس کی زبان سے سوزن نکالا۔ سوزن نکلتے ہی وہ پکاری۔ "میں اسرار جادو کنیز افراسیاب بحکم شہنشاہ مجلس کو پکڑنے آئی تھی۔ ارے موئے تو نے مجھ کو باندھا ہے۔ وہ تو جا تیری ایسی تیسی شہنشاہ سے کہہ کر تیری بوٹیاں اڑوا دوں گی۔"

یہ کہہ کر سحر پڑھنے لگی۔ اٹیک یہ کیفنتھی شہنشاہ کے لیے تھی۔ اس پر سحر کسی ساحر کا اثر پذیر نہ ہوا اور ایک پنجا روئے ہوا سے چمک کر گرا۔ پنجہ میں اس کو داب کر مع کمند لے اڑا۔ ساحروں نے نارنج گولے مارے لیکن پنجا بلند ہو کر یہ جا وہ جا غائب ہو گیا۔

برق عیار نے کہا۔ "لیجئے اور نقصان ہوا کہ کمند بھی گئی اور بٹانا پڑے گی۔"

سب ہنسنے لگے اور اطمینان سے بیٹھے۔ ادھر پنجا لیے ہوئے اسرار کو فیروزہ کوہ پر پہنچا۔

ساحروں نے دور سے دیکھا کہ اسرار سے ایک آدمی لپٹا ہوا آتا ہے۔ یہ دیکھ کر سمجھے کہ اسرار مجلس کو لائی۔ پس دوڑ کر خدمت بادشاہ میں انھوں نے عرض کیا۔ "خداوند اسرار اس کو لائیں۔"

شاہ نے یہ سن کر تان کو کج کیا۔ باغبان نے کہا۔ "کیونکر نہ لاتیں۔ آپ نے کنگھی دی تھی۔ مجلس کی طاقت تھی جو نہ آتی۔"

یہ باتیں تھیں کہ چالا پہنچا۔ شاہ نے دیکھا کہ اسرار کمند میں لپٹی ہے۔ چالے سے حال پوچھا۔ اس نے کہا۔ "اسی طرح عیار نے ان کو باندھا تھا' میں اٹھا لایا۔"

شاہ نے اس کی گردن و کمر سے حلقہ ہائے کٹوائے اور کہا۔ "تم کنگھی دے دو' تم سے یہ کام انصرام نہ ہو گا۔ چنانچہ کنگھی لے کر اس کو رخصت کر دیا اور نامہ ملکہ حیرت کو لکھا۔ مضمون یہ تھا۔

"کج ابرو کو مجلس نے آ کر مارا۔ میں نے اسرار کو کنگھی دے کر بہر گرفتاری مجلس بھیجا تھا۔ اس کو برق نے پکڑ کر باندھا تھا۔ چالا اٹھا لایا پس اے ملکہ تم عیارہ کو بھیج کر مجلس کو گرفتار کراؤ اور قتل کر ڈالو۔"

یہ نامہ چالا سحر کا لے کر ملکہ مذکور کے پاس آیا۔ اس نے نامہ پڑھا اور چاہا کہ عیارنیوں کو بلوائے اس وقت شہاب جادو نے کہا۔ میں نے سنا ہے کہ مجلس آئی تھی مگر چلی گئی۔

حیرت نے کہا۔ "چلی جاتی تو شہنشاہ مجھ کو نہ لکھتے۔"

یہ باتیں تھیں کہ صرصر عیارہ آئی۔ ملکہ نے حکم بادشاہ سے اس کو آگاہی دی۔ وہ روانہ ہوئی اور ساحرہ حسینہ و جمیلہ بن کر لشکر مہ رخ میں آئی۔ یہاں مجلس سیر کرتی پھرتی تھی اور جو چیز پسند کرتی تھی اس دکان پہ ٹھہر جاتی تھی۔ اسی وجہ سے اس کو جانے میں دیر بھی ہوئی کہ عیارہ آ کر پہنچی اور اس کے ساتھ چلی۔ وہ سمجھی کہ مہ رخ کی کوئی نوکر یہ بھی ہے۔

غرض ایک ایسے مقام پر جب یہ پہنچی کہ وہاں تنہائی تھی۔ صرصر نے موقع پا کر عرض

کیا۔ آپ نے وہ جو سامنے کباب کی دکان ہے اس کے کباب نہیں کھائے۔ عجب لذیذ کباب اس کے ہوتے ہیں کہ کھانے سے آپ کو معلوم ہو گا۔ اور یہ مزہ بھی یاد رہے گا۔ جو لوگ اس کے مزے سے لذت یاب ہو چکے ہیں۔ سیخ آہ پر کباب دل کو اپنے ہمیشہ چڑھاتے ہیں۔ مطبخ دہر کو جس کو یہ کباب پسند خاطر ہوئے ہیں۔ وہ آتش عشق میں کباب آسا بھنتے ہیں۔"

یہ تعریف اس کی زبان سے سن کر کہا۔ "چلو مول لیں۔"

اس نے عرض کیا۔ "آپ جوہری وغیرہ کی دکان پر ٹھہریں تو مضائقہ نہیں لیکن کبابی کی دکان پر جانا حضور کی شان کے خلاف ہے۔ آپ یہاں گوشہ میں ٹھہریے میں ابھی لائی۔"

یہ کہہ کر اس کو ٹھہرا کر روانہ ہوئی۔ اور کچھ دور جا کر کباب آغشتہ بیہوشی کسوت سے نکال کر طشتری میں لگا کر سامنے لائی۔ مجلس نے بے تامل وہ کباب کھائے اور بیہوش ہو گئی۔ اس نے کمند سے گردن و کمر کو باندھ کر پشتارہ باندھا اور تنہائی ہی میں تو تھی ہی بے منت و اذیت لیے ہوئے بارگاہ حیرت میں آئی اور کہا۔ لیجئے میں حکم شہنشاہ بجا لائی۔ حیرت نے پہلے گرم پانی سے مجلس کا منہ دھلوایا۔ جب ہوش نہ آیا کہا۔ "صاحبو! کوکب کے ہاتھ سے میرے کلیجے میں داغ پڑ گئے ہیں۔ میں اس کو تمام بارگاہ میں کھنچوا کر قتل کروں گی۔ کچھ ابرو کا بدلہ لوں گی۔"

سب نے کہا۔ "حق بجانب ہے آپ کے' اے ملکہ ضبط کرنے کی بھی کچھ انتہا ہے۔ مناسب ہے کہ تامل نہ فرمائیے۔"

یہاں تو یہ گفتگو ہے اور ادھر مہ رخ کو اس امر کی مطلق خبر نہیں ہے۔ چنانچہ جب حیرت آمادۂ قتل کرنے پر ہوئی صرصر ڈری کہ عیار مجھ کو جیتا نہ چھوڑیں گے۔ پس عرض رسا ہوئی۔ اے ملکہ اس کو قید کرنا بہتر ہے۔"

حیرت نے یہ سن کر کہا۔ "اری تو میری اتالیق ہے۔ ہر بات میں دخل در معقولات' بس چپ رہ۔"

اس نے عرض کیا۔ "آپ مالک و مختار ہیں۔ میری مجال ہے جو آپ کو نصیحت کروں۔"

حیرت نے بعد خفا ہونے کے موتیوں کا مالا انعام میں دیا اور ساحروں سے حکم کیا۔ اس مجرمہ کے پاؤں میں رسی باندھ کر کھینچو۔"

ساحر اٹھے' لیکن طائران سحر نے یہ خبر ملکہ مہ رخ کو پہنچائی کہ مجلس جادو اس طرح قتل ہوتی ہے۔ مہ رخ یہ حال سن کر بے قرار ہوئی اور کہا۔ "اے لوگو! میں بہران اور کوکب کو کیا منہ دکھاؤں گی۔"

یہ کہہ کر نفیر سحر کو دم دیا اور کہا۔ "میں اپنی جان دوں گی جس کو چلنا ہو وہ میرے ساتھ آئے۔ چھ لاکھ کا لشکر جلد جلد تیار ہوا۔ ملکہ مذکور مع سب سرداروں کے اٹھ کر سوار ہوئی۔ لشکر کے مسلح ہونے کا غلغلہ عظیم برپا ہوا۔ شعلہ تیغ شمع مجلس عالم تھا۔ بزم دہر میں ہلچل پڑی تھی۔ کمان بجتی تھی۔ ہتھیاروں کی جھنکار زنگولہ پائے رقاص نئی نغموں کی آواز سے مزاج روزگار ساز تھی۔ کہیں کافرے اژدھوں پہ کسے جاتے۔ کسی جگہ پہ سحر کے بیر مشعل مچاتے۔ جادو کے سبب سے تاریکی ہر سمت چھائی تھی۔ کالی گھٹا آئی تھی۔ زیر فلک شعبدہ باز اور ایک آسمان تیرہ رو پیدا ہوا تھا یا مجلس عالم کی آرائش کے لیے شامیانہ تنا تھا۔ اس اندھیرے میں پیکان و سنانوں کا چمکنا شب انجمن آرائی میں شمعوں کا روشن ہونا نظر آتا تھا۔ یا تاروں بھری رات کا دھوکا ہوتا۔ لشکر کے گرد روشنی اور بیچ میں تاریکی تھی۔ سویدائے خاطر عابد دہر معلوم دیتی۔ فوج میں تو یہ سامان تھا اور مہ رخ کے ہمراہ جادوگرنیاں نوجوان تھیں۔ بہار عالم کی جان تھیں۔ گلشن دہر کی گلہائے پہ امان تھیں۔

غرضیکہ یہ سب طاؤسان سحر پہ سوار ہوئیں۔ ان کا سج دھج اور بناؤ زینت پسنداں عالم کو لبھاتا تھا۔ یہ عالم تھا کہ

کھچ گئی ابروئے پُرخم کی سرِ دست کمان
سینہ ابھرا سرِ پستان کی ہوئی تیز سنان
ترکِ غمزے کو ستمگر نے دیا یہ فرمان
ہاں مرے شیر یہی گو ہے یہی ہے میدان
کچھ فرنگی بھی ہوئے جنگ کو تیار پلٹن
لیس چاروں صف مژگاں سے ہوئے چار پلٹن
عجب انداز سے ہر عربدہ پرواز چلا
کبک کے صید کو گویا کوئی شہباز چلا

یہ لشکر تو اس انداز سے روانہ ہوا' ادھر ملکہ حیرت تیر سحر رن پائے مجلس میں باندھ کر جب ساحران متکبر نے کھینچا اس کے ساتھ بطور تختی پتلہ ہائے سحر ہیں۔ چنانچہ سحر نے اس کے اسے ہوشیار کر دیا آنکھ جو اس کی کھلی۔ گویا فتنہ خوابیدہ جاگا ہوشیار ہوتے ہی اپنے حال وابستہ ملال کو اس کے دیکھا دود غضب آتش عناد سے اٹھ کر کاخ دماغ سے نکل گیا۔

اٹھکر حیرت نے اس کے قید ہونے کی خوشی میں سحر بھی اس پر نہ کیا تھا کہ یکایک وہ رہا نہ ہو سکتی اب اس نے افسوں پڑھا کہ وہ رشتہائے بستہ جل گئیں اور وہ سنبھل کر اٹھی۔ اس وقت حیرت نے گھبرا کر ایک نارنج اپنی انگیا سے نکالا اور دم کر کے مارا۔

مجلس کے ساتھ جو پتلے تھے' ان میں سے ایک پتلے نے ظاہر ہو کر نارنج پکڑ لیا۔ مجلس نے وہی نارنج پتلے سے لے کر کہا۔ "اے میرے کھیلنے کے گیند کچھ تماشا دکھا۔"

یہ کہنا تھا کہ وہ ہاتھ سے چھٹ کر بلند ہوا اور پھٹ گیا۔ اس میں سے چادر آگ کی نکل کر ساحران حیرت پر گری۔ بہت سے واصل جہنم ہوئے۔ حیرت یہ ماجرا دیکھ کر مثل بید کانپی اور دھواں بن کر بلند ہو گئی کہ جلنے سے بچی اور ساحر ہزاروں مجلس پر

حربہ سحر کے لے کر حملہ آور ہوئے۔ اس اثنا میں مجلس بھی بزور سحر اڑی اور ایک گچھا سوئیوں کا مارا کہ جس سے صدہا کا سینہ فگار و سوار خدا ہوا۔

حیرت پھر ظاہر ہو کر للکاری کہ "او چھوکری تو کہاں میرے ہاتھ سے بچ کر جاوے گی۔ میں نے ایسی ایسی چھوکریاں بہت تعلیم کر دی ہیں۔"

یہ کہہ کر اپنا جوڑا کھولا اور دو پتلیاں اس میں سے نکلیں کہ ایک پتلی آئینہ اور دوسری شانہ ہاتھ میں لیے تھی۔ آئینہ دار پتلی نے مجلس کو آئینہ دکھلایا اور اس نے بھی جلد اپنا جوڑا کھولا اور دو گڑیاں اس میں سے نکالیں۔ ایک گڑیا سے کہا۔ "کلموہی میں تیری ٹانگیں چیر ڈالوں گی۔"

حیرت نے بھی اپنی پتلی سے یہی کہا۔ "ماتادیوا میں تمہاری ٹانگیں چیر ڈالوں گی۔ تم بڑی حرامزادی ہو گئی ہو۔ کہنا میرا نہیں مانتی ہو۔"

یہ سب باتیں گڑیوں سے کہتی تھی کہ اس اثنا میں مجلس نے گڑیوں کی ٹانگیں چیر ڈالیں۔ حیرت نے بھی پتلیوں کو پکڑ کے ٹانگیں چیر ڈالیں۔

مجلس قہقہہ مار کر ہنسی حیرت نہایت شرمندہ ہوئی اور چاہتی تھی کہ سحر تازہ کرے۔

اس وقت مہ رخ مع فوج کثیر آ کر پہنچی۔ حیرت کی فوج بھی تیار ہو چکی تھی۔ بارگاہ میں ہزارہا ساحر سحر خواں تھے۔ مجلس پر ناریل نارنج کی بوچھاڑ تھی۔ مجلس کے چیلے وہ حربہ سحر کے رد کر رہے تھے اور سب لڑتے ہوئے بارگاہ سے باہر نکل آئے تھے۔ مجلس نے جب مہ رخ کو دیکھا اڑ کر قریب آئی اور کہا۔ "آپ نے کیوں تکلیف کی۔ خیر آئی ہیں تو میرا ہی تماشا دیکھیے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "یہ کب ہو سکتا ہے کہ تم کو تنہا چھوڑیں۔"

غرضیکہ فوج مہ رخ لشکر حیرت پر حملہ آور ہوئی۔ جھانجھ اور قرنا اور نفیر و بوق کا شور بپا ہوا۔ سحر کی چوٹیں چلنے لگیں۔ آگ اور پتھر برسنے لگے۔ قیامت کبریٰ تھی۔ شیر سے شیر ہاتھی سے ہاتھی بھڑ گیا۔

مجلس کا اس عرصہ نبرد میں یہ حال تھا کہ کبھی تو زمین پر بیٹھ جاتی اور خاک سمیٹ کر گھروندا بناتی۔ لشکریان حیرت بھی لڑنا چھوڑ کر گھروندا بناتے اور کبھی گھروندے میں بچھونا بچھاتی اور گڑیا نکال کر رکھتی اور کہتی اور میری گڑیا کے یہاں لڑکا ہوا ہے۔ سمدھنیں آئی ہیں ان کو گالیاں دینا چاہیے۔"

یہ کہہ کر ڈھول بجاتی اور گالیاں گاتی۔ حیرت کی فوج میں بھی یہی ہنگامہ برپا ہوتا کہ جادو گرنیاں آپس میں سمدھنیں بن کر ڈھول بجاتی اور گالیاں گاتیں' پھکر لڑتیں۔ باہم ڈھول جھگڑ ہوتا۔ ہر ایک اپنی خودی سے گم۔

انجام کو مجلس اپنی گڑیوں کی ٹانگیں چیر ڈالتی۔ جادوگرنیاں لشکر حریف کی باہم لڑ کر ہلاک ہوتیں۔ ایک سمت پتلے آتشی آبی آگ پانی پیدا کر کے آفت برپا کر رہے تھے۔ فولادی پتلے بھی لڑ رہے تھے۔

یہ حال دیکھ کر حیرت اٹھک [illegible] طلسم ہے۔ اس کو بہت غصہ آیا اور ایک دوتھڑ زمین پر مارا۔ مجلس جہاں کھڑی تھی۔ وہاں سے اس کے پاس کھنچ آئی۔ اس نے ہاتھ پھیلا کر پکڑ لیا اور اس وقت حیرت کی شکل مثل عفریتہ خونخوار بن گئی تھی۔ وہ پری تاؤ دیوانی ہوئی تھی۔

اس نے مجلس کو چاہا کہ چیر ڈالے۔ رعد نے دور سے اس حال کو دیکھ کر اپنی ماں سے کہا۔ "بڑا غضب ہوا۔ مجلس جادو ہلاک ہوتی ہے۔ یہ کہہ کر زمین میں سمایا اور قریب حیرت آ کر نکلا اور ایسی چیخ ماری کہ حیرت جھوم گئی مگر مجلس کو ایسی زبردست تھی کہ نہ چھوڑا۔ اس وقت کڑک کر برق جادو ابر سے گری۔ پھر تو بناچاری یہ مجلس کو چھوڑ کر غرق زمین ہوئی۔ اگر نہ چھوڑتی تو دونوں ہاتھ قلم ہو جاتے اور جب یہ زمین میں سمائی تو خیال کیا کہ برق بھی زمین میں آئے گی۔ اس خیال سے یہ تہ زمین پر پانی کے قریب جا کر ٹھہری اور برق جو گری زمین میں غار ڈال کر پھر بلند ہو گئی اور آڑی ترچھی ہو کر لشکر پر گرنے لگی۔ چالیس چالیس پچاس پچاس ساتھ ایک ایک مرتبہ

جلے۔ تہتن میں غار جا بجا پڑ گئے۔ جتنے ساحر زبردست تھے۔ مثل مصور و صورت نگار و شکوہ وغیرہ سب غرق تہتن ہو گئے اور وہ جنگ عظیم ہوئی کہ مہ رخ و مخمور سرخ مو وغیرہ سب زخمی ہو گئیں۔

کہ اس اثناء میں حیرت بھر تہتن سے نکلی اور ہوئے ہوا پر جا کر نعرہ زن ہوئی۔ خشم ملکہ حیرت جادو۔ اور اپنی فوج کو مغلوب دیکھ کر ایک سحر ایسا پڑھا کہ جس کا رد ہونا ساحری سے بھی دشوار تھا۔ فوراً آسمان سے ستارے زمردیں رنگ کے ٹوٹ کر گرنے لگے۔ تمام لشکر مہ رخ کا سیر دیکھنے میں مشغول ہوا۔ لڑنا سب نے فراموش کیا۔ ہاہا کا شور ہر سمت بلند تھا۔ مہ رخ چونکہ ساحرہ زبردست ہے اور نہایت عقیلہ ہے سمجھی کہ یہ سحر کسی سے رد نہ ہو گا اور ہر ایک نشانہ تیر شہاب بنے گا۔ مجلس جادو کو مہمان عزیز ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اس لڑائی میں کام آئے۔

یہ سمجھ کر اپنے مقام پر سے اڑی اور قریب مجلس پہنچ کر اس کو پنجہ میں داب کر تہتن میں سما گئی۔ ادھر وہ ستارے جو گر رہے تھے وہ سر پر لشکریوں کے ٹوٹنے لگے اور جس کے اوپر تارہ ٹوٹا۔ وہ از سر تا پا جھلس کر رہ گیا۔ ہزارہا ساحر رہرو ملک عدم ہونے لگے۔ شکست نار لشکر پر پالا گر رہا تھا۔ یا زلزلہ عار جسد آفاق پر گرا تھا۔ ستارے گولیوں کی طرح سر پر گرتے اور ٹانگوں سے نکلتے تھے۔ ستارۂ قسمت اسلامیان گردش میں آیا۔ سب فروغ خاک میں مل گیا۔ شیاطین انگارے اچھالتے تھے۔ ستارے فلک سحر نے ان قمر چہروں اور مہر طلعتوں پر صدقے اتارے تھے۔ یہ ثابت قدمی عرصہ نبرد فلک جنگ کے یا تو ثابت تھے۔ مگر اب ستارے سے تھے بالکل ہی ہارے تھے۔ لشکر چڑھتا چلا جاتا تھا۔ یا اب بھاگنے لگا۔ چرخ اعظم نے نیا چکر دیا۔ سب کا جدھر منہ اٹھ گیا بھاگ نکلا۔

دم بھر میں سارا لشکر تباہ و برباد ہوا اور ہزاروں آدمی کام آیا۔

صاحب دفتر نے لکھا ہے کہ شاہ افراسیاب جو بنگلے میں کوہ فیروزہ پر بیٹھا تھا۔ اس بنگلے کے سامنے ایک درخت بیلے رکھا تھا مگر بزور سحر یہ اس کا خواص مقرر تھا کہ جب حیرت کو غصہ آئے اس شجر میں آگ لگ جائے اور بادشاہ اس پہاڑ پر اس وجہ سے

آ کر ٹھہرا ہے کہ لشکر حیرت کا اس مقام پر سے حال ظاہر ہوتا ہے یعنی یہاں لشکر میں جو لڑائی پڑی اس درخت سحر میں آگ لگی۔ اس کے جلنے سے بادشاہ نے کہا۔ غضب ہوا ملکہ حیرت سے لڑائی پڑ گئی۔ بی بی میری آج بگڑ گئی۔

یہ کہہ کر اٹھ کھڑا ہوا اور ہاتھ پر ہاتھ مار کر پکارا۔ جلد تخت لے کر آؤ اے پری زاد طلسم آؤ، میں جاتا ہوں۔"

اس کو یہ خیال آیا مجلس ساحرہ زبردست ہے ایسا نہ ہو کہ میری زوجہ روز بد دیکھے یا عمرو کی قید میں کوئی پیچ پڑے۔ غرضیکہ تخت کو حکم لانے کا دے کر غائب ہو گیا اور آن واحد میں آ کر لشکر حیرت میں پہنچا۔ دیکھا کہ لشکر دشمنان بھاگا جاتا ہے۔ اس اثنا میں مہ رخ جو مجلس کو لے کر زمین میں غرق ہوئی تھی۔ باہر آئی اور اس نے دیکھا کہ افراسیاب بھی یہاں موجود ہے۔ بس ٹھہرنا اچھا نہیں پس یہ اڑ کر مع مجلس ایک طرف کو چلی گئی اور اسی طرح اور جادوگرنیاں جو زمین میں سما گئی تھیں نکل کر رو بفرار لائیں اور شاہ جاوداں نے ملکہ حیرت کو جو بہت غصہ میں پایا' کہا۔ "ہاں ہاں' اے ملکہ آج کیا ہے۔"

ملکہ نے کہا۔ "تم ہمیشہ ان نمک حراموں کی پچ کرتے ہو۔ آج بھی خفا ہوتے مجھ پر آئے ہو۔ لو اپنا طلسم رکھ چھوڑو۔ مجھ کو کچھ کام نہیں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "تمہارا بھی غصہ بڑے غضب کا ہے دو لاکھ ساحر اپنا قتل کر ڈالا۔"

ملکہ نے کہا۔ "اب تو مہ رخ کے لشکر کو غارت کیے دیتی ہوں ان کو بھاگنے بھی نہ دوں گی۔ بہت انہوں نے سر اٹھایا ہے۔"

یہ کہہ کر ایک گولا مقیش کا اپنے جوڑے سے نکالا۔ شاہ جاوداں دوڑ کر چمٹ گیا۔ کہا۔ "ملکہ یہ گیند مقیش کا نہ غارت کرو۔ اے جان غصہ جانے دو۔ یہ سحر کوکب کے لیے ہے ایسے رئیسوں پر یہ نہیں کرتے ہیں۔"

یہ کہہ رہا تھا کہ اٹھارہ انیس سو پری زادیں تخت لے کر حاضر ہوئیں۔ بادشاہ سوار ہوا

اور ملکہ ذکور کو بھی ہاتھ پکڑ کر پہلو میں بٹھا لیا اور میدان جنگ سے پھرا۔ طبل امان بجوا دیا۔ صدائے طبل امان لشکریان مہ رخ نے جو سنی ان کو یقین تھا کہ اب ہماری شکست ہوئی ہے بادشاہ طلسم ہمارے پڑاؤ پر بھی آئے گا۔

اب جو طبل امان بجا۔ یہ سب بھاگنے کو موقوف کر کے اپنے بستروں پر آئے۔ کمر کھولی آسودہ ہوئے ساحر وغیرہ سردار جو تھے۔ وہ بھی زخمی اور شکستہ حال اپنے مقام پر آ کر بہ آرام تمام ٹھہرے لیکن مہ رخ پھر کر نہ آئی معلوم نہیں کس طرف کو گئی اور مجلس کا بھی حال نہ کھلا۔ ہر ایک پریشان و متردد تھا۔ طائران سحر خبر کو روانہ کیے۔

اس طرف شعلہ جاودان بارگاہ میں آیا۔ بی بی کو اپنی بہت کچھ سمجھایا اور کہا۔ "تم گھبراؤ نہیں میں اب عمرو کا سر کاٹے ڈالتا ہوں اور در بارگاہ مہ رخ میں جا کر سب نمک حراموں کو پکڑ لاؤں گا۔"

ملکہ یہ باتیں سن کر شاد ہو گئی اور کہا۔ "اے شہنشاہ یہ تدبیر بہت خوب ہے۔"

شعلہ نے گردن میں ہاتھ ڈال کر کہا۔ "اے جانی تم رنجیدہ نہ ہونا۔ ہمارے سر کی قسم ذرا دیکھنا عیش کرنا ہم جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر روانہ ہوا اور کوہ فیروزہ پر آ کر بیٹھا۔ ادھر مہ رخ جو مجلس کو لے کر بھاگی تھی تو سناٹا بھرے ہوئے دور نکل گئی تھی منزل پر آ کر ایک جنگل میں اتری۔ مجلس بیہوش تھی۔ سحر حیرت سے از خود فراموش تھی۔ اس نے دامن کی ہوا دے کر ہوشیار کیا اس کو۔ جب وہ ہوشیار ہوئی مستفسر حال ہوئی۔ اس نے سب کیفیت بیان کی اور کہا۔ "اے فرزند! یہ ستارہ زہرریز جس کے اوپر گرتا وہ جانبر نہ ہوتا۔ میں تم کو لے کر زمین میں سما گئی تھی۔ پھر جو باہر نکلی تو افراسیاب کو وہاں دیکھا۔ میں جنگل میں تم کو لے آئی کہ تم میری فرزند اور جان جگر ہو۔ میں میدان سے نہ بھاگتی۔ مگر تمہارے باعث سے یہ بھی گوارا کیا۔"

یہ حال جو مجلس نے سنا' کہا۔ "اے ملکہ بھاگنے میں عزت ہے یا مر جانے میں۔"

مہ رخ نے جواب دیا۔ "یہ فن سپہ گری ہے جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا کرتے ہیں۔ اس وقت جو تمہارے دشمن مارے جاتے تو مدعی کی مراد پوری ہوتی۔ ہم کو کیا حصول ہوتا۔"

اس نے کہا۔ یہ تم بجا کہتی ہو' لیکن میں بغیر مارے اس قحبہ حیرت کے نہ رہوں گی۔

مہ رخ نے کہا۔ مقصد تمہارا جائز ہے لیکن وہ ایسی نہیں ہے جو یکایک قتل ہو جائے گی۔ تم میری بارگاہ میں چلو تدبیر کر کے لڑیں گے۔"

اس نے کہا۔ "خیر اب میں اہل جان کے پاس جاتی ہوں اور ان کو لے کر آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک سمت کو پرواز کر کے روانہ ہوئی اور مہ رخ بھی وہاں سے اپنے لشکر کی طرف چلی۔ راہ میں درہ کوہ کے آگے صحرائے سبز و خرم نظر آیا کہ دامن کوہ زر گل سے مالا مال تھا۔ شل جوان نخل سر سبزی میں مرفہ الحال تھا۔ چشمہ بسیان جوش طبع نوجوانان پر امان جوش میں طائران نغمہ خوان بے فکری سے خروش میں کنارے چشموں کے فرش زمردی سبزہ کا بچھا تھا کہ طاؤس کا جسم پائیں فلادی تھا۔ ملکہ مذکور اس جائے نزہت آگیں پہ روئے ہوا سے اتری اور سیر کناں ہر سمت پھرنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ درہ کوہ میں بھی قدم رکھا۔ دیکھا درہ کے اندروں کو کاٹ کر عمارت نہایت عالیہ کسی نے بنائی ہے۔ روح فرہاد اس صناعی کو دیکھ کر شرماتی ہے۔ پتھر میں جالیاں اور گلکاریاں کی ہیں۔ نئی طرحداریاں کی ہیں جس کو دیکھ کر تختی منج کی بے تری دور ہوتی ہے۔

جو گلبدن یہاں آتی ہے لب شیریں سے دعا دیتی ہے اور اندر قصر کے جب قدم رکھا ایوان میں فرش دیبا و قاقم بچھا پایا اور صحن خانہ میں ایک تخت پہ ساحر بیٹھا پایا۔ وحشی چتبری باندھے۔ اسے موتیوں کے گلے میں ڈالے جواہر کے بت کنٹھیوں میں باندھے تھا۔

یہ ساحر شلہ طلسم کی طرف سے اس پہاڑ کے درہ کا مالک ہے۔ یہیں رہتا ہے اور نام اس کا طاؤس فلاد جسم مشہور ہے۔ وہ طاؤس جو صحرا میں ملکہ نے دیکھے تھے۔ اس کے سحر تھے۔

الحاصل جب اس ساحر نے دیکھا۔ ایک بادشاہ ملکہ ہے اور قدیم سے عزیزہ شاہ طلسم کہلاتی ہے جملہ ساکنان طلسم اس کو خوب پہچانتے ہیں۔ اس نے بیک نگاہ پہچانا اور اپنے مقام پر سے اٹھا۔ شرائط تعظیم و مراسم تکریم بجا لایا اور منت گزاری آگے جھکایا۔ عرض کیا۔ حضور نے آج کیونکر اس کلبۂ احزان میں قدم رنجہ فرمایا۔

اے ملکہ آئیے کرم فرمائیے۔ ملکہ اس کی خوشامد دیکھ کر تخت پر جا بیٹھی اور فرمایا۔ "تم مطیعیان شاہ طلسم سے ہو مجھ سے بدارات پیش آنا تمہارا مقام تعجب ہے۔"

اس نے عرض کیا۔ "یہ حال بھی آپ کو دم بھر میں کھلا جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر اٹھا اور اپنے ہاتھ باتھوں سے جا کر کشتیاں شراب کی لایا۔ ملازم بھی اس کے دو چار اس مقام پر تھے۔ اس نے حکم دیا۔ طائفے ناچ کے لاؤ۔ اسی طرح انتظام کرتاں دھوکا دے کر قریب ملکہ بھی آیا اور خاک قبر جمشید چٹکی میں دابے تھا۔ ملکہ پر جھڑک دی کہ وہ بیہوش ہو گئی۔ اس نے ملازموں سے کہا۔ تم مکان وغیرہ سے ہوشیار رہنا میں اس باغیہ کو لے کر ملکہ حیرت کے پاس جاتا ہوں۔

یہ کہہ کر ایک چادر میں ملکہ موصوفہ کو باندھ کر پشت پر لادا اور پرواز کر کے روانہ ہوا۔ جب لشکر حیرت میں پہنچا زمین پر اترا۔ اس لیے کہ اکثر سرداروں سے ملاقات تھی۔ ان سے صاحب سلامت کرنا منظور ہوئی۔ چنانچہ جب دو چار قدم چلا' دو ایک دوست و آشنا مل گئے۔ بعد بندگی و سلام وہ پوچھنے لگے کہ آج تم یہ پشتارہ کیسا لائے ہو۔"

اس نے کہا۔ مہ رخ شک حمائل کو لایا ہوں۔ ایسا ہی کچھ ہر ایک سے بتاتا ہوا قریب بارگاہ حیرت پہنچا۔ بارگاہ بادشاہان کی سات ڈیوڑھیاں ہوتی ہیں۔ چنانچہ پہلی ڈیوڑھی پر جو ساحر ساکنین تھے۔ ان میں سے چند تو پہرے کی چوکی پر تھے اور چند آرام و آسائش میں تھے اور ایک چوبدار بیٹھے چاول پکا رہا تھا اور قران عیار جو بہر جاسوسی یہاں آیا تھا۔ اس نے اس ساحر کو دیکھ کر خیال کیا کہ جب یہ پکا چکے تو میں ہانڈی اچک لے جاؤں۔ اس فکر میں صورت بدلے پھر رہا تھا کہ یکایک غلغلہ ہوا۔ ملکہ حیرت سے ساحر خبر کرنے

دوڑے کہ "مبارک ہو' مہ رخ کو طاؤس پکڑ لایا ہے۔"

یہ غلغلہ قران نے سنا اور ادھر حیرت خوش ہو کر جانب دیوار کو چلی۔ پہلی ڈیوڑھی پر آکر اس خیال سے رک رہی کہ اولیٰ ساحر کے استقبال کرنے کا ہر ایک کو گمان ہو گا۔ غرضیکہ پردے ڈیوڑھیوں کے اٹھوا دیئے اور منتظر آمد ساحر مذکور ٹھہری۔ اس کے برابر اس کی انیسیں بھی آکھڑی ہوئیں۔ اور صرصر بھی ایک طرف استادہ تھی کہ طاؤس اول ڈیوڑھی پر آکر پہنچا۔

قران نے دیکھا کہ غضب ہوا۔ اب لے جائے گا یہ بھی دوڑ کر قریب آیا اور پکارا۔ واہ واہ اے بھائی کیا کام کیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ کسی سے نہ ہو سکا۔ جو تم سے ہوا۔"

طاؤس نے یہ تعریف سن کر سلام کیا اور کہا میں کس لائق ہوں۔ یہ بھی آپ لوگوں کی دعا اور ملکہ کا اقبال ہے۔ جو میرا پنجہ اس پر قابض ہو گیا۔"

یہ کہہ کر اندر ڈیوڑھی کے قدم رکھا۔ قران نے سر پر آکر پیچھے سے کہا "تم تو اس محنت سے لائے ہو اس کو اگر کوئی چھڑا لے جائے تو کیا کرو گے۔"

اس نے کہا "مار ڈالوں گا اور کیا کروں گا۔"

مستر نے کہا "چھڑانے والے بھی دیکھو وہ کھڑے ہیں۔"

یہ سن کر اس نے دوسرے پہلو کی طرف دیکھا۔ قران نے بغدہ کمر سے نکال کر برابر تو کھڑا ہی تھا اس کے سر پر مارا کہ کھوپڑی کے سو ٹکڑے ہو گئے اور لہو اس کے سر سے مثل دریا کے جاری ہوا۔ پشتارہ ایک طرف اسی لہو میں گرا اور وہ ایک جانب گرا اور تڑپ کر ہلاک ہوا۔ گیرو دار کی صدا بپا ہوئی۔ تاریکی ہو گئی۔ مہ رخ کو پشتارہ میں ہوش آ گیا۔ یہ تاثیر ہے کہ جو خاک قبر جمشید ڈال کر بیہوش کسی کو کرے۔ پس اس کا خون اگر بیہوش شدہ پر گرے تو ہوشیار ہو جائے۔

اس وقت مہ رخ بھی ہوشیار ہو گئی۔ پشتارہ پھاڑ کر باہر نکلی اور قران نعرہ کر کے بھاگا۔ حیرت جو سامنے اول ڈیوڑھی پر کھڑی تھی۔ قران پر اس نے سحر کرنا چاہا کہ بھاگتے

نہ دیں۔ لیکن صرصر نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ واری اس موئے کالے کو نہ چھیڑیے یہ بلا کا ہٹ چھٹ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ حضور کے دشمنوں کو کچھ گزند پہنچے۔ ملکہ مذکور اس کے کہنے سے خاموش ہوئی۔ حاجب ودربان تو طاؤس کے کرتے ہی بھاگ گئے تھے۔ ملکہ مہ رخ بھی پرواز کر کے روانہ ہوئی۔ لشکریان حیرت ابھی تو مجلس سے لڑ چکے تھے۔ خستہ و شکستہ خبر بھی نہ ہوئے کہ یہ کون جاتا ہے۔

مہ رخ وہاں سے اڑی ہوئے اپنے لشکر میں آئی۔ حیرت دانت پیس کر رہ گئی۔ یہاں سرداران اسلام مظفر اپنے مالکہ کے تھے کہ وہ جا پہنچی۔ سب کو نہایت خوشی ہوئی۔ ملکہ مذکور نے سریر حکومت کو رونق بخشی۔ ہنگامہ عشرت گرم ہوا۔

ادھر حیرت پھر کر رنجیدہ خاطر تخت حکومت پر جلوہ گر ہوئی اور صسور و شکوہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم نے زبردستی عیاروں کی دیکھی۔ ہم سب کو ادبار ہے۔ ان لوگوں کا اقبال ہے۔ دیکھا چاہیے کہ سامری نے کیا چاہا ہے مگر اتنا سب سے کہے دیتی ہوں کہ جس کو جانبازی کرنا و لڑنا منظور ہو اور یہ قبول کر لے کہ ہم مارے جائیں گے۔ کوکب کے ہاتھ کے گولے سینے پر کھائیں گے اور عیاروں کے ہاتھ سے ذلت اٹھائیں گے۔ بس وہ تو میری بارگاہ میں رہے اور جس کو یہ امر منظور نہ ہوا۔ اس کو گھر بیٹھے تنخواہ جو ملتی ہے ملے گی۔ ایہاالناس میں نے تو اب مرنے پر کمر باندھ لی۔

یہ کلمات جو اہل دربار نے سنے' سب متفق اللفظ ایک زبان ہو کر بولے۔ اے ملکہ ہم جانثاری کو حاضر ہیں۔ تمام عمر بدولت شہنشاہ کے گھر بیٹھے چین کیا کیے شرافت سے بعید ہے جو ایسے وقت پر کام نہ آئیں اور لڑنے مرنے سے جان چرائیں۔

ملکہ نے کہا۔ میں نے اسی واسطے پہلے کہہ دیا کہ وقت پر کوئی طرح نہ دے۔ یہاں تو یہ باتیں ہوتی ہیں اور ادھر افراسیاب خانہ خراب کو سحر اس کا خبر دے رہا ہے کہ ملکہ طلسم بیٹھی غصے میں پیچ و تاب کھا رہی ہیں۔ آخر اس نے انتقام قتل کرنے کا عمرو کے آغاز کیا اور ایسا سحر پڑھا کہ آندھی سیاہ آئی۔ برف گری آگ برسی۔ بعد ان آفتوں کے ایک ساحر سیہ فام مہیب صورت اژدہے پر سوار ہوئے۔ اسے تکن پر

اتر کر سامنے آیا کہ قد اس کا درخت تناور کی طرح بلند تھا۔ سر مثل گنبد کلخ بلکہ اس سے بھی ارجمند تھا قامت دراز ستون قصر ساحری روئے زشت و نامیمون طاق ایوان نیرنگی و مکاری کا سر دماغ مملوات شراب کبر و غرور نہ کوئی اس سے منزلوں دور رحم دلی انتہا کی نخوت طینت پر فتور مردم آزاری کا پتلا بے حیائی کا نقشہ کہ

بے حیا بانی شر نطفہ شیطان بد ذات
تند خو عربدہ جو بیہدہ و زشت صفات
علم پہ اس کے چڑھا کرتا تھا شیطان لاحول
دیو کو صورت بد دیکھ کے آتا تھا ہول
ظالم ایسا کہ وہ دے پیر فلک کو تعلیم
جھک کے ابلیس کیا کرتا تھا اس کی تعظیم
صورت نحس کو جو اس کی سینچر دیکھے
چرخ پہ چرخ میں پڑ جانے یہ چکر ہوا ہے
اس کی نامردی کا گر وصف کروں میں تحریر
بھاگ جائیں صف ہر سطر سے حرف تحریر

جب اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔ شاہ نے یہ کلام کیا۔ اے پشتی باب جادو، تم چالیس ہزار ساحر چیدہ و منتخب اپنے ہمراہ لے کر لشکر حیرت کی جانب جاؤ۔ مگر خاص لشکر میں نہ جانا۔ صحرائے پشتہ رنگین حصار سے لشکر سے کچھ فاصلہ پہ اتر کر دریائے ہفت رنگ کی جانب کی سرحد کو روکنا اور ایسا انتظام کرنا کہ کوکب یا اس کا کوئی ملازم یا افسر فوج یا اس کی بیٹی تحفہ یا بانوئے کبیر لشکر ملکہ مذکور تک نہ آنے پائے اور مہ رخ کے لشکر کا خیال رکھنا کہ یہ بھی یورش نہ کرنے پائے۔ ہم آتے ہیں عمرو کو دار پہ کھینچیں گے۔

ساحر مذکور یہ حکم سن کر اپنے مقام پر آیا۔ قلعہ فیروزہ کوہ کے برابر ایک قلعہ ہے کہ وہاں سے ظلمات طلسم کی سرحد ہے اور جم اس قلعہ کا قیصر ہے۔ یہ ساحر اس قلعہ کا حکم ہے اور ساحران ظلمات طلسم سے ہے کہ وہاں کے ساحر طلسم ظاہر و باطن کے ساحروں سے بدرجہا بڑھے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان نابکاروں کا بمقابلہ طلسم کشا بیان ہو گا۔

غرضیکہ اس مردود ازلی و ابدی نے چالیس ہزار ساحر چھانٹ کر حکم تیاری لشکر دیا اور ساز سفر درست کیا۔ حسب حکم کاٹھرے اژدھوں پر کھچ گئے۔ ہوم خانے لد گئے۔ خیام و بارگاہ طائران سحر پر بار ہو گئیں جادوگرنیاں جن پر سوار ہو گئیں۔ دہر و بجا نفیر سحر کا شور تا بہ چرخ پہنچا۔ آگے اس فوج شقاوت موج کے وہ ساحر غدار فیل آتشیں پر سوار ہو کر چلا۔

اس کروفر سے یہ ساحر خیرہ سر روانہ ہوا اور شہ طلسم نے اپنی زوجہ کو نامہ لکھا۔ مضمون یہ تھا کہ اے ملکہ رنج نہ کرو میں عمرو کو ضرور آ کر قتل کروں گا۔ منادی بھی کرا دی ہے اور پشتی بان جادو کو بافوج کثیر روانہ کیا ہے۔ وہ آ کر راہ روکے گا کہ کوکب وغیرہ نہ آنے پائیں۔ ہر چند کہ ان سب لوگوں کو خبر مدت سے ہے کوئی چھڑانے نہ آیا۔ اب کیا میرے مقابلہ میں کوئی آئے گا۔ مگر احتیاطاً انتظام کر دیا گیا۔ یہ نامہ سحر کا پتلا لے کر ملکہ مذکور کے پاس آیا۔ اس نے پڑھ کر نہایت خوشی کی اور ملکہ شکوہ وغیرہ سے کہا۔ "لو مبارک ہو' یہ مضمون شہنشاہ نے لکھا ہے۔"

یہ کہہ کر نامہ کو باآواز بلند پڑھا۔ جاسوسان لشکر مہ رخ یہاں موجود تھے۔ مضمون نامہ سے واقف ہو کر خدمت مہ رخ میں حاضر ہوئے اور بعد ادائے دعا و ثنا جملہ کیفیت نامہ کی بیان کی۔ مہ رخ نے خبر سن کر ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا۔ "مجلس بھی آتی تھیں۔ نہیں معلوم کہاں جا کر بیٹھ رہیں۔ افسوس خواجہ کے قتل کا بندوبست ہو رہا ہے اور پشتی بان راہ روکنے آتا ہے۔ لیکن ہمارے یہاں کچھ انتظام نہیں کاش عوض خواجہ کے شہ جادواں مجھ کو قتل کرتا۔ خیر اب کل پرسوں ہم بھی جان دے دیں گے۔

یادگار یہ لڑائی بھی رہے گی۔ یا تو شعلہ نے خواجہ کو ضرر پہنچایا' یا ہم نے جان بچا کر چھڑا لیا۔"

یہ کلمات حسرت و افسوس سن کر تمام حاضرین دربار بتبسم گویا ہوئے کہ اے ملکہ ایسے ساکے کی لڑائی روز قتل خواجہ ہم لڑیں گے کہ شعلہ جادواں کے دانت کھٹے کر دیں گے اور ہم سب سر بکف منتظر وقت بیٹھے ہیں۔ برق عیار بھی کرسی پر بیٹھا یہ کلام سن رہا تھا۔ یکایک اپنے مقام سے اٹھا اور کہا۔ جب تک خواجہ کے دشمن کو شعلہ روز بد دکھائے' اس وقت تک دس پانچ ساحران ہی کو ہم کم تو کر دیں اور بن پڑے تو حیرت ہی کو جہنم کی سیر کے لیے بھیج دیں۔

یہ کہہ کر روانہ ہوا اور صحرا میں پہنچ کر ایک نٹنی نوجوان کی ایسی صورت بنا' لنگا نہایت پر زور پہنا' قمیص جس میں گوٹ کی جگہ پٹھا ٹکا تھا اور اس کے بوجھ سے کمر فرط ناز کی سی لچکا کھاتی۔ چھڑیاں چکی سے تنگ ہوئیں شاخ پر گل گلزار کو چٹکیوں میں اڑاتی تھیں۔ کرتی ٹاٹ تک کی آستینوں دار گلے میں دوپٹا ایسا رنگا ہوا کہ جس میں تصویریں سور اور خچر اونٹ کی بنی تھیں۔ سبز گوٹ لگی تھی لچکا ٹکا تھا آنا کر کے گات چھپائے ایک آنچل کاندھے پر دوسرا لٹکا ہوا۔ سر پر مانگ نکلی۔ اس میں سیندور بھرا ماتھے پر بندی بیندی لگی کانوں میں اوداج الٹے سوئے چاندی کے جھمکے لو میں پڑے ہوئے ہاتھوں میں کڑے چاندی کے پڑے۔ پاؤں میں گھنگھرو بندھے بونا سا قدر رفتار میں ظاہر قیامت بالوں کا جوڑا بندھا۔ ہزارہا دل عشاق کو کالے جیل خانے میں قید کیا۔

پیشانی اس کی سراسر زیبائی کی نشانی لوح دیوان کلیم و طور تجلی جبیں مطلع دیوان نور ابرو کلیہ قفل در حسن و جمال فلک خوبی کے ہلال مژگان استاد شلبہ کجباز یا مردم چشم کے دست دعا بلند کہ معشوقہ دلبری کی عمر دراز ہیں' جہیں صومعہ نشیناں حلقہ مردم دیدہ تھے اور بہزار زبان یہ دعا دیتے تھے کہ اس آفت کے پرکالے کو صبح و بصیر نظر بد سے بچائے تیز نظر سے کوئی اس پر آنکھ اٹھائے تو جلا دو دیرا اس کے دیدے نکالے۔

آنکھ ہر ایک باہم ہو جائے۔ آنکھیں گردش دہر کو دکھائیں۔ فلک شعبدہ باز کو نیرنگی سکھائیں رخسار نازک باغ جنان کے دو پھول بلبل دل کے طول دہن تنگ قفل دماز سربستہ یا حقہ گوہر ہائے شگفتہ بیاض گردن سحر سے بہتر سیب زنخ سیب جناں سے خوشتر کہ

گول گول ابھرا اکڑا اور چاکیلا سینہ
گنج خوبی کا ہے دہر بسر گنجینہ
صاف باطن کی طرح ہے صفت آئینہ
حسن معراج اگر پائے تو وہ ہو زینہ
حسن و خوبی سے ہیں یہ دونوں خزانے معمور
چشم بد دور ہیں جوبن سے سراسر بھرپور
کہ کلک میں آئے گا نہیں گر اچکا
بال باندھا لکھوں مضمون کمر کا سیدھا
مو شگافی سے پریشان ہو طبع شعرا
پھر نزاکت کا بیان ہم نہ لیے چیتا
گر نہ ہاتھ آئے کہ ہو وصف کمر کو اخفاش
خالی اک بند کی جا چھوڑ رکھوں صاف بیاض
حسرت تکیہ ناف میں مجھے ہے گھٹنا
سر بجانو اسی حیرت میں مجھے ہے رہنا
طور کی شمع نہیں ساق کو لازم کہنا
پہ فرشتوں کے جلیں ہو گئیں پری پروانہ
ہو کے سب بے پر نہ پڑیں وہاں کہیں آ آ کر
اور میں جل کے رقابت سے بنوں خاکستر

اس شکل و شمائل سے آراستہ ہو کر ناک میں بلاق ڈال کر بصد ناز و ادا لشکر حیرت میں آیا اور اس خیال سے کہ میرے گانے کا غلغلہ بازار میں ہو اور کوئی سردار اپنے پاس بلائے تو کام میرا بن آئے۔ یہ تصور کر کے قریب بارگاہ حیرت جو خاص بازار تھا۔ اس میں ہر ہر دکان پر کھڑے ہو کر گاتا اور کمر و اتا نچا دو دو آنے اور چار چار آنے ہر دکان سے لیتا پھرتا بعض دکاندار شوقین گوٹے کی ٹوپی اس کو پہناتے اور کمر و اتا نچاتے یہ کمر پر ہاتھ رکھ کر لہنگا چٹکی میں پکڑ کر توڑا لیتا اور چکر باندھ کر نچا اور گاتا۔

یہ تو اس طرح پھر رہا تھا کہ بارگاہ ملکہ حیرت سے ملکہ شکوہ زریں قبا اٹھ کر اپنی بارگاہ کو جو روانہ ہوئی تو سواری اس کی بازار میں سے گزر کر نکلی۔ سامان جلوس ہمراہ تھا۔ ہٹو' بچو کا غوغا تھا۔ تنی نے اس کو جاتے دیکھ کر اپنے کو قریب ہوا دار کے پہنچایا۔ پہلے جھک کر سلام کیا پھر گانے لگی۔

اس نے بھی ہوا دار کو روک لیا۔ کنیزیں جو ساتھ تھیں۔ ملکہ سے عرض رسا ہوئیں۔ حضور اس چھوکری کی کیا پیاری صورت ہے اور تھوڑی ہے تو بھلی بھلی۔

ملکہ نے تنی سے پوچھا۔ "اری تیرے ساتھ نچانے والے نہیں ہیں۔"

تنی نے کہا۔ "بلیاں لوں سب کوئی ہیں لیکن اس وقت کوئی تھا نہیں' میں اکیلی چلی آئی۔"

ملکہ نے روپیہ دلوائے اور ملازموں سے کہا۔ "اس کو ساتھ لیتے چلو اور کنیزیں لے کر روانہ ہوگئیں اور ملکہ بارگاہ میں آئی۔"

تنی نے دیکھا کہ بارگاہ میں سب طرح کی سامان عیش و نشاط مہیا ہے پلنگڑی مرصع بچھی ہے نیچے اس کے مسند آراستہ ہے ایک طرف مسہری جواہر نگار لگی ہے چنگیر چوگھڑے عطر دان دھرے ہیں ملکہ آ کر مسند پر جلوہ گر ہوئی اور اپنے یہاں کے سازندوں کو بلا کر حکم دیا۔ "اس تنی کے ساتھ سنگت کرو۔"

سازندوں نے ساز ملا کر بجانا شروع کیا اور تنی نے غزل ہائے عاشقانہ گانا آغاز کیا۔

اس وقت سماں بندھ گیا اور قاضی یہاں آتا تو ایسا محو ہوتا کہ خیال دستار نہ رہتا۔

ہر طرف سے صدائے احسنت بلند ہوئی اور سب کی تشفی نرگس آسا جمال پری تمثال پر رقاصہ کے بندھی تھی اس وقت تشنی زار زار برنگ ابر بہار روئی۔ آنسوؤں کا تار رخسار پر بندھ گیا۔ دل سینہ میں طپاں ہو کر مثل رقاصہ تھا۔ شاید کمانچہ ابروی یار یاد آیا تھا۔ آہ برنگ نے لبوں سے دمساز تھی۔ بڑی درد ناک آواز تھی۔ ہم اس کے لیے سم ہوا۔ دل پر طاری غم ہوا۔ اسی اندوہ ملال میں اس نے رو رو کر دل کا مزا جتلایا اس غزل کو گایا یا اہل محفل کو بھی رولا دیا۔

یہی حیرت رہی گر جلوہ قاتل سے خلقت کو
تو اٹھے گا جنازہ اس کے کشتہ کا قیامت کو
نہ تھی صبح ازل افسوس مجھ کو یہ خبر ہرگز
کہ میرے ہی لیے پیدا کیا ہے شام فرقت کو
ادا سے دونوں زلفیں کھول دینا دوش پر اپنے
یہی تدبیر کافی ہے ترے مجنوں کی وحشت کو
نئے سر سے جو روز آفرینش آئے دنیا میں
تو بدلوں بخت دشمن سے ابھی اپنی قسمت کو
وفا کا ذکر کرتا ہے مرے آگے اگر کوئی
تو کس کس یاس سے میں دیکھتا ہوں اس کی صورت کو
تگ کرتے ہی نواب اس پری پر ہو گئے حیران
بڑے دعوی سے حضرت آج آئے تھے شکایت کو

اس غزل کو سن کے شکوہ بھی روئی اور تشنی سے کہا۔ "تمہیں نے مجھ کو ذکر رکھا تو میرے پاس بلا کر اس نے ایک آہ سرد اپنے دل پر درد سے بھری اور پاس جا بیٹھی۔"

ملکہ نے کہا۔ "اری تیرا رنگ رخ کیوں زرد ہے۔"

عرض کیا۔ "میرے دل میں درد ہے' اے ملکہ ساحری نہ کرے جو ایسی بے کا تیر کسی کلیجے کے پار ہو اور کسی کا جفا کار یار ہو۔"

ملکہ نے کہا۔ "معلوم ہوا تو کسی پہ عاشق ہے۔"

اس نے جواب دیا۔ "اگر حضور میری التجا سنیں تو یہاں اکیلا کرا دیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "سب حاضرین دربار اٹھ جائیں۔"

بموجب حکم تخلیہ ہو گیا۔

○○○

پشتی بان جادو

نتی نے اس وقت رو کر حال بیان کرنا شروع کیا۔ "میں جوہری کے لڑکے پر عاشق ہوں اور وہ بھی میرے عشق میں ہیرا کھانے کو تیار ہے اس کے ساتھ مجھ کو سونا نہیں ملتا ہے میرے بھائی بند زر بھی اس سے لیتے ہیں پھر بھی آتش فساد و سلگا کر اس سیم بدن کو جلاتے ہیں۔ اگر حضور مجھ کشتۂ رنج و الم پر رحم فرمائیں۔ اور میرے عزیزوں کو ملکہ حیرت سے کہہ کر کشتہ کرائیں تو میں پارس ہو جاؤں اور تمام عمر کی لونڈی آپ کی بنوں۔ علاوہ اس کے لاکھ روپیہ بھی نذر چڑھاؤں۔"

ملکہ نے کہا۔ "اری تو کوڑی دکان مانگنے والی لاکھ روپیہ کہاں سے لائے گی۔ میں تو ابھی تیری برادری کو بلوا کے قتل کر سکتی ہوں مگر روپیہ ملنے کا یقین نہیں۔"

اس نے کہا۔ "روپیہ ابھی لیجیے۔"

یہ کہہ کر ایک پیالہ شراب زمرد کی ایک ڈال تراشی ہوئی نکالی اور کہا۔ "یہ مجھ کو جوہری بچے نے دی تھی اور کہا تھا کہ لاکھ روپیہ سے زیادہ کی ہے آپ اس کو اپنے پاس رکھیے۔ محفل کی آرائش ہے۔"

ملکہ نے جو اس کو دیکھا زمرد کی پیالہ مرصع کار لعل و گوہر کی اس کی دم اور مشتاد واقع میں کئی لاکھ کو ارزاں سے سمجھی کہ یہ نتی تو نادان ہے تو اس کو لے لے۔ پس نتی کے ہاتھ سے وہ جس کر لینے لگی۔ اس نے منہ کے سامنے اس کو رکھ کر دیتے وقت دبا دیا۔ وہ پیالہ حباب کی تھی۔ یکایک پھٹ سے ٹوٹ گئی اور بیہوشی کا رنگ اسمیں بھرا تھا وہ سب منہ پر شکوہ کے پڑا اس نے اتنا تو کہا۔ "اری یہ کیا اتنا ہی کہہ کر بیہوش ہو گئی۔

اس عیار نے لباس اس کا اتار کر آپ پہنا اور اس کی صورت بن کر اس کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا پھر ملازموں کو آواز دی کہ یہاں آؤ۔"

وہ سب حاضر ہوئے اس نے کہا "یہ تنی اپنے عزیزوں سے چھپ کر نکل آئی ہے۔ سراچہ بارگاہ اٹھا کر اپنے گھر گئی ہے تم بھی کوئی اس کا حال کسی سے نہ کہنا۔"

کنیزوں وغیرہ نے عرض کیا "واری کیا واری مجال جو زبان سے نکلے۔"

یہ عرض کر کے سب کار خدمت میں مصروف ہوئیں اور یہ عیار بھی پلنگ پر جا لیٹا لیکن حیرت بھی۔ ملکہ شکوہ کے آنے کے بعد داخل آرام گاہ ہوئی تھی اور اندیشہ اب بہت انتقام کرنے پر مستعد ہے تو چند تختیاں سحر کی طلسی منگوا کر چار طرف پلنگ کے سراچہ بارگاہ میں مثل آئینہ کے لگا لی تھیں۔ ان تختیوں کے جس حال کے دیکھنے کی نیت کر وہ ظاہر ہوتا تھا۔

اتفاق سے اس نے یہی نیت کی کہ اس وقت ملکہ شکوہ کیا کرتی ہے تختی معائنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ سانحہ گزرا اور وہ بیہوش پلنگ کے نیچے مثل مردہ کے پڑی ہے۔

یہ ملاحظہ کرتے ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھوں اونچے کئے۔ روئے ہوا سے اس شبستان میں پھول خوشبودار برسنے لگے اور ملکہ مذکور وہاں سے غائب ہو گئی اور یکایک بارگاہ میں شکوہ کے آ کر ظاہر ہوئی۔

برق نے دیکھا کہ حیرت آئی مگر غضب ناک تیوری چڑھائے ہے۔ بہت بری نگاہ سے دیکھتی ہے۔ دیکھئے کیا کرتی ہے۔ دل سے کہا "خدا خیر کرے پس جلد پلنگ پر اٹھا ملکہ کو تعظیم دی اور کہا "آئیے تشریف لائیے۔"

ملکہ نے ہنس کر کہا "جی لونڈی حاضر ہے۔ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔"

یہ کلمہ سن کر اس کو یقین واثق ہو گیا کہ ضرور یہ مجھے پہچان گئی ہے اور رقعہ جمشیدی میں میرا حال دیکھ کر آئی ہے لازم ہے کہ بھاگ جاؤں پھر سوچا کہ یہ سر پر پہنچ چکی ہے۔ بھاگنا دشوار ہے۔ یہ تصور کر پلنگ پر سے اترا اور ملکہ کے قدموں پر گرا پڑا اور عرض کیا "میں برق عیار ہوں۔"

ملکہ نے ایک لات ماری کہ یہ دور جا گرا اور وہاں سے سنبھل کر جو جست کرتا ہے۔

سراپچہ بارگاہ فرا گیا ملکہ نے پکار کر کہا جہاں پہنچا ہے وہیں رہ جا۔ یہ کہنا سحر کا تھا آگے نہ بڑھنا۔ عیار کے پاؤں زمین نے پکڑ لیے۔ ملکہ نے جا کر وہاں سے گرفتار کیا اور بارگاہ میں لائی اور کہا۔ "موئے غضب کیا تھا تو نے میری انیس کو قتل کیا تھا۔"

یہ کہہ کر پلنگ کے نیچے سے شکوہ کو نکالا۔ کپڑے پہنائے تمام ملازم اس کے یہ ماجرا دیکھ کر دنگ تھے اور تعریف کر رہے تھے کہ حقیقت میں ہماری شہزادی کی جان آپ نے بچائی۔ واہ واہ سحر اس کو کہتے ہیں کہ یوں عیار کو پہچان لیا۔

الغرض شکوہ کو ہوشیار کیا اس نے سارا حال سن کر ملکہ کا شکریہ ادا کیا۔ اب ملکہ عیار کی طرف متوجہ ہوئی اور کہا۔ "بتا رے موذی کیا حال تیرا کروں۔"

اس نے جواب دیا اگر میرے ہی بتانے پر منحصر ہے تو ایک خلعت بہت عمدہ مجھ کو دے کر چھوڑ دیجئے۔"

ملکہ یہ کلام سن کر ہنس پڑی اور شکوہ نے کہا۔ "او بد ذات تھوڑے میں نے تیرا کیا گناہ کیا تھا جس کا عوض تو نے یہ کیا۔"

عیار نے کہا۔ "میں نے تو آپ کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی۔ اگر میں آپ کا دشمن ہوتا تو مار ڈالتا۔ یہ احسان تو آپ نے بھلا دیا اور الٹی شکایت کرتی ہیں اور میں جب بھوکا ہوتا تھا تیری صورت بن کر آتا تھا اور کھانا تیرا کھا جاتا تھا آج بھی بھوکا ہوا تھا۔ ایک دو کھانے کھانے آیا تھا۔"

حیرت نے کہا۔ "کیا موئے تو اپنے ہوتوں سوتوں کو آج تو شکوہ کی صورت بن کر میرے کھانے کو آیا تھا۔"

اس نے کہا۔ "ہاں یہ سچ ہے۔ اگر مارے تو مجھ کو مارے کہ تو مالک طلسم ہو شربار ہے اور بادشاہ ہوں ہی کہ خلعت بہا کھتی ہے اور وہی مار بھی ڈالے جاتے ہیں۔ اگر میں مار ڈالتا تو کچھ بہا نہ کرتا۔"

ملکہ پھر قہقہہ مار کر ہنسی اور کہا۔ "اب ہم تجھ کو قتل کریں گے تو کچھ گناہ نہیں۔"

عیار نے کہا۔ "آپ جو مجھ کو قتل کریں گی تو آ کو کون مارے گا۔ آپ کو لازم

ہے کہ ہمیں چھوڑ دیجئے ملکہ نے کہا "اے کم بخت تو مجھ کو باتوں میں لگا کر نکل جانا چاہتا ہے۔"

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے لائی اور آمادہ قتل پر ہوئی۔ ادھر افراسیاب کو بھی چالوں نے خبر پہنچائی کہ برق عیار اس طرح گرفتار ہوا ہے اور ملکہ سے بحث رہا ہے۔"

شاہ نے یہ سن کر نامہ لکھا "اے ملکہ اس عیار سے تم کچھ گفتگو کرو فوراً سر کاٹ کر بھیج دو۔"

نامہ چلتے نے ملکہ کو پہنچایا اور پکار کر یہ بھی کہا "شاہ فرماتے ہیں جلد اس کو قتل کرو۔"

اتفاقاً قران بھی صورت بدلے پھر رہا تھا۔ اس نے بھی سنا اور الگ جا کر اپنے سارے جسم پر ٹیکے زرد و سرخ و سیاہ سبز دیئے اور چار جوڑے سر پر باندھے ان جوڑوں میں مقیش کے پھندنے لگائے صورت ساحر کی ایسی بنائے تھا اپنی ہیبت اور زیادہ کر کے سامنے حیرت کے آیا اور چاہتا تھا کہ قریب جا کر کوئی عیاری کرے۔

حیرت کے سحر نے فوراً خبر دی کہ یہ ساحر جو سامنے آتا ہے قران عیار ہے۔"

ملکہ نے یہ معلوم کر کے غور کیا کہ اب قران نے دیکھ لیا ہے اس عیار کا قتل ہونا اس جگہ مشکل ہے۔ یہ سمجھ کر پنجے میں برق کو داب کر لے اڑی اور ایک دو کوہ کے متصل کئی منزل پر جا کر اتری اور چاہا کہ کا برق کا تمام کرلے۔ اس وقت روئے ہوا پر نفیر سحر اور ناقوس کی صدا پیدا ہوئی اور ابر کے ٹکڑے اڑتے نظر آئے۔ ملکہ ٹھہر گئی کہ دیکھوں یہ کون آتا ہے۔"

اس اثنا میں ساحر روئے ہوا سے اترنے لگے اور پشتی بان جادو جو چشم و خدم ماہ روکے سوات ہوا تھا یہاں آ کر پہنچا اور اژدر پر سے اتر کر سامنے ملکہ کو کھڑے دیکھ کر قریب آیا اور تسلیم کر کے عرض رسا ہوا کہ "ملکہ عالم اس بیابان میں کیوں تنہا استادہ ہیں اور یہ مجرم کون ہے۔"

ملکہ جملہ کیفیت بیان کر کے مستفسر ہوئی "تم کہاں چلے۔"

اس نے اپنا اپنا ماجرا روکنے آنا بیان کیا۔

ملکہ نے کہا "مجھ کو اس حال کی خبر ہے۔ اچھا تم اس بیابان میں ٹھہرو۔"

اس نے کہا "آپ یا تو میری بارگاہ میں تشریف لے چلیے یا اپنے لشکر میں جائیے اس گنہگار کو میرے حوالے کیجیے میں اس کا سر کاٹ کر شاہ کے پاس بھیج دوں گا اور گوشت جسم کا میں کھاؤں گا کہ بہت دنوں سے گوشت آدم میں نے نہیں کھایا ہے۔"

ملکہ نے التماس اس کی سن کر خیال کیا کہ شاید تو کسی آفت میں گرفتار ہو جائے۔ قران سے بچا کر تو یہاں اس کو لائی ہے۔ شاید یہاں بھی کوئی عیار پھر رہا ہو اور علاوہ اس کے عیار تیرے دشمن جان ہو جائیں گے اسی کو دے دینا اس کا مناسب ہے۔

یہ سوچ کر عیار مذکور کو حوالہ ساحر مسطور کے کیا اور آپ اڑ کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ یہاں اس ساحر نے لشکر اپنا دامن کوہ میں اتروایا اور دریائے بہت رنگ کی طرف ہو کر خیمہ و خرگاہ نصب کرائے اور سردار اس کے اترے بارگاہ اس کی بھی استادہ ہوئی۔ سامنے بارگاہوں کے ہوم خانے بن گئے لشکر میں بازار کھلی تھما تھم ہونے لگی۔ لشکری اتر کر اشنان گیان دھیان کرنے لگے۔ کڑھا چڑھ گئے موہن بھوگ تیار ہونے لگے۔

پنجی بان بھی اپنی بارگاہ کے سامنے تخت پر بیٹھا اور برق کو مسکور کر رو برو بٹھا لیا۔ قصد ذبح کرنے کا کیا۔ برق نے جو دایہ اجل کی آغوش کھلی دیکھی بے اختیار رو کر با عجز عاجزان میں لب استغاثہ وا کیے اور پکارا اے کریم کارساز عاجز نواز تو وہ خالق اکبر ہے کہ جناب ایوب کو عوارض جسمانی سے تو نے شفا بخشی اور جناب جرجیس کو ظلم بادشاہ جابر سے رہائی دی مجھ کو اس ستمگر کے ہاتھ سے چھڑا کہ میں عاصی ہوں خداوند کرم کر رہا کر مجھ کو از دست ستمگر۔

باب اجابت بہر دعا وا ہوا۔ آسمان سے ایک تخت بسان رحمت خدا نازل ہوا۔ اس تخت پر سلطان و سرشار و سلیمان جو چالاک کو لے کر چلی تھی سوار تھیں۔ کسی لیے کہ یہ سب جو اس دشت میں پہنچیں۔ لشکر اترے ہوئے دیکھ کر چالاک نے کہا "یہاں اترو اور دیکھو کہ یہ لشکر کس کا ہے۔"

یہ سن کر جادو گرنیوں نے تخت اتارا اور لشکر ساحران سے پوچھا "تم لوگ کہاں سے آئے ہو" اس نے سب ماجرا ہوکے آنے کا اور برق کے گرفتار ہونے کا اور قتل کے لیے بٹھائے جانے کا بیان کیا۔ چالاک نے اپنی ساتھ والوں سے کہا۔ "اگر یہاں نہ آتے تو بڑا غضب ہوا تھا۔

غرض یہ کہ بہت جلد سامنے پشتی بان کے یہ سب آئے۔ چالاک بھی صورت ساحر کی اپنی بنائے تھا۔ جب یہ قریب تر پہنچے۔ پشتی بان اپنی جگہ سے ہٹا پر تعظیم اٹھا انہوں نے بھی سلام کیا اور برابر تخت کے جا بیٹھے اور کہا۔ "آپ نے ہمیں پہچانا ہم سلطان و سر شار وغیرہ ہیں۔ اس کو تو ان کی بغاوت معلوم نہ تھی۔ یہ معلوم کر کے کہ یہ شہزادیاں مالک قلعہ ہائے طلسم ہیں بہت خوش ہوا اور کشتیاں شراب و کباب کی منگوائیں

انہوں نے پوچھا۔ "یہ مجرم کون ہے جو سامنے کھڑا ہے۔"

اس نے کہا۔ "یہ بڑا زبردست عیار ہے۔ اس نے بڑے بڑے ساحروں کو مارا ہے۔"

یہ حال سن کر چالاک نے اپنے دل میں کہا۔ "اللہ میاں برق نے اس طلسم میں آ کر بڑا نام پیدا کیا ہے۔"

الحاصل پشتی بان کے تمام مصاحب بھی سلطان وغیرہ سے آ کر ملے اور اپنی اپنی جگہ پر سب بیٹھے اس وقت پشتی بان نے ہر ایک سے پوچھا "بتاؤ گوشت کس جانور کا اچھا ہوتا ہے۔"

کسی نے کہا۔ "مرغ کا۔"

کسی نے کہا: "ہرن کا۔"

کوئی بولا "تیتر کا اچھا ہوتا ہے۔"

چالاک نے کہا۔ "اے سلطان مجھ کو آدمی کا گوشت اچھا معلوم ہوتا ہے۔"

پشتی بان نے کہا۔ "اے بھائی تم نے میرے دل کی بات کہی۔ لو اب اس خدا پرست کے کباب کھاؤ۔"

یہ کہہ کر برق پر سے سحر برطرف کر کے زنجیروں سے باندھا۔ اس میں چالاک نے

کہا۔ "اے سلطان کہیں گوشت کے لالچ میں آ کر وہ حال نہ کہنا۔"

اس نے کہا۔ "نہیں کیا مجھ کو تم نے دیوانہ بنایا ہے گوگو کا حال میں کیوں کہنے لگی۔"

پشتی بان نے کہا۔ "کون سا حال۔"

چالاک نے کہا۔ "جی کچھ نہیں قاعدہ ہے کہ جس کے سامنے ایسی باتیں کرو وہ بے چین ہو جاتا ہے اور اس حال کے سننے کا مشتاق ہوتا ہے اور چالاک نے اسی واسطے یہ شوشہ چھوڑا تھا اور سلطان تو جانتی ہی ہے کہ یہ عیار بے معنی بات نہیں کہتا ہے۔ اس میں بھی کچھ مطلب ہے۔ پس اس نے بھی اقرار کیا تھا کہ میں نہ کہوں گی۔"

تب پشتی بان بے قرار ہو گیا اور کہا۔ "بتاؤ وہ کیا بات ہے۔"

برق یہ جملہ سن کر سمجھا کہ یہ فقرہ تو کسی عیار کا ہے اس جادوگر نے کیا سمجھ کر کہا۔ پس بغور جو دیکھا تو چالاک کو پہچانا۔ دل میں خوش ہوا کہ مرشد زادے اچھے وقت پر آئے اور ادھر جب بہت کچھ پشتی بان نے اصرار کیا وہ بتاؤ کیا بات ہے۔"

چالاک نے کہا۔ "خاطر ہے آپ کی۔ اکیلے بارگاہ میں چلئے تو بتا دیں۔"

یہ اٹھ کر بارہ گاہ میں آیا۔ چالاک اور سلطان بھی اندر گئے اور کہا ہے کہ مجرم کو بھی اندر بلا لیجئے ایسا نہ ہو کہ آپ یہاں باتوں میں رہیں اور وہ عیار سے چھوٹ جائے اس نے برق کو بھی اندر بلا لیا اور پردے بارگاہ کے چھڑوائے دیئے۔ جملہ ملازموں کو آنے سے منع کر دیا اور کہا۔ "اے ملکہ بس اب کہو وہ کیا حال ہے۔"

سلطان نے چالاک کی طرف دیکھا کہ اب کیا کہوں۔

اس نے کہا۔ "کیوں نہیں کہہ دیتی ہو۔ اچھا تم شرماتی ہو تو میں کہہ دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر کہا۔ "حضور مجھ سے سنیئے۔"

پشتی بان منہ اٹھا کر اسی کی طرف مخاطب ہوا کہ کہو اس نے ایک بیہوشی کا حباب مارا کہ وہ منہ پر پڑا تڑاق سے چھینک آئی اور بیہوش ہوا۔ اس نے خنجر کھینچ کر مارا۔

خنجر کی نوک جھنجر گئی اور برق نے کہا۔ "بھائی صاحب مزاج اچھا ہے۔ یہ جادوگرنیاں آپ کے ساتھ کون ہیں۔"

چالاک نے کہا۔ "یہ میری شریکِ حال ہیں۔"

اس نے کہا۔ "تو ان سے کہئے کہ اس ملعون کا روئیں تن ہونا سحر سے دفع کریں۔"

یہ سن کر سلیمان وغیرہ نے سحر پڑھ کر دم کیا کہ جسم پشتی بان کا نرم ہوا۔ اسی وقت ایک گولہ سحر کا سرشار نے مارا کہ سینہ کو توڑ گیا۔ غل و شور برپا ہوا کہ مارا افسوس پشتی بان جادو کو۔ اندھی پانی ہزاروں طرح کی آفتیں پیدا ہوئیں۔ سردار جو باہر بارگاہ کے ٹھہرے ہوئے تھے اندر دوڑ کر آئے کہ یہ کیا آفت آئی۔ سلطان و سرشار و سلیمان سب چالاک و برق کو پنجے میں داب کر اڑ گئیں اور ایک سناٹے میں دور نکل کر ایک مقام پر چھپ رہیں۔ یہاں سردار ان پشتی بان نے لاش اس کی اٹھائی اور لشکر کو اس جگہ چھوڑ کر آپ شاہ افراسیاب کے پاس فیروزہ کوہ پر آئے اور کہا اے شہنشاہ پشتی بان جادو مارے گئے۔

اس سے پہلے دو چیلوں نے بھی خبر عرض کی تھی۔ شاہ نے تیر سحر کمان میں جو رکھ کر مارا چیلے جل گئے۔ شاہ نے فرمایا۔ "طلسم جو غدر ہو رہا ہے تو چیلے بھی جھوٹ بولتے ہیں۔ قسم ہے جمشید کی میں نے ایسے زبردست رکن طلسم کو بھیجا ہے جو کسی کے ہاتھ سے مارا جائے وہ ایسا ہے جو راہ کو کب کی روکے گا اور مجال نہیں مہ رخ کی جو اس کا مقابلہ کر سکے اسی گفتگو میں تھا کہ سردار لاش اس کی لے کر آئے۔ اب یقین اس کو آیا اور رقعہ جمشید دیکھا۔ تمام حال چالاک وغیرہ کے آنے کا معلوم ہوا۔ شاہ کے آنسو نکل آئے اور کہا "اے باغبان قدرت نمک حراموں کا کیا زور ہے۔ اس طرح پشتی بان جادو مارے گئے وزیر نے کہا۔ "اے بادشاہ اگر ایک غلام ہلاک ہوا بلا سے آپ عمرو کو قتل کیجئے کہ جس نے کاشیر کا شہر عنصلی آباد کے ایسے ساحروں کو مارا ہے۔ سب کا بدلہ ہو جائے گا۔"

شاہ نے یہ سن کر اسی وقت منتظمان طلسم کو نامے بھجوائے کہ جلد لشکر اپنے اپنے لے کر حیرت کے پاس حاضر ہوں۔

ادھر سلطان نے جب غوغائے ساحران اپنے قریب نہ دیکھا تو قصد چلنے کا کیا۔ برق نے

کہا "اب تم لوگ لشکر میں ہمارے چلو خواجہ قید ہو گئے ہیں۔ ان کے قتل کی تدبیر ہو رہی ہے۔ ہم سب جان دینے پر آمادہ ہیں۔"

چالاک نے کہا "اے بھائی ہم قریب لشکر تو آ چکے ہیں۔ ابھی لشکر میں کیا منہ لے کے جائیں گے بروقت ہم بھی آ جائیں گے تمہارا جی چاہے چلے جاؤ۔"

برق یہ سن کر اسے رخصت ہوا اور یہ سب بھی ایک طرف کو ہوا ہو کر تخت سحر پر چلے۔ برق اپنے لشکر میں آیا اور حال چالاک کا آئندہ بیان ہو گا۔ لیکن نامہ جو مخلصان طلسم اور قلعہ داروں کو شاہ طلسم نے لکھے تھے۔ وہ سب تیاری کر کے روانہ ہوئے مثل ان لوگوں کے کہ ملک اختر بن طوس دراز قد ملک دریا بار ماہی گیر ملک پری چہرہ عقاب سوار۔ ملک خونخوار دیو کش ملک اژدر سوار ستمری پوش ملک برق شمشیر تن ملک روشن نگاہ سر بلند۔ ملک مسمار بن سیاہ چشم ملک سفاک روئیں تن۔ ملک طوفان دریا نشین ملک ماہ رنگ روئیں تن ملک خورشید مثال آتش زبان ملک مار سر موئے دراز ملک ریحان گلزار چشم ملک ترستان کوہ افگن ملک بلور دندان ملک مشعل نگاہ ملک زنار بلا خیز ملک روشن زبان دراز ملک اظلم زبردست ملک ناقوس بلا افگن ملک ستارہ چشم آہن دست ملک ذلیم دست ملک شیاطین بت پرست ملک قائم دوسر ملک مقیم دوسر ملک فولاد کا رخوار۔

اب کہاں تک ہم ان کے لکھے جائیں۔ یہ سب درندوں کے مالک ساٹھ ساٹھ ہزار اور ستر ستر ہزار ساحران نابکار اپنے ہمراہ لے کر جانب ملک شاہ طلسم روانہ ہوئے۔

شاہ طلسم نے باغبان وزیر سے کہا "جا تیری زوجہ کی خطا معاف کی اور اپنی بی بی کو لے کر ملکہ حیرت کے لشکر میں جا اور دریائے خون رواں کے کنارے سے پشتہ فنا اور گنبد نور میدان صاف کرا دینا۔ بیابان اور کوہستان سب برابر اور ہموار ہوں۔ جو درخت میدان میں ہوں کٹوا ڈالنا اور جھاڑیاں اور کھڑوا دینا۔ صحرا بہ رنگ آئینہ پاک و صاف ہوں۔ کنکر پتھر وغیرہ کا نام نہ رہے۔ زمین مسطح ہو کہ تمام مخلصان وہاں آ کر اتریں گے اور طبل بجوا دینا کہ کل عمرو ضرور قتل ہو گا۔ جس کو دعویٰ اس کے چھڑانے

کا ہو۔ وہ ہوشیار ہو رہے۔"

وزیر حسب ارشاد بادشاہ شاد شاد وہاں سے روانہ ہوا اور چلے اس دشت دلکشا کی طرف کہ جہاں زوجہ نے اس کی یہ چمن ستان بنا کر اپنے تئیں پوشیدہ کیا تھا۔ اوپر ہی لکھا گیا ہے کہ گل چمن بخوف عتاب شاہ طلسم ایک گلزار صحرا میں بنا کر پھل بن کر شاخ شجر میں لٹکی تھی۔ چنانچہ وزیر مذکور تو اس کا شوہر ہے اور اس کے سحر سے ماہر ہے۔ بوئے گل کے پتلے اس کی خبر کو اس نے روانہ کیے۔ کچھ دیر میں شام جان اس کا بوئے خبر سے مطلع ہوا کہ اس دشت میں تیری زوجہ گلبدن ہے۔ یہ اسی جنگل میں آیا اور بے خلل ایک گلشن پھولوں سے رنگین و پر بہار پایا۔ جیسا پہلے تحریر ہو چکا۔ بس اس مقام فرحت بخش پر ٹھہر کر بزبان بلبل نغمہ سنج ہوا کہ اے گل باغ عشرت تو کس نہاں میں پھولی ہے کہ بہار گل بن عالم تیرے ہجر میں جلتی ہے۔ اے بلبل گلزار مسرت کس شاخ گل پر بیٹھی ہے کہ تیرے فراق میں فوج خزاں عالم نے ساری باہر لوٹی ہے کہ

کدھر ہے اے گل گلزار خوبی
کہاں ہے سروِ باناز خوبی
نشاط افزا ہے بزم عیش و عشرت
سراپا صورت آرام و راحت
جو پہلو ہو گیا ہو دل سے خالی
تو پھر صورت کہاں ہے زندگی کی

یہ تو اسی طرح ڈھونڈھتا پھرتا تھا اور گل چمن نے اپنا یہ طریقہ مقرر کیا تھا کہ نصف رات جب جاتی تھی تو وہ شاخ شجر سے چھوٹ کر زمین پر آتی تھی انسان بن کر کچھ کھاتی پیتی تھی۔ احتیاج سے فارغ ہو کر قریب سحر پھر درخت کا پھل بن جاتی تھی۔

اس وقت اپنے شوہر کا حال تا دیر تو دیکھا کی اور اس خیال سے کہ شاید شعلہ جادواں نے دھوکا دے کر میرے قید کرنے کو میرے شوہر کی ایسی صورت بنا کر کسی ساحر کو بھیجا ہو۔ اسی اندیشہ میں سامنے شوہر کے نہ آئی۔ جب باغبان اس گلستان میں کچھ دیر ٹھہرا اسی شجر کے نیچے کہ جس میں یہ گل باغ خوبی تھی دل کے لگاؤ سے آکر بیٹھا۔ اس نے خوب پہچان کر بہ رنگ بوئے گل اپنے تئیں ظاہر کیا یعنی پھول تو بنی تھی ہی شاخ سے ٹوٹ کر شوہر کی گود میں گری اور غنچہ ساں و گل کھکھلا کر ہنسی اور زبان حال سے زمزمہ سنج ہوئی کہ

گودی میں سیاں کی گیندا ہو جاؤں گی

باغبان نے اس پھول کو اٹھانا چاہا تھا کہ اس نے صورت اصلی بنائی اور شوہر کے گلے کا ہار ہوئی۔ باہیں گردن میں ڈال دیں اور اشک شبنم سے چمن ستان حسن کو اپنے سینچے۔

شوہر بھی اس کا رویا۔ پھر تمام ماجرا بادشاہ کی خطا معاف کرنے کا اور قتل عمرو کے انتظام کرنے کا حکم ملنا اس سے بیان کیا۔ زوجہ نے جواب دیا تم نے پھر میرے جلانے کی باتیں کرنا شروع کیں۔ عمرو کے قتل کا انتظام میں نہ کرنے دوں گی' عیاروں کے ہاتھ سے تم کو خدا بچائے۔ یہ تم نے اقرار ہی کیوں کیا کہ میں بندوبست کروں گا۔"

وزیر نے کہا "جو کچھ ہوا سو ہوا۔ چلو شاہ کی ملازمت کریں۔ ہماری مجال ہے کہ جو حکم بادشاہ دے اور ہم نہ مانیں۔"

بی بی نے کہا "تم جانو تمہارا کام جانے اپنی جان کے پیچھے پڑے ہو۔"

یہ کہہ کر اپنی گود پھیلا کر پکاری "اے میرے سامری

میرے خاوند کی جندری بچاؤ۔ میرے جمشید میری مدد کو آؤ۔ یہ بادشاہ نگوڑا کیسا میرے وارث کا دشمن ہو گیا۔ ہائے مجھ کو کچھ بن نہیں پڑتا کیا کروں کدھر اس بادشاہ کے گھر کو آگ لگا کر نکل جاؤں۔"

وزیر نے کہا۔ "اے بی بی بادشاہ کی شان میں کچھ نہ کہو۔ ابھی تو خطا معاف ہوئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آفت اور آئے لو آؤ گھر چلو۔ میں انتظار کرتے نہ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر سمجھاتا ہوا زوجہ کو باغ سکونت میں لایا۔ اس نے آتے ہی گھر میں آرام و راحت کا سامان مہیا فرمایا۔ باغ میں گویا فصل گل آئی۔ بہار صحبت جیتا و لی آئی کنیزوں نے حمام گرم کیا۔ وزیر زوجہ نے حمام کر کے لباس پر تکلف زیب بدن فرمایا۔ رقاصوں کو بلایا تادیر ناچ گانے کی کیفیت دیکھی۔ پھر تخلیہ ہو گیا۔ زن و شوہر شراب عشرت پینے لگے۔

اشاروں سے تمنائیں ہویدا
نگاہوں سے غرض کچھ اور پیدا
لپٹ کر عارض دلدار چومے
جبین و ابرو رخسار چومے
مزے لینے لگی آواز قلقل
ہو آلائی شمیم زلف سنبل
نگاہوں سے ملیں باہم نگاہیں
محبت کی کھلیں آپس میں راہیں
لیا آغوش میں بانو کو اس نے
کیا فرش بدن نازو کو اس نے
نگاہوں سے چھپایا چھ یار
ہوگیں رخ پہ نقاب حسن دلدار

مزے بوسوں کے مستی پہ جو آئے
ارادے اور ہی مطلب پہ لائے
لپٹ کر مل گیا سینہ سے سینہ
تہی بے سے ہوئی آغوش مینہ
فراغت پائی ناز شوق اٹھا کر
ادای آئی ہوئے عطا پہ

یہ دونوں پھر اٹھ کر حمام میں گئے اور بعد فراغ غسل وزیر مندیل وزارت سر پہ رکھ کر برائے ابلاغ حکم بادشاہ روانہ ہوا۔ زوجہ بھی اپنی کنیزیں ہمراہ لے کر خدمت حیرت میں چلی۔

غرض یہ دونوں بارگاہ بانو سے شاہ طلسم میں آئے اور حکم سے اطلاع دی اور کہا۔ "بادشاہ نے جمشید و سامری سے گائے کے بچھڑے کی جو سال بھر کے بعد باتیں کرتا ہے قسم کھائی ہے کہ عمرو کو ضرور قتل کروں گا۔ ساٹھ ہزار بتخمان قلعہ ہائے طلسم جو فتح ہونے سے بچ گئے ان کو پہلے بھیج چکے ہیں۔ وہ سب آئے ہیں۔ آپ تیاری فرمائیے۔"

ملکہ یہ سن کر گھبرا گئی اور بولی "تم سچ کہتے ہو۔ ملک پشتی بان بھی آ چکا ہے۔ شاہ ضرو اس نابکار ضرور ہلاک فرمائیں گے۔"

وزیر نے کہا۔ "اے ملکہ پشتی بان بھی اس طرح چالاک کے ہاتھ سے مارا گیا۔

ملکہ نے کہا۔ "تو جب ہی شہنشاہ کو غصہ آیا ہے۔ اب بیشک بازار موت کا گرم ہو گا۔"

اسی گفتگو میں شکوہ نے پوچھا۔ "چالاک کون ہے۔"

ملکہ نے کہا۔ "بیٹا عمرو کا۔"

اس نے کہا۔ "چالاکی کی بہت کرتا ہے یا نام ہی اس کا چالاک ہے۔"

وزیر نے کہا۔ "نہیں نام ہی یہ ہے۔"

شکوہ نے کہا تو اے ملکہ تیاری کیجئے کہ عمرو قتل ہو جائے۔"

ملکہ نے اسی وقت افسر کو بیلداروں کے بلا کر حکم دیا "جا کر کنارے دریائے سحر سے تا گنبد نور اور پشتہ تاریک وغیرہ تک جنگل کو برابر کرو۔ ساحروں کو ساتھ لو کہ وہ بزور سحر بجلیاں گرا کر درخت جلا دیں۔ ہوا چلا کر گرد و غبار اڑا دیں۔ لیکن تم غاروں مغاک وغیرہ برابر کرو۔ نشیب و فراز ہموار ہو۔ سقے جا کر آبپاشی کریں۔ درختوں میں گیند لٹکا دیئے جائیں۔ پہاڑوں کے درے آئینہ کی طرح مصفا ہوں بیلدار یہ حکم سن کر روانہ ہوئے۔ جمعدار بیلداروں کا سر پر سرخ پگڑی باندھے طرہ لٹکائے تمغہ لٹکائے ساتھ ہوئے۔ پیمائش جاننے والے جریب تختہ مسطح لے کر چلے اور ہزار ساحر منتظم بھی روانہ ہوئے۔ ملکہ خود اٹھ کر کنارے لشکر کے آئی اور خیمہ استادہ کرائے در خیمہ پہ کرسی بچھا کر بیٹھی۔ وزیر اور اس کی ندوہ بھی مصروف انتظام ہوئے۔ جنگل صاف ہونے لگا۔ شجر جو بانجھ تھے اکھاڑ ڈالے گئے۔ باقی جو رہے ان کی سر تراشی کی گئی بادلے سے منڈھے گئے قمقمے اور گیند بلور کے رنگین لٹکا دیئے۔ پہاڑوں کے درے اس طرح کے کھلے کہ جیسے فانوس کے دل کھلتے ہیں۔ ہر جگہ چمن ستان بنائے گئے۔ داغ بیلیں پڑ گئیں جواہر کان سے رکھ دیئے گئے جن میں درخت پھولوں کے لگے تھے۔ پہاڑوں سے جھرنا جو جھرتا تھا اور گھاٹیوں سے پانی گرتا تھا۔ ان گھاٹیوں کے نیچے سے نہریں سینکڑوں کھدنے لگیں نہروں کی لب گردان ہر ایک پختہ کر کے استرکاری رنگ برنگ کی کر دی گئی۔ کنارے کنارے جانوران بگلے قاز مرغابی سحر کے سے موم کے بنا کر چھوڑ دیئے۔ جواہر کے معلوم دیتے تھے اور چلتے پھرتے تھے۔ درختوں پہ طائر جواہر کے زمزمہ سنجی کرتے تھے۔ میدان میں جو ٹیکرے تھے ان کو چھانٹ کر شکل محل کے بنا دیا۔ درختوں کی بیلوں کو ان پہ چڑھا دیا۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کو پھولدار درخت لگا کر گلدستہ کر دیا۔ دو بائے کوہ میں رستہ کر دیا۔ اب وہ جنگل بہتر چرخ اخضر سے ہوا نہریں کہکشاں فلک پہ طعنہ زن ٹیکرے برج سنبلہ پہ چشمک فگن صفائی پہ میدان کی آئینہ آفتاب غیرت سے مکدر نظر آتا قمقموں کو دیکھ کر بدر کامل داغ کھاتا۔ درخت جو بادلے سے منڈھے

گئے تھے۔ شاید بہار نے کپڑے بدلے تھے تیلیاں جو اشجار پر چڑھی تھی۔ معشوقوں کی انگیا کو شرماتی تھیں۔ طائر جواہر کے جو نغمہ سنج تھے رافع خفقان ورنج تھے داغ بیلیں معشوقاں دہر کی مانگ سے بہتر ہو جانے کا سودا سر میں رکھتی تھیں۔ چمنستان میں کلیاں مثل دہان جان ہنستی تھیں۔ پہاڑوں سے جھرنا جھرتا تھا۔ یا دامن صحرا کو پہاڑ موتیوں سے بھرتا تھا۔ ابر سحر کے روئے ہوا پر چھائے۔ پہاڑ کی مانگ پر طاؤس مست ناچتے تھے۔ ہر سمت آرائش و زیبائش جان گلچین کی آسائش کہ

جو کوئی پہنچا وہاں نور کا سامان دیکھا
کہ جس کو ایوان فلک کہیے وہ ایوان دیکھا
گل نظر آئے تماشائے گلستان دیکھا
آنکھ حوروں پہ پڑی روضہ رضوان دیکھا
فرش تا دور خز و اطلس و کمخواب کا تھا
ہر جگہ نور عیاں چادر مہتاب کا تھا
چلمنیں نور کی چھوٹی تھیں دروں میں نایاب
ان میں تھے ایسے حسین جن پہ تصدق تھا شباب
صاف چلمن سے عیاں زیور و ملبوس کی تاب
ہم مہکی ہوئی خوشبو سے کہ چہرے تھے گلاب
نکہت زلف رسا مشک فشاں ہوتی تھی
مشک کی بو کئی پردوں میں نہاں ہوتی تھی

بارگاہیں اور سرا پردے دور تک نصب ہو گئے۔ ملکہ حیرت مع ہزارہا کنیز و انیس کے ایسا کچھ انتظام کر کے انتظار آمد صاحبان ہوئی کہ یکایک روئے خورشید پنہاں ہوا۔ نوبت و نقارے روئے ہوا پر بجتے سنائی دیئے۔ دنیا ساری درہم برہم نظر آئی۔ ہر سمت باجوں

اور نفیریوں و بوقوں کا شور ایسا تھا۔ گویا ہزار ہا صور پھونکے۔ طائران صحرا اور اژدروں سے دنیا بھر گئی۔ جدھر نگاہ کام کرتی تھی۔ ساحر ہی ساحر نظر آتا تھا۔ کسی سمت سرخپوشوں کا غول ہویدا تھا تو یہ ظاہر تھا کہ آگ لگی ہے کہیں زرد پوشوں کا انبوہ پیدا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ خوف سے دنیا زرد ہوئی ہے۔ کسی جا سبز پوش جمع تھے تو صاف پیدا تھا کہ زہر جسم عالم میں اتر گیا ہے۔ دہر کا تمام بدن سبز ہوا ہے۔ کسی جانب سیاہ پوش جادو گرنیاں جن سے اندھیر جہاں میں پیدا شیران ژیان سے بیشہ عالم بھر گیا۔ فیلان سحر سے سارا زمانہ کجلی بن ہوا۔ اژدہوں نے خراب آباد دہر کو گھیر لیا۔ اب آفت آباد اس کا نام کر دیا۔

حیرت یہ تماشا دیکھ رہی تھی کہ آمد مالکان در بند ہوئی۔ نقیبوں کے للکارنے کی صدا آئی۔ نقاروں کی آواز سے گوش فلک کر ہوا ہزار ہا نشان جن کے پرچم رنگ برنگ کے ہوا میں اڑتے نظر آئے۔ تعریف ان پر سامری جمشید اور گوسالہ کی لکھی تھی۔ ساحران اژدر سوار ہاتھوں میں لیے جلو دیتے تھے ان کے بعد اٹھارہ انیس ہزار مرکب پرند کوتل دکھائی دیئے۔ پھر ہزاروں فیل جن پر ہو جھانے زرنگار عماری ہائے طرح دار رکھی تھی ظاہر ہوئے۔ جھالروں کی جھولیں موتیوں کی تنی پیشانی ہر فیل کی رنگی ہوئی ان کے ظاہر ہوئے پالکیاں ڈالکیاں مطرق زرکار ظاہر ہوئیں پھر ہزاروں سانڈنیاں تنی ہوئی چھم چھم کرتی نکلیں اور کڑکا ہوتے ہوا پر ہونے لگے۔ عصا بردار اور خاص بردار غول باندھے ہوئے ہوا پر اڑتے نکل گئے۔ پھر سقائے ابر چھڑکاؤ کرتے نکلے اور ہزارہا ساحرہ جادوگرنیاں منقلیں میں عود و عنبر سلگائے ظاہر ہوئیں۔ لخلخے کے لوٹوں نے مشام و دہر بسا دیا اس تجمل اور جلوس کے بعد اژدہوں پر تخت کھینچے جواہر کے بنگلے پڑے شاہانہ قلعہ تختوں پر بیٹھے ہوئے بعض کے زیر ران مرکب اور اژدہے اداب سحر و ساحری ہمراہ تختوں کے کونوں پر بدھیاں بیٹھی تھیں ان میں تھالیاں سونے کی رکھیں۔ تھالیوں میں انڈے سیندور کی پڑیاں کوگل مشک زعفران الائچیاں کلی مرچیں۔ ہر ایک کے ہمراہ لباس شاہانہ زیب بدن کیے

تاج گوہر نگار سر پر رکھے زیور جواہر زیب جسم کیے۔

کسی کے ہمراہ ساٹھ ہزار ساحر کسی کے ساتھ ستر ہزار کوئی لاکھ ساحروں کی جمعیت سے ساحران لشکر بازو بلا وغیرہ پر سوار قشقے ماتھے پر کھینچے ترسول لیے کھنور چندن کے لگائے کھچڑیاں بجھکے بھینٹ دینے کا سامان ساتھ لیے بچہ ہائے خوک گود میں بٹھائے صورتیں سحر سے مہیب ناک بنائے آئے۔ کوئی اژدہے کا چہرہ رکھتا تھا۔ کسی کا منہ شیر کا ایسا تھا۔ کوئی فیل تن کرگدن بدن کوئی بصورت انسان مگر روئیں تن جادو گر' شہزادیاں بعض جوان بعض مسن جو مسن تھیں وہ مہیب صورتیں بنائے تھیں کسی کے چار منہ دس ہاتھ کسی کے دس سر اور چار ہاتھ۔ ہر سر میں کئی منہ جن سے شعلے نکلتے ہوئے۔

سر مثل شمع روشن روئیں بتی کی طرح جلتے نوجوان شہزادیاں آسمان حسن مہر تاباں جسم منور ان کا بہ رنگ مہر درخشاں اگر سنبل ان کی زلف رسا کو دیکھے ہمیشہ باغ عالم میں پریشان رہے۔ نرگس چشم فتان کو دیکھ کر حیران رہے گل ان کے رخساروں پر نظر کر کے چاک گریبان رہے۔ غنچہ دہن تنگ کو دیکھ کر سد اول بستہ دو ٹکڑے ہونے پر آمادہ بستہ اسی دھن کی گالیوں سے دل ہر عشاق کا پستہ۔ گردن پر ان کی جو نظر پڑ جائے کیسا ہی بہادر ہو مگر زیر خنجر ابرو گردن دھر جائے چھاتیوں کی نوکیں برچھی کی نوکوں پر طعن کرتیں۔ بہادران معرکہ عشق کے سینوں پر گرتی تھیں۔ سرو قدان گلشن عالم ان کے قد رعنا کو ملاحظہ کر کے دنیا سے آزاد سرد و شمشاد باغ عالم میں ہمیشہ برباد یہ سب جوان بے حد حسن و زیبائش ایک کے بعد ایک آنے سے اور اس قدر کثرت لشکر تھی کہ ایک شعلہ شہزادی کی سواری آ نہ چکتی تھی کہ دوسرے کی آمد ہوتی تھی تسلسل بندھا تھا۔ تار نہ ٹوٹتا تھا۔ ہر سمت طلسم میں یہی آمائش سواریوں کی جو بیان ہوئی نظر آتی تھی۔ دنیا میں ہلچل پڑی تھی۔ تین چار دن تک برابر کثرت سے تانتا بندھا رہا۔ فوج کا آتا تا رہا کہ

ہوا پر تھی یہ کثرت ساحران
کہ تھا تیرہ و تار روشن جہاں
زمین کو تزلزل تھا یوں آشکار
کہ ہو جیسے عاشق کا دل بے قرار
ہوا تھا زمانے میں محشر عیاں
یہ غل تھا کہ دنیا نے کی تھی فغاں
اندھیرے سے تھا دہر ملک عدم
نہ یہ جانتا تھا کوئی کس جائیں ہم
زمانہ ہوا تھا جو تیرہ سیاہ
سیہ روز پیش آیا تھا ہر شاہ
کسی سمت تھی اژدہوں کی قطار
اگلتی تھی زہر اور تھی شعلہ بار
ہوئی تیز یوں آتش سحر تھی
کہ دل سے کسی کے ہو جیسے لگی
اڑے طائر سحر تھے اس قدر
نکالے تھے دنیا نے اڑنے کو پر
زمانے میں غل ایسا کچھ مچ گیا
فلک ماہ سے پنبہ در گوش تھا

ہر ایک لشکر کے ساتھ بیرو نبگلہ خیمہ و بارگاہ میں اژدہوں پہ بار ہر طرح کے اہل حرفہ و پیشہ ہمراہ ان کا کدھوں میں شمار ملکہ حیرت کے ملازم سرگرم انتظام تھے جو کوئی آتا جا کر مقام پاکیزہ پہ اترواتے باغبان اور اس کی توجہ ہر طرح کے آرام کی چیزیں پہنچاتیں۔

ملکہ حیرت کے سلام کو ہر ایک بادشاہ و شہزادی آئی۔ ملکہ مذکور بھی آٹھ پہر میں چند

گھڑی آرام فرمائی باقی انتظام میں مصروف رہتی۔ آخر تمام مخلصوں کی بارگاہیں استادہ ہوئی اور لشکر اترے پڑاؤ پڑ گئے بازاریں ہر ایک لشکر میں کھل گئیں۔ منزلوں تک فوج ہی فوج نظر آتی تھی۔ ہر جگہ میلہ لگا تھا۔ دکانیں کھلی تھیں۔ تاجر بھی ہر دیار و امصار سے ہمراہ مخلصوں کے آئے کبھی کاہیکو ایسا جماؤ ہوا تھا۔ یہ مجمع طلسم میں کسی کی نگاہ سے کم گزرا تھا۔ ہر ایک میلا جما تھا اور نقارے و دمادم بجتے تھے اور دوکندار پھیری پھرتے تھے۔ کہیں حلوائی مٹھائی نفیس نفیس بنا کے تھالوں میں لگا کے نکلے تھے۔ گلابی حلوا سوہن کی صدا آتی تھی۔ بزازہ صراف کھلا تھا ایک طرف کھلونے بک رہی تھی۔ کہیں شیشہ موتی والے بیٹھے تھے کہیں ہنڈولا گڑا تھا کسی جانب بازی گر بازی کر رہا تھا۔ نٹنیاں ناچتی تھیں سوانگ ہو رہا تھا۔

غول کے غول ساحروں کے پھر رہے تھے۔ ہر ایک خیمہ میں ناچ ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے جادوگر سیر دیکھتے نکلے ہیں۔ کلواروں کی دکان پر جماؤ تھا۔ شراب پی کر مدمست لڑکھڑاتے ہیں۔ بھبکے بگاڑتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے ایک گھونٹ اور دے۔"

کوئی اپنے کنبے بھر کا حال کہتا ہے کہیں چوسر ہوتی ہے کہیں نوتری کا داؤں لگ رہا ہے کہیں جھنجھنے کا ڈھیر ہے۔ کہیں مٹر کے دانوں کے ہار ہیں کسی جا پھلیاں اور مسالے بک رہے ہیں۔ چار طرف پیادے کوتوالی کے پھرتے ہیں۔ کوتوال گشت کو اٹھا ہے۔ جہاں قضیہ سنا ہے دوڑ گئی ہے۔ کسی شرابی کو باندھ لیا ہے۔ کسی سے دھکا کے کچھ لے لیا ہے۔ کسی کسی کو دھکا یا دو روپے وصول کر لیے ہیں۔ نرسنگا پھکتا ہے۔

کہیں تلوار چلی ہے۔ ایک دو زخمی پڑے ہیں۔ دو ایک مر گئے ہیں۔ باقی کو پیادے گرفتار کر کے لیے جاتے ہیں۔ ایک آدھ رنڈی پکڑی گئی ہے تاکہ اس کی پائنچے پھڑکاتی پیچھے چلی جاتی ہے یار آشنا کا غول ترکیبیں بتاتا ساتھ ہے۔

کسی کا لڑکا کھو گیا ہے ڈھونڈھ رہا ہے۔ فقیر بازاروں میں جمشید سامری لقا کا واسطہ دلا رہا ہے۔ کچھ اندھے لنگڑے بیٹھے ہیں چادریں بچھا بچھا کے کوڑی پیسہ پھینکا جاتا ہے۔

دس میں اندھے گھڑا بجا کر گا رہے ہیں۔ دس میں ساحر بھجن کر رہے ہیں۔

ہر مقام پر سحر ہو رہا ہے۔ گوگل تیل لال سیندور کی چاہندی آ رہی ہے۔ ساگ دھتورے کے پھل اچھل رہے ہیں۔ چوکیوں پر بیٹھے ہیں آگ دہک رہی ہے گھنٹ گھڑیاں بجتے ہیں۔ ناقوس پھنکتا ہے ایک طرف سواروں کی لین میں غل مچا ہے۔ کوئی گھوڑا چھوٹ کر گھوڑی جا پڑا ہے۔ کہیں پیادے بستروں پر سپر تلوار کھڑکھڑا رہے ہیں۔ قرابینوں کے پائے چڑھا رہے ہیں۔ آپس میں بانکے گھورم گھاما کر رہے ہیں۔ کسی طرف بھولیاں رنڈیوں کی کھڑی ہیں۔ تماش بین جمع ہیں کوئی دور سے رنڈی پر آواز سے کستا ہے۔ کوئی اشارے کر رہا ہے۔ کہیں بھنگ گھٹتی ہے سو پچاس آدمی گھیرے بیٹھے ہیں۔ کسی جگہ ڈھمڈی بجتی ہے کہیں شعر خوانی ہو رہی ہے طرے گا رہے ہیں سیکڑوں جادو گرنیاں پنچ قوم بنیا مانگ کا گہنا گوٹ پچھوے کڑیاں خرید رہی ہیں۔ ہر سمت غلو شور مچا ہے۔ مونڈ چڑے فقیر دکانوں پر کھڑے گلوں میں تسمے باندھے ہوئے ہاتھوں میں استے سر چھا لہو بہتا ہاتھوں میں سوختے لیے کلونا باندھے ہوئے پشمین باہر نکلی ہوئی جھوتے ہیں تالابوں میں جادو گرنیاں نہاتے وال بن جمشید کے نام پر کرتے۔ کٹورا ہر سمت کھنکھتا گنج آباد جھنڈے استادہ۔ ادھر شاہان طلسم بارگاہوں میں تخت پر جلوہ فرما۔ ناچ سامنے ہوتا۔ دور شراب شب جلسہ۔ چنگ و رباب آغاز۔

حیرت کے پہلو سے خوان دعوت کے ہر ایک کے لیے جاتے سردار ہر ایک کی ملاقات کو آتے ساٹھ ہزار سرکاریں ایک جا ساٹھ ہزار دیار روئے زمین پر بارگاہ و خیام سے بھر گیا تھا۔

تھی کوئی نہ چیز واں مفقود
سامان جہاں بھیر کا موجود
آراستہ ہر جگہ بہت خوب
جو شے تھی وہاں وہ تھی خوش اسلوب

جو خیمہ تھا منزلِ قمر تھا
خیمہ نہیں نور کا وہ گھر تھا
پیدا عجب اژدہام مردم
ہر سمت ہجوم عام مردم
آراستہ ہر طرف دکانیں
دلالوں کی اور ہی ثنائیں
تھے جمع ہر ایک طرف فسوں ساز
موجود فسوں کا ہر طرف

یہ تو بعشرت تمام تر اس مقام پر اترے۔ ادھر جب یہ ہنگامہ آمد شاہان طلسم مہ رخ کو ظاہر ہوا مع اپنے تمام سرداروں کے بارگاہ سے نکل کر ایک مقام بلند پر آئی اور استادہ ہو کر تماشہ دیکھنے لگی۔ پھر وہ اپنی بارگاہ میں جا کر بیٹھی اور نفیر سحر کو دم دیا۔ سات لاکھ کا لشکر تیار ہوا۔ ان کے افسروں کو حکم دیا کہ دو لاکھ ساحر خیام و بارگاہ کی حفاظت کرے اور پانچ لاکھ ساحر ہمارے ساتھ چلے۔"

یہ کہہ کر باہر نکل کر سوار ہوئی اور قصد کیا کہ ابھی جا کر جنگ آغاز کروں۔ کیونکہ ابھی شاہ طلسم نہیں آیا ہے پھر آگے بڑا ہنگامہ ہو گا۔ اسی خیال میں چند قدم چلی تھی کہ صدائے مہیب آئی اور چار سو شور پیدا ہوا۔ ہزارہا پھول گلاب کے برسنے لگے۔ طائروں نے صدا دی "بہار آئی بہار آئی۔"

سب ساحر اوپر دیکھنے لگے۔ ایک تخت طاؤسی پر اس بہار عالم کی جان سردار معشوقاں یعنی ملکہ بہار ذیشان کو سوار دیکھا کہ پھولوں کا گہنا پہنے ہے ہاتھوں میں گل طرح کی چھڑی ہے۔ چار ہزار جادو گرنیاں ہمراہ ہیں۔ اس گلبدن کا حال اول لکھا تھا کہ سحر تیار کرنے کو آرام میں گئی تھی کہ وہ مقام اس کی سکونت کا ہے اور حال اس مقام کا بھی تصریح وار تحریر ہو چکا۔

چنانچہ یہ رشک چمن جب وہاں کی سحر اپنا تیار کر کے اب مراجعت فرما ہوئی۔ مہ رخ تخت سے اتر کر اس سے ملی اور کہا۔ "اچھے وقت آ گئیں کہ آخر وقت میں ہم نے تمہیں دیکھ لیا۔ ہم تو مرنے کو چلے تھے۔"

یہ کہہ کر تمام ماجرا نخطمان طلسم کے جمع ہونے کا بیان کیا اور کہا۔ "ہماری فوج اس لشکر کثیر کے مقابلے میں ایسی ہے کہ جیسے دال میں نمک۔ کہاں کروڑوں اور کہاں پانچ لاکھ۔ لیکن لڑ کر ہم مر جائیں گے۔ دنیا میں نام کر جائیں گے۔"

بہار نے جواب دیا "میں ہر حال میں شریک ہوں۔ جو تمہارا حال ہو گا۔ وہ میرا بھی ہو گا۔ میں اپنے مکان میں بیٹھی تھی کہ یکایک خبر سنی کہ ملکہ ماہ رنگ روئیں تن و خونخوار دیو کش شہ طلسم کے پاس گئے۔ ان کے قلعے میرے ملک سے قریب ہیں۔ میں نے حال دریافت کرایا تو معلوم ہوا کہ سب نخطمان طلسم جاتے ہیں۔ یہ کیفیت معلوم کر کے میں بھی بتعجیل عجیل روانہ ہوئی۔ یہاں پہنچ کر آپ کو آمادہ مرگ پایا اے ملکہ میری رائے یہ ہے کہ اپنی جانب سے جنگ میں پیش قدمی نہ کرو اور خدا کے فضل پہ نظر رکھو دیکھو کہ پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔"

مہ رخ نے کہا "یہ جی چاہتا ہے کہ خواجہ کے قتل سے پہلے مر جایئے۔"

اس نے کہا "اپنا بھی ارادہ یہی ہے اور اس مرنے میں گویا تمام عمر جیتے رہیں گے۔ لیکن ذرا سمجھ بوجھ کے جان دینے کا موقع اور محل ہے کیا بعید ہے کہ خدا اپنا رحم کرے اور خواجہ رہا ہو جائیں کس لیے کہ

دلگیر رہا جو غنچہ گل گل ہو کے ہنسا وہ بے تامل
تن کو جو ہلال نے گھٹایا آخر وہ بدر بن کے آیا
خم سے جو کمان ہوئی زلیخا آخر کو جوان ہوئی زلیخا
زیبا نہیں شکوہ مصیبت آخر کو ہے بعد رنج راحت

اللہ کرے گا رحم ہم پر
فریاد میں ہے اثر مقرر

اس سمجھانے سے مہ رخ بحری اور لشکر کو حکم دیا نصف لشکر کمر کھولے اور نصف ہر وقت مسلح و مکمل رہے۔ اس لیے کہ غفلت میں حریف کی طرف سے کچھ ضرر نہ پہنچے۔ حسب ارشاد لشکری اسی طرح کار بند ہوئے اور ملکہ داخل بارگاہ ہوئی اس وقت ہزاروں طائر سحر کے خبر کے لیے بھیجے اور بہار نے کہا۔ "لشکر حیرت میں آج بڑی خوشی ہے۔ ہم سب بھی جان دیں گے پھر آج آخر مرنا ہے آج کی شب ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ خوب داد عیش و کامرانی دیں اور تمام رات جشن کریں۔ جس میں دشمن کو بھی یہ خیال ہو کہ کچھ تو ایسی ہی قوت ان کو ہے جو اتنی بڑی فوج کا اندیشہ نہیں کرتے اور نہایت محظوظ و خرم ہیں۔"

مہ رخ کو یہ صلاح پسند آئی اور اسی وقت ساحروں کو حکم دیا "صحرا میں چاندنی دیکھنے کی تیاری کرو اور جملہ سامان عیش و عشرت مہیا ہو۔"

حسب ارشاد مختار کارخانہ سلطنت انتظام میں مصروف ہوئے۔ عیار بھی یہاں اس لیے موجود تھے کہ ہمارے چلے جانے سے ایسا نہ ہو کہ لشکر بیدل ہو کر بھاگ جائے اور علاوہ بریں عیاری کرنے کس پر جائیں ایک دو ساحر ہوں تو ان پر دست اندازی کریں لاکھوں کروڑوں کو کیونکر ہلاک کریں۔

چنانچہ عیاری ایسے وقت میں کرنا بے سود سمجھ کر اپنے ہی لشکر کی نگران حال رہے اور تیاری سامان مسرت میں مشغول ہوئے۔ قران بھی صحرا سے یہاں آ گیا۔

غرض یہ کہ اپنی جانب جو دشت و کوہستان میں واقع ہوا تھا اس کو جھاڑ کر صاف کرایا۔ چاندی سونے کی ٹٹیاں استادہ کرائیں آتشبازی گڑ گئی۔ درخت تمامی سے منڈ دیئے۔ ہزارہا گیند مقیش کے لٹکا دیئے۔ فرش قاقم و سنجاب کنارے نہروں کے بچھا دیا۔ نمگیرے با سلک مروارید استادہ ہوئے مسندیں مغرق زرنگار بچھ گئیں۔ ہزارہا کشتیاں شراب کی

لگا دی گئیں۔ صدہا طائفے ٹولیاں مہر طلعت کے حاضر ہوئے۔ اس سامان کے ہونے سے آخر وہ زمانہ زمانہ آیا کہ نگاہ و چشم شائقیں سے نور ماہ تاباں بستان نور حسن جانش دست و گریباں ہوا اور آفتاب درخشاں مقید ہو کر مثل عمرو برج ظلمت شب میں پنہاں ہوا۔ بخطمان قلعہ طلسم افلاک کی آمد کا سامان ہوا کہ

فلک ابر نیلگوں مغرب سے آیا فروغ دامن میں چھپایا
سیاہی مثل زلف یا رنگیلی تماشا دیکھنے آئی تھی لیلی

شام ہوتے ہی دشت میں ہزارہا قندیل روشن ہو گئی۔ جھاڑ فرشی فروغ پذیر ہوئے۔ دشت میں شاہد بہار کے نصیب چمکے۔ واقعی طرفہ حقیقت تھی کہ کبھی یہ گردوں کو خواب میں بھی دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ جنگل میں گل پھولے تھے طائر آشیانہ بھولے تھے۔ فصل بہاری کا جوش تھا۔ بلبل کا خروش تھا۔ ہر شاخ بلبل کے لیے شلو منزل تھی اوج پر تقریر پر نقش باطل تھی۔ جو شجر وہاں تھا رشک طوبے طوبیں کا بھی طوطی بولتا تھا۔ ہوا اس اس بیشہ فرحت افزا کی جان بخش گلہائے خاطر پژمردہ پھول کی طرح سے غنچہ دل کھل جاتا جان تازہ پاتا۔ ہر چشمہ مثل مہر روشن نہر لطافت دہر پر طعنہ زن مچھلیاں رنگ رنگ کی اس میں تیرتیں سوجان سے حوت فلک ان پر نثار مہتاب کا دل تصدق ایسی ایسی چادر آبشار کنارے ان کے روشن سو سو تق کا جھاڑ۔ جنگل جو روشن تھے۔ فروغ افزائے تقدیر دشت ایمن تھے۔ کنگروں پر اور قلعہ ہالے کوہ پر جو روشنی تھی شمع طور کا جلوہ دیتی تھی۔ ہر ایک کنول قندیل عرش تھا منور بروئے فرش تھا۔ قمقموں اور گیند ہائے بلوریں پر نثار گوہر عقد پروین متمن مشجری فرش کی تزئین دور تک کھلا ہوا نگار خانہ چین کرسی کی کیا احتیاج مدح پڑی پہ ہر ایک عرش پایہ۔ اس نور آگیں انجمن پہ اللہ کا سایہ۔

پلنگ زرنگار ہر طرف تخت کاؤس جن کے پایہ میں چوب ناتراش و ناکاستہ ہر خیمہ خیمہ آسمان سے میں بلند پروست ان میں بظاہر گرے پڑے باطن میں سربلند۔ ہانڈیاں بلور کی قندیل حرم سے ہم زبان نور بخش ان کی بتیاں مسندیں کمخواب بوٹے دانا اشرفیاں دیتیں زمین کو ہر بار سامنے ان کے چنگیریں رکھیں۔ بہار دل کا پتا دیتیں جو گھڑے ایسے جن کے مقابل نظافت و نزہت پانی بھرے ساغر ہائے زریں جام جمشید کو کم ظرف کہتے۔ بوتلوں کے سامان جام مہر و مہ گردن جھکائے رہتے بادہ گلگون سے لبریز جن کے سامنے ثریا کی بوتل ریزہ ریزہ ہر سمت شیشہ قلقلان اور مہر پیکروں کا مجمع غنچہ دہنوں کا جلسہ۔ جمع چاندی جنگل میں چھٹکی ہوئی روح خضر بھگی ہوئی ایک ایک نازنین بصد تزئین سرگرم اہتمام جشن میں رشک مہ تمام شاخ ابرو جن کی تلوار پھل مژگان کا نام تیرا جل زلف سنبل کی طرح بہار گیسو جو تو بہاران باغ عالم دیکھیں پیچ میں پڑیں۔ سوکھ کے کانٹا ہو جائیں رخ پر ان کے عکس قمر بلا گردان کیا وصف کیا جائے۔ نور کے سانچے میں سب بدن ڈھلا ہوا۔ یہ آرائش و زیبائش جشن کیکاؤس و جم اگر دیکھتے یقین تھا کہ اسی دشت میں برنگ نخل جم جاتے۔ خبر اس جشن کی سن پاتے تو ملک عدم ہو جائے سے تھم جاتے فلک پر ثابت ہر ایک سیارہ تھا۔ اسی جانب سرگرم نظارہ تھا کہ

کیا بزم تھی بزم شہ شاہان
جس میں کہ یہ ساز تھے یہ سامان
اوصاف کی انتہا نہیں ہے
ایسا کوئی دوسرا نہیں ہے
آراستہ وہ جگہ تھی نایاب
تھی نور فشان برج مہتاب
تھی بوئے شراب روح پرور
آنکھوں کو نصیب دور ساغر

سرسبز وہ جائے دلکشا تھی
اس دشت میں خلد کی ہوا تھی
دیکھے نہیں فرش روشن ایسے
گل تکیے تھے مہر و ماہ جن کے

ملکہ مہ رخ و بہار موصوفہ سرخ مو بعد درستی مقام جشن مع سرداروں کے آ کر مسندوں پہ رونق افروز ہوئیں۔ اور ساغر بادہ گلنار ساقیان گلعذار نے دینا شروع کیے۔ رقاصوں نے ناچنا مطربان خوش گلو نے گانا آغاز کیا۔ فلک پہ زہرہ کو دیوانہ بنایا۔ یہ جلسہ عیش و مسرت کہ

وہاں چاروں طرف شادی کی تھی دھوم
نشان رنج و غم دنیا سے معدوم
دکانوں پہ ہجوم روشنی ہے
گل بزم عروساں نئی ہے
سجا ہر طرف اسباب شادی
کھلا روئے نشیمن پہ باب شادی
بجے تھے چار سو نقار خانے
ہر اک جانب خوشی کے کارخانے
عجب نکھرے ہوئے ارکان دولت
بدن پہ تھے مزیں سرخ خلعت
ہر اک جا شمع کافوری تھی روشن
کھلا تھا روشنی کا ایک گلشن
کنول اور جھاڑ روشن اس مکاں میں
ستارے جیسے سقف آسماں میں

خواصیں مہ و خورشید پیکر
پئے خدمت مہیا سب وہاں پر
بچھا تھا اک دسترخوان عالی
طلائی اور چاندی کی برابر
ہوئے کھانے سے جس دم فارغ البال
پھر آئے سازو سامان لے کر قوال
جمایا رنگ گانے والیوں نے
بیان ہوں کیا قلم سے وصف ان کے
نہ ہو گی لولیٔ چرخ ان سے بہتر
نہ تھا روئے زمیں پہ ان کا ہمسر
نہ ایسے راگ سے کان آشنا تھے
نہ ایسے ساز تھے آنکھوں نہ دیکھے

یہ سب تو بعشرت تمام تر بیٹھی ہیں۔ ادھر حیرت کے یہاں بڑی تیاری تھی مشعلوں تک روشنی ادھر بھی تھی۔ ادھر بھی تھی۔ سارے طلسم میں رات کا دن ہو گیا تھا۔ حیرت خلعت ہزار با رہی تھی۔ سردار مالا مال ہو گئے تھے۔ جا بجا آرا کش قمہ کش جلاد برائے قتل خواجہ پھر رہے تھے چبوترے ریگ کے بنے تھے۔ میدان خونی تیار تھا اور ایک چبوترہ بہت اونچا بنایا تھا۔ اس کے گرد سحر کے ماش بوئے تھے اور ایک سولی گڑی کی تھی اس پہ خواجہ کو بٹھا کر تیر لگائیں گے۔

ادھر طائران سحر یہ خبریں پہنچاتے تھے ملکہ مہ رخ آہ سرد بھرتی تھی عیار بھی حاضر تھے وہ کہتے تھے "اے ملکہ کہو کیا ارادہ ہے۔"

یہ جواب دیتی کہ آج کی شب غنیمت ہے صبح جانب ملک عدم کوچ ہے۔ ہم جس وقت سنیں گے کہ عمرو کو برج غضب سے نکالا ہے اسی وقت جا پڑیں گے یا تو چھوٹا لائے یا مارے گئے۔"

قران نے کہا۔ "پہلے ہی سے کیوں نہ چل کر اس برج پہ گریں۔"

ملکہ نے کہا اس برج تک کس کا مقدور ہے جو جا سکے۔"

قران نے کہا۔ "کوئی نہ جا سکے گا تو وہ ضرور جائیں گے۔"

بہار نے کہا۔ "وہ کون۔"

اس نے کہا۔ "مولا مشکل کشا علی شیر خدا علیہ السلام اور کون۔" یہ سنتے ہی سب شہزادیوں نے کھڑے ہو کر تسلیم کی اور گالوں پہ انگلیاں چٹ چٹ چٹکائیں کہ یا مولا تمہارے نام کے قربان ہماری مشکل بحکم خدا تم آسان کرو یہ کہہ کر سب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ روئیں کھڑے ہو گئے کہا۔ "بے شک ہمارے مولا مدد کریں گے۔"

* * *

- ملکہ بران جادو

اسی ہنگامے میں عیار بچیوں کا حال سنئے کہ لشکر سے اپنے نکل کر علیحدہ آئیں اور صرصر نے صبا رفتار سے کہا۔ "اے بہن اب کی خواجہ ایسے پھنسے کہ نکلنا دشوار ہے۔ شلو جادواں نے بڑا انتظام کیا۔ یقین ہے کہ خواجہ قتل ہو جائیں۔ میں سچ کہوں مجھ کو بڑا رنج ہے۔"

صبا رفتار یہ کلام سن کر ہنسی اور کہا۔ واری کو آپ کو رنج نہ ہو گا تو کس کو ہو گا۔ سچ ہے مقام ہی رنج کا ہے۔

صرصر نے غصہ میں آ کر کہا۔ "میں نے تو دنیا کی ایک بات کہی تو سمجھی کہ میں عمرو کی عاشق ہوں تو طعن کرنے۔"

اس نے کہا۔ نہیں صدقے گئی۔ طعن میں نہیں کرتی ہوں۔ سچ ہے کہ اس کے عیار اور اس کے شاگردوں نے بابا ہم کو زیر کیا۔ لیکن قتل نہیں کیا اور حق تو یہ ہے کہ خواجہ کے برابر عیار کوئی زمانے میں نہیں ہے۔ اب عیاری کا چراغ گل ہو جائے گا۔"

صرصر نے یہ باتیں جب سنیں غصہ جاتا رہا اور کہا۔ "اے بوا ذرا چل کر دیکھنا چاہیے کہ معین و مددگار خواجہ کے کس رنگ میں ہیں اور کیا تدبیر کر رہے ہیں کیونکہ عمر ہی کی زندگی سے سب کی زندگی ہے بعد خواجہ کے سب ہلاک ہو جائیں گے۔"

صبا رفتار نے کہا۔ "بہتر چلئے۔"

یہ وہاں سے دونوں کنارے لشکر مہ رخ کے آئیں۔ یہاں جشن کا سامان دیکھا متحیر ہو کر باہم مشورہ کیا کہ ان لوگوں کو تو کوئی ملال نہیں معلوم ہوتا ہے۔ یقین ہے کہ خواجہ کو رہا کر لینے کی کوئی تدبیر مستحکم انہوں نے کی ہے۔ اچھا اب ان کے دلوں کو بھی آزمانا چاہیے کہ اپنے ہوش میں ہیں یا جلسہ دکھانے کو کیا ہے۔"

یہ کہہ کر دونوں نے جادوگرنیوں کی ایسی صورت بنائی اور ملکہ مہ رخ کے سامنے آ کر

سلام کیا۔ ملکہ نے کہا۔ "تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟"

انہوں نے کہا۔ "ہم اسی اطراف میں رہتے ہیں۔ مدت سے مشتاق زیارت قدم اقدس تھے بارے آج طالع یاور ہوئے جو حضور میں حاضر ہوئے۔"

ملکہ نے فرمایا۔ "اچھا گھر ہے تمہارا' بیٹھو۔"

یہ دونوں ایک مقام پر بیٹھیں اور ناچ دیکھنے لگیں۔ قران عیار ملکہ سے باتیں کر کے کسی طرف چلا گیا تھا۔ بعد لمحہ کے پھر جو آیا۔ ان دونوں کو بیٹھے دیکھ کر بنگاہ اول پہچانا کہ یہ دونوں عیار بچیاں ہیں۔ چنانچہ پہچان کر پھر باہر چلا گیا اور بارگاہ کا سراچہ پھاڑ کر پیچھے سے ان دونوں کے سر پر آ کر استادہ ہوا۔ اتفاقاً مہ رخ نے اس کی جانب دیکھا اور کہا۔ "بھیا آؤ کھڑے کیوں ہو' بیٹھو۔"

یہ کلام عیار بچیوں نے جو سنا گردن اٹھا کر دیکھا کہ ہمارے سر پر کون کھڑا ہے۔

غرضیکہ گردن جو بلند کی قران کو دیکھا جان نکل گئی چاہا کہ بھاگ جائیں۔ قران نے دونوں ہاتھ پھیلا کر دونوں کو کولے میں داب لیا اور ذرا زور جو کیا صرصر چلائی۔ "اے موئے میری پسلیاں ٹوٹیں۔"

قران نے ہاتھ ڈھیلے کر دیے۔ صرصر تڑپ کر نکلی اور صبا رفتار کو قران نے خود چھوڑ دیا۔ یہ دونوں بھاگ کر چلیں۔

قران نے پکار کر کہا۔ "اے صرصر اگر آج کی شب تو نے ارادہ عیاری کا کیا تو خواجہ خواہ ناخوش ہوں یا خوش ہوں۔ میں تجھ کو مار ڈالوں گا اور خواجہ ہی کی جان کی قسم زندہ نہ چھوڑوں گا۔"

صرصر یہ سنتی ہوئی دور نکل گئی اور صبا رفتار سے گویا ہوئی۔ "ان موؤں کو ذرا رنج نہیں ہے۔ مقرر یہ خواجہ کو چھڑا لیں گے۔"

اس نے کہا۔ "واری اس موئے کالیے نے قسم کھائی ہے۔ اب یہاں نہ آئیے گا۔ نہیں تو وہ گزند پہنچائے گا۔"

یہ باتیں کرتی ہوئی دونوں چلیں۔ مگر ضرغام اور جانسوز ان کے تعاقب میں چھپے کہ ہم

پڑے تو ان دونوں کو اسیر کرلیں کہ یہ بروقت رہا کرنے خواجہ کے ضرور حارج ہوں گی۔

چنانچہ ان کے ساتھ ان عیاروں کو جانے دیجئے۔ لیکن اب حال سعادت اشتمال بران شمشیر تن بیان کیا جاتا ہے کہ

ملکہ مجلس جو ہمراہی مہ رخ سے روانہ ہوئی۔ بران کی خدمت میں پہنچی اور تمام احوال یہاں کا بیان کیا کہ خواجہ کے قتل کا ڈھنڈورا پٹ گیا ہے۔ اب کچھ ان کے قتل میں دیر نہیں ہے۔

ملکہ مذکور نے سب حقیقت سن کر دل سے غور کیا کہ اگر عمرو ہلاک ہو گیا تو بڑا غضب ہوا۔ جلد لشکر کشی کرنا چاہیے۔ پس جس دامن کوہ میں ٹھہری ہوئی تھی۔ وہیں سے کچھ مٹی لے کر گوندھی اور اس کے پتلے بنائے اور سحر کے پیران کے پیٹ میں بٹھائے اور انہیں حکم دیا۔ "جاؤ مخلصان طلسم کو ہمارے اطلاع دو کہ جلد فوج اپنے ہمراہ لے کر طلسم ہوشربا آؤ۔"

پتلا ہائے گل ہزار در ہزار اڑ کر روانہ ہوئے اور مالکان در بند کو طلسم نور افشاں کے حکم ملکہ سے اطلاع دی۔ ہر ایک ناظم اور ڈفر تیاری کر کے روانہ ہوئے اور ہر ایک کے ہمراہ لاکھوں ساحر تھے۔ چنانچہ نام ان شاہان در بند کے یہ ہیں۔

ملکہ طمطان بن قاہر ماہی خوار جادو' ملکہ طوفان آسمان نشین جادو۔ ملکہ مشیر بن معمار کوہ افگن جادو ملکہ توسن بن خرسان سنگ انداز جادو۔ ملکہ قرطاس بن خونخوار روئیں تن جادو۔ ملکہ طش بن دماز اژدر خوار جادو۔ ملکہ کلان بن قمر خرس دندان جادو۔ ملکہ زہر بن کوہ پیکر فیل سوار جادو۔ ملکہ لرتاں بن زلزلہ تیر افگن جادو۔ ملکہ توسن بن ہاتوس فیل افگن جادو۔ ملکہ نسیم بن صبای ستارہ چشم جادو۔ ملکہ کیت بن کوہ فیل پیشانی جادو۔ ملکہ نسرین گلگون بدن جادو۔ ملکہ حور چہرہ سحر نگاہ جادو ملکہ نازک بدن کاکل کشای جادو۔ ملکہ خوش اندام یاقوت پوش جادو۔ ملکہ سلیمان زریں ہیکل جادو ملکہ شور افگن اژدر در نگاہ جادو۔

ملکہ الماس تن شوخ چشم جادو۔ ملکہ خوب رنگ ماہ طلعت جادو ملکہ مہ مثال نرگسی چشم جادو۔ ملکہ خونخوار قہر نگاہ جادو۔ ملکہ گوہر بدن زمرد پوش جادو۔ ملکہ خورشید افگن جادو۔ ملکہ تاجدار ماہ لقا جادو۔ ملکہ محبوب نارنجی پوش جادو۔ ملکہ ہمائے تاجدار جادو۔ ملکہ سلطان شعلہ افگن جادو۔ ملکہ مبہوت گیسو دراز جادو۔ ملکہ زہرہ تاجدار جادو۔ ملکہ یاسمن تاجدار جادو۔ ملکہ کامل کوتاہ چشم جادو۔ ملک قلاب دریا بار سرکش۔ ملک سراب تاجدار جادو۔

ملک ببر سوار تاجدار جادو۔ ملکہ سنجر تاجدار جادو۔ ملک تحیر شعلہ تاجدار جادو۔ ملک فیروز سرخ جادو۔ ملکہ شہزور آسمان شگاف جادو۔ ملک ہزار چشم چہل دست جادو۔ ملکہ ناوک پران روئیں تن جادو ملکہ قمر سپہر انجم سپاہ جادو۔ ملکہ نو طرز زمرد پوش جادو۔ ملکہ مہیب دیو سوار جادو۔ ملک بہرام مریخ افتخار جادو۔ ملک شوہد تار نمک پاش جادو ملک قیاف بن خرس خرسان جادو۔ ملک صحرا نورد گرد باد آفریں جادو۔ ملک عفریت خوار ناخن سیاہ جادو۔ ملک قوی ہیکل دنیا بدوش جادو۔ ملک سحاب قطرہ زن جادو۔ ملک رعد آواز بلند جنگل جادو۔

اور علاوہ ان بادشاہوں کے جو ساحر کے مالک ہیں وہ بھی روانہ ہوئے مثل ان کے۔

قرار جادو' فرجام جادو' القاس جادو' عمران جادو' صدف جادو' ہدف جادو' گوہر جادو' اقدس جادو' محکم جادو' حاکم جادو' حکام جادو' محکوم جادو' آواز جادو' اعزاز جادو' کاہن جادو' تکمیل جادو' قائم جادو' مقیم جادو' مقام جادو' سرجن جادو' اشان جادو' طغیان جادو۔

یہ سب ساحران نامی لاکھوں جادوگران گراہی سے چلے۔ روئے گیتی سیاہ ہو گیا۔ عالم میں طوفان برپا ہو گیا۔ مرتان وزیر کے پاس اول یہ سب طلسم نور افشاں میں جمع ہوئے۔ وزیر مذکوران سب کو ہمراہ لے کر خدمت ملکہ موصوفہ میں چلا۔ ملکہ منتظر آمد لشکر تھی کہ یکایک ابر زرد سرخ و سبز ظاہر ہوئے اور فوج نصرت موج کی آمد شروع ہوئی۔ روئے ہوا پر ایک اور دنیا بسی ہوئی دکھائی دی۔ اول مرتان وزیر نے آ کر مجرا کیا۔ پھر ہر ایک شاہ اور شہزادی آ آ کر باریاب خدمت اور فیض یاب تسلیم و کورنش ہوئے۔

ملکہ نے حکم دیا۔ "لشکر اپنا تیار رکھو۔ میں سوار ہوتی ہوں۔ بہ عزم یلغر چلوں گی۔"

یہ حکم سن کر سلطان شعلہ بدن نے عرض کیا۔ "آج کی شب جی چاہتا ہے کہ اس بیابان میں روشنی دیکھیے۔"

حیرت نے کہا۔ "ہاں روشنی دیکھو گی۔"

یہ کہہ کر منہ پھیرا اور اختر مروارید بالوں سے نکالا۔ تمام جنگل میں روشنی ہو گئی۔

سب نے کہا۔ "اے ملکہ! یہ عجب چیز دیکھنے میں آئی۔"

ملکہ نے کہا۔ "یہ روشنی چل کر لشکر افراسیاب میں دکھانا۔"

یہ کہہ کر تمام حال شعلہ جادواں کے لشکر جمع کرنے کا بہر قتل عمرو بیان کیا۔ سب نے کہا۔ "جب ہی دھوپ کا رنگ متغیر تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ فوجیں کہیں جاتی ہیں۔ اچھا پھر ہم سب فرمائیے تو کوچ کر جائیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "میں خود چلتی ہوں' دیر نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وزیر خوش تدبیر کی طرف دیکھا۔ وہ تو سب سامان سے آیا ہی تھا۔ اس نے اشارہ ملکہ دوراں کا جب پایا خیمہ فیل باش ہم اژدر پر بار کرایا۔ بارگاہ زر بفتی چالیس ہزار ساحر کی حفاظت میں آگے بڑھی ایک خیمہ مختصر سا استادہ ہو گیا۔ ملکہ اس خیمہ میں گئی۔ مشتی لباس فاخرہ کے سامنے گئی۔ تاج پر از لعل و گوہر سر پر رکھا۔

قبائے فرمان روائی کو زیب جسم نازک فرما کر خاتم نگین دولت طرازی انگشت میں پہنی۔ اختر مروارید جوڑے میں رکھا۔ نیمچہ سحر ہاتھ میں لے کر برآمد ہوئی۔ ایک فیل سفید پر تخت کھنچا تھا بنگلہ زمرد نگار اس پر پڑا تھا۔ تخت کے چاروں کونوں پر گلدستے جواہر آگیں رکھے تھے۔

ملکہ ذی شان جب سوار ہوئی چار لاکھ علم کے پھریرے ہوا کے کھل گئے۔ تعریف اس پر کوکب روشن ضمیر اور بزرگان طلسم نور افشاں کی لکھی تھی۔ ہزارہا نقارے سیمین و طلائی اژدروں پر جو بار تھے بجنے لگے۔ ساحران ساحران نئی سحر کی نیرنگیاں دکھانے لگے۔

اب منزلوں تک نشین سحر میں مبتلا ہو گئی۔ دریائے زخّار سحر سے بہنے لگے۔ کسی دریا کا پانی برنگ یاقوت احمر تھا۔ اس پر آگ کی ناویں اور پل نظر آتے تھے۔ جانور آتشی بکے جاتے تھے۔ دس دس منزل تک شعلہ جوالہ سرکشیدہ ہوتے۔ آگ کا پرکالہ اڑ کر جاتا۔ دیو آتش مزاد جس کو دیکھ کر خوف کھاتے۔ ہزارہا اگیا بیتال آگ برساتے جنگل میں نظر آتے۔ غولہائے بیابانی غل مچاتے۔ ایک ایک ساحر اژدر صورت جب پھنکارتے۔ مارے فلک کو دم دبا کر بھاگنا یاد دلاتے۔ کسی طرف روئے ہوا سے موتی برستے ہزارہا چاند بدلیوں سے نکلتے اور غائب ہو جاتے آفتاب بن کر پھر نظر آتے کبھی اندھیرا ہو جاتا اس میں ہزارہا ستارہ ٹوٹتا صحرا میں شرارے جگنو کی طرح اڑ کے فتنہ و شرارت کے خوف سے بھاگتے منہ موڑتے۔

کبھی ہزاروں ابر پیدا ہو کر نیچے جھکتے ان پر لاکھوں پتلے چینی اور بلور کے نظر آتے۔ بت خانہ آذری کو شرماتے کبھی ہزارہا بجلیاں چمک جاتیں آنکھیں بند ہو جاتیں۔ رعد گرجتا کسی سمت باغ آتشیں نظر پڑتا جس میں ہزاروں نہال شرر باری کرتا آگ کے پھول پھولتے۔ طائران ہم نفس کے قفس شاخوں پر جھولتے کروڑوں اژدروں خونخوار مہیب صورت طویل قامت منہ اپنے نیچے کر کے مار مار پکارتے شعلہ تیری سے تی نہ ہارے بالائے جہاں ایک جہاں اور پیدا ہوا تھا ہزارہا کیا لاکھوں برج و گنبد نقرئی و طلائی و جواہرین روئے ہوا پر بنے تھے۔ ان میں سے ستارے جھڑتے تھے ساحران فیل صورت و شیر پیکر و اژدر چشم سر نکالے تھے جے جے سامری کے نعرے مارتے تھے۔

ملکہ بہار کا فیل سفید کبھی آفتاب بن جاتا کبھی مثل کوہ بلند کے نظر آتا گرد اس کے شہزادیاں قلعوں کے حلقہ کئے سترہ اٹھارہ ہزار کنیزان ماہ پیکر اسباب سحر و ساحری ہاتھوں میں لیے گھنٹے اور ناقوس بجاتیں۔ سر پر ملکہ کے چتر گردش میں تصویریں وہم کے سامنے دمبدم آتیں گاتی بجاتیں جیسے ملکہ کو علم سیمیا خوب معلوم تھا کہ شبیہ اوہام کو حکم رقاصی دیا تھا۔ ناچ ہوتا تھا۔ آفتاب کا دف فلک نے شرمندہ ہو کر چھپا لیا تھا۔ زہرہ

کو فلک سوم پر غش تھا۔ زبان ناہید چرخ پر عش عش تھا۔ گرد ملکہ کے جو شہزادیاں تھیں وہ سب آفت جہاں تھیں۔ طاؤس اور ہنس سوار تھیں۔ نہایت حسین و طرح دار تھیں۔ اگر بلبل گلزار ان کے بدن پر نگاہ کرے۔ آتش گل کو اشکوں سے بجھائے۔ تمام عمر آہ کرے۔ تن ہر ایک کا وہ آئینہ مصفا تھا کہ ہر عضو بدن میں عکس چہرہ پیدا تھا بلکہ رنگ جان ہویدا تھا۔

یہ لطافت کا نقشہ تھا۔ وہ ان کا رخ شفاف آئینہ سکندری کیا۔ آئینہ مہر و مہ صاف نگاہ بیان شہباز مژگان شکل چنگل شہباز دراز ابرو و مژگان ہمراہ شمشیر براں و خدنگ جانستان یہ سب بعظم و شان تاج سروں پر رکھے' گاتیاں دوپٹوں کی باندھے' پان کھائے۔ بیڑا قتل دشمن پر اٹھائے ہوئے افسوں خوانی کرتیں' شعبدہ باز فلک کو نام دھرتیں رواں تھیں۔ گھٹائیں سر پر چھائی ہوئیں بہاریں باغ سحر میں آئی ہوئیں۔

طائران سحر اس بلی میں زمزمہ سرائی کرتے۔ گل طرح طرح کے کھلتے اس سامان کے علاوہ بہادران رستم وقت و سہراب تواناں بھی مرکب ہائے پرند پر سوار تھے۔ ہزارہا مرکب کوتل بازیں مرصع کار تھے اور فیلان جنگی کے پرے جن پر ہودج کے ہوئے زرنگار تھے اور ہزاروں طرح کے عمدہ رہوار تھے۔ بہادروں کے جسم پر ہتھیار سجے تلواروں کی چمک سے خنجر بہرام کے ہاتھ سے گرتا۔ نیزہ کو دیکھ کر ترک فلک سینہ تاننے کا قصد کرتا۔

خلاصہ یہ کہ کوئی سامان ایسا نہ تھا جو اس لشکر میں نہ ہوتا۔ خیمہ و خرگاہ اسپکن راؤٹیاں قلندریاں سچیبے وغیرہ فیلان' پرند پر بار کر کے خیمہ گردوں جن پر سو جان سے نثار اس کروفر اور جاہ و جلال سے یہ لشکر ظفر پیکر رواں تھا۔

جس دم پنجۂ شاخ پنجہ آفتاب سب لشکر انجام میں روشن ہوا اور سواری خسرو خاور کی طلسم افلاک سے رواں ہوئی۔ عالم میں نور افشاں ہوئی۔ لشکر حیرت میں طبل گڑگڑائے۔

منادی نے ندا کی۔ "آج قتل عمرو ہے جس کو دعویٰ لڑنے کا ہو وہ ہوشیار ہو جائے۔"

یہ صدا کان میں مہ مہ رخ و بہار کے پہنچی۔ پس اسی وقت لشکر ظفر پیکر میں طبل و

بوق کی صدا بلند ہوئی۔ بعجلت تمام ترتیغ ہائے جانستاں جو دشمن کے سر کھانے پہ زہر کھائے ہوئے تھیں۔ بہادروں نے زیب کمر فرمائیں۔ جانیں نثار ہونے کو آئیں۔ زرہ و بکتر خود و عمود چار آئینے رو سے فتح و ظفر کو جس میں معائنہ فرمانے آراستہ تن کئے پیدا' مخالف دشمن کے نیزوں کی سنان سینہ عدو کی مدعی وار پار ہونے کی شرط بدی ہوئی سناتیں نہ تھیں۔ ستارہ طالع حریفاں کو بلندی دکھا کر پستی کی خبر دیتی تھی تن کر سرکشی سے نوک کی لیتی تھیں خنجر طلب نثار خنجر دشمن تھے۔ عمود کلہ شکن تھے۔ ہر سمت ٹڈی دل امڈا تھا ملک شجاعت کا یہ میدان واڈا تھا۔ ساحروں نے رات بھر سحر اپنے جگائے تھے۔ پیر جو قابو میں آئے تھے انھیں اس وقت بلایا تھا۔ بھینٹ میں جان کھانے کی حریف کے ہر ایک آیا تھا۔ کلوا بھیروں' نارسنگھ کی چوکیوں کو گل دے کر سیجا۔ ہر سمت سے بھیرو بہ بندو یہ کشش کی صدا میں آتی تھیں بغیر قتل و فتح خوف سے جانیں جاتی تھیں۔ لشکر میں کسی طرف پکار تھی کہ مار لیا ہے۔ کہیں سے یہ صدائیں آتی تھیں کہ ہلہ کیا ہے اور سر دیا ہے کوئی جوان تن کر کہتا کہ ہنگام مقابلہ اپنے ہم نبرد کی ٹانگیں نہ چیر دیں تو کچھ کام ہی نہ کیا کوئی پکارتا کہ جو رنگ ہوائی دشمن کو نہ کاٹا تو ہم ہی برباد دیا کہیں یہ غلغلہ تھا کہ یہ گو ہے یہ میدان ہے' بڑا مجھ کو آج ہی کے دن کا ارمان تھا۔ اب وہی سامان ہے۔

غرضیکہ کسی جانب سے سوار آمادہ کار زار چلے' کسی طرف سے پیادے جان دینے پہ آمادہ ہو کر منچلے پن سے بڑھے۔ ساحروں کے غول پرے ہوا اڑتے نظر آئے۔ فتنہ آشوب حشر بلا فلک سے اترے جن و طاؤس و اژدر فیل کے غول تھے۔ شعلہ فشاں شیاطین و خبیثات و غول تھے۔ مہ رخ و شکیل و نافرمان و مخمور و طاؤس لرزاں و زلزلہ و سرخو و شکیں و رعد برق اور ناگ سحر اگلن و بجار و آفت وغیرہ تخت ہائے سحر پہ سوار ہوئے اور گرداں کے سب سردار ہوئے۔ ناقوس نوازوں نے جوف ارض و فلک کو ناقوس بنا دیا۔ طائران سحر کی رنگین بدلی نے روئے ہوا کو طاؤس بنا دیا۔ ادھر باد سحری سے خندہ گل کا دشت میں کڑکا۔ ادھر تیغوں کا کڑکا یہ نور کا تڑکا نوبت کی ٹکور جھانجھ کا شور

ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی آئی ہوائے شجاعت بہادران بڑھاتی چراغ زندگی جھلملاتا نور دیدہ بصارت ہمت شجاعان کو بڑھاتا صحرا میں تراوت شبنم کی پائی جاتی۔ اوس کا دار لشکر اسلام پر پڑی تھی گل ہمہ تن گوش ہو کر برنگ وحشیاں خبر سننے پر کان لگائے غنچے چٹک کر کیا ہوا کیا ہوا پوچھتے۔ ستارہ ہائے فلک خوف سے چھپ گئے تھے۔ سنان ہائے نیزہ یلان ستارہ چرخ چمکتے تھے۔ نسیم سحری جو دشت میں سن سن چلتی تھی۔ دلاوران بہار کی تیر افگنی تھی۔

یہ لشکر تو اس آن بان سے اور اس شوکت و شان سے مرنے چلا تھا۔ ادھر حیرت نے اپنے تئیں لباس زیور سے مثل عروس شب اول کے آج اس لیے آراستہ فرمایا تھا کہ شہزادیاں قلعہ ہائے طلسم کی بعد حسن و آرائش یہاں موجود ہیں۔ جمال مہر تمثال پریوں کے مقابل ان کے ہیچ و نابود ہیں۔ شاہ طلسم آ کر انھیں کو دیکھے گا بازار ناز و ادا امید سرد ہو جائے گا۔ پس ایسا بناؤ کروں کہ میرا بنا شاہ سے دبے کسی پر نگاہ اس کی نہ پڑے اور اسے بناؤ نہ سجے۔ چنانچہ ایسی آراستگی اس زہرہ فلک حسن و ناز نے کی تھی کہ

نرم کر دیں دل مریخ وہ پر تعب کڑے
جو لگائیں دل زہرہ کو بھی چھڑیاں وہ چھڑے
اگے وہ مہ دو ہفتہ سے جو رتبہ میں بڑے
دیکھے پازیب تو خورشید فلک پاؤں پڑے
دھنک بالوں سے عیاں دائرہ نور کے تھے
سچے وہ بجلی کہ سچے شجر طور کے تھے

اور حسن بھی اس شاہد رعنا کا بہتر از مہر ماہ تھا بابا اس کا بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ تو اس طرح تیار ہوئی ایک طرف لشکر شاہان دربند طلسم کا کمر باندھ رہا تھا۔ جرایا

نشان کھلا تھا۔ تمام دنیا لرزتی تھی۔ آسمان سے آفت برستی تھی۔ اس ہنگامے میں یکایک ہزاروں نفیریوں کو دم ملا اور شور بوق و دہل تا بہ گنبد سما پہنچا۔ ملکہ حیرت سوار ہوئی۔ فیل پرند پر زین پڑا تھا۔ اس پر تخت جواہر آگیں بچھا تھا۔ اسی پر ملکہ کا جلوس ہوا گیا جانب فلک روانہ کاؤس ہوا۔ میدان جنگ کا مقرر ہونا دشوار تھا۔ کثرت مردم سے پر دشت و کہسار تھا۔ پڑاؤ پر ہی کمر بندھی ہو کر صف کشی ہوئی اور اس لشکر کو تو ضرورت لڑنے کی بھی نہ تھی۔ صرف منظور تھا کہ خواجہ عمرو کو قتل کریں اور ان کی حمایت کرنے والوں کو روکیں۔

الحاصل جب لشکر تیار ہوا۔ ابر سحر چار سمت سے اٹھ کر برسا۔ گرد و غبار بیٹھا۔ فتنہ و فساد اٹھا۔ روحوں کا لشکر جمع ہونے کا سامان ہوا۔ ملک الموت تخت حکومت پر بیٹھا۔ فتنہ و فساد اٹھا۔ روحوں کا لشکر جمع ہونے کا سامان ہوا۔ دریائے آہن جوش پر تھا۔ جدھر نگاہ جاتی تھی اور جہاں تک نظر کام کرتی علمہائے لشکر دکھائی دیتے تھے اور نقیب ہائے بلند آواز شور کرتے تھے۔ چوب نقاروں پر پڑتی تھی۔

اس طرف لشکر ہمراہ لے کر مہ رخ بے نور جو روانہ ہوئی تھی۔ راہ میں قران سے کہتی تھی۔ افسوس اے برادر دل کی حسرت دل ہی میں رہی اور اجل آ گئی۔ شہزادہ اسد کو بھی ہم چھڑا نہ سکے۔ تخت سلطنت پر طلسم کے بٹھا نہ سکے کہ رہرو ملک عدم ہوئے۔

قران کہتا تھا۔ اے ملکہ اپنی نظر بافضال پروردگار رکھو اور خیر اگر ہم سے اور کچھ نہ ہو گا تو یہ ضرور کریں گے کہ ایک بغدہ سر پر افراسیاب کے لگائیں گے۔ ہو سکا تو راہ ملک عدم اس نابکار کو بھی دکھائیں گے۔ اسی طرح اور سردار ہی کفن سر سے باندھے جان دینے پر آمادہ باتیں بانکپن کی کرتے لرزاں تھے۔ آخر لشکر دریا مثال دشمن کے قریب پہنچ گئے اور صلاح کی کہ ایک طرف جا ہی پڑو۔ اس انبوہ کو خاک میں ملا دو یا اپنی ہستی مٹا دو۔ ملک نیستی بسا دو۔ ہم تو کر جاؤ۔ تہلکہ ڈال دو' شجاعت دکھا

کر مر جاؤ۔

یہ مشورہ کر کے حربہ ہائے سحر تھام کر سب یکدل ہو کر نعرہ ہائے کو شگاف کھینچ کر جا ہی پڑے سرے پر بحر ناپیدا کنارے ملکہ اختر بن طوق دراز قد کی فوج صف کشیدہ تھی اسی پر مثل آفت کے یہ سب ٹوٹ پڑے۔ شور قیامت خیز برپا ہوا۔ سحر کی تلوار چلنے لگی گولوں کی بھرمار ہوئی۔ مہ رخ نے ماش کا چھرا مارا۔ ملکہ اختر شیر پر سوار استادہ تھی۔ اس کے شیر پر وہ چھرا پڑا کہ اس کو چکر آیا۔

اس اثنا میں ایک تیر بھی شیر کے آ کر لگا کہ وہ گرا۔ اختر اس کے گرنے سے زمین پر کودی۔ فوج نے اس کی جانا کہ مالکہ ہماری کام آئی۔ یہ معلوم کر کے بیدل تمام لشکر ہوا اور فوج نے بھرمٹ کھایا۔ پیچھے قدم ہٹایا۔ لشکر اسلامیان آگے بڑھا اور ملکہ مشکیں مو نے ایک سل کئی ہزار من کی سحر سے اڑائی۔ سترہ سو ٹکڑا اس سل کا چھٹا اور لشکر پر دشمن کے گرا۔ سترہ سو ساحر ہلاک ہوئے۔ بیروں نے ان کے غل مچایا۔ اندھیرا چھایا۔

اس لشکر کے بعد ملکہ دریا بار ماہی گیر جو بڑی زبردست ساحرہ ہے۔ مع اپنی فوج کے صف آرا تھی۔ اس نے کہا۔ "اے لوگو' یہ کیوں شور مچاتے ہیں ------ کیا ہوا ہے؟"
اس قدر کثرت سپاہ ہے کہ کسی کو مہ رخ کے آنے کی خبر نہیں ہے۔ اسی وجہ سے یہ حال اس نے پوچھا۔ ہنوز کوئی کچھ بتانے نہ پایا تھا کہ مطیعان اسلام نعرہ زنان آ پہنچے۔ دریا بار اپنا خنگ بڑھا کر چلی۔ بہار نے اس کو آتے دیکھ کر ایک گچھہ اپنے گلدستے سے لے کر زمین پر مارا جہاں وہ گیند گرا وہاں سے پانی جوش مار کے نکلا اور بڑھ کر مثل دریائے ذخار موج زن ہوا۔ مچھلی اس بحر سے تڑپ کر کنارے پر آئی۔ بہار پکاری۔ ملکہ دریا بار' یہ مچھلی قابل شکار ہے۔

یہ مکر سحر کا تھا۔ دریا بار خنگ سے اپنے دریا میں کود گئی اور مچھلی کی تلاش میں آگے بڑھی اسی وقت ایک نہنگ دریا سے پیدا ہوا اور اس کو نگل گیا۔ ملکہ بہار کی سب نے تعریف کی کہ اے ملکہ یہ صفت آپ ہی کے واسطے ہے کہ جیسا اس کا نام دریا

بار تھا۔ ویسا ہی آپ نے سحر اس پر کیا۔

ملکہ نے کہا۔ یہ وقت مدح و ثنا کا نہیں ہے۔ یوں ہی لڑتے بھڑتے کسی طرح حیرت تک پہنچ جاؤ۔

یہ سنتا تھا کہ برق جادو چمک کر چلی اور رعد غرش کناں ہوا۔ دیبا بار کی فوج میں آ کر نکلا اور چیلک ساحر بیہوش ہو کر گرے۔ اوپر سے برق چمک کر گری۔ صف ہائے لشکر صاف ہونے لگیں۔ تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ لشکر میں آگ برسنے لگی۔ فوج دیبا بار تو اپنے مالک کے غائب ہونے سے شکستہ دل تھی ہی' بھاگ کھڑی ہوئے۔ پشت پر سے سحر مار تیروں کی بوچھاڑ' نیزوں کی آئی پشت کے پار' تیر و شمشیر و خنجر کی دھار۔ مسلمانوں نے حملہ کیا اور دشمن کی صف پر اہل اسلام آ گرے۔ پھر تو تیغ براں جو بسان مصیبت زدگان بار غم سے پشت خم رکھتی تھی اس دم علم ہوئی شجاعوں کی بن پڑی۔ خنجر گلوگیر خنجر ہوئے جواہر شمشیر و خنجر اسی حسرت میں دانت نکالے تھے کہ دشمن کو بیدم کریں۔ سنان نیزہ کی زبان ہو کر سینوں سے نکلیں۔ تیر آہ مظلوموں بن کر جگر کے پار ہوں کمانیں کشیدہ خاطروں کی طرح کشیدہ ٹیڑھی سیدھی۔ سوفار کی گفتار ہر بات پر تکرار چلے۔ سپر کڑک کر چلاتے۔ نیزے وار پر دشمن کو چڑھاتے برنگ سرہنگ غدار ہاتھوں ہاتھ قدم بڑھاتے آب و تاب آہن چشمہ خورشید پر چمک فگن تلوار کی دھار کا دیبا باڑھ پر جیسے ندی بڑھنے کے دن اساڑھ پر سفینہ جان بہادراں تلاطم میں حوصلہ کا بادبان کھلا ہوا۔ غرق قلزم رزم ایسے کہ ہوش مجھ میں نہ تم میں شجاعوں میں تو یہ ہنگامہ برپا تھا۔

ساحروں میں یہ معرکہ تھا کہ آندھیاں سیاہ آئی تھیں بدلیاں چھائی تھیں۔ بلاؤں کا دنیا میں نزول تھا۔ آتش فشاں ہر ایک غول تھا۔ روئے تاباں دنیا کو مکاوہ سمجھ کر کالا کیا تھا۔ چہرہ فلک پر ابر نے برقع ڈالا تھا۔ شمیں تمیں دہر غدار پر کمبل ڈال کر لوٹنے کا ارادہ تھا۔ غبار نے اڑ کر چشم آفتاب میں خاک جھونکی تھی۔ پر آشوب زمانہ تھا۔ ترنج نارنج

ناریل نخلستان جان و تن کے پھل تھے۔ بکرے اور سور کے جا بجا چرے تل تھے۔ لہو برستا تھا۔ لوہا بادل تھا۔ اسلحہ کی چتا چاق صدائے رعد تھی۔ جادو کی بجلی چمکتی تھی۔

ہر چند منجنیقوں نے یہ آفت برپا کی تھی لیکن وہ جمعیت ایسی نہ تھی کہ پریشان ہو جاتی اور وہ فوج اتنی نہ تھی کہ پریشان ہو جاتی اور وہ فوج اتنی نہ تھی کہ شکست کھاتی۔ لشکر ساحران تھا۔ خاطر پریشان نہ تھی فوج شاہان تھی دل شکستہ عاشقان نہ تھی کہ درہم برہم ہو جاتی۔ ہزارہا ساحر لشکر مہ رخ کے کٹ گئے۔ مرنے والا ایک بہت ہوتا ہے۔ یہاں تو اتنے اٹھے تھے' انہوں نے بھی جانبازی کر کے لاکھوں کو مارا مگر ایک کنارہ بھی اس بحر ناپیدا کنار لشکر کا کم نہ ہوا کسی کو کسی کے مرنے کا غم نہ ہوا۔ خیال بھی کسی کو نہ تھا کہ کون لڑنے آیا ہے اور یہ ہنگامہ کس نے مچایا ہے۔ جب زیادہ شورش فوج اسلامیان کی بڑھی' شہنشاہ طلسم نے افسران لشکر کو اپنے حکم دیا۔ ہر ایک ایک ساحر لشکر دشمن پر دس دس ساحر مل کر سحر کریں اور ہو سکے تو لپٹ کر ان کو اسیر کر لیں۔

افسر یہ حکم پا کر ایک ایک پر بیس بیس ٹوٹنے لگے تھے کہ یکایک اسی ہزار نقارے پر چوب پڑی۔ دریائے خون رواں جوش میں آیا زمین و آسمان کو تزلزل ہوا آمد شاہ ساحران یعنی افراسیاب بے ایمان کی ہوئی۔ تمام فوج تھم کر تماشا دیکھنے لگی۔ سامان جلوہ و حشم نظر آیا۔ ہزارہا نشان سحر کے پتلے لیے کھلا ہوا۔ ہر ایک کا پرچم نظر آیا۔ پھر گیارہ سو نازنینان زہرہ جبین ہاتھوں میں عصے لیے گزریں پھر کئی سو پری نژاد چنچل یاقوت کی پھراتی دکھائی دیں اور کئی سو رنگ کھینچتی ہوئی نکلیں۔ ان کے بعد ایک تخت بیچ میں فیروزہ کا اور گرد اس کے کئی سو تخت چاندی سونے کے تخت فیروزہ کنگرہ یاقوت کا مسند نگار بچھا ہوا۔ اس پر شاہ جادواں بیٹھا ہوا اور گرد جو تخت تھے ان پر بولیاں قمر طلعت دلربا شکراں مہر صورت سوار تھاپ طبلے پر پڑتی سارنگیاں بجتی ناچ ہوتا اس رقص کو دیکھ کر سر پر فلک پر خورشید بھی ناچا تن تا فلک کا پھڑک گیا تھا۔ سر پر بادشاہ کے ابر

سرخ رنگ لایا۔ اس ابر کے کنارے روپہلی رنگ کا بادل نظر آتا۔ لباس پہنے ہوا سرخ تھا اس میں روپہلی گوٹ کی سنجاف تھی۔

رنگ زمانے کا بدلا ہوا صورت خلاف تھی۔ اس بادشاہ کی سواری کا تجمل بالا بیان ہوا ہے اسی شوکت و شان سے یہ تاجدار آیا اور شور لشکریان جو اس نے راہ میں سنا تھا تو باغبان فیروز شاہ وغیرہ سے پوچھتا آتا تھا کہ یہ غوغا کیسا ہے۔"

وہ عرض کرتے کرتے تھے کہ شاید لڑائی ہو رہی ہے۔

بعد غل کرتے ہیں۔ ساحر مر رہے ہیں۔ غرض یہاں جب آ کر پہنچا دیکھا کہ لشکر مہ رخ آ کر میری فوج پر گرا ہے۔ برق جادو تڑپ رہی ہے۔ رعد گرج رہا ہے۔ قران عیار بغدو مارتا پھرتا ہے۔

یہ دیکھ کر اس نے سحر پڑھا ایک گھوڑا بہت بلند کو پا پیکر پرند ساز و یراق سے درست چالاک چست اڑتا ہوا آیا۔ یہ جست کر کے اس مرکب پر سوار ہوا اور جانب آسمان چلا اور بہت بلند ہو کر نعرہ زن ہوا کہ منم افراسیاب!

یہ نعرہ اس کا تمام لشکر مہ رخ نے سنا۔ برق جادو تو سرد ہوئی۔ رعد کا دم بند ہوا۔ عیار بیچارے بھی بھاگ گئے۔ لشکر سے دور نکل گئے اور تمام لشکر لڑنے سے رک کر جانب بادشاہ دیکھ رہے تھے کہ یکایک شاہ نے ایک نارنج اپنی کمر سے نکالا اور لشکر مخالف پر مارا۔ اس نارنج کے شق ہونے سے پانی برسنے لگا اور ایک ایک بوند اس کی ہر ساحرہ اور ساحر کے سر پر پڑی۔ اس وقت بادشاہ نے گھوڑا اپنا نیچے اتارا اور لشکر پر پہنچا۔ دوسرا نعرہ مارا۔ اے ملکہ مہ رخ و بہار و فلاں فلاں تم سب مع اپنے لشکر کے پھر جاؤ۔ اور غم میں عمرو کے جتنا تم سے ہو سکے خوب روؤ اور جس قدر پیٹا جائے پیٹو۔ سروں پر اپنے خاک اڑاؤ۔ پچھاڑیں کھاؤ۔ کیونکہ اب عمرو کو میں قتل کروں گا۔ پھر تمہارا ایسا شفیق قتل ہوا اور تم ماتم نہ کرو۔ حیف ہے کہ اس کا غم نہ کرو۔ پس جلد ہتھیار پھینک دو۔ اسباب ساحری دور کرو' دل رنجور اپنے ناصبور نہ کرو۔

یہ کلمات ایسے پر اثر تھے کہ بمجرد سننے اس نعرے کے تمام سرداران لشکر نے گریبان

اپنے بچھانے اور سواریوں پر سے سحر کی اتر کر جانب صحرا۔ ہائے عمرو اے عمرو کرتے چلے۔ علم ہائے لشکر سرنگوں ہو جائے طبل و بوق نعرۂ ماتم و شیون لگاتے تھے۔ نجیبوں کے دل خوف ہوئے۔ طاؤس سحر کے آتش رنج سے جسم داغدار جس سوز دل سے آتش بار اژدر زہر غم سے ہلاک پرچم ہائے علم سرنگوں ہوئے۔ جادوگرنیاں شمشاد قامت بہ رنگ طوطیاں فریاد و کناں نوحہ خواں ارجمندی پژمردہ بسان گل ہائے بوستان۔ گھوڑے غم سے سیے بھرتے ہاتھی خرطوم اٹھا کر سر پیٹتے فریاد کرتے جلو و چشم لشکر کا خاک میں ملا ہوا سینہ داغوں سے ہر ایک کا گلستان بنا ہوا۔ گرد و غبار میں ہر شخص اٹا ہوا۔ سر برہنہ گریبان پھٹا ہوا۔ سرو زانو پیٹتا منہ پر طمانچے ہر ایک لگاتا پھرا۔ یہ سب سردار مع فوج جرار کے پڑاؤ پر بھی نہ آئے۔ اسی ہیئت سے جنگل میں آ کر ٹھہرے اور رو رو کر آب اشک سے جل تھل بھرے سبزہ زار کو سینچنے لگے۔

جب یہ لشکر مسحور بہ سحر ہو کر پھرا مستتر قران نے دور سے اس ماجرے کو دیکھا۔ دل سے کہا اے مردیم یہ کیا غضب ہوا۔ بس صورت ساحر کی ایسے بنائے تو پہلے ہی سے تھا اور ہمراہ مہ رخ لڑتا تھا چنانچہ یا تو بھاگا تھا یا پھر لشکر دشمن میں آیا۔

یہاں شاہ جادواں مرکب سے اترا تھا۔ مخلصان طلسم بہر تسنیم دوڑے تھے۔ نذریں گزریں تھیں بڑا ہنگامہ تھا۔ یہ اسی ہنگامہ میں قریب افراسیاب خانہ خراب بادل بیتاب آیا اور تان کر ایک پتھر اس کے سر نجس پر لگایا۔

اتنکہ وہ بادشاہ طلسم پے کئی سو سپریں از خود نمودار ہو گئیں۔ عیار مذکور ناچار [illegible] ملایا کہ بیکار ہے جان دیتا یہ مارا نہ جائے گا۔ شاہ جادواں مخاطب بجانب شاہان در بند طلسم تھا۔ عیار مذکور کا خیال نہ رکھتا تھا۔ اسی وقت اس کی طرف بنظر تیز دیکھا اور پکارا۔ "اے دشمن طلسم گیر"

قران کے پاؤں دشمن نے پکڑ لیے۔ اس نے دل میں کہا "[illegible] اب قضا آ گئی۔ لیکن پروردگار کو غیرت کرنا تھی کہ بادشاہ نے دوبارہ کہا اے قران میں جب تمہیں چاہوں

بیان حرف غلط صفحۂ ہستی سے مٹا دوں۔ لیکن اب جاؤ اور اپنے استاد کا قتل ہوتا دیکھو۔

اس کلام سے قران کے پاؤں زمین سے چھوٹ گئے۔ اور یہ بھی بھاگ کر جنگل میں آیا اور زٹل بجائی برق و ضرغام و جانسوز دوڑ آئے۔ اس نے کہا۔ "دیکھا تم نے کہ دفتر لشکر الٹ گیا۔ اب کہو کیا صلاح ہے۔"

انہوں نے کہا۔ "خنجر کھینچ کر بروقت قتل استاد لشکر پر جا پڑیں گے اور جان دے دیں گے۔"

حضرت مذکور نے کہا۔ خیر یہ تو کرنا ہی ہے مگر ایک مقام بلند پر جا کر رجوع بدرگاہ عاجز نواز کریں اور خدائے تعالیٰ کو بتضرع و زاری پکاریں کہ وہ ارحم الراحمین ہم سب پر رحم کرے۔ یہ کہہ کر تینوں عیاروں کو ہمراہ لے کر ایک گریوہ پہاڑی پر آیا کہ وہاں سے لشکر شاہ طلسم بھی نظر آتا تھا اور حال اپنے ساتھیوں کا بھی دکھائی دیتا تھا۔ چنانچہ ایک جانب تو سلامی شاہ طلسم کی ہو رہی تھی۔ مجرئی برائے تسلیم گردن جھکائے تھے نعرے خوشی کے بلند تھے۔ ادھر جنگل میں لشکریان مہ رخ درد مند تھے۔ العیاذ باللہ سات لاکھ آدمی لشکر کا "ہائے عمرو ہائے عمرو" کہہ کے روتا تھا۔ زمانہ تمام ماتم کدہ تھا۔ شور ماتم سے دنیا بھر گئی تھی۔ ہائے ہائے کی آواز در و دشت و کوہ و بحر پر سے پیدا تھی۔

ان لوگوں کی صدا جہاں تک چوٹ کھائی تھی۔ خالی مکان میں بولنے کی طرح آواز آتی تھی۔ وہ سخت ماتم تھا کہ آہ بھی در و دشت سے سر ٹکراتی تھی۔ کوہ و بیابان کے دل پر چوٹ لگی تھی۔ آہ بھی عالم پر ہونے سے سر پٹختی تھی۔ دود آہ ایسا بلند تھا کہ عالم سیہ ہوا تھا سوز دروں سے دنیا جلتی تھی۔ گھوڑے روتے' ہاتھی چنگھاڑتے تھے۔ مور نعرے مارتے سوار گریبان چاک کیے سر پر ڈالتے خاک۔ تیر بغل آہ لب سوفار پر جاری نالہ جانکاہ کمانیں پشت خم کئے نیزے فرط وحشت سے زمین میں گڑے عمود کلے زمین پر رکھ کر خاکسار بنے تلواریں حسرت سے دانت نکالے دیدۂ جوہر سے تعجب کیا جو میں خون کے پہلے نازنیناں مہ پیکر خاک پر پاؤں پھیلائے بیٹھیں زمین پر پچھاڑیں

کھاتیں نشتن برنگ گل نشتن گلستان تھی۔ یہ گل ٹوٹے پڑے تھے۔ ہوائے رنج سے لوٹتے پھرتے تھے لاکھوں آدمی جو آہ سرد بھرتے گلستان میں نسیم چلتی تھی۔ چشمہ ہائے چشم سے اشک جاری تھے تو نہروں کی کیفیت نظر آتی تھی۔ کانٹوں پہ ہر ایک کا دامن چاک چاک گریباں موج ہوائے رنج پاؤں کی زنجیر دلوں میں جنوں کی تاثیر آبلہ دل کانٹوں کے مشتاق آرام سے بیٹھنا شاق پہلو میں دل جلتا' حد سے دھواں اٹھتا۔ رگ رگ میں جوش خون سودا تصویر جنوں تن سراپا جوش اشکباری نہایت بے قراری بہار حسن صرف خزاں ہر مہ وش خراش غم سے بشکل کتان خرمن صبر میں آگ لگی متاع ہوش و حواس لٹی ہوئی۔ ہر شخص اس حالت جنوں میں اور بہیجان حزن اس طرح نوحہ خواں تھا کہ بموجب

نالوں نے ہمیں جہاں سے کھویا
رو رو کے ان آنکھوں نے ڈبویا
ٹکڑے ہوئے آستین و داماں
چھتے کی طرح پھٹا گریباں
ہر دم ہے زباں پہ آہ شبگیر
کم بخت کہاں گئی ہے تاثیر
تاثیر کا کچھ نہیں پتہ ہے
اے آنسوؤ تم کو کیا ہوا ہے
تاثیر ہے کس طرف بتا دو
بہہ کر ہمیں اس طرف بہا دو
نازل نئی ہم پہ یہ بلا ہے
معلوم نہیں کہ کیا ہوا ہے
قابو میں نہیں اب دل زار

آنکھیں ہیں پر آب زرد و رخسار
بے بے کریں اب دل و جگر کو
بخش ہو ہو کے اب عمرو کو

یہاں نشے تھے لشکر افراسیاب میں شادیانے تھے۔ شعلہ مذکور نے بعد مزاج پرسی شاہان در بند اس برج کی طرف کہ جس میں عمرو قید تھا سحر پڑھ کر اشارہ کیا کہ وہ چکر کھاتا ہوا اترا۔ عیار یہ حال دیکھ کر بلبلائے اور کار ساز عالم رب اکرم کی درگاہ میں جبین سائی کرنے لگے کہ الہ العالمین بتصدق نور ہدایت معمور جناب ختم المرسلین و آل طیبین ہم پر رحم کر اور ہمارے استاد کو قید غم سے چھڑا۔

یہ تو مصروف دعا تھے، مشغول گریہ و بکا تھے۔ مقتدی قبول آمین کہتا تھا۔ ادھر شعلہ جادواں نے برج کی طرف افسوں دم کیا کہ وہ دھواں بن کر اڑ گیا۔ عمرو اس میں سے نکلا۔ سب نے دیکھا کہ رنگ رخ سفید ہے۔ جسم پر زار و نزار ہے۔ آبلوں سے تن داغدار ہے۔ شعلہ نے اس وقت ہنس کر خطاب کیا کہ کیوں خواجہ کچھ جادو جانتے ہو تو ہم پر کرو۔"

خواجہ نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں جادوگر پر لعنت کرتا ہوں۔"

شعلہ نے کہا۔ "اب حال لعنت ملامت کا کھلا جاتا ہے۔ کچھ ہی دیر میں دھڑ پر سر نہ ہو گا۔"

یہ کہہ کر رقعہ جمشیدی دیکھا اس میں ظاہر ہوا کہ عمرو کو جلد قتل کر اس نے کچھ گفتگو نہ کر ورنہ وہ رہا ہو جائے گا اور اس کو برج سے نکالنا اچھا نہ ہوا، قید رکھنا بہتر تھا۔ اس حال کو معلوم کر کے اس نے سحر پڑھا کہ غبار زمین سے اڑ کر ایک بنگلہ بن کر عمرو کے گرد ہو گیا۔ پھر اس نے ساحروں سے کہا۔ میں جب اس بنگلہ کو قید کروں تم عمرو پر تیغ ہائے سحر لے کر ٹوٹ پڑنا اور ٹکڑے اس کے کر ڈالنا۔

ساحر حسب ارشاد تلواریں اور حربہ ہائے سحر لے کر گرد بنگلہ کے استادہ ہوئے اور اس نے چاہا کہ بنگلے کو غارت کریں ناگہ بروئے ہوا نوبت و نقارے بجے۔ شعلہ بہر نظارہ اس

سمت متوجہ ہوا دیکھا کہ چار اژدر آتشی ہوتے ہیں۔ ان پر دو دو جادوگر علم ہائے رنگ رنگ لیے بیٹھے ہیں۔ پرچم ہر علم پر تعریف کوکب اور خواجہ عمرو امیر تحریر ہے۔

یہ دیکھتے ہی بادشاہ نے حیرت سے کہا۔ "اے ملکہ وہ دیکھو عمرو کے حمایتی آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود وہ مرد صحرائی کوکب آتا ہے۔"

ملکہ نے عرض کیا۔ پھر عمرو کو جلد مار ڈالیے۔"

شاہ نے کہا۔ "اب ان کو بھی آلینے دو حوصلہ دل کا ان کے بھی نہ رہ جائے دیکھو تو کہ میں کیونکر سب کو غارت کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ایک نارنج جانب فلک اچھالا۔ وہ نارنج بھرے ہوا پہنچ کے پھٹا اور دھواں اس میں سے نکل کر بادل بنا اور سر پر ان چار لاکھ ساحروں کے چھایا۔ کچھ ترشح ہونے لگا۔ بوندیاں جوان جادوگروں پر پڑیں سب کاغذ کے پتلے جیسے تھے کہ پگھل کر مع اژدر کے زمین پر گرے۔ چار لاکھ علم سرنگوں ہوئے بادشاہ نے ایک قہقہہ مارا۔ تمام شاہان قلعہ نے تعریف کی۔ اے شہنشاہ کیا کہنا' واہ سامری کو بھی یہ ساحری نہ آتا ہوگا اسی تعریف کرنے میں صدائے نفیر سحر سنائی دی اور لاکھ سوار مرکب ہائے سحر پر بیٹھے لباس زریں پہنے ظاہر ہوئے۔ شاہ جادواں نے ان سواروں کو دیکھ کر پھر کچھ سحر پڑھا کہ ایک طرف سے دو سوار پیدا ہوئے اور بادشاہ کے قریب آ کر عرض پیرا ہوئے کہ آپ کیا حکم دیتے ہیں۔

اس نے کہا۔ "یہ جو فوج سواروں کی آئی ہے دیکھیں تو یہ کیونکر آپس میں لڑتی ہیں۔"

یہ حکم سن کر وہ دونوں سوار غائب ہو گئے۔ وہ فوج آئی تھی یکایک دو لاکھ سوار داہنی جانب ہو گئے اور دو لاکھ بائیں جانب بیچ میں میدان کھل گیا اور آپس میں ایک دوسرے نے دوسرے پر حملہ کیا تلوار چلنے لگی روئے ہوا خون سے گلنار ہوا۔ گلہائے زخم سے تختہ گلزار ہوا۔ تلوار جب علم ہوئی گردوں نے سر اونچا کرنا چاہا۔ بہرام الامان زبان پر لایا کھچاکے کی آواز منزلوں گئی۔ ہتھیاروں کی چقا چاق سے دنیا بھر گئی روئے ہوا

سے خون برسا عالم برزخ عرصہ جنگ ہوا۔ طائر اور خلعت بادی کی بربادی کا نقشہ تھا۔

یہ جنگ جو باہم آغاز ہوئی پیچھے اس لشکر کے مہ مثال نرگسی چشمہ آئی تھی۔ اس پر یہ حقیقت کھلی۔ اپنا تخت اڑا کر قریب تخت ملکہ بہران آئی اور پکاری۔ اے ملکہ دوراں آٹھ لاکھ کا لشکر ہماری طرف کا کام آیا۔ بہ سر جنگ افراسیاب ناکام آیا۔

ملکہ موصوفہ کے کانوں تک جب یہ پیام آیا فوراً اختر مرادبیہ کو ہاتھ پر رکھ کر فرمایا۔

"جہاں کہیں سحر افراسیاب کا لڑتا ہوں جل جائے۔ ہمارا لشکر اس لڑنے سے سنبھل جائے۔"

ایک تو اس اختر سے جدا ہو کر غائب ہوئی اور زیر زمین پہنچی۔ وہاں دونوں سوار جو افراسیاب کے پاس آئے تھے۔ باہم لڑ رہے تھے اور انھیں کے لڑنے سے سب فوج بروئے ہوا جنگ آزما تھی۔ پس ان سواروں کے جسم میں یکایک آگ لگی جل کر خاک ہوئے۔

ادھر سواران ملکہ بہران ہوش میں آ کر لڑنے سے باز رہے۔ شعلہ جاوداں نے ان کو ہوش میں آتے دیکھ کر شاہان دربند سے کہا۔ ہوشیار ہو جاؤ حریف آ پہنچا۔ سب ظلمیں کا لشکر مسلح تو کھڑا ہی تھا۔ حربہ ہائے سحر و شمشیر ہائے آلودہ زہر ناک لے کر جانب حریف متوجہ ہوا۔

ادھر ملکہ بہران نے حکم اپنے ظلمیں کو دیا۔ ہاں اے شیران دشت ساحری و نبرد آزمائے اب دیر کیا ہے۔ صید زبوں تمہارا تمہارے سامنے کھڑا ہے لو اور شکار کرو۔

یہ حکم دینا تھا کہ جزابا برق و نفیر چپکی فوج تو تلی ہوئی تھی لینا لینا کہہ کر حملہ آور ہوئی اب تو وہ غوغا ہوا کہ روز محشر اس کا ایک نمونہ تھا۔ ادھر سے فوج افراسیاب چلی اور ادھر سے یہ ندی موج مار کر بڑھی۔ ملکہ بہران فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے کر آپ غائب ہو گئی۔ یہاں فوجیں جو باہم حملہ آور ہوئیں تو یہ ظاہر ہوا کہ دو جبل ٹکرا گئے۔ کون و مکان کے ساکنوں کو غش آ گئے۔ ہوائے تیغ کے سناٹوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ ہر سمت گیر و بکش کا غوغا تھا۔ شمع جان عالم بجھ رہی تھی۔ سر سر شمشیر چلتی تھی۔ کوار علم ہنگام جنگ تھی۔ آسمان و زمین چہ رنگ تھے۔ آب سیماب

رنگ آب و تاب صمصام و خنجر رواں تھا۔ شکست لشکر زمین و آسمان تھا۔ خشکی میں ڈوبتا جہاز جسم و جان تھا۔ موجیں قہر کی اٹھتی تھیں۔ موت کی بھیا آئی تھی۔ ماہی جان گرداب تن میں قیمہ ہوئی تھی۔ زندگی جہان کی حباب آسا ہوئی تھی۔ پہلے ہی حملے میں لاکھوں چیتے تیروں نے نثار کیے تھے۔ سیف و خنجر نے چہرہ نثار کیے تھے۔ جوف زمین و فلک بصورت ترکش تیروں سے مملو نظر آتا تھا۔ پر عقاب سے جہاں پر کھوں کے اٹا چاہتا تھا۔ شاہان در بند طلسمات ایک دوسرے پر جو حملہ ہوئے تو یہ معلوم ہوا کہ دو آفتاب باہم ٹکرا گئے۔ یا دو دریائے زخار موج مار کر قرین یکدگر آ گئے۔ فوجوں کی مور چال سے بحر اعظم کا لہرانا ظاہر موج آب ستان و خنجر قاہر کہیں تیروں کا سناٹا، کمانوں کا بہور و شور کڑکنا کہیں خنجر و تیغ کا کھچا کا دل عالم دہلاتا اسلحہ سے تو اس طرح کا کام لیا جاتا تھا۔

جادوگروں کا یہ حال ہوا تھا کہ محفل عالم نارنج و ترنج ہی سے پھیلا تھا۔ ثمر مرگ ملتا تھا اور کیا بھلا تھا ایک ایک ناریل ہزارہا کے سینے توڑتا، بیر بغیر جان لیے منہ نہ موڑتا تھا۔ کہیں سیندور کا چوکا دیا تھا۔ کنڈلا کھچا تھا۔ ماش کے آٹے کا سانپ لہراتا تھا۔ لاکھوں جوت کا دیا جلتا تھا۔ دن کو ستارہ نکلنے کا گمان تھا۔ لاکھوں سورج سحر کا زیر آسمان تاباں تھا۔ ہزاروں چاند نکلا ہوا تھا اور ہزاروں ستارہ اڑ کر گر رہا تھا۔ بجلیوں کے گرنے کا تار بندھا تھا۔ شیر سے بندیلا مارے عقرب فلک سے گینڈا بھڑ گیا تھا۔ اژدر سے اژدر لپٹا ہوا تھا۔ لاکھ ہا پنجہ چمک چمک کر گر رہا تھا۔ بیروں کا تانتا بندھا تھا۔ کلوا بیروں سے اٹا ہوا تھا۔ ڈمرو بجتا تھا۔ نار سنگھ سے جوگی جیپالی کا مقابلہ تھا۔

ساحروں کے پاچھوتر نے ساحر دیر کو بچھو بنا دیا تھا۔ عجوبہ دنیا کو اپنے سامنے سے بھگا دیا تھا۔ نیرنگی عالم وہاں کے سحر کا ایک نمونہ شعبدہ بازی فلک اس سحر سازی کے مقابل ایک ادنٰی شعبدہ۔ کوئی ساحر خون تھوکتا کسی کا کلیجہ کیب کر رہا تھا۔ سلیں برستیں۔ برف گرتی ابر چھائے ہوئے طبق زمین کے تھرائے غبار ایسا اڑتا تھا کہ زمین کا طبق پردے ہوا تھا۔ پتھر پہاڑوں سے اڑ اڑ کر گرتے۔ غار میں پڑے ہوئے پہاڑوں کو زلزلہ باہم

ہر پہاڑ سر ٹکراتا دریا ہوئے تیشن کے خشک تھے ناریل برستے تھے یا شکم آہوئے دہر سے گرتے نافہ مشک تھے۔

شعلہ جاوداں بھی سحر پڑھ کر بلند ہوا تھا۔ اور سحر کرنا چاہتا تھا۔ نعرہ کر رہا تھا۔ اے یادگار سامری و جمشید گھبرانا نہ۔ کثرت لشکر دشمن سے خوف نہ کھانا میں سب کو غارت کیے دیتا ہوں۔

اسی ہنگام میں بہار جو اپنے لشکر سے غائب ہوئی تھی۔ پہلو پر اس کے ظاہر ہوئی اور پکاری۔ اے افراسیاب اگر اختر مرادوید تیرے سامنے آ جائے تو کیا کرے۔

شعلہ نے نام اختر جو سنا پھر کر دیکھا۔ ملکہ مذکور نے اختر کو دکھا دیا اس کا جسم کانپا اور چکر آیا اس کے ساتھ عشاق دو دست جادو و شیاطین بت پرست وغیرہ راست و چپ پر استادہ تھے انہوں نے سحر پڑھا کہ گھٹا ٹوپ ازخود پیدا ہو کر بادشاہ پر چھا گیا اور شعلہ اس کے اندر آ گیا۔ گرنے سے بچا اور ہوشیار ہوا۔

○○○

• چالاکی بنی عمرو

اس اثنا میں بران نے ایک نارنج سحر پڑھ کر لشکر پر مارا کہ اس نارنج کے شق ہونے سے کئی لاکھ ساحر فوج دشمن سے کام آیا۔ بیروں نے ان مقتولوں کے غل مچایا۔ فوجیں تو لپٹی ہی تھیں۔ لاش پر لاش گر رہی تھی۔ شور و غوغا نے مبارزاں سے علاوہ صدمے بیر ہائے سحر نے زمانہ سر پر اٹھا لیا۔ بران نیمچہ سحر کا پکڑ کر اور اختر ہاتھ پر رکھ کر صف لشکر عدو میں در آئی اور ایک وار میں چالیس چالیس کا کام تمام کرتی تھی۔

ادھر ملکہ مہ مثال نے ایک ہلال جو مارا سترہ سو ہلال جو بن کر گرے' ایک ایک ہلال سے ساحروں کے دو دو ٹکڑے کئے۔ یہ حال دیکھ کر حیرت آگے بڑھی اور پکاری۔ "اے شہنشاہ! آپ کس طرف ہیں؟" وہ سحر کے گھٹا ٹوپ میں تھا۔ جواب کون دے اس کو یقین ہوا کہ بادشاہ چھپ گئے۔ اس وقت ایک نارنج اس نے ملکہ جان پر مارا وہ نارنج ملکہ مذکور کے سینہ پر لگا کہ اس کے صدمہ سے بیہوش ہو گئی۔ شہزادیوں نے دوڑ کے اس کو سنبھالا۔

اس اثنا میں یاقوتان وزیر پھول برساتا ہوا آگے بڑھا ملکہ قمر سپہر انجم چشم نے مشت گوہر جھولی سے نکال کر مارے کہ وزیر نو کے جسم پر بسان تیر وہ آ کر پڑے۔ یہ بھی زخمی ہوا۔

اتنے عرصہ میں بران کو ہوش آیا۔ مجلس اس کے پاس کھڑی تھی اور اس کے بیہوش ہونے سے متردد تھی۔ اب اس کو ہوش میں پا کر شمشیر سحر پکڑ کر لشکر عدو پر گری اور اسی طرح مثل بازی طفلاں سحر کر کے لشکریوں کو ہلاک و غارت کرنے لگی۔

ادھر ملکہ بران نے شاہان اور بند طلسم سے اپنا پوچھا۔ "مجھ کو نارنج کس نے مارا تھا؟"

انہوں نے کہا۔ "حیرت ہے۔"

یہ سن کر اس نے ایک تیر سحر کا حیرت کو تاک کر مارا۔ وہ خدنگ جانستان ہاتھی کی

پیشانی پر آ کر لگا کہ وہ چکر کھا کر گرا۔ حیرت بھی جانب زمین چلی۔ ایک پنجہ ازخود پیدا ہوا کہ اس کو اٹھا لے چلا۔ اس وقت اس نے پکار کر نہیب دی۔ "اے بران پنجہ سحر کا مجھ کو لے جائے اور تجھ کو زمین کھا جائے۔"

بران یہ کلمہ سن کر زمین پر اتر آئی اور غرق زمین ہونے لگی اور پکاری۔ اے حیرت میں تجھ کو چھڑاتی ہوں تو مجھ کو چھڑا دے۔

اس کلام سے پنجہ نے حیرت کو زمین پر اتار دیا اور زمین نے بران کو چھوڑا۔ پھر یہ دونوں اڑ کر پردے ہوا ہم نبرد ہوئیں اور بران قتل و قمع کرتی ہوئی ایک طرف چلی۔

حیرت اس کی فوج میں در آئی اس اثنا میں شعلہ افراسیاب گھٹا توپ سے باہر نکلا اور سوچا کہ یہ لڑائی عمرو کے لیے ہے تو اب اس کو مار ڈالے۔

یہ سوچ کر تیغہ سحر کھینچ کر بنگلہ کی جانب چلا۔ لیکن اور ماجرا سنئے۔ یعنی چالاک و سرشار و سلطان وغیرہ جو برق عیار سے جدا ہو گئے تھے غوغائے اجتماع لشکر سن کر اس طرف آئے اور چلے اس طرف ان کا گذر ہوا کہ صحرا میں مہ رخ و بہار وغیرہ مع اپنے لشکر کے غم عمرو میں رو پیٹ رہی تھیں اور مسحور بہ سحر افراسیاب تھیں۔ یہ حال ان لوگوں کا دیکھ کر حیران ہوئے اور ایک بلندی پر عیاروں کو مصروف دعا پا کر پاس ان کے جا کر حال دریافت کیا۔ انھوں نے سب ماجرا کہا۔

اس وقت چالاک نے خوب مضبوط ہو کر اپنے ہمراہیوں سے کہا۔ "کچھ تدبیر ہو سکتی ہو تو کرو۔"

انھوں نے جواب دیا۔ "شعلہ طلسم کا سحر ہم رد نہیں کر سکتے۔"

اس میں سلیمان نے سلطان سے کہا۔ "مجھ کو یاد پڑتا ہے کہ شعلہ جاوداں نے بروز نو روز ایک تعویذ تانبے پر کھدا ہوا تم کو دیا تھا اور ایک برات کو اپنے سحر سے اسی طرح دیوانہ بنا کر تم سے کہا تھا کہ اس تعویذ کو دھو کے پانی براتیوں پر چھڑکو۔ چنانچہ ایسا ہی تم نے کیا تھا۔ وہ ساری برات ہوشیار ہو گئی تھی۔ پھر اگر وہ تعویذ تمہارے پاس ہو تو ان لوگوں پر بھی پانی اسے دھو کے چھڑکو۔

سلطان نے کہا۔ "تم نے خوب یاد دلایا ہاں وہ نقش میرے پاس موجود ہے۔"

یہ سن کر چالاک تخت پر کودا اور چشمہ سے جا کر مشکیزہ پانی سے بھر لایا۔ اس نقش کو دھو کر پانی میں ملایا اور ایک ساحر روئے ہوا پر جا کر قائم ہوا اور لشکر جہاں سے جہاں تک سحر میں جکڑا تھا۔ تھوڑا تھوڑا پانی تمام لشکر پر گرانے لگا۔ یکایک اس جنگل میں تند چلنے لگی اور جسم مسحوران میں لگی۔ وہ سب اول تو بیہوش ہو گئے۔ پھر جو ہوشیار ہوئے آپ میں آ گئے اور حربہ ہائے سحر لے کر پھر لشکر افراسیاب پر چڑھے۔ اس وقت قران اور سب عیار چالاک سے ملے اور کہا۔ "اے برادر ہم لشکر کی تباہی سے اپنے ہوش میں نہ تھے اور تم کو ہم نے پہچانا نہ تھا۔ اچھا اب چل کر فوج دشمن پر کرو اور خواجہ کو بہ حول و قوت الہی ہار کرو۔

چالاک نے کہا۔ تم چلو ہم بھی آتے ہیں۔

یہ کہہ کر اپنے ساتھیوں سے کہا۔ تم ان عیاروں کے ہمراہ جا کر شریک مہ رخ ہو کر مقابلہ کرو میں بھی آتا ہوں۔

یہ کہہ کر جست کر کے ایک طرف روانہ ہوا اور قران و برق وغیرہ ساحروں کی سی صورت بن کر ہمراہ سرشار وغیرہ چلے اور جنگ گاہ میں پہنچ کر لڑنے لگے اور لشکر مہ رخ و بہار وغیرہ کے آ کر دوبارہ کرنے سے وہ شور برپا ہوا کہ عجب نہ تھا جو آسمان پھٹ پڑے۔ شاہ جادواں ان ساحروں کے آنے سے حیران ہو کر انھیں کی طرف دیکھنے لگا کہ ان کو کس نے بلا لیا۔

ابنکہ تیغ لے کر قریب بنگلہ کے آ چکا تھا۔ ان لوگوں کی جانب جو متوجہ ہوا۔ ملکہ بہار کو خوب موقع ملا یہ بزور سحر بلند ہوئے اور وہاں سے برق بن کر بنگلے کی جانب چلی۔ بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ ایک طرف سے بغدہ قران کا سر پر پڑا سپریں سحر کی سر پر آڑ ہو گئیں اور یہ قران کی طرف لپکا کہ دوسری طرف سے برق عیار نے کمند ماری۔ کمند تو جل گئی۔ مگر بادشاہ ادھر پھرا۔ قران اس عرصہ میں اور طرف ہو گیا۔ اس نے چاہا کہ برق کو گرفتار کروں کہ ایک سمت سے ضرغام نے خنجر مارا۔

پنجہ نے خنجر روکا اور یہ اسی کی طرف پھرا تھا کہ جانسوز نے حباب بیہوشی ناک پر مارا۔ یہ چکر کھا کر گرا۔ پتلے سحر کے پیدا ہو کر ہوشیار کرنے لگے اور عیار سب اس لشکر میں ہر طرف چلے گئے۔

مگر جب تک بادشاہ ہوشیار ہوئے اس وقت ملکہ بران بجلی بنی ہوئی بنگلے پر گری اور وہ بنگلہ دھواں بن کر اڑا۔ عمر ظاہر ہوا اور اس نے جو بران کو دیکھا پکارا۔ اے ملکہ جلد مجھ کو لے چلو ایسا نہ ہو کہ لڑنے میں مجھ کو بھول جاؤ۔

اور اس غوغا لشکر میں ہر چند عمرو چیخا مگر کچھ سنائی نہ دیا۔ لیکن ملکہ اس کے چھڑانے کو تو گری ہی تھی جلد کمر میں پنجہ ڈال کر لے اڑی۔ اختر کا سایہ جسم پر خواجہ کے جو پڑا۔ قید سحر کی دور ہوئی جسم میں بھی توانائی آئی اور ساحر جو غوغا کر کے چیخے کہ آ لینا لینا لیے جاتی ہے۔"

ملکہ نے اختر کی ضیا ان ساحروں پر بھی ڈالی کہ بیہوش ہو کر گرے اور ملکہ بلند ہو کر سناٹا مار کر چلی۔ ادھر افراسیاب بھی ہوشیار ہو چکا تھا۔ "لے گئی' لے گئی" کا غوغا سن کر اٹھا لاکھوں ساحر اڑ کر عقب ملکہ چلے تھے ان کو فوج ملکہ کی اور مہ رخ کی کب راہ دیتی۔ سد راہ تھی اور بادشاہ جو اٹھا۔ سرداران بران نے روکنا شروع کیا۔ اس نے ایسا افسوں دم کیا کہ سب نے اس کو راستہ دیا۔ یہ بھی سناٹا مار کر چلا۔ لیکن بران اس عرصہ میں بہت جلد دور نکل گئی اور بادشاہ بھی کہتا چلا کہ اس چھوکری کو بغیر مارے آج نہ رہوں گا۔

یہ دونوں تو آگے پیچھے جاتے ہیں لیکن بران کے خواجہ کو لے جانے سے تمام مخلصان دربند طلسم ہوشربا کو ایسی خجالت ہوئے کہ جان دینے پر آمادہ ہوئے اور بڑے جوش و خروش سے لڑائی آغاز کی آتش سحر ایسی شعلہ زن ہوئی کہ خورشید کو اس کی گرمی سے تپ چڑھی سیاہی ایسی بڑھی کہ دنیا سیاہ خانہ بنی گھمسان کی مار ہوئے گیرو بہ بند کی پکار ہوئی منزلوں تک سر کٹے پڑنے تھے۔ دھڑ تڑپ رہے تھے۔ دریائے خون رواں کے برابر اور ایک دریائے خون رواں تھا۔ وقت فراق جسم و جان تھا۔ ایک طرف سے

ملکہ مہ رخ ایک جانب سے فوج بران گری ہوئی تھی۔

ملکہ حیرت نے ہر چند جدوجہد اس لڑائی میں کی مگر فتح ممکن نہ ہوئی۔ آخر تھک کر طبل امان بجوایا لشکر لڑنے سے رکے اور آپس سے جدا ہوئے لشکریان بران شاہان طلسم در بند نور افشاں ہمراہ ملکہ مہ رخ عالی شان مراجعت فرما ہوئے اور متصل لشکر ملکہ مذکورہ بادشاہ بھی اترے۔

ادھر حیرت نے داخل لشکر ہو کر ہر ایک کو اترنے کا حکم دیا۔ منزلوں تک دونوں جانب لشکر اترے۔ ادھر حیرت نے داخل لشکر ہو کر دیکھا تو مجمع عظیم پہلے ہی سے تھا۔ مہ رخ کے یہاں ویسا ہی ہجوم ہوا کہ جہاں تک نگاہ جاتی تھی لشکر ہی لشکر نظر پڑتا تھا اور ویسا ہی ہنگامہ جیسا کہ حیرت کی طرف بیان ہو چکا یہاں بھی تھا۔

یہ سب تو اطمینان سے ٹھہرے اور عیار اس فکر میں جانب دشت چلے کہ دیکھیں شعلہ جاوداں اور ملکہ بران سے کیا گزرتی ہے۔ یہاں ملکہ مہ رخ سے سرشار و سلیمان و سلطان نے ملاقات کی۔ ملکہ مذکور نے ان کو خلعت سے سرفراز فرمایا۔ خیمہ و بارگاہ رہنے کو دیا۔ کفالت واجبی معین کیا۔ الحاصل سب ہنسی خوشی سے مقیم ہوئے۔ ان کو اس حال میں چھوڑ کر شعلہ طلسم کی کیفیت بیان کی جاتی ہے۔

یہ جو عتاب بران چلا وہ دور جا چکی تھی اور راہ میں سوچتی جاتی تھی کہ تو برائے طلسم میں فتح یاب نہ ہو گی۔ خاص کر شعلہ طلسم سے مرید ہونا مشکل ہے اور وہ تیرے پیچھے آتا ہے کچھ تدبیر کرنا چاہیے چنانچہ ایسا کچھ تجویز کر کے صحرا میں اتری اور عمرو کو ایک غار میں بیہوش کر کے ڈال دیا اور آپ بھی جا کر وہ کوہ میں چھپ رہی اس لیے کہ جو گڑ دیئے مرے اس کو زہر کیوں دیجئے۔ اور دوسرے یہ کہ تو افراسیاب کو آج قتل تو کر ہی نہ سکے گی۔ طلسم کچھ فتح تو آج ہوا نہیں جاتا۔ پھر بیکار بے لڑے خواجہ کو چھڑانا تھا وہ تو ہو گیا۔

غرض جب یہ پوشیدہ ہو گئی شعلہ طلسم کچھ دیر میں وہاں آیا۔ ہر سمت اس کا تفحص

کیا کہیں اس کا پتہ نہ پایا۔ اس نے سحر سے معلوم کرنا چاہا کہ بران کہاں ہے۔ سحر نے بسبب اس کے کہ بران کے پاس اختر مردابیہ ہے اس کو خبر نہ دی بلکہ یہ خبر دی کہ ملکہ مذکور اپنے طلسم میں گئی۔

شلو جادواں ناچار رنجیدہ خاطر پھرا اور بسبب ندامت کے لشکر حیرت میں نہ گیا۔ باغ سیب میں آ کر کچھ دیر ٹھہرا پھر سمجھا کہ یہاں بھی ساحر تیری ملاقات کرائیں گے۔ ان سے شرمندگی ہو گی۔ یہ سمجھ کر ظلمات میں چلا گیا اور ایک مکان میں وہاں کے آ کر اپنا منہ لپیٹ کر پڑ رہا۔ دل سے کہتا تھا کہ اتنی بڑی ذلت ایک چھوکری کے ہاتھ سے تجھ کو ہوئی۔ یہ نشانی تیرے ادبار کی ہے اب طلسم بھی تو حوالہ باغبان کر دے۔ اسد کو اور بدیع کو چھوڑ دے۔ پھر آپ ہی آپ دل سے کہتا۔ اے افراسیاب تو چاہے بران کو اس کے گھر سے جا کر پکڑ لائے اور اسد گنبد جہان پر قید ہے اس کو کون چھڑا سکتا ہے لوح کا حال کسی کو معلوم نہیں اور ایسا کہ لوح داناں طلسم اور رکن رکین طلسم بھی نہیں جانتے۔ پھر تو گھبراتا کیوں ہے۔" ایسی باتیں دل سے بناتا۔ رنج و امید کی حالت میں پڑا تھا۔

اودھر بعد اس کے چلے آنے کے کچھ دیر تو بران چھپی رہی۔ اتفاقاً یہ جنگ عظیم چار روز رہی تھی آج چوتھا دن تھا کہ اس نے کچھ کھایا پیا نہ تھا اور یہ دن بھی بھاگنے اور چھپنے میں گزرا تھا۔ ملکہ مذکور بہت تشنہ و گرسنہ تھی در کوہ سے باہر نکلی اور بنا بر احتیاط کے خواجہ کو غار سے نہ نکالا۔ جب شہنشاہ ساحران میدان طلسم افلاک سے پھر کر ظلمات میں گیا اور ملکہ ناہید نے پردہ تیرگی شب سے نکل کر فروغ پکڑا۔

بران نے عمرو کو غار سے نکال کر ہوشیار کیا اور تمام ماجرا اظہار کیا۔ اختر مردابیہ کے باعث سے زندگی ہوئی ورنہ افراسیاب کے ہاتھ سے بچنا مشکل تھا۔

خواجہ نے بھی گل ہائے کلام اس لالہ فام پر نثار کئے اور گلستان شکر میں عندلیب وار ترنم سرا ہوا۔ اے ملکہ تمہارے سبب سے میری جان خدا نے بچائی۔ تم نے بڑا احسان

مجھ پر کیا ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔ واقعی تیرا یہ رتبہ ہے کہ

کیا شکر ادا کروں میں تیرا
شہرہ تیرے فیض کا ہے ہر جا
شرمندہ فیض اہل مکان
قبضہ میں ہر ایک دل کا ایوان
دیکھے جو تو فیض کی نظر سے
زہرہ مہر و مہ سے ہم برتے
یہ جشن یہ زور یہ حکومت
یا رب رہے تا ابد سلامت

بہران نے سحاب بیان سے گہر باری کی کہ خواجہ میں آپ کی دختر کے برابر ہوں اور دعویٰ کنیزی کا رکھتی ہوں۔ آپ بزرگی فرماتے ہیں جو ایسا کچھ زبان پر لاتے ہیں۔ یہ جنگ میں نے اپنی رائے سے کی پدر عالی قدر کو اس کی خبر نہیں۔

خواجہ نے کہا۔ شاہ کوکب اس حال کو سن کر ناراض نہ ہوں گے بلکہ خوش ہوں گے۔

ملکہ نے فرمایا۔ خیر ہر چہ بادا باد لیکن افراسیاب جس طرح مجھ سے لڑا اسی طرح میرے باپ سے نہ لڑ سکے گا۔ مرد عورت میں بڑا فرق ہوتا ہے اور بہت سے سحر ایسے ہیں کہ عورت سے نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر آپ قید نہ ہوتے تو میں بغیر مرضی اپنے باپ کے نہ آتی اور جب آپ میرے گھر میں تشریف فرما تھے تو میں نے وعدہ بھی کیا کہ لشکر لے کر آپ کی مدد کو چلوں گی۔ اب لشکر کشی ہو چکی میرا جی نہیں چاہتا کہ گھر پلٹ کر جاؤں دل میں آتا ہے کہ دریائے خون رواں خشک کروں اور پل پری زادان توڑ ڈالوں۔

خواجہ نے کہا۔ اب برائے چندے تو اپنے گھر چلنا مناسب ہے۔ آئندہ جیسی صلاح تمہارے باپ کی ہو گی وہ کریں گے۔

ملکہ نے کہا۔ "اچھا سمجھا جائے گا۔ اب تو ذرا دم لے لیں۔"

یہ کہہ کر دامان کوہستان میں گئی اور کوس بھر کر کا ایک میدان سبز و خرم دیکھ کر سحر پڑھا کہ چند نازنینان مہر طلعت زمین سے نکل کر سامنے آئیں۔ ان سے حکم کیا کہ سامان آرام و راحت مہیا کرو۔

یہ حکم پا کر وہ غائب ہو گئیں۔ بعد لمحہ کے پھر آئیں لب چشمہ مسند مغرق بچھا دیا۔ ملکہ و خواجہ آ کر بیٹھے چنگیریں ان گلعذاروں نے سامنے رکھ دیں۔ پھر دو عورتیں آئیں اور دستر خوان انھوں نے بچھا دیا۔ کھانا انواع و اقسام کا لذیذ سلانجی اور آفتابہ سامنے لائیں اور خواجہ اور ملکہ نے ہاتھ دھو کر کھانا نوش فرمایا۔ بعد فراغ اکل و شرب نازنینان زریں پوش آئیں اور کشتیاں شراب و ارغوانی ساتھ لائیں۔ ملکہ مے نوشی کرنے میں مصروف ہوئی۔

اس اثنا میں چاندنی نے کھیت کیا۔ دشت ودر چاندنی کا بنا ہوا سرد چلنے لگی۔ پانی چشموں کا لہریں لیتا تھا جنگل میں پھول رنگ برنگ کے کھلے تھے۔ ملکہ کیفیت لالہ زار چاندنی دیکھتی تھی اور عمرو اس کی خاطر سے آہستہ آہستہ کچھ گاتا تھا۔ یہ تو اس کی کیفیت میں ہیں۔ لیکن عیار جو برائے دریافت حال خواجہ نیک کردار ملکہ خوش اطوار صحرا میں آئے تھے۔ انھوں نے شعلہ طلسم کو جانب باغ سیب خالی جاتے دیکھا۔ سمجھے کہ یہاں اس کو نہیں ملی۔ پس یہ بھی شاد شاد اپنے لشکر کی طرف پھرے اور راہ میں ان سے چالاک سے ملاقات ہوئی اور اس کو قسمیں دیں کہ مرشد زادے لشکر میں تشریف لے چلو۔

اس نے کہا۔ "خواجہ سے وہاں حجاب ہو گا۔ ابھی کوئی کار نمایاں میں نے نہیں کیا ہے۔"

عیاروں نے کہا۔ ابھی خواجہ لشکر میں نہیں ہیں اور بڑا کام تو تم نے یہ کیا کہ تمام لشکر کو سحر سے جادواں کے چھڑایا۔ اچھا بر وقت آنے خواجہ صاحب کے چلے جانا۔

عیار ذکوان کے بعد ہونے سے ہمراہ ان کے چلا اور یہ سب اپنی جانب لشکر حیرت آئے۔

یہاں حیرت کے حکم سے لاشیں مقتولوں کی اٹھ رہی تھیں۔ ملکہ مسطورہ اندر بارگاہ کے چپ غم میں جلا بیٹھی تھی۔ ناچ گانا موقوف سناٹا تھا۔ لشکروں میں بھی وہ گہما گہمی اور رونق نہ تھی۔ جا بجا یہ تذکرہ ہوتا تھا کہ اب یہ طلسم بچنے کا نہیں مناسب ہے کہ یہاں سے نکل چلیں۔ ورنہ دین و ایمان سب برباد ہو گا۔ پس خیام سے غم پدر و پسر و برادر سے صدائے نوحہ و شیون برپا تھی۔ عیار یہ تمام سب دیکھتے ہوئے اپنے لشکر میں آئے یہاں مقتول دفن ہو رہے تھے۔ نقارۂ شادمانی پر چوب پڑ رہی تھی۔ ہر خیمہ میں ناچ ہو رہا تھا۔ بازار عیش و عشرت گرم تھا۔ عیار سب طرف پھر کر بارگاہ میں آئے۔

ضرغام نے سب کہا۔ "یہ فرزند رشید خواجہ عمرو ہیں۔"

ہر ایک سردار بڑی گرم جوشی سے ملا۔ چالاک نے بھی صفت و ثنا ہر ایک کی ادا فرمائی۔ مہ رخ نے کرسی جواہر نگار بیٹھنے کو دی۔ خلوت سے مخلع کیا۔ اس کیفیت میں مستر قران نے خبر دی کہ ملکہ ہمائے جادو آتی ہیں۔

مہ رخ نے استقبال کر کے بلوایا اس کے ہمراہ مجلس جادو بھی تھی۔ غرض ان کو بتعظیم بٹھلایا اور استفسار کیا کہ ملکہ حیران کی فوج کا کیا ارادہ ہے۔

ہما نے کہا۔ "میں اسی واسطے آئی ہوں کہ تم سے صلاح کروں۔ میری رائے یہ ہے کہ شب کو شاہان طلسم در بند کو چل کر اپنی بارگاہ میں لے آؤ۔"

مہ رخ نے کہا۔ "بہتر ہے، چلو۔"

یہ کہہ کر مع ہما کے سوار ہوئی۔ قران بھی ساتھ چلا۔ آخر اس لشکر میں پہنچ کر ہر ایک سے ملاقات کی اور اپنے لشکر میں چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔

ہر سردار عرض پیرا ہوا۔ ہم تابع فرمان ملکہ حیران ہیں وہ ہم سے کچھ فرماتیں گی۔ نہ یہ ارشاد فرمایا کہ اپنے اپنے ملکوں کو جاؤ۔ تو یہ فرمایا کہ کہیں رہو۔ ہم کو آپ بھی اسی جگہ رہنے دیں۔ صرف اتنا بندوبست کر دیں کہ ایک صحرائے نے فراخ و وسیع میں ہم کو اتروا دیں کہ یہاں تکلیف بہت ہے۔"

یہ سن کر مہ رخ نے مستر قران سے کہا۔ یہاں سے پانچ کوس پر ایک کوہ سیاہ ہے

وہاں ان سب کو لے جا کر اتروا دو۔

سب بادشاہوں نے کوچ کیا۔ قران ان کو لے کر ہمراہ چلو اور دامن کوہ میں جب پہنچ دیکھا کہ ایک میدان تیس کوس کا ہے۔ جس میں نہ کوئی درخت ہے نہ جھیل ایک تختہ صندل کا ایسا ہموار و مصفا زمین کا تھا غرض وہاں چل کر اترا۔ لیکن بانار سے ملکہ مہ رخ کے سرا اس کا آ کر مل گیا۔ اب سب ساحروں کو بفراغت جائے سکونت ملی۔ مہ رخ و قران پھر کر اپنی بارگاہ میں آئے اور مصروف عیش ہوئے اس وقت صرصر عیارہ بھی بقصد عیاری اس لشکر میں آئی اور یہاں ہزارہا ساحروں کو لشکر یہاں سے آئے جاتے۔ دیکھا اس نے انہیں کو دیکھ کر صورت اپنی ایک جادوگرنی کی ایسی بنائی اور داخل بارگاہ ہوئی اور اندر کرسی جواہر نگار پر ایک عیار کو اس نے بیٹھا دیکھا۔ یہ تو چالاک کو پہچانتی نہ تھی اور نہ چالاک اس کو پہچانتا تھا۔

لیکن اس نے قیافہ سے دریافت کیا کہ یہ کوئی نیا عیار لشکر امیر سے آیا ہے مگر خواجہ کی صورت سے شکل اس کی بہت مشابہ ہے۔ غرض صورت تو بدلے ہی تھی ایک خط مصنوعی ہاتھ پر رکھ کر آگے بڑھی اور مہ رخ کو تسلیم کی وہ نامہ دیا۔

ملکہ نے پڑھا لکھا تھا کہ "ہمشیر جان اے مہ رخ میں عمرو کو لے کر فلاں پہاڑ کے دامن میں آئی ہوں اور اپنے طلسم کو جلایا چاہتی ہوں اگر تمہارا جی چاہے تو میری ملاقات کو آؤ اور عمرو بھی میرے ہمراہ جائیں گے ان سے بھی مل جاؤ اور ایک چیز میں نے سحر سے تیار کر کے اس ساحرہ کے ہاتھ تم کو بھیجی ہے اس چیز کو اس سے لے کر سونگھنا تم کو سب واضح ہو جائے گا کہ میں کس وجہ سے تمہارے پاس نہیں آئی اور اس کو تنہائی میں جا کر سونگھنا تاکہ میرا راز اوروں پر ظاہر نہ ہو۔

ملکہ مہ رخ مضمون نامے سے آگاہ ہو کر اٹھی اور بارگاہ کے دونوں سمت راوٹیاں بنی ہیں عیارہ کے ہمراہ ایک راوٹی میں آئی۔ یہاں چالاک سمجھا کہ یہ جادوگرنی اسی لشکر کی ہے کوئی بات پوشیدہ ہو گی اس کو بیان کرنے کو علیحدہ لے گئی ہے۔ یہ سمجھ کر چپکا بیٹھا رہا۔

اس اثنا میں بہار اپنی بارگاہ سے یہاں آئی۔ چالاک کو یہ پہچانتی تھی کہ لشکر اسلام میں داخل ہوئی ہے اس وقت بڑے تپاک سے اس سے ملی اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگی۔ ہنگام تکلم میں اس کو خیال جو آیا تو پوچھا۔ "ملکہ مہ رخ کہاں ہے؟" چالاک نے کہا۔ "ابھی ایک ساحرہ نامہ لے کر آئی تھی اس کو لے کر الگ گئی ہیں کچھ مشورہ کرنے کو۔"

بہار نے کہا۔ "اکثر شاہ جادواں کے یہاں کی عیار بچیاں جادوگرنیاں بن کر آتی ہیں اور پکڑ لے جاتی ہیں۔ ان کو کیا ضرور تھا کہ اکیلے گئی ہیں۔"

عیار نے پوچھا۔ "عیار بچیوں کا کیا نام ہے؟"

ملکہ نے کہا۔ "عیار بچیاں پانچ ہیں۔ صرصر شمشیر زن، صبا رفتار شرارہ نقب زن، شمیمہ سنگ انداز تیز نگاہ خنجر زن۔ انھوں نے تمھارے باپ اور بھائیوں سے سامنا کیا ہے اور دعویٰ برابری کا رکھتی ہیں۔"

عیار مذکور نے کہا۔ "تو پھر چل کر ملکہ کی خبر لینی چاہیے۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا اور باڑی میں آیا۔ یہاں صرصر مہ رخ کو جب لائی۔ ملکہ مذکور نے کہا۔ "لاؤ وہ کیا چیز ہے جو بہاران نے بھیجی ہے۔"

ساحرہ نے کمر سے ایک حباب بیہوشی نکال کر اس کے منہ پر مارا کہ یہ بیہوش ہوئی۔ اس نے پشتارہ باندھ کر قنات چاک کر کے راستہ پکڑا۔ چالاک نے جو آ کر دیکھا جہاں مہ رخ کا پاؤں پڑا تھا وہاں کا فرش تو دب گیا تھا اور ساحرہ کے پاؤں کا بالکل نشان بھی نہ تھا۔ عیار یہ دیکھ کر جھپٹا اور تلاش کرتا صحرا میں پہنچا۔

صرصر ہنوز جنگل میں پہنچی تھی کہ اس نے پہنچ کر نعرہ کیا۔ باش کہ ماہم رسیدیم! صرصر سمجھی کہ میں پشتارہ بدوش بھاگ نہ سکوں گی۔ پس پشتارہ پھینک کر ایک پہاڑی پر چڑھ گئی۔ عیار کے عقب میں بہار بھی آئی تھی چالاک نے اس سے کہا۔ تم مہ رخ کو ہوشیار کرو اور لے جاؤ۔ میں اس ساحرہ سے سمجھ لوں۔

یہ کہہ کر جانب کوہ چلا۔ صرصر وہاں سے بھی چلی اور پکاری۔ ارے میں جاتی ہوں

کہ تو عمرو کا بیٹا ہے۔ پس خیریت اسی میں ہے کہ چلا جا۔

اس نے جواب دیا۔ اری چٹو تو تو نے بڑا غضب کیا تھا کہ میں بیٹھا رہا اور تو عیاری کر گئی۔ تیرا نام کیا ہے۔ عیارہ نے کہا۔ صرصر!

یہ کہتی ہوئی پہاڑی کے دوسری جانب سے اتر کر چلی۔ چالاک سمجھا کہ یوں قید نہ ہو گی۔ پس دھوکا دینے کو ایک جھیل کے کنارے بیٹھ کر منہ دھونے لگا۔ صرصر نے پھر دیکھا کہ دیکھوں میرے تعاقب میں آتا ہے یا نہیں اس کا منہ جو پھیر کر دیکھنے سے چالاک کی سمت ہوا۔ اتفاقاً شب ماہ تھی اس نے ایک گولی بیہوشی کی بھری کاغذ کی کمان میں رکھ کر جو ماری۔ صرصر کی ناک پر آ کر پڑی۔ وجہ اس کے ناک پر پڑنے کی یہ ہوئی کہ جب اس نے عیار کو جھیل پر بیٹھے دیکھا۔ یہ بھی تو بے نظیر عیارہ ہے سمجھی کہ یہ عیار مجھ کو دھوکا دیتا ہے۔ آئے گا ضرور مجھ کو پکڑنے۔

پس یہ سمجھ کر سامنے بیٹھ گئے اور حلقہ ہائے کمند اپنے سامنے کی اس طرح بچھانے لگی کہ جو کوئی ادھر سے گزرے وہ اس میں پھنسے۔ یہ کمند بچھانے میں مشغول تھی کہ گولی آ کر ناک پر پڑی اور حباب کی پھٹ گئی بیہوشی تیر کی طرح اس کی دماغ میں سرایت کر گئی۔ تڑاتڑ کئی بار چھینکی اور بیہوش ہو گئی۔ چالاک خوشی خوشی دوڑا۔ جب قریب اس کے پہنچا کمند کے حلقوں پر پاؤں پڑا۔ ساتوں بند کمند کے اچھل کر گردن و کمر میں آ گئے اور یہ بندھ کر گرا۔ اس کے گرنے سے جھٹکا جو پڑا حلقہ پیچی ہو گئے۔ چونکہ جنگل میں ہوا سرد چلتی تھی۔ عیارہ بھی جلد ہوشیار ہو گئی اور اس نے دیکھا کہ چالاک بندھا بیٹھا ہے۔ یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔

لیکن کمند میں چالیس گرہیں ہوتی ہیں اور بڑے عیار جو زبردست ہوتے ہیں۔ وہ یہ طریقہ جانتے ہیں کہ ایک طرف سے سرا کمند کا پکڑ کر جھٹکا مارتے ہیں۔ سب گرہیں کھل جاتی ہیں چالاک بھی خیال کر رہا تھا کہ کدھر سے جھٹکا ماروں جو گرہیں کھل جائیں۔

اسی خیال میں تھا کہ صرصر کود کے اس پر آیا ہی تو چڑی اس نے بعجلت تمام تر جھٹکا سرا کمند کا تھام کر لگایا کہ سب حلقے اس کے کھل گئے اس وقت اس نے صرصر

کے اس زور سے ایک لات ماری دور ڈھلک کر ایک غار میں گری۔ یہ جست کر کے اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا' مرصر کو کچھ نہ بن آیا۔ اس نے آستین اس کے پکڑے اتفاق سے صبا رفتار بھی اس طرف آئی اور پکاری۔ گھبراؤ نہیں ہم بھی آ پہنچے۔

مرصر سمجھی کہ شاید قران آ پہنچا۔ یہ سمجھ کر اس نے چالاک کو چھوڑا اور جست کر کے چلی۔ چالاک بھی کود کر اس کے برابر ہی پہنچا۔ ناچار اس نے تیغ کھینچا۔ چالاک بھی تیغ پکڑ کر مقابل ہوا۔ دونوں عیارنیاں اس پر چوٹیں ڈالنے لگیں اور یہ بھی روک روک کر وار کرتا تھا۔ چالیس چوٹیں اس نے ماریں۔ مرصر نے سب روکیں فقط اتنا فرق ہے کہ وہ دو ہیں اور یہ اکیلا ہے۔

اب اس کو بھی غصہ آیا اور اس نے قصد کیا کہ مار ڈالوں لیکن جب اس کو آتے ہوئے صحرا میں دیر ہوئی تو قران لشکر سے اس کو ڈھونڈنے چلا اور یہاں آ کر پہنچا۔ دیکھا تو برق شمشیر چمک رہی ہے۔ دل سے کہا۔ عجب خونریز تہمتن ہے کہ جہاں دیکھو تلوار چلتی ہے۔"

آگے بڑھ کر جو دیکھا تو مرصر و صبا رفتار وہ چالاک سے تلوار چل رہی ہے۔ یہ دیکھ کر پکارا۔ واہ واہ اے مرشد زادے سبحان اللہ کیا کہنا۔ لیکن اتنا خیال رہے کہ اس میں ایک کنیز بے تمیز میری بھی ہے۔"

یہ آواز سن کر صبا رفتار کی تو جان نکل گئی۔ مرصر سے گویا ہوئی۔ اے بی بی آ وہ موا کالیا حبشی جلاد فلک آ گیا۔

یہ سن کر مرصر ایک سمت کو بھاگی۔ یہ بھی اس کے ساتھ رواں ہوئی۔ چالاک بھی پیچھے چلا تھا کہ قران نے روکا۔ اس نے کہا۔ بھیا اس ہتیاری نے بڑا غضب کیا۔ مہ رخ کو مار ہی ڈالا تھا۔ وہ تو میں دوڑ پڑا۔ نہیں کام تمام تھا۔

قران نے کہا۔ "ہاں ہاں گلی نہ دو۔ اس کو خواجہ سلامت لونڈی بنانا چاہتے ہیں اور وہ دوسری میری لونڈی ہے۔"

عیار بچیوں نے جو یہ بھاگتے میں سنا چڑ کر گالیاں دینے لگیں۔ خدا غارت کرے موؤں

نے ہم لونڈیاں مقرر کیا ہے ان کو اور ان کے استاد کو گھری گور میں تو ہیں۔ جمشید قسم ان مہتوں نے ہم کو سارے طلسم میں چھنال مقرر کر رکھا ہے۔ یہ کہتی ہوئی بھاگیں۔

قران نے پکار کر کہا۔ استانی صاحب آج جو میں نہ آتا تو مرشد تاوے مار ڈالتے کیونکہ وہ جانتے نہ تھے اب جو تم نے ایسی حرکت پھر کی تو مار ہی ڈالوں گا یا اندھے کنوئیں میں پہنچا کر دم لوں گا۔

عیار بچیاں کوسنے دیتی ہوئیں ایک طرف چلی گئیں اور یہ دونوں پھر کر بارگاہ مہ رخ میں آئے۔ بہار ملکہ مذکور کو لا چکی تھی۔ اس نے چالاک کا بہت شکریہ ادا کیا۔ پھر مصروف عیش و نشاط ہوئی۔ قران نے کہا۔ "تم بھی بیٹھو۔"

اس نے کہا۔ "میرا جی چاہتا کہ خواجہ کا حال دریافت کرنے جاؤں۔"

ملکہ نے کہا۔ "یقین ہے کہ بہران اپنے طلسم میں لیے چلی گئیں۔"

چالاک نے کہا۔ "ان کا طلسم کہاں ہے؟"

قران نے کہا۔ "اس وقت سب حال از ابتدا تا انتہا طلسم کا بیان کیا تاکہ یہ جملہ کیفیت سے آگاہ ہو کر دوست دشمن کو پہچان جائے۔ غرضیکہ اسی گفتگو میں مہتر برق باہر سے آیا اور اس نے بیان کیا کہ میں بہران کے لشکر میں ابھی تھا تمام سردار ملکہ مذکور کے کہتے تھے کہ ہماری جانیں خواجہ عمرو اور بہران پہ نثار ہیں اور اے ملکہ اس لشکر میں ابھی تھا بڑے بڑے ساحر ہیں۔

مہ رخ نے کہا۔ اب انشاء اللہ اسی طرح حملہ کر کے شہزادہ اسد کو بھی چھڑائیں گے۔ اب میں انتظار میں ہوں کہ خواجہ میرے لشکر میں آئیں تو جشن کروں۔

قران نے کہا۔ "میں جا کے لاتا ہوں۔"

برق نے کہا۔ "میں بھی چلتا ہوں۔"

ملکہ نے کہا۔ "تم سب چلے جاؤ گے تو چالاک کا دم گھبرائے گا۔"

یہ سن کر قران تنہا روانہ ہوا۔ ادھر بارگاہ حیرت میں صرصر آ کے پہنچی۔ اور جلسہ راجا

اپنی عیاری کا بیان کیا۔ حیرت نے کہا۔ "عمرو اگر رہا ہو گیا تو کچھ پرواہ نہیں۔ شہنشاہ سے بچ کر کہاں جائے گا۔

اس وقت اور جادوگرنیوں نے کہا۔ ہم کو ہی تعجب ہے کہ بران شہنشاہ کے ہاتھ سے بچ کر نکل گئی۔

یہ سن کر سفاک روئیں تن نے کہا۔ "میں دیکھتی تھی۔ جب شہنشاہ عمرو کو قتل کرنے چلے تو ایک کالے حبشی نے ان کو رسی میں باندھ دیا۔ رسی سحر سے جل گئی تھی لیکن اتنے عرصہ میں بران بھی نکل گئے تھی۔"

صرصر نے کہا۔ "بی بی یہی بڑا ستم ہوا کہ عیاروں نے شہنشاہ کو روک رکھا۔ حاصل امران کا رنج و الم کہاں تک بیان کروں۔ اسی حرف و حکایت میں وہ رات تمام ہوئی اور وہ وقت آیا کہ خورشید جو شرمندہ ہو کر پردہ شب میں چھپ گیا تھا۔ اب اس نے گریبان سحر سے بشان مظفراں سر اٹھایا کہ

یہ باتیں تھیں کہ آئی شب کی شامت
ہوئی پھر صبح کی ناگہ قیامت
کیا خورشید نے روشن سحر کو
پہنایا نور کا جوشن سحر کو

صبح کو افراسیاب برنگ در جگر بستر خراب سے اٹھا اور ظلمات طلسم سے نکل کر قلعہ ہائے طلسمی کی سیر کرنے لگا۔ اس لیے کہ رنج خاطر برطرف ہو دل بہل جائے۔ چنانچہ ہر سمت پھر کر باغ جینا میں آیا یہاں اس کے آنے کی خبر سن کر چند ساحر حاضر ہوئے۔ یہ تخت پر بخاطر حزیں و بجان غمگیں بیٹھا اور شراب پینے لگا۔ ادھر صحرا میں بران و عمرو شب بھر عشرت پذیر ہوئے لیکن ہنگام سحر ایک ساحر سیہ دل اور سر جادو نام کریہہ منظر و بد انجام ان کے اس مقام پر رہنے سے آگاہ ہوا۔ یہ ساحر اس پہاڑ اور صحرا

کا افراسیاب کی طرف سے محافظ ہے۔

چنانچہ جمل بران بیٹھی ہے اس کے چار سمت پہاڑ ہے۔ بیچ میں یہ میدان ہے۔ یہ ساحر سوچا کہ میں بران کا سامنا نہ کر سکوں گا کیونکہ وہ مالک اختر مروارید ہے۔ پس یہ اس پہاڑ کے قریب آیا اور ایک جو بہت عمدہ اس کو یاد تھا پڑھا کہ سلیں بڑی بڑی اڑ کر دو کوہ آڑ ہو گئیں۔ راہ آمدورفت کی بند ہو گئی اور اس میدان میں کہ جمل خواجہ و بران بیٹھے تھے اندھیرا ہو گیا۔

خواجہ نے کہا۔ خداوندا خیر کرنا۔

بران نے کہا۔ خواجہ گھبرانا نہیں۔ ہم جو یہاں غافل بیٹھے تھے اس سبب سے کسی نے یہ جسارت کی کہ راہ کی آمدورفت ہماری بند کی۔ ورنہ میرے پاس اختر مروارید ہے کسی کا پنجہ مجھ پر قابو ہونا دشوار تھا اور اب بھی جب چاہوں گی نکل جاؤں گی۔ تم بیٹھے رہو کچھ فکر نہ کرو۔

یہ تو اس طرح کی فکر میں ہے لیکن سیاہ دل جادو دو سر ان کو اپنی دانست میں مقید کر کے افراسیاب کو خبر کرنے چلا اور بزور سحر پرواز کر کے دریائے نور کے کنارے آیا اور سحر پڑھ کر پکارا۔ اے شہنشاہ ساحران میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔

اس کے پکارتے ہی ایک پنجہ پیدا ہو کر اس کو اٹھا لے گیا۔ شاہ طلسم باغ جنا میں بیٹھا تھا اس کے پاس اس وقت نامہ لقا کا آیا تھا اس کو پڑھ رہا تھا اس میں یہی مضمون معمول تھا کہ تو اپنے خداوند کو بھول گیا ہے مدت سے ہماری مدد کے لیے تو نے کسی کو نہ بھیجا۔ یہاں خدا پرستوں نے مجھ کو پریشان کر رکھا ہے۔ سب ساحر مارے گئے۔ صرف ایک صبا جادو باقی ہے۔ وہ بھی خوف مسلمانان سے بھاگی پھرتی ہے۔ اب جلد کسی ساحر زبردست کو یہاں بھیج کہ وہ آ کر کام خدا پرستوں کا تمام کرے اور اگر تو نے تامل در باب اعانت کیا تو میں جانب بخت کو چلا جاؤں گا اور وہاں سے سلیمان کوہ کی جانب روانہ ہوں گا۔

غرض یہ نامہ پڑھ کر بادشاہ ساحروں کو کہہ رہا تھا کہ کیا خدا پرستوں نے سر اٹھایا ہے۔ اب کسی ساحر کو میرا قصد ہے کہ خداوند کے پاس بھیجوں۔ وہ یقین ہے کہ مسلمانوں

کا خاتمہ کر دے کیونکہ پہلے جو ساحر وہاں جاتا تھا' چالاک مار ڈالتا تھا۔ اب تو وہ عیار یہاں آ گیا ہے کوئی اور عیار ان عیاروں کے برابر کا ہے تو ہے وہاں کا اب کھٹکا کچھ نہیں ہے۔

اتنی باتوں میں پنجوں نے جا کر سیاہ دل کو سامنے پہنچایا۔ اس نے بادشاہ کو تسلیم کیا۔

بادشاہ نے پوچھا۔ آج کدھر سے آنے کا اتفاق ہوا۔

اس نے عرض کیا کہ اول تو قدم بوسی کو دل چاہتا تھا۔ دوسرے یہ کہ میں جس غار میں رہتا ہوں۔ وہاں سے گرد آوری کے لیے جو اٹھا تو کے میدان میں بران شمشیر تن کو دیکھا کہ ایک مرد سے سرگرم سخن ہے سمجھا کہ شہنشاہ کے سامنے سے جو یہ بھاگی تھی اس جگہ آ کر مخفی ہوئی ہے پس میں نے مقابلہ کرنا مناسب نہ جانا لیکن درہ کو چار سمت سے بند کر دیا اور خدمت بندگان بادشاہ میں خبر کرنے حاضر ہوا۔ بادشاہ نے جو یہ خبر سنی فرط عشرت سے چہرہ گلنار ہو گیا اور اس نے پوچھا۔ یہ امر سچ ہے۔

اس نے قسم کھا کر بیان کیا۔

بادشاہ نے اس پر بھی بنا بر احتیاط رقعہ جمشیدی دیکھا۔ اس میں بھی معلوم ہوا کہ جان سیاہ دل سچ ہے۔ پس یہ معلوم کرتے ہی اٹھا۔ اور سیاہ دل سے کہا ہوا۔ آگے چل میں بھی آتا ہوں۔ وہ یہ حکم پا کر روانہ ہوا اور بادشاہ بھی اس کے روانہ ہوا۔

مگر سیاہ دل کنارے سے دریا کے پہنچا۔ پنجے نے اٹھا کر دریا کے پار پہنچایا۔ یہ اپنے غار کی جانب رواں تھا۔ لیکن اول بیان ہوا کہ قران عیار عمرو کو ڈھونڈنے نکلا تھا اور دریائے خون رواں کے کنارے تلاش کرتا پھر رہا تھا کہ اس نے اس کو دیکھا کہ ایک ساحر دریا کے پاس پار اتر کر ایک طرف جاتا ہے۔ عیار ساحر کی ایسی صورت تو بنا تھا ہی دوڑ کر اس کے قریب گیا اور صاحب سلامت کر کے کہا۔ بھائی صاحب جس کام کو گئے تھے ہو کر آئے اور کیوں نہ کرتے ہمیشہ کام پر تم نے ہاتھ ڈالا اس کا انجام خوب ہوا ہے۔

سیاہ دل اس گفتگو کو سن کر کے سمجھا کہ شاید یہ ساحر بھی ہمارا حال جانتا ہے پس

جملہ ماجرا بیان کیا۔

قران نے کہا۔ اگر تم کچھ برائی نہ سمجھو تو جہاں وہ باقی قید ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔

اس نے کہا۔ ہم تم ملازم شہ طلسم ہیں۔ دونوں ایک ہیں برائی کیا ہے۔ ایک سے دو بہتر آؤ چلو۔

یہ اس کے ساتھ ہو اور دونوں اس پہاڑ کے قریب آئے۔ قران نے وہاں پہنچ کر کہا۔

"وہ قیدی کہاں ہیں؟"

اس نے کہا۔ "اس پہاڑ کے اندر۔"

اس نے کہا۔ "پھر اس کو نکالو یا اندر چل کر گرفتار کرو۔"

اس نے کہا۔ "بہران بڑی زبردست ساحرہ ہے ہم تو مقابلہ نہ کر سکیں گے افراسیاب کو بلا آیا ہوں۔ وہ آیا ہی چاہتے ہیں تامل کرو۔"

یہاں تو یہ گفتگو ہے وہاں بہران سے خواجہ نے کہا۔ اے ملکہ تم یہاں کب تک رہو گی۔ اب اپنے گھر چلو یا میرے لشکر میں یہاں بیٹھنے سے فائدہ کیا۔ دوسرے کھٹکے کی جگہ دل نہیں لگتا ہے۔

ملکہ نے یہ سن کر اختر مروارید اپنے جوڑے سے نکالا۔ تمام درے میں روشنی ہو گئی۔

اس اختر کا یہ ماجرا ہے کہ چار سو برس پیشتر باغ جمشید و سامری میں ایک میلہ ہوا تھا۔ اس روز بہران کے دادا پردادا نے قبر سامری پر یہ اختر چڑھایا تھا چنانچہ تابوت پر سامری کے یہ اختر لگا کرتا تھا اب اس ملکہ کو وہاں جانے سے پجاریوں نے وہاں کے حسب الحکم نقش سامری عنایت کیا۔ بڑے بڑے سحر اس اختر سے ظاہر ہوتے ہیں۔

چنانچہ ملکہ مذکور نے اس اختر سے لوہی کاٹ کر چاہا کہ درہ کوہ میں راستہ پیدا کروں اس نے تو یہ چاہا ادھر بیرون درہ قران نے سیاہ دل سے کہا۔ شہنشاہ کو تم بلا آئے تھے۔ وہ تو ابھی تک نہ آئے لیکن اور کوئی ادھر سے آتا ہے۔

اس نے کہا۔ "کہاں"

اس نے کہا۔ اے بھائی جھک کے دیکھو وہ درختوں سے نظر آتا ہے۔

اس نے اس کے کہنے سے جھک کر اسی طرف دیکھا۔ کھوپڑی خوب سامنے تھی۔ قران نے پست پر سے اچھی طرح تان کر بھدا مارا کہ سر اس کا دس ٹکڑے ہو گیا۔ بھیجا نکل کر دور گرا اور صدا ہائے مہیب پیدا ہوئیں۔ تڑاق تڑاق وہ طلسم جو دو کوہ میں آڑ تھیں گر پڑیں آندھی آئی اور آواز پیدا ہوئی کہ مارا سیاہ دل دوسر جادو کو۔

بہران آمادہ سحر تھی۔ یہ ہنگامہ دیکھ کر پکاری۔ وہ مارا کس نے اس کو جس نے ہمیں قید کیا تھا۔

اس اثنا میں قران دوڑ کر اندر درے کے آیا اور اپنا نام لے کر نعرہ کیا۔ عمرو نے نعرہ سن کر کہا۔ آؤ بیٹا ہمارے گلے سے لپٹ جاؤ۔

قران دوڑ کر قدم پر گرنے چلا۔ عمرو نے چھاتی سے لگا لیا اور تنگ تنگ بغل گیر کیا۔

قران نے پھر حال سیاہ دل کا بیان کر کے کہا۔ افراسیاب آتا ہو گا۔ مناسب ہے کہ یہاں سے لشکر میں تشریف لے چلئے۔ سب مشتاق دیدار ہیں۔ اور چشم براہ تمام سردار ہیں۔

عمرو اور ملکہ یہ سن کر اٹھے کہ "اچھا چلو۔"

یہ تو چلنے پر آمادہ ہوئے۔ ادھر شاہ جادواں بھی نکل چکا تھا۔ اور ایسا قریب پہنچ چکا تھا کہ سیاہ دل کے مرنے کا شور اس نے بھی سنا اور وہیں سے نعرہ مارا۔ منم شہنشاہ ساحران۔

اس نعرے کو سن کر قران تو ایک غار میں کود پڑا اور سر غار پر بنا بر احتیاط جلتے کنڈے لگا دیئے اور اندر غار کے نقب کھودتا چلا کہ شاید یہاں کوئی آئے تو مجھ کو نہ پائے۔

ادھر عمرو بھی بھاگا لیکن لالچ جو دامن گیر ہوئی فرش اٹھانے لگا۔ بہران نے کہا۔ فرش کو چولہے بھاڑ میں ڈالو۔ خواجہ تم نکل جاؤ۔

یہ سن کے چاندنی کھینچتا ہوا بھاگا اس اثنا میں زمین کو زلزلہ آیا۔ برق شرر بار چمکی پہاڑ پر طائر پکارے۔ "یا افراسیاب یا افراسیاب جادو"

اس مقام پر صاحب دفتر نے تو یہ لکھا ہے کہ ملکہ مذکور کو شاہ جاوداں نے گرفتار کر لیا لیکن انبہ پرشاد صاحب جو ایک بڑے داستان گو لکھنؤ میں تھے ان کا بیان ہے کہ ملکہ مذکور کو عیار بچی نے آ کر قید کیا چنانچہ صاحبوں کی تقریر پر یہ احقر (جاہ) ترزیق بیان بتصریح تمام بیان کرتا ہے۔

اوّل بیان صاحب دفتر ------- یہ کہ جب بچے نے بہران کو پکڑ لیا اور شاہ طلسم تمثن سے نکلا تو اس نے تمثن پر ہاتھ مارا تمثن شق ہوئی۔ بادشاہ نے ہاتھ ڈال کر ایک زنجیر اور طوق الماس رنگ نکالا اور بہران کی گردن میں طوق پہنا کر زنجیر سے باندھا اور اختر مرادیہ چھین لیا۔ یہ ماجرا سب عمرو جو گلیم اوڑھے علیحدہ کھڑا تھا اس نے بھی دیکھا اور فکر میں رہائی ملکہ کے ہوا جس صورت پر کہ تیار ہوا بیان کیا جائے گا لیکن اب افراسیاب قید کر کے ملکہ موصوف کو بہت خوش ہوا اور چاہا کہ اس کو مار ڈالوں پھر آپ ہی آپ سوچا کہ اس لڑکی کو کوکب کے پاس بھیج دوں تاکہ وہ شرمندہ ہو اور پھر مجھ سے لڑنے کا ارادہ نہ کرے۔

غرض یہ اسی فکر میں دل سے مصلحت کر رہا تھا کہ دفعۃ ایک آواز ترانے کی آئی اس نے پھر کر جو دیکھا تو ایک جوان خوبصورت کو آتے دیکھا کہ سراپا زیور الماس میں غرق تھا اکے بازو پر ہیرے کے بندھے موتی کے مالے گلے میں پڑے بہت جواہر کے کہنی سے شانے تک بندھے تاج ہیرے کا سر پر رکھے لباس فرمانروائی زیب جسم کیے سامنے آیا۔ ملکہ بہران نے پہچانا کہ میرے والد ماجد شاہ کوکب ہیں پس اس نے جھک کر تسلیم کی اور فرط خوف سے لرزنے لگی کہ دیکھا چاہیے اب کیا یہ فرماتے ہیں۔ میں اپنی خوشی سے ناحق لڑنے آئی۔ نہیں معلوم کیا انہوں نے سنا جو خود چلے آئے اور اس طرح جلاد بادشاہ کے مقابلے میں جو یہ آئے ہیں اگر کوئی خدانخواستہ ان کو ذلت درپیش ہوئی تو تمام شہروں میں ظلمات کے میرے باعث سے ان کو ندامت ہو گی۔ اب یہ مجھ کو ولی عہد سلطنت پر نہ رکھیں گے اگر ان کو کوئی ذلت ہو تو زہر کھا کر مر جاؤں۔

الحاصل یہ تو خوف کھا رہی ہے ادھر شعلہ کوکب کو افراسیاب نے بھی پہچانا اور دونوں باہم دست بہ سر ہوئے۔ اور شعلہ افراسیاب نے کہا۔ اے یار بے مروت ہوئی کوئی حق محبت تم نے یاد نہ رکھا۔ سب رسم آشنائی بھلا دی آج بیٹی کی حمایت منظور تھی جو تنہائی میں آ کر ملاقات کی۔ یہ معلوم نہیں کہ لڑنے آئے یا ملنے افسوس کہ

شکایتیں کیوں بھریں یہ کیا ہوا ہے
اگر تیری خوشی یوں ہی بھلا ہے
جیلو تو مجھ سے اور پوشیدہ دشمن
کی ہے حق الفت یار پُر فن
کی ہمت میں کیوں ہے آج ہم سے
نہ ریزش ہو گی اب ابر کرم سے
اگر کچھ رحم ہو دل میں پیارے
مجھے مشتاق منتظر کے اشارے
وہ باتیں یاد کر کے اے یار پُر فن
کہ کیونکہ ساتھ تھے جب تھا لڑکپن
مراد بے نیازی سے سروکار
تمنا کو نہ تھی تکلیف دیدار

شعلہ کوکب یہ باتیں اس کی سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور پکارا۔ اے یار وفادار مجھ سے کوئی بات بے وفائی کی نہیں ہوئی۔ پہلے تمہیں سے چھیڑ نکلی۔ ہم تخت پر سوار جاتے تھے تم نے اس تخت کی اٹھانے والی چیلوں سے ایک چیلی کو مار ڈالا پھر جب نامہ ہمیں لکھا تو اس کا جواب اگر تمہارے خلاف تھا تو خود میرے یہاں چلے آتے تمہارا گھر تھا کوئی منع نہ کرتا۔ مجھ سے آ کر لپٹ جاتے۔ اس پر طرہ یہ کیا کہ مجلس کے چیلے کو مار ڈالا۔ اس کی لونڈی کو بٹھا رکھا۔ آج اپنی دختر کو میں اسیر دیکھ رہا ہوں۔

مجھ کو قسم ہے جمشید معلی جناب و سامری والا خطاب کی کہ میں نے اس کو تم سے لڑنے نہیں بھیجا۔ یہ آپ سے چلی آئی تھی۔ پھر از خرداں خطاوار بزرگاں عطا اس پر تم رحم فرمائے۔ واہ وا واہ اور الٹے آپ مجھ سے شکایت کرتے ہیں۔

افراسیاب کو یہ بیان سن کر تعجب ہوا اور جلد ملکہ بران پر سے سحر اتار لیا اور کہا۔ "اے برادر تم کو اس دزد و مکار عمرو عیار نے ضرور بہکایا تھا۔ وہی سن سن کے مجھ کو بھی غصہ آیا تھا۔ بارے سامری نے عنایت فرمائی جو تمہاری طبیعت راستی پر آئی۔

کوکب نے جواب دیا۔ اس آپس کی شکر رنجی کو غافل کب مانتے ہیں۔ ذرا سی بات میں دوستوں سے نہیں بگاڑتے ہیں۔ اچھا اب گزرے ہوئے رنجور دن کا ذکر کیا' آؤ گلے مل جاؤ۔

افراسیاب یہ تقریر سنتے ہی ہاتھ پھیلا کر گلے ملنے دوڑا۔ ادھر سے کوکب اپنی خودی جتانے کو ایسا جھکا کہ قدم پر سر رکھتے چلا۔ شعلہ جاوداں نے ہل ہل کر کے شانہ پکڑ کر اٹھایا۔ جیسے ہی منہ کوکب کا مقابلہ میں اس کے آیا' کوکب نے پھٹ جو کیا بیہوشی کا سفوف ناک میں شعلہ جاوداں کے تیر کی طرح پہنچا اور وہ چکر کھا کر زمین پر گرا۔ کوکب نے نعرہ کیا۔ انا شعلہ عیاراں عمرو بن امیہ عیار۔ اور وہ نعرہ کر کے اختر مروارید شعلہ جاوداں سے لے کر بران کو دیا۔ وہ تو خوف سے لرز رہی تھی۔ یا ہنس پڑی اور کیا ہوئی۔

واہ واہ سبحان اللہ خواجہ کیا کہنا۔ آپ نے اس وقت وہ کام کیا ہے کہ اگر شعلہ کوکب ہوتے تو داد تمہاری عیاری کی دیتے۔

یہ کہہ کر ایک نارنج سینہ افراسیاب پر لگا دیا۔ وہ نارنج ہر چند کہ بڑا زبردست سحر تھا لیکن شعلہ طلسم پر اثر پذیر نہ ہوا اور نارنج پڑتے ہی بادشاہ مذکور زمین سا گیا۔ بران سمجھی کہ یہ مارا نہ جائے گا اور اب جو ہوشیار ہو گا آفت اور قیامت ڈھائے گا۔ پس یہ سمجھ کر خواجہ کو لے کر اڑ گئی اور ایک پہاڑ پر آ کر اتری اور وہاں خواجہ کی حد سے زیادہ تعریف کی اور کہا۔ میری عقل اے خواجہ حیران تھی کہ میرے باپ نے کبھی ایسی گفتگو تو اپنے ادنیٰ غلام سے بھی نہیں کی۔ آج یہ کیا ماجرا جو افراسیاب سے ایسی

طلسم ہوشربا

محمد حسین جاہ

۱۹۷۸ء

- شہزادہ قاسم

ایوان ملکہ بادشاہ نہایت وسیع و عمدہ تھا۔ ہر فرقہ و محلہ کے لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول حسب معمول تھے۔ ان عورتوں کو روتے ہوئے دیکھ کر سب عورات پوچھنے لگیں ”اے کیا ہوا خیر تو ہے۔“

انھوں نے کہا۔ ”اے بی بی وائی نافرمان کی جان کو روتے ہیں۔ جلد ملکہ کی امی جان کو بتاؤ اے لوگو بڑی حضور کہاں ہیں۔“

ان سے کہا۔ ”چھوٹی حضور کو یہ موئی انا پکڑ لیے جاتی ہے۔“

یہ سنتا تھا کہ سب انیسیں مصاحبین دوڑیں۔ بارہ دری میں ملکہ مہ پیکر پری تمثال جادو بیٹھی ہوئی چوسر کھیل رہی تھی کہ ان سب نے کہا۔ ”حضور صاحبزادی کے نوکر آئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کے دشمن کہنے والی بندی قید ہو گئی۔“

یہ سنتے ہی بڑی حضور کے بھی چھکے چھوٹے۔ چوسر الٹ کر بارہ دری کے باہر آئی۔ بخشہ کی نوکریں سب دوڑ دوڑ کے قدموں پہ گریں اور چیخ مار کر روئیں اور سب حال بیان کر کے کہا۔ ”بیوی ملکہ فقط اتنی گنہگار ہیں کہ اس مردوے کو وائی کے گھر سے جا کر لے آئیں۔ سو وہ بھی اس واسطے کہ اس کو قبریں اور قتل ہوؤں کی دکھائیں تا کہ وہ عبرت پذیر ہو۔ اس جرم پہ اس قطامہ وائی نے نہیں معلوم کیا کیا ان کے باپ سے جا کر لگایا کہ بادشاہ خود تشریف لائے اور ملکہ کو اب وائی پکڑے لیے جاتی ہے ان باتوں کو جو مہ پیکر نے سنا فوراً اپنے یہاں کے خدمت گار چوبدار اور خواجہ سرا اور محلہ کے ساتھیوں کو حکم دیا جاؤ اور وائی کے جوتیاں مار کر میری بچی کو چھین لاؤ۔ اگر

وہ تجھ دائی دربار شاہی میں پہنچ گئی ہو تو اندر دانالاماہو کے گھس کر چھین لائے۔ کچھ بادشاہ کا خوف و لحاظ نہ کرنا۔ اس بھڑوے کو تو سودا ہو گیا ہے۔ پہلے تو امان نافرمان سے کہا کہ لڑکی کو مردوں کے رجھانے کے لیے جلیا کرے اب بڑی غیرت ہوئے کو آئی۔ اسے کوری پیٹھ پیچھے لگے۔ میں سچ کہوں میری بچی ہر بار مرد کو دیکھتی ہے اور ترس کر رہ جاتی ہے۔ آخر لوگو وہ بھی جوان جہان ہے اس کے بھی جی ہے کہ نہیں۔"

یہ باتیں سن کر کنیزوں اور محل کی عورتوں نے تائید کلام کی "ہاے ملکہ سچ فرماتی ہیں جس بات کا خیال نہ کرو تو برسوں نہ کرو جو ہر بار اس کا سامنا ہو تو حضور خدا معاف بڑی بڑی پارساؤں سے نہیں رہا جاتا ہے۔"

ایک ان میں سے بولی۔ "ہاے بیوی ہماری صاحبزادی کی تو سیدھی بات نہ کرنا آئی ہے اب تنگ ہو کر ہم خدا سے موت مانگتی ہیں۔ اسی دائی مالزادی نے دریا پر لے جا کے جا کر دیدہ دلیر بنایا وہ تو ملکہ ہی سی نیک کوکھ کی جنی تھیں جو بھلی بھلائی رہی بھی۔ دوسری ہوتی تو آسمان میں تھگلی لگاتی۔ غرض یہ کہ یہاں تو عورتیں غوغا کر رہی ہیں۔

ادھر کئی سو ملازم بڑی ملکہ کے جو دوڑے دائی راستہ ہی میں تھی کہ یہ جا پہنچے اور پکارے "وہ تو جا اور غیبانی مارے جوتوں کے جو تجھ کو فرش نہ کیا تو کچھ کام ہی نہ کیا۔"

دائی یہ کلام سن کر گھبرائی اور اس نے پہچانا کہ یہ سب ملازم ملکہ کی ماں کے ہیں۔ ملکہ کو لینے آئے ہیں اگر تو نے ذرا بھی دینے میں کیا تو یہ بہت بڑی گت بنائیں گے خیر پھر مجھ کو کیا مطلب ہے جو اپنی آبرو گنوائے اور نوکروں کی مار کھائے۔

یہ معلوم کر کے گویا ہوئی کہ صاحبو' میں تو آپ ہی ملکہ کو ان کی ماں کے پاس لائی تھی۔ میرا کیا قصور ہے تم صاحبزادی کو لے جاؤ۔ بھلا میں ان کے دشمنوں کو رنج پہنچاؤں گی۔ مجھ سے کب ہو گا کہ کوئی ان کو ٹیڑھی نظر سے دیکھے۔

جب ان نوکروں نے یہ باتیں عذر آمیز سنیں۔ ملکہ کو اس سے لے کر تخت سحر پر بٹھا کر محل کی طرف لے گئے اور دائی شہزادہ قاسم کو لے کر جانب دربار بادشاہ گئی۔ ملازمان

اور ملکہ نے ملکہ کو محل میں لا کر پہنچایا اور سحر اس پر سے برطرف کیا کہ اس کو ہوش آیا اپنے تئیں محل میں اپنی ماں کے پاس پایا اور مادر کو سامنے دیکھا۔ فراق یار سے دم گھٹنے لگا۔ لیکن ضبط کر کے ماں کو سلام کیا اور دل تو بھرا تھا ہی بدنام ہونے کا حیلہ کر کے رونے لگی ماں نے اٹھ کر براہ چشم نمائی اور تنبیہہ دو طمانچے مارے اور کہا۔ "او مردار بڑا غضب کیا تو نے کہ حرمت مٹا دی۔ غیر مرد کو پہلو میں لے کر بیٹھی۔"

ملکہ یہ باتیں سن کر ایسا روئی کہ ہچکی بندھ گئی۔ اس وقت ماں نے اٹھ کر گلے سے لگایا پیار کیا۔ ملکہ نے کہا۔ "آپ نے بھی بے تحقیق کئے ای جان مجھ کو الزام دیا۔ آپ دریافت کر لیجئے جو کوئی بے حرمتی ہوئی ہو۔ میں نے تو ترس کھا کر اس قیدی کو اپنے باغ میں بلایا تھا۔ دایہ اماں نے مجھ پر یہ غضب ڈھایا کہ چھنال بنایا اس وقت سب محل والیاں صدقے قربان ملکہ پر سے ہوتی تھیں اور کہتی تھیں۔ بے بے ہماری صاحبزادی کا لہو پانی اس مردار دائی نے ایک کر دیا۔ اے لوگو ابھی یہ سن یاری آشنائی کرنے کے قابل ہے ابھی چھوٹی حضور ہیں۔ کیا میں اپنی ایڑی دیکھ کے کہتی ہوں کہ اس سال سے تو ذرا اتنا بھی ہو گئی ہیں کہ جوان معلوم دیتی ہیں۔ کیوں بڑی کھلائی ابھی ان کو بیٹھا برس کہاں لگا ہے۔"

بڑی کھلائی نے کچھ پوروں پر انگلیوں سے حساب کر کے کہا۔ "اس مہینے کی پندرھویں کو میرے منہ میں خاک ہو۔ نہیں ہوں تیرہ برس بھر کے چودھواں شروع ہوا ہے۔"

یہ سن کر ایک مغلانی نے ماتھا کوٹ لیا حیرت زدہ ہو کر کہا۔ "ووئی بیوی یہ اتنی سی چھوکری کو دائی چھنالا لگایا۔ وہ جو کہتے ہیں کہ کیرا لوگو میرے تو سن کے حواس جاتے رہے۔"

حاصل الامر ماں نے بیٹی کا منہ ہاتھ دھلوایا کچھ کھانا کھلایا۔ اس کو یاد شہزادہ نمدار تھی کھانے سے طبیعت کو نفرت دل میں محبت یار تھی۔ روتی رہی کچھ کھا لیا اور منہ لپیٹ کے چھپر کھٹ پر پڑی رہی۔ ماں نے کہا۔ "دیکھو صاحبو میری بچی کو بخار چڑھ آیا ہے۔

اگر اس کا ایک بال بھی بیکا ہوا تو میں آگ لگا کر اس گھر کو نکل جاؤں گی۔ کیسی سلطنت میں خاک میں ملاؤں ایسی حکومت کو جہاں میری بچی کو کٹے۔ اس دائی کو وہاں صدقہ اتاروں جہاں ملکہ کی دائی نے ہاتھ دھوئے ہوں۔"

سب انیسیں یہ سن کر بسورنے لگیں اور پلنگ کے پاس جا کر ملکہ کے چہرے کو دیکھتی تھیں اور سرد آہیں بھرتی تھیں۔ ان کو تو اس حال میں رکھیے اب حال دایہ سنیے کہ وہ شہزادہ کو لے کر دربار بادشاہ میں پہنچی اور دالان کے دروازے پر تخت کو اتار کر شہزادہ کو ہوشیار کیا اور زنجیر کا سرا پکڑ کر اندر دربار کے لائی شہزادہ نے ایک بارگاہ کفر مدار کو دیکھا کہ ایک بادشاہ کئی زینے کے تخت پر جلوہ فرما ہے۔ تاج کئی سو نگینہ کا سر پر جس میں لعل گوہر صدہا جڑا ہے قبائے قم کا دو زر اندوز گلے میں ہے۔ کینٹھا زمرد کا گردن میں پڑا ہے لباس شاہی سے تمام جسم پیراستہ ہے اور تمام اہل دربار ساحران غدار ہیں۔ جن کے منہ آنکھ کان سے شعلے آگ کے نکلتے ہیں کرسیاں دنگل بے شمار بچھے ہیں قرق زنجیر قریب دروازہ کھنچی ہے چھڑیاں لگی ہیں ادب دربار میں سب حاضر ہیں بہت سے پہلوان خود سر ہیں اور ایک عیار تیز و طرار ہاتھ پائے عیاری سے آراستہ جھولا اسباب ساحری کا گلے میں ڈالے کرسی پر بیٹھا ہے۔

اس شمع بزم صاحبقرانی نے بیچ بارگاہ میں پہنچ کر بطور خدا پرستوں کے سلام کیا کہ سلام میرا اس پر ہو جو خدا کو برحق اور واحد جانتا ہو اور اس کے پیغمبر کو مانتا ہو۔"

سب ساحران نے یہ آواز جو سنی نہایت برہم ہوئے اور بادشاہ نے دایہ سے فرمایا کہ تو اس گیسو بریدہ و شوخ دیدہ کو گرفتار کر کے کیوں نہ لائی۔"

اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ میں لائی تھی آپ کی بیوی کے ملازم آ کر مجھ سے چھین لے گئے۔"

یہ سنتے ہی بادشاہ اٹھا اور اندر محل کے چلا تو اب ناظر اور خواجہ سراؤں نے دوڑ کر خبر تشریف آوری بادشاہ بانوئے بادشاہ کو پہنچائی۔ اس نے سب اپنی کنیزوں انیسوں وغیرہ

کو بلا کر ایک جا استادہ کیا اور فرمایا۔ "تم سب آگاہ ہو کہ اس وقت بادشاہ اس دایہ قحبہ کی لگائی بجھائی سے یہاں آتے ہیں اور میری لڑکی کو پکڑے جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور وہ تھوڑی ابھی روتے روتے ذرا سوئی ہے تم سب کو میری جان کی قسم بادشاہ اگر ہوں سے توں کرے تو سب ان کے لپٹ جاؤ اور خوب مارنا اگر تم نے کچھ اس کام میں قصور کیا تو میں سر پٹخی سربسر انگل جاؤں گی۔"

کنیزوں نے عرض کیا "ہم سب آپ کے تابع ہیں اگر آپ خداوند سامری و جمشید سے لڑنے کو کہیں تو ہم ان سے بھی لڑیں۔"

یہ عرض کر کے وہ سب آمادہ جنگ ہوئیں اور لاٹھی پتھر وغیرہ بعض نے لے لیے اور بعض نے دست پناہ چمٹی پرانی ہانڈی جلتی ہوئی لکڑی سوختے وغیرہ سنبھالے اور زوجہ بادشاہ بیچ صحن میں مکان کے فرش خاک پر پاؤں پھیلا کر پائنچے چڑھا کر بال سر کے پریشان کر کے بیٹھی اور سب عورتیں گاتیاں باندھ کر پائچوں میں گرہ دے کر ملکہ کے گرد کھڑی ہوگئیں۔

اس عرصہ میں بادشاہ داخل شبستان ہوا کنیزوں نے تسلیم بھی نہ کی۔ بادشاہ یہ حال محل کا دیکھ کر پریشان ہوا۔ بی بی کو اپنی تنتنا پہ بیٹھے دیکھ کر دل سے کہتا تھا کہ کہ کون سی آفت گھر میں آئی۔ غرض زوجہ کے قریب آ کر بیٹھ گیا اور کہا ہوا صاحب کچھ تم نے اپنی بیٹی کا بھی کرتوت سنا اور یہ اپنا حال یوں نے ابتر کیا ہے۔ شاید اس خیال سے کہ میں بیٹی کے عوض تم کو کچھ کہوں تو ایسا نہیں ہے تم اس گیسو بریدہ کر میرے حوالے کرو۔ تم سے کچھ واسطہ نہیں۔"

یہ کلام سن کر ملکہ نے جواب دیا "بیٹھ ادھر مرے بوبک تجھ کو صدقے اتاروں اپنی بچی پر سے کہ تو نے اس ابتی دائی قحبہ کے کہنے سے میری لڑکی کو مارا اتارا اور ابھی تک بھڑوے تجھ کو چین نہیں آیا۔"

بادشاہ نے یہ جواب نامعقول جو سناؤ فرط غضب سے آگ ہو گیا اور پکارا "حرامزادی کچھ

تیری قضا تو نہیں آئی ہے۔"

ملکہ نے یہ سن کر ایک دو خنجر نشان پر مارا۔ "ارے تجھ حرامزادی کہنے والے کو خاک میں ملاؤں گہری گور میں تو یوں تجھ کو بے بے کروں۔ تیرا حلوہ پکاؤں او موئی کالے نے مجھ کو بے وارثی سمجھا ہے اپنی حکومت پر دھکاتا ہے ابھی طلسم ہوشربا آباد ہے میرے ماں باپ بھی جیتے ہیں۔ شاہ افراسیاب کو ساحری سلامت رکھیں۔ وہ شاہ تو میرا حال سن کر ان چلی تھوک دے گا۔ یہ نہ جانا کہ میں ایسی ویسی ہوں۔ میں بھی ملکہ احمر سبز پوش کی بیٹی ہوں جو بھائی ہے ملکہ اخضر سبز پوش کا اور ملکہ اخضر باپ ہے سخندان کا جو شہنشاہ افراسیاب کی منگیتر ہے۔ میرے چچا نے حیرت کو گھر میں ڈال لینے سے آج تک بادشاہ کے ساتھ شادی نہیں کی۔"

ملک گوہر شاہ نے یہ باتیں جو بی بی سے سنیں غصے میں تو بھرا ہی تھا ایک طمانچہ اس کے رخسار پر لگایا کہ خیالی تانے جاتی ہے کیا کر لے گا وہ افراسیاب میرا بس طمانچے کا مارنا تھا کہ آفت آ گئی۔ بی بی نے اور زیادہ پیٹنا شروع کیا "ہے ہے وہ بندی رانڈ ہو گئی۔ گوہر مر گیا۔ اس کی لاش نکلی ادھر تو بی بی پیٹنے لگی۔ ادھر کنیزیں وغیرہ محل کی سب عورتیں اور کہتی تھیں۔ " واہ واہ میاں تم نے ماں باپ کی بیٹی نہ بنایا کوئی لونڈی بنائی کہ جب پایا دھن قتل کر لیا۔"

ایک بولی۔ "موئے کے ہاتھ ٹوٹیں گے جیسا پٹ سے ہماری بی بی کو مار بیٹھا۔"

دوسری نے کہا۔ "کہ اسی طرح ساحری کرے اس کی بھی ٹنڈیاں کسی جائیں۔"

تیسری نے کہا۔ "آپا صاحب ہماری بی بی کا ایسے جلاد موئے قصائی کے یہاں گزر کہاں آگ لگا کے نکل بھی جائیں۔"

پھر ایک ان میں سے بولی۔ "ہاں بی بی سچ تو ہے جس شہزادی کے کبھی ماں باپ نے پھول کی چھڑی نہ چھوائی ہو اس پر یہ مار پڑے۔ یہ تو کہو ملکہ ہی ایسی نیک ساعت کی پیدا اور اور نیک کوکھ کی جنی تھیں جو اتنے دن ایسے خلقی سے نباہ کر گئیں۔"

دوسری نے جواب دیا "پھر آخر کہاں تک کلیجے پر پتھر رکھ لیں اور چپ بیٹھی رہیں۔ وہ بھی آدمی ہیں نہ رہا گیا۔ بول اٹھیں۔ تو آفت آئی۔"

بادشاہ نے چار طرف سے جو یہ کاؤں کاؤں سنی۔ ہر ایک کو گھرکا "چپ رہو حرامزادیو یہ کیا غوغا مچا رکھا ہے۔"

عورتوں نے کہا۔ "لو ایک تو چوری اور دوسری سینہ زوری عذر کرنے سے گئے اور الٹے آنکھیں نکالنے لگے تو یہاں کوئی دبنے والا نہیں۔ جب سے ہماری ملکہ کو مارا ہے۔ ہماری آنکھوں میں خون اتر آیا ہے۔ جی میں آتا ہے کہ چھاتی پر چڑھ کر ڈھائی چلو لہو پی جائیں۔"

بادشاہ یہ سن کر ان سب کے مارنے چلا۔ وہاں تو صلاح ہو کر جنگ پر سب آمادہ ہی ہو رہی تھیں۔ بادشاہ کے بڑھتے ہی چار سمت سے عورتیں ٹوٹ پڑیں اور لاٹھی پتھر چٹکیاں دوچپے پڑنے لگے اور چونکہ یہ سب عورتیں ملکہ مذکور کے میکے کی ہیں اور شاہ افراسیاب سے تعلق رکھتی ہیں ان کو بڑا غرور ہے۔ کچھ خوف اس بادشاہ کی حکومت کا ان کو نہیں بیجا بادشاہ پر حملہ آور ہوئیں۔ اب تو ہائیں ہائیں لگے مار موئے کو پیٹا گھیرا کی صدا بلند ہوئی اور تڑا تڑ چٹاق پٹاق دھوں دھوں کھل اور کی آواز آنے لگی۔

بادشاہ اگرچہ مرد میدان نبرد تھا ان کے حملہ کو رد کر کے قریب تر پہنچا اور دو تین کو لات سے تین چار کو ہاتھ سے دھکا دے کر گرا دیتا اور کہنیاں مارتا۔ اس وقت ایک لونڈی کہ ٹھگنے قد کی گول بدن سیاہ رنگ سیاہی کی گانٹھ بنی ہوئی کہ کڑوا تیل سر میں ڈالے۔ دوپٹے کی گاتی باندھے تھی۔ اس نے جھک کر ٹانگوں میں بادشاہ کے اپنے تئیں پہنچایا اور انثیین دونوں ہاتھ سے مضبوط تھامے۔ بادشاہ پکارا "اری حرامزادی' یہ کیا کرتی ہے۔ اری چھوڑ او مجھے میری جان گئی۔ ادھر تو وہ کنیزی پکڑ کر لوٹ گئی ادھر بادشاہ گر کر تڑپنے لگا اور اوپر سے عورتوں نے بری گت بنا دی۔ تاج کہیں گرا۔ قبائے فرمانروائی۔

ٹکڑے ٹکڑے ہوئی۔ کسی عورت نے منہ میں توے کی سیاہی بھر دی۔ کسی نے جوتیوں

کا ہار بنا کر گلے میں پہنا دیا۔ کسی نے ہانڈی کا گھیرا گردن میں ڈالا۔ کسی نے ڈاڑھی نوچ لی اور خوب مارا۔ جب دیکھا کہ بادشاہ کی جان پر بن گئی ہے۔ اس وقت ملکہ نے اس کنیز سے کہا۔ "انہیں چھوڑ دے۔"

اس نے چھوڑ دیئے۔ سب عورتیں سامنے سے بھاگ گئیں۔ بادشاہ بھی جان چھڑا کر اٹھ کے بھاگا اور اسی حال سے باہر دارالامارہ کے جو آیا۔ سب اہل دربار جھنپنے لگے اور بعض مقرب نے دست بستہ استفسار کیا اس نے جھلا کے کہا "کیا بیان کروں۔ میں نے بارہا کہا ہے کہ بیگم کا مزاج بہت برا ہے ان کا غصہ سامری کی پناہ نہ کچھ سمجھتی ہیں نہ بوجھتی ہیں۔ بوچھار کرنے لگتی ہیں۔"

یہ کلام سن کر ایک درباری لطیفہ گو نے چپکے سے دوسرے سے کہا۔ "آج ساری حکومت اس میں مل گئی۔"

یہ تو بہ پاس ادب چپکے چپکے باتیں کرنے لگے اور بادشاہ نے ہاتھ منہ دھو کر لباس تبدیل کیا اور بموجب مثل نزلہ بر اعضائے ضعیف میریزد۔ فوراً حکم دیا یہ مسلمان جو قید بیٹھا ہے۔ اس کو قتل کرو۔"

اتنا زبان سے نکلنا تھا کہ جلاد دو قوی تن سامنے آ کر حاضر ہوا اور شہزادہ قاسم کو اسی وقت برابر آبریز کے لے جا کر ریگ کے چبوترے پر بٹھلایا اور آمادہ قتل ہو کر کوئلے کا خط گردن پر کھینچا۔ پھر جلاد دوسرا حکم پوچھنے سامنے شاہ کے آیا۔ اس وقت شہزادہ قاسم کو اپنے مرنے کا یقین کامل ہوا۔ جس طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا تھا سوائے بیکسی و تنہائی کے کوئی یار و مددگار نظر نہ آتا تھا۔ شہزادے نے اپنے عقائد کی تجدید دل میں کی اور کلمہ شہادت پڑھا اور اپنے خدا کی رحمت سے ناامید نہ تھا تہ دل سے دعا بدرگاہ کبریا کرنے لگا۔

دعا اس کی مستجاب بدرگاہ مسبب الاسباب ہوئی۔ یکایک دارالامارہ کے دروازے پر غلغلہ برپا ہوا کہ خداوند تشریف لائے۔ بادشاہ سروپا برہنہ مع ارکان سلطنت کے اٹھ کر جانب

دوراً جلاد کو قتل شہزادے سے منع کرتا گیا وہ کنارے جا کر ٹھہرا۔ آخر شہزادے نے دیکھا کہ ایک پیر مرد کو ہر ایک ساحر بہ وزیر تعظیم لیے ہوئے آیا کہ اس کی ڈاڑھی تا بہ سینہ ہے۔ یہ اس کا نقشہ ہے کہ

بیٹھا تھا اس جگہ وہ جو مایوس
ملتا تھا دست الم افسوس
پیدا ہوئی در سے ایک صورت
ظاہر میں کمال نیک سیرت
آہستہ خرام نرم رفتار
جبہ سر دوش سر پہ دستار
جو ماہ نما وہی ہے رہزن
سے پردہ دوستی میں دشمن
ظاہر میں تھا فرشتہ خصلت
باطن میں تمام دیو سیرت
گھستا تھا مکرو کا جبیں میں
پوشیدہ بت اس کی آستین میں
دنیا کے لیے بنا تھا دیندار
تسبیح کے بطن میں تھا زنار
کچھ دل میں تھا قول کچھ زبان کا
تھا فرق زمین و آسمان کا
سب کو وہ مخل تھا سر راہ
وسف کے لیے بناتا تھا چاہ
نیکی کے حساب میں بدی سسل
ظاہر میں بلال دل میں ابوجہل

اس غول صحرائے گمراہی کو اسکندر بن سامری لوگ کہتے تھے اور خدا اس کو سب جانتے تھے بادشاہ کے پاس یہ کبھی کبھی آتا ہے اور ایک ایوان عظیم الشان اس کا بنا ہے وہاں رہتا ہے خلقت اس طلسم کو ہر ماہ میں جمع ہو کر اس کی پرستش کرتی ہے۔ حال اس کا آئندہ بیان ہو گا۔ اس وقت بادشاہ نے اس کو لا کر تخت پر بٹھلایا۔ ہر شخص نے خاک پا کو اس کی آنکھوں سے لگایا۔ جب وہ بیٹھا اور سجدہ وغیرہ سے سب نے فرصت پائی۔ ساقی نے جام شراب لا کر دیا۔ وہ پی کر سرخوش ہوا تو شہزادہ قاسم پر اس نے نگاہ کر کے پوچھا "کون شخص ہے اور کس جرم پر قتل ہوتا ہے قدرت کو سب خبر ہے مگر تم سے اس کا حال سننا چاہتے ہیں۔"

بادشاہ نے سب حقیقت شہزادے کی بیان کی۔ خداوند نے یہ حال سنتے ہی کہا تم نے فرمان بڑے خداوند یعنی سامری کا اپنے دل سے فراموش کیا کہ وہ فرما گئے ہیں کہ جہاں خون مسلمان کا گرے گا وہ جگہ برباد ہو گی اور باران رحمت ہمارا وہاں نہ برسے گا۔"

بادشاہ نے فریاد کی "یا خداوند پھر اس گنہگار کو کیونکر ہم قتل کریں۔ اس نے تو ہمارے نام و ننگ کو مٹانا چاہا ہے۔"

اس آقائی ابلیس نے فرمایا۔ "اس کو اپنے طلسم کے بیابان حیرت میں پھینکو دو۔ وہاں یہ آپ ہی بے آب و دانہ تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو جائے گا۔ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔"

بادشاہ یہ سن کر اٹھا اور خداوند کے گرد پھرا۔ قدموں کو اس کے بوسہ دیا "کہ خداوند کار مشکل کا حل کرنا آپ ہی ذات پر ختم ہے۔"

یہ کہہ کر نافرمان اور ایک ساحر شمشاد و جادو نام کو حکم دیا "اس خطاوار کو لے جاؤ اور بیابان مذکور میں چھوڑ کر چلے آؤ۔"

بجز استماع حکم بادشاہ ساحران خیرہ سر شہزادہ نامور کو بیہوش کر کے تخت سحر پر ڈال کر روانہ ہوئے۔ یہ تو اس طرف سے گئے۔ یہاں محل سے خواجہ سرا نے عرض کیا "سب

اہل دربار اٹھ جائیں ملکہ طلسم زیارت خداوند کو آئی ہیں۔

یہ خبر جو خداوند نے سنی فرمایا ہم خود اس بندی کے پاس جائیں گے۔"

خواجہ سرا اس کلام کو سن کر پھر گیا۔ محل میں ملکہ نے جب آنا خداوند کا سنا آراستگی و مکان و آرائش اسباب عشرت کرنے لگی۔ سب عورتیں نذر بھینٹ تیار کر کے منتظر ہو گئیں۔

اس اثنا میں شور مچا کہ خداوند آتے ہیں۔"

ملکہ مع خادمان محل بہرا استقبال گئی۔ زنانی ڈیوڑھی کے قریب پہنچ کر سجدہ کیا اور خاک پائے خداوند کو لیا آنکھوں سے لگایا۔ پھر ہمراہ لے کر رواں ہوئی۔ سب عورتیں بھی گرد پھرتی۔ تصدق ہوتی ایوان میں لائیں مسند پر بٹھلایا۔ شراب پلائی۔ ڈاڑھی میں عطر لگایا۔ نذر میں جواہرات بہت کچھ دیا۔ ملکہ نے اشارہ کیا۔ عورات نے محل کی ہار پھول دونے مٹھائیوں کے زر نقد سامنے لا کر رکھا اور ہاتھ باندھ کر اپنی اپنی مرادیں مانگنے لگیں۔

اس شیطان نے جو کچھ انھوں نے سوال کیا۔ قیافہ سے دریافت کر کے جیسا موقع دیکھا ویسا جواب دیا۔ اس اثنا میں اس کو خیال ملکہ بنفشہ کا آیا۔ اس کی ماں سے پوچھا "ہماری بندی بنفشہ کیا کرتی ہے اور کیوں سامنے نہیں آئی۔"

ملکہ نے یہ سن کر رو رو کے تمام حال دایہ کا اور بادشلو کا بیان کر کے عرض کیا "بادشلو کو حضور سمجھاتے جائیں کہ وہ دختر سے اور مجھ سے بدی نہ کرے۔"

یہ کہہ کر کچھ عورتوں سے حکم دیا "صاحبزادی کو بلا لاؤ۔"

وہ گئیں اور ملکہ کو بمنت تمام لے کر آئیں۔ ملکہ ابتک مسلمان ہو چکی تھیں۔ سوچی کہ مجھ کو سجدہ کرنا پڑے گا لازم ہے کہ کچھ مکر کروں۔ گردن جھکائے چپ بیٹھی رہی۔ خداوند نے اس کا حال دیکھ کر فرمایا۔ "سچ ہے لڑکی تمہاری سہم گئی ہے۔ اس کے ہوش درست نہیں ہیں۔"

یہ کہہ کر حکم دیا "گوہر شلو کو یہاں حاضر کرو۔"

خواجہ سرا وغیرہ دوڑے اور شلو سے جا کر عرض کیا "جلد چلیے خداوند آپ کو بلاتے ہیں۔"

بادشلو محل میں جانے سے ننگ و عار رکھتا تھا۔ مگر حکم خداوند سے ناچار ہو کر داخل محل ہوا۔ سب کنیزیں تو ہٹ گئیں کہ ہم نے شلو کو مارا ہے۔ کیا سامنا کریں اور زوجہ اس کی اسی جگہ منہ پھیر کر بیٹھی رہی الغرض جب بادشلو سامنے خداوند کے آیا وہ بہت خفا ہوا اور بغصہ اس نے کہا۔ "کیوں اور گوہر تو نے اب بیبلی پہ کمر باندھی ہے تو نہیں جانتا ہے کہ بڑے خداوند استری کا کیا آدر کرتے تھے پیشاب اس کا پیتے تھے اور فرماتے تھے کہ باعث زندگی اور سبب لذت انسانی یہی ہے۔ اے بادشلو اس کی پرستش ہر صبح کرنا لازم ہے۔ بخلاف اسکے تو نے اپنی عورت کو ناراض کیا کہ اس نے ہم سے تیری فریاد کی۔ پس خیریت اسی میں ہے کہ اس کے پاؤں پر گر اور تقصیر معاف کروا۔"

بادشلو کی کیا مجال تھی کہ حکم خداوند کے خلاف کرتا۔ فوراً ہاتھ باندھ کر قدموں پر اپنی بی بی کے گرا اور معذرت خواہ ہوا۔ خداوند نے اس وقت ملکہ سے فرمایا۔ "تم بھی گلے سے اب لگ جاؤ اور خبردار کبھی خلاف حکم اپنے شوہر کے نہ کرنا۔"

ملکہ نے شوہر کو گلے سے لگایا اور دونوں نے باہم بوسے لیے اور مل گئے۔ پھر تو سب محل کی عورتوں کو خداوند نے بلوایا۔ وہ ہر ایک قدم پر بادشلو کے آ کر گری۔ بادشلو نے خطا معاف کی پھر بیٹی کو اپنے گلے سے لگایا اور بہت کچھ نشیب و فراز عالم سمجھایا۔

بنفشہ نے رو کر کہا۔ "گر اجازت اپنے باغ میں رہنے کی نہ پاؤں گی تو اسی طرح رو رو کر جان دوں گی نہ پانی پیوں گی نہ کھانا کھاؤں گی۔"

خداوند نے یہ سن کر کہا۔ "اے بادشلو باغ میں اس کو اب جانے کیوں نہیں دیتا۔ وہ سلطان بیابان حیرت سے کیا نکل جائے گا۔"

بادشلو نے جواب دیا "ممکن نہیں جو وہ زندہ رہے۔"

یہ کہہ کر بیٹی سے کہا۔ "اچھا اے فرزند تم اپنے باغ میں جاؤ۔"

ملکہ یہ سن کر ہنسی اور باپ کے گلے سے لپٹ گئی۔ آخر سب شاد و خرم ہوئے اور خداوند اٹھ کر محل سے اپنے گھر گئے۔ بادشاہ داخل دارالامارہ ہوا ملکہ بنفشہ نے اپنی ماں کی بلائیں لیں اور کہا۔ "میری اچھی امی جان مجھ کو باغ میں جانے دیجئے۔"

ماں نے کہا۔ "اچھا جاؤ گل و غنچے سے اپنا دل بہلاؤ۔" بہلاؤ لیکن اب کوئی ایسا امر نہ کرنا جس میں مجھ کو بولنا پڑے اور تم بھی بدنام ہو۔"

اس نے کہا۔ "جی نہیں اب ایسا نہ ہو گا۔"

یہ کہہ کر سواری طلب کی کنیزیں شہزادی کی تخت سحر تیار کر کے لائیں۔ ملکہ سوار ہو کر روانہ ہوئی اور راہ میں تصور شہزادہ قائم کر کے گوہر اشک تار نفس میں پرونے لگی اور بیقرار ہو کر یہ اشعار زبان پر لائی۔

الفت کا برا ہو جس نے مارا
ہے عشق کا یہ فساد سارا
برگشتہ ہوئے نصیب میرے
ہیں دشمن جاں حبیب میرے
اس دام بلا میں ہوں گرفتار
اللہ سے ہے امید دیدار

اسی طرح ناری کنال باغ میں جب آئی وحشت نے اس گلشن کو صحرا بنا دیا۔ جوش گریہ نے اس گھر کو دریا بنا دیا۔ تیرگی بخت شب دیجور کا رنگ دکھانے لگی اس ایوان کو سیہ خانہ بنانے لگی۔ یہ سوختہ جان شمع محبت جلانے لگی۔ شمع کا شعلہ بھی اس سے بھڑکا ہوا تھا۔ گرز آتشیں ٹوٹا تھا۔ ہر روزن مکان دیدہ غول تھا۔ زبان ہجر کے اندیشہ کو بہت طول تھا۔ طالع سے اپنے لڑتی تھی۔ اپنے دل سے رو رو کے جھگڑتی تھی۔ کبھی یاد زلف میں پیش نظر اندھیرا تھا کبھی داغ دل چراغ کی صورت جلتا تھا بیتابیوں نے گھیرا

تھا۔ کبھی آنسوؤں کا تار باندھ کر سمرن موتیوں کی بنائی اور بہر مرگ استخارہ فرمائی۔ گھر کی شکل نظر میں گور تھی۔ سفیدی رخسار کافور تھی۔ بستر کو کفن سمجھی شکن بستر کر اژدر کا پھن سمجھی۔ جب بیتابی کا زور ہوتا دل بہت مجبور ہوتا تو یہ کہتی کہ

آنکھیں رہیں اپنی تر ہمیشہ
دو چار گرائے گھر ہمیشہ
اشکوں کا وہ متصل ٹپکنا
دیوار پہ سر کو دے ٹپکنا
بیٹھی جو کبھی ملول ہو کر
گردوں نے کیا خطاب تند کر
اے خانہ خراب اے جفا کار
گردش ہے تیری عجب دل آزار
کس کس کو کیا نہ تو نے برباد
کس کس کو کیا نہ تو نے ناشاد
آنکھوں کو بنا نہ بحر زخار
اتنا تو ہنستی نہ تھی میں زنہار
عشرت کا پیالہ تھا کب پیالہ
ہے داغ جو دل میں مثل لالہ
نکلی تھی کہاں وصال کی راہ
ایسا غم ہجر ہے جو جانکاہ
جام سے تری پلا دے
بچھڑے ہوئے یار سے ملا دے
پھر آنکھوں کو ہو نصیب دیدار

بجز کان اٹھائیں لطف گفتار

اس بیتابی میں یہ خیال آیا میرے باپ نے خداوند سے کہا تھا کہ میں نے اس مجرم کو بیابان حیرت میں بھجوا دیا اور وہ ایسی جگہ ہے کہ آپ اس کا رہا ہونا وہاں سے ممکن نہیں۔ پس وہ ایسی ہی جائے سخت و صعب ہے کہ جہاں زندہ رہنا دشوار ہے۔ مجھ کو لازم ہے کہ اس سر گشتہ صحرائے الفت کی خبر منگا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ شمع حریم صاحبقرانی صرصر صعوبت پیشہ طلسم سے بجھ جائے اور شیر نیستان حمزہ کا شکار صیاد اجل ہو۔

یہ سوچ کر پاس رسوائی کو طاق نسیاں پہ دھر دو کنیزوں کو اپنے پاس بلا کر چپکے چپکے راز دل سے آگاہ کیا اور بمنت کہا۔ "تم مجھ کو خبر میرے یوسف گم گشتہ کی لا دو تو میں تمہاری کنیز ہو جاؤں گی انہوں نے جب یہ حال اس زلیخائی مصر عاشق کا دیکھا۔ پند و نصیحت کو بے فائدہ سمجھ کر بدقت گوارا کیا اور تخت سحر بنا کر سوار ہوئیں۔ نام ان دونوں کے شعلہ جادو و شرارہ جادو ہیں۔ چلتے وقت ملکہ کو سمجھاتی گئیں کہ اپنا حال تباہ نہ کرو۔ اس قدر نالہ و آہ نہ کرو۔ ہم جاتے ہیں۔ خدا کو منظور ہے تو اس شیدا کو آپ کے لاتے ہیں وہ اے ملکہ

جان دی جان اگر بگڑ گئی بات
جیتی ہو تو ہو گی پھر ملاقات

ملکہ نے کہا۔ "اے مونسان ہمدم والے رفیقان محرم میں تمہارے ہی آسرے زندہ ہوں۔ جلد آنا۔ اگر دیر لگا دی تو مجھ کو زندہ نہ پاؤ گی۔ لو جاؤ خدائے کریم کو تمہیں سونپا۔" یہ سن کر دونوں تخت اڑا کر روانہ ہوئیں یہ تو ادھر سے چلیں لیکن ادھر شمشاد و نافرمان شہزادہ کو ایسی بیابان میں لائے اور تخت سے زمین پہ اتار کر دونوں بزور سحر بلند ہو گئے۔ شہزادہ کو سحر سے بیہوش رکھا۔ جب بلندی پہ پہنچے اور سحر پڑھ کر ہوشیار کر دیا اور

آپ روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ دربار بادشاہ میں پہنچے اور خبر پہنچا دیئے شہزادے کی عرض کر کے اپنے اپنے گھر گئے۔

یہاں جب آنکھ شہزادے سیاح دشت محبت و قیس بخدا الفت کی کھلی ایسا جنگل ہول خیز اور وحشت انگیز دیکھا کہ دل خوف سے تھرا گیا۔ تن ناتواں میں لرزہ آ گیا۔ دل کو قوی کر کے اٹھا اور ایک سمت روانہ ہوا۔ دھوپ کی شدت سے بیتاب تھا۔ ایک و سوز مفارقت سے دل جلتا۔ دوسرے یہ تپش معاذ اللہ منہ سے سانس لینے میں شرارہ اٹھتا گرد اس صحرائے پرخار کے پہاڑ تھے۔ قلہ کوہ تا فلک دوار تھے۔ ان کے پتھروں سے شرر نکلتے۔ دیو پائے کوہ اذا اسفل السافلین کا دم بھرتے۔ دامن صحرا دامن محشر کو شرم سے چاک کرتا۔ آفتاب وہاں آفتاب قیامت کو شرمناک کرتا۔ ہر خار پائے دل و رگ جاں کے لیے نشتر کانٹوں ہی کا کوسوں تک بستر اژدر غاروں میں منہ کھولے بیٹھے۔ شعلہ آتشیں چھوڑتے۔ ہوا گرم زہر آلود چلتی۔ کانٹے جلے پھپھولے پھوڑتے بگولے سیاہ بیابان دود آہ پیچ و تاب کھاتے۔ دیو بن کر ڈراتے۔ درخت کا کوسوں کیا۔ منزلوں نام نہیں۔ دھوپ بھی تھراتی اسے آرام نہیں۔ اس شہریار اقلیم جنون کی اس دشت میں عجب شوکت تھی۔ فوج یاس و الم و حرماں کی بھرتی۔ لشکر تاب و توان و جلو و حشم رو رخصت تھی شامیانہ غبار صحرا کھینچا تھا۔ آفتاب کا کنول اس میں جلتا تھا گردش قسمت بسان چترپا گردان تخت وہی تختہ بیابان بیکسی و تنہائی حاضرین جلسہ۔ دربار مصاحب اور رفیق قدیم خیال۔ یار صحرا کی سائیں سائیں آواز سرکار کی شہنا نواز وحشت کا ڈنکا بجتا۔ خاک صحرائی کی قبا تن پہ آراستہ گدائی کا تاج سر پہ دھرا غولوں کے نعرے نقیب کی صدا اس تجمل و شان سے نار و نالاں بگولے کی طرح اس بیابان میں ہر سمت رواں تھا۔ خیال جاناں میں سیل اشک بہاتا۔ جب دل جلتا تو یہ زبان پہ لاتا۔

لطف اے اشک کہ جوں شمع گھلا جاتا ہوں
رحم اے آہ شرر بار کہ جل جاؤں گا

یہ پروردہ ناز و مہد دولت وہ دشت پر آفت پاؤں میں چھالے حلق میں کانٹے پڑے عجب عالم تھا کہ

گرمی کی وہ فصل دوپہر ٹھیک
منزل ہوئی سخت راہ تاریک
وہ دھوپ وہ گرد طرفہ عالم
بھبوکا تھا ہوا کا لطمہ گرم
دل بیٹھ گیا تپش کے مارے
کپڑے ہوئے عرق میں سارے
وہ دور دور از کوس کالے
کانٹے کف پا میں اور چھالے

اس تشنہ دیدار یار کا پیاس سے جب حال خراب ہوا۔ بہت بیتاب ہوا۔ اس دشت میں آب کجا۔ اس کو دور سے ایک ریگ کا دریا نظر پڑا۔ اس سراب کو یہ بحر آب سمجھ کر لپکا اور اس کے پاس جب پہنچا۔ وہ آگے لہراتا نظر آیا۔ یہ ایسا بیخود تھا کہ بغیر نشیب و فراز سمجھے قدم آگے بڑھایا جیسے ہی چند قدم آگے چلا اس بالو میں گھٹنوں تک دھنس گیا۔

اڑنگ صاحب قوت و طاقت تھا زور کر کے جو نکلا۔ اکی کمر تک سما گیا اور پھر جو زور کیا سینہ تک داخل ریگ ہوا اس کش مکش میں تیغہ کہیں گرا۔ خود کسی جگہ اتر کر رہ گیا اس دشت میں جو کسی کو چھوڑتے تھے تو لباس اور اسلحہ بھی اس کے ساتھ کر

دیئے شہزادے کو بھی اسی وجہ سے مسلح یہاں لائے تھے۔ وہ سب ہتھیار جا بجا گر پڑے اور یہ ماہی قلزم شاہی سینے تک جو بالو میں گیا۔ مثل ماہی بے آب تڑپا۔ اب کی بالکل غرق اس محیط خاک میں ہوا۔

یہ گوہر خزینہ صاحبقرانی درج نشین رکھا گیا یا گنجینہ بہادری تھا کہ دفن زمین ہوا۔ قارون خزانہ لے کر زمین سمایا تھا۔ یہ تہیدست نقد محبت سینے میں لیے ہمسر قارون ہو مگر اتنا فرق البتہ رہا کہ وہ بخیل تھا اس نے جان تک دی ایسی سخاوت کی۔

الغرض جب بالکل نقشہ تنگ بحر ریگ ہوا دل سے کہا۔ "آوائے ناکامی کشتی حیات گرداب ہلاکت میں پھنسی۔ ساحل نجات اب منزلوں دور ہے۔ تقدیر سے بشر مجبور ہے۔ موج آہ کا بھی رواں ہونا دشوار ہے اے مرگ ناکامی تیرا بیڑا پار ہے نفس ور قفس بالا کو مجلس سانس لینا دشوار دوش سے کرتا ہستی کا باہر۔ اس آفت میں نظم بافشاں کرو گا۔

سمجھا کہ ہماری آ گئی موت
پہنچے تہ خاک ہو گئے فوت
ہوتا ہے فشار اب کہاں چین
آئے ہیں سوال کو نکیرین
خالق سے یہ بار بار خواہش
راضی ہے تو تو کیا ہے کاہش
ہے تو ہی تو بے نیاز یارب
ہے تو ہی تو کار ساز یارب
تو چاہے تو پار ہے یہ بیڑا
طے ہے ورنہ نہایت کا بکھیڑا
تو چاہے تو ہو یہ مشکل آسان
بچ جائے گی مجھ غریب کی جان

اسی کش مکش ریگ خاکی میں یقین تھا کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے کہ خالق بحر و بر کو اس کے حال ستم عظیم پر رحم آیا۔ کنیزاں ملکہ جو اس کی خبر کو چلی تھیں۔ اس جنگل میں آ کر پہنچیں اور ہر سمت ڈھونڈنے لگیں۔ جب کہیں پتہ نہ ملا سحر سے بلند ہو کر پیک نگاہ کو چار سو دوڑایا۔ ایک مقام پر ستارہ بالا میں چمکتا نظر آیا۔ جب وہاں آئیں خود شہزادے کو پڑا دیکھا اور آگے بڑھیں تو تیغہ چمکتا دیکھا اس میں سمجھیں کہ وہ دریائے محبت کا نہنگ اس سراب گہ میں بہ رنگ حباب بحر فنا ہو گیا۔ یہ سمجھ کر وہ بیتاب ہوئیں اور رونے لگیں اور ایسا روئیں کہ دامن صحرائے آتش فشاں بھگونے لگیں۔ اور بصد زاری نوحہ آغاز کیا "اے جوان مرگ و ناشاد تو نے اپنے ساتھ اور ایک نوجوان نامراد کو غرق بحر مرگ کیا۔ ہائے جب ہم اس کشتہ حسرت واصل سے جا کر یہ تیرا حال کہیں گے۔ کیا اس پر گزرے گی۔ افسوس کہ وہ زندہ نہ رہے گی کہ

ہر اک دم نالہ اس کو اک خلش ہے
مقیم سینہ جائے دل تپش ہے

بہ رنگ زلف گرہ آشفتہ اطوار
کے چل نرگس بیمار بیمار

ہے اس کے حال میں ہر دم تباہی
تپاں ہو جس طرح خشکی میں ماہی

سنے گی ہم سے جب تیرا یہ وہ حال
تو جینا اس کو ہو جائے گا جنجال

اسی اندوہ میں ملتی تھیں وہ ہاتھ
غم رنج و الم بس ان کے تھا ساتھ

کہ ناگاہ وہ یونس ماہی ریگ طپاں ہوا۔ ریگ کو جنبش ہوئی گیا وہ سراب بھی اس کی غم میں بے قرار ہے۔ ان کنیزوں نے معلوم کیا کہ ابھی یہ نیم جان زندہ ہے۔ یہ رنگ گوہر غلطاں ہے۔ پس بیتابانہ اڑ کر اس جگہ گئیں کہ جہاں گنجینہ مراد دفن تھا اور تخت سحر کو پاؤں کے نیچے رکھ کر کھڑی ہو گئیں اور ہاتھ ریگ میں ڈال کر شہزادہ کا بازو و سر تھا اور زور کیا کہ وہ ابھرا اور جب اس کو بھی معلوم ہوا کہ نجات رہائی قریب آیا ڈوبتے کو تنکے کو سہارا بہت ہوتا ہے اس نے بھی ابھر کر زور کیا کہ تخت سحر پا گیا۔ کنیزیں اس گنجینہ آرزو کو پا کر بہت خوش ہو گئیں اور پنجہ سحر سے خود و تیغہ وغیرہ اٹھوا کر تخت کو بلند کیا۔

شہزادہ اس مصیبت سے جو رہا ہوا تھا۔ باہر آتے ہی بیہوش ہو گیا۔ کنیزوں نے بالو جسم انور سے چھڑوائی خود پونچھا۔ لباس درست کیا پھر سحر کا پر پیدا کر کے سر پر سایہ کیا اور دامن کی ہوا دی۔ اور اپنے بستر اوقات پر لائی۔ یعنی جو پانی کھانا ساتھ لائی تھیں اس میں سے پانی حلق میں ٹپکایا کہ اس بیہوش بادہ ناکامی کو ہوش آیا۔ تخت پر اٹھ کر بیٹھا۔ سجدہ شکر خدا کا کیا۔ پھر ان دونوں سے مزاج ملکہ کا پوچھا۔ انہوں نے ماجرا خداوند سکندر بن سامری کا محل میں آنا اور ملکہ کے باپ کو بلوانا بیان کیا۔ شہزادہ ملکہ کی الفت اپنی نسبت معلوم کر کے بیتابیاں کرنے لگا۔

ادھر انتظار کنیزاں میں ملکہ مغموم کا یہ حال تھا۔

ہم درد فراق سے جو گھبراتے ہیں
گہ روتے ہیں گاہ سر کو ٹکراتے ہیں
دم پا برکات ہے ہمارا پیارے
آتا ہو تو آؤ ورنہ ہم جاتے ہیں

اسی گریہ زاری میں دیو شب غم نے منہ دکھایا۔ دن کا رخ زرد ہوا کسی کے شباب کی

طرح ڈھل گیا آخر دود آہ سے عالم سیہ خانہ بنا کر

اک سانس میں سو مقام لینا
دل ہاتھوں سے اپنا تھام لینا
اس پہ یہ غضب کہ شام آئی
اندھیرا ہوا اور اداسی چھائی
وہ خوف وہ غم وہ ہجر دلدار
وہ شام وہ آہ شب تار
بستر پہ پڑی تھی یوں فسردہ
جیسے کہ پڑا ہو کوئی مردہ
در پہ وہ شکایتیں زباں پہ
کہنا اسے دیکھ کے آسماں پہ
کیوں اے ستم و جفا کے بنیاد
ہو یوں ہی یہ مشت خاک برباد
فرقت میں جو مر گئے تو پھر کیا
ہم جی سے گزر گئے تو پھر کیا
یہ کہہ کے وفور اشک باری
پھر بستر غم پہ بے قراری

یہ بستر ناکامی پہ تڑپ رہی تھی کہ کنیزیں شہزادے کو باغ میں لے کر پہنچیں اور مرحلے میں درختوں کے اس کو بطور تخلی استادہ کر کے آپ خدمت ملکہ میں حاضر ہوئیں۔

یہ ان کو دیکھ کر اٹھ بیٹھی اور سوالیہ نگاہوں سے دیکھنے لگی۔

کنیزوں نے پہلے کچھ ٹال کے ادھر ادھر دیکھ بھال کے شادی مرگ ہو جانے کے خیال سے اوپری ذکر چھیڑا انجام کو چپکے سے کہا۔ "ہم اس متکائے اوج حسن کو ڈھونڈ لائے۔

درختوں میں چھپا کر سامنے آئے ہیں۔"

یہ سنتے ہی ملکہ کو غش آ گیا۔ کچھ دیر میں جب افاقہ ہوا اٹھ کر جانب یار چلی۔ کنیزوں نے عرض کیا آپ اس باغ میں ان کو لے کر رہیے گا۔ کوئی در انداز پھر آپ کے باپ سے جا کر لگا دے گا۔ اب کی مرتبہ اس آفت کا سامنا ہو گا جس سے مشکل دم بھر کا جینا ہو گا۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ چند رفیقوں کو اپنے ساتھ لیجیے ہم تخت سحر تیار کریں۔ آپ مع شہزادہ سوار ہو کر ایک سمت کی راہ لیں۔ اور بیرون طلسم نکل چلیں۔ ملکہ نے کہا "کیا مضائقہ ہے۔ لیکن ان کا مقدم راضی ہوتا ہے۔"

کنیزوں نے کہا "وہ فرزند صاحبقراں ہیں کبھی بھاگنے پر راضی نہ ہوں گے اے بیوی جوان کو بھاگنا ہی ہوتا تو وہ آپ سے اس طلسم میں کیوں آتے۔ اپنی جان آفت میں کس لیے پھنساتے۔ ان سے کہنا اور یہ تدبیر کرنا بیکار ہے۔ ہم ان کو سحر سے بیہوش کر دیں گے اور تخت پر ڈال کر منزل مقصد کی راہ لیں گے۔"

اس نے کہا "تم سچ کہتی ہو۔ پھر اچھا تو ہے۔"

یہ کہہ کر صندوقچہ ہائے جواہر اور اسباب بیش بہا اپنے ہمراہ لیا اور چند رفیقوں و انیسوں وغیرہ کو طلب کر کے اس راز سے آگاہ کیا۔ وہ بھی جلد جلد برائے سفر تیار ہو گئیں۔

اس عرصے میں ملکہ شہزادے کے پاس آئی۔ شہزادے نے اس کو گلے لگایا۔ بوسہ لب و رخسار سے ذائقہ پایا۔ ماجرائے فراق یاد کر کے دونوں روئے۔ پھر وصل ہونے سے دونوں شاد کام ہوئے۔ ملکہ انھیں درختوں میں فرش بچھوا کر بیٹھی۔ اتنی دیر میں سفر کی تیاری ہو گئی۔ کنیزیں دونوں ملکہ کے پاس آئیں اور افسوں خواں ہوئیں کہ شہزادہ زانوئے ملکہ پر سر رکھ کر سو گیا۔

ملکہ نے تخت سحر سے بنا کر شہزادے کو لٹایا اور آپ بھی سوار ہوئی۔ کنیزیں بھی سحر سے اڑتی ہوئی ہمراہ ہوئیں تخت کو اڑایا اور صحرا کا راستہ لیا اور تمام رات رہروی کی صعبا کو اس راہ طے کر گئی۔ لیکن طلسم کا ایسا مقام نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے

چلا آئے اور جتائے بلا نہ ہو صحیح و سالم نکل جائے اس شہزادی بھگڑا سے طریق الفت و بادیہ نورد منزل محبت نے ہر چند چاہا کہ باہر طلسم کے جاؤں ممکن نہ ہوا۔ آخر یہ زمانہ آیا کہ نجم سیار طلسم افلاک سے منہ چھپا کر روبفرار لایا اور شہنشاہ کواکب بجائے تجنس فرمایاں عرصہ سپہر میں قدم زن ہوا کہ

کہ جب دیدار شب سے بھر گیا جی
نظر نے صبح کی صحت طلب کی
اٹھیں آنکھیں بشوق روئے خورشید
اٹھیں آنکھیں بشوق روئے خورشید
لگے ہونے نظارے سوئے خورشید

وقت کا ایک بلند پہ کنیزوں نے تخت سحر کو اتار اور آپ بھی اتریں۔ ملکہ نے کنیزوں سے فرمایا کہ اس جگہ ٹھہر کر کچھ دیر آسائش کریں اور شہزادہ بھی دیر سے بیہوش ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی رنج اس کی جان حزیں پہ پہنچ جائے۔ اس کو بھی ہوشیار کریں۔ اب تو بڑی دور گھر سے نکل آئے ہیں شہزادہ پھر کر چاہے کہ پھر وہیں چلا جائے ممکن نہیں۔"

کنیزوں نے حسب الارشاد ملکہ ذی جاہ کو ہوشیار کر دیا۔ اس مسافر صحرائے غفلت کی جب آنکھ کھلی دیکھا کہ پہاڑ پہ ملکہ مع چند کنیزوں کے جلوہ فرما ہے۔ یہ دیکھ کر متحیر ہو کر متفسر ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔"

ملکہ نے کہا۔ "گھبراتے کیوں ہو۔ جو کچھ ماجرا ہو گا معلوم ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر کنیزوں سے کہا۔ "کچھ فرش امکان میں ہوں تو بچھا دو۔"

انہوں نے چادریں سر سے اتار کر ایک چشمہ کے کنارے بچھائیں۔ یہ دونوں سالک دشت غربت و محبت وہاں بیٹھے۔ ملکہ نے آہ سرد بھر کر فرمایا۔ " اے مایہ ناز میں تجھ کو

اس مقام آفت نار سے کہ وہ اصل مصیبت خانہ اور غم کدہ تھا لے کر بھاگی ہوں اور چاہتی ہوں کہ باہر اس طلسم کے لے جاؤں۔"

شہزادے نے جملہ کیفیت سے ماہر ہو کر ارشاد فرمایا۔ "اے ملکہ تم نے میری جان اس ریگستان سے بچائی ہے اس سبب سے میں شرمندہ احسان اور بندہ کرم ہوں۔ ورنہ اس حرکت بیجا کی سزا دیتا۔ خبردار مجھ سے بیاہ کر کے کبھی ایسی بات نہ کرنا۔ اے ملکہ تم دیکھنا میری قضا اگر نہیں ہے تو ضرور اس طلسم کو میں فتح کروں گا اور ہرگز میں باہر اس طلسم کے نہ جاؤں گا اور تم کیا بھول لا کر آفت و مصیبت سے بچ جاؤں گی۔ رنج و غم میں مبتلا نہ ہو گی۔ دیکھو تو ابھی مملکت شعبدہ باز کیا نیرنگی دکھلاتا ہے اور کس کس رنج غم میں اور آفت میں مبتلا کرتا ہے اور پردہ تقدیر سے کیا ظاہر ہوتا ہے اور صانع طلسم کونین نے کیا چاہا ہے۔"

یہ فرما کر بعجلت تمام اس معشوقہ نازک بدن نازنین سے مثل سراپا ناز کے گلے میں ہاتھ ڈال کر پیار کیا ملکہ جو چند گلابیاں شراب کی اپنے ہمراہ لے کر چلی تھی۔ وہ کنیزوں سے طلب کر کے مصروف بادہ کشی ہوئی۔ کنیزیں اس پہاڑ پر سیر کرنے لگیں۔ وہ عجب وقت تھا کہ نور کا تڑکا یہ نسیم سی خنکی چشمہ کا لہریں لینا۔ آفتاب کا نکلتے آنا۔ پہاڑ پر سبزہ کا لہلہانا گلوں کا کھلنا۔ ستاروں کا میدان فلک سے گم ہونا۔ مطلع صاف صبح کی سفیدی جانوران آبی کا کنارہ نہروں کے کلیلیں کرنا۔ پانی منقاروں میں پروں پر چھڑکنا پھریریاں لینا غوطہ پانی میں مارنا اور سیدھے ہوتا چوگلا اور کوڑیالا نکلا ہوا۔ جانوران چہارپایہ کا جست و خیز کرنا ہرن پاڑھے چیتل نیل گائے وغیرہ کا چرتے پھرنا۔ طائران خوش نوا کا چہچہانا۔ موروں کا جھنگاڑنا جھاڑیاں فرش مخملی سبزہ پر فرشی جھاڑ تھیں۔ گلوں کی کنول روشن تھے۔ بلبلیں مثل سر کا باہر تھیں کہ

صحرا میں بھی جوش گل ہے ہر سو
پھولوں کی چھڑی ہے شاخ آہو
خاطر تھی جہاں کی عشرت اندوز
تھی صبح بہار صبح نوروز
آئے تھے نظر تمام تھالے
لبریز شراب سے پیالے
چشمے کے کنارے پہ برابر
مستوں کے لگے ہوئے تھے بستر

تھی کبک کے قہقہے کی آواز طاؤس کا رقص تھا خدا ساز
تھے طائر خوش نوا سنج کھوتی تھی بہار دل کا سب رنج
چلاتی تھی بلبل آؤ آؤ نالہ کوئی با اثر سناؤ

ایسی بہار میں یہ نئی کیفیت آشکار تھی کہ معشوقہ گلبدن و یاسمین پیکر نصیب آغوش نہفت ہمدوش خوف بادشاہ طلسم سے کبھی رنگ رخ زرد، دل میں محبت کا درد۔ چاہنے والے کا پہلو نصیب ہم آغوش حبیب۔ شہزادہ کا کبھی زلف سونگھتا کبھی لب و رخسار چومتا۔ کبھی گلے ملتا۔ گاہ سنبھل کر کپڑوں کو درست کرتا، گاہ ہنس دیتا، کبھی روٹھتا، ایک لحظہ میں تیوریاں چڑھ جاتیں۔ کمانیں کھینچ کر طائر دل کے صید کرنے پر لیس ہوتیں۔ کبھی باتیں برنگ لیلیٰ و قیس ہوتیں۔ یہ ہنگامہ ناز و نیاز برپا۔ دونوں دیار عاشقی کے سرور فرماں روا کر

پھر آخر بڑھ گئی بیتابی شوق
نہ ٹھہری ایک لحظہ کثرت ذوق
بڑھے سینہ پہ ہاتھ اور مل گئے لب
ہوس بولی کہ مہلت دیتے ہیں کب
اٹھاؤ شمع ساقی نور افزا
میں حاضر پھر توقف کا سبب کیا
دکھائے ملا نادہ اپنا جوہر
صدف کا خون سے منہ ہو جائے پھر تر
یاقوت یہ بلور شفاف
کھلے کچھ رخنہ آئینہ صاف
بنے بطن صدف میں اشک نیساں
مبارکباد دینے آئے اماں
کہا پاس شرع نے ہاں یہ ہے کیا
ابھی لازم نہیں ایسا اتاوا
غرض معشوق و عاشق ہو کے باہم
رہے راحت فراموش دو عالم
ہوئیں شرمندہ مستی خیز آنکھیں
جھکیں دامن پہ مطلب خیز آنکھیں

یہ شیریں و فرہاد اس پہاڑ پہ سرگرم اختلاط تھے۔ مہیا سامان انبساط تھے کہ فلک کو رشک آیا یعنی پھر ان بے چاروں کو فراق کی مصیبت میں پھنسایا۔

○○○

• پک پاٹھے پٹ جائے

حاصل مرام وہ فوج بصد عزت و جاہ میدان رزم گاہ میں پہنچی۔ اس طرف سے حیرت کی بدل گئی۔ سحر کی ایسی ہوا چلی کہ خس و خاشاک میدان کا اڑا گئے۔ ہوا کے جھونکا عنایت و کرم کے جھونکے تھے۔ گھٹائیں آ گئیں رحمت اپنی دکھا گئیں۔ ہلکی ہلکی بوندیاں اور پھوار سی پڑ کے رہ گئی۔ غبار صحرا جیسا غبار دلوں کا نکلنے لگا۔ جب میدان پاک و صاف ہو چکا۔ صف آراؤں نے نکل کر صف آرائی کی۔ برابر پلٹنیں رسالے جم گئے ساحر ایک سمت پر باندھ کر تھم گئے۔ شور و غوغا نے لشکر تمام عالم میں بھرا تھا۔ اس زمانہ میں جو مولود کہ بطن مادر میں تھا۔ جب پیدا ہوا تو بہرا ہوا۔ ہمیشہ چیخ کر بات سنتا تھا اسی شور کا عادی ماں کے پیٹ سے ہو رہا تھا۔ غرض بعد صفوف آرائی جانبین نقیب اور کڑکیت اور چاؤش ساحر جو تھے۔ میدان میں نکلے اور پکارے " کہاں ہیں ساحران کا شعرو کاشمیر۔ اور کدھر گئے بنگالے اور کاؤرو دیس کے بڑے بڑے جادوگر اور کہاں تھیں ملکہ و ماہ اور شامہ اور کہاں ہیں فرعون و نمرود شعلہ اور ساحر مشمش اور ہزار شکل ایسے بادشاہان ساحران جو دعویٰ خدائی کا کرتے تھے۔ بس آج کے روز کون ایسا بہادر جادوگر ہے کہ سامری جمشید کا نام لے کر اس جنگ گاہ میں آئے اور معرکہ صال و قتال میں قدم اپنا جمائے اور کچھ کرتب اپنے سحرو ساحری کے دکھلائے اور نام اپنے باپ دادے کا روشن کرے اور اگلے جادوگروں کا نام صفحہ ہستی پر سے اپنے نام کے آگے مٹا دے

دوہا۔

لوہا لوہا سب کہیں اور لوہا جڑی بلائے یک آکہت ہے اور پک پاٹھے پٹ جائے غرض جب نقیب کنارے ہوئے اور دونوں لشکروں میں گھنٹے گھڑیاں ناقوس جھانجھ دف نقارے قرنا شرنا کا شور غل ہوا اور ہزاروں ڈھول اور نقارے بجنے لگے اور ملکہ حیرت کی طرف سے ایک بادشاہ ہزاری قلعہ طلسم کی ملکہ نرجنگ انگی سوانا اپنے انگی کو اڑا کر سامنے

حیرت کے آ کر اجازت خواہ میدان حرب میں جانے کی ہوئی۔

حیرت نے فرمایا "جاؤ تمہیں سپرد خداوند سامری کیا" ملکہ اختر چمک اجازت پا کر بخراماں ناز و انداز جانب جنگ گاہ چلی۔ سن و سال میں بیس اکیس کی سبزہ رنگ جتی بھویں رخسار کا رنگ سانولا سانولا حسن ملیح کی کیفیت دکھاتی۔ زلف دل عشاق کے تک چھڑکی بال سر کے کھولے بلائیں اپنے جلو میں لیے جتی ہوئی دھانی جوڑا گلے میں چمن کشت زار حسن کو سر سبز کیے۔ یہ اس کے حسن جان فزا دلربا کا نقشہ تھا

بدر رخسار تو وہ ابروی خمدار ہلال چمک انجم کی دکھاتا تھا رخ صاف پہ خال

مہر سے بڑھ کے درخشندہ وہ خورشید جمال کہکشاں کہئے اگر مانگ کرے
ٹھیک مثال

ایسی جس دم فلک حسن کی زیبائی ہو چھپے تقدیر نجم جو تماشائی ہو

شراب زمرد رنگ ایک گلابی میں بھرے داہنے ہاتھ میں وہ گلبدن لیے بائیں ہاتھ میں ایک ترنج سبز تھا۔ اپنے افعی پر لہراتی' سراپا دکھاتی' بیچ میدان میں آئی اور خوب نیرنگیں سحر کی دکھا کر للکاری کہ "اے مہ رخ تو شہنشاہ ساحران کی کنیز کی برابری بھی نہیں کر سکتی نہ کہ تو نے ملکہ حیرت ملکہ طلسم اور شاہ جادواں افراسیاب سے مقابلہ کرنا چاہا ہے اسے اس بادشاہ کے سامنے اور ہم سحرو ساحری یہ فقط خاوندی اور کنیز پروری شہنشاہ کی ہے جو آج تک اس نے تجھ کو لائق مقابلہ نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور مقہور و مغضوب نہ کیا۔ تجھ سے بدلا سرکشی کا نہ لیا۔ اب تو اپنی فوج سے کسی ساحر کو بھیج کر امتحان کر کہ میں ادنی لونڈی اسی شہنشاہ کی ہوں۔ کس عذاب الیم سے اس کو مارتی ہوں کہ ماہیان دریا اور مرغان ہوا اس کے حال زار پہ روئیں اور مجھ کو رحم نہ آئے۔

ابھی یہ کلمہ خرچنگ کی زبان سے پورا نہ ہوا تھا کہ ملکہ مہ رخ کے دست چپ کی

طرف سے ملکہ نافرمان حاکم قلعہ نافرمانیہ طلسم ہوشربا نے اپنے فرس کو اڑا دیا اور سامنے تخت ملکہ مہ رخ کے آ کر اجازت یاب ہوئی کہ "اب مجھ کو ان باتوں کے سننے کی تاب نہیں ہے۔ اس بیہودہ رنڈی نے کیا کیا کلمے شان میں جناب قدر قدرت حضرت جہاں پناہی ملکہ معظمہ کے کہے ہیں اور کنیز سے بدتر خطاب کیا ہے۔ بس مجھ کو اجازت حرب عنایت ہو کر جا کر سزا اس کی کنار میں رکھوں۔" ملکہ مہ رخ نے ایک خلعت گراں مایہ منگا کر ملکہ نافرمان کو عطا کیا اور اپنے ہاتھ کی انگوٹھی اتار کر عطا فرمائی جس کی یہ عظمت تھی کہ

مانند سہیل ہے یہ خاتم خوشبو ہو تہ کیوں ادیم عالم
اللہ ری نگین کی آبداری ہے قلزم فیض حسن جاری

یہ انگشتری قبر جمشید پر کسی بادشاہ نے ملکہ کے بزرگوں میں چڑھائی تھی۔ چنانچہ ملکہ موصوف کی ماں کو ملی۔ اس نے بہر حفاظت مہ رخ کو دی۔ غرض ملکہ نافرمان نے انگوٹھی پا کر بجان حلقہ انگشتری سر تسلیم خم کیا۔ مہ رخ نے فرمایا کہ "جاؤ تمہیں سپرد خدائے پاک کیا۔ یہ پہلا مقابلہ ہے۔ ذرا سمجھ بوجھ کر لڑنا" ملکہ نافرمان اجازت حاصل کر کے اپنے فرس پر سوار ہوئی اور اس طرح غضب ناک ہو کر چلی کہ پیچھے بے وفا یار جاتا ہے۔ تیوری چڑھائے تلوار ابرو کی بل کھائے ترچھی نظر تیز نگاہ دوسر رنگ رخسار بھبوکا' سینہ ابھرا ہوا جوڑا سرخ پہنے سراپا زیور جواہر کار سے آراستہ حسن کا جوبن بہار تل بنا ہوا۔ رخسار پر کسی سیہ قسمت کا دل جل کر رہ گیا یا مجنوں موتلف

میری سے نکلی جو آئی بہار پر
خال سیاہ جا کے بنی روئے یار پر
پشوار سنبھالتی جس پہ آن اور ادا دکھائی
یہ کیفیت بہار جوانی کی نظر آئی کہ ہو جب
اس کی پوچھئے تو کوئی شرم و حیا کا احوال
نیچی نظروں میں کرے سارا زمانہ پامال
آنکھ بھر دیکھے کوئی اسے یہ کس کی ہے مجال
سرو قمری پہ جو آ جائے کبھی اس کا خیال
جس کو دیکھے نگہ گرم سے آفت ہوئے
آنکھ میں ایسی بھری اس کی شرارت ہوئے

غرض یہ مہ پارہ وہ دلربا جس کو اڑا کر سامنے خرچنگ افعی سوار کے پہنچی۔ اس نے بعد گفتگوئے لا طائل ہی نارنج سبز جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ کھینچ کر اس گل اندام پر مارا۔ اس نے انگلی کلمہ کی اس ترنج کی طرف کر کے کہا جا گزنت ہزنت قصہ نکن بہ سر نکن۔ تو جہاں سے آیا ہے وہیں جا کر تماشا دکھا اور بھوکا پیاسا منہ مجھے دکھا کر ناشاد و نامراد نہ جائیں تیری دعوت دے چکی ہوں اب تو جا کر اپنا پیٹ بھر چاہے مارا مارا پھر۔"

یہ کلمات ایسے پر اثر سحر تھے کہ وہ نارنج پلٹ کر خرچنگ افعی سوار کی طرف جا پڑا۔ خرچنگ مع اپنے افعی کے دو تیر کے پرتاب پر جا گری۔ سحر ایسا زبردست تھا کہ روکنا اس کا مشکل ہوا۔ جب یہ ہٹ گئی نارنج دو ٹکڑے ہو گیا اور ٹھیک اس نے بھینٹ نہ پائی تھی۔ اسی وجہ سے ایک ٹکڑا اس کا لگ وہ تلوار سحر کی کھینچ کر یہ کہتا ہوا کہ بھوکا ہوں گوشت کھاؤں گا یہی کہتا ہوا تلواریں مارنے لگا اور ساحروں کے دو دو ٹکڑے کر کے گرانے لگا اور ایک ایک بوٹی ہر ایک کے جسم کو کھانے لگا اور چلو چلو

بھر خون ہر ایک کا پیتا تھا اور ہزاروں ساحر اس پر نارنج ترنج ناریل مارتے تھے۔ کسی کا حربہ اس پر اثر نہ کرتا اور ملکہ نافرمان کھڑی ہوئی الگ ہنس رہی تھی۔ عجب طرح کی قتالہ تھی کہ ہیروں سے دشمن کے چلو چلو خون پلاتی تھی۔ معرکہ کارزار میں اپنی سرخروئی جتاتی تھی۔ اسی طرح چالیس ساحر حیرت جادو کی فوج کے اپنے ساتھ والوں کو مارتے' بوٹیاں کھاتے اور خون پیتے پھرتے تھے اور ابرق کہ شکاف وزیر بھی اس جنگ میں شریک تھا۔ وہ اس کے ہاتھی کے برابر آ کر پہنچے اور تلواریں ہاتھی پر مارنے لگے اور ہزاروں ساحروں کو انہوں نے مار کر بھگا دیا تھا۔

ابرق غصہ میں آ کر للکارا "اے خرچنگ جلد اپنے سحر کو روک۔ ورنہ اگر ہم میں سے کوئی اس کا رد کرے گا تو تیری جان رہنا مشکل ہے جب تو ماری جائے گی تب یہ سحر اترے گا۔ اس سے مناسب ہے کہ تو ہی رد کر اس سحر کو ورنہ دشمن کو اور زیادہ جینے کا موقع ملے گا ادھر کا سردار ادھر والوں کے ہاتھ سے مارا گیا۔

خرچنگ نے کہا "ان چالیس ساحروں میں میرا نوکر کوئی نہیں بلکہ حیرت کے سب ملازم ہیں۔ اور بغیر چالیس کے قتل ہوئے یہ سحر نہ اترے گا۔ جو اتارے گا وہ آدھا نکلا جو نارنج کا باقی ہے اس کے جسم پر لگے گا اور اس کا بھی یہی حال ہو گا۔ مجھ کو معلوم نہ تھا کہ ان نمک حراموں میں بھی ایسے ایسے زبردست ساحر ہیں۔ اسی وجہ سے بے سمجھے ایسا زبردست سحر کر بیٹھی۔

ان باتوں میں ہاتھی ابرق کا وہ ساحر مسحور شدہ زخمی کر چکے۔ فیل چنگھاڑ مار کر گرا ابرق کودا۔ وہ چالیسوں ساحر ابرق پر دوڑے۔ ابرق نے ایک گچھا سوئیوں کا مارا کہ جس ساحر کے سوئی لگی برچھی کی طرح پار نکل گئی سینہ توڑ کر نکل گئی۔ چالیسوں جادو گر حیرت کے' داخل جہنم ہوئے۔ اس وقت حیرت نے پکار کر کہا "اے خرچنگ افعی سوار بڑے بے بول کا سر نیچا ہوا۔ اگر ایسی ہی لڑائی تم لڑو گی تو میری فوج سب مفت میں ہلاک ہو جائے گی۔ اب سمجھ کر جاؤ اور کام نافرمان کا تمام کرو اور خوب سمجھ لو کہ دشمن

اگر چیونٹی کے برابر ہے تو وہ مثل اژدر و مار و فیل زیان کے بھی اس کو حقیر نہ جانئے۔"

خرچنگ افعی سوار نہایت ذلیل ہو کر آگے بڑھی۔ ادھر سے مہ رخ نے اور خلعت نافرمان کو فوج کا بھیجا اور تعریف پکار کر کی "اے ملکہ واہ واہ وا کیا کہنا۔ نافرمان تسلیم کر کے پھر بہر مقابلہ چلی۔ اب دونوں چاند کے شعلہ جوالہ چمک کر اپنے افعی پر نیچے اتر پڑی۔ نافرمان سے بٹوے سے اپنے ناریل نکال کر اس پر مارے۔ اس نے کہا "اے نافرمان جڑی بوٹی خزاں رسیدہ کے کام لینے سے کیا کام نکلے گا۔" وہ ناریل سوکھ کر ان کلیوں سے خزاں رسیدہ ہو کر ایک جانب گر پڑا اور خرچنگ خنجر سحر کھینچ کر نافرمان پر جا پڑی پھر تو یہ عالم ہوا کہ دونوں کے پائنچوں میں گرہ لگی ہوئی تھی۔ دوپٹوں کی گاتیاں بندھی آسمان رزم میں دو آفتاب چمکتے تھے اور ساتھ ساتھ ان کے طرف تماشہ تھا کہ بجلی خنجر لیے لپکتی تھی۔ یہ عالم تھا کہ

یہ کہہ کر ہوئیں دونوں محو ستیز
غضب کی تھی آویزش مرگ خیز
یہ آئی وہ پہنچی یہ چمکی اڑی
وہ سمٹی وہ لپکی پھ ٹھٹھکی مڑی
جو خو تھی وہ تھی دلربا دلفریب
بناوٹ دم رزم قاتل فریب
روش آرزوی دل کامیاب
تصور ہوا اور یہ آئی شتاب
ہوئی گرد ایک دوسر کے جری
دکھانے لگی لطف چابکری
کھلے رن میں نیزہ وری کے ہنر

جو دل اس نے تاکا تو اس نے جگر
عجب گھات میں تھی بہم زود گشت
یہ سینہ پہ آئی تو وہ سوئے پشت
سناں اس نے جوڑی تو اس نے تفکر
شکم اس نے باندھا تو اس نے کمر
ہنر سے خالی نہ تھے دونوں کے وار
بہادر تو ہو ہو گئے بے قرار

غرض جب خوب شمشیر زنی اور نیزہ وری ہوئی۔ وہ چھوٹے چھوٹے نیزے وہ کلائیاں گوری گوری وہ داؤ نیارے کے وار خوب چلے۔ اس وقت دونوں پسینے پسینے ہو گئیں۔ گلاب پہ اوس پڑ گئی گیا آفتاب کے چشمہ میں آج پانی آ گیا۔ چہرہ ایسا عرق آلودہ ہوا۔ گیسو بھی پسینے میں تر ہوئے تو یہ عالم تھا

عرق آلودہ نہیں ہیں تیرے دلبر گیسو
روتے ہیں میری پریشانی پہ اکثر گیسو

ایک جگہ ٹھہر کر دونوں نے دم لیا۔ اس وقت نافرمان کو تو یہ خیال تھا کہ اب پھر یہ سیمبر سحر کی نقل کرائے گی۔ اسی طرح ہتھیاروں سے لڑے گی اور خرچنگ نے جلد زمین پہ دو ہتھڑ مار کر کہا "اے زمین طلسم ہوشربا اب تو بھی افراسیاب سے منحرف ہے کہ یہ باقی کیا کیا زبردستی دکھاتے ہیں۔ مگر تو بھی نہیں خبر ہوئی۔ ہم لوگ ملازم شہنشاہ کے ذلیل ہوتے ہیں۔ جلد وہ سحر جو عالم میں انتخاب ہے اسے زمین سحر ظاہر کر۔"

یہ کہتا تھا کہ دو سیاہ گوش زمین شق ہو کر نکلے اور سامنے خرچنگ کے آئے۔ اس

نے چنگلیاں کاٹ کر خون ٹپکایا کہ انھوں نے چاٹ لیا۔ اس نے کہا "جا اور اس حرافہ کا کام تمام کر یا پکڑ لا اے میرے عمدہ ساحر کے سحر۔" دونوں سیاہ گوش فوراً جھپٹے اور آتے ہی فرمان کے گرد پہنچ کر حملہ آور ہوئے۔ نافرمان نے ہر چند رد سحر پڑھا مگر ملک افراسیاب کا اسی کی مدد مانگ کر اسی کی منتظمہ طلسم نے سحر بنایا تھا۔ یہ سحر کب پلٹنے والا تھا۔ پس وہ سیاہ گوش نافرمان کے لپٹ گئے اور ایک نے پنجہ منہ پر نافرمان کے رکھ دیا کہ منہ پر قفل رکھ دیا اور دوسرے نے حلق نافرمان کا پکڑ لیا اور ہچکہ دیا کہ پشت پر آ گئی۔ پس وہ لاد کر اس کو سامنے خرچنگ کے لیے آئے اور کہا "یہ مجرمہ حاضر ہے۔" اس نے پھر سحر پڑھا کہ دو پنجے طوق و زنجیر لیے ہوئے پیدا ہوئے نافرمان کو مطوق و مسلسل کر کے خرچنگ کے حوالہ کیا۔

اس نے اس کو ملکہ حیرت کے پاس بھیج دیا اور مہ رخ کے لشکر کے سامنے آ کر للکاری کہ "اے مہ رخ تو پھر اپنے مقام پر ہے اور ہم اپنے رتبہ پر ہیں۔ مگر فخر یہ بھی گردش فلک ہے کہ تجھ ایسی سے مقابلہ شہنشاہ کا ہے۔ بھیج اور کسی کو میرے مقابل یہ سنتا تھا کہ ملکہ طاؤس نے اپنے طاؤس کو میدان میں نکالا اور سامنے مہ رخ کے آئی اور عرض کیا کہ "اے شہنشاہ عالی پایگاہ' آپ دیکھتی ہیں کیسی کیسی بے ادبیاں یہ کہہ رہی ہیں۔ مجھ کو اجازت دیجیے کہ جا کر سزا اس کو دوں۔" مہ رخ نے ایک ٹیکہ صندل کا اس کے ماتھے پر اپنے ہاتھ سے دیا اور کہا "جاؤ تمھیں بھی کریم رحیم کے سپرد کیا۔"

یہ بھی طاؤس پر سوار ہو کر اپنے حسن کی کیفیت دکھائی۔ سر پر اس کے گھٹا چھائی۔ مور اس میں چنگھاڑتے ننھی ننھی بوندیاں پڑتیں۔ اودا جوڑا یہ معشوقہ تھی پہنے۔ گھٹا آفتاب پر جیسی چھائی ہوئی ہے ہزاروں ناز و تمکین سے سامنے اس سفاک خرچنگ کے آئی اور پکاری کہ "او تجھ کو کیا نسبت بندگان والا اور بان شاہی کے کلمات لاطائل بکتی ہے۔ لاحر یہ میدان مردان عالم۔" اس نے ہنس کر کہا "مجھ سے بے وقوفی ہوئی جو پہلے میں نافرمان سے لڑی۔ تم سے اس طرح پیش آنا تھا جیسے نافرمان سے آ کر میں پیش آئی۔" یہ کہہ

کر پھر اس نے دو خنجر مارا کہ وہی سیاہ گوش زمین سے پیدا ہوئے۔ اس وقت طاؤس نے خنجر سحر پکڑ ان سیاہ گوشوں کو آتے دیکھ کر حملہ کیا اور کئی خنجر مارے مگر نہیں معلوم کہ وہ دھات کے تھے جو ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور اس کے بھی وہ دونوں لپٹ گئے اور اسی طرح ایک نے پنجہ منہ پر رکھ کر قفل لگایا اور دوسرے نے گلا پکڑ کر پیٹھ پر لاد کر جست کی اور اپنے تئیں سامنے خرچنگ کے پہنچایا۔ زمین پر اس کو ڈال دیا۔ اس نے پنجہ سحر سے طوق و زنجیر اس کو پہنا کر سامنے حیرت کو بھجوایا۔ حیرت نے ایک خلعت معافی قلعہ کا خرچنگ کو بھیجا اور تعریف کرا بھیجی۔ اور ان دونوں شہزادیوں کو قید کیا۔ ادھر خرچنگ نے افعی پر سوار ہو کر سامنے لشکر مہ رخ کے پہنچ کر آواز دی کہ "کیوں اے خیرہ سر تیرہ روزگار دیکھا تو نے بندگان شہنشاہ افراسیاب کا ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ اگر توبہ کر اور عفو جرائم کی خواستگار ہو۔" مہ رخ نے تو کچھ اس کی باتوں کا جواب نہ دیا مگر ایک اور ساحرہ جلیل القدر نے اجازت حرب ملکہ مہ رخ سے لے کر اس کے مقابلے میں اپنے تئیں پہنچایا مگر بموجب مثل

یہ طرفہ جو فلک نے چلایا ہے ادھیر
سیاہ گوش یہ چاہے ہے لعل چنگ کو گھیر

اس کو بھی سیہ گوش پکڑ کر سامنے اس روباہ حیلہ ساز کے لائے اور شعار عفنیت سے ہتھیں سے قید پہنوا کر اس کو بھی سامنے حیرت کے بھیجا۔ حیرت کی طرف اس کے حال پر دمبدم رعایت سلطانی بڑھتی جاتی تھی اور یہ میدان میں کھڑی ہوئی نعرہ ہل من مبارز پکار رہی تھی۔ شیران بیشہ شجاعت سامنے جا کر شکار سیاہ گوشاں ہوتے تھے۔ قریب دس سرداران نامی کے سامنے اس مکارہ کے جا کر دام تزویر میں اس کے اسیر ہوئے اور اس نے حیرت کے پاس ان کو بھیج کر قید کرایا اور آپ میدان میں کھڑی ہو کر لاف و گزاف کرنا شروع کیا اور ہر بار کہتی تھی کہ "جلد جلد میرے سامنے آؤ۔"

اس ہنگامہ کو دیکھ کر رعد برق جو پہلے چھوٹ کر آ چکے ہیں۔ ان کو تاب باقی نہ رہی۔ رعد نے کہا "اجی جان تو جا کر ایک چیخ مارتا ہوں کہ کان کے پردے اس قحبہ کے پھٹ جائیں۔ برق نے کہا "جا میں بھی آتی ہوں جہاں کھڑا تھا وہیں غرق زمین ہو گیا اور برق کڑ کڑا کر صف لشکرے سے اٹھی اور چمک کر بلند ہو گئی اجازت بھی انہوں نے مہ رخ سے نہیں لی اور وہ یکایک رعد قریب ساحر چنگ پہنچ کر بوٹا سا زمین سے اگا اور اپنے کان پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے نورے اس نے چیخ ماری یعنی پکارا کہ "اری بامادی وہ تو جائیں تیری جان کا ملک الموت آ پہنچا۔ ایسی آواز اس کی مہیب تھی کہ خرچنگ بہری ہو کر زمین پر افعی سے گر پڑی۔ اوپر سے برق جو کڑک کر گری۔ اس کو کاٹ کر زمین میں اتر گئی۔ شور دار و گیر بلند ہوا۔ آندھی آئی بیروں نے صدا سنائی کہ مارا خرچنگ افعی سوار جادو کو۔ وہ دونوں سیاہ گوش زمین میں ہو گئے تھے۔ دیکھا تو جل کر خاک ہو گئے۔ خرچنگ افعی چلی تھی کہ ہم جنگ مغلوبہ کریں۔ برق آتی لشکر خرچنگ کو منع کیا کہ جنگ مغلوبہ کرنا ابھی ما بدولت کو منظور نہیں۔

وہ لوگ پھرے برق بھی اپنے لشکر کی طرف پھری۔ افسران لشکر خرچنگ نے لاشہ خرچنگ اٹھا لیا اور اس کے مرنے کا ماتم کیا اور ایک طرف کنارے ہوئے۔ نافرمان جو سحر میں اس کے مع دس سرداروں کے گرفتار ہوئی تھی۔ اس کے مرنے سے چھوٹ گئی اور وہیں سے شمشیر کھینچ کر سرداروں کو لے کر نکلی۔ حیرت نے کہا جانے دو میں ایک آن واحد میں ان سب کو خاک میں ملائے دیتی ہوں۔

غرض یہ بھی سب لشکر مہ رخ میں آئے۔ مہ رخ نے برق کی بہت تعریف کی اور رعد کو چھاتی سے لگایا کہ "شاباش بچے بڑا کام کیا۔ اب میں میدان جنگ سے پھروں تو بہت بھاری خلعت تجھے دوں۔" غرض ادھر تو سب خوشی کرنے لگے اور اس طرف حیرت رنجیدہ خاطر ہوئی۔ اس کے رنجیدہ ہونے سے ملکہ ارژنگ ماہی خوار قلعہ طلسم اپنے سرخاب پر اڑ کر سامنے حیرت کے آئی اور پکاری کہ "اے ملکہ طلسم میں وای

آپ کی بلا رنج کرے۔ مہر چنگ ایک کنیز تھی جو آپ پر سے نثار ہو گئی لونڈی غلام ہوتے کس دن کے لیے ہیں۔ وہ میری رشتہ کی چھوٹی بہن ہوتی تھی۔ مگر میں سچ کہوں۔ سرکار کے کام میں جو ماری گئی تو مجھ کو کچھ اس کے مرنے کا رنج نہیں ہوا۔ ہمارا سر اسی کام کا ہے۔ جو کام میں سرکار کے آوے۔ آپ اس کنیز کو اجازت جنگ دیں۔ تاکہ دمار ان نابکاران غدار کے سر سے نکالوں اور قصاص اپنی بہن کے مرنے کا لوں۔"

حیرت نے اس کو خلعت سے مخلع کر کے حکم جنگ کرنے کا دیا۔ یہ ملکہ تیوری چڑھائے سرخاب کو اڑائے بڑے غیظ و غضب سے جانب میدان چلی۔ واقعی چہرہ پر نور اس کا ارژنگ نگار خانہ چین تھا طرفہ نقش و نگار دلبری رکھتا تھا۔ کہیں تو بینی الف سرکشیدہ کسی جاساد و چشم حلقہ زدہ رخسار پر خط کی جگہ خال خال نقطہ دیئے۔ کچھ چیچک کے داغ صفحہ رخ پر حرف تحریر معلوم دیتے۔ ابروئیساں بسم اللہ تھے۔ پلکیں تھیں کہ صحاف قدرت نے موشک دندان لوح رخسار پر کی تھی۔ چوکھٹے میں آنکھ کے مردم چشم کی تصویر مصور قدرت نے کھینچی تھی۔ اور اس میں سفید و سیاہی بھری تھی۔ صفحہ رخ بالکل مصفا تھا اور ہر اعضا اس کا گواہی دیتا تھا کہ میں بے مثل دیکھتا ہوں۔ کہیں طغرا نویس قدرت نے دہن میم کا طغرا لکھا تھا۔ اس میں سین کے دندانوں کو اس طرح کھپایا تھا کہ دندان دہن بنایا تھا۔ لباس دھانی یہ قالہ پہنے سرخاب پر سوار بڑی آن و بان سے میدان میں آئی کہ

شوخ طناز قیامت چالاک
معدن حسن و ظرافت بے باک
وہ جوانی کہ دو عالم ہوں ہلاک
سج انداز نرالی پوشاک

ختم تھا حسن نزاکت اس پہ
بانکپن اور قیامت اس پہ

رگ جاں خنجر ابرو کاٹے
ماہ کو افعی گیسو کاٹے
وہ ادھر زلف سمن بو کاٹے
دست افسوس ادھر تو کاٹے
اس کی کنگھی سے پریشاں دل ہو
دیکھے وہ آئینہ حیراں دل ہو

ہزاروں ناز ایک ایک انداز میں دکھاتی جان عاشقان پہ بن جاتی۔ جب زلف چہرہ پہ لہراتی غرض جب وہ شوخ طناز میدان میں پہنچی۔ اپنک جن کے مرنے سے رنجیدہ خاطر تھی۔ پکاری "کہاں ہے وہ قحبہ بازمان شمدن برق جادو آئے تو میرے سامنے بھی سامنا اس کا چسکا نکال دوں۔" یہ صدا دیتی رہی۔ رعد توسن رخ سے کھڑا اٹھا اٹھا کر باتیں کر رہا تھا۔ برق کو ان باتوں کی تاب نہ آئی اور صف لشکر میں سے چمک کر اٹھی۔ قریب تر اس کے پہنچ کر پکاری "خبردار ہو جا او موئی شفتل اپنے دھگڑے افراسیاب پہ اتراتی ہے۔ لے میں آ پہنچی۔" یہ کہہ کر چاہتی تھی کہ اس کے سر پہ گرے۔ اس نے ایک ہار اپنے گلے سے اتار کے اپنے سر کے اوپر اچھال دیا کہ وہ ہار جانب فلک گیا برق نیچے ہو چکی تھی۔ اس کے یہ ہار بھی ایک شعاع آفتاب بن کر از سرتاپا لپٹ گیا کہ برق بے حس و حرکت ہو کر دھم سے سامنے اژدرنگ کے گر پڑی اس نے وہ ہاتھ بڑھا کر اس کے جسم پر سے کھول لیا اور لوہے کا طوق اپنے جھولے سے نکال کر اس کے گلے میں ڈالا۔ چالیس ساحروں کو بلا کر حکم دیا کہ "اس کی مشکیں باندھ لو اور بیڑیاں اس کے پاؤں پہنا کر یہیں میرے پاس استادہ رکھو۔ تا کہ میرے لڑنے

کا یہ ماجرائی تماشہ دیکھے اور تڑپ تڑپ کر رہے اور کچھ بنائے نہ بنے۔ چالیس ساحر برق کو پکڑ کر بیڑیاں پہنانے لگے۔ یہ تمام ماجرا رعد نے اپنے مقام سے دیکھا۔ بس "ہائے اماں جان ہائے اماں جان۔" کہہ کر جو دوڑا۔ میدان میں پہنچ کر غرق زمین ہوا۔ اور اسے چالیسوں ساحروں کے بیچ میں آ نکلا۔ ایک چیخ اس زور سے اس نے ماری کہ "بھلا اے حرامزدو کہاں جاؤ گے میرے ہاتھ سے۔"

ایسی مہیب صدا تھی کہ چالیسوں جادوگروں کے کان کے پردے پھٹ گئے اور ارژنگ اپنے کانوں میں انگلیاں دے کر ٹھہری تھی۔ لیکن صدائے رعد پہلے سن چکی تھی اور یہی اس کا سحر ہے کہ آواز جو سنے یا تو اس کا رد کرے تو نہیں بے ہوش ہو جائے۔ پس یہ بھی نہ تھم سکی بیہوش ہو گئی۔ برق جادو نے جو ساحروں کو حرامزدہ کے بیہوش دیکھا۔ تڑپی کہ وہ بیڑیاں اور طوق ٹوٹ کر الگ گرے اور یہ چمک کر فلک پر گئی۔ وہاں سے کڑکڑا کر جو گری ارژنگ ماہی خوار کو بھی کاٹ گئی۔ لشکر کے لوگ ساحروں کے بیہوش ہونے سے دوڑے تھے مگر رعد نے جس کو آتے دیکھا ان میں پیدا ہوا کر چیخا کہ وہ بیہوش ہوئے اس عرصہ میں ارژنگ کا بھی نقش زندگی بگڑ گیا۔ شور و داروگیر برپا ہوا۔ غلغلہ ہوا کہ ہے مارا ارژنگ ماہی خوار جادو کو۔ آندھی پانی آگ پتھر برسے لشکر دوڑے پر لاش اٹھا کر لے گئے بغیر حکم حیرت جنگ مغلوبہ سے باز رہے۔ برق جادو رعد کو لے کر پھر اپنے لشکر میں آ کر داخل ہوئی اور ادھر حیرت کا رنج اور زیادہ ہوا' آبدیدہ ہوئی۔

اس وقت ملکہ سہیل پیشانی فاطر طلسم اپنے فنس کو اڑا کر سامنے حیرت کے آئی اور عرض کیا کہ "وائیاں تیری بلا رنج کرے۔ ایسے بہت سی لونڈیاں غلام کام آئیں گے اور ہم کو بڑے فخر کا مقام ہے کہ تجھ ایسا مالک جو ہم لوگوں کو ہمیشہ بجائے فرزندوں کے رکھے اور آپ ہمارے مرنے کا رنج کرتی ہیں واہ مشیت جمشیدی میں کیا چارہ ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ارژنگ نے پہلے اس قحبہ برق کو پکڑ لیا تھا مگر دھوکے میں پیتا اس کا آ

کر چکیں۔ آخر وہ خداوند کی بہشت میں گئیں۔ اب اس کنیز قدیم کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر یا سر اپنا بھی آپ کے قدم پر نثار کروں یا ان نمک حراموں کو خاک و خون میں سلا دوں۔"

حیرت نے اس کو بھی خلعت دے کر کہا "تجھ کو سامری کی حمایت میں دیا۔ جا اور کام ان لوگوں کا تمام کر۔" سہیل جبیں پر چمکتی ہوئی اپنے عکس رخسار سے صندلی گون زمین کی بساط کو خوشبو دار ادیم بناتی ہوئی میدان میں آئی پیشانی میں اس کے ٹیکہ لگا۔ وہ ستارہ سحری کی طرح چمکتا ہوا گویا آسمان حسن پر زہرہ نے طلوع ہو بیچے اس نیچے کے بھویں خمدار جن کے بیچ آشکار کہ ستارہ دنبالہ دار ہے۔ آنکھیں نرگس مخمور رخسار اس کے دو گلاب کے پھول یا فلک حسن کے مہر و مہ سرتاپا آفت جان غضب کا ٹکڑا' آفت کی پرکالہ بنی ہوئی غصہ جتاتی میدان میں آئی۔

سیب ہیں یا کہ کچی ہیں وہ انار پستان
یا لگے نخل تمنا میں یہ دو پھل جڑواں
ہے دوپٹہ کہ ثمر پر ہے وہ گل کا دامن
طوطی حسن پہ کہتا ہے عیاں ماجرا بیان
آشکارا ہے عجب حسن جوانی کا وفور
مد سے بھرپور ہے جوبن سحر ہے سندور معمور

حاصل کلام اس لالہ فام نے للکار کر کہا "اے مہ رخ واہ واہ تم کو فقط ملکہ برق جادو اور رعد جادو سے مل جانا باعث زندگی کا ہوا ہے سو وہ بے چاری اکیلی کہاں تک چھپیں بچیں گی اور کس کس کو تمہارے لشکر کے مرنے والوں سے روئیں گی آخر وہی مثل ہے کہ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ آخر ایک نہ ایک چھری کے تلے آئے گی۔ یہ بھی کسی ساحر کے پھندے میں پھنس ہی جائے گی۔ ان کی عزت اور جان پر بن جائے گی۔ پھر تم وہی عصمت بی بی اور بے چادری ہو جاؤ گی اور بھاگ کھڑی

ہو گی۔ برق کے سوا اور بھی کوئی اتنا ہے کہ دم بھر نکل کر کسی کا سامنا کرے اور لڑے مرے بغیر تمہارا حوصلہ نہ ہو جائے۔ برق ہی کو اب بھی بھیج دو اور کوئی ہے کون تمہارے یہاں اس کو نہ بھیجوں گی تو اور کس کو بھیجو گی۔"

یہ کلمات سن کر ملکہ ہلال سحر افگن آگے بڑھ کے پکاری کہ اے ملکہ سہیل یہ گفتگو واہیات کرتی ہو تم ایسا عقل مند ہو کر اور یہ باتیں کرے مجھ کو بھی تمہاری باتوں سے بڑا تعجب ہے۔ اے بی سنو حریف کو مار ڈالنے سے مطلب خواہ برق سے ہو یا رعد سے جس سے کام بنے اور دوسرے رعد ابھی چھوکرا ہے۔ اس کو سحر تک ملکہ برق کچھ جادوگرنیوں میں ایسی چنداں مشہور نہیں اور زبردست نہیں۔ اس کے نام سے تو تمہاری فوج میں تہلکہ سا پڑ گیا ہے۔ دل ہر ایک کا چھوٹ گیا ہے۔ تم کسی اور ساحر کا کیا سامنا کر سکو گی یہ میلا جمع کر کے جو حیرت چڑھ آئی ہے۔ ایک تو یہی تم لوگوں کی جوانمردی اور بہادری ظاہر ہے کہ سامنے اتنی بڑی فوج لے کر ہم لوگوں کے جنہیں ادنیٰ ترین سمجھتی ہو۔ مقابلہ میں پیش آئی ہو اور اس پر ایسی شیخی بگھارتی ہو۔ اچھا اچھا دیکھوں تو کہ تم کیسی ساحرہ ہو برق اور رعد تو درکنار مجھی سے سامنا کر لو۔"

یہ کہہ کر ملکہ مہ رخ سے اجازت لے کر یہ مہ پارہ بھی چلی۔ اس وقت اس کو بھی عجب شان تھی۔ واہ کیا آن بان تھی۔ زلف چلیپا کا خط بن کر گھر کرتی اور اپنی پرستش کراتی۔ ابرو ہر ایک بجواب کلیسا نظر آتے پلکیں ترسا اسی کلیسا کی تھیں۔ آنکھیں تھیں یا مردم دیدہ بھر پرستش آئے تھے۔ رخسار نازک اور سرخ و سیب کے ٹکڑے دہن تنگ تنگ شکر مات ہر ایک نبات سرتاپا۔ اس کے حسن کا یہ حال جس کی نسبت یہ مقابل کہ

گورے گورے سے ہیں رخسار ملائم اطلس
عمر بھر بوسہ دلچسپ کی ہو جن کی ہوس
منت ہے جان کے عوض بھی جو میسر ہو مس
مل لے منہ کچے ہی پڑتا ہے جوانی کا رس
دیکھ کر صورت کو کہہ دیں ملک جل علی
رخ سے رخ چھوٹ گئے حور کے حاشا کلا

جب ان کے سامنے یہ مہ پارہ پہنچی۔ سہیل نے جھنجلا کر بیضہ عقاب سحر دم کر کے مارا۔ بلال نے ہنس کر ہاتھ پھیلا دیا اور کہا "اے ملک لاؤ۔ بموجب مصرع شاید کہ ہمیں بیضہ برآرد پروبال۔ وہ بیضہ ہاتھ پر بلال کے آ کر لگا اور شق ہو گیا۔ اس میں سے ایک جانور خوشرنگ نکل کر چنگھاڑتا ہوا پھر جانب سہیل چلا سہیل نے فوراً رد سحر پڑھا کہ وہ طائر زمین پر گر کر جل گیا اور بیضہ دوسرا نکال کر بلال پر مارا۔ بلال نے پھر ہاتھ پھیلا کر کہا "لاؤ یہ انڈا گندہ ہے۔ بچہ نہ دے گا۔ یہ کہہ کر اس کو ہاتھ پر روک لیا اور ایک اپنی کنیز کو دیا کہ اس انڈے کو تو تل کر کہا ٹپک۔ سہیل نے جو یہ زبردستیاں بلال کی دیکھیں اور دو سحر اپنے رد ہوتے دیکھے اور ادھر بلال نے پکار کر کہا "اے ملک سہیل' اب تم ماند ہو گئیں۔ لاؤ اور کچھ وہ سہیل نے غضب ناک ہو کر گولا فولاد کا نکال سحر دم کر کے سینہ بلال پر مارا۔ میری جان ابھی تو یہ سن نہیں ہے کہ تم موم کی گولیاں بنا بنا کے کھیلتی ہو۔ یہ بھی کوئی لڑائی سحر کی ہے۔" یہ کلمات پر اثر تھے وہ گولا بھی موم کا ہو گیا۔ اس وقت سہیل نے کہا "اے بلال ماشاء اللہ مگر یہ بھی سب افراسیاب کی جوتیوں کے صدقے ہے جو بڑھ کے بولتی ہو۔ اچھا اب کچھ تم بھی اپنا کرتب دکھاؤ بلال نے کہا "خبردار ہو جاؤ۔" یہ کہہ کر اپنے سر کے بال توڑ کر اور ایک تنکا لے کر اس پر باندھ کر کمان ایسی بنائی۔ سحر پڑھا کہ وہ بالکل کمان اصل ہو گیا۔ اس میں ایک تنکا رکھ کر پکاری "اے تیر سحر جا اور کام حریفہ کا تمام

کر۔" عجب کمان ابرو تھی کہ جس نے کمان حسن میں بصد حسن تیر ناز رکھ کر مارا۔ ہر چند سہیل نے رد سحر پڑھا مگر وہ تیر نہ ٹھہرا۔ اور ایک داغ نیچے وہی ٹیکا جو ستارہ سا ماتھے پر تھا۔ اس پر آ کر وہ تیر لگا کہ اس میں سے بجائے خون شعلہ آگ کا نکلا اور سہیل چرخ ماتی اپنی فوج کی طرف چلی۔ بس جس کے بدن پر لو اس شعلہ کی لگ گئی۔ وہ جل اٹھا کیا کرما گری بلائی نے سرد مہری کر کے اس نادیہ کو اپنے سحر کی دکھائی کہ مثل دل عشاق جان اس کی جلائی اور ہر طرف وہ آگ دوڑی یعنی جس کے بدن میں لو اس کی لگی۔ وہ جلنے لگا۔ گیا دوزخ سے لو اس کی لگی۔ واہ بھو جب۔

سرکشان باغ آتش گل نے جلا دیئے
صیاد ہاتھ مل کر چمن سے نکل گیا

بلکہ بموجب آگ کچھ ایسی لگی سارا گلستان جل گیا۔ اب سہیل نے نینتھی کی طرح چرخ کھانا شروع کیا اور لشکر میں اس کے لاکھوں ساحروں کے پیرہن اور سر میں آگ لگی اور لشکر کو اس کے کرہ نار بنا دیا سہیل کو شیخ آتش قرار دیا۔ اچھی چٹکی بھس میں اس جماو نے چھوڑی۔ لشکر گیا یا بالکل بنا پھوس تھے کہ ادھر ادھر جلتے تھے۔ اف اف کی صدا بلند تھی۔ گیا دریائے آتش میں حباب پھوٹتے تھے۔ دل کی بلائی نے خوب بجھائی۔ خوب وہ جھیوں کیا وہ جھیوں آگ لائی یہ عالم تھا۔

رہ نوردوں کی چال کا تھا یہ حال
جون کھاتے ہیں آگ چپل ابدال
سایہ کی تیرگی پہ کر کے نگاہ
قرب سے آگ کے ہوا تھا سیاہ
ہاتھ اٹھا کر کے تھے ناہنجار

وقنا ربنا عذاب النار

حیرت اور تمام ساحروں نے ہزاروں سحر اس آگ کے بجھانے کے لیے کیے مگر یہ سحر جو بلائی نے کیا ہے یہ ایسا سحر نہ تھا کہ جو رد ہو جاتا کیونکہ ان جادوگرنیوں نے وہ ایک سحر شعلہ جاوداں اور نئی ساحران طلسم سے ایسے ہی یاد کر کے رکھے ہیں کہ ان کا رد ہونا شعلہ جاوداں نے بھی ممکن نہیں اور یہ سحر ایسے ہی وقت کے لیے انہوں نے اٹھا رکھے ہیں جب کوئی معرکہ پڑے بہت بڑا تو اس کو کریں۔ لشکر مہ رخ میں ہر سمت سے صد واہ واہ کی بلندی تھی اور شرما تھے سے سہیل کے بلند تھے اور وہ چرخ مار رہی تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا

بھول جائے گی بنیتی بلانا بجلی
یار بھر آئیں گے گر آئے شرر بار کے لٹھ

حیرت عنقریب تھا کہ بد حواس ہو کر طبل بازگشت بجائے اور میدان سے پھر جائے۔ اس وقت ملکہ سحاب دریا باری اپنے تخت پر سے جھم سے کودی اور کالی گھٹا کی طرح جھومتی ہوئی سامنے حیرت کے آئی اور کہا "اے ملکہ یہ سحر بڑی آفت کا بلائی نے کیا ہے لیکن اس کا توڑ میں ہی خوب جانتی ہوں۔ دیکھو تو کس طرح اس کے رد میں آگ کر پانی کو دوڑاتی ہوں۔ اجازت کی امید وار ہوں۔"

حیرت نے کہا ہاں تم سب میرے سامنے لگ بیٹھیا ں بگھار بگھار کر لڑنے جاتی ہوں

اور ذلت منت کی دلواتی ہو آج کل ان تنک حراموں میں رات دن چرچا سحر ساحری کا ہوتا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ان لاکھوں روپوں ہوم خانے میں سامان روز تیار ہوتا ہے اور بھینٹ لاکھوں کی دی جاتی ہے اور ہم لوگ سب عیش و نشاط میں مشغول ہو

کر کچھ بھی نہیں کرتے۔ صرف نام کے ساحر ہو گئے ہیں۔ سنو میری جان اس کا نام تو کرتب ہے کرے تب ہوئے۔ اچھا جاؤ جمشید تمہاری مدد کرے اور اس آتش فساد کو بجھاؤ۔" سحاب دریا باری تخت اپنا منگا کر سوار ہوئی۔ اس معشوقہ کے ساتھ ساتھ گھٹا سر پہ چلتی تھی اور جانور اس میں خوش فعل کرتے تھے۔ گرد تخت کے سرخ رنگ کی پانی کی اور سبز رنگ کے آب کی مختلف رنگوں کے پانی کی بجلی نظر آتی تھیں اور غائب ہو جاتی تھیں۔ نہر میں بلبلے جو اٹھتے تھے صاف شیخی بگھارنے کی گواہی دیتے تھے حسن میں بھی یہ صدف بحر حسن و گوہر یکتائے خوبی و یم قلزم محبوبی تھی۔ جو عاشق کو اس کے عشق کی لہر میں آ جائے غیرت سے ڈوب مرے بحر لطافت یکتائے خوبی و یم قلزم محبوبی تھی۔ جو عاشق کہ اس کے عشق کی لہر میں آ جائے غیرت سے ڈوب مرے۔ بحر لطافت کی موج اس کی زلف پیچ دار تھی۔ حلقہ گیسو گرداب بلا تھا غرق جس میں جان عشاق تار تھی۔ اس کے چھینٹوں میں خدا کی پناہ طبیعت کو وہ لہراتی کہ جان مفت تراو تراو کر کے جاتی۔ آشنائی ایسے حسین کی جان کی خواستگار ہے کہ کب عشاق کا بیڑا اس منجدھار سے پار ہوئے۔ چاہ اس کی انسانوں کو باؤلا کر کے مثل یوسف کنوئیں جھنکائی' نالہ فرصت نہ دیتا۔ ندی اشکوں کی آنکھوں سے بہ جاتی کہ

شام کا رنگ جو مستی کی اداہٹ میں تھا
اس پہ لالی جو لگائی تو شفق پھول گیا
لایا باہر جو زبان کو وہ جمائے لاکھا
پھول لالے کا عیاں غنچہ سوسن میں ہوا
ہنس پڑا وہ گل رعنا تو تماشا دیکھا
گہر و نیلم یاقوت کو یک جا دیکھا

پس وہ مغرور حسن و جمال مثل اس کے جیسے بہار گلستان میں آئی ہے۔ میدان کار زار

میں آئی اور آتے ہی اس نے ایک مالا موتیوں کا توڑ کر چار دانے گوہر کے جانب آسمان پھینکے۔ بعد اس کے پکاری "اے ملکہ بلائی سحر افگن کتنا خوبصورت اور پیارا سحر ہوا ہے اور کیا اچھا رنگ ڈھنگ تو تمہاری لڑائی کا ہے واہ واہ آخر تم کسی شخص کی تعلیم یافتہ ہو جو کہ شہنشاہ ساحران عالم ہے بھلا سہل ستارہ پیشانی کو تم سے مقابلہ مجادلے کی تاب کہاں تھی اور نسبت ہی اس کو تم سے کیا ہے۔ یہ مزا لڑنے کا تو برابر والے سے ملتا ہے اور اپنے ہمسر سے حال برے بھلے کا کھلتا ہے۔ اچھا اب کوئی ٹکا اور شعبدہ اور جو کچھ یاد ہو تو ہمیں بھی دکھاؤ کہ تمہارے سحر پر دل اپنا لوٹ گیا ہے اور جو کچھ ہم کردار کریں اس کو استادانہ دیکھو اور بچاؤ۔"

بلائی نے یہ سن کر جواب دیا کہ "آپا ہوش میں آؤ۔ عقل کے ناخن لو اور جب مجھ سے شعبدے پوچھنا یہ سب تعریف ہجو ملیح جو میری نسبت آپ نے کی میں کیا ننھی ہوں جو سمجھتی نہیں۔ اب دیر کیا ہے۔ یہی گو یہی میدان ہے۔ یہاں زبان کے موکلوں اور تقریر کے بیروں سے کام چلنے کا نہیں زبان شمشیر سے بات کرو۔ تم نے سنا ہو گا مصرع کہ جائے سخن نیست اندر مصاف اب انتظام تم کس کا کر رہی ہو۔ لاؤ جو تمہارا حربہ اور وار ہوا استاد کے اقبال اور خدا کے افضال سے جو کچھ ہم سے ہو گا وہ بھی دیکھ لینا اس کا کہنا سننا ہی کیا۔"

سحاب دریا باری نے کہا "تو خبردار ہو جاؤ اس دریائے خیال کے طمہ اور طمہ سے بچ اور نہنگ اجل کی طعمہ بنو۔"

اتنا کہنا تھا سحاب کا کہ دیکھا آسمان سے گھٹا تیرہ و تار پیدا ہو کر مینہ بڑی قیامت کا برسنے لگا اور اس مینہ میں پتھر دو دو من کا مہ رخ کے لشکر پر گرنے لگے۔ فلک اور دہر غدار گویا حال پر سہل کے رونے لگے۔ لمحہ بھر میں دریائے موج زخار رواں ہو کہ جو تیرہ و تار تھا ہزاروں ساحر آن واحد میں اس میں ڈوبنے لگے اور ہزاروں کے سر پتھروں سے شگافتہ ہوئے مینہ جو رحمت تھا اس کے ساتھ یہ سنگدلی بھی ظاہر ہوئی۔ حق زمان کی پیش آئی۔ گویا شامت اعمال جو لشکریوں کی تھی۔ وہ ایک ہی مرتبہ جمع ہو کر سر

پر برسنے لگی زمین پر تو دریائے موج مارتا تھا۔ آسمان سے مینہ برستا تھا اور اس کے ساتھ پتھر برستے تھے آدمی جان بچانے کو ترستے تھے۔ ایک لمحہ بھر میں یہ حال ہوا۔ سردی جسم میں ہر انسان کے معلوم دیتی۔ زمین تمام آب آب ہو گئی گویا غیرت سے آب آب ہوئی۔ زوال دنیا کے ماتھے پر گویا شرم سے تمام اندام میں عرق آ گیا۔ طوفان نوح اس طوفان کا ایک نمونہ تھا یا کوئی عاشق بے تاب ہو کر رویا تھا۔ خورشید فلک بھی شرم سے سوکھ گیا۔ اور خوف سے مثل دریا کے موج مارتا تھا۔ یعنی کانپتا تھا۔ چرخ کی اطلس قبا یقین تھا کہ اس پانی میں تر ہو جائے۔ وہ سارا طلسم اس وقت زمین کا شمشیر معلوم دیتا تھا بلکہ کرہ زمہریر پر معلوم دیتا تھا۔ سر تاپاں فلک پر نہ تھا۔ پیر فلک تاپنے کے لیے انگیٹھی سلگائے گود میں لیے تھا پانی کی بوچھار پڑتی تھی۔ دل و دہر میں جو غبار تھا۔ سب پا بہ دامن تھے لیکن دامن سمیٹنا چاہتے تھے چار دیوار خانہ دنیا کے بیٹھ جانے کا خوف تھا کیونکہ سیلاب کی رسائی تمام عالم میں ہو چکی تھی بوٹے گل بھی جنگل میں سمٹ کر غنچہ میں گٹھڑی ہو کر رہ گئی تھی۔ باہر نہ آتی تھی بادصبا بھی دم سرد بھرتی تھی۔ سردی ان گئی تھی۔ درخت سب شرابور کھڑے تھے۔ پتے فواروں کی طرح بیادری نسیم چل رہے تھے یا بہار نے دیواروں میں اپنے کلغ کے پرنالے لگائے تھے بلبلیں اور طائران صحرا اکڑ کر مر گئے۔ جو زندہ تھے ان کے آشیانے پتھروں سے اجڑ گئے تھے مینڈھا کئی کئی ہاتھ سحر سحر کا اچھلتا تھا۔ زندگی گھات کر گئی۔ وہ آتش جو سہیل کی پیشانی سے نکل کر لشکر میں پھیلی تھی بجھ گئی اور سہیل بیہوش ہو کر گرا۔ دو نیمچیوں نے پیدا ہو کر اس سیمتن اس بحر سحر میں بجھایا۔ یعنی غوطہ دے دیا کہ وہ آگ ماتھے سے نکلنا موقوف ہوئی۔ قسمت جو جلی بھنی تھی۔ اس کو ٹھنڈک ملی۔ اب اس بحر سحر کی طغیانی خدا کی پناہ جدھر دیکھیے پانی ہی پانی۔ اس سے مشکل تھی پناہ پانی کہ

رعد سردی کے ہاتھ گرم خروش
ابر دوش ہوا پہ پالا پوش
برف پڑتی تھی یا فلک نداف
بھرے واسطے زمین کے لحاف
فرط سرما سے دیکھیے جس کو
دست زیر بغل تھا مثل سبو
کوئی اب جا سے ہل نہیں سکتا
حلقے سے باہر نکل نہیں سکتا
غرض ایسی ہی کچھ پڑی تھی ٹھنڈ
مٹ گیا زمہریر کا بھی گھمنڈ

تمام فوج مہ رخ کی تہ و بالا ہوئی۔ بڑے بڑے ساحران نامی جو تھے مثل بہار مخمور وغیرہ انھوں نے بنگلے وغیرہ بزور سحر بنا کر اپنا بچاؤ کیا۔ مگر سردی سے کانپتے تھے آگ ممکن نہ تھی۔ منقل ہائے سحر گودوں میں لیے تاپتے تھے اور باقی ماندہ لشکریوں کے سر پتھروں سے جو فگار ہو گئے تھے اور ہزاروں سر جو شق ہو کر خون ناب سے گلنار تھے تو یہ ظاہر تھا کہ اس گھٹا اور مینہ میں شفق پھولی ہے۔ اب یقین تھا کہ لشکر میں بھگدڑ پڑے۔ اس وقت بہار سحر افگن نے ایک قہقہہ مارا۔ دیکھا کہ ایک بجلی تجھ سے نکل کر چمکی اور رعد کی آواز اس قہقہہ سے پیدا ہوئی بس یہ ملکہ پکاری کہ "جو گرجے وہ برسیں گے کیا مینہ کے کھلنے کی علامت یہی ہے کہ گرج جائے اور چمک جائے۔ اے سحاب دریا باری واہ تم بھی کس سوکھے گھاٹوں کھڑی ہو کچھ واسطے نیارے کا تم نے سحر نہ کیا کچھ تم کو وار پار کا خیال نہ رہا تو تمھارے جہاز لشکر پر تباہی آئی۔ طوفان ہوا چاہتا ہے۔ بادبان سحر لوٹ گئے اور گرداب الم میں تم پھنسیں۔ اب یہ سردی سوائے جہنم کی آگ کے اور کہیں تمھاری نہ مٹے گی۔"

یہ کہہ کر پکاری "تمنائے حقیقی عمرو کے ٹھنڈا کیا۔ ہم لوگوں کی کشتی حیات ڈوب ہی جائے گی۔ بس کہہ کر ایک لکیر اپنے دست نازک سے لشکر حیرت کی طرف کھینچ دی گویا اس قلزم حسن نے نہر بنا دی کہ پانی ادھر سے نکل جائے اور پھر سحر اس لکیر پر دم کر کے کہا ہوئی خود کردہ را درمان چیست جس کی بلا اسی کے سر، آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے ساتھ ہی لکیر کھینچنے کے اور ان کلمات کے زبان پر جاری کرنے کے وہ دریا اسی طرف پھرا اور موج مار کر لشکر حیرت پر چلا۔ مانند قیامت بار لشکر حیرت پر برسنے لگا اور پتھر بھی برسنے لگے۔ دریا بھی طغیانی پر آیا۔ ساحران حیرت کو آپ خجلت میں تو ڈوبے ہوئے تھے ہی۔ اس دریا نے بھی ڈبایا۔ اب سارا لشکر اس کا تلے اوپر ہو گیا۔ ہزاروں ڈوب کر مرے اور ہزاروں واصل جہنم ہوئے۔ کتنوں کو گھڑیال مگر وغیرہ دریائی جانوروں نے طعمہ بنایا۔ ہر چند سحاب دریا باری نے سحر کر کے چاہا کہ اس دریا کو روکوں اور رد سحر کروں ممکن نہ ہوا۔

وہ بحر پر قہر جب بہت طغیانی پر تو فوج شہنشاہ طلسم اور حیرت کی کنارہ کشی کر کے سب جھرمٹ کھا کر مقام ہائے بلند پر جا کر ٹھہری اور بعض آدمی پہاڑ اور پہاڑیوں پر سکن گزین ہوئے اور وہاں سے کیفیت ملکہ سحاب دریا باری کی دیکھتے تھے اور سحاب دریا باری کے لشکر میں تلاطم تھا۔ بہت افسر اور لشکری غرق دریائے سحر ہوئے تھے اور ڈوبے جاتے تھے۔ سحاب دریا باری بجان واحد اس پانی میں کھڑی رد سحر پڑھ رہی تھی اور پانی اس کی چھاتی پر آ گیا تھا۔ پس اس وقت اس کو یقین ہوا کہ اب کی جو کوئی ریلا موجوں کا آیا تو میں بہہ جاؤں گی۔ پاؤں نہیں ٹھہرتا ہے۔ یہ پانی بڑھتا آتا ہے غرق ہو کر اسیر سلسلہ موج الم ہوں گی۔

بس اس نے فوراً اپنی جھولی سے تھوڑی گھاس نکالی اور اس کی ڈونگی بنا کر سحر پڑھا کہ وہ اصل میں ڈونگی پر سوار ہوئی اور پکاری "اے ڈونگی تو مجھ کو پار لے چل۔ ڈونگی لہراتی ہوئی چلی اور اس نے چاہا کہ میں دریا کے پار جا کر ساحل سے ہمکنار ہوں۔ ادھر

بلال نے اپنے سحر کو پھر زور دیا کہ پروائی ہوا کے جھونکے آنے لگے اور شور دریا کا زیادہ ہوا۔ بس پانی کی باڑھ اور توڑ سے ڈونگی تو مجھ کو پار لے چل۔ ڈونگی لہراتی ہوئی چلی اور اس نے چاہا کہ میں دریا کے پار جا کر ساحل سے ہمکنار ہوں۔ ادھر بلال نے اپنے سحر کو پھرو زور دیا کہ پروائی ہوا کے جھونکے آنے لگے اور شور دریا کا زیادہ ہوا۔ بس پانی کی باڑھ اور توڑ سے ڈونگی گھاس کے تنکے کی طرح اڑنے لگی اور باد مخالف کے سبب سے اچھل کر ایک بھنور میں جا گری۔ ہر چند سحاب نے سر ٹپکا اور سحر کر کے چاہا کہ ڈونگی بھنور سے نکلے۔ مگر کچھ قابو نہ چلا۔ کروٹل ساحر دور سے اس تماشے کو دیکھ رہے تھے کہ یکایک اس ڈونگی نے چرخ مارا۔ گھومتے گھومتے دریا میں ڈوب گئی بس اس وقت لہریں دریا کی زنجیر بن کر دست و پا و کمر میں سحاب دریا باری کے لپٹیں اور قعر دریا میں کھینچ کر لے گئیں۔

○○○

- ملکہ خورشید آتش بدن

اب سب نے دیکھا کہ دو ساحر اس پار لشکر مہ رخ کی طرف دریا سے نکلے کہ جو سحاب دریا بار کی مشکیں باندھے ہوئے تھے۔ زنجیریں گلے میں پڑی تھیں اور ایک زنجیر اتنی بڑی کہ دو کوس کے پھیلاوے میں ہو گی۔ اس میں کئی ہزار ساحر جادو گرنیاں بندھی ہوئی ایک ایک لنگی ان کے بندھی ننگے دھڑنگے ساحران پر محافظ دریا سے لے کر سامنے بلاں کے آئے۔ بلاں نے اشارہ کیا کہ سامنے بادشاہ عالم پناہ کے لیے جاؤ۔ وہ ساحر سامنے مہ رخ کے ان سب کو لے آئے اور عرض کیا "کیا حکم ہوتا ہے۔ آپ فرمایئے تو ہم اس کو قتل کریں اور فرمایئے تو قید رکھیں۔"

ملکہ نے حکم دیا "ان سب کو لے جا کر قید کرو۔ پھر سمجھ لیا جائے گا۔"

ادھر حیرت نے جو یہ ماجرا احباب کے قید ہونے کا اور اس کے لشکر کے ڈوبنے کا دیکھا پس بغضب تمام تر اپنی فوج کے افسروں کی طرف اس نے دیکھا اور کہا "صاحبوں انھیں ذلتوں کے لیے تم سب لڑنے آئے تھے کہ ان نمک حراموں کے ادنیٰ ادنیٰ سحر کے بھی جواب دینے کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔ اب میں خود جا کر کامران حریفوں کا تمام کرتی ہوں۔ یا اپنی جان دیتی ہوں۔" یہ کلمات زبانی حیرت سن کر دو معظمہ طلسم یعنی ملکہ شمسہ سحر افگن اور ملکہ صندلی آتش بدن چادر صف لشکر سے الگ ہوئیں اور ہاتھ باندھ کر سامنے ملکہ کے آئیں۔ عرض رسا ہوئیں "واری فرمانا آپ کا بہت بجا ہے لیکن ہم اب جا کر جانبازی کرتے ہیں اور اس دریا کو مٹا کر کام حریفہ کلم انجام کو پہنچاتے ہیں۔"

حیرت نے آہ سرد دل پر درد سے بھر کر کہا "صاحبوں میں کس کو اجازت دوں اور کس کو روکوں۔ جو کچھ تم سے ہو سکے قصور ہی نہ کرو۔ اچھا جاؤ سپر سامری کیا یہ دونوں ساحرہ شعلہ جوالہ سی ہوئیں سر سے پا تک لباس سرخ پہنے بال بھی سر کے سنہرے بعد

تن شعلہ بھبوکا بدن آگ کی طرح دونوں کا چمکتا کندن ان لالہ فام پر صدقے ہوتا۔ اپنے عشوہ ناز سے دل دہر میں یہ آگ لگائی۔ گویا نور کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھیں۔ ہر اعضائے شعلہ آتش کے نکلے اس قہر و غضب پر صورتیں وہ ان کی بھلی بھلی کہ فتنہ و دہر ہر چند کہ سیانا ہے مگر ان کا ادنیٰ غلام بننا چاہتا ہے۔ سورج کی کرن چاند سا بدن لالہ فام و رنگین ادا دست و پا میں لے ہوئے حنا کر

مطلع مہر تجلی ہے جبیں پر نور
کور ہے دیدۂ خورشید فلک جن کے حضور
زرد ہے مارے خجالت کے رخ شعلہ طور
دیکھے گر شمع رخ حور و پری ہو کافور
گل خورشید گلستان ضیا ہے وہ جبیں
آب شار عرق شرم و حیا ہے وہ جبیں
ذرے افشاں کے درخشاں ہیں پیشانی پر
شعلہ آتش عارض سے اڑتے ہیں یہ شرر
الف آسا جو کھینچا ہے سر خط قشقہ زر
خط نو ہے یہ پے دفتر خورشید و قمر
ذرے افشاں کے جبیں پر جو دمکتے دیکھے
اختر طالع خورشید چمکتے دیکھے

پس یہ دونوں آتش عذار حیرت بدکردار سے اجازت لے کر جو روانہ ہوئیں بیچ میں دریائے سحر حائل تھا۔ مقابلہ حرائفہ میں کیونکہ جاتیں پس اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر زمین پر لوٹیں اور بسان شعلہ جوالہ چمک کر جانب فلک گئیں۔ وہ ابر سحر گھر ہوا تھا۔ اس میں بجلی کی طرح جا کر تڑپیں۔ ان کے تڑپنے سے وہ ابر ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور ابر کے

شق ہونے سے وہ آواز مہیب پیدا ہوئی کہ بہت سے ایسے ویسے ساحر جابجا غش کھا کر گر پڑے اور ملکہ شمشہ اور آتش بدن اسی طرح بجلی سی ہو گئیں۔ اس دریائے زخار پر گریں۔ سب نے دیکھا کہ دریا کی بجلی چمکی۔ پھر جو دیکھا برقیں چمک کر دریا میں گریں اور دریا میں طوفان ہوا۔ بانسوں اور اس کا پانی اونچا ہو گیا اور وہ تلاطم ہوا کہ خدا کی پناہ۔ بعد لمحہ کے روغن کی طرح وہ سب پانی چھٹنے لگا اور بھک سے اڑ کر دھواں ہو کر جاتا رہا۔ گھٹا کھل گئی۔ مطلع صاف ہوا۔ کوسوں تک میدان خشک چٹیل نظر آنے لگا اور یہ دونوں برقیں پھر ہیئت اصلی اسی طرح زنان مہر طلعت بن کر اپنے اپنے جنس آتش بار پر سوار ہو کر سامنے بلائل سحر افگن کے پہنچیں۔

ملکہ حیرت نے تعریف ان کے سحر کی بہت کچھ کی اور خلعت بہت بھاری عطا کیے کہ وہ انھوں نے لے کر ملکہ کو تعریف اور تسلیم کی پھر مخاطب بجانب بلائل ہو کر باواز بلند پکاریں کہ "اے بلائل سحر افگن کیا کہنا سامری کی قسم کیا پاکیزہ جادو تم کو آتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بہن ہم تم ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے۔ تو سامری برا کریں موؤں کا کہ جنھوں نے گوشت کو ناخنوں سے جدا کر لیا۔ ورنہ اس طلسم کے سحر و ساحرہ کی عظمت کا کیا ٹھکانا تھا۔ اگر تم میں کوئی ادھر نہ ہوتا تو ہم جانتے کہ یہ سحر رد ہوئے۔ شہنشاہ ساحران نے خوشی میں آ کر جس کی سر فراز کیا۔ ہمسر سامری اس کو بنا دیا۔ ایسا سحر بتا دیا کہ اب آج ان کا جواب دینا مشکل ہے۔ لیکن اے بہن بہن حق حق ہے' ناحق ناحق ہے۔ خیر کیا ہوا جو تم زبردستیاں دکھاتی ہو۔ اتنا ہم جانتے ہیں کہ جس بادشاہ نے ایسے ایسے سحر تم کو سکھائے ہیں تو وہ رد اور توڑ بھی ان کے جانتے ہوں گے۔ ان کی معشوقہ حیرت سے لڑ کر تم سربر ہو تو ممکن نہیں۔ اچھا آؤ اب ہمیں اپنا کرتب اور زبردستی دکھاؤ۔ ہم تمھارے حربے سر آنکھوں سے اٹھائیں گے۔ جو تم سے ہو سکے قسم ہے سامری کی اٹھا نہ رکھنا۔"

بلائل نے کہا "اے بی بی یہ تم نے سچ کہا کہ ہم تم ایک ہی ہیں لیکن شاید یہ شل

تم نے نہیں سنی کہ کیا سوپ کے جائے چھاج ہی میں رہتے ہیں۔ اور چراغ سے چراغ جلتا ہی آیا ہے۔ ایک نے دوسرے کو سکھلایا ہے پھر آگے اپنی اپنی محنت۔ جو جیسا برتاؤ کرے گا ویسا ہو گا اور جو تم کہتی ہو کہ ملکہ حیرت سے لڑ کر مریں تہ ہوں گی تو سچ ہے کہ کہاں ہم کہاں حیرت۔ خاص پہلو ہے بادشاہ کی سونے والی۔ مگر ہم لوگ تو مرنے لڑنے سے ڈرتے ہی نہیں۔ جان اپنی ہتھیلی پر لیے پھرتے ہیں۔ مثل چلی آئی ہے کہ جب اوکھلی میں سر دیا تو دھمکیوں سے کیا ڈر سلامتی رہے خواجہ عمرو کی وہ ہمارے خون کا بدلا لیں گے۔ اب تم جو آئی ہو تو سچ ہے کہ ایک تو تیغ پر تمہاری شہزادی طلسم کی مالک کھڑی ہیں اور دوسرے تم دو ہو گئیں اکیلی مگر تم کو قسمت ہے کہ تم اور دو چار کو اپنی مدد کے لیے بلا لو اور مجھ سے مقابلہ کرو۔ یہاں بندی ڈرنے والوں میں نہیں ہے اور نہ کچھ ایسی موم کی ہے جو تم نگل لو گی۔ تم جو مل کر آئیں خوب کیا بندی بھی حاضر ہے۔ اچھا ضرب کرو۔"

یہ سنتے ہی ملکہ خورشید آتش بدن نے اپنی بڑی بہن ملکہ شمشہ سے کہا "آپا جی اماں یہ بات اسے سچ کہی ہم کو خیال نہ رہا کہ ساتھی دونوں چلے آئے۔ باجی تم ٹھہر جاؤ اور میرے مقابلہ کا اس سے تماشا دیکھو۔ جب کوئی امر نوع دیگر دیکھنا اس وقت تم لڑنے کا ارادہ کرنا اور میدان میں آنے کی تکلیف فرمانا۔" شمشہ یہ کلمات سن کر ٹھہر گئی۔ ملکہ وہاں سے پیچھے ہٹ کر ٹھہری۔

ملکہ خورشید آتش بدن ملک میدان میں آ کر زمین پر اتری۔ ایک بچہ خوک جھولی میں سے نکال کر کلی ذبح کیا اور اس کے خون سے زمین کو لیپ کر چوکا دیا پھر ماش کا آٹا نکالا اور اس گوندھ کر ایک شیر اور ایک پتلا بنا کر اس پر سحر دم کیا کہ وہ پتلا ایک ساحر کر یہ منظر ہو گیا اور شیر بھی ذی روح ہو کر ڈکرانے لگا اور وہ پتلا اس شیر پر سوار ہو کر ایک تلوار ننگی کھینچ کر ملکہ خورشید آتش بدن سے گویا ہوا کہ "اے میری مالکہ اور خالق کیا آپ کا حکم ہوتا ہے۔"

اس نے کہا "مجھ کو موذی کاٹنے میں نے لڑنے کے لیے بلایا ہے اور کیا میں تیری صورت کو آگ لگاؤں کی لاچلے نے کہا "پھر میری خوراک کہاں ہے اور شیر کا راتب کیونکر ملے گا۔"

ساحرہ نے کہا "ارے تو اندھا ہے۔ ارے تیرے سامنے لاکھوں ساحر مہ رخ کا اور یہ حرافہ اپنی فوج لیے بہار سحر افگن کھڑی ہے۔ اور تجھے راتب نہیں ملے گا۔ جا اپنے شیر کو بھی کھلا اور آپ بھی اپنا پیٹ بھر آج تو تیرا پیٹ خوب بھرے گا اس لیے تو میں نے عین وقت پر تجھے بلایا ہے۔"

یہ سنتا تھا کہ وہ چلا شیر پر سوار ہو کر لڑنے چلا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مریخ فلک اتر آیا ہے یا ساکن برج اسد شیر پر سوار ہو کر لڑنے چلا تھا۔ وہ ہونٹ اس کے بڑے بڑے شتر قا کے تھے۔ ہاتھ بہت دراز اور ہت چھٹ انتہا کے گستاخ۔ پاؤں اس قدر دراز تھے کہ عوج عنق کا سگا بھائی معلوم ہوتا تھا۔ ہاتھ میں تیغ باڑھ دار لیے آنکھیں لال بغیض و غضب کمال جانب لشکر بہار چلا۔

بڑھا جبکہ وہ کافر نجس و شوم
تڑپنے لگا رشک مجروح و بوم
ہلے جیسے آندھی سے شاخ و درخت
وہ یوں جھومتا جاتا تھا تیرہ بخت
عزازیل سے کم نہ تھے اس کے کام
عزازیل بھی بھاگے سن لے جو نام
گرامی منش مجمع شوم
نحوست جو اس میں نہ تھی بوم میں

ادھر تو سوار بد کردار و خونخوار شیر کدا کر رواں ہوا۔ اس طرف خورشید آتش بدن نے پکار کر کہا اے سوار علی مقدما لاکھوں ساحروں کا جو تیرے سامنے کھڑے ہیں۔ خون ان

سب کا میں نے تجھ کو بخل کیا۔ خوب پیٹ اپنا اور اپنے شیر کا بھرنا اور بلاں کا کلیجہ آپ کھانا۔ گوشت بدن کا شیر کو کھلانا لیکن سر اس کا ہمارے واسطے لیتے آنا۔" اس سوار نے کلو جست خوب اور سیدھا تیغ علم کیے آ ہی تو پڑا۔ ملکہ بلاں اس کی صورت دیکھ کر یہ حال ہوا کہ سکتہ ہو گیا۔ رنگ چہرے کا بسان طائر رنگ حنا جسم کا لہو خشک منہ اتر گیا۔ رنگ سفید ہوا۔ رعشہ تن میں پڑا۔ دل سے کہا "بچاؤ اے عمرو کے خدا۔"

اس عرصہ میں اس چلّے نے صف لشکر ساحران میں پہنچ کر شمشیر زنی آغاز کی۔ فوج بلاں کی آگے بڑھی تماشائے جنگ اپنے مالک کا دیکھ رہی تھی۔ اس فوج پر العیاذ باللہ۔ جس کے دوڑ کے اس نے تیغہ مارا دو ٹکڑے اس کے ہوئے۔ اس نے کلیجہ اس کا کھا لیا اور شیر نے گوشت اس کا کھایا۔ فوج میں تمام برہمی اور درہمی ہوئی۔ من چلے بہادر تلواریں سحر اس پر مارتے تھے اور ہزاروں سحر کرتے تھے مگر اس پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا اور اس نے تہلکہ ڈال دیا تھا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ترک خنجر گذار سپہر آج تلوار پکڑ کر زمین پر اتر آیا ہے اور ساکنان خاک دان عالم کو خاک و خون میں ملا رہا ہے۔ تیغ کی چمک آئینہ جان میں جا کر عروس مرگ کو جلوہ دکھاتی تھی۔ بہت سے بغیر مارے کھڑے ہوئے۔ بہت طعمہ شیر و پتلہ سحر ہوئے۔ تلوار اس چلّے کی بے پناہ پڑنے لگی اور چار طرف سے ساحروں نے گھیر کر اس پر حربہ سحر کرنا شروع کیے۔ جب کچھ نہ بن آیا تو تیغ و ترسل وغیرہ پکڑ کر یہ بھی آ گرے کہ ٹکڑے ٹکڑے اس کے کر دیں گے۔ قیامت کی لڑائی ہونے لگی۔ بلاں کی فوج کا یہ حال تھا۔

پریشان و ترسان سراپا ہراس
غضب ہانپتی کانپتی بد حواس
نہ پاؤں میں موزے نہ سر پر کلاہ
قیامت کے ترسان خدا کی پناہ
پڑے تیغ کے آن واحد کے ہاتھ

کٹے ساحروں کے جو سر ایک ساتھ
کھچ لیا آپ بس اس نے کہا
دیا گوشت اس شیر بس کھلا

جان حزیں پر تمام ساحروں کے قہر خدا نازل تھا بلائے مبرم نازل ہوئی تھی۔ گرگ سے دو چار تھے۔ مجبور و ناچار تھے۔ یا تو اس گلستان فوج میں عنادل وار اپنی مالکہ کی لڑائی دیکھ کر باغ باغ ہو رہے تھے۔ یا مثل اوراق گل پریشان اور ابتر ہو گئے۔ تیغ کی ہوا نے باد خزانی کا کام کیا۔ ایسی خزاں بھی کم آئی کسی نے دیکھی نہ ہو گی کہ یکایک بیخ بنیاد و نخل ہستی قطع ہو گئی۔ آخر جب ان بیچاروں کا کچھ بس نہ چلا تو بھاگ کر لشکر مہ رخ میں جا کر مل گئے۔ بقدرت خدا اس وقت وہ چیتا کہ بھینٹ پا رہا تھا اور لہو اس کے منہ میں لگا تھا بھلا وہ کب ان کو چھوڑتا تیغ ظلم کیے یہ بھی لشکر مہ رخ پر آ گرا ادھر نہ جاتا اور پلٹ کر بلاں پر آتا تو اس کا بھی سر کاٹ لیتا۔

اس وقت مخمور سرخ چشم معشوقہ شہزادہ نورالدہر نے آگے بڑھ کر کہا "اے ملکہ مہ رخ بلاں نے آج بڑے کار نمایاں کیے اور بڑی دیر سے میدان داری کر رہی ہے۔ مگر اب اس چیتا کے ہاتھ سے یقین ہے کہ مار ڈالی جائے۔ لازم ہے کہ اس کی مدد کے لیے کسی کو بھیجیے۔"

مہ رخ نے کہا "وہ سوار تو اسی طرف آ گیا ہے۔ اگر تم سے ہو سکے تو روکو اس کو ورنہ میں ایک سحر سوچ رہی ہوں۔ بادشاہ جادواں نے ایک دن مجھ کو بتایا تھا۔ اس کے منتر کا ایک بول مجھ کو یاد نہیں آتا۔

اسی سوچ میں اتنا عرصہ بھی ہوا۔ ورنہ اب تک کب کا میں اس سوار کو یہیں سے بیٹھے بیٹھے غارت کر دیتی۔

مخمور نے کہا "پھر آپ اجازت دیتی ہیں میں جاؤں لڑنے کو۔"

مہ رخ نے کہا بسم اللہ

اس وقت تو اس گل باغ خوبی اور بادہ خوشرنگ انجمن محبوبی کو غصہ آیا اور اجازت تو حاصل کر ہی چکی تھی۔ اپنے تخت کو آگے بڑھا کر چلی اور وہ پتلا پیچھے ہی صف لشکر پر آ کر گرا تھا کہ یہ سحر پڑھ کر پکاری "اے موئے وہ تو جل موم کے پاش کے آگے کے پتلے۔ تجھے بھی یہ طاقت ہوئی کہ ہمارے سامنے آتا ہے۔" اور یہ کہہ کر ایک سانپ جو بجائے چابک دست نازک میں لیے تھی۔ دوڑ کر اس پتلے پر مارا اور دوسرا اس شیر پر لگایا اور کہا "اے شیر تف ہے تیری اس نامردی پر تجھ سے تو ایک کتا اور بلی زیادہ غیرت رکھتے ہیں۔ نالائق اور کمزور کا بھیجا ہوا تو آیا ہے اور میرے ہاتھ سے مار کھاتا ہے اور ذلیل ہوتا ہے۔"

یہ کلمات ایسے تھے کہ پتلا تو اسی طرح موم کا یا آبپاش کا ہو گیا اور گر پڑا۔ بس اس کے گرتے ہی ملک بلاں افگن کو ہوش آ گیا اور یہ بھی سنبھل کر اٹھی۔ اس کے بعد مخمور نے اس شیر کو تیسرا چابک سانپ کا پھر لگایا اور کہا "اے شیر میں تیرا کیا بگاڑوں۔ میں نے تیری جان بخشی کی اور لے میں تجھے وہ چیز دیتی ہوں جو کبھی کسی کو میسر نہ آئی ہو گی۔ شیر طلسمی کو یا تو وہ ملی تھی یا اب تجھے دی گئی۔"

یہ کہہ کر وہ ڈبا جس میں سیندور طلسمی تھا اور وہ طلسمی سیندور اس کو مقام بیابان آتش فشاں میں کہ جب عمرو کو بہ جانب کوکب لے گئی تھی ملا تھا اور اسد کو کے مالک کو اسی سیندور سے اس نے قتل کرایا تھا۔ حال اس کا سابق اقساط میں بیان ہو چکا۔ پس اس سیندور کو اس نے لگا کر ایک تلک ماتھے پر اس شیر کے دیا اور کہا۔ "جا ملکہ خورشید آتش بدن کو پکڑ لا۔" وہ سیندور ایسا تھا کہ جب شیر طلسمی نے اس کی وجہ سے اس کی عزت کی تھی تو اس شیر کی جو سحر سے آتش بدن کے بنا ہے کیا حقیقت ہے پس فوراً دھڑوکا مارتا اور ڈکارتا ہوا یہ پھرا۔ ادھر مخمور نے بلاں سے کہا "اے ملکہ ماشاء اللہ کیا کیسا خوب لڑیں۔ میں سچ کہوں یہ سحر آتش بدن کا کسی سے رد نہ ہوتا۔

میرے پاس اگر سیندور نہ ہوتا تو یہ شیر کبھی اطاعت نہ کرتا۔ اور ایک اسم اخلاص میں آ کر بادشاہ نے مجھ کو بتایا تھا۔ وہی اس وقت کام آیا۔ ورنہ اس چنگلے سے بھی جان بچنا مشکل ہوتی۔ لہٰذا کچھ اس میں بے عزتی نہیں ہے۔ اب تم ٹھہر کر دم لو اور مجھ کو میدان میں جانے دو۔"

یہ کہہ کر اور اس کو سمجھا کر اس نے جانب صف لشکر پھیرا اور آپ بصد ناز بطرف جنگ گاہ رخ کیا۔ اس وقت اس مہ پارہ کی یہ کیفیت حسن کی تھی کہ بسبب غضب کے آنکھیں جو زیادہ سرخ ہو گئی تھیں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ساغر بادہ احمر سے لبریز و سرشار ہیں۔ انھیں آنکھوں کی نرگس شہلا بیمار ہیں اور بادام ہزار جان سے نثار ہیں۔ جو کوئی بادہ خوباں ساغر چشم کا نام لے تو مست ہو جائے اور آنکھوں پر زلف رسا کا عکس جو پڑتا تھا اور بادلوں کا لہرانا اور ان پر آ جانا وہی کیفیت دکھاتا تھا۔ یعنی میخانہ پر گھٹا کا چھا جانا ظاہر ہوتا تھا۔ ہر چند کہ وہ جام آنکھوں کے شراب حسن سے بھرے تھے مگر زہر قاتل بھی ان میں گھلا تھا جس نے ایک بار بھی اس جام سے کچھ رس اور مزا دیدار کا لیا۔ بس مارا گیا۔ زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ ساغر عمر بادہ فنا سے اس نے لبریز کیا۔ ابرو اس کے یہ معلوم دیتا تھا کہ دو سیہ مست سے خانہ پر جھکے ہوئے ہیں۔ رخسار تاباں کا کیا بیان ہو اظہر من الشمس ایک بات ہے۔ عیان راچہ بیان۔ مگر بھولا پن ان میں غضب کا وہ آئینہ اسکندر آرزو کے پیش نظر تھے۔ قربان جن کی صفا پر آئینہ شمس و قمر تھے۔ فلک نے اپنے آئینہ خانہ میں آئینہ ہائے شمس و قمر کو لگایا مگر کبھی ایسی صورت دلپذیر کا اس کو جلوہ نظر نہ آیا۔ دہن تنگ وہ تنگ کہ جائے سخن اس میں کہا شرم سے منہ چھپائی۔ مگر ایسی صورت کہیں چھپتی ہے۔ صاف روشن ہے کہ عنائی و زیبائی کا وہ دہن مخزن ہے۔ کان جواہر اس میں پوشیدہ ہے یہی اس کی باتوں کا نقشہ ہے۔ ہونٹ دو ٹکڑے عقیق یمن کے رشک دو در عدن کہاں تک بیان کروں۔

ساغر بادہ گلرنگ ہے چ شار
مستی حسن سے سر مست ہوئے ہیں ہشیار
ڈورے آنکھوں میں نہیں جمع ہوئے ہیں مےخوار
صاف ہے چہرہ رنگین چ گلستان کی بہار
مست سمجھیں جو وہ آنکھیں نظر آئیں کالی
گھر کے آئی ہیں گلستان گھٹائیں کالی
راست ہے شکل الف بلکہ وہ قد بالا
واں میں جیسے دل میں ہے یوں اس کے جا
واں بنا واں تو ہے واں کر ہو جان فدا
شک نہیں جیت اسے قتل کے تصور نے کیا
قتل ہوتا ہے تو پھر رنگ نرالا کچھ ہے
جان کی خبر نہیں واں میں کالا کچھ ہے

اس ناز و ادا سے وہ مہ پارہ غارت گر صبر شکیبائی تخت سحر پر سوار ہو کر آنچل پلو کا دوپٹہ سنبھالتی پائجامہ کے پائنچے آگے ڈھیر کیے جوڑا ترچھا باندھے مسکراتی ہوئی سامنے خورشید آتش بدن کے آئی اتنے عرصہ میں جو ٹیکا سیندور طلسمی کا دے کر اس نے پھر دیا تھا۔ پس وہ ڈکراتا ہوا ملکہ خورشید آتش بدن پر آیا۔ خورشید نے اس وقت وہ سحر پڑھ کر ایک دوہتڑ زمین پر مارا کہ شیر تو اپنی بھینٹ پا چکا ہے۔ اب اسی طرح ماش کا آٹا ہو جلے۔ شیر کے ماتھے پر ٹیکا سیندور طلسمی کا دیا ہوا تھا۔ وہ کب بگڑتا تھا۔ پس اس نے آتے ہی ایک طمانچہ خورشید پر مارا۔ خورشید نے طمانچہ اس کا رد کر کے اپنے تئیں مار کر زمین کے اندر پہنچایا اور وہاں سے پشت شیر پر آ کر نکلی اور ایک ترسول اس کے پیٹ پر اس نے مارا۔ شیر نے پلٹ کر ایک ہاتھ جو اپنا مارا تو خورشید کو کھینچ لیا اور جھٹکا دے کر اپنی پیٹھ پر لاد کر چلا۔

اس وقت شمسہ جو اس کی بڑی بہن الگ کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے یہ حال اپنی چھوٹی بہن کا دیکھ کر بیتابانہ اپنے تئیں قریب اس شیر کے پہنچایا اور اس کے پاس ایک گولا فلاد کا ایسا ہے کہ جس کسی ساحر صاحب منصب اور مرحلہ کے مالک پر لگائے تو کام اس کا تمام کرے۔ بس وہی گولا اس نے نکال کر اس شیر پر مارا۔ ازبسا وہ شیر بنایا ملکہ خورشید آتش بدن کا تھا اور اسی کی طرف سے وہ بھی اس سحر کا ایسی اشیائے زبردست سے ہو رہا تھا۔ وہ گولا اس سحر پر جو پڑا۔ تھرا کر وہ زمین پر گرا اور اسی طرح ماش کا آٹا ہو گیا۔ ملکہ خورشید اس کے بدن سے چھوٹی اور ہوشیار ہوئی۔

یہاں پر بعض داستان گویوں نے یوں بیان کیا ہے کہ ملکہ بلال سحر افگن سجاب دبیا باری اور خورشید آتش بدن سے نہیں لڑی ہے ملکہ اختر بنت سہیلان فیل زور بھیجی کو تب روشن ضمیر کی واسطے دریافت حال ملکہ یہاں آ جاتی ہے اور وہ مقابلہ میں آتی ہے اگر بعض داستان گویوں نے ابھی فوج بحران کا مقابلہ کرانا مناسب نہیں جانا کہ سب فوج تو مہ رخ کی لڑتی ہے۔ ایک اکیلی اختر اگر لڑے کچھ حسن بیان نہیں۔ اس سے یہی بہتر ہے کہ ایک ہی لشکر کی شوکت اور عظمت ظاہر ہو اور آج ہی تو ملکہ حیرت کو معلوم ہوتا ہے کہ لشکر مہ رخ میں بھی قوت سحر و ساحری بہت زیادہ ہے۔ صرف عیاروں کے بھروسے پر یہ لشکر نہیں لڑتا ہے۔ اگر لڑائی پڑے گی تو بڑی مار ہو گی اور مالکان دربند ہوشربا آج تک مہ رخ کو ذلیل و حقیر سمجھتے تھے مگر آج سے زبردست جاننے لگے۔

حاصل مرادم ملکہ مخمور ملا فام جب میدان میں پہنچی اور وہ شیر طلسمی بیندور کی وجہ سے خوب لڑا آخر مارا گیا اور شمسہ خورشید کو لشکر کی طرف پھیر کر آپ بمقابلہ مخمور آئی اور پکاری "اے بی مخمور شہنشاہ سے پھر کر تم نے بڑا زور پیدا کیا ہے۔"

مخمور نے کہا ہمیں کمزور کس دن تھی اور تم سے کب دب گئی تھی۔ جب ملازم شہنشاہ تھی جب بھی یہی غلغلہ مچی تھی کہ صاحبان قلعہ معظمہ بڑی زبردست ہیں۔ لیکن دور کے ڈھول سہانے۔ یہ تیرا بھرم ہی بھرم تھا۔ سو آج وہ ہوا بگڑ گئی۔ سارا بھرم کھل

گیا۔ میں نے تو کم از کم تو لوگوں کے متعلق بڑی دھوم سنی تھی اور پھر یہ تو بتاؤ میں تم سے کب دب گئی تھی اور ہاتھ تمہارے سامنے کس دن جوڑے تھے جو آج بڑا زور میرا تم گنتے آئی ہوئی۔ اب بھلا میں دیکھو تو کہ تم کیونکر مجھ سے سر بر ہوتی ہو۔ اور خورشید کو جو پھیر کر لے گئی ہو کیا وہ زندگی بچے گی۔ اے تو یہ بیہودہ طلسمی جس شیر کے لگا ہوا تھا اس کا طمانچہ کھا چکی ہے اس کا بچنا مشکل ہے۔"

شمسہ نے کہا "اے مخمور اب زیادہ حد سے نہ بڑھو زخم پر نمک نہ چھڑکو۔ لو اس کا مزا چکھو۔" یہ کہہ کر ایک قمقمہ اپنی جھولی سے نکالا کہ اس قمقمے میں خاک قبر جمشید بھری ہوئی تھی۔ بس وہ قمقمہ سینہ پر ملکہ مخمور کے مارا۔ مخمور اس قمقمہ کو دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ اس میں خاک قبر جمشیدی ہو گی۔ پس وہ قمقمہ آتے دیکھ کر وہ پرواز کر گئی اور بلندی پر جا کر ٹھہری۔ قمقمہ خالی گیا اور خاک جو اس میں تھی نکل کر اڑی جو ساحر کہ آگے بڑھے کھڑے تھے وہ بیہوش ہو گئے۔ مخمور نے فوراً باران سحر برسایا کہ وہ خاک دب گئی اور آپ زمین پر اتری اور پکاری "اے شمسہ بڑے غیرت کی بات ہے تم لوگ بادشاہ ہزاریاں طلسم کی اور بعظمہ در بندوں کی بڑی بڑی صاحب منصب و جاگیر دار ہو کے خاک جمشیدی کے بھروسے پر پھولتی ہو اور آپ کو ایسی ہی لیاقت میں سحر اور ساحری کرنا جانتی ہو۔ حیف ہے دیکھو سحر اسے کہتے ہیں۔" یہ کہہ کر ایک ڈبیا اپنے بالوں سے نکالی کہ ایک ڈال یاقوت احمر کی تراشی ہوئی تھی اور اس کو وا کر کے چالیس پتلے یاقوت کے جو برابر انگشت کے تھے نکالے اور ان کے ہاتھوں میں تیغے اٹھا کر دیئے اور کہا "یہ تلواریں بن جائیں اور کچھ سحر ایسا پڑھا کہ وہ پتلے سب شکل انسان مبارز کے قد آور ہوئے اور وہ تیغے تلواریں ہو گئیں۔ پس ان پتلوں نے جاندار ہو کر عرض کیا "کیا فرمان ہے کیا حکم ہے۔" مخمور نے ارشاد کیا سامنے جو یہ چھوکریاں کھڑی ہیں اور بہت بڑا ہجوم کئے ہیں ان کے سر کاٹ لاؤ۔" پس وہ چالیس پتلے تلوار علم کر کے اول تو شمسہ پر حملہ آور ہوئے۔ شمسہ نے ہر چند چاہا کہ ان کو دو کو

مگر وہ کب رکتے ہیں۔ جب وہ پتلے اس پر آ پڑے، سمجھی کہ میں گھر جاؤں گی اور مار ڈالی جاؤں گی۔ پس فوراً پیچھے ہٹنے لگی اور سحر پڑھتی ہوئی بھاگ کر لشکر حیرت میں جو فوج کہ اس کی تھی۔ وہیں یہ بھی آئی۔ پتلے اس کے تعاقب میں جو آئے تھے۔ وہ بھی قریب پہنچ کر فوج پر حملہ آور ہوئے اور زیر تیغ انھوں نے رکھ لیا۔ تکبیر و بکشید کا شور و غوغا بلند ہوا۔ بہت تن بے سر ہوئے۔ شکار اجل صف شکن و صفدر ہوئے۔ وہ چالیسوں پتلے غضب کے تھے کہ دم بھر میں مارے تلواروں کے انھوں نے تہلکہ ڈال دیا۔ تیغ تیز کے جوہر دکھا دیئے۔ ہزاروں مار کر گرا دیئے۔ لاش پر لاش دھڑ پر دھڑ، مردہ پر مردہ بھر میں انھوں نے گرا دیا اور اتنے کروڑوں فوج بخطمان علم کی تھی۔ اس میں ان چالیس پتلوں کا لڑنا حیرت کو ثابت تھا کہ سحر کی لڑائی ہو رہی ہے۔ مگر جانتی تھی کہ کوئی سبب خفیف ہے۔ یہاں تیغ تیز نے مضمون مرگ کو بحر طویل میں نظم کیا۔ رکن جسم کو جان سے بدل کر حذف کیا تھا۔ قافیہ ہر ایک کا تنگ تھا۔ فقرے تیغ کے بہت گرما گرم تھے نظم جان کا انتظام کچھ نہ رکھا تھا۔ نثر مرگ کو پسند کیا تھا اور نظم کو پسند کیا تھا اور نظم کو پسند کرتے تھے تو بحر مضارع میں شعر نظم کرتے۔ یعنی ایک کے دو کرنا خوب یاد تھا۔ عروضی سلیقہ کا سب کو موت پڑھاتی تھی۔ سبب دے دیا دلائی تھی۔ یہ جنگ کا نقشہ تھا کہ

تنوں پہ تھا ہر سمت جوش نگار
لب زخم تھے ساحل جوئے بار
عبیری ہوئی خاک دشت نبرد
ہوا تیغ خوں سے اٹھتی تھی گرد
وہ آمد تھی اس کی کہ طوفان مرگ
تنکا پہ گرے تن سے اڑ اڑ کے سر

ہوا سے درختوں کے جیسے ثمر
سوا سو پیادہ بوقت شمار
ہوئے آج بے جان ہزاروں ہزار
تڑپ کر گرے خاک پر وہ لعین
گئے جانب اسفل السافلین

لشکریان حیرت ان پتلوں پر بیضے عقاب کے گولے فولاد کے نارنج ترنج گچھے سوئیوں کے تلواریں خنجر وغیرہ ہتھیاروں کے وار اور سحر کے حربے لگاتے تھے لیکن کوئی حربہ ان پر اثر نہ کرتا تھا اور قریب دس بارہ سو جادوگروں کو انھوں نے مار ڈالا تھا۔ اب ایک غوغائے عظیم برپا ہوا اور حیرت کے لشکر نے سامنے سے ان پتلوں کے جھرمٹ کھلایا۔ سمٹ کر جب وہ ادھر آئے کہ جہاں حیرت استادہ تھی۔ پتلے بھی اسی طرف حملہ آور ہوئے اور قتل کرتے ہوئے چلے آتے تھے اور بطلمان دربند بڑے بڑے شہزادے اور شہزادیاں حیران کار تھیں اس وقت کہ جب قریب تخت حیرت غوغا بلند ہوا۔ اس وقت حیرت نے انگڑائی لی اور کہا "اپنا کام کچھ آپ ہی خوب ہوتا ہے کیونکہ اب میں ہاتھ پاؤں نہ ہلاؤں تو قتل ہو جانے کے سوا اور کیا ہے۔ کیونکہ یہ پتلے آ کر مجھے بھی تو ذلیل کریں گے۔ اے صاحبو! یہ کیسی غیرت تمھاری ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ کے سحر تم سے رد نہیں ہو سکتے۔"

اس وقت ابریق وزیر اپنے ہاتھی سے کود کر عرض پیرا ہوا کہ "اے ملکہ ہم تو صرف بطلموں کی لڑائی دیکھنے آئے تھے۔ اب آپ فرمائیے تو اس مخمور کی کیا حقیقت ہے اور ان پتلوں کی کیا بنیاد ہے۔ ابھی دم بھر میں ان کو غارت کر دوں اور مخمور کو پکڑ کے سامنے حاضر کروں۔ مخمور نے آپ جانتی ہیں کہ یہ کون سا سحر کیا ہے یہ وہ سحر ہے جو شہنشاہ نے روز نوروز ایک ایک سحر ہم سب کو جدا جدا تعلیم فرمایا تھا۔ ہم کو اور کچھ بتلایا تھا اور اس کو یہ دنیا دی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس دنیا میں یہی پتلے تھے۔ جو

عنایت کیے تھے۔ پھر شہنشاہ کو عطا کرنا وہ پتلے غضب ہی کے تھے جو دیئے تھے جنہوں نے آج تہلکہ ڈال دیا ہے۔ لیکن کچھ پرواہ نہیں۔ ہم بھی تو وزیر اسی شہنشاہ کے کہلاتے ہیں اور تعلیم اور پرورش یافتہ اسی کے ہیں۔ یہ چھوکری مخمور تو کیا ہے۔ مہ رخ اور اس کے حمایتی کوکب اور بہران کو ہم جواب دینے والے ہیں اور اس کو پکڑ لانے والے ہیں۔"

یہ کہہ کر ابریق سات لاکھ جادوگر اپنے ہمراہ لے کر آگے بڑھا۔ ایک دریا تھا کہ موج مارنے لگا۔ ہزار ہا ترنج ترنج اچھلتا تھا۔ اس دریا میں گویا حباب معلوم دیتے تھے کہ تیرتے تھے۔ غرض فوج تو موج مار کر لہراتی ہوئی اس کے پیچھے چلی اور وہ بمقابلہ چٹان سحر پہنچا۔ پکارا "لونڈی کا حکم بی بی کے حکم سے غالب نہیں ہوتا۔ ارے او بے ایمان' بی بی کھڑی ہیں اور تم بے اجازت چلے آتے ہو۔ بس ادب سے قدم اٹھاؤ۔ جس طرح تم یاقوت کے پتلے تھے ویسے ہی اب تمہاری سزا یہ ہے کہ موم کے پتلے بن جاؤ کیونکہ جس نے تم کو بنا کر مخمور کے سپرد کیا تھا۔ اسی بی بی کا تم نے پاس نہ کیا اور پاس کیا تو اس ادنٰی کنیز کا یہ کہہ کر ایک دو جنتر اس نے تمثال پر مارا کہ وہ پتلے یا تو خونریزی کرتے لڑتے چلے آتے تھے یا اسی جگہ ہو گئے اور تمثال سے شعلے آگ کے نکلے اور ان پتلوں پر پڑے کہ وہ پتلے گل کے موم کے ہو گئے پھر اور شعلے نکلے اور وہ پتلے پگھل گئے۔

بعد اس سحر کے ابریق علیہ اللعن نے ایک پرچہ کاغذ کا اور دوات و قلم جھولی سے سحر کی لال کے کچھ حرف بخط طلسمی سحر کے اس پر لکھے اور اپنے لشکر کے ایک علم میں باندھ کر مخمور سرخ چشم کے مقابلہ میں وہ علم لے کر آیا اور پکارا "او چھوکری شہنشاہ کے صدقے میں سحر و ساحری سیکھ کر ساحرہ بنی اور معشوقہ شاہ ملکہ حیرت عالی جاہ کو کچھ لحاظ و پاس نہیں۔ کیوں نہ ہو۔ سچ کہا ہے کہ کمینہ اپنی اصالت پر جاتا ہے بموجب مثل بیت:

نیکی کرنا بدوں سے ایسی ہے
جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے

تو اپنے ذات کے جوہر دکھاتی ہے اور اپنی اوقات پہ جاتی ہے۔ مخمور نے یہ سن کر بغصہ کہا۔ "بھڑوے تو اپنی پہلے تو ذات دیکھ۔ پھر کسی اور کی ذات کو گننا تو ایسا کہاں کا کھرا بن کر آیا ہے۔ وہی مثل ہے کہ کھرے جو کھوٹا اس کو عرش کا ٹوٹا۔ موذی کاٹے لڑنے آیا ہے۔ یا ذات کا بیان کرتا ہے۔ میں کس بھڑوے کی لونڈی ہوں۔ کس نے مجھے خریدا ہے۔ تو البتہ سچی ہوں کہ ذات کا کبڑا ہے۔ اس طلسم میں اماں تیری کھرنی فالسے بیچتی پھرتی تھی۔ میری اماں اسرا جادو کہا کرتی تھیں کہ سندیا کنجڑن ابریق کی اماں اچھا اچھا سودا لاتی ہے اور جیسے تو وزیر ہوا ہے۔ اس وقت سے بھی ہزار جگہ میں نے تیری عزت اور جان بچائی ہے۔ تیری شادی جب ہوئی تھی تو تجھ کو لڑکی ہی کون دیتا تھا۔ ہمیں دونوں بہنوں نے اور امی جان نے قسم کھا کر کہا نہیں یہ کبڑا نہیں ہے کیوں تجھے یاد ہے۔"

ابریق یہ باتیں سن کر کھسیا اور بہت ترش رو ہوا۔ لڑنے سے دانت کھٹے ہو گئے۔ غیرت سے درخت کی طرح زمین میں گڑ گیا۔ اسی غیرت میں اس نے ایک روئی کا گالا جھولی سے نکال کر سحر اس پر دم کر کے جانب آسمان اڑایا کہ وہ پنبہ لمحہ بھر میں ایک کوہ پر شکوہ بن کر مخمور کے سر پر آیا اور گرا ہی چاہتا تھا کہ اس کو وقار شیریں لب نے ادھر دیکھ کر سحر پڑھ کر اف جو کی وہ پہاڑ روئی کا گالا پھر بن گیا اور چل کر بھوسی بھوسی ہو کر اڑ گیا۔ اس وقت ابریق نے کہا "بڑا زور تو نے پیدا کیا ہے۔ یہ بھی شہنشاہ کی عنایت کہ وہ ہمیشہ سے تجھ پر فریفتہ تھے۔ نہیں معلوم کیا تا چکے ہیں۔"

مخمور نے کہا بھڑوے پھر وہی باتیں تو نے نکالیں۔ تو یہ بھی جانتا ہے کہ حیرت جو تخت پر چڑھی کھڑی ہے۔ یہ ذات کی کٹن ہے اسے ہم مطیع شہنشاہ عیاران عمرو بن امیہ ہیں۔ یہ اس کا اقبال ہے جو ہم کافروں پر فتح یاب ہوتے ہیں اور ہوں گے اور کمزور

کس دن تھے جو آج نمود پیدا کیا ہے۔ نہ جب ہی تجھ سے دبے نہ اب اچھا اب سنبھل جا۔" یہ کہہ کر ایک ناریل انگیا میں سے نکالا۔ یہ ناریل اگر افراسیاب پر بھی لگتی تو کام دیتا۔

ابرق گھبرایا اور اس نے ناریل کو چرخ دے کر اس پر مارا۔ ابرق اس کو آتے دیکھ کر زمین سے اٹھا اور وہ ناریل پاؤں پہ اس کے لگ کر زمین پر گرا۔ پاؤں اس کا زخمی ہوا۔ باقی بچ گیا۔ ناریل اٹھا کر (لنگڑا) ہوا زمین پر آیا۔ لیکن سنبھل کر اٹھا اور ترحش سحر کا پکڑ کر دوڑا۔ مخمور بھی تیغچہ پکڑ کر چلی۔ لیکن اس نے قریب پہنچ کر ترحش کھینچ کر مارا کہ وہ مخمور کے کندھے پر لگا۔ اس نے سحر پڑھ کر ہاتھ جو مارا۔ ترحش کندھے سے لگ کر زمین پر گر گیا۔ مگر شانہ اس کا بھی زخمی ہوا اور اس نازک بدن نے شایانہ نشانہ ہونے سے تیوری چڑھائی اور ہی شان حسن کی نظر آئی کہ گویا خط طغرا میں بسم اللہ کاتب قدرت نے مصحف رخسار پر لکھی ہے۔ غرض کہ بہ طیش و غضب تمام تر یہ اپنا جوڑا کھولتی ہوئی آگے بڑھی۔ اس وقت حیرت کھڑی اس جنگ کا تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے اپنے گلے سے مالا توڑ کر زمین پر پھینکا اور پکاری "اے مالا جا اس مخمور کو پکڑ لا۔ وہ آ کر سامنے مخمور کے گرا اور لڑیاں اس کی ٹوٹ گئیں۔ موتی سب بکھر گئے۔ ابرق نے دیکھا کہ یہ سحر ملکہ حیرت نے کیا۔ پس اس نے بھی اپنی قوت و شوکت دکھانے کو پکار کر کہا اے مخمور یہ دانے موتیوں کے چن لے۔" مخمور مسحور بہ سحر حیرت اس مالے کے سامنے بکھرنے سے ہو چکی تھی۔ وہ دانہ چننے لگی۔ اس نازنین کا ناک بھوں چڑھا کر پائنچے اٹھا کر جھکنا اور موتی چننا اور ہی لطف دکھاتا تھا۔ گویا زہرہ فلک حسن و حیا ستاروں پر جھکی تھی اور تارے آسمان کے توڑ رہی تھی۔ ادھر تو وہ موتی چننے لگی۔ ادھر اس بے آبرو یعنی ابرق نے کمند اس پر ماری کہ گردن کمر میں اس کے پھندے پڑے اور بیہوش ہو کر گری ابرق نے ادھر کھینچا اور قریب تر لا کر مشکیں اس کی اسی کمند سے باندھیں اور لے کر چلا کہ حیرت کو جا کر نذر

دوں اور عرض کروں کہ اے ملکہ آپ کے خیال سے اور سحر کے شریک ہونے سے پنجہ میرا اس پر قابض ہوا۔ ادھر تو یہ اس کو لے کر چلا۔ سامنے یہ ماجرا ملکہ بہار جادو نے جو دیکھا تاب ضبط باقی نہ رہی۔ یہ معشوقہ طرحدار بادشاہ لشکر اسلام سعد بن قباد شہر یار فوراً تخت اپنا آگے بڑھا کر چلی جیسے بادشاہ اسلامیان سے اور اس سے راہ عشق و عاشقی پیدا ہوئی۔ اس وقت سے ہمیشہ آنکھوں میں آنسو بھرے دیوانہ بھرے دیوانہ پن مزاج میں سمایا ہوا۔ دل اپنا تھا وہ پر آیا ہوا۔ بہار کی خواہاں رہتی ہے۔ گل و بلبل کی بحث پر دیوانہ ہے۔ ورد زبان کا افسانہ ہے اس وقت جو لڑنے کو نکلی۔ عجب کیفیت اس کے حسن کی تھی کہ سر پر گھٹا چھائی ہوئی طائران خوش نوا نغمہ سرائی کرتے سامنے کچھ چمن گلہائے خوشرنگ کے از خود پیدا ہو کر غائب ہو جاتے۔ یہ معشوقہ اپنی زلفیں کو پریشان کر کے گھٹا کالی بلائے زلف پر اس کی سنبستان دہر کی صدقے جان ہو جاتی۔ سبزہ رنگ سبز بختان زمانہ کو سبا قدم خطاب دے کر سامنے سے نکال دیتا۔ سبزہ نار چمن ستان عالم کو عشق میں اپنے پامال کرتا آنکھوں میں سرمہ و نبالہ دار دیا ہوا۔ ابرو سے ملا ہوا۔ حلقہ بنا ہوا۔ یہ ظاہر تھا کہ دختر حسن پر اس حسینہ کو دو ہرا صاد کیا ہوا ہے۔ یا یہ حلقہ طوق محبت آہو چشمان زمانہ کے لیے پیدا ہوا ہے یا آہوان ختن دشتن کو پابند کیا ہے۔ سطح رخ پر چنی کا ہونا ظاہر تھا کہ ملک طلب کے بیچ میں ایک دیوار کھینچ کر اس ملک کو دو حصہ کیا ہے۔ بلبل اس گل رخسار کو دیکھ کر طوطی کی طرح پس آئینہ بیٹھ کر نقش بہ دیوار بنا چاہتی۔ باد گل بالکل بھول جاتی۔ لبوں پر مسی اس کے لگی ہوئی پیشانی پر افشاں چنی ہوئی۔ لب لعلین پر لاکھا جما ہوا۔ جوڑا دھانی گلے میں پڑا۔ سینہ پر چھاتیوں کا ابھرنا اللہ اللہ ازسر تاپا وہ جمال وہ جھمکڑا کہ

چھاتیاں ابھری ہوئی اور وہ جوانی کی بہار
جس کو بن دیکھے ہو نامحرموں کی جان نثار
ایسے پستان ہوں ترنج شجر قامت یار

کھٹے ہو جائیں جسے دیکھ کے جنت کے انار
کچھ جھلکتے جو دوپٹے ہی کے تہ سے دیکھے
چھاتی بھر آئے یہ حیرت کی نگہ سے دیکھے
گول گول اس کے سرین اور وہ بلوری سی ران
آئے دیکھے سے تن عاشق بیجان میں جان
پنڈلیاں دیکھ پھڑک جائے نہ کیونکہ انسان
شمع حسن ہیں پروانے ہیں جن کی پیان
پاؤں اس گل ان ہاتھوں سے دباؤں کیا کیا
شعلہ رویوں کو جو کچھ پوچھو جلاؤں کیا کیا

پس وہ مہ پارہ قریب ابریق پہنچ کر پکاری کہ

بہار آئی فساد خون کی تدبیر کرتے ہیں
اسی موسم میں دیوانے کو سب زنجیر کرتے ہیں

اے ابریق ٹھہر دو پھول ہمارے گلستان محبت سے چنتا جا اے بہار آؤ۔ پس اتنا کہنا تھا کہ تمام لشکر اور ہر ایک سردار نامی نامور نے دیکھا کہ نسیم بہار چلنے لگی اور ملکہ بہار جادو کے تخت پر جو گلدستے پھولوں کے رکھے تھے۔ اسی طرح کے ہزاروں گل میدان میں کھلے اور سیکڑوں چمن نہالاں خبر داماں اور سایہ دار پر نظر آنے لگے۔ حوض لب آبشاریں جاری لاکھوں طائران خوش رنگ اور شیریں زبان مرغولہ سنجی اور نغمہ سرائی کرتے تھے۔ عجب بہار نیرنگ افزا اس بوستان پرانسوں کی تھی کہ جان تمنا اس پر غش ہوتی تھی بلبل بن کر آرزوے دید میں مدح روضہ رضوان غش ہوتی تھی۔ جہاں تک نگہ کام کرتی تھی چمن ہائے لاثانی بنے تھے۔ جواہر کے درخت لگے تھے۔ ہر شجر ایسا

پر از رنگین و بہار تھا کہ رشک دہ قامت یار تھا۔ ہر برگ وہاں کا کف رنگین دلدار تھا۔ کسی جا عناب اپنے آب و تاب حسن کو دکھا کر لب رنگین معشوق کو شرماتا تھا شقائق گل پیرہنوں پر فائق نظر آتا تھا۔ خون چشم عشاق سے اپنے عشق میں دلواتا۔ کسی جا سنبل تر گیسوئے عنبر فشاں کا ہم سر کہیں نرگس چشم تماشائی کو حیران کار بناتا۔ ہمی سمن میں انداز تیغ صفا بانی پایا جاتا لالہ ہائے خونی خونین و جگران چمن الفت سے برابری کرنے کو تیار تھا۔ لیکن بہتراز رخسار یار تھا۔ درخت پھولوں سے لدے دلہن کی طرح زیور پہنے۔ شرم سے جیسے عروس نو جھکتی ہے۔ اسی طرح جھکے جاتے۔ طاؤسان مست خوش فعلیاں کر کے ناچتے' چتر طاؤس فلک بلا گردان سوسن دہ زبان کی اوواہٹ دکھا کر نثل بوسہ لینے سے رخسار یار پہ جانا یاد دلاتی۔ گل سے گریبان چاک کرنے کی دلوں میں خواہش پائی جاتی تھی۔ سرو شمشاد سی قامتان دہر کو ایسا شرماتے کہ وہ غلامی سے بھی آزاد فرماتے کہیں بلبل نالہ کش کہیں قمری کا دل سرو پہ غش نوک ہر خار زبان بن کر دعوی کا اظہار کرتی۔ نوک سبزہ بصورت زبان ہو کر بہار سے بھی تکرار کرتی مژگان یار کو شرمسار کرتی چشمہ اور نہریں اس میں بعد اس آب و تاب جاری شرمندہ اس کے سامنے چشم ہائے شمس و قمر کی آبدار نہریں لطافت بیز و صفا' انگیز دار بست انگور کا بندوبست عقد ثریا کو شرم خیز خلاصہ یہ کہ ہر طرف ہر طرف و نان باد بہاری عروس بہار کی جوبن کی بڑی تیاری کی کہ

باغ تیار ہوا واسطے اس کے ثیاب
مخمل سبز کے سبزہ روشوں پہ شاداب
نہریں وہ جن میں رواں چشمہ خورشید کہ اب
روشیں کہکشاں پھول برنگ مہتاب
طرفہ گلکاری ہوئی باغ کی دیواروں پہ
لوٹے رضوان بھی جسے دیکھ کر انگاروں پہ

رشک گلزار جناں جوش تراوت سے چمن
جا بجا نسترن و سوسن و نسرین و سمن
رنگ میں حور کے چہرہ سے رخ گل پہ اثر
زلف غلماں سے کہیں گیسوی سنبل بڑھ کر
گرد پھولوں کے عنادل کے ترانوں کا سماں
قمریاں بیٹھی ہوئی سرو پہ سرگرم فغاں
ابر کو دیکھ کے طاؤس گلستاں رقصاں
اپنے محبوب پہ ہیں سب سے زیادہ قرباں
چہچے دل کے ہر اک زمزمہ پرواز کے ساتھ
جس طرح ساز کی آواز ملے ساز کے ساتھ

اس باغ میں بہار بصد ناز و انداز داخل ہوئی اور چبوترہ بلور پر جا کر استادہ ہوئی کنیزان خوش قامت و رنگین ادا گرد اس مہ و لقا کے حلقہ کئے اور سرو باغ کے حسن کا اس وقت عجب نقشہ تھا کہ دوپٹہ آنچل پلو کا اوڑھے پائنچے پائجامہ کے کلائی پر سنبھالے سلوٹیں اور چنٹیں برابر ران کے پڑیں کرتی چست سے اونچی سینہ ابھرا ہوا یہ انداز پیدا کہ

چشم پر بار گراں ہے ابھی کاجل کا بوجھ
دوش سے ان کے سنبھلتا نہیں آنچل کا بوجھ
دور ہے ان کے گلے سے ابھی ہیکل کا بوجھ
ایسی نازک ہیں کہ اٹھتا نہیں ہلکا سا بوجھ
تاب کب مارے نزاکت کے وہ لا سکتے ہیں
ہاتھ کب مہندی کی رنگت کو اٹھا سکتے ہیں
ہے سراپا جو قیامت تو ہے آفت چھل بل

ایسی رفتار چھلاوے کا بھی دل جائے نکل
ناز ایسی ہے کہ چلنے میں سو کھاتی ہے بل
وہ لگاوٹ کے ہیں انداز کہ دل ہو بیکل
رنگ لائے گی غضب طبع میں رنگینی ہے
دور ابھی نام خدا دھیان سے خود بینی ہے

ہوا کے جھونکوں سے خوشبو جو ان پھولوں کی ابریق کوہ شگاف اور منتظمان طلسم کی ناک میں گئی۔ بس یکایک جھومنے لگے اور مدہوش ہوئے۔ پھر جو ہوش میں آئے گویا از خود فراموش ہوئے یعنی نعرہ عاشقانہ مارنے لگے "ہائے معشوقہ بہار" طرحدار کہتے۔ اشعار پڑھتے اس باغ کی طرف چلے۔ ہاتھ سے محور کو چھوڑ دیا۔ سات لاکھ سپاہ ہمراہ لے کر ابریق لڑنے آیا تھا۔ وہ تمامی لشکری گریبان چاک کیے اور سر پر خاک اڑاتے دیوانہ وار ہائی بے قرار اشعار پڑھتے چلے آتے تھے۔

دور چار آنکھیں ہوگئیں کوٹھے پہ آج اک یار جانی سے
خدا محفوظ رکھے ہر بلائے آسمانی سے

تری آنکھوں کی کیفیت ہے یہ جوش جوانی میں
کوئی ساغر بھرے جیسے شراب ارغوانی سے

سنایا میں نے حال زار جب اپنا تو وہ بولے
بس اب موقوف رکھو دل بھر آیا اس کہانی سے

یقین ہے گردش چشم حسیناں سے نہ چھوٹے گا

اگر بچ بھی گیا کوئی بلائے آسمانی سے

مرے رونے سے بھڑکی اور دل میں آتشِ الفت
غلط مشہور ہے یہ آگ بجھ جاتی ہے پانی سے

جفائیں یار نے چھوڑیں فلک نے پیچا چھوڑا
غرض دونوں یہ عاجز آئے میری سخت جانی سے

ہم ایسے چار بھی گریاں جو آ جائیں گے محشر میں
بجھے گی آتشِ دوزخ تمام اشکوں کے پانی سے

وہ درد آمیز باتیں میں نے چلتے وقت کہہ دی تھیں
بھر آیا ان کا دل قاصد کے پیغام زبانی سے

اور ادھر سے چند شخصان در بند جن تک وہ خوشبو پہنچی تھی۔ مست مے محبت ملک بہار ہو کر یہ کہتے تالیاں بجاتے آتے تھے کہ

اے جنوں رکھیو بیابان کو سواری تیار
آج کل چلنے کو ہے یار ہماری تیار

دل تو کہتا ہے نکل چلنے کو پر چلتے وقت
پیشتر دل سے ہوئی جان ہماری تیار

ہر سو اندھیر تھا قہر قیامت مستی

فتنہ انگیزی کی ترکیبیں ہیں ساری تیار

ہار پھولوں کا پہنتے ہو تو میری خاطر
بدھی زخموں کی کرے تیغ تمہاری تیار

تیرے دیوانہ کی وحشت ہے زیادہ ہر سال
بیڑیاں ہوتی ہے ہر مرتبہ بھاری تیار

یہ سب مجمع لاکھوں آدمیوں کا قریب اس گلشن افسوں رنگ کے جب پہنچا۔ سامنے بہار چبوترے پر کھڑی تھی۔ اس کی صورت دیکھ کر ہر ایک نے پکارا "اے ملکہ اس فصل میں تو بہت شورش خون اور ولولہ جنون ہے۔ یہ جی چاہتا ہے کہ اس نطفہ حرام افراسیاب ناکام کو ایسا کچھ بنائیے کہ ہولی کا بھڑوا کر دیجئے اور بہار حسن اور گلزار سحر کی اس کو بھی سیر سبز باغ دکھلا کر دیوانہ کر دیجئے اور برنگ بلبل آپ کے گل رخسار کی مداح سرائی میں نغمہ پیرائی کیجئے اور آپ کے ہوا خواہ اور عاشق شیدا کہلائے او چاہنے والے مشہور ہو جئیے اور آپ کے دشمنوں کو ایسا خار غم دیجئے کہ سب بھڑک بھڑک کر مر جائیں اور دہر کی طرح منہ ان کا کالا ہو جائے اور اس طلسم سے بوم کی طرح نالیاں بجا کر ان کو نکال دیجئے غرض اے ملکہ ہم نے تو آپ کے گل رخسار کے بلبل ہیں۔"

ملکہ نے قریب اپنے ابریق کو بلا کر کہا "اے عاشق تن بلبل ہر جائی ہوتا ہے۔ تم ابھی میرے سامنے اس طرح تڑپے کرتے ہو اور مرتے ہو۔ دم محبت کا بھرتے ہو۔ کچھ دیر میں ہوا پھر جائے گی اور نئی نالہ اور شیون کرو گے اور کسی کے دام محبت میں گرفتار ہو کر نئی فریاد زبان پر لاؤ گے۔ مجھے تمہارے قول و فعل کا اعتبار نہیں اور کیونکر یقین ہو۔ اگر حقیقت میں تم افراسیاب چنڈول کو رقیب اپنا سمجھتے ہو اور میری بہار حسن کی

سیر کرنا چاہتے ہو تو مجھے رہا نہ کرو۔ میرا نام زبان سے نہ لو۔ آؤ و قفل لب پر نہ لاؤ اس افراسیاب کی فوج کو مار کر بھگا دو اور اس کچھڑی کنجی یعنی حیرت کو کہ جو میرے ہوتے سلطنت طلسم کے تخت پر بیٹھی ہے۔ ذلت و خواری کے ساتھ خوب مار کر باہر طلسم کے کرو۔"

ابریق نے کہا "اے ملکہ میرا دل تجھ پر صدقے اور جان میری تیرے ناخن پا پر سے نثار ہے۔ یہ کتنی بڑی بات ہے جو تو نے کہی افراسیاب تو کیا مسخرا ہے۔ ہم تو تیرے حکم سے سامری سے لڑنے کو حاضر ہیں کہ

ہے پرورش سخن کی تری مجھ کو یاں تلک
چلتا سخن کا کیا ہے اڑیں آسمان تلک

یہ کہہ کر ابریق پھر تلوار سحر کی بنا کر پھرا۔ چلتے وقت ملکہ نے کہا "لو پھر ہم سے بھی یہ خلعت سرکار بہار کا ہے پہنتے جاؤ۔" یہ فرما کر ایک گجرا پھولوں کا اپنے ہاتھ سے اتار کر اس ڈفر جام کے ہاتھ میں اس لالہ فام نے باندھ دیا اور ایک ایسا سحر کیا کہ لشکریوں کے ہاتھ میں ایک پھول اس گلستان سحر کا از خود آ گیا کہ وہ سب کو سونگھنے لگے۔ آگے آگے ابریق اور پیچھے پیچھے وہ سب فوج بے طریق بھری۔ ابریق نے افسران لشکر سے پوچھا "بھئی کہو تم سب کا کیا ارادہ ہے۔" افراسیاب سے لڑو گے یا نہیں۔"

سب نے کہا ہم اس حرامی کھوسٹ افراسیاب کو اور اس ڈھنو حیرت کو کیا سمجھتے ہیں۔ ان کے تابع حکم تھے سو اب وہ بھی بات نہ رہی۔ ملکہ بہار کے جان نثاروں میں اج سے ہوئے۔ اس ملکہ کے حکم سے آپ جس سے لڑیں گے پہلے ہم جانبازی کریں گے اور تلواریں ماریں گے۔ نمک خواروں کا کام یہی ہے کہ تلواریں کھائیں اور عاشقین کا دستور یہی ہے کہ رضائے محبوب کے لیے سر اپنا کٹائیں۔"

ابریق نے کہا "شاباش اے جوانمردان عرصہ نبرد عاشقی یہی چاہتے ہیں۔ مصرع اس کا ناز

تو آیہ و عاشق چنین کنند بہتر ہے دیر نہ کرو۔ افراسیاب تو یہاں نہیں ہے۔ پہلے اس لکا نہ گیسو بریدہ حیرت بدسیرت کو تو پکڑ کر سامنے ملکہ بہار کے لے چلو اور اس پر سے قربان کر کے ذبح کر ڈالو۔ سب فوج حربہ ہائے سحر پکڑ کر ہمراہ ابریق لیتا لیتا کہہ کر چلی حیرت بادشاہ طلسم کی زوجہ ہے اور بڑی ساحرہ ہے۔ اس سحر کو دیکھ کر بہار کے غضب ناک ہوئی۔ مگر خیال میں آیا کہ یہ وہی بہن تیری ہے کہ کل ظلمات جو آئی تھی۔ اس کو تو نے بلایا تھا اور اس نے کیا کیا تیغ ظلمات کے قتل کی تدبیر کی۔ آخر عیاروں نے اس کے طرفداروں نے کام اس بیسوا کا تمام کیا اور پھر تیرا گھر پھیرا۔ ملک و مال برقرار رہا۔ اے حیرت ذلت ملکہ بہار کی اچھی نہیں۔ تمام منتظمان طلسم پر اس کی عظمت ثابت ہے۔ تو بہتر ہے کہ بہن بلکہ ملکہ طلسم کی ایسی زبردست ہے ملکہ بھی ایسی زبردست ہو گی۔"

پس یہ سوچ کر یہ تو چپکی کھڑی رہی اور جو منتظمان طلسم کو مسحور ہونے سے بچے تھے۔ وہ سحر پڑھ کر اپنے تئیں بچانے لگے اور ادھر بہار کو بھی یہ منظور ہوا ہے کہ نصف فوج حیرت کی مسحور بہ سحر بہار ہو اور نصف باقی رہے کہ مسحور شدہ لوگ ان سے لڑیں۔ اس وجہ سے وہ تمام مسحور نہ ہوئے تھے اور بعض نے خاک جمشید ناک میں لگائی تھی کہ خوشبو سے گلہائے باغ سحر ان کی ناک میں جو آئی تھی۔ سو تاثیر نہ کرتی تھی مگر اس پر بھی یہ کہتے تھے کہ دیکھو بھائیو فی الحقیقت آج بہار جادو کے حسن کی عجب بہار ہے ملکہ حیرت جادو اس کی لونڈی معلوم دیتی ہے۔ کون ایسا مرد سنگ دل اور کون سی عورت ایسی بے قلب ہو گی جو ملکہ بہار کو پیار نہ کرے گی۔"

بعض عورتیں جو قریب بادشاہ کے کھڑی تھیں۔ ان سے کہتی تھی کہ بھئی تم ہم کو بے کہہ کر ہنسو گے لیکن تمہاری جان کی قسم ہر چند کہ ہم سن زیادہ رکھتے ہیں اور دوست بازی اور ایسے اختلاط رگڑے جھگڑے سے نفرت عار ہمیشہ ہم کو ہے۔ مرد کی صحبت کا کیا کہنا گو وہ مزا تو نہیں ہوتا۔ مگر جی بھر جاتا ہے۔ لیکن اس وقت خاک

میں ملے یہ مزا اور آگ لگے اس اجڑے کم بخت دل کو۔ بہار کا جوبن دیکھ کر بار بار یہ جی چاہتا ہے کہ دوڑ کر اس کو گلے سے لگائیں اور لپٹ کر خوب پیار کریں اور ملکہ حیرت یا افراسیاب یا اور کوئی اگر ہم کو روکے و مری اور لڑ کر مر جائیں اور جان اپنی دے دیں یا اس کی جان لے لیں۔" مرزبان کو جواب دیتے تھے اے ملکہ تم سچ کہتی ہو۔ ہمارے دل کو بھی اس بہار کی صورت بے چین کئے دیتی ہے اب چاہے جان جائے یار ہے مگر اپنا تو یہ قول ہے کہ بیت

عشق وہ کیجئے جس میں کوئی پہچان نہ جائے
جان جائے تو بلا سے پہ کوئی جان نہ جائے

ہم سچ کہیں ملکہ حیرت جادو اس کی دشمن اور افراسیاب جادو اس کا تشنہ خون ہے اور ہم قدیم نمک خوار اس سرکار کے ہیں اور ملکہ بہار جادو اور حیرت سے مقابلہ ہے شہنشاہ کے سداروں اور عزیزوں سے لڑائی رہی۔ مگر وہاں آداب عشق اور یہاں پاس نمک بس اس سبب سے ہم خاموش ہیں۔ نہ ادھر بولتے ہیں اور نہ اس طرف کھڑے تماشا دیکھتے ہیں۔ بھلا کوئی بھی ایسی معشوقہ پر ہاتھ اٹھاتا ہے ہماری بلا حیرت کی طرف سے لڑتی ہے۔ اگر حیرت غالب آئی ہے اور اس نے بہار کو مار لیا تو سچ تو یہ ہے کہ ہم کو بڑا ہی صدمہ ہو گا اور اگر حیرت کو اس نے مار لیا تو ہم خوش ہوں گے اور بدل اس کی اطاعت کریں گے اور بہار کے ہلاک ہونے سے ہم بھی اپنے گلے کاٹ ڈالیں گے حیرت اور افراسیاب سے تو نہ لڑیں گے کہ نمک حرام نہ ہوں۔ باقی اب اپنی جان پر اختیار ہے۔" یہ کہہ کر بے اختیار رونے لگے اور یہ غزل اپنے حسب حال پڑھنے لگے کہ

حیرت ہے ہو نہ زلف و رخ یار سے بگاڑ
رہتا ہے وقت کافر و دیندار سے لگاڑ

مثل نسیم ہوں چمن روزگار میں
گل سے بناؤ ہے نہ مجھے خار سے بگاڑ

اس مہ کی مہربانی سے اچھی ہے زندگی
غیرت سے مر گئے جو ہوا یار سے بگاڑ

آزردہ ہیں جو بوسۂ لب کے سوال پر
شیرینی کے لیے ہے نمک خوار سے بگاڑ

تیرے سوا کسی سے علاقہ نہیں مجھے
زیبا نہیں ہے خادم سرکار سے بگاڑ

اے بحر حسن لہر یہ کیا آئی ہے تجھے
رکھتا ہے اپنے تشنۂ دیدار سے بگاڑ

دیوانے آج کل سے کچھ آتش نہیں ہیں ہم
مدت ہوئی کہ ہے سر و دستار سے بگاڑ

ادھر تو کل لشکری جو کہ ہوشیار بھی تھے۔ ان کی تو یہ کیفیت ہوئی تھی اس طرف ابریق نے بڑھ کر بڑے بڑے ٹکڑے پہاڑ کے بزور سحر بنا کر اٹھائے۔ اور لشکر حیرت پر گرائے۔ یہ فرہاد منش عشق میں اس شیریں غدار ملکہ بہار کے خود ہی جانے دینے پر تیار تھے۔

اس آفت آسمانی کے آنے سے ناچار جان بچانے کے لیے یہ شعر پڑھتے ہوئے حربہ سحر کے پکڑ کر اس فوج کی طرف چلے کہ

بہار ہی میں ہوئی ہماری تباہ رنج و محن نہ دیکھا
ہمیں قیامت یہی ہے یار خزاں میں ہم نے چمن نہ دیکھا

اب تو دونوں فوجیں باہم مل گئیں تیغ سحر چلنے لگی۔ ہوا اس کی صرصر قہر بن گئی۔ نخل جسم کٹنے لگے زنگ آہن بھی آج ہر آئینہ جان سبزہ زنگاری بنا۔ ابر مرگ گھر آیا۔ گلشن دہر میں تاریکی موت پھیل گئی۔ ماتم پڑ گیا۔ باد خزانی نے نیا شگوفہ چھوڑا کہ جوان نہ بوڑھا چھوڑا۔ جوہر تیغ گلزار کی بہار دکھانے لگے۔ آتش شمشیر و خنجر سے گلستان حیات میں آگ لگی۔ برق سحر گلزار امان سے نہ ٹلتی تھی۔ زخموں کے چشمے اور خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ کمندیں سنبل باغ بن کر پریشانی دکھانے لگیں۔ ہر برگ جان بلبل کے لیے لیے سلسلہ جنگ میں نشتر بنا۔ آسیب بنا۔ ہر ایک کو پہنچا نقیب اس باغ میں ہر برگ جان بلبل کے لیے سلسلہ جنگ میں نشتر بنا۔ آسیب بنا۔ ہر ایک کو پہنچا۔ نقیب اس باغ میں بلبل بن کر زمزمہ سنج ہوئی۔ رخ زرد گیندے کا پھول بنا۔ بخت سیہ مبارزان زلف سنبل کا پتا دیتا۔ داغ دل لالہ کا نشان دیتے تھے خنجر عریاں شاخ گل بنے تھے۔ زخم جسم پر برنگ گل خنداں تھے۔ ایسا خون رواں ہوا تھا کہ وہ بیاباں ارغوان زار بنا تھا۔ تیر سن سن چل کر نسیم صبا کی رفتار گلشن رزم میں دکھاتے تھے۔ اوس حیرت کے لشکر پر پڑ گئی تھی۔ رگ برگ جان کے لیے نوک شمشیر کار نشتر کرتی تھی کہ خون بہاتی تھی۔ جس قدر گلبدنان یا یاسمن پیکر ناظم طلسم تھیں وہ خون میں شرابور ہو کر گلنار پوش تھیں۔ راحت فراموش تھیں۔ تیغ شہیداں مقتولوں سے تھا کہ انارستان چمنستان جنگ میں پھیلا اور علاوہ تیغ و تبر و شمشیر وغیرہ چلنے کے سحر بھی طرح

طرح کے ہو رہے تھے کسی نے کسی کو جلایا تھا کسی نے دریا بہایا تھا۔ مینہ برسایا تھا۔ ہر خون پیتے تھے چوٹیں چلتی تھیں۔ منتر جنتر پڑھے جاتے تھے۔ بیروں کے آنے کے سناٹے ہوئے باغ سحر کے چپے کا پتا دیتے یوں چلتے تھے کہ تسیم و تان تھی۔ نارنج ترنج کے چمن کی ہر طرف لگے تھے۔ ان سے سوائے رنج کے اور کیا حاصل تھا۔ بیکار نام ان کا نارنج رکھا تھا۔ نخل تن برنگ چنار آتش سحر سے جلتے تھے آفت کا سامنا تھا یہ نقشہ تھا کہ

غضب کی تھی پیچھے پڑی تیغ تیز
نہ جائے اماں تھی نہ پائے گریز
برستے نہ تھے تیر پر تیر سب
قضا بھیجتی تھی طلب پر طلب
اٹھے وہ تو کاندھوں پہ بیٹھے اجل
چلے دو قدم گر پڑے سر کے بل
اٹھاتے قدم کو اگر وہ لعین
پکڑتی تھی پاؤں کو ملن کی تسکن
وہیں تیغ نے دے کے گردن میں ہاتھ
دھکیلا جہنم میں ایذا کے ساتھ
نہ حاصل اجل کو تھا ان میں رسوخ
بہت دب گئے زیر سنگ و کلوخ
ہوا منقطع کافروں کا ثبات
گئی ایک دم میں دو دولت حیات
اماں تھی زرہ کی نہ بکتر کی خیر
بدن سے کیا جان نے اس سر کی خیر

جب اس جنگ کو طول ہوا اور ہزاروں ساحر حیرت کا اس میں لڑ کر داخل جہنم ہوا۔ ملکہ بہار قتالہ و سفاکہ یک و تنہا اس باغ میں کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھی اور اس نے مخمور کو جو ہاتھ سے ابریق کے چھوٹ گئی تھی۔ اٹھا لیا تھا اور بڑی دیر تک سحر پڑھ کر افسوں ملکہ حیرت کا اس پر سے رد کر کے اس کو ہوشیار کیا۔ وہ بھی صف لشکر مہ رخ میں آ کر کھڑی تھی اور یہ تماشا دیکھ رہی تھی اور لشکریان مہ رخ کی زبان سے صدائے احسنت مرحبا سحر پر بہار کے جاری تھے۔ بہار کا اس وقت یہ حال تھا کہ دوست دشمن سب کی زبان سے مرحبا مرحبا کا شور اس کی نسبت بلند تھا اور اس کے حسن پر ہر ایک جی سے نثار تھا۔ حیرت نے اس وقت چاہا کہ طبل بازگشت بجواؤں اور پھر جاؤں۔ لیکن خیال گذرا کہ اب میرے پھر جانے سے کیا ہو گا۔ جو لوگ کہ مسحور بہ سحر بہار ہو گئے ہیں۔ وہ ہوش میں کسی طرح نہ آئیں گے۔ جب تک کہ سحر بہار نہ رد کیا جائے۔ ناچار اب مجھ کو لڑنا چاہیے۔ کیونکہ سبب کثرت سپاہ ابریق اور اس کا لشکر مسحور شدہ تجھ تک پہنچا نہیں ورنہ اب تک وہ سب تجھ پر آ پڑتے اور پھر کب تک آخر لڑتے بھڑتے اگر وہ تجھ تک پہنچ گئے تو بہت بڑی ذلت کا سامنا ہو گا۔

بس ایسا کچھ سوچ کر اس نے اشارہ کیا کہ تمام لشکر کے جو اس کے جلو میں ہمراہ رکاب تھا اس کے علم جلوہ گری پر آئے اور ہزار ہا نقارے بج گئے۔ اس وقت عمرو اور قران وغیرہ عیار جو سر برق کو دیکھنے آئے تھے۔ وہ بھی علیحدہ کھڑے اس لڑائی کا تماشہ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے آپس میں کہا "بھائیو اب غضب کا سامنا ہے۔ حیرت خود لڑنے آیا چاہتی ہے اور وہ زوجہ بادشاہ طلسم ہے۔ یقینی سحر بہار رد کرے گی اور سحر کے رد ہونے سے بہار بیہوش ہو جائے گی۔ اس وقت مہ رخ لڑنے لگے گی۔ ایک وہی اب لڑنے سے باقی ہے۔ پھر وہ بھی اس طلسم سے سامنا نہیں کر سکتی ہاں لڑائی البتہ بڑے گھمسان کی۔ پھر اس سے فائدہ ہی کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ ہمارے لشکر کی آئندہ شکست ہو گی اور مال بھی ضائع جائے گا۔ پس لازم ہے کہ مکاری کریں۔

عمرو نے کہا "اچھا میں عیاری کر کے حیرت کو روکتا ہوں۔"

یہ کہہ کر چاہتا تھا کہ کچھ فکر کرے اور بیون مکاری عرصہ عیاری میں دوڑائے۔ ہنوز یہ کچھ کرتب نہ کرنے پایا تھا کہ وہاں ابریق مع لاکھوں ساحروں کے حیرت کو افراسیاب کو گالیاں دیتا ہوا لشکر کو لوٹتا لشکر قتل کرتا مارتا لڑتا ہوا قریب حیرت پہنچا۔ ادھر مہ رخ نے قصد کیا کہ اب حملہ کر کے ظلمان طلسم کے پڑاؤ پر جا پڑے اور ان کے خیام و بارگاہ کو جلا دے۔ مال و خزانہ لوٹ لے اور ہر طرف آتش فساد کو ایسے مشتعل کرے جس کا بجھانا اب تدبیر سے نہ ہو سکے اور چار طرف سے ہر ایک کو گھیر کے پس پا کر کے جانب جہنم پہنچائے۔ کیونکہ جانتی تھی کہ اب سوائے حیرت کے اور کسی میں تاب جنگ باقی نہیں ہے۔ سب مدہوش ہیں۔ یہی وقت ہے لڑائی اپنی طرف کی بن پڑی ہے۔

○○○

• نرگس کی آنکھوں میں دھواں

یہ سب اپنے ارادے میں تھے ہی کہ ناگاہ آسمان پر برقیں چمکیں اور رنگ برنگ کی سبز و سرخ بجلیاں کوندنے لگیں اور موتی برسنے لگے اور شہنشاہ جادواں افراسیاب بے ایمان کو دیکھا کہ تخت نکہت پر سوار پری نازاں طلسم تخت کاندھے پر اٹھائے آگے آگے' ویسا ہی تجمل کہ جیسا اکثر بیان ہوا ہے اور پس پشت اس کے چار لاکھ جادوگر ساحری وقت اسباب ساحری سے پیراستہ ہمراہ و رکاب شہنشاہ عالی شان پیدا ہوئے اور بادشاہ نے یہ سب ماجرا ابرق کا دیکھا اور تمام لشکر کو اپنے مسحور پا کر نظر جو کی تو ملکہ بہار کو گلشن سحر میں کھڑے دیکھا۔ کلیجے پر ہاتھ رکھ لیا۔ آہ سرد بھری اور اسی طرف چلا۔ پس قریب پہنچتے ہی ہوائے باغ سحر جو لگی۔ سراپائے معشوقہ دیکھ کر بے چین تو ہو گیا تھا ہی ہوائے باغ سحر سے اور بھی زیادہ ہوائے محبت بڑھی اور چند شعر عاشقانہ زبان پر جاری کہ یکایک ایک طائر خوش رنگ ایک طرف سے اڑتا ہوا آیا اور کان کے پاس سے یہ کہتا ہوا نکل گیا کہ شہنشاہ ساحران یہ باغ سحر ہے کہ جہاں آپ جاتے ہیں۔ سنبھلئے اس وقت گل رخسار معشوقہ بہار بالکل خار زار سمجھئے ورنہ وہ آسیب خزاں پہنچے گا کہ کبھی بہار ہی اس طلسم میں نہ آئے گی۔ دشمنوں کی آپ کے جان جائے گی۔"

طائر یہ کہہ کر غائب ہوا اور بادشاہ کو ہوش آ گیا اور پکارا "ہاشیدائی نمک حرام بڑا غضب کیا تو نے کہ سب لشکر میرا مسحور کیا۔"

ملکہ بہار کا رنگ سفید ہو گیا۔ بہار حسن پر خزاں آئی غنچہ سربستہ کی طرح مضمحل ہو کر مرجھائی اور بادشاہ نے اف جو کیا ایک شعلہ آگ کا نکل کر چمن ستان بہار میں گرا کہ وہ گلشن جلنے لگا۔ دل بہار چمن میں آگ لگ گئی۔ گل ہر ایک انگارہ ہو گیا۔ آتش گلستان ترقی پر ہوئی۔ سنبہ دھوئیں کی شکل بن گئی نرگس کی آنکھ میں وہ دھواں لگا

کر اندھی ہو گئی۔ تخت چمن سے گل معزول ہوا۔ فوج بلبلاں نے شکست کھائی خزاں کے لشکر نے گھیر لیا۔ نرگس شل چشم اعمیٰ کو رو گئیں۔ فوارے رونے لگے غنچے بسورتے تھے۔ گل نے گریبان چاک کیا۔ لالہ کا دل غم سے خون ہوا۔ سرو نے سر کو پراز خاک کیا۔ دم بھر میں یہ حال ہوا کہ ہوا ہی بدل گئی۔ وہ گلشن جل گیا۔ بدلے اس باغ نگاریں کے خاک ہی خاک کا ڈھیر ہر سمت نظر آتا تھا۔ وہ سبزہ کی طراوت نہ لہلہاہٹ نہ خوش فعلی نہ زمزمہ سرائی مرغان بوستان قمری ہر ایک نالہ کناں بلبل مرثیہ خوان جانوراں خوش الحان مرثیہ بھی پڑھتے تو سوز پڑھتے تھے۔ چند حال گلشن پہ دل سوزی کرتے تھے یہ حال تھا۔

محفل ماتم ہوئے سب محفل چلی مرمر قمر
سبزہ تھا رنگ پی ظلمات آئینہ نہر
ابر اندوہ سے تاریک ہوا گلشن دہر
پہنچی اس جوش تلاطم کی ہوا شہر بہ شہر
شام چھوٹا نہ خرابی سحر کوئی نہ چھوٹا
طرفہ اس باد خزاں نے یہ شگوفہ چھوٹا
موج سبزہ تھی کہ تلوار تھا اس گلشن میں
رخت گل خون سے گلنار تھا اس گلشن میں
تختہ کیا موت کا بازار تھا اس گلشن میں
جعفری جعفر طیار تھا اس گلشن میں
پتے پتے کو کی تحجر بہاں سے قسمیں
جو انار اس میں ہے کم گنج شہداں سے قسمیں

ملکہ بہار جلنے سے اس گلشن سحر کے بیہوش ہوئی۔ اس کو تو کنیزیں ہوا دار پر ڈال کر جانب خیام دہارنگو لے گئیں۔ بادشاہ نے ڈانٹا "ٹھہرو تو سہی نمک حراموں۔ دیکھو تو میں کیا کرتا ہوں۔"

یہ نعرہ کر کے آسمان کی طرف اشارہ کیا کہ ایک ابر گھر آیا اور باران سحر برسنے لگا۔ جو ابریق کے ساتھ لوگ تلواریں کھینچے گالیاں دیتے چلے آتے تھے۔ وہ ایک ہی مقام پر پاگل ہو کر رہ گئے اور ابریق کو بعد دم بھر کے ہوش آیا اور جتنے سردار بخطمہ و ناظم وغیرہ تھے مع سپاہ کے سب ہوشیار ہوئے۔ پھول جو ہاتھ میں تھے اور گجرا کلائی میں ابریق کے باندھا تھا۔ وہ سب پھول مرجھا گئے اور سب ساحر اپنا حال کثیر الاختلال دیکھ کر کمال ہی محجوب اور صاحب انفعال ہوئے عرق انفعال میں نہا گئے اور فرط ندامت سے شرمندہ ہو کر سر فگندہ ایک جگہ کھڑے ہوئے۔ افراسیاب نے اپنے ساتھ والوں سے مخاطب ہو کر کہا "تم نے معلوم کیا کہ یہ آفت میرے لشکر پر کس کے سحر نے ڈھائی تھی۔ یہ بھی حیرت صاحب کو بھینا صاحب کا سحر تھا دیکھو بہار نے کیا سلوک کیا ہے۔"

اور قریب حیرت آ کر جو دیکھا تو حیرت میں آنکھوں میں آنسو بھرے بال سر کے کھولے چپ اور سن تخت پر بیٹھی ہے۔ اس نے اپنے تخت پر اس کو بلا کر گلے سے لگا لیا اور کہا "رنج نہ کرو تمہاری ہی بہن کا تو کرتوت یہ تھا۔ اے ملکہ بڑے بڑے ساحر جو یہاں تھے ان کا کیا حال اس سحر میں گزرا تھا۔"

ملکہ نے کہا "اے شہنشاہ آپ باتوں باتوں میں جوتیاں نہ مارا کیجئے۔ میں کیا جانوں کہ نگوڑی بہن کیسی اور اور فار کیسی۔ ابریق وزیر آپ کا البتہ بلبلایا ہوا تھا۔ باقی اور بخطمہ تو خوب لڑیں۔ آپ الگ صم بکم بنی ہوئی کھڑی تھیں۔ یہ ابریق تمہارا بڑا چہتا اور بڑے ساحر اور افسرا اور ساری فوج اور تمام لشکر بہار کے عشق میں جوش و خروش کرتے۔ میرے قتل پر آمادہ آپ کو برا بھلا کہتے آتے تھے شاہ نے کہا "کسی کا قصور نہ تھا۔ وہ سب مجبور اور مسحور تھے۔ بھلا اب تو ان سے بلا کر پوچھو۔"

ملکہ نے کہا "جو ہونا تھا۔ وہ ہو چکا۔ اب پوچھنے سے کیا فائدہ۔ اسی طرح ایک دن سب لشکر مجھے مار ڈالیں گے اور آپ کے لیے گا کہ کسی کا قصور نہ تھا۔ قصور کیوں نہ تھا۔ یہ بھڑوے ساحر کیوں کہلاتے ہیں۔ جو ایک چھوکری کے سحر میں اس طرح دیوانے ہو جاتے ہیں۔ نام بڑا درشن تھوڑے۔ ان کو غیرت نہیں آتی اور سحر سازی سیکھتے نہیں۔ عیش میں بھڑوے پڑ گئے ہیں۔ حرام کی روٹی کھاتے ہیں۔" شعلہ نے ابریق افسران فوج کی طرف دیکھ کر کہا "صاحبو! سنا تم نے کہ ملکہ طلسم کیا فرماتی ہیں۔ اب تمہیں غیرت چاہیے کہ ملکہ کے سامنے عذر کرو اور اپنی بے کسی اور مجبوری اور بیان کر کے تقصیر معاف کراؤ۔"

پس سب کے سب سردار دوڑ کر ملکہ حیرت جادو کے آگے رو رو کر عجز اور عذر کرنے لگے کہ غلامان کا کچھ جرم دانستہ نہ تھا۔ ہم سب خود فراموش اور سحر میں بیمار کے بیہوش اور مدہوش تھے۔ اے ملکہ یہ تو اپنا اپنا وار ہے سحر کا۔ اگر ہمارا سحر پہلے بہار پر چل جائے گا تو کیا مجال ہے جو وہ مسحور نہ ہو جائے۔"

غرض یہ تو خطا معاف کرانے لگے اور افراسیاب چار لاکھ فوج لے کر لشکر مہ رخ پر آکر گرا اور پہلے ہی حملے میں بزور سحر سب کو مسحور کیا۔ یعنی ایک نارنج آسمان پر مارا کہ وہ بلندی پر جا کر شق ہوا اور ایسی آواز مہیب آئی کہ گاؤ زمین کا کلیجہ قریب تھا۔ شق ہو جائے اور یکایک آسمان سے ستارے جھڑنے لگے یا آسمان سحر سے بادشاہ نے تارے توڑے۔ ستارہ قسمت لشکریان مہ رخ گردش میں آیا تھا اور اس کا دم محبت شعلہ جاوداں بھرنے لگے۔ اپنی سواریوں سے سحر کے اتر کر ہاتھ اپنے رومال سے باندھ کر ہر ایک العفو العفو اے شہنشاہ ساحران کہتا ہوا چلا۔

اسی وقت شعلہ جاوداں نے حکم دیا "ساحران ذی جا کر بارگاہ و بازار اور خزانہ دشمن پر قبضہ کر لیں مگر ابھی کسی کو قتل غارت نہ فرمائیں۔ بازاری اور پڑاؤ پر کی فوج مضطر اور پریشان ارادہ بھاگنے کا رکھتی تھی۔ گویا ایک لاکھوں ساحر گردا گرد چار طرف سے آگے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ وہ بیچارے سب لرزاں و ترساں درگاہ خدا میں دعا کرنے

لگے اور کہ پروردگار شر سے اس ظالم بدکردار کے ہم کو بچا لے۔ شاہ طلسم نے بعد اس انتظام کے چالیس لاکھ فوج کو اپنے حکم دیا "ان سب باغیوں کو اپنے پہرے میں کر لو اور آج دن بہت قلیل ہے۔ رات بھر ان کی حفاظت کرو صبح کو سب کو ماہ تا دکھاؤں گا۔ ہر چند کہ خلاف آئین طلسم یہ بات ہے کہ یکایک مجرم کو قتل کرے۔ مگر میں ان سب سے ایسا جلا ہوں کہ بغیر مارے نہ چھوڑوں گا۔ تم لوگ عیاروں سے ہوشیار رہنا اور عیار دو ایک کو ماریں گے۔ میں نے اتنا بڑا لشکر ان کی حفاظت کو مقرر کیا ہے۔"

غرض یہ انتظام کر کے چاہتا تھا کہ مراجعت کرے۔ اس وقت یکایک آسمان پر آواز دناٹے کی آئی اور ستارے سے ٹوٹ کر گرنے لگے۔ طرح طرح کی بارش گلہائے چمن کی ہو کر موتیوں کی بارش ہوئی۔ آواز خوش آمد آئی۔ پھر ایک آواز بہت سخت اور ہیبت ناک پیدا ہوئی کہ "اے بندہ خاص من افراسیاب کچھ تجھ کو خبر ہے کہ ہم کون ہیں۔"

تمام لشکر سلطان طلسم کا اور ملکہ حیرت کا جانب آسمان دیکھنے لگا تو سب کو یہ معلوم ہوا کہ ایک نور سا آسمان سے زمین تک ہے اور کچھ نظر نہیں آتا ہے۔ دشت و تمام نورانی ہو رہا ہے۔

افراسیاب نے کہا "یہ تو کسی خداوند کی آمد کا ظہور ہے۔ اسی وجہ سے پھیلا ہوا یہ نور ہے۔"

یہ کہہ کر پہلے اپنے تخت پر سجدہ کیا۔ تمام لشکر سجدے میں گرے اور جے جے کا ساحری کے شور مچایا۔

صرف ماجرا اس وقت نظر آتا تھا کہ ایک عالم سجدے میں سر جھکائے چوڑ آسمان کی طرف اٹھائے تھا۔ گویا خداوند کی آمد نے پہلے ہی دنیا پر انقلاب کر دیا تھا کہ سر نیچے ٹانگیں اوپر ہر شخص تھا۔ غرض بعد سجدہ تمام لشکر تو ہاتھ باندھ کر اور ہاتھوں کو اٹھا کر لب بعجز و تمنا ہلاتا وہیں کھڑے جانب آسمان نگران ہوا اور بادشاہ تخت اپنا بلند کر

کے بزور سحر کچھ دور کیا اور عرض رسا ہوا "جو بزرگان دین میں سے خداوند یا ان کے نائب وغیرہ تشریف لاتے ہیں۔ وہ اگر مناسب سمجھیں تو تشریف لائیں۔ اپنا کفش خانہ اس طلسم کو تصور فرمائیں یہ غریب غلام دیرینہ اور تو کچھ مقدرت نہیں رکھتا۔ مگر آنکھیں اپنی فرش راہ کرے گا اور اپنے سر پر اس صاحب کو بٹھائے گا۔"

اس عرض کرنے سے ایک آواز قہقہے کی آئی اور صدا پیدا ہوئی اے افراسیاب ہم جب تشریف لائیں گے کہ جب سا من سونا ہمارے نام پر تو دان کرے گا۔ وقت کچھ ضرورت ہمارے آنے کی نہیں ہے تو خود چلا آ۔ ورنہ تو ہم نہ دکھلائیں گے مگر جو کچھ ہم کو کہنا ہے۔ فقط کہہ سنائیں گے۔"

شاہ جادواں نے یہ سنا اور نیچے اتر آیا اور ملکہ حیرت سے کہا "خداوند یا ان کے نائب تشریف لائے ہیں۔ سا من سونا نذر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ پاس بلاتے ہیں نہیں معلوم کہ کیا تقصیر غصہ میں آ کر کر جائیں۔ تم جانتی ہو۔ دیا لیا ہر جگہ کام آتا ہے۔ جب نذر نہ پائیں گے۔ خفا ہو جائیں گے۔ بغیر دیئے کام نہ نکلے گا اور بالفرض تقصیر میری بھی نہ کریں تو یہ کس کام کی بات ہے کہ خداوند آئیں اور درشن بھی نہ دیں۔ اوپر ہی اوپر چلے جائیں۔ سا من سونا کیا بات ہے۔ جلد منگانا چاہیے۔"

ملکہ حیرت نے حکم دیا "اے ابرق جلد سا من سونا لشکر کے جواہریوں سے جا کر لے آ۔"

ابرق دوڑا ہوا گیا ور جلد جلد سا من سونا اٹھوا کر لایا۔ شاہ نے اس وقت تخت اپنا بلند کر کے عرض کیا "یا خداوند یہ سا من سونا حاضر ہے۔"

بس یہ کہتا تھا کہ یکایک بجلی سی کوندی۔ اب جو دیکھا تو وہ نور جو چھپا ہوا تھا۔ شگافتہ ہوا اور ایک تخت اس میں سے پیدا ہوا کہ تمام جواہر اعلیٰ اور بیش قیمت اس میں لگا ہوا تھا اور اس پر کوئی بیٹھا نظر نہ آتا تھا۔ بیچ میں ایک تصویر مثل شعلے کے جس میں چمک پیدا ہے رکھی ہے اور گرد اس تصویر کے جیسے شکار گلو لوگے بناتے ہیں۔ اسی طرح

ایک چرخی لگی تھی۔ اس چرخی میں ہزار تصویر چرخ کھائی تھیں اور جلد جلد گھومتی تھیں پس وہ تخت یکا یک زمین پر اتر آیا اور قریب اس سونے کے پہنچ کر ان تصویروں میں سے ایک پنجہ پیدا ہوا اور سونے پر وہ پنجہ پڑا کہ اس نے وہ سب سونا اپنا لیا اور اندر ان تصویروں پہنچ کر پھر وہ سونا غائب ہوا۔ جے جے کار کا کفار میں پھر غلغلہ ہوا اور آواز آئی اے بندگان قدرت تم ہزار شکل چرخ گردان دیکھا تم نے میری قدرت کو سب نے پھر سجدہ کیا اور کہا "واقعی ہم سنا کرتے تھے کہ خداوند ہزار شکل چرخ گردان کے سر پر چرخ ہزار شکلوں کا پھرتا ہے۔ چنانچہ جو کچھ ہم نے سنا تھا آج اس کا ظہور ہوا۔ وہ سب آنکھوں سے دیکھا۔

افراسیاب نے دوڑ کر سجدہ کیا اور عرض کیا "یا خداوند عمر گزر گئی۔ ہم کو پوجتے دو سو خداوند کو پرستش کرتے ہوئے مگر کچھ ہماری امداد کوئی نہیں کرتا۔"

خداوند نے یہ سن کر ایک صدائے ہیبت ناک سے کہا "اے بندہ قدرت تیرے ایمان میں فتور آ گیا ہے۔ جلد توبہ کرو اسے تو نہیں جانتا کہ ایک زمانہ میں ہم سے اور اسی عمر میں متصادم ہوا تھا ہمارے پیغمبروں میں یعنی ملک مروابیہ سرخ پوش لال قبا پیغمبر سے ان مسلمانوں کو بہت کچھ سمجھایا اور تیرے خداوند نے حمزہ کو عرش اعلیٰ پر بلا کر دعوت کی۔ آسمانوں پر سیر کر آئی۔ زندہ اپنی بہشت میں بھیجا۔ دوزخ کو دکھلایا جو مردے کے حمزہ کے یہاں کے تھے انہوں نے آ کر شل قباد اور مہر نگار سرویہ بن حمزہ وغیرہ سب نے خداوند کے دین کی گواہی دی کہ ہزار شکل چرخ گردان برحق ہے۔ یہ سب امورات اس لیے ہم نے کیے تھے کہ یہ لوگ راہ راست پر آ جائیں۔ آخر جب ان سب نے ہم کو نہ مانا تو اور ایک حمزہ ہم نے قدرت سے پیدا کیا اور اس کے ساتھ بھی ویسا ہی سامان اور سردار ہم نے خلق فرمائے کہ جیسا سامان و سردار اس حمزہ کے ساتھ تھے اور ہمارے اس حمزہ کے سرداروں کو پکڑ پکڑ کر مچھلیوں کو اور گھڑیالوں کو کھلایا کہ شاید اب بھی ڈر کر حمزہ ہم کو سجدہ کرے۔ اس حمزہ نے نہ مانا۔ اس وقت ہم نے عمرو کو ایسی قدرت عنایت فرمائی کہ وہ عجیب پری چہرہ معشوقہ قدرت کی شکل

بن کر قدرت کے پاس آیا اور بے ادبی کی اور قدرت نے خود تقدیر کی تھی کہ قید ہو جائیں گے۔ پس عمرو قدرت کو پکڑ کر لے گیا۔ قدرت جب سامنے حمزہ کے گئے تو فرمایا "اے لچے ہم نے ہر چند چاہا کہ تو راہ راست پر آئے مگر تو گمراہ ہی رہا۔ اب جلد جلاد کو بلا قدرت کو قتل کر کہ قدرت دنیا کی سلطنت سے عاجز ہو کر عرش اعلیٰ پر جائیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو اب بھی قدرت کو سجدہ کر۔ حمزہ نے نہ مانا اور جلاد کو بلایا۔"

پس اتنا کہہ کر دیکھا سب نے کہ ان تصویروں کے اندر سے وہ شعلہ جو بیچ میں تھا۔ کانپا اور آواز رونے کی آئی۔ افراسیاب اور تمام سردار مع حیرت جگار کے حال پر خداوند ہزار شکل چرخ گردان کے رونے لگے۔ کہرام مچ گیا۔ پھر خداوند نے فرمایا "آخر جب جلاد آیا۔ قدرت نے آپ سے رنجیدہ دنیا میں تھے کہ بہ خوشی خاطر قتل ہونا گوارا کر کے عرش اعلیٰ پر چلے گئے اور کہتے گئے کہ اے حمزہ لچے اب تو تمام عمر اسی لچے پن میں رہے گا اور میں تقدیر کیے جاتا ہوں کہ کسی خداوند کے ہاتھ پر راہ راست اختیار نہ کرے گا اور ہمیشہ پرستار ان خداوند سے تو لڑے گا اور آپ کو قتل کر کے خون بے گناہ ان کا اپنی گردن پر لے گا اور وہ بیچارے سب ہمارے بہشت میں ہمارے پاس آئیں گے اور تیری فریاد کریں گے اور تجھ کو اب جہنم نصیب ہو گا۔ ہماری بہشت نہ ملے گی۔ پس یہ بددعا دے کر ہم عرش پر چلے گئے۔ سچ پوچھو تو ہمارا کچھ نہ بگڑا۔ اب سلطنت باطن کرتے ہیں۔ پرے دو سو اپنے بھائیوں کے ساتھ شراب پیتے ہیں۔ جفتیل کھاتے ہیں کیونکہ ہم جب چاہتے ہیں۔ عورت بنتے ہیں۔ جب چاہتے ہیں مرد بنتے ہیں۔ اس وجہ سے جس کے مزاج میں آیا وہ مرد بن گیا اور ایک بھائی کو عورت بنا لیا۔ باہم عیش کیا۔ جس بندے کے گھر میں جی چاہا چلے گئے۔ وہی خاطر سے پیش آیا۔ اے افراسیاب جب قدرت خود حمزہ سے ناراض ہو کر اور اس کے ہاتھ دکھ اٹھا کر عرش اعلیٰ پر چلے گئے تو پھر تیری کیا حقیقت ہے۔ اور ایک کچھ ہم ہی نہیں عرش اعلیٰ پر گئے اور حمزہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ خداوند ملکہ دم جمشید جو پہلی خداوند تھی بندیا

کے بھیس میں طلسم نارنج میں خدائی کرتی تھیں۔ وہ عمرو کے ہاتھ سے قتل ہوئیں۔ پھر خداوند مینارہ نشین پھر بقیائے زریں تن جو ملک فرنگ میں خدائی کرتے تھے۔ ان کے بعد ملک مغرب میں خداوند شرات سخنو کیس جاگتی جوت کے خداوند ہمارے برادر مکرم و معظم تھے وہ مارے گئے سو ذکر ان کی خدائیوں کا مورخوں نے لکھا ہے اور نام اس کتاب کا نوشیرواں نامہ رکھا ہے۔ تو منگا کر دیکھ لے۔"

ان سب خداوندوں کے بعد تابوت معلق صندوق معلق شہر عنصلی آباد باختر میں تھے۔ اس طرح کہاں تک بیان زبر جد شاہ فرعون شاہ نمرود شاہ وغیرہ کہ جن کے پاس لقا بھاگ کر گیا۔ وہ سب اب عرش اعلیٰ پر ہیں۔ ذکر ان کا ایرج نامہ اور باختر وغیرہ میں ہے۔

اب دیکھ خداوند لقا کو کہ اپنے بندوں کو سمجھاتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے کیسے کیسے دکھ اٹھاتے ہیں جب یہ بندے ان کا کہنا نہ مانیں گے اس وقت وہ بھی عرش پر چلے آئیں گے۔ اے افراسیاب ہم کو اپنے بندے سب برابر ہیں ہم ان کو پیار کرتے ہیں۔ کیونکہ ایک دن تو وہ تھا کہ ہم نے ان کو پیدا کیا تھا اور اس طرح ان کی نشوونما کی تھی کہ جیسے مالی درخت بوتا ہے اس کی پرورش صدا کرتا ہے۔ پھر اس درخت کو کاٹتے برا معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم کو بھی انہیں بگاڑتے رنج معلوم ہوتا ہے۔

اے افراسیاب شکر کر ہمارا کہ ہم نے تجھ کو ایسا جلال اور نعمت و شوکت دی ہے کہ خداوندان کی مدد کرتا ہے اور برابر ہمارے تیرا رتبہ و مرتبہ ہے۔ خداوند ساحران کہلاتا ہے۔ تیرے دم سے نام سامری و جمشید زمانہ میں باقی ہے۔ تو قدوہ خاقان ساحران ہے اور زبدہ دودمان افسوں گراں ہے۔"

یہ تعریف جو بادشاہ نے زبانی خداوند کے اپنی نسبت سنی فرط عشرت سے گل گل شگفتہ ہوا اور محبت خداوند کی ایک حصے تھی اب سو حصے ہو گئی۔

سر عجز سامنے خداوند کے جھکا کر عرض پیرا ہوا "میں ایک بندہ بخس تیرا یا خداوندا ہوں۔ یہ سب تیری ہی قدرت نمائی ہے کہ جو تو نے اپنے ایک ادنیٰ بندہ کو ایسا کچھ رتبہ دیا ہے۔ خداوند نے جو کچھ فرمایا ہے۔ نہایت درست اور بجا ہے۔ سچ ہے کہ نالائق آدمیوں

سے خداوند کا کسی کا بس نہیں چلتا ہے۔ یا خداوند یہاں بھی عمرو کو میں نے گرفتار کر ایسا ایسا سمجھایا ہے کہ جو حق تھا نصیحت کا وہ ادا کیا ہے لیکن کسی طرح اس نے کہنا میرا نہ مانا۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ایسے خداوند کی پھٹکار ان سب لچوں پر ہے۔ یہ کسی طرح راہ راست پر نہ آئیں گے۔"

غرض ایسا کچھ سمجھا کہ خداوند نے فرمایا۔ "اے شاہ جاوداں ہم اب جاتے ہیں۔"

شاہ نے سجدہ کر کے کہا کہ "بارِ خداوند بارگاہ میں لے چلیے اور اپنے بندوں کو درشن اپنا دیجیے۔ خداوند نے کہا کہ ہم بارگاہ میں نہ جائیں گے اس لیے کہ بہت سے بندے ہمارے اس وقت ہم کو پکار رہے ہیں۔ اور ہم سے فرشتگاں مقرب ان کا حال کہہ رہے ہیں اور دریائے رحمت ہمارا جوش زن ہے۔ ہم تیرے سبب سے سکوت کریں ان کی فریاد کو نہیں پہنچے ہیں۔ اب جو ہم بارگاہ میں جائیں گے اور وہاں وہ بندے قید ہو کر آئیں گے اور ہم کو دیکھ کر طالب اعانت ہوں گے۔ پھر بے مدد ان بندوں کے ہم کو شرم آئے گی۔ ہم سب کو چھوڑ دیں گے اور اے افراسیاب ہم کو کیا جب ہم اس طرف چلے تھے تو سامری اور جمشید کو رحم ان بندوں پر آ چکا تھا۔ ہم کہے جاتے ہیں کہ وہ سب بندے جو ابھی گرفتار ہوئے ہیں چھوٹ جائیں گے اور ان کی مدد کو لشکر یہاں کا آیا چاہتا ہے اپنے مقام سے چل چکا ہے وہ آ کر آفت ڈھائے گا۔ اور خداوند کا فرشتہ کئی بار سامری کے پاس آ چکا ہے کہ خداوند تمہارے چھوٹے بھائی نے بمنت کہا ہے کہ طلسم میں بندے ہمارے قید ہو گئے ہیں اب تقدیر ان کی رہائی کی کر دیجیے۔

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ یکایک آسمان پر رونے پیٹنے کی صدا آئی اور کچھ ساحر سر پا برہنہ اٹھتے ہوئے سامنے بادشاہ کے آئے۔ بادشاہ نے پہچانا کہ یہ ساحر ظلمات کے ہیں۔ بس بے قرار ہو کر پوچھا کہ "اے بچو بتاؤ کیوں روتے ہوئے آئے ہو۔ کیا سانحہ گزرا ہے۔" انھوں نے کہا اے بادشاہ صرصر برق فرنگی زنداں خانہ ظلمات میں گیا اور اس نے واقعی سحر اور اژدر ظلماتی کھایا۔ ایران کو چھڑا لیا۔ زنداں خانہ تمام برباد ہوا۔ ابھی یہ سنتا تھا کہ خداوند ہزار شکل نے ایک قہقہہ مارا اور کہا اے افراسیاب لقا کی سفارش

سامری نے قبول کر لی۔ وہ تو میرے سامنے ہی سے پیام سلام ہو رہے تھی اب بہران اپنی فوج لے کر آئے گی۔ سب کو چھڑائے گی۔ علاوہ اس کے عمرو آ کر تجھ کو زک دے گا کچھ بنائے دیئے گا۔" افراسیاب نے کہا "یا رخدا اگر ایسی ہی ان مسلمانوں کی آپ اعانت فرمائیں گے تو پھر ہمارا لڑنا بے کار ہے۔ خداوند نے کہا "پھر تجھے اختیار ہے خواہ لڑیا۔ نہ لڑ۔ افراسیاب نے کہا "بغیر لڑے بھی تو نہیں بنتی۔ اب عمرو کا یہ قول ہے کہ یا تو خدائے وحدہ کی پرستش کرو۔ نہیں تو ہم سے مقابلہ کرو۔ پھر ہم کیا مسلمان ہو جائیں۔

خداوند نے کہا "پھر بنا بر پاسداری اپنے دین کے تو مقابلہ کرتا ہے۔ خداوندوں پر کیا احسان ہے۔"

افراسیاب نے کہا اس وقت سب باقی آپ فرماتے ہیں کہ با ہوا چاہتے ہیں۔ بس میں آپ ہی کی سیوا کرتا ہوں خواہ ان کو چھوڑ دیجئے یا ان کی حفاظت کیجئے۔ خداوند نے کہا "یہ مجھ سے نہ ہو گا افراسیاب نے اصرار کیا اس وقت خداوند نے کہا "اچھا تو افسران لشکر مہرخ کو مع مہرخ کے سامنے طلب کر اور سب پر سے اپنا سحر اتار لے۔ ہم ان کو اپنی حفاظت میں رکھیں گے۔"

شعلہ نے اسی وقت ساحروں کو حکم دیا کہ جاؤ افسران لشکر شنگ حراسوں کو لاؤ۔ ساحر ملکہ مہرخ اور مخمور اور بہار طاؤس و نافرمان و زلزلہ و لرزاں وغیرہ کو کہ سب مسحور تھے۔ بلا کر لائے کہ چلو تم کو شعلہ جاوداں بلاتا ہے وہ سب تو آپ ہی دم محبت کا افراسیاب کے بھر رہے تھے۔ فوراً ساحروں کے کہنے سے حاضر خدمت ہوئے سب نے دیکھا کہ توبہ توبہ سب کرتے ہیں اور اپنے آپ میں نہیں ہیں۔ پس جب وہ سامنے آئے خداوند نے فرمایا کہ اپنے سے سحر دفع کرو شعلہ نے سب پر سے سحر کو رد کر دیا۔

○○○

• عورت بارہ برس کی ہو جائے گی

اب جو ہر ایک ہوشیار ہوا دیکھا کہ افراسیاب اور حیرت اور تمام سردار اس کے اور سپاہ ایک مقام پر استادہ ہیں اور ایک تخت پر ایک شعلہ چمکتا ہے اور گرد اس کے ہزار تصویریں چیخ مار رہی ہیں اور ہر سمت نعرہ یا خداوند ہزار شکل چیخ گرداں بلند ہے۔ بہار نے کان میں مرصع کے کہا "کہ یہ بے شک عیار خواجہ عمرو کی ہے۔ اس وقت مناسب ہے کہ جو کچھ یہ تصویر شعلہ رخسار فرمائے اس کو قبول کریئے۔

مرصع نے کہا "مجھ کو بھی کچھ طور ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" غرض یہاں خداوند نے یکایک فرمایا کہ "اے بندیاں قدرت تم قید میں شمشلہ جاوداں کے تھیں۔ میں نے بہتر سے سحر رد کیا کر اپنی نگاہبانی میں تم کو لیا ہے۔ اب تمہارا لشکر مسحور نہیں ہے۔ خبردار بھاگنے کا ارادہ کرنا اور کوئی سرکشی نہ جتانا۔ صبح کو خداوند ساحراں کے حوالے کر کے چلا جاؤں۔ اس وقت تم کو اختیار ہے۔ مرصع وغیرہ سب یہ باتیں سن کر خاموش کھڑی رہیں اور میں سمجھ گئیں کہ ہم پر سے خواجہ نے سحر دفع کیا دیا ہے۔ اب وقت پا کر دست و پا ہلانا اور نکل جانا۔ غرض یہاں خداوند نے فرمایا کہ اے افراسیاب اب ہمارا اس طرح ظاہر بیمل ٹھہرنا اچھا نہیں۔ ہم غائب ہوتے ہیں۔ اور ان ہاتھیوں کے آج کی رات محافظ رہیں گے۔ صبح کو تجھے اختیار ہے خواہ تجھے کوئی چھڑائے یا تو ان کو قتل کرے۔

افراسیاب نے کہا "آپ تو بارگاہ میں چلنے کو کہتے تھے" کہا اب ہم نہیں وہاں جائیں گے۔ افراسیاب نے کہا کچھ تبرک ہی اپنے دست پاک سے ہم کو دیجئے تاکہ ہم عمر اپنی زیادہ پائیں۔ مال و دولت حکومت کی ترقی ہو۔ خداوند نے فرمایا اچھا کچھ شراب منگواؤ ہم اپنے آگیاری کی خاک اس میں ڈال دیں۔ سب افسروں کو تو وہ تقسیم کر اور آپ بھی پی لے جو من کی مراد ہو گی وہ پوری ہو گی۔ عورت جو پئے گی بارہ

برس کی ہو جائے گی۔ حسن میں اپنے تئیں بہ از حور قدرت پائے گی۔ مرد جو پئے گا رات بھر میں ستاستری سے بھوگ کرے گا اور ماندہ نہ ہو گا اور عمر اس کی ہزار برس کی ہو جائے گی۔"

یہ سنتا تھا کہ شاہ جادواں نے کئی خم شراب کے اور کئی مٹکے شربت کے منگوائے۔ خداوند نے مٹکے قریب اپنے منگوا کر پنجہ قدرت اپنا شعلہ کے پاس سے نکالا سب نے دیکھا کہ ایک پنجہ نہایت ہی خوبصورت ہے کہ چکی چکی ہے۔ چونٹیاں خداوند چٹتے ہیں بس وہ پنجہ جب نکلا۔ ایک بہت بڑا چڑا تھا۔ اس چڑے کو اس نے مٹکی میں ڈال دیا اور اسی طرح شراب کے خموں میں بھی خاک کیمیائی کی ڈالی گئی اور اس میں سے اول و دوم افراسیاب نے پئے اور دو حیرت نے۔ پھر تو مصور صورت نگار اور ابریق کوہ شگاف اور اسی طرح بختمہ در بند اور بختماں ملک نے شربت اور شراب نوش کی کچھ دیر کے بعد آپس میں لڑنے لگے اور ایک نے دوسرے کے سر سے ٹوپی تاج پگڑی اتاری۔

افراسیاب نے حیرت سے کہا "اے ملکہ اس وقت تو مرد بنی اور میں عورت ہوں۔ خداوند کی قدرت کا تماشا دیکھوں اور اے ملکہ تو مجھ سے جفتی کر۔ ملکہ نے کہا "اے شاہ تم کہتے کیا ہو میں تو مرد ہو گئی ہوں۔ تم خداوند سے کہہ کر اپنے تئیں عورت بنا لو۔ میرے پاس آؤ بادشاہ نے آگے بڑھ کر چاہا تھا کہ خداوند سے کہے مجھ کو عورت بنا دیجئے۔ بس چلا تھا کہ طمانچہ بیہوشی نے مارا۔ سر نیچے ٹانگیں اوپر ہو گئیں۔

حیرت دوڑی کہ اسے عورت بنا دیں اور ابھی سے لپٹا جاتا ہے بس اس کا دوڑنا تھا کہ یہ گری اب تو تانتا لگ گیا۔ جتنے افسران فوج اور ناظم وغیرہ تھے سب بیہوش ہو کر گرے اور خداوند نے یکایک تخت اپنا بلند کر کے شعلہ کو ایک چمچ دے کر غائب کیا اور تخت پھر نیچا کر کے یکایک اپنے تئیں ظاہر کیا اور نعرہ کیا کہ منم عمرو بن امیہ ضمری۔ "اے مرغ کیا میرا کھڑی منہ دیکھ رہی ہو۔ بس یہ سنتا تھا کہ ساحران ناری نے نارنج ناریل ترنج گولے فولاد کے مارنے شروع کیے اور عمرو نے خنجر کھینچ کر بیہوش شدہ کے سر کاٹنا شروع کیے۔ جو لشکر کہ بیہوش نہ ہوا تھا۔ وہ تلواریں پکڑ کر دوڑا۔

ادھر سے لشکر سرخ تو رہا ہو چکا تھا ہی وہ بھی نعرہ اپنے مالکوں کے سن کر حربہ سحر کے پکڑ کر گرا اور تیغ گھمسان کی مانند ہونے دم بھر میں تیں سیل خون جاری ہوئی۔ شور و غوغا بہ گنبد آسمان پہنچا۔ جدھر سنیے شور الاماں بلند تھا۔ جدھر دیکھئے لاش بالائے لاش اور مردہ پر مردہ

وہاں تھے جو سب باغی و شقی
مآل تھا بہم تیغ کے بعد تیغ
رکھا ہاتھ جب قبضہ تیغ پہ
سرک جاؤ سر کی ہے خیر اب کہاں
کہیں تیغ چمکی کسی جا سناں
یہ مرکب کٹا اور وہ راکب گرا
جری سب تھے خون میں نہائے ہوئے
قیامت کی تھی تیغ تیرا افگنی
عمرو نے وہاں پہ تنے کی اٹھا
قضا یہ پکاری سوئے اہل شر
چڑھے مت پہ تلوار کے جنگجو
کوئی حملہ گر تھا کوئی تھا طپان
گری لاش پہ لاش اور سر پہ سر
گرے تھے گھوڑے اٹھائے ہوئے
کمانوں سے تاوصف فوج قدیر
بڑھا کہہ کے تکبیر بھر دغا
کہ اے کافرو جلد مانگو اماں
لگے کٹنے مرنے جری چار سو
یہ کافر ہٹا اور وہ غازی بڑھا

بھرے تھے قفیلوں سے شب و شب و در

عمرو نے اس وقت جست کر کے قریب اسباب آ کر چاہا کہ ایک پتھر مار کر کام اس کا تمام کرے۔ اس وقت چند پتلیاں پرّاں طلسم شنشلہ شنشلہ کہتی ہوئی پیدا ہوئیں اور بادشلہ کو اٹھا کر لے چلیں اور چند پریوں نے آ کر حیرت کو بھی اٹھایا اس وقت سرداران بیہوش شدہ کو فوج اٹھا کر روانہ لائی دلیروں نے تعاقب کیا پڑاؤ پر بھی پڑنے نہ دیا۔ مال و اسباب خزانہ بازاریں سب لوٹ لیں۔ خیموں میں آگ لگا دی لیکن پتلیوں نے لا کر حیرت کو ایک مقام پہ ہوشیار کر کے عرض کیا کہ وائی اس طرح آپ بیہوش تھیں ہم کنیزیں نہ اٹھائیں تو دشمن ہلاک ہو جاتے ملکہ یہ سن کر وہاں سے رنجیدہ خاطر اٹھی اور قریب اپنی بارگاہ کے جب پہنچی ہنگامہ کا بازار گرم دیکھا نعرہ کیا کہ یا شمید اے بنا چھل تم نے یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ مہرخ وغیرہ نے جو حیرت کو اس جگہ دیکھا طبل بازگشت بجا دیا اور بفتح و فیروزی مراجعت فرمائی اور اپنی بارگاہ میں آئے سردار بھی داخل خیام فرودگی الاحترام ہوئے۔ لشکر نے کمر کھولی آسودہ ہوئے عمرو بھی بارگاہ میں آیا۔ مہرخ کو مژدہ سنایا کہ اے ملکہ تم رنجیدہ نہ ہو بلکہ خوشی کرو برق فرنگی زندہ ہے۔ اور اس نے جا کر زندان ظلمات میں ملکہ بہار کو قید سے چھوٹایا ہے اب وہ اور بہار دونوں مل کر یہاں آیا چاہتے ہیں اس خبر کے سننے سے ملکہ مہ رخ نے سجدہ شکر خدا ادا کر کے حکم ترتیب انجمن عشرت دیا ساقی و مطرب حاضر ہو کر داد عیش و نشاط دینے لگے یہ سب سردار تو بعشرت تمام تر یہاں ٹھہرے۔ ادھر برق فرنگی جو بہار کے پاس سے روانہ ہوا تھا۔ اول لشکر بخلملاں نور افشاں کی طرف آیا وہ فوج لے کر چل چکے تھے برق نے ان سے آ کر راہ میں ملاقات کی اور جو کچھ پیام ملکہ نے دیا تھا وہ سب بیان کیا تمام شاہان قلعہ طلسم غصہ ملکہ کا دریافت کر کے تھرا گئے اور کہا اے برق اسی وجہ سے تو ہم بغیر تشریف لائے ملکہ کے لڑنے کو چلے تھے کہ آپ آ گئے برق نے کہا اچھا اب اتنا تم توقف کرو کہ ملکہ سحر کرنے گئی ہیں وہ آ

لیں تو جانا اور مقابلہ کرنا انہوں نے کہا ملکہ اور زیادہ آزردہ ہوں گی۔ برق نے کہا اب تو آ ہی گئے ہیں اگر زردہ ہیں تو ناخوش ضرور ہوں گی اگر خوش ہیں تو ہوں گی جہاں اتنا توقف کیا ہے اور توقف کرو اب خلاف رائے ملکہ پیشقدمی کرنا اچھا نہیں غرض کہ یہ کہنے سے برق کے انتظار میں ملکہ ایک مقام پر ٹھہری حال اس کا بیان ہو گا کہ بروقت ٹوٹنے پل پر جادوں کے یہ سب کیا جانبازی کرتے ہیں اور افراسیاب کو جو پریزادان طلسم لے گئیں صحرا میں لے جا کر ہوشیار پاؤں دبانے لگی آنکھ افراسیاب کی کھلی اٹھ بیٹھا پوچھا کہ تم کیونکر مجھ کو لائیں انہوں نے عرض کیا کہ اے افراسیاب وہ موا عمرو آپ کو قتل کیا چاہتا تھا لشکر ہر چند لڑ رہا تھا مگر بہت بڑے خوف کی جگہ تھی کہ ادھر تو سرا لشکر تارنج ترنج آپ کو تاک کر مار رہا تھا۔ اور ادھر وہ عیار تیر لگاتا تھا ہم نے بخیال اس کے کہ آپ کے دشمنوں کو کوئی مضرت نہ پہنچے وہاں سے آپ کو اٹھا لیا اور یہاں لے آئے۔ بادشاہ نے یہ سن کر ان کو رخصت کر دیا اور آپ وہاں سے بغضب تمام تر جانب باغ سیب گیا کہ اور کوئی تدابیراں تک حرامیوں کی کروں یہاں ملکہ حیرت جب فوج مرغ کے پاس آئی تو اس نے بارگاہ اپنی درست کرائی اور لشکر فراری کو جمع کرایا آپ داخل بارگاہ ہوئی مگر فرط رنج سے ناچ گانا سب موقوف کرایا آخر سردار فوج نے آ کر عرض کیا کہ اے ملکہ رنج آپ کا بجا ہے بے جا نہیں لیکن ہم جانبازوں نے بھی کوئی دقیقہ جانثاری میں باقی نہیں رکھا اور اب سحر اپنے اپنے خوب چاق و چست کرتے ہیں جگاتے ہیں۔ اگر سامری نے چاہا تو ان باغیوں کو مارے لیتے ہیں آپ کیوں گھبرائی ہیں اور یہ بھی مقدمات تقدیر کے ہیں نہیں معلوم سامری کو کیا منظور ہے کہ بنی ہوئی لڑائی بگڑ جاتی ہے دیکھیے شہنشاہ نے آتے ہی سب باغیوں کو قید کر لیا تھا۔ اس وقت عمرو ہزار شکل بن کر آیا اور دھوکہ دے کر گیا۔ اے ملکہ ہم یہ حیران ہیں کہ یہ ایسی صورت کیونکر بن جاتا ہے ملکہ نے کہا کہ اس کے پاس بھی ایک تخت ایسا ہے کہ وہ اڑتا ہے۔ اسی تخت پر وہ سوار کر اور گلیم اوڑھ کر شعلہ جلا کر اس شعلہ پر چرخ لگا کر آیا اور حقہ ہائے نفتی ایسے مارے کہ

جس کے سبب سے آگ برسی اور موتی اس نے برسائے بعض حقوں میں سے آواز پیدا ہوتی ہے۔ ان کے شق ہونے سے دھماکا ہوتا ہے وہ اس نے شق کیے اور اندر ان حقوں کے خوشبو بھری تھی اور روغن ایسے ایسے اس کے پاس ہیں کہ اس کو آتشبازی کے مہتاب کی طرح جب وہ کام میں لاتا ہے نوری نور پھیل جاتا ہے۔ بس یہ کرشمہ اس نے اپنی عیاری کا ہم کو دکھا کر فریب دیا۔ سرداروں نے عرض کیا کہ افسوس ہے ہم اس کی ان باتوں سے آگاہ ہیں۔ اور فریب کھاتے ہیں ملکہ نے کہا جب سے وہ طلسم میں آیا ہے بہت سی اس کی ایسی باتیں ہیں کہ ہم اس سے آگاہ ہوئے ہیں۔

لیکن وہ ہمیشہ نئے طرز پر عیاری کرتا ہے اور ہم آگاہ جو ہوئے ہیں اس وجہ سے اب اتنا ہوا کہ ہم پہچان جاتے ہیں لیکن وقت ہے۔ یہ کہ عمرو ہے یا کوئی اور عیار ہے وقت پہلے تو ان موئے عیاروں کی شناخت ہو سکتی تھی یہ ہمارے لشکر کی عیاری یہاں نہیں کہ کوئی چھوٹی عیاری ان کو یاد ہے وہ بھی کبھی کبھی بن پڑتی ہے یہ عیار موئے بلا سے بد اور آفت روزگار ہیں۔ اگر یہ طلسم میں نہ آتے تو اب تک کب کا شہنشاہ تمام باغیوں کو قتل کر چکتے خیر اب دیکھا چاہیے کہ کیا ہوتا ہے غرض کئی سو سرداروں کی اس نے شخطمال دو بند کی خطائیں معاف کیں اور ان کو دربار میں آنے کی اجازت دی پھر ساقی مطرب طلب فرما کر مشغول عیش و نشاط ہوئی ادھر شخطمال دو بند نے دل میں اپنے خیال کیا کہ واقع میں غصہ ملکہ کا جا ہے ہم کو غیرت لازم ہے اب ہم بھی عمدہ عمدہ سحر تیار کریں کہ جن کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ دیکھو اس طرف کی ساحرہ کیسی جانبازی اور سرفروشی اپنے مالک کے ساتھ کرتی ہیں اور میدان کار زار ہیں گوئے سبقت لے جاتی ہیں پھر موجود ہیں وہی ہم ہیں وہ بھی اسی طرح قلعہ دار طلسم کی تھیں اور ملازم بادشاہ تھیں اب شریک عمرو ہو گئی ہیں لیکن یہ ان کی محنت کا نتیجہ ہے کہ ان کو معلوم ہے کہ ہم سے لڑائی ایسے بادشاہ سے ہے کہ جو ایسا کچھ سوچ کر بعض شہزادے چشمہ سامری میں نہانے اور سحر تیار کرنے کو روانہ ہوئے اور بعض

شہر داؤدیہ کی کی طرف بعض الاؤ پر جمشید کے بعض بیابان ہستی کی طرف چلے اور بعض نے سیس منتروں کی جاپ شروع کرائی بنگالی کا نور و دلیں کے ساحر دریا کے کنارے بیٹھ کر وہ ڈمرو بجا کر منتر جگانے لگے ہوم خانے درست ہو گئے۔ بھینس چڑھنے لگیں جھٹکے ہونے لگے یہ سب تو اب سحر درست کرتے ہیں اور دونوں لشکر اترے ہوئے ہیں ادھر برق فرنگی بھی لشکر میں اپنے آ کر داخل ہوا۔ ہر ایک اس کو دیکھ کر نہایت خوشنود ہوا۔

مہرخ نے گلے سے لگایا بہار نے تصدق اتروایا۔ مخمور گلے میں باہیں ڈال کر لگی کہ بھیا تمہاری صورت ہم کو پھر خدا نے دکھائی ہزار ہا روپیہ کا صدقہ اتر گیا۔ عمرو نے سب سرداروں سے کہا کہ اے تم سب کیوں مال کو ضائع کرتے ہو جو کچھ دینا ہو مجھ کو دے ڈالو کہ یہ میں خانہ کعبہ میں بھجوا دوں گا۔ وہاں عورت غرباء مساکین مومنہ کو تقسیم ہو جائے گا۔ سب عمرو کی باتوں پر ہنستے تھے۔

برق کو بہت بھاری خلعت سب نے دیئے۔ عمرو نے کہا لا بیٹا میں اپنے پاس رکھ چھوڑوں۔ عید بقرعید کو پہننا تو خراب کر ڈالے گا۔ برق نے سرداروں سے اشارہ کیا کہ انہوں نے عمرو کے سامنے پھر کچھ دیا مخفی طور پر مالا مال کر دیا۔ عمرو کو بھی بہت کچھ ملا۔ عمرو نے کہا اب میں تلاش بہار میں جاتا ہوں۔ برق نے سب حال زندا تحات کا کہ اس طرح مجھ کو افراسیاب نے قید کر کے بھیجا ایسا مقام صعب تر میں نے دیکھا اختر کے سبب سے راہ میں کچھ ضرر نہ پہنچا آخر یوں افعی اور اژدر کو مار کر میں نے بہار کو چھوڑا یا اب بہار اپنا سحر تیار کرنے گئی ہیں۔ آپ کو نہ ملیں گی نہیں معلوم کہ کس سحر میں اپنے طلسم کے ہوں گی۔ آپ توقف فرمائیے عمرو یہ سن کر ٹھہر گیا اور کہا اچھا پھر جب تک ادھر ادھر کی سیر ہی کریں۔ غرض یہ عیار ایک جگہ تو ٹھہرتے نہیں ہیں۔ اپنی فکر میں کبھی بارگاہ میں کبھی صحرا میں کبھی لشکر دشمن میں آتے جاتے ہیں کہ حال ان کا بیان ہو گا مگر اب ذکر کو یہاں پہ چھوڑ کر حال ملکہ بہار شمشیر تن بیان کیا جاتا ہے کہ ابیات

ذرا اب سنو سحر کی داستان
ظفر کا ہے مریخ کے پھر بدولت
ذرا ہاں سنان زبان پھر سنبھل
ہوا صید لاغر سے جو دل نہ سیر
کسی صید پہ پھر کریں گے یہ چوٹ
سنبھل اب زبان قلم پھر ذرا
سخن مختصر ملکہ خوش صفات
رواں جب ہوئی برق کے ساتھ
کہ چلیے سوئے گنبد سامری
ہوئی یہ روانہ اسی سمت کو
یہ لکھتا ہے راوی شیریں بیاں
مبارک ہو حیرت کو کامل شکست
کہ تاکے ہے کفار کو پھر اجل
نیستاں میں پھر گرجتے ہیں یہ شیر
شکار افگنی پہ نہایت ہیں لوٹ
کہ لکھتا ہے مجھ کو نیا ماجرا
وہ ہماں علی گہر نیک ذات
تو دل میں خیال اس کے یہ آ گئے
ملے وہاں سے تحفہ تو ہو بہتری
یہ تھا دل میں دشمن کو مہلت نہ دو

ملکہ مذکور ایک آن واحد میں سناٹا مار کر اپنے طلسم کی سرحد میں پہنچی اور قلعہ ہفت رنگ میں نہ گئی کہ عرصہ ہو گا راہ کا نکلا اس سمت کی راہ لی کہ جہاں گنبد سامری بنا ہے اور ظہور اس مقام پہ روح سامری کا ہوتا ہے۔ حیرت بھی اپنے طلسم کے حجرے

بہلت بلا کو طے کر کے انگوٹھی جمشید کی لینے گئی تھی وہ مقام جمشیدی تھا لیکن اسی کے متصل ایک مقام ہے کہ اس جگہ کو گنبد سامری کہتے ہیں۔ اول زمانہ میں طلسم ہوشربا اور نور افشاں میں اس طرح ملا ہوا تھا کہ ایک ہی طلسم تھا اور حاکمان طلسم ہوشربا اور نور افشاں سے دوستی کا برتاؤ رہتا تھا۔ نور افشاں طلسم اتنا بڑا نہیں ہے کہ مقابل طلسم ہوشربا ہو۔ اس وجہ سے حاکمان طلسم نور افشاں بادشاہ ہوشرباہ سے مغلوب رہتے تھے اور خراج دیتے تھے۔ اتنا بڑا بادشاہ کوئی طلسمات کا کاہے کو تھا کہ جیسا بادشاہ لاچین تاجدار جادو طلسم ہوشرباہ کا تھا۔ اسی بادشاہ کو گرفتار کر کے افراسیاب نے حکومت طلسم لی ہے اور شہنشاہ ساحراں بنا ہے اس کے ساتھ وہی طریقہ تمام شاہان اطراف طلسم نے کیا ہے اور سب نے اطاعت اختیار کی ہے اور کوکب بھی یہ بھائی اس کا تھا اور ہمیشہ اس سے دبتا تھا اور عمرو کے باعث سے اس نے سرکشی کی ہے۔ حاصل مطلب یہ کہ طلسم نور افشاں سے بھی راہ جانے کی بیابان ہستی اور الاؤ جمشید کی ہے اور گنبد سامری پر جانے کی بھی راہ ہے۔ جب کوئی اس طلسم سے چلے تو بیچ میں یہ مقامات مذکور ملیں گے اس کے بعد طلسم ہوشرباہ ملے گا اور جو کوئی طلسم ہوشرباہ سے چلے تو اول یہ مقامات ملیں گے۔ اس کے بعد نور افشاں ملے گا۔ بس بہار تو پہلے ہوشرباہ سے نور افشاں میں یمن جا پڑا اور پھر اتنا چھوڑ کر مغربی دروازہ طلسم کی طرف سے چلی کہ اب پہلے بیابان ہستی اور صحرائے عجائبات اتنا طے راہ کر گنبد سامری مل ملیں تو ہوشرباہ میں پہنچے۔ غرض یہ مسافرہ صحرائے نیرنگ عجائبات و سیاح دشت افسوں و غرائبات جب سرحد طلسم پر اپنے مغرب کی طرف کے پہنچی تو ادھر سے پھر عازم ہوئی کہ اب گنبد سامری پر جاؤں اور ادھر سے پھر ہوشربا میں چلی جاؤں۔ چنانچہ سرحد طلسم سے آگے بڑھی۔ ایک دشت ہول خیز و وحشت انگیز میں گزر ہوا۔ یہ پروردہ مہد ناز و نعم وہ صحرائے پر آفت و ستم ہوش و حواس اس دشت کو دیکھ کر اس کے بجا نہ رہے۔

مگر دل کڑا کر کے خدائے تعالیٰ اس پر نگہبان ہے آگے کو روانہ ہوئی ہر قدم پر صدا سنائی دی کہ اے جانے والی اس جنگل میں کوئی بھولے سے بھی قدم نہیں رکھتا ہے۔ مسافر خیالی بھی گزر نہیں سکتا ہے۔ کیوں اپنی جان عزیز پر ستم کرتی ہے بازگشت بہ تیرے لیے بہتر جا اری او نوجوان یہ بڑے غضب کی جا ہے۔ ملکہ نے ان باتوں کا کچھ بھی جواب نہ دیا اور قدم ہمت آگے بڑھایا یہ حال نظر آیا کہ منزلوں تک زمین میں جادو و کے فرش تھے جو بلندی تھی وہ اپنے خیال میں ہم سر عرش تھی ہر طرف آگ کے دریا بہتے تھے۔ شعلے تابہ فلک جاتے تھے خیال کرنے سے پاؤں میں وہم کے چھالے نکل آتے تھے زبان شعلہ جو غار تھا دعوائے جہنم کرتا تھا اپنے جلال سے

تا بہ فلک سر کشیدہ شعر
زمین آگ کی آسمان آگ کا
جدھر دیکھیے اک سماں آگ کا

انسان کو کیا ملک کو بیدم کرتا تھا جو بگولہ دشت میں اڑتا تھا وہ ایک محل آتش کا بنجاتا تھا اور اس میں سے دیو سیاہ پیدا ہو کر ڈراتا تھا۔ مردے جو ساحران ناری کے مر گئے تھے وہ اس دشت میں نظر آتے تھے اپنی اپنی کیفیت سناتے تھے۔ انگارے اچھالتے تھے اور کھاتے تھے۔ سامری کے نام پر جو بہشتی ہو کر مر گئے تھے ان کا اسی دشت میں گزر تھا۔ ہر ٹیلہ اور ٹیکرے پر بنگلے آگ کے بنے نظر آتے تھے۔ پھر وہ غول بن جاتے تھے۔ ابھی زمین پر پاؤں رکھا۔ ابھی ابھی پاؤں کے نیچے دریا سے سبز رنگ پیدا ہو گیا آگے چلنا دشوار ہوا۔ اس دریا میں غوطہ کھایا پھر کسی نے بازو پکڑ کر کنارے پر پہنچایا پھر جو قدم اٹھایا اپنے تئیں دہن اژدر میں پایا جان سے ہاتھ دھویا۔ اپنی بیکسی پر آنے والا خوب رویا۔ پھر جو آنکھ کھلی نہ اژدر پایا اور نہ دشت و در دیکھا مگر ایک مختصر سا ویران گھر دیکھا کہ نے کا جھونپڑا سنے ڈھنگ کا بنا ہے دیوار نہ در وحشت کا گزر

آرام اس سے منزلوں دور ساکن اسفل السافلین بھی نفور جو کوئی مقام و مکان کی طرح کا پایا اس کی چھت غائب دیکھی کوٹھریاں ڈھی ہوئی نظر آئیں کہیں دو چار گز کا چبوترا چار پانچ پتھر کا اور پرانے بانس کا چھپر جھکا ہوا پڑا۔ مگر اس میں سے بوڑلا اڑ کر بلا منجانا اور پکارتا کہ کوئی ابھی نہیں آیا۔ سامری نے مرنا کھانا نہ بھجوایا بہت بھوکا ہوں۔ اس گھر کے مہمان کے خون کا پیاسا ہوں

پہنچنے والا وہاں کا حیراں رہتا ہے کہاں بلا نے ایک ہی نوالہ کیا اس بچاری نے تن دیا پھر خدا نے بچایا۔ آنکھ کھلی تو اپنے تئیں ایک باغ میں جادو کے پایا کہ ہر پتا اس کا اعجاز تھا۔ ہر شاخ میں جادو کا ساز تھا۔ آہ رسا سے بڑھ کر ہر ایک شمشاد قمری کو کلیجا کھانے کی ترکیب یاد دیدہ رنگ فشاں ہر ایک نہر لہر اس کی خدا کا قہر سبزہ وہاں کا زہر غم جانکاہ۔ گل وہاں کا عندلیب جان کے لیے خار خدا کی پناہ نخل کی تجنس نخلی نخل چوب تابوت ہر ایک شاخ کف افسوس ہر ایک برگ نیا سامان اور ساز و برگ خاروں سے خلش پیدا گلوں سے دشمن کی بو پیدا نرگس میں رنگ چشم عدو ہویدا سرکشی سرو لب جو کو آئی چمن وہاں کے سیاحوں کے حق میں کانٹے بوتے مرغان چمن نوحہ و شیون کرتے حال سیاحاں ملکہ بہار اس باغ میں

بید لبریز شراروں سے ہیں مانند چنار
شاخ عرعر ثمر بے ثمری سے پربار
فاختہ صورت منصور تو شمشاد ہے دار
یہ صنوبر کو لگا گھن کہ ہوا سوکھ کے خار
راہ وحشت ہی میں جم جاتے ہیں ہر بار قدم
بید مجنوں سے بھی بڑھ کر ہیں قدم چار قدم
ہو کی ہے نہ کبھی شکل کسی جلیبی تھا
سیب کو نہ دیکھو تو آسیب کا دیتا ہے پتا

رنج نارنج سے حاصل ہے یہ حاصل ہی مزا
منہ لگائے کوئی میٹھے کو تو کھائے کھٹا
خون انگور کے ناخنوں سے ٹپکتا ہے یہاں
ناک متوالوں کو کانٹا سا کھٹکتا ہے یہاں
کبھی خاموش نہیں اس خمچستان کے طیور
نالہ کش گل پہ ہیں دار پہ جیسے منصور
نوک ہر خار زباں اپنی کو سر طور
لب شعلوں سے گل شمع تجلی کا ظہور
نالہ جب کرتے ہیں اک آگ لگا دیتے ہیں
ہر شرر میں یہ فلک دم میں جلا دیتے ہیں

جب پہنچی بلبل روح اس کی قفس تن میں گھبرائی کہ یکایک ایک آندھی سیاہ آئی چار طرف سے لیجیو گھیرو پکڑیو کا شور ہوا اور نہر کا پانی تلاطم میں آیا۔ خدا کی پناہ وہ طوفان بپا تھا کہ طوفان نوح بھی ایسا نہ ہو گا۔ بعد اس طوفان کے ایک دیو تا قوی ہیکل اس نہر سے نکل کر اس کے قریب آیا اور پنجہ قوی جانب اس کے بڑھایا منہ پھاڑ سا کھول دیا۔ اس کو نگل جانا چاہا ملکہ نے چاہا کہ اس سے مقابلہ کرے۔ مگر اپنے بزرگوں کی زبانی سنتی چلی آئی تھی کہ بیاباں عجائبات جب قدم رکھئے تو وہاں کی بلائیں سب فرشتے قبر سامری کے پجاری ہیں۔ ان سے کوئی لڑ نہیں سکتا۔ چپکار کھڑا رہی وہ جیسا چاہیں آزار پہنچائیں۔ دم نہ مارے جب یہ سب مصیبتیں جھیل جائے گا تو گنبد سامری پر پہنچے گا اور اگر ذرا بھی ہاتھ پاؤں سن ہلائے گا تو ان بلاؤں کا طعمہ ہو گا۔

کشتی جان اس گرداب بلیات سے ساحل مراد پر نہ پہنچے گی۔ اور وہی شخص وہاں جانے کا قصد کرے جو کوئی تحفہ اس گنبد کا پہلے سے اپنے پاس رکھتا ہوں۔ وگرنہ غیر شخص نہ جا سکے گا۔ وہ تحفہ اول کیا نشانی ہے کہ یہ ایسا عاشق ہم سامری ہے کہ باوجود

مصیبت اٹھانے کے اور ایک بار یہاں آنے کے پھر بھی خداوند کے دشمن کا مشتاق ہو کر یہاں آیا ہے۔ اس کو گنبد تک پہنچانا چاہیے۔ بس یہ اس ملکہ کو معلوم تھا اس وجہ سے خاموش کھڑی رہی۔ وہ دیو اس کو پکڑ کر دہن میں رکھ کر نگل گیا۔ کچھ بیان نہیں ہو سکتا ہے جو اس محبوبہ نازک اندام کے جسم نازک اور روح لطیف پر صدمہ گزرا وہ موت کا آنکھوں کے سامنے پھر جانا وہ اس دیو کی شکل مہیب وہ اس کے منہ میں جا کر زندگی سے ہاتھ دھونا اگر اس طرح کا انسان خواب دیکھے تو یقین ہے اس خوف سے سونا ترک کر دے اور لیٹے تو اس خیال میں اچھل اچھل پڑے اس آرام جان عاشقان نے اس مصیبت مرگ کو بھی اپنے اوپر اختیار کیا۔ لیکن اخلاق طلسم عالم نے پھر خلعت حیات دوبارہ عطا فرمایا۔ یعنی یہ سبب اس اکثر مرواید کے جو اس کے پاس ہے شکم دیو میں زندہ رہی اور آنکھ جو اس کی کھلی تو نہ وہ دیو دیکھا نہ وہ باغ نظر آیا۔ ایک دشت پرخار و مردم آزار کوسوں تک کا چٹیل میدان نظر آیا کہ ہیبت دیکھ کر دل کے جھونکے آتے ہیں۔ چراغ زندگی کو

وہ تھا اک دشت وحشت خیز ویراں
نہ ٹھہرے قیس کا جس میں قدم تک
تھی ساحت سے شکل بخت مجبورا
فلک نے اور ہی کچھ کام چاہا
عجب سے سر بزانو ہو رہے تھے
عرق بہتا تھا اس صد کی جبیں سے
ہزاروں جس میں قہر آمیز ساماں
مصیبت تا بہ شکل ہجر جاناں
امید نیست اسی سے منزلوں دور
کہ یعنی وہ اسیر دام تقدیر

رخ گلگوں کے آنسو دھو رہے تھے
چراغ حسن مشتاق فنا تھا
دہائی اس کی سرحد عدم تک
زیادہ قلب مضطر سے پریشان
وہاں تقدیر نے اس کو بلایا
تمنا جس کی تھی شایان تقدیر
تپش دوزخ کی پیدا تھی زمین سے
کوئی دم کا وہ جلوہ دے رہا تھا

بجھانا چاہتے ہیں۔ درخت سر جھاڑ منہ پھاڑ بنائے کھڑے ہیں۔ کیا بلائیں زمین سے اگی ہیں۔ نئی گردش فلک کی ہے کہ ہر قدم پر آزار ہے۔ ہر جگہ فرش خار ہے۔ کانٹے تلووں سے پار ہوتے ہیں۔ پشت پا تک فگار ہوتے ہیں۔ اس آملہ جس کے ستارہ قسمت کو فلک نے خاک میں ملایا ہے۔ خاک صحرا پر جم گئی تھی پوشاک بھی لگتی ہوئی تھی۔ پچکا پسینہ کا زمین پر بن جاتا تھا۔ یہ خاک پھانکتی بدحواس سایہ درختاں ڈھونڈھتی ہوئی چلی جاتی تھی۔ کہیں سے شیر کے ڈکارنے کی آواز آتی تھی۔ کہیں کوئی بلا زمین سے نکل کر ڈراتی تھی۔ اژدہے منہ کھولے بیٹھے تھے زہر اگل رہے تھے۔ فلک سے آگ برستی تھی۔ زمین لوہے اور تانبے کی طرح تپتی تھی اسی عالم میں یہ چلی جاتی تھی کہ یکایک ابیات کے ظلمات عدم کی تھی۔ گویا اس تاریکی میں یہ ماہتابان جب روانہ

بشکل ابر اٹھی کچھ سیاہی
لگے فریاد کرنے مرغ و ماہی
ہجوم اشک سے دامن ہو اتر
بہت سینہ میں تڑپا قلب مضطر
یکایک شکل بخت ناتواں میں

ہوا خورشید بھی محتاج چکین
زمیں سے تا فلک چھائی سیاہی
بلا اک سامنے کالی سی آئی
پکاری وہ ادھر آ تجھ کو کھاؤں
یہ محنت خاک میں تیری ملاؤں
اسے دیکھا تو گھبرائی یہ دلدار
غرض بھاگی وہاں سے ہو کے ناچار
کسی نے پشت پر سے دی یہ آواز
نہ گھبرا اس قدر اے ماہ ناز
دہائی جلد دے تو سامری کی
نظر آئے گی صورت بہتری کی
پکاری یہ دہائی ہے دہائی
بلا وہ اس کے پھر پیچھے نہ آئی
بڑھی وہاں سے جب آگے کو یہ بیکس
بہت مجبور و مضطر سخت بے بس
نظر آیا اسے اک چاہ آتش
نہ تھی ماہ اور تھی وہ ماہ آتش
بلا پیدا ہوئی پہلو سے اس کے
اٹھا کر چلی اس کو زمیں سے
کنوئیں میں آگ کے ڈھکیلا
ہوا سب جسم جل کر اس کا کالا
کھلی جب آنکھ دیکھی اک سیاہی

ہوائی اختر مروارید نکال کر ہاتھ پر رکھ لیا جس کے سبب سے کچھ کچھ روشنی نظر آتی تھی یہ قدم اٹھائے ہوئے چلی جاتی تھی۔ دل سے یاد خدا کرتی تھی مگر زباں پر حمد شکر رب نہ لاتی تھی۔ اگر ذرا بھی کوئی لفظ دعا کا آ جاتا یا نام خدا منہ سے نکل جاتا جسم و جان میں تفرقہ پڑ جاتا۔ وہاں کی بلا پھر زندہ نہ چھوڑتی۔ یہ زبان اپنی سنبھالے ہوئے مضطربانہ رواں تھی کہ ابیات

نظر پھر آئے کچھ طاؤس واں چند
بدن میں ہر طرف سے آ کے لپٹے
اڑے اک سمت کو اور یوں پکارے
مگر سیدھا ہوا قسمت کا یہ پھر
ہوئے سب زخم تن پھر اس کے اچھے
چھٹے اس دار پر دیکھے گنہگار
ہزاروں رنگ کے وہ ستمگار
ہوا رنجیدہ اسی کا قلب مضطر
ہوئے گل اور ثمر بھی اس میں پیدا
نہ یہ واقف کبھی تھی آدمی میں
رواں تھی بحر افسوں میں وہ مچھلی
چلی آگے کو لیکن سخت حیران
نہایت تیز پر مخطوط و مرغ مند
کیا منقار سے ٹکڑے بدن کو
کہ ہم اے ساحری صدقے تمہارے
کہ پھر اک اژدہا پاس اس کے آیا
اٹھی وہاں سے چلی پھر روتی آگے

حذر بھاگا وہاں سے اور آگے
مقابل آ کے کرتے اپنے تھے وار
جب آیا ہوش دیکھا میں شجر ہوں
شجر کی طرح تھیں شاخیں ہویدا
شجر سے پھر ہوئے دریائے زخار
کنارے جا کے پھر دریا کے پہنچی
کئی دن تک رہی گردش سفر کی
ہوئے یہ صدمہ اس نازنیں کے
پیا پھر خون تن اور دل میں خوش ہو
رہی بیہوش یہ نازک بہت دیر
نگل کر اس کو پھر جو اس نے اگلا
کھڑی پھر اس نے دیکھی اک جگہ دار
بڑھی جب کچھ تو یہ سامان دیکھے
گری یہ خاک پر بیہوش ہو کر
تتن میں گڑ کے بار آور ثمر ہوں
نہ تھا یہ ہوش میں انسان تھی گھر میں
نئی دریا سے مچھلی خوب تیار
نظر آئی نہ کچھ صورت مفر کی
غرض بعد از گزر دشت و ہامون
کہ جادو کی سراسر یہ تتن تھی
سراسیمہ پریشان دل و جگر خون
نظر آ سا یہ اک جانب کو پہنچی

یعنی وہ مہ وش گل اندام اس طرح کی ایذائیں اور سختیاں سفر کی جھیلتی ہوئی ایک ایسے مقام پر پہنچی کہ بیچ میں زمین سر سبز و شاداب تھی۔ اور چار طرف اس قطعہ گلزار کے چار دریا بہتے تھے۔ ایک دریا دھوئیں کا تھا۔ کہ بالکل چاہ بابل کا نمونہ تھا۔ زمین سے فلک تک دھواں بھرا تھا۔ یہ خاکدان عالم منبع دھوئیں کا تھا۔ جسمیں جسمیں دودی جہاز اس کو کہنا روا ہے جس آفتاب میں ایسا دھواں وہاں کا لگا تھا کہ دھندلی ہو گیا تھا۔ منزل فلک کی چھت میں کاجل جا تھا۔ دنیا سیہ خانہ تھی۔ کاجل کی کوٹھری نظر آتی تھی۔ زمین سے دھواں نکل کر پیچ تاب کھاتا تھا۔ زلف سیاہ جاناں کو شرماتا تھا۔ عارض شاہد ارض پر کاکل پیچ کھائی تھی یا جھوٹی دنیا ساکنان عالم کو اور طالبان دنیا کو پیچ میں لائی تھی زمین پر یعنی اس دریا میں موجیں اس دھوئیں کی اٹھتی تھیں۔ کمند الفت بہر عاشقاں زلف نظر آتی تھیں۔ یہ عالم تھا کہ ابیات۔

شب تیرہ کا وہ دریا تھا قرین
بلا کالی بھی اس سے پریشان
وہیں سے شب ہے پیدا ہے یہ روشن
سیہ مثل نصیب تیرہ بختاں

ایک طرف اس کو زمین تربت آتشیں کے دریائے آتش تھا۔ زمین سے آسمان تک آگ بھری تھی چار چار منزل تک شعلہ اس آگ کا اڑ کر جاتا تھا۔ عفریت کو جو آتش سے پیدا ہے اس سے خوف کھاتا تھا ہوا میں وہ شراروں کا اڑ کر جانا اور پیچ تاب کھانا عیاذاً یا اللہ آسمان کو اپنے جھونپڑے کے جل جانے کا ایسا خیال تھا کہ بروج آبی میں پانی بھر کر رکھنے کے لیے برج دلو کے ڈول کو چشمہ حوت میں ڈبوئے رکھتا تھا انگارے بڑے بڑے چھوٹی چھوٹی چنگاریوں کو کھا جاتے تھے۔ اژدہے کی طرح ہر ساحل اس کا منہ کھولے نظر آتا تھا۔

پھن اژدر دہر کا ہلاتا تھا کہ ابیات

فلک سے برستی تھی اس جا پہ آگ
گلا تھا اسی خوف سے دل شمع
زمیں کا ارادہ تھا جاؤں میں بھاگ
زمانہ کی سب گرمیاں وہاں تھیں جمع

ایک طرف کو بیشہ نحوست قریں کے دہانے آب تھا جس سے عبور عالم کو خوف غرقاب تھا۔ ساحل اس کا خون ساکنان دنیا کا پیاسا ہر موج اس کی برابر کوہ کے اٹھتی ہر حباب گنبد افلاک سا موجیں خنجر سے زیادہ تر تیز نظر آتیں جاتیں خوف سے دیکھ کر اس کو کٹ جاتیں۔ جس دم اس کے کنارے پہ قدم کوئی رکھتے شور و غل پیدا ہو پانی آسمان سے جا کر مل جائے۔ کشتی ہلال کو ڈوب جانے سے فلک بچائے ہمہ تن نیلگوں دودی جہاز بن جائے کہ ابیات۔

ہوا پانی میں ایسا شور پیدا
جسے دیکھے سے رستم کے اڑیں ہوش
لب ساحل سے تھا اک شور پیدا
ہر اک موج اس کی آفت سے ہم آغوش

اور ایک جانب اس صحرائے پر بہار وادی بے خار کے دہانے سیماب تھا۔ نہایت شاداب تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ اژدر دہر کو مالک آسمان و زمین سے پارا پلایا ہے۔ یا پارے کی کان وہ دریا بنایا ہے لہریں اس کی جب اٹھتیں چاندی کے پتر بہتے نظر آتے۔ حباب اس کے سورج کی ایسی چمک دکھاتے۔ زمین کا بوجھ بار اس عجز خانے کے ہونے سے بڑھ گیا تھا۔ ایک ایک موج اس کا اٹھ کر دیوار سیماب کا لطف دکھاتا تھا۔ ہوا کے جھونکے سے لہراتا تھا۔ عکس سے اس بحر کے دود سے ہوا تک چاندی کا نظر آتا تھا۔

آفتاب کی تمازت سے پارا پگھلا کر لہریں لیتا تھا۔

گویا چشمہ خورشید لہرا تھا کہ ابیات
کہیں چکر میں یوں پارا تھا آیا
چمک جس کی کہ تھی تا چرخ جاتی
سوئی جس طرح ہے چرخ دیتا
کبھی تھی بحر آفت خیز اٹھتی

ان دیاؤ کے بیچ میں وہ بیشہ فرحت آگیں تھا۔ عجیب بہار جانفزا اس صحرا کی تھی کہ شجر پر از ثمر مثل اہل تواضع سر جھکائے پھلوں کے درخت یک لخت علق مجسم انسان نظر آتے۔ پھل درختوں کے ایسے رنگین و خوبصورت کہ ترنج آفتاب کو شرماتے۔ نہریں بہ آب و تاب جاری و رواں ہر سو باد بہاری چمن کی طرح چڑیاں و روشوں کی روشن نہایت خوش قطع بنیں۔ عروس باغ کی مانگ نکلی ہوئی قریب اس کے ہری ہری گھاس لگی جو کان زمرد کو بھی شرماتی۔ رشک سے ہیرا کھاتی۔ نہروں میں فوارے جاری بلبلیں پر بیقراری طاری پانی کی روانی پر جان چشمہ ماہ و مہر لہرائی مہر گل کے متصل بلبلیں کا ہجوم ہر سمت نغمہ کی دھوم پر خوش الحان گلستان اور بوستان کا سبق پڑھتا۔ بلبل شیراز کی طرح استادی کا دم بھرتا۔ خوشبو سے گلوں کی دشت مہکتا روح لطیف اہل وہاں کا اس جگہ مسکن پاک طینتوں کا ٹھکانہ۔ نسیم و صبا عنبر فشاں ہر گل عطر دان کی طرح کھل کر کھلا ہوا شگوفہ لخلخے کی صورت بنا ہوا حشتم وہاں فصل بہار اور فضا ہر تختہ چمن غیرت بخش ہزاروں گلشن ہر پھول پر ہزار طرح کا جوبن ہر فصل کے پھل لگے ہوئے۔ میوے تیار بلبل دل سو جان سے اس باغ پر نثار خزاں کو وہاں سکت خار تختہائے چمن سریر حکومت شہ زمن سے کہیں بہتر جن کی نشست میں معلیٰ سبز و خرم ہر ایک نہال مادر دہر دودھ نہائے پوتوں پھلے شاخ شاخ سے مشتاقوں کی طرح باہم لپٹی ہوئی۔ درخت

گلدار بیلا چنبیلی موتیا موگرا نسرین نسترن باردار اشجاروں میں سیب و بہی و انار و ناشپاتی پر جوبن کہیں سنبل واقعی پریشاں کہیں نرگس نے رخ کی حیرانی کہیں سوسن خزاں کو آنکھیں دکھاتی یا بستان قدرت کی مدح زبان مژگاں سے فرماتی ہر طرف نسیم مستانہ وار لڑکھڑاتی کہیں طاؤس رقص سے نازاں کہیں گلوں پر پڑی ہوئی اس کی ابیات

نظر آئے سماں سبز و خرم
جسے دیکھنے سے دل ہو شاد خرم
کہ جیسے عارض زلدار روشن
ہرا ہر سمت سبزہ لہلہاتا
اگرچہ واں کے چشم وا کی
گرہ کھلتی تھی دل کے مدعا کی
تو یہ دل محو تھا بوئے گل تر
بہار عمر تھی سنبل میں پیدا
کہیں پھولوں کا عکس ارغوانی
بنا تھا شمسۂ مہر آسمانی
ثمر میں اس طرح پیدا تھا جوبن
ہوا چلتی تو اک جوبن دکھاتا
نظر پہنچی اگر سوئے گل تر
مزا جو چاہیے ہر پھل میں پیدا

ملکہ غنچہ دہن اس بیشہ فرحت آگیں میں کچھ دیر ٹھہر کر راحت گزیں ہوئی اور پھر آگے چلی۔ بہت دور تک وہی جنگل خوش آب و شاداب پایا اور وہی چاروں دریاؤں کو دیکھا کہ گرد اس صحرائے بہشت آگیں کے موج زناں ہیں۔ جب کنارے پر اس بیشہ فرحت

آئین کے گزر ہوا دیکھا کہ صحرائے بہشت آئین تو اسی جنگل سے زیادہ سر سبز شاداب ہے۔ لیکن ان چاروں دریاؤں کے بدلے چار نہریں نہایت عمدہ اور شفاف پانی کی رواں تھیں۔ اور کنارے ان نہروں کے بنگلے جواہر نگار بنے تھے۔ جو برج آسمان کو اپنی خوبی کے آگے شرماتے تھے۔ ان بنگلوں میں برج طلائی تعمیر تھے۔ سراسر پری کی تصویر تھے ان میں تخت جواہر نگار مسترد تھے ان تختوں پہ سامری کے پجاری ساحراں ذی عزت باتوقیر جلوہ فرماتے تھے۔ کوئی شیر پیکر تھا۔ کوئی چہرہ انسان کا دھڑ فیل ژیاں کا رکھتا تھا۔ کوئی سگ کا چہرہ اور جسم انسان کا رکھتا تھا۔ ہر ایک ساحر غدار نرالی شکلیں کلی کلی کسی کا شیر کا منہ جسم انسان کا کسی کے دس بارہ سر دھڑ حیوان کا کوئی اژدر دہاں کوئی فیل دنداں۔ کسی کا پنجا کر گرواں کوئی دیو پیکر کوئی اژدر بدن کوئی شرر افشاں کوئی آدھا انسان اور نصف حیوان ہزاروں ساحر ایک ایک زیر فرماں بنگلوں کے گرد منڈھیاں ڈالے اترے ہوئے اپنے گرو کی یاد میں کٹور چندن کی لگائے آنکھیں بند کیے منقلیں آتشیں سلگائے تلسی کی اور ہڈیوں کے مردوں کی مالے بنائے چپ بیٹھے تھے۔

سامنے موم سنگ بنا تھا۔ دھواں ہوم کا تابہ چرخ دوار جاتا تھا۔ آفتاب بھی وہیں کے جوگی کا چیلا تھا جو پتشیا کرتا پھرتا ہے۔ زحل وہیں کے جیپال کا دم بھرتا ہے ہندوے فلک کانوں میں وہیں کا کنڈل ڈالے رہتا ہے۔ حلقہ مہر و ماہ سے حلقہ بگوشی کرتا ہے۔ زمین سے دم بدم وہاں کی خاک اڑتی تھی اور پری کی صورت اس سے پیدا ہوتی تھی۔ جوگی پاس جاتی تھی اور بھجن سامری کے گاتی تھی۔ پھر غائب ہو جاتی تھی۔ پھل درختوں کے بشکل انسان قہقہے لگاتے تھے۔ ہنگام قہقہہ جانور منہ سے نکل کر اڑ جاتے تھے۔ پھر شاخے پہ بیٹھ کر تعریف سامری کی زبان پہ لاتے تھے۔ نہروں پہ یاقوت و زمرد کے پل بنے تھے۔ ان کے اوپر دمدمے اور شہ نشین تعمیر تھیں۔ سراسر بے نظیر تھیں۔ اوپر تصویریں پتھر کی اور جواہر کی بصد فرد تمکین رکھی تھیں۔ سامنے ان تصویروں کے چوکیاں صندل کی بچھی تھیں۔ ان پہ اسباب عیش و نشاط دھرا تھا۔ دن کو وہ تصویریں تھیں رات کو

پریاں بن کر گاتی بجاتی تھیں۔ منہ سے ان تصویروں کے ہنگام تکلم موتی گرتے تھے۔ بالوں سے نیلم کے ٹکڑے جھڑتے تھے۔ وہ سب دریا میں جا کر بیٹھتے تھے۔ پھر مچھلیاں بن کر ابھرتے تھے اور جے جے سامری کی شور کرتے تھے۔ غرض عجب طرح کا نیرنگ ہر سمت آشکار تھا طرفہ عجائبات پر بہار تھا کہ نظم

طلسمی تھے وہاں کے کارخانے
جدھر دیکھے تھے جادو کے ٹھکانے
درختوں میں بھرا افسوں نیرنگ
ہر اک پتے سے ظاہر سحر کا ڈھنگ
کوئی پھل شکل میں مثل پری تھا
کوئی نقشہ جادوگری تھا
ثمر کی جا گہر سب میں نمودار
چمک پتوں میں جیسے عارض یار
گلوں سے آتی تھی آواز دلکش
سنے انسان اگر اس کو تو ہو غش
صدا غنچوں سے تھی نغموں کی آتی
ہر ہر شاخ تھی مدی بجاتی
نشن سے دمبدم اٹھتا بگولا
پری کی شکل بن کر ناچتا تھا
کہیں سے اڑ کے پکھو آتے تھے طائر
بہم سب حقتیاں کھاتے تھے طائر
اس دم بل کے سب دیتے تھے بیضے
نکلتے تھے انھیں بچوں سے بچے

وہ پنچھی اڑ کے پھر بنگلوں پہ جاتے
بھجن سب سامری کے وہاں پہ گاتے
ملکہ سیار مقام عجیب و غریب

ان مقامات کو دیکھتی روانہ تھی۔ چند قدم آگے بڑھی تھی کہ سامنے ایک گنبد طلائی نظر پڑا جس کے در پر ہزار ہا پجاری بیٹھا تھا اور روئے ہوا پر ہزار ہا گھنٹا ٹنگا تھا۔ جانور جو اڑتے تھے اس گنبد کے گرد پھرتے تھے۔ تعریف سامری کی گاتے تھے اور روئے ہوا پر بہت سے تخت استادہ تھے کہ ان پر پریاں سوار تھیں۔ وہ سب چنور ہاتھ میں لیے اس گنبد کی مروحہ جنبانی کر رہی تھیں۔ ہزار ہا ستارہ اس گنبد پر لوٹتا تھا۔ اور ابر رنگ برنگ کے دمبدم اطراف سے آتے تھے۔ اور اس گنبد پر موتی اور پھول برسا کے چلے جاتے تھے۔ پھر ستارے سنہرے روپہلے ٹوٹ کر گنبد کے گرد جمع ہوتے اور ان میں سے بھی طائر خوش رنگ نکل کر اڑتے اور گرد گنبد پھرتے۔ ہر بار گھنٹے بجتے ناقوس پھنکتے اور اندر گنبد کے چودہ چاند اور چودہ سورج گھومتے جن کی روشنی سے عرش میں کم نہ تھیں۔ آتشیاں بجھائے سامری کے دھیان میں بیٹھی پوجا پاٹ کر رہی تھیں۔ سامری کے نام پر جو لوگ سادھے تھیں۔ ملکہ مذکور نے پہلے سامنے گنبد کے جا کر سجدہ کیا اور کئی جواہر بے بدل چوکھٹ پر اس کی چڑھائے۔ پھر وہاں سے ہٹ کر ایک درخت کے نیچے آ کر آسنی جواہر کی بچھائی اور بیٹھ کر پوجا کرنے میں مشغول ہوئی۔ یہ صنم زیبا عجب طرح کی کیفیت پرستش میں دکھاتی تھی۔ مدح سامری کو اپنی محراب ابرو کا ساجد بناتی تھی تین پہر کامل اس نے جبیں سائی کی اور سامری کو پکار کر منتر کی جاپ کیا کہ چوتھے پہر میں یکایک ہزاروں گھنٹے پر بجے اور چنور جلد جلد گنبد پر پریاں جھلنے لگیں۔ اندر سے گنبد کے آواز آئی کہ بیٹی تو آپ روشن ضمیر بادشاہ طلسم نور افشاں کی ہماری سرکار میں آئی ہے۔ اس کو سامنے ہمارے گنبد کے لاؤ کہ حال اس کا سن کر اس کو داد

• باپ تیرا بھی اس طرف رخ نہ کرتا

یہ حکم خداوند سامری کا سن کر لاکھوں صنعت اور جادوگر سجدے میں گر پڑے اور دھن ہو یا سامری کا شور مچا پھر ایک چوکی یاقوت نگار اپنے ہمراہ لے کر اس چوکی کے گرد بے شمار ساحر چنور ہائے ہما کے ہاتھ میں لیے ناقوس پھونکتے۔ گھنٹے بجاتے گاتے ہوئے اکتارہ چھیڑتے سامنے بران کے آئے اور پکارے کہ اے بچی تجھ پر بڑی سامری کی دیا ہے۔ چل تجھ کو اپنی سرکار میں طلب کیا ہے۔ یہ کہہ کر بران کو اس چوکی پر یاقوت کی بٹھلایا اور اس چوکی کو اپنے کاندھے پر لے کر سنکھ پھونکتے بھجن گاتے لے کر چلے۔ چنور دم بدم ملکہ کے سر پر ہوتے تھے اسی طرح سامنے اس گنبد کے لائے اور ہاتھ باندھ کر سجدہ کر کے عرض رسا ہوئے کہ یا خداوند یہ بچی تو کب کی حاضر ہے۔ آواز آئی کہ اے بران تو شریک عمرو عیار کی ہے یہاں کیوں آئی ہے۔ کس کے ہاتھ سے از خود رفتہ ہے گھبرائی ہے۔

بران نے سجدہ کر کے کہا "خداوند خوب واقف ہیں کہ میں نے اور میرے باپ نے عمرو کی شراکت کی ہے مگر دین خداوند کو نہیں بدلا ہے۔ آپ ہی کے دین پر اپنے تئیں قائم رکھا ہے۔ یہ کہتا تھا کہ صدائے مہیب آئی اور سنائی دیا ہے جھوٹ بولی۔ اسے توبہ کر جا جلد نخل قدرت کے نیچے ٹھہر کر سواپہر خداوند کے نام کا جاپ کر پھر آنا اور سچی بات زبان پر لانا۔ بران کو وہاں کے ساحر پھر چوکی پر سے اٹھا کر ایک درخت کے نیچے لائے کہ جس میں پھل بصورت انسان لگے تھے۔ ان پھلوں سے آواز قہقہے کی آئی اور انہوں نے آپس میں کہا بھائی خداوند نے ہم کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ جتنے جھوٹے ہیں ان سب کے باپ ہم ہر لیں۔ یہ کہہ کر وہ سب بھی ہم سامری چیخنے لگے اور ملکہ بھی سامری سامری پکاری۔

جب سوا پہر گزر گیا پھر ساحر اور جادوگرنیاں چوکی لے کر حاضر ہوئیں اور ملکہ کو سوار

کر کے بڑی تزک اور احتشام سے سامنے گنبد کے لائے۔ ملکہ نے پھر اتر کر سجدہ کیا۔

آواز آئی کہ اے بندی قدرت باپ نے تیرے البتہ دین ہمارا ترک نہیں کیا اور تو نے تو طلسم آئینہ میں جا کر شہزادہ ایرج سے عشق جتا کر کلمہ پڑھا اس کے ساتھ شراب پی۔ عمرو تیرے یہاں مدتوں مہمان رہا تو اس کے ساتھ کھانا کھلایا کرتی تھی ہمارے سامنے جھوٹ بولتی ہے ملکہ نے کہا "یا خداوند پھر آپ کو تو سب حال روشن ہے میں عشق کے پھندے میں پڑ کے ناچار ہو گئی اب میری خطا معاف کیجئے۔" آواز آئی کہ اے ملکہ ہم عمرو کی تعریف سامری نامہ اپنی کتاب میں لکھ آئے ہیں کچھ اس کی ملاقات میں برائی نہیں مگر تم کو دین ہمارا نہ چھوڑنا چاہیے تھا کیونکہ اگر یونہی عمرو کے ساتھ سب ہو جائیں گے تو ہمارا دین کا ہے کو رہے گا۔ اچھا اب جو تو اس مشقت شاقہ کو اپنے اوپر گوارا کر کے یہاں آئی ہے کیا حاجت رکھتی ہے اور کیا دل میں ٹھانی ہے۔

بہاران نے رو کر عرض کیا کہ یا خداوند ایک تحفہ آپ کی سرکار کا میرے پاس ہے کہ جس کے سبب سے آج تک میں دشمنوں پر فتح یاب ہوئی تھی اب آپ واقف ہیں کہ افراسیاب ایسے ساحر سے اور میرے باپ سے اور مجھ سے مقابلہ پڑا ہے پھر اب یہ چاہتی ہوں کہ کوئی تحفہ آپ کی سرکار کا ایسا عنایت ہو کہ میں جا کر اس اپنے دشمن کو ماروں اور فتح اس پر پاؤں۔ یہ کہتا تھا کہ آواز مہیب آئی اور سنائی دی کہ اے بہران تو شریک عمرو کی ہے اور افراسیاب ہمارے دین کی طرفداری کرتا ہے۔ ہم کیونکر کوئی تحفہ دے کر اس کو تیرے ہاتھ سے مغلوب کرا دیں اور علاوہ اس مذہبی جھگڑے کے اے ملکہ بادشاہ آپس میں لڑا کرتے ہیں کہ بموجب بیت۔

ہفت اقلیمی بگیرد بادشاہ
ہمچناں در بند اقلیمی دگر

پس وہ دونوں بادشاہ کینہ خواہ ہمارے بندے ہوتے ہیں اور ہم کو اپنے بندے برابر ہیں ہم کس کو غالب مغلوب اپنی طرف سے نہیں کرا سکتے۔ ہاں اتنا البتہ ہم کرا سکتے ہیں

کہ جس کی تقدیر میں روزِ ازل سے شکست لکھ دی ہے اس کو شکست ہو گی اور جس کی فتح ہے اس کو ظفر حاصل ہو گی۔ پس ابھی ہم کچھ نہیں کر سکتے جب وقت شکست افراسیاب کا آئے گا اس وقت ہم بھی تقدیر تنی کریں گے۔ ایک کو غالب کر دیں گے اور ایک کو مغلوب بنا دیں گے۔

بحران یہ سن کر روئی اور عرض کیا کہ "یا خداوند پھر یہ بندی تیری سرکار سے محروم پھر جائے۔" آواز آئی کہ بحران زیادہ ہوس نہ کرو وہاں سے جب تو چلی تو دل سے نیت کر کے چلی تھی کہ میں سرکار سامری سے کوئی ایسا تحفہ جا کر لاؤں کہ جس سے پل پر نیرادان توڑوں اور دریائے خون رواں خشک کر دوں اب جو تو ہمارے سرکار میں جدوجہد تمام آ کر پہنچی تو پاؤں تو نے پھیلائے اور زیادہ طلبی کرنے لگی ہم کو اپنے بندے سب برابر ہیں۔ ہر چند کہ تو ملحد اور ترک ہو گئی ہے مگر پھر بھی دریائے رحمت ہمارا جوش میں ہے اگر سامان دنیا کے غارت کرنے اور پل توڑنے کا ہم سے مانگے تو البتہ ہم عطا کریں باقی اور کچھ ہم تجھ کو نہ دیں گے۔" بحران نے سجدہ کر کے عرض کی کہ آپ کا فرمان تھا مجھ کو قبول ہے' ہاں سچ ہے کہ یہی نیت دل سے کر کے گھر سے چلی تھی۔ بس اتنا کہتا تھا کہ آواز آئی کہ یہاں سے اٹھ کر سامنے نہر قدرت کے داہنی جانب کو ہو جا اور اس نہر میں ننگی ہو کر نہا تجھ کو سحر وہ عنایت ہو گا جس سے تو پل توڑے گی اور دنیا غارت کر دے گی۔

بحران یہ سن کر شاداں و فرحاں اسی نہر کی طرف چلی۔ اس وقت پھر ہزاروں گھنٹے اور ناقوس بجنے لگے اور غلغلہ سامری کی جے کا بلند ہوا اور ملکہ کے سر پر ہزاروں طائران خوش رنگ آ کر اپنے پروں سے سایہ فگن ہوئے اور ملکہ کنارے اس نہر کے آئی۔ دیکھا اس نہر میں سیکڑوں سورج جگمگا رہے ہیں اور سیپیاں بہہ رہی ہیں موتی اس میں پریاں اچھالتی ہیں۔ ملکہ نے ایک جانگیں تو رہنے دیا باقی برہنہ ہو کر اس نہر میں کودی اور غوطہ مار کر ابھری۔

اس وقت سامنے سے ایک گرداب چکر مارتا ہوا قریب ملکہ آیا جب قریب پہنچا دیکھا کہ

وہ گرداب ایک حوض ہے یاقوت کا کہ چشمہ خورشید کو اپنی آب و تاب کے سامنے اندھا بناتا ہے پانی اس حوض میں مثل گوہر آبدار کے مصفا بھرا ہے۔ بس جب وہ حوض قریب تر آیا۔ آواز آئی کہ اے دختر کوکب سے اس حوض میں کود پڑ۔ ملکہ آنکھیں بند کر کے یا سامری کہہ کر اس حوض میں کود پڑی۔ بس فوراً ایک ہی ماہی خوش رنگ یاقوت کی بن گئی اور وہ حوض چکر کھاتا ہوا بلند ہوا پھر ہزاروں گھنٹے بجے اور ساحر وہاں کے بیجن گھمانے لگے جانور چہچہانے لگے اور وہ حوض ملکہ کو لیے سامنے اس گنبد کے بیچ کر اترا جب نشین پر آیا آواز آئی کہ یہ منتر اے ماہی غواص چشمہ قدرت سیکھ لے اور پڑھ کر حوض سے نکل ملکہ کنارے اس حوض کے منہ لگائے مچھلی بنی ہوئی سن رہی تھی کہ یکایک منتر کی آواز سنائی دی جتنی لفظیں سنائی دیں اس نے سب یاد کئے اور ان کو پڑھ کر جستجو کی باہر حوض کے آئی۔ پھر ویسی ہی نازنین اصلی صورت پر بن گئی۔ سجدہ کیا حکم ہوا کہ یہ حوض تجھ کو عنایت ہوا جب یہ لفظیں جو تعلیم ہوئی ہیں پڑھ کر چاہے گی تو باہر حوض کے نکل آئے گی اور جب جست کر کے اس حوض میں جائیگی ماہی بدن ہو جائے گی پس اس حوض سے جب اصلی صورت پر بنا نہ چاہے گی اور مچھلی بنی ہوئی جس دریا سے سحر اور جس پر گرے گی وہاں کے ساتو جلا دے گی اور وہ تجھ سے لڑیں گے تو غالب تو ہی آئے گی اور پانی دریائے سحر کا روغن کی طرح اڑ جائے گا میدان ہو جائے گا اے ملکہ دریا خون رواں شعلہ جاوداں جو کہلاتا ہے افراسیاب جادو اس کے بزرگوں نے جاری کیا ہے اور اس پر پل بنایا ہے کچھ مرحلہ طلسی نہیں جو بغیر لوح کے فتح نہ ہو۔ بس وہ تو فتح کرے گی باقی دریائے ثکل وغیرہ مرحلہ طلسی ہیں اگر ان پر گرے گی تو فتح نہ پائے گی وہ بغیر لوح اور طلسم کشا کے فتح نہ ہوں گے بس جس دریا پر گرے دریا کہ جو ساحر کے سحر کا بنایا ہوا ہو طلسی نہ ہو وہ تیرے گرنے سے غائب ہو جائے گا اور تو فتح یاب ہو گی اور علاوہ اس کے اور بھی ڈھکوسلے سحر کے توڑ سکتی ہے وقت پر موقع و محل دیکھ کر کام اس

حوض سے لینا اور اس امر کا ذکر کسی سے نہ کرنا گنبد ہمارا تیرے طلسم کی سرحد میں ہے اس وجہ سے یہ تحفہ تجھ کو دیا گیا ہے۔ اگر افراسیاب سنے گا تو ہم سے شکایت کرے گا اور اگر طلسم ہوشربا میں یہ گنبد ہوتا تو طلسم کشا اور عمرو وغیرہ سے ہم کو بھی لڑنا پڑتا اور ہم کبھی تجھ کو یہ تحفہ نہ دیتے تیرے گھر میں رہنے سے مجبور ہو گئے اور اب خداوند بھی عرش علی پر جانے والے ہیں۔ باپ تیرا کبھی اس طرف رخ نہیں کرتا۔ بڑا تعجب یہ ہے کہ ہمارا نام لے کر ساحر سحر کرتے ہیں اور اپنے گھروں میں سجدہ ہم کو کرتے ہیں۔ مگر ہم کو یہاں آکر پرستش نہیں کرتے پھر خداوند کو کچھ اس کی پروا نہیں۔ اچھا اب جا مختصر خوب اچھی طرح سے یاد رکھنا اور پل پرچوان توڑے لیکن اتنا یاد رہے کہ بعد توڑنے پل مذکورے کے یکایک حوض سے نہ نکلنا مع حوض اپنے لشکر میں جانا اور ایک رات مچھلی کے بدن میں رہنا وقت خطا پائے گی۔ کیونکہ اس تحفہ کے ملنے سے ہزاروں ساحروں کی تیرے ہاتھ سے جان جائے گی۔ ہمارے ابھی دنیا میں بڑے بڑے پجاری پڑے ہیں کہ ہمارے نام پر قبر میں دفن زندہ بارہ بارہ برس رہے ہیں ہم ان کے پاس ہر روز جاتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے شراب ہیں۔ موہن بھوگ کھاتے ہیں۔ پس وہ ساحر طرفدار افراسیاب کے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد توڑنے پل کے تجھ کو وہ آزار پہنچائیں ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو اب کچھ دنوں میں چولا چھوڑ دے گی اور مردہ پڑی رہے گی۔ اس زمانہ میں تیری لاش کی اگر تیرے باپ اور تیرے طرفداروں نے حفاظت کی اور کلیجہ تیرا کوئی ساحر کھا نہ گیا جب تو زندہ تو پھر ہو گی وقت ہمارے جنم میں جلائی جائے گی اور ٹھیک ہو جانے کا بدلا ملے گا مزا پائے گی۔

اے ملکہ یہ دنیا اس قابل نہیں ہے کہ ہمارے دھیان گیان کو چھوڑ کو کوئی کسی سے محبت کرے اور یار اپنا ٹھہرائے۔ تجھے چاہیے کہ اب توبہ کر کے ہم سے دھیان لگا اور ہمیں سے سلطنت کر۔ عمرو کی شراکت چھوڑ دے ہم تیری طرفداری کریں گے اور افراسیاب ایسا بادشاہ تیرا شریک حال ہو تک پھر عمرو کچھ نہ کر سکے گا مار ڈالا جائے

مگر ہم نے تقدیر کر دی ہے کہ کوئی ساحر عمرو کو قتل نہ کر سکے گا ہم اس تقدیر کو بدل دیں گے۔

ان کلموں کو سن کر اس جگہ ایسی قلب ملکہ مذکور پر تاثیر ہوئی کہ بالکل محبت عمرو کی دل سے جاتی رہی اور یہی دھیان آتا تھا کہ ہائے کیا تو نے برا کیا جو عمرو کو اپنے گھر میں رکھا اور اس کی شراکت کی اور بخاطر اور تواضع اس سے پیش آئی۔ اب چل کر جانے سے ان کو نکال دیا۔ غرض پھر اس نے سجدہ کر کے کہا "یا سری تو برحق ہے اب میں رخصت ہوتی ہوں اور ارادہ رکھتی ہوں کہ سمت طلسم ہوشربا جاؤں۔

پس جب اپنے طلسم سے چلی تھی تب تو بڑی بڑی آفتوں میں پھنسی تھی اب اور مصیبت اور آفت اٹھاؤں گی کیونکہ ادھر سے آپ کے گنبد کی طرف آنے کی ممانعت ہے۔ بلکہ یہی حکم آپ کا ہے کہ جو کوئی آئے وہ نور افشاں ہو کر آئے ہاں وہ لوگ جو آپ کے نام پر مدت سے جوگی ور جوگن ہو گئے ہیں وہ البتہ اس راہ سے آ سکتے ہیں اور اثنائے راہ میں اپنا مسکن رکھتے ہیں اور ان کے رہنے سے اور بھی زیادہ تر راہ کٹھن ہو گئی ہے کہ وہ اپنے سحر میں آنے والوں کو جلا کر کے برسوں آوارہ دشت اور بار کر دیتے ہیں۔ ایک تو راہ میں الاؤ جمشیدی پڑتا ہے کہ وہاں ہمیشہ تاریک صورت کش دایہ افراسیاب رہتی ہے پھر الاؤ کی آگ کو کون طے کر سکتا ہے۔ پھر بیابان ہستی وہ راستہ بھی طے ہونا بڑی مشکل ہے کہ بانیان طلسم ہوشربا نے ہستی اور فنا کا ایک نمونہ بنایا ہے لہذا علاوہ بلیات آپ کی سرکار کے ان ساحران ناری سے کہ جن کا میں نے ذکر کیا ہے بچنا مشکل ہے اب آپ جدھر سے ارشاد فرمائیں میں جاؤں اور ایسا کچھ تحفہ مجھ کو عنایت ہو کہ راہ میں در پیش کوئی مصیبت نہ ہو بہت جلد اپنے مسکن پر پہنچ جاؤں یہ عرض کرتا تھا کہ آواز گنبد سے آئی۔

اے بندی ہمارے گنبد کی دہلیز کی خاک اٹھا کر اپنے ماتھے پر لگا لے اور جس راستے آئی ہے اسی طرف سے چلی جا تجھ سے کوئی نہ بولے گا اور راہ جلد طے ہو گی۔ پھر

ہی دیر میں تو اپنے طلسم میں پہنچ جائے گی۔

ملکہ نے خاک آستان گنبد اٹھا کر اپنی پیشانی پر قشقہ کھینچا۔ چہرہ بسان پری ناز جو روش کے چمکنے لگا اور پر پیدا ہو گئے۔ اس وقت وہ حوض جو عنایت ہوا تھا گھٹ کر چھوٹا سا ہو گیا اور پانی اس کا ایک جام بلورین ملکہ نے بھر لیا۔ حوض کو اٹھا کر اپنی جھولی میں رکھا پھر سجدہ کر کے دیر تک ڈنڈوت کی اور عرض کیا کہا "بندی تیری بلا ساری جاتی ہے۔"

اس وقت ہزاروں طائر اڑے اور گرد ملکہ کے پھرنے لگے گویا صدقے ہو کر کہتے تھے کہ اے بندی قدرت زہے نصیب تیرے جو اس سرکار میں اپنی مراد کو پہنچی یہ دن کسی کو کب نصیب ہوتا ہے برسوں اسی خیال میں انسان روتا ہے دعا مانگتے مانگتے عمر بسر ہوتی ہے زبان گھستی ہے اور مراد پوری نہیں ہوتی ہے۔ پریاں اڑ کر ملکہ کے پاس آئیں اور مبارکباد دینے لگیں۔ گھنٹے اور ناقوس بجنے لگے اور اس پری پوش نے پر پرواز وا کر کے سناٹا بھرا اسیر طرف صحرائے عجائبات فرمائی ہوئی روانہ ہوئی اب جو کوئی بلا اس کو ملے وہ آ کر گرد اس کے پھری اور بلائیں لے کر غائب ہو گئی۔ ہر ایک غول اور دیو صحرائی نے سامنے آ کر عرض کی کہ اگر تو میرے کاندھے کو تخت آرام اپنا سمجھے اور سوار ہو کر چلے تو میں اطاعت میں حاضر ہوں دم بھر میں تجھ کو پہنچا دوں۔ ملکہ ہر ایک کو اپنا درشن دکھائی کسی سے جواب کچھ نہ دیتی چلی آتی تھی۔ اب نہ کنوئیں میں کسی نے ڈھکیلا نہ کسی جانور نے گوشت بدن کا نوچا درخت ہی نہ راہ کی صعوبت اٹھائی۔

محنت سفر در پیش نہ آئی کچھ ہی دیر میں یہ اس صحرائے عجائبات سے باہر آئی اور سجدہ شکر بدرگاہ قاضی الحاجات ادا کر کے آگے بڑھی یہاں تک کہ آ کر اپنے قلعہ ہفت رنگ میں پہنچی اور آسودہ ہوئی۔ یہاں بھی کئی روز تک غم عمرو سے اس کی نفرت رہی جب تین روز متواتر یہ نہائی اور وہ خاک اپنی پیشانی کی چھڑائی۔

تب خیال شہزادہ ایرج آیا حضرت عشق بھی کیا زبردست ساحر ہیں کہ ان کے افسوں

کے موجود سحر سامری ایک ادنیٰ شعبدہ ہے جمشید کی روح کو بھٹکا کر انھوں نے صحرا بہ صحرا پھرایا ہے۔

عشق دوزخ کے دھوئیں دم میں اڑا دیتا ہے
برق وش خرمن ہستی کو جلا دیتا ہے
خاک میں عالم و آدم کو ملا دیتا ہے
ہے جہنم تو فقط ایک شرارہ اس کا
آب حیوان سے بھی جیتا نہیں مارا اس کا

جب یار شہزادہ مذکور نے بے قرار کیا خیال میں آیا کہ بغیر عمرو بن امیہ کے یہ عقدہ مانی تخیل حل نہ ہو گا بس کمر ہمت مضبوط باندھی کہ چل کر پل پر یزدان تو ٹوٹے۔
اس وقت خیال میں آیا کہ اتنے بڑے امرا ہم پر تو نے قدم مارا ہے اس کی اطلاع اپنے پدر عالی مقدار سے بھی کرنا روا ہے۔ پس یہ سوچ کر اس نے ایک عریضہ اپنے باپ کو بھیجا کہ اے پدر والا قدر یہ کنیز ہر چند کہ بغیر اجازت جناب کے لڑنے گئی تھی خطا وار ہوں۔ مگر اب امید وار ہوں کہ میری خطا سے چشم پوشی فرما کر اپنے سامنے مطلب فرمایئے کہ مجھ کو کچھ عرض کرنا ہے۔ یہ عرض ایک کنیز کو دی کہ وہ بادشاہ کی خدمت میں لے گئی۔"
شاہ قلعہ کبیہ میں ملکہ حاجے ظلماں پوش کے پاس سے آیا تھا کہ کنیز نے جا کر عرضی ملکہ کی پہنچائی۔ بادشاہ نے مضمون عرضی سے مطلع ہو کر دستخط فرمایا کہ اچھا اے فرزند آؤ۔ جب جواب عرضی ملکہ کو ملا یہ لباس فرمانروائی سے آراستہ ہو کر تخت سحر پر بیٹھ کر سامنے بادشاہ کے آئی اور عرض رسا ہوئی کہ اے والد ماجد یہ کنیز اس طرح پہلے سے بہر رسائی عمرو گئی اور اس کو چھوڑایا لیکن مجھ کو شاہ جادوان نے زندان خانہ میں اپنے ظلمات کے قید کیا۔ برق فرنگی نے جا کر مجھ کو چھوڑایا۔ اب میں نے قسم کھائی

ہے کہ اس کے بدلے میں پل پر چڑھوں تو توڑوں اور دہانۂ خون رواں خشک کر دوں۔

کوکب نے کہا یہ امر مشکل ہے پل پر چڑھان بزرگان افراسیاب نے بنایا ہے اس کا باطل ہونا دشوار ہے۔

بہار نے کہا آپ کے اقبال سے اور سامری کے افضال سے آپ ملاحظہ فرمائیے گا کہ بیان حرف غلط اس کو یہ کنیز آپ کی مٹا دے گی اور ساکنوں کو وہاں کے گور میں سلائے گی۔

کوکب نے کہا کہ چہرہ بھی تیرا بہت رعب دار مجھ کو نظر آتا ہے سامری کی سرکار سے شاید کوئی تحفہ تجھ کو نیا ملا ہے تیری روشن ضمیری خبر دیتی ہے کہ تو گنبد سامری پر گئی تھی۔"

بہار یہ سن کر ہنس پڑی۔

کوکب نے کہا اچھا اگر تو تحفہ گنبد سامری لے آئی ہے اور ارادہ رکھتی ہے کہ ساحروں پیشین جو بزرگان افراسیاب سے تھے ان کے نام ہی کو مٹا دے اور اپنا نام روشن کرے ان ساحروں سے معرکہ جیتے گوئے سبقت لے جائے تو بہت انسب ہے دیر نہ کر یہ بھی افسانہ ہو جائے گا کہ دختر کوکب نے اتنا بڑا معرکہ مارا اور باوجود زندہ ہونے شعلہ جاوداں کے اس کے باپ دادا کی بنائی ہوئی چیز کو آن واحد میں مٹا دیا۔ دختر تیری ہمت اور اولو العزمی پر جان پدر قربان اگر تو ایسی نہ ہوتی تو میں کاہے کو اپنی روح و جان تجھ کو سمجھتا اور ملک و مال تیرے سپرد کرتا۔ مگر شعلہ جاوداں اس غضب کی لڑائی لڑے گا کہ اس سے سامری ہی بچائیں تو جان بچے۔ پھر میں تجھ کو ایک سحر تعلیم کرتا ہوں اس کے پورا کرنے سے تجھ کو یہ طاقت ہو گی کہ بارہ ہزار پتلا روئیں تن ماش کے آٹے کا تو بنا لے گی اور وہ پتلے نہ کسی کے مارے مریں گے نہ کاٹے کٹیں گے۔ پس وہ شعلہ جاوداں سے اور اس کی فوج سے لڑنے کو کافی ہوں گے اور فوج بخطمان طلسم جو لڑنے کو تو نے بھیجی ہے اس کا بھی لٹوانا اچھا نہیں ہے اس کو ابھی روک دینا چاہیے۔

ملکہ نے عرض کیا پھر وہ سحر مجھ کو تعلیم فرمائیے۔

کوکب اس کو علیحدہ ایک حجرہ میں لے گیا اور ایک سحر اس کی تعلیم فرمایا۔ پھر ہنستا ہوا باہر آیا۔

ملکہ وہ سحر سیکھ کر وہاں سے رخصت ہوئی اور اپنے ملک میں آئی۔ ایک نامہ آتے ہی بنام بخلمان طلسم لکھا کہ اگر تجھ کو عمر لڑنے کا زبانی برق پہنچا ہو تو اس عمر کو بھی بیچ جانا مگر مصلحت اس وقت میں سوچی گئی ہے کہ تا حکم ثانی ہمارے خبردار قصد جنگ نہ کرنا بلکہ کوچ کر کے جہاں کہیں کہ مقیم تھے اس جگہ سے بھی ہٹ کر اپنے طلسم کی سرحد کی طرف آ کر اترنا کہ ہم آ کر تم کو اپنے ساتھ لے چلیں گے۔

یہ نامہ طائر سحر کو دیا کہ وہ لے کر بہت جلد لشکر بخلمان میں جو لڑنے چلے تھے اور ملکہ کا انتظار قریب لشکر مہرخ پہنچ کر رہے تھے لایا اور افسروں بادشاہوں کو نامہ پہنچایا۔ وہ مضمون نامہ سے مطلع ہو کر حسب الارشاد ملکہ کوچ کر کے سرحد طلسم کی طرف گئے اور ایک صحرائے وسیع و پاکیزہ و سبزہ زار دیکھ کر فروکش ہوئے۔ ادھر ملکہ بہار نے دوسرا نامہ لکھا۔ ملکہ مہرخ و بہار کو لکھا مضمون یہ تھا کہ اے حاکمان لشکر جانب دار عمرو میں نے سنا ہے کہ آج کل تم نے وہ معرکہ مارا ہے کہ سامری بھی ایسے معرکہ کو فتح نہ کر سکتے۔ مرحبا مرحبا لیکن میری طرف سے اطمینان رکھو اور میں بخوبی اپنے ملک میں باآرام تمام پہنچ گئی ہوں۔ اگر خدا تعالیٰ نے جو ارادہ کہ برق سے بیان کیا ہے اسکی تدبیر کر کے آئی ہوں پس باطمینان تمام تم لوگ ساکن رہنا اور خواجہ عمرو سے بعد سلام کہہ دینا آپ کو فلاں مقام طلسم ہوشربا میں جانا چاہیے کہ وہاں میں آئی ہوں مجھ سے ملاقات ہو گی اور میں کچھ مشورہ کروں گی۔ یہ نامہ محبت شمامہ بھی ایک چیلا سحر کا لے کر روانہ ہوا اور بارگاہ مہرخ میں پہنچ کر نامہ دیا۔

یہ نامہ جب پڑھا گیا نہایت خوش نودی ہوئی اور خواجہ عمرو جو بالادوی کو گئے تھے کہ یہ کبھی بارگاہ میں کبھی لشکر حریف میں آمد و رفت رکھتے تھے۔ الحاصل جو پھر کر آئے

تو مرغ نے وہ نامہ دکھلایا۔ عمرو مضمون نامہ سے آگاہ ہو کر حسب نشان دہی ملکہ مذکورہ اسی طرح کہ جس طرح بیٹھا تھا اٹھ کر اس سمت چل نکلا۔

ادھر بہاران نے ملکہ مجلس وغیرہ اور عمران و اختر بنت سیلان جو عزیز دار ان کوکب سے ہیں بلوا کر اپنے ارادے سے مطلع کر کے فرمایا کہ "میرے عقب میں تم بھی باقیماندہ فوجیں طلسم سے لے کر آنا اور میں طلسم ہوشربا میں ایک پہاڑ ہے کو اس کو کوہ زمرد جدنگار کہتے ہیں اوس کوہ کے متصل چار پہاڑیاں ہیں ان پہاڑیوں میں صحرائے سبزہ زار ہے چشمے جاری ہیں۔ ہر طرف وزاں باد بہاری سے میوہ ہر قسم کے درختوں میں لگے ہیں شجر سب پھولے پھلے ہیں الحاصل وہ مقام جائے عیش و آرام ہے۔ پس وہاں جا کر سحر تیار کروں گی اور چند روز کے بعد آؤں گی۔"

یہ سب افہام و تفہیم کر کے دو گولے فولادی ہاتھ میں لیے اور بال اپنے بکھیر کر رخ انور پر پریشان کر دیے اور سناٹا بھر کر اڑی اور بالائے ہوا جا کر غائب ہو گئی۔ کچھ ہی دیر میں کوہ زمرد طلسم ہوشربا کے قریب پہنچ کر ظاہر ہوئی۔ یہاں عمرو بن امیہ آ چکا تھا اور ساحر بنا ہوا ہر طرف ملکہ کو ڈھونڈ رہا تھا کہ یکایک ایک بجلی سی چمک کر غائب ہوئی۔ اب جو دیکھا تو ایک درہ میں کوہ کے بہاران شمشیر زن اس ہیئت سے استادہ ہے کہ بال سر پریشان آنکھیں سرخ منہ پر بھبوت ملا ہوا فولادی گولے ہاتھ میں لیے ہے۔ یہ دیکھ کر یہ قریب تر آیا اور کہا "اے ملکہ فرمائیے کہ آپ نے کیوں مجھ کو طلب فرمایا ہے۔"

بہاران نے عمرو کو پہچان کر کہا "خواجہ میں اس پہاڑ کے درے میں جاتی ہوں۔ اور سحر تیار کروں گی اوبس کہ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ فوج لے کر تمہارے ساتھ چلوں گی اور افراسیاب سے لڑوں گی بس اس وعدہ کا ایفا ضرور ہے اب تک تو میں جس طرح شاہان روئے زمین باہم مقابلے کرتے ہیں اس طرح لڑی تھیں یونہی جب سامنا افراسیاب کا ہو گیا تو ہاتھ پاؤں ہلانا پڑے مگر اب لشکر کشی تو میں نے کی لیکن پھر

بھی مقابل شاہ جادواں اپنے تئیں نہیں پاتی۔ اس وجہ سے چاہتی ہوں کہ اگر لڑنے نکلوں تو کچھ لڑائی سنبھلے اور کچھ تو زک شاہ طلسم ہوشربا کو پہنچے۔ اے عمرو افراسیاب ابھی مریخ سے بھی نہیں لڑا ہے یہ لڑائیاں اس نے فقط دھمکانے کی راہ سے لڑی ہیں ورنہ افراسیاب کا غصہ خدا کی پناہ ہاں ایک دن وہ لڑنے نکلا تھا اور فوج طلسمی کو بلایا تھا مگر اس وقت صنعت وزیرہ اس کی آ کر اس کو پھیر لے گئی ورنہ اسی دن ساری تمکن طلسم کی الٹ پلٹ ہو جاتی اور حیرت بھی مثل ایک جادوگرنی کے ہے جیسے بہار وغیرہ ہیں صرف اتنی عظمت اس کی ہے کہ زوجہ بادشاہ طلسم ہے ورنہ وہ بھی اب تک قتل ہو جاتی بس اس کا لٹنا اور شکست کھانا اس امر پر دلیل نہیں ہے کہ فوج افراسیاب یا افراسیاب کو شکست ہوئی ہے۔ اے توبہ افراسیاب اکیلا دو طلسمیں کی فوج پر بھاری ہے جس دن وہ لڑے گا آپ تماشا دیکھیے گا کیا آفت برپا کرے گا ابھی تو وہ لڑائی میں آ جایا کرتا ہے اور ایک آدھ سحر ہلکا سا کر کے مغلوب حریف کو کر دیتا ہے۔ مطلب اس بیان سے یہ ہے کہ یہ سحر جو میں تیار کر لوں گی تو انشاء اللہ پہلے پرچوان توڑوں گی ور فوج افراسیاب کو بھی مغلوب کروں گی۔ اس وقت البتہ اس طرح لڑوں گی کہ جیسے شاہان طلسم مقابل ہو کر لڑتے ہیں۔ پس آپ کو چاہیے کہ میں تو اندر درہ کوہ کے جا کر مصروف سحر ہوتی ہوں تم میری حفاظت اس مقام پر کرو اور کسی کو مجھ تک پہنچنے نہ دو' تاکہ سحر میرا جلدی سے پورا ہو جائے اور اگر کوئی دراز انداز رخنہ روانی کرے گا تو چلہ میرا ٹوٹے گا اور پھر نئے سرے سے مجھ کو محنت کرنا ہو گی۔"

خواجہ نے کہا میں بدل و جان اے ملکہ حاضر ہوں انشاء اللہ حتی الامکان ایسا انتظام کروں گا کہ کسی کو نہ آنے دوں گا جو کوئی مخالفوں میں سے اس درہ میں قدم رکھے گا جانب جہنم بھیجوں گا۔ آپ شوق سے اپنے کام میں جا کر مصروف ہو جائیے۔"

ملکہ یہ سن کر اندر درہ کے گئی اور ایک مقام پاکیزہ کو دیکھ کر جگہ کو اپنے ہاتھ سے

صاف پاک کر کے اگیاری اور سامنے انگار کے بیٹھ کر مصروف سحر خوانی ہوئی اور باہر عمرو نے ایک منڈھی لکڑیوں کی جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر درست کی اور صورت فقیروں کی ایسی بنا کر دھونی رما کر سکونت اختیار کی۔

اب ملکہ حیران کو تو مصروف سحر خوانی رہنے دیجیے اور لشکر ملکہ مذکور کو انتظار میں ملکہ کے چھوڑیے چالاک کو جنگل میں پھرتے دیکھئے اور صرصر وغیرہ کو اپنے مقام پر باآرام رہنے دیجیے۔

افراسیاب کو رنجیدہ و دل کبیدہ لڑائی حیران سے افراسیاب اور صرصر سے مقابلہ اور چالاک کی چالاکیاں اور گاہے امیر اور لقا سے مقابلہ بیان کیا جاتا ہے۔

اٹھا پھر جام سے ساقی خدا را
کھلے کچھ ناز دل مجھ پہ سبو کا
چلا ہم کو ذرا احسان کر کے
بڑی حسرت سے تکتا ہوں سوئے جام
وفور شوق یہ کہتا ہے ساقی
کہ نئی خم میں نہ رکھنا کچھ بھی ساقی
لب تشنہ کو تر کر جام بھر کے
گلا بھی دیر سے ہے اپنا سوکھا
تنک ذوقی ہوئی ہے خشک ہے کام
ابلتا ہے ہمارے دل کا پھر جوش
مزا بھی مے کا کچھ ہے پھیکا پھیکا
سخن لاؤں زبان پہ اپنی میں نئو
لڑیں باہم لقا و اہل اسلام
کہ ہو بسیم سخن ایں قصہ نایاب
بہت عرصہ ہوا مشتاق سے ہیں
چھلک پھر جام کی دیکھیں یہ آنکھیں

وفور شوق سے رہتے ہیں بیہوش
پلانا دو چار جام اور گرم ہو مغز
امنگوں پہ ہو پھر جوش جوانی
سناؤں سب کو اک نادر کہانی
جو بد ہیں ان کا پھر بد ہی ہو انجام
پلا ساقی بادہ جام کی تاب

حیرت پرداز آئینہ خیال و نیرنگ بازان صورت حال نقاشان نقوش بوقلموں و مصوران تصاویر مضمون آئینہ دامان پیکر و تقریب داستان و صورت نمایان معشوقہ ہوش ربائی بیان رنگ طرازی خامہ جادو نگار طلسم تحریر میں اس طرح دکھلاتے ہیں اور افسون پردازی تقریر معرکہ بیان میں یوں بمنصہ شہود لاتے ہیں کہ بیران عالیشان تو سحر کو زیر جد کے در میں طیار فرمائی ہیں اور سب اپنے اپنے مقام پر ہیں لیکن لقا مشرک خدا جو ہاتھ سے قاسم ذیشان کے شکست کھا کر داخل قلعہ عقیق کو ہوا تھا اس روز داغ بالائے داغ دیتے ہیں۔

ایک دن اس طرح مجھ کو مار ڈالیں گے اس کو رنجیدہ دیکھ کر سلیمان عنبریں موے کوہی نے جو قلعہ کوہستان کے فتح ہونے سے باقی ہیں اور قبضہ مسلمانان میں نہیں آئے ان کے حاکموں کو نامے تحریر کیے اور یہ بھی لکھا کہ بہت جلد خدمت خداوند میں اپنے تئیں پہنچاؤ ورنہ خداوند ناراض ہو کر یہاں سے چلے جائیں گے دیدار بھی ان کا دیکھنا نصیب نہ ہو گا سب ہاتھ مل مل کے پچھتاؤ گے اور علاوہ نامہ جات کوہستان لکھنے کے افراسیاب کو بھی عرضی تحریر کی۔

اے بادشاہ ذیجاہ آپ نے کہر سنگ کو بھیجا تھا وہ بھی یہاں خداوند پر سے نثار ہو گئے۔ اب کسی ساحر زبردست کو بھیجنا چاہیے کہ وہ آ کر خداوند کی مدد کرے۔

یہ نامہ حسب معمول پہاڑ پر رکھوا دیا پنجہ نامہ لے کر افراسیاب پاس آیا وہ شکست کھا کر عیاری عمرو سے پریشان خاطر باغ سیب میں آیا تھا کہ پنجے نے لا کر نامہ دیا۔ وا کر کے پڑھا مضمون نامہ سے آگاہ ہو کر دستک سحر کی دی فوراً زمین سے ایک ساحرہ

ادھیڑ پیدا ہوئی کہ بال سر کے کچھ سفید اور کچھ کالے تھے ہاتھوں میں سرنین موتیوں کی بندھیں گلے میں مالے پڑے تھے اس نے سلام کیا۔

شلو نے یہ کلام کیا کہ اے سفاک جادو ہم نے تمہاری دختر کو پاس خدائے باختر کے بھیجا تھا مگر سنگ جادو گیا بھی لڑ کر مارا بھی گیا مگر وہ ابھی تک وہاں نہ پہنچی واضح ہو کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سفکا کی دختر ملکہ زیور جادو سے شلو نے حکم دیا تھا کہ جا کر خدائے باختر کی مدد کرو "غرض کہ اس وقت سفاک جادو سے جو کہا کہ بچی تمہاری کیوں نہ گئی یہ اپنی بچی کو چاہتی بہت ہے اس کو وہم دامن گیر ہوا کہ وہاں خداوند کے پاس جو جاتا ہے مارا جاتا ہے۔ ایسا نہ ہو دختر میری مار ڈالی جائے۔ بس اس نے بدحواس ہو کر کہا کہ

"اے شہنشلو کیا لونڈی اس خدمت کے لائق نہ تھی کہ جو حضور نے ملکہ یور کو ایسے مقام پر بھیجا کہ وہی جا کر سب کو غارت کر دے گی۔"

شلو نے کہا "جو مناسب سمجھا وہ کیا گیا۔" سفاک یہ سن کر خاموش ہو گئی اور کہا "حضور کیا جو کچھ کیا وہ بھی لونڈی آپ کی ہے میں بھی مگر اتنا تھا کہ وہ بچی تھی میں اس سے مجبور تھی اب لونڈی امید وار اس امر کی ہے کہ میں خط اس کے نام کا آپ کے پاس بھیجوں گی آپ اس کے پاس بھیجا دیجئے گا بڑا احسان اور افراوان عنایت ہو گی۔

افراسیاب نے کہا ہو سکتا ہے مضائقہ نہیں مگر تم ایک کام کرنا کہ نیلم جادو کے پاس کوہ نیلم پر وہ خط بھیجنا وہاں سے وہ مقام نزدیک ہے ہم اس سے حکم کر دیں گے وہ تمہارے خط کو زیور پاس ضرور بھیج دے گا اور جواب منگوا دے گا اور علاوہ اس کے مرنے ناٹے روز آیا جایا کرتے ہیں تمہیں تو خبرتی روز مرہ ملا کرے گی یہ کہہ کر کہا اگر زیور نہ گئی ہو تو اس کے قلعہ میں تم جاؤ اور تاکید کر کے اس کو بھیج دو۔"

سفاک یہ سن کر رخصت ہوئی۔

اس وقت بادشلو نے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا میں کیا کہوں جو کچھ اس اسد کے

ہاتھ سے مجھ کو زک پہنچی ہے اور صدمہ گزرتا ہے۔ اب یہ جی چاہتا ہے کہ کتاب جمشیدی سے حکم لے کر اس کو قتل کر ڈالوں سب نے تائید کلام کی کہ حضور ہاں مناسب تو ہے اگر کتاب میں نکلے تو جھگڑا الگ ہی کیجئے طلسم کشا مارا گیا اور سب کے چھکے چھوٹ گئے پھر کسی سے کچھ بھی نہ ہو سکے گا عمرو وغیرہ سب بھاگ جائیں گے افراسیاب ان کی باتوں سے ہنس کر خاموش ہو گیا اور اگرچہ دل اس کا رنجیدہ تھا تو بہت دیر یہاں نہ ٹھہرا سوار ہو کر ظلمات کی طرف چلا گیا کہ جا کر دیکھوں زنعہ اتحاف پر کیا آفت آئی۔

غرض یہ تو ادھر گیا اور ادھر ملکہ سفاک نے جا کر زیور جادو کو مطلع فرمایا کہ اے فرزند تم کہا کرتی تھیں کہ گویا ہم نے سحر کس دن کے لیے سیکھا لڑتا تو کسی سے ملتا ہی نہیں لو اب جاؤ خداوند لقا کی مدد کرو اور مسلمانوں سے لڑو۔" اس نے کہا ای جان مجھ سے پہلے ہی بادشاہ نے فرمایا تھا میری طبیعت کچھ ناساز ہو گئی تھی اس وجہ سے نہ گئی اب جاتی ہوں۔"

غرض ماں بیٹیاں دونوں خوب گلے سے ملیں اور زیور نے حکم تیاری اپنی فوج کو دیا بارہ ہزار ساحر اور جادوگرنیاں سواری ہائے سحر پر سوار ہو کر اسباب ساتھ ہمراہ لے کر بڑی چمک دمک سے روانہ ہو گئیں۔

ڈمرو بجا ناقوس پھونکا گوگل جلا اژدر مان پر تخت زیور کا کسا گیا یہ بھی پوشاک نفیس پہنے زیور سے آراستہ ہو کر تخت پر سوار ہوئی۔ جلو میں فوج ساحران نابکار ہوئی روئے ہوا پر غلغلہ بپا ہوا آسمان کو چکر آیا خورشید فلک گھبرایا۔

رکھا سر پہ تاج شہی زرنگار
چڑھی تخت پر وہ زن نابکار
چھپایا بہ مقنع گوہرین
بصد فخر وہ روئے شامت گزین

ز سرتا قدم ہو کے آہن لباس
لقا کی چلی سمت وہ بدحواس

غرض یہ ساحرہ نخوت شناس تو لقا کے پاس آئی ہے مگر لقا باغ جنا میں تخت پر رنجیدہ خاطر بیٹھا تھا کہ یکایک جوڑی ہلکارے کی سامنے مجرا گاہ پر آ کر آداب بجا لائی اور دعا دے کر یہ خبر زبان پر لائی کہ یا خداوند اژدر کوہی مالک قلعہ اژدریہ آپ کی اعانت کرنے کے ارادے پر قریب تر پہنچ چکا ہے۔ یقین ہے کہ داخل قلعہ ہے۔" اس خبر سن کر لقا نے حکم دیا کہ شیطان ورگلو جا کر بعزت تمامتر اس کو لائے۔

بختیارک بلانے روانہ ہوا اور وہ قریب قلعہ پہنچ چکا تھا کہ یہ اس سے ملا باہم رسم سلام ادا کیا اژدر بھی گینڈے پر سے اترا اور اس سے باتیں کرتا ہوا ساتھ ہوا سب افسران لشکر پاپیادہ ہوئے باقی لشکر کو حکم دیا کہ یہاں لشکر خداوند اترتا ہے ابھی اندر قلعہ کے فوج کی چھاؤنی ہے اور زیر قلعہ بھی فوج اتری ہے تم اسی جگہ اترو۔ فوج اس کے کہنے پر اترنے لگی۔ خیمہ و بارگاہ نصب ہوئے لشکر تو اتر کر آسودہ ہونے لگا اور اژدر اندر قلعہ کے آیا اور باغ جنا میں آ کر سامنے خداوند کے پہنچا۔ سب نے دیکھا کہ یہ پہلوان آفت زمانہ ہے بڑا زبردست ہے نہایت چالاک و چست ہے بانخوت و متکبر و خود بین ہے۔ بہت مغرور پر تمکین ہے۔ غرض اس نے آ کر خداوند کو سجدہ کیا اور نذر دی ڈالی زریں خداوند نے عنایت فرمایا اور خلعت دیا کہ یہ بیٹھا ساقی کا اشارہ ہوا کہ اس نے جام شراب ارغوانی کا دیا اور جب دو چار جام اس نے پئے دماغ بادہ ناب سے گرم ہوا۔ پکارا کہ واہ واہ لقا کی پناہ اب تو لوگوں نے کیا نامردی پر کمر باندھی ہے کہ گھر سے تو آتے ہیں اس ارادے سے کہ چل کر خداوند باختر کی مدد کریں گے اور جب یہاں آ کر پہنچتے ہیں تو فوراً مسلمان ہو جاتے ہیں پس لڑنے کاہے کو آتے ہیں کیا گھر سے مسلمان ہونے کو چلے ہیں پھر گنوار نے بلا تو گھر میں مسلمان ہو جایا کرو تم کو منع کون کرتا ہے اور ایسی تو حرکتیں کرتے ہیں اور پھر یہ سمجھتے ہیں کہ مجھ سے زیادہ

کوئی بہادر نہیں ہے۔ پردہ دنیا پر خداوند لقا نے ہمیں کو سردار پیدا کیا ہے یہ طرفہ ماجرا ہے کہ بایں نامردی اپنے تئیں ایسا سمجھا بختیارک نے یہ باتیں سن کر کہا "اے بہادر دوران بڑا بول نہ بولو ہم کو تو اس وقت تمہاری ان باتوں سے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ کہیں تم بھی مسلمان نہ ہو جاؤ۔" اژدر کوہی نے کہا "ملک جی تم کو ایسا کلمہ نہ کہنا چاہیے لاحول ولا قوۃ ہم ایسے نامرد نہیں ہیں کہ اپنے خداوند کو بھول جائیں۔"

بختیارک نے کہا "ان لوگوں میں کب کوئی نامرد تھا جو تم ان کو نامرد بتاتے ہو۔"

اژدر کوہی نے کہا کہ "مجھ کو اس تقریر سے کچھ مطلب نہیں اب تم میرے نام پر طبل جنگ بجاؤ آپ ہی فرق مرد نامرد کا کھل جائے گا۔

بختیارک نے کہا "ابھی تو تشریف لائے ہیں ذرا زیارت خداوند کی کر لیجیے ہم لوگوں سے مل لیجیے پھر آخر یا تو مرد آپ ہوں گے تو مارے جائیں گے اگر نامرد ہوں گے تو وہی طریقہ کریں گے جس کو آپ بڑی دیر سے فرما رہے ہیں۔" یہ خاموش ہو رہا اور لقا نے حکم دیا کہ لشکر ہمارا آج پہر دن قلعہ نکلے بموجب حکم افسران لشکر لشکر کو کہ زیر قلعہ اترا ہوا تھا۔ لے کر پڑاؤ پڑنے کے مقام پر آئے۔ "پھر ازسر نو تیاری تمام لشکر کے اترنے کی ہوئی۔ خیمے و سرا پردے نصب ہوئے بازاریں آراستہ ہو گئیں بارگاہ لقا بیچ لشکر میں نصب ہو کر پیراستہ ہوئی ہر طرف کھما کھم شروع ہوئی تحری کا بازار کھل گیا۔ لقا بھی باغ چمنا سے آ کر داخل لشکر ہوا اور دربار گاہ میں سب کا ڈیرہ کیا۔

اژدر کوہی اپنی بارگاہ میں آرام پذیر ہوا۔ اس قدر رات اور دوسرا دن اسی راحت عیش میں بسر کی جب دوسرے دن مار سیاہ شب نے من کی طرح روز روشن کو نگلا اور اژدر شب نے عالم کا محاصرہ کیا۔

سبکدوشی ہوئی حاصل زمین کو
چھپایا مہر نے عکس جبیں کو
مزاج شام گستاخی پہ آیا
زمین کے پہلوؤں کو گدگدایا

سر شام اژدر نے بارگاہ لقا میں آ کر حکم دیا کہ بجے طبل جنگ لقا نے بھی اشارہ کیا کہ بہتر ہے بس بموجب ارشاد خداوند طبل جمشیدی پہ چوٹ پڑی۔ صدائے شرو فساد بلند ہوئی نقیبان نخیری بلکارے جو بشکل مبدل اس لشکر میں حاضر تھے۔ وہ خبر دریافت کر کے خدمت والا ہمت امیر کشور گیر اور بادشاہ اسلام با توقیر کے آئے اور بعد ادائے آداب و تسلیم اس طرح گہر ریزی مدح وثنائے بادشاہی میں کرنے لگے۔

رہے ہمیشہ تری تیغ کار گر جاہ
تجلی اشہدان لاالہ الا اللہ
فلک پہ سبعہ سیارہ تاقیام جہاں
پھرا کریں تری مرضی شریف کے ہمراہ
ترا چراغ رہے تجھ سے اس طرح روشن
کہ جیسے پر تو خورشید سے ہو روشن ماہ
گدا در سے ترے بہرہ ور ہوں اہل زمن
رہے رکوع میں تاقیامت سپہر و مہ

اے شہریار والا تبار اژدر کوہی نام ایک سردار کوہستان سے بہر امداد لقا بے گمراہ آیا ہے لقا نے قلعہ سے نکل کر بمقابلہ بندگان درگاہ خیمہ و بارگاہ آراستہ کر کے طبل جنگ بجوایا ہے کل معرکہ عناد و فساد کو تازہ کرے گا باقی خیریت ہے یہ کہہ کر جب ہرکارے کنارے ہوئے امیر کی جانب بادشاہ نے دیکھا۔ امیر مرضی بادشاہ کی معلوم کر کے حکم

فرما ہوئے کہ بیچے طبل ابوالفتح اصفہانی بجائے۔ عمرو اسی جگہ مقرر ہے اس نے نقار خانہ سلیمانی میں آ کر نذر لے کر بنام خواجہ جمع کرائی اور طبل سکندر پر سے غاشیہ اٹھوا کر دوالی دی۔ صدائے طبل چوشہ کوس گئی۔ دنیا میں ہیبت پھیلی دلاور آگاہ و خبردار ہوئے کہ کل معرکہ نبرد ہے دربار دربار سہ پہر سے بادشاہ نے برخاست فرمایا۔ ہر بہادر اپنے اپنے مقام پر آ کر آلات حرب و ضرب کی درستی کرنے لگے۔ رات بھر قصہ جنگ و جدال رہا۔ بہادر بشاش نامرد کو اضمحلال رہا۔ جوہر تیغ ہی کے افسانہ بہادر پڑھا کیے عروس شجاعت ہی پر مرتے۔ نامرد بھاگنے کا تذکرہ کیا ہے۔ بہادر قبضہ شمشیر چوم کر کہتے تھے کہ ہم سے گھات نہ کرنا۔ رخ دم جنگ نہ پھیر نامرگ عدو کو چار طرف سے گھیرنا زبان شمشیر سے اس قول پر زبان دی تھی کہ اے شجاعت کے دھنی میرا اور تیرا ساتھ ہے دامن تیغ ہے اور تیرا ہاتھ ہے غرض کہ تیر زہر آبدار کیے گئے کمانیں جو خالہ کر گئی تھیں وہ سینک کر درست ہوئیں گھوڑوں کی رکابیں تسمہ درست ہوئے۔ نقیب نقابت کیا کیے چار پہر یہی شورش رہی اور ہنگامہ طرفین میں رہا۔ جب وقت آیا کہ داغ سینہ فلک جسم دہر پر چمکتا ہوا نظر آیا اور شب صورت یاد فراموش نظر عالم سے غائب ہوئی۔

بشکل روئے جاناں حسن آمیز
پھر اٹھا عکس زلف شب تمثیل سے
کہ جب ظاہر ہوئی صبح طرب خیز
گھٹا کچھ نور شعلوں کی جبیں سے

صبح کو جب دستور لشکر خیل خیال اور ذیل میدان جنگ کی جانب روانہ ہوئے سردار بڑے ادائے فریضہ نماز سحر مسجد کے پاس میں آئے۔ امیر کے ساتھ نماز پڑھ کر سلام علیک کر کے در دولت آسمان جلوہ گل سبحانی پر جا کر جمع ہوئے۔ صاحبقراں دوماں وظیفہ پڑھتے

لگے دعا درگاہ کبریا میں کرنے لگے کہ یکایک ابوالفتح اصفہانی نے آ کر بیت پہ آنکن کی۔ امیر نے حالات لشکر دریافت فرما کر صندوق اسلحہ طلب فرمایا اور تبرکات انبیا علیہم السلام جسم پر آراستہ فرمائے اور اشقر پر سوار ہو کر جلو خانہ بادشاہی ہی میں تشریف آواز نقارے کی سنائی دی۔ امیر مع سرداران کے مجرا گاہ پر جا کھڑے ہوئے اجرام نورانی ظاہر ہوا جھمکے طلائی نقرئی چمکتے ہوئے نکلے پھر فانوس ہائے مینا نثار اور طلا کار ظاہر ہوگئیں اور عود عنبر کے لوٹے لیے غلامان مہ طلعت نکل گئے۔ یکایک تخت شاہی برآمد ہوا کہاروں نے بڑھ کر کاندھا بدلوایا تمام سامان سب بھر گیا۔ بادشاہ جمجاہ برآمد ہوئے۔ مرد بے پکارے سلطان باکرم امیر محتشم نگاہ روبرو صاحبقران دوران کا مجرا قبول ہو بادشاہ نے نگاہ اٹھا کر دیکھا امیر نے مجرا کیا ہاتھ سے سینے پر بادشاہ نے رکھا۔ پھر تو اور سرداروں کا مجرا و سلام لیتے ہوئے سلطان والا تبار جانب لشکر حریف روانہ ہوئے دہل و نقارہ نوازش میں آئے کہ

نماں تھا نہ مقتنع جاں رہا
رخ آسماں جلوہ انجم تھا

زرہ کی وہ قطروں کی زیب بدن
قیامت دلیری کی تھی وہ پھبن

تہور سے تختے تھے سردار فوج
چلی فوج یوں جیسے دریا کی موج

پے عزت دیں یلی حق نیوش
ہوئی شکل مریخ سب سرخپوش

عمامے تھے فرق ہماوں پہ زرد
کہ تھے تاج سر مہر گیتی نورد

نہ مان ہر ایک کے وہ تازی فرس

ہے قتل کفار دل پر ہوس
بڑی عظمت سے اور بڑی شان سے
رواں جنگجو تھے بڑی آن سے

غرض اسی عظمت و شان و کروفر سے مقام جنگ پر پہنچ کر ٹھہرے تھے کہ ادھر سے لقا اپنے ہاتھیوں پر تخت کھنچوائے فوج کیہان و باختری ہمراہ لیے وارد میدان مصاف ہوا زمین لرز گئی تہلکہ پڑ گیا۔ آفت کا سامنا ہوا دریائے موج مارنے لگے۔ اول پیادوں نے نکل کر جھاڑی جھنڈی کاٹ کر میدان پاک و صاف کیا پھر سقوں نے آبپاشی کے گرد و غبار اور صف آراؤں نے میمنہ میسرہ قلب و جناح ساقہ کمینگاہ صفوں کو جمایا۔ امیر چالیس قدم سرداروں سے آگے بڑھ کر کھڑے ہوئے سر پر علم اژدہا پیکر کے چھتیسوں شقے کھل گئے۔ آوازوں میں سے صاحبقران یا صاحبقران کی بلند ہوئی۔ نقیب چاوش میدان میں للکارنے والوں کو پکارے کہاں اے بہادرو ذرہ نہ جانا خوف نہ کھانا قدم ہمت خوب جمانا یہ معرکہ کارزار ہے اس میں بہادروں کو کب ننگ و عار ہے غرض جنگ ولا کر نقیبوں کا ہٹنا تھا کہ اژدر کوہی جو اپنے کرگدن پر بصد کبر و غرور سوار پشت پر فوج کیہان نابکار لیے تھا گینڈے کو بڑھا کر سامنے قبل لقا کے آ کر اجازت خواہ ہوا کہ یا خداوند امیدوار ہوں کہ حکم حرب نسب اس بندے کے صادر فرمایئے۔

خداوند نے فرمایا کہ جلد جا اور کام ان بندگان خاطی کا تمام کر۔

اژدر اجازت پا کر بصد کروفر گینڈے کو دوڑا کر ننگ میدان میں پہنچا اور سلحشوری دکھلا کر جانب لشکر امیر باتوں قہر رخ کر کے نعرہ رعد آسا کیا کہ اے فرقۂ خدا پرستان و دیرستان تم میں سے جو کوئی کہ زبردست ہو آئے مقابلہ میں میرے یہ نعرہ سن کر قاہر کوہی نے مرکب اپنا صف لشکر سے جدا کیا اور سامنے تخت شاہی کے آ کر عرض رسا ہوا کہ یا ظل اللہ میدان میں جانے کی دیجئے۔

شاہ نے فرمایا "اے قاہرہ تم ہمارے مہمان عزیز ہو۔ لڑنے نہ جاؤ۔ آرام فرماؤ کوئی اور مقابلہ میں اس کافر کے جائے گا۔"

اس نے عرض کیا "غلام نوازی حضور کے ہاتھ ہے۔ اگر اجازت لڑنے کی نہ ملے گی۔ آبرو کیا خاک باقی رہے گی۔"

بادشاہ نے ناچار سپرد خدا کیا۔ اس بہادر نے مرکب کو زیر تنگ درست کیا تاکہ عرصہ زندگی حریف پر تنگ کرے اور جست کر کے خانہ زین میں در آیا۔ گھوڑا بصد شوکت اڑایا۔ جب سامنے اژدر کے پہنچا۔ اس نے تیبہ تکاور گینڈا اپنا اڑایا اور تکاور آ کر مارے کہ پانچ قدم پر گینڈا اس کا اور تین قدم پر مرکب اس بہادر کا پیچھے کو جا پڑا۔ دونوں نے رانوں میں مسل کر سامنا کیا اور نیزہ اٹھا کر اٹکل کر کے سینہ بے کینہ قاہر پر ضرب لگائی۔ اس بہادر نے نیزے کو نیزہ کی سنان پر لیا۔ برابر سے نیزہ بازی ہونے لگی کہ

ہوئے رو برو دونوں باہم دگر
دکھانے لگے اپنے اپنے ہنر
عنان و رعنان ہو کے باصد قرار
لگے کرنے پھر تن میں نیزے کے وار
بھڑکنے لگی آتش صفدری
ہوئے غرق جرات میں سب لشکری
ہنر آزما تھے وہ دو نیزہ ور
تماشے میں تھے گرم دونوں حشر
ڈپٹ وہ بلا کی وہ گھوڑوں کی شکست
دہلتے تھے نیزے لرزتا تھا دشت
دلیری تھی دونوں کی محتاج بیہ
کوئی خضر تھا کوئی ناامید

پکارا وہاں رزم سے کوئی داد
جری ہو تو ایسا زہے رزم خواہ
کہیں تھا سپاہ عجم میں یہ شور

کہ اے قاہر صفدر و چیرہ زور
سبھی ہیں دلیران دین کے دھرم
عجب وار ہے یہ خدا کی قسم

غرض بعد رد طعن سنان ایک مقام پہ قاہرہ نے بند باندھ کر نیزہ کو اسکے ہاتھ سے ہوائی کیا۔ بس اس نے جھلا کر تیغہ گراں بار پہ ہاتھ ڈالا اور تلوار کھینچ کر سر قاہرہ پہ تیغہ اوتارا۔ اس بہادر نے تلوار کی باڑھ کو پٹ کر کے کلائی پہ اس کے ہاتھ ڈال دیا۔ اس نے گریبان میں ہاتھ ڈالا۔ آخر دونوں پشت مرکب سے کودے اور سرگرم کشتی ہوئی۔ دو دیو سرگرم تکاپو تھے کہ کس کس بچاؤ اور کس کس گھات اور داؤں سے دونوں سر ٹکراتے تھے۔ دو ہرمن مست سرگرم تلاش تھے۔ آخر اژدہر قاہر کو ریل کر چھ سات قدم پہ لے گیا تھا کہ ایک بارابوالفتح عیار نے پکار کر کہا "اے قاہر ہر تم اب بارگاہ تک کیا یونہی چلے جاؤ گے لنگر کو قائم کرو۔ اس صدا کو سنا کر لے گیا۔ وہاں بھی اس نے لنگر مارا کہ پشت پا تک اندر زمین کے اتر گیا۔ مگر قاہر نے اللہ اکبر جگر سے کھینچ کر اس کے لنگر کو اکھیڑا اور سر سے اس کو بلند کر کے چرخ دیا چاہتا تھا کہ زمین پہ مارے ادھر سے امیر باتمیز نے پکار کر آواز دی کہ "اے قاہرہ اس کو زمین پہ اتار دے۔ بہادر جس کسی کو سر سے بلند کرتے ہیں خاک ذلت پہ اس کو نہیں ڈالتے ہیں۔"

قاہرہ نے فرمان قضا جریان صاحبقران دوران سن کر اس کو زمین پہ اتار دیا۔ ابوالفتح نے دوڑ کر حلقہ ہائے کمند میں اس کو گرفتار کر لیا اور کہا "اے اژدر کوہی جلادر دشاخن خداوند عالم و عالمیان چہ می گوئی اس نے جواب دیا "تمہیں نے معلوم کیا حقیقت میں دین

و آئین تمہارا بہت سچا ہے اور خداوند تمہارا برحق ہے۔ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ ابوالفتح نے اس کو کمند سے کھول دیا۔ وہ کلمہ پڑھ کر بہ مکر مسلمان ہوا۔ بختیارک نے جو یہ ماجرا دیکھا لقا سے کہا "یا خداوند آپ نے یہ کیسا اپنا نظر کردہ کیا تھا کہ یہ بندہ خاص بھی جا کر بندگان مغضوب سے مل گیا۔

اس لقوے نے کہا "بھلا ہمارے دل کا حال اور مشیت کا بھید کون جان سکتا ہے کہ ہم خوش کس بندے سے ہیں اور ناخوش کس سے ہیں مگر ہماری قدرت کا راز اگر کچھ پہچانا ہے تو تو پہچانا ہے کہ تو نے اول ہی کہہ دیا تھا کہ یہ مسلمان ہو جائے گا۔ بختیارک اس کلمہ کو سن کر پھول گیا اور عنصر کوہی کی جانب متوجہ ہو کر گویا ہوا اے عنصر اب تم سے بھی ہم کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ جس روز تم لڑو گے اس دن تم بھی ہم سے جدا ہو جائے گے۔" انھوں نے کہا "یہ کلام ملک جی بے ایمانوں کا ہے۔ ہم سے آپ یہ امید نہ رکھیے۔"

الحاصل اور کوئی تو لڑنے والا تھا نہیں کہ جس کے بھروسے پہ میدان داری ہوتی اور دوسرے کشتی لڑنے سے قاہرہ کے دن بھی تمام ہو چکا تھا اور وہ زمانہ قریب تھا کہ کشتی گیر دھر نے اژدر روز کو چت کیا تھا۔

نظر کی جانب مہر لب بام
اسے پایا قریب خواب آرام

لقا نے طبل بازگشت بجوا دیا اور لشکر لے کر پھرا۔ امیر بھی قاہرہ کو لے کے سر پر سے زر نثار کراتے پھرے۔ لشکریوں نے بستر پہ پہنچ کر کمر کھولی۔ آسودہ ہوئے۔ امیر داخل بارگاہ ہوئے۔ ادھر لقا بھی آ کر داخل بارگاہ نکبت پناہ ہوا۔ پہلوان اژدر کو دنگل قریب دنگل قاہرہ بادشاہ نے عنایت فرمایا "اے بہادر ہمارے یہاں کے آئین اور دستور ہیں کہ جو سردار جس کو زیر کرتا ہے مغلوب ہمیشہ اسی کے سرداروں میں شمار کیا جاتا

ہے اور اسی کے ماتحت بیٹھتا ہے۔ اب تم ہمیشہ قاہر کے ماتحت رہو گے۔"

اژدر نے کہا "میں بہر صورت ان کا اور آپ کا دونوں کا تابع ہوں۔ مجھ کو کچھ عذر نہیں۔" یہ کہہ کر قاہرہ کے پاس گیا۔ الحاصل بعد کچھ دیر کے دربار برخاست ہوا۔

قاہرہ اژدر کو لے کر اپنی بارگاہ میں آیا اور سب سردار بھی اپنی بارگاہ میں جا کر آرام پذیر ہوئے۔ ابوالفتح نے طلایہ کی گشت دینے کی چوکیاں قائم کیں۔ روشنیں شب کو اٹھنے لگیں۔ بازاریں بھر رات تک حکم ہوا کہ کھلی رہیں۔ امیر نے اژدر کے واسطے حسب دستور اپنے یہاں سے چند آدمی بہر خدمت اور ایک ایک بارگاہ مع غلہ اور فعلہ کے اور کچھ خوان کھانے کے بھجوائے اور قاہرہ نے سب طریقے اس کو سمجھائے کہ امیر ایسے باکرم آدمی ہیں۔ پھر آپ بھی خاطر سے پیش آیا۔ حکم دیا "کہ رقص و سرود کی محفل آراستہ ہوئے۔ پھر خاصہ طلب کر کے ساتھ اپنے کھانا کھلایا اور برابر اپنے پلنگ اس کا بچھوایا۔ دونوں آرام گزین ہوئے۔ باپہرہ دار پلنگ کے آ کر حاضر ہوئے۔ چار طرف اندر باہر سب پہرا ہو گیا۔ اس انتظام کو دیکھ کر اژدر گھبرایا اور مستفسر ہوا "اے بھائی قاہرہ کیا۔ بارگاہ کے اندر بھی پہرا رہتا ہے۔"

قاہرہ نے کہا "اندر باہر سب جگہ پہرا رہتا ہے۔ اس لیے کہ عیار وغیرہ آ کر گزند نہ پہنچائیں۔"

اژدر نے کہا "اندر بارگاہ کے تو پہرے کی کچھ ضرورت نہیں۔ یہاں کیا خوف ہے۔ مثل چلی آئی ہے کہ جا ذر وہاں اپنا گھر یہ بات عین نامردی کی ہے۔ بھلا یہ بھی مجال ہے کسی کی جو کسی کی کوئی گھر میں چلا آئے۔"

یہ کلام جو اس نافرجام نے کہنے تو قاہر کو بھی حرارت آ گئی اور بغصہ اس نے کہا "اگر مرضی آپ کی نہیں تو نہ سہی یہاں کیا اگر آپ فرمائیں تو ہم جنگل میں چل کر تنہا رہیں۔"

یہ کہہ کر حکم دیا "اندر باہر سب جگہ کے آج پہرے موقوف کرو۔ کچھ ضرور نہیں۔"

یہ کہہ کر سب کو نکال دیا۔ صرف چار خدمت گار رکھ لیے۔ جبکہ دوپہر رات آئی اور

تمام زمانہ سو گیا۔ بیدار وہی پاک پروردگار تھا۔ چوکیدار بولنے لگے۔ روندا اور گشت پھرنے لگی اور قاہر بھی سو گیا۔ چاروں خدمت گار بھی سوئے۔ اس وقت اژدر نے اپنے دل میں تصور کیا کہ جو ذلت نصیب میں تھی۔ وہ تو ہو چکی مگر اب اسی حریف کا تو کام تمام کر اور سر کاٹ لے اور یونہی لقا کے پاس نکلا ہوا چلا چل۔ یہ سوچ کر اٹھا تو سہی۔ مگر ہر بہادر کے اوپر وار کرنا اور بیک وقت جا پڑنا آسان نہیں ہے۔ اس وجہ سے یکایک اس کو جرات نہ ہوئی۔ جگروں کو اپنے مضبوط کر کے خوب خیال کر کے دیکھا تو قاہرہ کو بالکل غافل پایا۔ اسی وقت خنجر پکڑ اٹھا اور وار کرنے چلا۔ مگر بموجب مثل جس کو خدا رکھے۔ اسے کون چکھے۔ اس وقت ابوالفتح کو شب کو آپ بجائے عمرو ہر طرف نگرانی کرتا پھرتا تھا۔ بس بسبب جس طرف سے ہوتا اس طرف کو جو آیا تو اس کے دل میں خیال آیا کہ قاہرہ کو دیکھتے چلو۔ کیونکہ اژدر آج ایک نیا شخص اس کے ساتھ ہے۔ یہ سوچ کر اندر بارگاہ کے چلا۔ ہر ایک ملازم نے اس کو دیکھ کر کہا۔ "اے مخبر صاحب آج تو قاہر نے ہم سب کو نکال دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ خفا ہیں۔ یا کسی نے کچھ چغلی کھائی ہے۔ اگر ہم کو موقوف کر دینا چاہتے ہوں تو آپ سفارش کیجیے گا کہ ہمارا آدھ سیر آٹا برقرار رہے آپ کو دعا دیں گے۔"

یہ کلام ان کی زبان سے سن کر ابوالفتح اور بھی زیادہ متوحش ہوا اور اندر بارگاہ کے نہ گیا۔ قنات چاک کر کے اندر کا حال دیکھنے لگا۔ عجب ماجرا نظر آیا کہ قاہر کو ہی تو غافل سو رہا ہے اور اژدر خنجر کھینچ کر اسکی بالیں پر آیا ہے۔ سر اس کا کاٹنا چاہتا ہے۔ پس یہ دیکھ کر اس نے جلد دیوار گلو پر جا کر زور سے کھنکار کر اپنی آواز سنائی۔ اژدر جلدی سے خنجر میان میں کر کے اپنے پلنگ پر آ کر لیٹ رہا اور خراٹے لینے لگا۔ ابوالفتح اندر آیا اور قاہر کو اس نے جگایا۔ جب وہ جاگا کہا "مخبر صاحب کہاں تشریف لائے۔"

اس نے کہا "میں گشت کو آیا تھا۔ جی چاہا اندر بھی چلا آیا۔"

قاہرہ نے پاس اپنے بٹھا لیا۔ خاطر کرنے لگا ابوالفتح نے اس سے چپکے سے سب ماجرا

بیان کیا کہ یہ حال میں نے دیکھا۔ اگر میں نہ آ جاتا تو کام تمہارا تمام تھا۔ قاہر اپنے جی میں سوچا کہ یہ عیار ہیں اپنا احسان مجھ پر جتاتے ہیں۔ بھلا اژدر ایسی حرکت کیا کرتا۔ غرض ابوالفتح سے اس نے کہا "بڑا احسان آپ نے فرمایا کہ میری جان بچائی لیجیے اس کے پان کھائیے گا۔"

یہ کہہ کر کچھ اشرفیاں اس کی نذر کیں۔ ابو الفتح وہاں سے چلا۔ لیکن باہر آ کر یہ ایسا کچھ سانچہ دیکھ چکا تھا اب کب جاتا تھا۔ پھر قنات کے پاس آ کر چپکا کھڑا ہو رہا اور قاہر اپنے پلنگ پر لیٹا۔ کچھ نیم خفتہ سا ہے اور اژدر سوچ رہا ہے کہ ابھی عیار آ کر قاہر کو جگا گیا ہے اچھی طرح غافل ہو جائے تو اٹھ کر وار اپنا وار کروں ادھر ابوالفتح کو عرصہ جو ہوا۔ دل میں کہتا ہے کہ تم تو یہاں پھنسے ہوا اور اگر عیاران لشکر کفار میں سے کوئی آ کر دستبرد وہی امیر یا ان کے فرزندوں پر کر جائے تو کیا ہو گا پس اور کچھ تدبیر کرے۔

یہ سوچ کر جھپٹا اور لشکر میں پھرتا ہوا اپنی فکر میں جو چلا۔ ایک مقام پر ایک فقیر کو شکل لقا پرستوں کے اس کی قطع تھی۔ اس لشکر میں بھیک مانگنے آیا تھا۔ رات زیادہ ہو گئی اور ایک جگہ پر سو رہا تھا اس کو اس نے دیکھا۔ پس فوراً ایک رنگ و روغن عیاری کا لگا کر اس کو بیہوش کر کے صورت اس کی قاہرہ کی ایسی صورت بنائی اور اس کو اٹھا کر دربار گاہ قاہر پر آیا اور پکارا "ارے قاہر کو ہی جاگتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "قاہر کو ذرا میرے پاس بھیج دو۔ حکم صاحبقرانی ان سے کہنا ہے۔"

اژدر نے قاہر کو جگا دیا اور کہا "تم کو مہتر ابوالفتح بلاتے ہیں جو کہ ابھی آئے تھے۔"

قاہر آنکھیں ملتا ہوا باہر گیا کہا "کہیے۔"

اس نے اس کو الگ لا کر حباب بیہوشی اس کے منہ پر مار کر اس کو بیہوش کر دیا اور ایک مقام پر اس کا چھپا کر کپڑے اس کے اتار کر نقلی قاہرہ کو پہنائے اور اس کو اٹھا کر اندر بارگاہ کے لایا اور اژدر سے کہا "امیر نے شراب بہت عمدہ بادشاہ کے لیے کھنچوائی تھی۔ اس وقت اس کے تموت کو چکھانے کے لیے ان کو بلایا انہوں نے

جو اس کا ایک جام پیا۔ بیہوش ہو گئے۔ اب ان کو نشہ ازحد ہے۔ میں پلنگ پر سلائے جاتا ہوں۔ شاید آنکھ کھلے اور پانی وغیرہ مانگیں تو خبر رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کانٹا لگ جائے۔ اب امیر بھی آرام میں گئے ہیں ان کی حفاظت کو جاتا ہوں۔ میں آتا اب نہ ہوں گا۔ اژدر یہ کلام سن کر بہت خوش ہوا اور کہا "جی نہیں میں جاگتا رہوں گا۔"

غرض ابوالفتح قاہر نقلی کو سلا کر آپ باہر نکلا اور قاہر اصلی کو اٹھا کر ایک ایسے خیمہ میں لایا کہ بیچ لشکر میں چند خیمہ اور قناتیں اور نمگیرہ استادہ ہیں اور ان میں اسباب ضروری عیاروں کا رکھا ہے۔ اس واسطے کہ جس وقت کسی عیار کو خواہش شراب کباب وغیرہ کھانے پینے کی ہوتی ہے تو وہ بے تامل وہاں آ کر کھاتا پیتا ہے اور اپنے کام کو چلاتا ہے۔ دو چار پلنگ بھی وہاں لگے رہتے ہیں۔ پس اس نے وہیں ایک خیمہ میں پلنگ پر لاد کر قاہر کو لٹا دیا اور عیاروں سے کہہ دیا کہ یہ قاہرہ کوہی ہیں۔ ان سے ہوشیار رہنا اور بیہوش رکھنا۔"

یہ کہہ کر آپ روانہ ہو گیا اور وہاں اژدر کوہی نے جب دیکھا کہ ابوالفتح کو گئے ہوئے عرصہ ہوا اور قاہرہ بھی نہیں چونکا۔ خوب بے ہوش ہے۔ پس سوچا کہ خداوند لقا نے تیری مدد کی۔ اب بخوبی قتل کر۔ چنانچہ اس بے حیا نے اس اپنے محسن با ایمان کا سر پاک خنجر ظلم سے جدا کیا۔ بظاہر تو اس کو مارا۔ بباطن اپنے ہی طرفدار کو قتل کیا اور اتنا صبر کیا کہ وہ رات تمامی پر آئی اور وہ زمانہ آیا کہ تیغ مہر نے سر زنگی شب جدا کیا اور سحر گریبان چاک کیے ظاہر ہوئی۔

سحر کا وانت تھا ہی شب کے اوپر
جو آئے مشعل خورشید لے کر
نشان شب ہوا عالم سے نابود
اڑا رنگ اختروں کا صورت دود

جب آثار سحر ظاہر ہونے لگے۔ اژدر نے سر قاہر غلتی کا رومال میں باندھ لیا اور باہر نکل کر مرکب پر سوار ہوا۔ کسی نے منع نہ کیا۔ اس لیے کہ صبح ہو چکی تھی۔ سمجھے کہ مسجد کے پاس جاتا ہے یا ہوا کھانے نکلا ہے۔ اور یہ سوار ہو کر مرکب اڑاتا لشکر سے نکل کر سیدھا لشکر لقا میں پہنچا۔ اب پہلی دو گھڑی دن چڑھے۔ خادم و خدمت گار وغیرہ جو اندر بارگاہ قاہر کے آئے۔ اس بیچارے کا خون ناحق زمین پر بہا دیکھا۔ شور و غل بلند کیا کہ افسوس کسی نے قاہر ایسے بہادر کو مارا۔ ادھر لقا کو خبر ہوئی کہ اژدر کوئی سر کسی کا کاٹے ہوئے لیے آتا ہے۔ بختیارک نے کہا "یا خداوند تیرے صدقے بتا تو سہی کہ اژدر کو سر امیر کا یا علمشاہ یا قاسم کا کسی کا سر لاتا ہے۔ تو تو خداوند برحق ہے۔ اتنی بات بتا دینا کیا بات ہے۔"

لقا نے کہا "قدرت ایسی واہیات باتیں نہیں بتاتے ہیں۔ بس کسی کو قضا نے گھیرا ہوگا اس کا سر ہوگا۔ یہ حکم ملک الموت قدرت کو رات کو سوتے میں ہم نے دیا تھا۔ اس وقت یاد نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر پکارا "اے بندگان قدرت دید دید قدرت ہمرا اسی اثنا میں اژدر اندر بارگاہ کے آیا اور سجدہ کر کے سر قاہرہ نذر کیا۔ لقا ہنسا اور کہا "تو بندہ متقی ہے۔"

غرض یہ بیٹھا ہے۔ ساقی نے اس کو جام شراب دیا۔ ادھر کو خبر پہنچی کہ اژدر سر قاہر کا کاٹ کر لے گیا اب لشکر لقا میں خوشی ہو رہی ہے۔ یہ سنتا تھا کہ امیر کے دھواں دماغ سے نکل گیا اور فوراً "تیغہ ٹیک کر اٹھے کہ ایمان خود اگر قاہر مارا گیا ہے تو بغیر مارے اس بے ایمان کو نہ چھوڑوں گا۔"

یہ کہہ کر باہر آ کر اشقر پر سوار ہوئے۔ پھر تو اور بھی سردار فرامرز مالک بہرام علمشاہ وغیرہ اپنے اپنے مرکبوں پر چڑھ کر عقب امیر چلے۔ ابوالفتح کو قوالی چبوترہ میں تھا۔ دوڑا کہ امیر سے جا کر کہوں آپ نہ جائیے قاہرہ زندہ ہے۔ مگر امیر نے اشقر کو تازیانہ دکھلایا اور مرکب باد پا ہو گیا۔ یہ اس کی تیزی رفتار کی کیفیت تھی کہ

تصویر کھینچنے کے تئیں رخش کی ترے
دل میں جو آئے گر کسی نقاش کے امنگ
گذرے تمام عمر اسی سوچ میں اسے
سبزہ سمند یہ بناؤں میں یا سرنگ
آخر قلم کو ہاتھ سے رکھ کے یہ کہے
کس سے بجز خدا بندھے صورت ہوا کا رنگ

ابوالفتح آخر پھر آیا اور اس نے آ کر چالاکی کی کہ قاہرہ کو ہوشیار کر دیا اور سارا ماجرا کہا۔ اس نے شکریہ ادا کیا اور مرکب منگا کر سوار ہو کر خدمت امیر میں پہنچا۔ امیر کنارے لشکر لقا کے پہنچ چکے تھے کہ اس نے آ کر تسلیم کی۔ امیر حیران ہوئے کہ یہ کیا ماجرا ہے مگر اس کے زندہ ہونے سے خوشنود ہوئے اس اثنا میں ابوالفتح بھی حاضر ہوا اور تمام ماجرائے شیشہ معرض عرض میں لایا اور عرض کیا "آپ حضور پھر چلیں۔ آخر وہ کافر بھاگ کر گیا ہے تو لڑنے نکلے ہی گا۔ اس وقت کام اس کا تمام فرمائیے گا۔"

امیر نے فرمایا "بہتر ہے۔"

اس وقت قاہر کوہی نے عرض کیا کہ "حضور میں نہ پھروں گا۔ اگر پھر کر جاؤں گا تو نامرد کہلاؤں گا۔ میں جا کر اس نامراد ازلی اور ابدی کو اس کے خداوند کے سامنے گوشمالی دوں گا۔"

امیر نے فرمایا "اے بہادر بہادری کا تو یہی دھرم ہے جو تو کہتا ہے شاباش مرحبا۔ مگر تنہا جانے دینے کو جی نہیں چاہتا۔ اچھا اگر یہ ارادہ ہے تو بسم اللہ میں بھی تیرا شریک حال ہوں اور دہانہ لقا پہ آ کر ٹھہرتا ہوں۔"

قاہر نے کہا "زہے نصیب پرورش و عنایت۔"

یہ کہہ کر مرکب چمکار کر یہ آگے بڑھا اور سیدھا بارگاہ لقا کی طرف چلا۔ امیر بھی پیچھے اس کے روانہ ہوئے اور سب سرداروں سے فرمایا "تم یہیں ٹھہرے رہو۔ سردار

چار طرف پھیل گئے۔ لیکن لشکریان لقا نے جو امیر کو دیکھا۔ وہ خوب لوہا اہل اسلام کا مانے ہوئے ہیں۔ کسی نے ہوں بھی نہ کی اور قاہر دلیرانہ دربار گاہ پر آ کر گونجا۔ لوگوں نے اندر دوڑ کر خبر کی کہ قاہر کوہی آ پہنچا اور امیر سب سرداروں کے لشکر میں پہنچ چکے ہیں اژدر تو نام قاہر کا سن کر حیران ہو گیا کہ وہ کہاں سے آیا۔ شاید مسلمان ہو جانے سے یہ شرف بھی ہو جاتا ہے کہ لاکھ طرح مار و قتل نہیں ہوتے ہیں۔

بختیاری نے کہا "اے اژدر اب تم کسی دنگل یا تخت کے نیچے جلد جا کر چھپ رہو کہ ملک الموت تمہاری جان کا آ پہنچا۔ قاہرہ کا ہمزاد آتا ہے جو بھوت بن کر تم کو لپٹے گا اور کھا جائے گا۔"

لقا نے یہ سن کر کہا "یہ تقدیر ہماری پوشیدہ ہیں۔ ان کو کوئی سمجھ نہیں سکتا ہے۔"

اس اثنا میں قاہر بسان شیر نر ڈیوڑھیاں بارگاہ کی طے کر کے آخر پردہ کے پاس پہنچ گیا۔ بختیارک نے کہا "اب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ لوگوں سے کہیے کہ وہ باہر روکیں۔"

لقا نے کہا "مجھ کو سجدہ کرنے آتا ہے۔ آنے دو۔"

بختیارک نے کہا آج تک ہم نے یہ تقدیر نہیں دیکھی کہ مسلمان ہو کر پھر سجدہ کرنے آئے۔ غرض یہ باتیں ہوتی تھیں کہ قاہرہ اندر بارگاہ کے گھس آیا اور للکارا "اے او اژدر بے حیا سپاہیوں کے لیے یہ دغا۔ افسوس ہے تیرے حال پر اور تف ہے تیری زندگی پر۔"

اژدر نے اٹھ کر ایک تلوار ماری۔ اس بہادر نے پینترا بدل کر تلوار کو خالی دیا اور اپنی تیغ تیز کھینچ کر اس پر وار کیا اور اس نے بھی تلوار کا وار کیا۔ چلی شمشیر زنی ہونے لگی۔ بختیارک پکار رہا تھا کہ اے قاہرہ یہی اژدر بے ایمان بے حیا تمہارا دشمن ہے۔ اس کو مار ہی ڈالنا واجب ہے۔ میں بڑی دیر سے اس کو لعنت ملامت کر رہا تھا کہ تم آ گئے۔ اس کے کہنے کی تو قاہر نے سماعت نہ کی اور ایک مقام پر کمر کو بتلا کر گردن پر اس بے حیا کے ہاتھ مار کر سر اس کا کٹ کر دور گرا۔ اس وقت عنبر کوہی وغیرہ نے قصد بلوہ کرنے کا کیا۔

بختیارک نے کہا "کیوں شامت آئی ہے۔ باہر بارگاہ کے امیر بھی کھڑے ہیں۔ خداوند ابھی تو باہر قلعہ کے نکلے ہیں۔ بھاگنے ماوتہ لے گی۔ اس کو نگل جائے وہ سب بارگاہ ورنہ خون سے لال ہو جائے گی۔ قسم قسم کے نعروں سے رات کو نیند نہ آئے گی۔ کئی دن تک بستر خاک میدان جنگ گلو دکھائی دے گا۔ تمہارا اے عنصر کیا جائے گا مر کے خداوندی بہشت میں چلے جاؤ گے۔ ہم کو ابھی خدائی کرنا ہے۔"

عنصر یہ سن کر خاموش ہو رہا اور بختیارک نے قاہر سے کہا "حضور چاہیں تشریف رکھیں۔ یہ کشش خانہ جناب ہے اور چاہیں تو تشریف لے جائیں۔ اس کافر نا مرد نے جیسا کیا تھا ویسا پایا۔ ہم بھی نامرد کے شریک نہیں ہیں۔ خوب کیا جو آپ نے اس کو سزادی اوروں کو بھی عبرت ہوئی۔ اب کوئی ایسا نہ کرے گا۔"

قاہر اس کی باتوں سے ہنستا ہوا بہ فراغت و آسائش تمام بارگاہ سے نکلا اور خدمت امیر میں حاضر ہوا۔ امیر اس کو ہمراہ لیے شاداں و فرحاں مراجعت فرما ہوئے اور اپنی بارگاہ میں آئے۔ تمام سردار قاہر سے مل کر خوشنود ہوئے۔ قاہر نے اور امیر نے ابوالفتح کو بہت کچھ انعام بدلے میں اس خیر خواہی کے عنایت کیا بادشاہ نے جشن شاہانہ خوشی میں قاہر کے زندہ رہنے کے آراستہ فرمایا۔ یہاں تو سب خوش و خرم فروکش ہیں۔ ادھر کیفیت سنیے کہ

کچھ ملازم اژدر کوہی کے اس کے مارے جانے سے لاش اس کی اٹھا کر اس کے قلعہ کی جانب گئے بھائی اس کا اس کے عوض سے حکومت کرتا تھا۔ نام اس کا مالان کوہی ہے۔ غرض اس کے سامنے جا کر ان لوگوں نے عرض کیا "بھائی آپ کے اس طرح خداوند لقا کی بہشت میں گئے اور سر بارگاہ قاہر آ کر ان کو سر کاٹ کر چلا گیا۔

* * *

- اچھا تو ہے کہ حوصلہ نہ رہے

یہ خبر سن کر اس کو بہت صدمہ ہوا اور کہا "یہ خداوند مسخرا بیٹھا ہے۔ دیکھا کیا اور کچھ نہ بولا اور بھائی میرا قتل ہو گیا۔ خداوند نے جان بوجھ کر اس کو قتل کرایا۔ کیا کہوں اگر مقدمہ ایمان نہ ہوتا تو خداوند ہی سے پہلے سمجھ لیتا۔ ہر چند کہ بھائی نے میرے بہت بڑی نامردی کی کہ ایسا کچھ مردان عالم کو زیب نہیں دیتا تھا۔ اور کبھی اس طرح کا خواب بھی بہادروں کو نظر نہیں آتا ہے۔ مگر خیر میرا بھائی تھا مجھ کو عوض اس کا اس کے قاتل سے لینا ضرور تر ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ میں خداوند کی مدد کو جاؤں۔

مگر اب میرا دل ایسے خداوند سے کھٹا ہو گیا ہے اب میں اپنے بھائی کا عوض لینے جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر اسی وقت باقی ماندہ فوج و سپاہ کو حکم تیار ہونے کا دیا اور کئی ہزار کوہیوں کی جمعیت سے احتشام تمام ہوا اور بعد قطع مسافت راہ بہت جلد لشکر لقا میں پہنچا۔ بختیارک آ کر اس کو بھی لے گیا۔ اس نے بارگاہ میں آ کر خداوند کو مجرا کیا۔ سجدہ نہ کیا اور دنگل پر بیٹھا۔ لقا پکارا "اے بندہ قدرت کچھ آزردہ معلوم دیتا ہے۔"

اس نے کہا "یا خداوند مجھ کو رنج یہ بہت بڑا ہے کہ آپ بیٹھے دیکھا کیے اور بھائی میرا مار ڈالا۔ آپ اس وقت دشمن کو حکم دیتے تو قاتل کو میرے وہ نگل جاتی۔"

لقا نے کہا "اے بندہ قدرت اگر تو رنجیدہ ہے تو میں تیرے بھائی کو بروز نوروز جلا دوں گا۔"

یہ سن کر اس نے سجدہ کیا اور کہا "تو نہ پرورش کرے تو اور کون کرے۔"

غرضیکہ یہ بیٹھ کر شراب کشی کرنے لگے۔ جب دماغ اس کا گرم ہوا تو پکارا "ملک جی میں جاتا ہوں اور قصاص بھائی کا اپنے لیتا ہوں۔"

بختیارک نے کہا "بہت گرمی نہ کرو۔ آج آرام کرو۔ کل مقابلہ کرنا۔ طبل جنگ بجاؤ

یوں کہاں جاتے ہو۔"
اس نے کہا "ملک جی جس طرح کہ قاہر نے آ کر سر دربار میرے بھائی کو مارا ہے اسی طرح اگر رو برو حمزہ سر بارگاہ میں نے اس کا سر نہ کاٹا تو نام اپنا نہ رکھا۔ میرا کلیجہ جب ہی ٹھنڈا ہو گا جب میں پورا قصاص لوں گا۔"
بختیارک نے کہا "یہ امر بہت محال ہے کہ کوئی بارگاہ حمزہ میں گھس جائے کسی ان کے سردار کو مار کر زندہ چلا آئے دیکھا نہیں ایسا شاید تم کو جاؤ۔"
ماران نے کہا "یہاں بھی ہم کہہ چکے اور گھر سے بھی یہی ارادہ کر کے چلے تھے پھر اب کب رک سکتے ہیں۔"
یہ کہہ کر گرز کو کاندھے پر رکھ کر تلوار کے قبضہ پر ہاتھ ڈال کر اٹھ کھڑا ہوا اور یکہ و تنہا باہر بارگاہ کے آ کر جانب لشکر امیر کشور گیر چلا۔ بختیارک نے ہلکارے خبر کو بھیجے کچھ افسر فرط محبت سے پیچھے پیچھے اس کے روانہ ہوئے آخر یہ لشکر مسلمان میں پہنچا۔ لشکر کی رونق اور آرائش دیکھ کر دل میں کہتا تھا کہ کیا جاہ و جلال ان مسلمانوں نے بہم پہنچایا ہے۔ واہ واہ وا بازار فرنگ بازار ہندوستان کو بہت آراستہ پایا سیر کرتا ہوا قریب بارگاہ سلیمانی پہنچا۔ اس بارگاہ پر احتشام کو دیکھ کر عقل دنگ ہو گئی کہ سرا پردے اس کے دور تک کھینچے تھے۔ بارگاہ سے دور تک اردوے معلی آراستہ دو رویہ جھاڑ فرشی استادہ بیچ میں سڑک سرخی اس پر یاقوت و عقیق کی کٹی ہوئی گلاب کیوڑی مشکوں میں بھرے سقے چھڑک رہے تھے۔ خواجہ خضر کا دم بھر رہے تھے۔ بارگاہ پر کلس یاقوت کے چڑھے تھے۔ جواہر کے مور ان پر بیٹھے تھے۔ منقاروں میں اپنے ملے مروارید کے لیے تھے۔ دربارگاہ پریل عادیان پورشدایان پہلوان عادی بعدہ ورگہ سالاری مروارید کے لیے تھے دنگل پر بیٹھے تھے چالیس شملے سر پر باندھے تھے۔ چالیس شدہ تحت الحنک کے چھوٹے موٹے دیو تھا کہ قالب انسان میں نظر آیا۔
ماران نے دیکھ کر خوف کھایا۔ اندر ہلکاروں نے پہلے ہی عرض کی تھی کہ ماران کو ہی اس ارادہ پر آتا ہے آپ نے فرمایا "آنے دو قاہر بھی کوئی ایسا حلوا نہیں کہ جس

کو وہ کہا جائے گا" قاہرہ بھی بسبب شجاعت کے ذاتی بشاش ہو کر عرض رسا ہوا کہا "اگر حکم ہو تو میں دروازے پر جا کر اس کو روکوں یہاں جناب بادشاہ کے روبرو وہ بے ادبی کرے گا۔"

امیر نے فرمایا "بھئی تمہارے ساتھ ہم بھی ہیں۔ کہاں جاؤ گے۔ اے بہادر تم ایسے ہی ہو کیا کہنا۔" غرض حکم پہلوان عادی کو پہنچ چکا تھا کہ آنے دینا۔ اس وجہ سے اس نے نہ روکا اور یہ گھوڑا بڑھا کر اندر بارگاہ کے آیا۔ امیر نے کہہ دیا تھا کہ تیسری ڈیوڑھی پر روکنا اور کہنا مع مرکب اندر نہ جا۔"

غرض جب دو ڈیوڑھیاں طے کر چکا۔ اس وقت پہلوان عادی کہ اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے آتے تھے۔ یہ سد راہ ہوئے اور کہا "اے ماماں گھوڑے اتر پڑو۔ نہیں جانتے کہ یہ جگہ بادشاہ فیروز کلاہ لشکر اسلام کی ہے کہ جو ملجا و ماوای غریبان ہیں۔" یہ بھی سوچا کہ اندر مع گھوڑے کے جانے میں ان سے تکرار کرنا کیا ضرور ہے۔ مطلب تو فوت ہو جائے گا۔ اگر یہاں تلوار چلے گی۔ پس یہ گھوڑے سے اترا پہلوان عادی نے بڑھ کر آخر کی ڈیوڑھی کا پردہ ہٹا دیا فرق زنجیر کو سرکا دیا۔ یہ اندر آیا۔ عجب ایک انجمن پہلوان صف شکن کی دیکھی کہ انجمن انجم گردوں بھی اس چمک دمک کی نہ ہو گی۔ عجب رعب و داب نظر آیا کہ ترک فلک کو بھی اس جگہ پر سر خم کیے پایا۔ اقبال سامنے بادشاہ کے دست بستہ بسان غلامان حاضر تھا۔ نصرت یمین ظفر ہم قرین دور سرداروں کا بندھا ہوا۔ دست راستی دست راست کو دست چپی دست چپ کو محمل ستون فرمان گرامی حمزہ سے بھرا ہوا۔ بادشاہ سریر سلیمانی پر جلوہ فرماسات سو تاجداروں کا گرد حلقہ بندھا ہوا۔ اٹھارہ ہزار چینی سترہ ہزار فرنگی' بارہ ہزار ہندی' اورنگ بچھا ہوا حاضر تھا۔ امیر بعد توقیر وزیر باتدبیر آصف بن بختیار پر جلوہ فرما تھے۔ نشست ہائے زریں پر ہزاروں عیار باتہ ہائے عیاری سے آراستہ کھڑے تھے۔ ایک طرف بارگاہ کے کچہریاں تمام کھلی تھیں۔ مقدمات ملی و ملکی کا فیصلہ ہو رہا تھا سامنے بادشاہ کے رقاصہ حور پیکر رقص میں تھی۔ جام مے سرداروں میں گردش پذیر تھا۔

اس عظمت و جرات کو دیکھ کر وہ رعب ماماں پر طاری ہوا کہ بے اختیار اس نے جھک کر فراشی مجرا امیر اور بادشاہ کو کیا۔ امیر نے ہاتھ سر پر رکھا۔ بخلق تمام تر و خندہ پیشانی فرمایا "آیئے تشریف لایئے۔ یہ آگے بڑھا امیر اٹھنے لگے۔ اس نے قسم دی کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں۔" غرض یہ کہ دنگل زریں پر آ کر قریب تر بیٹھا۔ امیر نے پوچھا "کہیے مزاج تو اچھا ہے اور ساقی کو اشارہ کیا کہ اس نے جام لا کر دیا۔ اس نے پیا اس وقت امیر نے پوچھا کہ کیونکر تشریف لانے کا سبب ہوا۔ اب یہ شرمندہ ہوا کہے تو کیا کہے۔ آخر کہا "آیا تو اس لیے تھا کہ قاہر کو میں قتل کرتا۔ مگر آپ کے خلق نے بندہ بے دام بنایا۔ سب غصہ جاتا رہا۔ قاہر پاس موجود تھا اس نے کہا "اے بہادر میں موجود ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا کہ آیئے جس طرح چاہیے۔ مقابلہ کر لیجے۔"

امیر نے بھی کہا۔ "اچھا تو بے حوصلہ نہ بنے۔"

اس وقت اس کو بھائی کا غم پھر تازہ ہوا اور اٹھ کر باہر بارگاہ کے آیا۔ امیر نے حکم دے دیا کہ بارگاہ کے دروازے پر اکھاڑہ رکھ دیا گیا۔ سراپچے اٹھوا دیے۔ حضرت قدر قدرت شاہ جمجاہ بھی دیکھنے لگے۔ قاہر نے آ کر مقابلہ کیا اور سب فنون سپہ گری کے تلوار و نیزہ کے ہوئے۔ آخر جب چشم زخم کسی کو نہ پہنچا اس وقت نوبت کشتی کی پہنچی۔ قاہر کو خدا تعالیٰ نے اس پر غالب کیا۔ بہت دیر کشتی رہی۔ آخر قاہر نے کلے پر بھر کر جو مارا چاروں شانے چت کر دیا۔ یہ وہاں سے اٹھ کر پھر بارگاہ امیر میں آیا اور عرض کیا "دین آپ کا برحق ہے جو آپ کے دین میں آئے کیا کہے۔"

امیر نے کلمہ طیبہ بتایا۔ یہ کلمہ پڑھ کر از سر صدق مسلمان ہوا۔ جو سردار کہ اس کے عقب میں آئے تھے۔ وہ بھی بارگاہ میں آ کر مشرف بشرف اسلام ہوئے اور اسی وقت پھر کر اپنے لشکر میں آئے پکارے "جس کو ہمارے ساتھ آنا ہو آئے کہ ہم مسلمان ہوئے "غرض لشکر اس کا کوچ کر کے اسی وقت ملحق لشکر امیر ہوا۔ امیر نے جو سامان کہ اژدر کو عنایت کیا تھا۔ وہ اب اس کو دیا۔ بارگاہ اور ملازم وغیرہ اور خلعت سرداری

عنایت فرما کر سرفراز کیا۔ ہلکارے جو خبر کو آئے تھے وہ پھر کر بارگاہ لقا میں آئے اور یہ خبر مفصلاً سب عرض کی۔

بختیارک پکارا "صلواۃ صلواۃ یا خداوند دیکھیے کیا گرما گرمی کر کے آتے ہیں کہ جیسے اب کھا ہی جائیں گے۔ مگر پھر تائیں فش۔ آپ کا بندہ گندہ مامان کو ہی بھی مسلمان ہو گیا۔"

لقا خوب قہقہہ مار کر ہنسا اور کہا "اس کے دل میں میری طرف سے پہلے شک آ گیا تھا۔ اب میں نے یہ اختیار کیا ہے کہ جو کوئی بندہ میرا اپنے دل میں میری خداوندی کا شک کرے گا اور برحق مجھ کو نہ جانے گا تو میں اس کو اپنی جوار رحمت سے دور کر کے مسلمانوں کے حوالے کر دوں گا اور اس کو انھیں بندوں کے ہاتھ سے ذلیل کرواؤں گا۔"

یہ کہہ رہا تھا مگر رنجیدہ خاطر تھا کہ یکایک آواز ترانے کی بالائے ہوا پیدا ہوئی اور برف برسنے لگی آندھی آئی لقا پکارا "ہم نے ان کوہیوں کو خوب سمجھ لیا۔ اب بندہ قدرت کو طلسم سے بلایا ہے۔"

اسی گفتگو میں تھا کہ ایک تخت روئے بارگاہ میں اترا۔ سب نے دیکھا کہ اس تخت پر ایک ساحرہ نازک اندام یاسمن پیکر سوار ہوئے۔ زیور جواہر کار زیب بدن کیے کانوں میں کرن پھول پہنے جو عقد ثریا کو بھی شرماتے تھے ہاتھوں میں کنگن اور کڑے جو حلقہ اطاعت میں دستگیر بڑے بڑے زبردستوں کو کریں پہنے ملے موتیوں کے گلے میں ڈالے بھولی بھولی صورت' پانچے کلائی پر ڈال کر تخت پر سے سنبھل کر اتری اور سامنے خداوند کے آ کر اس صنم زیبا نے تسلیم کی اور سجدے میں گری۔

لقا پکارا "اے بندی سر اٹھا میں نے اپنی لعنت میں تجھ پر نصیب کی۔ وہ سجدے سے اٹھی اور اگرچہ کم سن ہے تو مسکراتی ہوئی قریب تخت آئی۔ بلا گردان ہو کر جواہر جو بھر نذر لائی تھی۔ نذر چڑھائی۔ بختیارک نے کہا "اے ملکہ نام نامی آپ کا کیا ہے۔ اکیلے آنے کا اتفاق ہوا یا لشکر بھی ساتھ ہے۔"

اس نے کہا "لونڈی کو زیور جادو کہتے ہیں۔ لشکر بھی کچھ ساتھ لائی ہوں۔ خداوند کی مدد کرنے کو بحکم شاہ افراسیاب آئی ہوں۔"

یہ کہہ رہی تھی کہ اور بھی تخت اور طائران سحر آ کر اترے اور صاعقہ سحر اس کی مصاحبین انیسیں اور خواصیں وغیرہ سب آ کر دیدار خداوند سے مشرف اور فیض یاب ہوئیں۔

سب نے نذر چڑھائی۔ بختیارک نے خداوند سے کہا "یا خداوند بعض بندے تو آپ ایسے پیدا کر دیتے ہیں کہ جو اوروں کی جان لیتے ہیں۔"

لقا نے کہا "قدرت خود اپنی خاتون مکرم بنانے کے لیے ایسی صورت پیدا کر دیتے ہیں مگر پھر بھول جاتے ہیں۔ اب یہ فیصلہ مسلمانوں کا کر دے گی تو اس کو اپنی خاتون معظم بنائیں گے۔"

زیور یہ کلمے سن کر مسکرا کر چپ ہو رہی۔ مسکراہٹ بھی اس کا لاکھ بناؤ دے گیا۔ یہ معلوم ہوا کہ غنچہ کھلتے کھلتے رہ گیا۔ غرض ڈنگل زریں پر یہ بیٹھی۔ لشکر اس کا متصل لشکر خداوند بختیارک نے جا کر اتروا دیا۔ پہلی دور شراب ناب ہوا۔ جلسہ چنگ ورباب ہوا۔ ساحرہ نے ماجرا سارا جنگ سلطان بختیارک سے سنا اور خداوند کی بہت تسکین کی کہ آپ نہ گھبرایئے۔ میں ایک آن واحد میں آپ کی عنایت سے سب بندگان مغضوب کا استیصال کروں گی۔ بختیارک نے کہا "چاہے فیصلہ ان کا نہ کرو مگر تم سلامت رہو اور خداوند عرش اعلیٰ پر نہ جائیں کہ جن کی بدولت یہ صورتیں کبھی کبھی دیکھنے میں آ جاتی ہیں۔" ساحرہ نے کہا "پھر طبل جنگ بجے۔"

بختیارک نے کہا "صاحب اتنی جلدی نہ کرو۔ ہمیں تم اپنی صورت تو دیکھ لینے دو۔ پھر ہم کہاں تم کہاں۔ بڑی ناؤ سنجوگ ہے۔ وہی مثل ہے۔ کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی۔ کل ڈوب جائے گی۔"

زیور نے کہا "ملک جی زیادہ مجھ کو نہ بناؤ۔ بھلا میں ہوں ہی کیا۔ ایسی چڑیل بھاڑ میں جائے ایسی صورت جس پہ کوئی ناز سے اترائے۔ خداوند نے مجھ جیسی حسین بہت پیدا کی

ہیں۔ ملکہ جی اپنے کام میں مصروف رہو۔ صاحب میرا پیچھا چھوڑا دیکھ کر ایسا کہ آپ تنی میں تہ رہے۔"

بختیارک ہنسنے لگا اور کہا "اے ملکہ' ہم تو تمہارے تشنہ دیدار ہیں۔ صدقے تیری صورت کے کہاں اے جان عالم ذرا عیاروں سے بچتی رہنا۔ آج کی شب اور کل کا دن مجھ سے عیاروں کے فریب وغیرہ سنو پھر لڑائی وغیرہ آغاز کرنا۔ خداوند تجھ کو اپنے ہاتھ وغیرہ سے بچائیں۔ ورنہ یہ صورت زیبا خاک میں مل جائے گی۔"

ساحرہ اس کے سمجھانے سے اس شب کو دربار میں کچھ دیر بیٹھی۔ پھر بارگاہ میں آ کر اپنی استراحت پذیر ہوئی۔ دوسرے دن جب ساحرہ شب زیور انجم سے راستہ ہو کر بارگاہ زنگاری فلک میں آئی اور مہتاب نے ہالے سے طوق محبت اس کا گردن میں اپنی پہنا کر

ہوئی پھر شاہد شب جلوہ آرا
فلک پر مہ کا چمکا ستارا
مرصع ساز قدرت نے پھر اک بار
ستاروں کے کیا گہنے کو تیار

سر شام اس مہ تمام یعنی ملکہ زیور جادو نے گلفام نے اپنی بارگاہ میں آ کر نفیر سحر کو دم دیا۔ لقا نے طبل جمشیدی بجوایا۔ جاسوسان لشکر اسلام خبر مفصل دریافت کر کے خدمت بادشاہ ذی جاہ میں آئے سر مجرو جھکا کر دعا و ثنائے شاہی زبان لائے کہ

از بسکہ عہد میں تیرے ہے رسم دادری
جرس کی بھی کوئی فریاد سن نہیں سکتا
گئی بنائے تعدی جہاں سے اب اس سے
ہلال کی ناز دا میں رہا نہ ظلم و جفا

سوائے عشق ترے عہد میں تعدی سے
کٹا وہ ہاتھ کسی جیب تک اگر پہنچا
شہا سحر کا گریبان چاک کرتے وقت
یہ خوف ایسا کانپے دست مہر سدا

ایک ساحرہ لالہ فام و بد انجام جادو شم بہر امداد لقائے ناکام آئی ہے۔ اور بمقابلہ بند گلن درگاہ عالی مقام نفیر سحر اس نے بجایا ہے۔ کل کے روز وقت معرکہ آرائی ہے۔"

یہ خبر سن کر شاہ نے امیر سے فرمایا
آپ کی کیا صلاح ہے
آپ نے ابوالفتح کو حکم دیا
بجے ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ

ابوالفتح نے جا کر طبل جنگ پہ چوب لگائی۔ ہر ایک بہادر کو خبر ہوئی کہ بجائیو کل معرکہ نبرد و پیکار ہے۔ دربار سے سردار اٹھ کر اپنی اپنی بارگاہ میں آئے۔ بادشاہ داخل شبستان ہوئے۔ آج بہادروں کو گونہ انتشار ہے کہ سحر سے ہر فرد بشر ناچار ہے۔ دیکھنا چاہیے کہ انقلاب گردوں دوار کیا کل دکھاتا ہے یہ معرکہ کس کے ہاتھ آتا ہے۔ اس طرف سجانی باختری مشتری حصاری خوشی کرتے تھے کہ کل یقین ہے لشکر اسلام مغلوب ہوا مال غنیمت ہمارے ہاتھ آئے۔ الغرض بنگالی دیا کے کنارے کئی سو بیٹھ گئے ڈمرو بجانے لگے۔ منتر پڑھے جانے لگے۔ زیور اپنی بارگاہ میں آ کر سحر جگانے لگی۔ ہر مقام پہ جوت کھڑی ہوئی۔ بیر آنے لگے۔ منتر پڑھے جانے لگے۔ بھینٹ پانے لگے۔ آج کی رات ستارے آسمان پہ روشن تھے۔ یا فلک کا میدا مرگھٹ تھا۔ مردے بھیکتے تھے۔ ساحر زحل ہم رشتہ کہکشاں کو شاخ سنبلہ میں باندھ کر یوں تانتا تھا۔ بنات النعش ارتھی کی صورت

نئی پون اٹھانے کے لیے مریخ با شمشیر برہنہ فوج فلک کو جھٹکا کیا چاہتا تھا۔ سنجر برج دلو کاڈ لے کر سر پر ڈالتا تھا۔ اشنان کر رہا تھا۔ چشمہ جوت کے کنارے پر سورج کنڈ کے نہانے کا میلا تھا۔ ہوا بھی آج بیراگیوں کی طرح جنگل جنگل پھرتی تھی۔ زمین و آسمان میں جدھر نظر کیجیے ساحری کا کارخانہ تھا۔ برگد کا درخت جٹا دھاری جوگی نظر آتا تھا۔ بڑی سی داڑھی تھی تو پرانا تپسی کہلاتا۔ چیل بڑے ہاتھ پاؤں والا ساحر تھا دیوار سنبھال بن کر جادوگر تھا۔ ہر درخت ایک پاؤں سے کھڑا سحر کرنے میں مشغول نظر آتا۔ یہاں لشکروں میں دنیا سیاہ تھی۔ کلی کی دہائی دیتے تھے جب پناہ تھی۔ بیروں کا آنا۔ بھتنوں کے کلیجے کھانا پھر سن سن کر کے جانا اور ساحروں میں تو یہ ہنگامہ تھا۔ بہادروں میں تیغ و خنجر کا افسانہ تھا۔ نیام تیغ مار سفید کے لیے بانبی تھی ترکش وہاں ساحر بن کر تیر کا بیر جپتا تھا۔ کلیجے چھیدتا تھا۔ تلوار کو خون پلا کر سکھا دیتا تھا کہ دشمنان جانا' بھینٹ میں سر لینا گلے کوٹنا' گردوں کو سر بلندی کا منتر یاد دلایا تھا کہ سر چڑھ کر بغیر جان۔ مار کمانیں بھی چلہ کش تھیں۔ عالم دہر نے اپنے بچاؤ کے لیے شش جہت میں نقش مسدس لکھا تھا۔ جو درخت تھا وہ ہندسہ کی شکل دکھائی دیتا تھا کہ مربع نویس دہر نے ربع مسکوں کے نقش جل پر یہ ہندسہ بھر دیے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ زمین و زمان سب پر آشوب تھا آفت کا ہنگامہ او جوش تھا کہ

چمک تیغ و خنجر کی وہ الحذر
جو آنکھوں میں انسان کے کرتی تھی گھر
نقیبوں کا للکارنا ہر طرف
جوانوں سے کہنا یہی صف بہ صف
کہ ہاں اے جوانان رستم شعار
یہ ہے معرکہ کل کا بھی یادگار
نہ ڈرنا ہے کہ ہے موقع نام و ننگ

رہے یاد کل تم سے ہو کار جنگ

غرض چار پہر رات یہی ہنگامہ رہا۔ جب وہ وقت آیا کہ خاور کوہی فوج ضیا و جلال کو اپنے ہمراہ لے کر کوہستان مشرق سے نکلا۔ زیر ران سبزہ فلک ایسا شوخ و چالاک توسن تھا۔ نور رخسار سے اس کے عالم روشن تھا کہ گئی جب عرصہ عالم سے

گئی جب عرصہ عالم سے وہ شب
فلک سے مٹ گئی تصویر کوکب
موذن بول اٹھا اللہ اکبر
کوئی بولا کہاں اب وقت تاخیر
کفن پہنو کہ ہنگام اجل ہے
کہو اب گور سے دست و بغل ہے
یہ حمزہ نے دعا مانگی خدا سے
جھکایا سر ہزار ابتہال التجا سے
کہ اے خالق مدد ہے تیری درکار
اجل کا ہووے جس دم گرم بازار
نشان آبرو ہے فتح دنیا
نہ حاصل ہو کہیں الزام لینا
نہ پا پیچھے ہٹے بڑھ کر ہمارا
بلا سے جان جاتی ہے گوارا

امیر با توقیر دعا کر رہے تھے اور لشکر گروہ میدان جنگ کی طرف رواں تھے۔ شورش روانگی بحر لشکر صبح ہمایوں امیر والا گوہر میں بھی پہنچی۔ آپ نے سر سجدے میں رکھ کر دعا

ختم کی تھی کہ ابوالفتح خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور حال روانگی لشکر اس نے عرض کیا۔ آپ نے بھی صندوق سلح منگوا کر خود بود اور زرہ داؤدی سے جسم انور کر مزین فرمایا۔ تیغ مصلم و قمقام حمائل کر کے عقرب سلیمانی ہاتھ میں لے کر نیمچہ سہراب یل کمر سے لگا کر باہر برآمد ہوئے اور اشقر پر سوار ہو کر کچھ دور چلے تھے کہ سامنے سے مالک اژدری اسی ہزار نیزہ والوں سے آتے دکھائی دیے۔ سنان نیزہ یوں چمکتی تھیں کہ تارے سوا نیزے پر اترے دکھائی دیتے تھے۔ بہادران عرب عمامہ نورانی سروں پر باندھے تھے ایک طرف سے لندھور نکلی نمایاں ہوا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ بات جو گزر چکی ہے عالم سے اب جاتی ہے اور لندھور کا اس پر رخ روشن جو دیکھا تو ثابت ہوا کہ اسی بات کا یہ آفتاب نکلا ہے۔

غرضیکہ سب سرداروں سے سلام علیکم کرتے ہوئے۔ در دولت پر امیر آئے کچھ دیر یہاں ٹھہرے تھے کہ جلوس سواری بادشاہ نکلنے لگا۔ چھڑی بردار برچھی بردار علم بردار وغیرہ سب جلو خانہ سے باہر نکلے۔ سامان بار بھاری آگے بڑھا۔ پچاسا سواری لپٹنے کو ایک طرف ٹھہرا۔ فرنگیوں نے بگل بجایا۔ ارگن کی وردی بھی ارمنی باجا بجانے لگے۔ کوس و دہل گڑ گڑاہے روشنی نمودار ہوئی۔ لڑکے حسین و خوبصورت لوٹے لخلخیں لیے عود بریکی کا بکتا اس پر ڈالتے منقلوں کو جلاتے گزر گئے۔ زنانی ڈیوڑھی تک نہانہ سامان آکر پھیر کیا کہاریاں چاری پاریاں زیور طلائی میں عرق ناک بھی فرط نزاکت سیئے ہوا وار بادشاہ کا کاندھے پر اٹھائے قریب پردہ سرخ پہنچیں کہاروں نے بڑھ کر تخت بدلوایا۔ حضور عالم کے برآمد ہوتے ہی مردوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا شور و غل مچایا۔ امیر نے مجرا گھوڑ پر جا کر ادا مجرا کیا۔ پھر تو لندھور بہرام فرامرز جمہور وغیرہ ہر ایک تسلیم سے کامیاب ہوا تخت ظل اللہ کو جانب میدان قلب میں رکھ کر لے چلے کہ

وہ عظم و شان لشکر دیکھ کر واہ
فلک بھی کہہ رہا تھا اللہ اللہ

غرض ہنگام سحر نور کا تڑکا نقیب حمد خدا کرتے ہوئے سواروں کے گھوڑے ہرے بھرے ہوئے بیچ کوس و نقارے بجتے ہوئے سوئے رزمگہ رواں تھے۔ ادھر صبح ہوتے ہی ملکہ زیور جادو خواب مرگ سے اٹھ کر لشکر ساحران تیار کر کے میدان کی طرف چلی۔ دنیا میں خرابی اس قہر نے ڈالی آندھی آئی۔ کالی ہوئے ہوا پر ابر آ کر چھا گئے۔ ساحروں نے اژدر اپنے اڑائے۔ پھر جو بات کو قابو میں آئے تھے ان کو بلا کر امتحان کیا۔
کنکر کو پہاڑ بنایا۔ پہاڑ کو کنکر کیا۔ درخت جلائے۔ دریا کو جوش میں لاتے کہ دشت میں زلزل ڈالتے۔ طائران سحر کو اڑاتے ہوئے میدان میں پہنچے۔ ایک طرف سے لقائے گمراہ ہاتھیوں پر تخت کھنچوائے خواصی میں بختیارک ایسے شیطان کو بٹھائے ملن پر چڑھا لشکر کھیلیں و باخریاں ہنستا ہوا ساتھ تھا۔ غرض جب یہ دونوں گروہ اٹھ دار و میدان مصارف ہوئے ظلمت نور کا مقابلہ شب و روز کا سامنا تھا۔ ایک طرف وحدہ لاشریک لہ کے ماننے والے ایک طرف اپنے خدا کو ساتھ لیے ایک حق پر دوسرا ناحق پر تلنے تل گئے۔ ساحروں نے ڈیرو بجایا۔ بجلیاں چمک کر گریں صحرا جو آڈن کی تھا۔ اس کو جلا دیا۔ ابر سحر برسا کر گرد و غبار بٹھا دیا۔ میدان پاک و صاف ہوا۔ آئینہ بزم مصفا ہوا۔ صفیں ترتیب پذیر ہوئیں۔ ملکہ زیور جادو اپنے تخت پر سوار صف لشکر سے آگے بڑھ کر کھڑی ہوئی۔ صبح کا وقت تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب نکل آیا ہے۔ امیر نے اس کی صورت کو دیکھ کر فرمایا "کیا اچھا ہوتا جو خدا تعالیٰ اس کو ہدایت دیتا اور مسلمان ہوتی۔ دولت حسن ضائع نہ جاتی کسی مسلمان کے کام آتی۔"

غرضیکہ شورش لشکر ترقی پر ہوا۔ روئے ہوا پر اژدر پھنکارنے لگے۔ روئے گیتی اثر زہر سے سو گیا۔ منقلیں دھڑ دھڑ جلنے لگیں۔ شعلہ رو جادوگرنیاں بھڑک اٹھیں۔ طاؤس و ہنس اڑا کر بے بے کار سامری کے غل مچا کر بیرقوں کو جلوہ دے کر قاصد ہوئیں کہ

صف لشکر اسلام پر جا پڑیں۔ اس وقت نقیبوں نے نقل نقابت کی۔ کڑکتیوں نے کڑکا کہا۔ جب یہ سب کنارے ہوئے ملکہ زیور بخرامان ناز و ادا و تبختر سامنے ظل لقائے حرس بادیہ ضلالت کے آ کر اجازت طلب ہوئی۔ اس کمبخت نے کہا "جا تجھ کو اپنے یا قدرت کے سپرد کیا۔ یہ وہاں سے تخت اڑا کر سامنے لشکر اسلام کے میدان میں پہنچی اور پکاری "اے بندگان مغضوب خداوند آؤ۔ میرے مقابل میں۔"

اس کی نہیب دینے سے یکایک صف دست و چپ میں طبل و نقارے بجے اور تہتمن خان خاوری ماموں شہزادہ قاسم کے گھوڑا اپنا اٹھا کر سامنے تخت ظل اللہ کے آ کر اجازت خواہ ہوئے۔ بادشاہ نے ان کو سپرد خدائے پاک کیا۔ یہ بہادر مرکب اڑا کر لطف جولاں لشکری دکھاتے جولانگاہ پر آ کر مقابلہ ساحرہ بدسیر میں پہنچے ان کو دیکھ ساحرہ نے ایک قہقہہ مارا اور ایک طرف کو منہ اٹھا کر پکاری "ارے ابھی تک تو نہ آیا کہاں مر رہا ہے۔"

اتنا کہتا تھا کہ یونہی گرد کا جنگل کی طرف سے اٹھ کر قریب تر آیا اور اس میں سے ایک سوار مسلح و مکمل اسپ تازی نژاد پر سوار نکلا' برچھا ہلاتا ہوا سامنے زیور کے پہنچ کر عرض رسا ہوا "اے ملکہ میں تو یہیں حاضر تھا۔ آپ کیوں غصہ فرماتی ہیں جو کہیے بجا لاؤں۔"

زیور نے کہا "یہ جو سامنے تیرے کھڑا ہے۔ مجھ کو قتل کرنے آیا ہے اس سے سمجھ لیے اور جو کوئی بعد اس کے آئے اس کو بھی مارنا کہ ان لوگوں نے خداوند باختر کو بہت عاجز کر رکھا ہے۔"

یہ سن کر اس سوار نے گھوڑے کو مہمیز کیا اور مقابل تہتمن خان پہنچ کر اس نے اپنے گھوڑے کو زور سے کیا کہ گھوڑا اس کا لرزنے لگا اور اس طرح اس گھوڑے نے پیٹھ اپنی جھرجھرائی کہ جس طرح مرکب پھریری لیتے ہیں۔ پس پھریری لینے میں زین کے اندر سے ایسا غبار نکلا کہ آندھی آ گئی اور دنیا کالی ہو گئی۔ لشکر اسلام میں پھر کچھ نہ دکھائی دیا۔ امیر بھی غافل تھے ان کی بھی آنکھیں بند ہو گئیں اب جو آنکھ کھلی اور زمانہ روشن ہوا۔ سب نے دیکھا کہ تہتمن خان خاوری کا وہاں پر سر کٹا ہوا

پڑا ہے لاشہ خون میں تڑپ رہا ہے۔ سر سے لہو تازہ جاری ہے۔ ایڑیاں جو رگڑی ہیں۔ میدان میں گڑھے پڑ گئے ہیں صاحب طاقت کا دم مشکل سے نکلا ہے۔ یہ حال دیکھ کر اہل اسلام آبدیدہ ہوئے اور لاش اس باایمان کی اٹھوا منگائی اور یہاں سے فیروز خان خاوری نے جا کر اس وار کا مقابلہ کیا۔ اس سوار کے گھوڑے میں نہیں معلوم کتنا غبار بھرا ہوا تھا کہ ہر بار وہ چیخ جھاڑ کر نکالتا تھا اور دنیا کو سیاہ کرتا تھا۔ پھر جو دیکھتے تو لاش مبارز و یکتا کی پڑی نظر آئی تھی کہ آنکھیں حسرت آلودہ کھلی ہیں گردن کٹی ہے۔ صورت زیبا خاک و خون میں ملی ہے۔ اسی طرح تا بہ شام وہ سوار میدان میں کھڑا رہا اور مبارزان ملک خاوری یکے بعد دیگرے اس کے مقابل میں جایا کیے اور قتل ہوا کیے۔ چالیس سردار شہر خاور کے اس کے رو برو گئے مگر ہلاک ہو گئے۔ پہردن باقی تھا کہ امیر نے قصد میدان نکلنے کا کیا۔

بختیارک ارادہ امیر سمجھ گیا۔ اس نے طبل بازگشت بجوا دیا۔ ملکہ زبور میدان سے پھری۔ سوار گھوڑا ڈال کر جانب صحرا چلا گیا۔ لقا ہنستا ہوا زبور پر سے زر و گوہر لٹاتا ہوا پھرا۔ امیر بھی رنجیدہ خاطر مراجعت فرما ہوئے۔ لشکریوں نے کمر کھولی اور آسودہ ہوئے۔ ملکہ زبور بارگاہ لقا میں آ کر بیٹھی اور مصروف میخواری ہوئی۔

بختیارک نے کہا "اے ملکہ کیا کہنا۔ کیا خوب پاکیزہ سحر ہے اور وہ کیا اچھی طرح تم لڑی ہو۔ لیکن امیر کے اس اعظم کی تم نے کچھ تدبیر نہیں کی۔ امیر کے نکلنے کا ارادہ میں پہچان گیا۔ وہ آئے تو سوار زندہ نہ رہتا یا تو ماش کا آٹا ہو جاتا اور اگر ساحر تھا تو جہنم میں جاتا۔"

زبور نے کہا "ملکہ جی میں دھوکے کی لڑائی نہیں لڑتی۔ ماش کے آٹے کا سوار کیسا۔ یہ سوار طلسمی ہے اور امیر آتے تو کیا ہوتا۔ یہ سوار نہ مارے مرے گا نہ کاٹے کٹے گا۔ تم اطمینان رکھو اور آج پھر طبل بجوا دو۔ لشکر و سنوں کا بہت ہے۔ لڑتے لڑتے بہت عرصہ گزرے گا۔ میں چاہتی ہوں کہ جلد فیصلہ ہو جائے۔

بختیارک نے کہا "اے ملکہ بھولے سے بھی سوار کا ذکر سر دربار نہ کرنا۔ وقت مار ڈالنے

والے بھی بہت بے ڈھب ہیں وہ بغیر مارے نہ چھوڑیں گے۔"

زنور نے کہا "کیا تم نے مجھے دیوانہ بنایا ہے۔"

یہ کہہ کر نفیر سحر کو دم دے دیا۔ پھر وہی شورش وہی ہنگامہ برپا ہوا۔ رات ادھر زنور اسی مقام پر رہی۔ جب شہسوار زریں کلاہ آسمانی صحرائے مغرب کی طرف گیا اور ساحرہ شب کا بارگاہ عالم میں داخلہ ہوا کہ

طلسمی ہے جہاں کا کارخانہ
کبھی شب ہے کبھی دن کا اجالا
ہوا تاریک عالم جب ہوئی شب
چراغ آسمانی سب جلے کوکب

ساحرہ اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آئی ادھر امیر کشور گیر کو نفیر و طبل جنگ بجنے کی صدا بنگاہوں نے پہنچائی۔ ادھر بھی نقارہ اسکندری اور حشاشی گڑ گڑایا۔ دلاوروں نے میں اسی چرچے کا زمانہ پھر آیا اپنی اپنی جگہ پر آ کر پھر وہی منچلا پن دکھانے لگے۔ وہی تیزیاں وہی شوخیاں جتانے لگے۔ کہیں تلوار چرخ پر چڑھی کہیں تیر و پیکان کو آبداری ملی۔ کسی نے زرہ درست کی۔ کسی نے طبع ست چابک و چست کی ادھر ساحروں میں سحر کے جگانے کی گرم بازاری رہی۔ پڑھنت زبانوں پر جاری رہی۔ چار پہر رات یہی مشغلہ رہا۔ جب مشعلہ افروز عالم نور آفتاب ہوا عالم با آب و تاب ہوا کہ

کہ جب اس رات نے انجام پایا
جبین صبح پر اک نور آیا
گلابی رنگ پایا بام و در میں
شفق نے روشنی بخشی نظر میں

ہنگام سحر امیر باکرم مسجد کے پاس سے اٹھ کر جلو خانہ شہنشاہی میں آئے۔ بادشاہ اسی شوکت و جلو سے برآمد ہوئے۔ ہر ایک کا مجرا و سلام ہوا۔ قلب لشکر میں بسان قلب تخت حضور لے کر جانب رزمگاہ مردان جنگ آزما چلے۔ کوس و نقارے اور دہل گرجنے لگے۔ نسیم سحری چلتی تھی۔ یونہیں سی خنکی تھی۔ باجے خوش نوائی کے ساتھ بجتے تھے بہادر تنتے تھے۔

اسی کروفر سے وارد دشت مصاف ہوئے۔ اس طرف سے گمراہی بھی فوج لے آیا۔ زیور جادو نے آکر ساحران ناکامی میدان پر جمایا۔ سامری جمشید کے نعروں کی صدا سے دنیا بھر گئی۔ بلی سحر کی میدان صاف کر گئی۔ نقیب چاؤش للکار کر کنارے ہوئے۔ زیور نے پھر اجازت لقا سے لے کر اپنے تئیں میدان میں پہنچایا اور مبارز طلب کیا۔ ادھر سے آج امیر نے قصد اول ہی نکلنے کا فرمایا۔ اس وقت ابوالفتح سے میدان قرق کرنے کو اشارہ کیا۔ اسنے دست بستہ عرض کی کہ اے شہریار کل ہم عیار دیار کفار میں حاضر تھے کہ ساحرہ نے بختیارک سے کہا یہ یہ سوار طلسمی ہے اور آدمی آنے کا نہیں ہے۔ امیر آئیں گے بھی تو کیا کریں گے۔ اسی سبب سے میں چاہتا ہوں کہ آپ تشریف نہ لے جائیں۔ مبادا اسم اعظم پر کوئی آفت آئے تو تباہی لشکر کا سامان ہو گا۔ آج یہ غلام تدبیر معقول اس سوار کی کرے گا۔ جب آج مجھ سے کچھ نہ ہو سکے اس وقت آپ کو اختیار ہے۔ کل اسی سلوار کی فکر میں گیا تھا کچھ پتا اس کا نہ معلوم ہوا مگر آج بہادروں کو تو لڑنے جانے دیجیے اور میں سوار کی تدبیر کرنے پہلے سے جاتا ہوں۔ آپ کچھ فکر نہ کیجیے۔

امیر نے یہ سن کر عرض کو اس کی پذیرا کیا۔ اس عرصہ میں آج دست راست کی صف سے سرداروں شاہزادہ بدیع و نوالدہر شل فضل بن کیا ہور وغیرہ مقابلہ ساحرہ میں حسب اجازت بادشاہ گئے سوار طلسمی اسی طرح صحرا سے آیا اور گھوڑے اپنی پیٹھ کو جھرجھرایا۔ غبار نکل کر تاریکی چھائی اور لاش لڑنے والے کی جب روشنی ہوئی تو نظر آئی۔ تا بہ شام یہی معرکہ گرم رہا ساحرہ نے امیر کا نام لے کر نہ پکارا تا آپ نے حسب

وعدہ ابوالفتح نکلنے کا ارادہ کیا۔ قریب شام طبل بازگشت بجا۔ لشکر دونوں پھرے لقا آج بہت خوش تعریف زیور کرتا ہوا بارگاہ میں آیا۔ امیر پھر کر اپنے لشکر میں آئے کر کھپی کر آسودہ ہوئے۔ ابوالفتح آج پہلے ہی سے جنگل میں صورت بدلے ہوئے چھپا ہوا تھا کہ دیکھیں سوار قدرت کہاں جاتا ہے۔ الغرض جب سوار قدرت اس نے دیکھا کہ یہ آ کے جنگل میں ٹھہرا اور ہر طرف دیکھ کر سامنے ایک چشمہ آب صاف کا بہہ رہا تھا۔ اس میں مع مرکب کود گیا اور غوطہ کھا کر غائب ہوا۔ اس عرصہ میں بالکل شام ہو گئی تھی۔ یہ تھا کہ ضیائے خورشید دریائے ظلمت میں ڈوب گئی اور چشمہ افلاک میں کنول ستاروں کے تیرتے نظر آتے تھے کہ

چھپے خط شعاعی جا بجا سے
ہٹکے کی التماس دعا سے
بڑھی مغرب سے لہراتی ہوئی شام
ہوا خورشید پر احسان آرام

ابوالفتح سوچا کہ اس چشمے میں جانا کاہے واسطے۔ اور آج پھر ساحرہ نے طبل جنگ بجوایا ہو گا۔ کل پھر یہی معرکہ لشکر اسلام پر آج کا سا درپیش آئے گا۔ بہتر ہے کہ کوئی تدبیر کروں۔ آخر سوچتے اس نے صورت اپنی ایک زن حسینہ و جمیلہ کی ایسی بنائی کہ زلف اس کی جو دیکھے۔ آشفتہ سری حاصل ہو۔ سنبل لیلا کیا اس کے مقابل ہو دل سودازدہ کو سلسلہ جنبانی عشق وہی سلاسل کرے۔ دل عشاق اسی کا پابند رہے۔ گیسو سیاہ کے پاس جبین کا چمکنا اور کالی رات تو یہ ماہتاباں یا شب سے سحر صادق کا طلوع ہونا۔ بدرمان ابروؤں کے سامنے اپنے تئیں بناتا ہے۔ مگر کب ان کا سا اپنے تئیں پاتا ہے۔ ترک حسن نے قتل کی تلواریں بنائی تھیں۔ تیوریاں چڑھتیں تو وہ تلواریں کھنچی نظر آتی تھیں۔ دل عشاق پر ان کے چڑھنے سے خنجر چل جاتے کشتگان ابرو مچل جاتے۔

آنکھیں وہ کہ جن کے سامنے ہر دل بیمار نرگس کو بھی ان کے عشق کا آزار و غم میں ان کے گرفتار شب و روز انہیں آنکھوں کی یاد میں ہر ایک بیدار پلک سے پلک نہ لگی۔ جب ان سے آنکھ لگی۔ بادام کی طرح دل مردم پسے کسی جادو نے کہا ایسی طاقت پائی۔ سامری کو یہ شعبدہ بازی کہاں آئی معجزہ ان آنکھوں کو یہ حاصل کہ یک وا ایما و اشارہ مردہ دل زندہ ہوتا ہے۔ یہ سحر سامری کب کر سکتا ہے۔ چہرہ تاباں میں تجلی کا ہونا سبحان اللہ نیا اعجاز ہے کہ الف نور کا مانند خورشید کھچا ہے۔ کاتب قدرت نے نیا خط نور لکھا ہے۔ کان ہر ایک جواہر کی کان فرہاد عاشق سننے میں انجان آئینہ رخسار کے سامنے پانی پانی لب لعلیں بہتر از عقیق یمانی دانت ہر ایک ہیرے کی کنی جان عشاق لینے پر دھنی دہن تنگ کی ایسی تنگی کسی غنچے نے کب پائی یہ خالق عالم کی ہے۔ قدرت نمائی کہ بے نشان ایک چیز بنائی۔ اس کو دیکھ کر چشمہ حیوان بھی ظلمات میں نہاں ہے۔ سب پوچھتے ہیں کہ کہاں ہے چاہ ذقن میں آپ سے ڈوبنے کی دلوں کو ہوس بحر حسن کا گرداب ہے اس کنوئیں میں گر کر یوسف کا دل بھی نہ نکل سکے۔ پستان سینہ پر ایسے کہ کوئی انار نہ پھل سکے۔ سرو سا قد اس پر یہ ثمر قدرت خالق خشک تر کر

جان سو جان سے ہے خوبی پستان پہ نثار
سرو سے قد نے یہ کیا خوب نکالے ہیں انار
تونبیاں بازو پہ دو رکھی ہیں یا بہر شکار
یا ہوئے قمقمے دو نور کے روشن اکہار
دو یہ گلدستے لب بام دھرے ہیں گویا
منقلب نور کے یا جام دھرے ہیں گویا
کبھی چھاتی سے دوپٹہ جو وہ ہٹ جاتا ہے
شرم سے جسم وہیں ان کا سمٹ جاتا ہے

رخ دوپٹے کو اٹھنے کو پلٹ جاتا ہے
دم یہاں عاشق بیدم کا الٹ جاتا ہے
بند محرم کے جو ہر وقت کسے رہتے ہیں
جان و دل طرفہ یہ بندش میں پھنسے رہتے ہیں
ہے سراپا جو قیامت تو ہے آفت چنچل
ایسی رفتار چھلاوے کا بھی دل جائے نکل
نازک ایسی ہے کہ کمر چلنے میں سو کھاتی ہے بل
وہ لگاوٹ کے ہیں انداز کہ دل ہو بیکل

بس اس مہ پارہ نے ایک تھالی ہاتھ پر رکھی۔ چمک اس میں جلتی ہوئی اور زیور طلا کار سے جسم کو آرائش دی اور کنارے اس چشمے کے آئی۔ دو تین پتھر بڑے بڑے اٹھا کر اس چشمے میں تھما تھم ڈالے کہ تمام پانی اس کا تلے اوپر ہو گیا اور چشمہ میں بڑا تلاطم ہوا۔ سوار سحر گھبرا کر باہر نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ وہی شخص ہے جو میدان میں جلیا کرتا ہے مگر اس وقت گھوڑا نہیں ہے۔ اور اسلحہ نہیں ہے۔

غرض جب وہ سوار باہر آیا۔ اس نے اس لالہ فام قلزم حسن کو کنارے اس چشمہ کے کھڑے پایا۔ پکارا اے گوہر یم خوبی و آشنائے بحر محبوبی یہ پتھر تو نے ہی اس چشمے میں میں پھینکے تھے۔ اس نے کہا "تم سے کیا مطلب تم جاؤ۔ ہم نے جس لیے پھینکے ہیں۔ وہ آپ ہی آئے گا۔"

وہ سوار قریب اس کے آیا اور اس کی صورت دیکھ کر بے قرار ہوا اور پھر اس صفائی اور ڈھٹائی پر تو وہ مر ہی گیا۔

اس نے کہا "اے پیاری یہ بری حرکت تم نے کی کہ اس میں بیٹھے ہوئے تھے اور تم نے پتھر مارے اس غواص محیط خوبی نے سن کر کہا ہمیں کیا جانوں کہ گھوڑے دریاؤں میں بھی آدمی رہتے ہیں۔ اچھا اب نہ پھینکوں گی۔ اے میاں تمہارے چوٹ تو لگی۔

اگر لگ گئی ہو تم مجھ کو مار لو۔"

یہ کہہ کر پکاری کہ "یا خداوند تو اس موئے سے بدلا لے کہ جس نے مجھ کو یوں خراب و خستہ کیا۔"

اس سوار نے کہا "میں تیری ہر آن پر نثار اے مایۂ حسن و ادا گوہر دریائے ضیا صفا یہ تو بتلا کہ کس نے تجھ کو خراب کیا اور کیوں تو اس جنگل میں آئی اور چشمے میں سنگ تن ہوئی۔" اس نے ایک آہ کی اور کہا "سچ جینا ہو ہمیں اور مرے وہ لوٹیں "روتے دیکھیں ہمیں جب دل کے پھپھولے پھوٹیں۔

اس سوار نے کہا "میں تیری ہر آن پہ نثار ادا پہ صدقے بتا کہ کس نے تجھے ستایا ہے۔ یہ اپنا حال تو نے کیا بنایا ہے۔"

اس نازک بدن نے کہا "اے میاں اب تم سے کیا پردہ رہا اور چھپاؤں تو کہاں تک اب تو آوارہ دشت ادبار میں ہو چکی۔ ذات برادری سے گئی ماں باپ چھوٹے۔ کہیں کی نہ رہی۔ میں قلعہ عقیق کہ کی رہنے والی ہوں اور پنج قوم نہیں اتم ذات کی ہوں۔ اب اپنی ذات کیا بتاؤں۔ خیر اس کو تو یہیں تک رہنے دو۔ میرے گھر میں ایک چھوکرا نوکر تھا۔ کاروبار گھر کی ٹہل کرتا تھا۔ وہ مجھ کو دیکھ کر فریفتہ ہوا اور میں بھی اس کے اکیلی آئی اور پھر گئی۔ آج اسی سے وعدہ ہے کہ تالاب پر اتر کی طرف جانا اور ڈھیلے اس چشمہ میں پھینکنا میں پہلے سے اس میں اتر کر بیٹھ رہوں گی جب ڈھیلے تم پھینکو گے میں نکل آؤں گی۔ سو اس کے لیے میں نے یہ ڈھیلے پھینکے تھے۔ اس کا تو کہیں پتا نہ لگا۔ تم البتہ نکل آئے۔ یہ تو بتاؤ کہ تم سے بھی کیا کسی سے وعدہ اسی طرح کا تھا۔ اس سوار نے یہ سن کر قہقہہ مارا اور کہا "یہ بھی کچھ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو آشنائی کرے وہ تالاب ہی میں آ کر بیٹھے "یہ کہہ کر اس گوہر گرانمایہ بحر حسن کو گلے سے اس نے لگا لیا اور کہا "اے سراپا ناز یہ آئین بھی قدرت کے کھیل ہیں خداوند نے تیری آبرو بچائی پنج قوم کے ہاتھ سے عزت برباد جاتی۔ وہ لونڈا ٹھلوا تو نہیں معلوم کہ کسی سردار کی بیٹی ہے نہیں معلوم سوداگر زادی ہے۔ تجھ کو اس سے

بھلا کیا نسبت۔ خواب ہوا کہ تو اس تالاب پر چلی آئی۔ وہ لونڈا مارے ڈر کے جنگل میں آیا نہیں۔ تجھ کو روز اس نے بھیجا۔ شاباش تیرے دل کو کہ تو اس تالاب پر چلی آئی۔ اسی طرح مجھ سے کہ ہر بات میں وہ نکل جائے گا اور تجھ سے دغا کرے گا۔ اے نازنین تیرے لیے سردار نامدار کوئی ہو تو زیبا ہے۔ خبردار ایسا امر کبھی نہ کرنا کہ پنچ سے بیت کر کے اپنی عزت دینا۔ اب اگر تو محبت کرنا چاہے تو میں سردار طلسم ہوشربا کاہوں اور ملازم ملکہ زیور جادو جو مصاحب خاص شاہ جادواں افراسیاب عالی شان کی ہیں۔ انھوں نے بڑی محنت کر کے مجھ کو پالا ہے اور سحر بند کیا ہے۔ میں حمزہ سے لڑنے کو آیا ہوں اور ان کے حکم سے اس تالاب میں رہتا ہوں۔ تجھ کو مالا مال کر دوں گا۔ اس نازنین نے کہا "محبت تو سچ پوچھو یوں نہیں کہ یکایک میں تم سے کرنے لگوں تم بھی میری کچھ دنوں منت کر پاؤں پر سر دھرو اور میرے گھر آیا جایا کرو اور خاطر داری کرو۔ یونہی بڑھتے بڑھتے محبت بھی ہو جائے گی۔ یہ سن کر وہ سوار بھی اس کے پاؤں پر گرا اور کہا "اے جان اچھا تو اب اپنے اس لونڈے کا خیال چھوڑ کر میرے گھر میں آیا۔"

اس نے کہا "میرے گھر میں سب راہ میں دیکھیں گے۔ دیر ہو گی تو سب چونچ جائیں گے۔ ادھر کو وہ لونڈا راہ دیکھ کر کسی تالاب پر سے گھر جائے گا تو اور بھی آفت ڈھائے گا۔ مجھ سے خفا ہو جائے گا۔ میں اس پر مرتی ہوں اگر وہ خفا ہو گا تو میں جان دوں گی۔"

اس سوار نے کہا "کہ ایک لحظہ بھر کے لیے کوئی خفا نہ ہو گا اور ہم خداوند لقا سے کہہ کر تیرے ماں باپ کو راضی کر دیں گے۔ تیری صحبت سے خداوند کو واہی ولا دیں گے۔"

اس نے کہا "کچھ ہی کھیل نہ ہو۔ میں تیرے ساتھ نہ جاؤں گی۔ تو مجھ کو وہاں لے جا کر بے عزت کرے گا اور میں جانتی ہوں کہ جو میری گت بنائے گا۔ مردوے حواس میں آیا۔ مجھ اکیلی عورت کو پا کر تو نے پاؤں پھیلائے ہیں۔ ایسی گیگلی نہیں

ہوں مجھ سے سب میری دائی بتلا چکی ہے کہ اس طرح مردے عورتوں کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور اپنی جورو بناتے ہیں۔ سن اے شخص میں کسی کی جورو نہ بنوں گی۔ جو چوری کی مٹھائی میں مزا ہے۔ وہ کسی میں نہیں ہے۔ میں محبت نہ کروں گی۔"

وہ سوار بھلی بھلی باتیں سن کر اس کو گود میں اٹھا کر تالاب میں کود پڑا۔ ہر چند وہ تڑپی اور بیتاب ہوئی۔ مگر اس نے نہ مانا جب اس کی آنکھ کھلی اور تہ پر پاؤں لگے دیکھا کہ یہاں پانی نہیں ہے۔ ایک مکان بنا ہے۔ چھت پردے چلمنوں سے آراستہ ہے۔ پلنگ جواہر کار گسترہ ہے۔ نیچے اس کے مسند بچھی ہے۔ ہمہ اشیائے راحت نعمت دھری ہے۔ وہ ساحر آخر مسند پر بیٹھا۔ اس کو پہلو میں اپنے بجان دل کے بٹھلایا اور پکارا "اے جان جہان یہاں ٹھہر کر ایک جام شراب پی لے پھر تجھ کو میں تیرے گھر پہنچا دوں گا۔ مگر تیرے فراق میں یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا۔ مدت سے میں ملکہ زیور کو پیار کرتا ہوں وہ میری مالک ہیں اس وجہ سے راز دل ان سے کہہ نہیں سکا۔ خداوند نے ان سے بہتر تجھ کو میرے لیے بھیج دیا ہے۔ اب کیا پرواہ ہے۔"

اس گلبدن نے انگوٹھا دکھلایا کہ تیرے منہ کو جھلسا میں تیرے کہنے پر عمل کروں۔ یہ کبھی نہ ہو گا۔ اب وہاں اس مہ پیکر نے ہنگامہ گرم بازاری ناز و نخرہ کا گرم کیا کہ

کہ چشم شوخ مصروف حیا تھی
نگاہوں میں تصور کو نہ جا تھی
وہ تھیں بیہوشاں کیف سخن میں
نہ ہوتے اس طرح چرچے انجمن میں
قدم واقف نہ تھے نقش زمیں سے
زباں تھی آشنا ہاں اور نہیں سے

وہ ساحر لپٹا اس کے جاتا تھا۔ اس نے کہا مہر آگ لگ جائے تیری مستی پہ اگر میں اس دیوا پہ نہ آتی تو تو کس سے چہ میگوئیاں کرتا۔ لے اب مجھ کو گھر جانے دے۔ میرا مارے بھوک کے برا حال ہے۔

اس نے کہا "کھانا یہیں موجود ہے کھا لو تو پھر ہمارے سر کی قسم پھر ہم جانے دیں گے۔"

اس نے کہا "کہاں ہے۔"

وہ سمجھا تھا کہ کھانا لاؤں۔"

اس نے کہا "نہیں ہم آپ لائیں گے تو بتا دے۔"

اس نے کہا "دیکھو وہ سامنے تپائی پہ خوان کیسا رکھا ہے۔"

یہ نازک بدن اٹھ کر اس خوان کے پاس آئی اور کہا "میں پہلے دیکھ لوں کہ اس میں کیا کیا ہے تو لے بھی جاؤں اور جو کوئی میری پسند کا نہ ہو گا تو نہ کھاؤں گی۔"

یہ کہہ کر خوان کو کھولا۔ وہ ساحر تو اپنی جگہ پہ بیٹھا رہا اور اس کی آن بان کا دیوانہ تھا۔ اس نے وہاں خوان کھول کر کھانا جو کچھ اس میں تھا اس کو آمشہ بدارو سے بیہوشی کیا اور لے کر پاس اس ساحر کے آیا کھانا سامنے چنا اور آپ بھی بیٹھا۔ پھر نوالے کچھ بنا کر اس ساحر کے منہ میں دینے لگا۔

اس نے کہا "اے گلفام تم آپ کھاؤ اور لاؤ میں تجھ کو کھلاؤں۔"

اس نے کہا "اے شخص اب کچھ تیری محبت آتی جاتی ہے۔ ہمارا مزہ دیکھے جو ہاتھ سے ہمارے نہ کھائے۔" ناچار اس نے خوش ہو کر منہ کھول دیا۔ اس نے چند نوالے اسکو کھلائے اس کو گرمی معلوم ہوئی کہا "ٹھہر جاؤ میں پانی پی آؤں۔ جب تک تم کھاؤ۔"

یہ کہہ کر اٹھا طمانچہ بیہوشی نے مارا کہ چرخ کھا کر گرا۔ ابوالفتح نے فوراً خنجر کھینچ کر مارا۔ مگر خنجرا چٹ گیا۔ اس سیسہ کر چمچے میں گرم کر کے سنسی سے منہ کھول کر پلا دیا کہ دل و جگر اس کا جل گیا اور آواز گیر دار کی پیدا ہوئی۔ وہ تالاب اور مکان بالکل سب نابود ہو گیا۔ یہ روتے ہوئے زیور کی طرف گئے اور یہاں ابوالفتح نے

دیکھا کہ ایک غار بہت عمیق ہے۔ وہ مکان اور تالاب کچھ نہیں ہے۔ یہ اس غار میں اترا۔ دیکھا وہ سردار جو مارے گئے تھے۔ وہ سب اس غار میں تھے اور وہ گھوڑا بھی کہ جس پر یہ سوار چڑھ کر میدان میں جاتا تھا بندھا ہے۔ مگر قریب جا کر جو دیکھا تو ماش کے آٹے کا ہو گیا ہے اور ایک تختی اس سوار کی جھولی سے تلاش کرنے میں لی۔

وہ تختی ابوالفتح نے لے لی اور سرداروں کو لے کر اپنے ہمراہ جانب لشکر امیر روانہ ہوا اور رات کو ملکہ زلور نے اس خیال سے طبل جنگ نہ بجوایا تھا کہ دو دن برابر میدان داری سوار کر چکا ہے۔ ایک روز اس کو آرام ملنا چاہیے۔ اب کل کے روز پھر لڑوں گی۔ اور اس کو اطمینان تھا کہ میرے سوار کے پاس تختی ہے کہ اس کے سبب سے وہ طلسم بند ہے۔ وہ امیر کے ہاتھ سے نہ مارا جائے گا۔ اس طرح سے کہ جیسے قلبدار گیان و خندان امیر کے ہاتھ سے مارے نہ گئے اور ان کو عمرو نے عیاری کر کے مارا۔ حال بخت ور بند فرعونیہ آخر ایرج نامہ میں ہے۔

الحاصل کچھ دیر بارگاہ لقا میں ٹھہر کر بختیارک سے صلاح کر کے اپنی بارگاہ میں آ کر آرام پذیر یہ ہوئی تھی۔ رات آدھی کے قریب آ چکی تھی کہ یکایک پریوں کے رونے کی صدا کان میں آئی۔ یہ گھبرا کر اٹھی سحر پڑھا کہ پیر سامنے آئے۔ یعنی چند طائر سامنے آ کر گرے اور پکارے کہ " اے ملکہ ایک ساحرہ تالاب میں سوار طلسمی کے آئی اور اس نے آ کر اس کو مارا اور امیر کے سرداروں کو چھڑا کر لے گئی۔

یہ کہہ کر وہ طائر غائب ہوئے اور زلور یہ خبر سن کر بدحواس ہو گئی کہ اب میری مشکل پڑے گی۔ پھر دل کو کڑا کر کے گویا ہوئی کہ خیر سمجھ لیا جائے گا۔ یہ خدا پرست کہاں جائیں گے میرے ہاتھ سے مگر حیران تھی کہ ساحرہ کون تھی جو وہاں گئی اسے جب میں گھر سے چلی تھی تو سوار کو پہلے سے میں نے بھیج دیا تھا اور وہ بھی اسی جگہ آ کر رہا تھا کہ پتہ اس کا ملنا ممکن نہ تھا۔ اچھا اب اور کچھ تدبیر کروں گی۔

یہاں تو یہ تردد میں تھی۔ ادھر ابوالفتح نے سب سرداروں کو لا کر داخل بارگاہ سلیمانی

کیا۔ امیر بھی دربار برخاست کر چکے تھے۔ لیکن خبر سن کر خوشنود ہوئے۔ سرداروں نے خلعت آ کر ابوالفتح کو دیئے اور بہت خوشی لشکر اسلام میں ہوئی۔ وہاں رات کو زیور فکر میں سوئی نہیں کروٹیں لیا کی۔ اس وقت ایک خواص خاص نے اس کی اس کو متردد دیکھ کر کہا "اے ملکہ آپ کو فکر کس بات کی ہے اگر ان مسلمانوں کی فکر ہے تو مجھ سے ارشاد ہو کہ میں جا کر ان خدا پرستوں کا تمام کروں۔"

زیور نے کہا "اس سے کیا بہتر ہے مطلب ہے تم ہی سہی۔" اس خواص نے کہ جوش جادو اس کا نام ہے اجازت پا کر تیاری کی اور اسی رات کو بارگاہ زیور سے نکل کر جنگل کو روانہ ہوئی۔ اتفاق روزگار سربنگ عیار اس فکر میں لشکر ساحران میں آیا تھا کہ ہو سکے تو یہ زیوار پر کوئی عیاری کروں۔ اس نے دیکھا کہ ایک ساحرہ بارگاہ سے نکل کر لشکر کے باہر جاتی ہے۔ پس یہ بھی اس کے عقب میں روانہ ہوئی اور وہ ساحرہ کچھ دور چل کر اڑی اور صحرا میں قریب دمہ کو پہنچ کر اتری اور زمین کو وہاں کی لیپ کر تیاری کر کے اس نے چاہا کہ سحر کروں تاکہ آفت لشکر اسلام پر نازل ہو۔ سربنگ تو اس کے پیچھے چلا ہی تھا۔ ڈھونڈھتا ہوا ادھر پھر آیا اور اس نے دور سے اس کو دیکھا بس فوراً صورت ایک ساحر کی اپنی بنا کر کترا کر ایک رسی ہاتھ میں لے کر دمہ کو میں سے نکلا مگر کہتا ہوا "واہ ری رسی واہ ری رسی میں نے آج تک کوئی قدر تیری نہ کی۔ اگر چاہتا تو خدا پرستوں کی لڑائی فتح کر لیتا خیر اب کل تجھ سے کام لوں گا۔"

یہ کلام جوشن جو بیٹھی تھی اس نے بھی سنے اور اس کو پکارا "بھائی ساحر ذرا یہاں آؤ۔"

یہ اس کے سامنے گیا اور پوچھے "تم کون ہو۔" اس نے کہا "میں تو جوشن جادو ملازم زیور ہوں۔ لیکن تم بتاؤ کہ یہ رسی کی کیا تعریف کر رہے ہو اور کل کیا کرو گے۔"

اس نے کہا "دیکھ لینا کہ جو کچھ کریں گے۔"

اس نے کہا "آخر ہم بھی تو سنیں۔"

اس نے جواب دیا۔ "یہ رسی ہمارے پاس جادو کی ہے۔ اگر کہو تو تمام عالم کو اس سے

باندھ لیں۔"

اس نے کہا "واہ یہ رسی تو خوب ہے۔ ہم کو دے۔ ذرا دیکھیں کہ کس طرح کی بٹی ہے۔"

یہ سن کر سرہنگ قریب اس کے لایا اور کہا "جی جاؤ بھی میرا راز کھل گیا۔ وہ دیکھو تمہارے پیچھے کھڑے سن رہے تھے۔"

اس نے اس کے کہنے سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اس نے وہ رسی جو رسی نہ تھی۔ کمند تھی۔ اس کے حلقے گردن میں پہنا دیئے اور جھٹکا مارا کہ حلقے گردن میں پیچی ہوئے۔ اس نے گرا کر خنجر سے سر کاٹ لیا۔ غل و شور برپا ہوا – ارے مارا جوشن جادو کو۔"

لاش اس کی بوڑھے چکر دیتے ہوئے سامنے زیور کے لائے اور کہا اس طرح ایک ساحر نے اس زیور بہت ہی پریشان ہوئی کہ یہ ساحر کیوں۔ ایسے دشمن لگے ہوئے ہیں۔ اس عرصہ میں وہ رات بھی تمام ہوئی اور وہ زمانہ آیا کہ جوشن طلائی مہر بازو سے فلک پہ بندھا اور بلا ملہ کنگن شاہد شب کی کلائی سے اترا کہ

کھلے لفظ شلث کے معانی
نور وحشت کی تھی مہربانی

صبح دم لقا دربار میں آ کر بیٹھا زیور بھی آئی سجدہ کیا۔ پھر اپنی جگہ پہ بیٹھی۔ ادھر امیر بھی دربار میں آئے بادشاہ سریر جہانبانی پہ آ کر رونق افروز ہوئے۔ ابوالفتح کو خلعت عنایت کیا۔ حال قتل سوار سنا۔ پھر سوسن نے حال قتل جوشن سنایا۔ سرہنگ کو بھی خلعت فاخرہ ملا۔ وہاں زیور کو چپ چاپ۔ دیکھ کر بختیارک نے کہا "اے غنچہ گلزار حسن آج کیا اوس پڑی ہے کہ وہ گل کی روشن خندہ نما نہیں کرتی ہو۔"

زیور نے کہا "ملک جی رات کو میرا سوار مار ڈالا گیا اور ایک خواص خاص بھی کام آئی اور میں حیران ہوں خبر سنی کہ ایک تو ساحرہ نے مارا ایک کو ساحر نے۔"

بختیارک نے کہا "لیجیے مبارک باشد لگا تو لگ گیا۔ ہم نہ کہتے تھے کہ کوئی انھیں یا ان کے سرداروں کو ستائے اور پھر زندہ رہے۔ اے زیور وہ ساحر اور ساحرہ نہ تھے وہ عیار تھے یا تو سربنگ تھا یا ابوالفتح تھا۔ یہ انھیں کا کام ہے تم گھبراتی کیوں ہو۔ ابھی تو دیکھو اور کون کون مارا جاتا ہے۔"

یہ سن کر اس نے کہا۔ میں ابھی جا کر اس موئے کو پکڑ لاتا ہوں۔"

بختیارک نے ہر چند منع کیا نہ مانا اور بیٹھے بیٹھے غائب ہوئی اور لشکر اسلام میں آئی۔ یہاں وہی رونق اور پاکیزگی دیکھی۔ بازاریں آراستہ پائیں مگر غصہ میں بھری تھی۔ ہر طرف ابوالفتح کو ڈھونڈنے لگی۔ وہ بارگاہ سلیمانی میں تھا۔ کہیں پتہ اس کا نہ معلوم ہوا۔ ناچار یہ بازار میں سیر کرنے لگی بازار چار چوک بلقیس اور بازار فرہنگ چوب شمشاد وغیرہ اس کے بہت پسند خاطر ہوئیں۔ انھیں بازاروں میں پھرنے لگی اور ابوالفتح بعد کچھ عرصہ کے بارگاہ سلیمانی میں سے نکل کر بازار کی طرف گشت کرنے لگا اور اس نے دور سے دیکھا کہ زیور بازار میں پھر رہی ہے حیران تھا کہ یہاں کیوں آئی۔ اسی اندیشہ میں چاہا۔ اس نے کوئی صورت بدل کر اس کے پاس جاؤں مگر اس نے بھی دیکھ لیا تھا کہ وہ ابوالفتح کھڑا ہے پس اس نے بزور سحر ہاتھ پاؤں اس عیار کے بیکار کر دیئے اور وہاں سے پنجہ بن کر جواڑی ابوالفتح کی کمر میں پنجہ دے کر لے اڑی۔ بازار میں غلغلہ ہوا۔ مگر بازاری کیا کرتے۔ ادھر ساحرہ ابوالفتح کو پہاڑ پر لائی اور زمین پر اتار دیا۔

ابوالفتح کی جب آنکھ کھلی چپکا کھڑا ہو رہا کہ تن پر تصفیہ قفل۔

ادھر زیور نے کہا "ارے موئے کم بخت غارت ہو تو نے بڑا غضب کیا کہ میرے سوار کو مار ڈالا۔"

ابوالفتح نے کہا۔ "جی ہاں مارا تو ہے۔ پھر آپ مطلب فرمائیے کہ کیا ہے۔"

زیور نے کہا۔ "موئے کی ڈھٹائی تجھ کو اپنی جان کا بھی خوف نہ آیا کہ اس سوار کا کوئی مالک بھی ہو گا۔ پھر وہ مجھ سے کس طرح پیش آئے گا۔"

ابوالفتح نے جواب دیا "میری اس بات سے دلجمعی ہے کہ کوئی میرا کچھ نہیں سکتا اور

میں نے بیسیوں کو مار ڈالا۔ تمہیں بھی مار ڈالوں گا۔ آج البتہ اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ اگر تم مجھ کو چھوڑ دو اور میرے حال پر رحم کرو تو البتہ اب جو تم سوار بناؤ گی میں نہ ماروں گا۔"

زیور نے کہا "اے مغل سوف میں تیری باتوں سے خوب آگاہ ہوں۔ بھلا سوئے تو مجھ کو کیا دم دے گا۔

میں کب تیرے فقرے میں آنے والی ہوں۔ لو صاحب اب جو میں اور کوئی سوار بناؤں گی تو یہ نہ ماریں گے اب کے جو مارا ہے تو اس کو معاف کر دوں۔ ابھی کیوں نہ میں مار ڈالوں۔"

ابوالفتح نے کہا۔ "ایک خطا دو خطا تو سب معاف کرتے ہیں۔ مگر تیسری خطا میں سزا دیتے ہیں سو آپ بھی جب تین خطائیں میں کروں تو سزا دیجئے گا۔ آپ کی تو ابھی ایک ہی خطا ہوئی ہے آپ ابھی سے برہم کیوں ہوتی ہیں۔

زیور نے کہا "کیا کہنا تیرے بیان کا۔ ماشاء اللہ کیا جرات ہے کہ ایک تو خطا کر چکا ہے۔ اب اور چاہتا ہے کہ دو اور کروں۔ سو مجھ کو کیا غرض ہے کہ میں تیسری خطا کا راستہ دیکھوں اور علاوہ اس کے تم لوگوں کا تو کام ہی یہ ہے کہ تمام عمر دغا بازی مکاری کرتے ہو اور اپنی حرکت سے باز نہیں آتے۔

یہ کہہ کر پھر پنجہ داب کر اٹھی اور ابوالفتح کو سیدھی بارگاہ لقا میں لائی کہ دیکھو' ملک جی میں پکڑ لائی۔ ملک جی نے کہا "شاباش میری شیرنی۔"

زیور نے لقا سے کہا "یا خداوند پھر اب میں اس کو قتل کرتی ہوں۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔"

اس نے کہا "یہ تیرا گنہگار ہے ہم نے بھی اجازت دی مار ڈالا۔"

ادھر بختیارک نے بھی اجازت دی کہ اے زیور اگر اس طرح کڑی پڑو گی اور مار ڈالنے میں جلدی کرو گی تو البتہ فتح یاب ہو گی۔ مار ہی ڈالو تو بہت بہتر ہے۔ اب مناسب ہے کہ جلدی کرو اس کے قتل میں ایسا نہ ہو۔ کہ لشکر اسلام میں خبر ہو جائے اور

ان کے مقابل آ جائیں تو مشکل پڑ جائے گی۔ سب محنت تمہاری برباد ہو گی اوروں نے بھی تائید کلام کی کہ اے ملک ملک جی سچ کہتے ہیں۔ گلباد جادو اور آفت خیز جادو۔ اس کی مصاحبین بھی گویا ہوئیں کہ واری جلدی ماریئے اس موذی کاٹے کو کہ اس نے سوار کو ہمارے مارا ہے۔"

یہ تقریر ایک خدمت گار کہ پشت بختیارک پر کھڑا مورچھل جھل رہا تھا۔ اس نے بھی سنی اور چپکے سے کان میں ملک جی کے جھک کر کہا "ملک جی آپ کا ایک زمانہ دشمن ہو رہا ہے اور آپ اپنے مشورے سے ابوالفتح بھانجے کو عمرو کے قتل کرواتے ہیں۔ یہ بات سب میں مشہور ہو جائے گی اگر کوئی آپ سے آ کر دعویٰ خون کرے گا تو آپ کی جان مفت جائے گی۔ اور عمرو سے بھی شرمندہ ہونا پڑے گا۔ اب ساحر قتل کرنے پر آمادہ ہے آپ عیار کو قتل ہونے نہ دیکھیے تو اچھا ہے۔"

بختیارک نے یہ کلام خیر خواہی کے بانی خدمت گار جو سنے کہا "سچ کہتا ہے اور اٹھ کر اپنے خیمے میں چلا گیا۔ وہ خدمت گار بھی اس کے ساتھ اس کے خیمے میں آیا۔ دیکھا کہ بختیارک یہاں آ کر لیٹ رہا ہے خدمت گار نے آتے ہی چادر کو منہ سے ہٹایا اور کہا "ملک جی کیوں یہ ہم لوگوں سے بے اعتنائی بختیارک نے جو دیکھا تو سرہنگ مصری ہے جان نکل گئی کہا "جی پیر و مرشد کیا ہے۔"

اس نے ایک بکنا بیہوشی کا اس کے منہ پر مل دیا اور اس کو پلنگ کے نیچے ڈال کر داڑھی اسکی مونڈ کر منہ اس کا کالا کر کے اس کو وہیں چھوڑا اور اس کے کپڑے پہن کر اسی کی سی صورت بن کر بارگاہ میں آیا اور زیور کا ہاتھ پکڑ کر کہا "میری دو باتیں سن لو" پھر اس عیار کو مارنا۔"

زیور نے کان اپنے لگا دیئے۔

اس نے کہا "اے ملکہ دشمن کے بارے میں ڈالنے سے مطلب یا کہ تمام عالم میں شہرت کرنے سے مطلب ہے سرہنگ اس کے قتل کرنے میں نقصان ہے قتل نہ کرنے پاؤ گی۔ عیار لگے ہوں گے۔ وہ ایک خنجر تم پر ماریں گے۔ کھوپڑی تر شکر دور کرے گی۔

اس سے بہتر ہے کہ تم اس کو ایک خیمہ میں لے جاؤ۔ وہاں سر کاٹ لو تاکہ کسی کو خبر بھی نہ ہو۔ اپنے کام سے کام رکھو۔"

زیور نے کہا "تم کہتے ہو۔ کیا کہنا اے شیطان ورگلو تمہاری عقل مندی کا آخر کیوں نہ خداوند نے ایسا ہی سمجھ لیا ہے جب یہ عمدہ شیطنت تم کو دیا ہے اور تم جو چاہتے ہو۔ خداوند کو کہتے ہو وہ برا نہیں مانتے۔"

یہ کہہ کر ابوالفتح کو پکڑ کر ایک خالی خیمہ میں لے گئی۔ جو خواصیں کہ ساتھ آنے لگیں ان کو بھی منع کیا سب کو روک کر شیطان کو بلایا اور چاہا کہ سر ابوالفتح جدا کرے بختیارک نقلی نے کہا "اس وقت سحر اپنا اس پر سے اتار لو تاکہ آہستہ جان اس کی نکلے۔ اسنے سحر اتار لیا۔

اس وقت بختیارک نقلی نے ایک بیضہ بیہوشی ناک پر زیور کے مارا کہ وہ چھینک مار کر بیہوش ہوئی۔ مگر زمین پر گرتے اندر زمین کے سما گئی۔ بختیارک یعنی سرہنگ نے ابوالفتح کو کھول دیا اور کہا "جاؤ۔"

ابوالفتح بھی مسحور نہ تھا۔ ایک طرف کو نکل گیا اور زیور جب اندر زمین کے پہنچی۔ سردی سے زمین کے ہوشیار ہو گی اور تڑپ کر باہر نکلی۔ یہاں کسی کو بھی نہ پایا۔ باہر نکل کر پوچھا۔ "بختیارک شیطان ورگلو کہاں ہے۔

لوگو نے کہا آپ ہی کے ساتھ گئے تھے۔ پھر ہم نے نہیں دیکھا۔ اس نے اس وقت ابوالفتح کو تلاش کیا جبکہ وہ بھی نہ ملا تو ناچار ہو کر بارگاہ لقا میں چلی آئی اور آ کر ملک جی کو پوچھا۔ یہاں بھی لوگوں نے وہی کہا کہ آپ کے ساتھ تھے۔ ابھی تک تو یہاں نہیں آئے مگر یہ تو بتلایئے کہ آپ نے ان کو کہاں چھوڑا۔ جو آپ ڈھونڈتی پھرتی ہیں۔

اس نے تمام حال اپنے ساتھ جانے کا اور بختیارک کے انڈا مارنے کا اور اپنے غائب ہو جانے کا بیان کیا۔

سب نے یہ کلام سن کر کہا "شاید خواجہ سلامت کے قدم طلسم سے یہاں آ گئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہی ان کو لے گئے۔"

زنّور یہ سن کر گھبرا گئی اور ڈھونڈتی ہوئی خیمہ بختیارک میں پہنچی اور ہر طرف ڈھونڈنے لگی۔ ایک جگہ ملک جی کو دیکھا کہ ننگے پڑے ہیں۔ کہ یہ شرما کر آنکھیں نیچی کر کے پکاری کہ صاحبو یہاں آکر تو دیکھو یہ کس طرح پڑے ہیں۔"

سپاہی نے کہا "بی بی رات کو ایک مسخرہ آ گیا تھا۔ اس خیمہ کی پشت کی طرف وہی پڑا ہے۔ اس نے کہا مونڈی کاٹے تو دیوانہ ہے۔ میں اندر خیمہ کے کہتی ہوں تو باہر بتلاتا ہے۔"

غرض دو چار آدمی اندر آئے اور بختیارک کو اس حال سے دیکھ کر انہوں نے کہا "یہ کوئی ملک جی کے خیمہ میں دل لگی کر گیا ہے کہ حلال خور کو ڈال کر چلا گیا۔ غرض انہوں نے منہ پر بختیارک کے پانی چھڑکا کر وہ ہوشیار ہوا۔

ملک نے کہا "ارے شیطان جا کر کپڑے پہن۔"

بختیارک ایک ہاتھ آگے پیچھے رکھ کر حمام خانہ میں گیا۔ منہ دھویا کپڑے پہنے پھر باہر آیا اور زنّور کے ہمراہ لقا کے سامنے گیا اور سب حال اپنا بیان کیا۔ اس نے سن کر کہا کیوں اے شیطان درگاہ تو بڑی چھیڑ چھاڑ کیا کرتا تھا۔ آج تو اس کی سزا کو پہنچ گیا ہے۔

بختیارک نے کہا "یا خداوند یہ تو آپ سچ فرماتے ہیں۔ غلام تو اپنی سزا کو پہنچ گیا مگر کیا وجہ ہے کہ جو آج خداوند کی ڈاڑھی مونڈی گئی۔ کس واسطے کہ ہمیشہ کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب تقدیر ہماری برگشتہ ہو جاتی ہے تو ہی آپ کی بھی تقدیر پھر جاتی ہے اور ریش خداوند کام آتی ہے۔"

لقا نے کہا "تقدیر کا معاملہ کبھی یوں ہے کبھی ووں ہے۔ تو ذلیل ہوا میں صاف بچ گیا۔ قلم قدرت میں کسی کا اجارہ کیا ہے۔ جدھر پھر گیا ادھر پھر گیا۔ اب کی یوں بھلی چلے گا' پھر اس کو میں کیا کروں۔"

• میری ساری جان تو لڑکی میں پڑی ہے

غرض یہ تو اس طرح کہہ رہا تھا کہ زیور نے رقعہ جمشیدی دیکھا معلوم ہوا کہ سرہنگ مصری عیار ابوالفتح کو لے گیا اور ایک مرتبہ تجھ کو مار ڈالے گا بہت روئی تھی۔ پھر اس مضمون کو دیکھ کر زیور بہت گھبرائی بلکہ شل مردہ ہو گئی۔ اس میں ایک چیلے نے سحر کے آ کر سلام کیا اور کہا "میں آپ کی امی جان ملکہ سفاک کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ یہ نامہ لیجیے اور جواب عنایت کیجیے۔ اے ملکہ میں دو روز سے آپ کے ہمراہ ہوں۔

اب اطلاع کیے دیتا ہوں کہ اب کی بار عیاروں کے ہاتھ سے بمدد خداوند سامری آپ بچ گئیں مگر اب کسی طرح امید نہیں ہے۔ میں جا کر سفاک سے کہہ دیتا ہوں کہ وہاں بیٹھی آپ کی عیاروں میں گر گئی ہیں۔ کس لیے کہ اے ملکہ آپ غافل ہیں۔ کسی طرح اپنی جان کی آپ کو پروا نہیں۔ اے لیجیے دیکھیے وہ دو عیار اب بھی آپ کی فکر میں کھڑے ہیں۔ پھر تمہاری جان بچنے کی کون سی صورت ہے۔"

زیور نے اس چیلے کے کہنے سے اس طرف دیکھا کہ جدھر اس نے بتایا تھا۔ واقعی دو عیاروں کو کھڑے پایا۔ یہی چاہا کہ دونوں کے واسطے دستک دینے کو ہاتھ اٹھائے۔ اس نے تو ہاتھ اٹھائے۔ عیار دونوں کافور ہو گئے۔ جستیں کر کے یہ کہتے ہوئے "اری تجھ ہم کب ہاتھ آتے ہیں۔ نکل گئے وہ چیلا پکارا "وہ گئے۔ اب دستک دینے سے کیا ہوتا ہے۔ زیور شرمندہ ہو کر رہ گئی اور سرہنگ اور ابوالفتح صورت بدل کر بارگاہ زیور کی طرف چلے۔ چلتے وہاں چیلا بھی رخصت ہو کر تیز روانہ ہوا۔ اب زیور کو تو یہیں رہنے دو۔ مگر حال چیلے کا سنو۔

اس کو بسبب محبت کے بیٹی کے پاس سفاک جادو نے بھیجا تھا اور آپ افراسیاب کے پاس آئی تھی۔ وہاں سے حیرت کے پاس آئی کہ ملکہ حیرت بادشاہ سے کہہ کر مجھ کو

اجازت بیٹی کے پاس جانے کی شاہ سے دلائیں گی۔ غرض یہ حیرت کے پاس دنگ پر بیٹھی ہے کہ چیلا جا کر پہنچا اور اس نے ملکہ حیرت کو مجرا کیا۔ اس نے اس کو مطلق نہ پہچانا۔ ملکہ گھبرا گئی کہ یہ غیر کا چیلا کیونکر آیا۔ بس جلد اس نے اپنی انگلی ایک کھڑی کی۔ نہیں معلوم کیا گیا۔ اس وقت چیلا پکارا کہ میں ملک سفاک جادو کا چیلا ہوں میرا آپ سفاک کی ہماری مالک ہیں حضرت نام سفاک بن کر خاموش رہی۔ ادھر لشکر مہ رخ بھی سامنے اترا ہوا ہے۔ ادھر سے قران وغیرہ نے بھی صورت بدل کر قصد کیا ہے کہ بارگاہ حیرت میں چل کر آج سیر کریں۔

چنانچہ دو عیار لشکر اسلام کے بھی صورت بدل کر داخل بارگاہ حیرت ہوئے اور علیحدہ کھڑے ہو کر حال دریافت کر رہے تھے اور چالاک بن عمرو بھی صحرا سے آ کر بہیت مبدل داخل بارگاہ ملکہ حیرت تھا۔ غرض یہ عیار تو فراش سپاہی بنے ہوئے موجود تھے کہ چیلے نے سفاک سے کہا "اے ملکہ سفاک جادو صاحبزادی آپ کی ملکہ زہور جادو عیاران لشکر اسلام کے ہاتھ سے قریب ہو کر مار ڈالی جائیں۔ ان کو اس حال میں چھوڑ آیا ہوں۔"

یہ کہہ کر سب ماجرا جو بیان ہو چکا چیلے نے بیان کیا۔ سفاک جادو کے چہرہ کا رنگ سفید ہو گیا اور حیرت جادو سے بیقرار ہو کر عرض رسا ہوئی کہ اے ملکہ آپ مجھ کو اجازت بادشاہ سے منگوا کے روانہ کر دیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ میری بچی کٹنے والی بندی کام آ جائے۔ میں پہلے ہی کہتی تھی کہ وہ تھوڑی لڑنا بھڑنا کیا جانے۔ شہنشاہ نے نہ مانا۔ یہ کہہ کر پھر گویا ہوئی اے ملکہ آپ اپنی طرف سے مجھ کو رخصت دیجئے۔ میں اب ایک دم بھر نہیں ٹھہرنے کی۔ مقرر جاؤں پر جاؤں۔ صاحب میری ساری جان لڑکی میں پڑی ہے کھانا پانی حرام ہے۔ رات کو نیند نہیں آتی ہے۔"

حیرت نے کہا "بی بی اختیار ہے۔ مگر میری یہ طاقت نہیں کہ میں کہ تم کو بغیر حکم شہنشاہ افراسیاب کے ایسے مقابل پر روانہ کروں۔ اس میں ایک اور خواص پیچھے حیرت جادو کے کھڑی ہوئی تھی کہ نام اس کا مار کا کل سیاہ جادو تھا۔ کاکل اس کی افعی

دوسری کی طرح تھی۔ اس نے سامنے آ کر عرض کیا "اگر حکم ہوئے تو یہ کنیز ناچیز ملکہ زیور جادو کی حفاظت کے لیے چلی جائے۔ میرے لیے تو کچھ احتیاج اجازت کے لیے کی نہیں ہے۔ میں جا کر وہاں اپنی آنکھوں سے رنگ ڈھنگ دیکھوں اور باغیوں کو بھی غارت کر دوں۔ ملکہ زیور میری شہزادی ہیں۔ میں نے ان کو گودیوں میں کھلایا ہے بھلا مجھ سے تو کاہے کو ہو گا کہ وہ لڑیں اور میں بیٹھی دیکھا کروں۔

حیرت نے پوچھا "بی بی تم کون ہو۔"

سفاک نے عرض کیا کہ جی یہ میرے میکے کی خواص ہے۔ اب اسی ایک کم بخت کا دم باقی رہ گیا ہے جس سے میرے میکے کا نام چلا جاتا ہے کہ ملکہ کے میکے کی ہے۔ نہیں تو اب ہے کون۔ اے ملکہ میں اس کو اپنی روح و جان جانتی ہوں اور کل گھر بھر کا اختیار اسی کے ہاتھ ہے۔ خواہ سیاہ کرے یا سفید۔ اور میں سچ کہوں اس سے بھی کوئی بات سوائے خیر خواہی آج تک ظہور میں نہیں آئی۔"

حیرت نے کہا "پھر اچھا اے سفاک اس کو بھیج دو اور اور سنو میری جان شہنشاہ سے تم بھی کہہ چکی ہو کہ حضور مجھے بھیجئے انہوں نے نہیں بھیجا۔ بادشاہ کی ضد تم جانتی ہو یہی ان کے مزاج میں آ گئی اب ان سے تم ضد نہ کرو اور مجھ سے ضد نہ کرو اور شاید میرا کہنا نہ مانیں تو میری بھی بات جائے اور میری جان وہاں جا کر تم کیا کر لو گی۔ اگر میرے حصہ میں خاک خداوند نے قضا زیور کی لکھی ہے تو تم روک نہ سکو گی۔"

سفاک نے کہا "پھر اے میری بیوی صبر بھی تو نہیں آتا۔ اچھا اے مار کاکل سیاہ تو چل بارہ خواصیں جو تیرے تابع ہیں ان کو ساتھ لے جا اور خیمہ وغیرہ اپنے ساتھ سامان راحت لے لے۔ فوج اپنی ہمراہ لے جا کر کیا کرے گی۔ لشکر تو بی بنجو صاحبزادی صاحب ساتھ لے گئی ہیں۔ پھر کیا ضرور"

مار کاکل نے کہا "مجھے لشکر لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس وہ چیز ہے کہ جاتے ہی لشکر حمزہ کو بات کرنے کی بھی مہلت نہ دوں گی سفاک نے کہا " صاحب

میں کسی کی لونڈی یا باندی تو ہوں نہیں بادشاہ آئے اور اجازت لے کر میں بھی آئی

مار کاکل نے کہا "آپ آنے بھی نہ پایئے گا کہ میں وہاں فیصلہ کر دوں گی۔"

حیرت نے کہا "آخر وہ چیز تیرے پاس کیا ہے کہ جو دم بھر میں سب کو غارت کر دے گی۔ ہم بھی تو اس کو دیکھیں کہ وہ کس طرح کی ہے۔"

یہ کلام سن کر مار کاکل سیہ نے اپنی چھنٹی میں سے بیضہ عقاب جمشیدی کا نکال کے دکھلایا اور کہا "حضور اس کو ملاحظہ کریں۔ ہماری پشت ہا پشت سے یہ ہمارے خاندان میں چلا آتا ہے اور تاثیر اسکی یہ ہے کہ جب میں اس کا ماروں گی۔ طبقہ زمین کا الٹ دوں گی۔ کیسے ہی بڑے لشکر پر ماروں سب غارت ہو جائے۔"

حیرت نے کہا "واقعی یہ بہت بڑی نایاب چیز ہے۔ اب ہماری خاطر جمع ہوئی۔"

اور سفاک سے دیکھ کر کہا "مار کاکل بھی خاندانی ساحرہ معلوم ہوتی ہے۔ اچھا اے مار کاکل تم سدھارو اور فتح کر کے جب آؤں گی تو اپنا مرتبہ پیش شہنشاہ دیکھنا کیا ہوتا ہے۔"

غرض مار کاکل نے رخصت پا کر اپنے خیمہ میں آ کر دس خواصوں کو اپنے ساتھ لیا اور تخت سحر تیار کر کے ایک اژدر سحر پر خیمہ لدوا کے کوہ عقیق کا راستہ لیا۔ چلتے وقت سفاک نے کہہ دیا تھا کہ آج جا کر کوہ لاجور کے قریب مقام کرنا اور کل وہاں سے کوچ کر کے طلسم آئینہ کی طرف کو چھوڑ کر سیدھی طلسم باہر نکل جانا اور خداوند کے پاس پہنچ جانا۔"

الحاصل جب وہ چلی چالاک تو ایسی باتوں کی فکر میں رہتا تھا کہ کوئی کار نمایاں کریں۔ پس حال سب اس کے کوچ و مقام کا سن لیا تھا۔ اس سے پہلے بارگاہ سے نکل کر کوہ لاجورد کا راستہ پکڑا اور مثل برق و باد کے راستہ طے کر کے یہ کوہ جاورد کے قریب آ پہنچا۔ ادھر وہ ساحرہ تخت سحر اڑ آئی آتے آتے قریب شام کو کوہ مذکور کے قریب پہنچی اور جب فلک لاجوردی سے سیاہ عالم مراجعت کر کے مغرب کی طرف گیا کہ

کھلے دل کنول گری ہوئی کم
شعاع مہر کچھ ہونے لگی کم
نگاہوں میں ہوئی ٹھنڈی سی پیدا
بڑھی سیاہی بشکل شفق شیدا
فلک کی چادر نیلی ہوئی صاف
دکھایا اختروں نے نور شفاف

کوہ لاجورد کے دامن میں چشمے تراوت آنکھوں کو دینے لگے اور جانور بسیرا لینے لگے۔ ہر طرف وہ سایہ ڈھلا ہوا آمد شام کا ہنگامہ جانوروں کا چہچہانا کوسوں تک سبزہ زار پھولوں کی بہار سناٹے کا عالم دشت دور کا بصورت نا امید سناٹے میں آنا کچھ عجب لطف دکھاتا تھا۔ مار کاکل نے وہاں پہنچ کر ایک چشمہ کے کنارے مقام پاکیزہ پر خیمہ اپنا استادہ کیا اور آگے خیمہ کے فرش بچھوا کے مع ان دس عورتوں کے بیٹھی اور شراب پینے لگی۔

سیر سبزہ زار کرنے لگی۔

چالاک نے دور سے اس کو آتے اترتے دیکھا تھا۔ بس یہ دل اس بات پر آمادہ ہوا کہ کسی طرح اس مار کاکل کو قتل کر کے چشمہ عقاب لے لوں۔ کس لیے کہ یہ قحبہ لشکر امیر میں جا کر آفت ڈھائے گی۔ نہیں معلوم کیسی چڑے۔ کیسی نہ چڑے تو یہیں اس کا تمام کر دے۔ غرض اس عیار نے صورت اپنی ایک زن حسینہ کی ایسی بنائی۔ گل رخسار سمن بر مہر تمثال سرو قامت کم سن الھڑ سپے کے دن آئینہ رخسار اس کا اسکندر دل کو ظلمات آوارہ پھرائے دہن تنگ چشمہ حیوان کو بھی شرم سے نابود کرے۔ آفت کا پرکالا قیامت کا ٹکڑا سر سے پا تک بن کے اپنے قد و بالا کے رو برو قیامت کو بھی ادنٰی فتنہ بنائی کہ

وہ چھریرا بدن اور وضع وہ بانکی بانکی
کامدانی کی وہ انگیا ہوئی کرتی بھاری
یہ پھبن چشم میں پوشاک کی دیکھی نہ سنی
پریاں قربان ہوئیں اس کی جو صورت دیکھی
تھی وہ یوسف کہ حسینان جہاں مرتے تھے
سب زلیخا کی طرح جان فدا کرتے تھے

اس صورت پر آراستہ ہو کے ایک تھالی برنجی ہاتھ میں لے کر اس تھالی میں کچھ پھول رکھ کر اور چاول اور ریوڑھیاں وغیرہ سامان نذر چڑھانے کا تیار کر کے تھالی کو ہاتھ پر رکھ کر چھم چھم کرتی جانب خیمہ مار کا کل روانہ ہوئی اور جب اس کے سامنے سے یہ مہ پیکر نکلی۔ سلام تو اس کو کر لیا۔ باقی آگے قدم اٹھایا۔

اس نے کہا " اے بی تم کہاں جاتی ہو اور کہاں سے آتی ہو۔ سلام تو اس کو کر لیا۔ باقی آگے قدم اٹھایا۔

ہو یہ میں جانتی ہوں کہ کپڑے اور گہنا پہنے ہو۔ پھر میں کچھ چھین تو لوں گی نہیں۔ اے سامری اتنی رکھائی بھی اچھی نہیں ذرا ادھر آؤ لحظہ بھر ٹھہر کر چلی جانا۔"

وہ نازک بدن یہ سن کر پھری اور اس کے پاس آ کر تھالی کو تو رکھ دیا اس کی بلائیں لیں۔ گرد پھرنے لگی مار کا کل خواص بھی اتنی خوشامد کرنے سے پھول گئی اور سمجھی کہ اب تیرا ستارہ بھی ترقی پر آیا۔ غرض کہ اس زن خوبرو کا ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا کہا "بس بس زیادہ باتیں نہ بناؤ مجھ تھوڑی کے گرد پھر کر کیوں مجھ کو گنہگار کرتی ہو لو آؤ بیٹھ کر کچھ اپنا حال بیان کرو۔"

یہ نازنین تھی ہٹ کر بیٹھ گئی اور کہا "اے ملکہ"

مار کا کل نے کہا "بی میں ملکہ ولکہ نہیں ہوں۔ میری شہزادی زندہ رہے۔ ہزار برس وہ البتہ ملکہ ہیں۔ میں تو ان کی لونڈی ہیں۔"

اس نازنین نے کہا "ہماری تو آپ شہزادی ہیں۔ ہم کسی کو کیا جانیں۔ اچھا اے بیوی اب مجھ نگوڑی کا حال سنو کہ میرا خاوند یہاں قریب ایک گاؤں میں رہتا ہے۔ مگر بی بی ایسا ظلمی نگوڑا ہے۔ اور بد گمان کہ میں کیا کہوں۔ ایک تو اس مرلیے میں یہ عادت ہے کہ کسی وقت چھوڑتا نہیں۔ بس ہر وقت اسی کو یہی شغل ہے کہ بغل میں اس کی پڑی رہوں۔ میں سچ کہوں مجھ کو ایسا مردوا چھچھوڑا برا معلوم ہوتا ہے اور ذرا کسی سے ہنس کر بات کرو تو چھنلا لگاتا ہے۔ کہیں آنے جانے نہیں دیتا۔ آج بڑی مشکلوں سے پوجا کرنے کے بہانے سے چندن تالاب پر جاتی تھی میرے جی میں آیا کہ ذرا جنگل کی بھی سیر کرتی چلوں۔ میرا اس مردود سے ناک میں دم ہے۔ مگر کیا کروں گز بھرا ہنسیا ہے کہ نہ اگلتے بنتا ہے نہ نگلتے۔ اب یہ ٹانگ کھولتی ہوں تو لاج ہے اور وہ ٹانگ کھولتی ہوں تو لاج ہے۔ ماں باپ کے لیے کو بھرتی ہوں۔ میں سچ کہوں جیسی میں بیاہ کے آئی تھی' اس کی اب آدھی نہیں رہی۔ روز کے جلاپے سے لہو پنڈے کا سوکھ گیا۔"

مار کاکل نے کہا۔ "بی بی شکر کرو کہ تمہارا تو بڑا سہاگ ہے ایسا کسی کو نصیب کہاں ہوتا ہے۔ سامری کل جہان کی سہاگنوں اور بیٹیوں کو نصیب کرے۔"

اس نے کہا "بھاڑ میں جائے ایسا سہاگ۔ آگ لگے ایسے سہاگ کو۔ آپ بھی خوب ہیں۔ میں درگزری ایسے سہاگ سے میں تو مر جاؤں گی اے بیوی میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح ملکہ حیرت کے پاس پہنچوں اور افراسیاب کی ملازمت کر کے نوکری کر لوں اور موا پڑا جھک مارا کرے۔ جب اپنی لعل سی جان گھل گھل کے تمام ہو گئی تو سہاگ کو لے کے چاٹیں گے۔ بس اس کے یہاں تو روٹی کھا لو' کپڑا پہن لو اور میرا جی چاہتا ہے کہ باغ کی سیر ہو' گانا روز سنوں' شراب پیوں' چمن کروں' دنیا کا سیر تماشا دیکھوں ------- میں نگوڑ ماری کیا جانوں۔ یہ گائے بھینس کی طرح کھلی بھوسی کھائی اور کھونٹے میں بندھی رہی۔ یا تو یہ یا خصم کی بغل ہے۔ دوسری کوئی بات ہی نہیں۔"

مار کاکل ایک قہقہہ مار کر ہنسی اور کہا "یہ کہو بی بی مزا تمہارے دل میں بھرا ہے۔ تم سامری سے جیتو آپ کا مزیدار ہے۔ پھر بھلا یہ بیٹیوں کا طرز کہاں اور کوئی مرد آدمی کاہے کو جائز کرے گا۔"

اس عورت نے کہا "سامری قسم میرے دل میں کوئی برائی نہیں۔ میں بھی اس کم بخت کو چاہتی ہوں۔ یہ نہیں چاہتی کہ اس کو چھوڑ کر کسی اور کو کر لوں یا کوئی یار کروں۔ لیکن میں کیا کروں۔ میں تو کبھی بچپنے سے آج تک اکیلی رہی ہی نہیں۔ باپ ماں کے یہاں بھی کم سے کم ہوں گے تو پچاس ساٹھ آدمی فقط گنتی کے تھے کہ ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ ہم سب مل کر باغوں کی سیر کرتے تھے۔ دن رات آپس میں ہنستے بولتے۔ گاتے بجاتے تھے۔"

مار کاکل نے کہا "اسی سے بیٹیوں کو دبا دبا کے رکھتے ہیں کہ اس کا دیدہ ہوائی نہ ہو جائے۔"

ان باتوں میں ساتھ والیوں نے کہا "بی بی پھر تمہیں کیا ہے۔ ان کو ہو سکے تو اپنی بی بی کے پاس بھیج دوں وہ ملکہ حیرت کے پاس جا کر رکھوا دیں گی۔"

ایک بولی "میری جان اب چاہیے کہ یہ دب کر بیٹھیں اور خصم کا گھر کریں تو یہ ہوتا نہیں۔ ان کا دل اب اور طرف ہے۔ آپ نہ بھیجیے گا تو یہ آپ ہی نکل جائیں گی۔"

مار کاکل نے کہا "اور خصم تیرا جو مجھ سے دعویٰ کرے تو او نیک بخت میں کیا جواب دوں گی۔"

اس نے کہا "آپ کہہ دیجیے گا کہ جورو کو تیری کوئی بھگا نہیں لے گیا موجود ہے۔ جو تجھ سے راضی ہو لے جا ورنہ اس کے باپ سے ہم سے ملاقات تھی۔ ہمارے لڑکوں کے برابر ہے۔ ناراض کو کیونکر بھیج دیں۔ اے بی وہ موا کیا واویلا کرے گا۔ بالکل جھنڈو ہے ان باتوں میں اب وہ زمانہ آیا کہ چاندنی نے کھیت کیا اور ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ اوس گرنے لگی۔ جنگل میں پھول کثرت سے کھلے نظر آنے لگے۔ چشمے لہرانے لگے۔

عجب لطف پر سیر کا تماشہ تھا کشتی شراب کی کھینچ کر مار کاکل نے کہا "لو شراب پیو۔ آج رات کو یہاں تم رہو۔ دیکھوں کہ تمہارا میاں ڈھونڈھتا ہوا یہاں آتا ہے یا نہیں اور آتا ہے تو کیا راگ گاتا ہے۔"

چالاک نے سلام کر کے جام اس کے ہاتھ سے لیا۔

اس نے کہا "میں ابھی لڑنے خدا پرستوں سے جاتی ہوں۔ تم میرے ساتھ اسی طرف چلو۔ جب میں ادھر سے پھروں گی تو تم کو حیرت کے پاس لے چلوں گی۔"

اس نازنین نے کہا "بہتر ہے جس طرح آپ کی مرضی۔ بلا سے روز کی آفت سے تو کچھ دنوں بچی رہوں گی یہی نہ کوئی کہے گا کہ چودھری کی بہو نکل گئی۔ خیر کہہ لے گا میرا حال تو ساحری ہی خوب جانتے ہیں اور بیوی اب میرا میاں مجھ سے ملا کرے گا تو پھر کوئی مجھ کو کچھ نہ کہے گا۔"

غرض وہ جام آنکھ بچا کر گریبان میں انڈیلا اور ان عورتوں نے کہا "حضور ان کو گانے بجانے کا بھی شوق ہے بھلا آج تو اپنی گائنیں بلوا کر ان کو گانا سنوا دیجئے۔ سچ ہے یہ بچاری ترسی بکی عیش و راحت کی ہے۔"

ایک نے کہا "ہے ہے نگوڑی کی صورت تو پیاری پیاری ہے۔"

دوسری نے کہا "اسی سے تو مردوا دن رات لیے پڑا رہتا ہے۔"

مار کاکل کی طبیعت بھی اس کو پیار کرنے لگی تھی۔ اس لیے اس نے گوارا بھی کیا کہ اس کا میاں آئے گا تو کیا کر لے گا۔ اب تو افراسیاب کی پیاری ہے وہ سب طرح اس کے خاوند کو راضی کر لے گا۔"

غرض اس نے اپنے یہاں گائنوں کو بلایا۔ وہ آ کر بیٹھیں اور ساز ملا کر سامنے مار کاکل کے گانے لگیں چالاک چپکا بیٹھا رہا اور بعض بعض مقام پر اس نے کہا "اونہہ"

ناک بھوں تیوری چڑھائی۔ منہ پھیر لیا۔ ایک آدھ سے باتیں کرنے لگا مار کاکل نے کہا "اے بی گانا سنتی ہو کہ باتیں بنا کر اور کا مزا بھی کھوتی ہو۔ دیکھو گائنیں تو اپنی جان لڑا رہی ہیں۔ اور تم خیال نہیں کرتی ہو۔"

چالاک نے کہا "میں ایسا سا گانا نہیں سنتی کہ نہ جس کا سر درست نہ تال ٹھیک۔

مارکاکل نے کہا "آہاہا اب تم ایسا گانا جانتی ہو کہ ان گائنوں کو جو اس فن کی کسی ہیں ان کو بے سر اور بے تالا بتاتی ہو۔"

اس نے کہا "دیکھئے طنبورے سے ایسے ملاتے ہیں کہ پردے تک ان کے ٹھیک نہیں۔ رکھب کی جگہ گندھار اور گندھار کی جگہ نیچم بھلا یہ بھی کوئی طریقہ گانے کا ہے اور بجانے کا۔"

مارکاکل نے گائنوں سے کہا۔ "کیوں یہ کیا کہتی ہیں۔"

انہوں نے کہا "بی بی سچ کہتی ہیں۔ مگر ان کے ہم بھی مشتاق ہیں۔ ذرا کچھ بجا کر گائیں بڑی سوجھ بوجھ ان کی معلوم دیتی ہے۔"

مارکاکل نے کہا "اے بی پھر تم کچھ شغل کرو۔" اس نے۔

اس نے کہا حضور یوں تو کون ایسا بشر ہے کہ جس کو گانا رونا یاد نہیں۔ بھلا میں کیونکر کہوں کہ میں خوب گاتی ہوں۔"

مارکاکل نے کہا "ان باتوں سے بالکل ثابت ہو گیا کہ تم خوب گاتی ہو اور تجھ کو بڑا دخل ہے اور تم پہلے ہی کہہ چکیں کہ میں عیش دوست ہوں۔ جب ایسی نہیں ہو تو کیوں تنہائی سے گھبراتی ہوں۔ ہاں صاحب معلوم ہوا کہ یہ لڑکی عالی خاندان سے ہے۔ اب ہمارے سر کی قسم ہماری جان کی قسم جو انکار کرو۔ کچھ تو گاؤ۔"

اس وقت چالاک نے طنبورا لے کر اس کو وقت دے کر ملایا اور بجانا شروع کیا۔ سبحان اللہ اس کے فرزند ہیں کہ جن کو الحان داؤدی عنایت ہوا ہے ان کے بجانے اور گانے کا کیا کہنا۔ فلک رقاص نے دشت و بحر سب مست ہو گئے ہوا بندھ گئی۔ درخت سن ہو کر زبان برگ سے تعریف کیا چاہتے تھے بلکہ تعریف کے لیے ہمہ تن زبان بن گئے تھے۔ گلوں نے کان ادھر ہی لگا دیئے تھے گریبان چاک کیے تھے۔ چاندنی سامنے لوٹ رہی تھی۔ غش میں پڑی تھی۔ دریا لب ساحل سے واہ واہ پکارا چاہتا تھا۔ شوق میں آ کر ابلتا تھا۔ جوش دل پیدا تھا جانور اپنے اپنے آشیانوں کو چھوڑ کر باہر نکل آئے تھے

اور اگر داسی بلقیس وش کے کہ فرزند عیار ثانی سلیمانی ہے ہیچ تھے۔ اللہ اللہ ادھر تو کٹورے گلوں کے شراب شبنم سے لبریز ہوا فرحت بیز پہاڑ کے دامن گلزار کا عالم چاندنی رات اور ایسے مقام پر ایسا نغمہ تر کہ

زہرہ تھی ہزار جان سے شیدا
رقاصہ چرخ کو تھا سودا
مریخ فلک جو تند خو ہے
جلا دتی اور جنگ جو تھی
اس زہرہ جمال کا ترانہ
وہ بھی ہوا سنکے تھا دیوانہ

مار کاکل اور وصل خواصوں اور گائنوں کا تو یہ حال ہوا کہ روتے روتے غش آ گیا۔ اپنا اپنا زمانہ عاشق جو یاد آیا آنکھوں سے دریا آنسوؤں کا بہایا۔ چالاک نے پانی چھڑک کر سب کو ہوشیار کیا۔ مار کاکل نے پاس بلا کر پیشانی پر اس کی بوسہ دیا اور ہاتھوں کو چوم لیا۔

گائنوں نے کہا "بی بی بھلا ایسا گانا بجانا سات جنم میں بھی نصیب نہ ہو گا۔ یہ تو راجہ اندر کے اکھاڑے کی پری ہیں۔"

مار کاکل نے کہا "واقعی لائق صحبت سلاطین روزگار یہ حسین ہے۔ جب ہی اس کا جی خاوند سے گھبراتا ہے۔ بھلا ایسی طبیعت دار عورت کا غریب کے گھر میں گذر کہاں۔ وہ بیچارہ مجھ کو اگر ملے گا تو سمجھاؤں گی کہ اس گلبدن کا وصل ایک بار بھی میسر ہو جائے تو اس کو غنیمت سمجھے۔ اسے یہ عورت نہیں بچی ہے۔ کہیں ایسی عورتیں کسی کے ہاتھ آتی ہیں۔ میں سچ کہوں اس کو روٹی کی کیا پروا ہے۔ اتنی ہی دیر میں ہم سب کو ایسا اس نے راضی اور اپنے اوپر مائل کیا ہے کہ اب جی چاہتا

ہے کہ یہ جان تک مانگے تو دے دیجیے۔"

یہ کہہ کر کہا "اے خوبرو اور بھی کچھ کمال تم کو آتا ہے۔"

اس نے کہا "جی میں ناقص العقل کیا جانتی ہوں۔ آپ سردار ہیں جو پرورش فرماتی ہیں اور کیا ہی گانا بجانا ایک آدھ دل کی لگی کی بات آتی ہے۔"

اس نے کہا "وہ دل کی لگی کی بات کون سی ہے۔"

اس شعبدہ پرداز نے کہا "یہی جیسے ایک قرابہ پانی سے آپ بھریے اور اپنے سامنے رکھیے۔ میں ایک بوٹی اپنے جنگل سے توڑ کر اس میں ڈال دوں گی۔ وہ پانی سب شراب سرخ ہو جائے گا۔ آپ سب صاحب پیجیے گا اور شرابوں سے مزا بھی اچھا ہو گا نشہ بھی خوب ہو گا۔"

مارکا کل نے کہا۔ "واہ صاحب یہ تو خوب بات ہے' اچھا دکھیں۔"

اس نے جواب دیا "خواہ پانی کیسی شراب بنائیے۔ خواہ اس میں رنگترے کو لے جس چیز کو چاہیے شریک کیجیے۔"

کنیزوں نے کہا "اے ملکہ اس وقت رنگتروں کی شراب بنائیے مزا دے گی۔"

غرض جلد جلد رنگتروں کا عرق نکالا گیا۔ دس عورتوں نے مل کر جلد ایک قرابہ عرق نکال کر بھر دیا اور کہا "لیجیے شراب بنائیے۔"

چالاک نے کہا "کاسے لے آؤ۔"

چند کاسے آئے۔ اس نے قرابے سے عرق کو نکال کر ان کاسوں میں بھرا اور پھر کاسوں سے قرابے سے بوتلوں میں بھر کر کہا "لیجیے شراب تیار ہے۔"

سب نے کہا "تم نے تو کہا تھا کہ ہم ایک بوٹی اس میں لائیں گے۔"

اس نے کہا واہ ہم تمھارے سامنے ملاتے۔ تمھیں اس سے کیا کچھ ہم نے اس میں شراب تو نہیں ملائی۔ اب سب پی کر دیکھ لیں کہ یہ شراب ہے کہ نہیں۔ اور بھی ترکیبیں ہم کو معلوم ہیں۔ ابھی اسے پی دوں تم کیا کیا دیکھوں گی۔"

مارکا کل نے کہا "اے نیک بخت اگر تیرا میاں کچھ جھگڑا کرے گا تو ہزاروں روپے خرچ

کر کے اس سے طلاق دلواؤں گی اور تجھ کو اپنے پاس رکھوں گی صاحبیں کیا کمال کی عورت ہے میری آنکھوں میں خاک دل لگی کی چڑیا ہے۔"

غرض تعریف کر کے اس شراب کے جام بھر بھر کے دسوں عورتوں کو اور گائنوں کو دیئے اور آپ بھی دو جام اس کے پیئے۔ سب نے تعریف کی کہ واہ واہ کیا بو ہے اور مزا بھی ہے۔" اب کچھ دیر میں نشہ ہوا۔ ایک عورت نے آنکھیں اپنی بند کر لیں اور کہا "یا سامری بچائیو۔"

دوسری نے اس سے پوچھا "ارے تو نے آنکھیں کیوں بند کر لیں۔ کیا دکھائی دیا۔"

اس نے کہا "تو اندھی ہے۔ دیکھ تو سہی کیا بڑا سانپ آسمان پر اڑتا ہوا جاتا ہے۔"

ایک خواص مار کاکل کی برابر بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے سر کے بالوں میں ایک تعویذ طلائی زنجیر میں بندھا ہوا لٹک رہا تھا۔ وہ اس کو کنکھجورا سمجھی اور اس نے نشہ سے پہلے اس کو سمجھا تھا۔ وہ تو بندھا ہوا تھا کب گرتا ہے۔ اب اس کے ذہن میں اس نشہ کی دھن میں یہ آیا کہ اس کو جوتی سے ماریئے بس یہ سوچ کر جلدی جوتی اٹھا کر ایک سر پر ماری اور پکاری "اے ملکہ آپ کے سر میں کن کھجورا گھسا جاتا ہے۔"

مار کاکل بال اپنے نوچنے لگی۔ اس خواص نے غل مچا دیا کہ "ارے لوگو دوڑو ملکہ کو کن کھجورے نے کاٹا۔"

چالاک ہنس رہا ہے کہ اچھا کن کھجورے نے کاٹا ہے۔"

غرض مار کاکل خوب اپنے سر میں جوتیاں مارنے لگی اور سب عورتیں اس کے بچانے کو دوڑیں کہ کن کھجورے کو سر میں سے نکالیں۔ ان کے اٹھنے سے طمانچہ بیہوشی نے مارا کہ سر نیچے ٹانگیں اوپر سر کے بل گریں اور چھینکیں مار کر بیہوش ہو گئیں۔ پس چالاک نے پہلے جوڑے میں سے مار کاکل کے پنجہ عقاب جمشیدی نکال لیا اور اس کے سر کو خنجر سے کاٹ ڈالا۔ غلغلہ بیروں نے مچایا۔ اس نے جلد جلد ان بارہ خواصوں کا بھی سر جدا کیا۔ شور قیامت برپا ہوا اہل محلہ جو لوگ کہ مار کاکل کے خدمتی ساتھ

آئے تھے۔ اپنے اپنے مقام سے اٹھ کر دوڑے کہ یہ کیا ماجرا گزرا۔

چالاک نے دیکھا کہ اب اور ساحر آتے ہیں۔ مگر اب ان سے لڑنا کیا کہ یہ سب تین تین روپیہ کے نوکر ہیں۔ کوئی بڑا سردار نہیں کہ وہاں عیاری کا مزا ہو گا۔ بہت مل چکا۔ اب چلو۔

غرض ایک طرف کو نعرہ کر کے راہی ہوا۔ ان لوگوں نے آ کر لاشہ مار کاکل کا اور ان خواصوں کا اٹھایا اور قاتل کو ہر چند تلاش کیا پتا نہ ملا۔ ناچار وہاں سے روتے پیٹتے لاشیں لے پھرے اور راستہ طے کر کے لشکر حیرت میں آئے۔ اس عرصہ میں وہ رات بھی تمام ہو چکی تھی اور وہ وقت آیا تھا کہ کہ مر مار شب کو سنگ بلور میں خور سے ترک دہر نے کچلا اور بطن عقاب چرخ سے بیضہ زریں مہر پیدا ہوا کہ

نہ باقی نہ واں ساقی نہ شیشا
ہوا حسن سحر کا شور پیدا
کہ شب نے کوس رحلت کا بجایا
نہ پھر آنکھوں نے وہ سامان پایا

صبح دم حیرت و دربار میں خوابگاہ سے آ کر بیٹھی تھی سفاک اور سب ساحرہ حاضر تھیں کہ یکایک گریہ و زاری کانوں میں پہنچا۔ اس نے خبر منگائی کہا "مار کاکل کے ساتھ جو لوگ گئے تھے۔ نالاں و گریاں آئے ہیں۔"

حیرت نے سامنے ان کو بلوایا۔ انھوں نے لاشیں وہ سامنے رکھ دیں اور کہا "یہ کوہ لاجورد کے دامن میں آج اتری تھیں مار ڈالی گئیں۔"

سفاک تو یہ سن کر سناٹے میں آ گئی اور کہا "ہائے آج جیسے میری ماں نے دوبارہ انتقال کیا۔ اے لوگوں میرے بیٹے کا نام تو مٹ گیا۔ صرصر تو صبا رفتار حاضر تھیں۔ انھوں نے کہا مقرر کسی عیار نے اس کو بھی مارا حضرت نے رقعہ جمشیدی دیکھا اس میں معلوم ہوا کہ چالاک بن عمرو نے عورت بن کر مجھ کو مارا ہے۔ پس یہ معلوم کر

کے کہا "بی بی ہمیں سے غلطی ہوئی کہ مار کاکل سے ہر دبار اس کے راز کی باتیں پوچھیں عیار تو موئے گھات میں لگے ہی رہتے ہیں۔ اب ایک بیٹا عمرو کا اور آیا ہوا ہے چالاک بن عمرو۔ بس اس نے کہیں سن پایا اس کا حال وہ اس کے پیچھے گیا اور اسی نے اس کو مارا۔"

سفاک نے کہا "اے بایمان خود میں جب تک اب تک حراموں سے بدلا اپنی مار کاکل کے خون کالے لوں گی۔ چین مجھ کو نہ آئے گا۔ بھلا یہ بھی تو یاد کریں کہ کسی کو ستانا ایسا ہوتا ہے۔"

حیرت نے کہا "جو جس سے ہو سکے وہ کرے۔ میں تو یہ جانتی ہوں کہ ان لوگوں کا اقبال ہے اور ہمارا دبار سفاک نے کہا "کل ہی جو میں نے لشکر مہ رخ کو نہ غارت کر دیا تو نام اپنا نہ رکھا۔ اس موئے چالاک کو پکڑ کر بوٹیاں اس کی کاٹوں گی اور چیل کوؤں کو کھلا دوں گی۔"

یہ کہہ کر دو پتلے موم کے بزور سحر بنا کر اور ان کے جسم میں شیطانوں کو بٹھا کر زندہ کر کے حکم دیا کہ تم جاؤ ملکہ زبور جادو کے پاس اور ان سے بہت خبردار رہنا۔ اگر کوئی عیاران کو بیہوش کرے تو ان کو تم اٹھا لانا۔ قتل نہ ہونے دینا اور ان کے حال کی خبر ہم کو پہنچاتے رہنا۔"

* * *

• افراسیاب کی ہڈیاں توڑ کر رکھ دوں گا

وہ دونوں چلے اڑ کر جانب کوہ عقیق روانہ ہوئے اور ادھر چالاک پیشہ لے کر راہ کو طے کر کے اسی جنگل میں جو لشکر مہ رخ اور حیرت کے قریب تر تھا آ کر ٹھہرا کہ یہاں سے لشکر حریف کا حال دریافت کر کے عیاریاں کروں گا۔

یہاں بعد بھیجنے چیلوں کے سماک نے کہا "پھر اب شام کو کون راستہ دیکھے اور طبل جنگ بجائے مجھ کو تیاری سحر کی کیا کرنا ہے اور آگلو مہ رخ کو کس بات سے کرنا ہے۔ آگلو تو اس کو کرتے ہیں جو ذرا کمزور ہوتا ہے اس کو تو اب سب طرح کا سامان ممکن ہے مقابل شہنشاہ اپنے تئیں وہ جانتی ہے اے ملکہ حیرت میں ابھی جا کر اس کے لشکر پر گرتی ہوں۔ اور جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے کرتی ہوں۔"

حیرت نے کہا آپ کو اختیار ہے۔"

پس یہ سن کر اس نے نفیر سحر بجائی بارہ ہزار جادوگرنیاں کہ ہمراہ میں نایاب زمانہ سحر جانتی تھیں اور آفت کی پرکالہ تھیں۔ سامری اپنے تئیں اس وقت کا گنتی تھیں نفیر کی صدا سن کر جھولیاں سحر کی گلوں میں ڈال کر اور منقلیں سلگا کر قشقہ سیندور کے ماتھے پر کھینچ کر ترسول برنجی تھالیاں ہاتھوں میں لے کر باندو بلا جنس و اژدر وغیرہ پر سوار ہوئیں۔ جے جے کار سامری کے غل مچا سماک بھی تخت سحر پر بارگاہ سے نکل کر سوار ہوئی۔ شہنشاہی سحر کی چمکی۔ ہندو نے فلک تاج بن کر منڈلایا۔ آسمان نے منقل آفتاب کو سلگایا افسوں تازہ پڑھ کر نیا فتنہ اٹھایا۔ ہر طرف دھواں سوم چھا گیا۔ خاکدان عالم سیہ خانہ بنا جوگی زمانہ کا بگڑ گیا تال دنیا ایک ہی لگاتا کھپات پرانی جادوگرنی ہے۔ مگر وہ بھی گھبرائی کہ کہیں ایسا نہ ہو منتر کسی کا مجھ پر چل جائے۔ زمانہ کی حالت بدل چکی ہے نوعد کیے حال ہو چکا ہے انقلاب ہوا چاہتا ہے۔وہ غرنا ہے۔

الحاصل تمام دنیا پر آشوب ہو گئی ہوا سحر کی چلنے لگی۔ آندھیاں آنے لگیں خوب سے

جاتیں جانے گی سفاک لشکر لیے آگے بڑھی۔ طائران سحر نے سامنے مہ رخ جا کر انسان کی پیدا کی اور پکارے اے ملکہ دوراں ہوشیار ہو جائیے کہ سفاک جادو بنا دھوکی کر کے بغیظ و غضب تمام تر آپ کے لشکر پر آئی ہے اس کی خواص چالاک کے ہاتھ سے ماری گئی ہے۔ اس کا قصاص لینا چاہتی ہے۔"

یہ خبر سنتے ہی ملکہ مہ رخ نے بھی نفر سحر کو دم دیا۔ ادھر ہنگامہ آفت برپا ہوا۔ جادوگرنیاں جو ہر وقت مرنے پر تیار و مستعد رہتی ہیں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو گئیں۔ مہ رخ بھی تخت اپنا اڑا کر چلی ایک طرف سے بہار و مخمور بارگاہ سے نکل کر بڑھیں۔ بیروں کی آمد کے سناٹے شروع ہوئے مشعلیں اس قدر جلیں کہ آفتاب کے جسم کو گرما دیا۔

اس کو بھی بخار چڑھ آیا تھا۔ ہندوئے فلک ایسا گھبرایا کہ بزدلی سے برج جدی میں چھپنے آیا تھا۔ منجموں کے حواس خمسہ درست نہ تھے۔ آفتاب کے پیچھے آ کر چھپتے تھے کبھی سیدھے چلتے تھے۔ کبھی الٹے پاؤں بھاگتے تھے ستاروں کے بھی برے ستارے آئے تھے۔ مریخ پر سانحہ سی سنیچر آیا تھا آفتاب کو اس نے اپنا مددگار بنایا تھا۔ عطارد کی سب سدھ بدھ بھول گئی تھی۔ زہرہ اے میرے اللہ بچاؤ کہہ رہی تھی۔ غرض زمین و زماں میں تہلکہ پڑا تھا۔ عجب عالم اس فوج کے چلنے کا ہوا تھا کہ

کسے آراستہ جو خود و زرہ
دی کمر بند میں گرہ پہ گرہ
نکلے خیموں سے اس طرح بن ٹھن
سحر کے ابر سے تھا کجلی بن
ارض زیر قدم نہ تھمتی تھی
پشت گاؤ زمین چٹکتی تھی
لگا کہنے وہاں یہ گل بوٹا
دشت میں آج خوب گل پھوٹا

ہر طرف سے خیل خیل ساحران نخوت اسپ و طائر و اژدر سحر پر چڑھ کر روانہ ہوئے۔ مہ رخ اور بہار و مخمور بڑی آن بان سے طاؤس و ہنس اڑاتی جانب میدان رواں تھیں۔ فوج میں دہل و نقارہ و نفیر کی آواز سے از زمین تا چرخ بریں ہیبت طاری تھی۔ آندھیوں سے دنیا تمام کالی تھی۔ اس طرح سب پیشہ شجاعت کے شیر نہایت دلیر بھرے ہوئے تلاش میں اپنے صید زبوں کے مقابل حریف کر پہنچے اور صف آرا ہوئے۔ ادھر تو سفاک اپنی فوج کی ترتیب کرنے لگی۔ ادھر مہ رخ چالاک اپنے لشکر دلیر و بے باک کو آراستہ فرمانے لگی۔ ان دونوں لشکروں کو مقابل میں چھوڑ کر حال بران شمشیر زن بیان ہوتا ہے۔

کہ وہ پرستش گزیں بت خانہ سامری و بت جادو طراز صنم خانہ جریدہ ساحری و افسوں پردازی جو دوہ کوہ میں بیٹھ کر سحر تیار کرنے لگی ہار لونگ پھولدار۔ انڈے کلیں وغیرہ سب اسباب ساحری سامنے اپنے رکھ کر وہ منتر جو اس کے باپ کوکب نے اس کو تعلیم فرمایا تھا۔ پڑھنے لگی اور کئی روز کے عرصے میں اس نے بارہ ہزار پتلے موم کے بنا کر سامنے رکھ لیے۔ ان پر وہ افسوں پڑھتی جاتی اور دم کرتی جاتی۔ یہاں تک کہ بزور سحر بقدرت خداوند عالم وہ پتلے زندہ ہو گئے۔

اس وقت ملکہ نے اپنی فصد کھول کر خون میں اپنے ان کو نہلایا کہ وہ اب شکل جوانان قوی تن کے دراز قامت ہوئے اور سب روئیں تن اور آہنیہ بدن ہو گئے۔ ملکہ نے ایک شاخ درخت ان سب کے ہاتھوں میں دے کر کچھ افسوں پڑھا کہ وہ شاخ شکل تلوار بران کے ہو گئی۔ اس وقت ان پتلوں سے اس نے حکم دیا پرواز کر کے یہاں سے ہمارے لشکر میں جاؤ کہ وہ لشکر قریب لشکر مہ رخ فرخندہ سیر اترا ہے۔ تم سب وہیں مقیم ہو۔ میں جب آ کر دریائے خون رواں پر گروں اور بلی پری ناداں توڑوں۔ اس وقت فوج حیرت اور افراسیاب پر تم آ کر گرنا اور کار دشمن ناکام تمام کرنا۔"

وہ سب عرض پیرا ہوئے کہ ہم اے ملکہ ایک کو تو زندہ نہ رکھیں گے۔ کس لیے کہ

ہم کو اگر ہلاک اور غارت کیجیے تو آپ کیجیے۔ دوسرے کی مجال نہیں کہ جو ہم کو مار سکے۔"

ملکہ نے کہا "جب تم اس لڑائی کو فتح کر لو گے تو میں تم کو بھینٹ پوری تمہاری دوں گی۔"

وہ چیلے خوش ہو کے پرواز کر کے روانہ ہوئے۔ بعد ان کے جانے کے ملکہ بھی درہ کوہ سے باہر نکلی۔ عمرو فقیر بنا ہوا منڈھی میں بیٹھا تھا۔ اس نے ملکہ کو دیکھا کہ رنگ رخسار ارغوانی تھا۔ اب بسبب محنت کے زعفرانی ہے۔ بال سر کے کھلے ہیں۔ منہ پر بھبوت ملا ہوا ہے گاتی بندھی ہے ہر تن مو سے شعلہ آگ کا اٹھتا ہے۔

غرض عمرو اپنے مقام سے اٹھ کر ملکہ کے پاس آیا اور کہا "چرخ شعبدہ گر تیری آن و ادا پر قربان فسوں ساز عالم کی جان گرد کہ وہ کام جس کے لیے معتکف بت خانہ ساحری ہوئی ہے پورا ہوا یا نہیں۔ اس غارت ایوان خاطر مکاراں عالم نے جواب دیا "خواجہ تمہاری مہربانی اور اقبال سے اپنے باپ کے اب مجھ کو وہ طاقت حاصل ہے کہ افراسیاب موذی کاسے کی ہڈیاں توڑ کے رکھ دوں گی اور مرحلات طلسمی ہر پیکر وابستہ لوح سے مگر ان پر بھی حملہ کروں کہ درہم برہم کر دوں گی۔"

عمرو نے کہا "شاباش مرحبا اچھا ہے۔ ترک جفا کیا اب میرے لشکر کی جانب نہضت فرما ہو۔"

راوی کہتا ہے کہ وہ چیلے سحر کے ملکہ کے باپ کوکب روشن ضمیر نے بھی واسطے نگہبانی ملکہ کے بطور مخفی مقرر فرمائے تھے کہ ہر وقت خبر ملکہ کی مجھ کو پہنچاتے رہیں۔ چنانچہ اس وقت ملکہ نے نکل کر جو کچھ کہ عمرو سے اپنی طاقت و قوت کا حال بیان کیا۔ وہ سب چیلوں نے جا کر کوکب سے بیان کیا کہ کوکب روشن ضمیر بہت ہنسا اور اس نے ایک تدبیر کی کہ جس کا حال آگے لکھا جائے گا۔"

الحاصل عمرو اور ملکہ بران علی شان درہ کوہ سے شاداں و فرحاں جانب لشکر مع لشکر مہ رخ نشان روانہ ہوئی۔ چنانچہ کچھ ہی دور یہ گئی تھی کہ سامنے کچھ چمک ہوئی اور روشنی

مثل نور تابندہ کے دکھائی دی۔ عمرو نے کہا "ملکہ ہوشیار ہو جاؤ دشمن کی آمد معلوم ہوتی ہے۔"

ملکہ سحر پڑھتی ہوئی آگے بڑھی۔ یکایک سامنے ایک دیوار بلور کی نظر پڑی کہ از زمین تا چرخ بریں سرکشیدہ ہے اور لاکھوں ستارہ اس میں چمک رہا ہے اور اندر سے دیوار کے لمحہ لمحہ بھر کے بعد صورتیں رنگ برنگ کی پیدا ہو جاتی ہیں اور غائب ہو جاتی ہیں کبھی پریاں سر نکالتی ہیں اور قہقہے مارتی ہیں کبھی دیوان سیاہ منہ نکالتے ہیں اور نعرہ مار کر غائب ہو جاتے ہیں کبھی انسان معشوقان حور وش یا کمسن بچے دیوار سے نکل آتے ہیں اور اپنی صورت زیبا دکھا کر مسکراتے ہیں۔ پھر غائب ہو جاتے ہیں۔ دیوار نہیں نگار خانہ چینی ہے مدح مانی بھی جس سے چیں بجبیں ہے۔ ارژنگ بھی اس کے اوپر سے نثار کیا ہے۔ مصور قدرت نے مرقع دہر کا نقشہ اتار کر دیوار کاخ دنیا میں یہ آئینہ کے اندر لگایا ہے۔ یہ بات نگار خانہ میں کہاں۔ یہ دیوار تو ہستی عدم کا نمونہ تھی کہ ابھی ابھی تو ہست تھا ابھی نیست ہوا۔ بے ثباتی دنیا کا پتا دیتی تھی۔ اسی کی نشانی تھی کہ حیات دنیا بس اتنی ہے دیوار بلور مثل بحر کے تھی اور تصویر اس میں مثل حباب کے نکلتی تھیں اور غائب ہوتی تھیں۔

اس ظلمات میں نیا طلسم اس دیوار سے ظاہر تھا کہ گاہے چنان گاہے چنین کا نقشہ دکھائی دیتا تھا۔ اس دیوار کو دیکھ کر عمرو نے کہا "اے ملکہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم راہ بھول کر کسی سرحد طلسم کی طرف نکل آئے۔ اب اس دیوار کے آگے راہ نہیں ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ادھر سے پھر چلو اور راہ لشکر کی تلاش کرو۔"

بران نے کہا "میری بھی عقل کام نہیں کرتی ہے کہ یہ کیا معاملہ ہے لیکن اتنا جانتی ہوں کہ یہاں طلسم ظاہر ہیں مرحلہ طلسمی کہاں خواجہ ہنوز دلی دور است۔ جب شہزادہ اس ظلمات میں جائیں اور زمین کے نیچے جو طلسم ہے اس کو توڑیں دیواؤں میں در آئیں۔ جب مرحلہ طلسمی طے۔ ابھی یہاں مرحلہ کہاں۔ مگر یہاں افراسیاب نے میرے آنے

کی خبر شاید سن لی ہے اور اس نے سحر کیا ہے۔ ہم اس کے سحر میں گرفتار ہو گئے ہیں۔"

عمرو نے کہا "شاید ایسا ہی ہو پھر آخر اس کی تدبیر کیا ہے۔"

ملکہ نے ہنس کر کہا "میں تو خود اپنا سحر آزمانا چاہتی تھی۔ اس کم بخت کی تلاش میں جاتی تھی۔ جب تمہارے لشکر میں پہنچتی ضرور ہے اس سے لڑتی۔ پھر اب ہی سہی۔ دیکھوں تو کیا میرا کر لیتا ہے۔ اب میں اس دیوار کو اڑا کر اس پار جاتی ہوں اور اس کی بنیاد کو گراتی ہوں۔"

عمرو نے کہا "پھر میں کیا کروں۔"

اس نے کہا "میں تمہیں بھی لیے چلتی ہوں۔"

یہ کہہ کر عمرو کو پنجہ میں داب کر اور سناٹا بھر کے بزور سحر یہ اڑی۔ اوپر ہی اس کا اڑانا بیان کیا گیا تھا کہ اپنے باپ کے سامنے یہ اڑی تھی اور عمرو کو زنجیر سحر غریباں سے ملک طلسم ہوشربا سے اٹھا لے گئی تھی اور کوئی ساحر اس کی بلند پروازی کے مقابل تک نہ پہنچ سکا۔ اب تو کئی طرح کے سحر اس کو ملے ہیں۔ بہت بڑا زور اس کو ہوائے اس طرح اس نے سناٹا بھرا کہ یقین تھا دیوار کا رخ دیا پھاڑ جائے گی لیکن جب بلندی سر دیوار پہنچی۔ دیوار اور زیادہ بلند ہو گئی اور سر پر ایک دیوار فولادی مثل چادر ظلمانی کے کھنچا پایا۔ گویا چھت اس دیوار کی بنی تھی۔ اس نے وہاں سحر دم کر کے چاہا کہ اس میں جا کر ٹکر ماروں اور اس کو توڑ جاؤں۔ لیکن دیوار کے اونچے ہونے سے وہ چھت بھی اونچی ہو گئی۔ یہ عمرو کو لے کر پھر زمین پر اتر آئی اور ایک مرتبہ ایسا سحر کو زور دیا کہ قصد سقف بلند بے ستون کے توڑ جانے کا دل سے کیا اور سناٹا بھر کر اڑی۔ اب کی اور بھی زیادہ دیوار اور وہ چھت اونچی ہو گئی۔ دم اس کا آ گیا اور سحر نے جواب دیا۔ پھر زمین پر اتر آئی اور مثل عقل رسائے ساز ناماں افلاک عرش پروازی کا ارادہ دل میں مصمم کر کے تیسری مرتبہ پھریری پرواز کھولے اور قریب سقف پہنچ کر چاہا کہ ٹکر ماروں۔ پھر جو غور کیا تو دیوار اور سقف کو اونچا پایا۔

اس وقت یہ زمین پر نہ اتری اور وہیں روئے ہوا پر ٹھہر کے ایک گولا فولادی اپنے جوڑے سے نکالا۔ اس وقت ایک آواز تراقے کی آئی اور چمک پیدا ہوئی اور اس دیوار کے اوپر ایک پری زاد حور نژاد رشک شمشاد۔ بلکہ شمشاد نے بھی یہ قد بالا کہاں دیکھا۔ قد اس کا طوبیٰ تھا۔ رخ اس کا لالہ تھا نہیں نہیں لالہ کا یہ رنگ کہاں۔ رخ اس کا گلزار بہشت کا گل تھا۔ دہن تنگ ساز عاشقان بیدل سے تال تھا آنچل پلو کا دوپٹہ اوڑھے آئینہ بلوری ہاتھ میں لیے دیوار پر سے بڑھ کر سامنے آئی اور وہ آئینہ ملک کو دکھایا اور مسکرا کر فرمایا "اے بہران خبردار جائے ادب ہے قدم باہر نہ دھرنا۔"

اتنا اس نازنین کے منہ سے نکلتے ہی اس دیوار میں ہزار ہا رخنہ پیدا ہو گئے اور ہر سوراخ گویا وہاں ساحر تھا کہ اس میں سے صدائے یا سامری یا جمشید آنے لگی۔ غلغلہ سامری جمشید کے نام کا زمین سے فلک تک بلند ہوا۔ ملکہ بہران اس آئینہ کو دیکھ کر اول تو حیران ہو گئی مگر اس کو غصہ ازحد تھا۔ اس آئینہ پر تف چکی سیاہی روئے آئینہ پر دوڑنے لگی۔ اور اس نے وہ گولہ فولادی ہاتھ میں سنبھال کر پرواز کی۔ جیسے ہی قریب سقف پہنچی۔ اب وہ چھت بلند نہ ہوئی۔ اس نے چاہا کہ اس کو توڑ جاؤں۔ بس سر آکر اس چھت میں مانا ایسی ٹکر پڑی کہ سر گھوم گیا اور چرخ کھا کر زمین کی جانب چلی۔

اس دیوار سے چند پتلیاں رشک قمر سمن پیکر نکلیں اور انہوں نے اس کو روک کر زمین پر اتار دیا۔ عمرو کی بھی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ اب جو آنکھ کھلی دیکھا کہ اس دیوار میں ایک دروازہ لگا ہے کہ سنج پٹ اور چوکھٹ باز وغیرہ سب اس کا یاقوت احمر کا ہے دیوار بلور کی دروازہ اس میں یاقوت کا سبحان اللہ وہ سفیدی میں سرخی یہ معلوم دیتا تھا کہ سفید سحر میں عید میں شفق پھولی ہے۔ نہیں نہیں وہ دیوار مثل روئے نا امیداں سفید تھی۔ مگر دروازہ باب اجابت دعا تھا یا مثل دہان بامراداں سرخ رو تھا اور خنداں تھا آب آسمان نقرئی میں جڑا تھا۔ دور تک عکس اس کی سرخی کا پڑا۔ دیوار پر بھی گلابی پن آ گیا تھا۔

عمرو اور ملکہ اس کو دیکھ کر دنگ تھے۔ سکتے کے دونوں کو ڈھنگ تھے کہ یکایک کسی نے پکار کر کہا جلد اے مشاہدہ کنندہ آئینہ عجائبات داخل دروازہ ہو۔"

یہ صدا سنتے ہی ہراں کو تاب نہ رہی۔ خواجہ کا ہاتھ پکڑ کر اندر دروازہ کے قدم زن ہوئی۔ اندر جا کر دیکھا زمین و آسمان یہاں سب بلور کا ہے۔ سراسر کارخانہ نور کا ہے۔ اوپر بجائے آسمان کے ایک چھت بلور کی بنی ہے۔ زیر قدم زمین بھی بلوریں ہے۔ سراسر کارخانہ نور کا ہے طور اس نور کو دیکھ کر ایسا جلا کہ شعلہ کلیجہ سے نکل کر اور جل کر سرمہ ہو گیا۔ چشم و سر رشک سے گویا سفید ہو گئی ہے۔ نہیں نہیں یہ سفید آشوب چشم زمانہ نہیں ہے حلہ نورانی زمین و زمان کو مالک دنیا نے عطا کیا ہے۔ زمانہ صافی مزاج ہوا ہے۔ سفید پوش بنا ہے۔ کثافت کو جسم و ہر کثیف سے پاکیزہ طینت نے دور کیا ہے۔

ملکہ خواجہ سیر کناں جب اور آگے بڑھے سامنے ایک باغ بلور کا بنا نظر آیا کہ بلور کے ترشے ہوئے چبوترے گلدار کے ہیں۔ تھالے درختوں کے بلوریں بنے ہیں ان میں بلوریں کے درخت بھی بنے ہیں۔ پھول بھی بلور کا ہے پتا بھی بلور کا ہے لیکن پھل اس میں اصلی لگا ہے۔ اگر انار کا درخت ہے تو جیب بلور کا ہے مگر انار اس میں اصلی انار کی طرح لگا ہے۔ ہر دانہ اس کا یاقوت رمانی کو شرماتا ہے۔ لالہ رمضان کا دل اس کو دیکھ کر رشک سے خون ہوا جاتا ہے۔ اسی طرح سیب وبہی و ناشپاتی کے درخت بار و ثمر سے بھرے کھڑے ہیں۔ گویا شاہد صبح رخسار گھٹنا پاتا پیٹے ہے۔ ہر طرف نور کا سماں ہے۔ جو درخت کا پتہ ہے ید بیضا معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ ید بیضا کو بھی داغی بناتا ہے۔ کہیں سورج مکھی کا پھول آفتاب تھا مگر بلوریں ہونے سے اب چاند چودھویں رات کا ہوا ہے۔ ظلمات کا سماں ہے۔ گلوں میں خوشبو گلاب کے پھولوں کی اور ہر قسم کے پھلوں کی آتی ہے۔ نکہت گلہائے باغ ارم کو شرماتی ہے۔ ہر طرف نہریں جاری لب گردان نہروں کی بھی بلوریں بنی ہوئی۔ بیچ میں اس باغ کے ایک بنگلہ بلور کا بنا ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ چاند نکلا ہوا ہے دروازے چار چار ہر طرف اس بنگلے

کے یاقوت احمر کے لگے ہیں۔

چاند میں سورج چمکتے ہیں ہر دروازے پر صدہا نازنین قمر پیکر اور گل رخسار اسباب عیش و عشرت لیے استادہ ہیں۔ گویا بہشت کی حوریں ہیں اندر کے اکھاڑے میں پریاں جمع ہیں۔ بعض ان میں سے پچکاریاں چاندی کے لیے ہیں اور سامنے جو پچکاری مارتی ہیں جو رنگ کی پچکاری مار کر اور نکل کر زمین پر گرتا ہے اسی طرح کے رنگ کی گھانس زمین سے اگتی ہے اور پھولتی ہے۔ نیرنگی ان کی پچکاری میں رنگ کے بھری ہے۔

پس ان پریوں نے ملکہ اور خواجہ کو تسلیم کی اور عرض کیا "اے ملکہ با ادب اندر اس مکان کے قدم رکھنا کہ شاہوں کے شاہ جہان پناہ جناب معلی القاب آپ کے پدر عالی شان کوکب روشن ضمیر فلک نشان تشریف رکھتے ہیں۔

ملکہ نے جب یہ حال سنا چہرہ اس کا فرط بشاشت سے بسان مہر درخشاں کے چمکنے لگا کس لیے کہ دیوار کے توڑنے میں جو عاجز آئی تھی تو عمرو سے شرمندہ ہوئی۔ پس خواجہ سے پھر کر اس نے کہا "خواجہ یہ دیوار میرے باپ کے سحر کی تھی جس کو میں باطل نہ کر سکی۔ اگر افراسیاب کی بنائی ہوئی ہوتی تو اس کو بنیاد ستم کی طرح ڈھا دیتی۔"

عمرو نے کہا "اے ملکہ آپ ایسی ہیں۔"

غرضیکہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اندر اس بنگلے کے آئے۔ دیکھا کہ فرش اس میں قاقم و سنجاب کا بچھا ہے دیواروں میں تصویریں نصب ہیں۔ آئینے لگے ہیں اور آئینوں کے اندر کی تصویریں بولتی ہیں۔ طوطیاں زمزمہ سرائی کرتی ہیں۔ سامنے صدر میں ایک تخت بلوریں گسترده ہے جواہر اس میں نصب کیا ہے مگر کوئی تخت نشین نہیں ہے تخت خالی بچھا ہے۔

ملکہ حیران تھی کہ یہ کیا معاملہ ہے یکایک چند تصویریں آئینہ کے اندر سے پکاریں "حضور شہنشاہ عالم تشریف فرما ہیں اور اے ملکہ تم سلام نہیں کرتیں۔"

اب جو ملکہ نے غور سے دیکھا تو کوکب روشن ضمیر تخت شاہی پر جلوہ فرما ہے۔ ملکہ نے دل میں کہا "پہلے میں اس قدر اندھی ہو گئی تھی بادشاہ مجھ کو دکھائی نہ دیا۔ خیر

جو ہوا وہ ہوا۔ اب ان سے اس وقت کچھ لینا چاہیے۔

بس یہ سوچ کر اس نے تسلیم کی اور عمرو بھی بہر آداب و سلام خم ہوا۔ کوکب نے بخندہ پیشانی پوچھا کہ خواجہ تمہارا مزاج تو اچھا ہے۔"

عمرو نے کہا شہنشاہ کی جان و مال کو دعا کرتا ہوں۔ شکر ہے خدا کا کہ اب تک تو اچھا ہوں اے بادشاہ آسمان جاہ کیوان کلاہ خدا تعالٰی کا احسان ہے کہ جس نے مجھ کو اور آپ کو پیدا کیا ہے۔ اے بادشاہ میں آپ کا زیر بار احسان اور مرہون منت حد سے زیادہ ہوں کہاں تک آپ کے احسانوں کا شکریہ ادا کروں واقعی آپ میرے سرپرست اور مربی ہیں اور کیونکر ہوں کہ آپ جیسے بادشاہ ہیں۔

اسلام پناہ و مروّج دین
دریائے نوال و کوہ تمکین
ہے جیسے رکاب تک رسائی
کرتا ہے ہلال خود نمائی
رتبہ وہ دیا خدا نے برتر
اک آئینہ دار ہے سکندر
تحریر قلم سے چار دفتر
تسخیر علم سے ہفت کشور
کف صورت آفتاب زر ریز
نیسان کی طرح قلم گہر ریز
تحصیل خزانہ فتح کشور
شمشیر و نگیں و تخت افسر
اس کا ہے یہ نقش چار و چار
خالق ہے کیا جہاں کا مختار

اے شہنشاہ آسمان اورنگ جیسے کہ آپ عالی پایگاہ صاحب زور و زر ہیں۔ ویسے ہی صاحبزادی حضور کی دلاور ہیں اس کی شجاعت میں کچھ فرق نہیں کیا کہوں کہ کیسی صاحب جرات اور ہمت میں رستم آ کر ان کے دل کی ہمت کو دیکھتا تو ہمت ہار جاتا اور سامری اگر ان کے سحر کو جانتا تو ساحری دل سے اپنے بھلاتا ایسے لوگ دنیا میں کم پیدا ہوتے ہیں۔"

یہ کلام ہو رہے تھے کہ دو کرسیاں جواہر کار زمین سے نکلیں۔ اشارہ ہوا کہ ایک پر بران اور ایک پر عمرو متمکن ہوئے۔ اس وقت کوکب نے فرمایا "اے عمرو تم نے بھی تعریف بران کی شجاعت تمہاری دلاوری عقل سے مجھ کو بعید معلوم ہوتی ہے۔ خواجہ سلامت یہ ننگ خاندان بموجب مصرع بدشم کشتہ کوٹے چند۔ ہے تم نے کس بات کی اس کی تعریف کی۔ ایک بار تو یہ مقابلہ افراسیاب میں گئی۔ ہر چند کہ اس کی لڑائی کو خوب اس نے جھیلا۔ پھر وہی ہے اور یہی ہے جو اس سے لڑی۔ ورنہ کون ایسا ہے جو شاہ جادواں کہلائے۔ کون ایسا ہے جس کے قبضہ میں ظلمات عالم ہوں۔ کون ایسا ہے جو جائے لاجین تاجدار پر بیٹھے۔ کون ایسا ہے جو آئینہ سحر میں ہمیشہ رہے اور کوئی اس کو نہ دیکھا اور ہر رنگ سے وہ نظر آئے۔ کون ایسا ہے جو زیر زمین طلسم بنائے۔ ایک ایک ادنیٰ ادنیٰ سحر اس کا بہ تراز سحر ساحران والا تدبیر ہوا۔ فلک ساحری کا مہ ہے۔ وہ بادشاہ ذی جاہ ہے۔ غرض اس سے لڑکے اس نے ذلت اٹھائی۔ بغیر میری اطلاع کے جا کر بہت بڑی قید کی مصیبت جھیلی۔ اگر برق جا کر نہ چھڑاتا تو اس قید خانہ سے نکلنا اس کا مشکل تھا۔ میں ایک مدت تک مقابلہ کرتا لیکن طلسم نہ توڑ سکتا اور نا وقت یہ کہ طلسم ٹوٹتا نہیں یہ چھوٹتی نہیں۔ پھر کیا ضرورت تھی جو بغیر میری اطلاع یہ وہاں گئی۔"

بران نے کہا "اے بادشاہ جیسا آپ نے فرمایا سچ ہے۔ میں اس سے بھی بد تر ہوں۔ جیسا آپ کہتے ہیں سچ ہے میں اس سے بھی بدتر ہوں۔ لیکن خواجہ سلامت قید میں اس افراسیاب خانہ خراب کے تھے اور ان کے قتل کا ڈھنڈورا تک پٹ گیا تھا۔ پھر

ان کو میں چھڑانے نہ جاتی تو یہ قتل ہو جاتے۔"

کوکب نے کہا "ان کی رہائی کی بھی جو کچھ تدبیر کی بہت اچھا کیا میں راضی ہوں اور خوش ہوں مگر کیا میں اڑ گیا تھا یا میں تدبیر رہائی نہ کر سکتا تھا۔ یا مجھ سے اجازت لے کر جانے میں کچھ برائی تھی۔"

برا نے کہا "آپ نے فرمایا تھا کہ خواجہ کی ہر حال میں خبرداری کرنا اور ان کی محافظ رہنا اسی حکم کی پابندی کی گئی اور فرط الفت خواجہ سے مجھ کو تاب نہ رہی۔ بے اختیار ساتھ دوڑی۔ حکم کی پابندی کی گئی اور فرط الفت خواجہ مجھ کو تاب نہ رہی۔ اچھا خطا ہوئی معاف فرمایئے۔"

کوکب نے کہا "خیر وہ تو سب کچھ ہو گیا۔ گزشتہ را صلوات لیکن اب جو تو آمادہ رزم افراسیاب ہے تو کس بھروسے پر۔"

بران نے کہا "میں آپ کے فرمانے کے بموجب چلہ پورا کر آئی اور پتلے مومیں تن بنا کر روانہ کر آئی۔"

کوکب ہنسا اور کہا "یہ پتلے کیا مال ہیں افراسیاب کی ایک اف میں جل جائیں گے۔ اے بران ابھی تو نے سحر افراسیاب کے دیکھے نہیں ہیں۔ ایک استاد نور افشاں سے پڑھا ہوں اور وہ میرے استاد سے بھی بڑا ہے اور چالیس استادوں سے جو بڑے بڑے نامی ساحر اس طلسم میں تھے ان سے پڑھا ہے۔ ایک ساحرہ حجرہ میں طلسم ہو شربا کے رہتا ہے کہ اس نے آج تک روئے دنیا اور رخ شاہد گیتی کو دیکھا ہی نہیں۔ سوائے طبقہ نشان کے اور کہیں اس کا ٹھکانہ نہیں۔ سامری کو طفل مکتب سمجھتا ہے۔ وہ ایک سبق اس سے میرا استاد نور افشاں جادو رسالہ نیرنگ سامری کے پڑھا ہے اور اس پڑھنے پر میرے استاد کو بڑا ناز ہے کہ میں اطلس قلقل پوش جادو شاگرد استاد سامری سے سبق پڑھا ہوں۔ چنانچہ اسی ملک اطلس نے بارہ برس تک اپنی خدمت میں افراسیاب کو رکھا اور سحر کی تعلیم دی۔ جب اس کو یہ قدرت حاصل ہوئی ہے کہ آن واحد میں کتنی ہے

دور وہ جگہ کہیں نہ ہو طلسم میں پہنچ جاتا ہے اور ہمیشہ آئینہ سحر میں رہتا ہے اور کوئی اس کو دیکھتا نہیں اور ہر رنگ سے ہر جگہ ظاہر ہوتا ہے اور طلسم کی ہوا اس کی مطیع ہے۔ کہیں کوئی باتیں کرے خبر اس کو پہنچتی ہے۔ ساحروں کا خداوند ہے۔ اس ایسے شخص سے مقابلہ کرنے کی ہوس کرنا امریست مشکل اور کاریست دشوار۔

یہ باتیں سن کر ملکہ نے اپنے دل میں کہا کہ ابھی کل تو انہوں نے کہا تھا کہ تو چلا پوسا کرے تو لڑنے جاؤ آج ایسا کچھ یہ فرما رہے ہیں۔ نہیں معلوم کیا بھید ہے۔ ملکہ خائف بھی ہوئی کہ ایسا نہ ہو۔ افراسیاب سے انہوں نے میل کر لیا ہو ادھر عمرو کلام کوکب سے گھبرایا کہ آج تو یہ شوکت افراسیاب کی بیان کر کے جو میری طرفدار ملکہ بہان اس کو بھی ڈراتے ہیں اور دل اس کا توڑ دیتے ہیں۔ پس ایسا کچھ سمجھ کر عمرو نے کہا "اے بادشاہ یوں تو فرمانا آپ کا بجا ہے۔ لیکن وہ مسخرہ افراسیاب کیا کر سکتا ہے اے بامان خود اس کا آئینہ سحر اس طرح توڑ دوں کہ سب کو حیرت ہو جائے اور ملک اطلس کا جامہ ہستی اگر میں نے رشتہ ترک دہر پھاڑ ہر تیشہ جا کر ٹکڑے ٹکڑے نہ اڑایا تو کچھ کام ہی نہ کیا۔ وہ حرامزادہ بھی ساحر غدار ہے۔ بھلا سحر سامنے عمل عیاری کے کیا چل سکے گا۔ اے بادشاہ حق حق ہے اور ناحق ناحق۔ باطل حق کے سامنے نہیں ٹھہرتا۔"

کوکب نے کہا "یہ امر آپ نے اپنی نسبت جو فرمایا بہت صحیح اور درست ہے آپ ایسے ہی ہیں لیکن یہ دشمنی ابھی اس قابل نہیں' دیکھیے ابھی اس کے دل میں یہ خیال آیا ہے کہ میں افراسیاب سے مل گیا ہوں کہیں اے بہان میں غدار ہوں اور عہد شکن ہوں۔"

بہان نے لرز کر کہا "بھلا میری مجال ہے جو آپ کو غدار کہوں۔"

بادشاہ نے فرمایا "تمہیں اس لیے عمرو یہ باتیں کرتا ہوں کہ اب بھی یہ غیرت کو کام میں لائے اور سحر و ساحری سیکھے۔ ابھی ایک سوال میں کرتا ہوں۔ اس کا یہ جواب دے۔ بھلا پل پریزاداں توڑنا یا اور کوئی مرحلہ افراسیاب کا بنایا ہوا توڑنا تو کیسا دشوار ہے۔

ابھی ایک دیوار بلور کی میں نے بنائی تھی اور سراسر یہ میرا سحر تھا صرف اسی امتحان کے لیے کہ بران کو بڑا دعویٰ ہے دیکھوں اس دیوار سے یہ کیونکر نکل سکتی ہے چنانچہ آپ تو اس کے پنجے میں دبے ہوئے تھے۔ انصاف سے فرمائیے کہ اس کی کیا حالت گزری اور کس طرح اس چھت سے اور دیوار بلوریں سے نہ نکل سکی۔ پھر میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ جب بڑے بڑے ساحران ہی شکل صورت نگار و مصور صنعت و ابریق وغیرہ چاروں طرف سے میدان جنگ میں پھریں گے اور آسمان فولاد کے بنائیں گے اور مینہ تیروں کا برسائیں گے اور شعلہ جاوداں آ کر ایک آندھی پیدا کرے گا کہ سیاہی اس آندھی کی آسمان فولادی ہو گی اور ہوا کے جھونکے تیر قضا ہوں گے اور بوندیں دیو سیاہ ہوں گی پھر یہ آندھی اس کو اڑا کر ظلمات عدم اور قعر فنا میں لے جائے گی یا نہیں۔

یہ کیونکر دشمن کے آسمانوں سے نکل جائے گی اور ان کی تین سحر پر تھم کر پاؤں جمائے گی۔ پس یہی ہو گا کہ لشکر سارا کام آئے گا اور یہ ذلت خواری اٹھائے گی اور سنو میری جان جب کسی کا گھر برباد کرنے جائے گا تو وہ کوئی دقیقہ کیا اٹھا رکھے گا۔ ابھی تک افراسیاب نے کوئی ہ ایسی قسمیں کی ہے کہ جس سے خواہ مخواہ ہی فتح چاہی ہو۔ سہل انگاری سے لڑتا چلا آیا ہے اس وجہ سے مہ رخ وغیرہ اس کے مقابلہ میں تھمی ہوئی ہیں۔ ورنہ تو بہ بجلی تھی۔ اگر ایک اپنے کنوئیں کو کھول دے قیامت آ جائے۔ ایک بار بادشلو نے شہنشاہی بجا دیا تھا اور تخت طلسمی پر چڑھ کر سامنے آ گیا تھا۔ پھر سارا لشکر مہ رخ کا بیہوش تھا۔ بادشلو نے خود ہی طرح دی اور سب کو ہوشیار کر دیا۔ ورنہ اسی دن خاتمہ تھا۔ کیوں خواجہ آپ کو یاد ہے۔"

عمرو نے کہا "سچ ہے اس میں کچھ خلاف نہیں اور واقعی بادشلو طلسم سے سوائے طلسم کشا کے اور لوح کے بغیر کون لڑ سکتا ہے۔"

کوکب نے جواب دیا "اب تم نے انصاف سے کہا۔ اے عمرو اسی واسطے میں اس چھوکری

کو نصیحت کرتا ہوں کہ تیرا رتبہ و مرتبہ میرے طلسم میں بڑا ہے کوئی اس سر زمین پر تجھ سے نہیں لڑ سکتا ہے۔ اگر ہاتھ اپنے اونچے کر دے تو ملازمین طلسم مجرم پر آفت ڈھائیں۔ لیکن غیر جگہ تو قوت بازو ہی کام آئے گی۔ کچھ شہزادی ہونا کام نہ آئے گا۔ پس غیر جگہ مثل ایک ساحرہ کے یہ ہے۔ ہاں ساحرہ جلیل القدر ہے کہ صاحب ملک مال ہے۔ پس اس قدر رتبہ ہے۔ چاہیے کہ ایسا مرتبہ ہو کہ جیسے بادشاہ طلسم یہ نہیں ممکن۔ چنانچہ اگر اتنے بڑے ساحر اور اس کی فوج سے لڑنا منظور ہے تو ان چالوں کے بنانے پر نازاں نہ ہو۔ سحر کو خوب زور دو اور متواتر چلہ کشی کرو۔ مقامات عمدہ پر جاؤ چشمہ ہائے سامری و جمشید میں نہاؤ۔ معبد گاہ سامری پر جاؤ گنبد سامری کی بھی زیارت کرو۔ ہر چند گنبد سامری تک جانا مشکل ہے مگر کیسا ہی اشکل کیوں نہ ہو سب آفتیں جھیلو اور اس لائق ہو لو کہ وہاں اب ہم برابر کا مقابلہ افراسیاب سے کر سکیں گے۔ اس وقت ہم سحر میں اس کے برابر ہیں۔ گو مرتبہ بادشاہت طلسم اور ہے تاہم اتنا تو ہو کہ سحر میں اس کے ہمسر ہو جائیں تو کہنے میں بات آئے گی۔

کہ سحر میں تو ہمسری کر گئی۔ مگر رتبہ سلطنت طلسمی سے مجبور تھی۔"

عمرو نے کہا "حضور نے جو کچھ فرمایا۔ بجا ہے۔ لیکن آپ اطمینان کامل رکھیے انشاء اللہ سب احسان ہو جائے گا۔ آپ نے سنا ہو گا کہ کئی لاکھ ساحر کشمیر و کاشغر و بنگالہ و اندر کوٹ و چلہ ماماں دام الجبال و عنطلی آباد میں جمع تھا۔ میں نے سب کو دو روز کی لڑائی میں جانب ملک عدم بھیجا۔ ماہ قطامہ نے بغیر لوح کا طلسم بنایا تھا پھر اس کو بھی اس عبد ذلیل نے جہنم میں بھیجا۔ یہاں بھی انشاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔" کوکب نے کہا۔

"یہ آپ نے سچ فرمایا مگر ان کو یہی زیبا ہے۔ جیسا میں نے کہا ہے۔ اے عمرو مجھ کو اپنی بات کا بہت خیال ہے۔ انسان کو لڑائی کا بندوبست ضرور چاہیے تم بھی جوان ساحروں سے لڑے ہو گے تو تمہاری اعانت کے لیے حمزہ صاحبقراں اور ان کے سردار

• ہوشربا کا دوسرا راستہ

اب سامنا اس طرح کا درپیش ہے کہ ہر وقت خیال ہے کہ ایسا نہ ہو کوئی پیچ ہمارے طرفداروں یعنی مہ رخ وغیرہ پر پڑ جائے کہ اپنی بھی سبکی ہووے۔ لہذا اب میں نے اپنے فرزند ارجمند جمشید بن کو بھی بلایا ہے۔ کہ وہ ظلمات افراسیاب پر لشکر کشی کرنے گیا ہے اور مدت ہوئی کہ انہیں ملکوں میں لڑ رہا ہے۔ پھر اب کیا ضرورت ہے اطراف طلسم میں لڑے۔ بادشاہ طلسم ہی سے کیوں نہ آ کر لڑے۔ اگر اس کو قتل کیا تو سب ملک پایا غرض وہ بھی آئے اور بران کو ہدایت کرتا ہوں کہ اب ایک پہاڑ پر جائیں کہ نام اس کا کوہ درخشاں ہے روز وہاں چاند بن کر روح سامری آیا کرتی ہے۔ غرض یوں اور وہاں کے چلہ کشوں کی فریاد سنتی ہے اور جو مراد مانگو ملتی ہے اور سحر جو وہاں بیٹھ کر پڑھو روح سامری اس سحر کے شریک حال رہتی ہے۔ اور جہاں اس سحر کو پڑھو روح سامری آ کر مدد کرتی ہے چنانچہ وہاں جا کر یہ چلہ کرے اور ہر شب وہاں جلایا کرے۔ دن کو آ کر اپنے ملک میں رہے اور پانسو ساحر جو اس کے ملازم قدیم ہیں اور رئیس قوم اور اپنے گھر سے مرفہ الحال ہیں اور شوق کی راہ سے سحر سیکھا ہے اور خوب کرتے ہیں ان کو جمع کرے اور میں بھی اپنے طلسم کے تحفے بہت کچھ نکالوں گا اور اس ملک کو دوں گا اور میرا ارادہ ہے کہ اسی چھوکری کو اس مغرور سرکش افراسیاب سے لڑاؤں آپ کم اس کے مقابلے میں جاؤں اور اے عمرو ایک میرا دوست ہے کہ وہ بیابان گرج میں رہتا ہے۔ نام اس کا معمار قدرت ہے ایسا ساحر ہے کہ ساحران جہاں اس کا نام لے کر سحر کرتے ہیں اور وہ سحر سے قلعہ ایسا بناتا ہے کیسا ہی زبردست ساحر ہو۔ مگر وہ قلعہ فتح نہیں کر سکتا ہے۔

چنانچہ وہ ساحر بیابان گرج کا جو ملک ہے جاندار قدرت شاہ جادو اس کا ملازم اور سرداروں میں سے ہے اور جاندار قدرت اس بیان کا بجائے خود حاکم ہے۔ نہ مجھ کو خراج و

باج دیتا ہے نہ افراسیاب کو۔ اور باعث اس کا یہ ہے کہ وہ بیابان داخل طلسم ہوشربا ہے لیکن بہت سے سردار ایسے ہیں کہ وہ رفیق اور جانثار لاقین تاجدار بادشاہ سابق طلسم ہوشربا کے ہیں۔ جب لاقین قید ہوا تو وہ اپنے ملک میں خود حاکم بن بیٹھے اور کسی طرح انہوں نے اطاعت اس نمک حرام افراسیاب کی نہ فرمائی اور افراسیاب بھی خاموش ہو رہا اس سبب سے کہ طلسم میں ان لوگوں کے ساتھ لڑنے میں قتل اور خونریزی حد سے زیادہ ہو گی اور ان میں بعض مالک تخت جات طلسی ہیں اور بعض کوہستان طلسم کے بادشاہ ہوں اور استاد ان زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر کیا ضرور ہے کہ ایسے شخصوں سے بگاڑ کیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ سب قوت پا کر اپنے بادشاہ کو بلا کر لیں تو سب محنت برباد ہو جائے۔

غرض اب میں معمار کو لکھتا ہوں کہ آ کر ایک قلعہ سامنے قلعہ طلسمی کے یعنی شہر بلورساں کے بنائے اور اس قلعہ میں سارا لشکر مہ رخ کا مقیم ہو۔ بروقت جنگ و جدال کے باہر آیا کرے۔ اس میں فائدہ یہ ہے کہ افراسیاب کا پنجہ کسی وقت بھی لشکر مہ رخ پر قابض نہ ہو سکے۔ ابھی تو بیچ میدان میں لشکر اترا ہے سب طرح کے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے اور اگر معمار ہمارا شریک حال ہو گا تو بہت بڑا فائدہ ہے۔ اے عمرو سات شہزادے حقدار بیابان گلزار کی سلطنت کے قید ہیں افراسیاب کے ہیں کہ وہ بیچارے نوجوان بخت ملک کی سلطنت کرتے ہیں لاقین کے ساتھ قید ہوئے۔ میں نے اتنا سنا ہے کہ دریائے نیل پر قید ہیں اور ایک دروازہ بیابان گلرخ کا دریائے نیل کا طرف ہے کہ اس کو بادشاہ طلسم ہوشربا نے بند کر دیا ہے اور دوسرا راستہ ہوشربا کے اندر سے ہے وہ کھلا رکھا ہے مگر سرحد بڑے بڑے ساحر وہاں مقرر ہیں۔ میرے طلسم سے راستہ نہیں ہے لیکن ایک راہ ہے کہ اس کو راہ نہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ وہ راہ بالکل بند ہے۔ اس لیے بند ہے کہ اس طرف طلسم نور افشاں ہے اور ایسا نہ ہو کہ کوئی وہاں سے آ کر ملک میں فساد برپا کر لے۔ پس زنجیر آتش دور تک یعنی جہاں تک

میرے طلسم کی سرحد کھنچی ہے۔ اس زنجیر کو نہ کوئی توڑ سکتا ہے نہ کھول سکتا ہے۔ نہ اڑ کر جا سکتا ہے۔ لیکن معمار کو جو میں بلاؤں گا وہ اپنے بادشاہ سے پوچھ کر میری ملاقات کو آیا کرتا ہے تو پھیر کھا کر کوہستان کی راہ سے میری پشت طلسم اس طلسم میں داخل ہوتا ہے۔ پس اے بران میرے کہنے پر عمل کرنا۔ خبردار ابھی کوئی غفلت و نادانی میں قدم نہ دھرنا اور جلدی اس کام میں نہ کرنا۔ یہ لڑائی شاہان طلسم کی ہے۔ روباہ کے شکار میں شیر کے شکار کا سامان کرنا ہوتا ہے۔ دشت خجلت میں سرگشتہ نہ پھرنا۔ یہ تو شاہ جادوان ہے اگر کوئی ادنیٰ دشمن ہوتا تو اس کو ہیچ سمجھنا کار خرد مندی تھا۔"

بران نے کہا "اے پیر والا ابھی تو میں ایک چلہ کر کے تھکی ہوئی خستہ اور شکستہ آئی ہوں۔ ابھی تو مجھ سے کوہ ورخش پر نہ چلا جائے گا۔"

کوکب نے کہا "دیکھیے مزاج ایسا سرمست ہو گیا ہے کہ تکلیف کسی طرح کی دل گوارا نہیں کرتا۔ پھر وہ تکلیف شاقہ یعنی مقابلہ دشمن کی کس طرح اٹھے گی اور اس بہتان طعنہ حریفاں طبیعت کب متحمل ہو گی۔ اچھا دو چار روز ٹھہرا کر اپنے مقام پر یا لشکر خواجہ میں شراب پیو۔ راحت کرو سیر و تماشا دیکھ کر دل بہلاؤ پھر وہاں جانا اور جو میں نے کہا ہے عمل میں لانا اور میں بھی تدبیر میں جاتا ہوں۔ اب تو بدولت خواجہ سلامت کے افراسیاب سے اور ہم سے بگڑی ہے۔ لو خدا حافظ و ناصر۔"

اتنا بادشاہ کے منہ سے نکلتے ہی آواز تڑاقے کی آئی۔ آنکھ بند ہو گئی۔ اب جو دیکھا نہ وہ دیوار تھی نہ باغ تھا نہ بنگلہ تھا۔ مگر عمرو کو ایک کارخانہ عجیب و غریب اور نظر آیا یعنی اس نے دیکھا کہ چار دیواریں بلور کی کی جو گریں تو ایک طرف کی دیوار کے غائب ہونے سے ایک باغ دل پذیر اور بے نظیر نظر آیا کہ ہر برگ اس کا جادو تھا۔ ہر پھل اس کا خوبرو تھا۔ لطافت وہاں کی نہروں پر صدقے تھی۔ ہوا وہاں کی نسیم پر نثار تھی کیا لکھوں کہ کیسی بہار تھی۔

دوسری طرف کی دیوار جو غائب ہوئی تو ایک پہاڑ لاجورد کا دکھائی دیا کہ ایسا پہاڑ بہار دار مدح فرہاد جسے دیکھ کر بے قرار کوہ لاجوردی آسمان اس پہ نثار۔ کبھی خواجہ کی نگاہ سے نہ گزرا تھا۔ طرح طرح کے گل اس پہ کھلے تھے اور چشمہ لبسان چشمہ آفتاب لہریں لیتے تھے۔ جھرنا جھرتا تھا اور ہزار ہا اور اس پہاڑ میں بنے تھے اور ہر در میں اس کے ایک پری زاد جو رنگین مہر جبین ہزاراں ناز و انداز استادہ تھی۔ ان کی صورت نیا اگر دیکھیے شیریں فرہاد وار پتھر سے سر ٹکرائے تیشہ عشق سر میں مار کر مر جائے کوئی نازک بدن کوئی حور پیکر کوئی لالہ فام کوئی سبزہ رنگ اور کوئی حیرت سے انگشت بدنداں کوئی پائے نازک کو دوسری ران پہ رکھے ہوئے ایک پاؤں سے استادہ واقعی باغ خوبی کی سرو رواں کوئی ناز سے پائنچے کلائی پہ ڈالے کوئی پائجامے کو چھوٹے پے نکالے کوئی چار سو حیرت سے نگراں کوئی چھری ہاتھ میں لیے ادھر ادھر خراماں کوئی تصویر کی صورت اس در کے چوکھٹے میں جڑی ہوئی یوں بے حس و حرکت کھڑی ہوئی۔ غرض ہر ایک صورت میں لاثانی اٹھتی جوانی کہ

آنکھیں وہ جس سے کہ آہوئے ختن آنکھ چرائے
باغ نرگس بیمار کو سکتا ہو جائے
وصف بینی سے ہر اک دم سے کہ دم ناک میں آئے
کوئی گرنک بھی رگڑے تو نہ وہ پاس بٹھائے
بلبلیں دیکھ لیں تو دور ہوں گلزاروں سے
خار گزرے انھیں ان پھولوں سے رخساروں سے

تیسری طرف کی دیوار جو غائب ہوئی تو بیابان سبزہ زار پہ بہار دکھائی دیا کہ اسی بیابان میں خضر کا مسکن تھا گویا وادی ایمن کا گلہائے رنگین سے سراسر نگار خانہ چین تھا۔ گویا خاتم دشت پہ جڑا ہوا نگین تھا۔ چوتھی طرف جو دیوار غائب ہوئی تو ایک دریائے زخار

کو موجزن پایا کہ کنارے کنارے اس بحر افسوں سے ہزاروں تختہ نافرمان کے کھلے تھے اور جہاں تک سیاح چشم سیار ہوتا تھا۔ وہی چمن کھلا نظر آتا تھا اور دریا موجیں مارتا تھا رفتار معشوق کو شرماتا تھا خواجہ اس عجائبات کو دیکھ کر دنگ بہان تصویر سکتے کے رنگ تھے کہ یکایک آواز زناٹے کی آئی اور ایک جانب سے زمین شق ہو کر پانچ کشتیں از خود نکلیں کہ تو دہ پوش بادلے کے ان پر پڑے تھے۔ آواز آئی کہ خواجہ سلامت یہ کشتیں قسم ہے سامری جمشید کی آپ کے لائق نہیں۔ اس وقت جمشید سامری کے خزانے پر مجھ کو دست رس بھی نہیں ہے۔ سامری جمشید کی قسم آپ دل میں رنجیدہ نہ ہو جیے گا ان کشتیوں کو قبول فرمائیے اور رکھ لیجے۔ عمرو نے بخوشی خاطر ان کو کھولا۔ بائیس توڑے اشرفیوں کے ان میں رکھے دیکھے۔

پس آواز آئی کہ ان اشرفیوں کو بھلا آپ کیا کیجئے گا۔ آپ کے قابل کہاں ہیں مگر غربا کو تقسیم کر دیجئے گا۔"

عمرو نے جواب دیا "شاہ کو کب واقعی ایسا عالی حوصلہ بادشاہ ہے میرے تو لائق ہیں لیکن اس کے دینے کے لائق نہیں ہے۔ جب ہی اس قدر عجز و نیاز نمن میں مبالغہ ہے۔ حساب دوستان در دل میں نے بخوشی خاطر قبول کیں۔ خدا تعالیٰ عمرو دولت ایسے بادشاہ عالی حوصلہ کی زیادہ کرے بڑا صاحب جود و کرم ہے اور سوائے اس کے ہمارے اس بادشاہ کے یکجائی اور یگانگت کا طور ہے کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ جو عنایت فرمائیں ہم کو منظور ہے یار زندہ اور صحبت باقی۔ آج اگر قلیل انہوں نے دیا ہے تو کل کثیر عنایت فرمائیں گے۔ کچھ آج ہی پر تھوڑی موقوف ہے۔ ان سے ملنا ہی رہے گا۔ سال کے تین سو ساٹھ دن ہیں پھر سمجھ لیا جائے گا۔"

یہ کہہ کر ان توڑوں کو نذر زنبیل کیا اور ملکہ بہار کو ہمراہ لے کر ایک درہ کوہ کے آیا اور وہاں زنبیل سے فرش نکال کر بچھایا شراب کباب مہیا کیا اور مصروف مے خواری یہ دونوں ہوئے۔ ان کو تو اس حال میں چھوڑیے اب حال جنگ و جدال ملکہ مہ رخ فرخ فال اور سفاک بد اعمال سنئے۔

• بھلا وہ ساحری کو کیا جانیں

یہ دونوں لشکر مقابل میں آ چکے ہیں۔ مبارزان میدان دلاوری و نبرد و آہنیاں عرصہ شجاعت گستری اس طرح توسن قلم جنگ نگو قرطاس میں جولان فرماتے ہیں کہ جب مہ رخ دلاور لشکر سفاک بد اختر پہنچی بجلیاں گر کر کر آڑ جھاڑیاں کی دفع ہوئی۔ ابر سحر برسے گرد و غبار بیٹھا صف آرائی ہوئی۔ نقیب و چاوش کڑکا کہہ کر کنارے ہوئے۔

اس وقت اول سفاک اژدر پہ چڑھ کر مقابل شکر مہ رخ آئی اور پکاری کہ اے لشکریان حرام مجھ کو کچھ تم سے عداوت نہیں، ورنہ کسی طرح کا تم لوگوں سے سروکار ہے۔ صرف اس واسطے چڑھ آئی ہوں کہ چالاک بن عمرو نے میری خواص خاص مار کاکل سیاہ کو ناحق مار ڈالا۔ پس تم اس میرے گنہگار کو گرفتار کر کے میرے حوالہ کر دو۔ میرے حوالہ نہ کرو تو اپنے لشکر سے نکال دو۔ میں خود اس کو پکڑ لوں گی اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تمہارے لشکر کی غارت کر دوں گی۔ اگر اپنی بہتر چاہتے ہو اور خیریت تمہیں منظور ہے تو میرے کہنے پہ عمل کرو۔

مہ رخ نے اس کے جواب میں پکار کر کہا۔ تمہاری تو عقل زائل ہو گئی ہے۔ جو تم اس طرح کی گفتگو کرنے کو میرے آئی ہو۔ اپنے ہوش کی خبر لو۔ کچھ سودا ہو گیا ہے تم مجھ سے دشمنی کرو گی تو کیا کر لو گی اور دوستی کی باتیں نہ کرو۔ بھلا مجھ سے کیونکر ہو گا کہ چالاک بن عمرو کو تمہارے حوالہ کر دوں۔ پس اب خبردار زبان ناپاک سے اپنے نام مہتر مہتران و بہتر بہتران چالاک عالی شان کا نہ لینا۔ جو کچھ تم سے ہو سکے، قصور و کوتاہی نہ کرو۔ میں دیکھوں تو کہ تم کیسی ساحرہ ہو اور کیا میرے واسطے کرتی ہو۔"

سفاک ان کلمات کو سن کر برہم ہوئی اور اپنے لشکر کی طرف پھری۔ صف لشکر میں جا کر سالار لشکر ہرمز جادو کو حکم دیا۔ "طبل جنگ آغاز کرو۔ وہ مرکب سحر کو اٹا کر

میدان میں آیا۔ ادھر سے بھی ایک ساحر نے نکل کر سامنا کیا۔ لیکن ہرمز نے ایک تیغہ سحر ایسا اس کے مارا کہ وہ بیچارہ دو ٹکڑے ہوا۔ اس وقت مہ رخ نے ایک نارنج سحر کا تخت پر کھڑے ہو کر جانب سفاک جادو پھینکا۔ اس نے نارنج آتے دیکھ کر ایک ترنج مارا کہ نارنج مہ رخ تو زمین پر گر کر سرد ہو گیا اور ترنج مہ رخ پر گیا۔ مہ رخ نے بھی دم سحر کیا اور ایک تیر کمان میں رکھ کر مارا کہ سفاک نے آگے بڑھ کر دستک دی کہ پنجہ قراولی لیے پیدا ہوا اور اس نے تیر سحر بھی کاٹ دیا۔ اس وقت سفاک نے پکار کر کہا۔ "اے مہ رخ دیکھ تو میں کیسی بلا تجھ پر نازل کرتی ہوں۔ میرے ہاتھ سے بچ کر جانا محال ہے۔ اپنے تیر کا جواب دیکھ کر کیا دیتی ہوں۔ اب تجھ سے دیر تک کون لڑے اور تماشہ دیکھا کرے۔ قضا ہی تیری آ گئی ہے تو میں کیا کروں۔"

یہ کہہ کر ایک تختی فولاد کی اپنی جھولی سے سحر کی نکالی کہ وہ مشبک تھی۔ مثل پارہ آہن جنتری کے تھی۔ پس اس تختی کو اس نے زمین پر پھینک دیا اور ایک نارنج نکال کر سحر اس پر دم کر کے اس تختی پر مارا کہ وہ نارنج شق ہوا۔ پس یکایک وہ تختی غائب ہوئی اور بجائے اس کے ایک دیوار فولادی مشبک یعنی سوراخ دار پیدا ہو کر مابین لشکر مہ رخ و سفاک حائل ہو گئی۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی' وہی دیوار نظر آتی تھی۔ لشکر سفاک بے ایمان زیر دیوار اس طرف کو پوشیدہ ہوا۔ پس اس دیوار کے سوراخوں میں یکایک ہوا بھری اور آواز سائیں سائیں کی پیدا ہوئی پھر ہر روزن میں سے تیر آنے لگے اور لشکر مہ رخ میں گرنے لگے گویا کماندار دہر نے ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلنا شروع کیا تھا۔ دیوار تھی یا تفنگ خانہ زمانہ تھا۔ نہیں نہیں آسمان سحر کا برج قوس تھا یا ترک زمانہ نے تیر اجل کا ان بیچاروں کو نشانہ بنایا تھا' دیوار نہ تھی۔ ملک عدم کی حد کھینچی تھی۔ ادھر سے اجل صورت خدنگ بن کر آئی تھی اور سینہ بے کینہ لشکریان مہ رخ کے پار ہوئی تھی۔ کچھ ہی دیر میں لشکر میں ہلچل پڑ گئی۔ آفت برپا ہوئی۔

ہزار ہا ساحر نشانہ تیر سحر ہوا۔ اس لشکر کے تیار ہونے سے ایسی ہی ہل چل پڑی تھی کہ لشکر حیران جو قریب تر اس لشکر کے آ گیا تھا۔ اس میں بھی غلغلہ پیدا ہوا اور بنا بر احتیاط وہ لشکر بھی تیار ہو گیا اور چند بادشاہان ور بند طائر اڑ کر اس ہنگامہ کے دیکھنے کو یہاں آ گئے اور حسب اتفاق ملکہ مجلس جادو بھی مع اپنی ماں کے تلاش حیران میں یہاں آئی تھی وہ بھی آ کر اس جنگ کو دیکھنے لگی اور ان سب نے دیکھا کہ تیر اس دیوار سے نکل کر سپریں سحر کی توڑتے ہیں اور ایک ایک تیر چالیس چالیس ساحروں کے سینہ چھوڑتا ہے اور اب دریا کی طرح سوئے ہوا پر تیر موج مار رہے ہیں۔ مینہ زمین پر تیروں کا برس رہا تھا۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانے میں ہوا چلنے کے بدلے تیر ہی چلتے ہیں۔ سوئے ہوا پر عقاب سے مملو ہے۔ دنیا نے اڑ جانے کے لیے پر نکالے ہیں۔ اس قدر حادثات بھی عالم میں نہ پیدا ہوتے ہوں گے۔ جس قدر کہ تیر اس لشکر میں بھرے ہیں۔ مہ رخ و بہار و مخمور پنجہ سحر کے پیدا کر کے قراولیں سے تیروں کو کٹواتی ہیں۔ سپریں سحر کی اڑ گئے ہیں۔

ملکہ حیرت جادو اٹھ کر کمر سے لپٹ گئے اور بادشاہ کو کھینچا کہ وہ اڑنے سے گرا گرنے میں لات حیرت کے لگ گئی۔ وہ سمجھی کہ بادشاہ کو میں جو مانع جانے کے لیے ہوئے تو اس نے عمداً لات ماری بس پھر تو کمر پکڑ کر بولی کہ بھاڑ میں جائے ایسا گھر چولھے میں جائے۔ ایسا ساتھ اے صاحب تم اس قدر گھبرا گئے ہو تو اپنا تاج دے کر دیکھو تم آدمی کو آدمی ہی نہیں سمجھتے ہو۔

لو صاحب میرے لات مار بیٹھے اور کوکھ کو ٹھکراتا پڑا ہوتا ہے۔ میری چلتی کوکھ سامری کی قسم میری کمر میں درد ہونے لگا یہ کہہ کر تیوری چڑھا کر منہ بنایا۔

افراسیاب نے ٹھوڑی میں ہاتھ ڈالا کہ اے جان من میں نے آپ سے جان کر لات نہیں ماری تم نے مجھ کو کھینچا۔ میں خود گر پڑا اچانک لات تمہارے لگ گئی یہ کہہ کر خوشامد کرنے لگا۔

اس نے کہا، بس بس اب باتیں نہ بناؤ معلوم ہوا کہ اب ہماری کم بختی سب طرح سے آ گئی ہے۔ تمہارا تو یہ حال ہے کہ ادنیٰ اعلیٰ ہر ایک پر دوڑ پڑتے ہو۔ یہ کون حرکت بے جا ہے۔ شعلہ نے کہا۔

پھر کیا کروں، اتنے ساحر بیٹھے تھے کسی نے بھی حوصلہ تعاقب معمار کا نہ کیا۔

ملکہ نے کہا تو منہ سے کہنا چاہیے تھا کہ لو اس کو جب کوئی نہ جاتا جب ہی کہتے خیر ہمارا ادبار ہے۔ اب یہاں ملکہ تو بگڑتی ہے۔ شعلہ خاطر اس کی کر رہا ہے۔ وہاں معمار جو بلند ہوا شہر نیرسان سے ایک ہی سناٹے میں نکل کر پل پر آیا۔ یہ ساحر زبردست ہے سب طرح کے تحفے اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کی وجہ سے جب شعلہ ہائے آتش اور بلیات دریا نے سرکشی کر کے اس کو آزار پہنچانا چاہا۔

اس نے سحر پڑھا ادھر انگشتری دست چالاک میں تھی۔ اس وجہ سے دریا نے راہ دی۔ یہ صحیح سلامت اس پار اتر کر چالاک کو تو پنجے سے چھوڑ دیا اور کہا تم اب لشکر میں جاؤ میں بھی دو تین روز کے بعد آؤں گا اور اپنی ذلت ہونے کا مزا اس افراسیاب حرام زادے کو دکھاؤں گا۔ یہ کہہ کر ایک سمت کو روانہ ہوا اور چالاک بارگاہ مہ رخ کی طرف چلا کہ جا کر ملکہ سے رہائی معمار کا حال بیان کروں۔

ادھر حیرت جادو نے بارگاہ رنگین حصار کو نکلوا کر باہر طلسم کے استادہ کرایا اور وہاں آ کر داخل ہوئی اور افراسیاب اس کے پاس سے اٹھ کر جانب ظلمات چلا گیا۔

مگر چالاک جو جانب بارگاہ مہ رخ چلا اس کو راہ میں معمار پھر ملا ایک سمت جو جاتا تھا اور کچھ سوچتا جاتا تھا۔

چالاک نے اس کو روکا اور کہا، اے معمار اگر آپ کے مزاج نہ ہو تو دو قدم بارگاہ مہ رخ ہے۔ وہاں تشریف لے چلئے۔ آسودہ ہو جائیے۔ نیز وہاں سب منتظر آپ کی گرفتاری سے ہوں گے۔ ان کی تسکین بھی کیجئے۔ وہ سب آپ کو دیکھ لیں۔ میں تنہائی جا کر جو کہوں گا تو کسی کو یقین آئے گا اور کسی کو نہ آئے گا اور مہ رخ مجھ سے آزردہ ہوں گی ہم لوگ عیار ہیں جو کچھ انعام اکرام ملنے والا ہو گا۔ وہ کچھ نہ لے گا۔ آپ

کا حرج ہی کیا ہے۔ دو چار جام شراب کے پی کر چلے جائیے گا۔ یہ کلمات سن کر معمار قدرت ہمراہ چالاک چلا اور دونوں آ کر بارگاہ داخل مہ رخ ہوئے۔ مہ رخ کو نہایت خوشی ہوئی اور بڑی خاطر معمار کی احوال پوچھا۔

اس نے تعریف چالاک کی فرمائی کہ اس طرح جا کر اس نے مجھ کو چھڑایا ورنہ بڑی ذلت شعلہ جاوداں دیتا۔

مہ رخ نے حکم ترتیب جلسہ عشرت دیا، ے ارغوانی کا دور چلنے لگا۔ صدائے ہوشا ہوش و نوشا نوش بلند ہوئی۔ رقاص رقص کرنے لگے۔ یہاں تو سب مصروف عیش و نشاط ہیں۔

وہاں بارگاہ رنگین حصار میں حیرت جادو جو آئی ہے تو نہایت آزردہ خاطر اور ملول ہو رہی ہے اور حال معمار اور چالاک سب سے بیان کر رہی ہے۔ اس میں مصور اور صورت نگار جادو بھی آئے اور انہوں نے حال زبانی ملکہ سن کر صرصر سے کہا کہ تو ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ میں عیار کو خوب پہچانتی ہوں۔ مگر آج تو نے کیوں نہ پہچانا جو چالاک قید سے آ کر معمار کو چھڑا لے گیا۔

صرصر نے کہا، قضا و قدر سے کیا چارہ ہے۔ اس کو میں کیا کروں اور میں نے تو ملکہ سے عرض کیا تھا کہ چالاک آیا ہے۔

ملکہ نے فرمایا کہ یہاں کوئی نہیں آ سکتا۔

میں بھی سمجھی کہ ملکہ سچ فرماتی ہیں۔ بس یہی دھوکا ہو گیا پھر ہونے والی بات اس سے سب ناچار ہیں۔

حیرت نے کہا۔ اچھا ایک مرتبہ وہ قید سے نکل گیا پھر اب کیا نہیں پکڑا سکتا جا دیکھ تو کہ معمار کہاں ہے اور ہو سکے تو پکڑ لا۔

صرصر یہ سن کر کچھ غیرت میں آ کر صبا رفتار کو اپنے ہمراہ لے کر پھر روانہ ہوئی اور صورت بدل کر لشکر مہ رخ میں آئی۔ بحر عیاری میں غوطہ مار کر ایک در مقصد اس نے حاصل کیا۔ فوراً چوبدار کی صورت بن کر اس طرف پہنچی کہ جہاں مہ رخ کی مجرئی رنڈیاں اتری ہوئی تھیں یہاں آ کر جو دیکھا تو خیمہ اور پالکیں استادہ ہیں۔ فرش دریوں

چاندنیوں کے بچھے ہیں۔ رنڈیاں جوان جوان بیٹھی ہیں۔ کوئی مقابہ کھولے آرائش و زیبائش میں اپنے مصروف ہے کوئی بیٹھی تعلیم لیتی ہے۔ عاشق تن جمع ہیں کوئی کسی یار سے تو ہنس رہی ہے۔ اسی طرح یہ دیکھتی ہوئی ایک رنڈی سندرہ کے نام کے ڈیرے پر پہونچی کہ اونچی سنڈی تھی۔ اس کا ہاتھی جو انعام میں ملا تھا۔ ایک طرف بندھا تھا۔ خیمہ مثل بارگاہ کے بہت بلند اور وسیع تھا نوکر خدمت گار وغیرہ سرگرم کار تھے۔ دو چار خوشامدی ہر وقت مرد آدمی وضع وہاں بیٹھے رہتے تھے۔ رنڈیاں یعنی نوچیاں ہر طرف بعد آرائش و زیبائش پھرتی چلتی تھی۔ دو ایک چاہنے والے بھی ادھر ادھر لگے ہوئے تھے۔ بعض سے اشارے ہوتے تھے۔ بعض سے حجت بازی ہوتی تھی۔

صرصر چوبدار تو بنی ہوئی تھی۔ ایک نازنین نہایت خوبصورت گلفام کو اس نے تجویز کر کے قریب جا کر ہاتھ اس کا پکڑ لیا اور کہا۔ اے بی ذرا ادھر آؤ سنو تو اس نے کہا۔ بھئی ہائے اللہ ہم سے نہ بولو۔

اس نے کہا واہ واہ تم تو خوب ہو' اے صاحب میں تم سے ایک بات پوچھوں گا۔

اس نے کہا کہ جو کچھ پوچھو امی جان سے پوچھو میں کیا جانوں!

اس نے کہا۔ نہیں' تم سے پوچھ لیں گے تو کیا قباحت ہو گی ذرا ادھر آؤ۔

وہ نازنین اس کے کہنے سے پشت خیمہ کی طرف چلی آئی۔

اس نے کہا۔ میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ تمہارا سر ڈھاکا گیا ہے یا نہیں وہ شرما کر نیچی گردن کر کے چپ ہو رہی۔

اس نے کہا۔ شرمانے کی بات نہیں ہے یہاں ایک سردار والاتبار معمار قدرت آیا ہے اس سے کئی لاکھ روپیہ کی یافت ہے۔ اس نے یہ سن کر چاہا کہ اپنا ہاتھ چھڑا کر کھکھلا کر ہنستی ہوئی بھاگ جائے۔

صرصر نے جس سے اس کے منہ پر ہاتھ پھیرا کہ وہ بے ہوش ہو گئی۔ اس نے اس

کو اٹھا کر اور علیحدہ مقام تنہائی میں لے جا کر کپڑے اس کے اتارے اور رنگ روغن عیار لگا کر اس کی ایسی صورت بنی۔ اس وقت اس کی صورت زیبا اور طلعت جمیل آرا کی عجیب کیفیت تھی کیونکہ ایک تو وہ خود ہی حسینہ جمیلہ نازنین عورت تھی۔ دوسرے طرہ اس پر بناوٹ تھی۔ مار کاکل سے اس کی جان عشاق پیچا وشوار وہ زلف اس کی پر پیچ و خم وار کہ دام دلکش ان کو کہنا روا۔ ہزاروں بلائیں ان کے بلوں سے پیدا زخم کاکل کا قریب چشم آنا پھندے میں آہوؤں کو پھنسانا' نظر آتا عید کا چاند جبین اس کی مہ پارہ یا افق مطلع انوار یا صبح صادق کے آثار مہر و مہ کا رنگ سامنے اس کے پھیکا آئینہ اسکندر سامنے آ جانے سے شرمندہ چاند اس کا ماتھا ٹیکا اس کے اوپر نیا تماشا کہ چاند کے اندر تارا چمکتا مہ جبیں بحر خوبی کی موجیں چمکیں بہ جبیں جن سے مصور چمن رہین ابرو کو بھی دم کہئے تو بجا ہے۔ ہر ایما سے ان کے بجلی گرانا ظاہر ہوتا ہے۔ ہزاروں اس کمان ابرو کے عشق میں چلہ کش جان کمان ابروان جن پر نقش چشم فتاں بعینہ تو سن ناز شوخی اور دلبری کا ان سے پیدا انداز۔ جگ لیل و نہار کو آنکھیں دکھاتی تا نیادہ سرمہ دنبالہ دار کا لگائی سرگیں آنکھیں تو آہو تھیں۔ اور سرمہ شاخ آہو ہر چشم اس کی آفت اور فتنہ جو ناک اس کے چہرے پر حسن کی ناک خود بینوں کو ہر وقت اس کی تاک۔ وہ گورے گورے رخسار نرم و نازک تر جن کی بوسہ کی ہوس ہے عمر بھر اگر جان دے کر بھی بوسہ اس کا میسر ہو تو مفت ہے۔ سراسر خوبی میں طاق ہے۔ ہر چند کہ بظاہر جفت ہے۔ لعل سے لب لعلیں کی اس کی تشبیہ کیا اس میں یہ تبسم یہ نزاکت یہ ادائے دلربائی کہاں۔ وہ واقعی رکھتے ہیں اعجاز مسیحا' اسی طرح ہر اعضاء اس کا بے مثل و لاجواب بحر خوبی میں وہ ممیں وہ در نایاب چھاتیاں سینہ پر ابھری ہوئی انار' ودی سیب کو شرماتیں باغ حسن کے نخل میں یہ دو ثمر عمدہ تھے۔ عمدہ تھے۔ وہ چھاتیاں دو انار پر سو نچار بنائیں کیا وصف حسن اس کا کیا جائے از سر تا پا جس کا یہ نقشہ ہو کر مسدس اس صورت سے آراستہ ہو کر اس رنڈی کو ایک کڑے

میں ڈال کر پتوں وغیرہ سے چھپا کر آپ اٹھاتی ہوئی خیمہ میں کہ جہاں سے وہ رنڈی آئی تھی آئی۔ ناگر نے اس کو دیکھ کر پوچھا۔

اری سندر کہاں گئی تھی؟

اس نے کہا۔ حضور ادھر ہی ادھر تھی۔

وہ خاموش ہو رہی۔ اس عرصہ میں چوبدار سلطانی آیا کہ چلو حضور نے مجرا کرانے کو بلایا ہے۔

ناگر نے کڑے سونے کے ہاتھ میں پہنے انگیا ٹھیک چست حسب تن کر کے ململ کا چھپا ہوا دوپٹا اوڑھ کر چوپہلے میں سوار ہوئی۔ رنڈی کو بھی پاس بٹھلیا۔ ایک طرف اگالدان لگا لیا۔ پاپنچے آگے ڈھیر کر لیے' کہار ڈولی اٹھا کر چلے پیچھے پیچھے بھی رواں ہوئے۔

غرض یہ جا کر جلو خانہ میں اتری۔ ایک طرف کو صحنچی بارگاہ میں تل فرش بچھ گیا۔ اسباب وہاں رکھا گیا۔ ساز وہاں چھڑنے لگے۔ نوچی آراستہ کنگھی چوٹی سے ہو کر ناچنے چلی۔ ناگر آ کر ایک طرف بیٹھی ملکہ اور اہل دربار کو تسلیم کی یہ تو اس طرح ناچنے آئی۔

مگر صبا رفتار جو اس کے ساتھ آئی تھی۔ اس سے اس نے کہہ دیا تھا کہ میں تو جا کر کسی طوائف کی صورت پہ بن کے بارگاہ میں پہنچوں گی۔ تجھ کو چاہیے کہ بارگاہ میں آ کر کو عیار ہو تو اس کو بہ فن عیاری بارگاہ سے اٹھا لے جانا اور اپنا کچھ اپنے خیال میں اس کو مصروف کرنا کہ وہ میرا دھیان مطلق نہ کرے۔

پس صبا رفتار ایک خواص کی ایسی قطع بن کر داخل بارگاہ ہوئی۔ یہاں چالاک کرسی پر سامنے معمار کے بیٹھا تھا۔

اس نے جو نگاہ اٹھا کر حسب دستور عیاران چار طرف دیکھا تو ایک خواص کو اجنبی صورت پر دیکھا رفتار پر جو اس کی نظر پڑی صاف چترو سے پاؤں پڑتے دیکھا' بس پہچان گیا کہ یہ عیارہ ہے۔ بس یہ بھلاوا دے کر اٹھا کہ میں پکڑ لوں۔

صبا رفتار تو اس کو اپنی جانب مصروف کرنے آئی تھی۔ بس وہ جلد باہر جلو خانہ میں

چلی گئی۔ چالاک پھر ٹھہر گیا سمجھا کہ وہ نکل گئی۔ لیکن ہر طرف اب ہوشیاری کی راہ سے نگراں رہا۔

صرصر جو کسبی بن کر آئی ہے اس کی جانب چنداں خیال نہیں کیا اور صبا رفتار بعد کچھ عرصے کے پھر داخل بارگاہ ہوئی اور ایک طرف آ کر ٹھہری۔

چالاک نے جو اس کو دیکھا معلوم کیا کہ عیارہ پھر آئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھات میں لگی ہے۔ اس کو پکڑنا چاہیے بس یہ سوچ کر پھر اپنی جگہ پر سے اٹھا اور راہ کتراتا ہوا اسی کی جانب چلا کہ دھوکا دے کر پکڑ لوں۔

صبا رفتار ترچھی نظر سے دیکھ رہی تھی۔ وہ پھر بھاگ کر چلی اتفاق سے جلو خانہ کی طرف چالاک جا چکا تھا۔ ادھر نہ گئی۔ اس کے سراپچے بارگاہ پھاڑ کر چلی چالاک بھی اس کے پیچھے بارگاہ سے نکل کر چلا پھر تو تمام بارگاہ میں اندر باہر غلغلہ ہوا کہ صاحبو ہوشیار ہو جاؤ عیار بچیاں بارگاہ میں آئی ہوئی ہیں۔

دست بردی کو ہر ایک شخص اپنے مقام پر متنبہ ہوا۔

اس عرصہ میں صرصر ناچنے لگی اور اس طرح گائی کہ ہر ایک محو ہو گیا مگر ہر شخص بسبب شور ہونے عیار بچیوں کے متوحش ہو رہا تھا۔ اس وجہ سے کچھ اچھی طرح اس کا رنگ نہ جما اور معمار نے جو نام عیار بچیوں کا سنا گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔

مہ رخ نے کہا، کیوں کہاں کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا میں اب جاؤں گا۔ یہاں عیار بچیاں آمادہ بہ عیاری ہیں۔ مجھ کو ذلت ہو چکی ہے۔ اب ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی پیچ پڑ جائے۔ انشاء اللہ اب جو وہاں سے آؤں گا تو سزائے معقول ہر ایک باغی کو دوں گا۔

مہ رخ بھی اس کلمے سے خاموش ہو رہی اور یہ اٹھ کر جانب جلو خانہ روانہ ہوا۔

صرصر ناچ رہی تھی۔ اس نے ملکہ سے کہا کہ یہ سردار مجھ کو اشارے سے بلا گیا ہے۔ شاید کچھ مجھ پر مفتون ہو۔ میں جاتی ہوں اور اس سے باہر بارگاہ کے جا کر باتیں کرتی ہوں۔ ملکہ نے امنگ میں آ کر اجازت دی۔

صرصر جلد باہر بارگاہ کے گئی اور معمار کو جاتے دیکھ کر پکارا کہ اے نوجوان ذرا ٹھہرنا۔

اندر بارگاہ کے تو تخلخلہ عیارنیاں تھا۔ بدیں وجہ معمار نے اس کے حسن و خوبی پہ اچھی طرح نظر نہ کی تھی۔ اس وقت ٹھہر گیا اور غور سے جو اس نے دیکھا ایک بہت شوخ و شنگ جس کا دل اور چھاتیاں دونوں سنگ ملا لقا یوسف جمال شمع رو گل اندام مہ جبینا عیسیٰ خصال من بولا رقام دیوانے دلبری کی گوہر درج حسن کی مہر منور راحت دلہائے منتظر حبیب خوشرو تحجر موج تبسم دل پہ لہراتی ہے۔ غرض اس آفت جان نے قریب آ کر دونوں ہاتھ کمر میں ڈال دیئے اور کہا یا سامری ایسا بھی بے مروت میں نے تم سا کوئی مردوا نہیں دیکھا۔ اس طائف بچے کے پیشہ میں ہزاروں مردوے میں نے دیکھ ڈالے۔ لیکن ایسی صورت آج تک میں نے دیکھی نہیں۔ میں سچ کہوں جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ میرا تو یہ حال ہوا ہے کہ مسدس بس اب میں تم کو کہاں جانے دوں گی۔ سامری کی قسم بے جان دوں گی' اگر میری جانب نظر التفات نہ کرو گے۔

معمار نے جو ایسی خوبصورت کم سن معشوقہ کو ایسا عاشق خصال پایا۔ دل سے کہا کہ یہ بھی ایک دولت لازوال ہے جو سامری نے تجھے عنایت کی ہے۔ اے نادان مصرع چاہنے والی کس کو ملتی ہے؟

اس کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے بس یہ سوچ کر اس نے کہا۔ اے جانی وائے مایہ عمر زندگانی بھلا میں کیا جانوں کہ کون مجھ سے محبت کرتا ہے اور میری الفت میں آہ و نالہ کرتا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ تم کو مجھ سے الفت ہے۔ اچھا تم ٹھہرو' میں بعد چند روز کے پھر یہاں آؤں گا اس وقت تم کو اپنے پاس بلاؤں گا

اس صنم زیبا صورت نے ایک ڈھیلا ہاتھ اس کے اوپر مارا کہ چل مردوے حواس میں آ اپنا تو یہ حال ہے کہ ایک گھڑی فرقت میں کتنا محال ہے۔ اور یہ جب آئیں گے تب مجھ کو بلائیں گے۔ جب تک تم مجھ کو جیتا پاؤ گے۔ ہاں قبر پہ روتے ہوئے آؤ گے۔ یہ کہہ کر پیچھے سے کہا کہ سامری کی قسم نہ تک روز پیام سر ڈھکنے کا ہر ایک

امیر سے دیتی ہے۔ میں اس غم سے بھاگتی ہوں اور کہتی ہوں کہ جس پر دل آیا ہے۔ سامری کرے وہ امانت اپنی پوری پائے۔ اے میاں تیرے صدقے اب مجھ کو تم اپنی فرقت میں نہ تڑپاؤ۔ جہاں جاتے ہو وہاں ساتھ لیتے چلو۔ مجھ کو گھر میں چھوڑ کر یہاں چلے آؤ۔ نائکہ اگر داد فریاد کرے۔ کچھ اس کو دے کر راضی کر دینا۔

معمار نے دل میں اپنے سوچا کہ یہ مال تو خوب ملا کہ یہ ناکتخدا بھی ہے۔ پھر کسی کی جورو بیٹی نہیں۔ اچھا تو ہے۔ اس کا گل کر لے۔ بس یہ سوچ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اشارہ جو کیا۔ ایک تخت اس کے چوتڑوں کے نیچے آ گیا۔ معمار بھی اس تخت پر سوار ہو لیا اور اس کو لے کر چلا۔

یہاں کچھ عرصہ میں نائکہ نے نوچی کو تلاش کیا تو اس کو نہ پایا۔ باہر کے لوگوں سے دریافت کی۔

انھوں نے کہا کہ ہم نے تو دیکھا کہ وہ معمار قدرت کے تخت سحر پر بیٹھ کر چلی گئی۔

نائکہ یہ سن کر سامنے مہ رخ کے آ کر پہنچی اور کہا داری میری روزی کا ٹھیکرا تو معمار قدرت صاحب لے گئے۔

مہ رخ نے کہا۔ تجھ کو سرکار سے تنخواہ بدستور ملا کرے گی۔ اور حال دریافت کر کے نوچی تیری دلا دی جائے گی۔ گہنا کپڑا بھی منگا دیا جائے گا۔

نائکہ ناچار وہاں سے پھر کر اپنے مقام پر آئی۔

وہاں کچھ دیر کے بعد اس کی نوچی کو گڑھے میں پڑے پڑے ہوش آیا اور گھبرا کر اٹھی۔ اپنے حال کو دیکھ کر گھبرائی اور وہاں سے چیزوں وغیرہ کو باندھ کر جلد تر خیمہ میں آئی۔

نائکہ نے پوچھا کہ اری تو تو معمار کے ساتھ چلی گئی تھی۔

اس نے سب حال چوبدار کے آ کر بلا لے جانے کا بیان کیا۔

اب نائکہ اور خائف ہوئی کہ وہ جو معمار کے ساتھ گئی ہے۔ وہ معلوم ہوتا ہے کہ عیار بچی ہے۔ دیکھئے اگر معمار کو مار ڈالا تو ہم لوگوں پر بڑا الزام آئے گا۔

اس نے نوچی کو کپڑے پہنائے اور پھر لے کر سامنے مہ رخ کے گئی اور سب کیفیت معرض عرض میں لائی۔

مہ رخ نے فوراً طائر سحر اور پتلے وغیرہ بارگاہ حیرت کی طرف روانہ کیے کہ اگر معمار کو عیارہ وہاں پکڑ لائے تو مجھ کو اسی وقت خبر دینا۔

طائر وغیرہ تو اس طرف بھیجے اور طوائف کو گہنے اور لباس کھو جانے کے عوض بہت کچھ روپیہ دے کر راضی کیا۔

یہاں تو مہ رخ ہمہ تن گوش بنی ہوئے متحیر اور متفکر بیٹھی ہے لیکن وہاں صرصر کا حال سنئے۔

معمار تخت اڑائے اس کو لیے روانہ تھا۔

اس نے اثنا راہ میں معمار سے پوچھا کہ اس وقت آپ کہاں رہتے ہیں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کا وطن بیابان گلریز ہے کیا وہیں جانے کا ارادہ ہے۔

معمار نے کہا۔

اے سراپا ناز' حسن خدا سازا اپنے وطن بھی جاؤں گا مگر پہلے میرا قصد کوکب کے پاس جانے کا ہے کہ پہلے ان سے یہاں کا سب حال بیان کر لوں تو پھر اپنے وطن میں جاؤں گا۔

صرصر نے اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر تو اس کے ساتھ ملک کوکب میں چلی گئی تو وہاں خواجہ عمرو موجود ہیں وہ پہچان کر تجھ کو پکڑ لیں گے۔ پھر تو چھوٹ بھی نہ سکے گی۔ اور وہ صوا سامان ناوہ تجھ کو ذلیل بھی بہت کرے گا۔ دوسرے یہ کہ وہاں کے جانے سے کیا مطلب ہے راہ ہی میں کام اس کا تمام کر اور اس کو پکڑ کر لے چل۔

یہ سوچ کر ایک مقام پر اس نے کہ وہاں دامن کوہستان تھا اور دور تک سبزہ لہلہا رہا تھا طرح طرح کے گلہائے بو قلموں کھلے تھے ہوائے سرد عیسیٰ دم مسیح نفس وناں تھی' پہاڑ گلدستہ ایوان بہار تھے پھولوں سے بھرے تھے۔ مشاطہ بہار نے سر کوہ پر سہرے پھولوں کے باندھے تھے۔ چشمہ لطیف اور صاف ہر طرف نہریں لے کے دل ساحلوں کے لہراتے تھے۔ چشمہ چشم میں تراوت ان کے دیکھنے سے آتی تھی۔ دل انسان کو اپنے اوپر لبھاتی

تھی۔ درخت ثمین کے بار اثمار سے بوسہ لیتے تھے۔ جانور ان پر زمزمہ سرائی کرتے تھے۔

اس صحرا کو دیکھ کر صرصر نے معمار کی گردن میں باہیں ڈال دیں۔ معاذ اللہ وہ گدرایا بدن وہ رتن گری گرم کی گری پہنچنا قوت حیوانی ہیجان میں آئی۔ جلد اس نے بھی رخسار پر رخسار رکھ دیا۔ یا وہ فرط رعب حسن سے چپ بیٹھا تھا۔ اس نے ہنگامہ ہستی اٹھایا۔ غلیان شہوت ہوا۔ اس مہ پارہ نے بعد اختلاط آنکھوں کو گردش دے کر مسکرا کر کہا۔ اے معمار ایسا سبزہ اور ایسا صحرا ابھی کم دیکھنے میں آیا ہے۔ ابھی ملک کوکب یقین ہے کہ بہت دور ہو۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اس پہاڑ کے دامن میں کسی چشمہ کے کنارے اتر کر گھڑی دو گھڑی ٹھہرو' ہنسو' بولو' عیش کر لو۔ پھر آگے چلنا سمجھا

معمار فرط مستی سے بے چین تو ہو گیا تھا ہی اس بات کو غنیمت کیا۔ فوز عظیم سمجھا اور یہ بھی خیال کیا کہ چشمک یہ کمان ابرو تجھ پر ہزار جان سے قربان ہے۔ ابتک لذت وصل سے ابھی آگاہ نہیں ہے۔ اس وجہ سے سادہ مزاج ہے جو آپ ہی خواہش کرتی ہے۔ اگر بھلی بھالی نہ ہوتی پکی چھچھی عورت کھلی کھائی ہوتی تو ناز و غمزہ جتاتی۔ اب دلبری کی باتیں مار رکھنے کی چوٹیں اس کو سکھائیں گے اور طرح دار محبوب بنائیں گے۔ جب اپنے گھر میں اس کو پہنچائیں گے خوب مزے اٹھائیں گے۔

بس ایسا کچھ سوچ کر اس نے کہا۔ "اے جانی میری جان تجھ پر قربان اگر تیرا جی سیر کرنے کو چاہتا ہے تو اتر پڑیں۔ میں تو تیرے بہار باغ حسن کو دیکھتا تھا۔ دنیا کی بہار سب بھول جاتا تھا اور نظارہ گلشن جمال کا کرتا تھا۔ اب تیری مرضی سے ناچار ہوا۔

یہ کہہ کر تخت اس نے ایک چشمہ کے کنارے اتار کر اس کے قریب ایک جھنڈ درختوں کا بھی تھا۔ بس اس چشمہ کے کنارے معمار نے چادر کمر سے کھول کر بچھائی اور بیٹھا۔ وہ نازنین پانی میں پاؤں ڈال کر خوش فعلی کرنے لگی اور گھٹنوں تک پائنچے چڑھا لیے۔ معلوم ہوا کہ شمع فانوس پیرہن سے باہر نکل آئی۔ وہ پاؤں اس کی نگاریں اور گوری گوری پنڈلی معمار کی جان نکلنے لگی۔ چاہا لپٹ جاؤں۔

اس نے کہا۔ ٹھہرو تم مجھ پر بہت ستاؤ گے۔ میں ذرا تم سے الگ جا کر پانی سے کھیل لوں۔ منہ ہاتھ دھو کر ابھی آتی ہوں۔

اس نے کہا میں تجھ کو اس جنگل میں اکیلا نہ جانے دوں گا۔ شیر بھیڑیے کا ڈر ہے۔

اس نے جواب دیا۔ "میں دور نہ جاؤں گی۔ گز دو گز تم سے ہٹ منہ دھوؤں گی۔

یہ کہہ کر کچھ اس کے پاس سے ہٹ کر کنارے چشمے کے بیٹھی اور پانی میں ہاتھ ڈالا۔

اس وقت اس بحر خوبی کے عشق میں موجیں پانی کنارے سے دریا کے سر ٹکرانے لگیں۔ پانی کے دل میں بھی جوش محبت پیدا ہوا۔ شور اس نے بھی مثل نالہ عشق کیا۔ غرض بہ تکمیل اختصار ہر مقام پر لکھنا اس جلد کا مذکور ہے۔ مرمر نے ہاتھ منہ دھو کر ایک بیضہ بیہوشی اپنے پاس سے نکالا کہ وہ بیضہ کئی طرح کے رنگ سے رنگا ہوا نقش دار تھا۔ سبز سرخ زرد لکیریں اور پھول اس پر بنے تھے۔ پس وہ بیضہ لے کر اٹھلاتی ہوئی گلت کا عالم ابھرے پن کا دکھاتی ہوئی معمار کے پاس آئی اور کہا۔ "اے جی' اے جی! میں منہ دھو رہی تھی' یہ انڈا وہاں پڑا تھا۔ نہیں معلوم کس جانور کا ہے کہ ایسا انڈا میں نے کبھی اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رنگین مچھلی جو دریا میں نہیں ہوتی ہے وہی کنارے پر آ کر یہ انڈے دے گئی۔ اے نہیں نہیں میں سمجھ گئی' یہ ولایتی پکھوے کا انڈا ہے اور صاحب اس میں سے جو خوشبو آتی ہے' سامری کی قسم مجھے دل سے بھاتی ہے۔ یہ کہتی جاتی تھی اور اس طرح کر کھولو کو دل دیتی تھی کہ نامرد و مادر زاد کو بھی مستی آتی تھی۔

معمار نے اس کو کھینچا اور کہا۔ میرے ساتھ سو رہو۔

اس نے کہا۔ سامری کی قسم دیکھو میری کلائی ٹوٹ جائے گی اور تھوڑا یہ وقت سونے کا کون سا ہے رات کو سوتے ہیں یا اس وقت' ہوا بھی ٹھنڈی چلتی ہے۔ نیند تو خوب آئے گی۔ مگر میں سچ کہوں جان بھی جائے گی۔

معمار نے کہا۔ "واہ یہ سوتا میں نہیں کہتا ہوں' ذرا میرے پاس بیٹھیے تو سہی۔"

اس نے کہا۔ "ہائے لو اب میں سمجھی تم مجھ کو جورو بناؤ گے۔ جمشید جانے میں ان باتوں
کی راضی نہیں ہوں اے صاحب تمہاری صورت دیکھنے کی مشتاق ہوں۔ میں صاحب تمہارے
ہتھے پر نہ چڑھوں گی۔"

معمار نے ایک نہ مانا اور اس کو جب آغوش محبت میں کھینچا۔ اس نے کہا۔ اچھا اچھا
میں تمہاری کنیز ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ مردوے اپنے مزے کے واسطے رحم نہیں
کرتے ہیں۔ دیکھو سامری کی قسم میرا پنڈا بھی پھیکا ہے۔ کئی دن سے بخار رہتا ہے۔
اس وقت تمہاری زبردستی سے دل دھڑکنے لگا۔ مگر تم کو اپنے مزے کی سوجھی۔ خیر
اس انڈے کو سونگھو اور بتاؤ تو یہ کس کا انڈا ہے۔

اس نے دل سے کہا کہ سونگھ کر کچھ کہہ بھی دے کہ یہ اس کا انڈا ہے۔ پس اس
کو لے کر اس نے سونگھا۔ سونگھتے ہی بیہوش ہو گیا۔ اس نے بچھا چادر عیاری اس کو
کمند سے خوب مضبوط باندھ کر پشتارہ اٹھا کر پشت پر لگایا اور ڈیڑھ گرہ عیاری کی لگا
کر وہاں سے روانہ ہوئی اور تمام طلسم کی راہوں کو تو یہ جانتی ہے اور عیارہ ہے۔ پاؤں
شاطری مار کر راہ کو طے کر کے اپنے لشکر میں پہنچی۔ راہ میں کسی عیار سے ملاقات
نہ ہوئی اور اس نے معمار کو لا کر سامنے حیرت کے ڈال دیا اور کہا۔ لیجیے وہی معمار
یہ موجود ہے۔ اب جو چاہیے اس کے حق میں کیجیے۔

حیرت نے یہ حال دیکھ کر خوشنود ہو کر اس کو پھر بہت بھاری خلعت دیا اور کہا۔ "اے
صرصر اس کو تو حالت بیہوشی میں ہی قتل کر ڈال۔

صرصر نے کہا۔ بہترا اگر یہ میں جانتی تو سر کاٹ لاتی۔

یہ کہہ کر پشتارے سے اس کو کھول کو نیچے گھسیٹ کر چاہا کہ ہاتھ ماروں اور گردن
اس کی قلم کروں۔

یہاں بیان راوی کا ہے کہ کوکب نے معمار کے چلتے وقت سحر بھی اپنا ساتھ اس کے
کر دیا تھا کہ جائے تو بارگاہ افراسیاب میں لا محالہ ذلتیں اٹھائے۔ تا کہ دل اس کا

افراسیاب کی طرف سے پھر جائے مگر اس سحر کی تاثیر رکھی تھی کہ معمار قتل نہ ہونے پائے۔ پس جیسے ہی صرصر نے تیغ مارا وہ سحر کوکب کا سونے کی جعبہ بن کر مابین تلوار صرصر و معمار حائل ہو گیا کہ شمشیر صرصر اس جعبہ پر پڑی۔ معمار تو قتل سے محفوظ رہا مگر وہ جعبہ طلائی ٹوٹ گئی۔

اس عرصہ میں چالاک جو پیچھے صبا رفتار کے گیا تھا۔ جب اس کو وہ نہ ملی تو وہ پھر کر بارگاہ میں مہ رخ کے پاس آیا۔

مہ رخ نے کہا۔ "اے چالاک تم تو عقب عیارہ میں گئے تھے۔ صرصر کسی بنی ہوئی آئی تھی وہ معمار کے ساتھ گئی ہے۔ میں دل میں دعا کر رہی ہوں کہ خدا خداوند معمار کو شر سے اس کے بچائے۔

چالاک نے کہا۔ "میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا تھا کہ جائے اسی وقت طائران سحر نے آ کر خبر دی کہ صرصر معمار کو بارگاہ حیرت میں لائی ہے اور قتل کر رہی ہے۔

پس چالاک یہ خبر سنتے ہی فوراً روانہ ہوا اور راہ میں ایک ساحر زبردست کی صورت بن کر جیسے سامری کے تپشی بڑے جوگی ہوتے ہیں' اس صورت پر بنا۔ ہاتھ میں ایک کٹا پڑا ہوا۔ لنگوٹا بندھا ہوا۔ زنار باہر نکلے ہوئے۔ کنڈل کان میں پڑے ہوئے' سانپ وغیرہ تن سے لپٹے ہوئے۔ یہ تو اس صورت سے بارگاہ حیرت میں آیا اور مہ رخ بھی بارگاہ سے غائب ہو گئی اور معمار کو بچانے چلی۔

یہاں چالاک اندر بارگاہ کے جب پہنچا' پکارا۔ صاحبو مجھ کو شہنشاہ نے ظلمات سے بھیجا ہے کہ جاؤ معمار قید ہو کر پھر آیا ہے۔ اس کی قضا اس تیغ سے ہے۔ دیکھو یہ تیغ مجھ کو دیا ہے سوائے اس تلوار کے یہ اور کسی حربہ سے نہ مارا جائے گا۔ تم سب ہٹ جاؤ میں قتل کروں۔

سب ساحروں نے کہا۔ "از ہیچہ بہتر' آپ ہی اس کو ہلاک کیجئے۔ ہم کو تو اس کے مر جانے سے مطلب ہے۔"

چالاک جو تیغہ لے کر آیا تھا وہی تیغہ تول کر آگے بڑھا۔ مگر صرصر عیارہ زبردست ہے۔ اس نے پہچانا کہ یہ جوگی نہیں اور فرستادہ شعلہ جادواں نہیں۔ عیار ہے۔ پس پہچان کے صورت نگار سے پایا کہا۔

ادھر حیرت کو بھی شبہ گزرا تھا کہ بے وقت قتل یکایک جوگی کا آنا۔ یہ کوئی فتور ہے۔

غرض صورت نگار کو جب ایما صرصر سے شبہ ہوا کہ یہ کوئی عیار ہے۔ پس اس نے ایک گولہ سحر کا سامنے چالاک کے پھینکا اور کہا۔ اے سامری کے امتیت اس گولے کو اٹھا کر معمار قدرت پر مار کر یہ اس سے جلد تر مر جائے گا۔

مہ رخ نے بزور سحر پوشیدہ ہوئے ہوا پر ٹھہرا رہی تھی اور صحن بارگاہ میں یہ سب کرشمہ ہو رہا تھا۔ اس نے جو دیکھا یہ گولہ سحر کا ہے۔ چالاک سے ہرگز نہ اٹھے گا بلکہ خود گرفتار ہو جائے گا۔ بس اس نے سحر پڑھ کر مصور کے سحر کو کہ صورت نے اسی سے یہ سحر سیکھا ہے رد کر دیا اور ایک رقعہ قلم سحر سے لکھ کر چالاک کی گود میں پھینکا۔ اس نے آنکھ بچا کر اس کاغذ کو جو دیکھا تو لکھا پایا کہ اے چالاک ہمم مہ رخ میں نے یہ گولہ سحر کا جان کر سحر کر دیا ہے کہ اب یہ تجھ سے بخوبی اٹھے گا۔ پہلے اس کا اٹھنا دشوار تھا۔ اب یہ گولہ ایسا ہو گیا ہے کہ اگر تو اٹھا کر صورت نگار پر مارے تو یقین ہے کہ یہ اس کا کام تمام کرے۔ بس اب تو خوف نہ کر اور اس کو اٹھا کر مار اس تجہ صورت نگار پر یا مصور پر۔

پس چالاک نے یہ مضمون معلوم کر کے جلد وہ گولہ جھک کر اٹھا لیا اور چرخ دیا۔ سب جانتے تھے کہ معمار پر لگائے گا۔ مگر اس عیار طرار نے مصور پر اس کو مارا۔ صورت نگار نے اس گولے کو آتے دیکھ کر مصور کا جلد ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا اور سحر کیا کہ سات پریاں ازخود پیدا کر کے اس پر آڑ ہو گئیں۔ مگر گولہ جو پڑا تو پریوں کو توڑ گیا۔ مصور تو غرق نشان ہوا۔ مگر وہ ساحر جو سامنے کھڑے تھے ان کو اس گولے نے جلا کر راکھ کر دیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر حیرت جادو نے ایک پنجہ سحر کا مارا کہ اس میں سے دھواں اور سیاہی

نکل کر مثل چادر ظلمات سے پھیل کر' مہ رخ جہاں کھڑی تھی۔ وہاں تک پھیل گئی اور چالاک معمار وغیرہ سب اس تاریکی میں پوشیدہ ہو گئے اور مرمر تو اپنی کم عقلی سمجھ کر علیحدہ جا کر کھڑی ہوئی تھی۔ وہ حیرت کے پیچھے جا کر کھڑی ہوئی۔

پھر حیرت نے دو گولے اپنی انگیا میں سے نکالے۔ ایک گولے کی تو یہ خاصیت ہے کہ کیسے ہی زبردست جادوگر اس تاریکی کا پیدا کرنے والا ہو۔ مگر اس گولے کے مارنے سے وہ تاریکی دفع ہو جائے اور روشنی ہو جائے۔ مقیدان تاریکی رہا ہو جائیں اب حیرت نے چاہا کہ وہ گولہ جو ساحران زبردست کو ہلاک کرتا ہے معمار پر ماروں مگر ادبار آیا ہوا ہے اس گھبراہٹ اور جلدی میں وہ گولہ تو نہ مارا اور دوسرا گولہ جو دافع تاریکی تھا اٹھا کر مارا اور بہت فرحناک ہوئی کہ اب میں نے کار حریفاں تمام کیا۔ مگر قسمت میں غمناک ہونا تھا۔ وہ گولہ جو اس تاریکی میں جا کر پڑا سب اندھیرا اور دھواں ہوا ہو کر اڑ گیا اور پہلے سے زیادہ روشنی ہوئی۔ ہر ایک چیز بخوبی نظر آنے لگی۔

چالاک نے جلد گل بیہوشی کے دفع ہونے کا معمار کو سنگھایا جب اس کی آنکھ کھلی اٹھ بیٹھا اور اپنا حال دیکھ کر کہ میں بارگاہ حیرت میں گرفتار بیٹھا ہوں۔ بہت پریشان ہوا اور اتنا کہ عاقل ہے سمجھ گیا کہ پھر تو پکڑ آیا ہے۔

پس یہ سمجھ کر اس نے سحر کیا کہ گنبد مرمر کی جل گئی اور یہ سیدھا ہوا۔ اس وقت بارگاہ میں غلغلہ ہوا کہ لیجیو گھیریو' جانے نہ پائے۔ صدہا ساحر اس کے گرفتار کرنے کو دوڑ پڑے۔

اس وقت مہ رخ نے ایک گچھا سوئیوں کا مارا کہ وہ سوئیاں صدہا کے جگر سے پار گزر گئیں۔ ساحروں کے مرنے کا شور بیروں نے مچایا۔ باہر جلد از جلد لشکر تیار ہونے لگے مگر ہر ایک کہتا تھا۔ "ارے بھائی ان عیاروں کے مقدمہ میں کون بولے۔ یہ ایسا وار کرتے ہیں کہ وہ گروہ گروہ لشکریوں کو بیہوش کر دیتے ہیں۔

ساحروں کے مرنے سے اندھیرا ابھی ہو گیا۔ معمار اسی اندھیرے میں اڑ کر اپنے لشکر کی طرف چلا۔ چالاک جست کر کے ایک سمت کو بھاگا۔ جب مہ رخ نے ان کو نکل

جاتے دیکھا۔ پس یہ بھی سناٹا بھر کر چلی۔ معمار دم بھر میں مہ رخ کی بارگاہ میں آ کر پہنچا۔ چالاک بھی راہ کترا کر آیا۔

یہاں غلغلہ تیاری فوج حیرت سن کر بہار وغیرہ نے نفیر سحر کو بجایا تھا۔ یہ لشکر بھی تیار ہو رہا تھا کہ مہ رخ آ کر پہنچی۔ ادھر خبر طائران نے فوج کے تیار ہونے کی حیرت کو پہنچائی۔ اس نے کہا۔ صاحبو بیکار کا ہنگامہ کرنا اچھا نہیں۔ ان لوگوں کا اقبال یاد ہے۔ اب وہ سب نکل گئے۔ پھر کیا ضرور ہے لڑنا بھڑنا۔ سانپ نکل گیا۔ لکیر کو پیٹا کرو۔ اس نے بھی طبل آسائش بجوایا۔ فوج نے تیاری موقوف کی۔

یہاں مہ رخ جو آئی اس نے معمار کو باعزاز تمام مقام صدر پر بٹھلایا۔ اسباب نشاط کو بلایا۔ ناچ ہونے لگا۔ ساقی نے جام مئے ارغوانی دیا۔

معمار نے کہا۔ میں بڑے غضب میں گرفتار ہو گیا تھا۔ مگر عیار تمہارے لشکر کے اور عیار بچیاں افراسیاب کی بڑے غضب کی ہیں۔ مگر عیار ان سے بھی زبردست ہیں اگر آج عیار تمہارے یہاں کے سرفروشی نہ کرتے تو میں مقرر مارا جاتا اور اے ملکہ اس امر میں عقل میری حیران ہے کہ اب مجھ کو وہاں پکڑ کر کون لے گیا تھا۔

ملکہ مہ رخ نے کہا۔ ہم کو پہلے ہی خبر مل گئی تھی کہ معمار قدرت گئے اس کو پکڑے آئیں گے کیونکہ وہ ایک بلا کو اپنے ساتھ لیتے گئے ہیں۔ اے معمار تم سے کسی کے راہ میں ملاقات ہوئی تھی اور تم اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

معمار نے کہا۔ مجھ سے تو کسی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ مگر ہاں ایک عورت وہ تمہاری بارگاہ میں ناچ رہی تھی جبکہ میں یہاں سے چلا تو وہ مجھ کو آ کر لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہاری عاشق ہوں مجھ کو بھی اپنے ساتھ عورت جان کر لے گیا اور ایک کوہ کے دامن میں اس کے کہنے سے ٹھہرا۔ اس نے جھیل پر جا کر ہاتھ منہ دھویا اور ایک انڈا کسی جانور کا اٹھا کر لائی اور مجھ کو سنگھایا کہ مجھ کو بتاؤ یہ کس جانور کا انڈا ہے۔ اس کے سونگھنے سے میں بیہوش ہو گیا پھر مجھ کو نہیں معلوم کہ کیا گزرا اور بارگاہ حیرت میں پھر میری آنکھ کھلی۔

چالاک نے کہا "وہ عورت جو تم پر عاشق ہوئی تھی وہ کیسی نہ تھی۔ وہ صرصر عیارہ ہمارے استاد اور والد ماجد کی منظور نظر ہے اور سرکردہ عیار پچھاں ہے وہ آپ کو بغض عیاری عاشق بن کر لے گئی تھی۔

معمار نے نام عیارہ کا سن کر کہا۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں اب تو غفلت میں اپنا کام کر گئی مگر اب جو میں جاؤں گا تو ان کی تدبیر کرتا جاؤں گا اور خیر ابھی تو اپنی نشانی کچھ بنا کر یہاں چھوڑتا جاؤں گا کہ ان کا قابو میرے اوپر نہ چلے۔

غرض یہ باتیں کر کے شراب و کباب کی صحبت میں مصروف ہوا۔ ناچ ہونے لگا بعد کچھ عرصہ کے جب دماغ بادۂ ناب سے گرم ہوا تو اس نے کہا "میں اب رخصت ہوتا ہوں۔"

چالاک نے کہا "آپ نے فرمایا تھا کہ میں کچھ نشانی چھوڑ جاؤں گا۔ سو اس کے باب میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟"

معمار نے کہا اے چالاک تم نے خوب یاد دلایا۔ اچھا چلو میں میدان جنگ میں ایک نشان اپنا گاڑ جاؤں۔

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے نکل کر مرکب سحر پر سوار ہوا اور دریا کو قریب رکھ کر ایک بہت بڑا میدان وسیع دیکھ کر اپنی جھولی سے سحر کی ایک گولہ سنگ مرمر کا نکالا اور کچھ اسماء سحر پڑھ کر اس گولا کو زمین پر مارا۔ یکایک اس گولے میں چمک ہزار در ہزار برقیں چمکنے کی پیدا ہوگئیں اور آواز مہیب آئی اور کڑک کر بجلی کی طرح وہ گولا زمین کے اندر سما گیا اور اس قدر گرد اڑی کہ جہاں روشن تیرہ و تار ہو گیا۔

معمار نے پھر دستک دی کہ وہ گرد سمٹ کر کنارے ہوئی اور آندھی موقوف ہوئی۔ اب جو دیکھا تو ایک برج ہشت پہل بطور لاٹ کے بن کر تیار ہوا ہے کہ آٹھ دروازے اس میں لگے ہیں اور ہر دروازے پر ایک ایک برج بنا ہے۔ ہر برج میں ایک ایک حبشی قرنا منہ سے لگائے ہوئے کھڑا ہے۔ قرنا بھی شکل صور اسرافیل ہے اور دروازے پر بھی اس گنبد کے طرح طرح سے عجائبات پیدا ہیں۔ انشاء اللہ حال معمار کے قلعہ بنانے کا آگے تفصیل وار لکھا جائے گا۔ ابھی تو اس نے یہ نشان بنایا ہے۔

غرض جب یہ نشان بن چکا۔ اس وقت مہ رخ وغیرہ سے رخصت ہوا اور یہاں سے سناٹا بھر کر چلا کہیں راہ میں اس نے نہ پھر کر دیکھا اور کسی سے بات کی۔ نہ ٹھہرا۔ غرض منازل ظلمات طے کر کے کوکب کے پاس قلعہ کوکبیہ میں پہنچا اور بران و عمرو اور کوکب سے ملاقات کی اور تمام حال جو کچھ اس میں گزرا تھا۔ بیان کیا کہ اس طرح چالاک نے میری مدد کر کے مجھ کو بچایا۔ ورنہ میری آبرو اور جان دونوں گئی تھیں۔

عمرو نے سارا ماجرا سن کر پوچھا کہ معمار قدرت جادو' اب کہو کہ تمہارا کیا ارادہ ہے۔

معمار نے جواب دیا۔ خواجہ سلامت ہم سے اور افراسیاب سے ثواب بالکل بگڑ گئی۔ میں مقرر اس سے لڑوں گا۔ اس نے میرے روبرو مجھ کو گالیاں دیں اور کہا کھڑا رہ اور تیرہ سر خیرہ روزگار کہاں جاتا ہے۔ خواجہ اس وقت چالاک میرے پنجے میں تھا اور میں اس کے گھر میں تھا۔ یوں مناسب نہ سمجھا۔ کچھ کلمات سخت کہہ کر میں چلا آیا۔ وہ میرے پیچھے آتا تھا مگر اس کی جورو نے اس کو روک لیا خواجہ اب اگر تم سب چاہو تو اس سے مل جاؤ۔ مگر میں نہ ملوں گا اس میں کچھ کہیں نہ میرے لیے ہو جائے۔ اب میں بیابان گلریز میں جاتا ہوں کہ مالک وہاں کا جاندار شاہ قدرت نبیرہ جمشید ہے اور مجھ کو فی الحال اسی کی ذات سے تعلق ہے اور جاندار شاہ مطیع تصویر ہے۔ اس کے یہاں خداوند جمشید کی شبیہ بولتی ہے۔ اور حکم و احکام دیتی ہے۔ میں جا کر جاندار شاہ سے سب حال عرض کروں گا اور تصویر جمشیدی کو بھی عرضی اپنے حال کی دوں گا۔ اب جس طرح وہ میرے مقدمہ میں حکم کرے اسی کے بموجب عمل کروں گا۔

اچھا لیجئے اب اے کوکب روشن ضمیر ساحری کے سپرد آپ کو کیا۔

کوکب نے کہا۔ "بھائی ذرا ٹھہر کر شراب پی لو۔ کھانا کھا کر آسودہ ہو تو پھر جاؤ۔"

اس نے کہا۔ "مجھ کو آئے ہوئے عرصہ بہت گزرا اور اس سے ایک دن پہلے سے میں دربار میں جاندار کے نہیں گیا تھا۔ اب مجھ کو آپ جانے ہی دیں۔"

کوکب نے کہا۔ "سدھاریئے!"

معمار وہاں سے اپنے انیسوں اور خواصوں کو لے کر اسی طرح مکانات سحر کے بناتا ہوا۔

روانہ ہوا اور اپنے مکان کو چلا گیا۔ بعد اس کے جانے کے عمرو نے کوکب سے کہا۔ جس مقصود کے لیے مجھ کو آپ نے لایا تھا۔ وہ تو اے کوکب پورا ہوا۔ پھر آپ مجھ کو بھی رخصت فرمایئے کہ جا کر حال لشکر کا دیکھوں۔

بران نے کہا۔ "مجھ کو بھی اجازت دیجیے کہ میں کوچ درخشاں پر سحر تیار کرنے جاؤں۔ اب جب تک کہ افراسیاب کو میں نہ مار لوں گی۔ چین مجھ کو نہیں ہے۔

کوکب نے کہا۔ خواجہ مجھ کو سحر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی بڑا بکھیڑا ہوتا معمار سے اور افراسیاب سے باقی ہے اور تم کو بھی کچھ اس کی تدبیر کرنا ہو گی۔ اس سبب سے چندے ابھی دونوں صاحب یعنی بران اور تم یہاں استقامت کرو۔ جس وقت مناسب ہو گا میں تم کو روانہ کر دوں گا۔

عمرو نے کہا۔ بہت اچھا

غرض خواجہ سکونت پذیر ہوئے اور جلسہ عشرت بران نے آراستہ فرمایا۔ اس وقت سے باب تکلم وا کیا اور کہا۔ اے بادشاہ عالی جاہ یہ تو فرمایئے کہ معمار قدرت کا مکان یہاں سے کتنی دور پر ہے۔

کوکب نے کہا۔ کوئی بیس پچیس روز کی راہ ہے۔

عمرو نے کہا۔ تو ہم دو تین روز میں جا سکتے ہیں۔

کوکب نے کہا۔ بغیر استقامت کسی ساحر زبردست کے وہاں جانا دشوار ہے۔ خواجہ یہ ملکوں کی سرحدیں ہیں۔ یہاں بڑا انتظام ہر بادشاہ نے کیا ہے کہ ایسا نہ ہو' وقت بے وقت کوئی غنیم چڑھ آئے۔ ملک ہاتھ سے نکل جائے۔

عمرو نے کہا۔ خیر سمجھ لیا جائے گا۔

یہ کہہ کر مصروف عیش و نشاط ہوا۔

وہاں ملکہ حیرت جادو کو بھی خبر پہنچی کہ معمار قدرت لشکر کے سامنے ہمارے ایک نشان بنا گیا ہے۔ اس نے مفصل خبر دریافت کر کے افراسیاب کو لکھ بھیجا۔ پنجہ ہائے سحر نے وہ نامہ شاہ کو جب پہنچایا۔ وہ فوراً سوار ہو کر بارگاہ حیرت میں آیا اور ہر ایک

سے حال معمار دریافت فرمایا۔ گیسوئے بن شہاب اور شہاب جادو نے عرض کیا۔ "حقیقت میں معمار قدرت ایک نشان اپنا بنا کے چلا گیا ہے۔"

افراسیاب نے کئی سو ساحروں کو واسطے دیکھنے اس برج کے جو معمار بن گیا تھا روانہ کیا انہوں نے جا کر برج کو دیکھا اور آ کر عرض کیا۔ ایک برج میدان میں ایسا بنا ہوا ہے کہ جب تک معمار قتل نہ ہو گا' یہ برج کسی سے نہ ٹوٹے گا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ نشان قلعہ بنانے کا معمار ڈال گیا ہے۔ یہاں وہ آ کر قلعہ بنائے گا۔

افراسیاب نے کہا۔ یہ کیا کہتے ہو کہ یہ برج کسی سے نہ ٹوٹے گا۔ اس برج کی تو کیا اصل ہے۔ اگر ہزار برج معمار کا بادشاہ جہاندار قدرت شاہ بنائے تو ان کو آن واحد میں باد فنا میں اڑا دوں گا اور میرا اس برج کے بنانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ وہ چاہے تو سارے شہر میں برج اور قلعہ بناتا پھرے۔ میں کیا اس برج کے بنانے میں ڈر گیا مجھ کو فقط خیال یہ ہے کہ ساکنان بیابان گلرخ مالک تصویر جمشید خداوند ہیں۔ ان سے بگاڑنا اچھا نہیں۔ ورنہ ابھی اس برج کو میں توڑ ڈالتا اور معمار کو اگر میں پکڑ بھی لیتا تو اس کو گوشمالی دے کر جہاندار کے پاس بھیج دیتا ہے۔ حیرت تم یہ خیال کرو کہ عمرو نے کچھ بیابان گلرخ کے بادشاہ پر کوئی احسان تو کیا نہیں اور میں ہر سال لاکھوں روپوں کا تحفہ تحائف' اس سبب سے کہ یہ نبیرۂ جمشید ہے اور مالک تصویر ہے تو اس کو بھیجا کرتا ہوں۔ پس اگر جہاندار یہ سب حقیقت سنے گا تو یقین ہے کہ ہماری طرفداری کرے گا اور عمرو کے ساتھ دوستی ہرگز نہ کرے گا۔ اب اس کو اس حال سے اطلاع دینی لازم ہے کہ وہ معمار کو پکڑ کے میرے پاس بھیج دے یا اس کو میری طرف سے وہیں خود قتل کر ڈالے۔ کیونکہ وہ حاکم معمار کا ہے۔ اس سے کسی طرح لڑ نہیں سکتے۔

یہ کہہ کر لاکھوں روپیہ کا مال و اسباب جواہر پوشاک وغیرہ چار سو قرابے شراب عمدہ کے اور خواصیں حسین و خوبصورت وغیرہ سب ہمراہ نامہ دار کے روانہ فرمایا۔

یہ نامہ تمام کر کے ایک معتمد خاص کو دے کر روانہ کیا کہ وہ سب تحفہ جات کو تخت و قیلان سحر پر بار کر کے ہو کر اے منزل مقصد ہوا اور ماہ بیان گلرخ کی طلسم

ہوشربا سے بھی ہے بس اسی راہ سے بعد قطع مسافت و طے مراحل کر کے داخل بیابان مذکور ہوا۔ ادھر سے تو یہ نامہ دار گیا اور اس طرف معمار اپنے مکان پر پہنچا مگر شدنی امر میں چارہ کیا ہے۔ معمار اتنک ہوشربا میں دوبارہ قید ہوا اور سفر کی زحمت بھی اس کے لیے ہوئی تھی۔ اس وجہ سے گھر پہنچ کر دربار بادشاہ میں نہ گیا۔ خیال کیا کہ ایک روز آسودہ ہو لوں تو دربار جہاندار شاہ میں جا کر جملہ ماجرا افراسیاب اور کوکب کی لڑائی کا اور مغروری شاہ ہوشربا کی اور اپنے پاؤں بس بیان کروں۔

بس بے تو یہ نازک دماغ۔ اپنے مکان پر ٹھہر کر غسل فرمایا اور آسودہ ہوئے۔ ایک دن تو کوکب کے یہاں اس کو گزرا تھا۔ ایک روز راہ میں تیسرے روز گھر میں اپنے رہے۔ وہاں اس عرصہ میں نامہ دار پہنچ گیا اور دربار میں جانے بھی نہ پایا تھا کہ خبر جہاندار کو پہنچی کہ نامہ دار شاہ جادواں افراسیاب جادو کا بے آیا ہے۔ اس نے اپنے یہاں کے سردار بہر استقبال روانہ کیے کہ وہ لوگ پیشوائی کر کے نامہ دار کو دارالامارہ بادشاہی پر لائے۔

بادشاہ مذکور نے باعزاز تمام سامنے اپنے طلب کیا۔ نامہ دار نے آ کر مجرا کیا اور بعد ادب وہ سب تحفے لے جو ہمراہ لایا تھا پیشکش کیے اور نامہ سر سے کھول کر ہاتھوں پر رکھا۔ جہاندار شاہ نے نیم قدر اٹھ کر تعظیم نامہ کی اور نامہ ہاتھ سے نامہ دار کے لے کر قائم جادو اور مقیم جادو کہ دونوں یہ مصاحب خاص ہیں۔ ان کے حوالے کیا کہ اس کو پڑھو۔ مقیم جادو نے لفافہ سے نامہ نکال کر پڑھنا آغاز کیا اور اتنک معمار ان کے ابنائے جنس سے ہے۔ اس وجہ سے اس سے حسد رکھتے ہیں نامہ کو خوب نمک مرچ لگا کر پڑھا۔

مضمون نامہ معلوم کر کے جہاندار کے چہرے کا رنگ سفید ہو گیا اور اپنے اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "صاحبو اگر افراسیاب طلسم ہوشربا میں حاکم نہ رہا تو یہ سمجھ لینا کہ تم ساحران جہاں کی مٹی خراب ہو گی۔ سب مارے مارے پھریں گے۔ سامری کے مندروں میں گدھے لوٹیں گے اور سگ توبہ توبہ عف عف کریں گے۔ افراسیاب خداوند ساحران

ہے اور اس سے بگاڑ کیا جمشید سے بگاڑتا ہے۔ یہ معمار کو کیا ہوا تھا جو وہاں جا کر ٹھہرا کچھ دین کا بھی پاس نہ کیا اور نہ کچھ میرا خوف آیا۔

یہ کلمات زبانی بادشاہ سن کر قائم جادو نے عرض کیا۔ اے نبیرہ جمشید معمار قدرت بڑا سرکش اور مفسد ہے۔ وہ آپ کو اور کسی کو خیال میں کب لایا ہے۔ اپنے نزدیک کسی کو خیال میں کب لاتا ہے۔ اپنے نزدیک کسی کو موجود کب گنتا ہے۔ ہمیشہ سے اس کی عادت خراب ایک ادنیٰ تو اس کی یہ حرکت ہے کہ لوگوں کی لڑکیاں زبردستی چھین لیا کرتا ہے اور قرض لے کر تو عمر بھر بھی ادا کرنا نہیں جانتا ہے۔ اہل شہر کے لاکھوں روپیہ اس پر آتے ہیں۔ بسبب خوف کے وہ بیچارے خاموش ہیں۔ اے شہریار عمرو کے پاس زنبیل ہے۔ اس نے لاکھ دو لاکھ روپیہ دینے کو کہے ہوں گے۔ وہ لالچ میں آ کر مل گیا ہو گا اور یقین ہے کہ لالچ میں آ کر وہ حضور کے دشمنوں کے درپے ہلاکت ہو تو کیا بعید ہے۔ پس ایسے شخص کا زندہ رکھنا بہتر نہیں۔ یہ تو ضرور ہے کہ اگر طلسم ہوشربا میں وہ قید ہو کر جائے گا تو وہاں عیار اس کے دوست اور طرفدار موجود ہیں۔ وہ قتل نہیں ہونے دیں گے۔ لہذا یہیں سے اس کا سر کٹ کر بھیجنا چاہیے۔

جہاندار شاہ نے حالت غضب میں رائے ان کی پسند فرمائی اور نامہ دار افراسیاب کی دعوت کا سامان فرمایا اور ایک قصر عالی شان میں باعزاز تمام تر اتروایا۔ طائفے ناچ کے بیٹھے بکاولوں نے لذیذ اور عمدہ کھانے پکا کر کھلائے۔ وہاں تو یہ جلسہ جما۔ ادھر دارالامان میں حکم حاضر ہونے کا معمار کے جہاندار نے دیا۔ فوراً ایک دستہ مع چوبدار سلطانی کے روانہ ہوا اور معمار سے جا کر کہا۔ جلد چلئے حضور نے یاد کیا ہے معمار سمجھا کہ کچھ آفت آئی ہے جب تو بادشاہ نے اس قدر تاکید بلانے میں فرمائی ہے۔ پس اسی وقت لباس درباری سے آراستہ ہو کر طاؤس سحر پر سوار ہوا اور حاضر دربار ہوا۔ بادشاہ کو تسلیم کی۔ شاہ نے منہ پھیر لیا۔ نفرت ظاہر ہوئی اور کہا۔ اے بے ادب یہ کیا حرکت تھی کہ بغیر ہمارے حکم کے تو طلسم ہوشربا میں گیا اور یہ فساد ظاہر کیا کہ شاہ جادواں ذی

شان مجھ سے شکایت فرماتا ہے اور نامہ متضمن پاسداری دین و شکایت آمیز مجھ کو لکھا ہے۔

معمار نے جواب دیا۔ بادشاہ کیوان کلاہ کوکب روشن ضمیر بادشاہ طلسم نور افشاں سے اور مجھ سے دوستی ہے۔ اس نے مجھ کو بلوا بھیجا تھا اور مجھ سے حال افراسیاب کا بیان کیا تھا کہ مجھ سے وہ لڑتا ہے۔ پس میں نے چاہا کہ میں جا کر افراسیاب کو سمجھاؤں اور دونوں میں صفائی کراؤں آپس میں ملوا کر جھگڑا مٹاؤں۔ چنانچہ اس عزم پر جب داخل طلسم ہوشربا ہوا دو بار مجھ کو عیار سے گرفتار کرا کر ذلتیں دیں اور میرے قتل کا درپے ہوا سامری نے مجھ کو بچایا اور یہ سانحہ پیش آیا۔ اس وقت میں نے بھی جھلا کر ایک برج سحر سے اس کے دھمکانے کو بتلایا اور آپ سے اطلاع کرنے کو وہاں سے چلا آیا۔ ایک روز گھر میں رہا۔ آج حاضر ہونے کو تھا کہ حضور نے بلا بھیجا۔ اس میں میری کیا خطا ہے افراسیاب متکبر اور مغرور ہو گیا ہے۔

جہاندار نے یہ کلمات سن کر کہا۔ او بد زبان شاہوں کی جناب میں یہ گستاخیاں۔ اگر وہ متکبر اور مغرور ہے تو ہم پہلے ہو چکے۔ تجھ کو اب کوکب کی ملاقات پر ایسا گھمنڈ ہے کہ ہم لوگوں سے دعوئی ہمسری کرتا ہے۔ تیرا کاسہ دماغ خود بوئے کبر و غرور سے مملو ہو گیا ہے۔ خیر اگر تو افراسیاب کے ہاتھ سے بچ کر چلا آیا تو میرے ہاتھ سے کب بچے گا۔

یہ کہہ کر اس نے اپنے تاج سے ایک موتی توڑ کر سینہ معمار پر مارا اور پکارا۔ "اگر یہ تاج عطیہ خداوند جمشید ہے تو معمار گرفتار ہو۔"

اچانک یہ نبیرۂ جمشید اور مالک شبیہ جمشید ہے۔ معمار کی کیا حقیقت ہے۔ اگر افراسیاب کوکب وغیرہ پر تحفہ جات طلسم سے کام لے تو وہ بھی مغلوب ہوں۔ پس معمار مقدرت بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا۔ بس اس نے حکم دیا۔ ایک قفس آہنی لاؤ۔ چنانچہ وہ قفس جب آیا معمار کو اس میں بند کرا کے معلم جادو کے سپرد کیا کہ آج کے روز اس کو تو قید رکھ کل میں اس کو قتل کروں گا اور سر اس کا افراسیاب کے پاس بھیجوں گا۔

ملیم یہ سن کر اٹھا کہ اس کو لے جاؤں۔ اس وقت قائم جادو نے عرض کیا۔ اے بادشاہ اس کو میرے حوالے فرمائیے کہ میں اپنے مکان میں قید کروں گا اور بہت حفاظت سے رکھوں گا۔

بادشاہ نے کہا۔ "اچھا تو ہی لے جا۔"

اس نے عرض کیا۔ "پھر میں اپنا سحر اس پر قائم کرتا ہوں۔ یہ تو اب بے بس ہے جس کا جی چاہے اس کو مسحور کرے۔ ہاں اگر چھوٹا ہوا ہوتا تو البتہ مشکل سے مسحور ہوتا۔ اب اپنا سحر اس پر سے اتار لیں۔"

یہ کہہ کر خوب سحر میں اس کو جکڑ کر بادشاہ سے سحر رد کروایا اور قفس کو تخت پر رکھ کر کئی سو ساحر گردوپیش اس کے مقرر کیے کہ وہ سب حربہ سحر کے نکالے ہوئے اور منتر جنتر پڑھتے ہوئے ہمراہ تخت چلے۔ اس صورت سے قائم جادو اس کو اپنے گھر میں لایا۔ مکان اس کا بھی بہت نایاب مثل قصر سلاطین و شاہان روئے زمین تعمیر تھا اور آراستہ بصورت تصویر تھا۔ معمار کے ملازم خبر گرفتاری سن کر روتے ہوئے آئے اور ہمراہ قید معمار چلے۔

جب معمار قائم کے گھر پہنچا۔ اپنے ملازموں سے کہا۔ "یارو ہم نے تمہارے ساتھ کیا کیا سلوک نہیں کیے ہیں۔ اب اگر تم سے ہو سکے تو ہمارے احسانوں کے بدلے میں جا کر کوکب اور عمرو سے ہمارے اس حال کی خبر کر دینا۔ میں تمہارا ممنون احسان تا بہ زیست رہوں گا۔"

سب ملازم اس کے اس کلمہ کو سن کر رونے لگے۔ اس میں قائم معمار کو لے کر اپنے قصر میں داخل ہوا اور معمار کے ملازموں کو گھرکا کر کہیں مجرم کے ساتھ چلے آتے ہو۔ وہ بیچارے سب مایوس ہو کر پھر آئے اور قائم نے جس جگہ کو خود آرام کرتا ہے وہاں لا کر چھت میں قفس کو لٹکا دیا اور دروازے سے اندر تک پہرا ساحروں کا مقرر کر کے باطمینان تمام متمکن ہوا۔ مگر ملازم جو پھر کر اندر آئے اپنے مکان میں۔ ہر ایک ساحر تو یہ سمجھ کر کہ دنیا میں رہنا مگر مچھ سے بیر اچھا نہیں۔ اگر ہم کوکب سے

خبر کرنے جائیں اور بادشاہ سنے تو ہم پر آفت آئے۔ اس سے مناسب ہے کہ خاموش ہو رہو

پس ہر ایک خاموش ہو رہا۔ ایک ساحر کو بڑا خیر خواہ اور نمک حلال تھا۔ شمشاز جادو نام۔ اس کو تاب نہ رہی اور خیال کیا کہ چاہے جان جاتی رہے۔ مگر حق نمک ادا کیجئے اور اپنے مالک کی رہائی کی تدبیر ضرور چاہیے۔

پس یہ سوچ کر کے کسی حیلے سے اس نے سفر اختیار کیا اور بیابان گرجے سے باہر نکل کر سیدھا سرحد طلسم نور افشاں میں آیا۔ کوکب کو تو بزور سحر معلوم ہی تھا کہ ضرور آفت معمار پر آئے گی پس پہلے لگا رکھے کہ جو کوئی آ کر سرحد پر میرے پاس آنا چاہے۔ فوراً اس کو لے آنا۔

چنانچہ شمشاز نے سرحد پر آ کر صدا دی کہ "اے کوکب مجھ کو اپنے پاس بلا لیجئے کہ آپ روشن ضمیر ہیں۔"

اس وقت ایک پنجہ پیدا ہو کر اس کی کمر میں پڑا اور قلعہ کوکبیہ میں لے آیا۔ سامنے کوکب کے پہنچایا۔ جب یہ کوکب کے روبرو آیا تسلیم کر کے رونے لگا اور تمام ماجرا نامہ وارک سے جانے کا اور معمار کے قید ہونے کا معرض عرض میں لایا۔ اور کہا "اب وہ کل قتل کیا جائے گا اور سر اس کا افراسیاب کے پاس آئے گا۔"

عمرو یہ حال سن کر رونے لگا اور کہا "افسوس جو طرفدار اپنے ہیں۔ وہ بیچارے کیا کیا مصیبتیں اٹھاتے ہیں اور آفت میں پھنستے ہیں۔ اگر میرا جانا بیابان گرجے میں ہوتا تو میں معمار کو اس قید سخت سے رہائی بحکم خدا دیتا اور جامادار کے دربار میں عیاری کرتا اور ایسا اس کو ٹھیک بناتا کہ وہ بھی کچھ دنوں کو یاد کرتا کہ ہاں عمرو کے طرفدار کا ستانا ایسا ہوتا ہے۔

یہ کہہ کر بادشاہ سے کہا "اے بادشاہ اگر مجھے آپ وہاں پہنچا سکیں تو برائے دین و مذہب خود جلد لے چلئے تاکہ میں کچھ کوشش وہاں پہنچ کروں۔"

کوکب نے کہا "خواجہ میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ وہ راہ نہایت دشوار گذار ہے۔

ہم لوگ نہیں جا سکتے۔ وہی لوگ جاتے ہیں جن سے جہاندار سے رسم و راہ ہے۔ وہاں کے رہنے والے آمدورفت رکھتے ہیں اور دوسرے اگر دروازۂ ملک سے تم کو لے چلوں تو راہ بہت دور ہے اور ممکن نہیں کہ بیابان کو خبر میری اور تمہارے آنے کی نہ ہو جائے کیونکہ جو وہاں پہنچتا ہے سحر ہمارا اس کو خبر دیتا ہے۔ اب رہا پوشیدہ راہ سے جانا، وہ راہ ہے کہ جس کے مابین میں زنجیر آتشیں حائل ہے۔ ہمارے بزرگوں سے ایک عمل چلا آتا ہے کہ جو کوئی وہاں جانے کا قصد کرے تو جانے سے تین دن پہلے اس عمل کی تسبیح پڑھے۔ پھر بجلی زنجیر کو پھاند جائے اور کسی کو اطلاع نہ ہو۔ سو اب تین دن کا وقفہ باقی نہیں رہا۔ جب تک میں اور تم اس عمل کو پڑھیں گے اس وقت تک سمار قتل ہو جائے گا۔"

یہ کہہ کر شہباز جادو کو عمدہ مقام پر اتروایا۔ ہاتھ منہ اس نے دھویا۔ شراب پی آسودہ ہوا۔ اس کی تو دعوت وغیرہ کا سامان اس نے مہیا کرایا اور خواجہ سے اس باب میں مشورہ ہونے لگا۔

ادھر جہاندار نے دعوت وغیرہ کے بعد ایلچی افراسیاب سے کہا۔ جب تک آپ کے مزاج میں آئے یہاں تشریف رکھئے اور اگر جانے کو جی چاہے۔ بادشاہ شاہ جادواں کو میرا سلام نیاز کہہ کر میری طرف سے عرض کر دیجئے گا کہ سمار کا سر کاٹ کر آپ کے لکھنے کے بموجب میں بھیج دیتا ہوں اور میں بدل آپ کا مطیع اور فرمان بردار ہوں۔

ایلچی یہ پیام سن کر شاداں و فرحاں رخصت ہوا۔ بادشاہ نے بعزت تمام اپنی سرحد سے باہر پہنچایا۔ ایلچی مذکور خدمت بادشاہ جادواں میں آیا اور پیام جہاندار مفصلاً معرض بیان میں لایا۔ بادشاہ نہایت شاد ہوا۔ بند غم سے آزاد ہوا۔

ادھر جب پچھلا پہر دن باقی رہا اور کرن خورشید کی دریائے ظلمت میں ڈوبنے لگی دھوپ ڈھل گئی۔ سایہ ہلکا ہلکا ہر طرف پھیلا۔ عمرو نے صحبت کوکب میں پھر وہی ذکر سمار کی رہائی کا کیا۔ کوکب نے مجبوری ظاہر کی۔ عمرو نے اس وقت کہا۔ "اچھا یہ تو آپ

سے ہو سکتا ہے کہ آپ اس زنجیر تک مجھ کو پہنچا دیں کہ جو مانع رفتن بیابان گلریز ہے اگر آپ وہاں کے لے جانے میں انکار کریں گے تو میں کسی طرح نہ مانوں گا اور آپ کو ضرور وہاں تک لے جاؤں گا۔

کوکب نے کہا۔ وہاں کوئی ایسا نہیں ہے کہ جس کی صورت بن کر تم ادھر چلے جاؤ گے اور اگر صورت بھی بدلو گے جب بھی نہ جا سکو گے۔ پھر کیا ضرور ہے سفر کی زحمت اٹھاؤ اور اگر ساحر سنیں گے کہ کوکب بیابان گلریز میں گیا تھا مگر جا نہ سکا تو ہنسیں گے۔ ان صورتوں میں مناسب نہیں ادھر جاؤ۔

عمرو نے کہا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو آپ مجھ کو لے چلئے۔ جب عمرو نے بہت اصرار کیا مجبور ہو کر کوکب چلنے چلنے پر راضی ہوا اور تخت سحر تیار کر کے عمرو کو بٹھا کر روانہ ہوا۔ اور اپنے طلسم کی سرحد تک سیر کناں گیا۔ جب وہاں سے آگے بڑھا خواجہ کو پنجہ میں داب کر اڑا اور قندیل فلک ہو گیا اور سناٹا مارے ہوئے سرحد بیابان گلریز میں پہنچا اور ایک ہی مرتبہ کے سناٹے میں زمین پر اتر آیا اور خواجہ کو ہاتھ سے زمین پر رکھ کر آپ پھر بلند ہو گیا۔

عمرو کی آنکھیں تموج ہوا سے بند ہو گئی تھیں۔ اب جو آنکھ کھلی تو عجب صحرائے ہول خیز و وحشت انگیز دیکھا کہ مرغ قلب میں بے چین ہو گئی اور پائے ثبات نے جواب دیا یہی دل میں آیا کہ اے عمرو ناپائیداری گریز کرو تو۔ پہاڑ بڑے بڑے عظیم الشان سیاہ رنگ کے دیکھے جن کے دروں سے شعلے نکلتے تھے۔ پہاڑ کے درے وہاں اژدر آتش فشاں تھے۔ صحرا میں بگولے سیاہ رنگ کے اڑتے تھے اور درختوں پر گرتے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ نوجوانان گلشن کے سر پر بھوت سوار ہے۔ درخت خار دار اور جلے ہوئے نظر آتے تھے مسافر خیال کو بھی ڈراتے تھے۔ پتے کھڑکھڑاتے تھے۔ گویا درخت بھی زبان برگ سے یہ سناتے تھے کہ اے آنے والے بیابان گلریز کے نخل ہستی تیشہ سحر و نیرنگ سے یہاں قطع ہو گا۔ خبردار یہاں ہرگز قدم نہ رکھنا۔ علاوہ ان بلیات کے جب

عمرو نے دل مضبوط کر کے قدم آگے بڑھا۔ یکایک زمین سے غبار سیاہ رنگ اٹھا۔ اس کے بعد تمام جنگل لال ہو گیا۔ آنکھیں خواجہ کی بند ہو گئیں۔ اب جو آنکھ کھلی دیکھا ہر سمت آگ لگی ہے۔ دل سے کہا "وقنا ربنا عذاب النار" پروردگار عالم بچائے۔ یہ کیا طلسم عالم کے دل سے لگی ہے۔

اتفاقاً رات کا وقت تھا۔ ایک نانبائی کا تنور گرم ہو رہا تھا اور شعلہ آتش اس میں سے اٹھتے تھے اس نے پشتارہ مع صدف اس تنور میں ڈال دیا کہ وہ جل کر خاک ہوا اور بیروں نے اس کے غل مچایا آواز دادوگیر کی بلند ہوئی۔ نانبائی دکان چھوڑ کر بھاگا اور سرہنگ امیر کے پاس آیا۔ سب حال صدف کے مارنے کا معرض بیان میں لایا کہ اس طرح وہ آپ کے اسم اعظم کو قید کرنے آیا تھا میں نے اسے واصل جہنم کیا۔

اس حال کو سن کر باوجودیکہ امیر باتوقیر رنج و صدمہ میں تھے مگر ہنس پڑے اور ادھر بیر روتے ہوئے سامنے مرداپیہ کے گئے اور پکارے کہ "صدف جادو سرہنگ مصری کے ہاتھ سے خداوند لقا کی بہشت میں گئے۔"

یہ سن کر اس کو ایک سناٹا آیا' بلکہ یقین تھا کہ کلیجہ پھٹ جائے آب و تاب چہرہ کی جاتی رہی سوتی کی طرح گرج کر بغضب تمام تر اس مادر قحبہ نے ایک بیضہ سحر جوڑے سے نکال کر جانب آسمان پھینکا کہ وہ بیضہ اوپر جا کر پھٹا اور اس میں سے دھواں نکلا اور وہ دھواں ابر بنا اور جا کر لشکر امیر پہ محیط ہوا اور اس میں سے پانی برسنے لگا۔

وہ پانی بھی عجب منقدلی کی تاثیر رکھتا تھا کہ تمام لوگ لشکر امیر کے ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب بیہوش ہو گئے۔ سوائے امیر کے کوئی ہوشیار نہ تھا اور لمحہ بھر میں وہ پانی کی طغیانی ہوئی کہ پناہ پانی مشکل پڑی۔ ہوا چلتی تھی اور یوں پانی کو گھیر کر لاتی تھی۔ ہوشیاران عالم کو بیہوش بناتی تھی۔ ہوشیاری کو خواب سحر نے بہا دیا تھا۔ دریائے غفلت امڈا ہوا تھا۔ آسمان سے پانی کے ساتھ بیہوشی برستی تھی۔ ہوشیاری اس لشکر میں قدم رکھنے کو ترستی تھی۔

اس بارش ابر سحر میں امیر اسم اعظم پڑھتے جاتے تھے۔ ملک بحر و بر کو یاد فرماتے تھے کہ یکایک ہوائے سرد کے جھونکے آئے۔ بعد اس کے کچھ شعلے چمکے مروایہ جادو کو سامنے استادہ پایا اور وہ کافر خاسر پکارا۔ "ہے کوئی ایسا بہادر خدا پرستوں میں جو میرے سحر کو رد کر سکے اور میرا سامنا کرے۔"

امیر یہ سن کر قبضہ شمشیر تھام کر کھڑے ہوئے' فرمایا۔ "او احمق کیوں دیوانہ ہوا ہے ابھی تو میں تیرا سر توڑنے کو موجود ہوں۔ جب تیرا جی چاہے مجھ سے لڑے۔"

مروایہ نے کہا۔ خیر حال تیرا معلوم ہوا تو نہایت سخت جان ہے۔ اب میں تیری بھی فکر کرتا ہوں۔ پھر سب کو ایک ہی مرتبہ کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر غائب ہو گیا اور بارگاہ میں آیا۔ ماجرائے گزشتہ زبان پر لایا۔ بختیارک نے حال سن کر کہا۔ "اے مروایہ کیا غضب تم نے کیا کہ سب کو چھوڑ کر چلے آئے۔ سب کو مار ڈالتے۔ پھر امیر سے سمجھ لیتے۔"

مروایہ نے کہا۔ یہ بات مناسب نہ تھی۔ میں امیر کو پکڑ لوں تو سب کو قتل کروں جس میں کوئی دغدغہ باقی نہ رہے۔

یہ کہہ کر بیٹھا اور ناچ دیکھنے لگا۔ مگر اسم اعظم بند کرنے کی فکر میں ہے۔ مگر اسم اعظم بند کرنے کی فکر میں ہے۔ اب اس کو تو اس حال میں رہنے دو۔ لیکن وہ کلمہ داستان شاہ عیاراں عیار عمرو بن امیہ نامدار کے سنو۔

کہاں ہے اے مرے غم خوار ساقی
مجھے بھی مے سے کر سرشار ساقی
وہ مے دے تا کہ بھولوں دو جہاں کو
ترقی ہو مرے کیف بیاں کو
لکھوں پھر میں فسانہ اک رنگین
ہو جس کے زیور معنی سے تزئین

یہ سنتا تھا کہ صنعت نے پھر کے دیکھا۔ جانسوز نے حلقہ کمند کے گانٹھ کر مارے کہ ساتوں بند پیچی ہو گئے۔ وہ گھبرا کر ادھر پھری۔ اس نے بیضہ بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہوئی۔

حسب اتفاق یہ اکیلی لشکر کو اپنے اس لیے جاتی تھی کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا' اب تم زیادہ مجمع اپنے ساتھ نہ رکھنا تو اس نے انہیں کنیزوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد لشکر میں آنا۔ بس یہ تنہا تھی کہ جانسوز نے بیہوش کر کے پشتارہ اس کا باندھا اور لے کر روانہ ہوا اور بہت جلد راہ طے کر کے اپنی بارگاہ میں پہنچا اور ادھر ضرغام نے آ کر عمرو کو مجرا کیا۔

خواجہ نے کہا۔ "مزاج اچھا ہے۔"

اس نے کہا۔ "حضور میں تو اچھا ہوں' مگر صنعت آئی ہے اس کا بیان ہے کہ میں سحر ہلاکت بیضہ تیار کر کے لائی ہوں۔"

عمرو نے کہا۔ "خدا مالک ہے۔"

خواجہ تو کہہ کر چپ ہو رہے مگر مہ رخ اور بہار وغیرہ کا رنگ رخسار زرد ہو گیا اور بد حواس ہو گئیں۔ عمرو نے ان کے چہرے کو دیکھ کر پہچانا کہ ان کو کچھ تردد بڑا لاحق ہوا۔ بس استفسار کیا کہ اے ملکہ مہ رخ و بہار کیوں خیر تو ہے۔

انہوں نے کہا۔ خواجہ سلامت سحر ہلاکت بیضہ بہت بڑا نایاب اور زبردست ہے۔ رد اس کا ہونا ہم سے تو کیا شاہان طلسمات سے بھی ممکن نہیں۔"

عمرو نے کہا۔ "نظر بافضال کردگار رکھو اور چپ رہو۔ کچھ منہ سے نہ نکالو ورنہ لشکر تمام بد حواس و بیدل ہو جائے گا۔"

یہ کہہ رہا تھا کہ جانسوز پشتارہ لے آیا اور خواجہ کو اس نے تسلیم کی۔

عمرو نے کہا۔ "اے جانسوز بن قران آج تو بڑا مال لوٹ لائے کہ پشتارہ اٹھ نہیں سکتا ہے کیا کسی مہاجن کا گھر لوٹا ڈاکا مارا۔"

جانسور نے کہا۔ "مال سے بڑھ کر یہ مال ہے میں صنعت غیالی کو لایا ہوں۔ بڑا ارادہ کر کے چلی تھی۔"

مہ رخ یہ سنتے ہی اچھل پڑی اور جانسوز کو گلے سے لگایا اور کہا۔ "تو نے بڑا کام کیا ہے' اچھا پشتارہ کو کھولو۔"

اس نے پشتارہ کھولا لیکن کنیزان صنعت جو عقب صنعت چلیں لشکر میں آئیں دیکھیں کہ یہاں صنعت نہیں ہے غلغلہ کیا کہ نہیں معلوم کہاں گئیں اور جب پتا نہ لگا تو پھر کر بارگاہ افراسیاب میں آئیں۔

اس نے پوچھا کہ "اے گلزار جادو وائے گل خار جادو تم کہاں آئیں۔"

انہوں نے عرض کیا کہ "ملکہ صنعت کا پتا نہیں سنتے ہیں کہ ایک ساحر راہ میں ان کو ملا تھا اور نامہ دار آپ کا اس نے بیان کیا۔ ملکہ نے سواری روکی اور ایک کنوئیں پر اتریں وہیں سے غائب ہو گئیں۔ اب پتہ نہیں کہ ان پر کیا گزری۔

شلو نے یہ حال سن کر ایک قہقہہ مارا اور اپنے دونوں ہاتھ بند کر کے کھولے اور اور ان کو بغور دیکھ کر کہا۔ "یارو کیا غضب کے عیار ہیں' جانسوز بن قران صنعت کو لے گیا ہے۔"

یہ کہہ کر شلو نے دونوں ہاتھ اپنے بلند کیے سب نے دیکھا کہ پنجے پیدا ہوئے اس نے حکم دیا کہ "اے پنجہ ہائے سحرا جلد بارگاہ مہ رخ سے صنعت وزیر کو اور جانسوز بن قران کو اٹھا لاؤ۔"

وہ پنجے جانب آسمان اڑ گئے اور غائب ہو گئے۔

بارگاہ مہ رخ نے کہا تھا کہ ٹھہر جاؤ میں وہ تلوار لے آؤں کہ جس سے ایسی زبردست ساحرہ قتل ہو سکے۔ یہ کہہ کر اٹھی اور جانب مسلح خانہ گئی۔

اس وقت فلک پر بجلی چمکی' عمرو نے تو جلد گلیم اوڑھ لی۔ جانسوز نے چاہا کہ بھاگ جاؤں۔ ساحر سب گھبرا کے کھڑے ہو گئے۔ یکایک آواز مہیب آئی اور پنجے فرستادہ شلو جادوان جو چمک کر گرے جانسوز اور صنعت کو اٹھا کر لے گئے۔ اس وقت ساحروں نے نارنج و ترنج وغیرہ مارے اور مہ رخ بھی تلوار برق کردار لے کر آئی مگر وہ پنجے قندیل فلک ہو گئے۔

مہ رخ نے کہا۔ "یہ پنجے خاص افراسیاب کے بنائے ہوئے تھے۔ ان کا نصب بیکار ہے۔"

ناچار خاموش ہو رہے اور پنجوں نے دونوں کو لے جا کر سامنے بادشاہ طلسم کے پہنچایا۔

بادشاہ نے جانسوز کو مصور کر دیا اور صرصر کو بلوا کر حکم دیا کہ ان کو ہوش میں لاؤ۔

صرصر صنعت کو ہوش میں لائی وہ ہوشیار ہو کر حیران ہوئی کہ تو کہاں آئی۔

شاہ نے کہا کہ حیران کیوں ہو یہ عیار تم کو لے گیا تھا میں نے اسی طرح بلوا لیا ہے۔

صنعت نے یہ سن کر اور غیظ میں آ کر تلوار سحر کی کھینچی اور ایک ہی ہاتھ مارا اگر پڑتی تو جانسوز کا پتہ نہ معلوم ہوتا۔ لیکن شاہ جادواں نے تلوار کو سحر سے روک لیا اور کہا "اے صنعت میرے سامنے نہ قتل کرو بغیر چھ مہینے گزرے ہوئے میرے سامنے قتل کرنا نہ چاہیے۔

صنعت نے کہا "میں اس موے کو الگ لیجا کر ماروں گی۔ یہ کہہ کر پنجہ میں داب کر بغضب تمامتر لے اڑی۔

اس وقت جانسوز کے پکڑ آنے سے چالاک بھی دوڑا تھا اور صورت بدل کر بارگاہ حیرت میں آ کر ٹھہرا تھا کہ پنجے ہمیں لے کر آئیں گے۔ غرض اب صنعت اس کو لے اڑی۔ چالاک بھی پیچھے پیچھے اس کے بطور تجلی روانہ ہوا۔ لکھا ہے کہ دریائے خون رواں کے پاس کچھ غار ہیں اور کچھ پہاڑیاں ہیں کہ ان کی گھاٹیاں ہیں انھیں گھاٹیوں کے قریب ایک نشیب میں صنعت نے جانسوز کو لا کر اتارا اور خنجر نکال کر چاہا تھا کہ سر کاٹوں۔

جل سواری کی سیر بھی ہے بڑی
ایک خلقت ہے دونوں رستے کھڑی
چل زر بفت پوش فیل نشان
کہ زر سا تھا پیش پیش رواں

گل کی پاکھر پڑی ہوئی یک بار
ہاتھی آیا برنگ ابر بہار
زری پوششوں کا پیش و پس
اللہ اللہ ری ان کی شان و شکوہ
نور میں کتنے سونے کے سے پہاڑ
آگے روپے کے روشنی کے جھاڑ
موتی کرتے تھے ہر طرف سے نثار
تھے مگر فیل ابر گوہر بار
تھیں جلو میں نقیبیاں حاضر
جلو کے آسامیاں حاضر
تازی ترکی عراقی و عربی
کوتل آگے تھی خوش جلو میں سبھی
نوق خوش سلیقہ سارے ہیں
نے قنائلوں کی جان مارے ہیں
آج نوبت کے بجنے پہ ہے رنگ
عقل ہوتی تھی بس گھوڑی دنگ

القصہ بڑے کروفر سے ظالم خدمت بادشاہ میں آ کر حاضر ہوا۔ اور سواری سے اتر کر اندر قصر شاہی کے آیا۔ بادشاہ کو مجرا کیا' نذر دی۔ پھر اجازت بیٹھنے کی ملی۔ دنگل پر بیٹھا اور عرض کیا کہ جناب معلی نے آج جو مجھ کو یاد کر کے سرفراز فرمایا کچھ سبب بھی اس کا ارشاد ہو۔ بادشاہ نے اس وقت سب ماجرائے گزشتہ جنگ و جدل مہ رخ اس سے بیان فرما کر حال غبار انگیز کی مخالفت کا بیان فرمایا اور ارشاد کیا کہ اب میں نے اس لیے تم کو بلایا ہے کہ جمل اور سب میری نمک خواریں مجھ سے منحرف ہو

گئیں وہاں غبار انگیز بھی سہی۔ اس سے تم ایک اکیلے غبار ہی کی فکر نہ کرنا۔ مہ رخ جو اس کی طرفداری ہے اور اس کے لشکر وغیرہ سب ہی کو غارت کر دینا۔ ظالم نے کہا وہی غبار انگیز جو گوری گوری جوان سی خوبصورت ہاتھ میں یاقوت کی چھڑی رکھتی ہے' شہ نے فرمایا کہ ہاں وہی ظالم کہا۔ "حضور ملاحظہ کر لیں گے کہ میں جا کر طبقہ اس مقام کا الٹ دوں گا۔ جہاں یہ سب مخالف ہیں اور ہر ایک کی بہ عنایت سامری مشکیں باندھ کر حاضر آستان کروں گا۔ لیکن ایک بات شرم کی اور خلاف ادب سلطانی ہے' اس کو عرض نہیں کر سکتا ہوں۔ اگر جان کی امان پاؤں تو زبان پہ لاؤں۔"

بادشاہ نے فرمایا "کہو' تمہاری جان بخشی کی۔"

اس نے اٹھ کر پایہ تخت کو بوسہ دیا اور عرض کیا۔

"غبار کو میں پکڑ لاؤں تو مجھی کو وہ مرحمت فرمایئے گا کہ میں ایک مدت سے اس پہ فریفتہ اور شیفتہ ہوں اور ایک دن میں نے چاہ زمرد کے میلے میں اس کو دیکھا تھا۔ الطاف خسروانی و عنایت سلطانی سے بعید نہیں کہ یہ التماس میرا بدرجہ اجابت کو پہنچے۔"

شہ یہ سوال اس کا سن کر ہنس دیا اور فرمایا۔ "یہ سب معشوقین طلسم میں ہماری ہیں کہ کوئی ان میں سرفراز ملبدولت سے ہو چکی ہے اور کوئی ابھی باقی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابھی میرے کام میں نہیں آئی ہے' مخمور اور بہار کی طرح۔ چنانچہ جب تمنائے دلی تیری ہے تجھ کو وہ عنایت کی تو اب اس کا مختار ہے۔"

اس نے یہ عنایت شہ کی دیکھ کر پھر نذر دی۔ خلعت فاخرہ سے سرفراز ہوا اور لشکر ہمراہ لے کر طلسم ظاہر کی جانب چلا۔

شہ نے اس کے جانے کے تحمل نامہ حیرت کو لکھا کہ "اے ملکہ ہم نے ظالم گیسو دراز ظلماتی کو بھیجا ہے تم جانتی ہو کہ وہ ساحران ظلمات میں سے ہے اور بڑا معتمد ہمارا نوکر ہے' خیر خواہ بھی ہے۔ اس کی خاطر بہت کرنا اور تماشا اس کی لڑائی کو دیکھنا اور جب وہ غبار انگیز کو پکڑ لائے تو غبار کو ہم نے اسے دے دیا۔ وہ جو جی چاہے اس

کے ساتھ کرے تم دخل نہ دینا۔"

یہ نامہ حیرت کے پاس جو پہنچا اس نے پڑھا اور حکم دیا۔ "جلد تر بارگاہ وسیع و عالی بپا کی جاوے کہ شاہ نے خود سفارش گیسو دراز کی فرمائی ہے۔"

حسب ارشاد ملکہ بارگاہ دلکشا نصب ہوئی اس میں خوان و طعام گونا گوں کشتیاں شراب سرخ کی اور سب اسباب راحت و عیش بھی مہیا کر دیا۔ اس عرصہ میں با ہزاراں احتشام و تجمل ظالم گیسو دراز ظلماتی یہاں آ کر پہنچا۔ ملکہ نے استقبال کروایا اور لشکر اس کا اتروایا۔ وہ جب سامنے آیا جبین عجز و انکسار کو سامنے خاتون بادشاہ کے جھکایا۔ خلعت ملا بیٹھ کر شراب پینے لگا جب وہ زمانہ آیا کہ شب تیرہ فام مثل طلسم گیسو کھولے ہوئے خیمہ دہر میں قدم زن ہوئی اور پہلوان غبار انگیز روز سفید نے گریز کی کہ

لطف چرخ بلند پیشانی
نیمہ مہ نے کی نگہبانی
تھا جو اس شب کو انجلا سرور
ساغر مہ لبالب سے نور

سر شام بحکم حیرت و ظالم نافرجام طبل جنگ بجا۔ نفیر سحر کو دم ملائے رزمی کا شور بلند ہوا ہرکارے لشکر مہ رخ میں آ کر بعد دعا ثنائے شاہی عرض پیرا ہوئے۔ "اے ملکہ عالم ظالم گیسو دراز ایک ساحر ظلم آیا ہے۔ اس نے اپنے نام پر طبل جنگ بجوا دیا ہے۔"

مہ رخ نے یہ خبر سن کر حکم دیا کہ ہمارے لشکر میں بھی طبل جنگ بجے اس طرف بھی شور محشر آشکار ہوا۔ ہر ایک صدائے طبل و بوق سن کر خبردار ہوا کہ کل پھر معرکہ جنگ درپیش ہے۔ قدم بہادراں میدان میں پیش ہے۔ وہی ہنگامہ خونریزی و معرکہ انگیزی جان دینے کی آشکار ہوئی۔ لڑائی کی ایک دھوم ایسی ہوئی کہ ہجوم سپاہیاں اور مبارزان سے مجمع قیامت نظر آتا تھا۔ اس میدان جنگ میں میدان حشر بپا تھا۔ فوج میں

سے یہ گرد و غبار اٹھا تھا کہ آئینہ خورشید اٹا تھا۔ فلک سے غبار یوں گرتا تھا کہ جیسے کہرا پڑتا تھا۔ ملک شہود کیفیت شب تار دکھاتا۔ ہر قدم پر وہاں قدم رکھنے سے بھونچال آتا تھا۔ تمتن کا انبوہ بیابان سے یہ حال تھا کہ کہیں تفنگ ہائے سحر کی کثرت تھی۔ کسی جا کمانوں اور ترکشوں کی شدت تھی۔ تلواریں اتنی صیقل ہوئی تھیں کہ دنیا تمام یخ خانہ نظر آتی تھی۔ خوف سے بزدلوں کی جان جاتی تھی۔ ایک سمت سحر کا کارخانہ تھا۔ جادو کا ٹھکانہ تھا۔ اندھیر جہاں میں برپا تھا۔ کسی جا روشنی کہیں اجالا تھا۔ کوئی ساحر چندن منہ پہ ملے۔ کسی کا منہ کالا تھا۔

آندھیان کی وہ کثرت تھی کہ دنیا آتش سے بھر گئی تھی۔ لوہا جماری بھی یہاں آئے ہوئے ڈر گئی تھی۔ جو بیر آتا تھا۔ وہ ساحری اپنے تئیں بتاتا تھا زبردستی جتاتا تھا۔ دمبدم فلک سے آگ برستی تھی۔ آتشبازی سحر کی چھٹتی تھی۔ یہ حال تھا کہ

گر اس کی شجاعت کا کروں حال میں تحریر
نم جائے قلم عجز بیاں کے برابر
افسانہ کہوں ان کی جو شمشیر و علم کا
دشمن کو سناؤں وہیں میداں کے برابر
تلوار تری روز وغا برق نظر آئے
سر دشمنوں کے قطرہ باراں کے برابر
گر کاٹ سناؤں میں تری تیغ دو دم کی
ہو ملک عدو شہر خموشاں کے برابر
بجلی گرے دشمن پہ جو ہو عکس فگن تیغ
سایہ بھی ہے اک برق درخشاں کے برابر
ہے اسپ فلک سیر ہر ایک غیرت خورشید
ڈانٹیں جو اگر ان کو تو بس پل کے برابر

جاتیں کبھی مشرق کبھی مغرب وہ چھلاوے
بجلی سی کبھی گنبد گردان کے برابر
ہے نعل سیہ مست ہر اک رشک شب تار
مالک ہے جو ان کا مہ تاباں کے برابر

غرض رات بھر ہر سمت عروساں شجاعت کا بناؤ سنگھار رہا۔ جب وہ زمانہ آیا کہ نعل فلک کی گردن پر نعل بان زریں تن مہر سوار ہوا اور اسپ مشکیں لیل دم دبا کر بھاگ صبح دم مہ رخ و بہار و مشکیں مو وغیرہ ہمراہان مکنت و شوکت تخت ہائے سحر پر سوار ہو کر جانب میدان چلیں۔ فوج میں نفیر و بوق کا شور ہوا۔ مائل جنگ ہر صاحب زور ہوا۔ ایک طرف سے ساحر طائر و اژدر اڑا کر چلے کسی سمت بہادر منچلے گھوڑے کو دانے روانہ ہوئے۔ تخت ہائے زریں کا روئے ہوا پر چمکنا آفتاب کی ضو میں ہزاروں آفتاب نکلا ہوا دکھائی دیتا۔ ساحر گز کا روئے ہوا پر کھنچے نقارے بلندی پر جو بجتے کر و بیان فلک کو خیال ہوتا کہ قلعہ فلک پر کہیں نہ یہ لوگ حملہ کریں۔ ہر سمت بادشاہ لشکر کی شان میں نقیبوں کی زبان پر کہ

اے تیرے ڈر سے جگر شیروں کے آب
دشمنوں کو ہو بہانہ اضطراب
ٹڈی کی صف ہے کونجوں کی قطار
لشکری اس فوج کا ہر اک عقاب
موج زن جدھر ہو یہ دریائے موج
بستیاں اس سمت کی جیسے حباب
گرد اس لشکر کی گر ہوئے بلند
پھر زمین و آسمان میں ہو حجاب
جائے دشمن جوں سبک پا سوختہ

وقت گرگ عیش نے منہ پہ نقاب
زیر دست اس کے ہیں گردن کشان
تا قیامت گرگ عیش نے منہ پہ نقاب

اس حشم و تجمل سے داد گاہ مصاف میں آ کر یہ سب منچلے پہنچے۔ اس طرف طبل جنگ بجا کر ظالم گیسو دراز ظلماتی اپنی بارگاہ میں آیا تھا اور سو رہا تھا صبح کو جو اٹھا لشکر جانب میدان چلنے کو تیار ہوا۔ لیکن اس نے براہ عجب و پندار کہا۔ ابھی بہت سویرا ہے۔ میں ایک دو گھڑی میں تو سب خطا کاروں کو پکڑ لوں گا۔ لشکر آگے چلے میں ایک بازی شطرنج کی کھیل کر آتا ہوں۔

یہ کہہ کر شطرنج بچھا کر مصاحبوں سے شطرنج کھیلنے لگا۔ لڑائی کی کچھ بساط نہ سمجھا۔ لیکن عیار عمرو کی جانب کے بڑے بڑے فرزینوں کو مات کر چکے ہیں۔ اسپ فطرت ہر جگہ دوڑاتے ہیں۔ گو وہ فیلبند نامرادی میں پھنسا ہوا تھا لیکن ضرغام نے رخ نہ پھیرا۔ جادوگر بن کے اس کی بارگاہ میں گیا۔ اس نے شطرنج کھیلتے کھیلتے ایک قہقہہ مارا اور کہا۔ "بازی ہم نے پائی۔"

یہ کہتا تھا کہ ایک پنجہ پیدا ہوا اور وہ ضرغام کے لپٹ گیا۔ پکڑ کر سامنے لایا۔ اس نے استفسار کیا کہ تو کون ہے۔

اس نے کہا۔ میں ملازم حیرت جادو کا ہوں اور ساحر ہوں۔

ظالم نے کہا۔ نہیں، تو عیار ہے۔

ضرغام نے کہا۔ "میں عیار نہیں ہوں۔"

اس نے سحر پڑھ کر جو پھونکا۔ روغن عیاری اس کے چہرہ پر سے اڑ گیا۔ سحر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ ضرغام عیار ہے۔

پس یہ دریافت کر کے اس نے نامہ لکھا عمرو کو "اے عمرو تم نے لاکھوں ساحر مار ڈالے مگر اب میرے ہاتھ سے تم مارے جاؤ گے۔ اگر ایسی حرکتیں کرو گے تم کو عیاروں

سے دولی جنگ چاہیے۔ میرے مقدمہ میں دخل ہونا مناسب نہیں۔ میں تمہارے طرفدار ساحروں سے لڑنے آیا ہوں خبردار اب ہیوں مکاری کو نہ دوڑاؤ اور ہرزہ پوئی کو کام نہ فرمائے"

یہ نامہ لکھ کر ضرغام کو دیا کہ اپنے استاد کو جا کر دینا اور خطا تیری بھی معاف فرمائی۔ جا اب یہاں نہ آنا۔"

ضرغام وہاں سے چلا تھوڑی دور جا کر سے کہا "تم اس ساحر کے باپ کے نوکر تو نہیں ہو جو نامہ لے جاؤ اور پیام و سلام کرو۔ چلو عیار کرو جب جانا بارگاہ میں نامہ بھی دکھا دینا۔ خواجہ ابھی میدان جنگ میں آئے ہوں گے وہاں نامہ کا کیا موقع ہے۔"

یہ سوچ کر پھرا اور دوسری طرف صورت اپنی بنا کر بارگاہ میں ظالم کے آیا اس نے پھر سحر سے دریافت کر لیا اور پنجہ کو بھیج کر گرفتار کرایا اور منت سرخ چشم کو بلا کر کہا "اب کی تم اس کو پکڑ کر لے جاؤ اور مہ رخ کے یہاں چھوڑ آؤ۔"

منت ضرغام کو لے کر اڑا اور سامنے لشکر جنگ آزما کے لا کر اسے چھوڑ دیا اور کہا "تجھے منع کر دیا تھا کہ اب نہ آنا تو نے نہ مانا۔ خیر اب بھی ارادہ نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔"

ضرغام نے لشکر میں آکر خواجہ کو نامہ ظالم دیا اور سب حال کہا۔ عمرو اتنک میدان میں کھڑا تھا اس وجہ سے چپ ہو رہا اور کچھ عرصہ میں ظالم بھی سوار ہو کر عرصہ کارزار میں پہنچا مہنتوں کی فوج میں گھنٹے بجتے ناقوس پھنکتے اور باجے وہاں چھنکارے' نارنج ترنج ناریل اچھالتے تھے۔ ترسول نیمول چمکتے تھے جے جے کا سامری کے شور بلند۔

اس نے سحر پڑھ کر جو پھونکا۔ روغن عیاری اس کے چہرہ پر سے اڑ گیا۔ سحر سے دریافت کیا معلوم ہوا کہ یہ ضرغام عیار ہے۔

پس یہ دریافت کر کے اس نے نامہ لکھا عمرو کو "اے عمرو تم نے لاکھوں ساحر مار ڈالے

مگر اب میرے ہاتھ سے تم مارے جاؤ گے۔ اگر ایسی حرکتیں کرو گے تم کو عیاروں سے دعوئی جنگ چاہیے۔ میرے مقدمہ میں دخل ہونا مناسب نہیں۔ میں تمہارے طرفدار ساحروں سے لڑنے آیا ہوں خبردار اب یوں مکاری کو نہ دوڑانا اور ہرزہ پوئی کو کام نہ فرمانا۔"

یہ نامہ لکھ کر ضرغام کو دیا کہ اپنے استاد کو جا کر دینا اور خطا تیری بھی معاف فرمائی۔ جا اب یہاں نہ آنا۔"

ضرغام وہاں سے چلا تھوڑی دور جا کر اسے کہا۔ "تم اس ساحر کے باپ کے نوکر تو نہیں ہو جو نامہ لے جاؤ اور پیام و سلام کرو۔ چلو عیار کرو جب جانا بارگاہ میں نامہ بھی دکھا دینا۔ خواجہ ابھی میدان جنگ میں آئے ہوں گے وہاں نامہ کا کیا موقع ہے۔"

یہ سوچ کر پھرا اور دوسری طرف صورت اپنی بنا کر بارگاہ میں ظالم کے آیا اس نے پھر سحر سے دریافت کر لیا اور پنجہ کو بھیج کر گرفتار کرایا اور صنعت سرخ چشم کو بلا کر کہا۔ "اب کی تم اس کو پکڑ کر لے جاؤ اور مہ رخ کے یہاں چھوڑ آؤ۔"

صنعت ضرغام کو لے کر اڑا اور سامنے لشکر جنگ آثار کے لا کر اسے چھوڑ دیا اور کہا۔ "تجھے منع کر دیا تھا کہ اب نہ آنا تو نے نہ مانا۔ خیر اب بھی ارادہ نہ کرنا ورنہ مارا جائے گا۔"

ضرغام نے لشکر میں آکر خواجہ کو نامہ ظالم دیا اور سب حال کہا۔ عمرو ابتک میدان میں کھڑا تھا اس وجہ سے چپ ہو رہا اور کچھ عرصہ میں ظالم بھی سوار ہو کر عرصہ کارزار میں پہنچا مہنتوں کی فوج میں گھنٹے بجتے ناقوس پھنکتے اور باجے دمان پھنکارتے نارنج ترنج ناریل اچھالتے تھے۔ ترسول نیشول چمکتے تھے جے جے کار سامری کے شور بلند۔

ان سب نے آ کر پرا اپنا جمایا۔ جب صفوف دونوں جانب ترتیب پذیر ہو چکیں جے پال صنعت ظالم کی طرف سے میدان میں اجازت لے کر آیا اور بعد سحر شوری نیرنگی سحر دکھانے کے مبارز طلب ہوا۔ سرشار جادو ہم ملازم مہ رخ نے اپنا اژدر اس کے مقابلہ میں نکالا اور مہ رخ سے اجازت لے کر سامنے اس کے گیا۔

اس نے ایک نارنج مارا سرشارے نے خالی دیا اور ناریل اس کے سینہ پر لگایا اس نے بھی خالی دیا اور غصہ میں آ کر اپنے کان سے کنڈل اتار کر جو مارا وہ کنڈل بجلی کر جو گرا سرشار کو کاٹ گیا۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا سرشار کا بھائی سنگوار اس سانحہ کو دیکھ کر تاب نہ لایا اور مہ رخ سے اجازت لے کر بہر مقابلہ آیا۔ بجے پال نے اس پر بھی کنڈل کھینچ مارا لیکن یہ بہادر زمین میں سما گیا کہ کنڈل خالی گیا اور یہ پشت پر بجے پال کے زمین سے نکلا اور للکارا کہ سنبھل۔"

وہ جب تک خبردار ہوئے۔ اس نے ایک تلوار سحر کی لگائی کہ بجلی کرد تیغ آبدار بھی بجے پال کے سر پر گری اور اس کو بھی کاٹ گئی۔ صدائے دارو گیر اس کے مرنے سے بھی بلند ہوا۔

یہ حال جو ظالم نے دیکھا سب لشکر کو روک کر خود آپ بہر مقابلہ نکلا اور میدان میں آ کر للکارا "اے فرقہ نمک حراماں آؤ میرے مقابلہ میں۔"

یہ سنتا تھا ملکہ بہار اپنا طاؤس خوش نگار بڑھا کر سامنے مہرخ کے آئی اور کہا "اے ملکہ یہ ساحر رہنے والا ظلمات کا ہے جس کو شاہ طلسم نے غصہ میں آ کر بھیجا ہے ایسے ویسے ساحر سے مارا نجائے گا میں اس کے مقابلہ میں جا کر نصیب آزمائی کرتی ہوں آگے پھر میرا نصیب۔"

ملکہ مہ رخ نے اس کو گلے سے لگا کر رخصت کیا۔ یہ محبوبہ خوش لقا و شیریں اور دل لشکریاں پامال کرتی حنائی انگلیاں اپنی کیا دکھاتی کہ قبلہ عالم ہوتا اپنا جتاتی زلف رخسار پر اس کے بلتی تھی۔ یا یہ کہتی تھی کہ سب دشمنوں کو پریشان کروں گی۔ چشم فتان کا بجزاماں شوخی یہ اشارہ تھا کہ ترک غمزہ نے ہزاروں لشکروں پامال کر دیئے ہیں۔

اب بھی صفوف لشکر اعدا کو حیراں بناؤں گی چہرہ میں بسان آفتاب تاباں وہ گرمی کہ جس کے جلال سے کوئی سامنے ٹھہرنے کی تاب نہ لا سکے دہن تنگ ایسا کم کہ دشمنوں کو راہ عدم دکھائے عجب حسن لاجواب کی اس کے بہار تھی واقعی سراپا بہار تھی کہ

دیدہ گل میں جا کر اس کی
نکہت گل گر دہ اس کی
چشم بہ سارا چمن اس کا
نقش قدم تھا یاسمن اس کا
گل آشفتہ اس کے رو کا
سنبل اک زنجیر ہے مو کا

جب ہ چہرہ تابندہ ہو
زلف اس چہرہ پہ تابندہ
کاکل پیچ سے خوش آئندہ
دیکھ اس رخ کی نور افشانی

ماہ وہ ہفتہ شرمندہ ہو
شمع مجلس ہو پانی پانی

ماہ وہ ہفتہ شرمندہ ہو
شمع مجلس ہو پانی پانی

الحاصل یہ فروغ افزائے مجلس جادو بیانی سامنے اس ظالم اعظم کے جا کر پہنچی۔ اس کے اس کی صورت دیکھ کر ایک قہقہہ مارا اور کہا "خوب تو نے او چھوکری پیٹ سے پاؤں باہر نکالے کہ میرے مقابلہ میں آئے مجھ کو بھی تو نے افراسیاب مقرر کیا ہے۔ افراسیاب تیرے عاشق میں ہ طرح دے جاتے ہیں لیکن میرے ہاتھ سے تو بچ کر کہاں جائے گی۔ اچھا اپنا ارمان باغ سحر بنا کر نکال لے۔"

بہار نے یہ سن کر خیال کیا جو پہلے مارے چڑھے وہی زبردست ساحر ہے۔ شاید تجھے مہلت سحر کی نہ ملے بہتر ہے کہ اپنا کام پہلے کر لے۔"

یہ سوچ اس نے طاؤس پر سے جست کی اور بیچ میدان میں کھڑے ہو کر کچھ افسوں

پڑا اور پکاری اے بہار آؤ اس آواز کا دینا تھا کہ یکا یک ہوائے سرد چلی آنکھیں ہر ایک کی بند ہوگئیں۔ پھر جو آنکھیں کھلیں ہر سمت چمنستان بنا پایا اور اس چمنستان میں لالہ و گل اگا پایا۔ جوش پر فصل بہار تھی۔ گلشن میں آمد یار تھی۔ باغ بالکل فرنگستان تھا۔ سنبل شبنم سے پوڈر بالوں پر چھڑک کر پریشان تھا۔ شاخ نازک کسی فرنگن کے دست نازک کا گیت تھی۔ ہر گل کوچہ پر ناز کے پاؤں رکھے اسباب عیش سمیت تھی۔ شگوفہ گیلاس کی شکل غنچہ بوتلیں شراب کی تھیں۔ سوسن بھی اودی بانات کی کرتی پہنے تھی اپنی شکوہ دکھاتی بصد آب و تاب تھی۔ جب ہوا چلتی تھی۔ پتوں سے آواز گن بجنے کی آتی تھی لالہ نے سلامی کے لیے پلٹن جمائی تھی تارگ ابر بہار کو کھینچ کر نسیم سحر نے ساز خوشی بنایا تھا۔ انگریزی باجا بجایا تھا۔ اس گلستان سحر کا یہ نقشہ تھا کہ

اپنی پلکیں وہ چمکتی ہوئی دکھلائیں گے
آ پڑے گی جو کہیں نہر پہ سورج کی کرن
نے نوازی کے لیے کھول کر اپنی منقار
آ کے دکھلائیں گے بلبل بھی ہے جو اس کا فن
آئے گا نذر کو شیشہ کے ٹکڑے لے کے حباب
یاسمن پھولوں کی سجے گی چلنے کی بن ٹھن
نکہت آئے گی نکل کھول گل کا کمرا
ساتھ ہو جائے گی نزاکت بھی جو ہے اس کی پھبن
حوض صندوق فرنگی سے مشابہ ہوں گے
اس میں ہوویں گے پرچھاد بھی سب عکس فگن
کیا تعجب ہے کہ فواروں کی ہو سارنگی
رعد کے طبل بجیں ایسے کہیں مست ہرن

جب ایسا باغ پر بہار تیار ہو چکا ملکہ بہار اس باغ میں داخل ہوئی اور لباس پر تکلف اور زیور مرصع کار کے علاوہ حسن و جمال کی پھبن دکھانے لگیں۔ ہوائے سرد چلی لشکری ظالم کے ساتھ تھے وہ سب جھومنے لگے اور شعر عاشقانہ ہر ایک نے ورد زبان کیے کوئی پکارا اے جانی ملکہ بہار ہم تو تیرے فرمانبردار ہیں کہ

یوں ناکام رہیں گے کب تک جی میں کام کریں
رسوا ہو کر مارے جائیں تجھ کو بھی بدنام کریں

کسی نے آواز دی اے میرے دل و جگر سے بہتر کیا تیرے حسن و جمال کی تعریف کروں کہ

کس سے مشابہ کیجئے تجھ کو ماہ میں ایسا نور نہیں
کیونکر کیجئے جنتی حور ہے اس خوبی سے تو حور نہیں

ایک ان میں سے بولا اے راحت جان و عمر

دل کے گئے بیدل کہلائے آگے دیکھیں کیا کیا ہوں
محزوں ہوئیں مقتول ہوئیں مجنوں ہوئیں رسوا ہوں

اسی طرح تمام لشکر دیوانہ وار عشق بہار میں یہ اشعار بکتا ہوا جانب باغ روانہ ہوا کہ

کہاں تک شوق وصلت میں مریں ہم
نہیں جی صبر کرتا کیا کریں ہم
نہیں جاں ٹھہرتی ٹھہرائیں کیونکر
نہیں دل مانتا سمجھائیں کیونکر
کہاں تک آرزوئے ہم نشینی
رکھے وا ماندہ خلوت گزینی
کہاں تک سوز شوق ہم کنائی
کرے یوں گرم جا بجی میں ہماری
کہاں تک اشتیاق بوسہ لب
فسوں خواں و فغاں و جوش برلب
کہاں تک طعن ایام جدائی
کہاں تک عرض غم کی نارسائی

حریف یاس اک مدت ہوئے ہیں
خبر لے جلد آ اے ظالم ہوئے ہیں
نہیں بچنا گر جی پہ ہے قیامت
رہے عاشق کشی تیری سلامت

جب لشکری اس طرح دیوانہ وار بکتے چلے۔ ظالم نے کچھ خاک اٹھا کر اپنے لشکر کی جانب اڑا دی۔ وہ خاک جس کے سر پر پڑی وہ چپ ہو کر ایک مقام پر کھڑا ہوا۔ پھر کچھ اس نے شور و غوغا نہ کیا۔ جب سب اپنے لشکر کو وہ ساکن بصبر و سکون کر چکا اس وقت پکار کر کہتا "واہ بی بہار تمہارا کیا کہنا۔ بس اسی سحر پہ تمہیں ناز تھا اے اب اچھا ہوشیار ہو جاؤ۔"

اس نعرہ کرنے پر بہار نے اور زیادہ اپنے سحر کو زور دیا۔ لیکن اس اظلم کو کچھ اثر نہ

ہوا اور اس نے اپنے گیسو ہائے دراز کے بالوں کو توڑ کر کچھ افسوں پڑھا کہ وہ بال شکل زنجیر پیچاں کے بن گئے اس زنجیر سے اس نے پڑھ کر حکم دیا "جا اور اس لشکر سے سرخ شنگار کی فوج کو مع سرداران باندھ لے اور پھر ایک بال اور توڑ کر اس نے باغ بہار جادو کے پھینکا کہ "جا تو اس باغ کو بہار کے تاراج کر کے بہار کو مع کنیزوں کے پکڑ لا۔

وہ بال زمین پر گر کر ایک اژدر خونخوار بنا اور شعلہ ہائے آتشیں چھوڑتا ہوا جانب باغ نگارین بہار روانہ ہوا اور باغ میں وہ باقی جب پہنچا وہ باغ تمام دشت ویراں بن گیا جہاں ایسے موذی کا گذر ہوا اور اس اژدر کا یہ حال تھا۔

وہ تھا باغ اس کے سبب ہولناک
دم اس کے لے واں کی اڑا دی تھی خاک
کہاں سایہ اس جا وہ سبزہ کہاں
درخت اس کے جاتے رہے تھے نہ واں
صدائے مہیب اس کی ایسی بلند
جگر چاک تھے سب ہوا پہ پرند
اڑا اس طرح باغ میں بس غبار
کہ وہ باغ تھا ایک تاریک غار
پہنچا تھا گردوں تلک شور و شر
ہوا صاف ہوتی نہ دو دو پہر
جدھر بھر نظر دیکھے لگ جائے آگ
دم دم کشتی لب پہ کھیلے ہے رنگ

خدا کی مار اس بس کی گانٹھ نے اپنے دم آتش فشاں سے تمام درخت اور چمنستان جلا دیئے۔ جو شجر کہ پھلا پھولا تھا۔ وہ اب چنار آتش فشاں نظر آتا تھا۔ طاؤس باغ اور

لالہ کا دل اسی آتش سے داغی ہوا ہے۔ حنا کا دل اسی رنج سے خون ہوا ہے۔ سوسن دھواں بن گئی جب ہی نیلی ہے پر پیچ دھوئیں کا پتا دیتی ہے۔ نہریں جوش کھا کر ابلنے لگی جیسے کوئی پانی کھولتا ہے کہ۔

یہ گلستان سرائے تماشا نہیں رہا
وہ تو بہار گلشن دنیا نہیں رہا
افسوس کوئی پردہ نشین پردہ در نہیں
وہ حسن جس سے عشق ہوا سودا نہیں رہا
حیف اپنی تنگنای و شوریدہ طالعی
جس سے کہ زندگی کا مزا تھا نہیں رہا
اپنی خرابیوں کو کہاں جا کے روئیے
وہ شمع روئے انجمن آتا نہیں رہا
ہر دم جبین آئینہ آلودہ نم سے تھی
یہ آب و تاب حسن اسی مہ کے دم سے تھی

جب وہ باغ سب جل کر خاک ہوا اژدر نے دم کھینچا کہ کنیزان ملکہ بہار اور ملکہ بہار جادو سب کھنچ کر اس کے غار دہن میں چلی گئیں اور وہ اژدر پھر کر سامنے ظالم کے آیا بہار کو مع کنیزاں کے اس نے اگل دیا ظالم نے قید سحر میں مبتلا کر کے اس کو تو لشکریوں کے حوالہ کیا اور آپ للکارتا ہوا آگے بڑھا

اس وقت خواجہ عمرو وغیرہ عیاروں نے دیکھا کہ معاملہ جنگ بے ڈھب ہے یقین کامل ہوا کہ ہمارے لشکر کی شکست ہو گی۔ پس یہ حال دیکھ کر عیار تو سب لشکر سے نکل گئے اور وہ زنجیر جو بالوں کی بنی تھی وہ آ کر لشکریوں کے دست و پا و کمر میں لپٹنے لگی اور ایسی وسعت اس کو ہوئی کہ تمام لشکر کے ہر بند کو اس نے جکڑ لیا ایک ہی

دی میں یہ بیچارے سب بندھے جو جو کہ بزدل تھے وہ پہلے ہی سے بروقت تاناجی گلشن بہار جادو بھاگ گئے تھے باقی ماندہ اس وقت بندھنے سے جو بچے بھاگ نکلے بازار میں لشکر کی بند ہو گئیں۔ وہ چہل پہل اور رونق سب مٹ گئی جو جو لشکری کہ منچلا بھاگ نکلے بازار میں لشکر کی بند ہو گئی۔ وہ چہل پہل اور رونق سب مٹ گئی جو جو لشکر کہ منچلا پن کر کے آمادہ لڑنے پر ہوئے۔ ایک سو سنت کو لے کر ظالم بھی ان پر آ پڑا اور تلوار چلنے لگی۔ کچھ دیر زد و کشت کا ہنگامہ برپا ہوا۔ آخر وہ بھی گرفتار زنجیر سحر ہوئے اب ہر ایک کی زبان قلم بیان پر یہ افسانہ تھا کہ۔

کیا ماجرا لکھوں میں کہ تاب رقم نہیں
ہے نالہ ہائے صور صریر قلم نہیں
وحشت مری نگاہ سے ہو کیوں نہ جلوہ گر
آتا نظر یہ سلسلہ پیچ و خم نہیں
آواز ہائے ہائے کی آتی ہے متصل
گردوں ظلم گنبد ماتم سے کم نہیں

غرض اس زنجیر سحر میں بعد ستمیہ سب وابستہ رنج و الم کھینچے ہوئے چلے اور سامنے ظالم کے وہ زنجیر لے آئی اس نے ہر ایک کو طوق زنجیر سحر مینہا کر قید کیا۔ اور طبل شادیانی بجا کر پھر اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ ان کی بارگاہوں اور مال خزانہ پر قبضہ کر لو اور جب تک یہ سب قتل ہوں یا اطاعت شاہ طلسم کی اختیار نہ کریں۔ اس وقت تک کوئی اسباب ان کا غارت نہ کرے بارگاہوں پر ان بیچاروں کے پہرا مقرر ہو گیا اور یہ پھر کر بارگاہ حیرت میں آیا۔ لشکر نے اس کی کمر کھلی آسودہ ہوا اور اس نے حیرت کو آ کر نذر دی اور عرض کیا مبارک ہو میں نے سب باغیوں کو گرفتار کر

دیا۔"

حیرت نے اس وقت عرضی خدمت شاہ طلسم میں اس طرح کی لکھی "اے بادشاہ ذی شان ظالم نے آکر وہ کار نمایاں کیا ہے کہ زبان اس کے وصف میں قاصر ہے۔ اب سب تمک حرام امیر سلسلہ سحر ہیں۔ اب جو کچھ حکم ہو وہ عمل میں آئے بلکہ اگر مزاج ہمایوں میں آئے تو خود قدم رنجہ فرما کر ان لوگوں کو قتل فرمائیے۔"

یہ عرضی تو تیلے کو دی کہ وہ لے کر بادشاہ کے پاس گیا اور حیرت نے حکم ترتیب جشن دیا۔ اس عرصہ میں وہ زمانہ آیا کہ ظالم شب نے زنجیر کہکشاں میں مہ سرخ روز گار کو گرفتار کیا کہ

خواب سرخوش نے سر دبائے رکھا
بخت بیدار نے سلائے رکھا
رہی پوشیدہ گرمجوشی شب
کھل گئی رسم پردہ پوشی شب

رات کو ظالم نے اپنی بارگاہ میں آکر شراب خواری کرنا شروع کی۔ جب دماغ اس کا شراب سرخ سے گرم ہوا بے اختیار خیال یار آیا۔ سوچا کہ ساری لڑائی تو نے فتح کی مگر کہیں غبار انگیز جادو کا پتہ نہ پایا۔ اگر اس وقت وہ ہوتی کس مزے سے پہلو میں سوتی۔ وائے ناکامی کہ اتنی محنت بھی کی پھر بھی وہ جلوہ پرواز حسن نہ ملی ہائے یہ رات کیسی ہجر دلدار میں گزرتی ہے یہ سوچ کر بیتابیاں کرنے لگا اور کہتا تھا۔

نجم طالع کو بھی تدلی ہوا
اپنا گھر خانہ وبائی ہوا
قلق جوش منفعل کیا کیا
مجھ سے بیتابیاں تجل کیا کیا
کہ غم ہجر و گلہ یاس وصال
جوں زمان و مبدم تغیر حال
کبھی جوں سایہ خاک پہ گرنا
کبھی بیتاب دوڑتے پھرنا
کبھی جوش سرشک طوفان بار
کبھی آہوں کا باندھ دینا تار

اسی حالت بے قراری میں اس بات پر قرار آیا کہ جو کوئی شریک مہ رخ ہو وہ اس کے لشکر میں موجود ہے اگر غبار بھی شریک رنج و راحت مہ رخ ہے تو کیوں لشکر میں نہیں ہے اور اگر نہیں تو انھیں لوگوں نے تیرا عاشق ہونا سن کر اس کو کہیں چھپایا ہے۔ تجھے درد فرقت میں اس کے مروایا ہے۔ انھیں لوگوں سے اس کا حال پوچھنا چاہیے۔ اگر نہ بتائیں تو مار مار کے دریافت کرنا زیبا ہے۔

پس یہ سوچ کر جہاں سب قید تھے وہاں گیا۔ پھر ایک اسیر سلسلہ غم کو زنجیر رنج و گزند سے پریشان حال بندھا پایا۔ فرط غیظ و غضب سے زبان پر لایا "مفتریان مکار تم لوگوں نے عیاروں کے ہمراہ کر جعلسازی سیکھی ہے۔ بہتر اور لائق یہ ہے کہ جلد بتاؤ ملکہ اغیار انگیز طاؤس سوار کہاں ہے میں خوب جانتا ہوں کہ تم نے ہی اس کو کہیں چھپایا ہے۔"

ایک نے یہ گفتگوئے لاطائل اور بے مغز اس کی سن کر جواب دیا "ہم کو اپنے دین و مذہب کی قسم ہے کہ ہم اس کے حال سے فی الحال آگاہ نہیں ہے کہ وہ شہزادی

اب کہاں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ملک میں ہوں گی یا جہاں ان کا جی چاہا ہو گا تشریف رکھتی ہوں گی۔ ہم کو ان کا حال کچھ معلوم نہیں ہے۔"

اس نے یہ سن کر کچھ سحر پڑھا کہ زمین سے چند پتلے تازیانے لیے پیدا ہوئے اس نے حکم دیا۔

"مارو ان کو اور ذلیل کرواؤ کہ یہ ملکہ قہار انگیز کو بتائیں۔"

پتلے ساحروں پر تازیانہ زن ہوئے اس وقت سب نے اشک حسرت رخسار پر بہائے اور کہا "اے ظالم اگر تو ہم کو مار بھی ڈالے گا جب بھی ہم واقف نہیں حال قہار سے کچھ نہ بتا سکیں گے۔"

اس نے خیال کیا کہ شاہ طلسم ایسا نہ ہو کہ ان کے ذلیل کرنے سے ناراض ہوا اور آخر تو یہ سب مارے ہی جائیں گے پھر کیا ضرور ہے کہ تو ان پر جبر و تعدی کر کے بے عزت کرے۔ ناچار خاموش ہوا پتلہائے تازیانہ زن کو بھی سحر سے غائب کر دیا اس اثنا میں خواجہ عمرو بھی لباس عیاری میں ساحر بنے ہوئے اس کی بارگاہ میں آئے اس کا تو سحر مقرر ہے کہ جو کوئی عیار آتا ہے سحر اس کو خبر دار کرتا ہے۔

چنانچہ خواجہ کے آنے کی بھی اس کو خبر سحر نے دی اس نے پنجہ سحر بھیجا کہ وہ آ کر عمرو کو لپٹ گیا۔ اسی وقت ظالم بھی آیا اور گویا ہوا "اے عمرو میں نے پہلے ہی تم کو نامہ بھیج کر آگاہ کر دیا تھا کہ مجھ کو عیاروں سے کچھ کام نہیں ہے۔ میں ساحروں سے لڑنے آیا ہوں۔ بس وہی ہوا کہ میں ساحروں سے لڑا اور ان کا بافضال ساحری و باقبال بادشاہ طلسم گرفتار کر لیا۔ پھر تم ناحق اپنی جان دینے کو آئے۔ اچھا اگر آئے تو ایک طرح سے تمہاری رہائی ممکن ہے یعنی یہ بتا دو کہ قہار انگیز طاؤس سوار کہاں ہے اس لیے اسی صاحب و حسن و جمال پر میں ہزار جان سے شیدا ہوں اور اب میں نے افراسیاب سے اس کو مانگ لیا ہے۔ یہ کہہ کر ایک آہ سرد دل پر درد سے بھری اور اشک تار بہ رنگ ابر بہار جیب و دامن کو تر کیا اور پکارا۔

دل تار تجھ بن ہے سب کل بہت
نہ جی کو مرے بھلے لے ل بہت
کہیں یوں فراموش سمجھے ہیں یار
ہمارا ترا عشق ہے یادگار
ترحم کہ اب بھی گیا کچھ نہیں
تلطف کہ ہم میں رہا کچھ نہیں
مگر یوں کہ افسوس باقی رہے
گل تر پہ چند اوس باقی رہے
گھٹی جان جاتی ہے یوں ہر زماں
نمک جیسے ہر دم ہو آب رواں
نہ ہو جاتی اے کاش الفت ہمیں
اٹھانی نہ پڑتی یہ کلفت ہمیں

عمرو بھی اس کے ساتھ رونے لگا اور گریا ہوا کہ "ہائے یہ عشق بھی کیا بد بلا ہے اے ظالم جب میں تمہاری معشوقہ غبار انگیز سے ملاقی ہوا تھا اس کو بھی بیتاب اسی تب و تاب میں دیکھا تھا اور کہتی تھی کہ اے کاش یہ جان حزیں نکل جاتی تو اچھا تھا کہ نہ منہ سے کہا جاتا ہے نہ اس بن رہا جاتا ہے۔ اب نہیں معلوم کہ تمہاری ہی وہ سودائی تھی یا یہ بلا کسی اور نے اس کو لگائی تھی۔ میں تو جانتا ہوں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ یہ تمہارا ہی جذب کامل تھا کہ جو اس کو بیقرار کیے تھا سچ کسی نے کہا ہے کہ

محبت سے کس کو ہوا ہے فراغ
محبت نے کیا کیا دکھائے ہیں داغ
محبت اگر کار پرداز ہو
دلوں کے تئیں سوز سے ساز ہو
محبت عجب ترک خونریز ہے
محبت بلائے فتن آویز ہے
ہوئی اس سے شیریں کی حالت تباہ
کیا اس سے لیلی نے خیمہ سیاہ

اے ظالم میں جانتا تھا کہ تم بہت بڑے ساحر ہو اور میں جاؤں گا تو ضرور پہچان لو گے بس اب تم کو یقین آئے یا نہ آئے مگر میں آپ سے اس ماجرے کو سن کر تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم مہ رخ وغیرہ کو زدوکوب کر کے حال عیار دریافت کرتے ہو۔ بس میں نے کہا کہ جو کچھ مجھ کو معلوم ہے جا کر بیان کر آؤں۔"

اس کلمہ کو سن کر ظالم خوشنود ہوا اور ہنسنے لگا۔ پھر عمرو کو پنجے سے سحر کے چھوڑا کر کہا۔ "خواجہ میں بہت کچھ تم کو دوں گا اگر میری معشوقہ دلنواز کا حال بیان کرو گے۔"

عمرو نے کہا۔ "جب تم باغ ملکہ بہار کا تاراج اور برباد کر رہے تھے اس وقت وہ ملکہ دبو کہ میں بیٹھی رو رہی تھی اور عزم اس کا یہ تھا کہ میں بھی جا کر اپنی جان دوں مگر کہتی تھی کہ اگر میں اظلم کے مقابلے میں جاؤں گی تو اس پر مجھ سے بسبب فرط الفت سحر نہ ہو سکے گا اور اگر وہ مجھ کو پکڑ لے گا تو جس طرح میں وصل اس سے چاہتی ہوں وہ سب مطلب میرا فوت ہو جائے گا اس لحاظ سے اس کو نہ روئے رفتن نہ پائے ماندن تھا۔ ناچار ہو کر وہ تمہارے مقابلہ میں نہ آئی آخر میں نے اس سے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو میں جا کر ظالم کی خبر لاؤں کہ وہ بھی کچھ تم کو چاہتا ہے یا نہیں۔

کچھ ذکر تمہارا اپنے ساتھیوں سے کرتا ہے آہ سرد بھرتا ہے یا نہیں۔"

بس میں یہاں جو آیا تو تم کو سرگرم نالہ و فغاں پایا۔ مرحبا اے مرد میدان عشق یہی چاہیے جو کچھ کہ تم نے کیا الدرد وہی جوش خیال یار کہ کسی حال میں معشوقہ کو ویسے اپنے نہ بھلایا۔ اب اگر میرا اعتبار ہو تو قسم کھاتا ہوں نمک کی اپنے مالک کی کہ میں جا کر اس کو لے آؤں گا اور تم سے ملا دوں گا۔ لیکن اتنا خیال رکھنا کہ تم نے اور تو سب میرے طرفداروں کو گرفتار کر لیا ہے مجھ کو طلسم سے باہر نکال دینا۔"

ظالم نے یہ سن کر قسم کھائی کہ میں اب تجھ کو طلسم سے باہر لے کر جاؤں گا۔"

اس نے کہا۔ "تو پھر آپ مجھ کو رہا کر دیجئے۔ کچھ دیر میں اپنی معشوقہ کو مجھ سے لے لیجئے۔"

ظالم اپنے دل میں سوچا کہ اگر تو گرفتار کرنا اس کا چاہے گا تو جہاں کہیں یہ ہو گا پکڑ بلائے گا اس کو رہا کر دینا چاہیے۔ شاید کہ لالچ میں آ کر اور اپنی جان بچانے کے لیے ملکہ مذکور کو بہکا کر لے آوے۔ یہ سوچ کر اس نے کہا۔ "میں تجھے لشکر امیر میں پہنچا دوں گا اور سوا لاکھ روپے تجھ کو دوں گا اگر تو میرے یار دلنواز کو لے کر آئے گا۔"

بس عاشق تو ملکہ غدار پر تھا ہی فوراً اس نے عمرو کو رہا کر دیا۔ خواجہ وہاں سے جست و خیز کر کے ایک دم کوہ میں آئے اور زنبیل پر ہاتھ رکھ کر پکارے "دادا جان محسنہ روم پر جب میں گیا تھا تو ایک پہلوان کو مع اس کے غلاموں کے اٹھا کر میں نے زنبیل میں رکھ لیا تھا چنانچہ وہی اس وقت عنایت فرمائیے کنگڑا اور موٹا ہے۔"

یہ کہہ کر زنبیل سے اسی پہلوان رومی کو نکالا اور اس سے کہا۔ "مجھ کو پہچانتے ہو۔ منم عمرو عیار۔"

وہ ڈر گیا کہ شاید قتل کرنے کے مجھے زنبیل سے نکالا ہے۔ بس گڑگڑانے لگا "اے شہنشاہ عیاراں میری کیا خطا ہے جو آپ مجھ کو قتل کرتے ہیں۔"

عمرو نے کہا۔ "ہم تجھ کو چھوڑ دیں گے اور تمہارے غلام بھی تجھ کو دیں گے لیکن ایک شخص کے پاس تجھ کو صورت بنا کر لے جاتے ہیں۔ جب وہ تم سے لپٹے اور مساس کرے اس کو مار ہی ڈالنا چھوڑنا نہیں۔"

اس نے کہا۔ "حضور میں ہر چند کہ قید میں آپ کی بھوکا پیاسا رہا ہوں لیکن ٹانگیں حرامزادے کی چیر ڈالوں گا۔"

عمرو نے کہا۔ "شاباش"

یہ کہہ کر پشت پر اس کے ہاتھ رکھا اور کہا۔ "جب کوئی تم سے پوچھے تو کہنا میں ملکہ غبار انگیز جادو طاؤس سوار ہوں۔"

یہ کہہ کر اس کو بخوبی سب حالات سے ماہر کر دیا۔ یعنی بتلا دیا کہ "یہ مقام طلسم ہوشربا ہے اور افراسیاب بادشاہ طلسم ہے۔ اس سے اور ہم سے مقابلہ ہے۔ چنانچہ اس نے ایک ساحر ظالم نام کو لڑنے بھیجا ہے اس نے آ کر ہمارے طرفداروں کو پکڑ لیا ہے اور ملکہ غبار انگیز پر وہ عاشق ہے اس کو مجھ سے مانگتا ہے میں اس کی صورت بنا کر صورت بنا کر تجھ کو اس کے پاس بھیجتا ہوں۔ خبردار کی نہ کرنا مار ہی ڈالنا۔"

پہلوان ہندی نے یہ سن کر کہا۔ "آپ دیکھئے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

عمرو نے اس کو گلے سے لگا لیا اور رنگ و روغن عیاری اس کے جسم پر لگا کے بعینہ صورت ملکہ غبار انگیز اس کو بنایا۔ خواجہ کا بنانا سبحان اللہ غبار انگیز بھی اس کی صورت دیکھتی تو ہزار جان سے عاشق ہوتی۔ مانگ سر پر وہ نکالی کہ نہر کوثر ظلمات میں گویا جاری ہوئی یا شب میں کہکشاں کی روشنی طاری ہوئی۔ جبین مبین کو جو کوئی دیکھے نیا تماشا نظر آئے یعنی خورشید کے عوض شب زلف سے چاند نکلا ہوا پائے۔ سحر کو مہتاب ہی آفتاب کے عوض روشنی افروز عالم ہو۔ آفتاب سے بہتر یہ نور مجسم قائم ہو۔ تعبیر حسن کا معجزہ عیاں ہو۔ صاف فلک سے چاند اترا ہوا نظر آئے لوح سمجھیں تو پرانی تشبیہہ ہے۔ برق تجلی کہنے کو طبیعت خوش ہوتی ہے نگاہ طرفہ آفت نئی بلا فسوں سازی کا سامان

فتنہ ان آنکھوں سے اعجاز پیدا ہے ہر گردش میں ظاہر۔ ہزاروں ناز بھی جلایا مرگ و حیات کا پیدا انداز۔ گورے گورے گال پھول سے بہتر حسن قبول سے باغ حسن کے دو کنول دل کو جن کے دیکھنے سے بکل وہنگ تنگ میں تنگی سے جائے سخن نہیں۔ صاف تو یہ ہے کہ پیدا دہن نہیں۔ سینہ پرپستان کا ابھار یہ ثمر دو ثمر دو جانب مقابلہ میں شمس و قمر قمقمہ نور کے دونوں گیند۔ بلور کے کیا اس کا وصف بیان ہو کہ

مژہ بخت عاشق کی برگشتگی
نگہ ایک عالم کی سرگشتگی
قد و قامت اس کا کروں کیا بیان
قیامت کا ٹکڑا ہوا تھا عیاں
وہ نازاں جدھر آگئی تھی اچھل
قیامت تھی آگئی جلو میں چلی
بلے اس کے ابرو جدھر کر کے ناز
کرے اس طرف اک عالم نماز
چھپیں اس کے غمزے میں کتنے نہاں
نمایاں ہوئے سب یہ مرگ جہاں
وہ مردوں کو زندہ دوبارہ کرے
مسیحا جہاں سے کنارہ کرے
پھرے منفعل رنگ رخسار سے
خجل کبک انداز رفتار سے

خضر تشنہ ہے اس کے دیدار کا
مسیحا شہید اس کے بیمار کا
سوا اس کے باتوں میں سب باتیں ہیں
جس کے سنتے مردے بھی جی جاتے ہیں

غرض اور سب یونہی کہنے کو ہیں
مسیحا کہ لب یونہی کہنے کو ہیں

جب وہ پہلوان اس خوبی و شمائل سے تیار ہو چکا ہے اس وقت خواجہ بھی اس کے ساتھ ہوئے اور ماہ کترا کر ظالم کی بارگاہ میں اس کو لائے۔ وہ اشتیاق دیدار میں بیٹھا رو رہا تھا منہ آب اشک حیرت سے دھو رہا تھا۔ دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور پکارا۔"

مثل نسیم ہر سحر تیری کروں ہوں جستجو خانہ بخانہ در بدر و شہر بشہر کو بہ کو

یہ کہہ کر ہاتھ عیار نقلی کا تھام لیا۔ اس نے ہاتھ چھڑا لیا اور کہا "نچلے بیٹھو۔ آخر یہ کیا ہے کہ لپٹے جاتے ہو۔"

اس نے گودی میں لے کر مسند پر بیٹھا لیا اور عمرو نے کہا۔ "اے ظالم جو مجھ کو عنایت فرمانے کو کہا تھا وہ دلوائے دیجئے کہ میں بھی خوش ہو جاؤں۔"

اس نے لاکھ روپیہ منگوا کر خواجہ کو دیئے کہ انہوں نے نذر زنبیل کیے اور وہاں سے نکل کر فکر میں لشکر لوٹنے کے ٹھہرے۔ وہاں اختلاط اور گرم جوشی شروع ہوئی۔ لیکن وہ پہلوان روی عیار تو کوئی ہے نہیں غمزہ جانستان اس کے ساتھ نا دیر کرتا۔ نہ وہ عورت تھا جو اپنی عادت جبلی کے موافق ناز دکھاتا چپکا بیٹھا رہا۔ ظالم نے آپ ہی اس کی منت کی کچھ شعر عاشقانہ پڑھے کہ

تن زار بے جان کیونکر جیجئے
جگر میں نہ ہو خون تو کیا خون پیجئے
نہیں صبر آتا ترے بن ملے
لبوں سے جگر تک بھرے ہیں گلے
کسی سے کسو کو نہ ہو جائے لاگ
کہ تو لگی ہے سینے میں آگ

کسو کا کسو سے نہ لگ جائے دل
کہ کہتا پھرے ہائے دل ہائے دل

یہ کہہ کر ایک جام شراب اس کو دیا۔ اس نے لے کر پی لیا۔ پھر اس نے جام بھر کر دیا۔ ظالم نے پیا اور اس کو جب نشہ ہوا۔ "اے جانی و مایہ عمر زندگانی" کہہ کر لپٹا لیا۔ پہلوان بھی اس سے لپٹا۔ اب تو ظالم کو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ فریب ہے کیونکہ عورت کو یہ طاقت کہاں۔ اس کے لپٹنے میں تو بہت اچھے پہلوان کا زور معلوم دیتا ہے۔ بس اس نے سحر سے دریافت کیا کہ واقعی یہ عیار نہیں ہے پہلوان ہے۔"

یہ معلوم کر کے پکارا "اے او فریبی کہاں جائے گا میرے ہاتھ سے یہ دغا بازی میرے ساتھ بھی۔"

پہلوان رومی نے اس کو جب دابا تھا تو وہ روئیں تن تھا۔ اس کا بس نہ چلا تھا۔ اب جو اس نے نعرہ کیا اور منہ اس کا کھلا۔ پہلوان رومی نے اس کے دونوں کلوں میں انگلیاں دے کر چیرا اور زبان اس کی ایک ہاتھ سے تھام کر جو زور کیا۔ زبان باہر کھنچ آئی۔ اس نے نکال کر پھینک دی۔ بس اب تو وہ تڑپ کر ہلاک ہو گیا۔ عیاذاللہ شور ایسا اس کے مرنے کا بلند ہوا کہ یقین تھا آسمان پھٹ پڑے گا۔ آتش بازی سنگ بازی ہوئی۔ اندھیرا ہو گیا۔ آواز آئی کہ مارا اس شخص کو جو کہ اپنا ثانی نہ رکھتا تھا۔ سحر میں ظالم گیسو دراز نام تھا۔

لشکری غلغلہ سن کر دوڑے۔ اسی ہنگامہ میں عمرو بھی کیا ہوا۔ کیا ہوا کہتا ہوا اندر بارگاہ کے در آیا اور آتے ہی اس نے پہلوان رومی کو جال مار کر اندر زنبیل کیا اور سراچہ فرا کر بھاگا۔ ادھر حیرت غل سن کر جلد سوار ہوئی۔ فوج اس کی تیار ہونے لگی۔ لیکن اس کے مرنے سے لشکر مہ رخ کا مع مہ رخ اور حیرت وغیرہ سرداروں کے چھوٹ گیا اور سب نے غلغلہ مرگ ظالم سن کر سجدہ شکر کیا۔ پھر نارنج پھوڑ کر یہ سب اس قید خانے سے نکلے۔ لاکھوں آدمیوں کا ہجوم جو آ کر لشکر بے سردار ظالم پر گرا۔ ان مفسدوں

کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا۔

انھوں نے یہ زیر تیغ بیدریغ رکھا لیا۔ کشتوں کے پشتے اور لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے ظالم کا ظلم فوج کے آگے آیا جیسا کیا ویسا انھوں نے پایا۔ حیرت جو سوار ہو کر اس کی بارگاہ کی طرف چلی تھی راہ میں اس نے خبر سنی کہ اس طرح ظالم مارا گیا۔ مہ رخ اس کی فوج پر گری ہے۔

یہ خبر سن کر ملکہ مذکور ٹھہر گئی میرے جانے سے قبل تو میری بیدلی ہو رہی ہے۔ بڑی لڑائی پڑے گی اور مفت میں ذلت بھی ہو گی اگر شکست ہو گئی۔ یہ سوچ کر فوج کو تیار کر کے تھمی رہی کہ وہ باقی اس طرف اگر فساد بپا کریں۔ بہار اور مخمور و زلزلہ وغیرہ نے تہلکہ ڈال دیا تھا۔ ایک ایک وار میں صدہا کو بے جان کیا تھا۔ تیرا ان کا چالیس چالیس سینے ایک ہی مرتبہ میں توڑتا تھا کہیں آتش فشانی تھی۔ کہیں پتھروں سے سرگرانی تھی۔ کہیں باران سیاہ برستے تھے۔ کہیں دشمن جان بچانے کو ترستے تھے۔ کوئی لڑتا تھا تلوار سحر کی شعلہ فشاں تھی۔ کمان چلا کر کوستی تھی سینے میں غرق پیکان تھے۔ خنجر آتشباز تھے۔ نیزے جگر کے پار تھے۔ کچھ ہی دیر میں یہ عالم ہوا تھا کہ دریائے خون میں جوش مار رہا تھا کہ۔

اٹھا فوج میں بس یہ گرد و غبار
حصہ پہ تھا خورشید آئینہ وار
فلک گرد سے تھا دھواں سا نمود
مثل شب کا رکھتا تھا ملک شہود
زمین تھی سو تھی فرش بالائے آب
تخلل سے مطلق نہ گھٹتی تھی آب
نہ پوچھ کہ لوگوں کا کیا حال تھا
جو رکھتے قدم وہاں تو بھونچال تھا

چلی تیغ مہ رخ کی اس طور سے
کٹے جیسے تیر جس طور سے
بہت ہو گئے زیر شمشیر و تیر
بہت آئے لشکر میں ہو کر اسیر

خیمہ و بارگاہ و خزانہ وغیرہ سب اس لشکر ظفر پیکر نے اس ظالم اعظم کا لوٹ لیا اور وہ سب بھاگ کر لشکر حیرت میں جا کر ملے۔ اس وقت مہ رخ نے کہا "بس بارے کے بھگایا بڑھو آگے حیرت سے معرکہ پڑے تک۔ اب کچھ دیر آرام لینا اچھا ہے۔"
یہ کہہ کر طبل شادمانی و آسائش بجوا دیا بفتح و فیروزی پھریں۔ یہاں بارگاہ وغیرہ پر جو لوگ کہ متعین تھے اور پہرہ کرتے تھے وہ پہلے ہی سے خبر مرگ سردار سن کر وہ گھبرائے تھے مسکن و مقام اپنا مہ رخ نے آ کر خالی ازاغیار پایا۔ لشکر نے کمر کھولی۔ آسودہ ہوا جو بازاری اہل حرفہ وغیرہ کو بھاگ کر گئے تھے۔ وہ پھر آ کر آباد اور دلشاد ہوئے۔
بارگاہ میں مہ رخ آ کر بیٹھی۔ جشن کی تیاری کی یہاں تو سب بہ عیش و نشاط مشغول آرام و راحت ہیں۔
لیکن خواجہ نے صحرا میں جا کر پہلوان رومی کو مع اس کے غلاموں کے زنبیل سے نکالا اور کہا "اے پہلوان کاسے کر دی واہ وا کیا کتنا اچھا اب تمھارا جہاں جی چاہے وہاں چلے جاؤ اور میں پہلے ہی تم سے کہہ چکا ہوں کہ یہ مقام طلسم ہوشربا ہے اور میں اس میں لڑنے آیا ہوں بس بغیر فتح طلسم ہوئے کوئی باہر جا نہیں سکتا ہے اس وجہ سے میں تم کو باہر طلسم کے نہیں پہنچا سکتا۔ مگر ہاں ایک بادشاہ طلسم کا کوکب روشن ضمیر نام میرا عنایت فرما ہے۔ اس سے کہہ کر باہر طلسم کے بھجوا سکتا ہوں۔ اب جیسا تمھارے مزاج میں آوے وہ عمل کرو۔"
پہلوان نے سر قدم پر خواجہ کے رکھا اور عرض کیا "میں آپ کے قدم اقدس کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا۔ امیدوار ہوں کہ زمرہ ملازمان مہ رخ میں مجھ کو بھی منسوب فرمایئے۔"

عمرو نے سر اس کا اٹھا کر سینہ سے لگایا اور وہاں سے لے کر اس کو بارگاہ مہ رخ میں آیا پہلے مہ رخ کو نذر دلوائی پھر زمرہ پہلوانان میں کرسی بیٹھنے کو دی اور اس کا کارنمایاں کرنا بیان کیا کہ اس طرح اس سے نے ظالم کو مارا۔ مہ رخ نے بھی بہت کچھ تعریف اس کی کی۔ اور خلعت گراں قیمت اس کو دیا۔ پھر درماہہ پیش قرار مقرر کیا اور خیمہ و اسباب سکونت و آرام کے لیے بھی عنایت فرمایا۔ پہلوان بھی مطمئن خاطر ہو کر ناچ دیکھنے اور شراب پینے لگے۔

اس طرف حیرت بد سیرت نے بھی بعد موقوف ہونے ہنگامہ کے لشکر کو آرام کرنے کا حکم دیا آپ آ کر بارگاہ میں بیٹھی۔ سپہ سالاران لشکر ظالم کو سامنے بلوا کر حقیقت پوچھی۔ انھوں نے عرض کیا کہ "ہم چار لاکھ ساحر ہمراہ ظالم کے آئے تھے۔ چنانچہ دو لاکھ کا سپہ سالار تو صنعت سرخ چشم ہے اور دو لاکھ کا صنعت اژدر سوار ہے۔ دو لاکھ ساحر تو اندھے سحر سے ہوئے اور مارے گئے۔ اب آدھی فوج باقی ہے اگر آپ حکم دیں تو ہم بھی لڑ کر مر جائیں جیسا آپ فرمائیں ہم عمل میں لائیں۔"

ملکہ نے کہا۔ "سنو صاحب مالک تمھارا مارا گیا۔ تمھیں لڑنے کے لیے حکم دینے کا اختیار شہنشاہ کو ہے۔ وہ جیسا فرمائیں گے۔ ویسا کرنا۔ ابھی توقف پذیر ہو۔ یا ظلمات کی طرف جاؤ۔"

وہ سب فوج ایک مقام پر آ کر اتری اور اس طرف افراسیاب کے پاس نامہ حیرت پہلے ہی پہنچا تھا کہ ظالم نے اس طرح سب کو پکڑ لیا ہے آپ آئیے تو قتل کیے جائیں۔"

شاہ یہ نامہ پڑھ کر بہت خوشنود تھا اور قصد رکھتا تھا کہ جا کر سب کو ہلاک کروں کہ یکایک چند چیلے سحر کے گریبان چاک کیے روتے ہوئے سامنے آئے۔ افراسیاب نے کہا۔ "ارے خیر تو ہے۔"

چیلوں نے کہا۔ "خیر کہاں ہے ظالم گیسو دراز خداوند سامری کی خدمت میں پہنچے۔"

افراسیاب کا یہ خبر سن کر رنگ زرد ہو گیا۔ آنکھوں کے نیچے اندھیرا آ گیا گھبرا کر کہا۔

"ارے چلو یہ تو بتاؤ کہ کس نے میرے شیر جنگی کو ہلاک کیا۔"

چالوں نے کہا۔ "یہ ہم کو معلوم نہیں کہ کس نے مارا ہے۔ اتنا جانتے ہیں کہ ظالم نے پہلے تو سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ رات کو ملکہ غبار انگیز طاؤس سوار آئیں۔ ان سے اختلاط کرنے لگا۔ انہوں نے مزے میں آ کر زبان حلق سے کھینچ لی۔"

شاہ نے کہا۔ "اچھا جا کر خبر لاؤ کہ اب مہ رخ نمک حرامہ کیا کرتی ہے۔"

چیلے بہر خبر گیری روانہ ہوئے اور مہ رخ لڑائی لڑ کر اور سب انتظام فرما کر بارگاہ میں اپنے آئی تھی۔ اس ہنگامہ میں وہ رات تمام ہو چکی تھی اور وہ وقت آیا تھا کہ پہلوان روی نے ظالمہ شب کو تیغ سحر سے ہلاک فرمایا تھا۔

افراسیاب صبح ہوتے ہی جانب لشکر حیرت سوار ہو کر روانہ ہوا۔ ادھر مہ رخ نے فرمایا کہ ملکہ بہار کچھ دیر دربار کریں۔ میں راحت و آرام کر لوں۔ پھر وہ آرام فرمائیں۔ میں تخت نشین رہوں۔ اور نصف سردار دربار میں رہیں نصف آرام کریں۔"

غرض جس کو کچھ کسل تھا۔ وہ تو جا کر آرام پذیر ہوا۔ باقی دربار میں انجمن آرا ہے۔

یہ حال سب چالوں نے افراسیاب کے دیکھا اور پھر کر چلے۔ بادشاہ سوار ہو چکا تھا۔ چیلے اس کو آتے دیکھ کر بارگاہ حیرت میں آئے۔ یہاں حیرت رنجیدہ صبح کو تخت پر آ کر بیٹھی تھی کہ چار ہزار ساحروں کا غول روئے ہوا پر اڑتا ہوا دکھائی دیا اور ابر و تاری نمودار ہوا۔

غلغلہ ہوا کہ شہنشاہ تشریف لاتے ہیں۔ سب اہل دربار مع حیرت بہر استقبال اٹھے افراسیاب آ کر بارگاہ کے در پہ آیا۔ حیرت نے مجرا کیا اور سب کا مجرا اور اسلام ہوا۔ شاہ تخت پہ آ کر بیٹھا۔ چالوں نے یہاں خبر عرض کی کہ "حضور مہ رخ کے یہاں ایسا کچھ انتظام ہے اور خوش ہو رہی ہے۔"

شاہ خبر سن کر آگ ہو گیا اور کہا۔ "اے ملکہ حیرت تم نے کچھ دیکھا کیا ہو گیا۔ اس قبادن نے بڑا غضب ڈھایا ہے ناک میں دم کر دیا ہے کہیں چوکتی ہی نہیں۔ اور اس

حرامزادے شہوت پرست غالطو بھی اسی وقت غبار انگیز کو بلاتا تھا۔ گو جب فتح ہو گئی تھی غبار اکیلی بچ کر کہاں جاتی۔ آ کر مل ہی جاتی۔ کیا ضرور تھا کہ جو آج ہی اس کو بلوایا۔ سزا تھی اس کی جیسا کیا ویسا پایا۔"

حیرت رونے لگی اور کہا۔ "اے شہنشاہ' آپ جو چاہیں وہ فرمائیں مگر اس زندگی بےعزت پر ہماری لعنت ہے۔ اس سے تو لاکھ مرتبہ مرنا اچھا ہے۔ ذلتوں پر ذلتیں ہوتی ہیں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "آج تو کیا ذلت ہوئی۔ احمق پن کی باتیں نہ کرو۔ مہ رخ کی بھی آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ بادشاہ طلسم کے ایسے ایسے ملازم ہیں اور ظالم جادو فریب سے مارا گیا۔ ورنہ کس کا مقدور تھا جو نگاہ کج اس کی جانب دیکھتا۔ اچھا اب تمہاری یہی خوشی ہے کہ جلد نمک حرام مارے جائیں تو آج میں مارے ڈالتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ساحروں کی جانب مخاطب ہو کر پکارا "جس کو میرے ساتھ مرنا گوارا ہو وہ رہے باقی ابھی سے کنارہ کرے۔ آج افراسیاب لشکر مہ رخ غارت کرے گا اور یہی ارادہ کر کے آیا ہے پھر جنگ در سرواب۔ اس سے اول ہی میں نے آگاہ کر دیا۔"

یہ نعرہ اس کا سن کر چار ہزار جادوگر تیغیں ٹیک کر اٹھا "اور کیا ہوا "اے شہر یار ہم سب سرفروشی کو حاضر ہیں۔ چار قدم آگے آپ ہم کو پائیے گا اور سوائے لاش کے میدان میں ہم کو بھاگتے نہ دیکھیے گا۔"

ان ساحروں کا یہ کہنا تھا کہ حیرت نے بھی اپنے لشکر کے سپہ سالاروں کو بلا کر حکم شلو شلیا اس وقت بارہ لاکھ جادوگر مرنے اور لڑنے پر تیار ہو گیا۔ نفیر ہائے سحر بجنے لگیں۔ ادھر مصور صورت نگار کو خبر ہوئی کہ آج بادشاہ طلسم کو غصہ ہے لشکر مہ رخ غارت کرنے کا مصمم ارادہ ہے۔

بس یہ حال سنتے ہی پانچ لاکھ ساحر مصور نے بھی اپنے تیار کروائے۔ طبل و بوق بجے ٹنٹن و تنان میں غلغلہ ہوا۔ شور محشر ایسا بلند ہوا کہ صنعت سحر ساز اپنے لشکر میں تھی۔ اس نے بھی خبر دریافت کروائی اور ارادہ بادشاہ کا معلوم کر کے پانچ ہزار ساحر اپنے

ہمراہ لے کر سوار ہوئی اور بہت جلد خدمت بادشاہ میں آئی۔ بادشاہ سوار ہوا چاہتا تھا کہ اس نے آ کر تسلیم کی۔ یہاں بہت بڑی تیاری دیکھی کہ لشکر سب تیار ہو کر آتے جاتے ہیں۔ افراسیاب تیوری پر بل ڈالے تخت پر بیٹھا ہے۔ صنعت بھی کرسی پر آ کر بیٹھی اور عرض کیا "کنیز بھی کچھ فوج لے کر آئی ہے۔"

بادشاہ نے کہا "اے صنعت تم لوگ مجھ سے محبت رکھتے ہو۔ اس وجہ سے فوج وغیرہ لے کر آئے ہو۔ ورنہ کچھ ضرورت مجھ کو فوج و لشکر کی نہیں۔ تم نے کیا عالم کا حال سنا نہیں کہ اسنے تنہا کیا کچھ کیا تھا۔"

صنعت نے کہا "زبان نہیں کہ جو اس کی تعریف میں کر سکوں۔ سامری اس کو اپنی جنت میں رکھیں اور جنتی تو وہ تھا ہی۔ لیکن ایسا سحر بھی ہم نے نہیں دیکھا۔ تمام عمر ہم اس کا رہے گا اے شہنشاہ قضا سے کسی کو چارہ نہیں۔ اس کی آئی یوں ہی تھی جب تو باوجود روئیں تن ہونے کے مارا گیا۔ زبان اس کی ہاتھ میں آ گئی۔"

افراسیاب نے کہا "یہ سب فتور عمرو کا تھا۔ اے صنعت اب ان لوگوں نے بہت کچھ سر اٹھایا ہے۔ آج میرا ارادہ ہے کہ جا کر سب کو ہلاک کر ڈالوں۔"

پس اتنا کہنا تھا کہ صنعت زمین پر لوٹنے لگی پچھاڑیں کھانے لگی اور پکاری "ہے ہے یہ کیا غضب ہے میں تو نہ جانے دوں گی۔ کیا ملک سب آپ کا غارت ہو گیا۔ مال و خزانہ لٹ گیا۔ ہفت بلا کے حجرے خالی ہو گئے۔ کنیزان سامری مر گئیں۔ حیرت دنیا سے گزر گئی۔ مصور غارت ہوا۔ صنعت سحر ساز دنیا سے ناپید ہو گئی۔ لوح طلسم اسد کو مل گئی اور وہ قید سے چھوٹ گیا کہ بادشاہ عالی جاہ نے ارادہ کیا ہے۔ اے بادشاہ ایسے ایسے نوکر تیرے ہزاروں مارے گئے۔ اس کے قتل ہونے سے ہوتا ہی کیا ہے جو اصل مقدمہ ہے اس کو دیکھنا روا ہے۔"

یہ کہہ کر حیرت کیجانب مخاطب ہو کر کہا "اے ملکہ قصور معاف ہو تم اپنے وارث کی حرمت گنوانا چاہتی ہو جو ہر وقت اس کے سامنے روتی ہو اور طعنے دیتی ہو۔ پھر

وہ تو مرد ہیں اور صاحب اختیار ہیں اور ایسا کچھ اختیار رکھتے ہیں کہ لشکر جمع کر لیا۔ ہمیں بیٹھے بیٹھے اف کریں تو مہ رخ مع لشکر کے جل جائے۔ افسوس کہ تم لڑنے کو بھیجتی ہو۔ بی بی ہمارا نہ مانا تھا ہوتا تو میرے منہ پر کہتا اگر عمر وغیرہ کے ہاتھ سے کوئی دشمنوں کی حقارت ہوئی تو آبرو گئی پھر ہاتھ نہیں آتی ہے۔"

یہ کہہ کر اوروں سے مخاطب ہو کر کہا۔ "کیوں لوگوں میں کچھ جھوٹ کہتی ہوں تمہیں سب کو واسطہ سامری کا آقاؤ بادشاہ کو لازم ہے کہ ایسے ایسے ادنیٰ ملازموں اور اپنی کنیزوں کے مقابلہ میں جائے۔"

سب نے کہا۔ "حضور بجا فرماتی ہیں۔"

اور ہر ایک حیرت کو اس وقت سمجھانے لگا" یہ سب سچ کہتی ہیں۔"

پس کیا ہوئی صاحبہ میں یہ کب کہتی ہوں کہ حضور خود بہر قتل قاتلاں جائیں۔"

یہ کہہ کر بادشاہ سے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میں تیرے صدقے قربان میری خطا کو معاف کر اور عزم جنگ سے باز آ۔"

ادھر حیرت نے ادھر صنعت نے جب منت کی۔ بادشاہ کا غصہ فرو ہوا۔ بادشاہ کا غصہ فرو ہوا۔ حیرت کو گلے لگایا اور کہا۔ "مجھ کو تمہاری خوشی بہر طور کرنا ہے۔ اچھا نہ جاؤں گا لیکن اس ظالم کے مارے جانے کا بدلہ ضرور لینا چاہیے اور کوئی زبردست سحر ان باغیوں پر کرنا لازم ہے۔"

اس وقت صنعت نے کہا۔ "مجھ کو کچھ ورق کرنا سحر ہلت پیشہ میں باقی تھی۔ سو وہ بھی بفضل جمشید ہو گئی۔ اب میں اسی سحر کو کروں گی اور سب کو باندھ کر لے آؤں گی۔ آگے آپ مالک ہیں۔"

شاہ نے فرمایا۔ "اے ملکہ تم یوں کیا کم ساحرہ ہو۔ اگر چاہو تو باقی ایک بھی زندہ نہ رہے سحر ہلت پیشہ کی اصل کیا ہے اچھا فتح سامری تم کو دے۔ جلد اس کا بندوبست کرو۔"

یہ کہہ کر اور حیرت کو سمجھا کر آپ جانب باغ سیب روانہ ہوا اور صنعت کچھ دیر

حیرت کے پاس بیٹھ کر شراب پیا کی۔ پھر ظالم کی فوج کو حکم بھیج دیا "اب تم چاہو یہاں رہو چاہے اپنے گھر جاؤ۔"

بہت سے ملازمت اختیار کر کے یہاں ٹھہرے اور بہت جانب ظلمات گئے اور صنعت وہاں سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آئی اور کوچ کر کے مقابلہ لشکر مہ رخ آ کر اتری۔ بقیہ دن تو شغل مے خواری اور رقص دیکھنے میں بسر کیا۔ جب شل عمر رواں آفتاب تاباں جانب مغرب گیا اور کناروں سے آسمان کے سرخی شب نمایاں ہوئی کہ۔

غرض تھا دن کٹا با عیش و آرام
بڑھے پابوس کو پھر گیسوئے شام
حجاب نور تھا ظلمت میں پنہاں
بڑھے اٹھکیلیوں میں شل جاناں

سر شام صنعت ناکام نے نفیر سحر کو دم دیا۔ طبل جنگی فوج شقاوت موج میں اس کی بجا جاسوسان لشکر مہ رخ خبر لے کر سامنے ملکہ مذکور کے آئے اور اس کی نسبت دعا ثنا زبان پر لائے کہ

شہا ہے بانکی ترے آگے تیغ بازی بھی
سر عدو بھی خم تیغ و گوئے و چوگاں ہے

فراز دست عدو کیوں نہ سکھے پاؤں سے
کہ تیغ قبضہ سے سر جسم سے گریزاں ہے
خرید کیجئے کوڑی کتار کی دے کر
متاع جان عدو آج کل یہ ارزاں ہے
جلا کے خاک کرے چاہے پھر کرے سر سبز
غضب میں برق ہے تو اور کرم میں باراں ہے

اے ملکہ دوداں ظالم کے مارے جانے کی خبر سن کر شعلہ جاوداں بغضب تمام تر بارگاہ حیرت میں آیا اور خود عزم رکھتا تھا کہ طاؤسان ملکہ عالم سے آ کر ملکہ کرے۔ صنعت نے آ کر بمنت اس کو روکا اور آپ وعدہ سحر ہلکت پیشہ کرنے کا کیا۔ پھر اٹھ کر وہاں سے اپنی بارگاہ میں آئی اور فوج بمقابلہ معلی لائی۔ طبل جنگ اب بجوایا ہے۔ باقی خیریت ہے۔"

یہ کہہ کر جاسوس تو کنارے ہوئے اور مہ رخ نے دل میں کہا۔ "شعلہ اگر چڑھ آتا قیامت آ جاتی۔ خدا نے بڑی خیر کی۔"

ایسا کچھ سوچ کر سجدہ شکر بجا لائی اور یہی حال اور سرداروں کا بھی ہوا۔ الحاصل مہ رخ نے بھی نفیر ظفر کو پھونکا۔ کوس رزمی لشکر میں بجا۔ ہر سمت غلغلہ ہوا کہ میاں کل معرکہ جنگ صنعت سے درپیش ہے اور اس نے سحر ہلکت پیشہ کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ دیکھا چاہیے کہ خدا کو کیا منظور ہوا ہے۔ تیاری آلات حرب ساحر بہادر کرنے لگے۔ نامرد بزدل تو سحر ہلکت پیشہ کا نام سن کر گھبرا گئے۔ بھاگنے کا طور سوچنے لگے۔ منچلے دلاور تن تن کر یوں کہتے تھے کہ "ہلکت پیشہ اور وحشت پیشہ ہمارا کیا کرے گا۔ اے برادران اگر قضا آئی ہے تو بہانے بہت ہیں۔ ورنہ عروس فتح سے ہم کناری ہے اور ہم کو تو اپنی جان بھاری ہے۔ نام رہ جائے چاہے جان رہے یا نہ رہے۔ قضا سے ناچاری ہے۔"

آج بسبب خبر سحر ہلکت پیشہ مشہور ہونے کے لشکریوں کو بیدل سمجھ کر نقیب سر شام ہی سے مذمت دنیا سنا رہے تھے۔ ترغیب دیتے تھے۔ ہر سمت یہ صدا بلند تھی

سنو اے عزیزاں ذی ہوش و عقل
کہ اس کا دعاگو سے کرتا ہے نقل
توکبیر ہے شہ ہے کہ درویش ہے
سبھوں کو یہی راہ درپیش ہے
کہو گے کہ آگے تھا کہتا کوئی

نہیں اس سرا میں رہتا کوئی
یہ بیٹھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں
نہیں اس سرا میں رہتا کوئی
یہ بیٹھے جو ہیں سامنے ہیں کہاں
جہاں جلد ہے ایک بزم رواں
گیا ہو کر شلہ علی جبار
تہ خاک سب کو ہے دانا القرار
یہ بہتر ہے کچھ نام کر جایئے
شجاعت کو دکھلا کے مر جایئے
کہ رہ جائے گا نام سے کچھ نشان
وگرنہ یہ دنیا کہاں تم کہاں

یہ صدا سن کر ہر ایک بہادر لشکر شیر نر ڈکار اور پکارا "ہمارے سامنے صنعت اور حیرت چھپا والی کیا ہے جو سحر ہفت پیشہ کرے گی ضیغم روز میدان کو ہم باندھ لانے والے ہیں۔ پلنگان خون آشام معرکہ نبردکی گردن کے توڑ ڈالنے والے ہیں۔ سیمرغ قاف کے ہمارے رو برو پر جلتے ہیں۔ نہنگ ہمارے خوف سے دریا میں اچھل اچھل پڑتے ہیں۔"

یہ کہہ کر کرنائیوں کو چھلیا۔ بیروں کو بلایا۔ ڈھولوں کو بجایا۔ اگیار کی روشنی کی جوت کے دیئے جلنے لگے۔ کلوا بھیروں نارسنگہ پکار ہوئی۔ چار طرف مار مار ہوئی۔ اسی بات کو زاغ کمان نے بھی گیا پر لگائے تھے۔ اڑا چاہتا تھا تفنگ کا طوطا پرواز کیا چاہتا تھا۔ ہر ایک طائر جان عدو کو صید کرنے کا عزم رکھتا تھا۔ زرہ کو دام بنایا تھا۔ کمند کو حلقہ صیاد سمجھا تھا۔ صید بندی کی اس وشت نے دھوم مبارزوں کا ہجوم بیابان پر ابر مرگ چھایا ہوا۔ دشمن کے شکار کرنے پر دل آیا ہوا ہر ایک کا بقول میر یہ حال تھا کہ

کیا کشت خون پہ اندوں میلان یار ہے
ہر جا ہے پوچھتا ہے کہ یاں کچھ شکار ہے

لشکر میں تو اس طرح کا ہنگامہ برپا تھا مگر حال خواجہ عمرو سنئے کہ ان کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ اگر صبح کو سحر بلت پیشہ صنعت سے سب لشکر میرا پامال ہو گیا تو سر دست کچھ بن نہ پڑے گا۔ لائق یہ ہے کہ ابھی سے کچھ تدبیر اس کی کروں۔ یہ سوچ کر ملکہ مہ رخ سے کہا۔ "میرے جی میں آتا ہے آج کی شب اس قحبہ صنعت کو بھی گور میں سلا دوں۔"

مہ رخ نے کہا۔ "اے بھائی واسطہ خدا کا ایسا نہ کرنا۔ وہ بہت بڑی ساحرہ ہے ایسا نہ ہو کہ کچھ گزند کر ہو جائے۔"

عمرو نے کہا۔ "میں ایسا احمق نہیں ہوں۔ وقت اور موقع دیکھ کر کام کروں گا۔"

یہ کہہ کر پانچ چار گھڑی رات گئے بارگاہ سے نکل کر روانہ ہوا اور ایک جادو گرنی کی ایسی صورت بن کر داخل بارگاہ صنعت ہوا۔ دیکھا کہ یہاں ناچ ہو رہا ہے۔ جام سے سرخ گردش میں ہے صنعت تخت پر بیٹھی ہے۔ یہ بھی ایک گوشہ میں چھپ کر ٹھہر رہا۔ جبکہ دوپہر رات کا عمل ہوا۔ چالیس لونڈیاں چوکی کے واسطے صنعت نے بلوائیں اور ان کو حکم دیا "آج تم میرے پلنگ کی باری بھرنا جاؤ اپنے کاروبار سے فارغ ہو آؤ۔"

وہ سب اپنے اپنے مقام پر چلیں۔ عمرو بھی ان کے عقب میں بطور تحقیق چلا اور ہر بارگاہ کے پاس آ کر ایک کنیز سے کہا۔ "بو ذرا ٹھہر جانا مجھ کو کچھ تم سے کہنا ہے۔"

وہ ٹھہر گئی۔

اس نے اس کو الگ لے جا کر کہا۔ "اے بی میں ہزار بار تم سے پوچھ چکی ہوں۔ مگر ستیاناس جائے کیا کم بخت میرا چیتا ہے کہ تمہارا نام بھی یاد نہیں رہتا۔"

وہ کنیز اس کو بھی اپنی مالکہ کا ملازم سمجھی ہوئی تھی۔ ہنس کے بولی۔ "میرا نام نیک افزا ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہاں ہاں اب یاد آیا ہے۔ تیک افزا دیکھ کر میرے ہاتھ میں یہ خوشبو کیسی آئی ہے۔

اس نے ان کے کہنے سے ہاتھ کو سونگھا ہاتھ میں بیہوشی ملی ہوئی تھی۔ وہ سونگھتے ہی بیہوش ہو گئی انہوں نے کپڑے اس کے اتار لیے اور اس کو زنبیل میں ڈال کر آئینہ سامنے رکھ کر اس کی ایسی صورت اپنی بنائی۔ ہر چند کہ وہ اصل تھی مگر نقل اس سے بھی بہتر بنی۔ چہرہ نمکین اور نازک بنایا۔ آفتاب کو اس کے سامنے شرمایا زلفوں کو بل دے کر دوش چھوڑا۔ کمانِ کاتبین کو بھی پھانسنے کا ارادہ کیا۔ آنکھوں کی شوخی نے شوخ چشموں کے کان کھول دیے۔ شمع رخسار کے اسکے جس نے لو لگائی۔ پروانہ سان اپنے دل کو جلایا۔ لب لعلین کو دیکھ کر ہوس بوسہ میں ہونٹ کو کاٹ کاٹ کھایا۔ چاہ ذقن کی محبت نے کنوئیں جھنکائے۔ دہن تنگ کی الفت میں جینے سے راہ تنگ ہو جائے۔ بیاض گردن جو کوئی دیکھے اس کی صبح ہو جائے کہ

دل کو دھچکا ہو کمر کی جو لچک آئے نظر
دم پھڑک جائے نتھو کی پھڑک آئے نظر
درد دل چمکے جبین کی جو چمک آئے نظر
غم سے کٹ جائے گیسو کی لٹک آئے نظر
سینہ صاف جو سر مشق تصور ہو جائے
شکل آئینہ ہو سکتہ یہ تحیر ہو جائے
دیکھے وہ لعل مسی زیب تو شامت آئے
شرگیں چشم سے آنکھوں میں اندھیرا چھائے
زلف کج کج پہ مقدر کی کجی دکھلائے
ناحق قامت موزوں کی قیامت ڈھائی

بیکلی دل میں ہو پیدا جو کلائی دیکھے
کیا ملے ہاتھ جو وہ دست حنائی دیکھے

کانوں میں چاندی کی بجلیاں پہنیں اور دو دو بالیاں سونے کی اوپر کو ڈالیں۔ ہاتھ میں چوڑیاں چاندی کی پہن کے طوق ڈھولنا وغیرہ یہ سب چاندی کا آراستہ کر کے حاضر ہوئیں اور دوپہر رات گئے۔ صنعت نے اور سب نے انیسوں وغیرہ کو رخصت کر دیا اور آپ پلنگ پر گئی اور حکم فرما ہوئی کہ ہماری نرگس جادو تو خبردار رہنا اور اے گلنار جادو تو پاؤں دابنا اور اے سوسن جادو تو پنکھا جھلنا اور عمرو کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اے تیک افزا تو رومال جھلنا۔"

عمرو دل میں اپنے نہایت خوش ہوا کہ اب مارا عیاری کو بس رومال لے کر اپنے عہدہ پر آ کر ٹھہرا۔ سب کنیزیں اپنے اپنے کام میں سرگرم ہوئیں۔ عمرو بھی رومال جھلنے لگا اور لمحہ بھر کے بعد وہاں سے آ کر پانی پیا ٹھلیا میں پانی پینے کے بہانے سے بیہوشی ملا دی اور پھر آ کر رومال جھلنے لگا اور سب کنیزوں سے کہا۔ "کیا ٹھنڈا پانی تھا۔ معلوم ہے کہ جس ایک نے پانی پیا سب کو پیاس لگی۔ وہ کنیزیں بھی جا جا کے پانی پی آئیں اور صنعت جو پلنگ پر لیٹی تھی اس کو بھی سحر نے خبر دی کہ عمرو کھڑا ہوا رومال جھل رہا ہے۔ اور عمرو نے جب دیکھا کہ کنیزیں پانی پی آئیں۔ اب رومال میں بیہوشی مل کر جھلنے لگا۔

اس عرصہ میں کنیزیں جو پانی پی آئی تھیں۔ بیہوش ہو گئیں۔ صنعت لیٹے لیٹے دیکھ رہی ہے کہ کنیزیں بیہوش ہوئیں اور دل سے کہتی ہے کہ کیا بلا کا عیار ہے۔ اب تجھ کو جو بیہوش کرنے آئے تو گرفتار کرنا اور اس کی خبر نہیں کہ تیری بھی تدبیر ہو چکی ہے۔ پھر سوچی کہ شاید تیرے اوپر بھی پنجہ اس کا قابض ہو جائے۔

یہ سوچ کر سحر پڑھا سحر نے خبر دی کہ آج کی شب تیری قضا نہیں ہے۔ پس یہ معلوم کر کے مطمئن ہوئی کہ ابھی تو نہ مرے گی۔

اسی عرصہ میں خوشبو بیہوشی کی اس کی ناک میں بھی گئی اور سر اس کا چکر میں آیا۔ اس کے سرہانے کچھ اسباب سحر کا رکھا تھا۔ جلد تر اس نے وہ اٹھا لیا اور بیہوش ہو گئی۔ عمرو نے لونڈیوں کو پکارا "کیوں ہوا جاتی ہو" کسی نے جواب نہ دیا سب بیہوش تھیں۔

عمرو نے اس وقت صنعت کے پاؤں پر ہاتھ ڈالا کہ دیکھوں بیہوش ہے یا ہوشیار پاؤں چھونے سے معلوم دیا کہ یہ تو لوہے کی ہے اور اعضا کو اس کے چھوا اب معلوم ہوا کہ پاؤں لوہے کے ہیں اور سارا بدن پتھر کا ہے۔ عمرو سوچا کہ اس قحبہ کا سحر ہے تو اس کو باندھ کر لے چل۔ پھر سمجھ ٹھیک یہ سوچ کر چاہتا تھا کہ اس کو باندھے۔

اس وقت ایک آواز آئی کہ "او موئے چھوتے کیا کرتا ہے۔"

عمرو سمجھا کہ یہاں بڑی آفت ہے تو گرفتار ہو جائے گا۔ بس یہ سوچ کر جست کر کے بھاگا اور ایک دامن کوہ میں آ کر ٹھہرا وہاں کچھ پتلیوں نے از خود ظاہر ہو کر صنعت کو ہوشیار کر دیا اس کی جو آنکھ کھلی سحر سے دریافت کیا کہ عمرو فلاں مقام پر ہے۔ چنانچہ یہ بھی اپنے مقام پر سے اڑی اور سناٹا بھر کر اسی دامن کوہ میں آ کر اتری کہ جہاں عمرو تھا عمرو نے دل میں خیال کیا کہ یہ بھی کوئی ساحرہ ہے۔ شاید تیری تلاش میں آئی ہے بس عیاری کرنا اس کے ساتھ بھی چاہیے یہ سوچ کر پکارا "اری تو کون ہے۔"

صنعت اس کے پاس آ گئی اور گویا ہوئی "میں وہی ہوں جس کے قتل کرنے کو گئے تھے۔ لیکن قسم کھائی ہوں سامری کی کہ تجھ سا عیار میں نے نہیں دیکھا۔"

عمرو جو اپنے تئیں خیال کرتا ہے تو میرے ہر ایک عضو کا دم نکل گیا ہے۔ دل سے کہا "بڑی تو نے نادانی کی ہے جو پہلے ہی بھاگ نہ گیا اب جان گئی۔ پس خدا سے دعا کرنے لگا اے خالق اکبر تو ہی بچانے والا ہے۔"

ادھر صنعت نے کہا "اے عمرو میں تجھ کو قتل اس وقت نہ کروں گی کیونکہ قاعدہ طلسم میں فرق آئے گا اور دکھلا بھی تجھ کو منظور ہے کہ دیکھ سحر بعلت اس کو کہتے

ہیں اس وقت جو مارا جائے گا تو کل اپنے لشکر پر اشک حسرت کیوں بہائے گا۔ اب میں تجھ کو یہ پوچھنے کو اور بھی ہوں کہ تو نے کروڑوں ساحر مار ڈالے لیکن بعد بیہوش ہونے کے کوئی بھی ایسا ہوشیار نہ تھا جیسی کہ میں ہوں لے اچھا صبح کو اپنے لشکر کی تباہی دیکھنا۔"

عمرو نے کہا۔ "ساحرہ تو تم بیشک زبردست ہو مگر میں سمجھا تھا کہ تم اکیلی آئی ہو یہ نہ معلوم تھا کہ کنیزوں کو بھی ساتھ لائی ہو۔"

صنعت سمجھی کہ مجھ کو اکیلا جان کر فرط محبت سے کنیزیں بھی شاید چلی آئی ہیں۔ یہ سمجھ کر اپنے پیچھے پھر کر دیکھا عمرو نے کمند گانٹھ کر جو ماری حلقہ اس کے گردن و کمر میں صنعت کے پیچیدہ ہو گئے اس نے سحر کیا تو کمند جل گئی اور وہ تڑپ کر غرق زمین ہو گئی۔ اب عمرو جو دیکھے تو میرے پاؤں میں بھی دم آ گیا ہے۔ دل سے کہا۔ "سچ کسی نے کہا ہے کہ لاتوں کا آدمی باتوں سے نہیں مانتا جب تو اس طرح پیش آیا تو پاؤں کو اپنے قابو میں پایا۔ پس یہ بھی وہاں سے بھاگا اور اپنے لشکر کی طرف چلا اور صنعت آ کر اپنی بارگاہ میں زمین سے نکلی اور اتنی رات جاگتی رہی۔ خوف سے عیاروں کے آرام نہ کیا سحر جگایا کی۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا کہ طائر شب کے بطن سے بیضہ آفتاب نکلا اور میدان فلک مثل کفدست جناب موسیٰ ہوا ید بیضا کا معجزہ نظر آیا کہ

کہ جس دم زلف شب کھلنے پہ آئی
سحر کی پھر گئی ہر سو دہائی
نکلا جسم فلک سے مہر کا ناز
ہوئی پیدا مبارک باد آغاز

طبل جنگ تو بج ہی چکا تھا۔ لشکر آمادہ کارزار تھے صبح کو مہ رخ بصد جاہ و حشمت سوار

ہوئی۔ محو میں بے شمار ہوئی۔ اس طرف صنعت سحر ساز نے ایک صندوقچہ کھلا اس میں سے ایک کنٹھا نکلا کہ سات بیضے اس میں بجائے گوہر شب چراغ گندھے تھے۔ سب بیضوں کا رنگ تو مثل مروارید کے تھا ایک ان میں سیاہ رنگ رکھتا تھا۔ جب ان بیضوں کو اس نے دیکھا روئی اور کہا۔ "افسوس وہ زمانہ آ گیا کہ میں نے تم کو لڑنے کے لیے نکالا۔ غرض بعد افسوس کے وہ کنٹھا سامنے رکھ کر سوا سو اشرفی پر نذر سامری کی دلا کر ڈنڈوت کی پھر وہ کنٹھا و ہار تمام گلے میں اپنے پہن لیا اور باہر نکل کر سوار ہوئی۔ پانچ لاکھ ساحر طائران سحر و اژدر وغیرہ پر سوار ہو کر ہمراہ چلے بوق و نفیر بجنے لگی۔ شور و غلغلہ روانگی لشکر تا بہ گنبد آسمان پہنچا اس طرف مہ رخ و بہار و مخمور وغیرہ اپنا کروفر دکھاتی ہوئی بڑے مکنت و عظمت سے روانہ تھیں۔

جب میدان رزمگہ میں یہ لشکر وارد ہوئے۔ حیرت اس سبب سے سوار نہ ہوئی تھی کہ اول تو اکیلے دعوے لڑنے کا تھا۔ شاید وہ شراکت کرنا منظور نہ کرے اور دوسرے یہ خیال آیا کہ مقدمہ سحر بلت پیشہ کرنے کا ہے۔ مبادا عیاروں نے کچھ آفت ڈھائی تو بہت فوج کام آئے گی اور بھاگنا مشکل پڑے گا۔ پس وہ میدان میں نہ آئی۔ مگر طائران سحر اور جاسوس ہزاروں خبر کے لیے مقرر کیے کہ ہر وقت کی خبر مجھ کو دیتے رہیں۔

چنانچہ میدان میں آب سحر نے ہر لشکر کے گرد و غبار کو بٹھایا۔ برقنائے سحر نے گر کر جھاڑی جھنڈی کو جلایا۔ جب میدان پاک و صاف ہوا۔ نقیبوں نے نکل کر یہ سنایا کہا اے جوان مرداں صف شکن دنیا چند روزی ہے معرکہ حسب تمہارے لیے بڑا دلسوز ہے لڑ کر نام کر جاؤ کہ ہمیشہ یہاں کسی کو رہتے نہیں دیکھا کہ

نہ یک بوئے خوش ہے ہوا ہو گئی
وہ رنگینی باغ کیا ہو گئی
ملے خاک میں جھڑ کے گلہائے تر
پریشان ہوئے مرغ گلشن کے پر
پتنگوں نے گر خاک مسکن کیا
چراغوں نے بھی خانہ روشن کیا
گئی خاک دامن فشانی کے ساتھ
بہا آب سو بھی روانی کے ساتھ
نہ جب دل رہے گی نہ سرو رواں
گلستاں کو پائیں گے ہو کا مکاں
نشیمن کا رہے گی یہی کیا سبھاؤ
لپٹ جائیں گے آسماں جیسے تاؤ
بھلا گل کے جانے کا کیا ہے بیاں
عیاں ہے کہ کہتے ہیں جاں کو رواں
یہی آج لازم ہے اے مہرباں
کہ دشمن سے لڑ بھڑ کے دو اپنی جاں
اگر مر گئے زندہ جاوید ہو
شہیدوں کے رتبے کی امید ہو

جب نقیب کڑکا کہ بچے لشکر کے صفوں پر مشتمل صف مژگاں سناٹا آ گیا موت سامنے پھرنے لگی۔ ہر ایک جان دینے پہ تیار ہوا۔ اس صنعت سحر ساز خود اپنا اژدر اتا کر میدان میں آئی اور بہت کچھ لاف و گزاف زبان پہ لائی پکاری "اے مہ رخ و بہار تم نے نام سنا ہو گا سحر بلت پیشہ کا مگر دیکھا نہ ہو گا لو آج دیکھ بھی لو کہ سحر بلت پیشہ

اس کو کہتے ہیں۔"

یہ کہہ کر کنٹھے سے ایک پتھر توڑ کر جانب آسمان پھینکا وہ پتھر مثل بخت بلند بختاں بلند ہو کر شق ہوا۔ وہی عروج اس کے لیے باعث فروغ ہوا یعنی ہزارہا ستارہ اس میں سے نکلا اور دور تک پھیل گیا۔ اب یہ معلوم ہوتا تھا کہ چادر ستارہ دار روئے ہوا پر پھیلا دی ہے یا پیر فلک نے شادی رچائی ہے مگر اپنے ظلم کے موافق یہ اندھیر کیا ہے کہ دن کو چراغ جلائے ہیں۔"

اس روش سے تھے ستارے چھوٹتے
ناگہاں جو ہوگئیں تارے ٹوٹے
دیکھے جاتے تھے چراغاں آب میں
شعلے تھے شرروں کے پیچ و تاب میں
کیا ستارے ٹوٹنے کا ہو بیان
ذو ذنب جیسے ستارے ہوں عیاں
ایک عالم دیکھتا تھا دور سے
رات دن تھی روشن کے نور سے

یہ سب ستارے پھیل کر ہزاروں سے لاکھوں ہو گئے اور جانب لشکر مہ رخ مثل شہاب ثاقب چلے اس وقت ملکہ بہار نے مہ رخ سے کہا "کہو کیا چارہ ہے۔ یہ ستارہ گردش بخت مردمان لشکر ہیں جس کے سر پر پڑے گا وہ مثل سرو چراغاں کے جلے گا۔"

مہ رخ نے کہا "کہو کیا چارہ ہے رضینا بقضاء اللہ۔"

بہار نے کہا "ایک سحر اس کے روکنے کا مجھ کو آتا ہے شاید چل جائے اور یہ بلا سر سے ٹل جائے لیجیے خدا حافظ میں جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر اپنے طاؤس کو اڑا کر آگے بڑھی اور کچھ سحر پڑھ کر جانب فلک اشارہ کیا

کہ ایک بجلی چمکی مع صنعت سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ بہار اپنی مادر کو دیکھ چکی تھی۔ یہ سحر کرتے جب برق چمکی مع صنعت سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ یہ نہایت خوشنود ہوئی کہ اب یہ سحر کام کرے گا۔"

غرض اب جو آنکھیں ہر ایک کی کھلیں دیکھا کہ ایک عورت حسینہ و جمیلہ زر و زیور سے آراستہ گلستان خوبی کی گل سرو باغ محبوبی بے تال آنکھیں غزال صحرائے رعنائی گیسو سنبل باغ زیبائی خال دونوں فلک جمال کے شمس و قمر بلکہ ماہتاں کے سامنے چاند اور نیز دہن غنچہ گلشن جمال لبوں میں سرخی اور شوخی کمال غرض از سرتاپا حسن کا جھمکڑا۔ قدر قامت آفت کا ٹکڑا

گئی نظروں سے وہ کمر باریک
ہو نہ آنکھوں کیوں جہاں تاریک
اور کیا قد زرے کو ہات آئے
کہیں یا رب شتاب ہاتھ آئے
ٹانگی اس میاں کی کیا کہیے
سجے تو ہاتھوں میں لیے رہیے
وہ قدم کاش فرق سر پہ ہو
ساق کہیں مری کمر پہ ہو
وہ کف پا قریب ہو میرے
ٹھوکر اس کی نصیب ہو میرے
پنڈلی نازک ہے شاخ سنبل سے
پشت پا پنکھڑی سے ہے گل کے
یوں نصیبوں سے ہو حنا کا ناؤں
واللہ ڈوبے ہیں میرے خون جگر پاؤں

گل و بلبل سبھی تماشائی
آ گئی جس طرف بہار آئی
رنگ رفتار دیکھ مجنوں ہو
طرز گفتار جیسے افسوں ہو

پس تنا صاحب فلک سے اتری پچکاری رنگ سے بھری ہاتھ میں لیے تھی۔ بہار نے اس سے کہا "یہ چادر ستارہ دار جو چھائی ہوئی گھٹا کی طرح ہے اس کو رد کر۔" وہ سلام کر کے اڑی اور قریب چادر مذکور پہنچ کر اس نے پچکاری پڑتے ہی پھول گلاب و یاسمن کے ہو کر پچکاری ماری۔ واہ رے نیرنگی سحر کہ وہ سب ستارے پچکاری پڑتے ہی پھول گلاب و یاسمن کے ہو کر علیحدہ لشکر مہ رخ سے نسترن پہ برس رہے۔

صنعت نے یہ ماجرا جو دیکھا کہ بہار نے ایک بیضہ کو میرے سحر کے خراب کیا اور نسترن کو گل نسترن بنا دیا۔ قہقہہ مار کے ہنسی اور گویا ہوئی کہ میں تو سمجھتی تھی کہ اس سحر کا رد کرنے والا کوئی نہیں ہے مگر واہ بی بہار کیا کہنا۔ تم جو کہتی تھیں ہوا۔ اچھا لو اب اس بیضہ کے سحر کو بھی رد کرو۔"

یہ کہہ کر ایک اور بیضہ مثل اختر ساحری کے چمکتا ہوا گنٹھے سے توڑ کر جانب فلک اچھالا وہ بیضہ بھی بلندی پہ جا کر شق ہوا اور یہ پرواں اس نے پیدا کیے کہ ایک تو آپ اور پیچھے لاکھوں اس نے دیئے جانوران خوش رنگ لعل کے برابر سرخ چادریں کیے کہ ایک تو آپ اور پیچھے لاکھوں اور لشکر مہ رخ پہ آ کر گرے۔ بہار تو جلد تر غرق نسترن ہو گئی اور مخمور و مشکین مو وغیرہ سرداروں نے چھپیل سحر کی بنا کر سر مہ رخ پہ جھپٹنا شروع کیں۔ بعض بگلہ سحر کا بنا کر چھپے۔ بعض اڑ کر کسی طرف چلے گئے۔ بعض نسترن میں سمائے۔ لیکن وہ طائر آ کر ہر ایک کے سر پہ بیٹھنے لگے۔ اب تو اصحاب نقل کا ایسا رنگ نظر آیا۔ جس کسی کے سر پہ طائر منقار لگا دی۔ دماغ اس کا شق ہو گیا لشکر میں بھگدڑ پڑی۔

ہر چند مہ رخ نے چاہا کہ میں فوج کو روکوں لیکن ٹھہرنا کیسا لوگ پاؤں اپنے سر پر رکھ کر بھاگے سردار بھی جان جانے کے خوف سے منہ بحیرت مہ رخ کا دیکھنے لگے۔ عمرو وغیرہ ساحر تو پہلے ہی نکل گئے تھے۔ یہاں ایک تلاطم بپا پڑ گیا بھکدڑ ایسی ایسی پڑی کہ جیسے دریا جوش مار کر چڑھتا ہے۔ زمین پاؤں کے نیچے سے نکلی جاتی تھی کہیں طائر جان کو آشیانہ نہ ملتا تھا۔ کوئی ٹھکانہ نہ ملتا تھا کہ صیاد اجل سے بچاؤ ہوتا۔ ہزارہا آدمی پیچھے پٹ پٹ کر گرا اور ہلاک ہو گیا شورش اور غریو فرایاں سے گوش کرو بیان کر ہوتا تھا پھر تو یہ حال ہوا کہ

چلی ہر طرف اب جو آ کر تفنگ
نہ اوقات صلح و نہ ہنگام جنگ
لگی آگ جنگل میں چار آ گیا
بن آئی نہ مفت مارا گیا
لگے مرغ گرنے نہ پھر چل سکے
نہ جاگہ سے اس کے نہ تک ہل سکے
پڑی سر پہ ایسی کہ فرصت نہیں
پھر اس کو بھی کیا جھیلیں اور کیا کہیں
تحمل ہو کچھ بھی تو تدبیر ہو
کریں کیا اگر یوں ہی تقدیر ہو

اس طرف باڑیں لشکر کی بند ہونے لگیں اور صنعت نے جب یہ حال دیکھا کہ سب لشکر تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ جو بچے ہوئے ہیں ان کو بھی مار لینا چاہیے۔ پس اس نے تیسرا موتی اور کنٹھے سے توڑ کر جانب لشکر مہ رخ پھینکا اس کا قریب لشکر آ کر شق ہونا تھا کہ لاکھوں پیکان آبدار لشکر پر برسنے لگے۔ ترک دہر نے کمانداری کی حد ختم

کیا کم لگایا کرتا تھا کہ یہ خدنگ جان ستان لگانا شروع کیے جیتے اور تن فراریوں اور لڑنے والوں کے مجروح ہوئے کچھ دیر میں غربال ہو گئے۔

اب نہ بھاگنے کی طاقت نہ ٹھہرنے کا یارا۔ ایک طرف سے مرغان سحر جان لیتے تھے۔ یعنے بھیجا کھائے جاتے تھے۔ ایک طرف سے پیکان تیر آ کر نشان بناتے تھے۔ اب صنعت نے چوتھا گوہر اور گنٹھے سے توڑا اور چاہتی تھی کہ اس کو بھی لگائے۔ اس وقت مہ رخ وغیرہ اور سردار جو ابھی تک بچے ہوئے تھے انہوں نے دست دعا بدرگاہ کبریا بلند کر کے دعا آغاز کی کہ "یا ارحم الراحمین و یا غیاث المستغثین اپنا رحم ہمارے حال پر کر اور اس بلا سے ہم کو نجات دے کہ

کہوں میں کیا تیری صفت و کمال
کہ ہے عقل کل یہاں پریشاں خیال
خرد کینہ میں تیرے حیران ہے
کہاں پریشاں پشیماں ہے
زمین و فلک سب ہیں تیرے حضور
مہ و خور تجھی سے ہیں لبریز نور
یہ صنعت گری تجھ ہی صانع کو آئے
کف خاک کو آدمی کر دکھائے
نظر کر کے دیکھا تو ہر جا ہے تو
نہاں و عیاں سب میں پیدا ہے تو نہیں کوئی اپنا ہے یاں دستگیر
دعا پا شکستوں کی کر تو پذیر
بچا لے ہمیں قہر دشمن سے اب
یہی تجھ سے اسدم ہے اپنی طلب

یہ بلبلا کر جو استغاثہ کیا مقرون قبولیت دعا ہوئی یعنی ملکہ غبار انگیز جو اپنے ملک سے

چلی تھی اس وقت آ کر پہنچی اور اس کا طائران سحر نے خبر دی کہ لشکر مہ رخ برباد ہو کر بھاگا جاتا ہے صنعت نے سحر ہلت شیشہ کیا ہے۔ پس یہ معلوم کر کے مال و اسباب جو اس کے ہمراہ تھا اس کو ایک جگہ ٹھہرا کر آپ صنعت کے پاس آئی۔

صنعت ہنوز شیشہ چارم نہ لگانے پائی تھی کہ اس نے آ کر سلام کیا۔ صنعت نے بنگاہ کج جانب ملکہ دیکھا اور کہا۔ "او چھوکری میں نے تو سنا ہے کہ تو مہ رخ سے مل گئی ہے پھر آپ میرے پاس کاہے کو آئی ہے۔ شاید لشکر جو اپنے طرفدار کا تباہ ہوتے دیکھا ہے تو کچھ فقرہ دینے آئی ہے۔"

غبار انگیز نے کہا۔ "میرا پہنچنا ایسے وقت میں تیرے پاس ہوا ہے کہ جو کچھ کہیں بجا ہے اے صنعت نہ میں عیار سے دھوکہ کھا کر گرفتار ہوئی۔ نہ کسی ساحر نے مجھ کو قید کیا۔ مگر اکیلی تھی۔ اس سبب سے موقع و مناسب ہی ایسا تھا کہ مجھ کو سوائے آشتی کے کچھ بن نہ آیا۔ ورنہ مفت میری جان جاتی اور عمرو کے ہاتھ سے ہلاک ہوتی۔ پس میں بچاؤ اپنا کرنے کو مل گئی تھی۔ اب میں تمہارے پاس آئی ہوں کہ افراسیاب سے مجھ کو ملوا دو۔"

صنعت سمجھی کہ اس وقت اگر بادہ دغا بھی آئی ہے تو کیا کر لے گی اس کو تسکین دلاسا دے کر ساتھ رکھو۔"

پس اس نے کہا۔ "اے ملکہ غبار انگیز یہی چاہیے کوئی مالکوں اور پرورش کرنے والوں کے حق نمک کو بھلاتا ہے اور ان سے بگاڑتا ہے تو میرے بجائے فرزند کے ہے۔ بچی میں تجھ کو شاہ سے ملوا دوں گی اور کئی قلعہ علاوہ تیرے ملک کے اور دلوا دوں گی۔"

غبار انگیز نے یہ باتیں سن کر اس کو کئی اشرفیاں نذر دیں اور برابر جا کھڑی ہوئی اور تعریف کرنے لگی کہ "اے ملکہ واہ کیا نایاب سحر کیا ہے کہ دم بھر میں اتنے بڑے لشکر کو آپ نے غارت کر دیا۔"

صنعت نے کہا۔ "اس سحر میں میرا کچھ اجارہ نہ تھا۔ دیکھو یہ شیشے سامری کے عطا کیے ہوئے ہیں ان کی خاصیت ہی یہ ہے کہ جس لشکر پر لگاؤ وہ لشکر تباہ و برباد ہو جائے

گا۔"

غمار نے تعجب کر کے کہا "ذرا میں ایک بیضہ کو دیکھوں۔"

صنعت نے وہی بیضہ جو ہاتھ میں لیے ہوئے تھی اس کو کہا "یہ بیضہ چوتھا ہے اور خاصیت اس کی یہ ہے کہ اگر لشکر حریف پر لگاؤ اور وہ لشکر میں بیضہ اول لگنے سے برباد ہو چکا ہو تو وہ سحر بھی برطرف ہو جائے گا اور لشکر حریف بعینہ جس نے تین بیضوں سے اول کام لیا ہے۔ وہ برباد ہو گا۔"

اس نے کہا "ہاں ایسا ویسا لشکر جیسے کہ مہ رخ کا برباد ہو گا۔ وہ جو زبردست ساحر ہو گا اس کا لشکر تو کیا برباد ہو گا۔"

صنعت نے کہا "بس آخر تو لڑکی ہے نا اری نادان یہ تحفہ عطیہ سامری ہے کہیں رکتا ہے اگر افراسیاب کے لشکر پر لگائے تو وہ بھی غارت ہو جائے۔"

یہ حال جب غمار انگیز خوب سا دریافت کر چکی۔ اس وقت اس نے طاؤس کی باگ لی صنعت پکاری "کہاں کا قصد ہے۔ کیا تم اس بیضہ کو مہ رخ کی بھاگی ہوئی فوج پر لگاؤ گی۔"

اس نے کچھ جواب نہ دیا اور کچھ دور ہٹ کر اس کے لشکر سے پکاری "اری او ماتادی پرانی ڈھڈو لگات کہاں جاؤ گی بچ کر لے اب سنبھل جا۔"

یہ کہہ کر وہ بیضہ اس نے صنعت کے لشکر پر کھینچ کر مارا کہ صنعت پکاری "ارے لشکر یوں بھاگو اور وہ پیکان جو لشکر مہ رخ پر برس رہے تھے۔ وہ اس کے لشکر پر آ کر برسنے لگے۔ اور وہ جانور جو منقاریں مہ رخ کی سپاہ پر لگاتے تھے اس کے لشکریوں پر آ کر لگانے لگے اور اس بیضہ کے لگنے سے آگ برسنے لگی۔

اب تو یہ حال ہوا کہ لشکری سرو چراغاں کی طرح چھوٹ رہے تھے اور ہزاروں کیا لاکھوں جہنم داخل ہوئے اور زمین و آسمان میں زلزلہ پڑ گیا۔ آتش بازی نے جنگل جلا دیے۔

یہ عالم ہوا کہ زمانہ کرہ نار بن گیا اور غمار نے اپنی فوج کو نعرہ کر کے بلایا کہا "لینا ان باغیوں کو۔"

انہوں نے زیر تیغ سحر رکھ لیا اور جب وہ بلا دفع ہوئی مہ رخ بھی مع اپنی فوج باقیماندہ

کے پار کر گئی۔ پھر تو لشکریان صنعت کو بھاگنے کا راستہ نہ ملا کہ

چلی بھاگ کر دامن کوہ کو
لیے ساتھ سب فوج و انبوہ کا
خطر فوج کا شور ہنگو کا
عجب واں کے جانے میں غم ماو کا

کہ جاؤ نشیں کچھ ہویدا نہ تھی
کہیں اس میں گنجائشی پیدا نہ تھی
عجب کش مکش درمیاں آ گئی
بسیرا اک بلا تھی جہاں آ گئی
نہ بچنے کو جا کہ نہ چھپنے کو راہ
سروں پہ کھڑی فوج و فیل و سپاہ

تیغ تیز نے گوہر جان لینے کے لیے جوہر سے دانت اپنے نکالے تھے۔ خنجر گلے کاٹنے پر حلقہ باندھے تھے۔ تیر سن سن چل کر یہ خبر سناتے تھے کہ سینہ چھیدنے پر ہم آمادہ ہیں۔ نیزہ سر کشی جتانے پر بلند طبعی اپنی دکھاتے تھے کمانیں لب سوفار سے کہتی تھی کہ لاؤ نقد جان دشمنان لاؤ۔ خطا گرفتہ لوگوں کو قربان کر کے بھینٹ ہمارے لیے لاؤ۔ سحر کی تو اس جنگ میں ضرورت نہ تھی۔ سحر تو وہی پیشہ کا کافی تھا کہ گروہ کی ہلاکت کا معاملہ گزرتا تھا۔ لاکھوں آدمیوں کا کھیت پڑا۔ ہر ایک مدعی کھیت رہا۔ پہلے تو وہ سب جنتے تھے۔ اب اپنے نصیبوں کو روتے تھے اور جان بچانا چاہتے تھے لیکن ممکن نہ تھا کسی کا بھیجا پھٹا ہے۔ کسی کا سینہ چھدا ہے۔ کوئی لوٹ رہا ہے کوئی جو بھاگا ہے وہ کچھ دور جا کر گرا ہے ادھر سے آگ برس کر خانہ تن جلاتی ہے۔ زندگی بھاگنے والوں سے دو کوس آگے بھاگی جاتی ہے کہاں تک بیان کیا جائے صنعت سے بھی بھاگے

تھے۔ یہ تو مع چند سرداروں کے بچ گئی اور میدان جنگ سے کئی کوس پر بھاگ کر آئی۔ اس مقام پر پناہ لی۔ سحر پڑھ پڑھ کر اس نے دستک دی۔ اپنک صاحب ہلت بیٹھ بھی تھی۔ بایں وجہ وہ جانور اور آتش اور پیکان سب موقوف ہوئے۔ ادھر ملکہ مہ رخ سے پیکان غبار انگیز لی۔ ملکہ مذکور نے اس کو اپنے تخت پر برابر سوار کر لیا اور طبل شادمانی بجوا کر پھری۔ لیکن ادھر کا کم کام آیا تھا۔ اس نے آ کر کر کھلی اور سجدہ شکر جناب باری میں کیا۔ مہ رخ آ کر سر پر جہانبانی پر بیٹھی اور غبار انگیز کے شکریہ ادا کرنے میں تر زبان ہوئی کہ "اے ملکہ اگر ایک لحظہ تم اور نہ آتی تو کام ہمارا تمام ہو چکا تھا۔"

غبار انگیز نے کہا۔ "اے مہ رخ ناسور میں نے کیا کیا ہے۔ یہ بھی سب فریب تھا۔ اے ملکہ اب صنعت کی تدبیر کرنا لازم ہے۔"

مہ رخ نے کہا۔ "جو مرضی پروردگار کی ہم تدبیر اس کی کیا کریں۔"

غبار نے کہا۔ "آپ کی وہ غضب ڈھائے گی۔"

عمرو نے اس وقت پوچھا "اے ملکہ غبار انگیز ہم سے تو بتاؤ کہ تم نے یہ کون سا سحر کیا۔ جس سے وہ قحبہ پست پا ہوئی اور ہم سے خدا نے اس کے سحر کی بلا دفع کی۔"

غبار انگیز نے کہا۔ "میں نے کوئی سحر نہیں کیا۔ میں اس کے پاس گئی اور اظہار اطاعت اس سے کیا اور کہا۔ "افراسیاب سے مجھ کو ملوا دیجئے۔ وہ وقت ایسا ہی تھا کہ میں عمرو سے مل گئی تھی۔ اس نے کہا تو میری بچی ہے۔ میں تیری خطا معاف کرا دوں گی۔ پس اس کے ہاتھ میں بیضہ سحر تھا۔ میں نے کہا "یہ میں دیکھوں" اس نے وہ بیضہ دیا۔ میں نے اسی کی فوج پر مارا۔ اس کا خواص ہی یہ تھا کہ جس لشکر پر مارو وہ تباہ ہو جاوے۔ اے عمرو سوائے اس کے اور کچھ میں نے نہیں کیا۔"

عمرو نے اس فطرت کی کمال تعریف کی۔ پھر سوچا کہ صنعت اتنی بڑی شکست اٹھا کر گئی ہے کمال ہی حیران ہو گی۔ اگر اس وقت کوئی عیاری بن جاوے تو بہتر ہے۔

یہ سوچ کر اٹھا اور مہ رخ سے کہا۔ "اے ملکہ میں صنعت کی خبر لینے جاتا ہوں کہ

کدھر گئی۔"

مہ رخ نے ہر چند روکا۔ مگر نہ مانا اور روانہ ہوا۔ ادھر صنعت صحرا سے پھر کر اپنے لشکر میں کہ جا لاکھوں آدمیوں کا دور تک ہوا ہے آئی۔ بارگاہ خیمہ اور اس کے لیے نصب ہوا۔ یہ آ کر بارگاہ میں تخت پر بیٹھی اور اپنے ملازموں جادو ساز جادو اور مکار جادو سے مخاطب ہو کر گویا ہوئی کہیں تم نے دیکھا اس عیار نے کیا حرکت کی ہے۔ یہ بھی اتفاق کی بات ہے تم دیکھنا کہ میں کس طرح ان سب کو ہلاک کرتی ہوں۔ جیسے اب کی بھاگنے کا ٹھکانہ نہ ملتا تھا ایسا جب بھی ہو گا۔"

ساحروں نے عرض کیا "اے ملکہ آپ سچ فرماتی ہیں آپ کیا کچھ شہ افراسیاب سے کم ہیں۔ اب اس وقت غلامان جانباز کی عرض بھی پذیرا فرمائیے۔ بعینہ کچھ خاصہ نوش کر لیجئے کہ آپ کے چہرہ مبارک کا عجب حال ہوا جاتا ہے پھر جو چاہیے وہ کیجئے گا۔"

اس نےجواب دیا "کھانے پانی سب سے مجھ کو نفرت ہو گئی ہے کچھ جی نہیں چاہتا ہے۔"

انہوں نے پھر بمنت تمام اصرا کیا۔ ناچار اس نے کہا۔ "اچھا منگواؤ۔"

بکاولوں نے دسترخوان لا کر بچھوایا۔ صنعت آ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوئی۔ اس وقت خواجہ جو روانہ ہوئے تھے۔ علیحدہ ایک مقام پر ٹھہر کر ساحر کی ایسی صورت انہوں نے اپنی بنائی مہر افراسیاب جادو کی ماتھے پر اپنے بنائی۔ اس طرح کی کہ کندہ کی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ تمامی کی دھوتی باندھے بازو پر پٹیاں جواہر کی باندھ کر گلے میں مالا مروارید پہن کر نامہ افراسیاب کا ہاتھ میں لے کر دروازہ بارگاہ صنعت پر اپنے تئیں پہنچایا۔

سب نے دیکھا کہ افراسیاب کے یہاں کا جادوگر آیا ہے۔ دیکھ کر کوئی مانع نہ ہوا اور خواجہ اندر بارگاہ کے آئے صنعت کو مجرا کیا۔ اس نے پلکوں کے اشارہ سے سلام لیا۔ انہوں نے نامہ دیا۔ اس نے نامہ کھول کر پڑھا لکھا ہوا تھا کہ اے ملکہ صنعت سحر ساز مرحبا کیا کہنا۔ جس طرح سے کہ ساحران زبردست لڑتے ہیں اسی طرح سے تم لڑیں۔ میں خود آسمان سحر پر سے تماشا دیکھ رہا تھا۔ تم ناچار ہو کر عیار انگیز کے فریب میں آ گئیں۔ اس کا تم کچھ رنج و ملال نہ کرنا۔ یہ نامہ جو میرا لے کر آتا ہے۔

یہ صرف نامہ بر ہی نہیں ہے اور نہ قاصدی کرتا ہے۔ یہ بہت بڑا ساحر زبردست ہے۔ بس اس وکت میں نے اس لیے بھیجا ہے کہ تم اپنے پاس اس کو رکھنا۔ ہم بھی اس کا ہوشیار جادو ہے۔ اس کی خاطر بہت کچھ کرنا اور لڑنے کو جانا تو اپنے ساتھ لیتی جانا۔ یہ بڑا کام کرے گا۔ باقی مراعات سلطانی کی امید وار رہو۔"

صنعت نامہ پڑھ کر خوشنود ہوئی۔ ساحر نامہ دار کی بہت خاطر کی کھانے کی اذن صلاح کی پھر آپ چند لقمہ کھا کر تخت پر آ کر بیٹھی۔ ساحر مذکور کو کرسی بیٹھنے کو دی۔ پھر یاک ماڑی استادہ کرائی سب اسباب راحت وہاں بھیج دیا اور کہا۔ "اے ہوشیار جادو تم اس ماڑی میں رہو۔"

عمرو اٹھ کر اس ماڑی میں آیا۔ میوہ تر و خشک کھایا۔ اپنے پاس سے شراب نکال کر پی۔ پھر پلنگ پر لیٹ رہا۔ تین چار لونڈیاں خدمت کو حاضر تھیں۔ وہ کام کرنے لگیں۔ بعد آنے خواجہ کے چالاک بن عمرو بھی صنعت کی فکر میں آیا تھا کنیزیں جو اندر باہر کام کاج کے لیے آتی جاتی تھیں۔ اس میں سے ایک کو اس نے فقرہ سے الگ لے جا کر بیہوش کیا اور اس کی ایسی صورت بن کر سر پر صنعت کے رومال جھلنے لگا۔

اس اثنا میں ملکہ حیرت جو کھانا کھانے اپنی بارگاہ میں بیٹھی۔ اس نے حال شکست کھانے کا صنعت کے سنا تھا۔ پس کچھ میوہ مٹھائی پکوان کشتی میں لگا کر صرصر عیارہ کو بلوا کر کہا۔ "جا کر یہ ملکہ صنعت کو دے آ۔ ساحری جانے کو اس نے فرط رنج و الم سے کچھ کھایا ہے یا نہیں۔ قسم ہماری طرف سے دینا کہ اس کو کھاؤ۔"

صرصر وہ کشتی لے کر روانہ ہوئی اور بارگاہ صنعت میں آئی مجرا کیا عرض رسا ہوئی "تحفہ ملکہ حیرت نے آپ کے لیے بھیجا ہے۔"

صنعت نے کہا۔ "اے صرصر تو اس طرح اس وقت آئی جیسے کوئی عیار آتا ہے۔"

عیارہ صرصر نے کہا۔ "اے ملکہ پھر میں تو عیارہ ہوں اگر آپ کو کچھ اور شبہ ہو تو اپنا اطمینان فرما لیجیے۔

صنعت سحر ساز نے پانی سے منہ صرصر کا دھلوایا۔ صرصر کو اصلی پایا۔ اس وقت ایک

دو شالہ اور بہت سے روپیہ انعام میں دیا۔ صرصر خلعت پا کر رخصت ہوئی لیکن دیکھتی گئی کہ چالاک سر پر کھڑا رومال جھل رہا ہے بس اس نے الگ جا کر نیل کے قلم سے لکھا کہ یہ جو لونڈی سر پر کھڑی رومال جھل رہی ہے۔ یہ کنیز نہیں ہے۔ عیار ہے اس کا کام تمام کرو۔"

یہ لکھ کر پھر آئی اور کہا۔ "ملکہ نے یہ کاغذ بھی دیا تھا۔ میں دینا بھول گئی تھی۔ اب یاد آیا لیجیے۔"

صنعت نے لے کر پڑھا۔ صرصر تو چلی گئی اور صنعت حیران ہوئی۔ دل سے کہتی ہے کہ کیا بلائے بد عیار ہیں کہ کسی وقت پیچھا ہی نہیں چھوڑتے ہیں۔"

یہ کہہ کر اٹھی اور چالاک کو پکڑ لیا اور پوچھا "اری تو کون ہے۔"

چالاک نے کہا۔ "میں آپ کی کنیز ہوں۔"

اس نے کہا۔ "اری فتنہ سر تیرہ روزگار تو کنیز ہے یا چالاک ہے اے پانی گرم لا کر اس کا منہ دھلاؤ۔"

اور کنیزیں گرم پانی لے کر آئیں اور منہ چالاک کا دھلایا۔ رنگ و روغن چھوٹ گیا۔ صورت اصلی ظاہر ہوئی۔

صنعت نے کہا۔ "میرا چابک تو لاؤ۔"

غلغلہ اس کے قید ہونے کا بلند ہوا۔ عمرو جو باوڑی میں جا کر لیٹا تھا اس نے بھی سنا۔ جلدی سے باہر نکل آیا اور چالاک کے پاس آ کر کہا۔ "اے اجل رسیدہ غضب کیا تھا۔"

یہ کہہ کر ملکہ صنعت کو چابک نہ لگانے دیا۔ آپ ایک چابک اس کے لگایا صنعت نے کہا یہ موذی کاٹے کسی طرح باز نہیں آتے ہیں۔ میں اب اس کو افراسیاب کے پاس لے جاؤں گی۔"

عمرو نے عرض کیا "اے ملکہ میرے کام میں خلل انداز یہ ہوا۔ میری صلاح یہ ہے کہ اس کو مجھے آپ عنایت فرمائیں کہ میں اس کو قید کروں۔"

یہ کہہ کر اپنے جھولے سے سحر کی زنجیر نکال کر خوب چالاک کو جکڑا اور کہا "میں اس سے کچھ پوچھ لوں تو مار ڈالوں گا۔"

صنعت نے کہا "میں نامہ افراسیاب کو لکھتی ہوں۔ جیسا وہ فرمائیں عمل میں لاؤ۔"

عمرو نے کہا "اچھا۔"

اور چالاک کو اپنی ماوٹی میں لایا۔ وہاں لا کر مشکیں کھول دیں اور کہا "او جوانا مرگ کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے۔"

چالاک نے کہا "آج تو صنعت نے نہ پہچانا تھا۔ صرصر شمشیر زن آ کر گرفتار کرا گئی۔"

عمرو نے کہا "میں سمجھ لوں گا۔"

چالاک ان کے کہنے سے قنات چاک کر کے نکل گیا اور عمرو ہائے ہائے کر کے زمین پر گر پڑا اس طرح سے کہ آدھا پردے کے اندر دھڑ تھا اور آدھا باہر۔ اس کے ہائے ہائے کی آواز اہل بارگاہ نے جو سنی۔ صنعت نے کہا "صاحبو ہوشیار جادو کو بادشاہ نے بھیجا ہے اور وہ عمرو کے بیٹے کو قید کرنے لے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ کچھ آفت ان پر آئی۔"

یہ کہہ کر خود ماوٹی میں آئی دیکھا تو ہوشیار جادو بیہوش پڑا ہے اور قنات چاک ہے چالاک کا پتہ نہیں ہے۔ لوگوں سے یہ حال دیکھ کر گویا ہوئی "دیکھو ہوشیار نے کیسا زنجیر میں جکڑ دیا تھا۔ بندھا ہوا تڑاتا نکل گیا۔ بڑے غضب کے عیار ہیں۔ ان سے کوئی جیت نہ پائے گا اچھا اب کوئی پانی لا کر ہوشیار پہ چھڑکو کہ ان کو تو ہوش آئے۔"

عمرو نے یہ بیان جوان کا سنا سمجھے کہ پانی چھڑکنے سے رنگ و روغن نہ کہیں بگڑ جائے لازم ہے کہ اٹھ بیٹھو۔ پس یہ سوچ کر اٹھ بیٹھا اور ایک آہ کی اور کروٹ لی۔ صنعت اس وقت پکاری۔"

اے ہوشیار جادو ہوشیار جادو کیا غافل پڑے ہو ذرا تو ہوشیار رہو۔ اس کے پکارنے سے عمرو اٹھ بیٹھا اور کہا اے ملکہ چالاک نے کیا کہوں کہ کیوں کام کیا ہے کہ کچھ

سمجھ میں نہیں آتا ہے میں مر گیا ہوتا۔ ساحری نے بڑی خیر کی۔"

صنعت نے کہا۔ "مگر اس وقت کچھ تمہارے دشمنوں کو پا جاتا تو مجھ کو افراسیاب سے بڑی ندامت ہوتی۔"

لوگوں نے کہا۔ "اے ملکہ آپ کا کدھر خیال ہے۔ یہ وہ چالاک ہے جس نے کہ افراسیاب پر عیاری کی ہے اس سے بچے رہنا ہی غنیمت ہے اور جس وقت اس کو قید کرے چھوڑے نہیں مار ہی ڈالے یہی بہتر ہے۔"

غرض صنعت وہاں سے اٹھ کر پھر اپنے مقام پر آئی۔ چالاک جو نکل کر یہاں سے چلا ایک درہ میں پہاڑ کے گیا۔ وہاں قریب تر ایک ساحر ہے کہ اس جگہ کی صنعت کی طرف سے نگہبانی کرتا ہے اس ساحر کا نام بھی بھوت جادو ہے اور وہ ساحر نہایت زبردست ہے۔

چنانچہ چالاک نے جو دیکھا کہ درہ کو بہت آراستہ ہے اس طرف درہ کے درخت تمام تراشے گئے ہیں۔ سبزہ اگا ہے۔ کنوئیں پختہ بنے ہیں۔ چڑی جمائی گئی ہے اور سامنے ایک باغ کہ جس سے گلستان ارم کو داغ بنا ہوا نظر آتا ہے۔ چالاک اس باغ میں آیا۔ اس کو بھی نہایت سرسبز پایا نرگس و یاسمن تختہ تختہ گل و سنبل چمن چمن لگے ہیں۔ یہ اس کی خوبی کی نسبت کہنا چاہیے کہ

دیکھا تو کچھ اور ہی ہے عالم
وہ باغ نہیں بہشت سے کم

ارخسار زمیں پہ سبزہ ہر سو
ریحان خط عذار گلرو
اچکا ہے سبزہ جلد آیا
ہے خاک طلسم چرخ خضرا

یہ سبزہ گیاہ جانفزا ہے
گویا خط یار دلربا ہے

تھے پھل بھی پھل بھی کیسے کیسے
شاید کہ بہشت میں ہوں ایسے
ہر رنگ کے گل جو ہیں نمودار
گلشن کی زمین ہے صحن گلزار
ہے سرخ تو رشک لالہ و گل
ہم رنگ سرشک خون بلبل

ہر سمت نہریں جاری۔ خلاصہ یہ کہ بڑی تیاری ایک طرف بارہ دری بجلی سی ہوئی سی کی طرح سجی ہوئی۔ فرش پر تکلف سے آراستہ شیشہ آلات لگا ہوا۔ سامان عیش و راحت وہاں مہیا۔ مسند مغرق بچھا ہوا اس پر ایک ساحر سیاہ فام بیٹھا ہوا شراب زہر مار کر رہا ہے اس کو دور سے دیکھ کر چالاک صورت ساحر کی ایسی بنا اور وہ وضع اپنی بنائی کہ جیسے وضع کے ساحر صنعت کے ملازم ہیں۔

پس اس صورت پر تیار ہو کر سامنے اس کے گیا اور اس کو سلام کر کے کہا "ملکہ صنعت نے آپ کے پاس بھیجا ہے فرمایا ہے کہ جب سے ہم شکست کھا کر آئے ہیں۔ مہ رخ کم بخت ہمارے مار ڈالنے کی فکر میں ہے ابھی چالاک عیار آیا تھا۔ ہم نے قید کرنا چاہا وہ نکل گیا اب تو بہت ہوشیار رہنا اور جو کوئی عیار طرار آئے اس کو پکڑ کر مار ڈالنا۔"

مبہوت اسی ساحر کا نام ہے چالاک کی تقریر سن کر اپنے ملازموں سے حکم فرما ہوا "سو روپیہ اس کو لا کر دو۔"

انہوں نے روپیہ مذکور لا کر دیئے اور مبہوت نے کہا۔ "ملکہ عالم کو میری تسلیم کہہ دینا اور عرض کرنا کہ آپ میری جانب سے مطمئن رہیں میں بہت ہوشیار ہوں۔"

چالاک نے جب روپے پائے کہا۔ "تم نے ہمارے ساتھ احسان کیا ہے ہمارے باپ دادا سے بھی ایک چیز نادر چلی آئی ہے۔ بھلا اس کو ہم بھی تو دکھلا دیں۔ لے آؤ الگ

چلو۔"

مبھوت یہ سن کر اٹھا اور اس باغ کی ایک کنج میں گیا۔ ملازموں کو وہاں آنے سے منع کر دیا۔ چالاک بھی اس کے ساتھ گیا۔ اس نے کہا۔ "دکھاؤ وہ کیا چیز ہے۔" چالاک نے قریب پہنچتے ہی اس کے ایک طمانچہ دست بیہوشی آلود کا لگایا۔ مبھوت نے کہا۔"

اوبے ادب یہ تو نے کیا کیا۔"

چالاک نے کہا۔ "اس میں تو کرامات ہے۔ تم دیکھ لینا گھبراؤ نہیں۔"

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ وہ چکر کھا کر گرا۔ بیہوش و مدہوش تھا۔ چالاک نے اس وقت تنہائی پا کر اپنی ایسی صورت اس کی بنائی اور آپ اس کی صورت پہ بنا اور اس کو پیٹھ پہ لاد کر باہر نکلا نوکروں نے اس کے کہا۔ "یہ کون ہے؟"

اس نے جواب دیا "جمشید میری عزت بچائی اور جان بھی رکھ لی۔ اس نے مجھ کو مار ڈالا ہوتا یہ عیار ہے۔"

یہ کہہ کر بارگاہ صنعت کے دروازے پہ اس کو لادے ہوئے لایا۔ صنعت کو خبر ہوئی کہ مبھوت جادو کوئی آپ کی جانب سے فلاں صحرا میں محافظ ہے۔ وہ چالاک کو پکڑ لائے ہیں۔"

یہ حال سن کر صنعت اٹھی اور ہوشیار جادو کے پاس آئی کہا۔ "اے ہوشیار مبارک ہو چالاک پکڑا گیا۔ مبھوت میرا ملازم لایا ہے۔"

عمرو کی یہ خبر سن کر جان نکل گئی۔ مگر بظاہر خوشنود ہوا اور جلد ہواں سے باہر نکل آیا۔ اس اثنا میں مبھوت نقلی بھی داخل بارگاہ ہوا۔ ملکہ صنعت عمرو کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس کو مجرا کیا۔ صنعت نے ہنس کر پوچھا "اے مبھوت مزاج تو اچھا ہے کہو کس کو لائے۔"

مبھوت نقلی نے سب ماجرا بیان کیا "کہ یہ عیار مجھ کو بھی فریب دیئے گیا تھا۔ میں نے پکڑ لیا۔"

ان باتوں میں یکایک خبر آئی کہ ملکہ شکوہ زریں قبا اور شہاب جادو سیر کناں اس طرف

آئے تھے۔ وہ آئے ہیں۔ صنعت نے کچھ لوگ ان کے استقبال کو بھیجے کہ وہ دونوں بھی بارگاہ میں آئے۔ صنعت سے ملاقات ہوئی۔ اس نے مزاج پرسی کر کے بڑا تپاک ظاہر کیا۔ پھر یہ بھی کرسیوں پر بیٹھے۔ جام سے گردش میں آیا۔ اس وقت ملکہ شکوہ نے پوچھا "اے ملکہ یہ سامنے مردہ سا کون پڑا ہے۔"

صنعت نے سب احوال ان سے بھی کہا اور کہا۔ "افراسیاب نے ایک ہوشیار جادو نام ساحر نیک نام کو میرے پاس بھیجا ہے اور بہت تعریف ان کی نامہ میں لکھی ہے۔ میں ان سے نہایت خوش ہوں۔"

شکوہ نے کہا۔ "اے ملکہ اب تم اس کو مار ڈالو۔"

صنعت نے کہا۔ "لڑائی کی فتح اور شکست جب ہے کہ جب حریف پکڑا جائے تو سمجھا کر مارے لیکن آپ کے فرمانے سے میں ابھی اس کو قتل کرتی ہوں مجھ کو کسی بات کا دغدغہ نہیں ہے۔"

شکوہ نے کہا۔ "کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ آپ اس کو مار ڈالیں۔"

اس نے کہا۔ "اچھا۔"

اس وقت شباب جادو نے کہا۔ "ہوشیار جادو کو بھی بلایئے۔ ہم ملاقات بھی کریں گے اور وہ اس کے قتل کی بھی کیفیت دیکھیں گے۔"

صنعت نے ایک کنیز کو حکم دیا "جا کر دیکھ تو ہوشیار جادو کیا کرتے ہیں۔"

عمرو یا تو باہر نکل آیا تھا یا پھر جا کر راوٹی میں لیٹ رہا۔ اس لیے کہ اس نے باہر آ کر جو مبہوت کو دیکھا تو چالاک کو پایا تھا الغرض کنیز جو آئی دیکھا کہ آرام میں ہیں اس نے جگانے کا ارادہ کیا۔ کنیزیں جو ان کی خدمت میں تھیں وہ کہا ہو گئیں "ابھی آرام کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر ملکہ بھی آ کر جگانے کا ارادہ فرمائیں تو مجھ کو نہ اٹھانے دینا۔"

کنیز یہ ماجرا سن کر پھر آئی اور صنعت سے آ کر عرض کر دیا۔ شباب وغیرہ سب خاموش ہو رہا ہے اور صنعت نے جلاد کو حکم دیا "جلد تر اس مفتری کا اسی عالم بیہوشی میں سر

کاٹ ڈالی۔"

جلاد نے بموجب حکم دوڑ کر تیغہ مارا کہ سر مبہوت اصلی کا اڑ گیا اور پکارا "مبارک ہو میں نے کام پھر عمرو کا تمام کیا۔ لائیے انعام دلوائیے۔"

یہ تو انعام مانگ رہا ہے کہ وہاں صدائے گیرو دارو دارو گیر بلند ہوئی۔ دھواں سب طرف پھیلا آواز آئی "مارا مبہوت جادو کو۔"

اس اندھیرے میں چالاک نے نعرہ کیا "منم چالاک اری تجھ صنعت ہو تو سہی۔ میرا نام ہے چالاک کہ تیرے ہاتھوں سے تیرے رفیقوں کا سر کٹواؤں۔"

یہ کہہ کر تخت کے نیچے صنعت کے چلا گیا۔ کسی نے اس تاریکی میں دیکھا نہیں کچھ عرصہ کے بعد وہ دھواں برطرف ہوا۔ سب نے دیکھا کہ مبہوت جادو کا سر الگ کٹا پڑا ہے اور شکوہ اور شہاب جادو تو گھبرا کر باہر نکل گئے کہ یہ کیا آفت آئی اور آپس میں گرم سخن ہوئے "غضب ہے سامری کا بھلا کیجیے کس کو کوئی مارے اور کس کو رہا کرے۔ بھائیو اب طلسم پر ادبار آیا ہے۔"

ادھر صنعت لاش مبہوت دیکھ کر بدحواس ہو گئی کہ ہل بے تیری تلاش کہاں پہنچا اور مبہوت کو پکڑ لایا یہاں تو سب متحیر اور محزون ہیں لیکن حیرت کو بھی طائران سحر نے یہ سب خبر پہنچائی وہ بھی پریشان خاطر بیٹھی تھی کہ شکوہ اور شہاب جا کر پہنچے۔ انہوں نے مفصل کیفیت عرض کی ہمارے سامنے یہ ماجرا گذرا۔"

پھر یہ بھی بیان کیا کہ افراسیاب نے ایک ساحر ہوشیار جادو نام کو صنعت کے پاس بھیجا ہے اور بڑی تعریف اس کی نامہ میں لکھی ہے وہ ساحر وہاں موجود ہے بڑی خاطر اس کی ملکہ صنعت کرتی ہیں۔"

حیرت نے یہ حال سن کر کہا "اے بی اس میں بھی کوئی فریب معلوم رہتا ہے۔ میں بادشاہ کو نامہ لکھتی ہوں۔ جیسا ہو گا ظاہر ہو جائے گا۔"

یہ باتیں جو یہاں ہوئیں طائران جادو مہ رخ کے یہاں کے اور افراسیاب کے یہاں کے برائے جاسوسی حاضر تھے انہوں نے بھی سنا اور طائر اڑ کر بادشاہ طلسم کی خدمت میں

گیا ادھر طاژان سحر نے آ کر مہ رخ سے جو سنا تھا بیان کیا۔ مہ رخ بہت خوشنود ہوئی اور غبار انگیز نے کہا۔ "بی بی عیار بڑے فیلسوف اور زبردست ہیں۔"

مہ رخ نے کہا۔ "سب مل کر چالاک کے لیے دعا کرو کہ خدا تعالیٰ اس کو صحیح و سالم ہم سے لا کر ملائے۔"

سب دست بدعا ہوئے۔ ادھر طاژان جادو جو شاہ جادواں کے پاس پہنچے جملہ ماجرا انہوں نے یہاں کا بیان کیا۔ بادشاہ نے حال سن کر گردن جھکائی اور کہا "میں اسی وجہ سے سب کو غارت کرنے جاتا تھا تو اس صنعت نے نہ مانا۔ اب اچھا ہوا جو وقتیں اٹھائی ہے۔"

یہ کہہ کر رقعہ جمشیدی میں دیکھا کہ کون سا ساحر میرا ملازم ہوشیار جادو نام ہے جو اس کے پاس گیا ہے۔ رقعہ میں معلوم ہوا کہ وہ عمرو عیار ہے اگر بے بادشاہ قتل کرتا ہو تو ایسے وقت میں اس کو مار ڈال پھر ایسا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔"

یہ رقعہ سے دریافت کر کے اس نے باغبان کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا میں عمرو کو پکڑ لاؤں گی۔ آج تک ایفائے وعدہ نہ ہوا۔ خیر اب تم بارگاہ صنعت میں جاؤ اور وہاں ہوشیار جادو بنا ہوا عمرو ہے اس کا سر کاٹ لاؤ۔ صنعت سحر سے کہنا کہ وہ خود قتل کر کے سر تمہیں دے دے گی۔"

باغبان نے پایہ تخت بادشاہ کو بوسہ دیا اور عرض کیا "نیک رفیتم و آوردیم۔"

یہ عازم رہ نوردی ہوا۔ لیکن زوجہ اس کی ملکہ گلچین جادو کہ عمرو سے ڈرتی ہے اس واسطے کہ عمرو جو باغبان کو مار ڈالے گا تو میں رانڈ ہو جاؤں گی۔ اس نے قران حبش کو بھائی بنایا ہے اور انے اس کو بہن کیا ہے۔ ہر چند باغبان کو یہ سمجھایا کرتی ہے۔ مگر وہ نہیں مانتا ہے۔"

چنانچہ ملکہ گلچین جادو اپنے شوہر سے پہلے اور سحر اوڑھ کر روانہ ہوئی۔ جا کے صنعت کی بارگاہ میں پہنچی بسبب چادر سحر کے کسی نے اس کو دیکھا نہیں۔ عمرو کی پاٹی میں گئی۔ عمرو سوتا تھا اس کو جگایا اور کہا۔ "خواجہ سلامت میں ہوں آپ کی کنیز گل چیں جادو۔ افراسیاب کو آپ کی خبر پہنچی ہے اس نے میرے شوہر کو صنعت کے پاس بھیجا

ہے۔ وہ آیا ہے آپ ہوشیار ہو جائیے۔ میں پہلے آپ سے خبر کرنے کو آئی ہوں۔ آپ کو قسم ہے اپنے خدائے پاک کی باغبان کو مار ڈالیے تک میں ماندہ ہو جاؤں گی۔ لو خدا تمہارا حافظ ہے میں جاتی ہوں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔ اس کی باتوں کی آواز کچھ کچھ کنیزوں اور صنعت نے بھی سنی۔ مضمون تو کچھ بھی نہ سمجھیں۔ لیکن صنعت نے پکار کر کہا "اے یہ کس کے پیر آتے جاتے ہیں۔"

عمرو نے کہا "یہ پیر ہمارے ہیں اور کس کے ہیں۔ عرصہ ہوا ہم کو آئے ہوئے اب تدبیر لڑنے کی ہم بھی کرتے ہیں۔ دمبدم خبر منگاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر باہر باوٹی کے آیا اور دیکھا کہ ایک جادوگر اژدرنگاہ جادو ہم صنعت کے پاس استادہ ہے اس نے صنعت سے کہا "اے ملکہ ذرا یہ جو آپ کے پاس کھڑے ہیں ان کو میرے پاس بھیج دو مجھے کچھ ان سے کہنا ہے۔"

صنعت نے یہ سن کر اژدر نگاہ سے اشارہ کیا کہ جاؤ۔"

وہ عمرو کے پاس آیا۔ عمرو نے کہا "اے بھائی یہ غل کیسا ہوا تھا۔"

اس نے کہا "کیا بتاؤں اپنی اپنی سب کو پڑی ہے۔"

عمرو نے کہا "ہاں بھائی یہاں یہی حال ہے۔ معلوم نہیں ہم مارے جائیں یا تم مارے جاؤ۔"

مگر بھائی عیار کیا کام کر رہے ہیں۔ ابھی دیکھو میرے پاس ایک عیار آیا تھا اس نے زبردستی بغیر کے سنے میرے منہ پر یوں ہاتھ مارا وہاں ہاتھ مارا۔ اے لو اس طرح سے ہاتھ پھیر ہی تو دیا۔"

یہ کہہ کر ہاتھ منہ نقل کرنے کے بہانے سے پھیر دیا کہ اژدرنگاہ بیہوش ہو گیا۔ اس نے جب اس کو بات کہنے کے لیے بلایا تھا تو کنیز کو ہٹا دیا تھا۔ چنانچہ تنہائی تو تھی ہی اژدرنگاہ کو بشکل ہوشیار جادو بنایا۔ اور آپ اس کی ایسی صورت بنا اور اس کو اپنے پلنگ پر لٹا دیا اور کنیزوں کو پکارا اور ان سے کہا "خبردار اسے ہوشیار نہ کرنا بعینہ جگانا

www.paksociety.com www.paksociety.com

حسیں۔"

یہ کہہ کر آپ "یا جمشید یا جمشید۔" کہتا ہوا صنعت کے پاس آیا اس نے کہا "اے اژدر نگاہ جادو خیر تو ہے مجھ سے تو کچھ کہہ۔"

"کہا اے ملکہ! میں تجھ سے کیا کہوں۔ اب آپ ہی معلوم ہو جائے گا۔"

اس نے اس کلمہ پر گھبرا کے کہا "ارے کتاب تو لاؤ۔"

عمر نے دل میں کہا۔ "کتاب میں دیکھا اس نے تو حال تیرا کھلے گا بس گیا ہوا۔" "اے ملکہ تم نے تو کتاب کی عزت کھو دی۔ ذرا ذرا سی بات پر کتاب لانا کرتی ہو۔ اے ملکہ سن جس کام پر عقل کام نہ کرے وہ کتاب میں دیکھتے ہیں۔ لو کتاب کیا کرو گی۔ مجھ سے میرا پیر کہہ گیا ہے کہ شاہ جادواں کے پاس سے کوئی اس وقت آتا ہے اور ہم رتبہ و ہم پایہ تمہارا ہے اور جس کام کو آتا ہے اسی کام کو سن کر میں یا جمشید کہتا ہوں۔ اب معلوم ہی ہوا جاتا ہے گھبراتی کیوں ہو۔"

یہ کہہ ہی رہا تھا کہ باغبان قدرت تیور پر بل ڈالے اسباب سحر لیے ہوئے تخت پر سوار آ کر اس کی بارگاہ میں اترا۔ صنعت برائے استقبال خود اٹھی۔ باغبان نے بیٹی سمجھ کر سلام کیا صنعت نے ہنس کر سلام لیا اور ہاتھ اس کا پکڑ لیا۔ مقام صدر پر برابر اپنے بٹھلایا۔ باغبان نے بیٹھتے ہی کہا۔ "شہنشاہ نے فرمایا ہے میں نے کب ہوشیار جادو کو بھیجا ہے اور وہ ہے کہاں۔"

صنعت نے کہا۔ "جب سے آیا ہے مست شراب ایسا رہتا ہے کہ ہر وقت راوٹی میں پڑا رہتا ہے اب بھی وہیں ہے۔"

باغبان نے کہا۔ "وہ عمرو عیار ہے۔ اسی وجہ سے بہت تمہارے پاس نہیں بیٹھتا ہے اب بھی وہیں ہے۔ اپنی فکر میں ہے تم کو مار ڈالے گا۔"

اس وقت اژدر نگاہ نقلی نے اک قہقہہ مارا اور کہا۔ "بھلا ہم تو سچے ہوئے۔"

صنعت نے یہ ماجرا سن کر نہایت درجہ گھبرائی۔ باغبان نے کہا۔ "حکم دیا شاہ نے کہ جلد مار ڈالو اس کو اور سر اس کا مانگا ہے۔ لاؤ مجھے دو کہ میں قتل کر کے سر لے

جاؤں۔"

صنعت نے اس وقت ایک جلاد کو بلا کر چپکے سے کہا۔ "راوٹی میں جا اور کنیزوں کو یہاں بھیج دے اور وہ جو پلنگ پر سو رہا ہے اس کا سر کاٹ۔"

جلاد بموجب حکم راوٹی میں گیا اور کنیزوں سے کہا۔ "جلد یہاں سے باہر جاؤ۔"

وہ سب لرزاں ترساں باہر آئیں اور جلاد نے ایک ہی تیغ کا ایسا زبردست ہاتھ مارا کہ اژدر نگو کے دو ٹکڑے ہوئے۔ اس کے مرنے سے بھی صدائے مہیب آنے لگی اندھیرا ہوا آواز آئی۔

"لیجنو پکڑیو مارا اسکو کہ جس کا نام اژدر نگو جادو تھا۔"

صنعت نے جب جلاد کو بہر قتل ہوشیار بھیجا تھا۔ چار ہزار جادوگر برائے حفاظت مقرر کیے تھے کہ شاید عمرو ہوشیار ہو کر نکلے تو جانے نہ پائے۔ دو ہزار جادوگر برائے ہوا پرواز کر رہا تھا اور دو ہزار گرد بارگاہ تھا پس اِدھر تو صدائے قتل ہوشیار بلند ہوئی۔

اُدھر عمرو نے نعرہ کیا کہ منم شہنشاہ عیاران عمر شماری اور شغلتل سحر ساز اگر تیرے جادوگروں کو اس طرح نہ واصل جہنم کرایا تو نام اپنا عمرو نہ رکھا۔"

صنعت نے یہ نعرہ سن کر گرد اپنے تو حصار کیا اور پکاری "لینا موذی کاٹے کو جانے نہ پائے اندھیرا تو تھا ہی۔ نارنج ترنج ناریل چھٹنے لگے۔ اس وقت چالاک نے جو تخت کے نیچے چلا گیا تھا باہر نکلا اور آ کر اس نے عمرو کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہ اے والد ماجد راہ یہ میں نے پہلے ہی بنا رکھی ہے۔ آیئے چلیے عمرو بھی غلطہ مار کر زیر تخت آیا۔ دیکھا تو یہاں نقب لگی ہے دونوں اس نقب میں کودے اور روانہ ہوئے۔

صنعت نے جب وہ اندھیرا موقوف ہوا۔ ہر چند تلاش کرایا کہ دیکھے یہ دونوں کہاں گئے ہیں لیکن پتا نہ ملا بہت پریشان خاطر ہوئی اور مختار جادو نے عقل سے دریافت کیا اور تو سب راہ کی ہوئی تھی۔ تخت کے نیچے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ہیں۔ پس اس نے تخت کو اٹھوایا۔ دیکھا تو نقب لگی ہے پس عرض کی اے ملکہ دیکھیے وہ اس راہ

گئے ہیں۔"

باغبان تو یہ سب ماجرا دیکھ کر پہلے ہی چلا گیا تھا اور یہاں صنعت نقیب دیکھ کر بہت پریشان ہوئی اور کہا ہوئی اے مختار کچھ نہیں کام کرتی ہے اور نہ کچھ کہہ سکتی ہوں۔"

مختار نے کہا۔ "قربانت شوم آپ فرمائیے تو آخر کیا کہتا ہے۔"

اس نے کہا۔ "باغبان قدرت جو افراسیاب کے پاس سے آیا اور اسنے کہا یہ عمرو عیار ہے بس اب تو افراسیاب بھی جھوٹ بولنے لگے۔"

مختار نے کہا۔ "اے ملکہ، جب ہوشیار جادو نے اژدر نگاہ کو ماوٹی میں بلایا تھا اس وقت تک یہ ہوشیاری عمرو ہی تھا۔ جب اژدر نگاہ اس کے پاس گیا۔ اس نے بیہوش کر کے اپنی صورت پر اس کو بنایا اور آپ اس کی صورت بن کر باہر آیا اور آپ سے باتیں کیں۔ باغبان قدرت کیا کرے جو سن آیا تھا۔ اس نے وہی آپ سے کہا۔ لیکن تعجب یہ ہے کہ اس کو خبر کس نے پہنچائی کہ باغبان قدرت آیا ہے۔"

صنعت نے کہا۔ "کچھ ہی ہو مگر اب عزت سامری رکھیں۔ ہماری تو بے آبروئی ہوئی ہے۔"

یہاں تو یہ تذکرہ ہے اور عمرو عیار مع چالاک کے نقب سے نکل کر ہنستے ہوئے اپنی بارگاہ میں آئے مہ رخ اور سب سرداروں نے خدا کا شکر کیا کہ پھر خدا نے تم کو ہم سے ملایا۔ عمرو نے تمام کیفیت سامنے مہ رخ کے بیان کی مہ رخ اور جملہ سردار قہقہہ مارنے لگے اور سب عیار بھی مع مہتر قران کے اس وقت بارگاہ میں آئے اور بیٹھ کر شراب پینے لگے۔ ناچ ہونے لگے شراب کا جام گردش میں آیا مہ رخ نے کہا۔ "اب خدا وہ دن بھی کرے کہ شہزادہ اسد اور مہ جبیں بھی چھوٹیں اور اسد دلاور طلسم فتح کرے۔"

عمرو نے کہا۔ "انشاء اللہ اب وہ زمانہ بھی قریب ہے۔ ملکہ بہار تدبیر میں گئی ہیں لیکن جب تک آپ دیکھئے گا کہ کیسی کیسی لڑائی پڑتی ہے اور ہم بھی چن چن کر ان نابکاروں کو خدا نے چاہا تو ماریں گے۔"

یہ کہہ کر مصروف عیش و انبساط ہوئے۔ ادھر باغبان کے پہنچنے کے قبل چلے افراسیاب

کے پاس آئے اور عرض رسا ہوئے کہ جب ارشاد حضور باغبان کے کہنے سے صنعت نے ہوشیار جادو کو قتل کرایا۔ لیکن صدائے گیر گیر کی بلند ہوئی۔ دریافت ہوا کہ ہوشیار جادو عمرو نہ تھا۔ اژدر نگاہ جادو تھا۔

افراسیاب نے کہا۔ "عجیب و غریب مقدمہ ہے کہ جو تدبیر ہم کرتے ہیں۔ وہ برعکس ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر ایک آہ سرد دل پر درد سے بھری اور چالوں سے کہا۔ "تم جا کر پھر خبر لاؤ کہ صنعت کیا کرتی ہے اور مہ رخ کس فکر میں ہے۔ چالے روانہ ہوئے۔"

آگے چند چلے تو بارگاہ صنعت میں پہنچے اور چند بارگاہ مہ رخ میں آئے۔ پہلے دیکھا تو ناچ ہو رہا ہے اور صنعت کو جو دیکھا تو غصہ میں رنجیدہ پایا اور سنا کہ وہ کہتی ہے "اے مختار جادو مجھ کو افراسیاب سے بڑی ذلت ہوئی۔ اب جی چاہتا ہے کہ اپنے تئیں ہلاک کروں۔"

مختیار کہہ رہا ہے "حضور شراب پئیں۔ کچھ خاصہ نوش فرمایئے۔ یہ تو معاملات جنگ ہیں۔ اس قدر تشویش نہ فرمایئے۔"

اس نے کہا۔ "اب کھانا میں جب کھاؤں گی کہ لشکر باغیان کو غارت کر لوں گی۔"

یہ کہہ کر وہ بیضہ سیاہ جو گنجینے میں تھا ہاتھ لے کر دکھلایا۔ چالوں نے جو ماجرا دیکھا سمجھے کہ اب تو یہ آمادہ حرب و حرب سے لازم ہے کہ بادشاہ سے جا کر خبر کریں۔ پھر آپ ہی کہا کہ تماشائے جنگ دیکھ لیں تو ایک ہی مرتبہ جا کر عرض کریں۔

غرض یہ تو ٹھہرے اور جاسوسان لشکر مہ رخ جو یہاں موجود تھے۔ وہ سب خبر لے کے مہ رخ کے سامنے آئے اور عرض رسا ہوئے "ملکہ صنعت سحر ساز پھر آیا چاہتی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اب کی بیضہ سیاہ سے کام ہوں۔"

مہ رخ یہ خبر سن کر بدحواس ہوئی پھر آپ ہی کہا۔ "ہمارا اللہ مالک ہے وہی بچانے والا ہے۔"

چالاک جو شریک انجمن انجملہ تھا وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کہا۔ "جب تک اس قحبہ صنعت

کو قرار واقعی گوشمالی نہ دے گی مانے گی نہیں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے چلا اور ساحر کی ایسی صورت بن کر قریب بارگاہ صنعت آیا۔ یہاں صنعت بارگاہ کے باہر آ کر غصہ میں کھڑی ہوئی تھی۔ تمام سردار اور مصاحب اس کے گھیرے ہوئے سمجھا رہے تھے

"اے معظمہ کل سلطنت افراسیاب کیپیاری حیرت کی ماں جائی اگر لشکر باغیاں برباد کرنا منظور ہے تو فوج کو ہمراہ لے کر چل۔"

سپہ سالار فوج بھی عرض کر رہے ہیں۔" ہم کو لیتی چلیے۔"

صنعت کہہ رہی ہے" میں اکیلی جاؤں گی۔ اپنا کام آپ ہی خوب ہوتا ہے۔"

یہ کہہ کر مختار جادو سے مخاطب ہوئی "تم گھر سے اور فوج و لشکر سے خبردار رہنا۔ مجھ کو دیر نہ ہو گی۔ ابھی گئی اور کام لشکر حریف کا تمام کر کے پھر آئی۔ دیکھو یہ وہ بیضہ سیاہ ہے کہ جس کے لگتے ہی ہزاروں سانپ پیدا ہوں گے اور مفسدوں کو ڈس لیں گے۔"

یہ کہہ کر بلند کیا۔ چالاک جو فکر میں آیا ہوا تھا۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ بس یہی وقت ہے تو اپنا کام کر۔ یہ سوچ کر اس نے گلہ گوپھن میں پتھر رکھ کر اور ہتھیلی کو اس کی تاک کر چرخ جو مارا پتھر آ کر ہاتھ پر پڑا۔ عیار کے ہاتھ کا پتھر انگلیاں تو سب ٹوٹ گئیں اور بیضہ سیاہ ٹوٹ کر وہ سردار اور فوج کے لوگ سمجھا رہے تھے اور ساتھ چلنے کے لیے مصر تھے ان میں گرا۔ معاذ اللہ قیامت کبریٰ پیدا ہو گی۔ اول تو آواز مہیب آئی اور دھواں اس قدر پیدا ہوا کہ وہ مقام ظلمات سے بھی بد تر تھا۔ چاہ بابل کی وہاں کی تاریکی کے آگے کچھ حقیقت نہ رہی۔ ہزار ہا ساحروں کا اس اندھیرے میں دم فنا ہوا اور علاوہ اس اندھیری کے ماران سیاہ زمین سے نکلنے لگے اور روئے ہوا سے برسنے لگے۔

تمام عالم ان موذیوں سے بھر گیا۔ ہوا مسموم ہو گئی ان سانپوں نے جس کو کاٹا پانی ہو کر وہ بہہ گیا۔ لشکر جو تیار ہوا تھا۔ اس میں بھگدڑ پڑی۔ ہر چند صنعت سحر پڑھتی تھی لیکن وہ آفت موقوف نہ ہوتی تھی۔ اندھیری نے جان کی۔ سانپوں نے آفت برپا کی۔

ان کافروں کو گویا جہنم میں بند کیا تھا۔ کہ ہر ایک کالا ان کو کاٹتا تھا۔ خدا کی پناہ ہر سمت پھنکار کی صدا بلند اٹھی زہر دار سیونلا ہر ارجمند خانہ تن کی بانبی سے روح نکل ساحروں کے نکل جاتی تھی۔ غلغلہ عظیم ہائے وائے جان گئی کا بلند تھا سامری بچاؤ جمشید بچاؤ کی پکار تھی۔ یا خداوند لقا مدد کو آؤ۔ میں صداؤں کے آنے سے کیا کہار تھی۔ کھل بل اور ہل چل پڑی تھی۔ بڑی آفت کی گھڑی تھی کہ

جدھر بھر نظر دیکھیں لگ جائے آگ
دم دم کشی لب پہ کھیں ہیں ناگ
جہاں میں نہ تھی جائے پر شرر و شور
عصا سے چلے راہ واں مار و مور
ہر اک آنکھ سے زہر ٹپکا کیا
جلا ان کے آگے کوئی کب دیا
صدائے مہیب ان کی نہ تھی بلند
جگر چاک ہوتے ہوا پر پرند
درندوں کے بجا نہیں تھے حواس
چرندے مکانوں سے سب سے اداس
وحوش اس بیاباں میں آتے نہ تھے
طیور آشیانوں میں جاتے نہ تھے
ہوئی اس کی کوسوں تلک ایسی دھوم
کہ آئی انہ اس راہ کوئی نہ سموم
ہوئے ساکنان بیاباں بتنگ
اٹھے کوہ و وادی سے شیر و پلنگ
پڑا گنبد کی تھی اس انبوہ میں

کہ گونجی بلائے سیہ کوہ میں
اس آواز سے جی نکل ہی گئے
جو ثابت قدم تھے بچل ہی گئے
بھرا اک دم اس نے آ کر وہاں
تو پایا اس انبوہ کو نیم جاں
دم گیر ان سے نہ کوئی بچا
وہی دشت خالی وہی اژدہا
زبانہ وہی آگ کا چار اور
ہوا گرم دنیا ہی دنیا ہی شور

صنعت کی فوج اور صنعت پرور سحر بھاگ کر بہت دور نکل گئیں اور قریب سحر آ کر ٹھہریں۔ اس وقت کہ جب کوئی اس جنگل میں باقی نہ بچا۔ وہ اژدر بھی ناپدید ہوئے۔ مطلع صاف ہوا۔ لیکن صنعت نے ایک مقام پر ٹھہر کر بھگیلی فوج کو اپنی مجتمع کیا اور اس جائے خطرناک سے بہت دور ہٹ کر خیمہ کیا۔ اسکی فوج اور خزانہ لاتعداد ولاتحصی ہے۔ اس وجہ سے ہر بار نیا سامان مہیا ہوتا ہے چنانچہ اب بھی لاکھوں ساحروں کو لے کر ایک پر اتری۔ مگر داغ جلائے داغ آتش رنج سے جگر و دل کباب کہ "سامری میں کس آفت میں گھر گئی۔ دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔"

سردار جو باقی ماندہ تھے وہ آ کر پھر سمجھانے لگے کہ "اے ملکہ ایک بات کے پیچھے پڑ جانا اچھا نہیں۔ اس میں بھی خرابیاں ہوتی ہیں۔ دیکھیے بادشاہ طلسم سب طرح کے سحر جانتا ہے اور قدرت طاقت سامری نے اس کو عنایت کی ہے مگر یکایک کوئی کام نہیں کرتا ہے۔ دیر آید درست آید کا معاملہ ہے۔ آپ بھی اب چندے توقف فرمایئے۔ پھر سمجھ لیجئے گا۔"

صنعت اپنے حال پر نالاں و گریاں ہو کر خاموش ہو رہی اور چالاک بن عمرو جو بیٹھ کو

توڑ کر روانہ ہوا۔ سامنے مہ رخ کے آیا۔ پہلے سب کو حیرت زدہ پایا دیکھا کہ لشکر مہ رخ تیار کرا رہی ہے اور منتظر ہے کہ آفت آیا چاہتی ہے۔ اسی وقت اس نے آ کر کہا۔ "اے ملکہ' آپ بیٹھ کر ناچ دیکھیے عیش کیجیے جنگ فتح کر آیا"

یہ کہہ کر جملہ ماجرا سنایا کہ اس طرح اس نے بیضہ دکھلایا۔ میں نیمچہ مار کر ہاتھ اس کا توڑا اور اس کی فوج میں گرایا۔ اب وہ بھاگ کر آوارہ دشت ادبار ہوئی اور یقین تو یہ ہے کہ طعمہ مار ہوئی۔ آپ کے سر سے بلا گئی۔ لڑائی کیسی اور لڑنے والے کہاں۔"

یہ حال سن کر عمرو اور مہ رخ وغیرہ شاد ہوئے۔ بند غم سے آزاد ہوئے۔ بارگاہ میں بیٹھ کر داد عیش و نشاط دینے لگے۔ ناچ دیکھنے اور شراب پینے لگے۔

ادھر چیلوں نے جا کر شاہ جادواں افراسیاب بے ایمان سے یہ سب ماجرا ذکر کیا کہ اس طرح صنعت کے ہاتھ سے چالاک عیار نے بیضہ گرا کر توڑا اور آفت نے کو گھیرا۔

افراسیاب باوجود کہ پے در پے شکست ہونے سے غصہ میں تھا۔ مگر چالاک کی چالاکی کا حال سن کر ہنس پڑا پھر باغبان وغیرہ اہل دربار سے مخاطب ہو کر کہا۔ "صنعت کے دن آج کل برے ہیں جب لڑے گی تباہ و برباد ہو گی۔ اب میں اس کی لڑائی چند روز موقوف کرا کے ایسے ساحر کو بھیجتا ہوں کہ وہ سب باغیوں کو سزائے معقول دے گا اور جیسا ہمارے ملازم وغیرہ پریشان ہو کر روئے ہیں ویسا ہی ان کو وہ ساحر رلائے گا۔"

یہ کہہ کر کچھ سحر پڑھا اور دستک دی کہ فلک سے آتش بازی ہونے لگی۔ اسی آگ کے شعلوں میں ایک تخت آتشیں نکلا جس پر ایک ساحر سیہ فام سوختہ بدن کندہ جہنم جس کی شان میں یہ کہنا بجا ہے کہ۔

شعلہ دوزخ رخ روشن کی تاب
جس سے ہر مومن کو واجب اجتناب
چہرہ تھا یا صبح داغ سیہ جبیں
روسیہ ہے تیرگی ظاہر جبیں
گیسو اک وابستگی مایوس کا
ہر شکن خط تھا کف افسوس کا
آبروے مہ سے ظاہر جلد یوں
زنگ خوردہ جیسے تیغ نیم گوں
یا نیام مخمل فرسودہ خواب
یا شکستہ کہنہ محراب خراب
شوخی مژگاں حرام ناشکیب
نرگس بیمار مرنے کے قریب
خانہ چشم اک صحرائے خراب
آنکھ کے ڈھیلے کلوخ خوردہ آب
رشک تیغ صور آواز بلند
خندہ صبح قیامت زہر خند
کیا کریہ الصت جیسے شور رعد
اور بدہیت بھی تھا حد سے زیادہ
رشک تیغ اصفہانی قدخم
خلق کا ہیبت سے نکلا جائے دم
شور آواز قدم افلاک تک
چونک اٹھیں خفتگان خاک تک

بس وہ یہ دو دن اس تخت پر سوار تھا۔ سامنے بادشاہ کے آ کر بہنگام تکلم شعلے منہ سے

چھوڑتا تھا۔ بادشاہ کو تسلیم کر کے باادب تمام مختصر کلام سامنے ٹھہرا بادشاہ نے اس مردود ازلی سے خطاب فرمایا کہ "اے آتش فشاں سرخ چشم جادو تم یہاں سے لشکر لے کر مہ رخ کے لشکر پر چڑھ جاؤ اور اس کو تباہ و برباد کر دو۔ خبردار کسی پر رحم نہ کھانا اور لڑائی میں دیر نہ لگانا۔"

اور عیاروں کی مکاری بھی کچھ بیان کر کے فرمایا۔ "ان لوگوں سے بچے رہنا۔"

وہ گم کردہ راہ راست حکم بادشاہ بے کم و کاست دوش اطاعت پر رکھ کر پھر اپنی آتش سحر میں غائب ہو گیا اور اپنے قلعہ الفتاحیہ میں آیا۔ سپہ سالار ان لشکر کو بلا کر حکم سنایا کہ "جلد دو لاکھ ساحر تیار ہو کر میرے ہمراہ چلیں کہ میں مہ رخ کے یہاں لڑنے جاتا ہوں۔"

بموجب حکم اس کے لشکر میں تیاری شروع ہوئی۔ گردان دلاور یادگار رستم و سام اور ساحران ناکام اپنے اپنے متعلقین سے رخصت ہو کر سواری ہائے سحر پر سوار ہو کر چلے۔ طبل و بوق نقارے بجنے لگے۔ ہوم خانے لد گئے۔ ہر سمت آگ برسنے لگی۔ آتش فشاں بھی مثل شعلہ جوالہ کے آتش فشانی کرتا ہوا اژدر دمان پر سوار ہوا۔

اسی کروفر سے کوچ کر کے دریائے سحر کے پار اترا اور قریب لشکر حیرت بد سیرت پہنچا۔ اس نے سردار بہر استقبال بھیجے کہ وہ آ کر لے گئے۔ لشکر اس کا متصل لشکر اترا۔ آتش فشاں بارگاہ حیرت میں آیا۔ اس نے خاطر کر کے بٹھایا۔ اس نے ملکہ کو زمین دی خلعت پایا۔ بیٹھ کر شراب پینے لگا اور عرض پیرا ہوا مجھ کو خداوند ساحران نے بہر استیصال لشکر مہ رخ بھیجا ہے۔ اب میں اپنے لشکر میں جاتا ہوں اور جنگ آغاز کرتا ہوں۔"

حیرت نے اس حرام خور کو خوب شراب پلوائی۔ کھانا لطیف کھلوایا۔ جب یہ خوب سرشار ہوا۔ اسی نشہ کی ترنگ میں وہاں سے اٹھ کر اپنی بارگاہ میں آیا اور بقیہ دن غافل پڑا رہا جب آتش فشانی مہر تاباں گم ہو گئی اور دنیا تمام ظلمت سرائے دہر تھی۔

ہرکارے یہ خبر لے کر بہت جلد خدمت مہ رخ میں آئے اور لب پر دعا و ثنائے بادشاہی لانے کے بعد عرض پیرا ہوئے "خسرو افلاک رتبا ایک ساحر آتش فشاں سرخ چشم جادو

نام فرستادہ افراسیاب ناکام دو لاکھ ساحر کی جمعیت سے آیا ہے۔ اور اس نے بمقابلہ غلامان والا اور بان جناب طبل جنگ بجوایا ہے۔ کل نکل کر میدان آتش عناد و فساد مشتعل کرے گا۔"

یہ کہہ کر ہرکارے تو پھر بہر خبر روانہ ہوئے اور ملکہ مہ رخ نے تو کلت علے اللہ کہہ کر بجواب طبل جنگ عدو نقر سحر کر دم دیا۔ یہاں بھی طبل و بوق بجے۔ ناقوس پھنکے۔ ساحروں نے سحر کے جگانے کا سامان کیا۔ عیاروں نے آلات جنگی کو درست کرنا آغاز فرمایا۔ دربار مہ رخ نے سویرے سے برخاست کیا۔ ہر ایک بہادر اپنے اپنے مقام پر بہر آرام آیا۔ تیاری لشکر پھر بیان ہو گی خواص کا ذکر کیا جاتا ہے کہ۔

یہ بارگاہ سے اٹھ کر فکر میں عیاری کے روانہ ہوئے اور اسی طرح عیار بھی اس اندیشہ میں چلے لیکن خواجہ عمرو قریب بارگاہ آتش فشاں پہنچ کر بصورت مبدل ٹھہرے تھے کہ ایک خواص کو انہوں نے دیکھا کہ وہ بارگاہ سے نکل کر کسی کام کو جاتا تھا۔ یہ اس کے ساتھ ہوئے اور ایک جگہ تنہائی پا کر اس کو سلام کیا۔ وہ بیچارہ تو وارد ان کے فقرے کیا جانے۔ اس نے غریب سمجھ کر جیب میں ہاتھ ڈال کر چند دے نکالے اور کہا "میاں صاحب اس وقت یہ موجود ہیں۔"

انہوں نے ہنس کر کہا "میں یہ اولے لے کر کیا کروں گا۔ مجھ کو کچھ آپ ہی سے عرض کرنا تھا اس لیے ساتھ چلا آیا۔"

اس نے کہا "فرمایئے۔"

کہا "کہوں کیا خاک میں تنہائی چاہتا ہوں اور وہ آپ کے پیچھے کھڑے ہیں۔"

یہ حال سن کر اس نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ انہوں نے کمند ماری کہ وہ الجھ کر گرا۔ انہوں نے گرتے گرتے اس کے منہ پر حباب بیہوشی مارا کہ وہ بیہوش ہوا۔ وہیں اس کو لے کر اس کو تو انہوں نے کسی گڑھے میں ڈال دیا اور آپ اس کی ایسی صورت بن کر تیار ہوئے۔ سر پر پگڑی باندھی چپکن پہنی پٹی پاک کمر سے لگایا تحویلداری کی کنجیوں کا گچھا لے کر رومال سے باندھا اور اس رومال کو جیب میں ڈال لیا اور جو کچھ

اس کے پاس روپیہ پیسا تھا۔ وہ سب لے کر اندر بارگاہ کے آئے۔

یہاں دیکھا تو ایک ساحر کریہہ المنظر سیاہ فام بد انجام مسند پر بیٹھا ہے اور شراب زہر مار کر رہا ہے خواجہ بھی اور خواصوں کے ہمراہ کاروبار میں مصروف ہوئے۔

اس عرصہ میں اس تبہ کارے نے پانی طلب کیا "آب خاصہ لاؤ۔"

عمرو جلد تمک سرکاری پانی میں ملا کر گلاس تھالی جوڑ میں لگا کر سامنے اس کے لے گیا اس ناہنجار نے گلاس کو تو ان کے ہاتھ سے لے لیا مگر جب پینے لگا۔ منہ سے گلاس لگتے ہی ایک پیدا ہوا اور اس نے ہاتھ مارا کہ گلاس گر گیا اور چلا پکارا "اس پانی میں دغا تھی خبردار ارادہ پینے کا نہ کرنا"

عمرو یہ رنگ دیکھ کر بھاگا اور اس نے فوراً ایک گولہ اپنی جھولی سے نکال کر مارا کہ وہ گولہ شق ہوا اور اس میں سے دھواں پیدا ہو کر جانب عمرو دوڑا عمرو نے بارگاہ سے باہر آ کر گلیم عیاری کو اوڑھا۔ اس دھوئیں سے نہ پایا۔ عمرو دل میں یاد ورد کرتا ہوا پھرا۔ ظاہر ہوا اور ورد سحر ناچار ہو کر پھر آیا۔

ادھر تو یہ سانحہ گزرا۔ ادھر چالاک بھی ایک خدمت گار کی ایسی صورت بن کر بارگاہ میں اس ساحر کی گیا۔ اب اس کو کھٹکا پیدا ہو چکا تھا۔ بنظر گرم ہر ایک کو دیکھتا تھا پس چالاک کو اس نے پہچانا کہ یہ بھی کوئی عیار ہے۔ چنانچہ ادھر تو اس نے نگاہ سحر چالاک پر ڈالی ادھر اس کو گرمی معلوم دی۔ چالاک بھاگا۔ آتش فشاں لگانا کہ "لپک"

منہ سے اس کے شعلہ آتش نکل کر چالاک کو پکڑنے دوڑا۔ یہ باہر بارگاہ کے آ چکا تھا کہ شعلہ کو اس نے اندر سے آتے دیکھا۔ یہ گھبرا کر اور تو کہیں نہ جا سکا۔ ایک غار تاریک کنوئیں کی طرح اس جگہ تھا اس میں پھاند گیا اور یہ عیار اس وجہ سے بھاگ آتے ہیں اس نے منتخب کر کے ساحر اپنی خدمت کے لیے رکھ لیے ہیں انھیں کی ایسی صورت بن کر جاتے ہیں اور دوسرے اس نے اپنے ملازموں کو منع کر دیا ہے کہ عیاروں کا تعاقب کرنے میں جان کا ضرر ہے تم ان سے خبر نہ ہونا۔

غرض یہ کہ وہ شعلہ بھی بنا ناچاری پھر گیا اور چالاک اس کے پھر جانے کے بعد کچھ

عرصہ میں کنوئیں سے نکلا اور جیسے ہی دو قدم چلا تھا کہ ایک ساحر کو اس نے جاتے ہوئے دیکھا اور ساحر مذکور نے بھی اس کو دیکھا اور سحر سے دریافت کیا کہ یہ بیشک کوئی عیار ہے اس کو پکڑ لینا بہتر ہے۔

یہ سوچ کر وہ جتنا چالاک سمجھا کہ یہ مجھ سے بدی کرے گا۔ پس بھاگا اور ایک درہ کوہ میں در آیا۔ لیکن سحر کے آگے انسان مشکل سے بھاگ سکتا ہے۔ وہ ساحر بھی اسی درہ کوہ میں آیا اور ایک سحر اس نے ایسا پڑھا کہ چالاک آپ سے اس کے پاس چلا آیا۔

وہ اس کو لے کر جانب لشکر حیرت روانہ ہوا۔ قضائے کار سے قران علی وقار درہ کوہ سے نکل کر ساحر بنے ہوئے چاندنی کی سیر کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک ساحر کسی کو پکڑے لیے جاتا ہے۔ دیکھتے ہی للکارے "ارے تو کون ہے اور کس شخص کو ہمارے مقام پر سے پکڑے لیے جاتا ہے۔"

اس ساحر کو تو حال قران معلوم نہ تھا۔ بس صاف صاف اس نے کہہ دیا "میں اس عیار کو لیے جاتا ہوں کہ اس نے ہمارے مالک کو بعض عیاری پکڑنے کا ارادہ کیا تھا۔"

قران نے کہا۔ "اچھا تم ذرا ٹھہر جاؤ۔ ہم بھی تو دیکھ لیں پھر تم لے جانا۔"

یہ کہہ کر قریب جو اس کے گئے تو دیکھا کہ چالاک ہے۔ بس اس ساحر کی تعریف کرنا شروع کی "بھائی تم نے بڑی مفتری اور مفسد کو گرفتار کیا ہے اس کا قید ہونا بہت دشوار تھا مگر یہ شخص جو تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو اس کا قید ہونا دشوار ہوتا۔"

وہ ساحر دوسرے کا نام سن کر گھبرایا کہ میں تو اکیلا آیا تھا۔ یہ اور کس کو بتلاتا ہے۔ دیکھ تو سہی کہ اور کون ہے یہ سوچ کر پیچھے مڑ کر اس نے دیکھا۔ قران نے پہلو پر سے بغدا مارا کہ سر پر اس کے پڑا۔ مغز پاش پاش ہو گیا۔ بھیجا نکل گیا۔ تڑپ کر ہلاک ہوا۔ بیڑوں نے اس کے غل مچایا اور چالاک رہا ہو گیا۔

قران نے کہا۔ "اے چالاک اب تم رات بھر اسی مقام پر رہو اور تماشا اس ساحر کے لڑنے کا دیکھ لو پھر جیسا ہو گا ویسا سمجھ لینا۔"

چالاک قران کے پاس رہا اور عمرو کا پنجہ اس شب کو آتش فشاں پر قابض نہ ہوا۔ یہ بھی پھر کر چلا۔ لشکروں میں رات بھر تیاری رہی۔ جوان دلاور مثل گلزار تو سن پر کہ جو مثل شاخسار ہوا۔ اسے اٹھاتے تھے سوار ہونے پر تیار ہوئے خزانے مثل خزائن گل اشرفی گلشن لشکر میں کھل گئے۔ گھوڑے برنگ لالہ داغی ہوئے مستکین ہاتھیوں کی طرح رنگین ہو گئیں۔ جیسے پہاڑ گل ہائے سرخ سے رنگین ہوتے ہیں چار آئینے یوں شفاف تھے کہ جیسے چار نہر چمن کی باغ میں ہوتی ہے۔ نے کی طرح قرنا کو دمبدم دم تھا تلواریں پانی کی لہروں کی طرح لہراتی تھیں۔

ہر ایک گرداب نظر آتی تھیں۔ آتش بار کھو کی طرح جھلم متہ پہ بہادروں کے کہتا تھا کہ زندگی حباب آسا ہے۔ آب تیغ کا جو کوئی تم میں پیاسا ہے وہی دلاور ہے۔ بعد مرگ بھی نام آور ہے بکتر یوں تن پہ بجے کہ جیسے تاک کے جوئبار گلشن پہ چڑھے تھے ایک طرف ساحروں پہ سحر کے گلشن افسوں ہرا بھرا تھا۔ ابر جو سحر کے آتے تھے گویا وگلے ہزار رنگ کے موج ہوا کو پہناتے ہیں روئے ہوا بھی زرہ پوش ہوا ہے۔ بیروں کی صدا تھی یا ابر بہاری گڑگڑاتا تھا۔ برق دمبدم چمکتی تھی۔ سبزہ خوابیدہ چونک اٹھا تھا طائران سحر مثل بلبل کے زمزمہ سرائی کرتے تھے۔ ہر ایک بہادر شادو خرم تھا کہ۔

تری وہ تیغ کہ فتنہ کار و ہو سوئے عدم
طنین پشت صدا قفل کی ہے ورد حملم
اگر وہ ہوئے علم اس کے سایہ کے آگے
عجب نہیں سپر افگن ہوں آ کے رستم و سام
جو تیر تم کے ہوتا وہ توڑ سے آگلا
کمان کے گوش میں آتا ترے کھنچا بہرام
کروں میں وصف سپر کیا کہ تیری پشت پناہ

علی بہر صف میدان ہے جن کے سب ہیں غلام
ترا سمند ہے اس قدر کہ حسیں
بغیر خانہ زین اس کے خانہ آرام
حضور اس کے کڑک برق کی بھر ہے پانی
عنان پکڑ کے اسے گر کریں وہ گرم خرام

غرض رات بھر شورش و ہنگامہ آمادگی لشکر رہا۔ صبح دم طبل و نفیر بجے ساحر تخت و اژدر طاؤس پر چڑھ کر در دولت پر ملکۂ مہ رخ ذی عزت کے آئے۔ مہ رخ بھی لباس فرما نروائی سے آراستہ تخت پر سوار برآمد ہوئی۔ ہر ایک نے پایہ تخت کو بوسہ دیا۔ مجرا و سلام ہر ایک کا ہوا۔ پھر کوس دہل گرجتے اور بجتے جانب جنگ گاہ یہ سب دلاور چلے۔ عیار بھی بہر تماشا ساتھ ہوئے۔ کسی طرف سے سواری بیرنگ باد بہاری ملکہ بہار کی پیدا ہوئی۔ فوج جس کو دیکھ کر شیدا ہوئی۔ ابر سرخ سر پر چھایا ہوا اس میں سے پھول گرتے۔ ملکہ بہار جوڑا نافرمانی پہنے ماتھے پر افشاں چنی ہوئی گلدستہ سامنے رکھے ہوئے تخت کو سونے کی چھڑیاں اٹھائے گرد و پیش خواصان زرین کمر کا ہجوم۔

غرضیکہ انتہا کی دھوم اس طرح ملکہ مخمور اپنے حسن و خوبی سے بھرپور تخت پر سوار گرد اس کے پریوں کی قطار مجمع طائران سحر پہ لدا ہوا۔ ہر ایک ملازم مست و مخمور بنا ہوا۔ مخمور بھی دھانی جوڑا انگلے میں پہنے لباس تمام جواہر دوز گھٹا سب جواہر کا عشرت اندوز ہمراہان تہیہ و تہنیت روانہ ہوئی۔ بہرحال نافرمانی اور طاؤس کا کہاں تک ان کی خوبیاں بیان ہوں۔ یہ سب مہ سپہر شجاعت و خورشید آسمان جلادت میدان جنگ گاہ میں آ کر پہنچیں۔

اس طرف سے دو لاکھ ساحر کا بڑا ہمراہ لیے ہمہ تن شعلہ بنا ہوا۔ آتش فشاں ایک تو سن آتشیں پر سوار وارد میدان کارزار جھانجا دہل اور دمامے بج گئے۔ نقاروں کی آواز نے گنبد فلک میں ہلچل ڈال دی آگ چار طرف سے برسنے لگی۔ ساحران مہ رخ نے اس آگ کے جواب میں باران سحر برسایا کہ گرد و غبار بیٹھ۔ آگ کو بجھایا۔ پھر جنگل

سب صاف ہوا۔ ہر ایک عازم مصاف ہوا نقیبوں نے نکل کر نقابت کی میمنہ و میسرہ قلب و جناح صفیں آراستہ ہوئیں۔

بعد صفوف آرائی جانبین آتش فشاں آگے سے نکلا اور ڈنڈوت کر کے سامری کو دیر تک پکارا کیا۔ پھر جے استاد کی بول کے خود اپنے گھوڑے کو وسط میدان میں نکالا اور نیرنگی سحر دکھا کر خوب گرجا کر للکارا نعرہ مہیب مارا اے فرقہ نمک حراماں حق ناشناس بھلا آؤ تو میرے مقابلہ کو۔"

یہ صدا سن کر مہ رخ نے بھی اپنے لشکر کے داہنے بائیں نگاہ کی۔ ایک ساحر لالہ رخ جادو حسنین اور خوبرو سامنے آ کر اجازت خواہ ہوا "غلام جا کر اس کافر کا تمام کرتا ہے۔ مردان عالم میں نام کرتا ہے۔"

ملکہ نے اس کو دعا دے کر رخصت کیا۔ جب وہ بہادر سامنے اس خیرہ سر کے پہنچا۔ یوں آمادہ کو اپنے گرجا کر طالب حرب و ضرب ہوا۔ اس دغا شعار نے کچھ سحر پڑھ کر دستک دی کہ ایک بجلی چمک کر اس بیچارے کے سر پر گری۔ ہر چند اس نے روکا لیکن جانبر نہ ہوا۔ دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ صدا اس کے گرنے کی بلندی ہوئی اور اس موذی نے پھر نقیب مبارز طلبی کی۔ ابکی مرتبہ ملکہ زلزلہ جادو نے نکل کر اجازت لی اور سامنے اس کے آئی اور حربہ اس نے طلب کیا۔ اس خیرہ سر نے ایک ہاتھ تلوار کا سحر پڑھ کر مارا۔ ملکہ زلزلہ کے سر پر تلوار پڑی تھی۔ یہی ایسی ساحرہ تھی جو بچ گئی ورنہ دو ٹکڑے ہوتی۔ لیکن شمشیر آبدار تا ورابرو اس کے اتری۔ اتنے واسطے مارے کہ تلوار نکل گئی اور آپ سحر ایسا پڑھا کہ لہو سر سے نکلنا بند ہو گیا اور طاؤس سے کوہ کے غرق نشین ہو گئی لرزاں جادو کو تاب باقی نہ رہی اس نے آ کر نارنج سحر اس پر مارا وہ خفیف سا زخم دیتا ہوا نکل گیا۔ اس وقت آتش فشاں کو غصہ آیا اور تیغہ کھینچ کر شعلہ لرزاں کا جھوم گیا۔ اس نے بھی جلد سے پڑھا کہ پنجہ پیدا ہو کر اس کو اٹھا لے گیا۔ اس وقت تو پا لشکر اسلامیاں کا بند ہوا اور فوج کو بیدل دیکھ کر مہ رخ نے خود ارادہ جنگ کیا۔

تمام لشکر کے علمجلوہ دکھانے لگے۔ سردار سب پاپیادہ ہو کر دوڑے اور عرض کیا کہ لشکر بیدل ہے لیکن ہم جان نثاری کو حاضر ہیں۔"

سرداروں کو ملکہ موصوف نے بہ تسلی و آسائی شفقت و دلاسا دے کر رخصت کیا اور آپ بمقابلہ حریف میں آئی اور اس کی تلوار کو رد کر کے اس نے تلوار ماری کہ آتش فشاں تو اڑ گیا۔ لیکن مرکب اس کا دو ٹکڑے ہوا اس وقت آتش فشاں جھلا کر دوڑا۔ ملکہ یاقوت کو تاب نہ رہی۔ یہ نیمچہ سحر پڑھ کر سد راہ ہوئی اور آتے ہی اس نے ایک ہاتھ آتش فشاں پر لگایا۔ وہ تو مخاطب مہ رخ کی طرف تھا نیمچہ اس کا اس پر پڑا مگر وہ ایسا زبردست ساحر ہے کہ پتھر کا ہو گیا تلوار یاقوت کی کارگر نہ ہوئی اور اس نے پھر کر جو جواب میں نیمچے کے تلوار ماری۔ یاقوت زخمی ہو گئے۔ ملکہ مشکیں کی آنکھ میں خون اتر آیا اور اس نے سامنے آ کر ایک پیکان تیر مارا۔ پیکان بھی خالی گیا۔ کچھ اثر پذیر نہ ہوا کیونکہ اس نے جسم اپنا فولاد کا کر لیا تھا اور اس نے ایک تیغہ سحر کا اس پر بھی لگایا کہ یہ زخمی ہو گئی۔ اب یہ سب مع مہ رخ کے صف لشکر میں اپنے زخمی ہو کر آئیں اور آتش فشاں بھی میدان سے ہٹ کر کھڑا ہوا اور جو کوئی اس کے مقابلے کو گیا اس نے مار لیا یا زخمی کر دیا۔

جب بہت سے سردار زخمی ہو گئے اس وقت ناچار ملکہ غبار انگیز طاؤس سوار اور رعد برق نے نکلنے کا عزم کیا اور رعد نے تو راہ کسی کی پھر نہ دیکھی اور دوڑ کر ایک چیخ ماری لیکن آتش فشاں کو کچھ اثر نہ ہوا اوپر سے برق چمک کر گری۔ آتش فشاں نظر سے غائب ہو گیا۔ یہ بھی دونوں پھر آئے۔ غبار انگیز نے جب رعد برق کو مجبور دیکھا۔ آپ ایک مشت غبار زمین سے لے کر سحر دم کر کے آگے بڑھی۔ اس عرصہ میں آتش فشاں پھر ظاہر ہوا اور پکارا "اے ملکہ مہ رخ میں نے تم لوگوں کی لڑائی بخوبی دیکھی۔ دور کے ڈھول سہانے تم تو کسی قابل بھی نہیں ہو۔ ابھی چاہوں تو تم کو ہلاک کر ڈالوں اور گرفتار کروں لیکن اتنا دن اور ایک رات مہلت دیتا ہوں۔ جاؤ آپس میں مشورہ

کے کے اطاعت بادشاہ طلسم کی اختیار کرو ورنہ کل میں تم سب کو روز دکھاؤں گا خاک و خون میں سلاؤں گا۔

یہ کہہ کر اپنے لشکر میں طبل امان بجا کر پھرا۔ مہ رخ نے طبل آسائش بجوایا اور بازگشت فرمائی۔ لشکر بستروں پر آرام پذیر ہوئے۔ زنگیوں کی تار داری شروع ہوئی۔ مہ رخ بارگاہ میں آ کر بیٹھی عمرو بیدہ کرسی پر اپنی آ کر متمکن ہوا اور ملکہ برق جادو سے کہا۔

"کیوں اے برق آج تو تم سے بھی کچھ نہ ہو سکا۔ اس کی کیا وجہ تھی۔"

برق نے کہا "خواجہ اس موئے کو سحر کچھ خاک میں نہیں آتا ہے۔ مگر اس سلسلہ پر وہ نازاں ہے کہ اس کے پاس ایک زنجیر اس طرح کی ہے کہ جیسے عورتیں توڑا گلے میں پہنتی ہیں۔ چنانچہ وہ زنجیر سونے کی ہے کہ ہر وقت اس کے گلے میں رہتی ہے اور وہ زنجیر سامری و جمشید کے گلے کی ہے۔ پس اگر وہ زنجیر اس کے پاس نہ ہوتی تو مثل سنگ نجس کے میں اس کو مار ڈالتی اور اس زنجیر کا حال سوائے میرے کوئی جانتا بھی نہیں ہے۔ سب یہی جانتے ہیں کہ آتش فشاں ساحر زبردست ہے اور میں اس وجہ سے جانتی ہوں کہ ایک دن یہ میرے مکان پر آیا تھا اور کچھ تحفوں کا ذکر چلا۔ میں نے بیان کیا کہ ہم کو سحر سیکھنے میں خداوند سامری نے یہ عنایت فرمایا کہ ہم برق بن جاتے ہیں۔ اس وقت اس نے بھی بیان کیا کہ میرے پاس یہ زنجیر ہے کہ جس کی بدولت میں ساحران عالم پر ممتاز ہوں۔ میں نے یہ سنا اور دریافت کیا کہ اے آتش فشاں یہ زنجیر اگر کوئی لینا چاہے تو اس کو مل سکتی ہے یا نہیں۔ اس نے بیان کیا کہ ہاں مل سکتی ہے لیکن کوئی ساحران کلمات کو سحر کے علیحدہ پڑھتا جائے اور دوسرا شخص میرے گلے سے اتارے تو بے شک اتر آئے گی اور دوسرے کو مل جائے گی۔

خواجہ نے کہا پھر اے برق تم اس سحر کو جانتی ہو۔ الگ کھڑی ہو کر پڑھو اور میں جا کر زنجیر اس کے گلے سے اتار لوں کیوں اے ملکہ پھر تو کوئی دغدغہ باقی نہ رہے گا۔"

برق نے کہا۔ "کوئی خوف پھر نہ رہے گا اور میں اس کو مار لوں گی۔"

عمرو نے کہا۔ "پھر تو آج ہم خود تنہائی کوشش کرتے ہیں۔ شاید زنجیر ہاتھ آ جائے نہیں تو کل بر سر میدان تو لے ہی لیں گے۔"

برق نے کہا۔ "بغیر سحر پڑھے اس زنجیر کا اترنا مشکل ہے آپ ناحق تکلیف اٹھاتے ہیں۔"

عمرو نے کہا پھر تو آج ہم خود تنہائی کوشش کرتے ہیں۔ شاید زنجیر ہاتھ آ جائے نہیں تو کل بر سر میدان تو لے ہی لیں گے۔"

برق نے کہا۔ "بغیر سحر پڑھے اس زنجیر کا اترنا مشکل ہے آپ ناحق تکلیف اٹھاتے ہیں۔"

عمرو نے کہا۔ "خالی بیٹھے بیٹھے دم بھی گھبراتا ہے شغل ہی سہی۔"

یہ کہہ کر مصروف شراب خواری ہوا۔ جب زنجیر شعاع مہر گردن روزگار سے اتری اور کہکشاں کا توڑا شلوکہ شب نے گردن میں پہنا کر

خون دل صاف کاشف اسرار
ہم فروغ ضمیر شب بیدار
لطف چرخ بلند پیشانی
دیدہ مہ نے کی نگہبانی

سر شام بہ حکم آتش فشاں ناکام نفیر سحر کو دم ملا لشکر میں طبل جنگ بجا ہرکارے خبر لے کر خدمت مہ رخ میں آئے اور خبر نواخت طبل جنگ عرض کناں ہوئے۔ اس طرف بھی طبل جنگ بجا۔

بدستور قدیم تیاری آلات حرب و ضرب آغاز ہوئی دلاوروں میں لیکن آج کی شب کو بیم و ہراس طاری تھا کہ ساحر کسی سے زیر نہیں ہوتا ہے دیکھیے کہ خدائے اکبر نے کیا چاہا ہے۔"

غرض یہ کہ ہتھیار صاف ہونے لگے۔ ہر شخص مصروف کاروبار درستی اسباب جنگ ہوا

طالب ہم و تنگ ہوا۔ اور خواجہ عمرو بارگاہ میں سے اٹھ کر صورت اپنی ساحر کی ایسی بنا کر قریب بارگاہ آتش فشاں آئے۔ اس نے اپنی بارگاہ کے گرد چند تلے برائے نگہبانی سحر کر کے معین کیے تھے کہ وہ جو کوئی آئے اس کے آنے کی خبر کر دیں۔

چنانچہ عمرو نے چاہا تھا کہ میں اندر بارگاہ کے جاؤں کہ ایک پتلے نے پکار کر کہا۔ "خبردار ہو جانا بڑا چوٹا آتا ہے جو عمرو کہلاتا ہے۔ عمرو نے جو یہ آواز سنی سمجھا کہ برق کا کہنا درست ہے۔ بیکار دوڑ دھوپ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ پس یہ الٹے پاؤں پھرا اور پھر کر اپنے مقام پر چلا آیا۔ اس طرح اور عیار بھی گئے۔ پتلوں نے پکار پکار دیا "پس یہ الٹے پاؤں پھرا اور پھر کر اپنے مقام پر چلا آیا اس طرح اور عیار بھی گئے پتلوں نے پکار پکار دیا "ہوشیار ہو جاؤ۔ چوٹے کے چوٹے آتے ہیں اور عیار بھی مقصود واپس آئے اور عمرو جو پھر کر آیا۔ سیدھا خیمہ میں برق جادو کے گیا اور اس سے مشورہ کیا کہ کل کس طرح مقابلہ کرنا چاہیے کہ رعد جادو تو چیخیں مارے اور ایک سردار چار پانچ ہزار جادوگر لے کر آتش فشاں پر گرے اور اس کے لشکر پر بھی حملہ کرے اور تم بھی اس پر گرد اور سحر بھی پڑھتی جاؤ اور میں جا کر عیاری کروں اور زنجیر گلے سے اتار لاؤں۔"

برق نے عرض کیا "انشاء اللہ ایسا ہی کروں گی جیسا آپ فرماتے ہیں۔"

پس برق نے ایک سردار کو اپنے لشکر کے بلایا اور اس سے کہا۔ "کہ کل جب ہم مل بیٹے لڑنے کو نکلیں اس وقت تم پانچ ہزار آدمی سے آ کر آتش فشاں پر حملہ کرنا اور اس کے لشکر پر بھی گرنا خبردار اس میں فرق نہ ہو۔ وہ سردار اس بات پر آمادہ ہو کر اپنی جگہ پر گیا اور خواجہ بھی آ کر کہیں ٹھہرے رات بھر لشکروں میں ویسا ہی غلغلہ بپا رہا۔ نقلیں پڑھی گئیں۔ مسخروں کی جاپ رہی۔ ہتھیار صاف ہوا کئے۔ جب تمانہ مشعلہ افروزی مہر تابناک قریب آیا اور فراش شب نے کثو لمائے کوا کب کو بارگاہ افلاک سے بڑھایا کہ

دھرا گردوں نے تاج مہر سر پر
ہوا رونق فزا تخت سحر پر
اجالا چاندنی سے بڑھ کے چھایا
ستارے کیا قمر نے منہ چھپایا

صبح دم مہ رخ علی شان اپنا لشکر بڑے سامان سے لے کر جانب رزم گاہ روانہ ہوئی اور نہایت احتشام سے وارد دشت مصاف ہو کر برائے جنگ و جدال صف کشی کی اس سمت سے آتش فشاں اپنے ساحران بے ایمان کو ساتھ لیے ہوئے آیا۔ ان گمراہوں نے پرا جمایا۔ صفیں مرتب ہوئیں میدان پاک و صاف ہوا اور آتش فشاں گھوڑا اپنا بڑھا کے میدان میں آ کے بعد نیرنگی سحر دکھانے کے پکارا کہ اے ملکہ مہ رخ کل تو تم نے دو دو چار چار ساحروں کو مجھ اکیلے سے لڑوایا۔ اب آج اس کی بھی مجھے پروا نہیں ہے۔ تم چاہو سارا لشکر لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑو۔ جیسی میرا کچھ نہ کر سکو گی۔ اچھا جس طرح تمہارا جی چاہے میرے مقابلہ میں آؤ یا کسی کو بھیجو۔"

یہ نصیب اس کا دنیا تھا کہ عمرو نے برق کی طرف اشارہ کیا۔ برق اور رعد دونوں نکل کر چلے اور وہ سردار جس سے کہہ رکھا تھا۔ پانچ ہزار آدمی سے ایک طرف کو روانہ ہوا۔ اس عرصے میں عمرو بھی ایک ساحر کی ایسی صورت بن کر مرکب پر چڑھ کر چلا۔ خلاصہ یہ کہ رعد نے جا کر بڑے زور سے چیخ ماری آتش فشاں ہنسا اور چاہتا تھا کہ اس کو گرفتار کرے۔ برق چمک کر گری۔ وہ برق کو آتے دیکھ کر غائب ہو گیا اب جو نشان سے نکلا وہ سردار پانچ ہزار سے آ کر گرا۔ آتش فشاں گھبرایا کہ کس کس کو جواب دے۔ ان لڑنے والوں نے نارنج نارنج ناریل حربے سحر کے مارنا شروع کیے۔

اس وقت تو اس کے لشکر کو بھی تاب نہ رہی وہ بھی دوڑ پڑے۔ آپس میں جنگ مغلوبہ کا سامان ہوا۔

جب تو عمرو گھوڑا اپنا بڑھا کر سامنے آتش فشاں کے آ کر للکارا "او خیرہ سر کہاں جاتے

گے ہمارے ہاتھ سے۔"

اس نے چاہا کہ اس پر تلوار لگائے عمرو جست کر کے اول تو زمین پر اتر پڑا اور اس کے مرکب کے پیٹ کے نیچے پہنچا۔ وہ جھک کر دیکھنے لگا کہ یہ کیا کرتا ہے۔ وہ تو جھانکتا تھا کہ عمرو دوسری جست کر کے اس کے پٹھے پر پیچھے اس کے آیا۔ گھوڑے کو جو بوجھ دو آدمیوں کا معلوم ہوا ایک پٹک اس نے لگائی ملکہ برق اب جلد جلد وہی سحر زنجیراتا لینے کا پڑھنے لگی اور آتش فشاں پیچھے پھرنے لگا کہ یہ عجیب طرح کا ساحر ہے کہ گاہے گھوڑے کے نیچے کبھی پٹھے پر آتا ہے۔ وہ تو پیچھے پھرنے لگے۔ پچاس ساٹھ ساحر جو پہلے سے گرا ہوا تھا۔ اس پر حربہ لگانے لگے۔ اس کے روکنے بھی وہ مشغول ہوا اور عمرو کو بھی وہ فکر کرتا تھا کہ ایک طرف رعد چیخ رہا تھا۔ لشکر لڑ رہا تھا۔ آگ پتھر برس رہے تھے ایسی جنگ بھی اس نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

اس گھبراہٹ میں چاہتا تھا کہ غائب ہو جاؤں اور سنبھل کر لڑوں کہ عمرو نے بہت زبردست مقراض سے زنجیر اس کی گردن سے کاٹی وہ کھل کر گردن سے اس کے پیٹ پر آئی۔ وہ سمجھا کہ یہ ساحر جو گھوڑے کے پٹھے پر بیٹھا ہے اس نے کوئی چیز میرے پیٹ پر ڈال دی ہے۔ پس یہ سمجھ کر ہاتھ جو مارا زنجیر کو نوچ کر نیچے گھوڑے کے پھینک دیا۔ ساتھ ہی عمرو بھی گھوڑے سے کود کر زنجیر پر آیا اور اس کو لے کر نعرہ کر کے بھاگا کہ "منم عمرو عیار نامدار۔"

جب یہ زنجیر لے کر بھاگا مہ رخ سب فوج لے کر آ کر گری۔ مار سحر کی اور ہتھیاروں کی شروع ہوئی مگر اول رعد جادو قریب آتش فشاں آ کر چیخا کہ وہ بیہوش ہو کر گرا۔ اوپر سے برق جو کڑ کڑا کر گری اس کو کاٹ کر زمین میں در آئی۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا اور برق اڑی تڑپتی ہو کر لشکر پر گرنے لگی۔ رعد چیخیں مارنے لگا۔ ہزاروں ساحروں کا سر پھٹا اور برق نے جلا دیا۔ مہ رخ اور بہار نے بہتوں کو خاک و خون میں لٹا دیا تا دیر بڑے زور و شور سے تلوار چلی۔

آخر کار سپہ سالاران لشکر آتش فشاں نے طبل امان بجایا اور بھاگ کر اپنی جان بچائی۔

مہ رخ بفتح و نصرت لشکر لے کر پھری اور وہ ہزیمت خوردہ سیدھے بھاگ کر دریائے خون رواں کے پار اتر گئے۔ وہاں سے کچھ لوگ تو خدمت افراسیاب میں آئے اور بہت سے اپنے ملک کی طرف جو افراسیاب کے پاس آئے۔ سب حال شکست کھانے کا سامنے شاہ طلسم کے بیان کیا۔ بادشاہ کا غصہ ایک سے سو حصہ زیادہ ہو گیا اور کہا۔ "تم جاؤ جلد آتش فشاں کے بھائی سحر افشاں جادو کو میرے پاس بھیج دو۔"

وہ سب رخصت ہو کر قلعہ زر افشانیہ میں آئے سحر افشاں جادو کی فوج جو پہلے پھر آئی تھی۔ اس سے مارے جانے کا اپنے بھائی کے حال معلوم ہوا تھا۔ بہت اس نے غم کیا تھا۔ اب حسب حکم بادشاہ طلسم لشکر اپنے اپنے ہمراہ قدرے لے کر باغ سیب میں آیا۔ بادشاہ کو تسلیم کی۔ نذر دی خلعت پایا اور پانے بھائی کو یاد کر کے رویا۔ شاہ نے تسکین دی اور فرمایا۔ "اب تم جاؤ اور رعد جادو اور اس کی مادر برق جادو نے بشراکت عمرو تمہارے برادر کو قتل کیا ہے ان کو قتل کر کے قصاص اپنے بھائی کا لو۔"

یہ کہہ کر ایک نامہ ملکہ حیرت جادو کو بھی لکھا کہ حال اس کا بیان ہو گا۔"

الغرض سحر افشاں بڑے کروفر سے طبل و بوق بجاتا ہوا۔ لشکر اپنا درست کر کے دریائے خون رواں سے پار اترا۔ یہاں ملکہ حیرت کو خبر آتش فشاں کے قتل ہونے کی معلوم ہوئی تھی اور وہ نہایت رنج میں افسوس کر رہی تھی پریشان خاطر بیٹھی تھی کہ مصور جادو نے اس کو مضطر دیکھ کر کہا۔ "آپ خاطر جمع رکھیں اور کسی طرح کا رنج و غم نہ کریں۔ میں اب چند روز میں مہ رخ کو مع اس کے لشکر کے غارت کیے دیتا ہوں۔"

مصور تو حیرت کی تشفی خاطر اور دلجوئی کر رہا ہے اور اس طرف عمرو کو بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ چل کر بارگاہ حیرت میں دیکھو تو سہی کہ اب کیا تدبیر ہو رہی ہے۔ یہ سوچ کر اپنے مقام پر سے چلا اور بصورت مبدل روانہ بارگاہ پر آیا۔

یہاں دیکھا تو ایک خدمت گار قلمدان لیے استادہ ہے اور اندر جانے کا جب ارادہ کرتا

ہے لوگ اس کو اندر نہیں جانے دیتے ہیں ان سب کو یہ خیال ہے کہ کہیں عمرو عیار نہ ہو۔"

عمرو نے یہ ماجرا دیکھ کر دربانوں سے کہا۔ "اے بھائیو میں حجت و تکرار نہ کرو اس کو جانے دو ایسا نہ ہو کہ وہاں قلمدان کی خواہش ہو تو بیچارے پر مفت میں عتاب آئے" یہ کہہ کر آپ اس خدمت گار کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک کونے میں لے گیا۔ وہاں لے جا کر اس کو تو بیضہ بیہوشی مار کر بیہوش کر دیا اور آپ اسی کی ایسی صورت بن کر پیراہن اس کا پہن کر قلمدان ہاتھ میں لے کر آیا۔ دربانوں کو تو پہلے ہی سمجھا چکا تھا۔ اب بے خطر سیدھا بارگاہ کے اندر داخل ہوا اور جا کر سر پر مصور جادو کے استادہ ہوا۔

اس میں شکوہ زریں قبا نے مصور سے کہا۔ "اے نبیرہ جمشید حقیقت میں تو یہ ہے کہ عمرو بڑا بے کلیجے ہے اور ایسے ایسے مقام پر جاتا ہے کہ جہاں رستم و سہراب کی بھی طاقت نہیں کہ وہاں قدم رکھ سکیں۔ مگر آپ اس وقت بھلا دیکھیں تو سہی کہ وہ عیار مکار کس مقام پر ہے اور کیا کرتا ہے۔"

مصور جادو کے پاس تختی ہے اس میں دیکھ کر بتاتا ہے اس نے وہی تختی دیکھی تو معلوم ہوا کہ عمرو تو تیرے سر پر کھڑا ہوا مورچھل جھل رہا ہے۔

یہ ماجرا معلوم کر کے اس کا خون خشک ہو گیا اور منہ پر زردی آ گئی۔ لیکن دل کو اپنے قوی کر کے عمرو کی طرف جو پھیر کر دیکھا تو عمرو کود کر حیرت جادو کے سامنے آیا اور قہقہہ مار کر اس طرح ہنسا کہ حیرت کو بڑی حیرت ہوئی اور دل سے کہا اس نے کیا دیکھا ہے جو اس طرح ہنسا ہے۔"

غرض یہ تو متحیر تھی اور سب خواجہ کی طرف تعجب سے دیکھ رہے تھے کہ یہ ملکہ زریں قبا کے گلے سے دھکدھگی جواہر کی کھینچ کر بھاگا غل ہوا لینا لینا۔"

لیکن ساحر تو اس سے ڈرتے رہتے تھے کسی نے تعاقب نہ کیا۔ یہ نکلا ہوا صاف نکل گیا۔ تمام ساحر بدحواس ہو کر اور منہ پھیلا کر رہ گئے۔

اس اثنا میں آواز طبل اور نفیر سحر کی سب کے گوش زد ہوئی۔ حیرت نے متوحش ہو کر کہا۔ "ارے خبر تو لاؤ کہ یہ نقارے کیسے بجتے ہیں۔ کیا کوئی لشکر آتا ہے۔"

ہنوز سخن در دہان تھا کہ چیلے نے لا کر نامہ افراسیاب کا دیا۔ حیرت نے اس نامہ کو تعظیم تمام لے کر وا کیا اور پڑھا لکھا تھا کہ "اے ملکہ بھائی آتش فشاں جادو کا اپنے بھائی کے مرنے کی خبر سن کر بلائے سحر افشاں جادو تم ہمارے پاس آیا تھا۔ اس کو ہم نے تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ بدلہ اپنے بھائی کے مرنے کا مہ رخ سے مقرر لے گا۔ تم کو مناسب ہے کہ تم اس کی خاطر داری بہت کرنا اور لشکر مہ رخ اس کے ہاتھ سے غارت کرانا۔"

حیرت مضمون نامہ سے مطلع ہو کر نہایت درجہ خوشنود ہوئی اور سمجھی کہ یہ آواز طبل و نقاروں کی جو معلوم ہوتی ہے کہ بلائے لشکر افشاں کے شکر سے آتی ہے۔ یقین ہے کہ وہ قریب تر پہنچ چکا ہے۔ پس اس نے حکم دیا "بلائے سحر افشاں بھائی آتش فشاں کا آتا ہے۔ لوگ استقبال کو جائیں چند ساحر ذی احتشام بہر استقبال چلے۔ دیار گلہ تک پہنچے ہوں گے کہ وہ اس طرف سے آتا تھا۔ اس سے ملاقات ہوئی بعزت تمام اس کو لے آئے۔

اس نے آتے ہی نذر دی۔ حیرت نے دنگل زریں صدر میں عنایت فرمایا کہ وہ بیٹھا۔ ساقی نے لا کر جام مے ارغوانی دیا۔ اس نے پیا اور دو چار جام متواتر جو پیے اپنے بھائی کی یاد آئی۔ حال اس کا دریافت کر کے حلہ بعد اتان امومات کے اپنے مقام پر اٹھ کر آیا اور حکم نواخت طبل جنگ دیا۔

بموجب حکم آن بلند کردار طبل ردی نوازش میں آیا۔ ہرکاروں نے لشکر مہ رخ کے خبر جا کر مہ رخ سے کی ادھر بھی طبل جنگ جواب میں بجا۔ اتنا دن جو باقی تھا۔ طبل و بوق دونوں جانب بجا آئے۔ جب لشکر شام ظلام خورشید زریں قام پہ آ کر حملہ آور ہوا اور فوج ضیائے خورشید نے غار مغرب میں جا کر منہ چھپایا کہ

حنائی رنگ کا دے ساقیا جام
گرا خورشید پہ پھر لشکر شام
صف آرا پھر ہوئی فوج ستارا
سر انجم ہوا پھر آشکارا

شام کو لشکری دو جانب کے تو سحر بجانے لگے دربار برخاست ہوئے۔ زہرہ بجنے لگا جلب ہونے لگی۔ لیکن سحر افشاں ایسا کچھ رنجیدہ خاطر تھا کہ اپنی بارگاہ میں بیٹھ کر شطرنج کھیلنے لگا اورعوں کی باتیں نشہ میں کرتا تھا کہ کل صبح کو میں سب لشکر حریف کو مات کر دوں گا۔ اس طرح کہ لاف زنی کرتا تھا۔ کہ یکایک خبر ہوئی "گیسو بن شباب تشریف لاتے ہیں۔" یہ گیسو بن شباب چالاک ہے کہ صورت گیسو کی اپنی بدل کر آیا ہے۔

غرض خبر سن کر سحر افشاں نے اس کا استقبال کرایا اور بڑے تپاک سے اس کو لا کر مسند پر زر پر بٹھایا اور کہا۔ "آپ نے سرفراز فرمایا جو اس وقت رونق افروز کا شانہ غریب ہوئے۔ میرا بھی دل آپ کی ملاقات کو بہت چاہتا تھا خوب ہوا جو ملازمت ہو گئی۔"

یہ کہہ کر دو ایک جام شراب پئے اور گیسو کو بھی دیئے۔ گیسو نے آنکھ بچا کر انڈیل دیئے۔ پھر سحر افشاں باتیں لاف زنی کی کرنے لگا۔

گیسو نے کہا۔ "بھائی صاحب ہمارے نزدیک تو یہ امر ہے کہ اگر عمرو مارا جائے تو البتہ لطف لڑنے کا ملے اور جرات کا مزہ حاصل ہو۔ ورگرنہ یہ سب باتیں بیکار ہیں۔ اسے یہ اور کیا مجال ہے کسی کی کہ جو کوئی لشکر سے رخ کیا لیکا وقت ملازکو بھی چشم و قہر نگاہ بھر کر دیکھ سکے۔"

بلائے سحر افشاں نے یہ کلام سن کر کہا۔ "ہاں بھائی میں نے بھی اس عیار کی ایسی تعریف سنی ہے پھر کیا وہ کسی ساحر کو زندہ نہیں چھوڑتا ہے۔"

کیسو نے کہا "تمہیں جو لڑنے آیا مارا گیا۔"

اس نے کہا "اچھا یہ تو بتائیے کہ آپ آج تک کیونکر زندہ ہے اور اس کے ہاتھ سے کیونکر بچے کیا آپ نے کوئی سحر ایسا تیار کیا ہے کہ جس کی تاثیر سے محفوظ ہیں اور وہ آپ پر قابو نہیں پاتا ہے اگر درحقیقت یہی بات ہے تو پھر آپ احسان کر کے وہ سحر مجھ کو بھی بتلائیے تاکہ میں بھی اس کے شر سے بچتا رہوں۔ بھلا بہت زمانہ تک نہیں تو ایک ہی رات سہی پھر تو میں خاتمہ اس کا کر ہی دوں گا۔"

کیسو بن شہاب نے کہا "مگر میں اس طرح سے اپنے تئیں نہ بچاتا تو اب تک ہڈیاں بھی میری گل جاتیں۔ وہ کب کا مجھ کو مار ڈالتا خیر خاطر تمہاری بہر صورت مجھ کو منظور ہے اور میں اپنا دوست صادق آپ کو جانتا ہوں۔ آپ نے ذرا علیحدہ چلیں تو میں آپ کو بھی اس سحر کا انچھور اور اس کی بھینٹ بتلا دوں بھلا تم بھی کیا یاد کرو گے کہ نہ بتلایا۔"

کیسو بن شہاب نے ایک پھول نہایت خوشرنگ تروتازہ شاداب نازک اپنے پاس سے نکالا اور کہا "دیکھیے سحر تو میں اور کچھ نہیں کرتا ہوں لیکن یہ پھول جمشیدی گلدستہ کا ہے مجھ کو بمشکل تمام ملا تھا۔ میں اس کو سونگھ لیتا ہوں اور اس کی تاثیر سے نہ تو بیہوشی مجھ پر تاثیر کرتی ہے اور نہ کسی کی عیاری مجھ پر کارگر ہوتی ہے اور اگر کوئی میرے سامنے آ بھی جاتا ہے تو مجھ کو خود بخود حال اس کا ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ پوشیدہ رہ نہیں سکتا ہے اگر تمہارا جی چاہے تو آج کی شب کیلیے اس کو سونگھ لو کل پھر میں تم کو آ کر سنگھا جاؤں گا۔"

بلائے سحر افشاں نے یہ تقریر سن کر وہ پھول اس کے ہاتھ سے لے کر سونگھا۔ سونگھتے ہی تڑاق چھینک آئی اور بیہوش ہو کر گرا۔ چالاک نے اس کو اور زیادہ بیہوش کیا اور پشتارہ بدوش ہو کر سرانجام چالاک کر کے صاف لے ہوئے چلا گیا۔ یہ تو اس کو لے کر چلا۔

ادھر صرصر شمشیر زن کا ماجرا سنیے کہ اس کو بیٹھے بیٹھے یہ خیال آیا کہ آج کی شب

تو چل کر کوئی عیاری کر کیونکہ تو تھک کر بیٹھ رہی ہے کوئی عیاری اب تک کی ہی نہیں۔ آخر برق جادو کو بن پڑے تو پکڑ لا۔

پس یہ سوچ کر اپنے مقام پر سے چلی اور راہ میں اس نے برق فرنگی کی ایسی صورت بنائی اور یہ شاہی خیمہ میں ملکہ برق جادو کے آئی۔ یہ عیار تو ہر وقت آتے ہی جاتے ہیں۔ ان کو کون روک سکتی عیارہ کو بھی کسی نے نہ روکا اور اس نے اندر آتے ہی دیکھا کہ ملکہ برق پلنگڑی پر آرام کر رہی ہے۔ اس نے برق عیار کو دیکھ کر پوچھا "کہو بھیا خیر تو ہے۔ اس وقت کدھر آئے۔"

اس نے کہا۔ "خواجہ سلامت نے کچھ کہلا بھیجا ہے سو آپ ذرا علیحدہ چل کر سن لیجیے۔"

برق جادو نام خواجہ کا سن کر فوراً اٹھی اور مقام خلوت میں برق نقلی کو لے کر آئی اس نے وہاں آتے ہی بیضہ بیہوشی اس کے منہ پر مارا کہ وہ بیہوش ہوئی۔ اس نے بھی پشتارہ اسکا دوش پر رکھا اور قنات چاک کر کے نکل کر چلی۔

جب صحرا میں لشکر سے نکل کر پہنچی۔ ادھر سے چالاک پشتارہ سحر افشاں کا لیے آتا تھا۔ راہ میں دونوں سے ملاقات ہوئی اور صرصر کو یقین ہوا کہ چالاک سحر افشاں کو لیے جاتا ہے اور چالاک کو بھی ثابت ہوا کہ صرصر کسی سردار کو ہمارے یہاں سے لیے جاتی ہے۔ پس اس نے للکارا "ٹھہر جا کہاں جاتی ہے اور کس کو لیے جاتی ہے۔ میں دشمن تیری جان کا آ پہنچا۔"

صرصر نے بھی نعرہ کر کے تیغ کھینچا اور پکاری "اگر تو آیا ہے تو میر کیا کرے گا۔"

اب دونوں میں تیغ زنی آغاز ہوئی۔ اور لڑتے لڑتے دونوں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ پشتارے یا تو زمین پر رکھ دیا یہ کہ ایک شخص دوسرے پشتارے پر اس طرح تیغ مارے کہ گرہ پشتارے کیکھل جائے اور مالک رہا ہو جائیں۔

یہ سوچ کر دونوں نے ہاتھ تلوار کا پشتاروں پر جو مارا تو دونوں پشتارے کٹ گئے اور برق جادو اور بلائے سحر افشاں نکل کر گرے اور دونوں کو ہوا جو لگی ہوشیار ہو گئے اور اٹھ

کر سمجھے کہ عیاروں کا مقدمہ ہے ہم نہ بولیں تو اچھا ہے۔

پس یہ دونوں اٹھا کر اپنے مقام پر چلے گئے بعد کچھ عرصے کے صرصر گھبرائی اور سمجھی کہ تو اس عیار کے ہاتھ سے زخمی ہو جائے گی۔ اب تجھ کو نکل جانا چاہیے۔ یہ سوچ کر اس نے چالاک سے کہا۔ "او جوانا مرگ معلوم ہوا کہ تو دوسرے کے بہروپ سے پر میرے ساتھ لڑ رہا ہے اور یہ وہی تجھ کو لڑواتا ہے۔"

چالاک نام دوسرے کا سن کر گھبرایا کہ مبادا اس کا کہنا تو عیاری کا فقرہ ہے اور کوئی اور عیار تیری گھات میں ہو۔ پس یہ خیال کر کے اس نے پیچھے پھر کر دیکھا۔ صرصر تو جست کر کے اتنے ہی عرصہ میں سامنے سے کافور ہو گئی اور چالاک بھی ناچار ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔

ادھر برق جادو اپنے خیمہ میں آ کر پہنچی اور سحر افشاں اپنی بارگاہ میں آیا۔ رات بھی دوا دوش میں تمام ہو چکی تھی اور وہ وقت تھا کہ قیدی مشرق کی معیاد پوری ہوئی تھی اور خورشید تاباں کو رہائی ملی تھی۔ پیشانہ سیاہی شب سے رہا ہو کر بارگاہ افلاک میں آیا تھا۔ شب تیرہ فام نیمدہ اپنا چھپایا تھا

ستارہ صبح کا لے امید نکلا
بھبھوکا بن کے پھر خورشید نکلا
شب تیرہ پر آفت سے اس نے ڈھالی
ہوئی پھر دن کے افسر کی بحالی

رات بھر طبل جنگ سے تیاری آلات حرب و ضرب ہوتی رہی۔ ہنگام سحر مہ رخ نامور لشکر اپنا بصد کروفر لے کر جانب دشت جنگ روانہ ہوئی۔ اس طرف سے بلائے سحر افشاں بصد عظم و شان فوج گراں لے کر چلا۔ دونوں سردار لشکر لیے ہوئے میدان میں

آئے۔ والوں نے پرے جمائے صفوف آراستہ ہوئیں نقیب نقابت کر کے ہٹے سحر کی نیرنگیاں و جانے لگے۔ کسی نے جنگل میں آگ لگا دی۔ کسی نے دریا جاری کیا کسی نے خون کی ندی بہا دی کسی نے جانداران سحر ہزاروں پیدا کیے کسی نے پتھر برسا دیئے طبل و بوق بجنے لگے کڑکا ہونے لگا۔

بلائے سحر افشاں اژدر اپنا اڑا کر میدان میں آیا اور مبارز طلب ہوا ۔ رخ کی طرف سے شہروان جادو مقابلہ کو گیا مگر اس کے ناوک سحر سے جانبر نہ ہوا۔ پھر اس کا بھائی گیسو دراز برائے مقابلہ نکلا۔ وہ بھی برف آتش فشان سے اس کو مارا گیا۔ اس وقت برق جادو نے عمرو سے کہا۔ "خواجہ سلامت میں جانتی ہوں کہ کوئی نہ کوئی چیز اس کے پاس بھی مثل تحفہ کیے ہے جب تو کسی کا وار اس پر کارگر نہیں ہوتا۔"

عمرو نے کہا۔ "اے ملکہ اگر کوئی شے اس کے پاس ہوتی تو کیا معلوم نہ ہوتا۔ تم ناحق کو اندیشہ کرتی ہو۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ تم جا کر مار لو۔ یہ نابکار تمہارے ہاتھ سے کہاں بچ کر جائے گا۔"

یہ جو عمرو نے کہا تو رعد و برق دونوں تڑپ کر اپنے ابر سحر میں گئے اور وہاں سے رعد گرج کر دشمن پر آیا اور دامن تھام کر چاہتا تھا کہ چیخ مارے اس وقت برق تڑپ کر جو سحر افشاں پر گری تو اس طرح سے گری کہ ابر نیچا ہو گیا اور برق نصف ابر میں رہی اور نصف باہر نکل تھی اور رعد دامن پکڑے ہوئے تھا۔

سحر افشاں کو رعد برق کے لیے افراسیاب نے ایک سحر بتلا دیا ہے کہ یہ ان کا رد ہے پس اس نے دی سحر کیا ہے۔ پس اس نے وہی سحر کیا اور کمند سحر کو لگایا۔ برق جادو تو اس میں گرفتاری ہو گئی اور جھٹکا جو دامن کا لگا تو رعد بھی گر پڑا۔ دونوں کو اس نے گرفتار کر لیا۔ اور اپنے لشکر میں طبل بازگشت بجوا کے پھر گیا اور نہایت خوش ہوا۔

یہ کہتا ہوا پھرا کہ "اب مجھ کو کچھ کام نہیں ہے۔ میں کسی سے نہ لڑوں گا جس نے میرے بھائی کو مارا تھا اس کو میں نے پکڑ لیا ہے۔ اس کے خون کا بدلہ لینے آیا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو قتل نہ کروں گا تو فن سحر کو میدان رزم میں نہ ڈالوں

گا ہاں اگر شہنشاہ یا ملکہ حیرت لڑیں تو ان کے شریک البتہ ہو جاؤں گا۔

یہ کہتا ہوا اپنے مقام پر آیا سپاہ نے اس کی آرام لیا۔ یہ خود اپنی بارگاہ سے خدمت حیرت میں آیا اور نہایت خوشی ظاہر کی "اے ملکہ میں نے اپنے بھائی کے قاتلوں کو گرفتار کیا۔ اب میں ان کو قتل کرنے جاتا ہوں۔"

حیرت نے کہا۔ "جاؤ مبارک ہو مگر ذرا خبرداری سے ان کو قتل کرنا۔ کیونکہ ان کے چھڑا لے جانے والے بھی بہت ہیں۔"

غرض یہ وہاں سے اپنی بارگاہ میں آیا افراسیاب کو بھی عرضی اس مضمون کی لکھی کہ میں نے رعد برق کو گرفتار کر لیا ہے اگر حکم عالی ہو تو دونوں کو قتل کر ڈالوں۔"

یہ لکھ کر اس نے پتلہ سحر کے ہاتھ بھیجا۔ ادھر حیرت نے بھی شاہ کو لکھا کہ برق اور رعد کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں کیونکہ سب ساحران دونوں سے ڈرتے ہیں۔ آپ اجازت ان کے قتل کی ہرگز نہ دیجئے گا۔"

اس نے بھی پتلہ کے ہاتھ نامہ روانہ کیا۔ یہاں رعد برق کو ایک تخت پر قید کر کے سحر افشاں نے اپنی بارگاہ میں بٹھا دیا اور آپ بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگا اور شراب زہر مار کرنے لگا۔ لیکن مہ رخ رنجیدہ خاطر پھر کر اپنی بارگاہ میں آئی اور لشکر کو حکم آسائش دے کر بیٹھی۔ عمرو کو خیال آیا کہ میرے کہنے سے برق رعد لڑنے کو گئے تھے۔ یہی ہ گرفتار ہو گئے ان کو چل کر رہا کرنا چاہیے۔

یہ سوچ کر ایک ساحر معزز کی ایسی صورت الگ جا کر بنا۔ بادلہ کی چیری باندھی بت جواہر کے کنٹی سے شانہ تک آراستہ کر کے موتیوں کا مالا گلے میں ڈال کر یا جمشید یا جمشید کہتا ہوا بارگاہ سحر افشاں میں آیا اس نے خاطر کی بٹھلایا۔

اس نے کہا۔ "میں اسی اطراف کا رہنے والا ہوں۔ آپ کی ملاقات کو جی چاہا چلا آیا۔"

اس نے کہا۔ " آپ نے بہت مناسب کیا۔ آپ کا یہ مکان کشش خانہ ہے۔"

یہ کہہ کر ایک جام جواہر منگا کر اپنے پاس رکھا اور کہا۔ "اب میں پانی شراب وغیرہ اسی جام میں پیا کروں گا۔"

یہ کہہ کر پیاس جو محسوس کی آپ خاص طلب کیا۔ جبکہ خواص پانی لے کر آیا۔ اس نے اسی جام میں پانی لے کر پیا۔ خواجہ سلامت نے دریافت کیا۔ حضور یہ تو فرمائیں کہ اس جام میں پانی کیوں لے کر پیا اور دوسرے جام میں پینا ترک فرمایا۔ کیا یہ جام اور جاموں سے بہتر ہے۔"

اس نے جواب دیا "نہیں یہ جام اوروں سے بہتر تو نہیں ہے مگر وصف اس میں یہ ہے کہ اگر کوئی بیہوشی ملا کر دے تو مجھ کو اس جام میں پینے سے معلوم ہو جائے گا۔ یہ وجہ ہے جو میں نے اسی جام کو اختیار کیا ہے۔"

عمرو یہ کلمات سن کر خاموش ہو رہا اور فکر میں ہوا کہ اس کو کسی طرح مار ڈالوں اور اس نے کہا آئیے ہم آپ شطرنج کھیلیں۔"

یہ اس امر کے منتظر تھے۔ کہا۔ "بہت اچھا آئیے۔"

اس نے شطرنج بچھائی اور کھیلنے لگا پھر تو عمرو ایسا کھیلنے والا رومی اور فرنگی سب طرح کی شطرنج اس کو یاد۔ اس کی کیا بساط تھی جوان ایسے فرزین سے کھیلتا یہ ایک ہی چال میں فیل مست کو مار ڈالتے ہیں اور ایسے پیادہ ہیں کہ سوار کو گھیر کر قید کرتے ہیں۔ خانہ بخانہ پھرتے۔ اس شش و پنج میں اوقات بسر کرتے ہیں۔ کبھی رخ ایسی باتوں سے پھیرتے ہی نہیں۔ بازی بازی چال اس پر رکھی تو وہ مات ہو گیا اور اپنے دل میں کہتا تھا۔ اب تو اسی کا ساتھ دو۔ ایک بازی شطرنج کی کھیلا کر تیری شطرنج بھی کڑی ہو جائے گی۔

غرض یہاں تو شطرنج بازی ہو رہی ہے اور وہاں عرضی اس کی اور حیرت کی پاس شلہ جادواں کے پہنچی۔ اس نے دونوں کو پڑھ کر کہا۔ "کہ ملکہ حیرت کو غصہ بات بات پہ آ جاتا ہے۔ حق بجانب سحر افشاں ہے کہ اس کا بھائی مارا گیا ہے۔ اس کو اختیار ہے کہ اپنے بھائی کے قاتلوں کے بارے میں حیرت کو سمجھا لوں گا۔ لیکن اس کو اختیار دیتا ہوں کہ وہ رعد و برق کو قتل کرے۔"

یہ کہہ کر کتاب جمشیدی دیکھی۔ اس میں بھی ظاہر ہوا کہ رعد و برق کو قتل کرتا ہی

مناسب ہے مگر اندر بارگاہ کے نہ قتل کرے باہر لا کر قتل کرے اور اس کو آگاہ کر دینا چاہیے کہ تیرے ساتھ عمرو بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا ہے اور تو غافل ہے لازم ہے کہ اس دزد و گردن باریک کو بھی گرفتار کر کے تینوں کو سر کاٹے۔"

شعلہ نے یہ حال معلوم کر کے جواب عرضی کا لکھا کہ "اے سامری وقت کیا کہتا ہے۔ خوب تم نے رعد و برق کو جلد قتل کر ڈالو لیکن آگاہ ہو جاؤ کہ عمرو تمہارے ساتھ بیٹھا ہوا شطرنج کھیل رہا ہے اب تم چال چوکے گے تو مات پڑ جاؤ گے۔ لائق ہے کہ دشمن صعب کو بھی گرفتار کر لو اور سب کا سر کاٹ کر بھیج دو۔ لیکن باہر بارگاہ لے لا کر ان سب کو ہلاک کرنا۔ اندر نہ قتل کرنا۔" یہ جواب لکھ کر آسمان نشیں جادو نام ایک ساحر کو دیا کہ تو لے کر جا اور اس طرح یہ نامہ دینا کہ عمرو آگاہ نہ ہونے پائے۔

ساحر مذکور نامہ شعلہ لے کر روانہ ہوا اور اڑتا ہوا ایک آن میں آ کر بلائے سحر افشاں کے پہنچا۔

دیکھا تو واقعی یہ شطرنج کھیل رہا ہے آتش نے وہ نامہ اس کو دیا۔ اس نے بطور مخفی اس کو پڑھا اور مضمون سے اس کے آگاہ ہو کر دنگ ہو گیا۔ مگر ظاہر نہ ہوا اور شطرنج کھیلنے ہی میں ایک دانہ ماش کا مارا کہ عمرو بے قابو ہوا۔ اسی وقت وہ پکارا "او دز مکارا دیکھا تو نے کہ ہم نے یہ بازی کس تدبیر سے جیتی۔ اب تم تینوں کو بڑے عذاب الیم سے قتل کروں گا۔"

یہ کہہ کر عمرو اور رعد و برق کو سحر میں جکڑا کر کے بارگاہ سے لے کر چلا۔ آسمان نشیں تو نامہ شعلہ دے کر چلا گیا تھا۔ یہ تینوں کو ایک دہ کوہ کے لایا اور وہاں بٹھلایا اور قتل کرنے کا ارادہ کیا یہ تینوں درگاہ خدا میں استغاثہ کرنے لگے۔ بقدرت قادر توانا مہتر قران دہ کوہ میں تھا۔ کیونکہ جہاں کہیں لشکر حریف اترتا ہے اسی کے قریب وہ شیر بیشہ عیاری بھی رہتا ہے۔ بس اس دہ میں شیر و گرگ کے خوف سے تین چھینکے اس نے باندھے تھے اور انھیں چھینکوں میں اس طرح سے سوتا تھا کہ ایک ہر ایک میں

کر ایک پاؤں رکھتا تھا۔ زمین پر سونا ترک کیا تھا۔ چنانچہ اسی وقت بھی پڑا آرام کرتا تھا۔

برق جادو اور رعد کا گھنا کھنا سحر افشاں کی آواز کو اس نے بھی سنا گھبرا کے اٹھ بیٹھا "اور للکارا "ارے تو کون ہے کہ جو اس وقت پرائے مکان میں بغیر اجازت صاحب مکان کے چلا آیا۔

سحر افشاں اس کو چھینکوں پر لیٹا دیکھ کر سمجھا کہ یہ بھی کوئی بڑا خداوند سامری کا چہیتا ہے اور اس دیو کا مالک ہے

پس گھبرا کر عرض رسا ہوا "میں کوئی غیر نہیں ہوں۔ میں سحر افشاں جادو ہوں۔ عمرو اور برق جادو اور رعد کو کہ دشمن افراسیاب کے ہیں ان کو پکڑ کر قتل کرنے لایا ہوں۔"

قران نے کہا۔ "اگر دشمنان افراسیاب کو قتل کرنے لائے ہو تو خیر کچھ مضائقہ نہیں مگر ذرا ٹھہر جاؤ کہ ہم بھی آ کر ان کے قتل میں شریک ہو جائیں اور داخل ثواب ہوں۔"

بالائے سحر افشاں اس کے کہنے سے رکا اور یہ چھینکوں پر سے کود کر قریب تر اس کے آیا اور عمرو کو دیکھ کر پوچھا "کیوں بھائی سحر افشاں یہ شخص کیا رعد جادو ہے۔"

اس نے ہنس کر کہا۔ "نہیں' اے بھا اور یہ وہی ساحران ناوہ عمرو عیار چوتنا مکار ہے۔"

قران کی آنکھوں میں یہ کلمات سن کر خون اتر آیا اور کہا۔ "ارے اور حرامزادے تو بڑا بے وقوف ہے اور حد سے زیادہ احمق ہے دیکھ تو سہی کہ فرزند عمرو کا تو پیچھے تیرے کھڑا ہے اور تو اس کے باپ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔"

سحر افشاں نے جو نام فرزند عمرو کا سنا گھبرا کر منہ ادھر دیکھنے کو پھیرا۔ قران نے اپنا نعرہ کر کے ایک ہی ہاتھ بغدے کا مارا کہ سر اس کا پاش پاش ہو گیا۔ آواز دارو گیر کی بلند ہوئی عمرو برق و رعد رہا ہوئے۔ عمرو نے قران کو سینہ سے لگایا اور تعریف عیاری کی بہت فرمائی۔ پھر ایک بتاشا کہ جس کو چیونٹیاں کچھ کھا چکی تھیں۔ زنبیل سے نکال کر کہا۔ "اے فرزند لو منہ تو میٹھا کر لو اور مجھ فقیر سے کیا ہو سکتا ہے۔"

قران سمجھا کہ اس وقت یہ کچھ لیں گے۔ پس جلدی سے زبے تحر میرا کرتا ہوا قریب آیا ور ایک اشرفی ہاتھ پر رکھ کر نذر دی وہ ہتاشا سلام کر کے لے لیا اور رخصت ہو کر جنگل کو چلا گیا۔

پس برق جادو نے عمرو سے کہا۔ "اب ہم آپ کو اور کہیں جانے نہ دیں گے لشکر میں لے چلیں گے یہ بھی راضی ہوئے کہ اچھا کیا مضائقہ ہے۔"

برق نے تخت سحر تیار کیا اور مع عمرو کو اس پر بٹھا کر پرواز کی اور پلک جھپکانے میں اپنے لشکر میں آئی۔ یہاں ہر ایک کو اس کے آنے سے خوشی ہوئی۔ خواجہ کو بہت کچھ ہر ایک نے دیا۔ پھر انجمن عشرت کو ترتیب پذیر کیا۔

طائران سحر نے یہ خبر جا کر ملکہ حیرت کو پہنچائی کہ بلائے سحر افشاں بھی مارا گیا۔ رعد و برق عمرو چھوٹ کر اپنے لشکر میں آئے وہاں خوشی ہو رہی ہے۔"

حیرت نے کہا اس موئے کو بڑا غرور بیجا تھا۔ جیسا اس نے کیا ویسا پایا۔"

اور پتلہ ہائے سحر نے افراسیاب کو بھی مطلع جا کر کیا کہ اس طرح بلائے سحر افشاں مارا گیا۔ قران نے اس کو بھی اس کے بھائی کے پاس جہنم میں پہنچا دیا۔"

افراسیاب کو یہ ماجرا سن کر کمال غصہ آیا اور گلچیں جادو سے کہا۔ "اب میں خود جا کر عمرو کو پکڑے لاتا ہوں۔ اس میں کچھ ہی کیوں نہ میرے لیے ہو جائے۔"

گلچین نے یہ باتیں سن کر عرض کیا "میں کبھی نہ عرض کروں گی کہ آپ عمرو سے لڑنے جائیں بلکہ انسب یہ ہے کہ آپ اس سے مل جائیں۔"

افراسیاب نے کہا۔ "میں جانتا ہوں تم سب میری بہتری کے لیے باتیں کرتے ہو۔ اچھا اور کچھ تدبیر کروں گا اور آگے سمجھ لوں گا۔"

یہ کہہ کر پتلہ کو سحر کے حکم کیا "جا کر خبر لا دے مہ رخ کی بارگاہ میں کیا ہوتا ہے۔"

پتلہ اس طرف کو روانہ ہوا۔ اور یہاں جب افسران فوج بلائے سحر افشاں کو اپنے مالک کا مارا جانا معلوم ہوا تو بہت کچھ رنج و الم کیا۔ آخر جب اس سے حیرت وغیرہ کچھ

خبر نہ ہوئی تو آزردہ خاطر ہو کر لشکر اپنا لے کر اپنے ملک کی طرف کوچ کر کے چلے گئے۔

صنعت سحر ساز جو پانچ انڈے سحر کے کھو چکی تھی اور دو انڈے باقی تھے۔ انہیں کے بھروسہ پر اس قحبہ نے پھر چاہا کہ مہ رخ سے مقابلہ کروں اور اگر یہ بھی کچھ کام نہ دیں تو اب کی وہ جا کر بیضے لاؤں کہ تمام لشکر باغیوں کا سر اپنے کاٹ ڈالے۔

پس اس نے وہ بیضے نکالے اور چاہتی تھی کہ ملکہ مہ رخ کے مقابلہ میں جائے۔

اس وقت ایک عقاب سحر اڑتا ہوا آیا کہ جس کے گلے میں نامہ بندھا تھا۔ اس نے نامہ کھول کر پڑھا یہ لکھا ہوا تھا۔ اے ملکہ صنعت سحر ساز وزیرہ معظمہ شہنشاہ افراسیاب آگاہ ہو جائے کہ صنعت جادو اس طرف کو ان دنوں شکار کھیلتا ہوا آ گیا ہوں اور مجھ کو اشتیاق آپ کی ملازمت کا عرصہ سے ہے اب سنا گیا ہے کہ آپ اس مقام پر رونق افروز ہیں۔ اگر اجازت دیجئے تو حاضر ہو کر مشرف بملازمت کیا خاصیت ہوں اور آپ سے مل کر اپنے مکان کو چلا جاؤں گا۔"

صنعت نامہ پڑھ کر بہت شاد ہوئی اور جواب لکھا کہ "ہمارا بھی دل تمہارے ملنے کو ایک مدت سے چاہتا ہے۔ خوب ہوا کہ جو تم اس طرف آ نکلے کیونکہ مجھ کو شب و روز کی جنگ و جدال سے فرصت بہت کم ہوتی ہے جو میں تم تک آتی۔ اب مناسب ہے کہ جلد تشریف لا کر مجھ کو سرفراز فرمائیے اور داد انتقام کوتاہ کیجئے۔" میں منتظر آپ کے بیٹھی ہوں۔"

یہ لکھ کر عقاب کے حوالہ کیا کہ وہ منقار میں لے کر اڑ گیا اور صنعت کے پاس جا کر جواب نامہ کا پہنچایا اب حال اس ساحر کا سنئے کہ اس کا صنعت سرشار جادو نام ہے اور اس نے ایک گنبد فولادی سحر سے تیار کیا ہے اس کے اندر رہتا ہے اور اس کے اوپر سوار ہو کے جہاں جانا ہوتا ہے چلا بھی جاتا ہے

پس جب اس نے اجازت صنعت کی پائی اسی گنبد پر سوار ہو کر اس کے پاس بھی آیا۔ گنبد کیا ہے کہ ڈربا ہے جس میں یہ مرغا رہا کرتا ہے۔

جب صنعت نے سنا کہ مہنت صاحب تشریف لائے۔ استقبال تا دربارگاہ اس کا کیا اور لا کر مسند عزت پر بٹھایا۔ دونوں ملاقات باہمی سے بہت خوشنود و مسرور ہوئے۔ مہنت نے حال افراسیاب کا اور طلسم میں غدر ہونے کا پوچھا۔

صنعت نے اس روز سے کہ جب سے بدیع الزماں قید ہوئے تا آں دم سب بیان کیا اور تفریح کے ساتھ سارا ماجرا کہا پھر یہ بھی کہا۔ "اب میں جاتی ہوں اور اس ارادہ پر کہ لشکر مہ رخ کا غارت کر دوں مہنت نے سب کیفیت سن کر کہا "اے ملکہ اب تم ہفت پیشہ میں سے کسی پیشہ کو لے کر نہ جاؤ اور اگر یہ منظور خاطر ہے کہ تمہیں انہیں پیشوں ہی سے لشکر دشمن برباد ہو تو کسی اور ساحر کو دو کہ وہ لے جائے اور ان کو تباہ کر دے۔"

صنعت نے یہ کلام سن کر کہا۔ "ہاں اے شفیق یہ بات تم نے سچ کہی۔ اس میں یہ فائدہ ہے کہ شاید کوئی آفت آئے تو اس سے مجھ کو ہلاکت نہ ہو گی جیسے کہ ہو چکی ہے۔"

بس اسی وقت اپنی ایک انیس خاص ملکہ بلائی کامل سحر جادو کو بلایا اور وہ دونوں پیشہ باقی کے دے کر حکم دیا مری فوج میں سے دو لاکھ ساحر اپنے ہمراہ لے کر جاؤ اور مہ رخ سے مقابلہ کرو۔ ایک پیشہ کو تو داہنے طرف لشکر مہ رخ کے اور دوسرے کو بائیں طرف لشکر کے مارنا۔"

بلائی سحر نے تسلیم کر کے وہ دونوں پیشے لے لیے اور کہا۔ "بہت اچھا میں اس طرح عمل میں لاؤں گی کہ جیسا آپ نے ارشاد فرمایا ہے۔"

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے آئی اور نفیر سحر کو دم دیا۔ دو لاکھ ساحر جمشید سامری درز دشت کا ماننے والا اژدروں پر سوار ہو کر ہمراہ رکاب ہوا۔ ناقوس کی صدا پر فلک کا پرانا پیر ناچنے لگا۔ گوگل کے دھوئیں نے دنیا ایسی قحبہ کا منہ کالا کیا۔ ایک طرف سے مبارزان صف شکن ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر اسپ و کرگدن پر سوار ہوئے نقارے ہزاروں بجنے لگے۔ دھونسوں نے لڑکے کی دھونسی دی بلائی کا ستارہ قسمت گردش میں

آیا۔ زندگی اس کی آگے آگے بھاگی جاتی تھی خدنگ قضا کے منہ میں یہ خود جاتی تھی۔ روئے ہوا پر لشکر کے چلنے سے ہنگامہ عظیم برپا تھا۔

قریب لشکر مہ رخ پہنچ کر بلائی نے خیمہ کیا اور لشکر اتروانے کا حکم دیا ہرکاروں نے جا کر خبر مہ رخ کو آمد لشکر کی دی۔ بلائی اسی روز ملکہ حیرت کے پاس آئی۔ اس نے خاطر کی اس سے سب حال ملکہ صنعت کا اور اپنا بیٹھے لے کر آنے کا بیان کیا۔ پھر وہاں سے اٹھ کر اپنے خیمے میں آئی اور مصروف عشرت و نشاط رہی۔ جب مرغ منور آفتاب چراگاہ فلک سے پھر کر خانہ مغرب میں بند ہوا اور مالکیان شب نے بیضہ ہائے انجم ظاہر فرمائے کہ

ہائے ہر جا چراغ شام روشن
بنا ایوان شاہی رشک گلشن
تھا برم رزم کا چمکا ستارہ
شب جنگی ہوئی پھر جلوہ آرہ

شام کو بلائی نے طبل جنگ بجایا۔ ہرکاروں نے دوبارہ خدمت اقدس مہ رخ ناموور میں بعد عجز و انکساری عرض کیا کہ

ہوئے ہیں تیری حفاظت سے بے خطر نخچیر
ہوا نہ تاج کمان آج تک نشانہ تیر
ترے زمانے میں ظالم ہیں تیر و سلان
کمان چرخ کو دیکھو تو وہ بھی ہے بے تیر
تری نسیم کرم گر نہ اس چمن میں چلے
خراب پانی سے ہو شکل گلشن تصویر

تو چشم قہر سے اس کی طرف کرے جو نگاہ
ہلال سے بھی وہ چنداں ہو آفتاب حقیر

ملکہ عالم ہلال نے طبل جنگ بجوایا ہے اور سنا گیا ہے کہ وہ پنجہ باقی ہفت پنجہ میں سے رہ گئے تھے وہ صنعت نے اس کو دے کر بھیجا ہے۔ کل صبح کو وہ انھیں پنجوں سے کام لے گی۔ باقی خیریت ہے۔"

یہ خبر سن کر ملکہ مہ رخ متردد ہوئی مگر اپنی ہمت مردانہ سے اس نے بھی جواب میں طبل جنگ بجوایا اور چالاک بن عمرو اور ضرغام وغیرہ عیار مع عمرو نامدار کے فکر میں عیاری کے روانہ ہوئے لشکر میں طبل جنگ بجنے سے تیزی آلات حرب و ضرب آغاز ہوئی۔ گلستان شجاعت میں پھر بہار آئی۔ تلواروں کے پھل ذائقہ دینے پر تیار ہونے لگی۔ جوہر خنجر و شمشیر سے گلشن پھولوں کا ہرا بھرا دکھائی دیتا تھا۔ ہر سبزہ بوستان جلادت کا سرو تھا۔ نفیریوں کی صدا بلبل خوش الحان کی آواز سے کیا بہادر ان کی دمساز تھی ہر ایک شفتالو گل عباس کی صورت دکھائی تھی طیلم پر شبو کی پھبتی چھائی تھی۔ ہتھیاروں پر آبداری دے کر چمن ستا جنگ کے بہادر آبیاری کرتے تھے۔ دم شجاعت کا بھرتے تھے۔ سوسن نے بہر نقابت دس زبانیں کی تھیں۔ بہرحال زمزمہ سرائے نقیبا تھا۔ ہر نظر باز خوبی میں نرگس آسا تھا مہر ہائے باغ کی طرح دل میں ہر ایک کے لڑنے کی موج اٹھتی تھی۔ بہادران کا تو یہ حال تھا ساحروں میں بھی طرف سامان جنگ و جدال پھول مندروں پر چڑھائے جاتے تھے۔ ہر ایک گل کی طرح شگفتہ خاطری بتاتے تھے بیروں کو جب بلاتے تھے۔ مارے خوشی کے پھول جاتے تھے۔ مخمل تن پر ہر ایک کو کا گل ہائے سحر سے لدا تھا۔ ہر شخص پھولا پھلا تھا۔

غرض یہ کہ رات بھر یہی ہنگامہ رہا۔ جب چاندی پر سفیدی سحر نے سبقت کی اور گھڑیالی گھڑیاں کے سر پر آفت ڈھائی۔ فریاد جرس بلند ہوئی۔ شب گزر کر نوبت روز روشن آئی کہ

سحر کافور اختر بن کے چمکا
ستاروں نے لیا رستہ عدم کا
ہوا خورشید نور افشاں جہاں میں
اجالا چھا گیا سب آسماں میں

ہنگامہ سحر بہادر بستروں سے اٹھ کر ہتھیار سج کر خیل خیل ڈل ڈل جانب میدان جنگ گاہ رواں ہوئے۔ بہار و رعد و برق در دولت ملکہ مہ رخ پر آئے۔ ملکہ موصوفہ بھی بصد حشمت برآمد ہوئی۔ ہر ایک نے تسلیم کی۔ پھر بڑے کروفر سے جانب میدان چلی۔ جلو میں اس کے ہزاروں گھوڑے اور ہاتھی تھے جن پر ہودج زریں اور کاٹھیاں کھچی تھیں۔ صبح کا وقت تھا۔ نقیبوں کا صدائے مرغوب بولنا ہر ایک دل کو بھاتا نسیم سحر کا مزا آتا تھا۔ اس تجمل و شان کا کیا ذکر کیا جائے کہ۔

عدو کے سر نظر آتے ہیں قطرہ باران کے
بہ رنگ برق نکلتی ہے اس کی جب تلوار
نہنگ ہے تری تیغ خمیدہ کی ہیبت
چلا نہ سر کو اٹھا کر یہ گنبد دوار
ہمیشہ کاٹ کا اس کے خیال رہتا ہے
ہے آگے آنکھوں کے اٹھوں پہر تری تلوار
کمان قوس و قزح ہے شہاب ثاقب تیر
فلک ہے تیر فگن ایک چلا کر سرکار
ترے سمند کی کس سے بیاں ہو چالاکی
مصوروں کو ہے تصویر کھینچنا دشوار
پھر آئے دوئے تنتن سب درگم اول میں

یوں جیسے صفحۂ قرطاس پہ بکھرے پرکار
سوار ہوئے جو فیل سیاہ رنگ پہ تو
تو کہے تو مہر تاباں ہے اور وہ شب تار

غرض اس شوکت و شجاعت سے وارد دشت مصاف ملکہ عالی شان ہوئی۔ صفوف آراستہ ہونے لگیں۔ میدان پاک و صاف ہونے لگا۔ ہنوز آغاز جنگ نہ ہوئی تھی کہ ملکہ بلاں کال نے قصد کیا کہ بیضہ دست راست و چپ طرف لشکر مہ رخ کے لگائے۔

بس یہ بیضہ لے کر آگے بڑھی تھی کہ ایک طرف سے آواز پیدا ہوئی۔ "باش باش اے بلاں دست و خودنما گنہگار کہ ماہم رسیدیم۔ اس آواز کو سن کر بلاں نے جو پھر کر دیکھا تو ملکہ صنعت سحر ساز کو آتے دیکھا۔ پس یہ تسلیم کر کے دوڑی اور قریب آ کر عرض کیا "اے ملکہ عالم آپ نے کیوں تکلیف فرمائی کہئے خیر تو ہے۔

صنعت نے کہا "اے بلاں بڑا غضب ہوا تھا۔ میں نے بھولے سے وہ بیضہ تم کو دے دیئے کہ اگر تم ان کو مارتیں تو وہ تمہارے ہی لشکر کو غارت کر دیتے۔ اس وجہ سے میں گھبرا کر چلی آئی کہ مبادا تم ان بیضوں سے کام لو اور لشکر تمہارا تباہ ہو جائے۔

اب وہ بیضے میرے حوالے کرو اور ان بیضوں کو لے لو۔"

یہ کہہ کر وہ دونوں بیضے تو لے لیے اور اپنے پاس سے دو بیضے اور نکال کر حوالہ کیے اور آپ پھر کر چلی گئی۔ جب کوئی پاؤ کوس نکل گئی تو وہاں سے آواز دی کہ "اے بلاں سحر خبردار ہو جا کہ منم چالاک بن عمرو۔"

یہ نعرہ کر کے وہی دونوں بیضے لے کر لشکر بلاں کے دائیں بائیں جو مارے تو ایک بیضہ میں سے تو آندھی اس زور شور سے پیدا ہوئی کہ درخت اور مکان اڑنے لگے اور دوسرے سے سلیں حجر کی پیدا ہو کر روئے ہوا سے گرنے لگیں۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ ہوا نے طوفان قوم عاد کو شرما دیا۔ ہزاروں ساحروں کو برباد کیا۔ طبقہ زمین سے اٹھا دیا۔ پردہ دنیا سے نابود ہو گیا۔ ہر ایک جھونکا باد سخت کا باد مرگ کا جھونکا تھا کہ جس

سے جانبر ہونا دشوار تھا جو جھونکا ہوا کا آتا تھا۔ کیا تیر قضا پڑتا تھا اور علاوہ اس ہوا کے کہ جس کو وبا کی ہوا کہنا چاہیے۔ مرگ مفاجات سے بھی زیادہ لکھنا چاہیے ملک صندل پتھر پر برساتا تھا۔ ہر ایک ساحر دشمن لشکر کا سر پھوڑ کر ہلاک ہوا۔ جب بھی بے غیرتی نے پیچھا نہ چھوڑا آفت نازل زمین و آسمان سے نازل تھی۔ کہیں بھاگنے کا ٹھکانہ نہ ملتا تھا۔ ان بیٹوں نے عجب فتنہ انگیز بچہ دیا تھا۔ جن بچوں نے جان لینے کے پھانس لٹکائے تھے۔

جب سب لشکری ہلاں کے اس آفت میں گھرے۔ ہلاں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔ لیکن کہاں بھاگ کر جا سکتی تھی۔ ایک سل کئی ہزار من کی اس کے سر پر بھی آ کر گری کہ مغز اس کا شق ہوا۔

مہ رخ نے اس وقت چاہا کہ اپنے لشکر کو لے کر ان بھگیلوں پر جا پڑے۔ لیکن چالاک بیضے مار کر لشکر آ گیا تھا۔ اس نے کہا "جو آپ سے مارے مر جائیں تو کیا ضرور ہے کہ تم اپنے لشکر کو پریشان کرو اور تکلیف اٹھاؤ۔"

مہ رخ اس کے کہنے سے رکی اور ادھر اس قدر آندھی اور سنگباری ہوئی کہ چند اشخاص تو بچ کر جانبر ہوئے باقی سب ہلاک ہو گئے اور جو زندہ بچے وہ روتے پیٹتے ملکہ صنعت کے پاس گئے۔ اس نے ان کو نالاں و گریاں چاک گریباں جو دیکھا گھبرا کر پوچھا "اے یہ کیا تمہارا حال ہوا۔ ان سب نے جملہ ماجرا ہاتلہ و ناری ہلا کے ہلاں ہونے کا بیان کیا۔ سرشار صنعت بھی یہ حال سن کر رونے لگی۔ کیونکہ وہ بھی صنعت کی ملاقات کو دوسرے دن پھر آیا تھا اس طرف تو صنعت گریاں و نالاں ہے۔

یہاں مہ رخ طبل فتح و ظفر بجا کر اپنی بارگاہ ظفر پناہ میں آئی ہے۔ لشکر نے اس کے بہت کچھ مال غنیمت میں پایا ہے۔ ہر ایک ساحر غنی اور مالدار ہو گیا ہے۔ لشکر میں کٹورا بجتا ہے۔ تماگھمی ہے سب خوش و خرم بیٹھے ہیں۔ حیرت کو بھی خبریں شکستیں کھانے کی دمبدم پہنچتی ہیں۔ یہ بھی آتش کباب کی طرح جلتی ہے۔

ادھر جب صنعت نے حال شکست دریافت کیا آیا تو واسطے ملاقات کے تھا۔ تمر دل نے

نہ مانا جیسا صیغم اجل ہونے کو جی چاہا۔ ملک الموت کی ملازمت کا مشتاق ہوا بس اس نے صنعت سے کہا۔ "اے ملکہ آپ کی کچھ رنج و غم نہ کریں میں اب لشکر ننگ حراماں کو غارت کر دوں گا۔ آپ مجھ کو ذرا ملکہ حیرت جادو کے پاس چلئے۔"

صنعت نے کہا۔ "اچھا چلو۔"

یہ سن کر سرشار اس کے ساتھ ہوا اور یہ دونوں اٹھ کر سوار ہوئے اور حیرت جادو کے پاس آ کر سب ماجرا بیان کر کے اجازت طبل جنگ بجانے کی بنام سرشار حاصل کی پھر وہاں سے اپنے مقام پر آئے اور سرشار کے ساتھ جتنی فوج کو شکار کے لیے ہمراہ آئی تھی۔ اسی فوج کو اس نے اپنے ساتھ لیا۔ خیمہ خرگاہ صنعت نے بھیج دیا۔ یہ وہاں سے مقابلہ میں ملکہ مہ رخ کے آیا اور خیمہ میں بیٹھ کر سحر تیار کرنے لگا جب ساحر آفتاب بہانے چلہ کشی غار مغرب میں گیا اور ساحرہ شب نے اپنی نیرنگی صنعت نظر عالمیان ظاہر فرمائی کہ۔

ہے چاندنی میں ولا سیل اشک کا عالم
وفور گریہ سے آب ہے سفید چشم قمر
سیاہ پوش ہوا ہے الم سے چرخ کبود
برنگ داغ دل ملا ہے ہر اک اختر

یہ ایسی شام ہوئی کہ خدا انجام بخیر کرے۔ غرضیکہ سرشار صنعت نے اس شام کو اپنے نام پر طبل جنگ بجوایا۔ صدائے طبل جنگ سمع ہمایوں مہ رخ نامدار میں بھی پہنچی۔ ادھر بھی نقیر سحر کو دم ملا۔ لشکروں میں پھر وہیں جوش سامان جنگ ہوا۔ بحر آہن جوش میں آیا۔ ہر ایک مبارز خروش میں آیا۔ "بزدل گھبرائے بیتابی سے زبان پر لائے "بھئی ایسی نوکری سے درگزرے۔ جہاں روز لڑائی کا سامنا ہوتا ہے کسی دن چین سے بیٹھنا نہیں ملتا ہے۔" شجاعت شعاران جلادت قرین شاد و بشاش تھے کہ الٰہی شکر تیرا ہے کہ جس

کام پر ہم ملازم ہیں۔ وہ ہر روز ادا کرنا ہوتا ہے۔"

غرض کہ تیغ بازی کو بھی بازی طفلاں منچلے جانتے تھے۔ تیغ کو چوگان اور سر عدو کو گوے سمجھ کر تلواروں کو تانتے تھے۔ موج کند بھی سیل فنا تھی۔ تیغ ہاتھ سے اور سر جسم پر سے بھاگا جاتا تھا۔ یہ ہیبت دشمنوں پر طاری ہوئی تھی۔ سکندر طالعوں کو بھی عکس تیغ ڈراتا تھا آئینہ شمشیر میں جلوہ عروس مرگ نظر آتا تھا۔ جذبہ خاطر بہاباں جذب آہن کی کیفیت دکھاتا تھا۔ مقناطیس جان کو کھینچا نظر آتا تھا۔ متاع جان عدو ایسی ارزاں تھی کہ کٹاری کوڑی دے کر مل جاتی تھی۔ کمانیں گوشہ عافیت پانے کے لیے چلاتی تھیں۔ تیغیں سر اٹھاتی تھیں۔ گرز خود کام دم بھرتے تھے۔ تیر بے بسان سر کٹواتے تھے۔ جواشن چمن شجاعت بن گئے تھے۔ یہی حال ساحروں کا بھی تھا کہ سحر کی تلوار زہر میں بجھا کر بجلیاں بناتے تھے۔ روئی کے بعد خوبروئی ابر بنا کر اڑاتے تھے۔ پیر جو آتا تھا وہ نئی تدبیر بتاتا تھا بھینٹ میں دشمن کا خون مانگتا تھا۔ انتہا کا پیاسا تھا وہ یہ صدا سناتا تھا کہ آج کی شب اے مدعیان تمہیں امان ہے کل طبل رحیل بجے گا۔ تفرقہ جسم و جان ہے ہر طرف ایک ہلچل پڑی تھی قیامت کی گھڑی تھی کہ

آبداری میں تری تیغ کی ہے برق کی موج
کیا تماشا ہے کہ ہے آب سے آتش سیال
ان کی شمشیر کو ہے خون عدو روز مباح
یہ غلط تیسرے دن ہوتا ہے مراد حلال
طائر روح عدو کے لیے صیاد اجل
سبزہ تیغ میں جوہر سے لگا رکھتا ہے جال
وہ بہادر دم ہیجا کہ اگر تیغ ان کی
اپنی دکھلائے چمک چرخ پہ کٹ جائے ہلال

اسی طرح بہادران ذی میں شب بھر تو تیاری جدال و قتال رہی۔ جب عرصہ گہ فلک تیغ تیز خورشید سے پراز چمک ہوا اور ظلمت شب تیرہ فام مثل سپر کے کٹ گئی کہ

یہ کیا الم ہے جو چاک چاک جیب سحر
یہ کیا الم ہے جو ہے مہر تک برہنہ سر
وفور غم سے تعجب نہیں اگر مریخ
اب اپنے قتل کو مانگے ہلال سے خنجر

نہیں معلوم کیا حادثہ در پیش ہو گا جو اس سحر نے منہ دکھلایا ہے۔ ایسی صبح قیامت خیز کو مہ رخ ذی شان جلو و ہزاراں سامان شبستان سے نکل کر سوار ہوئی اور تمام سرداران عالی شان و جلادت تو امان کو ہمراہ لے کر چلی۔ فیلان فلک شکوہ جو سحر سے اڑ کر چلا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ اڑے جاتے ہیں آسمان روئے ہوا پر اتر آیا ہے۔ ایک طرف سے مرکبان باد پا کا اڑنا نیا لطف دکھاتا۔ لشکر نہیں گیا ساتھ جاتا تھا۔ ساحروں کے طائر پران تھے۔ اژدہے آتش فشاں تھے۔

اسی کروفر سے جب داخل میدان ہوئی اس طرف سے سرشار صنعت اپنی فوج نکبت موج کو لے آیا دونوں جانب دلاوروں نے پرا جمایا۔ بعد صفوف آرائی لشکر جانبین سرشار نے نکل کر کسی کو میدان میں طلب کیا۔ اور سلحشوری دکھائی۔ یہ ساحر باج گزار جمشیدی ہے اس کو بہت بڑا غرور ہے۔ پس اس دیو تکبر خیال و نخوت شعار نے بھی ایک بیضہ اس کمر سے نکالا اور کچھ سحر دم کر کے جانب آسمان پھینک دیا کہ وہ بیضہ بلندی پر جا کر شق ہوا اور اس میں سے دھواں نکلنا شروع ہوا۔ کچھ ہی عرصہ میں وہ دھواں اس قدر بڑھا کہ تمام عالم سیاہ ہو گیا اور اس دھوئیں نے اب صورت ابر کی پیدا کی اور وہ ابر لشکر مہ رخ پر محیط ہوا۔

ضرغام اور چالاک تو اس ابر کو دیکھ کر صحرا کی جانب بھاگے اور بہت دور نکل گئے اور

ایک بلند مقام پر سے کھڑے ہو کر حال لشکر مہ رخ کا دیکھنے لگے اور ابر سحر سے بارش آغاز ہوئی پانی موسلہ دھار برسنے لگا۔ طرفۃ العین میں یہ عالم ہوا کہ ہر سمت اندھیرا برسنے لگا۔ آسمان آنکھ کھولنے کو ترسنے لگا۔ چرخ کا سینہ غربال ہوا۔ بغیر برسات یہ حال کہ مینہ کی بوچھاڑ پڑتی تھی یا تیر پڑتے تھے ساحروں کے سحر ٹکے جاتے تھے۔ خورشید کا نکلنا کیسا۔ ستارہ قسمت ڈوب گیا تھا آسمان تک پانی بھر گیا تھا۔ یہ خراب آباد نیا ایک گڑھا تھا۔ ماہ و ماہی کا قران ہوا تھا۔ زمین سے آسمان تک غرقاب تھا آفتاب بھی اس بحر کا ایک گرداب تھا۔ بات ہر ایک ہی جاتی تھی ابر کی یہ مستی جان کھاتی تھی بلا بن کر ڈراتی تھی۔

تنگ آبی سے جان مست اغراق
ڈوبنے پر ہے کشتی آفاق
کیسا طوفان مینہ نے چھایا ہے
زخم دل نے بھی سر اٹھایا ہے
ابر کرتا تھا قطرہ افشانی
پانی پانی رہی تھی ہامانی
سقف آماج بوند پیکان ہے
مینہ ہے یا یہ کہ تیر باراں ہے
ابر رحمت ہے یا کہ زحمت ہے
ایک عالم غریق رحمت ہے
لے گئی جہاں کو سیلاب
نقشہ عالم کا نقش ہے برآب

اس ابر سے جو پانی کی بوندیں لشکریان مہ رخ پر گریں۔ بہار و مخمور مہ رخ وغیرہ کسی

کے لیے کچھ نہ ہو سکا۔ ہر ایک بیہوش بروئے خاک آلودہ ہوا کشتی جان گویا ڈوب گئی۔ سفینہ ہوش و خرد تباہ ہوا۔ نہ طبل بجا نہ بوق بجا نہ وہ لشکر کی آرائش نہ زینت نہ مرکبان سحر کا کہیں پتہ نہ چتر شاہی نہ ڈنکا۔ عجب طرح کی تباہی کا سامنا۔ سرو قدان یاسمن بو پانی میں ایسا بھیگتے تھے کہ ان کے چمن ستان پر اوس پڑ گئی تھی۔ کپڑے جو پر زر پہنے تھیں۔ وہ سب بھیگ کر شرابور ہوئے تھے۔ رخسار ان کے اس پانی میں یوں چمکتے تھے کہ جیسے دریا میں کنول کے پھول تیرتے ہیں۔

باغ میں گلاب کا تختہ پانی میں ڈوبا ہوا نظر آتا تھا جو کوئی اس ابر کو محیط ہوتے لشکر پر دیکھ کر بھاگ گیا تھا۔ وہ بہت دور کھڑا ہوا اس حال زار کو دیکھ دیکھ کے روتا تھا۔ لشکر میں بازاری بیوپاری دکاندار وغیرہ محافظان خیمہ و بارگاہ بھی بھاگ کر الگ کھڑے ہوئے تھے اور اشک حسرت حال پر اپنے مالکوں کے بہاتے تھے۔ اس دشت میں ذرہ ذرہ تک غمگین تھا۔ پہاڑوں سے آبشار نہ ہوتا تھا۔ کوہ بھی روتا تھا۔ فرہاد کی روح گریہ کر رہی تھی۔ جان شیریں پر شیریں لبوں کے بن گئی تھی۔ ہر نخل ایک پاؤں سے کھڑا پابگل تھا حیرت میں غمزدہ بن گیا تھا۔ دشت ہر چند کہ بھیگا تھا مگر خاک اڑاتا تھا یہ عالم تھا کہ

اب ایسا گرم ہے بازار رنج و آفت کا
کہ مشتری ہے خریدار درد سوز جگر
جو دیکھو ابر کو تو زار زار روتا ہے
نظر جو کیجئے ہے برق بھی بہت مضطر
یہ کیا الم ہے جواب خوں فشاں ہے چشم جہاں
یہ کیا الم ہے جو ہے وا مصیبتا لب پر
فلک تبار مصیبت خمیدہ واویلا

فلک پہ صبح گریباں دریدہ واویلا
ہر ایک گلشن عالم میں مو پریشاں ہے
چمن میں سنبل تر زلف سوگواراں ہے
ہر اک شاخ اٹھائے ہے ہاتھ ماتم کو
ہر اک نخل پہ بلبل بھی مرثیہ خواں ہے

جب تمام لشکر مصیبت پاماں میں غرق ہوا۔ سرشار صنعت نے ہر ایک کو سحر سے مسحور کر کے پامال کو موقوف کیا اور آپ بارگاہ حیرت میں آیا۔ تسلیم کر کے نذر فتح دی۔ خلعت سرخ روئی پایا اور تمام ماجرا لڑائی کا کہہ کر عرض کیا "اب ملکہ عالم تشریف لے چلیں تو میں سب کے سر کاٹ کر نذر گذار لوں۔"

حیرت یہ کلام سن کر بہت خوش ہوئی اور کہا "ایک دو جام شراب کے آؤ پی لیں تو پھر چلیں۔ کیونکہ ان کے قتل کرانے میں بہت عرصہ ہو گا۔"

سرشار راضی ہوا اور دنگل پہ بیٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ اس اثنا میں عیاروں کے تو دل سے لگی ہوئی تھی ضرغام اور چالاک جو پہلے ہی بھاگ گئے تھے۔ اب عقب میں سرشار کے یہ بھی بصورت مبدل بارگاہ حیرت میں آئے اور ذکر شراب کا جو سنا تو ان دونوں نے میخانے کے داروغہ سے آ کر کہا "ہم کو کھانا دے دیجئے گا فرمائیے تو ہم بھی حاضر ہیں۔"

اس نے کہا "کیا مضائقہ ہے۔"

یہ دونوں جام و صراحی لے کر اس کے ساتھ کاروبار کرنے لگے۔ اسی میں سرشار نے حیرت سے کہا "الا مرفق الادب اے ملکہ اب جلد شراب منگوائیے چلنے میں دیر نہ فرمائیے۔"

حیرت نے فوراً حکم دیا اے مے ارغوانی لاؤ۔"

بموجب حکم ضرغام و چالاک صراحی لے کر حاضر ہوئے حیرت نے جو دیکھا کہ قدم

ان دونوں کے بطور عیاروں کے پڑتے ہیں۔ بس پہچان گئی کہ بے شک یہ عیار ہیں اور سرشار صنعت کو بایما و اشارہ آگاہ کیا کہ ان کو گرفتار کر لے یہ عیار ہیں اور کچھ سحر پڑھ کر دستک دی اور گیر جو کیا۔ ثمر غلام اور چالاک کے پاؤں زمین نے پکڑ لیے۔ ان سے قبول کروایا کہ ہاں ہم عیار ہیں۔

سرشار نے کہا۔ "اے ملکہ کیا کہنا آپ کے سحر اب آپ ان پر سے سحر اتار لیں۔ میں ان کو قید کیے لیتا ہوں۔"

حیرت نے ان پر سے سحر دفع کر دیا اور سرشار نے جو سحر کیا تو ایک رسی ازخود ہوا ہو کر ان کے لپٹ گئی اور کھینچ کر ان کو جنگل میں لائی۔ اس لیے کہ یہی آ کر تو ہر ایک مفسد کو سرشار ہلاک کرے گا اور بارگاہ میں رکھنا ان کا مناسب بھی نہ سمجھا کہ اور عیار بھی ان کے رہائی کو آئیں گے۔"

غرض جب یہ جنگل میں آ کر کھڑے ہوئے اپنی گرفتاری پر اشک حسرت بہانے لگے اور لشکر کا حال بھی ان کے پیش نظر تھا اس وجہ سے زیادہ تر روتے تھے اور درگاہ خدا میں بعجز تادی دعا کرتے تھے۔

ناگاہ معتبر قران نظر کردہ شعلہ مرواں بھی اس طرف سے پھرتے ہوئے آ نکلے اور ثمر غلام و چالاک کو بندھے ہوئے دیکھ کر متحیر ہوئے پھر قریب آ کر دونوں سے حال پوچھا۔

انہوں نے حال بربادی لشکر اور اپنا قید ہونا سب بیان کیا۔

قران کو یہ حال سن کر تاب نہ رہی۔ بغضب تمام صورت ساحر کی اپنی بن کر بہت جلد دبارگاہ حیرت پر آیا۔ وہ وقت ہے کہ سرشار تو تخت پر سوار ہو چکا ہے۔ اور حیرت سوار ہوا چاہتی ہے کہ انہوں نے آ کر سلام کیا اور کہا۔ "ملکہ صنعت نے مجھ کو بھیجا ہے اور شکایت کی ہے کہ ایسے وقت میں جب تم فتح یاب ہوئیں تو ہم کو پوچھا بھی نہیں اور کچھ اور بھی فرمایا ہے وہ بھی میں کان میں آپ کے کہوں گا۔"

سرشار کچھ شکایت صنعت سن کر نادم ہوا تھا' جلد سر جھکا دیا۔ "فرمائیے کیا کہا ہے۔"

جب اس نے بات سننے کو سر جھکایا اس نے جھک کر پہلو پر سے بغدا مار کر سر کے

ہزار ٹکڑے ہوئے شور دار و گیر بلند ہوا۔ قران نے نعرہ کیا ہستم صاحب بغدہ کراں سحر قران۔"

اندھیرا اور تاریکی پھیل گئی۔ حسب دستور صدائے مہیب آئیں۔ اسی اندھیرے میں قران تو جست و خیز کر کے نکل گیا۔ لشکر حیرت کے لوگ فرط خوف سے دوڑے تو مکر طرح دے گئے مہ رخ وغیرہ سب قید سے رہا ہوئے لشکر نے رہائی پائی۔ سجدہ شکر درگاہ خدا میں کیا اور شاداں و فرحاں پھر کر اپنی بارگاہ میں آئے۔

چالاک و ضرغام بھی رسی سے کھل گئے اور حیرت جادو کف افسوس مل کر رہ گئی۔ صنعت نے حال سنا اور وہ بھی غمگین بدرجہ کمال ہوئی فوج جو ہمراہ سرشار تھی وہ نالاں و گریاں اپنے شہر کو گئی۔ سرشار کا بھائی ناقوس اژدر سوار نام موجود تھا اس نے ان ساحران فوج کو بلایا اور اپنے بھائی کا حال پر ملال پوچھا سب نے رو رو کر جو گزرا تھا بیان کیا۔

بھائی اس کا بہت رویا اور نہایت رنج اس نے افسوس کیا کہ بلک کر کہا۔ "جب تک اپنے بھائی کا بدلہ نہ لے لوں گا چین و آرام مجھ کو نہ آئے گا۔"

یہ کہہ کر حکم تیاری لشکر دیا۔ کئی ہزار فوج ساحران و مبارزان تیار ہوئی اور ناقوس اژدر سوار بڑے جوش و خروش سے اژدر پر سوار ہو کر چلا۔ دریا تھا کہ موج مار کر رواں ہوا ناقوس وہاں سیدھا صنعت کے پاس آیا۔ اس نے اس کے لشکر کو اتروایا اور اس کے بھائی کا پرسا دیا۔ پھر اس کی خاطر داری میں مصروف ہوئی۔ شراب عمدہ کشید کی ہوئی پلائی۔ خوان نعمت منگا کر آب و طعام سے خوب آسودہ کیا۔

پھر یہ وہاں سے اپنا لشکر لے کر بمقابلہ مہ رخ آیا اور بارگاہ میں بیٹھ کر مےخواری کرنے لگا جب مے خانہ دہر سے ساغر زریں آفتاب طاق مغرب پر ساقی روزگار نے رکھا اور انجمن کواکب کو مشاطہ شب نے بصد فروغ و ضیا آراستہ فرمایا کہ

ساغر مہ تھا لبالب نور
چاندنی کا ہر اک طرف تھا وفور

ناقوس نے اس شب تیرہ فام میں طبل جنگ بجا دیا۔ ہر چند سب نے کہا "ابھی چندے توقف فرمایئے۔"

اس نے نہ مانا اور کہا "میں اپنے بھائی کا جب تک بدلہ نہ لے لوں گا آب و دانہ مجھے حرام ہے۔"

غرض ہرکارے خدمت مہ رخ میں آئے اور خبر نواخت طبل جنگ عرض کر کے کتابے ہوئے۔

ملکہ موصوف نے بھی طبل کوس حربی کو بجوایا۔ لشکر کے سردار اور افسر خبردار ہوئے تیاری جنگ میں رات بسر ہونے لگی۔ ہر سمت غوغا لشکریاں بپا تھا۔ رات بھی ڈراؤنی صورت بنائے تھی اس شب میں ہتھیاروں چمکنا گھوڑوں کا شیہے بھرنا ہمہمے کرنا رستم کو بھی زیر نگین دلاتا تھا ہر ایک کلیجہ کھاؤں کلیجہ کھاؤں کہتا ہوا آتا تھا۔

صدائے طبل و بوق بر فلک کے سینہ کے پار ہوئی جاتی تھی۔ نفیروں کی آواز موت یاد دلاتی تھی مردوں میں جان بچانے کی فکر بھاگنے کا بیان۔ دلاوروں میں رستم و سام کی داستان۔

مختصر یہ کہ چارپہر رات یہی ہنگامہ بپا رہا۔ جب شاہد شب کا سن ڈھلا اور سفید بالی شب میں پیدا ہوئی نوائے رخصتی سحر نے سنائی کہ

کہ جب جوش سحر اٹھا نشیں پہ
نظر آئے نئے سامان بہتر

یعنی ملکہ مہ رخ دلاور فوج و لشکر جانب میدان روانہ ہوئی۔ اس طرف سے ناقوس اژدر سوار مع فوج نابکار کے چلا۔ لشکروں کی آمد کا میدان جنگ میں وہ غلغلہ ہوا کہ فلک

بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا چاہتا تھا۔ وہ ساحروں کی آمد ہوم کا دھواں بلند ہوتا تاریک صورتوں پر جادو گرنیاں سوار سامری جمشید کی پکار ہو رہی تھیں سرخ زرد و سبز اڑتیں۔ نارنج ناریل اچھلتے اژدر پھنکارتے بڑے کروفر سے یہ دونوں لشکر دار میدان ہوئے۔

جب دشت کین میں پہنچے۔ دونوں لشکروں میں صف آرائی ہوئی۔ نقیبوں نے نقابت کی میدان پاک و صاف ہوا۔ اس وقت ناقوس اژدر سوار بھی بڑھ کر میدان جنگ میں آیا خوب نیرنگی سحر کی دکھا کر للکارا اے فرقہ سرکشاں و ستمگراں آؤ تو میرے مقابلہ میں۔"

یہ نہیب سن کر ایک ساحر غلام سحر شاہ جادو نام سہ رخ سے اجازت لے کر سامنے اس کافر کے آیا اور طالب حرب ہوا۔ اس نے ایک ترنج اس پر مارا۔ اس نے ترنج کو خالی دیا اور جواب میں نارنج مارا اس نے بھی خالی دیا اور جواب میں تیغ سحر پکڑ کر اس پر آ گرا۔ ہاتھ چھوٹ کے چلنے لگے۔ برق شمشیر چمکنے لگی۔ بڑی دیر تک رد بدل رہی۔ آخر اس نے ایک تلوار ایسی جھپٹ کر لگائی کہ برق بن کر وہ سر پر غلام کے آئی۔ یہ اس سے جانبر نہ ہوا۔ رخت ہستی اس کا جلا۔ صدائے ہیراں اس کے مرنے سے بلند ہوئی۔

ناقوس نے پھر للکارا نہیب دی کہ اور جس کسی کو تم میں سے تمنائے مرگ ہو۔ وہ آئے۔"

اب کی زلزلہ جادو نے صف سے نکل کر سہ رخ سے اجازت لی اور سامنے اس کے آکر ضربت طلب کی اس نے تیغ سحر اور ابر سے لگائی۔ اس نے تیغ کو روک کر کے ایک دو ہتھڑ زمین پر مارا۔ زمین و زلزلہ پیدا ہوا اور ایسی نرم ہوئی کہ اگر کوئی اور ساحر ہوتا تو غرق زمین ہو کر پیوند خاک ہو جاتا مگر ناقوس جس طرح کھڑا تھا اسی طرح کھڑا رہا۔

اس وقت زلزلہ جادو نے جھلا کر پنجہ سحر مارا۔ ناقوس اژدہے سے کود گیا۔ پنجے نے اژدر ہی کے دو ٹکڑے کیے اس وقت ناقوس نے دوڑ کر تلوار ماری کہ وہ تلوار از خود کو کاٹ کرتا۔ وہ ابرو زلزلہ کے اتری اس نے واسطہ سحر کے مار کے تلوار کو تو رد کیا لیکن

چادر خون بلبلا کر منہ پر آئی۔ اس وقت ناقوس نے چاہا کہ میں سر کاٹ لوں۔ وہ پنجے فلک سے پیدا ہوا کر بزلہ کو اٹھا لے گئے۔ اس وقت ناقوس نے دستک سحر کی دی کہ زمین سے اژدر دوسرا پیدا ہوا۔ یہ اس پر سوار ہوا۔ اور پکارا "یہ کیا لاش پاشی کو میرے مقابلہ میں اے مہ رخ بھیجتی ہو کسی زبردست کو بھیجا کہ مزا جنگ کا لے۔ یا ہم اتر جائیں یا وہ کام آئے۔"

اس صدا کو سن کر ملکہ قہار انگیز طاؤس سوار نے اپنا طاؤس اڑایا اور اجازت مہ رخ سے لے کر سامنے آئی اور اس کے حربہ کو اس نے رد کر کے ایک نارنج مارا کہ وہ نارنج اس پر پڑا۔ مگر کچھ کارگر نہ ہوا۔ صرف یہ ہوا کہ وہ اژدر پر سے گر پڑا اور اٹھ کر اس نے بقوت تمام تر ہاتھ تلوار کا قہار انگیز پر لگایا۔ فوراً دو پنجے پیدا ہوئے اور قہار انگیز کو بھی اٹھا لے گئے۔ اب ہر ایک کو ثابت ہوا کہ یہ پنجے ناقوس کے سحر کے آتے ہیں۔

غرض مشکین کا کل کشلیا قوت جادو یکے بعد دیگرے نکلیں اور آ کر زخمی ہو گئیں اور پنجے ان کو بھی اٹھا کر لے گئے۔ اب برق اور رعد نے کڑکڑا کر اور تڑپ کر ارادہ گرنے کا کیا کہ ناقوس نے اپنے گلے سے تار زنار کا توڑ کر جانب آسمان پھینکا اور ایک دانہ ماش کا مارا۔ اس وقت ایک بجلی پیدا ہوئی اور برق پر گری۔ لیکن اس نے بھی وہ چالاکی کی کہ اپنے تئیں دامن ابر سحر میں لپیٹ کر دامن کوہ میں گرا دیا۔ مگر بیہوش ہو گئی۔

ناقوس جادو آج خوب لڑا جو سامنے اس کے گیا۔ اس پر سحر ہوا اور زخم کھا کر گرا۔ پھر جب نہیب شمشیر سحر سے اس کی دن کٹ گیا۔ دوپہر آ گئی۔ دھوپ کی تاب نہ لایا۔ طبل آسائش اس نے بجوا دیا اور کہا۔ "اے مہ رخ آج امان دیتا ہوں کل جانبری مشکل ہے۔"

یہ کہہ کر اپنی بارگاہ کی طرف روانہ ہوا۔ مہ رخ بھی غمگین و ملول اپنی بارگاہ کی طرف پھری۔ لشکریوں نے بستر پر پہنچ کر کمر کھولی آسودہ ہوئے۔ سردار جو زخمی ہو گئے تھے۔

ان کی ذلت دونی مہ رخ نے کرائی اور فکر میں بیٹھی۔

ادھر ناقوس شادا فرحاں اپنی بارگاہ عالی شان میں بیٹھ کر ناچ دیکھنے لگا۔ عیاران لشکر کے دل سے لگی تھی۔ مستر برق فرنگی ناقوس کی فکر میں چلا اور علیحدہ ایک مقام پر ٹھہر کر اس نے صورت اپنی ایک زن طوائف کی ایسی بنائی' لیکن وہ حسن صبح اپنا آشکار کیا کہ ملائیک بھی اس کو دیکھتا تو فریب کھاتا۔ خورشید لقا بے مثل ارشق جوان سرخی رخسار سے جس کے شفق چرخ حیران ابرو اس کے جگر عشاق کے دو ٹکڑے کرتے ایسی تلواریں ترک قدرت نے بنائی تھیں کہ تیغیں خود دانت نکال کر سامنے ان کے شرمائی تھیں۔ زلف مسلسل کے حلقے دل باندھ کر کھینچ لیں۔ مژگان تیر اندازی کریں۔ ابروشمشیر کنائی کرے توسن چشم ابلق بازک و ناز نازو کرشمہ غارت گر دل جان سروقامت سمن اندام گلستان رخسار زنخ بہی غنچہ دہن لالہ فام۔

اسی طرح از سرتاپا وہ خورشید سیما رنگ روغن لگا کر آراستہ ہوا اور لباس پر زر زیب قامت کر کے گہنا سونے کا پہن کر لشکر میں ناقوس کے ایسے مقام پر آیا کہ جہاں اس کے مجرے کی رنڈیاں اتری ہوئی تھیں۔

چنانچہ ایک کسی کے بستر پر جب آ کر پہنچا دیکھا کہ خیمہ کے آگے فرش بچھا ہے۔ نوچیل بیٹھی ہیں۔ سازندے ساز ملا رہے ہیں نائکہ گورمسند کا دابے گلوری کلہ میں لیے انداز سے پانچوں کا ڈھیر آگے لگائے ٹھسکن ہے۔ اس نے بھی آ کر سلام کیا اور ہنس کر پاس نائکہ کے بیٹھ گئی۔

اس نے عورت جوان شکیلہ زر زیور سے درست جو دیکھی بخاطر تمام پیش آئی۔ گلوری لگا کر دی اور مستفسر حال ہوئی۔

اس نے کہا۔ "بی بی میں لشکر حیرت میں رہتی ہوں۔ اس وقت میں نے قصد کیا کہ ناقوس کے سامنے جا کر مجرا کروں سازندے میرے ایسے حرامزادے ہیں کہ ٹال گئے اور میرے ساتھ نہ آئے۔ مجھ کو غصہ میں کچھ اور نہ سوجھا اس طرف چلی آئی کہ

وہاں کسی اپنی برادری سے سازندے مانگ لوں گی اور جو کچھ انعام و اکرام ملے گا وہ بھی ان کو دوں گی اور آپ بھی لوں گی اور سچ تو یہ ہے کہ اب میں ان ہوتے سفر دائیوں کو نوکر بھی نہ رکھوں گی جو وقت پر بتا بتاتے ہیں اور ہماری سچ پوچھو اسی جان یہی کمائی ہے پھر ہم کیونکر کاہلی کریں گے۔ پس اس لیے تم کو بیٹھے دیکھ کر میں پھر گئی۔ اگر کسی صاحب کو تمہارے یہاں فرصت ہو تو ذرا دو گھڑی کو تکلیف کریں۔ میرے ساتھ بجا دیں اس کا کمال احسان ہو گا۔"

نائکہ نے کہا۔ "بی بی یہ تمہارا گھر ہے۔ میرے یہاں کئی طرح کے سازندے ہیں کام تو ایک ہی دو نائکوں سے پڑتا ہے۔ مگر وہ قدیم سے میرے نوکر ہیں میں سچ کہوں اس کو بھی کہے دیتی ہوں کہ وہ بچارے بھی اپنا گھر سمجھتے ہیں۔"

یہ کہہ کر مخدوم میاں' جہانگیر بخش وغیرہ نام لے کر پکاری "ذرا بی صاحب کے ساتھ تم جا کر بجا دو۔"

انہوں نے کہا۔ "بہت خوب۔"

اور ساز وغیرہ انہوں نے درست کیا۔ اس اثنا میں چوبدار بلانے آیا کہ چلیے آپ کے طائفے کی یاد ہے۔" برق عیار نے مرد ہی صاحب کہہ کر اس کو سلام کیا اور ذرا اپنے حسن کی جھلک اس کو دکھائی ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیا۔ گلوری بنا کر دی۔ وہ ایسا مفتون ہوا کہ دین و دنیا کو فراموش کیا۔

اس وقت اس نے کہا۔ "مرد ہے صاحب ہمارا بھی مجرا کرا دیجئے۔"

اس نے کہا۔ "ابھی کیوں بی صاحب تمہارا نام کیا ہے۔"

اس نے کہا۔ "مجھ کو کاشی جان کہتے ہیں۔"

مردہ اس کے پاس سے اٹھ کر سامنے داروغہ ارباب نشاط کے گیا اور کہا "حضور ایک رنڈی لشکر حیرت میں آئی ہے۔ زہرہ فلک بھی اس کے سامنے شرماتی ہے۔ وہ بھی اسکی نہ ہو گی۔ میرے اوپر آپ احسان فرمائیے گا جو اس کا مجرا سامنے ناقوس کے کرا دیجیے گا۔"

داروغہ نے کہا۔ "جاؤ لے آؤ۔"

مروہ۔ پھر کر آیا اور کہا۔ "کاشی جان صاحب آئیے آپ کی یاد ہے۔"

کاشی جان سازندوں کو لے کر داروغہ کے پاس آئی۔ اس نے خوبصورت نہایا اس کی دیکھی شیفتہ ہو کر عقل و حواس سے بیگانہ ہوا اور سوچا کہ پہلے یہ مجرا کر آئے تو اس کو اپنے بستر پر بٹھائیں گے اور جو کچھ یہ مانگے گی دے کر اپنے کام میں لائیں گے۔

الحاصل اس زہرہ جبین کو اپنے ساتھ لے کر بارگاہ میں آیا۔ اہل دست بستہ حال اس کا عرض کیا ناقوس نے اجازت مجرا کرنے کی دی۔ برق چمک کر سامنے آیا اور گت ناچنے لگا۔ یہاں گت پر تو یہ گت کہ مجلس کف افسوس ملنے لگی۔ ناقوس نے کچھ جانور سحر بنا کر جانب آسمان اڑا دیئے تھے۔ کیونکہ حال عیاروں کا یہ بخوبی جانتا تھا۔

چنانچہ ان جانوروں سے اس نے کہہ دیا تھا کہ اگر کوئی شخص غیرہ ہماری صحبت میں عیار وغیرہ کی قسم سے آئے بھی تو ہم کو تم خبر کر دینا اور پنجہ سحر کے نشان پر مقرر کر دیئے تھے۔ کہ بموجب ہمارے حکم کے تم پکڑ لینا۔ جب برق فرنگی ناچنے لگا اس کے ناچنے پر اہل محفل دنگ ہوئے اور صدائے احسنت و آفرین سب نے بلند کی اس وقت ایک طائر اڑتا ہوا آیا اور کان میں ناقوس کے کہا۔ "یہ رنڈی جو سامنے ناچ رہی ہے۔ یہ رقاصہ نہیں ہے۔ برق فرنگی عیار ہے۔ جلد اس کی گرفتاری کا سامان کرنا مناسب ہے ناقوس اس کی صورت دیکھ کر عاشق زار ہو گیا تھا اور بڑی خوشی سے ناچ دیکھ رہا تھا۔ عیار ہونا اس کا جب اس کو ثابت ہوا۔ کف افسوس ملے اور بنا چاری پنجہ سحر کو حکم دیا کہ انہوں نے برق کو نہیں معلوم کس مقام پر بھیج دیا۔ پتلہ ہائے سحر نے یہ خبر ملکہ مہ رخ کو پہنچائی "برق طوائف بن کر گیا تھا اس کو بھی ناقوس نے پکڑ لیا۔"

وہ یہ خبر سن کر مضطر ہوئی اور برق نے جو آ کر دیکھا تو جیل میں قید ہو کر آیا ہوں۔ اس جگہ وہ لوگ بھی ہیں کہ جو میدان رزم سے گرفتار ہو کر آئے ہیں۔

الحاصل جب مہ رخ برق کا حال سن کر مضطر و پریشان ہوئی۔ اس وقت خواجہ عمرو بارگاہ سے نکل کر روانہ ہوئے اور انہوں نے تنہائی میں آ کر اپنی ایک ساحر کی ایسی صورت

بنائی اور بارگاہ ناقوس میں آئے۔ لیکن حال ان جادوگروں اور چالوں کا ان کو بھی معلوم نہ تھا۔ جب یہ بارگاہ میں قدم زن ہوئے۔ ہنوز کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ ایک چیلے نے حلقہ کمند سحر کے ان پر مارے۔ اگر وہ کمند کوئی عیار لگاتا تو یہ اس میں سے نکلتے۔ وہ کمند سحر کی تھی۔ یہ الجھ کر گرے ہاتھوں میں ہاتھ ان کو بھی پکڑ لیا اور ناقوس کے حوالہ کیا۔ اس نے ان کو بھی قید خانہ میں اسی جگہ جہاں سب قید تھے بھیج دیا۔ اب کسی اور عیار کو خواجہ کی گرفتاری کا حال سن کر حوصلہ جانے کا نہ پڑا۔ اور جب وہ دوپہروں تمام ہوا۔ مطرب فلک نے دائرہ ماہ ہاتھ میں لیا اور خنجر آفتاب کو نیام مغرب میں کیا کہ

رخ پر نور جو وہ پونچھ کے جھاڑے رومال
ہو گئی چادر مہتاب گلیم شب تار

سر شام پھر ناقوس نے طبل رزمی پر چوب دلوائی۔ ہرکاروں نے جا کر خبر عرض کی۔ مہ رخ نے بھی نفیر سحر بجائی۔ پھر دونوں لشکروں میں تیاری آغاز ہوئی۔ طبل ہر مقام پر اچھا گئیں۔ رات بھر وہی شورش جنگ برپا رہی۔ وہی ہتھیاروں کی صفائی وہی سحر آزمائی تھی۔ جب نیام شب سے تیغ آبدار آفتاب علم ہوئی اور چار دانگ عالم میں روشنی پھیلی کہ

سحر گہ جب کہ پھر ظاہر ہوا روز
تو چمکا حسن مہر عالم افروز

لشکر جوق در جوق و طبق طبق بہر کارزار وارد میدان حرب ہوئے۔ مہ رخ و بہار بھی عنایت احتشام سے جملہ سرداران باقی ماندہ کو ہمراہ لے کر چلیں اور جب میدان میں

پہنچیں۔ ناقوس بھی فوج لیے ہوئے آیا اور دلاوروں سے ڈیرا جمایا۔ بعد درستی میدان و صفوف ناقوس نے نکل کر مبارز طلبی کی۔ ادھر سے سردار جانے لگے۔ مگر ان کو روز گزشتہ کی طرح صعوبت اور پیش ہوئی۔ یعنی زخمی ہوتے تھے اور پیچھے سحر کے اٹھا لے جاتے تھے۔ آج کی میدان داری میں کئی سو سوار باہی زخمی اور اسیر ہوا۔

اس وقت تو بہار جادو کو تاب نہ رہی۔ یہ مہ رخ سے اجازت لے کر نکلی اور سامنے اس کے دو روز کی میدان داری میں اور کون لڑنے والا باقی تھا۔ غرض یہ سامنے اس تیرہ رو خزاں رسیدہ کے پہنچی اپنا سحر کاکاٹ کا اس نے کیا پہلے تو ایک حربہ اس کا رد کیا۔ پھر ایک گلدستہ اٹھا کر زمین پر پھینکا اور کلمات سحر ورد و بیان کر کے بہار کو بلایا کچھ ہی عرصہ میں یہ سماں نظر آیا کہ

واہ کیا گلشن آفاق میں ہے جوش بہار
چہچہے کرنے لگے بلبل تصویر فرنگ
کلک نقاش قدرت سے گلستاں میں ہے آج
تختہ لالہ و گل سطح عقیق از رنگ
نل ہے بالیدگی عیش کہ برگ گل تر
قطرہ شبنم کا ہے بجا ہے شراب گلرنگ
بلکہ جوش بہاراں کرم سے اس کے
کیا عجب شاخ میں آہو کے گل رعنا رنگ

جوش بہار سے تختہ لالہ نافرمان کھل گئے مسکرانے لگے۔ طائران زمزمہ سنج تعریف بہار کی گانے لگے۔ شور قمری و بلبل و طوطی و گل دل کو لبھاتی تھی۔ ہوا وہاں کی فرحت بڑھاتی تھی۔ پیام یار دلنواز لاتی تھی۔ ناقوس کی فوج اس ہوا کے جسم پر لگتے ہی شعر عاشقانہ پڑھنے لگی اور ملکہ بہار کو سب نے اسی باغ پر بہار میں بعد ناز و ادا چبوترہ بلور

کے استاد پایا۔

ہر چند کہ باغ اس نے ایسا زینت آگیں بنایا تھا۔ مگر رحسن بھی اس کا ایسا وقت ایسا تھا کہ اس باغ کے گل بےدوے رخسار شرماتے تھے۔ سنبل سامنے زلف کے پریشان و تبار تھی۔ نرگس آنکھوں کی اس کے بیمار تھی۔ سرو نے قامت رعنا اس کا دیکھ کر اپنے تیئں آزاد بنایا تھا۔ سیب و بہی دانا رکو اس کے پستان نے شرمایا تھا چشم فتان بادام کو دام میں لائی تھی۔ اس کے رخسار کی لالہ کے دل کو بیدھاتی تھی کہ

ملو سبے مہر فلک دشمن مہر
پرستم میں ستم شریک سپہر
فتنہ استاد نرگس فتان
دل مژگان ہجوم شاگردان
رخ تعالی اللہ زلف صلی علی
قد ما سبحان بلی الا علی
زلف سنبلان میں رخ کی براقی
کرے مشائیوں کو اشراقی
گو اتار بکم نہ منہ سے کے
لیک جاری زبان پہ موسے
پھلی باندہ کی ماتی زلفیں
غرقہ کشش جگر خون سے مردم میں
کمر و تنگ از پے دل تار
رشتہ کار عقدہ دشوار
رنگ پان لعل مدح افزا ہے
خون ثابت کرے مسیحا ہے

ناقوس بھی اس حسن کو دیکھ کر اور باغ سحر سے ہوا کھا کر فریفتہ و شیفتہ بہار ہوا اور ہمراہ اپنے لشکر کے یہ کہتا ہوا چلا کہ

تو آنکھ میں نہ سرمہ و نبالہ وار دے
مفتون چشم کو یونہی وکار بار دے
چھلا نہیں تو چھلے کا گل اے نگار دے
کچھ تو نشانی اپنی مجھے یادگار دے
دشنام ہو کے وہ ترش ابرو ہزار دے
مٹی تلک نہ جب ترے دل کا غبار دے
کرتا ہے یوں فغاں دل امیدوار وصل
جیسے اذان بلند کوئی روزہ دار دے
ای شمع تیری عمر طبیعی ہے ایک رات
ہنس کر گزار یا اسے رو کر گزار دے
لے دام داغ دل ہے مرے سوزش آفتاب
وعدہ پہ روز حشر کے یہ کون ادھار دے
بے فیض اگر ہے چشمہ آب بقا تو کیا
مانگو تو ایک قطرہ نہ آئینہ دار دے
عاشق نہ بدلے انجم گردوں ہے اپنے اشک
کیوں کوڑیوں کے بدلے ورشا ہوار دے

جب ناقوس دیوانہ وار اس طرح کے اشعار پڑھتا جانب باغ بہار روانہ ہوا۔ اس وقت ایک پتلی زمین سے نہایت حسینہ و جمیلہ نکلی اور آئینہ ہاتھ میں لیے تھی۔ وہ آئینہ اس نے ناقوس کو دکھلایا سارا نقشہ عشق کا مٹ گیا۔ صورت ہی کچھ اور ہوئی۔ ہوش اس کو آ گیا اور اس پتلی نے کہا۔ "اے میاں ہوش میں آؤ حواس درست کرو۔ کہاں

تم کہاں بہار وہ بادشاہ طلسم کے ہاتھ لگی تھیں جو آج تک اپنی جان اس پہ نثار کرتا ہے۔ گو وہ دشمن ہے مگر شاہ اس کو پیار کرتا ہے۔ اس باغ کو باغ سیر سمجھ کر اپنے باغ جوانی کی بہارت برباد کرے۔ ذرا سوچ سمجھ کر بات کرنا اچھا ہے۔"

یہ کلام سن کر ہاتوس نے ایک سحر پڑھا کر ہوا گرم سموم آسام چلنے لگی اور باغ بہار میں ہر طرف آگ لگی۔ ہر کلی پھول کی انگارہ بن گئی۔ درخت مثل چنار ہوئے۔ گل بالکل خار ہوئے درپے آزار ہوئے کچھ ہی عرصے میں یہ عالم ہوا کہ

گرم ہے اب بہار کا عالم
شاخ گل پھلجڑی سے ہے نہیں کم
یہ پٹاخا چٹخنے وقت گلاب
کف نرگس پہ چھٹتی تھی مہتاب
وہ گل کا کیا کہوں میں رنگ
اس میں ہت پھول کے ہے سارے رنگ
غنچہ کھلنے میں یوں ہو آتش بار
جیسے چھٹتا ہے داغنے میں انار
جلوے دیں یوں چنبیلی کے بوٹے
اس طرح جائے جوئی کب چھوٹے
تھیں گیندوں کے یہ چمن میں درخت
وی ہے آتش ستاروں کو یک لخت
کرو صد برگ جعفری پہ نظر
چھٹ رہی ہیں ہوائیاں ہت پہ
کی بولے ہیں پانی بھر بھر کر
ہو چکا ہوکا حوض گھن چکر

گر گزک پہ ہوئے خواہوں کا من
ہو سب تھے کباب مرغ چمن
طوطی کی گر سنے کوئی آواز
چمکے دل ہے کچھ ایسا سوز و گداز

غرض یہ ملکہ نہایت تردد میں بھر کر اپنی بارگاہ میں آئی۔ دنگلوں پہ سرداروں کے حاشیے ڈلوا دیئے۔ لشکر بھی حالت بیم و ہراس میں اترا۔ ناچ رنگ سب موقوف معشوقہ رنج ہر ایک سے ملوف۔ اس طرف ناقوس پھر کر حیرت کی بارگاہ میں آیا۔ لشکر اس کا بستر پہ اپنے اترا۔ حیرت نے ناقوس کو مبارک باد فتح کی دی اس نے ملکہ کو نذر دکھلائی۔ دنگل پہ بیٹھا شادیانے نے بجنے لگے جام مے ارغوانی کا دور ہوا۔

ناقوس نے کہا۔ "اب کل ملکہ مہ رخ کو بھی پکڑیوں تو سب کو ہلاک کروں۔ اس خوشی کا اب کل جشن کیجیے گا۔"

حیرت نے کہا۔ "ایسا ہی ہو گا۔"

طائفے آ کر ناچنے لگے۔ صحبت عیش و نشاط برپا ہوئی۔ اس طرف مہ رخ فکر میں سر بزانو ہو کر بیٹھی تھی کہ مستر قران حاں قید ہو جاتے ملکہ بہار کا سن کر بارگاہ میں آئے اور مہ رخ کو غمگین خاطر دیکھ کر سارا ماجرا استفسار کیا۔ اور جب کل کیفیت ہماری لشکر کی سن چکے۔ عرض کیا "اب ہم بھی جاتے ہیں یا تو ناقوس کو اس کے بھائی کے پاس بھیجتے ہیں یا اپنی جان دیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے باہر آئے اور کئی سو ساحروں کو ملازمان قہار انگیز میں سے اپنے ساتھ لیا اور ان سے کہا۔ "تم اپنی صورتیں بزور سحر بدل لو۔" وہ سب مہنتوں کی ایسی صورت پہ سجے۔ لنگوٹے سب نے باندھے ہوئے زنار ان کے لنگوٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں سب نے لوہے کے کڑے ڈالے جٹائیں خاکستری اپنی بنائیں اور سروں پہ لپیٹیں انگیٹھیاں ہاتھوں میں لے لیں۔ سیندور کے قشقے ماتھے پہ کھینچے۔ چندن سب

بدن میں لگایا۔ بھبوت سے سب بدن اپنا خاکستری کر لیا۔ اسی طرح مستر قران بھی درست ہوا۔ اس نے جواہر کے بت بدن پر جا بجا آراستہ کیے۔ مالے موتیوں کے گلے میں ڈالے یا جمشید سامری ہر ایک چٹے کی زبان پر جاری اور قران کے لب پر فغان و زاری اس ہیت سے صحرا میں بطور تجلی گیا۔ پھر وہاں سے رخ جانب لشکر حیرت کیا۔

جب قریب لشکر مذکور پہنچا نعرہ بلند کیا اور سر اپنا پیٹنے لگا اور کہتا تھا یار بتاؤ کہ میرے استاد سرشار مست کو کس نے مارا۔ ہائے اوا استاد میرا پیارا کدھر گیا۔ افسوس کہ یہ سامری نے میرے ساتھ کیا کیا ہائے وہ استاد جو باپ سے زیادہ شفیق تھا میرے سر پر سے اٹھ گیا افسوس میں کیا کروں

فلک نے داغ دیا آہ نوجوان افسوس
مہ دو ہفتہ ہوا خاک میں نہا افسوس
بھلا ہو خاک میری زیست جب جدا ہو جائے
انیس جان و دل آرام نکتہ دان افسوس
خیال اس کا جب آتا ہے رو کے کہتا ہوں
رفیق و مونس و دلدار نکتہ داں افسوس
نہ کوئی دوست نہ مونس نہ کوئی ہمدم ہے
کروں میں کسی سے یہ احوال دل بیاں افسوس
نہ آشنا کوئی گل ہے نہ کوئی بلبل یار
بے شکل سبزہ بیگانہ بوستان افسوس
چمن میں پھیری نرگس نے آنکھ اب مجھ سے
نہیں نظارہ کے قابل میں ناتواں افسوس

اسی طرح سب مہنتیوں کے گریبان پھٹے ہوئے باحال پریشان گریہ کناں سینہ زناں بارگاہ

حیرت کے دروازے پر پہنچا یہاں ناقوس پہلے سے بیٹھا ہوا شراب زہر مار کر رہا تھا اور سب ساحر اس کی خوشامد اور تعریف کر رہے ہیں کہ قران نے بارگاہ پر پہنچ کر ایک ٹکر زمین پر ماری کہ سر شق ہو گیا اور لہو جاری ہوا۔ اور ہائے ہائے کا شور بلند کیا "اے بتاؤ میرے استاد کو کس نے مارا وائے صد وائے میں اپنے استاد کو کہاں پاؤں۔"

اس حال سے جو لوگوں نے وہاں کے دیکھا تو ملکہ حیرت جادو کو خبر کی۔ اس نے سن کر حکم دیا "ہمارے سامنے اس غمزدہ کو لاؤ۔"

لوگ بموجب حکم باہر آ کر قران کو اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ یہ جو اندر پہنچے تو آتے ہی قدموں پر ناقوس کے سر رکھ دیا اور کہا "اے چھوٹے استاد واسطہ جمشید و سامری کا سچ بتا دیجئے کہ میرے استاد کو کس نے مارا ہے۔"

یہ ماجرا دیکھ کر حیرت جادو نے پوچھا "بھائی تم اپنا نام تو بتاؤ کہ تم کون ہو اور کس کو پوچھتے ہو۔ ذرا اپنے تئیں سنبھالو اور ہوش میں آ کر بات کرو۔"

قران نے آنسو پونچھ کر کہا "اے ملکہ دوراں مجھ کو صنعت ابر سر جادو کہتے ہیں۔"

حیرت نے نام سن کر بہت کچھ تشفی اور دلداری کی اور کہا "اے صنعت ابر سر جادو جمشید کی جو مرضی تم سامری کو یاد کرو اور اس قدر گریہ زاری نہ کرو۔ تمہارے استاد کا عوض لے لیا جائے گا۔"

یہ جو حیرت نے کہا اور دم دلا سا دیا پھر اور زیادہ تڑپنے لگے اور سیماب وار بے قرار ہوئے ہچکی لگ گئی۔ غش کر گئے۔ حلق سے پانی اترنا موقوف ہو گیا۔

ناقوس نے یہ حال جو دیکھا سمجھا کہ کہیں مر نہ جائے پس حیرت سے کہا میں ان کو بارگاہ میں لیے جاتا ہوں اور ہو سکا تو بطور تحفہ وہاں بھیج دوں گا کہ جہاں سب حکما قید ہیں کس واسطے کہ اس مقام پر ان کو قرار نہیں آنے کا۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اٹھا اور اپنے تخت پر آ کر سوار ہوا۔ صنعت ابر سر نقلی کو بھی بٹھا لیا ان کے ساتھ جو کئی سو صنعت تھا۔ وہ بھی ساحر تھے۔ سب اڑتے ہوئے ساتھ چلے۔ جب لشکر حیرت سے کچھ الگ آ کر پہنچے۔ اس وقت قران نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ

کیا کہ وہ سب گرد تخت کے آ گئے اور قران نے ناقوس سے کہا۔ "دیکھیے وہ حیرت کی بارگاہ کی پشت پر کھڑا ہوا سراچہ میں جاتا ہوں کہ چاک کرتا ہے۔"

وہ اس کے کہنے سے بغور بارگاہ حیرت کی طرف دیکھنے لگا اور انہوں نے سنبھل کر ایک ہی بغدہ پہلو پر سے اس کے سر نجس پر لگایا مگر وہ ایسا ساحر زبردست ہے کہ بغدا سے سر اس کا شق نہ ہوا اور نوبت ہلاکت بھی نہ پہنچی۔ لیکن ضربت سے بغدہ کے تیورا گیا اور کچھ نشہ ایسا آگیا کہ جھومنے لگا۔

اس وقت قران نے بجلدی تمام اس پر کمند ماری اور تخت پر سے کودا۔ وہ چاہتا تھا کہ سنبھلے انہوں نے حباب بیہوشی مار کر بیہوش کیا۔ یہ ماجرا جو ہمراہ سواری کے ساحر تھے انہوں نے دیکھا سب ناویلیں پکڑ کر آمادہ حرب ہوئے کہ اس صنعت نے جو اس قدر دونا تھا۔ پہلے تو بغدہ مارا اب کمند مار کر کودا اور ہمارے مالک کو بیہوش کر دیا۔

غرض جب وہ آمادہ جنگ ہوئے قران کے ہمراہ جو صنعت تھے وہ سب ان پر حملہ آور ہوئے اور کئی سو ناوک ترنج جو ان پر مارے تو وہ سب متفرق ہو گئے اور ہمراہ سواری کے تھے بھی بہت کم پس وہ سب دوڑے کے فوج کے افسروں کو خبر کریں۔ ہم لوگ خادم خدمت گار کیا لڑ سکتے ہیں۔ الحاصل قران اس کو لے کر بھاگا اور سمجھا کہ میں لے کر کہاں اس کو جاؤں گا۔ پس ادھر ادھر دیکھ کر ایک کلوار کی دکان دیکھی کہ بھٹی اس کی سلگ رہی تھی اور آگ دھڑ دھڑ جل رہی تھی اور ایک کلوار بیٹھا ہوا تھا۔

اس نے اس سے کہا۔ "میں دشمن افراسیاب کو لایا ہوں۔ اب حکم ہے کہ اس کو جلا دوں۔"

یہ کہہ کر ناقوس کو کمند سے کھول کر بھٹی میں ڈال دیا کہ وہ جل کر خاک ہوا۔ آواز دارو گیر کی بلند ہوئی کلوار گھبرا کر دوکان پر سے بھاگا اور گردن اس دکان کے جو اور دکانیں کھلیں تھیں۔ اس کے دکان دار بھی بھاگے اور قران بھی جست کر کے نکلا۔ وہ ساحر جو سب صنعت سیتے ہوئے تھے وہ بھی اڑ کر نکل گئے۔

ادھر خدمت گار وغیرہ نے جا کر فوج کے افسران وغیرہ سے اطلاع دی "جلد چلیے میاں

کو کوئی پکڑے لیے جاتا ہے۔"

وہ سب دوڑے لیکن بازار میں جب آ کر پہنچے آواز سنی کہ افسوس مارا مجھ کو کہ میرا ناقوس جادو تھا۔ یہ صدا سن کر نالاں و گریاں افسران لشکر ناقوس پھرے اور اس کے مرنے سے عمرو اور سرداران مہ رخ کہ ایک دیو کہ میں غائب تھے چھوٹ گئے۔ جب قید ان کے جسم پر سے دور ہوئی۔ عمرو نے کہا "اے ملکہ بہار انگیز اب یہاں سے چلو۔ خدا نے بڑا فضل کیا کہ ناقوس اس اژدر سوار داخل جہنم ہوا۔"

سب سردار عمرو کے کہنے سے شاداں و فرحاں دیو کہ سے نکل آئے اور اپنے لشکر کی طرف چلے راہ میں کنارہ لشکر کے معتبر قران ان کو ملا۔ ہر ایک ان سے بغلگیر ہوا اور حال لشکر کا پوچھا۔ قران نے تمام حال اپنی عیاری کا اور ناقوس کے مار ڈالنے کا بیان کیا۔ ہر ایک نہایت خوش ہوا عمرو نے اور برق نے تو تعریف کی اور سب مل کر بارگاہ مہ رخ میں آئے۔ مہ رخ کو بھی نہایت مسرت ہوئی اور اس طرف فوج کے افسروں نے حیرت جادو سے اور صنعت سے تمام ماجرا ناقوس کے قتل کا بیان کیا اور وہ دونوں سن کر سکوت میں آ گئیں اور ایسا صدمہ ہوا کہ جیسے جان تن سے نکل گئی۔

اس عرصہ میں خبر افراسیاب کو بھی پہنچی کہ سرشار مست صنعت کی ملاقات کو آیا تھا اس کو بھی عیاروں نے مار ڈالا اور مارے جانے کی خبر بھائی اس کا ناقوس اژدر سوار بدلا اپنے بھائی کا لینے آیا تھا اس کو بھی عیاروں نے مار ڈالا۔

افراسیاب کو بھی یہ خبر سن کر رنج کر ہوا اور کہا "اب میں نے وہ تدبیر کی ہے کہ یہ نمک حرام سب کے سب آپ سے آپ مر جائیں۔" یہ سخن ہنوز دہان تھا کہ نامہ لقائے باختر کا اس کے پاس آیا۔ اس نے پڑھا لکھا تھا۔

"یہاں مروارید جادو آئے تھے اور صدف جادو' وہ بھی ہلاک ہوئے۔ ملکہ زیور جادو کو تو نے بھیجا تھا۔ وہ ایسا خائف کے یہاں عیاروں سے ہوئی کہ جنگ سے کنارہ کر کے صحرا میں چلی گئی اور قابل جنگ مسلمانان وہ ہے بھی نہیں۔ اب لائق و لازم یہ ہے کہ جلد تر نامہ کے پہنچتے ہی ہماری کدمت گزاری اور طرفداری کو کوئی ساحر جلیل القدر

روانہ کرو' عتاب سخت تجھ پر ہو گا۔"
مضمون نامہ پڑھ کر اس نے سحر پڑھ کر ایک طرف پھونکا کچھ دیر میں اندھی پانی آنے کے بعد ایک ساحر اژدر پر سوار سامنے اس کے آیا کہ واقعی بلائے بد اور خبیث صورت تھا۔

شکل الو تھا خر بیدم
آدمیت تھی مثل عنقا گم

اس دیو صورت نے شاہ کو مجرا کیا۔ بادشاہ نے ارشاد فرمایا۔ "اے قہر نگاہ جادو تم پاس خدا وند باختر کے جاؤ اور رکام خدا پرستوں کا تمام کرو۔ مگر اس طرح سے کہ ہمارا نام نہ ہو اور تمہاری جان بچے عیاروں سے بچے رہنا اور سوچ سمجھ کر مقابلہ کرنا۔"
اس نے عرض کیا "مقدور سے تو البتہ غلام مجبور ہے۔ ورنہ غلام آپ کا ایسا لڑے گا کہ کوئی ساحر دنیا نہ لڑے گا۔"
یہ کہہ کر خلعت رخصت حاصل کر کے اپنے مقام پر آیا اور اپنی فوج کو کہ ایک لاکھ ساحر کا ملک ہے حکم تیاری کا دیا۔ طبل سفر بجوایا۔ ساحروں کے چلنے سے روئے دہر کالا ہو گیا۔ طائران سحر نے تمام دنیا کو پروں میں چھپا لیا۔ سنان ہائے نیزہ و ترسول و پنسول ہوا میں چمک دمک دکھانے لگیں۔ مرغان ہوا کو سینے چھد جانے کا خوف ہوا۔ بہادران جنگ جو کے گھوڑوں نے سینے بھرے منقلیں ایسی روشن ہوئیں کہ ہزار آفتاب نکلے نظر آتے تھے بہادر تنے ہوئے گھوڑے اٹھاتے جاتے تھے۔
غرض بڑے کروفر سے یہ لشکر مثل دریا کے جوش مار کر جانب لقائے بدسیر روانہ ہوا اور اس کو تو راہ میں چھوڑیے لیکن حال کثیرالاختلال ملکہ زبور جادو کا بیان ہوتا ہے کہ اس کی ماں ملکہ سفاک کو دایہ نے بہت کچھ سمجھایا "اے فرزند تو ایک ہی میرے دل کی قوت اور آنکھوں کی روشنی باقی رہ گئی ہے ان خدا پرستوں سے اور عیاروں سے ہرگز مقابلہ نہ کرنا نہیں تو میرے منہ میں خاک وائی بندی ایک روز ہے ہے کر

کے تیرے دشمنوں کو مدد جائے گی اور اے نور بصر قوت جان و جگر تیری بیٹی زیور جادو جو خدائے باختر کی مدد کو گئی ہیں۔ ان کا بھی وہاں رہنا اچھا نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ ایک لاکھ چھیاسی ہزار عیار لشکر امیر شمار میں ہیں اور ہر ایک اپنے تئیں ان میں کا ثانی عمرو جانتا ہے انھیں میں سے دیکھ ایک چالاک یہاں آگیا ہے۔ کیا کیا اس نے فتور اور مفسدہ برپا کر رکھا ہے۔"

سفاک نے کہا۔ "وہاں خداوند خود موجود ہیں پھر دایہ اماں ڈر کا ہے کا۔"

دایہ نے اپنا ماتھا کوٹ لیا اور کہا۔ "ہے ہے میں کس طرح سمجھاؤں اے بیٹی تجھے اس خدا بوبک کا کچھ اعتبار ہو گا۔ اری وہ گوٹا تو مرغ زریں بنا ہوا تخت پر بیٹھا رہتا ہے اور تقریباً بھگاتا کرتا ہے۔ اس کا دوست بھی خراب اور دشمن تو خراب ہے ہی ہاں جو اس کو خدائی نہیں مانتے ہیں وہ البتہ شاد ہیں۔ بند غم سے آزاد ہیں۔ تم سن لینا کہنے والی بندی کا کہا خدا کرے نہ ہو خبر یہ ملکہ زیور کی آیا ہی چاہتی ہے۔"

یہ کلمات وعظ و پند دایہ سے سن کر سفاک تو بیٹی کو بہت چاہتی ہے بے قرار ہو گئی اور کہتی ہوئی "دایہ اماں پھر میں کیا کروں۔"

اس وقت دایہ نے کہا۔ "میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ افراسیاب کی شراکت کو چھوڑ دے دیکھا نہیں تو نے کہ ہر چند منت کی کہ میری بیٹی کو لڑنے نہ بھیجے۔ اس نے نہ مانا اور تجھ کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی۔ اس کو خود تیرا رنج دینا منظور ہے۔ اب تو نامہ بطور خفی اپنی دخت نیک اختر کو لکھ کر بھیج۔ اس میں یہ مضمون ہو کہ اے فرزند تجھ کو لازم ہے کہ دیکھتے ہی نامہ کے میرے پاس کہا دوں گی۔ جب صاحبزادی یہاں چلی آئیں تو ان کو میں اور تم دونوں سمجھا کر خدمت میں مہ رخ کے لے چلیں اور انھیں کے شریک ہو کر اس طلسم میں رہیں۔ مجھ کو ذلیل اس طلسم کا بے ذعب معلوم ہوتا ہے یقین ہے کہ افراسیاب برباد ہوا اور مارا جائے۔"

سفاک نے کہا۔ "مجھ سے مسلمان تو نہ ہوا جائے گا۔ بادشاہ مجھ کو مار ڈالے گا۔"

دایہ نے اس وقت ایک صندوقچہ اسی کے توشک خانہ میں سے جا کر نکالا اور کنجی اس

کی جوتے سے اپنے نکال کر دی اور سفاک ہی سے کھلوایا۔ جب اس کو وا کیا تو اس میں سے ایک کاغذ لکھا ہوا جمشید جادو ثم کاہن کا کہ جو جدا اعلیٰ ملکہ سفاک کا تھا۔ اس کو جو سفاک نے پڑھا تو لکھا تھا

"یہ کاغذ اس واسطے لکھ کر میں نے رکھے جاتا ہوں کہ جو کوئی اس زمانہ میں وہ اس پر عمل کرے اس کے لیے بہتر ہو گا۔ وہ کون سا زمانہ ہو گا کہ عیار مسلمان اس طلسم میں آئیں گے اور ان کے شہزادے یہاں قید ہوں گے۔ بادشاہ طلسم سے بادشاہی کی فوج مجبور کر شریک عیاراں ہو گی اور مقابلہ ہو گا انجام وہ جا کر شریک ہوا اور حفاظت کر کے اپنی جان نہ دے کہ بادشاہی کا مطیع بنا رہے۔ اگر خلاف اس کے کرے گا جان و مال ملک سب برباد کرے گا۔"

یہ مضمون جب سفاک نے اس کاغذ میں لکھا دیکھا۔ دایہ کے گلے سے لپٹ گئی اور کہا۔

"دایہ اماں تم نے میری جان بچائی۔"

بس اسی وقت اس نے نامہ اسی مضمون کا کہ جو دایہ نے بتایا ہے ملکہ زیور جادو اپنی دختر کو لکھا اور اگیاری کر کے سحر خوانی بڑی دیر تک کی پھر ایک پتلہ اپنے خون سے آٹا گوندھ کر بنایا اور اس کو جاندار کیا اور اس کا نامہ دے دیا کہ جا کر زیور کو پہنچائے۔ اس پتلے میں ایسا زور قوت پیدا ہوا کہ ایک بار افراسیاب سے بھی مقابلہ کر سکتا تھا اور کسی سرحد پر طلسم کے نامہ نہ چھوٹنے گا۔

غرضیکہ وہ پتلہ نامہ لے کر سفاک کا روانہ ہوا۔ یہاں جب سے کہ مروارید صدف آئی تھی ملکہ زیور جادو لشکر لقا سے اپنا لشکر ہٹا کر صحرا میں اتری تھی اور ہر روز خوف وہم میں بسر کرتی تھی کہ مبادا کوئی عیار آ کر مجھ کو زحمت نہ پہنچائے۔ طلسم میں تجلی عتاب بادشاہ طلسم نہ جاتی تھی اور خوف عیاراں سے لشکر لقا میں نہ آئی تھی۔ ملکہ لقا سے اس نے یہ عرض کیا تھا "کنیز سحر تازہ تیار کر رہی ہے اور چلہ میں ہے۔"

چنانچہ ایک روز وقت سحر یہ خواب گاہ سے اٹھ کر مسند پر بیٹھی تھی۔ سراپچہ بارگاہ کے اٹھوا دیے تھے۔ صحرا کی رنگینی اور بہار غنچہ و گل دیکھتی تھی مگر تشویش یہ تھی کہ

روئے رفتن نہ پائے ماندن کروں تو کیا کروں۔"

اسی اندیشہ میں دیکھا کہ دو چیلے اڑتے ہوئے سامنے آئے۔ وہ چیلے ہیں کہ جن کو پہلے ملکہ سفاک نے اس کی خبر کے لیے بھیجا تھا۔ پس ان چیلوں نے سامنے اس کے آ کر سلام کیا۔ اور پیام دیا "اے ملکہ آپ کی مادر مہربان نے برائے حفاظت و اعانت آپ کے ہم کو بھیجا ہے۔"

اس نے پوچھا "امی جان اچھی تو ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "آپ کی یاد میں غمگین رہتی ہیں اور باقی تو ابھی تک اچھی ہیں۔"

یہ بھی مادر کو یاد کر کے رونے لگی اور ان کو حاضر رہنے کا حکم دیا۔ پھر مشغول شراب خواری ہوئی اسی طرح سہ پہر کو بھی بیٹھ کر سیر و دشت کر رہی تھی کہ یکایک روئے ہوا پر سناٹا ہوا اور ایک چیلا اڑتا ہوا سامنے اس کے آ کر اترا اور اس نے سلام کر کے کہا۔ "یہ غلام بھیجا ہوا آپ کی ماں کا ہے لیجیے یہ انہوں نے نامہ دیا ہے۔"

زیور نامہ دیکھ کر شاد ہوئی اور خط کھول کر جب پڑھنے لگی۔ چیلے نے کہا۔ "فرما دیا تھا کہ تخلیے میں اسے پڑھیں۔ کوئی اس مضمون سے ماہر نہ ہو۔"

اس نے اپنی انیسوں وغیرہ کو وہاں سے ہٹا دیا اور ان دونوں چیلوں کو بھی پاس سے سرکا دیا پھر اس نامہ کو پڑھا۔ حالانکہ مضمون اس کا بھی پیچیدہ تھا۔ صاف صاف تو لکھا نہ تھا کہ ہم مہ رخ کے شریک ہو گئے۔ لیکن اس پر بھی احتیاط شرط تھی۔ کیونکہ بادشاہ نے تو لڑنے کو بھیجا اور یہ آپ مختار بن کر جو طلسم میں چلی جائے تو کچھ انتظام اس کی مادر نے کر لیا ہے۔

جب زیور نے نامہ پڑھا جیسی تو یہ حسینہ دنیا کی حسن عقل بھی خدا نے دیا ہے سمجھ گئی کہ اب معاملہ اور طرح کا ہے پس اس وقت اس نے ایک نامہ ماں کو اپنی لکھا مضمون یہ تھا۔

"اے مادر گرامی قدر نامہ محبت آموز گرامی شامہ آپ کا مجھ کو پہنچا۔ میرے پھر کر طلسم میں داخل ہونے کی خبر شاہ جادواں کو ضرور پہنچے گی اور وہ کسی ساحر کو میری گرفتاری

کے لیے ضرور بھیجے گا اس کو منتظمہ اور کچھ گزرے گا پس آپ کچھ اس کا بندوبست فرمائیں تو میں اطلاع پا کر داخل طلسم ہوں۔"

یہ نامہ اسی پتلے کو دیا اور شراب وغیرہ بہشت میں دے کر روانہ کیا۔ پتلہ نامہ لے کر قندیل فلک ہو گیا اور سناٹا مار کر شہر سفاکیہ میں آیا۔ نامہ زیور کا سفاک کو پہنچایا۔

اس نے یہ نامہ تخلیے میں دائی کو اپنی دکھلایا۔

دایہ نے نامہ پڑھ کر کہا۔ "اے سفاک ہر چند کہ وہ صاحبزادی خرد ہے مگر بات اس نے بزرگی کی لکھی ہے۔ اس کا انتظام ضرور چاہیے۔ عاقبت اندیشی اچھی بات ہے۔"

سفاک نے کہا۔ "پھر اس کی تدبیر تو سوائے مہ رخ کے اور کسی سے نہ ہو سکے گی۔"

دایہ نے کہا۔ "پھر میں مہ رخ کے پاس چھپ کر جاتی ہوں اور اس کو یہ حال سناتی ہوں دیکھوں کہ اس کی کیا رائے ہے۔"

یہ کہہ کر غلطیں کی مار کر طائر بنی اور اڑ کر روانہ ہوئی۔ یہاں مہ رخ بادل شاد سریر حکومت پر جلوہ فرما تھی کہ دایہ قبہ بارگاہ پر آ کر بیٹھی اور پکاری "خواجہ عمرو اگر تشریف رکھتے ہیں تو ذرا صحرا میں آئیں کہ اس کنیز کو کچھ ان سے عرض کرنا ہے۔ میں دوست ہوں کوئی دشمن نہیں ہوں۔ مجھ سے ڈر بے جا ہے۔

عمرو بھی رہا ہو کر قید ناقوس سے یہاں آیا ہوا تھا۔ یہ صدا سن کر اٹھا۔ مہ رخ نے کہا۔ "بھیا یکایک جانا مناسب نہیں ہے۔"

مگر عمرو نے نہ مانا اور باہر بارگاہ کے یہ کہتا ہوا گیا کہ "اے طائر سحر تیرے کہنے سے میں فلاں کوہ کے درے میں جا کر ٹھہرتا ہوں۔"

طائر یہ کلام سن کر اڑ گیا۔ سب کو ایک تعجب ہوا۔ مگر جب خواجہ حسب وعدہ درہ کوہ میں آئے تو ایک طرف سے دیکھا کہ ایک ضعیفہ نے پاس آ کر سلام کیا اور بلائیں لیں اور کہا۔ "اے شہنشاہ عیاراں' میں دایہ ہوں۔ ملکہ سفاک جادو کی اور ان کو خود تمہاری محبت پیدا ہوئی ہے اور وہ چاہتی ہیں کہ شکل اور کنیزوں کے میں بھی سایہ عاطفت جناب خواجہ عمرو میں رہوں۔"

عمرو یہ سن کر خوش ہوا اور کہا۔ "پھر ان کو کس نے منع کیا ہے۔ خانہ خانہ شماست۔ یہاں جو بچے جوار حاضر ہیں اس سے ہم کو کب انکار ہے۔ بشرطیکہ جو عار ان کو نہ آئے۔"

دایہ نے کہا۔ میں چھپ کر پہلے اس واسطے آپ کے پاس آئی ہوں کہ ان کی بیٹی ملکہ زیور جادو کو بادشاہ طلسم نے بہر مقابلہ لشکر اسلام تحقیق کو میں بھیجا تھا۔ چنانچہ اب ماور اسکی جو آپ کی اطاعت کرنا چاہتی ہے تو ان کو بھی لڑنے سے منع کر بھیجا ہے اور بلایا ہے کہ یہاں تم چلی آؤ۔

تو انہوں نے جواب میں لکھ بھیجا ہے کہ میں جب داخل طلسم ہوں گی تو شاہ طلسم مجھ سے بدی کرے گا۔

راستے ہی میں مجھ کو قید کر لے گا۔

چنانچہ آپ سے میں استدعا کرتی ہوں کہ کسی طرح ملکہ سفاک کی اعانت آپ فرمائیں اور ان کی دختر جب داخل طلسم ہوں اور شاہ جادواں ان کو گرفتار کرائے تو آپ ان کو بچا کر کے یہاں لے آئیں۔

عمرو نے کہا۔ "جو ہمارا شریک ہے ہم اس کے جان و دل سے شریک ہیں تم ان کو لکھ بھیجو کہ وہ کوچ کر کے وہاں سے آئیں اور میں یہاں سے سرحد طلسم پر جاتا ہوں۔ خدا چاہے گا تو کسی طرح ان کا ان پر گزند نہ آنے دوں گا اور جب وہ ملکہ وہاں سے کوچ فرمائیں ان کی ماں فوراً میرے لشکر میں چلی آئیں۔"

دایہ نے یہ اقرار سن کر عمرو کی پھر بلائیں لیں اور گرد پھری اور کہا۔ "واری آپ قسم کھائیں تو میں ملکہ سفاک کو ابھی لے آؤں۔ جب خدا نے آپ کو ہمارا شریک حال کیا تو پھر اب ہم کو ڈر کاہے کا ہے۔"

عمرو نے اس کی تسلی کے لیے قسم کھائی۔ یہ دایہ خوشی خوشی گھر میں آئی اور ملکہ سفاک سے کہا۔ "بی بی تم اپنی بیٹی اب بلا بھیجو' خواجہ عمرو کو راضی کر آؤں۔

ملکہ سفاک نے پھر جھینٹ اس پتلے کو دی اور نامہ لکھا کہ "اے فرزند اس نامہ کے دیکھتے ہی تم کوچ کر کے داخلہ طلسم میں کرو۔ میں نے جو کچھ کہ تم نے لکھا تھا اس کی تدبیر سب کر لی ہے۔"

پتلا تو نامہ لے کر اس طرف کو روانہ ہوا اور یہاں عمرو وہ کوہ سے جو پھر کر بارگاہ مہ رخ میں آیا۔ مہ رخ نے حال پوچھا "کہیں خواجہ سلامت آپ کہاں گئے تھے اور کون وہ تھا جو آپ کو بلا لے گیا تھا" عمرو نے الگ لے جا کر مہ رخ سے تمام و کمال کیفیت بیان کی۔ مہ رخ نے کہا۔ "خواجہ پھر جو آپ نے وعدہ فرمایا ہے تو اس کی تدبیر کیجئے۔ سرحد طلسم پر جائیے یا کسی کو بھیجیے۔"

عمرو نے کہا۔ "میں اس کی فکر کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر باہر بارگاہ کے آیا اور چیدہ اور منتخب سرداروں کو اپنے پاس بلوا کر کہا۔ "اے عزیزان میرا ارادہ ہے کہ میں سرحد طلسم کی طرف بہانۂ اعانت ملکہ زیور جادو جاؤں اس کی مادر نے اس کا پیام مجھ کو دیا ہے پس تم میں سے کون ایسا ہے جو میرے ساتھ چلے گا اور راستہ بھی مجھ کو بتلائے گا اور وقت بد کے بحکم خدا کام بھی آئے گا۔"

یہ کلام سن کر بلاش سحر افگن اور ملکہ مخمور نے عرض کیا "یہ کنیزیں جان نثاری کو حاضر ہیں اور آپ کے ہمراہ چلیں گی اور مخمور کے دل میں آیا ہے کہ اگر موقع ملے گا تو جا کر شہزادہ نورالدہر کو ایک بار دیکھ لوں گی۔"

غرض عمرو نے ان دونوں کو مع چند کنیزوں کے کہ وہ سب ساحرہ بے بدل ہیں اپنے ہمراہ لیا اور اپنے جانے کا غلغلہ نہ کیا۔ علیحدہ ان کو لے جا کر پہلے سب کی صورت بزور سحر تبدیل کرائی پھر ایک نقش خواجہ کوکب نے دیا ہے کہ جب تم اس کو منہ میں رکھو گے۔ میرے پاس چلے آؤ گے۔

چنانچہ انھوں نے اس نقش کو منہ میں اپنے دابا اور ایک مرکب باد رفتار پیدا ہوا کہ وہ ان کو اٹھا کر پاس کوکب کے لے آیا۔ وہ فکر میں اپنے کاروبار وغیرہ کے اپنے قلعے

میں بیٹھا تھا کہ خواجہ نے آ کر سلام کیا اور کہا۔ "میرے ساتھ کئی سو آدمی ساحر ہیں اور ان سے مجھ کو کار ضروری ہے آپ انہیں بھی بلوا لیں۔ فلاں صحرا میں وہ سب جمع ہیں۔ مجھ کو مرکب لے آیا۔ وہ سب وہیں رہے۔ کوکب نے تخت ہائے سحر بھیج کر ان کو بھی بلوا لیا۔ جب یہ وہاں پہنچ چکے اس وقت عمرو نے کہا۔ "میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنے طلسم کی راہ سے مجھ کو سرحد کوہ عقیق میں بھجوا دیں کہ جلدی پہنچوں گا اور جو کچھ مجھ کو ضرورت ہے وہ بھی رفع کروں گا۔"

کوکب نے کہا۔ "کیا مضائقہ ہے۔ طائران سحر پر تخمونا اور ہلال سحر افگن کو مع ان کی کنیزوں کے سوار کر کے حکم دیا ہمارے طلسم سے جا کر سرحد کوہ عقیق میں پہنچا تو خواجہ کو اندر ہی طلسم ہوشربا کے چھوڑ دینا اور تم اپنے طلسم کی سرحد پر آ کر ان کے منتظر رہنا۔ خبر دار قصور کسی کام میں نہ کرنا۔"

طائران سحر سب کو لے کر روانہ ہوئے اور ادھر پتلہ نامہ سفاک کالے کر اب کی جو روانہ ہوا تو قریب قلعہ عقیق اندر طلسم ہوشربا کے ایک قلعہ ہے کہ نام اس قلعہ کا قلعہ طیران ہے اور طیران جادو نام ساحر زبردست سرحد دار بھی ہے اور اس قلعہ کی حکومت کرتا ہے اور اس کے بزرگوں سے ایک جال سحر کا ہے اس کے پاس سے کہ جو کوئی حاکم قلعہ ہوتا ہے اس جال پر قبضہ کرتا ہے اور وہ اس کو کام دیتا ہے۔ چنانچہ وہ جال طیران اپنے قلعہ کے گنبد پر لگائے رکھتا ہے کہ جو کوئی ادھر سے طائر بنا ہوا ساحر نکلے۔ بغیر اس جال میں پھنسے کہیں جا ہی نہ سکے۔ جب میں اس کا حال دریافت کر لو تو جیسا مناسب ہو وہ کروں۔ پتلا سفاک کا اتفاق سے دو مرتبہ تو راہ سے گزر کر گیا اور خیریت سے رہا اب کی مرتبہ اس قلعہ طیرانیہ کی طرف آنکلا اس کو تو حال اس جال میں جنجال کا معلوم نہ تھا۔ جب برج قلعہ کے قریب پہنچا چاہا کہ اس پر سے گزر جاؤں۔ ناگہ سے دام سحر کی خود نیچا ہو گیا اور اس دام میں پھنسا ملازم جو اس برج پر متعین تھے انہوں نے جا کر حال کا طیران سے کہا۔ "وہ خود چلائے بام قلعہ آیا اور جال سے اس پتلے کو چھڑا کر مسحور کر لیا اور پوچھا سچ بتا تو کس کا چیلا

ہے اور کہاں تیرے مالک نے تجھ کو بھیجا ہے اس چیلے نے سوائے راست کہنے سے مفر نہ دیکھا کہا۔ "میں چیلا ملکہ سفاک جادوں کا ہوں اور انھوں نے اپنی بیٹی ملکہ زیور جادو کے پاس مجھ کو بھیجا ہے۔"

طیران نے کہا سفاک کیا شریک مسلمانان ہے۔"

اس نے کہا۔ "نہیں ملازم افراسیاب ہے

اس نے پوچھا "دختر اس کی کیا خداوند لقا کی مدد کو آئی تھی۔"

اس نے کہا۔ "ہاں"

پھر تجھ کو کس لیے بھیجا ہے۔"

اس نے کہا۔ "خیریت اپنی دختر کی منگائی ہے۔"

طیران نے یہ حال سن کر رقعہ جمشیدی دیکھا۔ اس میں معلوم ہوا کہ یہ چیلا سچ کہتا ہے لیکن اس کے پاس نامہ بھی ہے۔"

طیران نے کہا۔ "اے چیلے جو کچھ تو نے کہا سراسر راست اور بجا ہے مگر تیرے پاس نامہ بھی ہے وہ کیوں نہیں مجھ کو دیتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نامہ میں کچھ مضمون فتور کا ہے۔"

چیلے نے ناچار ہو کر وہ نامہ اس کو دیا۔ اس نے اس کو پڑھا۔ مضمون سے جو آگاہ ہوا۔ سفاک نے اپنی دختر کو لکھا ہے کہ جس بات کا تم کو اندیشہ ہے۔ وہ انتظام میں نے کر لیا ہے اب تم داخل طلسم ہو۔ چنانچہ اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ بغیر فتح کیے جنگ کے پھر آنا افراسیاب کے عتاب کا خوف دل میں سمایا ہوا ہے۔ اس کی مادر نے شاہ طلسم کے دشمنوں سے سازش کی ہے یہی انتظام اس نے کر لیا ہے۔ مجھ کو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

چیلے نے کہا۔ "ان باتوں کو میں نہیں جانتا۔"

اس نے اس خیال سے کہ مبادا جیسا میں نے سوچا ہے ایسا نہ ہو اور چیلے کو تو ہلاک و برباد کرے اور ملکہ سفاک کے کام میں فرق آئے۔ اس سے بہتر ہے کہ چیلے کو

چھوڑ دے کہ یہ تو اپنے کام کو جائے اور تو عرضی بادشاہ کو اس حال کی لکھ بھیج جیسا بادشاہ اس بارے میں فرمائے اس پر عمل کر۔

بس اس نے ایسا ہی کیا کہ چیلے کو تو رہا کر دیا اور ایک عرضی بادشاہ کو اس مضمون کی لکھی۔ "اے شاہ شاہان شہنشاہ ساحران دام اقبالہ ایک چیلا اس طرح سے میرے دام سحر میں گرفتار ہوا اور اس سے میں نے ایک نامہ پایا۔ مضمون اس نامہ کا میں نے نقل کر لیا تھا وہ ملفوف عریضہ ہے اس بارہ میں جو حکم شرف نفاذ پائے وہ عمل میں آئے۔" ملتمسہ طیران جادو نمک خوار قدیم۔

یہ عرضی ایک ساحر کو دی کہ وہ اس کے یہاں نہایت معزز تھا اور اسے حکم دیا "بادشاہ جادواں کو پہنچاتا۔"

وہ ساحر لباس فاخرہ سے درست ہو کر عرضی لے کر روانہ ہوا اور پران دریائے خون رواں کو پہنچا اور پکارا "اے بادشاہ طلسم مجھ کو بلا لیجئے کہ عرضی سرکار کی لے کر آیا ہوں۔"

محافظان دریا مذکور نے بادشاہ طلسم کو اس کے آنے سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے پنجہ بھیجا کہ وہ اس کو اٹھا لے گیا۔ جب دربار میں یہ پہنچا۔ جھک کر بادشاہ کو مجرا کیا کچھ تحفے بھی اپنے مالک کی طرف سے لایا تھا۔ وہ پیش کش کیے اور آپ نذر دی خلعت پایا۔ پھر عرضی طیران کی دی۔ بادشاہ نے منشی کو دی کہ اس نے پڑھی۔

عرضی پڑھتے ہی بادشاہ نے نامہ دار کو ٹھہرایا اور آپ کتاب سامری منگا کر ملاحظہ کی۔ اس میں معلوم ہوا کہ سفاک منحرف ہو گئی ہے اور اس کا ارادہ ہے کہ اپنی دختر کو یہاں بلا کر لشکر مہ رخ میں لے جائے اور دایہ نے اس کی جا کر عمرو سے سازش کی ہے اور یہ معرکہ گزرا ہے اب عمرو بھی اس کی اعانت کو مع چند ساحر کے گیا ہے فکر اس کی کرنا ضرور ہے۔

کتاب سے یہ حال دریافت کر کے شاہ ہنسا اور کہا "دوست ہم نے جس کو سمجھا وہی دشمن جان نکلا۔

غرض کہاں میرے ہاتھ سے بچ کر یہ نکل جائے گی سزا اپنے کردار ناسزا کی پائے گی۔

یہ کہہ کر کتاب تو بند کی اور ایک نامہ بجواب عرضی طیران کو لکھا مضمون یہ تھا "اے طیران ہم تمہاری خیر خواہی سے نہایت خوش ہوئے۔ ایک خلعت ہمراہ سرفراز نامہ کے بجلدوے خیر خواہی تم کو پہنچتا ہے۔ چاہیے کہ تم خیال زیور کا رکھو کیونکہ گمان تمہارا درست اور بجا ہے۔ زیور اور اس کی مادر ہم سے خلاف ہو گئی ہے۔ اب جو وہ طلسم میں آئے اور تمہارے قلعہ کی جانب سے گزرے تو اسی وقت اس کو گرفتار کرنا اور ہم کو اس کی اطلاع کرانا اور ہم بھی اس کی گرفتاری کے لیے یہاں سے ساحران بلی کو روانہ کرتے ہیں۔ وہ تمہاری مدد کریں گے اور عمرو عیار مفتری و مکار مع کچھ ساحران نابکار کے سرحد طلسم پر زیور رنڈی کے بچانے کو آیا ہے اس کا بھی بہت کچھ خیال رکھنا۔"

یہ نامہ لکھ کر ایک خلعت تو اس نامہ بر کو دیا اور ایک خلعت گراں بہا مع چند تحفوں کے اس کے حوالے کر کے حکم دیا "ہماری طرف سے طیران کو دینا۔ پھر کچھ زبانی بھی پیام دے کر رخصت کیا اور پا دبائے خون رواں کے پہنچا دیا۔

نامہ بر تو اپنے مالک کے پاس گیا اور بادشاہ نے سرحد طلسم کی راہوں پر جو ناظم اور قلعہ دار ہیں ان کو بھی فرمان واجب الامتثال لکھے۔ یہی مضمون اس میں بھی لکھا کہ زیور جادو ہم سے باغی ہے اس کو فوراً گرفتار کر لینا۔"

یہ فرمان پتلہ ہائے سحر کے ہمراہ روانہ کیے کہ جملہ ناظمان و رہبر خبردار ہوئے اور ہر ایک نے راستوں پر خبر دار مقرر کیے تاکہ زیور کے داخلہ کی خبر ہم کو پہنچائیں اور سپاہ کو بھی اپنی ہر وقت تیار رہنے کا حکم دیا۔ اس طرف طیران کو بھی خلعت وغیرہ پہنچا اور وہ بھی مستعد کار ہوا اور یہاں بعد انتظام قلعہ جات بادشاہ نے اپنے دربار میں ایک ساحر اختلال جادو نام کو حکم دیا "تم کئی ہزار اپنے ہمراہ لے کر جاؤ اور قلعہ سناکیہ کو تاخت اور تاراج کر کے ملکہ سناک کو مع دایہ غدار اور اس کے متعلقین نابکار کے

گرفتار کر لاؤں۔"

اخلاش بموجب حکم بادشاہ طلسم پانچ بارہ ہزار فوج ساحران اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا لیکن تیاری لشکر بطور مخفی کی اور ذرا بھی شورش روانگی سپاہ نہ ہونے دی۔ مگر قدرت خدائے عزوجل دیکھیے کہ اور مقامات کا تو بادشاہ نے انتظام کیا مگر اپنے گھر کا بندوبست نہ کیا یعنی محافظان دریائے خون رواں کو اطلاع نہ دی کہ ملکہ سفاک کو پار نہ اترنے دینا اور یہی سانحہ درپیش کہ ملکہ مخمور جادو دایہ جب عمرو سے یہ قول و قرار کر کے گئی تو اس نے ملکہ سفاک سے جا کر مروت و خلق کا مذکور کیا اس طرح میرے بلانے سے دیو کدہ میں آئے اور یہ میری عرض کو قبول فرمایا۔ اب اے ملکہ وہ تو ملکہ زیور کی امانت کو گئے ہوں گے۔ ایسا نہ ہو کہ یہاں کوئی فسدو پروائی کرے اس سے بہتر ہے کہ تم لشکر مہ رخ میں چلو اور بآرام تمام وہاں بیٹھو۔"

سفاک نے اسی وقت اپنا خزانہ بار کرایا اور احباب وغیرہ ہمراہ لے کر فوج کو لے کر اپنی تیار کرایا اور کچھ صندوقچے جواہر کے خوانچہ کی اور جواہر بہت سا اور عیاروں کے لیے اور مہ رخ و بہار کے لیے تحفہ وغیرہ ساتھ لیے اور تخت سحر پر آپ سوار ہوئی۔ کنیزیں انیس جلیسیں ہمراہ چلیں بڑے حشم و خدم سے تمام قلعہ کو اپنے ویران کر کے جانب مہ رخ روانہ ہوئی اور یہ تو آیا جایا کرتی ہے محافظان دریائے خون رواں میں سے کسی نے اس کو روکا نہیں اور قلعہ سفاکیہ قریب گنبد نور ہے۔ بس یہ صاف دریا سے اتر کر جانب لشکر مہ رخ روانہ ہوئی۔

یہاں مہ رخ اور سردار وغیرہ تو اس راز سے آگاہ ہیں۔ انھوں نے قران وغیرہ اور عیاران سے بھی کہا ہے کہ ذرا سفاک کی فکر رکھنا اور یہ ساحرہ اسی طلسم کی رہنے والی ہے اس وجہ سے قلعہ سفاکیہ کے راستوں سے ماہر ہیں۔ وہ راستے بھی عیاروں کو بتلا دیے تھے۔ عیار اب جو بالا روی کو جاتے ہیں۔ اسی طرف کو وہ بہت جاتے ہیں اور انتظار آمد سفاک رکھتے ہیں۔ ہر طرف ہوشیاری اور خبرداری ہے کہ آخر کار وہ لشکر سفاک پار دریا کے اترا۔ عیاروں نے اس کو دیکھا اور بطور مخفی اس لشکر کے ہمراہ ہوئے۔ اب

یہ سب مہ رخ کی جانب چلے آتے ہیں کہ راہ میں لشکر اخلاش جادو کا ملا اور اخلاش جادو دریا سے اترنے والا تھا کہ طائران سحر نے خبر دی " اے سردار من ملکہ سفاک اپنا لشکر لیے اس پار اتر آئی ہے اور اس کا ارادہ شاید مہ رخ کی جانب جانے کا ہے۔"

پس یہ خبر سنتے ہی اسنے لشکر اپنا درست کیا کر سامنے لشکر سفاک کے آ کر راہ روکی اور پکارا "باش اور گیسو بریدہ تو جاتی ہے کہ شاید تیری خبر شہ جادواں کو نہیں پہنچی ہے۔ بادشاہ سے بغاوت کر کے کہاں جائے گی۔"

سفاک نے اول تو بمنت کہا "یہ تیرا خیال خام ہے ملکہ حیرت کے پاس جاتی ہوں۔"

لیکن اخلاش نے اس کا کہنا نہ مانا اور فوج کی صف کشی کرائی اور سفاک کی فوج بھی صف آرا ہوئی۔

اخلاش آگے بڑھا طبل و بوق بجے لشکر میں بلوہ ہوا۔ اخلاش نے پکارا "اے سفاک اب آ میرے مقابلہ کو ورنہ میں تیرے صف لشکر پر آتا ہوں۔"

سفاک اپنا طاؤس آتشیں اڑ کر اس کے سامنے آئی۔ اس نے ایک ہار قرنفل گلے سے اپنے توڑ کر مارا کہ وہ زنجیر بن کر سفاک کے آ لپٹا۔ سفاک نے سحر کی دستک دی کہ ایک چیلا مقراض سحر لیے پیدا ہوا اور اس نے زنجیر کو کاٹ دیا۔ پھر سفاک نے سحر کا نارنج اس پر مارا کہ وہ نارنج شق ہوا اور اس میں سے ایک پتلہ تلوار لیے نکلا بڑھ کر مثل قامت انسان ہوا اور اخلاش پر جا پڑا۔ تلوار دینے مارنے لگا۔

اخلاش نے مشت خاک اٹھا کر اسکے گلے لگائی کہ وہ پتلا زمین میں غرق ہو گیا اور اخلاش نے کہا "کیا میں گھڑی گھڑی کا جھگڑا نہیں رکھتا۔ ایک ہی دفعہ میں وارا نیارا کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر پرواز کر کے سر لشکر سفاک پر آیا اور وہ مشت خاک قبر جمشید اس لشکر پر پھینکی کہ ملکہ سفاک اور سرداران لشکر وغیرہ سب بیہوش ہو گئے اس نے زنجیر سحر میں سب کو باندھ لیا اور جمشید کے چشمہ کا پانی چھڑک کر ہوشیار کیا اور کہا "کیوں نمک حراموں آج کے دن کی تم کو خبر نہ تھی۔"

سفاک نے کہا "ہمارے سوائے خاک قہر جمشید سے تو لڑتا ہے پھر اس نے تو ہر ساحر ناچار ہے۔ اگر بروانگی سحر سے لڑتا تو بتا دیتی۔"

اس نے کہا "تم نمک حراموں سے یونہی پیش آنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر ہر ایک کو قید میں مبتلا کر کے جانب باغ سیب لے چلا۔ خیمہ و بارگاہ و خزانہ پر سفاک نے قبضہ کر لیا۔ لشکری سب روتے ہوئے اس کے ساتھ ہوئے۔ عیاروں نے جو یہ ماجرا دیکھا۔ مہتر قران اس اخلاط روسیاہ کی فکر میں کئی کوس آگے نکل آیا اور تجویز کرتا تھا کہ کس طرح اس کو واصل دارالبوار کروں بقدرت کارساز عالم ایک مقام پر جھونپڑی ڈالے ایک فقیر بیٹھا تھا اور آنے جانے والوں کو حقہ پانی پلاتا تھا۔ ٹھیک سامنے آگ کی رکھی تھی۔ چلمیں گانجا پینے کی اسی ٹھیک میں اوندھی ہوئی تھیں۔ اپلا گمز سا تھا دھواں ہوتا تھا۔

فقیر لاٹھی چوتڑوں کے نیچے رکھے داتا بھلا کرے بیٹھا کہہ رہا تھا۔ قران اس کے پاس آ کر بیٹھا اور کہا "سائیں یہ چار کوڑیاں لو اگر کہو تو ہم آگ لے کر چلم پی لیں۔ تمباکو ہمارے پاس ہے اور گانجا بھی ہے تم بھی پینا۔"

فقیر گانجے کا نام سن کر خوش ہوا اور اس کو اجازت دی۔ اس نے چلم بھری اور بیہوشی اس کے تمباکو میں ملا کر پہلے فقیر کو ہی دی "لو بابا جی پہلے تم ہی سر کرو۔"

فقیر نے چلم کو لے کر دو تین دم کھینچ کر مارے اور چلم اس کے حوالے کی۔ مگر کچھ ہی عرصہ میں سر چکرایا اور بیہوش ہو گیا۔ قران نے اس کو تو جھونپڑیاں کے اندر کہ جس میں پیال وغیرہ بچھا تھا۔ چھپا دیا اور آپ ویسا ہی لنگوٹا باندھ کر مونچھیں بڑی بڑی بنا کر بدن کو خاک آلودہ کر کے ضعیف کے قطع بن کے بیٹھا اور ٹھیک میں بھی بیہوش ڈالتا جاتا تھا کہ دھواں بیہوشی کا بلند تھا۔

اسی سامان سے یہ بیٹھا تھا کہ اخلاط زبور کو گرفتار کر کے ادھر آ نکلا۔ فقیر نقلی نے کھڑے ہو کر دعا دی کہ "داتا بھلا کرے گسیل کرے۔ سلامت رہو منصب جاگیر

برقرار رہے۔ بادشاہ کا میرے حضور پر پیار رہے۔ دوست شاد دشمن پامال گھڑی گھڑی کی بلا دور رہے۔ رواں رواں میرے جناب کا چمن میں رہے۔"

اطلال نے یہ دعا سن کر جیب میں ہاتھ ڈال کے پانچ روپے نکالے اور اس خیال سے کہ فقیر کو تکلیف دینا اچھا نہیں۔ آپ ہی آگے بڑھ کر لو سائیں بابو لو۔"

شاہ جی نے سلام کیا اور دعائیں بہت سی دیں اور روپیہ لیتے لیتے ایسی باتیں بنائیں کہ وہ جملہ گھڑی بھر تک ختم نہ ہوں۔ اطلال جادو کھڑا ہوا ہل ہل کیا گیا۔ دھواں بیہوشی تو ٹھیک ہے سے اٹھ ہی رہا تھا اطلال کا سر گھوما اور کہا "سائیں میرا سر درد کرتا ہے۔"

فقیر دوڑ کر ایک پیالے میں ٹھنڈا پانی لایا اور کہا۔ "بابا لو یہ پی لو گرمی سے سر درد کرتا ہے۔"

اس کو پیاس بھی نشہ کے سبب سے تھی۔ وہ پانی پی گیا۔ فوراً چرخ کھا کر گرا۔ ملازم اس کے اس سے دور پیچھے کھڑے تھے کچھ ابھی بہت دور پر پیچھے رہ گئے تھے۔ وہ بجتے بولتے آتے تھے کچھ آگے بڑھ گئے تھے۔ کچھ لوگ اس کے ساتھ تھے۔ وہ بھی تماشا صحرا میں ادھر ادھر مشغول تھے کہ اس کے گرنے سے جنہوں نے دیکھا اٹھانے دوڑے لیکن قران نے اتنے عرصے میں بغدہ چمک کر اس کے سر بجش پر لگایا کہ سر اس کا پاش پاش ہوا اور نعرہ اس نے بلند کیا کہ منم قران۔ شور اس کے مرنے کا بلند ہوا اندھیرا اور تاریکی ہو گئی۔

قران وہاں سے رو بفرار لایا۔ ملازم سب ہائے ہائے کر کے رہ گئے۔ اور اس کے مرنے سے ملک سفاک جادو مع دایہ کے اور اپنے لشکر کے چھوٹ گئی۔ پھر تو اس نے آفت مچا دی۔ اپنی سفاکی دکھا دی جان دشمنان خاک میں ملا دی۔ نہ ایک ایک تاریخ نے اس کے دس دس کے سینے توڑے۔ افسران لشکر اطلال شور مرگ اپنے مالک کا حال سن کر سب طرف سے جمع ہوئے تھے اور جان پر کھیل کر سفاک سے لڑ رہے تھے۔

مگر سفاک کا یہ حال تھا کہ اس گھٹا میں خنجر کے جیسے بجلی کوندتی ہے۔ اس طرح چمک رہی تھی۔ ہر سمت تلوار برس رہی تھی تیروں کے سائیں سائیں سے یہ ثابت تھا کہ

ہائیں یہ کیا ہوا۔ ساحروں کی ندائیں جواب دیتی تھیں کہ ہوا کیا۔ اخلاق جہنم میں گیا
ہ مار آفت عظیم برپا تھی کہ

دو جانب کی صفیں جوں ابر تاریک
خروشاں رعد ساں آئیں جو نزدیک
کہوں کیا میں ہوا جو تیر باران
جوانوں نے پیاس آب پیکان
لگا جادو کا چھٹنے توپ خانہ
ہراساں جس کی آتش سے زمانہ
یہ گولہ سرخ نکلے تھا شتابی
شب یلدا میں جوں تیر شہابی
ہوئے کفار کچھ گولوں سے فی النار
ہوئے کچھ آب نوش تیغ خونخوار
اٹھا کر ہاتھ کو تیغ و سناں سے
لگے لڑنے بہم تیر و کماں سے
شرار فوج زوار سے ہو بے تاب
اٹے اپنی جگہ سے مثل سیماب

یعنی بجیرا افسر لشکر مشہور ہے کہ پکار ہے "تاب مقاومت وہ فوج نہ لا سکی اور بھاگ کروشت رکھ میں متوازی ہوئی۔ ستاک نے مطلع صاف کر کے میدان مار لیا اور بفتح و فیروزی نہایت بہجت کر کے جانب مہ رخ رخ کیا۔

اس طرف کچھ پیر سحر کے روتے ہوئے خدمت شاہ طلسم میں گئے اور پکارے "اے بادشاہ اخلاق کو اس طرح مہتر قران نے قتل کیا۔"

یہ سن بادشاہ آگ ہو گیا اور اسی وقت اس نے اخفی قوی بازو نام ایک ساحر کو حکم دیا کہ تو جا کر جلد اس لڑکا ت کو باندھ لا۔ میں تجھ کو ایسا جانتا ہوں کہ تو بغیر لشکر کے جا کر کئی لاکھ جادوگروں کو شکست دے گا۔ اس نے گردن جھکا کیا اور مسکرا کر عرض کیا۔ "یہ سب حضور کی قدر دانی ہے۔ ورنہ میں کس قابل ہوں۔"

یہ عرض کر کے وہاں سے غائب ہو گیا۔ ادھر سفاک روانہ ہو کر ایک صحرا میں پہنچی تھی اور سیر کناں پیدل جاتی تھی کہ یکایک زمین شق ہوئی اور ایک اژدر نے سر نکال کر دم اپنا کھینچا۔ سفاک نے اور اس کے رفیقوں نے ہزار ہا ناوک اور گولے سحر کے اس پر لگائے۔ لیکن وہ سب الٹے پھر آئے اور سفاک مع چند انیسوں کے کھنچ کر اژدر کے منہ میں پہنچی اور وہ اژدر چاہتا تھا کہ زمین میں غائب ہو جائے۔ یکایک سامنے سے آواز آئی "واہ واہ اے بھائی بغیر ہمارے اکیلے تم ہی لے جاؤ گے۔"

اژدر تھم گیا اور اس نے دیکھا کہ ایک شیر فلک ہراساں پنجے اپنے تانے ہوئے پہلو پر کھڑا ہے شیر ژیان کہ جس کے سبب سے فلک ہراساں اور لشکر سفاک میں جس پر غضب کی نگاہ ڈالتا ہے۔ وہ بدحواس ہو کر سامنے سے بھاگتا ہے اور بعض بیہوش ہو جاتے ہیں۔

غرض اس اژدر نے اس کو معزز سمجھ کر کہا۔ "اے بھائی میں نے تم کو پہچانا نہیں۔"

شیر نے کہا۔ "تم اس وقت کیا پہچانو گے میں تم کو زیادہ ٹھہراؤں گی بھی نہیں۔ جو پتہ نشان بتلاؤں محفل عیش جماؤں۔ لیکن مجھ کو کچھ ضرورت تم سے ایک بات کرنے کی تھی۔ اس وجہ سے روکا۔ اب تم یہاں سے چل کر وہ جو درہ کوہ ہے۔ وہاں لمحہ بھر ٹھہر جاؤ۔ میں آ کر وہ بات پوچھ لوں پھر چلے جانا۔"

یہ سن کر اژدر ایک سناٹے میں اس درہ میں پہنچ گیا پیچھے پیچھے شیر بھی گیا اور اس نے کہا۔ "اے بھائی میں نے سنا ہے کہ افراسیاب تمہارا نام کیا تھا کہ اس کو میں نے اژدر بنا بنا دیا ہے۔ اس وجہ سے وہ ساحر کہلاتا ہے۔ ورنہ ایک طمانچہ بھی تو ساحر

کا کہا نہیں سکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات دربار میں یا تمہارے گھر پر آ کر پوچھنے کے لائق نہ تھی۔ میں نے یہیں تم کو روک کر پوچھا۔ ہر چند کہ تکلیف تو تم کو ہوئی۔ لیکن اس کا سبب بتلاؤ تو مہربانی ہے۔"

اژدر نے کہا۔ "مثل جو کہتا ہے وہ درست ہے لیکن جس کا جی چاہے میرا امتحان کرے جس طرح وہ چاہے آزمائے۔"

شیر نے کہا۔ "اچھا تو تم اگر صورت بنو تو تم سے امتحان لڑوں ابھی حال کھل جائے۔"

اژدر کو غصہ آیا اور اس نے سفاک کو اگلا مگر سحر سے بے ہوش رکھا۔ اس عرصہ میں شیر بھی ایک نشیب میں چلا گیا اور وہاں سے ساحر بنا ہوا نکلا۔ بعد اگلنے سفاک کے اژدر بشکل ساحر بنا ادھر شیر جو بنا ہوا تھا سامنے آیا اور کہا۔ "میں کیا خاک تمہارا امتحان کرتا۔ وہ تو پیچھا نہیں چھوڑتے تم مجھے لڑنے میں مشغول اور وہ سفاک کو لے جائیں تو بدنامی مجھ کو ہو۔"

اژدر نے کہا۔ "بھائی کون۔

کہا۔ "جی تم کون کہتے ہو اور وہ تاک میں ہیں' اے لو پیچھے تو کھڑے ہی ہیں۔"

یہ کہتا تھا کہ اژدر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ شیر صورت نے پہلو پر سے بغدا لگایا کہ سر پر پڑا۔ مغز پراگندہ ہوا اور نعرہ بلند ہوا کہ "منم مہتر قران۔"

سفاک وغیرہ کو پھر ہوش آ گیا اور شور اس کے مرنے کا بلند ہوا۔ بیر بوٹا بن کر لاش اس کی اٹھا کر لے چلے اور سفاک نے بڑی تعریف مہتر قران کی فرمائی۔ مگر قران سامنے سے اس کے جست و خیز کر کے روانہ ہو گیا۔

اور سفاک پھر وہاں سے فوج لے کر چلی تھی کہ یکایک آسمان پر ابر تاریک نمایاں ہوا اور اس میں سے تیر برسنے لگے اور آئی "باش او لکاد خوب تو نے عیاروں سے سازش کر کے بیوہ اپنا دلیر کیا ہے۔"

تیر وہ بیوہ قربان کرنے لگے۔ ساحر سفاک کے قرولیوں سے تیر کاٹتے تھے۔ پریاں سروں پر سایہ کیے تھے کوری اس ابر سے اس طرح گری کہ جیسے لچھا کر کے کوئی پھینکتا

بے چنانچہ وہ رسی رسن ظلم تھی کہ اس نے دہانۂ شکل نہنگ فراق و شب مہجوری کی پیدا کی اور برنگ زلف معشوق اس میں حلقے ظاہر ہوئے کہ وہ حلقے سفاک اور داب اور جملہ ساحروں کی گردن و کمر میں پڑ گئے۔ سب بندھ گئے۔

اس وقت سامنے سے ایک ساحر پیدا ہوا کہ سر اس رسن کا اس کے ہاتھ میں تھا۔ آنکھ ناک کان سے شعلے نکلتے تھے۔ آنکھیں لال لال کیے تھا۔ لنگوٹا باندھے سانپ کالے بدن میں لپٹائے تھا۔ پس اس نے آتے ہی چاہا کہ سفاک سر کاٹ لے۔

اس وقت ایک ساحر سامنے سے پیدا ہوا کہ زار زار برنگ ابر بہار روتا تھا اور کہتا تھا ہائے کوئی میری فریاد کو نہیں پہنچتا ہے۔ ارے مجھ کو فلک نے لوٹا ہے ہائے وہ جلاد کیسا ہے مجھ کو جیتے جی مار گیا ہے ارے میرا دم نکلا۔ وائے میرا جینا دشوار ہوا ہے۔"

وہ ساحر یا تو سفاک کو قتل کیا چاہتا تھا یا اس کو دیکھ کر ٹھہر گیا پوچھا "اے برادر کیا سانحہ تم پر گزرا ہے جو اس طرح بلبلاتے ہو اور فریاد و الغیاث کے نعرے مارتے ہو۔"

اس نے جواب دیا " ایک عیار نابکار طرار افعی قوی بازو کو جو مار کر بھاگا۔ راہ میں میرا مکان پڑا۔ مجھ کو اس نے جو کچھ دھوکا دیا اس کا بیان بہت طویل ہے۔ مختصر یہ ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کی ہیرے کی ڈبیا لے گیا کہ وہ میری تمام عمر کی کمائی تھی اور میری روح و جان تھی۔"

یہ کہہ کر ایک ڈبیہ یاقوت احمر کی ترشی ہوئی ایک ڈال نکالی جس کے دیکھنے سے چشم دہر میں رشک سے خون اتر آئے شفق بن کر عالم کو نہائے۔ اس مقام کو اس ڈبیا کے عکس سے سرخرو ہوئی سب وہ جگہ منور روشن ہو گئی۔ آفتاب اس کی ضیا کے روبرو شرمائے جلال میں آیا۔ قمر داغی نگینہ کہلایا اس ساحر نے جو ڈبیا کو دیکھا۔ سفاک کو تو قتل کرنا بھلا کہا۔ "بھائی ذرا یہ مجھ کو دو کہ ہاتھ میں لے کر دیکھوں اس نے کہا۔ "کیا کہوں جی نہیں چاہتا کہ ہاتھ میں دوں۔"

وہ ساحر ہنسا اور کہا۔ "میں بے ایمان نہیں ہوں۔ بلکہ اس عیار سے بھی چل کر دوسری

ڈبیا بھی دلا دوں گا جب وہ ڈبیا لے گی۔ اس وقت البتہ ایک میں لوں گا۔"

ساحر مذکور نے ناچاری سے وہ ڈبیا اس کے ہاتھ میں دی۔ دیتے وقت بھی ہاتھ تھراتا تھا اور حسرت سے دیکھتا جاتا تھا۔ چنانچہ جب وہ ڈبیا اس نے ہاتھ میں لی۔ سب طرح سے دیکھا اور نفاست ہی پسند کیا۔ پھر اس کو کھولنے لگا۔ مگر ہر چند کھولا وہ نہ کھلی۔ اس وقت اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کو مضبوط تھام کر اور سینے کے قریب رکھ کر چھاتی کا زور بھی شریک کر کے جھٹکا مارا کہ یکایک بھق سے آواز آئی اور وہ ڈبیا کھلی۔

لیکن ڈبیا کھلتے ہی بعد بیہوشی ایسا اڑا کہ سینہ کے پاس ڈبیا تھی ہی۔ سب وہ غبار اس کی ناک اور منہ میں گیا اور تراق تراق چھینکیں آئیں بے ہوش ہو کر گرا۔ ساتھ ہی ڈبیا والے ساحر نے چمک کر خنجر بران مارا کہ سر اس کا کٹ کر الگ گرا اور نعرہ ہوا "منم مہتر برق فرنگی۔"

دستِ ظلم سے سفاک اور تمام لشکر رہا ہوا۔ برق بھی جست وخیز کر کے سامنے سے ناپید ہو گیا سفاک نے سجدہ شکر بارگاہ ایزد بیچوں ادا کیا اور کہا۔ " اے دایہ امان عیاران لشکر عمرو کیا کام کر رہے ہیں۔ بالفعل ہماری حفاظت کرتے ہوئے ہمارے لشکر کے ساتھ آئے ہیں۔ واہ کیا صاحبان مروت لوگ ہیں کہ مہمان کی خاطر داری میں جان اپنی اس پر فدا کرتے ہیں۔ اب جلد یہاں سے چلنا چاہیے۔"

یہ کہہ کر لشکر شام کو حکم دیا "سب متفرق ہو کر بدم یغرا اپنے تئیں لشکر مہ رخ ناسور میں پہنچاؤ اور میں آگے چلتی ہوں۔"

یہ کہہ کر پرواز کر کے مع دایہ کے روانہ ہوئی اور وہاں لاشیں پے در پے شعلہ جاوداں کے پاس ان ساحروں کی پہنچیں۔ وہ بھی دنگ ہو گیا کہ کیا بلا کے عیار ہیں۔ واقعی کوئی ان پر غلبہ نہ پائے گا اب مجھ کو خود جانا چاہیے۔

یہ سوچ کر خود عازم چلنے کا ہوا۔ پھر سوچا کہ اب وہ اتنے عرصہ میں لشکر مہ رخ میں پہنچ گئی ہو گی پھر اس لشکر سے تو مقابلہ پڑا ہی ہے جہاں اور سب باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی عدیمہ سہی۔

الحاصل یہ تو اس فکر میں ہے اس سفاک کچھ ہی عرصہ میں قریب لشکر ملکہ مہ رخ آ کر پہنچی اور کنارے لشکر کے چل کے ٹھہری تھی کہ سردارانِ فوج بھی آ کر اس کے پاس جمع ہوئے اور عیاروں نے جا کر بارگاہ میں خبر ملکہ مہ رخ کو پہنچائی ”مبارک ہو ملکہ سفاک تشریف لائیں۔“

مہ رخ نے سردار اس کے استقبال کو بھیجے۔ سرخو اور نافرمان مشکیں مو اور غبار انگیز وغیرہ اس سے آ کر ملے۔ لشکر کو مقام پاکیزہ میں اترایا اور اس کو لا کر بارگاہ میں پہنچایا۔ مہ رخ کو اس نے تسلیم کی نذر دی۔ ملکہ مذکور نے دست شفقت اس کی پشت پر رکھا اور مقام اعلیٰ پر جگہ عنایت کیا۔ بارگاہ فلک فرسا اس کے لیے استادہ فرمائی۔

سامان راحت و نشاط مہیا فرمایا ساقی و مطرب حاضر ہوئے جام مے کا دور ہوا۔ جلسہ مسرت کا وفور ہوا۔ یہ تو یہاں عیش و عشرت بیٹھی ہیں۔

لیکن ادھر ملکہ زیور کا حال سنئے کہ جب پتلہ سفاک کا جال سے طیران کے رہا ہو کر اس کے پاس پہنچا اس نے حال اس پتلے کا جال میں پھنسنے کا بھی سنا اور خائف ہوئی مگر نظر بفضل رب اکبر کی کوچ کیا اور اس سمت طلسم چلی اور اس نے چاہا کہ طیران کی سرحد کو بچا کر طلسم کی راہ کو طے کریں مگر سب راہوں کو مسدود پایا کہ نامہ وغیرہ بادشاہ کے ہر ایک ناظم کو پہنچ گئے تھے ایک طلسم ہزار برج کی راہ کھلی تھی مگر وہ برص کی تھی۔ ناچار اس نے طیران ہی کی سرحد سے گزرنا چاہا۔ جب داخلہ سرحد پر کیا تو ایک دریائے زخار اس مقام پر جوشاں و خروشاں بہتے پایا۔ شور جوش اس بحر کا آشوب زمانہ کا پتہ دیتا بلکہ شور محشر اس کا ایک نمونہ تھا۔ ہر موج پر پیچ اس کی زنجیر ستم تھی۔ قہرناک چیں بہ جبیں ظالم تھی دریا بھی دل میں پیچ رکھتا تھا۔ مکار کے خاطر کی طرح اس میں پیچ اٹھتا تھا مردان آبی سر پر ترکان شجاعت کی طرح پگڑیاں باندھ رہے تھے گرداب سے ثابت تھا کہ بھنوریں سر پر سایہ کیے ہیں۔ موجیں اٹھیں۔ زمانہ ٹیڑھی چال چلتا تھا کج روی اپنی جتاتا تھا جو موج کو سیدھی چلتی تھی ۔

بھی تیز دل و در نظر آئی تھی حباب چشم قہر کا نقشہ دکھاتا تھا بلکہ کسی غضب ناک دل پہ جوش کا خاکہ تھا۔

دست غم اس قدر پہ طغیان ہے
کہ ہر ایک گوشہ میں طوفان ہے
جز مد جس کا تا فلک جائے
کیا غضب کا یہ قہر دریا ہے
ہر طرف ہے نظر میں ابر سیاہ
پانی ہے جس طرف کو کیجے نگاہ
سیلہا در رکاب دیدہ است
چشم تا کار نے کند دریا است

پانی کا جوش تابہ سر رہے گا
خشک مغزوں کا مغز تر رہے گا
خضر کیونکر سے نشست کرتا ہے
آب حیوان میں پانی بھرتا ہے
وحشت آب پوچھ کچھ مت یار
کوچ موجوں کے ہو گئے بانار
معبد اب سارے گرتے آتے ہیں
زاہد خشک ڈوبے جاتے ہیں
پڑھتے ہی یار درس حیرانی
زاہد خشک ڈوبے جاتے ہیں
پڑھتے ہیں یار درس حیرانی
آئینہ کے گھر میں بھی ہے پانی

اور اس دریا کے کنارے پر اس طرف کوئی ہزار ساحر مسلح و مکمل استادہ تھے۔ ہوم ہو رہے تھے بستر ان کے لگے تھے نارنج ناریل وغیرہ اچھلتے تھے۔ زیور نے اس قلزم عمیق کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دریا مجھ کو سحر کا معلوم ہوتا ہے اس پر سے اڑ کر جانا چاہیے۔"

یہ کہہ ہی رہی تھی کہ نگاہ ایک ساحر کی اوپر کو جا پڑی۔ دیکھا کہ دریا کے اس پار سے اس پار تک تاریکی چھائی ہے آسمان فولادی بنا ہے دریائے چشمہ ظلمت نظر آتا ہے۔ اس نے وہ تاریکی زیور جادو کو بھی دکھائی۔ زیور نے ہر سمت سے مسدود پائی۔ فرمایا۔ "خیر ہماری مخالفت کی افراسیاب کے گوش زد ہوئی ہے اور اس نے فکر ہماری گرفتاری کی کی ہے۔ خیر بہرحال توکلت علی اللہ کشتیاں اور مور پنکھیاں سفینے وغیرہ ہماری سرکار کے میر بحر سے کہو کہ دریا میں لگائے۔ اگر یوں چلیں گے جو ہم سے لڑے گا۔ ہم بھی لڑیں گے۔ مالک بعد سحر ہمارا مالک و نگہبان ہے۔"

یہ حکم دیتے ہی میر بحر نے سواری دریا کی آراستہ کی۔ ملکہ آ کر مور پنکھی میں مسند پر جلوہ گر ہوئی اور افسران لشکر زورقوں پر سوار ہوئے۔ ملاح اور مانجھیوں نے کشتی رواں کی اور اینکہ یہ شہزادی طرفدار مسلمانوں کی ہے تو کہتی جاتی تھی کہ قال ارکبو افیہا بسم اللہ مجریہا و مرسہا ان ربی غفور رحیم۔"

غرضیکہ یہ کشتیاں رواں ہوئیں ساحر دریا میں نیرنگی سحر دکھاتے تھے۔ آگ پانی میں لگاتے تھے عکس مہ رواں جو پانی میں پڑا تھا۔ چاند ہزار فلک دریا میں نکلا تھا۔ اس طرح سیر کناں جب بیچ دریا میں پہنچی ایک طوفان عظیم برپا ہوا۔ اس تاریکی سے چادریں سیاہی کی دریا پر پڑنے لگیں۔ اندھیرا ہو گیا۔ ہوا تند و تیز غضب قوم عاد کی طرح چلنے لگی۔ موج کی موج دریا کی نکلنے لگی۔ مینڈھا اچھلنے لگے دریا کا مینڈھے لڑانا جان پر ہر ایک کو بن جانا۔ آپ گوہر جانا غمناک ہی بھی تمنا کی ہوئی گوہر جان کی بے آبرو ہو ہو کر بلا کی ہوئی کشتیاں سب چکر کھانے لگیں۔ گرداب کی چال سب نے سیکھی۔ فلک نے عجب چکر میں ڈالا لجہ و لطمہ نے سر اٹھایا۔ جانوران آبی اچھلنے لگے نہنگاں خون آشام

سر نکالتے تھے۔ اس بحر آفت خیز میں غرق وہ سب کشتیاں مع ان کے ساکنوں کے ڈوب گئیں کہ

وہ سفینے تھے جو کہ دریا میں
موج زعفران کے تھے پا میں
کھینچ گئی قعر کو وہ گوہر نایاب
تھی کشش ظلم کی مگر تہ آب

کہتے ہیں ڈوبتے اچھلتے ہیں
ایسے ڈوبے کہیں نکلتے ہیں
ڈوبے جو یوں کہیں وہ جا نکلے
غرق دریائے ظلم کیا نکلے
ظلم نے تو کھو دیا اس کو
آخر آخر ڈبو دیا اس کو

جب کچھ عرصہ ان کو ڈوبے ہوئے گزرا تو انھوں نے دیکھا کہ زنجیریں ہم سب کی گردن پر و کمر میں بندھی ہیں اور کھنچے ہوئے اندھیرے میں جاتے ہیں۔ کچھ دیر تک اسی تاریکی میں چلے پھر جو روشنی دکھائی دی تو اس پار دریا کے جو فوج اتری ہوئی تھی وہیں اپنے تئیں سب نے بندھا ہوا پایا ملکہ زیور نے دیکھا کہ ایک ساحر خیمہ زریں میں مسند پر بیٹھی ہے۔ میں اس کے سامنے بندھی کھڑی ہوں۔

چنانچہ اس ساحر نے کہا نام اس کا بمان بحر انگیز جادو تھا اس ملکہ سے خطاب کیا "کیوں اور نمکحرام شوخ دیدہ تو نے یہ عزت و حرمت جس شہ کی بدولت پائی۔ اس کی مخالفت پر کمر باندھ کر تو اب طلسم میں آئی۔ ساری عزت تو نے دریائے بے حرمتی میں ڈبائی۔"

ملکہ نے کچھ جواب اس کو نہ دیا اور وہ بے حیا اس کو مع تمام اس کی فوج کے بندھا ہوا لے کر چلا سب ساحر جو وہاں اترے تھے کوچ کر کے وہاں ہوئے اور شہر میں آ کر پہنچے۔ اس قلعہ کو بھی بہت آباد دیکھا جوان ہر ایک یہاں کا رشک شمشاد دیکھا۔ مکانات غیرت بخش طاق کسریٰ و فریدوں ساکنان شہر مثل لیلیٰ حسین کہ دل دیکھنے والوں کا ان کے عشق میں مجنوں وصف شہر بہت جگہ کیا گیا۔ اس وجہ سے اختصار کیا جاتا ہے یہ کہ سب کوائف دیکھتے اپنے حال پر اشک خونی بہاتے جاتے تھے مردمان شہر میں چلو دیکھو چلو دیکھو کا غلغلہ بلند تھا۔ یہ سب روتے تھے۔ وہ سب ہنستے تھے۔ جو وہاں بستے تھے۔ ہجوم مردمان شہر ہمراہ بعض کے لب پر جو فلک سن آہ آہ بعض کے لب پر واہ واہ اسی طرح دارالامارت میں پہنچے۔ فوج کے لوگ باہر ٹھہرائے گئے۔ زیور اور اس کے افسر اندر بلائے گئے۔ تخت شاہی پر طیران جادو بد باطن و تیرہ رو متمکن تھا اس نے زیور کے حسن و جمال کو دیکھ کر عقل و ہوش کھویا۔ لیکن کیا کرتا مجبور تھا کہ بحرمہ شاہی سے خاموش ہو رہا اور کچھ دیر میں جب حواس درست ہوئے۔ عتاب اس بے چاری پر کرنے لگا "کیوں اور گیسو بریدہ تو نہ جانتی تھی کہ بادشاہ کا عتاب کس غضب کا ہے اور اس کو کیا خبر نہ پہنچے گی جو برخلاف اس کے ہوں گے۔"

زیور نے بجواب ان کلمات کے کہا۔ "او موذی بے حیا اول تو میں بادشاہ کے خلاف نہیں ہوں اور جو تو کہتا ہے تو یوں ہی سہی تو کیا ہے اور تیرا بادشاہ کیا مسخرا ہے۔"

طیران کو غصہ آیا او چاہا کہ حکم قتل کا دے مگر مشیران سلطنت نے عرض کیا "حضور بادشاہ طلسم کو اس کے قتل کا اختیار ہے۔ آپ لکھ بھیجیے اگر حکم دے کہ زندہ بھیج دو تو اس کو روانہ کر دیجئے گا اور سر مانگے تو قتل کر کے سر بھیجئے گا۔"

بادشاہ نے مشورہ ان کا پسند کر کے اس کو حکم قید کا دیا ملازم اس کے اور فوج کے لوگ اور زیور سب ایک ہی مقام پر مقید ہوئے یہ شاہزادی اس زندان غم میں بہت گھبرائی مکان تیرہ و تنگ میں جان لب پر آئی کہ

تخت دل تنگ یوسف جاں ہے
گھر کہ تاریک و تیرہ زنداں ہے
کوچہ موج سے بھی آنگن تنگ
کوٹھری کے حساب سے ڈھنگ
چار دیواری سو جگہ سے خم
تر ذرا ہو تو سوکھے ہیں ہم
کبھی کوئی سپنولیا ہی پھرے
کبھی چھت سے ہزار پایہ گرے
کوئی تختہ کہیں سے ٹوٹا ہے
کوئی واسا کہیں سے چھوٹا ہے
دب کے مرنا ہمیشہ مد نظر
گھر کہاں صاف موت کا تھا گھر
دن کو تھی دھوپ رات کو تھی اوس
خواب راحت وہاں سے سو سو کوس
بس کہ حیران کار رہتے تھے
بے مدد کار و بار رہتے تھے

اب ان کو تو قید زندان ستم طیراں میں سسکیے لیکن حال عمرو بن امیہ ضمری سنئے کہ ان کو جو طائران سحر لے کر روانہ ہوئے تھے۔ جب سرحد ملک کوکب ختم ہوئی تو اس مقام پر انہوں نے عرض کیا اے شہنشاہ عیاراں یہ جو دست راست کو راستہ گیا ہے طلسم ہوشربا کا ہے اور یہ جو سامنے کی راہ ہے یہ قلعہ کوہ عقیق کو راستہ گیا ہے اور اسی طرح طلسم گوہر کدہ و ہزار برج وغیرہ کو راہیں گئی ہیں اور طلسم ہوشربا کو جوئی کوئی جائے قلعہ جات کے علاوہ دریائے ہفت رنگ بھی اس کو پڑے گا بغیر اس

کے خاص طلسم میں جانا نہ ہو سکے گا۔ یہ قلعہ جات جو پڑیں گے۔ یہ دریا کے اس طرف ہیں۔"

عمرو نے کہا۔ "خدا مالک و نگہبان ہے لیکن اب تم اس صحرا میں ٹھہرے رہو میں جاتا ہوں اور تلاش ملکہ زیور کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر وہاں سے اترا ملکہ وہاں بہار سحر افگن و مخمور بھی اتریں۔ کچھ دیر آسودہ یہ سب ہوئے اور کوکب نے چلتے وقت یہ کہہ دیا تھا کہ سرحد قلعہ طیرانیہ پر جا کر اترنا۔ یہ اسی مقام پر اترے ہیں لیکن تردد میں ہیں کہ دیکھئے زیور ادھر سے آئی ہے یا نہیں۔ غرضیکہ جب خوب آسودہ ہو چکے۔ ساحرہ تو دونوں طائر بن کر اڑ گئیں اور خواجہ ساحر کی ایسی صورت بن کر یعنی جھوٹا سحر کا گلے میں ڈال کر کنٹھی مالے سے درست ہو کر مخمور چندن کی جسم میں لگا کر جمشید جمشید کہتے روانہ ہوئے اور جب اس صحرا کی سرحد سے آگے بڑھے ایک نہر بہتی دیکھی اس نہر کے قریب پہنچتے ہی موجیں اس کی بڑھنے لگیں اور آتش سحر شعلہ آور ہوئی۔ خواجہ نے اس نہر میں تعویذ دیا ہوا۔ کوکب کا ڈال دیا تھا تو چند مچھلیاں اس میں سے نکلیں۔ خواجہ کو انہوں نے زبان فصیح سے سلام کیا اور ایک مچھلی آئی کہ اس کی پشت پر کاٹھرا کھنچا تھا۔ وہ جب کنارے پر آئی۔ خواجہ اس پر سوار ہوئے۔ وہ غوطہ مار کر اس نہر کے پار پہنچی۔

عمرو جست کر کے نہر کے اس پار اترا اور آگے بڑھا۔ کہیں صحرائے سبزہ تار نظر آیا۔ کہیں صحرائے ہول خیز پایا۔ کسی طرف دریا بہتے دیکھا۔ کہیں ساحروں کے مسکن بنے تھے۔ جادو گرنیوں کو رہتے دیکھا۔ اسی طرح سیر کناں قریب قلعہ کے پہنچا۔ دیوار شہر پناہ نہایت مستحکم و استوار پائی پتھر کی عمارت نہایت طرحدار پائی ہر طرف برج مکان اس پر بنے تھے اور شہر پناہ پر ساحر بطور پاسبانوں کے بیٹھے تھے۔

عمرو بھی انہیں پاسبانوں کے پاس جا کر بیٹھا اور کہا۔ "بعد مدت اس طرف آنا ہوا اب شہر میں کون جائے حقہ پانی پی کر گاؤں کو اپنے چلا جاؤں گا۔ ایک ساحر نے کہا۔

"بھائی تم کہاں کے رہنے والے ہو۔"

اس نے کہا۔ "ایک گاؤں ہے اجیان نام وہاں رہتا ہوں۔"

اس نے کہا۔ "بھائی آج کل اندر شہر کے جانے کی روک ٹوک بھی ہے اس لیے کہ گنہگار شعلہ جاوداں کی مع اپنے لشکر کے گرفتار ہوئی ہے۔

عمرو نے کہا اس کا کیا نام ہے۔

پاسبان نے کہا۔ "ملکہ زیور جادو اسے کہتے ہیں۔"

عمرو نے اپنے دل میں کہا۔ "شکر خدا ہاے محنت میری ٹھکانے لگی۔ پس سب احوال دریافت کر کے یہ وہاں سے اٹھا اور اسی قلعہ میں قریب صحرا کے آ کر صورت اپنی ایک جوگن کی ایسی بنائی۔ اول تو زلف چلیپا دراز تھی ہی اب شل بخت رسا اور زیادہ اس کو بڑھایا۔ طول شب ہجر سے تشبیہ دینا باعث پریشانی دل ہے شب دیجور سامنے اس کے خجل ہے بہار سنبل رو برو اس کے خزاں دیدہ مشگانی لاکھ کرے مگر بال بھر بھی وصف اس کا نہ ہوا اور اس کے عشق میں دیوانے بستہ زنجیر رہیں۔ دل کو ایسا کھوئیں کہ جیسے اندھیرے میں کچھ ڈھونڈیں اور نہ پائیں جعل سازی اس کے دل کو یا پیچ دفن کرنے میں وہ زلف استاد اس زلف کو خاکستر آلودہ کر کے جٹائیں لٹیں بٹ کر رخسار پر چھوڑیں تو سن نازکی ناگیں موڑیں کان کی لوکا دھواں ایسا بلند تھا کہ وہ کل کے پیچے اور کاکل بنا تھا۔ دو رہزنوں نے اکٹھے ہو کر متاع دل لوٹنے کا ارادہ کیا تھا۔ پیشانی اس زلف میں یوں نور افگن تھی جیسے اندھیری رات میں شمع روشن تھی۔ زہر حسینان دہر پیشانی اپنی اس کے عشق میں پٹکا کریں ہر شام سجدے میں بسر ہو۔ تیغ ابرو سے اسکے گھائل دل و جگر ہو۔ ابروؤں کے سامنے تیغ ہلالی نظر مریخ سے گر جائے اگر وہ تیوری چڑھائے تو گویا تیغ چرخ پر چڑھ جائے۔ تیر افگن کمان کو لیس کرے۔ ہر لیلیٰ کو غیرت قیس کرے کمان خود شرم سے گوشہ گیر ہوا۔ مریخ جان عشاق نشانہ تیر ہو۔ نرگس بیمار کو اب تو حشر تک شفا ہونا دشوار کیونکر اس کی آنکھوں کے عشق میں بیمار ہے جادو نگاہی مشہور ہے مگر مگر یہاں سحر سامری بھی مجبور ہے۔ غزالاں چین ختن کا سامنا

نشہ ہرن ہو جائے اگر وہ آنکھ کبھی دکھلائے۔ خوش چشموں کا چہرہ اتریں آنکھیں کے سامنے نظری ہو یکتائی کا صاد وقر حسن میں منشی نے کیا ہے چتونوں سے ایسی گرچاں ہے کہ قیامت اب تک شرم سے پنہاں ہیں رنگ رخسار وہ کہ جس کا نظیر نہیں ایسی نور کی تنویر نہیں۔ چاند سورج کو حسین ہر چند سر چڑھائیں۔ لیکن یہ چمک دمک رخسار میں اپنے کب پائیں۔ لب نازک کی کوئی کیا ثنا کرے۔ اس کے دھیان میں تمام عمر ہونٹ چبایا کرے۔ تنگ گرم سے جو کوئی خیال شوق بوسہ میں دیکھے تو وہ ہونٹ نیلا ہو جائے۔ نازک بدن مسی بسبب اپنا لب تصدق فرمائے۔ دہن تنگ کا عقدہ تو آج تک کسی سے نہ کھلا۔ غنچے کی روش زبان حصہ میں لائی رہے منہ پہ بات نہ آسکے حیرت سے صاحب دید کا یہ حال رہے۔ غرضیکہ از سر تا پا آفت کا پتلا قیامت کا پورا نقشہ سن معیا سن بولالہ فام گلعذار سراپا بہار نادر زمانہ حسن میں یگانہ حسینوں کی افسر دنیا بھر سے بہتر۔

جب اس صورت سے آراستہ ہو چکی۔ سر پر ایک حلقہ زریں بنا کر رکھا تمہ پشواز کی طرح باندھی اور بھبھوت منہ پہ ملی۔ موتیوں کو جلا کر راکھ کیا اپنا چہرہ پہ آب و تاب بنایا۔ بین لے کر کاندھے پہ رنگی مرگ چھالا کاندھے پہ رکھا اور ایک جھولا اپنے اسباب رکھنے کا دوش سے لٹکایا۔ درخت ہائے گنجان اس مقام پہ دیکھ کر چشمہ رواں کے قریب مرگ چھالا بچھا کر بیٹھا اور بین بجانا شروع کیا۔ پھر اس کو تو الحان داودی خدا نے عطا فرمایا ہے تمام جانوران صحرائی گرد وپیش آ کر جمع ہو گئے اور طائر ایسے محو ہوئے کہ بالکل خوف خوف نہ رہا ہاتھ پہ سرو دوش پہ نشیمن پذیر ہوئے۔ ہر درخت وہاں کا بین سن کر نہال ہوا۔ صحرا سب خوش دلی سے باغ باغ تھا سبز بختی تمام جنگل کو نصیب ہوئی۔ چشمہ کو ہر موج شوق سے لہر آئی ایسا جوش دل میں پیدا ہوا کہ چشمے سے بڑھ کر دریا ہوا۔ فرط عشق سے اٹھنے لگا۔ شاخیں درختوں کی جھومنے لگیں۔ جھک جھک کر جوگن کا منہ چومنے لگیں۔ وہ صحرائے سر سبز کی بہار ابر گھر ہوا قوس قزح فلک پہ نکلا ہوا۔ چشموں کا لہرانا اور ایسی پر بہار جگہ پہ بیٹھ کر بین جوگن کا بجانا اور ایسی حسین جوگن

کو چشم زمانہ نے کاہے کو یہ حسن دیکھا ہو گا۔ اس کی متانت ادائیں جوانان گلشن کو دکھانا قدرت خدا نظر آتی تھی۔

کھلتے ہی جاتے ہیں سب غنچے بہ جوش نشاط
ٹوٹے جاتے ہی گل بل بے ہنسی کی شدت
آج وہ جوش پہ تھی رحمت باری کہیں
نہ رہی کلفت عصیاں سے جہاں میں قلت
اس قدر ساز طرب ساز کی آواز بلند
چھیڑیں اگر تار گرج کا تو ہو پیدا وحیوت

اٹھک یہاں سے قلعہ قریب تر ہے تو بہت آدمی قلعہ سے ادھر آتے اور بہت جاتے ہیں۔ جو کوئی ادھر سے گذرا وہ جان خرد کھو کر گھر کا راستہ بھولا۔ بیٹھ کر جوگن کا منہ دیکھنے لگا اور بیہوش مدہوش ہوا جب ہجوم زیادہ تر ہوا جوگن نے بجانا موقوف کیا۔ وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ ناچار خلعت بھی اپنے اپنے گھر گئی اور قلعہ میں آ کر سب نے بیان کیا ہائے میاں ایسی جوگن کبھی ہم نے تو کیا۔ پیر دہر اور ماں دنیا نے بھی نہ دیکھی ہو گی اور نہ ایسا گانا بجانا سنا اور دیکھا۔ یہ صورتیں بھی قابل دید ہیں۔ چلو اور دیکھ رکھو۔"

کچھ لوگ اس کے ساتھ ہیں آئے اور گانا بجانا سن کر محو ہوئے پھر تو چار طرف سے دیہات اور شہر میں دھوم ہو گئی۔ عالم خدا کا اس صحرا میں اکٹھا ہو گیا۔ میلا بھی ایسا نہ ہو گا جیسا وہاں مجمع ہوا شہر کے امیر و غریب اور فقیر سب آنے لگے ور تیر عشق جوگن کا کھا کر تڑپتے ہوئے گھر جانے لگے۔

وزیر نے اس قلعہ کے خبر سنی اور امیروں نے اس کو اشتعالک دی کہ "حضور یہ جلسہ بھی کم ہوا ہے بے جواب آج کل بیرون شہر ہوا ہے دیکھ رکھنے کے قابل ہے۔ جوگن

کاہے کو ہے قدرت خدائے باخبر ہے سامری نے اپنے ہاتھ سے اس کو بنایا ہے ایسا نقشہ کم دیکھنے میں آیا ہے۔"

وزیر مشتاق ہو کر سوار ہوا۔ ہمراہ تمام ارکان دولت و مشیران سلطنت توڑے اشرفیوں اور روپوں کے اپنی اپنی ہمت کے موافق سب نے ساتھ لیا۔ یہاں لوگ جو کہ آتے تھے وہ دونے مٹھائیوں کے اور پیسے کوئی روپے جوگن کے لیے لاتے تھے۔ گرد اس حسینہ کے پیسے روپوں کا ڈھیر رہتا تھا اور وہ آنکھ بھی نہ ملاتی تھی وہ سب مال اسی طرح پڑا رہتا تھا۔ ہر ایک کو یہ آرزو تھی کہ ہماری جانب سیدھی نظروں سے یہ دیکھ لے اور کوئی بات کرے لیکن یہ بات کرنا کجا۔ وہ ان کے مجمع کرنے سے درختوں میں جھاڑیوں میں پوشیدہ ہو جاتی تھی یہ لوگ بھی جب اس کو ڈھونڈ پاتے تھے۔ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے تھے اور بعض وقت ہٹ جاتے تھے کوئی اس کی تعریف میں کہتا کہ "اے جان جان جہاں میں تیرے عشق میں اپنا یہ حال رکھتا ہوں کہ

مثال نے ہے مرا جب تنگ کہ دم میں دم قفل ہے میرے لیے اور میں قفل کے لیے

کوئی یہ زبان پہ لاتا تھا کہ

وک کیا فتنہ سازی میں ہو ہمسر چشم قاتل سے کہ کیا تھا یہ بھی اشک سرمہ آلودا اس کی مژگاں سے

اسی مجمع میں آخر وزیر بھی آ کر پہنچا اور اس نے جو قریب تر اس کے آ کر صورت زیبا کو دیکھا یہ حال ہوا کہ

خار خار غم آشکارہ ہوا
شکل دل جامہ پارہ پارہ ہوا
ہو گئی بس کہ لوٹے خاک میں ہم
جلد ہمرنگ کسوت ماتم
نہ لیا پھر قرار نے آرام

کھو دیا اضطراب نے سب کام
سینہ کھلنے سے دل فگار ہوا
تیر حسرت جگر کے پار ہوا

ہمراہیاں وزیر نے گلاب کیوڑہ چھڑکا کہ وزیر کو ہوش آیا۔ اس وقت جوگن نے مسکرا کر بادشلہ ابرو پاس بلایا اشارہ نہ تھا۔ تیغ وہ دم تھا کہ جس نے ایک ہی وار میں دل کو سو ٹکڑے کیا مگر کچھ جان مضطر کو قرار آیا۔ مرگ چھالے پر جا کر پاس بیٹھا۔ جوگن نے مزاج پرسی کی اس نے کہا جان پر بنی ہے باقی سب طرح طبیعت اچھی ہے۔ نام پوچھا تو اس نے آوارہ سرگشتہ و بدنام و رسوا خطاب اپنا بتایا اور کہا کہ

آنکھ میں پر جفا سے لڑتی ہے
جان کشتی قضا سے لڑتی ہے
قسمت اس بت سے جا لڑی اپنی
دیکھو احمق خدا سے لڑتی ہے

جوگن نے تیوری چڑھا کر کہا میاں حسن پرست ایسے ہی ہوتے ہیں جلساتی بیان حسن معشق باتیں باتیں پیچدار کرتے ہیں۔ ورنہ میں بے چاری اس لائق کب ہوں کہ جو کوئی مجھ پر مرنے کا ارادہ کرے۔"

یہ کہہ کر اشک آنکھوں میں بھر لائی اور بین اٹھا کر ایسا پر سوز و گداز دیپک کا راگ بجایا کہ ستونان سارے کوئلے بنا کر جلایا اور یہ فقرہ زبان پر لائی کہ

ترے کوچے کو وہ بیمار غم دارالشفا سمجھے
اجل کو جو طبیب اور مرگ کو اپنی دوا سمجھے
تنگ کیا اور مزہ کیا ہم تو دونوں کو بلا سمجھے
اسے تیر قضا اس کو یہ تیر قضا سمجھے
وہی کچھ تلخ کام اس زندگانی کا مزا سمجھے
کہ جو زہر اب تیغ یار کو آب بقا سمجھے
ہر اک گردش میں سو انداز ناز فتنہ زا سمجھے
فلک کو ہم کسی کافر کی چشم سرمہ سا سمجھے
ستم کو ہم کرم سمجھے جفا کو ہم وفا سمجھے
جو اس پہ بھی نہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے
تجھے اے سنگدل آرام جان جانا سمجھے
پڑیں پتھر سمجھ پہ اپنی ہم سمجھے تو کیا سمجھے
ترے کشتے جو یوں خواب عدم سے یک بیک چونکے
مگر شور قیامت کو تری آواز پا سمجھے
حساب اصلا نہ پوچھے مجھ سے میرے دل کے زخموں کا
حساب دوستاں در دل اگر وہ دلربا سمجھے
اگر دل کو نکالا چیر کر پیکاں تو رہنے دے
کہ عاشق اپنے پہلو میں اسی کو دل کی جا سمجھے
نہ آیا خاک بھی رستہ سمجھ میں عمر رفتہ کا
مگر سمجھے تو داغ معصیت کو نقش پا سمجھے
بلا اس زلف کے مصرع میں ہے مضمون پیچیدہ
اسی سے یہ کھلے جو معنی ناز ادا سمجھے
ہوا کو زلف نے چھیڑا اور اپنا دل لرزتا ہے

کہیں ایسا نہ ہووے ہم سے وہ کافر ادا سمجھے
سمجھ ہی میں نہیں آتی ہے کوئی بات دقیق اس کی
کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے

اسی غزل نے وزیر کو زار زار رلوایا۔ دیوانہ زیادہ بنایا جب اس نے گانا موقوف کیا اور قصد کیا کہ اب وزیر کے پاس سے اٹھ جاؤں اس نے ہاتھ پکڑ لیا اور منت کر کے قدموں پہ سر رکھ کے کہا۔ "اے راحت دل جان ایک عرض میری اگر تو قبول کرے تو کیا بندہ بے درم مجھ کو بنائے اور مول لے لے۔"

جوگن اس کے پاس پھر توقف پذیر ہوئی۔ اس نے نہایت خوشامد سے عرض کیا "بہ حسن اتفاق زمانہ سے آپ وارد و صادر ہوئی ہیں۔ غریب خانہ اسی شہر میں میرا ہے۔ امیدوار ہوں کہ قدم رنجہ فرما کر اس کا کلبہ احزاں کو رشک قصر قیصر و خاقان بنائیے اور مرتبہ میرا بہ اوج افتخار تابہ فلک دوار حضیض خاک سے پہنچائیے۔"

جوگن نے ہنس کر کہا۔ "ہم تو فرصت فقیروں کو کہاں جو کسی گھر پہ جائیں یا کوئی دم کہیں بیٹھیں اپنا تو یہ حال ہے کہ پھر کر

پھر کر ادھر ادھر نہ ہمارا گیا قلق
لفظ قلق کی طرح سے وہی رہا قلق

پھرنے چلنے سے تو کچھ جی بہل جاتا ہے۔ ورنہ مجھ کو وہ وحشت کہ مجنوں میرے نام سے گھبراتا ہے۔"

وزیر نے پھر منت و سماجت کی۔ اس وقت یہ راضی ہوئی۔ بس اسی وقت سواری بسان باد بہاری تیار ہوئی اور بڑے تزک و احتشام سے تیار کر کے وزیر لے چلا اور اپنے مقام میں ایک جگہ تنہا اور پاکیزہ دیکھ کر اس کو اتارا۔

اتفاقاً وزیر وغیرہ جو وزیر کے ساتھ سے پھر کر گئے انہوں نے یہ تذکرہ طیران جادو بادشاہ

سے کیا بادشاہ نے اسی دم وزیر کو بلوایا اور فرمایا "ہماری خوشی یہ ہے کہ جوگن کو لا کر ہمارے مکان میں اتار دو۔"

وزیر حیران ہوا کہ بادشاہ جو اس کو دیکھے گا خود قتل کرنا اس کا چاہے گا۔ میرا مطلب جائے گا لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات بہت خوب کہہ کر مکان پر آیا۔

یہاں بادشاہ نے اپنا وہ باغ خاص جو اس کو بہت پیارا تھا۔ باغ عالم سے نرالا تھا اس کو جوگن کے لیے آراستہ فرمایا۔ وصف اس باغ میں دلکشا کا کیا زیب قلم ہو۔ آمد سے ایسی معشوقہ سبزہ رنگ گل رخسار کے باغ کا دل بھی باغ باغ تھا۔ ہر گل گوہر شب چراغ تھا۔ بلبل ترانۂ مبارک بادگاتی تھی نسیم مژدہ جانفزا لاتی تھی۔ فوارہ جوش الفت سے اچھلتا تھا۔

نسریں وفور مسرت سے ابلتی تھیں اور چھلکتی تھیں۔ سرو تن رہا تھا۔ شمشاد قامت زیبا کی پھبن دکھانے کو بن رہا تھا۔ فاختان نواسنج فرش حونی کرتے تھے۔ وصف مسانی کرتے تھے۔ گلوں کا دماغ عرش اعلیٰ پر پہنچا ہوا تھا۔ مشام جوانان چمن کو بسا دیا تھا۔ عروس گلشن نے نئے سرے سے نئے پھولوں کا گہنا پہنا تھا۔ غضب کا نکھار کیا تھا۔ نرگس چشم حیرت سے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ خری پھلی تھی کہ سنبل اپنی پریشانی بھولی تھی۔ غنچہ منہ نہیں پھیلائے تھے فرط عشرت سے کلیاں پھولی تھیں۔ سوسن کو حکم تھا کہ جائے ادب سے چپ رہے زبان نہ کھولے کہیں ایسا نہ ہو بے تکی بولے باغ کی بارہ دری میں تصویریں اور شیشہ سجا گیا نگارخانہ چین وہ مقام بنایا گیا۔ فرش بچھایا گیا اطلس چرخ کو غیرت آئے ساخت ترتیب بزم عشرت آئے کہ

یہ جوش نسریں و سمن یہ لالہ گل کا چمن
گلشن میں گویا چھایا نور سحر رنگ شفق
ہر سرو قد غنچہ دہن زیب چمن شان چمن

ہر سمبر گلگلیں قبا نور سحر رنگ شفق
افشاں جبیں بلوریں میں ہے یوں عکس شراب لالہ گوں
ہو جیسے کیفیت فزا نور سحر رنگ شفق
فانوس شیشہ لالہ گوں روشن تری محفلیں یوں
گویا شیشہ میں بھرا نور سحر رنگ شفق

جب آراستگی باغ و مکان ہو چکی کنیزان زریں کمر بہر خدمت گزاری حاضر ہوئیں اور ہوا دار پر جوگن کو سوار کر کے وزیر نے داخل باغ کیا۔ یہ آ کر بارہ دری میں مسند پر جلوہ گر ہوئی جس وقت کہ باغ عالم سے گل آفتاب تحویل و پژمردہ ہوا اور فراش مہتاب نے فرش چاندنی کا گسترده فرمایا کہ

بجھے چراغ تو ایسے بجھے کہ پھول جھڑے
بجائے رنگ گل آفتاب تھا تغیر
نہال شمع سے اس شب پچے تھی گل شبو
بہار عیش میں گل چیں کی طرح سے گلگیر

شام کو بادشاہ آ کر داخل باغ ہوا۔ اور اس نے جو حسن و جمال کو جوگن کے دیکھا عشق کر گیا یہ عالم ہوا کہ

ضعف سے طاقت آزما غفلت
ہوش بد پوش خود نما غفلت
اس میں اک بوئے جان فزا آئی
جان پر غش کہ کیا بلا آئی

غش سے مجھ کو افاقہ ندرت ہے
نہ چلے بس خدا کی قدرت ہے
دیکھتا کیا ہے اک زہرہ جبیں
جلوہ افروز ہے سر بالیں
چاند نے داغ نو دیا اس کو
ہالہ اس مہ کا کیا اس کو
صدمہ جان گسل دوبالا ہوا
جوں کتان سینہ پارہ پارہ ہوا
دیکھ زانو پہ اس کے سر اپنا
تھا دماغ آسمان پہ اپنا
دیکھ زانو پہ اس کے سر اپنا
تھا دماغ آسمان پہ اپنا

غرض یہ کہ غش سے جب افاقہ ہوا۔ جوگن نے گھٹنا اپنا سر کے نیچے سے سرکا لیا۔ اس نو گرفتار دام الفت نے اٹھ کر ہاتھ اس کا پکڑ لیا اور کہا کہ

ہم بخل کے دل کو جذب دل سے کھینچ جائیں گے
پر بڑے پتھر ہیں یہ مشکل سے کھینچ جائیں گے
دیکھیں تو دل کی کشش کب تک نہیں کرتی اثر
ہم بھی نالے اس دل بسمل سے کھینچ جائیں گے

وہ قتالہ عالم بھی مسکرائی اور چشم فتان کی گردش سے قیامت ڈھائی پھر بادشاہ کو مسند پہ بٹھایا اور جام لالہ گوں بھر کر دیا اور آپ بین کی طرزیں درست کر کے بجانا شروع

کیا اور اس غزل کو گایا کہ

نالہ اس زور سے کیوں میرا دہائی دیتا
اے فلک گر تجھے اونچا نہ سنائی دیتا
دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا
لاکھ دیتا فلک آزار گوارا تھے مگر
ایک تیرا نہ مجھے درد جدائی دیتا
روشن اشک گرا دیں گے نظر سے اک دن
ہے ان آنکھوں سے یہی مجھ کو سجھائی دیتا
میں وہ ہوں صید کہ پھر دام میں پھنستا جا کر
اگر قفس سے مجھے صیاد رہائی دیتا

اب تو یہ حال ہوا کہ

چشم سرمست سے نازنیں کا جل پھیلا
لب میگوں پہ مسی کی پڑی پھیکی رنگت
لے انگڑائی کہیں چٹنے لگی تمام کلی
اٹھی ملتی ہوئی آنکھوں کو کہیں اپنی للت
بے نمک آیا نظر حسن مہ و انجم چرخ
ہو گیا ندرت رخ شمع و چراغ خلوت
چرخ مینائی پہ اک سبز پری کا عالم
شفق صبح پہ اک لال پری کی حالت

کہے یہ رند کہ او نبیذ فروش آگ نہ پھانک
مانگے گر بادہ تو یہ نبیذ کہن کی قسمت

بادشلو کا یہ گانا سن کر وہ حال ہوا کہ اپنے آپ سے جاتا رہا۔ اشک مسلسل کا تار رخسار پر بندھا کچھ دیر کے بعد جوگن نے گانا موقوف کیا۔ انجمن برخاست ہوئی۔ وہ رات کا بھیگنا ستاروں کا چھٹکنا چاندنی کا کھیت کرنا درختوں کے پتوں کا چمکنا ہوائے سرد کا چلنا۔ بدن میں کچھ کچھ سردی کا لگنا شبنم کا گرنا خلوت کی رات سبحان اللہ طیران کلہ یہ حال ہوا کہ اکیلے میں اس انجمن آرائے خوبی کے گرد پھرا۔ سر اپنا قدموں پر اس کے دھرا اور چاہا کہ بوسہ لب شیریں لے اس نے ایک طمانچہ منہ پر اس کے مارا اور کہا۔ "مردوے حواس میں آ کیا تو نے مجھ کو خیلا بنایا ہے۔ لو صاحب کسی خانگیوں کی طرح بلا کر لے گئے اپنے مطلب کی گانے اے بے ایمان دوسرا وہ مزا دوں گی کہ تو بھی کچھ دنوں یاد کرے گا۔ ہم فقیر سامری کے جوگی غم کے بیروگی۔ ہمارے ساتھ یہ باتیں کرنا کب زیبا ہیں۔"

اس کے آنکھ دکھانے سے بادشلو ڈر گیا اور رونے لگا کچھ دیر میں یہ زبان پر لایا کہ

کر دیا کیا ترے ابرو نے اشارہ ظالم
کہ قضا ہاتھ میں تلوار لیے پھرتی ہے

اس نے جب اس کو روتے دیکھا منہ پھیر کر ہنس دیا۔ پھر اس کو ڈھیٹ بنایا وہ پھر منت کرنے لگا پاؤں پر سر دھرنے لگا۔ جوگن نے اپنا ماتھا کوٹ لیا اور کہا۔ "یا بابا کیوں تو نے ہم فقیروں کو ستا رکھا ہے۔"

بادشلو نے کہا۔ "ایک بوسہ لب شیریں کی امید رکھتا ہوں۔"

اس نے انگوٹھا دکھلایا اور کہا اونہ ہوں یہ ہوتا ہی نہیں۔"

بادشاہ نے کہا کہ

بوسے کے مانگتے ہی پھیرے چتوں کو گئے
ایسے کیا لعل لب غیرت گلشن کو گئے

یہ کہہ کر بے اختیار اس کے پٹ گیا۔ وہ آغوش سے مثل برق جہندہ تڑپ کر نکلی اور پکاری " کہ

پوچھ مت مار وفا اس کج پر فن سے
رہنمائی کی نہ رکھ چشم دلاور رہزن سے

آخر اس نے ایک جام شراب ارغوانی سے بھر کر اور آنکھ بچا کر بیہوشی ملا کر بادشاہ کو دیا مگر اس طرح سے کہ منہ پھیر کر پہلے جام لبوں سے آپ لگایا پھر قسم دی کہ میرا امردہ دیکھے جو میری جھوٹی شراب نہ پیے۔ بادشاہ مست مے محبت تھا وہ جام یک جرعہ درکشیدہ کر گیا۔ گیا جیتے جی مر گیا۔ اس نازنین نے اور دوسرا جام دیا اب تو لاؤ لاؤ کی صدا بلند کی اور اسی حالت نشہ میں اس ساقی پرستم کو اس نے آغوش میں لینا چاہا یہ اٹھ کر بھاگی۔ وہ فرط مستی سے جان جان کہہ کر اس کے پیچھے جھپٹا۔ طمانچہ بیہوشی کا پڑا کہ سر تلے ٹانگیں اوپر اس وقت جوگن نے پیرہن اس کا اتار کر آپ پہنا اور اس کا بادہ دری کے ایک گوشہ میں دری وغیرہ سے لپٹ کر چھپا دیا۔ پھر آپ اس کی ایسی صورت بن کر تیار ہوا اور کنیزان مہ لقا کو جو بروقت تخلیہ چلی گئیں تھیں طلب کیا کہ وہ آ کر ہاتھ پاؤں دبانے لگیں اور اپنے کام میں سرگرم و مشغول ہو گئیں۔

اس نے کسی سے کچھ نہ کہا پلنگڑی پر آرام فرمایا جس دم فروغ مہ نے پلنگ پر عدم کے پاؤں پھیلا کر آرام کیا اور آفتاب بستر خواب سے بیدار ہوا کہ

ہوئی بت خانہ سے ناقوس کی پیدا آواز
چلے جمنا کو برہمن کوئی لے کر مورت
ایک طرف سے ہوئی گھڑیال کی آواز بلند
ایک جانب کو گئی آنے صدائے نوبت
اٹھے مے خوار صبوحی کے لیے لے کے سبو
گو عبادت ہے اگر کیجئے تو ترک عادت

ہنگام سحر عمرو بستر سے اٹھا۔ تاج شاہی اور لباس فرما وائی سے آراستہ ہو کر دربار میں آیا۔ وزیر امیر مشیران خوش تدبیر حاضر ہوئے جب سب مع افسران لشکر کے حاضر ہو چکے اس وقت اس نے با آواز بلند پکار کر کہا۔ "کل وزیر نے وہ نمک حرامی میرے ساتھ کی ہے کہ اگر اس کے عوض میں تن و عیال اس کے دار پر چڑھاؤں تو بجا ہے اور کولھوں میں پلواؤں تو نہایت درست ہے یعنی بغیر دریافت حال بے سمجھے پوچھے جوگن کو لے آیا وہ جوگن عمرو بن امیہ ضمیری عیار تھا۔"

یہ سنتا تھا کہ وزیر کی عقل دنگ ہوئی اور تھر تھر کانپنے لگا اور تمام امیروں کا عجب حال ہوا کیونکہ یہ بھی وصف کرنے میں جوگن کے شریک تھے۔ اس وقت اس نے کہا۔

"تم سب خائف نہ ہو۔ میں نے تو ایسا عیار طرار نہیں دیکھا تھا کو دین مبین اس کا حق ہے۔ یہ اسی کی برکت تھی جو اس نے آ کر مجھ کو گرفتار کر لیا اور مار ڈالا تھا میں نے دین اس کا درست سمجھ کر اطاعت اس کی اختیار کی ہے اب تم میں سے جس کا جی چاہے میرے پاس رہے اور نہ جی چاہے تو جدھر چاہے چلا جائے۔"

تمام ملازموں نے یہ کلمات سن کر عرض کی کہ ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار ہیں جو مائے قدس میں آیا بہت اچھا ہوا جو آپ فرمائیں وہ ہم سب بجا لائیں۔

عمرو نے کلمہ طیبہ سب کو تلقین فرمایا کہ ہر ایک از سر صدیق ایمان لایا۔ اس نے حکم دیا "زندان سے ملکہ زیور کو باعزاز تمام لائیں۔ خوشی خوشی لوگ دوڑے اور زندان

سے ملکہ مذکور کو مع افسران لشکر کے لائے عمرو نے دنگل زریں عنایت کیا کہ ملکہ بیٹھی شہر میں انتظام ہونے لگا دیر بت کدے کھدے مسجدوں کی بنیادیں ہو گئیں تمام اہل شہر نذریں لے کر حاضر ہوئے کلید خزانہ خزانہ دار نے لا کر سپرد کی۔ منادی نے ندا کی کہ جو اطاعت خواجہ گرو کی نہ کرے گا بڑے عذاب سے مارا جائے گا"

غرضیکہ خوب تسلط ہو چکا اس وقت مع ملکہ زبور کے عمرو اس باغ میں آیا کہ جہاں طیران کو رکھا تھا بس اس کو دری سے نکال کر زبان میں سوزن دے کر ستون سے باندھا اور ہوشیار کیا اور فرمایا۔ "اے طیران دیکھ قدرت خالق زمین و زمان کو کہ کس طرح مجھ کو تجھ پر غالب کیا۔ اب کیا کہتا ہے شناخت میں اس خدائے پاک کی طیران کی عقل اس عیار کو دیکھ کر برجا نہ رہی اور دل سے کہا۔ "واہ واہ سبحان اللہ کیا عیار ہے کہ کبھی عورت بنتا ہے اور کبھی جس کی صورت چاہتا ہے بن جاتا ہے اور حامی اپنے شریک کا ایسا کہ جہاں کہیں اس کا مطیع گرفتار بلا ہو۔ یہ وہاں پہنچتا ہے۔ واقعی دین کا سچا ہے۔

پس اس نے اشارہ کیا کہ سوزن زبان سے نکال لو۔"

خواجہ نے سوزن زبان سے نکالی اور کھول دیا۔ یہ دوڑ کر قدموں پر گرا کس لیے کہ نہ ملک اس کے قبضہ میں رہا تھا نہ مال باقی تھا جس کو دیکھتا تھا۔ دشمن جانی اپنا جانتا تھا۔ عمرو نے سر اس کا اٹھا کر سینے سے لگایا اور مطیع اسلام کیا۔ پھر وہاں سے دارالامارت میں آیا۔

خواجہ نے اب اپنی اصلی صورت سب کو دکھائی۔ ہر ایک کو حیرت ہوئی کہ قدرت خدائے اکبر ہے صورت اس انسان کی ایسی اور سیرت ایسی فطرت ہے ہر اعضا میں کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔

غرضیکہ جب یہ انتظام ہو چکا۔ طیران نے بہت سے صندوقچے جواہر کے خواجہ کی نذر کیے بہار سحر افگن و مخمور بھی آ کر پہنچیں اور اس سے بغلگیر ہو گئیں۔ اب اس نے ساز سفر تیار کیا اور ساٹھ ہزار ساحر اپنے ہمراہ لے کر بحشم فدا و خدم کوچ کیا۔ اس کے

لیے افراسیاب جو اس کا مطیع الاسلام ہوتا سنتا تو زندہ نہ چھوڑتا۔

غرضیکہ اس کی سرحد کے قریب ہی تو سرحد کوکب روشن ضمیر چند ہی منزل کے بعد اس سرحد میں آ کر پہنچ گئے۔ اس لیے کہ کوئی گزند راہ میں نہ پہنچے۔ راستہ طلسم ہوشربا کا چھوڑ دیا۔ جب اس سرحد میں پہنچے سواریاں تو پہلے ہی سے موجود تھیں۔ بہت سے ان سواریوں پر سوار ہوئے اور باقی سب سامان زبردست ہیں انھوں نے خود سوار ہوئے سحر درست کر کے راستہ پکڑا اور بہت جلد ملک ظلمت رنگ کے قریب پہنچ گئے اس وقت اسی راہ سے جو کہ بہت نزدیک کی خواجہ کے لیے کوکب نے مقرر کی ہے یہ سب آ کر داخل طلسم ہوشربا ہوئے اور عمرو اول جا کر لشکر مہ رخ میں پہنچا۔ سفاک نے جو خبر آمد و دختر سنی۔ خواجہ کے نثار ہوئی۔ مہ رخ نے حکم دیا ملوک جائیں اور زر نثار کرتے ہوئے لائیں پھر تو یہ دھوم ہوئی کہ

تھی سواری کے فیل کی یہ دھوم
جیسے ابر بہار آئے ہے جھوم
پلٹنیں جاتی تھیں برابر یوں
صف مژگاں ہوں دلبروں کی جوں
وحش ایسے کہ چھیڑ اڑ جائیں
آنکھ پھیرو تو کل سے مڑ جائیں
تو بھی اب طبیعتوں کو خوب رجھاؤ
چل سواری کا تک اصول بجاؤ
چوب نقارے پہ لگا اس ڈھب
کہ رکھیں گوش اس صدا پہ سب
ایک دو دم بجائے بجائے جادو یہ تھیں
دلکش آواز گائے جاؤ یہ تھیں

چٹکتے تھے جو دستہ دستہ گل
رہگذر میں تھے دستہ دستہ گل

غرض تجمل تمام یہ آ کر داخل بارگاہ ہوئے۔ لشکر اسی کے ساتھ اترا۔ بارگاہ میں ہر ایک بغلگیر ہوا۔ مہ رخ نے جشن شاہانہ کیا۔ سب عیش و عشرت میں مشغول ہوئے۔ خبرداروں نے یہ خبر ملکہ حیرت کو پہنچائی۔ وہ نہایت پریشان ہوئی اور نامہ افراسیاب کو لکھا اس نے بھی نامہ پڑھ کر نہایت غم و غصہ کیا۔ باقی تدبیر میں ان سب کے غارت کرنے کے تو وہ مشغول ہی ہے اس کو تو اس حال میں رکھیے۔

ادھر بہار شمشیر تن اجازت اپنے باپ سے لے کر جس سامان سے کہ جانب کوہ رخشان روانہ ہوئی ہے کیفیت معرض بیان میں انشا اللہ آئے گی۔ اب شمہ حال خجستہ مال جہانگیر بن حمزہ صاحبقران تحریر ہوتے کہ

مرے ساقی بہت مدت ہوئی ہے
کہ ترک حباب کی صحبت ہوئی ہے
نہیں ہے دل میں اب باقی مرے صبر
اٹھاؤں کب تلک دوری کا میں جبر
خدا نے فضل اے ساقی کیا ہے

چمن میں سبزہ رحمت اگا ہے
سحاب رحمت حق گھر کے آیا
گلستان پہ کیا ہے جس نے سایہ
نہیں باقی رہا اب کوئی آزار
عجب کیا ہے رہے نرگس نہ بیمار
ہوا سرسبز سارا باغ عالم

صبا دیتی ہے خوشخبری یہ پیہم
بہار عمر دیکھو نوجوانو
کنارے نہر کے پھرے کشتی ہو
غنیمت ہے گلستان کا نظارہ
چمن میں میکشوں کا ہے اجارہ
گلستان ہے کہ ساقی انجمن ہے

بڑے جوبن پر آئی رونق چمن ہے
لچک ہے سرو میں جیسے قد یار
گلوں کے مثل ہے ہیں سرخ رخسار
نشہ سے جھومتی ہے گل کی شاخ
ثمر لپٹے ہیں باہم مثل گستاخ
تشیلیوں کی طرح سے برگ ہر گل
نگن پہ لوٹتے ہیں جیسے تاگل
ہر اک گل قہقہے یوں مارتا ہے
شراب نشہ میں جون جس ہوا ہے
صدائے خندہ گل میں نمک ہے
چمن شوریدہ ہے کیا اس میں شک ہے
نشہ آنکھوں میں ہے نرگس کے چھایا
ہوا سنبل کو بے خوابی کا سودا
شراب ناب کی خواہش میں لالہ
لیے ہے ہاتھ میں اپنے پیالہ
دہن غنچوں کا بھی جس دم ہے کھلتا
صدا آتی یہی ہے بس کے مے لا

چمن میں ہے جو بلبل چہچہاتی
تو بکتی ہے باتیں بناتی
غزل جس طرح سے مطرب ہیں گاتے
چمن میں یوں ہیں طائر چہچہاتے
کھلا کیا میں بہار باغ عالم
ہر اک سو جوش ہے عشرت کا پیہم
مجھے بھی جام گل میں دے مے ناب
کہ ساقی اب تو میرا دل ہے بیتاب
دکھا دے مجھے کو دورے جام مینا
کہ دل کھنچتا ہے سوئے جام مینا
چکھا دے مے سے ایسا مجھ کو ساقی
کہ مجھ میں ہوش ہوں کچھ بھی نہ باقی
یہ میری بیخودی وہ رنگ لائے
بہار باغ افسانہ دکھائے
لگاؤں طبع رنگیں سے میں وہ باغ
کہ ہو جنت کو جس کے رشک سحر داغ
پھلوں پھولوں میں اس گلشن میں ایسا
کہ پھلتا پھولتا ہے باغ جیسا
اسی گلشن کا ہر اک دل ہو بلبل
چنے اس باغ رنگین سحر ہر اک گل
کرے گلگشت جو اس باغ میں آ
کنول کھل جائے یا رب اس کے دل کا
زتاثیر ہوائے طبع رنگیں

گل افشانی کند نخل قلم این

عیاران ریاض سخن و گلگشت کنندگان گلشن علم و فن زمزمہ سنجان بہارستان سخن دانی و منزل نمائے چمن ستان معانی معطر مشامان گلہائے کلام و گل فشانان باغ کلام ندرت نظام سیاح بوستان داستان رنگین بیان اس طرح فرماتے ہیں و بہ رنگ بلبل شیوا زبان نغمہ مسرت و سرور یوں زبان پہ لاتے ہیں کہ جب شہزادہ سلطان گردوں سریر جہانگیر والا تدبیر بہزاراں توقیر برائے تسخیر طلسم کوکب روشن ضمیر افراسیاب بے پیر سے رخصت ہو کر روانہ ہوا۔ ہر مقام پہ پتلا ہائے سحر رہبری کرتے تھے۔ جادو اطاعت سے قدم خلاف نہ دھرتے تھے۔ ہمراہ رکاب سعادت انتساب کئی لاکھ ساحروں کا لشکر انتہا کا کروفر تخت پہ خورشید جادو سوار۔ جلو میں فیل واسپ کی قطار ڈنکا ہوتا نفیر سحر کو دم تنگ ابر سحر سر پہ سایہ فگن لشکر دشمن شکن ہر ساحر سامری نہاد بہادری کا زبان پہ فسانہ اسی طرح کوچ مقام فرماتا بعد قطع نازل منازل و طے مراحل ایک صحرا صعوبت نما میں پہنچا کہ بخت سیاہ دشمن کی طرح و سیاہ تھا۔

ہوا وہاں چلتی تھی یا آواز میں اس کی پیدا نالہ واہ تھا۔ چشم دہر گیا آندھی ہو گئی تھیں شب دیجور کی سیاہیاں سب گھٹ کر اسی جا جمع تھیں۔ تاریکی ظلم کا وہاں مجمع تھا اندھیر وہیں سے پیدا تھا۔ ستم وجود کو جو اپنی رونق زیادہ ہو تو تاریکی وہیں سے قرض لے۔ آفتاب ادھر سے کبھی ہو کر نہ نکلے بلکہ اسی خوف سے تھراتا ہے کہ ادھر راہ بھول کر نہ چلا جاؤں جو اندھا ہو جاؤں۔ ہوا وہاں کی دلوں کو سیاہ کرتی تھی دیو کو کے ایسے تھے کہ گور حسود بھی ایسی تاریک نہ ہو گی۔ پھولوں وہاں کے دیدہ آہو کی طرح کالے تھے۔ دریا وہاں کے اندھے کنوئیں اور نالے تھے۔ بگولوں نے کالی بلاؤں کو شرمایا تھا۔ جھاڑیوں نے جٹاؤں کو کالے جوگیوں کو پریشان بنایا تھا۔ ہر قدم پہ بلا نازل ہوتی تھی۔ غبار زمین سے جو اڑتا تھا مطبخ خانہ عالم میں دھواں بھرا تھا۔ سیاہی ہر

سمت برستی تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ دیکھنے کے لیے آنکھ ترستی تھی۔ سیاہ قلبی دنیا کی اسی جا سے ہویدا تھی۔

نہ صحرا خانہ زنبور تھا وہ
کہ نیش خار سے معمور تھا وہ
نہ صحرا رشک میدان قیامت
ملا دے خاک میں شان قیامت
غضب پر ہول و پر آشوب پر درد
تصور سے رخ سیاہ ہو زرد
غضب پر ہول دشت لق و دق تھا
جہاں ہر اک قدم پیدا قلق تھا

اس صحرا میں اس نے خیمہ برپا کیا اور اژدہنگ زیادہ ٹھہرنا وہاں مشکل تھا۔ اس لیے خود یکہ و تنہا روانہ ہوا۔ ایک لمحہ بھی بارگاہ میں نہ ٹھہرا۔ چند فرسخ کے بعد ایک گنبد کے نزدیک ڈھونڈتا ہوا پہنچا۔ یہ معلوم ہوا کہ بلائے سیاہ اسی جگہ ساکن ہے یا کسی موکل جہنم کا مسکن ہے گنبد نہیں۔ یہ بھی ایک مکان ساکنان جہنم کا ہے دوزخ کی درگہ کا ایک ٹکڑا ہے۔ کالا جیل خانہ ہے۔ یہ اژدہنگ اپنے پاس لوح طلسم بند رکھا ہے اس کو گلے سے اتار کر اس نے بلند کیا تو معلوم ہوا کہ یہیں گنبد بنا ہے اور بڑے بڑے حرف سے کچھ لکھا ہے۔ اس وقت افراسیاب نے اس سے کہہ دیا تھا کہ ہر وقت تمہارے پاس میں بھی آؤں گا۔ تم ان اسما کو پڑھنا۔

اس نے جب کچھ چارہ نہ پایا ان اسما کو ورد زبان فرمایا ایک طائر اس گنبد کے حوالی سے پیدا ہوا کر ایک طرف اڑتا ہوا گیا۔ بادشاہ باغ سیب میں بیٹھا تھا کہ وہ طائر شاہ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ بادشاہ سمجھ گیا اور اسی طرح بیٹھے بیٹھے غائب ہو گیا اور ایک ایسے مقام پر اپنے طلسم میں آیا کہ جہاں ابر سفید کا ایک گنبد بنا تھا اور ابر سفید ہی اس

پر بیٹھے تھا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس نے سحر پڑھا کہ در گنبد کھلا اندر سے دو کے ایک خط باریک نہایت منور درخشاں مثل خط کہکشاں ظاہر ہوا۔ بادشاہ اس خط کے سایہ میں اندر گنبد کے آیا اور اس طرف کے گنبد کے دروازے کو کھولا تو ایک ساحر کو استادہ دیکھا کہ سراپا نور تھا اور منہ میں اس کے ایک فتیلہ مثل مشعل جلتا تھا۔ بادشاہ نے زبان اپنی کاٹ کر خون لی اور کئی چھینٹے اس ساحر کے منہ پر اس خون کے مارے کہ وہ فتیلہ اس کے منہ سے چھوٹا اور وہ ساحر ایک آہ کر کے جل گیا۔ صدائے شور نشور قیامت برپا ہوئی اور آندھی سیاہ آئی۔ چار سمت ہزاروں پتلے اور پرچھائیاں ظاہر ہو کر دست و پا میں بادشاہ کے لپٹنے لگیں۔ اس وقت اس نے منہ کھول دیا کہ بھق بھق شعلہ ہائے آتشیں نکلنے لگے اور پتلے اور پرچھائیاں سب نابود ہونے لگیں۔

لیکن ان پتلوں نے بھی تلواریں اس قدر لگائی تھیں کہ جابجا تن شاہ زخمدار تھا۔ آخر وہ ابر سفید غائب ہوا اور آواز آئی ”اے بدکار نابکار دیکھ تو کہ اس کی کیسی سزا تجھے ملتی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم ناچار ہیں ازل ہی سے مطیع ہم کو اور ہمارے بادشاہ کو بانیاں طلسم نے تیرا کر دیا تھا۔ خیر اب در آتشی تو بند ہوا در جنگ کھلا۔

غرضیکہ بعد ان آوازوں کے وہاں بجائے روشنی کے تاریکی ہو گئی۔ بادشاہ بہت جلد اس گنبد سے ادھر کو نکل آیا اور منہ سے اف جو کی ایک شعلہ نکل کر فتیلہ پر پڑا کہ اسے کار روغن کیا یا تو وہ بجھا چاہتا تھا اب دھڑ دھڑ جلنے لگا۔ بادشاہ پرواز کر کے وہاں سے صحرائے تاریک میں پہنچا روشنی کے باعث سے وہ تمام صحرا روشن ہو گیا۔ خورشید جادو نے آ کر ملاقات کی اور چاہا کہ ہمراہ چلے لیکن اس نے منع کیا دشت پر خطر ہے وقت پر تم قدم آگے بڑھانا جوں نہ کہیں جانا۔

یہ تو سب رکے اور بادشاہ قریب گنبد پہنچا۔ وہاں شیر بیشہ شجاعت شجاع پر جہانگیر کو برقرار استادہ پایا اور اس نے شاہ کو دیکھ کر سلام کیا۔

شاہ نے فرمایا۔ ”مرحبا اے میرے شیر دلاور۔“

یہ کہہ کر اس قفیلے کو جو بلند کیا' گنبد پر جو کچھ لکھا تھا حرف بحرف پڑھا گیا۔ جہانگیر نے اس کو پڑھا اور کئی مرتبہ ورد زبان کیا۔ کیا یک درِ گنبد وا ہوا اس میں سے ایک ساحر تیرہ فام کہ قد اس کا تاڑ سا فربہی میں پہاڑ تھا۔ منہ سے شعلے آتش کے چھوڑتا نکلا۔ اس نے بادشاہ کو سلام کیا۔ بادشاہ نے ہاتھ اس کا پکڑا اور گردن میں باہیں ڈال دیں۔ کئی مالے مروارید کے کہ اصل میں وہ بیضہ عقاب تھے اور لک ور لک سحر اس سے پیدا ہوتے تھے۔ اس کی گردن میں اپنے گلے سے اتار کر پہنا دیئے اور کہا "اے برخوردار خوب تم آگاہ ہو کہ میرے طلسم میں عمرو عیار آیا اس نے میرے ملازموں کو بہکایا۔ راہ راست کو وہ بھولے اور ترک پرستار خدائے نادیدہ ہے کہ جس کے نام سے ہم تم دونوں نفرت کرتے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے تمہارے اسی بیدین سے دوستی پیدا کی اور دین اپنا اور نام اپنے جدو آبا کا برباد کیا۔ علاوہ اس کے تم جانتے ہو کہ ہمیشہ سے میرے باج گزار تمہارے بادشاہ کے جدو آبا سب ہیں اور وہ خود غاشیہ بردار حکم رہا ہے۔ پھر تم کو میری اطاعت کرنا زیبا ہے۔"

اس ساحر نے کہا "اے نجاتِ ساحران جہان و بادشاہ افسوں خوان اس ذرہ بے مقدار آپ کی خدمت گزاری چاہتے ہیں کہ اس کو بجا لاؤں میں اپنا فخر و افتخار جانوں۔"

بادشاہ نے کہا "بھائی مناسب یہ ہے کہ چراغ جمشیدی اور تیغہ بلاکش جو اپنے قبضہ میں تم رکھتے ہو وہ اس نہنگ بحر جلادت و دریائے قوت انجم سپاہ فلک جاہ شہزادہ با توقیر جہانگیر کو حوالہ کرو کہ یہ طلسم کشا ہے۔"

یہ کہہ کر اشارہ کیا کہ جہانگیر بھی اس سے کچھ باتیں ملاطفت کی کرے۔ لیکن یہ بہادر یگانہ کب سرفرو لانے والا ہے کچھ اس نے ملاطفت نہ کی۔ سوائے اس کے کہ اس سے بغلگیر رہا اور اس نے بھی اس کے تیور اور شوکت و شجاعت جو دیکھی بندہ بے دام بنا اور فرمان بادشاہ قبول کیا اور اندر گنبد کے جہانگیر کو اجازت دی کہ جائے۔

نام اس ساحر کا وہم جادو ہے اور اس کا بھائی ہے کہ اس کو موہوم جادو کہتے ہیں۔ موہوم

جادو بیرون گنبد برائے حفاظت رہتا ہے۔ اس وقت اپنے مسکن میں تھا کہ اس نے روشنی دیکھی۔ سحر سے حال دریافت کیا کہ افراسیاب یہاں آیا ہے۔ چنانچہ فساد سے کوکب اور افراسیاب کے تو آگاہ تھا ہی سمجھ گیا کہ آنا افراسیاب کا خالی از فتور نہیں جلد خبر لینا چاہیے۔

پس فوراً اڑ کر اس مقام پر آیا اور مخفی طور پر ساز کرنا افراسیاب کا اپنے بھائی سے دیکھا۔ دل سے کہا "وائے مردیم یہ کیا غضب ہوا تو اس نے پشت گنبد پر جلد تر پہنچ کر سحر کی نقب لگائی اور اندر گنبد کے آیا اور جس صندوق میں کہ تحفہ ہائے مذکور تھے اس کو وا کر کے حاصل کیے اور نقیب ہی سے نکل کر صحرا کا راستہ پکڑا۔

یہاں جہانگیر جو اندر گنبد کے آیا سحر کی بہت روشنی تھی۔ دیکھا تو ہزار ہا تصویریں یہاں لگی ہیں کہ سب ہنسی بولتی ہیں اور میزیں سجی ہیں۔ گلدستے ان پر چنے ہیں سامنے گلدستوں کے آئینہ جھلک دار لگے ہیں۔ آئینوں میں پریاں ہنستی نظر آتی ہیں۔ بادشاہان ممالک سیر و شکار میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ سحر و کلو کا تماشہ نظر آتا ہے۔ بلبلوں کا چہچہانا سنائی دیتا ہے۔ رقص طاؤس گلستان میں دکھائی دیتا ہے آئینہ نہیں اصطرلاب جاماسپ و جہلم کو شرماتا ہے جام جم کو کوزہ سفال بتاتے ہیں انہیں نیرنگیوں میں ایک یہ بھی تماشا ہے کہ کئی ہزار صندوق جواہر کا اور شیشے کا رکھا ہے ہر ایک پر غلاف مخمل کا چڑھا ہے۔ ہر صندوق پر جواہر کے مور کھڑے ہیں دم اپنی اٹھائے رقص کرتے ہیں۔ جو کوئی قریب صندوق جانے کا ارادہ کرتا ہے وہاں مور سے ایک پری نادر نکلتی ہے اور اپنی ادا ہائے دلفریب پر لبھاتی ہے ہنس کر برق دندان کی چمک سے بجلی گراتی آئینہ رخسار کا اپنے حیرتی بناتی ہے انسان محو ہو کر رہ جاتا ہے۔ کچھ دیر میں پری تو ہوتی ہے جانے والا مثل تصویر گلی سے بے حس ہوتا ہے اور کچھ دیر میں تشتن میں سماتا ہے۔

جہانگیر نے وہ اسما جو سر گنبد پر پڑھے تھے اور لوح طلسم بند بھی پاس رکھتا تھا۔ پس قدم جلادت شیم بڑھا کر صندوقوں کے پاس آیا۔ لیکن حیرت کار تھا کہ کس صندوق کو

کھولوں اور کس طرح مفتاح باب مقصد بنوں۔ لیکن ایک صندوق جواہر کار منقش بہ نقش زنگار کو دیکھا کہ سب سے زیادہ ترجمل اس کا تھا روق میں ہمتر انداز مبین تصدق جواہر کا منقش بہ نقش زنگار کو دیکھا سب سے زیادہ ترجمل اس کا تھا روق میں بہتراز مہ مبین تصدق اس پر صندق جواہر انجم چرخ بریں اس کا قفل بھی کھلا دیکھا۔

اس نے اسی کا پڑا اٹھایا اپنے مطلب کا نہ پایا مگر اس کے کناروں پر لکھا دیکھا کہ یہی ہے مخزن جواہر تحفہ طلسم ہے۔ بس اس کا ماتھا ٹھنکا۔ ناچار کرتا گیا۔ باہر نکل آیا۔

افراسیاب کو اس وقت صدمہ عظیم ہوا اور سمجھا کہ شاید وہم نے دغا کی۔ وہم بادشاہ کے تیور دیکھ کر غائب ہو گیا۔

افراسیاب نے ہر چند سحر کیا کہ حاضر ہو مگر وہ ملازم ہے بادشاہ کا اور سرصاد ہے۔ وہ اس کے ادنیٰ سحروں کو کب مانتا ہے کہ یہ کھڑے کھڑے سحر کرے اور وہ آ جائے۔ ہاں جب ہوم وغیرہ کر کے کسی طریقہ کو اس پر کرے تو اثر ہو۔

ناچار بادشاہ تو اپنی فکر میں ایک طرف گیا اور جہانگیر نے قدم ہمت آگے بڑھایا۔ اس وقت ایک پنجہ کمر میں آ کر اس کے پڑا کہ بروئے فلک لے کر اڑ گیا۔ یہاں کا تو یہ ماجرا گذرا۔ مگر چابک بن عمرو بھی ساتھ جہانگیر کے آیا ہے۔ اس نے تلاش میں اپنے مالک کے رہ نوردی کی اور ایک مقام پر ٹھہر کر صورت اپنی شکل حسینہ و جمیلہ کے بنائی۔ زلف کا سلسلہ سنبل باغ جنان تک پہنچا ہوا رخسار کے رو برو گل باغ رضوان شرمندہ پیشانی شعلہ طور کے روبرو جبتی پیشانی آنکھیں دور ساغر آب زندگی سے لبریز بروتی فیز لبیں پر جان مسیحا قربان سر سے پا تک عجب آن بان اگر لیلٰے اس کو دیکھے تو مجنوں سینہ ہیرا ہیرے کی کنی کھائے۔ شیریں سامنے اس کے پھیکی ہو جائے۔ عذرا عاشق پر مفتون ہو کر جان گنوائے کہ

کھلے بال چلتی ہو وہ سرو ناز
قدمبوس کو آئی عمر دراز
جدھر کو وہ تک گرم رفتار ہو
قیامت ادھر سے نمودار ہو
نگہ گرم اس کی جدھر پڑے
کہے تو یہ ادھر کو تجلی گرے
وہ کافر بھویں ہو گئیں مائل جہان
کریں سجدہ اس جا پہ اسلامیان

جب اس صورت پر آراستہ ہو چکی۔ لباس و زیور سے بھی مزین و مجلے ہوا اور اٹھلاتا کر کولے کا عالم دکھاتا چلا۔ لیکن یہ کہتا جاتا تھا "یہ مردوا بڑا دغا باز ہے۔ مجھ کو اکیلے میں لا کر چھوڑ گیا بے مروتی سے منہ موڑ گیا۔ ساحری کسوں اب کبھی اس موئے سے میں بات نہ کروں۔ اسے اس کے منہ کو جھلسا آگ کا لگاؤں اور در گور چھائیں پھونکیں اوہ بے دل تو اس کا نام نہ لے چل اپنا کام کر ایسے شام درے دے جتیں ہزار۔"

اسی طرح اس گنبد سے چند قدم بڑھا تھا کہ سامنے سیاہی دیکھی اور سیاہ پانی کا ایک چشمہ نظر آیا۔ یہ اس کے کنارے جب پہنچا۔ پانی کو اس کے تلاطم ہوا اور بعد کچھ دیر کے ایک ساحرہ نے سر بدر کیا اور باہر چشمہ کے آیا یہ اسکو دیکھ کر جھجکی اور چھاتی ابھار کر چلی۔

اس نے جو دیکھا کہ ایک معشوقہ طناز عربدہ ساز مست ہے ناز رفتار سے دل پامال کرتی۔ بیان آہوئے دم خوردہ دلفریبی کھاتی جاتی ہے یہی وہیں سے پکارا کہ

ہم وہ ہیں گرم ہو ماہ وفا جون خورشید
سایہ تک بھاگ گیا چھوڑ کے تنہا ہم کو

وہ نازنین بھی پھر مسکرائی رخسار انور کی تنویر نظر آئی برق رخسار نے دل جلایا دوڑ کر وہ اس کے قریب آیا اور کہا

خراماں نکلی ہو جس راہ سے
قیامت ہے واں نالہ واہ سے

اے یار وفادار طالب طرح دار دل لے کر یوں بھاگنا اچھا نہیں۔ ہاں اچھا سچ ہے چوروں کا اور کام ہی کیا ہے۔"

اس نے جواب دیا "چل تجھے مردوے اتنی باتیں نہ بنا۔ دل اپنی اس جان کو جا کر دے۔ مجھے بے چاری غیر سے کیا واسطہ ہے۔ یہ تو وہی مثل ہوئی جان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔

اس نے منت کی سر قدم پر رکھا۔

یہ نہیں کر کیا کہ آخر وہ اس کو گود میں لے کر بھاگا اور آ کر چشمہ میں کود پڑا۔ جب اس کی آنکھ کھلی ایوان وسیع و رفیع تعمیر دیکھا آراستہ بیرنگ تصویر دیکھا۔ اندر ایوان کے فرش بچھا مسند مغرق آراستہ نہایت پیراستہ اسباب عیش و عشرت رکھا ہوا۔ جام و صراحی موجود عشرت حاضر غم نابود اس نے لا کر اس کو مسند پر بٹھایا اور آپ سامنے بیٹھا نظارہ جمال عدیم المثال سے ایسا خوش تھا کہ پھولوں نہ سماتا تھا۔

آخر اختلاط اور گرمجوشی شروع ہوئی اس کا منت کرنا اور اس کا بگڑنا ہاتھا پائی باہم ہونا چھوٹے کپڑے کا اوپر چڑھ جانا کبھی بند سینوں کا کھل جانا اس کا آغوش میں لینا اس کا تڑپ کر نکلنا اور کہنا "اے شخص گھڑی بھر کی اس وقت صحبت ہے تو مجھ کو ہلاک کرتا ہے غم فرقت سے دن کو نہ چین آتا ہے نہ آرام ملتا ہے۔ خواب و خور حرام

ہوتا ہے۔ خنجر اندوہ دل پر چلتا ہے۔ جان پر بنی ہے۔ دم الٹا ہے کہ

ستم اس بلا کے ہیں سہتے گئے
سب عشق کو عشق کہتے گئے
اس آتش سے گرمی ہے خورشید کو
یہی ذرے کی جان ہے تو سیہ میں
اسی سے دل لالہ ہے داغ دار
کتاں کا جگر ہے سراسر فگار
سنے اس کے چرچے حکایت سنی
کسے شکر کا ہے شکایت سنی
اسی سے قیامت ہے ہر چار اور
اسی فتنہ گر کا ہے عالم میں شور

اس نے کہا ہمارے دل پارہ قسم ہے سامری کی جب سے تجھے دیکھا ہے یہ حال ہمارا ہے کہ دشنہ غم سے جگر پارہ پارہ ہے۔ دریائے اشتیاق جوش میں ہے۔ بندہ کب اپنے ہوش میں ہے۔

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپ ہی مر رہا ہو اس کو گر مارا تو کیا مارا
جگر دل دونوں پہلو میں ہیں زخمی اس نے کیا جانے
ادھر مارا تو کیا مارا ادھر مارا تو کیا مارا

یہ کہہ کر اس کے لپٹنے لگا۔ اس نے دھکیل دیا کہ صاحب تمیلے بیٹھو اور جب دیکھا کہ بدمست ہو گیا۔ بس فوراً جام سے ارغوانی بھرا اور اس اختلاط میں پہلے ہی اپنا کام کر چکا

تھا۔ یعنی شراب آغشتہ بداروئے بیہوشی ہو چکی تھی پس وہ جام اس کافر کے حوالے کیا۔ پنجہ نگاریں خوشنما کو دیکھ کر اس کا دم نکلا۔ بے قرار تو تھا ہی جام لے کر پی گیا۔ اور جام پلانے سے مست و مدہوش ہو کر اس نے فوراً خنجر سے سر اس کا جدا کیا آواز مہیب آئی کہ مارا موہوم جادو کو۔

اس طرف افراسیاب جو غائب ہو گیا تھا اس نے ایک مقام پر پہنچ خون اپنے بدن کا لے کر جانب فلک اچھالا کہ وہ خون ایک زنجیر سونے کی بن کر ہر طرف پھیل گیا اور کچھ عرصہ میں وہی زنجیر وہم جادو کے گلے میں پڑی ہوئی اور جہانگیر پنجہ میں دبا ہوا سامنے شاہ کے آیا۔ بادشاہ نے اس کا زنجیر سحر سے رہا کر کے پھر بہت کچھ سمجھایا کہ وہ سر فرو لایا اور بادشاہ کو مع جہانگیر کے لے کر روانہ ہوا اور اسی گنبد کے قریب پہنچ کر جو اس نے دیکھا کہ وہ تالاب سیاہ تہ پایا اور ایک عورت کو دیکھا کہ لاش ساحر کی ڈھونڈھ رہی ہے۔ جھولی وغیرہ تلاش کرتی ہے۔ آفت بپا ہے۔ تمام سیاہ ہے آندھیاں چل رہی ہیں۔

اس نے کہا "ہائے میرے بھائی کو کسی نے مارا۔"

شاہ جادواں نے اس کی تسکین دلداری کی اور چابک کو آ کر گلے سے لگایا۔ پھر ایک حجرہ بنا دیکھا کہ وہ برباد ہونے سے باقی رہ گیا۔ چنانچہ اس کو وا کیا۔ ایک صندوق میں تیغہ بلاکش اور چراغ جمشیدی کو رکھا پایا۔ وہ لے کر جہانگیر نہایت درجہ خوشنود ہوا اور وہم نے اب اطاعت بخوشی خاطر قبول کی۔ اس کو اپنے ہمراہ لے کر مراجعت کی اور وہم اندر شہزاد کو گنبد کے لایا اور ایک مقام پر تختہ سنگ لگا تھا اس کو دیکھا کہ سنگ برنگ سبز تھا اور قلاب آہن اس میں لگا تھا۔

شہزادے بقوت صاحبقرانی اس کو اکھڑا دہنہ نقب کا پایا۔ اس وقت افراسیاب تو وہم کو لے کر پھر آیا اور اسی دشت میں لے کر ٹھہرا۔ جہاں خیمہ جہانگیر کا تھا۔ جہانگیر دونوں پاؤں جما کر اس نقب میں کودا تا دیر غلطاں و پیچاں چلا گیا۔ جب پاؤں تہ سے آشنا ہوئے۔ ایک صحرائے سیاہ رنگ پھر پھر نظر آیا۔ اس نے چراغ وہاں رکھ کر روشن

کیا کہ تمام صحرا نورانی ہو گیا۔ جیسے کسی کافر کے دل میں نور اسلام آ گیا۔ روشنی کے ہوتے ہی سرحدار نیلی پوش خبردار ہوا کہ شاید طلسم کشا آ گیا۔ پس اس وقت لشکر ساٹھ ہزار ساحران غدار کا لے کر چڑھ دوڑا۔ صدائے بوق و دہل نے تمام دشت کو تھرایا۔ زلزلہ زمین پر ڈالا۔ نارنج ترنج بس کی گانٹھ بن کر ہر طرف اچھلتے نظر آئے۔

شورش دریائے لشکر نے کشتی جان کو ڈبونے کا عزم کیا۔ بس وہ لشکر جہانگیر پر پڑا۔ اس نے بھی تیغہ بلا کش کھینچا اور نعرہ بلند کیا۔ اب تو یہ حال ہوا کہ نہریں خون کی جاری ہو گئیں۔ فوارے جسم سے خون کے اچھلنے لگے کسی طرف آگ برستی تھی۔ کہیں لوہے کی لاگ تھی۔ کسی جا کلہا اپنا کام کرتا تھا لیکن جہانگیر کو یکہ و تنہا ہزاروں لاکھوں پر بھاری نظر آیا۔ قضا نے باغبانی کر کے طرف باغ لگا دیا تھا۔ تیغوں کے پھل نخل جسم میں لگے تھے تیر چلتے تھے۔ باد صبا آفت بیز تھی۔ جوانوں کے جسم پر پھولوں کی طرح گلکاری تھی۔ جوہر شمشیر کے چمن کھلے تھے۔

میاں سے اپنے کھینچی جو نہیں اس نے تلوار
باعث تیرگی چشم تھی وہ برق اچھل
وہی آ گئی اک بار صف اعدا میں
ایک دو ہاتھ کے پڑنے سے پڑی اچھل
تیرگی بخش جہاں بنکے ہوا سرمہ گرد
چشم خورشید فلک پر تھی نشاں کمل

اس دشت میں پہنچنے سے ہوا اور ماہ کھل گئی تھی۔ بادشاہ جادواں بھی مع ملک خورشید کے آ کر پہنچا اور فوج پر سرحدار کے گرا۔ معاذ اللہ بڑی گھمسان کی مار ہوئی۔ آخر عین گرمی جنگ میں سرحدار نیلی پوش مقابلہ میں جہانگیر کے آ کر دو پر کلے ہوا اور

بجنۃ السیف لشکر بھاگا۔ یہ لشکر اور سرحد دار بارگاہ استادہ کے برائے حفاظت یہاں رہتا تھا۔ ملک و مال اس کا نہ تھا۔ ملک انجم شلہ جادو کا ہے کہ جو بہنوئی ہے کوکب روشن ضمیر کا اور مقدمہ جو سرحد کا تھا اس لیے کوکب نے اپنے بہنوئی کو یہ ملک سپرد کیا تھا اور اس پر بھی زیادہ تر یہ حفاظت تھی کہ گنبد دو ساحروں کو سونپا تھا اور سرحصار بھی مقرر فرمایا تھا یہ فوج شکست خوردہ اور زبوں حال جانب انجم حصار بہ بغرا ابائی اور یہاں فتح کے نقارے بجنے لگے اور مال و اسباب اعدا کو سب نے لوٹ لیا۔ پھر بارگاہ اپنی اس صحرائے اول سے منگوا کر اسی مقام پر بپا کرائی۔

لشکر میں جو طائفے کہ ساتھ ہیں انہیں حکم رقص و سرود دیا۔ افراسیاب سب نشیب و فراز جہانگیر کو سمجھا کر اور رخصت ہو کر اپنے مقام پر گیا۔

چابک نے یہاں انتظام معقول کیا۔ طلایہ قائم ہوا باتاریں کھلیں بالا روی پر روز جانا مقرر کیا اندر بارگاہ کے جشن ہے۔ صحبت طرب کا نہ بپا ہے۔ یہ تو بعیش قرار پذیر ہیں۔ لیکن جو ساحران فراری کہ قلعہ انجم حصار میں پہنچے۔ انجم شلہ جادو سریر حکومت پر بعد کروفر جلوہ گستر تھا۔ دربار میں امراء و ثانا اراکین سلطنت حاضر قاعدہ ادب سے ماہر تھے۔

اس وقت ان فراریوں نے در دارالامارہ پر پہنچ کر فریاد و فغاں کی۔

انجم شلہ نے سامنے طلب فرمایا اور استفسار حال کیا۔ انہوں نے رو رو کر سب حال گنبد کے ٹوٹنے کا اور سرحددار کا لڑ کر قتل ہونے کا بیان کیا۔ ان لشکریوں کو تو سرکار میں جگہ دی گئی۔ اور بغضب تمام تر اپنے سرداروں کی جانب اس نے نگاہ کی ایک سردار احتشام مفتون جادو نام اپنے دنگل پر سے اٹھا اور آداب بجا لایا۔ شلہ نے اس کو خلعت عنایت فرمایا اور پھر وہ اجازت سفر لے کر باہر آیا ساتھ ہزار ساحران نامی کو اپنے ہمراہ لیا اور آپ بھی تخت سحر پر سوار ہو کر چلا پھر وہی شور بپا ہوا۔ زمانے کا دل دہلا۔ جادوگرنیاں نیلی طاؤس اڑاتی چلیں اژدروں کی پھنکارنے نے عالم کو سم اسود کر دیا۔ اسلحہ کی چکا چوند سے دنیا بھر گئی۔ ڈنکے بجے۔ ناقوس پھنکتے بڑے حشم و شان سے صحرائے

تاریک میں آ کر پہنچے اور خیمہ و بارگاہ سب نے آ کر نصب کئے طبل فوج کے واسطے کے بیچ ہر کارے خدمت جہانگیر میں آئے۔ سب کیفیت معرض عرض میں لائے۔ یہاں کئی روز تک ملعون کسل راہ سے آسودہ ہوا آخر ایک روز صحرائے تاریک سواد اعظم سب نے مصقلہ فرمایا اور نور خورشید کو داغ سمجھ کر جسم دہر سے مٹایا کہ

شفق نے پھر خبر دی شام آئی
یہ سن کر روشنی کا غم آئی
تہی ہوئے ہوس سے گل ستارے
چراغاں بن گئے بالکل ستارے

سر شام ملعون خوش انجام نے طبل جنگ بجوایا۔ ہر کارے رواں دواں خدمت والا صاحبقران میں آئے اور بصد عجز و ادب یہ زبان پر لائے کہ

چلے شہ اشرفی آفتاب عالم میں
خط شعاع سے اس پہ ہو شہ ہو تحریر
شہ بلند تگ شہریار والا جاہ
خدیو مہر کلہ خسرو سپہر سریر
جہاں مسخر و عالم مطیع و خلق مطاع
فلک موقر و اختر معین و بخت نصیر
چمن ہو سبز جو تیرے سحاب بخشش سے
تو بوٹی بوٹی سے ہر خاک کی بنے اکسیر

طبل جنگ لشکر دشمن میں بجا ہے باقی عافیت سب طرح ہے۔ ادھر بھی نفیر سحر کو دم

ملے۔ لشکروں میں تیاریاں آلات و حرب و ضرب کی شروع ہوئیں۔ شرارہ سحر شرارت کرنے لگا۔ شعلہ بھڑک کر اٹھا۔ ایک طرف شمشیر ایسی جادوگرنی اپنی بان لگالے چمک سے چھوٹتی تھی۔ کمان چلا چلا کر منتر پڑھتی تھی۔ زبان سنان پہ سینہ چھیدوں یا قوی باند۔

ادھر آ پھو جاری تھا تیروں کی یونمین تیار ہوتی تھیں۔ گرزوں کی ڈھال ہوا چاہتی تھی۔ جھنڈا شجاعت کا گڑا تھا۔ منتر یہ پڑھا جاتا تھا۔ گھو آئے بھیروں جائے۔ کلی دشمن کا منہ چاٹے' تلوار سحر کی خوب کاٹے۔ یہی صدائیں آتی تھیں۔ جانیں خوف سے جاتی تھیں۔ چار پہر یہی ہنگامہ رہا۔ جب مرغ سحر نے پیک بن کر خبر آمد سحر دی اور نغمائے گجر نے شور و طبل وابوق کو شرمایا کہ

جو آئی پھر گھڑی سر پہ اذاں کی
بدل دی صبح نے رنگت جہاں کی
ہوا مہتاب کا بھی رنگ کافور
چراغ صبح کے مانند بے نور

سحر گہ شہزادہ والا جاہ بستر خواب سے اٹھ کر مسلح و مکمل ہوا اور دیارگہ خورشید آیا وہ بھی سویرے سے برآمد ہوا۔ ہر ایک نے تنظیم کی پھر تخت اس کا قلب میں لے کر بڑے کروفر سے جانب میدان روانہ ہوئے کیا ان کفاروں کی شان و آن بان لکھی جائے ایک ذرہ بھر شجاعت جہانگیر باقمر کے سبب سے لشکر کی یہ عزت تھی۔

وہ قیامت ہے تری فوج کو شور محشر
دم نہ مارے کبھی سن پائے جو گھوڑوں کی صہیل
نالہ بوق کی ہیبت سے رکھ پھونک کے پاؤں
کوچ صور سے گزرے جو دم اسرافیل
دوں ترے گھوڑوں کو میں کیونکر پہلی نسبت
نہ یہ صورت نہ یہ رفتار نہ یہ ڈول نہ ڈیلا

غرضیکہ بہزامان تجمل جب میدان میں پہنچے۔ اس طرف سے مقتون بھی فوجوں کا پرا ہمراہ لیے اپنی مکنت و جلادت دکھاتا آ کر پہنچا۔ دونوں لشکر مقابل میں صف آرا ہوئے اور بعد ترتیب صفوف میدان جدال و قتال یہ نوبت پہنچی کہ ایک ساحر ستارہ پیشانی جادو نام مقتون کی طرف سے میدان میں آیا اور نیرنگی سحر دکھا کر طالب مرد نبرد آزما ہوا۔
اس طرف سے شمشاد قوی بازو نام نے آ کر اس کا مقابلہ کیا۔ تا دیر دونوں میں رد و بدل ترنج و نارنج سحر کی رہی۔ آخر ایک ناریل ستارہ پیشانی کے سینہ کو توڑ گیا۔ بھائی اس کا زحل صورت اس کے مقابلہ میں پہنچا اور اس نے ایک بجلی سحر کی گرائی کہ خرمن جان شمشاد کو اس نے جلایا۔ باقی کچھ کام نہ آئی۔ جہانگیر تو منچلا بہادر ہے اس کو تاب کہاں فوراً مرکب اپنا اٹھا کر صف لشکر اعدا پہ جا پڑا کہ یہ کہاں کا جھگڑا ہے مارا اور مر گئے۔
پھر تو ابر سیاہ چار طرف سے گھر آیا اور تیغہ سحر چلنے لگا داروگیر کا نام تھا اپنا پرایا سب تیغ کے منہ پہ چڑھ کر منہ کی کھاتا تھا جان گنواتا تھا آتش خانہ تن میں جادو کی لگی تھی۔ پانی نے ابرو ساری کھوئی تھی۔ غرق کشتی زندگی ہوئی۔ ساری کرنی دھرنی ڈبوئی تھی۔ اس نے اس کو گرایا اس نے اس کو بھگایا۔ کوئی کسی کے اوپر غالب ہوا کوئی مغلوب ہو کر بیٹھا بچا۔ ہر سمت سائیں سائیں کی آواز جان پراز سوز و گداز شمع ہستی گل ہوائے دامن کے جھونکے مار لو مار کا غل آفت تا نو برپا۔ اندھیرا چھایا ہوا۔

ہ تیغ اپنا پرایا ہوا۔

ملعون نے پڑھ کر کچھ جانب آسمان پھونکا ایک ابر تیرہ ابر گھر آیا اور چار طرف چھا کر پھر ہر سمت سے شکل دیوار کے زمین میں سمایا۔ ایک قلعہ سحابی اس نے بنایا۔ اس کے اندر کل لشکر خورشید کا آیا جو اس سحاب کے قریب جاتا۔ شعلہ آتشیں نکل کر بدن میں لگ جاتے تھے رشت حیات جلاتے تھے۔ خورشید نے اس وقت کچھ روئی بعد خوبروئی جھولی سے اپنی نکالی اور سحر دم کر کے جلا ڈالی۔ اسی وقت آگ اس قلعہ میں لگی اور روئی کی طرح جل کر رہ گیا۔

ملعون نے ایک تسمہ اپنی جھولی سے نکالا کہ وہ تسمہ بظاہر مار سیاہ نظر آتا تھا۔ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جانب زمین پھینکے۔ ہزاروں ماران سیاہ پیدا ہو کر لشکریوں کو ڈسنے لگے۔ خورشید نے ایک طاؤس موم کا بنا کر کچھ تنکے سیندور وغیرہ کے اس پر دیئے پھر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کیے اور آسمان کی طرف اڑا دیئے۔ لمحہ بھر میں ہوا تیز و تند ہوئی اور بعد ہوا کے ہزاروں طاؤ آئے آسمان پر چھائے کنڈے باندھ کر زمین پر گرے اور سانپوں کو چن کر کھاتے تھے۔ اسی طرح سے تادیر لڑائی رہی سحر آزمائی رہی ہاتھوں کی صفائی رہی۔

آخر فوج ملعون کی پسپا ہوئی اور تیغہ بلاکش کے سامنے جب وہ جانبازی کر کے آیا۔ ایک ہاتھ میں دو ٹکڑے ہوا شور دارو گیر تو برپا ہی تھا۔ اب ور بھی قیامت کا ہنگامہ ہوا۔ افسر لشکر نے مرنا گوارا کیا بڑے تجسس سے لاش اس کی پائی۔ اس کو لے کر روتے پیٹتے گریبان چاک سر پر خاک ڈالے روانہ ہوئے اور جہانگیر نے دور تک تعاقب کیا پھر بفتح و فیروزی مراجعت فرمائی۔ فوج دریا موج اس کی اور منزل بھر بڑھ آئی پھر وہی ہنگامہ نشاط برپا ہوا۔ ہر بہادر مال لوٹ کر مالا مال ہو گیا اور بستر پر اپنے بخوشی خاطر آرام پذیر ہوا۔

بارگاہ میں شہزادہ فلک جلو کے یہاں جشن ہو رہا تھا۔ ادھر اثنائے راہ میں قافلہ شکست خورداں رو رہا تھا۔ اسی طرح پریشان مضطرب الحال انجم حصار میں آئے اور سامنے بادشاہ

کے پہنچ کر سب ماجرا معرض عرض میں لائے اس نے جھلا کر ضربہ آہن خوار جادو کو بہ سپاہ کثیر روانہ کیا۔ پھر وہی ہنگامہ سپاہ برپا تھا فوجوں کا چلنا جوانوں کا مچلنا اور نقیبوں کا غل کرنا تھا۔ سفر کی زحمت اٹھا کر نہایت احتشام سے یہ سب دلاور جب مقابلہ میں پہنچے اور ایک دو روز آسودہ ہوئے۔ ایک دن جب دن کے عمر کا آفتاب بام ہوا اور ضیائے خورشید کو چراغ سحری پایا کہ۔

تنکن کے سایہ نے کی پردہ پوشی
مٹی مہر فلک کی گرم جوشی

ایسے ہنگام میں طبل جنگ دونوں سمت بجے دلاور آگاہ خبردار ہو کر جان لڑانے پر تیار ہونے لگے کہیں ہوائے افسوں نے ہوا باندھی کہیں پیدا ہوئی آندھی۔ کہیں تیغ تیز چمکی کہیں کمان نے چلا کر خبر دی دن اور برن کی رات بھر یہی غلغلہ رہا جب ساحر دہر نے شعلہ مہر کو چمکایا اور ساحرہ شب کی شکست کا نقارہ آیا کہ

اڑا کے عقل بانگ صبح نے ہوش
بڑھے پھر لڑنے والوں کے دلوں میں جوش

صبح کو دونوں جانب سے سپاہ کینہ خواہ مقام وار گاہ پر گروہ گروہ پہنچی۔ حسب دستور شور برپا رہا صفیں کھنچ گئیں علم بلند ہوئے کڑکا ہوا۔ طبل و بوق بجے ضربہ آہن خوار علاوہ سحر کے قوت بازو کا اپنے بہت بھروسہ رکھتا ہے اور سحر بھی اسی طرح شجاعت کا کرتا ہے۔ اس نے سحر کیا کہ ایک پہلوان صحرا سے گھوڑا ڈالے میدان میں آیا اور سلحشوری دکھا کر طالب مرد نبرد ہوا۔ خورشید کی طرف سے بھی ایک ساحر نکلا مگر جو ساحر کہ اس کے مقابلہ میں آیا اس نے یک ضرب شمشیر دو پر کالے کیا۔ حترہ اٹھارہ جوان ذی و نامور طعمہ نہنگ شمشیر ہوئے۔

اس وقت جانگیر کو تاب کہاں۔ یہ گھوڑا اڑا کر سامنے اسکے آیا اور نیزہ بازی شروع ہوئی اتفاق سے کاوہ دینے میں گھوڑوں کے عکس لوح کا جو گلے میں جہانگیر کے تھی۔ پہلوان پر پڑا۔ وہ کاغذ کا ہو کر مع مرکب کے زمین پر گرا۔ جہانگیر نے یہ ماجرا دیکھ کر ایک قہقہہ مارا۔ ضریر سخت نادم ہوا اور خود للکارتا ہوا سامنے اس باطل کنندہ افسوں کے آیا اور نیزہ سینہ بے کینہ پر اس کے لگایا۔ پھر تو اس جنگ کا یہ حال ہوا کہ اس وقت تمام سپاہ کینہ خواہ باہم آویزش پذیر ہوئی۔ دلاوروں کے حملے دیکھ کر بہرام فلک کا نیا جلال و عظمت گردان پر فلشجو پر مہر چرخ تھرایا۔ زمین خون سے رنگین ہوئی۔ عروس دہر کی تزئین قبائے سرخ ارض وغیرہ نے پہنی۔ تیروں کی مار تبروں کی بوچھاڑ تھی کشتہ سے پشتہ بلا صحرا میں پھیلا تھا۔ تلواروں نے راستہ زندگی کاٹ دیا تھا۔ واہ وہ اور زمانہ کی آواز بلند۔ خون میں نہایا ہوا ہر ایک ارجمند۔

آخر کار تیغہ بلاکش نے سحر کو پنپنے نہ دیا اور زور و طاقت نے جہانگیر کے دلاوروں کا دم بند کیا۔ ضریر کی فوج بھی بہت کام آئی اور بھاگ کر بہتوں نے جان بچائی مار تلوار ٹکڑے اڑا دیا۔ جہانگیر نے جہان زیر مشت کیا۔ جو کوئی سامنے آیا باقی نہ بچا۔ ہنستا ہوا یہ شیر جنگی پھرا اور ادھر خاک اڑاتے ہوئے گئے۔

اس نے ادھر آ کر شادی کے نقارے بجائے اور منزل بھر اور آگے سپاہ بڑھ آئی۔ نوبت خوشی کی بجائی۔ جشن کا سامان ہوا۔ ہر ایک خوش و خرم اترا۔

اس طرف انجم شاہ سے فوج ہزیمت خوردہ نے جا کر حال سب کہا۔ یہ اس مقام پر بہت پہلوان و سردار روانہ کرتا ہے۔ داستان گو کو اختیار ہے کہ جتنی چاہے جنگیں بیان کرے۔ لیکن یہ حقیر جلد اختصار کرتا ہے کہ اب انجم شاہ نے شمع کو روشن کیا اور انجمن مشاورت بپا کرا کر طرح طرح کے اندیشہ ظاہر کیے آخرش رائے سے وزیروں امیروں سے قرار پایا کہ عیار کو بھیجیے اور کام لیجیے۔

اس نے اپنے عیار سرہنگ تیز رفتار رفتار کو طلب کیا وہ بہمہ تن مکر و تزویر بنا ہوا پاس آئے

عیاری سے آراستہ پیراستہ سامنے آیا اس نے ترک فلک سے اس کو آمادہ رزم پایا۔ ہر مکار کو یقین ہے کہ تعلیم کرے تو زال دنیا کو فقرہ دے۔ جب ایسا اس کو دیکھا اسے

سرہنگ میں نے تجھ کو بچہ سا پالا ہے۔ اب یہ وقت جان بازی ہے۔"

اس نے عرض کیا "حضور کی عنایت سے جو کچھ ظہور میں آئے گا وہ سب پر کھل جائے گا میرے عرض کرنے کیا احتیاج ہے۔"

انجم نے اس کو مال و زر سے بہت کچھ دے کر سرفراز کیا۔ یہ رخصت ہو کر چلا اور اپنے گھر میں آیا سب سے مل کر رات کو بطور مخفی قلعہ سے نکلا اور روانہ ہوا۔ یہاں وہ وقت ہے کہ ابر آیا ہوا ہے کریم کی رحمت کا جنگل پر سایہ ہوا ہے۔ باد بہاری خیمہ ابر زنگاری استادہ کر رہی ہے فراش بن کر صحرا کو صاف کرتی ہے۔ بوٹے بوٹے پر جوبن ہے شجر سرسبز ہیں۔ اپنے لہلہاتے ہیں جانور چہچہاتے ہیں۔ کبھی سورج چمک جاتا ہے۔ حسرت سے ہزار زبان پر آتا ہے کبھی فراٹے سے ہوا کے گھاس کوسوں تک لہرا جاتی ہے۔ گلوں کی خوشبو کی لپٹ دماغ جان بساتی تھی۔ ڈھیر کوکلا پپیہا نے بھجن سناتے ہیں۔ جدائی کی کل کیفیت دکھاتے ہیں۔ نوجوانوں کے دماغ میں مستی کی دھوم طبیعتوں میں ولولوں کا ہجوم ہے۔ چشمے لہرا کر موج عشرت دلوں میں اٹھاتے ہیں چشمہ چشم تراوت پاتے ہیں۔ پانی کی رفتار دلوں کو لہراتی ہے۔ آنکھیں ڈھونڈتی ہیں کہ

ابر گل و سبزہ طرب ریز
افلاک و زمین سرور انگیز
اور اس پہ وفور ابر باراں
ہنگامہ عید بادہ خواراں
بوچھار وہ نشان توبہ
رخنہ گر خانماں توبہ
زاہد کی جو وہ ہوا ہو قسمت

کاہے کو رہے ہوائے جنت

ایسے وقت دلکش و موسم خوش میں جہانگیر کو تاب نہ رہی۔ تیاری شکار کی کردی پھر تو باز بحری جرہ باشہ لگھڑ جگڑ ترمتی شکاری جانور تیز پرواز بازدار اور میر شکار لے کر حاضر ہوئے خیمہ ڈیرہ لد گیا۔ نوجوان کس کر باندھ کر چلنے پر تیار ہوئے۔ سامان بزم بھی ساتھ لیا۔ رقاصوں اور نازنینوں کو حکم ساتھ چلنے کا دیا۔ مرکب باد رفتار پر شہزادہ والا تبار سوار ہوا کہ

روانہ بحر لشکر ہوا موج موج
گئی چشم خورشید تک گرد فوج

شکار صحاری پہ ہے عرصہ تنگ
بکریاں سراسیمہ ہیں واں پلنگ
پہن بیٹھے ہیں شیر ببری لباس
کریں لوگ شاید فقیری کا پاس
چکارے ہرن دونوں اندیشہ مند
دلوں میں ہراس کمان و کمند

جبکہ یہ سب دلاور صحرائے پر شکار میں پہنچے جانور ان پرند کو اول شکار کیا پھر چرند پر گھوڑے اٹھائے ہزاروں ہی ہاتھ آئے کہ

نہ لک لک نہ تیتر رہا دشت میں
نہ مرغزار آیا نظر گشت میں

سیہوں میں جو تھے قاز و سارس سرس
ہوئے صیدیوں بن پہ آیا نہ ترس
بنوں میں مچی دھوم سحر آ کے دھوم

جہاں دیکھیے ہے قیامت ہجوم
کہیں ارنے مارے غضنفر کہیں
کہیں ہاتھی نکلا ہے اژدر کہیں
بڑے مست ہاتھی جو تھے منچلے
سن اس شور کو چھوڑ کر بن چلے
لب آب جا کر جو کھیلے شکار
اسدواں کے تھے کوک نے سوار
ہوئے قرقرے صید ہو ہو کے ڈھیر
ہوا میں سے بھاگا عقاب دلیر

جب آفتاب کی تمازت ہوئی۔ خیمہ میں آ کر قیام کیا اور طعام لذیذ سے آسودہ ہو کر آرام فرمایا پچھلے پہروں کو جب دن ڈھلا۔ سیروشت کرنے لگے۔ اسی شغل میں داد عیش نشاط دیتے تھے۔ یہ تو یہاں تھے وہاں سرہنگ ملاتیان خورشید کی ایک صورت بن کر لشکر میں آیا اور ہر جگہ تجسس کیا۔ جہانگیر کو نہ پایا۔ لشکر میں چرچا تھا کہ شہزادہ وہ ہمارا شکار کو گیا ہے۔

یہ خبر سن کر یہ بھی صحرا میں آیا اور ایک مقام پر جھونپڑی فقیروں کی طرح اس نے ڈالی اور آپ ایک عورت نہایت حسین بنا کر زلف رسا کو اس کی مشک کہتا خطا ہے وہ آہوئے پیدا ہے یہ اس سے جدا ہے ماہ شب ہمائے سجدہ جبین پیدا ہوا ہے جوش و سودا میں موج مجنوں لیلیٰ بن کر مانگتی دعا ہے کہ یہی زنجیر کا سلسلہ پھر مجھ کو قید حیات میں لانے والا ہے اسی شب میں بدر پیشانی کو دیکھ کر سجدہ میں جھکتا ہے کہکشاں کو مانگ سے نسبت ہے کیا ہے اس میں ماتی ہے وہ پھر کچھ نہ کچھ کج ہوئی ہے۔

ملو لوگو ابروئے پر خم کہنا اس لیے بجا ہے کہ خلق مشتاق تماشا ہے ہر جادہ ہے انگشت نما ہے کہ دیکھو وہ عید کا چاند نمایاں ہے آنکھ میں وہ شرارت بھری کہ نگاہ برق پر

برق گراتی گرمیاں شعلے کرم دکھاتی گردش غضب کا چکر دیتی تقدیر کو گردش میں لاتی۔ ناز و غمزہ خوباں کو اپنا غلام بناتی۔ چہرۂ پر نور میں وہ گرمی کہ دل جلو کے اور زیادہ دل میں آگ لگاتی آگ کا جلا آگ ہی سے اچھا ہو۔ بغیر دیکھے تاب نہ آتی۔ لب شیریں پہ شیریں فدا اس شیرینی کا مزا تلخ کامی والا۔ چاہ ذقن میں اس کے عشاق کا دل ڈوب جاتا۔ دانت موتی کی لڑی تھے بلکہ گوہران دانتوں کو دیکھ کر وابستہ ہوا۔ دل میں سوراخ اس کا پیدا ہوا ہے کہ

سیہ چشم اس کی وہ بدمست تھی
نگاہوں سے شمشیر در دست تھی
رخ اس کا کہاں اور مہ و خور کہاں
تفاوت زمین آسمان کا ہے یاں
دہن لب لعل کو جس سے شرمندگی
دم حرف دم حرف سرمایہ زندگی
ذقن کو جو تحقیق نظر کیجے
تو آگے سخن مختصر کیجے
نہ ہم تم زنخ دیکھ کر حیران ہیں
سبھی دست زیر زنخدان ہیں
سراپا ہیں اس کے جہان دیکھیے
وہیں روئے مقصود و جان دیکھیے

اس شکل و شمائل پہ بالوں کا جوڑا باندھے نہ کنگھی نہ چوٹی زلف لہرا کر رخسار پہ آتی بلی چاند سورج پہ چھا جاتی تہمد باندھے ایک کرتا کمر تک موٹے کپڑے کا پہنے مرگ چھالا بچھائے۔ بانسری چھپڑ میں گھر سے دھونی رمائے بیٹھی ایک کونے میں بین ستار بھی

چھپریا میں رکھ لیے۔ یہ تو اس طرح بیٹھے

ہوا دلکشا وہ ہر طرف سبزہ زار
کہ سرسوں نے کی تھی قیامت بہار
کھڑے لوگ محو تماشا تھے واں
کہ کہنے لگی بلبل خوش زباں
کہ خاطر جنوں سے نہ رکھے چمنت
خبر بھی ہے تم کو کہ آیا بسنت

جب یہ سب سیر کرتے ہوئے چلے۔ عیار طرار نے یہ یہ سب تو صید کو آئے ہوئے تھے مگر وہ صیاد بنا ہوا دام لگائے بیٹھا تھا۔ ان کو محو تماشا دیکھ کر آپ بھی بین بجانے لگا اور خوش الحانی سے یہ غزل گانے لگا کہ

تمہیں تقصیر اس بت کی کہ ہے میری خطا لگتی
مسلمانوں ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی
تڑپنے لوٹنے رونے کا باعث تجھ پہ کھل جاتا
ترے دل کو بھی میری سی اگر اے بیوفا لگتی
وہ پھر ہے گرم نظارہ کہاں تک زخم دل نہ کھلیں
کہ ہے ہر ہر نگہ کے ساتھ اک برچھی سی آ لگتی
جو گریہ تو نہ کر دیتا تو جیسے نالہ کھینچا تھا
چمن میں گھر میں صحرا میں آتش جا بجا لگتی
بلائے جان ہوا دھیان اس یہ کاکل کی چوٹی کا
نہ لگتا دل تو دل کے پیچھے کاہے کو بلا لگتی

یہ صدا گانے کی اور بین کی کان میں جہانگیر کے جو پہنچی گھوڑا اس طرف اٹھایا صید خود جانب صیاد قریب پہنچ کر عجب حسن زیبا دیکھا کہ فلک نے کبھی ایسا نقشہ نہ دکھلایا تھا۔ گھوڑے سے کود کر قریب اس قلندر کے آیا اور کہا۔ "شاہ جی عشق مولا۔"

اس نے کہا۔ "داتا بھلا ہو راج پاٹ کرو۔ دھرم کاج کرو۔"

اس نے کہا۔ "سائیں آپ کا کہاں سے آنا ہوا ہے۔"

کہا۔ "بابا جہاں سے سب آتے ہیں۔"

کہا۔ "اب کہیں رہیے گا یا جایئے گا۔"

جواب دیا "جانے کو سنسار آیا ہے ٹھہر کیونکر ہو سکتا ہے۔ موافق مضمون اس بیت کے کہ

رفتگان میں جہاں کے ہم بھی ہیں
ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس کی تیر مژگان کا صید ناوک خوردہ دل اسکا بنا اب اس نے ادا ہائے دلفریب دکھانا شروع کیا کبھی منہ کو بناتا اور غنچہ دہنی سے بہت آہستہ جمائی لی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کچی کلی کھل کر رہ گئی کبھی دونوں ہاتھ اٹھا کر انگڑائی لی کہ دونوں ہاتھ دو تلواریں تھیں کہ بلند ہو گئیں۔ بغل کی خوشبو آئی۔ سفید اور رنگ لائی کہ جان پہ بن آئی۔ گات کے ابھار نے سنانیں بن کر سینہ توڑ دیا اور وہ جلدی سے چادر کو آگے کر لینا حیا کی چلمن رخسار پہ پڑنا شرما کر نیچی نظریں ہونا معاذ اللہ

یہ نوجوان تھا اگر زاہد صد سالہ بھی ہوتا تو زہد و ورع طاق نسیاں پہ رکھتا۔ بس اس نے قدم پہ اس کے سر رکھ دیا "میرا ملک و مال اس مقام پہ نہیں ہے ورنہ کیا کہوں کہ کیا مراتب آپ کے کرتا۔"

اس مہ پارہ نے جواب دیا "تارک الدنیا کو ملک و مال سے کیا مطلب رہا ہے۔ کشور راحت

فوج الم نے لوٹ لی۔ ہم کہاں کیا کیا پروا ہے فقیروں سے زیادہ ارتباط اچھا نہیں۔ اب اپنی راہ لو۔ ملک و مال کا لالچ نہ دلاؤ۔"

اس نے کہا۔ "ہم تیری گلی کے گدا ہیں۔ اس صحرا کو باغ جناں سے بہتر جانتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "یہ بھلا ہم کب مانتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "آج میں اپنا خون کروں گا نہیں تو عرض میری قبول ہو کہ یہاں سے چند کوس پر لشکر میرا ہے وہاں تشریف لے چلو۔"

اس نے جواب دیا "درویشوں کو جابجا دوڑتے پھرنا اچھا نہیں۔ ہمیں کیا مطلب جو وہاں جائیں اور اپنے مشرب ملت کو دھبہ لگائیں۔"

اس نے کہا۔ "ہم تمہارے کمالات کے مشتاق ہیں دو گھڑی ٹھہرنا چلی آئے۔ وہ بھی تو صحرا ہی ہے۔ کوئی عمارت شاہی نہیں ہے۔"

اس نے کہا۔ "آپکی یہ راہ نہیں ہے۔ بہت کچھ اس نے منت سماجت کی جب وہ راضی ہوئی اس وقت یا تو چند روز رہنے کا ارادہ تھا صحرا میں یا کوچ کیا اس تن مہ طلعت کو بھی سوار کر لیا اور لشکر میں پھر کر آئے ایک خیمہ میں اس کو اتارا کہ جملہ سامان عیش و راحت سے وہ آراستہ تھا۔ مسند بچھی تھیں چوکی پر کشتیں صراحیوں کی شراب کی رکھی تھیں۔ چنگیریں چوگھڑے عطر دان پاندان مہیا تھے پلنگڑی آب و تاب کی تھی کنیزیں بہر خدمت گزاری حاضر تھیں۔ جہانگیر نے کشتیں جواہر و زیور کی اور لباس پر تکلف کی اس کے لیے بھیجیں لیکن اس نے قبول نہ کیں اور کسی طرح وہ اپنا اسباب نہ لیا۔ آخر جب ردائے شاہد دہر میلی ہوئی اور گیروا لباس درویش روزگار نے اتارا۔ خیمہ عالم میں قدم شب مشک فام نے رکھا کہ

اشارے تھے کہ پھر چومیں لب جام
کہ آنکھوں میں بھریں غفلت کے آرام
کھلا جسم فلک سے شب کا پھر ساز
ہوئی پیدا مبارک باد آغاز

شب کو ساقی و شراب سب مجتمع ہوئے۔ شہزادہ خیمہ میں بارگاہ گلعلم کے آیا۔ انجمن آرائی لطف چراغاں ہر سمت تھا۔ درختوں کے پتے چمکنے لگے ہوا یو نسیم سی آہستہ آہستہ وزاں ہوئی کہ کوسوں تک میدان میں سناٹا ہوا۔ ستاروں کا کھیت لطف دکھانے لگا ایسے عالم میں زن حسینہ نے بین کو اٹھا کر بجایا اور یہ گانا شروع کیا کہ

اس تپش کا مزا دل ہی کو حاصل ہوتا
کاش میں عشق میں سر تا بہ قدم دل ہوتا
آسان درد محبت کے جو قابل ہوتا
تو کسی سوختہ کا آبلہ دل ہوتا
چھوڑتا ہاتھ سے ہرگز نہ کبھی اہل شوق
دامن برق اگر دامن قاتل ہوتا
کرتا بیمار محبت کا مسیحا جو علاج
اتنا دق ہوتا کہ جینا اسے مشکل ہوتا
گر سیہ بخت ہی ہوتا تھا نصیبوں میں میرے
زلف ہوتا ترے رخسار پہ یا تل ہوتا
دل گرفتہ اگر خاک چمن میں ہوتی
تو جہاں دیکھتے ہو غنچہ دہان دل ہوتا

ذوق مستی زیادہ ہوا۔ ہوائے سرخوشی سے دل بیتاب سمل بندحلہ ہر ایک محو بیٹھا ہوا۔ رات کا وقت ساز کی دمسازی عالم ہی اور تھا۔ اب تو جہانگیر نے چاہا کہ تخلیہ ہو اور میں اور یہ اکیلے میں بادہ خواری کریں۔ لیکن فرزند مرشد برحق یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے ایک جام بھی اس فقیرہ کے ہاتھ سے اس کو نہ پینے دیا اور کہا۔ "میرا دل کھٹکتا ہے خیر آپ لائے ہیں اس وجہ سے پاس خاطر ہے لیکن میں آپ کو اس کے پاس اکیلے میں نہ بیٹھنے دوں گا۔"

اور اس کو یہ خیال ہے کہ بیشک یہ کوئی عیار ہے پھر سوچتا ہے کہ اگر تفتیش حال کروں اس خیال سے کہ مرد ہے اور یہ مرد نہ نکلا تو برا ہو گا کیونکہ اس ملک کی بچیوں کو میں نے عیاری کرتے دیکھا ہے۔ پس اگر عورت ہے تو جاہے ہے کہ وہ ایک مقام پر بیٹھی تھی۔ کیوں اس کو یہاں لائے ہاں وجوہات چند در چند یہ تو خاموش ہے۔

وہاں جہانگیر پھڑک رہا ہے۔ بیتاب ہوا جاتا ہے۔ جب زیادہ رات آئی۔ چابک نے کہا۔ "اے شہریار اب تشریف لے چلیے اپنی بارگاہ میں جہانگیر آبدیدہ ہو کر اٹھ آیا۔ انجمن برخاست ہوئی چابک نے بجلی پہرا چوکی مقرر کیا تمام شب آپ جاگتا رہا۔ نہ تو شہزادہ جا سکا۔ نہ وہ عیار آ سکا۔ آخر عمر شب نے حسرت دل بجھتی التماس شفق نہ ہوا۔ جلالی مہر آشکارا ہوا کہ دل جل جل کر مثل شمع یعنی زلف شب تا بزانو پہنچی

ہوئی شائع جو نور افشانی مہر
نئی مشعل رخ نورانی مہر

ہنگام سحر وہ درویشہ عازم روانگی ہوئی۔ جہانگیر نے بمنت روکنا چاہا مگر اس نے نہ مانا آخر سوار ہو کر راہی ہوئی۔ چابک بہت خوش ہوا کہ خس کم جہاں پاک کھٹکا مٹا لیکن شہزادہ کو تاب کہاں۔ دوسری شب کو غفلت دے کر لباس شیر دی سے آراستہ ہو کر یہ سیدھا اس جھونپڑی پہنچا۔ جوانی کے مزے ہم کو بھی جب یاد آتے ہیں کف افسوس

مل کر رہ جاتے ہیں اتنا ہی کہہ لینا بس ہے اب ہوس ہے۔"
جب اس مقام پر پہنچا اس نے باعزاز تمام اس کو بٹھلایا یہ لب پر لایا کہ

بوسہ ہمیں جو لب وہ اپنے عطا کرے
اس بادشاہ حسن کا داتا بھلا کرے

اس نے کہا "کیا خوب آپ مزے میں آئے۔ فقیروں کے سامنے راہ ادب سے آگے قدم بڑھائے۔" اس نے منت کر کے لپٹ جانے کا عزم کیا۔ اس نے جھجک کر اپنے تئیں گرا دیا۔ اس نے ہاتھ پکڑ کر جب اٹھایا۔ اس نے دوسرے ہاتھ کو داب کر بصد ناز سے بٹھایا پھر آپ ہی آپ اشک آنکھوں میں بھر لائی صدقے قربان اپنے اوپر سے کر لیا۔ "تب ہنس دیا دیر تک بانداز غمزہ و ناز گرم رہا۔
پھر اس نے کہا "ہم فقیروں کے پاس تو شراب بھی ایسی ہے کہ آپ کے لائق نہیں۔ کیا تمہاری تواضع کریں۔"
یہ کہہ کر ایک گلابی شراب کی جھونپڑی سے لائی اور کاسہ چوبی میں بھر کر پیش کش کی۔ جہانگیر نے بے وسواس اس کو پی لیا اور بیہوش ہو۔ اس نے پشتارہ اسکا باندھا اور سیدھا بے دغدغہ سپاہ و عیار لے کر روانہ ہوا اور بہت جلد راہ طے کر کے داخل قلعہ انجم حصار ہوا۔ اور جب سامنے بادشاہ کے پہنچا۔ اس نے آہنگر بلوا کر ہزار من کی قید جسم پر آراستہ کی اور حکم دیا کہ اس کو لے جا کر برج صندل میں قید کرو۔ تیغہ بلاکش سبب اس کے کہ مسکن ساحران غدار ہے اس مقام کو شہزادہ جاتا تھا تو کمر میں رکھتا تھا۔ صحرا میں بھی آیا تھا تو وہی تیغہ لایا تھا وہ تیغہ بھی انجم شاہ نے لے لیا۔

صبح کو جب لشکر میں شہزادہ کے غائب ہونے کا غلغلہ ہوا۔ مہتر چالاک نے کہا "ہم نے کہتے تھے کہ اس عورت کا آنا اچھا نہیں۔ خیر ہر چہ بادا باد۔"
یہ کہہ کر صحرا میں آیا مسکن عیار کو نہ پایا اور اس عورت کا کہیں نشان دیکھا۔ پس

یہ وہاں سے سیدھا روانہ ہوا اور جابجا گاؤں بستیاں ڈھونڈھتا ہوا۔ قریب قلعہ انجمن حصار پہنچا۔ قلعہ دیکھا سربفلک کشیدہ نہایت مستحکم استوار۔

اس نے صورت اپنی بدل کر جب اندر جانے کا قصد کیا۔ جیسے ہی دیوار قلعہ کے پاس پہنچا ایک چمک پیدا ہوئی آواز گڑ گڑ کی آئی پھر جو دیکھا تو بجلی چمک کر اس پر گری اور گردن و کمر میں مثل زنجیر کے لپٹ گئی اور یہ لے کر بلند ہوئی۔ غلغلہ دروازے پر جو ساحر تھے ان میں برپا ہوا اور وہ برق زنجیر بنی ہوئی سامنے انجم شاہ کے اس کو بھی لائی اس نے اس کو بھی قید کیا۔

جاسوس ملک خورشید تاج بخش نے لگا رکھے تھے۔ یہ خبر لے کر گئے اور کہا۔ "ہم کو اندر قلعہ کے جانا بھی نہ پڑا۔ یہ ماجرا ہم نے بیروں قلعہ دیکھا۔ تمام لشکر میں اس کے بھی شور ان کی گرفتاری کا مچ گیا۔ ملک خورشید نے اسی وقت لشکر اپنا تیار کرایا اور بہ ستم بلغیر سامنے قلعہ کے آیا۔ ولاوروں نے آتے ہی پرا جمایا اور حملہ کیا۔ جب دھاوا پیش ہوا۔ دیوار ہائے قلعہ کرہ نار بن گئی تھیں۔ لاکھوں بجلیاں تڑپ تڑپ کر گرنے لگیں۔ قلعہ ابر تھا اس میں بجلیاں تڑپتی تھیں۔ میدان میں آتشبازی چھوٹ رہی تھی۔ عجب بہار دکھائی دیتی تھی کہ شعلے ناچ رہے تھے۔ جتنے کہ آگے بڑھ گئے ان کا رخت ہستی بجلیوں نے گرا دیا بہت آدمی جھلسے ہوئے نظر آتے تھے۔ ایک طرف برق طپاق تھی۔ ایک سمت یہ سوختہ تن تڑپتے تھے شور آفت برپا تھا۔

آخر خورشید وہاں سے کئی کوس ہٹ کر اس طرف آیا اور خیمہ استادہ کرایا۔ وہاں انجم شاہ نے عریضہ بخدمت کوکب لکھا مضمون یہ تھا۔

اے بادشاہ عالی جاہ کیوان کلاہ ہم لوگوں کی پشت پناہ ہمیشہ آپ پر سایہ آلہ۔ کمترین بعد اب گزارش پذیر ہے کہ ان دنوں چند باغیوں نے سر اٹھایا۔ از انجملہ جہانگیر لشکر لے کر میرے قلعہ پر آیا۔ مثل مشہور ہے کہ چھوٹا منہ بڑی بات لیکن ویسے ہی تو منہ کی کھائی۔ خدا نے شکل عروس فتح و نصرت دکھائی اب دونوں کو یعنی عیار کو جہانگیر کے

جس کا نام چالاک ہے اور خود اس کو میں نے گرفتار کیا ہے ان کی نسبت کیا حکم ہوتا ہے زیادہ حد آداب۔

یہ نامہ ایک ساحر کو دیا کہ وہ لے کر قلعہ کو کبیہ کو رواں ہوا اور بہت جلد سب قلعہ جات کو جو اس پار دریاؤں کے ہیں طے کر کے جب دریائے مروارید کے قریب پہنچا۔ پنجہ اس کو اٹھا کر لے گیا دربار دربار میں لایا۔ شاہ کو سریر حکومت پہ بصد کروفر متمکن پایا۔ مجرا کیا اور وہ عریضہ دیا بادشاہ کچھ دیر تک سوچا کیا پھر جواب لکھا۔

اے برادر عرضی تمہاری پہنچی جان بازی پہ تمہارے صد آفرین ہے لیکن ان کو قتل کرنے کا ارادہ نہ کرنا ورنہ مجھ کو خواجہ عمرو سے ندامت ہو گی۔ میں اس کی فکر کرتا ہوں۔ تم مضطر نہ ہونا۔ باقی مراعات خسر وانی کے امید وار رہو۔"

یہ جواب لے کر وہ ساحر خلعت سے مخلع ہو کر پھر آیا اور پاس انجم شاہ کے نامہ آیا۔ یہ پڑھ کر خاموش ہو رہا۔ لیکن ایک دن اس نے وزیروں کو بلا کر مشورہ۔ انہوں نے عرض کی کوکب کی عقل میں ہم کہہ نہیں سکتے کہ فتور ہے قید رکھنا ان کا عقل کا قصور ہے۔ اس کا طرفدار شاہ جادواں ہے۔ وہ آئے گا اور غضب ڈھائے گا۔ جان بچا کر لے جائے گا۔"

آخر اس امر پہ قرار ہوا کہ ان کو مار ہی ڈالنا اصلاح ہے۔ چنانچہ حکم دیا کہ اندر قلعہ ہی کے میدان خونی تیار ہو۔ فوراً وہ کش جلا و حاضر ہوئے۔ چبوترے ریگ کے بن گئے۔ بوریئے فلاکت کے بچھ گئے خلعت میں ہر طرف "چلو دیکھو چلو دیکھو" کی پکار ہوئی۔ گرد اس میدان کے تمام اہل قلعہ کا سیر دیکھنے کے لیے مجمع ہو گیا۔

شہزادہ اور چالاک گکار ناب پہ سوار کر کے اس مقام پہ لائے فوج بادشاہی برائے حفاظت و نگہبانی مسلح ہو کر وہاں آ گئی۔ جس کسی نے کہ صورت زیبا کو ان نو آباد گلشن باغ صاحبقرانی و عیاری کی دیکھا مثل گل خزاں رسیدہ کے پژمردہ ہو گیا۔ وہ حسن و صورت وہ جلادت وہ شوکت ہر ایک کہتا تھا کہ بھئی ابھی تو سبزہ بھی رخسار پہ نہیں اگا ہے چہرہ پہ کیا بھولا پن ہے۔"

کوئی کہتا تھا کہ "ان کے والدین کے دل سے پوچھے کہ ابھی تک طوق گلے میں منت کے پڑے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کوئی پودا بھی اس سن کا باغبان کاٹے۔ دیکھو کیا گال پھولے پھولے گلاب کی ایسی پتی ہیں۔"

بعضے کہتے تھے "بھائیو یہ دنیا جائے عبرت ہے یہاں ایسے ہی ایسے جوان خوبصورت تیغ مرگ سے شہید ہوتے ہیں۔ ایسے ہی گل باغبان دہر توڑت ہے اچھے ہی تو بہت جلد فنا ہوتے ہیں۔ سرائے فانی میں یہی طور ہو رہا ہے۔ دیکھا کیسے کیسے جلسے یاروں کے مٹ گئے اور کیسے حسین بسان سبزہ پامال قدم اجل ہوئے کہ

خراب ہیں وہ مقامات کیا کہوں تجھ پاس
کہ جس کے دیکھے سے جاتی رہی تھی بھوک اور پیاس
اور اب جو دیکھو تو دل زندگی سے ہو کے اداس
بجائے گل چمنوں میں کمر کمر ہے گھاس
کہیں ستون پڑا ہے کہیں پڑی مرغول
یہ باغ کھا گئی کس کی نظر نہیں معلوم
نجانے کس نے رکھا یاں قدم وہ کون تھا شوم
جہاں تھے سرو صنوبر وہاں اگی ہے زقوم
مچی ہے زاغ و زغن سے اب اس چمن میں دھوم
گلوں کے ساتھ جہاں بلبلیں کرے تھیں کلول

یہاں تو سب آپس میں رنج و غم کر رہے ہیں۔ ادھر انجم شاہ دالالا مارو سے نکل کر میدان میں ٹھیرا لپٹنوں اور ساحروں نے قیدیوں کو گھیر لیا۔ جلاد حکم پوچھنے لگے۔ جہانگیر و چابک آپس میں نگاہ حسرت کرتے تھے اور اپنے مذہب کے موافق رجوع قلب سے دعا کر رہے تھے ان قاتلوں کے ہاتھ سے تو جان بچ گئی لیکن اور قاتل پیدا ہوا۔ غلغلہ

ہوا کہ دختر بادشاہ تشریف لاتی ہیں۔ ہر ایک اسی جانب دیکھنے لگا۔

اس اثنا میں ایک قافلہ و سقا کہ کو دیکھا کہ کئی سو خواصوں کے بیچ میں کہ وہ سب بھی کشور حسن کی شاہ اور آسمان خوبی کی ماہ تھیں۔ چلی آتی ہے۔ رفتار سے اپنی کبک کو شرماتی ہے۔ کان میں جو بالا پڑا ہے چلنے سے ہلتا ہے عکس اس گالوں میں لہراتا ہے۔ ہالہ حسن کو خوبی سے نے گھیر لیا ہے آفتاب میں چاند نکلا نظر آتا ہے۔ زلف بھی چہرے پر لہراتی ہے۔ نرگس باغ حسن میں اوس چاٹنے آتی ہے کمر کوے کا عالم جس پر ہر عشاق پیدم پائنچے میں سلوٹیں پڑی ہوئیں۔ برابر مانگ کی چڑھیں نظر آئیں۔ جوڑو مواق سے بھرا ہوا۔ سینہ پر کچھ کا ابھارا جوبن ریت۔ دوپٹہ کاندھے سے ڈھلکا ہوا۔ وہ کون ایسا بناؤ تھا جو اس پر اس وقت نہ تھا۔ خوباں عالم کی جان تھی۔ عجب آن بان تھی۔ زلف سودا بخش صبح لیلی کمان ابرو میں جڑا ہوا۔ تیرہ مژہ آنکھوں میں سرمہ حیا کا اٹھا سے دیا ہوا۔ شاخ شجر طور سرتا قدم بنی ہوئی۔ نخل گل باغ ارم قامت کی شان تھی۔ گلدستہ جلوہ و چشم کی آن بان تھی۔ دفتر رعنائی میں فرد تھی۔ آنچل پلو کا دوپٹہ اوڑھے اٹھلاتی ہوئی دام زلف میں دل پھنساتے ہوئے۔ خدا نہ کرے جو ایسی زلف کے پھندے میں جو پھنسے چشم تماشائی تمام عمر حیرتی آئینہ رخسار بنے کر

کیا کہوں کیسا قد بالا ہے
قالب آرزو میں ڈھالا ہے
ایک جاگہ سے ایک جاگہ خوب
پیکر نازک اس کی سب محبوب
اس کی کاکل سے حرف سر نہ کرو
کاکل صبح پہ نظر نہ کرو
کچھ بھی نسبت ہے تجھ کو سودا ہے
کالے کوسوں کی بات کیا ہے

اس کی زلفوں میں دل گئے نہ بکھرے
سب سنبل کے پیچ پانچ دھرے
اس جبیں سے ہے دل کی کب جاذب
صبح صادق کا دعویٰ ہے کاذب
ویسی بھویں کشیدہ بھی ہیں کہیں
یہ کمانیں کسو سے کھنچی نہیں
سطح رخسار آئینہ ساماں صاف
جو نہ ٹھیرے نگاہ تو کیجیے معاف
لطف بینی کا فہم ہے دشوار
ایک باریک بینی سے درکار
کیا جھمکتا ہے ہائے رنگ لعل
جیسے ٹکڑا گلاب کا سا پھول

پس اس گلبدن نے قریب آ کر اس گرفتار رنج و الم شہزادہ عالم کو بھی دیکھا عجب شکل خدا کی قدرت نظر آئی۔ فرشتہ زیب ملائک فریب سکندر صولت فلاطون حکمت کو دیکھا کہ ابھی نوجوانی سے کوئی گل بیش نہیں چنا باغ حسن سر سبز ہوتا آتا ہے۔ ایسی صورتیں مرقع دہر میں مصور قدرت نے کم کھینچی ہیں۔ وہ دزدیدہ نگاہیں۔ وہ دل لینے کی ادائیں وہ چاہت کی صورت بھولے پن کی مورت پیار آنکھوں سے ٹپکا پڑتا۔ یوسف کا ایسا نقشہ بھرے بھرے ڈنڈ بھری بھری مچھلیاں سینہ فراخ و ہموار پیشانی بلند کمان کی طرح بلند نہایت ارجمند۔

پس صورت دیکھتے ہی یہ حال ہوا کہ دل خم زلف دوتا میں پھنسا سر پہ نازل ہوئی بلا۔ جوش طپش نے آرام کھویا۔ صبر سے دل کو آرام کھویا۔ آتش شوق کی حدت بڑھی۔ گرمی بازار الفت ہوئی۔ اف اف کہہ کر دل تھام لیا اور اپنے خدا کا نام لیا۔ طبیعت

نے کہا نہ سنبھلوں گی۔ محبت نہ کہا۔ ہمیں تمام عمر رولاؤں کی بیخودی نے استقبال کیا۔ شرم غیرت نے تھام لیا کہ

دام الفت میں گرفتار ہوئی
پائے بند خم یار ہوئی
دم لیا بھی کہ نہ دم دینے لگی
تیغ ناکامی کے مزے لینے لگی
جان دینے کی اشارت تھی صاف
مرگ نو کی یہ بشارت تھی صاف
کہ کھٹکا یہ شگون غم ہے
مژدہ ولولہ ماتم ہے

آنکھوں سے حسرت پیدا مگر چھپائے ہوئے دل کو اپنے بس میں کئے۔ کچھ چپ چپ پاس اپنے پدر کے آئی اس نے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور پاس اپنے زانوں کے بٹھلایا دزدیدہ نگاہی ہوتی جاتی تھی چپکے چپکے دل کو ملتی جاتی تھی۔ آخر سر رشتہ کلام عقد پیام لیا "اے پدر میں نے حال اس شہزادہ کا بخوبی سنا۔ یہ طرفدار شہنشاہ افراسیاب ہے۔ اس کا قتل کرنا ناروا ہے۔ دوسرے ماموں جان نے کچھ تو ایسا سمجھ لیا ہے جو آپ کو منع کیا ہے ان کی رائے پر اپنی رائے کو ترجیح دینا خلاف دانش عقلا ہے۔

ایسا نہ ہو کہ کام ہاتھ سے جائے۔ بنا بنایا کھیل بگڑے۔ مفت کا الزام آئے۔ آپ خود دانش مند ہیں آپ کو کون سمجھائے۔

پدر نے اس کے کہا۔ "آخر پھر کیا کروں۔"

اس نے کہا "سوائے قید کے کوئی چارہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ ماموں جان کیا غافل تھوڑے ہیں وہ بہت جلد راہ اس کی نکالیں گے۔ آپ کیوں گھبراتے ہیں۔"

بادشاہ نے کہنا اس کا منظور کیا اور اس اسیر سلاسل عشق کو پھر بندی خانہ میں بھیج دیا خلق خدا شاد شاد اپنے اپنے گھر پھری۔ وہ انجمن رنج باطل ہوئی۔ ادھر یہ دیوانہ مجنونانہ اسیر خانہ زنجیر میں بھی اس کے اسیر ہونے کا غل زخمی نگاہ سے نالاں کہتا ہوا کہ وائے ناکامی انتہا اور بھی جان پہ آ بنی۔ سلسلہ سے اب چھوٹنا دشوار ہے۔ ہم ہیں اور سلسلہ الفت یار ہے۔ ہم سے دیوانوں کو زنجیر درکار ہے کہ

بیتابی دل سحر لب پہ ہے جاں
ہوں کوئی گھڑی کا دم کا مہمان
اب مرنے میں میرے کیا ہے باقی
فانی ہیں سبھی خدا ہے باقی
باقی نہیں اب تو ہم میں حالت
ہے اور ہی درد و غم میں حالت
جاری ہے ہر ایک چشمہ سے خون
اب ہوتے ہیں نالہ ہائے موزون

اسی طرح زندان خانہ غم میں یہ تو پھنسا اور حالی پہ اپنے روتا رہا۔ ادھر وہ بیتاب سینہ غم سے بھرا دل آتش رنج سے کباب اپنے پدر سے کچھ دیر میں رخصت ہو کر اپنے باغ میں آئی اور بستر غم پڑی دل تڑپتا تھا بیکلی تاب و ناتوانی کھوئی تھی سراپا غم کی صورت ہو گئی تھی۔ لمحہ بھر میں نہ وہ رعنائی رہی نہ زیبائی۔ خوشی نے بالکل خانہ دل سے کنارا کیا۔ رنج کا گھر بہت مستحکم بنا جنون نے شور صبر سکون لوٹ لیا۔ سیلا دست گریبان بڑھا جب جانب باغ نگاہ کرتی تھی۔ ماتی سوسن پوشاک نظر آتی اپنے گریبان کی طرح چاک گریبان گل کو پاتی جب زیادہ ہجر میں گھبراتی تو یہ زبان پہ لاتی کہ

دلا میں تجھ سے کہتی تھی کہ زنہار
محبت ہے بری آتش خبردار
نہ سمجھا تو شراب عشق ہے زہر
ڈسے موج اس کی سحر کالے کی ہے لہر

اور جو کبھی زیادہ بیتابی ستاتی تو رو رو کر یہ سناتی کہ

نہیں صبر آتا ترے بن ملے
لبوں سے جگر تک بھرے ہیں گلے
کسو سے کسو کو نہ ہو جائے لاگ
کہے تو لگائی ہے سینے میں آگ
کسو کا کسو سے نہ لگ جائے دل
کہ کہتا پھرے ہائے دل وائے دل
نہ ہو جاتی اے کاش الفت ہمیں
اٹھانی نہ پڑتی یہ کلفت ہمیں
نہ آنکھیں لگی ہوتیں ناگہ کاش
کہ چھاتی کی دل تک نہ جاتی خراش

ادھر یہ غم کی جلا ادھر وزیرزادی اس کی داغ بر سینہ ہو غنچے و گل پہ بیٹھی اپنے مقام پہ طعن کرتی کہ موج سبزہ آج میرے لیے تلوار ہے۔ سرو صورت فاختہ بعینہ منصور ہے۔ کلمہ حق کہنے والا الحق رنجور ہے راہ وحشت میں قدم اپنے بڑھے جاتے ہیں۔ بید مجنوں اس باغ میں بچھے جاتے ہیں غرض بلبل کی طرح نالہ و شیون کرتا اور قمری کی طرح طوق محبت در گردن یوں زمزمہ سنجی فرماتا کہ

خوب ہوئے آج ہم شادان باہوں دیکھ کر
یار آیا ہم کو مجنوں بید مجنوں دیکھ کر
اڑ گئے اک ان میں جادو بلبل کے دھوئیں
سرمہ آلودہ تری چشم پہ افسوں دیکھ کر

اے جانی اے مایہ زندگانی کیا ترے ملنے کا سامان کروں دل میں ہے کہ آپ ہی کچھ کھا کر مر رہوں کہ

جگر غم سے یک لخت خون ہو گیا
رکا دل کہ آخر جنون ہو گیا
گئے ہوش و صبر اپنے یک بارگی
طبیعت میں آئی ہے آوارگی
سراسیمگی سے بگولہ ہوا
پھرا دل اس طرح جیسے بھولا ہوا
نہ جی کو تسلی نہ دل کو قرار
کف غم میں سر رشتہ اختیار

بعد کچھ دیر کے دل بہلانے کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ کر شہزادی کے مقام پر آئی۔ اس کو بھی زار و نزار پایا آنسوؤں کا رخسار پہ نشان پایا۔ رنگ رخ فق چہرہ اترا ہوا۔ بدر کامل کاہیدہ ہو اور یہی حال شہزادی نے اس کا دیکھا۔ دونوں نے بیٹھ کر ٹکٹکی باندھی۔ ایک دوسرے کی صورت دیکھ کر حیران رہیں نہایت پشیمان رہیں۔ پھر شہزادی نے یہ غزل اپنے حال حسب گائی کر

پھنسے نہ حلقۂ گیسوئے تابدار میں دل
بلا سے گر ہو نوالہ دہان یار میں دل
بغل میں بیٹھے میرا دل بغل کا دشمن ہے
نہ ایسا ہو کسی دشمن کا بھی کنار میں دل
نکل نہ جائے دم اضطراب سینے سے
برنگ شعلہ کہیں آہ شعلہ بار میں دل
ہمیشہ روزن سینہ سے کیوں ہے چشم براہ
اگر نہیں کسی مہوش کے انتظار میں دل
اٹھا تو لائے میرے ہم نشین مجھے اے ذوق
رہے گا میرے عوض میرا کوے یار میں دل

وزیر زادی سمجھ گئی کہ اس کا دل بھی کہیں پھنسا اسے قسم دے کر پوچھا "اے ملکہ سچ کہو یہ سوز گداز کیسا ہے۔ واری ہم سے پردہ کیا ہے۔"
ملکہ رونے لگی اور کہا

ہیں جو دیوانے وہ آزاد ہیں دیکھو پھرتے
اور ہوشیار ہیں جو جکڑے ہیں زنجیروں میں

اے ہم نشیں اب میری لحد پر ان کو ہو سکے تو لانا کشتۂ تیغ ادا کا مزار دکھانا۔"
وزیر زادی بھی رونے لگی اور کہا ہوئی "اے بی بی

کون زندہ رہے گا کیا ہو گا
آگے پیچھے جنازہ ہوئے گا

شاید تم اسیر طرہ زلف شہزادہ جہانگیر ہوا اور یہی حال میرا ہے کہ میں اس کے عیار کے تیر مژہ کی زخمی ہوں۔"

زخمی ہوں۔"

بس یہ سننا تھا کہ پردے باہم دوری کے چھوٹ گئے۔ دونوں دیوانگاں صحرائے عاشق مل کر بیٹھیں اور باتیں راز نیاز کی ہونے لگیں۔ آخر اس بات پر ٹھہریں کہ سربنگ عیار سے کہو کہ وہ کوکا ہے۔"

وزیر نادی نے سربنگ کو بلایا۔ اس نے آ کر ملکہ کو نذر دی۔ مقام بہتر بیٹھنے کو ملا۔ وزیر نادی نے اس سے سب ماجرا کہا۔ وہ ملکہ کو بہت چاہتا تھا۔ گودیوں میں اس نے کھلایا تھا "کہ میری جان تجھ پر فدا میں لے آوں گا۔"

ملکہ اٹھ کر قدم پر گرنے چلی۔ اس نے ہاتھ خود قدم پر سر رکھا۔ ملکہ نے جواہر کے صندوقچے اس کو دیئے اس وقت اس نے کہا۔ "اے ملکہ ایک برج کہ اس کو برج صندل کہتے ہیں واقعی وہ صندل کا بنا ہے مگر بہت سخت و دشوار جگہ ہے۔ آپ کے پدر علی قدر کے ہاتھ میں ایک انگوٹھی ہے اگر اس کو آپ لے آئیے تو پھر میں بہت سہل طرح سے شہزادہ کو لے آوں۔"

یہ کہہ کر رخصت ہو گیا۔ ملکہ ایک روز ضبط بدشواری کر کے سنگ جبر مفارقت دل پر دھر کے چپ ہو رہی۔ دوسرے دن یہ ملکہ ابر سفید پر سوار ہو کر چلی اور ایوان خاص میں بادشاہ کے اتری۔ بادشاہ خاصہ کھانے محل میں آیا تھا کہ یہ بھی شریک طعام ہوئی۔ بعد فراغ طعام اس نے جواہر کا ذکر چھیڑا اور کہا۔ "ابا جان کیسے آپ نے اپنے دست مبارک سے کوئی انگوٹھی مجھ کو نہ دی۔"

اس نے سادہ مزاجی سے کہا۔ "لو اب سہی اور ہاتھ اپنا بڑھا دیا۔ اس نے جو پا کر

سرہنگ نے دیا تھا اس کے سبب سے انگوٹھی نگین یاقوت کی پسند کی۔ بادشاہ نے کچھ خیال بھی نہ کیا۔ انگوٹھی اتار کر دے دی یہ لے کر کچھ دیر ٹھہری پھر خوشی خوشی وہاں گھر میں آئی اور وزیر نادی کو انگوٹھی دکھائی۔ وہ بھی بہت خوشنود ہوئی۔ پھر سرہنگ کو بلا کر وہ حوالے کی۔ جب پہلی چرخ گوہر انجم صدقہ اتارنے کو انجمن پر سے لایا۔ شب وصل نے منہ دکھلایا۔ ہوائے دل نے یہ مژدہ سنایا کہ عجب تماشا ہے کہ رات کو مہ کے ساتھ آفتاب آیا کہ

عروسا کہ شب مہتاب آئی
ستارے دل ہے وقت رونمائی
جو ہوں گے بلبل و گل دونوں یکجا
چلے گا بادۂ گلگوں کا جلسا

وزیر نادی اور شہزادی دونوں نے حمام کیا۔ لباس و زیور سے آراستہ ہو گئیں۔ باغ میں گل چٹنے لگے فوارے خوشی سے اچھلتے تھے۔ نہریں و فور شوق سے ابلتی تھیں۔ درخت سب بادلہ سے منڈھے گئے جوانان چمن زریں پوش ہوئے۔ بلبل ترانہ عشرت گانے لگی سرو اپنی اکڑ مڑوڑ دکھانے لگی۔ بارہ دری میں فرش کی بجائے جبین کی گلدستوں سے فرش بھی چٹنے لگا "آئینہ کا لباس دیواروں نے پہنا چھت سج گئے مسند بچھائی گئی۔ کنول کیا لگائے گئے کہ دل کنول ہو گیا۔ جھاڑ ہر ایک روشنی بار تھا۔ مکان سراپا ناز نقش و نگار تھا۔ ملکہ اور وزیر نادی چھڑی ہاتھ میں لے کر ٹہلنے لگیں اور انتظار یار دلنواز کرتی تھیں۔ اس طرف سرہنگ وہ انگشتری ہاتھ میں پہن کر برج صندل میں پہنچا۔ اس برج کے چار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ہزار ہزار پاسبان مقرر ہیں۔ وہاں شہزادہ فرطام سرور گریبان دل سے کہتا کہ کاہے کو وہ مغرور حسن و جمال میرا خیال رکھتی ہو گی۔ ناز کاہے کو فرصت دیتا ہو گا انداز دامن کش ہو گا نگاہ اپنی طبیعت کی موافق پھری ہو

کی۔ بے وفائی سمجھاتی ہو گی کبھی بیتابی سے یہ کہتا تھا کہ

لبجروں پہ کرنا نہیں جانتی ستم اچھا
فرقت کا اب اتنا نہیں دیتا ہے غم اچھا
بس آؤ چلی جان میری ہجر سے تمرے
اس درجہ ستانا نہیں ہم کو صنم اچھا

اور یہی حال چالاک تیز رفتار کا تھا۔ لیکن وہ دل ہی دل میں غم کھاتا تھا بلکہ اور شہزادہ کو سمجھاتا تھا صبر کی باتیں سناتا تھا۔

اس ہجوم میں یکایک ایک عیار نے آ کر قدم پہ سر رکھا اور کہا ”اے شہزادہ یہ آگ میری ہی لگائی ہوئی ہے کہ میں آپ کو وہاں سے لے آیا۔ اپنے کئے کا مزہ اٹھایا۔ چلیے آپ کو ملکہ نے بلایا ہے۔“

یہ سن کر وہ شہریار پھولوں نہ سمایا اور عیار طرار نے زمین میں نقب دینا شروع کی کہ کچھ ہی دور پر دروازے سے ہٹ کر دہنہ اس کا توڑا۔

شہزادہ نے قید توڑی اور چالاک کی قید سوزن سے رہت دی۔ یہ دونوں نقب کی راہ سے باہر ہوئے اور سرہنگ ان کو ہمراہ لیے شاداں و فرحاں باغ میں ملکہ کے پہنچا۔ غلغلہ ہوا کہ ہو وہ آئے۔

ملکہ نے کہا ”اوئی یہ سرہنگ بھی کتنا بے تمیز ہے۔ میں نے یہ کب کہا تھا کہ ان کو یہاں لے آئے میں نے تو ترس کھا کر کہا تھا کہ قید زندان سے چھڑا دے۔“

یہ کہہ کر برق کی طرح کوند کر بارہ دری میں گئی اور پردے اس کے دست نازک سے چھوڑ لیے۔ لیکن شہزادہ دل از کف دادہ بے تامل بارہ دری میں آیا اور کہا ”اے ملہ تمام کیا مجھ سے خطا ہوئی جو تم نے منہ چھپایا۔ اس نے مسکرا کے کہا ”وہ صاحب آپ بھی وہ چیز ہیں۔ خیر اچھا آئیے میں جانتی ہوں کہ تم ڈھ پڑو ہو منہ لگائی ڈومنی

ہو' بہتر ہے بیٹھ جائیے۔ پھر تو شہزادہ مسند پر آ کر جلوہ گر ہوا۔ یہ تمام بدن اپنا چرا کر کچھ چھپا کر سامنے مسند کے بیٹھی۔ شہزادے نے کہا

اٹھاتا عشق میں کیوں اے دلِ ناداں جوکھوں ہے
ابھی تو مال جوکھوں ہے پھر آگے جان جوکھوں ہے

ملکہ ہنسی اور کہا۔ "کیا خوب اے صاحب ملن نہ مان میں تیرا مہمان۔ آپ سے عشق ہی کون کرتا ہے اور منہ ہی کون لگاتا ہے۔ آپ اپنے خدا کے لیے جان جوکھوں میں نہ پھنسایئے۔"
شہزادے نے کہا

جنوں سے میرے مجنوں بھاگتا ہے جیسے بگولا
کہ میں صورت ہوں وحشت کی وہ یونہی اک ہیولا

"نمکِ خراش جگر کے لیے تیز ہیں باتیں اپنی جنون آمیز ہیں۔"
یہ کہہ کر اس مہ پارہ کو آغوشِ محبت میں کھینچا۔ ادھر سے نہیں نہیں کی صدا بلند ہوئی ادھر سے ولولہ شوق گرم ہنگامہ ناز و نیاز ہویدا ایک دوسرے کا شیدا۔ پیار چونچوں سے اٹکا۔ کبھی وہ اس کے سینے پر لات رکھ دیتی۔
یہ کہتا کہ "لات تیری میرے دل کا جنون کھوتی ہے" کبھی یہ اس کی بلائیں لیتا۔ سر سے سر اتارتا۔ آپس میں جام سے ارغوانی کا چہل۔ اس طرف گلعذار چابک کے ساتھ سرگرم اختلاط گائیں خوش گلو زہرہ جبین گائیں خواصان مہر طلعت سرگرم کا معیار چاندنی دیکھنے کی بہار بادلہ چاندنی میں اٹھایا جاتا پانی نہروں کا چھلکتا۔
غرضیکہ ہنگامہ نشاط برپا۔ جب خاک سیہ کو آفتاب نے ادیم صندلیں بنایا اور مہر سیاحی میدان افلاک میں آیا کہ

یکایک چرخ سے ٹوٹا ستارا
کیا تاریکیٔ شب سے کنارا

صبح کو شیدان پلید کر یعنی عیار و شہزادہ رشک قمر حمام میں داخل ہوئے۔ لیکن اصل شہزادی سوار ہو کر سلح خانے میں گئی۔ اس کو کون روک سکتا تھا۔ تیغہ بلا کش وہاں سے لائی اور شہزادہ کو دیا پھر حمام کیا اور آ کر داد عیش و نشاط دینے لگی۔ ہنگام سحر قلمیان برج صندلیں آگاہ ہوئے کہ قیدی غائب ہوا نالاں و گریاں خدمت شاہ میں آئے اور عرض کیا "وہ گوہر گرانمایہ درج شاہی کھویا گیا۔"

یہ خبر سن کر بادشاہ انجم شاہ نے دوبارہ نامہ لکھا کہ ہمارے شہنشاہ جہانگیر کو کوئی میرے یہاں سے لے گیا "خبر شرط تھی وہ میں نے کر دی۔"

یہ نامہ چیلا سحر کا لے گیا اور کوکب کو دیا۔ کوکب نے نامہ پڑھ کر مرات واقعہ طلب کیا اور کاغذ و قلم سامنے رکھا پنجہ پیدا ہوا اور اس نے لکھا کہ ملہ در درگوش اور گلعذار شوخ چشم نے چھڑا منگایا ہے اور اپنے باغ میں صحبت آرا ہیں۔"

یہ معلوم کر کے اس نے جواب لکھا کہ "یہ حرکت تمہاری بیٹی نے کی ہے۔" اور اس نامہ کو ملکہ ملہ سرخ چشم جادو کے ہاتھ انجم حصار کو روانہ کیا۔ ادھر سے تو یہ چلی اور اس طرف سے ملکہ ملہ در درگوش کی بیٹی سوسن نشان دماغ اپنی نواسی کو دیکھنے چلی ہے۔ سوسن حصار سے تخت پر سوار ہے۔ اس سے اور ملہ سرخ چشم سے ملاقات ہوئی اور سارا حال دریافت کیا اور اسی باغ کی طرف جہاں ملکہ ملہ در و گوش ہے روانہ ہوئی۔

یہاں فوجوں کو حکم انجم شاہ تیاری کا پہنچا۔ اسی وقت نقارے بجے نفیر سحر کو دم ملا۔ جلد جلد کمر بندی ہوئی اور فوج موج مار کر چلی۔ زمین و زمان میں ابر طائران سحر کا چھایا تھا۔ آفتاب تیرہ ہوا تھا شورتا بہ فلک پہنچا تھا ان سب نے آ کر باغ کو گھیر لیا۔ جہانگیر بھی تیغہ بلاکش پکڑ کر مثل شیر نعرہ کر کے آیا اور اس فوج پر گرا۔

اس گرمی جنگ میں یکایک نعرہ ہوا کہ سن گارنگ جادو اور پچاس ہزار ساحر سے یہ بہادر اسباب ساحری لیے ہر ایک ساحر کاں و ڈاک ہمراہ گوگل و ماش کے شعلے بلند آ کر پہنچا اور ملکہ ملہ و سوسن ایک طرف سے جنگ آزما ہیں اس وقت کہ جب بلوہ زیادہ تر ہوا۔ سوسن نے کچھ سحر پڑھ کر ملہ ور دوگوش کو بیہوش کیا اور اپنے تخت پر ڈال کر پرواز کی۔ یہ تو اس کو لے کر روانہ ہو گئی۔ وہاں جو ایسوں نے خبر پہنچائی ملک خورشید کو کہ اندر قلعہ کے لڑائی ہو رہی ہے اور مہتر چالاک نے ایک جمعدار بن کر در قلعہ کو کھول دیا۔ اس طرف سے فوج حملہ کر کے چلی اور یہاں عین کار زار میں گرانگ جو آیا تھا تیغہ بلا کش سے دو ٹکڑے ہوا اور ایک ساحر عقاب زہر شعلہ نام ہے کہ وہ اسی حوالی کا رہنے والا ہے۔

اس وقت اس طرف سے ہو کر گزرا۔ ملکہ گلعذار کھڑی ہوئی لڑ رہی تھی۔ یہ دیکھتے ہی مائل ہوا کیونکہ اس وقت گاتی اس کی بندھی ہوئی دو برچھیاں سینے پر تنی ہوئی۔ منہ غصے سے لال دل میں یار کا خیال نارنج اس طرح سے لگائی کہ جیسے معشوق گیند کھیلتے ہیں۔

یہ کافر عقاب اس پر مائل ہوا اور جھٹ سحر سے اس کو بیہوش کر کے اٹھا لے گیا۔ بعد کچھ عرصہ کے لشکر خورشید کا آپڑا اور مہتر چالاک نے چراغ جمشیدی روشن کیا کہ جس کی روشنی نے پردہ دنیا پردہ چشم ساحران کے درمیان میں پردہ ڈال دیا اور اندھیرا چھا دیا آنکھوں کو اپنی رونے لگے جان کھونے لگے۔ اب تو معاذ اللہ ادھر سے تیغہ بلا کش کے مارا چراغ کی روشنی میں دن دہاڑے اندھیر غضب کا سامنا۔

یہ کوکب ہی کی فوج تھی جو رکی بھی۔ ورنہ اس وقت فنا ہو جاتی لیکن بیچاری رکی بھی تو کیا رکی کچھ ہی دیر میں نمک حرام تو رہرو راہ گریز ہوئے اور نمک حلال تیغ کے گھاٹ اور کھیت رہے۔ انجم نے مرنا گوارا کیا لیکن پاؤں میدان جنگ سے نہ ہٹایا اور آخر میں ضرب تیغ بلا کش کھائی کہ جان بحق ہوا اہل قلعہ نے اماں مانگی۔ جہانگیر نے بعد قتل و غارت امان دی بہت مال داخل خزانہ سرکار ہوا۔ دارالاماں میں خورشید آ کر

جیتلہ نذریں اور امرا وزراء کی گذرنے لگیں۔ منادی افراسیاب کے نام کی ہو گئی۔ لشکر ملکہ خورشید کا نہایت مسرور و خندان فروکش ہوا۔ ایک سمت جہانگیر کے ملازم اور معتبر چابک اور سرہنگ قیام پذیر ہوئے۔ اب جب تسلط ہو چکا اپنی مطلوبہ کو نہ پایا پھر تو یہ حال ہوا کہ۔

بیابان کی جانب کھنچے دل بہت
کہ تھا شہر میں کام مشکل بہت
ارادے ہوئے یہ دلوں ہی میں خون
لیا پھر نہ دونوں نے صبر و سکون
صبا سے ہے اس کا ہر دم پیام
کہ اے باد کہنا یہ بعد از سلام
خیالات ملنے کے جاتے نہیں
قرار و سکون دل تک آتے نہیں
شب و روز رہتا ہے یہاں اضطراب
کیا شوق نے کام کو کیا خراب
کوئی طور ملنے کا ایجاد کر
نہ جو رحم سے ہو تو بیداد کر
تن زار بے جان کیونکر جئے
جگر میں نہ ہو خون تو کیا خون پیے

اس حال میں تو یہ ہے لیکن عرضی اس فتح کی افراسیاب کو لکھی ہے ادھر ساحران ہمراہیاں گلرنگ و انجم بھاگ کر قلعہ کوکبیہ میں گئے اور دربار میں کوکب کو تخت پر بیٹھا دیکھ کر بعد دعا و ثنا شاہی کل معرکہ معروض بیان میں لائے۔

کوکب سب حالات سن کر نہایت رنجیدہ ہوا اور بہزاراں پریشانی اس نے خواجہ عمرو کو لکھا

"اے یار وفادار نوبت بانجا رسیدہ کہ پردہ تاریک فتح شد۔"

غرض کل حالات تحریر کیے۔ خواجہ دیدار میں مہ رخ کے یہاں تھے کہ نامہ کوکب پہنچا اور اس میں یہ بھی مندرج تھا کہ آپ میرے پاس تشریف لائیے۔"

خواجہ نے نامہ پڑھ کر جواب لکھا کہ اب انشا اللہ جہانگیر کو مع کر کے لشکر کے مطیع کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔"

پس آپ نے برق فرنگی کو اپنے ہمراہ لیا اور بلا دری کرتے ہوئے چلے۔ ایک مقام پر آ کر ڈاڑھی چہرے پر لگائی۔ پان کھا کر پیک اس پر بہائی کمر خمیدہ کر لی۔ پگڑی سر پر باندھی۔ کمرے سے دوپٹا باندھ کرتا پہنا پائنچوں کا پاجامہ زیب بدن کیا اور کمر سے لگائی اور برق گال اپنے سرخ سرخ پھولے ہوئے بنائے تمری کمر توڑی کا کٹورکھا پہنا ہاتھ پاؤں میں مہندی لگی۔ انگوٹھیاں سب انگلیوں میں پہنی بوٹا سا قد اپنا رکھا ایک طفل مہ پارہ نوجوان کی صورت بن کر ہمراہ ہوا اور خواجہ کسی مقام پر بیٹھ جاتے تو غزل اور اشعار گاتے۔

اسی طرح گاتے بجاتے یہ راہ میں چلے آتے تھے۔ ادھر عقاب گلعذار کو لے کر ایک دہ کوہ میں آیا تھا اور وہاں اس نے فرش وغیرہ آراستہ کر کے اس کو بٹھانا چاہا۔ اس نے قصد کیا کہ بزور سحر نکل جاؤں۔ یہ سوچ کر ایک نارنج جھولی سے نکال کر مارا کہ تمام وہ مقام اندھیرا ہو گیا۔ عقاب نے منہ سے پھونک جو کیا سب خس و خاشاک وہاں کا شمع و فتیلے کی طرح جلنے لگا پھر اس نے قصد پرواز کیا۔ عقاب نے ایسا سحر کیا کہ بے حس ہو کر آخر فرش پر بیٹھی۔ اب اس نے منت شروع کی کہ اے حاصل زندگانی مجھ کو اپنی غلامی میں قبول کر کیونکہ اب میرا حال یہ ہے کہ

چراغ داغ لے کر دل میں ڈھونڈا نشان پر صبر و طاقت کا نہ پایا

گلعذار اس کو برا بھلا کہنے لگی۔ اس اثنا میں آواز گانے کی اس کے کان میں آئی۔ اس طرف متوجہ ہوا جب عمرو کو اس نے دیکھا بمنت بلایا کہ میری معشوقہ مجھ سے راضی نہیں ہوتی ہے تو چل کر ایسا گا کہ وہ راضی ہو جائے۔"

خواجہ وہاں سے آئے اور گانا گیا انہوں نے کہا۔ "میں پوتی ماضی کیے دیتا ہوں۔" اور دوہ کے اندر سے اس کو باہر نکال دیا۔ جب گلعذار اکیلی رہی۔ اس کو چڑیا دواے بیہوشی کی دی کہا۔ "اس کو ملا کر اس کو بیہوش کر" اس نے تعمیل کیا۔ اب خواجہ باہر دوہ کے نکل آئے اور عقاب کو بھیجا اس نے اپنی معشوقہ کو خندان رو پایا پاس بیٹھا اتنک وہ عیار نہیں ہے جو اپنے بدن میں ہاتھ لگانے دے فوراً اس نے جام بیہوشی آلود اس کو دیا کہ وہ پی کر بیہوش ہوا۔

عمرو نے آ کر اس کو قتل کر ڈالا۔ پھر اس کی نوائی حال ملک ماہ دو درگوش کا سنا اور اس کو بھی بیہوش کر کے زنبیل میں ڈال لیا اور آگے کا راستہ پکڑا۔ یہاں تک کہ قریب قلعہ انجم حصار کے پہنچ کر ایک بیابان سبزہ زار ہیں کہ سایہ اس وقت ڈھلا تھا جانور زمزمہ سرائی کرتے تھے پانی تراوت دے رہا تھا۔ وہاں بیٹھ کر خواجہ نے نے کو بجایا اور بڑے جوش و خروش سے اس غزل کو گایا کہ

ہو نہ عاشق سحق کر اس دشمن ایمان کا
قتل نہ کر جلدی کہ جلدی کام ہے شیطان کا
جھوٹ ہی جانو کام اس رہزن ایمان کا
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا
تو ہماری زندگی پہ زندگی کی کیا امید
تو ہماری جان لیکن کیا بھروسہ جان کا

ان کا گانا تو مشہور معروف ہے آشیانے نے اپنے تمام پرندے بھولے اور مسکن چھپالیں سے چھوٹے شدہ شدہ خبر جہانگیر کو بھی وہ معشوقہ کا جوگی عشق کا بیروگی ہجر کے صدمہ میں پھنسا ہوا تھا اس وقت چوبدار بھیج کر طلب کیا خواجہ بڑے اخلاص سے گئے اور ادھر جہانگیر نے فرش رہ پر تکلف بچھوایا کہ جو پائے خیال سے بھی میلا ہوتا تھا۔ مسند کو

دیکھ کر کسریٰ اور جم رشک کھاتا تھا کشتیں شراب ناب کی قابیں گزک کے لیے کباب کی سامان عشرت جملہ مہیا تھا کہ درویش صاحب آ کر پہنچے اور خوب گھن انہوں نے گائے پھر اشعار مراد یار کے گائے کہ

وہ کون ہے جو مجھ پہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھ کہ میں اف نہیں کرتا
کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھی آنکھیں ان کے
اور دم میرا جانے میں توقف نہیں کرتا
دل فقرا کی دولت سے مرا غنی ہے
دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا
کچھ اور گمان گزرے نہ دل میں ترے کافر
یاں واسطے میں سوہ یوسف نہیں کرتا

تمام محفل کو حالت وجد طاری ہوئی لیکن مسخر چالاک تیز رفتار خواجہ کو فیض جاری کرنے کا موقع نہیں دیتا ہے۔ آخر انہوں نے بیہوشی ملا کر جام شہزادہ جہانگیر کو دیا۔ اس نے چاہا کہ پیوں۔ چالاک نے وہ جام لے کر پھینک دیا اور پینے نہ دیا۔ اس وقت تو خواجہ کہتے ہوئے کہ بھلا اونا شتری جوانا مرگ کہاں جاتا ہے میرے ہاتھ سے۔"
یہ کہہ جست کر کے چلے چالاک بھی اس کے پیچھے چلا۔ ایک طرف برق جست و خیز کر کے نکلا پھر ان کو کون پاتا ہے۔ یہ جادو جا اب یہ جب تنہائی میں آئے مغموم پڑے ہوئے کہ کوئی اور تدبیر کرنا چاہیے۔ اسی فکر میں یہ قلعہ سے نکل کر ہر طرف پھرنے لگے۔ ایک روز گذرمان کا ایک باغ کی جانب سے ہوا کہ ہوا خوش جائے دلکش تھی۔
نہال سر سبز شاداب سبزہ یہ ظاہر کہ طغرا صفحہ گلشن پہ تحریر اس میں آب رواں کی لکیر بلبل شوریدہ کا شور چمن میں رقصاں مور پھول کھلے سرخروئی باغ پہ گواہی دیتے وہاں

دوسری بلبل بھی نالاں تھی۔ یعنی سوسن کے ساتھ ماہ رو درگوشۂ شہزادہ جہانگیر میں قمری نمط کو کراتی اور کہتی کہ

کون وقت اے وائے گزرا جی کو گھبراتے ہوئے
موت چڑتی ہے اجل کہاں تک آتے ہوئے
آتش خورشید سے دیکھا نہیں اٹھتا دھواں
آ کھڑے ہو بام پہ تم بال سکھلاتے ہوئے
وہ نہ جاگے ماتم ہم کو ضد سے بخت خفتہ کی
تھک گیا آخر مجھ زنجیر کھڑکاتے ہوئے

خواجہ جو صبح ہوتی اس باغ کے دروازے پر آئے۔ سوسن نے ان کو درویش کامل سمجھ کر بڑی قدر و منزلت سے بٹھلایا۔ انہوں نے اکسیر اپنے پاس سے بوٹی نکال کر بتائی۔ پھر بھنگی ہوئی دوا تعریف کر کے سوسن اور ماہ کو کھلائی۔ جب وہ بیہوش ہو گئیں دونوں کو اٹھا کر زنبیل میں ڈال لیا اور پھر وہاں سے آ کر بیچ قلعہ میں ایک دکان کرایہ کی۔ پردہ ہائے زنبوری اس دکان میں لگائے جو پردہ طلعت آسمان کو بیچتے تھے فرش تکلف سے آراستہ کیا پھر ہزارہا تصویر اس مکان میں لگا کر رشک نگار خانہ چین اس مکان کو بنا دیا کہ

کی آرائش جو وہ آئینہ خانہ
شبیہ سادہ رواں نمانہ
دکھلایا نقش حیرانی نظر کو
مرقع کر دیا دیوار و در کو
وہ ایوان آفت عقل و دل و دین
کرے سجدہ جسے بت خانہ چین

ہے اس اعجاز میں عیسیٰ بھی حیران
کہ تصویروں میں اس پڑ گئی جان

نازنینان شوخ و شنگ اس دکان میں زنبیل سے نکال کر بٹھائیں۔ سرمایہ تجارت دل و جان تھیں۔ برق کو گماشتہ مقرر کیا اور آپ خواجہ سفید مو بن کر مسند بچھا کر تکیہ لگا کر بیٹھے۔ لوگ جو اس طرف آتے تھے ان نازنینوں پر جان اپنی وارتے تھے۔ غلغلہ ہوا کہ ایک تاجر بردہ فروش خواجہ سفید مو نام یہاں آئے ہیں ملکہ گلعذار شوخ چشم کی بھی تصویریں ان تصویروں میں انہوں نے لگائی تھی۔ ایک روز اس تصویر کو آ کر مہتر چالاک نے دیکھا۔ یہ تو اس کی معشوقہ ہے اس کو دیکھ کر بیہوش ہو گیا۔ آخر اپنے تئیں سنبھالا اور برق سے کہا "اپنے مالک کے پاس ہمیں لے چلو۔ ہم یہ کنیز مول لیں گے۔"

برق اس کو اندر لے گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک مرد پیر کئی سو برس کا سن ڈاڑھی سفید مسند پر بصد جاہ و جلال بیٹھا ہے۔ عمرو چالاک پر خفا ہوا اور کہا "صاحبزادے یہ تصویر جسے تم لینا چاہتے ہو۔ یہ تصویر میری دختر کی ہے غلطی سے دکھا دی گئی ہے۔"

چالاک آخر وہاں سے اٹھا اور روتا ہوا پاس جہانگیر کے آیا اور سب حال کہا کہ ایک سوداگر میری معشوقہ کی تصویر لایا ہے آپ دلا دیجئے جہانگیر نے حکم دیا "انجمن آرائی ہو۔"

کار پردازوں نے فرش و مسند وغیرہ آراستہ کیا۔ چوبدار سلطانی خواجہ سفید مو کے پاس بھیجا خواجہ سوار ہو کر وہاں سے روانہ ہوئے اور بروقت چلنے کے اپنا خیمہ وغیرہ زنبیل میں رکھا اور جہانگیر کے پاس آئے اس نے مقام صدر پر بٹھلایا اور بزرگ سمجھ کر تعظیم کی اور کہا "آپ کی بزرگی سے بعید نہیں ہے جو اس کنیز کو دے ڈالیے۔"

خواجہ تیوری چڑھا کر اور آنکھیں لال لال کر کے گھرک کر بولے کو ہم کہہ چکے کہ یہ ہماری دختر ہے۔"

جہانگیر نے کہا "آپ خفا نہ ہوں یہ میرا بھائی ہے۔ آخر آپ شادی اپنی صاحبزادی کی

کہیں بھیجئے گا پھر یہ ہم پر احسان فرمایئے۔"

غرض بعد بہت تکرار کے قبول کیا۔ جہانگیر نے ایک باغ کو جو بہشت بریں کا چشم چراغ تھا خواجہ کی سکونت کے واسطے دیا اور بہت سا روپیہ خواجہ نے لیا اور ایک گوشہ میں جہانگیر و چابک کو بلایا اور ایک اپنے پاس سے نکالا اور کہا۔ "لو تم بھی کیا یاد کرو گے۔ اے شہزادے یہ تیغہ تمہارے واسطے ہے۔"

بس یوں ہی وہ تیغہ جہانگیر نے کھینچا بقہ بیہوش ایسا اٹھا کہ جہانگیر وہ چابک دونوں بیہوش ہو گئے۔ عمرو نے ان دونوں کو اٹھا کر زنبیل میں ڈال لیا۔ تیغہ بلاکش بھی اس کے پاس تھا۔ وہ بھی ہاتھ آیا۔ اب یہ مقام تھا میں تو تھے ہی وہاں سے نکل کر چلے اور صحرا میں آئے ایک آدمی کوکب کے طلب کر کے نامہ لکھا کہ "آپ کے مجرم اور اشیائے نادر جو موجود ہیں اسے منگا لیجیے۔"

چونکہ یہ قلعہ انجم حصار کی حوالی ہے۔ یہاں ساحران اطراف میں رہتے ہیں اور کوکب کے پاس جا سکتے ہیں۔ انھیں میں سے ایک ساحر کو نامہ دیا کہ اس نے لے جا کر کوکب پہنچایا۔ کوکب وہ نامہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بیابان بری بر کا مالک آفاق جادو تین لاکھ ساحر سے واسطے ملازمت کے حاضر ہوا تھا اس نے بادشاہ کو مردود دیکھ کر پوچھا "آپ کو کسی امر کا تردد ہے۔"

شہنشاہ نے فرمایا۔ "طلسم کشا قید ہوا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی معتبر شخص جائے اور اس کو لائے آفاق نے کہا۔ "مجھ کو اجازت ہو تو میں جاؤں۔"

بادشاہ نے اجازت دی۔ یہ وہاں سے روانہ ہوا۔ فوجوں کا چلنا ہنگامہ شورش افزا طبل و بوق کا بجنا۔ لشکر کا سیل فنا کی طرح رواں ہونا کشتی ارض و غبرا کو ڈگمگاتا تھا بڑی عظم و شان سے یہ چلا اور اسی صحرا میں کہ جہاں عمرو تھا آیا۔ خواجہ سے ملاقات کی خواجہ نے جہانگیر و سوسن و در گوش اور چابک وغیرہ کو مع تیغہ بلاکش سپرد کیا اور آپ طرف اپنے لشکر کے روانہ ہوا کہتا گیا کہ "اے آفاق ذرا ہوشیاری سے قیدیوں کو لے جانا۔"

اس نے ہتھکڑیاں بیڑیاں پہنا کر قلب لشکر میں ان کو رکھا اور لے کر پھرا۔ وہاں خورشید بھی کچھ عرصہ میں حال خواجہ سفید مو کے آنے کا سن کر باغ میں آیا۔ یہاں کسی کو بھی نہ پایا۔ معلوم ہوا کہ سوار جہانگیر و چابک کو لے کر غائب ہو گیا ہے سمجھا کہ کوکب نے کسی کو بھیج کر بلوایا ہے۔

پس اس نے حکم دیا "لشکر تیار ہو۔"

اسی وقت نفیر جنگی بوق کو دم ملا۔ جوانوں نے کمریں باندھیں بہادر لڑنے مرنے پر لیس ہو گئے طائران پرند پر سوار ہو کر ساحر چلے اور برہم یلغار راہ طے کر کے قریب لشکر آفاق پہنچے پھر تو صفیں جم گئیں مبارز ایک دوسرے لپٹے چمک برق شمشیر کی ہوئی۔ بارش باران تیر کی ہوئی۔ باہم زد و کشت ہونے لگی۔ خورشید نے ہزار دو ہزار پتلے سحر کے پیدا کیے کہ جو آ کر فوج کو قتل کرنے لگے۔

آفاق نے صدہا سواران مومیں تن بنائے۔ خورشید نے پھر آتش سحر ان پر برسا کر پگھلا دیا۔ آفاق نے باران سیہ کا مینہ برسایا کہ انہوں نے جسم مبارزان کو پانی کر کے بہایا۔ تا دیر ایک دوسرے سے لپٹا رہا اسی گرمی جنگ میں ایک طرف سے لشکر گراں گرد گرد پیدا ہوا اور آگے آگے اژدر دمان پر ایک ساحر نابکار داراب ظلماتی نام ظاہر ہو کر لشکر کی پشت پر آ کر گرا اور کمر لشکر کی آ کر ماری پھر لڑائی تازہ ہو گئی۔ فوج آفاق کی پسپا ہونے لگی۔

اس وقت بقدرت کردگار عنقائے ابلق سوار پری بھائی کوکب کا آ کر گرا اور سحر چلنے لگے۔ کبھی اندھیرا ہوا کبھی اجالا ہوا۔ مار و عقرب برسنے لگے آندھیاں آنے لگیں۔ داراب نے سحر کیا تاریکی ہو کر چادر سیاہ روئے ہوا سے پڑنے لگے اور کاجل گرنے لگا۔ ہزارہا ساحر اندھا ہوا۔ عنقا نے چاند بہت سے طالع کیے کہ جس کی روشنی نے فروغ دیدہ ساحران کو بخشا اور ایک چاند کا ٹوٹ کر داراب ظلماتی کے سر پر گرا کہ وہ زندگی سے بدر ہوا۔ حضیض مرگ اس کو حاصل تھا۔ عنقا اب چڑھتا ہوا چلا۔

ادھر خورشید داؤ کھا کر پیچھے ہٹا۔ جب اس نے دیکھا کہ یہاں قدم نہ جمے گا یکہ و تنہا جانب افراسیاب روانہ ہوا۔ اب آفاق کی فتح ہوئی اور یہ آگے بڑھا کچھ دور چلا ہو گا کہ نوبت و نقارے روئے ہوا پر روانہ ہوا۔ دیکھے اور ساحر شیر سوار ژادر سوار ظاہر ہوئے افسر ان کا ضیغور چار چشم تھا تین لاکھ ساحروں کی جمعیت سے آیا اور لشکر عنقا پر حملہ آور ہوا۔

وہی ہنگامہ عظیم دوبارہ برپا ہوا۔ ساحروں میں سحر کی چوٹ چلنے لگی۔ آخر عین گرمی جنگ میں عنقا سے مقابلہ ضیغور کا ہوا اس نے ایک نارنج اس نے خالی دے کر ترنج لگایا برابر سے چوٹ چلنے لگی ایک مقام پر سحر کی تلوار ضیغور نے عنقا پر لگائی کہ اس سے زخم کاری کھایا۔ اب قید جہانگیر کی قبضہ ضیغور میں یقین تھا کہ جائے اس وقت آفتاب پر بھی لگ لیکن پنجہ ایک تلوار لے کر پیدا ہوا اور سر نحس ضیغور جدا کیا۔ فوجوں کو شکست ملی۔

آفاق کو کوکب نے بہت زخمی پایا۔ مگر اس کی فوج سمیت اس کو تیغہ بلا کش دے کر جانب بیابان بری بھو روانہ کیا اور ایک خیمہ ملازمان کوکب نے اسی بیابان میں استادہ کیا کہ بادشاہ مذکور تخت پر بہزاراں جلوہ و جلال آ کر بیٹھا اور ایک قفس آہنی طلب کر کے جہانگیر کو اس میں بند کیا۔ چابک بھی اسی میں ہے پھر اس قفس کو ایک گنبد سحر بنا کر اس میں لٹکا دیا اور گنبد پر پہلی چوکی حارث شیر سوار جادو کی مقرر کی پھر اس کے بعد منتوار آتش میں سوار کو معین کیا اور گنبد کے آگے تالاب بھی آتش کا بنا دیا کہ جس میں کوئی آ نہ سکے۔ لہریں اس کی دلوں میں شعلوں سے آگ بھڑکاتی تھیں اور لپٹیں تافلک جاتی تھیں۔

غرض جب انتظام قیدیان کر چکا اس وقت ملہ وید گوش کو سامنے بلایا اور بغضب تمام دو طمانچے لگائے اور کہا۔ "او گیسو بریدہ لگتہ شوخ دیدہ تیرے جلائے تو کتا بھی نہ جئیے کوئی ایسی حرکت کرتا ہے کہ جیسے تو ننگ خاندان ہوئی۔"

پھر گلعذار کو بھی بہت کچھ برا بھلا کہا۔ "پھر زلف آمائے سرخ چشم کے سپرد ان دونوں کو کیا کہ اسے اپنے باغ میں لے جا کر ان دونوں کو قید کیا۔ اس وابستہ زنجیر رنج و الم کو زلف سنبل دیکھ کر سلسلہ پریشانی ہاتھ آیا۔ ہاں ہاں اپنا گنہگار پایا۔ جب خاطر مضطر گھبرائی جاں گھبرا کے لب پر آئی تو بے قراری سے یہ سنائی کہ

پابند جوں وفا ہیں پریشانیوں میں ہم
یا رب کسی کی زلف کے زندانیوں میں ہم
زنجیر میں بھی نالہ زنجیر کی طرح
جوش جنوں سے رہتے ہیں زندانیوں میں ہم
پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قرب حرم میں بھی ہیں تو جولانیوں میں ہم
دوزخ بھی جائے نعرہ ہل من مزید بھول
لائیں جو آہ کو شرر افشانیوں میں ہم
پا کھول کو مژدہ ہو زنداں کو ہو نوید
پھر ہیں جنوں کے سلسلہ جنبانیوں میں ہم
تم بھی نہیں جگر میں رہے اس قدر رہے
سرگرم سوز عشق کے مہمانیوں میں ہم
مطلب سے اپنے کون ہے آگاہ جز خدا
جوں خط سر نوشت ہیں پیشانیوں میں ہم
ہیں آئینہ میں صورت تصویر آئینہ
آئینہ رو کے سامنے حیرانیوں میں ہم
سینے کا چاک سینے کی فرصت کہاں کے ہیں
مصروف زخم دل کی پریشانیوں میں ہم

جا سکتے ضعف سے نہیں کوچہ میں اس کے ذوق
بہ جائیں کاش گریہ کی طغیانیوں میں ہم

افراسیاب جادو باغ سیب میں تخت حکومت پر بیٹھا تھا اور اس حال کی سوائے حیرت کے اور کسی کو خبر نہیں کہ جہانگیر نے قلعہ انجم حصار فتح کر لیا ہے۔

غرضیکہ ہرکارے دواں دواں خدمت شاہ جادواں میں آ کر حاضر ہوئے اور بادشاہ کو مجرا کیا بعد دعا و ثنائے شاہی کے خبر عرض کی کہ خورشید نہایت عالم پریشانی میں بد حواس و مضطر آ کر حاضر ہوا ہے۔"

افراسیاب گھبرایا۔ سرداروں کو استقبال کے لیے بھیجا خورشید روتا ہوا سامنے آیا اور تمام حال بیان کیا کہ اس طرح جہانگیر کو عمرو آ کر پکڑ لے گیا ماہ میں نے جا کر روکا تھا کئی سردار آ کر پہنچے آخر کوکب کے ہاتھ سے مارے گئے وہ خود آ کر لے گیا۔ ماہ میں نے خبر پائی ہے کہ چابک اور جہانگیر کو احتیاط سے مقید کیا ہے۔"

یہ سن کر افراسیاب فرط غیظ و غضب سے آگ ہو گیا۔ اور بہت بڑا صدمہ و ملال اس کو ہوا یہاں تک کہ بغیظ و غضب تمام پر پرواز پیدا کر کے اڑا۔ ہر چند سب نے منع کیا نہ مانا اور وہاں آ کر پہنچا کہ جہاں وہ تالاب آتش کا بنا تھا۔ دیکھا کہ ایک موج اس کی تافلک جاتی ہے کہ تا رسد مقام نظر آتا ہے۔ دل ہی فلک کے جل جانے کا اندیشہ ہے۔ پانی اس کا مثل جوش طبع جوش کھاتا ہے سارے عالم کا غصہ سمٹ کر اس جگہ مجتمع ہوا ہے۔ لہریں تیغ و خنجر رواں کی طرح چلتی ہیں۔ شرارے اڑ رہے ہیں۔ اور یہ کیفیت دیکھ کر اس نے سحر پڑھا کہ ابر سیاہ آ کر تالاب پر چھایا اور پانی میں اس میں سے موسلا دھار برسنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ آتش بالکل بجھ گئی۔ اور جہاں وہ تالاب تھا اسی جگہ سبزہ اگ آیا آگے جو بنگل لیے ہوئے عنقائے الحق سوار ہوا ہے اور اسی مقام پر کوکب نے گنبد سحر سے بنا کر جہانگیر و چابک کو اس میں قید کیا ہے۔

بس افراسیاب سختوار کو ساتھ لے کر آگے بڑھا دیکھا کہ لشکر لیے ہوئے چار لاکھ کا عنقائے

ابلق سوار پڑا ہوا ہے گڑھاؤ چڑھے ہیں۔ بستر پیادوں کے لگے ہیں۔ سواروں کی لین پڑی ہیں۔ ہتھیاروں کی قینچیاں بندھی ہیں ہجوم ہو رہا ہے۔ ساحر کنوؤں پر نثار ہے ہیں اور دھوتیاں چھانٹ رہی ہیں بازاریں لشکر میں کھلی ہیں۔ کٹورا کھنکھتا ہے گرم بازاری ہو رہی ہے۔ سقوں کے کٹوروں کی جھنکار ہے دلالوں کی بول چال ہے۔

افراسیاب جب وہاں پہنچا بارگاہ فلک فرسا عنقا کی استادہ تھی سراچے اس کے اٹھے ہوئے تھے عنقا مسند پر اندر بارگاہ کے بیٹھا تھا اس نے جو افراسیاب کو دیکھا نعرہ کیا او فراسیاب کہاں آتا ہے۔"

افراسیاب نے مختوار جادو کو سحر کر کے مسخر کر لیا ہے وہ اس کے ساتھ ہے پس عنقا نے کہا اور مختوار نمک حرام تو اس نطفہ حرام افراسیاب کو ساتھ لے کر آیا ہے۔"

یہ نعرہ سن کر افراسیاب نے اشارہ کیا کہ "مار لے۔"

مختوار اپنی فوج کو لے کر لشکر عنقا پر جا پڑا۔ دونوں فوجیں آپس میں مل گئیں۔ سحر کی چوٹیں چلنے لگیں۔ برچھی و پتسوں کی چمک تابہ اوج فلک جاتی تھی نعرہ ہل من مبارز کی صدا آتی تھی و مبدم کرنا کو دم ملتا تھا۔ یہ نقشہ تھا کہ

ہر اک سمت آندھی کا طوفان بپا
گھرا ابر پانی برسنے لگا
ہوئے ژالے آ کے سینوں کے پار
برستے تھے جادو کے ہر سمت بار
پیام اجل سے رہے تھے ترنج
ہر اک شے کو پیدا تھا ان سے رنج
کلیجے کہیں تیر کھانے لگے
پیام قضا تیر لانے لگے
برسنے لگے شعلے واں آگ کے
بہت سحر کی آگ میں جل گئے

کہیں بھیروں ناچا کہیں کلوابیر
برستے کسی سمت آتش کے تیر

جب عقاب نے دیکھا کہ خود افراسیاب ساحروں کو قتل کر رہا ہے اس نے ایک ساحر کو بھیجا کہ جا کر کوکب کو خبر دے۔ اس نے کوکب کو خبر دی کہ غضب ہو گیا افراسیاب آگیا ہے اور مختوار کے ہاتھ سے سب کو قتل کر رہا ہے۔"

یہ خبر سن کر کوکب غصہ سے چلا اور یہاں پہنچ کر دور ہی سے نعرہ زن ہوا "ہاش او افراسیاب کہاں جائے گا میرے ہاتھ سے۔"

افراسیاب نے جو نعرہ کوکب سنا مختوار پر تو اور زیادہ سحر کیا کہ وہ چمک کر لڑنے لگا اور افراسیاب زمین میں غرق ہو ہو کر اندر گنبد کے پہنچا اور جا کر اس نے پنجرہ جہانگیر کا چھت میں سے اتارا اور لے کر روانہ ہوا۔ یہاں کوکب نے جو آ کر دیکھا کہ میری فوج آپس میں لڑ رہی ہے اور ہزارہا ساحر آپس میں کشتہ ہو کر گر پڑا ہے اور افراسیاب نہیں ہے سمجھا کہ میری آمد دیکھ کر چلا گیا۔ اب اس نے سب فوج پر سے سحر اتارنا شروع کیا۔ مگر اس وقت سحاب جادو کہ نہایت زبردست ساحرہ ہے وہ کوکب کے ہمراہ تھی۔ کوکب نے کہا۔ "اے سحاب دیکھ تو کہ افراسیاب کدھر گیا میں ان سب پر سے سحر اتارتا ہوں۔"

ملکہ سحاب پچاس ہزار ساحر لے کر بڑھی راہ میں اس نے نگہبانان گنبد کو دیکھا اور انہوں نے کہا کہ "افراسیاب پنجرہ لے گیا اور وہ سامنے جاتا ہے۔"

پس سحاب بڑی زور و شور سے نعرہ کر کے افراسیاب پر جا پڑی۔ یکبارگی مل کر ایسا سحر کیا کہ بادشاہ جادواں گھبرا گیا۔ پسینہ آ گیا اور پنجرہ زمین پر اس نے رکھ دیا۔ اس وقت سحاب نے سحر کیا کہ قفس ٹوٹ گیا اور جہانگیر و چالاک اس میں سے نکلے۔

ملکہ سحاب نے چاہا کہ دونوں کو اٹھا لے۔ چالاک تو عیار ہے یہ تو جست کر کے مجمع میں کہیں چھپ رہا۔ مگر افراسیاب نے بہ تعجیل تمام رد سحر کیا اور جہانگیر کو اٹھا کر

پھر پنجرے میں بند کر لیا اور چابک کو تہ پایا۔ اب ایسا سحر کیا کہ سحاب کے لشکر پر تاریکی چھا گئی اور افراسیاب پنجرہ لے گیا۔

یہاں کوکب سحر سب کا اتار رہا تھا کہ چند ساحر آئے اور کہا۔ "افراسیاب پنجرہ لے گیا اور وہ جاتا ہے۔"

پس کوکب نے غصہ میں ارادہ کیا کہ افراسیاب کی طرف جائے۔ اس وقت گود میں ایک کاغذ اڑتا ہوا آ کر گرا اس کو جو پڑا لکھا تھا "منم برہمن روئیں تن اے کوکب خبردار تعاقب افراسیاب نہ کرنا اس کو جانے دو اور تم میرے پاس آؤ۔"

کوکب سب کو علیحدہ کر کے جانب برہمن چلا۔ مگر افراسیاب پنجرہ لیے ہوئے جہانگیر کا بارگاہ حیرت میں آیا۔ پنجرے سے جہانگیر کو نکالا اور کہا۔ "اے صاحب قران من کیسا مزاج ہے۔"

اس نے کچھ جواب نہ دیا جب تو افراسیاب بہت گھبرایا۔

حیرت نے کہا۔ "سحر میں ہے۔"

افراسیاب لگا سحر کرنے۔ اس وقت جہانگیر نے کہا۔ "اب میں رخصت ہوتا ہوں۔"

یہ کہہ کر اٹھا افراسیاب نے ہاتھ دوڑ کر پکڑا۔ وہ پانی ہو گیا اور بہ گیا۔ افراسیاب بڑا شرمندہ ہوا کہ یہ کیا غضب ہو گیا۔

خورشید تاج بخش رونے لگی کہ "اے شہنشاہ میرا فرزند کیا ہو گیا۔"

افراسیاب نے طائران سحر کو حکم دیا "جلد جا کر خبر لاؤ کہ جہانگیر کہاں ہے۔"

یہاں سے طائر گئے مگر پتا نہ پایا پھر آئے یہاں تو افراسیاب متردد ہے۔ مگر کوکب پاس برہمن کے پہنچا کہ یہ اس کا پیر بھائی ہے مگر بڑا زبردست ساحر ہے۔ برہمن نے شاہ کی تعظیم کی اور بٹھلایا اور کہا۔ "اے بادشاہ آج ہم کو بڑی تکلیف ہوئی کہ ہم خود گئے اور جہانگیر کو لے آئے اور افراسیاب ہمارے سحر کا پتلا لے گیا۔ بہت ہی شرمندہ ہوا ہو گا۔"

یہ کہہ کر دست چپ کی جانب اشارہ کیا۔ کوکب نے دیکھا کہ جہانگیر زنجیر میں بندھا ہوا ہے۔

برہمن نے کہا۔ "یہ جہانگیر موجود ہے۔ مگر عیار اس کا نکل گیا۔ وہ بہت چالاک تھا اس سبب سے نکل گیا۔"

کوکب نے اسی وقت جہانگیر کو قفس میں بند کیا اور برہمن سے صلاح کی کہ اس کو کہاں رکھوں جہاں رکھوں گا افراسیاب ضرور آ کر لے جائے گا۔"

برہمن نے کہا۔ "اس کو قیصر جادو کے پاس بھیج دیجئے کہ ملک کوہستان میں ہے۔ وہاں قید میں رہے گا اور کوئی وہاں نہ جا سکے گا۔"

اسی وقت کوکب نے نہال جادو کو بلا کر حکم دیا "اس کو قیصر یہ میں پاس قیصر کے پہنچا دے۔ نہال جہانگیر کو لے کر روانہ ہوا۔

مگر طائروں نے جا کر افراسیاب کو خبر دی کہ "جہانگیر کو قیصر یہ بھی بھیجا ہے۔"

افراسیاب نے بڑا افسوس کیا اور کہا۔ "بڑا غضب ہوا مگر وہاں راہ میں ہمارا ایک دوست ہے مجمل چرخ تن میں اس کو نامہ لکھتا ہوں۔ اسی وقت افراسیاب نے مجمل کو نامہ لکھا کہ "تیرے شہر کی طرف سے نہال جادو مع دس ہزار سوار کے جاتا ہے اور جہانگیر کی قید اس کے ساتھ ہے اس سے تو جہانگیر کو چھین لے اور ہمارے پاس بھیج دے۔"

مجمل کے پاس نامہ افراسیاب کا پہنچا وہ فوج لے کر سر راہ آ کر ٹھہرا کہ نہال قید لیے ہوئے اس طرف پہنچا مجمل بیضہ سحر پڑھ کر اور پکڑ کر جا پڑا۔ اب آپس میں سحر کی مار ہونے لگا لیکن مجمل نے ایسا سحر کیا کہ قفس جہانگیر کا ٹوٹ گیا۔ اور جہانگیر اسی ہنگامہ میں قفس سے نکل کر ایک درہ کوہ میں جا کر چھپ رہا۔ یہاں ساحر آپس میں لڑا کیے ایک نے دوسرے کا بھیجا کھلیا۔ ترسول اور پنسول کی مار رہی کلوا بیروں کی پکار رہی۔ آخر میں مجمل نے ایسا سحر کیا کہ نہال جادو بیہوش ہو کر گرا اور اس کے ساحر بھی بیہوش ہو گئے۔

دم بھر میں دس ہزار فوج کا بیہوش ہونا یہ معلوم ہوتا تھا کہ آدمیوں کا فرش بچھا ہے دنیا خوابگاہ ہر دمان ہے مجمل نے سب کو قتل کرنا شروع کیا اتفاقاً ادھر سے قیصر کی سواری نکلی اس نے پوچھا "کیا ہنگامہ ہے۔"

دریافت ہوا کہ ملازمان کوکب قتل ہوتے ہیں۔" پس اس نے وہیں سے نعرہ کیا اور یہ بھی فوج مخمل کے ساتھ لڑنے لگا اور مخمل کو اس نے قتل کیا اور تمام فوج کو اس کی پامال کیا اور قماں کو ہوشیار کیا اس نے شکریہ ادا کیا اور حال اپنا قید جہانگیر کے لانے کا بیان کیا اور کہا۔ "وہ قفس ٹوٹ گیا اور وہ چھوٹ گیا نہیں معلوم کہاں گیا۔"

قیصر نے کہا۔ "یہ ممالک کوہستان کے ہیں یہاں سے نکل جانا مشکل ہے وہ بدون آب و دانہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گا۔ اس سرحد سے نکل نہیں سکتا تم کوکب کو مطمئن کر دینا۔"

قماں یہاں سے خدمت کوکب میں آیا اور اس نے سب حال اس سے بیان کیا۔

کوکب نے کہا۔ "بے شک اس کا زندہ رہنا دشوار ہے۔"

یہاں تو اطمینان ہوا مگر جہانگیر کا حال سنیے کہ جو وہ کوہ میں گئے تھے تو دو دن تک بخوف ساحران بے آب و دانہ اس میں رہے۔ تیسرے دن شدت میں بھوک کی نکلے اور بے قرار تھے۔ غرض دو مہینہ تک صحرا کے پھل اور پتیاں کھائیں اور وہاں پھرا کیے۔ ہر صبح کو دال ہوتی تھی نہ دلیا ہوتا تھا۔ عقیلہ یہ کہ دل و جگر قلیہ ہوتا تھا۔ فاقہ دستر خوان بچھاتا تھا۔ کلیجہ لب پہ آتا تھا ہر طرف آوارہ پھرتے تھے اور مصیبتیں اٹھاتے تھے۔

ایک دن ایک صحرا ملا کہ سوائے ریگستان اور وہاں کچھ نہ تھا اور منزل تک آبادی کیسی بوئے عمارت مشام جان میں فائز نہ ہوئی تھی اس صحرا میں بہت سختی انہوں نے اٹھائی اور پھل کھا کر بسر کی۔

آخر بعد دو مہینے کے پھرتے پھرتے سب لباس ٹکڑے ہو گیا۔ صرف ایک جوڑا ان کے پاس رہ گیا۔ جہانگیر نے اس کو پھاڑ کر ایک تہمد اور کفنی بنا کر پہنی اور مثل فقیروں کے پھرتے پھرتے شہر قیصر یہ میں پہنچا کہ جہاں کا بادشاہ قیصر جادو ہے اور وہی یہ قیصر جادو ہے کہ جن کے پاس قید ان کی کوکب نے بھیجی تھی۔

غرض بعد مہینوں کے انہوں نے آبادی دیکھی اور انسان کی صورت ان کو نظر آئی۔ جابجا

دوکانوں پر شیرینی اور کھانا رکھا دیکھا دل بے قرار ہو گیا۔ مگر سوائی سے لب آشنا کیے اسی طرح بھوکے پیاسے پھرتے رہے اور شہر کی آبادی کی یہ صورت دیکھی کہ عمارتیں سربلند گچ و پختہ نہایت رفیع و مصفا تعمیر تھیں سراسر پری کی تصویر تھیں۔ کرسی ہر مکان کی کمر کے برابر تھی نیچے دکانوں کے نالیاں پختہ نہروں کی طرح بہتی تھیں اور درخت مولسری سایہ دار لگے۔ پنجرے انھیں جانوران خوش الحان کے ٹنگے ہر طرف تھا ہمہم تھی۔ کٹورا کھنکتا تھا۔ گرم بازاری ہوتی تھی۔ رعیت دلشاد تھی بند غم سے آزاد تھی یہ عالم تھا کہ

پری زادوں سے تھا آباد گلزار
عجب آراستہ چوک کا بازار
بنے تھے بے نظیر اس میں مکانات
عروس شہر میں عالی مکانات
رفیع ایسے کہ قصد آسماں گرد
وسیع ایسے کہ گلزار جہاں گرد
بنا باغ ارم تھا یہ زمیں پر
غرض تھا مسکن حوراں وہاں پر

جہانگیر باتوقیر اس شہر کی سیر کرتا پھرتا اس شہر کے کنارے ایک درویش باخدا بھی رہا تھا کہ نام اس کا درویش بوریا نشین تھا اور یہ اس کی کیفیت تھی کہ

وہاں دیکھا کہ ہے اک صاحب دل
کہ جس سے بات بھی کرنا ہے مشکل
ان ساکت ہے لب محو خموشی
خدا کی یاد میں ہے گرم جوشی

باطن و خوش نہاد اس مقام پر کچھ چیلے اور بالکے کچھ مرید حال قال کے رہتے تھے۔ ایک گنبد بنا تھا تلسی کا پیڑ ہرا بھرا لگا تھا۔ مزار کسی بزرگ کا تھا اس پر سبز چادر اڑھائی تھی۔ مسہری پھولوں کی بنائی تھی۔ یہ درویش ہمیشہ اپنے استاد کا چھانا کیا کرتا تھا۔ فقیروں کا مجمع ہوتا تھا۔ آج کل بھی وہ مجمع تھا۔ سب موجود تھے۔ نعرہ حق کی صدائیں موجود تھیں کہیں لمبی ٹوپی والے آزاد تھے۔ کہیں ناتک شاہی تھے کہیں گسائیں تھے۔ ہر طرف سے یا حق کی صدائیں یا حق یا داتا یا مرشد کی آتی تھیں۔ دل ہلاتی تھیں کوئی کہتا تھا کہ

اتر کے کعبہ تہ عرش سے ہوا موجود
فقیر مست نے جس دم کہا یا موجود

کسی کی زبان پہ تھا کہ

جہاں گیا مرا حصہ مجھے وہاں پہنچا
لگا کے خوان کرم سر پہ آسمان پہنچا

چوکیاں قوالوں کی آئیں حقانی گانا ہو رہا تھا اور سماں تھا یہ نقشہ تھا کہ

کہیں فریاد ہو سے جگر چاک
کوئی آلودہ ہو بوسہ خاک
کسی جا ضرب اللہ دل پہ
تفاخر بیچ ابر دیدہ تر
کسی کی قلب کی جانب نگاہیں
لطیفے سب رواں شفاف راہیں
کوئی تعلیم بیتابی سے استاد
میاں حلقہ وار خویش آزاد
کہیں ذکر جلی سے آشنائی
کسی کو چہرے سے حاصل صفائی
کوئی تجلی کے ماتوں سے خبردار
کوئی القائے استاد دی سحر سرشار
کوئی مصروف دید باطنی میں
کہیں شیطان فکر وحشی میں
غرض تا نصف شب سامان یہی تھا
یہی دیکھا کریں ارمان یہی تھا

شہزادہ جہانگیر بھی ان فقیروں کے جلسے میں آیا کہ یہ بھی فقیر بنا ہوا تھا۔ وہاں روٹیاں اور چنے کی دال بٹی تھی وہ اس کو بھی ملی۔ اس نے کھائی۔ مدت کے بعد کھانا میسر ہوا کھا کر بیہوش ہو گیا پھر سنبھل کر بیٹھا اس عرصے میں ہٹو بچو کی صدا سنائی دی اور سواری بڑی دھوم سے قیصر کی آئی فقیر کو آ کر اس نے تسلیم کی اور آ کر برابر بوریے پہ بیٹھے۔

یہ فقیر ہر طرف پھرتا رہتا تھا اور اس کا معمول یہ ہے کہ جس شہر میں جاتا ہے فقیروں

کو جمع کر کے چھاندا کرتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی کیا۔ غرض جہانگیر فقیر سے بہت جھک کے ملا ہے۔ جابجا میدان میں خیمے استادہ ہیں۔ گانا ہو رہا ہے عجب جلسہ ہے۔

غرض اب جو بادشاہ آ کر پہنچا اور فقیر کے پاس بیٹھا۔ درویش نے کہا۔ "اے قیصر ہم تو کئی سال کے بعد تمہارے یہاں آئے مگر ہم نے تم کو اب کی بہت پریشان پایا۔ کچھ بیان تو کرو کہ تم کو کیا مانع ہے۔"

قیصر نے کہا۔ "آپ پر سب روشن ہے بیان کی کیا ضرورت ہے۔"

درویش نے کہا۔ "اے قیصر تو ملکہ گوہر جادو دختر آفاق جادو پر عاشق ہے کہ وہ بادشاہ بیاباں پری رو ہے اور اسی کے غم میں تیرا یہ حال ہوا ہے۔"

یہ سنتے ہی قیصر قدموں پر فقیر کے گر پڑا اور کہا۔ "اے مرشد کامل حقیقت میں یونہی ہے اور عجب طرح کی مشکل ہے کہ وہاں نہ نامہ پہنچ سکتا ہے نہ کوئی پیام نہانی کی راہ ہے کسی طرح وصل اس مہ پارہ آفت جان کا ممکن نہیں۔ اے مرشد میں نے کوکب کو بھی لکھا تھا مگر انہوں نے کچھ توجہ میرے حال پر نہ فرمائی بلکہ جواب نامہ سے بھی سرفراز نہ فرمایا۔ اب میں آپ کے دامن کو نچھوڑوں گا۔"

درویش نے کہا۔ "اے قیصر اب جلد مدعا تیرا بر آئے گا۔ اور اسی محفل میں ہے۔ وہ یہ کہ اپنے زمانے کا صاحبقران بشکل فقیر یہاں موجود ہے اور اس جلسہ میں شریک ہے۔ مجھ سے ملا تھا اور اس کو بیابان پری رو کے جانے کی خواہش ہے اور ضرور ہی جائے گا اور وہاں پہنچے گا۔ پس اسی کے باعث سے تیرا مطلب بھی حاصل ہو گا۔

اور نہایت درویش نے تعریفیں جہانگیر کی کیں کہ قیصر جادو مشتاق ہوا اور کہا۔ "ان کو بلوائیے درویش نے آواز دی "اے صاحبقران ہم سب آپ کے مشتاق ہیں یہاں تشریف لائیے۔"

اس وقت دیکھا کہ ایک گوشہ سے ایک جوان رعنا غضنفر گردن بلند بالا قوی تن قوی من فقیر وضع نہایت وضیع وجیہ و شکیل لیکن نحیف ضعیف مگر اس پر بھی چہرہ تابناک بسان خورشید تاباں روشن رعب و دبدبہ دیکھ کر درویش و قیصر کھڑے ہو گئے اور اسی

وقت حکم ہوا کہ لباس فاخرہ لا کر پہناؤ۔"

فوراً خلعت حاضر ہوا۔ شہزادہ نے پہنا اور محفل میں آ کر مقام صدر پر بیٹھا اور درویش نے نہایت اوصاف ان کے سامنے قیصر کے بیان کیے اور بہت تعظیم و تکریم بجا لایا اب جام شراب گردش میں آیا اور قیصر نے رو رو کر اپنے عشق کا حال سامنے جہانگیر کے اس طرح پر بیان کیا کہ شہزادہ جہانگیر یاد کر کے ملہ ور در گوش کو خوب رویا۔ مگر درویش نے تسکین دی "اے شہزادہ آپ اس قدر نہ گھبرائیے سب مطلب آپ کے پورے ہوں گے اور بخاطر آپ کے اور قیصر کے جس طرح بنے گا ضرور بالضرور آپ کو بیابان ہری ہر تک پہنچاؤں گا۔"

غرض دو دن تو جہانگیر کی دعوت کی اور تیسرے دن جہانگیر تیاری سفر میں مصروف ہوا کہ شاید مجھ کو وہاں پہنچائے۔ ہر چند قیصر نے کہا۔ "مجھ کو آپ پر افسوس آتا ہے آپ عمر اپنی یہیں بسر کیجئے۔"

جہانگیر نے کہا۔ "مجھ کو جان ہی دینا منظور ہے۔ میں جاؤں گا ضرور اور حیلے سے جان دوں گا۔"

ہر چند قیصر نے کہا مگر جہانگیر نے نہ مانا۔"

آخر درویش نے شہزادہ کو مسلح کر کے اپنے ہمراہ لیا وہ جلسہ برخاست ہوا اور درویش مع شہزادہ روانہ ہوا اور ایک دس کوس راستہ طے کیا ہو گا کہ جہانگیر نے دیکھا کہ گنبد بنا ہوا ہے اندرون گنبد دیواروں پر تصویریں شاہان جہان کی نصب ہیں اور آئینے لگے ہیں سقف گنبد میں گھنٹے لٹکے ہیں۔ جب یہ دونوں اندر گنبد کے آئے وہ گھنٹے از خود بجے۔ صدا یا سامری یا سامری کی آنے لگی۔ مگر درویش نے ایک نقش لکھ کر دیوار گنبد پر لگایا کہ دیوار شق ہوئی اور ایک صحرا دکھائی دیا۔

درویش نے کہا۔ "اے شہزادے یہ سامنے جو صحرا دکھائی دیتا ہے۔ یہی راستہ بیابان ہری ہر کا ہے اب آپ تشریف لے جائیے خدا تعالیٰ منزل مقصد پر پہنچائے گا اور فقیر بھی وقت پر آئے گا۔"

شہزادہ یہ سن کر درویش سے رخصت ہوا اور آگے بڑھا۔ وہ بیابان ہول خیز و وحشت انگیز ملا کہ جی چھوٹ گیا۔ صحرا کی تپش تپتی تھی۔ کنپھوری کی آواز سناٹا چار سمت ہوا کا سائیں سائیں چلنا درخت جھلسے ہوئے پتے سوکھے کھڑکھڑاتے دل کو وحشت دلاتے جناب خضر بھی اس دشت میں بیتاب نظر آتے وحشت کی دھوم حسرتوں کا شہزادہ کے دل پر ہجوم تھا پاؤں میں چھالے تھے لب پر آہ و نالے تھے۔ پہاڑوں کے پتھر تپ رہے تھے ان سے شرارے نکلتے تھے۔ چشمے جوش کھا کر ابلتے تھے۔ درختوں کے ڈنڈ سوکھے نظر آتے تھے۔ غول بیابان آگ سلگاتے تھے۔ ڈراتے تھے شہزادہ یاد دلدار کرتا تھا اور بعد بے تابی یہ غزل زبان پر لاتا تھا۔

کہاں تک اشتیاق یار جانی
خدایا اے فلک کچھ مہربانی
وہ سمجھے ہیں کہ اپنے شکوہ چند
سنیں کس طرح عاشق کی کہانی
ابھی ناحق توقف کر کے اپنا
امنگوں پر ہے جوش نوجوانی
بڑھیں پھر کچھ تمنائیں اجل کی
گھٹا طفل امید زندگانی
نہ جام دم بھر ابھی پہلو سے اٹھ
کہ آخر ہو چکی اپنی کہانی
جو ہو منظور رحم آئے نہ پائے
سنو قصہ میرا ان کی زبانی
نسیم آغاز پیری میں بھی مستی
نہیں جاتا خیال نوجوانی

ایسی صعوبت اس صحرائے آتشناک میں شہزادہ نے اٹھائی کہ گھوڑا بھی خستہ ہو گیا اب سفر پیادہ پائی نصیب ہوا۔ بگولے اس وحشت کے مارے کے لیے بساولی اور چوبدار تھے نقیب آہ کے للکارتے تھے چاؤش نالہ صدائے دلربا سناتا تھا آبلہ سینہ کا بصورت نقارہ ہوا تھا جب دل بیتاب سناتا تھا تو یہ لب گھبرا کر لاتا تھا۔

مرا یہ حال کہہ دینا کسی سے
کہ جو قربان تھا وہ اپنے جی سے
مگر روکا اسے بخت زبوں نے
کیا بیہوش سودائے فسوں نے
نہیں دور فلک کو یہ منظور
رہیں ہم سے تم ہم سے رہو دور

غرض اسی رہروی کر کے بعد مشقت و صعوبت اس صحرا کو طے کیا اور ایک جنگل میں گذر ہوا وہاں دیکھا تو بہت سے دیوا اور دیونیوں کو جمع پایا اور دولہا بنا ہوا رو سے کے پھولوں کا سہرا باندھے ایک دیو کو بیٹھے پایا شہزادہ ایک درخت پر چڑھ گیا کہ یہاں سے تماشا ان کی شادی کا دیکھوں۔

لیکن وہاں صورت یہ ہے کہ دیو نعمان اپنے بیٹے کی برات لے کر مکان دیو سرہنگ کے آیا ہے جب برات رخصت ہوئی تو سرہنگ نے کہا۔ "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ بوقت رخصت عروس ایک آدم زاد کا گوشت کھلائیں گے جب تک یہ نہ ہو گا یہ عروس رخصت نہ ہو گی۔"

نعمان یہ کلام سن کر تلاش میں آدمی کی نکلا۔ اتفاق سے درخت پر نگاہ پڑی۔ جہانگیر کو بیٹھے ہوئے دیکھے نہایت خوش ہوا اور درخت کو کلے میں داب کر اکھڑا۔ جہانگیر اوپر سے کود پڑا اور تیغہ پکڑ کر ہزاروں دیو ناد قتل کیے۔ دیوؤں نے جو یہ آفت دیکھی

بھاگے کیونکہ یہ اس کا فرزند ہے کہ جس کے بیٹے دیو بند و دیو کش ہیں اور امیر حمزہ نے دیو سمندروں پار وست کو مارا ہے۔ ذکر اس کا نوشیراں نامہ دفتر اول میں ہے۔ غرض کہ شمشیر خارا شگاف جہانگیر سے کچھ ہی دیر میں مطلع صاف تھا یہ صف شکن قتل دیوان کر کے ایوان کو لے آگے کو روانہ ہوا۔ پھر وہی بلبلانا وہی جنگل کی خاک اڑاتا تھا اور غم یار میں بیقرار ہو کر یہ زبان پر لاتا تھا

فرقت عاشق و معشوق غضب ہوتی ہے
ہجر عید غم و رنج کی شب ہوتی ہے
سامنے آنکھوں کے بجلی سی چمک جاتی ہے
یاد تیرے رخ پرنور کی جب ہوتی ہے
لب شیریں سے تیری جو حلاوت پائی
ایسی لذت نہیں ماہتن رطب ہوتی ہے
دن جدائی کے تو کٹتے نہیں آو جانی
اب ملاقات کی شب دیکھئے کب ہوتی ہے
دین دم بھر ہے نہیں جلد کو اب تیرے بغیر
میری قسمت بھی رسا دیکھئے کب ہوتی ہے

اسی طرح بعد قطع منازل و طے مراحل مرحلہ پیمائی و دشت گردی کرتا ہوا شہزادہ دل از کف دادہ خاک چھانتا ایک شہر کے قریب پہنچا۔ جب اندر اس شہر کے قریب پہنچا جب اندر اس شہر کے قدم رکھا نیا تماشا فلک کی سنگدلی کا نظر آیا یعنی ہر ایک انسان ساکنان شہر کو پتھر کا پایا شہر خوب جنس ہر ایک دل کو مطلوب دکانیں رنگین عمارتیں عمدہ و مرتفع ہیں مگر آدمی سب پتھر کے غضب خدا کا وہاں گیا آیا ہوا ہے کہ سب نے قالب انسانی پا کر جامہ پتھر کا پہنا ہے۔

شہزادہ کمال خوفناک ہوا اور اپنے مذہب و ملت کے موافق دعا وغیرہ پڑھنے لگا اور بہت ششدر و حیران تھا نہایت پریشان تھا۔ ہر وقت دل بھاگ جانے کو چاہتا تھا مگر دل مضبوط کئے گلی کوچوں میں وہاں کے قدم اٹھا تھا کوئی ساتھ نہ سنگ سنگ راہ سے بھی خوف کھاتا تھا۔ اسی فکر و تردد میں میں ایک گلی میں جب قدم رکھا ایک میمون اس طرف لے آتا تھا۔ جب میمون قریب تر آیا۔ شکل انسان گویا ہوا "اے جوان اجل گرفتہ تو کون ہے جو اس شہر نحوست اثر میں آیا ہے جلد یہاں سے جادو شکل انہیں کے تو بھی بلا میں گرفتار ہو گا۔"

جہانگیر کو اور زیادہ حیرت ہوئی کہ بندر بولتا ہے۔ شہر توپ خانہ آذری معلوم دیتا ہے انسان شکل تصاویر سنگیں ہیں اس پر یہ طرہ ہے کہ بندر بولتا ہے واقعی اس شہر پر غضب خدا کا آیا ہے غرض اسنے اس بندر سے کہا۔ "اے میمون واسطہ اپنے دین و مذہب کا بیان تو کر یہ کون لوگ ہیں اور تو کون ہے۔"

جب یہ اس بندر نے سنا تو لوٹ کر صورت انسان بنا۔

جہانگیر نے دیکھا کہ ایک ساحرہ ہے جو بندلی ماتھے پر لگائے ہے ٹیکا سیندور ورکا دیئے ہے کھور چندن کے بدن میں لگے ہیں۔ مگر سحر سے صورت اپنی خوب بنائی ہے نہیں معلوم کہ اصل ہی میں ایسی صورت کہ زلف چلیپا اس کی تا بہ قدم پہنچی ہوئی صاف ناگن سیہ معلوم ہوتی ہے۔ جو انسان کا دل ڈستی ہے۔ مانگ میں اس کی سندور بھرا ہے جو دل عشاق کو مانگ رہا ہے۔ پیشانی تابناک ہے ابرو کشیدہ شکل خنجر بران ہے سحر مانند افسوں گر چشم فتان ہے۔ رخسار گل گلزار جنان ہے۔ یہ اس کا نقشہ ہے کہ

کہوں کیا حسن روز افزوں کے اوصاف
بغور اس کو جو دیکھے چشم انصاف

کے دل میں یہی جو رہتاں ہے
پری اس کے مقابل میں کہاں ہے

نہایت نازنین وہ مہ لقا ہے
بلا آفت قیامت پر ادا ہے

اس ساحرہ نے ایک دکان میں لا کر فرش بچھایا اور کہا۔ "اے جوان بیٹھ تو میں تجھ سے سب احوال بیان کروں۔"

جب جہانگیر بیٹھا تو اس نے کہا۔ "میرا نام میمون جادو ہے اور بادشاہ جو دارالامارہ میں ہے سرد جان جادو اس کا نام یہاں کا بادشاہ ہے۔ اس پر میں عاشق ہوئی اور سوال وصل میں نے اس سے کیا۔ اس نے جب وصل قبول نہ کیا "تو میں نے اس کو مع اس کے ملازموں کی پتھر کا بنا دیا اور کل شہر کا بھی یہ حال کیا۔ لیکن اگر تو میرا وصل قبول کرے تو میں تجھ کو یہاں کا بادشاہ کروں۔"

جہانگیر نے کہا۔ "میں برسر سفر ہوں جب پھر آؤں گا تو تجھ کو قبول کروں گا۔"

یہ سن کر اس ساحرہ نے اس دکان کی کوٹھڑی کھول کر ان کو بزور سحر قید کیا۔ یہ وہاں مجبور ناچار بیٹھے اور ان کو نیند آ گئی اس عالم بیہوشی میں انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہی درویش بوریا نشین آئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے شہزادہ تم اس ساحرہ سے آشتی کرو اور اس کے گلے میں ایک تختی ہے وہ کسی طرح اس سے لو یہ اس تختی سے ماری جائے گی۔

شہزادہ کی جب یہ خواب دیکھ کر آنکھ کھلی بیقراری اس نے آہ کی اور کہا۔

یار اغیار ہو گئے اللہ کیا زمانے کا انقلاب ہوا۔

ہم تو اس ساحرہ کی محبت کو آزماتے تھے۔ ورنہ کون ایسا ہو گا جو ایسی حسین کو قبول نہ کرے گا۔ ساحرہ باہر دروازے پر بیٹھی تھی کیونکہ اس کے دل کو بھی لگی ہوئی تھی۔ جب انہوں نے یہ کہا اس نے کوٹھڑی کو کھولا اور ان کو نکالا سحر ان پر سے اٹھا لیا۔

انہوں نے بغور جو دیکھا تو واقع ایک تختی اس کے گلے میں پڑے دیکھا۔ پس اس کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے اور کہا۔ "اے جان جہاں یہ تختی کیسی تمہاری گردن میں پڑی

ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہاں ہاں اس تختی کو ہاتھ نہ لگاؤ۔"

انہوں نے ناک بھوں چڑھائی اور کہا۔ "وائے قسمت کس ظالم پر پڑی اپنی طبیعت آئی کہ جو ایک ذرا سی تختی کے چھونے پر خفا ہوتی ہے۔"

یہ کہہ کر اشک آنکھوں میں بھر لایا۔ ساحرہ کا دل تو آیا ہوا تھا۔ رونا اس کا دیکھ نہ سکی اور دوسرے سمجھی کہ۔ اس تختی کی تاثیر کیا جانے لے کر دیکھے گا پھر دے دے گا۔ معشوق بے ہٹ کرتا ہے۔ اس کی ضد کو پورا کرنا چاہیے۔"

یہ سوچ کر کہا۔ "وائے جانی وائے مایہ عمر و زندگانی قربان کی تھی۔ یہ تختی تم نہ لو بھلا تمہارے کس کام کی ہے۔ لو اچھا دیکھو۔"

یہ کہہ کر وہ لوح گلے سے اتار کر ان کو دی۔ جب انہوں نے وہ تختی پائی فوراً اس کے جسم میں لگائی۔ وہ ساحرہ بیہوش ہوئی۔ انہوں نے گردن اس کی کاٹ ڈالی۔ شور دار و گیر برپا ہوا۔ آندھی آئی تاریکی چھائی پھر صدا آئی کہ افسوس مارا مجھ کو کہ نام میرا میمون جادو ہے کل تین سو برس کا سن رکھتی ہوں۔ مگر ہنوز باغ جوانی سے کوئی گل مراد میں نے نہ چنا تھا۔"

غرض بعد اس آفت کے جو دیکھا تو ایک ساحرہ کریہہ منظر سیاہ فام کی لاش کو پڑے ہوئے دیکھا انہوں نے اس کی لاش پر تھوک دیا اور اس کے مرنے سے تمام شہر نے رہائی پائی۔ صورت اصلی پر آئے وہ جامہ ننگین جسم پر اتارا۔

بادشاہ یعنی مسرور شاہ نے آ کر جو دیکھا تو شہزادہ جہانگیر کو شہر میں ایک مقام پر استادہ پایا۔ سر اپنا ان کے قدم پر رکھ دیا اور کہا۔ "ای آمدت باعث آبادی ما۔" قدم مبارک کو ان کے بوسہ دیا شاہی میں لایا۔ دعوت کا سامان مہیا فرمایا۔ ساقی مہ وش حاضر ہوئے جام گردش میں آیا پھر طعام عمدہ سے دسترخوان چنا۔ چنانچہ جہانگیر نے خاصہ نوش فرمایا۔ شکر خدا کا بجا لایا۔

اس وقت اس بادشاہ اس نے حال ان کا پوچھا انہوں نے تمام کیفیت بیان کی اور کہا۔

"میں بیابان ہری کو جاؤں گا۔"

سرور نے کہا "یہ کام بہت مشکل ہے اور مقام بہت دور دراز ہے۔" انہوں نے کہا "کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ میں بغیر جائے باز نہ آؤں گا۔" آخر جب اس نے بہت سمجھایا انہوں نے نہ مانا تو سرور نے کہا "میں بیچ میں ہیران جادو کا مرحلہ ہے اور وہ میرا دوست ہے میں اس کو نامہ لکھے دیتا۔"

یہ کہہ کر ایک محبت نامہ بنام ہیران اس نے لکھا اس میں یہ مضمون تھا کہ اے ہیران دوست صادق محب واثق من یہ شہزادہ میرا محسن ہے جو تمہارے پاس تشریف لاتا ہے۔ اس کی بہت خاطر داری کرنا اس کے اپنی آنکھوں پر دھرنا اس نے مجھ کو بلائے سحر میمون جادو سے رہا کیا ہے۔ نئے سر نے سے فرمایا ہے۔ یہ احسان اس کا میں قیامت تک نہ بھولوں گا۔ تم بھی اس کے ساتھ بہت اچھی طرح پیش آنا۔ دوسرے یہ شہزادہ بڑا بہادر اور صاحب زور ہے وجیہ و شکیل و صاحب تدبیر شاہ ابن شاہ ہے جہاں پناہ ہے تھوڑے لکھے کو بہت جاننا میرا کہا ماننا۔"

یہ لکھ کر سب حال اپنے پتھر کے ہو جانے کا اور اس کا رہا کرنے کا نامہ میں مندرج کر کے جہانگیر کو دیا اور کہا "اے شہریار وہ آپ نے مجھ پر احسان کیا کہ تا زندہ ایم بندہ ایم۔"

پھر اپنے سحر سے ایک شیر بنایا اور کہا "اے شہزادے ہمارے شہر میں ایک میلہ ہوتا ہے اگر جی چاہے تو اس کی کیفیت دیکھ کر جائے گا۔"

شہزادہ نے منظور کیا اور چند وہاں سکونت پذیر رہا۔ جب وہ دن میلے کا آیا نقارے بجے سرور نے کہا "لے اب چلیے اور کیفیت میلے کی ملاحظہ کیجیے۔"

یہ کہہ کر خلعت فاخرہ سے شہزادہ کے جسم انور کو مزین و مجلی فرمایا پھر برابر اپنے تخت پر بٹھا کر لے کر چلا شہزادہ شہر سے باہر نکل کر جب آیا۔ خلعت کا اس جا اژدہام پایا۔ سوداگر اطراف و جوانب سے آئے تھے خیمہ ان کے کھڑے تھے اشیائے عمدہ نادرہ کا عجوبہ روزگار کا انبار تھا۔ خیموں کے آگے تخت بچھے تھے ان پر فرش عمدہ کیا تھا۔ سوداگر وہاں بیٹھے تھے۔ جواہر وغیرہ کے ڈبے سامنے کھلے ہوئے بیچے تختوں کے اور دکاندار

برابر دکانیں اپنی لگائے تھے ٹوکری لیے بیٹھے تھے کہیں سن کرنین مہ پارہ رشک شمشاد جن کے قد ڈالیاں لگائے بیٹھی تھیں کہیں کباب سیخوں پر بھن رہے تھے۔

کہیں لونگ چڑے والے پھر رہے تھے۔ کسی طرف گل فروش کانڈھے اور کہنی پر ہار ڈالے شوق میں بیلے کے ہار ہیں۔ کہتے پھرتے تھے کہیں ساقی حقہ پلا رہے تھے کہیں کھلونے والے بھولوں کے بک رہے تھے حلوائیوں کی دکانیں برابر لگی تھیں۔ شیریں کلامی دیتی تھیں۔ بتراسوں طرح کا جوبن دکھاتی تھیں۔ امرتیاں مسلسل اور پیچدار دیکھنے سے زبان کو ذائقہ بخشتی تھیں۔ برنجی تھالوں میں ورق لگے تختے جمی ہوئی اور ہر طرح کی مٹھائی دھری اس جا من یہی چاہتا تھا کہ اس کو لے کر کھا جا۔

گیا در بہشت کھلا ہوا تھا۔ سامنے دکان کے زنجیریں تنی تھیں۔ کنگھیاں اس میں لٹکی تھیں ایک طرف بساط خانہ سجا ہوا تھا۔ کاٹھ کے کھلونے جس ڈبی مسی سرمہ بک رہا تھا۔

کسی جا تنبولی دکان لگائے تھے کہیں تنبولن اپنا رنگ جمائے تھے۔ تختوں پر پان سفید و ساوری اور بنگلہ رکھے ہوئے تھے کتھے چونے کے برنجی مرتبان دھرے تھے کہیں پالیں تنی تھیں۔ سلفچیں ان کے نیچے بیٹھی تھیں۔ ٹاٹی سوراخ دار بچھی تھی۔ چلمن اس میں گھڑی تھیں۔

نیچے لگن میں پان بھیگے تھے۔ عاشق تن سامنے ان کے ٹہل رہے تھے چرس پر دم پڑتے تھے کوئی کہتا تھا کہ جانی ذرا بیڑہ دیر کی پلانا۔"

ساقن ہنس کر جواب دیتی "یہی کر بیٹا انگیا میں کی چیتا۔"

کوئی چڑیا پنجرہ ہاتھ میں لیے تھا۔ گلدم اس میں بند کیا تھا کسی دکان پر بھی پنجرہ ٹنگا تھا۔ کاکن کی بالی پنجرے میں دھری تھی۔ طائر خوش رنگ اس میں بند تھا۔ غرض بھگڑوں کا طوطی بولتا تھا۔ دف دائرہ چکارا بج رہا تھا۔ میلے میں سوانگ بن کر آتے تھے۔ سوانگے ترسل تکتے جاتے تھے۔ تختوں پر سوار تختوں کے آگے ڈفلی بانسری بجتی جاتی تھی۔ فقیرا تیت گھیر سلائے پھرتے تھے۔ بعض لوگ چکر وڈ کر رہے تھے بہت لوگ گھوڑوں پر

سوار نکلے تھے۔ گھوڑوں کے گلے میں ہیکلیں طلا کار پڑی تھیں کتکے سپاہی سرخ پگڑیاں سروں پر رکھے۔ ہٹو بچو کرتے آگے آگے گھوڑوں کے جاتے تھے۔ تنس میں بندھے ہوئے کہاجناں شہر کے لڑکے گوتے پٹھے کی ٹوپیاں پچھے کے انگرکھے پہنے سوار قفس میں ادھر ادھر کہار اٹھائے پھر رہے تھے۔ رئیسان شہر اونچے پر فرش بچھائے تماشا میلے کا دیکھ رہے تھے۔ خوب میلا مچ تھا یہ نقشہ تھا۔

پونڈے کے گنڈیریاں وہ نایاب
ڈلیاں مصری کی جن سے بے آب
وہ ٹوکروں میں ہرے ہرے بوٹ
جو سبزہ جلد سے لڑیں چھوٹ
نظارہ نیشکر سے دل شاد
معشوق کا جیسے قد آزاد
خوش رنگ عجب مزے کی چھلیاں
پھولوں کی چمن میں جیسے کلیاں
ہوتا تھا وہ سانپ کا تماشا
ضحاک کا دل تھا جس پہ شیدا
لہراتے تھے سانپ یوں سڑک پر
جس طرح کہ زر ذنب فلک پر
بازار میں قصہ گو بھی آ کر
دل سے کوئی داستاں بنا کر
کرتا دل اہل دل کی تسخیر
جادو کی ہر ایک سخن میں تاثیر

جہانگیر نے خوب میلا وہاں دیکھا۔ دن بھر میلے میں رہا۔ جب وہ وقت آیا مجمع کواکب عرصہ گاہ افلاک سے جلوہ فرما ہوا کہ

کہ اتنے میں چھپا وہ صورت یار
ہوئیں وحشتی دکھائیں ماہ و ہا تار
سراپا بوس میں زلف شب آئی
تمنا آہو کرتا لب پہ آئی

مسرور شلہ شہزادہ کو لے کر پھر دولت سرا میں داخل ہوا شہزادہ نے خاصہ کھلایا پھر جام شراب ارغوانی کے پیے پھر آرام فرمایا مگر نیند کیسی اور سنا کہاں کا۔ فراق یار میں تڑپنا اور بلبلانا شروع کیا۔ جب زیادہ بے تاب ہوتا اس طرح روتا اور کہتا کہ

پھر بھی کوئی ماہ میں نظارہ
ہے اس میں کسی کا کیا خسارہ
بچ جائے جو اک غریب کی جان
کیا اس میں بھلا کسی کا نقصان
یہ کہہ کے وفور اشک باری
پھر بستر غم پہ بے قراری
تن ہو گیا زار روتے روتے
کھلنے لگا زار ہوتے ہوتے
فرقت کو گزر گئی ہے مدت
دیدار کا شوق ہے نہایت
تاچند یہ صدمہ ہائے جانکاہ
نکلے کوئی انبساط کی راہ
آفت میں ہے جان زار ہر دم
ہمدم غم انتظار ہر دم

آخر کہو کہو کے نالہ و آہ کر کے صبح ہوئی اور وہ زمانہ آیا کہ مسافر فلک بعزم طے منازل فلک یعنی خورشید تاباں پٹکہ سے شعاع کے کمر باندھ کر میدان آسمان میں آیا کر

مجھے امید مطلب میں سفر سے
مبارک باد آغاز سحر ہے
سفر کی اب سنو باقی کہانی
کہ بدلا شب نے رنگ آسمانی

بہنگام سحر شہزادہ کمر ہمت باندھ کر مسرور شہ سے رخصت ہوا اور وہ شیر جو سحر سے مسرور شہ نے بنایا تھا اس پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ مسرور شہ اور شہر تک پہنچانے آیا اور عرض رسا ہوا اے شہزادہ آپ نے وہ احسان عظیم مجھ پر کیا ہے۔ کہ میں جان و مال سے آپ کا شریک ہوں۔ ہر چند کہ میں نے خراج گزار کوکب تھا۔ مگر اب اس سے کچھ تعلق نہ رہا۔ کیونکہ ایسا غافل بادشاہ کہ اتنے دن تک میں پتھر کا بنا رہا اور اس نے میری خبر نہ لی۔"

شہزادہ نے اس کو تسلی دے کر اور اس سے رخصت ہو کر آگے کو روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ شیر گیا قلعہ بیرانیہ کا راستہ جانتا تھا کہ سیدھا شہزادہ کو لیے ہوئے اسی قلعہ میں آیا۔ شہزادہ نے ایک قلعہ فلک فرسا بنا پایا کہ دروازہ شہر کا شکل فیل مست کے جھوم رہا تھا۔ بہت سے ساحر بعہدہ نگہبانی دروازے پر اترے ہوئے تھے۔

اس شیر کو دیکھ کر کوئی مزاحم نہ ہوا۔ شیر اندر شہزادہ کو لایا۔ شہزادہ میں آیا آبادی مکانات جو دل کو مرغوب ہوں دیکھے شہر وہ نہایت آباد تھا۔ ہر ایک کا دل دلشاد تھا۔ عمارتیں مصفا تعمیر تھیں ساحر خوش اخلاق وجیہہ و شکیل بیٹھے تھے جو بات پہ ہنستے تھے۔ دکانوں میں اشیائے نفیس کا انبار تھا۔ دکاندار لباس عمدہ پہنے بیٹھے تھے۔ کوڑا کھنکتا تھا۔ کمرے جو برج آسمان کو شرمائیں تعمیر تھے۔

خلاصہ کار جہانگیر کیفیت شہر ملاحظہ فرماتا پشت شیر پر سوار دارالامارہ میں آیا۔ یہاں بھی بہت بڑا سامان تزک کا پایا۔ خادم و خدمت گار قوالائے رقاصی پیادل و چوبدار دروازہ پر حاضر فن ادب سے ماہر سات ڈیوڑھیاں دارالامارہ کی تھیں۔ شیر ان سب کو طے کر کے اندر آیا۔ یہاں دیکھا تو تخت پر ایک بادشاہ پُر شوکت و جاہ و جلوہ فرما ہے۔ تاج شاہی برسر قبائے فرمانروائی در بر چتر بال ہما کا سر پر۔ گردش میں یہی ہیران جادو ہے۔ گردش پیش دنگل و کرسیاں بچھی ہیں۔ ساحران نامی ان پر بیٹھے ہیں کہ جن کی آنکھ ناک کان سے شعلہ آتش کے نکلتے ہیں۔"

جہانگیر نے شیر پر سے اتر کے بادشاہ کو سلام کیا اور آگے بڑھ بڑھ کر وہ محبت نامہ سرور کا لکھا ہوا اس کو دیا۔ اس نے پڑھا کھڑا ہو گیا۔ شہزادے کی تعظیم کی اور مقام صدر پر اس کو بٹھلایا۔ پھر ساقی کو اشارہ کیا کہ اس نے جام سے ارغوانی بھر کر شہزادہ نے پیا۔ پھر رقاصان مہر طلعت حاضر ہوئے۔ ناچ سامنے ہونے لگے۔ بعد کچھ دیر کے علیحدہ اٹھا کر لے گیا اور خاصہ طلب کیا اور شہزادہ کو نعمت ہائے گونا گوں سے آسودہ کیا۔ اغذیہ لطیف و کبابِ گرم کھلائیں۔ پھر دربار میں آ کر بیٹھے۔

اب اس نے کہا۔ "اے شہزادے آپ کون ہیں۔"

اس نے کہا۔ "میں ملک خورشید تاج بخش کا بیٹا ہوں اور اس طرح افرستادہ افراسیاب برائے طلسم شکنی طلسم کوکب آیا ہوں۔ فی الحال بیابان بری بہ کو جاتا ہوں۔"

یہ کلمات سن کر ہیران بہت متعجب ہوا کیونکہ یہ بھی خراج گزاران کوکب سے ہے مگر بہ پاس خاطر سرور خاموش ہو رہا اور کہا۔ "اے شہزادہ ہم لوگ ایک درخت کو سجدہ کرتے ہیں کیونکہ بعد کئی مہینے کے اس میں سے ایک پتا اٹھتا ہے اور پکارتا ہے کہ "منم خداوند سامری۔ پس اے شہریار یا تو آپ اس کا حال بتلائیے اور نہیں تو آپ بھی سجدہ کیجئے۔"

جہانگیر نے کہا۔ "اچھا تم ہم کو وہاں لے چلو اور اس کی کیفیت دکھلاؤ تو پھر ہم اس کی تدبیر کریں۔"

اس نے کہا "آپ دو چار روز توقف فرمائیے۔ اب زمانہ اس چلّے کے نکلنے کا قریب ہے میں آپ کو لے چلوں گا۔"

شہزادہ وہاں توقف پذیر ہوا۔ بعد چند روز کے جب ایک دن وہ زمانہ آیا کہ شجر زریں شعاع مہر چرخ اخضر پر پھلا پھولا نظر آیا کہ

صدائے رخصتی آئی سحر سے
ملا نور سحر نور نظر سے
طرائے بھر کے مثل توسن ناز
نگاہوں سے چھپی شب سرخ انداز

بہنگام سحر اس ہیران سوار شہزادہ کو سوار کر کے ایک صحرا میں لایا۔ شہزادہ نے دیکھا کہ صحرائے سبزہ زار طرفہ اس مقام پر بہار ہے۔ جو درخت ہے وہ پھولوں سے لدا ہے۔ ہرا بھرا ہے سبزہ رنگان دہر کو اپنی سرسبزی کے رو برو شرماتا ہے اور اس صحرا میں ایک درخت اور درختوں سے دور بلند نہایت سرسبز و خوش نما لگا ہے۔ تنہ اس کا طلائے احمر سے منڈھا ہے۔ شاخیں اس کی جنبش ہوا سے ہلتی ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوانان سبز رنگ جھوم رہی ہیں۔ طائران خوش الحان اس پر بیٹھے زمزمہ سرائی کرتے ہیں۔

شہزادہ کچھ دیر وہاں ٹھہرا تھا یکایک ایک تنہ اس درخت کا شق ہوا اور اس میں سے ایک پتلا کہ جس کا منہ مثل طوطی کے تھا نکلا اور پکارا "ستم خداوند سامری۔"

ہیران اور اس کے ساتھیوں نے سجدہ کیا۔ جہانگیر چپ کھڑا رہا۔ اب جو دیکھا تو اس شجر میں پھل لگ آئے اور بار اثمار سے شاخیں جھک پڑیں۔ وہ پھل ہیران نے توڑ کر کھائے اور شہزادہ کو بھی دیئے اس کو جو کھلایا تو بہت شیریں اور ذائقہ کے تھے۔ غرض کچھ دیر میں وہ پتلا پھر اسی درخت میں سما گیا اور پھر درخت کا تنہ برابر ہو گیا۔

بیران شہزادہ کو لے کر پھرا۔ شہزادہ نے کہا۔ "اب تم جاؤ میں اس کا حال دریافت کر کے آؤں گا۔"

بیران تنہا اس کو چھوڑ کر چلا آیا۔ شہزادہ وہیں پھرا کیا۔ جب وہ زمانہ آیا کہ نخل کہکشاں کی والایت آسمان پر پھیلی ہوئی ظاہر ہوئی ــــــــ اور ستارے مثل دانہ خرمن عرصہ فلک میں چمٹ گئے بالی سنبلہ کی اگی۔

بسر اوقات کی صحرا میں دم بھر چھپایا مہر نے جب ہوئے انور شہزادہ رات کو اس درخت کے قریب پھر آیا۔ وہاں قدرت خدا سے نیا سامان پایا کہ ایک طرف کو فرش عمدہ بچھا ہے روشنی کنول اور جھاڑ کی ہے جس سے وہ صحرا تمام منور اور روشن ہے۔ فرش پر مسند مغرق بچھی ہے اور ایک ساحرہ اس مسند پر لباس پرزر پہنے ہوئے بیٹھی ہے۔ چہرہ بسیاں خورشید تاباں روشن ہے لیکن کم سن نہیں ہے سامنے اس ساحرہ کے ناچ ہو رہا ہے۔

شہزادہ بھی اس مقام پر جا کر پہنچا اور اس بزم میں آ کر ٹھہرا۔ ساحرہ نے جو اس کو دیکھا پوچھا "آپ کون ہیں۔"

اس نے کہا۔ "مسافر ہیں۔" اور اتفاق سے ادھر نکل آئے۔ آپ کو بیٹھے دیکھا۔ ہم بھی ٹھہر گئے۔"

اس نے جو شہزادہ کو حسین اور مہ جبین دیکھا۔ محبت اس کی اس کو پیدا ہوئی کہا۔ "آئے ہیں آپ تو آئیے تشریف لائیے۔

شہزادہ اس کے پاس جا بیٹھا اور پوچھا "آپ کا نام کیا ہے۔"

ساحرہ نے کہا۔ "مجھ کو بوم جادو کہتے ہیں۔"

اس نے کہا۔ "یہ تو فرمائیے کہ اس درخت میں سے ایک پتا اڑتا ہے اور اس طرح کی صدا دیتا ہے یہ کیا ماجرا ہے۔"

اس وقت وہ ساحرہ یہ کلام سن کر ہنسی اور کہا۔ "اے نوجوان یہ سب میرے سحر کا ڈھکوسلا ہے میں نے سحر سے وہ پتا اور یہ درخت بنایا ہے۔"

اس نے کہا۔ "ہم تمہارے مہمان عزیز ہیں اور بیران جادو سے کہہ کر آئے ہیں کہ

اس شجر کا حال دریافت کریں گے۔ پس تم ہم کو اجازت دو کہ ہم سے اس حال کو بیان کریں۔"

اس ساحرہ نے اس کی خاطر سے اجازت دی کہ اچھا کہہ دیا کیونکہ شہزادہ سے اس کو محبت ہو گئی تھی۔ بعد اجازت دینے کے شہزادہ کا اس نے نام پوچھا۔ انہوں نے سب اپنا حال بیان کیا اور نام بتایا پھر جام شراب پیہم گردش میں آیا۔ رات بھر شہزادہ وہاں رہا۔ برم جادو اس کی دل کی مطیع ہوئی اور شرکت اس نے اختیار کی۔ پھر جب وہ وقت آیا کہ عرصہ فلک سے برم کواکب برخاست ہوئی۔ مثل شہزادہ جہانگیر خورشید جہانگیر ہوا کہ

نظر کی آسمان پر صبح پائی
کہا رخصت کہ ہے وقت جدائی
شریک بزم جو جو تھے وہاں پر
تحیر میں تھے لطف آسماں پر

صبح کو برم نے کہا کہ آپ چلیے۔ میں بھی اپنی کنیزوں کو لے کر حاضر ہوئی ہوں اور ایک مرکب منگوا کر شہزادہ کو دیا کہ یہ اس پر سوار ہو کر حیران جادو کے پاس آئے اور قصہ شبینہ ماضیہ زبان پر لائے اور کہا۔ "ملکہ برم جادو بھی آیا چاہتی ہیں۔" غرض بعیش و عشرت بیٹھے بعد کچھ عرصہ کے برم بھی آیا چاہتی ہیں۔ حیران نے تعظیم کی خاطر سے پیش آیا۔ اب حیران بھی دل سے مطیع شہزادہ والا گہر ہوا۔ اس نے اس وقت شہزادہ نے کہا۔ "میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ بیابان بعد کو جاؤں گا۔" حیران نے کہا۔ "اب آگے مقام خرسان جادو کا ہے وہ مرحلہ نہایت سخت و صعب ہے اور وہ بڑا ساحر زبردست ہے اور طرف دار کوکب ہے اچھا آپ چلیے ہم سب اپنا لشکر لے کر آتے ہیں مگر نہیں جی میں آتا ہے کہ ابھی سے ساتھ آپ کے چلیں۔ غرض یہی صلاح پسند آئی ستر ہزار ساحر آزمودہ کار اپنے ہمراہ لے کر شہزادہ جہانگیر یہاں سے

چلے اسی وقت نفیر سحر کو دم ملا گھنٹے اور ناقوس بجے ساحر شیر آتشیں اور فیل آتشیں پر سوار ہو کر ہمراہ چلے ڈہرو کی صدا بلند ہوئی ہوم کا دھواں چرخ چنبری تک جانے لگا کلوا بھیروں منڈلانے لگا ہوم خانے لد گئے اژدر آتشیں پھنکارنے لگے روئے ہوا پر چیلیں سحر کی منڈلانے لگیں پونیں آنے لگیں کہ

چلے تخت پر سحر کے ہو کے سوار
ہر اک سمت سے ساحر نابکار
رخ دہر آدمی سے کالا ہوا
جو تھا سحر مہر اجلا ہوا
چلے اژدر وکل اڑتے ہوئے
ادھر اور ادھر منہ تھے مڑتے ہوئے
کسی جا تھے طاؤس چنگھاڑتے
کہیں اژدہے سانپ پھنکارتے

غرض بعد قطع مسافت راہ قریب قلعہ خر سانیہ پہ سب پہنچے۔ اس مقام پر بصد حشمت و شوکت سرور شاہ بھی آ کر پہنچا اسی ہزار کی جمعیت سے بمقابلہ خرسان شہزادہ عالی شان آ کر اترا بارگاہ فلک فرسا نصب ہوئی۔ ساحروں کے بھی خیمے وغیرہ استادہ ہوئے اسپکیں چوبے راوٹیاں سرا پردے کندلے نصب ہوئے لشکر کی چھاؤنی پڑی دریا کو پشت پر کر کے قبضہ میں کر لیا۔ میدان بھر جنگ سامنے قلعہ کے چھوڑ دیا طبل و نقارے داخلہ لشکر کے جو بجے طائران سحر سامنے خرسان کے آ کر پہنچے۔

وہ تخت حکومت پر اندر قلعہ کے بیٹھا تھا۔ تاج شاہی سر پر تھا دربار جمع تھا کہ طائروں نے آ کر خبر دی کہ اس طرح لشکر کثیر لے کر شاہزادہ جہانگیر خورشید تاج بخش آیا ہے اور قلعہ کے سامنے اترا ہے باقی خیریت ہے یہ خبر سن کر خراسان نے بھی اپنے افسران لشکر کو کہ حاضر دربار تھے۔ حکم تیاری دیا اور تین لاکھ ساحر لے کر روانہ قلعہ

کا کھلوا کر باہر نکلا۔ ساحر شیر و اژدر پر سوار ہو کر آئے کفور چندن بدن میں لگائے تھے منہ سے شعلہ چھوڑتے تھے رال و گوگل کے شعلے اڑاتے تھے یہ بھی آ کر بارگاہ خیام نصب کرا کر اترے دن بھر خیمہ میں رہے۔ جب وہ زمانہ آیا کہ تیغ مہر کو ترک روزگار نے غلاف مغرب میں رکھا اور لشکر انجم لے کر ماہتاب تاباں عرصہ گاہ افلاک میں آیا کہ

سحر سے بڑھ کے نور افشاں ہوئی شام
لیا خورشید کا مہتاب سے کام
ہوا جس دم چراغ روز خاموش
ہوئی شب شعلہ مہ سے ہم آغوش

ہر شام بحکم خرسان طبل جنگ بجا نفیر سحر کو دم غلا ولاور آگاہ و خبردار ہوئے تیاری اسباب سحر و ساحری کرنے لگے۔ جہانگیر نے بھی طبل جنگ بجوایا۔ اب دونوں طرف تیاری جنگ ہونے لگی منتروں کی جاپ شروع ہوئی۔ بچہ ہائے خوک بھنتا ہوئے مرغیں سلگنے لگیں گوگل جلنے لگا۔ گوگل کی چراہند آنے لگی۔ بھیروں کا جی خوش ہوا۔ پوتیں ناکی گئیں۔ ایک طرف بہادران روزگار تلواروں کو صیقل کرنے لگے منتر پڑھے جانے لگے کہ دوڑ دوڑ چلی بابی ساحری کی۔ بیر کھائے کلیجہ چھوکرے تو سر اڑ جائے کی کرے تو دھولی کی گنڈ میں پڑے پڑھو منتر دیوالی کا اسیریا چار رات بھر یہی شورش تیاری آلات رہی۔ جب وہ وقت آیا کہ ساحر روزگار نے منقل آفتاب کو روشن کیا۔ اور ساحرہ سب کو بھگایا کہ

اتاری شب نے پوشاک سیہ فام
بنی نور سحر سے روشن اندام

ہنگام سحر دریائے لشکر جوش مار کر دانگو مصاف میں آئے۔ دلاوروں نے پرے جمائے جہانگیر باتوقیر مسلح و مکمل ہو کر میدان میں آیا اس طرف سے خرسان فوج بیمقیاس ہمراہ لایا۔ صفوف آرائی ہوئی پر سحر نے گرد و غبار برسا کر بٹھلیا۔ جھاڑیاں جھنڈیاں کاٹ ڈالی گئیں۔ میدان پاک و صاف ہوا اس وقت خراسان اپنی صف لشکر سے آگے بڑھا اور اس نے ایک سحر ایسا پڑا کہ سارے لشکر جہانگیر پر تاریکی چھا گئی۔ ظلمات کو وہ مقام مات کیے تھا۔ میدان جنگ کالا جمل خانہ تھا ملک عدم کا پتہ دیتا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ کال کوٹھری کا ایسا نقشہ تھا۔

دوبارہ خرسان نے جو سحر دم کیا۔ جہانگیر کمر تک زمین میں غرق ہو گیا۔ لشکریان جہانگیر جو حربہ سحر کے پکڑ کر لینا لینا کہتے ہوئے آگے بڑھے اس نے سحر پڑھا۔ اس وقت دنیا بالکل اندھیر قسمت بد کا مظہر وہ تاریکی شب دیجور تھی اور اس میں تلوار روشنی بار کی چمک کا چراغ جلتا تھا۔ ہر سمت صدائے نالہ واہ بپا تھی ایسی آفت میں بعد نے دعا در خدا میں کی۔

تیر دعا ہدف اجابت سے مقرون ہوا۔ یکایک فلک پر سے نعرہ کی صدا آئی کہ منم درویش بوریا نشین۔"

چنانچہ درویش مذکور روئے ہوا سے نیچے اترے ایک چوکی صندل کی تھی کہ اس پر بیٹھے اور چوکی پر انگشت شہادت سے ایک الف آپ نے کھینچا تھا کہ وہ اڑتی ہوئی آئی تھی۔

غرض انھوں نے آ کر ایک نقش اپنے دست حق پرست سے لکھا اور اس کو اپنے لشکر کے مابین میں پھینکا۔ بقدرت خداوند ربع مسکون مثلث نفس روزگار وہ تاریکی لشکر پر سے دور ہوئی۔ سب کی طبیعت مسرور ہوئی۔ ہر ایک کی آنکھ میں روشنی آئی۔ جہانگیر قید زمین سے رہائی پائی۔

اس وقت خراسان نے جھلا کر پھر ایک ناریل جانب لشکر جہانگیر مارا کہ وہ پھٹا اور اس
میں ہزار ہا شعلہ نکل کر لشکریوں پر آیا لیکن برکت نقش سے قریب آتے ہی بجھ گیا۔
اب درویش نے ایک نقش اور لکھ کر خراسان کی طرف پھینکا کہ خراسان کا سحر بھی
باطل ہو گیا اور اس نے سحر کو فراموش کیا۔

درویش نے ایک تعویذ جہانگیر کو بھی دیا کہ جس کے سبب سے سحر اثر نہ کرے۔ جہانگیر
مرکب چمکا کر سامنے خراسان کے آیا اس نے ہر چند سحر یاد کیا یاد نہ آیا ناچار ترسل
کا وار کیا شہزادہ نے ترسل کا وار رد کر کے تیغہ کا ہاتھ سر کو بتلا کر کمر پر لگایا کہ
مثل خیار دو ٹکڑے کیا شور اس کے مرنے کا بلند ہوا فوج اسکی تلواریں کھینچ کر آ
گری گھمسان کی تلوار چلنے لگی۔ معاذ باللہ ایک ایک کے دو دو ٹکڑے کیا اور دو دو کے
چار ہونے لگے شور داد و گیر بلند ہونے لگا کہ۔

کھلی بیڑی پڑے شمشیر میں ہاتھ
کھنچیں تیغیں بندھا ہر غول کا ساتھ
نہاں تیروں کی آئیں تیوریوں پر
جھکے سر مرضی خالق میں اکثر
لبوں پر آئے کیف تیغہ اجل سے
ارادے بڑھ گئے دست و بغل سے
ہوائی گردنوں کو حاصل سر بلندی
مٹی مغرور دل کی خود پسندی

خراسان تو قتل ہی ہو چکا تھا بے سردار کے فوج کیا لڑتی۔ اس نے امان مانگی شہزادہ جہانگیر
نے امان دی اور طبل بازگشت بجا کر پھرے لشکر نے کمر کھول آسودہ ہوا۔ پھر اندر
قلعہ خراسانیہ کے داخل کیا۔ وہاں کے اکابرین نذریں لیکن حاضر ہوئے۔ تمام شہر

میں عملداری شہزادہ کی ہو گی۔

افراسیاب کے نام کی دہائی پھر گئی۔ جہانگیر نے جشن کیا۔ ناچ ہونے لگے۔ کئی دن تک مشغول عیش رہے اب درویش نے کہا۔ "اے شہزادہ میں تم کو محل گنبد نشین کے پاس بھیجتا ہوں۔ وہاں جا کر گنبد جہاں تمام کی سیر کرو۔ لشکر اپنا سب اسی شہر میں رہنے دو اکیلے جاؤ۔"

یہ کہہ کر ایک نامہ بنام محل گنبد نشین لکھا کہ اے محل ہماری خاطر سے صاحبقران جہانگیر کو گنبد جہاں نما کی سیر کرا دینا اس کی بہت خاطر داری کرنا۔"

یہ نامہ لکھ کر جہانگیر کو دیا اور جہانگیر مرکب پر سوار ہو کر روانہ ہوئے بعد طے منازل و مراحل ایک صحرائے سبزہ زار میں پہنچے دیکھا کہ عجب طرح کا فرحت افزوز صحرا ہے کہ سبزہ کوسوں تک لہلہاتے ہے مژگاں معشوقاں سبزہ رنگ کو شرماتا ہے۔ یہ معلوم دیتا ہے کہ شاید ارض کے رونگٹے کھڑے ہیں گلہائے خود رو کوسوں تک اگے ہیں۔ گردا گرد اس صحرا کے کریوا پہاڑ چھوٹی چھوٹی پہاڑی پہاڑیاں گلدستوں کی طرح پھولوں سے لدی ہوئی ہیں۔ آبشار ہوتا ہے جھرنا جھرتا ہے جانوران خوشحان زمزمہ سرا ہیں چشمہ چقر جابجا لبریز ہیں۔ ڈبرے موج خیز ہیں ان کے کنارے کنارے لگے پنڈیاں کلنگ باز بط قرقرے پھر رہے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ عجب طرح کا نکہت بیز نزہت آمیز وہ صحرا ہے اور اس صحرا کے بیچ میں ایک گنبد گول سڈول رشک گنبد چرخ بنا ہے گنبد اخضری فلک گردش نہیں کرتا ہے بلکہ اس پر صدقے ہو رہا ہے۔

شہزادہ در گنبد پر آیا وہاں ایک مرد ضعیف کو بیٹھے پایا کہ داڑھی کیسی پلکیں تک سفید ہو گئی ہیں جامہ سفید پہنے داڑھی تابہ سینہ بڑھائے سر نیوڑائے فکر جھکائے بیٹھا ہے۔

شہزادے نے اس کو آ کر سلام کیا اور وہ نامہ دیا اس نے نامہ پڑھ کر شہزادہ کو اٹھ کر گلے سے لگایا اور مقام صدر پر بٹھلایا مگر یہ بھی کہا۔ "افسوس درویش بوریا نشین ممالک کو کب کے غارت کراتا ہے اور بربادی ان کی چاہتا ہے۔"

اور کہا "اے صاحبقران کل میں گنبد تمہیں دکھلاؤں گی۔"

غرض شب بھر سو رہے۔ محل نے کھانا بہت عمدہ ان کو کھلایا آرام کرایا۔ جب وہ وقت آیا کہ گنبد چرخ اس کی سیر کرنے خورشید جہاں تاب کہ

کہ جب رخصت ہوئی شب پیر ہو کر
جمال صبح چمکا شیر ہو کر

صبح کو دروازہ گنبد کا جس میں قفل برابر ران شتر کے لگے۔ محل نے کھولا اور شہزادہ کو اندر لایا شہزادے دیکھے کہ دیواروں پر آئینہ نصب ہیں اور طرفہ ماجرا نظر آتا ہے کہ سامنے لشکر حیرت کا اترا ہوئی دکھائی دیتا ایک طرف دیکھا تو اپنا لشکر اترا ہوا پایا۔ ایک جانب کو دریائے خون رواں نظر آیا اور ممالک کوکب افراسیاب کے سب دکھائی دیتے ہیں انواع و اقسام کے تماشے نظر آتے ہیں۔

شہزادہ نے دل میں کہا واقعی یہ گنبد جہاں نما ہے ایک طرف اب جو نظر کی تو لشکر امیر اترا ہوا دکھائی دیا ایک جانب لقا کو اترے پایا۔ اسی طرح سے رخ کے لشکر کو اترا ہوا دیکھا کہ اس گنبد کی دیواروں پر تصویریں شاہان گذشتہ و حال کی نصب ہیں۔ گنبد سے یار اژرنگ نگار خانہ چین ہے۔ اور ایک طرف دیکھا کہ کچھ تصویریں لگی ہیں جو سایہ انسان سے بڑھنے سے بڑھ جاتی ہیں اور ایک طرف دیوار میں سات آئینہ نصب ہیں کہ ان کے اندر ساتوں ولائتیں دکھائی دیتی ہیں۔

جہانگیر نے دیکھا کہ میری تصویر اور افراسیاب و کوکب اور شاہان طلسمات کی بھی دیوار میں چسپاں ہیں۔ شہزادہ مذکور کو کمال حیرت ہوئی اور بڑی دیر تک اس گنبد کی سیر میں مشغول رہا اور تعریف کیا کیا پھر باہر گنبد کے آیا۔

اس وقت محل گنبد نشین نے کہا "اے شہزادہ میرے پاس ایک فتیلہ ہے اور خاصیت اس فتیلے کی یہ ہے کہ جب اس فتیلے کو روشن کرو تو جس شخص کو بلانا منظور ہوا

اس کی نیت دل میں کرے۔ پس ہمزاد پلنگ شخص مطلوب کا اٹھا لائے گا۔ اس سے باتیں کرے۔ جب تک وہ فتیلہ روشن رہے گا۔ وہ پلنگ رکھا رہے گا۔ جب فتیلہ بجھ جائے گا ہمزاد پلنگ جہاں سے لایا ہے۔ وہیں لے جا کر پھر پہنچا دے گا۔"

شہزادہ نے یہ حال سن کر درویش مذکور کی منت کی کہ وہ فتیلہ مجھ کو عنایت فرمایئے کہ میں اپنی مطلوبہ ماہ رو درگوش سے ملاقات کروں۔"

محل نے اس کی منت کرنے سے وہ فتیلہ ان کو دیا اور یہ ان کو لے کر گنبد کے ایک طرف کو تنہائی میں آئے اور بخورات انہوں نے مہیا کر کے جلانے کا قصد کیا۔

ان کی تو یہ کیفیت ہے لیکن شمہ و حال ملکہ ماہ رو درگوش بیان ہوتا ہے۔"

کہ اس کو باغ میں زلف آرائے کاکل نے رکھا ہے پلنگڑی جواہر کار صحنچی میں باغ کی گسترده ہے اس طرح یہ مقید ہے کہ جس طرح شہزادے شہزادیاں قید ہوتی ہیں۔ مگر فراق میں شہزادے کے اس کا عجب حال ہے کہ شب و روز نالہ و شیون کرتی ہے اور وہ باغ تمام اس کی نظروں میں خار ہے دل میں یاد گلعذار ہے۔ گل کو جب دیکھتی تھی یاد رخسار یار آتی تھی۔ سنبل سے زلف دلدار کو یاد کر کے جان کھوتی ہے۔ گل اس کی نظر دل میں صورت داغ ہے دل کا روشن چراغ ہے۔ زلف سنبل سے زیادہ الجھن ہوتی ہے۔ جینا وبال ہوتا ہے۔ سرو کو دیکھ کر بہت ملال ہوتا ہے سرو صورت دار ہے دل یاد قامت یار ہے نہریں چشم تر کی صورت رواں دکھائی دیتی ہیں۔ نرگس آنکھیں دکھاتی ہے اور اور زیادہ چشم جاناں میں رلاتی ہے۔ خاطر مثل ماہی بے آب طپاں دل سینہ میں نالاں آنسوؤں سے دامن تر رونے سے کام آٹھ پہر۔